ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ کہف
سورۃ مریم
سورۃ طٰہٰ

(مکمل)

جلد............۱۲

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب	----	ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ﴿سورۃ کہف، مریم، طٰہٰ مکمل﴾
افادات	----	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ
مرتب	----	مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ
سرورق	----	محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ
کمپوزنگ	----	محمد صفدر بلوچ
تعداد	----	گیارہ سو [۱۱۰۰]
تاریخ طباعت	----	24 اگست 2014ء (طبع سوم)
قیمت	----	
مطبع	----	
طابع وناشر	----	لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالہ

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالہ

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

پیش لفظ

نحمده تبارك وتعالیٰ ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم وعلی اله واصحابه وازواجه واتباعه اجمعين۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز پاک وہند وبنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار وزوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات۔ اس لئے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہند ؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے نئے جذبہ ولگن کیساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا

قرآن کریم کیساتھ فہم وشعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر وضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی بالخصوص پنجاب میں بدعات واوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات ورسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کیلئے جن اربابِ عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کے اسماء گرامی سرفرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم واستقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول وعرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم وبیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کیساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ واجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر

انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن وحدیث کے علوم وتعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کیلئے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چار حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف کے موتی ان کے دامن قلب وذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کیلئے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا اگرچہ پورے کا پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لئے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اس لئے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر وتبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔ (امین)

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس وخطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لئے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کیلئے سالہا سال تک پابندی کیساتھ خدمت سرانجام دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔(چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے ،دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماءِ ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں ۔جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے ۔لیکن با ایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں ۔لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوسکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
22	سورہ کہف کی وجہ تسمیہ	01
23	اصل عبداللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں	02
25	نیکی کے بدلے کا اصول	03
28	ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے	04
33	واقعہ اصحاب کہف	05
36	۱۳ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے	06
39	اصحاب کہف نے اپنا موقف پیش کیا	07
45	اللہ تعالیٰ نہ کسی کو جبراً ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے	08
47	اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں	09
52	تمام بشری تقاضے انبیاء کرام علیہم السلام کیساتھ تھے	10
54	طبعی خوف ایمان کے خلاف نہیں	11
61	انشاء اللہ کہنے کی تاکید	12
62	اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو نسیان ہوتا ہے	12
65	غریب مومن اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں	14
66	غریب امیر کے فرق نے دنیا کو پریشان کیا ہوا ہے	15
71	اسلام نے امیر غریب کی تفریق ختم کر دی ہے	16
74	جنت کا نقشہ	17

18	تجمل ممنوع ہے	76
19	مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں	82
20	نظر بد سے بچنے کا وظیفہ	88
21	سارے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں	91
22	باقیات صالحات سے کیا مراد ہے	96
23	فرشتوں کی تخلیق مخلوق نور سے ہوئی ہے	103
24	ابلیس کی ہمدردی بھی دشمنی ہے	105
25	مثالیں بیان کرنے کی حکمت	112
26	کام کے آدمی بہت کم ہیں	115
27	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ	122
28	لطیفہ	125
29	ٹیڑھی کھیر	131
30	سفر میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کیساتھ یوشع بن نونؑ تھے یا نہیں	133
31	کھانا کھلانے سے انکار کی وجہ	140
32	بادشاہ ہمیشہ رعایا کو پریشان کرتے ہیں	143
33	خضر علیہ السلام کا اصل نام	147
34	خضر علیہ السلام کے تین واقعات کیساتھ موسیٰ علیہ السلام کی مماثلت	151
35	ذوالقرنین کا واقعہ	157
36	تبلیغ کے متعلق ضابطہ	160
37	یاجوج ماجوج کی حقیقت	166
38	قیامت کی بڑی نشانیاں	169
39	دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے نجات دی ہے	173

40	طالبان کا وجود امام مہدی کے ظہور کی علامت ہے	174
41	یہودیوں کیساتھ مسلمانوں کی لڑائی	176
42	محدود گناہ کی لمبی سزا کیوں؟	182
43	آنحضرت ﷺ بشر تھے	185
44	آپ ﷺ کی بشریت کا منکر کافر ہے	187
45	اختتام سورہ کہف	188
46	سورہ مریم	191
47	تاریخ مسجد اقصیٰ	192
48	حروف مقطعات کی بحث	194
49	بلند آواز سے دعا و ذکر مکروہ ہے	195
50	وراثت سے مراد علمی وراثت ہے انبیاء کرامؑ کا مالی وارث کوئی نہیں ہوتا	197
51	نبی کو مافی الارحام کا علم نہیں تو ولی کو کیسے ہوسکتا ہے؟	204
52	والدین کیساتھ حسن سلوک	206
53	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کی وجہ	207
54	بیٹے بیٹیاں صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے	212
55	مرزا قادیانی بدزبان تھا	213
56	قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی	214
57	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کیسے ہوئی	215
58	عالم اسباب میں اسباب کو کام میں لاؤ	217
59	جن بچوں نے بچپن میں کلام کیا	222
60	قادیانیوں کے شوشے کا جواب	224
61	نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر	225

نمبر	عنوان	صفحہ
62	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر	229
63	فاختلف الاحزاب کی تفسیر	230
64	عیسائیوں کے گروہ	231
65	غلط یار بنانے والے افسوس کریں گے	234
66	حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی درمیانی مدت	237
67	مخلوقات میں سب سے زیادہ اختیارات اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیئے ہیں	239
68	براہ راست شیطان کی پوجا کوئی نہیں کرتا	240
69	ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں ڈالنے کا واقعہ	243
70	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور راستے میں پریشانی کا واقعہ	245
71	حضرت لوط علیہ السلام کی نبوت کا تذکرہ	247
72	اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی ولادت کا ذکر	248
73	پیدائش موسیٰ سے قبل بنی اسرائیلیوں کا ابتلاء اور حفاظت موسیٰ علیہ السلام	251
74	لفظ نبی اور رسول کی وضاحت	253
75	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر	255
76	حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر	260
77.	چار پیغمبر اس وقت بھی زندہ ہیں	260
78	لفظ اسرائیل کا مطلب	262
79	نااہلوں کی نشانیاں	263
80	توبہ سے ہر گناہ معاف نہیں ہوتا	264
81	ایمان کیساتھ عمل بھی ضروری ہے	265
82	فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں	269
83	مخلوق میں بڑے سے بڑے درجے والا بھی بھول جاتا ہے	270

84	مشرک حیات بعد الممات کے قائل نہیں تھے	274
85	قیامت، جنت، دوزخ کی طرح پل صراط بھی حق ہے	278
86	اور ہر ایک نے پل صراط سے گذرنا ہے	279
87	پل صراط کے بعد ایک اور پل ہے	280
88	اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کا معیار ایمان اور دین ہے	282
89	انسان جب شیطان بن جائے تو نسبت کام نہیں آتی	283
90	باقیات صالحات	286
91	دنیا اور آخرت کے معاملات الگ الگ ہیں	289
92	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا	291
93	مشرکوں کے معبود قیامت والے دن ان کے مخالف ہونگے	291
94	اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اختیار دیا ہے نیکی بدی اختیار کرنے کا	294
95	یورپ کا مسلمانوں کے خلاف منصوبہ	295
96	نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے	296
97	کافر اور منافق کے حق میں کوئی سفارش نہیں	297
98	شفاعت کبریٰ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے	298
99	اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ کوئی بیٹی	303
100	چوبیس گھنٹے چوبیس فرشتے حفاظت پر مامور ہیں ہر آدمی کیساتھ	303
101	جنگل میں نماز پڑھنے والا کس کو سلام کرتا ہے	305
102	بے لذت گناہ	306
103	کن لوگوں کے گناہ نیکیوں کیساتھ تبدیل ہونگے	307
104	عربی زبان کی فضیلت	308
105	اختتام سورہ مریم	310

106	سورہ طٰہٰ	313
107	مشرک شرک پر بڑا پکا ہوتا ہے	314
108	آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی	315
109	عرش پر مستوی ہونے کا مطلب	317
110	معراج کی رات آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں	318
111	اللہ تعالیٰ کی ذات قدرت سے پہچانی جاتی ہے	318
112	بلند آواز سے ذکر مکروہ تحریمی ہے	320
113	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ	324
114	موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ	324
115	سر سید ملحد قسم کا آدمی تھا	325
116	دینی مدارس کی اصلاح کرنے کا مقصد ان کو خصی کرنا ہے	325
117	پاکیزہ جگہ پر جوتے کیساتھ نہیں چلنا چاہیے	328
118	قیامت کا علم کسی کو نہیں	329
119	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں کیوں چرائیں	334
120	چاول کھانے کے فوائد	335
121	جان اور ثعبان مبین کی تطبیق	336
122	معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا	337
123	سر سید معجزات کا منکر تھا	337
124	موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے سوالات	341
125	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے کا واقعہ	344
126	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر	349
127	بنی اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا	350

128	نصیحت کا انداز اچھا ہونا چاہیے	350
129	روسیوں کی غلامی	356
130	جہاد افغانستان کی برکت	356
131	اللہ تعالیٰ کی شان	360
132	بندروں کا واقعہ	361
133	عقل کا معنیٰ	365
134	منها خلقنکم کی تشریح	369
135	حق و باطل کے مقابلہ کا دن	370
136	رسیوں اور لاٹھیوں کے سانپ بن جانے کی حقیقت	377
137	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کی حقیقت	379
138	ایمان کا کوئی مقابلہ نہیں	384
139	عظمتِ خیر الامم	386
140	ایران کا دار الخلافہ	387
141	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر	392
142	فرعون کے غرق ہونے کا عجیب منظر	393
143	بنی اسرائیل پر انعاماتِ خداوندی کا ذکر	394
144	مغضوب علیہ اور ضالین کی تشریح	397
145	دو باتیں	401
146	دو تفسیریں	402
147	بچھڑے کے متعلق دو تفسیریں	406
148	لفظ رحمٰن اور رحیم میں فرق	410
149	موسیٰ علیہ السلام کا جلالی مزاج	411

150	دو تفسیریں	412
151	جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا ذکر	414
152	ایک اعتراض اور اس کا جواب	416
153	حفاظت قرآن	420
154	قرآن پاک سے اعراض کی سزا	421
155	قیامت کے دن توڑ پھوڑ	424
156	مسئلہ شفاعت	428
157	ظلم کی اقسام	432
158	فضائل عرب	432
159	طالبان کا دور حکومت	434
160	سجدہ تعظیمی کی حقیقت	439
161	مثنوی شریف	441
162	ایک واقعہ	442
163	جنت میں اہل جنت کی پوزیشن	443
164	جنتی درخت کونسا تھا	445
165	جناب آدم علیہ السلام کے مغالطے کی وجوہ اربع	449
166	اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں	450
167	بعض جزوی مسائل کا ذکر	451
168	معیشۃ ضنکا کا مفہوم اور مصداق	452
169	اسراف وتبذیر کا مفہوم	455
170	رحمت خداوندی	458
171	فضائل نماز واذکار	461

172	ہر شخص اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دینے کا مکلف ہے	463
173	معجزات کا ذکر	467
174	تاریخ فرشتہ	470
175	مسئلہ وسیلہ	472

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّ اثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝۱ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝۳ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اَلَّذِیْٓ وہ ذات اَنْزَلَ جس نے نازل کی عَلٰی عَبْدِہٖ اپنے بندے پر اَلْکِتٰبَ کتاب وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ اور نہیں رکھی اس نے کتاب کیلئے عِوَجًا کوئی کجی قَیِّمًا بالکل سیدھی ہے لِّیُنْذِرَ تاکہ وہ ڈرائے بَاْسًا شَدِیْدًا سخت گرفت سے مِّنْ لَّدُنْہُ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور تاکہ خوشخبری سنائے مومنوں کو اَلَّذِیْنَ وہ مومن یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل کرتے ہیں اچھے اَنَّ لَہُمْ اَجْرًا حَسَنًا بیشک ان کیلئے بدلہ ہے اچھا مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ رہنے والے ہوں گے اس اجر

میں اَبَدًا ہمیشہ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ اورتا کہ ڈرائے ان لوگوں کو قَالُوا جنہوں نے کہا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا بنالی ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد مَالَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کیلئے اس کا کوئی علم وَّلَا لِاٰبَآئِھِمْ اور نہ ان کے باپ دادا کو کَبُرَتْ کَلِمَۃً بڑی ہے بات تَخْرُجُ جو نکلتی ہے مِنْ اَفْوَاھِھِمْ ان کے مونہوں سے اِنْ یَّقُوْلُوْنَ نہیں کہتے اِلَّا کَذِبًا مگر جھوٹ فَلَعَلَّکَ پس شاید کہ آپ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ ہلاک کرلیں اپنی جان کو عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ ان کے پیچھے اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا اگر وہ ایمان نہ لائے بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اس بات پر اَسَفًا افسوس کرتے ہوئے اِنَّا جَعَلْنَا بیشک ہم نے بنایا ہے مَا عَلَی الْاَرْضِ جو کچھ زمین پر ہے زِیْنَۃً لَّھَا زمین کیلئے زینت لِنَبْلُوَھُمْ تا کہ ہم امتحان لیں ان کا اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ان میں سے کون ہے زیادہ اچھا عمل کرنے والا وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ اور بیشک ہم بنانے والے ہیں مَا عَلَیْھَا جو زمین پر ہے صَعِیْدًا جُرُزًا میدان چٹیل۔

سورہ کہف کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ الکھف ہے۔کہف کے معنی غار کے ہیں۔آگے بیان آئے گا کہ دقیانوس ایک ظالم بادشاہ تھا اور کٹر قسم کا مشرک تھا اس کے شر سے ڈرتے ہوئے چند نوجوان جو ایمان لائے تھے غار میں جا چھپے تھے جس کی تفصیل خود آگے قرآن میں آ رہی ہے۔چونکہ اس سورت میں غار والے واقعہ کا ذکر ہے اس لئے اس کو سورۃ الکھف کہتے ہیں یعنی وہ سورت جس میں غار کا ذکر ہے۔یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے اڑسٹھ (۶۸) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔اس سورت کے بارہ رکوع اور ایک سو دس آیات

ہیں۔

اصل عبداللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے نازل کی اپنے بندے پر کتاب۔ عبد سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن پاک ہے۔ عام جاہل قسم کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پیغمبروں کو بندہ نہیں کہنا چاہئے ان کا یہ نظریہ غلط ہے۔ اور غلط اس لئے ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھا ہے کہ بندے ہماری طرح ہوتے ہیں اور ہم سے کوتاہیاں ہوتی ہے ہم سر سے لے کر پاؤں تک گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں اور پیغمبر تو ایسے نہیں ہوتے لہٰذا پیغمبر کو بندہ نہیں کہنا چاہئے۔ لیکن ان کی یہ غلطی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھا۔ یہ بندے نہیں ہیں ان پر بندوں کا چمڑا چڑھا ہوا ہے۔ عبد ہونا بڑی بات ہے۔

مولانا رومؒ نے مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک نیک پرہیزگار آدمی نے سر پر گیس لیمپ رکھا ہوا تھا اور بازار میں گھوم رہا تھا لوگوں نے پوچھا کہ سورج چڑھا ہوا ہے اور تم سر پر گیس لیمپ رکھ کر گھوم رہے ہو کیا تلاش کرتے ہو؟ کہنے لگا بندہ تلاش کر رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ بازار میں، منڈی میں تمہیں بندے نظر نہیں آتے جن سے بازار بھرا ہوا ہے، منڈی بھری ہوئی ہے۔ اس اللہ کے بندے نے کہا......

آنکہ مے بینی خلاف آدم اَند

نیستند آدم غلاف آدم اَند

''جن کو آپ دیکھ رہے ہیں یہ بندے نہیں ہیں ان پر تو بندے کی کھال چڑھی ہوئی ہے۔'' تو

ہمارے اوپر تو بندوں کی کھال چڑھی ہوئی ہے۔عبد ہونا بڑی بات ہے لہٰذا لفظ عبد میں قطعاً کوئی توہین نہیں ہے۔اگر لفظ عبد میں توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبروں کیلئے کبھی نہ استعمال کرتا اور نہ اس کا التحیات میں ذکر ہوتا۔حالانکہ کوئی نماز فرض ہو یا وتر ہو،نفل ہوں یا جمعہ ہو یا عید ہو اس میں ہمیں التحیات پڑھنی پڑتی ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔معاذ اللہ تعالیٰ اگر لفظ عبد میں توہین ہے تو پھر ہم ہر نماز میں توہین کرتے ہیں جبکہ التحیات کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی لہٰذا لفظ عبد میں قطعاً کوئی توہین نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ جب دنیا میں تھے تو اس وقت بھی عبد تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات اپنے پاس بلایا اس وقت بھی عبد تھے اور جب واپس آئے تو اس وقت بھی عبد تھے۔چنانچہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ''پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات۔''جب بلندیوں پر پہنچے فرمایا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی [سورۃ النجم] ''پس وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔''تو وہاں بھی بندے ہی رہے۔اور واپس آئے تو عبدہ ورسولہ کا تحفہ لے کر آئے۔تو لفظ عبد میں قطعاً کوئی توہین نہیں۔ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو بندہ سمجھا ہے حالانکہ ہم بندے نہیں ہیں ہمارے اوپر بندوں کی کھال چڑھی ہوئی ہے۔مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کی شکلیں انسانوں والی ہونگی وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّیَابِ ''اور دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔'' آج سو میں سے دو چار اللہ کے بندے ہیں باقی سب بھیڑیئے ہیں۔

تو فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے نازل کی اپنے بندے پر کتاب وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا اور نہیں رکھی اس کتاب میں کجی۔اللہ تعالیٰ کی اس کتاب میں کوئی ٹیڑھا

پن نہیں ہے قَیِّمًا بالکل سیدھی ہے درست ہے۔ کیوں اتاری؟ اتارنے کی علت لِیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا۔ یُنْذِرُ کی ضمیر کتاب کی طرف بھی لوٹاتے ہیں۔ معنیٰ ہوگا تاکہ وہ کتاب ڈرائے سخت گرفت سے عذاب سے۔ اور عبد کی طرف بھی لوٹاتے ہیں۔ اس وقت معنیٰ ہوگا تاکہ وہ بندہ ڈرائے، مفہوم دونوں کا ایک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے لوگوں کو ڈرایا کہ نافرمانی کی صورت میں دنیا میں تم پر عذاب آسکتا ہے اور مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہوگا، پھر میدان محشر میں ہوگا پھر دوزخ میں عذاب ہو گا مِّنْ لَّدُنْهُ اس اللہ کی طرف سے وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور تاکہ خوشخبری سنائے مومنوں کو۔ مومن کون ہیں؟ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل کرتے ہیں اچھے۔ محض ایمان کے دعویٰ سے کچھ نہیں بنتا ساتھ دلیل بھی ہو وہ اعمال صالح ہے۔ دعویٰ تو ہم سب کرتے ہیں مگر عمل کرنے والے کتنے ہیں؟ میں یہ نہیں کہتا کہ نہیں ہیں اور قیامت تک رہیں گے مگر بہت تھوڑے۔ اکثریت دعویٰ کرنے والوں کی ہے کہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے حقیقت کچھ نہیں ہے۔ اور کس چیز کی خوشخبری سنانی ہے اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا بیشک ان کیلئے بدلہ ہے اچھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملے گا۔

نیکی کے بدلے کا اصول :

ضابطہ یہ ہے کہ ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ سنت کی پیروی میں جو نیکی کی جائے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ دس گنا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ”جو شخص لایا ایک نیکی پس اس کیلئے دس گنا اجر ہے۔“ [سورہ انعام:۱۶۰]

ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کی برکت سے دس نیکیاں مل جائیں گی اور ایک صغیرہ گناہ خود بخود مٹ جائے گا اور ایک درجہ ایمان میں بڑھ جائے گا۔ کسی مسلمان بھائی کو السلام علیکم

کہا تو دس نیکیاں مل گئیں نقد اور ایک صغیرہ گناہ خود بخود مٹ گیا اور ایک درجہ بلند ہو جائے گا۔اور فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ کی مد میں ہر نیکی کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو گنا ہے۔کافروں کے مقابلے میں جو قدم اٹھے گا لڑائی کیلئے، جہاد کیلئے وہ فی سبیل اللہ ہے۔دین حاصل کرنے کیلئے جو قدم اٹھتا ہے وہ فی سبیل اللہ ہے۔آپ حضرات صبح کو گھر سے اس ارادے سے چلے کہ ہم نے قرآن کریم کا درس سننا ہے یہ فی سبیل اللہ ہے۔اور فی سبیل اللہ نیکی کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو گنا ہے۔آنے کا بھی اتنا ثواب ہے اور جب واپس گھروں کو جاؤ گے تو واپسی کے قدموں کا بھی اتنا ہی ثواب ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ ۔ حالانکہ آدمی جب کسی کام سے فارغ ہو جائے تو آگے اس کا سفر فالتو ہوتا ہے مگر رب تعالیٰ کی رحمت اس وقت بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔تو فرمایا مومنوں کیلئے اچھا اجر ہے مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا رہنے والے ہوں گے اس اجر میں ہمیشہ۔اجر حسن کا محل جنت ہے اور جنت کی نعمتوں اور آسائشوں کا ہم اس جہاں میں تصور بھی نہیں کر سکتے جس میں ایمان والے ہمیشہ رہیں گے۔اور کتاب کیوں اتاری گئی؟ فرمایا وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ اور تاکہ ڈرائے ان کو قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا جنہوں نے کہا بنالی ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد۔یہودیوں نے کہا عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔اور نصاریٰ نے کہا مَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔جب لوگوں کا تھوڑا سا ذہن بن گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ابنیت کی نسبت کرنا درست ہے تو پھر اپنے بارے میں دعویٰ کرلیا نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ [المائدہ:۱۸] ''یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور محبوب ہیں۔'' اور عرب اور دوسرے علاقوں کے جاہلوں نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ

[نحل:۵۷] فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان سب کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیٹی ہے نہ بیٹا ہے، نہ ماں ہے، نہ باپ ہے، نہ بیوی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بالا اور پاک ہے۔ رب تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ اور جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کیلئے اس کا کوئی علم وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ اور نہ ان کے آباء واجداد کو اس کا کوئی علم ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ بڑی ہے بات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے۔

حدیث قدسی میں آتا ہے بخاری اور مسلم وغیرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں يَسُبُّنِيْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ "ابن آدم مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اس کو گالیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْلِيْ وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے بیٹی کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ اور فرمایا آدم کا بیٹا میری تکذیب کرتا ہے مجھے جھٹلاتا ہے۔ حالانکہ اس کو کوئی حق نہیں ہے کہ مجھے جھٹلائے۔ کہتا ہے لَنْ يُعِيْدَنِيْ رب مجھے قیامت والے دن دوبارہ نہیں اٹھائے گا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین:۷۸] "کون زندہ کریگا ہڈیوں کو اور وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے پہلی مرتبہ زندہ کیا ہے وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔

فرمایا ان کے مونہوں سے بڑی بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا نہیں کہتے مگر جھوٹ۔ قریش مکہ جب حق کی بات نہیں مانتے تھے تو آنحضرت ﷺ کو بڑی کوفت ہوتی تھی اور یہ طبعی بات ہے کہ قرآن پاک عربی زبان میں

نازل ہوااوراس کی فصاحت اور بلاغت کو بھی جانتے اور سمجھتے تھے مگر ظالم سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہہ کرحق کے اثر کو ٹال دیتے تھے کہ یہ جو اتنا اثر رکھتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جادو ہے۔تو ان کی باتوں سے آپ ﷺ کو کوفت ہوتی تھی کہ میں ان کو بغیر کسی معاوضے کے حق سناتا ہوں ان کی خیر خواہی کرتا ہوں اور یہ مجھے ساحر جادوگر کہتے ہیں، کبھی کذاب اور کبھی مفتری کہتے ہیں اور کبھی مجنوں دیوانہ کہتے ہیں۔جو ان کے منہ میں آتا ہے کہتے جاتے ہیں اس پر آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ پس شاید کہ آپ ہلاک کرلیں اپنی جان کو عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ ان کے پیچھے اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا اگر وہ ایمان نہ لائیں اس بات پر،قرآن پاک پر افسوس کرتے ہوئے اپنی جان ہلاک کرلیں گے۔انسان غم کی وجہ سے بوڑھا بھی جلدی ہوتا ہے اور کمزور بھی ہوجاتا ہے۔یہاں تک کہ نوبت ہلاکت تک پہنچ جاتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو آپ اپنی جان ضائع نہ کریں کیونکہ آپ کے ذمہ پہنچانا ہے،ہدایت یافتہ بنانا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ [بقرۃ:۱۱۹] ’’اورآپ سے دوزخیوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں۔‘‘ یہ سوال اس لئے نہیں کیا جائے گا کہ ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں تھا۔ہدایت دینا اگر آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو پھر سوال ہوتا کہ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت دے کر جنت میں کیوں نہیں بھیجا۔اور ہدایت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ سنا دیا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [القصص:۵۶] ’’اے نبی کریم ﷺ! آپ ہدایت نہیں

دے سکتے اس کو جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے (پیش کر سکتے ہیں) اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' اس لئے آپ سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا بیشک ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے زمین کیلئے زینت۔ زمین پر درخت ہیں، باغات ہیں، پھل ہیں، پھول ہیں، سبزیاں ہیں اور بہت کچھ ہے لِنَبْلُوَھُمْ تاکہ ہم ان کا امتحان لیں اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ان میں سے کون ہے زیادہ اچھا عمل کرنے والا۔ زمین پر جو آدمی محنت کرتا ہے اس کی فصل کھیت، باغات، سبزیاں، اچھی ہوتی ہیں۔ وہ اناج پھل حاصل کرتا ہے اور جو کچھ نہیں کرتا وہ محروم رہتا ہے۔ اور محنت کرنے والوں میں بھی کچھ زیادہ محنت کرنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کم۔ جو جتنی محنت کرے گا اتنا پھل پائے گا۔ یہی حال آخرت کی کھیتی کا ہے۔ کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں جتنا بیج کر جائے گا اتنا وہاں جا کر کاٹے گا اور جو بیج کر جائے گا وہی جا کر کاٹے گا۔ اور جو شخص کچھ نہیں بوئے گا اسے وہاں کچھ نہیں ملے گا۔ اسی لئے شاعر نے کہا ہے اور بہت اچھا کہا ہے......

؎ از مکافاتِ عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو از جو

''اے بندے اپنے اعمال کے بدلے سے بے خبر اور غافل نہ ہو گندم سے گندم اگتی ہے اور جو بیجو گے تو جو ہی کاٹو گے۔'' آج ہماری مصیبت یہ ہے کہ بیجتے کچھ بھی نہیں اور کہتے ہیں کہ کاٹیں گے سب کچھ۔ نیکیاں ہمارے پاس ہے نہیں اور جنت کے ہم ٹھیکیدار ہیں۔

فرمایا ہم ان کو آزمائیں گے کہ ان میں سے کون ہے زیادہ اچھا عمل کرنے والا۔ اور

فرمایا وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا اور بیشک ہم کرنے والے ہیں جو زمین پر ہے ایک وقت آئے گا صَعِيْدًا جُرُزًا میدان چٹیل۔ آج تو زمین پر پہاڑ ہیں، ٹیلے ہیں، نشیب و فراز ہے۔ ایک وقت آئے گا یہ سب برابر کر دی جائے گی۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۶-۱۰۷ میں ہے فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ''پس کر دے گا ان کو صاف ہموار زمین لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا'' اللہ تعالیٰ ساری زمین کو ہموار کر دے گا۔ اگر کوئی مغرب کی طرف سے انڈے کو چھوڑ دے گا تو اس کے مشرق تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تو جسطرح اس زمین پر تم محنت کرتے ہو اور پھل ملتا ہے اسی طرح اس جہان میں نیکیاں کرو گے تو اگلے جہان میں تمہیں پھل ملے گا اور فائدہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ زندگی رہی تو باقی بات آگے آئے گی۔

۞ ۞ ۞

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَهۡفِ وَالرَّقِیۡمِ
کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَةُ اِلَی الۡکَهۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ
اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً وَّهَیِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبۡنَا عَلٰۤی
اٰذَانِهِمۡ فِی الۡکَهۡفِ سِنِیۡنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثۡنٰهُمۡ لِنَعۡلَمَ اَیُّ
الۡحِزۡبَیۡنِ اَحۡصٰی لِمَا لَبِثُوۡۤا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ نَبَاَهُمۡ
بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّهُمۡ فِتۡیَةٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ وَزِدۡنٰهُمۡ هُدًی ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطۡنَا
عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ
لَنۡ نَّدۡعُوَا۠ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰـهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمُنَا
اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوۡلَا یَاۡتُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ
فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا ﴿ؕ۱۵﴾ وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ
وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاۡوٗۤا اِلَی الۡکَهۡفِ یَنۡشُرۡ لَکُمۡ رَبُّکُمۡ مِّنۡ
رَّحۡمَتِهٖ وَیُهَیِّئۡ لَکُمۡ مِّنۡ اَمۡرِکُمۡ مِّرۡفَقًا ﴿۱۶﴾

اَمۡ حَسِبۡتَ کیا آپ خیال کرتے ہیں اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَهۡفِ بیشک اصحاب کہف وَالرَّقِیۡمِ اور وہ جن کے نام لکھے ہوئے تھے کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا تھے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تر اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَةُ جس وقت ٹھکانہ لیا چندنوجوانوں نے اِلَی الۡکَهۡفِ غار میں فَقَالُوۡا پس انہوں نے کہا رَبَّنَاۤ اے رب ہمارے اٰتِنَا دے ہمیں مِنۡ لَّدُنۡکَ اپنی طرف سے رَحۡمَةً رحمت وَّهَیِّئۡ

لَنَا اور تیار کر دے ہمارے لئے مِنْ اَمْرِنَا ہمارے معاملے میں رَشَدًا بھلائی
فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ پس ہم نے تھپکی ماری ان کے کانوں پر فِي الْكَهْفِ غار
میں سِنِيْنَ عَدَدًا سال گنتی کے ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ پھر ہم نے ان کو کھڑا کیا
لِنَعْلَمَ تاکہ ہم ظاہر کریں اَيُّ الْحِزْبَيْنِ دونوں گروہوں میں سے کون
اَحْصٰى زیادہ یادر کھنے والا ہے لِمَا لَبِثُوْٓا جو وہ ٹھہرے ہیں اَمَدًا مدت کے لحاظ
سے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر نَبَاَهُمْ اصحاب کہف کی خبر
بِالْحَقِّ حق کیساتھ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ بیشک وہ چند نوجوان تھے اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ جو ایمان
لائے اپنے رب پر وَزِدْنٰهُمْ هُدًى اور ہم نے زیادہ دی ان کو ہدایت وَرَبَطْنَا
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ہم نے مضبوط کیے ان کے دل اِذْ قَامُوْا جس وقت وہ کھڑے
ہوئے فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے رَبُّنَا ہمارا رب وہ ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا لَنْ نَّدْعُوَا۟ ہم ہرگز نہیں پکاریں گے
مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے علاوہ اِلٰهًا کسی اور کو الٰہ لَقَدْ قُلْنَآ البتہ تحقیق ہم کہیں گے اِذًا
اس وقت شَطَطًا بات زیادتی والی هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا یہ ہماری قوم ہے
اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً انہوں نے بنا لئے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے اور معبود
لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ کیوں نہیں لاتے وہ ان معبودوں کے بارے میں بِسُلْطٰنٍ
بَيِّنٍ کوئی کھلی دلیل فَمَنْ اَظْلَمُ پس کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ افْتَرٰى اس سے
جو افترا باندھے عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ اور

جس وقت تم الگ ہوگئے ان سے وَمَا یَعْبُدُوْنَ اور اُن سے بھی جن کی وہ عبادت کرتے ہیں اِلَّا اللّٰہَ سوائے اللہ تعالیٰ کے فَاْوٗا اِلَی الْکَھْفِ پس ٹھکانا بناؤ غار میں یَنْشُرْ لَکُمْ بکھیرے گا تمہارے لئے رَبُّکُمْ تمہارا رب مِّنْ رَّحْمَتِہٖ اپنی رحمت سے وَیُھَیِّئْ لَکُمْ اور تیار کرے گا تمہارے لئے مِّنْ اَمْرِکُمْ تمہارے معاملے میں مِّرْفَقًا نرمی۔

پچھلی سورت کی آیت وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کی تفسیر میں تم یہ بات سن چکے ہو کہ مدینہ طیبہ کے کچھ یہودیوں نے ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کا امتحان لینا چاہا۔ انہوں نے آپ سے تین سوال کئے۔ ایک یہ کہ آپ ہمیں روح کی حقیقت بتلائیں کہ روح کیا چیز ہے؟ جوہر ہے یعنی جسم ہے یا عرض ہے یعنی صفت ہے؟ دوسرا یہ بتلاؤ کہ اصحاب کہف کون لوگ تھے اور ان کے حالات کیا ہیں؟ اور تیسرا سوال یہ کیا کہ ذوالقرنین کون تھا اور اس کے کارنامے؟

روح کے متعلق سوال کا جواب پہلی سورت میں دیا کہ روح کی حقیقت کوئی نہیں سمجھ سکتا بس یوں سمجھو کہ رب کے حکم سے ایک چیز جسم میں داخل ہوتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے، نکل جاتی ہے تو وہ مر جاتا ہے۔

واقعہ اصحابِ کہف :

اصحاب کہف کے متعلق سوال کا جواب یہاں دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد تقریباً اڑھائی صدیاں گذر چکی تھیں یعنی دو سو پچاس سال اور ان کے مذہب کے جو مخلص لوگ تھے وہ دین کی نشر و اشاعت کیلئے کوشش اور محنت سے کام کر رہے تھے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ ایشیاء کوچک کا علاقہ تھا جو اس

وقت ترکیوں کے قبضے میں ہے۔اس وقت کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا اور یہ بڑا ظالم، جابر اور کٹر قسم کا مشرک تھا۔اس کے دفتر میں چھ نوجوان ملازم تھے اور یہ آپس میں دوست تھے۔اکٹھے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے تھے۔کسی پادری نے ان کے سامنے توحید ورسالت کا اور قیامت کا مسئلہ پیش کیا۔اس وقت وہ پادری دین حق پر تھا۔ابھی آنحضرت ﷺ کی ولادت نہیں ہوئی تھی۔پادری نے ان کو اچھی طرح سمجھایا کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ پڑھو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔نوجوان بڑے صاف دل تھے تفسیروں میں ان کے نام بھی بتلائے گئے ہیں۔ایک کا نام یملیخا، دوسرے کا نام مکسل مینا، تیسرے کا نام مَشلینا، چوتھے کا نام مرنوش، پانچویں کا نام برنوش، چھٹے کا نام شاذنوش رحمہم اللہ۔

بادشاہ کو جب ان کے توحید اور کلمے کا علم ہوا تو ان کو عدالت میں طلب کیا اور پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنا دین بدل لیا ہے؟ ان نوجوانوں نے بڑی ہمت، جرأت اور بہادری کیساتھ حق گوئی سے کام لیتے ہوئے اپنا عقیدہ بتلایا کہ ہم صرف رب کے پجاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور یہ جو عدالت میں تماشائی بیٹھے ہیں اور وکیل ہیں یہ اپنے شرک پر کوئی دلیل پیش کریں۔انہوں نے کھل کر باتیں کیں تاریخ بتلاتی ہے کہ وہ شادی شدہ تھے اور ان کے ماں باپ بھی زندہ تھے۔عدالت نے یہ سمجھا کہ نوجوان ہیں جذبات میں آ کر باتیں کر رہے ہیں ان کو تنبیہ کر دینی کافی ہے قید نہ کریں اور سوچنے کا موقع دیں۔چنانچہ ان کو کہا کہ اتنے دنوں میں تم نے اپنا عقیدہ چھوڑ دینا ہے اگر نہ چھوڑا تو ہم تمہیں سنگسار کریں گے یعنی پتھر مار مار کر ختم کر دیں گے۔عدالت نے ان کو یہ دھمکی دے کر چھوڑ دیا۔ان نوجوانوں نے رات کو مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اگر ہم اپنے ایمان اور عقیدے کو چھوڑتے ہیں تو ہماری آخرت برباد ہو جائے گی اور اگر ہم جھوٹ بولیں

کہ ان کو کہیں کہ ہم نے عقیدہ بدل لیا ہے اور حقیقت میں نہ بدلیں تو یہ بات بھی غلط ہے۔ لہٰذا ایسا کرتے ہیں کہ علاقہ بڑا وسیع ہے اور پہاڑی علاقہ تھا، بڑے بڑے پہاڑ تھے، کسی غار میں جا کر وقت گذارو اور حالات کا جائزہ لو۔ یہ بات طے کرنے کے بعد تقریباً سورج طلوع ہونے کے ایک گھنٹہ بعد اپنے شہر جس کا نام افسوس تھا کو چھوڑ کر چل پڑے۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس شہر کا نام طرطوس ہے۔ جب کچھ سفر کر چکے تو راستے میں ان کو بھیڑ بکریاں چرانے والا ملا جس کا نام کفش طیطوس تھا۔ اس نے ان جوانوں سے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو اور کیوں جارہے ہو؟ انہوں نے اس کو سارا واقعہ سنایا کہ ہمیں حکومت نے دھمکی دی ہے کہ اگر تم نے عقیدہ نہ چھوڑا تو تمہیں رجم کر دیں گے۔ اس لئے ہم شہر چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل آئے ہیں تا کہ ہمارا ایمان بچ جائے اور کہیں غار میں رہ کر زندگی گزاریں۔ اس چرواہے نے کہا کہ میرا بھی یہی عقیدہ ہے جو تمہارا ہے لہٰذا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اس نے بھیڑ بکریاں چھوڑیں، ماں باپ اور بیوی بچے چھوڑے اور ان کیساتھ چل پڑا۔ اس کا ایک وفادار کتا تھا جس کا نام قطمیر تھا وہ بھی ساتھ چل پڑا۔ تو یہ سات آدمی اور آٹھواں ساتھ کتا ہو گیا۔ ان کو خدشہ ہوا کہ دوسرے کتے اس کتے کو دیکھیں گے تو لازمی بات ہے کہ وہ بھونکیں گے تو لوگ دیکھیں گے اور ہم پکڑ لئے جائیں گے لہٰذا کتے کو ہٹا دینا چاہئے۔ انہوں نے کتے کو پتھر مارے کہ ہمارے ساتھ مت چلو کتے نے پیچھا نہ چھوڑا۔ پھر پتھر مارے تو اللہ تعالیٰ نے کتے کو زبان عطا فرمائی اس نے ان سے پوچھا کہ مجھے کیوں مارتے ہو جس رب کے تم پجاری ہو میں بھی اسی کی عبادت کرتا ہوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا تم جہاں سوئے ہو گے میں وہاں پہرہ دونگا مجھ سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔

۱۴ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے :

فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تیرہ (۱۳) قسم کے جانور ہیں جو جنت میں جائیں گے ان میں سے ایک یہ کتا بھی ہے جو بلعم بن باعورا کی شکل میں جنت میں جائے گا۔ بلعم بن باعورا بنی اسرائیل میں ایک بزرگ تھا بعد میں لالچ کی وجہ سے اس کی بزرگی زائل ہوگئی تھی۔ یہ بڑا خوبصورت عبادت گذار آدمی تھا اور اس کے ہاتھ پر بڑی کرامات ظاہر ہوتی تھیں مگر دنیا کے لالچ میں آ کر ذلیل ہوگیا۔ وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہمیں بڑا تنگ کیا ہوا ہے ہر وقت ہمیں ایک ہی بات سناتا رہتا ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور تم مقبول الدعا ہو موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بددعا کرو یہ تباہ ہو جائے۔ اس نے انکار کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تم میرا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کیساتھ کراتے ہو۔ چونکہ وہ اس کو جانتے تھے کہ لالچی آدمی ہے۔ دوسری مرتبہ کچھ تحفے تحائف لے آئے پھر بھی اس نے انکار کیا۔ تیسری مرتبہ سونا، چاندی، ہیرے، جواہر بڑی تعداد میں لے کر آئے۔ اس کے سامنے ڈھیر لگا دیا۔ اور کہا کہ یہ تمہارے لئے ہدیہ ہے موسیٰ علیہ السلام کیخلاف بددعا کرو، لالچ میں آ گیا، ہاتھ اٹھائے بس اتنے لفظ منہ سے نکالے اے اللہ! موسیٰ...... آگے کہنا چاہتا تھا کہ تباہ و برباد کر زبان ناف تک نیچے لٹک گئی اور ہلکے (باؤلے) کتے کی طرح پھرنے لگ گیا اور پھر ہلکے کتے کی طرح پھرتا رہتا تھا تو اصحاب کہف کے کتے کو بلعم بن باعورا کی شکل میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ گلستان میں لکھتے ہیں...

پسر نوح بابداں بہ نشست خاندان نبوتش گم شد

"نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کی صحبت میں رہا اس کی نبوت کا خاندان ختم ہوگیا

سگ اصحاب کہف چند روزے پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی آدمی ہوگیا۔"

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

"اچھے کی صحبت تجھے اچھا کرے گی اور برے کی صحبت تجھے برا بنا دے گی۔" اور آدمی کی صحبت اس کے اچھے اور برے ہونے کی پہچان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ کسی سے نہ پوچھو کہ نیک ہے یا بد فَلْیَنْظُرْ مَنْ یُّخَالِلْ یہ دیکھو کہ کن لوگوں کیساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے فَاِنَّ الْمَرْءَ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ بیشک آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ جو نظریہ اس کے ساتھی کا ہوگا اس کا بھی وہی ہوگا۔

بہر حال وہ نوجوان دوسو پچاس عیسوی میں اس غار کے اندر داخل ہوئے اور تین سو نو سال تک اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کھانے پینے کے زندہ رکھا اور آنحضرت ﷺ کی ولادت سے بیس سال پہلے بیدار ہوئے۔ آگے قصہ آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ غار ایشیاء کوچک میں افسوس نامی شہر سے نو میل کے فاصلے پر ہے۔ اور یہ علاقہ ترکی والوں کے پاس ہے دمشق شہر سے متصل ایک پہاڑ ہے جس کا نام قاسیون ہے۔ دمشق شہر اس پہاڑ کے دامن میں ہے۔ وہاں بھی کچھ ملنگوں نے ایک مصنوعی غار بنایا ہوا ہے وہ غار میں نے دیکھا ہے اور اس کے اندر بھی داخل ہوا ہوں۔ اس میں تین چار بڑی بڑی قبریں تھیں اور ایک چھوٹی سی قبر تھی۔ میں نے پوچھا یہ چھوٹی قبر کس کی ہے؟ تو مجاور کہنے لگا کہ ھذا القبر لکلب یہ کتے کی قبر ہے۔ میں ہنس پڑا۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ بناوٹی ہے مگر ان سے کیا الجھنا ہے چھوڑو۔ تو وہ غار دمشق میں نہیں ہے وہ ایشیاء

کوچک میں افسوس نامی شہر سے نومیل کے فاصلے پر ہے۔ اور آج کل اس شہر کا نام طرطوس ہے۔

اس کا ذکر ہے اَمْ حَسِبْتَ کیا آپ خیال کرتے ہیں اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ کہ بیشک کہف والے وَالرَّقِیْمِ اور جن کے نام لکھے ہوئے تھے ان کے نام لکھ کر حکومت نے تھانوں میں پہنچا دیئے تھے جس طرح آج کل مفروروں کا نام حلیہ تھانوں میں پہنچا دیا جاتا ہے کہ ہمیں یہ آدمی مطلوب ہیں اسی طرح ان کے نام بھی لکھے ہوئے تھے کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا تھے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تر۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ ہماری نشانیوں میں سے بڑی عجیب ہے۔ بیشک یہ بھی عجیب ہے لیکن آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور خود انسان کا اپنا وجود کہ رب تعالیٰ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا ہے یہ زیادہ عجیب ہے۔

اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ جس وقت ٹھکانہ لیا چند نوجوانوں نے اِلَی الْکَهْفِ غار میں فَقَالُوْا پس انہوں نے کہا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً دے ہمیں اپنی طرف سے رحمت وَّهَیِّئْ لَنَا اور تیار کر دے ہمارے لئے مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ہمارے معاملے میں بھلائی۔ اس کام میں ہمارے لئے بھلائی ہو فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ پس ہم نے تھپکی ماری ان کے کانوں پر غار میں۔ نیند مسلط کر دی ان پر غار میں سِنِیْنَ عَدَدًا سال گنتی کے۔ جن کا ذکر آگے آ رہا ہے تین سو نو سال ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ پھر ہم نے ان کو کھڑا کیا لِنَعْلَمَ تاکہ ہم ظاہر کریں اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے جو وہ ٹھہرے ہیں مدت کے لحاظ سے۔ ان دونوں گروہوں کا ذکر آگے آ رہا ہے وہ انہی میں سے تھے۔ ایک گروہ نے کہا اتنا

عرصہ ٹھہریں ہیں اور دوسرے نے کہا اتنا عرصہ ٹھہرے ہیں۔

اصحابِ کہف نے اپنا موقف پیش کیا :

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر نَبَاَهُمۡ اصحاب کہف کی خبر بِالۡحَقِّ حق کیساتھ اِنَّهُمۡ فِتۡیَةٌ بیشک وہ چند نوجوان تھے اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ جو ایمان لائے اپنے رب پر وَزِدۡنٰـهُمۡ هُدًی اور ہم نے زیادہ دی ان کو ہدایت وَرَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اور ہم نے مضبوط کیے ان کے دل اِذۡ قَامُوۡا جب وہ کھڑے ہوئے عدالت میں فَقَالُوۡا پس کہا انہوں نے رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ہمارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰهًا ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی اور کو الٰہ۔ عدالت میں کھڑے ہو کر انہوں نے واشگاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے نہ اس کے سوا کسی کی عبادت کریں گے۔ لَقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا البتہ تحقیق ہم کہیں گے اس وقت بات زیادتی والی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں مشکل کشا اور حاجت روا سمجھیں، فریاد رس سمجھیں تو ہم نے تو بڑی زیادتی کی۔

هٰۤـؤُلَآءِ قَوۡمُنَا یہ عدالت میں ہماری قوم ہے اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً انہوں نے بنالئے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے اور معبود جن کو یہ حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہیں لَوۡلَا یَاۡتُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۭ بَیِّنٍ کیوں نہیں لاتے ان معبودوں کے بارے میں کوئی کھلی دلیل۔ ہماری دلیل تو واضح ہے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ یہ حاضرین تماشائی بتلائیں کہ ان کے خداؤں نے کیا کیا ہے؟ ان کے اختیار میں کیا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں اور پھر یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اختیار دیئے اور یہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو افترا باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔

عدالت نے دیکھا کہ یہ نوجوان جذبات میں ہیں ان کو فوری طور پر سزا نہیں دینی چاہیے بلکہ سوچنے کا موقع دینا چاہیے اور ان کو تنبیہ تو ہو ہی گئی ہے کہ ان کے عقیدہ پر بادشاہ ناراض ہے اور یہ عقیدہ پوری قوم کے خلاف ہے۔ چنانچہ عدالت نے ان کو چھوڑ دیا مہلت دے دی کہ اپنے متعلق کچھ سوچو اور غور وفکر کرو۔ اب انہوں نے آپس میں مشورہ کیا وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ اور اے ساتھیو! جب تم الگ ہو گئے ہو ان سے وَمَا يَعْبُدُوْنَ اور ان سے بھی جن کی یہ عبادت کرتے ہیں اِلَّا اللّٰهَ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ تو ایسا کرو فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ پس ٹھکانا بناؤ کسی غار میں بڑے پہاڑ کی اور فی الحال وقت گذارو اور حالات کا جائزہ لو يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ بکھیرے گا تمہارے لئے تمہارا رب مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ اور تیار کرے گا تمہارے لئے تمہارے معاملے میں نرمی۔ تمہارے لئے سہولت پیدا کرے گا۔

چنانچہ عدالت سے باہر آ کر یہ مشورہ کر کے گھروں میں چلے گئے یہ ان کے ایمان کی مضبوطی کی دلیل تھی۔ آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ایمان کیلئے بیوی بچوں کو چھوڑنا، ماں باپ کو چھوڑنا، گھر بار چھوڑنا، پھر اس چرواہے کو دیکھو بھیڑ بکریاں چھوڑیں، ماں باپ گھر بار چھوڑا۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کا ایمان بڑا مضبوط تھا اور کتنے پختہ لوگ تھے آج ہم تصور کر سکتے ہیں دین کیلئے بیوی بچے گھر بار ماں باپ چھوڑنے کا، عزیز رشتہ داروں کو چھوڑنے کا اصل وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایمان موروثی طور پر مفت میں ملا ہے کہ ہمارے باپ دادا مسلمان

تھے ہم بھی مسلمان پیدا ہو گئے ہمیں اس کیلئے کوئی قربانی نہیں دینی پڑی۔ اس لئے اس کی قدر نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۗ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۗ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۗ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۗ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۗ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

وَتَرَى اور آپ دیکھیں گے اَلشَّمْسَ سورج کو اِذَا طَلَعَتْ جس وقت وہ طلوع ہوتا ہے تَزٰوَرُ کترا جاتا ہے عَنْ كَهْفِهِمْ ان کے غار سے ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف وَاِذَا غَرَبَتْ اور جس وقت غروب ہوتا ہے تَقْرِضُهُمْ مائل ہو جاتا ہے ان سے ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ اور وہ ایک کھلی

جگہ میں ہیں ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے مَنْ یَّھْدِ
اللّٰہُ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَھُوَ الْمُھْتَدِ پس وہی ہدایت یافتہ ہے وَمَنْ
یُّضْلِلْ اور جس کو بہکائے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ پس ہرگز نہیں پائیں گے آپ اس کیلئے
وَلِیًّا حمایتی مُّرْشِدًا راہنمائی کرنیوالا وَتَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا اور آپ خیال کرتے
ہیں اصحاب کہف کو بیدار وَّھُمْ رُقُوْدٌ حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں وَّنُقَلِّبُھُمْ اور
ہم ان کو پلٹتے ہیں ذَاتَ الْیَمِیْنِ دائیں طرف وَذَاتَ الشِّمَالِ اور بائیں طرف
وَکَلْبُھُمْ اور ان کا کتا بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ اپنے دونوں بازوؤں کو پھیلائے ہوئے
ہے بِالْوَصِیْدِ چوکھٹ پر لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْھِمْ اگر تو جھانک کر دیکھے ان کو
لَوَلَّیْتَ مِنْھُمْ فِرَارًا البتہ تو پھر جائے ان سے بھاگتے ہوئے وَّلَمُلِئْتَ اور بھر
جائے گا تو مِنْھُمْ رُعْبًا ان سے رعب میں وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح بَعَثْنٰھُمْ ہم
نے جگایا ان کو لِیَتَسَآءَلُوْا تاکہ وہ سوال کریں بَیْنَھُمْ آپس میں قَالَ قَآئِلٌ
مِّنْھُمْ ایک کہنے والے نے کہا ان میں سے کَمْ لَبِثْتُمْ تم کتنی دیر تک ٹھہرے ہو
قَالُوْا انہوں نے کہا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ہم ٹھہرے ہیں ایک دن یا دن کا
کچھ حصہ قَالُوْا انہوں نے کہا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ تمہارا رب خوب جانتا ہے بِمَا
لَبِثْتُمْ جتنا تم ٹھہرے ہو فَابْعَثُوْا آپس بھیجو تم اَحَدَکُمْ اپنے میں سے ایک کو
بِوَرِقِکُمْ ھٰذِهٖ یہ چاندی کے سکے دے کر اِلَی الْمَدِیْنَةِ شہر کی طرف
فَلْیَنْظُرْ پس چاہئے کہ وہ دیکھے اَیُّھَآ اَزْکٰی طَعَامًا کون سا کھانا پاکیزہ ہے

فَلْيَأْتِكُمْ پس وہ لے آئے تمہارے پاس بِرِزْقٍ مِّنْهُ رزق اس میں سے وَلْيَتَلَطَّفْ اور چاہئے کہ نرمی کرے وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا اور نہ بتلائے تمہارے بارے میں کسی کو اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا بیشک وہ اگر مطلع ہو جائیں عَلَيْكُمْ تم پر يَرْجُمُوْكُمْ وہ تمہیں سنگسار کردیں گے اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ یا تمہیں لوٹا دیں گے فِيْ مِلَّتِهِمْ اپنے دین میں وَلَنْ تُفْلِحُوْا اور تم ہرگز نہیں فلاح پاؤ گے اِذًا اس وقت اَبَدًا کبھی بھی۔

کل کے سبق میں تم سن چکے ہو کہ ایشیاء کوچک کے علاقہ میں افسوس نامی شہر تھا جس کی آبادی کافی تھی۔ وہاں کا بادشاہ دقیانوس بڑا ظالم اور جابر اور بڑا مشرک تھا۔ وہاں چھ نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی۔ اس وقت کا جو کلمہ تھا انہوں نے پڑھا اور توحید کے قائل ہو گئے۔ چونکہ سارا علاقہ کفر و شرک سے بھرا ہوا تھا انہوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ چند نوجوانوں نے عقیدہ بدل لیا ہے ہوسکتا ہے چند اور اس کیساتھ مل جائیں تو ملک میں افراتفری پیدا ہو جائے گی۔ بادشاہ نے ان کو عدالت میں طلب کیا کہ تمہارے متعلق عوام نے شکایت کی ہے کہ تم نے آباؤ اجداد کا عقیدہ مذہب چھوڑ دیا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ ان نوجوانوں نے عدالت میں کھڑے ہو کر صاف لفظوں میں توحید کا اقرار کیا اور اپنی قوم کے عقیدے کی تردید کی کہ ان کا عقیدہ غلط ہے۔ عدالت نے سمجھا کہ نوجوان جذبات میں آئے ہوئے ہیں ذرا ان کو تنبیہ کردو تا کہ یہ باز آ جائیں۔ چنانچہ عدالت نے دھمکی دی کہ اگر تم اس عقیدے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں رجم کردیں گے حکومت چند دن کی تمہیں مہلت دیتی ہے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہئے فی الحال کسی اور جگہ چلے جاؤ اور دیکھو کیا بنتا ہے۔ یہ نوجوان صبح

سورج چڑھنے کے بعد گھر سے چل پڑے راستے میں ایک چرواہا بھی مل گیا اس کیساتھ کتا بھی تھا۔ شہر سے نومیل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَتَرَى الشَّمْسَ اور اے مخاطب! آپ دیکھیں گے سورج کو اِذَا طَلَعَتْ جس وقت وہ طلوع ہوتا ہے تَزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ کترا جاتا ہے ان کے غار سے ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف وَاِذَا غَرَبَتْ اور جس وقت غروب ہوتا ہے تَّقْرِضُهُمْ مائل ہوجاتا ہے ان سے ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف۔ یعنی اس غار کا رخ نہ تو مشرق کی طرف ہے تاکہ صبح کے وقت سورج ان کو تکلیف پہنچائے، نہ اس کا رخ مغرب کی طرف ہے کہ پچھلے پہر سورج ان پر پڑے اور اس سے ان کو تکلیف ہو۔ اس غار کا منہ شمال کی طرف ہے کہ نہ پہلے پہر سورج چڑھنے سے ان کو تکلیف ہو نہ پچھلے پہر سورج کے ڈھلنے سے ان کو کوئی تکلیف ہو وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ اور وہ ایک کھلی جگہ میں ہیں غار میں۔

اللہ تعالیٰ نہ کسی کو جبراً ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے :

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَهُوَ الْمُهْتَدِ پس وہی ہدایت یافتہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت اس کو دیتا ہے جو ہدایت کا طالب ہو۔ غیر طالب کو جبراً ہدایت نہیں دیتا وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا اور جس کو رب بہکائے گمراہ کرے پس آپ ہرگز نہیں پائیں گے اس کیلئے حمایتی راہنمائی کرنیوالا۔ رب تعالیٰ گمراہ اس کو کرتا ہے جو گمراہی پر ڈٹ جائے اور اپنی ساری قوت گمراہی کیلئے صرف کردے، جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ متعدد مرتبہ تم یہ بات سن چکے ہو اور اگلے رکوع میں بھی یہ بات آرہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی اختیار کرنے میں بندے کو اختیار دیا ہے۔ نہ زبردستی کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ

زبردستی کسی کو گمراہ کرتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ''پس جو شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت اور طاقت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے بھی بتا دیئے ہیں اور ان پر چلنے کی قوت بھی دی ہے اس میں انسان کی مرضی اور ارادے کا بڑا دخل ہے۔ جو شخص غلط راستے پر چلنے کا ارادہ کریگا رب اس کو اس طرف چلا دے گا اور جو ہدایت کے راستے پر چلنے کا ارادہ کرے گا رب اسکو اس طرف چلا دے گا اور جس کو وہ گمراہ کر دے گا تو آپ اس کیلئے حمایتی اور راہنمائی کرنے والا نہیں پائیں گے۔ وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا اور اے مخاطب آپ خیال کرتے ہیں ان اصحاب کہف کو بیدار جاگتے ہیں یعنی اگر آپ ان کو غار میں جا کر دیکھیں تو آپ خیال کریں گے کہ وہ جاگتے ہیں اَیْقَاظٌ یَقُظٌ کی جمع ہے بمعنی بیدار آنکھیں کھلی ہیں وَّهُمْ رُقُوْدٌ حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ آج بھی بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ مفسرین کرامؒ اس کی یہ حکمت بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کی آنکھیں اس لئے کھلی چھوڑیں تاکہ آنکھوں کو تازہ ہوا پہنچتی رہے اور آنکھوں کو نقصان نہ پہنچے۔ تین سو نو سال کا طویل عرصہ آنکھیں بند رہیں تو متاثر بھی ہو سکتی ہیں۔ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ اور ہم ان کو پلٹتے ہیں دائیں طرف اور بائیں طرف۔ نیند کی حالت میں کبھی اللہ تعالیٰ ان کو دائیں طرف پلٹ دیتے ہیں اور کبھی بائیں طرف پہلو بدلتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف پر لیٹے رہیں تو وہ پہلو آفت زدہ ہو جائے ماؤف ہو جائے۔ یہ رب تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے انسان کی حفاظت کیلئے ایسا کیا ہے۔ وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ اور ان کا کتا اپنے دونوں بازوؤں کو پھیلائے ہوئے ہے چوکھٹ پر۔ جسطرح وہ اندر سوئے رہے کتا اس حالت میں غار کے

منہ پر سویا رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ اے مخاطب! اگر تو جھانک کر دیکھے ان کو لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا البتہ تو پھر جائے ان سے بھاگتے ہوئے وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا اور بھر جائے گا تو ان سے رعب میں۔ وہ صحت مند بڑے بڑے قد والے تھے آنکھیں کھلی تھیں رب تعالیٰ نے ایسا رعب طاری فرمایا کہ اے مخاطب اگر تو ان کو دیکھے تو مرعوب ہو جائے اور ڈر کے وہاں سے بھاگ جائے وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ اور اسی طرح ہم نے ان کو جگایا جس طرح ان پر نیند طاری کی لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ تاکہ وہ سوال کریں آپس میں قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ ایک کہنے والے نے کہا ان میں سے كَمْ لَبِثْتُمْ کتنی دیر تم ٹھہرے ہو سوئے ہو قَالُوْا دوسروں نے کہا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ہم ٹھہرے ہیں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں جس وقت وہ غار میں داخل ہوئے تھے تو ہمارے ٹائم کے مطابق موٹا تخمینہ تقریباً آٹھ بجے تھے اور جس وقت وہ بیدار ہوئے تو ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا انہوں نے خیال کیا کہ اگر وہی دن ہے تو دن کا کچھ حصہ گذرا ہے اور کچھ باقی ہے پورا دن بھی نہیں ہوا اور اگر وہ دن گزر چکا ہے تو پھر ایک دن پورا ہو گیا ہے اور دوسرے دن کا بھی کچھ حصہ باقی ہے اور کچھ گذر چکا ہے۔ قَالُوْا کہنے لگے اس فضول بحث میں نہ پڑو رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے ہو۔

اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کَرِهَ اللّٰهُ لَكُمْ ثَلَاثًا ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں۔“ ایک قیل قال، یعنی بلاضرورت کسی چیز کے بارے میں بحث کرنا۔ اور وقت ضائع کرنا، اس پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر تم کسی کے اسلام کی خوبی دیکھنا چاہو تو دیکھو تَرْكُهُ مَا لَا

یَعْنِیْہِ غیر مقصود کاموں میں تو الجھا ہوا نہیں ہے۔ اگر وہ غیر مقصودی باتوں میں الجھا ہوا نہیں ہے تو سمجھو اچھا مسلمان ہے۔ مقصودی اور غیر مقصودی کے فرق کا کس طرح پتہ چلے گا؟ تو یاد رکھنا! وہ باتیں جن کا تعلق دین کیساتھ ہے وہ ساری مقصودی ہیں اور دنیا کی جائز باتیں جن کے ساتھ اس کا تعلق ہے وہ تو ٹھیک ہیں اور جن باتوں کیساتھ اس کا تعلق نہیں ہے ان کے پیچھے پڑنا اسلام کی خوبی میں سے نہیں ہے۔ بھئی تیرا ان چیزوں کیساتھ تعلق نہیں کیوں خواہ مخواہ ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ تو پہلی بات یہ بتلائی کہ غیر متعلق باتوں میں پڑنا، مغز کھانا اور فضول گپیں مارنے کو رب تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو پسند نہیں کرتے تھے اور عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کو پسند نہیں کرتے تھے فوراً سو جاتے تھے تاکہ سحری کے وقت آسانی سے اُٹھ سکیں۔ ہاں اگر مہمان آئے ہوئے ہوتے تھے یا کوئی مسئلہ پوچھتا تھا تو وہ الگ بات ہے۔

دوسری چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے اضاعۃ المال ہے۔ مال کو ضائع کرنا۔ مال کو جائز کام میں لگاؤ، جائز جگہ پر خرچ کرو اور وہ بھی اتنا جتنے کی شریعت اجازت دیتی ہے۔ اور جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے وہاں خرچ نہ کرو قیامت والے دن پوچھ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے بے جا خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے اور بے جا خرچ کرنے والوں کو شیطانوں کا بھائی فرمایا ہے۔ دیکھو آج لوگ منگنیوں اور شادیوں میں فضول کاموں پر مال خرچ کرتے ہیں، مرچیں لگاتے ہیں، ضرورت سے زائد بجلی خرچ ہوتی ہے قیامت والے دن سب چیزوں کا حساب ہوگا۔

اور تیسری چیز فرمایا عقوق الامّھات ماؤں کو تنگ کرنا۔ ماں کی قید اس لئے لگائی کہ عموماً بچوں کا واسطہ ماں سے پڑتا ہے۔ باپ بیچارے ...... کوئی ملازم ہوگا، کوئی

دوکاندار ہوگا، کوئی کارخانہ دار ہوگا اور اپنے اپنے کام پر چلے جائیں گے۔ پھر ماں کا رعب بھی بنسبت باپ کے کم ہوتا ہے۔ بچے ماں کو زیادہ ستاتے اور تنگ کرتے ہیں۔ تو ماں کو تنگ کرنا بھی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ (اور ایک روایت میں تیسری چیز فرمایا کثرۃ السوال بہت زیادہ سوالات کرنا۔ اس کو بھی ناپسند فرمایا ہے۔)

تو اصحاب کہف نے کہا فضول بحث کو چھوڑو تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو۔ ایسا کرو فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ پس بھیجو تم اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی کے سکے دے کر۔ اس وقت چاندی کے سکے رائج تھے اِلَى الْمَدِيْنَةِ شہر کی طرف۔ ان کے قریب شہر افسوس ہی تھا جہاں سے آئے تھے فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا پس چاہئے کہ وہ دیکھے کون سا کھانا پاکیزہ ہے مردار حرام نہ ہو فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ پس وہ لے آئے تمہارے پاس رزق اس میں سے خوراک تمہارے لئے لے آئے وَلْيَتَلَطَّفْ اور چاہئے کہ نرمی کرے باریک بینی سے کام لے۔ ایسے طریقے سے جائے کہ کسی کو پتہ نہ چلے اور گفتگو اس انداز سے کرے کوئی محسوس نہ کرے وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا اور نہ بتلائے تمہارے بارے میں کسی کو۔ ان میں سے یملیخا رحمۃ اللہ علیہ ذہین، سمجھدار اور پھرتیلا نوجوان تھا۔ اس کو انہوں نے چاندی کا وہ سکہ دے کر بھیجا جس پر دقیانوس کی تصویر اور دوسری طرف حکومت کی مہر تھی۔ نومیل کا فی سفر تھا یہ بیچارہ دائیں بائیں دیکھتا ہوا بڑی احتیاط کیساتھ گیا۔ آگے ذکر آئے گا کہ ہوٹل پر پہنچا، روٹیوں کا بھاؤ پوچھا، سالن کا بھاؤ پوچھا، طرفین راضی ہو گئے روٹیاں سالن پکڑ لیا پیسے دیئے تو تین سو نو سال پہلے کا سکہ دیا۔ دوکان دار نے کہا بھئی جی یہ کھوٹا سکہ ہے۔ اس نے اور نکال دیئے وہ بھی پرانا سکہ تھا۔ دیکھو! آج کل سکہ کاغذوں کی شکل میں ہے انگریز کے زمانہ میں چاندی کا سکہ ہوتا تھا اس کو

لوگ کھڑکا کر لیتے، وہ بجتا تھا۔ اگر نہ بجتا تو کھوٹا ہوتا تھا اب تو وہ سکے کے طور پر استعمال نہیں ہوسکتا اب وہ چاندی کے طور پر استعمال ہوگا۔ تو انہوں نے کہ یہ تو پرانا سکہ ہے۔ ارد گرد کے لوگ اکٹھے ہوگئے۔ باقی واقعہ آگے آیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تو انہوں نے کہا کہ بڑی احتیاط کیساتھ دیکھ کر پاکیزہ کھانا لائے اور کسی کو بتلائے بھی نہ۔ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ بیشک وہ اگر تم پر مطلع ہوگئے ان کو خبر ہوگئی تو يَرْجُمُوْكُمْ وہ تمہیں سنگسار کردیں گے پتھر مار مار کر تمہیں ہلاک کر دیں گے اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ یا تمہیں لوٹا دیں گے اپنے دین میں۔ جیسے ہم پہلے کافر تھے اسی طرح پھر کافر ہو جائیں گے۔ دو ہی صورتیں ہیں یا جان جائے گی یا ایمان جائے گا وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا اور تم ہرگز نہیں فلاح پاؤ گے اس وقت کبھی بھی۔ لہٰذا احتیاط سے کام لو اور جاؤ۔

❁ ❁ ❁

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ

لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ ہم نے اطلاع دی اصحاب کہف کے بارے میں لوگوں کو لِيَعْلَمُوْۤا تاکہ وہ جان لیں اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے وَّاَنَّ السَّاعَةَ اور بیشک قیامت لَا رَيْبَ فِيْهَا کوئی شک نہیں ہے اس میں اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ جس وقت انہوں نے جھگڑا کیا بَيْنَهُمْ آپس میں اَمْرَهُمْ اپنے معاملے میں فَقَالُوْا پس انہوں نے کہا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا بناؤ ان کے اوپر ایک عمارت رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ان کا رب خوب جانتا ہے ان کو قَالَ الَّذِيْنَ کہا ان لوگوں نے غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ جو غالب رہے اپنے معاملے میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا البتہ ہم ضرور بنائیں گے ان کے قریب ایک مسجد سَيَقُوْلُوْنَ عنقریب کہیں گے ثَلٰثَةٌ تین تھے رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ چوتھا ان کا کتا تھا

وَيَقُوْلُوْنَ اور بعض کہیں گے خَمْسَةٌ پانچ تھے سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ چھٹا ان کا کتا تھا رَجْمًا ۢبِالْغَيْبِ تیراندازی کرتے ہیں بن دیکھے وَيَقُوْلُوْنَ اور کہنے والے کہیں گے سَبْعَةٌ سات تھے وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ اور آٹھواں ان کا کتا تھا قُلْ رَّبِّيْٓ آپ کہہ دیں میرا رب اَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِعِدَّتِهِمْ ان کی گنتی کو مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ نہیں جانتے اس کو مگر بہت تھوڑے فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ پس آپ نہ جھگڑا کریں ان کے بارے میں اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا مگر سرسری جھگڑا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ اور آپ نہ پوچھیں ان کے بارے میں مِّنْهُمْ ان میں سے اَحَدًا کسی ایک سے۔

اصحاب کہف کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ ظالم بادشاہ، ظالم عدالت اور ظالم عوام سے جان بچانے کیلئے وہ نوجوان اپنا شہر چھوڑ کر پہاڑ کی غار میں جا چھپے۔ اور اگلے رکوع میں آئے گا کہ تین سو نو سال تک کھانے پینے کے بغیر وہاں سوئے رہے۔ حالانکہ عادتاً انسان اتنی دیر تک بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ تین سو نو سال کوئی معمولی زمانہ نہیں ہے۔

تمام بشری تقاضے انبیاء کرام علیہم السلام کیساتھ تھے :

اللہ تعالیٰ نے انسان کے وجود کو ایسا بنایا ہے کہ عالم اسباب میں یہ خوراک کا محتاج ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ [سورۃ الانبیاء: ۸] "اور ہم نے رسولوں کو بھی ایسے جسم نہیں دیئے جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔" پیغمبروں کو بھوک پیاس بھی لگتی تھی، گرمی سردی بھی لگتی تھی، بیمار بھی ہوتے تھے، تکلیفیں بھی آتی تھیں، تمام بشری تقاضے ان کیساتھ تھے۔

لیکن اصحاب کہف اور ان کے کتے کا بغیر کھانے پینے کے تین سو نو سال تک زندہ رہنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ کل کے درس میں تم نے سنا ہے کہ جب وہ بیدار ہوئے تو آپس میں یہ بات چھڑی کہ ہم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے؟ بعضوں نے کہا ایک دن اور بعضوں نے کہا دن کا کچھ حصہ۔ پھر کہنے لگے فضول بحث کو چھوڑو اپنے میں سے ایک کو بھیجو جو صاف ستھرا کھانا لے کر آئے اور بڑی احتیاط کیساتھ جائے اور تمہارے متعلق کسی کو اطلاع نہ دے۔ کیونکہ اگر ان کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں پتھر مار مار کے ختم کر دیں گے یا کافر بنا دیں گے۔ یملیخا رحمۃ اللہ علیہ ہلکے پھلکے جسم کا پھرتیلا نوجوان تھا اس کو بھیجا۔ جب روٹی سالن لے لیا اور پیسے دیئے تو دوکاندار نے کہا کہ یہ سکہ تو نہیں چلتا، اور نکال کر دیئے تو وہ بھی نہیں چلتے، اور نکال کر دیئے دوکاندار نے کہا یہ بھی نہیں چلتے کیونکہ اس وقت نیا سکہ رائج تھا وہ اس کو دکھایا کہ اب تو یہ سکہ چلتا ہے تم تین سو نو سال پہلے کی بات کرتے ہو۔ جس وقت اس نے سنا کہ تین سو سال گذر گئے ہیں تو اس کو اطمینان ہوا کہ الحمد للہ! دقیانوس سے تو ہماری جان چھوٹ گئی ہے۔ دقیانوس اور عدالت کا ڈر تو جاتا رہا مگر دوکاندار پیچھے پڑ گیا۔ تو اس نے بتایا کہ ہم چند ساتھی غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ دوکاندار کو بھی تاریخی طور پر ان کے متعلق کچھ معلومات تھیں کہ کسی زمانے میں چند نوجوان گم ہو گئے تھے جن کا کوئی اتا پتہ نہیں ملتا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ چنانچہ اس دوران کافی لوگ جمع ہو گئے پولیس بھی آ گئی یملیخا رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ سارے غار کی طرف چل پڑے روٹی سالن بھی ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ وہ انتظار کر رہے تھے انہوں نے جب ان کو آتے ہوئے دیکھا ڈر گئے کہ لوگوں کی فوج اور پولیس ساتھ ہے لگتا ہے ہمارا پتہ چل گیا ہے یہ ہمیں پکڑ کر لے جائیں گے۔

طبعی خوف ایمان کیخلاف نہیں :

اور طبعاً موذی چیز سے ڈرنا ایمان کیخلاف نہیں ہے۔ دیکھو! قرآن پاک میں تصریح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنے کے بعد پہلا معجزہ عطا کیا گیا رات کا وقت تھا کوہ طور کے قریب وادی مقدس کا علاقہ تھا لیکن روشنی خوب تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی تجلی ڈالی تھی۔ فرمایا اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی [طٰہٰ:۱۹] ''اس لاٹھی کو ڈالو اے موسیٰ علیہ السلام۔'' جب انہوں نے لاٹھی ڈالی تو وہ سانپ بن کر ادھر ادھر بھاگنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام وَلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ''پیٹھ پھیری اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے خیال کیا کہ سانپ موذی چیز ہے اس سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَفْ خوف نہ کریں اس سانپ کو آپ پکڑیں سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی [طٰہٰ:۲۱] ''ہم اس کو پلٹ دیں گے پہلی حالت پر۔'' تو معلوم ہوا کہ طبعی ڈر سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ تو اصحاب کہف لوگوں کو دیکھ کر ڈرے کہ ہم گرفتار ہو جائیں گے۔ یملیخا رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو کہا کہ پہلے میں جا کر اپنے ساتھیوں کو اطلاع کرتا ہوں کہ دقیانوس کا زمانہ ختم ہو گیا ہے ہمیں یہاں تین سو سال ہو گئے ہیں یہ لوگ تمہاری ملاقات کیلئے آ رہے ہیں، تمہارے دیدار کیلئے آ رہے ہیں خطرے والی بات کوئی نہیں۔ پھر یہ لوگ ان کو بڑی عقیدت کیساتھ ملے۔ آگے پھر تفسیروں میں روایات مختلف ہیں کہ اصحاب کہف کا پھر کیا بنا؟ اکثر تو فرماتے ہیں کہ وہ فوت ہو گئے لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں اپنا کشف بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر نیند مسلط کر دی جب مہدی علیہ السلام ظاہر ہونگے تو وہ اس زمانے میں بیدار ہوں گے اور مہدی علیہ السلام کا ساتھ دیں گے ان کیساتھ تعاون کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ اور اسی طرح ہم نے اطلاع دی

اصحاب کہف کے بارے میں لوگوں کو لِیَعْلَمُوْٓا تا کہ وہ لوگ جان لیں اَنَّ وَعْدَاللّٰہِ حَقٌّ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّاَنَّ السَّاعَۃَ لَا رَیْبَ فِیْھَا اور بیشک قیامت کوئی شک نہیں ہے اس میں۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں اس علاقے میں قیامت کا مسئلہ خوب زوروں پر تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ قیامت آئے گی دوسرا کہتا تھا نہیں آئے گی۔ جو لوگ قیامت کے قائل تھے ان کی تائید اس واقعہ سے ہوئی کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنے عرصہ کے بعد جگایا ہے جو رب یہ کر سکتا ہے اس کیلئے دوبارہ کائنات کا زندہ کرنا کون سا مشکل ہے۔ وہ تمام انسانوں اور حیوانوں کو زندہ کر کے میدان محشر میں جمع کریگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بطور دلیل کے پیش کیا کہ لوگ اس کو دیکھ کر سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ قیامت آئے گی اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور قیامت کا آنا عقلی طور پر بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دنیا میں ایسے مجرم بھی ہیں جن کو ان کے جرم کی سزا نہیں ملی اور ایسے نیک متقی پرہیزگار بھی ہیں کہ ان کو نیکی کا صلہ نہیں ملا تو اگر قیامت نہ آئے اور مجرموں کو سزا نہ ملے اور نیکوں کو جزا نہ ملے تو معاذ اللہ تعالیٰ پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین نہیں ہے اور اس کے ہاں کوئی عدل و انصاف نہیں ہے۔

فرمایا اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ جس وقت انہوں نے جھگڑا کیا آپس میں اَمْرَھُمْ اپنے معاملے میں فَقَالُوا پس کچھ لوگوں نے کہا ابْنُوْا عَلَیْھِمْ بُنْیَانًا بناؤ ان کے اوپر ایک عمارت یادگار کے طور پر کہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہو کہ اصحاب کہف یہاں رہے ہیں۔ کسی نے کہا یہاں لائبریری بنادو، کسی نے کہا یہاں مینار بنادو، کسی نے کہا یہاں کوئی عمارت بنادو۔ اہل حق کا اس وقت غلبہ تھا وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر چلنے والے تھے اگرچہ دوسرے پیغمبروں کے دین پر چلنے والے بھی تھے مگر غلبہ ان کا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں رَبُّھُمۡ اَعۡلَمُ بِھِمۡ ان کا رب ان کو خوب جانتا ہے کہ وہ کس انداز کے لوگ تھے قَالَ الَّذِیۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤی اَمۡرِھِمۡ کہا ان لوگوں نے جو غالب رہے اپنے معاملے میں۔ کیا کہا انہوں نے؟ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡھِمۡ مَّسۡجِدًا البتہ ہم ضرور بنائیں گے ان کے قریب ایک مسجد۔ کیونکہ یہ برگزیدہ لوگ تھے جنہوں نے اپنا ایمان بچانے کیلئے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا شرف بخشا ہے کہ تین سو سال کے بعد ان کو بیدار کر کے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا ہے لہٰذا ان کی شایان شان یہ ہے کہ یہاں مسجد تعمیر کی جائے جہاں پر لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا فریضہ سرانجام دیا کریں اور انہیں پتا ہے کہ ایمان بہت بڑی حقیقت ہے اور اسی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق بھی اختلاف رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَیَقُوۡلُوۡنَ ثَلٰثَةٌ عنقریب کچھ لوگ کہیں گے تین تھے رَّابِعُھُمۡ کَلۡبُھُمۡ چوتھا ان کا کتا تھا وَیَقُوۡلُوۡنَ اور کچھ کہنے والے کہیں گے خَمۡسَةٌ سَادِسُھُمۡ کَلۡبُھُمۡ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قول بیان کر کے فرمایا رَجۡمًا بِالۡغَیۡبِ تیراندازی کرتے ہیں بن دیکھے۔ بن دیکھے تیر چلانے کا مطلب یہ ہے کہ آگے کوئی نشان نظر نہ آئے اور آدمی اندھا بن کر تیر چلاتا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قولوں کی تردید فرمادی۔

وَیَقُوۡلُوۡنَ اور کچھ کہنے والے کہیں گے سَبۡعَةٌ سات تھے وَّثَامِنُھُمۡ کَلۡبُھُمۡ اور آٹھواں ان کا کتا تھا اس قول کی رب تعالیٰ نے تردید نہیں فرمائی۔ فرمایا قُلۡ آپ کہہ دیں رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِھِمۡ میرا رب خوب جانتا ہے ان کی گنتی کو مَّا یَعۡلَمُھُمۡ اِلَّا قَلِیۡلٌ نہیں جانتے اصحاب کہف کو مگر بہت تھوڑے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما دوسرے نمبر کے مفسر قرآن ہیں۔ پہلے نمبر کے مفسر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اَنَـا مِنَ الْقَلِیْلِ ''میں ان تھوڑے لوگوں میں سے ہوں جو اصحاب کہف کی گنتی کو جانتے ہیں۔'' شاگردوں نے پوچھا حضرت کتنے تھے؟ فرمایا سات تھے آٹھواں کتا تھا۔ شاگردوں نے کہا حضرت اس کی کوئی دلیل بھی ہے؟ فرمایا اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دونوں قول نقل کر کے کہ کچھ لوگ کہیں گے اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا کتا تھا اور کچھ لوگ کہیں گے پانچ تھے اور چھٹا کتا تھا رَجْمًا بِالْغَیْبِ فرما کر رد کر دیئے کہ یہ بن دیکھے تیر چلاتے ہیں۔ اور تیسرا قول رب تعالیٰ نے فرمایا کہ سات تھے اور آٹھواں کتا تھا، اس کی تردید نہیں فرمائی۔ اس لئے اصحاب کہف سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ چھ نوجوان آپس میں دوست تھے ساتواں چرواہا ساتھ شریک ہوا اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کتا بدستور ان کیساتھ رہا اور پھر جس طرح وہ مر گئے اسی طرح کتا بھی مر گیا اور یہ بات بھی تم سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ جن جانوروں کو جنت میں داخل کرے گا ان میں ایک یہ کتا بھی ہوگا۔ اور ایک حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی بھی ہوگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد بھی ہوگا اور بھی کئی جانور ہونگے جن کے نام تفسیروں میں آتے ہیں اور اس کتے کو اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے ایک صوفی بزرگ بلعم بن باعورا کی شکل دے کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ بلعم بن باعورا بزرگی سے نکل گیا تھا کتے نے نیکوں کا ساتھ دیا اللہ تعالیٰ نے کتے کو ان کا ساتھی بنا دیا اور نوح علیہ السلام کے بیٹے نے کافروں کا ساتھ دیا ایمان کی دولت سے محروم ہو گیا۔

فرمایا فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ پس آپ اے مخاطب نہ جھگڑا کریں ان کے بارے میں کوئی بحث نہ کریں اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا مگر سرسری جھگڑا۔ بس جو ہم نے بتلا دیا ہے یہی کافی ہے وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا اور آپ نہ پوچھیں ان کے بارے میں ان میں سے کسی

ایک سے۔یعنی اصحاب کہف کے بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ ہم نے بتلادیا ہے اس پر یقین رکھیں۔اصحاب کہف کا کچھ ذکر آگے آئے گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ

فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ڗ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ النصف

وَلَا تَقُوْلَنَّ اور ہرگز نہ کہیں آپ لِشَایْءٍ کسی چیز کے بارے میں اِنِّیْ بیشک میں فَاعِلٌ ذٰلِکَ کرنے والا ہوں اس کو غَدًا کل اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اور یاد کریں اپنے پروردگار کو اِذَا نَسِیْتَ جب آپ بھول جائیں وَقُلْ اور آپ کہیں عَسٰٓی قریب ہے اَنْ یَّھْدِیَنِ یہ کہ راہنمائی کرے میری رَبِّیْ میرا رب لِاَقْرَبَ مِنْ ھٰذَا اس سے زیادہ قریب رَشَدًا بھلائی میں وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ اور وہ ٹھہرے اپنی غار میں

ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ تین سو سال وَازْدَادُوْا تِسْعًا اور زیادہ کیے انہوں نے نو قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے بِمَا لَبِثُوْا جتنا عرصہ وہ ٹھہرے لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ اسی کیلئے ہے غیب آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا اَبْصِرْبِہٖ کیسا ہی دیکھنے والا ہے وَاَسْمِعْ اور کیسا ہی سننے والا ہے مَالَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ نہیں ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا مِنْ وَّلِیٍّ کوئی حمایتی وَّلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اور نہیں شریک ٹھہراتا اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں اَحَدًا کسی ایک کو وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ اور آپ تلاوت کریں اس کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ آپ کے رب کی کتاب لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ اور کوئی نہیں تبدیل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ اور آپ ہرگز نہیں پائیں گے اللہ تعالیٰ سے ورے مُلْتَحَدًا کوئی جائے پناہ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ اور آپ روکیں رکھیں اپنے آپ کو مَعَ الَّذِیْنَ ان لوگوں کیساتھ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو بِالْغَدٰوۃِ پہلے پہر وَالْعَشِیِّ اور پچھلے پہر یُرِیْدُوْنَ چاہتے ہیں وَجْھَہٗ اللہ تعالیٰ کی رضا وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ اور نہ ہٹیں آپ کی نگاہیں ان سے تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا تاکہ آپ ارادہ کریں دنیا کی زندگی کی زیب و زینت وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں مَنْ اس کی اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ کہ غافل کر دیا ہم نے اس کے دل کو عَنْ ذِکْرِنَا اپنی یاد سے وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا اور ہے اس کا معاملہ حد

سے بڑھا ہوا۔

تفصیل بیان ہو چکی ہے کہ مدینہ طیبہ میں یہودیوں میں سے بعض نے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کئے کہ اگر آپ نبی ہیں، پیغمبر ہیں تو ہمارے ان تین سوالوں کا جواب دیں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ جو جاندار کے جسم میں ہو تو حیات ہے اور نکل گئی تو موت ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ کوئی ہوا ہے، جسم ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اصحاب کہف کون تھے اور ان کا کیا کردار تھا؟ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ ذوالقرنین کون تھا اور اس کے کارنامے کیا تھے؟

انشاءاللہ تعالیٰ کہنے کی تاکید :

روح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں وہ میرے رب کا حکم ہے تم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اصحاب کہف کا قصہ تم نے کافی تفصیل کیساتھ سنا ہے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اس سورت کے آخر میں آئے گا جس وقت یہودیوں نے آپ ﷺ سے یہ سوال کیے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا زبان سے ان شاء اللہ نہ کہہ سکے خیال تھا کہ معمولی معمولی باتوں پر وحی نازل ہوتی رہتی ہے اور یہ تو یہودیوں کے اہم سوال ہیں ضرور وحی نازل ہوگی۔ کل کا دن ہوا تو یہودی آ گئے کہ ہم نے آپ سے تین سوال کئے تھے ان کا جواب دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی کوئی وحی نہیں آئی وحی آئے گی تو بتلا دوں گا۔ دو دن گذرے، چار دن گذرے وحی نہ آئی۔ اس پر یہود نے بڑا اودھم مچایا بڑی باتیں کیں کہ نبی بنا پھرتا ہے اور سارے لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرتا ہے ہمارے علمی سوالوں کا جواب نہیں دے سکا معلوم نہیں اس کا کل کب آئے گا۔

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا "پورے پندرہ دن وحی نازل نہ ہوئی۔" اور یہودیوں نے تنگ کر کے رکھ دیا اور جگہ جگہ باتیں کرتے کہ پتہ نہیں اس کی وحی کب آنی ہے؟ پندرہ دن کے بعد یہ وحی نازل ہوئی وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اور ہرگز نہ کہیں آپ کسی چیز کے بارے میں اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا کہ بیشک میں کرنے والا ہوں اس کو کل اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، مرضی تو رب کی ہوگی۔ ان شاء اللہ کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا آئندہ کے بارے میں جب بھی کوئی بات کرو تو ساتھ ان شاء اللہ کہو۔

اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو نسیان ہوتا ہے :

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ اور یاد کریں اپنے پروردگار کو اگر آپ بھول جائیں۔ جب بھول جاؤ تو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو بات یاد آ جائے گی۔ آپ ﷺ پر نسیان بھی طاری ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ظہر کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ جلد باز لوگ مسجد سے باہر نکل گئے حضرت ابو بکر ؓ بھی موجود تھے اور حضرت عمر ؓ بھی ہیبت زدہ ہوگئے پوچھنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ایک صحابی تھے خرباق ان کا نام تھا ان کو ذوالیدین بھی کہتے تھے اور ذوالشمالین بھی کہتے تھے۔ انہوں نے کہا حضرت! اب نماز کم ہوگئی ہے یا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ فرمایا کیسے؟ عرض کیا حضرت آپ نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں تو پوری پڑھی ہے۔ عرض کیا نہیں حضرت پوری نہیں دو پڑھی ہیں۔ آپ ﷺ نے دوسرے نمازیوں سے پوچھا کہ ذوالیدین سچ کہتا ہے۔ کہنے لگے حضرت ٹھیک کہتا ہے۔ اس وقت نماز میں گفتگو جائز تھی اگر کوئی سلام کرتا تو نماز پڑھنے والا جواب دے دیتا تھا۔ آنے والا پوچھ لیتا کہ تم کونسی رکعت میں ہو اور یہ بتلا دیتا کہ دوسری

میں ہیں یا تیسری میں ہیں۔ تو آپ ﷺ نے دو رکعتیں اور پڑھیں اور سجدہ سہو کیا پھر فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَذَکِّرُوْنِیْ ''بیشک میں بشر ہوں بھول جاتا ہوں جسطرح تم بھول جاتے ہو جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرادیا کرو۔'' حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا [طٰہٰ:۱۱۵] ''پس وہ بھول گئے اور نہ پائی ہم نے اس کیلئے پختگی۔'' اسی پارے میں آگے آرہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو کہا لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ ''نہ پکڑنا مجھے اس چیز پر جو میں بھول جاؤں۔'' تو نسیان شروع سے چلا آرہا ہے نہ بھولنے والی ذات صرف پروردگار کی ہے وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا [مریم:۶۴] ''اور نہیں ہے تیرا پروردگار بھولنے والا۔'' تو پھر اپنے رب کو یاد کریں جب بھول جائیں۔

وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا اور آپ کہیں کہ قریب ہے کہ راہنمائی کرے میرا رب اس سے زیادہ قریب بھلائی میں یعنی جس طرح اس نے اصحاب کہف کا قصہ بتلا کر میری تائید کی ہے اس سے مزید معجزات بھی رب تعالیٰ صادر فرمائیں تاکہ لوگوں کے شکوک وشبہات دور ہوں اور ہوئے بھی لیکن ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور اس میں اس طرف اشارہ بھی تھا کہ ایک دن تم بھی دشمنوں کے شر سے بچنے کیلئے غار میں چھپو گے۔ چنانچہ جبل ثور کی چوٹی پر غار ثور میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تین راتیں چھپے رہے۔ فرمایا وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ اور وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ تین سو سال وَازْدَادُوْا تِسْعًا اور زیادہ کیے انہوں نے نو سال۔ یہ مدت قمری تھی کیونکہ چاند کے لحاظ سے دس دن چھوٹا ہوتا ہے اور پینتیس چھتیس سال کے بعد ایک سال کا فرق پڑ جاتا ہے شمسی اعتبار سے۔ اسی لئے شریعت کا حکم

ہے کہ زکوٰۃ چاند کے حساب سے دو سورج کے حساب سے نہ دو کیونکہ سورج کے لحاظ سے فرق آجاتا ہے۔ دیکھو! ایسے آدمی بھی موجود ہیں جن کی عمریں ساٹھ ستر سال ہیں اور ماشاء اللہ وہ زکوٰۃ بھی باقاعدگی کیساتھ دیتے ہیں اگر وہ چاند کے حساب سے دیں گے تو حساب پورا نکلے گا اور اگر سورج کے حساب سے دیں گے تو فرق آئے گا۔ ستر سال والے کی دو سال کی زکوٰۃ رہ جائے گی وہ اس کے ذمہ رہے گی۔ ہماری شریعت میں کچھ احکام کا تعلق چاند کیساتھ اور کچھ کا سورج کیساتھ ہے۔ نمازوں کے اوقات سورج کیساتھ وابستہ ہیں سورج کے لحاظ سے وقت بدلتا ہے اور روزوں کا تعلق چاند کیساتھ ہے زکوٰۃ بھی چاند کے لحاظ سے ہے۔ سورۃ رحمٰن میں ہے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ "سورج اور چاند تمہارے حساب کیلئے بنائے ہیں۔"

تو اصحاب کہف غار میں تین سو نو سال قمری لحاظ سے ٹھہرے۔ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے جتنا عرصہ وہ ٹھہرے لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا ہاں غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو وحی کے ذریعے بتلائی ہیں وہ غیب کی خبریں جانتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ "یہ غیب کی خبریں ہیں ہم ان کی وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔" اور سورۃ ہود آیت نمبر ۴۹ میں ہے تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا "یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کو وحی کے ذریعے بتلاتے ہیں نہیں تھے آپ ان کو جانتے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ اس سے پہلے تو غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بتلائی ہیں اور سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو بتلائی

ہے لیکن علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اَبۡصِرۡ بِهٖ کیسا ہی دیکھنے والا ہے وَاَسۡمِعۡ اور کیسا ہی سننے والا ہے۔ اور تیرھواں پارہ سورت رعد آیت نمبر ۱۰ میں تم پڑھ چکے ہو کہ تم میں سے کوئی آہستہ بات کرے تو اس کو بھی جانتا ہے اور ظاہری طور پر کرے تو اس کو بھی جانتا ہے اور جو رات کو چھپنے والا ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو دن کو چلنے والا ہے اس کو بھی جانتا ہے۔ مَالَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِيٍّ نہیں ہے ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی۔ کوئی کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وَّلَا يُشۡرِكُ فِیۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا اور نہیں شریک ٹھہراتا اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی ایک کو۔ تشریعی حکم ہو یا تکوینی رب تعالیٰ کیساتھ ہے قطعاً اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ [الانعام:۵۷] اور سورۃ الاعراف میں آیت نمبر ۵۴ میں ہے۔ اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ''خبردار مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہے۔'' اس نے اپنے حکم میں قطعاً کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

غریب مومن اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں :

آگے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ تفسیروں میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس مشرکین مکہ کا ایک وفد آیا جس میں ہر ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی شریک تھا۔ ان کو دیکھ کر آپ بڑے خوش ہوئے اور حیران بھی ہوئے کہ یہ کیوں آئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بلال رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ جیسے غریب صحابہ بیٹھے ہوتے تھے۔ وفد والے بھی آپ ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گئے اور ان کے نمائندے نے آپ ﷺ کیساتھ گفتگو کی کہ آپ کی قوم کا نمائندہ وفد آپ کے پاس آیا ہے اور آپ ہم سب کو جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں سب کو جانتا ہوں۔ کہنے لگا ہم آپ کی بات سننے کیلئے آئے ہیں لیکن ہماری شرط یہ ہے کہ ان غریبوں کو مجلس سے اٹھا دو ہم سردار لوگ ہیں ان کو اپنی مجلس میں

اٹھانا پسند نہیں کرتے ۔اسی مضمون کا بیان ساتویں پارے میں بھی گذرا ہے ۔سورۃ الانعام آیت نمبر ۵۲ آنحضرت ﷺ نے خیال فرمایا کہ تھوڑے سے وقت کیلئے میں ان ساتھیوں کو مجلس سے اٹھا دوں تا کہ یہ لوگ توحید اور قیامت کی حقانیت کے دلائل سن لیں قرآن کی حقانیت سن لیں ۔اور یہ فقہی طور پر بھی جائز تھا اور ہے کہ استاد اپنے شاگرد کو مجلس سے اٹھا دے، باپ کو حق ہے کہ بیٹے کو اٹھا دے، پیر مرید کو مجلس سے اٹھا دے یہ ان کے حقوق ہیں اور ان کے حقوق آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں صفر ہیں آپ ﷺ کا امتیوں پر حق بہت زیادہ ہے اور سب سے زیادہ ہے ۔آپ ﷺ کے حق کے سامنے نہ باپ کی دال گلتی ہے نہ استاد کی نہ پیر کی ۔اور آپ ﷺ کی نیت بھی اچھی تھی اور یہ تو تصور میں ہی نہیں تھا کہ حقیر سمجھ کر ان کو اٹھا رہے ہوں بس یہ خیال تھا کہ یہ سردار ہیں ان کو موقع دیتا ہوں تا کہ یہ لوگ حق کو سن لیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارے میں فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ''اور آپ باہر نہ نکالیں اپنی مجلس سے ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام۔'' آخر میں فرمایا فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ''پس آپ ان کو نکالیں گے تو ہو جائیں گے نا انصافوں میں سے ۔'' یقین جانو ! اگر ایسا ہو جاتا تو غریبوں کیلئے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا لوگ کہتے یہ سنت ہے کہ غریبوں کو مجلس سے اٹھا دو، امیروں کو موقع دو۔

امیر غریب کے فرق نے دنیا کو پریشان کیا ہوا ہے :

اور اس وقت اسی خبط نے مغربی دنیا کو پریشان کیا ہوا ہے ۔گوروں کے عبادت خانے علیحدہ اور کالوں کے عبادت خانے علیحدہ ہیں ۔وہ بھی عیسائی اور وہ بھی عیسائی لیکن مجال ہے کہ کالا کسی گورے کے گرجے میں داخل ہو جائے ۔ان کے ہسپتال علیحدہ اُن کے ہسپتال علیحدہ ، ان کے اسکول کالج علیحدہ اور اُن کے علیحدہ ۔ اور جب مسلمان کالے

گورے اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیا ہوا۔

آج سے کئی سال پہلے کی بات ہے یہ بات اخبارات میں آئی تھی کہ ایک گوری عورت کو تکلیف ہوئی وہ بیمار ہوئی ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ اس کو فوراً خون کی بوتل لگاؤ۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہاں جتنی گوری عورتیں تھیں ان کے خون کا گروپ نمبر اس کے خون کیساتھ نہ ملا ایک کالی عورت کے خون کا گروپ نمبر مل گیا۔ اس کو ڈاکٹروں نے کہا کہ بی بی تیرے خون کا گروپ نمبر اس کے ساتھ ملتا ہے اور ایک جان بچانی ہے آپ ایک بوتل خون کی دے دیں۔ اس نے قربانی دی اور خون دے دیا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ خون دینا ٹیکہ لگانا ضرورت کے موقع پر شرعی طور پر جائز ہے۔ جس وقت گوری کے پاس کالی عورت کے خون کی بوتل گئی اور اس کو بتلایا گیا کہ اور کسی کا خون تیرے خون کیساتھ نہیں ملا مگر ایک کالی عورت کا۔ تو وہ گوری کہنے لگی مجھے موت منظور ہے مگر کالی کا خون میرے بدن میں ہو یہ منظور نہیں۔ اس نے جان دیدی مگر کالی کا خون نہیں لگوایا۔ اندازہ لگاؤ نفرت کا اور کالوں اور گوروں کے بُعد کا۔ اور اسلام ان سب چیزوں کو مٹاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اے نبی کریم ﷺ! آپ تلاوت کریں اس کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ آپ کے رب کی کتاب لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اور کوئی نہیں تبدیل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور آپ ہرگز نہیں پائیں گے اللہ تعالیٰ سے ورے کوئی جائے پناہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ اور آپ روکیں رکھیں اپنے آپ کو مَعَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کیساتھ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ پہلے پہر وَالْعَشِيِّ اور پچھلے پہر بھی، انہی میں رہو يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رضا وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ

عَنۡهُمۡ اور نہ ہٹیں آپ کی نگاہیں ان سے، اپنی آنکھوں کو ان سے دور نہ کریں تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا تاکہ آپ ارادہ کریں دنیا کی زندگی کی زیب و زینت کہ کھانے پینے والے بڑے لوگ آ گئے ہیں سردار آ گئے ہیں مجلس کی رونق بڑھ جائے گی وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا اور آپ اطاعت نہ کریں اس کی کہ ہم نے غافل کر دیا قَلۡبَهٗ اس کے دل کو عَنۡ ذِكۡرِنَا اپنی یاد سے وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی کہ وہ کہتے ہیں کہ ان غریبوں کو مجلس سے اٹھا دو یہ بات ان کی نہیں ماننی اور ان غریبوں کو نہیں نکالنا وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا اور ہے اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا اس کے کہنے میں نہ آنا۔ مزید بات آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾ ع ۹ ١٦

وَ قُلِ اور آپ کہہ دیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ حق تمہارے رب کی طرف سے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ پس جو شخص چاہے ایمان لے آئے وَّمَنْ شَآءَ اور جو شخص چاہے فَلْيَكْفُرْ کفر اختیار کرے اِنَّآ اَعْتَدْنَا بیشک ہم نے تیار کی ہے لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے نَارًا آگ اَحَاطَ بِهِمْ گھیر لیں گے ان کو سُرَادِقُهَا اس آگ کے ے وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا اور اگر وہ مدد طلب کریں گے تو يُغَاثُوْا بِمَآءٍ ان کی مدد کی جائے گی پانی کیساتھ كَالْمُهْلِ جو تلچھٹ کی طرح ہوگا يَشْوِي الْوُجُوْهَ وہ بھون دے گا ان کے چہروں کو بِئْسَ الشَّرَابُ برا ہے پانی وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا اور برا ہوگا آرام اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے اِنَّا لَا نُضِيْعُ بیشک ہم ضائع نہیں کریں

گے اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلاً اس کا اجر جس نے اچھا عمل کیا اُولٰٓئِکَ وہ لوگ ہیں لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ ان کیلئے باغ ہونگے ہمیشگی کے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں یُحَلَّوْنَ فِیْهَا پہنائے جائیں گے ان باغوں میں مِنْ اَسَاوِرَ کنگن مِنْ ذَهَبٍ سونے کے وَّیَلْبَسُوْنَ اور پہنیں گے ثِیَابًا کپڑے خُضْرًا سبز رنگ کے مِّنْ سُنْدُسٍ باریک ریشم کے وَّاِسْتَبْرَقٍ اور موٹے ریشم کے مُّتَّكِئِیْنَ فِیْهَا تکیے لگائے ہوئے ہوں گے ان باغوں میں عَلَى الْاَرَآئِکِ آرام دہ کرسیوں پر نِعْمَ الثَّوَابُ بہت اچھا بدلہ ہے وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا اور اچھا ہے آرام۔

قریش مکہ کے کچھ سردار عیینہ بن حصن کی نمائندگی میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ عیینہ بڑے اثر ورسوخ والا اور بڑا باتونی آدمی تھا گفتگو ایسے انداز میں کرتا تھا کہ خواہ مخواہ آدمی اس کی باتیں سننے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ قد و قامت، شکل وصورت بھی تھی اور اچھی وضع قطع رکھتا تھا۔ اس نے کہا اے محمد ﷺ! آج ہم سارے کام چھوڑ کر آپ کی گفتگو سننے کیلئے آئے ہیں کہ آپ کیا کہتے ہیں لیکن ہماری شرط یہ ہے کہ آپ مجلس میں جو یہ غرباء بیٹھے ہیں ان کو یہاں سے اٹھا دیں ان کمزوروں کیساتھ بیٹھنا ہم گوارہ نہیں کرتے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ ''اے پیغمبر ﷺ! آپ روکے رکھیں اپنے آپ کو ان لوگوں کیساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام۔'' انہی کیساتھ رہنا ہے جو پہلے پہر بھی رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور پچھلے پہر بھی رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں ان سے اپنی نظر نہ ہٹائیں وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا اور نہ اطاعت کریں اس کی جس کے دل کو ہم نے غافل کر دیا اپنے ذکر

سے وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی۔ کافروں کی بات مان کر ان غریبوں کو اپنی مجلس سے نہ اٹھانا۔ وَ قُلْ اور آپ کہہ دیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ پس جو شخص چاہے ایمان لے آئے وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اور جو شخص چاہے کفر اختیار کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لانا چاہیں تو ایمان لے آئیں اور اگر کفر اختیار کرنا چاہتے ہیں تو کفر اختیار کریں لہٰذا ان غریبوں کو مجلس سے نہیں اٹھانا۔ جی چاہتا ہے تو ان کے ہوتے ہوئے اللہ کے نبی کی بات سنیں ورنہ ان کی مرضی ہے۔ اگرچہ آنحضرت ﷺ ان کو مجلس سے مصلحت کی بنا پر اٹھا دینے کا اختیار رکھتے تھے جیسا کہ باپ کو بیٹے پر حق، استاد کو شاگرد پر حق ہے، پیر کو مرید پر حق ہے۔ ان کے حقوق میں ان سب سے زیادہ حق آنحضرت ﷺ کو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ حق استعمال نہیں کرنے دیا اور اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ آپ ﷺ ان غریبوں کو مجلس سے اٹھا دیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو جاتا تو غریبوں کیلئے کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔ لوگ اس کو سنت کے طور پر پیش کرتے کہ سنت ہے کہ امیروں کی مجلس اور ہو اور غریبوں کی مجلس اور ہو۔ پھر امیروں کی مسجدیں الگ ہوتیں اور غریبوں کی مسجدیں الگ ہوتیں۔

اسلام نے غریب امیر کی تفریق ختم کر دی ہے :

لیکن اسلام نے اس تفریق کو مٹایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ [حجرات:۱۰] ''پختہ بات ہے سب مومن بھائی بھائی ہیں۔'' حضرت ابو سعید خدری ؓ کی روایت ہے لَا فَخْرَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ او کما قال ﷺ ''کسی عربی کو محض عربی ہونے کی وجہ سے غیر عربی پر کوئی فخر

نہیں ہے اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فخر نہیں ہے تم سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، کالے بھی اور گورے بھی ، اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔'' ہاں! اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [حجرات:۱۳] ''بیشک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔'' یہاں ذات اور نسل کا کوئی سوال نہیں ہے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ہندوستان بہت بڑے درجے کے عالم اور مفتی تھے ذات کے نائی (حجام) شاہجہان پور کے رہنے والے تھے اور ہم نے دیکھا ہے کہ سیدان کے جوتے سیدھے کرتے تھے۔ بات تو تقویٰ اور نیکی کی ہے۔ پیشہ کوئی بھی ہو مگر ہو جائز، اگر کوئی حجام ہے سر مونڈتا ہے، لبیں کاٹتا ہے، ناخن تراشتا ہے اور اس کی اجرت لیتا ہے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر داڑھی صاف کرتا ہے اور بودا بنا کر اجرت لیتا ہے تو یہ کمائی حرام ہے فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی مسلمان حجام کسی غیر مسلم عیسائی وغیرہ کی داڑھی مونڈ کر اجرت لے گا تو بھی حرام ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام ترکھانوں کا کام کرتے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرائی ہیں خود آنحضرت ﷺ نے عَلٰى قَرَارِيطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ ٹکے ٹکے پر اہل مکہ کی بکریاں چرائی ہیں۔ حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر دوسرے پارے کے آخر میں ہے مزدوروں کا کام کرتے تھے، کبھی کپڑے رنگتے تھے کبھی ماشکیوں کا کام کرتے تھے لوگوں کا پانی بھرتے تھے کبھی لوگوں کے جانور چراتے تھے جو کام ملا، کر لیا۔ جائز پیشہ کوئی بھی ہو اس پر کوئی قدغن کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اصل چیز ہے ایمان، اخلاص، عمل صالح، اتباع سنت۔

فرمایا آپ ان سے کہہ دیں حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔ نہ

ایمان لانے میں کوئی مجبور ہے اور نہ کفر کرنے میں کوئی مجبور ہے اور نہ کوئی نیکی اور بدی میں مجبور ہے۔ رب تعالیٰ نے اختیار دیا ہے جو کرنا ہے اپنی مرضی سے کرنا ہے اِنَّـا اَعْتَـدْنَـا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا بیشک ہم نے تیار کی ہے ظالموں کیلئے آگ جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور دنیا کی آگ میں لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے اگر مارنا مقصود ہو تو اُس آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن وہاں تو لَا یَمُوْتُ فِیْهَـا وَلَا یَحْیٰ ''نہ کوئی مرے گا اور نہ جیے گا۔'' اَحَـاطَ بِهِـمْ سُرَادِقُهَـا گھیرلیں گے ان کو اس آگ کے پردے، قناتیں۔ مجرموں کے اردا گرد آگ ہی آگ ہوگی، چھت آگ کی، کنارے آگ کے۔ جیسے خیمہ ہوتا ہے اور اس کے اردا گرد قناتیں ہوتی ہیں۔ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا اور اگر وہ مدد طلب کریں گے پیاسے ہوکر یُغَاثُوْا بِمَآءٍ ان کی مدد کی جائے گی ایسے پانی کیساتھ کَالْمُهْلِ جو تلچھٹ کی طرح ہوگا۔ تیل کے نیچے جو گند مند ہوتا ہے جس کو آدمی دیکھنا پسند نہیں کرتا اس کو تلچھٹ کہتے ہیں تو وہ پانی تلچھٹ کی طرح ہوگا۔ اور مُھْـل کا معنیٰ پگھلا ہوا تانبا بھی کرتے ہیں اس میں حرارت تیز ہوتی ہے وہ پلایا جائے گا یَشْوِی الْوُجُوْهَ وہ بھون دے گا ان کے چہروں کو ہونٹوں کیساتھ لگے ہونٹ جل جائیں گے وہ پی بھی نہیں سکیں گے۔ سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۱۷ میں ہے یَتَجَرَّعُهٗ گھونٹ گھونٹ کرکے اتارے گا دوزخی۔ جیسے گرم چائے وغیرہ کو تھوڑا تھوڑا کرکے پیتے ہیں۔ ان کو پیاس اتنی شدید ہوگی کہ پینے پر مجبور ہونگے وہ پیاس کا عذاب ہوگا۔ جس وقت چند قطرے اندر چلے گئے تو سورۃ محمد آیت نمبر ۱۵ میں ہے فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ''پس وہ کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو'' ریزہ ریزہ کردے گا اور وہ انتڑیاں پاخانے کے راستے سے نکل آئیں گی پھر وہ منہ کے راستے ڈالی جائیں گی۔ یہ صرف پیاس کی تکلیف ہوگی اور رہی بھوک، ایسی شدید تکلیف سے بھوک بجھانے کیلئے کیا

ملے گا؟ زَقُّوْم [واقعہ:۵۲] ضَرِیْع کانٹے دار جھاڑیاں [غاشیہ:۶] اور غِسْلِیْن زخموں کے دھوون [الحاقہ:۳۶] یہ تین چیزیں قرآن پاک میں مذکور ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ چیزیں اتنی کڑوی ہیں کہ ایک قطرہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے اور اتنی بدبودار کہ ایک قطرہ بدبو کا چھوڑا جائے تو اس کی بدبو سے تمام جاندار چیزیں ختم ہو جائیں، یہ دوزخیوں کو کھانا ملے گا۔تو فرمایا کہ اگر پانی کے سلسلے میں مدد طلب کریں گے تو ان کی امداد کی جائے گی ایسے پانی کیساتھ جیسے تلچھٹ ہے یا پگھلا ہوا تانبا جو ان کے چہروں کو بھون دے گا بِئْسَ الشَّرَابُ برا ہے وہ پانی وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا اور برا ہوگا آرام۔ مُرْتَفَقًا مصدر بھی ہے جس کا معنٰی ہے آرام۔اور آرام کیا ہونا ہے یہ تو ان پر طنز ہے۔ مُرْتَفَقًا اور ظرف کا صیغہ بھی ہے پھر معنٰی ہوگا اور بری ہے آرام کی جگہ، یہ تو کافروں کیلئے ہوگا۔

جنت کا نقشہ :

آگے ایمان والوں کے متعلق فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور خالی ایمان ہی نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے، عمل کا بڑا دخل ہے اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا بیشک ہم ضائع نہیں کریں گے اس شخص کا اجر جس نے اچھا عمل کیا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ لوگ ہیں ان کیلئے باغات ہونگے ہیشگی کے۔دنیا کے باغ وقتی ہیں اور ان کے پھل موسمی ہیں یعنی موسم ہوگا تو پھل ہوگا۔ جنت کے باغوں کی یہ خصوصیت ہے کہ اُکُلُھَا دَآئِمٌ ان کے پھل ہمیشہ ہونگے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ [واقعہ:۳۳] ''نہ ختم ہونگے اور نہ روکے جائیں گے۔'' دانہ توڑا دیکھتے ہی دوسرا لگ جائے گا کبھی ختم نہیں ہونگے جس جگہ سے کوئی پھل کھانا چاہے گا کوئی

رکاوٹ نہیں ہوگی۔ بڑے بڑے وسیع باغ ہونگے اوراوپر چڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ [الحاقہ:۲۳] اس کے پھل قریب ہونگے ارادہ کرے گا کہ یہ دانہ کھانا ہے وہ ٹہنی خود بخود جھک جائے گی۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنت کیا ہوگی؟ چھوٹی خدائی ہوگی لَهُم مَّا يَشَآءُونَ فِيهَا [ق:۳۵] ''ان کیلئے ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں۔'' تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ پہنائے جائیں گے ان باغوں میں کنگن سونے کے۔ اَسَاوِرَ اَسْوِرَةٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے کنگن۔ پہلے زمانے میں رواج تھا کہ بادشاہ اور رئیس سونے کے کنگن پہنتے تھے۔ جیسے آج کل آپ لوگوں نے گھڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔ یہاں سونے کے لفظ آئے ہیں اور سورہ دہر آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ''اوران کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔'' تو وہ جو چاہیں گے پہنائے جائیں گے، سونے کے چاہیں گے یا چاندی کے یا ہیرے کے ان میں کوئی عار اور شرم نہیں ہوگی۔ جیسے تم نے گھڑیوں کے چین پہن رکھے ہیں اور مسئلہ یاد رکھنا! کہ لوہے اور سٹیل کے جو چین ہیں یہ مکروہ ہیں چمڑے کا جائز ہے۔ ایک اور کوئی چیز آئی ہے جینز کہتے ہیں اچھی طرح معلوم نہیں ہے کیا کہتے ہیں وہ جائز ہے۔ البتہ لوہے اور سٹیل کے چین میں نماز تو ہو جائے گی۔ بعض حضرات غلو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی، نماز ہو جاتی ہے بس پہننا مکروہ ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے بازو میں لوہے کا کڑا دیکھا فرمایا'' یہ دوزخیوں کی علامت ہے۔'' اور عورتوں کیلئے سونے چاندی کے زیور بھی درست ہیں اور چین بھی درست ہیں۔ اور مردوں کیلئے جنت میں ہونگے جنت کا مسئلہ

علیحدہ ہے۔ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ اور پہنے گے کپڑے سبز رنگ کے باریک ریشم کے وَّاِسْتَبْرَقٍ اور موٹے ریشم کے۔ سرزمین عرب میں دوتین چیزوں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ ایک پانی کی، چونکہ پانی کی وہاں بڑی قلت تھی ایسے واقعات بھی ہیں کہ چوبیس چوبیس گھنٹوں کا سفر طے کر کے پانی لاتے تھے لہٰذا جہاں پانی دیکھتے تھے وہاں ڈیرہ لگا دیتے تھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جہاد کے سفر میں تھے اور آپ ﷺ کیساتھ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی عثمان ابن مظعون ؓ بھی تھے۔ ایک جگہ دیکھی کہ پانی ہے بڑے درخت ہیں اور سبزہ ہے دل بڑا خوش ہوا کیونکہ خشک علاقہ تھا سبزہ دیکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے خیال کیا کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر میں یہیں ڈیرہ لگا لوں۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ حضرت بڑی عمدہ جگہ ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں یہاں ٹھہر جاؤں۔

تبتل ممنوع ہے :

آنحضرت ﷺ نے نَھٰی عَنِ التَّبَتُّلِ تبتل سے منع فرمایا کہ شریعت اس زندگی کو پسند نہیں کرتی کہ بیوی بچوں کو چھوڑ دو بہن بھائیوں کو چھوڑ دو عزیز رشتہ داروں سے الگ تھلگ ہو جاؤ اپنی تن آسانی کیلئے یہ کوئی زندگی نہیں ہے۔ زندگی وہ ہے کہ دوسروں کی خدمت کرو، ماں باپ کی خدمت کرو، بیوی بچوں کی خدمت کرو، مہمانوں کی خدمت کرو، آنے جانے والوں کی خدمت کرو۔ یہ خدمت نفلی نماز اور نفلی روزوں سے زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ وہ عورتیں جن کا عقیدہ صحیح ہے اور نماز روزے کی پابند ہیں یہ جو گھر میں خدمت کرتی ہیں بچوں کا پیشاب پاخانہ صاف کرتی ہیں ہنڈیا پکاتی ہیں گھر میں جھاڑو پھیرتی ہیں اس کا ثواب ان کو نفلی عبادت سے زیادہ ملتا ہے اور یہ نفلی عبادت سے بڑی عبادت ہے۔ تو فرمایا وہ

کپڑے پہنیں گے سبز رنگ کے باریک ریشم کے اور موٹے ریشم کے مُتَّکِئِیْنَ فِیْھَا عَلَی الْاَرَآئِکِ. اَرَآئِک اَرِیْکَۃٌ کی جمع ہے اور اَرِیْکَۃٌ کا معنٰی ہے آرام دہ کرسی، ادھر ادھر پھرنے والی۔ وہ تکیہ لگائے ہوئے ہونگے آرام دہ کرسیوں پر نِعْمَ الثَّوَابُ بہت اچھا بدلہ ہے وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا اور کیا اچھا ہے آرام۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات مسلمین مسلمات کو نصیب فرمائے اور جنتی والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا
لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا
بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّ
فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ
أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ
قَالَ مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ
لَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ
وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ أَحَدًا ﴿۳۸﴾

وَاضْرِبْ لَهُمْ اور آپ بیان کریں ان کیلئے مَّثَلًا مثال رَّجُلَيْنِ دو آدمیوں کی جَعَلْنَا بنائے ہم نے لِأَحَدِهِمَا ان میں سے ایک کیلئے جَنَّتَيْنِ دو باغ مِنْ أَعْنَابٍ انگوروں کے وَّحَفَفْنٰهُمَا اور ہم نے گھیر لیا ان دونوں باغوں کو بِنَخْلٍ کھجوروں کیساتھ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا اور بنائی ہم نے ان دونوں کے درمیان زَرْعًا کھیتی كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ اٰتَتْ لاتے تھے أُكُلَهَا اپنا پھل وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا اور نہ کمی کرتے تھے اس پھل میں سے کسی چیز کی وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا اور ہم نے چلائی ان دونوں کے درمیان نہر وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ اور اس شخص کیلئے اور بھی پھل تھے فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ پس کہا اس نے اپنے

ساتھی کو وَھُوَ یُحَاوِرُہٗ اور وہ اس کیساتھ گفتگو کر رہا تھا اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالًا میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں وَّ اَعَزُّ نَفَرًا اور زیادہ ہوں تعداد میں وَدَخَلَ جَنَّتَہٗ اور وہ داخل ہوا اپنے باغ میں وَھُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والا تھا اپنے نفس پر قَالَ اس نے کہا مَآ اَظُنُّ میں نہیں خیال کرتا اَنْ تَبِیْدَ ھٰذِہٖٓ اَبَدًا کہ یہ باغ ہلاک ہوگا کبھی بھی وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَۃَ اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت قَآئِمَۃً قائم ہونے والی ہے وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اور اگر میں لوٹایا گیا اِلٰی رَبِّیْ اپنے رب کی طرف لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْھَا البتہ میں ضرور پاؤں گا ان باغات سے بہتر مُنْقَلَبًا لوٹنے کی جگہ قَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ کہا اس کو اس کے ساتھی نے وَھُوَ یُحَاوِرُہٗٓ اور وہ اس کیساتھ گفتگو کر رہا تھا اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا خَلَقَکَ جس نے تجھے پیدا کیا ہے مِنْ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ پھر نطفے سے ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا پھر تجھے برابر کر دیا ایک مرد لٰکِنَّاْ ھُوَ لیکن میں کہتا ہوں وہ اللّٰہُ رَبِّیْ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے وَلَآ اُشْرِکُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا اور میں شریک نہیں ٹھہراتا اپنے رب کیساتھ کسی ایک کو۔

اس سے پہلے رکوع میں تم پڑھ چکے ہو کہ کفار قریش کا نمائندہ وفد جوان کے سرداروں اور وڈیروں پر مشتمل تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی باتیں ٹھنڈے دل کیساتھ سننے کیلئے تیار ہیں مگر اس شرط کیساتھ کہ ان غریب اور کمزور لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دو ہم گوارہ نہیں کرتے کہ ہم سرداروں کی مجلس میں کمزور لوگ بیٹھیں۔ ان کمزور لوگوں کیساتھ بیٹھنا ہماری توہین ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے

فرمایا آپ ان سے کہہ دیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ''حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' رب تعالیٰ نہ کسی کو کفر پر مجبور کرتا ہے اور نہ ایمان پر مجبور کرتا ہے۔ سرداروں کو اپنے مال دولت پر گھمنڈ تھا تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ناپائیداری کا ذکر فرمایا ہے اور اس سلسلے میں پورے رکوع میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔

مشہور تفسیر ''درمنثور'' وغیرہ میں لکھا ہے کہ شام کے علاقہ میں رملہ شہر تھا اس کے پاس نہر تھی اور نہر کے پاس ایک مالدار آدمی رہتا تھا اس کے علاوہ اور بھی کافی لوگ وہاں آباد تھے۔ اس امیر آدمی کے دو انگوروں کے باغ تھے اور اس کے اردگرد کھجوروں کی باڑ لگائی ہوئی تھی اور انگوروں اور کھجوروں کے علاوہ جو پھل اس علاقے میں ہو سکتے تھے وہ بھی وہاں موجود تھے۔ اس علاقہ کو شام بھی کہتے تھے، ارض مقدس اور کنعان بھی کہتے تھے۔ اردن، لبنان، فلسطین اور جو علاقہ اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا ایک ملک تھا۔ وہاں بے شمار پیغمبروں کی قبریں ہیں اور بڑا زرخیز علاقہ ہے ٹھنڈا پانی ہے برطانیہ خبیث نے ۱۹۱۷ء میں اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اب شام علیحدہ ہے اردن علیحدہ ہے لبنان علیحدہ ہے اور جو علاقہ یہودیوں کے پاس ہے وہ علیحدہ ہے اور ان کی ایسی ذہن سازی کی ہے کہ باوجود مسلمان ہونے کے ایک دوسرے کو ملنے کیلئے تیار نہیں ہیں اور سارے یہودیوں سے مار کھا رہے ہیں۔ برطانیہ کے بعد اب امریکہ کی چودھراہٹ ہے سعودیہ سمیت سارے امریکہ کے بیٹے بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں......

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلًا اور آپ بیان کریں ان دولت مندوں کیلئے ایک مثال رَّجُلَیْنِ دو آدمیوں کی جَعَلْنَا لِاَحَدِھِمَا جَنَّتَیْنِ بنائے ہم نے ان دو میں سے ایک کیلئے

دو باغ مِنْ اَعْنَابٍ انگوروں کے وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ اور ہم نے گھیر لیا ان انگوروں کے دونوں باغوں کو کھجوروں کیساتھ۔ان کے کناروں پر کھجوریں تھیں تاکہ دیواروں کا کام بھی دیں اور پھل بھی لائیں وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا اور بنائی ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتی كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ اٰتَتْ اُكُلَهَا لاتے تھے اپنا پھل وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا اور نہ کمی کرتے تھے اس پھل میں سے کسی چیز کی یعنی عادت کے مطابق جتنا پھل ہونا چاہیے تھا دونوں باغ اتنا پھل لاتے اور ان باغوں کا محل وقوع ایسا تھا کہ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا اور ہم نے چلائی ان دونوں کے درمیان نہر ان کے درمیان سے نہر گذرتی تھی اور صرف یہی نہیں کہ انگور اور کھجوریں تھیں وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ اور اس شخص کیلئے اور بھی پھل تھے۔قرآن پاک میں انگور اور کھجور کا ذکر بکثرت آتا ہے یہ دونوں پھل دیر تک رہتے ہیں اور سالہا سال تک خراب نہیں ہوتے۔انگور کو خشک کر کے منقّی بنایا جاتا ہے اور کشمش بنائی جاتی ہے۔باقی پھل موسمی ہیں اب سائنس کی ترقی کی وجہ سے ان پھلوں کی حفاظت کیلئے بھی کولڈ سٹور بنائے ہوئے ہیں لیکن جو مزا اور لذت تازہ پھل میں ہوتی ہے وہ سٹور والے میں نہیں ہوتی بس لوگ اس کو پھل سمجھ کر کھاتے ہیں حالانکہ بسا اوقات مضر صحت بھی ہوتے ہیں۔تو خیر ان باغوں کا جو مالک تھا وہ کافر مشرک تھا اس کا ایک دوست تھا جو کہ مومن موحد تھا لیکن مالی طور پر کمزور تھا۔موحد اس کو سمجھاتا رہتا تھا کہ دیکھ بھئی! رب تعالیٰ نے تجھے بہت کچھ دیا ہے اس کو اس طرح مان جس طرح ماننے کا حق ہے اس کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔قیامت کا اقرار کر کلمہ پڑھ لے جو اس زمانے میں تھا آنحضرت ﷺ سے پہلے۔اللہ تعالیٰ کے دین صحیح کو قبول کر تیری دنیا بھی باقی رہے گی اور آخرت بھی بن جائے گی۔فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ پس کہا اس کافر مشرک نے جو باغ کا مالک تھا اپنے ساتھی کو جو موحد

تھا وَهُوَ يُحَاوِرُهُ اور وہ اس کیساتھ گفتگو کر رہا تھا مُحَاوَرَة کے معنٰی گفتگو کے ہیں۔ کہنے لگا کہ تم مجھے روزانہ کوستے رہتے ہو کہ میں کافر ہوں مشرک ہوں دیکھتے نہیں ہو اَنَـا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا میں زیادہ ہوں تجھ سے مال میں وَّ اَعَزُّ نَفَرًا اور زیادہ ہوں تعداد میں، بیٹے ہیں غلام ہیں نوکر چاکر ہیں مال و دولت ہے۔ اگر رب میرے اوپر ناراض ہوتا تو یہ چیزیں مجھے دیتا؟ بلکہ رب تجھ سے ناراض ہے کہ تجھے کھانے کیلئے وافر نہیں دیا۔ مثل مشہور ہے کہ دشمن کبھی دشمن کو نوازتا نہیں ہے۔ اگر رب میرے ساتھ دشمنی کرتا تو مال دولت کیوں دیتا اور مشرکوں نے ہر دور میں اس بات کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔

مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں :

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر ان کی اس بات کا رد فرمایا ہے کہ مال کا دینے نہ دینے کا سلسلہ اور ہے اور رضا، عدم رضا کا سلسلہ اور ہے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ راضی پیغمبروں پر ہے اور پھر تمام پیغمبروں کے امام اور سردار خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ راضی ہے۔ لیکن آپ کی مالی حیثیت یہ تھی کہ چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس میں چراغ بھی نہیں تھا اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو دو ماہ ہمارے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کیلئے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ پھر وقت کیسے گذرتا تھا؟ تو فرماتی ہیں کہ ردی قسم کی کھجوریں ہوتی تھیں جن کو لوگ خوش ہو کر نہیں کھاتے تھے وہ کبھی ہمیں مل جاتی تھیں اور کچھ دودھ انصار تحفے کے طور پر دے جاتے تھے جس سے گذارہ ہو جاتا تھا۔ تو اگر مال خوشی اور ناراضگی کا معیار ہوتا تو آپ ﷺ کی مالی پوزیشن یہ نہ ہوتی کہ فاقہ پہ فاقہ آتا ہے اور آپ ﷺ اپنا جوتا مبارک اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے۔ ایک عورت خود کپڑے بُنتی

تھی کھڈی پر اس بی بی نے آپ ﷺ کی تہبند دیکھی کہ بہت پرانی ہے ایک لنگی بُن کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی کہ حضرت آپ یہ استعمال کریں۔ آپ ﷺ نے بدل لی نئی پہن کر آئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہ مجھے دے دو۔ سارے لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے کہ تم نے آپ ﷺ سے لنگی کیوں مانگی ہے؟ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ پرانی لنگی بدل کر یہ پہن کر تشریف لائے ہیں تمہیں مانگتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے لنگی استعمال کرنے کیلئے نہیں مانگی بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ یہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کیساتھ لگی ہے اس کو میں اپنے کفن کیلئے رکھوں گا۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اس روایت کی بنا پر فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنا کفن اپنے پاس رکھے تو جائز ہے مگر اپنی قبر کھود کر رکھے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ معلوم نہیں کہاں مرنا ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ [لقمان:۳۴] ''اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کس زمین پر مرے گا کیونکہ یہ غیب کا علم ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کا معیار مال و دولت نہیں ہے بلکہ دین اور ایمان ہے اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِی الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ ''بیشک اللہ تعالیٰ دیتا ہے دنیا اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی جس کیساتھ محبت نہیں کرتا۔'' قارون جیسے باغی اور سرکش کو بھی دنیا دی۔ آج بھی دنیا میں اکثر مالدار وہی لوگ ہیں وَلَا يُعْطِی الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ ''اور ایمان نہیں دیتا مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔'' ایمان صرف ان کو دیتا ہے جن کیساتھ رب تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا يُعْطِی الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ اور ایک روایت میں ہے کہ رب دین صرف اس کو دیتا ہے جس کیساتھ رب کی محبت ہوتی ہے۔'' تو جس کو ایمان کی دولت نصیب ہے وہ سمجھے کہ رب تعالیٰ اس سے

راضی ہے۔

تو کافر مشرک نے اپنے مومن ساتھی سے کہا جب وہ اس کیساتھ گفتگو کر رہا تھا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور گنتی اور افراد کے لحاظ سے بھی زیادہ ہوں وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ اور وہ ظالم مشرک داخل ہوا اپنے باغ میں وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والا تھا اپنے نفس پر کفر اور شرک کی وجہ سے قَالَ اس نے کہا مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ ہلاک ہوگا کبھی بھی۔ کیونکہ باغ کے ہلاک ہونے اور اجڑنے کی ظاہری صورتیں یہ ہیں کہ اس کو پانی نہ ملے تو درخت خشک ہو جاتے ہیں اور ان میں نہریں چل رہی ہیں یا باغ کی دیکھ بال کرنے کیلئے مالی نہ ہوں وَاَعَزُّ نَفَرًا اور میرے پاس بڑے آدمی ہیں۔ تو یہ دونوں چیزیں میسر ہیں لہٰذا یہ کبھی تباہ نہیں ہونگے اور جس قیامت کا تم مجھے بار بار کہتے ہو وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے خواہ مخواہ تم مجھے قیامت سے ڈراتے ہو اول تو قیامت آئے گی نہیں وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ اور اگر بالفرض میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف قیامت آگئی لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا البتہ میں ضرور پاؤں گا ان باغات سے بہتر لوٹنے کی جگہ۔ جس رب نے مجھے یہاں دیا ہے وہاں مجھے کیوں نہیں دے گا۔ کافر مشرک نے یہ سمجھا کہ رب مجھ سے راضی ہے تبھی تو مجھے یہاں دیا ہے لہٰذا قیامت ہوئی تو وہاں بھی مجھے دے گا قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ کہا اس کو اس کے مومن ساتھی نے وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ اور وہ مومن اپنے اس مشرک ساتھی سے گفتگو کر رہا تھا اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے پیدا کیا ہے مٹی سے کہ آدم علیہ السلام کو خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ پیدا کیا مٹی سے۔ پھر آگے نسل انسانی چلی اور دوسری صورت یہ ہے کہ انسان اب

بھی مٹی سے پیدا ہوتا ہے وہ اس طرح کہ مادہ تولید جس خون سے پیدا ہوتا ہے وہ خون اناج، پھل اور سبزیوں سے بنتا ہے جو انسان کی خوراک ہیں اور یہ تمام چیزیں مٹی سے پیدا ہوتی ہیں تو گویا انسان مٹی سے ہی پیدا ہوا۔ رب تعالیٰ نے اس کو مٹی سے ہی پیدا کیا ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر حقیر قطرے نطفے سے رب تعالیٰ نے پیدا کیا ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلاً پھر تجھے برابر کر دیا ایک مرد، اس رب کے احکام کا تم انکار کرتے ہو لٰكِنَّا۟ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ لیکن میں تو کہتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے اس کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا اور میں شریک نہیں ٹھہراتا اپنے رب کیساتھ کسی ایک کو۔ نہ فرشتوں میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ پیغمبروں میں سے کوئی اس کا شریک ہے، نہ اولیاء میں سے اس کا کوئی شریک ہے، نہ شہیدوں میں سے کوئی اس کا شریک ہے وہ ذات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے وہ اپنے کاموں میں بھی وحدہ لاشریک ہے۔ باقی واقعہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

❁ ❁ ❁

وَلَوْلَآ

اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ۚ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ۙ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ؕ هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع ۱۷

وَلَوْ لَآ اور تو نے ایسا کیوں نہ کیا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں قُلْتَ تو کہتا مَا شَآءَ اللّٰہُ جو چاہے اللہ تعالیٰ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ نہیں قوت مگر اللہ تعالیٰ کیساتھ اِنْ تَرَنِ اگر تو دیکھتا ہے مجھے اَنَا اَقَلَّ مِنْکَ مَالاً میں بہت کم ہوں تجھ سے مال میں وَّوَلَدًا اور اولاد میں فَعَسٰی رَبِّیْٓ پس قریب ہے کہ میرا رب اَنْ یُّؤْتِیَنِ یہ کہ دیدے مجھے خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ بہتر تیرے باغ سے وَیُرْسِلَ عَلَیْھَا اور بھیجے اس باغ پر حُسْبَانًا بجلی مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے فَتُصْبِحَ پس ہو جائے وہ باغ صَعِیْدًا میدان زَلَقًا صاف اَوْیُصْبِحَ مَآؤُھَا یا ہو جائے اس باغ کا پانی غَوْرًا بہت گہرا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَہٗ

طَلَبًا پس ہرگز نہیں طاقت رکھے گا تو اس کے طلب کی وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ اور احاطہ کرلیا گیا اس کے پھلوں کا فَاَصْبَحَ پس ہوگیا یُقَلِّبُ كَفَّيْهِ ملتا تھا اپنے ہاتھ عَلٰى مَا اَنْفَقَ اس چیز پر جو اس نے خرچ کیا فِيْهَا اس میں وَهِيَ خَاوِيَةٌ اور وہ گرا ہوا تھا عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنے چھپروں پر وَيَقُوْلُ اور اس نے کہا يٰلَيْتَنِيْ کاش کہ میں لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا نہ شریک ٹھہراتا اپنے رب کیساتھ کسی کو وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ اور نہیں تھی اس شخص کیلئے کوئی جماعت يَّنْصُرُوْنَهٗ جو اس کی مدد کرتی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا اور نہ وہ خود انتقام لے سکتا تھا هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ یہاں پر سارے اختیارات لِلّٰهِ الْحَقِّ اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو سچا ہے هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وہ بہتر ہے بدلہ دینے کے اعتبار سے وَّخَيْرٌ عُقْبًا اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

رکوع کے پہلے حصے میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ ملک شام میں رملہ شہر کے پاس ایک نہر چلتی تھی اور اب بھی ہے۔ اس نہر کے قریب دو دوست رہتے تھے۔ ایک پکا موحد تھا اور دوسرا پکا کافر مشرک تھا مشرک کے پاس بڑے وسیع رقبے میں دو انگوروں کے باغ تھے اور ان کی باڑ کھجوروں کی تھی اور اس کے علاوہ اور پھل بھی تھے اور زراعت بھی تھی۔ افرادی اعتبار سے بھی اس کو کثرت حاصل تھی۔ اور جو موحد تھا وہ غریب تھا بیچارے کو کبھی کھانے کو ملتا تھا اور کبھی نہیں ملتا تھا اولاد بھی تھوڑی تھی۔ فطرت اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ غریب آدمی کا کوئی ساتھ نہیں دیتا برادری میں جو امیر اور مالدار ہو جائے تو سارے اپنا رشتہ اس کیساتھ جوڑتے ہیں یہ ہمارا ہے۔ اور اگر مالی لحاظ سے گر جائے تو آنکھیں چرا لیتے

ہیں۔کمزور کا کوئی نہیں ہے اور طاقت ور کے سب ہیں۔یہ موحد مشرک دوست کو سمجھا تا رہتا تھا کہ تو اپنا عقیدہ درست کر لے اور آخرت سنوار لے۔ایک دن اس مشرک نے طعنہ دیا کہ تم مجھے کہتے ہو کہ میں رب کا نافرمان ہوں مشرک ہوں اور رب میرے اوپر راضی نہیں ہے اگر رب مجھ پر راضی نہیں ہے تو اس نے مجھے باغ اور اولاد کیوں دی ہے یہ میرے نوکر چاکر افرادی قوت کیوں دی ہے؟ اور تیرے اوپر اچھا راضی ہے کہ تجھے سیر ہو کر کھانا بھی نہیں ملتا اور نہ تجھے زیادہ اولاد دی ہے نہ تمہارے آگے پیچھے نوکر پھرتے ہیں۔موحد نے کہا دیکھو! مال و دولت کا معاملہ الگ ہے یہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر راضی ہوتا ہے اس کو دیتا ہے اور جس پر راضی نہیں ہوتا اس کو نہیں دیتا۔تم مال، دولت، اولاد پر گھمنڈ نہ کرو اور اپنے پیدا کرنے والے کی ناشکری نہ کرو۔میں تو یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے اس کے سوا اور کوئی میرا رب نہیں ہے۔وہ مشرک جب باغ میں داخل ہوا تو بڑے متکبرانہ انداز میں داخل ہوا اپنے ساتھی کو نیچا دکھانے کیلئے کہ یہ میرا باغ ہے اور تم بھوکے مرتے ہو اور مجھے کہتے ہو کہ تو مشرک ہے اس پر اس اللہ کے بندے موحد نے کہا وَلَوْ لَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ اور تو نے ایسا کیوں نہ کیا اور ایسا کیوں نہ ہوا جب تو داخل ہوا اپنے باغ میں قُلْتَ تو کہتا مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ جو چاہے اللہ تعالیٰ وہی ہوتا ہے نہیں قوت مگر اللہ تعالیٰ کیساتھ۔قوت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

نظرِ بد سے بچنے کا وظیفہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نظر بد سے بچنے کیلئے یہ دعا اور وظیفہ ہے مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. اور نظر لگ جاتی ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَلَھَا رُقْیَۃٌ ''نظر لگنا بھی حق ہے اور اس کا دم بھی ہے۔'' نظر کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی کو دیکھ

کراس کی خوبصورتی پر تعجب کرے کہ کیسا خوبصورت ہے کیسا سوہنا ہے تو جب یہ اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس میں عیب پیدا کر دیتا ہے کہ میں حسن دینے پر قادر ہوں تو عیب دار بنانے پر بھی قادر ہوں۔ اسی طرح کسی کی صحت پر تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ اتنا صحت مند ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بیمار کر دیتا ہے اور اگر کسی کے مال پر تعجب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مال میں کمی کر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ کرنے والا رب ہے نظر لگانے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے اس کا کام صرف تعجب کرنا ہے حیران ہونا ہے۔ اگر دیکھنے والا یہ دم پڑھے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تو پھر نظر بد نہیں لگتی کیونکہ اب ہر شے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگئی ہے اور یہ قرآنی دم ہے۔ اور ایک حدیث میں بھی آتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمات مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ کر پھونک دیئے جائیں تو اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچا دیتے ہیں۔

تو اس موحد نے کہا اِنْ تَرَنِ اگر تو دیکھتا ہے مجھے اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا میں بہت کم ہوں تجھ سے مال میں اَقَلَّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے معنٰی ہوگا بہت ہی کم وَّوَلَدًا اور اولاد کے لحاظ سے بھی تیرے سے بہت ہی کم ہوں۔ فرمایا اے ساتھی فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ پس قریب ہے ممکن ہے کہ میرا رب یہ کہ دیدے مجھے بہتر تیرے باغ سے دنیا میں کہ وہ قادر مطلق ہے اس کی قدرت سے کوئی بعید نہیں ہے اور آخرت میں تو ہمیشہ کے باغوں کا وعدہ ہے نیکوں کیساتھ۔ اور اے میرے ساتھی مشرک دولت پر گھمنڈ کرنے والے اور باغات پر ناز کرنے والے ہوسکتا ہے وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ اور بھیجے تیرے اس باغ پر بجلی آسمان سے۔ آسمان سے بجلی گرتی ہے جس سے بندے بھی مرتے ہیں، جانور بھی مرتے ہیں اور مکان بھی تباہ ہوتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ تیرے باغات کو بجلی سے تباہ کردے فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا پس ہو جائے میدان صاف پھسلنے کے قابل۔اس وقت تو اس میں پھول دار اور پھل دار درخت ہیں ہر طرح کے میوؤں کے درخت ہیں یہ سب درخت ختم ہو جائیں اور یہ باغ والی جگہ صاف میدان ہو جائے اور میدان بھی ایسا کہ وہاں سے پھسلنا شروع کردے اس قادر مطلق کیلئے کوئی کام مشکل نہیں ہے اَوْيُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا یا ہو جائے اس باغ کا پانی بہت گہرا نیچے چلا جائے فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا پس ہرگز طاقت نہیں رکھے گا تو اس پانی کے طلب کی کہ اتنا گہرا ہو جائے کہ تم پانی نکال ہی نہ سکو اور ظاہر بات ہے کہ کھیتی کو جب پانی نہ لگے تو وہ پرورش نہیں پاسکتی۔اب دیکھو! علاقے ایسے ہیں کہ اتنی خشک سالی ہے کہ لوگ وہاں سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں ہیں۔اور احادیث میں آتا ہے کہ دجال لعین کے خروج سے پہلے خشک سالی اور قحط ہونگے ،لڑائیاں ہونگی ،قتل وغارت بھی ہوگی ، ہر برائی ہوگی ،حکمران پرلے درجے کے کمینے اور بددیانت ہونگے اور آپ نے جو کچھ فرمایا سچ فرمایا وہ سب کچھ ہورہا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ اور احاطہ کرلیا گیا اس کے پھلوں کا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بجلی گری سب باغات ختم ہو گئے۔باغات پر کیا ہوا خرچ کھاد گوڈی وغیرہ کی مزدوری بھی سب ضائع ہوگئی،رب تعالیٰ کے عذاب میں آگئے فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ پس ہو گیا ملتا تھا اپنے ہاتھ عَلٰى مَا اَنْفَقَ فِيْهَا اس چیز پر جو اس نے خرچ کیا کف افسوس ملنے لگا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا اور وہ باغ گرا ہوا تھا اپنے چھپروں پر۔انگوروں کے باغ ستونوں پر کھڑے کر کے چھپر بنائے جاتے ہیں اور ان پر انگوروں کی بیلیں چڑھاتے ہیں۔تو پہلے ستون گرے پھر چھتیں گریں بیلوں کیساتھ اور سب پھل ختم ہو گئے وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اور کہا اس مشرک

نے اس وقت کاش میں لَمْ اُشْرِکْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا نہ شریک ٹھہراتا اپنے رب کیساتھ کسی کو۔لیکن ایسے ہی موقع پر کہا گیا ہے......

؎ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب تکبر اور گھمنڈ کا مزا چکھو۔موحد کیساتھ جو استہزاء اور مسخرہ تم نے کیا اب اس کا مزا تم نے چکھ لیا وَلَمْ تَکُنْ لَّهٗ فِئَةٌ اور نہیں تھی اس شخص کیلئے کوئی جماعت یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو اس کی مدد کرتی اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔حالانکہ وہ فخریہ کہتا تھا اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالًا میں مال میں تجھ سے زیادہ ہوں وَّاَعَزُّ نَفَرًا اور زیادہ ہوں تعداد میں۔میرے افراد خانہ نوکر چاکر بہت زیادہ ہیں لیکن اب کوئی بھی کام نہ آیا اور رب تعالیٰ کی گرفت سے نہ اہل خانہ بچا سکے نہ نوکر چاکر نہ ساتھی نہ جھوٹے معبود اور کف افسوس ملتا رہا۔ وَمَا کَانَ مُنْتَصِرًا اور نہ وہ خود انتقام لے سکتا تھا۔انتقام تو وہ لے سکتا ہے جو سخت اور قوت والا ہو اور رب تعالیٰ کی ذات سے زیادہ سخت اور قوت والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اَلْقَوِیُّ قوت والا ہے۔سورہ انعام میں ہے بَلْ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وہ اپنی ساری مخلوق پر غالب ہے اس سے بدلہ کس نے لینا ہے هُنَالِکَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ یہاں پر سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو سچا ہے وَلَایَةُ واو کے فتح کیساتھ معنٰی ہے اختیار۔

سارے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں :

سب کے سب اختیار اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے کائنات کا اختیار کسی کو نہیں دیا۔بعض اہل بدعت کہتے ہیں مُخْتَارُ مُلْکِ اللّٰهِ آنحضرت کو سارے ملک کا اختیار ہے حَاشَا وَکَلَّا اللہ تعالیٰ نے خدائی اختیارات میں سے ایک رتی اختیار بھی کسی کو نہیں دیا۔اسی لئے آنحضرت ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ لَّا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ [یونس:۴۹] ''اے پیغمبر علیہ السلام! آپ کہہ دیں اعلان کر دیں کہ میں مالک نہیں ہوں اپنی جان کیلئے نقصان کا نہ نفع کا مگر جو رب چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اور سورت جن میں ہے اِنِّی لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ''اور بیشک میں مالک نہیں ہوں تمہارے نقصان اور نفع کا۔'' جب آپ ﷺ مالک نہیں ہیں تو اور کسی کی کیا حیثیت ہے کہ وہ مالک ہو جب آپ ﷺ کو اختیارات حاصل نہیں ہیں تو پھر اور کس کو اختیارات حاصل ہیں؟ تو فرمایا یہاں سارے اختیارات اللہ سچے کیلئے ہیں هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وہ بہتر ہے بدلہ دینے کے اعتبار سے وَّخَیْرٌ عُقْبًا اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔ سب کا بدلہ بھی اس کے پاس ہے اور سب کا انجام بھی اسی کے پاس ہے اسی پر اعتماد کرو اور اسی کے دروازے پر جھکو۔

۞ ۞ ۞

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ ۚ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع

وَاضْرِبْ لَهُمْ اورآپ بیان کریں ان کیلئے مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کی مثال كَمَآءٍ جیسے پانی اَنْزَلْنٰهُ اتارا ہم نے اس کو مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے فَاخْتَلَطَ بِهٖ پس مل گیا اس پانی کیساتھ نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کا سبزہ فَاَصْبَحَ پھر ہوگیا وہ هَشِيْمًا چورا چورا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ اڑاتی پھرتی ہیں اس کو ہوائیں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ مال اور بیٹے زِيْنَةُ

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کی زینت ہیں وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی اچھی چیزیں خَیْرٌ بہتر ہیں عِنْدَ رَبِّکَ تیرے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَّخَیْرٌ اَمَلًا اور بہتر ہیں امید کے لحاظ سے وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو وَتَرَی الْاَرْضَ اور دیکھے گا تو زمین کو بَارِزَةً کھلی وَّحَشَرْنٰهُمْ اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا پس ہم نہیں چھوڑیں گے ان میں سے کسی ایک کو وَعُرِضُوْا اور پیش کیے جائیں گے عَلٰی رَبِّکَ آپ کے رب کے سامنے صَفًّا صف در صف لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا البتہ تحقیق تم لائے ہو ہمارے پاس کَمَا خَلَقْنٰکُمْ جیسا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تھا اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی دفعہ بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَکُمْ یہ کہ ہم نہیں کریں گے تمہارے لئے مَّوْعِدًا کوئی وعدے کا وقت وَوُضِعَ الْکِتٰبُ اور رکھے جائیں گے دفتر فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ پس دیکھے گا تو مجرموں کو مُشْفِقِیْنَ خوفزدہ ہونگے مِمَّا فِیْهِ اس چیز سے جو اس کے اندر ہے وَیَقُوْلُوْنَ اور کہیں گے یٰوَیْلَتَنَا ہائے افسوس ہم پر مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ کیا ہے اس کتاب کو لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو وَّلَا کَبِیْرَةً اور نہ بڑی چیز کو اِلَّآ اَحْصٰهَا مگر اس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے وَوَجَدُوْا اور وہ پائیں گے مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے عمل کیا حَاضِرًا اپنے سامنے وَلَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا اور نہیں ظلم کرتا آپ کا رب کسی پر بھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَاضْرِبْ لَهُمْ اور آپ بیان کریں ان کیلئے ان

کے سامنے مَثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کی مثال دنیا کی زندگی کی ناپائیداری اور بے ثباتی کی مثال ایسے ہی ہے کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جیسے پانی اتارا ہم نے اس کو آسمان کی طرف سے بارش نازل ہوتی ہے فَاخْتَلَطَ بِهٖ پس مل گیا اس بارش کیساتھ نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کا سبزہ۔ بارش ہوتی ہے سبزیاں اگتی ہیں مختلف قسموں کی اور عجیب و غریب قسم کے پھول پیدا ہوتے ہیں اور گندم، چاول، اناج وغیرہ پیدا ہوتے ہیں زمین ہری بھری ہوتی ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ خشک ہو جاتی ہے فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا پس ہو جاتی ہے چورا چورا، پھر اس کو کاٹتے ہیں اور دانے نکالتے ہیں تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ہوائیں اس کو اڑاتی ہیں تو جس طرح زمین میں یہ سبزہ اور فصلیں ہمیشہ نہیں رہتیں اسی طرح تمہاری زندگی بھی ہمیشہ کیلئے نہیں ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے، خوشی ہوتی ہے پھر وہ جوان ہوتا ہے پھر بابا بن جاتا ہے۔ ہل جل بھی نہیں سکتا پھر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔ اس آیت کریمہ کی روشنی میں خواب کی تعبیر میں جو ماہر ہیں وہ بتلاتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی خواب میں پانی دیکھے تو اس سے مراد زندگی ہوگی صاف پانی دیکھے تو صاف زندگی ہوگی گدلا پانی دیکھے تو پریشانی والی زندگی ہوگی۔ اگر پانی زیادہ دیکھے تو زیادہ زندگی ہوگی۔ جس طرح دیکھے گا اسی طرح اس کے سامنے ہوگا۔ فرمایا اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ مال اور بیٹے زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ لوگ ان پر فخر کرتے ہیں خوش ہوتے ہیں وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی اچھی چیزیں خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ بہتر ہیں تیرے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَّخَیْرٌ اَمَلًا اور بہتر ہیں امید کے لحاظ سے بھی۔

باقیات صالحات سے کیا مراد ہے :

باقیات الصالحات سے کیا مراد ہے؟ تو تفسیروں میں بہت کچھ کہا گیا ہے مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھے گا تو اس کا نتیجہ اور پھل باقی رہے گا۔کوئی ایک دفعہ کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ تو جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے ایک دفعہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو جنت میں ایک درخت لگ جائے گا ایک دفعہ اللہ اکبر کہا جنت میں ایک درخت لگ گیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے معراج کی رات جب آنحضرت ﷺ کی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِقْرَأْ مِنِّیْ اُمَّتَکَ السَّلَامَ ''میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا۔'' عَلَيْهِ وَعَلٰی نَبِيِّنَا وَعَلٰی جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَالتَّسْلِيْمَاتُ. بڑی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی وساطت سے اپنا سلام اس امت تک پہنچایا اور فرمایا ان کو میرا پیغام دے دینا کہ جنت کی زمین بالکل سفید ہے اور بڑی زرخیز ہے اس میں جو درخت اور باغات ہیں وہ تمہارے عمل ہیں۔ایک دفعہ سبحان اللہ کہو گے جنت میں درخت لگ جائے گا الحمد للہ کہو گے درخت لگ جائے لا الٰہ الا اللہ کہو گے درخت لگ جائے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو گے درخت لگ جائے گا۔تو جو اچھی بات تم نے منہ سے نکالی وہ آخرت کی دولت بن کے باقی رہے گی تو یہ کلمات کثرت سے پڑھنے چاہئیں ،درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے، توبہ استغفار کثرت سے کرو۔اور تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ انسان کی جب وفات ہو جاتی ہے تو اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر نیک اولاد اور اس کی

اولاد آگے ان کی نیک اولاد جب تک رہے گی اور نیکیاں کرتی رہے گی اس کا ثواب اس مرنے والے کو ملتا رہے گا پہنچتا رہے گا۔ ایک آدمی فوت ہوگیا اس کے دینی شاگرد، شاگرد در شاگرد جب تک دینی تعلیم دیتے رہیں گے ثواب اس کو پہنچتا رہے گا۔ کسی نے مسجد بنا دی، مدرسہ بنا دیا جب تک یہ قائم ہیں اس کا ثواب اس کو بدستور پہنچتا رہے گا۔ اگر کہیں سڑک کی ضرورت ہے سڑک بنادی، مسافر خانے کی ضرورت ہے مسافر خانہ بنوا دیا، ہسپتال کی ضرورت ہے ہسپتال بنوا دیا لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو ثواب پہنچتا رہے گا۔ یہ سب صدقہ جاریہ ہیں، باقیات صالحات ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس طرف کوئی دھیان ہی نہیں کرتا۔ لوگ شادیوں کے موقع پر بے تحاشا خرچ کرتے ہیں محض نام کیلئے اور جب کوئی نیکی کی بات آتی ہے اچھی جگہ خرچ کرنے کیلئے کہا جاتا ہے تو منہ بنا لیتے ہیں پیشانی پر بل ڈال لیتے ہیں الا ماشاء اللہ ہزار میں سے کوئی ایک دو نکلیں گے جو نیکی کے راستے میں خرچ کرنے والے ہونگے لہٰذا اپنی زندگی میں کوشش کرو کہ تمہارا کوئی نہ کوئی صدقہ جاری ہو مسجد کی شکل میں، مدرسہ کی شکل میں، کسی شکل میں ہوتا کہ وہ نیکی تمہاری باقی رہے دنیا میں کب تک رہنا ہے۔

فرمایا باقیات صالحات خَیْرٌ بہتر ہیں عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا آپ کے رب کے ہاں بدلے کے لحاظ سے اور بہتر ہیں امید کے لحاظ سے کہ امید رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے لئے مفید بنائے گا۔ اور دو ساتھیوں کی گفتگو کے دوران مومن موحد نے قیامت کا حوالہ بھی دیا تھا کہ قیامت آئے گی اور کافر مشرک نے کہا تھا مَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت آئیگی۔ یہ جو منکرین قیامت ہیں وہ یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ قیامت نام ہے توڑ پھوڑ کا تو یہ بڑے بڑے پہاڑ کہاں جائیں گے ان کو کون برباد کرے

گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یاد رکھو! وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو۔ یہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو کر دُھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ کیا چھوٹے اور کیا بڑے وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً اور دیکھے گا تو زمین کو بالکل کھلی۔ آج تو تمہیں زمین میں اونچ نیچ نظر آتی ہے ٹیلوں اور پہاڑوں کی وجہ سے۔ قیامت آئے گی پہاڑ ٹیلے ختم کر دیئے جائیں گے گڑھے مٹی سے بھر دیئے جائیں گے اور یہ زمین بالکل ہموار ہو جائے گی صَفْصَفًا لَا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا [طٰہٰ: ۱۰۶، ۱۰۷] ہموار زمین نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلہ۔'' اگر مغرب کی طرف سے انڈا لڑھکایا جائے گا تو مشرق تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ تو جس ذات نے ان پہاڑوں کو قائم کیا ہے وہی ذات ان کو فنا کر دے گی۔ وَّحَشَرْنٰهُمْ اور ہم ان کو جمع کریں گے میدان محشر میں فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا پس ہم نہیں چھوڑیں گے ان میں سے کسی ایک کو۔ سارے کے سارے میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جمع ہونگے وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا اور پیش کیے جائیں گے آپ کے رب کے سامنے صف در صف۔ لائنیں لگی ہونگی اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ البتہ تحقیق آئے ہمارے پاس جیسا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تھا پہلی دفعہ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ عُرَاةً ننگے ہونگے غُرْلاً غیر مختون ہونگے حُفَاةً ننگے پاؤں ہونگے جیسے ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بس وہی کیفیت ہو گی پھر درجہ بدرجہ ان کو لباس پہنایا جائے گا۔ قیامت والے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا کیوں؟ اس لئے کہ جب ظالموں نے انکو آگ کے بھٹے میں ڈالا تھا جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ ''کپڑے اتار کر ننگا کر کے ڈالا تھا۔'' تو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سب

سے پہلے ان کو لباس پہنائیں گے۔ دوسرے نمبر پر حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے لباس پہنایا جائے گا پھر درجہ بدرجہ دوسروں کو لباس پہنایا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہمارے پاس آئے اس حالت میں جیسے ہم نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا یہ کہ ہم نہیں کریں گے تمہارے لئے کوئی وعدے کا وقت، تم کہتے تھے قیامت نہیں ہے۔ پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ ایک مشرک نے کہا تھا کہ مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت آئے گی تو تم قیامت کا انکار کرتے تھے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اور رکھے جائیں گے دفتر۔ ہر آدمی کا الگ الگ ریکارڈ ہوگا وہ اعمال نامہ اس کے سامنے رکھا جائے گا۔ اور سورت بنی اسرائیل میں تم پڑھ چکے ہو کہ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ اس کا اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹک رہا ہوگا پہلے پھر وہ کتابی شکل میں سامنے رکھا جائے گا فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ اے مخاطب! پس تو دیکھے گا مجرموں کو مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ خوفزدہ ہونگے اس چیز سے جو اس کے اندر ہے۔ عمل کی کتاب میں جو کچھ ہوگا اس کو دیکھ کر خوفزدہ ہونگے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو پڑھنے کی قوت عطا فرمائے گا۔ آج جو لوگ خود نہیں پڑھ سکتے قیامت والے دن وہ بھی اپنی کتاب کو خود پڑھیں گے۔ حکم ہوگا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] "پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس تجھ پر آج کے دن محاسبہ کرنے والا۔" تھوڑا سا پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ "اے بندے بتا جو کچھ تو نے پڑھا ہے تیرے ہی اعمال ہیں میرے فرشتوں نے تم پر کوئی زیادتی تو نہیں کی۔" قَالَ لَا کہے گا نہیں! جو کچھ میں نے کیا ہے، وہ ہے۔ اچھا اور پڑھو...... تھوڑا سا پڑھے گا...... پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جو تم نے پڑھا ہے اس میں کوئی بات واقع کیخلاف تو نہیں ہے،

تیرے اوپر کوئی زیادتی ہوئی ہو؟ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور پڑھ۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان سارے اپنا نامہ اعمال خود پڑھیں گے اور آج تو ہم کچھ چیزیں کرنے کے باوجود بھول جاتے ہیں اور وہاں یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ [بنی اسرائیل: ۳۰] ''جس دن پائے گا ہر نفس جو اس نے عمل کیا ہے نیکی اپنے سامنے حاضر اور جو اس نے برائی کی ہے اس کو بھی اپنے سامنے حاضر پائے گا۔ حافظہ اتنا قوی کر دیا جائے گا کہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس کو یاد ہوگا۔ تو فرمایا مجرم خوفزدہ ہونگے اس چیز سے جو کتاب میں درج ہوگی وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے يٰوَيْلَتَنَا ہائے افسوس! ہم پر مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ یہ لام جارہ ہے اور ما استفہامیہ ہے۔ یہ مال نہ سمجھنا جس کی جمع اموال آتی ہے۔ معنیٰ ہوگا کیا ہے اس کتاب کو لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو اِلَّآ اَحْصٰهَا مگر اس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اگر کسی نے آنکھ سے اشارہ کیا ہے نیکی بدی کا تو وہ بھی درج ہوگا۔ ہاتھ کیساتھ اشارہ کیا ہے وہ بھی لکھا ہوا ہوگا زبان سے جو بات نکلی ہے چھوٹی بڑی صحیح غلط سب کچھ درج ہوگا۔ سورۃ ق آیت نمبر ۱۸ میں ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ''نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ایک دائیں طرف بیٹھا ہے اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہے'' کندھے پر مگر ہمیں محسوس نہیں ہوتا۔ دائیں طرف نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہے اور بائیں طرف بدیاں لکھنے والا فرشتہ ہے، دائیں طرف افسر ہے اور بائیں طرف ماتحت ہے۔ جب کوئی آدمی اچھی بات کرتا ہے یا اچھا کام کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ جو افسر ہے فوراً درج کر لیتا ہے اور جب انسان بری بات کرتا ہے یا برا کام کرتا ہے اور بائیں طرف والا فرشتہ لکھنا چاہتا

ہےتو اس کو افسر حکم دیتا ہے مَهْلاً يَتُوْبَ اَوْ يَسْتَغْفِرُهٗ ’’ٹھہر جا شاید توبہ کرلے یا استغفار کرلے۔‘‘ کچھ وقفے کے بعد جب وہ بندہ توبہ نہیں کرتا، استغفار نہیں کرتا تو پھر حکم دیتا ہے کہ اب لکھ لو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آدمی جب مجلس سے اٹھے تو یہ کلمات پڑھے سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَيْکَ اگر مجلس میں اچھی باتیں ہوئی ہیں تو ان کلمات کے پڑھنے سے ان پر مہر لگ جائے گی اور اگر بری باتیں ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔ لہٰذا جب کسی مجلس سے اٹھو تو یہ کلمات پڑھا کرو۔ مگر ہائے افسوس! کہ ہم بے فکرے لوگ ہیں۔ تو وہ مجرم کہیں گے ہائے افسوس! ہم پر اس کتاب کو کیا ہوگیا ہے کہ اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی بات چھوڑی ہے مگر اس پر حاوی ہے اس کا احاطہ کرنے والی ہے۔ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا اور وہ پائیں گے جو انہوں نے کیا ہے اپنے سامنے نیکی بھی بدی بھی وَلَا يَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا آپ کا رب کسی پر رتی برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ جو کسی نے کیا ہے اس کا صلہ اس کو ضرور ملے گا۔

۞۞۞

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع ۱۹

وَاِذْقُلْنَا اور جس وقت کہا ہم نے لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں کو اُسْجُدُوْا سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو فَسَجَدُوْٓا پس انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس نے كَانَ مِنَ الْجِنِّ وہ جنات میں سے تھا فَفَسَقَ پس اس نے نافرمانی کی عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اپنے رب کے حکم سے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ کیا پس تم بناتے ہو اس کو وَذُرِّيَّتَهٗٓ اور اسکی اولاد کو اَوْلِيَآءَ دوست مِنْ دُوْنِيْ میرے علاوہ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا برا ہے ظالموں کیلئے بدلہ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ میں نے ان کو حاضر نہیں کیا خَلْقَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے بنانے کے وقت وَالْاَرْضِ اور زمین کے بنانے کے وقت وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ اور نہ خود ان کی جانوں کے پیدا کرنے کے وقت وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ اور نہیں ہوں میں بنانے والا گمراہ کرنے والوں کو عَضُدًا اپنا بازو

وَيَوْمَ يَقُوْلُ اور جس دن کہے گا نَادُوْا شُرَكَآءِ یَ پکارو میرے شریکوں کو الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ جن کے بارے میں تم خیال کرتے تھے فَدَعَوْهُمْ پس وہ ان کو پکاریں گے فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ پس وہ ان کی دعاؤں کو قبول نہیں کرسکیں گے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا اور ہم کر دیں گے ان کے درمیان خندق وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ اور دیکھیں گے مجرم آگ کو فَظَنُّوْآ پس وہ یقین کرلیں گے اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا بیشک وہ اس آگ میں گرنے والے ہیں وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا اور نہیں پائیں گے اس آگ سے مَصْرِفًا پھرنے کی کوئی جگہ۔

اس سے پہلے ذکر تھا مجرموں کا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ ''اور کتاب رکھی جائے گی پس آپ دیکھیں گے مجرموں کو ڈرنے والے ہونگے اس چیز سے جو اس اعمال نامہ میں ہوگی۔'' اور بڑے پریشان ہو کر کہیں گے يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ''ہائے افسوس ہم پر کیا ہو گیا اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کوئی چھوٹی چیز اور نہ کوئی بڑی چیز مگر اس پر حاوی ہے اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجرم وہ ہیں جو شیطان کے راستے پر چلتے ہیں اگر تم رحمٰن کے راستے پر چلو تو کبھی مجرم نہیں بنو گے اور نہ قبر حشر میں پریشان ہونگے مگر تم نے شیطان کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے اور شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ اس کا کام سن لو وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور جس وقت ہم نے کہا فرشتوں کو۔

فرشتوں کی تخلیق مخلوق نور سے ہوئی ہے :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ

اَلْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ نُّوْرٍ ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' لیکن اس نور سے نہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے۔ وہ مراد نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہ تو قدیم ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور ازلی ابدی ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم اور ازلی ابدی ہیں اس نور سے نہیں پیدا کیے گئے بلکہ ایک مخلوق نور ہے۔ جس طرح پانی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے اسی طرح ایک نور مخلوق ہے اس مخلوق نور سے فرشتے پیدا کیے گئے ہیں اور جنات کے بارے میں سورۃ حجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ''اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔ تو جنات کی پیدائش آگ سے ہے اور آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہے خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنِ [آلعمران:۵۹] ''پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر فرمایا اس کو ہو جا بس وہ ہو گیا۔'' تو فرشتوں کی نوع الگ ہے انسان کی نوع الگ ہے۔ جنات ناری ہیں فرشتے نوری ہیں اور آدم علیہ السلام خاکی ہیں۔ فرمایا جس وقت کہا ہم نے فرشتوں سے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا عبادت کا سجدہ نہیں تھا۔ عبادت کا سجدہ صرف رب تعالیٰ کی ذات کیساتھ مختص ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ سجدہ تعظیمی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کے دور تک جائز تھا۔ آپ ﷺ کی شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔ فرمایا تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْٓا پس فرشتوں نے سجدہ کیا بغیر کسی قیل قال کے اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدے کا حکم تو فرشتوں کو تھا وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا تو ابلیس فرشتہ تو نہیں تھا پھر اس پر رب تعالیٰ کی ناراضگی کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو حکم تھا۔

دیکھو! سورہ اعراف آیت نمبر ۲ اقَالَ مَامَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَاِذْ اَمَرْتُکَ ''فرمایا رب تعالیٰ نے کس چیز نے روکا تجھ کو کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔'' قرآن پاک کا یہ صریح حکم ہے کہ جس طرح فرشتوں کو حکم تھا اسی طرح ابلیس کو بھی تھا قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ''ابلیس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔'' مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے آگ شعلہ ہے بلندی ہے اور خاک پاؤں کے نیچے روندی اور مسلی جاتی ہے۔ میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کروں۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا کَانَ مِنَ الْجِنِّ یہ ابلیس جنات میں سے تھا فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ پس اس نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم سے اور یہ امر کا لفظ بھی بتاتا ہے کہ رب نے اس کو بھی امر اور حکم دیا تھا اور اس نے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسانو! اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗ اَوْلِیَآءَ کیا پس تم بناتے ہو اس شیطان کو اور اسکی اولاد کو دوست مِنْ دُوْنِیْ میرے سوا مجھے چھوڑ کر وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ حالانکہ شیطان اور اسکی اولاد تمہارے دشمن ہیں۔ دشمن کیساتھ تمہاری دوستی ہے اور رحمٰن مہربان کیساتھ دشمنی ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ دشمن کو دشمن سمجھو کیونکہ اس سے کبھی بھی خیر کی توقع نہیں ہو سکتی۔

ابلیس کی ہمدردی بھی دشمنی ہے :

کئی دفعہ میں نے یہ مشہور کہاوت سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا جو شیطان کے پھندے میں کبھی نہیں آتا تھا۔ گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت ایک دیوار کے سائے کے نیچے سویا ہوا تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَاْبِ الصّٰالِحِیْنَ اَلْقَیْلُوْلَۃُ ''نیک آدمیوں کی عادت میں سے ہے دوپہر کے وقت تھوڑا سا سونا۔'' کیونکہ دوپہر کا سونا رات کو بیدار رہنے کی تمہید ہے۔ رات کو تہجد کیلئے آسانی سے اٹھے گا۔ تو بے

چارہ سویا ہوا تھا کسی نے آ کر اس کا پاؤں ہلایا اور کہا کہ جلدی سے یہاں سے اٹھ جاؤ کہ دیوار گرنے والی ہے۔ وہ وہاں سے ہٹا ہی تھا کہ سچ مچ دیوار گر گئی۔ اس اللہ کے بندے نے کہا کہ تو میرے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوا ہے تو ہے کون؟ اس نے کہا یہ بات نہ پوچھو بس تیری جان بچ گئی۔ لیکن بزرگ نے اصرار کیا کہ ضرور بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ اس بزرگ نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کہ ابلیس کو میرے ساتھ کیا ہمدردی ہے۔ ابلیس نے کہا نہ پوچھو بس تمہاری جان بچ گئی۔ بزرگ نے کہا بتلاؤ نکتہ کیا ہے راز کیا ہے؟ میں تو تیرا دشمن ہوں میرے ساتھ ہمدردی کا کیا مطلب ہے۔ ابلیس نے کہا میں نے تیرے ساتھ دشمنی کی ہے ہمدردی نہیں کی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص دیوار کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہے۔ اور تم میرے دشمن تھے میں تمہیں کیوں شہید ہونے دیتا؟ تو ابلیس کی ہمدردی میں بھی دشمنی ہے اور تم نے دشمنوں کو دوست بنایا ہوا ہے بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا برا ہے ظالموں کیلئے بدلہ۔ یہ تبدیلی ظالموں کیلئے بری ہے کہ رحمٰن کو چھوڑ کر شیطان کو تم نے دوست بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور دوستی نہیں چاہتے شیطان اور اس کے چیلوں کیساتھ دوستی ہے وہ تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں کہ میرے شریک ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت فرمایا مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں نے ان کو حاضر نہیں کیا آسمانوں کے بنانے کے وقت اور زمین کے بنانے کے وقت کہ مجھے کوئی حاجت ہوتی کہ دیکھو میں نے آسمان پیدا کئے ہیں ان میں کوئی کجی کمی ہے یہ زمین میں نے پیدا کی ہے اس کے متعلق کوئی مشورہ دو کوئی کمی رہ گئی ہو مجھے کیا ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ سے زیادہ علیم خبیر کون ہے۔ اس نے آسمان بنائے ہیں ان میں کوئی تفاوت نہیں ہے، زمین بنائی ہے اس میں کوئی نقص نہیں نکال سکتا وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ اور نہ خود ان کی

جانوں کے پیدا کرنے کے وقت میں نے ان کو حاضر کیا کہ دیکھ لو میں تمہیں کیسے بناؤں۔ میری مرضی تھی جس طرح بناتا تھا میں نے بنادیا میں کسی کا محتاج نہیں ہوں وَمَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا اور نہیں ہوں میں بنانے والا گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو۔ اول تو مجھے ضرورت ہی نہیں ہے اور اگر بالفرض والمحال ضرورت ہوتی بھی تو کیا میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو بناتا؟ یہ ابلیس اور اس کی اولاد مخلوق کو گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتلا دیا ہے کہ راستے دو ہی ہیں ایک راستہ رب والا اور ایک راستہ شیطان والا۔ رب تعالیٰ کے راستے کو چھوڑ کر ابلیس والے راستے پر چلو گے تو پھر قیامت والے دن کہنا پڑیگا یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً ''ہائے افسوس ہم پر کیا ہوگیا اس کتاب کو کہ نہیں چھوڑی کوئی چھوٹی بات اور نہ کوئی بڑی بات۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ اور جس دن رب تعالیٰ فرمائے گا میدان محشر میں ساری کائنات جمع ہوگی اس میں انسان بھی ہونگے، جنات بھی، حیوانات بھی، جیسے کوئی بڑا جلسہ ہوتو اس میں آدمی اپنے ساتھی کو تلاش نہیں کر سکتا یا جیسے رائیونڈ کا اجتماع لاکھوں کی تعداد میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے میرے شاگرد تھے مولانا حافظ خان محمد مرحوم وہیں میرے پاس گھر میں پڑھتے تھے۔ پاکستان بننے سے پہلے ہیڈ فقیریاں کے رہنے والے تھے اور اچھے خاصے زمیندار تھے آتے جاتے مجھے مل کر جاتے تھے۔ کہنے لگے کہ اجتماع پر میرے پاس سامان کی گٹھڑی تھی جس میں چادر لوٹا وغیرہ تھا میں اسے اپنے تکیے پر رکھ کر قضائے حاجت کیلئے چلا گیا کہ دعا سے پہلے وضو کرلوں کہ راستے میں دقت پیش آتی ہے۔ جب آگے گیا تو رش بڑا تھا میری باری بہت دیر سے آئی جب واپس آیا تو دعا ہوچکی تھی اپنی جگہ بھول گیا بڑی کوشش کی مگر جگہ نہ مل سکی۔ مخلوق زیادہ تھی اب میں نے یہ سوچا کہ یہی صورت ہوسکتی ہے کہ جب پنڈال خالی

ہو جائے گا تو پھر تلاش کرونگا۔ میری قسمت میں ہوئی تو مجھے مل جائے گی۔ جب پنڈال خالی ہوا اور صرف نگران رہ گئے تو دیکھا کہ میری دری، تکیہ اور گٹھڑی وہی پڑی تھی اس کو کسی نے نہیں چھیڑا۔ جب لوگوں کا ذہن ایسا ہو تو پھر پہریداروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

میں ۱۹۸۶ء میں انگلستان کے دورے پر تھا وہاں ساتھیوں نے بتایا کہ ڈیوز بری ایک مقام ہے وہاں ہمارا مرکز ہے ہم نے اعلان کیا کہ وہاں تبلیغی اجتماع ہوگا مقامی افسروں نے پوچھا کہ کتنے آدمی ہونگے ہم نے کہا کہ ستر اسّی ہزار کے قریب ہونگے انہوں نے کہا کہ کنٹرول کیلئے تمہیں کتنی پولیس چاہیے؟ ہم نے کہا کہ پولیس کی ضرورت نہیں ہے۔ انگریز افسر نے کہا کہ ستر اسّی ہزار افراد کے کنٹرول کیلئے پولیس کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟ اس کو بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ بار بار اصرار کرتا رہا۔ ہم نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ آپ دیکھ لیں گے کہ ہمارا پروگرام پرامن ہو جائے گا۔ البتہ اگر تم قانون کے تقاضے پورے کرنا چاہو تو کرلو ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ ستر اسّی ہزار کے مجمع میں مختلف علاقوں سے لوگ آئے ہوئے تھے کسی قسم کا کوئی حادثہ اور مسئلہ پیش نہ آیا اور اطمینان کیساتھ پروگرام ہو گیا اس پر وہ بڑے حیران ہوئے کہ اتنے زیادہ لوگ اکٹھے ہوں اور کوئی جھگڑا وغیرہ نہ ہو۔ تو اسلام امن والا مذہب ہے مگر نافذ ہو تو۔ اس وقت پوری دنیا کے مقابلے میں افغانستان میں کم جرائم ہیں یہاں طالبان کی حکومت ہے اور قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کا قانون نافذ ہے۔ اور مغربی دنیا کے سب سے بڑے بے ایمان ہاتھ دھو کے ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اسلامی حکومت کو ختم کرنے کیلئے حیلہ تلاش کرتے ہیں کبھی اسامہ بن لادن کا نام لے کر کبھی کوئی اور نام لے کر آنے کی راہ تلاش کر رہے ہیں دیکھو! روس اور امریکہ ایک دوسرے کے سخت دشمن ہیں اور اس مسئلہ پر آپس میں دوست بن گئے ہیں محض اس لئے کہ

افغانستان پر حملہ کرنے کیلئے ہمیں کوئی جواز مل جائے بڑی خبیث قومیں ہیں۔ تو جس دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے محشر والے دن نَادُوْا شُرَكَآءِیَ پکارو میرے شریکوں کو الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے۔ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] ''یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔'' ان کو ذرا بلاؤ فَدَعَوْهُمْ پس وہ ان کو پکاریں گے يَا لَاتُ اَغِثْنِيْ يَا مَنَاتُ اَغِثْنِيْ يَا عُزّٰى اَغِثْنِيْ ''اے لات، منات، عزیٰ، ہماری مدد کرو۔'' فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ پس وہ ان کی دعاؤں کو قبول نہیں کر سکیں گے پس وہ ان کی پکار کو نہیں سنیں گے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا اور ہم کر دیں گے ان کے درمیان خندق۔ یہ اس طرف ہونگے درمیان میں آگ کی خندق ہوگی۔ جرائم کے اعتبار سے عذاب کا تفاوت ضرور ہوگا وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ اور دیکھیں گے مجرم آگ کو۔ میدان محشر میں ہی وہ آگ نظر آئے گی فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا پس وہ یقین کر لیں گے کہ بیشک وہ اس آگ میں گرنے والے ہیں ہمیں آگ میں پھینکا جائے گا خوشی کیساتھ تو آگ میں کوئی نہیں جائے گا۔ سورہ رحمٰن میں ہے فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ''پس پکڑا جائے گا ان کو پیشانیوں اور پاؤں سے۔'' فرشتے پکڑ کر جیسے قصاب دنبے کو پکڑ کر گراتا ہے اس طرح دوزخ میں پھینک دیں گے وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا اور نہیں پائیں گے اس آگ سے پھرنے کی کوئی جگہ۔ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سارے واقعات جو ہونے والے ہیں دنیا میں بتا دیئے ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ رحمٰن کا راستہ ہے اور وہ شیطان کا راستہ ہے، یہ حق ہے اور وہ باطل ہے، یہ سچ ہے اور وہ جھوٹ ہے، یہ توحید ہے اور وہ شرک ہے، یہ سنت ہے اور وہ بدعت ہے۔ فرق کو ملحوظ رکھو اور سوچ سمجھ کر چلو۔

ولقد

صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝ وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝ ع ۲۰

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر طرح کی مثالیں وَكَانَ الْاِنْسَانُ اور ہے انسان اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ہر شے سے زیادہ جھگڑالو وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اور نہیں روکا لوگوں کو اَنْ يُّؤْمِنُوْآ اس سے کہ وہ ایمان لائیں اِذْجَآءَهُمُ الْهُدٰى جس وقت آچکی ان کے پاس ہدایت وَيَسْتَغْفِرُوْا

رَبَّهُمْ اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگیں اِلَّآ مگر اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اس بات نے کہ آئے ان کے پاس پہلے لوگوں کے طریقے اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ یا آئے ان کے پاس عذاب قُبُلًا بالکل سامنے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو اِلَّا مگر مُبَشِّرِيْنَ خوشخبری سنانے والے وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈرانے والے وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ اور جھگڑتے ہیں وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں بِالْبَاطِلِ باطل کے ہتھیار لے کر لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ تاکہ پھسلا دیں اس کے ذریعے حق کو وَاتَّخَذُوْٓا اور انہوں نے بنالیا ہے اٰيٰتِيْ میری آیتوں کو وَمَا اور اس چیز کو اُنْذِرُوْا جس کے ذریعے ان کو ڈرایا گیا هُزُوًا مسخرہ وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون ہے زیادہ ظالم مِمَّنْ اس شخص سے ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ جس کو یاددہانی کرائی گئی اپنے رب کی آیات کیساتھ فَاَعْرَضَ عَنْهَا پس اس نے اعراض کیا ان آیات سے وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اور بھول گیا وہ برے اعمال جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً بیشک ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کے دلوں پر پردے اَنْ يَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ قرآن کو سمجھیں وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں وَاِنْ تَدْعُهُمْ اور اگر تم ان کو بلاؤ اِلَى الْهُدٰى ہدایت کی طرف فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا پس ہرگز نہیں ہدایت پائیں گے اِذًا اس وقت اَبَدًا کبھی بھی وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ اور آپ کا رب بخشنے والا ہے رحمت والا ہے لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ اگر پکڑے ان کو بِمَا كَسَبُوْا ان کی کمائی

کی وجہ سے لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ البتہ جلدی کر دے ان کیلئے عذاب بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ ہے لَّنْ يَّجِدُوْا ہرگز نہیں پائیں گے مِنْ دُوْنِهٖ اس کے علاوہ مَوْئِلًا کوئی پھرنے کی جگہ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اور یہ بستیاں ہیں اَهْلَكْنٰهُمْ ہلاک کیا ہم نے ان کو لَمَّا ظَلَمُوْا جب انہوں نے ظلم کیا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا اور ٹھہرایا ہم نے ان کی ہلاکت کیلئے ایک وعدہ۔

مثالیں بیان کرنے کی حکمت :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں احکام بیان فرمائے ہیں اور عبرت کیلئے قصے بھی بیان فرمائے ہیں اور احکامات سمجھانے کیلئے مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں کیونکہ مثال کے ذریعے آدمی بات کو جلد سمجھتا ہے۔ مثلاً بیسویں پارے کے آخر میں شرک کرنے والوں کی حقیقت کو مثال کیساتھ واضح کیا ہے کہ جو لوگ شرک کرتے ہیں كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے۔ مکڑی نے جالا بنایا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ تمام گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ اب اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ بیان فرمایا اور سمجھایا ہے۔

۱)...... مکڑی جو جالا بنتی ہے وہ کسی مکان کے کونے میں یا کسی درخت کے نیچے۔ اس سے کوئی پوچھے کہ اتنا بڑا مکان تیرے لئے کافی نہیں ہے کہ اپنے لئے نیچے جالا بنایا ہے یہی حال مشرک کا ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات کو سب پر قاہر، جابر، قادر مطلق مان کر اس سے نیچے اپنے لئے سوراخ تلاش کرتا ہے پناہ کیلئے چھوٹے چھوٹے خدا بناتا ہے۔

۲)...... یہ مکڑی کا جالا نہ اسے سردی سے بچا سکتا ہے اور نہ گرمی سے۔ یہی حال مشرکوں کا ہے کہ انہوں نے جو اللہ تعالیٰ کے اور الٰہ بنائے ہوئے ہیں وہ نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں۔

۳)...... اور تیسری بات یہ ہے کہ مکڑی اپنے جالے کیلئے میٹریل باہر سے نہیں لاتی بلکہ اپنے پیٹ کے لعاب سے ہی تاریں بُنتی ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ اس کے پاس بھی شرک پر خارج سے کوئی دلیل نہیں ہے نہ نقلی اور نہ عقلی۔ جو کچھ نکلتا ہے مشرک کے پیٹ سے ہی نکلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں اس قرآن پاک میں لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر طرح کی مثالیں۔ تاکہ بات کو سمجھ لیں اور حقیقت ان کے سامنے کھل جائے وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا اور ہے انسان ہر شے سے زیادہ جھگڑالو۔ حق کی بات کو نہیں مانتا کوئی نہ کوئی کج بحثی اور حیلے بہانے تراشتا ہے۔ آگے ارشاد ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اور نہیں روکا لوگوں کو اس سے کہ وہ ایمان لائیں اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى جس وقت آ چکی ہدایت ان کے پاس اور اس بات سے وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اور یہ کہ وہ معافی مانگیں اپنے رب سے اِلَّآ مگر اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ یہ کہ آئے ان کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ پھر مانیں گے اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا یا آئے ان کے پاس عذاب بالکل سامنے پھر مانیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے بعض اوقات بے موقع فرمائشی معجزات مانگے اور فرمائشی چیزیں طلب کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر کر دیا مگر پھر وہ نہ مانے تو عذاب میں آ گئے۔ مثال کے طور پر قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے

معجزہ طلب کیا کہ ہم تب آپ کو رب کا نبی مانیں گے کہ جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں وہ چٹان سب کے سامنے پھٹے اور اس میں سے اونٹنی نکلے۔ان کے خیال میں تھا کہ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ پتھروں سے اونٹ نکلیں۔مگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کیلئے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔جس چٹان پر انہوں نے ہاتھ رکھا وہ پھٹی اور اونٹنی نکل آئی۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً [الاعراف:۷۳] ''یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔''اب تو مان لو مگر وہ یہ بات کہہ کر ٹال گئے کہ یہ بڑا جادو ہے ہم جادو نہیں مانتے۔ اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر کوئی شخصیت نہیں ہے، نہ اس جہان میں اور نہ اگلے جہان میں، مگر نہ ماننے والوں نے آپ ﷺ کی بات بھی نہیں مانی ۔رات کا وقت تھا چودھویں رات کا چاند تھا مشرکین مکہ نے کہا کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم آپ کو مان لیں گے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید فرمائی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [سورۃ القمر] ''قریب آ گئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔''سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ایک دوسرے سے پوچھتے تھے بھئی تجھے بھی نظر آ رہا ہے؟ وہ کہتا ہاں بھئی مجھے بھی نظر آ رہا ہے ،ہاں! نظر آ رہا ہے۔دور دور جا کر دیکھتے دو ٹکڑے ہی نظر آتا۔کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔''اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ تو فرمائشی معجزے آنے کے بعد جب ایمان نہ لائے تو عذاب میں مبتلا ہوئے۔تو یہ بھی اسی انتظار میں ہیں اور یہی چیز ان کیلئے ایمان سے رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشخبری سنانے والے جو نیک ہیں ان کو جنت کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی

خوشخبری سناتے ہیں وَمُنۡذِرِیۡنَ اور ڈرانے والے نافرمانوں کو۔ رب کے عذاب سے ڈراتے ہیں کہ دنیا میں بھی آئے گا اور مرنے کے بعد تو ہے ہی لیکن وَیُجَادِلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِالۡبَاطِلِ اور جھگڑتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں باطل کے ہتھیار کیساتھ یعنی باطل کے شبہات پیش کرتے ہیں لِیُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ تاکہ پھسلادیں اس کے ذریعے حق کو۔ مختلف قسم کی بحثیں کرتے ہیں اور صاف بات کو ٹیڑھا بناتے ہیں تاکہ یہ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے وَاتَّخَذُوۡۤا اٰیٰتِیۡ وَمَاۤ اُنۡذِرُوۡا هُزُوًا اور انہوں نے بنالیا ہے میری آیتوں کو اور اس چیز کو جس کے ذریعے ان کو ڈرایا جاتا ہے مسخرہ بناتے ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ جادو ہے اگر ہم چاہیں تو اس طرح کی آیات ہم بھی بناسکتے ہیں۔ نہ ماننے والوں کیلئے دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے جس کو یاد دہانی کرائی گئی اپنے رب کی آیات کیساتھ، نصیحت کی گئی رب کی آیات کیساتھ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا پس اس نے اعراض کیا ان آیات سے۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتۡ یَدٰهُ اور بھول گیا وہ برے اعمال جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔ اپنی غلطی اور قصور نہیں مانتا اپنے گناہوں کا اقرار نہیں کرتا الٹا رب تعالیٰ کی آیات پر اعتراض کرتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر مکھی کا ذکر ہے، ایک جگہ مکڑی کا ذکر ہے۔ کافروں نے کہا مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا [بقرۃ:۲۶] "کیا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس مثال کیساتھ۔" یہ خدا کا کلام ہے اس میں مکھی کا ذکر ہے، مکڑی کا ذکر ہے، بلند ذات اور نکمی چیزوں کا ذکر۔

کام کے آدمی بہت کم ہیں :

عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں سمجھدار آدمی بہت کم ہیں جو گہرائی میں جائیں اور سمجھیں

کہ مثال سے مخاطب کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے اور مخاطب کو سامنے رکھ کر مثال دی جاتی ہے یا مقصود کو سامنے رکھ کر مثال دی جاتی ہے لیکن اکثریت سطحی قسم کے لوگوں کی ہوتی ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا سو اونٹ ہوں یا سو اونٹنیاں ہوں تو ان میں منزل تک پہنچانے والا ایک نکلے گا۔ اسی طرح سو آدمیوں میں سے آدمی ایک ہی نکلے گا باقی سب بھرتی ہے۔ جس بندے پر صحیح معنٰی میں اعتماد کیا جاسکے اور صحیح معنٰی میں رب کا بندہ ہو وہ سو میں سے ایک نکلے گا۔ باقی شکلیں انسانوں کی ہیں لیکن اندر انسانیت کا مادہ نہیں ہے۔ جب ان کیساتھ برتاؤ کرو گے تو اس وقت پتا چلے گا کہ یہ کیا ہے۔ بعض آدمیوں کو دیکھ کر خیال آتا ہے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ خضر علیہ السلام ہیں یا ان کے بھائی ہیں اور جب ان کیساتھ برتاؤ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ یہ کیا چیز ہیں؟ انسانیت بڑی بلند چیز ہے کاش! کہ لوگوں میں انسانیت آجائے۔ بشریت اور آدمیت بڑی اونچی صفت ہے مگر کاش! کہ آجائے۔ علامہ بُوصیریؒ قصیدہ بردہ والے کہتے ہیں......

؎ وَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَ اَنَّهٗ خَيْرُ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

''انتہائی علم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بشر ہیں اور سب مخلوق میں سے افضل ہیں۔'' ابن سینا بہت بڑا حکیم گذرا ہے وہ کہتا ہے کہ ''طبی نکتہ نظر سے بھی آنحضرت ﷺ کامل ترین انسان ہیں۔'' یعنی اوصاف اخلاق کے لحاظ سے تو اعلیٰ و افضل تھے ہی طبی لحاظ سے بھی رب تعالیٰ نے آپؐ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ تو انسان بننا بڑی بلند بات ہے۔ انہوں نے قرآن سے اعراض کیا اور ان کے ہاتھوں نے جو کرتوت آگے بھیجے تھے وہ سب بھول گئے۔ پھر کیا ہوا؟ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً. اَكِنَّةٌ كِنَانٌ کی جمع ہے۔ بیشک ہم نے ان کے دلوں

پر پردے ڈال دیئے اَنْ یَّفْقَهُوْهُ اس بات سے کہ وہ قرآن کو سمجھیں وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اوران کے کانوں میں ڈاٹ ہیں۔اسی پارے میں یہ بحث گذر چکی ہے کہ جب رب تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹے چڑھا دیئے تو پھر ان کا کیا قصور ہے؟ قصور تو تب ہو معاذ اللہ تعالیٰ کہ ان کی قوت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہو اور وہ رب تعالیٰ کے پردوں کو اتار دیں اسکا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی مخلوق رب تعالیٰ سے زیادہ قوی اور طاقتور ہو۔تو کافی تفصیل کیساتھ میں نے عرض کی تھی کہ اللہ تعالیٰ پہلے دن پردے نہیں لٹکاتا بلکہ جب وہ لوگ گمراہی پر راضی ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ مہریں لگا دیتا ہے پردے ڈال دیتا ہے۔اور سورۃ حم سجدہ چوبیسویں پارے میں ہے کہ کافروں کے سامنے جب قرآن پیش کیا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ ''تو ان میں سے اکثر نے اعراض کیا فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پس وہ نہیں سنتے وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ اور کہا ان کافروں نے ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے پس آپ اپنا کام کریں بیشک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔'' جیسے کوئی شخص آنکھیں بند کر لے تو اسے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔

؎ آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

تو انہوں نے کہا کہ ہم نے دلوں کو غلافوں میں محفوظ رکھا ہوا ہے آپ کی بات ہمارے دلوں تک پہنچتی ہے نہ پہنچنے دیتی ہے اور کوئی بات ہم نے کانوں تک بھی نہیں پہنچنے دینی۔کیونکہ

کانوں میں ہم نے ڈاٹ چڑھائے ہوئے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے لئے یہ پردے تسلیم کر لئے اور اس پر فخر کیا اور اس کو اپنا عمل اور کسب بتلایا۔ ادھر رب تعالیٰ کا قاعدہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى "جدھر کوئی چلتا ہے رب اس کو ادھر چلا دیتا ہے۔" رب تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا کہ جبراً ہدایت دے یا جبراً گمراہ کرے۔ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے قادر مطلق ہے کہ انسانوں سے برائی کا مادہ سلب کر کے فرشتے بنا دے لیکن پھر انسان تو نہیں ہونگے فرشتے ہونگے۔ انسانوں اور جنات میں اللہ تعالیٰ نے خیر کی قوت بھی رکھی ہے اور شر کی قوت بھی رکھی ہے اور پھر اختیار دیا ہے کہ اپنے اختیار سے جو کام کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ جو کرو گے اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، عقل سلیم دی، اچھائی برائی سے آگاہ فرمایا ہے۔ سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ پھر اس کی مہربانی کہ نابالغی کا زمانہ اس میں شامل نہیں فرمایا۔ بالغ ہو گیا عقل پوری ہو گئی اب مکلّف اور پابند ہے اگر پھر نہ مانے تو اس کا قصور ہو گا۔ فرمایا ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ چڑھا دیئے اس لئے کہ اس کو انہوں نے پسند کیا۔ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى اور اگر تم ان کو بلاؤ ہدایت کی طرف فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا پس ہرگز وہ ہدایت نہیں پائیں گے اس وقت کبھی بھی وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ اور آپ کا رب بخشنے والا ہے اور رحمت والا ہے۔ رحمت کا دروازہ کھلا ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہے جس دن سورج مغرب سے طلوع ہو گا اس دن توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس دن سے پہلے جس نے ایمان قبول نہیں کیا اس دن اگر ایمان لائے گا تو وہ ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس دن کے بعد جو نیکیاں شروع کرے گا ان کا کوئی اجر نہیں ملے گا ایسے ہی جیسے نزع کی حالت طاری ہونے سے پہلے کا ایمان معتبر ہے نیکی بھی معتبر ہے اور نزع کی حالت طاری ہونے کے بعد نہ

ایمان معتبر ہے نہ کوئی نیکی معتبر ہے بلکہ اس حالت میں توبہ کا بھی احتمال نہیں ہے۔ سورج جب مغرب سے طلوع کرے گا تو وہ جہان کی نزع کا وقت ہوگا اس سے پہلے پہلے جو کرنا ہے کرلو رب کی رحمت کا دروازہ کھلا ہے لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اگر پکڑے ان کو ان کی کمائی کی وجہ سے ان کے کسب کی وجہ سے لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ البتہ جلدی کردے گا اللہ تعالیٰ ان کیلئے عذاب۔ پکڑنا چاہے تو ایک آن میں پکڑ سکتا ہے۔ دیکھو! جس طرح دنیا میں کسی بھی محکمے کا ملازم غیر حاضر ہو ڈیوٹی نہ دے تو اس کو معطل کر دیتے ہیں، برخاست کر دیتے ہیں، نوکری سے نکال دیتے ہیں کہ تم محکمے میں رہنے کے قابل نہیں۔ تو بندہ سوچے کہ یہ محکمے رب تعالیٰ کے محکمے کے مقابلے میں کچھ نہیں ہیں رب تعالیٰ نے جس وقت پوچھا کہ اے بندے بتلاؤ یہ یہ عبادتیں تیرے ذمہ لگائی تھیں تو تم نے کتنی ڈیوٹی دی ہے؟ تو کیا جواب دو گے؟ اور پھر وہ ایسی عبادتیں نہیں ہیں کہ انسان کر نہ سکے بلکہ انسان کے بس میں ہیں۔ ہاں! اگر ایسا ہوتا کہ انسان کے بس میں نہ ہوتیں تو بات علیحدہ تھی۔ رب تعالیٰ نے بڑی سہولتیں دی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک آدمی کے پاس مال نہیں ہے تو رب تعالیٰ نے اس کو زکوۃ فطرانہ دینے کا پابند نہیں فرمایا زمین نہیں ہے عشر کا پابند نہیں کیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور قریب قریب پانی نہیں ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے رب تعالیٰ نے اس کا پابند نہیں فرمایا کہ میلوں تک پانی تلاش کرتا پھرے۔ روزے والا آدمی اچانک بیمار ہو گیا روزہ مکمل کرنے کی طاقت نہیں ہے تو روزہ توڑ دے۔ بڑی سہولتیں ہیں لیکن لوگ بے پرواہ ہیں رب تعالیٰ کے احکامات کو ٹھکرا رہے ہیں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ ان کے کسب پر پکڑنا چاہے تو اللہ عذاب جلد کردے بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ ہے لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ہرگز نہیں پائیں گے اس کے علاوہ کوئی پھرنے کی جگہ۔ جب وہ وقت آئے گا تو

ٹلے گا نہیں اور کوئی چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ وَتِلْکَ الْقُرٰی اور یہ بستیاں ہیں اَھْلَکْنٰھُمْ ہم نے ان کو ہلاک کیا ہے لَمَّا ظَلَمُوْا جس وقت وہاں کے باشندوں نے ظلم کیا وَجَعَلْنَا لِمَھْلِکِھِمْ مَّوْعِدًا اور ٹھہرایا ہے ہم نے ان کی ہلاکت کیلئے ایک وعدہ۔ ایک وقت مقرر کیا ہے۔ پہلے تفصیل ہو چکی ہے نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم کے واقعات بیان ہو چکے ہیں۔ رب تعالیٰ ان کا حوالہ دیتے ہیں کہ یہ بستیاں ہم نے ہلاک کی ہیں۔ ان کی ہلاکت کا بھی ایک وقت مقرر تھا، تمہارا بھی ایک وقت مقرر ہے اس سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر لو۔

۞ ۞ ۞

وَاِذْ قَالَ

مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۝۶۰ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا۝۶۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۝۶۲ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ٘ وَ مَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ٘ وَ اتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ٘ۖۗ عَجَبًا۝۶۳ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ٘ۖۗ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًاۙ۝۶۴ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۝۶۵

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی اور جب فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِفَتٰهُ اپنے نوجوان کو لَآ اَبْرَحُ میں نہیں ٹلوں گا حَتّٰی اَبْلُغَ یہاںتک کہ میں پہنچ جاؤں مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ دودریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پر اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا یا میں چلتا رہوں زمانہ بھر فَلَمَّا بَلَغَا پس جس وقت وہ دونوں پہنچے مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا ان دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ نَسِیَا حُوْتَهُمَا وہ دونوں بھول گئے اپنی مچھلی فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ پس بنالیا اس مچھلی نے اپنا راستہ فِی الْبَحْرِ سمندر میں سَرَبًا سرنگ کے طور پر فَلَمَّا جَاوَزَا پس جس وقت وہ آگے بڑھے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِفَتٰهُ اپنے نوجوان کو اٰتِنَا لاؤ ہمارے پاس غَدَآءَ نَا ہمارا

ناشتہ لَقَدْ لَقِيْنَا البتہ تحقیق ہم ملے ہیں مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا اپنے اس سفر میں نَصَبًا مشقت کو قَالَ اس نے کہا اَرَءَيْتَ دیکھیں آپ اِذْ اَوَيْنَآ جب ہم نے ٹھکانا لیا اِلَى الصَّخْرَةِ چٹان کی طرف فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ پس بیشک میں بھول گیا مچھلی کو وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اور نہیں بھلائی مجھ کو وہ مچھلی اِلَّا الشَّيْطٰنُ مگر شیطان نے اَنْ اَذْكُرَهٗ کہ اس کو میں یاد رکھ سکوں وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ اور بنالیا اس مچھلی نے اپنا راستہ فِي الْبَحْرِ سمندر میں عَجَبًا عجیب طریقے سے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ یہ وہ جگہ تھی جس کو ہم تلاش کر رہے تھے فَارْتَدَّا پس دونوں لوٹے عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا اپنے پاؤں کے نشانات پر قَصَصًا تلاش کرتے ہوئے فَوَجَدَا پس پایا ان دونوں نے عَبْدًا ایک بندہ مِّنْ عِبَادِنَآ ہمارے بندوں میں سے اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً دی تھی ہم نے اس کو رحمت مِّنْ عِنْدِنَا اپنی طرف سے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے سکھایا تھا اس کو اپنی طرف سے ایک قسم کا علم۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ :

چند رکوع پہلے تم یہ بات پڑھ چکے ہو کہ قریش کے سرداروں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم آپ کیساتھ ملاقات کرنا چاہتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ کے پاس یہ غریب غلام اور ادنی قسم کے لوگ بیٹھے ہیں ان کو مجلس سے اٹھائیں ان کیساتھ بیٹھنا ہم اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ اس کی تفصیل تو سن چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ غریبوں کیساتھ بیٹھ کر حق سننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اور یہاں یہ قصہ ہے کہ اعلیٰ نے ادنی سے

کچھ علم حاصل کیا ہے اور عار محسوس نہیں کی۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت موسیٰ ؑ نے بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے مجمع میں تقریر کی جو بڑی بلیغ اور موٴثر تھی۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا اے موسیٰ علیہ السلام! زمین میں آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ قَالَ لَا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں! مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ ظاہری طور پر موسیٰ علیہ السلام کی بات غلط نہیں تھی۔ پیغمبر ہیں اور پیغمبروں میں بھی تیسرے نمبر پر ہیں۔ پہلا نمبر آنحضرت ﷺ کا ہے، دوسرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور تیسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا، اور وقت کے پیغمبر سے زیادہ علم کسی کو نہیں ہوتا۔ تو فرمایا مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ بس اس جملے پر رب تعالیٰ ناراض ہو گئے کہ یہ کیوں نہیں فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام مجمع البحرین کے مقام پر پہنچ کر ہمارے ایک بندے سے ملاقات کر کے ان سے کچھ معلومات حاصل کریں۔ وہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کا نام بلیا ابن ملکان تھا۔ بلیا ان کا نام تھا اور ملکان ان کے والد کا نام تھا۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ پیغمبر تھے۔ ان کا اصل دور ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہے اور ذوالقرنین جس کا ذکر آگے آئے گا اس کے وزیر اعظم تھے اور جمہور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں۔ دجال لعین جب نکلے گا تو خضر علیہ السلام اس کے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں گے دجال کہے گا تم مجھے رب نہیں مانتے؟ فرمائیں گے تو کانا دجال ہے میں تجھے رب کیوں مانوں؟ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ تلوار کیساتھ خضر علیہ السلام کے دو ٹکڑے کر کے درمیان سے گذر جائے گا پھر جادو کے ذریعے زندہ کرے گا اور کہے گا اب تو مجھے مان لو خضر علیہ السلام فرمائیں گے کہ اب تو میں پہلے سے بھی زیادہ یقین پر ہو گیا ہوں کہ تو دجال ہے۔ دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا مگر کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ مجمع البحرین سے کون سی جگہ مراد ہے؟

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہاں فارس اور روم کے دونوں دریا ملتے ہیں وہ جگہ مراد ہے۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں دجلہ اور فرات خلیج فارس میں آکر گرتے ہیں وہ جگہ مراد ہے۔فرمایا مجمع البحرین کے مقام پر آپ کو وہ ہمارا بندہ ملے گا۔ بخاری اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کَیْفَ سَبِیْلُ اِلٰی لُقْیَہٖ ''اے پروردگار میری اس کیساتھ ملاقات کیسے ہوگی۔''فرمایا ایک مردہ مچھلی لے جاؤ نُوْنًا مَیْتَۃً جہاں یہ مچھلی زندہ ہو جائے وہاں پر وہ ہمارا بندہ ملے گا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو ساتھ لیا جن کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا۔فرمایا یہ مچھلی جہاں زندہ ہو جائے مجھے بتلا دینا، یہ مچھلی جہاں زندہ ہو جائے مجھے بتلا دینا، بار بار فرمایا۔انہوں نے عرض کیا حضرت! بار بار کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ جہاں زندہ ہوگئی میں بتلا دونگا۔چنانچہ ٹوکری میں مچھلی ڈالی اور دونوں بزرگ چل پڑے چلتے چلتے مجمع البحرین پہنچ گئے۔وہاں پر ایک بہت بڑی چٹان تھی اس چٹان کے سائے میں دونوں بزرگ لیٹ گئے۔اس چٹان کے پاس آب حیات کا چشمہ تھا اس چشمے کے کچھ قطرے مچھلی پر پڑے وہ زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی کیونکہ قریب تھا۔موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے خادم اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھ رہا تھا کہ پانی تو پیچھے مل جاتا ہے مگر وہ پانی نہ ملا سرنگ بنی رہی پانی میں۔کتنی عجیب بات ہے کہ مردہ مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں داخل ہو جائے اور جدھر جائے پانی کی سرنگ بنتی جائے۔حضرت یوشع علیہ السلام کو بتلانا یاد نہ رہا۔موسیٰ علیہ السلام کے بار بار تاکید کرنے پر انہوں نے کہا تھا کہ بار بار کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں یاد کرا دونگا۔انانیت کو اللہ تعالیٰ کسی جگہ پسند نہیں کرتے۔موسیٰ علیہ السلام اٹھ کر چل پڑے سارا دن چلتے رہے اگلی رات بھی چلتے رہے صبح جس وقت ناشتے کا وقت ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھوک لگی ہے

ناشتہ لاؤ۔ جب تھیلے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کہنے لگے حضرت! اُہ.. ہو...... میں تو بڑی بات بھول گیا وہ کل جس چٹان کے پاس ہم نے آرام کیا تھا مچھلی تو وہاں زندہ ہو کر سمندر میں چھلانگ لگا گئی اور سمندر کا پانی پیچھے سے ملا نہیں سرنگ بنتی گئی۔ فرمایا ہماری تو منزل وہی تھی اس فالتو سفر کی وجہ سے ہمیں تھکاوٹ ہوئی ہے سڑک وغیرہ کا راستہ تو تھا نہیں اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک آدمی چادر تان کر پانی کی سطح پر لیٹا ہوا ہے۔ بخاری شریف کے الفاظ ہیں عَلٰی کَبِدِ الْبَحْرِ موسیٰ علیہ السلام نے جا کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ فرمایا تم کون ہو؟ جواب دیا میں موسیٰ ہوں۔ کون سا موسیٰ؟ فرمایا جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہے۔ فرمایا اچھا اچھا تو حضرت! آپ یہاں کیسے آئے؟ جواب دیا میں آپ سے کچھ معلومات لینے کیلئے آیا ہوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا میری اور آپ کی کوئی مناسبت نہیں ہے یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔

لطیفہ :

(حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک نابینے حافظ کو کسی نے کہا حافظ جی کھیر کھانی ہے۔ اس نے کہا وہ کیسی ہوتی ہے۔ اس نے جواباً کہا کہ بگلے کی طرح سفید ہوتی ہے۔ حافظ جی نے کہا کہ بگلا کیسا ہوتا ہے؟ تو اس نے ایک ہاتھ بگلے کی طرح بنایا اور دوسرے ہاتھ سے حافظ جی کا ہاتھ پکڑ کر اوپر پھیرا کہ بگلا ایسا ہوتا ہے تو حافظ جی نے کہا کہ ایسی ٹیڑھی کھیر میں نے نہیں کھانی۔'' نواز بلوچ؛ مرتب۔)

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں صبر کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور آپ سے کچھ حاصل کروں گا۔ یہ اس واقعہ کا خلاصہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ قَالَ

مُوْسٰی اور جب فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِفَتٰهُ اپنے نوجوان اور خادم کو جن کا نام یوشع بن نون علیہ السلام تھا۔ جو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے بعد بنی اسرائیل کیلئے نبی بنائے گئے تھے۔ فرمایا لَآ اَبْرَحُ میں نہیں ٹلوں گا حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پر۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس مراد فارس اور روم کے دریا ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دجلہ اور فرات مراد ہیں کہ جس جگہ یہ دونوں مل کر سمندر میں گرتے ہیں اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا یا میں چلتا رہوں زمانہ بھر۔ حُقُبْ کی جمع احقاب آتی ہے سورہ نبا میں احقابا کا لفظ موجود ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَا پس جس وقت وہ دونوں بزرگ پہنچے مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا ان دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ نَسِيَا حُوْتَهُمَا دونوں بھول گئے اپنی مچھلی کو فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ پس بنالیا اس مچھلی نے اپنا راستہ سمندر میں سَرَبًا سرنگ کے طور پر۔ پانی سیال ہے اس میں رقت ہے آپس میں مل جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت وہ پانی نہیں ملا غار کی غار بنا رہا۔ اور یہ جو میں نے روایت بتلائی ہے کہ آب حیات کا پانی مچھلی پر پڑا یہ بخاری اور مسلم شریف کی روایت کا خلاصہ ہے کہ آب حیات کا چشمہ قریب تھا اس کے پانی کا قطرہ مچھلی پر پڑا وہ زندہ ہو کر سمندر میں چھلانگ لگا گئی اور یہ دونوں بھول گئے۔ فَلَمَّا جَاوَزَا پس جب دونوں اس جگہ سے تجاوز کر گئے، آگے بڑھے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِفَتٰهُ اپنے نوجوان کو جو ان کا خادم تھا اٰتِنَا غَدَآءَنَا لاؤ ہمارے پاس ہمارا ناشتہ لَقَدْ لَقِيْنَا البتہ تحقیق ہم ملے ہیں مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا اپنے اس سفر میں تھکاوٹ کو۔ یہ جو کل سے اب تک کا سفر تھا اس میں مشقت تھی کیونکہ ضرورت سے زائد تھا اور قدرتی طور پر تھکاوٹ بھی ہوئی۔ قَالَ کہا خادم نے اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ حضرت آپ دیکھیں جب ہم نے ٹھکانا لیا

چٹان کی طرف فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ پس بیشک میں بھول گیا مچھلی کو وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اورنہیں بھلائی مجھ کو وہ مچھلی مگر شیطان نے اَنْ اَذْکُرَهٗ کہ اس کو میں یاد رکھ سکوں۔ حضرت اس کا قصہ یہ ہوا کہ وہ زندہ ہوکر وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ اور بنالیا اس مچھلی نے اپنا راستہ سمندر میں۔ وہ تو زندہ ہوکر سمندر میں چلی گئی ہے عَجَبًا عجیب طریقے سے کہ مچھلی زندہ ہو جائے نقل وحرکت کر کے پانی میں داخل ہو جائے اور پانی کی سرنگ بنتی جائے۔ خادم نے کہا تھا آپ فکر نہ کریں بار بار تاکید نہ کریں میں یاد کرا دوں گا اس نے سمندر میں جاتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا مگر یاد نہ رہی کیونکہ رب انانیت کو پسند نہیں کرتا اپنے سوا کیلئے۔ انسان کبھی اپنی قابلیت پر فخر نہ کرے بلکہ اپنی کسی چیز پر فخر نہ کرے میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں، انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے صرف اتنے لفظ کہے ہاں مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ اور ظاہراً جواب ٹھیک تھا کیونکہ پیغمبر سے بڑا عالم کون ہو سکتا ہے مگر رب نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ ایسے کیوں نہیں کہا اللّٰہ اعلم۔ رب تعالیٰ کو انانیت کسی کی بھی پسند نہیں ہے۔ قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ یہ وہ جگہ تھی جس کو ہم تلاش کر رہے تھے فَارْتَدَّا پس دونوں لوٹے عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا اپنے پاؤں کے نشانات پر قَصَصًا تلاش کرتے ہوئے۔ چونکہ سڑک اور پختہ راستہ تو تھا نہیں قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس آگئے فَوَجَدَا پس دونوں نے پایا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے جو حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ ان کو خضر اس لئے کہتے ہیں کہ خضر کا معنیٰ ہے سبزہ ہریالی، حضرت خضر علیہ السلام جہاں بیٹھتے تھے وہ جگہ فوری طور پر سبز ہو جاتی تھی اس لئے خضر ان کا لقب پڑ گیا اور نام ان کا بلیا ہے۔ وہ جمہور کے نزدیک پیغمبر ہیں اور اب تک موجود ہیں اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا دی تھی ہم نے

ان کو رحمت اپنی طرف سے، زندگی بھی لمبی دی اور تجربہ بھی وسیع دیا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہم نے سکھایا تھا اس کو ایک خاص قسم کا علم۔ اس علم کی کچھ شقیں آگے آرہی ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تکوینیات کا علم عطا فرمایا تھا۔ آگے ذکر آئے گا۔

۞ ۞ ۞

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـٴَـلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـٴًـا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰۤى اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـٴًـا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى کہا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے هَلْ اَتَّبِعُكَ کیا میں آپ کی پیروی کرسکتا ہوں عَلٰۤى اس شرط پر اَنْ تُعَلِّمَنِ کہ آپ سکھائیں مجھے مِمَّا عُلِّمْتَ اس میں جو سکھلائی گئی ہے آپ کو رُشْدًا بھلائی قَالَ اس نے کہا اِنَّكَ بیشک آپ لَنْ تَسْتَطِیْعَ ہرگز طاقت نہیں رکھ سکو گے مَعِیَ میرے ساتھ صَبْرًا صبر کرنے کی وَ كَیْفَ تَصْبِرُ اور کیسے آپ صبر کریں گے عَلٰى مَا اس چیز پر لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا جس کی خبر کا آپ نے احاطہ نہیں کیا ہوا قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے سَتَجِدُنِیْۤ بتاکید آپ مجھے پائیں گے اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا اور میں نافرمانی نہیں کروں

گا آپ کے حکم کی قَالَ انہوں نے کہا فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ پس اگر آپ میری پیروی کرنا چاہتے ہیں فَلاَ تَسْئَلْنِیْ پس نہ سوال کرنا مجھ سے عَنْ شَیْءٍ کسی چیز کے بارے میں حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ یہاںتک کہ میں خود بیان کروں آپ کے سامنے مِنْهُ ذِکْرًا اس کا ذکر فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰی اِذَا رَکِبَا یہاںتک کہ جب دونوں سوار ہوئے فِی السَّفِیْنَةِ کشتی میں خَرَقَهَا خضر علیہ السلام نے کشتی کو پھاڑ دیا قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اَخَرَقْتَهَا کیا آپ نے کشتی کو پھاڑ دیا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا تاکہ آپ غرق کر دیں اس کی سواریوں کو لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا البتہ تحقیق آپ لائیں ہیں چیز بڑی نامناسب قَالَ اس نے کہا اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے نہیں کہا تھا اِنَّکَ بیشک آپ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا آپ ہرگز نہیں طاقت رکھیں گے میرے ساتھ صبر کرنے کی قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لَا تُؤَاخِذْنِیْ آپ گرفت نہ کریں میری بِمَا نَسِیْتُ اس چیز کی وجہ سے جو میں بھول گیا ہوں وَلَا تُرْهِقْنِیْ اور نہ سختی کریں آپ مجھ پر مِنْ اَمْرِیْ میرے معاملے میں عُسْرًا تنگی کے لحاظ سے فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰی اِذَا لَقِیَا یہاںتک کہ وہ ملے غُلٰمًا ایک بچے کو فَقَتَلَهٗ پس خضر علیہ السلام نے اس بچے کو قتل کر دیا قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اَقَتَلْتَ نَفْسًا کیا تو نے قتل کر دیا ایک نفس کو زَکِیَّةً جو صاف ستھرا تھا بِغَیْرِ نَفْسٍ بغیر کسی جان کے عوض لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا البتہ آپ لائیں ہیں ایسی چیز جو بہت ہی نامناسب ہے۔

پچھلے درس میں تم نے سنا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم یوشع بن نون علیہ السلام

کے ہمراہ مجمع البحرین کے علاقے میں پہنچے۔ خضر علیہ السلام چادر تان کر سوئے ہوئے تھے۔ اِنہوں نے سلام کیا اُنہوں نے جواب دیا اور پوچھا کہ سلام کرنے والا کون ہے؟ فرمایا میں موسیٰ ہوں (علیہ السلام)۔ کون سا موسیٰ؟ فرمایا وہ جن کو نبی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اچھا حضرت! آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ فرمایا آپ سے کچھ علم حاصل کرنے کیلئے آیا ہوں۔ کہنے لگے ٹیڑھی کھیر ہے۔

ٹیڑھی کھیر :

سمجھانے کیلئے لوگوں نے کہاوت بنائی ہوئی ہے۔ ایک بے چارہ نابینا حافظ تھا اس کو کہا کہ حافظ جی! کھیر کھانی ہے۔ اس نے کہا کھیر کس طرح کی ہوتی ہے۔ اس نے کہا سفید سفید ہوتی ہے۔ حافظ جی نے کہا سفید کس طرح کی ہوتی ہے؟ اس نے کہا جیسے بگلا سفید ہوتا ہے اس طرح سفید ہوتی ہے۔ حافظ جی نے کہا بگلا کیسا ہوتا ہے؟ اندھے بے چارے نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے ہاتھ ایسے ٹیڑھا کر کے بتلایا کہ ایسا ایک جانور ہوتا ہے گردن اس کی لمبی ہوتی ہے۔ حافظ جی نے کہا کہ میں نے ایسی ٹیڑھی کھیر نہیں کھانی۔

تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ معاملہ بڑا ٹیڑھا ہے۔ اس موقع پر خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اِنَّکَ عَلٰی عِلْمٍ عَلَّمَکَ اللّٰہُ تعالٰی ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا علم دیا ہے جو مجھے نہیں دیا وَاَنَا عَلٰی عِلْمٍ عَلَّمَنِیَ اللّٰہُ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک علم دیا ہے جو آپ نہیں جانتے۔'' کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کا علم دیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا علم شریعت کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ قرآن پاک کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں تورات کا مقام بہت بلند ہے۔ اور مجھے تکوینیات کا علم ہے جو آپ نہیں جانتے۔ قَالَ لَہٗ مُوْسٰی کہا خضر علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام نے ھَلْ

اَتَّبِعُکَ کیا میں آپ کی پیروی کرسکتا ہوں عَلٰٓی اس شرط پر اَنْ تُعَلِّمَنِ کہ آپ مجھے سکھائیں تعلیم دیں مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا اس میں سے جو سکھلائی گئی ہے جو آپ کو تعلیم دی گئی ہے اچھی باتوں کی قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا اِنَّکَ بیشک آپ لَنْ تَسْتَطِیْعَ ہرگز طاقت نہیں رکھ سکو گے مَعِیَ صَبْرًا میرے ساتھ صبر کرنے کی۔ میری باتیں اوٹ پٹانگ ہونگی آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی وَ کَیْفَ تَصْبِرُ اور کیسے آپ صبر کریں گے عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا اس چیز پر جس کی خبر کا آپ نے احاطہ نہیں کیا ہوا۔ جس چیز کی حقیقت آپ کو معلوم نہیں ہے اس پر آپ کیسے خاموش رہیں گے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا بتاکید آپ پائیں گے مجھے انشاء اللہ تعالیٰ صبر کرنے والا۔ آپ نے جو کرنا ہے کریں میں صبر کروں گا وَّ لَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا آپ کے حکم کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خیال فرمایا ہوگا کہ بعض احکام عزیمت کے ہوتے ہیں اور بعض رخصت کے۔ عزیمت والے کام وہ ہوتے ہیں جو کرنے پڑتے ہیں اور رخصت وہ ہے جس کا جواز ہو کہ ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ تو شریعت میں دونوں حکم ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا کہ کوئی رخصت والا کام کریں گے تو میں خاموش رہوں گا۔ قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ پس اگر آپ میری پیروی کرنا چاہتے ہیں میرے ساتھ چلتے ہیں فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ پس نہ سوال کرنا مجھ سے کسی شے کے بارے میں۔ جو میں کروں تم نے اس کے متعلق پوچھنا نہیں ہے حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْرًا یہاں تک کہ میں خود بیان کروں آپ کے سامنے اس کا ذکر کہ یہ کام میں نے کیوں کیا ہے۔ جب بات طے ہوگئی تو چل پڑے۔

سفر میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کیساتھ یوشع بن نون علیہ السلام تھے یا نہیں :

آگے اس میں اختلاف ہے کہ سفر میں صرف موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام تھے یا یوشع ابن نون علیہ السلام بھی ساتھ تھے۔ تفسیروں میں دونوں باتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام کیساتھ ملاقات ہوگئی تو یوشع بن نون علیہ السلام کو چھٹی دیدی کہ آپ واپس چلے جائیں۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ بھی ساتھ تھے۔ خادم کا ذکر اس لئے نہیں ہوتا کہ جب اصل کا ذکر ہوگیا تو خادم بھی ساتھ ہی ہے۔ فَانۡطَلَقَا پس دونوں بزرگ چل پڑے حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَۃِ یہاںتک کہ جب دونوں سوار ہوئے کشتی میں۔ جزیرہ اندلس کے قرطبہ شہر جانا چاہتے تھے وہ پرلے کنارے پر تھا۔ ادھر جب یہ کشتی کے پاس پہنچے۔ کشتی پر سوار ہونے والے کافی لوگ تھے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان اور جانور بھی تھے۔ کشتی بہت بڑی تھی۔ بخاری شریف میں روایت آتی ہے ملاحوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا کہنے لگے عَبۡدٌ صَالِحٌ یہ نیک آدمی ہے۔ اس سے ہم نے کرایہ نہیں لینا اس کیساتھی سے بھی نہیں لینا۔ انہوں نے کرائے پر بڑا اصرار کیا لیکن انہوں نے کہا کہ بزرگوں سے ہم نے کرایہ نہیں لینا۔ حدیث شریف میں بِغَیۡرِ نَوۡلٍ کے لفظ آتے ہیں کہ بغیر کرایہ کے انہوں نے سوار کرلیا اور کشتی چل پڑی۔ کشتی میں کلہاڑی اور تیشہ بھی پڑا تھا جب اگلے کنارے کے قریب پہنچے تو خضر علیہ السلام نے کلہاڑی پکڑی اور کشتی کا تختہ توڑ دیا اور تختہ بھی جو پانی کی سطح کے اندر تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ پانی اندر نہیں آیا یہ ان کا معجزہ تھا پیغمبر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی مزاج تھے بول پڑے۔ فرمایا ان لوگوں

نے ہمیں بغیر کرائے کے سوار کیا نیکی کی اس احسان کا آپ نے بڑا اچھا بدلہ دیا کہ ان کی کشتی پھاڑ دی اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس پر مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان کتنی سواریاں ہیں حیوان بھی ہیں سب ڈوب جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خَرَقَهَا خضر علیہ السلام نے کشتی کو پھاڑ دیا کلہاڑی لے کر ایک تختہ نکال دیا قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَخَرَقْتَهَا کیا آپ نے کشتی کو پھاڑ دیا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا تاکہ آپ غرق کر دیں اس کی سواریوں کو۔ کیونکہ عالم اسباب میں اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ کشتی میں پانی آجائیگا کشتی ڈوبے گی سواریاں ڈوب جائیں گے تو آپ نے یہ کام اچھا نہیں کیا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا البتہ تحقیق آپ لائیں ہیں چیز بڑی نامناسب۔ آپ نے برا کام کیا ہے۔ یہاں روایت میں کچھ اور لفظ بھی آتے ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت موجود ہے کہ ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ خدا کی قدرت ہے سمندری جانور سمندر میں رہتے اور پلتے ہیں اور آگے ان کی نسلیں چلتی ہیں۔

میں بحری جہاز میں سوار تھا دیکھا کافی پرندے پانی کی سطح پر تیر رہے ہیں۔ جہاز ران سے پوچھا کہ کیا کنارہ قریب آگیا ہے کہ یہ پرندے آ کر بیٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کنارہ یہاں سے سو میل دور ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ پرندے یہاں کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ یہیں رہتے ہیں یہیں ان کی نسلیں پیدا ہوتی ہیں اور پرورش پاتی ہیں۔ خدا کی قدرت ان کیلئے یہی جگہ ہے۔ سمندر کی سطح پر غول در غول تھے جن میں بڑے بھی تھے اور چھوٹے بھی تھے۔

تو ایک چڑیا آ کر بیٹھی اور سمندر سے ایک قطرہ پانی کا چونچ میں لیا۔ خضر علیہ السلام نے استادانہ رنگ میں فرمایا يٰمُوسٰى اِنَّ عِلْمِىْ وَعِلْمَكَ وَعِلْمَ جَمِيْعِ الْخَلَائِقِ

’’اے موسیٰ میرا علم اور آپ کا علم اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں ہے جتنا سمندر کے مقابلے میں چڑیا کی چونچ میں پانی ہے۔‘‘

تو فرمایا تو نے کشتی پھاڑ دی ہے بڑا برا کام کیا ہے قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے نہیں کہا تھا اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا آپ ہرگز نہیں طاقت رکھیں گے میرے ساتھ صبر کرنے کی قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ آپ گرفت نہ کریں اس چیز کی وجہ سے جو میں بھول گیا ہوں۔ مجھے شرط یاد نہیں رہی تھی بھول کر سوال کر بیٹھا ہوں وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا اور نہ آپ سختی کریں میرے معاملے میں تنگی کے لحاظ سے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے معاف کر دیں۔ کشتی کنارے جا لگی سواریاں خیر و عافیت کیساتھ اتر گئیں۔ سمندر کے کنارے پر قرطبہ شہر تھا اور اس کے پاس بہت بڑا میدان تھا اس کے اطراف میں بڑے بھی کھیلتے تھے اور چھوٹے بچے بھی کھیلتے تھے۔ بڑا عجیب قسم کا منظر تھا یہ پہنچے سامنے بچے کھیل رہے تھے۔ فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا یہاں تک کہ وہ ملے ایک بچے کو جس کا نام جیسون تھا اس کے والد کا نام کازیر تھا اور والدہ کا نام سہوی تھا، نابالغ بچہ تھا خضر علیہ السلام نے اس کو ٹانگوں سے پکڑا جیسے دھوبی کھیس کو پکڑ کر اٹھا کے مارتے ہیں اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ بیچارے کا سر پھٹ گیا بچہ تڑپنے لگا جان نہیں نکل رہی تھی پھر چھری لے کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس بات پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ نابالغ بچے پر تو قانون نہیں لگتا۔ تنبیہ کرنا ادب سکھانا الگ بات ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے ثَلٰثَةٌ رُفِعَ عَنْهُ الْقَلَمُ ’’تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی ان پر قانون لاگو نہیں ہوتا عَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَحْتَلِمَ بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔‘‘ تو نابالغ بچے کو کسی جرم پر سزا نہیں دی

جاسکتی۔ شراب پی لے کوڑے نہیں لگیں گے، چوری کرلے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ہاں! تنبیہ کی جاسکتی ہے جیسے چھوٹے بچے نہ پڑھیں یا کوئی شرارت کریں تو ماں باپ کو مارنے کا حق ہے۔ دوسرا عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ ''سونے والے پر قانون لاگو نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔'' اور تیسرا عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یُفِیْقَ ''پاگل پر قانون جاری نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔'' تو پہلی بات یہ تھی کہ نابالغ بچہ تھا اور دوسری بات یہ تھی کہ اس نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا تھا اور خضر علیہ السلام نے اس کو قتل کر دیا فَقَتَلَهٗ پس اسکو خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّةً کیا تو نے قتل کر دیا ایک نفس کو جو صاف ستھرا تھا بِغَیْرِ نَفْسٍ بغیر کسی جان کے عوض لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا البتہ آپ لائیں ہیں ایسی چیز جو بہت ہی نامناسب ہے کہ چھوٹے بچے کو بلا وجہ قتل کر دیا ہے۔ مزید واقعہ آگے آئیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الحمدللہ آج مورخہ ۱۶ شوال ۱۴۳۱ھ کو پندرہواں پارہ مکمل ہوا۔

محمد نواز بلوچ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا اِنَّکَ بیشک آپ لَنْ تَسْتَطِیْعَ ہرگز طاقت نہیں رکھیں گے مَعِیَ میرے ساتھ صَبْرًا صبر کرنے کی قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا اگر میں نے سوال کیا آپ سے کسی شے کے بارے میں اس واقعہ کے بعد فَلَا تُصٰحِبْنِیْ پس آپ مجھے اپنی رفاقت میں نہ رکھنا قَدْ بَلَغْتَ تحقیق آپ پہنچ چکے مِنْ لَّدُنِّیْ میری طرف سے عُذْرًا عذر کو فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰی اِذَاۤ اَتَیَاۤ یہاں تک کہ آئے دونوں اَهْلَ قَرْیَةِ ایک بستی والوں کے پاس اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا دونوں نے کھانا طلب کیا اس کے باشندوں سے فَاَبَوْا اَنْ

یُّضَیِّفُوْهُمَا پس ان لوگوں نے انکار کیا اس بات سے کہ ان کو اپنا مہمان بنائیں فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا پس پائی ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ جو ارادہ کررہی تھی کہ گر پڑے فَاَقَامَهٗ پس خضر علیہ السلام نے اس کو ٹھیک کردیا قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَوْ شِئْتَ اگر آپ چاہتے لَتَّخَذْتَ البتہ آپ لے لیتے عَلَیْهِ اَجْرًا اس پر کوئی معاوضہ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ کہا یہ جدائی کا وقت ہے میرے اور آپ کے درمیان سَاُنَبِّئُكَ تحقیق میں آپ کو بتلاؤں گا بِتَاْوِیْلِ حقیقت کا اس چیز کی مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا آپ طاقت نہیں رکھتے تھے صبر کرنے کی اَمَّا السَّفِیْنَةُ بہرحال کشتی فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ پس وہ تھی کچھ مسکینوں کی یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ جو کام کرتے تھے سمندر میں فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا پس میں نے ارادہ کیا کہ عیب دار کردوں اس کشتی کو وَكَانَ وَرَآءَهُمْ اور تھا ان کے آگے مَّلِكٌ ایک بادشاہ یَّاْخُذُ پکڑ لیتا تھا كُلَّ سَفِیْنَةٍ ہر کشتی غَصْبًا چھین کر۔

یہ بات چلی آرہی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں تقریر فرمائی، تقریر بڑی مدلل اور موثر تھی۔ اس سے متاثر ہوکر ایک شخص نے کہا کہ زمین میں آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے؟ فرمایا نہیں! یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئے کہ کہنا چاہیے تھا اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا ایک بندہ ہے جو ایک فن میں آپ سے زیادہ عالم ہے اس کے پاس جا کر آپ علم حاصل کریں۔ کہاں ملے گا؟ مجمع البحرین پر۔ نشانی کیا ہوگی؟ فرمایا بے جان مچھلی لے جاؤ جہاں مچھلی میں جان پڑ جائے وہاں ملے گا۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم یوشع ابن نون علیہ السلام کو لے کر چل پڑے۔ ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا میری اور آپ کی کوئی مناسبت نہیں ہے، میرے کام ایسے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں صبر کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کو اس شرط پر ساتھ لے کر چلتا ہوں کہ جب تک میں خود کسی شے کی حقیقت بیان نہ کروں آپ نے مجھ سے کسی شے کے بارے میں سوال نہیں کرنا۔ وعدہ معاہدہ ہو گیا اور چل پڑے۔ آگے سمندری سفر تھا کشتی میں سوار ہو گئے کشتی والوں نے بغیر کرایہ کے سوار کیا خضر علیہ السلام نے کشتی کا پھٹہ توڑ کر سوراخ کر دیا موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا اور فرمایا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کی ہے مفت میں سوار کیا آپ نے ان کی کشتی توڑ کر اچھا کام نہیں کیا۔ کشتی سے اترے تو آگے جزیرہ اندلس قرطبہ شہر تھا ساحل پر بچے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے جیسور نامی بچے کو پکڑا کھوپڑی اتاری جان نہ نکلی پھر پاؤں سے پکڑ کر دیوار پر مارا جان نہ نکلی چھری لے کر ذبح کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ۢبِغَيْرِ نَفْسٍ "کیا تو نے قتل کر دیا ایسے شخص کو جو صاف ستھرا تھا بغیر نفس کے عوض، برا اور نامناسب کام کیا ہے۔"

اس سلسلے میں قَالَ خضر علیہ السلام نے کہا اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا بیشک آپ ہرگز طاقت نہیں رکھیں گے میرے ساتھ صبر کرنے کی۔ تو وہی قصہ ہوا کہ آپ بار بار مجھ پر اعتراض کرتے ہیں قَالَ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ ۢبَعْدَهَا اگر میں آپ سے سوال کروں کسی شے کے بارے میں اس واقعہ کے بعد کہ دو دفعہ سوال کر چکا ہوں اب تیسری دفعہ مجھے موقع دیں۔ اگر کوئی بات میری سمجھ میں نہ آئی اور پھر اگر میں سوال کروں

فَلاَ تُصٰحِبْنِیْ پس آپ مجھے اپنی رفاقت میں نہ رکھنا اپنا ساتھی نہ بنانا۔ واقعتاً میری اور آپ کی مناسبت نہیں ہے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا تحقیق آپ پہنچ چکے ہیں میری طرف سے عذر کو۔ آپ فیصلہ کرنے میں معذور ہو نگے آپ اپنی کاروائی کرتے رہیں میں سوال کرتا رہوں گا تنقید کرتا رہوں گا۔ چنانچہ اندلس کے جزیرے سے چلے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کتنے دنوں کے بعد اگلے شہر میں پہنچے فَانْطَلَقَا پس دونوں چلے حَتّٰیٓ اِذَآ اَتَیَآ اَهْلَ قَرْيَةِ یہاں تک کہ جب دونوں پہنچے ایک بستی والوں کے پاس۔ اکثر تفسیروں میں اس کا نام انطا کیہ ہے۔ انطا کیہ شہر آج بھی مصر میں موجود ہے۔ دو پہر کا وقت تھا بھوک لگی ہوئی تھی دونوں کے پاس پیسے نہیں تھے اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا دونوں نے کھانا طلب کیا اس کے باشندوں سے۔ وہاں کے لوگوں سے کہا کہ بھئی! ہمیں بھوک لگی ہے ہمیں کھانا کھلاؤ۔ دونوں بڑی شان والے پیغمبر ہیں مگر بشری تقاضے ساتھ ہیں، بھوک بھی ہے، پیاس بھی ہے اور پاس پیسہ کوئی نہیں ہے مجبوری ہے ایسے موقع پر مانگنے کی اجازت ہے۔ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا پس ان لوگوں نے انکار کر دیا اس بات سے کہ ان کو اپنا مہمان بنائیں۔ مفت کھانا کھلانے سے وہاں کے لوگوں نے انکار کر دیا۔

کھانا کھلانے سے انکار کی وجہ :

محققین اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کیساتھ دونوں بزرگوں کی صحت بڑی عمدہ تھی ہاتھ پاؤں ٹھیک تھے آنکھیں درست تھیں ان لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ سوال وہ کرے جو معذور ہو، نابینا ہو، لنگڑا ہو، اپاہج ہو اور یہ اچھے بھلے ہو کر سوال کرتے ہیں کما کر کیوں نہیں کھاتے۔ ان کو تو معلوم نہیں تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں کیونکہ غیب صرف پروردگار کے پاس ہے مخلوق غیب نہیں جانتی اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ معذور سوال

کرے دوسرا سوال نہ کرے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص مانگنے کو پیشہ بنا لے قیامت والے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی ہوگا۔ پیشے کے طور پر مانگنا یہ شریعت میں سخت ممنوع ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ عرفات کے میدان میں نویں ذوالحجہ کو ایک شخص مانگ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی اور وہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا تو اس کو بلایا اور فرمایا کیوں مانگتے ہو اور یہاں مانگتے ہو اور آج کے دن مانگتے ہو۔ رب سے نہیں مانگتا بندوں سے مانگتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں یہودی تھا مسلمان ہو گیا ہوں میرا خرچہ زیادہ ہے آمدن کم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہاں چونکہ لوگ اکٹھے ہیں مجبوراً مانگ رہا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پتہ معلوم کیا اور منشی کو حکم دیا کہ اس کا نام پتہ نوٹ کرلو۔ جب حج سے فارغ ہونگے تو اس کا باقاعدہ وظیفہ مقرر کریں گے۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی یہ شخص حاجت مند ہے۔ تو تندرست آدمی کا بغیر کسی مجبوری کے مانگنا شرعاً درست نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص تکثر یعنی مال بڑھانے کیلئے مانگتا ہے وہ دوزخ کی آگ کے شعلے اور انگارے کھاتا ہے۔ تو مانگنا اچھی چیز نہیں ہے مگر انسان ہے کسی وقت اچانک مجبور ہو جاتا ہے اور پیشہ ور نہیں ہے تو الگ بات ہے۔

دونوں پیغمبروں نے انطا کیہ بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا مگر انہوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔ اسی بھوک کی حالت میں جا رہے تھے کہ فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا پس پائی ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ جو ارادہ کر رہی تھی کہ گر پڑے فَاَقَامَهٗ پس خضر علیہ السلام نے اس کو ٹھیک کر دیا۔ ایک بہت بلند دیوار تھی وہ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی گری۔ دیوار کے ارادے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھک گئی تھی گرنے کیلئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے وہ دیوار ٹھیک کر دی۔ دیوار کیسے ٹھیک کر دی؟ اکثر روایات اور

احادیث میں آتا ہے کہ ایسے ہاتھ سے اشارہ کیا تو دیوار بالکل سیدھی ہوگئی کوئی زیادہ محنت کی ضرورت پیش نہیں آئی یہ انکا معجزہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت آپ نے ان بے مروت لوگوں کیساتھ یہ احسان کیا ہے جنہوں نے ہمیں کھانا کھلانے سے انکار کیا ہے ہم کوئی پیشہ ور تو نہیں تھے بھوک نے ہمیں ستایا تھا ہم نے ان سے کھانا طلب کیا انہوں نے کورا جواب دیا ایسے لوگوں کیساتھ ہمدردی کا کیا معنٰی ہے؟ قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا اگر آپ چاہتے البتہ آپ لے لیتے اس پر آپ کوئی معاوضہ تاکہ ہم کھانا کھا لیتے۔ آپ نے بغیر مزدوری کے دیوار ٹھیک کر دی یہ آپ نے اچھا کام نہیں کیا۔ یہ تین واقعات پیش آئے، کشتی کا پھاڑنا، بچے کا قتل کرنا اور تیسرا دیوار کا مفت ٹھیک کرنا۔ اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام نے قَالَ فرمایا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام مزید صبر کرتے تو ہمیں مزید عجیب عجیب واقعات معلوم ہوتے مگر موسیٰ صبر نہ کر سکے۔ تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت ہے سَاُنَبِّئُكَ بتاکید میں آپ کو بتلاؤں گا بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا حقیقت اس چیز کی آپ طاقت نہیں رکھتے تھے صبر کرنے کی۔ اب میں بتلاتا ہوں کہ میں نے کیوں کیا۔

پہلا واقعہ کشتی کے پھاڑنے کا تھا کہ کشتی سے تختہ نکالا لیکن خدا کی قدرت کہ پانی اندر نہیں آیا یہ ان کا معجزہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض بھی بجا تھا کہ ان لوگوں نے ہمیں مفت میں سوار کیا کشتی میں کافی سواریاں تھیں، مرد، عورتیں،، بچے، بوڑھے، جوان اور حیوانات بھی تھے آپ نے کشتی پھاڑ دی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی غرق ہوگی اس وقت خضر

علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا لیکن یہ مشاہدہ ہوا کہ پانی کا ایک قطرہ بھی کشتی میں داخل نہیں ہوا جہاں تک کشتی جاتی تھی وہاں تک پہنچی اور اطمینان کیساتھ سواریاں نیچے اتر گئیں۔ اس کشتی کے متعلق خضر علیہ السلام فرماتے ہیں اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ بہرحال کشتی وہ تھی کچھ مسکینوں کی۔ دس افراد پر مشتمل ایک خاندان تھا ان کا ذریعہ معاش کشتی کی آمدنی تھی اس پر وہ اپنا گذارہ کرتے تھے اور کوئی چیز ان کے پاس نہیں تھی يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ جو کام کرتے تھے سمندر میں۔ سواریوں کو ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک پہنچاتے تھے اور اس کے کرائے کیساتھ اپنا وقت گذارتے تھے فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا پس میں نے ارادہ کیا کہ اس کشتی کو عیب دار کردوں۔ ایسا کیوں کیا؟ کہتے ہیں وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ اور تھا ان کے آگے ایک بادشاہ قرطبہ کا۔ امام بخاریؒ اس کا نام بتلاتے ہیں ھُدَدْ بن بُدَدْ، اور عام تفسیروں والے اس کا نام جُلندی بن کرکر بتلاتے ہیں۔

بادشاہ ہمیشہ رعایا کو پریشان کرتے ہیں :

بڑا ظالم جابر قسم کا آدمی تھا جیسے حکمران ہوتے ہیں۔ ان کو کنبے کی ضرورت ہی نہیں ہے جب کسی کا جلسہ ہوتا ہے تو لوگوں کی گاڑیاں بسیں وغیرہ پکڑ لیتے ہیں دو چار دن بے چاروں کو تنگ کرتے ہیں، سواریاں اپنی جگہ پریشان ہوتی ہیں اور یہ اپنے نمبر بنانے کیلئے ظلم کرتے ہیں۔ کونسا ایسا ملک ہے جہاں ایسا نہیں ہوتا؟ کیا ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہوتا بسیں وغیرہ نہیں پکڑی جاتیں، مسافر پریشان نہیں ہوتے؟ صرف ایک شخص کی ظالمانہ تقریر کیلئے یہ سب کچھ ہوتا ہے اس ظلم کا انجام یقیناً سامنے آئے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔ اب اس حکومت نے ٹیکسوں کا نظام شروع کیا ہے اس کا نتیجہ بھی بہت برا نکلے گا۔ جو بھی آتا ہے

معاذ اللہ تعالیٰ وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے کہ خدا میں ہی ہوں۔ دن بدن تنگی آ رہی ہے غریب لوگ رو رہے ہیں یہ سارے ظالمانہ قانون ہیں۔ کل کے اخبار میں یہ پڑھ کر تھوڑی سی خوشی ہوئی ہے کہ تاجروں نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ کی جائے کیونکہ اسلامی نظام میں ٹیکس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ اب پشاور میں تاجروں کی کانفرنس ہو رہی ہے خدا کرے جو تاجر سوئے ہوئے ہیں وہ بھی جاگ جائیں اور جیسے افغانستان میں طالبان حکومت میں اسلامی قانون نافذ ہے اور کوئی ٹیکس ویکس نہیں ہے حالانکہ تمام ممالک سے غریب ملک افغانستان ہے لیکن وہ کسی ملک کا مقروض نہیں ہے کیونکہ ٹیکس نہ لیتے ہیں اور نہ دیتے ہیں بھوکے مر رہے ہیں لیکن کسی ملک کا ان پر قرضہ نہیں ہے اور ہمیں امریکہ خبیث نے قرضوں کے بوجھ کے نیچے دبایا ہوا ہے تاکہ یہ میرے شکنجے سے نکل نہ سکیں۔ یہ ظالمانہ ٹیکس شریعت کیخلاف ہیں اللہ کرے کہ تاجر اس بات پر ڈٹے رہیں کہ اس ملک میں شریعت نافذ ہو۔ ٹیکسوں سے ان کی جان چھوٹ جائے۔

تو وہ جو بادشاہ تھا ھُدَد بن بُدَد یا جلندی بن کر کر بڑا ظالم تھا اس کے کارندے ساحل پر گھومتے رہتے تھے جو کشتی صحیح ہوتی تھی اس کو پکڑ لیتے تھے بیگار کے طور پر، کسی کو مہینہ کسی کو دو مہینے اپنے سرکاری کاموں پر لگا لیتے تھے اور مالک بے چارے دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس کشتی کو اس لئے عیب ناک کیا کہ کارندے دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اس کو کون ٹھیک کرے گا اس کو نہیں لیتے اور یہ لوگ ایک آدھ دن میں تختہ لگا کر اپنا کام چلا لیں گے چھ ماہ کی بیگار سے بچی رہے گی تو میں نے پھاڑ کر ان کی ہمدردی کی ہے تاکہ ان کا کام چلتا رہے۔ فرمایا آگے ان کا ایک بادشاہ تھا یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا پکڑ لیتا تھا ہر صحیح سالم کشتی چھین کر۔ عوام سے ظالمانہ طور پر

تو میں نے ان کیساتھ دشمنی نہیں کی بلکہ ہمدردی کی ہے تا کہ ان کی کشتی بچی رہے اور ان مسکینوں کا کام چلتا رہے۔

❁❁❁

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۟ۚ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ۟ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۟ؕ

وَاَمَّا الْغُلٰمُ اور بہر حال وہ بچہ فَكَانَ پس تھے اَبَوٰهُ اس کے ماں باپ دونوں مُؤْمِنَيْنِ مومن فَخَشِيْنَاۤ پس ہمیں خوف ہوا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا کہ یہ بچہ چھا جائے گا ان دونوں پر طُغْيَانًا سرکشی میں وَّ كُفْرًا اور کفر میں فَاَرَدْنَاۤ پس ہم نے ارادہ کیا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا یہ کہ بدل دے ان دونوں کیلئے رَبُّهُمَا ان دونوں کا رب خَيْرًا مِّنْهُ بہتر اس سے زَكٰوةً پاکیزگی میں وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا اور زیادہ قریب شفقت میں وَاَمَّا الْجِدَارُ اور بہر حال دیوار فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ پس وہ تھی دو بچوں کی يَتِيْمَيْنِ جو یتیم تھے فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں وَكَانَ تَحْتَهٗ اور تھا اس دیوار کے نیچے كَنْزٌ لَّهُمَا ان دونوں کا خزانہ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا اور تھا ان دونوں کا باپ نیک فَاَرَادَ رَبُّكَ پس ارادہ کیا آپ کے رب نے اَنْ يَّبْلُغَاۤ کہ پہنچیں وہ دونوں اَشُدَّهُمَا اپنی جوانی کو وَيَسْتَخْرِجَا اور نکالیں وہ دونوں كَنْزَهُمَا اپنے خزانے کو رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ یہ سب مہربانی ہے آپ کے رب کی طرف سے

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ اور نہیں کی میں نے یہ کاروائی اپنی رائے سے ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ یہ حقیقت ہے مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا اس چیز کی کہ نہیں رکھتے تھے آپ طاقت اس پر صبر کرنے کی۔

خضر علیہ السلام کا اصل نام :

تفصیل کیساتھ سن چکے ہو کہ خضر علیہ السلام جن کا نام بلیا بن ملکان علیہ السلام تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں پیدا ہوئے اور ذوالقرنین کے وزیر اعظم تھے جمہور مفسرین کرام اور محدثین عظام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ پیغمبر تھے اور اب بھی زندہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام ان سے کچھ تکوینی چیزیں سیکھنے کیلئے مجمع البحرین کے مقام پر ان کی خدمت میں پہنچے جہاں دجلہ اور فرات دونوں ملتے ہیں۔ کشتی پر سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے اس کا ایک تختہ پھاڑ دیا حالانکہ انہوں نے مفت میں سوار کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کی بغیر کرائے کے سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی پھاڑ دی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری سواریاں غرق ہو جائیں گی۔ فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ کی اور میری مناسبت نہیں ہے۔ جس وقت کشتی سے اترے اندلس کا جزیرہ تھا ساحل پر بچے کھیل رہے تھے ایک نابالغ بچہ جس کا نام جیسور تھا پر حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ ڈالا اور کھوپڑی اتار کر پھینک دی جان نہ نکلی تو اس کو پاؤں سے پکڑ کر زمین پر دے مارا جس طرح دھوبی کپڑے کو اٹھا کر مارتے ہیں پھر بھی جان نہ نکلی تو چھری لے کر اس کا گلہ کاٹ دیا۔ اب اس کاروائی پر موسیٰ علیہ السلام کس طرح خاموش رہ سکتے تھے پھر سوال کر دیا کہ آپ نے یہ بڑا غلط کام کیا ہے۔ آگے چلے مصر کے علاقہ میں انطاکیہ شہر پہنچے تو بھوک لگی ہوئی تھی کھانا طلب کیا تو انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا کہ تم صحت

مند آدمی ہو اندھے نہیں لولے لنگڑے نہیں کیوں مانگتے ہو؟ کماؤ اور کھاؤ۔ وہاں ایک دیوار گر رہی تھی خضر علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ بے مروت لوگ جنہوں نے ہمارا شرعی حق ادا نہیں کیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمِ الضَّيْفَ ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق مہمان کی خدمت کرے۔'' یہ مہمان نوازی ایمان کا حصہ ہے تو انہوں نے کوئی ایمان کا ثبوت نہیں دیا آپ نے ان بے مروتوں کیساتھ نیکی کی ہے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے پہلے دن ہی کہہ دیا تھا کہ میری اور آپ کی کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کل کے درس میں تم سن چکے ہو کہ خضر علیہ السلام نے کشتی پھاڑنے کی وضاحت فرمائی کہ قرطبہ کا بادشاہ بڑا جابر اور ظالم ہے اس کے کارندے صحیح سالم کشتیاں بیگار کے طور پر پکڑ لیتے ہیں اور دو مہینہ تین مہینے چھ چھ ماہ تک واپس نہیں کرتے اور کرایہ بھی نہیں دیتے جیسے ہمارے حکمران الیکشن کے موقع پر یا کسی بڑے کے جلسے کے موقع پر ویگنیں بسیں پکڑ لیتے ہیں۔ تو میں نے کشتی کو عیب ناک کر دیا تا کہ اس کے کارندے عیب دار سمجھ کر پکڑیں گے نہیں اور یہ ایک آدھ دن میں ٹھیک کر کے اپنا کام چلاتے رہیں گے اور جب وہ موسم نکل جائے گا تو پھر اس کے کارندے نہیں آئیں گے۔ باقی رہا بچے کا مسئلہ؟ تو فرمایا وَاَمَّا الْغُلٰمُ اور بہر حال وہ بچہ جس کا نام جیسون تھا والد کا نام کازیرا اور اس کی والدہ کا نام سہویٰ تھا۔ کازیرہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے نیک تھے سہویٰ رحمۃ اللہ علیہا بھی بڑی نیک عورت تھیں دونوں مومن تھے۔ مسلم شریف میں روایت ہے یہ بچہ طُبِعَ كَافِرًا پیدائشی طور پر کافر تھا۔ ویسے ضابطہ یہ ہے کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ''کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔'' اسی لئے کافروں

کے بچوں کے متعلق اختلاف کرتے ہیں کہ آیا جنتی ہیں یا جہنمی ؟ اور صحیح بات یہ ہے کہ کافروں کے جو نابالغ بچے فوت ہوئے ہیں وہ جنتی ہیں اَطْفَالُ اَهْلِ الْمُشْرِكِيْنَ خَدَمُ اَهْلِ الْجَنَّةِ صحیح حدیث ہے کہ کافروں کے جو نابالغ بچے فوت ہوئے ہیں وہ جنتیوں کی خدمت کریں گے۔ کیونکہ نابالغ پر کوئی حکم لاگو نہیں ہوتا اور صحیح فطرت ان میں موجود ہے فَاَبَوٰهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ ماں باپ یہودی ہیں تو بچے کو یہودی بنا دیتے ہیں، عیسائی ہیں تو عیسائی بنا دیتے ہیں، مجوسی ہیں تو مجوسی بنا دیتے ہیں۔ بچہ فطرتاً موحّد پیدا ہوتا ہے لیکن یہ بچہ فطرتاً کافر تھا اور بڑا خوبصورت تھا ماں باپ کو اس سے بڑی محبت تھی۔ تو فرمایا بہر حال وہ بچہ جو مارا گیا فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ پس تھے اس کے ماں باپ دونوں مومن فَخَشِيْنَآ پس ہم نے خوف کیا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا کہ وہ بچہ چھا جائے گا ماں باپ دونوں پر طُغْيَانًا سرکشی میں وَّكُفْرًا اور کفر میں۔ خود تو کافر ہے ان کو بھی کافر بنائے گا اس لئے راستے سے پتھر کو ہٹانا تھا تا کہ ماں باپ کا ایمان بچ جائے۔ فَاَرَدْنَآ پس ہم نے ارادہ کیا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا یہ کہ بدل دے ان دونوں کیلئے رَبُّهُمَا ان دونوں کا رب خَيْرًا مِّنْهُ اس سے بہتر بچہ زَكٰوةً پاکیزگی میں اور ستھرا ہونے میں وَّاَقْرَبَ رُحْمًا اور زیادہ قریب شفقت میں۔

تمام تفسیروں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی جس کا نکاح ایک پیغمبر علیہ السلام کیساتھ ہوا اور اس کی اولا د در اولاد سے ستر (۷۰) پیغمبر پیدا ہوئے۔ تو بچے کو قتل کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ بچہ فطرتاً کافر تھا اور خطرہ تھا کہ اس کے ماں باپ اس کی محبت کی وجہ سے کافر نہ ہو جائیں یہ ان کو کافر نہ بنا دے اس لئے اس پتھر کو راستے سے ہٹایا۔ یہ رب تعالیٰ نے مجھے بتایا وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ یہ کام میں نے اپنی رائے سے

نہیں کیا۔ وَ اَمَّا الْجِدَارُ اور بہر حال دیوار جو میں نے صحیح کی ہے فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ
پس وہ تھی دو لڑکوں کی جو یتیم تھے فِی الْمَدِیْنَةِ شہر میں وَ کَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا اور تھا
اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا اور تھا ان دونوں کا باپ
نیک۔ اس نیک والد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے خزانے کی حفاظت فرمائی۔ اگر وہ
دیوار گر جاتی تو بچے ابھی نا سمجھ تھے لوگ ان کا خزانہ لے جاتے۔ دیوار میں نے اس لئے
ٹھیک کی ہے کہ جب بالغ اور جوان ہونگے اور مکان بنانا شروع کریں گے تو اپنا خزانہ نکال
لیں گے۔ ایک بچے کا نام اَصْرَمُ تھا صادکیساتھ، دوسرے کا نام صَرِیْم تھا باپ کا نام کاشح
تھا اور والدہ کا نام دنیا تھا رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ سارا نیک خاندان تھا فَاَرَادَ رَبُّكَ پس ارادہ کیا آپ
کے رب نے اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا کہ پہنچیں وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو وَ یَسْتَخْرِجَا
كَنْزَهُمَا اور نکالیں وہ دونوں اپنے خزانے کو۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ بچے کے قتل
کرنے کے موقع پر فرمایا فَاَرَدْنَاۤ ہم نے ارادہ کیا جمع کا صیغہ ہے۔ اور بچوں کے خزانے
کے تحفظ کے موقع پر فرمایا فَاَرَادَ رَبُّكَ پس ارادہ کیا آپ کے رب نے۔ اور کشتی
پھاڑنے کے بارے میں فرمایا فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا پس میں نے ارادہ کیا کہ اس کو عیب
ناک بناؤں۔ یہ تَفَنُّنْ کیوں ہے؟ تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جس چیز کا اللہ
تعالیٰ نے عالم اسباب میں بندے کو اختیار دیا ہے اور ظاہراً اس کا کرنا اچھا بھی نہیں ہے تو
اس مقام پر فَاَرَدْتُّ کہا نسبت اپنی طرف کی ہے پس میں نے ارادہ کیا اور جو کام بندہ
تنہا نہیں کر سکتا کہ بچے کا قتل کرنا تنہا بندے کا کام نہیں ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ روح نہ
نکالے اس لئے وہاں اَرَدْنَاۤ کہا کہ میرا ارادہ تو یہ ہوا اور رب تعالیٰ نے اس کی جان نکالی
یعنی بظاہر میں نے مارا ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے مارا ہے۔ اور جس چیز میں خیر ہی خیر تھی

اس کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف فرمائی فَاَرَادَ رَبُّکَ آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں۔

خضر علیہ السلام کے تین واقعات کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی مماثلت :

یہ تین عجیب قسم کے واقعات پیش آئے خضر علیہ السلام نے فرمایا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ یہ سب مہربانی ہے آپ کے رب کی طرف سے وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ اور نہیں کی میں نے یہ کاروائی اپنی رائے اور اپنی مرضی سے۔ رب نے کروایا ہے تو میں نے کیا ہے۔ ان کے نبی ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کیونکہ ولی معصوم نہیں ہوتا اور اس کا کشف اور الہام قطعی نہیں ہوتا کہ اپنے الہام کی وجہ سے کسی کو قتل کر دے یا خواب کی وجہ سے کسی کو قتل کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں حکم دیا بچے کو ذبح کرنے کا تو انہوں نے گردن پر چھری رکھ کر اپنی طرف سے ذبح کر دیا کیونکہ معصوم پیغمبر تھے ان کا خواب حجت تھا۔ یہ جو تین واقعات ہیں ان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کیساتھ بھی تعلق ہے بلکہ ان واقعات کیساتھ ملتے جلتے واقعات خود موسیٰ علیہ السلام کیساتھ پیش آئے ان پر تعجب نہیں کیا اور ان پر اعتراض کیا۔

پہلا واقعہ کہ فرعون جس کا نام ولید ابن مصعب تھا کو نجومیوں نے بتلایا کہ دو تین سال میں بنی اسرائیل کے گھروں میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ فرعون نے مرد عورتوں کی سپیشل پولیس بھرتی کی اور بنی اسرائیلیوں کے گھروں پر پہرے بٹھا دیئے۔ جو بچہ پیدا ہوتا اس کو قتل کر دیا جاتا۔ بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بارہ ہزار بچہ قتل ہوا اور جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو الہام کیا سورۃ القصص آیت نمبر ۷ میں ہے وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ

اَرۡضِعِیۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ ''اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کہ اس بچے کو دودھ پلاتی رہو پھر جب تم خوف کھاؤ اس پر تو ڈال دو اس کو بحر قلزم میں اور نہ خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہونا۔'' تو انہوں نے صندوق میں رکھ کر سمندر میں ڈال دیا۔ نہ کشتی ہے اور نہ کوئی ملاح ہے رب تعالیٰ نے اس صندوق کو محفوظ رکھا فرعون کے مچھیرے یا دھوبی اٹھا کر لے گئے پہلے سوچا کہ اس بچے کے بارے میں کیا کریں؟ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بڑی سخت تھیں انہوں نے کہا لَا تَقۡتُلُوۡهُ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ''اس کو قتل مت کرو شاید کہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔'' قتل نہ کرنے کا فیصلہ ہو گیا موسیٰ علیہ السلام نے کسی دائی کا دودھ نہ پیا اپنی والدہ کا دودھ پیا۔ فرعون نے کہا بی بی! یہاں رہو تمہیں رہائش ملے گی وظیفہ ملے گا خوراک کا انتظام ہوگا۔ اس نے کہا میرے گھر بچے ہیں میں یہاں نہیں رہ سکتی وہ موسیٰ علیہ السلام کو گھر لے گئیں وظیفہ گھر ہی ملتا تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام صندوق میں زندہ رہے جو بحر قلزم میں ڈالا گیا نہ کشتی نہ ملاح ہے اس پر کوئی تعجب نہیں کیا۔

دوسرا واقعہ کہ دوپہر کے وقت جا رہے تھے سورۃ القصص آیت نمبر ۱۵ میں ہے دو آدمی جھگڑ رہے تھے ایک کا نام قاب تھا جو فرعون کے باورچی خانے کا افسر تھا وہ بازار سے سودا خریدتا اور کسی آدمی کو پکڑ لیتا کہ یہ سودا فرعون کے باورچی خانے میں پہنچاؤ۔ مزدوری نہیں دیتا تھا لوگ فرعون کے ظلم سے ڈرتے تھے وہاں پہنچا آتے تھے۔ ایک مزدور اَڑ گیا اور کہا کہ تمہیں وہاں سے سرکاری طور پر پیسے ملتے ہیں قلی کے لئے وہ تم جیب میں ڈالتے ہو اور لوگوں پر ظلم کرتے ہو اور زبردستی بیگار لیتے ہو اور دوسری بات یہ ہے یہ گٹھڑی بھاری ہے مجھ سے نہیں اٹھائی جاتی۔ اس نے جب اس کے سارے کرتوت ظاہر کر دیئے تو اس کو غصہ

آیااور اس کیساتھ الجھ پڑا حضرت موسیٰ علیہ السلام پاس سے گذر رہے تھے مزدور نے آواز دے کر کہا کہ اس کا اور میرا یہ جھگڑا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے کہ تجھے سرکاری خزانے سے قلی کے پیسے ملتے ہیں اس کو دو اور ساتھ لے جاؤ۔ وہ کہنے لگا آپ کے پیٹ کیلئے تو میں انتظام کرتا ہوں آپ بھی تو وہاں سے کھانا کھاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں تھا کہ اتنے ظالمانہ طریقے سے تو کھانا پکا کر مجھے دیتا ہے اور تنبیہ کے طور پر اسے مکا مارا وہ ڈھیر ہو گیا۔ تو خود مکا مارا تو کوئی تعجب نہ کیا اور خضر علیہ السلام کے بچہ مارنے پر تعجب کیا۔

تیسرا واقعہ بھی سورۃ قصص میں ہے کہ جب مصر سے مدین پہنچے تو باہر کنواں تھا اس سے سارے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے دو بچیاں اپنی بکریوں کو روک کر پیچھے کھڑی تھیں بیری کا درخت تھا موسیٰ علیہ السلام اس کے نیچے بیٹھ کر دیکھ رہے تھے کہ ان عورتوں کی بکریاں آگے جاتی ہیں تو وہ ان کو پیچھے ہٹاتی ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا اَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ [سورۃ القصص] ''ہمارا باپ (حضرت شعیب علیہ السلام) بہت بوڑھا ہے۔'' وہ خود کچھ نہیں کر سکتے اور ہمارا بھائی بھی کوئی نہیں ہے یہ بکریاں اپنی گذر اوقات کیلئے رکھی ہوئی ہیں۔ یہ سارے لوگ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جاتے ہیں تو بچا ہوا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلوان تو تھے ہی وہ تو مکے سے ہی معلوم ہو گیا کہ ایک مکا مارا اور بندہ ڈھیر ہو گیا کنویں سے پانی نکال کر پلایا اور فرمایا تم جاؤ۔ جب وہ وقت سے پہلے گھر آگئیں والدین نے پوچھا کہ تم نے بھیڑ بکریوں کو پانی نہیں پلایا؟ جواب دیا پلایا ہے۔ وقت سے پہلے آگئی ہو؟ انہوں نے بتلایا کہ ایک آدمی نے اس طرح ہمارے ساتھ ہمدردی کی ہے اور پانی پلا دیا ہے۔ تو خود مفت

پانی پلادیا اس پر تعجب نہیں کیا اور خضر علیہ السلام نے دیوار مفت میں سیدھی کی تو تعجب کیا اور اعتراض کیا۔ (حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ان واقعات کا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کیساتھ بھی تعلق ہے۔) تو خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ جو کچھ ہوا ہے آپ کے رب کی رحمت سے ہوا ہے وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ اور نہیں کی میں نے یہ کاروائی اپنے ارادے اور مرضی سے ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ یہ مآل اور حقیقت ہے مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا اس چیز کی کہ آپ طاقت نہیں رکھتے تھے اس پر صبر کرنے کی۔ اور میں نے پہلے کہا تھا کہ تم مجھ سے نہ پوچھنا میں خود بیان کروں گا۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کاش موسیٰ علیہ السلام کچھ اور خاموش رہتے تو ایسے عجیب وغریب واقعات اور ہمارے علم میں آتے مگر صرف تین واقعات آئے اور آگے موسیٰ علیہ السلام صبر نہیں کر سکے۔

❁❁❁

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۙ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ؕ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۙ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ذوالقرنین کے بارے میں قُلْ آپ کہہ دیں سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ بتاکید میں پڑھ کر سناتا ہوں تمہیں مِنْهُ اس کا ذِكْرًا ذکر اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ بیشک ہم نے قدرت دی اسکو فِي الْاَرْضِ زمین میں وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے دیا اسکو مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ہر قسم کا سامان فَاَتْبَعَ سَبَبًا پس وہ پیچھے لگا سامان کے حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا مَغْرِبَ الشَّمْسِ سورج کے غروب ہونے کی جگہ وَجَدَهَا پایا اس نے سورج کو تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ غروب ہو رہا ہے ایسے چشمے میں

حَمِئَةٍ جو سیاہی مائل ہے وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا اوراس نے پایااس کے پاس ایک قوم کو قُلْنَا ہم نے کہا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ یا آپ ان کوخود سزادیں وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا اور یا یہ کہ آپ بنائیں ان کیساتھ اچھا سلوک قَالَ فرمایا اَمَّا مَنْ ظَلَمَ بہرحال جس نے ظلم کیا فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ پس عنقریب ہم اس کوسزادیں گے ثُمَّ يُرَدُّ پھرلوٹایا جائے گا اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف فَيُعَذِّبُهٗ پس وہ اس کوسزادے گا عَذَابًا نُّكْرًا نرالی سزا وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ اور بہرحال جوایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اورعمل کیا اچھا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى پس اس کیلئے بدلہ ہوگا اچھائی کا وَسَنَقُوْلُ لَهٗ اور بتاکید ہم اس کوکہیں گے مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا اپنے معاملے میں آسانی کی بات ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر پیچھے لگا سامان کے حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا بَلَغَ جب پہنچا مَطْلِعَ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ وَجَدَهَا پایا اس کو تَطْلُعُ کہ سورج طلوع کررہا ہے عَلٰى قَوْمٍ ایسی قوم پر لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ ہم نے نہیں بنایا ان کیلئے مِّنْ دُوْنِهَا سورج کے سامنے سِتْرًا کوئی پردہ كَذٰلِكَ یہ اسی طرح ہوا وَقَدْ اَحَطْنَا اور تحقیق ہم احاطہ کیے ہوئے ہیں بِمَا لَدَيْهِ جو اس کے پاس تھی خُبْرًا خبر۔

آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں یہود کا غلبہ تھا۔تجارت زراعت پران کا کنٹرول تھا،قلعے تھے،زمینیں،باغات ان کے پاس تھے مدرسے کالج ان کے تھے ان چیزوں پران کو بڑا گھمنڈ اور غرور تھا علمی طور پر آنحضرت ﷺ کو چھیڑنا اور تنگ کرنا ان کا کام تھا۔آپ ﷺ سے کبھی کوئی بات پوچھتے کبھی کوئی بات

پوچھتے۔مقصد یہ ہوتا تھا کہ کسی طرح جواب سے عاجز آجائیں اور لوگ ان سے بدظن ہو جائیں۔ایک موقع پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کئے کہ ہمیں یہ بتلاؤ روح کی حقیقت کیا ہے؟ جاندار چیزوں میں جب تک روح ہوتی ہے وہ زندہ ہوتی ہیں اور جب روح نکل گئی تو مر جاتی ہیں۔یہ روح کیا ہے؟

اور دوسری چیز یہ بتلاؤ کہ اصحاب کہف کا کیا واقعہ ہے؟ یہ کون لوگ تھے، کہاں رہتے تھے، ان کا کارنامہ کیا ہے؟ اور تیسری بات یہ بتلاؤ کہ ذوالقرنین کون تھا اور اس کا قصہ کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل بتلاؤں گا اور زبان مبارک سے ان شاء اللہ نہ کہہ سکے۔رب، رب ہے وہ کسی کا پابند نہیں ہے چاہے کتنی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔کل کا دن آیا وحی نہ آئی۔تفسیر ابن کثیر میں ہے فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا ''پندرہ دن وحی مؤخر ہوگئی۔'' یہودیوں کو موقع مل گیا بغلیں بجانے کا آپ کے خلاف تشہیر کرتے کہ معلوم نہیں ان کا کل کب آئے گا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّی فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا [کہف:۲۳] ''اور آپ کبھی نہ کہنا کسی شے کے بارے میں کہ میں کرنے والا ہوں اس کو کل اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔'' یعنی ساتھ ان شاء اللہ ضرور کہیں پھر ان سوالات کے جواب دیئے۔روح کے متعلق اور اصحاب کہف کا واقعہ تفصیل کیساتھ گذر چکا ہے۔

ذوالقرنین کا واقعہ :

اب ذوالقرنین کے متعلق فرمایا وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ اور لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں ذوالقرنین کے بارے میں کہ یہ کون بزرگ تھے اور ان کے کارنامے کیا ہیں؟ تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ان کا نام سکندر اور والد

کا نام فیلفوس رحمہ اللہ تعالیٰ تھا یونان کے شہر مقدونیہ کے باشندے تھے۔ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ پیغمبر نہیں تھے۔ ابوداؤد شریف اور حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی یہ حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا اَدْرِیْ اَ ذِی الْقَرْنَیْنِ نَبِیٌّ کَانَ اَمْ لَا ''میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں تھے۔'' اور تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ نیک دل مومن بادشاہ تھے نبی نہیں تھے۔ ان کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا ہے کہ قرن کے معنٰی کنارے کے ہیں اور یہ زمین کے دونوں کناروں تک پہنچے ہیں۔ پہلے مغرب تک پھر مشرق تک۔ ان دونوں سفروں کا ذکر ان آیات میں ہے تیسرے سفر کا ذکر آگے آئے گا۔ تو ذوالقرنین یعنی زمین کے مشرقی اور مغربی کنارے تک پہنچنے والے، پوری دنیا پر ان کی حکومت تھی ان کے دور میں اور کوئی بادشاہ نہیں تھا اور ان کا دور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب قریب ہے۔ اور تفسیروں میں آتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اعظم تھے اسی مناسبت سے خضر علیہ السلام کے واقعے کے بعد ان کا ذکر آ رہا ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ صاحب علم اور صاحب عمل بھی تھے رب نے ان کو دونوں حصے عطا فرمائے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جذبہ جہاد بھی عطا فرمایا تھا۔ کافروں کے خلاف جہاد بھی مذکور ہے۔ تو فرمایا یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں سَاَتْلُوْا عَلَیْکُمْ بتاکید میں تلاوت کرتا ہوں پڑھ کر سناتا ہوں تمہیں مِّنْهُ اس ذوالقرنین کا ذِکْرًا کچھ تھوڑا سا ذکر۔ پوری تفصیل تو رب تعالیٰ جانتا ہے اور ساری تفصیل بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے اختصار کیساتھ جو رب تعالیٰ نے مجھے بتلایا ہے وہ میں تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ ہم نے قدرت دی طاقت دی زمین میں ذوالقرنین رحمہ اللہ تعالیٰ کو وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا اور ہم

نے دیا اس کو ہر قسم کا سامان اس دور میں جوان کی شان کے لائق تھا جو چیزیں بادشاہوں کی ضرورت ہوتی ہیں وہ سب ہم نے ان کو دیں ۔ اس کی حکومت ساری دنیا پر تھی ۔ اس نے ارادہ کیا کہ میں لوگوں کیساتھ براہ راست ملاقات کر کے ان کی ضروریات معلوم کروں ۔ خلیفہ راشد کے فریضہ میں یہ بات داخل ہے کہ وہ لوگوں کے حالات سے بے خبر نہ رہے یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ خود تو ہر جگہ نہیں جا سکتا لیکن اپنے نمائندے اور کارندے بھیج کر حالات سے آگاہی حاصل کرتا رہے تاکہ لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور لوگوں کے مال، جان، عزت کی طرف کوئی ٹیڑھی اور ترچھی نگاہ سے نہ دیکھے ۔ تو انہوں نے سفر کا ارادہ کیا فَاَتْبَعَ سَبَبًا پس وہ پیچھے لگا سامان کے جو سفر کیلئے ضروری تھا وہ اس نے مہیا کیا حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا سورج کے غروب ہونے کی جگہ پر یعنی زمین ختم ہو جاتی ہے اور آگے سمندر ہی سمندر ہے وَجَدَهَا پایا اس نے سورج کو تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ غروب ہو رہا ہے ایسے چشمے میں جو سیاہی مائل ہے ۔ سورج کسی چشمے میں نہیں ڈوبتا لیکن پانی گہرا تھا اس طرح محسوس ہوا کہ اس میں غروب ہو رہا ہے ۔ جن لوگوں نے بحری سفر کیا ہے انہوں نے دیکھا ہو گا کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ سمندر میں غروب ہو رہا ہے حالانکہ سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے سمندر تو اس کا ایک حصہ ہے ۔ زمین کے سو حصوں میں سے اکہتر حصے زیر آب ہیں انتیس (۲۹) حصے خشک ہیں جن پر مختلف حکومتیں ہیں ۔ تو ایسے محسوس ہوا کہ سیاہ چشمے میں غروب ہو رہا ہے وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا اور اس نے پایا اس کے پاس ایک قوم کو قُلْنَا ہم نے کہا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اے ذوالقرنین ! کچھ حضرات جو ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ کے نبی ہونے کے قائل ہیں ان کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے قُلْنَا ہم نے کہا ۔ براہ راست اللہ تعالیٰ پیغمبروں کیساتھ خطاب کرتا

ہے تو معلوم ہوا کہ وہ پیغمبر ہے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے اور قُلۡنَا کا مفہوم یہ ہے کہ اس وقت کے جو نبی تھے ان کے ذریعے رب نے ان کو حکم دیا یا کشف اور الہام کے ذریعے آگاہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو کشف بھی ہوتا ہے اور الہام بھی ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ بنے گا کہ ہم نے ان کو الہام کے ذریعے خبر دی اے ذوالقرنین! اِمَّآ اَنۡ تُعَذِّبَ یا آپ ان کو خود سزا دیں وَاِمَّآ اَنۡ تَتَّخِذَ فِیۡهِمۡ حُسۡنًا اور یا یہ کہ آپ بنائیں ان کیساتھ اچھا سلوک۔ آپ کو اختیار ہے کہ ان کو سزا دیں یا ان کیساتھ اچھا سلوک کریں۔

تبلیغ کے متعلق ضابطہ :

ان لوگوں کی اکثریت کافر مشرک تھی اور ضابطہ یہ ہے کہ کافروں کو ایمان کی دعوت دی جائے اگر وہ قبول کرلیں تو بہت اچھی بات ہے اگر قبول نہ کریں تو پھر ان کو کہو کہ جزیہ دیں اگر جزیہ دینے کیلئے تیار نہ ہوں تو پھر ان کیساتھ لڑائی ہوگی۔ اس وقت کفر کے ساتھ دنیا بھری پڑی ہے اکثر ممالک کافر ہیں مسلمان بھی کم نہیں ہیں چھپن (۵۶) ممالک مسلمانوں کے ہیں اور بہت سارے مادی اسباب مسلمانوں کے پاس ہیں مثلاً تیل ہر قسم کا سونا چاندی، غلہ اناج، فروٹ وغیرہ بہت اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے دنیا کی ہر نعمت ان کے پاس موجود ہے اگر نہیں ہے تو اتفاق نہیں ہے، ایمانی غیرت اور جذبہ نہیں ہے۔ انہی کافر قوموں نے ان کے درمیان تفریق پیدا کی ہوئی ہے اگر یہ متفق ہو کر بات کریں تو اس کا اثر ہو مگر ان کے ذہن ایسے بنا دیئے گئے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ دشمن کے ایجنٹوں کے شکنجے میں آئے ہیں کہ صحیح بات بھی نہیں کرتے گونگے شیطان ہیں الا ماشاء اللہ۔ قَالَ حضرت ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَمَّا مَنۡ ظَلَمَ بہرحال جس نے ظلم کیا۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے

فرمایا اے بیٹے! لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ نہ شریک ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ [لقمان:۱۳] ''بیشک شرک البتہ بہت بڑا ظلم ہے۔'' تو جس نے شرک کیا فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ عنقریب ہم اس کو سزا دیں گے جو ہم سے ہوسکی اور ظلم کی باقی اقسام بھی مراد ہیں، کسی انسان پر ظلم نہ کرے، کسی حیوان پر ظلم نہ کرے، کسی کا حق نہ کھائے، نہ دبائے اگر ایسا کرے گا تو ہم اس کو سزا دیں گے ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ پھر لوٹایا جائے گا اپنے رب کی طرف مرنے کے بعد فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا پس وہ اس کو سزا دے گا نرالی سزا۔ عجیب قسم کی سزا جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، پیتل ،تانبا پگھل جاتا ہے، سب دھاتیں پگھل جاتی ہیں بعض پتھر جل کر خاک ہو جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے اگر اس میں مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ''دوزخی نہ مریں گے نہ جئیں گے۔'' وہ سب مل جل کر جہنم کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ [سورۃ زخرف] ''اے مالک علیہ السلام چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تیرا رب۔'' یعنی رب سے ہماری درخواست کرو کہ ہمیں مار کر ختم ہی کر دے۔ حضرت مالک علیہ السلام کہیں گے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نہیں آئے تھے کتابیں نہیں آئی تھیں فَادْعُوْا ''اب تم پکارتے رہو وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ [مومن:۵۰] اور نہیں ہے پکار کافروں کی مگر ناکامی میں۔'' موت کی دعا بھی قبول نہیں ہوگی۔ اور سورۃ زخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ''مالک علیہ السلام کہیں گے بے شک تم رہنے والے ہو (اسی مقام پر)'' تو فرمایا رب تعالیٰ تمہیں عجیب قسم کا عذاب دے گا وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ اور جو ایمان لائے گا وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کرے گا اچھے فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى

پس اس کیلئے بدلہ ہوگا اچھائی کا۔ دنیا میں بھی راحت کی زندگی بسر کرے گا اور مرنے کے بعد قبر برزخ میں بھی اچھی زندگی ہوگی اور پھر آخرت کی زندگی تو آخرت کی زندگی ہوگی وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا اور بتاکید ہم اس کو کہیں گے اپنے معاملے میں آسانی کی بات۔ ہم اس کیساتھ نرمی کریں گے کوئی سختی نہیں کریں گے یہ پہلا سفر ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ کا مغرب کی سمت تھا۔ اب دوسرا سفر شروع ہو رہا ہے ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر پیچھے لگا سامان کے دوسرے سفر کیلئے انہوں نے سامان مہیا کیا۔ یہ سفر مشرق کی طرف تھا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔ مشرق اقصیٰ کا جو حصہ تھا وَجَدَهَا پایا اس نے سورج کو تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا کہ سورج طلوع کر رہا ہے ایسی قوم پر کہ ہم نے نہیں بنایا ان کیلئے سورج کے سامنے کوئی پردہ یعنی سورج اور ان کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا جانگلی قسم کے لوگ تھے کھلی جگہ رہتے تھے مکان اور چھپر وغیرہ نہیں بنائے ہوئے تھے نہ ان میں مکان وغیرہ بنانے کا سلیقہ تھا سردی گرمی اور بارش ہوتی تو پہاڑوں کی غاروں میں داخل ہو جاتے اور تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ بالکل ننگے تھے جیسے پیدا ہوئے تھے حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے پیغام لوگوں کو پہنچائے ہیں اور انسانیت سکھائی ہے کہ انسان انسان ہے حیوان نہیں ہے كَذٰلِكَ یہ معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح ہم بتلاتے ہیں وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا اور تحقیق ہم احاطہ کئے ہوئے ہیں جو اس کے پاس تھی خبر۔ ذوالقرنین کی پوری خبروں کا احاطہ تو رب تعالیٰ کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی تفصیل کوئی نہیں جانتا۔ یہ موٹی موٹی باتیں بتلائی ہیں۔ پہلا سفر مغرب کا اور دوسرا سفر مشرق کا تھا۔ آگے تیسرے سفر کا ذکر آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى
اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ
مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ
تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ
بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى
اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ
قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ
مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر وہ پیچھے پڑ گئے سامان کے حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا بَيْنَ السَّدَّيْنِ پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا پایا اس نے ان دونوں کے اس طرف قَوْمًا ایک قوم کو لَّا يَكَادُوْنَ نہیں قریب تھا يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا کہ وہ بات سمجھتے قَالُوْا انہوں نے کہا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اے ذوالقرنین اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ بیشک یاجوج اور ماجوج مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فساد مچاتے ہیں زمین میں فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا پس کیا ہم بنائیں آپ کیلئے کوئی چندہ عَلٰۤى اس بات پر اَنْ تَجْعَلَ کہ

آپ بنائیں بَیْنَنَا ہمارے درمیان وَبَیْنَھُمْ سَدًّا اوران کے درمیان رکاوٹ
قَالَ فرمایا مَامَکَّنِّیْ فِیْہِ وہ چیز جس میں مجھے قدرت دی ہے رَبِّیْ میرے رب
نے خَیْرٌ بہتر ہے فَاَعِیْنُوْنِیْ پس تم تعاون کرو میرے ساتھ بِقُوَّۃٍ قوت کیساتھ
اَجْعَلْ بَیْنَکُمْ تاکہ میں بنادوں تمہارے درمیان وَبَیْنَھُمْ اوران کے درمیان
رَدْمًا دیوار اٰتُوْنِیْ لاؤ میرے پاس زُبَرَ الْحَدِیْدِ لوہے کی چادریں حَتّٰیٓ اِذَا
سَاوٰی یہاںتک کہ جب برابر کردیا بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ دونوں کناروں کے درمیان
قَالَ فرمایا انْفُخُوْا پھونکو تم آگ کو حَتّٰیٓ اِذَا جَعَلَہٗ نَارًا یہاںتک کہ جب کر
دیا ان چادروں کو آگ کی طرح سرخ قَالَ فرمایا اٰتُوْنِیْٓ لاؤ میرے پاس اُفْرِغْ
عَلَیْہِ قِطْرًا ڈال دوں میں اس پر تانبا پگھلا ہوا فَمَا اسْطَاعُوْٓا پس نہ طاقت رکھی
انہوں نے اَنْ یَّظْھَرُوْہُ یہ کہ اس پر چڑھ سکیں وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَہٗ نَقْبًا اور نہ
طاقت رکھی انہوں نے اس میں سوراخ کرنے کی قَالَ فرمایا ھٰذَا رَحْمَۃٌ مِّنْ
رَّبِّیْ یہ رحمت ہے میرے رب کی طرف سے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ پس جب
آئے گا میرے رب کا وعدہ جَعَلَہٗ دَکَّآءَ کردے گا اس کو ہموار وَکَانَ وَعْدُ
رَبِّیْ حَقًّا اور ہے میرے رب کا وعدہ سچا۔

یہ بات پہلے سے چلی آرہی ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے تین سوال کئے
تھے۔ایک روح کے متعلق، دوسرا اصحاب کہف کے متعلق۔ان دونوں سوالوں کے متعلق
تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔تیسرا سوال ذوالقرنین کے متعلق تھا کہ وہ کون تھا اوراس کے
کارنامے کیا ہیں۔اس کے متعلق بھی کافی بحث گذر چکی ہے کہ ان کا نام اسکندر اوران کے

والد کا نام فیلقوس تھا۔ یونان کے شہر مقدونیہ کے باشندے تھے بڑے متقی اور پرہیزگار مومن اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پوری دنیا پر حکومت عطا فرمائی۔ پہلا سفر انہوں نے شہر مقدونیہ سے مغرب کی طرف اور دوسرا سفر مشرق کی طرف کیا۔ اب تیسرے سفر کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پھر پیچھے پڑ گئے سامان کے۔ سفر کیلئے جو ضروری سامان تھا وہ انہوں نے مہیا کیا حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ یہاں تک کہ جب پہنچا دو پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان۔ سَدّ کا معنیٰ ہے پہاڑ کا کنارہ۔ بڑے اونچے اونچے پہاڑ تھے اِس طرف بھی اور اُس طرف بھی اور ان پر برف جمی ہوئی تھی درمیان میں ایک درّہ تھا۔ درّے سے اس طرف رہنے والے سارے لوگ اکٹھے ہوئے کہ بادشاہ آیا ہے اس کے سامنے اپنی تکلیف رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے نمائندوں کا انتخاب کیا جو بادشاہ کے آگے اپنی فریاد کریں کہ ہمیں یہ تکلیف ہے۔ تکلیف یہ تھی کہ پہاڑوں کی دوسری طرف جو لوگ تھے وہ بڑے لڑاکے، شرارتی اور ضدی تھے۔ درّے کے اندر آ کر قتل و غارت کرتے، لوٹ مار کرتے اور عورتیں اغواء کر کے لے جاتے جو ظالم قومیں کرتی ہیں وہ سب کچھ کرتے تھے۔ ان کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ ان کا مقابلہ کر سکتے اور درّے کو بند کرنے کی طاقت بھی نہیں تھی۔ اگر درّہ بند ہو جاتا تو وہ لوگ پہاڑوں کے اوپر سے نہیں آ سکتے تھے۔ کیونکہ پہاڑ بہت بلند اور برفانی تھے یہ درّہ ہی ان کا راستہ تھا۔ تو اس طرف کے لوگوں نے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی، اپیل کی اس کا ذکر ہے کہ جب وہ پہنچے دو پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا پایا اس نے ان دونوں پہاڑوں کے اس طرف ایک قوم کو لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا نہیں قریب تھا کہ وہ

بات سمجھتے۔ اِن کی بولی اور تھی اور اُن کی بولی اور تھی تو ایسی صورت میں ترجمان کی ضرورت ہوتی ہے۔تو ترجمان کے ذریعے ان لوگوں نے درخواست کی قَالُوْا کہنے لگے یٰـذَا الْقَرْنَیْنِ اے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔اس درّے سے آ کر قتل وغارت کرتے ہیں لوٹ مار اور عورتیں اغوا کر کے لے جاتے ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔آپ بادشاہ ہیں اس درّے کو بند کر دیں تو اِدھر آنے کا ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے بلند اور برفانی پہاڑ ہیں ان کو وہ سر نہیں کر سکتے چوٹیوں پر برف جمی ہوئی ہے ان کے اوپر سے نہیں آ سکتے۔ یاجوج ماجوج کے بارے میں تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے۔

یاجوج ماجوج کی حقیقت :

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اور حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ میں، یہ ان کی تاریخ کی کتاب ہے اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگ لکھتے ہیں کہ یاجوج ماجوج یہی چین، جاپان، منگولیا اور روس میں رہنے والی خبیث قومیں ہیں۔ان کی علامتیں بتلاتی ہیں کہ یہ وہی ہیں چہرے چوڑے، ناک چپٹے ہوئے، باغی ہونگے۔اس وقت دنیا میں جتنے آباد ملک ہیں ان میں سے چین پہلے نمبر پر ہے کہ اس کی آبادی ایک ارب چالیس کروڑ ہے۔دوسرے نمبر پر ہندوستان ہے کہ اس کی آبادی ایک ارب کے قریب ہے جس میں تیس کروڑ کے قریب مسلمان ہیں۔سب سے زیادہ مسلمان ہندوستان میں ہیں ہندوستان کے بعد انڈونیشیا کا نمبر ہے۔اس میں مسلمان زیادہ ہیں عیسائی بھی تھے انہوں نے تھوڑا سا شور مچایا تو ان کے چچے امریکہ نے ان کو علیحدہ علاقہ لے کر دے دیا اور کشمیری باون سال سے رو رہے ہیں ان کی بات کوئی سننے کیلئے تیار

نہیں ہے۔ جب اپنی باری آتی ہے تو یہ کافر فوری طور پر انصاف کے نام پر سب کچھ کر لیتے ہیں اور بے چارے مسلمانوں کی بات کوئی نہیں سنتا۔ تو یہی قومیں یاجوج ماجوج ہیں۔ تو فرمایا یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا پس کیا بنائیں ہم آپ کیلئے کوئی چندہ۔ ہم آپ کو چندہ اکٹھا کر کے دیں عَلٰٓى اس شرط پر اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا کہ آپ بنائیں ہمارے درمیان اور ان کے درمیان رکاوٹ۔ اس درے میں بلند دیوار کھڑی کر دیں کہ جس پر چڑھ کر وہ ادھر نہ آسکیں۔ قَالَ ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ وہ چیز جس میں مجھے قدرت دی ہے میرے رب نے بہتر ہے۔ یعنی مالی امداد میں تمہارے سے نہیں لونگا اللہ تعالیٰ نے مجھے سونے چاندی جواہرات کے بڑے خزانے عطا فرمائے ہیں تمہارے چندے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں! فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ پس تم تعاون کرو گے میرے ساتھ بدنی قوت کیساتھ۔ چونکہ کافی مزدوروں کی ضرورت ہے وہ میں پیچھے سے نہیں بلا سکتا مالی بوجھ تم پر نہیں ڈالوں گا بدنی قوت تم استعمال کرو اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا تاکہ میں بنا دوں تمہارے اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دوں گا۔

تفسیروں میں بھی ہے اور تاریخ کی کتابوں میں بھی ہے کہ انہوں نے دیوار اس طرح بنائی کہ نیچے لکڑیاں رکھیں ان کے اوپر کوئلے رکھے اور ان کے اوپر لوہے کی چادریں رکھیں پھر لکڑیاں رکھیں ان کے اوپر کوئلے پھر چادریں رکھیں اسی ترتیب سے آخر تک گئے جیسے ہماری دریاں بچھی ہوئی ہیں اسی طرح اوپر نیچے رکھتے ہوئے اوپر تک لے گئے ہیں۔ اور تفسیروں میں یوں بھی آتا ہے کہ لوہے کی چادریں کھڑی کیں ان کے اوپر کوئلے بھی رکھے اور لکڑیاں بھی رکھیں آخر تک اسی طرح رکھتے گئے جس وقت درمیان کا خلا

بھر دیا گیا تو فرمایا کہ آگ جلاؤ کیونکہ درمیان میں کوئلے اور لکڑیاں تھیں آگ خوب جلی تو لوہے کی چادریں سرخ ہوگئی آگ کی طرح۔ فرمایا ان میں پگھلا ہوا تانبا ڈال دو کہ چادروں کے درمیان جو درزیں ہیں پُر ہو جائیں گی اور چادریں اور تانبا یک جان ہو جائے۔ اس دیوار کی لمبائی لوگ ایک سو دس میل بتلاتے ہیں۔ دیوار چین اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم نے تو دیکھی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمت اور طاقت عطا فرمائی تھی کہ انہوں نے اتنا بڑا کام کیا ہے بادشاہوں کی یادگاریں ہم دیکھتے ہیں جیسے اہرام مصر ہیں لوگ ان کو دیکھ کر حیران ہو کر کہ لوگوں نے یہ کیسے تعمیر کی ہیں؟ جبکہ اسوقت مشینیں نہیں ہوتی تھیں نہ مشینی دور تھا۔ لوگ ان کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ تو ذوالقرنینؒ نے ان لوگوں کی اپیل پر دونوں پہاڑوں کے درمیان درے کو لوہے کی چادروں اور تانبے سے پر کر دیا۔ اس کا ذکر ہے اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ لاؤ میرے پاس لوہے کی چادریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زُبَرٌ زُبَرَۃٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ٹکڑا، مراد چادر ہے۔ اور اس کا مفرد زبور بھی آتا ہے اس کی جمع بھی زُبَرًا آتی ہے کتاب کے معنیٰ میں۔ لاؤ میرے پاس لوہے کی چادریں حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ یہاںتک کہ جب برابر کر دیا دونوں کناروں کے درمیان لوہے کی چادریں. بچھا بچھا کر اور درمیان میں کوئلے اور لکڑیاں رکھ کر اوپر تک برابر کر دیا۔ ان لوگوں نے بدنی قوت کیساتھ پورا ساتھ دیا۔ قَالَ فرمایا اُنْفُخُوْا پھونکو تم آگ کو بہت خوب آگ جلائی حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا یہانتک کہ جب کر دیا لوہے کی چادروں کو آگ کی طرح سرخ قَالَ فرمایا ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے اٰتُوْنِیْ لاؤ میرے پاس اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا. قِطْر کے معنیٰ ہیں پگھلا ہوا تانبا۔ ڈال دوں میں اس پر پگھلا ہوا تانبا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ پگھلا ہوا تانبا انہوں نے کس طرح اوپر ڈالا۔

بہر حال جب تانبا ڈالا تو درزیں پُر ہو گئیں اور وہ یک جان ہو گیا چونکہ دیواریں بہت اونچی تھیں فَمَا اسْطَاعُوْآ اَنْ يَّظْهَرُوْهُ پس نہ طاقت رکھی یاجوج ماجوج نے یہ کہ اس پر چڑھ سکیں وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا اور نہ طاقت رکھی اس میں سوراخ کرنے کی کہ لوہا اور تانبا یک جان ہو چکا تھا دیوار مضبوط بن چکی تھی۔ان کی مدد کرنے کے بعد قَالَ فرمایا هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ یہ رحمت ہے میرے رب کی طرف سے۔وہ لوگ ہر کام کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف کرتے تھے اور آج ہم ہیں کہ میں میں کرتے ہیں۔میں نے یوں کیا، میں یوں کروں گا، ہم یہ کریں گے۔اس میں اور ہم نے ہمیں برباد کر دیا ہے۔فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ پس جب آئے گا وعدہ میرے رب کا جَعَلَهٗ دَكَّآءَ کر دے گا اس کو ہموار۔ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ وہ دیوار ہموار ہو جائے گی اور آمد ورفت کے اسباب پیدا ہو جائیں گے وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا اور ہے میرے رب کا وعدہ سچا۔

قیامت کی بڑی نشانیاں :

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے یاجوج ماجوج کا نکلنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا امام مہدی علیہ السلام کا ظاہر ہونا اور تین علاقوں میں زمین کا دھنس جانا ایک مشرق اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں ۔ان تین علاقوں کو زمین نگل جائے گی ویسے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ عرب میں کہاں سے زمین دھنسے گی لیکن ظن غالب یہ ہے کہ تبوک کا وہ مقام جہاں امریکی فوجیوں نے بدمعاشی، شراب نوشی اور زنا کا اڈا بنایا ہوا ہے امریکہ کی چالیس ہزار سے زائد فوج وہاں موجود ہے۔یہی علاقہ زمین میں دھنس جائے گا۔بڑے ظلم کی بات ہے کہ اس وقت تیرہ ہزار کے قریب علماء سعودیہ کی جیلوں میں بند ہیں صرف اس جرم کی پاداش میں کہ ان بے چاروں نے جمعہ کے خطبوں میں کہا تھا

کہ حکومت نے امریکی فوج یہاں بٹھا کر آنحضرت ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی عَنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ ''یہود ونصاریٰ کو عرب کے جزیرے سے نکال دو۔'' اور تم شہزادوں نے ان کو داخل کیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی ہے۔ امریکہ نے ان شہزادوں کو ایسا ڈرایا ہے کہ اگر ہماری فوج یہاں نہ رہی تو تمہیں عراق کھا جائے گا، کویت کھا جائے گا، فلاں کھا جائے گا اور غضب کی بات یہ ہے کہ ان کی تنخواہیں بھی سعودیہ دیتا ہے کہ ہم تمہاری چوکیداری کر رہے ہیں اور ان کیلئے شراب وغیرہ بدمعاشی کا انتظام بھی کرتا ہے۔ کتنا بڑا ظلم ہے۔ یہی آواز اسامہ بن لادن نے بلند کی ہے کہ کیا حق ہے امریکہ کو عرب میں رہنے کا یہ سب امریکہ کی اولاد ہیں جو اس کے نیچے لگے ہوئے ہیں خدا ہمارے حکمرانوں کو سمجھ دے بے غیرت نہ بنیں مگر آج تک کوئی غیرت مند حکمران آیا نہیں ہے نہ ہم نے دیکھا ہے کہ جس میں اسلامی حمیت اور غیرت ہو۔ فرمایا جب رب کا وعدہ آئے گا یہ ہموار ہو جائے گی اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔ باقی واقعہ آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

❁❁❁

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾

وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑ دیا بَعْضَهُمْ ان کے بعض کو يَوْمَئِذٍ اس دن يَمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ گھس رہے ہونگے ایک دوسرے میں وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل فَجَمَعْنٰهُمْ پس ہم ان کو اکٹھا کریں گے جَمْعًا اکٹھا کرنا وَّعَرَضْنَا اور ہم پیش کریں گے جَهَنَّمَ جہنم کو يَوْمَئِذٍ اس دن لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے سامنے عَرْضًا پیش کرنا الَّذِيْنَ کافروہ ہیں كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ ہیں ان کی آنکھیں فِيْ غِطَآءٍ پردے میں عَنْ ذِكْرِيْ میری یاد سے وَكَانُوْا لَا

یَسْتَطِیْعُوْنَ اور وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں سَمْعًا حق سننے کی اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کیا پس خیال کیا ان لوگوں نے کَفَرُوْٓا جو کافر ہیں اَنْ یَّتَّخِذُوْا یہ کہ بنائیں عِبَادِیْ میرے بندوں کو مِنْ دُوْنِیْٓ میرے نیچے اَوْلِیَآءَ کارساز اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ بیشک ہم نے تیار کی ہے جہنم لِلْکٰفِرِیْنَ کافروں کیلئے نُزُلًا مہمانی قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ نُنَبِّئُكُمْ کیا ہم تمہیں خبر دیں بِالْاَخْسَرِیْنَ ان لوگوں کی جو سب سے زیادہ خسارے میں ہیں اَعْمَالًا اعمال کے لحاظ سے اَلَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں ضَلَّ سَعْیُهُمْ ضائع ہوگئی ان کی کوشش فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا کہ بیشک وہ اچھا کام کر رہے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یہ وہ لوگ ہیں کَفَرُوْا جنہوں نے انکار کیا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کا وَلِقَآئِهٖ اور اس کی ملاقات کا فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ پس ضائع ہوگئے ان کے اعمال فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ پس ہم نہیں قائم کریں گے ان کیلئے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن وَزْنًا کوئی وزن ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ یہ ان کا بدلہ ہوگا جَهَنَّمُ جہنم بِمَا كَفَرُوْا اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا وَاتَّخَذُوْٓا اور بنایا انہوں نے اٰیٰتِیْ میری آیتوں کو وَرُسُلِیْ اور میرے رسولوں کو هُزُوًا مسخرہ۔

یاجوج ماجوج کا ذکر چلا آرہا ہے۔ یہ جسم کے لحاظ سے مضبوط ہونگے اور اس سے مراد یہ چینی، جاپانی، منگولیا کے گاگ مگاگ اور روسی قومیں ہیں۔ یہ ساری قومیں یاجوج ماجوج ہیں اور یاجوج ماجوج کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے حق اور سچ ہے اسی

طرح ہوگا اور قیامت کی جو نشانیاں آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں وہ پوری ہونگی تو قیامت آئے گی۔ان قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی الـمَلْحَمَةُ الْکُبْرٰی ہے۔ یعنی بہت بڑی لڑائی ہوگی ساری دنیا اس لڑائی کی لپیٹ میں آجائے گی شاذ و نادر ہی کوئی ملک ہوگا جو اس سے الگ رہے گا اس لڑائی میں سو میں سے اٹھانوے مرد تباہ ہونگے صرف دو زندہ رہیں گے اور فرمایا اس وقت پچاس عورتوں کا ایک نگران اور محافظ ہوگا۔ یہ مراد نہیں ہے کہ سب بیوہ ہونگی بلکہ بہنیں، بیٹیاں، خالائیں، پھوپھیاں وغیرہ ہوں گی جن کا نگران صرف ایک ہوگا تو یہ مَلْحَمَةُ الْکُبْرٰی سر پر کھڑی ہے۔

دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے نجات دی ہے :

اور یہ بھی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے نجات دی ہے عِصَابَةٌ تَغْزُوْ الْهِنْدَ ”ایک گروہ وہ ہے جو ہندوستان کیساتھ لڑائی کرے گا اور دوسرا گروہ ہوگا جو امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دے گا۔“ ان دو گروہوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ یہ روایت نسائی شریف میں ہے جو صحاح ستہ میں تیسرے درجے کی کتاب ہے۔ دنیا کی لڑائیاں زور پر ہونگی مسلمانوں کا بادشاہ مرے گا اس کے بعد اختلاف ہوگا کہ اب خلیفہ کس کو بنائیں اس اختلاف کے موقع پر امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا وہ مدینہ منورہ کے باشندے ہونگے۔ ان کا نام محمد والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا حضرت حسین ؓ کی اولاد میں سے ہونگے۔

چند دن ہوئے ہیں کسی مولوی صاحب نے ان روایات کو پیش نظر رکھ کر اس طرح کڑی ملائی ہے کہ شاہ فہد مرے گا اس کے بعد لوگ اس کے بھائی عبداللہ کو بادشاہ بنائیں

گے عبداللہ امریکہ کا مخالف ہے اور فہد اس کا وفادار ہے اس کی ہاں میں ہاں ملانے والا ہے جو امریکہ کہتا ہے وہ کرتا ہے۔ (مولوی صاحب کی یہ کڑی اور تشریح حالات نے غلط ثابت کر دی ہے۔ نواز بلوچ) بہر حال حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت دنیا بڑی تنگ ہوگی ہر طبقے کے لوگ تنگ ہونگے مُلِئَتِ الْاَرْضُ ظُلْمًا وَّجَوْرًا ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ ''زمین ظلم اور جور کیساتھ بھری ہوگی۔'' ظلم کا معنٰی ہے حقوق اللہ اور جور کا معنٰی ہے حقوق العباد۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ضائع کئے جائیں گے نہ اللہ کا حق محفوظ ہوگا اور نہ بندوں کا حق محفوظ ہوگا لڑائیاں خوب زوروں پر ہونگی۔ اب یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ انڈیا کیساتھ لڑائی آج شروع ہوتی ہے یا کل بہر حال یہ لازماً ہو کر رہے گی۔

طالبان کا وجود امام مہدی کے ظہور کی علامت ہے :

اور یہ بات بھی احادیث سے ثابت ہے کہ جب مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو اس وقت افغانستان میں مسلمانوں کی کافی قوت ہوگی یہ طالبان کی قوت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پیش خیمہ بنائی ہے اور یہاں سے لوگ ان کی امداد اور اعانت کیلئے جائیں گے۔ اس وقت یہودی بھی بڑی قوت میں ہونگے تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُوْدُ کے لفظ بھی آتے ہیں یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ اور تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے۔ غرضیکہ کافروں کیساتھ لڑائیاں ہونگی اور کوئی ملک لڑائی سے خالی نہیں ہوگا ساری دنیا میں لڑائیاں ہی لڑائیاں ہونگی، جھگڑے ہی جھگڑے ہونگے اس وقت مسلمانوں کی مدد کیلئے امام امہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ وہ لڑائی کیلئے لشکر ترتیب دے رہے ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور اسی اثنا میں دجال کا خروج ہوگا اور وہ یہود میں سے ہوگا ایک آنکھ

سے کانا ہوگا اور دعویٰ کرے گا کہ میں خدا ہوں، میں رسول ہوں عجیب قسم کے جادو اور مسمریزم اس کے پاس ہونگے۔ بارش نہیں ہو رہی ہوگی وہ بادلوں کو اشارہ کرے گا اکٹھے ہو جائیں گے اور برسنا شروع کر دیں گے لوگ کہیں گے ہم بہت غریب ہیں زمین پر پاؤں مارے گا سونا چاندی اُگل دے گی۔ جو شخص دجال لعین کو رب اور رسول نہیں مانے گا دجال اس کے گھر کی طرف اشارہ کرے گا اس کے گھر کا سارا سامان دجال کے پیچھے چل پڑے گا۔ کیا ٹرنک، کیا پیٹیاں، کرسیوں اور پیڑیوں تک، مسلمان کے گھر کوئی چیز نہیں رہے گی سب دجال کے پیچھے چل پڑے گی۔ فرمایا اس وقت ایمان بچانا بہت مشکل ہوگا۔ فرمایا وَ اَمَّا الطَّعَامُ فَلاَ اس وقت روٹی کا تو نام بھی نہیں ہوگا۔ خاندان میں بڑا بہادر نوجوان وہ ہوگا جو گھر کے افراد کو پانی تلاش کر کے لا دے۔ عرض کیا حضرت! پھر وہ کیا کھائیں گے؟ فرمایا سبحان اللہ، الحمد للہ کا پڑھنا یہ ان کی خوراک ہوگی اور بعض ایسے ہونگے ان کی توجہ سبحان اللہ، الحمد للہ کی طرف نہیں ہوگی وہ زمین کی مٹی اور ریت کو پھکی بنا کر کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان کیلئے شکر بنا دے گا۔ بڑا افراتفری کا زمانہ ہوگا اور یہ بھی فرمایا کہ جس وقت تمہاری ہندوستان کیساتھ لڑائی ہوگی تم ان کے کمانڈروں اور جرنیلوں کو قید کر کے لاؤ گے بس اسی اثناء میں امام مہدی علیہ السلام بھی آ جائیں گے۔ اب یہ کڑیاں ملتی جا رہی ہیں۔ دجال کا خروج پہلے ہوگا یا جوج ماجوج کا زور بعد میں ہوگا۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے۔ حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی جائے گی کہ اب وہ لوگ آرہے ہیں کہ ان کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ بحیرہ طبریہ بڑا سمندر ہے۔ فرمایا ان کا اگلا حصہ بحیرہ طبریہ سے گذرے گا تو وہ پئیں گے اور اپنے برتنوں میں ڈال لیں گے جب پچھلا حصہ پہنچے گا تو وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوگا

وہ کہیں گے کہ سنتے تھے یہاں پانی ہوتا تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بدعا کریں گے اور یاجوج ماجوج جہاں جہاں ہونگے مرجائیں گے۔

یہود کیساتھ مسلمانوں کی لڑائی :

آج سے تقریباً پینسٹھ سال پہلے جب ہم نے حضرت مولانا عبد القدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوٰۃ شریف پڑھی تو ہم نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت! احادیث میں آتا ہے کہ تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے اور یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے اس وقت یہودیوں کی آبادی چھ سات ہزار تھی اور چھپتے پھرتے تھے۔ ہم نے کہا کہ یہ یتیم بے چارے ہمارے ساتھ کیا لڑیں گے اور ہماری شان کے خلاف ہے کہ ہم ان کیساتھ لڑیں اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر یہود کیساتھ لڑیں یہ تو ان کی توہین ہے۔ حضرت نے فرمایا میاں! (یہ ان کا تکیہ کلام تھا۔) جب چیونٹی مرنے پر آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں۔ یہود کی ہلاکت کا جب وقت آئے گا اس وقت یہ مضبوط قوت بن جائیں گے۔ اس وقت ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی اور اب دنیا سے سارے یہودی وہاں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اس وقت اسرائیل میں نوے لاکھ یہودی ہیں اور ایسی قوت ہے کہ ان کے اردگرد بارہ کروڑ سے زیادہ مسلمان حکومتوں کے افراد ہیں اور سب ان سے ڈرتے ہیں دنیا میں اسلحہ کے لحاظ سے یہودیوں کا تیسرا نمبر ہے لیکن جس وقت لڑائی شروع ہوگی تو یہ میدان میں کھڑے نہیں ہونگے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم یہود کیساتھ لڑو گے تو یہ چھپتے پھریں گے درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپیں گے۔ پتھر آواز دے گا یَا عَبْدَ اللّٰہ خلفی یَھُوْدِیٌّ "اے غازی مجاہد، اے اللہ کے بندے میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّھَا مِنْ شَجَرَۃِ الْیَھُوْدُ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ غرقد ایک درخت ہے وہ نہیں بولے گا

اس کی یہودیوں کیساتھ کوئی مناسبت ہوگی۔'' یہ لڑائیاں ہونگی اور یاجوج ماجوج کا خروج بعد میں ہوگا۔اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ان کو تباہ وبرباد کریگا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ اور ہم نے چھوڑ دیا ان کے بعض کو اس دن جب ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے دیوار قائم کی يَمُوجُ فِي بَعْضٍ گھس رہے ہونگے وہ ایک دوسرے میں، حرکتیں کرتے ہیں فساد کرتے ہیں اور ادھر کے ادھر ہی رہے وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل جب ساری دنیا تباہ ہوجائے گی فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا پس ہم ان کو اکٹھا کریں گے اکٹھا کرنا وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ اور ہم پیش کریں گے جہنم يَوْمَئِذٍ اس دن لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے سامنے عَرْضًا پیش کرنا۔ابھی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہی ہونگے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ [شعراء:۹۱] ''اور ظاہر کردیا جائیگا دوزخ کو گمراہوں کیلئے۔'' اور مومنوں کے سامنے جنت پیش کی جائے گی ابھی اس میں داخل نہیں ہونگے اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں ہونگے اور وہاں سے جنت کا نظارہ کررہے ہوں گے۔فرمایا کون سے کافر ہیں؟ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ کافر وہ ہیں کہ ان کی آنکھوں میں پردے ہیں میری یاد سے ان کو میری یاد نہیں میری توحید نہیں وحدانیت نہیں ہے وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا اور وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں حق سننے کی یعنی اتنے بدفطرت اور بدمزاج ہیں کہ حق سننے کی ان میں طاقت ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا کیا پس خیال کیا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ یہ کہ بنائیں میرے بندوں کو میرے نیچے کارساز۔کافروں کا خیال ہے کہ جو میرے بندے ہیں وہ میرے نیچے ان کے کارساز ہیں، مشکل کشا ہیں، حاجت روا، فریادرس، دستگیر بن جائیں گے۔یہی نظریہ کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ

کو مان کر اس کے نیچے اوروں کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس سمجھنا اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلاً بیشک ہم نے تیار کی ہے جہنم کافروں کے لئے مہمانی۔ یہ تمسخر اور مذاق ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ نُنَبِّئُكُمْ کیا ہم تمہیں خبر دیں بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالاً ان لوگوں کی جو سب سے زیادہ خسارے میں ہیں اعمال کے لحاظ سے۔ وہ کون سے لوگ ہیں؟ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ وہ لوگ ہیں ضائع ہوگئی ان کی کوشش فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیشک وہ اچھے کام کر رہے ہیں یعنی دنیا کی ترقی کیلئے بہت کچھ کیا۔ دیکھو! کلاشنکوف ایک انگریز کا نام ہے جس نے کلاشنکوف ایجاد کی ہے اس وقت اس کی عمر اسی سال سے زیادہ ہے۔ میں اخبارات میں اس کا بیان پڑھ رہا تھا کہ اس نے کہا کہ کاش میں اس کی بجائے کوئی اور چیز ایجاد کرتا تو اچھا ہوتا۔ یہ لوگوں کی تباہی کا سامان ہے جو تم لئے پھرتے ہو۔ اس کا بانی اس کی ایجاد پر شرمندہ ہے۔ تو کافر جو کام دنیا میں کر رہے ہیں اس پر وہ افسوس کریں گے کہ کاش! کہ اس کی بجائے کوئی اور کام کرتے تو اچھا تھا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کیا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کا وَلِقَآئِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کیا یعنی قیامت کے منکر ہیں فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ پس ضائع ہوگئے ان کے اعمال۔ آج اگر مجموعی حیثیت سے دیکھو تو کافر مسلمانوں سے زیادہ اچھے کام کرتے ہیں، سڑکیں بناتے ہیں، ہسپتال، کالج بناتے ہیں، رفاہِ عامہ کے بہت کام کرتے ہیں لیکن ایمان کے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں ہے یہ سارے اعمال ان کے اکارت ہیں فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا پس ہم قائم نہیں کریں گے ان کیلئے قیامت والے دن کوئی وزن۔ چیز اس وقت تولی جاتی ہے جب اس کا تقابل ہو ان کا کچھ مقابلہ ہو، کفر کے مقابلے میں ایمان

توہے نہیں کیا تولا جائے لہٰذا ان کیلئے وزن قائم نہیں ہوگا ذٰلِکَ جَزَآؤُ ھُمْ یہ ان کا بدلہ ہوگا جَھَنَّمُ جہنم بِمَا کَفَرُوْا اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ اور بنایا انہوں نے میری آیتوں کو وَرُسُلِیْ اور میرے رسولوں کو ھُزُوًا مسخرہ۔ کیا دنیا کی ترقی پر فخر کیا اور اس پر نازاں ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناکام اور بڑے گھاٹے میں ہونگے۔

❁❁❁

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝١٠٧ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ
عَنْهَا حِوَلًا ۝١٠٨ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ
قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝١٠٩ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ
رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ۝١١٠ ع

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے عمل کیے اچھے كَانَتْ لَهُمْ ہوں گی ان کیلئے جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ ٹھنڈی چھاؤں والی جنتیں نُزُلًا مہمانی خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان میں لَا یَبْغُوْنَ نہیں تلاش کریں گے عَنْهَا حِوَلًا ان سے منتقل ہونا قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ اگر ہو جائے سمندر مِدَادًا سیاہی لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ میرے رب کے کلمات کیلئے لَنَفِدَ الْبَحْرُ البتہ ختم ہو جائے سمندر قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ پہلے اس سے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں وَلَوْ جِئْنَا اور اگر چہ ہم لائیں بِمِثْلِهٖ اس جیسی مَدَدًا اور سیاہی قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ پختہ بات ہے کہ میں بشر ہوں مِّثْلُكُمْ تمہاری طرح یُوْحٰۤى اِلَیَّ وحی کی جاتی ہے میری طرف اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا پس جو شخص امید رکھتا ہے لِقَآءَ رَبِّهٖ اپنے رب کی

ملاقات کی فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا پس اس کو چاہیے کہ کام کرے اچھے وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا اور نہ شریک ٹھہرائے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی۔

اس سے قبل کافروں کے انجام کا ذکر تھا جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ ان کا بدلہ جہنم ہے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔اب اس کے بالمقابل مومنوں کا ذکر ہے اوران کے ٹھکانے کا ذکر ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ فِرْدَوْس کا معنیٰ ہے ٹھنڈی چھاؤں۔معنیٰ ہوگا ان کیلئے ٹھنڈی چھاؤں والی جنتیں ہیں۔عرب کا علاقہ بڑا گرم ہے وہاں درخت، پانی اور سایہ یہ چیزیں بڑی غنیمت سمجھی جاتی ہیں اور ہمارے علاقے میں گرمی بنسبت اس علاقے کے کم ہے اور درخت پانی بھی وافر ہے۔اس لئے ہمیں ان چیزوں کی قدر بھی کم ہے ان لوگوں کو ان چیزوں کی بڑی قدر تھی۔ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں آتا ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے انہوں نے ایک جگہ دیکھی کہ درخت ہیں، سبزہ ہے پانی کا چشمہ ہے۔ارادہ کرلیا کہ میں یہاں بیوی بچوں کو چھوڑ کر ڈیرہ لگالوں اور اللہ اللہ کرتا رہوں۔پھر خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھے بغیر مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ حضرت یہ جگہ مجھے بڑی عمدہ نظر آرہی ہے درخت اور سبزہ ہے پانی کا چشمہ ہے میرا جی چاہتا ہے کہ میں یہاں ڈیرہ لگالوں اور اللہ اللہ کرتا رہوں۔آنحضرت نے فرمایا لَا تَبَتُّلَ فِي الْاِسْلَامِ اسلام تَبَتُّلْ کی زندگی کو پسند نہیں کرتا۔اپنی تن آسانی کیلئے بیوی

بچوں کو چھوڑنا، برادری کو خیر باد کہہ دینا، ملنا جلنا چھوڑ دینا اسلام کی رو سے بالکل حرام ہے۔ تو خیران لوگوں کیلئے ٹھنڈا سایہ، درخت، نہریں، بہت عمدہ چیزیں تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کیلئے ٹھنڈی چھاؤں والے باغ ہونگے نُـزُلاً مہمانی کی جگہ ہوگی۔ وہاں وہ ٹھہریں گے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ وہ ہمیشہ کی زندگی آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی کیونکہ ہم نے محدود قسم کا زمانہ دیکھا ہے اسی کو سمجھتے ہیں اور وہ سو سال نہیں، ہزار سال نہیں، لاکھ سال نہیں، کروڑ سال نہیں، ارب اور کھرب سال بھی نہیں، سوچ سوچ کر دماغ فیل ہو جاتا ہے کہ اس کی حد ہی نہیں ہے۔

محدود گناہ کی لمبی سزا کیوں ؟

اس پر بعض ملحدوں نے اعتراض کیا ہے کہ آدمی کفر، شرک اور گناہ تو کرتا ہے محدود وقت میں دس سال، بیس سال، پچاس سال، سو سال، ہزار سال، تو یہ محدود زمانہ ہے اور اس کو سزا ملے غیر محدود کہ ہمیشہ ہمیشہ وہ دوزخ میں رہیں گے یہ تو انصاف کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے علماء کرام کو جنہوں نے دین کی خدمت کی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کی چوری ہوگی اسی طرح کی سزا ہو گی۔ اگر کوئی معمولی چیز چوری کرتا ہے تو اس کی سزا بھی معمولی ہوگی اگر کوئی مال غیر محفوظ کو چوری کرتا ہے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے اور اگر کوئی قیمتی شی محفوظ کو چوری کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے تو غرضیکہ جس طرح کی چوری ہوگی اس طرح کی سزا ہوگی۔ مشرک رب تعالیٰ کی صفات پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور رب تعالیٰ کی صفات غیر محدود اور غیر متناہی ہیں مشرک نے ان پر ڈاکہ ڈالا ہے لہٰذا اس کی سزا بھی لامحدود اور ختم نہ ہونے والی ہوگی۔ اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوگی۔ پھر ملحد ٹولے نے یہ بھی کہا کہ مومن جنت میں

ہمیشہ ہمیشہ کیوں رہیں گے؟

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے کا سبب عمل ہے اور علت رب تعالیٰ کی رحمت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی اس کے شامل حال نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا حضرت! ہمارے عمل جو ہیں سو ہیں وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ آپ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکو گے فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی هَامَتِهٖ وَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ اَوْ كَمَا قَالَ رسول الله ﷺ۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر پر رکھا اور فرمایا اور میں بھی اپنے عمل کے زور پر جنت میں نہیں جا سکتا مگر یہ کہ ڈھانپ لے گا مجھے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل میں تو جنت میں داخلے کا سبب عمل ہے اور علت رب تعالیٰ کی رحمت ہے اور اس کی رحمت چونکہ غیر متناہی ہے یعنی جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس لئے اس کا بدلہ بھی غیر متناہی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا نہیں تلاش کریں گے اس سے منتقل ہونا، بدلنا۔ دنیا میں کوئی جگہ تکلیف دہ ہوتی ہے بندہ وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے جنت میں چونکہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس لئے وہاں سے دوسری جگہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔

آگے پھر اللہ کی رحمت کا ذکر ہے جو بے انتہا ہے۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ اگر ہو جائے سمندر مِدَادًا سیاہی لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ میرے رب کے کلمات کیلئے، اس کی صفات اور کمالات کیلئے، اس کی خوبیاں لکھنے کیلئے سارا سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے کمالات اور خوبیاں لکھی جائیں لَنَفِدَ الْبَحْرُ البتہ ختم ہو جائے سمندر قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ

كَلِمٰتُ رَبِّيْ پہلے اس سے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں، اس کی خوبیاں ختم ہوں، رب کی صفت میں سے کوئی صفت ختم نہ ہوگی اور یہ سمندر ختم ہو جائے گا وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا اور اگرچہ ہم لائیں اس جیسی اور سیاہی پھر بھی رب تعالیٰ کی صفات اور خوبیاں ختم نہیں ہوسکتیں۔ یہاں یہ فرمایا اور سورت لقمان آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ اور اگر ہو جائیں جو زمین درخت ہیں قلمیں وَالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ اور سمندر اس کی سیاہی بن جائیں مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ اس کے بعد سات سمندر اور سیاہی بن جائیں مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ نہیں ختم ہونگے اللہ تعالیٰ کے کلمات۔ اندازہ لگاؤ اللہ تعالیٰ کی خوبیوں اور کمالات کا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اور جب تک رہے گی مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک جتنے درخت ہیں، تھے اور ہونگے سب کے سب قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے۔ جغرافیہ والے بتاتے ہیں کہ زمین کے اکہتر حصے زیر آب ہیں۔ یہ سارا سمندر سیاہی بن جائے اور اس جیسے سات سمندر اور سیاہی بن جائیں اور تمام انسان، تمام جنات اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کی خوبیان اور کمالات لکھنا شروع کر دیں یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا اور رب تعالیٰ کی تعریف کا الف بھی مکمل نہیں ہوگا۔ اس کی صفات اور کمالات غیر محدود ہیں۔ اسی لئے مشرک بڑا مجرم ہے کہ اس رب سے ورے ورے اوروں کو خدا بنائے پھرتا ہے اور رب کا دروازہ چھوڑ کر دوسروں سے مانگتا پھرتا ہے۔ نسائی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ "جو رب سے نہیں مانگتا رب اس پر ناراض ہوتا ہے۔" رب کو اس پر غصہ آتا ہے کہ میرا بندہ ہو کر مجھ سے کیوں نہیں مانگتا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ہمارے گھروں میں بچے بچیاں ہیں، عورتیں ہیں ان کو اگر کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو

گھر کے سربراہ سے مانگتے ہیں کہ مجھے کپڑے چاہئیں، مجھے جوتا چاہیے، مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر ہمارے گھر کے افراد میں سے کوئی بھی محلے کے لوگوں سے مانگے کہ مجھے سلیٹ لے کردو، مجھے کرتا لے کردو، مجھے جوتا لے کردو، غیرت مند بندہ گوارہ نہیں کرے گا کہ میری بیٹی، میری بیوی، میری بہن کسی سے جا کر دوپٹہ مانگے، کپڑے مانگے، جوتا کنگھی مانگے تو رب کی غیرت کب برداشت کرتی ہے کہ میرا بندہ میرے سوا کسی غیر سے مانگے۔ اکبرالہ آبادیؒ نے کہا ہے......

اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اکبر

یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

تو اس کے دروازے کو چھوڑ کر کسی اور سے مانگنا رب تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہے اور رب تعالیٰ کی خوبیاں اور کمالات غیر محدود ہیں۔

آنحضرت ﷺ بشر تھے :

آگے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ اعلان کر دیں اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پختہ بات ہے کہ میں بشر ہوں تمہاری طرح۔ آپ ﷺ انسان ہیں اور رب تعالیٰ کی مخلوق میں درجے کے لحاظ سے سب سے بلند ہیں نہ اس جہان میں آپ ﷺ کے درجے اور شان کا کوئی ہے نہ اگلے جہان میں ہوگا مگر ہیں بشر۔ بعض جاہل قسم کے لوگ ایسے مغالطہ دیتے ہیں کہ یا تو آپ ﷺ نے خود اپنے آپ کو بشر کہا ہے یا رب نے کہا ہے یا کافروں نے آپ ﷺ کو بشر کہا ہے، ہمیں تمہیں نہیں کہنا چاہیے۔ ان کے یہ بات بالکل غلط ہے۔ شمائل ترمذی، ترمذی شریف، مسند احمد اور دیگر احادیث کی کتابوں میں یہ روایت ہے کہ صحابہ کرام ﷢ نے حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے پوچھا کہ اے ام المومنین!

آپ ﷺ کی گھر سے باہر کی زندگی تو ہمارے سامنے ہے، میدان کی بھی، مسجد کی بھی، سفر کی بھی، لیکن آپ رضی اللہ عنہا یہ بتلائیں کہ آپ ﷺ گھر میں آ کر کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ یَفْلِیْ ثَوْبَہٗ وَیَحْلِبُ شَاتَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَخْصِبُ نَعْلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَکْنِسُ بَیْتَہٗ ''آپ بشر تھے، انسان تھے جو کام انسان کرتے ہیں آپ بھی کرتے تھے اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑوں سے جوئیں تلاش کرتے تھے، بکری کا دودھ بھی دوھ لیتے تھے، جھاڑو بھی پھیر لیتے تھے، جوتا بھی گانٹھ لیتے تھے۔'' سب کام کرتے تھے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ بشر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی ساری باتیں لکھ لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ احادیث کسی کو معلوم نہیں ہیں ہاں! عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو زیادہ معلوم ہیں فَاِنَّہٗ یَکْتُبُ وَلَا اَکْتُبُ کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) روایات مروی ہیں۔ ابوداؤد، مسند احمد اور دیگر احادیث کی کتابوں میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو روکا کہ برخوردار! تم سب کچھ لکھ لیتے ہو ورسول اللہ ﷺ بَشَرٌ یَتَکَلَّمُ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَآءِ ابوداؤد شریف میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ بشر ہیں کبھی غصے میں بات کرتے ہیں کبھی راضی ہوتے ہیں، کبھی دل لگی کی بات بھی کرتے ہیں ہر بات نہ لکھا کرو۔ جس میں کوئی حکم ہو وہ لکھا کرو۔ انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا آپ ﷺ کی مجلس برخاست ہوئی تو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے عرض کیا حضرت! میں آپ کی تمام باتیں لکھ لیتا تھا لیکن انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں کبھی آپ ﷺ غصے میں بات کرتے ہیں اور کبھی راضی ہونے کی حالت میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اُکْتُبْ لکھا کر وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا میری زبان

سے جس حالت میں بھی بات نکلے حق ہی ہوتی ہے۔ دیکھو! یہ تمام صحابہ ﷺ آپ ﷺ کو بشر کہتے ہیں لیکن اس کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو بشر بشر کہتے پھرو۔ ادب احترام بڑی چیز ہے مثلاً ایک آدمی کا نام عبداللہ ہے لیکن وہ قابل قدر اور قابل احترام ہے تو لوگ اس کو عبداللہ کی بجائے قاری صاحب، حافظ صاحب، مولوی عبداللہ کہتے ہیں محض نام وہ لے گا تو اس سے بڑا ہوگا یا اس کا ہم عمر اور ساتھی ہوگا۔ تو چھوٹے تو ادب سے نام لیں گے۔ آنحضرت ﷺ بشر ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو درجہ دیا ہے اس سے آپ ﷺ کے پلہ کا کوئی نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی بشریت کا منکر کافر ہے :

باقی آپ کی بشریت کا انکار تو دور کی بات ہے میں نے عرض کیا تھا کہ "روح المعانی" تفسیر کی کتاب ہے اور "فتاویٰ ہندیہ" جس کو "فتاویٰ عالمگیری" کہتے ہیں اس میں بھی یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے اور اس کے علاوہ فقہ کی دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ پوچھا جائے کہ یہ بتلاؤ کہ آنحضرت ﷺ کس جنس میں سے تھے، کس نوع میں سے تھے، کس ملک میں تشریف لائے تھے فَقَالَ لَا اَدْرِیْ اور اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا یَکْفُرُ ایسا شخص کافر ہے۔ کیوں کافر ہے؟ اس لئے کہ ضروریات دین میں سے ہے یہ جاننا کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور عربی ہیں یہ کیوں کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے؟ تو آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرنے والا بھلا کس طرح مسلمان رہے گا؟

تو فرمایا آپ کہہ دیں میں بشر ہوں تمہارے جیسا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وحی کی جاتی ہے میری طرف۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے رتبے کے ساتھ مجھے نوازا ہے یاد رکھو! اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔ حاجت روا، مشکل کشا، فریاد

رس، دستگیر، مقنن، قانون ساز، دینے لینے والا صرف ایک رب ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے، اس کا قیامت پر یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا مجھے رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور مجھ سے میری زندگی کے متعلق پوچھا جائے گا فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا پس اس کو چاہیے کہ کام کرے اچھے۔ دوسری بات وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا اور نہ شریک ٹھہرائے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی۔ عبادت وہی قبول ہوگی جو شرک سے پاک ہوگی اگر ایک رائی برابر بھی شرک ہوا تو عبادت اور نیک عمل اس کے منہ پر مار دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید اور سنت پر قائم رکھے اور شرک و بدعت اور رسومات، رواج اور گناہوں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آج بروز بدھ ۴ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو

سورۃ کہف کی تفسیر مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علی ذٰلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم : مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ۔

❁......❁......❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ مریم

(مکمل)

جلد............١٢

سُوۡرَۃُ مَرۡیَمَ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ ثَمَانٌ وَّ تِسۡعُوۡنَ اٰیَۃً وَّ سِتُّ رُکُوۡعَاتٍ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کٓھٰیٰعٓصٓ ۚ﴿۱﴾ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا ۚ﴿۲﴾ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَ اشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا وَّ لَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾ وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ۙ﴿۵﴾ یَّرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ وَ اجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا ﴿۶﴾ یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِۣ اسۡمُہٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا وَّ قَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡکِبَرِ عِتِیًّا ﴿۸﴾

کٓھٰیٰعٓصٓ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی ہے اِذۡ نَادٰی جس وقت پکارا اس نے رَبَّہٗ اپنے رب کو نِدَآءً خَفِیًّا پکارنا مخفی طریقے سے قَالَ عرض کیا زکریا علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیۡ بیشک میں وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ کمزور ہو چکی ہیں ہڈیاں میری وَ اشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ اور بھڑک اٹھا ہے سر شَیۡبًا بڑھاپے کی وجہ سے وَّلَمۡ اَکُنۡ اور نہیں ہوں میں بِدُعَآئِکَ آپ کو پکارنے کی وجہ سے رَبِّ اے میرے رب شَقِیًّا محروم وَاِنِّیۡ خِفۡتُ اور بیشک میں خوف کرتا ہوں الۡمَوَالِیَ اپنے بھائی بندوں سے مِنۡ وَّرَآءِیۡ اپنے بعد وَ کَانَتِ

امْـرَاَتِـیْ اور ہے میری بیوی عَـاقِرًا بانجھ فَھَبْ لِیْ پس آپ دیں مجھ کو مِنْ لَّدُنْکَ اپنی طرف سے وَلِیًّا جانشین یَّـرِثُنِیْ جو وارث بنے میرا وَیَرِثُ اور وارث بنے مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا وَاجْعَلْہُ اور آپ کر دیں اس کو رَبِّ اے میرے رب رَضِیًّا پسندیدہ یٰـزَکَرِیَّا اے زکریا علیہ السلام اِنَّـا نُبَشِّرُکَ بیشک ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں بِغُلٰمِ ایک لڑکے کی اِسْـمُہٗ یَحْیٰی نام اس کا یحیٰی ہوگا لَـمْ نَـجْعَلْ لَّہٗ نہیں بنایا ہم نے اس کیلئے مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا اس سے پہلے کوئی ہم نام قَالَ عرض کیا زکریا علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اَنّٰی یَـکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا وَّکَـانَتِ امْـرَاَتِیْ عَاقِرًا اور ہے میری بیوی بانجھ وَّقَـدْ بَلَغْتُ اور تحقیق میں پہنچ چکا ہوں مِنَ الْکِبَرِ بڑھاپے سے عِتِیًّا میری کمر سوکھ گئی ہے۔

تاریخ مسجد اقصیٰ :

حضرت زکریا علیہ السلام کے ہم زلف تھے عمران ابن ماثان رحمۃ اللہ علیہ ۔ یہ اپنے دور کے ولی تھے اور مسجد اقصیٰ کے امام تھے۔ مسجد اقصیٰ کی بنیاد حضرت یعقوب علیہ السلام نے رکھی تھی اور اس میں توسیع حضرت داؤد علیہ السلام نے کی تھی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر شاہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ کرائی۔ مسجد اقصیٰ بیت المقدس شہر میں واقع ہے۔ یہ شہر صِیُھُوْن بروزن بِـرْزُوْن پہاڑ پر واقع ہے جو سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے جیسے ہمارے ہاں مری ہے۔ ۱۹۶۷ء کی لڑائی میں یہود نے اس علاقہ پر قبضہ کرلیا تھا اور آج تک وہ اس پر قابض ہیں جب چاہیں مسجد اقصیٰ میں

نماز پڑھنے دیتے ہیں اور جب چاہیں نہیں پڑھنے دیتے۔حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام عشاعہ بنت فاقوذ تھا اور عمران بن ماثان کی بیوی کا نام حَنَّۃُ بنت فاقوذ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ یہ دونوں بہنیں تھیں حضرت عمران بن ماثان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لڑکا تھا جس کا نام ہارون تھا۔اسی سورت میں آگے اس کا نام اور ذکر آئے گا، یہ بھی بڑا نیک اور پارسا لڑکا تھا اور جوانی میں فوت ہوگیا حَنَّۃُ بنت فاقوذ بڑی پریشان تھیں کہ میرا خاوند بہت بوڑھا اور کمزور ہے اس کی گدی (سیٹ) کو کون سنبھالے گا؟ دعا کی اے پروردگار! مجھے کوئی اولاد عطا فرمائیں اسے تیری رضا کیلئے وقف کر دونگی۔تیسرے پارے میں اس کا ذکر ہے خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرمائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا کی جس کا نام مریم رکھا علیہا السلام۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مریم کا معنٰی ہے عابدہ۔یہ مریم عبرانی زبان کا لفظ ہے والدین بچپن میں ہی فوت ہوگئے تربیت کے سلسلہ میں اختلاف ہوا ہر ایک کا خیال تھا کہ میں تربیت کروں۔تیسرے پارے میں اس کا ذکر ہے۔قرعہ اندازی ہوئی قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا (مریم علیہا السلام) ان کی تحویل میں دیدی گئیں۔آگے تفصیل آ رہی ہے کہ جب وہ جوان ہوئیں اور غسل سے فارغ ہوکر کپڑے پہنے تو ایک صحت مند نوجوان ان کے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا، یہ گھبرا گئیں کہ اس کا ارادہ اچھا نہیں ہے۔اس نے کہا بی بی! گھبرائیں نہیں میں تیرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں آپ کو لڑکے کی خوشخبری دینے کیلئے آیا ہوں۔فرمانے لگیں میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا ''نہیں چھوا مجھے کسی بشر نے نکاح کیساتھ اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔'' کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھے بچہ دے گا چونکہ اس سورۃ میں تفصیلاً حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر آ رہا ہے اس لئے اس سورت کا نام مریم ہے یعنی وہ سورت جس میں مریم علیہا السلام کا ذکر ہے۔

حروف مقطعات کی بحث :

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے پہلے تینتالیس (۴۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کے چھ رکوع اور اٹھانوے (۹۸) آیات ہیں۔ پہلی آیت کریمہ کھیعص ہے۔ قرآن کریم میں انتیس (۲۹) سورتیں ہیں جن کے شروع میں ایسے حروف ہیں، حم، یٰسین، طٰه، الر، الم، جیسا کہ تفسیر مظہری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں سِرٌّ فِيمَا بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ بَيْنَ رَسُوْلِهٖ ﷺ۔ ''یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں۔'' یعنی ان کا مطلب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور آنحضرت ﷺ جانتے ہیں اور کسی کو ان کا مطلب معلوم نہیں ہے۔ اور اکثر مفسرین کرامؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِکَ ''ان الفاظ کی مراد رب ہی بہتر جانتا ہے۔'' ہمیں معلوم نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ھِیَ مِنْ اسماء اللّٰه تعالٰی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام تو ننانوے ہیں ان میں تو یہ نام نہیں آتے؟ تو اسکے دو جواب علماء کرام نے دیئے ہیں۔

پہلا یہ کہ ننانوے ناموں میں حصر نہیں ہے یہ مشہور نام ہیں۔ تفسیر کبیر، ابن کثیر، ابو سعود وغیرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہیں جو نازل ہوئے ہیں لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ان پانچ ہزار ناموں میں ہوں۔ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک ایک حرف ایک ایک نام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر منقول ہے کہ کاف سے مراد کَافٍ ہے، کفایت کرنے والا۔ سورہ زمر میں آتا ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ ''کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کافی اپنے بندے کو۔'' یعنی کفایت کرنے والا صرف رب ہے۔ اور 'ھا' سے مراد ہادی ہے۔ سورہ نور میں

ہے وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ''اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' 'یا' سے مراد یامین ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے 'عٓ' سے مراد عزیز ہے اس کا معنی ہے غالب، قرآن پاک میں آتا ہے عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔اور 'صٓ' سے مراد صادق ہے، سورۃ النسآء میں ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلاً [آیت:۱۲۲] ''اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کے اعتبار سے۔''

بلند آواز سے دعا وذکر مکروہ ہے :

ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا یہ ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی ہے اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو پکارنا مخفی طریقے سے ۔سلف صالحین اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دعا بھی آہستہ ہو اور ذکر بھی آہستہ ہو اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہت سخت ہیں ۔البحر الرائق، عمدۃ القاری اور کبیر وغیرہ میں تصریح ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَیُکْرَہُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالدُّعَآءِ وَالذِّکْرِ مُخَالِفًا لِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَفِیْ قَوْلٍ بِدْعَۃٌ ''بلند آواز سے دعا کرنا اور ذکر کرنا مکروہ ہے اور ایک قول میں ہے کہ بدعت ہے۔'' اور رب تعالیٰ کے قول اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً [اعراف:۵۵] کے مخالف ہے۔ ''پکارو اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔'' ہاں! جہاں شریعت نے جہر کیساتھ ذکر بتلایا ہے وہاں جہر کیساتھ ٹھیک ہے۔مثلاً آذان بلند آواز سے ہوگی، تکبیر بلند آواز سے ہوگی، تلبیہ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ بلند آواز سے ہوگا، بڑی عید کے موقع پر نویں تاریخ سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر تک بلند آواز سے تکبیر پڑھنی ہے۔تو جہاں شریعت نے بلند آواز سے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے وہاں بلند آواز سے پڑھنی ہے اور جہاں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم نہیں ہے وہاں

بلند آواز سے پڑھنا مکروہ بھی ہے اور بدعت بھی ہے۔ موارد الظمآن وغیرہ میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ ''بہترین ذکر آہستہ ہے۔'' صرف اپنے کان سنیں لوگوں کے کان نہ کھائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آہستہ ذکر کرنا بلند آواز سے ذکر کرنے سے ستر گنا زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ تو حضرت زکریا علیہ السلام نے مخفی طریقہ سے اپنے رب کو پکارا قَالَ عرض کیا رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ اے میرے رب! یہ رَبِّ کا لفظ جہاں بھی آئے گا اصل میں یَا رَبِّیْ ہے۔ تخفیفاً حرف ندا 'یا' کو حذف کر دیتے ہیں اور آخر میں 'ی' متکلم کو بھی حذف کر دیتے ہیں۔ اے میرے رب بیشک میں بڑھاپے کی وجہ سے میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا اور بھڑک اٹھا ہے میرا سر بڑھاپے کی وجہ سے، ہڈیاں کمزور ہیں سر کے بال سفید ہیں۔ تفسیروں میں آتا ہے اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اور اے میرے رب! وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا اور نہیں ہوں میں آپ کو پکارنے کی وجہ سے اے میرے رب محروم۔ اے پروردگار! آپ کو پکارنے کی وجہ سے میں کبھی نامراد نہیں رہا جب بھی آپ سے سوال کیا آپ نے میری مراد پوری کی۔ اے پروردگار! اب میرا سوال یہ ہے کہ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مَوَالِیَ مَوْلٰی کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے وارث، رشتہ دار، خاندان کے لوگ۔ میں اپنے خاندان کے لوگوں سے خوف کرتا ہوں مِنْ وَّرَآءِ یْ اپنے بعد۔ دین کی حفاظت کا خوف تھا کہ میرے بعد دین کی حفاظت نہیں کریں گے وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا اور ہے میری بیوی بانجھ۔ ایشاعہ اس کا نام تھا بنت فاقوذ رحمہا اللہ۔

وراثت سے مراد علمی وراثت ہے انبیاءؑ کا مالی وارث کوئی نہیں ہوتا :

تفسیروں میں آتا ہے کہ ان کی اس وقت عمر ۹۹ سال تھی فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا پس آپ دیں مجھ کو اپنی طرف سے جانشین وارث يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ جو وارث بنے میرا اور وارث بنے یعقوب کے خاندان کا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا اور آپ کر دیں اس کو اے میرے رب پسندیدہ۔ یہاں وراثت سے مراد کس چیز کی وراثت ہے؟ تو یاد رکھنا! تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبروں کی مال میں وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ بخاری و مسلم اور تمام صحاح میں یہ روایت ہے نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِيَآءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَهُ صَدَقَةٌ ''فرمایا آنحضرت ﷺ نے ہم جو پیغمبروں کی جماعت ہیں ہماری مالی وراثت نہیں ہوتی جو مال ہمارے پاس ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے ''قُرَّةُ الْعَيْنَيْنِ فِيْ تفضيل شيخين'' کتاب لکھی ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ انہی فضائل سے سڑ جل کر نجف خان دھلوی نے جو شیعہ تھا حضرت شاہ صاحب کی انگلیاں کاٹ دی تھیں۔ اس کتاب میں شاہ صاحبؒ یہ روایت نقل کرتے ہیں لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ ''نہ ہم وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔'' ہماری وراثت آگے تقسیم نہیں ہوتی۔ لَا نَرِثُ کے الفاظ مجھے اور کسی کتاب میں نہیں ملے لَا نُوْرَثُ کے الفاظ تو کثرت کیساتھ ہیں شیعوں اور قادیانیوں کا دعویٰ باطل ہے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی وراثت بھی تقسیم ہوئی ہے۔ شیعہ روافض کا اصل مقصد یہ ہے کہ وراثت کے مسئلے پر زور دیں گے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا ظالم ہونا ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے پیغمبر کی وراثت تقسیم نہیں کی۔ چنانچہ خمینی نے اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے کہ

قرآن کا پہلا باغی ابوبکر تھا(ﷺ) کیونکہ یُوصِیکُمُ اللّٰهُ فِیٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ میں وراثت کا مسئلہ بیان ہوا ہے اور ابوبکر ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کا حصہ نہیں دیا لہٰذا قرآن کا پہلا باغی اور منکر ابوبکر ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور دوسرا منکر اور زندیق عمر ہے ﷺ اس نے بھی نہیں دیا۔ تو ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ وراثت کے مسئلے پر زور لگا کر ان کا ظالم ہونا ثابت کریں۔ اہل حق نے قادیانیوں کو کہا کہ تم کہتے ہو کہ غلام احمد قادیانی معاذ اللہ تعالیٰ پیغمبر ہے اس کے والد کا نام مرتضیٰ تھا اور وہ انگریز کا ٹاؤٹ، اس کی وراثت مرزے قادیانی نے کیوں لی؟ اور پھر مرزے قادیانی کی وراثت کیوں چلی پیغمبروں کی وراثت تو نہیں چلتی؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پیغمبروں کی وراثت چلتی ہے اور ان آیات سے دھوکہ دیتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار! مجھے کوئی وارث دے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی وراثت چلتی ہے لیکن ان کا اس آیت سے استدلال بالکل باطل ہے۔ کیونکہ اول تو پیغمبر کی نگاہ میں دنیا کے مال کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی تو پھر یہ کیسے مان لیں کہ زکریا علیہ السلام کو اپنے مال کی اتنی فکر تھی کہ اس کیلئے دعائیں کر رہے تھے کہ اے میرے رب مجھے وارث دے کہ میرا مال کہیں برادری نہ کھا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے پاس مال تھا کتنا؟ کیونکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کَانَ عَبْدًا نَجَّارًا وہ بڑھئی تھے۔ لکڑی کا کام کرتے تھے مشینی دور ہوتا تو پھر بھی سمجھ لیتے بڑا کچھ کمایا ہوگا۔ مشینی دور تو تھا نہیں، تبلیغ بھی کرتے تھے، نماز بھی پڑھتے تھے پھر تیشہ آری چلا کر کتنی دولت اکٹھی کر لی ہوگی کہ جس کیلئے فکرمند تھے کہ اے میرے اللہ! مجھے اولاد دے تاکہ میرا مال کوئی اور نہ کھا جائے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو مال کی وراثت کا

کوئی فکر نہیں تھا ان کو فکر تھا نبوت کی وراثت کا، علم کی وراثت کا، دین کی وراثت کا۔ آیت کریمہ سے دین کی وراثت مراد ہے کہ اے پروردگار! مجھے خاندان میں ایسا کوئی آدمی نظر نہیں آرہا جو میرے اس دین کے کام کو سنبھالے لہٰذا مجھے بیٹا عطا فرما جو میرے دین کے کام کا وارث بنے۔ اسی طرح سورہ نمل کی آیت نمبر ۱۶ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اس میں ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ "اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے۔" دیکھو! باپ بھی پیغمبر تھا اور بیٹا بھی پیغمبر ہے۔ اس وراثت سے مراد بھی نبوت کی وراثت ہے۔ میری کتاب ہے "ارشاد الشیعہ" اس میں میں نے بڑی تفصیل کیساتھ اس مسئلے کو بیان کیا ہے۔ اتنی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ اس آیت کریمہ سے استدلال کرنا اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اٹھارہ بھائی اور تھے اور مالی وراثت مراد ہوتی تو آیت اس طرح ہوتی وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ وَاِخْوَتُهٗ "حضرت سلیمان علیہ السلام اور اس کے بھائی داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔" مالی وراثت ہوتی تو سب کو ملتی صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو وراثت ملی۔ تو یہ نبوت کی وراثت تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملی اور کسی بھائی کو نہیں ملی اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اَلْاَنْبِيَآءُ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَ لَا دِرْهَمًا "انبیاء علیہم السلام درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ پیغمبر علم کی وراثت دیتے ہیں جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ لیا۔" سورہ فاطر آیت نمبر ۳۲ میں ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا "پھر ہم نے وارث بنایا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے منتخب کیا اپنے بندوں میں سے۔" تو ان آیات میں جس وراثت کا ذکر ہے وہ نبوت کی وراثت ہے، رسالت کی وراثت ہے، مال کی وراثت قطعاً مراد نہیں ہے۔

عرض کیا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا اور آپ کردیں اس کو اے میرے رب پسندیدہ۔
فرمایا يٰزَكَرِيَّا اے زکریا علیہ السلام اِنَّا نُبَشِّرُكَ بیشک ہم آپ کو خوشخبری دیتے ہیں
بِغُلٰمِ ن اسْمُهٗ يَحْيٰى ایک لڑکے کی اس کا نام یحییٰ ہوگا علیہ السلام لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ
سَمِيًّا نہیں بنایا ہم نے اس کیلئے اس سے پہلے کوئی ہم نام، اس نام کا پہلے کوئی لڑکا نہیں۔
اکثر مفسرین یہی معنٰی کرتے ہیں اور بعض نے یہ بھی معنٰی کیا ہے کہ اگرچہ اس نام کا کوئی ہو
لیکن اتنی صفات اور خوبیاں جو ان میں تھیں اس دور میں وہ کسی اور میں نہیں تھیں۔ قَالَ
زکریا علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ اے میرے پروردگار اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ کیسے ہوگا
میرے لئے لڑکا وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا اور ہے میری بیوی بانجھ۔ ننانوے سال کی ہو
چکی ہے کوئی بچہ نہیں ہوا اب بچہ جننے کے قابل نہیں ہے وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔
عِتِيٌّ کے دو معنٰی آتے ہیں۔ ایک معنٰی ہے کمر کبڑی ہو جائے، آدمی بوڑھا ہو جائے تو کبڑا
ہو جاتا ہے۔ اور اکثر معنٰی کرتے ہیں کمر جھک گئی ہے۔ جس وقت رطوبات خشک ہو جاتی
ہیں تو درد شروع ہو جاتے ہیں۔ تو کمر میری جھک گئی ہے اس حالت میں مجھے بچہ کیسے ملے
گا؟ باقی ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۞ ۞ ۞

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝۹ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۱۱ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝۱۲ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۝۱۳ وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝۱۴ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝۱۵ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝۱۶ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝۱۷

ع ۱۵ وقف لازم

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے كَذٰلِكَ اسی طرح قَالَ رَبُّكَ فرمایا آپ کے رب نے هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ یہ مجھ پر آسان ہے وَّقَدْ خَلَقْتُكَ اور تحقیق میں نے پیدا کیا آپ کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا اور آپ نہیں تھے کوئی چیز قَالَ عرض کیا زکریا علیہ السلام نے رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً اے میرے رب بنا دیں آپ میرے لئے کوئی نشانی قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اٰيَتُكَ آپ کی نشانی یہ ہے اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ کہ آپ کلام نہیں کر سکیں گے لوگوں کیساتھ ثَلٰثَ لَيَالٍ تین راتیں سَوِيًّا آپ ٹھیک ٹھاک ہوں گے فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ پس وہ

نکلے اپنی قوم پر مِنَ الْمِحْرَابِ اپنے حجرے سے فَاَوْحٰی اِلَیْھِمْ پس اشارہ کیا ان کی طرف زکریا علیہ السلام نے اَنْ سَبِّحُوْا کہ تسبیح بیان کرو بُکْرَۃً پہلے پہر وَّعَشِیًّا اور پچھلے پہر یٰیَحْیٰ اے یحییٰ علیہ السلام خُذِ الْکِتٰبَ پکڑیں آپ کتاب کو بِقُوَّۃٍ مضبوطی کیساتھ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ اور دیا ہم نے ان کو حکم صَبِیًّا جبکہ وہ بچے تھے وَّحَنَانًا اور شفقت دی مِّنْ لَّدُنَّا اپنی طرف سے وَزَکٰوۃً اور پاکیزگی وَکَانَ تَقِیًّا اور تھے وہ پرہیزگار وَّبَرًّا بِوَالِدَیْہِ اور اچھا سلوک کرنے والے تھے اپنے والدین کیساتھ وَلَمْ یَکُنْ اور نہیں تھے جَبَّارًا جبر کرنے والے عَصِیًّا نافرمان وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ اور سلامتی ہے اس پر یَوْمَ وُلِدَ جس دن پیدا ہوئے وَیَوْمَ یَمُوْتُ اور جس دن وفات پائیں گے وَیَوْمَ یُبْعَثُ اور جس دن کھڑے کیے جائیں گے حَیًّا زندہ ہوکر وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اور ذکر کریں آپ کتاب میں مریم علیہا السلام کا اِذِ انْتَبَذَتْ جس وقت وہ الگ ہوئیں مِنْ اَھْلِھَا اپنے گھر کے افراد سے مَکَانًا شَرْقِیًّا مکان کے مشرق کی طرف فَاتَّخَذَتْ پس بنایا اس نے مِنْ دُوْنِھِمْ ان سے ورے حِجَابًا پردہ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھَا پس ہم نے بھیجا ان کی طرف رُوْحَنَا اپنے روح القدس فرشتے کو فَتَمَثَّلَ لَھَا پس اس نے شکل اختیار کی اس کے سامنے بَشَرًا بشر کی سَوِیًّا جو بالکل ٹھیک ٹھاک ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ قوم کو سمجھاتے، تبلیغ کرتے عمر زیادہ ہوگئی، بیوی عشاعہ بنت فاقوذ بانجھ ہوگئی وہ بھی بڑی نیک پارسا بیوی تھی، دعائیں

کرتی تھی اے پروردگار! یہ تبلیغ کا سلسلہ چلتا رہے ختم نہ ہو۔ زکریا علیہ السلام بھی بوڑھے ہو گئے ہیں کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت ''موت کا ذائقہ سب نے چکھنا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کیلئے خلود نہیں ہے وَ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ [سورہ رحمٰن] ''اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔'' باقی سب پر فنا آئے گی۔ اس سلسلے میں زکریا علیہ السلام بھی بڑے پریشان تھے۔ خاندان بڑا وسیع تھا ان میں اچھے لوگ بھی تھے لیکن بُرے ہمیشہ زیادہ رہے ہیں۔ ان سے خوف تھا اب تو ان پر تھوڑا بہت خوف ہے میرے مرنے کے بعد وہ بھی جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے کوئی وارث عطا فرما جو میری نبوت کے سلسلے میں وارث بنے۔ تیسرے پارے میں ہے فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَهُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ [آل عمران: ۳۹] ''پس آواز دی زکریا علیہ السلام کو فرشتوں نے جبکہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کمرے میں۔'' نماز کی حالت میں گفتگو شروع کر دی۔ فرشتوں کیساتھ گفتگو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرو نماز کی حالت میں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے نماز میں اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ اللہ تعالیٰ کا سفیر ہوتا ہے۔ سفیر کیساتھ بات کرنا رب تعالیٰ کیساتھ بات کرنا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ اسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں اور اس کا نام یحییٰ علیہ السلام ہوگا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بڑے تعجب اور جرأت سے فرمانے لگے کہ مجھے لڑکا کیسے حاصل ہوگا بیوی میری بانجھ ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے میری کمر دوہری ہوگئی ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی اور ننانوے سال بیوی کی عمر تھی۔ اس کا ذکر ہے.....

قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا كَذٰلِكَ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكَ آپ کے رب نے فرمایا ہے اے مخاطب هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ یہ میرے لئے آسان ہے۔اس بڑھاپے میں ہمارے لئے اولاد دینا کوئی مشکل چیز نہیں ہے۔مشکل مخلوق کیلئے ہوگی اے زکریا علیہ السلام وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ اور تحقیق میں نے آپ کو پیدا کیا اس سے پہلے وَلَمْ تَكُ شَيْئًا اور نہیں تھے آپ کوئی چیز۔آپ کا وجود بھی نہیں تھا اور میں قادر مطلق نے جس طرح تجھے پیدا کیا ایسے ہی تجھ کولڑکا بھی دونگا۔ قَالَ زکریا علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً اے میرے رب بنادیں آپ میرے لئے کوئی نشانی جس سے میں سمجھوں کہ میری بیوی امید سے ہے۔

نبی کو مافی الارحام کا علم نہیں تو ولی کو کیسے ہوسکتا ہے ؟

دیکھو! آج کل بعض غالی قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ ولی نہیں ہوسکتا جب تک مَا فِي الْاَرْحَامِ کو نہ جانے یعنی جو کچھ رحموں میں ہے اس کا علم نہ ہو تو ولی نہیں ہوسکتا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔اللہ تعالیٰ بچائے اس بُرے عقیدے سے۔یاد رکھنا! اَرْحَام کی کیفیت صرف رب جانتا ہے۔ہاں وحی کے ذریعے، کشف کے ذریعے اور الہام کے ذریعے کسی کو رب تعالیٰ دو چار واقعات بتادے اور اس کو معلوم ہوجائے تو یہ الگ بات ہے اور غیب نہیں ہے یہ تو رب تعالیٰ بتلاتے ہیں۔اگر مَا فِي الْاَرْحَامِ کا علم نبی ولی کو ہوتا تو حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے نشانی کیوں مانگتے کہ میرے لئے کوئی نشانی مقرر کرو تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ میری بیوی باامید ہوگئی ہے۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا اٰيَتُكَ آپ کی نشانی یہ ہے اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا کہ آپ کلام نہیں کرسکیں گے لوگوں کیساتھ تین راتیں۔ٹھیک ٹھاک ہوں گے لوگوں کیساتھ بات کرنا چاہیں گے تو

زبان نہیں چلے گی ۔ ذکر وتسبیح کیلئے چلے گی ،نماز کیلئے چلے گی لیکن جب کسی آدمی کیساتھ بات کرنا چاہو گے تو زبان ساتھ نہیں دے گی ۔ اس مقام پر تین راتوں کا ذکر ہے اور تیسرے پارے میں ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ [آل عمران:۴۱] ’’تین دن‘‘ دونوں آیتوں کو ملا کر مفہوم بنے گا کہ تین دن اور تین راتیں جب آپ لوگوں کیساتھ بات کرنا چاہو گے تو بات نہیں کر سکو گے اور ہو گے بھی ٹھیک ٹھاک زبان پر چھالے نہیں ہونگے ، زخم نہیں ہونگے جب یہ کیفیت ہو تو سمجھ جانا کہ آپ کی بیوی باامید ہے۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ محراب کا معنیٰ کمرہ پس وہ نکلے اپنی قوم پر اپنے خاص کمرے سے فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ پس اشارہ کیا ان لوگوں کی طرف زکریا علیہ السلام نے اَنْ سَبِّحُوْا کہ تسبیح بیان کرو اللہ تعالیٰ کی بُكْرَةً وَّعَشِيًّا صبح اور شام ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ یہ فرشتوں کی تسبیح ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پیدا کیا ابھی بچے تھے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ اے یحییٰ علیہ السلام آپ کتاب کو مضبوطی کیساتھ پکڑو۔ تمام مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد تورات ہے قرآن کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں تورات کا مقام بہت بلند ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطا فرمائی اس میں کچھ احکام جدید تھے اور زیادہ تر اخلاق ہیں قانون زندگی تورات میں ہی ہے۔ تو فرمایا اس کتاب کو مضبوطی کیساتھ پکڑو۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا اور دیا ہم نے ان کو حکم جبکہ وہ بچے تھے۔ تین سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی آگے ذکر آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بچپن میں نبوت ملی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا اور شفقت دی اپنی طرف سے ، بڑی شفقت اور نرمی کرنے والے تھے وَزَكٰوةً اور پاکیزگی

دی، پاکیزہ خصلت والے اور بڑی نظافت والے تھے۔

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں منقول ہے کہ بچپن میں محلے کے بچوں نے کہا اے یحیٰ علیہ السلام آؤ کھیلیں۔ فرمانے لگے لَمْ نُخْلَقْ لِلَّعِبْ ''ہم کھیل کیلئے پیدا نہیں کیے گئے۔'' حالانکہ بچوں کو کھیل بڑی پیاری لگتی ہے۔ تو یہ بچپن میں بڑے اخلاق کے مالک تھے وَكَانَ تَقِيًّا اور تھے وہ پرہیزگار وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ اور اچھا سلوک کرنے والے تھے والدین کیساتھ۔

والدین کیساتھ حسن سلوک :

حقوق العباد میں والدین کیساتھ حسن وسلوک کی بڑی تاکید ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے لَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا [بنی اسرائیل: ۲۳] ''اور اے مخاطب نہ کہو والدین کو اف اور بات کرو ان کے سامنے ادب کے ساتھ۔'' اُف کا معنیٰ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کرتے ہیں ''ہوں ہاں'' لوگ کسی کو بلاتے ہیں اور وہ کہتا ہے جواب میں ہاں کہ میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور بعض علاقوں میں ہوں کہتے ہیں۔ تو اگر ماں باپ بلائیں تو ہوں ہاں بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیوں؟ اگرچہ اس میں ان کی بات کا جواب ہے مگر لفظ بڑے سخت اور کرخت ہیں ادب کا پہلو اس میں نہیں ہے۔ جی بول کر کہو۔ رئیس التابعین حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے ایسے انداز سے گفتگو کرے جیسے سخت آقا کے سامنے کمزور غلام بولتا ہے مگر آج تو قصہ ہی اور ہے آج کی نافرمانی الامان لوگوں کے ذہن بدل گئے ہیں، حالات بدل گئے ہیں، ہزار میں سے کوئی ایک آدھ ہوگا خوش قسمت جسکو اولاد سے سکھ ملا ہوگا۔ فرمایا وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا اور نہیں تھے

جبر کرنے والے۔ جبر کا معنیٰ قہر کرنا، ظلم اور زیادتی کرنا عَصِيًّا نافرمان بھی نہیں تھے۔ والدین کے فرمانبردار تھے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ اور سلامتی ہو یحییٰ علیہ السلام پر يَوْمَ وُلِدَ جس دن پیدا ہوئے وَ يَوْمَ يَمُوْتُ اور جس دن وفات پائیں گے وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا اور جس دن کھڑے کئے جائیں گے زندہ کر کے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کی وجہ :

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف میں حَصُوْرًا کے لفظ بھی آئے ہیں تیسرے پارے میں۔ انہوں نے شادی نہیں کی تھی سارا وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہی گزارتے تھے۔ اس علاقہ کا جو بادشاہ تھا اس کے گھر کافی عورتیں تھیں، لونڈیاں تھیں۔ اس کی ایک سگی بھانجی بڑی خوبصورت تھی۔ اس ظالم بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس بھانجی کیساتھ نکاح کرنا ہے۔ لوگوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ وہ اپنی بھانجی کیساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام بڑے پریشان ہوئے کہ تورات کو ماننے والا ہے، کلمہ پڑھنے والا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا ہے اور یہ کیا کر رہا ہے۔ اپنا فریضہ ادا کرنے کیلئے دو چار ساتھی لے کر اس کے پاس گئے۔ بادشاہ سے کہا کہ میں نے یہ بات سنی ہے کہ آپ اپنی بھانجی کیساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں بادشاہ بڑے کرخت اور سخت لہجے میں بولا تجھے کیا ہے؟ اپنا کام کرو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فریضہ ہے جہاں کہیں برائی ہو اس کو روکنا اور مسئلہ بتلانا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمارے فریضہ میں شامل ہے اس کے پاس دوست اور لفنگے قسم کے لوگ کافی سارے بیٹھے تھے۔ اس نے اپنی سخت توہین سمجھی کہ میرے ساتھیوں اور دوستوں میں آ کر مجھے ایسا کہا ہے یہ کون ہوتا ہے ایسا کہنے والا؟ اس ظالم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ دمشق شہر میں جامع اموی مسجد ہے

عبدالملک بن مروان نے ۱۲۸ھ میں بنوائی تھی۔اس مسجد میں یحییٰ علیہ السلام کی قبر ہے میں نے خود دیکھی ہے اور صلاۃ وسلام بھی پیش کر کے آیا ہوں۔سوق حمیری وہاں مشہور بازار ہے اور مسجد اموی سوق حمیدیہ میں ہے۔اس مسجد کے مشرقی طرف سفید اونچا مینارہ ہے اس مینارہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے۔حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر ہوئی تھی اسی لئے ان کا ذکر ہوا۔آگے حضرت مریم علیہ السلام کا ذکر ہے اور ان کی ولادت کا ذکر تیسرے پارے میں بڑی تفصیل کیساتھ ہوا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اور ذکر کریں آپ کتاب میں مریم علیہ السلام کا۔قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے سوا اور کسی عورت کے نام کا ذکر نہیں ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے جوڑے کا ذکر ہے زَوْجُكَ الْجَنَّةَ لیکن حضرت حوا علیہا السلام کا نام نہیں ہے۔نوح علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمْرَاَةَ نُوْحٍ نام نہیں ہے۔لوط علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمْرَاَةَ لُوْطٍ لیکن نام نہیں ہے۔حضرت مریم علیہا السلام کا نام قرآن پاک میں تیس دفعہ آیا ہے۔اوسطاً گویا فی پارہ ایک دفعہ ان کا نام آیا ہے۔مریم کے لفظی معنی ہیں عابدہ عبادت کرنے والی۔یہ عبرانی لفظ ہے اور عابدہ عربی لفظ ہے۔حضرت مریم علیہا السلام جوان ہوئیں۔اپنی خالہ کے گھر رہتی تھیں۔سادہ زمانہ ہوتا تھا بیرونی دیوار کے دوکونوں کیساتھ انہوں نے ایک ٹاٹ لٹکا یا ہوا تھا جس نے غسل کرنا ہوتا تھا پردہ آگے کر کے غسل کر لیتا تھا۔آج جو سہولتیں لوگوں کو حاصل ہیں یہ ان کے تصور میں بھی نہیں تھیں۔

چنانچہ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا جس وقت مریم علیہا السلام الگ ہوئیں اپنے گھر کے افراد سے مَكَانًا شَرْقِيًّا مشرقی کونے میں۔وہاں پر ان کا غسل خانہ تھا دو دیواروں

کے درمیان ٹاٹ لٹکایا ہوا تھا وہاں غسل کر لیتے تھے فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا پس بنایا حضرت مریم علیہا السلام نے ان سے ورے یعنی افراد خانہ کے سامنے پردہ تاکہ وہ غسل کرلیں۔ جب وہ غسل سے فارغ ہوئیں کپڑے پہن لئے فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا پس ہم نے بھیجا ان کی طرف اپنے روح القدس فرشتے کو، جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا پس اس نے شکل اختیار کی اس کے سامنے ایسے انسان کی جو بالکل ٹھیک ٹھاک ہو صحت مند خوبصورت نوجوان۔ حضرت مریم علیہا السلام نے دیکھا کہ میں غسل کر کے کپڑے پہن کے فارغ ہوئی ہوں اور یہ موٹا تازہ نوجوان آ گیا ہے اس کی نیت اچھی نہیں ہے گھبرا گئیں۔ آگے بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی رہی تو۔

۞ ۞ ۞

قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ﴿۲۶﴾ ۚ

قَالَتْ کہا مریم علیہا السلام نے اِنِّیْ بیشک میں اَعُوْذُ پناہ لیتی ہوں بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن کیساتھ مِنْكَ تجھ سے اِنْ كُنْتَ اگر ہے تو تَقِیًّا پرہیز گار قَالَ اس نے کہا اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ بیشک میں قاصد ہوں آپ کے رب کا لِاَهَبَ لَكِ تاکہ میں دیدوں آپ کو غُلٰمًا لڑکا زَكِیًّا پاکیزہ قَالَتْ وہ کہنے لگی اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ کیسے ہوگا میرے ہاں لڑکا وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا اور نہیں ہوں بدکار قَالَ اس نے کہا كَذٰلِكِ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكِ فرمایا ہے آپ کے رب نے هُوَ

عَلَیَّ هَیِّنٌ وہ میرے لئے آسان ہے وَلِنَجْعَلَهٗۤ اور تاکہ کریں ہم اس کو اٰیَةً لِّلنَّاسِ نشانی لوگوں کیلئے وَرَحْمَةً مِّنَّا اور رحمت اپنی طرف سے وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا اور ہے معاملہ طے شدہ فَحَمَلَتْهُ پس اس نے اٹھایا اس کو اپنے پیٹ میں فَانْتَبَذَتْ بِهٖ پس الگ ہوئیں وہ اس کو لے کر مَكَانًا قَصِیًّا دور مکان میں فَاَجَآءَهَا پس اس کو مجبور کردیا الْمَخَاضُ دردِ زہ نے اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کی طرف قَالَتْ کہنے لگی یٰلَیْتَنِیْ کاش کہ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا مر چکی ہوتی اس سے پہلے وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا اور میں ہوتی بھولی بسری فَنَادٰىهَا پس اس نے آواز دی اس کو مِنْ تَحْتِهَاۤ اس درخت کے نیچے سے اَلَّا تَحْزَنِیْ یہ کہ آپ غم نہ کریں قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تحقیق بنایا ہے آپ کے رب نے تَحْتَكِ سَرِیًّا آپ کے نیچے چشمہ وَهُزِّیْۤ اِلَیْكِ اور حرکت دیں اپنی طرف بِجِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کو تُسٰقِطْ گرائے گا عَلَیْكِ آپ پر رُطَبًا جَنِیًّا تازہ کھجوریں فَكُلِیْ پس کھائیں آپ وَاشْرَبِیْ اور پئیں وَقَرِّیْ عَیْنًا اور ٹھنڈی کریں آنکھ کو فَاِمَّا تَرَیِنَّ پس اگر آپ دیکھیں مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا انسانوں میں سے کسی کو فَقُوْلِیْۤ پس کہیں آپ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا بیشک میں نے نذر مانی ہے رحمان کیلئے خاموش رہنے کی فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا پس ہرگز میں کلام نہیں کروں گی آج کے دن کسی انسان سے۔

پچھلے درس میں تم نے پڑھا کہ حضرت مریم علیہا السلام جب غسل کر کے کپڑے

پہن کر فارغ ہوئیں تو ایک صحیح سالم انسان، صحت مند، تندرست سامنے آ گیا اس کو دیکھ کر گھبرا گئیں کہ اس شخص کی نیت اچھی نہیں ہے۔ اس وقت قَالَتْ کہا مریم علیہا السلام نے اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بیشک میں پناہ لیتی ہوں بِالرَّحْمٰنِ رحمٰن کیساتھ مِنْکَ تجھ سے۔ میں رحمٰن کا تجھ کو واسطہ دیتی ہوں، رحمٰن سے مدد حاصل کرتی ہوں اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا اگر ہے تو پرہیزگار تو چلے جاؤ۔ کیونکہ ایسے موقع پر ایسا ہی خیال پیدا ہو سکتا ہے قَالَ اس آنے والے نے کہا اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ بیشک میں قاصد ہوں آپ کے رب کا۔ رسول کا معنٰی ہے پیغام پہنچانے والا۔ میں نے تو آپ کو رب کا پیغام پہنچانا ہے لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا تاکہ میں دیدوں آپ کو لڑکا پاکیزہ۔

بیٹے بیٹیاں صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے :

دینے کا مطلب تیسرے پارے میں آتا ہے اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ [آل عمران:۴۵] ''جب کہا فرشتوں نے اے مریم علیہا السلام بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو خوشخبری دیتا ہے ایک کلمے کی اپنی طرف سے نام اس کا مسیح ابن مریم ہوگا۔'' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں آپ کو رب کی طرف سے ایک بچے کی خوشخبری دینے آیا ہوں کہ رب آپ کو بچہ دے گا۔ بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو اگر فرشتہ بیٹا دے سکتا ہے تو ولی کیوں نہیں دے سکتے۔ بھئی! وہ بیچارہ تو آواز دے رہا ہے اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ بیشک میں آپ کے رب کا بھیجا ہوا ہوں، قاصد ہوں، ڈاکیا ہوں، ڈاکیے کا کام خط دینا ہے لکھنا نہیں ہے۔ قَالَتْ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ کیسے ہوگا میرے ہاں لڑکا وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے جائز طریقے سے کہ میرا کسی کے ساتھ نکاح ہوا ہو وَّلَمْ اَکُ

بَغِیًّا اور نہیں ہوں میں بدکار۔ عادتاً بچہ دو طریقوں سے ہی ملتا ہے یا حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے اور یہاں دونوں باتیں نہیں ہیں بچہ کیسے ہوگا؟ قَالَ فرشتے نے کہا کَذٰلِکِ اسی طرح ہوگا۔ کیوں؟ قَالَ رَبُّکِ فرمایا ہے آپ کے رب نے ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وہ میرے لئے آسان ہے۔ رب تعالیٰ نے دینا ہے میں نے تو نہیں دینا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ [آلعمران:۵۹] ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا اس کو ہو جا پس وہ ہوگیا۔'' اور حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا تو کتنے صریح اور صاف لفظ ہیں ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وہ میرے لئے آسان ہے۔ بغیر باپ کے بیٹا ہوا ہے بغیر خاوند کے بیٹا ملا ہے۔

مرزا قادیانی بدزبان تھا:

اب مرزا قادیانی کی لاف سنو! مرزا غلام احمد قادیانی دجال نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے میرے پاس پرانا نسخہ طبع قادیان ہے اب نئے نسخے کا صفحہ اور ہو گا۔ اس میں پہلے تو مولویوں کو گالیاں دی ہیں۔ 'الف' سے شروع کر کے 'یا' تک۔ اسی طرح الّو مولوی، بلی مولوی کہ مولوی برے ہیں۔ بھئی! برے کیوں نہ ہوں کہ انہوں نے تیری اس جھوٹی نبوت سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے اور جھوٹی نبوت کا دروازہ بند کیا ہے۔ اگر لوگوں کو نہ بتلایا جاتا تو لوگ دھڑا دھڑ تیرے پیچھے لگ جاتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں لوگوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی ہے۔ علماء حق نے آواز بلند کی یہاں ان پر پابندی ہے۔ جھوٹی نبوت کی تبلیغ کھلے بندوں نہیں کر سکتے اور جہاں پابندی نہیں ہے وہاں آج بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔ میں نے کل کے اخبار میں پڑھا ہے کہ انڈونیشیا میں کتنے سو آدمی

قادیانی ہوگئے ہیں ان کی کوشش کیساتھ۔ چونکہ وہاں ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ آزاد کشمیر میں بھی ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ لوگوں کو ویزے کا لالچ دے کر، رشتوں اور نوکریوں کا لالچ دے کر قادیانی بناتے ہیں۔ آزاد کشمیر میرپور کے علاقے میں کافی قادیانی ہیں۔

قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی :

تو خیر پہلے تو علماء کو گالیاں دیں پھر کہتا ہے کہ یہ بدذات مولوی کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی عزت نہیں کرتا مجھے سے زیادہ عزت کرنے والا کون ہوگا۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کرتا ہوں ان کی ماں مریم کی عزت کرتا ہوں، ان کے چھ بہن بھائیوں کی عزت کرتا ہوں، میں عیسیٰ علیہ السلام کے باپ یوسف نجار کی عزت کرتا ہوں۔ اس بے ایمان سے کوئی پوچھے کہ یوسف نجار حضرت مریم کا خاوند کہاں سے آگیا ہے؟ اور بہن بھائی کہاں سے آگئے؟ حضرت مریم علیہا السلام تو فرماتی ہیں اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ میرے لیے بچہ کیسے ہوگا وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اور مجھے کسی بشر نے چھوا نہیں ہے ہاتھ نہیں لگایا وَلَمْ اَکُ بَغِیًّا اور میں بدکارہ بھی نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ کہتا ہے کَذٰلِکِ اسی طرح ہوگا۔ رب تعالیٰ آپ کو دے گا آپ کا رب کہتا ہے یہ میرے لئے آسان ہے۔ بھئی! اس سے بڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کی کیا توہین ہوگی کہ یوسف نجار ترکھان کو عیسیٰ علیہ السلام کا باپ بنادیا اور پھر آگے جو کچھ لکھا ہے نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اور کفر کا ڈر بھی لگتا ہے۔ نقل کفر کفر نہ باشد کے تحت نقل کرتے ہیں۔ لکھتا ہے پہلے ان کے آپس میں ناجائز تعلقات تھے پھر جب حمل ہوگیا تو نکاح ہوا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور اس کی ایک کتاب ہے ''تریاق القلوب'' اس میں لکھتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے کم ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تو تین دادیاں نانیاں زناکار اور کسبی

عورتیں تھیں۔ بھئی! سوال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دادیاں کہاں سے آگئیں؟ تو اس میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ مرزا دجال بے ایمان اور کافر ہے اس کو نبی مجتہد ماننے والے بھی کافر اور بے ایمان ہیں مگر جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو اس کا کیا علاج ہے کہ ویزوں کے پیچھے پڑ جائیں، نوکریوں کے پیچھے پڑ جائیں، شادیوں کے پیچھے پڑ کر ایمان برباد کر لیتے ہیں۔ قادیانی بیرون ملک ملازمت کیلئے بھیجتے ہیں اور یہ ان کو لکھ دیتے ہیں کہ ہم احمدی ہیں ان کا فارم پُر کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو دھوکہ دے دیا ہے۔ دھوکہ نہیں دیا بلکہ تم کافر ہو گئے ہو اور تمہارے بھیجنے والے ماں باپ بھی کافر ہو گئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کیسے ہوئی :

تو حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا مجھے کسی بشر نے چھوا نہیں جائز طریقے سے اور نہ میں بدکارہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا اسی حالت میں آپ کو ملے گا آپ کے رب نے فرمایا ہے میرے لئے آسان ہے۔ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ اور تاکہ ہم اس کو بنائیں اپنی قدرت کی نشانی لوگوں کیلئے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے بغیر باپ کے بیٹا دے سکتا ہے وَرَحْمَةً مِّنَّا اور رحمت بنائیں اس کو اپنی طرف سے۔ اور فرمایا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا اور ہے معاملہ طے شدہ۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری اس کا اثر ہوا کہ ان کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود بن گیا۔ آگے پھر روایات مختلف ہیں کہ پیدائش کتنے عرصہ کے بعد ہوئی۔ بعض تین دن لکھتے ہیں، بعض نے تین مہینے لکھے ہیں اور بعض نے نو مہینے بھی لکھے ہیں۔ بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود حضرت مریم علیہا السلام کے رحم

میں بن گیا فَحَمَلَتۡهُ پس اس نے اٹھایا اس کو پھر جب محسوس کیا کہ بچہ پیدا ہونے والا ہے فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ پس وہ الگ ہوئیں اس پیٹ کے بچے کو لے کر مَكَانًا قَصِيًّا دور مکان میں یعنی ایسی جگہ جو گھر سے دور ہٹی ہوئی تھی پریشان تھیں کہ لوگوں کی تسلی کس طرح ہوگی۔ عمران بن ماثان جیسے ولی کے گھر میں پیدا ہوئی ہوں ولی کامل میرا باپ ہے زکریا علیہ السلام کے گھر میری پرورش ہوئی ہے سب کو معلوم ہے کہ میری شادی نہیں ہوئی لوگوں کو کس طرح مطمئن کروں گی؟ پریشان تھیں دور کی جگہ میں چلی گئیں۔ فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ پیدائش کے وقت جو درد ہوتا ہے اس کو مخاض کہتے ہیں معنٰی ہوگا پس اس کو مجبور کر دیا درد زہ نے اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ کھجور کے تنے کی طرف۔ وہاں کھجور کا ایک درخت تھا اس کے ساتھ انہوں نے تکیہ لگایا نہ وہاں کوئی کھانے پینے کی کوئی چیز نہ کوئی دائی۔ قَالَتۡ کہنے لگی يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا ارش کہ میں مرچکی ہوتی اس سے پہلے وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا اور میں ہوتی بھولی بسری۔ میرا نام تک بھی نہ ہوتا کہ نہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہے اور نہ مدد کیلئے کوئی دایہ۔ ہے ا ر رنا ؤ علیحدہ ہے۔ اپنی جگہ مطمئن تھیں لیکن لوگوں کا منہ بند کرنا بڑا مشکل ہے فَنَادٰٮهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ پس اس نے آواز دی اس کو اس درخت کے نیچے سے، خوشخبری دینے والا فرشتہ۔ ہاں وہ تھیں ٹیلے پر اس سے چند قدم نیچے آکے کھڑا ہو گیا اور آواز دی اَلَّا تَحۡزَنِىۡ اے مریم علیہا السلام غم نہ کر، پریشان نہ ہو کیونکہ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا تحقیق بنایا ہے آپ کے رب نے آپ کے نیچے چشمہ۔ آپ کے پاؤں کے نیچے رب تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے پینے کیلئے وَهُزِّىۡۤ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ اور حرکت دیں ہلائیں اپنی طرف کھجور کے تنے کو تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا گریں گی آپ پر تازہ کھجوریں۔ کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو۔ تفسیروں میں یہ آتا

ہے کہ تنا خشک تھا خشک تنے پر اللہ تعالیٰ نے کھجوریں لگائیں۔طبی نقطہ نظر سے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو عموماً عورتوں کو گرم چیزیں دیتے ہیں ٹھنڈی نہیں دیتے اور کھجور گرم بھی ہے اور مقوی اعصاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ خاصیت بھی رکھی ہے کہ بدن کے فاسد مادے اس کے ذریعے پاخانے کے راستے نکل جاتے ہیں۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی اثر رکھا ہے۔فرمایا فَكُلِي وَاشْرَبِي تازہ کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو وَقَرِّي عَيْنًا اور ٹھنڈی کریں آنکھ کو بچے کو دیکھ کر۔

عالم اسباب میں اسباب کو کام میں لاؤ :

اب یہاں غور کرو بڑی عجیب بات ہے اور ہمارے تمہارے لئے اس میں سبق ہے کہ رب تعالیٰ کے فرشتے نے کہا کہ کھجور کو اپنی طرف ہلائیں تازہ کھجوریں گریں گی آپ کی طرف۔ دیکھو! یہ حکم اس عورت کو دیا جا رہا ہے جس نے بچہ جنا ہے اس حالت میں تو عورت خود نہیں ہل سکتی اس کو کھجور کے تنے کو ہلانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جس کو گوگا پہلوان گوجرانوالہ رستم پاکستان بھی نہیں ہلا سکتا۔ پھر دیکھو جو رب خشک کھجور پر پھل لگا سکتا ہے اور وہ بھی بغیر موسم کے تو وہ اوپر سے گرا نہیں سکتا؟ وہ لگا بھی سکتا ہے اور گرا بھی سکتا ہے لیکن ہمارے لئے اس میں سبق ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔تم بھی کچھ کرو فارغ نہ بیٹھو۔ ہلانا کیا تھا اشارہ ہی کرنا تھا اللہ تعالیٰ نے کھجوریں گرا دیں یہ عالم اسباب ہے سبق دیا کہ اس میں محنت مشقت کرنی ہے فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا پس اگر آپ دیکھیں انسانوں میں سے کسی ایک کو فَقُولِي پس ان کو کہہ دینا إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا بیشک میں نے نذر مانی ہے رحمان کیلئے خاموش رہنے کی میں نے بات نہیں کرنی فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا پس ہرگز میں کلام نہیں کروں گی آج کے دن کسی انسان سے۔ان کی شریعت میں

خاموش رہنے کی نذر ومنت جائز تھی ہماری شریعت میں خاموش رہنے کی نذر جائز نہیں ہے بعض معتکفین پر جہالت کا غلبہ ہوتا ہے مسائل سے واقف نہیں ہوتے دلہن کی طرح گھونگھٹ نکال لیتے ہیں اور کسی سے بات نہیں کرتے۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ بری بات ہے پھر خصوصاً رمضان شریف میں پھر مسجد میں۔ البتہ جائز باتیں کرنی ہیں دین کی باتیں سیکھو سکھاؤ، پڑھو پڑھاؤ، بولو، خاموش رہنے کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابو بکرؓ نے حج کے موقع پر ایک عورت کو دیکھا کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتی اشاروں سے بات کرتی تھی۔ پوچھا اس عورت کو کیا مسئلہ ہے؟ بتایا گیا اس نے نذر مانی ہے کہ میں حج کے دوران احرام کی حالت میں کسی سے گفتگو نہیں کروں گی۔ ابو بکرؓ نے فرمایا کہ بی بی! ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے۔ کہنے لگی تم کون ہے؟ فرمایا میرا نام ابو بکرؓ ہے۔ کون ابو بکرؓ؟ فرمایا جو مسلمانوں کا خلیفہ ہے۔ کہنے لگی خلیفہ کیا ہوتا ہے۔ جو مسلمانوں کا سربراہ ہے۔ آگے اس نے اور سوالات شروع کر دیئے۔ فرمایا پہلے تو بولتی نہیں تھی اور اب خاموش نہیں ہوتی۔ مشہور مقولہ ہے ''مردہ نہ بولے، بولے تو کفن پھاڑ کے بولے۔'' شعر ہے......

سنے جاتے نہ تھے تم سے میرے دن رات کے شکوے
کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

تو فرمایا میں نے آج کے دن خاموش رہنا ہے۔ باقی قصہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

❁ ❁ ❁

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ﴿ۖۚ۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿ۙ۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿ۖ۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿ؕ۳۵﴾ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾

فَاَتَتْ بِهٖ پس لے آئیں وہ اس کو قَوْمَهَا اپنی قوم کے پاس تَحْمِلُهٗ اٹھا رہی تھی اس کو قَالُوْا کہا قوم نے یٰمَرْیَمُ اے مریم لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا البتہ تحقیق لائی ہے تو ایک چیز اوپری یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ اے ہارون کی بہن مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ نہیں تھا آپ کا باپ برا آدمی وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا اور نہیں تھی آپ کی والدہ بدکار فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ پس اس نے اشارہ کیا بچے کی طرف قَالُوْا کہنے لگے كَیْفَ نُكَلِّمُ ہم کس طرح کلام کریں مَنْ اس سے كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا جو ہے گود میں بچہ قَالَ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ

بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ اس نے مجھے کتاب دی ہے وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اور اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے اَیْنَ مَا کُنْتُ میں جہاں بھی ہوں وَاَوْصٰنِیْ اور اس نے مجھے تاکید کی ہے بِالصَّلٰوۃِ نماز کی وَالزَّکٰوۃِ اور زکوٰۃ دینے کی مَا دُمْتُ حَیًّا جب تک میں زندہ رہوں وَّبَرًّا اور اچھا سلوک کروں بِوَالِدَتِیْ اپنی والدہ کے ساتھ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا اور نہیں بنایا مجھے جبر کرنے والا شَقِیًّا نامراد وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ اور سلام ہے مجھ پر یَوْمَ وُلِدْتُّ جس دن میں پیدا ہوا وَیَوْمَ اَمُوْتُ اور جس دن میں مرونگا وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا اور جس دن میں کھڑا کیا جاؤں گا زندہ ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم قَوْلَ الْحَقِّ سچی بات ہے الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ جس میں یہ شک کرتے ہیں مَا کَانَ لِلّٰہِ نہیں ہے لائق اللہ تعالیٰ کے اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ کہ ٹھہرائے اپنے لئے اولاد سُبْحٰنَہٗ اس کی ذات پاک ہے اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا جس وقت طے کرتا ہے کسی چیز کو فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ پس پختہ بات ہے اس کو کہتا ہے کُنْ ہوجا فَیَکُوْنُ پس وہ ہوجاتی ہے وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے وَرَبُّکُمْ اور تمہارا رب ہے فَاعْبُدُوْہُ پس تم اس کی عبادت کرو ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے۔

پچھلی آیات میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت مریم علیہا السلام گھر سے باہر ایک بلند ٹیلے پر تشریف لے گئیں جس پر

درخت تھے، ایک کھجور کے خشک تنے کیساتھ ٹیک لگالی۔ وہاں پر نہ تو کوئی عورت خدمت کیلئے تھی اور نہ کھانے پینے کا کوئی انتظام تھا حالانکہ اس موقع پر ان چیزوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اکیلی تھیں ایک تو یہ پریشانی تھی اور دوسری پریشانی یہ تھی کہ لوگوں کو میں کس طرح مطمئن کروں گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام نے چند قدم نیچے کھڑے ہو کر آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں رب تعالیٰ نے تمہارے پاؤں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اس سے پیو اور جس درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہو اس کو اپنی طرف ہلاؤ اس خشک درخت سے بغیر موسم کے کھجوریں گریں گی ان سے کھاؤ اور اپنے بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اگر کسی انسان کو دیکھو تو کہہ دینا اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا ”بیشک میں نے نذر مانی ہے رحمٰن کیلئے چپ رہنے کی۔“ آج میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔ پہلا دن وہیں گذرا دوسرے دن وہاں سے چلیں رہائش کی طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا پس حضرت مریم علیہا السلام لے آئیں اس بچے کو اپنی قوم کے پاس تَحْمِلُهٗ اٹھا رہی تھیں اس بچے کو گود میں۔ لوگوں نے دیکھا تو تعجب میں مبتلا ہوئے قَالُوْا کہنے لگے یٰمَرْیَمُ اے مریم لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا البتہ تحقیق لائی ہے تو ایک چیز اوپری۔ یہ تو نے بڑا برا کام کیا ہے شادی تمہاری ہوئی نہیں ہے بچہ کہاں سے آگیا؟ ایسے موقع پر اس کے علاوہ اور کیا تصور ہو سکتا ہے کہ بچہ حلالی نہیں ہے۔ بہت بُرا کام کیا ہے تو نے یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ اے ہارون کی بہن۔ یہ ہارون حضرت عمران بن ماثان کے بیٹے تھے حضرت مریم علیہا السلام کے بڑے بھائی تھے۔ بڑے نیک، پارسا اور صالح آدمی تھے بچہ بچہ ان کی نیکی اور پارسائی کو جانتا تھا۔ آپ ایسے نیک بھائی کی بہن ہیں یہ کیا حرکت کی ہے مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ نہیں تھا آپ کا باپ بُرا آدمی۔ مسجد

اقصیٰ کا امام، خطیب، روحانی پیشوا، لوگوں کا مرجع تھا، تم نے یہ کیا کیا ہے وَمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا اور نہیں تھی آپ کی والدہ حَنَّہ بنت فاقوذ بدکار۔ آپ کا سارا خاندان نیکوں کا ہے......

؎ این خانہ ہمہ آفتاب است

ایسے نیک گھرانے میں یہ حرکت کہ تم بغیر شادی کے بچہ اٹھائے پھرتی ہو۔ دیکھو! ظاہری طور پر تو لوگوں کا شبہ بے جا نہ تھا۔ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ پس حضرت مریم علیہا السلام نے اشارہ کیا بچے کی طرف۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو تم کون ہو کہاں سے آئے ہو یہ قصہ کیا ہے؟ قَالُوْا لوگ کہنے لگے كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ہم کیسے گفتگو کریں اس سے جو گود میں بچہ ہے۔ کیا یہ ہمارے سوالات کا جواب دے گا۔ عام حالات یہی ہیں کہ بچہ جوابات نہیں دے سکتا نہیں بولتا لیکن یہ تو نظام ہی سارے ضابطے سے ہٹ کر تھا۔

جن بچوں نے بچپن میں کلام کیا :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جن بچوں نے بچپن میں کلام کیا ہے ان میں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ایک وہ بچہ ہے جس نے یوسف علیہ السلام کی صفائی بیان کی تھی جب زلیخا نے ان پر الزام لگایا تھا کہ اس نے مجھے چھیڑا ہے۔ ابن عمھا کے لفظ آتے ہیں۔ اسی کے چچا کے بیٹے نے صفائی دی تھی اور ابن خالتھا کے لفظ بھی آتے ہیں اسکی خالہ کا دودھ پیتا بچہ تھا۔ اس کی والدہ سودا لینے کیلئے بازار چلی گئی تھی اور بچے کو اس کے پاس چھوڑ گئی تھی جب یہ معاملہ ہوا تو بچہ بولا اٹھا۔ اور تیسرا بچہ وہ تھا جس نے حضرت جریج کی صفائی بیان کی تھی۔ جریج ایک پادری تھا جو آنحضرت ﷺ سے پہلے گزرا ہے۔ آپ ﷺ

ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔اس وقت وہ مذہب حق تھا۔ جریج جنگل میں رہتا اللہ اللہ کرتا
تھا ایک عورت بکریاں چرانے والی ان کے پاس آئی کہنے لگی میری خواہش پوری کروانہوں
نے کہا توبہ توبہ میں اپنی بیوی کو چھوڑ کر جنگل میں اللہ اللہ کرنے آیا ہوں میں یہ حرام کام نہیں
کرتا۔اس عورت نے کسی چرواہے کیساتھ رابطہ کیا بدکاری کی حاملہ ہوگئی اس سے پوچھا گیا
کہ تیری شادی نہیں ہوئی یہ بچہ کس کا ہے؟ کہنے لگی جریج کا ہے۔لوگ آئے اس کو مارا پیٹا
اوراس کی جھونپڑی بھی گرادی ہوش آئی تو انہوں نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ مجھے کیوں مارا
ہے؟ کہنے لگے تو نیک بنتا پھرتا ہے اور عورتوں کو حاملہ کرتا ہے یہ سارا تو نے ڈھونگ رچایا
ہوا ہے۔اس نے کہا بتلاؤ تو سہی بات کیا ہے؟ کہنے لگے فلاں عورت نے بچہ جنا ہے اور
کہتی ہے کہ وہ بچہ جریج کا ہے۔فرمایا مجھے وہاں لے جاؤ بچے کے پاس جا کر فرمایا بچے بتلا
من ابوک اے کاکے! بتلاؤ تمہارا باپ کون ہے؟ اس دو تین دن کے بچے نے بول کر
بتلایا کہ فلاں چرواہا ہے۔اب لگے معافیاں مانگنے کہ ہم آپ کو سونے کا محل بنادیں گے۔
اس نے کہا نہیں بس تم میری جھونپڑی بنادو۔ باقی جو تم نے میری مرمت کی ہے یہی کافی
ہے۔تو گود میں بولنے والے بچوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔تو لوگوں نے
کہا کہ ہم اس سے کس طرح بات کریں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے قَالَ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔بولتے ہی
عیسائیت پر کاری ضرب لگائی۔عیسائیوں کا ایک فرقہ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتا ہے۔اور
ایک کہتا ہے کہ خدائی کارکن ہیں اور ایک کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔اللہ
تعالیٰ ان میں گڈمڈ ہو گیا ہے۔پہلی بات ہی یہ فرمائی کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور سب کی
تردید فرمادی اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ اس نے مجھے کتاب دی ہے یعنی کتاب دینے کا میرے ساتھ

وعدہ فرمایا ہے، انجیل کا وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کردی تھی وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے برکت والا بنایا ہے اَیْنَ مَا كُنْتُ میں جہاں بھی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں بھی ہوتے تھے لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے تھے، مسائل بتاتے تھے، بیمار آتے تھے ان کو دم کرتے تھے دعا کرتے تھے، اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے رب تعالیٰ ان کو ٹھیک کر دیتا تھا، برص والوں کو ہاتھ پھیرتے تھے وہ ٹھیک ہو جاتے تھے، مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مارتے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑ جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چند مردے زندہ کیے۔ برکت ہی برکت تھے۔ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تاکید کی نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں زندہ رہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو نمازیں تھیں اور جب تک وہ آسمان پر رہیں گے دو نمازیں ہی پڑھیں گے اور پڑھتے ہیں۔

قادیانیوں کے شوشے کا جواب :

قادیانیوں کا یہ شوشہ کہ وضو کہاں کرتے ہیں اور کس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے شوشوں کیساتھ حق کو باطل نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں جو بھی شکل و صورت ہے اور جو ان کے شان کے لائق ہے اس کے مطابق پڑھتے ہیں جب تشریف لائیں گے ان کے پاس مال ہو گا، زکوٰۃ بھی دیں گے اور نازل ہونے کے بعد پانچ نمازیں پڑھیں گے جو ہماری ہیں۔ پہلی نماز فجر کی ہوگی جو دمشق شہر میں جامع مسجد اموی میں پڑھیں گے۔ امامت مہدی علیہ السلام کرائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اس کے بعد جہاں عیسیٰ علیہ السلام ہونگے وہ خود نماز پڑھائیں گے لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ اور مجھے رب نے تاکید کی ہے والدہ کیساتھ اچھا سلوک کرنے کی۔

دیکھو! پہلے تم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بیان میں پڑھا ہے وَبَرًّا بِوَالِدَیۡهِ کہ مجھے رب تعالیٰ نے ماں باپ دونوں کیساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے اور یہاں فرمایا بِوَالِدَتِیۡ والدہ کیساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہوتا تو اس کا بھی ذکر ہوتا۔ فرمایا وَلَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا شَقِیًّا اور نہیں بنایا مجھے جبر کرنے والا، ضدی نہیں بنایا کہ اپنی منواؤں اور کسی کی نہ سنوں اور نامراد بھی نہیں بنایا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا وَیَوۡمَ اَمُوۡتُ اور جس دن میں مرونگا وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا اور جس دن میں کھڑا کیا جاؤں گا زندہ۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر :

صحیح احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر چالیس سال حکومت کریں گے اور فَجِّ روحاء کے مقام سے احرام باندھ کر حج اور عمرہ بھی کریں گے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر پر تشریف لائیں گے اور مجھے سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا اور وہ اس جواب کو سنیں گے۔ آج مسئلہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے میرے پاس پہنچاتے ہیں اور جو میری قبر کے پاس پڑھتا ہے وہ میں خود سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں لیکن سلام کرنے والا اس جواب کو نہیں سنتا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب خود سنیں گے اس کے بعد پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگی اور آپ ﷺ کے روضہ اقدس میں مدفون ہونگے۔ تین قبریں اس وقت وہاں موجود ہیں۔ ایک آنحضرت ﷺ کی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اور ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اور ایک قبر کی جگہ خالی ہے وہاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِکَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم جن کی ولادت کا ذکر، والدہ کا ذکر اور بچپن میں بولنے کا ذکر ہوا ہے قَوۡلَ الۡحَقِّ سچی بات ہے الَّذِیۡ فِیۡہِ یَمۡتَرُوۡنَ جس میں یہ شک کرتے ہیں شک کرنے والے۔اتنی واضح بات کے بعد بھی یہودی آج تک اس بات پر مصر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حلال زادے نہیں ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۶ میں ہے وَقَوۡلِھِمۡ عَلٰی مَرۡیَمَ بُھۡتَانًا عَظِیۡمًا اور بوجہ ان کے کہنے کے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم۔'' کہ اس کا بچہ حرام کا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ نہیں ہے لائق اللہ تعالیٰ کے کہ ٹھہرائے اپنے لئے اولاد۔رب کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔وہ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ہے۔نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نہ والدہ ہے، نہ والد ہے، نہ بیوی ہے، نہ بیٹا ہے، نہ بیٹی ہے۔ان تمام چیزوں سے رب تعالیٰ کی ذات پاک اور صاف ہے سُبۡحٰنَہٗ اس کی ذات پاک ہے اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا جس وقت طے کرتا ہے کسی چیز کو جب وہ کسی معاملے کا فیصلہ کرتا ہے فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ پس پختہ بات ہے اس کو کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔رب تعالیٰ کیلئے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی بیان چلا آ رہا ہے۔فرمایا وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ اور بیشک میرا رب اللہ ہے اور تمہارا رب اللہ ہے فَاعۡبُدُوۡہُ پس تم اس کی عبادت کرو۔یہ ساری تقریر عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دوسرے یا تیسرے دن کے بعد کی ہے۔سب مردوں عورتوں نے سنی، بوڑھوں بچوں نے سنی کیونکہ لوگ اس وقت تواتر کیساتھ اکٹھے ہو گئے تھے مگر یہودی بے ایمان ابھی تک اسی پر مصر ہیں

وہ حلال زادے نہیں ہیں ۔تو فرمایا میرا رب بھی اللہ ہے اور تمہارا رب بھی اللہ ہے اسی کی عبادت کرو هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی پر چلو کسی اور راستے پر نہ چلو۔

۞۞۞

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَیْهَا وَ اِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ پس اختلاف کیا گروہوں نے مِنْ بَیْنِهِمْ آپس میں فَوَیْلٌ پس خرابی ہے لِّلَّذِیْنَ ان لوگوں کیلئے كَفَرُوْا جنہوں نے انکار کیا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کی حاضری کے وقت اَسْمِعْ بِهِمْ کیا ہی سننے والے ہونگے وَ اَبْصِرْ اور کیا ہی دیکھنے والے ہونگے یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا جس دن ہمارے پاس آئیں گے لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ لیکن ظالم الْیَوْمَ آج کے دن فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی میں ہیں وَ اَنْذِرْهُمْ اور آپ ڈرائیں ان کو یَوْمَ الْحَسْرَةِ حسرت والے دن سے اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ جس وقت طے کیا جائے گا معاملہ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ اور وہ غفلت میں ہیں وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور وہ ایمان نہیں لاتے اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ بیشک ہم وارث ہونگے زمین کے وَ مَنْ عَلَیْهَا اور جو کچھ اس پر ہے وَ اِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ اور ہماری طرف ہی سب لوٹائے جائیں گے۔

پہلے رکوع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ

السلام نے آ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریم علیہا السلام کو بچے کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے تعجب سے کہا کہ میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا نہ میری شادی ہوئی ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر :

فرمایا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اسی حالت میں آپ کو بچہ دیں گے۔ گریبان میں پھونک ماری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود حضرت مریم کے پیٹ میں تیار ہوگیا۔ پیدائش کے وقت گھر سے دور ایک کھجور کے تنے کیساتھ ٹیک لگا کر بیٹھیں کھانے پینے کیلئے پاس کچھ نہیں ہے نہ کوئی سہارا دینے والا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو فرشتے نے چند قدم نیچے کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاؤں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اس سے پانی پیو اور کھجور کے تنے کو ہلاؤ، کھجوریں گریں گی کھجوریں کھاؤ اور بچے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو اور جو کوئی تمہارے ساتھ بات کرنا چاہے تو کہنا کہ میں نے آج کے دن نہ بولنے کی نذر مانی ہے۔ دوسرا دن ہوا بچے کو اٹھا کر لے گئیں قوم دیکھ کر حیران ہوگئی کہ یہ کیا قصہ ہے کیونکہ سب کو علم تھا کہ حضرت مریم کا نکاح کسی کے ساتھ نہیں ہوا نیک، پرہیز خاندان کی عورت ہے اس نے کیا حرکت کی ہے؟ کہنے لگے مریم یہ تو نے کیا برا کام کیا ہے تمہارا بھائی نیک، والد نیک، والدہ نیک، نیک گھرانے میں تمہاری تربیت ہوئی ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام خدا کے پیغمبر ان کی بیوی تمہاری خالہ نیک خاتون آپ نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ کہنے لگی اس سے پوچھو کہاں سے آیا ہے؟ لوگوں نے کہا کَیۡفَ نُکَلِّمُ مَنۡ کَانَ فِی الۡمَهۡدِ صَبِیًّا ''ہم اس سے کیسے بات کریں جو گود میں اٹھایا ہوا بچہ ہے۔'' یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ

وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ''میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے میرے ساتھ نبوت دینے کا وعدہ کیا ہے اور کتاب دینے کا وعدہ کیا۔'' لمبی چوڑی تقریر فرمائی اور آخر میں فرمایا یاد رکھنا! اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ ''بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے'' اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ کی تفسیر :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہی رب تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ م بَیْنِھِمْ۔ اَحْزَاب حزب کی جمع ہے۔ حزب کا معنٰی ہے گروہ۔ معنٰی ہوگا پس اختلاف کیا گروہوں نے آپس میں۔ ان گروہوں سے کون سے گروہ مراد ہیں؟ تو گروہوں کی تفسیر یہ کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے غلط نظریہ قائم کیا اور کہا کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ حلال زادے نہیں ہیں۔ چنانچہ چھٹا پارہ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۶ میں وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا ''اور ان یہودیوں کے کہنے کی وجہ سے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان عظیم۔'' یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے اور وہ اسی پر مصر ہیں کہ معاذ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حلال زادے نہیں ہیں اور عرب کے مشرکوں نے بھی مذاق اڑایا اور کہا ءَ اٰلِھَتُنَا خَیْرٌ اَمْ ھُوَ مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلاً [زخرف:۵۸] ''کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ انہوں نے یہ مثال نہیں بیان کی آپ کے سامنے مگر جھگڑا کرنے کیلئے۔'' عربوں کے حافظے بڑے قوی ہوتے تھے کہتے تھے ہم اپنے اِلٰہوں کی ولدیت اور نسب نامہ سناتے ہیں تم سچے ہو تو عیسیٰ علیہ السلام کا سناؤ اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنایا، رب کا بیٹا بنایا، خدائی کا رکن بنایا۔ تو ایک تفسیر کے مطابق گروہوں سے مراد یہود و نصاریٰ اور مشرکوں کے گروہ مراد ہیں۔

عیسائیوں کے گروہ :

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ احزاب سے عیسائیوں کے گروہ مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بنے۔ایک ہے نسطوریہ جو یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدائی کا رکن ہیں ثَالِثُ ثَلٰثَه خدا تین ہیں۔جنکی قوت اور طاقت کیساتھ دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی ذات،دوسرے عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرے رکن کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ایک گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے کہ تیسرا رکن حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔دوسرا فرقہ یعقوبیہ ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ میں گڈمڈ ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ تعالیٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ [مائدہ:۱۷]''البتہ تحقیق کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ بعینہٖ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔''ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتاً تو علیحدہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات الگ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات الگ ہے مگر اب ایک ہو گئے ہیں۔جیسے لوہے کو آگ میں ڈال دو تو اس میں آگ کی تاثیر آجاتی ہے اور آگ کی طرح لوہا بھی جلتا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام عبادت کرتے کرتے خدا میں گڈمڈ ہو گئے ہیں اب جو کام عیسیٰ علیہ السلام کرتے ہیں،مردوں کو زندہ کرنا،برص والوں کو باذن اللہ ٹھیک کرنا،مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرنا،یہ دراصل اللہ تعالیٰ کرتا تھا جو عیسیٰ علیہ السلام کے اندر حلول کئے ہوئے تھے۔ میری کتاب ہے''عیسائیت کا پس منظر''اس میں میں نے اس فرقے سے سوال کیا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ ایک ہیں تو سوال یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

بقول تمہارے جیسا کہ چاروں انجیلوں میں موجود ہے کہ سولی پر لٹکایا گیا معاذ اللہ تعالیٰ، کیا اس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے اندر تھا یا نہیں تھا؟ اگر تھا تو پھر تو دونوں سولی پر لٹک گئے پھر تو خدا بھی ساتھ ہی ختم ہو گیا معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اندر سے نکل گیا تھا تو پھر ایک تو نہ ہوئے بلکہ علیحدہ علیحدہ ہوئے۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے نا؟ اور چاروں انجیلوں میں یہ بھی موجود ہے بقول تمہارے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے لگے تو انہوں نے فریاد کی اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَنِیْ ۔ اِیْل رب کو کہتے ہیں۔ اے میرے رب، اے میرے رب! آپ نے مجھے ان میں کیوں پھنسا دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام میں خدائی اختیارات تھے اور آج تم دنیا میں تبلیغ کر رہے ہو کہ یسوع مُنْجِی ہیں ہمارے نجات دہندہ ہیں تو ان کو خدا کے سامنے فریاد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر بقول تمہارے وہ سولی پر لٹکا دیئے گئے تو وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے تو جو اپنے آپ کو نہ بچا سکے وہ دوسروں کو کیا نجات دیں گے۔ الحمد للہ! ہمارا عقیدہ بالکل کھرا، صاف اور صحیح ہے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ ”نہ انہوں نے ان کو قتل کیا ہے اور نہ سولی پر لٹکایا ہے۔ اور فرمایا وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا اور انہوں نے نہیں قتل کیا عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھا لیا اپنی طرف روح اور جسم کیساتھ۔“ [سورۃ النساء:۱۵۷] اور قیامت سے پہلے نازل ہونگے۔ تو اس تفسیر کے مطابق احزاب سے عیسائیوں کے تین فرقے مراد ہیں۔ تیسرا فرقہ ملکائیہ کا ہے۔ جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ تو ایک فرقہ یعقوبیہ ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کیا ہوا ہے۔ دوسرا فرقہ نسطوریہ ہے جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدائی کا تیسرا رکن ہیں اور تیسرا فرقہ ملکائیہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوْا پس خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا حق کا انکار کیا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ بڑے دن کی حاضری کے وقت۔ مَشْهَدُ کو ظرف کا صیغہ بھی قرار دیا گیا ہے پھر ظرف زمان بھی اور ظرف مکان بھی بن سکتا ہے۔ ظرف زمان ہو تو معنیٰ ہوگا بڑے دن کی حاضری کے زمانے میں۔ اور ظرف مکان ہو تو معنیٰ ہوگا بڑے دن کی حاضری کی جگہ خرابی ہوگی جہاں سارے کافر ہونگے اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی اور مَشْهَدُ کو مصدر میمی بھی قرار دیا گیا ہے۔ تو اس وقت معنیٰ ہوگا خرابی ہے ان کیلئے بڑے دن کے حاضر ہونے کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہوگی، سچی عدالت میں حاضری ہوگی اس وقت ان کیلئے خرابی ہوگی۔ اَسْمِعْ بِهِمْ۔ یہ تعجب کا صیغہ ہے، کیا ہی سننے والے ہونگے وَاَبْصِرْ یہ بھی تعجب کا صیغہ ہے۔ اور کیا ہی دیکھنے والے ہونگے يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے۔ دنیا میں جو اندھے ہیں یا نگاہ کمزور ہے ان کی نگاہیں بھی ٹھیک کر دی جائیں گی، بہروں کے کان ٹھیک کر دیئے جائیں گے، بڑا دیکھیں گے، بڑا سنیں گے اور جوان پڑھ ہیں مرد عورتیں سب کو اللہ تعالیٰ پڑھنے کی قوت عطا کریں گے۔ یہ اپنا پرچہ خود پڑھیں گے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۴ میں ہے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا "پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن محاسبہ کرنے والا" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! اپنا اعمال نامہ خود پڑھ۔ جب ایک دو صفحے پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِي "یہ بتلا میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں۔ اور پڑھو۔ چند صفحے اور پڑھے گا پھر رب تعالیٰ پوچھیں گے میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی جو جرم تم نے نہ کیا ہو وہ لکھ دیا ہو اور نیکی درج نہ کی ہو؟ کہے گا نہیں جو کچھ

میں نے کیا ہے وہی کچھ لکھا ہوا ہے۔ پھر مارے تعجب کے کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [کہف:۴۹] ''کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔'' تو فرمایا کیا ہی سننے والے ہونگے اور کیا ہی دیکھنے والے ہونگے جس دن ہمارے پاس آئیں گے لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ لیکن ظالم آج کے دن کھلی گمراہی میں ہیں وَاَنْذِرْهُمْ اور اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو ڈرائیں يَوْمَ الْحَسْرَةِ افسوس والے دن سے۔ قیامت کا دن ہوگا يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ ''جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا کاش کہ میں نے فلانے کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔'' [فرقان:۲۸]

غلط یار بنانے والے افسوس کریں گے :

وہ حسرت اور افسوس والا دن ہوگا اور کہے گا يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا [فرقان] ''کاش کہ میں نے بنالیا ہوتا رسول کیساتھ راستہ۔'' تو فرمایا آپ ان کو اس دن سے ڈرائیں اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ جس وقت طے کیا جائے گا معاملہ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ اور وہ غفلت میں ہیں وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ یہ سب چیزیں ان کے سامنے آجائیں گی اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ بیشک ہم زمین کے وارث ہونگے۔ اللہ تعالیٰ حقیقی مالک ہے لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [جاثیہ:۲۷] ''اللہ تعالیٰ کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔'' ہمارے تو محض دعوے ہی دعوے ہیں کہ یہ میری زمین ہے، یہ میرا مکان ہے، یہ میرا کارخانہ ہے، یہ میری جائیداد ہے یہ تیری جائیداد ہے۔ یہ میری تیری کچھ بھی نہیں ہے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، مجازی طور پر بندے ہیں۔ تو فرمایا ہم

زمین کے وارث ہونگے وَمَنْ عَلَيْهَا اور اس مخلوق کے بھی ہم وارث ہونگے جو زمین پر ہے وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ اور ہماری طرف ہی سب لوٹائے جائیں گے۔ سچی عدالت قائم ہو گی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔حق اور باطل کا فیصلہ ہوگا، سچ اور جھوٹ بالکل نکھر جائے گا، ایمان اور توحید کا فرق ہوگا، کفر اور اسلام کا فرق ہوگا۔اس دن اللہ تعالیٰ نیکوں کو کامیاب فرمائے گا۔

❁❁❁

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

اِبْرٰهِيْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ
مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ
جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝
يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝
يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ
لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ
لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ
لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝

وَاذْكُرْ اور ذکر کر فِي الْكِتٰبِ کتاب میں اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اِنَّهٗ بیشک وہ ابراہیم علیہ السلام كَانَ صِدِّيْقًا تھے وہ بڑے سچے نَّبِيًّا نبی اِذْ قَالَ جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے لِاَبِيْهِ اپنے والد کو يٰۤاَبَتِ اے میرے باپ لِمَ تَعْبُدُ کیوں تم عبادت کرتے ہو مَا اس چیز کی لَا يَسْمَعُ جو نہیں سنتی وَلَا يُبْصِرُ اور نہیں دیکھتی وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا اور وہ نہیں کام آسکتی آپ کے کچھ بھی يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان اِنِّيْ بیشک میں قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ تحقیق آیا ہے میرے پاس علم سے مَا لَمْ يَاْتِكَ جو آپ کے پاس نہیں آیا فَاتَّبِعْنِيْۤ پس آپ میری پیروی کریں اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا میں راہنمائی کروں گا آپ کی

سیدھے راستے کی یٰٓاَبَتِ اے میرے باپ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ آپ نہ عبادت کریں شیطان کی اِنَّ الشَّیْطٰنَ بیشک شیطان کَانَ ہے لِلرَّحْمٰنِ رحمان کیلئے عَصِیًّا نافرمان یٰٓاَبَتِ اے میرے اباجان اِنِّیْٓ بیشک میں اَخَافُ خوف کرتا ہوں اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ کہ آپ کو پہنچے عذاب مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمان کی طرف سے فَتَکُوْنَ پس آپ ہو جائیں لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا شیطان کے ساتھی قَالَ کہا والد نے اَرَاغِبٌ کیا اعراض کرتے ہو اَنْتَ تم عَنْ اٰلِھَتِیْ میرے الہوں سے یٰٓاِبْرٰھِیْمُ اے ابراہیم لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ اگر تم باز نہ آئے لَاَرْجُمَنَّکَ البتہ میں آپ کو سنگسار کردوں گا وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا اور چھوڑ دے تو مجھے زمانہ بھر قَالَ کہا ابراہیم علیہ السلام نے سَلٰمٌ عَلَیْکَ سلام ہو تم پر سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ عنقریب میں تمہارے لئے بخشش مانگوں گا رَبِّیْ اپنے رب سے اِنَّہٗ بیشک وہ کَانَ ہے بِیْ حَفِیًّا مجھ پر بڑی شفقت کرنے والا۔

پہلے تم نے حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات بڑی تفصیل سے سنے۔ اب پیغمبروں میں سے چوتھا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علاقہ عراق تھا اور نمرود ابن کنعان بڑا ظالم اور جابر اور مشرک بادشاہ تھا کُوْثٰی بروزن طُوْبٰی شہر کا نام تھا۔ آج کے جغرافیہ میں اس کا نام اُر ہے۔ اور اب وہ چھوٹا سا شہر ہے اس وقت بہت بڑا شہر اور دارالخلافہ ہوتا تھا۔

نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی درمیانی مدت :

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد سترہ سو نو (۱۷۰۹) سال گذر چکے تھے

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا جس کا ذکر سورۃ انعام آیت نمبر ۷۴ میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ''اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کو۔'' یہ آزر اس وقت مذہبی ادارے کا انچارج تھا۔ بت خانے بنانا، بت بنانا، وہاں لوگوں کو مقرر کرنا اس کی ذمہ داری تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں دو طرح کا شرک تھا۔ ایک بتوں کی پوجا کرنا اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ''کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے۔'' دوسرا ستارہ پرستی۔ چاند سورج، ستاروں میں خدائی کرشمے مانتے تھے۔ دیکھو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج میں حرارت اور روشنی کی خاصیت رکھی ہے چاند اور ستاروں میں بھی خاصیات ہیں لیکن خدائی اختیارات ان میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔ خدائی اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ نہ اس نے فرشتوں کو دیئے ہیں نہ انسانوں کو دیئے ہیں اور نہ جنوں کو۔ تو ان میں شرک کی دو قسمیں تھیں۔ کواکب پرستی اور اصنام پرستی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور ان کیلئے مبعوث فرمایا۔

اس کا ذکر ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اور ذکر کر کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اِنَّهٗ كَانَ بیشک ابراہیم علیہ السلام تھے صِدِّيْقًا نَّبِيًّا بڑے سچے نبی۔ نبی کا معنٰی ہے لوگوں کو رب کے احکام کی خبر دینے والا۔ اور رسول کا معنٰی ہے پیغام پہنچانے والا، رب تعالیٰ کے احکام مخلوق تک پہنچانے والا اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو جس کا نام آزر تھا يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان لِمَ تَعْبُدُ کیوں تم عبادت کرتے ہو مَا اس چیز کی جو لَا يَسْمَعُ نہ وہ سنتی ہے وَلَا يُبْصِرُ اور نہ وہ دیکھتی ہے وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا اور نہ وہ کفایت کرسکتی ہے آپ کو کسی شے کی۔ بت کیا سنیں گے اور کیا

دیکھیں گے سورج، چاند، ستاروں میں بیشک اللہ تعالیٰ نے روشنی رکھی ہے لیکن وہ لوگوں کی حاجات تو نہیں سن سکتے نہ پوری کر سکتے ہیں، نہ لوگوں کو دیکھ سکتے ہیں جو تاثیر رب تعالیٰ نے ان میں رکھی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ اگر ذرا غور کیساتھ سوچا جائے تو باوجود اس کے کہ ان کے اجسام بہت بڑے ہیں لیکن وہ انسان جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

مخلوقات میں سب سے زیادہ اختیارات اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیئے ہیں :

انسان کے پاس اختیارات ان سے زیادہ ہیں۔ وہ اس طرح کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج کیلئے ایک لائن مقرر کی ہے اور ایک رفتار مقرر فرمائی ہے کیا مجال ہے کہ سورج اپنی لائن چھوڑ دے یا رفتار میں تیزی لے آئے یا کسی جگہ اَڑ کر کھڑا ہو جائے کہ میں آگے نہیں جاؤں گا۔ ہرگز ہرگز نہیں! بے بس ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اٹھنے بیٹھنے کا اختیار دیا ہے، چلنے پھرنے کا اختیار دیا ہے، دائیں بائیں طرف جانے کا اختیار دیا ہے، دوڑنے اور آہستہ چلنے کا اختیار دیا ہے، پیچھے مڑنے کا اختیار دیا ہے، اے انسان تجھے اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج سے زیادہ اختیار دیا ہے وہ مجبور ہیں۔ لیکن جب عقل ماری جائے تو ہوش وحواس اڑ جاتے ہیں اور زیادہ اختیار والا انسان مجبور چاند، سورج، ستاروں کی پوجا کرنے لگ جاتا ہے۔ بھئی! تیرے پاس اختیارات زیادہ ہیں تو ان کی پوجا کس لئے کرتا ہے اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر ان کی پوجا کرتا ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے ابا جان! ایسوں کی پوجا کیوں کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ تیرے کوئی کام آسکتے ہیں۔ یٰۤاَبَتِ اے میرے باپ اِنِّیْ بیشک میں قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ تحقیق آچکا ہے میرے پاس علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَا لَمْ یَاْتِكَ جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے

مجھے نبوت ورسالت کا علم دیا ہے ابا جان فَاتَّبِعۡنِیۡ پس آپ میری پیروی کریں۔میری بات مان لیں اَھۡدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا میں راہنمائی کروں گا آپ کی سیدھے راستے کی۔دنیا میں بھی عذاب سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں بھی عذاب سے بچ جاؤ گے۔

براہِ راست شیطان کی پوجا کوئی نہیں کرتا :

یٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّیۡطٰنَ اے میرے باپ آپ نہ عبادت کریں شیطان کی۔براہ راست تو شیطان کی پوجا کوئی نہیں کرتا لیکن شیطان کی بات مان کر غیر اللہ کی پوجا کرنا گویا شیطان کی پوجا کرنا ہے۔سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے وَ اِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـِٕھِمۡ ''اور بیشک شیاطین القا کرتے ہیں بری باتوں کا اپنے دوستوں کی طرف وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡھُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ اور اگر تم ان کی بات مانو گے تو بیشک تم بھی شرک کرنے والے بن جاؤ گے۔'' شیطان کی اطاعت کرنا بھی شرک ہے۔رب تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر شیطان کے حکم پر چلنے سے بڑا شرک کیا ہے؟ تو فرمایا ابا جان میری پیروی کر شیطان کی پوجا نہ کر اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِیًّا بیشک شیطان ہے رحمان کیلئے نافرمان۔وہ تو رحمان کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہو گیا تھا جب رب تعالیٰ نے فرشتوں کیساتھ اس کو بھی حکم دیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا۔رب تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ''کیا ہے تجھ کو کہ تو سجدہ کرنے والوں کیساتھ نہ ہوا۔کہنے لگا لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ [حجر:۳۳] ''میں نہیں ہوں کہ سجدہ کروں انسان کے سامنے جس کو پیدا کیا تو نے بجنے والی متغیر سڑے ہوئے گارے سے۔'' خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ [اعراف:۱۲] ''مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے۔'' آگ میں شعلہ ہے بلندی ہے مٹی پاؤں کے نیچے روندی جاتی

ہے اس میں کوئی روشنی تپش نہیں ہے۔ میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کرتا۔ پھر رب تعالیٰ کیساتھ مقابلہ شروع کر دیا اَرَءَیْتَکَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ [بنی اسرائیل:۶۲]'' بھلا بتلائیں یہ شخص جس کو تو نے بزرگی بخشی ہے مجھ پر اگر آپ مجھے مہلت دیں گے قیامت تک تو میں قابو کروں گا اس کی اولاد کو مگر بہت تھوڑے۔'' تو شیطان تو رب کا بڑا نافرمان ہے اس کی پوجا نہ کریں۔

یٰۤاَبَتِ اے میرے باپ اِنِّیْۤ اَخَافُ بیشک میں خوف کرتا ہوں اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ کہ پہنچے آپ کو عذاب رحمان کی طرف سے، دنیا کا عذاب، قبر کا عذاب اور آخرت کا عذاب فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا پس آپ ہو جائیں گے شیطان کے ساتھی۔ کتنے پیارے انداز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو دعوت دی۔ یٰۤاَبَتِ یٰۤاَبَتِ یٰۤاَبَتِ اے میرے باپ! اے میرے باپ! اے میرے باپ! اب والد کا جواب سنو! قَالَ کہا ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر نے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ کیا تم اعراض کرتے ہو میرے معبودوں سے یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیم لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ اگر تم باز نہ آئے لَاَرْجُمَنَّكَ البتہ میں آپ کو پتھر مار مار کے سنگسار کر دوں گا۔ شادی شدہ مرد عورت سے بدکاری ثابت ہو جائے تو ان کی سزا رجم ہے، پتھروں کیساتھ مارنا۔ اور امام بخاریؒ وغیرہ لَاَرْجُمَنَّكَ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ میں تجھے گالیاں دوں گا اور رجم کا معنیٰ گالیاں دینا بھی آتا ہے۔ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا اور چھوڑ دے تو مجھے زمانہ بھر، عمر بھر۔ مَلِیًّا کا معنیٰ سارا زمانہ۔ یعنی آپ میرے ساتھ اس سلسلے میں کبھی گفتگو نہ کرنا کیونکہ تم میرے معبودوں کی توہین کرتے ہو قَالَ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا سَلٰمٌ عَلَیْكَ ابا جان میری طرف سے آپ پر سلامتی ہو میں کچھ نہیں کہوں گا، نہ تمہیں پتھر ماروں گا، نہ گالیاں

دوں گا سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ عنقریب میں تمہارے لئے بخشش مانگوں گا اپنے رب سے اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا بیشک وہ ہے مجھ پر بڑی شفقت کرنے والا مہربان۔ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۸۶ میں ہے وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ''اے میرے پروردگار! معاف کر دے میرے باپ کو بیشک وہ ہے گمراہوں میں سے۔'' اب سوال یہ ہے کہ مشرک کیلئے تو مغفرت کی دعا جائز نہیں ہے؟ تو اس کے متعلق سورہ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ''اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے مگر ایک وعدے کی بنا پر جو انہوں نے اس سے کیا تھا پس جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کیلئے کہ وہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔'' پھر دعا نہیں کی۔ پہلے جو دعا کی تھی اس کا معنٰی ہے کہ اس کو ہدایت دے، حق کی توفیق دے، اسلام قبول کرے، اسکو بخش دے اور جب بات واضح ہو گئی کہ کفر چھوڑنے والا نہیں ہے تو پھر ابراہیم علیہ السلام نے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ باقی آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ

❁ ❁ ❁

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

وَاَعْتَزِلُكُمْ اور میں کنارہ کشی کرتا ہوں تم سے وَمَا اور ان سے بھی تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے وَاَدْعُوْا رَبِّيْ اور میں پکارتا ہوں اپنے رب کو عَسٰۤى قریب ہے اَلَّاۤ اَكُوْنَ کہ میں نہ ہوں بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا اپنے رب کو پکارنے کی وجہ سے نامراد فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ پس جس وقت وہ جدا ہوئے ان سے وَمَا اور ان سے يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ عطا کیا ہم نے ان کو اسحاق علیہ السلام وَيَعْقُوْبَ اور یعقوب علیہ السلام وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا اور دی ہم نے ان کو اپنی طرف سے رحمت وَجَعَلْنَا لَهُمْ اور بنائی ہم نے ان کیلئے لِسَانَ صِدْقٍ شہرت سچائی کی عَلِيًّا بلند۔

ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں ڈالنے کا واقعہ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس رکوع کی ابتداء میں کافی تفصیل کیساتھ بیان

ہو چکا ہے کہ ان کا علاقہ عراق تھا جس کا دارالخلافہ شہر کوثٰی بروزن طوبیٰ تھا۔ نمرود ابن کنعان بادشاہ تھا جو کہ جابر، ظالم اور کٹر قسم کا مشرک تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر اس کا وزیر مذہبی امور تھا۔ آزر کی ڈیوٹی بت بنانا، بت خانے بنانا اور ان میں عملہ مقرر کرنا تھی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس نے بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ وقت کے بادشاہ، باپ اور برادری کیساتھ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبوت ملنے کے بعد اسّی سال اس علاقے میں رہے۔ اتنے طویل عرصے میں بیوی سارہ کے علاوہ کوئی ساتھ دینے والا نہیں تھا۔ اور حضرت لوط علیہ السلام بن حاران بن آذر ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے۔ نبوت ملنے سے پہلے بھی ایک لمحہ کیلئے بھی شرک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فطرتاً توحید ان میں رکھی ہوتی ہے۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کا بھٹہ تیار کیا اور اس میں بہت زیادہ ایندھن ڈالا۔ اس وقت کے انجینئر ھیزم نے ایک آلہ تیار کیا جس کا نام منجنیق تھا جو بغیر بارود کے چلتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ننگا کر کے جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ رسیوں کیساتھ خوب باندھ کر منجنیق کے ذریعے آگ کے درمیان میں ڈال دیا گیا اور مخلوق کیساتھ ظالم جابر بادشاہ نمرود ابن کنعان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی تماشائی تھے۔ کنارے پر بیٹھے دیکھ رہے تھے، مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے اکٹھے تھے عجیب منظر تھا۔ جس وقت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا مشرک بتوں کے نعرے بلند کر رہے تھے ان کے دلوں میں بھڑاس تھی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑا تھا۔ اس انتظار میں ہیں کہ سر پھٹے، ٹھاہ! ہو، ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو گلزار کر دیا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۶۹ میں ہے قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا ''ہم نے کہا اے آگ ہو جا تو

ٹھنڈی اور سلامتی والی۔'' اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ آگ کا بھٹہ فوراً ٹھنڈا ہو گیا اور وہاں باغ بن گیا۔ آگ نے صرف وہ رسیاں جلائیں جن سے ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ بدن تو کیا بال کو بھی نہیں چھیڑا۔ یہ کتنی بڑی بات تھی۔ جس وقت باہر نکلے تو باپ نے کہا نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّکَ یٰاِبْرَاھِیْمُ ''اے ابراہیم تیرا رب بہت عمدہ ہے۔'' لیکن دھڑا پھر بھی نہیں چھوڑا۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اتنا بڑا کرشمہ آنکھوں سے دیکھنے کے بعد کلمہ پڑھ لیتے مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے کسی ایک نے کلمہ نہ پڑھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن جب لوگ قبروں سے نکلیں گے تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ فرمایا دوسرے نمبر پر مجھے پہنایا جائے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کو پہلے اس لئے پہنایا جائے گا کہ ظالموں نے ان کو ننگا کر کے آگ میں ڈالا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور راستے میں پریشانی کا واقعہ :

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اب حجت مکمل ہو چکی ہے لہٰذا اے ابراہیم علیہ السلام! آپ یہاں سے ہجرت کر جائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام یہ عراق سے شام کی طرف چل پڑے جو وہاں سے مغرب کی طرف تھا۔ راستے میں ایک ظالم جابر بادشاہ تھا جس نے اپنے کارندے مختلف راستوں پر مقرر کیے ہوئے تھے کہ یہاں سے کوئی خوبصورت عورت گذرے تو مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ ایک ملازم بھاگتا ہوا گیا کہ دو آدمی ہیں ساتھ ایک عورت ہے مِنْ اَجْمَلِ النِّسَآءِ ''میں نے ایسی خوبصورت عورت کبھی نہیں دیکھی۔'' بادشاہ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لے آؤ۔ ملازم نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ میں بادشاہ کا ملازم ہوں مجبور ہوں ایک گر کی بات تمہیں بتاتا ہوں تاکہ تم بچ جاؤ۔ یہ عورت بادشاہ کے پاس جائے گی جب بادشاہ

اس سے پوچھے گا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو کہہ دے کہ یہ میرا بھائی ہے اور تمہارے سے پوچھے تو تم بھی کہہ دینا کہ یہ میری بہن ہے اگر تم نے بیوی کہا تو وہ تمہیں قتل کر دے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس ظالم نے بلایا بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے پوچھا کہاں سے آئے ہو، کون ہو، تمہارے ساتھ کون ہے؟ فرمایا میرے ساتھ میری بہن ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام کو بھی سمجھا دیا کہ اگر آپ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ کون ہے تو کہہ دینا کہ میرا بھائی ہے کیونکہ اَنْتِ اُخْتِیْ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ ''تم میری مذہبی بہن ہو۔'' سورہ حجرات آیت نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ''بیشک ایمان والے بھائی بھائی ہیں۔'' مومن بہن بھائی ہیں اور میرے اور آپ کے علاوہ اس جگہ اور کوئی مومن نہیں ہے لہٰذا مجھے بھائی کہنا اور دینی بھائی مراد لینا۔ اس پر شہوت کا بھوت سوار تھا۔ حضرت سارہ کو بلا کر چھیڑ خانی کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا سانس رک گیا زمین پر گر پڑا۔ اٹھا چھیڑ خانی کا ارادہ کیا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ گھبرایا اور سمجھ گیا کہ میں اس کے قریب نہیں جا سکتا۔ کہنے لگا بی بی! میں تمہیں کچھ نہیں کہتا میرے لئے دعا کرو میں بچ جاؤں اور اس مصیبت سے چھوٹ جاؤں میں تمہیں خدمت کیلئے لونڈی بھی دونگا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی اے پروردگار! اگر یہ بے ایمان مر گیا تو میرے ذمہ لگے گا اور ہمارے لئے پریشانی بن جائے گی اور ہم مسافر ہیں۔ چنانچہ حضرت سارہ علیہا السلام کی دعا سے اسکو نجات مل گئی۔ اس نے ہاجرہ علیہا السلام لا کر ان کو دے دی کہ یہ تمہاری خدمت کیا کرے گی۔ جس وقت واپس آئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کیا گذری؟ کہنے لگیں اللہ تعالیٰ نے اس ظالم جابر کی نامرادی کو اس کے گلے میں ڈال دیا اور اس نے یہ لونڈی دی ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی نبوۃ کا تذکرہ :

حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم کے علاقہ میں چھوڑ دیا جس کو آج کل کے جغرافیہ میں بحر میت یعنی بحیرہ مردار کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کی تبلیغ کیلئے لوط علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگے چل کر شام کے علاقہ میں ڈیرہ لگایا چونکہ لونڈی کی مالکہ حضرت سارہ علیہا السلام تھیں انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی۔ اب ابراہیم علیہ السلام اس کے مالک بن گئے اس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا تھا کہ اگر تو باز نہیں آئے گا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور تو مجھے زمانہ بھر کیلئے چھوڑ دے۔ اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا آپ پر سلامتی ہو میں اپنے رب سے تیرے لئے معافی مانگوں گا میرا رب میرے اوپر بڑا مہربان ہے۔ اور سورہ شعراء آیت نمبر ۸۶ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا رَبِّ اغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الضَّالِیْنَ ''اے میرے پروردگار! معاف کر دے میرے باپ کو وہ ہے گمراہوں میں سے۔'' اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ ''پس جب واضح ہو گیا ابراہیم علیہ السلام کو کہ بیشک وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تَبَرَّاَ مِنْهُ تو اس سے بیزار ہو گئے۔'' پھر ان کیلئے مغفرت کی دعا نہیں مانگی۔ اور فرمایا وَاَعْتَزِلُکُمْ اور میں کنارہ کشی کرتا ہوں تم سے وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور ان سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے یعنی اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ ان کو تم حاجت روا سمجھتے ہو، مشکل کشا سمجھتے ہو، فریادرس اور دستگیر سمجھ کر پکارتے ہو وَاَدْعُوْا رَبِّیْ اور میں صرف رب کو پکارتا ہوں میرا وہی حاجت روا، مشکل کشا، وہی فریادرس اور دستگیر ہے عَسٰۤی اَلَّاۤ اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ

شَقِیًّا قریب ہے کہ میں نہ ہوں اپنے رب کو پکارنے کی وجہ سے نامراد۔ اللہ تعالیٰ میری مرادیں پوری کرے گا وہی مرادیں پوری کرنے والا ہے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا ہے

؎ اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ پس جس وقت ابراہیم علیہ السلام ان سے الگ ہوئے وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور ان سے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا۔

اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی ولادت کا ذکر :

وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ عطا کیا ہم نے ان کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام۔ دوسری جگہ اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہیں ان کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام ہیں اور اسحاق علیہ السلام کی والدہ سارہ علیہا السلام ہیں۔ اِسْمَعْ کا معنٰی ہے سن ایل کا معنٰی ہے اللہ تعالیٰ۔ معنٰی ہوگا اے پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ ایک سو بیس سال کے قریب عمر مبارک تھی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا کئے۔ پھر اس کے تیرا (۱۳) سال بعد سارہ علیہا السلام سے اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے۔ پھر اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے پھر ان کے آگے بارہ بیٹے ہیں جن میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی ہیں اور یہ بنی اسرائیل کہلائے اور یہ بڑا خاندان تھا۔ تو فرمایا ہم نے ان کو عطا کیا اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا اور ہر ایک کو ہم نے بنایا نبی وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا اور دی ہم نے ان کو اپنی طرف سے رحمت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے دو کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق

علیہ السلام ۔اور تین کا ذکر تاریخ اور تورات اور احادیث میں آتا ہے۔ایک کا نام مدین تھا، ایک کا نام مدائن تھا اور ایک کا نام قیدار تھا علیہم السلام۔ان کے نام پر آگے شہر آباد ہوئے اور قومیں چلیں ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی کوئی نہیں تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے ہجرت کر کے شام کے علاقے میں آباد ہوئے اور وہیں تبلیغ کی ۔دوسو سال عمر تھی جب دنیا سے رخصت ہوئے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا اور بنائی ہم نے ان کیلئے شہرت سچائی کی بلند۔لسان کا لفظی معنیٰ زبان ہے مگر یہاں مراد شہرت ہے۔زبان کیساتھ ہی شہرت ہوتی ہے اور بلند شہرت عطا فرمائی آج تک ابراہیم علیہ السلام کا نام عزت کیساتھ لیا جاتا ہے ۔یعقوب علیہ السلام کا، اسحاق علیہ السلام کا، اسماعیل علیہ السلام کا نام بھی عزت سے لیا جاتا ہے۔ بزرگان دین لکھتے ہیں کہ جب پیغمبر کا نام آئے تو علیہ الصلوٰۃ والسلام کہو اور صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہو، کسی ولی کا نام آئے تو رحمہ اللہ تعالیٰ کہو۔تمام کا نام ادب واحترام کیساتھ لو۔ اَلدِّيْنُ كُلُّهٗ اَدَبٌ دین سارے کا سارا ادب ہی ہے ۔کسی پیغمبر، کسی صحابی، کسی ولی کا نام، کسی امام کا نام بے ادبی سے نہیں لینا۔ان کی بڑی دینی خدمات ہیں ۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞۞۞

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى

اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾

وَاذْكُرْ اورآپ ذکر کریں فِي الْكِتٰبِ کتاب میں مُوْسٰى حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اِنَّهٗ بیشک وہ كَانَ تھے مُخْلَصًا چنے ہوئے وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا اور رسول تھے نبی تھے وَنَادَيْنٰهُ اور ہم نے ان کو پکارا مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ طور کے دائیں طرف سے وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا اور ہم نے قریب کیا ان کو سرگوشی کیلئے وَوَهَبْنَا لَهٗ اور ہم نے ان کو عطا کیا مِنْ رَّحْمَتِنَآ اپنی رحمت کی وجہ سے اَخَاهُ هٰرُوْنَ اس کا بھائی ہارون علیہ السلام نَبِيًّا جو نبی تھے وَاذْكُرْ اور ذکر کر فِي الْكِتٰبِ کتاب میں اِسْمٰعِيْلَ اسماعیل علیہ السلام کا اِنَّهٗ بیشک وہ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ سچے وعدے والا تھا وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا اور تھے رسول نبی وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ اور حکم کرتا تھا اپنے گھر کے افراد کو بِالصَّلٰوةِ نماز کی پابندی وَالزَّكٰوةِ اور زکوۃ کی ادائیگی کا وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا اور تھے اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ۔

مختلف پیغمبروں کے واقعات چلے آرہے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہوا اور اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا نام مجلس میں لیا جائے تو رب تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے زیادہ نیک کون ہوگا۔

پیدائش موسیٰ سے قبل بنی اسرائیلیوں کا ابتلاء اور حفاظتِ موسیٰ :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اور آپ ذکر کریں کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی بھی بڑی عجیب زندگی ہے۔ والد کا نام عمران رحمۃ اللہ علیہ تھا، والدہ کا نام یوکابدہ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ مصر کے علاقے میں پیدا ہوئے، پیدائش سے پہلے ظالم فرعون کو کسی نجومی نے بتلایا تھا کہ ان تین سالوں کے اندر بنی اسرائیل کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ اقتدار کی چاٹ بہت بری ہے۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے گھروں میں مردوں، عورتوں کے پہرے لگا دیے کہ جس عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیں۔ بچیوں کو کچھ نہیں کہتے تھے يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ [بقرۃ:۴۹] ''وہ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو۔'' شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ان تین سالوں میں بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ان تین سالوں کے اندر ہی پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا جب یہ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو القاء کیا فرشتے کے ذریعے وحی بھیجی۔ یہ وحی نبوت نہیں تھی یہ صرف ان کی ذات تک

محدود تھی کہ جس وقت بچہ پیدا ہو اس کو لکڑی کے صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈال دینا اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ [قصص:۷] ''بیشک ہم لوٹا دیں گے اس بچے کو آپ کی طرف اور بنانے والے ہیں ہم اس کو رسولوں میں سے۔'' موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے والدہ نے ان کو صندوق میں ڈال کر بحر قلزم دریائے نیل میں ڈال دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بہن کلثوم رضی اللہ عنہا کو کہا کہ بیٹی تم صندوق کیساتھ ساتھ تھوڑے سے فاصلے پر رہنا کیونکہ کناروں پر کافی لوگ ہیں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے تماشائی ہوتے تھے دیکھنا یہ صندوق کہاں جاتا ہے۔ بچی بڑی سمجھدار تھی وہ بھی ساتھ ساتھ چلتی رہی کبھی صندوق کو دیکھتی کبھی دھیان اِدھر اُدھر کر لیتی۔ بحر نیل سے ایک نہر نکلتی تھی جو فرعون کے باغات کو سیراب کرتی تھی اس کی کوٹھیوں کی طرف جاتی تھی وہ صندوق اس طرف چل پڑا۔ وہاں کوئی مچھیرا یا دھوبی پہلے سے لنگوٹ باندھ کر کھڑا تھا اس نے صندوق کو کھینچ لیا۔ دیکھا تو اس میں خوبصورت بچہ تھا اٹھا کر فرعون کے آگے پیش کر دیا۔ فرعون نے کہا اس کو قتل کر دو۔ فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جن کی قسمت میں ایمان تھا اڑ گئیں۔ کہنے لگیں لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا [قصص:۹] ''اس کو مت قتل کرو شاید کہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں'' کہ ہماری اولاد نہیں ہے۔ فرعون نے کہا تمہیں کوئی نفع محسوس ہوتا ہوگا مجھے کوئی نفع نظر نہیں آتا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس بی بی کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ایمان کا نفع دیا اور جس کسی کو دین کا ایمان کا فائدہ ہو جائے، اسلام کا فائدہ ہو جائے تو یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔ چنانچہ فرعون کی بیوی ڈٹ گئی اور مصر میں عورتوں کا اثر زیادہ ہی تھا فرعون مجبور ہو گیا فیصلہ ہو گیا کہ قتل نہیں کرنا۔ وہاں جو عورتیں جمع تھیں ان کا دودھ پلایا موسیٰ علیہ السلام نے نہ

پیا۔ بکری، گائے، اونٹنی، بھینس کا پلایا نہ پیا۔ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ بھی موجود تھی اس نے کہا ہمارے محلے میں ایک عورت ہے اس کا دودھ پلا کر دیکھو شاید پی لے۔ اس کو بلایا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کا دودھ پی لیا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ بچے کے دودھ کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ فرعون نے کہا بی بی! ہم تمہیں یہاں کمرہ بھی دیں گے خوراک اور وظیفہ بھی دیں گے تم یہاں رہ کر بچے کی تربیت کرو۔ اس نے کہا میرا گھر ہے، بچے ہیں میں ان کو نہیں چھوڑ سکتی اگر تمہیں ضرورت ہے تو میرے ساتھ بھیج دو ہفتہ پندرہ دن بعد معائنہ کر لیا کرنا کہ اس کی تربیت کیسی ہوئی ہے؟ وہ اس پر راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ نے گھر میں بی بی کا وظیفہ لگا دیا اور اپنا وعدہ پورا کر دیا اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ''ہم اس کو لوٹا دیں گے آپ کی طرف اور بنانے والے ہیں ہم اس کو رسولوں میں سے۔'' اور اپنے وقت پر نبوت و رسالت بھی عطا فرمائی۔

اس کا ذکر ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اور ذکر کر کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا بیشک وہ رب کے چنے ہوئے تھے۔ بچپن سے لے کر آخر تک اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا تھا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا اور تھے رسول نبی۔

لفظ نبی اور رسول کی وضاحت:

اس بات میں علماء عربیت اختلاف کرتے ہیں کہ رسول اور نبی میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ دونوں کا ایک معنیٰ ہے۔ رسول کا معنیٰ ہے رب تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو پہنچانے والا اور نبی کا معنیٰ ہے رب تعالیٰ کے احکام کی خبر لوگوں کو دینے والا۔ اس اعتبار سے تو ٹھیک ہے رسول بھی تھے نبی بھی تھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ فرق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اسے کہتے ہیں جس کے اوپر کتاب نازل ہوئی ہو اور صاحب

شریعت ہو اور نبی اسے کہتے ہیں کہ جس کو مستقل کتاب نہ ملی ہو اور نہ اس کی شریعت مستقل ہو۔ ان کی رائے پر اعتراض ہوگا کہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے دو لفظ کیوں ذکر فرمائے ہیں کہ وہ رسول بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو کتاب ملی تھی اور نہیں بھی ملی تھی، شریعت تھی بھی اور نہیں بھی۔ تو وہ حضرات اس کا جواب دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے صرف نبوت ملی کتاب نہیں ملی تھی اور نہ شریعت ملی تھی۔ کتاب اور شریعت اس وقت ملی جب فرعون کا بیڑا غرق ہوا۔ یعنی تورات ملنے سے پہلے ان کا منصب نبی کا تھا اس کے بعد رسول بنے۔ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ اور ہم نے پکارا موسیٰ علیہ السلام کو طور کی دائیں طرف سے۔ آگے سورت القصص میں واقعہ آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام سے ایک قبطی مر گیا تھا جو کہ فرعون کے باورچی خانے کا افسر تھا جس کی وجہ سے یہ دوڑ کر مدین چلے گئے تھے جو کہ مصر سے مغرب کی طرف آٹھ دس دن کا سفر تھا وہاں پر حضرت شعیب علیہ السلام کی بڑی بیٹی حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کیساتھ نکاح ہوا ان سے اولاد بھی ہوئی۔ دس سال کے بعد بیوی بچوں کو لے کر واپس مصر کی طرف چل پڑے کہ مصر کے حالات دیکھیں گے اگر میرے حق میں ہوئے تو ٹھیک ہے ورنہ بچوں کو وہاں چھوڑ کر کسی اور طرف نکل جاؤں گا۔ مدین سے مصر مشرق کی طرف ہے تو جب واپس آ رہے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کا رخ مشرق کی طرف تھا اور طویٰ وادی مقدس، پاکیزہ وادی موسیٰ علیہ السلام سے دائیں طرف تھی تو وہاں سے آواز آئی۔ فرمایا وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا اور ہم نے ان کو قریب کیا سرگوشی کیلئے۔ اسی وادی مقدس وادی طویٰ میں موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی۔ سورۃ طٰہٰ میں ذکر آئے گا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! میری زبان میں لکنت ہے اسے کھول دے اور میرے بھائی ہیں ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام سے تین

سال بڑے تھے ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّی لِسَانًا [قصص:۳۴] ''میری نسبت ان کی زبان بڑی صاف ستھری ہے۔'' پروردگار ان کو بھی نبی بنادے۔اور سورۃ طٰہٰ میں ہے قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی ''تحقیق دے دیا گیا ہے تجھے تیرا سوال۔'' جو چیز آپ نے مانگی ہے وہ ہم نے دے دی ہے۔تمہارے بھائی کو بھی اپنا نبی بنالیا ہے۔

اس کا ذکر ہے وَوَھَبْنَالَہٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اور عطا کیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رحمت کی وجہ سے اَخَاہُ اس کا بھائی ھٰرُوْنَ نَبِیًّا ہارون نبی۔اس کو بھی ہم نے نبی بنایا علیہ السلام۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اور ذکر کر کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر :

کل بیان کیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے۔سب سے بڑے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، دوسرے اسحاق علیہ السلام تھے، تیسرے حضرت مدین تھے، چوتھے حضرت مدائن اور پانچویں حضرت قیدار تھے رحمۃ اللہ علیہم۔اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ بیشک وہ سچے وعدے والا تھا۔بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم صَادِقَ الْوَعْدِ کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کررہے ہیں۔انہوں نے یہ خواب اسماعیل علیہ السلام کے سامنے بیان کیا کہ بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی [صف:۱۰۲] ''دیکھو تمہاری کیا رائے ہے۔انہوں نے کہا یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اے ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے کر ڈالیں سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ آپ پائیں گے مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ ہتھکڑیاں ڈالیں نہ بیڑیاں ڈالیں اور ان کو ذبح کرنے کیلئے لے گئے یہ نہ دوڑے نہ بھاگے۔جو وعدہ کیا تھا پورا کیا اور آخر دم

تک ساتھ رہے۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لمبے سفر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کیساتھ ایک ساتھی تھا راستے میں کچھ درخت آئے ایک درخت کے سائے کے نیچے بیٹھ گئے۔ گاؤں ذرا دور تھا اپنے ساتھی کو فرمایا اس دیہات سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں لاؤ۔ ساتھی نے کہا کہ حضرت آپ تشریف رکھیں میں جا کر لاتا ہوں۔ فرمایا میں تمہارے آنے تک یہیں رہوں گا۔ وہ قصبے میں گیا تو وہاں کچھ ایسا ماحول تھا کہ وہاں کی رونقوں میں کھو گیا اور بھول گیا کہ میں نے چیزیں لے کر واپس جانا ہے۔ وہ شخص پورا ایک سال اس قصبے میں رہا حضرت اسماعیل علیہ السلام پورا ایک سال وہاں ٹھہرے رہے۔ تو وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے آنے تک یہاں رہوں گا اس کو پورا کیا۔ اس کو ایک سال بعد یاد آیا کہ میں اپنے ساتھی کو درخت کے نیچے بٹھا کر آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میں تمہارے آنے تک یہاں ٹھہروں گا تو واپس آیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام وہیں موجود تھے۔ بعض تفسیروں میں تین سال کا بھی ذکر آتا ہے۔ تو فرمایا سچے وعدے والا تھا۔ شروع میں آنحضرت ﷺ بھی خرید و فروخت کا کام کرتے تھے۔ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے ابو داؤد شریف جو صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں روایت ہے عبداللہ ابن ابی الحمساء نے آپ سے کوئی سامان خریدا اور کہا کہ اچھا آپ یہاں ٹھہریں میں آپ کو رقم لا کر دیتا ہوں۔ لیکن بھول گیا تین دن کے بعد واپس آیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا **لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ یَا عَبْدَ اللّٰهِ عَلٰی هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ** "اے عبداللہ تو نے مجھے مشقت میں ڈالا تین دن تین رات سے میں یہاں کھڑا ہوں۔" عبداللہ ابن ابی الحمساء بعد میں صحابی ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اور انہوں نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ آج ہمارے نزدیک تو وعدہ کوئی چیز ہی نہیں ہے بس یہ لفظی بات ہی ہے۔ تو فرمایا اسماعیل علیہ السلام سچے وعدے والے تھے **وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا** اور

تھے رسول نبی۔ قبیلہ بنو جرہم کی طرف جو مکہ مکرمہ میں آ کر آباد ہوا تھا وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ اور حکم کرتے تھے اپنے گھر کے افراد کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا۔ اھل سے مراد گھر کے افراد بھی ہیں اور جو ماتحت ہوتے ہیں وہ سب اہل ہوتے ہیں۔ جس وقت ہم یہ پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ علی مُحمّدٍ وعلی اٰلِ محمّدٍ تو آل سے مراد صرف آپ کی نسبی اولاد ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ ہر مومن مرد عورت مراد ہیں جو قیامت تک پیدا ہونگے وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا اور تھے اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ۔ تمام پیغمبر اپنے رب کے ہاں بڑے پسندیدہ ہیں۔ نبوت اور رسالت سے اونچا عہدہ مخلوق کیلئے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ زندگی رہی تو باقی آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اور ذکر کر کتاب میں اِدْرِيْسَ ادریس علیہ السلام کا اِنَّهٗ بیشک وہ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا تھے سچے نبی وَّرَفَعْنٰهُ اور ہم نے ان کو بلند کیا مَكَانًا عَلِيًّا بہت اونچی جگہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ بزرگ وہ لوگ ہیں اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جن پر انعام کیا اللہ تعالیٰ نے مِّنَ النَّبِيّٖنَ نبیوں میں سے مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے وَمِمَّنْ اور ان کی اولاد میں سے حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ جن کو ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کیساتھ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اور

ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے وَاِسْرَآءِیْلَ اور اسرائیل علیہ السلام کی اولاد میں سے وَ مِمَّنْ اور ان کی اولاد میں سے ھَدَیْنَا جن کو ہم نے ہدایت دی وَاجْتَبَیْنَا اور جن کو ہم نے چنا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ جس وقت پڑھی جاتی ہیں ان پر اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ رحمان کی آیتیں خَرُّوْا گر پڑتے ہیں سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّبُکِیًّا اور روتے ہوئے فَخَلَفَ مِنْ م بَعْدِھِمْ پھر خلیفہ بنے ان کے بعد خَلْفٌ نااہل لوگ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ جنہوں نے ضائع کردی نماز وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ اور پیروی کی انہوں نے خواہشات کی فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا پس عنقریب ملیں گے وہ ہلاکت کو اِلَّا مَنْ تَابَ مگر وہ جنہوں نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لائے وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کئے اچھے فَاُولٰٓئِکَ پس یہ لوگ ہیں یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ داخل ہونگے جنت میں وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا اور ان پر نہیں ظلم کیا جائے گا کچھ بھی جَنّٰتِ عَدْنِ ہمیشگی کے باغات ہیں الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وہ جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے عِبَادَہٗ اپنے بندوں کیساتھ بِالْغَیْبِ بن دیکھے اِنَّہٗ بیشک شان یہ ہے کہ کَانَ وَعْدُہٗ مَاْتِیًّا ہے اس کا وعدہ آنے والا لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا نہیں سنیں گے وہ اس جنت میں لَغْوًا کوئی بے ہودہ چیز اِلَّا سَلٰمًا مگر سلامتی ہی سلامتی وَلَھُمْ رِزْقُھُمْ اور ان کیلئے رزق ہوگا فِیْھَا ان جنتوں میں بُکْرَۃً پہلے پہر وَّعَشِیًّا اور پچھلے پہر تِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ یہ جنت وہ ہے نُوْرِثُ جس کا ہم وارث بنائیں گے مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے

مَنْ كَانَ تَقِيًّا جو پرہیز گار ہونگے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر :

انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر چلا آ رہا ہے۔کل آپ حضرات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر سنا۔آج ادریس علیہ السلام کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اورآپ ذکر کریں کتاب میں ادریس علیہ السلام کا اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا بیشک وہ تھے سچے نبی۔حضرت ادریس علیہ السلام کے دور میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ اختلاف کرتے ہیں کہ کس زمانے میں تھا جمہور اور اکثر محققین فرماتے ہیں کہ ان کا دور نوح علیہ السلام سے پہلے ہے۔یہ نوح علیہ السلام کے والد کے دادا تھے اور نوح علیہ السلام کے پردادا تھے۔حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف لوگوں نے بہت سی چیزوں کی نسبت کی ہے جن کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔بعض کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ہے اور بعض کا سیرت کی کتابوں میں۔تفسیروں میں ہے مثلاً سب سے پہلے خط لکھنا انہوں نے شروع کیا۔ان کو علم نجوم حاصل تھا اور اس قسم کے علوم کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے۔بہرحال قرآن کریم کی نص قطعی یہ کہتی ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا بیشک وہ سچے نبی تھے۔وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور ہم نے ان کو بلند کیا بہت اونچی جگہ۔اس کی دو تفسیریں منقول ہیں۔ایک یہ کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔

چار پیغمبر اس وقت بھی زندہ ہیں :

عقائد کی مشہور کتاب ''خیالی'' میں لکھا ہے اَرْبَعَةٌ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ اَحْيَآءٌ ''چار پیغمبر اس وقت زندہ ہیں اِثْنَانِ فِي السَّمَآءِ وَاثْنَانِ فِي الْاَرْضِ دو آسمانوں میں زندہ ہیں

اور دو زمین میں زندہ ہیں۔'' جو آسمانوں پر زندہ ہیں ایک ادریس علیہ السلام اور دوسرے عیسیٰ علیہ السلام اور جو زمین میں زندہ ہیں ایک الیاس علیہ السلام اور دوسرے خضر علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر قطعی دلائل موجود ہیں قرآن پاک کی نصوص بھی ہیں اور احادیث متواترہ بھی ہیں اور اجماع امت بھی۔ یہ تمام حوالے میں نے اپنی کتاب ''توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام'' میں نقل کر دیئے ہیں۔ تو حیات عیسیٰ علیہ السلام قطعی ہیں۔ ان کی حیات اور نزول کا منکر پکا کافر ہے اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور باقیوں کی حیات قطعی دلائل سے ثابت نہیں ہے لکھتے ہیں کہ یہ بھی زندہ ہیں بڑی اونچی جگہ۔ چھٹے آسمان پر ہم نے ادریس علیہ السلام کو اٹھایا ابھی تک زندہ ہیں۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف علم جفر، علم رمل، علم نجوم، علم سحر اور بہت کچھ منسوب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی بیان کی ہے کہ یہ غلط قسم کے علوم ان کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے یہ علم ناپاک ہیں ان کی شان بہت ہی بلند ہے اور ہم نے ان کو اونچا مقام دیا ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، ادریس علیہ السلام کے نام صریح الفاظ میں ذکر فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے مِّنَ النَّبِیّٖنَ نبیوں میں سے۔ یہ سب نبی ہیں مِنْ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ یہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اور ان لوگوں کی اولاد میں سے جن کو ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کیساتھ کشتی میں۔ ان کے تین بیٹے حضرت حام، حضرت سام، حضرت یافث رحمۃ اللہ علیہم اور سورۃ صٰفّٰت آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَجَعَلْنَا

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ''اور کر دیا ہم نے اس کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے ہیں۔''حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی آگے چلی ہے اور جو کشتی میں سوار تھے ان میں سے کسی کی اولاد آگے نہیں چلی۔ وَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی ہیں وَاِسْرَآءِيْلَ اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے۔

لفظِ اسرائیلؑ کا مطلب :

اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اسرا کا معنٰی عبد اور ئیل کا معنٰی اللہ۔ تو اسرائیل کا لفظی معنٰی عبد اللہ بنتا ہے، اللہ کا بندہ۔ اسی طرح جبر کا معنٰی عبد اور ایل کا معنٰی اللہ۔ میکا کا معنٰی عبد اور ایل کا معنٰی اللہ۔ تو میکائیل کا معنٰی عبد اللہ۔ اسراف کا معنٰی عبد اور ایل کا معنٰی اللہ۔ تو اسرافیل کا معنٰی عبد اللہ۔ تو یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام سب نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا جن کو ہم نے ہدایت دی ان بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں وَاجْتَبَيْنَا اور جن کو ہم نے چن لیا، نبوت دی، رسالت دی، ان پر کتابیں نازل کیں ،صحیفے نازل ہوئے۔ یہ سب بزرگ پیغمبر اور ان کی جو نسلیں تھیں اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا جس وقت پڑھی جاتی ہیں ان پر رحمان کی آیتیں گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے سُجَّدًا ساجد کی جمع ہے اور روتے ہوئے۔ بُكِيًّا بَاکٍ کی جمع ہے۔ یہ آیت سجدہ ہے۔ مسئلہ یہ ہے آیت سجدہ پڑھنے والے پر بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور سجدہ تلاوت کیلئے وہ تمام شرطیں ضروری ہیں جو نماز کیلئے ہیں کہ وضو ہو، کپڑے پاک ہوں، جگہ پاک ہو، قبلے کی طرف رخ

ہو، البتہ اس میں ہاتھ نہیں اٹھانے بس اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جانا ہے تین یا پانچ یا سات بار تسبیحات پڑھنی ہیں اور اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھا لینا ہے۔ نہ اس میں التحیات ہے، نہ سلام ہے۔ اور سجدہ تلاوت چونکہ واجب ہے اس لئے صبح کی نماز سے پہلے بھی جائز ہے اور بعد میں بھی جائز ہے۔ طلوع آفتاب تک عصر کی نماز کے بعد بھی جائز ہے۔ ان اوقات میں نفلی نماز جائز نہیں ہے تو جن حضرات نے یہ آیت کریمہ سنی ہے ان پر سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے کر لیں یا بعد میں کر لیں یا گھر جا کے کر لیں۔

نا اہلوں کی نشانیاں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَخَلَفَ مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ پھر خلیفہ بنے ان کے بعد نا اہل لوگ۔ خَلَفٌ لام کے فتح کیساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے صحیح اور اہل جانشین۔ صحیح معنیٰ میں اس کے نقش قدم پر چلنے والا ہو جس کا جانشین بنا ہے۔ اور خَلْفٌ لام کے سکون کیساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے نا اہل جانشین اور یہاں لام کے سکون کیساتھ ہے۔ تو معنیٰ ہوگا پھر خلیفہ بنے ان کے بعد نا اہل لوگ۔ ان کی نا اہلی کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ انہوں نے نماز ضائع کر دی۔ بزرگوں کے جانشینوں کی پہلی دلیل رب تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے کہ وہ نماز کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ نماز ایسی چیز ہے کہ سولی پر چڑھے ہوئے کو بھی معاف نہیں ہے۔ کسی ناپاک گندی جگہ میں قید ہو وضو نہ کر سکتا ہو، نہ تیمم کر سکتا ہو وہاں بھی نماز معاف نہیں ہے۔ لیکن ہم نے نماز کو کچھ نہیں سمجھا۔ معمولی سی تکلیف ہوتی ہے باقی سب کام چلتے رہتے ہیں نماز کیلئے کہیں تو کہتے ہیں بیمار ہوں۔ تو ساری زد بیچاری نماز پڑتی ہے۔

نا اہلوں کی دوسری نشانی وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ اور پیروی کی انہوں نے خواہشات

کی۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں خواہشات بھی رکھی ہیں خواہشات سے کوئی خالی نہیں ہے اگر جائز طریقے سے خواہشات کو پورا کرتا ہے تو کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر غلط طریقے سے استعمال کرتا ہے تو اس میں شرک بھی لازم آئے گا۔ سورۃ الجاثیہ آیت نمبر ۲۳ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو الٰہ بنالیا ہے۔'' بندے کے دل میں جو آئے وہ کرے اور اس کیلئے شرعی ثبوت نہ ہو تو یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ یاد رکھنا! مشرک کے سینگ نہیں ہوتے بیلوں اور بھینسوں کی طرح بلکہ عام بندے ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے۔

فرمایا فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ غَیًّا کا معنٰی ہلاکت بھی ہے غَیًّا کا معنٰی گمراہی بھی ہے۔ اور غَیّ جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ تو معنٰی ہوگا پس عنقریب ملیں گے وہ ہلاکت کو گمراہی کو۔ جنہوں نے یہ کام کئے گمراہ ہونگے ان کیلئے ہلاکت ہوگی اور ملیں گے جہنم کے طبقے کو، دوزخ کے طبقے میں ان کو پھینکا جائے گا۔ ہاں اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جس نے توبہ کی وہ بچ جائے گا۔

توبہ سے ہر گناہ معاف نہیں ہوتا :

لیکن یاد رکھنا! توبہ سے نماز معاف نہیں ہوتی نہ روزہ معاف ہوتا ہے نہ زکوٰۃ عشر معاف ہوتا ہے نہ کسی کا حق معاف ہوتا ہے۔ بہت سارے پڑھے لکھے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ توبہ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو یہ سب گناہوں کیلئے چورن ہے۔ حاشا وکلّا ہرگز نہیں! اچھی طرح یاد رکھنا ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی معاف نہیں ہوتی جب تک ان کو باقاعدہ قضا نہیں کرو گے پھر جا کر معافی ہے۔ فرضوں اور وتروں کی قضا ہے سنت اور نفل کی کوئی قضا نہیں ہے۔ تین وقتوں کے علاوہ جس وقت چاہو قضا نمازیں پڑھ سکتے ہو۔

طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور زوال کے وقت نہیں پڑھ سکتے اور جو کسی کا حق دینا ہے وہ ادا کرو گے تو توبہ ہوگی۔ توبہ تاخیر کی کرنی ہے کہ وقت پر نمازیں نہیں پڑھ سکا۔ اب میں قضا کرتا ہوں پروردگار مجھے معاف کر دے۔

ایمان کیساتھ عمل بھی ضروری ہے :

وَاٰمَنَ اور ایمان لائے صحیح معنٰی میں وَعَمِلَ صَالِحًا اور اچھے عمل کرے۔ بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کلمہ پڑھ لیا تو باقی ساری چیزیں معاف ہو گئیں کسی غلط فہمی میں نہ رہنا بیشک کلمہ بڑی چیز ہے۔ لیکن اس کیساتھ کچھ اور چیزیں بھی ہیں وہب ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے بڑے بزرگ ہیں۔ ایک موقع پر اعمال کی ترغیب دے رہے تھے کہ نمازیں پڑھو روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، نیکیاں کرو، زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ایک آدمی نے کہا حضرت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ مفتاح الجنة جنت کی چابی ہے۔ ہمارے ہاتھ میں چابی ہے جب چاہیں گے داخل ہو جائیں گے تو حضرت وہب ابن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی چابی کے دندانے بھی ہوتے ہیں۔ اگر دندانے نہ ہوں تو جتنی گھماتے رہو کچھ نہیں ہوگا تالا نہیں کھلے گا۔ تو نیک اعمال چابی کے دندانے ہیں۔ فرمایا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ پس یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا کچھ بھی۔ رتی برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ ظلم اس طرح کہ جو گناہ نہیں کیے ان کی گردن پر رکھ دیئے جائیں یا نیکیاں کی ہیں ان کو اجر نہ ملے ایسا نہیں ہوگا جَنّٰتِ عَدْنٍ ہمیشگی کے باغات ہیں۔ ہمیشگی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پھل ہمیشہ ہونگے اُكُلُهَا دَآئِمٌ [سورۃ ابراہیم] ”پھل ہمیشہ لگے ہوں گے۔“ دانہ توڑا فوراً اور لگ جائے گا پھر توڑا اور لگ جائیگا لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [واقعہ:۳۳] ”نہ ختم ہونے میں آئیں گے اور نہ روکا

جائے گا‘‘ ہمیشہ ہونگے سدا بہار۔ دنیا کے پھلوں کی طرح نہیں کہ صرف موسم میں ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ ہونگے اَلَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ وہ جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں کیساتھ بِالْغَیْبِ بن دیکھے۔ نہ انہوں نے رب کو دیکھا ہے اور نہ اس کی جنتوں کو دیکھا ہے مگر رب تعالیٰ پر بن دیکھے ایمان رکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی ذات بھی ہے اور جنت بھی ہے اور ساریاں خوشیاں بھی ہیں اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا بیشک رب کا وعدہ آنے والا ہے مَاْتِیًّا اَتٰی یَاْتِیْ سے مفعول کا صیغہ ہے اور فاعل کے معنٰی میں ہے، آنے والا ہے۔ یاد رکھنا! جنت بھی دور نہیں دوزخ بھی دور نہیں آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے دوزخ بھی سامنے مَنْ مَاتَ قَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ ’جو مرے گا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔‘‘ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا نہیں سنیں گے وہ ان جنتوں میں کوئی بے ہودہ چیز۔ نہ جھوٹ، نہ غیبت، نہ گالی کسی قسم کی دل آزاری کی بات نہیں سنیں گے اِلَّا سَلٰمًا مگر سلامتی ہی سلامتی ہوگی تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ جنتی آپس میں سلام کریں گے فرشتے بھی سلام کریں گے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ [سورہ یٰسین] رب تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ہوگا کہ اے میرے بندو! میری طرف سے تم پر سلام ہو۔ وہ سلامتی کا مقام ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا اور ان کیلئے رزق ہوگا ان جنتوں میں پہلے پہر بھی اور پچھلے پہر بھی۔ چونکہ لوگ عادتاً دو ٹائم کھاتے ہیں اس لئے صبح و شام کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی کھانا چاہے گا تو اس کے متعلق رب تعالیٰ نے سورہ ق آیت نمبر ۳۵ میں ضابطہ بیان فرمایا ہے لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا ’’ان کیلئے ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں۔‘‘ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ یہ جنت ہے جس کا ہم وارث بنائیں گے مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے مَنْ كَانَ تَقِیًّا اس کو جو پرہیزگار ہونگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے

سب کو متقی بنائے نافرمانی سے بچائے اور ہم صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے بندے بن جائیں۔(آمین)

❁❁❁

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾

وَمَا نَتَنَزَّلُ اور ہم نہیں اترتے اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ مگر آپ کے رب کے حکم کیساتھ لَهٗ اسی کیلئے ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا جو کچھ ہمارے سامنے ہے وَمَا خَلْفَنَا اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے وَمَا بَيْنَ ذٰلِکَ اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وَمَا كَانَ رَبُّکَ نَسِيًّا اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وہ رب ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے فَاعْبُدْهُ پس اسی کی عبادت کرو وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ اور جمے رہیں اس کی عبادت پر هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کیا جانتے ہیں آپ اس کیلئے کوئی ہم نام وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہتا ہے انسان ءَاِذَا مَا مِتُّ کیا جب میں مر جاؤں گا لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا البتہ میں نکالا جاؤں گا زندہ کر کے اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ

کیا اور نہیں یاد کرتا انسان اَنَّا خَلَقْنٰهُ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلَمْ يَكُ شَيْئًا اور نہیں تھا کوئی چیز فَوَرَبِّكَ پس قسم ہے آپ کے رب کی لَنَحْشُرَنَّهُمْ البتہ ہم ان کو ضرور اکٹھا کریں گے وَالشَّيٰطِيْنَ اور شیطانوں کو بھی ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ پھر ہم ان کو ضرور حاضر کریں گے حَوْلَ جَهَنَّمَ جہنم کے اردگرد جِثِيًّا گھٹنوں کے بل ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ پھر ہم نکالیں گے مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ ہر گروہ سے اَيُّهُمْ خصوصاً وہ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ جو زیادہ سخت ہے رحمان کے سامنے عِتِيًّا نافرمانی کرنے میں ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ پھر البتہ ہم ضرور جانتے ہیں بِالَّذِيْنَ ان لوگوں کو هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا جو زیادہ لائق ہیں دوزخ میں داخل ہونے کے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں :

اللہ تعالیٰ کے بے شمار فرشتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے مختلف ڈیوٹیاں لگائی ہوتی ہیں۔ سب فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور وحی بھی یہی فرشتہ لاتا تھا۔ کسی کی ڈیوٹی بارش پر اور کسی کی اور کام پر۔ کوئی ڈیوٹی میکائیل علیہ السلام کے سپرد ہے کوئی اسرافیل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام موت کے فرشتوں کے انچارج ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لاتے تھے۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ آپ ہماری ملاقات اور زیارت کیلئے اس سے زیادہ آیا کرو جتنا کہ تم آتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی زبان پر یہ بات نازل فرمائی وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ اور ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم کیساتھ۔ ہماری ذاتی مرضی کچھ

نہیں ہے اگر ہمارے اپنے اختیار میں ہوتو اپنی مرضی کریں ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔سورۃ تحریم آیت نمبر۶ میں ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ''وہ نہیں نافرمانی کرتے اللہ تعالیٰ کی اس چیز میں جو وہ حکم دیتا ہے اور وہ وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔'' بیشک آپ کا ذوق شوق ہے کہ ہم آپ کی زیادہ زیارت کریں لیکن ہم رب کے حکم کے پابند ہیں اس کے حکم کے بغیر نہیں اتر سکتے۔ لَہٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا اسی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے مکان کے لحاظ سے زمانے کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے اسی کا تصرف ہے اسی کی حکومت ہے وَمَا خَلْفَنَا اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے مکان کے لحاظ سے زمانے کے لحاظ سے پیچھے گذر چکا ہے وہ سب رب تعالیٰ کا ہے وَمَا بَیْنَ ذٰلِکَ اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب رب تعالیٰ کا پیدا کردہ، اسی کی ملکیت اور اسی کے اختیار میں ہے وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔

مخلوق میں بڑے سے بڑے درجے والا بھی بھول جاتا ہے :

مخلوق میں سے کوئی جتنے بڑے درجے کا ہو بھول جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے آنحضرت ﷺ کا درجہ سب سے بہت بلند ہے مخلوق میں کسی اور کا اتنا درجہ اور شان نہیں ہے مگر آپ بھی بھول جاتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے ظہر کی نماز چار رکعات کی بجائے دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا ۔حضرت ابوبکر ؓ بھی موجود تھے حضرت عمر ؓ اور دیگر صحابہ ؓ بھی موجود تھے حیران ہو گئے کہ کیا قصہ ہے۔بعض نے خیال کیا کہ شاید اب ظہر کی نماز چار رکعات کی بجائے دو ہو گئیں ہیں آپ ﷺ کے رعب کی وجہ سے پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ایک خرباق نامی صحابی

تھے جن کا لقب ذوالیدین اور ذوالشمالین تھا وہ آگے بڑھے اور کہا حضرت! اَ قُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ اَمْ نَسِیْتَ حضرت ظہر کی نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ نہ نماز کم ہوئی ہے اور نہ میں بھولا ہوں۔۔میں نے پوری چار رکعات پڑھائی ہیں۔ کہنے لگے حضرت نہیں آپ نے دو پڑھائی ہیں۔آپ ﷺ نے حاظرین سے پوچھا اَصَدَقَ ذُوالْیَدَیْنِ کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہا ہے کہ میں نے دو رکعتیں پڑھائی ہیں؟ ساتھیوں نے کہا ہاں! حضرت ٹھیک کہہ رہا ہے پھر آپ نے دو رکعتیں اور پڑھائیں اور سجدہ سہو کیا اور فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ میں بھی تمہاری طرح کا بشر ہوں، انسان ہوں، آدمی ہوں بھول جاتا ہوں جیسا کہ تم بھول جاتے ہو۔ میں جب بھول جایا کروں تو یاد کرادیا کرو۔اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں کہ آپ ﷺ بھول گئے پھر ساتھیوں نے یاد کرایا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی ۔پہلی التحیات بھول کر سیدھے کھڑے ہوگئے پیچھے سے لقمے ملتے رہے مگر آپ ﷺ نے پرواہ نہ کی ، تین رکعتیں پڑھانے کے بعد آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا۔ چونکہ یہ عملی مسئلہ ہے پیش آتا رہتا ہے لہٰذا اس کو سمجھ لیں ۔تین رکعتیں ہیں یا چار رکعتیں ہیں تو ان میں پہلی التحیات واجب ہے اور آخری التحیات فرض ہے۔فرض کے چھوٹنے سے نماز نہیں ہوتی ۔واجب چھوٹ جائے نماز ہو جاتی ہے سجدہ سہو لازم آتا ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک رکعت میں جو دو سجدے ہیں ان میں سے پہلا فرض ہے اور دوسرا واجب ہے اگر کسی سے دوسرا سجدہ رہ گیا تو سجدہ سہو کرے گا اور نماز صحیح ہو جائے گی ۔رکوع فرض ہے اگر رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی از

سرے نو نماز پڑھنی پڑے گی۔ اگر پہلی التحیات بھول کر کھڑا ہو گیا اگر اقرب الی القعود ہے بیٹھنے کے قریب ہے تو بیٹھ جائے سجدہ سہو لازم نہیں آئے گا اور اگر قیام کے قریب ہے تو کھڑا ہونہ بیٹھے کیونکہ رکعت فرض ہے اور فرض کا درجہ قوی ہوتا ہے۔ التحیات واجب ہے رہ گئی ہے سجدہ سہو کر لے۔ تو فرمایا کہ میں بھول جاؤں تو یاد کرادیا کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ بھول گئے تحقیق فرمائی اور پھر باقی دو رکعتیں پڑھائیں اور نماز میں خلل نہیں آیا؟ تو یاد رکھنا! یہ اس وقت کی بات ہے کہ نماز میں سلام کلام، گفتگو جائز ہوتی تھی۔ آنے والا کہتا تھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نمازی نماز کی حالت میں کہہ دیتا تھا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنے والا پوچھ لیتا تھا کتنی رکعتیں ہوگئی ہیں؟ نمازی بتلا دیتے کہ ہم پہلی رکعت میں ہیں یا دوسری میں ہیں یا تیسری میں، نماز نہیں ٹوٹتی تھی۔ یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز کے دوران گفتگو جائز ہوتی تھی۔ بعد میں حکم نازل ہوا قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ [بقرۃ:۲۳۷] ''کھڑے ہو جاؤ اللہ کے سامنے عاجزی سے۔'' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے۔ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو اُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ وَنُھِیْنَا عَنِ الْکَلَامِ ''ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا۔'' بہت ساری چیزیں ایسی تھیں جن کے متعلق پہلے احکام اور تھے اور بعد میں اور تھے۔ شراب پہلے جائز تھی بعد میں ناجائز ہوگئی، پہلے کافر مشرک عورت کیساتھ نکاح جائز تھا بعد میں منع کر دیا گیا، پہلے کافر مشرک کو بیٹی، بہن دینا جائز تھا بعد میں منع کر دیا گیا، پہلے سود جائز تھا بعد میں ناجائز ہو گیا۔ اب کوئی آدمی پہلے احکام کو لے کر کہے کہ یہ ہوتا رہا ہے اس لئے میں کر رہا ہوں تو یہ اس کی نادانی ہے۔ لہٰذا ایسی روایات کو لیکر نماز کے دوران گفتگو شروع کر دے تو یہ کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ اس وقت جائز ہوتی تھی اب گفتگو جائز نہیں

ہے، ممنوع ہے۔

خیر بات ہو رہی تھی نسیان کی کہ اللہ تعالیٰ نسیان سے، بھولنے سے پاک ہے اور مخلوق میں بڑی سے بڑی شخصیت بھی بھول جاتی ہے۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۱۵ میں ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ''اور ہم نے تاکید کی تھی آدم علیہ السلام کو اس سے پہلے پس وہ بھول گئے اور نہ پائی ہم نے ان کیلئے پختگی۔'' تو یہ نسیان بھولنا انسان کے خواص میں سے ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔ نہ بھولنا یہ صرف رب تعالیٰ کی صفت ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے سب کا رب ہے فَاعْبُدْهُ پس اے مخاطب! اسی رب کی عبادت کر اور صرف ایک آدھ دن ہی نہیں وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ اور جمے رہیں اس کی عبادت پر، قائم رہو اس کی عبادت پر۔ ایسا نہیں کہ کبھی نماز پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی یہ کچھ نہیں ہے هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کیا جانتے ہیں اس کیلئے کوئی ہم نام۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کسی کا نام اللہ ہے؟ اللہ جل جلالہ کے ننانوے نام مشہور ہیں۔ ویسے تقریباً پانچ ہزار نام ہے۔ ان ننانوے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ہے جل جلالہ۔ اور کسی کا نام اللہ نہیں ہے کوئی کہتا ہے تو غلط کہتا ہے۔ بدایوں کے ایک مفتی صاحب تھے گجرات میں رہے ہیں کتابیں بھی اس نے کافی لکھی ہیں۔ اس نے خرافات لکھی ہے کہ ہم جس وقت بسم اللہ پڑھتے ہیں تو آنحضرت ﷺ سے بھی مدد مانگتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کا نام اللہ بھی ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بھئی! رب کا نام تو اور کسی کا نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا نام اللہ کیسے ہو گیا؟ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔

مشرک حیات بعد الممات کے قائل نہیں تھے :

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہتا ہے انسان۔ بعض حضرات نے کہا ہے مراد ابوجہل ہے، بعض نے کہا ہے عاص بن وائل ہے، بعض فرماتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ تھا، بعض کہتے ہیں کہ عقبہ ابن ابی معیط مراد ہے۔ مختلف موقعوں پر مختلف کافروں نے یہ باتیں کی تھیں کسی مفسر نے کسی کا نام بتلا دیا کسی نے کسی کا نام بتلا دیا۔ تو کافر انسان کہتا ہے ءَ اِذَامَا مِتُّ کیا جس وقت میں مر جاؤں گا لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا البتہ عنقریب میں قبر سے نکالا جاؤں گا زندہ کر کے۔ دوبارہ زندگی کے کافر بڑی سختی کیساتھ منکر تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [مومنون:۳۶] ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھیں گے اور سورہ انعام آیت نمبر ۲۹ میں ہے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ''ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' سورہ سجدہ آیت نمبر ۱۰ میں ہے وَقَالُوْا ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَ اِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ''اور کہا انہوں نے کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے۔'' اور سورہ یٰسین آیت نمبر ۱۸ میں ہے مَنْ يُّحْىِ الْعِظَامَ وَهِىَ رَمِيْمٌ ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی، ریزہ ریزہ ہو چکی ہونگی۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ رب زندہ کرے گا جس نے حقیر نطفے سے پیدا کیا وہ رب پیدا کرے گا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ رب پیدا کرے گا جو سرسبز درخت سے آگ کے شعلے نکالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ کیا یاد نہیں کرتا انسان اس بات کو اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا اس سے پہلے وَلَمْ يَكُ شَيْئًا اور نہیں تھا کوئی چیز۔ تو جس رب نے پہلے پیدا کیا ہے وہی رب دوبارہ پیدا کرے گا فَوَرَبِّكَ واؤ قسم کیلئے

ہے۔ پس قسم ہے آپ کے رب کی یعنی مجھے اپنی ذات کی قسم ہے لَنَحْشُرَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور جمع کریں گے ان کو میدان محشر میں وَالشَّيٰطِيْنَ اور شیطانوں کو جن کی یہ اطاعت کرتے ہیں وہ چاہے انسانوں میں ہوں یا جنات میں سے۔ میدان محشر میں ساری مخلوق اکٹھی ہوگی۔ انسان بھی، جنات شیطان بھی، کیڑے مکوڑے بھی، حیوانات بھی سب کا حساب ہوگا۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا ہوگا تو اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ اگرچہ حیوانات مکلف نہیں ہیں ان پر شریعت کے احکامات لاگو نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنا عدل وانصاف بتلائیں گے کہ اے انسانو اور جنو! تمہیں کیسے چھٹکارا مل سکتا ہے جبکہ حیوانات میں بھی ظالم سے مظلوم بدلہ لے گا تم تو عقل مند مخلوق ہو ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ پھر ہم ان کو ضرور حاضر کریں گے حَوْلَ جَهَنَّمَ جہنم کے اردگرد جِثِيًّا جاثٍ کی جمع ہے، گھٹنوں کے بل، دوزانوں ہو کر بیٹھنے والا۔ یہ عاجزی کی حالت ہے جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں اگر معذور نہ ہوں تو۔ اگر معذور ہو تو آدمی جس حالت میں چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ پھر ہم نکالیں گے الگ کر لیں گے مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ ہر گروہ سے اَيُّهُمْ خاص طور پر اس کو اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا جو زیادہ سخت ہے رحمان کے سامنے نافرمانی میں یعنی سب اکٹھے ہوں پھر ان میں سے جو ان کے لیڈر، بدمعاش اور غنڈے ہونگے ان کو علیحدہ کر لیا جائے گا ان کا حساب بڑا سخت ہوگا۔ اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ نُوْقِشَ فِي الْحِسَابِ عُذِّبَ جس کا صحیح معنی میں حساب ہوا اس کی خیر نہیں۔'' ہاں سرسری طور پر رب تعالیٰ اپنی مہربانی سے موٹے موٹے سوالات کرے تو وہ بات علیحدہ ہے ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ پھر البتہ ہم خوب جانتے ہیں بِالَّذِيْنَ ان کو هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا جو زیادہ لائق ہیں دوزخ میں داخل

ہونے کے۔ صَـلٰـی یَـصْـلٰـی کا معنٰی ہے داخل ہونا۔ ابولہب کے بارے میں آتا ہے سَیَـصْـلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ''وہ عنقریب شعلہ مارنے والی آگ میں داخل ہوگا۔ تو فرمایا جو دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں وہ ہمارے علم میں ہیں کوئی ہم سے مخفی نہیں ہے، قیامت حق ہے، میدان محشر حق ہے، حساب حق ہے، جنت دوزخ حق ہے، پل صراط حق ہے، میزان حق ہے، عدل وانصاف حق ہے۔ ان چیزوں پر سب یقین رکھو۔

❁❁❁

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا

وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

وَاِنْ مِّنْكُمْ اور نہیں ہے تم میں سے کوئی اِلَّا وَارِدُهَا مگر وہ وارد ہونے والا ہے اس دوزخ پر كَانَ عَلٰى رَبِّكَ ہے آپ کے رب کے ذمہ حَتْمًا لازم مَّقْضِيًّا طے شدہ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ پھر ہم نجات دیں گے ان لوگوں کو اتَّقَوْا جو ڈرتے ہیں وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ اور چھوڑ دیں گے ظالموں کو فِيْهَا اس دوزخ میں جِثِيًّا گھٹنوں کے بل وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں بَيِّنٰتٍ واضح اور روشن قَالَ الَّذِيْنَ کہتے ہیں وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے ہیں اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا دونوں گروہوں میں سے کونسا بہتر ہے از روئے مقام کے وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا اور کون اچھا ہے مجلس کے اعتبار سے وَكَمْ اَهْلَكْنَا اور کتنی ہم نے

ہلاک کی ہیں قَبْلَهُمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وہ بہت اچھی تھیں ساز وسامان کے لحاظ سے وَّرِءْيًا اور نمود ونمائش کے لحاظ سے قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ جو شخص ہے گمراہی میں فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا پس مدد دے گا اللہ تعالیٰ ان کو مدد دینا حَتّٰى اِذَا رَاَوْا یہاں تک کہ جب دیکھیں گے مَا اس چیز کو يُوْعَدُوْنَ جس کا ان کیساتھ وعدہ کیا جاتا ہے اِمَّا الْعَذَابَ یا تو عذاب وَاِمَّا السَّاعَةَ اور یا قیامت فَسَيَعْلَمُوْنَ پس بتاکید وہ جان لیں گے مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا کون برا ہے جگہ کے لحاظ سے وَّاَضْعَفُ جُنْدًا اور کون زیادہ کمزور ہے لشکر کے لحاظ سے۔

کل کے درس میں تم نے یہ پڑھا کہ کافروں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ کوئی زندگی نہیں ہے۔اور کہتے تھے ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ''کیا جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت اختصار کیساتھ جواب دیا اَوَ لَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ''کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ بیشک ہم نے اس کو پیدا کیا اور یہ کوئی چیز نہیں تھا۔'' جو رب پہلے پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے اس کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔پھر جو مجرم ہیں ان کو دوزخ میں پھینکا جائے گا۔

قیامت، جنت، دوزخ کی طرح پل صراط بھی حق ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا اور نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر وہ وارد ہونے والا ہے اس دوزخ پر۔بات اچھی طرح سمجھ لیں۔قیامت حق ہے، میدان محشر

میں اکٹھا ہونا بھی حق ہے، اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت کا قائم ہونا بھی حق ہے، ترازو پر نیکیوں کا تلنا بھی حق ہے، جس طرح یہ تمام چیزیں حق ہیں اسی طرح پلصراط بھی حق ہے۔ جہنم کے اوپر ایک پل ہے اس کو عبور کر کے جنت کی طرف جانا پڑے گا اس کو پل صراط کہتے ہیں۔ وہ کافروں کیلئے تو اَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَاَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک اور نیچے آگ کے شعلے ہونگے۔ کوئی کافر تو ایک قدم رکھے گا اور تحت کے نیچے دوزخ میں گر جائے گا۔ کوئی دو قدم اور کوئی تین قدم اور کٹ کے نیچے دوزخ میں گر جائے گا کوئی کافر اس کو عبور نہیں کر سکے گا اور وہ مومنوں کیلئے کھلی سڑک ہوگی۔

ہر ایک نے پل صراط سے گذرنا ہے :

صحیح احادیث میں موجود ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی پلصراط سے ایسے گزرے گا جیسے تیز رفتار پرندہ جاتا ہے اور کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح گذرے گا، کوئی تیز رفتار اونٹ کی طرح گذرے گا، کوئی ایسے گذرے گا جیسے آدمی بھاگ کر جاتا ہے اور وہ بھی ہونگے جو آہستہ آہستہ چل کر عبور کریں گے۔ ایمان اور اعمال میں جتنی قوت ہوگی، اخلاق میں قوت ہوگی اتنی ہی رفتار ہوگی۔ یہ قربانی کے جانور ان کیلئے سواری بنیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا پلصراط پر سے گذرنے والوں میں سے سب سے اول میں ہوں گا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ پھر باقی عشرہ مبشرہ پھر ساری امت مرتبے اور مقام کے لحاظ سے اسی طرح جنت میں سب سے پہلا قدم آنحضرت ﷺ کا پڑے گا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہونگے۔ سب سے پہلے اس امت کا حساب ہوگا حالانکہ دنیا میں یہ امت سب سے بعد میں آئی ہے مگر جنت کی خوشیوں میں سب سے پہلے پہنچے گی

۔اسی پل صراط کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا یہ اِنْ نافیہ ہے۔اور نہیں ہے تم میں سے کوئی وارد ہونے والا اس دوزخ پر۔

پل صراط کے بعد ایک اور پل ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ پلصراط کو عبور کرنے کے بعد آگے ایک اور پل آئے گا قَنْطَرَةٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ''یہ پل جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا۔''اس پل پر صرف مسلمان پہنچیں گے اور ایک دوسرے کیخلاف جو نفرت بغض کینہ ہوگا غلط فہمیاں ہونگی وہ ساری اس پر مومنوں کے دلوں سے نکال دی جائیں گی۔ جب جنت میں داخل ہونگے تو کسی کے خلاف کسی کے دل میں کوئی بغض، کینہ، کدورت نہیں ہوگی شیشے کی طرح صاف ہونگے۔ بے شمار مخلوق ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کیساتھ کوئی جھگڑا نہ لڑائی نہ غیبت نہ گالی گلوچ ہوگا۔تو میزان اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرح پلصراط بھی حق ہے اور اس کے اوپر سے گذرنا ہے كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ہے آپ کے رب کے ذمہ لازم طے شدہ۔اس میں شک شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔جس وقت وہاں سے گذریں گے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا پھر ہم نجات دیں گے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، کفر شرک سے بچتے ہیں، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں ان کو نجات ملے گی وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا اور ہم چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس دوزخ میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے ہونگے۔جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں اوپر سے گھٹنوں کے بل گریں گے اور دوزخ میں جا پڑیں گے اور شعلوں میں جلتے رہیں گے۔اگر دوزخ میں ان کو مارنا مقصود ہوتو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے کیونکہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ تیز ہے اور دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ اس

میں کوئی مرے گا اور نہ جئے گا۔'' مر گیا تو سزا کون بھگتے گا؟ اور یہ جینا کوئی جینا نہیں ہے خود دوزخی کہیں گے یٰلَیۡتَهَا كَانَتِ الۡقَاضِيَةَ ''کاش کہ ہم مر جائیں۔'' جہنم کا انچارج فرشتہ جس کا نام مالک ہے اس کے پاس جائیں گے قرآن پاک میں آتا ہے، کہیں گے یٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ ''اے مالک علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ آپ کا رب ہمیں مار دے۔'' وہ کہے گا کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے، کتابیں نہیں آئیں، سمجھانے والے نہیں آئے، تمہارے پاس عقل نہیں تھی، کہیں گے آئے تھے فَكَذَّبۡنَا وَقُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَيۡءٍ [سورۃ الملک:۹] ''پس ہم نے جھٹلایا اور کہا ہم نے اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ہماری آیتیں واضح اور روشن قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا ان لوگوں کو جو ایمان والے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ کافر مومنوں کو کہتے ہیں اَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ خَيۡرٌ دونوں گروہوں میں سے کونسا بہتر ہے مَّقَامًا از روئے مقام اور درجے کے وَّاَحۡسَنُ نَدِيًّا اور کون اچھا ہے مجلس کے لحاظ سے۔ کس کی مجلسیں بھری ہوئی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں جب آنحضرت ﷺ نے نبوت کا اظہار فرمایا تو وہاں کافر ہی کافر تھے، کفر ہی کفر تھا لہٰذا ان کی مجلسیں بھری رہتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کیساتھ انتہائی غریب لوگ تھے امیر لوگ بہت تھوڑے تھے مثلاً حضرت ابو بکر صدیق ؓ، حضرت عثمان ؓ بعد میں حضرت عمر ؓ بھی آ گئے۔ ورنہ ابتدائی دور میں غریب ہی تھے اور غلام تھے۔ حضرت زید بن حارثہ ؓ غلام تھے پھر آزاد کئے گئے۔ حضرت خباب بن ارت ؓ بھی غلام تھے پھر آزاد کئے گئے حضرت بلال ؓ بھی غلام تھے پھر آزاد کئے گئے حضرت یاسر ؓ بھی غلام

تھے حضرت عمار ؓ غلام تھے۔تو آپ کی مجلس میں کمزور اور تھوڑے آدمی ہوتے تھے۔ کافروں نے کہا کہ دیکھو! مجلسیں تمہاری بڑی ہیں یا ہماری؟ اس کا رب تعالیٰ نے جواب دیا۔

وَ کَم اَهلَکْنَا قَبلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ اور کتنی ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے جماعتیں هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْ يًا وہ بہت اچھی تھیں ساز وسامان کے اعتبار سے اور نمود ونمائش کے اعتبار سے۔ بڑی شہرت والی نامی گرامی قومیں تھیں جن کو ہم نے تباہ کر دیا قُلْ آپ ان کو کہہ دیں مَنْ کَانَ فِی الضَّلٰلَةِ جو شخص ہے گمراہی میں فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا۔ فَلْيَمْدُدْ امر ہے جس کا لفظی معنی ہے پس چاہیے کہ رحمان ان کو مدد دے مدد دینا لیکن خبر کے معنی میں ہے کہ ان کو رحمٰن مدد دے گا مدد دینا۔ جو نافرمان ہیں ان کو بھی مال اولاد ملتی رہتی ہے۔ دنیا کی چیزیں کافروں کیلئے بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کا معیار ایمان اور دین ہے :

یہ حدیث آپ حضرات کئی دفعہ سن چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِی الدُّنْيَا لِمَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ "بیشک اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس کیساتھ محبت نہیں کرتا۔" مال کا ملنا اس بات کی دلیل نہیں کہ رب راضی ہے یعنی مال کا ملنا اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا معیار نہیں ہے وَلَا يُعْطِی الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ "اور نہیں دیتا ایمان مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِی الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ "اور نہیں دیتا اللہ تعالیٰ دین مگر اس کو جس کیساتھ محبت کرتا ہے۔" قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے چچا کا بیٹا تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام مُنَوّر بتایا ہے۔ باپ کا نام يُسْعَرُ تھا اور دادے

کا نام قاہس تھا پڑدادے کا نام لاوی تھا اور لکڑ دادے کا نام یعقوب علیہ السلام تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے والد محترم کا نام عمران تھا دادے کا نام قاہس تھا پڑدادے کا نام لاوی تھا اور لکڑ دادے کا نام یعقوب علیہ السلام تھا۔ قارون کا والد بڑا نیک پرہیز گار آدمی تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔

انسان جب شیطان بن جائے تو نسبت کام نہیں آتی :

دیکھو نسبت کتنی اونچی ہے دو پیغمبر چچا زاد بھائی ہیں مگر جب انسان شیطان بن جائے تو نسبت کام نہیں آتی۔ نہ یعقوب علیہ السلام کی نسبت کام آئی، نہ اسحاق علیہ السلام کی نسبت کام آئی، نہ ابراہیم علیہ السلام کی، نہ یوسف علیہ السلام، نہ ہارون علیہ السلام اور نہ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کام آئی۔ بری بات پر اکڑ گیا ایک فاحشہ عورت کو پیسے دے کر موسیٰ علیہ السلام پر معاذ اللہ تعالیٰ بدکاری کا الزام لگا دیا مگر رب رب ہے اس کی گرفت بہت سخت ہے اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ [سورہ بروج] "بیشک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ جب رب تعالیٰ پکڑنے پر آیا سورۃ القصص آیت نمبر ۸۱ میں ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ "پس دھنسا دیا ہم نے اس قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔" خدا جانے کتنے رقبے میں اس کی کوٹھی تھی اس کے نوکروں چاکروں کے کمرے بنے ہوئے تھے لیکن رب تعالیٰ نے سب کو زمین میں دھنسا دیا نہ قارون بچا اور نہ اس کی دولت بچی۔ فرمایا ان کو اپنی کثرت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر دیں ہیں جو بڑی شہرت رکھتی تھیں حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان کیساتھ وعدہ کیا جاتا ہے اِمَّا الْعَذَابَ یا تو دنیا میں ان پر عذاب آئے گا وَاِمَّا السَّاعَةَ اور یا قیامت تو ہے ہی قیامت سے تو چھٹکارا نہیں ہے

فَسَيَعْلَمُوْنَ پس بتا کید یہ جان لیں گے مَنْ هُوَ شَرٌّ کون بُرا ہے مَّكَانًا جگہ کے لحاظ سے درجے کے لحاظ سے برے درجے والا کون ہے وَّاَضْعَفُ جُنْدًا اور کون زیادہ کمزور ہے لشکر کے لحاظ سے۔رب کے عذاب کے مقابلے میں ان کی دنیا کی کثرت کیا کرے گی۔باقی مالی مدد تو اللہ تعالیٰ کافروں کی بھی کرتا ہے۔

۞۞۞

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ
وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ اَفَرَءَيْتَ
الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ
اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ
لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ
بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اور زیادہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اهْتَدَوْا هُدًى جنہوں نے ہدایت قبول کی ہدایت وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی نیکیاں خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ بہتر ہیں تیرے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا اور بہتر ہیں لوٹنے کی جگہ کے اعتبار سے اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ کیا پس آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا وَقَالَ اور کہا لَاُوْتَيَنَّ البتہ میں ضرور دیا جاؤں گا مَالًا مال وَّوَلَدًا اور اولاد اَطَّلَعَ الْغَيْبَ کیا اس نے غیب پر اطلاع پالی ہے اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا یا اس نے کرلیا ہے رحمٰن کیساتھ کوئی وعدہ كَلَّا ہرگز نہیں سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ بتاکید ہم لکھتے ہیں جو باتیں وہ کہتا ہے وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا اور ہم بڑھائیں گے اس کیلئے عذاب بڑھانا وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ اور

ہم وارث ہونگے اس چیز کے جو وہ کہتا ہے وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا اور آئے گا ہمارے پاس اکیلا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً اور بنالئے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ورے معبود لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا تاکہ ہوجائیں وہ ان کیلئے عزت کا ذریعہ كَلَّا ہرگز نہیں سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ عنقریب وہ انکار کریں گے ان کی عبادت کا وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا اور وہ ہوجائیں گے ان کے مخالف۔

اس سے پہلے فرمایا کہ بتاکید جان لیں گے یہ لوگ جو دنیا میں مال اولاد پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ کون برا ہے درجے کے لحاظ سے اور کون زیادہ کمزور ہے لشکر کے لحاظ سے۔ رب کے عذاب کے مقابلے میں ان کی کثرت کیا کرے گی؟ دنیا میں اللہ تعالیٰ مالی امداد کافروں اور گمراہوں کی بھی کرتا ہے لیکن ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت زیادہ دیتا ہے اور آخرت میں ہدایت ہی کام آنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى اور زیادہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت ان لوگوں کو جنھوں نے ہدایت قبول کی جو ہدایت کے طالب ہیں دن بدن ان کو مزید سے مزید ہدایت نصیب ہوتی ہے ان کے ظاہر باطن کی اصلاح ہوتی ہے نیکیوں کی توفیق ملتی ہے برائیوں سے رکتے ہیں وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ اور باقی رہنے والی نیکیاں خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ اچھی اور بہتر ہیں آپ کے رب کے ہاں ثَوَابًا بدلے کے لحاظ سے وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا اور بہتر ہیں لوٹنے کی جگہ کے اعتبار سے۔

باقیات صالحات:

باقیات صالحات میں بہت ساری چیزیں آتی ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب آدمی فوت ہوجاتا ہے اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں مگر اس

کی نیک اولاد جو نیکی کرے گی وہ خود بخود والدین کو پہنچے گی چاہے اولاد کا دھیان اس چیز کی طرف ہو یا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے والدین کو بخش دے۔ کیونکہ والدین نے تربیت کی تھی تعلیم دی تھی اب یہ جو بھی نیکی کریں گے سب نیکیوں کا ثواب ان کو ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔ اسی طرح ان کی نیکیوں میں جس جس کا حصہ ہوگا دادے پڑدادے کا ان سب کو یہ نیکیاں خود بخود ملتی جائیں گی اور دنیا میں جہاں بھی کوئی نیکی ہو رہی ہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وہ تمام نیکیاں آنحضرت ﷺ کے نامہ اعمال میں درج ہو رہی ہیں لہٰذا بے نماز اور بے روزہ یہ نہ سمجھے کہ میں صرف اپنا نقصان کر رہا ہوں۔ نہیں بلکہ وہ دوسروں کا بھی نقصان کر رہا ہے۔ وہ نمازیں پڑھتا تو آنحضرت ﷺ کے رجسٹر میں درج ہوتیں۔ نہیں پڑھیں وہ ثواب نہیں پہنچا اور عام مومنین کا بھی نقصان کرتا ہے کیونکہ نمازی التحیات میں کہتا ہے السلام علینا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ہمارے اوپر بھی رب کی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی ہو۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اَصَابَ کُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ لِلّٰہِ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ''یہ دعا اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو پہنچتی ہے چاہے وہ آسمانوں میں ہے یا زمین میں۔'' یعنی مومن انسانوں کو بھی، مومن جنوں کو بھی اور فرشتوں کو بھی پہنچتی ہے۔ اور جس نے نماز نہیں پڑھی تو اس نے یہ دعا بھی نہیں پڑھی تو جنات بھی محروم، انسان بھی محروم اور فرشتے بھی محروم۔ تو باقی رہنے والی نیکیوں میں نیک اولاد بھی ہے۔ اور کسی نے دینی کتابیں چھوڑی ہیں جب تک وہ لوگ پڑھتے رہیں گے اس کو ثواب ملتا رہے گا، کسی نے مسجد بنادی، مدرسہ بنادیا، یتیم خانہ بنادیا جب تک یہ چیزیں قائم رہیں گی اس آدمی کو ثواب ملتا رہے گا چاہے دنیا میں رہے یا نہ رہے۔ پہلے لوگوں میں یہ شوق زیادہ ہوتا تھا اور آج بھی الحمدللہ ہے مگر تھوڑا ہے۔ اکثریت لوگوں

کی اس طرف توجہ نہیں کرتی ۔ یادرکھنا! مسجدیں بنانا، دینی مدرسے قائم کرنا، یہ اپنی نسلوں کی حفاظت کرنا ہے۔آپ حضرات تو ماشاء اللہ پختہ ذہن کے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ قائم رکھے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔آگے اپنی اولاد کی بھی فکر کرنی چاہیے کہ ان کا کلمہ رہے گا یا نہیں، نمازیں پڑھیں گے یا نہیں ۔مغربی قومیں ہماری اخلاقیات تباہ کرنے کیلئے پوری قوت صرف کررہی ہیں اوراتنی بے حیائی دنیا میں پھیلادی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان سے متاثر ہیں ۔اسلیئے ہمیں غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی مدارس قائم کرنے چاہئیں اوراپنے بچوں کو دینی تعلیم دینی چاہیے۔مگرافسوس ہے کہ اچھے کاموں پر بہت کم لوگ پیسے خرچ کرتے ہیں۔حسن پورے میں مسجد کی دیواریں بنی ہوئی ہیں اوررک گئی ہے حالانکہ چھوٹی سی مسجد ہے ہمت کریں تو بن سکتی ہے اس کے قریب ایک اور مسجد ہے شاید اس کی صرف بنیادیں بھری گئی ہیں اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ادھرعلی مسجد نامکمل پڑی ہے ان کاموں کی طرف لوگوں کی کوئی توجہ نہیں ہے اگر ہر مہینے سارے ساتھی تھوڑی ہمت کریں توبڑا کچھ ہوسکتا ہے۔تو یہ چیزیں باقیات صالحات ہیں خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ بہتر ہیں تیرے رب کے ہاں ثَـوَابًا بدلے کےلحاظ سے وَخَیْرٌ مَّرَدًّا اوربہتر ہیں لوٹنے کی جگہ کے اعتبار سے۔مَرَدَّ یہ ظرف کا صیغہ ہے معنٰی ہے لوٹنے کی جگہ اوروہ جنت ہے، بہت بہتر جگہ ہے۔

حضرت خباب بن ارت ﷺ غلام تھے بعد میں آزادی ملی ۔ یہ لوہاروں کا کام کرتے تھے نیزے اور تیر سیدھے کرتے تھے حضرت عمرو بن العاص ﷺ کا والد عاص بن وائل بڑا اکھڑ مزاج آدمی تھا کفر پر ہی مرا ہے۔اس نے حضرت خباب بن اردت ﷺ سے کہا کہ یہ میرے تیراور نیزے ٹھیک کردے۔کافی کام تھا کافی دن لگ گئے پیسے بھی کافی

بن گئے انہوں نے عاص بن وائل سے مطالبہ کیا کہ میرے کچھ پیسے آپ کی طرف ہیں غریب آدمی ہوں آپ ادا کردیں عاص ابن وائل نے کہا کہ میں تمہیں پیسے اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم محمد (ﷺ) کا کلمہ چھوڑ دو۔ حضرت خباب ؓ نے کہا کہ یہ کلمہ تو میں قیامت تک نہیں چھوڑوں گا۔ عاص کہنے لگا اچھا! تم نے قیامت لانی ہے نا تو پھر مجھ سے اپنی رقم قیامت والے دن لے لینا۔ جس نے مجھے یہاں مال دیا ہے اولاد دی ہے وہاں بھی دے گا وہیں لے لینا اب مجھ سے نہ مانگنا۔ اس کا رب تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کیا آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا یعنی عاص بن وائل وَقَالَ اور کہا لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا البتہ میں ضرور دیا جاؤں گا مال بھی اولاد بھی۔

دنیا اور آخرت کے معاملات الگ الگ ہیں :

اس نے یہ قیاس کیا کہ دنیا میں مجھے ملا ہے اگر قیامت کوئی چیز ہے اور آ گئی تو وہاں بھی مجھے ملے گا۔ یہ اس کا قیاس فاسد اور بے کار ہے کیونکہ دنیا اور آخرت کے معاملات الگ الگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اصل میں تھا ءَ اِطَّلَعَ الْغَیْبَ ایک ہمزہ حذف ہو گیا ہے۔ کیا اس نے غیب پر اطلاع پالی ہے کہ آگے بھی اس کو مال اولاد ملے گی اور ایسے ہی اس کی چودھراہٹ اور سرداری ہوگی جیسے دنیا میں ہے اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا یا کرلیا ہے اس نے رحمٰن کیساتھ کوئی وعدہ کہ وہ وہاں بھی تجھے مال دے گا اور اولاد دے گا یعنی رحمان نے اس کو کہا ہے کہ وہاں میں تجھے مال دونگا اولاد دونگا۔ فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں! نہ رحمان نے کسی کیساتھ ایسا وعدہ کیا ہے ارنہ ان کی آرزوئیں پوری ہونگی سَنَکْتُبُ مَا یَقُوْلُ بتاکید ہم لکھتے ہیں وہ باتیں جو وہ کہتا ہے۔ رب تعالیٰ خود نہیں لکھتا اس کے فرشتے

لکھتے ہیں کراماً کاتبین جودائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں وہ نیکیاں برائیاں لکھتے ہیں وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا اور ہم بڑھائیں گے اس کیلئے عذاب بڑھانا۔ دن بدن کافروں کیلئے عذاب بڑھتا جائے گا جیسے مومنوں کیلئے دن بدن خوشیوں اور لذتوں میں اضافہ ہوتا رہے گا کافروں کیلئے عذاب بڑھتا جائے گا رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا [سورۃ النباء] ''پس چکھو (مجرمو! عذاب کا مزا) پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب۔'' فرمایا وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ اور ہم وارث ہیں اس مال اولاد کے جو وہ کہتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ چھوڑ کر جائے گا ساتھ نہیں لے جائے گا کوئی ایسا آدمی ہے کہ اس نے جو کچھ کمایا ہو مال، جائیداد، کوٹھیاں، کارخانے ساتھ لے کر جائے سب کچھ یہیں رہے گا ساتھ ایمان جائے گا اور اچھے برے اعمال جائیں گے۔ اچھے اعمال اس کیلئے باغ و بہار ہونگے اور برے اعمال گلے کا ہار بنیں گے وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں اور آئے گا ہمارے پاس اکیلا۔ بیٹا بیٹی کوئی اس کیساتھ نہیں جائیگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میت کیساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو واپس آجاتی ہیں تیسری ساتھ رہتی ہے۔ مال میت کیساتھ جاتا ہے برادری رشتہ دار ساتھ جاتے ہیں۔ مال سے مراد چارپائی، کھیس، کمبل ہے۔ فرمایا مال اور برادری واپس آجاتی ہے عمل ساتھ جاتا ہے چاہے نیک ہو یا برا ہو۔ فرمایا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً اور بنا لئے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ورے معبود، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دستگیر بنا لئے ہیں۔ کیوں بنائے ہیں؟ لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا تاکہ ہوجائیں وہ ان کیلئے عزت اور غلبے کا ذریعہ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری حاجات پوری کرتے ہیں ہمارے مصائب دور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کچھ نہیں کرسکتا :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کَلَّا ہرگز نہیں! کوئی کچھ نہیں کرسکتا رب تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مشکل کشا ہے نہ حاجت روا ہے۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّاھُوَ ”اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پس دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں وَ اِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کیساتھ بھلائی کا تو کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔“ ساری کائنات بھی مل کر اس خیر کو روک نہیں سکتی۔ نافع بھی رب ہے اور ضار بھی رب ہے لیکن ان بیوقوفوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اور حاجت روا اور مشکل کشا بنائے ہوئے ہیں تاکہ وہ ان کے غلبے کا ذریعہ بنیں ہرگز نہیں! بلکہ سَیَکْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِہِمْ عنقریب وہ انکار کریں گے ان کی عبادت کا۔

مشرکوں کے معبود قیامت والے دن ان کے مخالف ہونگے :

جن کو یہ مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں اور ان کے نام کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں وہ اس کا انکار کردیں گے اور کہیں گے اے پروردگار! یہ سبق ہم نے ان کو نہیں دیا اور نہ ہم راضی ہیں وَیَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِمْ ضِدًّا اور وہ ہوجائیں گے ان کے مخالف۔ یہ لوگ جن کو آج حاجت روا سمجھتے ہیں مددگار سمجھتے ہیں وہ کل ان کے مخالف ہونگے اور وہ دو قسم کے ہونگے۔ ایک تو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ جیسے حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے فرشتے، اللہ تعالیٰ کے ولی، امام، شہیدان کو بھی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روا، مشکل کشا سمجھا، فریادرس سمجھا، دستگیر بنایا تھا یہ کہیں گے اے پروردگار! ہم ان کی کاروائی سے بالکل بیزار ہیں ہمیں نہیں معلوم انہوں نے کن کی پوجا

کی ہے۔ہم نے ان کونہیں کہا ہم تو صرف رب تعالیٰ کے پجاری ہیں ہمارا ان کیسا تھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ جانے اور ان کا کام جانے۔صاف الفاظ میں انکار کردیں گے اور دوسرے وہ ہونگے جنہوں نے واقعی لوگوں کو گمراہ کیا ہوگا وہ اپنی جان چھڑانے کیلئے کہیں گے کہ ہمارا تمہارے ساتھ کیا تعلق ہے ہم نے تو تمہیں صرف ترغیب دی تھی نہ مانتے۔یہ اپنے سب سے بڑے لیڈر شیطان کے پاس جائیں گے کہ تم ہمارا کچھ کرو دنیا میں تو ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتا تھا فَلاَ تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَکُمْ پس نہ ملامت کرو تم مجھ کواور ملامت کرواپنی جانوں کواور اس سے پہلے ہے وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلاَّ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ [ابراہیم:۲۲] ’’میرا تمہارے اوپر کوئی زور نہیں تھا مگر میں نے تمہیں دعوت دی تم نے قبول کرلی۔‘‘ نہ مانتے میں نے کوئی تمہارے گلے میں رسے ڈالے ہوئے تھے۔شیطان بھی ساتھ دینے کیلئے تیار نہیں ہوگا الٹا مخالف ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہدایت دے یہ لوگ دنیا میں ہی سمجھ جائیں آگے سمجھنے کا کوئی موقع نہیں ہے کہ جن کو تم مشکل کشا،حاجت روا بناتے ہو یہ صاف انکار کردیں گے اور مخالف ہونگے۔

❁ ❁ ❁

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ

عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّاۙ(۸۳) فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْؕ-اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّاۚ(۸۴) یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًاۙ(۸۵) وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًاۘ(۸۶) لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًاۘ(۸۷) وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًاؕ(۸۸) لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْــٴًـا اِدًّاۙ(۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّاۙ(۹۰) اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًاۚ(۹۱) وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًاؕ(۹۲)

وقف لازم

اَلَمْ تَرَ کیانہیں دیکھا آپ نے اَنَّـآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ بیشک ہم چھوڑ دیتے ہیں شیاطین عَلَى الْكٰفِرِیْنَ کافروں پر تَؤُزُّهُمْ وہ ابھارتے ہیں ان کو اَزًّا ابھارنا فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ پس آپ جلدی نہ کریں ان کیخلاف اِنَّمَا پختہ بات ہے نَعُدُّ لَهُمْ ہم ان کیلئے گنتی کرتے ہیں عَدًّا گنتی کرنا یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ جس دن ہم اکٹھا کریں گے پرہیز گاروں کو اِلَى الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی طرف وَفْدًا وفد کی شکل میں وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اور چلائیں گے ہم مجرموں کو اِلٰى جَهَنَّمَ جہنم کی طرف وِرْدًا پیاسے لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ نہیں مالک ہونگے وہ شفاعت کے اِلَّا مَنْ مگر وہ اِتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا جس نے پکڑا ہے رحمٰن کے پاس سے وعدہ وَقَالُوا اور کہا ان لوگوں نے اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ

وَلَدًا ٹھہرالی ہے رحمٰن نے اولاد لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا البتہ تحقیق لائے ہو تم بڑی بھاری بات تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں مِنْهُ اس بات کی وجہ سے وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ اور ٹکڑے ہو جائے زمین وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اور گر جائیں پہاڑ گر جانا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا اس لئے کہ انہوں نے نسبت کی ہے رحمٰن کی طرف اولاد کی وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اور نہیں ہے لائق رحمٰن کیلئے اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا کہ ٹھہرائے اولاد۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اختیار دیا ہے نیکی بدی اختیار کرنے کا :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو نیکی بدی کرنے کا اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی اور ارادے سے نیکی کرنا چاہو تو نیکی کرو اور بدی کرنا چاہو تو بدی کرو کسی ایک طرف جبر نہیں ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' نہ مبلغ جبر کر سکتا ہے کہ جبراً کسی کو ہدایت دیدے اور نہ شیاطین جبر کر سکتے ہیں۔ شیطان ابھارتے ہیں ترغیب دیتے ہیں برائی کا شوق دلاتے ہیں بدی کا۔ جیسے مبلغ لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے ہیں کہ نیکی کرو گے تو یہ صلہ ملے گا یہ بدلہ ملے گا اتنا دنیا میں ملے گا اتنا آخرت میں ملے گا لیکن کسی کو نیکی پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر مجبور کرنا مبلغین کے اختیار میں ہوتا تو دنیا میں پیغمبروں سے بڑا مبلغ کون ہے؟ کوئی نہیں ہے۔ پھر ان کے زمانے میں ایک بھی کافر اور نافرمان نہ رہتا حالانکہ خود پیغمبروں کے بیٹے نافرمان ہوئے ہیں۔ آدم علیہ السلام کا بیٹا

قابیل، نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان نہیں مانا نافرمان ہی رہے۔تو مبلغ نے ترغیب دینی ہے، نیکی کے کام کرو، سعادت مند بنو، نیکی کے کام بتلانے ہیں، یہ کام نیکی کا ہے وہ کام نیکی کا ہے اور جس طرح نیکی کی ترغیب دینے والے ہیں برائی کی ترغیب دینے والے بھی ہیں اور بہت سارے ہیں قولاً بھی، فعلاً بھی، عملاً بھی لوگوں کو برائی کی طرف راغب کرتے ہیں۔

یورپ کا مسلمانوں کے خلاف منصوبہ :

شیطان انسانوں میں بھی ہیں جنات میں بھی ہیں مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں یورپ کی تمام قومیں یہ نکتہ سمجھ چکی ہیں کہ مسلمان کی جب تک وضع قطع اسلامی ہے اور ان میں جذبہ جہاد موجود ہے تو ان کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا مسلمانوں سے یہ دونوں چیزیں ختم کرنی چاہیے۔اسلئے وہ سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں سے جذبہ جہاد ختم کیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ جہاد کو وہ دہشت گردی کہتے ہیں غنڈا گردی کہتے ہیں تاکہ عام آدمی کا ذہن بگڑ جائے۔دوسرا یہ کہ وہ مسلمانوں کی وضع قطع، شکل وصورت اسلام والی نہیں دیکھنا چاہتے کہ مسلمان اگر اپنی وضع قطع میں رہے تو پھر ان کی دال نہیں گلتی۔ترکیوں کے پاس رقبہ بھی تھوڑا تھا افراد بھی تھوڑے تھے لیکن تن تنہا انہوں نے پانچ سو سال تک مغرب کو آگے لگائے رکھا حالانکہ وسائل ان کے پاس اتنے نہیں تھے مگر قوت ایمانی تھی جذبہ جہاد تھا اسلامی وضع قطع تھی خلافت عثمانیہ تھی یہود ونصاریٰ نے جس وقت یہ سمجھا کہ اس طرح ان کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے ذہن بگاڑو، عقیدہ خراب کرو، شکل وصورت وضع قطع بگاڑو، طرز طور طریقہ بگاڑو کہ یہ صحیح معنیٰ میں مسلمان نہ رہیں اور اسلام کی یہ چیزیں قائم نہ رکھ سکیں۔تو یہ لوگ برائی کی ترغیب

دیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا تو نہیں دیکھا اَنَّـآ اَرْسَلْنَا بیشک ہم چھوڑ دیتے ہیں الشَّیٰطِیْنَ شیطانوں کو عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کافروں پر تَؤُزُّهُمْ اَزًّا وہ ان کو برانگیختہ کرتے ہیں ابھارتے ہیں ابھارنا گناہوں کی طرف قولاً بھی اور فعلاً بھی مسلمانوں کے ذہن بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے گانے گاتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر جو کچھ دیکھتے ہیں اسی کی نقالی کرتے ہیں بچوں کی عادت ہوتی ہے نقالی کرنے کی۔

نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے :

اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ نفلی نماز تم گھر میں پڑھا کرو اور نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا ثواب مسجد حرام میں پڑھنے سے زیادہ ہے۔ کیوں؟ وہ اس لئے کہ تم نفلی نماز گھر میں پڑھو گے بچے دیکھیں گے تو ذہن بنے گا کہ ہمارے ابو کیا کر رہے ہیں دادا کیا کر رہے ہیں بڑے بھائی کیا کر رہے ہیں تایا جان چچا جان کیا کرتے ہیں ہم بھی اسی طرح کریں۔ وہ تمہاری وضع قطع کو دیکھیں گے تو ان کا ذہن بنے گا۔ تو ان کا ذہن بنانے کیلئے حکم ہے کہ نفلی نماز گھر میں پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ ہاں! اگر گھر میں جگہ نہیں ہے مجبور ہے تو مسجد میں پڑھ لے۔ تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کھلے چھوڑ دیئے ہیں کافروں کو ترغیب دیتے ہیں ابھارتے ہیں برائیوں پر مجبور نہیں کر سکتے فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کے کفر اور بری حرکات کو دیکھ کر ان کے خلاف آپ جلدی نہ کریں بلکہ برداشت کریں کیونکہ ہم نے بھی ان کیخلاف پروگرام بنا رکھا ہے اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا پختہ بات ہے ہم ان کیلئے گنتی کرتے ہیں گنتی کرنا۔ ان کے سال بھی گنتے ہیں، مہینے بھی گنتے ہیں ہفتے اور دن بھی گنتے ہیں ان کے ایک ایک سانس کا ہمارے پاس حساب ہے آپ اپنا کام کرتے رہیں

ان کیلئے مشقت برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہے یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ جس دن ہم اکٹھا کریں گے پرہیزگاروں کو اِلَی الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی طرف جائیں گے اس کی عدالت میں وَفْدًا وفد کی شکل میں۔ عزت واکرام کیساتھ فرشتے ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے سلام کریں گے اور یہ رب تعالیٰ کے دربار میں پیش ہونگے وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ وِرْدًا وَارِد کی جمع ہے معنٰی ہے پیاسا۔ اور ہم مجرموں کو چلائیں گے جہنم کی طرف پیاسے۔ انتہائی پیاس ہو تو بندہ چل بھی نہیں سکتا فرشتے ان کو اس حالت میں چلا کر جہنم میں پھینکیں گے لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا نہیں مالک ہونگے وہ شفاعت کے مخلوق میں کوئی بھی شفاعت کا مالک نہیں ہے مگر وہ جس نے پکڑا ہے رحمٰن کے پاس سے وعدہ۔

کافر اور منافق کے حق میں کوئی سفارش نہیں :

شفاعت کرنے والے کیلئے بھی شرائط ہیں اور جس کیلئے شفاعت کی جائے گی اس کیلئے بھی۔ شفاعت کرنے والے کیلئے شرط ہے کہ وہ مومن ہو کافر کی شفاعت قبول نہیں ہو گی اور جس کیلئے سفارش کرنی ہے وہ بھی مومن ہو چاہے کتنا گنہگار ہو کافر کیلئے شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ دیکھو! آنحضرت ﷺ سے بڑا سفارشی کوئی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

جب عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کی وفات ہوئی اس کا بیٹا بڑا مخلص صحابی تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا حضرت آپ کو معلوم ہے کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے منافق تھا میں نہیں کہتا مخلص تھا مگر حضرت! اس حالت میں بھی اس کیلئے کوئی حیلہ کر سکتے ہو تو کرو۔ بخاری وغیرہ کی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے جسم پر اپنا لعاب مبارک ملا

اور اپنا کرتہ مبارک اتار کر اس کو پہنایا اور اس کا جنازہ پڑھانے کیلئے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر ﷺ نے عرض کیا حضرت! آپ اس بے ایمان کا جنازہ پڑھاتے ہیں حضرت! اس نے فلاں دن یہ کیا، فلاں دن یہ کیا، یہ منافق ہے۔ آنحضرت ﷺ پر شفقت کا غلبہ تھا فرمایا عمر تم مجھ پر داروغہ مسلط ہو۔ حضرت عمر پیچھے ہٹ گئے آپ ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا صحابہ کرام ﷺ نے جنازہ پڑھا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ اگر آپ ﷺ ان کیلئے ستر مرتبہ بھی مغفرت کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔ آپ ﷺ کا لعاب مبارک اس کو جہنم سے نہیں بچا سکا آپ ﷺ کا جنازہ پڑھانا اور اس میں دعا کرنا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا اس کو نہ بچا سکا۔ پیچھے آپ ﷺ کے سب کے سب ولی کھڑے ہیں سب صحابہ ہیں جو اس کیلئے دعا کر رہے ہیں سفارش کر رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ [توبہ: ۸۰] ''اگر آپ ان کیلئے ستر مرتبہ بخشش طلب کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔'' تو شرط یہ ہے کہ جس کیلئے سفارش کرنی ہے مومن ہو کافر نہ ہو کافر کیلئے سفارش قبول نہیں ہے مشرک کیلئے پیغمبر کی سفارش بھی قبول نہیں ہے باقی شفاعت درجہ بدرجہ ہے۔

شفاعت کبریٰ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے :

ایک ہے شفاعت کبریٰ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے اس میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ شفاعت کبریٰ یہ ہوگی کہ قیامت کا دن ہوگا ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہوگی پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا سورہ معارج آیت نمبر ۴ میں ہے فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ''اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' آج سورج ہم سے کئی کروڑ میل دور ہے اور اس وقت عَلٰی قَدْرِ مِیْلاً اَوْ مِیْلَیْنِ ایک یا دو

میل کی مسافت پر ہوگا۔ لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک کوئی ناف تک کوئی حلق تک کوئی کانوں تک اور نفسی نفسی پکار رہے ہونگے۔ سب مل جل کر کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سفارش کرو ہمارا حساب تو ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ معذرت کریں گے، نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ عذر کریں گے، ہوتے ہوتے آخر میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے پاس آئیں گے آپ ﷺ مقام محمود میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سجدے میں گر پڑیں گے یہ ایک ہفتے کا لمبا سجدہ ہوگا یا دو ہفتوں کا لمبا سجدہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یُلْهِمُنِیْ رَبِّیْ مَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْ نِیْ اَلْآن ''مجھے ایسے کلمات القا فرمائیں گے جو اب مجھے معلوم نہیں ہیں۔'' ان الفاظ کیساتھ میں رب تعالیٰ کے ہاں سفارش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا محمد ﷺ! اِرْفَعْ رَاْسَکَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ ''سر اٹھائیں سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔'' اس کا نام شفاعت کبریٰ ہے یہ صرف آپ ﷺ کا حق اور خصوصیت ہے۔ شفاعت کبریٰ کے علاوہ عام سفارشیں پیغمبر بھی کریں گے، فرشتے بھی کریں گے جو قرآن پاک کے حافظ قرآن پاک پر عمل کرتے ہیں وہ بھی کریں گے اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے ہیں وہ بھی سفارش کریں گے، چھوٹے بچے جو فوت ہوئے ہیں وہ بھی سفارش کریں گے بشرطیکہ ماں باپ نے ان کے مرنے پر بین نہ کیا ہو۔ اگر بچہ فوت ہو جائے اور ماں باپ اس پر آواز کیساتھ روئیں تو شفاعت سے محروم ہو جائیں گے بغیر آواز کے رونے میں کوئی گرفت نہیں ہے۔ تو پیغمبروں کی شفاعت حق ہے، علماء کی شفاعت حق ہے، اولیاء کی شفاعت حق ہے، فرشتوں کی شفاعت حق ہے بلکہ عام مومنین بھی ایک دوسرے کے بارے میں شفاعت کریں گے۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جب کسی بندے کی برائیاں زیادہ ہونگی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کو دوزخ میں پھینک دو۔ اس کے ساتھ جو نمازیں پڑھتے تھے اور روزے رکھتے تھے رب تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں گے اے پروردگار! یہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا روزے رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہاری نیکیاں زیادہ ہیں تم جنت میں چلے جاؤ اس کی برائیاں زیادہ ہیں اس کو کچھ عرصہ دوزخ میں بھیجیں گے۔ یہ کہیں گے اے پروردگار! ہم اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے جب تک اس کو ساتھ نہ لے جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے جب کہ وہ دوزخ میں جا چکے ہونگے، فرمائیں گے تو دوزخ میں داخل ہو جاؤ اور تمہارے لئے دوزخ ایسے ہوگی جیسے باغ و بہار، جس جس کو ہاتھ کیساتھ پکڑ سکتے ہو پکڑ کر لے جاؤ۔ اسی واسطے جماعت کی نماز کا اجر زیادہ ہے اور ان کی نیکیوں کی وجہ سے دوسروں کی بھی نجات ہو جائے گی۔ تو درجہ بدرجہ شفاعت سب کا حق ہے شرائط کیساتھ۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا اور کہا ان کافروں نے کہ ٹھہرالی ہے رحمٰن نے اولاد، اللہ تعالیٰ نے اولاد بنالی ہے۔ یہود نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں نصاریٰ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں عام مشرکوں نے کہا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ فرمایا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا البتہ تحقیق لائے ہو تم بھاری بات اور بہت ہی بری بات ہے۔ اتنی بُری بات ہے کہ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ قریب ہے کہ اس بات کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ اور زمین شق ہو جائے وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اور گر جائیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اتنی بری بات ہے کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر زمین آسمانوں کا سارا

نظام ہی ختم کر دیں اتنی بری بات تم کہتے ہو۔ حدیث قدسی ہے بخاری شریف میں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں یَسُبُّنِی ابْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ ذٰلِکَ ''ابن آدم مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے کہ مجھے گالیاں دے وَیُکَذِّبُنِی ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذٰلِکَ ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ اس کو لائق نہیں ہے کہ میری تکذیب کرے۔'' گالیاں کس طرح نکالتا ہے یَدْعُوْاِلَیَّ وَلَدًا ''میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے یہ جو یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ خود پادری کہتے ہیں نَحْنُ اَبْنٰٓءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّآءُ ''ہم رب کے بیٹے ہیں اور رب کے محبوب ہیں۔'' یہ رب تعالیٰ کو گالیاں نکالتے ہیں۔ فرمایا اس بات کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا اس لئے کہ انہوں نے رحمٰن کی طرف نسبت کی ہے اولاد کی وَمَا یَنْبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا اور نہیں ہے لائق رحمٰن کیلئے کہ وہ اولاد ٹھہرائے۔ وہ اولاد سے پاک ہے اس کی صفت ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ''نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔'' نہ اس کا باپ ہے نہ بیٹا نہ ماں ہے نہ بیٹی، رب تعالیٰ کی ذات ان سب چیزوں سے پاک صاف اور مبرا ہے۔

۞۞۞

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع ۶

اِنْ كُلُّ نہیں ہیں سب کے سب مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہیں وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ مگر آئیں گے رحمان کے پاس عَبْدًا بندے ہوکر لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ البتہ تحقیق اس اللہ تعالیٰ نے ان کو گھیر رکھا ہے وَعَدَّهُمْ عَدًّا اور شمار کر رکھا ہے ان کو شمار کرنا وَكُلُّهُمْ اور سب کے سب اٰتِيْهِ آئیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فَرْدًا اکیلے اکیلے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ عنقریب بنائے گا ان کیلئے رحمٰن وُدًّا دوستی فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَسَّرْنٰهُ ہم نے آسان کر دیا اس قرآن کو بِلِسَانِكَ آپ کی زبان میں لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ تاکہ آپ خوشخبری سنائیں اس کے ذریعے ڈرنے والوں کو وَتُنْذِرَ بِهٖ اور ڈرائیں اس کے ذریعے قَوْمًا لُّدًّا ایسی قوم کو جو بہت جھگڑالو ہے وَكَمْ اَهْلَكْنَا اور کتنی ہم نے ہلاک کی ہیں قَبْلَهُمْ

ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ کیا آپ محسوس کرتے ہیں ان میں سے مِّنْ اَحَدٍ کسی ایک کو بھی اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا یا آپ سنتے ہیں ان کے پاؤں کی آہٹ کو۔

اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی :

گذشتہ درس میں تم نے سنا کہ دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ٹھہرائی ہے یہودیوں کا یہ باطل اور بے بنیاد دعویٰ ہے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ باطل اور غلط عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ عرب کے مشرک اور دنیا کے اور بھی بہت سے علاقوں کے مشرکوں کا یہ عقیدہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ بیٹا ہے اور نہ بیٹی ہے یہ اس کی شان کے لائق ہی نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔

چوبیس گھنٹے چوبیس فرشتے حفاظت پر مامور ہیں ہر آدمی کیساتھ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ نہیں ہیں سب کے سب جو آسمانوں میں ہیں وَالْاَرْضِ اور زمین میں ہیں اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا مگر آئیں گے رحمان کے پاس بندے ہو۔ عبد کا معنیٰ بڑا عاجز اور بندگی کرنے والا۔ ساتوں آسمانوں میں فرشتے ہیں اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان گنت اور بے شمار ہیں۔ سورہ مدثر میں ہے لَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ''کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو مگر وہی۔'' رب ہی جانتا ہے۔ احادیث کی روشنی میں چوبیس گھنٹوں میں ہر

انسان اور ہر جن کیساتھ چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔ دس فرشتے دن کے وقت اس کی حفاظت کرتے ہیں اور دس فرشتے رات کے وقت حفاظت کرتے ہیں یَحْفَظُونَهُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [سورۃ الرعد:۱۱] ''وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔'' جب تک اللہ تعالیٰ کو اس کی حفاظت منظور ہوتی ہے دس فرشتے دن کو حفاظت کرتے ہیں اور دس فرشتے رات کو حفاظت کرتے ہیں اور چار فرشتے جو اقوال اور اعمال کی نگرانی کرتے ہیں کراماً کاتبین دو رات کے اور دو دن کے۔ اب یہاں نماز کی تکبیر ہوئی ہے اللہ اکبر تو اس مسجد کیساتھ جتنے محلے والے وابستہ ہیں ان کے فرشتے کی ڈیوٹی بدل گئی۔ رات والے فرشتے چلے گئے اور دن والے آگئے پھر جب عصر کی نماز کا وقت ہوگا اور امام تکبیر تحریمہ کہے گا تو دن والے فرشتے چلے جائیں گے اور رات والے آجائیں گے۔ ایک فرشتہ انسان کے ہونٹوں کے پاس رہتا ہے۔ یہ بندہ جو تسبیحات پہنچاتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچاتا ہے فرشتوں کی باریاں ہوتی ہیں وہ باری باری پہنچاتے ہیں ایک فرشتہ انسان کے دل کے دائیں طرف ہوتا ہے جو بندے کو اچھی چیزوں کا القا کرتا ہے۔ اگر کوئی اچھا خیال دل میں پیدا ہو تو سمجھو کہ فرشتے نے القاء کیا ہے۔ اور دل کے بائیں طرف شیطانوں میں سے کوئی شیطان ہوتا ہے اگر کوئی برا خیال آئے تو سمجھو کہ شیطان نے القاء کیا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس وقت لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ کر بائیں طرف تھوک دو۔ اندازہ لگاؤ کہ فرشتے کتنے ہونگے؟ پھر احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آسمانوں میں ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی تعریف میں مشغول نہ ہو۔ فرشتوں کی عبادت ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کعبۃ اللہ کے عین اوپر ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام بیت المعمور ہے۔ بیت المعمور کا

معنٰی ہے آباد کیا ہوا گھر۔ یہ فرشتوں کا کعبہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے اور جو فرشتے ایک دفعہ طواف کر لیتے ہیں ان کو دوبارہ طواف کا موقع نہیں ملتا۔

جنگل میں نماز پڑھنے والا کس کو سلام کرتا ہے؟

فقہاء کرام رحمہم اللہ پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں جنہوں نے ہمیں دین سمجھایا اور محدثین کرامؒ پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں جنہوں نے دین ہم تک پہنچایا۔ فرماتے ہیں کہ آدمی جب جنگل میں تنہائی میں نماز پڑھے اور سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو یہاں کون ہیں جن کو سلام کہہ رہا ہے؟ فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہاں جو فرشتے ہیں ان کی نیت کرلے اور جو مومن جنات ہیں ان کی نیت کرلے کہ وہ میری مراد ہیں جنگل میں فرشتے بھی موجود ہیں اور جنات بھی موجود ہیں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں اور جب آدمی جماعت کیساتھ صف میں کھڑا ہو تو دائیں طرف سلام پھیرتے وقت یہ مراد لے کہ جو میری دائیں طرف کھڑے ہیں ان کو میں سلام کرتا ہوں اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت یہ مراد لے نیت کرے کہ جو میری بائیں طرف کھڑے ہیں ان کو سلام کر رہا ہوں۔
اب سوال یہ ہے کہ سلام تو ہوتا ہے جب کوئی باہر سے آئے اور یہ سلام پھیرنے والا بھی وہیں ہے اور دائیں بائیں والے بھی وہیں ہیں۔ اس کے سلام کرنے کا کیا مطلب ہے باہر سے کوئی آیا نہیں ہے؟ اس کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نمازی نماز میں مشغول ہوتا ہے تو یوں سمجھو کہ گویا وہ یہاں ہوتے ہوئے بھی یہاں نہیں ہے رب تعالیٰ کے دربار میں چلا گیا ہے پھر جب سلام پھیرتا ہے نماز سے فارغ ہوتا ہے تو کہتا

ہے بھائی جان السلام علیکم! میں رب کے پاس چلا گیا تھا اب واپس آیا ہوں تمہیں سلام کرتا ہوں۔ اور ہماری نمازوں کا تو یہ حال ہے کہ ہم نماز شروع کرتے ہیں تو وساوس اور خیالات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا! وساوس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ہاں نماز کی قبولیت کا حُسن یہ ہے کہ نمازی حضوری کیساتھ ہو اور کوئی خیال نہ آئے اور غیر اختیاری طور پر خیال کے آنے سے نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ اِنْ کُـلُّ میں اِنْ نافیہ ہے۔ نہیں ہیں سب کے سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر آئیں گے قیامت والے دن رحمٰن کے پاس عبد عاجز ہو کر۔ سورہ معارج میں ہے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّـةٌ ''ان کی نگاہیں پست ہونگی ان پر ذلت سوار ہوگی۔'' آنکھیں جھکی ہونگی پسینہ بہہ رہا ہوگا عجیب منظر ہوگا۔ فرمایا لَـقَـدْ اَحْصٰهُمْ البتہ تحقیق اس اللہ تعالیٰ نے ان کو گھیر رکھا ہے قدرت کے لحاظ سے اس کی قدرت سے کوئی باہر نہیں ہے وَعَـدَّهُمْ عَدًّا اور اللہ تعالیٰ نے شمار کر رکھا ہے گنتی کے لحاظ سے اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے نہ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر ہے وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا اور سب کے سب آئیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس اکیلے اکیلے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر چادر ڈال دیں گے اور اس کیساتھ سرگوشی کریں گے یعنی اس کیساتھ آہستہ آہستہ کلام کریں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اَتَـذْكُـرُ ذَنْـبُ كَذَا کیا تجھے یاد ہے تو نے یہ گناہ کیا اور ان چیزوں کا ذکر ہوگا جن کو وہ گناہ نہیں سمجھتا تھا اور تھیں گناہ۔

بے لذت گناہ :

بہت ساری چیزیں ہیں بے لذت گناہ لیکن لوگ کرتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی

محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے اس کا نام ہی ''بے لذت گناہ'' ہے مثلاً نمازی نے نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلتے وقت سیڑھیوں پر تھوک دیا یہ اس کا گناہ ہے۔ بھئی! سیڑھیوں پر کیوں تھوکا ہے؟ اس سے لوگوں کو کراہت ہوگی باہر جا کر تھوکو۔ اسی طرح گھر میں جالے لگے ہوئے ہیں ان کو نہ ہٹانا یہ بھی گناہ ہے۔ پھل کھا کر چھلکے راستے میں گلی میں پھینک دینا بھی گناہ ہے۔ یہ سب بے لذت گناہ ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بچائے۔ تو ایسی چیزوں کا ذکر ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو نے فلاں گناہ کیا تھا فلاں گناہ کیا تھا، بندے کے طوطے اڑ جائیں گے وہ یہ خیال کریگا کہ میں تو ان کو گناہ ہی خیال نہیں کرتا تھا تو جب پرچے میں یہ چیزیں آ گئی ہیں تو جو گناہ میرے پرچے میں ہیں ان کا کیا بنے گا؟

کن لوگوں کے گناہ نیکیوں کیساتھ تبدیل ہونگے :

رب تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! تیری نیکیاں بہت زیادہ ہیں ان نیکیوں کی وجہ سے میں ان گناہوں کو نیکیوں کیساتھ بدل دونگا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ [فرقان: ۷۰] ''پس یہی لوگ ہیں کہ تبدیل کر دے گا پروردگار ان کی برائیوں کو نیکیوں میں۔'' پھر وہ بندہ خود بخود بولنے لگ جائے گا اے میرے رب میں نے یہ بھی کیا، یہ بھی کیا، پھر بولنے سے رکے گا نہیں۔ پہلے بولتا نہیں تھا اور اب سانس نہیں لے گا۔ مگر ہر آدمی کیلئے نہیں ہے یہ اس آدمی کیلئے ہے جسکی نیکیاں زیادہ ہیں اور ہمارے پاس تو گناہوں کے انبار ہیں بوریاں بھری ہوئی ہیں۔ فرمایا سب کے سب اکیلے اکیلے آئیں گے رب تعالیٰ کے پاس قیامت والے دن اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور صرف ایمان نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کئے اچھے سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا بتاکید بنائے گا ان کیلئے رحمٰن دوستی۔ دوستی کا کیا معنٰی ہے؟ یہ معنٰی بھی ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے جو بندے مومن ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ ان کی دوستی پیدا ہو جائے گی تو بڑی بات ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری ﷛ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ حضرت! اعمال میں بہتر عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی کیساتھ بغض رکھنا یہ انسان کا بہترین عمل ہے۔ نیک بندوں کیساتھ محبت اور برے سے اس کی برائی کی وجہ سے نفرت یہ ایمان کی واضح علامت ہے اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ ان مومنوں کی آپس میں دوستی ہوگی۔ پہلے یہ حدیث سن چکے ہو کہ اسی دوستی کے نتیجے میں اس دوزخی کے بارے میں جھگڑا کریں گے کہ جو کسی وجہ سے دوزخ میں چلا گیا کہ اے پروردگار! یہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا اس پر مہربانی فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جاؤ اس کو پکڑ کر ساتھ جنت میں لے جاؤ۔ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ پس پختہ بات ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آسان کر دیا اے نبی کریم ﷺ! آپ کی زبان میں۔

عربی زبان کی فضیلت :

آپ ﷺ بھی عربی تھے قرآن بھی عربی میں نازل ہوا، قوم بھی عربی تھی۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ عربی زبان کیساتھ محبت کرو لِاَ نِّی عَرَبِیٌّ کیونکہ میں عربی ہوں وَالْقُرْآنُ عَرَبِیٌّ اور قرآن پاک بھی عربی زبان میں ہے وَلِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی۔ تو فرمایا ہم نے آپ ﷺ کی زبان میں قرآن کو آسان کر دیا لِتُبَشِّرَ بِہِ الْمُتَّقِیْنَ تاکہ آپ خوشخبری سنا دیں اس کے ذریعے جو ڈرنے والے ہیں رب تعالیٰ کے عذاب سے کہ تمہارے لئے راحت ہی راحت ہے خوشی ہی خوشی

ہے، مرتے وقت بھی، قبر میں بھی، میدان محشر میں بھی، پل صراط پر بھی اور جنت میں بھی خوشی ہوگی اور اس لئے ہم نے قرآن پاک آپ کی زبان میں آسان کیا ہے وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا۔ لُدًّ اَلَدُّ کی جمع ہے۔ سورۃ البقرہ میں آتا ہے وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ''اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔'' تو آیت کا معنٰی ہوگا تاکہ آپ اس قرآن کے ذریعے ڈرائیں ایسی قوم کو جو بہت جھگڑالو ہے۔ عرب لوگ مکی لوگ کافی سخت مزاج تھے اب بھی وہ فطرت ان میں چلی آ رہی ہے۔

حضرت میّب بن حزن صحابی ﷜ تھے ان کے بیٹے حضرت سعید تابعی ہیں اور والد بھی صحابی ہیں حزن ﷜۔ حزن کے معنٰی کھردرا ہے یہ حزن آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگے حزن۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ نام اچھا نہیں ہے سہل نام رکھو اس کا معنٰی ہے نرم۔ سہل نام رکھ لو۔ کہنے لگے میرے والدین نے نام رکھا تھا میں نے بدلنا نہیں ہے۔ ان کے پوتے حضرت سعید بن میّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے سختی کی کیونکہ ان کے نام میں سختی تھی اور وہ سختی ہم میں بھی چلی آ رہی ہے۔ آج کل لوگ آتے ہیں مرد بھی عورتیں بھی عجیب عجیب قسم کے ناموں کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا کیا معنٰی ہے، اس کا کیا معنٰی ہے؟ ایسے نام بھی ہوتے ہیں کہ ان کا مطلب ہی سمجھ نہیں آتا۔ بھائی! وہ نام رکھو جو مسلمانوں کے ہیں بس مہمل نہ ہوں۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ اور کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے مِنْ قَرْنٍ جماعتیں هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ کیا آپ محسوس کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی۔ وہ جماعتیں وہ امتیں کہیں چلتی پھرتی تمہیں نظر آتی ہیں اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا۔ رِكْز کے معنٰی پاؤں کی آہٹ، یا آپ سنتے ہیں ان کے پاؤں کی آہٹ کو کہ بات نہ کریں صرف چلیں اور پاؤں کی آہٹ

سے معلوم ہو کہ کوئی چل رہا ہے۔ وہ ایسے تباہ ہوئے کہ نہ زبان سے بول سکے اور نہ پاؤں سے چل سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

۞ ۞ ۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ طٰہٰ

(مکمل)

جلد............۱۲

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ﴿١﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿٢﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٣﴾ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿٤﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿٨﴾

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا نہیں اتارا ہم نے عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ آپ پر قرآن کریم لِتَشْقٰٓى تاکہ آپ مشقت میں مبتلا ہو جائیں اِلَّا تَذْكِرَةً مگر نصیحت ہے لِّمَنْ اس شخص کیلئے يَّخْشٰى جو خوف کرے تَنْزِيْلًا یہ قرآن اتارا ہوا ہے مِّمَّنْ اس ذات کی طرف سے خَلَقَ الْاَرْضَ جس نے پیدا کیا زمین کو وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى اور آسمانوں کو جو بلند ہیں اَلرَّحْمٰنُ وہ رحمٰن ہے عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى عرش پر قائم اور مستوی ہے لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِى الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ اور اگر آپ بلند آواز کیساتھ بات کریں گے فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ بیشک وہ جانتا ہے مخفی بات کو وَاَخْفٰى اور اس سے بھی زیادہ مخفی بات کو اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ ہی ہے نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی لَهُ

اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اسی کیلئے نام ہیں اچھے۔

اس سورت کا نام طٰہٰ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے چوالیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا پینتالیسواں نمبر ہے موجودہ ترتیب کے اعتبار سے بیسویں سورت ہے۔ اس کے آٹھ رکوع اور ایک سو پینتیس (۱۳۵) آیات ہیں۔ لفظ طٰہٰ کے متعلق بہت سی باتیں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ طٰہٰ اس سورت کا نام ہے۔ دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ طٰہٰ آنحضرت ﷺ کا نام ہے اور حرف 'یا' یہاں مقدر ہے اصل میں ہے یَا طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی اے طٰہٰ نہیں اتارا ہم نے آپ پر قرآن تاکہ آپ مشقت میں مبتلا ہوں۔

مشرک شرک پر بڑا پکا ہوتا ہے :

قرآن کریم عربی زبان میں تھا اور مکے والوں کی مادری زبان عربی تھی۔ جب نازل ہوا تو اس کے ایک ایک حرف سے ان کے عقائد پر زد پڑتی تھی کیونکہ سمجھتے تھے۔ شرک ان کی رگوں میں پیوست تھا شرک کیخلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں کرتے تھے جیسے آج کل بدعت کی تردید کرو تو اہل بدعت ہرگز گوارہ نہیں کرتے۔ مکے والے شرک میں، رسومات میں اور برائیوں میں آلودہ تھے وہ ان کیخلاف کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں تھے۔ سورہ انعام آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ "وہ کافر دوسروں کو روکتے ہیں قرآن پاک سننے سے اور وہ خود اس سے بھاگتے ہیں۔" جب آپ ﷺ قرآن کریم سنانا شروع کرتے کچھ لوگ آپ ﷺ کے پاس ہوتے دوسرے ان کا بازو پکڑ کر لے جاتے کہ چلو چلو نہیں سننا۔ بلکہ پھر انہوں نے یہ سلسلہ شروع کیا کہ جب آپ ﷺ قرآن کریم پڑھتے تو وہ شور مچاتے تھے۔ سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ

كَفَرُوْا ''اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ نہ سنو اس قرآن کو وَالْغَوْا فِيْهِ اور شور وشر کرو اس میں لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ تاکہ تم غالب آجاؤ۔'' مشرکوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ جب یہ قرآن کریم شروع کرے تو تم اس وقت شور مچا دو تاکہ کوئی لفظ کسی کے کان میں نہ پڑے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر آپ ﷺ پریشان ہوتے تھے کہ میں کیا کروں کیسے سناؤں کس کو سناؤں؟

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی :

تو آپ ﷺ کی تسلی کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے طٰہٰ ﷺ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ نہیں اتارا ہم نے آپ پر قرآن لِتَشْقٰٓى تاکہ آپ مشقت میں مبتلا ہوں۔ آپ کو مشقت میں مبتلا کرنے کیلئے قرآن نہیں نازل کیا اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى مگر نصیحت ہے اس شخص کیلئے جو خوف کرے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے۔ پندرھویں پارے میں آپ حضرات پڑھ چکے ہیں فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا [کہف:۶] ''شاید کہ آپ اپنی جان ہی ضائع کر دیں افسوس کرتے ہوئے کہ یہ لوگ قرآن کو کیوں نہیں مانتے۔'' فرمایا یہ ہدایت دینا آپ کا منصب نہیں ہے اور نہ ہی آپ اس کیلئے پریشان ہوں۔ آپ کا کام ہے سنانا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' تو طٰہٰ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مختصر سی تفسیر لکھی ہے اس کا نام ہے اِكْلِيْل۔ اس میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ستر نام قرآن کریم میں آئے ہیں ان میں سے ایک طٰہٰ ہے ایک یٰسین ہے اور ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ رات کو تہجد کی نماز میں قیام لمبا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں پر ورم

سوج پڑ گئی تھی۔ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بڑا درجہ اور شان عطا فرمائی ہے آپ ﷺ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَفَلاَ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا ''کیا میں رب تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں'' کہ اس نے مجھے اتنا بڑا درجہ اور مقام عطا فرمایا ہے۔ مجھے رب تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ جب تھک جاتے تھے تو وزن ایک پاؤں پر ڈال لیتے تھے اور دوسرے پاؤں کو ہلکا فرما لیتے تھے تا کہ ایک پاؤں تھوڑا سا سانس لے لے۔ تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اپنے دونوں پاؤں زمین پر برابر رکھو یہ قرآن ہم نے آپ ﷺ کو مشقت میں ڈالنے کیلئے نہیں اتارا، یہ تفسیر بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَنْزِیْلاً یہ قرآن اتارا گیا ہے مِمَّنْ اس ذات کی طرف سے خَلَقَ الْاَرْضَ جس نے پیدا کیا زمین کو وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی عُلٰی عُلْیٰ کی جمع ہے بمعنٰی بلند۔ معنٰی ہوگا پیدا کیا آسمانوں کو جو بلند ہیں۔ یہ سات آسمان ہیں اور ہر آسمان پہلے سے بلند ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے یعنی اگر کوئی پیدل چلے تو پانچ سو سال میں زمین سے آسمان تک پہنچے گا۔ پھر پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک دوسرے سے تیسرے آسمان تک تیسرے سے چوتھے آسمان تک اتنی ہی مسافت ہے پھر پانچویں اور چھٹے تک اتنی ہی مسافت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فرشتے آن واحد میں آتے جاتے ہیں ان کیلئے اس مسافت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو یہ قرآن اس ذات کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو پیدا کیا بلند آسمان کو پیدا کیا اور بغیر ستون اور سہارے کے کھڑا کیا ہوا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی وہ رحمٰن ہے عرش پر قائم ہے۔

عرش پر مستوی ہونے کا مطلب :

سات آسمانوں کے اوپر کرسی ہے اس کے اوپر عرش ہے جسم اور حجم کے لحاظ سے سب سے بڑی چیز عرش ہے اور رتبے اور مقام کے لحاظ سے ساری مخلوق میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ تو جسم کے لحاظ سے اعظم المخلوقات عرش ہے اور مرتبے کے لحاظ سے اعظم المخلوقات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے قائم اور مستوی ہے ہم کسی شے کیساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ میں اس وقت مصلے پر بیٹھا ہوں اور آپ حضرات دریوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے، کوئی سیڑھی پر بیٹھتا ہے، حاشا وکلا ہم کسی شے کیساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ عقیدہ ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے کَمَا یَلِیْقُ بِشَانِہٖ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چار بڑے اماموں میں سے ایک ہیں بزرگ، محدث اور فقیہ تھے۔ ان سے ان کے شاگردوں نے سوال کیا کہ حضرت استویٰ علی العرش کی کیا کیفیت ہوگی یا ہم کیسے سمجھیں؟ حضرت نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ وَکَیْفِیَّتُہٗ مَجْھُوْلَۃٌ وَالسُّوَالُ عَنْہُ بِدْعَۃٌ ''اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اس کے متعلق بحث کرنا بدعت ہے۔'' جو چیز سمجھ نہ آئے خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہ پڑو اور مسئلہ سمجھو کہ ایک عقیدہ ہم نے یہ رکھنا ہے ہے کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہے اور اس کیساتھ یہ عقیدہ بھی رکھنا ہے رب ہمارے ساتھ بھی ہے۔ سورہ حدید آیت نمبر ۴ میں ہے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔'' اور ساتھ بھی کیسا؟ سورۃ ق آیت نمبر ۱۶ میں ہے وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ''اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے رگ جان سے۔'' ایک رگ ہے جو دماغ سے دل تک جاتی ہے اس کو اردو میں رگ جان اور شہ رگ اور عربی میں ورید کہتے ہیں۔ وہ کٹ

جائے تو آدمی مرجاتا ہے۔ فرمایا ہم اس شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ [واقعہ:۸۵] ''اور لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔'' دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی نے نہیں دیکھا۔

معراج کی رات آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں :

معراج کی رات آنحضرت ﷺ نے دیکھا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں صحابہ کرام ﷺ کا اختلاف ہے کہ آنکھوں کیساتھ دیکھا ہے یا نہیں؟ اکثریت قائل ہے کہ آپ ﷺ نے آنکھوں کیساتھ دیکھا ہے۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ رَاٰی بِقَلْبِہٖ دل کیساتھ دیکھا ہے آنکھوں کیساتھ نہیں دیکھا۔ ہاں قیامت والے دن رب کا دیدار حق ہے سورۃ القیامہ میں ہے وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ '' کتنے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔'' یہ رؤیت قرآن سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، اجماع امت سے ثابت ہے اور قیامت کے مسائل کو دنیا پر قیاس کرنا غلط ہے قیامت قیامت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات قدرت سے پہچانی جاتی ہے :

تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی نے نہیں دیکھا ہاں قدرت کے اعتبار سے ہم نے دیکھا ہے……

؎ دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں کہ تیری پہچان یہی ہے

آسمان دیکھو، زمین دیکھو، پہاڑ دیکھو، دریا دیکھو، انسان دیکھو، شکلیں دیکھو، زمین کے پودے، پھل اور فصلیں دیکھو، درخت دیکھو، خدا کی قدرت کا مظہر ہیں وَفِیْ کُلِّ

شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّھَا وَاحِدٌ ''اور ہر شی میں اس کیلئے دلیل ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔'' فارسی کا شاعر کہتا ہے......

؎ ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہ لاشریک لہ گوید

''زمین سے جو کونپل نکلتی ہے وہ وحدہ لاشریک لہ کہتی ہے۔'' جب زمین سے کوئی کونپل نکلتی ہے تو وہ ایک ہوتی ہے آگے پھر اس سے شاخیں نکلتی ہیں۔ تو جس وقت زمین سے کوئی دانہ پھوٹتا ہے درخت اگتا ہے اکیلا ہوتا ہے گویا وہ زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ میرا خالق صرف ایک ہی ہے میں زمین سے ایک ہی نکلا ہوں۔ تو خداوند کریم قدرت سے سمجھ آتا ہے نظر نہیں آتا۔ تو دونوں عقیدے رکھنے ہیں، عرش پر قائم بھی ہے اور ہمارے ساتھ بھی موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں کیفیت کا مکلف نہیں بنایا کہ تم اس کیفیت کیساتھ مانو۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا وہی مالک ہے، وہی خالق ہے، وہی متصرف ہے وَمَا بَیْنَھُمَا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے، جو کچھ خلا میں، فضا میں ہے یہ سب رب تعالیٰ کا ہے وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے۔ زمین کے نیچے سمندر ہے زمین سمندر پر ہے اور روایات میں آتا ہے کہ مچھلی کے کان پر یہ سب زمینیں قائم ہیں۔ رب کی قدرت سمجھ نہیں آتی کہاں کہاں ہے، ہر چیز رب تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ اس کی قدرت کی دلیل ہے۔ تو جو گیلی مٹی کے نیچے ہے وہ سب اس کا ہے، سب کا وہی خالق ہے مالک ہے، متصرف ہے اور وہی مُدَبِّرُ الْاَمْر بھی ہے سب اس کی قدرت میں ہے جو چاہے کرے وَاِنْ تَجْھَرْ بِالْقَوْلِ اور اے مخاطب! اگر

آپ بلند آواز کیساتھ بات کریں گے۔ جہر کا معنیٰ اونچی، قول کا معنیٰ بات فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مخفی بات کو وَاَخْفٰى اور اس سے بھی زیادہ مخفی بات کو جانتا ہے۔

بلند آواز سے ذکر مکروہ تحریمی ہے :

آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ؓ کیساتھ فتح خیبر کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے اونچی اونچی ذکر شروع کر دیا کہ جنگل طے کر رہے ہیں آنحضرت ﷺ پیچھے تھے آپ ﷺ آ کر مل گئے اور فرمایا اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ''اپنی جانوں پر نرمی کرو بیشک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔'' تم اس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے کیوں اپنی جانوں کو مصیبت میں ڈالتے ہو۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے اسی روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ سلف صالحین اونچی ذکر کرنے کو مکروہ تحریمی سمجھتے تھے حرام کے درجے کا سمجھتے تھے سوائے ان جگہوں کے جہاں شریعت نے اونچی ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً آذان بلند آواز سے ہے، اقامت بلند آواز سے ہے حج عمرے کا تلبیہ بلند آواز سے ہے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ...... الخ عیدالاضحیٰ کے موقع پر نویں تاریخ سے لے کر تیرھویں تاریخ کی عصر تک نماز کے بعد تکبیریں بلند آواز سے ہیں۔ تو جہاں جہاں بلند بتلایا ہے وہ بلند ہے باقی ذکر آہستہ ہے۔ فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ ہی ہے نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مسجود نہیں جس کو سجدہ کیا جائے، کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے کہ اس کی نذر دی جائے، کوئی حاجت روا نہیں ہے، کوئی مشکل کشا، فریاد رس نہیں ہے، کوئی دستگیر نہیں ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ اور کلمے کا پہلا جز ہے لا الٰہ الا اللہ۔ لَهُ الْاَسْمَآءُ

الْحُسْنٰى اسی کے نام ہیں اچھے۔ننانوے نام مشہور ہیں عموماً قرآن کریم اور دیگر کتابوں کیساتھ لکھے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں برکت ہے اور تقریباً پانچ ہزار نام ہیں اللہ تعالیٰ کے جو آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں نازل ہوئے ہیں۔لفظ اللہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے باقی صفاتی ہیں۔جیسے رحمٰن ہے، رحیم ہے، کریم ہے، جبار ہے، قہار ہے، رزاق ہے، فتاح ہے، بدیع ہے، جس نام کیساتھ بھی رب کو پکارو ہر نام کی برکت ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر رشتے میں رکاوٹ ہو یا کاروبار رکا ہوا ہو تو ہر نماز کے بعد تین دفعہ توجہ کیساتھ پڑھو يَا رَحِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا لَطِيْفُ نہ نماز چھوڑے نہ وظیفہ چھوڑے ان شاء اللہ ان ناموں کی برکت سے رکاوٹ دور ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ کے نام برکت والے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنٰی میں بندہ بننے کی توفیق نصیب فرمائے۔

۞ ۞ ۞

وَهَلْ

اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝٩ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝١٠ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝١١ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝١٢ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝١٣ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝١٤ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۝١٥ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝١٦

وَهَلْ اَتٰىكَ اور کیا آئی ہے آپ کے پاس حَدِيْثُ مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کی خبر اِذْ رَاٰ نَارًا جس وقت دیکھی موسیٰ علیہ السلام نے آگ فَقَالَ پس فرمایا لِاَهْلِهِ اپنے گھر والوں کو امْكُثُوْٓا تم ٹھہرو اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بیشک میں نے محسوس کی ہے آگ لَّعَلِّيْٓ شاید کہ اٰتِيْكُمْ لاؤں میں تمہارے پاس مِّنْهَا اس آگ سے بِقَبَسٍ کوئی شعلہ سلگا کر اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى یا میں پاؤں آگ کے پاس کوئی راہنمائی فَلَمَّآ اَتٰىهَا پس جس وقت آئے موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نُوْدِيَ آواز دی گئی ان کو يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ بیشک میں آپ کا رب ہوں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ پس اتار دے اپنے جوتے اِنَّكَ بیشک آپ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ ایسے میدان میں ہیں جو پاک ہے

طُوًی طویٰ اس کا نام ہے وَاَنَا اخْتَرْتُکَ اور میں نے آپ کو چن لیا ہے فَاسْتَمِعْ پس آپ کان لگائیں لِمَا یُوْحٰی اس چیز کی طرف جو وحی کی جاتی ہے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ بیشک میں اللہ ہوں لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف میں ہی فَاعْبُدْنِیْ پس میری عبادت کرو وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز لِذِکْرِیْ میری یاد کیلئے اِنَّ السَّاعَۃَ بیشک قیامت اٰتِیَۃٌ آنے والی ہے اَکَادُ اُخْفِیْھَا قریب ہے کہ میں اس کو مخفی رکھوں لِتُجْزٰی تاکہ بدلہ دیا جائے کُلُّ نَفْسٍ ہر نفس کو بِمَا تَسْعٰی جو اس نے کوشش کی ہے فَلَا یَصُدَّنَّکَ پس ہرگز نہ روکیں آپ کو عَنْھَا اس قیامت سے مَنْ وہ لوگ لَّا یُؤْمِنُ بِھَا جو اس پر ایمان نہیں لاتے وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ اور پیروی کی اپنی خواہش کی فَتَرْدٰی پس تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

آنحضرت ﷺ مکے والوں کو جب قرآن کریم سناتے تھے تو مکے والے بڑی سختی کیساتھ تردید کرتے تھے۔ معاذ اللہ تعالیٰ کبھی تو آپ ﷺ کو پاگل کہتے، کبھی مفتری، کبھی جادوگر اور کبھی کذاب کہتے تھے بلکہ جو منہ میں آتا تھا بکتے تھے۔ طبعاً آپ ﷺ کو ان باتوں سے کوفت ہوتی تھی اور ہونی بھی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کیلئے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا کہ حق کیساتھ دشمنی اور عداوت صرف آپ ﷺ کے دور میں ہی نہیں پہلے بھی ہوتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر بڑے معجزے ظاہر فرمائے لیکن نہ فرعون مانا اور نہ فرعونیوں نے مانا چنانچہ کئی رکوع اسی سلسلے میں چلیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ :

ارشادخداوندی ہے وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اور کیا آپ کے پاس آئی ہے پہنچی ہے خبر موسیٰ علیہ السلام کی ۔موسیٰ کا لفظی معنیٰ اُسترا ہے جس کیساتھ سر مونڈتے ہیں۔جس طرح اُسترا بالوں کو صاف کرتا ہے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام باطل کا صفایا کرتے تھے۔عربی کا مشہور مقولہ ہے لِكُلِّ فِرْعَوْنَ مُوْسٰى ''ہر فرعون کیلئے موسیٰ ہے۔'' ہر جابر کے مقابلے میں حق والا ضرور اللہ تعالیٰ کھڑا کرتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ :

موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے۔موسیٰ بن عمران بن فہس بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام گویا موسیٰ علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے اور اس دور میں پیدا ہوئے جس وقت فرعون کے نجومیوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ان تین سالوں میں بنی اسرائیل کے گھر ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کے گھروں میں پہرے دار بٹھا دیئے کہ جو بھی عورت حاملہ ہو اس کا نام باقاعدہ رجسٹر میں درج ہو اور دائیاں مقرر کی گئیں، نگران مقرر کئے گئے اور نگرانی شروع ہوگئی۔ان تین سالوں میں بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور بقول علامہ بونی رحمۃ اللہ علیہ ستر ہزار بچے قتل ہوئے۔یہ علامہ بونی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔عملیات پر ان کی کتاب ہے شمس المعارف عربی زبان میں چار جلدوں پر مشتمل ہے اب اس کا اردو میں بھی ترجمہ ہوگیا ہے۔عملیات کے فن میں اس سے بڑی اور مفصل کتاب اور کوئی نہیں ہے۔تو انہوں نے کہا کہ ستر ہزار بچے قتل ہوئے۔اکبر الٰہ آبادی مرحوم بڑے طنزیہ نگار شاعر تھے ان

کی ''کلیات اکبر'' پڑھو عجیب طنز کیساتھ بات کو سمجھاتے ہیں۔ انہوں نے سر سید پر بڑا طنز کیا ہے کہ اس نے مسلمان قوم کے ذہن کس طرح خراب کئے ہیں۔

سر سید ملحد قسم کا آدمی تھا :

سر سید ملحد قسم کا آدمی تھا۔ اسکے باطل نظریات تھے ان کی تردید مولانا عبد الحق صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر حقانی کے مقدمہ میں کی ہے۔ یہ معجزات کا منکر تھا اس پر بھی بڑا کچھ لکھا ہے انگریز کا چہیتا تھا۔ تو اکبر الہ آبادی مرحوم نے طنزیہ طور پر کہا......

سر سید سے تمہیں کیا ہے نسبت
وہ انگریز داں ہے تم انگریزی داں ہو

وہ انگریز کی گود میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔ تو طنزیہ نگار شاعر تھے۔ فرماتے ہیں......

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

کالج کھول کے بچوں کا ذہن بگاڑ دیتا تو اچھا ہوتا۔

دینی مدارس کی اصلاح کرنے کا مقصد ان کو خصی کرنا ہے :

دیکھو اس وقت موجودہ حکومت اس معاملہ میں بڑی تیز ہے کہ دینی مدارس کی اصلاح کرنی ہے اصلاح کا مطلب ہے کہ ان کو خصی کرنا ہے کہ انگریز حکومت کیخلاف جہاد نہ کریں، حق کی بات نہ کہہ سکیں اصل مقصد یہ ہے اور نام اصلاح کا ہے۔ ہمارے مدارس میں جو کوتاہیاں ہیں ان کی تم نشاندہی کرو ہم خود انشاء اللہ دور کر دیں گے مگر کالجوں میں جو کوتاہیاں ہیں ان کو دور کیوں نہیں کرتے۔ جو کچھ کالجوں میں ہو رہا ہے اس کی اصلاح کیوں نہیں کرتے؟ یہ ظلم ہے اور یکطرفہ کاروائی ہے۔ بھئی! مدارس سے تمہیں کیا خطرہ ہے

ان کی اصلاح کی فکر پڑی ہوئی ہے؟ تو خیر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انہی تین سالوں میں پیدا فرمایا۔ یہ واقعہ آگے سورت قصص میں تفصیل کیساتھ آرہا ہے زندگی رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے گھر پرورش کر کے دکھلائی فرعون کے گھر پلے پھر تیس سال کی عمر تھی دو آدمیوں کو دیکھا جھگڑ رہے تھے ایک فرعون کا باورچی خانے کا انچارج افسر تھا جسکا نام کاف تھا۔ دوسرا اسرائیلی تھا جو کہ مزدور پیشہ آدمی تھا۔ جھگڑا اس بات پر ہو رہا تھا کہ وہ افسر کہہ رہا تھا کہ یہ لکڑی کا گٹھا اٹھا کر باورچی خانے میں پہنچاؤ۔ اس نے کہا کہ میں کمزور آدمی ہوں نہیں اٹھا سکتا کسی اور کو کہہ دو اور یہ افسر مزدوری بھی نہیں دیتا تھا۔ افسر نے کہا کہ یہ تم نے ہی اٹھانا ہے اور یہ اکڑ گیا اور کہا کہ تم نے روزمرہ کا یہ قصہ بنایا ہوا ہے کہ وہاں سے جو مزدوری ملتی ہے وہ جیب میں ڈال لیتا ہے اور لوگوں سے بیگار لیتا ہے میں نے یہ کام نہیں کرنا۔ یہ جھگڑا ہو رہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پاس سے گذر رہے تھے دوپہر کا وقت تھا لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے مظلوم نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ حضرت یہ میرے ساتھ زیادتی کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے دونوں کی باتیں سنیں اور فرمایا کہ واقعی تو زیادتی کر رہا ہے خزانے سے پیسے لیتا ہے اور خود کھا جاتا ہے مزدوروں کو نہیں دیتا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بھی افسری دکھائی اکڑ فوں کی موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکا مارا وہ وہی ڈھیر ہو گیا۔ وہی بنی اسرائیلی اگلے دن کسی اور سے جھگڑ رہا تھا اور موسیٰ علیہ السلام گزر رہے تھے اس نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو بھی شرارتی آدمی لگتا ہے اس نے سمجھا کہ آج مجھے ماریں گے کہنے لگا کل تو نے فلاں کو مارا تھا آج مجھے مارنا چاہتا ہے راز فاش ہو گیا کہ افسر کو موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا ہے۔ فرعون نے کابینہ کا اجلاس بلایا اور فیصلہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فوراً گرفتار کر لیا

جائے کیونکہ یہ شخص ہماری سلطنت کیلئے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔فرعون کی کابینہ کا ایک افسر تھا جس کا نام خزقیل تھا رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا یہ مومن آدمی تھا اس کا ذکر سورہ مومن میں آتا ہے وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗ۔ یہ بچپن سے ہی موسیٰ علیہ السلام کا بڑا ہمدرد تھا اس نے کہا یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ ''اے موسیٰ علیہ السلام فرعون کے درباری تیرے متعلق مشورہ کررہے ہیں کہ تجھے قتل کردیں فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ [قصص: ۲۰] ''آپ یہاں سے نکل جائیں میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں۔'' موسیٰ علیہ السلام اسی حالت میں مصر سے مغرب کی طرف چل پڑے۔ دس دن کی مسافت پر مدین شہر تھا وہ علاقہ فرعون کی قلمرو میں نہیں تھا وہاں اس کی حکومت نہیں تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بڑی بیٹی صفورہ رحمۃ اللہ علیہا کا نکاح ان کیساتھ کردیا اس سے بچے بھی ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے وہاں دس سال گذارے۔ دس سال بعد اجازت لے کر بیوی بچوں سمیت مصر کی طرف روانہ ہوئے۔رات کا وقت تھا۔اس کا ذکر ہے اِذْ رَاٰ نَارًا جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی آگ۔ مدین سے مصر کی طرف واپسی کے موقع پر رات کا وقت تھا سردی کا موسم تھا اور بیوی کے ہاں ولادت قریب تھی فَقَالَ لِاَهْلِهِ پس فرمایا اپنے گھروالوں کو، بیوی بھی ایک بچہ بھی تھا اور خادم بھی تھا اُمْكُثُوْٓا تم ٹھہرو اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بیشک میں نے محسوس کی ہے آگ کہ فلاں جگہ آگ جل رہی ہے میں وہاں جاتا ہوں لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ شاید کہ میں لاؤں تمہارے لئے اس آگ سے کوئی شعلہ سلگا کر۔اور سورۃ القصص آیت نمبر ۲۹ میں ہے لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ''تاکہ تم آگ سیک سکو۔'' تو معلوم ہوا کہ کچھ سردی بھی تھی اندھیرا بھی تھا اور بیوی کو بھی ضرورت تھی۔ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى یا

پاؤں میں آگ کے پاس کوئی راہنمائی۔آگ کے پاس کوئی نہ کوئی ہوگا۔چونکہ سڑکیں تو ہوتی نہیں تھیں چھوٹے راستے ہوتے تھے۔کہتے ہیں کہ ضَلَّ الطَّرِیْقَ راستہ بھول گئے تھے۔تو آگ کے پاس کوئی نہ کوئی ہوگا اس سے راستہ پوچھ کر آتا ہوں۔گھر والوں کو یہ کہہ کر آگ کی طرف روانہ ہوئے فَلَمَّآ اَتٰـھَا پس جس وقت آئے موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی آواز دی گئی اے موسیٰ علیہ السلام۔وہ دنیا کی حسی آگ نہیں تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی تھی جو آگ کی شکل میں نظر آرہی تھی۔فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ بیشک میں آپ کا رب ہوں۔آپ کے ساتھ جو گفتگو کر رہا ہوں میں آپ کا رب ہوں فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ پس اتار دے اپنے جوتے۔مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ گدھے کے چمڑے کا جوتا تھا اور اون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔جوتا کیوں اتاریں اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی بیشک آپ ایسے میدان میں ہیں جو پاکیزہ ہے اور اس کا نام طویٰ ہے۔

پاکیزہ جگہ پر جوتے کیساتھ نہیں چلنا چاہیے :

اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ پاکیزہ جگہ میں جوتے کیساتھ نہیں چلنا چاہیے۔جیسے مسجد ہے یا اور کوئی متبرک جگہ ہے تو وہاں جوتا پہننا ادب کیخلاف ہے وَاَنَا اخْتَرْتُکَ اور میں نے آپ کو چن لیا ہے اس مقام پر اب نبوت مل رہی ہے،تیس سال مصر میں رہے اور دس سال مدین میں،چالیس سال پورے ہوگئے چالیس سال کے بعد نبوت ملی فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی اسماع کا معنیٰ ہے کان لگانا،آپ کان لگائیں توجہ کریں اس چیز کی طرف جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔جو کچھ میں آپ کو کہنا چاہتا ہوں اس کی طرف توجہ کریں غور کریں۔پہلی بات تو یہ ہے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ بیشک میں جو آپ کیساتھ گفتگو کر رہا ہوں میں

اللہ جل جلالہ ہوں لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا کوئی نہیں ہے معبود میرے سوا عبادت کے لائق، سجدے کے لائق، مشکل کشا، حاجت روا میرے سوا کوئی نہیں ہے، دستگیر، قانون ساز میرے سوا کوئی نہیں ہے فَاعْبُدْنِیْ پس میری عبادت کرو اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو یہی سبق دیا کہ اپنی قوم سے کہو عبادت صرف میری کرو یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی الٰہ اس کے سوا۔'' جب اس کے سوا الٰہ اور کوئی نہیں ہے تو عبادت کے لائق بھی اور کوئی نہیں ہے۔ وہی سبق اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا کہ خدا صرف میں ہوں پس میری عبادت کرو وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اور نماز قائم کرو میری یاد کیلئے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵ میں ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ''بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔'' نماز میں جو کلمات پڑھے جاتے ہیں ان کا بڑا اثر ہے۔ نماز میں پیشانی بھی جھکتی ہے پاؤں بھی زمین پہ لگے ہوتے ہیں گھٹنے بھی لگے ہوتے ہیں سُبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہے۔ تو فرمایا نماز قائم کریں میری یاد کیلئے اور یہ بھی یاد رکھیں اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ بیشک قیامت آنے والی ہے۔

قیامت کا علم کسی کو نہیں :

اللہ تعالیٰ نے قیامت کا بنیادی عقیدہ بھی بتلایا اَكَادُ اُخْفِيْهَا قریب ہے کہ میں اس قیامت کو مخفی رکھوں۔ قیامت کے قائم ہونے کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ''یہ آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کب برپا ہوگی قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ [اعراف: ۱۸۷] آپ کہہ دیں اس کا

علم میرے رب کے پاس ہے نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر وہی۔'' قیامت کی کچھ نشانیاں بتلائی ہیں وہ ہو کر رہیں گی مگر قیامت کا وقت رب کی ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے کہ کتنی صدیاں باقی ہیں کتنے سال باقی ہیں سال کے کون سے مہینے اور مہینے کے کون سے ہفتے میں ہوگی۔ ہاں! اتنی بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جمعہ کے دن ہوگی لیکن یہ معلوم نہیں کہ مہینے کا پہلا جمعہ ہوگا یا دوسرا یا تیسرا یا چوتھا ہوگا۔ قیامت کیوں قائم ہوگی لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو جس کی اس نے کوشش کی ہے۔ دیکھو! دنیا میں بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ نہ تو نیکی کرنے والے کو نیکی کا پورا بدلہ ملا ہے اور نہ برے کو برائی کا پورا بدلہ ملا ہے۔ دنیا میں مجرموں کو سزائیں ہوتی ہیں مگر پوری سزا نہیں ملتی اگر قیامت نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ تعالیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر نگری ہے لہٰذا قیامت کا آنا عقلاً بھی ضروری ہے تاکہ برے کو پوری پوری سزا ملے اسی طرح بڑے نیک ایسے گذرے ہیں کہ ان کو نیکی کا پورا صلہ نہیں ملا۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو ہی دیکھ لو آپ ﷺ سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں کوئی نیک ہوا ہے نہ ہوگا مگر آپ ﷺ کے رہنے کیلئے چھوٹا سا مکان تھا کہ چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس میں چراغ بھی نہیں تھا اور دو دن مسلسل آپ ﷺ نے سالن کیساتھ کھانا نہیں کھایا اور دو دو مہینے چولہے میں آگ بھی نہیں جلتی تھی، جوتا مبارک پھٹ جاتا تو خود گانٹھتے تھے۔ تو آپ ﷺ کو دنیا میں کیا صلہ ملا کچھ بھی نہیں لہٰذا قیامت قائم ہوگی تاکہ ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْهَا پس ہرگز نہ روکے اے موسیٰ علیہ السلام آپ کو قیامت سے مَنْ وہ شخص لَّا یُؤْمِنُ بِهَا جو ایمان نہیں لاتا قیامت پر۔ ایسے لوگ مختلف قسم کے شکوک وشبہات اور وساوس پیدا کریں تو ہرگز نہ رکنا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی

فَتَرْدٰی پس تم ہلاک ہوجاؤ گے۔ اگراس کی بات مان لوگے جو قیامت کا انکار کرتا ہے اس نے تو ہلاک ہونا ہی ہے اگر بالفرض آپ بھی ایسا کریں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

۞۞۞

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ ع

وَمَا تِلْكَ اور یہ کیا ہے بِیَمِیْنِكَ آپ کے دائیں ہاتھ میں یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام قَالَ عرض کیا هِیَ عَصَایَ یہ میری لاٹھی ہے اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں وَاَهُشُّ بِهَا اور پتے جھاڑتا ہوں اس لاٹھی کے ذریعے عَلٰی غَنَمِیْ اپنی بھیڑ بکریوں کیلئے وَلِیَ فِیْهَا اور میرے لئے اس لاٹھی میں مَاٰرِبُ اُخْرٰی اور ضروریات بھی ہیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْقِهَا اس لاٹھی کو ڈال دیں یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام فَاَلْقٰهَا پس ڈال دی موسیٰ علیہ السلام نے فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ پس اچانک وہ سانپ تھا تَسْعٰی دوڑتا ہوا قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے خُذْهَا اس کو پکڑو وَلَا تَخَفْ اور خوف نہ کرو سَنُعِیْدُهَا بتاکید ہم لوٹا دیں گے اس کو سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی اس کی پہلی حالت میں وَاضْمُمْ یَدَكَ اور ملالیں اپنے ہاتھ کو اِلٰی جَنَاحِكَ اپنے بازو کیساتھ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ نکلے گا سفید مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے اٰیَةً اُخْرٰی یہ دوسری

نشانی ہے لِنُرِیَکَ تاکہ ہم آپ کو دکھائیں مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ جائیں آپ فرعون کی طرف اِنَّـہٗ طَغٰی بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔

گذشتہ سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال مدین میں گذارنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کے مشورے اور اجازت سے اپنی بیوی، بچے اور خادم کو لے کر اپنے آبائی شہر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کا وقت تھا آج کی طرح سڑکیں نہیں تھی راستہ بھول گئے سردی تھی ایک طرف آگ دیکھی تو گھر کے افراد سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو مجھے آگ نظر آرہی ہے میں وہاں سے آگ لاتا ہوں تاکہ تم سیکو۔ اور مصر کے راستے کے متعلق معلومات بھی حاصل کرتا ہوں۔ وہاں گئے تو وہ دنیا کی حسی آگ نہیں تھی وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی تھی۔

• اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تیرا رب بول رہا ہوں میں نے تجھے نبوت کیلئے چن لیا ہے، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میری عبادت کرو، نماز قائم کرو، قیامت پر یقین رکھنا ہے وہ ضرور آئے گی اور یہ لوگ جو قیامت کے منکر ہیں آپ کو ہرگز نہ روکیں۔ آگے گفتگو چلی فرمایا وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی اور یہ کیا ہے آپ کے دائیں ہاتھ میں اے موسیٰ علیہ السلام۔ ایک موٹی اور مضبوط لاٹھی جو ہر وقت موسیٰ علیہ السلام کے پاس رہتی تھی وہ اس وقت دائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا یہ سوال معلومات حاصل کرنے کے طور پر نہیں تھا بلکہ حکمت کے طور پر تھا اے موسیٰ علیہ السلام آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ پوچھنے کی ایک وجہ مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم یہ بھی بیان فرماتے ہیں چونکہ اندھیرا تھا جس وقت لاٹھی سانپ بنے گی یہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ میں غلطی کیساتھ سانپ اٹھا کے لایا

ہوں لہٰذا توجہ دلانے کیلئے فرمایا کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا هِیَ عَصَایَ یہ میری لاٹھی ہے اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا میں اس لاٹھی پر ٹیک لگاتا ہوں وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ۔ اَهُشٌّ کے معنٰی ہیں درختوں سے پتے جھاڑنا۔ اور میں پتے جھاڑتا ہوں اس لاٹھی کے ذریعے اپنی بھیڑ بکریوں کیلئے۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کافی عرصہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بھیڑ بکریاں چراتے رہے تھے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی پیغمبر نہیں آیا مگر اس نے بکریاں ضرور چرائی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں کیوں چرائیں :

ہمارے استاد محترم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بکریاں اس لئے چرائیں کہ ان کا جسم چھوٹا سا ہوتا ہے اور شرارتی جانور ہے، ایک اس طرف بھاگے گا دوسرا اس طرف بھاگے گا تیسری اس طرف بھاگے گی، ان کو قابو کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ٹریننگ دی ہوتی ہے کہ تمہاری امت میں کسی کا منہ اس طرف ہوگا کسی کا اُس طرف ہوگا کسی کا ادھر ہوگا اور سب پر قابو پانا ہے۔ اونٹ بڑا جانور ہوتا ہے اس کو مارنے سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا اور بھیڑ کے متعلق مشہور مقولہ ہے ”بھیڑ چال“ کہ جہاں ایک گئی سب اس کے پیچھے جائیں گی۔ تو تمام پیغمبروں نے بکریاں چرائیں ہیں جب آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی تو آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تھے اس وقت تو آپ ﷺ بکریاں نہیں چراتے تھے۔ تو پوچھنے والے نے پوچھا حضرت! آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا ہاں! کُنْتُ اَرْعٰی عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَهْلِ مَکَّه میں مکے والوں کی بکریاں ٹکے ٹکے پر چراتا تھا۔ تو میں اس لاٹھی کے ذریعے اپنی بکریوں کیلئے پتے بھی جھاڑتا ہوں بکریوں کیلئے خوراک مہیا کرتا ہوں وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی اور میرے لئے اس لاٹھی میں اور

ضروریات بھی ہیں۔ مَاٰرِبُ مَارِبَۃٌ کی جمع ہے جس کا معنٰی ہے ضرورت۔ مثلاً کتا قریب آ جائے تو اس کو دور کرتا ہوں، کوئی موذی جانور آئے تو اس کو مارتا ہوں، کسی جگہ لاٹھی کے ذریعے چھلانگ لگا لیتا ہوں کسی وقت اپنے پیچھے لاٹھی کیساتھ سامان لٹکا لیتا ہوں، سفر میں میری اس میں کئی ضرورتیں ہیں۔

چاول کھانے کے فوائد :

ہمارے ایک دوست تھے قاری صاحب مرحوم بڑے مسخرے مزاج کے تھے وہ کہتے تھے کہ (۱) چاول کھانے والا بوڑھا نہیں ہوتا۔

(۲)...... چاول کھانے والے کو کتا نہیں کاٹتا۔

(۳)...... چاول کھانے والے کی چوری نہیں ہوتی۔

ہم نے پوچھا قاری صاحب ان کا آپ میں کیا ربط ہے؟ تو کہنے لگے کہ بوڑھا تو اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ بوڑھا ہونے سے پہلے ہی مر جاتا ہے بوڑھا ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی اور کتا اس لئے نہیں کاٹتا کہ اس کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی ہے کمزوری کی وجہ سے، کتا قریب نہیں آئے گا کاٹے گا کیا اور چوری اس لئے نہیں ہوتی کہ یہ ساری رات کھانستا رہتا ہے چور کو معلوم ہے کہ گھر والے جاگ رہے ہیں گھر میں داخل ہی نہیں ہوگا۔

(حضرت نے لاٹھی کی مناسبت سے کہ چاول کھانے والے کے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی ہے یہ لطیفہ یہاں بیان فرمایا ہے۔ بلوچ)

تو فرمایا اس لاٹھی میں میرے لئے کئی فائدے ہیں۔ قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام اس لاٹھی کو ڈال دیں زمین پر فَاَلْقٰهَا پس موسیٰ علیہ السلام نے وہ لاٹھی زمین پر ڈال دی فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى پس اچانک وہ سانپ تھا

دوڑتا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے جمال کی وجہ سے ساری وادی سارا بقعہ وادی طویٰ روشن تھا ویسے رات کا وقت تھا۔

جَان اور ثُعبَانٌ مُّبِین میں تطبیق :

اس مقام پر حَیَّـــہ کا لفظ آیا ہے اور سورۃ القصص آیت نمبر ۳۱ میں ہے کَـأَنَّھَا جَانٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَلَمْ یُعَقِّبْ ''گویا کہ وہ باریک سانپ تھا پیٹھ پھیری اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا'' اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۳۲ میں ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ کا لفظ آیا ہے، اژدھا بڑا سانپ۔ اور یہاں مطلق سانپ کا لفظ آیا ہے۔ تینوں میں فرق ہے، باریک سانپ، عام سانپ، اژدھا۔ امام فخر الدین رازی وغیرہ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم ان میں تطبیق دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب وادی طویٰ میں لاٹھی ڈالی تو باریک سانپ تھا اور فرعون کے دربار میں جب لاٹھی ڈالی تو وہاں اژدھا بن گیا تھا۔ تو جگہ علیحدہ علیحدہ ہے، موقع الگ الگ ہے۔ دوسری بات یہ فرماتے ہیں اژدھا بڑا اور وزنی ہوتا ہے اور بھاری چیز میں حرکت اور تیزی نہیں ہوتی لیکن یہ فرمایا باریک تھا یعنی موٹا ہونے کے باوجود تیز تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ سانپ ہے اور دوڑ رہا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے دوسری طرف دوڑ لگا دی۔ قَـالَ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا خُذْھَا اے موسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑ لیں وَلَا تَخَفْ اور خوف نہ کریں اس سے۔ یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ موذی چیزوں سے طبعاً خوف کرنا ایمان کیخلاف نہیں ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت مل چکی ہے اور نبی سے زیادہ مضبوط ایمان کس کا ہوسکتا ہے؟ تو موذی چیز سمجھ کر دوڑنا شروع کر دیا خوفزدہ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسکو پکڑ لیں خوف نہ کریں۔ لہٰذا طبعاً کتے سے ڈرنا، سانپ سے ڈرنا، شیر سے ڈرنا، ڈاکو چور وغیرہ سے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی بتاکید ہم لوٹا دیں گے اس

سانپ کو اس کی پہلی حالت کی طرف۔ پہلی حالت لاٹھی تھی لاٹھی بن جائے گی ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سانپ پر ہاتھ رکھا وہ لاٹھی بن گئی۔

معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا :

اور اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار اور بس کی بات نہیں ہے۔ اگر اپنے اختیار کی بات ہوتی اور موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو خود سانپ بنایا ہوتا تو ڈرتے نہ۔ پتا ہوتا کہ میں نے لاٹھی کو خود سانپ بنایا ہے اور اب پھر اس کو لاٹھی بنالوں گا۔ تو پیغمبر کا کام ہے لاٹھی ڈالنا، اس کو سانپ بنانا رب تعالیٰ کا کام ہے، پیغمبر کا کام ہے سانپ پر ہاتھ رکھنا اس کو پھر لاٹھی بنانا رب تعالیٰ کا کام ہے اور جو خلاف عادت چیزیں پیغمبر کے ہاتھ پر صادر ہوں ان کو معجزہ کہتے ہیں ۔قرآن کریم میں بے شمار معجزات ہیں۔

سرسید معجزات کا منکر تھا :

نیچریوں کا پیر سرسید احمد خان معجزات کا منکر ہے۔ منکرین حدیث بھی انکار کرتے ہیں اور کس کس کا انکار کرو گے۔ تو نبی کے ہاتھ پر جو خلاف عادت چیز صادر ہو اسے معجزہ کہتے ہیں اور ولی کے ہاتھ پر جو صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں کرامات کا ذکر بھی قرآن پاک میں ہے لہٰذا کس کس چیز کا انکار کرو گے؟ حضرت مریم علیہا السلام چوبارے میں رہتی تھیں اس کو جالیاں لگی ہوئی تھی ۔ حضرت زکریا علیہ السلام تالا لگا کر جاتے تھے اور چابی اپنے پاس رکھتے تھے جب واپس آتے تو کمرے میں بے موسم پھل موجود ہوتے تھے ۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۳۷ میں ہے فرماتے یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ”اے مریم یہ پھل کہاں سے آئے ہیں آپ کے لئے قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فرماتی یہ خدا کی طرف سے آئے ہیں۔“ تو یہ ان کی کرامت تھی ۔ آصف برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی

تھے رضی اللہ عنہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے بلقیس کا تخت ابھی چاہیے۔ سورہ نمل آیت نمبر ۴۰ میں ہے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ''کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں لا دیتا ہوں اس کو قبل اس سے کہ پلٹے آپ کی نگاہ آپ کی طرف۔'' تو ایک آن میں ایک مہینے کی مسافت سے تخت لا کر رکھ دیا۔ کہاں کہاں انکار کرو گے؟ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اکیلی درخت کیساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھیں نہ وہاں کوئی مائی تھی نہ دایہ، اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا خشک کھجور کیساتھ پختہ دانے لگا دیئے۔ تو کس کس چیز کا انکار کرو گے۔ نوجوانو! ایمان بڑی قیمتی چیز ہے۔ اچھی طرح یاد رکھنا! یہ بے دین طبقہ لوگوں کو ایمان سے محروم کرنے کیلئے بڑی کوشش کرتا ہے اہل حق اتنی کوشش نہیں کرتے جتنی باطل والے کرتے ہیں ایمان نہ بگاڑنا۔ تو ایک معجزہ یہ عطا کیا کہ لاٹھی کو ڈالو گے تو سانپ بن جائے گا۔ دوسرا معجزہ وَاضْمُمْ یَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ اور ملا لیں اپنے ہاتھ کو اپنے بازو کیساتھ اپنے گریبان میں ڈال کر تَخْرُجْ بَیْضَآءَ نکلے گا سفید مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے، نہ اس میں سوزش ہوگی، نہ جلن ہوگی، نہ حرارت ہوگی اٰیَةً اُخْرٰى یہ دوسری نشانی ہے۔ یہ دو نشانیاں یہ دو معجزے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وادی طویٰ میں عطا فرمائے۔ جب نبوت عطا فرمائی ساتھ ہی یہ معجزے عطا فرما دیئے لِنُرِیَكَ تاکہ ہم آپ کو دکھائیں مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰى اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ۔ یہ مِنْ تبعیضیہ ہے جس کا معنیٰ ہے کچھ۔ فرمایا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى جائیں فرعون کی طرف بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔ اس جگہ اجمال ہے دوسری جگہ تفصیل ہے زندگی رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

❁ ❁ ❁

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ۬

قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِشْرَحْ کھول دے لِیْ میرے لئے صَدْرِیْ میرا سینہ وَیَسِّرْ لِیْ اور آسان کردے میرے لئے اَمْرِیْ میرا معاملہ وَاحْلُلْ اور کھول دے عُقْدَۃً گرہ مِّنْ لِّسَانِیْ میری زبان کی یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھیں وَاجْعَلْ لِّیْ اور بنادے میرے لئے وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ وزیر میرے گھر کے افراد سے هٰرُوْنَ ہارون علیہ السلام کو اَخِی میرا بھائی ہے اُشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ مضبوط کردے اس کے ذریعے میری کمر کو وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ اور شریک کردے اس کو میرے معاملے میں کَیْ

نُسَبِّحَکَ تاکہ ہم آپ کی تسبیح بیان کریں کَثِیْرًا کثرت سے وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْرًا اور ذکر کریں آپ کا کثرت سے اِنَّکَ بیشک آپ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ہم کو دیکھنے والے ہیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَدْ اُوْتِیْتَ تحقیق آپ کو دیدی گئی سُؤْلَکَ آپ کی مانگی ہوئی چیز یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام وَلَقَدْ مَنَنَّا اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا عَلَیْکَ آپ پر مَرَّۃً اُخْرٰٓی ایک مرتبہ اور بھی اِذْاَوْحَیْنَآ جس وقت ہم نے وحی کی اِلٰٓی اُمِّکَ آپ کی والدہ کی طرف مَا یُوْحٰٓی جو آگے وحی کی جارہی ہے اَنِ اقْذِفِیْہِ یہ کہ آپ اس کو ڈال دیں فِی التَّابُوْتِ صندوق میں فَاقْذِفِیْہِ پس ڈال دیں اس صندوق کو فِی الْیَمِّ بحر قلزم میں فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ پس ڈال دے گا سمندر اس صندوق کو بِالسَّاحِلِ کنارے پر یَاْخُذْہُ عَدُوٌّ لِّیْ پکڑے گا اس کو میرا دشمن وَعَدُوٌّ لَّهٗ اور اس کا دشمن وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ اور ڈال دی میں نے آپ پر مَحَبَّةً محبت مِّنِّیْ اپنی طرف سے وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ اور تاکہ آپ کی تربیت کی جائے میری آنکھوں کے سامنے اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُکَ جب چل رہی تھی آپ کی بہن فَتَقُوْلُ پھر اس نے کہا هَلْ اَدُلُّکُمْ کیا میں تمہاری راہنمائی کروں عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُهٗ اس پر جو اس کی کفالت کرے فَرَجَعْنٰکَ پس ہم نے لوٹا دیا آپ کو اِلٰٓی اُمِّکَ آپ کی والدہ کی طرف کَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا تاکہ اسکی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں وَلَا تَحْزَنَ اور غم نہ کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے سوالات :

اس سے پہلے ذکر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے اپنی اہلیہ بچے اور خادم سمیت واپس مصر جارہے تھے راستہ بھول گئے تاریکی تھی موسم سردی کا تھا ایک جگہ آگ نظر آئی وہاں پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کا نور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور دو معجزے بھی عطا فرمائے اور حکم دیا کہ فرعون کی طرف جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے اس کو میرا پیغام پہنچاؤ۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ اے میرے رب کھول دے میرا سینہ۔ فرعون بڑا ظالم، جابر اور موذی ہے، اپنی چلانے والا اور کسی کی نہ سننے والا۔ تو ایسے آدمی کے مقابلے میں جانے کیلئے بڑا وسیع دل جگرا چاہیے اے پروردگار! میرا سینہ کھول دے وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ اور میرے لئے معاملہ آسان کر دے۔ موسیٰ علیہ السلام تیس سال فرعون کے گھر رہے تھے اس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔ سورہ دخان آیت نمبر ۳۱ میں ہے اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ''بیشک تھا وہ مغرور اور حد سے بڑھنے والا۔'' حدود پھلانگنے والا تھا میں اس کے پاس جا کر کچھ کہوں اے پروردگار! معاملہ بڑا مشکل ہے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ اور کھول دے گرہ میری زبان کی يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ تا کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی محبت ڈال دی تھی۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے وہ بڑی شفقت کرتی تھیں بیوی کو راضی کرنے کیلئے کبھی کبھی فرعون بھی موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام بچے تھے مگر تماشے کرتے تھے کبھی اس کے ناک میں انگلیاں ڈال دیتے کبھی آنکھ میں انگلی مار دی کبھی منہ پر تھپڑ لگا دیا۔ فرعون بیوی کو بلا کر کہتا آسیہ! تم اس

کیساتھ اتنی محبت کیوں کرتی ہو یہ تو بڑا موذی ہے۔ اس نے کہا دیکھو بچہ ہے ناسمجھ ہے۔
فرعون کہتا نہیں اگر چہ میرے گھر میں بچے نہیں ہیں لیکن میں نے بچے دیکھے تو ہیں یہ بچہ اور
طرح کا ہے۔ بیوی نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ناسمجھی میں یہ حرکتیں کرتا ہے۔
فرعون نے کہا نہیں سمجھ کر کرتا ہے۔ تو اس سلسلے میں امتحان طے ہوا ایک پلیٹ میں موتی اور
ہیرا رکھ دیا اور دوسری طرف پلیٹ میں جلتا ہوا کوئلہ رکھ دیا اور طے پایا کہ اگر سیانا ہوا تو
ہیرے کو ہاتھ لگائے گا اور ناسمجھ ہوا تو انگارے کو۔ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جو ملا اس کو
منہ میں ڈال لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ پہلے ہیرے کی طرف جانے لگا حضرت
جبرائیل علیہ السلام نے ان کا ہاتھ انگارے کی طرف کر دیا انہوں نے وہ انگارہ اٹھا کر منہ
میں ڈال لیا ننھی مُنی زبان تھی انگارے کی وجہ سے متاثر ہوئی۔ بعض دفعہ بات کرنے میں
کچھ رکاوٹ ہوتی تھی لکنت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار! میری زبان کی
گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ اور بنا
دے میرے لئے وزیر میرے گھر کے افراد میں سے۔ وزیر کا معنٰی ہوتا ہے بوجھ اٹھانے والا
وِزْر کا معنٰی بوجھ ہے۔ میرا معاون بنادے میرا بوجھ کچھ وہ بھی اٹھائے اور بنا بھی میرے
گھر کے افراد سے۔ وہ کون ہے؟ هٰرُوْنَ اَخِی ہارون علیہ السلام جو میرے بھائی ہیں۔
یہ موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے اور ان کی زبان بڑی صاف شستہ تھی اُشْدُدْ
بِهٖٓ اَزْرِیْ مضبوط کر دے اس کے ذریعے میری کمر کو میرا معاون بنا کر ہم دونوں بھائی آپ
کے دین کی خدمت کریں گے تبلیغ کریں گے وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ اور شریک کر دے اس
کو میرے معاملے میں۔ مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اس کو بھی نبوت عطا فرما کَیْ
نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا تاکہ ہم آپ کی پاکی بیان کریں کثرت سے وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا اور

آپ کا ذکر کریں کثرت سے ۔ کیونکہ ایک آدمی کی تسبیح کچھ معنٰی رکھتی ہے دو کریں گے تو زیادہ ہوا۔ ایک آدمی ذکر کرے اس کی حیثیت کچھ اور ہوتی ہے دو آدمی ذکر کریں تو اسکی حیثیت کچھ اور ہوتی ہے۔ ہم آپ کی تسبیح بیان کریں گے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم. اور ہم آپ کا ذکر کریں گے کثرت سے ۔ تو ایک سوال یہ کیا کہ میرا سینہ کھول دے کہ اس میں کسی مخلوق کا ڈر اور خوف نہ رہے۔ دوسرا سوال کیا کہ میرا معاملہ آسان کر دے۔ تیسرا سوال یہ کیا کہ میری زبان کی گرہ کھول دے اور میرے بھائی کو میرا معاون بنا دے اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا بیشک آپ ہمیں دیکھنے والے ہیں قَالَ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ آپ کو دیدی گئی آپ کی مانگی ہوئی چیز۔ سینہ کھول دیا اس میں کسی مخلوق کی ہیبت نہیں رہے گی اور آپ کا معاملہ ہم نے آسان کر دیا باوجود مشکل ہونے کے اور آپ کی زبان کو ہم نے صاف کر دیا۔ اور چوتھا مطالبہ تھا کہ میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو میرا معاون بنا دے، ہم نے اس کو آپ کا معاون بنا دیا ہے۔ آپ کے مطالباتِ مسئولات یعنی سوال کی ہوئی چیزیں سب آپ کو مل گئیں یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام۔ اور اے موسیٰ علیہ السلام وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْکَ مَرَّۃً اُخْرٰی اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا آپ پر ایک مرتبہ اور بھی۔ مرّۃً کا معنٰی مرتبہ اور اُخْرٰی کا معنٰی دوسرا۔ وہ دوسرا احسان کیا ہے؟ اِذْاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّکَ جس وقت ہم نے وحی کی آپ کی والدہ کی طرف۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یوخابدہ تھا رحمہا اللہ۔ اردو والے یوکابد لکھ دیتے ہیں۔ بڑی نیک پارسا بی بی تھیں جلیل القدر پیغمبر کی والدہ ہیں۔ یہ بات تم پہلے سن چکے ہو کہ جن دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے والی تھی کسی ماہر نجومی نے خبر دی کہ ان تین سالوں میں بنی اسرائیلیوں کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فرعون کی حکومت کی تباہی کا

سبب بنے گا چونکہ وہ نجومی اپنے فن کا بڑا ماہر تھا اس کی اور پیش گوئیاں بھی سچی ہوتی تھیں۔ جب یہ بات فرعون تک پہنچی تو اس نے کابینہ کا اجلاس بلایا اور اس کاہن کو بھی بلایا اور اس سے پوچھا کہ کس کے گھر میں لڑکا ہوگا؟ تو اس نے کہا کہ میں یہ تو نہیں بتلا سکتا اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے لیکن بنی اسرائیل کے خاندانوں میں سے کسی کے ہاں دو تین سالوں میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ فرعون نے آڈر جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے جتنے گھرانے ہیں ان کی چھان بین کرو کہ کون سی عورت حاملہ ہے اور کون سی غیر حاملہ ہے۔ مردوں اور عورتوں کی پولیس کے پہرے بٹھا دیئے گئے اور یہ بات بھی تم پہلے سن چکے ہو کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین سالوں میں بارہ ہزار بچے قتل ہوئے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۴۹ میں ہے یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ "وہ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو۔" جیسے مرغی ذبح کی جاتی ہے ایسے ہی وہ جابر کارندے آکر بچوں کو ماں باپ کے سامنے ذبح کر کے چلے جاتے تھے انہی سالوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ باامید ہوئیں لیکن ان کا پیٹ عام معمول کے مطابق نہ بڑھا جیسے عام عورتوں کا پیٹ بڑھ جاتا ہے۔ حضرت یوکابدہ رحمۃ اللہ علیہا کے پیٹ میں کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نگران اور محافظ تھے عورتیں آتیں چیک کر کے چلی جاتیں تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے کا واقعہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت پریشان ہوئیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی اس کا ذکر ہے اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ جس وقت ہم نے وحی کی آپ کی والدہ کی طرف مَا يُوْحٰٓى وہ جو آگے وحی کی جارہی ہے۔ آنے والے الفاظ کی وحی ہم نے کی

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ یہ کہ آپ اس کو ڈال دیں ایک صندوق میں۔لکڑی کا ایک صندوق بنائیں نیچے روئی وغیرہ رکھ کر ان کو صندوق میں رکھ کر قریب ہی ان کے دریائے قلزم بہتا تھا فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ پس ڈال دیں اس صندوق کو بحر قلزم میں۔اور سورہ قصص آیت نمبر ۷ میں ہے وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ''اور نہ خوف کھائیں اور نہ غمگین ہوں بیشک ہم اس کو لوٹا دیں گے آپ کی طرف درمیان میں کچھ گھنٹوں کا وقفہ ہوگا اور اسکو ہم رسولوں میں سے بنائیں گے۔'' چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ رحمہا اللہ نے صندوق میں نیچے روئی وغیرہ رکھ کر اوپر موسیٰ علیہ السلام کو لٹا کر اندھیرے میں بحر قلزم میں ڈال دیا فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ پس ڈال دے گا بحر قلزم اس کو کنارے پر۔تفسیروں میں مختلف باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ایک یہ کہ دریا کے کنارے فرعون کے سرکاری دھوبی تھے بعض کہتے ہیں کہ مچھیرے تھے مچھلیاں پکڑنے والے،بعض کہتے ہیں نہانے والے لوگ تھے اور سورہ قصص میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنی بیٹی کلثوم رحمہا اللہ کو کہا کہ اس کا سراغ لگاؤ دیکھو یہ صندوق کہاں جاتا ہے۔آٹھ دس سال کی بڑی سمجھ دار بچی تھی وہ بھی کنارے کنارے ساتھ ساتھ چلتی رہی ،کبھی صندوق کی طرف دیکھتی ،کبھی دوسری طرف تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو کہ یہ بچی اس کیساتھ ہے۔خیر جب وہ آباد علاقے میں پہنچا تو دھوبیوں نے یا مچھیرے نے یا نہانے والوں نے چھلانگ لگا کر نکال لیا اور فوراً فرعون کے دربار میں پہنچا دیا۔فرعون نے کہا کہ اس کو قتل کرو۔ بی بی آسیہ بنت مزاحم رحمہا اللہ مضبوط تھیں کہنے لگیں لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا [قصص:۹] ''اس کو قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم بنالیں اس کو بیٹا۔'' اسی جگہ

تفسیروں میں لکھا ہے کہ فرعون نے کہا کہ تمہیں کوئی نفع معلوم ہوتا ہوگا مجھے تو کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اعمال میں نیت کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ بی بی اڑ گئی اور قتل نہ ہونے دیا۔ آج بھی مصر کی عورتیں مردوں پر حاوی ہیں۔ جو بڑے حکمران ہیں ان کا حکم نیچے سے اوپر جاتا ہے اوپر سے نیچے نہیں آتا۔ بات سمجھ آ گئی نا۔ فیصلہ کر دیا بی بی نے کہ قتل نہیں کرنا، دودھ پلانا شروع کیا کسی کا دودھ نہ پیا، گائے بھینس کا منگوایا نہ پیا، بکری کا منگوایا نہ پیا، محلے کی عورتیں طلب کیں کسی کا دودھ نہ پیا۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۱۲ میں ہے وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ "اور ہم نے تکوینی طور پر حرام قرار دے دیا روک دیا موسیٰ علیہ السلام پر دودھ پلانے والیوں کو اس سے پہلے۔" کسی کا دودھ نہ پیا تو بڑے پریشان ہوئے۔ سرکاری فیصلہ ہو چکا ہے قتل نہیں کرنا اور بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا اب کیا کریں اس وقت وہاں تماشائی اکٹھے تھے موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھی ان میں شامل ہوگئی تھی یہ بولی کہ ہمارے محلے میں ایک عورت ہے اس کا دودھ پلا کے دیکھو شاید اس کا دودھ پی لے۔ چنانچہ اس بچی کیساتھ آدمی بھیجے فوراً وہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلا کر لائے والدہ آئیں موسیٰ علیہ السلام کو چھاتی کیساتھ لگایا تو انہوں نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ خوشی ہوئی کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ فرعون نے کہا بی بی! ہم آپ کو کمرہ دیں گے اور وظیفہ بھی مقرر کرتے ہیں تم یہاں رہو اور بچے کی پرورش کرو وہ کہنے لگیں کہ میرا گھر ہے بچے ہیں میں یہاں کیسے رہ سکتی ہوں اگر تمہیں ضرورت ہے تو بچے کو میرے پاس چھوڑ دو اور وظیفہ بھی میرے گھر بھیج دیا کرو۔ چنانچہ وہ سرکاری اجازت کیساتھ موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ گھر لے آئیں، اس کا ذکر ہے۔ اس کو صندوق میں ڈال کر بحر قلزم میں ڈال دیں اور بحر قلزم اس کو کنارے پر ڈال دے گا یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ پکڑے گا اس کو میرا دشمن فرعون اور اس کا دشمن یعنی

موسیٰ علیہ السلام کا وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ اور ڈال دی میں نے آپ پر مَحَبَّةً مِّنِّیْ محبت اپنی طرف سے فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم ؓ کے دل میں اور وہ اَڑ گئی قتل نہ کرنے دیا وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ اور تاکہ آپ کی تربیت کی جائے میری آنکھوں کے سامنے اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُکَ جب چل رہی تھی آپ کی بہن کلثوم ؓ فَتَقُوْلُ پھر اس نے کہا هَلْ اَدُلُّکُمْ کیا میں تمہاری راہنمائی کروں عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُهٗ اس پر جو اس کی کفالت کرے چنانچہ اس نے راہنمائی کی فَرَجَعْنٰکَ پس ہم نے لوٹا دیا آپ کو اِلٰٓی اُمِّکَ آپ کی ماں کی طرف کَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو وَلَا تَحْزَنَ اور غم نہ کرے۔ یہ بھی ہم نے احسان کیا۔ باقی احسان کا ذکر آئندہ آیات میں آ رہا ہے۔

❁ ❁ ❁

وَقَتَلْتَ

نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾

وَقَتَلْتَ نَفْسًا اور آپ نے قتل کیا ایک نفس کو فَنَجَّيْنٰكَ پس ہم نے نجات دی آپ کو مِنَ الْغَمِّ پریشانی سے وَفَتَنّٰكَ اور ہم نے آپ کو آزمائش میں ڈالا فُتُوْنًا آزمائش میں ڈالنا فَلَبِثْتَ پس آپ ٹھہرے سِنِيْنَ کئی سال فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ مدین والوں میں ثُمَّ جِئْتَ پھر آپ آئے عَلٰى قَدَرٍ ایک اندازے پر يّٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام وَاصْطَنَعْتُكَ اور ہم نے آپ کو چن لیا لِنَفْسِيْ اپنی ذات کیلئے اِذْهَبْ اَنْتَ جائیں آپ وَاَخُوْكَ اور آپ کا بھائی بِاٰيٰتِيْ میری نشانیوں کیساتھ وَلَا تَنِيَا اور نہ سستی کرنا فِيْ ذِكْرِيْ میری یاد میں اِذْهَبَآ جاؤ تم دونوں اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف اِنَّهٗ طَغٰى بیشک اس نے سرکشی کی ہے فَقُوْلَا لَهٗ پس تم دونوں اس کو کہو قَوْلًا لَّيِّنًا بات نرم لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ شاید کہ وہ

نصیحت حاصل کرے اَوْ يَخْشٰى یا وہ خوف کھائے قَالَا دونوں نے کہا رَبَّنَآ
اے ہمارے رب اِنَّنَا بیشک ہم نَخَافُ خوف کرتے ہیں اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ یہ کہ
وہ زیادتی کرے ہم پر (قولاً) اَوْاَنْ يَّطْغٰى یا وہ سرکشی کرے (فعلاً) قَالَ فرمایا
رب تعالیٰ نے لَا تَخَافَا تم خوف نہ کرو اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ بیشک میں تمہارے ساتھ
ہوں اَسْمَعُ میں سنتا ہوں وَاَرٰى اور دیکھتا ہوں فَاْتِيٰهُ پس تم دونوں جاؤ اس کے
پاس فَقُوْلَآ پس کہو تم دونوں اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ بیشک ہم دونوں آپ کے رب
کے رسول ہیں فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی
اسرائیل کو وَلَا تُعَذِّبْهُمْ اور ان کو سزا نہ دے قَدْ جِئْنٰكَ تحقیق ہم لائے ہیں
تیرے پاس بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ نشانی آپ کے رب کی طرف سے وَالسَّلٰمُ
عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اور سلام ہو ان پر جنہوں نے پیروی کی ہدایت کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو احسانات کئے تھے ان کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ ہم نے آپ کو فرعونی کارندوں سے بچا کر فرعون کے گھر پہنچایا اور ڈال دی آپ پر اپنی طرف سے محبت پھر آپ کو آپکی والدہ کے پاس پہنچادیا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ایک اور انعام کا ذکر فرماتے ہیں جسکی اس مقام پر تفصیل نہیں ہے۔ تفصیل بیسویں پارے سورۃ القصص میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون جس کالونی میں رہتا تھا وہ مصر کے ایک طرف تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا آبائی مکان مصر سے دوسری طرف تھا درمیان میں کافی فاصلہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی فرعون کے گھر اور کبھی اپنے گھر رہتے تھے جوان کے

خیال کے مطابق ان کی رضاعی والدہ کا تھا اور حقیقت میں حقیقی والدہ کا اور ان کا اپنا گھر تھا۔

بنی اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا :

ایک دن سخت گرمی میں دوپہر کے وقت جب سارے لوگ سوئے ہوئے تھے آرام کر رہے تھے عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا [قصص: آیت نمبر ۱۵] اپنے گھر سے فرعون کے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں بازار کے اندر دو آدمی آپس میں الجھے ہوئے تھے۔ ایک موسیٰ علیہ السلام کی برادری بنی اسرائیل کا آدمی تھا اور دوسرا فرعون کے باورچی خانے کا انچارج افسر تھا جس کا نام تفسیروں میں قاب آتا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جاتے ہوئے دیکھا تو آواز دی کہ آئیں اور ہمارا جھگڑا ختم کرا دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب آئے فرمایا تمہارا کیا جھگڑا ہے؟ اسرائیلی نے کہا کہ دیکھو یہ کتنی وزنی بوری ہے اس میں آٹا دانہ جو بھی تھا اور لکڑیوں کے گٹھے کا ذکر بھی تفسیروں میں آتا ہے جو کافی وزنی تھا یہ مجھے کہتا ہے کہ اس کو اٹھا کر فرعون کے باورچی خانے میں پہنچاؤ اور مزدوری دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ یہ بیگار کے طور پر کام کرواتا ہے۔ اول تو میں کمزور ہوں اٹھا نہیں سکتا دوسرا یہ کہ یہ مزدوری بھی نہیں دیتا حالانکہ سرکاری خزانے سے اس کو مزدور کی مزدوری ملتی ہے وہ وصول کر کے جیب میں ڈال لیتا ہے اور یہ اسکا روزانہ کا معمول ہے ہم بے چاروں پر ظلم کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھئی! بات اسکی صحیح ہے یہ کمزور آدمی ہے اور بوجھ زیادہ ہے دوسری بات یہ ہے کہ جب تمہیں مزدوری ملتی ہے تو ان لوگوں پر ظلم کیوں کرتے ہو؟ کسی قوی طاقتور مزدور کو کرایہ دے کر سامان اٹھوا کر لے جاؤ۔ وہ چونکہ فرعون کے باورچی خانے کا افسر تھا اس کا دماغ بگڑا ہوا تھا موسیٰ علیہ السلام سے بھی جھگڑنے لگا۔ کہنے لگا تمہارے

پیٹ کا انتظام کرتے ہوں کھانا نہیں پکے گا تو کہاں سے کھاؤ گے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس ظالمانہ طریقے سے مجھے خوراک دی جاتی ہے۔ بہر حال اس مزدور کا معاملہ حل کرنے کے بعد کہنے لگا تجھے بھی دیکھ لوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک مکہ لگا دیا بس وہ فوراً مر گیا، اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَتَلْتَ نَفْسًا اور آپ نے قتل کیا نفس کو فَنَجَّيْنٰكَ پس ہم نے نجات دی آپ کو مِنَ الْغَمِّ پریشانی سے کہ قتل کا پتہ چل گیا اور فرعون نے کابینہ بلا کر موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ فرعون کا چچا زاد بھائی حضرت خزقیل رحمۃ اللہ علیہ بڑا نیک دل آدمی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچپن سے ہی خیر خواہ تھا وہ بھاگتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ [قصص: ۲۰] ''بیشک فرعون کے سربرآوردہ لوگ مشورہ کر رہے ہیں تیرے بارے میں تاکہ تجھے قتل کر دیں پس آپ نکل جائیں یہاں سے بیشک میں آپ کیلئے البتہ خیر خواہی کرنے والا ہوں۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام جس حال میں تھے خالی جیب کوئی خرچہ پاس نہیں تھا اسی حالت میں مدین کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو وہاں سے مغرب کی طرف تھا چونکہ اس زمانہ میں آبادی بہت کم ہوتی تھی آٹھ دن بھی لکھے ہیں اور دس دن بھی لکھے ہیں کہ اتنے دنوں میں مدین پہنچے۔ اس کا ذکر بیسویں پارے میں آئے گا وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا اور ہم نے آپ کو آزمائش میں ڈالا آزمائش میں ڈالنا۔ فتنہ کا معنی آزمائش ہوتا ہے فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ پس آپ ٹھہرے کئی سال فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ مدین والوں میں۔ وہ آٹھ سال کا ذکر بھی آتا ہے اور دس سال کا ذکر بھی آتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میری خدمت کریں میری بکریاں چرائیں تو میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیتا ہوں چنانچہ

بڑی بیٹی جن کا نام حضرت صفورہ علیہا السلام ہے کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ آٹھ سال پورے کرو تو ٹھیک دس سال پورے کرو تو آپ کی مرضی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کیے پھر آپ ادھر آئے۔ فرمایا ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوۡسٰی پھر آپ آئے مصر کی طرف ایک اندازے پر۔ دس سال کے اندازے کے بعد آپ آئے۔ یہ ساری گفتگو ہو رہی ہے وادی طویٰ وادی مقدس میں وَاصۡطَنَعۡتُکَ لِنَفۡسِیۡ اور میں نے آپ کو چن لیا اپنی ذات کیلئے کہ اب آپ میرے پیغمبر ہیں میرا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے میرے احکام لوگوں تک پہنچاتے ہیں اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَاَخُوۡکَ آپ جائیں اور آپ کا بھائی جائے۔ گذشتہ درس میں تم سن چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ اے میرے پروردگار! وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ بنادے میرے لئے وزیر میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو تاکہ میری کمر مضبوط ہو۔ اس کو میرے نبوت والے معاملے میں شریک فرما اور یہ تم بات بھی گذشتہ سبق میں پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَکَ یٰمُوۡسٰی ''اے موسیٰ علیہ السلام آپ نے جو مانگا تھا وہ آپ کو دے دیا گیا'' تو ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت مل گئی۔ تو فرمایا آپ کا بھائی دونوں جاؤ بِاٰیٰتِیۡ میری نشانیوں کیساتھ۔ دو نشانیاں تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ ایک یہ کہ لاٹھی ڈالتے تھے اژدھا بن جاتی تھی سانپ بن جاتی تھی اور دوسری ہاتھ کا سفید ہونا اور باقی سات نشانیوں کا ذکر نویں پارے میں ہے۔ یہ نو نشانیاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں۔ وَلَا تَنِیَا اور نہ سستی کرنا فِیۡ ذِکۡرِیۡ میری یاد میں۔ جتنی کثرت سے بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اتنا شیطان کے پھندے سے محفوظ رہے گا اور دلی اطمینان حاصل ہوگا۔ سورت رعد آیت نمبر ۲۹ میں ہے اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ''خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ

ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔'' اور جتنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اتنا اللہ تعالیٰ کا تقرب نصیب ہوگا اور شیطانی وساوس سے نجات ملے گی۔ اذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ دونوں جاؤ فرعون کی طرف اِنَّهٗ طَغٰى بیشک اس نے سرکشی کی ہے۔ اس کو جا کر میرا پیغام دو فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا پس دونوں اس کو بات کہو نرم لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے اَوْ يَخْشٰى یا شاید وہ خوف کھائے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نرمی کیساتھ سمجھانا۔

نصیحت کا انداز اچھا ہونا چاہیے :

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے ہر فن اور ہر معاملے میں کتابیں لکھی ہیں وہ ایک تاریخی واقعہ نقل کرتے ہیں۔ ہارون الرشید تقریباً چھپن لاکھ مربع میل کا حکمران تھا، ایران، روم، افغانستان، آذربائیجان، آرمینا، چین تک اس کی حکمرانی تھی بڑا زیرک آدمی تھا۔ خلفائے راشدین کا تو مقابلہ نہیں کیونکہ خلافت کا مقام بہت بلند ہے البتہ آج کل کے حکمرانوں کے مقابلے میں بہت ہی نیک اور پارسا تھا۔ جمعہ کی نماز باقاعدہ آکر مسجد میں پڑھتا اور خطیب کی تقریر بھی مکمل سنتا تھا۔ ان کے خطیب صاحب نے ایک واعظ کے متعلق سن رکھا تھا کہ وہ بڑا بہترین وعظ کہتے ہیں اور لوگوں پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے اور بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ اس واعظ نے خطیب صاحب کو کہا کہ آج جمعہ میں نے پڑھانا ہے، مجھے موقع دو۔ خطیب صاحب نے کہا اچھا جی! آج آپ جمعہ پڑھالیں۔ خلیفہ ہارون الرشید سامنے آکر بیٹھ گیا، واعظ نے بیان شروع کیا اور تھا بڑا اکھڑ مزاج، کہنے لگا اے ہارون الرشید! تم بڑے فاسق فاجر آدمی ہو آپ نے فلاں موقع پر یہ کیا اور فلاں موقع پر یہ کیا، فلاں موقع پر یہ کیا، اس کے عیب گن گن کے بتانے شروع کیے۔ خطیب صاحب بیچارے اس کا پائینچہ کھینچیں کہ بس کر

مگر وہ اور تیز اور جوش میں آئے۔ پائینچہ کھینچنے کا مطلب ہوتا ہے بس کر اور بعض جان چھڑانے کیلئے جزاک اللہ کہتے ہیں مگر وہ اور خوش ہوتا ہے کہ میری تقریر کو پسند کر رہے ہیں۔تو خیر وہ باز نہ آیا خطیب پریشان ہوگیا کہ اس نے بڑا ظلم کیا ہے اب لوگوں کا خیال تھا کہ خلیفہ اس کو قتل کرائے گا کہ اتنی بڑی پبلک کے سامنے نام لے کر کہا ہے کہ تم ایسے ہو تم ویسے ہو۔خیر جمعہ کی نماز ہوگئی خلیفہ بھی نماز پڑھ کر چلا گیا پولیس آئی اور اس واعظ کو لے گئی۔ہارون الرشید نے اس کو اپنے سامنے والی کرسی پر بٹھایا اور شربت وغیرہ سے تواضع کی اور پوچھا کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ آپ کا رتبہ زیادہ ہے یا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا؟ واعظ نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ خلیفہ نے کہا جب کوئی عقلمند بات کرتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی تو مطلب ہوتا ہے آپ بتلائیں کہ آپ کا رتبہ زیادہ ہے یا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا؟ واعظ نے کہا کہ میں تو گنہگار امتی ہوں وہ تو خدا کے پیغمبر تھے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ان بلند مرتبہ ہستیوں کیساتھ میری کیا نسبت ہے؟ خلیفہ صاحب نے دوسرا سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ میں زیادہ بُرا ہوں یا فرعون زیادہ بُرا تھا؟ اس نے پھر کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ خلیفہ نے کہا اس کا کچھ نہ کچھ مطلب تو ہوگا آپ جواب دیں۔واعظ نے کہا آپ آخر امتی ہیں گنہگار سہی وہ تو اللہ تعالیٰ کا باغی اور سرکش تھا۔خلیفہ نے کہا فرعون مجھ سے بُرا تھا نا۔اس نے کہا ہاں! تو ہارون الرشید نے کہا دیکھو! رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کہ جب تم فرعون کے پاس جاؤ تو بات نرمی کیساتھ کرنا اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہتر شخصیات کو مجھ سے بدتر شخصیت کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ بات نرمی کیساتھ کرنا۔آپ نے جو وعظ آج کیا ہے وہ قرآن پاک کے خلاف کیا ہے۔لوگوں کو نرمی

کیساتھ سمجھانا ہوتا ہے طعنے دینا تو وعظ نہیں ہوتا آپ نے جتنے عیب میرے بتلائے ہیں وہ تو بہت کم ہیں میں تو عیبوں کا گھر ہوں میرے اندر عیب بہت زیادہ ہیں لیکن آپ کا جو تعلیم اور تبلیغ کا طریقہ ہے وہ ٹھیک نہیں ہے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا کہ اس کو ایک جوڑا کپڑوں کا اور دس ہزار درہم انعام دے حق گوئی کا لیکن وعظ کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔

دیکھو! خلیفہ وقت نے کتنی معقول بات کہی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرعون کے پاس نشانیاں لے کر جاؤ اور بات کہنا نرمی کیساتھ شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے قَالَا دونوں نے کہا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّنَا نَخَافُ بیشک ہم ڈرتے ہیں اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ کہ وہ زیادتی کرے ہم پر زبانی طور پر اَوْ اَنْ یَّطْغٰی یا وہ سرکشی کرے فعلی طور پر کہ ہاتھ چھٹ بھی ہے تو ہاتھ چلائے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ تم خوف نہ کرو بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں اَسْمَعُ میں سنتا ہوں، جو وہ سختی کی بات کریگا میں سنوں گا وَاَرٰی اور دیکھتا ہوں جو وہ کاروائی کرے گا۔ یاد رکھنا! یہ باتیں استاد کے بغیر سمجھ نہیں آتیں کہ یَفْرُطَ کا کیا مفہوم ہے اور طغٰی کا کیا معنٰی ہے۔ تو یَفْرُطَ کا معنٰی قولی زیادتی، قرینہ اَسْمَعُ ہے اور یطغٰی کا معنٰی فعلی زیادتی اور قرینہ اَرٰی ہے۔ فَاْتِیٰهُ پس جاؤ تم دونوں اس کے پاس فَقُوْلَآ پس دونوں کہو اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ بیشک ہم دونوں آپ کے رب کے رسول ہیں۔ دیکھو! رب کے لفظ میں توحید کا ذکر آگیا اور رسولا کے لفظ میں رسالت کا ذکر آگیا اور قیامت کے متعلق بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ ''بیشک قیامت آنے والی ہے۔'' اور تینوں عقیدے بنیادی ہیں۔

❀......توحید ❀......رسالت ❀......قیامت

روسیوں کی غلامی :

ان تین عقیدوں کے بعد بنی اسرائیل کی غلامی کا ذکر ہے کیونکہ فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا ان پر بڑا ظلم کرتے تھے ان کو پورا حق نہیں دیتے تھے جیسے روس میں کاشتکار، جو بوتے ہیں گاجر مولی وغیرہ اس علاقے کے افسر مجاز کے بغیر خود بھی نہیں کھا سکتے ۔ اسی طرح اونٹ، بکریاں چرانے والے بھینس رکھنے والا خود دودھ نہیں پی سکتا قانوناً گرفت ہے جب تک وہ افسر سے پوچھ نہ لے کہ میں پاؤ آدھ کلو دودھ پی لوں ۔ اس وقت روس میں یہ کچھ ہے کہ جو کچھ ہوگا حکومت کی اجازت سے ہوگا۔

جہادِ افغانستان کی برکت :

اس غلامی میں وہ ستر سال رہے اب اللہ تعالیٰ کے فضل اور طالبان کی برکت سے افغانستان جہاد کی برکت سے سولہ ریاستیں روس کے ہاتھ سے نکل گئی ہیں اور ان میں بعض ریاستیں وہ ہیں جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے ۔ وہاں پرانی مساجد آج بھی موجود ہیں لیکن کسی کو سیمنٹ گھر بنایا ہوا ہے، کسی کو سینما ہال بنایا ہوا ہے، کسی کو گھوڑوں کے اصطبل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور کسی کو خچروں کیلئے ۔ حالانکہ ایک دور میں وہ علاقہ اسلام کا مرکز تھا۔ تو فرعون نے بنی اسرائیلیوں کو غلام بنا رکھا تھا۔ فرمایا ہم دونوں آپ کے رب کے رسول ہیں **فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ** پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ان کو مصر سے رہائی دو ہم ان کو اپنے آبائی علاقہ ارض مقدس شام کا علاقہ جہاں سے آئے تھے وہاں لے جانا چاہتے ہیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام یہاں آئے تھے اور ان کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام بھی خاندان کیساتھ یہاں آئے تھے **وَلَا تُعَذِّبْهُمْ** اور ان کو عذاب نہ دے، ان کو سزا نہ دے ہم ان کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہیں ان کو آزاد کر کے ہمارے ساتھ

یعنی دے۔ قد جئتک [illegible] من ربک تحقیق ہم لائے ہیں تیرے پاس نشانی تیرے رب کی طرف سے۔ دوسری جگہ تفصیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی ڈالی تو اژدھا بن گیا فرعون اونچے تخت پر کرسی کے اوپر تاج پہن کر بیٹھا تھا جب اژدھانے اس کی طرف رخ کیا تو دوڑ کر نیچے اتر گیا۔ فرعون نیچے اور کرسی اوپر تھی تمام عمائد مشیر گھبرا گئے مگر باہر نہیں نکلے کہ فرعون کہے گا تم تنگی کے وقت مجھے چھوڑ کر چلے گئے کیونکہ بڑا سخت گیر تھا۔ سورہ دخان آیت [illegible] انہ کان عالیا من المسرفین ''بیشک وہ مغرور حد سے بڑھنے والا تھا۔'' جو نشانی دیکھ کر فرعون نے کہا کہ ہمیں بھی موقع دو ہم بھی سانپ نکالیں گے۔ فرمایا والسلٰم علی من اتبع الھدی اور سلام ہو اس پر جس نے پیروی کی ہدایت کی۔ غیر مسلم کو جب سلام کرو تو ان الفاظ کیساتھ کرو والسلٰم علی من اتبع الھدی یعنی اگر غیر مسلم تمہیں سلام کرے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو تم اس کے جواب میں کہو السلٰم علی من اتبع الھدی۔

آگے واقعہ آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ

اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی ﴿۵۲﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ﴿۵۴﴾ ع

اِنَّا بیشک ہم قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ وحی بھیجی گئی ہے ہماری طرف اَنَّ الْعَذَابَ بیشک عذاب عَلٰی مَنْ كَذَّبَ اس شخص پر ہوگا جس نے جھٹلایا وَتَوَلّٰی اوراعراض کیا قَالَ فرعون نے کہا فَمَنْ رَّبُّكُمَا کون ہے تم دونوں کا رب یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام قَالَ فرمایا رَبُّنَا الَّذِیْٓ ہمارا رب وہ ہے اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ جس نے ہر شے کو اس کی خلقت دی ثُمَّ هَدٰی پھر اس کی راہنمائی کی ہے قَالَ کہا فرعون نے فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی کیا حال ہے ان جماعتوں کا جو پہلے تھیں قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ان کا علم میرے رب کے پاس ہے فِیْ كِتٰبٍ محفوظ ہے کتاب میں لَا یَضِلُّ رَبِّیْ نہیں بہکتا میرا رب وَلَا یَنْسَی اور نہ بھولتا ہے الَّذِیْ رب وہ ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ جس نے بنائی ہے تمہارے لئے زمین مَهْدًا بچھونا وَّسَلَكَ لَكُمْ اور

چلائے اس نے تمہارے فِیۡهَا اس زمین میں سُبُلاً راستے وَّاَنۡزَلَ اور نازل کیا اس نے مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے اَزۡوَاجًا قسم قسم کی مِّنۡ نَّبَاتٍ سبزیاں شَتّٰى مختلف كُلُوۡا کھاؤ وَارۡعَوۡا اور چراؤ اَنۡعَامَكُمۡ اپنے مویشیوں کو اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ بیشک اس میں لَاٰيٰتٍ کئی نشانیاں ہیں لِّاُولِى النُّهٰى عقلمندوں کیلئے۔

گذشتہ درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور دو معجزے عصا مبارک اور ید بیضاء دیکر فرمایا کہ جاؤ فرعون کو سمجھاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور بات کرنا نرمی کیساتھ تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جائے۔ دونوں پیغمبروں نے اس کو توحید و رسالت سمجھائی اور قیامت کا حق ہونا پہلے بیان ہو چکا تھا اور یہ بھی فرمایا فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ "بنی اسرائیل کو آزادی دیکر ہمارے ساتھ بھیج دو کہ ہم ان کو اپنے آبائی علاقہ ارض مقدس میں لے جائیں۔ اور ان کو سزا نہ دے اور سلامتی اُس پر ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

اسی سلسلے میں فرمایا اِنَّا قَدۡ اُوۡحِىَ اِلَيۡنَاۤ بیشک ہم تحقیق وحی کی گئی ہے ہماری طرف۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری طرف یہ پیغام بھیجا گیا ہے اَنَّ الۡعَذَابَ بیشک عذاب، سزا، گرفت عَلٰى مَنۡ كَذَّبَ اس پر ہوگی جس نے حق کو جھٹلایا وَتَوَلّٰى اور عملی طور پر اس نے حق سے گریز کیا یقیناً جو حق کو نہیں مانتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کو عذاب ضرور ہو گا۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے فرمایا تھا اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّكَ بیشک ہم تیرے رب کے رسول ہیں تو قَالَ فرعون نے کہا فَمَنۡ رَّبُّكُمَا يٰمُوۡسٰى پس کون ہے تم

دونوں کا رب اے موسیٰ علیہ السلام۔ کیونکہ فرعون منحوس کا بھی دعویٰ تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى
میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔ حقیقت شناس تو حقیقت کو سمجھتے تھے مگر ڈر کے مارے مانتے
تھے اور کہتے تھے تم رب ہو۔ تو فرعون نے کہا تم دونوں کا رب کون ہے؟

اللہ تعالیٰ کی شان :

قال موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ہمارا رب
وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صفت دی ہے پیدا کیا ہے پیدا کرنے کے بعد ثُمَّ
ھَدٰی پھر اس کی راہنمائی کی ہے۔ دیکھو! بچہ پیدا ہونے کے بعد پستان ڈھونڈتا ہے چونکہ اللہ
تعالیٰ نے اس کی روزی ماں کے پیٹ میں رکھی ہے پستان منہ میں ڈالو تو چوستا ہے یہ سبق
اس کو کس نے دیا ہے کہ تیری خوراک ماں کے پستانوں میں ہے اس طرح تم چوسو گے تو
نکلے گا، کس استاد نے اس کو پڑھایا ہے؟ یہ اسکو اللہ تعالیٰ نے فطرتاً بتلایا ہے وَھَدَیْنٰهُ
النَّجْدَیْنِ [سورہ بلد] ''اور ہم نے انسانوں کو دو گھاٹیاں بتا دیں۔'' چھوٹے بچوں کو تم نے
دیکھا ہوگا کہ اگر ان کی آنکھ میں خارش ہو تو الٹے ہاتھ سے ملتے ہیں انگلیوں سے نہیں
کرتے۔ بعض غافل قسم کی مائیں ہوتی ہیں بچوں کے ناخن نہیں کاٹتیں وہ نازک آنکھ میں
لگ جائیں تو آنکھ کو نقصان ہوتا ہے اسلئے بچے فطرتاً الٹا ہاتھ ملتے ہیں۔ ہماری پیدائش جنگلی
علاقے کی ہے ہم جانور چراتے تھے بھیڑ بکریاں۔ گا میں بھینسیں بڑا عمدہ قسم کا گھاس
ہوتا تھا مگر جانور اس کو منہ نہیں لگاتے تھے اور خشک اور گندے منہ سے کھاتے تھے ہم اس
گھاس کو اکھیڑ کر لے جاتے اپنے والد مرحوم اور دادا مرحوم کے پاس کہ جانور یہ سبزہ نہیں
کھاتے خشک ہونے کے بعد کھاتے ہیں تو ہنس پڑتے اور کہنے لگے کہ رب تعالیٰ نے ان کی
فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ یہ گھاس ہرا بھرا تمہارے لئے مضر ہے سونگھ کے چھوڑ دیتے

ہیں نہیں کھاتے اور خشک ہونے کے بعد اس سے زہریلا مادہ ختم ہو جاتا ہے کھا لیتے ہیں۔

بندروں کا واقعہ :

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ سنایا کہ ہندوستان کے ایک شہر میں ہم گئے وہاں بندر بہت تھے اور جس ساتھی کے پاس گئے اس کا مکان بھی شہر کے کنارے پر تھا بندر آ کے روٹیاں اٹھا کر درختوں پر چڑھ جاتے اور دکھا دکھا کے کھاتے۔ گھر والے بڑے تنگ آ گئے پہرہ بھی دیتے مگر بندر بڑا چالاک جانور ہے ذرا سا اِدھر اُدھر ہوئے اٹھا کے لے جاتے۔ کسی نے ان کو کہا کہ آٹے میں زہر ملا کر روٹی پکاؤ اور اہل خانہ کو بتا دو تاکہ وہ نہ کھائیں بندر کھائیں گے مر جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا آٹے میں زہر ڈال کر روٹیاں پکا کر رکھیں بندر آئے سونگھ کر چلے گئے کھائیں نہیں۔ حالانکہ انہوں نے زہر ڈالتے ہوئے دیکھا بھی نہیں تھا۔ بندر جنگل کی طرف گئے وہاں سے کسی بوٹی کے پتے لے کر آئے اور روٹیاں کھاتے اور اوپر سے وہ پتہ بھی کھا لیتے۔ وہ پتے زہر کا تریاق تھے روٹیاں کھا گئے اور ان کو کچھ بھی نہ ہوا۔ تو یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی فطرت میں رکھی ہیں یہ ہدایت کس نے دی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ہر شے کو پیدا بھی کیا اور اس کی راہنمائی بھی فرمائی۔

قَالَ فرعون نے کہا فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی۔ قرون قرن کی جمع ہے لغت میں قرن کے متعدد معانی آئے ہیں۔ صدی کو بھی قرن کہتے ہیں، جماعت کو بھی قرن کہتے ہیں اور جو ایک دور اور صدی میں جماعت رہے اس کو بھی قرن کہتے ہیں۔ یہاں جماعت کے معنی میں ہے۔ ہر جمعہ کے خطبے میں تم سنتے ہو خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ''اس وقت بہترین جماعت میرے زمانے والی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر

وہ جماعت ہوگی جو ان سے ملے گی تابعین رحمہم اللہ پھر وہ جماعت ہوگی جو ان سے ملے گی تبع تابعین کی جماعت۔'' یہ تینوں زمانے بہترین زمانے ہیں ان کو خیر القرون کہتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان زمانوں میں گناہ نہیں ہوئے گناہ تو ہوتے رہے ہیں زنا بھی ہوا ،ڈاکے بھی ہوئے ،سزائیں بھی ہوئی ہیں ہاں! مجموعی حیثیت سے یہ دور بعد کے ادوار سے اور بعد کے زمانوں سے بہت اچھے تھے۔ افغانستان میں طالبان کا جو علاقہ ہے وہاں چوریاں بھی ہوتی ہیں ڈاکے بھی پڑتے ہیں لیکن قرآن وسنت کے مطابق باقاعدہ سزا ملتی ہے۔تو فرعون نے پوچھا کہ جو پہلے جماعتیں گذر چکی ہین ان کا کیا حال ہے۔اصل میں فرعون بڑا شریر آدمی تھا دوسرے مقام پر آتا ہے اور آپ حضرات پڑھ چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کہا کہ میں تیرے بارے میں خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے کیونکہ تو گندے خیالات والا ہے۔تو فرعون نے کہا کہ جو پہلے لوگ تھے ہمارے آباؤ اجداد ان کا کیا حال ہے؟ فرعون کا مقصد یہ تھا کہ یہ کہیں گے کہ وہ ہلاک ہوئے ہیں تو یہ میری مجلس والے لوگ ان کیخلاف ہو جائیں گے۔فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب تھا یہ کسی کا ذاتی نام نہیں ہے بہت سارے فرعون گذرے ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا یہ بڑا شاطر قسم کا آدمی تھا جیسے آج کل کے لیڈر ہیں اسی طرح کا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ریان بن ولید تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ بڑا نیک سیرت آدمی تھا اسکا نیکی کا اندازہ تم یہاں سے لگاؤ کہ جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کلمہ پڑھا تو یوسف علیہ السلام کو کہا کہ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تمہارا کلمہ پڑھنے کے بعد شاہی کرسی پر بیٹھوں اب یہ حکومت میں تمہارے سپرد کرتا

ہوں۔ حالانکہ آج کل چوکیدار اپنی کرسی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے بادشاہی چھوڑنا بڑا مشکل اور بڑے جگرے کی بات ہے۔ تو فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا کہنے لگا جو پہلے ہمارے آباؤاجداد گزرے ہیں ان کا کیا حال ہے؟ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ان کا علم میرے رب کے پاس ہے کتاب میں لوح محفوظ میں تم اپنی فکر کرو تمہیں ان کی کیا فکر ہے۔ مسئلہ سمجھ لیں کہ لوح محفوظ میں مخلوق کی پیدائش سے لے کر اختتام تک کے سب حالات درج ہیں لیکن اس سے پہلے ازل میں جو کچھ تھا وہ اس میں درج نہیں ہے اور ابد کے جو حالات ہونگے وہ بھی اس میں درج نہیں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں کروڑ در کروڑ در کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کا علم ازلی اور ابدی ہے۔ فرمایا ان کے حالات کا علم میرے رب کے پاس ہے لوح محفوظ میں لَا يَضِلُّ رَبِّيْ میرا رب بھٹکتا نہیں اس سے خطا نہیں ہوتی وَلَا يَنْسَى اور نہ میرا رب بھولتا ہے۔

مخلوق میں چاہے کوئی کتنے بڑے درجے کا ہو بھول جاتا ہے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑی شخصیت خدا کی مخلوق میں کوئی نہیں ہے اور نہ ہی ہوگی آپ بھی بھول جاتے تھے۔ نماز میں آپ پانچ چھ دفعہ بھولے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز میں دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ اس نماز میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے فَهَابَاهُ کچھ ہیبت زدہ ہو گئے پوچھ نہ سکے لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت خرباق رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ذوالیدین اور ذوالشمالین تھی انہوں نے کہا حضرت أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ أَمْ أَنْتَ نَسِيْتَ کیا نماز مختصر ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ نہ نماز کم ہوئی ہے اور نہ بھولا ہوں۔ کہنے لگے حضرت نماز

پڑھی ہیں یا چار؟ آنحضرت ﷺ نے حاضرین سے پوچھا اَصدق ذُوالْیَدَیْن کیا ذوالیدین ٹھیک کہتا ہے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! نعم آپ نے دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں اور پڑھائیں اور سجدہ سہو کیا۔ فرمایا اَنَّمَا بَشَرٌ میں بھی بشر ہوں جب بھول جایا کروں تو مجھے یاد کرادیا کرو۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نماز میں سلام کلام گفتگو ہو جاتی تھی بعد میں اُمِرْنَا بِالسُّکُوتِ وَ نُھِیْنَا عَنِ الْکَلَامِ ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات کرنے سے منع کر دیا گیا۔ اب اگر کوئی بھول کر بھی کلام کرے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ تو رب نہیں بھولتا وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا [مریم] اور مخلوق، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان کی فطرت میں ہے بھولنا۔ وَنَسِیَ اٰدَمُ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا [طٰہٰ:۱۱۵] ''اور بھول گئے آدم علیہ السلام اور نہ پائی ہم نے ان کیلئے پختگی'' تو فرمایا میرا رب نہ خطا کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا رب وہ ہے جس نے بنائی زمین تمہارے لئے بچھونا، اس پر رہنے کیلئے مکان بناتے ہو اور اس پر چلتے پھرتے ہو وَّسَلَکَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا۔ سُبُلْ سَبِیْل کی جمع ہے سبیل کا معنی راستہ، اور چلائے اس اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں تمہارے لئے راستے تاکہ آسانی کیساتھ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا آسمان کی طرف سے پانی بارش برسائی فَاَخْرَجْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا۔ اَزْوَاج زوج کی جمع ہے معنی ہے جوڑے۔ پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے قسم قسم کی مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی سبزیاں مختلف نرم بھی، سخت بھی، سفید بھی، سرخ بھی میٹھی بھی کڑوی بھی (اور جوڑے جوڑے کا معنی نر مادہ بھی ہے ہر چیز میں نر مادہ ہوتا ہے۔ بلوچ)

کُلُوْا کھاؤ جو چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ انعام نعم

کی جمع ہے جسکا معنی ہے جوڑے اور چرانے والے مویشی
سورت ہے سورۃ الانعام، اسمیں ذکر ہے آٹھ قسم کے جانور
الْمعْز اثْنين بھیڑوں میں سے دو (نر مادہ) اور بکریوں
الْإِبلِ اثْنَيْنِ اور اونٹوں میں سے دو (نر مادہ) ومن البقر اثنين
(نر مادہ)۔ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں الْجَامُوْسُ نوعٌ مِنَ الْبقر ج[illegible] کیساتھ بھی
لکھتے ہیں اور شین کیساتھ بھی، جاموس کا معنی بھینس ہے پنجابی میں مجھ بھینسا، یہ بھی بقر کی
قسم ہے۔ تو یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا فرمائی ہیں اِنَّ فِــــی ذلک
لآیت بیشک ان چیزوں میں جن کا ذکر ہوا ہے کہ اس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا
اس میں تمہارے لئے راستے چلائے قسم قسم کی سبزیاں تمہارے لئے پیدا فرمائیں اس میں
نشانیاں ہیں لِاُولی النُّهی ۔ نُهی نُهیۃ کی جمع ہے نُہیہ کا معنی ہے روکنے والی چیز ۔

عقل کا معنی :

عقل کا معنی بھی روکنے والی چیز ہے اور عقل کو عقل بھی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ
انسان کو برائی سے روکتی ہے۔ عقال اسی کو کہتے ہیں جو چیزیں اس میں باندھی جاتی ہیں وہ
ان چیزوں کو بکھرنے سے روکتی ہے۔ بار بار قرآن میں آتا ہے اَفَلا تَعْقِلُوْنَ اَفَلا
یَعْقِلُوْنَ ''کیا تمہیں عقل نہیں ہے، کیا انہیں عقل نہیں ہے۔'' اور سورۃ الملک میں آتا ہے
لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ''اگر ہم سنتے یا ہم عقل سے کام
لیتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔'' یہ کافر کہیں گے۔ اس کی تفسیر میں حضرت شاہ
عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں اور مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی میں
فرماتے ہیں لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ کا معنی ہے ہم تقلید کرتے اَوْ نَعْقِلُ کا معنی ہے یا ہم خود

...م دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔ تو جہنم سے بچانے والی دو چیزیں ہیں یا ...ذہ خود مجتہد ہو بات کی حقیقت کو سمجھے اگر خود نہیں سمجھتا تو پھر دوسرے کی بات سنے۔ اگر اجتہاد بھی نہیں اور تقلید بھی نہیں تو پھر اس کیلئے دوزخ ہی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ پھر بے راہ ہو کر جدھر جانا چاہتا ہے جائے۔ تو نُہیہ کا معنٰی عقل اور نُہٰی کا معنٰی عقول۔ تو ان چیزوں میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو عقل سلیم عطا فرمائے اور دوزخ سے بچائے۔

❁ ❁ ❁

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ اور اسی زمین سے ہم تمہیں نکالیں گے تَارَةً اُخْرٰى دوسری مرتبہ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اور البتہ تحقیق ہم نے دکھائیں اس فرعون کو اٰيٰتِنَا اپنی نشانیاں كُلَّهَا سب فَكَذَّبَ پس اس نے جھٹلایا وَاَبٰى اور انکار کیا قَالَ کہا فرعون نے اَجِئْتَنَا کیا آپ آئے ہیں ہمارے پاس لِتُخْرِجَنَا تاکہ آپ نکال دیں ہمیں مِنْ اَرْضِنَا ہماری زمین سے بِسِحْرِكَ اپنے جادو کے زور سے يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام فَلَنَاْتِيَنَّكَ پس ہم ضرور لائیں گے آپ کے پاس بِسِحْرٍ جادو مِّثْلِهٖ اس جیسا فَاجْعَلْ پس مقرر کر بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَبَيْنَكَ اور اپنے درمیان مَوْعِدًا

ایک وعدے کا وقت لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ نہ ہم خلاف ورزی کریں وعدے کی وَلَاۤ اَنۡتَ اور نہ آپ مَكَانًا سُوًى وہ جگہ برابر ہو قَالَ فرمایا مَوۡعِدُكُمۡ يَوۡمُ الزِّيۡنَةِ وعدہ تمہارا ہے عید کا دن وَاَنۡ يُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًى اور یہ کہ لوگ جمع کئے جائیں گے چاشت کے وقت فَتَوَلّٰى فِرۡعَوۡنُ پس پھرا فرعون فَجَمَعَ كَيۡدَهٗ پس جمع کیا اس نے اپنی تدبیر کو ثُمَّ اَتٰى پھر وہ آیا قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰى فرمایا ان کو موسیٰ علیہ السلام نے وَيۡلَكُمۡ خرابی ہے تمہارے لئے لَا تَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا نہ افتراء باندھو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا فَيُسۡحِتَكُمۡ پس وہ تمہیں ہلاک کر دے گا بِعَذَابٍ عذاب کیساتھ وَقَدۡ خَابَ اور تحقیق نامراد ہوا مَنِ وہ شخص افۡتَرٰى جس نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا فَتَنَازَعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ پس جھگڑا کیا انہوں نے اپنے معاملے کا بَيۡنَهُمۡ آپس میں وَاَسَرُّوا النَّجۡوٰى اور مخفی رکھا انہوں نے اپنی سرگوشی کو۔

یہ بات چلی آ رہی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ تم دونوں جا کر فرعون کو تبلیغ کرو انہوں نے جا کر فرعون کو کہا کہ ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں تو رب کے لفظ میں توحید کا ذکر آ گیا اور رسول کے لفظ میں رسالت کا ذکر آ گیا اور قیامت کے حق ہونے کا ذکر بھی۔ پھر بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ جب انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے رب کے رسول ہیں تو فرعون نے کہا تمہارا رب کون ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جس نے ہر شے کو خلقت دی اور راہنمائی کی۔ جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور اس میں

تمہارے لئے راستے بنائے۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ کی تشریح :

اسی زمین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے وَفِیۡهَا نُعِیۡدُكُمۡ اور اسی زمین میں ہم تمہیں لوٹائیں گے وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى اور اسی زمین سے ہم تمہیں نکالیں گے دوسری مرتبہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ تمام روئے زمین سے تھوڑی مٹی لے کر اس کو گوندھا اور خمیر بنایا اور اس پر کئی سال گزرے اس کو خشک کیا اس مٹی کے خلاصے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ [سورۃ آل عمران] تراب کا معنیٰ خشک مٹی اور طین کا معنیٰ گارا۔ پھر صَلۡصَال کے لفظ بھی آتے ہیں وہ گارا خشک ہوا كَالۡفَخَّار ٹھیکری کی طرح بجنے لگا۔ اس طرح آدم علیہ السلام کی خلقت ہوئی اور آگے نسل چلی۔ تو فرمایا کہ ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی مین دوبارہ لوٹائیں گے۔ مرنے کے بعد قبروں میں تم نے جانا ہے اور دوسری مرتبہ ہم تمہیں اسی زمین سے نکالیں گے چاہے تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ہے کہ قبر پر مٹی ڈالنا لازم ہے جتنی مٹی نکالی ہے اتنی ڈالنی پڑے گی اور جو حضرات مٹی ڈالیں گے ان کیلئے مستحب ہے کہ کم از کم تین چلو مٹی کے قبر پر ڈالیں۔ پہلی مٹھی لے کر کہیں مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ اور دوسری مٹھی ڈالتے وقت کہیں وَفِیۡهَا نُعِیۡدُكُمۡ اور تیسری مٹھی پر کہیں وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى فرض واجب نہیں مستحب ہے۔ مؤکدہ بھی نہیں ہے، اچھی بات ہے۔ اس مقام پر اجمال ہے دوسرے مقام پر تفصیل ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو کوئی نشانی دکھائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے نشانی دکھائی کہ لاٹھی زمین پر ڈالی وہ

اژدھا بن گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا اورالبتہ تحقیق دکھائیں ہم نے فرعون کو اپنی نشانیاں کُلَّھَا سب۔ نو معجزے تھے موسیٰ علیہ السلام کے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ لاٹھی ڈالتے سانپ بن جاتی تھی اژدھا بن جاتا تھا، ہاتھ گریبان میں ڈالتے تھے سورج کی طرح چمکتا تھا اور باقی سات کا ذکر نویں پارے میں ہے۔ طوفان، مکڑی، مینڈک اور کھانے پینے کی چیزوں کا خون بن جانا وغیرہ۔ فَکَذَّبَ وَاَبٰی پس فرعون نے جھٹلایا اور انکار کیا، کہا نہیں مانتا۔ الٹا قَالَ کہا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اَجِئْتَنَا کیا آپ آئے ہیں ہمارے پاس لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِکَ یٰمُوْسٰی تاکہ آپ نکال دیں ہمیں ہماری زمین سے اے موسیٰ یہ زور دکھا کر، مرعوب کر کے آپ ہمیں مصر کی زمین سے نکالنا چاہتے ہیں فَلَنَاْتِیَنَّکَ بِسِحْرٍ مِّثْلِہٖ پس ہم لائیں گے آپ کے پاس آپ کے مقابلے کیلئے جادو اس جیسا۔ اس زمانے میں جادوگر لاٹھیاں ڈالتے تھے سانپ بن جاتی تھیں، رسیاں ڈالتے تھے سانپ بن جاتی تھیں۔ فرعون نے کہا اگر تم سانپ نکال سکتے ہو تو ہم بھی نکال سکتے ہیں پس اب اس طرح کرو فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ مَوْعِدًا پس مقرر کر ہمارے درمیان اور اپنے درمیان وعدے کی جگہ، وعدے کا وقت۔ کس وقت تم میدان میں آؤ گے تاکہ ہم بھی آئیں لیکن لَا نُخْلِفُہٗ نَحْنُ نہ ہم خلاف ورزی کریں وعدے کی وَلَآ اَنْتَ اور نہ آپ کریں اور مَکَانًا سُوًی اور جگہ برابر ہو، ہموار ہو تاکہ سب دیکھ سکیں۔

حق و باطل کے مقابلہ کا دن :

مصر سے باہر ایک میدان تھا اس میں کسی جگہ گھوڑے دوڑاتے تھے، کسی جگہ بچے

کھیلتے تھے۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ جو باہر بڑا میدان ہے یہ جگہ ہوگی اور قَالَ فرمایا مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ تمہارے وعدے کا دن عید کا دن ہے۔عید والے دن چھٹی ہوتی ہے سب لوگ فارغ ہوتے ہیں سب حق و باطل کا مقابلہ دیکھیں گے وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى اور یہ کہ لوگ جمع کیے جائیں گے چاشت کے وقت۔جگہ بھی بڑی موزوں متعین فرمائی اور وقت بھی بڑا اچھا مقرر کیا چنانچہ بات طے ہوگئی فرعون نے پورے ملک میں اعلان کرایا۔قرآن پاک میں دوسری جگہ آتا ہے کہ فرعون کو سرداروں نے کہا بھیج دے مختلف شہروں میں اکٹھا کرنے والے تاکہ وہ لائیں تمہارے پاس ہر قسم کا جادوگر فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ [سورۃ الشعراء:۳۸] ''پس اکٹھے کیے گئے جادوگر ایک معلوم دن کے وعدے پر۔'' جادوگر قریب دور سے آگئے ان کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں، ستر ہزار، بہتر ہزار کی تعداد تفسیر ابن کثیر، درمنثور اور روح المعانی وغیرہ میں لکھی ہے۔اب بہتر ہزار تو صرف جادوگر تھے باقی مخلوق کتنی ہوگی اندازہ لگا لو۔چھٹی کا دن تھا اور اس کیلیے باقاعدہ اعلان ہوا کرسیاں لگی ہوئی ہیں فرعون آکر بیٹھ گیا وزیر اعظم ہامان آکر بیٹھ گیا مشیر، وزیر، عملہ، فوج، پولیس سب ایک طرف اکٹھے تھے اور دوسری طرف چند درویش اکٹھے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام۔موسیٰ علیہ السلام نے اون کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ان چند آدمیوں کو دیکھ کر لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کردیں کہ یہ مقابلہ کریں گے اس دنیا کیساتھ اور ظاہر تو ایسے ہی نظر آرہا تھا فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ پس پھرا فرعون فَجَمَعَ كَيْدَهٗ پس اس نے جمع کیا اپنی تدبیر کو، سب جادوگر لایا ثُمَّ اَتٰى پھر موقع پر آیا قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى پہلے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو کہا وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا خرابی ہے تمہارے لئے نہ افتراء باندھو اللہ

تعالیٰ پر جھوٹ کا میں رب تعالیٰ کے حکم سے آیا ہوں اور رب تعالیٰ کی تائید مجھے حاصل ہے۔ اگر تم حق کا مقابلہ کرو گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہو اور اپنے کرتب کو رب تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہو یہ رب تعالیٰ پر افترا باندھنے کے مترادف ہے فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ پس وہ تمہیں ہلاک کردے گا عذاب کیساتھ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى اور تحقیق نامراد ہوگیا جس نے رب تعالیٰ پر افتراء باندھا لہٰذا تم میرا مقابلہ کرنے سے باز آجاؤ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ پس جھگڑا کیا انہوں نے اپنے معاملے کا آپس میں۔ جھگڑا کس بات کا تھا؟ اس کا بھی ذکر ہے۔ جادوگروں نے کہا دیکھو ہم دور دراز سے آئے ہیں خرچہ کر کے اور خادم بھی ہمارے ساتھ ہیں، کسی کے دو خادم تھے، کسی کے تین تھے، کسی کے چار تھے، کوئی سو میل سے آیا ہے، کوئی دو سو میل سے آیا ہے پہلے اس کو مناؤ کہ ہمیں خرچہ دے گا کہ نہیں۔ کیونکہ یہ ظالم جابر ہے لوگوں سے بیگار لیتا ہے مزدوری نہیں دیتا۔ یہ مشہور تھا کہ وہ ایسا کرتا ہے لہٰذا پہلے طے کرلو۔ چنانچہ سب مل جل کر کہنے لگے اِنَّ لَنَا اَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ [اعراف:۱۱۳] ”کہ بیشک ہمارے لئے اجر ہوگا اگر ہم غالب آگئے۔“ قَالَ ”فرعون نے کہا نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ہاں یقیناً تم البتہ مقربین میں سے ہوگے۔“ تمہیں خرچہ بھی ملے گا اور تمہیں خطابات بھی ملیں گے۔ جو کوئی اچھے کارنامے دکھائے حکومت انہیں خطابات بھی دیتی ہے۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ سے مراد یہ ہے کہ جادوگروں نے آپس میں اس بات پر تنازع کیا کہ اجرت مانگیں یا نہ مانگیں۔ ایک گروہ نے کہا کہ مانگو بادشاہ ہے ضرور دے گا اور دوسرے گروہ نے کہا نہ مانگو مانگنے سے ہماری خفت ہوگی۔ اور بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں جادوگروں میں کچھ سمجھدار تھے جو اپنے جادو کی حقیقت کو جانتے تھے اور

موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو بھی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ لاٹھی ڈالتے ہیں تو وہ اژدھا بن جاتی ہے پھر ہاتھ رکھتے ہیں تو لاٹھی بن جاتی ہے اور بعض نے یقین کی حد تک سن رکھا تھا۔ تو انہوں نے دوسروں سے جھگڑا کیا کہ مقابلہ نہ کریں ہمارے فن میں اتنی قوت نہیں ہے شرمندہ ہونگے اس لئے بہتر یہ ہے کہ کوئی حیلہ بہانہ کر کے ٹال دو۔ لیکن یہ بہت تھوڑے تھے اور سمجھدار ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں حشرات الارض زیادہ ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا سو آدمیوں میں سے سمجھدار ایک نکلے گا باقی بھرتی ہے۔ تو انہوں نے اس معاملے میں جھگڑا کیا کہ کوئی ایسا بہانہ کرو فرعون مطمئن ہو جائے اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ نہ کرنا پڑے وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی اور مخفی رکھا انہوں نے اپنی سرگوشی کو۔ آہستہ آہستہ سرگوشی کر کے انہوں نے طے کیا کہ اجر مانگنا چاہیے اور فرعون کے پاس گئے اور اس کو کہا کہ ہمیں کرایہ وغیرہ دو گے؟ اس نے کہا ہاں! دونگا تمہیں انعام بھی ملے گا اور القابات بھی ملیں گے۔ یہ سب باتیں طے ہوئیں باقی قصہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

❁ ❁ ❁

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ

لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾

قَالُوْٓا کہا ان جادوگروں نے اِنْ هٰذٰنِ نہیں ہیں یہ دونوں بھائی لَسٰحِرٰنِ مگر جادوگر یُرِیْدٰنِ یہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ اس بات کا یُّخْرِجٰکُمْ کہ تمہیں نکال دیں مِنْ اَرْضِکُمْ تمہاری زمین سے بِسِحْرِهِمَا اپنے جادو کے زور سے وَیَذْهَبَا اور مٹا دیں بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی تمہارے طریقے اور مسلک کو جو عمدہ ہے فَاَجْمِعُوْا کَیْدَکُمْ پس جمع کرو تم اپنی تدبیر کو ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا پھر آؤ تم

صف بندی کیساتھ وَقَدْ اَفْلَحَ اور تحقیق کامیاب ہوگیا الْیَوْمَ آج کے دن مَنِ
وہ شخص اسْتَعْلٰی جو غالب آگیا قَالُوْا یٰمُوْسٰی کہاان جادوگروں نے اے
موسیٰ (علیہ السلام) اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ یا تو آپ ڈالیں وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اور یا ہم
ہونگے اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی پہلے ڈالنے والے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے بَلْ
اَلْقُوْا بلکہ تم ڈالو فَاِذَا حِبَالُهُمْ پس اچانک ان کی رسیاں وَعِصِیُّهُمْ اوران کی
لاٹھیاں یُخَیَّلُ اِلَیْهِ ان کے خیال میں ڈالا گیا مِنْ سِحْرِهِمْ ان کے جادو کی
وجہ سے اَنَّهَا تَسْعٰی کہ بے شک وہ دوڑ رہی ہیں فَاَوْجَسَ پس محسوس کیا فِیْ
نَفْسِهٖ اپنے دل میں خِیْفَةً مُّوْسٰی خوف موسیٰ علیہ السلام نے قُلْنَا ہم نے کہا
لَا تَخَفْ خوف نہ کریں اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی بیشک آپ ہی غالب آئیں
گے وَاَلْقِ اور ڈال دیں مَا فِیْ یَمِیْنِكَ جو آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے
تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا نگل لے گا اس کو جو انہوں نے کاروائی کی ہے اِنَّمَا
صَنَعُوْا بیشک انہوں نے جو کاروائی کی ہے كَیْدُ سٰحِرٍ جادوگر کا مکر ہے وَلَا
یُفْلِحُ السّٰحِرُ اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا حَیْثُ اَتٰی جہاں سے بھی آئے
فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ پس گر پڑے سب جادوگر سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے
قَالُوْآ کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی ہم ایمان لائے ہارون علیہ السلام
اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر قَالَ فرعون نے کہا اٰمَنْتُمْ لَهٗ کیا تم ایمان لاتے
ہو اس پر قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ پہلے اس سے کہ میں تم کو اجازت دیتا اِنَّهٗ

لَکَبِیْرُکُمْ بیشک یہ تمہارا بڑا ہے الَّذِیْ عَلَّمَکُمُ السِّحْرَ جس نے تم کو جادو سکھایا ہے فَلَاُقَطِّعَنَّ پس میں ضرور کاٹوں گا اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ الٹے وَّلَاُوصَلِّبَنَّکُمْ اور میں تمہیں ضرور لٹکاؤں گا فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کھجور کے تنوں پر وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم ضرور جان لوگے اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا ہم میں سے کون زیادہ سخت سزا دینے والا ہے وَّاَبْقٰی اور کس کا عذاب پائیدار ہے۔

گذشتہ درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ فرعون کے کہنے پر کہ وقت مقرر کرو ہم اپنے جادوگر بلا کر آپ کا مقابلہ کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عید کا دن، چاشت کا وقت اور کھلا میدان ہو۔ چنانچہ فرعون نے اپنے ملک کے مختلف صوبوں سے جادوگر طلب کیے جن کی تعداد بہتر ہزار ذکر کی گئی ہے جو مقابلے میں شریک تھے۔ جس وقت جادوگر سامنے آئے تو قَالُوْٓا انہوں نے کہا اِنْ ھٰذٰنِ یہ اِنْ نافیہ ہے اور لَسٰحِرٰنِ کے اوپر جو لام ہے وہ بمعنی اِلَّا ہے معنی ہوگا نہیں ہیں یہ دونوں بھائی مگر جادوگر یُرِیْدٰنِ یہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ یُّخْرِجٰکُمْ اس بات کا کہ تمہیں نکال دیں مِّنْ اَرْضِکُمْ تمہاری زمین سے بِسِحْرِھِمَا اپنے جادو کے زور کیساتھ یعنی یہ دونوں بھائی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام جادوگر ہیں معاذ اللہ تعالیٰ جادو کیساتھ مرعوب کر کے ڈرا کے تمہیں ملک سے نکالنا چاہتے ہیں وَیَذْھَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی اور مٹا دیں تمہارے طریقے اور مسلک کو جو عمدہ ہے تمہارے آباؤ اجداد سے چلا آرہا ہے۔ تو سیاسی طور پر یہ زمین پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مذہبی طور پر تمہارے مسلک کو مٹانا چاہتے ہیں۔ ہر ملک میں دو ذہن ہوتے ہیں ایک سیاسی اور ایک مذہبی۔ پہلا جملہ سیاسی لوگوں کو متاثر کرنے کیلئے کہا اور دوسرا جملہ مذہبی

لوگوں کوابھارنے کیلئے کہا فَاجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ پس جمع کروتم اپنی تدبیر کو ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا پھرآؤتم میدان میں صف بندی کیساتھ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى اورتحقیق کامیاب ہوگیا آج کے دن وہ جوغالب آ گیا۔ چنانچہ میدان میں جمع ہوئے فرعون بھی اور اس کا وزیراعظم ہامان بھی اورمشیراور وزیر بھی، بڑا سرکاری عملہ تھا عوام تھی دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اوران کے ساتھ چند اللہ والے تھے۔ اکثریت والوں نے تالیاں بجائیں قہقہے لگانے کہ یہ مقابلہ کریں گے حکومت کیساتھ پھر جادوگر آئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى کہنے لگے اے موسیٰ (علیہ السلام) اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ یا تو آپ ڈالیں وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى یا ہم ہوں پہلے ڈالنے والے یعنی آپ نے پہل کرنی ہے یا ہم نے پہل کرنی ہے؟ قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے بَلْ اَلْقُوْا بلکہ تم ڈالومیدان میں جوڈالنا چاہتے ہو یعنی تم پہل کرو۔

تفسیروں میں ہے کہ بہتر ہزار جادوگر جن کو مقابلے میں شرکت کی اجازت ملی ہر ایک کے پاس ایک موٹی رسی تھی اورایک لاٹھی تھی اور ہرایک نے لاٹھی بھی ڈالی اوررسی بھی ڈالی فَاِذَا حِبَالُهُمْ ۔ حِبَالٌ حَبْلٌ کی جمع ہے بمعنی رسی۔ وَعِصِيُّهُمْ ۔ عِصِيٌّ عصا کی جمع ہے بمعنی لاٹھی۔ معنی ہوگا پس اچانک ان کی رسیاں اورلاٹھیاں يُخَيَّلُ اِلَيْهِ موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ڈالا گیا، ان کے خیال میں ایسا پایا گیا مِنْ سِحْرِهِمْ ان کے جادو کی وجہ سے اَنَّهَا تَسْعٰى کہ بے شک وہ لاٹھیاں اوررسیاں دوڑ رہی ہیں۔

رسیوں اورلاٹھیوں کے سانپ بن جانے کی حقیقت :

اب اس مقام پر مفسرین کرام رحمہم اللہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ حقیقتاً سانپ بن گئی تھیں یا نہیں؟ حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے

لاٹھیوں میں پارہ بھرا ہوا تھا کافی مقدار میں۔ پارے کو عربی میں زئبک کہتے ہیں۔ پارہ گرم ہو تو رسی میں حرکت ہوتی۔ یہ گرمی کا موسم تھا جب انہوں نے لاٹھیوں اور رسیوں میں پارہ ڈال کر زمین پر رکھیں اور پارہ گرم ہوا تو وہ ادھر ادھر دوڑنے لگیں۔ بہتر ہزار جادوگر اور ہر ایک کے پاس لاٹھی اور رسی ہے۔ یہ ایک لاکھ بیالیس ہزار (1,42000) سانپ میدان میں آگئے تو نعرے لگنے شروع ہو گئے عزت فرعون، فرعون زندہ باد، ہمارا طریقہ زندہ باد۔ تو امام فخر الدین رازی عِشلیہ فرماتے ہیں کہ وہ لاٹھیاں اور رسیاں حقیقتاً سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ انہوں نے جادو کے زور پر موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں یہ بات ڈالی کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ جادو کا اثر ہوتا ہے اور اس سے پہلے خود امام رازی جیسیہ پہلے پارے میں وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ [بقرہ:۱۰۲] کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ جادو کے زور سے آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنایا جا سکتا ہے۔ تو جب جادو کے ذریعے آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنایا جا سکتا ہے تو لاٹھیوں کا سانپ بنانا کوئی عجیب بات نہیں ہے اور وہ لوگ بھی اسی صورت میں خوش ہو سکتے تھے اور مرعوب ہو سکتے تھے کہ وہ سچ مچ سانپ بنے ہوں۔ نری لاٹھیوں اور رسیوں سے تو کوئی خوش نہیں ہو سکتا۔ تو جمہور کہتے ہیں کہ وہ جادو کے زور پر سانپ بن گئے تھیں اور میدان بھرا ہوا تھا (بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ سحر ایک قسم کی نظر بندی یا کرتب ہوتا ہے۔ شعبدہ باز یا مسمریزم والے محض ہاتھ کی صفائی کے ساتھ کوئی ایسا کام کر جاتے ہیں جو دوسروں کی نگاہوں میں کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ جادو کسی چیز کی حقیقت کو نہیں بدل سکتا بلکہ حقیقت تو ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے البتہ فریب نظر کے ذریعے حقیقت کے بر خلاف نظر آتا ہے۔ بحوالہ معارف العرفان جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۶، غالباً امام رازی عِشلیہ کی یہی

رائے تھی۔بلوچ)

موسیٰ علیہ السلام کے خوف کی حقیقت :

توخیرایک لاکھ بیالیس ہزار سانپ ہیں فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی پس محسوس کیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف۔موسیٰ علیہ السلام کچھ خوف زدہ ہو گئے۔اب ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں انہیں جادو سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔تواس کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو جادو کا خوف نہیں تھا کہ میں ان سے شکست کھا جاؤں گا خوف اس بات کا تھا انہوں نے لاٹھیاں رسیاں ڈالی ہیں یہ سانپ بن گئے ہیں سانپ نظر آرہے ہیں میں لاٹھی ڈالوں گا تو وہ اژدھا بن جائے گی تو لوگ فرق کس طرح کریں گے کہ یہ معجزہ ہے اوروہ جادو ہے۔وہ تو یہی کہیں گے کہ اس نے بھی سانپ نکالا اورانہوں نے بھی سانپ نکالے حق و باطل کی تمیز کس طرح ہوگی؟ یہ تھا خوف اوردوسری بات یہ تھی کہ جس وقت ان کی لاٹھیاں اوررسیاں سانپ بن کرحرکت کرنے لگے تو لوگوں نے دوڑنا بھاگنا شروع کردیا،نعرے بازی شروع ہوگئی تو موسیٰ علیہ السلام کوخوف ہوا کہ لوگ چلے نہ جائیں بھاگ نہ جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میری باری ہی نہ آئے اورلوگ میرا معجزہ دیکھنے سے پہلے چلے جائیں۔تو لوگوں کوحق کا کیسے پتہ چلے گا؟ یہ خوف تھا مغلوبیت کا خوف نہیں تھا اورنہ ہی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یہ خوف کر سکتا ہے کہ حق مغلوب ہوجائے گا۔توخوف اس بات کا تھا کہ جب میری باری آئے گی تو ادھرادھر ہوجائیں اورتوجہ نہ کریں تو پھر کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْنَا ہم نے کہا لَا تَخَفْ اے موسیٰ علیہ السلام آپ خوف نہ کریں اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی بیشک آپ ہی غالب آئیں گے،غلبہ آپ کو ہی نصیب ہوگا وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ اورآپ ڈالیں جو

آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا نگل جائے گا اس کو جو انہوں نے کاروائی کی ہے۔ جیسے مرغیاں دانے چگتی ہیں بڑی تیزی کیساتھ۔ اس اژدھا نے ان کے سارے سانپ نگل لئے اور میدان صاف ہوگیا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ بیشک انہوں نے جو کاروائی کی ہے جادوگر کا مکر ہے وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی آئے۔ حق کے مقابلے میں جادوگر کو کامیابی نہیں ملتی۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے جس نے ہماری ساری لاٹھیاں اور رسیاں نگل لی ہیں فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا۔ سَحَرَةٌ سَاحِرٌ کی جمع ہے اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جمع کے صیغے پر الف لام داخل ہو جائے استغراق کا معنیٰ دیتا ہے۔ تو معنیٰ ہوگا پس گر پڑے سارے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى کہنے لگے ہم ایمان لائے ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر۔ ہم غلط فہمی کا شکار تھے رب تو وہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے جس نے یہ سارا کرشمہ ہمیں دکھایا ہے۔ اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا اور دنیا کا قانون بھی یہی ہے کہ جب مقدمے کا وکیل ہار جائے تو موکل کی ہار ہوتی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وکیل ہار جائے اور موکل کہے میں جیت گیا ہوں تو انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب فرعون کے موکلوں نے ہار مان لی اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے فرعون بھی ہار مان کر ایمان لے آتا اپنی غلطی کو تسلیم کرتا اور کہتا کہ ہم غلطی پر تھے ناحق مقابلہ کیا لیکن اس کے برعکس فرعون کی الٹی کاروائی سنو! قَالَ فرعون نے کہا اٰمَنْتُمْ لَهٗ کیا تم اس پر ایمان لائے ہو قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ پہلے اس سے کہ میں تمہیں اجازت دیتا۔ کس کی اجازت سے ایمان لاتے ہو۔ دیکھو! الٹی منطق جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ ملک مصر کا بادشاہ ہے شاہی تاج سر پر ہے ظالم جابر ہے اقتدار کے

نشے میں بول رہا ہے کہ منگوایا میں نے، تمہیں بلوایا میں نے، کھلایا پلایا میں نے اور گیت اس کے گاتے ہو اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ بیشک یہ تمہارا بڑا ہے الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے وہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو یہ تم نے میرے خلاف سازش تیار کی ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ فرعون کی باتیں سنو! اب میں کیا کروں گا فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ پس میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مِّنْ خِلَافٍ الٹے۔ الٹے کا ایک معنی یہ کرتے ہیں کہ دایاں ہاتھ کاٹوں بایاں پاؤں کاٹوں گا تاکہ تم بیکار ہو جاؤ۔ چلنے پھرنے کام کاج کے قابل نہ رہو۔ لنگڑے لولے کر دوں گا وَلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اور میں تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا فِي جُذُوعِ النَّخْلِ کھجور کے تنے پر ان کی سخت ٹہنیوں پر لٹکا دوں گا وَلَتَعْلَمُنَّ اور تم ضرور جان لو گے اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا ہم میں سے کون زیادہ سخت سزا دینے والا ہے۔ میرا عذاب سخت ہے یا موسیٰ علیہ السلام کا وَّاَبْقٰى اور کس کا عذاب پائیدار ہے، یہ حقیقت کھل جائے گی۔ زندگی رہی تو باقی بیان آگے آئے گا کہ پھر کیا بنا؟

❁ ❁ ❁

قَالُوْا لَنْ

نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۷۲ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۷۳ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝۷۴ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝۷۵ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝۷۶ ع ۲۲

قَالُوْا کہا انہوں نے لَنْ نُّؤْثِرَكَ ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھ کو عَلٰى مَا جَآءَنَا اس چیز پر جو ہمارے پاس آچکی ہے مِنَ الْبَيِّنٰتِ واضح دلیلوں سے وَالَّذِيْ اور اس ذات پر فَطَرَنَا جس نے ہمیں پیدا کیا ہے فَاقْضِ پس تم فیصلہ کرو مَآ اَنْتَ قَاضٍ جو تم فیصلہ کر سکتے ہو اِنَّمَا تَقْضِيْ پختہ بات ہے تم فیصلہ کرو گے هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اس دنیا کی زندگی کا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا بیشک ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب پر لِيَغْفِرَ لَنَا تاکہ وہ بخش دے ہمیں خَطٰيٰنَا ہماری خطائیں وَمَآ اور وہ چیز بخش دے اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ کہ تو نے مجبور کیا ہے ہمیں اس پر مِنَ السِّحْرِ جادو سے وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور اللہ تعالیٰ بہتر ہے اور بہت ہی باقی رہنے والا ہے اِنَّهٗ بیشک شان یہ ہے مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ کہ جو شخص آئے گا اپنے رب

کے پاس مُجْرِمًا جرم کرتے ہوئے فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ بیشک اس کیلئے جہنم ہے لَا یَمُوْتُ فِیْهَا نہیں مرے گا دوزخ میں وَلَا یَحْیٰی اور نہ زندہ رہے گا وَمَنْ یَّاْتِهٖ اور جو آئے گا اللہ تعالیٰ کے پاس مُؤْمِنًا ایمان لاتے ہوئے قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ تحقیق اس نے عمل کئے اچھے فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ ہیں لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ان کیلئے درجے ہونگے بہت بلند جَنّٰتُ عَدْنٍ ہیشگی کے باغ ہونگے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا اور یہ بدلہ ہے مَنْ تَزَكّٰی اس کا جس نے اپنا نفس پاک کیا۔

گذشتہ درس میں تم نے سنا کہ مصر کے میدان میں عید والے دن چاشت کے وقت حق و باطل کا مقابلہ ہوا۔ فرعون تخت لگا کر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کیساتھ اس کے وزیر، مشیر، فوج، پولیس اور عوام، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان اور فرعون کے بلائے ہوئے جادوگر تھے بہتر ہزار تک جن کی تعداد تھی نافرمانوں کیساتھ میدان بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام اور ان کے چند ساتھی تھے۔ فرعون زندہ باد کے نعرے لگ رہے تھے جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں سانپ نظر آرہی تھیں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا مبارک ڈالا وہ اژدھا بن کر ان کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا جسطرح مرغیاں دانے چگتی ہیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے سانپ پر ہاتھ رکھا وہ لاٹھی بن گئی۔ جادوگر اپنے فن کے ماہر تھے سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے خدائی کرشمہ ہے بے ساختہ مجبور ہو کر سارے کے سارے بغیر استثناء کے سجدے میں گر پڑے اور کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ فرعون اور اس کے وزیر

مشیر سارے ایمان لے آتے الٹا فرعون نے کہا کہ تم میری دعوت پر آئے تھے اور میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو میں تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا تم سب نے مل کر میرے خلاف سازش کی ہے میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ پھر اس دھمکی پر عمل ہوا یا نہیں؟

ایمان کا کوئی مقابلہ نہیں :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمل ہوا کہ ان میں سے چیدہ چیدہ جو اثر ورسوخ والے تھے ان ستر (۷۰) کو سولی پر لٹکایا گیا لیکن ان میں سے کوئی بھی ایمان سے نہیں پھرا۔ اب وہ مومن اور موسیٰ علیہ السلام کے صحابی تھے فرعون اور اسکی کابینہ گھبرا گئی کہ یہ نہ بھاگتے ہیں اور نہ پھرتے ہیں اور سولی پر لٹکانے کے وقت ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں عجیب قسم کا معاملہ ہے۔ مضبوط ایمان والا ایمان نہیں چھوڑتا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں جو ختم نبوت کی تحریک تھی جنرل اعظم ظالم نے دس ہزار نوجوانوں کو لاہور میں بھون ڈالا تھا نوجوان بٹن کھول کر چھاتی آگے کر کے کہتے مارو! تو مار دیتا تھا۔ ایمان کا مقابلہ نہیں ہے۔ فرعون کی کابینہ گھبرا گئی فرعون نے بات کو ٹالا کہ اس وقت، ٹائم کم رہ گیا ہے باقیوں کو پھر سزا دیں گے اور بات کو ختم کر دیا۔ تو جب فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا سولی پر لٹکاؤں گا تو قَالُوْا انہوں نے کہا جو جادوگر تھے اور اب موسیٰ علیہ السلام کے صحابی بن چکے تھے لَنْ نُّؤْثِرَكَ ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھ کو عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ اس چیز پر جو آ چکی ہے ہمارے پاس واضح دلیلوں سے۔ ہم سمجھ گئے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں وَالَّذِیْ فَطَرَنَا اور اس ذات پر ہم تجھ کو ترجیح نہیں دیتے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ پس تم فیصلہ کرو جو تم فیصلہ کر سکتے ہو ہم ایمان کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں

اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پختہ بات ہے تم فیصلہ کرو گے اس دنیا کی زندگی کا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا تاکہ وہ بخش دے ہمیں ہماری خطاؤں کو وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ اور وہ چیز بخش دے کہ تو نے مجبور کیا ہے اس پر جادو سے۔ تو نے ہمیں بلوا کر جادو کروایا ہے یہ رب ہمیں معاف کر دے اور یہ بھی معنٰی ہے کہ فرعون کی طرف سے اس وقت جادوگری کی تعلیم لازمی تھی جو اس فن کو سیکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے جبراً ان کو حاصل کرنی پڑتی تھی جیسے این ، جی اوز نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ پرائمری تک تعلیم لازمی ہو۔ کسی ملک میں اس سے بھی آگے تک لازمی ہے۔ یہ اس لئے کہ بچے مساجد میں نہ جائیں ان کا ذہن بنے گا یہی عمر ہوتی ہے جس میں بچے کا تھوڑا بہت ذہن بنتا ہے۔ اب حکومت پرائمری کی تعلیم لازم کرنا چاہتی ہے اصل مقصد دین سے ہٹانا ہے آٹھ نو سال کے بچوں کا ذہن بن جاتا ہے۔ ہم سکول کالج کی تعلیم کے مخالف نہیں ہیں بچے بھی پڑھیں ، بچیوں کے کالجوں میں بچیاں بھی پڑھیں کوئی پابندی نہیں ہے مگر یہ پابندی کہ مسجدوں میں نہ جائیں اسلام میں رکاوٹ ڈالنا یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جب مسجدوں میں نہیں آئیں گے دینی مدارس میں نہیں آئیں گے دین کہاں سے سیکھیں گے۔ دین کے اڈے اور مراکز تو یہی ہیں۔ اب حکومت کی یہ پالیسی ہے دیکھو کب تک نافذ ہوتی ہے اور کیا ہوتا ہے کہ یہ مسٹر بن جائیں۔ تو انہوں نے کہا کہ تو نے ہمیں جو جادو پر مجبور کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور اللہ تعالیٰ بہتر ہے اور بہت ہی باقی رہنے والا ہے۔ سورہ رحمٰن میں ہے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ’’اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔‘‘ اَلْبَقَآءُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ بقا صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کیلئے ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا

فَانٍ ''جوکوئی بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے۔'' ابھی مسلمان ہوئے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے صحابی بنے ہیں ہاتھ پاؤں کٹوانے کیلئے تیار ہیں، سولی پر لٹکنے کیلئے تیار ہیں مگر ایمان چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

عظمتِ خیر الامم :

تو کیا خیال ہے، کیا رائے ہے امام الانبیاء، خاتم المرسلین ﷺ کے صحابہ کے بارے میں جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر الامم فرمایا ہے کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو خَیْرُ الْبَرِیَّہ فرمایا ہے کہ یہ بہترین مخلوق ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے تئیس سال تعلیم دی، تیرا سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں، ان کے ایمان کتنے پختہ تھے مگر رافضیوں شیعوں کا خیال ہے جو ان کی کتابوں میں تحریر ہے کہ آنحضرت ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ''ہمہ مرتد گشتند الا سہ کس یا چہار کس۔'' سب کے سب صحابہ مرتد ہو گئے سوائے تین چار کے۔ حضرت مقداد، حضرت عمار، حضرت سلمان، حضرت حذیفہ۔ بھئی! عجیب بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی جن کو صحابی بنے ابھی چند گھنٹے بھی نہیں ہوئے جو پہلے جادوگر تھے ایمان لانے کے بعد سولی پر لٹک گئے ایمان نہیں چھوڑا اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے تئیس سال آپ ﷺ سے تعلیم حاصل کی آپ ﷺ نے ان کا تزکیہ کیا آپ ﷺ کی آنکھیں بند ہوئیں تو وہ سب کے سب مرتد ہو گئے معاذ اللہ تعالیٰ۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ ناکام رہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ آج دیکھو! سکولوں، کالجوں میں جو تعلیم ہوتی ہے سب جانتے ہیں کہ کتنی پڑھائی ہوتی ہے اور کتنی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ بچوں کو ٹیوشن پر کس طرح مجبور کیا جاتا ہے، یہ سب قصے تمہارے سامنے ہیں مگر جس استاد کی جماعت کے بچے زیادہ فیل ہوتے ہیں اس سے باز پرس ہوتی ہے کہ اتنے بچے کیوں فیل ہوئے ہیں؟ تعلیم

کے اوقات دیکھو، چھٹیاں دیکھو پھر ذاتی چھٹیاں بھی ہیں مگر پھر بھی باز پرس ہوتی ہے کہ یہ بچے کیوں فیل ہوئے ہیں۔ استاد کے کان کھینچے جاتے ہیں محکمہ پوچھتا ہے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑے استاد ہیں، مسجد میں تعلیم دی، میدان جنگ میں تعلیم دی، سفر میں تعلیم دی، حضر میں تعلیم دی، بیماری اور تندرستی میں تعلیم دی تو آپ ﷺ کے سارے شاگرد فیل ہو گئے کہ جس وقت آپ ﷺ کی آنکھیں بند ہوئیں تو تین چار کے سوا سارے مرتد ہو گئے معاذ اللہ تعالیٰ۔ تو پھر ایسا ناکام مدرس اور استاد تو دنیا میں کوئی نہ ہوا معاذ اللہ تعالیٰ اور پھر اس امت سے تو بہتر موسیٰ علیہ السلام کی امت ہوئی کہ پہلے جادوگر تھے اب حق واضح ہوا ایمان لائے سولی پر لٹکنے کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور کلمہ نہیں چھوڑتے اور ان کے ایمان پر ابھی ایک دن بھی نہیں گذرا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری امت گھٹیا ہوئی معاذ اللہ تعالیٰ۔ آنحضرت ﷺ استادوں میں ناکام استاد ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ تو یہ اللہ معاف فرمائے اہل حق جب حقیقت کو بیان کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ مولوی فرقہ واریت پھیلاتا ہے۔ بھئی! مولوی نے تو وہی کچھ بتایا ہے جو ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور وہ یہ سب کچھ بتلاتے اور لکھاتے ہیں اور ان کی یہ کتابیں پھیلی ہوئی ہیں ان کو کوئی کچھ نہیں کہتا بلکہ کہتے ہیں کہ او جی! ملک میں سب کو رہنے کی آزادی حاصل ہے۔

ایران کا دارالخلافہ :

تہران شہر حکومت ایران کا دارالخلافہ ہے وہاں ہندوؤں کے مندر بھی ہیں، سکھوں کے گردوارے بھی ہیں، عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادت خانے بھی ہیں، آتش پرستوں کے آتش کدے بھی ہیں مگر سنیوں کی وہاں کوئی مسجد نہیں ہے حالانکہ سنیوں کی پانچ لاکھ کی

آبادی ہے۔ جب سنی آواز بلند کرتے ہیں کہ ہمارا بھی حق ہے تو ان کی آواز کو دبا دیا جاتا ہے۔ رضا شاہ پہلوی نے ایک پلاٹ دیا تھا کہ یہاں تم مسجد بنالو۔ سنیوں نے وہاں مسجد کا کچا ساڈھانچہ کھڑا کیا ہوا تھا وہاں نمازیں پڑھتے تھے جب خمینی خبیث آیا تو اس نے وہ بھی گرادیا او ظالمو! پانچ لاکھ وہاں سنیوں کی آبادی ہے ان کا کوئی حق نہیں ہے کہ ایک مسجد بھی نہیں ہے وہ گھروں میں نماز پڑھتے ہیں جو پڑھتے ہیں کیونکہ اکثر تو نام کے مسلمان ہے اور جو کچھ ہیں وہ سفارت خانوں میں جمعہ اور عید پڑھ لیتے ہیں۔ پورے ملک میں شیعہ کا قانون نافذ ہے سنیوں کیلئے بھی وہی قانون ہے وہ بے چارے مجبور ہیں حالانکہ چوتھائی حصہ وہاں سنی ہیں تین حصہ شیعہ ہیں۔ اور پاکستان میں شیعہ تین فیصد ہیں اور سارے حقوق ان کو حاصل ہیں۔ جو بزرگ ہیں ان کو یاد ہوگا کہ ان کے نمائندے ایوب خان کے پاس گئے جب وہ صدر تھا اس سے مطالبہ کیا کہ ہمارا کلمہ علیحدہ ہے، ہماری اذان علیحدہ ہے، ہمارے نکاح کے طریقے الگ ہیں، ہماری طلاق کا طریقہ الگ ہے، وہ تین طلاقوں کو ایک سمجھتے ہیں جیسے غیر مقلد۔ ہمارے جنازے کا طریقہ علیحدہ ہے لہٰذا اسکولوں اور کالجوں میں ہماری تعلیم بھی الگ ہونی چاہیے، ہماری کتابیں الگ ہونی چاہئیں چنانچہ اب ان کی کتابیں الگ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب تمہارا سب کچھ ہی الگ ہے تو تمہارا اسلام کیساتھ کیا تعلق ہے کہ جب الیکشن کے دن آتے ہیں تو کہتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ جب علماء کرام کہتے ہیں کہ تم نے خود تسلیم کیا ہے کہ تمہارا کلمہ الگ ہے، اذان الگ ہے، نماز الگ ہے، نکاح طلاق الگ ہے، جنازہ الگ ہے، مذہبی تعلیم الگ ہے پھر تم مسلمانوں کے ووٹ کیوں لیتے ہو؟ جب ہم حقیقت کو واضح کریں تو کہتے ہیں کہ مولوی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ عجیب منطق ہے جو ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ اگر کھری بات کرو تو کہتے ہیں کہ یہ فرقہ

واریت پھیلاتے ہیں ظلم کی حد ہوچکی ہے۔ خیر عرض یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ جو مخلص ساتھی تھے سولی پر لٹک گئے بہتر تہتر مگر ایمان نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ بیشک شان یہ ہے کہ جو شخص آئے گا اپنے رب کے پاس مُجْرِمًا جرم کرتے ہوئے فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ بیشک اس کیلئے جہنم ہے لَا یَمُوْتُ فِیْھَا نہ مرے گا جہنم میں وَلَا یَحْیٰی اور نہ جئے گا اگر وہاں مارنا مقصود ہوتو دوزخ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے اگر یہ مر گیا تو پھر سزا کون بھگتے گا اور وہ عذاب کی زندگی زندگی نہیں ہے وَمَنْ یَّاْتِہٖ مُؤْمِنًا اور جو آئے گا اللہ تعالیٰ کے پاس ایمان لاتے ہوئے ایمان کی حالت میں آیا لیکن نرا ایمان ہی نہیں قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ تحقیق اس نے عمل بھی اچھے کئے۔ صرف اسلام کا دعویٰ ہی نہیں عمل بھی اچھے کئے فَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی پس یہی لوگ ہیں ان کے درجے ہونگے بلند۔ عُلٰی عُلْیٰ کی جمع ہے۔ کہاں ہونگے؟ جَنّٰتُ عَدْنٍ ہیشگی کے باغ ہونگے، نہ ان کے پتے جھڑیں گے نہ ان کا پھل ختم ہوگا، نہ میوہ خشک ہوگا دانہ توڑیں گے فوراً دوسرا لگ جائے گا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ رہیں گے ان جنتوں میں جو ایمان لائے اور عمل اچھے کئے۔ وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَکّٰی اور یہ بدلہ ہے اس کا جو سنورا اور اس نے اپنا نفس پاک کیا۔

۞۞۞

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی اِلٰى مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَسْرِ کہ لے چلو رات کو بِعِبَادِيْ میرے بندوں کو فَاضْرِبْ لَهُمْ پس آپ چلائیں ان کو طَرِيْقًا راستے میں فِي الْبَحْرِ سمندر کے اندر يَبَسًا جو خشک ہوگا لَّا تَخٰفُ آپ خوف نہ کریں دَرَكًا دشمن کے پکڑنے کا وَّلَا تَخْشٰى اور نہ خوف کریں غرق ہونے کا فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ پس پیچھا کیا ان کا فرعون نے بِجُنُوْدِهٖ اپنے لشکر کیساتھ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ پس چھا گئی ان پر دریا کی موج مَا غَشِيَهُمْ جو چھا گئی ان پر وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ اور بہکایا فرعون نے اپنی قوم کو وَمَا هَدٰى اور ان کی راہنمائی نہ کی يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی

اسرائیل قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ تحقیق ہم نے تمہیں نجات دی مِّنْ عَدُوِّکُمْ تمہارے دشمن سے وَوٰعَدْنٰـــکُمْ اور ہم نے وعدہ کیا تمہارے ساتھ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ طور کے دائیں طرف وَنَزَّلْنَا اور اُتارا ہم نے عَلَیْکُمُ تم پر الْمَنَّ مَن کو وَالسَّلْوٰی اور سلویٰ کُلُوْا کھاؤ مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ اور نہ سرکشی کرو اس میں فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ پس اترے گا تم پر میرا غضب وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ اور جس شخص پر اترا میرا غضب فَقَدْ هَوٰی پس تحقیق وہ ہلاک ہو گیا وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ اور بیشک البتہ میں بہت بخشنے والا ہوں لِّمَنْ تَابَ اس کیلئے جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا ثُمَّ اهْتَدٰی پھر ہدایت پر قائم رہا۔

پچھلے رکوع میں اس بات کا ذکر ہوا تھا کہ فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں نے اپنے سانپ میدان میں نکالے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر ڈالا تو وہ اژدھا بن کر ان کے سب سانپوں کو نگل گیا جادوگر سمجھ گئے یہ جادو نہیں ہے بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور بلند آواز سے کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی ''اور ہم ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے۔'' فرعون نے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور سولی پر لٹکانے کی دھمکی دی اور ستر آدمی شہید بھی کیے لیکن ایمان کو کسی نے نہ چھوڑا۔ اتنا بڑا کرشمہ دیکھ کر بھی فرعونی قوم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائی بلکہ بنی اسرائیل کو مزید تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بنی

اسرائیل کو لے کر یہاں سے چلے جائیں اب آپ. نے ان کو لے کر وادی تیہہ میں جانا ہے آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام وادی سینائی ہے جس کی لمبائی چھتیس میل اور چوڑائی چوبیس میل ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اس کے کافی حصہ پر یہودیوں نے قبضہ کر لیا تھا لیکن مصر والوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کافی حصہ چھڑا لیا ہے۔ تھوڑا سا حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے اور جہاں تیل ہے اب بھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے یہ وادی تیہ سطح سمندر سے پانچ چھ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر :

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے رات کو ہم نے ہجرت کرنی ہے۔ اس کا ذکر ہے وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے وحی بھیجی اِلٰى مُوْسٰٓى موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ کہ لے چلو میرے بندوں کو رات کو اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمایا کہ جب تم سمندر کے پاس پہنچو فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا پس آپ چلائیں ان کو راستے پر سمندر میں جو خشک ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحر قلزم پر پہنچ کر لاٹھی ماری پانی رک گیا۔ سورہ شعراء آیت نمبر ۶۳ میں ہے فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ’’پس ہو گیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح۔‘‘ فرمایا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا آپ خوف نہ کریں دشمن کے پکڑنے کا، درک کا معنٰی پالینا، پہنچ جانا۔ وہ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے وَّلَا تَخْشٰى اور نہ خوف کریں غرق ہونے کا۔ کیونکہ سمندر ہے پانی کی ایک دیوار اس طرف کھڑی ہوگی اور ایک اُس طرف کھڑی ہوگی پریشان نہ ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب کو لے کر رات کو چلے گئے فرعون پریشان ہو گیا اور اس کی پریشانی اپنی مجبوری کی وجہ سے تھی ان کی ہمدردی کی وجہ سے نہ تھی کہ یہ لوگ

ہمارے غلام تھے ہمارے گھروں اور زمینوں پر کام کرتے تھے یہ چلے گئے تو ہم کیا کریں گے۔ چنانچہ فرعون نے ہنگامی طور پر حکم جاری کیا ساری فوج کو لے کر چل پڑا۔ وزیر اعظم ہامان کو حکم دیا کہ تو آگے ہو تیرے پیچھے فوج ہوگی اور پیچھے میں ہوں گا تا کہ کوئی فوجی پیچھے نہ نکل جائے۔ اس مقام پر نہیں دوسری جگہ تفصیل ہے جس وقت فرعون کی فوجیں سمندر پر پہنچیں تو بنی اسرئیل گزر چکے تھے راستہ خشک تھا جس وقت یہ سمندر میں داخل ہوئے ہامان آگے درمیان میں فوج پیچھے فرعون۔ فرعون نے بھی اپنا گھوڑا سمندر میں داخل کر دیا اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اب چل پڑو۔ سورہ یونس آیت نمبر ۹۰ میں ہے حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدۡرَکَهُ الۡغَرَقُ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ''یہاں تک کہ جب اس کو پالیا غرق ہونے نے تو کہنے لگا ایمان لایا ہوں میں کہ بیشک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

فرعون کے غرق ہونے کا عجیب منظر :

ترمذی شریف کی روایت میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے کہا حضرت بڑا عجیب منظر تھا فرعون بڑی عاجزی کر رہا تھا آہ وزاری اور واویلا کر رہا تھا۔ میں نے گارا اس کے منہ میں ٹھونسا کہ اس کی آواز نہ نکلے رب تعالیٰ اس پر ترس نہ کھائے کہ یہ بڑا ظالم ہے۔ آیت نمبر ۹۲ میں ہے فَالۡيَوۡمَ نُنَجِّيۡكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ اٰيَةً ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تمہارے جسم کو تا کہ ہو جائے وہ ان لوگوں کیلئے نشانی جو تیرے پیچھے ہیں۔'' فرعون کی لاش کو سمندر نے باہر پھینک دیا۔ باقی وہاں سے سیدھے جہنم چلے گئے۔ فرمایا فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِهٖ پس ان کا پیچھا کیا فرعون

نے اپنے لشکر کیساتھ فَغَشِيَهُمْ پس چھا گئی ان فرعونیوں پر مِّنَ الْيَمِّ بحرِقلزم کی موج مَا غَشِيَهُمْ جو چھا گئی ان پر۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا وہ چل پڑا اور وہ سارے غرق ہو گئے وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ اور بہکایا فرعون نے اپنی قوم کو وَمَا هَدٰى اور ان کی راہنمائی نہ کی۔ سورۃ مومن آیت نمبر ۲۹ میں ہے فرعون نے کہا وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ''میں نہیں راہنمائی کرتا تمہاری مگر بھلائی کے راستے کی۔'' میں تمہیں سیدھے راستے پر ڈالتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت نہ کرنا۔ اچھی ہدایت دی کہ خود بھی ڈوبا اور دوسروں کو بھی لے ڈوبا۔ یہ جس وقت وادی تیہہ پہنچے تو بہت ساری مشکلات ان کو پیش آئیں۔

بنی اسرائیل پر انعاماتِ خداوندی کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ تحقیق ہم نے نجات دی تم کو تمہارے دشمن سے وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ اور ہم نے وعدہ کیا تمہارے ساتھ طور کی دائیں طرف بذریعہ موسیٰ علیہ السلام کہ تمہارے ساتھ یہ ہوگا کہ فرعون تمہیں تنگ کرے گا اور ہم اسی طرح تمہیں نجات دیں گے اور اس طرح تمہیں وادی سینائی میں پہنچائیں گے۔ جب وادی سینائی میں پہنچ گئے تو خوراک کا مسئلہ پیش آیا، پانی کا مسئلہ پیش آیا کہ انسان خوراک پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور وہاں سائے کا کوئی انتظام نہیں تھا سخت دھوپ وہاں پڑتی تھی تو دھوپ سے بچنے کا مسئلہ بھی پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل فرمایا اور تمام چیزوں کا انتظام فرمایا۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۷ میں ہے وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ''اور ہم نے تمہارے اوپر بادلوں کا سایہ کر دیا اور تمہارے اوپر من اور سلویٰ اتارا۔'' سورج کے چڑھنے کے ساتھ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ ان پر بادلوں کا سایہ کر دیتے اور جب سورج

غروب ہوتا تو بادل ہٹ جاتے۔ کھانے کے وقت پر کھیر بٹیر بھی آجاتے۔ پانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اِضْرِبْ بِعَصَاکَ الْحَجَر مار اپنی لاٹھی کیساتھ پتھر کو اس سے بارہ چشمے نکلیں گے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے انتظامی امور کے لحاظ سے ہر ایک کیلئے علیحدہ چشمہ جاری فرمایا۔ قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَھُمْ ''تحقیق جان لیا سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ۔'' کہ یہ چشمہ روبیلیوں کا ہے، یہ بن یامینیوں کا ہے، یہ یہودیوں کا ہے، یہ یوسفیوں کا ہے، تاکہ آپس میں جھگڑا نہ کریں۔ یہ سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا پھر ان لوگوں نے کہا لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ ''ہم ہرگز نہیں صبر کریں گے ایک قسم کے کھانے پر۔'' پیاز، لہسن، مسور اور فلاں فلاں چیز ہمیں چاہیے۔ خداوند عزیز قادر مطلق ہے اس کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں ہے عین موقع پر ایک پلیٹ نمکین بھنے ہوئے بٹیروں کی اور ایک کھیر کی سامنے آجاتی تھی اور تفسیروں میں یہ بھی موجود ہے کہ وہاں جو جھاڑیاں تھیں کافی بڑے سایہ دار درخت تو شاذ و نادر تھے اللہ تعالیٰ نے ان جھاڑیوں میں بکثرت بٹیر پیدا فرمائے کہ ایک ہاتھ مارتے دو تین بٹیر ہاتھ لگ جاتے ان کو بھونتے اور کھاتے اور وہاں جھاڑیوں کے چوڑے چوڑے پتے تھے ان پتوں پر ایک چیز برستی تھی جیسے برفانی علاقوں میں برف برستی ہے، اس کی تہہ جم جاتی تھی وہ کھیر کی طرح میٹھی ہوتی تھی اس کو من کہتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ یہ جگہ ہماری منزل نہیں ہے یہ راستہ ہے ہماری منزل ارض مقدس فلسطین ہے۔ اس وقت اس سارے علاقے کو ارض مقدس بھی کہتے تھے شام بھی کہتے تھے کنعان بھی کہتے تھے جو ان مغربی شیطانوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اسمیں فلسطین اردن شام اور جو یہودیوں کے پاس علاقہ ہے یہ سب ایک علاقہ تھا یہ بڑا زرخیز علاقہ ہے اس میں پانی کے چشمے ہیں پھل، کھیت بہت کچھ ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ

السلام نے فرمایا کہ ارض مقدس پر ہم نے پہنچنا ہے مگر جہاد کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ کہنے لگے کہ جب تک وہاں کے لوگوں کے متعلق معلومات نہ کرلیں ہم جہاد نہیں کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جاسوسی کیلئے بارہ آدمی بھیجے کہ تم مسافروں کی شکل میں، تاجروں کی شکل میں ،سیاحوں کی شکل میں جا کر جائزہ لے کر آؤ کہ ان کے پاس کیا ہتھیار ہیں، کتنے قلعے اور مورچے ہیں اُن پر کس طرح فتح پائی جاسکتی ہے اور واپس آکر ہم دو بھائیوں کے علاوہ کسی کو نہیں بتلانا۔ ان میں دو وعدے پر پختہ رہے باقیوں نے سب کو آکر بتلا دیا کہ وہاں تو بڑے جنگجو لوگ ہیں ان کی ہمتیں پست ہوگئیں موسیٰ علیہ السلام کو کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ [مائدہ:۲۷] "آپ جائیں اور آپ کا پروردگار جا کر لڑو بیشک ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔" اللہ تعالیٰ کی رحمت کہ پھر بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑا کہ یہ سارا انتظام ان کیلئے چاہیے تو یہ تھا کہ جب انہوں نے انکار کیا تھا ان کا رزق بند کر دیتا لیکن وہ ارحم الراحمین ہے باوجود ان کی گستاخیوں کے ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اور اتارا ہم نے تم پر مَن اور سلویٰ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ اور نہ سرکشی کرو اس میں۔ یہ بات بھی احادیث میں اور تفسیروں میں ہے کہ ان کو حکم تھا کہ جتنا کھانا کھا سکتے ہو کھاؤ مگر بچا کر نہ رکھو لیکن وہ حرص کرتے اور کھانا الگ کر کے رکھ لیتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر بنی اسرائیل یہ خیانت نہ کرتے تو کھانا کبھی خراب نہ ہوتا مگر انہوں نے یہ خیانت کی کہ کھیر میں سے کچھ الگ کر کے رکھ لیتے، بھنے ہوئے بٹیرا الگ کر کے رکھ لیتے وہ بہت جلد خراب ہو جاتے تھے یہ رب تعالیٰ کی طرف سے سزا تھی۔ تو فرمایا اس میں سرکشی نہ کرنا فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ پس اترے گا تم پر میرا غضب وَمَنْ يَّحْلِلْ

عَلَیْهِ غَضَبِیْ اور جس شخص پر اترا میرا غضب فَقَدْ هَوٰی ۔ هَوٰی یَهْوِیْ کا معنٰی ہے گر گیا، تباہ ہوگیا۔ تو معنٰی ہوگا پس تحقیق وہ ہلاک ہوگیا۔ یہ غضب ان لوگوں پر ہوا۔

مَغْضُوْب عَلَیْه اور ضآلین کی تشریح :

یہ جو ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ''ہمیں ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے راستے پر۔'' اس کی تشریح خود آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد یہودی ہیں اور ضآلین سے مراد نصاریٰ ہیں اور قرآن پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ موت سے سب سے زیادہ ڈرنے والے یہودی ہیں۔ اور یہودی یہ بھی کہتے تھے کہ جنت ہماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ [بقرہ:۹۷] ''پس تم موت کی آرزو کرو۔'' اور یہ بھی فرمایا وَلَنْ یَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ''اور وہ ہرگز نہیں تمنا کریں گے موت کی کبھی بھی۔'' تمام قوموں میں سے بزدل قوم یہودی ہے مگر آج صرف اسلحہ کی وجہ سے اور امریکہ ، برطانیہ اور فرانس جیسے شیطانوں کی وجہ سے طاقتور ہیں۔ انشاء اللہ العزیز جب ٹکر شروع ہو گی اور وہ وقت دور نہیں ہے ان شاء اللہ وہ وقت آرہا ہے پھر دیکھنا ان کا حشر کیا ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے تُقَاتِلُوْنَ الْیَهُوْدَ تم یہودیوں کیساتھ لڑو گے یہاں تک کہ اگر یہودی کسی درخت کے پیچھے چھپا ہوا ہوگا وہ درخت کہے گا خَلْفِیْ یَهُوْدِی میرے پیچھے یہودی ہے۔ اگر کسی پتھر کے پیچھے چھپا ہوگا تو پتھر بولے گا خَلْفِیْ یَهُوْدِی میرے پیچھے یہودی ہے مجاہد آگے بڑھو۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایات میں ہے۔ اب وہ وقت بالکل قریب آچکا یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے سال یا کتنے مہینے یا کتنے ہفتے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں۔ کس کو

بخشوں گا؟ فرمایا اس کو بخشوں گا جس میں چار خوبیاں ہونگی لِّمَنْ تَابَ بخشش اس کیلئے ہے جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا۔ تیسرا کام وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا۔ پھر ایک آدھ دفعہ نہیں ثُمَّ اهْتَدٰى پھر ہدایت پر قائم رہا۔ توبہ کی قبولیت کیلئے اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں بتلائی ہیں۔

* ...... سچے دل سے توبہ کرے۔
* ...... ایمان لائے۔
* ...... عمل اچھے کرے۔
* ...... اور اس پر ڈٹ جائے۔

یہ نہیں کہ کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کو کونسا عمل زیادہ پسند تھا؟ فرمایا وہ عمل جو ہمیشہ ہو چاہے تھوڑا ہو۔ اسی لئے شریعت نے ایسا کوئی کام نہیں بتلایا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا انسان کو اس کی طاقت کے مطابق احکام کا پابند بنایا گیا ہے۔ نماز ہے جو طاقت سے خارج نہیں ہے، زکوٰۃ مالداروں پر ہے جس کے پاس مال نہیں ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، عشر نہیں ہے، فطرانہ نہیں ہے، قربانی نہیں ہے، حج نہیں ہے۔ اگر کوئی بیمار ہے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا بیٹھ کر پڑھ لے، وضو نہیں کر سکتا تیمم کر لے، بیمار ہے روزے نہیں رکھ سکتا چھوڑ دے بعد میں رکھ لے قضا کرے۔ اور اگر ایسی بیماری ہے کہ اس میں روزہ نہیں رکھ سکتا اور شفایاب ہونے کی بھی امید نہیں ہے تو فدیہ دیتا رہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا کام نہیں بتلایا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ صفات بیان فرمائی ہیں کہ جس میں یہ ہونگی اس کو میں بخشوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صفات والا بنائے۔ (آمین)

۞ ۞ ۞

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ

يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾
قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾
فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ
رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ
غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ
بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ
اَلْقَى السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا
هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ
قَوْلًا ۬ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع ۴ / ۱۳

وَمَآ اَعْجَلَكَ اور کس چیز نے جلدی پر آمادہ کیا آپ کو عَنْ قَوْمِكَ اپنی قوم سے يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے هُمْ اُولَآءِ یہ میری قوم عَلٰٓى اَثَرِىْ میرے پیچھے آرہی ہے وَعَجِلْتُ اور میں نے جلدی کی اِلَيْكَ آپ کی طرف رَبِّ اے میرے رب لِتَرْضٰى تاکہ آپ راضی ہو جائیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاِنَّا پس بیشک ہم نے قَدْ فَتَنَّا تحقیق فتنے اور آزمائش میں ڈال دیا ہے قَوْمَكَ آپ کی قوم کو مِنْ م بَعْدِكَ آپ کے آنے کے بعد وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ اور ان کو گمراہ کیا ہے سامری نے فَرَجَعَ

مُوۡسٰی پس لوٹے موسیٰ علیہ السلام اِلٰی قَوۡمِہٖ اپنی قوم کی طرف غَضۡبَانَ غصے میں اَسِفًا افسوس کرتے ہوئے قَالَ فرمایا یٰـقَوۡمِ اے میری قوم اَلَمۡ یَعِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ کیا نہیں وعدہ کیا تھا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے وَعۡدًا حَسَنًا وعدہ اچھا اَفَطَالَ عَلَیۡکُمُ الۡعَهۡدُ کیا پس لمبا ہوگیا تھا تم پر وعدہ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ یا تم نے ارادہ کیا اَنۡ یَّحِلَّ عَلَیۡکُمۡ یہ کہ واجب ہو تم پر غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ غضب تمہارے رب کی طرف سے فَاَخۡلَفۡتُمۡ مَّوۡعِدِیۡ پس تم نے خلاف ورزی کی میرے وعدے کی قَالُوۡا لوگوں نے کہا مَاۤ اَخۡلَفۡنَا مَوۡعِدَکَ نہیں خلاف ورزی کی ہم نے آپ کے وعدے کی بِمَلۡکِنَا اپنے اختیار سے وَلٰـکِنَّا اور لیکن ہم حُمِّلۡنَاۤ اٹھوائے گئے اَوۡزَارًا بوجھ مِّنۡ زِیۡنَةِ الۡقَوۡمِ قوم کے زیورات فَقَذَفۡنٰـهَا پس ہم نے ان کو پھینک دیا فَکَذٰلِکَ پس اسی طرح اَلۡقَی السَّامِرِیُّ ڈالا سامری نے فَاَخۡرَجَ لَهُمۡ پس نکالا ان کیلئے عِجۡلًا بچھڑا جَسَدًا جسم تھا لَّهٗ خُوَارٌ اس کیلئے آواز تھی فَقَالُوۡا پس کہا انہوں نے هٰذَاۤ اِلٰـهُکُمۡ یہ تمہارا معبود ہے وَاِلٰـهُ مُوۡسٰی اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے فَنَسِیَ پس موسیٰ علیہ السلام بھول گئے ہیں اَفَلَا یَرَوۡنَ کیا پس نہیں دیکھتے اَلَّا یَرۡجِعُ اِلَیۡهِمۡ یہ کہ وہ نہیں لوٹاتا ان کی طرف قَوۡلًا کوئی بات وَّ لَا یَمۡلِکُ لَهُمۡ اور نہیں مالک ان کیلئے ضَرًّا ضرر کا وَّلَا نَفۡعًا اور نہ نفع کا۔

دو باتیں :

ان آیات میں دو باتیں مذکور ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے بعد تورات کی تختیاں لے کر واپس آئے تو فرمایا کہ تمام مرد عورتیں اکٹھی ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نازل ہوئی ہے وہ سن لیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ تورات آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد بڑی جامع مانع کتاب ہے اور قرآن حکیم کے بعد اس کا بلند مقام ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو تورات اول سے لے کر آخر تک سنائی تو کہنے لگے کہ اس کے احکام تو بڑے سخت ہیں ان پر عمل نہیں ہو سکے گا واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے ترمیم کروا کر لائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے ایک آزاد زندگی گزاری ہے اس لئے سن کر پریشان ہو گئے ہو جب ان احکام پر عمل کرو گے تو آسان ہو جائیں گے۔ لیکن قوم اس بات پر آمادہ نہ ہوئی تو وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا [اعراف:۱۵۵] ''منتخب کئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں ستر آدمی ہمارے وعدے کے وقت پر۔'' ستر آدمیوں کو لے کر وادی طویٰ میں پہنچے مگر دوسرے آدمیوں سے خود پہلے پہنچ گئے۔ ایک اس کا ذکر ہے اور دوسرا اس بات کا ذکر ہے، جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو قوم پیچھے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی چونکہ موسیٰ علیہ السلام دوسرے آدمیوں سے تیزی کیساتھ پہلے پہنچے تھے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو جلدی پر آمادہ کیا؟ اللہ تعالیٰ نیتوں اور مرادوں کو جانتا ہے مگر سوالات میں حکمتیں ہوتی ہیں اس کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى اور کس چیز نے جلدی پر آمادہ کیا آپ کو اپنی قوم سے اے موسیٰ علیہ السلام۔ وہ پیچھے ہیں اور آپ جلدی آ گئے ہیں قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا

هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ یہ میری قوم میرے پیچھے آرہی ہے وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ اور میں نے جلدی کی آپ کی طرف رَبِّ لِتَرْضٰى اے میرے رب تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ محض آپ کی ملاقات کے شوق کی وجہ سے جلدی آیا ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا کہنے لگے آواز تو آرہی ہے لیکن معلوم نہیں جن بولتا ہے، کوئی فرشتہ بولتا ہے یا رب بولتا ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً [بقرہ:۵۵] ''ہم ہرگز نہیں تصدیق کریں گے آپ کی یہاںتک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ ظاہر آنکھوں کیساتھ۔'' اللہ تعالیٰ نے بجلی پھینکی ستر کے ستر سارے مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ''کیا آپ ہمیں ہلاک کرتے ہیں اس فعل کی وجہ سے جو ہم میں سے بعض بے وقوفوں نے کیا ہے۔'' اے پروردگار! بے وقوف تھے میں ان کو تائید کیلئے لایا تھا واپس جاؤں گا تو قوم پوچھے گی ہمارے نمائندے کدھر گئے ہیں تو میں کیا کہوں گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا موت کے بعد۔

دو تفسیریں :

سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۶ میں ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ ''پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا تمہارے مرنے کے بعد۔'' ایک تفسیر یہ ہے اور دوسری تفسیر یہ کہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی اس پوجا کی معذرت کے سلسلے میں ستر آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ گئے تھے۔ اس موقع پر رب تعالیٰ کا کلام سنا تھا تو کہنے لگے کہ ہم رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھیں گے تو پھر مانیں گے تو فرمایا میں جلدی اس لئے آیا ہوں آپ مجھ سے راضی ہو جائیں موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے جانے لگے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو تاکید کی تھی کہ قوم کو وعظ ونصیحت کرتے رہنا اور جو پروگرام میں نے دیا ہے اس

پر قائم رکھنا لیکن ہوا یہ کہ بنی اسرائیل کی ایک شاخ تھی بنو سامرہ۔ بنو سامرہ قبیلے کا ایک شخص تھا جس کا نام تھا موسیٰ بن ظفر یہ منافق تھا جس وقت بحر قلزم میں فرعون کی فوجیں تباہ ہو رہی تھیں اس وقت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے وہ گھوڑا جہاں پاؤں رکھتا تھا وہ جگہ فوراً سرسبز ہو جاتی تھی۔ تو اس نے وہاں سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر محفوظ کر لی تھی۔ آئندہ رکوع میں آ رہا ہے کہ سامری نے کہا فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ ''پس بھری میں نے ایک مٹھی رسول (جبرائیل علیہ السلام) کے قدم سے۔'' تو یہ مٹی اس کے پاس محفوظ تھی بنی اسرائیل جب مصر سے آئے تھے تو فرعونیوں کے زیور ان کے پاس تھے کافی مقدار میں وہ ان کے پاس کس طرح آئے تو اس کے متعلق دو تفسیریں منقول ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا فنکشن تھا شادی وغیرہ کیلئے ان سے مانگے تھے کہ ہم استعمال کر کے دے دیں گے مگر آتے وقت ان کو دیئے نہیں اور یہ تفسیر بھی منقول ہے کہ فرعونی چونکہ امیر لوگ تھے ان کو چوری وغیرہ کا خطرہ ہوتا تھا اور بنی اسرائیلی غریب لوگ تھے اور غریب کے گھر کسی نے کیا چوری کرنی ہے سب پتہ ہوتا ہے کہ دو چار کتابیں ہونگی، دو چار بسترے اور دو چار پرچ پیالیاں مہمانوں کیلئے۔ چور تو وہاں جائے گا جہاں کچھ ہوگا۔ تو ان غریبوں کے پاس انہوں نے اپنے زیور امانت کے طور پر رکھے ہوئے تھے لیکن جس وقت انہوں نے ہجرت کی تو یہ زیور انہیں کے پاس رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات سے بے خبر تھے جس وقت، وادی سینائی پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا کہ ہمارے پاس ان کے زیور ہیں کیا یہ ہمارے لئے جائز ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جائز نہیں ہیں ان کو جا کر کہیں جنگل میں دفن کر دو کیونکہ مال غنیمت ان کی شریعتوں میں جائز نہیں تھا ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے جائز فرمایا ہے حلال فرمایا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیلیوں نے جا کر وہ

زیورات جنگل میں دفن کر دیئے اور سامری نے نکال لئے اور سونے چاندی کا بچھڑا بنایا اور آئندہ رکوع میں بات آرہی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں والی مٹی اس کے منہ میں ڈال دی اس نے ٹیں ٹیں کی آواز نکالنا شروع کر دی۔

یہاں بھی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ وہ بچھڑا سونے چاندی کا ہی رہا لیکن اس میں آواز پیدا ہوگئی یعنی سونے چاندی کی حیثیت نہیں بدلی۔ اور دوسری تفسیر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ لَحْمًا وَّ دَمًا اللہ تعالیٰ نے اس کو گوشت پوست کا بچھڑا بنا دیا۔ قادر مطلق کے سامنے تو کوئی مشکل نہیں ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس بچھڑے سے ٹیں ٹیں کی آواز نکلنے لگ گئی۔ سامری نے کہا کہ یہ جو اس کے اندر ٹیں ٹیں کر رہا ہے یہ رب ہے۔ پہلے موسیٰ علیہ السلام جاتے تھے تو جلدی واپس آ جاتے تھے اب وہ کوہ طور پر رب کا انتظار کر رہے ہیں اور رب یہاں ٹیں ٹیں کر رہا ہے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ جاہل لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی، سب نے نہیں، موحد بھی تھے بس جن کی عقل ماری گئی تھی۔ کوئی اس کا طواف کر رہا ہے کوئی چڑھاوا چڑھا رہا ہے کوئی اس پر ہاتھ پھیر رہا ہے کوئی سجدہ کر رہا ہے کوئی کچھ اور کوئی کچھ کر رہا ہے اور یہ سب کچھ اس کی ٹیں پر ہو رہا ہے۔ اندازہ لگاؤ اس قوم کا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر کتنے معجزے دیکھے ان کا اثر ذہن میں نہیں رہا بچھڑے کی ٹیں ٹیں پر قربان ہو گئے۔ یہ ساری سامری کی شرارت تھی چونکہ حقیقتاً وہ مشرک تھا صرف ظاہری طور پر اس نے کلمہ پڑھا تھا اور بعض کو اس نے گمراہ کیا سب لوگ گمراہ نہیں ہوئے تھے اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ پس بیشک ہم نے فتنے اور آزمائش میں ڈال دیا ہے تیری قوم کو مِنْ بَعْدِکَ آپ کے وہاں سے آنے کے بعد وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ اور ان کو گمراہ کیا ہے سامری

نے۔ جس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا قبیلہ بنو سامرہ سے جو بنی اسرائیل کی ایک شاخ تھی فَرَجَعَ مُوْسٰى پس لوٹے موسیٰ علیہ السلام چالیس دنوں کے بعد اِلٰى قَوْمِهٖ اپنی قوم کی طرف غَضْبَانَ اَسِفًا غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے۔ آئندہ رکوع میں آ رہا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑ کر کھینچا کہ تیرے ہوتے ہوئے یہ کیا ہے، قوم شرک میں مبتلا ہوگئی ہے آپ نے سستی کی ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے مگر درجہ اور مقام موسیٰ علیہ السلام کا بڑا تھا۔ شرح فقہ اکبر وغیرہ عقائد کی کتابوں میں متکلمین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے اور تیسرا درجہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام جب واپس تشریف لائے تو غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے کہ کیا بنا ہے؟ قَالَ فرمایا يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ اے میری قوم کیا نہیں کیا تھا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے وعدہ وَعْدًا حَسَنًا وعدہ اچھا کہ تمہیں تورات کی صورت میں آئین ملے گا اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ کیا پس لمبا ہوگیا تھا تم پر وعدہ اَمْ اَرَدْتُّمْ یا تم نے ارادہ کیا اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ حَلَّ يَحِلُّ باب ضَرَبَ سے ہو تو اس کا معنیٰ ہے لازم ہونا اور نَصَرَ سے ہو تو اس کا معنیٰ ہے اترنا۔ تو معنیٰ ہوگا کہ واجب ہوا تم پر لازم ہوا تم پر غضب تمہارے رب کی طرف سے فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ پس تم نے خلاف ورزی کی میرے وعدے کی۔ تم نے میرے ساتھ توحید پر پختہ رہنے کا وعدہ کیا تھا اب تم بگڑ گئے ہو بچھڑے کی پوجا شروع کردی ہے قَالُوْا کہنے لگے مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ نہیں خلاف ورزی کی ہم نے آپ کے وعدے کی بِمَلْكِنَا اپنے اختیار سے وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اور لیکن ہم اٹھوائے گئے اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ قوم کے زیورات کے بوجھ سے۔ ہمارے اوپر

بوجھ تھا جس کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے فَقَذَفْنٰـهَا ہم نے ان کو پھینک دیا کیونکہ ان کی شرائع میں مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے انہوں نے وہ زیورات پھینک دیئے فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ پس اسی طرح ڈالا سامری نے۔ یہاں ڈالنے سے مراد ڈھالنا ہے، سامری نے سونے چاندی کو ڈھال کر بچھڑا بنا دیا فَاَخْرَجَ لَهُمْ پس نکالا ان کیلئے عِجْلاً بچھڑا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ جسم تھا اس کیلئے آواز تھی۔ ٹیں ٹیں کی آواز نکالتا تھا۔

بچھڑے کے متعلق دو تفسیریں :

اس کے متعلق دونوں تفسیروں کا میں نے حوالہ دیا ہے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بچھڑا سونے چاندی کا ہی رہا گوشت پوست میں تبدیل نہیں ہوا لیکن وہ جو مٹی اس کے منہ میں رکھی اس کی وجہ سے اس نے ٹیں ٹیں کی آواز نکالنی شروع کر دی۔

جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ لَحْمًا وَّدَمًا اس کا گوشت پوست بن گیا تھا فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے جو ان میں سے ملحد اور مشرک قسم کے لوگ تھے هٰذَآ اِلٰـهُكُمْ یہ تمہارا معبود ہے جو ٹیں ٹیں کر رہا ہے وَاِلٰـهُ مُوْسٰى اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود بھی یہی ہے فَنَسِيَ پس موسیٰ علیہ السلام بھول گئے ہیں۔ وہ وہاں رب تعالیٰ کا انتظار کر رہے ہیں اور رب آ کر اس میں داخل ہو گیا ہے۔ جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے۔ فرمایا اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پس نہیں دیکھتے وہ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلاً یہ کہ نہیں لوٹاتا وہ بچھڑا ان کی طرف کوئی بات صرف ٹیں ٹیں کی تو کچھ حقیقت نہیں ہے اصل تو یہ ہے کہ کوئی سوال کرے تو جواب دے اور اس کی حالت یہ تھی کہ تم جو بھی کہو وہ ٹیں ٹیں کر رہا ہے۔ بھئی! ٹیں ٹیں سے کیا بنے گا؟ ایک تو گفتگو نہیں کر سکتا اور دوسری بات یہ ہے کہ وَّلَا

یَمْلِکُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اورنہیں مالک وہ ان کیلئے ضرر کا اور نہ نفع کا۔ اللہ وہ ہے جو نافع بھی ہو اور ضار بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے دو اعلان کرائے ہیں پہلا اعلان یہ کروایا کہ قُلْ ''اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [جن:۲۱] بیشک میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' اور دوسرا اپنی ذات کے متعلق اعلان کروایا قُلْ ''آپ کہہ دیں لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَاضَرًّا [اعراف:۱۸۸] میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کیلئے نفع کا اور نہ نقصان کا۔'' جب آنحضرت ﷺ جیسی ذات گرامی نفع نقصان کی مالک نہیں ہے تو......

؎ دیگراں راچہ رسد

کسی کو کیا اختیار ہو سکتا ہے مگر جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو پھر قبروں کی پوجا کرتے ہیں، بزرگوں کی پوجا کرتے ہیں اور بہت کچھ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

۞ ۞ ۞

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ

مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق قَالَ فرمایا لَهُمْ ان کو هٰرُوْنُ ہارون علیہ السلام نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے يٰقَوْمِ اے میری قوم اِنَّمَا پختہ بات ہے فُتِنْتُمْ بِهٖ تم فتنے میں ڈالے گئے اس بچھڑے کیساتھ وَاِنَّ اور بیشک رَبَّكُمُ تمہارا رب الرَّحْمٰنُ رحمان ہے فَاتَّبِعُوْنِيْ پس تم میری اتباع کرو (عملاً) وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ اور میرے حکم کی طاعت کرو (قولاً) قَالُوْا کہنے لگے لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ ہم ہرگز نہیں ٹلیں گے اس سے عٰكِفِيْنَ جھکے رہیں گے حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى

یہاں تک کہ لوٹ آئیں ہماری طرف موسیٰ علیہ السلام قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام
نے یٰھٰرُوْنُ اے ہارون علیہ السلام مَا مَنَعَکَ کس چیز نے آپ کو روکا اِذْ
رَاَیْتَھُمْ جب آپ نے دیکھا ان کو ضَلُّوْآ کہ گمراہ ہو گئے ہیں اَلَّا تَتَّبِعَنِ کہ تم
نے میری پیروی کیوں نہ کی اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ کیا آپ نے میرے حکم کی
نافرمانی کی قَالَ فرمایا یَبْنَؤُمَّ اے میری ماں کے بیٹے لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ آپ
نہ پکڑیں میری داڑھی کو وَلَا بِرَاْسِیْ اور نہ میرے سر کو اِنِّیْ خَشِیْتُ بیشک
مجھے خوف ہوا اَنْ تَقُوْلَ کہ آپ کہیں گے فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ آپ
نے تفریق ڈالی بنی اسرائیل کے درمیان وَلَمْ تَرْقُبْ اور آپ نے انتظار نہیں کیا
قَوْلِیْ میری بات کا قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُکَ تیرا کیا
معاملہ ہے یٰسَامِرِیُّ اے سامری قَالَ سامری نے کہا بَصُرْتُ دیکھی میں
نے بِمَا وہ چیز لَمْ یَبْصُرُوْا بِہٖ جس کو ان لوگوں نے نہیں دیکھا فَقَبَضْتُ پس
اٹھائی میں نے قَبْضَۃً ایک مٹھی مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فرشتے کے نشان سے
فَنَبَذْتُھَا پس میں نے اس کو پھینک دیا بچھڑے میں وَکَذٰلِکَ سَوَّلَتْ لِیْ
نَفْسِیْ اور اسی طرح آمادہ کیا میرے لئے میرے نفس نے قَالَ فرمایا موسیٰ
علیہ السلام نے فَاذْھَبْ پس تم جاؤ فَاِنَّ لَکَ پس تیرے لئے ہے فِی
الْحَیٰوۃِ زندگی میں اَنْ تَقُوْلَ یہ کہ تم کہو گے لَا مِسَاسَ نہ چھوؤ وَاِنَّ لَکَ
اور بیشک تیرے لئے مَوْعِدًا ایک وعدے کا وقت ہے لَّنْ تُخْلَفَہٗ ہرگز تیرے

ساتھ اس کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی وَانْظُرْ اِلٰی اِلٰهِكَ اور دیکھ اپنے معبود کو الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ جس پر سارا دن تو عَاكِفًا جھکا رہا لَنُحَرِّقَنَّهٗ البتہ ہم ضرور اس کو جلائیں گے ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ پھر البتہ ضرور اس کو اڑا دیں گے فِی الْیَمِّ بحر قلزم میں نَسْفًا اڑا دینا اِنَّمَآ پختہ بات ہے اِلٰهُكُمُ تمہارا معبود اللّٰهُ اللہ جل جلالہ ہے الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وسیع ہے وہ ہر چیز پر ازروئے علم کے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لینے کیلئے کوہ طور پر جا رہے تھے تو ہارون علیہ السلام کو تاکید فرمائی کہ قوم کے مزاج سے تم واقف ہو کہ یہ شرارت پسند لوگ ہیں لہٰذا ان کی خوب نگرانی کرنا۔ لیکن ہوا یہ کہ سامری نے بچھڑا بنا کر اس کی عبادت شروع کرا دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پورا زور صرف کیا ان کو سمجھانے میں مگر وہ باز نہ آئے۔ اس کا ذکر ہے وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ اور البتہ تحقیق فرمایا ان کو ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے طور سے واپس آنے سے پہلے یعنی ان کی غیر حاضری میں فرمایا یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ اے میری قوم پختہ بات ہے تم فتنے میں ڈالے گئے ہو اس بچھڑے کی وجہ سے۔ اے ظالمو! تم نے بچھڑے کو الٰہ بنا لیا ہے وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ اور بیشک تمہارا رب رحمان ہے۔

لفظ رحمٰن اور رحیم میں فرق :

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لفظ رحمٰن اور رحیم میں فرق بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بن مانگے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں

جو مانگنے پر دیتا ہے رب تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ دیا ہے بغیر مانگے کے دیا ہے وجود دیا آنکھیں دیں، کان دیئے، زبان دی، ہونٹ دیئے، ٹانگیں دیں، ہاتھ دیئے، ہمیں کیا شعور تھا، ہمیں کیا شد بدھ تھی یہ تمام نعمتیں رب تعالیٰ نے بغیر مانگنے کے دی ہیں۔ تو فرمایا رب تمہارا رحمٰن ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ پس تم میری اتباع کرو اتباع ہوتی ہے عمل میں اور اطاعت ہوتی ہے قول میں تو عملی طور پر میری اتباع کرو وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ اور میرے حکم کی طاعت کرو قولاً فعلاً میری پیروی کرو۔ اس سامری شیطان کی پیروی نہ کرو، بچھڑے کو معبود نہ بناؤ اور بد باطن لوگ ہوتے تھے جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا قَالُوْا کہنے لگے لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْہِ ہم ہرگز نہیں ٹلیں گے اس سے، اسی پر عٰکِفِیْنَ جھکے رہیں گے اسی کی عبادت کریں گے حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰی یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام لوٹ آئیں ہمارے پاس۔ ان کے آنے تک ہم اس کی عبادت کریں گے کیونکہ ہمیں سبق دیا گیا ہے کہ اس میں جو ٹیں ٹیں کر رہا ہے وہ رب ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا جلالی مزاج :

موسیٰ علیہ السلام تورات کی دس تختیاں لے کر آئے تھے چونکہ رب تعالیٰ کی توحید میں خلل نظر آ رہا تھا اور جلالی مزاج تھے جب حضرت ہارون علیہ السلام پر نظر پڑی وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْہِ یَجُرُّہٗٓ اِلَیْہِ [اعراف: ۱۵۰] ''اور ڈال دیا موسیٰ علیہ السلام نے تختیوں کو اور پکڑ لیا اپنے بھائی کے سر کو اور اس کو کھینچا اپنی طرف۔ اگرچہ القی کے معنیٰ پھینکنے کے بھی آتے ہیں مگر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ تختیاں جلدی سے نیچے رکھ دیں (حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا تاکہ ہارون علیہ السلام کیساتھ دو ہاتھ کرلیں۔) ہارون علیہ السلام نے پٹے رکھے ہوئے تھے اور داڑھی بھی۔ سر

کے پٹوں اور داڑھی سے پکڑا کہ رب تعالیٰ کی توحید میں خلل آیا اور تم خاموش رہے ہارون علیہ السلام طبعاً نرم مزاج تھے رب تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوتی ہے کسی کا قد بڑا کسی کا چھوٹا شکلوں مین بھی فرق ہوتا ہے مزاجوں میں بھی فرق ہوتا ہے ، عقل ، فہم ، فراست میں بھی فرق ہوتا ہے یہ سب رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو پکڑا اور قَالَ فرمایا یٰـھٰرُوْنُ مَا مَنَعَکَ اے ہارون علیہ السلام تجھے کس چیز نے روکا اِذْ رَاَیْتَھُمْ ضَلُّوْآ جب آپ نے دیکھا کہ گمراہ ہوگئے ہیں۔ اَلَّا تَتَّبِعَنِ کہ تم نے میری پیروی کیوں نہ کی۔

دو تفسیریں :

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیال کیا کہ شاید انہوں نے پوری طرح تبلیغ نہیں کی چونکہ نرم مزاج تھے میری بات پر اچھی طرح عمل نہیں کیا میں نے کہا تھا ان لوگوں کی نگرانی کرنا تم نے نگرانی نہیں کی ۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تم میرے پیچھے کیوں نہیں آئے جب آپ نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہوگئے اور تمہاری بات نہیں مانتے تو آپ میرے پیچھے چلے آتے اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی جس طرح ڈٹ کر تبلیغ کرنے کا حق تھا اس طرح نہیں کی موسیٰ علیہ السلام کے خیال کے مطابق میرے پیچھے کیوں نہیں آئے قَالَ ہارون علیہ السلام نے کہا یَبْنَؤُمَّ اے میری ماں کے بیٹے ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران بن قہث بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام تھا۔ اپنے دور کے بڑے نیک بزرگ تھے اور والدہ کا نام یوحاند عربی میں لکھتے ہیں اور اردو میں یوکابد لکھتے ہیں رحمہما اللہ جس طرح وہ ماں کے بیٹے ہیں باپ کے بھی بیٹے ہیں لیکن چونکہ ماں میں شفقت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت باپ کے اس لئے

ماں کا ذکر کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ماں میں یہ شفقت نہ رکھتے تو بچے کی کبھی تربیت نہ ہوسکتی۔ اسی شفقت کا نتیجہ ہے کہ اپنے بچوں کی گرمی سردی دھوپ چھاؤں میں خدمت کرتی ہے اور خود تکلیف برداشت کرتی ہے ورنہ اس طرح کون تکلیف اٹھاتا ہے۔ فرمایا اے میری ماں کے بیٹے لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِىْ نہ پکڑ میری داڑھی کو وَلَا بِرَاْسِىْ اور نہ میرے سر کو اِنِّىْ خَشِيْتُ بیشک مجھے خوف ہوا اَنْ تَقُوْلَ کہ آپ کہیں گے فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ آپ نے تفریق ڈال دی بنی اسرائیل کے درمیان۔ اس لئے میں آپ کے پیچھے نہیں آیا باقی میں نے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی اتنا سمجھایا کہ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِىْ [اعراف:۱۵۰] ''قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے۔'' پہلے موسیٰ علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ چونکہ یہ نرم مزاج تھے ان کی نرمی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے لیکن جب تسلی ہوگئی تو پھر اپنے لئے بھی دعا کی اور بھائی کیلئے بھی دعا کی رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَلِاَخِىْ [ایضاً:۱۵۱] ''اے پروردگار! معاف کر دے مجھے اور میرے بھائی کو۔'' بظاہر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں بڑے تھے اور موسیٰ علیہ السلام چھوٹے تھے تو چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کی بے حرمتی کیوں کی۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ہارون علیہ السلام نبی ہیں۔ نبی کی توہین ، داڑھی اور سر کو پکڑ کر کھینچنا یہ اپنی جگہ گناہ ہے۔ دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ نہ بڑے بھائی کی توہین کی ہے اور نہ نبی کی توہین کی ہے بلکہ رب تعالیٰ کی توحید میں خلل دیکھ کر برداشت نہیں ہوا۔ اصل مقصد غصہ ہے کہ رب تعالیٰ کی توحید کیخلاف یہ کاروائی کیوں ہوئی ہے۔ تو ہارون علیہ السلام نے کہا کہ میں نے سمجھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی البتہ آپ کے پیچھے اس لئے نہیں آیا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق کیوں ڈالی کیونکہ جب میں آپ کے پیچھے اس لئے نہیں آیا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ آپ نے بنی

اسرائیل کے درمیان تفریق کیوں ڈالی کیونکہ جب میں آپ کے پیچھے آتا تو کچھ میرے ساتھ آتے کچھ پیچھے رہ جاتے تو یہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے اور آپ یہ بھی کہتے کہ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ اور آپ نے انتظار نہیں کیا میری بات کا میرے آنے تک۔ تو یہ کام نہ کرتے کہ کچھ ساتھ لے جائے اور کچھ وہاں چھوڑ آئے۔ جب یہ معاملہ صاف ہو گیا کہ ہارون علیہ السلام نے وضاحت فرما دی تو پھر سامری کی خبر لی قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ وَمَا حَالُکَ وَمَا شَانُکَ وَمَا بَالُکَ اے سامری! تمہارا کیا حال ہے بتاؤ تم نے یہ کاروائی کیوں کی ہے قَالَ سامری نے کہا بَصُرْتُ میں نے دیکھی بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِہٖ وہ چیز جس کو انہوں نے نہیں دیکھا فَقَبَضْتُ قَبْضَۃً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ پس اٹھائی میں نے ایک مٹھی فرشتے کے نشان سے۔ اے مَنْ حَافِرِ فَرَسِ الرَّسُوْلِ ''یعنی جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نشان سے۔'' ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جس وقت فرعونیوں کو بحر قلزم میں غرق کیا گیا اس وقت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے گھوڑے کا نام حیزوم تھا۔

جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا ذکر :

بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ بدر کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو آدمی دیکھے سفید رنگ کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے حیران ہوئے کہ یہ آدمی ہمارے ساتھ تو نہیں آئے ان کے ہاتھ میں چابک تھے جب کافر کو مارتے تھے پشت کے بل گرا دیتے تھے بعد میں انہوں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ کے سامنے کیا آپ ﷺ نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام تھے اور جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑے پر سوار تھے اس کا نام حیزوم تھا۔ تو سامری نے دیکھا کہ وہ گھوڑا

جس جگہ پاؤں رکھتا ہے وہ جگہ فوراً سرسبز ہو جاتی ہے جس طرح خضر علیہ السلام جس جگہ بیٹھتے تھے یا پاؤں رکھتے تھے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی اسی وجہ سے ان کا نام خضر ہے خضر کے معنٰی سبز ورنہ ان کا اصل نام تو بلیا بن ملکان علیہ السلام ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور جمہور کے نزدیک پیغمبر تھے اور ذوالقرنین کے وزیر اعظم تھے اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں علم عقائد کی مشہور اور مستند کتاب ہے ''خیالی'' اس میں یہ لکھا ہے کہ چار پیغمبر زندہ ہیں دو آسمانوں پر اور دو زمین پر، حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات دلائل قطعی سے ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ کی حیات اور نزول کا منکر پکا کافر ہے اس پر میری مستقل کتاب ہے ''توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام'' اس میں قیامت کی نشانیاں، مہدی علیہ السلام کا ظہور، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال کا خروج، زلزلوں کی آمد یہ سب واقعات احادیث اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے ہیں اس کو ضرور پڑھیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی حیات قطعی دلیل سے نہیں ہے ظنی دلیل سے ہے۔ تو سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی تھوڑی سی برکت کیلئے اٹھا کر رکھ لی۔ پھر کیا ہوا فَنَبَذْتُهَا پس میں نے اس کو پھینک دیا بچھڑے میں اس کے منہ میں ڈالی وہ ٹیں ٹیں کرنے لگ گیا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ اور اسی طرح آمادہ کیا میرے لئے میرے نفس نے۔ میرے نفس نے میرے لئے یہ کاروائی مزین کی میں نے سمجھا کہ اس مٹی میں کرشمہ ہے چونکہ جگہ فوراً سرسبز ہو جاتی تھی قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا فَاذْهَبْ پس تم جاؤ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ پس تیرے لئے ہے زندگی میں اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ کہ تم کہو گے نہ چھوؤ تیرے لئے یہ سزا ہوگی کہ تو کہتا پھرے گا مجھے ہاتھ نہ لگانا جو شخص سامری کو ہاتھ لگاتا تھا اس کو تیز بخار ہو

جاتا ہے ایسا کہ نا قابل برداشت اور ہاتھ لگانے والے کو بھی بخار چڑھ جاتا ہے سامری نے تو لوگوں کو جمع کرنے کا ڈھونگ رچایا تھا رب تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ اب لوگوں کو کہتا تھا کہ میرے قریب نہ آنا اور جو کوئی قریب آتا تو یہ دوڑ لگا دیتا ہندوؤں نے بھرشٹ ہونا یہیں سے لیا ہے کہ ایک دوسرے کو نہ ملنا ہندو دوسرے کو قریب نہیں آنے دیتے کہ مجھے بھرشٹ ہو جاتا ہے وَاِنَّ لَکَ مَوْعِدًا اور بیشک تیرے لئے ایک وعدے کا وقت ہے لَّنْ تُخْلَفَهٗ ہرگز تیرے ساتھ اس کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی۔ موت کا وقت بھی ہے اور قیامت کا وقت بھی۔ اور تیرے لئے دنیا کی سزا یہ ہے کہ تم لوگوں سے بھاگتے پھرو گے اور قیامت کی سزا اپنی جگہ ہوگی۔ وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ اور دیکھ اپنے الٰہ کی طرف جو بچھڑا تو نے بنایا تھا الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا وہ جس پر سارا دن تو جھکا رہتا تھا اسکو دیکھو لَنُحَرِّقَنَّهٗ البتہ ضرور ہم اس کو جلائیں گے ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ پھر ہم اس کو اڑا دیں گے فِی الْیَمِّ بحر قلزم میں نَسْفًا اڑا دینا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب :

بعض ملحدوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ بچھڑا سونے چاندی کا تھا اور سونا چاندی تو جلتا نہیں ہے وہ تو پگھلتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے فرمایا کہ ہم اس کو جلا دیں گے اور پھر بحر قلزم میں اڑا دیں گے۔ تو مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کے دو جواب دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے کام کون سے سمجھ آتے ہیں لاٹھی کا اژدھا بننا کیا سمجھ میں آتا ہے؟ لاٹھی کے مارنے سے سمندر کا پھٹ جانا کیا سمجھ میں آتا ہے؟ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالیں تو روشن ہو جائے کیا یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سونے کا جلنا سمجھ میں آجائے۔ تو جس طرح دوسرے سارے معجزات ہیں یہ بھی معجزہ ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آج بھی لوگ سونے

چاندی کا کشتہ مارتے ہیں سونے اور چاندی کو راکھ بنا کر استعمال کرتے ہیں تو کیا حکیم ڈاکٹر سونے چاندی کو راکھ بنا سکتے ہیں اور خدا کا پیغمبر نہیں بنا سکتا؟ اس میں کیا شک ہے حق کی باتوں پر تعجب کرنا اور انکار کرنا ایمان کے خلاف ہے۔ فرمایا اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ پختہ بات ہے کہ تمہارا معبود اللہ ہے وہ کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے معبود کوئی مگر وہی صرف وہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا وہ وسیع ہے ہر شے پر از روئے علم کے۔ یہ جو تم نے خود ساختہ بنایا ہے یہ کوئی شے نہیں ہے الٰہ صرف رب تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔

❁ ❁ ❁

كَذٰلِكَ

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۚۖ ﴿٩٩﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ ﴿١٠١﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۚۖ ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۠ ﴿١٠٤﴾ ع وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا ؕ ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾

كَذٰلِكَ اسی طرح نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں عَلَيْكَ آپ کے سامنے مِنْ اَنْۢبَآءِ خبروں سے مَا ان امتوں کی قَدْ سَبَقَ تحقیق جو گذر چکی ہیں۔ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ اور تحقیق ہم نے دیا آپ کو مِنْ لَّدُنَّا اپنی طرف سے ذِكْرًا ذکر مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ جو اعراض کرے گا اس ذکر سے فَاِنَّهٗ پس بیشک وہ يَحْمِلُ اٹھائے گا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن وِزْرًا بوجھ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ہمیشہ رہیں گے اس میں وَسَآءَ لَهُمْ اور برا ہوگا ان کیلئے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن حِمْلًا بوجھ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ جس دن پھونکی جائے گی بگل وَنَحْشُرُ

الْمُجْرِمِيْنَ اور ہم اکٹھا کریں گے مجرموں کو يَوْمَئِذٍ اس دن زُرْقًا نیلی آنکھوں والے ہونگے يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ آہستہ آہستہ گفتگو کریں گے آپس میں اِنْ لَّبِثْتُمْ نہیں ٹھہرے تم اِلَّا عَشْرًا مگر دس دن اور دس راتیں نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہیں گے اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ جس وقت کہے گا ان میں سے اچھا طَرِيْقَةً روش کے لحاظ سے اِنْ لَّبِثْتُمْ نہیں ٹھہرے تم اِلَّا يَوْمًا مگر ایک دن وَيَسْئَلُوْنَكَ اور سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الْجِبَالِ پہاڑوں کے بارے میں فَقُلْ پس آپ کہہ دیں يَنْسِفُهَا رَبِّيْ اڑا دے گا ان کو میرا رب نَسْفًا اڑا دینا فَيَذَرُهَا پس چھوڑ دے گا ان پہاڑوں کی جگہ کو قَاعًا میدان صَفْصَفًا ہموار لَّا تَرٰى فِيْهَا نہیں دیکھیں گے آپ اس میں عِوَجًا کوئی موڑ وَّ لَآ اَمْتًا اور نہ اونچی نیچی جگہ يَوْمَئِذٍ اس دن يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ پیروی کریں گے پکارنے والے کی لَا عِوَجَ لَهٗ کوئی کجی نہیں ہوگی اس کیلئے وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ اور پست ہو جائیں گی آوازیں لِلرَّحْمٰنِ رحمان کے سامنے فَلَا تَسْمَعُ پس آپ نہیں سنیں گے اِلَّا هَمْسًا مگر پاؤں کی آہٹ۔

اس سے پہلے کئی رکوعوں میں حضرتِ موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام، فرعون، بنی اسرائیل، سامری کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں جس طرح ہم نے تفصیل کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور فرعون اور سامری کا واقعہ

بیان کیا ہے مِنْ اَنْبَآءِ مِنْ تبعیضیہ ہے اور اَنْبَا نباءٌ کی جمع ہے نباءٌ کا معنٰی ہے خبر۔ تو معنٰی ہوگا خبروں میں سے کچھ مَا ان امتوں کی خبریں قَدْ سَبَقَ جو پہلے گذر چکی ہیں۔یعنی جسطرح ہم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے اسی طرح پہلی امتوں کے واقعات میں سے بھی کچھ کچھ بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔رب تعالٰی نے یہ قصے بیان کرنے کی حکمت خود بیان فرمائی فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ [اعراف:۱۷۶] ''پس آپ بیان کریں حالات تاکہ یہ لوگ غوروفکر کریں۔'' کہ فرمانبرداروں کیساتھ اللہ تعالٰی نے یہ سلوک کیا اور نافرمانوں کا یہ حشر ہوا۔یہ سبق دینے کیلئے واقعات بیان ہوئے ہیں۔

حفاظتِ قرآن :

وَ قَدْ اٰتَیْنٰکَ اور تحقیق ہم نے دیا آپ کو مِنْ لَّدُنَّا اپنی طرف سے ذِکْرًا قرآن پاک کا نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [حجر:۹] ''بیشک ہم نے نازل کیا ہے ذکر یعنی نصیحت والی کتاب کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' جس کی حفاظت کی ذمہ داری رب تعالٰی نے لی ہو اس کو کون بگاڑ سکتا ہے؟ دنیائے کفر نے پورا زور لگایا ہے قرآن حکیم میں تحریف کرنے کا لیکن آج تک کامیاب نہیں ہوئے اور نہ قیامت تک کامیاب ہونگے انشاءاللہ تعالٰی۔امت مرحومہ نے قرآن پاک کے الفاظ کی حفاظت کی،لب ولہجہ کی حفاظت کی،ترجمہ وتفسیر کی حفاظت کی ہے الحمدللہ! حفاظت کے جتنے جتنے انتظامات تھے وہ سب کے سب کئے ہیں۔فقہاء کرامؒ جو دین کی حقیقت کو بخوبی سمجھتے ہیں انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ رمضان المبارک میں ایک دفعہ قرآن پاک کا سننا مسلمان کے ذمہ لازم ہے اور جس جگہ جماعت ہوتی ہے تراویح میں وہاں ایک

دفعہ قرآن پاک سنانا سنت مؤکدہ ہے تاکہ براہ راست ہر مسلمان اپنے کانوں کیساتھ قرآن پاک کو سن لے تو قرآن پاک کا نام ذکر بھی ہے اور قرآن پاک کا نام فرقان بھی ہے ۔سورۃ الفرقان میں ہے تَبٰـرَکَ الَّـذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ ''فرقان کا معنی ہے حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب۔''

قرآن پاک سے اعراض کی سزا :

تو فرمایا کہ ہم نے دیا آپ کو اپنی طرف سے ذکر قرآن پاک مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ جو اعراض کرے گا اس ذکر سے فَاِنَّـهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰـمَةِ وِزْرًا پس بیشک وہ اٹھائے گا قیامت والے دن بوجھ انکار کا۔یعنی انکار کا جو معنوی طور پر بوجھ ہوگا وہ اس کے کاندھے پر ہوگا جیسے کوئی کہتا ہے کہ مجھ پر قرضے کا بوجھ ہے، مجھ پر اہل خانہ کے خرچے کا بوجھ ہے، مجھ پر فلاں چیز کا بوجھ ہے۔اب ظاہر بات ہے کہ اس کی پیٹھ پر کوئی بوری تو نظر نہیں آتی لیکن اس کی ذمہ داری ہے ذمہ داری کا بوجھ گردن پر ہوتا ہے تو جو قرآن پاک سے اعراض کرے گا اس نافرمانی کا بوجھ وہ اٹھائے گا قیامت والے دن جس طرح دوسرے بوجھ اٹھائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک روایت سنائی کہ جس شخص نے چوری کی قیامت والے دن وہ چیز اس کے کندھے پر ہوگی ، اونٹ چرایا ہے، گائے چرائی ہے، بکری چرائی ہے۔اونٹ اپنی آواز نکال رہا ہوگا ، گائے بکری اپنی آواز نکال رہی ہوگی ۔ایک مسخرہ سا آدمی بیٹھا تھا کہنے لگا حضرت !ایک آدمی نے اونٹ چوری کیا ہے گائے چوری کی ہے تو وہ اس چھوٹی سی گردن اور پیٹھ پر کیسے اٹھائے گا یا کسی چور نے ایک سے زیادہ اونٹ چرائے ہیں تو وہ ان کو گردن پر کیسے اٹھائے گا اس کی گردن پر کیسے آئیں گے۔اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو کاٹنا چاہا مگر وہ ابو ہریرہ تھے رضی اللہ عنہ۔ فرمایا تو نے یہ حدیث نہیں سنی کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض ایسے مجرم ہونگے کہ ان کے کندھے کو اتنا چوڑا کر دیا جائے گا کہ تیز رفتار گھوڑا کندھے کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تین دن میں پہنچے گا ؟اس نے کہاہاں ! یہ حدیث سنی ہے اور فرمایا کہ یہ بھی سنا ہے کہ مجرموں کو احد پہاڑ کے برابر چوڑا کر دیا جائے گا جتنا وہ پھیلا ہوا ہے؟اس نے کہا سنا ہے۔تو فرمایا اب بتا کتنے اونٹ اس پر لادے جاسکتے ہیں۔رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔اور بخاری شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کیساتھ زیادتی نہ کرو، زکوٰۃ ادا کرو ایسا نہ ہو کہ قیامت والے دن اونٹ اس کی گردن پر ہو اور آوازیں نکال رہا ہو اور اٹھانے والا کہے یارسول اللّٰہ اَغِثْنِیْ اے اللہ کے رسول میری امداد کرو میں کہہ دوں گا لَا اَمْلِکُ لَکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا قَدْ بَلَّغْتُکَ میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں اپنے آپ بھگتو۔

ایک موقع پر آپ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے میری پھوپھی !اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ میں آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شے کا مالک نہیں ہوں ۔ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے میری پیاری بیٹی ! سَلِیْنِیْ مِنْ مَّالِیْ مَا شِئْتِ میرے پاس جو مال ہے مانگو اس میں سے جو چاہو میں دریغ نہیں کروگا لیکن اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا بیشک میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمہیں نہیں بچا سکوں گا۔تو فرمایا جو قرآن کریم سے انکار کرے گا اس کا بوجھ اٹھانے والا ہو گا قیامت والے دن خٰلِدِیْنَ فِیْہِ ہمیشہ رہیں گے اس بوجھ میں۔وہ بوجھ ان کی گردن

سے نہیں ہٹے گا وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا اور برا ہوگا ان کیلئے قیامت والے دن یہ بوجھ انکار اور نافرمانی کا يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ جس دن بگل پھونکی جائے گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جھکے ہوئے ہیں جیسے آدمی رکوع کی حالت میں جھکا ہوتا ہے اور منہ بگل پر رکھا ہوا ہے منتظر ہیں کہ کس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو بگل پھونکنے کا اور میں پھونک دوں یعنی یہ بوجھ اس دن اٹھائیں گے جس دن بگل پھونکی جائے گی جس کو نفحہ اولیٰ کہتے ہیں۔ ساری کائنات ختم ہو جائے گی وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْإِكْرَامِ [سورہ رحمٰن] ''اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے سوا کوئی جاندار چیز باقی نہیں رہے گی۔'' پھر چالیس سال کا وقفہ ہوگا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے چالیس سال بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو اٹھائیں گے پھر وہ بگل پھونکیں گے فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ [زمر:۶۸] ''پس یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھ رہے ہونگے۔'' سب اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور جن کو پرندے کھا گئے، درندے کھا گئے، مچھلیاں ہڑپ کر گئیں وہ بھی آجائیں گے، جن کو جلا کر راکھ کر دیا گیا وہ بھی آجائیں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے سب رب تعالیٰ کے سامنے ہونگے۔ فرمایا وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ اور ہم جمع کریں گے مجرموں کو يَوْمَئِذٍ اس قیامت والے دن زُرْقًا ازرق کی جمع ہے بمعنی بلی کی آنکھوں والا۔

فارسی میں کہتے ہیں ''گربہ چشم'' قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عربی جب کسی کی مذمت کرتے ہیں تو کہتے ہیں اَسْوَدُ الْكَبِدِ اَزْرَقُ الْعَيْنِ اَصْهَبُ السُّبَالِ ''اس کی کیا بات کرتے ہو بھئی اس کا تو جگر ہی سیاہ ہے وہ تو بلی کی آنکھوں والا ہے اس کی مونچھیں سرخ ہیں۔'' یہ ان لوگوں کا تجربہ تھا واللہ اعلم۔ کہ جس آدمی کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح

ہوں مونچھیں سرخ ہوں تو اس کا مزاج عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ تو فرمایا آنکھوں والے ہونگے یَتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ آپس میں آہستہ آہستہ گفتگو کریں گے اور کہیں گے اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا نہیں ٹھہرے تم مگر دس دن اور دس راتیں۔ دنیا میں تو تھوڑا سا عرصہ رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے مگر دس دن اور دس راتیں نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً جس وقت کہے گا ان میں سے اچھا روش کے اعتبار سے۔ جسکی رائے سب سے بہتر ہوگی وہ کہے گا اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا نہیں ٹھہرے تم مگر ایک ہی دن صرف ایک ہی دن ٹھہرے ہو آخرت کی زندگی جو نہ ختم ہونے والی ہے اس کے مقابلے میں دنیا کی زندگی ایک دن بھی معلوم نہیں ہوتی۔ سَاعَةً ایک گھڑی بھی معلوم نہیں ہوتی۔ سورۃ النازعات میں ہے یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰهَا "جس دن وہ لوگ قیامت کو آنکھوں سے دیکھیں گے (تو خیال کریں گے) کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کا پچھلہ پہر یا دوپہر کا وقت۔" تو آخرت کی نہ ختم ہو تے والی زندگی کے مقابلہ میں یہ زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ قیامت کا ذکر آیا کہ منکر لوگ انکار کا بوجھ قیامت والے دن اٹھائیں گے تو منکر لوگوں نے کہا کہ قیامت تو نام ہے توڑ پھوڑ کا تو اس وقت یہ بڑے بڑے پہاڑ کہاں جائیں گے؟

قیامت کے دن توڑ پھوڑ :

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ اور یہ پوچھتے کرتے ہیں آپ سے پہاڑوں کے بارے میں کہ یہ کہاں جائیں گے فَقُلْ پس آپ کہہ دیں یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا اڑا دے گا ان کو میرا رب اڑا دینا۔ سورۃ القارعہ میں ہے وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ "اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح۔" فَیَذَرُهَا قَاعًا پس چھوڑ

دے گا ان پہاڑوں کی جگہ کو میدان صَفْصَفًا ہموار۔ یہ پہاڑ سارے ختم ہو جائیں گے میدان بالکل ہموار ہو جائے گا۔ اگر کوئی مشرق کی طرف سے انڈا لڑکائے تو مغرب تک اس کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی شمال سے لڑکائے گا تو جنوب تک کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اے مخاطب! لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا نہیں دیکھیں گے آپ اس میں کوئی موڑ۔ آج موڑ اس لئے ہیں کہ راستے میں کوئی ٹیلہ آ گیا کوئی پہاڑ آ گیا جب جگہ ہموار ہوگی تو پھر موڑ کہاں ہونگے وَّلَآ اَمْتًا اور نہ اونچی نیچی جگہ۔ آج پہاڑوں کا دس میل کا سفر خط مستقیم پر دو تین میل بھی نہیں بنتا پہاڑوں کی بلندی اور پستی میں مُوڑوں میں لوگ سارا دن کھپ جاتے ہیں اس وقت کوئی نشیب و فراز نہیں رہے گی بالکل برابر ہو جائے گی يَوْمَئِذٍ اس دن يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ پیروی کریں گے پکارنے والے کی لَا عِوَجَ لَهٗ کوئی کجی نہیں ہوگی اس کیلئے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جہاں بگل پھونک رہے ہونگے سب مشرق مغرب والے شمال جنوب والے اس آواز کے پاس جمع ہو جائیں گے جیسے کعبۃ اللہ کے اردگرد سب مشرق، مغرب، شمال، جنوب والے جمع ہو جاتے ہیں ہم یہاں مغرب کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ دمشق میں ہم نے نماز پڑھی جنوب کی طرف چہرہ کر کے۔ وہاں سے کعبہ جنوب کی طرف ہے۔

سجدہ کعبہ کو نہیں کرنا کعبہ تجلیات الٰہیہ کا مرکز ہے وہ اتحاد و اتفاق کا مرکز ہے مسجود لہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مکہ کا معنٰی ناف ہے۔ ناف انسان کے بدن میں مرکز ہے اور مکہ مکرمہ دنیا کا مرکز ہے اس لئے اس کو مکہ کہتے ہیں۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کو خوراک ناف کے ذریعے ملتی ہے اور مالی خوراک سارے عالم کو مکہ کے ذریعے ملتی ہے اور سب سے پہلا گھر جو رب تعالیٰ کی عبادت کیلئے بنایا گیا وہ بھی مکہ مکرمہ میں ہے اِنَّ

اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ [آل عمران:۹۶] تو فرمایا اس دن سارے آواز لگانے والے کی پیروی کریں گے وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ اور پست ہو جائیں گی آوازیں رحمان کے سامنے، کوئی آواز نہیں ہوگی فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا پس آپ نہیں سنیں گے مگر پاؤں کی آہٹ۔ جس وقت اونٹ اپنا پاؤں زمین پر رکھتا ہے تو اس کی جو ہلکی سی آواز ہوتی ہے اس کو ہمس کہتے ہیں پھر لوگوں کے پاؤں کی آواز پر بھی ہمس کا لفظ بولتے ہیں۔ تو سب خاموش ہو کر رب تعالیٰ کی عدالت کی طرف جائیں گے۔ قیامت حق ہے اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس وقت حقیقت سب کے سامنے آ جائے گی۔

❁ ❁ ❁

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۗ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۖ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۵

يَوْمَئِذٍ اس دن لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ نہیں نفع دے گی سفارش اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر اس کو کہ اجازت دی اس کیلئے رحمٰن نے وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا اور راضی ہوگا اس کی بات پر يَعْلَمُ رب جانتا ہے مَا اس چیز کو بَيْنَ اَيْدِيهِمْ جو ان کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَلَا يُحِيطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کی ذات کا از روئے علم کے وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ اور جھک جائیں گے چہرے لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ اس ذات کے سامنے جو زندہ ہے قائم رہنے والی ہے وَ قَدْ خَابَ اور تحقیق نامراد ہوا مَنْ وہ حَمَلَ

ظُلْمًا جس نے ظلم اٹھایا وَمَنْ یَّعْمَلْ اور جو شخص عمل کرے گا مِنَ الصّٰلِحٰتِ
نیکیوں کا وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ اور شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو فَلَا یَخٰفُ پس وہ نہیں
خوف کرے گا ظُلْمًا زیادتی وَّلَا ھَضْمًا اور نہ کمی کا وَ کَذٰلِکَ اور اسی طرح
اَنْزَلْنٰہُ اتارا ہم نے اس کو قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا قرآن عربی میں وَّصَرَّفْنَا فِیْہِ اور ہم
نے پھیر پھیر کر بیان کی اس میں مِنَ الْوَعِیْدِ دھمکیاں لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ تاکہ وہ بچ
جائیں اَوْ یُحْدِثُ لَھُمْ ذِکْرًا یا وہ پیدا کرے ان کیلئے نصیحت کو فَتَعٰلَی اللّٰہُ
پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اَلْمَلِکُ الْحَقُّ جو بادشاہ ہے سچا وَلَا تَعْجَلْ
بِالْقُرْاٰنِ اور آپ جلدی نہ کریں قرآن کیساتھ مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ
یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ کہ پوری کی جائے آپ کی طرف اس کی وحی وَقُلْ اور
آپ کہہ دیں رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اے میرے رب زیادہ کر میرا علم وَلَقَدْ
عَھِدْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے تاکید کی تھی اِلٰٓی اٰدَمَ آدم علیہ السلام کو مِنْ قَبْلُ
اس سے پہلے فَنَسِیَ پس وہ بھول گئے وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا اور نہیں پائی ہم
نے اس کیلئے کوئی پختگی۔

مسئلہ شفاعت :

قیامت کا ذکر چلا آ رہا ہے اس کے متعلق رب تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَئِذٍ اس
قیامت والے دن لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ نہیں نفع دے گی سفارش اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ
الرَّحْمٰنُ مگر اس کو جس کیلئے رحمٰن نے اجازت دی وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا اور رب راضی ہوگا
اس کی بات پر۔ قرآن کریم، حدیث شریف اور امت کا اس بات پر اجماع ہے شفاعت حق

ہے سوائے فرقہ معتزلہ کے، نیچریوں میں سے جو کہتا ہے کہ شفاعت نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر شفاعت کو مان لیں تو اس کا مطلب ہے کہ لوگوں کو جرم کرنے پر ابھارنا ہے کہ تم گناہ کرلو شفاعت ہو جائے گی گویا یہ شوشہ چھوڑ کر شفاعت کے مسئلے سے جرائم زیادہ ہوتے ہیں لہٰذا شفاعت کا سرے سے انکار کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ جس چیز کا ذکر قرآن کریم میں ہو اس سے انکار کا کیا معنٰی؟ اصل بات یہ ہے کہ حیلے بہانے سے وہ قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں۔ اب تمہارے سامنے قرآن پاک کی آیت کریمہ ہے اور سورہ مریم میں بھی پڑھ چکے ہو اور بھی آیات ہیں ان کو ہم کہاں لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ ''اس دن یعنی قیامت والے دن نہیں نفع دے گی شفاعت اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر اس کو کہ اجازت دی اس کیلئے رحمٰن نے وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا اور اس کی بات پر رب راضی ہو۔'' جو ایمان لایا کلمہ پڑھا عقیدہ درست ہے اس کیلئے شفاعت حق ہے۔ اسی طرح شفاعت کرنے والے کیلئے بھی شرط ہے کہ وہ موحد ہو کافر نہ شفاعت کرسکتا ہے اور نہ ہی کافر کو شفاعت فائدہ دے گی۔ سب سے بڑی شفاعت آنحضرت ﷺ کریں گے جسکا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ بڑی شفاعت وہ اس طرح کہ میدان محشر میں ساری کائنات جمع ہوگی یہ سورج جو آج ہمارے سے کروڑوں میل کی مسافت پر ہے اور جون جولائی میں ہم اس کی تپش گوارہ نہیں کرسکتے یہ میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ [سورۃ المعارج] پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا لوگ پسینے میں ڈوبے ہونگے، کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی ناف تک، کوئی حلق تک اور کوئی کانوں تک وَدَعْوَةُ الْاَنْبِيَآءِ رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ خدا کے پیغمبر کہیں گے پروردگار سلامتی فرما، پروردگار سلامتی فرما۔ عجیب قسم کا منظر ہوگا لوگ اکٹھا کر کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی

سفارشی بناؤ تا کہ اس پریشانی سے تو رہائی ملی۔ فیصلہ تو جو ہونا ہے وہ تو اپنی جگہ ہونا ہے جلدی ہو جائے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں حساب کتاب شروع ہو جائے وہ معذرت کریں گے پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی معذرت کریں گے، ہوتے ہوتے آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں گے مقام محمود میں لواء الحمد، حمد کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا اس کے نیچے آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے آٹھ دن یا پندرہ دن کا لمبا سجدہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا يُلْهِمُنِیْ رَبِّیْ مَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِیْ اَلْاٰنَ اس سجدے میں اللہ تعالیٰ مجھے ایسے کلمات الہام فرمائیں گے جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں۔ ان کلمات کے ذریعے میں رب تعالیٰ کی تعظیم اور تسبیح بیان کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ سر اٹھاؤ سفارش کرو آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ یہ شفاعت کبریٰ ساری مخلوق کے حساب کی جلدی کیلئے ہوگی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اس کے علاوہ خدا کے پیغمبر بھی سفارش کریں گے، فرشتے بھی سفارش کریں گے، شہید بھی سفارش کریں گے، حفاظ قرآن بھی سفارش کریں گے، علماء اور اولیاء بھی سفارش کریں گے، چھوٹے بچے جو فوت ہوئے ہیں وہ بھی سفارش کریں گے بشرطیکہ ماں باپ نے بین نہ کیا ہو، آواز کیساتھ روئے نہ ہوں اگر آواز کیساتھ روئے ہونگے تو شفاعت سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ درجہ بدرجہ شفاعتیں حق ہیں ان کا انکار قرآن وحدیث اور اجماع امت کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس دن نفع نہیں دے گی شفاعت مگر اس کو جس کیلئے رحمٰن اجازت دے گا اور جس کی بات پر رب راضی ہوگا يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو مخلوق کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے۔

یہ خلف زمانی بھی ہے اور مکانی بھی ہے۔ مکانی کا مطلب اس طرح سمجھیں کہ مثلاً اس وقت میرا منہ مشرق کی طرف ہے اور پیٹھ مغرب کی طرف ہے تو انتہائے مشرق تک میرے آگے ہے اور مغرب کے آخری حصہ تک میرے پیچھے ہے۔ تو یہ آگے پیچھے جتنی چیزیں ہیں مکان کے اعتبار سے رب تعالیٰ سب جانتا ہے اور خلف زمانی کا مطلب ہے زمانے کے اعتبار سے جو زمانہ پہلے گذرا ہے اور جو زمانہ پیچھے گذرے گا ان کی ہر شے کو رب تعالیٰ جانتا ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کی ذات کا از روئے علم کے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ کر سکے حاشا وکلاّ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ کی شناخت اس کی قدرت کی نشانیوں سے ہوتی ہے۔ اس دنیا میں صرف آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو آنکھوں کیساتھ دیکھا ہے کسی اور نے اس جہان میں نہیں دیکھا بس خدا کی پہچان اس کی قدرت اور کاری گری سے ہوتی ہے زمین کو دیکھو آسمان کو دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو، دریا کو، انسان اور حیوان کو دیکھو یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیلیں ہیں وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ ''ہر چیز میں اس کیلئے نشانی ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔'' باقی اس کی ذات کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ''سب آنکھیں مل کر بھی رب تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔'' وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ اور جھک جائیں گے چہرے اس ذات کے سامنے جو زندہ ہے اور قائم رہنے والی ہے۔ ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ سے قائم ہے۔ اور سورہ قلم میں ہے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ ''آنکھیں ان کی پست ہونگی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ان پر ذلت چڑھی ہوگی۔'' فرمایا وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا اور تحقیق نامراد ہوا وہ شخص جس نے ظلم اٹھایا یعنی شرک کیا کیونکہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ [سورہ لقمان] ''بیشک شرک بڑا ظلم

ہے۔''

ظلم کی اقسام :

ظلم کی اور بھی قسمیں ہیں جیسے شرک کے علاوہ حقوق اللہ کو ضائع کرنا، حقوق العباد کو ضائع کرنا ہے تو جس قسم کا بھی ظلم کرے گا وہ شخص نامراد ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ اور جو شخص عمل کرے گا نیکیوں کا، اچھے عمل کرے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ مومن ہو۔ صرف اچھے کام نہیں دیکھنے یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ کام کرنے والا مومن ہے یا نہیں۔ کافروں نے بڑے بڑے کام کئے ہیں، ہسپتال قائم کئے ہیں، پل بنائے ہیں، سڑکیں بنائی ہیں، مسافر خانے بنائے ہیں اور کر بھی رہے ہیں بنسبت مسلمانوں کے کافروں نے چار گنا زیادہ کام کئے ہیں مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کاموں کی آخرت میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایمان ہو تو کتے کو پانی پلانا کام آجائے گا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں موجود ہے اور ایمان کے بغیر حاجیوں کو پانی پلانا بھی کسی کام کا نہیں ہے تو جس نے ایمان کیساتھ اچھے کام کئے فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا پس وہ خوف نہیں کرے گا زیادتی کا وَّ لَا ھَضْمًا اور نہ کمی کا۔ نہ تو اس کے ساتھ زیادتی ہوگی کہ جو گناہ اس نے نہیں کئے وہ اس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں اور نہ اس کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی جو اس نے کیا ہے وہ سب کچھ اسے ملے گا۔

فضائلِ عرب :

آنحضرت ﷺ کے اول مخاطبین چونکہ عربی تھے اور خود آنحضرت ﷺ کی زبان بھی عربی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن بھی عربی زبان میں نازل فرمایا اگر کسی اور زبان میں نازل کیا جاتا تو وہ کہہ سکتے تھے ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ [سجدہ:۴۴] ''کیا یہ عجمی زبان اور

عربی لوگ۔'' یہ کیا نسبت ہوئی کہ قوم عربی ہے اور کتاب عجمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کیا اسی قوم کی زبان میں کتاب نازل فرمائی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ عربیوں کو برا نہ کہو لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ کیونکہ میں عربی ہوں۔ تو میری طرف بھی برائی کی نسبت کی جائے گی وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ اور قرآن پاک عربی میں ہے وَلِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی۔ تو سب کی طرف برائی کی نسبت ہو جائے گی۔ ہاں! تعیین کر کے کسی برے کی برائی بیان کرنا اور بات ہے چاہے وہ عربی ہو یا عجمی ہو کہ فلاں شخص ایسا ہے مجموعی لحاظ سے عربیوں کو برا کہنا گناہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے شاعر تھے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کافر اشعار میں آپ کی مذمت کرتے تھے یہ اشعار میں ان کا جواب دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کا جواب دو مگر یہ بتلاؤ کہ جس وقت تم قریش کی مذمت کرو گے تو میں بھی قریشی ہوں تو میری بھی مذمت ہو جائے گی۔ کہنے لگے حضرت! میں آپ ﷺ کو درمیان سے ایسے نکال لونگا جیسے گندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکال لیا جاتا ہے مثلاً میں یہ نہیں کہوں گا کہ سب قریشی برے ہیں بلکہ میں یہ کہوں گا کہ جو مشرک کافر ہیں وہ برے ہیں جو نافرمان ہیں وہ برے ہیں۔ تو مجموعی لحاظ سے کسی قوم کی مذمت بری ہے کیونکہ قوم میں اچھے بھی ہوتے ہیں برے بھی ہوتے ہیں۔ تو فرمایا وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا اور اسی طرح اتارا ہم نے اس کو قرآن عربی میں وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں اس میں دھمکیاں کہ اگر تم نہیں مانو گے ہم تمہیں دنیا میں بھی سزا دیں گے، مرتے وقت تمہیں سزا دیں گے، قبر میں سزا دیں گے میدان محشر میں، پل صراط سے گذرتے وقت اور دوزخ میں سزا ہوگی۔ یہ طرح طرح کی وعیدیں ہم نے انہیں سنائی ہیں۔ کیوں؟ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ بچ جائیں رب تعالیٰ کے عذاب سے

اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا یا وہ قرآن پیدا کرے ان کیلئے نصیحت کو اس لئے ہم نے ان کو مختلف انداز میں سمجھایا ہے فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو بادشاہ ہے سچا حقیقی اور سچا بادشاہ وہی ہے۔ آج تو کہتے ہیں نا میری حکومت تیری حکومت، قیامت کا دن ہوگا اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ [سورہ مومن] ''آج کے دن کس کی شاہی ہے۔'' کوئی نہیں بولے گا اللہ تعالیٰ خود جواب دیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ''اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا ہے۔'' ملک اللہ تعالیٰ کا۔ شاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے انسان تو خلیفہ ہے خلافت کا مطلب ہے اصل کی طرف سے جو احکامات ملیں ان کو نافذ کرے۔

طالبان کا دور حکومت :

اس خلافت کا کچھ نمونہ صرف افغانستان کے اس علاقہ میں ہے جو طالبان کے پاس ہے مکمل خلافت تو ہم نہیں کہہ سکتے جیسے خلفائے راشدین کے دور میں تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں، وہ تو ان کی خصوصیت تھی۔ خلافت راشدہ کی نقل اور اس کا نمونہ ضرور ہے۔ قرآن کے احکام، حدیث اور فقہ اسلامی کے احکام نافذ ہیں طالبان اپنی طرف سے کچھ نہیں بتاتے امریکہ اور روس جو ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے وہ طالبان دشمنی میں دوست بن گئے ہیں اور ان پر حملہ کرنے کیلئے بہانے تلاش کر رہے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ ہمارا جہاز عدن میں تباہ کیا ہے کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں اور مسلمانوں کے چھپن ملک ہیں سب گونگے شیطان ہیں کچھ نہیں بولتے۔ اب الحمد للہ! ساری مسلم دنیا میں کچھ بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ قاہرہ میں کل بھی کانفرنس تھی اور آج بھی ہے۔ یہ ان گونگوں کا کچھ نہ کچھ گرد و غبار جھاڑیں گے پورا تو

نہیں کریں گے کیونکہ امریکہ مسلط ہے کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت ضرور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے طالبان کو کہ انہوں نے جرأت پیدا کر دی ہے سب مسلمانوں کے دلوں میں۔ اب پہلے والی جھجک نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ اور آپ جلدی نہ کریں قرآن کیساتھ پہلے اس سے کہ پوری کی جائے آپ کی طرف اس کی وحی۔

احادیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب وحی لائے تو آپ ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اس خیال سے کہ میں بھول نہ جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کریں اور سورۃ القیامہ میں ہے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ''آپ اپنی زبان اس قرآن پاک کیساتھ نہ چلائیں (تاکہ آپ اس کو جلدی سیکھ لیں) بیشک اس کا آپ کے دل میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔'' ہمارا فرشتہ آیت، رکوع جب پورا کرے پھر پڑھو۔ قرآن کیساتھ قرآن پڑھنا قرآن کی بے ادبی اور توہین ہے۔ قرآن پاک کے آداب میں ہے کہ جب پڑھا جائے تو خاموش رہو۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' تو قرآن کریم کیساتھ قرآن پڑھنا قرآن کی توہین ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا اور کہہ دیں اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ اور البتہ تحقیق ہم نے تاکید کی تھی آدم علیہ السلام کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ کل کے رکوع میں آئے گی فَنَسِيَ پس وہ بھول گئے وہ اس کی پابندی نہ کر سکے وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا اور نہیں پائی ہم نے آدم

علیہ السلام کیلئے پختگی وہ بات کے پختہ نہ نکلے۔ اس کی تفصیل کل آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ

۞۞۞

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

وَ اِذْ قُلْنَا اور جب ہم نے کہا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ فرشتوں کو اُسْجُدُوْا سجدہ کرو لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو فَسَجَدُوْآ پس انہوں نے سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے نہ کیا اَبٰی اس نے انکار کیا فَقُلْنَا پس ہم نے کہا یٰٓاٰدَمُ اے آدم علیہ السلام اِنَّ ھٰذَا بیشک یہ عَدُوٌّلَّکَ آپ کا دشمن ہے وَلِزَوْجِکَ اور آپ کی بیوی کا فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا پس ہرگز نہ نکالے وہ تم دونوں کو مِنَ الْجَنَّۃِ جنت سے فَتَشْقٰی پس تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اِنَّ لَکَ بیشک آپ کیلئے اَلَّا تَجُوْعَ فِیْھَا کہ نہ تم بھوکے ہوگے جنت میں وَلَا تَعْرٰی اور نہ ننگے ہوگے وَاَنَّکَ اور بیشک آپ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا نہ پیاسے ہوگے جنت میں وَلَا تَضْحٰی اور نہ دھوپ میں رہوگے فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ الشَّیْطٰنُ پس وسوسہ ڈالا اس

کی طرف شیطان نے قَالَ کہا یٰۤاٰدَمُ اے آدم علیہ السلام ھَلْ اَدُلُّکَ کیا میں آپ کی راہنمائی کروں عَلٰی شَجَرَةِ ایک درخت پر الْخُلْدِ ہمیشگی کا ہوگا وَمُلْكٍ اور ایسے ملک کی لَّا یَبْلٰی جو کبھی بوسیدہ نہ ہوگا فَاَكَلَا مِنْهَا پس کھالیا ان دونوں نے اس درخت سے فَبَدَتْ لَهُمَا پس ظاہر ہوگئیں دونوں کے سامنے سَوْاٰتُهُمَا دونوں کی شرمگاہیں وَطَفِقَا اور لگے دونوں یَخْصِفٰنِ جوڑنے عَلَیْهِمَا اپنے اوپر مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ جنت کے پتے وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ اور نافرمانی کی آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی فَغَوٰی پس چوک گئے ثُمَّ اجْتَبٰهُ پھر منتخب کیا اسکو رَبُّهٗ اس کے رب نے فَتَابَ عَلَیْهِ پس رجوع کیا اس کی طرف وَهَدٰی اور راہنمائی فرمائی۔

کل کے درس میں تم نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا "اور البتہ تحقیق ہم نے تاکید کی تھی آدم علیہ السلام کو اس سے پہلے پس وہ بھول گئے اور نہیں پائی ہم نے ان کیلئے پختگی۔" وہ کس چیز کی تاکید تھی؟ ان آیات میں اس کی تفصیل ہے۔اس سے پہلے ایک بات سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار اور ان گنت مخلوقات میں سے تین قسم کی مخلوق کو ذوالعقول کہتے ہیں، عقلمند مخلوق۔فرشتے، جنات اور انسان، ان میں اللہ تعالیٰ نے عقل رکھی ہے۔فرشتے اپنی نوع کے اعتبار سے معصوم ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے برائی کا مادہ ہی نہیں رکھا، نہ کھانے پینے کی خواہش ہے نہ جنسی خواہشات ہیں دن رات اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ فرشتے نور

سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس نور سے وہ نور نہ سمجھ لینا جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کا ذکر سورہ نور میں ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ یہ نور جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یہ ازلی اور ابدی ہے اس سے کوئی چیز نہیں نکلی یہ نور جس سے فرشتے پیدا کیے گئے ہیں یہ مخلوق ہے جیسے مٹی مخلوق ہے، پانی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، اسی طرح ایک نور بھی مخلوق ہے وہ فرشتوں کی تخلیق کیلئے مادہ ہے۔ اس مخلوق نور سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا۔

سجدہ تعظیمی کی حقیقت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو۔ پہلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا ہماری شریعت میں تعظیمی سجدہ حرام ہے لہٰذا آج کوئی غیر اللہ کو سجدہ کرے اور کہے کہ فرشتوں نے بھی سجدہ کیا ہے تو یہ قیاس غلط ہے۔ آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا رشتہ جائز تھا اس طرح کہ ایک حمل سے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہوا پھر دوسرے حمل سے لڑکی لڑکا پیدا ہوا ہے تو پہلے حمل والے لڑکے کا دوسرے حمل والی لڑکی سے اور دوسرے حمل والی لڑکی کا پہلے حمل والے لڑکے سے رشتہ ہوتا تھا، باپ بھی ایک ماں بھی ایک۔ یہ ان کی مجبوری تھی کیونکہ مخلوق عام نہیں تھی آج کوئی ان کی شریعت کو لے کر بہن کیساتھ نکاح کرلے تو یہ غلط اور حرام ہوگا کیونکہ ہماری شریعت میں جائز نہیں ہے اسی طرح ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْٓا پس انہوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ یہاں اجمال ہے اور سورۃ الحجر میں تفصیل ہے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ ''پس تمام فرشتوں نے اکٹھا سجدہ

کیا۔ ’’کُلُّھُمْ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ کوئی فرشتہ پیچھے نہیں رہا اور اَجْمَعُوْن کا لفظ بتلا رہا ہے کہ سب نے اکٹھا سجدہ کیا ہے جیسے ہم جماعت کی نماز میں اکٹھے رکوع سجود کرتے ہیں علیحدہ علیحدہ نہیں کیا کہ بعضوں نے پہلے کیا ہو اور بعضوں نے بعد میں کیا ہو ایسا نہیں۔ اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اَبٰی اس نے انکار کر دیا کہ میں سجدہ نہیں کرتا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدے کا حکم تو فرشتوں کو ہوا تھا ابلیس تو جن تھا؟ پندرھواں پارہ سورۃ الکہف میں تم پڑھ چکے ہو کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ’’ابلیس جنات میں سے تھا پس اس نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کے حکم کی۔‘‘ اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا فرمایا ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ [حجر:۲۷] ’’اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔‘‘ یہ تو فرشتوں میں شامل ہی نہیں ہے ،اس کی جنس الگ ،نوع الگ ،فرشتوں کی جنس الگ ،نوع الگ۔ حکم ہو رہا ہے فرشتوں کو اور عتاب ہو رہا ہے ابلیس کو بظاہر اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ سطحی اور ظاہری طور پر یہ اعتراض واقع ہوتا ہے لیکن قرآن پاک بڑی واضح کتاب ہے اس میں کسی جگہ اجمال ہوتا ہے اور کسی جگہ تفصیل ہوتی ہے اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا ’’قرآن کا بعض دوسرے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔‘‘ چنانچہ آٹھویں پارے میں موجود ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا اسی طرح ابلیس کو بھی حکم دیا تھا قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ [اعراف:۱۲] ’’فرمایا رب تعالیٰ نے کس چیز نے روکا تجھ کو کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔‘‘ تو معلوم ہوا کہ جس طرح فرشتوں کو سجدے کا حکم تھا ابلیس کو بھی اسی طرح حکم تھا گو کہ وہ فرشتہ نہ تھا فرشتوں میں رہتا تھا۔ فرشتوں نے بغیر کسی قیل وقال کے بغیر کسی منطق لڑانے کے سجدہ کیا اور ابلیس اکڑ گیا۔ سورہ اعراف میں ہے کہنے لگا

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ''میں بہتر ہوں اس سے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ''مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔'' آگ نورانیت اور بلندی ہے یہ خاک پاؤں میں آنے والی ادنیٰ چیز ہے میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو کیوں سجدہ کروں۔ جیسے عورتیں لڑتی ہیں تو ایک دوسرے کو طعنے دیتی ہیں اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کو طعنے دینے شروع کر دیئے۔

سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۶۲ میں ہے کہنے لگا اَرَءَیْتَکَ هٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ ''کیا بتلائیں یہ شخص ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی۔'' اگر یہاں فرشتے منطق چلاتے تو ان کی منطق ابلیس سے بہتر ہوتی۔ اگر چہ ایسا ہے نہیں [illegible] منٹ کیلئے مان لو کہ آگ مٹی سے بہتر ہے لیکن آگ سے تو نور بہتر ہے فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں وہ کہہ سکتے تھے اے پروردگار! [illegible] نوری ہو کر خاکی کو سجدہ کیوں کریں؟ لیکن نہیں! انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی فوراً [illegible] تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ ابلیس نے اتنا بھی نہ غور کیا کہ مالک کا حکم ہے بجالاؤں۔

مثنوی شریف :

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگوں میں سے ہوئے ہیں مثنوی شریف میں انتیس ہزار اشعار ہیں۔ پہلے زمانے میں خواص تو کیا عوام بھی گھروں میں مثنوی پڑھتے تھے، فارسی زبان میں ہے، اس وقت لوگوں کی زبان بھی عموماً فارسی ہوتی تھی جن کی نہیں ہوتی تھی ان کیلئے ترجمے ہوتے تھے۔ اس میں توحید وسنت کا بیان ہے، شرک وبدعت کا رد ہے، تعلق باللہ، تصوف کے متعلق بڑی عمدہ باتیں حکایتوں کی شکل میں بیان فرمائی ہیں۔ مثنوی شریف کے اردو ترجمے بھی ہوئے ان میں بہترین ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کا ہے جو کئی جلدوں میں ہے پڑھنے والی کتاب ہے۔ اس میں ابلیس

لعین پر چوٹ کرتے ہوئے واقعہ نقل کرتے ہیں ۔سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ راشد تو نہیں تھا خلیفہ راشد کا مقام بہت بلند ہے البتہ ایک نیک نمازی بادشاہ تھا بادشاہوں میں سے اچھا بادشاہ تھا۔اسی طرح الپ ارسلان سلجوقی رحمۃ اللہ علیہ ،صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید یلدرم رحمۃ اللہ علیہ، یہ سب نیک بادشاہوں میں سے تھے۔

ایک واقعہ :

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہندوستان پر حملہ کیا سومنات کا مندر مشہور تھا جو سونے چاندی ہیرے موتیوں سے انہوں نے سجایا ہوا تھا یہ قیمتی ہیرے موتی ساتھ لے گئے ۔ایاز ایک سپاہی کا بچہ تھا سات آٹھ سال کے قریب عمر تھی مگر بڑا سمجھ دار تھا۔سلطان محمود غزنوی اس کو اپنے قریب بٹھاتا تھا تاکہ وہ امور مملکت کو سمجھے کسی بُرے خیال سے نہیں بٹھاتا تھا۔وزیروں ،مشیروں کو یہ بات ناگوار گزرتی کہ اس بچے کو ساتھ بٹھاتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی زیادہ کرتا ہے۔ایک موقع پر ایک وزیر نے کہا حضرت !اس کم سن بچے کو ساتھ نہ بٹھایا کریں۔خاموش ہوگئے۔ایک دن اپنے ملازم خادم کو کہا کہ ایک چوڑا سا پتھر لے آئیں جب میں کہو تو لاکر میرے سامنے رکھ دینا۔پروگرام کے مطابق جب سب وزراء آکر بیٹھ گئے تو غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قیمتی ہیرا جیب سے نکالا اور ایک وزیر کو کہا کہ اس کو پتھر پر رکھ کر توڑ دو۔وہ حیران ہوا کہ یہ کیا حکم دے رہے ہیں نہ توڑا۔دوسرے کو کہا،تیسرے کو کہا ،چوتھے کو کہا کسی نے نہ توڑا پھر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ایاز کو کہا بیٹا تم اس کو توڑ دو۔ایاز نے ہیرا پتھر پر رکھا ہتھوڑا مارا توڑ دیا۔سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا اتنا بڑا قیمتی ہیرا تھا کسی نے نہیں توڑا اور تو نے توڑ دیا؟ ایاز نے کہا کہ میرے سامنے دو چیزیں تھیں ایک ہیرے کی قیمت اور ایک آپ کے حکم کی قیمت۔چونکہ آپ کے حکمت کی قیمت زیادہ تھی اس لئے میں

نے اس کی تعمیل کی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ کاش! ابلیس لعین کو یہ بات سمجھ آ جاتی کہ بظاہر وہ اپنے آپ کو بہتر سمجھ رہا تھا لیکن دیکھتا کہ مجھے حکم کون دے رہا ہے؟ کاش! کہ اس کو ایاز جتنی سمجھ ہوتی کہ کہتا مجھے احکم الحاکمین حکم دے رہا ہے مگر وہ اکڑ گیا۔ فَقُلْنَا پس ہم نے کہا یٰٓـاٰدَمُ اے آدم علیہ السلام اِنَّ ھٰذَا بیشک یہ ابلیس عَدُوٌّلَّکَ آپ کا دشمن ہے وَلِزَوْجِکَ اور آپ کی بیوی کا دشمن ہے۔ اس وقت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام جنت میں تھے۔ فرمایا یہ تمہارا دشمن ہے۔

جنت میں اہلِ جنت کی پوزیشن :

فَلاَ یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ پس ہرگز نہ نکالے وہ تم دونوں کو جنت سے ، ایسے حالات نہ پیدا کر دے کہ تم جنت سے نکالے جاؤ۔ اگر ایسا ہوا تو فَتَشْقٰی پس تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ یہاں تو سب کچھ مفت میں تیار ملتا ہے باہر جاؤ گے تو کھیتی باڑی کرنی پڑے گی، پانی لگانا پڑے گا، گوڈی کرنی پڑے گی، مشقت ہی مشقت ہو گی۔ لہٰذا اس کو دشمن سمجھنا اور اس کی بات میں نہ آنا۔ اس جنت میں یہ ہے اِنَّ لَکَ اَلاَّ تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی بیشک آپ کیلئے ہے کہ تم بھوکے ہو گے جنت میں اور نہ ننگے ہو گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنت میں بھوک نہیں لگتی اگر بھوک نہیں لگے گی تو نعمتیں کس نے کھانی ہیں بھوک بھی اپنی جگہ ایک نعمت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بھوک نہیں ہوگی اس کا مداوا نہ ہو علاج نہ ہو وہاں بھوک مٹانے کیلئے سب کچھ ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے ایک ایک جنتی سو سو آدمیوں کے برابر کھائے گا جتنا کھانا دنیا میں سو آدمی کھاتے ہیں جنت میں ایک آدمی اتنا کھائے گا اور پھر اس پر کمال یہ کہ لَا یَبُوْلُوْنَ فِیْھَا وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ ''نہ پیشاب کریں گے جنت میں نہ پاخانہ۔'' نہ پیشاب آئے گا نہ پاخانہ، یہ

بخاری شریف کی روایت ہے۔صحابہ کرام ﷺ نے سوال کیا حضرت!سوسو آدمیوں کے برابر کھائیں گے اور نہ پیشاب نہ پاخانہ (یہاں تو ایک آدمی دنیا کو بدبودار کر دیتا ہے،دودھ پینے والا بچہ سارے بستر کو بھر دیتا ہے مائیں دھونے میں لگی رہتی ہیں) حضرت!وہ کھانا کہاں جائے گا؟ فرمایا ڈکار آئے گا جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی اس کیساتھ سب ہضم ہوجائے گا۔تو فرمایا جنت میں نہ بھوکے ہوگے نہ ننگے،بہترین ریشمی لباس ملے گا اور مزیدار کھانا وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا اور بیشک آپ نہ پیاسے ہوں گے جنت میں یعنی ایسی پیاس کہ جس کے بعد پینے کیلئے کچھ نہ ہو۔ ویسے پیاس لگے گی،دودھ کی نہریں، شراب کی نہریں،شہد کی نہریں پینے کیلئے ہونگی وَلَا تَضْحٰی اور نہ دھوپ میں رہوگے۔ یہ گرمی کے زمانے میں لوگ دھوپ میں کام کرتے ہیں جلتے رہتے ہیں وہاں دھوپ میں جلیں گے نہیں۔اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ کیا جنت میں چاند سورج ہونگے یا نہیں؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ سورج بھی نہیں ہوگا چاند بھی نہیں ہوگا۔سورۃ الدھر میں ہے لَایَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِیْرًا ”نہیں دیکھیں گے جنت میں سورج اور نہ ٹھنڈک۔“ جیسے اب سورج کے طلوع ہونے سے پہلے مطلع صاف ہوتو خوب روشنی ہوتی ہے اس طرح کی روشنی ہوگی نہ سورج ہوگا نہ چاند ہوگا۔دوسرا گروہ کہتا ہے سورج بھی ہوگا چاند بھی ہوگا لیکن سورج کی تپش اور گرمی نہیں ہوگی روشنی ہی روشنی ہوگی دَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا [دہر:۱۴] ”جھکے ہونگے ان پر درختوں کے سائے۔“ اگر سورج چاند نہ ہوتو سائے کہاں سے آئیں گے؟ سائے تبھی ہونگے جب سورج چاند ہوں۔فرمایا فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ پس وسوسہ ڈالا ان کی طرف شیطان نے۔آدم علیہ السلام کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا قَالَ کہنے لگا یٰٓاٰدَمُ اے آدم علیہ السلام هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ

اَلْخُلْدِ کیا میں آپ کی راہنمائی کروں ایسے درخت پر جو ہمیشگی کا درخت ہے کہ اس کا پھل کھاؤ گے تو ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ الٹی منطق چلائی کہ اگر تم یہ پھل نہیں کھاؤ گے تو رب تعالیٰ تمہیں جنت سے جلدی نکال دے گا۔ اس کا پھل کھانے کا اثر یہ ہوگا کہ تم ہمیشہ جنت میں رہو گے وَمُلْکٍ لَّا یَبْلٰی۔ بَلٰی یَبْلٰی سَمِعَ یَسْمَعُ سے۔ اور ایسا ملک بتلاؤں جو کبھی بوسیدہ نہ ہو پس ہمت کر کے اس دانے کو چکھ لو ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ''اور ابلیس نے ان دونوں کے سامنے قسم اٹھائی میں تمہارا بڑا خیر خواہ ہوں۔'' لالچ بھی دیا اور قسم بھی اٹھائی۔ آدم علیہ السلام نے سوچا کہ رب کی قسم اٹھا کر بھی کوئی جھوٹ بولتا ہے۔ تو آدم علیہ السلام بھول گئے فَاَ کَلَا مِنْهَا پس کھالیا ان دونوں نے اس درخت سے اور سورہ اعراف میں ہے فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ''پس جب چکھا ان دونوں نے درخت کو۔''

جنتی درخت کونسا تھا؟

وہ کس چیز کا درخت تھا؟ جمہور فرماتے ہیں کہ گندم تھی تو گندم کے درخت تو نہیں ہوتے پودے ہوتے ہیں لیکن جنت میں وہ پودے درختوں کی طرح ہونگے۔ بعض کہتے ہیں انگور تھا، بعض کہتے ہیں انجیر تھا، بعض کہتے ہیں املوک تھا، جمہور کہتے ہیں گندم تھی۔ تو گندم کا دانہ چکھا اس کا اثر یہ ہوا کہ رب تعالیٰ کے فرشتوں نے دونوں کا لباس چھین لیا۔ آدم علیہ السلام بھی بالکل برہنہ اور حوا علیہا السلام بھی بالکل برہنہ فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا پس ظاہر ہوگئیں ان دونوں کے سامنے ان کی شرمگاہیں وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ اور لگے دونوں جوڑنے اپنے اوپر جنت کے پتے آگے پیچھے تا کہ ہمارا ستر ہو جائے وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی اور نافرمانی کی آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی پس

چوک گئے۔شیطان کی قسموں کی وجہ سے دھوکے میں آ گئے اور خطا ہوگئی۔ پھر رب تعالیٰ نے فرمایا اے آدم آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ کوئی منطق نہیں لڑائی ورنہ کہہ سکتے تھے پروردگار! شیطان سے پوچھو اس نے کیوں جھوٹی قسم کھائی؟ کوئی حجت نہیں کی قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ [اعراف:۲۳] ''دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہم نے زیادتی کی اپنی جانوں پر اور اگر آپ ہمیں نہیں بخشیں گے تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔اس کا ذکر ہے ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ پھر منتخب کیا ان کو ان کے رب نے،توبہ کیلئے انتخاب فرمایا فَتَابَ عَلَيْهِ پس رجوع کیا اس کی طرف،ان کی توبہ قبول فرمائی وَ هَدٰى اور اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی فرمائی کیونکہ وہ اکڑے نہیں ضد نہیں کی۔

❁ ❁ ❁

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع ۱۳ ۱۶

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اهْبِطَا دونوں اتر جاؤ مِنْهَا اس جنت سے جَمِيْعًا اکٹھے بَعْضُكُمْ بعض تمہارے لِبَعْضٍ بعض کیلئے عَدُوٌّ دشمن ہوں گے فَاِمَّا پس اگر يَاْتِيَنَّكُمْ آئے تمہارے پاس مِّنِّيْ میری طرف سے هُدًى ہدایت فَمَنِ اتَّبَعَ پس جس نے پیروی کی هُدَايَ میری ہدایت کی فَلَا يَضِلُّ پس وہ نہ گمراہ ہوگا وَلَا يَشْقٰى اور نہ مشقت میں مبتلا ہوگا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ اور جس نے اعراض کیا میرے ذکر سے فَاِنَّ لَهٗ پس اس کیلئے مَعِيْشَةً زندگی ہوگی ضَنْكًا تنگ وَّنَحْشُرُهٗ اور ہم اٹھائیں گے اس کو يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن اَعْمٰى اندھا قَالَ کہے گا رَبِّ اے میرے رب لِمَ

حَشَرْتَنِیْٓ کیوں آپ نے اٹھایا ہے مجھے اَعْمٰی اندھا وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا
اور تحقیق میں دیکھنے والا تھا قَالَ فرمائے گا اللہ تعالیٰ کَذٰلِکَ اسی طرح
اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا آئیں تیرے پاس ہماری آیتیں فَنَسِیْتَهَا پس تو نے ان کو بھلا دیا
وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی اور اسی طرح آج کے دن تو رحمت سے بھلا دیا جائے
گا وَکَذٰلِکَ اور اسی طرح نَجْزِیْ ہم بدلہ دیتے ہیں مَنْ اَسْرَفَ جس نے
اسراف کیا وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ اور نہ ایمان لایا اپنے رب کی آیات پر
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب اَشَدُّ بہت ہی سخت ہے وَاَبْقٰی
اور بہت ہی پائیدار ہے اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ کیا پس ہدایت نہیں ہوئی ان لوگوں کیلئے
کَمْ اَهْلَکْنَا کتنی ہلاک کیں ہم نے قَبْلَهُمْ ان سے پہلے مِّنَ الْقُرُوْنِ
جماعتیں یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِهِمْ وہ چلتے پھرتے تھے ان کے ٹھکانوں میں اِنَّ
فِیْ ذٰلِکَ بیشک اس میں لَاٰیٰتٍ کئی نشانیاں ہیں لِّاُولِی النُّهٰی عقلمندوں
کیلئے۔

پہلی آیات میں یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو کیونکہ اس وقت سجدہ تعظیمی جائز تھا ہماری شریعت میں ناجائز اور حرام ہے۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن ہی سمجھنا یہ تمہیں ورغلائے گا اور غلط راستے پر لگائے گا۔ تاکید کے باوجود آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگئی۔

جنابِ آدم علیہ السلام کے مغالطے کی وجوہِ اربع

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے مفسر ہیں وہ ''معالم التنزیل'' میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے مغالطے کی چار وجوہ تھیں۔

❀..... پہلی وجہ ابلیس لعین کا قسم اٹھانا تھا وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام کے سامنے اس نے قسم اٹھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام مغالطے میں آ گئے کہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

❀..... دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہی فرمائی لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ نہی تحریمی تھی حضرت آدم علیہ السلام نے تنزیہی سمجھی۔ تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا اگر کر لیا ہے تو گرفت نہیں ہوگی اور تحریمی کا مطلب حرام ہے کہ اس کے قریب نہ جاؤ گرفت ہوگی۔

❀..... تیسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ آدم علیہ السلام نے خیال کیا کہ ابلس چلنے پھرنے والا ہے اس کو نسخ کا علم ہو گیا ہوگا کہ پہلے مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا اور اب رب تعالیٰ نے حکم منسوخ کر دیا ہے جس کا اسے علم ہو گیا ہے اور مجھے نہیں ہوا۔

❀..... اور چوتھی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ جس درخت کی طرف رب تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے خاص یہی درخت مراد ہے۔ تو اس درخت سے نہیں کھایا اس جیسے دوسرے درخت سے پھل کھایا حالانکہ اس کی تمام نوع مراد تھی کہ یہ درخت جہاں کہیں بھی ہو اس کے قریب نہیں جانا۔ بہر حال آدم علیہ السلام دھوکے میں آ گئے اور کھا لیا۔

قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا اھْبِطَا مِنْھَا جَمِیْعًا اتر جاؤتم دونوں اس جنت سے اکٹھے۔ جنت سے اتار دیا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض تمہارے بعض کیلئے دشمن ہوں گے۔ انسانوں کی آپس میں دشمنی آدم علیہ السلام سے چلی آرہی ہے۔ چھٹے پارے میں قابیل ہابیل کا ذکر ہے کہ بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا۔ تو دشمنی کا آغاز پہلے دن سے ہی شروع ہوگیا۔ تو فرمایا بعض بعض کے دشمن ہونگے فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی پس اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت فَمَنِ اتَّبَعَ ھُدَایَ پس جس نے پیروی کی میری ہدایت کی فَلَا یَضِلُّ پس وہ نہ گمراہ ہوگا وَلَا یَشْقٰی اور نہ مشقت میں مبتلا ہوگا کیونکہ جو گمراہ ہوا اس کو دنیا میں بھی سزا ہوگی قبر، حشر، آخرت میں سزا ہوگی وہ مشقت میں مبتلا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں :

فرمایا اگر میری طرف سے ہدایت آئے، اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں ہے اس نے آسمان زمین پیدا کئے اپنی مرضی سے۔ نہ پیدا کرتا اس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا تھا۔ دنیا باقی رکھنی ہے اپنی مرضی سے، فنا کر دے اپنی مرضی سے کوئی اس کو پوچھ نہیں سکتا۔ وجوب علی اللہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ یہ اہل حق کا نظریہ ہے اور ایک فرقہ ہے معتزلہ وہ کہتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر لازم ہے آسمان پیدا کرنا زمین پیدا کرنا لوگوں کی ہدایت کیلئے پیغمبر بھیجنا، کتابیں نازل کرنا، سب اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں اس کی بڑی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ اگر آئے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجبور نہیں ہے مرضی ہوئی تو تمہارے پاس ہدایت بھیجے گا تمہارا فریضہ ہے اس کو قبول کرنا، اس پر عمل کرنا۔ نیکوں کو نیکی کا

بدلہ دے گا بروں کو برائی کی سزا دے گا لیکن اس پر کوئی لازم اور واجب نہیں ہے اس کو اختیار ہے نہ دے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ پر لازم اور واجب ہے کہ وہ نیک کو نیکی کا بدلہ دے اور برے کو برائی کی سزا دے۔ اہل حق کہتے ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے اس پر کوئی چیز لازم اور واجب نہیں ہے۔ تو فرمایا جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مشقت میں پڑے گا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ اور جس نے اعراض کیا میرے ذکر سے۔ ذکر سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر سے مراد قرآن ہے کیونکہ قرآن کریم کا نام ذکر بھی ہے۔ سورۃ الحجر آیت نمبر ۹ میں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "بیشک ہم نے اتارا ہے ذکر کو۔" یعنی نصیحت والی کتاب کو اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن پاک کا نام قرآن بھی ہے، فرقان بھی ہے، ھدیٰ بھی ہے، موعظہ بھی ہے اور بھی بہت سارے نام ہیں اور اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ذکر سے مراد رب تعالیٰ کی یاد ہے کیونکہ خطاب ہے آدم علیہ السلام کو کہ جس نے میری اطاعت کی اس کو یہ ملے گا اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا اس کیلئے معیشت تنگ ہوگی اور اس زمانے میں قرآن نازل نہیں ہوا تھا لہٰذا ذکر سے رب تعالیٰ کی یاد مراد ہے۔

بعض جزوی مسائل کا ذکر :

سورۃ الرعد میں ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ "خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان کہ ذکر کیلئے کوئی پابندی نہیں ہے نہ وضو کی نہ وقت کی۔ اللہ تعالیٰ یہ پابندی لگا دیتے کہ میرا ذکر باوضو کرنا ہے تو وہ بے چارے جن کا وضو معدے کی خرابی کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے نہیں ٹھہرتا تو وہ

ہو سکتے تھے اے پروردگار! دل تو چاہتا ہے آپکا ذکر کرنے کو مگر وضونہیں ٹھہرتا مجبور ہیں پھر یہ بھی پابندی نہیں ہے کہ ذکر بیٹھ کر کرو۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۹۱ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ ''جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے ہوئے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے تو کوئی پابندی نہیں ہے چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے ذکر کر سکتے ہو۔ کوئی پابندی نہیں ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ذکر کرو دن کو، رات کو، صبح کو، شام کو۔ جنابت کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت تو نہیں کر سکتے اس کے علاوہ باقی اذکار پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اسی طرح عورتیں جن دنوں نماز نہیں پڑھ سکتی قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرسکتیں باقی اذکار کرسکتیں ہیں درود شریف پڑھ سکتیں ہیں۔

مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کامفہوم اور مصداق :

تو فرمایا جس نے اعراض کیا میرے ذکر سے فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا پس اس کیلئے زندگی ہوگی تنگ، روزی ہوگی تنگ۔ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کا کیا مفہوم ہے؟ تفسیر کبیر روح المعانی میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں سے ایک تفسیر یہ لکھی ہے کہ جو آدمی رب تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے اس کا دل حق کو قبول کرنے سے تنگ ہوگا برے کام اس کو آسان نظر آئیں گے اور اچھے کام ثقیل اور بوجھل نظر آئیں گے اس کے دل میں خیر داخل نہیں ہوگی اس کا دل دماغ اس سے تنگ ہوگا۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس کی زندگی تنگ ہوگی یعنی زندگی میں راحت اور سکون نصیب نہیں ہوگا ہم غریب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مالدار لوگ بڑے عیش و آرام میں اور سہولت میں ہیں لیکن یاد رکھنا! جتنے وہ متفکر اور پریشان ہوتے ہیں اتنے غریب نہیں ہوتے۔ بیشک ان کے پاس مال ہوتا ہے وہ ہر وقت اس فکر میں ہوتے ہیں کہ دولت مزید بڑھے۔ پھر یہ فکر ہوتی ہے کہ اس کو چور ڈاکو نہ لے جائیں ہمیں کوئی قتل نہ کر

دے ہمارے کاروبار میں کمی نہ آجائے بے چاروں کی نیند حرام ہو جاتی ہے ان کی زندگی بڑی مشقت والی ہوتی ہے غریب آدمی اتنا پریشان نہیں ہوتا۔ لہٰذا غریب آدمی کو اپنی غربت پر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے بَدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ ''اسلام کی ابتداء بھی غریبوں میں ہوئی یہ رہے گا بھی غریبوں میں۔ غریبوں تمہیں میری طرف سے مبارک باد ہو'' تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں مسند بزار کے حوالے سے روایت نقل کی گئی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں بِاسْنَادٍ جَیِّدٍ یہ روایت کھری اور صحیح ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کا معنٰی ہے قبر میں تنگی یعنی اس کی قبر تنگ ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت مردے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو مجرم کی قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ تَخْتَلِفُ فِیْہِ اَضْلَاعُہٗ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت ہے کہ دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں پسلیاں دائیں میں گھس جاتی ہیں اور اس کیلئے قبر تاریک بھی ہوتی ہے۔ اسی لئے مسند احمد اور ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے اور یہ روایت ''الترغیب والترہیب'' میں بھی ہے کہ قبر روزانہ آواز دیتی ہے اے شخص! اَنَا بَیْتُ الْوَحْشَۃِ میں تنہائی کا مقام ہوں اپنا ساتھی لے کر آنا اَنَا بَیْتُ الظُّلْمَۃِ میں تاریکی کا گھر ہوں اپنے لئے روشنی لے کر آنا اَنَا بَیْتُ الدود میں حشرات الارض کا مقام ہوں کیڑے ماردوا لے کر آنا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہاں ساتھی کون ہوگا؟ اس کا ساتھی ہوگا عمل صالح اس کا نیک عمل اس کا ساتھی ہوگا۔ روشنی کیا ہوگی؟ اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ نماز روشنی ہوگی۔ کیڑے مکوڑے مارنے کی دوا اخلاق حسنہ ہیں کہ دوسروں کی قدر کرنا احترام کرنا۔ اللہ تعالیٰ قبر کی آفتوں سے محفوظ فرمائے۔ وہاں بعض مجرموں پہ تِسْعَۃٌ وَ تِسْعُوْنَ تِنِّیْنًا ننانوے ننانوے اژدھا مسلط کئے جائیں گے۔ اگر ان

میں سے ایک اژدھا دنیا میں سانس لے لے تو کوئی سبز چیز باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ عذاب قبر حق ہے۔ تو مَعِیْشَۃً ضَنْکًا سے مراد قبر کی تنگی ہے۔ فرمایا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی اور ہم اٹھائیں گے اس کو قیامت والے دن اندھا قَالَ کہے گا رَبِّ اے میرے رب لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی کیوں آپ نے اٹھایا ہے مجھے اندھا وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا اور تحقیق میں دیکھنے والا تھا دنیا میں۔ اندھا ہونے سے کیا مراد ہے؟ تو اس کے متعلق یہ تفصیل بھی تفسیروں میں موجود ہے کہ جس وقت قبر سے نکلے گا تو اس وقت اندھا ہوگا پھر آگے جا کر اس کو آنکھیں ملیں گی جن سے وہ جنت بھی دیکھے گا اور دوزخ بھی دیکھے گا میدان بھی دیکھے گا۔ جیسے قبر سے نکلتے وقت سب برہنہ ہوں گے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اس کے بعد دوسرے نمبر پر آنحضرت ﷺ کو پہنایا جائے گا جیسا کہ مسند دارمی وغیرہ احادیث کی کتابوں میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ اسی طرح وہ قبر سے اندھے نکلیں گے پھر بعد میں آنکھیں ملیں گی۔ امام بخاریؒ اس کا معنیٰ کرتے ہیں اَعْمٰی عَنِ الْحُجَّۃِ وہ دلیل پیش کرنے سے اندھا ہوگا۔ کہے گا اے پروردگار! دنیا میں تو میں وکیل ہوتا تھا آج میں بالکل رہ گیا ہوں کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا جو قابل سماعت ہو۔ ویسے باتیں کرے گا ادھر ادھر کی قرآن پاک میں آتا ہے وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ [سورۃ القیامہ] ''اگرچہ وہ اپنے کتنے حیلے بہانے کرے۔'' کچھ نہ کچھ کہتا رہے گا لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہیں ہوگا۔ تو دلیل پیش کرنے سے اندھا ہوگا قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گا کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا اسی طرح آئیں تیرے پاس ہماری آیتیں فَنَسِیْتَھَا پس تو نے ان کو بھلا دیا یعنی ان کو چھوڑ دیا ان کی طرف تو نے توجہ ہی نہیں کی۔ آیات سے تم نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی اور اسی طرح آج

کے دن تو رحمت سے بھلا دیا جائے گا۔ تمہاری طرف رب تعالیٰ کی رحمت متوجہ نہیں ہوگی۔

اسراف و تبذیر کا مفہوم :

وَ کَذٰلِکَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسکو جس نے اسراف کیا، حد سے آگے گزر گیا۔ اسراف کا معنٰی ہے حد سے نکلنا۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۳۱ میں ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ''کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔''

جہاں خرچ کرنا جائز ہے وہاں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے اور ایک تبذیر ہے۔ تبذیر کا معنٰی ہے وہاں خرچ کرنا جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَلَاتُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ''اور مت اڑاؤ مال کو بے جا فضول خرچی نہ کرو اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ بیشک بے جا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا اور شیطان اپنے رب کا بہت ناشکر گذار ہے۔'' رب کا نافرمان ہے۔ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی کیوں ہے؟ کس وجہ سے ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس لعین کو بھی نیکی کی طاقت دی اس نے وہ قوت برائی میں صرف کر دی۔ اسی طرح جس کو رب تعالیٰ نے مال دیا ہے بجائے اس کے کہ وہ اسے اچھے کاموں صرف کرے بُرے کاموں میں خرچ کر کے شیطان کا بھائی بن گیا۔ یہ جو شادیوں پر آگے پیچھے لائیٹنگ کرتے ہیں اور اس کے علاوہ فضول خرچی کرتے ہیں یہ سب شیطانوں کے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ ایسے کاموں سے بچائے۔ ان لوگوں کو نیکی کیلئے خرچ کرنے کو کہو تو کہتے ہیں ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے اور برے کاموں کیلئے خوب زور لگا کر آگے بڑھتے ہیں اور اس وقت ان کے پاس پیسہ بھی آجاتا ہے۔ تو فرمایا ہم اس طرح بدلہ دیتے ہیں جو حد سے آگے بڑھتا ہے وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ اور

۔ایمان لایا اپنے رب کی آیت پر وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى اور البتہ آخرت کا عذاب بہت ہی سخت ہے اور بہت ہی پائیدار ہے، بہت دیر تک باقی رہنے والا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔رب بچائے اور محفوظ فرمائے۔ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کیا پس ہدایت نہیں ہوئی ان لوگوں کیلئے كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ کتنی ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے جماعتیں۔نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، تبع علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم بے شمار قومیں ہم نے ہلاک کیں يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ یہ چلتے پھرتے ہیں ان کے ٹھکانوں میں۔جب شام اور یمن کے علاقے میں تجارت کیلئے جاتے ہیں تو راستے میں یہ تباہ شدہ بستیاں ہیں جہاں سے گذر کر جاتے ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بیشک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں۔

لِّاُولِي النُّهٰى نُهٰى نُهْيَةٌ کی جمع ہے بمعنٰی عقل جو برائی سے روکتی ہے اور عقل کو بھی عقل اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ برائی اور بدی سے روکتی ہے۔تو معنٰی ہوگا عقلمندوں کیلئے اس میں نشانیاں ہیں۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر عمل کرے رب اچھے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ سَبَقَتْ جو پہلے ہو چکا ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لَكَانَ البتہ ہوتا ان کا ہلاک ہونا لِزَامًا لازم وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى اور ایک وقت مقرر ہے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں وَسَبِّحْ اور تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ اور رات کے اوقات میں فَسَبِّحْ پس آپ تسبیح بیان کریں وَاَطْرَافَ النَّهَارِ اور دن کے اطراف لَعَلَّكَ تَرْضٰى تاکہ آپ راضی ہو جائیں وَلَا تَمُدَّنَّ اور ہرگز نہ پھیلائیں عَيْنَيْكَ اپنی آنکھیں اِلٰى مَا مَتَّعْنَا اس چیز کی طرف جو ہم نے فائدہ دیا ہے بِهٖٓ اس چیز کیساتھ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ مختلف لوگوں کو ان میں سے زَهْرَةَ

الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا یہ زینت ہے دنیا کی زندگی کی لِنَفْتِنَھُمْ فِیْہِ تاکہ ہم امتحان لیں ان کا اس کے ذریعے وَرِزْقُ رَبِّکَ اور آپ کے رب کا رزق خَیْرٌ بہتر ہے وَّاَبْقٰی اور بہت ہی پائیدار ہے وَاْمُرْ اَھْلَکَ اور حکم دیں آپ اپنے گھر کے افراد کو بِالصَّلٰوۃِ نماز کا وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا اور خود بھی قائم رہو نماز پر لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا ہم نہیں سوال کرتے آپ سے رزق کا نَحْنُ نَرْزُقُکَ ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی اور اچھا انجام پرہیز گاری کا ہے۔

اس سے پہلے ذکر ہوا کہ کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ ''ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کیں۔'' تو اس کے جواب میں کافر کہتے تھے کہ جو دھمکی آپ ہمیں دیتے ہیں وہ لے آؤ ہمیں بھی ہلاک کر دو تاکہ میدان تمہارے لئے صاف ہو جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں۔

رحمتِ خداوندی :

فرمایا وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ جو پہلے ہو چکا ہے مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے لَکَانَ لِزَامًا تو البتہ ان کا ہلاک ہو جانا لازم ہو چکا تھا۔ وہ فیصلہ کیا ہے؟ اس کے متعلق تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک بات یہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے عرش کے ایک بازو پر لکھوایا ہوا ہے اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ ''بیشک میری رحمت سبقت کر چکی ہے میرے غصے پر۔'' یعنی میری رحمت میرے غصے سے بہت زیادہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو تمہارا بیڑہ غرق ہو چکا ہوتا۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے بنائے ہیں

ان میں سے ایک حصہ ساری مخلوق میں تقسیم کیا ہے اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔ اس حصے کا اثر ہے کہ انسان، حیوان، جنات، پرندے وغیرہ ساری مخلوق کی مائیں اپنے بچوں سے پیار کرتی ہیں اور ہر ایک دوسرے سے پیار کرتا ہے یہ اسی رحمت کا اثر ہے۔ اس موقع پر بعض نے کہا کہ اتنی بڑی وسیع رحمت ہے تو پھر انشاء اللہ خیر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کا شکار وہی ہوگا جو مَارِدٌ مُتَمَرِّدٌ سرکش ہے وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور جو لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتا ہے۔ اس کے مقتضیٰ سے گریز کرتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک سفر میں کچھ عورتیں بھی ساتھ تھیں روٹی بنانے کا وقت آیا۔ ایک عورت نے پتھر اکٹھے کر کے چولہا بنایا اس پر ہنڈیا رکھی دودھ پیتا بچہ بھی ساتھ تھا کھلی جگہ تھی ہوا کی وجہ سے جس طرف آگ کا شعلہ آئے بچے کو دوسری طرف لے جائے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ میں بچے کی ماں ہوں گوارا نہیں کرتی کہ یہ آگ میں جلے تو کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے زیادہ نہیں ہے جتنی شفقت میرے دل میں ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے پاس گئی اور کہنے لگی حضرت! میں نے اس طرح آگ جلائی تھی جب آگ کا شعلہ میرے بچے کی طرف آتا تو میں اس کو بچانے کی کوشش کرتی اٹھا کر دوسری طرف لے جاتی تو میرے دل میں خیال آیا کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی بھی نہیں ہوگی جتنی میرے دل میں بچے کو آگ سے بچانے کیلئے ہے کہ میں اس کو آگ میں جلانے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَللّٰهُ اَرْحَمُ لِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا فرمایا بیٹی تیری شفقت کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے بنسبت اس کے کہ ماں اپنے بیٹے سے کرتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم پر عذاب آجاتا۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں

کہ آنحضرت ﷺ کا وجود مبارک عذاب سے مانع ہے۔ سورہ انفال آیت نمبر ۳۳ میں ہے
مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ ''نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ سزا دے ان کو جبکہ آپ ان
میں موجود ہیں۔'' یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب ابوجہل وغیرہ نے کہا تھا کہ جس
عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی
میں ان پر عذاب نہیں آئے گا کیونکہ آپ نری رحمت ہیں تو یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ رب تعالیٰ کی
رحمت بھی موجود ہو اور عذاب بھی آجائے۔ ہاں! اگر آپ جہان سے تشریف لے جائیں تو
پھر یہ عذاب میں مبتلا ہونگے۔ تو یہ بات اور فیصلہ ہو چکا ہے کہ نبی کی موجودگی میں عذاب
نہیں آئے گا اگر یہ بات نہ ہو چکی ہوتی تو ان پر عذاب لازم ہو چکا ہوتا۔ تیسری بات یہ لکھی
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قوم اور ہر فرد کا ایک وقت مقرر ہے لکھا ہوا تھا وہ ابھی ماں
کے پیٹ میں ہوتا ہے اور رب تعالیٰ اس کا وقت لکھ دیتے ہیں فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ لکھ
دو یہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت مرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہلاکت کا وقت لکھا
ہوا نہ ہوتا تو یہ ابھی ہلاک ہو جاتے لیکن رب تعالیٰ کی طرف سے اس کا وقت مقرر ہے اگر
وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب لازم ہو جاتا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّی اور ایک وقت مقرر ہے
جب وہ آئے گا پھر ٹلے گا نہیں۔ ایک لمحے کی بھی مہلت کسی کو نصیب نہیں ہوگی۔

• فرمایا ان کی باتوں میں نہیں آئیں فَاصْبِرْ عَلٰی مَایَقُوْلُوْنَ پس آپ صبر کریں
ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں۔ کافروں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں بہت کچھ کہا۔
سورۃ صٰفّٰت آیت نمبر ۳۶ میں ہے اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ''کیا ہم
چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔''

سورۃ سبا آیت نمبر ۸ اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ''کیا بنایا ہے اس نے اللہ پر

جھوٹ یا اس کو جنون ہے۔'' اور سورہ ص آیت نمبر۴ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ''اور کہا کافروں نے یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔'' تو آپ ﷺ کو دیوانہ کہا، شاعر کہا، مفتری کہا، جادوگر اور جھوٹا کہا۔ جب کسی کو اتنا کچھ کہا جائے تو وہ بھی چاہتا ہے کہ میں بھی کچھ سناؤں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کی باتوں پر صبر کریں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو کسی ایسی بات کا جواب نہیں دیا ورنہ آپ ﷺ بھی کہہ سکتے تھے تم جھوٹے ہو، تمہارے آباء واجداد جھوٹے ہیں، تمہاری نسلیں جھوٹی ہیں، کچھ بھی نہیں کہا کیونکہ اگر آپ بھی طعنے دینا شروع کر دیتے تو پھر خلق عظیم پر زد آتی تھی معاملہ برابر ہو جاتا۔ تو فرمایا آپ صبر کریں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھیں قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے۔

فضائلِ نماز واذکار :

اس میں فجر اور عصر کی نماز آگئی اور ان دونوں نمازوں کا بڑا ثواب ہے۔ اور ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافقوں پر دو نمازیں بہت بھاری ہیں ایک فجر کی اور ایک عشاء کی۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت اعمال لکھنے والے فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ میرے بندوں کو تم نے کس حالت میں چھوڑا؟ تو فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار! ہم عصر کے وقت گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب صبح کے وقت ہم آئے ہیں تو اب بھی نماز میں تھے۔ یہ فرشتوں کی سلطانی گواہی ہے۔ محلے کی مسجد کا امام جب عصر کے وقت اللہ اکبر تکبیر تحریمہ کہتا ہے تو اس مسجد کیساتھ جو محلہ وابستہ ہے تمام محلے والوں کی ڈیوٹیاں بدل جائیں

گی دن والے فرشتے گئے اور رات والے آ گئے۔اسی طرح صبح کی نماز کے وقت عصر کی نماز کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی یوں سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد مارے گئے اور گھر کا سامان لوٹ لیا گیا۔اس سے خود اندازہ لگالو کہ کتنا نقصان ہے؟ یہ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے۔فرمایا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ ۔ اٰنَـآ اِنٌ" کی جمع ہے اس کا معنی ہے وقت۔معنی ہوگا رات کے اوقات میں فَسَبِّحْ پس آپ تسبیح بیان کریں۔اس میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں آگئیں۔نمازوں کے بعد تسبیحات کا خوب اہتمام کرو اس کے علاوہ اوقات میں بھی کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن نماز کے بعد زیادہ اہتمام ہونا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھو۔اور اس کے علاوہ جو تسبیحات پڑھ سکتے ہو پڑھو وَاَطْرَافَ النَّهَارِ اور دن کے اطراف میں، اس میں ظہر کی نماز آ گئی۔مطلب یہ ہے کہ آپ نمازوں کی طرف توجہ دیں، تسبیحات کی طرف توجہ دیں ان کی لایعنی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں لَعَلَّكَ تَرْضٰى تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔یعنی اس بندگی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اجر اور ثواب ملے گا اس پر آپ راضی ہو جائیں گے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اور نہ پھیلائیں دونوں آنکھوں کو اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ اس چیز کی طرف جو ہم نے فائدہ دیا ہے اس چیز کیساتھ مختلف لوگوں کو اس میں سے۔یہودی ہیں، عیسائی ہیں، مجوسی ہیں، بدھ مت والے ہیں، ہندو ہیں، سکھ ہیں ان سب کافروں کو ہم نے فائدہ دیا ہے زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ زینت ہے دنیا کی زندگی کی۔کوٹھیاں ہیں، کارخانے ہیں، دوکانیں ہیں، باغات ہیں، سونا چاندی ہے ان چیزوں کی طرف توجہ نہ کریں یہ دنیا کی رونق ہے یہ

سب عارضی چیزیں ہیں۔قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قارون کواتنا خزانہ دیا تھا کہ اس کے خزانے کی چابیوں کوایک اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلتا تو آگے پیچھے نوکر چاکر ہوتے بڑی ٹھاٹھ باٹھ کیساتھ نکلتا جیسے آج کل افسروں کی ہوتی ہے۔کچھ لوگ دنیا پرست ہوتے تھے وہ دیکھ کر کہتے یٰلَیۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ قَارُوۡنُ [قصص:۷۹] ''کاش کہ ہمارے لئے بھی وہی کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے ہمیں بھی یہی کچھ مل جائے۔'' کچھ اللہ والے بھی پاس ہوتے تھے انہوں نے کہا وَیۡلَکُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیۡرٌ ''خرابی ہو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا اجر عطا کیا ہوا بہتر ہے۔'' یہ بالکل فانی اور عارضی ہے آخرت کی فکر کرو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بمع کوٹھی اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا فَخَسَفۡنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الۡاَرۡضَ [قصص:۸۱] ''پھر ہم نے دھنسا دیا اس قارون اور اس کے گھر کو زمین میں۔'' اس وقت لوگوں نے کہا اچھا ہوا الحمد للہ! ہمیں کچھ نہیں ملا قارون جیسا ورنہ آج ہمارا بھی وہی حشر ہوتا جو قارون کا ہوا ہے۔تو فرمایا آپ اس کی طرف نہ دیکھیں جو ہم نے ان کو نفع دیا ہے مختلف لوگوں کو یہ دنیا کی رونق ہے زینت ہے لِنَفۡتِنَهُمۡ فِیۡهِ تاکہ ہم امتحان لیں ان کا اس کے ذریعے کون ان میں سے اچھے کام کرتا ہے اور کون برے کاموں میں خرچ کرتا ہے وَرِزۡقُ رَبِّکَ خَیۡرٌ اور آپ کے رب کا رزق بہتر ہے جو آپ کو رب کی طرف سے ملے گا وَّاَبۡقٰی اور بہت ہی پائیدار ہے۔قیامت والے دن اور جنت میں رب تعالیٰ کی طرف سے جو روزیاں ملیں گی پھل ملیں گے وہ بہت ہی بہتر اور بہت ہی پائیدار ہوں گے دنیا کی چیزیں عارضی ہیں ان کو دھیان میں نہ لائیں۔

ہر شخص اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دینے کا مکلّف ہے :

اور فرمایا وَاۡمُرۡ اَهۡلَکَ بِالصَّلٰوةِ اور حکم کریں اپنے گھر کے افراد کو نماز کا۔ ہر

آدمی اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ اپنے گھر کے افراد کو نماز کا حکم دے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب بچے کی عمر سات سال ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو۔ دس سال کا ہو جائے اور نماز نہیں پڑھتا تو فَاضْرِبُوْهُ اس کو مارو جب سات سال کے بچے کو نماز کا حکم کرنا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کو نماز پہلے یاد کرانی چاہیے۔ یاد ہو گی تو پڑھے گا اور آج صورت حال یہ ہے کہ دم درود کیلئے بڑے بڑے بچے آتے ہیں بچیاں آتی ہیں پوچھتا ہوں بیٹا نماز آتی ہے؟ کہتے ہیں نہیں! بیٹی نماز آتی ہے؟ کہتی ہیں نہیں! کونسی کلاس میں ہو چوتھی جماعت میں ہوں، پانچویں جماعت میں ہوں کلاسیں چار پانچ ہو گئیں ہیں اور نماز نہیں آتی۔ یہ سب ماں باپ کی غفلت کا نتیجہ ہے ماں باپ کا فرض ہے کہ سات سال کی عمر سے پہلے بچے کو نماز یاد کرائیں۔ جو چیزیں بچپن میں یاد ہو جاتی ہیں وہ ذہن میں بیٹھ جاتی ہیں۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ بچپن میں جو علم آئیگا کَالنَّقْشِ فِی الْحَجَرِ ''ایسے سمجھو جیسے پتھر پر لکیر کھینچ دی جائے۔'' اور بوڑھا ہو گیا تو یوں سمجھو کَالنَّقْشِ فِی الْمَآءِ ''جیسے پانی پر لکیر کھینچ دی جائے۔'' وہ کہاں رہے گی بڑے ہو کر کیا یاد ہو گا۔ حیرانگی ہوتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں دعائے قنوت یاد نہیں ہے ہم کیا پڑھیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بھئی! دعائے قنوت کیوں یاد نہیں ہے؟ دنیا کے سارے کام یاد ہیں اور دعائے قنوت یاد نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا! کہ ہم نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں اس کا ترجمہ اور اس کا مفہوم ہر نمازی کو آنا چاہیے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۴۳ میں ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ''اے ایمان والو! لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ جب تک کہ تم سمجھ نہ لو جو کچھ تم کہتے ہو۔'' تو جو کچھ نماز میں پڑھا ہے اس کا مفہوم آنا چاہیے۔ آج کتنے نمازی ایسے ہیں

کہ ان کو نماز کا ترجمہ نہیں آتا اور دعا قنوت میں ہے اِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ اس کا معنیٰ پوچھو تو شاید پرانے پرانے نمازی نہ بتلا سکیں۔ ان تمام باتوں کو سمجھو اور ان پر عمل کرو تو فرمایا کہ اپنے گھر کے افراد کو نماز کا حکم دیں وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا اور خود بھی قائم رہو نماز پر۔ نماز کبھی نہ چھوڑو۔ آج حالت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی کام نہیں چھوٹتا اور نماز چھوٹ جاتی ہے۔ فرمایا لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا ہم نہیں سوال کرتے آپ سے رزق کا۔ کیوں؟ نَحْنُ نَرْزُقُکَ ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے جو رزق لکھا ہے وہ مل کر رہے گا نماز کی پابندی کریں وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى اور اچھا انجام پرہیزگاری کا ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں تقویٰ اور پرہیزگاری نصیب فرمائے۔

❁ ❁ ❁

وَقَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے لَوْ لَا يَاْتِيْنَا کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس بِاٰيَةٍ کوئی نشانی مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ کیا نہیں آتی ان کے پاس بَيِّنَةُ واضح چیز مَا اس چیز سے فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى جو پہلے صحیفوں میں درج ہے وَلَوْ اَنَّا اور اگر بیشک ہم اَهْلَكْنٰهُمْ ان کو ہلاک کر دیتے بِعَذَابٍ عذاب میں مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے لَقَالُوْا البتہ وہ کہتے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا کیوں نہ بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ ہم پیروی کرتے آپ کی آیات کی مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ نَّذِلَّ کہ ہم ذلیل ہوتے وَنَخْزٰى اور ہم رُسوا ہوتے قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ سب کے سب منتظر ہیں فَتَرَبَّصُوْا پس تم بھی انتظار کرو فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ اس کو اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ جو سیدھے راستے والے ہیں وَمَنِ اهْتَدٰى اور جو ہدایت یافتہ ہے۔

معجزات کاذکر :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیغمبروں کی صداقت کیلئے ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرمائے۔ معجزہ اس فعل کو کہتے ہیں جو دوسروں کو عاجز کر دے دوسرے لوگ وہ فعل نہ کر سکیں۔ اور معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے ذاتی طور پر نبی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ سورہ انعام آیت نمبر ۱۰۹ میں ہے اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ ''بیشک نشانیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔'' یہ معجزات، نشانیاں رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اسی طرح کرامت بھی حق ہے وہ ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے۔ فعل رب تعالیٰ کا ہوتا ہے ولی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بعض معجزہ مانگنے والے ایسے بھی تھے جو محض تصدیق قلبی چاہتے تھے کہ ہمارا دل مطمئن ہو جائے، ضدی نہیں تھے ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ ترمذی شریف اور مسند احمد میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ؓ کیساتھ بیٹھے تھے۔ ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نبی ہو نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔ فرمایا ہاں! رب تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے۔ کھجور کا ایک لمبا درخت تھا اس پر کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے کہنے لگا کہ اگر آپ نبی ہیں تو کھجور کا خوشہ اتر کر آپ کی گود میں آجائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام رب کا ہے میرا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تصدیق فرمادے تو آپ مان لیں گے؟ کہنے لگا ہاں! مان لونگا۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا تو وہ خوشہ ٹوٹ کر آپ کی گود میں آگرا۔ اس نے فوراً کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا کیونکہ وہ ضدی نہیں تھا محض اپنی تسلی چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت آپ ﷺ نے پھر اشارہ کیا تو وہ خوشہ اسی جگہ جا کر جڑ گیا۔ اب عقل تو ان چیزوں کو نہیں مانتی مگر ایمان تسلیم کرتا ہے اور ضدی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ دیکھو! چاند کی چودھویں کی رات

تھی آنحضرت ﷺ صحابہ کرام ﷺ کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے حرم میں۔ صنادید قریش یعنی سردارانِ قریش نے آپ کو تنگ کرنے کا منصوبہ بنایا چھیڑ خانی کیلئے آپ ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے کہ آپ کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور یہ بھی کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے تو آپ اپنے رب کو کہیں کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کام رب تعالیٰ کا ہے وہ کر سکتا ہے اگر وہ میری تائید کیلئے ایسا کر دے تو تم مان جاؤ گے میرا کلمہ پڑھ لو گے۔ کہنے لگے کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر جو کعبۃ اللہ سے مشرق کی طرف ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جبل ابوقبیس پیدا فرمایا۔ اب اس پہاڑ کے نیچے ایک سرنگ نکالی گئی ہے منیٰ کی طرف جانے کیلئے، اس میں بسیں بھی چلتی ہیں۔ اور دوسرا ٹکڑا مغرب کی طرف جبل قیقعان پر چلا گیا۔ مشرک ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آ رہے ہیں؟ وہ کہتے ہاں! دو ہی نظر آ رہے ہیں۔ کافی دیر تک چاند دو ٹکڑوں میں رہا۔ سورۃ القمر میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ''قریب آگئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند۔'' قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ چاند دو ٹکڑے ہوگا۔ یہ بعیدہ نشانیوں میں سے تھی اور قریب والی نشانیوں بھی ظاہر ہو رہی ہیں۔ تو خیر سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے مگر ان ضدی لوگوں میں سے ایک بھی ایمان نہ لایا۔ کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے'' وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاءَهُمْ اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی اپنی خواہشات کی۔'' تو اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ایسے ضدی لوگوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالُوْا اور کہا ان کافروں نے لَوْ لَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس کوئی نشانی مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے۔ آیت کا معنٰی معجزہ بھی ہے اور آیت کا معنٰی قرآن کریم کی آیت بھی۔ اگر آیت کا معنٰی معجزہ ہو تو ان کے مطالبات کا ذکر سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۱-۹۰ میں مذکور ہے وَقَالُوْا '' اور کہا کافروں نے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ جاری کر دیں ہمارے لئے زمین سے چشمے اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ یا ہو آپ کیلئے باغ کھجوروں کا وَعِنَبٍ اور انگوروں کا فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا پس چلائیں آپ نہروں کو ان کے درمیان چلانا'' اس وقت مکہ مکرمہ میں صرف زم زم کا پانی ہوتا تھا یا قریب کچھ چھوٹے چشمے ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا کو اس نے مکے والوں کیلئے نہر زبیدہ نکالی ورنہ پانی کی بڑی دقت ہوتی تھی۔

تو مشرکوں نے آپ سے یہ معجزے طلب کئے اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا '' یا آپ گرا دیں آسمان جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں کوئی ٹکڑا۔'' ہمیں عذاب کی دھمکی جو دیتے ہو پھر ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا '' یا آپ لائیں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو سامنے اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ یا ہو آپ کیلئے گھر جس کی دیواریں سونے کی ہوں چھت اور دروازے سونے کے ہوں اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ یا چڑھ جائیں آپ آسمان پر ہمارے سامنے اڑ کر وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ اور ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کے اوپر چڑھ جانے سے حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا یہاں تک کہ اتار دیں ہمارے اوپر ایک کتاب نَّقْرَؤُهٗ جس کو ہم

پڑھیں ۔" یہ مطالبے پورے کروتو پھر ہم مانیں گے۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ "آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ پاک ہے میرا پروردگار ہر کمزوری اور عیب سے ،وہ سب کام کرسکتا ہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلاً نہیں ہوں میں مگر بشر ہوں رسول ہوں ۔" یہ معجزات میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ کیونکہ بشر کو رب تعالیٰ نے خدائی طاقتیں نہیں دیں ۔ ان کے اس طرح کے مطالبات کا ذکر سورۃ الانعام ساتویں پارے میں بھی ہے ۔تو فرمایا کہ کافروں نے کہا کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی طرف سے۔

تاریخ فرشتہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ کیا نہیں آئی ان کے پاس واضح بات کہ ان کی فرمائش پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور سب نے آنکھوں کیساتھ دیکھا مگر ایمان نہیں لائے ۔ اس ضد کا بھی کوئی علاج ہے دنیا میں اور جن کی طبیعت سلیم ہو وہ مان جاتے ہیں چنانچہ "تاریخ فرشتہ" نامی کتاب بڑی نایاب تھی اس کا ایک نسخہ میرے پاس تھا اور ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی کے پاس تھا۔ اب اکوڑہ خٹک والوں نے طبع کرادی ہے۔ یہ فارسی زبان میں تھی اب اس کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ بمبئی کے پاس ایک ریاست ہے جس کا نام مالابار اور ملیبار بھی کہتے ہیں ۔ اس ریاست کا راجہ ہندو تھا رات کے وقت اس کے وزیر، مشیر، بیگمات، سب اس کے پاس تھے ۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے ۔ پڑھے لکھے لوگ تھے انہوں نے وہ تاریخ اپنی کاپیوں میں ، رجسٹروں میں اور ڈائریوں میں لکھ لی کہ فلاں تاریخ کو چاند دو ٹکڑے ہوا ہے اور اس کی تحقیق کرنا شروع کی۔ ۹۴ ھ کے قریب قریب کچھ عربی تاجر جن کے نام بھی تاریخ فرشتہ والے نے بتائے ہیں مثلاً

مالک بن دینار وغیرہ۔ یہ اس ریاست میں تجارت کیلئے آئے۔ اس ریاست کے لوگوں نے ان کے سامنے رجسٹر نکال کر بتایا کہ اس تاریخ کو ہم نے یہاں دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا ہے کیا وہاں بھی ہوا تھا اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو ان عربی تاجروں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اس کی تائید کیلئے وہاں لوگوں کے مطالبے پر چاند کو دو ٹکڑے فرمایا۔ تو ریاست مالیبار کے لوگ مسلمان ہو گئے اور اب تک مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ دیکھو! جنہوں نے ماننا تھا ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی مان گئے اور جنہوں نے نہیں ماننا تھا قریب ہوتے ہوئے بھی نہیں مانا اور کہا کہ یہ جادو ہے بڑا طاقتور۔ تو فرمایا کیا نہیں آتی ان کے پاس واضح چیز مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولٰى جو پہلے صحیفوں میں درج ہے۔ پہلے صحیفوں میں آپ کی نشانیاں لکھی ہوئی ہیں چاند کا دو ٹکڑے ہونا انہوں نے آنکھوں سے دیکھا ہے معراج کا واقعہ ان کے سامنے ہے اور بہت سارے معجزات ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے آپ ﷺ کو قضاء حاجت کی ضرورت پیش آئی اور احادیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے نہیں بیٹھتے تھے دور تشریف لے جاتے تھے اور اتنا دور تشریف لے جاتے تھے کہ حتیٰ لَا یَرَاہُ اَحَدٌ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ آپ ﷺ پر کسی کی نگاہ نہیں پڑتی تھی۔ کھلا میدان تھا میدان کے ایک کنارے ایک درخت تھا اور دوسرے کنارے دوسرا درخت تھا آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا دونوں درخت دوڑتے ہوئے زمین کو چیرتے ہوئے آئے اور اکٹھے ہو گئے اور پردہ ہو گیا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو دونوں درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ اور بہت سارے معجزات ہیں جو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھے اور جادو کہہ کر ٹال دیتے۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ اور اگر بیشک ہم ان کو ہلاک کر دیتے

بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ عذاب میں آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے لَقَالُوْا تو وہ کہتے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا کیوں نہ بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ پس ہم پیروی کرتے آپ کی آیات کی مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ پہلے اس سے کہ ہم ذلیل ہوتے وَنَخْزٰى اور ہم رُسوا ہوتے عذاب میں۔ جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور یہودی تو آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے بھی علامات سے اور اپنے پیغمبروں کی پیش گوئیوں سے آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۹ میں ہے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ''اور تھے وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے۔'' یعنی آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! نبی آخرالزمان ﷺ کے طفیل اور وسیلے کیساتھ ہمیں فتح عطا فرما۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ پس جب وہ ان کے پاس آئے تو انکار کر دیا۔'' اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟

مسئلہ وسیلہ :

وسیلے کے متعلق بات سمجھ لیں۔ میں نے اپنی کتاب ''تسکین الصدور'' کے ساتویں باب میں بڑی تفصیل کیساتھ اس مسئلے پر بحوالہ بحث کی ہے۔ اتنی تفصیل اکٹھی تمہیں کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی تفصیل تو وہاں دیکھ لینا مختصر یہ کہ توسل کی ایک قسم تو خالص شرک ہے اور ایک جائز ہے۔ اگر کسی بزرگ کا وسیلہ اس نظریہ اور عقیدے کیساتھ دیتا ہے کہ وہ حاضر وناظر ہیں، عالم الغیب ہیں اور متصرف فی الامور ہیں اور وہ بات سن رہے ہیں تو یہ خالص شرک ہے اور مشرک لوگ اسی شق پر عمل کرتے ہیں۔ طفیل، وسیلہ، صدقہ، برکت، حرمت جاہ کوئی بھی لفظ ہو سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اور اگر اس نظریہ اور عقیدہ کیساتھ ہو

کہ مومنوں کا آنحضرت ﷺ پر ایمان ہے اور آپ ﷺ کیساتھ محبت ہے اور آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کیساتھ محبت ایک نیک عمل ہے۔ اور جو آنحضرت ﷺ اور اس کے نیک بندوں کیساتھ محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس رحمت کے بدلے اللہ تعالیٰ میری دعا قبول کر لے۔ اور کہتا ہے اے پروردگار! آنحضرت ﷺ کے اس وسیلے کہ میرا ان کیساتھ تعلق ہے میرا کام کر دے، آپ ﷺ کے طفیل کیساتھ کر دے، آپ ﷺ کے صدقے سے کر دے تو یہ وسیلہ جائز اور صحیح ہے۔ تو فرمایا اگر ہم ان کو آپ ﷺ کی آمد سے پہلے عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیتے تو کہتے اے پروردگار! آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم آپ کی آیات کی پیروی کرتے۔

اب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تشریف لائے تو یہ بگڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ اور اصول ہے کہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [بنی اسرائیل:۱۵] ''اور ہم نہیں عذاب دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج دیں۔'' اتمام حجت کرنے کے بعد عذاب نازل کرتے ہیں لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ [النساء:۱۶۵] ''تاکہ نہ ہو لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت رسولوں کے بھیجنے کے بعد۔'' تاکہ بہانہ نہ بنا سکیں کہ ہمیں تو معلوم نہیں تھا کہ کون سی چیز جائز ہے کون سی چیز ناجائز ہے۔ جب پورے طور پر حجت ہو جاتی ہے تو پھر عذاب آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ سب کے سب منتظر ہیں فَتَرَبَّصُوْا پس تم بھی انتظار کرو فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے مَنْ اس کو اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ جو سیدھے راستے والے ہیں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ سیدھے راستے پر کون ہیں وَمَنِ اهْتَدٰى اور جو ہدایت یافتہ ہے۔ بس آنکھیں بند ہونے

کی دیر ہے جنت دوزخ سامنے ہوگی مَنْ مَاتَ قَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ ''جومرا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔''

آج بروز منگل دو ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ بمطابق ۸/ مارچ ۲۰۱۱ء

سورت طٰہٰ مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

(حصہ دوم)

افادات

امام اہلسنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

نظر ثانی

مولانا علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

جمع و ترتیب

مولانا محمد نواز بلوچ
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

لقمان اللہ میر برادران

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الیٰ جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرقریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
کا انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے جملہ حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بیٹے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن حفظہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدئیے ہیں واللہ الموفق۔

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ
۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ
۲۸ / اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورة الانبیآء
سورة الحج
سورة المؤمنون

(مکمل)

جلد............۱۳

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

جلد 13

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن ﴿سورۃ الانبیاء، حج، مومنون مکمل﴾

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ

کمپوزنگ ---- محمد صفدر بلوچ

تعداد ---- گیارہ سو[۱۱۰۰]

تاریخ طباعت----

قیمت ----

مطبع ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

1) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالہ
2) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالہ
3) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

پیش لفظ

نحمده تبارك وتعالىٰ ونصلي ونسلم على رسوله الكريم وعلى اله واصحابه وازواجه واتباعه اجمعين۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز پاک وہند وبنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدو جہد میں گرفتار ہو کر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار وزوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات۔ اس لئے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد و مفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے نئے جذبہ ولگن کیساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا

قرآن کریم کیساتھ فہم وشعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر وضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی بالخصوص پنجاب میں بدعات واوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات ورسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کیلیے جن اربابِ عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم واستقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول وعرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم وبیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کیساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ واجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر

انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن وحدیث کے علوم وتعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسطہ اور منتہی درجہ کے طلبہ کیلئے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چار حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف کے موتی ان کے دامن قلب وذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کیلئے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض دفعہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لئے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اس لئے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور ان گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔ (آمین)

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لئے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کیلئے سالہا سال تک پابندی کیساتھ خدمت سرانجام دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء — ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحد ثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم-اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماءِ ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائش بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ انبیاء کی وجہ تسمیہ اور نبی کا معنیٰ	22
02	لوگ آخرت سے غافل ہیں	23
03	ہر زمانے میں مشرکوں نے نبی کی بشریت کا انکار کیا	24
04	حاضر و ناظر کا عقیدہ کفریہ ہے	26
05	قرآن کا چیلنج آج تک کسی نے قبول نہیں کیا	27
06	پیغمبر جتنے بھی آئے مرد ہی آئے	29
07	عورت جائز کام کر سکتی ہے	29
08	تمام پیغمبر بشر تھے	33
09	اب نجات صرف آخری پیغمبر کی شریعت میں بند ہے	35
10	اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچ سکتا	37
11	انسان کے لئے دنیا میں ایک نصاب ہے	39
12	دنیا میں اکثریت مشرکوں کی ہے	43
13	عبادت کو غرض کیساتھ معلق نہیں کرنا چاہیے	45
14	توحید کی دلیل	46
15	غزوہ تبوک	47
16	تمام پیغمبروں کا مشن توحید ہے	49
17	مشرک بھی خالق مالک رب تعالیٰ کو ہی مانتے تھے	54

18	فَفَتَقْنٰهُمَا کی تفسیر	55
19	پہلا پہاڑ جبل ابوقبیس ہے	56
20	نظام قدرت کی مضبوطی	57
21	جب آدمی کی عقل ماری جائے تو غیر اللہ کی پوجا کرتا ہے	58
22	قادیانیوں کا غلط استدلال	60
23	رسولوں کیساتھ ٹھٹھا کرنے والوں کا انجام	64
24	جلد بازی اچھی چیز نہیں ہے	65
25	حضور ﷺ نے بدعا فرمائی	66
26	حضرت عمرؓ پر اعتراض کا جواب	66
27	اذان میں ترجیع کی وجہ	68
28	اختیارات سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں	71
29	تھوڑے سے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب فرمایا	75
30	یہود و نصاریٰ کی چال	76
31	اعمال کے تلنے کی حقیقت	80
32	تمام مخلوقات میں پہلا درجہ آنحضرت ﷺ کا ہے	85
33	بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا	85
34	حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مذاہب میں مسلم شخصیت	89
35	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی درگت بنانا	92
36	دنیا میں ضد کا کوئی علاج نہیں ہے	95
37	گالیاں دینے اور رد کرنے میں فرق ہے	95
38	مہاجرین حبشہ کی استقامت	96
39	منجنیق تیار کرنے والے انجینئر کا نام	98

40	چھپکلی مارنے کا ثواب	99
41	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات	103
42	دوسرے کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے	104
43	ہم جنسی کی مرض کی ابتلاء	106
44	حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد	108
45	شرعی طور پر وکیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے	111
46	معصوموں کی رائے میں اختلاف ہوسکتا ہے تو اماموں کی رائے میں اختلاف کیوں نہیں ہوسکتا	113
47	دینی مجلس کی فضیلت	114
48	منکرین معجزات کی خرافات	116
49	دشمنان دین کی سازش	118
50	حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد اور مال کا ذکر	121
51	حضرت ایوب علیہ السلام کا ابتلاء	122
52	حضرت ایوب علیہ السلام کی باوفا بیوی کا ذکر	124
53	حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ	126
54	پریشان حال آدمی کے لیے دعا	129
55	حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ	132
56	پیغمبر کی وراثت علمی ہوتی ہے نہ کہ مالی	133
57	حضرت عائشہؓ کی طبعی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد دے	136
58	عیسائیوں کے غلط نظریے کا رد	138
59	مرزا قادیانی کی زبان درازی	139
60	کراما کاتبین کی ڈیوٹیوں کا ذکر	143
61	اعمال لکھنے کی وجہ	145

62	خرق عادت کے طور پر مردہ دنیا میں آسکتا ہے	145
63	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی موت کا واقعہ	146
64	سام حام کی اولاد	147
65	شاہ ولی اللہ اور علماء دیوبند کا امت پر احسان ہے	148
66	یاجوج ماجوج یافث کی اولاد ہیں	149
67	یاجوج ماجوج کے وقت عیسائیوں اور مسلمانوں کے حالات	149
68	نیک لوگ جہنم سے بچالیے جائیں گے	151
69	بزرگوں نے کبھی شرک کی تعلیم نہیں دی	155
70	مشرک قیامت کے منکر تھے	157
71	وراثت ارضی سے مراد جنت کی وراثت ہے	159
72	مودودی صاحب نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں	160
73	اختتام سورۃ انبیاء	162
74	سورہ حج	165
75	رب تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب	167
76	قیامت کے دن کی سختی کا ذکر	168
77	قیامت کے حق ہونے کی دلیلیں	171
78	مخلقة وغیر مخلقة کی تفسیر	172
79	قیامت حق ہے	176
80	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ	179
81	مطلبی اور مفاد پرست لوگوں کا ذکر	181
82	نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ	182
83	درود تاج پڑھنے سے سب اعمال برباد ہو جاتے ہیں	183

84	کافروں کی سرزنش	188
85	بعثت نبوی ﷺ کے وقت عرب میں فرقوں کی تعداد	190
86	سجدے کی کیفیت	192
87	کافروں کا انجام	193
88	مومنوں کا انعام	196
89	نیکی بدی کے بارے میں ضابطہ	199
90	مسجد حرام کے بانی اور جگہ کی تعیین	201
91	پاگلوں اور چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ آنے دو	202
92	حج کے فوائد و مقاصد	206
93	قربانی تین دن ہے	207
94	کن کن جانوروں کی قربانی ہو سکتی ہے	208
95	عتیق کے معانی	209
96	حرام جانور	211
97	مشرک کا انجام	212
98	قربانی ہر امت پر تھی	216
99	عاجزی کرنے والوں کی صفات	218
100	بدن سے مراد	219
101	قربانی کے گوشت کا حکم	220
102	ایمان کے ساتھ جھوٹ اور خیانت اکٹھی نہیں ہو سکتی	223
103	مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر مظالم	225
104	جہاد کا فلسفہ اور حکمت	228
105	مومنوں کی صفت	230

106	تسلی رسالت ﷺ	231
107	پیغمبروں کی مخالفت کا انجام	235
108	بعض اندھے بڑے سمجھدار ہوتے ہیں	236
109	رب تعالیٰ مہلت دیتے ہیں تاکہ سمجھ جائیں	239
110	عالمگیر نبوت	239
111	پیغمبروں کا کام سنانا ہے منوانا نہیں	240
112	اذا تمنی الشیطن کی تفسیر	244
113	شیطان کا وسوسہ اور اس کا جواب	245
114	قرآن کو حقیقتاً ماننے والے بہت تھوڑے ہیں	248
115	مومنوں کے بعض نیک اعمال کا ذکر	252
116	اللہ تعالیٰ کا مومنوں کیساتھ وعدہ	252
117	ہم نے نہ موت کو سمجھا ہے نہ قبر حشر کو	253
118	بدلہ لینے کی کیفیت	254
119	صحابہ کرام کا ادب واحترام کرنا	257
120	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل	258
121	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نزول میں برکات	258
122	اللہ تعالیٰ ہر دیکھنے والے کو اپنی قدرت دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں	261
123	موت کو کثرت سے یاد کرو	264
124	مراقبے کا بیان	264
125	حضور ﷺ نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانور کا گوشت نہیں کھایا	264
126	شرک سے روکنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے	266
127	دنیا میں اکثریت مشرکوں کی رہی ہے	270

128	غیراللہ کی عبادت کا نام تعظیم رکھ دیا گیا ہے	272
129	اللہ تعالیٰ کے سوا سارے مل کر مکھی بھی نہیں بنا سکتے	274
130	حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی	275
131	انبیاء علیہم السلام انسان تھے جنات ہر زمانہ میں انسانی نبی کے تابع رہے	278
132	اللہ یصطفی من الملئکۃ کی تفسیر	279
133	جماعت کیساتھ نماز کی اہمیت	280
134	جہاد کا معنیٰ اور جہاد کی قسمیں	282
135	نبی کی گواہی کا مطلب	284
136	اختتام سورہ حج	286
137	سورہ مومنون	289
138	مومن سے بڑا طاقتور کوئی نہیں	290
139	فلاح پانے والے مومنوں کے اوصاف	291
140	امانت کی قسمیں	294
141	جہاد سے متعلق کوئی بھی کام کرنے والا مجاہد ہے	296
142	تخلیق انسانی	297
143	مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے	301
144	زیتون کا تیل طبی لحاظ سے زیادہ مفید ہے	304
145	جب سے انسانیت کا سلسلہ شروع ہوا اسی وقت سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا	309
146	شرک کی ابتداء	309
147	پہلی مشرک قوم نے ہی پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا	310
148	حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد	311
149	کشتی نوح علیہ السلام کو پھر کی لکڑی سے تیار کی گئی	313

150	سیلابِ نوح علیہ السلام ساری دنیا پر آیا	315
151	نبی کو بشر ماننے کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی	320
152	مشرکوں کی ضد کی انتہاء	323
153	مسئلہ کشمیر ہندوؤں کی ضد کی وجہ سے رکا ہوا ہے	324
154	ایک دن میں تینتالیس پیغمبر قتل کیے گئے	328
155	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی	332
156	تمام پیغمبروں اور مومنوں کو اکل حلال کا حکم ہے	337
157	بگاڑ سے مراد بنیادی عقائد کا بگاڑ ہے	338
158	مومنوں کی بعض صفات کا ذکر	339
159	نافرمانوں کی کیفیت	344
160	فضیلتِ قرآن کریم	345
161	ہم نے ایمان اور قرآن کی قدر نہیں کی	346
162	عرب میں شرک کی ترویج کرنے والا پہلا شخص	347
163	انگریز امام و خطیب کا قصہ	348
164	ضماد کے قبول اسلام کا واقعہ	349
165	کافروں کی کیفیت	355
166	مشرکوں کے لیے آپ ﷺ نے قحط کی بددعا فرمائی	356
167	واقعہ بدر کی جھلک	357
168	چند بنیادی سوال ہر آدمی سے ہونگے	358
169	دل کیسے سیاہ ہوتا ہے	360
170	ساری بنیادی چیزیں مشرک تسلیم کرتے ہیں	364
171	شرک پر مشرکوں کے دلائل	365

نمبر	عنوان	صفحہ
172	بدعتیوں کیساتھ مسائل کا اختلاف اصولی ہے	368
173	مشرکوں کی دلیل کا رد	369
174	اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا معنیٰ	369
175	قیامت کا منظر	374
176	اعمال کے تلنے کا ذکر اور مفہوم	376
177	نیک بندوں کیساتھ مذاق خدا کو پسند نہیں ہے	384
178	دنیا پرستوں سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے	387
179	انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا نہیں کیا	388
180	اختتام سورت	390

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشَرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ قریب آگیا ہے لوگوں کے لئے حِسَابُهُمْ ان کا حساب وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ اور وہ غفلت میں ہیں مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے مَا يَاْتِيْهِمْ نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ ذِكْرٍ کوئی نصیحت مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے مُّحْدَثٍ تازہ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ مگر وہ سنتے ہیں اس کو وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ اور وہ کھیل میں لگے ہوئے ہیں لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ غفلت میں ہیں دل ان کے وَاَسَرُّوا النَّجْوَى اور مخفی کی ہے ان لوگوں نے سرگوشی الَّذِيْنَ

ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا ہے هَلْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مگر بشر تمہارے جیسا اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ کیا پس تم پھنستے ہو جادو میں وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو قٰلَ فرمایا پیغمبر نے رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ میرا پروردگار ہی جانتا ہے بات کو فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان میں اور زمین میں وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے بَلْ قَالُوْآ بلکہ کہا انہوں نے اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ پریشان خیالات ہیں بَلِ افْتَرٰهُ بلکہ گھڑ کے لایا ہے اس کو بَلْ هُوَ شَاعِرٌ بلکہ یہ شاعر ہے فَلْیَاْتِنَا پس چاہیے کہ لائے ہمارے پاس بِاٰیَةٍ کوئی نشانی كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ جیسا کہ بھیجے گئے ہیں پہلے مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ نہیں ایمان لائے ان سے پہلے مِّنْ قَرْیَةٍ کسی بستی والے اَهْلَكْنٰهَا جن کو ہم نے ہلاک کیا اَفَهُمْ یُؤْمِنُوْنَ کیا پس یہ ایمان لے آئیں گے وَمَآ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے قَبْلَكَ آپ سے پہلے اِلَّا رِجَالًا مگر مردوں کو نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف فَسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ پس سوال کرو اہل علم سے اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم نہیں جانتے۔

سورۃ انبیاء کی وجہ تسمیہ اور نبی کا معنیٰ :

اس سورۃ کا نام سورۃ الانبیاء ہے۔ انبیآء ، نَبِیٌّ کی جمع ہے۔ نبی کا معنیٰ ہے خبر دینے والا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخلوق کو خبر دیتا ہے۔ ان خبروں میں اہم خبر توحید کی ہے، اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کا عقیدۂ توحید پر اتفاق ہے یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ کسی پیغمبر کا دوسرے پیغمبر کے ساتھ کوئی

اختلاف نہیں ہے۔یعنی وہ سورت جس میں نبیوں نے توحید کا بنیادی عقیدہ بیان کیا ہے۔
یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے، بہتر سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس کا تہتر واں نمبر ہے۔اس کے سات رکوع اور ایک سو بارہ آیات ہیں۔

لوگ آخرت سے غافل ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ قریب آگیا ہے لوگوں کے لئے ان کا حساب وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ اور وہ غفلت میں ہیں مُّعْرِضُونَ اعراض کرنے والے، روگردانی کرنے والے ہیں۔دنیا میں مختلف شعبوں کے جو نصاب مقرر ہیں ان کے امتحانات جوں جوں قریب آتے ہیں پڑھنے والوں کو فکر ہوتی ہے، ماں باپ اور اساتذہ کو فکر ہوتی ہے وہ تیاری کی تاکید کرتے ہیں امتحان دینے والے بڑی محنت کرتے ہیں دن میں تیاری کرتے ہیں راتوں کو جاگتے ہیں، تکرار کرتے ہیں، دہراتے ہیں۔کوئی مغفّل ہو گا، بے پروا ہو گا جو تیاری نہ کرے ورنہ ہر آدمی امتحان کے دنوں میں تیاری کرتا ہے۔مگر یہ دنیا کے امتحان آخرت کے امتحان کے مقابلہ میں کیا ہیں؟ کچھ بھی نہیں ہیں۔ان کی اتنی بھی حیثیت نہیں ہے جتنی کھیل کی ہوتی ہے۔تو آخرت کے امتحان کی کتنی تیاری ہونی چاہیے؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حساب لوگوں کا قریب آگیا ہے اور وہ غفلت میں اعراض کر رہے ہیں کوئی تیاری نہیں کرتے موت واقع ہونے کی دیر ہے حساب شروع۔لوگ سمجھتے ہیں موت صرف بوڑھوں کے لیے ہیں۔ایسی بات نہیں ہے موت سب کے لیے ہے نوجوانوں کے لیے بھی، بوڑھوں کے لیے بھی، بچوں کے لیے بھی، مردوں اور عورتوں کے لیے بھی ہے۔کوئی شخص یہ سمجھے کہ میں بوڑھا ہو کر مروں گا تو وہ غلط فہمی کا شکار ہے۔کوئی یہ خیال کرے کہ میں تندرست ہوں بیمار ہو کر مروں گا تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔تندرست بھی

مرتے ہیں بیمار بھی مرتے ہیں۔آخرت کی ہر وقت تیاری ہونی چاہئے۔اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے صَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ ''جب تو نماز پڑھے تو یہ سمجھ کر پڑھ کہ یہ میری آخری نماز ہے۔''ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد مجھے موقع نہ ملے۔''تو فرمایا لوگ غفلت میں اعراض کررہے ہیں کوئی تیاری نہیں کی مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت مِّنْ رَّبِّھِمْ ان کے رب کی طرف سے مُّحْدَثٍ تازہ۔قرآن پاک کا کوئی نیا حکم نہیں آتا اِلَّا اسْتَمَعُوْہُ مگر وہ اس کو سنتے ہیں اس کی طرف کان لگاتے ہیں وَھُمْ یَلْعَبُوْنَ اور وہ کھیل میں لگے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تازہ حکم آتا ہے اس کو سن کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں دل لگی کرتے ہیں مانتے نہیں لَاھِیَۃً قُلُوْبُھُمْ غفلت میں ہیں دل ان کے۔ان کے دل غفلت میں مبتلا ہیں وَاَسَرُّوا النَّجْوَی اور مخفی کی ہے ان لوگوں نے سرگوشی۔کون سے لوگوں نے مخفی سرگوشی کی ہے؟فرمایا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا ہے،جو ظالم ہیں انہوں نے مخفی طور پر مشورہ کیا ہے۔کہنے لگے ھَلْ ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ نہیں ہے یہ پیغمبر مگر بشر تمہارے جیسا۔

ہر زمانے میں مشرکوں نے نبی کی بشریت کا انکار کیا :

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آنحضرت ﷺ کے دور تک مشرکوں کا یہی خیال رہا ہے کہ پیغمبر کو بشر نہیں ہونا چاہیے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ بشر ہو پھر نبی ہو۔وہی بات انہوں نے کی کہ یہ بشر ہے اس کو نبوت کہاں سے مل گئی؟شروع سے مشرکوں نے اس باطل نظریے کی ترویج کی ہے کہ پیغمبری اور بشریت اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بشر سمجھا اور اپنی کمزوریاں سامنے رکھیں اور سمجھا کہ پیغمبر بھی ہمارے جیسا بشر ہے اور ہمارے جیسی کمزوریاں ان میں ہیں(معاذ اللہ تعالیٰ)تو پھر ہم میں

اور اس میں کوئی فرق نہ ہوا۔ حالانکہ بشریت، آدمیت اور انسانیت بہت بلند چیز ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم بندے نہیں ہیں۔ صحیح معنٰی میں بندے اور بشر ہیں ہی پیغمبر، صحیح معنٰی میں انسان وہ ہیں۔ تو اصل بشر اور انسان پیغمبر ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھنے والوں نے پوچھا ''اے امی جان! آپ ﷺ کی گھر سے باہر کی زندگی تو ہمارے سامنے ہے مسجد میں، میدان جہاد میں، سفر میں، حج میں، عمرے میں جو کچھ آپ ﷺ نے کیا ہے وہ تو ہمارے سامنے ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ جب آپ ﷺ گھر تشریف لے جاتے ہیں تو اس وقت آپ ﷺ کیا کرتے ہیں؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ ''آپ ﷺ بشر تھے يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَفِيْ روایةٍ يَكْنِسُ بَيْتَهٗ وَيَخْصِبُ نَعْلَيْهِ آپ کسی وقت کپڑے اتار کر جوئیں تلاش کر لیتے تھے، بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہ لیتے تھے اور ایک روایت میں ہے (کہ اگر مجھے کوئی تکلیف ہوتی تو) گھر میں جھاڑو بھی پھیر لیتے تھے اور جوتا مبارک بھی اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے۔'' جو کام انسان کرتے ہیں وہ سب آپ کرتے تھے۔ ہاں! رب تعالیٰ نے ان کو درجہ دیا ہے پیغمبروں کا سردار بنایا، سید الاولین و آخرین بنایا، امام الانبیاء والمرسلین بنایا مگر تھے بشر، آدمی اور انسان۔

تو کافروں نے یہ بات کہہ کر نصیحت ٹرخا دی کہ یہ نہیں ہے مگر ہمارے جیسا بشر اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ کیا پس تم پھنستے ہو جادو میں وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ بشر ہے کھاتا پیتا ہے بیویاں ہیں بچے ہیں سارے بشری لوازمات اس کیساتھ ہیں یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے تم پھنستے ہو۔ قٰلَ فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ میرا رب جانتا ہے بات فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں۔ مشرکوں کا اس

وقت بھی یہ نظریہ تھا اور آج بھی یہی نظریہ ہے کہ ہمارے معبود علم غیب جانتے ہیں اور وہ ہماری باتیں سنتے ہیں نزدیک سے بھی اور دور سے بھی۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ صرف میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی بات۔ دیکھو! یَعْلَمُ فعل ہے، قاعدے کے مطابق رَبِّیْ بعد میں آنا چاہیے تھا لیکن لفظ ربی کو پہلے لائے ہیں حصر پیدا کرنے کے لیے۔ معنیٰ ہوگا میرا رب ہی جانتا ہے بات آسمانوں کی اور زمین کی۔ اس میں ان کے عقیدے کا رد ہے کہ تمہارے معبود نہیں جانتے صرف میرا رب جانتا ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اس سے مشرکوں کے عقیدے پر ضرب لگی تو انہوں نے کہا پھر ہمارے بزرگ کدھر گئے، ہمارے الٰہ کدھر گئے؟ وہ نہیں سنتے، وہ نہیں جانتے؟ یہ بات تھی جس کی بنا پر انہوں نے شور مچادیا کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ کہا۔

عقیدۂ حاضر وناظر کفریہ ہے :

آج بھی جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر، ولی حاضر ناظر ہیں اور سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے فقہاء کرامؒ کو جنہوں نے لوگوں کے عقائد کی حفاظت کیلئے صاف صاف لفظوں میں احکام بیان فرمائے ہیں۔ فتاویٰ بزازیہ، البحر الرائق اور مجموعہ فتاویٰ میں ہے مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ ''جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ ہمارے بزرگوں کی روحیں ہمارے پاس حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں پکا کافر ہے۔'' تو جب یہ کہا جاتا ہے کہ رب ہی جانتا ہے، رب ہی سنتا ہے ہر جگہ صرف رب ہی ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ [الحدید:۴] ''اور وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔'' تو ان کے عقیدے پر زد پڑتی تھی اس لیے چیختے چلاتے تھے۔ یہ معمولی مسائل نہیں ہیں یہ بنیادی مسائل ہیں ان کو فروعی مسائل نہ سمجھنا

ان پر ایمان کا مدار ہے۔ بَلْ قَالُوْآ بلکہ انہوں نے کہا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ پریشان خیالات ہیں بَلِ افْتَرٰهُ بلکہ یہ نبی اس قرآن کو گھڑ کے لایا ہے بَلْ هُوَ شَاعِرٌ بلکہ یہ شاعر ہے۔ جو جس کے منہ میں آیا اس نے کہا۔ اَضْغَاث ضِغْثٌ کی جمع ہے ضِغْثٌ کا معنٰی ہے گھاس کی مٹھی، گھاس کا دستہ، اس میں کوئی تنکا لمبا ہوتا ہے، کوئی چھوٹا ہوتا ہے، کوئی موٹا ہوتا ہے، کوئی باریک ہوتا ہے، کوئی ہرا، کوئی خشک، مختلف ہوتے ہیں۔ پریشان کا معنٰی ہے بکھرے ہوئے، پریشان ہیں اور اَحْلَام حُلُمٌ کی جمع ہے۔ لام پر ضمہ بھی آتا ہے اور سکون بھی آتا ہے۔ اس کا معنٰی ہے خیال۔ تو کہنے لگے یہ قرآن پریشان خیالات ہیں۔ کبھی کوئی واقعہ شروع کر دیتے ہیں کبھی کوئی قصہ شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی آدم اور حوا علیہما السلام، کبھی فرعون کا، کبھی جنت کا، کبھی دوزخ کا، کبھی ہود علیہ السلام، کبھی صالح علیہ السلام کا۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے جو واقعات بیان فرمائے ہیں وہ غور و فکر کرنے کے لیے بیان فرمائے ہیں۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۶ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ''آپ بیان کریں واقعات تاکہ یہ لوگ غور و فکر کریں کہ نیکوں کا یہ بنا اور بروں کا یہ نتیجہ نکلا مگر کافروں نے کہا کہ پریشان خیالات ہیں بکھرے ہوئے خیالات ہیں۔ کبھی کہا کہ اپنے پاس سے گھڑ لایا ہے۔ اس کا جواب تفصیلاً سن چکے ہو۔

قرآن کا چیلنج آج تک کسی نے قبول نہیں کیا :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کو کہہ دیں لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ [بنی اسرائیل:۸۸] ''البتہ اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل تو نہیں لا سکیں گے اس کے مثل۔'' ان کو کہو میرا چیلنج ہے فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ [ہود:۱۳]

''لاؤدس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی وَادۡعُوۡامَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اور بلالو جس کوتم طاقت رکھتے ہواللہ تعالیٰ کے سوافرشتوں کوبھی ساتھ ملا۔'' اورآخر میں فرمایا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ ''پس لاؤتم ایک سورت اس کے مثل وَادۡعُوۡا شُھَدَآءَ کُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ [بقرہ:۲۳] ''اللہ تعالیٰ کوچھوڑ کر باقی جتنے امدادی تمہیں مل سکتے ہیں ان کو بلا لو'' یہ نہ کرسکنے کے باوجود یہ رٹ لگائے رکھنا یہ قرآن کوگھڑ کے لایا ہے تو یہ غلط بات ہے۔ کبھی کہتے شاعر ہے یہ بات بھی غلط ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰسین میں فرمایا وَمَا عَلَّمۡنٰہُ الشِّعۡرَ وَمَا یَنۡۢبَغِیۡ لَہٗ ''اورہم نے نبی کوشعروشاعری نہیں سکھائی اوروہ ان کی شان کے لائق بھی نہیں۔شاعروں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وانھم یقولون ما لا یفعلون [شعراء:۲۲۶] ''اور بیشک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔'' یہاں تو اقبال مرحوم جیسے لوگ بھی کہہ گئے......

؎ گفتار کا یہ غازی تو بنا
کردار کا غازی بن نہ سکا

ہمارے اس دور کے بڑے شاعر ہیں لیکن گفتار کے ہیں کردار کے نہیں ہیں۔کاش کہ کردار بھی ساتھ ہوتا تو اس دور کا ولی ہوتا۔اب تو صرف شاعر مشرق ہی ہے۔شاعر تو ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔شعروشاعری پیغمبروں کی شان کے لائق نہیں ہے۔ فَلۡیَاۡتِنَا بِاٰیَۃٍ پس لائے ہمارے پاس کوئی نشانی کَمَآ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ جیسا کہ بھیجے گئے ہیں پہلے۔یعنی پہلے پیغمبروں کو جو معجزات ملے ہیں ایسا کوئی معجزہ ہمیں دکھائے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا مَآ اٰمَنَتۡ قَبۡلَھُمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ نہیں ایمان لائے ان سے پہلے کسی بستی والے اَھۡلَکۡنٰھَا جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا اَفَھُمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ کیا پس یہ ایمان

لائیں گے۔ کیاان لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کے معجزات، حضرت صالح علیہ السلام کا اونٹنی والا معجزہ، موسیٰ علیہ السلام کے معجزے آنکھوں کے ساتھ نہیں دیکھے تھے؟ کیا وہ مان گئے تھے؟ کیا انہوں نے شق قمر کا معجزہ نہیں دیکھا؟ طاقتور جادو کہہ کر جھٹلا دیا۔ یہ صرف ان کی باتیں ہیں شوشے چھوڑتے ہیں۔

پیغمبر جتنے بھی آئے مرد ہی آئے :

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مگر مردوں کو وحی کی ہم نے ان کی طرف۔ پیغمبر جتنے بھیجے مرد بھیجے عورت کا بھیجنا صحیح نہیں تھا۔ کیونکہ پیغمبر شکل وصورت، عقل وصحت ہر لحاظ سے اعلیٰ ہوتا ہے اگر عورت بھیجتے تو وہ بھی ایسی ہی ہوتی اور عورت کے پیچھے تو لوگ ویسے لگے رہتے ہیں۔ اور پیغمبر دن کو تبلیغ کرتا ہے رات کو تبلیغ کرتا ہے، تنہائی میں جاتا، نیکوں کے پاس بھی بروں کے پاس بھی، کیا عورت ایسا کر سکتی تھی؟ ہرگز نہیں! عورت کا نبی بنانا حکمت کے خلاف تھا لہٰذا کوئی عورت نبی نہیں قطعاً نہیں! اور نہ عورت کی حکمرانی جائز ہے۔

عورت جائز کام کر سکتی ہے :

ہاں! جو کام عورتوں کے لیے جائز ہیں وہ کریں۔ عورتوں کیلئے زنانہ کالج ہیں وہ جہاں تک پڑھیں پڑھائیں کوئی پابندی نہیں ہے عورتیں عورتوں کا فیصلہ کریں، جج بھی عورت ہو، وکیل بھی عورت ہو، عورتیں مقدمہ لڑیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ عورتوں کے ہسپتال ہوں وہاں عورتیں جائیں عورتوں کے آپریشن عورتیں کریں کوئی پابندی نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ مولوی تنگ نظر ہیں ہرگز نہیں! ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کام مردوں کے ہیں وہ مرد کریں اور جو عورتوں کے ہیں وہ عورتیں کریں۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے بات تو ٹھیک

کہی تھی کہ کسی عورت کی حکمرانی جائز نہیں چاہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ہوں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں نہ ہوں۔ مگر سب صحافی ان کے پیچھے پڑ گئے کہ اس نے غلط بات کہی ہے، مولوی جاہل ہیں۔ خدا جانے ان کو کیا کچھ کہا حالانکہ انہوں نے بات ٹھیک کہی تھی عورت کی بادشاہی نہیں دھکے شاہی ہے۔ دھکے شاہی اور چیز ہے اور بادشاہی اور چیز ہے۔ اپنا ایمان نہ ضائع کرو ہم کرتو کچھ نہیں سکتے مگر جائز کو جائز اور ناجائز کو ناجائز تو کہہ سکتے ہیں۔

تو فرمایا ہم نے آپ سے پہلے صرف مرد پیغمبر بھیجے ہیں جن کی طرف ہم نے وحی کی۔ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اے لوگو! تم اہل علم سے پوچھو اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم نہیں جانتے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کو مسئلے کا علم نہیں ہے تو وہ اہل علم سے پوچھے رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ اہل حدیث مسلک کے بڑے بزرگ عالم گذرے ہیں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی۔ وہ اپنی کتاب ''معیار الحق'' میں لکھتے ہیں کہ جو آدمی خود مسائل نہیں جانتا وہ قرآن کے حکم سے پابند ہے اہل علم سے پوچھنے کا۔ پھر فرماتے ہیں کہ آدمی اس کا مکلّف نہیں ہے کہ سب علماء سے پوچھے، ایک مولوی سے پوچھ لے گا تو کافی ہو جائے گا۔ بھئی! ہم اسی کو تقلیدِ شخصی کہتے ہیں کہ ایک ثقہ قابل اعتماد عالم سے پوچھو گے تو قرآن پاک کی آیت پر عمل ہو جائے گا اور تم عہدہ برا ہو جاؤ گے۔ تم اس کے مکلّف نہیں ہو کہ یہاں سے لے کر کراچی تک کے علماء سے پوچھتے رہو یا ادھر پشاور تک چلے جاؤ اور پوچھتے رہو۔ ایک ثقہ اور قابلِ اعتماد عالم سے پوچھ لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اہل علم سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے۔

❁❁❁

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ

جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝٨ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝٩ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝١١ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝١٢ ؕ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝١٣ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝١٤ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝١٥ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝١٦ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا ۖۗ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝١٧ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝١٨

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ اور نہیں بنایا ہم نے ان (رسولوں) کو جَسَدًا ایسے جسم لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ کہ نہ کھائیں وہ کھانا وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ اور نہیں تھے وہ ہمیشہ رہنے والے ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ پھر ہم نے سچا کیا ان کے ساتھ وعدہ فَاَنْجَيْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو نجات دی وَمَنْ نَّشَآءُ اور جس کو ہم نے چاہا وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ اور ہم نے ہلاک کیا حد سے بڑھنے والوں کو لَقَدْ اَنْزَلْنَآ

اِلَیۡکُمۡ البتہ تحقیق ہم نے نازل کی تمہاری طرف کِتٰبًا کتاب فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ
جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے وَ کَمۡ
قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡیَۃٍ اور کتنی ہی پیس ڈالی ہم نے بستیاں کَانَتۡ ظَالِمَۃً جو تھیں ظلم
کرنے والی وَّ اَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا اور ہم نے پیدا کیں ان کے بعد قَوۡمًا اٰخَرِیۡنَ
دوسری قومیں فَلَمَّاۤ اَحَسُّوۡا پس جس وقت انہوں نے محسوس کیا بَاۡسَنَاۤ ہمارا
عذاب اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا یَرۡکُضُوۡنَ اچانک وہ ان بستیوں سے بھاگنے لگے
لَا تَرۡکُضُوۡا نہ بھاگو وَ ارۡجِعُوۡۤا اور لوٹو اِلٰی مَاۤ ان چیزوں کی طرف اُتۡرِفۡتُمۡ
فِیۡہِ جن میں تمہیں آسودگی دی گئی تھی وَ مَسٰکِنِکُمۡ اور اپنے گھروں کی طرف لوٹو
لَعَلَّکُمۡ تُسۡـَٔلُوۡنَ تاکہ تم سے سوال کیا جائے قَالُوۡا انہوں نے کہا
یٰوَیۡلَنَاۤ ہائے افسوس ہمارے اوپر اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ بیشک ہم ظالم تھے فَمَا
زَالَتۡ تِّلۡکَ دَعۡوٰهُمۡ پس ہمیشہ رہی یہی ان کی پکار حَتّٰی جَعَلۡنٰهُمۡ
یہاں تک کہ ہم نے کر دیا ان کو حَصِیۡدًا کاٹی ہوئی کھیتی خٰمِدِیۡنَ بجھی ہوئی
آگ وَ مَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو وَ الۡاَرۡضَ اور
زمین کو وَ مَا بَیۡنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے لٰعِبِیۡنَ کھیلتے ہوئے لَوۡ
اَرَدۡنَاۤ اگر ہم ارادہ کرتے اَنۡ نَّتَّخِذَ لَهۡوًا کہ ہم بنائیں کوئی تماشا لَّاتَّخَذۡنٰهُ
مِنۡ لَّدُنَّاۤ البتہ ہم بناتے اپنے پاس سے اِنۡ کُنَّا فٰعِلِیۡنَ اگر ہم کرنے والے
ہوتے بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ بلکہ ہم پھینکتے ہیں حق کو عَلَی الۡبَاطِلِ باطل پر

فَیَدۡمَغُہٗ پس وہ اس کے دماغ کو پھاڑ دیتا ہے فَاِذَا ھُوَ زَاھِقٌ پس اچانک وہ اڑنے والا ہوتا ہے وَلَکُمُ الۡوَیۡلُ اور تمہارے لیے خرابی ہے مِمَّا تَصِفُوۡنَ ان چیزوں کی وجہ سے جو تم بیان کرتے ہو۔

تمام پیغمبر بشر تھے :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کے سب انسان تھے، بشر تھے، آدمی تھے اور مشرکوں نے شروع ہی سے کہا کہ بشر نبی کیسے بن گیا۔ کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ ظالموں کافروں نے کہا یہ بشر ہے تم اس کے جادو کے پھندے میں کیوں آتے ہو؟ اور کافر یہ بھی کہتے تھے کہ یہ پیغمبر کھاتے پیتے کیوں ہیں اور مکے والوں نے بھی یہی بات آنحضرت ﷺ کے بارے میں کہی مَالِ ھٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَیَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ [فرقان: ۷] کیا ہے اس رسول کو کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔" اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے نظریے کا رد فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے وَمَا جَعَلۡنٰھُمۡ جَسَدًا لَّا یَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ اور ہم نے نہیں بنائے نہیں دیئے پیغمبروں کو ایسے جسم کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔ جب انسان ہیں، بشر ہیں، آدمی ہیں، آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ تو جو ضرورتیں آدم علیہ السلام کی اولاد کی ہیں وہ تمام ان کی بھی ہیں۔ کھانا بھی کھائیں گے، پانی بھی پئیں گے، گرمی سردی بھی لگے گی، بھوک پیاس بھی لگے گی، بیمار بھی ہونگے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کو کھانے پینے کا استثنیٰ حاصل نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے ہم تم حلال بھی کھا جاتے ہیں حرام بھی الا ماشاء اللہ۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم ہے یٰۤاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا

صَالِحًا [مومنون:۵۱] ’’اے رسولو! پاکیزہ کھانے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔‘‘ اور ہم اناپ شناپ کھا جاتے ہیں۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی بھوک لگتی ہے۔ خندق کے موقع پر صحابہ کرام ﷺ نے آپ ﷺ کے سامنے شکوہ کیا کہ ہم بھوکے ہیں پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں کہ انتڑیاں نہ جھکیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک پتھر باندھا ہوا ہے میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ ترمذی شریف اور شمائل ترمذی کی روایت ہے، ایک موقع پر آنحضرت ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، آگے ابوبکر صدیق ﷺ ملے۔ سلام کے بعد فرمایا ابوبکر کیسے باہر آئے ہو؟ انہوں نے بات نہ بتلائی کہ آپ ﷺ کو تکلیف ہوگی دراصل بھوک باہر لائی تھی۔ باتیں کر رہے تھے حضرت عمر ﷺ بھی آگئے، سلام کیا۔ فرمایا عمر کیسے آئے ہو؟ صاف بات کہہ دی حضرت! بھوک لگی ہوئی ہے کچھ ہے کھانے کو؟ فرمایا کچھ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے بھی بھوک نے گھر سے نکالا ہے ابوبکر ﷺ نے کہا حضرت! میرا بھی یہی معاملہ ہے۔ یہ تینوں بزرگ ابوالہیثم انصاری ﷺ کے گھر گئے۔ ان کے بیوی بچے گھر تھے خود پانی لینے گئے ہوئے تھے، بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ پانی لے کر آئے تو کھجور کے گچھے لا کر آگے رکھ دیئے۔ بکری ذبح کرنے کے لیے چھری پکڑی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِیَّاکَ وَالْحَلُوْبَ ’’دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا کیونکہ اس سے دودھ کی قلت پیدا ہوتی ہے۔‘‘ چنانچہ انہوں نے ایک بکری ذبح کر کے پکا کر سامنے رکھی۔ جب سارے حضرات سیر ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو آپ نے بکری کھائی ہے اور ٹھنڈا پانی پیا ہے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو پیغمبر کھاتے پیتے بھی ہیں اور دنیا سے رخصت بھی ہوتے ہیں۔

وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ اور نہیں تھے وہ ہمیشہ رہنے والے۔

اہل حق کے عقیدے کے مطابق تقریباً دو ہزار سال ہو چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام دوسرے آسمان پر زندہ ہیں قیامت کے قریب اتریں گے چالیس سال حکومت کریں گے پھر وفات ہوگی۔ ہمیشہ کی زندگی کسی کے لیے نہیں ہے صرف رب تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَام [سورہ رحمٰن] ''اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔'' مخلوق میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ فرشتے بھی سارے ختم ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ پھر ہم نے سچا کیا ان کے ساتھ وعدہ فَاَنْجَیْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو نجات دی وَمَنْ نَّشَآءُ اور جس کو ہم نے چاہا۔ وہ مومن تھے پیغمبروں کے ساتھی تھے ان کو بھی نجات دی۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا [مومن:۵۱] ''بیشک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے۔'' یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِیْنَ اور ہم نے ہلاک کر دیا حد سے بڑھنے والوں کو۔ جو رب تعالیٰ کے نافرمان تھے، مسرف تھے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ تو جس طرح پہلی قوموں کی طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں اسی طرح لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا البتہ تحقیق ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب فِیْهِ ذِكْرُكُمْ جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے۔

اب نجات صرف آخری پیغمبر کی شریعت میں بند ہے :

قرآن پاک اول تا آخر نصیحت ہے اس کا نام ہی ذکر ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ''بیشک ہم نے نازل کیا ذکر کو نصیحت کو اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' عقائد اس کیساتھ بنتے ہیں، اعمال اس کے ساتھ سنورتے ہیں، دنیا و آخرت اس کیساتھ بنتی ہے مگر اس کے لئے جو اس کو سمجھے اور حلال و حرام کی تمیز کرے اور اگر

نہ سمجھے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے اور آپ ﷺ پر قرآن پاک نازل ہونے کے بعداب نجات آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی شریعت پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔ اس وقت جو قومیں دوسرے پیغمبروں کی قائل ہیں موسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں ان کے لئے نجات نہیں ہے۔ اس کو آپ حضرات اس طرح سمجھیں کہ رات کو لوگ چاند کی روشنی سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں ستاروں کی روشنی سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد نہ چاند کی روشنی کی ضرورت ہے نہ ستاروں کی روشنی کی۔ آنحضرت ﷺ آفتابِ نبوت ہیں آپ ﷺ کی آمد کے بعد کسی پیغمبر سے روشنی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے اور قرآن کریم کو پڑھتے اور سمجھتے ہیں، اسکو ہاتھ لگاتے ہیں، اس کو دیکھتے ہیں، اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس کا دیکھنا ثواب اس کو ہاتھ لگانا ثواب۔ میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ ایک آدمی عشاء کی نماز کے بعد طلوع فجر تک نفل پڑھے ذکر کرے اور دوسرا آدمی قرآن کریم کی ایک آیت کو ترجمہ کیساتھ سیکھے تو اس کا ثواب ساری رات بیدار رہنے والے سے زیادہ ہے۔ مگر ہم نے قرآن پاک کو، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قل شریف کے لیے رکھا ہوا ہے یا پھر قسم اٹھانے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں پیسے قرآن پاک پر رکھتا ہوں وہاں سے اٹھالو۔ یہ رب تعالیٰ کی کتاب ہدایت ہے اس کو پڑھو سمجھو باقی ورد وظیفے بھی اپنے اپنے درجے میں ہیں مگر قرآن کریم کی تلاوت سے بڑا وظیفہ کوئی نہیں ہے قرآن پاک کا درجہ سب سے زیادہ ہے۔ بعض لوگ صرف مطلب کے لیے پڑھتے ہیں کہ سورۃ یٰسین مبینوں کیساتھ پڑھو تو تمہارا کام ہو جائے گا اس لیے پڑھ رہا ہے۔ مطلب کے لیے پڑھنا بھی گناہ نہیں ہے مگر تم اس کو رب تعالیٰ کی کتاب سمجھ کر پڑھو

وہ تمہارے مسائل بھی حل کرے گا۔ مطلب کے لیے پڑھی پھر چھوڑ دی یہ تو مطلب پرستی ہوئی۔ کسی بزرگ نے کسی موقع پر سوالاکھ مرتبہ پڑھی ہوگی رب تعالیٰ نے اثر ظاہر کیا ہوگا اب لوگوں نے اس بات کو پلے باندھ لیا ہے کہ سوالاکھ مرتبہ پڑھے تو کام ہو جائے گا۔ پھر اس کے لیے بڑے چھوٹوں کو زبردستی چائے کی پیالی پر جمع کرتے ہیں۔ پھر بچے کیا کرتے ہیں ایک مرتبہ پڑھنے پر چار دانے گراتے ہیں۔ بھئی! اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اخلاص کے بغیر سارے دانے گرانے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچ سکتا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ قاف صاد کیساتھ قصم ہو تو اس کا معنیٰ ہے پیس ڈالنا۔ جیسے چکی میں دانے پیستے ہیں۔ معنیٰ ہوگا اور کتنی ہی پیس ڈالیں ہم نے بستیاں کَانَتْ ظَالِمَةً جو ظلم کرنے والی تھیں۔ ان بستیوں کے رہنے والے ظالم تھے مجرم تھے، رب تعالیٰ کے حقوق ضائع کرنے والے تھے، بندوں کے حقوق ضائع کرنے والے تھے اس لیے ہم نے انکو پیس ڈالا وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ اور ہم نے پیدا کیں ان کے بعد دوسری قومیں۔ جس وقت ان ظالموں پر ہمارا عذاب آیا فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ پس جس وقت انہوں نے محسوس کیا ہمارا عذاب، ہماری پکڑ کبھی زلزلے کی شکل میں، کبھی پتھروں کی شکل میں، کبھی کسی اور شکل میں۔ تو اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ اچانک وہ ان بستیوں سے بھاگنے لگے۔ جس طرح آج کل زلزلہ آئے تو لوگ جوتا پہنے بغیر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کہ ہم پر مکان نہ گر جائے، دکان نہ گر جائے حالانکہ یہ تو رب تعالیٰ کی طرف سے معمولی تنبیہات ہیں۔ قیامت کی نشانیوں میں سے زلزلوں کا کثرت سے آنا، سیلاب کی کثرت ہوگی، مصائب کثرت سے ہونگے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا الھرج الھرج الھرج ۔صحابہ کرام ﷺ نے سوال کیا حضرت! ھرج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا القتل القتل القتل کثرت سے قتل ہونگے ۔نہ مارنے والے کو معلوم ہوگا کہ میں کیوں مار رہا ہوں اور نہ مرنے والے کو معلوم ہوگا کہ مجھے کیوں قتل کیا گیا ہے۔ جوں جوں قیامت قریب آئے گی توں توں برائیاں بڑھتی جائیں گی اس دور میں ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا بڑا کامیاب مومن ہوگا جو اس دور میں ایمان لے کر دنیا سے چلا جائے گا۔ کوٹھیاں بن جائیں گی ، کارخانے بن جائیں گے ، باغات لگ جائیں گے ایمان بچانا مشکل ہوگا۔ اور یہ بڑی بات ہے۔ تو انہوں نے جب رب تعالیٰ کا عذاب محسوس کیا تو بھاگنا شروع کیا۔ رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی لَا تَرْكُضُوْا نہ بھاگو وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ اور لوٹو ان چیزوں کی طرف جن میں تمہیں آسودگی دی گئی تھی۔ اپنی کرسی ، صوفے اور پلنگ کی طرف آؤ۔ جہاں قالین بچھے ہوئے ہیں وہاں آؤ تکبرانہ انداز میں ٹیک لگا کر بیٹھو۔ بھاگتے کیوں ہو؟ وَمَسٰكِنِكُمْ اور اپنے گھروں کی طرف لوٹو لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ تاکہ تمہارے سے سوال کیا جائے کہ تم یہاں کیا کرتے تھے۔ جس طرح تم نوکروں اور ملازموں سے پوچھتے تھے کہ آج کیا کیا ہے؟ اب تمہارے سے پوچھا جائے گا قَالُوْا انہوں نے کہا يٰوَيْلَنَآ ہائے افسوس ہمارے اوپر اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بیشک ہم ظالم تھے لیکن......

؎ اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب عذاب بھگتو بچ نہیں سکتے۔ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ پس ہمیشہ رہی ان کی یہی پکار، ہائے افسوس ہم پر، ہم بڑے ظالم ہیں حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا یہاں تک کہ ہم

نے کر دیا ان کو کٹی ہوئی کھیتی، ایسے ہو گئے خَامِدِیْنَ بجھی ہوئی آگ۔ نہ کوئی شعلہ نہ کوئی بھڑک نہ کوئی روشنی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے لٰعِبِیْنَ کھیلتے ہوئے۔ یہ کھیل نہیں ہے اس کے پیدا کرنے کا مقصد ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ سکول، کالج، یونیورسٹی قائم کی جاتی ہے اس کا نصاب ہوتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ یہ ادارہ تمہارے لیے بنایا ہے تاکہ تم اس کا نصاب پڑھو۔ اسی طرح رب تعالیٰ نے یہ زمین آسمان بنائے ہیں اور ہمارے ذمہ ایک نصاب لگایا ہے جس میں عقائد ہیں اعمال ہیں حقوق اللہ، حقوق العباد ہیں ان کو پڑھنا ہے عمل کرنا ہے۔ یہ آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر نہیں پیدا فرمایا۔

انسان کے لیے دنیا میں ایک نصاب ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا اگر ہم ارادہ کرتے کہ ہم بنائیں کوئی تماشا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ البتہ ہم بناتے اپنے پاس سے اپنی کسی چیز کا جو حادث اور فنا ہونے والی نہ ہوتی۔ اپنی کسی قدیم صفت کیساتھ بناتے۔ صفت علم ہے، قدرت ہے، ارادہ ہے اور مشیت ہے۔ تو اپنی کسی صفت کیساتھ تماشا کرتے۔ زمین آسمان تو حادث ہیں حادث اور فنا ہونے والی چیز کیساتھ تماشا کرنے کی کیا ضرورت ہے اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ اگر ہم کرنے والے ہوتے۔ تماشا کرنا ہوتا یہ زمین آسمان جو تمہارے لیے پیدا کیے ہیں۔ تو یہاں کچھ نصاب ہے تمہارے ذمہ کچھ پروگرام ہے یہ اس کی تفصیل ہے۔ فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ بلکہ ہم پھینکتے ہیں حق کا گولہ باطل پر فَيَدْمَغُهٗ پس وہ اس کے دماغ کو پھاڑ دیتا ہے وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ پس اچانک وہ

باطل جانے والا ہوتا ہے۔ پہلے باطل نے قدم خوب جما لیے ہوتے ہیں لیکن حق کا گولہ جب اس پر آ کر پڑتا ہے تو وہ ایسے ختم ہو جاتا ہے کہ کسی کے تصور میں بھی نہیں ہوتا۔ مدینہ طیبہ میں یہود بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع صدیوں سے رہ رہے تھے کسی کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں سے جائیں گے مگر جب وہ شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان پر حق کا گولہ پڑا۔ پہلے خیبر کی طرف جلاوطن ہوئے پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں خیبر سے ازرحاء اور تیما کے علاقے کی طرف جلاوطن کیے گئے۔ یہی حال مشرکین مکہ کا ہے۔ کیا مشرکوں کے تصور میں بھی یہ بات آ سکتی تھی کہ ہمارے عقیدے ختم ہو جائیں گے اور ہمارے تین سو ساٹھ معبود ختم ہو جائیں گے۔ لیکن حق کا گولہ پڑا تو اس نے ہر شے کا صفایا کر دیا وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ اے کافرو! مشرکو! تمہارے لیے خرابی ہے ان چیزوں کی وجہ سے جو تم بیان کرتے ہو۔ رب کا شریک بناتے ہو، رب تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہو۔ کوئی رب تعالیٰ کی بیٹیاں بناتا ہے کوئی کسی چیز کو شریک کرتا ہے کوئی کسی چیز کو شریک کرتا ہے حالانکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۞۞۞

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾
يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً
مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ
اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾
لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ
وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ
فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ
اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ
الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ
بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ
خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ
دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

وَلَهٗ اور اسی کے لیے مَنْ وہ مخلوق فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے
وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ اور جو اس کے پاس ہے
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وہ تکبر نہیں کرتے عَنْ عِبَادَتِهٖ اس کی عبادت سے

وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ اور نہ وہ تھکتے ہیں یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ پاکیزگی بیان کرتے ہیں رات کو وَالنَّھَارَ اور دن کو لَا یَفْتُرُوْنَ وہ سستی نہیں کرتے اَمِ اتَّخَذُوْآ اٰلِھَۃً کیا انہوں نے بنالیے ہیں معبود مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے ھُمْ یُنْشِرُوْنَ وہ ان کو اٹھائیں گے لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اگر ہوتے آسمان اور زمین میں اٰلِھَۃٌ معبود اِلَّا اللّٰہُ اللہ تعالیٰ کے سوا لَفَسَدَتَا البتہ آسمان اور زمین کا نظام درہم برہم ہوجاتا فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے رَبِّ الْعَرْشِ جو عرش کا رب ہے عَمَّا یَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں لَا یُسْئَلُ اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا عَمَّا یَفْعَلُ اس چیز کے متعلق جو وہ کرتا ہے وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ اور ان سے سوال کیا جائے گا اَمِ اتَّخَذُوْآ کیا انہوں نے بنالیے ہیں مِنْ دُوْنِہٖٓ اللہ تعالیٰ کے سوا اٰلِھَۃً معبود قُلْ آپ کہہ دیں ھَاتُوْا لاؤ بُرْھَانَکُمْ اپنی دلیل ھٰذَا یہ قرآن ذِکْرُ مَنْ مَّعِیَ دلیل ہے ان کی جو میرے ساتھ ہیں وَ ذِکْرُ مَنْ قَبْلِیْ اور دلیل ہے ان کی جو میرے سے پہلے گزرے ہیں بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے الْحَقَّ حق کو فَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ پس وہ اعراض کرنے والے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِکَ آپ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ مگر ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف اَنَّہٗ بیشک شان یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا نہیں کوئی معبود مگر میں فَاعْبُدُوْنِ پس تم میری عبادت کرو وَقَالُوا اور کہا انہوں نے اتَّخَذَ

الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ٹھہرالی ہے رحمٰن نے اولاد سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ بلکہ بندے ہیں باعزت لَا يَسْبِقُوْنَهٗ نہیں سبقت کرتے اس سے بِالْقَوْلِ گفتگو میں وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ اور وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اور وہ سفارش نہیں کرتے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى مگر اس کے لیے جس سے رب راضی ہے وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنے والے ہیں وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اور جو کہے ان میں سے اِنِّيْٓ اِلٰهٌ بیشک میں معبود ہوں مِّنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ پس ایسے شخص کو ہم بدلہ دیں گے جہنم• كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔

دنیا میں اکثریت مشرکوں کی ہے :

دنیا میں اکثریت شرک کرنے والوں کی رہی ہے، اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ کافروں کا ایک طبقہ تو رب تعالیٰ کے وجود کا بھی قائل نہیں ہے۔ یہ کمیونسٹ وغیرہ کہتے ہیں کہ رب ہے ہی نہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور جو رب تعالیٰ کو مانتے ہیں ان میں دو طبقے ہیں۔ ایک توحید کا قائل ہے کہ رب تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ اکیلا تمام نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ اور دوسرا طبقہ مشرکوں کا ہے جو کہتا ہے کہ رب تعالیٰ نے نبیوں ولیوں کو اختیارات دیئے ہیں وہ یہ کر سکتے ہیں وہ کر سکتے ہیں، فلاں نے یہ کیا فلاں نے یہ کیا۔ یوں سمجھو کہ انہوں نے رب تعالیٰ سے نیچے چھوٹے چھوٹے رب بنائے

ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے وَلَهٗ اور اسی رب تعالیٰ کے لیے ہے مَنْ وہ مخلوق فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے۔ آسمانوں کی مخلوق فرشتے بھی اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور ان پر رب تعالیٰ کا تصرف ہی چلتا ہے۔ زمین میں جو مخلوق ہے یہ بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اس پر بھی اسی کا تصرف چلتا ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ اور وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کے پاس ہیں، رب تعالیٰ کے عرش کے پاس ہیں، حاملین عرش لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وہ تکبر نہیں کرتے رب تعالیٰ کی عبادت سے وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ اور نہ وہ تھکتے ہیں۔ انسان مشقت والا کام کرنے سے تھک جاتا ہے کیونکہ یہ مٹی، پانی، آگ اور ہوا سے مرکب ہے۔ بدن میں تھکاوٹ ہو جاتی ہے۔ فرشتے نوری مخلوق ہے ان کو قطعاً کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوتی يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ پاکیزگی بیان کرتے ہیں رات کو اور دن کو۔ فرشتوں کی تسبیح ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ مستدرک میں حدیث ہے کہ اس تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان بالکل حق ہے کہ اس تسبیح سے اللہ تعالیٰ مخلوق پر رزق کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ لیکن یہ اس کی مرضی ہے کہ جلدی کھول دے یا دیر سے۔ لیکن ہم لوگ بڑے جلد باز ہیں ہم دو چار دن ورد وظیفہ کرتے ہیں رزق نہیں بڑھتا تو کہتے ہیں کہ رزق بڑھا کیوں نہیں؟ بھئی! یہ چیز تو رب تعالیٰ جانتے ہیں کہ تم نے اس کی مرضی کے مطابق پڑھا بھی ہے یا نہیں؟ پھر تمہارے پڑھنے کو اس نے قبول بھی کیا ہے یا نہیں۔ تو ہمیں کمزوریوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔

عبادت کو غرض کے ساتھ معلق نہیں کرنا چاہیے :

اور اولاً تو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ عبادت کو کسی شے کیساتھ معلق نہیں کرنا چاہیے۔رب تعالیٰ دے یا نہ دے ہمیں اس کا ذکر اور عبادت ضرور کرنی چاہیے۔اسی لیے شریعت نے نذر اور منت کو پسند نہیں کیا۔نذر منت یہ کہ آدمی کہے اے پروردگار! میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے نفل پڑھوں گا یا تیرے راستے میں دیگ دونگا یا بکرا چھترا دونگا۔ شریعت اس کو پسند نہیں کرتی کہ عبادت کو غرض کیساتھ معلق کیا جائے۔رب تعالیٰ کی عبادت بغیر کسی غرض اور مطلب کے کرنی چاہیے۔جو آدمی یہ کہتا ہے کہ اے پروردگار! مجھے شفا دے دے تو میں یہ کرونگا وہ کرونگا یہ تو رب تعالیٰ کیساتھ سودا بازی ہوئی۔بھئی! ہم تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں وہ کرے یا نہ کرے ہمیں تو اس کی عبادت کرنا ہے۔لیکن اگر کسی کی منت پوری ہوگی اس کا کام ہو گیا تو اب اس کا ادا کرنا واجب ہے۔تو فرمایا فرشتے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ اس کی عبادت سے تھکتے ہیں يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ تسبیح بیان کرتے ہیں رات کو اور دن کو لَا يَفْتُرُونَ وہ سستی نہیں کرتے۔کام کے درمیان میں جو سستی ہوتی ہے اس کو فطور کہتے ہیں۔آپ نے مزدوروں کو کام کرتے دیکھا ہوگا کہ مالک پاس ہو تو کام جلدی جلدی کرتے ہیں چلا جائے تو سست ہو جاتے ہیں واپس آجائے تو جلدی جلدی ہاتھ پاؤں مارتے ہیں کہ اس کو پتا چلے کہ ہم صحیح کام کر رہے ہیں ڈیوٹی دے رہے ہیں لیکن فرشتے ایسا نہیں کرتے وہ عبادت کے درمیان سستی نہیں کرتے کیونکہ فرشتے خیانت اور بددیانتی سے پاک ہیں، معصوم ہیں۔

مسئلہ سمجھ لیں کہ جتنا انسان کے بس میں ہے اتنا کام ضرور کرے اگر اس میں کوتاہی کرے گا تو اس کی کمائی حلال کی نہیں ہوگی اور ایسی کمائی جب اولاد کھائے گی تو اس پر نیکی کا

کیا اثر ہوگا۔اسی طرح جو کمائی ہم نمازیں چھوڑ کر کریں گے،روزے چھوڑ کر کریں گے تو ان کمائیوں کا ہم پر کیا اثر ہوگا؟اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ کیا ان لوگوں نے بنا لیے ہیں معبود زمین سے۔کوئی لات کو معبود بنائے پھرتا ہے،کوئی منات کو،کوئی عزّیٰ کو،کوئی کسی کو کوئی کسی کو هُمْ يُنْشِرُوْنَ یہ معبودان کے ان کو اٹھائیں گے قبروں سے۔قبروں سے اٹھانا ان کا کام ہے؟بالکل نہیں۔جب ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے وہ کر کچھ نہیں سکتے تو معبود کس وجہ سے بن گئے؟

توحید کی دلیل :

اس کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اگر ہوتے زمین آسمان میں کئی معبود اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ تعالیٰ کے لَفَسَدَتَا البتہ زمین آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔کیونکہ جب ایک سے زائد خدا ہوتے اور ان کی قوت اور طاقت ہی برابر کی ہوتی تو اولاً تو زمین آسمان بنتے ہی نہ۔کیونکہ ایک کہتا میں نے بنانے ہیں دوسرا کہتا میں نے نہیں بننے دینے اور اگر ان کی صلح ہو جاتی تو ایک کہتا میں نے بنانے ہیں دوسرا کہتا میں نے بنانے ہیں۔پھر اس پر جھگڑا ہوتا کہ ایک کہتا میں نے فلاں کو مارنا ہے دوسرا کہتا میں نے زندہ رکھنا ہے۔ایک کہتا میں نے فلاں کو مالدار بنانا ہے خزانہ دینا ہے دوسرا کہتا میں نے اس کو بھوکا رکھنا ہے۔ایک کہتا میں نے بارش برسانی ہے دوسرا کہتا میں نے ایک بوند بھی نہیں گرنے دینی تو نظام کس طرح چل سکتا تھا۔دونوں الٰہوں کی آپس میں ٹکر ہوتی ،کشتی ہوتی یہ سارا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ہمارے ملک میں دو پارٹیاں برسرِ اقتدار آئیں ایک دوسرے کو تسلیم نہیں کیا ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔اور اب بھی کم بخت سیاسی پارٹیاں جو تماشا کر رہی ہیں اس کا نتیجہ بھی سامنے آ جائے گا۔ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے کچھ بچوں نے

باڑی کھیلنے کے لئے لکیریں لگائی ہوتی تھیں۔ دوسرے آتے کہتے ہم نے بھی کھیلنا ہے۔ پہلے کہتے ہم نے تمہیں نہیں کھیلنے دینا تو وہ پاؤں مار کر لکیریں ختم کردیتے تھے۔ تو برابر کے ایک دوسرے کو کھیلنے نہیں دیتے، ایک پاور اور طاقت کے خدا کیسے نظام چلنے دیں گے۔ تو فرمایا اگر ہوتے زمین آسمان میں کئی الٰہ تو یہ نظام درہم برہم ہو جاتا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب سے، اولاد سے، شریکوں سے رَبِّ الْعَرْشِ عرش کا مالک ہے، پاک ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو برابر کرتے ہیں رب تعالیٰ کے شریک بناتے ہیں۔ فرمایا لَا يُسْئَلُ اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کیا جا سکتا عَمَّا يَفْعَلُ اس چیز کے بارے میں جو رب کرتا ہے وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ اور ان سے سوال کیا جائے گا۔ مخلوق سے سوال ہوگا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑا کوئی نہیں ہے مگر آپ ﷺ سے بھی اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ وہ اس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خانگی حالات درست کرنے کے لیے صرف اپنی ذات کے لیے شہد حرام کیا تھا امت کے لیے نہیں، صحابہ کرام ﷺ کے لیے نہیں، گھر کے افراد کے لیے نہیں، صرف اپنی ذات کے لیے، اللہ تعالیٰ نے سورہ تحریم نازل فرمائی يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ”اے نبی کریم ﷺ! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال ٹھہرائی ہے کیا آپ چاہتے ہیں خوشنودی اپنی بیویوں کی۔“ تو رب پوچھنے والا ہے۔

غزوہ تبوک :

ہجرت کے نویں سال غزوہ تبوک کے لیے ایک مہینے کا لمبا سفر تھا گرمی کا موسم تھا فصلیں پکی ہوئی تھیں رومیوں کی آزمودہ اور تجربہ کار فوج کے ساتھ مقابلہ تھا اس میں چند

گنے چنے منافقوں کے علاوہ کوئی منافق شریک نہیں ہوا۔ مختلف بہانے کر کے آپ ﷺ سے اجازت لے لی۔ مثلاً کسی نے کہا حضرت! میری ماں بالکل قریب المرگ ہے اور گھر دفنانے والا بھی کوئی نہیں ہے کسی نے کہا حضرت! میرا مزدور بھاگ گیا ہے میرے جانوروں کو، اونٹوں کو، بکریوں کو چرانے والا پانی پلانے والا کوئی نہیں ہے، فصل بالکل تیار ہے کوئی کاٹنے والا نہیں ہے، ضائع ہو جائے گی، عجیب قسم کے بہانے کئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس پر تنبیہ فرمائی۔ سورہ توبہ آیت نمبر ۴۳ میں ہے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ''اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کی لغزش معاف کر دی لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی۔'' انہوں نے جانا تو تھا نہیں اگر آپ اجازت نہ دیتے تو ان کا جھوٹ سچ ظاہر ہو جاتا اب وہ اجازت لے کر بیٹھ گئے۔ تو رب پوچھنے والا ہے ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ رب تعالیٰ نے پوچھا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً کیا انہوں نے بنا لیے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل اپنے معبودوں کے معبود ہونے پر، دلیل کے بغیر دعوے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور میری دلیل سننا چاہتے ہو تو سنو! هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ یہ قرآن پاک دلیل ہے ان کی جو میرے ساتھ ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی ؓ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ اور ان کی دلیل ہے جو پیغمبر مجھ سے پہلے گزرے ہیں۔ ان کی دلیل ابھی پچھلی آیات میں بیان ہوئی ہے لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا تم اپنی دلیل بیان کرو جس سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی اور بھی معبود ہے۔ دلیل نہیں پیش کر سکتے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ بلکہ ان کی اکثریت حق کو نہیں جانتی فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ پس وہ اعراض کرنے والے ہیں۔ سمجھدار لوگ دنیا میں بہت کم ہیں۔ بخاری

شریف میں حدیث پاک ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایسی اونٹنی یا اونٹ جو سفر میں پورا ساتھ دے سو میں سے ایک ہوگا۔ اسی طرح فرمایا لوگوں میں سو میں سے ایک صاحب بصیرت اور سمجھدار ہوگا۔ سچ فرمایا ہے۔ کسی میں کوئی خامی، کسی میں کوئی خامی، کسی میں کوئی خامی، کسی میں کوئی کمی، صحیح معنٰی میں انسان سو میں سے ایک ہی ہوتا ہے اکثر سطحی قسم کے لوگ ہوتے ہیں حق کو نہیں سمجھتے۔

تمام پیغمبروں کا مشن توحید ہے :

فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ مگر ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا بیشک شان یہ ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میں فَاعْبُدُوْنِ پس میری ہی عبادت کرو۔ جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ان کا سبق یہیں سے شروع ہوا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ [سورہ ہود] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود۔ یہ تمام پیغمبروں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی کی اولاد ہو مختلف عورتوں سے، تو ان کی مائیں الگ الگ ہونگی اور باپ ایک ہی ہوگا۔ فرمایا سب پیغمبروں کا دین ایک ہے توحید، رسالت، قیامت وَاُمَّهَاتُهَا شَتّٰی اور مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی شریعتیں الگ الگ ہیں۔ ہمارے لیے پانچ نمازیں ہیں بنی اسرائیل کے لیے دو تھیں۔ ہماری شریعت میں زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے، ان کی شریعت میں زکوٰۃ چوتھا حصہ تھا۔ ہماری شریعت میں تیمم کی اجازت ہے ان کی شریعت میں تیمم کی اجازت نہیں تھی ہمارے لیے مال غنیمت حلال ہے ان کے لیے کھانا حرام تھا۔ لیکن اصول سب کے ایک ہے کہ رب تعالیٰ کے سوا الٰہ کوئی نہیں ہے، رسالت حق

ہے، قیامت حق ہے۔ وَقَالُوا اور کہا ان احمقوں نے اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ٹھہرالی ہے رحمٰن نے اولاد۔ یہ ان لوگوں کا رد ہے جو فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں سُبْحٰنَهٗ رب تعالیٰ کی ذات پاک ہے نہ اس کے بیٹے ہیں اور نہ بیٹیاں ہیں بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ بلکہ بندے ہیں باعزت۔ فرشتے رب تعالیٰ کے باعزت بندے ہیں لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ نہیں سبقت کرتے اس سے گفتگو میں، بڑے باادب ہیں رب تعالیٰ اجازت دیتے ہیں تو بولتے ہیں وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ اور وہ رب کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ رب تعالیٰ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اور وہ فرشتے سفارش نہیں کرتے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى مگر اس کے لیے جس سے رب راضی ہے وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ فرشتے اب بھی مومنوں کے لیے رب کے حضور سفارش کرتے رہتے ہیں۔ سورۃ المومن آیت نمبر ۷ میں ہے "وہ جو اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ تسبیح بیان کرتے ہیں، اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں اس پر وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور بخشش طلب کرتے ہیں ان کے لیے جو ایمان لائے اور کہتے ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً اے ہمارے پروردگار! وسیع ہے ہر چیز پر تیری رحمت وَعِلْمًا اور علم۔ آپ وسیع ہیں ہر شے کو رحمت کے لحاظ سے اور علم کے لحاظ سے۔ اے پروردگار! فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا پس بخش دے ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اور ان کو بچا آگ کے عذاب سے رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ اے ہمارے پروردگار! اور داخل کر ان کو ہمیشگی کے باغوں میں الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وہ جو آپ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ اوران کوبھی جونیک ہوں ان کے آباءاجداد میں سے وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اوران کی بیویوں اوراولاد میں سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بیشک آپ غالب حکمت والے ہیں وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ اور بچاان کو برائیوں سے وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ اورجس کوآپ بچائیں برائیوں سے اس دن فَقَدْ رَحِمْتَهٗ پس بیشک تونے اس پرمہربانی فرمائی وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اوریہ ہے وہ بڑی کامیابی۔تواللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے ان الفاظ کے ساتھ سفارشیں اوردعائیں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اورجو کہےان فرشتوں میں سے بالفرض اِنِّيْٓ اِلٰـهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ بیشک میں معبودہوں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ پس ایسے شخص کوہم بدلہ دیں گےدوزخ،اس کودوزخ میں ڈالیں گے۔یہ جملہ شرطیہ فرضیہ ہے۔اگر بالفرض کوئی کہےان میں سے کہ میں الٰہ ہوں تو وہ بھی دوزخ میں پھینکا جائے گا ہماری سزااور گرفت سے نہیں بچ سکے گا كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطافرمائے اورشرک سے بچائے۔

۞۞۞

اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ اور کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے كَفَرُوْۤا جو کافر ہیں اَنَّ السَّمٰوٰتِ بیشک آسمان وَالْاَرْضَ اور زمین كَانَتَا رَتْقًا تھے دونوں بند فَفَتَقْنٰهُمَا پس ہم نے کھول دیا ان کو وَجَعَلْنَا اور کی ہم نے مِنَ الْمَآءِ پانی سے كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ہر چیز زندہ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ کیا پس وہ ایمان نہیں لاتے وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ اور بنائے ہم نے زمین میں رَوَاسِیَ مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ تا کہ ان کو لے کر جھک نہ پڑے وَجَعَلْنَا فِیْهَا اور بنائے ہم نے

زمین میں فِجَاجًا کشادہ سُبُلًا راستے لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ تاکہ وہ راہنمائی حاصل کریں وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ اور بنایا ہم نے آسمان کو سَقْفًا چھت مَّحْفُوْظًا محفوظ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا اور وہ ان کی نشانیوں سے مُعْرِضُوْنَ اعراض کرتے ہیں وَهُوَ الَّذِىْ اور وہی ذات ہے خَلَقَ الَّيْلَ جس نے پیدا کیا رات کو وَالنَّهَارَ اور دن کو وَالشَّمْسَ اور سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو كُلٌّ ہر ایک فِىْ فَلَكٍ اپنے دائرے میں يَّسْبَحُوْنَ تیرتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ اور نہیں بنایا ہم نے کسی بشر کے لیے مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے الْخُلْدَ ہمیشہ زندہ رہنا اَفَائِنْ مِّتَّ کیا پس اگر آپ فوت ہو جائیں فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ پس یہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ اور ہم تمہارا امتحان لیں گے تکلیف کیساتھ وَالْخَيْرِ اور راحت پہنچا کر فِتْنَةً آزمائش کے لیے وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ اور جب دیکھتے ہیں آپ کو وہ لوگ كَفَرُوْٓا جو کافر ہیں اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ نہیں بناتے وہ آپ کو اِلَّا هُزُوًا مگر ٹھٹھا (اور کہتے ہیں) اَهٰذَا الَّذِىْ کیا یہ وہ شخص ہے يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ جو ذکر کرتا ہے تمہارے اِلٰہوں کا وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ حالانکہ وہ رحمٰن کے ذکر کے منکر ہیں۔

اس سے پہلے رکوع میں پڑھ چکے ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ''اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ زمین آسمان میں اور معبود ہوتے تو زمین

آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔'' اس کا صحیح چلنا اور قائم رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ اس کی قدرت، اس کی طاقت اور پاور کا اندازہ لگانے کے لیے ان چیزوں پر غور کرو۔ فرمایا اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ۔ رُؤْیة کا معنی عربی لغت میں دیکھنے کا بھی آتا ہے اور جاننے کا بھی آتا ہے۔ تو مفسرین کرام معنی کرتے ہیں کیا نہیں جانتے وہ لوگ کَفَرُوْٓا جو کافر ہیں اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا بیشک آسمان اور زمین تھے دونوں بند۔

مشرک بھی خالق و مالک رب تعالیٰ کو مانتے تھے :

نزول قرآن کریم کے وقت جو لوگ سرزمین عرب میں تھے ان کا عقیدہ تھا کہ زمین آسمان کا خالق مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ چاند سورج کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ سورہ عنکبوت میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے یعنی خشک ہونے کے بعد تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔'' تو مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ بارش برسانے والا اور اس کے ذریعے خشک اور مردہ زمین کو سرسبز کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ روزی دینے والا، کان آنکھ کا مالک بھی رب تعالیٰ کو مانتے تھے سب کاموں کی تدبیر کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ زمین پر رہنے والی تمام مخلوق کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے بلکہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے۔ بڑے لطف کی بات ہے کہ ساری چیزوں کا اختیار رکھنے والا بھی محض اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے تھے مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے کیوں؟ اس لیے کہ یہ سب کچھ ماننے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نیچے اور

اس سے ورے دوسری مخلوق کو الٰہ مانتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ مشرک قرار پائے۔ اور یہ عقیدہ بھی آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے اڑھائی سو سال پہلے ان میں آیا ورنہ اس سے پہلے سب لوگ موحد تھے اور اور شرکیہ نظریہ آنے کے بعد بھی بہت سے لوگ موحد تھے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں زید بن عمرو بن نفیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے تھے اور شرک کی بہت تردید کرتے تھے آپ ﷺ کی بعثت سے چند دن پہلے فوت ہو گئے اگر وہ زندہ ہوتے تو کھل کر آنحضرت ﷺ کی حمایت کرتے۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا نہیں جانتے اور سمجھتے کہ بیشک آسمان اور زمین بند تھے فَفَتَقْنٰهُمَا پس ہم نے ان کو کھول دیا۔

فَفَتَقْنٰهُمَا کی تفسیر :

بند ہونے کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آسمان اور زمین آپس میں جڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ آسمانوں کو اوپر اٹھالیا اور ایک دوسرے سے الگ کر دیئے۔ سات آسمان بنا دیئے اور زمین کو نیچے رکھا اور سات زمینیں بنائیں اور اپنے اپنے مرکز پر زمینوں کو چھوڑ دیا تھا اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آسمان بند تھے کہ ان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بند تھی کہ اس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے آسمان کا منہ کھول دیا کہ بارشیں شروع ہو گئیں اور زمین کا منہ کھول دیا کہ فصلیں وغیرہ پیدا ہونی شروع ہو گئیں وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور کی ہم نے پانی سے ہر چیز زندہ۔ حیوانات نباتات وغیرہ عالم اسباب میں پانی کے محتاج ہیں باقی حجریات جمادات ہیں ان کو پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ تو ان چیزوں کو دیکھ کر حق تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لانا چاہیے تھا اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ کیا پس وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور سنیں! وَجَعَلْنَا فِي

الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اور بنائے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ رَوَاسِیَ وَاسِیَۃٌ کی جمع ہے مضبوط پہاڑ کو کہتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا فرمائی تو ہلتی تھی ظاہر بات ہے کہ اگر ایسے ہی رہتی تو اس میں لوگوں کا رہنا مشکل تھا۔ دیکھو! آج معمولی سا زلزلے کا جھٹکا لگتا ہے تو لوگ نہ جوتا دیکھتے ہیں نہ پگڑی کہ کہاں ہے، بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اگر زمین ہلتی رہتی تو اس میں مکان کس طرح بنتے، کارخانے کس طرح بنتے تو اس میں بودوباش کس طرح ہو سکتی تھی؟ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو میخ کی طرح زمین میں ٹھونک دیا۔ سورہ نبا میں ہے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ''اور کیا پہاڑوں کو زمین میں کیل کی طرح نہیں گاڑ دیا۔''

پہلا پہاڑ جبل ابوقبیس ہے:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلا پہاڑ جبلِ قبیس ہے جو کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے ہے اس کے نیچے سعودیہ والوں نے سرنگیں نکال لیں ہیں جو منیٰ کی طرف جا رہی ہیں۔ اسی پہاڑ کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کی صدا لگائی تھی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ [حج: ۲۷] ''اور اعلان کرو لوگوں میں حج کا آئیں گے وہ تمہاری طرف پیدل اور پتلی دبلی اونٹنیوں پر۔'' جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرق، مغرب، شمال، جنوب کی طرف چہرہ کر کے آواز دی اے لوگو! جن کے پاس مال ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج فرض ہے لہٰذا تم حج کے لیے آؤ۔ آج جو حاجی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے وہاں پہنچتے ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کا جواب ہے۔ تو فرمایا ہم نے بنائے، رکھے زمین میں مضبوط پہاڑ اَنْ

تَمِیْدَ بِهِمْ تا کہ ان کو لے کر جھک نہ پڑے۔ یہاں لا لفظوں میں نہیں ہے لیکن مقدر ہے۔ عربی قاعدے کے مطابق لِئَلَّا تَمِیْدَ بِهِمْ ہے۔ مگر یہ بات استاد کے بغیر سمجھ نہیں آ سکتی جب استاد کے بغیر ترجمہ پڑھے گا تو حیران ہوگا کہ نہیں کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ تو بغیر استاد کے کوئی چیز سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا اور بنائے ہم نے زمین میں کشادہ راستے۔ کشادہ راستے کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب آدمی تنگ راستے میں پھنس جاتا ہے۔ بسا اوقات آدمی تنگ راستے میں پھنس جاتا ہے کہ خوشی غمی میں شریک ہونے سے رہ جاتا ہے جنازے میں شریک نہیں ہو سکتا۔ تو کشادہ راستہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں اس کا ذکر فرمایا ہے لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ تا کہ وہ راہنمائی حاصل کریں اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا اور بنایا ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بغیر کسی ستون اور دیوار کے۔

نظامِ قدرت کی پائیداری :

ہم چھوٹی سی چھت بناتے ہیں تو اس کے نیچے دیواریں اور ستون کھڑے کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے کہ آسمان والی چھت بغیر کسی دیوار اور ستون کے محفوظ ہے۔ زلزلے آئیں یا جو کچھ بھی ہو اس پر کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتا وَهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ اور وہ ان کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں۔ آسمان کتنا بلند ہے؟ پھر اس میں چاند، سورج، ستارے ہیں ان میں کچھ ثوابت ہیں جو اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اور کچھ سیارے ہیں جو حرکت کرتے ہیں اور اتنی تیز حرکت کہ ایک منٹ میں لاکھوں کروڑوں میل طے کرتے ہیں کوئی مشرق کی طرف جاتا ہے کوئی مغرب کی طرف، کوئی شمال

کی طرف، کوئی جنوب کی طرف اور آپس میں ٹکراتے بھی نہیں ہیں حالانکہ دنیا میں گاڑی گاڑی کیساتھ ٹکرا جاتی ہے، تانگا تانگے کے ساتھ ٹکرا جاتا ہے، جانور جانور کے ساتھ ٹکرا جاتا ہے، آدمی آدمی کے ساتھ ٹکرا جاتے ہیں لیکن آج تک کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ستارہ ستارے کیساتھ ٹکرا گیا ہے۔ کیوں؟ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ [یٰسین:۳۸] "یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔" یہ اس خالق کا نظام ہے جو سب پر حاوی ہے۔ تو فرمایا یہ اس کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں۔

جب آدمی کی عقل ماری جائے تو غیر اللہ کی پوجا کرتا ہے :

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے پیدا کیا رات کو وَالنَّهَارَ اور دن کو وَالشَّمۡسَ اور سورج کو وَالۡقَمَرَ اور چاند کو۔ ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے مگر ایسے بے وقوف لوگ بھی ہیں جو چاند سورج کی پوجا کرتے ہیں، درختوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے خالق کی پوجا نہیں کرتے جب انسان کی عقل ماری جائے تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے۔ اگر ہوش و حواس قائم ہوں تو سوچے کہ چاند، سورج، ستارے تو انسان سے زیادہ بے بس ہیں مجبور ہیں۔ جتنے اختیارات اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیئے ہیں وہ تو ان میں سے کسی کو حاصل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے بیٹھنے کا اٹھنے کا جب جی چاہے اٹھتا بیٹھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے چلنے کا آہستہ چلے تیز چلے، آگے جائے پیچھے مڑ جائے اختیار ہے۔ دائیں بائیں مڑنے کا اختیار ہے چاند سورج کو تو ان میں سے کوئی بھی اختیار نہیں ہے کہ وہ آہستہ چلیں یا تیز چلیں یا دائیں بائیں مڑ سکیں نہ ستاروں کو یہ اختیار حاصل ہے۔ اس چھوٹے سے قد والے کو بڑے اختیارات دیئے گئے ہیں تو یہ بے وقوف اتنے اختیار والا ہو کر جھکتا ہے چاند، سورج، ستاروں کے آگے محض ان

کی چمک دمک دیکھ کر، یہ نری حماقت ہے اور مشرکوں کی حماقت کا واقعہ قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔ چاند سورج کی پجارن ملکہ سبا کے آنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے محل کے صحن میں ایسے انداز سے شیشہ لگوایا کہ وہ پانی محسوس ہوتا تھا جب وہ محل میں داخل ہونے کے لیے چلی تو ٹانگوں سے کپڑا اونچا کر لیا کہ پانی سے گزرنا ہے کہیں میری شلوار بھیگ نہ جائے سورہ نمل آیت نمبر ۴۴ میں ہے قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ "کہا گیا اس عورت سے داخل ہو جا محل میں فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً جب دیکھا اس کو تو گمان کیا اس کو پانی کی موج وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا اور اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا قَالَ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ یہ ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔" اس سے سلیمان علیہ السلام اس کو بتانا چاہتے تھے کہ تمہاری عقل اتنی ہے کہ تم یہ بھی نہیں سمجھ سکی کہ یہ شیشہ ہے یا پانی ہے۔ پانی سمجھ کر تو نے پنڈلیاں ننگی کر لی ہیں شیشے کی چمک دمک کو تو نے پانی سمجھ لیا ہے اور سورج کی چمک کو دیکھ کر اس کو الہ بناتی رہی ہے۔ اس کو عقل کی خامی بتلائی۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں اور وہ بال دیکھنے کے لیے یہ تدبیر کی۔ حاشا وکلا ایسی کوئی بات نہیں ہے بس اس کو بتانا چاہتے تھے کہ تمہاری اتنی عقل ہے کہ تم پانی اور شیشے میں فرق نہیں کر سکی۔ فرمایا كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُونَ ہر ایک اپنے دائرے میں تیرتے ہیں۔ سورج اپنے مدار میں چلتا ہے، چاند اپنے مدار میں چلتا ہے، ستارے اپنے مدار میں چلتے ہیں کیا مجال ہے کہ اپنی رفتار میں کمی بیشی کر سکیں یا دائیں بائیں ہو جائیں حاشا وکلا۔ آنحضرت ﷺ کی کھری باتیں سن کر کافر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری جان چھڑا دے اس نے ہمارے خداؤں کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا ہے ہمارا سکون

برباد کردیا ہے، لڑائیاں شروع کرادیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اور نہیں بنایا ہم نے کسی بشر کے لیے آپ سے پہلے ہمیشہ زندہ رہنا۔ ہمیشہ کی زندگی ہم نے کسی کو نہیں دی اَفَائِنْ مِّتَّ کیا پس اگر آپ وفات پاجائیں فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ پس یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ کسی کے فوت ہوجانے سے خوشی تو تب ہو کہ اس نے زندہ رہنا ہو۔ موت تو سب کیلئے ہے کوئی کل گیا کوئی آج گیا کوئی کل چلا جائے گا ۔لیکن اپنی اپنی سوچ ہے ان کا خیال تھا کہ اس نے ہمیں بے آرام کیا ہوا ہے ہر وقت لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ ہی سناتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود، مشکل کشا نہیں ہے یہ فوت ہوجائیگا تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ فوت ہوگیا تو تم زندہ رہو گے؟ سب نے مرنا ہے۔

قادیانیوں کا غلط استدلال :

قادیانی اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم ﷺ! ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لیے ہیشگی نہیں بنائی۔ تو قادیانیوں کا اس آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ میں ہیشگی کی نفی ہے اور کوئی بھی مسلمان اس کا قائل نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہیشگی حاصل ہے اور ان پر موت نہیں آئے گی۔ بلکہ مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہونگے چالیس سال حکومت کریں گے اس کے بعد فوت ہونگے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک میں ان کو دفن کیا جائے گا۔ تو خلد کے معنیٰ ہیشگی کے ہیں اور ہیشگی کسی کے لیے نہیں ہے۔ شیطان کو دیکھ لو ہزار ہا سال سے زندہ چلا آرہا ہے جنات کی تخلیق آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے ہوئی ہے اور مورخین

بتاتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کو سات ہزار سال ہو چکے ہیں۔ جو لوگ لاکھوں کروڑوں کہتے ہیں یہ خرافات ہیں سات ہزار سال ہوئے ہیں اور دو ہزار سال پہلے کے، تو نو ہزار سال سے شیطان زندہ ہے لیکن وہ بھی اپنے وقت پر مرے گا۔ فرشتے جنات سے بھی پہلے کی مخلوق ہے ان پر بھی موت آئے گی حتیٰ کہ جان نکالنے والا فرشتہ بھی مرے گا بقا کسی کے لیے نہیں ہے بجز پروردگار کے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَام [سورہ رحمٰن]

تو فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے۔ موت سے کسی کو چارہ نہیں ہے وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً اور ہم تمہارا امتحان لیں گے تکلیف کیساتھ اور راحت پہنچا کر آزمائش کیلئے۔ کبھی انسان بیمار ہو جاتا ہے، کبھی مال کی قلت ہو جاتی ہے، کبھی اولاد کی پریشانی ہوتی ہے، کبھی راحت آرام ہوتا ہے مال اولاد کی فراوانی ہوتی ہے۔ یہ سب انسان کے لیے امتحانات ہیں۔ مومن وہ ہے جو ہر حال میں اپنا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ قائم رکھتا ہے اور ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب فرشتے کسی کے بیٹے کی روح قبض کر کے لے جاتے ہیں تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بیٹے کی تم نے روح قبض کی تو اس نے کیا کہا تھا تو فرشتے کہتے ہیں پروردگار! اس نے کہا تھا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اس بندے کے لیے جنت میں ایک محل بنا دو اور اس کا نام رکھو "بیت الحمد" اور اس بات پر گواہ رہو کہ اس نے اس حال میں بھی میری تعریف کی ہے وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ اور ہماری ہی طرف تم لوٹائے جاؤ گے، آنا ہمارے پاس ہی ہے۔ فرمایا وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور جب دیکھتے ہیں آپ کو وہ لوگ جو کافر ہیں

اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا نہیں بناتے وہ آپ کو مگر ٹھٹھا۔ جب آپ ﷺ کسی گلی سے گزرتے تھے یا بازار جاتے تھے تو مشرک ایک دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے اَهٰذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ کیا یہ وہ شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے خداؤں کا۔ یہ تمہارے اِلٰہوں کی تردید اور رد کرتا ہے۔ مذاق اڑاتے تھے وہ اپنے اِلٰہوں کو نہیں بھولتے وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ حالانکہ وہ رحمٰن کے ذکر کے منکر ہیں۔ رب کے ذکر سے غافل ہیں اس کے احکامات کو ٹالتے ہیں اس کا کوئی خیال نہیں ہے۔ انسان کی عادت ہے کہ اپنا عیب نظر نہیں آتا دوسروں کی طرف دھیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

❁ ❁ ❁

خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ عَجَلٍ ؕ سَاُورِیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنِ ﴿۳۷﴾ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۸﴾ لَوۡ یَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا حِیۡنَ لَا یَکُفُّوۡنَ عَنۡ وُّجُوۡہِہِمُ النَّارَ وَ لَا عَنۡ ظُہُوۡرِہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۳۹﴾ بَلۡ تَاۡتِیۡہِمۡ بَغۡتَۃً فَتَبۡہَتُہُمۡ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ رَدَّہَا وَ لَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدِ اسۡتُہۡزِیَٔ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۴۱﴾ قُلۡ مَنۡ یَّکۡلَؤُکُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّہَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ ؕ بَلۡ ہُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّہِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۲﴾ اَمۡ لَہُمۡ اٰلِہَۃٌ تَمۡنَعُہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِنَا ؕ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَ اَنۡفُسِہِمۡ وَ لَا ہُمۡ مِّنَّا یُصۡحَبُوۡنَ ﴿۴۳﴾

خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ پیدا کیا گیا انسان مِنۡ عَجَلٍ جلد باز سَاُورِیۡکُمۡ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو اٰیٰتِیۡ اپنی نشانیاں فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنِ پس تم جلدی نہ کرو مجھ سے وَیَقُوۡلُوۡنَ اور کہتے ہیں یہ لوگ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ کب ہوگا یہ وعدہ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اگر ہو تم سچے لَوۡ یَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ اگر جان لیں وہ لوگ کَفَرُوۡا جو کافر ہیں حِیۡنَ لَا یَکُفُّوۡنَ جس وقت نہیں روک سکیں گے عَنۡ وُّجُوۡہِہِمُ اپنے چہروں سے النَّارَ آگ کو وَلَا عَنۡ ظُہُوۡرِہِمۡ اور نہ اپنی

پشتوں سے وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی بَلْ تَأْتِيهِم بلکہ آئے گی ان کے پاس بَغْتَةً اچانک فَتَبْهَتُهُمْ پس ان کو حیران کردے گی آگ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا پس وہ طاقت نہیں رکھیں گے اس کو رد کرنے کی وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ اور البتہ تحقیق ٹھٹھا کیا گیا بِرُسُلٍ کئی رسولوں کیساتھ مِّن قَبْلِكَ آپ سے پہلے فَحَاقَ پس گھیر لیا بِالَّذِينَ ان لوگوں کو سَخِرُوا مِنْهُم جنہوں نے ٹھٹھا کیا تھا ان میں سے مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ اس عذاب نے جس کیساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے قُلْ آپ کہہ دیں مَن يَكْلَؤُكُم کون حفاظت کرتا ہے تمہاری بِاللَّيْلِ رات کو وَالنَّهَارِ اور دن کو مِنَ الرَّحْمَٰنِ رحمٰن کی گرفت سے بَلْ هُمْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِم بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے مُّعْرِضُونَ اعراض کرتے ہیں أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ کیا ان کے معبود ہیں تَمْنَعُهُم جو ان کو بچائیں گے مِّن دُونِنَا ہماری گرفت کے سامنے لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ نہیں طاقت رکھتے وہ اپنی جانوں کی مدد کی وَلَا هُم مِّنَّا يُصْحَبُونَ اور نہ وہ ہماری گرفت سے بچائے جاسکتے ہیں۔

رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والوں کا انجام :

کل کے درس میں تم نے پڑھا وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا "اے نبی کریم ﷺ! یہ کافر جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کے ساتھ مسخرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیا یہ وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کی تردید کرتا ہے۔" آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے، غور وفکر کرنی چاہیے کہ آپ سے پہلے رسولوں کیساتھ ٹھٹھا

کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ یہ اس کے لیے جلد بازی نہ کریں، باقی انسان ہے جلد باز۔

جلد بازی اچھی چیز نہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ پیدا کیا گیا ہے انسان جلد باز۔ انسان ہر چیز میں جلدی کا خواہشمند ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلتَّؤُدَةُ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّیْطٰنِ ''بردباری اور تحمل کیساتھ کام کرنا رب تعالیٰ کی طرف سے ایک صفت ہے اور جلد بازی یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔'' کسی قول فعل میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔

لطیفہ :

کہتے ہیں کہ ایک آدمی کا نام تھا خدا بخش۔ یہ کسی مسجد میں گیا تو کسی نے اس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے ابھی خدا کا لفظ منہ سے نکالا تو اس نے ڈنڈا مار دیا کہ تو خدا بنا پھر رہا ہے۔ تو اس جلد باز نے بخش کہنے ہی نہیں دیا اس سے پہلے اس کا سر پھوڑ دیا۔ تو جلد بازی بہت بری چیز ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے لَا تَکَلَّمْ بِکَلَامٍ تَعَذَّرُ مِنْهُ غَدًا ''ایسی بات نہ کرو کہ کل اس پر معذرت کرنا پڑے، پچھتانا پڑے۔'' پہلے سوچو پھر بولو۔ جلد بازی قول میں ہو یا فعل میں ہو مذموم ہے۔ یہ سبق کے طور پر یاد رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو اپنی نشانیاں فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ پس تم جلدی نہ کرو مجھ سے ان کا مطالبہ۔ تم جو کہتے ہو کہ اگر آپ سچے ہیں اور ہم جھوٹے ہیں ہمارا مذہب جھوٹا ہے تو پھر ہم آپ کے رب کو کہتے ہیں فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ئْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ [الانفال:٣٢] ''پھر برسا دے ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے یا لے آ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب۔'' فرمایا تم

مجھ سے جلدی نہ کرو میں تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھاؤں گا پھر تم پچھتاؤ گے۔

حضور ﷺ کی بددعا :

جب کافروں نے آنحضرت ﷺ کی بات نہ مانی اور ظلم وجور کی انتہا کردی تو آپ ﷺ نے بددعا فرمائی اے پروردگار! ان پر اس طرح کے سال مسلط فرما قحط سالی کے جسطرح کے حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں تھے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط سالی مسلط فرمائی حَتّٰی اَکَلُوْا الْمَیْتَۃَ وَالْجُلُوْدَ وَالْعِظَامَ ''یہاں تک کہ انہوں نے مردار کھائے، چمڑے کھائے اور ہڈیاں کھائیں۔'' چمڑے پانی میں بھگو بھگو کر کھاتے تھے اور ہڈیاں پیس کر پھانکتے تھے۔ آنکھیں کھولتے تھے تو بھوک کی وجہ سے اندھیرا اندھیرا نظر آتا تھا اور بخاری شریف کی اسی روایت میں ہے کہ ابوسفیان جو اس وقت ﷛ نہیں ہوئے تھے آنخضرت ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے یا محمد (ﷺ) آپ نے پاک جگہ میں بددعا کی ہے قحط سالی کی جس کی وجہ سے آپ کی برادری بھوکی مر رہی ہے۔ ان کے لیے دعا کریں کہ رب تعالیٰ ان کو خوب سیر کر کے روٹی دے۔ فرمایا چچا جی! ان کو کہو اللہ تعالیٰ کی توحید قبول کرلیں، میری رسالت مان لیں، قیامت کا اقرار کریں۔ ابوسفیان نے کہا نہ، یہ بات نہ کریں۔ اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ یہ لوگ دنیا کے اعتبار سے بڑے سمجھدار تھے مگر دین کے معاملے میں ضد نے ان کو دور رکھا۔

حضرت عمر ﷛ پر اعتراض کا جواب :

ان کے ضدی ہونے کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ ٦ھ میں جب صلح حدیبیہ کی شرائط لکھنا تھیں۔ آپ ﷺ نے لکھوایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کہنے لگے یہ نہیں لکھنا کیونکہ یہ تمہارا عقیدہ ہے۔ ہم اس طرح لکھوائیں گے بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ۔ تو بسم اللہ کو مٹا کر یہ

لکھنا پڑا۔اور جب یہ جملہ لکھا ھٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْہِ محمد رّسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ تو قریش کے نمائندے سہیل ابن عمرو نے کہا اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیں تو پھر جھگڑا کس چیز کا ہے۔رسول اللہ کے لفظ کو مٹاؤ۔ حضرت علی ﷛ لکھ رہے تھے کیونکہ حضرت علی ﷛ زود نویس بھی تھے اور خوش نویس بھی۔آپ ﷺ نے فرمایا یَا عَلِیُّ اُمْحُ رسول اللّٰہ ﷺ ''اے علی! رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔'' اس کی جگہ لکھو مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ۔ حضرت علی ﷛ نے قسم اٹھا کر کہا وَاللّٰہِ لَا اَمْحُ اَبَدًا ''اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں کبھی نہیں مٹاؤں گا۔'' اب ہم رافضیوں ،شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ حضرت علی ﷛ نے آنحضرت ﷺ کی بات اور حکم نہیں مانا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ مٹا دو ''رسول اللہ'' کا لفظ اور حضرت علی ﷛ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں اس لفظ کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔تو حضرت علی ﷛ پر کوئی فتویٰ لگانا چاہیے کہ نہیں؟ کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔یا یہ فتویٰ صرف حضرت عمر ﷛ کے لیے ہے۔وہ اس طرح کہ آپ ﷺ بیمار تھے اور آپ ﷺ کو تکلیف بہت زیادہ تھی آپ ﷺ نے فرمایا قلم دوات لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے بعد جھگڑا نہ کرنا۔اس موقع پر حضرت عمر ﷛ نے کہا حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس ہے۔'' (اور اس میں ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا'' اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی کیساتھ پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔'') یہ واقعہ پیش کر کے رافضی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا قلم دوات لانے کا اور عمر ﷛ نے روک دیا،لانے نہیں دیا۔لہٰذا آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے کافر ہو گئے۔سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر ﷛ کو تو حکم نہیں دیا کہ اے عمر ﷛! قلم دوات لاؤ۔آپ ﷺ کو تکلیف زیادہ تھی حضرت عمر ﷛ نے یہ لفظ فرمائے حسبنا کتاب اللّٰہ ''ہمیں اللہ تعالیٰ

کی کتاب کافی ہے۔''تو تم حضرت عمر ﷛ پر ارتداد کا فتویٰ لگاتے ہو اور وہاں تو آپ ﷺ نے نام لے کر فرمایا اے علی!''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا دو۔ اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں یہ لفظ کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ تو یہاں فتویٰ کیوں نہیں لگاتے کہ حضرت علی ﷛ نے آپ ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ ہمارے نزدیک تو نہ حضرت عمر ﷛ پر کوئی فتویٰ ہے اور نہ حضرت علی ﷛ پر کوئی فتویٰ ہے دونوں نے محبت کی وجہ سے کہا۔ حضرت عمر ﷛ نے بھی محبت کی بنا پر فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کو اس وقت تکلیف بہت زیادہ تھی۔ فرمایا حضرت! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے ہم اس پر عمل کریں گے اور حضرت علی ﷛ نے بھی محبت کی بنا پر کہا کہ کافروں کے نمائندہ کے سامنے دل گوارا نہیں کرتا کہ''رسول اللہ'' کا لفظ کاغذ سے مٹاؤں۔ حقیقت اتنی ہی ہے مگر ضد کی وجہ سے حضرت عمر ﷛ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اذان میں ترجیع کی وجہ :

ضد کی ایک اور مثال سمجھ لو۔ یہ جو غیر مقلد ہیں یہ شہادتین میں ترجیع کرتے ہیں۔ دو دو مرتبہ آہستہ آہستہ اور دو دو مرتبہ زور زور سے۔ یہ بھی ضد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں ورنہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اصل واقعہ اس طرح ہے کہ ٨ھ میں مکہ فتح ہوا اذانیں شروع ہوئیں بچوں نے اذان کی نقل اتارنا شروع کی۔ بچوں کی عادت ہے نقالی کرنا۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد میں روایت ہے آنحضرت ﷺ بچوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو اذان کی نقل اتار رہے تھے ان میں حضرت ابو محذورہ ﷛ بھی تھے۔ جن کا نام سمرہ بن مُعیر تھا یہ دیگر بچوں سے زیادہ عمر والے تھے اور آواز بھی سریلی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو پکڑ کر کہا کہو کیا کہتے تھے۔ اس نے اللہ اکبر، اللہ اکبر زور سے کہا کیونکہ اس جملہ کے

سبب سے اس کے عقیدہ پر زد نہیں پڑتی تھی لیکن جب شہادتین کے جملوں پر آیا تو وہ آہستہ آہستہ کہے کیونکہ عقیدہ پر زد پڑتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْ فَامْدُدْ مِنْ صَوْتِکَ ''پھر کہو اور اونچی کہو۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ حضرت! مجھے موذّن مقرر کر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم موذّن ہو۔ تو وہ دوہری اذان کہتے تھے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ایک دفعہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے آہستہ کہا اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے بلند کہلوایا۔ حالانکہ یہاں تعلیم اذان نہ تھی بلکہ اس کے دل میں شہادتین سے جو نفرت تھی اسے کم کرنا تھا باقی مدینہ طیبہ میں کسی نے دوہری اذان نہیں دی۔ نہ حضرت بلال ﷺ نے نہ حضرت عبداللہ ابن زید بن عبدربہ ﷺ نہ ابن مکتوم ﷺ نے اور حضرت زیاد بن حارث ﷺ وغیرہ جو آپ ﷺ کے مدینہ میں موذن تھے آنحضرت ﷺ کے سامنے مدینہ طیبہ میں کبھی دوہری اذان نہیں ہوئی۔ ان تمام دلائل کے ہوتے ہوئے بھی وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟

فرمایا تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو میں خود تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے تو عذاب کا وعدہ پورا کرو، عذاب لاؤ۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اگر جان لیں وہ لوگ جو کافر ہیں حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ جس وقت نہیں روک سکیں گے عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ اپنے چہروں سے آگ کو وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ اور نہ اپنی پشتوں سے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ اس وقت پتا چلے گا کہ کون سا عذاب مانگتے تھے۔ نہ جنت دور ہے نہ دوزخ دور ہے آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ ''قبر جنت کے باغوں میں

سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔'' تو اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً بلکہ آئے گی ان کے پاس اچانک۔ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اچانک جب تمہاری موت آئے گی فَتَبْهَتُهُمْ پس ان کو حیران کر دے گی آگ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا پس نہیں طاقت رکھیں گے اس کے رد کرنے کی۔ رد تو وہ کر سکتا ہے جو معاذ اللہ تعالیٰ رب سے طاقتور ہو وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ فوراً عذاب کا تعلق ان کے ساتھ قائم کر دیا جائے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ اگر یہ لوگ آپ کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے اور نہ گھبرانے کی ضرورت ہے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق ٹھٹھا کیا گیا کئی رسولوں کیساتھ آپ سے پہلے فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ پس گھیر لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ٹھٹھا کیا تھا ان میں سے مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ اس عذاب نے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے کہ ہم پر پتھر برساؤ نا، آگ لاؤ نا، جو عذاب لانا ہے لاؤ۔ تو اس عذاب میں وہ پکڑے گئے دنیا میں اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ کون حفاظت کرتا ہے تمہاری رات کو وَالنَّهَارِ اور دن کو مِنَ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کے عذاب سے رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچاتا ہے۔ رحمان ہی تو ہے جو تمہاری حفاظت کرتا ہے اس نے تمہاری حفاظت کے لیے دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو مقرر کیے ہیں جب تک حفاظت رب تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ کیا ان کے معبود ہیں۔ حاجت روا ہیں، مشکل کشا ہیں، فریاد رس ہیں، دستگیر ہیں تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا جو ان کو بچائیں گے ہماری گرفت کے سامنے۔

لات، منات، عزیٰ، کوئی پیر فقیر ہے؟ رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچا سکتا ہے؟

اختیارات سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں :

دیکھو! کائنات میں آنحضرت ﷺ سے بڑی ہستی کوئی نہیں ہے۔

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آنحضرت ﷺ نے اپنے سارے خاندان کو جمع کیا اپنی پھوپھی کو بھی، اپنی بیٹی کو بھی اور فرمایا اَنۡقِذُوۡا اَنۡفُسَکُمۡ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیۡ لَا اَمۡلِکُ لَکُمۡ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ''اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچالو میں تمہیں رب تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔'' فرمایا میری بیٹی سَلِیۡنِیۡ مِنۡ مَّالِیۡ مَا شِئۡتِ ''میرے پاس جو مال ہے مجھ سے مانگو میں دونگا دریغ نہیں کرونگا لیکن اَنۡقِذِیۡ نَفۡسَکِ مِنَ النَّارِ ''تمہیں اپنے آپ کو دوزخ سے بچانا ہے دوزخ کے عذاب سے میں نہیں بچا سکوں گا۔'' یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ جب آنحضرت ﷺ کسی کو نہیں بچا سکتے اور کون ہے جو بچا سکے کسی کو یا بچائے گا۔ عبد اللہ ابن ابی رئیس المنافقین فوت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اس کو بطور کفن کے پہنایا، اپنا لعاب مبارک اس کے بدن پر ملا، اس کا جنازہ پڑھایا جس میں اس کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ آپ ﷺ کی اقتدا میں سب صحابہ کرام تھے ؓ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ معصوم پیغمبر جنازہ پڑھائے صحابہ کرام ؓ جنازہ پڑھیں اور کہیں اے پروردگار! اس کو بخش دے اور رب تعالیٰ قرآن پاک میں فرمائیں کہ ایک دفعہ نہیں ستر مرتبہ بھی استغفار کریں میں نہیں بخشوں گا۔ جو لوگ غیر اللہ کے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں انہوں نے خدا کو سمجھا ہی نہیں ہے اور نہ ہی خدائی اختیارات کو سمجھا ہے۔ یہ ملنگوں کے خورجے سمجھتے ہیں جسکو تقسیم کر کے دے دیں۔ رب، رب ہے اس نے اپنے اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔

تو فرمایا کیا ان کے پاس اللہ ہیں جو ان کو ہمارے عذاب سے بچائیں گے لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ نہیں طاقت رکھتے وہ ان کے الٰہ اپنی جانوں کی مدد کی۔ جن کو یہ الٰہ سمجھتے ہیں وہ اپنی جانوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ دیکھو! عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہیں، مشکل کشا مانتے ہیں، منجی مانتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو انہوں نے کہا اِيْلِىْ اِيْلِىْ لِمَا سَبَقْتَنِىْ ''اے میرے رب، اے میرے رب، آپ نے مجھے ان کے ہاتھوں کیوں پھنسا دیا ہے۔'' اب سوال یہ ہے جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا وہ تمہیں کیا بچائے گا اور وہ تمہارا منجی کیسے بنے گا؟ کیونکہ عیسائیوں کا یہ بھی نظریہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے او بے ایمانو! گناہ تم کرو دو ہزار سال بعد اور ان کا کفارہ ہو جائے دو ہزار سال پہلے۔ الٹی منطق ہے۔ فرمایا وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ اور نہ وہ ہماری گرفت سے بچائے جا سکتے ہیں۔ نہ وہ تمہارے مالک ہیں نہ وہ اپنی جانوں کے مالک ہیں۔ مالک صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے۔

❁ ❁ ❁

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

بَلْ مَتَّعْنَا بلکہ ہم نے فائدہ دیا هٰٓؤُلَآءِ ان لوگوں کو وَاٰبَآءَهُمْ اور ان کے آباء واجداد کو حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ یہاں تک کہ لمبی ہوگئی ان کی عمر اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پس یہ دیکھتے نہیں ہیں اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ بیشک ہم چلے آتے ہیں زمین پر نَنْقُصُهَا ہم اس کو گھٹاتے ہیں مِنْ اَطْرَافِهَا اس کے کناروں سے اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کیا پس یہ غالب آئیں گے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ میں تمہیں ڈراتا ہوں وحی کیساتھ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ

الدُّعَآءَ اورنہیں سنتے بہرے لوگ پکار کو اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ جس وقت ان کو ڈرایا جائے وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ اور اگر پہنچے ان کو نَفْحَةٌ ایک جھونکا مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ تیرے رب کے عذاب کا لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے يٰوَيْلَنَآ ہائے افسوس ہم پر اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بیشک ہم ظالم تھے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ اور ہم رکھیں گے ترازو انصاف کے لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا پس نہیں ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کسی شے کا وَ اِنْ كَانَ اور اگر ہو گا عمل مِثْقَالَ حَبَّةٍ ایک دانے کے برابر مِّنْ خَرْدَلٍ رائی کے اَتَيْنَا بِهَا ہم لائیں گے اس کو وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ اور ہم کافی ہیں حساب لینے والے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اور البتہ تحقیق دی ہم نے مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون علیہ السلام کو الْفُرْقَانَ فیصلہ کن چیز وَضِيَآءً اور روشنی وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ اور نصیحت پرہیزگاروں کے لیے الَّذِيْنَ وہ لوگ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ اور وہ قیامت سے مُشْفِقُوْنَ خوف رکھتے ہیں وَهٰذَا ذِكْرٌ اور یہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے مُّبٰرَكٌ برکت والی اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو نازل کیا اَفَاَنْتُمْ کیا پس تم لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اس کا انکار کرتے ہو۔

کل کے سبق میں آپ حضرات نے پڑھا تھا اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ''کیا ان کے لیے اور الٰہ ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں ہمارے سوا۔'' ان کی حاجات پوری کرتے ہیں ہمارے سوا، مشکلات حل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بات نہیں

ہے بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ بلکہ ہم نے فائدہ دیا ان لوگوں کو۔ جو اس وقت موجود ہیں ان سب کو ہم نے فائدہ دیا، بدن دیا، بدن کے اعضاء دیئے، خوراک دی، لباس دیا ظاہری، باطنی نعمتیں ہم نے ان کو دیں وَاٰبَآءَهُمْ اور ان کے آباؤ اجداد کو۔ جو ان سے پہلے تھے ان کو بھی ہم نے نفع دیا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون داتا ہے؟ دینے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ داتا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ یہاں تک کہ لمبی ہوگئی ان کی عمر۔ ان لوگوں کی عمریں زیادہ تھیں لمبی عمروں میں انہوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا اَفَلَا يَرَوْنَ کیا پس یہ کافر دیکھتے نہیں ہیں اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ بیشک ہم چلے آتے ہیں زمین پر، زمین کی طرف نَنْقُصُهَا ہم اس کو گھٹاتے ہیں مِنْ اَطْرَافِهَا اس کے کناروں سے اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کیا پس یہ غالب آئیں گے۔

تھوڑے سے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب فرمایا :

مسلمانوں کے پاس زمین کم تھی کافروں کے پاس بہت زیادہ تھی۔ ساری دنیا میں کفر ہی کفر تھا الا ماشاء اللہ۔ مدینہ طیبہ میں معیشت اور سیاست کے اعتبار سے یہودی غالب تھے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے تھوڑے عرصہ میں حق کو غالب فرمایا اور پورے مدینہ طیبہ پر کنٹرول حاصل ہوگیا۔ اس سے یہودی بڑے خائف ہوئے اور آپ ﷺ کیخلاف ہر قسم کے منصوبے بنائے یہاں تک کہ قتل کا منصوبہ بھی تیار کیا لیکن جس کو رب رکھے اس کو کون چکھے۔ آپ ﷺ نے پہلے مدینہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کیے پھر اللہ تعالیٰ نے ارد گرد کی بستیوں پر کنٹرول عطا کیا۔ ہجرت کے ساتویں سال خیبر فتح ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی ہجرت کے آٹھویں سال مکہ مکرمہ فتح ہوا جس سے مشرکوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ پھر طائف فتح ہوا، اوطاس فتح ہوا پھر

نجران فتح ہوا اور تقریباً ساری سرزمین عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ حضرت عثمان ﷛ کے دور میں قبرص کا علاقہ فتح ہوا اور حضرت عمر ﷛ کے زمانہ میں شام، عراق، مصر، ایران، افغانستان فتح ہوا۔ وہ وقت بھی آیا کہ کاشغر تک جو کہ چین کا صوبہ ہے اور اس وقت بھی تقریباً دس کروڑ مسلمان وہاں موجود ہیں۔ اس طرح کافروں کی زمین گھٹتی چلی گئی اور مسلمانوں کی زمین بڑھتی چلی گئی۔ سرزمین عرب پر دوسرے نمبر پر یہودیوں کی آبادی تھی، عیسائی بھی تھے، مجوسی بھی تھے اور ایک فرقہ صائبین کا بھی تھا مگر ان کی تعداد کم تھی اور کنٹرول سب پر اسلام کا تھا۔ لیکن یہودی انتہائی قسم کے سازشی تھے ان میں سب سے زیادہ پیش پیش عبداللہ ابن سبا یمنی یہودی تھا۔ مسلمان ہو کر اس نے وہ کچھ کیا کہ خدا پناہ! یہ جتنے باطل اور غلط نظریات ہیں سب اسی کے اختراع کیے ہوئے ہیں۔ یہ یہود و نصاریٰ بہت خطرناک ہیں۔ اسلام کے خلاف ہر وقت سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَخْرِجُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَب ''یہود و نصاریٰ کو عرب کے جزیرہ سے نکال دینا۔'' یہ تمہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیں گے۔ آپ ﷺ نے بالکل سچ فرمایا ہے یہ قومیں مسلمانوں کی ازلی دشمن ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی چال :

اس وقت یہودی تجارت کے ذریعے ساری دنیا پر قابض ہیں۔ امریکہ بھی ان کے سامنے مجبور ہے۔ سب فیکٹریاں کارخانے یہودیوں کے ہیں اور عیسائی مشنریاں پوری دنیا میں عیسائیت پھیلانے اور مسلمانوں کو مٹانے پر لگی ہوئی ہیں۔ اس وقت دیکھو صومالیہ میں کیا ہو رہا ہے۔ صومالیہ میں سوا کروڑ آبادی ہے اور اٹھانوے فیصد مسلمان ہیں پختہ قسم کے۔ ان کی پختگی کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ پورے چالیس سال عیسائی مشنریاں وہاں کام کرتی

رہی ہیں اور چالیس سالوں میں ایک آدمی بھی عیسائی نہیں بنا سکے۔ امریکہ نے اپنے پادریوں کی سرزنش کی کہ ہم نے تم پر اتنا روپیہ خرچ کیا ہے تم نے چالیس سالوں میں ایک آدمی بھی عیسائی نہیں بنایا۔ ایک رپورٹ کے مطابق اب وہاں سے اپنی مشنریاں نکال رہے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ اب وہاں دوسرے طریقے سے حملہ آور ہور ہے ہیں۔ وہاں تیل کے چشمے اتنے ہیں کہ اگر سارے نکل آئیں تو سعودیہ سے بھی وہاں تیل زیادہ ہے اور صومالیہ کے ساتھ سوڈان لگتا ہے۔ سوڈان کے حکمران نے بڑے احسن طریقے سے تھوڑی تھوڑی کر کے اسلامی اصطلاحات نافذ کی ہیں۔ کل تک جو بھوکے مرتے تھے اب کافی حد تک گندم میں وہ خود کفیل ہو گئے ہیں۔ امریکہ چونکہ اسلام سے خائف ہے ان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اقوام متحدہ کو استعمال کر رہا ہے۔ اب وہاں سات ہزار پاکستانی فوج بھیجی گئی ہے اپنوں کے ساتھ لڑنے کے لیے۔ شروع شروع میں چار پانچ امریکی مرے ہیں اور بس۔ اب پاکستانی فوج آگے آگے ہے اور بھارت کے فوجیوں کو ہسپتالوں پر لگایا ہوا ہے وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہیں اور یہ لڑتے ہیں۔ وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں اور یہ بھی نمازیں پڑھ کر ان پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں پاکستانیوں تم ہمارے ساتھ کیوں لڑتے ہو تم ہمیں امریکہ کے ساتھ لڑنے دو ہم اس کے ساتھ نمٹ لیں گے مگر یہ ہمارے سارے لگو ہیں ان کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں۔ یہ بڑی خبیث قومیں ہیں ان سے رب بچائے۔ یہ نہیں چاہتے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں مسلمان اسلام پر قائم رہیں ہر جگہ ان خبیث قوموں نے ٹانگیں اڑائی ہوئی ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ سارے مسلمان ہمارے دست نگر بن کے رہیں اور کنٹرول ان کے پاس رہے۔ علماء چیختے چلاتے ہیں لیکن ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی جو کچھ امریکہ کہتا ہے وہ کچھ

کرتے ہیں وہاں کے علماء نے ہمارے ساتھیوں کے ساتھ رابطہ کیا۔ ملک عبدالروف صاحب نصرۃ العلوم کے فارغ ہیں اور متحدہ علماء کونسل کے ممبر ہیں انہوں نے کہا کہ تم اپنا وفد بھیجو اور ہمارے حالات معلوم کرو اور ہمیں بتاؤ کہ پاکستانی فوج ہمارے ساتھ کیوں لڑتی ہے۔ یہاں سے وفد گیا جس میں زاہد (مولانا زاہد الراشدی صاحب) بھی گیا تھا۔ اسی سوموار کو واپس آئے ہیں۔ حالات سن کر بڑی حیرانی ہوتی ہے۔ نیروبی گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ تم مسلمان ہو کر ہم مسلمانوں پر گولیاں چلاتے ہو نمازیں پڑھ کر۔ ہمیں امریکہ کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔ مگر امریکہ نے اپنے مقاصد کے لیے پاکستانیوں کو آگے کیا ہوا ہے۔ یہ بڑی خبیث قومیں ہیں۔ جب افغانستان میں طالبان کو کامیابی ملی تھی میں نے اس وقت کہا تھا کہ اب امریکہ ان کو آپس میں لڑائے گا۔ کبھی حکمت یار کے ساتھ لڑائی ہو جاتی ہے کبھی مسعود شاہ کے ساتھ، آپس میں لڑائی ہو رہی ہے اور لڑ مر رہے ہیں۔ تو فرمایا کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین پر چلے آتے ہیں اور ہم زمین کو گھٹاتے ہیں اطراف سے کافروں کے قبضے سے نکالتے ہیں اور اسلام کے نیچے لاتے ہیں۔ کیا یہ کافر غالب آئیں گے۔ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ پختہ بات ہے میں تمہیں ڈراتا ہوں وحی کیساتھ۔ اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا رب تعالیٰ کا جو حکم آتا ہے وہ میں تم کو سنا دیتا ہوں لیکن وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ اور نہیں سنتے بہرے لوگ پکار کو جس وقت ان کو ڈرایا جائے۔ ظاہری کان تو ہیں لیکن دل کے کانوں سے بہرے ہیں صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ ''بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔'' حق کی بات نہیں سنتے، حق کہنے کے لیے تیار نہیں ہیں ویسے بڑے باتونی ہیں حق کی بات زبان سے نہیں نکالتے۔ مثلاً دیکھو اقوام متحدہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ کشمیر کا مسئلہ استصواب رائے کیساتھ حل کیا جائے گا۔ وہاں کے

لوگوں کی رائے کیساتھ ان کی مرضی کے مطابق حل ہوگا۔لیکن یہ بات ایجنڈے میں نہیں لاتے کبھی ادھر بھاگ جاتے ہیں کبھی ادھر بھاگ جاتے ہیں، کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں کبھی کوئی شوشہ چھوڑتے ہیں حق بات سننے کے لیے کوئی تیار ہی نہیں ہے۔دونوں کشمیر ملا کر ایک کروڑ بیس لاکھ کی آبادی ہے مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر۔ہزاروں کی تعداد میں بیچارے شہید ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں مگر کوئی ان کی پکار کو سننے کے لیے تیار نہیں ہے بہرے ہیں ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ اور اگر ان کو پہنچے ایک جھونکا مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ آپ کے رب کے عذاب کا۔پنکھے کو ایک دفعہ ہلانے سے جو ہوا آتی ہے اس کو عربی میں نفحہ کہتے ہیں اردو میں جھونکا۔تو ان کو اگر رب تعالیٰ کے عذاب کا ایک جھونکا آجائے لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ہائے افسوس ہم پر بیشک ہم ظالم تھے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ اور رکھیں گے ہم ترازو انصاف کے لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا پس نہیں ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کسی شے کا۔اعمال کا تلنا حق ہے نیکیاں بھی تلیں گی اور بدیاں بھی تلیں گی دو طبقے دو گروہوں کا حساب کتاب نہیں ہوگا۔ایک ایسے مومن جن کی نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی ان کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ان کی تعداد بخاری شریف کی روایت کے مطابق ستر ہزار آئی ہے اور دیگر صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ہر آدمی کیساتھ ستر ستر ہزار ہونگے۔یہ بڑی تعداد بن جاتی ہے جن کا حساب نہیں ہوگا۔دوسرا طبقہ کافروں کا ہے مشرکوں کا ہے جن کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۰۵ میں ہے فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ''پس ہم نہیں قائم کریں گے قیامت والے دن ان کے لئے ترازو۔

اعمال کے تلنے کی حقیقت :

تو اعمال کا تولا جانا حق ہے۔ ان دو طبقوں کے علاوہ دوسروں کی نیکیاں بھی تلیں گی اور بدیاں بھی تلیں گی اس کے متعلق زندیقوں نے بہت کچھ کہا ہے کہ اعمال کیسے تلیں گے۔ یہ انسان کی صفت ہیں بات زبان سے نکلتی ہے کوئی عمل ہاتھ سے ہوتا ہے کوئی پاؤں سے ہوتا ہے اس کی اپنی کوئی صورت نہیں ہے اس کا ظاہری کوئی جسم نہیں ہے یہ کیسے تُلیں گے؟ لیکن یاد رکھنا! اُس جہان میں ان اعمال کے باقاعدہ جسم ہونگے باتوں کا بھی جسم ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ معراج والی رات جب آنحضرت ﷺ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی ساتویں آسمان پر تو ابراہیم علیہ السلام نے آپ ﷺ کو امت کے لیے ایک تو سلام بھیجا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام دے دینا عَلَیْنَهِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا الصَّلٰوۃ والسلامُ اور ایک پیغام بھیجا فرمایا اپنی امت کو میری طرف سے کہہ دینا جنت کی زمین بڑی زرخیز ہے مگر اس پر پودے وہاں سے لگا کر لانے ہیں۔ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے جنت میں درخت لگ جائے گا۔ ایک دفعہ الحمد للہ کہنے سے درخت لگ جائے گا اللہ اکبر کہنے سے درخت لگ جائے گا لا الٰہ الا اللہ کہنے سے درخت لگ جائے گا۔ یہاں کی نیکیاں ہی وہاں کے گھنے باغ ہونگے۔ تو نیکیوں اور بدیوں کا باقاعدہ جسم ہوگا ترازو میں تلیں گی اور یہ بات عقائد میں سے ہے اَلْمِیْزَانُ حَقٌّ ”ترازو میں نیکیوں اور بدیوں کا تلنا حق ہے اَلصِّرَاطُ حَقٌّ پل صراط سے گزرنا حق ہے، میدان محشر میں حق تعالیٰ کی عدالت کا لگنا حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور امت اس کو مانتی چلی آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ اور اگر ہوگا عمل ایک دانے کے برابر مِنْ خَرْدَلٍ رائی کے اَتَیْنَا بِهَا ہم لائیں گے اس کو، وزن ہوگا اس کا۔ سورۃ زلزال میں ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ "اور جس نے ایک ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی اس کو دیکھ لے گا۔" وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ اور ہم کافی ہیں حساب لینے والے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون علیہ السلام کو الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً فیصلہ کن چیز اور روشنی وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ اور نصیحت پرہیزگاروں کے لیے۔ تین چیزیں عطا فرمائیں۔ فرقان سے مراد عصا مبارک والا معجزہ ہے کہ اس کو ڈالتے تھے تو اژدھا بن جاتا تھا جس کے متعلق تفصیل سن چکے ہو کہ بہتر ہزار جادوگروں کے ساتھ مقابلہ میں سب کے سانپوں کو نگل گیا فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [اعراف:۱۱۸] جادوگر سمجھ گئے اور کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى [طٰہٰ:۷۰] "ہم ایمان لائے ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر۔" اور ضیاء سے مراد ہاتھ کا سفید ہونے والا معجزہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈالتے تھے وہ سورج کی طرح روشن ہو جاتا تھا اور ذکر سے مراد تورات ہے جو قرآن کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں بڑی اہم تھی۔ چھٹے پارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، علماء اور مشائخ صدیوں اس پر چلتے آئے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کی دو موٹی علامتیں بیان فرمائی ہیں اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے۔ رب تعالیٰ کو دیکھا نہیں غائبانہ طور پر اس سے ڈرتے ہیں کہ رب کا عذاب بڑا سخت ہے۔ تنہائی میں بھی

رب تعالیٰ کا خوف ان پر ہوتا ہے۔ بندوں کے سامنے کون گناہ کرتا ہے۔مجلس میں گناہ نہ کرنا تو کوئی کمال نہیں ہے کمال یہ ہے کہ بندہ تنہائی میں سمجھے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے چاہےاور کوئی نہ بھی دیکھ رہا ہو۔دوسری علامت: وَهُمْ مِنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ اور وہ قیامت سے خوف رکھتے ہیں کہ قیامت آئے گی حساب ہوگا قیامت حق ہے۔اور فرمایا جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کتاب دی وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اور یہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے جو نصیحت ہےاور برکت والی ہے اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اس کو نازل کیا ہے۔کیسی شان والی وہ آنکھیں ہیں جو اس کو دیکھتی ہیں اور وہ زبانیں جو پڑھتی ہیں اور وہ ذہن جو اس کو سمجھتے ہیں۔اول تا آخر برکت ہی برکت ہے۔مگر اس برکت والی کتاب کو یا تو ہم نے ختموں کے لیے رکھا ہوا ہے یا قسموں کے لیے رکھا ہوا ہے۔نہ سمجھنے کے لیے اور نہ عمل کرنے کے لیےاور نہ اس کے مطابق عقیدہ بنانے کے لیے۔فرمایا اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ کیا پس تم اس کا انکار کرتے ہو۔اس کا انکار نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے اس کو مانو، پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو۔رب تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اور البتہ تحقیق دی ہم نے اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کو رُشْدَهٗ ان کی سمجھ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ اور ہم اس کو جاننے والے تھے اِذْ قَالَ جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے لِاَبِيْهِ اپنے باپ سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ کیا ہیں یہ مورتیاں الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ جن کے سامنے تم جھکے ہوئے ہو قَالُوْا انہوں نے کہا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

پایا ہم نے اپنے آباء اجداد کو لَھَا عٰبِدِیۡنَ ان کی عبادت کرنے والے قَالَ فرمایا
لَقَدۡ کُنۡتُمۡ اَنۡتُمۡ البتہ تحقیق ہو تم بھی وَاٰبَآؤُکُمۡ اور تمہارے باپ دادا بھی فِیۡ
ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ کھلی گمراہی میں قَالُوۡٓا انہوں نے کہا اَجِئۡتَنَا بِالۡحَقِّ کیا لائیں
ہیں آپ ہمارے پاس حق کو اَمۡ اَنۡتَ مِنَ اللّٰعِبِیۡنَ یا آپ کھیل کرنے والوں
میں سے ہیں قَالَ فرمایا بَلۡ رَّبُّکُمۡ بلکہ تمہارا رب رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ
آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا الَّذِیۡ فَطَرَھُنَّ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وَاَنَا
عَلٰی ذٰلِکُمۡ مِّنَ الشّٰھِدِیۡنَ اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں وَتَاللّٰہِ
اور اللہ تعالیٰ کی قسم لَاَکِیۡدَنَّ البتہ ضرور میں تدبیر کرونگا اَصۡنَامَکُمۡ تمہارے
بتوں کے بارے میں بَعۡدَ اَنۡ تُوَلُّوۡا بعد اس کے کہ تم چہرے پھیرو گے
مُدۡبِرِیۡنَ پشت دکھاتے ہوئے فَجَعَلَھُمۡ جُذٰذًا پس حضرت ابراہیم نے کر دیا
ان کو ٹکڑے ٹکڑے اِلَّا کَبِیۡرًا لَّھُمۡ مگر جو ان کا بڑا تھا لَعَلَّھُمۡ اِلَیۡہِ یَرۡجِعُوۡنَ
تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں قَالُوۡا انہوں نے کہا مَنۡ فَعَلَ ھٰذَا کس نے
کی ہے یہ کاروائی بِاٰلِھَتِنَآ ہمارے معبودوں کیساتھ اِنَّہٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ البتہ
بیشک وہ ظالموں میں سے ہے قَالُوۡا کہنے لگے سَمِعۡنَا فَتًی سنا ہے ہم نے ایک
نوجوان یَّذۡکُرُھُمۡ جوان بتوں کا ذکر کرتا ہے یُقَالُ لَہٗٓ اِبۡرٰھِیۡمُ کہا جاتا ہے
اس کو ابراہیم قَالُوۡا کہنے لگے فَاۡتُوۡا بِہٖ پس لاؤ تم اس کو عَلٰٓی اَعۡیُنِ النَّاسِ
لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لَعَلَّھُمۡ یَشۡھَدُوۡنَ تا کہ وہ گواہی دیں اور دیکھ

لیں۔

تمام مخلوقات میں پہلا درجہ آنحضرت ﷺ کا ہے :

پچھلے رکوع کے آخر میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر تھا کہ ہم نے ان کو فرقان، ضیاء اور ذکر عطا کیا پرہیز گاروں کے لئے۔ اب ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ پروردگار فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ اور البتہ تحقیق دی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی سمجھ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے پہلے۔ کیونکہ ان سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کا دور تھا۔ سمجھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ بعض آدمیوں کا قد کاٹھ بڑا ہوتا ہے ان کی شکل وصورت، قد وقامت کو دیکھ کر آدمی بڑا مرعوب ہوتا ہے اور جب وہ بات کرتا ہے تو ایسی نکمی کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ اس نے کہا کیا ہے۔ تو عقل وسمجھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ محض قد کاٹھ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو فرمایا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو سمجھ عطا فرمائی وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ اور ہم اس کو جاننے والے تھے۔ اہل حق کا نظریہ اور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلا درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ دوسرا درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور تیسرا درجہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ کتنا بڑا مقام اور درجہ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انسان بھی ہیں، جنات بھی ہیں، فرشتے بھی ہیں، ذوالعقول اور غیر ذوالعقول بھی ہیں۔ کتنی تعداد آچکی ہے اور کتنی تعداد قیامت تک آئے گی۔ ساری مخلوق میں پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اور دوسرا درجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علاقہ عراق تھا اس وقت وہاں کلدانیوں کی حکومت تھی

کلدانی بڑا خاندان تھا نمرود ابن کنعان انہی کا فرد تھا بڑا ظالم جابر بادشاہ تھا عقیدے کے لحاظ سے بڑا مشرک تھا۔ کوثی بروزن طوبیٰ شہران کا دارالخلافہ تھا۔ آج کے جغرافیہ میں اس کا نام اُر لکھتے ہیں۔ آج کل یہ چھوٹا سا قصبہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا جیسا کہ سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۴ میں مذکور ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ''اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو'' جو لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ چچا تھا بالکل غلط ہے۔ رب تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے۔ آزر بت ساز کو کہتے ہیں۔ یہ مذہبی امور اور محکمہ اوقاف کا وزیر تھا اس کا کام تھا بت خانے بنانا اور بت بنا کر ان کی ضرورت پوری کرنا۔ رب تعالیٰ کو منظور ہوا کہ بت ساز کے گھر بت شکن پیدا کرے، والد بت بنائے اور بیٹا توڑے، ڈھائے اور گرائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ عطا فرمائی تھی۔ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ کیا ہیں یہ مورتیاں۔ تماثیل تمثال کی جمع ہے بمعنی بت، صورت اور مورت۔ یہ بت کیا ہیں الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ جن کے سامنے تم جھکے ہوئے ہو۔ کوئی ان کو سجدہ کر رہا ہے، کوئی عطر مل رہا ہے، کوئی ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہے، کوئی رکوع کر رہا ہے، کوئی طواف کر رہا ہے، کوئی چادر ڈال رہا ہے۔ یہ جو تم سارا دن ان کے سامنے کھڑے رہتے ہو یہ کیا ہیں؟ قَالُوْا انہوں نے جواب دیا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرنے والے۔ ہمارے پاس سو دلیلوں کی ایک دلیل ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد ان کی پوجا کرتے تھے ہم بھی کرتے ہیں۔ قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ البتہ تحقیق ہو تم بھی اور تمہارے آباؤ اجداد بھی تھے فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کھلی گمراہی میں۔ تم بھی

گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی گمراہ تھے جو ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ کیا لائے ہیں آپ ہمارے پاس حق کو یا آپ کھیل کرنے والوں میں سے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے دل میں اور بات ہوتی ہے محض دل لگی، مذاق اور چھیڑ خانی کے لیے اور بات کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ جو ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ کہہ رہے ہو اس کو تم حق سمجھتے ہو یا ویسے ہی ہمارے ساتھ دل لگی کر رہے ہو، مذاق کر رہے ہو۔ تو قَالَ فرمایا میں تمہارے ساتھ دل لگی نہیں کر رہا بَلْ رَّبُّکُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں کا رب ہے اور زمینوں کا رب ہے۔ میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں کہ جن کو تم الٰہ اور رب سمجھ رہے ہو یہ تمہارے رب نہیں ہیں تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں کہ رب رب ہے یہ کچھ نہیں ہیں۔ میری بات کو مذاق اور دل لگی نہ سمجھو میں تمہارے ساتھ کھری کھری بات کر رہا ہوں وَتَاللّٰهِ حرف واؤ قسم کے لیے ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہے لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ البتہ ضرور میں تدبیر کروں گا تمہارے بتوں کے بارے میں۔ میں ان کی درگت بناؤں گا مگر کب؟ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ بعد اس کے کہ تم چہرے پھیرو گے پشت دکھاتے ہوئے، جب تم چلے جاؤ گے کیونکہ میں اکیلا ہوں اور تم زیادہ ہو جب تم پشت پھیر کر چلے جاؤ گے پھر میں ان کی درگت بناؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ عید کا دن تھا جو ان کے ہاں عید ہوتی تھی۔ بت خانے کو انہوں نے خوب رنگ روغن کر کے چمکایا ہوا تھا کیونکہ عید والے دن نمرود ابن کنعان آ کر ان کی پوجا کرتا تھا۔ بت خانے میں بہتر (۷۲) بت تھے۔

لوگوں نے کسی کے سامنے سویاں لا کر رکھیں کسی کے آگے حلوا کسی کے آگے قورما کسی کے آگے روٹیاں، تا کہ ان میں برکت پڑ جائے۔ کیونکہ بتوں نے تو نہیں کھانا تھا برکت پڑ جائے گی ہمارے بچے کھائیں گے بابرکت ہو جائیں گے۔ پہلے باہر سیر کے لیے جاتے پھر بت خانے میں آتے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مجاور بھی سارے سیر کے لیے نکلے ہوئے تھے کیونکہ کوئی خطرہ تو تھا نہیں۔ کیونکہ سارے لوگ بت خانے کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں کوئی کاروائی ہو گی اور ان کی کوئی بے حرمتی کر سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام لکڑیاں کاٹنے والی چھوٹی سی کلہاڑی لے کر آئے۔ پہلے تو بتوں کیساتھ مذاق کیا سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۹۱-۹۲ میں ہے فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ''پس کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں۔'' حلوا پڑا ہوا ہے یہ تمہارے سامنے سویاں پڑی ہیں، کھیر پڑی ہے، یہ کھانے پینے کی چیزیں تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ مگر کس نے کھانا تھا؟ پھر فرمایا مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ''کیا ہے کہ تم بولتے نہیں ہو۔'' سرکار بولو تو سہی جواب تو دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑی پکڑی ان میں سے اکہتر بتوں کو توڑا اور ایک کو چھوڑ دیا جو ان کا بڑا تھا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ادب واحترام کے لحاظ سے بڑا تھا اس کا جسم اتنا بڑا تھا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جسم اور قد کے لحاظ سے چھوٹا ہوتا ہے مگر رتبے عہدے کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جسم کے لحاظ سے بڑا تھا فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا پس حضرت ابراہیم نے کر دیا ان کو ٹکڑے ٹکڑے۔ جُذٰذًا جُذا ذۃٌ کی جمع ہے بمعنی ٹکڑا۔ اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ مگر جوان کا بڑا تھا اس کو چھوڑ دیا۔ اس کو کیوں چھوڑا؟ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اِلَيْهِ کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے کہ اس کو چھوڑ دیا کہ تحقیق کے بعد

جب مجھے طلب کریں گے اور مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہوں گا اس بڑے سے پوچھ لو کہ یہ کس نے کیا ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اِلَیْہِ کی ضمیر کبیر کی طرف لوٹتی ہے۔ معنٰی ہوگا تا کہ اس بڑے کی طرف رجوع کریں کہ جب مجھ سے سوال جواب ہونگے تو میں کہوں گا یہ بڑا گرو گھنٹال ہے اس سے پوچھو یہ کس نے کیا ہے۔ یہ خودرہ گیا ہے اور باقیوں کو اڑا دیا گیا ہے۔ جس وقت مجاور اور پجاری آئے اور اپنے بتوں کی درگت بنی ہوئی دیکھی تو ان کے کلیجے جل گئے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کاروائی کس نے کی ہے۔ عقیدہ عقیدہ ہوتا ہے چاہے جھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ قَالُوْا کہنے لگے مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ کس نے کی ہے یہ کارروائی ہمارے معبودوں کے ساتھ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ البتہ بیشک وہ ظالموں میں سے ہے۔ جس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کاروائی کی ہے وہ ظالم ہے قَالُوْا کہنے لگے سَمِعْنَا فَتًى سنا ہے ہم نے ایک نوجوان يَّذْكُرُهُمْ جوان بتوں کو یاد کرتا ہے يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ کہا جاتا ہے اس کو ابراہیم۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مقام عطا فرمایا۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۳۰ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ "اور البتہ تحقیق ہم نے چنا ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہونگے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مذاہب میں مسلم شخصیت :

حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مذاہب میں مسلم شخصیت تھے۔ مسلمانوں کے تو خیر عقیدے کا حصہ ہیں۔ یہودی، عیسائی، صابی سب ان کو اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہندوستان میں جو ہما مہاراج ہیں ان کے متعلق مشہور صوفی عبدالکریم جیلی جو بڑے اکابر اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں۔ تصوف کے موضوع پر ان کی کتاب ہے "الانسان الکامل"

اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہندو جن کو برہما کہتے ہیں اس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر وہ اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا [بقرۃ:۱۲۴] ''بیشک میں بنانے والا ہوں آپ کو لوگوں کا امام، پیشوا، مقتداء۔'' تو فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں رہنے والے بھی تو لوگ ہی ہیں ان کا بھی ان کو پیشوا ہونا چاہیے۔ حضرت کی دلیل بڑی وزنی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی قدر کرنے والوں میں وہ بھی تھے بعد والوں نے ان کی تعلیمات کو بگاڑ دیا جیسا کہ عرب کے مشرکوں نے ابراہیم علیہ السلام کی توحید کو بگاڑ دیا اور وہ گھر جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا اس میں انہوں نے تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے۔

ابن عساکر بہت بڑے محدث ہوئے ہیں ان کی کتاب ہے ''ابن عساکر'' پہلے نایاب تھی اب طبع ہو چکی ہے۔ اس میں انہوں نے کچھ روایات نقل کی ہیں کہ آدم علیہ السلام بھی سب سے پہلے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ تو کہنے لگے ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔ قَالُوْا کہنے لگے فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ لاؤ تم اس کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ تاکہ وہ گواہی دیں اور دیکھ لیں کہ واقعی یہ نوجوان تھا جس نے کہا تھا تَاللّٰهِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں ضرور تمہارے بتوں کی درگت بناؤں گا۔ زندگی رہی تو باقی واقعہ کل آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞۞۞

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖۗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ﴿۷۰﴾ وَ نَجَّیْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾

قَالُوْٓا کہنے لگے لوگ ءَ اَنْتَ کیا آپ نے فَعَلْتَ هٰذَا کی ہے یہ کاروائی بِاٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں کیساتھ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیم علیہ السلام قَالَ فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا بلکہ کی ہوگی یہ کاروائی ان کے اس بڑے نے فَسْـَٔلُوْهُمْ تم ان سے سوال کرو اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ اگر یہ بولتے ہیں فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ پس لوٹے وہ اپنی جانوں کی طرف فَقَالُوْۤا پس کہنے لگے اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ بیشک تم ظالم ہو ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ پھر اندھے کیے گئے اپنے سروں کے بل لَقَدْ عَلِمْتَ البتہ تحقیق آپ جانتے ہیں مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ نہیں ہیں یہ گفتگو کرتے قَالَ فرمایا اَفَتَعْبُدُوْنَ کیا پس تم

عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا اس مخلوق کی جو نہیں نفع دے سکتی تمہیں کچھ بھی وَّ لَا يَضُرُّكُمْ اور نہ تمہیں نقصان دے سکتی ہے اُفٍّ لَّكُمْ ہلاکت ہے تمہارے لیے وَلِمَا اور ان کے لیے تَعْبُدُوْنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم عقل نہیں رکھتے قَالُوْا کہنے لگے حَرِّقُوْهُ جلاؤ اس کو وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ اگر ہو تم کرنے والے قُلْنَا ہم نے کہا يٰنَارُ كُوْنِيْ اے آگ ہو جا بَرْدًا ٹھنڈی وَّسَلٰمًا اور سلامتی والی عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام پر وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا اور انہوں نے ارادہ کیا ان کے بارے میں تدبیر کرنے کا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ پس کر دیا ہم نے ان کو بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے نجات دی ابراہیم علیہ السلام کو وَلُوْطًا اور لوط علیہ السلام کو اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ اس زمین کی طرف بٰرَكْنَا فِيْهَا جس میں ہم نے برکت رکھی لِلْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے لیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی درگت بنانا :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات سنی ہے کہ نمرود بن کنعان جو بڑا ظالم، جابر اور مشرک بادشاہ تھا۔ اس کے شاہی بت خانے میں بہتر بت رکھے ہوئے تھے جن کے متعلق ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں ضرور ان کی درگت بناؤں گا۔ عید کا دن تھا لوگوں نے بتوں کو خوشبوؤں کیساتھ خوب سجایا ہوا تھا اور کھانے پینے کی چیزیں ان کے سامنے لا کر

رکھیں تھیں۔ان کے مجاور سیر وسیاحت کے لیے گئے ہوئے تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع پا کر پہلے تو ان کے ساتھ مذاق کیا کہ یہ تمہارے سامنے کھانے رکھے ہوئے ہیں کھاتے کیوں نہیں ہو؟ باتیں کیوں نہیں کرتے ؟ کلہاڑی سے ان کو توڑ پھوڑ دیا سوائے بڑے کے اور خوب ان کی ورگت بنائی۔جب ان لوگوں نے آ کر یہ منظر دیکھا تو ان کے کلیجے پھٹ گئے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے یہ کارروائی کس نے کی ہے؟ کہنے لگے ایک نوجوان ہے جس کو ابراہیم کہتے ہیں یہ اس کی کارروائی ہے۔کہنے لگے اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ لوگ گواہی دیں کہ واقعی اس نے یہ لفظ کہے تھے لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ''میں ضرور درگت بناؤں گا تمہارے معبودوں کی۔'' چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا اور عدالت قائم ہوئی،اس کا ذکر ہے۔

قَالُوْٓا کہا ان افسروں نے جو تحقیق کے لیے مقرر تھے ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا کیا آپ نے یہ کارروائی کی ہے بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ہمارے معبودوں کیساتھ اے ابراہیم علیہ السلام کہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے قَالَ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ بلکہ یہ کاروائی کی ہوگی ان کے اس بڑے نے جو کھڑا ہوا ہے پس تم ان سے پوچھو تو سہی کہ یہ کس نے کیا ہے اگر یہ گفتگو کرتے ہیں۔ دنیا میں مشاہدے کی بات ہے کہ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں، بڑے اژدھا چھوٹے سانپوں کو کھا جاتے ہیں، بڑی حکومتیں چھوٹی حکومتوں کو کھا جاتی ہیں ان سے پوچھو شاید یہ جو بڑا کھڑا ہے اس نے یہ کاروائی کی ہو۔اگر باتیں کرتے ہیں تو ان سے پوچھو۔ تحقیق کرنے والے افسر نے فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ پس رجوع کیا اپنی جانوں کی طرف،فکر کیا،غور کیا فَقَالُوْٓا پس کہنے لگے اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ بیشک تم ظالم ہو۔جو

اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور اب عدالت کو بھی نہیں بتا سکتے کہ ہمارے ساتھ یہ کاروائی کس نے کی ہے ان کے ساتھ امیدیں رکھنا ہماری غلطی ہے۔ جمہور ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی غلطی کو مان لیا کہ جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکے وہ اوروں کو کیا بچائیں گے اور جو انکوائری اور تحقیق کے موقع پر بات نہیں کر سکتے وہ ہمارے کیا کام آئیں گے۔ اور بعض مفسرینؒ یہ تفسیر کرتے ہیں کہ یہ بات تحقیق کرنے والے افسروں نے مجاوروں کو کہی کہ بیشک تم ظالم ہو کہ اتنے ملازم ہو کر سارے باہر چلے گئے تمہاری ڈیوٹی تھی تم نے ڈیوٹی میں کوتاہی کر کے ظلم کیا ہے۔ چلو اگر جانا ہی تھا تو ایک آدھ چلا جاتا تم سارے چلے گئے لہٰذا تم مجرم ہو ثُمَّ نُكِسُوا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ پھر انہوں نے سر جھکا لیے نگاہیں نیچی کر لیں اور ابراہیم علیہ السلام کو کہنے لگے لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ گفتگو نہیں کرتے یہ بولتے نہیں ہیں قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کیا پس تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ورے ورے ان کی عبادت کرتے ہو مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ہلاکت ہے تمہارے لیے اور ان کے لیے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ تمہارے اوپر اُف ہے تمہارے اوپر تف ہے اور تمہارے معبودوں پر بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکے اور تحقیق کے موقع پر کچھ بتا نہیں سکے اور تم نے خود اقرار کیا ہے کہ یہ گفتگو نہیں کرتے یہ مفت میں تمہارے الٰہ بن گئے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم عقل نہیں رکھتے۔ اتنی بات تمہیں سمجھ نہیں آتی۔

دنیا میں ضد کا کوئی علاج نہیں :

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو کو سن کر جو مدلل تھی اور ان کی کاروائی کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ الٹا کہنے لگے کہ اس نے ہمارے کلیجے جلائے ہیں ہمارے بت توڑ کر قَالُوْا کہنے لگے حَرِّقُوْہُ جلاؤ اس کو تا کہ ہمارے دل ٹھنڈے ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ فلاں مقام پر ہم نے آگ کا بھٹا گرم کرنا ہے جس میں سب کے سامنے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا ہے۔

گالیاں دینے اور رد کرنے میں فرق ہے :

تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں بڑے عجیب قسم کے واقعات آئے ہیں کہ بوڑھی بوڑھی عورتیں جو سیدھی ہو کر چل نہیں سکتی تھیں پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا ہاتھ میں لاٹھی کبڑی ہو کر جا رہی تھیں۔ پوچھا گیا بی بی! کہاں جا رہی ہے اتنی مشقت کے ساتھ؟ تو کہتی تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جلانا ہے بھٹے کیلئے ایندھن لے کر جا رہی ہوں۔ کیونکہ ان کے عقیدے پر بڑی کاری ضرب آئی تھی اور عقیدہ عقیدہ ہی ہوتا ہے چاہے صحیح ہو یا غلط ہو۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ [انعام:۱۰۸] ”تم گالیاں نہ دو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پس وہ گالیاں دیں گے اللہ تعالیٰ کو تجاوز کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے۔“ گالیاں دینے اور رد کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ لات، منات، عزّیٰ وغیرہ خالق، مالک، رازق نہیں ہیں، عالم الغیب والشہادہ نہیں ہیں، حاضر و ناظر نہیں ہیں ان کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں، یہ حق ہے اور فریضہ

ہے۔مگر اس طرح کہنا کہ تمہارے لات کی ایسی کی تیسی منات کی ایسی کی تیسی العیاذ باللہ اگر تم اس طرح کرو گے تو وہ تمہارے سچے خدا کو گالیاں دیں گے۔تو گالی اور چیز ہے اور رد کرنا اور چیز ہے۔ہاں!اگر کوئی اپنے غلط نظریات کی تردید کو توہین سمجھے تو یہ بات الگ ہے بیشک سمجھتے رہیں باطل کی تردید کرنا ہے۔

مہاجرین حبشہ کی استقامت :

احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں ذکور ہے کہ مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں پر مظالم کی انتہاء کر دی تو چوہتر کے قریب مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی مگر مکے والوں کو پھر بھی سکون نہ آیا۔مہاجرین کے تعاقب کے لیے ایک وفد حبشہ بھیجا جس میں عمرو ابن العاص اور عبداللہ ابن ربیعہ شامل تھے۔یہ بڑے ہوشیار، چالاک اور سمجھدار آدمی تھے۔انہوں نے بادشاہ کو کہا کہ کچھ لوگ ہمارے ملک سے بھاگ کر تمہارے ملک میں آئے ہیں ان کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔بادشاہ نجاشی بڑا عقلمند تھا اس نے کہا کہ میں دوسروں کی بھی بات سنوں گا یک طرفہ کاروائی نہیں کرونگا اور یہ بہترین اصول ہے کہ دونوں طرف سے بات سنو اور پھر فیصلہ کرو۔حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے ایک علاقے کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے کہا حضرت!میں نوعمر ہوں اور تجربہ کوئی نہیں ہے بڑے مشکل مسائل اور مقدمے آئیں گے تو میں کیسے فیصلہ کروں گا؟فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میری چھاتی پر ہاتھ مارا اور فرمایا میں تجھے گر کی بات بتا دیتا ہوں۔وہ یہ کہ جب تمہارے سامنے ایک فریق اپنا موقف پیش کرے تو فیصلہ نہیں کرنا جب تک دوسرے فریق کا موقف نہ سن لینا۔فرماتے ہیں فَمَا زِلْتُ قَاضِیًا "میں جج بن گیا۔" تو نجاشی نے کہا کہ میں ان کی بھی بات سنوں گا۔کہنے لگے ان کی بات سننے کی کیا ضرورت ہے وہ ایسے

ہیں ویسے ہیں۔ ہمارے قرضی (مقروض) ہیں ہمارے غلام ہیں ہمارے ساتھ بھیج دو۔ فرمایا ایسے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صحابہ کرام ﷺ کو بھی وقت دیا گیا۔ حضرت جعفر طیار ﷺ مہاجرین کے نمائندے تھے، ان کی باتیں سنیں اور فرمایا حضرت! واقعی یہ چار پانچ پہلے ان کے غلام تھے اب نہیں ہیں اب یہ رقم دے کر آزاد ہو گئے ہیں۔ رہا مسئلہ قرضے کا تو اکثر تو ادا کر چکے ہیں اگر ایک آدھ کا ہوگا تو وہ کھاتے نہیں ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ادا کر دیں گے۔ جب مشرکوں کے وفد سے بات نہ بنی تو پینترا بدلا۔ کہنے لگے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں ان کو ابن اللہ نہیں مانتے۔ نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمہارا کیا نظریہ ہے؟ حضرت جعفر طیار ﷺ نے پچیسویں پارے کی آیات پڑھیں جن میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ [زخرف:۵۹] ''نہیں ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور بنایا ہم نے اس کو نمونہ بنی اسرائیل کے لیے۔'' جب یہ آیت کریمہ پڑھی تو عمرو بن العاص نے کہا دیکھو جی! توہین کر گیا بندہ کہا ہے۔ نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور اس کا کنارہ سامنے کر کے کہا کہ اتنی بھی توہین نہیں ہوئی واقعی عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اپنے ذہن میں کوئی توہین سمجھے تو سمجھے بلکہ حقیقت یہی ہے۔ جیسے آج کل کے جاہل کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو بندہ کہنے میں آپ ﷺ کی توہین ہوتی ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر اس میں توہین ہے تو پھر معاذ اللہ تعالیٰ ہم ہر نماز میں توہین کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ التحیات کے بغیر تو نماز پوری نہیں ہوتی اور التحیات میں ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور اگر لفظ عبد میں توہین ہوتی تو رب تعالیٰ ہمیں کبھی یہ پڑھنے کا سبق نہ دیتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بزرگوں کو حاضر و ناظر نہ

سمجھے، مختار کل نہ سمجھے، رزاق نہ سمجھے تو اہل بدعت کہتے ہیں کہ یہ بزرگوں کی توہین کرتا ہے۔ یہ ان کی سمجھ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء، فرشتوں کے اپنے اپنے درجے ہیں نہ ان میں کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ حاضر ناظر ہے، نہ مختار کل ہے، نہ کوئی عالم الغیب ہے۔ ان صفات کی ان سے نفی کرنا اور اچھے طریقے سے ان کی تردید کرنا اہل حق کا فریضہ ہے اور یہ گالی نہیں ہے۔

منجنیق تیار کرنے والے انجینئر کا نام :

چنانچہ آگ کا بہت بڑا بھٹا (الاؤ) تیار کیا گیا اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھینکنے کیلئے ھیزن نامی انجینئر نے آلہ منجنیق تیار کیا کہ اس کے ذریعے درمیان میں پھینکیں کہ ابراہیم علیہ السلام باہر نہ آجائیں اور ''دارمی شریف'' جو حدیث کی کتاب ہے اس میں ہے کہ جُرِّدَ عَنِ الثِّیَابِ ''ابراہیم علیہ السلام کے سارے کپڑے انہوں نے اتار دیئے۔'' ننگا کر کے رسیوں میں جکڑ کر منجنیق میں بٹھا کر آگ کے درمیان میں پھینک دیا۔ اس کا ذکر ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس کو جلا ڈالو وَانْصُرُوْآ اٰلِھَتَکُمْ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ اگر ہو تم کچھ کرنے والے۔ جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا فرمایا قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا کہا ہم نے اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ابراہیم علیہ السلام پر۔ حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بھٹے سے بالکل صحیح سالم باہر آ گئے تو ان کو باپ نے یہ الفاظ کہے نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ ''اے ابراہیم تیرا رب بڑا خوبصورت ہے بہت اچھا ہے۔'' مگر ایمان پھر بھی نہیں لایا۔ اپنا دھڑا نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا اور انہوں نے ارادہ کیا ان کے بارے میں تدبیر کرنے

کا۔ یعنی ان کو جلانے کی تدبیر کی فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ پس کر دیا ہم نے ان کو بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے۔ لکڑیاں جمع کرتے کرتے ہاتھ پاؤں تھکائے وہ جل کر راکھ ہو گئیں حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔

چھپکلی مارنے کا ثواب :

اس مقام پر بعض سیرت نگار اور تاریخ والے لکھتے ہیں بخاری شریف میں روایت ہے کہ گھروں میں جو چھپکلی ہوتی ہے یہ پھونک مارتی تھی کہ آگ تیز ہو۔ بھئی! تیری پھونک مارنے سے کیا ہو گا؟ پہلے آگ کے شعلے آسمان کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں مگر وہ اپنا خبث باطن ظاہر کر رہی تھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو اس کو ایک ہی ضرب سے مارے گا اس کو سو نمبر کا ثواب ملے گا اور جو دو ضربوں کیساتھ مارے گا تو پھر بھی اتنا ہی ثواب ملے گا اور جو تین ضربوں کیساتھ مارے گا تو اس کو دس نمبر کا ثواب ملے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن دنوں میں نماز نہیں پڑھتی تھیں چھڑی لے کر ان کے پیچھے لگی رہتی تھیں اور تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ کالی کات اور بعض نے بلبل کا کہا ہے کہ یہ قطرہ پانی کا لے کر بہت بلندی پر گئی اور اس بھٹے پر پانی کا قطرہ گرایا پرندوں نے مذاق کیا کہ تیرے اس چونچ والے قطرے سے بھٹا بجھ جائے گا؟ اس نے کہا کہ میں بجھا تو نہیں سکتی مگر اللہ تعالیٰ کے خلیل کی تائید میں ایک قطرہ پانی کا تو گرا سکتی ہوں۔

فرمایا وَنَجَّیْنٰهُ اور ہم نے ان کو نجات دی وَلُوْطًا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ اور لوط علیہ السلام کو بھی جو ان کے سگے بھتیجے تھے اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی جہان والوں کے لیے۔ اس زمین سے مراد شام کا علاقہ ہے۔ اس وقت اردن، لبنان، موجودہ شام اور اسرائیل یہ سارا علاقہ شام کہلاتا تھا۔ اب ان باطل

قوتوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور مسلمان سربراہوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں ایسی نفرت بھری ہے کہ وہ کافروں کیساتھ تو صلح کر سکتے ہیں مگر آپس میں مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کی طرف ہجرت کر گئے۔

❁ ❁ ❁

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ

وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ ۝ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

وَوَهَبْنَا لَهٗ اور بخشا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اِسْحٰقَ اسحاق وَ يَعْقُوْبَ اور یعقوب علیہ السلام نَافِلَةً انعام میں وَكُلًّا اور ہر ایک کو جَعَلْنَا بنایا ہم نے صٰلِحِيْنَ نیک وَجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے بنایا ان کو اَئِمَّةً پیشوا يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا راہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ اور ہم نے وحی کی ان کی طرف فِعْلَ الْخَيْرٰتِ اچھے کام کرنے کی وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ اور نماز قائم کرنے کی وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ اور تھے وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے وَلُوْطًا اور لوط علیہ السلام کو اٰتَيْنٰهُ

حُکْمًا دیا ہم نے حکم وَّعِلْمًا اور علم وَّنَجَّیْنٰهُ اور نجات دی ہم نے ان کو مِنَ الْقَرْیَةِ اس بستی سے الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ جس کے باشندے برے عمل کرتے تھے اِنَّهُمْ بیشک وہ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ بری قوم تھے فٰسِقِیْنَ نافرمان وَاَدْخَلْنٰهُ اور داخل کیا ہم نے لوط علیہ السلام کو فِیْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ بیشک وہ نیکوں میں سے تھے وَنُوْحًا اور نوح علیہ السلام کو اِذْ نَادٰی جس وقت اس نے پکارا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو فَنَجَّیْنٰهُ پس ہم نے نجات دی اس کو وَاَهْلَهٗ اور اس کے گھر والوں کو مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ بڑی پریشانی سے وَنَصَرْنٰهُ اور ہم نے مدد کی اس کی مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ اس قوم کے مقابلے میں كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اِنَّهُمْ كَانُوْا بیشک وہ تھی قَوْمَ سَوْءٍ بری قوم فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ کل آپ حضرات نے تفصیل سے سنا کہ ان ظالموں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا وہ گل وگلزار ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو باغ و بہار بنا دیا آگ نے صرف رسیاں جلائیں جن سے ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ جب آگ سے باہر تشریف لائے تو والد نے کہا نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ ''اے ابراہیم آپ کا رب بہت اچھا ہے۔'' مگر دھڑا نہیں چھوڑا، ایمان نہیں لایا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے ہمراہ یہاں سے شام ہجرت کر گئے۔

راستے میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک ظالم بادشاہ نے بی بی پر ہاتھ ڈالنا چاہا مگر رب تعالیٰ نے اس کو کامیابی نہ دی۔ آخر پیغمبر کی بیوی تھی بلکہ اس نے اپنے پاس سے ایک لونڈی حضرت ہاجرہ علیہا السلام ابراہیم علیہ السلام کو دی جن کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام عمر میں اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ علیہا السلام ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات :

تو اس مقام پر ارشاد ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً اور بخشا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب علیہما السلام پوتا انعام میں۔ عربی زبان میں نَافِلَةً کے معنی زیادتی کے بھی آتے ہیں۔ اور نفلوں کو نفل اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ فرضوں سے زائد ہوتے ہیں۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے اولاد مانگی رب تعالیٰ نے ان کو اولاد بھی دی اور ان کی زندگی میں پوتا بھی دیا اور اسحاق علیہ السلام اس بیوی سے ہوئے جسکو اولاد کی امید بھی نہیں تھی۔ سورہ ہود آیت نمبر ۷۲ میں ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خوشخبری سنائی تو حضرت سارہ علیہا السلام کہنے لگیں يٰوَيْلَتٰىٓ ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ”ہائے افسوس مجھ پر کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند بوڑھا ہے بیشک البتہ یہ تو عجیب بات ہے۔ میری عمر ننانوے سال ہے اور میرے خاوند کی عمر ایک سو بیس سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ”کیا آپ تعجب کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر۔“ تو اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھی دیا اور پوتا بھی دیا وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ اور ہر ایک کو بنایا ہم نے نیک۔ حضرت اسحاق علیہ السلام پیغمبر ہیں پیغمبر سے زیادہ کون نیک ہو سکتا ہے۔ یعقوب علیہ

السلام بھی پیغمبر ہیں پھران کے بیٹے یوسف علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً اورہم نے بنایاان کوامام اور پیشوا یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وہ راہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق اپنے حق میں نیک اور دوسرے لوگوں کی اصلاح کرتے تھے۔

دوسروں کے اصلاح کی فکر کرنا چاہیے :

دیکھو! بیشک خود نیک ہونا بڑی بات ہے لیکن حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ؓ کوخطاب کر کے فرمایا لَاَنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ بِکَ رَجُلاً وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ "یادرکھو! آپ کی وجہ سے ایک آدمی کوبھی ہدایت نصیب ہوجائے توسرخ رنگ کے اونٹوں سے آپ کے لیے بہتر ہے۔" یعنی عرب میں سرخ رنگ کے جتنے بھی قیمتی اونٹ ہیں ان سب کوتم صدقہ کردوتو اتنا ثواب نہیں ملے گا جتنا ایک شخص کے ہدایت یافتہ ہونے کا ملے گا۔ جواصل تڑپ تھی تبلیغ والی وہ ہم چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطافرمائے مولانا محمد الیاس ؒ کوانھوں نے کھوئے ہوئے سلسلے کودوبارہ زندہ کر دیا۔ الحمدللہ! اس وقت پوری دنیامیں تبلیغی ساتھی موجود ہیں ہم سب کوفکر کرنی چاہیے۔ پہلے اپنے گھر کے افراد کی اصلاح کرنے کی پھراپنے محلے اور برادری کی اور یہ نہ سمجھو کہ یہ فکر صرف مولوی نے کرنی ہے اور ہم مزے کرتے رہیں۔ سب کوفکر مند ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "تم بہترین امت ہوتمہیں لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے نیکی کاحکم کرتے ہواور برائی سے منع کرتے ہو۔" فرمایا کہ ہم نے ان کوپیشوابنایاراہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ اورہم نے وحی کی ابراہیم علیہ السلام،

اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اوپر موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر ہوا ہے، کی طرف اچھے کام کرنے کی وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ اور نماز قائم کرنے کی وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ اور زکوٰۃ ادا کرنے کی۔ یہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو خطاب کر کے ان کی امتوں کو سبق دیا ہے۔ دنیا میں نیکی کرنے اور موت و حیات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بنایا ہے تاکہ وہ تمہارا امتحان لے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [ملک:۲۹] ''رب تعالیٰ نے موت کو پیدا فرمایا اور زندگی بنائی تاکہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔'' ہر آدمی کو یہ عزم کر لینا چاہیے حتی الوسع جو نیکی میری توفیق میں ہوگی وہ نہیں چھوڑوں گا اور برائی نہیں کروں گا۔ یہ اختیاری چیز ہے۔ جتنا کسی کے اختیار میں ہے اتنا کرے۔ ایمان کے بعد تمام عبادتوں میں نماز سرفہرست ہے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا اور قرآن پاک میں آتا ہے دوزخی لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ [سورۃ المدثر] ''تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا ہے۔'' وہ کہیں گے لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔'' تو پہلا جرم یہ بتلائیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو تمام عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ بدنی، مالی، زبانی سب اس میں آجاتی ہیں اور نماز کے بغیر اسلام کا کوئی تصور نہیں ہے اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ ''نماز دین کا ستون ہے۔'' ستون کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔ صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ ہم مومن اور کافر کے درمیان فرق صرف نماز سے سمجھتے تھے۔ پڑھتا ہے تو مومن ہے نہیں پڑھتا تو کافر ہے۔

فرمایا ہم نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی اچھے کام کرنے کی، نماز

قائم کرنے کی زکوٰۃ ادا کرنے کی وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ اور تھے وہ ہماری عبادت کرنے والے۔ ہمارے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُکْمًا وَّعِلْمًا اور لوط علیہ السلام کو دیا ہم نے حکم اور علم۔ حکم سے مراد ہے کہ ہم نے ان کو نبی بنایا اور حکم دیا کہ لوگوں کی اصلاح کریں اور علم عطا فرمایا جو ان کی شان کے لائق اور مناسب تھا وَّنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ اور ہم نے ان کو نجات دی اس بستی سے الَّتِیْ کَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ جس کے باشندے برے کام کرتے تھے۔

ہم جنسی کے مرض کی ابتدا :

اس بستی کا نام سدوم تھا۔ یہ اس علاقے کی بڑی بستی تھی اور اس کی کافی آبادی تھی اس کے آس پاس چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں۔ اس بستی کے رہنے والے پہلے مجرم ہیں اس گناہ کے کہ وہ مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے تھے۔ سورہ عنکبوت آیت نمبر ۲۸ میں ہے مَا سَبَقَکُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ''نہیں سبقت کی اس بے حیائی کے ساتھ تم سے پہلے کسی ایک نے جہان والوں میں سے۔'' نہ بوڑھے کو دیکھتے تھے نہ جوان نہ بچے کو۔ کبوتر اڑاتے، ایک دوسرے پر پتھر پھینکتے، ایک دوسرے پر تھوکنا، گوز بازی یعنی ہوا خارج کرنے کا مقابلہ کرنا کہ کس کا دھما کا زیادہ ہوتا ہے۔ تَطْرِیْفُ الْاَصَابِعِ انگلیوں کے ناخنوں کو رنگنا، جیسے آج کل ناخن پالش لگاتے ہیں۔ یہ تمام جرائم ان میں تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو بڑا سمجھایا مگر وہ باز نہیں آئے۔ جب کوئی آدمی ضد پر اڑ جائے تو اس کو کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قوم پر چار قسم کا عذاب آیا۔

ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی گئی۔ سورۃ القمر میں ہے فَطَمَسْنَا اَعْیُنَهُمْ ''ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں۔'' پھر ان کے سروں پر پتھر برسائے، پھر ایسی ڈراونی آواز آئی

کہ ان کے کلیجے پھٹ گئے، پھر جبرائیل علیہ السلام نے سارے علاقے کو پر پر اٹھا کر الٹا دیا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [سورۃ ہود:۸۲] ''ہم نے کر دیا اوپر والے حصے کو نیچے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کے واقعات ہمارے سامنے اس لیے بیان فرمائے ہیں کہ جن جرائم کی وجہ سے وہ قومیں تباہ ہوئی ہیں ہم ان سے بچ جائیں۔ مگر آج حالت یہ ہے کہ جو گناہ ایک ایک قوم کرتی تھی وہ سارے اس قوم میں موجود ہیں۔ دفعتاً ہلاک نہ ہونے کی وجہ آنحضرت ﷺ کی دعا ہے ورنہ ان میں ایک ایک عیب تھا ہمارے اندر سارے عیب ہیں۔ فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ بیشک وہ بری قوم تھے نافرمان وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا اور داخل کیا ہم نے لوط علیہ السلام کو اپنی رحمت میں اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ بیشک وہ نیکوں میں سے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں بعض روایات میں تین کا بھی ذکر آتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان کا ساتھ نہیں دیا بیٹیاں مومن تھیں اور چند اور مومن تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ آپ یہاں سے چلیں جائیں ہم نے اس علاقے کو الٹ کر پھینک دینا ہے۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ اور نوح علیہ السلام کو ہم نے نجات دی جب پکارا اس نے اس سے پہلے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، لوط علیہ السلام سے پہلے ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو وعظ، تبلیغ کی۔ دن کو، رات کو، کھلے لفظوں میں، چھت پر چڑھ کر اعلان کیا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [اعراف:۵۹] ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور پوشیدہ طور پر بھی توحید کی دعوت دی یعنی ایک ایک کے کان میں کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد :

سورہ نوح میں پوری تفصیل موجود ہے۔سورہ ہود آیت نمبر۴۰ میں ہے وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ''اور نہیں ایمان لائے ان کے ساتھ مگر بہت تھوڑے۔''بعض تفسیروں میں ۸۰ کا ذکر آتا ہے بعض میں چوراسی کا،سو آدمی پورا نہیں ہوا،بیوی ایمان نہیں لائی،ایک بیٹا ایمان نہیں لایا کنعان اس کا نام تھا۔تو نوح علیہ السلام نے پکارا ستائیسواں پارہ سورۃ القمر میں ہے فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ''پس دعا کی نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے بیشک میں عاجز ہوں پس میرا بدلہ لے۔'' ساڑھے نو سو سال مقابلہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ پس ہم نے نجات دی اس کو اور اس کے اہل کو جو مومن تھے مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے۔کرب عظیم سے مراد وہ دکھ ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھتے تھے تو ان کو ہوتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی پوجا بھی ختم کی اور غیر اللہ کے پوجا کرنے والے بھی ختم کیے۔اور بعض کرب عظیم سے وہ غرقابی مراد لیتے ہیں جس میں ساری قوم غرق ہوئی۔رب تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو نجات دی۔ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا اور ہم نے مدد کی ان کی اس قوم کے مقابلے میں جنہوں نے جھٹلایا بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ بیشک وہ بری قوم تھے فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا سیلاب میں۔یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس لیے بیان کئے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نقش

قدم پر چلو اور کافر قوموں کے طریقے نہ اپناؤ۔

❁❁❁

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

وَدَاوٗدَ اور آپ یاد کریں تذکرہ داؤد علیہ السلام کا وَسُلَيْمٰنَ اور سلیمان علیہ السلام کا اِذْ يَحْكُمٰنِ جس وقت انہوں نے فیصلہ کیا فِى الْحَرْثِ کھیتی کے بارے میں اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ جس وقت رات کو جا پڑیں اس میں غَنَمُ الْقَوْمِ ایک قوم کی بھیڑ بکریاں وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ اور تھے ہم ان کے فیصلے کے گواہ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ پس ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان علیہ السلام کو وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا اور ہر ایک کو ہم نے حکم دیا وَّعِلْمًا اور علم دیا وَّسَخَّرْنَا اور ہم نے مسخر کیے مَعَ دَاوٗدَ داؤد علیہ السلام کے ساتھ الْجِبَالَ پہاڑ يُسَبِّحْنَ وہ تسبیح پڑھتے تھے وَالطَّيْرَ اور پرندے وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ اور ہم کرنے

والے تھے وَعَلَّمۡنٰهُ اور ہم نے تعلیم دی ان کو صَنۡعَةَ بنانے کی لَبُوۡسٍ زرہ لَّكُمۡ تمہارے لیے لِتُحۡصِنَكُمۡ تاکہ وہ بچائے تمہیں مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ تمہاری لڑائی میں فَهَلۡ اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ پس کیا تم شکرادا کرتے ہو وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ اور سلیمان علیہ السلام کے لیے ہم نے مسخر کیا ہوا کو عَاصِفَةً بڑی تیز چلتی تھی تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖۤ چلتی تھی ان کے حکم سے اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ اس زمین کی طرف بٰرَكۡنَا فِيۡهَا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے وَكُنَّا بِكُلِّ شَىۡءٍ عٰلِمِيۡنَ اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں وَمِنَ الشَّيٰطِيۡنِ اور جنات میں سے ہم نے تابع کیے مَنۡ وہ يَّغُوۡصُوۡنَ لَهٗ جو غوطہ لگاتے تھے ان کے لیے وَيَعۡمَلُوۡنَ عَمَلًا اور عمل کرتے تھے عمل کرنا دُوۡنَ ذٰ لِكَ اس کے علاوہ وَكُنَّا لَهُمۡ حٰفِظِيۡنَ اور تھے ہم ان کے نگران۔

شرعی طور پر وکیل کی کوئی ضرورت نہیں :

حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام خلیفۃ اللہ فی الارض کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور زبور کتاب عطا فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کا بادشاہ بنایا۔ ایک دن اپنی عدالت میں فصل خصومات یعنی مقدمات سننے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ لوگ پریشان ہو کر آئے۔ اس زمانے میں ججوں اور قاضیوں کیساتھ براہ راست گفتگو ہوسکتی تھی۔ آج وکیل کے بغیر جج کیساتھ گفتگو نہیں کر سکتے اور اسلامی قانون کے مطابق تمہیں جج کو ملنے کے لیے کسی وکیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں! اگر تم

مناسب سمجھو کہ اپنے مقدمے کی اچھی طرح پیروی نہیں کر سکتے یا جج اور قاضی کی زبان تم نہیں جانتے تو گنجائش ہے کہ اپنا وکیل مقرر کرلو ورنہ تمہیں شرعی طور پر کسی وکیل کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی درخواست دینے کے لیے کسی کورٹ فیس ٹکٹ کی ضرورت ہے۔ آج تو اپنا مقدمہ لڑنے کا حال ہی کوئی نہیں ہے۔

تو خیر کچھ لوگ اپنا مقدمہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں آئے۔ کہنے لگے حضرت! ہم نے بڑی محنت کیساتھ کھیتی کاشت کی، اس کی گوڈی (نلائی) کی، پانی لگایا اور اس کھیتی کے علاوہ عالم اسباب میں ہمارا اور کوئی گزر اوقات بھی نہیں ہے۔ اور ہمارے ہمسائیوں کی بے شمار بھیڑ بکریاں رات کو کھیتی میں جا پڑیں اور صفایا کر دیا۔ حضرت! بیشک خود تشریف لے جا کر معاینہ کرلیں یا اپنا نمائندہ بھیج کر تحقیق کرلیں ہمارا بڑا نقصان ہوا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے تحقیق کی تو واقعتاً بات ٹھیک تھی دوسرے لوگوں کی کھیتیاں بڑی اونچی اونچی تھیں اور ان کے ہاں ایک پودا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کچھ سمجھدار آدمیوں سے جو کھیتی کے فن کو جانتے تھے مشورہ کیا ان کا کتنا نقصان ہوا ہے؟ مثال کے طور پر انہوں نے بتایا کہ ان کا پانچ ہزار کا نقصان ہوا ہے۔ منشی کو فرمایا کہ لکھ لو مدعی کا پانچ ہزار کا نقصان ہوا ہے۔ بھیڑ بکریوں والوں سے پوچھا کہ تم نقد کی صورت میں ان کا یہ نقصان ادا کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو صرف یہی ریوڑ ہے۔ جب ریوڑ کی قیمت لگائی تو بھی پانچ ہزار بنتی تھی۔ فرمایا یہ بھیڑ بکریاں کھیتی والے کے حوالے کردو۔ یہ فیصلہ سنا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی مقدمہ سن رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں القاء کیا۔ کہنے لگے ابا جی! میں بھی کوئی بات کر سکتا ہوں؟ فرمایا کیوں نہیں! کہنے لگے ابھی کھیتی کی جڑیں موجود ہیں یہ ریوڑ والے کے حوالے کرو وہ اس کو پانی دے، گوڈی

کرے، اس کی حفاظت کریں اوران کا ریوڑ کھیتی والے کے حوالے کر دیں وہ ان کا دودھ نکال نکال کر پئیں۔ جب کھیتی جوان ہو جائے تو کھیتی کھیتی والوں کے حوالے کر دی جائے اور ریوڑ ریوڑ والوں کے حوالے کر دیا جائے۔ نہ ان کا نقصان ہو اور نہ ان کا نقصان ہو۔ اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَدَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اور آپ ذکر کریں داؤد علیہ السلام کا اور سلیمان علیہ السلام کا اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ جس وقت انہوں نے فیصلہ کیا کھیتی کے بارے میں اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ جس وقت رات کو جا پڑیں اس میں ایک قوم کی بھیڑ بکریاں وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ اور تھے ہم ان کے فیصلے کے گواہ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ پس ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان علیہ السلام کو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی حق تھا اور سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ بھی حق تھا۔

معصوموں کی رائے میں اختلاف ہو سکتا ہے تو اماموں کی رائے میں کیوں نہیں ہو سکتا :

اس سے معلوم ہوا کہ معصوموں کے فیصلے میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں پیغمبر ہیں اور پیغمبر معصوم ہوتا ہے۔ تو جب معصوموں کی رائے میں اختلاف ہو سکتا ہے اور دونوں کی رائے صحیح ہے ایک کی زیادہ صحیح ہے اور ایک کی اس سے ذرا کم۔ تو اماموں کی رائے میں اختلاف کیوں نہیں ہو سکتا جب کہ ہم اماموں اور مجتہدین کو معصوم بھی نہیں سمجھتے۔ بات ہے ائمہ مجتہدین کی جو واقعتاً مجتہد ہیں۔ ویسے کوئی یونہی اعتراض کرے تو اس کی بات ہم نہیں کرتے۔ لہٰذا ائمہ مجتہدین کے فیصلے اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، ثابت ہیں چاہے ایک دوسرے سے ٹکراتے کیوں نہ ہوں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مجتہد سے غلطی بھی ہو جائے تو پھر بھی رب تعالیٰ اس کو اجر دے گا اور اگر صحیح بات کو پہنچ گیا تو دوہرا اجر ملے گا۔ تو

رائے کا اختلاف ہوسکتا ہے۔

دینی مجلس کی فضیلت :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے جہاں کوئی اچھی مجلس ہوتی ہے مثلاً قرآن پاک کے درس کی مجلس ہے، حدیث شریف کے درس کی مجلس ہے، کہیں دین کی باتیں ہورہی ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہورہا ہے، غرض کہ جو بھی نیکی کی مجلس ہو وہاں پر فرشتوں نے ان لوگوں کے سروں سے لے کر آسمان تک فضا کو گھیرا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کو جا کر سناتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں کَیۡفَ تَـرَکۡتُـمۡ عِبَـادِی ''میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے۔'' کہتے ہیں اے پروردگار! آپ کی رضا کے لیے اکٹھے ہوئے تھے آپ کے دین کی باتیں اور احکام سنتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فرشتو! گواہ ہو جاؤ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔ ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے اے پروردگار! ایک آدمی بخشنے کے قابل نہیں ہے وہ مجلس میں شریک نہیں تھا اس کو مجلس والوں میں سے کسی کے ساتھ کام تھا مثلاً چابی لینے آیا تھا یا کوئی پیغام دینے آیا تھا یا کسی سے کچھ پوچھنے کے لیے آیا تھا۔ اس فرشتے کی رائے تھی کہ اس کی بخشش نہیں ہونی چاہیے۔ باقی فرشتوں کی رائے تھی کہ سب کی بخشش ہونی چاہیے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس مجلس کی برکت سے سب کو بخش دیا۔ تو فرشتوں کی رائے میں اختلاف موجود ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ پہلی امتوں میں سے ایک آدمی نے ننانوے قتل کیے پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے بڑے گناہ کیے ہیں بڑا مجرم ہوں کسی عالم سے مسئلہ پوچھوں کہ میرے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس کو بتلایا گیا کہ فلاں گاؤں

میں ایک بہت بڑے عالم ہیں ان سے جا کر مسئلہ پوچھو۔ان کے پاس گیا اور کہنے لگا میں ننانوے آدمیوں کا قاتل ہوں ھل لی توبۃ ''کیا میرے لیے کوئی توبہ ہے؟'' اس نے کہا کہ ننانوے آدمیوں کا تو قاتل ہے تیرے لئے توبہ کہاں سے ہوگی؟ وہ جذباتی آدمی تھا اس نے اس عالم پادری کو بھی قتل کر دیا اب سو پورے ہوگئے۔پھر پوچھا کہ اس علاقے میں کوئی عالم ہے جو میرا مسئلہ حل کر دے؟ لوگوں نے بتلایا کہ فلاں علاقے میں ایک بڑے پادری ہیں۔ادھر جاتے ہوئے راستے میں فوت ہوگیا اور اس نے مرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اس بستی کی طرف گھسیٹا۔ بخاری شریف میں روایت ہے عذاب والے فرشتے آ گئے کہ یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے ہم نے اس کو دوزخ میں لے جانا ہے۔اور رحمت والے فرشتے بھی آ گئے کہ یہ توبہ کی نیت سے جا رہا تھا ہم نے اس کو جنت میں لے جانا ہے۔اب فرشتوں میں اختلاف ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم پیمائش کر لو کہ توبہ کے لیے جس گاؤں کی طرف جا رہا تھا اگر وہ قریب ہے تو رحمت والے فرشتے لے جائیں اور اگر جدھر سے آیا ہے وہ سفر کم ہے تو عذاب والے فرشتے لے جائیں۔ پیمائش ہوئی تو جدھر جا رہا تھا اس طرف کی مسافت ایک بالشت کم نکلی۔فرمایا رحمت کے فرشتے لے جائیں۔دیکھو! اختلاف تو معصوم فرشتوں کی رائے میں بھی ہوگیا البتہ اس میں ایک بڑا اشکال ہے اور محدثین بڑے پریشان ہیں کہ سو آدمیوں کا قاتل کیسے جنت میں چلا گیا؟ قتل تو ایک بھی بڑا گناہ ہے۔ شارح حدیث، محدثین، فقہاء اس سلسلے میں بڑے پریشان ہیں۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے جو آخری بات فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اصحاب حقوق کے حقوق پورے کر دے گا ان کو راضی کر دے گا۔ کیونکہ حقوق العباد ضروری ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ راضی ہو تو پھر سب راضی ہیں وہ خود انتظام کرے گا۔

تو فرمایا ہم نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا وَ کُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا اور ہر ایک کو ہم نے حکم دیا اور علم دیا۔ داؤد علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں اور سلیمان علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا اور جو ان کی شان کے لائق علم تھا عطا فرمایا۔ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ اور ہم نے مسخر کیے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ، تابع کیے۔ کیسے تابع کیے یُسَبِّحْنَ وہ تسبیح پڑھتے تھے۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کہتے سبحان اللہ! تو ساتھ پہاڑ بھی کہتے سبحان اللہ! وہ کہتے الحمد للہ! ساتھ پہاڑ بھی کہتے الحمد للہ!

منکرین معجزات کی خرافات :

وہ لوگ جو معجزات اور کرامات کے منکر ہیں ان کی خرافات بھی سن لو۔ وہ کہتے ہیں کہ بات یہ تھی کہ جب داؤد علیہ السلام پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر کہتے تھے سبحان اللہ! تو پہاڑوں سے جو واپسی آواز آتی ہے جس کو صدائے بازگشت کہتے ہیں یہ پہاڑوں کی تسبیح تھی۔ بھئی! اگر یہ معنیٰ ہو تو پھر سَخَّرْنَا کا کیا معنیٰ ہے کہ ہم نے مسخر کیے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ؟ اگر ان کی بات مان لی جائے تو پھر تو میرے جیسا گنہگار، بلغم کا مارا ہوا بھی پہاڑ کے دامن میں جا کر کہے سبحان اللہ! تو واپسی کی آواز آئے گی۔ پھر داؤد علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہوئی؟ میری بات کچھ سمجھ آ رہی ہے نا؟ لہٰذا حقیقتاً پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے وَالطَّیْرَ اور پرندے بھی ہم نے مسخر کیے۔ پرندے بھی داؤد علیہ السلام کے ساتھ سبحان اللہ! الحمد للہ! پڑھتے تھے جو ان کے آس پاس ہوتے تھے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے انکار نہ کرنا، شک نہ کرنا کیوں؟ وَکُنَّا فٰعِلِیْنَ اور ہم کرنے والے تھے۔ اگر آواز ہی واپس آنی تھی تو رب تعالیٰ کو یہ الفاظ فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ اور ہم نے ان کو تعلیم دی زرہ بنانے کی تمہارے لیے۔ لَبُوْسٍ زرہ کو کہتے ہیں۔لڑائی کے وقت لوہے کا جو کوٹ پہنتے ہیں جس پر تیر تلوار اثر نہیں کرتی اور سر پر جو ٹوپی پہنتے ہیں لوہے کی اس کو خود کہتے ہیں لِتُحْصِنَكُمْ تا کہ وہ زرہ تمہیں بچائے مِّنْ بَاْسِكُمْ تمہاری لڑائی میں۔میدان جنگ میں زرہ پہن لو دشمن کا تیر، تلوار، نیزہ تمہارے بدن پر اثر نہیں کرے گا فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ پس کیا تم شکر ادا کرتے ہو اپنے رب کی نعمتوں کا۔حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے دیکھو! انسان کی نبض چلتی ہے اور اس سے دل حرکت کرتا ہے اور حیات باقی رہتی ہے۔تو انسان اس نبض کے حرکت کرنے کا شکر ادا نہیں کرسکتا، سانس کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔باقی رب تعالیٰ کی نعمتوں کا تو شمار ہی نہیں ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [ابراہیم:۳۴] ''اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو شمار نہیں کرسکتے۔فرمایا وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ اور ہم نے مسخر کیا سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو عَاصِفَةً بڑی تیز چلتی تھی تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ چلتی تھی ان کے حکم کے ساتھ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔اب جو زائغین اور کج رو ہیں انہوں نے یہاں بھی تاویل کی ہے۔کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کی بڑی بڑی کشتیاں تھیں تیز ہوا ان کو دھکیلتی ہوئی چلتی تھی۔سوال یہ ہے کہ وہ ہوا آج بھی چلتی ہے پہلے بھی چلتی تھی پھر سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کے مسخر کرنے کا کیا معنٰی ہے؟ ان تاویلوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے حق یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک بڑا تخت تھا اس میں سیٹیں تھیں جیسے جہاز میں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا آتی تھی تخت کو اٹھا کر بلندیوں پر چلتی تھی اور جہاں حکم ہوتا تھا وہاں رکھ دیتی تھی۔یہاں عَاصِفَةً کا لفظ ہے تیزی کے ساتھ۔اور تیئیسویں پارہ میں سورہ ص

میں رُخَـآءً کالفظ ہے آہستہ چلتی تھی۔اس کی تطبیق یوں دیتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو جلدی ہوتی تھی تو تیز چلتی تھی اور اگر جلدی نہیں ہوتی تھی تو آہستہ چلتی تھی۔ جیسے ریل گاڑیاں،بسیں وغیرہ ہیں ڈرائیور تیز چلائیں تو تیز چلتی ہیں آہستہ چلائیں تو آہستہ چلتی ہیں ۔صبح سے لے کر دوپہر تک ایک مہینے کا سفر ہوتا تھااور دوپہر سے لے کر شام تک ایک مہینے کا سفر ہوتا تھا۔سورہ سبا آیت نمبر ۱۲ میں ہے غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَاشَهْرٌ ''اس کا پہلا پہر ایک ماہ کی مسافت طے کرتا تھااور پچھلا پہر بھی ایک ماہ کی۔''یعنی لوگ طبعی طور پر ایک ماہ میں جتنا سفر کرتے ہیں مثلاً اُستُخر ایک مقام ہے ایران میں وہاں سے کابل کا ایک مہینے کا سفر ہے۔تو ایک مہینے کا سفر صبح سے دوپہر تک ہوتا ہے۔رب تعالیٰ نے ہوا کو ان کے تابع کیا تھا وہ ان کے حکم کے ساتھ چلتی تھی کسی شک،شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔برکت والی زمین سے مراد شام کا علاقہ ہے آج کا شام،اردن،لبنان،فلسطین اور جو علاقہ اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا شام بھی کہلاتا تھااور کنعان بھی کہلاتا تھا اب ان مغربی باطل قوتوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے کہ یہ آپس میں سر جوڑ کر بیٹھنے کیلئے بھی تیار نہیں ہیں۔

دشمنانِ دین کی سازش :

یہ ایسی خبیث قومیں ہیں کہ حضرت مدنیؒ فرماتے تھے کہ اگر فضا میں دو پرندے لڑتے ہوں تو ہمیں خدشہ ہوتا ہے کہ اس میں بھی برطانیہ کا ہاتھ ہوگا اور اگر سمندر میں دو مچھلیاں لڑتی ہوں تو ہم کہتے ہیں کہ اس میں بھی اس شیطان کا ہاتھ ہوگا۔وہ اسلام اور مسلمان کے نام سے جلتے ہیں لیکن مسلمانوں کیساتھ ان کے مفاد بھی ہیں۔تیل مسلمانوں کے پاس ہے،سونا ان کے پاس ہے دنیا کا نصف سے زیادہ حصہ مسلمانوں کے پاس ہے جس میں ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمان ابھی تک سنبھلے نہیں ہیں غفلت

کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ چین پاکستان سے دو سال بعد آزاد ہوا ہے اس نے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم بنالیے ہیں ہم ٹینکوں میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے ابھی تک کوئی جہاز نہیں بنا سکے ہم آپس میں لڑتے ہیں کوٹھیاں بناتے ہیں وغیرہ۔ پبلک کے لیے کچھ نہیں کرتے اپنے پیٹ کیلئے کرتے ہیں۔ اپنی برادری، عزیز رشتہ داروں کو خوب نوازتے ہیں ملک وقوم کے لیے کچھ نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ اور جنات میں سے ہم نے تابع کیے سلیمان علیہ السلام کے، جنات پر ان کی حکمرانی تھی مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ جو غوطہ لگاتے تھے ان کے لیے سمندروں میں، دریاؤں میں ہیرے اور موتی نکالتے تھے وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ اور عمل کرتے تھے عمل اس کے علاوہ۔ عمارتیں بناتے تھے، مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں جنات کا کافی حصہ ہے، قلعے بناتے تھے وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ اور تھے ہم ان کے نگران۔ ہمیں سمجھتے ہو کہ نہیں؟ یہ نہ سمجھنا کہ جنات انسان کے تابع ہو گئے ہم حفاظت کرنے والے تھے۔ انکار کی کوئی بات نہیں ہے۔

❁❁❁

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ
مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا
مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً
مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ
وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ
اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ
اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ
سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ
مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾

وَاَيُّوْبَ اورذکر کریں ایوب علیہ السلام کا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ بیشک مجھے پہنچی ہے تکلیف وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کی اس کی دعا فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ پس ہم نے دور کی جو اس کی تکلیف تھی وَّاٰتَیْنٰهُ اور ہم نے دیئے ان کو اَهْلَهٗ ان کے گھر کے افراد وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ اور ان جیسے اور بھی ان کے ساتھ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا رحمت کرتے ہوئے اپنی طرف سے وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ اور نصیحت ہے عبادت کرنے والوں کے لیے وَاِسْمٰعِیْلَ اور ذکر کریں اسماعیل علیہ السلام کا

وَاِدْرِیْسَ اور ادریس علیہ السلام کا وَذَاالْکِفْلِ اور ذوالکفل علیہ السلام کا کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ سب کے سب صبر کرنے والوں میں سے تھے وَاَدْخَلْنٰھُمْ اور داخل کیا ہم نے ان کو فِیْ رَحْمَتِنَا اپنی رحمت میں اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ بیشک وہ نیکوں میں سے تھے وَذَاالنُّوْنِ اور مچھلی والے کا بھی ذکر کرو اِذْ ذَّھَبَ جس وقت وہ گیا مُغَاضِبًا ناراض ہوکر فَظَنَّ پس اس نے خیال کیا اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ یہ کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ پس پکارا اس نے اندھیروں میں اَنْ لَّآ اِلٰـہَ یہ کہ نہیں ہے کوئی حاجت روا اور مشکل کشا اِلَّآ اَنْتَ مگر آپ ہی سُبْحٰنَکَ آپ کی ذات پاک ہے اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بیشک میں تھا ظالموں میں سے فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ اور ہم نے نجات دی اس کو پریشانی سے وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں مومنوں کو۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد اور مال کا ذکر :

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں کا ذکر اور حال چلا آ رہا ہے۔ پہلے نوح علیہ السلام کا پھر داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا۔ اب ایوب علیہ السلام کا ذکر ہے ان کا علاقہ ایشیائے کوچک ہے جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے ان کے والد محترم کا نام عیش تھا۔ ایوب بن عیش علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و رسالت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا، مال و دولت سے بھی نوازا۔ ''ایوب'' مستقل کتاب ہے بائبل میں۔ اس میں تصریح ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سات لڑکے اور تین لڑکیاں عطا فرمائیں۔ سب

کے سب جوان ہوئے اور ان کی شادیاں کردیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ کا نام تھا رحمت بنت فراثیم رحمہا اللہ تعالیٰ۔ تین ہزار اونٹ، سات ہزار بھیڑ بکریاں، پانچ سو جوڑی بیلوں کی ان کے پاس تھی بڑا عجیب قسم کا منظر تھا لنگر ہر وقت جاری رہتا تھا، مہمانوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان کے سامنے دین کا صحیح نقشہ پیش فرماتے کہ توحید کو قبول کرو رسالت اور قیامت کو تسلیم کرو۔ وہ کھانا کھاتے، تقریر سنتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ابتلا :

تفسیروں میں بہت ساری باتیں لکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ ایوب علیہ السلام کے ذہن میں خیال آیا کہ اس علاقہ میں مجھ سے بڑا مالدار کوئی نہیں ہے یعنی اپنے مال پر تھوڑا سا ناز کیا یہ رب تعالیٰ کو پسند نہ آیا رب تعالیٰ نے امتحان میں مبتلا کر دیا۔ اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ کسی جگہ جا رہے تھے راستے میں ایک مظلوم نے اپنی مظلومیت بیان کی اور مدد مانگی ان کو جلدی تھی چلے گئے اور اس کی مدد نہ کی اور تیسری وجہ یہ لکھی ہے کہ ایک دن ایوب علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو فرمایا کہ بکری ذبح کر کے بھونو۔ خود بھی کھاؤ اور مجھے بھی کھلاؤ۔ پہلے پڑوسیوں کو دینے کی عادت تھی اس دن بھول گئے اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا۔ کوئی بھی وجہ ہو یہ بات حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انانیت پسند نہیں ہے، فخر و ناز پسند نہیں ہے، تواضع اور عاجزی پسند ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک لڑکے نے سب بہن بھائیوں کی دعوت کی والدین سمیت۔ والدہ رحمت بی بی رحمہا اللہ اور والد ایوب علیہ السلام نے کہا کہ سارے مکان کو بند کر کے جانا مشکل ہے۔ بہت بڑا مکان تھا کوئی کتا بلا اندر نہ آ جائے تم سارے جا کر کھا کر فارغ ہو کر آ جاؤ پھر ہم جا کر کھالیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رب تعالیٰ کی قدرت کھانا کھا رہے تھے کہ مکان گرا سب نیچے آ کر دب کے مر گئے۔ بیٹے

بیٹیاں، داماد، بہوئیں، بڑے چھوٹے کوئی ایک بھی نہ بچا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا۔ دیکھو! آج گھر میں ایک فرد فوت ہو جائے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے؟ آخر وہ بھی انسان تھے ان کے کفن دفن کا انتظام کیا صدمے کا کوئی حساب نہیں تھا۔ ملازموں سے کہا یہ مال ڈنگر تمہارا ہے اب مجھے ان کا کیا کرنا ہے۔ ملازموں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی غلط فائدہ اٹھایا کچھ ملازم لے گئے کچھ دوسرے لوگ لے گئے حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا کہ بی بی! گھروں میں جا کر کام کرتی اور روٹی وغیرہ لے کر آتی۔ جہاں ہر وقت دیگیں پکتی ہوں وہاں یہ حال ہو جائے کہ کسی کے گھر جھاڑو پھیر کر روٹی لائے بہت بڑا امتحان ہے۔ یہ حالت کتنا عرصہ رہی؟ تین سال، سات سال، تیرہ سال اور اٹھارہ سال بھی لکھے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ بڑے بلند پائے کے محدث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے تیرہ سال والی روایت قوی ہے۔ آج تو بندہ ایک دن کی تکلیف گوارا نہیں کر سکتا۔ تین، سات سال بھی کیا کم ہیں؟ پہلے جو لوگ آتے جاتے، کھاتے اور مونچھیں تر کر کے جاتے تھے اب وہ قریب بھی نہیں لگتے۔ یہ دنیا کا وطیرہ ہے جب رب تعالیٰ کسی کو مال و دولت دے تو سارے رشتہ دار بن جاتے ہیں کہ میرا یہ رشتہ ہے میرا یہ رشتہ ہے۔ غریب کے قریب کوئی نہیں آتا۔ یہاں بعض تفسیروں میں کہاوتیں لکھی ہیں جو صحیح نہیں ہیں کہ ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے، یہ تھا اور وہ تھا یہ نری خرافات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو ایسی بیماری سے محفوظ رکھتا ہے جو لوگوں کی نفرت کا سبب ہو۔ کوئی پیغمبر گنجا نہیں تھا، کانا نہیں تھا، کوئی کوڑھ والا نہیں تھا۔ البتہ جسم کے اندر درد، پیٹ درد، بخار، صدمہ وغیرہ یہ چیزیں نبوت کے خلاف نہیں ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی باوفا بیوی کا ذکر :

بہر حال بی بی! بڑی وفادار تھی ۔محنت مشقت کر کے لاتی خود بھی کھاتی ان کو بھی کھلاتی اس نے ساتھ نہیں چھوڑا۔ایک دن ایسا ہوا کہ واپس گھر آ رہی تھی ایک جگہ مجمع لگا ہوا تھا اس میں ایک حکیم کھڑا تھا لوگوں کو گولیاں اور پڑیاں دے رہا تھا یہ بھی جا کر کھڑی ہو گئیں اور کہا کہ میرا خاوند بیمار ہے اور میرے پاس پیسہ دھیلا بھی کوئی نہیں ہے۔اس نے کہا تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا رحمت بی بی بنت فراثیم ۔خاوند کا کیا نام ہے؟ ایوب بن عیش علیہ السلام ۔کہنے لگا بی بی! میں نے کوئی پیسہ نہیں لینا یہ دوائی مفت لے جاؤ مگر اتنی بات کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دیدی، حکیم نے شفا دے دی۔ وہ بناوٹی حکیم ابلیس لعین تھا۔ بی بی پڑیاں لے کر گھر گئی اور کہا کہ حکیم نے دوائی مفت میں دی ہے اور کہا ہے کہ بس اتنا کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دی ہے۔ یہ شرکیہ جملہ تھا اگرچہ اس کی تاویل ہو سکتی تھی کہ حکیم شفا کا سبب بنا ہے شفا تو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

دوا اِس سے شفا اُس سے نہ دوسرا شافی پایا
حکیموں کے بھی نسخوں پر ھوالشافی لکھا پایا

پہلے جو حکیم تھے نسخہ لکھتے تھے تو کنارے پر ھوالشافی لکھتے تھے۔اب تو اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے بھی کم ہو گئے ہیں۔ بہر حال حضرت ایوب علیہ السلام کو اس جملے پر غصہ آیا کہ کہہ دینا حکیم نے شفا دی ہے۔فرمایا میں تجھے سو لاٹھیاں ماروں گا ابلیس کو اتنی جرأت ہو گئی ہے کہ وہ میرے ایمان پر ڈاکا ڈالتا ہے۔ یہ لاٹھیوں کا ذکر سورۃ ص میں ہے۔ایک دن رب تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا حضرت ایوب علیہ السلام کو فرمایا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ اپنے پاؤں کو زمین پر مارو هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ [ص:۴۲] ''یہ ایک چشمہ ہے نہانے کے

لیے ٹھنڈا اور پینے کے لیے۔" حضرت ایوب علیہ السلام جوان کی طرح ہو گئے۔ حضرت رحمت بی بی! رحمہا اللہ تعالیٰ لوگوں کے گھروں میں کام کر کے واپس آئی تو پہچان نہ سکی۔ کہنے لگی یہاں میرے بیمار کمزور خاوند تھے۔ فرمایا میں ہی ہوں۔ بیوی نے کہا میرے ساتھ مسخرہ نہ کرو میں پیغمبر کی بیوی ہوں۔ فرمایا میں ہی ایوب پیغمبر ہوں اللہ تعالیٰ نے تندرستی دی ہے۔ پھر آگے دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی اولاد کو زندہ کیا اور اتنے بچے اور دیئے اور یہ خدا کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت دی پہلے سات بیٹے تھے اب چودہ بیٹے عطا فرمائے۔ تین بیٹیاں تھیں اب چھ دیدیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام غسل کر رہے تھے تو اوپر سے سونے کی ٹیڈیاں گر رہی تھیں، ڈھیر لگ گیا۔ ایوب علیہ السلام نے جلدی جلدی کپڑے سے لپیٹنا شروع کیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اُغْنِیْکَ "اے ایوب میں نے تجھے غنی نہیں کیا مال کے ساتھ۔" کہنے لگے اے پروردگار! جب آپ دینے والے ہیں تو پھر میں کیوں نہ لوں؟ یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ اور ذکر کریں ایوب علیہ السلام کا جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ بیشک مجھے پہنچی ہے تکلیف وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا فَکَشَفْنَا مَابِهٖ مِنْ ضُرٍّ پس ہم نے دور کر دیا اس کو جو ان کو تکلیف تھی وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ اور ہم نے دیئے ان کو ان کے گھر کے افراد وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ اور ان جیسے اور بھی ان کے ساتھ۔ سات بیٹے پہلے تھے اب چودہ ہو گئے پہلے تین بیٹیاں

تھیں اب چھ ہوگئیں رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا رحمت کرتے ہوئے اپنی طرف سے وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ اور نصیحت ہے عبادت کرنے والوں کے لیے کہ جو رب کے پجاری ہیں رب تعالیٰ ان کو محروم نہیں کرتے۔ وَاِسْمٰعِيْلَ اور ذکر کریں اسماعیل علیہ السلام کا جو فرزند تھے ابراہیم علیہ السلام کے وَاِدْرِيْسَ اور ادریس علیہ السلام کا جو نوح علیہ السلام کے پردادا تھے وَذَا الْكِفْلِ اور ذا الکفل علیہ السلام کا ذکر کریں جن کا نام بشر تھا اور وہ ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمائی اور ان کو ذوالکفل اس لیے کہتے ہیں کہ ستر (۷۰) پیغمبر اپنے اپنے علاقے سے ہجرت کر کے ان کے پاس رہتے تھے جن کو ان کی ظالم قوموں نے نہیں چھوڑا تھا۔ انہوں نے ان کی کفالت کی تھی اس لیے ان کو ذوالکفل کہا جاتا ہے۔ نام بشر ابن ایوب بن عیش تھا۔ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ یہ سب کے سب صبر کرنے والے تھے وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا اور ہم نے ان کو داخل کیا اپنی رحمت میں اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ بیشک وہ نیکوں میں سے تھے وَذَا النُّوْنِ اور مچھلی والے کا بھی ذکر کرو، یونس بن متّٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ :

ملک عراق کے صوبہ موصل میں نینوا شہر تھا ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب آبادی تھی حضرت یونس علیہ السلام کو ان کی نصیحت کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے شادی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو دو لڑکے عطا فرمائے۔ ایک کی عمر آٹھ سال ہوگئی اور دوسرے کی گیارہ سال کے قریب۔ اتنی بڑی آبادی میں سے ایک آدمی نے بھی کلمہ نہ پڑھا، ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو میں تم پر عذاب نازل کروں گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ایک دن وعظ کرتے ہوئے فرمایا اگر تم حق کو

قبول نہیں کروں گے تو عذاب آئے گا۔کسی نے پوچھا کتنے دنوں میں آئے گا۔آگے مختلف روایتیں ہیں تین دنوں میں، چالیس دنوں میں، یہ دنوں کی تعیین رب تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی انہوں نے اپنے اجتہاد کے ساتھ کی۔جس وقت دن قریب آنے لگے بیوی بچے لیے اور چل پڑے کہ ان لوگوں پر تو عذاب آنا ہی ہے ہم یہاں کیوں رہیں۔اور یہ تفسیر بھی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے نقل کی گئی ہے کہ خیال ہوا کہ میری زبان سے تین کا لفظ یا چالیس دنوں کا لفظ نکلا ہے رب تعالیٰ تو میری زبان کا پابند نہیں ہے خدانخواستہ اگر عذاب نہ آیا تو قوم مجھے شرمندہ کرے گی میں چلا ہی جاؤں تو بہتر ہے۔چلتے ہوئے راستے میں ایک قافلہ نظر آیا قافلے والوں نے کہا کہ یہ بی بی کون ہے کہاں لے جا رہے ہو؟ فرمایا یہ میری بیوی ہے یہ میرے بچے ہیں وہ زیادہ تھے ان سے بیوی چھین لی۔آگے ایک نہر آئی ایک بچے کو نہر کے کنارے بٹھایا دوسرے کو کندھے پر بٹھایا کہ اس کو عبور کرا کے دوسرے کو لے جاؤں گا۔نہر تیز چل رہی تھی درمیان میں پہنچے تو اُس بچے کو بھیڑیے نے اٹھالیا جس کو کنارے بٹھا کر گئے تھے گھبرائے تو دوسرا بھی گر گیا۔ایک کو بھیڑیا لے گیا دوسرے کو نہر لے گئی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔آگے دریائے دجلہ یا فرات تھا۔علامہ آلوسیؒ فرات کا نام لیتے ہیں کشتی لوگوں سے بھری ہوئی تھی یہ بھی ساتھ سوار ہو گئے لوگوں کے ساتھ جا رہے ہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا کرنا ہے۔کشتی تھوڑی سی چلی اور رک گئی۔ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام آقا سے بھاگ کر آتا ہے تو کشتی نہیں چلتی۔قرعہ اندازی ہوئی تو ان کا نام آیا ان کو دریا میں گرا دیا گیا اور مچھلی نے نگل لیا۔کتنا عرصہ مچھلی کے پیٹ میں رہے؟ تین دن، دس دن، چالیس دن بھی لکھے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے فرمایا یہ تمہاری خوراک نہیں ہے بلکہ تمہارا پیٹ ان کے لیے جیل ہے۔

تو فرمایا آپ ذکر کریں مچھلی والے کا اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا جس وقت وہ گیا ناراض ہوکر فَظَنَّ پس اس نے خیال کیا اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ یہ کہ ہم اس پر تنگی اور سختی نہیں کریں گے فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ پس پکارا اس نے اندھیروں میں۔ مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دریا کی گہرائی کا اندھیرا۔ بعض فرماتے ہیں کہ تیسرا اندھیرا بادل کا تھا اور بعض فرماتے ہیں تیسرا اندھیرا رات کا تھا۔ تو ان اندھیروں میں پکارا اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ یہ کہ نہیں ہے کوئی حاجت روا اور مشکل کشا، فریادرس، دستگیر مگر آپ ہی ہیں۔ اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے بیشک میں ہی تھا ظالموں میں سے کہ مجھ سے خطا ہوئی ہے کہ میں اپنی رائے سے دن متعین کر کے چل پڑا آپ کی اجازت کے بغیر یہ میری غلطی تھی۔ سورہ صفّت آیت نمبر ۱۴۴ فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ''پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ تسبیح پڑھنے والوں میں سے ہوتے تو البتہ وہ ٹھہرتے مچھلی کے پیٹ میں لوگوں کو دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک۔'' اس دعا کے بعد مچھلی نے ان کو کنارے پر ڈال دیا۔ ہل جل نہیں سکتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کدو کی بیل کو درخت بنا دیا وہ ان پر چھا گیا سایہ کیا تا کہ دھوپ نہ لگے اور رب تعالیٰ کی قدرت کہ ایک ہرنی آتی ان کو دودھ پلا جاتی تھی جسم میں قوت وطاقت آئی چل پڑے دیکھا تو ایک قافلہ آرہا ہے ان کے پاس ان کا لڑکا تھا۔ فرمایا یہ لڑکا میرا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم بھی اس کے وارث کی تلاش میں تھے ہم نے اس کو بھیڑیئے سے چھینا ہے۔ فرمایا میرا ایک اور بچہ نہر میں بہہ گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ فلاں جگہ ایک ڈیرا ہے ان کے پاس اسی لڑکے کی شکل کا ایک لڑکا ہے۔ انہوں نے ہمیں کہا تھا کہ اگر کوئی اس کا وارث مل جائے تو ہمارے پاس بھیج دینا۔ وہاں گئے تو دوسرا بچہ بھی مل گیا دونوں بچے مل گئے بڑے

خوش ہوئے۔ وہ قافلے والے جنہوں نے بیوی چھینی تھی وہ فرشتے تھے رب تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا انہوں نے کہا کہ لو یہ تمہاری بیوی ہے اپنی امانت لے لو ہم فرشتے ہیں ہمیں رب تعالیٰ کا حکم تھا۔ اِدھر یہ کاروائی ہوئی اُدھر قوم من حیث القوم سب نے توبہ کی، استغفار کیا، مسلمان ہو گئے۔ اس شہر میں ایک آدمی بھی بغیر کلمے کے نہ رہا۔ اس کے بعد دنیا کی تاریخ میں تین قومیں من حیث القوم مسلمان ہوئی ہیں۔ پہلے عربی، دوسرے ترکی اور تیسرے افغانی۔ عربی جب مسلمان ہوئے تو کوئی عربی غیر مسلم نہ رہا۔ ترکی جب عثمان اول کے زمانے میں مسلمان ہوئے تو ان میں کوئی غیر مسلم نہ رہا۔ افغانی جب مسلمان ہوئے تو ان میں بھی کوئی غیر مسلم نہ رہا۔ اب روس، امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، ان باطل اور خبیث قوموں نے مسلمانوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔

تو یونس علیہ السلام کی ساری قوم مسلمان ہو گئی اور ان کی تلاش میں نکلے کہ وہ اللہ کا بندہ ہمیں ملے تو ہم اس سے معافی مانگیں، اس کے پاؤں پکڑیں، پاؤں دھوئیں۔ ادھر سے یہ بھی جا پہنچے قوم نے استقبال کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہمارے سروں پر آ گیا تھا ہم نے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ پس ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو اور ہم نے نجات دی اس کو پریشانی سے وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں مومنوں کو۔

پریشان حال آدمی کے لیے دعا :

ایک بات سمجھ لیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ دَعْوَةُ ذُو النُّوْنِ ''جو آدمی پریشان ہو وہ، وہ دعا کرے جو مچھلی والے پیغمبر نے کی تھی۔'' لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اخلاص اور توجہ کے ساتھ ایک

دفعہ بھی ذکر کرو تو کافی ہے۔ کسی موقع پر کسی بزرگ نے سوالاکھ مرتبہ اس کا ورد کیا اب لوگوں نے اس کو پلے باندھ لیا ہے۔ قطعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے ویسے ہی لوگوں کو مجبور کرتے ہیں۔ عورتوں بچوں کو اکٹھا کرتے ہیں وہ ایک گٹھلی کی جگہ چار گراتے ہیں اور سارا دھیان رس گلوں کی طرف ہوتا ہے۔ اس دعا کا کیا اثر ہوگا؟ اخلاص کے ساتھ ایک دفعہ پڑھو اثر ہوگا اخلاص کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا اخلاص دعا کا جز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ الدُّعَآءَ مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ ''اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتے۔'' اللہ تعالیٰ سے مانگو ایمان کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ اور پورے یقین کے ساتھ تو قبول ہوگی۔ خواہ مخواہ قیدیں لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بچیوں بچوں کو تلاش کرو، یہ سب خرافات ہے۔

۞ ۞ ۞

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖؗ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

وَزَكَرِیَّآ اورزکریا علیہ السلام کا قصہ بھی بیان کرو اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ اے میرے رب نہ چھوڑیں آپ مجھ کو فَرْدًا اکیلا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کرلی اس کی دعا وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰى اور عطا کیا ہم نے اس کو یحییٰ علیہ السلام وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اور ہم نے درست کر دی اس کے لیے اس کی بیوی اِنَّهُمْ بیشک وہ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ تھے جلدی کرتے فِی الْخَیْرٰتِ اچھے کاموں میں وَیَدْعُوْنَنَا اور ہمیں پکارتے تھے رَغَبًا شوق کرتے ہوئے وَّرَهَبًا اور ڈرتے ہوئے وَكَانُوْا لَنَا اور وہ تھے ہمارے سامنے خٰشِعِیْنَ عاجزی کرنے والے وَالَّتِیْۤ اور اس عورت کا بھی ذکر کریں اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے حفاظت کی اپنے ناموس کی فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ

رُّوْحِنَا پس پھونکی ہم نے اس بی بی کے بدن میں اپنی طرف سے روح وَجَعَلْنٰهَا اور ہم نے بنایا اس کو وَابْنَهَآ اور اس کے بیٹے کو اٰيَةً نشانی لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے لیے اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ بیشک یہ لوگ ہیں تمہارا گروہ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ وَّاَنَا رَبُّكُمْ اور میں تمہارا رب ہوں فَاعْبُدُوْنِ پس میری ہی عبادت کرو وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا لوگوں نے اپنا معاملہ آپس میں كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ سب کے سب ہماری طرف ہی لوٹ کر آنے والے ہیں۔

اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا پھر حضرت داوٗد اور سلیمان علیہما السلام کا پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا پھر مچھلی والے حضرت یونس علیہ السلام کا۔ ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے نام اسی رکوع میں آتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ :

اس کے ساتھ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَزَكَرِيَّآ اور آپ ان کے سامنے زکریا علیہ السلام کا ذکر کریں اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ جس وقت پکارا زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو یہ فرماتے ہوئے رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا اے میرے پروردگار! نہ چھوڑیں آپ مجھ کو اکیلا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ اور آپ تمام وارثوں میں بہتر وارث ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا علاقہ بھی شام تھا۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ دو بہنیں تھیں ایک حنّہ بنت فاقوذ اور دوسری تھیں عشاعہ بنت فاقوذ۔ حنّہ بنت فاقوذ حضرت عمران رحمہ اللہ تعالیٰ کے نکاح میں تھیں جو

مسجد اقصیٰ کے امام اور خطیب تھے۔ بڑے نیک طبع آدمی تھے ان کو رب تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام تھا ہارونؒ۔ اس کی جوانی ہی میں اس کے تذکرے ہوتے تھے اور یہ جوانی میں ہی فوت ہو گیا اور کوئی اولاد نہ ہوئی تو حضرت حَنّہ نے دعا کی اے پروردگار! مجھے اولاد عطا فرما تاکہ وہ آپ کے گھر کی خدمت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے لڑکے کی بجائے لڑکی عطا فرمائی حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ۔ دوسری بہن عشاعہ بنت فاقوذ کا نکاح حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔ شادی کے بعد پچانوے سال گزر گئے حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال ہو گئی بیوی کی عمر ننانوے سال لکھی ہے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی اے پروردگار! وارث عطا فرما یہ نیکی کا کام چلتا رہے۔ اس کا ذکر ہے اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ اے میرے رب نہ چھوڑیں آپ مجھ کو اکیلا اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔

پیغمبر کی وراثت علمی ہوتی ہے نہ کہ مالی :

اس وراثت سے مراد دینی اور علمی وراثت ہے کہ یہ اچھا کام چلتا رہے دین کی خدمت ہمارے خاندان میں رہے۔ جن نادانوں نے یہ سمجھا ہے کہ مال کا وارث مانگا تھا انہوں نے غلط سمجھا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے ہاں مال کی حیثیت کیا ہے؟ اگر دعا مانگنے والے ہم ہوتے تو بات علیحدہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کو مال کے ساتھ اتنی محبت ہوتی ہے جتنی ہمیں ہے؟ قطعاً نہیں!

دوسری بات یہ ہے کہ زکریا علیہ السلام کے پاس کتنا مال تھا؟ تیشہ آری چلا کر اپنا وقت گزارتے تھے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کَانَ عَبْدًا نَجَّارًا ''ترکھان تھے۔'' پھر مشینی دور بھی نہیں تھا کہ بٹن دبایا اور بہت کچھ ہو گیا۔ نمازیں بھی پڑھنی ہیں، تبلیغ کا کام بھی کرنا ہے اور دین کے کام بھی کرنے ہیں، مہمانوں کو بھی بھگتانا ہے۔ ایک جان ہے گھر میں اور کوئی ہے بھی نہیں۔ تو تیشے آری سے کتنی دولت انہوں نے کمائی ہو گی جس کی فکر تھی کہ وارث مانگ رہے تھے۔ اور سورۃ مریم آیت نمبر ۶ میں تم پڑھ چکے ہو یَرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْب ''وہ میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔'' اگر مال کی وراثت مراد ہو تو حضرت زکریا علیہم السلام کی وراثت تو مل سکتی ہے یعقوب علیہ السلام کے سارے خاندان کی وراثت اس کو کیسے مل سکتی ہے؟

مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ اس وقت کوئی سید دعا کرے کہ اے پروردگار! مجھے بیٹا دے جو میرا بھی وارث بنے اور سب سیدوں کا وارث بنے، کوئی جاٹ برادری کا دعا کرے کہ اے پروردگار! مجھے بیٹا عطا فرما جو میرا بھی وارث بنے اور سب جاٹوں کا وارث بنے۔ بھئی! تیرا بیٹا تیرا تو وارث بنے گا باقیوں کا کیسے وارث بنے گا؟ یہ الفاظ خود بتلا رہے ہیں کہ رسالت کی وراثت، دین کی وراثت، شریعت کی وراثت مراد ہے۔ یہ کس موقع پر دعا کی؟ حضرت مریم علیہا السلام ان کی کفالت میں تھیں ابھی بالغ بھی نہیں ہوئی تھیں جالی دار کمرہ تھا تازہ ہوا آتی رہتی تھی حضرت زکریا علیہ السلام جب جاتے تھے تو تالا لگا کر جاتے تھے اور چابی اپنے پاس رکھتے تھے۔ جب واپس آتے تو ان کے پاس پھلوں کا ڈھیر لگا ہوا دیکھتے قَالَ ''فرمانے لگے یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا اے مریم! یہ روزی کہاں سے آتی ہے قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ [آل عمران:۳۷] فرمانے لگیں یہ رب تعالیٰ کی طرف سے

ہے۔'' حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ نبی کا معجزہ ہوتا ہے امت کی کرامت ہوتی ہے۔ پھر وہ بے موسم کا پھل ہوتا تھا یہ دیکھ کر زکریا علیہ السلام کے دل میں رقت پیدا ہوئی کہ جو پروردگار ان کو بے موسم کے پھل دے سکتا ہے تو مجھے بھی بغیر موسم کے پھل دے سکتا ہے ھُنَا لِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ اسی کمرے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور دعا کی اے پروردگار! اگرچہ میری عمر تو نہیں ہے ایک سو بیس سال میری عمر ہے وَامْرَاَتِیْ عَاقِرًا اور بیوی میری بانجھ ہے، مجھے بغیر موسم کے پھل عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی ابھی نماز میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول فرمالی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو لڑکا دے گا اور اس کا نام بھی خود رکھا ہے یحییٰ علیہ السلام۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے تعجب کا اظہار کیا اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ ''میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا بڑھاپے کی وجہ سے میری کمر ٹیڑھی ہوگئی ہے وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا سر کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے کہا رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے قَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا [مریم:۹] تحقیق میں نے تجھے پیدا کیا اس سے پہلے اور نہیں تھے آپ کوئی چیز۔'' حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کوئی نشانی بتلاؤ کہ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ میری بیوی باامید ہوگئی ہے۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ اَنْ لَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا [مریم:۱۰] تین راتوں کا ذکر بھی ہے اور تین دنوں کا ذکر بھی ہے کہ آپ لوگوں سے بات کرنا چاہیں گے تو آپ کی زبان نہیں چلے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اور ہوگی بھی زبان ٹھیک کسی تکلیف یا بیماری کی وجہ سے رکاوٹ نہیں بنے گی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جوان کے صحیح جانشین بنے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ پس ہم نے قبول کی اس کی دعا وَوَھَبْنَا

لَہٗ یَحْیٰی اور ہم نے عطا کیا زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام وَاَصْلَحْنَا لَہٗ زَوْجَہٗ اور ہم نے درست کردی، ٹھیک کردی ان کی بیوی۔ جو بانجھ پن کی وجہ سے نقص تھا وہ دور کر دیا۔ جائز عملیات کی کتابوں میں ہے کہ جو شخص اخلاص کیساتھ اس دعا کو پڑھے رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ اگر رب تعالیٰ کی طرف سے اولاد کی منظوری ہوگئی تو اولاد ملے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے منظوری نہ ہوئی تو پھر کچھ بھی نہیں ہوگا اولاد رب تعالیٰ ہی نے دینی ہے۔ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۴۹-۵۰ میں ہے یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا ''بخشا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں وَیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ اور بخشا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹے اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا یا جوڑے جوڑے دیتا ہے بیٹے بیٹیاں وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اور بنادیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طبعی خواہش تھی کہ رب تعالیٰ مجھے کوئی اولاد دے مگر رب تعالیٰ کی طرف سے مقدر نہیں تھی نہیں ملی۔ حالانکہ امام الانبیاء اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ شخصیت کی بیوی ہیں۔ تو مقدر نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طبعی خواہش تھی اللہ تعالیٰ مجھے اولاد دے :

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر جو حضرت اسماء بنت صدیق اکبرؓ کے لڑکے ہیں کو گود میں بٹھایا ہوا تھا۔ فرمانے لگیں رب تعالیٰ مجھے بھی کوئی بچہ دیتا تو میں بھی خوشی کرتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تیرا بھانجا ہے یہ بھی تیرا بچہ ہے اس کو بیٹا بنالو۔ تو انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو بیٹا بنالیا اور انہی کی نسبت سے ان کی کنیت ہے اُمّ عبداللہ۔ آدمی ان کی کنیت پڑھ کے حیران ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تو اولاد نہیں تھی وہ اُمّ عبداللہ کیسے ہوگئیں؟ وہ اصل

میں بھانجے ہیں اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارا بیٹا ہے۔رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں ہم آپ نہیں سمجھ سکتے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا بیوی کو ٹھیک کر دیا اور یحییٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔کیوں؟ اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ بیشک وہ تھے جلدی کرتے نیک کاموں میں۔ہم تو دنیا کے کاموں میں دنیا کمانے میں جلدی کرتے ہیں اور دین کے بارے میں بڑے لاپرواہیں۔وہ دین کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے حالانکہ ہمیں حکم ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَات [سورۃ البقرہ] ''نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔'' وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَھَبًا اور ہمیں پکارتے تھے شوق کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے۔خوشی اور غمی میں ہمیں ہی پکارتے تھے۔ایسے نہیں کہ غمی آئے تو کوئی اور حاجت روا، مشکل کشا اور دستگیر ہو جائے اور خوشی اور راحت آجائے تو کسی اور جگہ دیگیں چڑھانے لگ جائیں۔وہ ہر حال میں اپنے رب ہی کو پکارتے تھے وَکَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ اور وہ تھے ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے۔وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی سے نہیں ڈرتے تھے وَالَّتِیْٓ اور اس بی بی کا بھی ذکر کرو اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا جس نے حفاظت کی اپنے ناموس کی، اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا پس پھونکی ہم نے اس بی بیؑ کے بدن میں اپنی طرف سے روح وَجَعَلْنٰھَا وَابْنَھَآ اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور ہم نے بنایا اس کو اور اس کے بیٹے کو نشانی جہان والوں کے لیے۔

یہ تفصیل آپ حضرات سورۃ مریم میں سن چکے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام جب جوان ہوئیں سولہ سترہ سال کی عمر تھی مکان کے شرقی کونے میں دو دیواروں کیساتھ کپڑا لٹکا

کر غسل کیا سادہ زمانہ تھا غسل کے بعد کپڑے پہنے تو دیکھا کہ ایک صحت مند نوجوان کھڑا ہے، گھبرا گئیں۔ فرمانے لگیں اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا [مریم:۱۸] ''میں پناہ لیتی ہوں رحمان کے ساتھ تجھ سے اگر تو ڈرنے والا ہے۔'' تو یہاں سے چلا جا۔ خیال گزرا کہ تنہائی میں کسی برے ارادے سے آیا ہے۔ وہ حقیقت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ''وہ متمثل ہوئے ان کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں۔'' فرمایا بی بی! ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اِنَّمَآ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکَ ''میں تو آپ کے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں جبرائیل علیہ السلام۔'' تا کہ آپ کو لڑکا دوں اور لڑکا اس طرح دوں گا کہ میں بدن میں پھونک ماروں گا رب تعالیٰ آپ کے بدن میں بچے کا وجود بنا دے گا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَکُ بَغِیًّا [مریم:۲۰] ''کہاں سے ہوگا میرے لیے لڑکا اور نہیں چھوا مجھے کسی انسان نے اور نہیں ہوں میں بدکار۔'' میری شادی نہیں ہوئی کہ جائز طریقے سے ہو اور میں نے ناجائز بھی کوئی حرکت نہیں کی۔ یہی دو طریقے ہیں بچہ ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے نے کہا کَذٰلِکِ اللّٰهُ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ [آل عمران:۴۷] ''اسی طرح اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے ہیں چونکہ ان کا والد کوئی نہیں ہے اس لیے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَآ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ اور بنایا ہم نے مریم علیہا السلام اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو نشانی جہان والوں کے لیے کہ بی بی کو بغیر خاوند کے بیٹا ملا اور بیٹا بغیر باپ کے پیدا ہوا۔

عیسائیوں کے غلط نظریہ کا رد:

بات سمجھ لیں کہ عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ

ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا مناظرہ تو نہ ہوا سرسری گفتگو ہوئی، مناظرہ ہی سمجھ لو۔ ایک پادری بولا کہ آپ بتائیں اگر عیسیٰ علیہ السلام کا والد اللہ تعالیٰ نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ تو پھر کون ہے؟ سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۹ میں اس کا جواب ہے اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ''بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی ہے جیسے آدم علیہ السلام خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔'' اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہونے کی تو پھر آدم علیہ السلام تو ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے ہیں ورنہ بتلاؤ آدم علیہ السلام کا باپ کون ہے اور ان کی ماں کون ہے؟ لہٰذا کہو نا کہ آدم علیہ السلام رب تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور تم سب رب تعالیٰ کے پوتے پڑپوتے اور نور سے ہوئے معاذ اللہ تعالیٰ۔ کتنی صاف آیتیں ہیں سمجھنے کے لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرح کلمہ کن سے پیدا فرمایا ہے بغیر باپ کے جس طرح آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے بغیر ماں باپ کے۔

مرزا قادیانی کی زبان درازی :

لیکن ناس ہو جائے قادیانیوں کا اور ان کے جھوٹے نبی کا جس نے عیسیٰ علیہ السلام کا باپ اور بہن بھائی بھی بنا ڈالے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ''کشتی نوح'' طبع قادیان صفحہ نمبر ۱۶ پر لکھا ہے کہ مولوی بڑی بری چیز ہوتے ہیں۔ پھر مولوی کو حرف تہجی کے لحاظ سے گالیاں دی ہیں الف سے اُلو وغیرہ۔ کہتا ہے کہ یہ مولوی کہتے ہیں میں عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتا ہوں میں تو عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتا ہوں، اس کی ماں کی تعظیم کرتا ہوں، ان کے والد یوسف نجار کی تعظیم کرتا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کے چھ بہن بھائیوں کی

تعظیم کرتا ہوں مجھ سے زیادہ احترام کرنے والا کون ہے؟ یہ ہے تعظیم کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ یوسف نجار والد ہے۔ رب تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اکیلا پیدا کیا اور اس نے چھ بہن بھائی بنا ڈالے اور اس کی ایک کتاب ہے ''تریاق القلوب'' اس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس موضوع پر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک رسالہ لکھا ''الشہاب الثاقب'' ظفر اللہ قادیانی (جو پاکستان کا وزیر خارجہ تھا) نے اس پر پابندی لگوائی تھی۔ بڑا علمی رسالہ ہے علماء کا ایک وفد گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر کو ملا حوالے پیش کیے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت ہے وہ حوالے سن کر رو پڑا اور کہا کہ علماء کی چیخ پکار بالکل صحیح ہے لیکن میں مجبور ہوں ملازم ہوں تم اوپر رابطہ کرو۔ اب مرزائیت کا خطرہ کم ہے چونکہ اس پر بڑا کام ہو چکا ہے اور رافضیت کا خطرہ زیادہ ہے۔ معلوم نہیں ہمارے بادشاہ ایران سے کیا آرڈر لے کر آئے ہیں اس بات کو بھولنا نہیں نوٹ کر لیں کہ پاکستان کے لیے اس وقت سب سے بڑا فتنہ رافضی اور شیعہ ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ بیشک یہ لوگ ہیں تمہارا گروہ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ۔ یہ جن بزرگوں کا ذکر ہوا ہے نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام وعلیٰ ھذا القیاس یہ سچا گروہ ایک ہی گروہ تھا وَّاَنَا رَبُّکُمْ اور میں تمہارا رب ہوں فَاعْبُدُوْنِ پس تم عبادت میری کرنا ان کی نہ کرنا یہ پیغمبر ہیں خدا نہیں ہیں وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ اور لوگوں نے اپنا معاملہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ کوئی کچھ بن گیا کوئی کچھ بن گیا صحیح دین پر نہ رہے اور شک نہ کریں کُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ سب کے سب ہماری

طرف ہی لوٹ کر آنے والے ہیں ہم ان کے ساتھ نمٹ لیں گے۔

❁❁❁

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

فَمَنْ يَّعْمَلْ پس جو شخص عمل کرے گا مِنَ الصّٰلِحٰتِ اچھے کاموں کا وَهُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو فَلَا كُفْرَانَ پس ناقدری نہیں کی جائے گی لِسَعْيِهٖ اس کی محنت کی وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ اور بیشک ہم اس کو لکھنے والے ہیں وَحَرٰمٌ اور لازم ہو چکا ہے عَلٰى قَرْيَةٍ اس بستی پر اَهْلَكْنٰهَآ جسکو ہم نے ہلاک کیا ہے اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ کہ بیشک وہ نہیں لوٹیں گے حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج ماجوج وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ اور وہ ہر اونچی جگہ سے يَّنْسِلُوْنَ پھسلتے ہوئے چلے آئیں گے وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ اور قریب ہوگا وعدہ سچا فَاِذَا هِيَ پس قصہ یہ ہوگا شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ کھلی رہ جائیں گی آنکھیں ان لوگوں کی كَفَرُوْا جو کافر

ہیں یٰوَیۡلَنَا کہیں گے ہائے افسوس ہمارے اوپر قَدۡ کُنَّا فِیۡ غَفۡلَۃٍ مِّنۡ ھٰذَا تحقیق تھے ہم غفلت میں اس چیز کے بارے میں بَلۡ کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ بلکہ ہم ظالم تھے اِنَّکُمۡ بیشک تم وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ اور جن کی تم عبادت کرتے ہو مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے حَصَبُ جَھَنَّمَ جہنم کا ایندھن ہونگے اَنۡتُمۡ لَھَا وَارِدُوۡنَ تم اس میں وارد ہونے والے ہو لَوۡ کَانَ ھٰٓؤُلَآءِ اٰلِھَۃً اگر ہوتے یہ الٰہ مَّا وَرَدُوۡھَا تو نہ وارد ہوتے دوزخ میں وَکُلٌّ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ اور سب کے سب اس میں ہمیشہ رہیں گے لَھُمۡ فِیۡھَا زَفِیۡرٌ ان کے لیے اس جہنم میں گدھے کی آواز ہوگی وَّھُمۡ فِیۡھَا لَا یَسۡمَعُوۡنَ اور وہ اس دوزخ میں سنیں گے نہیں۔

کراماً کاتبین کی ڈیوٹیوں کا ذکر :

اس سے پہلی آیت کا آخری جملہ ہے کُلٌّ اِلَیۡنَا رٰجِعُوۡنَ سب کے سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں قیامت والے دن پیش ہونا ہے۔ پھر کیا ہوگا؟ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ پس جو شخص عمل کرے گا اچھے کاموں کا اور نرے اچھے کام معتبر نہیں ہیں وَھُوَ مُؤۡمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ مومن ہے اور اچھے کام کرتا ہے فَلَا کُفۡرَانَ لِسَعۡیِہٖ پس ناقدری نہیں کی جائے گی اس کی محنت کی بلکہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملے گا اور جو نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہوگی اس کا اجر سات سو گنا ملے گا وَاِنَّا لَہٗ کٰتِبُوۡنَ اور بیشک ہم اس کو لکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود نہیں لکھتے اس کے حکم سے اس کے فرشتے کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ نیکیاں لکھنے والا دائیں کندھے پر بیٹھا ہے اور بدیاں لکھنے والا بائیں کندھے پر بیٹھا ہے عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ [سورۃ ق]

دو فرشتوں کی ڈیوٹی دن کی ہے اور دو کی رات کی ۔ ہے اور ان کی ڈیوٹیاں نماز کے وقت تبدیل ہوتی ہیں مثلاً اب جب تم نے فجر کی نماز شروع کی اور اللہ اکبر کہا تو اس مسجد کے ساتھ جتنے لوگ وابستہ ہیں محلے کے سب فرشتوں کی ڈیوٹی بدل گئی رات کے فرشتے بدل گئے دن کے فرشتوں نے چارج لے لیا۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ [ق:۲۶] ''نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار۔'' جو فوراً لکھ لیتا ہے۔ نیکی ہے تو فوراً لکھی جاتی ہے برائی ہے تو تھوڑا سا وقفہ کرتے ہیں کہ شاید یہ بندہ توبہ کر لے اگر توبہ کر لے تو پھر نہیں لکھتے پھر توبہ لکھی جاتی ہے اور وہ نیکی ہو گئی۔ تو فرشتے نیکیاں بدیاں لکھتے ہیں۔ قول بھی، فعل بھی آنکھوں کے اشارے بھی اور یہ سارا لکھا ہوا قیامت والے دن سامنے آئے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا [بنی اسرائیل:۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' دنیا میں کوئی پڑھنا جانتا ہے یا نہیں جانتا وہاں سارے اپنا اعمال نامہ خود پڑھیں گے سب کو اللہ تعالیٰ ادراک و شعور عطا فرمائے گا۔ تھوڑا سا پڑھے گا رب تعالیٰ فرمائیں گے ذرا ٹھہر جا! اَقَدْ ظَلَمَکَ کَتَبَتِیْ ''کیا میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے؟'' جو کچھ تو نے کیا اور کہا ہے وہی کچھ لکھا ہے نا۔ کہے گا اے پروردگار! جو کچھ کہا تھا اور جو کچھ کیا تھا وہی لکھا ہے۔ فرمائیں گے اچھا اور پڑھو۔ جب کچھ صفحات پڑھ لے گا رب تعالیٰ فرمائیں گے بتلا بندے میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں۔ تو بندہ اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا اور یہ جتنی باتیں میں نے کی ہیں سب قرآن پاک میں موجود ہیں۔ تو فرمایا فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ اس کی محنت کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور بیشک ہم اس کو لکھنے والے ہیں۔

اعمال لکھنے کی وجہ :

کسی سائل نے سوال کیا کہ کیوں لکھتے ہیں؟ فرمایا ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے اعمال کا انکار کریں گے۔ جب پہلی پیشی ہوگی کہ بتلاؤ وہ تمہارے شریک ہیں جن کے متعلق تم بڑے دعوے کرتے تھے؟ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [انعام:۲۳] "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنی کتاب پڑھو، تو پھر اقرار کریں گے۔ یہ باتیں مختلف اوقات میں ہوں گی۔ فرمایا وَحَرٰمٌ یہاں حرام کا معنیٰ لازم اور واجب ہے۔ اور مقرر اور لازم ہو چکا ہے عَلٰى قَرْيَةٍ ایسی بستی پر اَهْلَكْنٰهَآ جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا کہ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ بیشک وہ نہیں لوٹیں گے دنیا کی طرف۔

خرق عادت کے طور پر مردہ دنیا میں آسکتا ہے :

قانون یہی ہے کہ جو اس دنیا سے گیا ہے واپس نہیں آئے گا۔ ہاں! معجزے اور خرقِ عادت کے طور پر مردوں کا زندہ ہونا قرآن پاک میں موجود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی کو ناحق قتل کر دیا گیا تھا یہ قضیہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو کہو ایک بیل ذبح کر کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کے بدن پر مارو وہ زندہ ہو کر بتلا دے گا۔ چنانچہ اس نے زندہ ہو کر بتلا دیا کہ میرا قاتل فلاں ہے۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ وہ زندہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو کوہ طور لے گئے، رب تعالیٰ کا کلام سن کر کہنے لگے ہمیں کیا معلوم کون بول رہا ہے؟ جن بول رہا ہے، فرشتہ بول رہا ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً [بقرہ:۵۵] "ہم ہرگز آپ کی تصدیق نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو ظاہر۔" اللہ تعالیٰ نے ان پر بجلی

گرائی وہ ستر کے ستر ہلاک ہوگئے۔ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو زندہ کیا
ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ ''پھر اٹھایا ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد۔'' اسی طرح
حضرت حِزْقِيْل علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بھی دوسرے پارے میں آتا ہے۔ ان کی قوم کے
ہزاروں لوگوں نے جہاد سے بھاگ کر جنگل میں ڈیرا لگا لیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا سب مر
جاؤ۔ آٹھ دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور بتایا کہ جہاد سے کوئی نہیں مرتا جب
تک زندگی باقی ہو اور جس نے مرنا ہے وہ گھر میں ہو پھر بھی موت آجائے گی۔

حضرت خالد بن ولید ﷜ کی موت کا واقعہ :

حضرت خالد بن ولید ﷜ موت کے وقت بڑے روتے تھے۔ ساتھی عیادت کے
لیے آتے تو کہتے حضرت آپ صحابی ہیں اور جہاد میں بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں
شام کا علاقہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوا ہے آخرت کے لیے بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے کیوں روتے
ہو؟ فرماتے اس وجہ سے نہیں روتا کہ مجھے کوئی آخرت کی فکر ہے کہ کیا بنے گا؟ روتا اس لیے
ہوں کہ میرے سر سے لے کر پاؤں تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے جہاں کافر کی تلوار، نیزہ یا تیر
نہ لگا ہو مگر میں شہادت سے محروم رہا ہوں اس لیے روتا ہوں۔ غزوہ موتہ میں جب جھنڈا
حضرت خالد بن ولید ﷜ نے پکڑا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ
سُيُوْفِ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑ لیا ہے اب فتح ہو
گی۔'' کیونکہ خالد بن ولید ﷜ کو آنحضرت ﷺ کی پاک زبان سے سیف اللہ کا لقب ملا تھا
تو اس تلوار کو کون توڑ سکتا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اسی لیے وہ شہید نہیں ہوئے اگر وہ شہید ہو
جاتے تو لوگ کہتے کہ اللہ تعالیٰ کی تلوار کو کافروں نے توڑ دیا ہے۔ تو خیر قاعدہ یہی ہے کہ
جس بستی کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا وہ واپس دنیا میں نہیں آئے گی مگر خرق عادت کے طور

پر۔

سام، حام کی اولاد :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج ماجوج وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ اور وہ ہر اونچے ٹیلے اور پہاڑی سے یعنی ہر اونچی جگہ سے پھسلتے ہوئے چلے آئیں گے نیچے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ ایک کا نام یام تھا اور اسی کا لقب کنعان تھا جو ایمان نہیں لایا تھا باقی تینوں بیٹے حام، سام، یافث مسلمان ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان کی آگے نسلیں چلی ہیں۔ سام کی اولاد میں عربی، فارسی اور رومی ہیں اور حام کی اولاد میں حبشی اور سوڈانی ہیں اور یافث کی اولاد میں ترکی، افغانی اور یاجوج ماجوج ہیں۔ یہ چین، روس اور منگولیا کے لوگ یہ سب یاجوج ماجوج کی نسل سے ہیں۔ آج کی دنیا میں سب سے زیادہ آبادی چین کی ہے، ایک ارب سولہ کروڑ۔ اتنی آبادی اور کسی ملک کی نہیں ہے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر ہندوستان ہے جس کی آبادی نوے (۹۰) کروڑ کے قریب ہے۔ امریکہ کی آبادی چالیس کروڑ ہے اور روس کی آبادی تقریباً بتیس (۳۲) کروڑ ہے۔ باقی ملک چھوٹی چھوٹی آبادیوں والے ہیں بنگالی ہم سے زیادہ ہیں ان کی آبادی پندرہ کروڑ کے قریب ہے اور ہم بارہ کروڑ ہیں۔ تو چین آبادی کے اعتبار سے اس وقت دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے چین میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً دس کروڑ ہے پہلے ان پر حکومت کی طرف سے پابندیاں تھیں اب تھوڑی تھوڑی رہائی ملی ہے۔ گزشتہ سال چین کے ایک عالم میرے پاس دورہ تفسیر پڑھ کر گئے ہیں انہوں نے وہاں بڑا کام کیا ہے۔ چین کے مسلمان اسلام سے واقف نہیں ہیں بس یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حکومت چین نے ان کو دبا کر رکھا ہوا

ہے اور یہی حال روس کا ہے تقریباً چھ کروڑ مسلمان روس میں ہیں۔روسی انقلاب کے بعد وہاں کے بزرگوں نے تہہ خانوں میں چھپ کر ان کو کلمہ سکھایا اور بتلایا کہ ہم مسلمان ہیں۔ اب وہ اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں باقی ان کو حلال حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے اللہ کرے کہ وہ لوگ دینی تعلیم سے آراستہ ہو جائیں۔ان باطل قوتوں نے مسلمانوں کو ہر جگہ سے مٹانے کی کوشش کی ہے۔

شاہ ولی اللہ اور علماء دیوبند کا امت پر احسان :

الحمد للہ! دعائیں دو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاندان کو اور علماء دیوبند کو کہ ان لوگوں نے ہندوستان ، پاکستان ، بنگلہ دیش ، افغانستان میں اسلام کی حفاظت کی ہے۔ یقین مانو اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں صحیح معنیٰ میں کلمہ بھی نہ آتا۔اگر آتا بھی تو تمام بدعات میں آلود ہو کر آتا۔خاندان شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور پھر علماء دیوبند کی شاخیں جہاں جہاں تھیں ، دہلی ، سہارن پور ، ڈھابیل وغیرہ مین ان حضرات نے بڑی محنت کی ہے ان حضرات کی خدمات کا اندازہ تو وہ آدمی لگا سکتا ہے جس کو دین کے ساتھ دلچسپی ہو۔تاریخ دیکھے پھر اسے معلوم ہوگا ورنہ ان حضرات کی خدمات کا علم نہیں ہوسکتا۔الحمد للہ! ان علاقوں میں لوگ مستحبات تک کو جانتے ہیں اور دوسرے علاقوں میں لوگوں کو فرائض کا بھی علم نہیں ہے اور یہاں علماء کرام کی محنت کے نتیجے میں ایسے لوگ بھی مستحب پر عمل کر کے حج عمرے کا ثواب کماتے ہیں۔صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر درس سنتے ہیں سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد اشراق پڑھ کر جاتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے (اور یہ بھی یاد رکھنا کہ محض ذکر سے

قرآن وحدیث کے سننے کا بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ ادھر قرآن کا درس ہو رہا ہے اور وہ تسبیح گھمار ہے ہوتے ہیں ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی ۔ اپنی جگہ ذکر بھی بڑی چیز ہے مگر قرآن وحدیث کا سمجھنا بہت زیادہ ثواب ہے۔) جب سورج طلوع ہو جائے تو دو رکعت اشراق کی پڑھے تو اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تَـامّـہ تـامّـہ تـامّـہ پورے حج عمرے کا، پورے حج عمرے کا، پورے حج عمرے کا۔ امام ترمذیؒ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں حَدِیثٌ حَسَنٌ ۔ الحمدللہ ! یہ اکابر کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ہمارے علاقے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مستحبات کی بھی پابندی کرتے ہیں۔

یاجوج ماجوج یافثؒ کی اولاد ہیں :

تو یاجوج ماجوج حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت یافثؒ کی اولاد میں سے ہیں قیامت کے قریب جب یہ کھولے جائیں گے تو حالات ایسے پیدا ہو جائیں گے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا آپس میں اتحاد ہوگا ان کا ایک بلاک بنے گا۔ عیسائی دل سے صاف نہیں ہونگے وہ مسلمانوں کو قربانی کا بکرا بنائیں گے پھر ان کی ان کے ساتھ لڑائی ہو گی۔ کسی غلط فہمی میں نہ رہنا کہ روس اس وقت مغلوب ہو گیا ہے ختم ہو گیا ہے ایک وقت آئے گا دو بلاک بنیں گے ایک روسی اور ایک امریکی۔ پھر ان کی آپس میں لڑائی ہو گی اور مسلمان بھی پیش پیش ہونگے۔

یاجوج ماجوج کی آمد پر عیسائیوں اور مسلمانوں کے حالات :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک اونچی جگہ اور علاقہ ہوگا بڑا ٹھنڈا، وہاں باغات ہو نگے اس علاقے میں مسلمان اور عیسائی اکٹھے ہونگے مسلمان کہیں گے اسلام کی وجہ سے فتح

ہوئی ہے اور عیسائی کہیں گے صلیب کی وجہ سے فتح ہوئی ہے اور آپس میں لڑ پڑیں گے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ عیسائی مسلمانوں کے خلاف اسّی (۸۰) ڈویژن فوج استعمال کریں گے۔ جب مطلب نکل جائے گا تو پھر یہ حال ہوگا۔

دیکھو! طالبان جب روس کیخلاف لڑ رہے تھے تو مجاہد تھے، حریت پسند تھے جب امریکہ کا مقصد پورا ہوگیا تو اب وہ دہشت گرد ہیں ان پر مقدمات چلتے ہیں اور وہ جیلوں میں بند ہیں۔ ابھی سینکڑوں کی تعداد میں بحرین، کویت اور سعودیہ کی جیلوں میں پڑے ہیں یہ امریکی خبیث قوم ہے اور یہ سب کچھ دیکھ کر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلتی۔ او بے حیا حکمرانو! تم سے زیادہ بے حیا اور بے غیرت کون ہے کہ ابھی تک ان کے دم چھلا بنے ہوئے ہو جو وہ کہتا ہے کرتے ہو۔ اس وقت بھی یہاں ہماری حکومت نہیں ہے امریکہ کی ہے ہمارا صرف نام ہے ہم اس کے اشارے کے بغیر شلوار قمیص، کوٹ نہیں بدل سکتے۔ میں عوام کی بات نہیں کر رہا حکمران طبقے کی بات کر رہا ہوں۔ تو فرمایا جب یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے ہر ٹیلے سے نیچے پھسلتے ہونگے وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ اور قریب ہوگا وعدہ سچا فَاِذَا هِيَ پس قصہ یہ ہوگا شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کھلی رہ جائیں گی آنکھیں ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ جب رب تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور کہیں گے يٰوَيْلَنَا ہائے ہماری خرابی قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا تحقیق ہم غفلت میں تھے اس چیز کے بارے میں بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بلکہ ہم ظالم تھے۔ جب قیامت قائم ہوگی اور رب تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو پھر ایسے ہی واویلا کریں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بیشک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے حَصَبُ جَهَنَّمَ جہنم کا ایندھن اور

بالن ہونگے اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ اور تم اس دوزخ میں داخل ہونے والے ہو لَوْ كَانَ هٰٓؤُ
لَآءِ اٰلِهَةً اگر ہوتے یہ معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دستگیر تو مَّا وَرَدُوْهَا نہ
وارد ہوتے دوزخ میں۔ نہ تم دوزخ میں داخل ہوتے اور نہ تمہارے معبود داخل ہوتے
وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ سب کے سب اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ
ان کے لیے اس دوزخ میں آواز ہوگی گدھے کی وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ اور وہ اس
دوزخ میں سنیں گے نہیں۔ آوازیں اتنی ہونگی کہ ایک دوسرے کی نہیں سنیں گے۔

نیک لوگ جہنم سے بچالیے جائیں گے :

جس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں تو عبداللہ ابن زبعریٰ کی جو بڑا منہ پھٹ اور
پروپیگنڈے کا ماہر تھا بعد میں ﷛ ہوگیا تھا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ کہنے لگا دیکھو جی! محمد
ﷺ فرماتے ہیں کہ تم بھی اور جن کی تم عبادت کرتے ہو سب کے سب دوزخ میں جاؤ گے تو
عبادت تو عزیر علیہ السلام کی بھی ہوئی ہے، مسیح علیہ السلام کی بھی ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی
ہوئی ہے تو پھر ایسے دوزخ میں جانے کا تو کوئی حرج نہیں ہے جس میں یہ سارے ہونگے۔
اس کا جواب کل کی آیات میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ
خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ
هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ
كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا
عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ
الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِیْ
هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً
لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی
سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ
یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ
اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ
رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی
مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ سَبَقَتْ لَهُمْ کہ طے ہو چکی ہے ان کے لیے
مِّنَّا ہماری طرف سے الْحُسْنٰی بھلائی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا وہ لوگ اس دوزخ سے
مُبْعَدُوْنَ دور رکھے جائیں گے لَا یَسْمَعُوْنَ وہ نہیں سنیں گے حَسِیْسَهَا اس

کی آہٹ وَھُمْ فِیْ مَا اور وہ اس چیز میں اشْتَھَتْ اَنْفُسُھُمْ جس میں ان کے نفس چاہیں گے خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی پریشانی وَتَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اور ملیں گے ان سے فرشتے اور کہیں گے ھٰذَا یَوْمُکُمْ یہ تمہارا دن ہے الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو کَطَیِّ السِّجِلِّ جیسے لپیٹا جاتا ہے بستہ لِلْکُتُبِ کتابوں پر کَمَا بَدَاْنَا جیسا کہ ہم نے پیدا کیا اَوَّلَ خَلْقٍ ابتداءً مخلوق کو نُّعِیْدُہٗ ہم لوٹائیں گے وَعْدًا عَلَیْنَا وعدہ ہے ہمارے ذمے اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ بیشک ہم کرنے والے ہیں وَلَقَدْ کَتَبْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے لکھ دیا ہے فِی الزَّبُوْرِ زبور میں مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ نصیحت کے بعد اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا بیشک زمین کے وارث ہونگے عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ میرے نیک بندے اِنَّ فِیْ ھٰذَا بیشک اس میں لَبَلٰغًا البتہ پہنچادینا ہے لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ اس قوم کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ مگر رحمت کرتے ہوئے جہان والوں کے لیے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ پختہ بات ہے یہ وحی کی گئی ہے میری طرف اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ پختہ بات ہے الٰہ تمہارا اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ایک ہی الٰہ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں فَقُلْ تو آپ کہہ دیں اٰذَنْتُکُمْ میں نے خبردار کردیا

ہے تم کو عَلٰی سَوَآءٍ برابری پر وَاِنْ اَدْرِیْٓ اور میں نہیں جانتا اَقَرِیْبٌ کیا قریب ہے اَمْ بَعِیْدٌ یا دور ہے مَّا تُوْعَدُوْنَ وہ چیز جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے تمہارے ساتھ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ بیشک رب ہی جانتا ہے ظاہری مِنَ الْقَوْلِ بات کو وَیَعْلَمُ اور جانتا ہے مَا تَكْتُمُوْنَ وہ چیز جو تم چھپاتے ہو وَاِنْ اَدْرِیْ اور میں نہیں جانتا لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ شاید کہ آزمائش ہو لَّكُمْ تمہارے لیے وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ اور فائدہ ہے ایک وقت تک قٰلَ پیغمبر علیہ السلام نے کہا رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ اے پروردگار فیصلہ کر دے حق کیساتھ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ اور ہمارا رب رحمٰن ہے الْمُسْتَعَانُ جس سے مدد طلب کی جاتی ہے عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ بیشک تم اور جن کی تم اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ اس پر عبداللہ ابن زبعریٰ جو بڑا زبان آور، سینہ زور اور پروپیگنڈا کرنے والا آدمی تھا اس نے مکہ مکرمہ میں پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ دیکھو! ایک طرف تو محمد ﷺ کہتے ہیں کہ تم عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہو، عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہو، فرشتوں کی عبادت کرتے ہو، پیغمبروں اور نیکوں کی عبادت کرتے ہو اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ تم بھی اور تمہارے معبود بھی سب دوزخ میں جائیں گے۔ پھر تو مزے ہو گئے کہ عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں ہونگے۔ تو اس پروپیگنڈے کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی بیشک وہ لوگ جن کے لیے طے ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ وہ لوگ اس دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ کیونکہ وہ نہ تو اس پر راضی تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنی عبادت کرنے کا کہا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے کب فرمایا ہے کہ میری عبادت کرو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کب کہا ہے کہ میری عبادت کرو، فرشتوں نے کب کہا ہے؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پیارے بندے ہیں اور وہ معبود جنہوں نے اپنی عبادت کروائی ہے، شرک کروایا ہے اور اس پر راضی تھے وہ جہنم میں جائیں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظامؒ تو دوزخ سے دور رکھے جائیں گے لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وہ نہیں سنیں گے دوزخ کی آہٹ، چھوں چھوں۔ تنور یا بھٹی کی آگ تیز ہو تو شوں شوں کی آواز آتی ہے اور جہنم کی آگ تو بڑی تیز ہوگی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ نہیں سنیں گے جہنم کی آگ کی شوں شوں، اتنے دور ہونگے۔ اور ہونگے کہاں؟ وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ اور وہ ان خوشیوں میں ہونگے جو ان کے نفس چاہیں گے خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے۔ تم خلط مبحث نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پیارے پیغمبروں کو معبودان باطلہ کیساتھ نہ جوڑو۔

بزرگوں نے کبھی شرک کی تعلیم نہیں دی :

ان بزرگوں نے توحید بتلائی اور سکھائی ہے، رب تعالیٰ کا دین سکھایا ہے۔ یہ تو پچھلوں کی بے وقوفی ہے کہ انہوں نے ان کو رب بنا لیا ہے بزرگوں کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ پاکستان، ہندوستان میں جتنے بزرگ ہیں اصل اسلام تو انہوں نے پہنچایا ہے بادشاہوں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ان بزرگوں کی بڑی علمی دینی خدمات ہیں بڑے کارنامے ہیں لیکن بعد والوں نے گڑ بڑ کی ہے اور ان کی قبروں کو شرک گڑھ (شرک کا مرکز) بنا دیا

ہے۔ آپ لاہور جا کر دیکھیں سید علی ہجویریؒ کی قبر کو جس کو لوگ داتا دربار کہتے ہیں وہاں کتنا شرک ہو رہا ہے اور بدعات ہو رہی ہیں حالانکہ یہ بزرگ ان چیزوں کو مٹانے کے لیے آئے تھے نہ کہ پھیلانے کے لیے۔

فرمایا لَا یَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی پریشانی، بڑی گھبراہٹ۔ وہ بڑی گھبراہٹ اس وقت ہوگی جب رب تعالیٰ کی عدالت سے فیصلہ ہوگا کہ مجرموں کو دوزخ میں ڈالو اور سب مجرموں کو سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو پریشانی سے بچائے گا۔ کیونکہ کسی کو آگ میں پھینکا جائے تو دیکھنے والوں کے بھی ہوش و حواس اڑ جاتے ہیں۔ وَتَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ اور ان کے ساتھ فرشتے ملاقات کریں گے اور کہیں گے هٰذَا یَوۡمُکُمُ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ وہاں فرشتے ان سے عقیدت کے ساتھ پیش آئیں گے، سلام کریں گے اور مبارک باد پیش کریں گے۔ یہ لوگ جس وقت جنت کے قریب چلیں جائیں گے تو وَقَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ طِبۡتُمۡ [زمر:۷۳] ''اور کہیں گے ان کو داروغے سلام ہو تم پر خوش رہو فَادۡخُلُوۡهَا خٰلِدِیۡنَ داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے کیلئے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے دوزخ سے دور کر دیئے جائیں گے۔

کافر کہتے تھے جب قیامت آئے گی تو یہ اتنے بڑے بڑے پہاڑ کہاں جائیں گے یہ آسمان کہاں جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو، آسمان کو اکٹھا کریں گے جیسے بستے کو اکٹھا کیا جاتا ہے لِلۡکُتُبِ کتابوں پر۔ تو جس طرح پڑھنے کے بعد کتابوں کو بستے میں لپیٹ دیتے ہو ایسے ہی ساتِ آسمانوں کو لپیٹ دیں گے۔ سورۃ الکھف آیت نمبر ۴۷ میں ہے وَیَوۡمَ نُسَیِّرُ

الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ''اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو دیکھے گا تو زمین کو بالکل کھلی ہوئی۔'' اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ فرمایا كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ جس طرح ہم نے پیدا کیا مخلوق کو پہلے، ہم لوٹائیں گے اسکو۔ پیدا ہونے کا تو کوئی انکار نہیں کرتا تھا کیونکہ ہر روز پیدا ہوتے اور مرتے دیکھتے تھے۔

مشرک قیامت کے منکر تھے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس طرح ہم نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا ہے اس طرح دوبارہ بھی لوٹائیں گے مشرک قیامت کے بڑے منکر تھے۔ ایک دفعہ ابوجہل یا عقبہ ابن ابی معیط پرانی کھوپڑی رومال میں لپیٹ کر لایا آنحضرت ﷺ کے پاس۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ! اس ہڈی کو ہاتھ لگا کر ذرا دیکھیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا چونکہ بالکل بوسیدہ تھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے لگ گئی۔ قہقہہ لگا کر کہنے لگا مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ''ان بوسیدہ ہڈیوں میں کون جان ڈالے گا ان کو کون زندہ کرے گا؟'' فرمایا قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ [سورۃ یٰسین] ''آپ فرمادیں ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔'' وہ پیدا کرے گا جس نے حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے، وہ پیدا کرے گا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ فرمایا وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ وعدہ ہے ہمارے ذمے بیشک ہم کرنے والے ہیں۔ تم ہماری قدرت کو نہیں مانتے اور یاد رکھنا! وہ رب تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں تھے۔ وہ رب تعالیٰ کو مالک، خالق، رازق اور تمام اختیارات کا مالک مانتے تھے۔ سورۃ المومنون آیت نمبر ۸۸ میں ہے قُلْ آپ ان سے کہہ دیں مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ''کون ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہے اختیار ہر چیز کا وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں

پناہ نہیں دی جاسکتی اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہوتم جانتے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ تو یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔'' کہتے تھے ہر چیز کا کنٹرول تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ہاں جزوی اختیارات بزرگوں کو دیئے ہوئے ہیں۔ خدائی صفات بزرگوں کے لیے ثابت کرتے تھے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں۔ زبور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی چنانچہ سورۃ النساء میں ہے وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ''اور داؤد علیہ السلام کو ہم نے زبور عطا کی۔'' مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ نصیحت کے بعد۔ پہلے ہم نے نصیحت کی حق کی باتیں بتلائیں پھر یہ بات سمجھائی کہ جو نصائح کو قبول کریں گے اور ان پر عمل کریں گے تو اس کا نتیجہ ہوگا اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ بیشک زمین کے وارث ہونگے میرے نیک بندے۔ اس زمین کی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں وضاحت فرمائی ہے وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا [زمر:۷۳] ''اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے جنت کی طرف گروہ در گروہ حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ وہ جنت کے پاس پہنچیں گے وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اور کہیں گے ان کو داروغے اس کے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ سلامتی ہو تم پر خوش رہو فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ پس داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے والے وَقَالُوْا اور جنتی کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے صَدَقَنَا وَعْدَهٗ جس نے سچا کیا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ اور ہمیں وارث بنایا زمین کا نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ ہم ٹھکانا پکڑتے ہیں جنت میں حَيْثُ نَشَآءُ جہاں بھی چاہیں فَنِعْمَ اَجْرُ

الْعٰلِمِیْنَ پس کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کے ساتھ جنت کی زمین کی وراثت کا وعدہ کیا تھا اور وہ پورا کر دیا ہے۔ اب باطل پرستوں نے جو عجیب قسم کی ٹھوکریں کھائی ہیں وہ بھی سن لیں۔

وراثتِ ارضی سے مراد جنت کی وراثت ہے :

ایک تھا علامہ عنایت اللہ مشرقی۔ اس کی کئی کتابیں ہیں ''تذکرہ'' اور ''مقالات'' اور ''مولوی کا غلط مذہب نمبر ا، نمبر ۲ سے لے کر چودہ نمبر'' تک لکھی ہیں کہ مولوی کا مذہب غلط ہے اور میرا اور میرے ساتھیوں کا مذہب صحیح ہے۔ میں نے اس کے ''تذکرہ'' میں اس آیت کے متعلق پڑھا جو اس نے لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دیکھو! قرآن کہتا ہے کہ نیک لوگ زمین کے وارث ہونگے اور اس وقت زمین کی وراثت تو برطانیہ، روس، امریکہ اور فرانس کے پاس ہے لہٰذا از روئے قرآن یہ مومن اور نیک ہوئے اور یہ جو اپنے آپ کو مومن اور نیک کہتے ہیں اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ''یہی پکے کافر ہیں۔'' کیونکہ ان کے پاس کوئی حکومت نہیں ہے۔ اس لیے میں نے آپ حضرات کو قرآن کریم سورہ زمر کی آیت نمبر ۷۴ نکال کر دکھادی ہے کہ وراثت ارضی سے مراد اس دنیا والی زمین کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ اس سے جنت کی زمین مراد ہے۔ تاکہ آپ حضرات اس قسم کے باطل پرستوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ تو علامہ مشرقی نے چودہ رسالے نکالے کہ مولوی کا مذہب غلط ہے۔ یہ سب اسلام کے دشمن ہیں اور میری نصیحت کو یاد رکھنا! بھولنا نہ۔ کسی نہ کسی روحانی شخصیت کے ساتھ تعلق جوڑے رکھنا۔ جس شخص کا کسی روحانیت والے بزرگ کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا اور جس نے کسی بزرگ کے جوتے نہیں اٹھائے اور ان کے پاؤں نہیں پکڑے وہ ٹھوکریں کھاتا ہے اسلام کے سمجھنے میں۔ اس کو اسلام سمجھ نہیں آتا چاہے کوئی بھی ہو۔

مودودی صاحب نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں :

یہی حال مودودی صاحب کا ہے کہ اس نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں کچھ کا کچھ کہہ گیا ہے۔ یقین جانو! ہم قرآن کے سمجھنے میں صحابہ کرام ﷺ کے محتاج ہیں، تابعین اور تبع تابعین کے محتاج ہیں، فقہاء کرام اور محدثین عظام کے محتاج ہیں بزرگان دین کے محتاج ہیں۔ از خود کوئی قرآن نہیں سمجھ سکتا چاہے کتنا ہی لائق کیوں نہ ہو۔ الحمدللہ! ثم الحمدللہ! اٹھارہ سال میں نے پڑھا ہے اور چھپن (۵۶) سال مجھے پڑھاتے ہوئے ہو گئے ہیں مگر اب بھی دین کی پوری سمجھ نہیں ہے۔ بزرگوں کے دامن میں آتے ہیں ان کے قدم پکڑتے ہیں تو پھر سمجھ آتی ہے پتا چلتا ہے اور آج چار جماعتیں پڑھ کر صحافی بن جاتا ہے، مجتہد بن جاتا ہے، مجتہد کا بیٹا بن جاتا ہے اور قرآن وحدیث کو لتاڑتا پھرتا ہے۔ دین ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں اپنی رائے کو دخل دیا جائے۔ اپنی رائے پر کبھی بھی اعتماد نہ کرنا گمراہ ہو جاؤ گے۔ دین کے سمجھنے میں بزرگوں پر اعتماد کرنا ہے۔

تو زمین سے مراد جنت کی زمین ہے دنیا کی زمین مراد نہیں ہے۔ فرمایا اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا بیشک اس میں البتہ پہنچا دینا ہے۔ اس قرآن کریم کے ذریعے ہم نے بات پہنچا دی ہے لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ اس قوم کے لیے جو عبادت کرنے والی ہیں۔ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اے نبی کریم ﷺ! ہم نے نہیں بھیجا آپ کو اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ مگر رحم کرتے ہوئے جہان والوں پر۔ ہم نے جہان والوں پر رحمت کی ہے کہ آپ جیسا پیغمبر ہم نے ان کو عطا کیا ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ پختہ بات ہے میری طرف وحی کی جاتی ہے اَنَّمَآ اِلٰـهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات ہے اِلٰہ تمہارا ایک ہی اِلٰہ ہے، معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس کیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو، اسلام

لاتے ہو، حق کو مانتے ہو فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ پھر جائیں فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ پس آپ کہہ دیں میں نے خبردار کر دیا ہے برابری پر۔ برابری کا معنیٰ سمجھو۔ برابری کا معنیٰ یہ ہے کہ جس طرح میں جانتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے سوا کوئی اور الٰہ اور معبود نہیں ہے اسی طرح میں نے تمہیں بھی بتلا دیا واضح اور صاف لفظوں میں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے الٰہ صرف ایک ہے۔ اب میرے بتلانے کے بعد تمہیں بھی علم ہو گیا کہ الٰہ صرف ایک ہے۔ تو اس جاننے میں ہم برابر ہیں مانو یا نہ مانو وہ تمہاری مرضی ہے۔

وَ اِنْ اَدْرِیْٓ اور میں نہیں جانتا اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ کیا قریب ہے یا بعید ہے وہ چیز وہ عذاب جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے تمہارے ساتھ۔ جس عذاب کی دھمکی میں تمہیں دیتا ہوں اس کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ دور ہے یا نزدیک ہے اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ بیشک رب ہی جانتا ہے ظاہری بات کو کھلی بات کو وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ اور جانتا ہے وہ چیز جس کو تم چھپاتے ہو۔ ظاہر باطن کو جاننے والا صرف پروردگار ہے علیم بذات الصّدور صرف اللہ تعالیٰ ہے، عالم الغیب والشہادہ صرف پروردگار ہے میں تو اس کا رسول ہوں اس کا بھیجا ہوا ہوں وَاِنْ اَدْرِیْ اور میں نہیں جانتا لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ شاید کہ تمہارے لیے بڑی آزمائش ہو۔ جو عذاب آئے گا وہ معمولی چیز تو نہیں ہو گی اور قیامت کوئی معمولی چیز تو نہیں ہے وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ [سورۃ القمر] ''اور قیامت بڑی دہشت ناک اور بڑی کڑوی چیز ہے۔'' جب برپا ہو گی تو معلوم ہو گی وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ ہے ایک وقت تک۔ دنیا میں کتنا کھا پی لوگے، کب تک زندہ رہو گے؟ دس سال، بیس سال، سو سال، آخر مرنا ہے۔

قٰلَ فرمایا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ اے پروردگار! فیصلہ کر

دے حق کے ساتھ۔ میں ان کو حق سنا اور سمجھا چکا ہوں مگر یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ اور ہمارا رب ہی رحمٰن ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ان چیزوں پر، ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔ مجنوں کہتے ہو، جادوگر کہتے ہو، کاہن اور شاعر کہتے ہو، جو تمہارے منہ میں آتا ہے کہتے ہو۔ ان سب چیزوں کے خلاف ہم رب ہی سے مدد مانگتے ہیں وہی ہمارا مستعان ہے۔

آج بروز سوموار ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۴ رمئی ۲۰۱۱ء کو

سورۃ الانبیاء مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم : مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ الحج

(مکمل)

جلد............١٣

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿۱﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ڈرو تم اپنے پروردگار سے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ بے شک قیامت کا زلزلہ شَیْءٌ عَظِیْمٌ بڑی چیز ہے یَوْمَ تَرَوْنَهَا جس دن تم دیکھو گے زلزلے کو تَذْهَلُ غافل ہو جائے گی كُلُّ مُرْضِعَةٍ ہر دودھ پلانے والی عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ اس بچے سے جس کو وہ دودھ پلا رہی ہوگی وَتَضَعُ اور ڈال دے گی كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ ہر حمل والی حَمْلَهَا اپنے حمل کو وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو نشے میں وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہونگے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ اور لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں بعض مَنْ وہ ہیں یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بِغَیْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر وَّیَتَّبِعُ اور پیروی کرتے ہیں كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ہر شیطان کی جو مردود ہے كُتِبَ عَلَیْهِ اس پر لکھ دیا گیا ہے اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ کہ بیشک شان یہ ہے کہ جس نے دوستی کی شیطان سے فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ پس بیشک وہ اس کو بہکاتا ہے وَیَهْدِیْهِ اور اس کی راہنمائی کرتا ہے اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ شعلے مارنے والی آگ کے عذاب کی طرف یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ اگر ہو تم شک میں مِّنَ الْبَعْثِ اُٹھ کر کھڑے ہونے میں فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ پس بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے مِّنْ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر جمے ہوئے خون سے ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ پھر گوشت کے ٹکڑے سے مُّخَلَّقَةٍ جو

پوری ہے وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ اور جو ادھوری ہے لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ تا کہ ہم بیان کریں تمہارے سامنے وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں مَا نَشَآءُ جو ہم چاہتے ہیں اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ پھر ہم نکالتے ہیں تم کو طِفْلًا بچپن کی حالت میں ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا پھر تا کہ تم پہنچ جاؤ اَشُدَّكُمْ اپنی قوت اور جوانی کو وَمِنْكُمْ اور تم میں سے بعض مَّنْ وہ ہیں یُّتَوَفّٰی جو فوت ہو جاتے ہیں جوانی میں وَ مِنْكُمْ اور بعضے وہ ہیں مَّنْ یُّرَدُّ جو لوٹائے جاتے ہیں اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ نکمی عمر کی طرف لِكَیْلَا یَعْلَمَ تا کہ نہ جانے وہ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا علم کے بعد کچھ بھی وَتَرَی الْاَرْضَ اور آپ دیکھتے ہیں زمین کو هَامِدَةً دبی ہوئی فَاِذَآ اَنْزَلْنَا پس جب ہم نازل کرتے ہیں عَلَیْهَا الْمَآءَ اس زمین پر بارش اهْتَزَّتْ وہ حرکت کرتی ہے وَرَبَتْ اور پھولتی ہے وَاَنْۢبَتَتْ اور اگاتی ہے مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِیْجٍ ہر قسم کی تر و تازہ چیزیں ذٰلِكَ یہ بِاَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْحَقُّ ہی حق ہے وَاَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی اور بیشک وہ مردوں کو زندہ کرے گا وَاَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

رب تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب :

اس سورۃ کا نام حج اس لیے ہے کہ اس میں حج کے کچھ مسائل بیان ہوئے ہیں۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو دو سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دس (۱۰) رکوع اور اٹھتر (۷۸) آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ رب تعالیٰ تو بڑا رحمٰن اور رحیم ہے اس سے ڈرنے کا کیا معنٰی ہے؟ اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے ڈرو اس کی مخالفت نہ کرو۔ اگر رب تعالیٰ کی مخالفت کرو گے تو عذاب میں مبتلا ہوگے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے۔ یہ زلزلہ دو دفعہ ہوگا۔ ایک زلزلہ قیامت قائم ہونے سے پہلے ہوگا جیسے شدید قسم کے زلزلے آتے ہیں یہ ان سے بھی شدید ہوگا۔ اس زلزلے کے بعد سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور صفا کی چٹان سے دابۃ الارض بیل کی طرح کا ایک جانور نکلے گا۔ قرآن پاک میں ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرے گا اور لوگ اس کی بات سمجھیں گے۔ جس طرح اب میں تمہارے ساتھ بول رہا ہوں اور تم سمجھ رہے ہو اور لوگ اس کی باتوں پر یقین کریں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ لوگ انسانیت سے نکل کر حیوان ہو گئے ہیں۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے......

؎ اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ

"جنس کو جنس کیساتھ بڑی محبت ہوتی ہے۔" ان کے پاس پیغمبر آئے پیغمبروں کے نائبین آئے، واعظین آئے، ان کو سمجھایا مگر انہوں نے ان کی بات نہیں مانی اور اب جانور کی بات مان رہے ہیں۔ تو انسان صفت نہیں رہیں گے۔ (مزید اس مقام پر تفسیر قرطبی اور تفسیر کبیر کا مطالعہ کرلیں۔ نواز بلوچ)

قیامت کے دن کی سختی کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ تَرَوْنَھَا جس دن تم دیکھو گے زلزلے کو۔ بعض فرماتے ہیں کہ ھا ضمیر زلزلے کی طرف لوٹتی ہے۔ تم اس زلزلے کو دیکھو گے۔ اور بعض فرماتے ہیں

کہ الساعة کی طرف لوٹتی ہے یعنی جب تم قیامت کو دیکھو گے۔ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔ فرمایا جب تم دیکھو گے اس قیامت کو تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ غافل ہو جائے گی ہر دودھ پلانے والی عَمَّآ اَرْضَعَتْ اس بچے سے جس کو وہ دودھ پلا رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ماؤں میں اولاد کے لیے بڑی شفقت اور محبت رکھی ہے۔ اگر یہ شفقت اور محبت نہ ہوتی تو بچوں کی کبھی تربیت نہیں ہو سکتی تھی۔ محبت کے بغیر کون پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے۔ ماں بیمار بھی ہو تو اس کو اپنے سے زیادہ بچوں کی فکر ہوتی ہے کہ بھوکے پیاسے نہ رہیں۔ مگر جب قیامت آئے گی تو دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی کوئی دھیان نہیں ہوگا کہ بچہ کہاں ہے اپنی فکر ہوگی وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا اور ڈال دے گی ہر حمل والی اپنے حمل کو۔ ڈر اور افراتفری کی وجہ سے حمل گر جائے گا۔ قیامت کوئی آسان چیز نہیں ہے۔ نفخہ اولیٰ کے وقت بھی ایسے ہی ہوگا اور ثانیہ کے بعد بھی اسی طرح ہوگا کہ کسی کو کسی کا خیال نہیں ہوگا یہاں تک کہ ماں کو اپنے بچے کا خیال نہیں رہے گا۔ سورہ عبس پارہ نمبر تیس میں ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔'' کہ مجھ سے کوئی نیکی نہ مانگ لے۔ تفسیروں میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ مثلاً ایک آدمی کے پاس پچاس نیکیاں ہونگی اور پچاس بدیاں ہونگی ترازو کا پلہ مساوی ہوگا کسی طرف نہیں جھکے گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! ایک نیکی لاؤ تاکہ نیکیوں کا پلہ جھک جائے۔ پہلے تو وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کیا ہے۔ وہ جائے گا اپنے دوستوں اور لنگوٹیے یاروں کے پاس اور کہے گا یارو! مجھے ایک نیکی دے دو تاکہ میری نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے۔ وہ کہیں گے کہ پیچھے ہٹ جا ہم تجھے نیکی دے کر خود کہاں جائیں۔ پھر خیال آئے

گا کہ میرا بھائی ہوتا تھا وہ میرا بازو تھا اس کے پاس جاتا ہوں۔ بھائی کے پاس جائے گا وہ بھی انکار کر دے گا۔ پھر خیال کرے گا کہ میرا باپ مجھ پر بڑا شفیق اور مہربان تھا۔ باپ کے پاس جائے گا وہ بھی انکار کر دے گا۔ آخری مرحلہ یہ ہوگا کہ ماں کے پاس جائے گا کہ وہ مجھ سے بڑی شفقت اور پیار کرتی تھی۔ ماں کے سامنے کھڑا ہو کر کہے گا اَتَعْرِفُنِیْ "کیا مجھ کو پہچانتی ہے میں کون ہوں؟" وہ کہے گی ہاں پہچانتی ہوں تم میرے بیٹے ہو میں نے تجھے جنا ہے، پالا ہے۔ کہے گا امی! مجھے ایک نیکی دے دو۔ وہ کہے گی اِلَیْکَ عَنِّیْ "میرے سے پیچھے ہٹ جا۔" میں تجھے نیکی دے کر خود کہاں جاؤں؟ سارے میدان محشر میں سے ایک نیکی نہیں ملے گی اور جن کے لیے یہاں تم بڑے پاپڑ بیلتے ہو حلال حرام کی تمیز کیے بغیر الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی ہیں ان کی بات نہیں ہو رہی عام لوگوں کی بات ہے وہ وہاں ایک نیکی بھی دینے کے لیے تیار نہیں ہونگے۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو نشے میں۔ جیسے نشئی بدحواس ہوتے ہیں وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہونگے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ اور لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا جس سے ایسے بدحواس ہونگے جیسے نشئی ہوتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں۔ ایسے بہت سارے لوگ تھے جیسے نضر ابن حارث۔ یہ بڑا منہ پھٹ اور بیباک آدمی تھا اور عقبہ ابن ابی معیط اور ابوجہل وغیرہ یہ ایک دوسرے سے بڑھ کر آپ ﷺ کیساتھ بغض رکھتے تھے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں نضر ابن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہیں بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے رب کا شریک بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لات، منات، عزّیٰ ہمارے کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی اولاد ہے فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں

ہیں ،اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا انکار کرتے ہیں اوران کو ستاتے ہیں، قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ سب رب تعالیٰ کے احکام ہیں لہٰذا ان کے متعلق جھگڑا کرنا رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرنا ہے۔ یہ مشرکوں کی بات ہے یہود ونصاریٰ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں۔ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ اور پیروی کرتے ہیں ہر شیطان کی جو مردود ہے۔ اگر میم کا ضمہ ہو مُرِيْد تو اس کا معنیٰ ہے ارادہ کرنے والا۔ اور اگر میم کا فتح ہو مَرِيْد تو اس کا معنیٰ ہے پھٹکارا ہوا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں رب کا فیصلہ لکھا ہوا ہے كُتِبَ عَلَيْهِ اس پر لکھ دیا گیا ہے۔ کیا لکھ دیا گیا ہے؟ فرمایا اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ بیشک شان یہ ہے کہ جس نے دوستی کی شیطان کیساتھ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ پس وہ شیطان اس کو بہکاتا ہے وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ اور اس کی راہنمائی کرتا ہے شعلے مارنے والی آگ کے عذاب کی طرف۔ شیطان کا یہی تو کام ہے کہ لوگوں کے سامنے برے اعمال کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اس طرح ان پر اپنا جال ڈال کر دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔

قیامت کے حق ہونے کی دلیلیں :

آگے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے حق ہونے پر دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ اگر ہو تم شک میں بعث بعد الموت کے بارے میں کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا تو سن لو! فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ پس بیشک ہم نے پیدا کیا تم کو مٹی سے۔ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران:۵۹] ''پیدا کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پھر فرمایا اس کو ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی

قدرت کے ہاتھوں سے پہلے مٹی کو گوندھا پھر ڈھانچا بنایا پھر اس میں روح ڈالی اپنی طرف سے۔ آدم علیہ السلام کھڑے ہو گئے پھر آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حوا علیہا السلام کو نکالا۔ تو آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے جو ماں کے رحم میں ٹھہرتا ہے ماں کے نطفے کے ساتھ اشتراک کے بعد ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر جمے ہوئے خون سے۔ نطفہ خون بن جاتا ہے ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ پھر گوشت کے ٹکڑے سے۔ پھر خون گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے مُّخَلَّقَةٍ وہ گوشت کا ٹکڑا پورا ہے وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ اور جو ادھورا ہے وہ گوشت کا ٹکڑا پورا نہیں ہے۔

مخلقة وغير مخلقة کی تفسیر :

بعض بچوں کے اعضاء سارے صحیح ہوتے ہیں اور بعض کی ٹانگ نہیں ہوتی، کان نہیں ہوتے، آنکھیں نہیں ہوتیں، یہ غیر مخلقہ ہیں۔ ماں کے پیٹ میں جب چار ماہ سے کچھ اوپر دن گذرتے ہیں تو پوری انسانی شکل بن جاتی ہے۔ لڑکا ہے، لڑکی ہے، کالا ہے، گورا ہے، پھر رب تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس میں روح پھونکتے ہیں اور وہ ماں کے پیٹ میں حرکت کرنے لگ جاتا ہے۔ جان پڑنے کے بعد وہ پانچ ماہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے جہاں نہ ہوا، نہ روشنی۔ آج گرمی کے موسم میں کسی کو کمرے میں بند کر دو تو اس کا سانس بند ہو جائے گا لیکن وہ بغیر سانس کے ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے۔ رب تعالیٰ کی قدرت سمجھنی ہو تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ بعض دفعہ دو بچے ماں کے پیٹ میں ہوتے ہیں بعض دفعہ زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ آج سے دو تین مہینے پہلے کی بات ہے اخبار میں آیا تھا کہ ایک عورت نے بیک وقت پندرہ بچے جنے ہیں۔ ماں اور بچوں کی تصویر بھی آئی تھی۔ خدا کی قدرت سے کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِنُبَيِّنَ لَكُمْ تاکہ

ہم بیان کریں تمہارے سامنے اپنی قدرت کاملہ کہ جس ذات نے تمہیں خاک سے پیدا کیا ہے اور حقیر قطرے سے پیدا کیا ہے وہ تمہیں دوبارہ بھی اٹھائے گا انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔فرمایا وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں جو ہم چاہتے ہیں اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مدت مقرر تک۔عموماً بچے ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک رہتے ہیں۔شرعی طور پر حمل کی ادنیٰ مدت چھ ماہ ہے۔شادی کے چھ ماہ بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ حلال ہوگا۔سات ماہ کے بعد بھی پیدا ہوتے ہیں،آٹھ ماہ کے بعد بھی پیدا ہوتے ہیں۔بعض بچے ایک سال ماں کے پیٹ میں اور بعض دو سال ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔مشہور تابعی حضرت ضحاک ابن مزاحمؒ چار سال ماں کے پیٹ میں رہے۔جب پیدا ہوئے تو دانت بھی تھے اور ٹھاہ! ٹھاہ! کر کے ہنسنا شروع کر دیا اسی لیے ان کا نام ضَحَّاک رکھا،ہنسنے والا۔ تو رب تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔خیر حمل کی ادنیٰ مدت چھ ماہ ہے۔اگر باپ انکار کرے کہ میرا نہیں ہے تو پھر لعان ہوگا جس کی تفصیل سورہ نور میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ کہ جج کے سامنے مرد عورت قسمیں کھائیں گے۔مرد کہے گا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے اور عورت کہے گی اسی کا ہے۔بہرحال چھ ماہ بعد پیدا ہونے والا بچہ شرعی طور پر حلال ہوتا ہے ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلاً پھر ہم نکالتے ہیں تمہیں بچپن کی حالت میں۔کوئی ہوش و حواس نہیں ہوتے ہم تمہیں زندگی دیتے ہیں ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی قوت اور جوانی کو۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں انسان کی ساری قوتیں نمایاں ہو جاتی ہیں وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو جاتے ہیں جوانی میں،ادھیڑ عمر میں،بچپن میں وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور تم میں سے بعضے وہ ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں نکمی عمر کی طرف لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا تاکہ نہ جانیں وہ علم کے بعد کچھ بھی۔

ایسے بوڑھے بھی ہوتے ہیں جو بیچارے اپنے گھر کے دروازے کا پوچھتے ہیں کہ ہمارا دروازہ کون سا ہے۔ اپنے پوتوں، پڑپوتوں کے نام نہیں آتے پہچان نہیں ہوتی۔ تو جس رب نے حقیر قطرے سے یہاں تک پہنچایا وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟

اب دوسری دلیل سنیے! وَتَرَى الْاَرْضَ اور اے مخاطب آپ دیکھتے ہیں زمین کو هَامِدَةً دبی ہوئی۔ بارش نہ ہو تو زمین خشک ہو کر دب جاتی ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ پس جب ہم اس پر نازل کرتے ہیں پانی، بارش اهْتَزَّتْ وہ حرکت کرتی ہے وَرَبَتْ اور پھولتی ہے وَاَنْۢبَتَتْ اور اگاتی ہے مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ۢبَهِيْجٍ ہر قسم کی تروتازہ چیزیں، سبزیاں، کھیت وغیرہ۔ تو جو رب تعالیٰ اس زمین سے تروتازہ چیزیں اگاتا ہے اور یہ چیزیں تمہارے مشاہدے میں ہیں وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ یہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی حق ہے وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى اور بیشک وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ شک شبہ کی بات نہیں ہے وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت پر دو دلیلیں پیش فرمائی ہیں ماننے والے کے لیے کافی ہیں اور نہ ماننے والے کے سامنے دلائل کے انبار بھی لگا دیئے جائیں تو وہ نہیں مانے گا۔

❁❁❁

وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۸ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۱۰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝۱۱ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۲ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝۱۳

وَ اَنَّ السَّاعَةَ اور بیشک قیامت اٰتِيَةٌ آنے والی ہے لَّا رَيْبَ فِيْهَا اس میں کوئی شک نہیں ہے وَ اَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ يَبْعَثُ اٹھائے گا مَنْ ان کو فِي الْقُبُوْرِ جو قبروں میں ہیں وَ مِنَ النَّاسِ اور بعض لوگ وہ ہیں مَنْ جو يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بِغَيْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے وَّلَا هُدًى اور ہدایت بھی نہیں وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ اور نہ کوئی کتاب ہے روشنی پہنچانے والی ثَانِيَ عِطْفِهٖ موڑنے والے ہیں اپنے پہلو کو لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاکہ گمراہ کریں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ

اس شخص کے لیے دنیا میں رسوائی ہوگی وَّ نُذِيْقُهٗ اور ہم اسکو چکھائیں گے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن عَذَابَ الْحَرِيْقِ جلانے والا عذاب ذٰلِكَ یہ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ اس سبب سے کہ جو بھیجی ہے آگے تیرے دونوں ہاتھوں نے وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر وَمِنَ النَّاسِ اورلوگوں میں سے بعض مَنْ وہ ہیں يَّعْبُدُ اللّٰهَ جو عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عَلٰى حَرْفٍ کنارے پر فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ پس اگر پہنچے اس کو کوئی خیر اِطْمَاَنَّ بِهٖ تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اور اگر پہنچے اس کو کوئی مصیبت اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ پلٹ جاتا ہے اپنے چہرے کے بل خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ نقصان اٹھایا اس نے دنیا میں اور آخرت میں ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ یہی ہے کھلا نقصان يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پکارتا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کو لَا يَضُرُّهٗ جو اس کو ضرر نہیں دے سکتی وَمَا اور اس مخلوق کو لَا يَنْفَعُهٗ جو اس کو نفع نہیں دے سکتی ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ یہی ہے گمراہی دور کی يَدْعُوْا پکارتا ہے لَمَنْ اس کو ضَرُّهٗ جس کا ضرر اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ زیادہ قریب ہے اس کے نفع سے لَبِئْسَ الْمَوْلٰى البتہ برا ہے آقا وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ اور البتہ برا ہے ساتھی۔

قیامت حق ہے :

سورت کی ابتدا قیامت کے ذکر سے تھی اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ کہ

قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے۔ آج کی آیات میں بھی قیامت کے متعلق بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اور بیشک قیامت آنے والی ہے لَّا رَيْبَ فِيْهَا قیامت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ساتھیو! یہ نہ سمجھو کہ ابھی قیامت دور ہے۔ وہ تو عالم کبریٰ کی قیامت دور ہے تیری قیامت تو سر پر کھڑی ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ قبر قیامت ہے، برزخ قیامت ہے، میدان محشر قیامت ہے، مرنے کے بعد آگے لمبا سلسلہ ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں ابھی جوان اور تندرست ہوں بوڑھا ہوں گا بیمار ہوں گا پھر مروں گا۔ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہونا موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے۔ حیرت الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے......

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں

تو فرمایا قیامت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ بیشک اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو قبروں میں دفن نہیں کیے جاتے جلا دیئے جاتے ہیں یا جن کو درندے اور پرندے کھا جاتے ہیں وہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ سب کے سب دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ چونکہ عرب میں جتنے بھی مذہبی فرقے تھے، مشرک، یہودی، عیسائی، صابی وغیرہ وہ مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے ان کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ جو قبروں میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اٹھائے گا۔ اٹھائے سارے جائیں گے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی امتوں میں ایک شخص بڑا گنہگار تھا اس کے متعلق نباش کے لفظ بھی بخاری شریف میں ہیں کہ مردوں کے

کفن کھینچ لیتا تھا۔ پھر اس کو رب نے بڑا مال اور اولاد دی۔ اس دور کا کلمہ پڑھنے والا تھا۔ بیمار ہوا تو بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ میں تمہارا کیسا باپ ہوں تمہارے حق میں کیسے رہا ہوں؟ انہوں نے کہا خَیۡرُ اَبٍ "ہمارے حق میں بہت بہتر رہے ہیں۔" اولاد کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب آپ نے مہیا کی ہیں۔ کہنے لگا مجھے قسم دو کہ میری بات پر عمل کرو گے پھر میں بتلاؤں گا۔ کہنے لگے ابا جی! بغیر قسم کے بھی ہم آپ کی بات پر عمل کریں گے۔ کہا نہیں قسم اٹھاؤ۔ بیٹوں نے قسم اٹھائی تو والد نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو بہت سارا ایندھن اکٹھا کر کے مجھے اس میں رکھ کر آگ لگا دینا (جیسے ہندو جلاتے ہیں) جلانے کے بعد ہڈیاں وغیرہ پیس لینا کچھ راکھ ہوا میں اڑا دینا اور کچھ راکھ سمندر میں بہا دینا۔ بیٹے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگ گئے۔ یہ کام ان کے لیے بڑا مشکل تھا مثلاً ہمیں یہاں کوئی کہے کہ مجھے جلا دینا تو یہ ہمارے لیے خاصا مشکل ہے کیونکہ جلانے کا طریقہ مسلمانوں کا نہیں ہے اور اپنے معمول سے نکلنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ ان قوموں میں بھی مردوں کا جلانا رائج نہیں تھا۔ بہر حال وہ فوت ہو گیا بیٹوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ جلا کر پیس کر آدھی راکھ ہوا میں اڑا دی اور آدھی سمندر میں بہا دی۔ لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے کہ تم نے والد کو جلا دیا۔ جب رواج نہ ہو تو یہ باتیں تو ہوتی ہیں۔ منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ ایک ذرہ نہ ضائع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے راکھ کو اکٹھا کر کے انسان بنا دیا جیسے زندگی میں تھا اور فرمایا کہ اے میرے بندے! تو نے یہ کیا کاروائی کی ہے۔ رب تعالیٰ کو تو معلوم تھا پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی مگر حکمتیں ہوتی ہیں۔ اس نے کہا اے پروردگار! آپ جانتے ہیں کہ میں نے زندگی میں کوئی انسانوں والا کام نہیں کیا تو آپ کے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا ہے کہ پکڑا گیا تو میرا حشر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا

میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ تو جو جلا دیئے جاتے ہیں یا جن کو درندے پرندے کھا جاتے ہیں ، مچھلیاں کھا جاتی ہیں سب زندہ کیے جائیں گے۔ یقین جانو! رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ لوگ ویسے ہی عقلی شوشے چھوڑتے ہیں کہ جس کو جلا دیا جاتا ہے یا جو کو مچھلیاں کھا جاتی ہیں ان کو عذاب کہاں ہوتا ہے۔ جن کو شیر گیدڑ کھا جاتے ہیں ان کو کہاں عذاب ہوتا ہے؟ بھئی کچھ بھی ہو اور تم کچھ بھی کہو رب تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ جو جہاں بھی ہو گا اس کو سزا ہو گی اور جہاں اس کے جسم کے ذرات ہونگے وہی اس کی قبر ہو گی چاہے جس شکل میں ہو۔ نہ کوئی راحت سے محروم رہے گا اور نہ کسی کو عذاب سے چھٹکارا ہے۔ تو من فی القبور کا لفظ اس لیے فرمایا کہ وہاں جلانے کا رواج نہیں تھا قبروں میں ہی دفناتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بِغَیْرِ عِلْمٍ بغیر علم کے، علم بھی نہیں ہے وَّلَا ھُدًی اور ہدایت بھی نہیں ہے وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ اور نہ کوئی کتاب ہے روشنی پہنچانے والی دلائل کے ساتھ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ :

یہ آیتیں نضر ابن حارث اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ابوجہل کا نام ابوالحکم عمرو بن ہشام تھا۔ یہ مکہ مکرمہ کا چودھری تھا۔ یہ بڑا مالدار، منہ پھٹ، بے لحاظ آدمی تھا اس کو آنحضرت ﷺ سے بڑی عداوت تھی۔ ایک دفعہ اس نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں بڑے نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ جس طرح آج کل بھی عیسائی کافر استعمال کرتے رہتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں بھی چند عیسائی لڑکوں نے دیواروں پر آنحضرت ﷺ کا نام لکھ کر آگے گالیاں لکھیں۔ پکڑے گئے اور جیل بھیج دیئے گئے اور امریکی سفیر نے رہا کرائے۔ تو

ابوجہل نے آپ ﷺ کے متعلق نازیبا اور برے قسم کے الفاظ استعمال کیے۔ایک لونڈی بھی سن رہی تھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کر کے آرہے تھے ان کے پاس کمان اور دو چار خرگوش یا پرندے تھے جو انہوں نے پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔لونڈی دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھنے کے بعد کہنے لگی چچا جان میں تم کو ایک بات بتاتی ہوں مگر میرا نام نہ کسی کو بتانا۔آج ابوجہل عمرو ابن ہشام نے آپ کے بھتیجے محمد ﷺ کو بہت بری گالیاں دی ہیں۔میں لونڈی ہوں عورت ذات ہوں مگر مجھے بھی اچھی نہیں لگیں۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سیدھے ابوجہل کی طرف چل پڑے۔وہ دارالندوہ میں ننگے سر بیٹھا ہوا تھا انہوں نے جا کر تین چار کمانیں اس کے سر پر ماریں۔لوگوں نے کہا حمزہ پاگل ہو گئے ہو کیا بات ہے؟ فرمایا پاگل نہیں ہوں ٹھیک ٹھاک ہوں اس خبیث نے محمد ﷺ کو گالیاں دی ہیں۔مجلس والوں نے کہا کیا تم بھی اس کے طرف دار ہو گئے ہو۔فرمایا ہاں! ہو گیا ہوں۔وہاں سے سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور مسلمان ہو گئے۔

تو فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے بغیر علم، بغیر ہدایت کے اور نہ اس کے پاس کوئی روشن کتاب ہے ثَانِیَ عِطْفِهٖ موڑنے والا ہے اپنے پہلو کو یعنی پہلو تہی کرتا ہے لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تاکہ گمراہ کرے اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ہر وقت لوگوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے کہ محمد کی اطاعت نہ کرنا اس کی بات نہ سننا۔فرمایا ہمارا فیصلہ بھی سن لو لَهٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ اس شخص کے لیے دنیا میں رسوائی ہوگی۔یہ بدر کے مقام پر انتہائی ذلت کیساتھ مارا گیا وَّ نُذِیْقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور ہم اس کو چکھائیں گے قیامت والے دن عَذَابَ الْحَرِیْقِ جلانے والا عذاب ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰكَ یہ اس لیے کہ جو بھیجی ہے آگے تیرے دونوں ہاتھوں نے کمائی وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَیْسَ بِظَلَّامٍ

لِّلۡعَبِيۡدِ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔ رب تعالیٰ جیسا مہربان کوئی نہیں ہے۔ باقی جو جس نے کہا ہے اس کا پھل پائے گا۔

مطلبی اور مفاد پرست لوگوں کا ذکر :

آگے مطلب پرست، مفاد پرست اور خودغرض لوگوں کا ذکر ہے۔ فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں کنارے پر۔ جس طرح مجلس سے نکلنے والا آدمی کنارے پر بیٹھتا ہے تاکہ مجھے نکلتے وقت کوئی دقت نہ پیش آئے۔ اور جو بات سننے کا ارادہ رکھتا ہے اور پختہ ہوتا ہے وہ قریب بیٹھتا ہے کہ مجھے فائدہ ہو۔ یہ منافق لوگ مجلس کے کنارے پر بیٹھتے تھے تاکہ بھاگنے میں آسانی ہو فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ پس اگر پہنچے ان کو کوئی خیر۔ مال مل جائے زکوٰۃ عشر وغیرہ اِطۡمَاَنَّ بِهٖ تو اس پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ مال مل گیا ہے۔ پھر خوب مزے اڑاتا ہے وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ اور اگر پہنچے کوئی آزمائش اِنۡقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ پلٹ جاتا ہے اپنے چہرے کے بل۔ یعنی فائدہ پہنچے ساتھ ہیں اگر تکلیف آ گئی تو پیٹھ پھیر لی۔ بخلاف مخلص مسلمانوں کے کہ تکلیف پہنچے راحت پہنچے، خوشی آئے غمی آئے ہر حال میں وہ دین کے ساتھ جڑے رہتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کسی کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے اور فرشتے جان نکال کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَبَضۡتُمۡ ثَمۡرَةَ فُؤَادَ عَبۡدِیۡ ''میرے بندے کے بیٹے کی جان تم نے نکال لی۔'' فرشتے کہتے ہیں آپ کا حکم تھا۔ تو میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں پروردگار اس نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ اس کے بعد کہا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کے لیے جنت میں ایک

کوٹھی بنادو اور اس کا نام رکھو'' بَیۡتُ الۡحَمۡد '' کہ اس نے مجھے غمی میں بھی نہیں بھلایا۔ اور جو مطلب پرست ہیں مطلب حاصل ہوا تو مطمئن ہو گئے اور آزمائش پہنچی تو منہ پھیر لیا۔ ایسے لوگ خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃَ نقصان اٹھایا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ذٰلِکَ ھُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِیۡنُ یہی ہے کھلا نقصان کہ دنیا میں بھی گھاٹا اور آخرت میں بھی گھاٹا یَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ پکارتا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا لَا یَضُرُّہٗ وَمَا لَا یَنۡفَعُہٗ اس مخلوق کو جو اس کو ضرر نہیں دے سکتی اور اس مخلوق کو جو اس کو نفع نہیں دے سکتی۔

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ :

جو خود مخلوق ہے اس کے پاس نفع نقصان کہاں؟ رب تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نفع نقصان کا اختیار نہیں ہے وَاِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ھُوَ '' اور اگر پہنچائے آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس نہیں کھولنے والا دور کرنے والا اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی وَاِنۡ یُّرِدۡکَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِہٖ [یونس:۱۰۷] اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے اس کے فضل کو۔'' دیکھو! عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے منجی ہیں ہمیں نجات دینے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، رب تعالیٰ کے شریک ہیں۔ اور ایسے بے وقوف ہیں کہ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو سولی پر لٹکایا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان کو سولی پر لٹکایا جا رہا تھا تو وہ کہہ رہے تھے اِیۡلِیۡ اِیۡلِیۡ لِمَا سَبَقۡتَنِیۡ '' اے میرے رب! اے میرے رب! تو نے مجھے ان ظالموں کے ہاتھوں پھنسا دیا ہے۔'' اب سوال یہ ہے کہ جو اپنے گلے سے پھندا نہ اتار سکے اپنے آپ کو نہ بچا سکے، اپنے آپ کو نجات نہ دے سکے وہ تمہارے کیسے منجی بن گئے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احترام ہمارے دلوں میں ہے۔ ہمارا ایمان

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں لیکن وہ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے قرآن پاک میں اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [سورۃ جن] "اے نبی کریم ﷺ! آپ اعلان کردیں میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور یہ بھی اعلان کردیں لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا [اعراف:۱۸۸] "میں اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ مگر جو رب چاہتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں پہلا نمبر ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ جب آپ ﷺ نہ اپنی ذات کے نفع نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی اور کے نفع نقصان کے مالک ہیں تو پھر اور کون ہوسکتا ہے کہ وہ نفع نقصان کا مالک ہو اور اس کو پکارا جائے۔ ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ یہی ہے گمراہی دور کی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو نافع اور ضار سمجھنا اور ان کو حاجات میں پکارنا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی نافع ہے نہ کوئی ضار ہے نہ کوئی دافع البلاء ہے۔

درودتاج پڑھنے سے سب اعمال برباد ہو جاتے ہیں :

دیکھو! ان لوگوں نے درودِ تاج بنایا ہوا ہے اور اس کو پڑھنا بڑا قابلِ ثواب سمجھتے ہیں۔ اس میں یہ کلمات بھی ہیں دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْاَلَمِ "کہ آنحضرت ﷺ بلائیں ٹالتے ہیں، مصیبتیں ٹالتے ہیں، قحط ٹالتے ہیں اور رنج ٹالتے ہیں۔" لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رب تعالیٰ تو فرمائیں کہ اعلان کرو کہ میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں اور یہ لوگ کہیں کہ آپ ﷺ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ انہوں نے اپنے پاس سے خرافات بنا کر پیش کی ہیں حاشا وکلا یہ سب شرکیہ الفاظ ہیں دافع البلاء والوباء والقحط والالم "یہ جو پڑھے گا اس کی نمازیں برباد، روزے برباد ہر چیز برباد

ہو جائے گی۔ اور یہ بیماری زیادہ عورتوں میں ہے۔ درود تاج پڑھو، درود ماہی پڑھو، خدا جانے کیا کیا درود بنائے ہوئے ہیں۔ جو درود آنحضرت ﷺ نے نماز میں پڑھنے کے لیے بتایا ہے درود ابراہیمی اس سے بہتر درود دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

فرمایا یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ پکارتا ہے اسکو جس کا ضرر زیادہ قریب ہے اس کے نفع سے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر، فریادرس سمجھ کر، دستگیر سمجھ کر پکارا تو کافر ہو گیا۔ اور کفر سے بڑھ کر کون سا ضرر ہے؟ دیکھو! یہ تم روزمرہ سنتے ہو......

؎ امداد کن امداد کن از رنج وغم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

تو مسئلہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر پکارے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اب اس نے اپنے فہم کے مطابق، اپنے خیال کے مطابق ان کو نافع سمجھ کر پکارا کہ وہ مجھے نفع پہنچائیں گے۔ وہ تو نہیں پہنچا مگر کفر کا ضرر ہو گیا کیونکہ یہ کفر ہے۔ یہ کفر اور اسلام کے مسئلے ہیں کوئی معمولی مسئلے نہیں ہیں۔ غیر اللہ کو پکارنے والے کو نفع تو نہیں ہوگا البتہ کفر لازم ہو جائے گا اور وہ مشرک ہوگا۔ لَبِئْسَ الْمَوْلٰی البتہ برا ہے اس کا آقا جس کے ذریعے کافر ہوا اور مشرک ہوا وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ اور البتہ برا ہے ساتھی۔ رب تعالیٰ کے بغیر نہ کوئی نافع ہے اور نہ کوئی ضار ہے۔

❁ ❁ ❁

إِنَّ اللَّهَ

يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ
أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى
السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾
وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ﴿١٦﴾
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ
وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ
اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ
مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ
فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿١٨﴾ هَٰذَانِ خَصْمَانِ
اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ
نَارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي
بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَا أَرَادُوا
أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ
الْحَرِيقِ ﴿٢٢﴾ ع

اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جنہوں نے عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ ایسے باغات میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ کرتا ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے مَنْ کَانَ یَظُنُّ جو شخص خیال کرتا ہے اَنْ اس بات کا لَّنْ یَّنْصُرَهُ اللّٰهُ کہ ہرگز نہیں مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی فِی الدُّنْیَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ پس چاہیے کہ دراز کرے رسی کو اِلَی السَّمَآءِ آسمان کی طرف ثُمَّ لْیَقْطَعْ پھر کاٹ دے فَلْیَنْظُرْ پس چاہیے کہ وہ دیکھے هَلْ یُذْهِبَنَّ کَیْدُهٗ کیا دور کرتی ہے اس کی تدبیر مَا یَغِیْظُ اس چیز کو جو اس کو غصے میں ڈالتی ہے وَ کَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اور اسی طرح ہم نے نازل کیا ہے اس کو اٰیٰتٍ ۭبَیِّنٰتٍ آیتیں ہیں صاف صاف وَّاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیْنَ هَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہیں وَالصّٰبِئِیْنَ اور جو صابی ہیں وَالنَّصٰرٰی اور جو نصرانی ہیں وَالْمَجُوْسَ اور جو مجوسی ہیں وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْآ اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ

اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ یَسْجُدُ لَہٗ سجدہ کرتی ہے اس کو مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وہ
مخلوق جو آسمانوں میں ہے وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اور وہ مخلوق جو زمین میں ہے
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور سورج اور چاند وَالنُّجُوْمُ اور ستارے وَالْجِبَالُ اور
پہاڑ وَالشَّجَرُ درخت وَالدَّوَآبُّ اور جانور وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اور بہت
سے لوگوں میں سے وَکَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْہِ الْعَذَابُ اور بہت سے ایسے ہیں کہ
ثابت ہے ان پر عذاب وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ اور جس کو ذلیل کرے اللہ تعالیٰ فَمَا لَہٗ
مِنْ مُّکْرِمٍ پس نہیں ہے کوئی اس کو عزت دینے والا اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ
بیشک اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے ھٰذٰنِ یہ دو گروہ ہیں خَصْمٰنِ جھگڑا کرتے ہیں
اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّھِمْ انہوں نے جھگڑا کیا اپنے رب کے بارے میں فَالَّذِیْنَ
کَفَرُوْا پس وہ لوگ جو کافر ہیں قُطِّعَتْ لَھُمْ ثِیَابٌ کاٹے جائیں گے ان کے
لیے کپڑے مِّنْ نَّارٍ آگ سے یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُ وْسِھِمْ بہایا جائے گا ان
کے سروں پر الْحَمِیْمُ گرم پانی یُصْھَرُ بِہٖ نکالا جائے گا اس کے ذریعے مَا فِیْ
بُطُوْنِھِمْ جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے وَالْجُلُوْدُ اور ان کی کھالیں اتاری
جائیں گی وَلَھُمْ اور ان کے لیے مَّقَامِعُ ہتھوڑے ہونگے مِنْ حَدِیْدٍ لوہے
کے کُلَّمَآ اَرَادُوْٓا جب کبھی وہ ارادہ کریں گے اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا کہ وہ نکلیں
دوزخ سے مِنْ غَمٍّ غم کی وجہ سے اُعِیْدُوْا فِیْھَا لوٹا دیئے جائیں گے اس کے
اندر (اور کہا جائے گا) وَذُوْقُوْا اور چکھو عَذَابَ الْحَرِیْقِ جلانے والے عذاب

کا مزہ۔

پچھلی آیات میں کافروں کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے ایسوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کے نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے اور یہ کھلی گمراہی ہے۔ان کے مد مقابل اب مومنوں کا ذکر ہے۔فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل اچھے کیے۔ ایمان بھی لائے اور عمل بھی اچھے کیے۔کہاں داخل کرنے گا؟ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔اس چیز کی قدر ہمیں تو یہاں نہیں ہوسکتی کیونکہ یہاں ہر چیز موجود ہے، باغات بھی ہیں، نہریں بھی ہیں، درخت بھی ہیں۔ اس کی قدر عربوں سے پوچھو کہ ان کو درختوں اور پانی کی کتنی قدر تھی کہ عرب کا علاقہ خشک ہے اور گرمی انتہائی درجے کی۔بیس بیس، تیس تیس میل تک پانی نہیں ملتا تھا اور گرمی کے زمانے میں سر چھپانے کے لیے کوئی سایہ دار درخت نظر نہیں آتا تھا۔ان چیزوں کی قدر ان کو تھی۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھانے کیلئے فرمایا وہاں باغات ہونگے اور ان کے نیچے نہریں چل رہی ہونگی اور لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا [سورۃ ق:۳۵] ''اور ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں۔'' فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ بیشک اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے۔ اس کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا اس کا ارادہ ہی اصل ہے۔

کافروں کی سرزنش :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ كَانَ يَظُنُّ جو شخص خیال کرتا ہے اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ اس کی یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد نہیں کرے گا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں۔آنحضرت ﷺ جب یہ فرماتے کہ میرا کلمہ پڑھ لو اس میں

تمہاری دنیاوآخرت کی کامیابی ہے۔ایک وقت آئے گا یہ ساری دنیا تمہارے ماتحت ہوگی اوراللہ تعالیٰ نورِایمان اورنورِتوحید کو مکمل کرے گا۔وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ [سورۃ صف] ’’اوراللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔‘‘ تو بعض کافر شوشے چھوڑتے تھے کہ اس کے پاس کیا ہے کہ ساری دنیا اس کے زیراثر ہوجائے گی۔یہ چند کمزور آدمی اور غلام بھوکے ننگے دنیا پر فتح پائیں گے۔یہ ہمیں خواہ مخواہ ورغلاتا ہے اور غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا۔ہٗ ضمیر آنحضرت کی طرف راجع ہے۔تو جس شخص کا یہ خیال ہے اس کو کیا کرنا چاہیے؟ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ پس چاہیے کہ دراز کرے،تان لے رسی زمین سے آسمان تک اور لٹکتا لٹکتا وہاں پہنچ جائے جہاں سے رب تعالیٰ کی مدد پیغمبر پر نازل ہوتی ہے۔ویسے تو نہیں پہنچ سکتا رسی لٹکا لے اور پہنچ جائے ثُمَّ لْيَقْطَعْ پھر کاٹ دے جہاں سے رب کی مدد آرہی ہے وہ دروازہ بند کرآئے۔اگر اس کے اختیار میں ہے تو ایسا کرلے فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ پس چاہیے کہ وہ دیکھے کیا دور کرتی ہے اس کی تدبیر مَا يَغِيْظُ اس کو جو اس کو غصے میں ڈالتی ہے۔کیا اس کا یہ مکر اور اس کی یہ تدبیر اس کے غصے کو ٹھنڈا کرتی ہے۔فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اور اسی طرح ہم نے نازل کیا ہے اس کو۔جیسے ہم نے پہلے پیغمبروں پر کتابیں نازل کی تھی اسی طرح نازل کی ہیں اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ آیتیں ہیں صاف صاف۔اللہ تعالیٰ صاف صاف بیان فرماتے ہیں لیکن ہمارے لیے تو مشکل ہیں۔تو بھئی ہمارے لیے مشکل اس لیے ہیں کہ عربی ہماری زبان نہیں ہے۔ان کی زبان عربی تھی وہ اہل لسان تھے،اہل زبان تھے۔وہ قرآن پاک کی فصاحت اور

بلاغت کو سمجھتے تھے اور دنیا میں اس سے زیادہ کوئی فصیح کتاب نہیں ہے۔ اس کا آج تک کوئی مقابلہ نہیں کر سکا اور نہ قیامت تک کوئی کرے گا۔ اس کو مٹانے کی بڑی کوشش کی گئی ہے لیکن اس کی حفاظت کا ذمہ رب تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ ہاں جب قیامت برپا کرنا مقصود ہوگا اس وقت اس کو اٹھالیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اس کو جو ہدایت کا ارادہ کرے۔ زبردستی ہدایت اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں دیتا۔

بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت عرب میں فرقوں کی تعداد :

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت سرزمین عرب پر مومنوں کے علاوہ پانچ فرقے تھے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے۔ دوسرا فرقہ وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا اور وہ لوگ جو یہودی ہیں وَالصّٰبِئِیْنَ اور جو صابی ہیں، یہ تیسرا فرقہ تھا۔ اور چوتھا فرقہ وَالنَّصٰرٰی اور وہ جو نصرانی ہیں وَالْمَجُوْسَ اور وہ جو مجوسی ہیں، یہ پانچواں فرقہ تھا وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْآ اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا، یہ چھٹا فرقہ ہوا۔ تو اسلام کے علاوہ پانچ فرقے تھے۔ مدینہ طیبہ میں یہودی کافی تعداد میں تھے۔ خیبر کے علاقہ پر تو قبضہ ہی ان کا تھا اور فدک بھی سارا ان کے پاس تھا اور نجران کے علاقے میں نصاریٰ تھے اور اب بھی اِکادُکا ہیں۔ اور صابئین کے بارے میں مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ نماز روزے کا قائل تھا اور قیامت کے بھی قائل تھے حضرت داؤد علیہ السلام کو مانتے تھے اور زبور کا بڑا احترام کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ اس لیے بعض محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بگڑی ہوئی امت تھی جیسے عرب کے مشرک کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے طریقے پر تھے صدیوں

تک اسی طریقے پر رہے۔ عمرو ابن لُحی بن قمع بنوخزاعہ قبیلے کا آدمی تھا جس نے سب سے پہلے عرب میں شرک کی ترویج کی۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے گزرا ہے۔ یہ شخص اخلاق میں بھی بڑا گرا ہوا تھا۔ اس زمانے میں لوگ حج عمرے والے بہت تھوڑے ہوتے تھے اب تو خدا پناہ! بے شمار مخلوق ہے۔ اس نے چھڑی کے ساتھ کنڈی بنائی ہوئی تھی جیسے مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی ہوتی ہے طواف کرتے ہوئے کسی کے کندھے پر اچھی چادر دیکھتا یا اچھا کمبل دیکھتا کیونکہ عام طواف میں کپڑا رکھ سکتے ہیں تو کنڈی کے ساتھ وہ چادر اور کمبل اٹھا کر اپنے تھیلے میں چھپا لیتا تھا اگر کسی کو خبر ہو جاتی تو کہتا معاف رکھنا بے احتیاطی میں کنڈی کیساتھ لگ گئی ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ یہ شخص اخلاق میں کتنا گرا ہوا تھا کہ طواف کرتے ہوئے بھی لوگوں کے کپڑے اڑا لیتا تھا۔ لیکن لوگ اس کے پیچھے بھی چل پڑے۔ آج بعض بے وقوف غلط فہمی کا شکار ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر فلاں آدمی کے پاس کچھ نہیں ہے تو لوگ اس کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ دیکھو! لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ تم کپڑے اتار کر بازار چلے جاؤ تو کتنی مخلوق تمہارے پیچھے چل پڑے گی۔ تو کسی کے ساتھ لوگوں کا لگ جانا اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں اور مجوسی آگ کی پوجا کرتے ہیں اور مشرک مخلوق کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں **اِنَّ اللّٰہَ یَفۡصِلُ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ** بیشک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان سب فرقوں کے درمیان قیامت والے دن۔ یہ عملی فیصلہ ہوگا کہ حق والوں کو جنت میں داخل کرے گا اور باطل فرقوں کو دوزخ میں ڈالے گا ورنہ دلائل کے لحاظ سے حق باطل کا فیصلہ دنیا میں ہو چکا ہے۔ **اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ** بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ **اَلَمۡ تَرَ** اے مخاطب! کیا آپ نہیں دیکھتے **اَنَّ**

اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ ہی کو سجدہ کرتی ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے۔آسمانوں میں فرشتے ہیں وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اور وہ مخلوق جو زمین میں ہے اور زمین میں انسان ہیں،فرشتے ہیں،جنات ہیں وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور سورج اور چاند بھی سجدہ کرتے ہیں جس طرح ان کی شان کے لائق ہے وَالنُّجُوْمُ اور ستارے بھی سجدہ کرتے ہیں وَالْجِبَالُ اور پہاڑ بھی سجدہ کرتے ہیں وَالشَّجَرُ درخت بھی وَالدَّوَآبُّ اور جانور چوپائے بھی سجدہ کرتے ہیں۔ہر ایک کا سجدہ علیحدہ علیحدہ ہے اپنے اپنے انداز میں وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اور بہت سارے انسان بھی سجدہ کرتے ہیں وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ اور بہت سے ایسے ہیں کہ ثابت ہے ان پر عذاب وہ سجدہ نہیں کرتے۔

سجدے کی کیفیت :

سجدے کے متعلق بھی سمجھ لیں۔سجدے میں پیشانی بھی زمین پر رکھنی ہے اور ناک بھی۔حدیث پاک میں آتا ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَمَسَّ اَنْفُہٗ الْاَرْضَ ''اس شخص کی نماز نہیں ہے جس کی ناک زمین کیساتھ نہیں لگی۔'' تو حالت صحت میں پیشانی اور ناک دونوں زمین کے ساتھ لگیں۔ہاں! بیماری کا مسئلہ الگ ہے کہ اگر کسی نے آنکھ کا آپریشن کروایا ہے یا اور کوئی تکلیف ہے اور سر کے ساتھ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ اشارے کیساتھ کرے گا البتہ نماز معاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ پس نہیں ہے کوئی اس کو عزت دینے والا اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے۔یہ آیت سجدہ ہے لہٰذا اب تمام پر سجدہ لازم ہو گیا ہے اور یہ بات

کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ سجدہ تلاوت کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ کپڑوں کا پاک ہونا، بدن کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، نماز کا وقت ہونا۔ اگر سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت اور زوال کے وقت سجدہ کرو گے تو ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان تین اوقات میں نماز، سجدہ تلاوت، جنازہ کوئی شے جائز نہیں ہے۔ ہاں! قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہو، ذکر کر سکتے ہو، فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے نفلی نماز نہیں پڑھ سکتے فرض نماز قضاء کر سکتے ہو۔ اگر اس وقت جنازہ ہو جائے تو جنازہ بھی پڑھ سکتے ہو۔ صبح صادق سے لے کر سورج کے طلوع ہونے تک نفلی نماز مکروہ ہے اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نفلی نماز مکروہ ہے قضا پڑھ سکتے ہو۔ سجدۂ تلاوت واجب ہے کر سکتے ہو نماز جنازہ فرض کفایہ ہے پڑھ سکتے ہو۔ تو یہ آیت سجدے والی ہے پڑھنے والے پر بھی اور سننے والوں پر بھی سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ اگر کسی کا وضو نہیں ہے یا جس وقت پڑھی وہ سجدے کا وقت نہیں تھا تو اپنے پاس نوٹ کر لے جب نماز کا وقت آئے سجدہ کرے اور سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے تین، پانچ ، سات مرتبہ تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ جائے۔ اس میں التحیات ہے نہ دائیں بائیں سلام پھیرنا ہے هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ یہ دو گروہ ہیں جو آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ ایک گروہ مومنوں کا ہے دوسرا باطل فرقوں کا ہے۔

کافروں کا انجام :

یہودی، عیسائی، صابی، مجوسی اور مشرک اِخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّهِمۡ یہ جھگڑا کر رہے ہیں اپنے رب کے بارے میں فَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا پس وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِيَابٌ مِّنۡ نَّارٍ کاٹے جائیں گے ان کے لیے کپڑے آگ سے۔ جیسے ہم کپڑے

سلواتے ہیں تو درزی ماپ لے کر کپڑا کاٹتا ہے اور برابر کرتا ہے۔تو کافروں کے بدن پر آگ کے لباس کو فٹ کیا جائے گا يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ بہایا جائے گا ان کے سروں پر گرم پانی۔اتنا گرم ہوگا کہ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُوْنِهِمْ نکالا جائے گا اس کے ذریعے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے۔پاخانے کے راستے سب کچھ نکل جائے گا وَالْجُلُوْدُ اوران کی جلدیں، چمڑے اتار دیئے جائیں گے۔اس پانی کے ذریعے چمڑا نیچے گر جائے گا۔اتنا پانی گرم ہوگا اللہ تعالیٰ بچائے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔آج اگر گرم پانی بدن پر پڑ جائے تو آدمی کے بدن کا حلیہ بگڑ جاتا ہے وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ اوران کے لیے ہتھوڑے ہونگے لوہے کے۔فرشتوں کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہونگے كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا جب بھی وہ مجرم ارادہ کریں گے کہ وہ نکلیں دوزخ سے مِنْ غَمٍّ جو غم اور پریشانی کی وجہ سے ہے۔آگ کے شعلے بلند ہونے کی وجہ سے یہ اوپر آجائیں گے تھوڑی سی امید لگے گی کہ نکل جائیں کنارے والے فرشتے لوہے کے ہتھوڑے زور سے ماریں گے پھر نیچے چلے جائیں گے۔اسی طرح آگ کے شعلوں کیساتھ اوپر آتے رہیں گے اور فرشتے ہتھوڑے مار کر نیچے کرتے رہیں گے رب کے عذاب اور دوزخ سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُعِيْدُوْا فِيْهَا لوٹا دیئے جائیں گے اس کے اندر ہتھوڑے مار کر اور فرشتے کہیں گے وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ اور چکھو جلانے والے عذاب کا مزہ۔دنیا میں تم نے بڑے مزے اڑائے اب عذاب کا مزہ چکھو۔اللہ تعالیٰ تمام مومنین، مومنات اور مسلمین، مسلمات کو محفوظ فرمائے۔

(آمین)

۞۞۞

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَهُدُوْۤا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْــًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ يُدْخِلُ داخل کرے گا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں يُحَلَّوْنَ فِيْهَا پہنائے جائیں گے ان جنتوں میں مِنْ اَسَاوِرَ کنگن مِنْ ذَهَبٍ سونے کے وَّلُؤْلُؤًا اور موتی وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ اور ان کا لباس جنتوں میں ریشمی ہوگا وَهُدُوْۤا اِلَى الطَّيِّبِ اور ان کو ہدایت دی گئی پاکیزہ مِنَ الْقَوْلِ بات سے وَهُدُوْۤا اور ہدایت دی گئی اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ قابل تعریف ذات

کے راستے کی طرف اِنَّ الَّذِيۡنَ بیشک وہ لوگ كَفَرُوۡا جو کافر ہیں وَيَصُدُّوۡنَ اور روکتے ہیں عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اور مسجد حرام سے الَّذِىۡ وہ مسجد حرام جَعَلۡنٰهُ جس کو ہم نے بنایا لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے سَوَآءَ ۨالۡعَاكِفُ فِيۡهِ برابر ہے جو وہاں کا مقیم ہے وَالۡبَادِ اور جو باہر سے آنے والا ہے وَمَنۡ يُّرِدۡ فِيۡهِ اور جو ارادہ کرے گا حرم میں بِاِلۡحَادٍۢ کج روی کا بِظُلۡمٍ زیادتی کرتے ہوئے نُّذِقۡهُ ہم چکھائیں گے اس کو مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ دردناک عذاب وَاِذۡ بَوَّاۡنَا اور جس وقت ہم نے ٹھکانا بتایا لِاِبۡرٰهِيۡمَ ابراہیم علیہ السلام کو مَكَانَ الۡبَيۡتِ بیت اللہ کی جگہ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ یہ کہ نہ شریک ٹھہرانا میرے ساتھ شَيۡـئًا کسی چیز کو وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ اور پاک رکھ میرے گھر کو لِلطَّآئِفِيۡنَ طواف کرنے والوں کے لیے وَالۡقَآئِمِيۡنَ اور قیام کرنے والوں کے لیے وَالرُّكَّعِ اور رکوع کرنے والوں کے لیے السُّجُوۡدِ سجدہ کرنے والوں کے لیے وَاَذِّنۡ اور اعلان کریں فِى النَّاسِ لوگوں میں بِالۡحَجِّ حج کا يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا آئیں گے آپ کے پاس پیدل چل کر وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ اور ہر لاغر اونٹ اونٹنی پر يَّاۡتِيۡنَ جو آئیں گے مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ ہر دور دراز کے راستے سے۔

مومنوں کا انعام :

ان آیات سے پہلے تھا کہ کافروں کو کہا جائے گا کہ جلانے والی آگ کا مزہ چکھو۔

ان کے مدمقابل ان مومنوں کا ذکر ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں پہنچادے گا۔فرمایا اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ تعالیٰ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور خالی ایمان ہی نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل بھی اچھے کیے۔نہ ایمان عمل کے بغیر مکمل ہے اور نہ عمل ایمان کے بغیر مکمل ہے۔کہاں داخل کرے گا؟ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں یُحَلَّوْنَ فِیْهَا پہنائے جائیں گے ان کو ان باغات میں مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ۔اَسَاوِرَ،اَسْوِرَةٌ کی جمع ہے اور اَسْوِرَةٌ سَوَارٌ کی جمع ہے۔اور سَوَارٌ کا معنٰی ہے کنگن۔تو معنٰی ہوگا سونے کے کنگن۔اس زمانے میں رواج تھا کہ ملک کا بادشاہ اور رئیس اپنے ہاتھوں میں کنگن پہنتا تھا جیسے تم گھڑی کا چین پہنے ہوئے ہو۔

حضرت سراقہ ابن مالک ﷛ جب انعام کے لالچ میں آپ کے پیچھے لگے ہجرت کے موقع پر کہ ان کو شہید کر کے دوسو اونٹ لوں گا۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ گھوڑا دودفعہ زمین میں دھنس گیا تو اس نے معافی مانگی کہ حضرت!مجھے معاف کردیں۔اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کَیْفَ بِکَ اِذَا لَبِسْتَ سَوَارَیْ کِسْرٰی ''اے سراقہ آج تو آپ دوسو اونٹوں کے لالچ میں میرے اور ابوبکر ﷛ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ وقت کیسا ہوگا کہ آپ کسریٰ کے کنگن پہنیں گے۔'' کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایمان کی دولت سے نوازے گا ایران فتح ہوگا اور کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں آئیں گے اور تجھے پہنائے جائیں گے۔چنانچہ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی حضرت عمر ﷛ کے زمانے میں پوری ہوئی۔حضرت عمر ﷛ نے سب کے سامنے تھوڑی دیر کے لیے کسریٰ ایران کے کنگن حضرت سراقہ ابن مالک ﷛ کو پہنائے۔یہاں سونے کا لفظ ہے اور دوسرے مقام پر چاندی کا لفظ ہے۔

تو سونے کے بھی ہونگے اور چاندی کے بھی ہونگے۔

وَّلُؤْلُؤًا اور موتیوں کے وَ لِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيْرٌ اور ان کالباس جنت میں ریشمی ہوگا۔ دنیا میں سونا اور ریشم مردوں کے لیے حرام ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ میں سونے کا ٹکڑا لیا اور دوسرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِىْ وَاَحَلَّهُمَا عَلٰى اُنَاثِ اُمَّتِىْ ''بیشک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو میری امت کے مردوں کے لیے حرام فرمایا ہے اور عورتوں کے لیے حلال فرمایا ہے۔'' جنت میں دونوں چیزیں جائز ہونگی۔ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ اور ہدایت دی گئی ان کو دنیا میں پاکیزہ بات کی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں طیب من القول سے مراد کلمہ طیبہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ قابل تعریف ذات کے راستے کی طرف ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قابل تعریف ہے اور اس کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ صراط مستقیم میں نمازیں بھی ہیں روزے، حج، زکوٰۃ، قربانی، فطرانہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ یعنی ایمان کی بھی توفیق دی اور اچھے اعمال کی بھی توفیق دی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بیشک وہ لوگ جو کافر ہیں وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو کہ ایمان نہ لاؤ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کلمہ پڑھنے کے بعد مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی کوشش کرتے تھے تو کافر ان پر حملہ کر دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں نماز شروع کی کافروں نے آ کر ان کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا کہ اے صابی تمہارا

مسجد کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس وقت اہل حق کو صابی کہتے تھے جیسے آج کل اہل حق کو وہابی کہتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے تو ابو جہل نے دھمکی دی کہ اگر پھر مسجد میں آئے تو میں تمہاری گردن دباؤں گا۔ سورہ اِقرا میں ذکر ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابو جہل قریب آتا تو فرشتے اس کی گردن مروڑ دیتے۔ تو فرمایا مسجد حرام میں آنے سے روکتے ہیں حالانکہ اَلَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ مسجد حرام وہ مقام ہے جس کو ہم نے بنایا ہے لوگوں کے لیے سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ برابر ہے جو وہاں مقیم ہے اور جو باہر سے آنے والا ہے۔ مسافر اور مقیم سب کے لیے برابر ہے۔ یہ مسجد اہل محلہ نے رب تعالیٰ کی توفیق سے بنائی ہے لیکن اس میں نماز پڑھنے کا سب کو حق ہے۔ محلے والے کسی مسافر کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے تم نے کوئی چندہ دیا ہے۔ ایسا کرنا گناہ ہے اور ہر مسجد کا یہی حکم ہے کہ اس میں جتنا حق مقامیوں کا ہے اتنا ہی حق مسافروں کا ہے۔ ہاں! اگر کوئی شرارت کے لیے آئے تو اس کا مسئلہ علیحدہ ہے وہ چاہے محلّہ دار ہو یا باہر سے آنے والا ہو تو اس کا علاج کیا جائے گا اس کو روکا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ اور جو شخص ارادہ کرے گا حرم میں کج روی کا اور شرارت کا بِظُلْمٍ زیادتی کرتے ہوئے نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ چکھائیں گے اس کو ہم دردناک عذاب۔

نیکی بدی کے بارے میں ضابطہ :

نیکی بدی کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے اور روایت بخاری شریف کی ہے اگر کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے جسکو فقہاء کرامؒ عزم کہتے ہیں تو فرشتہ اس کے لیے ایک نیکی لکھ لیتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ میں نے ظہر کی نماز جماعت

کے ساتھ پڑھنی ہے جبکہ ظہر کے وقت میں ابھی دیر ہے تو اس کے اس ارادے سے ایک نیکی لکھی جائے گی ۔اگر عصر کا بھی ارادہ کرے تو دوسری نیکی لکھی جائے گی ۔غرض کہ جتنی نیکیوں کا ارادہ کرے گا اتنی نیکیاں لکھی جائیں گی اور جب عملاً نیکی کرے گا تو ایک نیکی پر دس نیکیاں لکھی جائیں گی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا اجر ملے گا۔'' یہ قاعدہ عام نیکیوں کے لیے ہے اور وہ نیکی جو فی سبیل اللہ کی مد میں کی جاتی ہے تو اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو نیکیوں کا ہے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔'' مزید حساب رب تعالیٰ کے پاس ہے ہمارے پاس نہیں ہے اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ فی سبیل اللہ کی کئی قسمیں ہیں ۔قرآن وحدیث کا درس سننے کے ارادے سے جو گھر سے چلتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔اور ایک قدم پر ادنیٰ ترین نیکی سات سو ہے۔علم دین حاصل کرنا فی سبیل اللہ کی مد میں ہے اور دین کی ترویج اور تبلیغ کے لیے نکلنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے اور جہاد مع الکفار کے لیے نکلنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے ۔حج کا سفر بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ایک آدمی کا عقیدہ صحیح ہے نماز ،روزے کا پابند ہے جائز کمائی کے لیے گھر سے نکلتا ہے کہ کما کر خود کھاؤں گا ،بیوی بچوں کو کھلاؤں گا،عزیز رشتہ داروں کو کھلاؤں گا تو اس کا ہر ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔اور برائی کا ارادہ کرنے پر برائی نہیں لکھی جاتی جب تک کرے گا نہیں ۔مثلاً ایک شخص ارادہ کرتا ہے کہ میں فلاں آدمی کو ماروں گا تو جب تک مارے پیٹے گا نہیں اس وقت تک برائی نہیں لکھی جائے گی ۔پھر ایک گناہ پر ایک گناہ ہی لکھا جائے گا دس نہیں لکھے جائیں گے ۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تم یہاں سے سمجھ سکتے ہو کہ نیکیاں کمانی کتنی آسان ہیں ۔بیٹھے بیٹھے ایک دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ کہا، اللہ اکبر کہا تو دس

نیکیاں مل گئیں اور ایک صغیرہ گناہ بھی مٹ گیا اور ایک درجہ بھی بلند ہو جائے گا اور ایک درخت بھی جنت میں لگ جائے گا۔ یہ قانون عام جگہوں کے متعلق ہے اور جو شخص مسجد حرام میں کج روی یا شرارت کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے۔

مسجد حرام کے بانی اور جگہ کی تعیین :

آگے مسجد حرام کے بانی اور اس کی جگہ کی تعیین کا ذکر ہے۔ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ اور جس وقت ہم نے ٹھکانا بتایا ابراہیم علیہ السلام کو مَکَانَ الْبَیْتِ بیت اللہ کی جگہ کا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کی وجہ سے بیت اللہ شہید ہو گیا تھا اور نام ونشان بھی مٹ گیا تھا۔ ابھرا ہوا ٹیلا سا تھا اور بھی ارد گرد ٹیلے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو حکم دیا بیت اللہ کو تعمیر کرنے کا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معمار کا کام کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مزدور کا اور مقام ابراہیم والے پتھر نے ''گوہ'' کا کام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو ابراہیم علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا اوپر نیچے دائیں بائیں جدھر کا ارادہ فرماتے یہ پتھر ادھر ہی چل پڑتا تھا نیچے تختے اور بانس لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ فرمایا میں کعبۃ اللہ کی نشاندہی کے لیے آیا ہوں۔ پھر چاروں دیواروں کی بنیادوں کی نشاندہی فرمادی۔ چوالیس مربع فٹ اور اونچائی پچاس فٹ ہے۔ اور فرمایا کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کا گھر بنانا ہے۔ اس زمانے میں کعبۃ اللہ سے بلند کوئی عمارت نہیں تھی اور اب اتنی بلند بلڈنگیں ہیں کہ کعبۃ اللہ دور سے نظر نہیں آتا۔ اور حجر حطیم جس کو کہتے ہیں یہ بھی کعبۃ اللہ کا حصہ ہے۔ مشرکین کے پاس خالص حلال کی رقم اتنی

نہیں تھی کہ اس پر چھت ڈال سکتے ۔ جگہ بتانے کے بعد پہلی بات یہ فرمائی اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا یہ کہ نہ شریک ٹھہرانا میرے ساتھ کسی چیز کو۔ اوظالمو! تم اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے ہو اور بیت اللہ کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت بھی نصب کیے ہوئے ہیں حالانکہ بیت اللہ کی بنیاد اس پر تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ لہٰذا تمہارا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ اور پاک رکھ میرے گھر کو کفر شرک سے اور ظاہری طور پر بھی۔

پاگلوں اور چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ آنے دو :

حدیث پاک میں آتا ہے جَنِّبُوْا مَجَانِيْنَ وَالصِّبْيَانَ ''اپنی مسجدوں میں پاگلوں اور چھوٹے نا سمجھ بچوں کو نہ آنے دو۔'' پیشاب پاخانہ کر دیں مسجد کی بے حرمتی ہو گی۔ پاگل کو ہوش ہی نہیں ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اور مسجد کی صفائی دین کا حصہ ہے۔ فرمایا میرے گھر کو پاک رکھ لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنے والوں کیلئے وَالْقَآئِمِيْنَ اور قیام کرنے والوں کیلئے۔ اس میں نماز کے اندر قیام کرنے والے بھی آگئے باہر سے آکر ٹھہرنے والے بھی اور جو اعتکاف کیلئے ٹھہرنے والے ہیں سب اس میں آگئے۔ کیونکہ بیت اللہ اور حرم پاک دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے ہے وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اور رکوع سجود کرنے والوں کیلئے۔ نماز پڑھنے والوں کیلئے بھی حرم کی طہارت ضروری ہے۔

دوسرا حکم وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ اور اے ابراہیم علیہ السلام! اعلان کریں لوگوں میں حج کا کہ اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر ہو چکا ہے آؤ حج کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! یہاں آبادی تو ہے کوئی نہیں یہاں بے آباد جنگل میں میرے اور اسماعیل علیہ السلام کے سوا اور تو کوئی ہے نہیں اعلان کو سن کر کون آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

آپ کا کام ہے اعلان کرنا۔اے لوگو! فَقَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ ”تحقیق فرض کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو۔“ اس اعلان کو لوگوں تک پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابو قبیس پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آواز روئے زمین کے تمام انسانوں تک یہاں تک کہ ماؤں کے رحموں میں جو موجود تھے اور پھر آدم علیہ السلام کی پشت سے ساری نسل انسانی تک پہنچائی اور جس جس نے اس آواز پر لبیک کہی وہ ضرور پہنچے گا حج کے لیے يَأْتُوكَ رِجَالًا آئیں گے آپ کے پاس پیدل چل کر وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ اور ہر لاغر اونٹ اونٹنی پر يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ جو آئیں گے ہر دور دراز کے راستے سے تاکہ اس فرض کو ادا کریں۔

۞ ۞ ۞

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ ع

لِّيَشْهَدُوْا تاکہ وہ حاضر ہوں مَنَافِعَ لَهُمْ فائدوں کی جگہ پر وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ معلوم دنوں میں عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو روزی دی ہے مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ چوپائیوں اور مویشیوں میں سے فَكُلُوْا مِنْهَا پس کھاؤ ان جانوروں میں سے وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ اور کھلاؤ پریشان حال فقیر کو ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ اور چاہیے کہ پوری کریں اپنی نذریں وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اور چاہیے کہ طواف کریں

بیت عتیق کا ذٰلِکَ یہی کچھ ہونا چاہیے وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰہِ اور جس نے تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی عزت والی جگہوں کی فَھُوَ خَیۡرٌ لَّہٗ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے عِنۡدَ رَبِّہٖ اس کے رب کے ہاں وَ اُحِلَّتۡ لَکُمُ الۡاَنۡعَامُ اور حلال کیے گئے تمہارے لیے مویشی اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ مگر وہ جو تمہیں پڑھ کر سنائے جائیں گے فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ پس بچو تم گندگی سے مِنَ الۡاَوۡثَانِ جو بت ہیں وَ اجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ اور بچو تم جھوٹی بات سے حُنَفَآءَ لِلّٰہِ یکسو ہونے والے ہو اللہ تعالیٰ کے لیے غَیۡرَ مُشۡرِکِیۡنَ بِہٖ نہ شرک کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ اور جس شخص نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَکَاَنَّمَا خَرَّ پس گویا کہ وہ گرا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے فَتَخۡطَفُہُ الطَّیۡرُ پس اچک لیا اس کو پرندوں نے اَوۡ تَہۡوِیۡ بِہِ الرِّیۡحُ یا پھینک دیا اس کو ہوا نے فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ کسی گہری جگہ میں ذٰلِکَ ایسے ہی ہے وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ اور بیشک جس نے تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی فَاِنَّہَا پس بیشک ہے یہ تعظیم مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ دل کے تقویٰ کی وجہ سے لَکُمۡ فِیۡہَا مَنَافِعُ تمہارے لیے ان جانوروں میں نفع ہے اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مقررہ مدت تک ثُمَّ مَحِلُّہَاۤ پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ اِلَی الۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ پرانا گھر ہے۔

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں وہ آپ کے پاس آئیں گے پیدل چل کر بھی اور ہر پتلے دبلے اونٹ اونٹنی پر دور دراز کے راستوں سے۔ کیوں آئیں گے؟ اس کا

ذکر ہے۔ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ تاکہ وہ حاضر ہوں فائدوں کی جگہ پر۔

حج کے فوائد ومقاصد :

حج میں بہت سے منافع ہیں دینی بھی دنیوی بھی۔ایک تو دینی نفع ظاہر ہے کہ صحیح معنٰی میں سنت کے مطابق حج ہو تو حاجی کو اللہ تعالیٰ بلند مقام عطا فرماتے ہیں۔دوسرا یہ کہ مختلف ممالک اور مختلف علاقوں سے لوگ آئے ہوئے ہوتے ہیں شکلیں مختلف، رنگ مختلف ، زبانیں مختلف، اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت سمجھ آتی ہے۔پھر اکٹھا ہونے میں یہ بھی نفع ہے کہ ایک دوسرے سے اسلام کے متعلق حالات معلوم کریں ترجمان کے ذریعے کہ تمہارے ملک میں اسلام کا کیا حال ہے؟ کافروں کی کیا پوزیشن ہے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ حج کے مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ مسلمان آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور سوچیں اور سمجھیں کہ ہم نے اپنے اپنے ملک اور علاقے میں اسلام کے لیے کیا کرنا ہے؟ مگر آج یہ نکتہ مسلمان بالکل بھول گئے ہیں۔بس گئے اور بھاگے۔عوام تو عوام حکمران بھی اس نکتے کو بھول گئے ہیں ایک آدھ کے علاوہ سب بے دین ہیں۔تو ان بے دینوں نے دین کے متعلق کیا سوچنا ہے؟ ان بے غیرتوں کو اپنی عیاشیوں اور تن آسانی سے کام ہے اور بس! ان کو کوئی فکر ہے کہ اس وقت بوسنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کشمیر میں کیا ہو رہا ہے؟ فلسطین میں کیا ہو رہا ہے اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے؟ غیرت مند مسلمان تو خاموش نہیں رہ سکتا بے غیرتوں کا کیا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے فرمایا مسلمانوں کی مثال كَجَسَدٍ وَّاحِدٍ ایک وجود کی طرح ہے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارے اعضاء بے چین ہوتے ہیں انگلی کو درد ہو آنکھ کو درد ہو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آنکھ میں درد ہو تو باقی اعضاء کہیں خیر صلا ہے ہمیں تو کوئی تکلیف

نہیں ہے۔ مگر آج کا مسلمان یہ نکتہ بھول چکا ہے۔ اور حج کے منافع میں سے ضمنی طور پر کوئی چیز خریدنا بیچنا بھی ہے۔ مستقل طور پر مقصد تجارت ہوا تو پھر حج تو نہ ہوا ہاں یہ ہے کہ حاجی ضمنی طور پر کوئی چیز خرید بھی سکتا ہے بیچ بھی سکتا ہے۔ دوسرے پارے میں آتا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے حج کے موقع پر چیزیں خریدنی اور بیچنی پسند نہ کی کہ حج مین فرق نہ آجائے تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ [بقرہ:۱۹۸] ''تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔'' کوئی چیز بیچ کر فائدہ حاصل کرلو کوئی چیز خرید کر فائدہ حاصل کرلو۔ تو مومنوں کے لیے دینی دنیوی دونوں قسم کے منافع ہیں وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ معلوم دنوں میں۔

قربانی تین دن ہے :

ان معلوم دنوں کے متعلق حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قربانی کے تین دن ہیں۔ صحیح روایات بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چوتھے دن بھی قربانی درست ہے لیکن جو روایات پیش کرتے ہیں وہ تین سندوں کے ساتھ ہیں اور تینوں سندیں ضعیف اور کمزور ہیں اور دین کے معاملے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو عید والے دن اور دو دن بعد میں یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرو۔ اور مسئلہ یاد رکھنا! کہ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ نمازی نماز میں الفاظ اتنی آواز سے بولے کہ اس کے کان سنیں ورنہ نماز نہیں ہوگی بشرطیکہ بہرہ نہ ہو۔ اسی طرح جانور ذبح کرتے وقت بھی بسم اللہ اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اس کے اپنے کان سنیں ورنہ جانور حلال نہیں ہوگا۔ ''البحر الرائق'' وغیرہ کتابوں میں

اس کی تفصیل موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو روزی دی ہے مِّنْ بَهِيمَةِ الْاَنْعَامِ۔ بَهِيمَه کی جمع بھائم آتی ہے۔ بَهِيمَه چار ٹانگوں والے جانور کو کہتے ہیں۔ پھر اضافت فرمائی انعام کی طرف کہ وہ چار ٹانگوں والے جو انعام کی مد سے ہوں ورنہ چار ٹانگیں تو کتے کی بھی ہوتی ہیں۔

کن کن جانوروں کی قربانی ہوسکتی ہے :

اور انعام کی مد میں کون کون سے جانور آتے ہیں؟ ان کا ذکر سورۃ الانعام میں ہے۔ بکرا، بکری، بھیڑ، نر مادہ، گائے، بیل، اونٹ، اونٹنی، ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ بھینس عرب کے علاقے میں نہیں ہوتی تھی کیونکہ یہ ٹھنڈے علاقے کا جانور ہے عرب کی سرزمین میں نہ پانی وافر مقدار میں تھا اور نہ گھاس ہوتا تھا اس لیے وہ لوگ بھینس نہیں رکھتے تھے۔ فقہاء کرامؒ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اَلْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِّنَ الْبَقَرِ ''بھینس بھی بقر کی جنس سے ہے۔'' اس کا دودھ، گوشت اور گھی حلال ہے اور اس کی قربانی بھی درست ہے۔ غیر مقلدین کے بڑے بزرگ ہیں قاضی شوکانی مرحوم۔ ان سے سوال کیا گیا کہ عقیقہ میں گائے بھینس ذبح کیے جاسکتے ہیں اور ان کی قربانی ہوسکتی ہے؟ تو انہوں نے اپنی کتاب ''نیل الاوطار'' میں تصریح فرمائی ہے کہ گائے، بھینس، بیل کی قربانی ہوسکتی ہے عقیقہ کا حصہ بھی ان میں رکھا جاسکتا ہے۔ بڑے جانور کے سات حصے ہوتے ہیں مثلاً اگر ایک گھر میں دو بچے پیدا ہوئے ہوں اور تین بچیاں پیدا ہوئی ہوں تو بڑا جانور سب کی طرف سے عقیقہ میں ذبح کر دیا جائے تو جائز ہے۔ لیکن قربانی ایسے جانور کی افضل ہے جس کا گوشت لذیذ ہو۔ ایک ہے افضل ہونا اور ایک ہے جائز ہونا۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ قربانی اونٹ کی بھی جائز ہے گائے، بیل، بھینس، بکرا، چھترا وغیرہ انعام میں جو بھی

آتے ہیں سب کی جائز ہے۔ لیکن ان میں سے جس کا گوشت زیادہ لذیذ ہوگا وہ زیادہ افضل ہوگا۔ اور پھر حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ جتنے بال ہوں گے اتنی نیکیاں ملیں گی۔ چھوٹا جانور ایک کی طرف سے اور بڑا جانور سات آدمیوں کی طرف سے ہوگا۔ بھیڑ، دنبے پر بال زیادہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی قربانی افضل ہوگی۔ فَكُلُوا مِنْهَا پس کھاؤ ان جانوروں میں سے قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ اور کھلاؤ پریشان حال فقیر کو۔ بعض ایسے فقیر بھی ہوتے ہیں جن کو سارا سال گوشت کوئی زیادہ نصیب ہی نہیں ہوتا ان کو بھی کھلاؤ۔ قربانی کرنے کے بعد تم احرام سے نکل آؤ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ پھر چاہیے کہ دور کریں اپنا میل کچیل۔ احرام کی حالت میں چونکہ بدن کو رگڑ کر نہانا جائز نہیں ہے کہ بدن سے کوئی بال نہ اکھڑ جائے کیونکہ بال جھڑنے سے اگرچہ احرام تو فاسد نہیں ہوتا مگر مکروہ ہے۔ اب چونکہ احرام سے نکل آئے ہو خوب رگڑ کر بدن کو صاف کرو وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ اور چاہیے کہ پوری کریں اپنی نذریں۔ حج سے پہلے بہت سے لوگ نذریں مانتے ہیں کہ اگر میں وہاں پہنچ گیا تو اتنے طواف کروں گا، اتنے عمرے کروں گا، اتنی قربانی دوں گا، اتنا صدقہ کروں گا، اتنے نفل پڑھوں گا۔ تو جو نذریں مانی ہیں وہ پوری کریں۔

عتیق کے معانی :

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اور چاہیے کہ طواف کریں بیت عتیق کا۔ عتیق کے دو معنٰی مشہور ہیں۔ ایک پرانا، چوتھے پارے میں مذکور ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا [آل عمران:۹۶] ''بیشک پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا مکہ مکرمہ میں برکت والا ہے۔'' تو اس لحاظ سے کعبۃ اللہ تمام عمارتوں سے پرانا ہے۔

اور عتیق کا دوسرا معنیٰ ہے آزاد کیا ہوا غلام۔ اس معنیٰ میں کعبۃ اللہ کو عتیق کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کعبۃ اللہ دشمنوں کے شر سے آزاد کیا ہوا ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ صنعاء کا گورنر ابرہہ بن صباح ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبۃ اللہ کو گرانے کے لیے جب وادی مُحسَّر میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کا لشکر بھیجا انہوں نے بمباری کی ،مسور کے دانے کے برابر کنکر پھینکتے تھے ہاتھی بھی مرجاتا تھا اور اس پر سوار آدمی بھی مرجاتا تھا۔ چونکہ اس نے بے حرمتی کا ارادہ کیا تھا اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا۔ آج سے چند سال پہلے کچھ باغیوں نے حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے کعبۃ اللہ پر قبضہ کیا تھا مگر وہ بے حرمتی کے لیے نہیں تھا۔ سترہ (۱۷) دن مسجد حرام پر باغیوں کا قبضہ رہا تھا۔ اتنے دن نہ اذان ہوئی اور نہ نماز پڑھی جا سکی۔ اس واقعہ کے بعد مجھے وہاں جانے کا موقع ملا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تھی لوگوں نے متضاد سی باتیں بتائیں۔ ایک بات یہ بتائی گئی کہ شاہی خاندان میں سے گورنر یا کوئی اور تھا جس نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے ان لوگوں کو استعمال کیا تھا واللہ اعلم۔ کسی حد تک یہ روایت صحیح ہے اور یہ بات بھی میں نے سنی کہ کچھ نیک لوگوں کی فکر تھی کہ سعودیہ کا علاقہ اسلام کا منبع اور مرکز ہے یہاں سینما خانے بنے ہوئے ہیں ،گانے ،گانے ،ناچنے کے دھندے ہو رہے ہیں تو ان جذباتی نوجوانوں نے اس کو روکنے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ ان کا مقصد مورچا بنا کر اپنا مقصد حاصل کرنا تھا بے حرمتی مقصد نہیں تھا لیکن ان کا یہ طریقہ غلط تھا۔ اگر حکومت ہی حاصل کرنا مقصد تھا تو اس کے اور طریقے بھی تھے احتجاج کے لیے کوئی اور طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا تھا۔ ذٰلِکَ فرمایا جو ہم نے بیان کیا ہے ایسے ہی ہے وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ اور جو شخص تعظیم کرے گا عزت والی جگہوں کی جن کی حرمت اور عزت اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ پس وہ اس

کے لیے بہت بہتر ہے عِنْدَ رَبِّهٖ اس کے رب کے ہاں وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اور حلال کیے گئے تمہارے لیے مویشی اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ مگر وہ جو تمہیں پڑھ کر سنائے جائیں گے۔

حرام جانور :

چھٹا پارہ نکالو تا کہ تمہیں بات سمجھ آجائے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ''حرام کیا گیا تم پر مردار۔ یعنی ایسا جانور جو ذبح نہ کیا جا سکے وَالدَّمُ اور ذبح کرتے وقت جو خون نکلتا ہے وہ بھی حرام ہے وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ اور خنزیر کا گوشت بھی وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور وہ جانور جو نامزد کیا گیا ہو غیر اللہ کے تقرب کے لیے۔'' جیسے جاہل لوگ کرتے ہیں کہ یہ بکرا فلاں کا ہے، یہ بھینسا فلاں کا ہے، یہ گائے فلاں کی ہے، یہ حلوا فلاں کا ہے۔ غیر اللہ کے تقرب کے لیے ایسا کرتے ہیں یاد رکھنا! ان پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے کے باوجود حلال نہیں ہیں وَالْمُنْخَنِقَةُ ''اور جو گلا گھٹنے سے مر گیا۔ زنجیر یا رسی کیساتھ یہ بھی حرام ہے وَالْمَوْقُوْذَةُ اور جو چوٹ لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بھی حلال نہیں ہے وَالْمُتَرَدِّيَةُ اور جو اونچی جگہ سے گر کر ہلاک ہو گیا وہ بھی حلال نہیں ہے وَالنَّطِيْحَةُ اور جس کو دوسرے جانور نے سینگ مار کر ہلاک کر دیا وہ حلال نہیں ہے وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اور جس کو درندوں نے کھا لیا ہو۔ ان کا بچا ہوا بھی حلال نہیں ہے اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ مگر وہ جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ اور وہ جو ذبح کیا گیا ہو بتوں کے نام پر۔'' یہ سب جانور حرام ہیں۔ فرمایا فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ پس بچو تم گندگی

سے۔وہ کونسی گندگی ہے؟فرمایا مِنَ الْاَوْثَانِ وہ بت ہیں۔ظاہری طور پرتو گندگی نظر نہیں آتی مگر حقیقتاً انتہائی نجس ہیں ان سے بچو وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور بچو تم جھوٹی بات سے۔زُوْر کا معنیٰ جھوٹ ہے۔جھوٹی بات نہ کرو حُنَفَآءَ لِلّٰہِ یکسو ہونے والے ہو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ایسا نہیں کہ ایک ٹانگ اسلام کی طرف اور دوسری ٹانگ کفر کی طرف۔

؎ آدھا تیتر آدھا بٹیر

جیسے آج کل ہمارا حکمران طبقہ ہے کہ نام اسلام کا لیتے ہیں اور کرتے سارا کفر ہیں۔ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ بِہٖ نہ شرک کرنے والے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

مشرک کا انجام :

نہ رب تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہراؤ اور نہ صفات میں وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ اور جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔اس کی مثال یوں سمجھو فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ پس گویا کہ وہ گرا آسمان سے فَتَخْطَفُہُ الطَّیْرُ پس اچک لیا اس کو پرندوں نے اَوْ تَھْوِیْ بِہِ الرِّیْحُ یا پھینک دیا اس کو ہوا نے فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ کسی گہری جگہ میں کہ نکل نہ سکے۔یہ اللہ تعالیٰ نے مشرک کی مثال بیان فرمائی ہے اب تم اس مثال کو سمجھو۔وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ نے توحید کو آسمان کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو جب شرک کیا تو توحید کی بلندی سے گرا اور دو نمبر پیروں اور مولویوں نے پکڑ لیا یا اپنی نفسانی خواہشات نے ایسی جگہ میں گرایا کہ وہاں سے نکل نہیں سکتا۔جیسے پیٹ کا دھندا ہے، تیجا، ساتا، دسواں وغیرہ یہ سب چیزیں خواہشات ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے ساری زندگی محفوظ فرمائے۔ ذٰلِکَ ایسے ہی ہے جیسے ہم نے بیان کیا ہے وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ جس نے تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی۔ شَعَآئِر جمع ہے شَعِیْرَۃٌ کی اور شَعِیْرہ کا معنیٰ

ہے نشانی، علامت۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے اندر فرماتے ہیں شعائر اللہ تو بہت ساری چیزیں ہیں مگر چار کا ان میں سے بہت بلند مقام ہے۔ نبی، کعبہ، قرآن، نماز۔ یہ چار شعائر اللہ میں بڑھ کر ہیں۔ باقی صفا مروہ بھی شعائر اللہ میں سے ہے اور جن جانوروں کے گلے میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی نیاز کے لیے جا رہے ہوتے ہیں وہ بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اگلے رکوع میں آ رہا ہے کہ یہ شعائر اللہ ہیں ان کی بیحرمتی نہ کرو۔ مساجد کا خیال رکھو، قرآن کریم کا ادب کرو، پیغمبر کی تعظیم کرو۔ تو جس نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کی فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ پس ہے یہ تعظیم دل کے تقویٰ کی وجہ سے لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ تمہارے لیے ان جانوروں میں منافع ہیں جن جانوروں کا پہلے ذکر ہوا ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقررہ مدت تک۔ اونٹ پر سوار ہو سکتے ہو اونٹنی کا دودھ پی سکتے ہو اسی طرح دوسرے جانور ہیں۔ اسی طرح گائے، بکری کا دودھ پی سکتے ہو۔ ان کے گلے میں ہار ہونگے ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ پرانا گھر ہے۔ حرم کے علاقے میں قربانی کرنا ہے۔

❁ ❁ ❁

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْاؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَۙ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖۗ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝ ع

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اور ہر امت کے لیے جَعَلْنَا بنائی ہم نے مَنْسَكًا قربانی لِيَذْكُرُوا تا کہ وہ ذکر کریں اسْمَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا نام عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ اس پر جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے مِّنْۢ بَهِيْمَةِ چوپائے میں سے الْاَنْعَامِ جو مویشی ہیں فَاِلٰهُكُمْ پس تمہارا معبود اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے فَلَهٗ اَسْلِمُوْا پس اس کے سامنے جھکو وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ اور خوشخبری سنا دے عاجزی کرنے والوں کو الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ جب ذکر کیا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ کا وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ڈر جاتے ہیں دل ان کے وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر
کرنے والے عَلٰى مَآ ان تکلیفوں پر اَصَابَهُمْ جو ان کو پہنچتی ہیں وَالْمُقِيْمِي
الصَّلٰوةِ اور قائم کرنے والے ہیں نماز کو وَمِمَّا اور اس چیز میں سے رَزَقْنٰهُمْ
جو ہم نے ان کو دی ہے يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں وَالْبُدْنَ اور قربانی کا بڑا جانور
جَعَلْنٰهَا لَكُمْ بنایا ہے ہم نے تمہارے لیے مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی
نشانیوں میں سے لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ تمہارے لیے اس میں خیر ہے فَاذْكُرُوا
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کا نام ان پر صَوَآفَّ جب وہ تین ٹانگوں پر
کھڑے ہوں فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا پس جب وہ گر جائیں پہلو کے بل
فَكُلُوْا مِنْهَا پس کھاؤ ان میں سے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ اور کھلاؤ قناعت کرنے
والے کو وَالْمُعْتَرَّ اور بے قرار کو كَذٰلِكَ اسی طرح سَخَّرْنٰهَا ہم نے تابع
کیا ان کو لَكُمْ تمہارے لیے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تا کہ تم شکر ادا کرو (اللہ تعالیٰ
کی نعمتوں کا) لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا ہر گز نہیں پہنچتے اللہ تعالیٰ کو ان کے گوشت
وَلَا دِمَآؤُهَا اور نہ ان کے خون وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اور لیکن اس کو
پہنچتا ہے تمہاری طرف سے تقویٰ كَذٰلِكَ اسی طرح سَخَّرَهَا لَكُمْ اللہ تعالیٰ
نے تابع بنایا ان جانوروں کو تمہارے لیے لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ تا کہ تم بڑائی بیان کرو
اللہ تعالیٰ کی عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ اس نعمت پر جو اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے وَ
بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ اور خوش خبری سنائیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک

اللہ تعالیٰ یُدٰفِعُ دفاع کرے گا عَنِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ محبت نہیں کرتا کُلَّ خَوَّانٍ کسی خیانت کرنے والے کو کَفُوۡرٍ ناشکری کرنے والے کو۔

قربانی ہر امت پر تھی :

اوپر ذکر تھا قربانی کا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جانور دیئے ہیں قربانی کے دنوں میں ان کی قربانی کرنی ہے۔آگے ارشاد ہے وَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَکًا اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کی ہے۔قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے چلی آ رہی ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۲۷ میں پڑھ چکے ہو اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا ''جب آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے قربانی دی۔'' ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔تو جب سے آدمیت چلی ہے تب سے قربانی بھی چلی آ رہی ہے لیکن ان کی اور ہماری قربانی میں بڑا فرق ہے انہیں قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت نہیں تھی وہ قربانی کا جانور کھلے میدان میں رکھ دیتے تھے آگ آتی جلا دیتی تھی۔سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۸۲ میں ہے بِقُرۡبَانٍ تَاۡکُلُہُ النَّارُ ''ایسی قربانی لائے جس کو آگ کھا جائے۔'' انہیں مال غنیمت کھانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ہمیں رب تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے قربانی کا گوشت کھانے کی بھی اجازت دی ہے اور مال غنیمت بھی ہمارے لیے حلال فرمایا ہے۔قربانی کی کھال بھی استعمال کرنے کی اجازت ہے ہاں! اگر بیچ دی تو پھر رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے۔تو فرمایا ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے لِّیَذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَہُمۡ مِّنۡۢ بَہِیۡمَۃِ الۡاَنۡعَامِ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کریں اس چیز پر جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے جو چوپائے مویشیوں کی صورت میں ہیں۔چنانچہ قربانی انہی مویشیوں

کی ہوتی ہے جن کا ذکر سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۳ میں کیا ہے۔ بھیڑوں میں سے نر مادہ، بکریوں میں سے نر مادہ، اونٹوں میں سے نر مادہ، گائے (بھینسوں) میں سے نر مادہ۔ یہ ایسے جانور ہیں جو انسان سے زیادہ قریب اور مانوس ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں انسانوں کی خدمت کا جذبہ رکھا ہے۔ جس جانور کے حلق پر چھری رکھ کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے وہ جانور حلال ہوتا ہے۔ اگر اس کے خلاف کیا جائے گا تو جانور حلال نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص جانوروں کو قطار میں کھڑا کر کے گولی مار دے یا اوپر سے مشین چلا کر گردن کاٹ دے یا تلوار کا وار کر کے گردن جدا کر دے تو یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ بعض لوگ چھری پر بسم اللہ لکھ کر ذبح کرتے ہیں اور زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر ادا نہیں کرتے یہ طریقہ بھی غلط ہے۔ ہر جانور کے حلق پر بسم اللہ پڑھ کر چھری چلانا ضروری ہے۔ ہاں! اگر کوئی مجبوری ہو جائے تو پھر دوسرے طریقے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً جانور ایسی جگہ پھنس گیا کہ جہاں حلق پر چھری نہیں چلائی جا سکتی یا ڈر گیا ہے اور قابو میں نہیں آتا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اگر اس کی ران پر بھی زخم لگا دو گے تو وہ جانور حلال ہو جائے گا۔ قربانی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہے اگر کوئی جانور غیر اللہ کی خوشنودی کیلئے ذبح کیا جائے گا تو وہ حرام ہو جاتا ہے بیشک اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے۔ اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کا ذکر فرمایا ہے وہاں وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ [بقرۃ:۱۷۳] کہہ کر غیر اللہ کے تقرب کے لیے کی جانے والی قربانی کو بھی قطعی حرام قرار دیا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پس تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے فَلَهٗ اَسْلِمُوْا پس اسی کے سامنے جھکو اور اسی کی فرمانبرداری کرو اور اسی ایک کا

حکم مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ اور خوشخبری سنا دے عاجزی کرنے والوں کو۔

عاجزی کرنے والوں کی صفات :

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عاجزی کرنے والوں کی چند صفات بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو ڈر جاتے ہیں دل ان کے۔ اللہ تعالیٰ بڑی بلند ذات ہے اس کے ذکر سے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے، دل پر اللہ تعالیٰ کے جلال کا اثر ہوتا ہے اور وہ ڈر جاتے ہیں۔

دوسری صفت وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ اور صبر کرنے والے ہیں ان تکلیفوں پر جو ان کو پہنچتی ہیں۔ حق کے راستے میں، حق پہنچانے سے، حق بیان کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے جو اندرونی اور بیرونی تکلیفیں آتی ہیں ان پر وہ صبر کرتے ہیں جزع فزع اور واویلا نہیں کرتے، بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں۔ تیسری صفت وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ اور قائم کرنے والے ہیں نماز کو اپنے وقت پر جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں ایسے نہیں کہ کبھی پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی اور کبھی جماعت کے ساتھ اور کبھی اکیلے اپنی خواہش کے مطابق۔ بلکہ نماز پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں۔ چوتھی صفت وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس چیز میں سے جو ہم نے ان کو دی ہے خرچ کرتے ہیں عزیز رشتہ داروں پر، دوست احباب پر، مہمانوں پر غرباء اور مساکین پر، حج، عمرے اور جہاد کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ قربانی کے جانوروں کے متعلق مزید فرماتے ہیں وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اور قربانی کا بڑا جانور بنایا ہے ہم نے تمہارے لیے اللہ

تعالیٰ کی نشانیوں میں سے۔

بدن سے مراد :

بُـدْنَ کا لفظ موٹے اور بڑے جانور پر بولا جاتا ہے۔ اونٹ چونکہ بڑی کلائی کا جانور ہے اس لیے عام طور پر یہ لفظ اونٹ کے لیے بولا جاتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بُدْنَ سے مراد صرف اونٹ ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ گائے، بھینس کو بھی بُدْنَ میں شامل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ ''ایک اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے اور ایک گائے کی قربانی میں بھی سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔'' لہٰذا یہ بھی بُدْنَ میں شامل ہے۔ البتہ اونٹ کی بڑائی کی وجہ سے اس میں فائدہ زیادہ ہے اس لیے گائے، بھینس پر اس کو فضیلت حاصل ہے۔ فرمایا لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ تمہارے لیے اس میں خیر ہے۔ ان کو سواری اور مال برداری کے لیے استعمال کرتے ہو، ان کی پشم بھی استعمال کرتے ہو، ان کی نسل بڑھتی ہے تو تمہاری مالیت بڑھتی ہے۔ یہ تو دنیا کی خیر ہوئی اور آخرت کی خیر یہ ہے کہ تمہیں اجر و ثواب ملے گا۔ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ۔ صَوَآفّ صَافٌّ کی جمع ہے۔ صاف اس کو کہتے ہیں کہ جس کی تین ٹانگیں کھلی ہوں اور ایک ٹانگ باندھی ہوئی ہو اور کھڑا کر کے نحر کرتے ہیں۔ اونٹ میں نحر مستحب ہے میں نے آج تک دیکھا نہیں ہے مگر اونٹ کی قربانی کا یہی طریقہ ہے۔ وَانْحَرْ سورہ کوثر میں ہے ''اور نحر کریں۔'' اور باقی جانوروں کو زمین پر لٹا کر ذبح کرتے ہیں۔ جن کو لٹا کر ذبح کیا جائے اس کو ذبح کہتے ہیں۔ تو فرمایا ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا نام ان پر جب وہ تین ٹانگوں پر کھڑے ہوں فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا پس جب وہ گر جائیں پہلو کے بل کہ خون نکل کر بہہ گیا، جان نکل گئی فَكُلُوْا

مِنْهَا پس کھاؤتم ان میں سے۔

قربانی کے گوشت کا حکم :

خود بھی قربانی کا گوشت کھا سکتے ہیں امیر، غریب، کافر سب کو دے سکتے ہیں۔ سید کو بھی دے سکتے ہیں مگر ذبح کرنے والوں کو معاوضے میں نہیں دے سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تم جانور ذبح کراؤ تو کھال سری وغیرہ اجرت میں نہ دو اگر ایسا کرو گے تو قربانی ناقص ہوگی۔ اجرت مزدوری علیحدہ دو اور محلے دار مسلمان ہونے کی حیثیت سے گوشت دینا ہے تو وہ الگ دو ان کا بھی حق ہے لیکن وہ خود نہ رکھیں کہ وہ بڑے استاد ہوتے ہیں کہ گوشت کا اچھا حصہ خود رکھ لیتے ہیں اس کی اجازت نہیں ہے یہ تمہاری مرضی پر موقوف ہے کہ جتنا دو اور جہاں سے دو۔ تو خیر قربانی کا گوشت بھی کھا سکتے ہو اور امیر، غریب، سید وغیرہ کو بھی دے سکتے ہو۔ ۹ ھ میں آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ تین دن سے زیادہ تم گوشت نہیں رکھ سکتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس سال دور دراز سے کافی مسلمان آئے ہوئے تھے اگر لوگ گھروں میں رکھ لیتے تو مہمانوں کے لیے دشواری ہوتی۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔ جب دسواں سال آیا تو صحابہ کرام ؓ نے پوچھا کہ حضرت! آپ ﷺ نے گزشتہ سال اعلان فرمایا تھا کہ تین دن یعنی عید والا دن اور دوسرا اور تیسرے دن کے بعد گوشت گھر میں نہ رکھنا تو کیا اس سال بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا نہیں وہ حکم گزشتہ سال کے لیے تھا لِاَجْلِ دَافَّةٍ دَفَّتْ چونکہ باہر سے بہت سارے مسلمانوں کے قافلے آئے ہوئے تھے ان کی خاطر میں نے کہا تھا اب كُلُوا وَادَّخِرُوا کھاؤ اور ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔ فرمایا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ۔ قناعت سے ہے، صبر کرنے والا۔ بعض محتاج ایسے ہوتے ہیں کہ تھوڑا بھی مل جائے تو صبر کر لیتے ہیں تو قناعت کرنے والے کو بھی کھلاؤ

وَالْمُعْتَرَّ اور معتر اس کو کہتے ہیں جو پیچھے پڑ جائے ، بے قرار۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ دو چار روٹیوں پر صبر نہیں آتا اور مانگتے ہیں اور مانگتے ہیں۔ تو فرمایا جو پیچھے پڑ کر مانگتا ہے اس کا بھی حق ہے۔ کَذٰلِکَ سَخَّرْنٰـهَا لَكُمْ اسی طرح ہم نے تابع کیا ان جانوروں کو تمہارے لیے۔ اونٹ کو اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت دی ہے۔ آدمی کی طاقت اس کے مقابلے میں کیا ہے؟ مگر ہزار اونٹ کی قطار کو ایک بچہ نکیل پکڑ کر لے جا رہا ہوتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے تمہارے تابع کیے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتے تو تم خچر ، گدھے ، گھوڑے کو قابو نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن لوگ تو ہاتھیوں پر بھی سوار ہوتے ہیں یہ رب تعالیٰ نے تابع کیے ہیں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

آگے اللہ تعالیٰ نے قربانی کی حکمت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا ہرگز نہیں پہنچتے اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کے گوشت اور نہ ہی وہ اس کا محتاج ہے وَلَا دِمَآؤُهَا اور نہ ان کے خون پہنچتے ہیں اور نہ ہی وہ ان کا محتاج ہے۔ یہ ہر چیز تمہارے پاس رہتی ہے وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ لیکن پہنچتا ہے اس کو تمہاری طرف سے تقویٰ۔ اللہ تعالیٰ کو تقویٰ مطلوب ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہابیلؑ کی قربانی رب تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ اس نے خوب موٹا تازہ دنبہ لا کر رکھا اور قابیل نے باجرے ، گندم کے کھائے ہوئے خوشے لا کر رکھے۔ نیت کا پتا یہیں سے لگ گیا۔ آگ آئی اس نے خوشوں کو نہیں چھیڑا دنبے کو جلا کر رکھ دیا۔ عادتاً تو دنبہ جلدی نہیں جلتا خوشے جلدی جل جاتے ہیں۔ تو قابیل کو غصہ آیا کہنے لگا تمہاری قربانی قبول ہوئی میری کیوں نہیں ہوئی؟ تو ہابیلؑ نے فرمایا کہ بھائی اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ [مائدہ:۲۷] ’’بیشک اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے متقیوں سے۔‘‘ تو قربانی کی قبولیت پہلے دن ہی سے متقی سے

ہوئی۔ کَذٰلِکَ سَخَّرَهَا لَکُمْ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو تابع کیا تمہارے لیے لِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر جو اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا کثرت سے پڑھا کرو رب تعالیٰ نے تمہیں ہدایت جیسی نعمت سے نوازا ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے خوبصورت قد کاٹھ والے لوگ بھی موجود ہیں مگر کلمہ نصیب نہیں ہوا، ہدایت نہیں ملی تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے کلمہ نصیب فرمایا ہے وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ اور خوشخبری سنا دیں نیکی کرنے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ کسی نیک کے اجر کو ضائع نہیں کرتے اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بیشک اللہ تعالیٰ دفاع کرے گا ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔ تو مومنوں کی طرف سے دفاع کی شرط ایمان ہے۔ اگر ایمان نہ ہو محض نام کے مسلمان ہوں تو پھر دفاع کیا ہوگا؟

تم لوگ بڑے خوش قسمت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی دولت سے نوازا ہے اور دعائیں دو حضرت مجدد الف ثانیؒ کو، حضرت شاہ ولی اللہؒ کو اور علماء دیوبند کو کہ انہوں نے تمہارے ایمان کی حفاظت کی ہے۔ ان علاقوں میں جاؤ جہاں لوگوں کو کلمہ نہیں آتا، نماز نہیں آتی، حلال حرام کو نہیں جانتے، جائز ناجائز کی تمیز نہیں ہے۔ یقیناً ان حضرات نے قربانی دی ہے اپنی جانیں وقف کر کے صحیح دین تمہارے سامنے پیش کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، علماء دیوبند کی بڑی قربانیاں ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں کو مشکلات میں ڈال کر صحیح ایمان تمہارے تک پہنچایا ہے۔ آج اگر مدافعت نہیں ہو رہی تو سمجھو کہ ہمارے اندر کمی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ [آل عمران:۱۳۹] ''اور تم بلند ہو اگر ہو تم مومن۔'' اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

خَوَّانٍ كَفُوْرٍ بیشک اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا کسی خیانت کرنے والے ناشکری کرنے والے کو۔

ایمان کیساتھ جھوٹ اور خیانت اکٹھے نہیں ہوسکتے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ يَجْمَعُ الْمَرْءُ مَعَ كُلِّ خَصْلَةٍ اِلَّا الْكِذْبَ وَالْخِيَانَةَ ''مومن میں ہر عیب ہوسکتا ہے جھوٹ اور خیانت نہیں ہوسکتی۔'' اور ہماری سیاست ہی ان دو چیزوں پر چلتی ہے۔ ہماری سیاست کے یہی اصول ہیں خیانت اور جھوٹ۔ اور ہمارا کاروبار ہی ان دو چیزوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے اور صحیح معنٰی میں مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۙ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۙ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾

اُذِنَ اجازت دی گئی لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو يُقٰتَلُوْنَ جن سے لڑائی کی جاتی ہے بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اس لیے کہ وہ مظلوم ہیں وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى نَصْرِهِمْ ان کی مدد پر لَقَدِيْرُ البتہ قادر ہے الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اُخْرِجُوْا جو نکالے گئے مِنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے بِغَيْرِ حَقٍّ بغیر حق کے اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا مگر یہ کہ انہوں نے کہا رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ اور اگر نہ ہوتا لڑنا اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے لَّهُدِّمَتْ البتہ گرا دیئے جائیں صَوَامِعُ خانقاہیں وَبِيَعٌ اور

گرجے وَّصَلَوٰتٌ اور یہود کے عبادت خانے وَّمَسٰجِدُ اور مسجدیں یُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ جن میں ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام كَثِيرًا کثرت سے وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ اور البتہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد کریں گے مَنْ يَّنْصُرُهٗ اس کی جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ بیشک اللہ تعالیٰ البتہ قوی ہے غالب ہے اَلَّذِينَ وہ لوگ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ اگر ہم ان کو اقتدار دیں فِي الْاَرْضِ زمین میں اَقَامُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کریں گے وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کریں گے وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ اور حکم کریں گے نیکی کا وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکیں گے برائی سے وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے اچھا انجام تمام کاموں کا وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں فَقَدْ كَذَّبَتْ پس تحقیق جھٹلا چکی قَبْلَهُمْ ان سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم وَّعَادٌ اور قوم عاد وَّثَمُوْدُ اور قوم ثمود وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ اور قوم ابراہیم وَقَوْمُ لُوْطٍ اور قوم لوط وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ اور مدین والوں نے وَكُذِّبَ مُوْسٰى اور جھٹلائے گئے موسیٰ علیہ السلام فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ پس مہلت دی میں نے کافروں کو ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر میں نے پکڑا ان کو فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پس کیسا تھا میرا انکار کرنا۔

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر مظالم :

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت ملی تو آپ ﷺ

نے تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ میں کافروں کی طرف سے مختلف تکالیف اٹھائیں اور ان کو کوئی جواب نہ دیا کیونکہ حکم تھا کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ [النساء:۷۷] ''روکو اپنے ہاتھوں کو اور قائم کرو نماز کو۔'' مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم نہیں تھا۔ دشمنوں نے جو بھی تکلیفیں دیں آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے برداشت کیں۔ یہاں تک کہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب مکے والے آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا پیچھا چھوڑ دیتے کہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر تین سو گیارہ میل دور چلے گئے ہیں اب اپنا کام کرو لیکن مکے والوں نے وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اصل بات یہ ہے کہ دلوں کا بغض اور کینہ انسانوں کو غلط قسم کے جذبات پر ابھارتا ہے مکے والوں نے سوچا کہ ہم نے جو ان کو تکلیفیں دی ہیں وہ ان کو بھلا نہیں سکتے۔ وہاں جب ان کی افرادی قوت مضبوط ہو جائے گی اور مالی پوزیشن صحیح ہو جائے گی تو یہ ہم پر حملہ کر دیں گے اس لیے وہاں بھی ان کو سانس نہ لینے دو۔ چنانچہ کرز بن جابر فہری کافر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مدینہ طیبہ کے قریب چراگاہ میں بیت المال کے کچھ اونٹ تھے ان پر حملہ کر دیا، راعی اور محافظ کو شہید کر کے اونٹ لے گیا۔ مدینہ طیبہ کے یہودیوں نے بھی مکے والوں کو خطوط لکھے کہ یہ تمہارے ہمارے مشترکہ دشمن ہیں تم اوپر سے حملہ آور ہو اور ہم مدینہ طیبہ سے اٹھ کھڑے ہونگے تمہارا ساتھ دیں گے اور ان کا صفایا کر دیں گے۔ جب یہودیوں اور مشرکوں کی طرف سے یہ کاروائیاں شروع ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دیدی۔ مشرکوں کے ساتھ پہلا معرکہ بدر میں ہوا۔ اس کی تیاری کے لیے آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور صورت حال سے آگاہ کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے تو انصار نے کہا تھا کہ اگر مدینہ طیبہ پر حملہ

ہوا تو ہم آپ ﷺ کا ساتھ دیں گے اور اگر باہر جا کر لڑنا پڑا پھر ہم تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں ہونگے۔ یہ باتیں آپ ﷺ کے ذہن میں تھیں اور لڑائی سر پر آ کھڑی ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے بڑی حکمت عملی سے کام لیا اور تقریر فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت عطا فرمائی میں نے ان لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچایا۔ ان لوگوں نے ماننے کے بجائے ہمیں تکلیفیں دیں۔ تیرہ (۱۳) سال ہم نے مکہ میں اس طرح گزارے کہ حارث ابن ابی ہالہ کو کافروں نے شہید کیا، سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کیا، یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور کئی مرد عورتیں شہید کی گئیں ہم پر یہ ظلم ڈھائے گئے ہم وطن چھوڑ کر یہاں آئے ہیں یہاں بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اس انداز سے آپ ﷺ نے بیان فرمایا تو انصار سمجھ گئے کہ آپ ﷺ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ انصارِ مدینہ کے دو خاندان تھے، اوس اور خزرج۔ ایک سردار نے کھڑے ہو کر کہا کہ حضرت! آپ ہمیں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں پائیں گے کہ ان کو جب موسیٰ علیہ السلام نے عمالقہ قوم کے ساتھ لڑنے کا کہا تو انہوں نے جواب دیا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ [المائدہ: ۲۴] ''اے موسیٰ علیہ السلام! آپ جائیں اور آپ کا رب جا کر لڑے ہم یہاں بیٹھے ہیں۔'' حضرت! رب تعالیٰ کی قسم ہے ہم آپ کے دائیں لڑیں گے بائیں لڑیں گے آگے پیچھے لڑیں گے۔ دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا حضرت! آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم اپنی پیشانیاں پہاڑوں کے ساتھ ٹکرا دیں گے، ہمیں آپ حکم دیں گے تو گھوڑے سمندروں میں ڈال دیں گے۔ آنحضرت ﷺ کا چہرہ اقدس بڑا روشن ہوا۔ آپ ﷺ بڑے خوش ہوئے جو پریشانی اور خدشہ تھا وہ ٹل گیا کیونکہ کچھ مہاجر حبشہ میں تھے کچھ مظلوم مکے سے نہیں آ سکے تھے۔ غزوہ بدر میں کل مہاجر چوہتر (۷۴) تھے باقی سب انصار تھے۔ مدینہ طیبہ سے آپ

ﷺ سمیت کل تین سو تیرہ (۳۱۳) گئے۔ بدر مدینہ طیبہ سے اسّی (۸۰) میل دور تھا۔ کافر ایک ہزار اور ہر طرح کے اسلحہ کے ساتھ مسلح تھے اور تمام تر ضروریات ان کے پاس تھیں اور اِدھر حال یہ تھا کہ بہت سارے صحابہ ننگے پاؤں تھے سر پر ٹوپیاں نہیں تھیں۔ صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں کل اسلحہ تھا۔ تو یہ پہلی آیت کریمہ ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُذِنَ لِلَّذِیْنَ اجازت دی گئی ان لوگوں کو یُقٰتَلُوْنَ جن کے ساتھ لڑائی کی جاتی ہے اور ان کو ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اب ان کو ہاتھ اٹھانے کی اجازت ہے بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا اس لیے کہ وہ مظلوم ہیں وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر البتہ قادر ہے۔ بدر میں ظاہری اسباب کچھ بھی نہیں تھے آٹھ تلواریں مقابلہ میں ہزار تلوار، چھ زرہیں اور مقابلہ میں ہزار زرہیں مگر رب تعالیٰ جو قادر مطلق ہے۔ ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ مشرکوں کو شکست ہوئی ستر مارے گئے، ستر قیدی ہوئے باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ فرمایا مظلوم کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وہ ہیں جن کو نکالا گیا اپنے گھروں سے بِغَیْرِ حَقٍّ بغیر حق کے ناجائز۔ ان کا کوئی جرم نہیں تھا اگر ان کا جرم تھا تو صرف یہ کہ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ مگر یہ کہ انہوں نے کہا رب ہمارا اللہ تعالیٰ ہے، لات، منات، عزیٰ میں سے کسی کو ہم رب ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس جرم کے بدلے میں ان کو یہاں سے نکالا گیا۔

جہاد کا فلسفہ اور حکمت :

آگے اللہ تعالیٰ جہاد کا فلسفہ اور حکمت بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ اور اگر نہ ہوتا ہٹانا اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے۔

اگر مجاہدین کو حکم نہ ہوتا، کافروں کے مقابلے میں نہ لڑتے لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ۔ صَوَامِعُ صَوْمَعَةٌ کی جمع ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے عیسائی مذہب سچا مذہب تھا۔ تو نیک دل عیسائیوں نے کلیاں (جھونپڑیاں) بنائی ہوئی تھیں جنگلات میں ان میں بیٹھ کر وہ اللہ اللہ کرتے تھے۔ لوگوں سے تنگ آکر الگ تھلگ بیٹھ کر وہ اللہ اللہ کرتے تھے۔ وہ ان کی خانقاہیں تھیں، ان کو صومعہ کہتے تھے۔ البتہ گرادی جائیں خانقاہیں وَبِيَعٌ، بِيْعَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ گرجا۔ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے عیسائی مذہب بھی سچا تھا اور یہودی مذہب بھی سچا تھا۔ تو گرجے گرادیئے جائیں وَّصَلَوٰتٌ اور یہودیوں کے عبادت خانے گرادیئے جائیں۔ تو جہاد پہلے بھی تھا اگر جہاد اپنے اپنے دور میں نہ ہوتا تو نیک دل عیسائیوں کی خانقاہیں، گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے گرادیئے جاتے وَّمَسٰجِدُ اور اس دور میں مساجد کو گرادیا جاتا۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں اس ستر سال کے اندر اندر وہ علاقے جو دین کے مرکز تھے اور حدیث وفقہ کے امام ان علاقوں میں تھے جیسے امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام ابوداؤدؒ، یہ صحاح ستہ کے پانچ مصنف سمرقند، بخارا کے علاقہ کے تھے صرف امام مسلم عرب علاقے کے ہیں۔ صاحب ہدایہ، قاضی خاں وغیرہ بڑے بڑے علماء اسی علاقے میں گزرے ہیں۔ روس نے ان علاقوں کی پچاس ہزار مسجدوں کو شراب خانوں میں تبدیل کردیا۔ یہی حال اب اسپین میں ہوا ہے اور یہی حال اب بوسنیا کا ہے کہ وہاں مسلمانوں کا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے بچوں کا نام مسلمانوں والا کوئی نہیں رکھ سکتا۔ اب اڑھائی تین لاکھ آدمی شہید ہونے کے بعد کچھ بیدار ہوئے ہیں اور ان کو پتا چلا ہے کہ اسلام کس چیز کا نام ہے اور وہ ہم سے کس چیز کا تقاضا کرتا ہے۔ لیکن یہ جو کافروں کی بدمعاش حکومتیں ہیں، برطانیہ، امریکہ، فرانس، انہوں

نے ان کا سب کچھ بند کیا ہوا ہے نہ اسلحہ پہنچنے دے رہے ہیں اور نہ خوراک۔ پچھلے دنوں برطانیہ کے وزیر اعظم کا بیان آیا تھا کہ ہماری پالیسی ہے کہ اس علاقے سے مسلمانوں کا وجود ختم ہو جائے ان کو کسی قسم کی فوجی اور خوردنی امداد نہیں دینی چاہیے۔ ہمیں سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے ہے۔ یہ بدمعاش اسلام کا نام سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پاکستان ہی کو دیکھ لو کہ صرف نام ہے کہ یہ اسلامی ملک ہے قانونی طور پر یہاں اسلام نافذ نہیں ہے۔ نہ تو یہاں زانی کو سنگسار کیا جاتا ہے، نہ کوڑے مارے جاتے ہیں، نہ چوروں کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، نہ ڈاکوؤں کو سولی پر لٹکایا جاتا ہے۔ صرف نماز روزہ کرتے ہیں لیکن اس سے بھی ان کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے کہ یہ اسلامی ملک ہے۔ اس لیے ان کو برداشت نہیں ہو رہا اور ہمارے حکمران سب کے سب برطانیہ، امریکہ کے پٹھو ہیں ان سے اسلامی احکامات کے نافذ کرنے کی کوئی امید نہیں ہے۔

تو فرمایا اگر جہاد کا حکم نہ ہوتا تو یہ صومع، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں گرا دی جاتیں اور یہ مسجدیں وہ مقام ہیں یُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا جن میں ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام کثرت سے اور ان کے عبادت خانوں میں بھی اپنے اپنے دور میں۔ فرمایا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اور البتہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد کریں گے اس کی جو مدد کرتا ہے اس کے دین کی۔ اس میں لام بھی تاکید کا ہے اور نون بھی تاکید کا ہے، رب تعالیٰ ضرور ان کی مدد کرے گا اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ بیشک اللہ تعالیٰ البتہ قوی ہے غالب ہے۔

مومنوں کی صفت :

مومنوں کی صفت سنو! اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ وہ ہیں اگر ہم ان کو اقتدار دیں، حکومت دیں زمین میں اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وہ نماز کو قائم کریں وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اور زکوٰۃ ادا کریں۔ تیسری صفت وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ اور نیکی کا حکم دیں۔ چوتھی صفت وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکیں برائی سے۔ ہمارے حکمرانوں کو ان میں سے کون سی صفت حاصل ہے؟ کیا یہ نماز کی پابندی کرتے ہیں؟ زکوٰۃ دیتے ہیں؟ کیا نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں؟ بلکہ یہ تو بدی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جب جہاد شروع کیا تو خوشاب کے پہاڑوں سے لے کر ناران کے درے تک چھ ماہ اقتدار ان کے ہاتھ میں آیا تھا۔ شرعی سزائیں نافذ تھیں اور ان علاقوں میں کوئی بے نماز نظر نہیں آتا تھا۔ اگر کسی نے اسلامی نظام کا نفاذ دیکھا ہے تو وہ شاہ احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے دور میں اس مخصوص علاقے میں دیکھا ہے "سیرت سید احمد شہیدؒ" از مولانا ابوالحسن علی ندوی میں تفصیلات موجود ہیں۔ فرمایا وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اچھا انجام سب کاموں کا۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

تسلی رسالت ﷺ :

آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہیں وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ مکے والے، عرب والے آپ کو جھٹلاتے ہیں تو صبر کریں فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ پس تحقیق جھٹلا چکی ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نوح علیہ السلام کو وَّعَادٌ اور قوم عاد نے جھٹلایا ہود علیہ السلام کو وَّثَمُوْدُ اور ثمود قوم نے جھٹلایا صالح علیہ السلام کو وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ابراہیم علیہ السلام کو وَقَوْمُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کی قوم نے جھٹلایا لوط علیہ السلام کو وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ اور مدین والوں نے جھٹلایا شعیب علیہ السلام کو۔ تو پیغمبروں کی تکذیب کوئی نئی بات نہیں ہے یہ نوح علیہ السلام کے

زمانے سے چلی آرہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام معمر تھے انسان میں شرم ہو تو بوڑھے آدمی کا خیال کرتا ہے مگر انہوں نے قطعاً کوئی لحاظ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو دھکے دے کر مجلس سے باہر نکال دیتے تھے۔ سورہ قمر میں ہے وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ''اور کہا انہوں نے دیوانہ ہے، پاگل ہے اور جھڑک دیا مجلس سے نکال دیا۔'' حضرت صالح علیہ السلام کو کہا هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ''یہ جھوٹا ہے اور منکر ہے شریر آدمی ہے۔'' تو پیغمبروں کی تکذیب کی گئی ہے اگر آپ ﷺ کی یہ تکذیب کرتے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے آپ صبر کریں۔ وَكُذِّبَ مُوْسٰى اور تکذیب کی گئی موسیٰ علیہ السلام کی، فرعون، ہامان، قارون وغیرہ نے کی فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ پس ہم نے تھوڑی سی مہلت دی کافروں کو ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ پھر ہم نے ان کو پکڑا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پس کیسا تھا میرا انکار کرنا۔ اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو گھبرائیں نہیں ان کے پکڑنے کا بھی وقت آجائے گا۔ بدر پہلا موقع تھا پھر دنیا نے ان کا حشر دیکھا کہ کیا ہوا۔ جو بچ گئے ایک ایک سال گھروں میں چھپے رہے کہ ہمارا کوئی منہ نہ دیکھے۔ انکار کا کیا نتیجہ نکلا۔

❁ ❁ ❁

فَكَاَيِّنْ

مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَىَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِىْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۤئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

فَكَاَيِّنْ پس کتنی ہیں مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں اَهْلَكْنٰهَا جن کو ہم نے ہلاک کیا وَهِىَ ظَالِمَةٌ وہ ظالم تھیں فَهِىَ خَاوِيَةٌ پس وہ گری پڑی ہیں عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتوں کے بل وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ اور کتنے کنویں ہیں جو بیکار پڑے ہیں وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ اور کتنے مضبوط محلات (ویران) ہیں اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ کیا پس یہ لوگ نہیں چلے زمین میں فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ پس ہوتے

ان کے لیے دل یَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ وہ ان کے ذریعے سمجھتے اَوۡ اٰذَانٌ یا کان ہوتے
یَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا ان کے ساتھ وہ سنتے فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ پس بے شک
قصہ یہ ہے کہ نہیں اندھی ہوتیں آنکھیں وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ لیکن اندھے
ہوتے ہیں دل الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ جو سینوں میں ہیں وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ
بِالۡعَذَابِ اور جلدی مانگتے ہیں آپ سے یہ عذاب وَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ
اور ہرگز نہیں خلاف ورزی کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی وَاِنَّ يَوۡمًا اور بے
شک ایک دن عِنۡدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے ہاں كَاَلۡفِ سَنَةٍ ایسے ہی ہے
جیسے ایک ہزار سال مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ اس گنتی کے مطابق جو تم شمار کرتے ہو وَكَاَيِّنۡ
مِّنۡ قَرۡيَةٍ اور بہت سی بستیاں تھیں اَمۡلَيۡتُ لَهَا جن کو میں نے مہلت دی وَهِىَ
ظَالِمَةٌ اور وہ ظلم کرنے والی تھیں ثُمَّ اَخَذۡتُهَا پھر میں نے ان کو پکڑا وَاِلَىَّ
الۡمَصِيۡرُ اور میری ہی طرف ہے لوٹنا قُلۡ آپ کہہ دیں يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو
اِنَّمَاۤ پختہ بات ہے اَنَا لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ میں تمہارے لیے ہوں ڈرانے والا
کھول کر فَالَّذِيۡنَ پس وہ لوگ اٰمَنُوۡا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور
انہوں نے عمل کیے اچھے لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ
اور باعزت روزی وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا جو کوشش کرتے ہیں
ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِيۡنَ ہرانے کی اُولٰٓـئِكَ یہی لوگ ہیں
اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ دوزخ والے۔

پیغمبروں کی مخالفت کا انجام :

اس سے پہلے ان قوموں کا ذکر تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب کی۔قوم نوح،قوم عاد،قوم ثمود وغیرہ۔اب ان کے انجام کا ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ پس کتنی بستیاں ہیں اَهْلَكْنٰهَا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔بستیوں کو ہلاک کرنے کا مطلب ہے وہاں کے رہنے والوں کو ہلاک کیا۔ورنہ دیواروں اور چھتوں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ان بستیوں اور شہروں کے رہنے والوں کو ہلاک کیا۔کیوں ہلاک کیا؟ وَهِيَ ظَالِمَةٌ وہ ظالم تھیں یعنی ان میں رہنے والے ظالم تھے یعنی مشرک تھے کیونکہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔سورہ لقمان آیت نمبر ۱۳ میں ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ "بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔" اس کے بعد پھر ظلم کی بڑی قسمیں ہیں۔درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ان کو نہ ماننا ظلم ہے،انسانوں کے ساتھ زیادتی کرنا،یہ سب ظلم کی قسمیں ہیں مگر شرک بڑا ظلم ہے۔ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا پس وہ گری پڑی ہیں چھتوں کے بل۔پہلے چھتیں گری پھر ان پر دیواریں گریں وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ اور کتنے کنویں ہیں جو بیکار پڑے ہیں۔جہاں پانی لینے والوں کی باری نہیں آتی تھی۔سورہ قصص میں آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو دو پہر کا وقت تھا لوگ ایک بڑے کنویں سے اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔دو بیبیاں اپنی بھیڑ بکریوں کو پیچھے روکے کھڑی تھیں۔موسیٰ علیہ السلام کافی دیر تک یہ دیکھتے رہے پھر ان عورتوں کے پاس گئے اور پوچھا کہ لوگ آتے ہیں اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں اور تم اپنے جانوروں کو روک کر کھڑی ہو۔انہوں نے کہا اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ "ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔" حضرت شعیب علیہ السلام۔دو بہنیں تھیں بھائی کوئی نہیں تھا گزر اوقات کے لیے بھیڑ بکریاں رکھی ہوئی تھیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام بہت بوڑھے تھے زیادہ چل پھر نہیں سکتے تھے۔ جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو ان کا بچا کھچا ہم پلائیں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈول پکڑا اور پانی پلا دیا اور فرمایا جاؤ۔ والد نے پوچھا کہ آج جانوروں کو پانی نہیں پلایا؟ کہنے لگیں پلایا ہے۔ جلدی کیسے آگئیں؟ تو انہوں نے سارا قصہ بتلایا۔ تو ایک وقت تھا پانی پلانے کی باری نہیں آتی تھی اور اب وہ کنویں بیکار پڑے ہیں وَّقَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ اور کتنے مضبوط محلات بیکار اور ویران پڑے ہیں کوئی ان میں رہنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھ، کان، دل وغیرہ نعمتیں سب کچھ عطا فرمائی ہیں کافروں کو بھی اور مومنوں کو بھی۔ کافروں نے ان نعمتوں سے دنیا کا فائدہ اٹھایا۔ لیکن آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں نہیں دیکھی، کانوں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو نہیں سنا، دل سے کائنات پر غور وفکر نہیں کیا۔ ایمان نصیب نہیں ہوا، ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔ تم خدا کا شکر ادا کرو کہ رب تعالیٰ نے مسلمان بنایا ہے ہدایت دی ہے۔ آنکھوں سے رب کی نشانیاں دیکھتے ہو، کانوں سے رب تعالیٰ کا کلام، رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنتے ہو، دل سے جہان میں غور وفکر کرتے ہو۔

بعض اندھے بڑے سمجھدار ہوتے ہیں :

بعض آنکھوں سے اندھے ہونے کے باوجود بڑے سمجھدار ہوتے ہیں۔ لاہور اچھرے میں ایک نابینا حافظ گھڑی ساز تھے۔ جس کی گھڑی خراب ہوتی کہتے حافظ جی کے پاس لے جاؤ۔ وہ خود اپنے ہاتھ سے ٹھیک کرتے تھے۔ مصر میں ایک نابینا ڈرائیور گاڑی چلاتا تھا اس کے ساتھ ایک آدمی بیٹھا ہوتا تھا وہ اس کو بتلاتا۔ خَلاَ خالی ہے، وہ تیز چلاتا تھا۔ وہ کہتا زَحۡمَۃٌ بھیڑ ہے تو آہستہ کر لیتا تھا عَلَى الۡيَمِيۡن کہتا تو دائیں طرف موڑ لیتا عَلَى الۡيَسَار کہتا تو بائیں طرف موڑ لیتا۔ تو بعض آنکھوں سے اندھے بڑے سمجھدار

ہوتے ہیں اور بعض آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھے ہوتے ہیں۔ اصل اندھا وہ ہے جو دل کا اندھا ہے۔ دل کی آنکھیں اندھی ہو جائیں تو پھر یہ آنکھیں بھی کام نہیں کرتیں، دل کے کان بہرے ہو جائیں تو پھر یہ کان کچھ نہیں کرتے، زبان کچھ نہیں کرتی، یہ تمام اعضاء معطل اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ پھر سمجھ عقل بھی سب کی برابر نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سو اونٹوں میں سے سواری کے قابل تمہیں ایک دو ہی ملیں گے۔ باقی اونٹ تو سارے ہی ہیں۔ ایسا اونٹ جو سفر میں تمہارا ساتھ دے، تکالیف برداشت کرے وہ سو میں سے ایک ہوگا۔ اسی طرح لوگ ہیں سو میں سے کوئی ایک آدھ ہی نکلے گا باقی سب فضول ہیں۔ تو جن قوموں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ان کا نتیجہ کیا نکلا؟ زمین میں چلو پھرو اور تباہ شدہ بستیاں دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ آج لوگ تفریح طبع (سیر و سیاحت) کے لیے جاتے ہیں یورپ اور دوسرے ملکوں کی سیر کرتے ہیں مگر اس نکتہ نگاہ سے سیر کرنے والے بہت کم ہیں

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا کیا پس انہوں نے سیر نہیں کی فِی الْاَرْضِ زمین میں فَتَکُوْنَ لَھُمْ پس حاصل ہوتے ان کو قُلُوْبٌ دل ایسے یَّعْقِلُوْنَ بِھَا جن کے ساتھ وہ سمجھتے اَوْ اٰذَانٌ یا ایسے کان ہوتے یَّسْمَعُوْنَ بِھَا کہ ان کے ساتھ وہ سنتے فَاِنَّھَا پس بے شک قصہ یہ ہے کہ لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ نہیں اندھی ہوتی یہ آنکھیں وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ لیکن اندھے ہوتے ہیں دل الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ جو سینے میں ہیں۔ جب دل اندھا ہو گیا تو سارے اعضاء بے کار ہو گئے۔ جب آپ ﷺ فرماتے کہ میری نافرمانی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو کافر اکٹھے ہو کر کہتے وہ عذاب جو آپ نے لانا ہے جلدی لاؤ تاکہ میدان آپ کے لیے خالی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ اور یہ کافر جلدی مانگتے ہیں آپ سے عذاب کہ لاؤ جو

عذاب لانا ہے۔فرمایا وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اور ہرگز نہیں خلاف ورزی کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی۔اس نے فرمادیا ہے کہ نافرمانوں کو عذاب دونگا ضرور دے گا اور کافروں پر عذاب ضرور آئے گا۔باقی وقت کسی کو نہیں بتلایا وہ حکیم ہے، خبیر ہے اپنی حکمتوں کو وہ خود جانتا ہے۔وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ اور بے شک ایک دن آپ کے رب کے ہاں كَاَلْفِ سَنَةٍ ایسے ہی ہے جیسے ایک ہزار سال مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اس گنتی کے مطابق جو تم شمار کرتے ہو۔اس مقام پر قیامت کے دن کو ایک ہزار سال کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور سورہ معارج میں فرمایا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کہ پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کے لیے اتنا مختصر ہوگا جیسے ایک نماز کا وقت ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ آج کل راتیں کافی لمبی ہیں ایک صحتمند آدمی خوب پیٹ بھر کر سوئے تو وہ پہلو بھی نہیں بدلے گا اور صبح ہو جائے گی۔وہ کہے گا کہ اتنی جلدی رات ختم ہوگئی اور لمبی ہوتی۔اور ایسا شخص جو کسی درد اور تکلیف میں مبتلا ہو اور ایک لمحہ کے لیے بھی آنکھ نہ لگے اس سے پوچھو تو وہ کہے گا میں نے تو صدیاں گزار دیں۔اب رات تو ایک ہی ہے مگر صحتمند کیلئے مختصر اور جو کبھی جاگتا ہے اور کبھی سوتا ہے اس کے لیے لمبی اور جو تکلیف میں مبتلا ہے اس کے لیے بہت ہی لمبی ہے۔اسی طرح سمجھو کہ جو محض کافر اس کے لیے وہ دن ایک ہزار سال کا ہے اور جو کافر گر اور کافر ساز ہیں ان کے لیے وہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور مومنوں کے لیے ایسا ہوگا جیسے ایک نماز کا وقت ہوتا ہے۔مثلاً ظہر کا وقت تقریباً اوسطاً تین یا ساڑھے تین گھنٹے کا ہوتا ہے۔اتنا ہی محسوس ہوگا۔فرمایا وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی بستیاں تھیں اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ جن کو میں نے مہلت دی اور وہ ظالم تھیں۔وہاں کے رہنے والے لوگ ظالم تھے۔

رب تعالیٰ مہلت دیتے ہیں تاکہ سمجھ جائیں :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ان کو مہلت دی ثُمَّ اَخَذْتُهَا پھر میں نے ان بستیوں کو یعنی ان میں رہنے والوں کو پکڑا وَاِلَیَّ الْمَصِیْرُ اور میری طرف ہی ہے لوٹنا۔ اور کہاں جاسکتے ہیں؟ قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو بتادیں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے تمام انسانو! آپ ﷺ کا خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ اپنی اپنی قوم کے لیے ہوتے تھے جیسا کہ آپ حضرات نے کل کے سبق میں سنا (پڑھا) ہے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّثَمُوْدُ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ۔

عالمگیر نبوت :

لیکن آنحضرت ﷺ کی بعثت ایک دو قوموں کی طرف نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کی طرف ہے۔ آپ ﷺ کا خطاب تمام انسانوں کو ہے۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ''اے لوگو بیشک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔'' اور صرف انسانوں کی طرف ہی نہیں انسانوں کے علاوہ جنات وغیرہ جتنی بھی مخلوق ہے آپ ﷺ تمام کے لیے پیغمبر ہیں۔ سورۃ الفرقان آیت نمبر ایک میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتاری وہ کتاب جو فرق کرنے والی ہے اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے ڈرانے والا سارے جہانوں کا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

پیغمبروں کا کام سنانا ہے منوانا نہیں :

فرمایا آپ کہہ دیں اے لوگو! اِنَّمَآ اَنَا لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ پختہ بات ہے میں تمہارے لیے ہوں ڈرانے والا کھول کر کہ اگر رب تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا دنیا میں بھی، مرنے کے بعد قبر میں بھی، میدان محشر میں بھی اور دوزخ میں بھی۔ بالکل صاف صاف اور کھری کھری باتیں تمہیں سناتا ہوں کوئی لگی لپٹی بات نہیں کرتا اور میرا کام ہے تمہیں سنانا اور آگاہ کرنا، منوانا میرا کام نہیں ہے۔ جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ان کا کام پہنچانا تھا یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ [مائدہ:٦٧] ''اے رسول ﷺ! آپ پہنچا دیں وہ چیز جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے۔'' منوانا پیغمبروں کے اختیار میں نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بڑی کوشش کی کہ چچا جان عبد مناف ابو طالب مسلمان ہو جائے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی بڑی خدمت کی ہے تقریباً چالیس سال۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا کوئی چچا نہیں ہوا دنیا اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی کہ الگ عقیدہ رکھتے ہوئے پوری خدمت کرے اور ہر طرح کا ساتھ دے۔ تو آپ ﷺ کی قلبی خواہش تھی کہ وہ کلمہ پڑھ لے لیکن کلمہ اس کی قسمت میں نہیں تھا آخر دم تک اس نے اپنا دھڑا نہیں چھوڑا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:٥٦] ''اے پیغمبر ﷺ! بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو چاہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' ہدایت کا راستہ بیان کرنا آپ کا کام ہے۔

فرمایا آپ کہہ دیں میں تمہیں رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں بات کھول کر

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے۔ محض ایمان ہی نہیں ساتھ اعمال بھی اچھے کیے لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ ان کے لیے بخشش ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ اور باعزت روزی ملے گی قبر میں بھی، حشر میں بھی، جنت میں بھی۔ مرنے کے بعد قبر میں بھی رزق ملتا ہے ان کی شان کے مطابق ہماری سمجھ میں نہیں آتا یہ مرنے کے بعد سمجھ آئے گا اور مرنے والا ہی سمجھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ نیک ہے تو خوشیوں میں بُرا ہے تو دوسری مد میں ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کسی کی وفات ہو جائے تو بغیر کسی مجبوری کے دفن میں تاخیر نہ کرو کیونکہ اگر نیک ہے تو اس نے جن خوشیوں میں جانا ہے جلدی پہنچاؤ اور اگر دوسری مد کا آدمی ہے تو ایک بلا کو تم نے اپنی گردن سے اتارنا ہے جلدی اتارو۔ وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِیْنَ ہرانے کی کہ آیتوں کو ہرانا ہے۔ قرآن کو ناکام بنائیں لوگوں کو حق سے روکیں اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے۔ ان کا ٹھکانا شعلے مارنے والی آگ جحیم میں ہوگا۔ جو حق کی مخالفت کرتے ہیں رب تعالیٰ کی آیات کا مقابلہ کرتے ہیں۔

۞ ۞ ۞

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع

وَمَآ اَرْسَلْنَا اور نہیں بھیجا ہم نے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول وَّلَا نَبِيٍّ اور نہ کوئی نبی اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤى مگر یہ کہ جب اس نے پڑھا اَلْقَى الشَّيْطٰنُ ڈال دیا شیطان نے فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ اس کے پڑھنے میں وسوسہ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ پس مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ اس چیز کو جو ڈالتا ہے شیطان ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ پھر مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی

آیتوں کو وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں لِّیَجۡعَلَ تاکہ کردے مَا اس چیز کو یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ جوڑالتا ہے شیطان فِتۡنَۃً آزمائش لِّلَّذِیۡنَ ان لوگوں کے لیے فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں بیماری ہے وَّالۡقَاسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ اور ان کے دل سخت ہیں وَاِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ اور بے شک ظالم لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ البتہ دور کے اختلاف میں مبتلا ہیں وَّلِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ جن کو علم دیا گیا اَنَّہُ الۡحَقُّ بے شک یہ حق ہے مِنۡ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے فَیُؤۡمِنُوۡا بِہٖ پس اس پر ایمان لائیں فَتُخۡبِتَ لَہٗ قُلُوۡبُہُمۡ پس عاجزی کریں اس کے سامنے ان کے دل وَاِنَّ اللّٰہَ اور بے شک اللہ تعالیٰ لَہَادِ الَّذِیۡنَ البتہ راہنمائی کرنے والا ہے ان لوگوں کی اٰمَنُوۡۤا جو ایمان لائے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ سیدھے راستے کی طرف وَلَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ کَفَرُوۡا جنہوں نے کفر اختیار کیا فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡہُ شک میں اس قرآن کے بارے میں حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ السَّاعَۃُ یہاں تک کہ آئے ان کے پاس قیامت بَغۡتَۃً اچانک اَوۡ یَاۡتِیَہُمۡ یا آئے ان کے پاس عَذَابُ یَوۡمٍ عَقِیۡمٍ ایسے دن کا عذاب جو نامبارک ہے اَلۡمُلۡکُ یَوۡمَئِذٍ لِّلّٰہِ ملک اس دن اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوگا یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا پس وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل اچھے کیے فِیۡ جَنّٰتِ باغوں میں ہونگے

النَّعِیْمِ نعمت کے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو فَاُولٰٓئِکَ پس وہ لوگ ہیں لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ان کے لیے عذاب ہوگا رسوا کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ کوئی رسول اور نہ نبی اِلَّآ مگر یہ بات ان کے ساتھ ہوتی رہی ہے جو آگے آرہی ہے۔ رسول اور نبی دو لفظ ہیں۔ بعض علماء عربیت تو فرماتے ہیں کہ رسول اور نبی میں معنٰی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے صرف لفظوں کا فرق ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ رسول اسے کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب اور شریعت عطا کی ہو۔ اور نبی اسے کہتے ہیں جس کو مستقل کتاب نہ ملی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور ہارون علیہ السلام کو علیحدہ کتاب نہیں ملی وہ نبی ہیں۔

اذا تمنی الشیطن کی تفسیر :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اِذَا تَمَنّٰی۔ تَمَنّٰی کے معنٰی قَرَءَ کے ہیں۔ جس وقت انہوں نے اپنی قرأت شروع کی، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنا شروع کیا اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْ اُمْنِیَّتِهٖ ڈال دیا شیطان نے اس کے پڑھنے میں وسوسہ لوگوں کے دلوں میں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر رب تعالیٰ کا حکم سناتا تھا شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا تھا۔ مثلاً قرآن کریم کی جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ [بقرہ:۱۷۳] اور آپ ﷺ نے زبان مبارک سے پڑھا حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ" وہ

جانور جوخود بخود مر جائے وہ تم پر حرام کر دیا گیا ہے۔''تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے کہ دیکھو! کیا کہہ رہا ہے کہ جس کو رب تعالیٰ مار دے وہ حرام ہے اور جس کو یہ خود ماریں ذبح کریں وہ حلال ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ مارتا دونوں کو اللہ تعالیٰ ہے ہاں! جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے پاک ہوگیا ہے فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ [انعام:۱۱۸] امام رازیؒ نے اپنے انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ جانور کے بدن میں جوخون ہے وہ حرام ہے ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے اس کے ساتھ زہریلے مادے ہوتے ہیں وہ بھی خارج ہو جاتے ہیں وہ انسان کی صحت کے لیے انتہائی مضر ہیں۔اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ جانور کو ذبح کرو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر تو وہ فاسد اور خراب خون بہہ جائے گا باقی تم کھالو۔اور اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح نہیں کیا گیا تو وہ زہریلا مادہ اور خون اندر ہے اور یہ تمہاری صحت کے لیے مضر ہے لہٰذا نہ کھاؤ۔فرمایا وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ''اور نہ کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔''تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسے کو دور کر دیا۔

شیطان کا وسوسہ اور اس کا جواب :

اسی طرح جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ [الانبیاء:۹۸] ''بے شک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا سب جہنم کا ایندھن ہیں اور تم اس میں داخل ہونے والے ہو لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا اگر یہ معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ داخل ہوتے وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ سارے اس میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ اس میں ان

کے لیے گدھے کی آواز ہوگی وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔‘‘
آپ ﷺ نے جب یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ دیکھو! یہ پیغمبر کہتا ہے کہ تم بھی اور تمہارے معبود بھی دوزخ میں جائیں گے اور عبادت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہوئی ہے ان کی والدہ کی بھی ہوئی ہے، عزیر علیہ السلام کی بھی ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی ہوئی ہے۔ پھر تو بڑے مزے کی بات ہے کہ یہ سارے وہاں ہونگے۔ چنانچہ عبداللہ ابن زبعریٰ نام کا ایک شخص تھا اس نے برملا کہا اے محمد ﷺ! آپ یہ کہتے ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، عزیر علیہ السلام کی بھی پوجا ہوئی ہے، فرشتوں کی بھی لوگ پوجا کرتے ہیں۔ تو اگر یہ سارے دوزخ میں ہونگے اور ہم بھی ہوں گے تو اچھی بات ہے وہ دوزخ ہمارے لیے جنت ہے۔ تو شیطان نے جب یہ وسوسہ ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے رفع فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ’’بیشک وہ لوگ جن کے لیے طے ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ یہ لوگ اس سے دور رکھے جائیں گے۔‘‘ ان نیکوں کی بات نہیں ہو رہی لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ’’یہ تو جہنم کی شوں شوں بھی نہیں سنیں گے۔‘‘ تو فرمایا جب شیطان پیغمبر کی قرأت کی وجہ سے وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ پس مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو ڈالتا ہے شیطان ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ پھر مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو۔ جیسے شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جو خود مارین حلال اور جو اللہ تعالیٰ مارے حرام۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبے کو دور کر دیا کہ جس کو ذبح کیا گیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اور جو خود مرا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا اس لیے پاک نہیں ہوا۔ باقی مارا دونوں کو رب تعالیٰ نے ہے۔ اور مشرک اور جن کی انہوں نے

پوجا کی ہے وہ سب جہنم میں ہونگے اس پر شیطان نے شبہ ڈالا کہ عبادت تو انبیاء کرام اور فرشتوں کی بھی ہوئی ہے تو کیا وہ بھی دوزخ میں جائیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو دور کر دیا کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی طے ہو چکی ہے ان کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا۔ اس طرح آیات کو محکم کر دیا کہ یہ معبودان باطلہ کی بات ہو رہی ہے وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں لِیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَۃً تاکہ کر دے اس چیز کو جو شیطان ڈالتا ہے آزمائش لِّلَّذِیْنَ ان لوگوں کے لیے فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے کفر شرک کی وَّالْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ اور جن کے دل سخت ہیں اور شبہ کو نہیں چھوڑتے اور وضاحت ہو جانے کے باوجود وہی باتیں دہراتے ہیں کہ دیکھو جی! ایک طرف تو کہتا ہے کہ تم اور تمہارے معبود دوزخ میں جائیں گے پھر انبیاء کرام اور فرشتے بھی تو معبود ہیں ان کی عبادت کی گئی ہے ان کو الگ کرتا ہے۔ خدا کا مارا احرام اپنا مارا احلال۔ کافر ان شبہات کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں ان کے دل سخت ہیں وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ اور بے شک ظالم دور کے اختلاف میں مبتلا ہیں، ان کا حق کیساتھ اختلاف بہت دور کا ہے وَّلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ بے شک یہ قرآن حق ہے آپ کے رب کی طرف سے فَیُؤْمِنُوْا بِہٖ پس اس پر وہ ایمان لائیں فَتُخْبِتَ لَہٗ قُلُوْبُھُمْ پس عاجزی کریں اس کے سامنے ان کے دل وَاِنَّ اللّٰہَ اور بے شک اللہ تعالیٰ لَھَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا راہنمائی کرتا ہے ان لوگوں کی جو ایمان لائے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف۔ عقیدہ بھی صحیح ہوگا، نمازیں بھی پڑھیں گے، روزے بھی رکھیں گے، حج بھی کریں گے، حلال حرام کی تمیز بھی کریں گے، اخلاق بھی اچھے ہونگے

،یہ صراط مستقیم کا خلاصہ ہے۔ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ شک میں اس قرآن کے بارے میں۔

قرآن کو حقیقتاً ماننے والے بہت تھوڑے ہیں :

آج بھی بے شمار مخلوق ہے جو قرآن پاک کو نہیں مانتی اور جو زبانی طور پر ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں انصاف سے دیکھا جائے تو ان میں بھی ماننے والے بہت تھوڑے ہیں جو قرآن پاک کے احکام پر عمل کرنے والے ہیں۔ایک وراثت کا مسئلہ ہی لے لو۔ کتنے لوگ ہیں جو نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، زکاتیں دیتے ہیں لیکن ورثاء کا حقِ شرعی نہیں دیتے۔اور بہت سے مسائل ہیں جن پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو کیا ماننا ہوا؟ تو کافر لوگ قرآن پاک کے متعلق شک میں رہیں گے حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یہاں تک کہ آئے ان کے پاس قیامت اچانک أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ یا آئے ان کے پاس اس دن کا عذاب جو نا مبارک ہے۔ عقیم اصل میں بانجھ عورت کو کہتے ہیں جس کی اولاد نہیں ہوتی ۔اس کو بھی لوگ نا مبارک سمجھتے ہیں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ''ایسے خاندان کی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والیاں ہوں اور بچے زیادہ جننے والیاں ہوں پس بیشک میں فخر کروں گا تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر قیامت والے دن۔''ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا حضرت! میں غریب آدمی ہوں پیسہ دھیلا میرے پاس کچھ نہیں ہے میں ایک ایسی مطلقہ عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں جو بانجھ ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم اس سے گریز کرو۔گریز کا مطلب یہ ہے کہ تم ایسی عورت سے شادی کرو جس سے تمہاری اولاد ہو اور میں کثرت امت پر قیامت

والے دن فخر کروں۔ تو عقیم کے معنٰی بانجھ کے ہیں۔ لفظی ترجمہ کرتے ہیں نامبارک۔ عذاب والے دن کافروں کے لیے کوئی برکت نہیں ہوگی اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ ملک اس دن اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوگا۔ آج تو کہتے ہیں نا ہمارا ملک، ہماری حکومت، ہماری سلطنت، اس دن اعلان ہوگا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ "آج ملک کس کا ہے۔" پھر جواب آئے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [مومن:۱۶] "اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اکیلا ہے دبانے والا ہے۔" یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان عملی فیصلہ۔ دلائل کے ذریعے تو حق و باطل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہاں یہ فیصلہ ہوگا فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغوں میں ہونگے، خوشی کے باغ ہونگے لیکن اس کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں، ایمان اور عملِ صالح۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو جیسے ابھی تم نے دو مثالیں سنی ہیں حرام حلال کی اور معبودانِ باطلہ کے دوزخ میں جانے کی فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ پس وہ لوگ ہیں جن کے لیے عذاب ہوگا رسوا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور تمام مومنات کو تمام مسلمین اور مسلمات کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے اور بچائے۔ (آمین)

❁ ❁ ❁

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ ع ۸ ۷ ۱۵

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ هَاجَرُوْا جنہوں نے ہجرت کی فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثُمَّ قُتِلُوْٓا پھر وہ قتل کیے گئے اَوْ مَاتُوْا یا مر گئے لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ ضرور رزق دے گا ان کو اللہ تعالیٰ رِزْقًا حَسَنًا اچھا رزق وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ لَهُوَ البتہ وہی ہے خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ سب سے بہتر رزق دینے والا لَيُدْخِلَنَّهُمْ البتہ ضرور داخل کرے گا ان کو مُّدْخَلًا داخل کرنے کی جگہ يَّرْضَوْنَهٗ جس کو وہ پسند کریں گے وَاِنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَعَلِيْمٌ البتہ

جاننے والا حَلِیْمٌ تحمل والا ہے ذٰلِکَ یہ ایسے ہی ہوگا وَ مَنْ عَاقَبَ اور جس نے بدلہ لیا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ مثل اس کے جو اس کو تکلیف دی گئی ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ پھر اس پر زیادتی کی گئی لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ البتہ ضرور مدد کرے گا اس کی اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ لَعَفُوٌّ بہت معاف کرنے والا ہے غَفُوْرٌ بخشنے والا ہے ذٰلِکَ یہ بِاَنَّ اللّٰهَ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یُوْلِجُ الَّیْلَ داخل کرتا ہے رات کو فِی النَّهَارِ دن میں وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو فِی الَّیْلِ رات میں وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے ذٰلِکَ یہ بِاَنَّ اللّٰهَ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ هُوَ الْحَقُّ ہی وہ حق ہے وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور بے شک وہ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے هُوَ الْبَاطِلُ وہ باطل ہیں بیکار ہیں وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ہی بلند شان والا ہے، بڑا ہے اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ نے اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ اتارا ہے آسمان سے مَآءً پانی فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ پس ہوگئی زمین مُخْضَرَّةً سرسبز اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَطِیْفٌ باریک بین ہے خَبِیْرٌ خبردار ہے لَهٗ اسی کے لیے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاِنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ البتہ وہی ہے بے پروا، تعریفوں والا۔

مومنوں کے بعض نیک اعمال کا ذکر :

پچھلے رکوع کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل اچھے کیے وہ نعمتوں اور خوشی کے باغوں میں ہونگے ۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے بعض نیک کام ذکر کیے ہیں اور ہیں وہ مشکل ۔ فرمایا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ۔ ہم تو صرف ہجرت کا لفظ بول سکتے ہیں عملاً ہجرت کریں تو پتا چلے کہ مکانات ، دکانیں ، زمینیں ، باغات ، اپنی بود و باش کی سب چیزیں چھوڑ کر نکلنا کیسا ہے؟ کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ اور پھر نکلیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ۔ بڑا مشکل مسئلہ ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا مومنوں کے ساتھ وعدہ :

وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ثُمَّ قُتِلُوْآ پھر قتل کر دیئے گئے ، شہید کیے گئے ۔ بعض مہاجرین کو ظالموں نے راستے ہی میں شہید کر دیا اور بعض کو بعد میں شہادت نصیب ہوئی اَوْ مَاتُوْا یا مر گئے طبعی موت ۔ اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ وعدہ ہے لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ضرور رزق دے گا اللہ تعالیٰ اچھا رزق ۔ مرنے کے بعد قبر میں خوراک اور رزق ملتا ہے جو ان کی شان اور برزخ قبر کے حال کے مناسب ہوتا ہے ۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ ”یہ جو قبر گڑھے کی شکل میں نظر آتی ہے یہ یا تو جنت کے باغوں میں باغ بن جاتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا بن جاتی ہے ۔“ یہ باغ اور گڑھا دنیا سے بنا کر جاتا ہے وہاں کچھ بھی نہیں ہو سکے گا ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہاں تو مردہ منتظر ہوتا ہے

کہ میرے لیے کوئی دعا کرنے والا ہو وہاں کوئی بس نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو رزق دے گا اور ایسا رزق کہ آج کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتا وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ وہی ہے سب سے بہتر رزق دینے والا۔ مجازی طور پر والد بھی اولاد کو رزق دینے والا ہے، آقا بھی اپنے غلاموں کو کھلاتا ہے، لوگ جانوروں کو بھی چارا ڈالتے ہیں مگر پیدا تو کوئی ایک دانہ بھی نہیں کرسکتا۔ پیدا تو صرف رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ دوسرا وعدہ لَیُدْخِلَنَّھُمْ مُّدْخَلاً البتہ ضرور داخل کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو ایسی داخل کرنے کی جگہ میں یَّرْضَوْنَہٗ جس کو وہ پسند کریں گے۔ جنت کا سکھ، چین، آرام آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ آج اگر جنت کا نقشہ سامنے ہو تو سارے اس کی طرف دوڑیں اور جہنم کا نقشہ ہمارے سامنے ہو تو سارے اس سے دور بھاگیں۔ آج ہم لفظی اور زبانی طور پر جنت جنت اور دوزخ دوزخ کہتے ہیں۔

ہم نے نہ موت کو سمجھا ہے نہ قبر حشر کو :

حقیقت یہ ہے کہ نہ ہم نے موت کو سمجھا ہے نہ قبر کو نہ جنت کو نہ دوزخ کو نہ میدان محشر کو۔ جب تک آدمی حقیقت تک نہ پہنچے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ایک آدمی سارا دن ورد کرتا رہے کہ کھانا بھوک کو ختم کرتا ہے، کھانا بھوک کو ختم کرتا ہے اور کھائے نہ تو کیا بھوک ختم ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں! بھوک ختم ہوگی کھانے سے، پیاس بجھے گی پانی پینے سے، لفظوں سے پیاس نہیں بجھے گی کہ پانی پیاس بجھاتا ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ ہمارا ایمان زبانی ہے، لفظی ہے، نہ رب تعالیٰ کی حقیقت کو سمجھا ہے اور نہ کوئی سمجھ سکتا ہے اور نہ اس کی صفات پر ہمارا صحیح ایمان ہے۔ قرآن پاک کو زبانی طور پر مانتے ہیں مگر اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں قبر کے معاملات کا احساس نہیں ہے، قیامت

اور حشر صرف سننے سنانے کی حد تک ہے ان کی سنگینی کا ہمیں احساس نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی تیاری ہے۔ ہماری ساری تگ ودو دنیا کے لیے ہے۔ دیکھو کتنی سردی ہے مگر جن لوگوں نے ڈیوٹی پر جانا ہے وہ اپنے وقت پر ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں اور جب نماز کی باری آتی ہے منہ رضائی سے باہر نکالنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پختہ نمازیوں کی بات نہیں کر رہا ''چڑک لگو'' کی بات کر رہا ہوں جن کی نماز کے لیے اٹھنے کی نیت ہی نہیں ہے۔ تو جس طرح کی نیت ہوگی پھل بھی اس طرح کا ملے گا۔ رب تعالیٰ ایسے تو رحمت سے نہیں نوازے گا کچھ کرو گے تو نوازے گا ورنہ بڑی مشکل بات ہے۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ تعالیٰ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ البتہ جاننے والا تحمل والا ہے۔ اگر وہ فوراً کسی کو سزا نہیں دیتا تو وہ یہ نہ سمجھے کہ میں بچ گیا ہوں وہ رتی رتی کا حساب جانتا ہے۔ جس نے رتی برابر بھی نیکی کی تو اس کا بدلہ ملے گا اور جس نے رتی برابر بھی بدی کی تو سزا پائے گا ذٰلِكَ یہ اسی طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہتر رزق عطا فرمائیں گے اور ایسی جگہ میں داخل کرے گا جس کو وہ پسند کریں گے۔

بدلہ لینے کی کیفیت :

آگے حکم بیان فرمایا ہے وَ مَنْ عَاقَبَ اور جس نے بدلہ لیا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ مثل اس کے جو اس کو تکلیف دی گئی ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ پھر اس پر زیادتی کی گئی لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ البتہ ضرور مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ البتہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

اب مسئلہ سمجھ لو۔ اگر کسی آدمی نے کسی آدمی پر زیادتی کی قولاً کہ اس کو گالی گلوچ کیا بری باتیں کہیں یا عملاً زیادتی کی کہ اس کو مارا پیٹا۔ تو یہ جو مظلوم ہے اس کو اختیار ہے چاہے تو معاف کر دے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ معاف کر دیا تو

معاملہ طول نہیں پکڑے گا اگر وہ ظالم کچھ شریف ہے تو ضرور نادم ہوگا کہ میں نے اس کے ساتھ زیادتی کی مگر اس نے معاف کر دیا۔ اور اگر بدلہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے مگر اتنا کہ جتنی اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ مثلاً اگر کسی نے ایک گالی نکالی ہے تو ایک گالی نکال سکتا ہے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ گالی نہ نکالے اور یوں کہے تو نے جو مجھے کہا ہے وہ تم خود ہو۔ زبان کے پلید ہونے سے جھوٹ اور غیبت سے بچ جائے گا۔ گالی گلوچ سے آج ہماری زبانیں پلید ہیں جس کی وجہ سے ہماری دعاؤں میں کوئی اثر نہیں ہے۔ قرآن پاک پڑھتے ہیں تو اس کا اثر نہیں ہوتا۔ ہمارے اعمال برے ہیں نیکی کا کوئی اثر نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ بِاَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ”جس آدمی نے جھوٹ نہ چھوڑا اور جھوٹا عمل نہ چھوڑا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا مرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ یعنی اس کے روزوں کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آج ہمارا سارا کاروبار ہی جھوٹ فریب پر مبنی ہے۔ خدا پناہ! آج ہم اخلاقی لحاظ سے حیوانوں سے بھی گر چکے ہیں۔ جب انسان، انسان ہوتا تھا آدمی ہوتا تھا تو اس کا بڑا بلند مقام تھا۔ آج انسانیت ہم سے شرماتی ہے۔ تو خیر مظلوم اگر درگزر کرے تو بہتر ہے اور اگر بدلہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے مگر اتنا لے جتنی اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اگر ظالم نے ایک مکا مارا ہے تو یہ دو نہیں مار سکتا اگر ایک گالی دی ہے تو دو نہیں دے سکتا۔ مگر اس کی پابندی کون کرے گا؟ انسان کو جب غصہ آتا ہے تو اس کا توازن برقرار نہیں رہتا ایسے موقع پر انسان کی انسانیت کو خطرہ ہوتا ہے۔ بہادر شاہ ظفر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

؎ ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ غصے میں کوئی جج اور قاضی فیصلہ نہ کرے۔ اگر کیا تو وہ فیصلہ شرعاً نافذ نہیں ہوگا۔ غصے میں بندے کا دماغی توازن قائم نہیں رہتا کچھ کا کچھ کر جائے گا۔ صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں وہ مستثنیٰ ہیں کہ پیغمبر غصے کی حالت میں بھی فیصلہ کرے تو وہ حق ہوتا ہے۔ فرمایا جس نے انتقام لیا اتنا جتنی اس کے ساتھ زیادتی کی گئی ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ پھر اس پر زیادتی کی گئی کہ ظالم نے کہا تو میرے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا ہے اور مجھ سے بدلہ لیا ہے پھر اس کے ساتھ زیادتی کی تو لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ البتہ ضرور مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا تو بہت سی ہدایات دیں۔ ان میں ایک ہدایت یہ بھی فرمائی کہ اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ ''اے معاذ مظلوم کی بددعا سے بچنا فَاِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ کیونکہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔'' مظلوم کی بددعا عرش الٰہی کے کنگرو کو جا ہلاتی ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرنے گا اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ اس لفظ میں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرے تو درگزر کرو۔ ذٰلِكَ یہ رب تعالیٰ بخشنے والا ہے کیونکہ وہ قادر ہے۔ اس کی قدرت کی پہلی دلیل بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ بیشک اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔ گرمی کے موسم میں دن لمبے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کے اجزاء دن میں داخل کر دیتے ہیں وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ سردیوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ دن کے اجزاء رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت رات دن میں دیکھ سکتے ہو،

مومنوں کے بدلنے میں دیکھ سکتے ہو وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے قریب دور سے سننے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

صحابہ کرام ﷺ کا ادب واحترام :

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ [الحجرات:۲] ''اے ایمان والو نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر۔'' اگر ایسا کرو گے تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔ حضرت عمر ﷺ بات اتنی آہستہ کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سن نہیں سکتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ فرماتے اے عمر! میں نے نہیں سنا تم نے کیا کہا ہے؟ دیکھو! حضرت عمر ﷺ مجلس میں بولتے ہیں اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں سنا اور آج یہ بدعتی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری یہاں کی بات آپ ﷺ وہاں سنتے ہیں روضہ مبارک میں۔ پھر دیکھو! قرآن کریم کا حکم ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں باآواز بلند بات کرنے سے سب اعمال اکارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر بھی سمجھتے ہیں اور چیختے چلاتے ہیں۔ بھئی! جب تم حاضر ناظر سمجھتے ہو تو چلاتے کیوں ہو؟ تو سمیع وبصیر صرف رب تعالیٰ ہے۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ حق ہے وہی سچا ہے وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اور بے شک وہ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے ھُوَ الْبَاطِلُ وہ بیکار ہیں۔ وہ چاہے نبی ہوں، ولی ہوں خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔ خود آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر اعلان کروایا لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''اے امتیو سن لو! میں تمہارے نفع نقصان کا مالک

نہیں ہوں۔'' اور سورۃ الاعراف میں ہے لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ''نہیں ہوں میں مالک اپنے نفع نقصان کا۔'' تو جب آنحضرت ﷺ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو دنیا میں کون مائی کالال ہے کہ اس کے پاس خدائی اختیارات ہوں؟ بالکل نہیں! وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ اور بیشک اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بڑی بلند اور بڑی ہے۔ اس کی ذات سے کوئی بلند اور بڑا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل :

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اور دلیل اَلَمْ تَرَ اے مخاطب! آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بیشک اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے آسمان سے پانی، بارش وہ نازل کرتا ہے فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّۃً پس ہوگئی زمین سرسبز۔ وہ ہواؤں کو حکم دیتا ہے وہ بادلوں کو اکٹھا کرتی ہیں پھر اپنی قدرت سے رطوبت بھر کر بارش برساتا ہے۔ بارش کی قدر بارانی علاقوں سے پوچھو بارش نہ ہو تو ان کا کیا حال ہوتا ہے۔ نہری علاقوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ بارشیں نہ ہوں تو زمینی پانی سطح زمین سے نیچے چلا جاتا ہے ٹیوب ویل بھی پورا پانی نہیں دیتے اور بارشوں کو ہمارے اعمال روکتے ہیں۔ یہ تو کہتے ہیں کہ بارشیں نہیں ہو رہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ یقین جانو! ہمارے اعمال کا ان چیزوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مہنگائی کے ساتھ، صنعت کی تباہی کیساتھ، بدامنی اور افراتفری کے ساتھ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نزول میں برکات :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے دین نافذ ہوگا، دین کی برکات سے ایک ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے آدھے خول کے نیچے دس آدمی بیٹھ

سکیں گے۔ایک بکری کے دودھ سے کئی خاندانوں کی کفالت ہوگی۔ایک گائے اتنا دودھ دے گی کہ سارا گاؤں سیر ہو جائے گا۔آج یہ برکات نہیں کیونکہ ہمارے اعمال خراب ہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ [روم:۴۱] ''پھیل گیا ہے فساد خشکی اور تری میں اس وجہ سے جو انسانوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے۔'' اِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔اسی کا تصرف ہے اسی کی ملک ہے دوسرا نہ کوئی خالق نہ کوئی مالک نہ متصرف،صرف رب العالمین سب کچھ ہے وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِيدُ اور بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہے ہماری عبادتوں کا وہ محتاج نہیں ہے یہ ہمارے ہی کام آئیں گی،تعریفوں والا ہے۔وہی قابل تعریف ہے اگر تم رب تعالیٰ کی تعریف نہیں کرو گے تو زمین کا ذرہ ذرہ اور پانی کا ایک ایک قطرہ،شجر وحجر سب اس کی تعریف کرتے ہیں اس کی تسبیح پڑھتے ہیں وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ [بنی اسرائیل:۴۴] ''اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم اس کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔''

❁❁❁

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۶۵ وَهُوَ الَّذِىْۤ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝۶۶ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ۝۶۷ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۶۸ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۶۹ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷۰

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے سَخَّرَ لَكُمْ تابع کر دیا ہے تمہارے مَّا فِى الْاَرْضِ جو زمین میں ہیں وَالْفُلْكَ اور کشتیاں تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ چلتی ہیں سمندر میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کے ساتھ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اور اس نے روکا ہے آسمان کو اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ یہ کہ گرے زمین پر اِلَّا بِاِذْنِهٖ مگر اس کے حکم سے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے وَهُوَ الَّذِىْۤ اور وہ وہ ذات ہے اَحْيَاكُمْ جس نے تمہیں زندہ کیا ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ

پھر وہ تمہیں مارے گا ثُمَّ يُحْيِيكُمْ پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا اِنَّ الْاِنسَانَ لَكَفُورٌ بے شک انسان البتہ ناشکرا ہے لِكُلِّ اُمَّةٍ ہر امت کے لیے جَعَلْنَا مَنسَكًا بنائی ہم نے قربانی هُمْ نَاسِكُوهُ وہ اس کو کرنے والے ہیں فَلَا يُنَازِعُنَّكَ پس ہرگز نہ جھگڑا کریں وہ آپ سے فِي الْاَمْرِ معاملے میں وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ اور آپ دعوت دیں اپنے رب کی طرف اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى بے شک آپ البتہ ہدایت پر ہیں مُّسْتَقِيمٍ جو سیدھی ہے وَاِنْ جَادَلُوكَ اور اگر وہ جھگڑا کریں آپ سے فَقُلِ تو آپ کہہ دیں اللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بِمَا ان کاروائیوں کو تَعْمَلُونَ جو تم کرتے ہو اللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فِيمَا ان چیزوں میں كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو اَلَمْ تَعْلَمْ کیا آپ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا فِي السَّمَاءِ جو کچھ آسمان میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے اِنَّ ذٰلِكَ فِي كِتٰبٍ بیشک یہ سب لکھا ہوا ہے کتاب میں اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ بیشک یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر دیکھنے والے کو اپنی قدرت دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں :

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر دیکھنے والے کو دعوت دیتے ہیں۔ اے دیکھنے والے اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے تابع کر دیا ہے

تمہارے مَا فِی الْاَرْضِ ان چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔ حیوان تمہارے تابع، درخت تمہارے تابع، نہریں تمہارے تابع۔ مثلاً گھوڑا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت رکھی ہے مگر رب نے تمہارے تابع کیا ہے جیسے چاہو دوڑاؤ اور جدھر چاہو پھیرو۔ لیکن تم رب تعالیٰ کے تابع نہیں ہوئے۔ اسی لیے آگے فرمایا انسان بڑا ناشکرا ہے۔ اے انسان! تجھے سوچنا چاہیے کہ بڑے بڑے قد آور اور طاقتور جانور اللہ تعالیٰ نے تمہارے تابع کیے ہیں جہاں چاہو لے جاؤ، باندھو، کھول دو، ذبح کر دو، وہ انکار نہیں کرتے حالانکہ تم ان کے خالق نہیں ہو اور نہ ان کی خوراک کے خالق ہو۔ نہ چارا تم نے پیدا کیا ہے اور نہ پانی تم نے پیدا کیا ہے، نہ ہوا تم نے پیدا کی ہے صرف مجازی طور پر تم ان کے مالک ہو وہ تمہاری بات مانتے ہیں اے انسان! تو سوچ تجھے رب تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور تیری ساری ضروریات اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں مگر تم رب تعالیٰ کی کتنی اطاعت کرتے ہو؟ گائے بھینس ایک دو دن دودھ نہ دے تو تم لاٹھی لے کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور خود تم دن رات رب تعالیٰ کی نافرمانی میں گزارتے ہو۔ نمازیں نہیں پڑھتے، روزے نہیں رکھتے، رب تعالیٰ کی لاٹھی کا بھی پتا ہے کہ کتنی سخت ہے۔ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچو اور جانوروں سے سبق حاصل کرو۔ انسان اگر سوچے تو معمولی باتوں سے بھی نتیجہ اخذ کر سکتا ہے اور نہ سمجھنا چاہے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے اور نہ ہی ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے۔ تو فرمایا اے مخاطب! آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ زمین میں ہے وَالْفُلْکَ اور کشتیاں بھی تمہارے تابع کی ہیں تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ جو چلتی ہیں سمندر میں بِاَمْرِهٖ رب تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ اس زمانے میں بادبانی کشتیاں ہوتی تھیں ہوا کے رخ کے مطابق چلتی تھیں اب ترقی ہو گئی ہے بڑے بڑے بحری جہاز تیار ہو گئے ہیں جو اِدھر کا

سامان اُدھر اور اُدھر کا سامان اِدھر لے آتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے خشکی کی چیزیں بھی تمہارے تابع کی ہیں اور سمندر کی بھی وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اور اس نے روکا ہے آسمان کو اس سے کہ گر پڑے زمین پر۔ آسمان کے نیچے نہ دیوار ہے نہ ستون ہے۔ اتنا بڑا اور وسیع آسمان اس قادر مطلق کے حکم سے رکا ہوا ہے۔ آسمان تو آسمان ہے اگر ایک ستارہ گر پڑے تو دنیا تباہ ہو جائے۔ پچھلے دنوں وہمی قسم کے سائنسدانوں نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ سال ڈیڑھ سال کے بعد ایک ستارہ زمین پر گرے گا۔ اس سے لوگوں کے ہوش وحواس خطا ہو گئے، بے چاروں کے پاخانے خشک ہو گئے کہ ہمارا کیا بنے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو روکا ہوا ہے زمین پر گرنے سے اِلَّا بِاِذْنِہٖ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ گرے گا۔ جب قیامت قائم ہوگی اس وقت نہ آسمان رہے گا اور نہ بلند پہاڑ رہیں گے، نہ کوئی ٹیلا رہے گا سب نشیب وفراز ختم ہو جائیں گے۔ زمین ایسی ہموار ہو جائے گی کہ اگر مغرب سے انڈا لڑھکایا جائے تو مشرق تک اس کو کوئی روکنے والی چیز نہ ہوگی۔ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اس کی مہربانی ہے کہ نافرمانی کے باوجود اس نے صحت دی ہے، اولاد دی ہے، مال دیا ہے۔ دنیاوی ترقیاں بھی دی ہیں، گرمی سردی کے لوازمات بھی دیئے ہیں وَهُوَ الَّذِیْٓ اور وہ وہ ذات ہے اَحْیَاکُمْ جس نے تمہیں زندہ کیا۔ جب ماں کے پیٹ میں بچے کا ڈھانچا تیار ہو جاتا ہے، شکل وصورت بن جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے بدن میں روح پھونک دو۔ ماں کی ایک رگ ناف کیساتھ جوڑ دی جاتی ہے جس کے ذریعے اس کو خوراک ملتی ہے اس کے بعد پانچ ماہ تک بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے ورنہ سانس لینے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ

پھر وہ تمہیں مارے گا لہٰذا موت کو ہر وقت یاد رکھو۔

موت کو کثرت سے یاد کرو اور مراقبے کا بیان :

حدیث پاک میں آتا ہے اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ ''موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔'' بلکہ بعض بزرگان دین کے بیعت کے جو سلسلے ہیں ان میں ایک مراقبہ موت کا بھی ہے کہ انسان تنہائی میں بیٹھ کر اپنی موت کے متعلق سوچے (کہ میری روح قبض کرنے کے لیے جنتی فرشتے آئیں گے یا جہنمی، قبر میں منکر نکیر آئیں گے یا مبشر بشیر، حشر والے دن نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں۔ نواز بلوچ) اور یہ نقشہ سامنے لائے اور تصور کرے کہ میرے مرنے کا وقت ہے عزیز رشتہ دار کھڑے ہیں، ڈاکٹر حکیم کھڑے ہیں اور سب بے بس نظر آرہے ہیں۔ فرشتے نے آکر میری جان نکال لی اور میں بے بس پڑا ہوں مجھے غسل دیا جارہا ہے کفن پہنایا جارہا ہے، چارپائی اٹھا کر قبرستان لے جایا جارہا ہے پھر جنازے کے بعد مجھے دفن کر دیا جائے گا پھر میں ہوں گا اور میرے اعمال ہونگے۔ پھر میرے ساتھ میرے اعمال کے مطابق برتاؤ ہوگا نہ میرے پاس ماں ہوگی نہ باپ، نہ بہن بھائی، عزیز رشتہ دار۔ اگر آدمی روزانہ یہ مراقبہ کرے تو اعمال صحیح ہو سکتے ہیں۔ تو فرمایا پھر وہ تمہیں مارے گا ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا قیامت والے دن۔ رب تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں مگر اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ بے شک انسان البتہ ناشکرا ہے۔ سورۃ سبا آیت نمبر ۱۳ میں ہے وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ''اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر کرنے والے۔'' نافرمان ناشکرے بہت ہیں۔

حضور ﷺ نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانور کا گوشت نہیں کھایا :

پہلے قربانی کا مسئلہ گزرا ہے۔ اور قربانی کے تین دن ہیں دس، گیارہ، بارہ۔ مشرک

غیر اللہ کے نام پر قربانی کرتے تھے لات کے نام کی، کبھی منات اور کبھی عزیٰ کے نام کی۔ ایک دفعہ انہوں نے عزیٰ کے نام پر ذبح کیا گوشت محلے میں تقسیم کیا آنحضرت ﷺ کو بھی گوشت دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسا گوشت ہے؟ کہنے لگے ہم نے عزیٰ کے نام پر ذبح کیا ہے۔ فرمایا اٹھالو میں نہیں کھاؤں گا۔ یہ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زید ابن عمرو ابن نُفَیل " زمانہ جاہلیت کے موحدین میں سے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے اظہار نبوت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے ان کو لوگ جب غیر اللہ کے چڑھاوے کا گوشت دیتے تھے تو فرماتے اس کو اٹھا کر لے جاؤ میں حرام کھانے کے لیے تیار نہیں ہوں اور جب کوئی غیر اللہ کے چڑھاوے کے لیے بکرا بکری لے جاتے ہوتے تو ان سے پوچھتے بتلاؤ اس بکری کو کس نے پیدا کیا؟ وہ کہتے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر فرماتے اس کے چلنے پھرنے کے لیے زمین کس نے پیدا فرمائی؟ وہ کہتے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر فرماتے ہیں اس کے لیے چارا اور پانی کس نے پیدا کیا؟ وہ کہتے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر فرماتے سانس لینے کے لیے ہوا کس نے پیدا فرمائی؟ وہ کہتے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر فرماتے او ظالمو! یہ سب کچھ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور چڑھاوا چڑھاتے ہو غیر اللہ کا تمہیں شرم نہیں آتی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِكُلِّ أُمَّةٍ ہر امت کے لیے جَعَلْنَا مَنْسَكًا بنائی ہم نے قربانی۔ البتہ پہلی امتوں اور ہماری قربانی میں فرق ہے۔ قربانی کے مسائل چوتھے پارے میں ذکر ہو چکے ہیں۔ وہ لوگ قربانی کر کے میدان میں رکھ دیتے تھے آسمان سے آگ آتی تھی اور اس کو جلا دیتی تھی ان کو کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ ہمارے لیے حکم ہے کُلُوْا وَادَّخِرُوْا '' کھاؤ اور ذخیرہ کر کے رکھو۔'' تو فرمایا ہر امت کے لیے قربانی بنائی ہم نے هُمْ نَاسِكُوْهُ وہ اس کو کرنے والے ہیں فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ پس ہرگز نہ جھگڑا کریں آپ سے اس

قربانی کے معاملہ میں۔اس معاملہ میں تمہارے ساتھ جھگڑنے کا کوئی معنٰی ہی نہیں ہے۔

شرک سے روکنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے :

وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ اور آپ دعوت دیں اپنے رب کی طرف۔یہ آپ کو خطاب کر کے ساری امت کو رب تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ رب تعالیٰ کی توحید کی دعوت دو۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے دعوت الی اللہ اور شرک سے روکنا۔سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۱۰ میں ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ''تم تمام امتوں میں سے بہتر امت ہو ظاہر کیے گئے ہو لوگوں کے فائدے کے لیے،لوگوں کو کیا فائدہ پہنچاتے ہو،نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔''

ہر مسلمان مرد عورت کا فریضہ ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر۔اپنے گھر کے افراد کو اس کی دعوت دیں،بچوں،بہن بھائیوں،عزیز رشتہ داروں کو سمجھائیں اور آج کے دور میں تو انتہائی ضروری ہے۔میں عورتوں سے گزارش کروں گا کہ جو ناخن پالش والی عورتیں ملیں ان کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ کہ اس سے وضو نہیں،غسل نہیں ہوتا۔ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو ان کو سمجھاؤ کہ ان کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے جس سے وضو غسل نہیں ہوتا لہٰذا ان کو کٹواؤ۔ ورنہ نہ وضو،نہ غسل،نہ نماز،کوئی چیز نہیں ہوگی۔جن عورتوں نے ناک میں کوکے ڈالے ہوئے ہیں ان کو سمجھاؤ کہ کوکا اتار کر پانی ناک کے سوراخ میں نہ پہنچایا تو وضو نہیں ہوگا،نماز نہیں ہوگی۔یہ مسئلے ان کو سمجھاؤ تا کہ ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں جہالت کا دور دورہ ہے۔

فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ بے شک آپ ہدایت پر ہیں جو سیدھی ہے وَاِنْ جَادَلُوْکَ اور اگر وہ آپ کے ساتھ جھگڑا کریں فَقُلْ تو آپ کہہ دیں اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کاروائی کو جو تم کرتے ہو میں نے جھگڑا نہیں کرنا میرا

کام صرف دعوت دینا ہے اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں میں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ عملی طور پر فیصلہ کرے گا۔ آج دنیا میں کتنی چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی حقیقت عدالتیں بھی واضح نہیں کر سکیں اندر کچھ ہے اور باہر کچھ ہے۔ کتنے ناحق قتل چھپے ہوئے ہیں، کئی لوگوں کے حق دبے ہوئے ہیں، کئی جھوٹے سچے بنے ہوئے ہیں اور سچوں کو جھوٹا بنا دیا گیا ہے۔ دنیا میں دھوکا ہے فراڈ ہے لیکن قیامت والے دن احکم الحکمین کی عدالت میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا کسی شے میں مغالطہ نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان عملی طور پر فیصلہ کریں گے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اے مخاطب کیا آپ جانتے نہیں ہیں اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہ تمہارے ظاہر و باطن کو، اعمال احوال اور خواہشات کو جانتا ہے۔

جو آدمی اس نکتے کو سمجھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے تو وہ بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے اور جو انسان غافل ہے وہ انسان انسان نہیں بھیڑیا بنا ہوا ہے۔ اس کو انسان کہنا گناہ ہے صرف شکل انسانوں والی ہے۔ کوئی دیانتدار آدمی اخبار نہیں پڑھ سکتا۔ کوئی صفحہ قتل ناحق، ڈکیتی، اغواء، ظلم، زیادتی سے خالی نہیں ہے۔ غنڈا گردی ہے دھاندلی ہے۔ وہ رب کریم ہے جس نے ابھی تک ان کو چھوڑا ہوا ہے ورنہ لوگ دنیا میں رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ بیشک یہ سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ ابتدائے افرینش سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور ہوگا سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

یَسِیۡـــــــرٌ بے شک یہ بات یعنی لوحِ محفوظ میں سب کچھ درج کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ ہمارے لیے مشکل ہے رب تعالیٰ کے سامنے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

۞۞۞

وَيَعْبُدُوْنَ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

وَيَعْبُدُوْنَ اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کی لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ کہ نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سُلْطٰنًا کوئی دلیل وَّمَا اور اس مخلوق کی لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کچھ علم وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ اور نہیں ہے ظالموں کا کوئی مددگار وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں بَيِّنٰتٍ صاف صاف تَعْرِفُ آپ پہچانتے ہیں فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ ان

لوگوں کے چہروں میں کَفَرُوا جو کافر ہیں اَلْمُنْكَرَ برائی یَکَادُوْنَ قریب ہوتے ہیں یَسْطُوْنَ حملہ کردیں بِالَّذِیْنَ ان لوگوں پر یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا جو پڑھتے ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں قُلْ آپ کہہ دیں اَ فَاُ نَبِّئُکُمْ کیا پس میں تم کو بتاؤں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکُمْ اس سے بری چیز اَلنَّارُ دوزخ کی آگ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ وعدہ کیا ہے اس کا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے کَفَرُوْا جو کافر ہیں وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور برا ٹھکانا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو ضُرِبَ مَثَلٌ بیان کی گئی ہے ایک مثال فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ پس سنو اس کو کان لگا کر اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا ہرگز نہیں پیدا کر سکتے ایک مکھی بھی وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ اور اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں اس کے لیے وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ اور اگر چھین لے ان سے مکھی شَیْئًا کوئی چیز لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ تو نہیں چھڑا سکتے اس کو اس سے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ کمزور ہے طلب کرنے والا اور وہ بھی جن سے طلب کیا جاتا ہے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ نہیں قدر کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حَقَّ قَدْرِهٖ جیسا کہ حق ہے رب تعالیٰ کی قدر کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ البتہ قوی ہے غالب ہے۔

دنیا میں اکثریت مشرکوں کی رہی ہے :

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک دنیا کے اکثر حصے شرک

میں مبتلا رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ سورج، چاند کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، درختوں، پہاڑوں، دریاؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، انسانوں کی پوجا کرنے والے اب بھی بے شمار ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کی لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا کہ نہیں اتاری اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل، کوئی سند، کوئی حجت۔ شرک کے جواز پر نہ کوئی پختہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل ہے۔ شبہات اور اوہام ہوتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بایں ہمہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے نیچے دوسری مخلوق کی عبادت کرتے ہیں وَّمَا اور اس مخلوق کی عبادت کرتے ہیں لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کچھ علم کہ ہماری کون پوجا کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے۔ عزیر علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ہو رہی ہے، بے شمار نیک بندوں کی ہو رہی ہے۔ ان کی پوجا کیوں کرتے ہیں، ان کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ عبادت کسے کہتے ہیں؟ سجدہ عبادت ہے، طواف عبادت ہے اگر کوئی کسی قبر کے ارد گرد چکر لگائے گا تو وہ اس قبر کا عبادت کرنے والا شمار ہوگا۔ فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اور تو اور آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کا طواف کرنے والا بھی پکا کافر ہے۔ کیونکہ طواف بھی عبادت ہے، نذر منت عبادت ہے۔ کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میرا یہ کام ہوگیا تو میں فلاں بزرگ کی قبر پر چڑھاوا چڑھاؤں گا تو یہ عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔ عالمگیری، شامی، درمختار میں ہے کہ نذر عبادت ہے وَالْعِبَادَةُ لَا تَجُوْزُ لِمَخْلُوْقٍ ''اور عبادت مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے۔'' اسی طرح کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دستگیر سمجھ کر پکارنا بھی عبادت ہے۔

غیر اللہ کی عبادت کا نام تعظیم رکھ دیا گیا ہے :

حدیث پاک میں ہے اَلدُّعَآءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ آج کل مشرک لوگ اسی میں لگے ہوئے ہیں جب ان سے پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تعظیم کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ تعظیم ہے تو پھر عبادت کس کو کہتے ہیں؟ ان کے کہنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے شریعت جس کو عبادت کہے وہ عبادت ہے۔ جھکنا بھی عبادت ہے جو رکوع کے مشابہ ہو اور کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! دو آدمی آپس میں ملنا چاہیں تو کیا وہ معانقہ کر سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! کر سکتے ہیں۔ حضرت: مصافحہ کر سکتے ہیں؟ فرمایا کر سکتے ہیں اور مصافحہ دو ہاتھوں سے ہے۔ امام بخاریؒ نے بخاری میں باب قائم کیا ہے المصافحة باليدين ''مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہے۔'' پھر اس پر حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا اس طرح کہ میرا ہاتھ آنحضرت ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! کیا آدمی جھک بھی سکتا ہے؟ فرمایا لَا جھک نہیں سکتا۔ کیونکہ جھکنے سے رکوع والی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور رکوع عبادت ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ اور نہیں ہے ظالموں کا کوئی مددگار۔ مشرک سارے ظالم ہیں اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ [سورہ لقمان] ''بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' فرمایا وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں ان مشرکوں کے سامنے ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ صاف صاف، جن میں شرک کا رد ہوتا ہے، بدعات کا رد ہوتا ہے تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ اے مخاطب! آپ پہچانتے ہیں ان لوگوں کے چہروں میں جو کافر ہیں برائی۔ ان کے چہروں میں اجنبی اور اوپری چیز دیکھو گے جب

یہ توحید کے دلائل اور شرک کا رد سنتے ہیں تو ان کے چہروں سے پریشانی ظاہر ہوتی ہے
یَکَادُوْنَ قریب ہوتے ہیں یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ حملہ کردیں ان لوگوں پر یَتْلُوْنَ
عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا جو پڑھتے ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں۔ حملہ کرنے کے بے شمار
واقعات ہیں۔ چنانچہ مولانا محمود الحسن صاحبؒ فاضل دیوبند کو لورالائی کوئٹہ میں رمضان
المبارک کے مہینہ میں جامع مسجد کے اندر ایک بد بخت ازلی اور شقی القلب نے محض اس
لیے شہید کر دیا تھا کہ مولانا نے فرمایا تھا کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی نبی ولی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس موضوع پر میں نے مستقل کتاب لکھی ہے "ازالۃ
الریب" اس کی نسبت بھی میں نے مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی طرف کی ہے۔ تو آج بھی
ایسے بد بخت دنیا میں موجود ہیں جو اہل حق پر حملہ کر دیتے ہیں قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں۔
حق کہنا آسان نہیں ہے بڑا مشکل ہے۔ تو ان کے سامنے جب میری صاف صاف آیتیں
پڑھی جاتی ہیں تو ان کے چہرے بگڑ جاتے ہیں اور قریب ہے آیات کے پڑھنے والوں پر
حملہ کر دیں قُلْ آپ کہہ دیں اَفَاُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکُمْ کیا پس میں تم کو بتلاؤں اس
سے بری چیز۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر تمہیں تکلیف ہوتی ہے تمہارے چہرے بگڑ جاتے
ہیں میں تمہیں اس سے بری چیز نہ بتلاؤں جو تمہارے لیے تیار ہے۔ وہ کیا ہے؟
اَلنَّارُ دوزخ کی آگ۔ آج تم رب تعالیٰ کی کھری کھری آیات سننے کی تاب نہیں لاتے تو
تمہارے لیے دوزخ کی آگ تیار ہے وَعَدَھَا اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وعدہ کیا ہے اس
دوزخ کا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو کافر ہیں۔ رب تعالیٰ کی آیات نہیں مانتے
توحید کو تسلیم نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی باتیں نہیں مانتے اپنی طرف سے دین
ایجاد کرتے ہیں ان کے لیے دوزخ کی آگ تیار ہے۔ فرمایا سن لو! وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور

بُرا ٹھکانا ہے۔ دوزخ سے زیادہ بُرا ٹھکانا اور کوئی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے اور یاد رکھنا! جنت دوزخ دور نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے اور دوزخ بھی سامنے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا سارے مل کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے انسانو! عرب و عجم گورے کالے تمام انسانوں کو خطاب ہے۔ اے انسانو! ضُرِبَ مَثَلٌ بیان کی گئی ہے ایک مثال فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ اِسْتِمَاع کا معنیٰ ہے کان لگا کر سننا۔ معنیٰ ہوگا پس سنو تم اس مثال کو کان لگا کر اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ بیشک وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اور کہتے ہو یہ حاجت روا، مشکل کشا ہیں، دستگیر اور فریاد رس ہیں کان کھول کر سن لو لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ اور اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں اس کے لیے۔ وہ مکھی جس کو مارنے کے لیے دوائیں چھڑکتے ہو بیکار سی چیز سمجھی جاتی ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ جس چیز پر بیٹھ جائے وہ کھانے کے قابل نہیں رہتی اسی لیے حدیث پاک میں آیا ہے کہ مکھی کے ایک پَر میں بیماری ہے اور ایک میں شفا ہے۔ مکھی جب بیٹھتی ہے تو بیماری والا پَر ڈبوتی ہے۔ فرمایا تم دوسرا پَر ڈبو کر کھا پی لو کچھ نہیں ہوگا۔ مگر یاد رکھنا! کہ مکھی کسی نجس اور پلید جگہ پر نہ بیٹھی ہو۔ مثال کے طور پر یہ مسجد ہے مکھیاں پھر رہی ہیں یہاں کوئی چائے پیے اور مکھی اس میں بیٹھ جائے تو اس کو ڈبو کر پی لو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر جگہ ناپاک ہو وہاں سے اٹھ کر چائے شربت میں پڑ جائے تو پھر نہیں پینا۔ اسلام بڑا پاکیزہ مذہب ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کی ہے کہ مکھی ڈبو کر کھا پی لو۔ بعض لوگ اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا ہے دنیا کی کوئی طاقت

اس کو جھٹلا نہیں سکتی ۔ تو یہ مکھی جس کو تم حقیر اور ذلیل سمجھتے ہو یہ سارے مل کر یہ مکھی نہیں بنا سکتے جن کو مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے ہو وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا اور اگر چھین لے وہ مکھی ان سے کوئی چیز لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ تو نہیں چھڑا سکتے اس کو اس سے ۔ تو جو ایک مکھی نہیں بنا سکتے اور مکھی سے چیز واپس نہیں لے سکتے کہ وہ کہاں اڑیں گے، وہ تمہاری کیا تکلیفیں دور کریں گے اور کیا دادرسی کریں گے؟ اور آپ حضرات مسجدوں سے یہ شعر سنتے رہتے ہو......

امداد کن امداد کن از رنج و غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی :

ان لوگوں نے شرک کے ساتھ مساجد کو بھی پلید کر دیا ہے ۔ ان کے عقائد خراب ہیں ان کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے تو بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی تھی ۔ وہ اس طرح کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے ان کے ساتھ حضرت مجاہد تابعیؒ تھے ۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ موذن نے اذان کے بعد کہنا شروع کیا اولوگو! جماعت کیساتھ جلدی ملو ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اَخْرِجْ بِنَا مِنْ هٰذَا الْمُبْتَدِعِ "مجھے اس بدعتی کے ہاں سے لے چلو اس بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی ۔" اذان کے بعد بلند آواز سے صدا لگانا بدعت ہے ۔ تو حضرت نے بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور تم لوگ مشرکوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہو ۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے نہ توحید و سنت کو سمجھا ہے اور نہ شرک و بدعت کو سمجھا ہے ۔ نمازیں برباد نہ کرنا ان کے پیچھے قطعاً نماز نہیں ہوتی ۔ تو فرمایا یہ سارے مل کر مکھی نہیں بنا سکتے اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے

جائے تو واپس نہیں لے سکتے ضَعُفَ الطَّالِبُ طلب کرنے والا بھی کمزور وَ الْمَطْلُوْبُ اور جن سے طلب کیا جاتا ہے وہ بھی کمزور ہیں۔ تو یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد رس، دستگیر نہیں ہے۔ حاجت روا مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' اور سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگ جاتے ہیں فلاں دستگیر ہے، فلاں یہ ہے فلاں وہ ہے۔ یہ قرآن اصل دستور اور قانون ہے۔ عقیدہ وہی ہے جو قرآن کریم نے بتلایا ہے۔ اپنے ایمان کو برباد نہ کرنا اور نہ ہی کسی سے لڑنا جھگڑنا ہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھ کر برباد نہیں کرنی۔ بات پختہ کریں کہ کسی مشرک بدعتی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ نہیں قدر کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ حق ہے رب تعالیٰ کی قدر کا۔ رب تعالیٰ کی قادر مطلق ذات کے ہوتے ہوئے اوروں سے مدد مانگتے ہیں رب تعالیٰ کی قدر کو سمجھتے تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتے نہ ایسی حرکتوں میں مبتلا ہوتے اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ بیشک اللہ تعالیٰ البتہ قوی ہے غالب ہے۔ سب قوتیں اس کے پاس ہیں اور غلبہ اسی کے پاس ہے۔

۞۞۞

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌۚ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴿۷۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَۚ۩﴿۷۷﴾ وَ جَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ۠﴿۷۸﴾

السجدۃ عند الامام الشافعی

ع ۱۰ / ۶ / ۱۷

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ اللہ تعالیٰ چنتا ہے مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے رُسُلًا پیغام پہنچانے والے وَّ مِنَ النَّاسِ اور انسانوں سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے يَعْلَمُ جانتا ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو ان کے آگے ہے وَ مَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں تمام معاملات يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ارْكَعُوْا رکوع کرو وَ اسْجُدُوْا اور سجدہ کرو وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اور عبادت کرو اپنے رب کی وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ اور اچھے کام کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم فلاح پا جاؤ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں حَقَّ جِهَادِهٖ جیسا کہ جہاد کا حق ہے هُوَ اجْتَبٰكُمْ اس نے تمہیں چنا ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ اور نہیں بنایا اس نے تم پر فِي الدِّيْنِ دین کے بارے میں مِنْ حَرَجٍ کوئی حرج، کوئی تنگی مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ یہ ملت ہے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اسی نے تمہارا نام رکھا ہے مسلمان مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَفِيْ هٰذَا اور اس دین میں بھی لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ تا کہ ہو جائے رسول شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ گواہ تم پر وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور ہو جاؤ تم گواہ لوگوں پر فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پس قائم کرو تم نماز وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوۃ ادا کرو وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ اور مضبوطی کے ساتھ پکڑو اللہ تعالیٰ کے دین کو هُوَ مَوْلٰكُمْ وہی تمہارا آقا ہے فَنِعْمَ الْمَوْلٰى پس کیا ہی اچھا آقا ہے وَنِعْمَ النَّصِيْرُ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

انبیاء علیہم السلام انسان تھے، جنات ہر زمانہ میں انسانی نبی کے تابع رہے :

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے انسان، فرشتے اور جنات عقل والی مخلوقات ہیں ان کو ذوالعقول کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار مخلوقات ہیں جو عقل سے خالی ہیں پیغام رسانی کا معاملہ بڑا اہم ہے اس کے لیے رب تعالیٰ نے فرشتوں میں سے بھی پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب کیا ہے جیسے جبرائیل علیہ السلام کہ وحی لاتے تھے اور انسانوں میں سے بھی رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک پیغمبر منتخب کیے تا کہ رب تعالیٰ کا

پیغام رب تعالیٰ کی مخلوق تک پہنچائیں۔اس پیغام رسانی کے لیے جو استعداد درکار تھی وہ جنات میں نہیں تھی اس لیے جنات میں سے کوئی پیغمبر نہیں ہوا۔ان کی اصلاح اس دور کے انبیاء کرام نے کی جو جس دور میں آئے اور جس علاقے میں آئے۔مثلاً حضرت شعیب علیہ السلام جس علاقے میں تھے وہاں کے جنات پر ان کا اتباع لازم تھا۔آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے تشریف لانے کے بعد اب جتنی مخلوق ہے مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک اور زمانے کے اعتبار سے قیامت تک کیا انسان اور کیا جنات سب اس بات کے مکلّف ہیں کہ وہ آپ ﷺ کا کلمہ پڑھیں گے تو نجات ملے گی۔آپ ﷺ کے تشریف لے آنے کے بعد کسی اور نبی کے کلمہ پڑھنے سے نجات نہیں مل سکے گی۔ انسانوں کی طرح جنات میں بھی مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں وَاَنَّامِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا [سورۃ جن:۱۱] ''اور بے شک ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور اس کے علاوہ یعنی بدکار بھی ہم مختلف راستوں پر بٹے ہوئے تھے۔'' مسلمان بھی کافر بھی نیک بھی بد بھی۔اس کا ذکر ہے۔

اللہ یصطفی من الملئکۃ کی تفسیر :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلاً اللہ تعالیٰ چنتا ہے فرشتوں سے پیغام پہنچانے والے وَّ مِنَ النَّاسِ اور انسانوں سے بھی۔یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے یہ پیغام سنایا وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ [الصّف:٦] ''اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو آنے والا ہے میرے بعد جس کا نام احمد ہے (ﷺ)'' آپ کا نام احمد بھی ہے اور محمد بھی ہے ﷺ۔جب

آپ ﷺ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ فیصلہ سنا دیا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا[الاحزاب:۴۰] ''نہیں ہیں محمد باپ کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ چنتا ہے رسول فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے قریب سے بھی اور دور سے بھی۔ ہم لوگ قریب کی باتیں سن سکتے ہیں اگر کان بہرے نہ ہوں دور کی نہیں سن سکتے۔ رب تعالیٰ کے لیے قرب وبعد کا کوئی سوال نہیں ہے اگر ساتویں زمین میں کوئی چیونٹی چلتی ہے تو وہ اس کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے بَصِیْرٌ دیکھنے والا ہے مخلوق کے ہر فعل کو۔ ہم اپنے سامنے سے دیکھ سکتے ہیں پیچھے کیا ہے نہیں دیکھ سکتے، قریب سے دیکھ سکتے ہیں دور سے نہیں دیکھ سکتے۔ اس کے لیے قرب وبعد آگے پیچھے کی حیثیت نہیں ہے وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے کوئی شے مخفی نہیں ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ جانتا ہے جو کچھ مخلوق کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَھُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے اس کو بھی جانتا ہے وہ دلوں کے رازوں اور بھیدوں کو جانتا ہے اس کی صفت ہے عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے تمام معاملات کے حساب وکتاب وہاں ہوں گے، نیکی بدی کا پتا چلے گا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اِرْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا رکوع کرو اور سجدہ کرو، نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو۔

جماعت کے ساتھ نماز کی اہمیت :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز تنہا پڑھنے سے پچیس درجے

زیادہ ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ ستائیس درجے زیادہ ثواب ہے۔ ہاں! کوئی معذور ہو تو اس کا معاملہ جدا ہے۔ غیر معذور کو جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔ جماعت کی اتنی تاکید ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ جماعت کے لیے کسی اور کو مصلے پر کھڑا کروں اور نماز کھڑی ہونے کے بعد جو لوگ گھروں میں ہیں ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دوں مگر رکاوٹ یہ ہے کہ گھروں میں عورتیں ہیں بچے ہیں نابالغ اور عورتوں کے لیے مسجد میں آکر جماعت کیساتھ نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا بلاوجہ جماعت کے ساتھ نماز نہ چھوڑنا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اور عبادت کرو اپنے رب کی۔ ہر طرح کی عبادت صرف رب تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کا اقرار ہم ہر نماز میں کرتے ہیں التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ ''تمام بدنی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور قولی عبادتیں بھی اور زبانی عبادتیں بھی۔'' کسی کو سورنا پکارنا حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر یہ عبادت ہے۔ نذر و نیاز یہ عبادت ہے، طواف، رکوع، سجدہ، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا عبادت ہے رب تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہیں۔ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ اور اچھے کام کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اچھائی برائی کو سمجھنے کے لیے عقل کیساتھ کتابیں نازل فرمائیں، پیغمبر بھیجے، جنہوں نے حق و باطل کو واضح کیا۔ انبیاء کرام کے نائبین نے صحیح اور غلط کو واضح کیا۔ یہاں ہر آدمی اچھی بری چیز کو سمجھتا ہے خیر اور شر کو سمجھتا ہے بہت کم لوگ مغالطے میں ہیں۔ ہاں وہ علاقے جہاں کافروں نے مسلمانوں کی علامتیں تک ختم کر دی وہ بے چارے اندھیرے میں چلے گئے۔ جیسے روسیوں نے ستر سال مسلمانوں پر ظلم کیا یہاں تک کہ ان کو اسلامی نام رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی بس اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور بس! آگے کا کچھ علم نہیں ہے۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اسلام کو جانتے ہو، حلال حرام جائز

ناجائز کو سمجھتے ہو۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مستحبات کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ نیکی کے کام کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاجاؤ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔

جہاد کا معنیٰ اور جہاد کی قسمیں :

ایک ہے قتال اور ایک ہے جہاد۔ قتال کا معنیٰ ہے ہتھیار لے کر دشمن کے ساتھ لڑنا۔ اور جہاد کا لفظ ہے ہتھیار کے ساتھ لڑنا، مال کے ساتھ لڑنا، زبان کے ساتھ لڑنا، قلم کے ساتھ لڑنا، قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا وغیرہ سب جہاد ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ اَوْ كَمَا قَالَ ”تم جہاد کرو مشرکوں کافروں کے مقابلے میں زبانوں کے ساتھ، اپنی زبان استعمال کرو، توحید بیان کرو شرک کا رد کرو صحیح بات ان کے کانوں تک پہنچاؤ اور غلط کا رد کرو اور اپنے بدن بھی ان کے خلاف استعمال کرو اور اپنے مال بھی ان کے خلاف استعمال کرو۔ ”ابوداؤد صحاح ستہ کی کتاب ہے اس میں یہ حدیث آتی ہے اَفْضَلُ الْجِهَادُ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانِ الْجَائِرِ ”بہترین جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق کی بات کرنا ہے۔“ سورۃ الفرقان آیت نمبر ۵۲ میں ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ”اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کیساتھ بڑا جہاد کریں۔“ یہاں جہاد سے مراد قرآن کریم پڑھنا پڑھانا ہے یعنی ان کو قرآن کریم سناؤ، پڑھاؤ، سمجھاؤ۔ تو جو آدمی قرآن شریف سیکھتا ہے، پڑھتا ہے وہ مجاہد ہے اور یہ بات نص سے ثابت ہے۔ عورتیں اپنے گھروں میں رہ کر اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر سکتی ہیں کہ شیطان کی بات نہ مانیں، قرآن پڑھیں، نمازوں کی پابندی کریں، دین پر قائم رہیں۔ جہاد ہر جگہ ہو سکتا ہے البتہ قتال محاذوں پر ہے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

[بقرہ:۱۴۴] اور جہاد عام ہے۔ فرمایا هُوَ اجْتَبٰكُمْ اس نے تمہیں چنا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا کروڑوں مرتبہ شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں امام الانبیاء ﷺ کا امتی ہونے کا شرف بخشا۔ یہ وہ دولت ہے جس کے لیے پیغمبروں نے آرزوئیں کیں اور ہمیں رب تعالیٰ نے یہ دولت مفت میں دے دی وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے بارے میں کوئی حرج، تنگی۔ اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی۔ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے لیٹ کر پڑھ لو، رکوع سجدہ نہیں کر سکتے اشارے کے ساتھ پڑھ لو۔ جس آدمی کے پاس پیسا نہیں ہے اس پر نہ زکوٰۃ ہے نہ قربانی ہے نہ فطرانہ ہے۔ اگر رب تعالیٰ تنگی فرماتے اور حکم دیتے کہ ہر حال میں یہ چیزیں کرنی ہیں چاہے پیسا ہو یا نہ ہو تو ہم کیا کر سکتے تھے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ آسان طریقے بتلائے ہیں کوئی تنگی نہیں فرمائی مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ یہ طریقہ جس پر تم چلتے ہو ملت ہے تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ انہوں نے تمہارا نام رکھا ہے مسلمان۔ پہلے پارے میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ "اے ہمارے پروردگار! بنا دے مجھے اور اسماعیل کو مسلمان وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ "اور ہماری نسل میں سے بھی ایک فرمانبردار امت بنا۔" ہماری نسل میں بھی مسلمان ہوتے رہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ مُسلِم کا معنیٰ ہے جھکنے والا۔ رب کے سامنے جس کی گردن نہیں جھکتی وہ مسلم نہیں ہے اور اگر لوگ اس سے امن میں نہیں ہیں تو وہ مومن نہیں ہے۔ تو فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَفِيْ هٰذَا اور اس دین میں بھی تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳ میں ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ''آج کے دن کامل کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی میں نے تمہارے اوپر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین۔'' اور اسلام پر چلنے والے کو مسلم کہتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ [آل عمران: ۸۵] ''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' اب اسلام ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور دین کے ہے لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ تاکہ ہو جائے رسول تم پر گواہ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور ہو جاؤ تم گواہ لوگوں پر۔

نبی کی گواہی کا مطلب :

یہ بات پہلے گزر چکی ہے اور گواہی کا مطلب میں نے اچھی طرح سمجھایا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جب انبیاء کرام علیہم السلام پیش ہونگے اور ان کی قومیں بھی پیش ہونگی۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے سوال کریں گے کہ کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ پیغمبر جواب دیں گے ہاں اے پروردگار! ہم نے تبلیغ کی ہے۔ قوموں سے پوچھا جائے گا تو وہ انکار کریں گی کہ انہوں نے ہمیں کوئی تبلیغ نہیں کی۔ پیغمبروں کی حیثیت مدعی کی ہوگی اور قوموں کی مدعا علیہ کی۔ قاعدہ شرعیہ یہ ہے کہ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ ''مدعی کے ذمہ گواہ ہیں اور اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے تو مدعا علیہ منکر پر قسم لازم ہے۔'' اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائیں گے مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ ''آپ کا گواہ کون ہے۔'' فرمائیں گے محمد ﷺ اور آپ کی امت۔ آپ ﷺ کی امت کو بلایا جائے گا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ یہ امت کہے گی اے پروردگار! ہم

گواہی دیتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی اور پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ وہ لوگ شوشہ چھوڑیں گے کہ یہ لوگ تو ہم سے ہزاروں سال بعد آئے ہیں یہ ہمارے خلاف کس طرح گواہی دے سکتے ہیں۔ یہ تو موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس امت سے سنتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ امت کہے گی اے پروردگار! بے شک ہم موقع پر نہیں تھے مگر ہم سچے ہیں کیونکہ آپ کی کتاب سچی ہے آپ سچے ہیں آپ کے آخری پیغمبرؐ سچے ہیں۔ ہم نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ [الاعراف:۵۹] اور آپ کے آخری پیغمبر نے بھی ہمیں بتایا کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ اے پروردگار! آپ سچے، آپ کی کتاب سچی، آپ کے آخری پیغمبرؐ سچے تو ہم بھی سچے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ حضور پاک ﷺ کو فرمائیں گے کہ آپ کی امت نے گواہی دی ہے کیا آپ ان کی صفائی دیتے ہیں؟ تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی صفائی دیں گے کہ ہاں! میری امت نے صحیح اور سچی گواہی دی ہے۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا شرف عطا فرمایا ہے کہ ان کی گواہی سے پہلی امتوں کی قسمتوں کے فیصلے ہونگے۔

یہ مطلب ہے امت کی گواہی اور آپ ﷺ کی گواہی کا۔ لیکن گواہ کے لیے عدالت شرط ہے کہ گواہ عادل ہوں لہٰذا تمہیں کچھ کام کرنے چاہئیں عدالت کے لیے۔ وہ کام کیا ہیں؟ فرمایا فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ پس قائم کرو تم نماز۔ نماز تمام عبادات میں اہم عبادت ہے اس کو ادا کرو وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دو زکوٰۃ۔ اور مالی عبادات میں زکوٰۃ کا بہت بلند مقام ہے وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ اور مضبوطی کے ساتھ پکڑ و اللہ تعالیٰ کے دین کو، شریعت کو۔ مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا یہ مطلب ہے کہ شریعت کا کوئی کام تم سے نہ چھوٹے اور نہ کرنے والے کام

کے قریب نہ جاؤ ھُوَ مَوْلٰکُمْ وہ اللہ ہی تمہارا آقا ہے فَنِعْمَ الْمَوْلٰی پس کیسا اچھا آقا ہے وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ اور کیسا اچھا مددگار ہے۔اسی سے مدد مانگو۔اللہ تعالیٰ سب کو دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

آج بروز بدھ ۲۰ر رجب المرجب ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۳ر جون ۲۰۱۱ء کو

سورۃ الحج مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم : مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ المومنون

(مکمل)

جلد............۱۳

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانَ عَشَرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾

قَدْ اَفْلَحَ تحقیق کامیاب ہوگئے اَلْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے اَلَّذِيْنَ وہ مومن هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وہ لغو سے اعراض کرنے والے ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وہ ہیں جو زکوٰۃ کی ادائیگی کا کام کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اور وہ مومن اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی بیویوں پر اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ یا ان پر کہ مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ پس بے شک وہ ان

میں ملامت نہیں کیے گئے فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ پس جو تلاش کرے گا اس کے سوا کوئی اور راستہ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ پس یہی لوگ ہیں حدوں کو پھلانگنے والے وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ اور اپنے عہدو پیمان کی رعایت کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ یہی لوگ ہیں جو وارث ہونگے الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ جو وارث ہونگے جنت الفردوس کے هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ مٹی کے خلاصے سے ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً پھر بنایا ہم نے اس انسان کو نطفے کی شکل میں فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ایسی جگہ میں جو ٹکنے والی تھی۔

19/19

مومن سے بڑا طاقتور کوئی نہیں :

اس سورۃ کا نام مومنون ہے اور مومنون کا لفظ پہلی آیت ہی میں موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چوہتر واں نمبر ہے۔ اس سے پہلے تہتر سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اور اس کی ایک سو اٹھارہ آیات ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ تحقیق فلاح پا گئے، کامیاب ہو گئے جو مومن ہیں۔ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور ربط قائم ہو جاتا ہے اور جس کا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ جڑ گیا اس سے زیادہ قوی اور مضبوط اور کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ رب تعالیٰ کی قدرت پھر رب تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔ اس کو آپ یوں سمجھیں کہ یہ مسجد کی

مسجد ۱

لائٹیں، پنکھے ہیں، لاؤڈ سپیکر چل رہا ہے کیونکہ ان کا بجلی کے ساتھ کنکشن ہے۔ اگر یہ کنکشن کاٹ دیا جائے تو ہر چیز یہیں رک جائے گی۔ جس کا ایمان نہیں ہے اس کا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ کٹا ہوا ہے اور ایمان والے کا تعلق رب تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ ایمان بہت بڑی قوۃ اور طاقت ہے۔ جب رب تعالیٰ کیساتھ تعلق قائم ہو گیا تو سب کام سیدھے ہو گئے۔ تو ایمان بہت بڑی قوت ہے بشرطیکہ ایمان، ایمان ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اوصاف اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

فلاح پانے والے مومنوں کے اوصاف :

پہلی صفت اور علامت: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وہ مومن وہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اور عاجزی کرتے ہیں۔ خشوع ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی۔ خشوع ظاہری یہ ہے کہ آدمی جب قیام میں ہو تو اس کی نگاہ سجدے والی جگہ پر لگی ہوئی ہو نہ اِدھر اُدھر دیکھے اور نہ ہی دھیان کرے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا کرنے سے نماز میں بڑا خسارہ ہوتا ہے اور شیطان نماز میں لوٹ مار کرتا ہے۔ نماز میں آنکھیں کھلی رہیں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے نہ اپنے بدن کے ساتھ کھیلے نہ کپڑے اور نہ ڈاڑھی کیساتھ کھیلے اور خارش نہ کرے نہ ناک اور کان میں انگلی مارے۔ ہاں! اگر مجبور ہو تو خارش کرنے کی اجازت ہے۔ پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، سر سے عاجزی ظاہر ہو یہ ظاہری خشوع ہے۔ اور باطنی خشوع یہ ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ ''یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کی ایسے عبادت کر کہ گویا کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو یوں سمجھو کہ رب تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' نہایت عاجزی اور سکون کیساتھ رکوع سجدہ کرے۔ دونوں پاؤں سجدے میں زمین کیساتھ لگے رہیں پاؤں

کی انگلیاں قبلے کی طرف ہوں۔اگر سجدے میں تم نے دونوں پاؤں زمین سے اٹھا لیے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ایک پاؤں زمین پر رہا اور دوسرا اٹھا تو نماز مکروہ ہوگی۔سجدے میں ہاتھ زمین پر ٹکے ہوں بازو اوپر اٹھے ہوئے ہوں اور سجدہ دونوں ہاتھوں کے درمیان کرنا ہے۔سر نہ ہاتھوں سے آگے ہو نہ پیچھے ہو برابر ہو اور ناک اور پیشانی زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہوں اور سجدے میں ران سینے کیساتھ نہ لگے اور نہ بازو چھاتی کے ساتھ لگیں۔اور نماز پڑھو خشوع وخضوع کے ساتھ۔

مومنوں کی دوسری صفت اور نشانی وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ اور وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں۔لغو قولی بھی ہے اور فعلی بھی ہے۔لغو قولی جیسے بیہودہ بات، گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، دل آزاری کی باتیں۔ان باتوں سے وہ پرہیز کرتے ہیں۔اور لغو فعلی جیسے تاش، لڈو کھیلنا اور ایسے ہی دوسری بے مقصد کھیلیں جو نہ دنیا کے کام کی نہ دین کے کام کی۔ان میں عمریں برباد کرتے ہیں۔ایسے کام کرو جن سے ثواب ہو یا اولاد کے لیے رزق کماؤ، ماں باپ کی خدمت کرو، مہمانوں کی خدمت کرو۔تو مومن لغو قولی اور فعلی دونوں سے اعراض کرتے ہیں۔

مومنوں کی تیسری صفت اور نشانی وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا کام کرتے ہیں۔زکوٰۃ وقت پر ادا کرتے ہیں۔یہ بات کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے جتنے بھی دینی کام ہیں ان کا تعلق چاند کے ساتھ ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ چاند کی جس تاریخ کو آدمی صاحب نصاب ہوا ہے اگلے سال اسی تاریخ کو اس پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔لہٰذا جس چاند کی جس تاریخ کو زکوٰۃ واجب ہوئی ہے وہ تاریخ نوٹ کر لو اور اسی تاریخ کو زکوٰۃ دیا کرو۔اکثر مفسرین کرامؒ یہاں زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ ہی لیتے ہیں کہ وہ

زکوٰۃ کی ادائیگی کا کام کرتے ہیں لیکن علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ سے تزکیہ نفس بھی مراد ہے کہ وہ اپنے نفس کے تزکیہ کا کام کرتے ہیں۔ پاک باز لوگ ہیں دل کو کفر، شرک، بغض، حسد، تکبر سے پاک رکھتے ہیں دیکھو! اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذمہ جو کام لگائے تھے ان میں سے ایک کام تزکیہ بھی تھا وَیُزَکِّیْھِمْ وہ ان کے دلوں کو صاف کرتے ہیں۔ اصل میں صاف کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ سورہ نور آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَلٰـکِنَّ اللّٰـہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ''اور لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔'' لیکن آنحضرت ﷺ سبب ہیں کہ آپ ﷺ کی تعلیم اور آپ ﷺ نے جو طریقے بتلائے ہیں ان سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔

مومنوں کی چوتھی صفت اور نشانی: وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ اور مومن وہ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ مگر اپنی بیویوں پر اَوْ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ یا ان پر جن کے ان کے دائیں ہاتھ مالک ہیں فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ پس بے شک وہ ان میں ملامت نہیں کیے گئے۔ ان جگہوں پر شہوت پوری کرنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جنسی خواہشات رکھی ہیں نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لیے تو اس کو اپنے محل میں رکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ احادیث میں آتا ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے میں صدقے کا ثواب ہے۔ آدمی جتنا صدقہ کرے گا اس کو اتنا ثواب ملے گا بشرطیکہ مومن ہو فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ پس جو شخص تلاش کرے گا اس کے سوا کوئی اور راستہ یعنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ پس یہی لوگ ہیں حدوں کو پھلانگنے والے۔

امانت کی قسمیں :

مومنوں کی پانچویں اور چھٹی صفت اور نشانی: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ اور مومن لوگ وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیان کی رعایت کرتے ہیں، حفاظت کرتے ہیں۔ امانتوں جمع کا صیغہ ہے۔ امانتیں کئی طرح کی ہیں۔ مال کی امانت، علم کی امانت، مشورے کی امانت، بات کی امانت۔ علمی امانت یہ ہے کہ لوگوں کو حق کی بات بتائے صحیح غلط سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ اگر لوگوں سے ڈر کی وجہ سے صحیح بات نہیں کرے گا یا لالچ اور طمع کی وجہ سے حق کو چھپائے گا تو یہ علمی خیانت ہوگی یہ علم میں خیانت کرنے والا ہوگا۔ اور امانتِ مشورہ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلْمُسْتَشَارُ اَمِيْنٌ "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔" صحیح مشورہ دینا چاہیے۔ جو تمہاری سوجھ بوجھ میں بات آئے اس کو بتاؤ۔ چھپاؤ نہ، ورنہ خائن بن جاؤ گے۔ اگر اس چیز کے متعلق تمہارا تجربہ نہیں ہے تو صاف کہہ دو کہ میرا اس چیز کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں ہے میں اس کے متعلق نہیں جانتا کسی متعلقہ آدمی سے مشورہ کرو۔ بہت سارے لوگ اس اعتماد پر ہمارے پاس آتے ہیں کہ یہ مسئلے بتاتے ہیں کھرے کھرے اور صاف صاف۔ تو پوچھتے ہیں کہ یہ کام کریں یا نہ کریں تو ہم صاف کہہ دیتے ہیں کہ بھئی! ہمارا تجارت اور کاروبار کے متعلق کوئی تجربہ نہیں ہے کسی ماہر کاروباری سے پوچھو وہ تمہیں بتلائے گا۔ اصول یہی ہے کہ بات کا علم ہے تو بتلا دو علم نہیں ہے صاف کہہ دو کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ اور باتیں بھی امانت ہوتی ہیں ابوداؤد شریف میں مستقل باب ہے اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ "مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں۔" مجلس کی باتوں کو باہر بیان کرنا کہ فلاں نے یہ کہا فلاں نے یہ کہا یہ خیانت ہے۔ ہاں! اچھی باتیں اور نیکی کی باتیں بیان کر سکتے ہو کہ فلاں نے یہ نیکی کی

بات بتلائی ہے۔فلاں نے یہ کہا ہے۔یا مثلاً اس مجلس میں کسی کے قتل یا اغواء کا منصوبہ بنا ہے کہیں ڈاکا ڈالنے کا منصوبہ بنا ہے اور کوئی قابل اعتماد شخص ایسا ہے جو ان چیزوں سے روک سکتا ہے تو اس اثر ورسوخ والے آدمی کو بتانے میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ بیان نہ کرنا گناہ ہوگا۔اگر کوئی معاملہ کسی کے سامنے ہوا ہے تو اس کی گواہی صحیح طریقے سے دے اگر صحیح گواہی نہیں دے گا تو یہ بھی خیانت ہوگی۔لیکن آج حالات ایسے ہیں کہ اس باطل قانون کی وجہ سے کوئی سچی گواہی نہیں دے سکتا۔اگر کوئی جرأت کر کے صحیح گواہی دے تو اس کی جان خطرے میں ہوتی ہے۔یہ سب نحوستیں اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کی ہیں۔اگر پاکستان میں اسلامی قانون ہوتا تو اب تک پاکستانی لوگ فرشتہ صفت ہوتے مگر خدا بیڑا غرق کرے حکمران طبقے کا شروع سے لے کر اب تک جتنے بھی آئے ہیں کسی نے بھی اسلام نافذ نہیں کیا اور نہ ہی آئندہ کوئی امید ہے۔تمام محکموں میں بددیانت لوگ بیٹھے ہیں کوئی سو میں سے ایک دیانتدار ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔اور مالی امانت یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کسی نے مال رکھا ہے تو اس کو ضائع نہ کرو اور جو کسی کے ساتھ وعدہ کیا ہے معاہدہ کیا ہے اس کو نبھاؤ، پورا کرو۔

مومنوں کی ساتویں صفت وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔سب نمازوں کی پابندی کرتے ہیں کیونکہ صَلَوٰت جمع کا صیغہ ہے۔یہ نہیں کہ جمعہ پڑھ لیا، عید پڑھ لی، جمعۃ الوداع پڑھ لیا باقی تمام نمازوں کی چھٹی۔بعض لوگ اس داؤ میں ہوتے ہیں کہ شب برات، لیلۃ القدر کو عبادت کر لیں گے بخشے گئے۔آگے پیچھے نمازوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔اس چیز کا انکار نہیں ہے کہ جن راتوں کی فضیلت آئی ہے ان میں بہ نسبت دوسری راتوں کے عبادت زیادہ کرنی چاہیے لیکن اس

کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ باقی نمازوں کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ پابندی تمام نمازوں کی مقصود ہے۔ ان صفات والے مومنوں کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ یہی لوگ ہیں جو وارث ہونگے الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ جو وارث ہونگے جنت الفردوس کے۔

جہاد سے متعلق کوئی بھی کام کرنے والا مجاہد ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا کرو وہ تمام جنتوں میں سے بہترین ہے۔ حضرت حارثہ ﷛ کو آنحضرت ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر کافروں کی جاسوسی کے لیے بھیجا کہ ہمیں کافروں کے حالات معلوم کر کے بتلاؤ۔ وہ گئے تو کافروں کو بھی شک ہو گیا کہ یہ ہماری جاسوسی کر رہا ہے انہوں نے تیر مار کر شہید کر دیا۔ ان کی والدہ ام حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی بہادر صحابیہ تھیں۔ پریشان ہوئیں آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگیں حضرت! میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور اگر دوسری طرف ہے تو دل کھول کر روؤں۔ اصل میں ان کو شبہ ہوا کہ میدان جنگ میں شہید نہیں ہوا جاسوسی کرتے ہوئے شہید ہوا ہے اور اس بات کو نظر انداز کر گئیں کہ جاسوسی کے لیے کس نے بھیجا تھا۔ وہ تو آنحضرت ﷺ کا نمائندہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائی ہے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ تم جب رب سے مانگو جنت الفردوس مانگو اپنے لیے اور اپنے عزیز رشتہ داروں کے لیے۔ باقی عطا رب تعالیٰ نے کرنی ہے جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ دے۔ ہمارے کہنے سے کسی کو مل نہیں جائے گی نہ کسی سے چھینی جائے گی وہ تو اعمال کے مطابق معاملہ ہوگا مگر تم اظہارِ عقیدت تو کرو تمہیں دعا کا ثواب ملے گا۔ ملے گی تو اپنے اعمال کی بنیاد پر اور ایمان کی بنیاد پر۔ محض دعاؤں سے جنتیں

نہیں ملتیں هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جو خوش نصیب جنت میں داخل ہو گیا پھر وہ کبھی وہاں سے نکلے گا نہیں۔ آج ہم جنت کی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے دماغ فیل ہو جائیں گے وہاں کی زندگی کو ہم شمار نہیں کر سکتے لاکھوں کروڑوں ، اربوں، کھربوں سال نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں صفر ہے۔ کتنا بے وقوف آدمی ہے وہ جو اس فانی زندگی کے مقابلے میں آخرت کو خراب کر لے۔ اور آج حالت یہی ہے لوگ کہتے ہیں......

ایہہ جہان مٹھا او کسے نہ ڈِٹھا

یہ جہان میٹھا ہے آنے والا کسی نے نہیں دیکھا۔ (حالانکہ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے معراج والی رات وہ جہان دیکھا ہے اور ہمیں آکر بتایا ہے اور ہر چیز سے آگاہ کیا ہے۔ تو پھر یہ جملہ کتنا غلط ہے کہ ایہہ جہان مٹھا او کسے نہ ڈِٹھا۔ نواز بلوچ)

تخلیق انسانی :

ہماری ساری تگ و دو، محنت مشقت اسی جہان کے لیے ہے حالانکہ آخرت کے مقابلے میں اس کی حیثیت خاک کی بھی نہیں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ مٹی کے خلاصے سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اس کا گارا بنایا اس کو گوندھا اور آدم علیہ السلام کا ڈھانچا بنایا۔ فرمایا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ [ص:۷۵] "میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔" جو ہاتھ رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ پھر روح پھونکی اور وہ نقل و حرکت کرنے لگ گئے۔ پھر آگے نسل انسانی کیسے چلی؟ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ پھر بنایا ہم نے اس انسان کو نطفے کی شکل میں ایسی جگہ میں جو ٹکنے والی تھی۔ ماں کے رحم میں کہ ماں سمجھ سکتی ہے کہ لڑکا ہے یا

لڑکی ہے نہ باپ سمجھ سکتا ہے۔ ہمیں اپنے جسم کے اعضاء اور رگوں کی کوئی سمجھ نہیں اور خالق کائنات تمام رگیں اور شریانیں جانتا ہے۔ اور کس کا کس کے ساتھ جوڑ ہے۔ کوئی شے خراب ہو جائے تو دنیا کے سارے ڈاکٹر مل کر بھی ویسی نہیں بنا سکتے مگر رب تعالیٰ کی دی ہوئی مفت چیزوں کی ہمیں کوئی قدر نہیں ہے۔ بندہ عاجز اور کمزور ہے۔ اس کے عاجز ہونے کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب اس کا پیشاب رک جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ سارے اختیارات رب تعالیٰ قادر مطلق کے پاس ہیں ہمیں اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔

(آمین)

❁❁❁

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ
مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ
اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ
بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ
خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖۗ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖۗ وَاِنَّا
عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ ۚ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ
وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ ۙ وَشَجَرَةً
تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾
وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ
فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ ۙ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ
تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ پھر بنایا ہم نے نطفے سے عَلَقَةً لوتھڑا فَخَلَقْنَا
الْعَلَقَةَ پھر بنایا ہم نے لوتھڑے سے مُضْغَةً بوٹی (گوشت) فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ
عِظٰمًا پھر بنائیں ہم نے بوٹی میں ہڈیاں فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا پس پہنایا ہم
نے ہڈیوں کو گوشت ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ پھر ہم نے اس کو پیدا کیا خَلْقًا اٰخَرَ ایک اور
پیدائش میں فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو

سب سے بہتر بنانے والا ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد لَمَيِّتُوْنَ البتہ مرنے والے ہو ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن تُبْعَثُوْنَ کھڑے کیے جاؤ گے وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیے ہیں تمہارے اوپر سَبْعَ طَرَآئِقَ سات راستے وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ اور نہیں ہیں ہم مخلوق سے غافل وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی بِقَدَرٍ اندازے کے ساتھ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ پس ہم نے ٹھہرایا اس کو زمین میں وَاِنَّا اور بے شک ہم عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ اس کے لے جانے پر لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر ہیں فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ پس ہم نے پیدا کیا تمہارے لیے بِهٖ اس کے ذریعے جَنّٰتٍ باغات مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کے وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کے لَكُمْ فِيْهَا تمہارے لیے ان باغات میں فَوَاكِهُ پھل ہیں كَثِيْرَةٌ بہت سارے وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور انہی میں سے تم کھاتے ہو وَشَجَرَةً اور ہم نے پیدا کیا درخت تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ جو نکلتا ہے طور سینا پہاڑ سے تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ جو تیل اگاتا ہے وَصِبْغٍ اور سالن لِّلْاٰكِلِيْنَ کھانے والوں کے لیے وَاِنَّ لَكُمْ اور بے شک تمہارے لیے فِي الْاَنْعَامِ مویشیوں میں لَعِبْرَةً البتہ عبرت ہے نُسْقِيْكُمْ ہم پلاتے ہیں تمہیں مِّمَّا اس چیز سے فِيْ بُطُوْنِهَا جو ان کے پیٹوں میں ہے وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ اور تمہارے لیے ان جانوروں میں بہت

فائدے ہیں وَّمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ اوران میں سے تم کھاتے ہو وَعَلَيۡهَا اوران جانوروں پر وَ عَلَى الۡفُلۡكِ اورکشتیوں پر تُحۡمَلُوۡنَ تم سوار کیے جاتے ہو۔

مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے :

مشرکین مکہ سختی اور شدت کے ساتھ قیامت کا انکار کرتے تھے۔ کہتے تھے اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ [انعام:۲۹] "نہیں ہے مگر دنیا کی زندگی اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔" اور کبھی کہتے مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ [یٰسین: ۷۸] "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہونگی۔" اور کبھی کہتے ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا [بنی اسرائیل:۹۸] "کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور چورا چورا کیا ہم اٹھائے جائیں گے نئی پیدائش میں۔" اور کبھی کہتے ءَ اِذَا ضَلَلۡنَا فِى الۡاَرۡضِ ءَ اِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ [سجدہ:۱۰] "کیا جب ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں کیے جائینگے۔" تو وہ قیامت کا، دوبارہ زندہ ہونے کا شدت کے ساتھ انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ پھر بنایا ہم نے نطفے سے عَلَقَةً لوتھڑا فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً پس پیدا کیا ہم نے لوتھڑے سے بوٹی کو سخت قسم کی بوٹی بنائی فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا پھر بنائیں ہم نے بوٹی میں ہڈیاں فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا پس پہنایا ہم نے ہڈیوں کو گوشت۔ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ ماں کے رحم میں چالیس دن تک نطفہ نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ساتھ لوتھڑا بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ لوتھڑا سخت قسم کی بوٹی بن جاتا ہے پھر اس کو اللہ تعالیٰ ہڈیوں میں تبدیل کر دیتا ہے، سر، بازو، ٹانگیں، انگلیوں

کی ہڈیاں یہ تقریباً چار ماہ میں ڈھانچا بن جاتا ہے شکل وصورت بن جاتی ہے لڑکا ہو یا لڑکی ہو۔ پھر چار ماہ کے بعد ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک اور پیدائش میں۔ اس میں رُوح پھونکتے ہیں وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ او ظالمو! جو خدا یہ کام کر سکتا ہے وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسان کے وجود سے زیادہ عجیب چیز کوئی نہیں ہے۔ حقیر قطرے سے اللہ تعالیٰ نے انسان بنا دیا مگر چونکہ انسان روزمرہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اس لیے کوئی تعجب نہیں کرتا رب تعالیٰ کی قدرت سمجھنا چاہیں تو اس سے سمجھ سکتے ہیں فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ دنیا صرف تصویریں بنا سکتی ہے، بت اور مورتیاں بنا سکتی ہے ان میں جان نہیں ڈال سکتی۔ پروردگار وہ ہے جس نے جان بھی ڈال دی ہے۔ فرمایا یہ بھی یاد رکھو! ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ پھر بے شک تم اس کے بعد مرنے والے ہو۔ اور یہ بھی یاد رکھو! ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ پھر بے شک تم قیامت والے دن اٹھائے جاؤ گے۔ قیامت کا تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟ اپنی حقیقت کو دیکھو تم کیا تھے، کیا بنے، کس نے بنایا اور کیا سے کیا بنایا۔ سورہ یٰسین میں فرمایا قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ''آپ فرما دیں وہ زندہ کرے گا جس نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا۔'' رب تعالیٰ کی اور قدرت دیکھو! وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ۔ طرائق طریقه کی جمع ہے بمعنی راستہ۔ معنی ہوگا اور البتہ تحقیق پیدا کیے ہم نے تمہارے اوپر سات راستے اور مراد آسمان ہیں کیونکہ یہ فرشتوں کے راستے ہیں اور ستاروں کے راستے ہیں سورج چاند کے بھی راستے ہیں۔ اب مطلب ہوگا کہ ہم نے پیدا کیے تمہارے اوپر سات

آسمان۔ پہلے آسمان کو دیکھو جو ہمیں نظر آتا ہے کہ بغیر ستون بغیر کسی سہارے کے اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے۔ جو پروردگار اتنی بلند چیز کو پیدا کر سکتا ہے پھر ایک نہیں سات آسمان ہیں کیا وہ انسان کے چھوٹے سے وجود کو پیدا نہیں کر سکتا؟ تم رب تعالیٰ کی قدرت کا کس طرح انکار کرتے ہو؟ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ اور نہیں ہیں ہم مخلوق سے غافل۔ سب کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔ انسان کی پیدائش سے پہلے رب تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ کیا کرے گا اس کے دل میں کیا کیا آئے گا۔ اور رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو! وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی، بارش بِقَدَرٍ اندازے کے ساتھ، حکمت کے مطابق فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ پس ہم نے ٹھہرایا اس کو زمین میں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا پاکستان چھوٹا سا ملک ہے اس ملک میں ایسے علاقے ہیں کہ لوگوں نے تالاب اور حوض بنائے ہوتے ہیں جہاں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے خود پیتے ہیں جانوروں کو پلاتے ہیں اسی سے کپڑے دھوتے ہیں اور دیگر ضروریات پوری کرتے ہیں۔ فصلیں بھی اسی پانی سے سیراب کرتے ہیں۔ تو فرمایا ہم نے اس کو ٹھہرایا زمین میں وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ اور بے شک ہم اس پانی کے لے جانے پر البتہ قادر ہیں۔ زمین کو حکم دیں سارا پانی جذب کر لے ایک قطرہ پانی کا اوپر نہ رہے، ہوا کو حکم دیں کہ سارا پانی اڑا کر لے جائے، سورج کو حکم دیں کہ اپنی حرارت سے سارا پانی خشک کر دے تو اس وقت تم کیا کر سکتے ہو؟ تو ہم نے پانی کو نازل کیا ہے پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا ہے تا کہ تم اپنی ضروریات پوری کرو فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ پس ہم نے پیدا کیے تمہارے لیے اس پانی کے ذریعے باغات۔ وہ باغات کس چیز کے ہیں مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کے وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کے ہیں۔ یہ دو چیزیں چونکہ وہاں عام تھیں اور دیر تک رہنے والی تھیں اس لیے ان کا ذکر فرمایا۔

کھجور کئی سال تک پڑی رہتی ہے۔ انگور خشک کر کے کشمش اور منقّی بناتے ہیں جو کئی سالوں تک کام آتا ہے۔ ان کے علاوہ باقی پھل زیادہ دیر تک نہیں سنبھالے جا سکتے۔ ہاں! البتہ آج کل کے سائنسی دور میں دوسرے پھلوں کو بھی سٹور کر لیا جاتا ہے۔ اس وقت یہ سلسلہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ تمہارے لیے ان باغات میں پھل ہیں بہت سارے۔ ہر علاقے میں جدا جدا پھل ہیں وَّمِنْهَا تَأْكُلُونَ اور ان پھلوں میں سے تم کھاتے ہو۔ رب تعالیٰ کی قدرت پر تم غور نہیں کرتے کہ زمین کس نے پیدا فرمائی، بارش کس نے برسائی، باغات کھیت کس نے اگائے، پھلوں میں لذت کس نے رکھی؟ ہاں! اگر آدمی آنکھیں بند کر لے تو اسے کچھ نہیں نظر آتا۔

{ انھے نوں بازار پھرایا تھاں تھاں دا انھوں سیر کرایا
جا پوچھیا اس انھے توں آکھے کُجھ نظری نہ آیا۔ بلوچ }

زیتون کا تیل طبی لحاظ سے زیادہ مفید ہے :

ایک اور چیز پر غور کرو وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ اور ہم نے پیدا کیا درخت جو نکلتا ہے طور سینا پہاڑ سے۔ اس پہاڑ کو طور سینین بھی کہتے ہیں طور بھی کہتے ہیں وہاں زیتون کے بڑے بڑے درخت ہوتے ہیں ساتھ پھل لگتا ہے تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ جو تیل اگاتا ہے۔ ہمارے ہاں نہ وہ درخت ہیں اور نہ زیتون کے تیل کو استعمال کرنے کی عادت ہے۔ عرب ممالک میں آج بھی زیتون کا تیل کھانے اور لگانے کے لیے استعمال ہوتا ہے طبی نقطۂ نظر سے انسان کی صحت کے لیے بہ نسبت گھی کے زیادہ مفید ہے۔ اصل گھی بھی اگر نصیب ہو جائے تو یہ ان لوگوں کیلئے سونے پر سہاگا ہے جو لوگ محنت کا کام کرتے ہیں ان کے اعضاء حرکت کرتے ہیں اور جو لوگ بیٹھے رہتے ہیں دیسی گھی ان کے اعصاب کو کمزور

کر دیتا ہے۔ اور زیتون کے تیل میں رب تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ مقوی اعصاب ہے، معدے کی زائد رطوبات کو خشک کرتا ہے اور ہم جو اصل گھی کھاتے ہیں وہ گھٹنوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے احسان کے طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے طور سینا میں وہ درخت پیدا فرمایا ہے جو تیل پیدا کرتا ہے وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ اور سالن ہے کھانے والوں کے لیے۔ جیسے ہمارے ہاں بعض علاقوں میں لوگ گھی کے ساتھ کھاتے ہیں بعضے اس میں شکر چینی ڈالتے ہیں اور بعضے نہیں ڈالتے۔ اسی طرح وہ لوگ زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کھاتے تھے تو جس طرح رب تعالیٰ نے زیتون کا درخت پیدا فرمایا اور اس سے تیل نکالا اسی طرح تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا وَ اِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً اور بے شک تمہارے لیے مال مویشیوں میں البتہ عبرت ہے نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهَا ہم پلاتے ہیں تمہیں اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے دودھ۔ پیٹ میں گھاس چارا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس کے دو حصے بن جاتے ہیں ایک حصہ تو بدن کے لیے خون بن جاتا ہے اور دوسرا حصہ جگر کے ذریعے گوبر، پیشاب بن جاتا ہے۔ فضلہ اگر خارج نہ ہو تو نہ حیوان تندرست رہتا ہے نہ انسان۔ اللہ تعالیٰ نے کیسا نظام بنایا ہے۔ وہ خون بنتا ہے رب تعالیٰ اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ ایک حصہ بدن کے کام آتا ہے دوسرا حصہ خون کا دودھ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ تم نے سبز چارا ڈالا اور سفید دودھ نکل آیا۔ سوکھے ٹکڑے اور بھوسا ڈالا جو انسان کھا نہیں سکتا رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ گائے بھینس نے کھایا تو وہ دودھ بن گیا۔ پھر دیکھو! بیل وہی کچھ کھائے بھینسا وہی کچھ کھائے تو دودھ نہیں بنتا، گائے بھینس کھائے تو دودھ بنتا ہے یہ کس کی قدرت سے ہے؟ رب تعالیٰ کی قدرت سے ہے تو دور جانے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے جانوروں میں عبرت کا سامان

موجود ہے وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ اور تمہارے لیے ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں۔ ان کی اون استعمال کرتے ہو، بال استعمال کرتے ہو تمہاری مالیت بڑھتی ہے، دودھ پیتے ہو، لسی استعمال کرتے ہو وَّمِنْهَا تَأْكُلُونَ اور ان جانوروں میں سے کھاتے بھی ہو۔ جس رب نے یہ سب کچھ تمہارے لیے پیدا فرمایا ہے وہی قیامت لائے گا وَعَلَيْهَا اور ان جانوروں پر۔ عرب کا علاقہ ریگستانی ہے، پتھریلا ہے انسان وہاں بڑی مشکل سے چل سکتا ہے۔ ریت میں تو انسان پاؤں آگے رکھتا ہے پیچھے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بڑے بڑے قد والے اونٹ پیدا فرمائے ہیں جن کے چوڑے چوڑے پاؤں ہیں کہ ریت میں دھنستے نہیں ہیں اور لمبے لمبے قدم رکھتے ہیں بعض موسموں میں عرب میں تیز ہوائیں چلتی ہیں ان میں یہ قافلے کے قافلے دوڑتے جاتے ہیں اور سفر بڑی جلدی طے ہوتا ہے۔ تو ان جانوروں پر وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ اور کشتیوں پر تم اٹھائے جاتے ہو یعنی سوار کیے جاتے ہو۔ کشتیاں رب تعالیٰ کی قدرت سے دریاؤں میں چلتی ہیں سمندروں میں چلتی ہیں تم ان پر سوار ہوتے ہو اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جاتے آتے ہو۔ اور فائدے حاصل کرتے ہو۔ جس رب تعالیٰ کی قدرت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

۞۞۞

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ ۢبِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اِلٰى قَوْمِهٖ ان کی قوم کی طرف فَقَالَ پس انہوں نے فرمایا يٰقَوْمِ اے میری قوم اعْبُدُوا اللّٰهَ عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود غَيْرُهٗ اس کے سوا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں ہو فَقَالَ الْمَلَؤُا پس کہا جماعت نے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جو کافر تھے مِنْ قَوْمِهٖ ان کی

قوم میں سے مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ نوح علیہ السلام اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مگر انسان
تمہارے جیسا يُرِيْدُ ارادہ کرتا ہے اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ کہ اپنی فضیلت
جتلائے تمہارے اوپر وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً
البتہ نازل کرتا فرشتوں کو مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا نہیں سنی ہم نے یہ بات فِيْٓ اٰبَآئِنَا
الْاَوَّلِيْنَ اپنے پہلے باپ دادوں میں اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ نہیں ہے یہ مگر ایک آدمی
بِهٖ جِنَّةٌ اس کو جنون ہے، پاگل ہے فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ پس تم انتظار کرو اس کا حَتّٰى
حِيْنٍ ایک وقت تک قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب
انْصُرْنِيْ میری مدد کر بِمَا كَذَّبُوْنِ اس لیے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے
فَاَوْحَيْنَآ پس ہم نے وحی بھیجی اِلَيْهِ نوح علیہ السلام کی طرف اَنِ اصْنَعِ
الْفُلْكَ یہ کہ آپ کشتی بنائیں بِاَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں کے سامنے وَوَحْيِنَا اور
ہماری وحی کے مطابق فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب آئے گا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ
اور جوش مارے گا تنور فَاسْلُكْ فِيْهَا پس سوار کر لینا اس کشتی میں مِنْ كُلٍّ ہر
نوع سے زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ دو جوڑے وَاَهْلَكَ اور اپنے اہل کو اِلَّا مَنْ سَبَقَ
عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ مگر وہ کہ جن پر طے ہو چکی بات ان میں سے وَلَا
تُخَاطِبْنِيْ اور مجھ سے بات نہ کرنا فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کے بارے میں
جو ظالم ہیں اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ بے شک وہ غرق کیے جائیں گے فَاِذَا اسْتَوَيْتَ
اَنْتَ پس جب آپ درست ہو جائیں وَمَنْ مَّعَكَ اور وہ جو آپ کے ساتھ

ہیں عَلَی الْفُلْکِ کشتی پر فَقُلِ پس کہنا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِیْ نَجّٰنَا جس نے ہمیں نجات دی مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم سے وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ اور کہنا اے میرے رب ہمیں اتارنا مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا ایسی جگہ جو برکت والی ہے وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ اور آپ ہی بہتر ین اتارنے والے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں وَّ اِنْ کُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ اور بے شک ہم آزمائش میں ڈالنے والے ہیں۔

جب سے انسانیت کا سلسلہ شروع ہوا اسی وقت سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا :

انسانیت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی اور نبوت ورسالت کا سلسلہ بھی آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام تھے ان کے بعد ان کے بیٹے شیث علیہ السلام پھر ادریس علیہ السلام پھر نوح علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے جتنے لوگ گزرے ہیں ان میں شرک نہیں تھا یہ تقریباً دو ہزار سال کا زمانہ بنتا ہے۔ پہلی قوم جس نے شرک کی ترویج کی وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی ان سے پہلے کوئی شرک نہیں تھا۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا۔

شرک کی ابتداء :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف۔ نوح علیہ السلام نے تبلیغ شروع کی فَقَالَ پس فرمایا

نوح علیہ السلام نے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم! تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اس کے سوا۔ یٰقَوْمِ اصل میں یٰقَوْمِیْ تھا۔ ’ی‘ متکلم کی تخفیفاً حذف کر دی گئی۔ خدا کے پیغمبر کا انداز دیکھو! کتنا پیارا ہے۔ یہ خدا کے پیغمبر ہیں مومن ہیں قوم ساری مشرک ہے۔ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس ذات کے سوا تمہارا کوئی معبود، مشکل کشا نہیں ہے۔ سورہ نوح میں پانچ بزرگوں کے نام آتے ہیں، ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر۔ ان پانچ بزرگوں کے انہوں نے بت بنائے ہوئے تھے اور ان کی وہ پوجا کرتے تھے یہ بزرگ کون تھے؟ اس کے متعلق مؤرخین فرماتے ہیں کہ وَدّ حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار ان کے نیک بیٹے اور صحابی تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم کفر شرک سے بچتے نہیں ہو، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے نہیں ہو فَقَالَ الْمَلَؤُا پس کہا جماعت نے الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ وہ جماعت جو کافر تھی ان کی قوم میں سے۔ کیا کہا؟ مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ نہیں ہیں نوح علیہ السلام مگر بشر انسان تمہارے جیسا۔ بشر ہو کر نبی کیسے بن گیا؟

پہلی مشرک قوم نے ہی پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا :

یہ پہلی قوم تھی جس نے شرک کیا اور پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا کہ بشر پیغمبر نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں عقیدے اُسی دور سے چلے ہیں اور آج تک چلے آرہے ہیں۔ نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا۔ یہ بشر ہو کر پیغمبر کیسے ہوگیا اس کو نبوت کیسے مل گئی؟ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ۔ تَفَضَّل باب تفعّل ہے۔ اس میں تکلف کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو فضیلت حاصل نہیں ہے دھکے سے اپنی فضیلت منوانا چاہتا ہے۔ معنیٰ ہوگا ارادہ

کرتا ہے کہ اپنی فضیلت جتلائے تمہارے اوپر۔اور یہ بھی کہا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ پیغمبر بھیجنے ہیں تو لَاَنْـزَلَ مَلٰٓـئِكَةً البتہ نازل کرتا فرشتوں کو۔نوری مخلوق کو پیغمبر بنا کر بھیج دیتا۔فرشتے نوری ہیں۔آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔''اس نور سے نہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بلکہ مخلوق نور سے۔تو کہنے لگے پیغمبر تو نوری ہونا چاہیے تھا یہ بشر ہو کر نبی کیسے بن گیا مَّـا سَـمِعْنَـا بِهٰذَا نہیں سنی ہم نے یہ بات۔جو یہ کہتا ہے الٰہ ایک ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہے فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اپنے پہلے باپ دادوں میں جو وَدّ،سواع،یغوث، یعوق اور نسر کی عبادت کرتے تھے۔ہم نے ان سے نہیں سنا کہ معبود ایک ہی ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کے مقابلے میں محکموں میں کمیٹیاں بنائی گئیں اور ان کے ذمہ یہ مشن سپرد کیا گیا لَا تَـذَرُنَّ اٰلِهَـتَـكُـمْ [سورۃ نوح] ''اپنے الٰہوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔''وَد،سواع، یغوث،یعوق،نسر کو نہ چھوڑنا اس کی بات پر کان نہ دھرو کہ یہ کہتا ہے معبود صرف ایک ہے اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ نہیں ہے یہ مگر ایک آدمی بِهٖ جِنَّةٌ اس کو جنون ہے،پاگل ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ساری قوم ایک طرف ہے،ود،سواع،یغوث،یعوق،نسر کی پوجا کرنے والی اور یہ اکیلا کہتا ہے کہ ان کی عبادت جائز نہیں ہے الٰہ صرف ایک ہے۔یہ پاگل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد :

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کوئی نہیں تھا ہاں!کئی صدیوں کے بعد کچھ آدمی ساتھ ملے جس کا ذکر سورۃ ہود آیت نمبر ۴۰ میں ہے وَمَـآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ''نہیں ایمان لائے ان کیساتھ مگر بہت تھوڑے۔''حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کی مدت ساڑھے نو سو سال ہے اتنے عرصے میں بھی تھوڑے سے آدمی ایمان لائے۔اگر تورات کا

بیان مان لیں، بائبل کا بیان مان لیں تو صرف سات آدمی مومن تھے۔ چار بہوئیں اور تین بیٹے، نہ بیوی ایمان لائی اور نہ ایک بیٹا ایمان لایا لیکن قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور آدمی بھی ساتھ تھے۔ تاریخ بھی بتلاتی ہے کہ کچھ اور آدمی بھی ساتھ تھے۔ کتنے تھے؟ کسی نے ۸۰ لکھے ہیں کسی نے ۸۴ لکھے ہیں کسی نے ۹۰ لکھے ہیں۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان ملا کر۔ مفسرین کرامؒ تاریخ کے اوراق الٹ پلٹ کر تھک ہار کر بیٹھ گئے سو کی تعداد پوری نہیں ہوئی۔ تو کہنے لگے یہ ایک آدمی ہے پاگل معاذ اللہ تعالیٰ۔ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ پس تم انتظار کرو اس کا حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک۔ یہ پاگل خود مر جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام جہاں کہیں کچھ آدمیوں کو اکٹھا دیکھتے تو رب تعالیٰ کا پیغام سنانے کیلئے وہاں پہنچتے تو مجلس والے کہتے مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [قمر:۹] یہ پاگل ہے دھکے مار کر نکال دیتے تھے۔ تو نوح علیہ السلام چھت پر چڑھ کر فرماتے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ثُمَّ اِنِّىْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ "پھر بے شک میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی۔" تاریخ بتاتی ہے کہ لوگ جنگلوں میں لکڑیاں کاٹنے کے لیے جاتے، گھاس چارا کاٹنے کے لیے جاتے تو یہ ساتھ ہو جاتے اور توحید کا پیغام پہنچانا شروع کر دیتے وہ اپنا کام کرتے اور یہ تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ واپسی تک یہی سلسلہ شروع رہتا۔ کوئی ہل چلا رہا ہے تو وہاں پہنچ جاتے خوشی غمی کی مجلس ہوتی وہاں پہنچ جاتے، لوگ مردے کو دفن کر رہے ہیں اور یہ بیان فرما رہے ہیں يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اگر دلہن کی ڈولی لے کر جا رہے ہیں تو یہ ساتھ ہو جاتے اور فرماتے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ لوگ کہتے یہ پاگلوں کا کام ہے نہ خوشی دیکھتا ہے نہ غمی، کوئی ہل چلا رہا ہے، کوئی چارا کاٹ رہا ہے اس نے اپنی رٹ لگائی ہوتی ہے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اے

میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ ساڑھے نو سو سال کا عرصہ اس طرح گزرا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِيْ اے میرے رب میری مدد کر بِمَا كَذَّبُوْنِ اس لیے کہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ پس ہم نے وحی بھیجی نوح علیہ السلام کی طرف اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا یہ کہ بناؤ تم کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے، ہماری نگرانی میں وَوَحْيِنَا اور ہماری وحی کے مطابق، ہماری ہدایت کے مطابق۔

کشتی نوح علیہ السلام گوپھر کی لکڑی سے تیار کی گئی :

تورات میں ہے کہ گوپھر کے درخت کی لکڑی سے کشتی تیار کی گئی تھی یہ درخت شام کے علاقے میں ہوتا ہے جیسے ہمارے علاقے میں شیشم کی لکڑی اور صوبہ سرحد (خیبر پختون خواہ) کے علاقے میں اخروٹ کی لکڑی بڑی مضبوط ہوتی ہے اس کی لوگ پرات بناتے ہیں آٹا گوندھنے کے لیے اور چمچ بناتے ہیں سالن پکانے کے لیے اور ہندوستان میں ساگوان کی لکڑی جس سے بندوقوں کے دستے، بٹ بناتے ہیں۔ تو کشتی گوپھر درخت کی لکڑی سے بنائی گئی۔ تورات میں ہے کہ یہ کشتی تین سو ہاتھ لمبی تھی یعنی پانچ سو پچاس فٹ اور پچاس ہاتھ چوڑی تھی اکانوے فٹ آٹھ انچ۔ اور تیس ہاتھ اونچی تھی یعنی پچاس فٹ۔ یہ پیمائش ہے کشتی کی۔ اس میں انہوں نے کئی درجے اور خانے بنائے۔ ایک خانے میں کھانے پکانے کی چیزیں اس سے اوپر والی منزل میں جانور اس سے اوپر والی منزل انسانوں کے لیے۔ سورہ ہود آیت نمبر ۳۸ میں ہے کہ جب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس سے گزرتے تھے تو سَخِرُوْا مِنْهُ "ان سے مذاق کرتے تھے۔" کہتے پہلے تو آپ نبی تھے اب ترکھان بن گئے ہو۔ کوئی کہتا یہ کشتی کہاں چلائے گا؟ دوسرا کہتا ہمارے چھوٹے تالاب میں چلائے

گا۔ مذاق اڑاتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ [سورہ ہود] ''اگر تم ٹھٹھا کرتے ہو ہمارے ساتھ پس بے شک ہم بھی تمہارے ساتھ ٹھٹھا کریں گے جیسا کہ تم کرتے ہو ٹھٹھا۔'' ہماری باری بھی آئے گی۔ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا پس جب آئے گا ہمارا حکم وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور جوش مارے گا تندور۔ یہ علامت ہوگی ہمارے عذاب کے ابتداء کی کہ تمہارے گھر والے تندور سے پانی جوش کے ساتھ ابھرے تو آپ اپنی تیاری کرلیں۔ فَاسْلُکْ فِیْهَا پس سوار کرلیں اس کشتی میں مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ ہر نوع سے دو جانور نر مادہ، بیل گائے، گدھا گدھی، بلا بلی، کتا کتیا خنزیر خنزیرنی وَاَهْلَکَ اور اپنے گھر کے افراد کو ہاں! اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ مگر وہ جن پر ہماری بات طے ہو چکی ہے ان میں سے، کنعان وغیرہ۔ کتا خنزیر بیٹھ سکتے ہیں، مشرک بیٹا نہیں بیٹھ سکتا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اور نہ مخاطب ہونا میرے ساتھ بات نہ کرنا ان لوگوں کے متعلق جو ظالم ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے اپنے بیٹے کو فرمایا ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ ہو کلمہ پڑھ کے سوار ہو جا۔ بیٹے نے کہا سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ [ہود:۴۳] ''میں پناہ پکڑوں گا پہاڑ کی طرف وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔'' پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا۔ پانی میرا کیا بگاڑ لے گا۔ جب غرق ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے دعا کی، شفقت پدری نے جوش مارا رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ [ہود:۴۰] ''اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ سچا ہے۔'' کہ آپ کو آپ کے اہل کو بچا لوں گا۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے فرمایا تھا اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ مگر وہ جن کے متعلق بات طے ہو چکی ہے ان میں سے۔ لیکن شفقت پدری کی وجہ سے نوح

علیہ السلام کی اس طرف توجہ نہ ہوئی ۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار فرمایا فَلاَ تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ [ہود:۴۶] ’’نہ مانگیں مجھ سے وہ چیز جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔‘‘میں نے پہلے کہہ دیا تھا کہ ظالموں کے بارے میں میرے ساتھ بات نہ کرنا۔ یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ’’بے شک اس کے عمل غیر صالح ہیں۔‘‘میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہو جاؤں گے تم نادانوں میں سے۔ تو فرمایا ظالموں کے بارے میں میرے ساتھ بات نہ کرنا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ بے شک وہ غرق کیے جائیں گے فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ پس جب آپ سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں وَمَنْ مَّعَکَ عَلَی الْفُلْکِ اور وہ جو آپ کے ساتھ ہیں وہ بھی کشتی میں بیٹھ جائیں تو فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر کہنا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ جس نے ہمیں نجات دی ظالم قوم سے۔

سیلابِ نوح علیہ السلام ساری دنیا پر آیا :

جمہور کی رائے یہی ہے کہ یہ سیلاب پوری دنیا پر آیا تھا۔ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے جو کہتے ہیں کہ زمین کے کچھ حصے پر آیا تھا۔ یہ اتنا بڑا سیلاب تھا کہ دنیا کے کسی پہاڑ کی چوٹی نظر نہیں آتی تھی حتیٰ کہ کوہ ہمالیہ دنیا کا سب سے بڑا پہاڑ ہے اس کی چوٹی سے بھی پانی گزر گیا تھا۔ بارھویں پارے میں ہے کہ رب تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا کہ بارش بند کر دے اور زمین کو حکم دیا کہ پانی جذب کرنا شروع کر دے۔ تورات کے مطابق چھ ماہ سترہ دن یہ کشتی چلتی رہی۔ پھر جب ساری زمین سے پانی خشک ہو گیا تو وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ [ہود:۴۴] ’’اور وہ کشتی جودی پہاڑ پر رکی۔‘‘ یہ عراق کے صوبہ موصل میں ہے۔ تورات کے بیان کے مطابق اور آج کے جغرافیہ میں اس کا نام ارارات ہے۔ جغرافیہ دان بتلاتے ہیں

کہ یہ پہاڑ سمندر سے سترہ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ صرف وہی بچے جو کشتی پر سوار تھے انسان اور جانور۔ اور فرمایا مجھ سے یہ دعا کرو وَقُلْ اور آپ کہہ دیں رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا اے میرے رب! مجھے اتارنا ایسی جگہ پر جو برکت والی ہے، وہ علاقہ زرخیز ہو وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ اور آپ ہی بہترین اتارنے والے ہیں۔ رب تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک قوم نوح کے قصہ میں کئی نشانیاں ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا صبر اور حوصلہ دیکھو! ان کے مقابلے میں جو لوگ تھے ان کی عقل، ان کی شرارت اور گستاخی دیکھو! بدزبانی، بے لحاظی دیکھو پھر انجام دیکھو! اِن کی نجات اور اُن کا غرق ہونا دیکھو! اس میں کئی نشانیاں ہیں وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ اور بے شک البتہ ہم امتحان میں ڈالنے والے ہیں۔ ہم نے اِن کا بھی امتحان لیا اور اُن کا بھی امتحان لیا۔

۞۞۞

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۙ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ ۙ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۙ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۙ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ ۙ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ ۚ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

ثُمَّ اَنْشَاْنَا پھر ہم نے پیدا کیں مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قَرْنًا اٰخَرِيْنَ دوسری جماعتیں فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا پس بھیجا ہم نے ان کے اندر ایک رسول مِّنْهُمْ ان میں سے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ یہ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم بچتے نہیں ہو وَقَالَ الْمَلَاُ اور کہا جماعت نے مِنْ قَوْمِهٖ ان کی قوم سے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جو کافر تھے وَ كَذَّبُوْا اور انہوں نے جھٹلایا بِلِقَآءِ

الْاٰخِرَةِ آخرت کی ملاقات کو وَاَتْرَفْنٰهُمْ اورہم نے ان کو آسودگی دی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ کھاتا ہے وہ چیزیں جو تم کھاتے ہو وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ اور پیتا ہے ان چیزوں کو جو تم پیتے ہو وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اور اگر تم نے اطاعت کی اپنے جیسے انسان کی اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ بے شک تم البتہ اس وقت نقصان اٹھانے والے ہوگے اَیَعِدُكُمْ کیا ڈراتا ہے تمہیں اَنَّكُمْ بے شک تم اِذَا مِتُّمْ جب مرجاؤ گے وَكُنْتُمْ تُرَابًا اور ہوجاؤ گے تم مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ بے شک تم نکالے جاؤ گے هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ بعید ہے یہ بعید ہے لِمَا تُوْعَدُوْنَ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے اِنْ هِیَ نہیں ہے یہ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا مگر ہماری دنیا کی زندگی نَمُوْتُ وَنَحْیَا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نہیں ہے یہ مگر ایک مرد افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اس نے افترا باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے قَالَ فرمایا پیغمبر نے رَبِّ انْصُرْنِیْ اے میرے رب میری مدد فرما بِمَا كَذَّبُوْنِ اس لیے کہ لوگوں نے میری تکذیب کی ہے قَالَ فرمایا پروردگار نے عَمَّا قَلِیْلٍ تھوڑے سے وقت کے بعد لَّیُصْبِحُنَّ البتہ ضرور ہو جائیں گے نٰدِمِیْنَ پشیمان فَاَخَذَتْهُمُ

الصَّیۡحَۃُ پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ فَجَعَلۡنٰـہُمۡ غُثَـآءً پس کردیا ہم نے ان کو خس وخاشاک فَبُعۡدًا پس دوری ہے لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ اس قوم کے لیے جو ظالم تھی۔

کل آپ حضرات نے حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ کافی تفصیل کیساتھ سنا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو ساڑھے نو سو سال ڈرایا۔ چند گنتی کے خوش نصیب سعادت مند لوگ تھے جنہوں نے نوح علیہ السلام کا کلمہ پڑھا لا الٰہ الا اللہ نوح نجی اللہ ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مجرموں کو سیلاب میں غرق کردیا۔ان کی تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡ بَعۡدِہِمۡ پھر پیدا کیں ہم نے قوم نوح علیہ السلام کی تباہی کے بعد قَرۡنًا اٰخَرِیۡنَ دوسری جماعتیں۔نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد قوم عاد آئی جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ان کے علاقے کے متعلق جغرافیہ دان بتاتے ہیں کہ ایک طرف سعودیہ ہے ایک طرف عمان ہے اور ایک طرف حَضۡرَ مَوۡتُ اور ایک طرف نجران ہے ان کے درمیان کا علاقہ عاد قوم کا تھا۔اس علاقے میں اکثر وبیشتر ریت ہی ریت ہے آبادی بہت کم ہے فَاَرۡسَلۡنَا فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا پس بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول مِّنۡہُمۡ ان میں سے۔ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ ان کو سبق دو اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا۔اس کے سوا نہ کوئی معبود نہ کوئی مسجود نہ کوئی حاجت روا نہ کوئی مشکل کشا نہ کوئی فریاد رس نہ کوئی دستگیر اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ کیا پس تم بچتے نہیں کفر شرک سے،اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے وَقَالَ الۡمَلَاُ اور کہا جماعت نے مِنۡ قَوۡمِہٖ ہود کی قوم میں سے الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا جو کافر تھے وَ کَذَّبُوۡا اور انہوں نے جھٹلایا

بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ آخرت کی ملاقات کو کہ آخرت نہیں ہے اور نہ ہی رب تعالیٰ کے ساتھ ملاقات ہونی ہے اور نہ مرنے کے بعد آپس میں ملاقات ہوگی ۔ اور قرآن پاک کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب کی ملاقات ہوگی سب اس کی عدالت میں پیش ہونگے ، رتی رتی کا حساب ہوگا اور ایک دوسرے کے ساتھ بھی ملاقات ہوگی جنتی دوزخی بھی آپس میں ملیں گے۔ لیکن ان کافروں نے کہا کہ قیامت نہیں ہوگی وَاَتْرَفْنٰهُمْ ۔ تَرُفَه کے معنیٰ ہیں آسودگی ۔ معنیٰ ہوگا اور ہم نے ان کو آسودگی دی فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں مال دیا ، اولاد دی ، زمین دی ، چشمے باغات دیئے ، جانور دیئے ، اس زمانے کے لحاظ سے جو بھی تھا اللہ تعالیٰ نے دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر ایمان لے آتے اور اطاعت کرتے ۔ الٹا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی مخالفت کی اور کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہے یہ ہود علیہ السلام مگر انسان تمہارے جیسا۔ بشر ہوتے ہوئے نبی کیسے بن گیا اور یہ بات تم پہلے سن چکے ہو کہ جب سے کفر شرک کی ترویج شروع ہوئی ہے اسی وقت سے یہ باطل نظریہ بھی آ رہا ہے کہ پیغمبر بشر نہیں ہو سکتا۔

نبی کو بشر ماننے کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی :

آج بھی کئی کلمہ گو جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر کو بشر نہ کہو ، بندہ نہ کہو۔ سوال یہ ہے کہ اگر بندہ نہ کہیں تو نماز کیسے پڑھیں؟ ہر نماز میں التحیات پڑھنی ہے اور التحیات میں ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔'' پہلے آپ ﷺ کی عبدیت کا اقرار ہے پھر رسالت کا۔ معاذ اللہ تعالیٰ اگر اس لفظ میں توہین کا شائبہ بھی ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی نماز میں پڑھنے کا سبق نہ دیتے

۔اگر عبد کہنے میں توہین ہے تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ نماز اس وقت قبول ہوگی جب پیغمبر کی توہین کی جائے معاذ اللہ تعالیٰ۔کتنا غلط اور باطل عقیدہ ہے۔اور یہ بات بھی میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں ان لوگوں کو غلطی یہاں سے لگی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھ لیا ہے بشر اور آدمی سمجھ لیا ہے اور اپنے گناہ اور کوتاہیوں کو سامنے رکھ لیا ہے کہ بندہ وہ ہوتا ہے جو گناہ کرتا ہے لہٰذا پیغمبر کو بشر نہیں ہونا چاہیے۔حالانکہ اپنے آپ کو بشر کہنا اور سمجھنا غلطی ہے۔بشر بڑی اونچی چیز ہے۔آدمیت اور انسانیت کا مقام بہت بلند ہے۔بھائی! تمہارے اوپر بندے کا چپڑا ہے تم بندے کب ہو؟ پیغمبر کو آدمی اور بندہ کہنے میں کوئی توہین نہیں ہے۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ [اسراء:۷۰] ''ہم نے بنی آدم کو مخلوق پر فضیلت دی ہے۔'' یہ اشرف المخلوقات ہے۔اس نوع کا درجہ فرشتوں سے بھی زیادہ ہے۔

(علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا......

؎ ان کی عظمت کی جھلک دیکھ کے معراج کی شب
تب سے جبریل کی خواہش ہے بشر ہو جائے

مرتب)

جو نوح علیہ السلام کی قوم کہہ چکی تھی ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی وہی کچھ کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر انسان يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ کھاتا ہے وہ چیزیں جو تم کھاتے ہو وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ اور پیتا ہے وہ جو تم پیتے ہو۔تو کھانے پینے والا بشر نبی کیسے بن گیا؟ اس کا جواب سورۃ الانبیاء میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ''اور نہیں بنائے ہم نے ان پیغمبروں

کے ایسے جسم کہ وہ کھانا نہ کھائیں۔'' تو جو بات نوح علیہ السلام کی مشرک قوم نے کہی اور ہود علیہ السلام کی مشرک قوم نے کہی بعینہٖ وہی بات مشرکین مکہ نے کہی۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ [فرقان:۷] ''کیا ہے اس رسول کو یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔'' یہ تو انسان ہے یہ کیسے نبی بن گیا؟ اور یہ بھی انہوں نے کہا وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اور اگر تم نے اطاعت کی اپنے جیسے انسان کی اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ بے شک تم اس وقت نقصان اٹھانے والے ہو گے۔ دینی لحاظ سے بھی کہ تم نے اپنا مسلک چھوڑا۔ تمہارا مسلک یہ ہے کہ پیغمبر نوری ہونا چاہیے۔ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرشتہ اتارتا، نوری مخلوق بھیج دیتا یہ بشر کیسے نبی بن گیا؟ اور اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو دھمکی دی ہو کہ اگر تم نے بشر کی اطاعت کی تو ہم تمہارے ساتھ نمٹ لیں گے تم نقصان اٹھاؤ گے۔ پھر یہ پیغمبر بڑی عجیب بات کہتا ہے۔ کیا کہتا ہے؟ اَيَعِدُكُمْ کیا ڈراتا ہے تمہیں۔ کیا یہ تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے اَنَّكُمْ بیشک تم اِذَا مِتُّمْ جب مر جاؤ گے وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اور ہو جاؤ گے مٹی اور ہڈیاں اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ بے شک تم نکالے جاؤ گے قبروں سے۔ قیامت آئے گی هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ بڑی دوری ہے بڑی دوری ہے لِمَا تُوْعَدُوْنَ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے۔ بڑی دور کی بات ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ خاک ہو، بوسیدہ ہڈیاں ہو جاؤ پھر تمہیں دوبارہ قبروں سے نکالا جائے قیامت برپا ہو جائے یہ بات بالکل سمجھ سے بالاتر ہے جھوٹ ہے اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، آگے کچھ نہیں ہے بس اسی دنیا میں نَمُوْتُ وَنَحْيَا مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ کوئی قبر حشر نہیں ہے اور صاف لفظوں میں کہا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے

جائیں گے قبروں سے۔ تین چیزوں کا بڑے زور شور سے انکار کرتے تھے۔ توحید کا، رسالت کا اور معاد یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا۔

مشرکوں کی ضد کی انتہاء

اسی عاد قوم نے کہا تھا حضرت ہود علیہ السلام کو اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا [اعراف:۷۰] ''کیا آپ ہمارے پاس آئے ہیں اس مقصد کے لیے کہ ہم عبادت کریں ایک خدا کی اور ہم چھوڑ دیں اپنے باپ دادا کے الٰہوں کو۔ مشرک کے لیے ایک خدا کی عبادت انتہائی مشکل ہے۔ اور دو چیزوں کے انکار کا ذکر یہاں ہے کہ بشر نبی نہیں بن سکتا اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہنے لگے اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ن افْتَرٰى نہیں ہے یہ شخص مگر اس نے افترا باندھا ہے عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا یہ بالکل جھوٹ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) جو خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ اور ہم نہیں ہیں ان پر ایمان لانے والے۔ جب حضرت ہود علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ ان پر خشک سالی آئی کھیتیاں برباد، باغات تباہ، جانور پریشان، خود ساری قوم پریشان۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ کہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں خشک سالی ختم ہو جائے اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ کہنے لگے اگر آپ کے کہنے سے بارش برسنی ہے تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اب اس ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟ ضد کا اگر کوئی علاج ہو سکتا ہے تو یہی ہو سکتا ہے کہ اس ضدی کے مقابلے میں کوئی طاقتور ہو جو اس کی گردن مروڑ دے اور کچھ نہیں۔

مسئلہ کشمیر ہندوؤں کی ضد کی وجہ سے رکا ہوا ہے :

اب دیکھو! کشمیر کے مسئلہ میں ہندو ضد پر اڑا ہوا ہے ورنہ کشمیر کے متعلق بات طے شدہ تھی کہ جموں کشمیر کے لوگ جدھر ملنا چاہیں ان کے ساتھ مل جائیں۔ یعنی مردم شماری ہو ان کی رائے لی جائے۔ اگر وہ ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے مگر اقوام متحدہ میں سب بے ایمان اکٹھے ہیں صحیح بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ورنہ کہیں کہ بھئی! بات طے شدہ ہے اس پر عمل کرو۔ مگر یہ خبیث قومیں، برطانیہ، امریکہ، فرانس، جرمنی وغیرہ مسلمانوں کی ازلی دشمن ہیں۔ مسلمانوں کو مار پڑے تو یہ خوشی سے بھنگڑے ڈالتے ہیں۔ بوسنیا میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے، فلسطینیوں کیساتھ زیادتی ہو رہی ہے، کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور یہ خبیث قومیں ناچ رہی ہیں۔ ان کا واحد حل یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں کوئی قوت ہو جو ان کی گردن مروڑ دے مگر مسلمان تتر بتر ہیں منتشر ہیں اگر آج بھی یہ اکٹھے ہو جائیں تو یہ بہت بڑی طاقت ہیں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر ان خبیث قوموں نے ان کے ایسے ذہن بگاڑ دیئے ہیں مسلمان حکمران ایک دوسرے کو نفرت سے دیکھتے ہیں اور ان کو دین سے دور اور متنفر کر دیا ہے۔ کل میں نے اخبار میں ایک وزیر کا بیان پڑھا کہ ہم نے ان مولویوں کو شکست دی ہے یا نہیں۔ یہ کہتے ہیں پتنگیں نہ اڑاؤ یہ فضول خرچی ہے۔ یہ ہمیں کھیلوں سے روکتے ہیں ہم نے پتنگ میلہ منا کر مولویوں کو شکست دی ہے۔ پرویز مشرف نے بھی یہی کچھ کہا کہ مولوی کون ہوتا ہے کھیلوں سے روکنے والا۔ یہ ان کی ذہنیت ہے۔ کوئی اچھی بات کہو تو ان کو گولی کی طرح لگتی ہے۔ بری باتوں کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں۔

تو جب قوم ضد پر اڑ گئی اور ہود علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو

قَالَ فرمایا رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ اے میرے رب میری مدد فرما اس لیے کہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا عَمَّا قَلِیْلٍ تھوڑے سے وقت کے بعد لَیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ البتہ ضرور ہو جائیں گے یہ پشیمان۔ جب عذاب آئے گا تو یہ کیے پر شرمندہ ہونگے واویلا کریں گے لیکن اس وقت اس واویلے کا فائدہ نہیں ہوگا۔ پھر کیا ہوا؟ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے حق کے ساتھ۔ یہ بڑے بڑے قد آور تھے تند و تیز ہوا نے ان کو اٹھا اٹھا کر میلوں دور پھینک دیا۔ سورہ حاقہ میں ہے كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ''گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہوں۔'' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کا ایک شخص بھی نہ بچا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً پس ہم نے کر دیا ان کو خس و خاشاک۔ جیسے تنکے وغیرہ کہ جن کو سیلاب بہا کر لے جاتا ہے فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ پس دوری ہے رب تعالیٰ کی رحمت سے ظالم قوم کے لیے۔ یہ دوسری قوم ہے آگے اور قوموں کا ذکر آئے گا۔

❁❁❁

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع ۳ ۱۸ ۳

ثُمَّ اَنْشَاْنَا پھر ہم نے پیدا کیں مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ دوسری جماعتیں مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ نہیں آگے ہوئی کوئی امت اَجَلَهَا اپنی اجل اور میعاد سے وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ اور نہ پیچھے ہوئی ہے ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر بھیجے ہم نے رُسُلَنَا اپنے رسول تَتْرَا لگاتار كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً جب کبھی آیا کسی امت کے پاس رَّسُوْلُهَا ان کا رسول كَذَّبُوْهُ انہوں نے اس کو جھٹلا دیا فَاَتْبَعْنَا پس ہم نے پیچھے لگایا بَعْضَهُمْ بَعْضًا ان کے بعض کو بعض کے وَّجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے کیا ان کو اَحَادِيْثَ قصے کہانیاں فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ پس دوری ہے اس قوم کے

لیے لَّا یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتی ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر ہم نے بھیجا مُوْسٰی وَاَخَاهُ
هٰرُوْنَ موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو بِاٰیٰتِنَا اپنی نشانیوں کے ساتھ
وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اور کھلی سند کے ساتھ اِلٰی فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف وَمَلَاْئِهٖ
اور اس کی جماعت کی طرف فَاسْتَكْبَرُوْا پس انہوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا قَوْمًا
عَالِیْنَ اور تھی وہ قوم سرکشی کرنے والی فَقَالُوْٓا پس انہوں نے کہا اَنُؤْمِنُ کیا ہم
ایمان لائیں لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا دو انسانوں پر جو ہمارے جیسے ہیں وَقَوْمُهُمَا اور
ان کی قوم لَنَا عٰبِدُوْنَ ہمارے غلام ہیں فَكَذَّبُوْهُمَا پس انہوں نے جھٹلایا ان
دونوں کو فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِیْنَ پس ہو گئے وہ ہلاک کیے ہوؤں میں سے
وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اور البتہ تحقیق دی ہم نے مُوْسَی موسیٰ علیہ السلام کو الْكِتٰبَ کتاب
لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ تا کہ وہ ہدایت پائیں وَجَعَلْنَا اور بنایا ہم نے اِبْنَ مَرْیَمَ
مریم کے بیٹے کو علیہا السلام وَاُمَّهٗٓ اور اس کی ماں کو اٰیَةً نشانی وَّاٰوَیْنٰهُمَآ اور
ہم نے ان دونوں کو ٹھکانا دیا اِلٰی رَبْوَةٍ اونچی جگہ کی طرف ذَاتِ قَرَارٍ جو
ٹھہرنے والی جگہ تھی وَّ مَعِیْنٍ اور ستھرے پانی والی۔

گزشتہ رکوع میں آپ حضرات نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ سنا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کو توحید کا سبق دیا۔ رسالت کا سبق دیا اور فرمایا کہ قیامت پر یقین رکھو۔ لیکن قوم نے کہا کہ آپ ہمارے جیسے انسان ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں ہم آپ پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں اور کوئی قیامت نہیں ہے ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ آپ نے سب اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے اور یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ ہم پر اپنی

فضیلت جتلانا چاہتا ہے۔ پھر ان کی اس نافرمانی کا انجام بھی بیان ہوا۔ اب آگے اور قوموں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ پھر ہم نے پیدا کیں ہود علیہ السلام کی قوم کے بعد قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ دوسری جماعتیں۔ صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم اور تبع وغیرہ جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ فرمایا مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا نہیں آگے ہوئی کوئی امت اپنی میعاد سے۔ جو وقت اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ فلاں قوم فلاں وقت تباہ ہوگی وہ اس سے پہلے تباہ نہیں ہوئی وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ اور نہ پیچھے ہوئی ہے۔ جو وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی تباہی کا لکھا تھا اسی وقت ہوئی اس سے موخر نہیں ہوئی ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا پھر بھیجے ہم نے اپنے رسول لگاتار۔ تَتْرَا اصل میں وَتْرَا ہے۔ وَتْر کے معنیٰ ہیں لگاتار۔ اسی تترا کے لفظ سے متواتر ہے۔ واؤ کو تا کے ساتھ بدل دیا۔ معنیٰ ہوگا ہم نے تسلسل کیساتھ پیغمبر بھیجے اور بیک وقت بھی کئی پیغمبر تشریف لائے ہیں۔

ایک دن میں تینتالیس پیغمبر قتل کیے گئے :

حدیث پاک میں آتا ہے اور تمام تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک علاقے میں مختلف قومیں رہتی تھیں ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے تینتالیس پیغمبر بھیجے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے دو قوموں کی طرف ایک پیغمبر بھیجا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے ہر قوم کی طرف الگ الگ پیغمبر بھیجا گیا ہو۔ لیکن قوموں نے پیغمبروں کے خلاف سازش کی کہ انہوں نے ہمارا سکھ چین برباد کر دیا ہے۔ دن کو بھی یہی رٹ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اور رات کو بھی یہی رٹ۔ خوشی غمی کے موقع پر بھی یہی تقریر لہٰذا ان کا علاج کرو۔ چنانچہ

انہوں نے صبح سے لے کر دو پہر تک تینتالیس پیغمبر شہید کیے اور ایک سو ستر ان کے ساتھی شہید کیے جو ان کی حمایت کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ [آل عمران:۲۱] ''اور قتل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم دیتے ہیں لوگوں کو انصاف کا لوگوں میں سے۔'' كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا جب کبھی آیا کسی امت کے پاس ان کا رسول كَذَّبُوْهُ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو جھٹلا دیا ایسی بد بخت قومیں بھی تھیں کہ ایک آدمی نے بھی پیغمبر کا ساتھ نہیں دیا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسے پیغمبر بھی آئیں گے کہ ان کے ساتھ پانچ امتی ہونگے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے ساتھ چار آدمی ہونگے، ایسے پیغمبر بھی ہونگے جن کے ساتھ تین امتی ہونگے اور ایسے بھی ہونگے جن کے ساتھ دو امتی ہونگے اور ایسے پیغمبر بھی ہونگے وَيَجِيْءُ النَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ ''اکیلا پیغمبر آئے گا اس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں ہوگا۔'' اس سے اندازہ لگاؤ کہ ایمان لانا اور توحید قبول کرنا کتنا مشکل ہے۔ لوگوں کی رسمیں، خرافات اور خانہ ساز عقائد ہیں کہ ان سے نکلنا مشکل ہے۔ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا پس ہم نے پیچھے لگایا ان کے بعض کو بعض کے۔ ایک مجرم قوم کے پیچھے دوسری قوم کو لگا دیا یعنی ایک قوم کو تباہ کیا پھر دوسری قوم نے تکذیب کی ان کو تباہ کیا پھر تیسری قوم نے تکذیب کی ان کو تباہ کیا، پھر چوتھی قوم نے تکذیب کی ان کو تباہ کیا۔ مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی پھر ہود علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی پھر صالح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی پھر لوط علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی پھر شعیب علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی۔ اس طرح تسلسل کیساتھ سلسلہ چلتا رہا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ۔ اَحَادِيْث اُحْدُوْثَه کی جمع ہے۔ اُحْدُوْثَه کا

معنٰی ہے کہانی۔ معنٰی ہوگا اور بنادیا ہم نے ان کو قصے کہانیاں۔ ان قوموں کے وجود تو ختم ہو گئے قصے کہانیاں رہ گئیں کہ ایک قوم یہاں رہتی تھی وہ ایسی ایسی تھی۔ احادیث، حادیث کی جمع بھی آتی ہے مگر خلاف قیاس۔ اصل میں اُحدُوثَہ کی جمع ہے۔ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ پس رب تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہوئی اس قوم کے لیے جو ایمان نہیں لائی۔ دنیا میں تباہ ہوئی آخرت کا عذاب علیحدہ ہے۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر ہم نے بھیجا مُوْسٰی وَاَخَاہُ ھٰرُوْنَ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو۔ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے مگر درجہ موسیٰ علیہ السلام کا بڑا تھا بِاٰیٰتِنَا ہم نے اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ قرآن پاک میں نو نشانیاں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک عصا مبارک تھا کہ لاٹھی پھینکتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اژدھا بن جاتا تھا جو جادوگروں کی تمام لاٹھیوں کو نگل گیا تھا۔ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تھے تو سورج کی طرح چمکتا تھا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اور کھلی سند جس کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں پر غلبہ حاصل کیا تھا۔

پہلے تم تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ مقابلے میں تقریباً بہتر ہزار جادوگر تھے اور ہر ہر جادوگر نے دو دو سانپ نکالے۔ جب ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں آئے نعرے پر نعرے لگنے شروع ہو گئے، فرعون زندہ باد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا اور ان کے ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپوں کو ایسا چگ گیا جیسے مرغی دانے چگتی ہے۔ جادوگر حقیقت کو سمجھ گئے فوراً سجدے میں گر کر کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی ''ہم ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے۔'' سارے جادوگر ایمان لے آئے اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون بھی ہار مان

کر ایمان لے آتا کیونکہ وکیل ہار گئے ہیں۔لیکن اقتدار بڑی بری چیز ہے الا ماشاء اللہ۔ فرعون نے کہا اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ [شعراء:۴۹] ''تم اس پر ایمان لائے ہو میری اجازت سے پہلے۔'' میں تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مشہور تابعی عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ وہ جو ابھی موسیٰ علیہ السلام کے صحابی بنے تھے سولی پر لٹکنے کیلئے لائن لگی ہوئی تھی اور ہر آدمی سولی پر لٹکنے کے لیے دوڑتا ہوا آتا تھا کہ اب میری باری ہے۔ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے جیسے ہم چینی لینے کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ستر آدمی جب سولی پر چڑھ گئے تو فرعون گھبرا گیا کہ اگر سب کو سولی پر لٹکا دیا تو پچھلے مجھے نہیں چھوڑیں گے۔تو یہ کہہ کر باقیوں کو چھوڑ دیا کہ ان کو پھر سولی پر لٹکائیں گے۔تو کھلی سند سے مراد عصا مبارک ہے اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بھیجا ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کی طرف فَاسْتَكْبَرُوْا پس انہوں نے تکبر کیا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ اور تھی وہ قوم سرکشی کرنے والی فَقَالُوْٓا پس فرعون اور اس کی جماعت نے کہا۔سنو ان کا جواب اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا کیا ہم ایمان لائیں دو انسانوں پر جو ہمارے جیسے ہیں۔نبی کی بشریت کے انکار والی بات کسی قوم نے نہیں چھوڑی۔ہم جیسے بشر ہیں ان پر ایمان لائیں؟ اور پھر وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ اور ان کی قوم بنی اسرائیل ہماری غلام ہے، یہ غلام ہو کر نبی بن گیا۔کیونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا ہوا تھا۔کھیتی باڑی سے لے کر کپڑے دھونے تک ان سے کام لیتے تھے فَكَذَّبُوْهُمَا پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ پس ہو گئے وہ فرعون اور اس کی جماعت ہلاک کیے ہوؤں میں سے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی :

اللہ تعالیٰ نے سب کو بحر قلزم میں غرق کر دیا۔ جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا اس کا یہ حشر ہوا۔ غرق ہوتے ہوئے اس نے بڑا شور کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش نکال کر باہر پھینک دی اور آج تک مصر کے عجائب گھر میں پورے طور پر موجود ہے۔ کبھی کبھی اس کا فوٹو اخبار میں آ جاتا ہے جسکو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے کہ یہ تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا؟ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات۔ کیوں دی؟ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ تاکہ وہ ہدایت حاصل کریں وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً اور بنایا ہم نے مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو اور اس کی والدہ کو نشانی۔ نشانی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور مریم علیہا السلام کو بغیر خاوند کے بچہ دیا حالانکہ عالم اسباب میں رب تعالیٰ نے نظام بنایا ہے کہ ماں باپ کے ذریعے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ جب فرشتے نے آکر کہا کہ میں تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں تو حضرت مریم علیہا السلام نے کہا وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا [مریم :۲۰] ''نہ جائز طریقے سے کوئی مرد میرے قریب آیا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔'' میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ [آل عمران:۴۷] ''اسی طرح اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔'' رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ نجران کے عیسائیوں نے ۹ھ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ علمی بحث کی اور ہار گئے۔ انہوں نے اس میں یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی باپ نہیں مانتے تو پھر بتلاؤ ان کا باپ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ [آل عمران:۵۹] ''عیسیٰ علیہ

السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے ہی ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔'' نہ ان کا باپ نہ ماں۔ اگر کسی کے ظاہری طور پر ماں باپ نہ ہوں تو اس کا مطلب یہ تھوڑا ہے کہ اس کا ماں باپ اللہ تعالیٰ ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ تو پھر کہو آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پوتے ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہری باپ نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔ لیکن عیسائی ہیں کہ اس غلط عقیدے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

پچھلے دنوں قومی اسمبلی میں اقلیتی ممبر جے، سالک عیسائی نے تقریر شروع کرنے سے پہلے کہا کہ میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ۔ سارے ممبر گونگے ہو کے بیٹھے رہے۔ میرے شاگرد مولوی عبد الرحیم صاحب چترال سے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں نے کہا کہ تم یہاں اپنی عیسائیت پھیلاتے ہو۔ اس پر امریکہ ان کے پیچھے لگا ہوا ہے کہ اقلیتوں کو جینے نہیں دیتے۔ وہاں سب کو بولنا چاہیے تھا کہ ہم سب مسلمان ہیں اور یہ مسلمانوں کی اسمبلی ہے یہاں اسلام کے خلاف بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم اقلیت کی نمائندگی کرو اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کرو۔ مگر ایک مولوی کے سوا کوئی نہیں بولا۔ تو فرمایا کہ ہم نے ابن مریم اور مریم علیہما السلام کو نشانی بنایا وَّاٰوَیْنٰـهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ اور ہم نے ان دونوں کو ٹھکانا دیا اونچی جگہ کی طرف۔ اسی ربوہ کے لفظ سے قادیانی دجالوں نے اپنی جگہ کا نام ربوہ رکھا ہے۔ تاکہ آنے والی نسلوں کو دھوکا دیا جا سکے کہ وہ مسیح موعود یہی قادیانی ہے۔ کتنی دجال قومیں ہیں۔ (الحمد للہ! مولانا منظور احمد چنیوٹی کی محنت کے ثمرہ میں اسمبلی نے اس کا نام تبدیل کر دیا ہے اور اب اس جگہ کا نام

چناب نگر ہے۔مرتب) ذَاتَ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ وہ اونچی جگہ ٹھہرنے والی جگہ تھی اور ستھرے پانی والی ٹھنڈی جگہ تھی کیونکہ وہ جگہ بیت المقدس سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔

۞۞۞

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ اے رسولو كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور عمل کرو اچھے اِنِّيْ بے شک میں بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ جو کچھ تم کرتے ہو جاننے والا ہوں وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اور بے شک یہ تمہارا دین اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی دین ہے وَّاَنَا رَبُّكُمْ اور میں تمہارا رب ہوں فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ پھر پھوٹ ڈال کر کرلیا اپنا کام بَيْنَهُمْ زُبُرًا آپس میں ٹکڑے ٹکڑے كُلُّ حِزْبٍ ہر گروہ بِمَا لَدَيْهِمْ جو کچھ

ان کے پاس ہے فَرِحُوْنَ اس پر خوش ہونے والے ہیں فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دیں ان کو فِیْ غَمْرَتِهِمْ ان کی بے ہوشی میں حَتّٰی حِیْنٍ ایک وقت تک اَیَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے ہیں اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ بے شک یہ جو کچھ ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مِنْ مَّالٍ مال سے وَّ بَنِیْنَ اور اولاد سے نُسَارِعُ لَهُمْ ہم ان کے لیے جلدی کرتے ہیں فِی الْخَیْرٰتِ بھلائیوں میں بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ بلکہ وہ شعور نہیں رکھتے اِنَّ الَّذِیْنَ بیشک وہ لوگ هُمْ وہ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے خوف سے مُّشْفِقُوْنَ ڈرنے والے ہیں وَالَّذِیْنَ هُمْ اور وہ لوگ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں پر یُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں وَالَّذِیْنَ هُمْ اور وہ لوگ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یُؤْتُوْنَ مَآ دیتے ہیں جو چیز اٰتَوْا وہ دیتے ہیں وَّقُلُوْبُهُمْ اور دل ان کے وَجِلَةٌ ڈرنے والے ہیں اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ بے شک وہ اپنے رب کی طرف ہی رٰجِعُوْنَ لوٹنے والے ہیں اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں یُسٰرِعُوْنَ جو جلدی کرتے ہیں فِی الْخَیْرٰتِ بھلائیوں میں وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ اور وہ اس کے لیے آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اور ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو۔ اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس کی طاقت کے مطابق وَلَدَیْنَا كِتٰبٌ اور ہمارے پاس کتاب ہے یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ جو بولتی ہے حق کے ساتھ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس سے پہلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، انسان تھے۔ انسانی لوازمات سارے ان کے ساتھ تھے، کھاتے تھے، پیتے تھے۔ اسی کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

تمام پیغمبروں اور مومنوں کو اکل حلال کا حکم ہے :

یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو اچھے۔ تمام پیغمبروں کے دین میں یہی ایک ہی حکم رہا ہے۔ حلال کھانا حلال طریقے سے کما کر اور یہی حکم تمام مومنوں کو ہے۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۸۱ میں ہے كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ''جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے طیب چیزیں کھاؤ۔'' حلال بھی ہوں اور طیب بھی ہوں۔ حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ اور طیب وہ ہے کہ اس میں کسی کا حق نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا ''اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور وہ صرف پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔'' حرام مال کا صدقہ خیرات بھی قبول نہیں ہوتا۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کاش مجھے خالص حلال روزی نصیب ہو تو میں اسے ہسپتالوں میں بیماروں میں تقسیم کردوں۔ کیونکہ حلال خوراک میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔ فرمایا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ بے شک میں جو کچھ تم کرتے ہو جاننے والا ہوں۔ یعنی یہ بات تمہیں ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمام کھلے اور چھپے احوال سے باخبر ہے اسی کے مطابق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے۔ اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین وملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ

ڈرتے رہنا چاہیے۔فرمایا وَاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو میری نافرمانی سے بچتے رہو۔اللہ تعالیٰ نے سارے نبیوں کو یہی حکم دیا اپنے اپنے دور میں مگر بعد میں آنے والے لوگوں کی حالت یہ ہوئی فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا پھر پھوٹ ڈال کر کرلیا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے۔دین کے بنیادی عقائد کو ترک کر دیا، عقائد خراب کر لیے اور اپنی خواہشات کے مطابق عقیدے بنا لیے، گروہ بندی کر دی، اسلام کے بنیادی اصولوں کو غلط معانی پہنا دیئے اور غلط عقیدے بنا لیے۔اچھے اعمال کو چھوڑ کر غلط رسومات کو اختیار کر لیا، جھوٹے عقائد اور غلط رسومات کو دین سمجھا اور فرقہ بندی کے باوجود كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ہر گروہ جو ان کے پاس ہے اس پر خوش ہونے والے ہیں کہ وہ ٹھیک راستے پر چل رہے ہیں۔سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔

بگاڑ سے مراد بنیادی عقائد کا بگاڑ ہے :

یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ اس بگاڑ سے دین کے بنیادی عقائد کا بگاڑ مراد ہے فروعات مراد نہیں ہیں۔فروعات میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے۔چنانچہ مشہور مذاہب اربعہ یا محدثین میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ فرقہ بندی میں داخل نہیں ہے یہ سب لوگ ہدایت پر ہیں۔ہاں عقائد، رسومات اور اعمال میں گڑ بڑ ہو تو یہ فرقہ بندی اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ پس چھوڑ دیں ان کو ان کی بے ہوشی میں ایک وقت تک۔ان لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے بنا لیے ہیں اور ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر ڈٹا ہوا ہے اور کسی طرح اپنے غلط عقائد اور نظریات کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے خواہ کتنی ہی

نصیحت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سنائیں لہٰذا آپ بھی زیادہ پریشان نہ ہوں اور ان کے غم میں نہ پڑیں ان کو مہلت دیں کہ اپنی غفلت اور جہالت کے نشے میں ڈوبے رہیں یہاں تک کہ وہ گھڑی آپہنچے کہ ان کی آنکھ کھلے تو موت یا عذابِ الٰہی ان کے سر پر کھڑا ہو۔ اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِيۡنَ کیا یہ لوگ گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کی مال و اولاد کی صورت میں جو مدد کر رہے ہیں نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِ ہم ان کے لیے جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں۔ جب نافرمانی کے باوجود اللہ تعالیٰ کسی کو مال و اولاد میں برکت دیتا تو وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے حالانکہ یہ اس کی خام خیالی ہے سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ [قلم:۴۴] ''ہم بھی ان کو سیڑھی سیڑھی اتاریں گے جہاں سے ان کو پتا بھی نہیں۔'' یعنی ہم ان کو ایسے طریقے سے پکڑیں گے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی وَاُمۡلِىۡ لَهُمۡ ''ہم ان کو مہلت دیتے ہیں اِنَّ كَيۡدِىۡ مَتِيۡنٌ اور میری تدبیر بڑی قوی ہے۔'' اگر اس زندگی میں بچ بھی گیا تو آئندہ زندگی میں ضرور گرفت ہوگی۔ یہ لوگ غلط عقائد کو اپنائے ہوئے اور ان پر ڈٹے ہوئے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں۔ نہیں! بَلۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ بلکہ ان کو تو شعور بھی نہیں ہے کہ یہ مہلت ہمیں کس وجہ سے مل رہی ہے۔

مومنوں کی بعض صفات کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نافرمانوں کے مقابلے میں ایمان والوں کی بعض صفتیں بیان فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرتے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جائے جس کی وجہ سے گرفت ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری نہیں کرتے بلکہ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر

ادا کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ اور وہ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ معجزات کو مانتے ہیں، قدرت کی نشانیوں کو مانتے ہیں، تکوینی اور شرعی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں، احکامات، کتب سماویہ پر ایمان رکھتے ہیں کہ برحق ہیں اور انہی کے اتباع میں زندگی گزارتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کی تیسری خصلت یہ ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ وہ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک بناتے ہیں اور نہ صفات میں، نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، نہیں ہے، نہ کوئی دستگیر ہے، سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں خدائی اختیار اس نے کسی کو نہیں دیا وہ خالص ایمان اور توحید پر قائم ہیں وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا اور وہ لوگ دیتے ہیں جو چیز وہ دیتے ہیں۔ صدقہ خیرات کرتے ہیں یا کوئی بھی نیک عمل کرتے ہیں وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اور دل ان کے ڈرنے والے ہیں کہ معلوم نہیں ہمارا صدقہ خیرات اور نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوا ہے یا نہیں؟ وہ اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ بے شک وہ اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ حضرت! کیا یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا میں ہر اچھا برا عمل شامل ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا یَا بِنْتَ صِدِّیْق ”اے صدیق ؓ کی بیٹی! اس سے برائی کے کام، چوری، ڈاکا، زنا وغیرہ مراد نہیں ہیں۔ بلکہ صرف نیکی کے کام مراد ہیں۔“ یعنی یہ ایسے لوگ ہیں کہ نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا کام کرنے کے باوجود وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ ہماری نیکی قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ اور یہ نیکی ہم نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کی ہے یا نہیں اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ یہی

لوگ ہیں جو جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں۔ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں وَھُمْ لَھَا سٰبِقُوْنَ اور وہ اس کے لیے آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔وہ نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا اور ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔اللہ تعالیٰ نے جو احکامات اپنے بندوں کو دیئے ہیں وہ ایسے مشکل نہیں ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہوں اور انسان ان کو کر نہ سکے۔پھر یہ سہولت بھی رکھی ہے کہ اگر نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے،اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے سے پڑھ لے۔جس کے پاس پیسے نہیں ہیں اس پر زکوٰۃ نہیں ہے،جس کو آنے جانے کی استطاعت نہیں ہے اس پر حج نہیں ہے،سفر پر ہو روزہ نہ رکھو بعد میں رکھ لینا لیکن اس کے باوجود اگر لاپروائی کرو گے بدعملی کا مظاہرہ کرو گے تو اس کا انجام خطرناک ہوگا وَلَدَیْنَا کِتٰبٌ یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ ہمارے پاس کتاب ہے ایک نوشتہ ہے جو بولتی ہے حق کے ساتھ۔جسے جزاءِ عمل کے وقت سامنے رکھ دیا جائے گا اور ہر شخص سے کہا جائے گا اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا [بنی اسرائیل:۱۴] ''اپنا اعمال نامہ پڑھ کافی ہے تیرا نفس آج کے دن محاسبہ کرنے والا تیرے اوپر۔'' انسان اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا اور کہے گا مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّ لَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا [کہف:۴۹] ''کیا ہو گیا ہے اس کتاب کو اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی مگر اس نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔'' قیامت والے دن جزا سزا کا فیصلہ ہر آدمی کے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا کہ گناہ تھوڑا ہو اور سزا زیادہ دی جائے یا نیکی زیادہ ہو اور بدلہ تھوڑا دیا جائے ایسا نہیں ہوگا۔

۞۞۞

بَلْ قُلُوْبُهُمْ
فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا
عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ؕ
لَا تَجْـَٔرُوا الْیَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى
عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ۙ مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا
تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ یَاْتِ اٰبَآءَهُمُ
الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾ؗ اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ؗ اَمْ
یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ
كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ
وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ؕ
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ۖۗ وَّ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۷۲﴾ وَ
اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

بَلْ قُلُوْبُهُمْ بلکہ ان کے دل فِیْ غَمْرَةٍ غفلت میں ہیں مِّنْ هٰذَا اس چیز سے وَلَهُمْ اَعْمَالٌ اور ان کے لیے عمل ہیں مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ اس کے سوا هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ جن کو وہ کرتے ہیں حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا یہاں تک کہ جب ہم پکڑتے ہیں مُتْرَفِیْهِمْ ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو بِالْعَذَابِ عذاب

میں اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ اچانک وہ گڑگڑاتے ہیں لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ مت چلاؤ
تم آج کے دن اِنَّكُمْ مِّنَّا بے شک تم ہمارے عذاب سے لَا تُنْصَرُوْنَ مدد نہیں
کیے جاؤگے قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِیْ تحقیق تھیں ہماری آیتیں تُتْلٰى عَلَيْكُمْ پڑھی
جاتی تھیں تم پر فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ پس تم ایڑیوں کے بل تَنْكِصُوْنَ الٹے
پھرتے تھے مُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرتے ہوئے بِهٖ اس کی وجہ سے سٰمِرًا قصہ گوئی
کرنے والے تَهْجُرُوْنَ چھوڑتے تھے اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ کیا پس انہوں
نے غور نہیں کیا اس بات میں اَمْ جَآءَهُمْ یا آئی ان کے پاس مَّا لَمْ يَاْتِ وہ
بات جو نہیں آئی اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ان کے پہلے آباؤ اجداد کے پاس اَمْ لَمْ
يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ یا انہوں نے نہیں پہچانا اپنے رسول کو فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ پس
وہ اس کا انکار کرتے ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ یا وہ کہتے ہیں بِهٖ جِنَّةٌ اس کو جنون ہے
بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ بلکہ وہ لایا ہے ان کے پاس حق وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ
كٰرِهُوْنَ اور ان کے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اور اگر حق
پیروی کرے اَهْوَآءَهُمْ ان کی خواہشات کی لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ البتہ بگڑ جائیں آسمان اور زمین وَ مَنْ فِيْهِنَّ اور جو مخلوق ان میں
ہے بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بلکہ ہم نے دیا ہے ان کو بِذِكْرِهِمْ ان کا ذکر اور نصیحت فَهُمْ
عَنْ ذِكْرِهِمْ پس وہ اپنی نصیحت سے مُّعْرِضُوْنَ اعراض کرتے ہیں اَمْ
تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں چندے کا فَخَرَاجُ رَبِّكَ

پس تیرے رب کا ثواب خَیْرٌ بہتر ہے وَّھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اور بے شک آپ ان کو دعوت دیتے ہیں اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَاِنَّ الَّذِیْنَ اور بے شک وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ نہیں ایمان لاتے آخرت پر عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْنَ راستے سے البتہ اعراض کرتے ہیں۔

نافرمانوں کی کیفیت :

پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور ان کے اوصاف کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے نیکی کرتے ہیں تو ڈرتے ہیں شاید ہماری نیکی قبول نہ ہو، نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب رب تعالیٰ ظالموں اور نافرمانوں کے متعلق فرماتے ہیں بَلْ قُلُوْبُھُمْ بلکہ دل ان مجرموں کے فِیْ غَمْرَۃٍ غفلت میں ہیں مِّنْ ھٰذَا مومنوں کے اعمال سے جو وہ کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں وغیرہ جن کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ ظالموں اور نافرمانوں کے دل ان چیزوں سے بالکل غافل ہیں وَلَھُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِکَ اور ان ظالموں کے عمل ہیں ان کے علاوہ۔ جو مومن کرتے ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے ظالموں کے اعمال ان کے علاوہ ہیں ھُمْ لَھَا عٰمِلُوْنَ جن کو وہ کرتے ہیں۔ شرک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، نیکی کے کاموں میں سبقت نہیں کرتے حَتّٰی اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْھِمْ یہاں تک کہ جب ہم پکڑتے ہیں ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو جو مالدار اور اقتدار والے ہیں بِالْعَذَابِ عذاب میں اِذَا ھُمْ یَجْئَرُوْنَ۔ جَئَرَ کا لفظی معنٰی ہے گائے یا بچھڑے کا آواز کو بلند کرنا۔ معنٰی ہوگا یہ اچانک

آوازیں نکالتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، فریادیں کرتے ہیں کہ واقعی ہم ظالم تھے۔
اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آتا ہے لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ آج آوازیں نہ نکالو، مت چلاؤ، آج واویلا کرنے کا کیا فائدہ اِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ بے شک تم ہمارے عذاب سے مدد نہیں کیے جاؤ گے۔ ہماری گرفت سے تمہیں کوئی نہیں بچائے گا آج تمہاری مدد کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ تحقیق تھیں ہماری آیتیں پڑھی جاتی تم پر، تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ پس تم ایڑیوں کے بل الٹے پھرتے ہو۔ قرآن نہیں سنتے واپس آجاتے ہو۔ اسلام کی بڑی عبادتوں میں سے قرآن کریم کا پڑھنا اور سمجھنا ہے اور اس کے مطابق عقیدہ بنانا اور عمل کرنا یہ بہت بڑی نیکیاں ہیں۔ صرف تلاوت کرو گے تو ایک حرف کی دس نیکیاں ملیں گی۔ مثلاً الف، لام، میم تین حرف ہیں اس پر تیس نیکیاں ملیں گی۔ اور جو پڑھنے کا حکم ہے وہی سننے کا حکم ہے۔ اور جو سمجھے گا اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

فضیلتِ قرآن کریم :

حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص قرآن کریم کی ایک آیت محض تلاوت کرے گا اس کو سو نفل پڑھنے کے برابر ثواب ملے گا اور جو ایک آیت کریمہ کو سمجھے گا تو ہزار نفل کے برابر ثواب ملے گا اور رمضان شریف کے مہینے میں ہر نیکی ستر گنا بڑھ جاتی ہے جو رمضان المبارک میں الم پڑھے گا اس کو دو سو دس (۲۱۰) نیکیاں ملیں گی اور جو شخص رمضان میں نفلی عبادت کرے گا اس کو دوسرے مہینے کے فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ لہٰذا نوجوانو! رمضان المبارک کا مہینہ ہے تن آسانی سے کام نہ لو نفس امارہ کے شر سے بچو اور کھیل کود میں اپنی جوانی ضائع نہ کرو دل جمعی کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھو یہ سنت مؤکدہ ہے اور

سنت مؤکدہ سے گریز کرنے والے کے بارے میں خطرہ ہے کہ کہیں آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ ہو جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص کسی کا روزہ افطار کرائے گا اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا روزہ رکھنے والے کو ملے گا۔ کسی نے سوال کیا حضرت! چاہے کھجور کے ایک دانے پر افطار کرادے، پانی کے ایک گھونٹ پر افطار کرادے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ رب تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی ہے۔ فرمایا تمہارے سامنے جب آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل الٹے پھرتے تھے مانتے نہیں تھے، توجہ نہیں کرتے تھے مُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرتے ہوئے ایمان سے اور حق کی باتوں سے گریز کرتے تھے بِهٖ سٰمِرًا اس کی وجہ سے قصہ گوئی کرنے والے۔ حرم کے اندر قصہ گوئیاں کرتے تھے۔ عرب کا اس وقت بھی اور آج بھی یہی دستور ہے کہ عموماً وہ دن کو سوتے ہیں اور رات کو جاگتے ہیں۔ تمہارے بچے جیسے یہاں دن کو کھیلتے ہیں ان کے بچے رات کو کھیلتے ہیں۔ یہ لوگ جب رات کو کعبۃ اللہ کے آس پاس اکٹھے ہوتے تو قصہ گوئی کرتے اور عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتے تھے تَهْجُرُوْنَ ، هَجَرَ يَهْجُرُ هِجْرَةً سے ہے چھوڑ دینا۔ معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو چھوڑتے تھے، ایمان کو چھوڑتے تھے، حق کو چھوڑتے تھے اس لیے آج تمہارا یہ حشر ہے اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ کیا پس انہوں نے غور نہیں کیا اس بات میں۔ قرآن پاک پر غور نہیں کیا اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

ہم نے ایمان اور قرآن کی قدر نہیں کی :

اللہ تعالیٰ کی جتنی کتابیں ہیں ان تمام سے قرآن پاک افضل کتاب ہے۔ اس کے متعلق پہلے پیغمبر آرزو کرتے رہے کہ اے پروردگار! وہ آخری کتاب ہمیں نصیب فرما۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے مفت میں عطا فرمائی ہے لیکن ہم نے اس کی قدر نہیں کی اور جو چیز مفت

میں مل جائے اس کی قدر نہیں ہوتی۔ہم موروثی مسلمان ہیں ہمیں ایمان بھی وراثت میں ملا ،کتاب بھی وراثت میں ملی کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے۔ایمان ،قرآن کی قدر ان سے پوچھو جنھوں نے ان کے لیے تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ہم تو اس چیز کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمانوں کے گھر پیدا فرمایا کسی یہودی،عیسائی،سکھ،ہندو کے گھر نہیں پیدا فرمایا۔اگر ان میں سے کسی کے گھر پیدا فرما دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔اب ہمیں اللہ تعالیٰ صحیح معنیٰ میں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

عرب میں شرک کی ترویج کرنے والا پہلا شخص :

فرمایا کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا اَمْ جَآءَ هُمْ یا آئی ان کے پاس مَّا وہ چیز لَمْ یَاْتِ اٰبَآءَ هُمُ الْاَوَّلِیْنَ جو نہیں آئی ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس۔ عربوں کی طرف ابراہیم علیہ السلام بھیجے گئے پھر اسماعیل علیہ السلام بھیجے گئے پھر آنحضرت ﷺ تک ان کی طرف کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔جبکہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کم وبیش چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں۔عرب میں صدیوں تک لوگ صحیح العقیدہ رہے ہیں پہلا بد بخت شخص جس نے عرب میں شرک کی ترویج کی وہ عمرو بن لُحی بن قمع تھا۔انتہائی گھٹیا اخلاق کا آدمی تھا۔بخاری شریف میں روایت ہے کہ عمرو بن لُحی طواف کے دوران کنڈی کے ذریعے لوگوں کے کندھوں سے چادریں اٹھا لیتا تھا اگر کسی کو پتا چل جاتا تو کہتا معاف کرنا غلطی سے کنڈی لگ گئی ہے۔اگر کوئی غافل رہتا تو چادر اپنے تھیلے میں ڈال لیتا۔اتنا اخلاق کا گرا ہوا آدمی تھا کہ حاجیوں کو بھی لوٹنے سے باز نہیں آتا تھا۔یہ شخص آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے گزرا ہے اور بابوں کے نام پر بتوں کے نام پر تقرب کے لیے جانور چھوڑنے کا سلسلہ بھی اسی نے

شروع کیا تھا۔شہر گوجرانوالہ میں تمہیں بہت ساری گائیں گلیوں میں، بازاروں میں پھرتی نظر آئیں گی۔ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا جاہل قسم کے لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ایسے جانوروں کواللہ تعالیٰ نے سائبہ کہا ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَائِبَةٍ [سورۃ مائدہ] ''اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ بنایا ہے اور نہ کوئی سائبہ بنایا ہے۔'' ان جانوروں کو لوگ چھیڑتے نہیں ہیں ڈرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی گائے ہے۔تو یہ عمرو بن لُحی بد بخت انسان تھا جس نے شرک کی ترویج کی مکہ مکرمہ میں۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یا آئی ہے ان کے پاس وہ بات جو نہیں آئی ان کے باپ دادوں کے پاس اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ پس وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔آنحضرت ﷺ ولادت باسعادت کے بعد چالیس سال ان لوگوں میں رہے تمام مرد،عورتیں، بچے، جوان، بوڑھے،غلام،آزاد،آپ ﷺ کی شرافت کے قائل تھے۔جب آپ ﷺ کسی گلی سے گزرتے تھے تو عورتیں کہتی تھیں کہ اس جیسے اخلاق والا نوجوان ہم نے نہیں دیکھا،لونڈیاں غلام اپنی جگہ آپ ﷺ کی شرافت کی باتیں کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ساری زندگی ان میں گزاری کیا یہ اپنے رسول کو نہیں پہچانتے؟ہاں!اگر آپ ﷺ پہلے سے وہاں نہ رہتے ہوتے تو پھر دھوکا ہو سکتا تھا کہ ہم تو اس کو پہچانتے ہی نہیں ہیں یہ کون ہے، کیسے ہے۔

انگریز امام وخطیب کا قصہ :

جیسے بلجیم کا انگریز جس کا جعلی اور فرضی نام کرم شاہ تھا اس کا اصلی نام میں بھول گیا ہوں اس کی بڑی عمدہ ڈاڑھی اور سرخ چہرہ تھا عربی، فارسی، پشتو کا ماہر تھا۔جلال آباد افغانستان کی مسجد کا سولہ سال امام خطیب رہا ہے۔یہ انگریز دور کی بات ہے لوگ اس کو نہیں

جانتے تھے وہ بے ایمان انگریز لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا لوگ اس کو پیر صاحب پیر صاحب کہتے تھے اور اس کے ہاتھ چومتے تھے لیکن وہ جاسوسی کے لیے وہاں ٹکا ہوا تھا۔ تو ایسے آدمی سے تو بندہ دھوکا کھا سکتا ہے جس کے بارے میں کوئی علم نہ ہو لیکن آنحضرت ﷺ کو تو وہ بچپن سے جانتے تھے نبوت سے پہلے چالیس سال آپ ﷺ نے ان میں گزارے۔ پھر نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں گزارے وہ تو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم اس کو نہیں پہچانتے۔ تو فرمایا کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے کیا یہ ان کے لیے اجنبی ہیں؟ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے، پاگل ہے۔ کافروں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ معاذ اللہ تعالیٰ کہ یہ پاگل ہے۔

ضماد کے قبول اسلام کا واقعہ :

مکہ مکرمہ سے کافی دور قبیلہ ازدشنوءہ آباد تھا۔ اس قبیلے کا ضماد نامی شخص پاگلوں کا علاج کرتا تھا اس کے پاس کوئی دم تھا اللہ تعالیٰ نے بے شمار لوگوں کو شفا عطا فرمائی۔ اس کی فیس بھی کافی تھی۔ اس نے سنا کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں میں سے کسی ایک کا بیٹا پاگل ہو گیا ہے معاذ اللہ تعالیٰ اور اس کا کوئی علاج کرانے والا نہیں ہے کہ والد، والدہ، دادا، دادی فوت ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے بھی ضماد نامی شخص کا نام سنا ہوا تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگا آپ ﷺ نے قبیلہ ازدشنوءہ کا نام بھی سنا ہوگا اور اس قبیلے کے ضماد نامی آدمی کا نام بھی سنا ہوگا جو پاگلوں، مجنوں کا بذریعہ دم علاج کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو شفا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سنا ہے۔ کہنے لگا وہ میں ہوں، میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ پاگل ہو گئے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ میں نے انسانی ہمدردی کے تحت آپ ﷺ کا علاج کرنا ہے فیس نہیں لینی لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْكَ عَلٰى يَدِيْ مسلم شریف کی روایت ہے "شاید کہ اللہ

تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ پر شفا دیدے۔'' آپ ﷺ مسکرائے کہ لوگوں نے کتنی دور تک پروپیگنڈہ کیا ہوا ہے کہ میں پاگل ہوں معاذ اللہ تعالیٰ اور یہ بیچارہ ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر کتنی دور سے مجھے دم کرنے کے لیے آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجنون نہیں ہوں۔ اس نے کہا لوگ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کی زبانیں ان کے منہ میں ہیں وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔ ضماد نے کہا آپ کہتے کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے پہلے خطبہ پڑھا جو آپ حضرات جمعہ میں سنتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ پھر آپ ﷺ نے سورہ والسماء والطارق پڑھ کر سنائی۔ چونکہ عربی تھا قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کو سمجھ رہا تھا، جیسے جیسے آپ ﷺ پڑھتے گئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے گئے۔ جب آپ ﷺ نے سورۃ مکمل پڑھ لی تو وہ کہنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں خطیب اور مقرر بھی ہوں لیکن یہ کلام انسانوں کا نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ میں آپ ﷺ کو شکار کرنے کے لیے آیا تھا خود شکار ہو گیا ہوں۔ کلمہ پڑھ کر واپس گیا اور رضی اللہ عنہ ہو گیا۔

تو فرمایا کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے۔ نہیں بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ بلکہ وہ لایا ہے ان کے پاس حق وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ اور ان کے اکثر حق کو پسند نہیں کرتے۔ حق بات سے گریز کرتے ہیں وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ اور اگر حق پیروی کرے ان کی خواہشات کی کہ حق ان کی مرضی کے مطابق ہو جائے لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ البتہ بگڑ جائیں آسمان اور زمین۔ زمین آسمان خراب ہو جائیں وَ مَنْ فِيْهِنَّ اور جو مخلوق آسمان زمین میں ہے سب ختم ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ حق کی برکت سے زمین آسمان کا نظام قائم ہے اگر حق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس نظام کا باقی رکھنا منظور نہیں ہے یہ حق کی بدولت

قائم ہے۔ اگر حق ان کی مرضی کے تحت ہو جائے تو پھر آسمان زمین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ان میں جو مخلوق ہے وہ بھی باقی نہیں رہے گی بَلْ اَتَیْنٰھُمْ بِذِکْرِھِمْ بلکہ ہم نے دیا ہے ان کو ان کا ذکر، نصیحت دی ہے یہ قرآن پاک فَھُمْ عَنْ ذِکْرِھِمْ مُّعْرِضُوْنَ پس وہ اپنی نصیحت کی کتاب سے اعراض کرتے ہیں۔ قرآن پاک کا نام قرآن بھی ہے، فرقان بھی ہے اور ذکر بھی ہے۔ چودھویں پارے میں آتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ [حجر:۹] ''بے شک ہم نے اتارا ہے ذکر کو یعنی قرآن کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ نو جوانو! عزیزو! یہ عہد کرو کہ ہم نے رمضان المبارک میں روزانہ کم از کم ایک پارہ پڑھنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ترجمہ سیکھنے کے لیے بھی وقت نکالو۔ اور چیزوں کے لیے تمہارے پاس بڑا وقت ہے مثلاً کھیلوں کے لیے۔ اگر تم دس پندرہ منٹ بھی دے دو تو ترجمہ کلاس شروع ہو جائے گی پہلے کچھ بزرگ پڑھتے رہتے ہیں ان کا قرآن ختم ہو گیا ہے۔ نو جوانو! قبر حشر کی فکر کرو۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اَمْ تَسْئَلُھُمْ خَرْجًا، خرج کا معنٰی وظیفہ، نذرانہ، چندہ۔ یا آپ ان سے وظیفہ مانگتے ہیں، چندہ مانگتے ہیں کہ یہ آپ کے قریب نہیں آتے آپ کی بات نہیں مانتے فَخَرَاجُ رَبِّکَ خَیْرٌ پس آپ کے رب کی طرف سے جو وظیفہ ہے ،نذرانہ ہے، ثواب ہے، جو اجر ملے گا وہ بہتر ہے۔ آپ ان سے کچھ بھی نہیں مانگتے وَّھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ تمام رزق دینے والوں سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ باقی تو سب مجازی رزاق ہیں کہ یہی کر سکتے ہیں کہ رزق کما کر دے دیں دانہ تو ایک بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اور بے شک آپ ان کو دعوت دیتے ہیں اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف جو رب تعالیٰ کی

طرف جاتا ہے۔ان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ اس کو قبول کریں وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور بے شک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ وہ سیدھے راستے سے اعراض کرتے ہیں۔سیدھے راستے کو قبول کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

۞ ۞ ۞

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ

مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾

وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ اور اگر ہم ان پر رحم کریں وَكَشَفْنَا اور ہم دور کردیں مَا وہ چیز بِهِمْ جو ان کو ہے مِّنْ ضُرٍّ تکلیف لَّلَجُّوْا البتہ وہ اصرار کریں فِیْ طُغْیَانِهِمْ اپنی سرکشی میں یَعْمَهُوْنَ سرگرداں پھریں گے وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پکڑا ان کو بِالْعَذَابِ عذاب میں فَمَا اسْتَكَانُوْا پس وہ نہ

دبے لِرَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ اور نہ وہ گڑگڑائے حَتّٰى
اِذَا فَتَحْنَا یہاں تک کہ جب ہم نے کھول دیا عَلَيْهِمْ بَابًا ان پر دروازہ ذَا
عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب والا اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ اچانک وہ اس میں نا
امید ہو گئے وَهُوَ الَّذِیْٓ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَنْشَاَلَكُمُ السَّمْعَ جس
نے بنائے تمہارے لیے کان وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں وَالْاَفْئِدَةَ اور دل قَلِيْلًا
مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت تھوڑا ہے جو تم شکر ادا کرتے ہو وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات
ہے ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں وَاِلَيْهِ
تُحْشَرُوْنَ اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ذات
ہے يُحْيٖ جو زندہ کرتی ہے وَيُمِيْتُ اور مارتی ہے وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ
وَالنَّهَارِ اور اسی کے حکم سے بدلتی ہے رات اور دن اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے
نہیں بَلْ قَالُوْا بلکہ کہا انہوں نے مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ جیسے پہلوں نے کہا تھا
قَالُوْٓا انہوں نے کہا ءَاِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہم ہو
جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا بے شک ہم دوبارہ
اٹھائے جائیں گے لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ البتہ تحقیق وعدہ کیا گیا ہمارے ساتھ
وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے باپ دادا کے ساتھ هٰذَا اس کا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے
اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں قُلْ آپ
فرما دیں لِّمَنِ الْاَرْضُ کس کے لیے ہے زمین وَمَنْ فِيْهَآ اور جو مخلوق اس

زمین میں ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکید وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ کون ہے رب سات آسمانوں کا وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اور مالک عرش عظیم کا سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکید وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے قُلْ آپ فرما دیں اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں۔

کافروں کی کیفیت :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور سیدھے راستے سے اعراض کرتے ہیں۔ان لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ اور اگر ہم ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل کریں، مال دیں، اولاد دیں، عزت دیں۔جو بھی دنیا کی ضرورت کی چیزیں ہیں وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ اور دور کر دیں جو ان کو تکلیف ہے۔ذہنی ہے، مالی ہے، بدنی ہے، یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی لَّلَجُّوْا البتہ وہ اصرار کریں گے، ڈٹے رہیں گے فِيْ طُغْيَانِهِمْ اپنی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ سرگرداں پھریں گے۔ اگر غور کرو تو ہمارا یہی حال ہے۔ دنیاوی لحاظ سے لوگوں نے کافی ترقی کی ہے مکانات دیکھو، آمدنی دیکھو، تنخواہیں دیکھو لیکن رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔آج سے پچاس سال پہلے کے لوگوں کے عقائد میں پختگی ہوتی تھی سادگی اور اخلاص ہوتا تھا آج صرف مفاد کا تعلق ہے رشتہ دار بھی ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو مفاد کے ساتھ۔ محض رشتہ دار سمجھ کر ملنے والے بہت کم ہیں کہ میرا عزیز ہے، کمزور ہے اس سے

ہمدردی کرنی چاہیے اس کو ملنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے ایسے بہت کم ہیں۔تو فرمایا وہ سرکشی میں سرگرداں پھیریں گے وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو پکڑا عذاب میں ان کو سزا دی فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ پس نہ دبے اور جھکے اپنے رب کے سامنے وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ اور نہ وہ گڑگڑائے ، عاجزی اور زاری نہ کی۔

مشرکوں کے لیے آپ ﷺ نے قحط کی بددعا فرمائی :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے مکے والوں کے سامنے حق پیش کیا اور انہوں نے قبول کرنے کے بجائے سختی کے ساتھ رد کر دیا تو آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی ہوئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مکے والوں پر قحط سالی مسلط ہوئی اردگرد کے علاقوں میں قحط سالی ہوئی فصلیں پیدا نہ ہوئیں دانے ناپید ہو گئے ، بارش کا ایک قطرہ تک نہ برسا، جھاڑیاں جھلس گئیں۔ مکے والے مجبور ہو گئے حَتّٰی اَكَلُوا الْعِظَامَ وَالْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ ”یہاں تک کہ انہوں نے ہڈیاں اور چمڑے اور مردار کھائے۔“ ہڈیاں پیس پیس کر کھاتے تھے، چمڑے پانی میں بھگو کر رکھتے پھر ان کو کھاتے ، مردار جانور کھاتے رہے۔ یہ تینوں لفظ بخاری شریف میں موجود ہیں۔ ابو سفیان اس وقت ؓ نہیں ہوئے تھے۔ لوگوں کا ایک وفد لے کر آپ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ آیا۔ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) آپ کی قوم بھوک سے مر رہی ہے یہ آپ کی بددعا کا نتیجہ ہے لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ تعالیٰ حالات بدل دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا چچا جان! ہر شے رب تعالیٰ کے قبضے میں ہے رب تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کر لو مجھے پیغمبر مان لو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لے آؤ پھر دیکھو رب تعالیٰ کی رحمتیں کیسے تمہارے اوپر نچھاور ہوتی ہیں۔ کہنے لگا اس

بات کو چھوڑ دیں اس چیز کا نام نہ لیں ویسے ہمارے لیے دعا کریں ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسے تو میں نے دعا نہیں کرنی کہ تم رب تعالیٰ کے نافرمان ہو اور اسی پر ڈٹے ہوئے ہو۔ اسی کا ذکر ہے کہ البتہ تحقیق پکڑا ہم نے مکے والوں کو عذاب میں پس وہ نہیں جھکے اپنے رب کے سامنے نہ انہوں نے عاجزی کی حَتّٰی اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ یہاں تک کہ کھولا ہم نے ان پر بَابًا دروازہ ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ سخت عذاب والا اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ اچانک وہ ناامید ہو گئے ۔

واقعہ بدر کی جھلک :

یہ واقعہ بدر کے متعلق ہے کہ کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی ۔ تلواریں ، نیزے ، تیر کمان ہر طرح کا اسلحہ ان کے پاس تھا ، سریلی آواز والی عورتیں گانے کے لیے ساتھ لائے تھے ، اونٹوں پر شراب کی بوتلیں لدی ہوئی تھیں کہ مسلمانوں کا صفایا کر کے شراب کباب کی محفلیں منعقد کریں گے گانے والیاں گائیں گی اردگرد کے قبائل کی بھی دعوت کریں گے ۔ بھنگڑے ڈالتے ہوئے اچھلتے کودتے ہوئے مکہ مکرمہ سے چلے اُعْلُ هُبَلُ کے نعرے لگاتے ہوئے ہبل زندہ باد ۔ مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ ، آٹھ تلواریں ، چھ زریں تھی ۔ انسان تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ آٹھ تلواریں ہزار تلواروں پر غالب آئیں گی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ [آل عمران:۱۲۴] ''اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی بدر کے مقام پر اور تم انتہائی کمزور اور بے سروسامانی کی حالت میں تھے ۔'' اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقتور جماعت پر فتح عطا فرمائی ۔ ستر ایسے کافر مارے گئے جو کفر کی جڑ اور بنیاد تھے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی سب بھاگ گئے اور ان بھاگنے والوں میں وہ بھی تھے جو کئی دنوں تک گھر سے باہر نہیں نکلے کہ کیا منہ دکھائیں گے ۔

کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کی یہ امید بالکل ختم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ اسی کا ذکر ہے کہ جب ہم نے کھولا ان پر سخت عذاب کا دروازہ تو اس وقت وہ نا امید ہو گئے۔
ناشکری کرتے ہو رب تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھو وَهُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَنْشَاَلَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ جس نے بنائے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل۔ کان کی قدر بہرے سے پوچھو، آنکھ کی قدر اندھے سے پوچھو کہ بہرا بات کرنے والے کی بات سن نہیں سکتا اور اندھا کبھی اس دیوار سے ٹکراتا ہے کبھی اس دیوار سے ٹکراتا ہے۔ دل کی قدر پاگل سے پوچھو شکل بڑی عمدہ لیکن بات کرنے کا ڈھنگ نہیں۔ صرف دل کے علاج پر لاکھوں روپے خرچ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری نعمتیں مفت میں عطا فرمائی ہیں قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت تھوڑا ہے جو تم شکر ادا کرتے ہو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان اعضاء کے اور قویٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دل میں جگہ دیتے۔ کانوں سے خدا رسول کا کلام سنتے، آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھتے مگر تم نے ان چیزوں کو غلط استعمال کیا وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ اور وہ وہی ذات ہے جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے انسانی آبادی کو دنیا کے مختلف خطوں میں بکھیر دیا ہے کوئی میدانی علاقے میں کوئی پہاڑی علاقے میں کوئی ٹھنڈے اور کوئی گرم علاقے میں کوئی خشک اور کوئی تر علاقے میں پورے اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور ہر ایک اپنے مقام پر خوش ہے اور اپنے اپنے علاقے سے محبت رکھتے ہیں۔

چند بنیادی سوال ہر آدمی سے ہونگے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چند بنیادی سوال اللہ تعالیٰ ہر ایک سے کریں گے۔

❁......زندگی کہاں گزاری؟

❁......جوانی کہاں خرچ کی؟

❁......میں نے تجھے مال دیا تھا وہ کہاں خرچ کیا ہے؟

❁......تجھے جو علم دیا تھا اس پر کتنا عمل کیا؟

فرمایا وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اسی کے حکم سے بدلتی ہے رات اور دن۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رات دن مختلف ہوتے ہیں رات تاریک ہے دن روشن ہے۔ کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن بڑھ جاتا ہے۔ آج سے ایک مہینہ پہلے دن تقریباً ایک گھنٹہ رات سے چھوٹا تھا اب ایک گھنٹہ بڑھ گیا ہے۔ جوں جوں گرمی آئے گی دن بڑھتا جائے گا اور رات گھٹتی جائے گی۔ یہ سب رب تعالیٰ کے حکم کیساتھ ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں رب تعالیٰ کی قدرت کو رب تعالیٰ کی توحید کو بَلْ قَالُوْا بلکہ ان لوگوں نے وہی بات کہی مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ جیسے پہلوں نے کہی تھی۔ پہلے لوگوں نے کیا کہا تھا؟ قَالُوْٓا انہوں نے کہا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ہو جائیں گے ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جو مر گیا ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں خاک ہو گیا وہ دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ وہ قیامت کے منکر تھے اسی لیے گناہوں پر جری اور دلیر تھے اور جس آدمی کو یقین ہو کہ قیامت حق ہے اور میں نے رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اور پائی پائی کا حساب ہو گا تو وہ سوچ سمجھ کر کام کرے گا اور جس کو قبر یاد نہیں آخرت کی فکر نہیں اور برائیوں سے اس کا دل سیاہ ہو چکا ہے اس کو کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔

دل کیسے سیاہ ہوتا ہے :

اور یاد رکھو حدیث پاک میں آتا ہے اِذَا اَذْنَبَ الْعَبْدُ ذَنْبًا تُکْتَبُ عَلٰی قَلْبِہٖ نُکْتَۃً سَوْدَآءَ ''جب آدمی گناہ کرتا ہے اس کے دل پر سیاہ دھبا پڑ جاتا ہے جب دوسرا گناہ کرتا ہے دوسرا دھبا پڑ جاتا ہے، تیسرا گناہ کرتا ہے تیسرا دھبا پڑ جاتا ہے۔'' ایک پاؤ کے قریب تو دل کا ٹکڑا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر ایک غلاف چڑھ جاتا ہے کَلَّا بَلْ رَّانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ [سورۃ مطففین] ''خبردار بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں۔'' جب دل پر غلاف چڑھ جاتا ہے تو پھر نیکی کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی چھوٹی سی علامت یاد رکھو کہ جب بندے کو نیکی کا شوق اور رغبت نہ ہو اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر گناہوں کا غلاف چڑھ گیا ہے۔ ایسی حالت میں آدمی کو توبہ کی توفیق بہت کم نصیب ہوتی ہے اور جو توبہ کر کے نہ مرا اس کی آخرت برباد ہو گئی۔ بخلاف اس کے وہ آدمی کہ جس کے دل پر غلاف نہیں چڑھا وہ گناہ کرے گا تو دل اس کو آگاہ کرے گا کہ یہ کام برا ہے۔ اگر کبھی گناہ ہو بھی گیا تو توبہ کرے گا۔

تو فرمایا انہوں نے وہی بات کہی جو پہلوں نے کہی تھی کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا ھٰذَا البتہ تحقیق وعدہ کیا گیا ہمارے ساتھ اور ہمارے باپ دادا کے ساتھ اس کا کہ تم دوبارہ کھڑے کیے جاؤ گے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ لیکن وہ ابھی تک قبروں میں ہیں لہٰذا کوئی قیامت نہیں ہے اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ نہیں ہے یہ باتیں مگر پہلوں کی قصے کہانیاں۔ پہلوں کی کہانیاں سناتے رہتے ہو ابھی تک قیامت آئی تو نہیں نہ ہمارا باپ زندہ ہوا نہ دادا قُلْ آپ کہہ دیں لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھَآ کس

کے لیے ہے زمین، زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور جو اس میں مخلوق ہے اس کو کس نے پیدا کیا ہے اور کس کے تصرف میں ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے تو بتاؤ جس زمین پر چلتے پھرتے ہو جس پر تمہارے مکانات ہیں تمہاری بود و باش، باغات اور کارخانے ہیں یہ کس نے بنائی ہے اور اس میں جو مخلوق ہے وہ کس نے پیدا فرمائی ہے؟ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکید یہ مشرک کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اسی نے پیدا فرمائی ہے اور اس میں جو مخلوق ہے وہ بھی اسی کی ہے اسی نے پیدا فرمائی ہے۔ پھر ان سے پوچھو اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ یہ سب کچھ مان کر بھی رب تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ تسلیم نہیں کرتے اس کے احکامات کو نہیں مانتے۔

دوسرا سوال قُلْ آپ ان سے کہہ دیں مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ کون رب ہے سات آسمانوں کا، یہ کس نے بنائے ہیں، ان کو سنبھالنے والا کون ہے؟ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اور مالک عرش عظیم کا رب اور مالک کون ہے کس نے بنایا ہے کس کے تصرف اور ملک میں ہیں؟ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکید یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں یہ سب کچھ مان کر بھی۔ مشرک رب تعالیٰ کے وجود کے منکر نہیں تھے رب تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو نتھی کرتے تھے جیسے سکھ کہتے ہیں جو رب کرے لالو ہور، نانک بابا ہور۔ رب کو مان کر پھر بابا نانک کی ٹانگ ساتھ جوڑتے ہیں۔ یہی مشرکوں کا طریقہ تھا رب تعالیٰ کو مان کر اوروں کو ساتھ نتھی کرتے تھے۔ یہ شرک بہت بری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک کو سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞۞۞

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

قُلْ آپ کہہ دیں مَنْۢ بِيَدِهٖ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہے مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا اختیار وَّهُوَ يُجِيْرُ اور وہی پناہ دیتا ہے وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اور نہیں پناہ دی جاسکتی اس کے مقابلے میں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ بتاکید وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے قُلْ آپ کہہ دیں فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ پس کہاں سے تم پر جادو کیا جارہا ہے بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ

بلکہ ہم نے دیا ہے ان کو حق وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ اور بیشک وہ جھوٹے ہیں مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد وَّمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اور نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ اور معبود اِذًا لَّذَھَبَ اگر تو البتہ لے جاتا کُلُّ اِلٰہٍ ہر الٰہ بِمَا خَلَقَ جو مخلوق اس نے پیدا کی وَلَعَلَا بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ اور البتہ چڑھائی کر دیتا ان کا بعض بعض پر سُبْحٰنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا ان چیزوں سے یَصِفُوْنَ جو وہ بیان کرتے ہیں عٰلِمِ الْغَیْبِ جاننے والا ہے غیب کی چیزوں کو وَالشَّھَادَۃِ اور حاضر کو فَتَعٰلٰی پس بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ان چیزوں سے جن کو اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں رَّبِّ اے میرے رب اِمَّا تُرِیَنِّیْ اگر آپ دکھائیں مجھ کو مَا یُوْعَدُوْنَ وہ چیز جس کا وعدہ کیا جاتا ہے ان کے ساتھ رَبِّ اے میرے رب فَلَا تَجْعَلْنِیْ پس نہ کرنا مجھے فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم میں وَاِنَّا اور بے شک ہم عَلٰٓی اَنْ اس بات پر نُّرِیَکَ کہ دکھائیں ہم آپ کو مَا وہ نَعِدُھُمْ جس کی ہم ان کو دھمکی دیتے ہیں لَقٰدِرُوْنَ البتہ ہم قادر ہیں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ آپ دفاع کریں ایسے طریقے کے ساتھ ھِیَ اَحْسَنُ جو اچھا ہو السَّیِّئَۃَ برائی کو نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا یَصِفُوْنَ اس چیز کو جو وہ بیان کرتے ہیں وَقُلْ رَّبِّ اور آپ کہہ دیں اے میرے رب اَعُوْذُبِکَ میں پناہ لیتا ہوں مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ شیطانوں کے وساوس سے وَاَعُوْذُبِکَ اور میں پناہ لیتا

ہوں آپ کی رَبِّ اے میرے رب اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں حَتّٰی اِذَا جَآءَ یہاں تک کہ جب آتی ہے اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ ان میں سے کسی ایک کے پاس موت قَالَ کہتا ہے رَبِّ ارْجِعُوْنِ اے میرے رب مجھے دنیا کی طرف لوٹا دے لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا تاکہ میں عمل کروں اچھے فِیْمَا تَرَكْتُ اس کے مقابلے میں جو میں چھوڑ آیا ہوں كَلَّا ہرگز نہیں ہوگا اِنَّهَا كَلِمَةٌ بے شک یہ ایک بات ہے هُوَ قَآئِلُهَا جس کو وہ کہہ رہا ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اور ان کے آگے پردہ ہے اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن ان کو اٹھایا جائے گا۔

ساری بنیادی چیزیں مشرک تسلیم کرتے ہیں :

مشرکین مکہ کے بارے میں بات چلی آرہی ہے کہ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهَآ آپ ان سے کہیں کہ زمین اور اس میں جو مخلوق ہے وہ کس کی ہے اگر تم جانتے ہو تو بتا کید کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ دوسرا سوال تھا کہ سات آسمانوں کا رب کون ہے؟ اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ تو بتا کید یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم شرک سے نہیں بچتے۔

اب تیسرا سوال قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ آپ ان سے کہہ دیں کون ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں جس کے قبضے اور قدرت میں ہے ہر چیز کا اختیار۔ اور دوسری چیز وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اور وہی پناہ دیتا ہے اور نہیں پناہ دی جا سکتی اس کے مقابلے میں۔ بتلاؤ یہ صفت کس کی ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ بتاکید کہیں گے کہ یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کی ہے۔اب جب یہ سب باتیں تسلیم کرتے ہیں تو قُلْ آپ کہہ دیں فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ پس کہاں سے تم پر جادو کیا جارہا ہے۔سب کچھ مان کر تم پھر بھی رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔

شرک پر مشرکوں کے دلائل :

یاد رکھنا! شرک کے سینگ نہیں ہوتے اور نہ مشرک کے سینگ ہوتے ہیں کہ جو شرک کرے اس کو سینگ لگ جائیں۔شرک عقیدے اور نظریئے کا نام ہے۔اور نہ ہی مشرک خدا کا مخالف ہوتا ہے۔مشرک بظاہر جتنا رب تعالیٰ کا ادب کرتا ہے شاید بظاہر اتنا موحد بھی نہ کرتے ہوں۔مشرک کہتا ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات بہت اونچی اور بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں ہماری رب تعالیٰ تک رسائی نہیں ہے۔جب تک درمیان میں بزرگوں کی سیڑھیاں نہ لگائیں۔اب دیکھو! بظاہر کتنا ادب کر رہا ہے۔پھر یہ مثال دیتے ہیں بادشاہ کو ہر آدمی نہیں مل سکتا بادشاہ کو ملنے کے لیے افسروں کے واسطے ہوتے ہیں اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۳۶ میں ہے کہ جب وہ پیداوار میں سے حصہ نکالتے تھے یا جانوروں میں سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور دوسرے معبودوں کے لیے تو ایک ڈھیری اللہ تعالیٰ کی اور دوسری ڈھیری دوسرے معبودوں کی تو ان کے دوسرے معبودوں والی ڈھیری میں سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے اور اگر اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے معبودوں کی ڈھیری میں مل جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے کہ خدا تو بے پرواہ ہے وہ محتاج ہیں ضرورت مند ہیں۔تو اس سے اندازہ لگاؤ اللہ تعالیٰ کے لیے بظاہر کتنی عقیدت تھی۔رب تعالیٰ کو اپنا خالق بھی مانتے تھے،آسمانوں اور زمین کا خالق بھی مانتے تھے اور سورۃ یونس آیت نمبر ۳۱ میں ہے قُلْ ”آپ کہہ دیں مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

وَالْاَرْضِ کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ کون ہے جو مالک ہے کانوں کا اور آنکھوں کا وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ اور نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔'' بعض کافروں سے مومن پیدا کرتا ہے بعض بہت برے ہوتے ہیں ان کو بہت نیک اولاد دیتا ہے۔

دیکھو مروان اچھی شہرت کا مالک نہیں تھا لیکن اس کا پوتا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد تھا۔ رب تعالیٰ کی قدرت ہے زندہ انسان سے نطفہ پیدا کرتا ہے، زندہ مرغی سے انڈا پیدا کرتا ہے انڈے سے چوزہ نکالتا ہے۔ نطفہ بے جان سے بچہ پیدا کرتا ہے وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون ہے جو سب کاموں کی تدبیر کرتا ہے فَسَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ پس یہ بتاکید کہیں گے اللہ تعالیٰ۔ یہ مشرک کہیں گے کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم شرک سے نہیں بچتے۔''

یہ مشرکین مکہ کے نظریات کا ذکر ہے۔ اب تم اپنے زمانے کے مشرکوں کا نظریہ بھی سن لو اور پھر یہ نظریہ بیان کرنے والا ان کا کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ احمد رضا خان کو امام کا درجہ دیتے ہیں۔ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق کہتا ہے......

؎ ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

حدائق بخشش حصہ ۲ صفحہ ۱۹ اور صفحہ ۸ پر لکھتا ہے......

؎ احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

سب کن مکن کے اختیارات شیخ عبد القادر جیلانی کے پاس ہیں۔ اور ظلم کی بات سنو! ''الامن والعلی'' کے صفحہ ۸۵ پر لکھتا ہے...... آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کرے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دیکھو! سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کی ولادت ۴۹۵ھ میں ہوئی اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے ۴۹۵ھ سے پہلے سورج چڑھتا تھا یا نہیں چڑھتا تھا؟ اگر چڑھتا تھا تو کس کو سلوٹ مارتا تھا؟ یاد رکھنا! یہ نظریات بالکل قرآن کے خلاف ہیں اسی لیے میں نے تمہیں سورہ یونس کی آیتیں نکال کر پڑھوائی ہیں تاکہ تم مغالطے میں نہ رہو اور قیامت والے دن یہ نہ کہنا کہ ہمیں کسی نے مسئلہ بتایا نہیں تھا۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں ان سے پوچھیں ہر چیز کا اختیار کس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے تو بتا کید یہ کہیں گے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان سے کہیں تم پر کہاں سے جادو ہو گیا ہے کیوں شرک کرتے ہو؟ بَلْ اَتَیْنٰھُمْ بِالْحَقِّ بلکہ ہم نے ان کو دیا ہے حق۔ حق ان کو پہنچا دیا ہے وَ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ اور بے شک شرک کرنے والے جھوٹے ہیں۔

آگے ان کا ذکر ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرٰی مَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ [سورۃ توبہ] اور عرب کے مشرک وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ [نحل: ۵۷] کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد۔ اس کی صفت ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ''نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔'' وَّمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اور نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ، نہ مشکل کشا، نہ حاجت روا،

نہ فریادرس، نہ کوئی دستگیر اور یہاں کیا ہے (بریلویوں کے) خان صاحب تک کہتے ہیں......

امداد کن امداد کن از رنج وغم آزاد کن
دردین ودنیا شاد کن یاغوث اعظم دستگیر

ڈنکے کی چوٹ پر یہ بدعتی مسجد، مسجد میں کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا [سورۃ جن] ''اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں پس مت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایک کو۔'' آج وہ مسجدیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہیں کفر وشرک کا اڈا بنی ہوئی ہیں۔

بدعتیوں کیساتھ مسائل کا اختلاف اصولی ہے :

یادرکھنا! انہیں فروعی مسئلے نہ سمجھنا۔ جیسے بہت سارے نادان یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے حنفی، شافعی، مالکی وغیرہ فروعی مسائل ہیں یہ بھی ایسے ہی ہیں حَاشَا وَکَلَّا یہ سب کفر ہیں، قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں۔ تمام فقہاء ملت کی مخالفت ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی الٰہ نہیں ہے اِذًا اس وقت اگر کوئی اور الٰہ ہوتا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ البتہ لے جاتا ہر الٰہ بِمَا خَلَقَ جو مخلوق اس نے پیدا کی اس کو اپنے ساتھ کر لیتا وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور البتہ چڑھائی کر دیتا ان کا بعض بعض پر۔ جیسے آج کل حکومتیں ایک دوسرے پر چڑھائی کرتی ہیں، حملہ کرتی ہیں اسی طرح اگر کوئی اور الٰہ ہوتا رب تعالیٰ کے مقابلے میں تو وہ رب تعالیٰ پر حملہ کر دیتا اور رب اس کا جواب دیتا پھر صلح ہوتی اور نہ جانے وہ صلح کب تک رہتی؟ شاعر کہتا ہے......

صلح کیا ہے مہلت سامان جنگ

صلح تو اس لیے ہوتی ہے کہ ہم اور تیاری کرلیں۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک

ہے عَمَّا یَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ نہ رب تعالیٰ کا بیٹا ہے نہ بیٹی، نہ رب تعالیٰ کا کوئی شریک ہے اس کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔

مشرکوں کی دلیل کا رد :

مشرک شرک پر دلیل کیا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مکان کی چھت پر بغیر سیڑھی کے کوئی جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [ق:۱۶] ''ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی شاہ رگ سے۔'' لگاؤ نا یہاں سیڑھی۔ سیڑھی تو دور کے لیے لگائی جاتی ہے رب تعالیٰ تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے یہاں سیڑھی کی کیا ضرورت ہے؟ اور سورہ حدید میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ''وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' ان لوگوں نے فضول باتیں کر کے لوگوں کا ایمان تباہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا معنیٰ :

عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ نوجوانو! عالم الغیب والشہادہ کا معنیٰ اچھی طرح سمجھ لو۔ عالم الغیب والشہادہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے غیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے رب اس کو جانتا ہے۔ رب تعالیٰ کے تو ہر چیز سامنے ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ یہ ہماری نسبت سے ہے کہ جو چیزیں ہم سے غائب ہیں وہ ان کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں ہمارے سامنے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دور میں ایک مولوی کا سر پھر گیا اس نے کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہ کہو کیونکہ اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ اتنی بات تو صحیح تھی کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے مگر اس کا یہ کہنا کہ عالم الغیب نہ کہو یہ غلط تھا۔ مقامی علماء نے سمجھایا مگر نہ

سمجھا۔ حضرت مجدد الف ثانی" اپنے دور کے بڑے عالم بڑے ولی اللہ تھے ان کی کتاب "مکتوبات شریف" فارسی زبان میں ہے اب ترجمہ ہو چکا ہے نوجوان طبقہ لڑکے لڑکیوں کو ناولوں کے بجائے یہ کتابیں پڑھنی چاہییں ۔ ان کا ایمان بنے ، اعمال بنیں ، آخرت درست ہو۔ دینی کتابیں گھروں میں بہت کم ہیں دو چار ہوئیں تو کیا ہوئیں ؟ اکثریت مذہب سے نا آشنا ہے۔ تو حضرت مجدد الف ثانی" کو کسی نے خط دیا کہ ایک مولوی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہ کہو۔ حضرت عمرؓ کی نسل میں سے تھے۔ جیسے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی" حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے ہیں سید ہیں۔ تو فرمایا میں نے خط پڑھا ہے" بے اختیار رگ فاروقیم درحرکت شد۔ میری رگ فاروقی پھڑک اٹھی ۔" اوظالم! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے عالم الغیب و الشھادۃ اور حدیث پاک میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام عالم الغیب والشہادہ فرمایا ہے۔ اور امت کا اجماع ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے تو کون ہوتا ہے یہ کہنے والا کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ نہ کہو؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب والشہادہ ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ جو چیز مخلوق سے غائب ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو چیز مخلوق کے سامنے ہے اس کو بھی جانتا ہے فَتَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پس بلند ہے ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں، دعا کریں رَّبِّ اے میرے رب! اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ اگر آپ دکھادیں مجھے وہ عذاب جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ ان کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آئے گا رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اے میرے رب! پس نہ کرنا مجھے ظالم قوم میں سے، مجھے عذاب سے محفوظ رکھنا، ظالموں کے ساتھ مجھے نہ رکھنا وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ اور بے شک ہم اس بات پر کہ ہم آپ کو دکھائیں مَا نَعِدُهُمْ وہ

عذاب جس کی ہم ان کو دھمکی دیتے ہیں لَقٰدِرُوْنَ البتہ ہم قادر ہیں کہ آپ کی موجودگی میں ان کو عذاب دیں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ آپ دفاع کریں ایسے طریقے کے ساتھ جو اچھا ہو السَّیِّئَةَ برائی کو۔ دیکھو! قرآن میں موجود ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو شاعر کہا معاذ اللہ تعالیٰ مجنون کہا، جادوگر کہا، جادو زدہ کہا، کاہن کہا، مفتری کہا۔ آج تم کسی آدمی کو یہ باتیں کہو تو اس کو طبعی طور پر کتنی ناگوار گزرتی ہیں۔ چاہے کسی کا جتنا بھی حوصلہ ہو دل میں کڑھے گا ضرور کہ میں اچھا بھلا آدمی ہوں مجھے پاگل کہہ رہا ہے۔ سچے آدمی کو جھوٹا کہنے سے اس کو کتنی کوفت ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سبق دیا کہ جو کہتے ہیں کہتے رہیں آپ ﷺ نے ان کو اس طرح کا جواب نہیں دینا کیونکہ آپ ﷺ کا مقام بہت بلند ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ ﷺ نے بھی وہی الفاظ ان کو کہے تو اخلاق غیر اخلاق میں کیا فرق رہا؟ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ [سورۃ قلم] ''آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔'' تو فرمایا دفاع کریں ایسے طریقے سے جو اچھا ہو برائی کو نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں وَقُلْ آپ کہہ دیں رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ اے میرے رب میں آپ کی پناہ لیتا ہوں مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ شیطانوں کے وساوس سے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ ''بے شک شیطان انسان میں وہاں تک اثر کر سکتا ہے جہاں تک خون چلتا ہے۔'' وَاَعُوْذُبِکَ اور میں پناہ لیتا ہوں آپ کی رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اے میرے رب کہ شیطان میرے پاس آئیں اور مجھے ورغلائیں۔

یہ آنحضرت ﷺ کو سبق دے کر ہمیں تعلیم دی ہے کہ یہ دعائیں کر کے شیطان کے وساوس سے ہمیں بچا۔ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ یہاں تک کہ جب آتی ہے ان

میں سے کسی ایک کے پاس موت قَالَ کہتا ہے اس وقت رَبِّ ارْجِعُوْنِ اے میرے رب! مجھے دنیا کی طرف لوٹا دے۔ مرتے وقت منتیں کرتا ہے کہ مجھے تھوڑا سا وقت مل جائے پروردگار لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا تا کہ میں عمل کروں اچھے فِیْمَا تَرَکْتُ اس کے مقابلے میں جو میں چھوڑ رہا ہوں۔ اب میں ان اوقات میں نیک کام کروں گا۔ جواب ملے گا کَلَّا ہرگز نہیں مہلت ملے گی اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا بے شک یہ ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے تھوڑی سی مہلت مل جائے میں توبہ کروں گا، استغفار کروں گا، اچھے کام کروں گا، برے کام نہیں کروں گا۔ فرمایا یہ ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اس کی حیثیت کوئی نہیں ہے اس کو قبول نہیں کیا جائے گا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اور ان کے آگے پردہ ہے۔ قبر کو بھی برزخ کہتے ہیں بظاہر قبر ہمارے سامنے مٹی کا ڈھیر ہے مگر اس کے اندر انسان کی جنت بھی ہے اور دوزخ بھی۔ فرمایا اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن ان کو اٹھایا جائے گا۔ پردہ ہے قیامت تک قبر برزخ میں رہیں گے۔

۞۞۞

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

فَاِذَا نُفِخَ پس جس وقت پھونکی جائے گی فِی الصُّوْرِ بگل فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ پس نہیں ہوگا رشتہ ناتا ان کے درمیان یَوْمَئِذٍ اس دن وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ اور نہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے فَمَنْ پس وہ شخص کہ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ بھاری ہوں گے اعمال اس کے فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے وَمَنْ اور وہ شخص خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ہلکے ہوں گے اعمال اس کے فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ پس یہی لوگ ہیں خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ جھلس دے گی ان کے چہروں کو النَّارُ آگ وَهُمْ فِیْهَا کٰلِحُوْنَ اور وہ اس دوزخ میں بدشکل ہونگے اَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ کیا

نہیں تھیں میری آیتیں تُتْلٰی عَلَیْکُمْ تلاوت کی جاتی تھیں تم پر فَکُنْتُمْ بِھَا تُکَذِّبُوْنَ پس تم ان کو جھٹلاتے تھے قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا اے ہمارے رب غالب آئی ہم پر ہماری بدبختی وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ اور ہم تھے گمراہ قوم رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا مِنْھَا ہمیں نکال دے اس دوزخ سے فَاِنْ عُدْنَا پھر اگر ہم لوٹیں گناہوں کی طرف فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ پس بیشک ہم ظالم ہوں گے قَالَ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ اِخْسَئُوْا فِیْھَا ذلیل ہو جاؤ دوزخ میں وَلَا تُکَلِّمُوْنِ اور مجھ سے بات نہ کرو۔

قیامت کا منظر :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے مسئلہ توحید اور رسالت اور قیامت۔ توحید، رسالت، قیامت حق ہیں۔ قیامت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ پس جس وقت بگل پھونکی جائے گی۔ جب رب تعالیٰ کو منظور ہوگا دنیا کو فنا کرنا تو اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے بگل پھونکو۔ اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے تو مشرق، مغرب، شمال، جنوب، قریب دور کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ سب جاندار چیزیں ختم ہو جائیں گی یہاں تک کہ فرشتے بھی باقی نہیں رہیں گے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، عزرائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام سب پر موت آئے گی وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَام ''صرف رب تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔'' بخاری شریف کی روایت کے مطابق چالیس سال بعد پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو (زندہ کر

کے)حکم دیں گے وہ دوبارہ بگل پھونکیں گے۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ''جب ہلا دی جائے گی زمین ہلا دیا جانا اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی۔'' عظیم زلزلہ ہوگا اور لوگ اپنی قبروں سے اور جہاں جہاں کہیں بھی ہوں گے چاہے کسی کو مچھلیوں نے کھایا ہوگا چاہے درندوں اور پرندوں نے یا آگ میں جلا دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ سارے اپنے مکمل جسم کے ساتھ باہر نکل آئیں گے۔ تعجب کے مارے کہیں گے مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا [یٰسین:۵۲] ''کس نے اٹھایا ہمیں ہماری خوابگاہوں سے۔'' جواب آئے گا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ''وہی ہے جس کا وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔'' تو دو دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس کا منہ ایک طرف سے تنگ ہے اور دوسری طرف سے کشادہ ہے۔ تنگ حصہ فرشتے کے منہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ہے کہ کب حکم ہو اور وہ اس میں پھونک مار دے۔ تو فرمایا جب صور پھونکا جائے گا فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ پس نہیں ہوگا رشتہ ناتا ان کے درمیان اس دن۔ نسبی تعلقات اور خاندانی رشتے ختم ہو جائیں گے۔ کوئی رشتہ دار کسی رشتہ دار کے کام نہیں آئے گا تمام تعلقات ختم ہو جائیں گے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ [عبس: پارہ ۳۰] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور بیٹوں سے (کہ کہیں یہ میرے سے کوئی نیکی نہ مانگ لیں۔) ہر آدمی کے لیے اس دن یہی حال ہوگا جو اس کو دوسرے سے بے پرواہ کرے گا۔'' ہر ایک کو اپنی مصیبت پڑی ہوگی۔ وَ

لَا یَتَسَآءَ لُوْنَ اور نہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا۔ یہ کافر مشرکوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اہل ایمان ایک دوسرے کا حال پوچھیں گے۔ چنانچہ سورۃ طٰہٰ میں ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَ لُوْنَ ''اور وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے۔'' اور سوال جواب بھی ہونگے میدان محشر میں سب جمع ہونگے حساب کتاب ہوگا اعمال تلیں گے فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ پس وہ شخص کہ بھاری ہوں گے اعمال اس کے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ اور وہ شخص جس کے اعمال ہلکے ہوں گے فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ پس یہی لوگ ہیں خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو فِیْ جَھَنَّمَ خٰلِدُوْنَ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اعمال کے تلنے کا ذکر اور مفہوم :

مسئلہ سمجھ لیں۔ اعمال کا تلنا حق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ پہلا شخص جس نے اس کا انکار کیا ہے وہ واصل بن عطا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ کا باشندہ تھا ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ میں فوت ہوا۔ یہ اوٹ پٹانگ ذہن کا آدمی تھا اس نے بہت ساری چیزوں میں شک پیدا کیا۔ ایک بات اس نے یہ کہی کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی کو نہیں ہوگا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکے تو اور کون کر سکتا ہے؟ حالانکہ یہ اس کا نظریہ غلط تھا کیونکہ اس جہان کے احکام الگ ہیں اور اس جہان کے احکام الگ ہیں۔ وہ نیکیاں بدیاں تلنے کا بھی منکر تھا۔ کہتا تھا کہ تلنے سے مراد عدل ہے کہ عدل وانصاف ہوگا۔ وہ کہتا تھا کہ نیکی بدی انسان کے جسم کے ساتھ قائم ہے اس کا علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے۔ نہ جسم سے الگ نظر آتی ہیں۔ مثلاً بات نکلتی ہے اسے کیسے تولا جائے

گا؟ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اعمال کے تولنے سے اللہ تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے کیونکہ تولتا وہ ہے جس کو علم نہ ہو رب تعالیٰ کو تو ہر شے کا علم ہے۔ اس کو تول کر معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علماء حق نے اس کی دونوں باتوں کا جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں جہاں تک جہالت کے لازم آنے کا تعلق ہے وہ رب تعالیٰ کی جہالت لازم نہیں آتی بلکہ بندے کی جہالت لازم آتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنے علم کے لیے نہیں تولنا بلکہ بندوں کو بتانے کے لیے تولنا ہے کہ اے بندے اپنی نیکیاں بھی دیکھ لے اور اپنی بدیاں بھی دیکھ لے۔ رب تعالیٰ کو تو ہر شے کا علم ہے۔ رہا مسئلہ قول وفعل کے وزن کا اور اس کا یہ کہنا کہ ان کا اپنا وجود کوئی نہیں ہے یہ کیسے تلیں گے؟ تو یہ نظریہ بھی اس کا باطل ہے۔ کیونکہ اس جہان میں جو چیزیں قول وفعل کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اگلے جہان میں ان کا جسم ہوگا یہ اجسام کی شکل میں ہونگی۔ مثال کے طور پر اس حدیث کو سامنے رکھیں۔ ترمذی شریف میں روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ معراج والی رات آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات ہوئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ذریعے ایک تو آپ ﷺ کی امت کو سلام بھیجا اور ایک پیغام بھیجا اِقْرَأْ مِنِّیْ اُمَّتَکَ السَّلَامَ ''اے محمد ﷺ! میری طرف سے یعنی ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اپنی امت کو سلام دے۔'' دنیا کے ہر مسلمان مرد عورت کا فریضہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سلام کا جواب دے عَلَیْهِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَات۔ اور پیغام دیا فرمایا اپنی امت کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ جنت کی زمین بڑی زرخیز اور اعلیٰ ہے

طَیِّبَۃٌ اور اس کا پانی بڑا عمدہ ہے لیکن ہے سفید۔ اگر جنت میں تم نے درخت لگانے ہیں تو دنیا سے لگا کے آؤ۔ وہ کس طرح لگیں گے؟ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے ایک درخت لگ جاتا ہے، ایک دفعہ الحمد للہ کہنے سے ایک درخت لگ جاتا ہے، ایک دفعہ اللہ اکبر کہا تو ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہا تو ایک درخت لگ گیا۔ تو اب دیکھو یہاں ہم نے پڑھا سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر مگر ہمیں ان کی شکل نظر نہیں آئی اور اس جہان میں ان کلمات نے درختوں کی شکل اختیار کر لی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ترازو میں جو نیکیاں تولی جائیں گی ان میں ایمان، توحید کے بعد سب سے بھاری نیکی خُلُقٌ حَسَنٌ اچھے اخلاق ہونگے۔ امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں آخری حدیث بیان فرمائی ہے کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ "دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے پھلکے ہیں پڑھنے کیلئے کوئی زیادہ زور نہیں لگتا اور قیامت والے دن ان کا بڑا وزن ہوگا ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور دوسرا کلمہ سبحان اللہ العظیم ہے۔" تو اس جہان میں جو چیزیں اعراض کے قبیل سے ہیں اس جہان میں ان کا وجود ہوگا۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا کہ عمل جسم اور زبان کے ساتھ قائم ہے لہٰذا اس کا وزن کیسے ہوگا؟ فرماتے ہیں کہ انسان کو جب بخار ہوتا ہے تو تھرمامیٹر کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے کہ کتنے درجے کا ہے۔ سو ہے، ایک سو ایک ہے، ایک سو دو ہے۔ تو یہ آلہ تول کر بتا دیتا ہے کہ کتنے درجہ کا ہے۔ تو ہمارے پاس جب ایسے آلات ہیں کہ جن کے ساتھ ہم درجہ حرارت کا اندازہ کر

لیتے ہیں تو رب تعالیٰ کے پاس ایسا آلہ اور ترازو ہو کہ اس پر نیکی بدی کا وزن ہو تو اس میں کون سا عقلی اشکال ہے جو سمجھ نہیں آتا؟

حضرت نے دوسری مثال یہ دی ہے کہ روزانہ تم محکمہ موسمیات سے یہ اعلان سنتے ہو کہ بارش ہوگی یا موسم خشک رہے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اعلان کریں کہ بارش ہوگی لیکن موسم ٹھیک رہے یا وہ یہ سمجھیں کہ موسم ٹھیک رہے گا اور بارش ہو جائے۔ یہ اپنی جگہ مگر وہ آلات کے ذریعے بتلاتے ہیں۔ گرمی کے متعلق بتاتے ہیں کہ اتنے ڈگری پر ہے اور سردی کے متعلق بتاتے ہیں کہ اتنی ڈگری پر ہے۔ مقیاس الحرارت اور مقیاس البرودت آلات ہیں ان کے ذریعے تم گرمی سردی کو ماپ سکتے ہو۔ تو رب تعالیٰ کے پاس کوئی ایسا آلہ ہو جس کے ذریعے نیکیاں اور بدیاں تولی جائیں تو کوئی عقلی اشکال نہیں ہے۔

حضرت نے تیسری مثال یہ دی ہے کہ بسوں، کاروں، موٹر سائیکلوں کے ٹائروں میں ہوا بھرواتے ہیں کہ اتنے پونڈ ہوا بھر دو۔ تو ہمارے پاس ہوا کو ماپنے کے آلات ہیں تو رب تعالیٰ کے پاس کوئی ایسا آلہ ہو جس کے ساتھ نیکیاں بدیاں وزن کی جائیں تو اس میں کیا عقلی خرابی ہے؟ ایسے شوشے کمزور ایمان والے لوگ نکالتے ہیں۔ چنانچہ حسن بصریؒ نے اس کو سمجھایا مگر وہ ضد پر اڑا رہا تو حضرت حسن بصریؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا ''یہ واصل ابن عطا اس نظریہ کے لحاظ سے ہم سے الگ ہو گیا'' تو یہاں سے معتزلہ فرقہ چلا ہے یہ اس کا پہلا شخص تھا واصل ابن عطا۔ اس نظریہ کے لوگ آج بھی موجود ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور عذاب قبر کے بھی منکر ہیں، شفاعت کے بھی منکر ہیں، پلصراط کا بھی انکار کرتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ بھئی! ہماری تمہاری سمجھ ہے کیا؟ اور ساری چیزیں کونسی ہماری سمجھ میں آتی ہیں۔ تو فرمایا جن کا پلہ

بھاری ہوا وہ کامیاب ہیں اور جن کا نیکیوں والا پلہ خفیف ہوا ہلکا ہوا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور دوزخ میں رہیں گے تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ جھلس دے گی ان کے چہروں کو آگ۔ اگر مارنا مقصود ہوتو اس کا ایک ہی شعلہ کافی ہے لیکن اگر ماردیا جائے تو پھر سزا کون بھگتے گا وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ اور وہ اس دوزخ میں بدشکل ہونگے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ اوپر والا ہونٹ پیشانی کو جا کر لگے گا اور نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف کو جا لگے گا۔ بڑے بڑے دانت ہونگے اور گدھے جیسی آوازیں نکالیں گے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ [ہود:۱۰۶] اور سورہ فاطر آیت نمبر ۳۷ میں ہے وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ''اور وہ چلائیں گے اس کے اندر۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ کیا نہیں تھیں میری آیتیں تلاوت کی جاتی تم پر۔ قرآن کریم تمہیں پڑھ کر نہیں سنایا جاتا تھا فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ پس تم ان کو جھٹلاتے تھے۔ کیا یہ یاد ہے؟ قَالُوْا وہ کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا اے رب ہمارے غالب آ گئی ہم پر ہماری بدبختی۔ ہم بد بخت تھے اے پروردگار! ہم اقرار کرتے ہیں وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ہم گمراہ قوم تھے۔ جب عذاب کی انتہاء ہو جائے گی تو یہ سارے مل جل کر جہنم کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''اے مالک علیہ السلام چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار'' ہمیں فنا کر دے قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ [زخرف:۷۷] ''وہ کہے گا بے شک تم رہنے والے ہو اسی مقام پر۔'' اور سورۃ زمر آیت نمبر ۷۱ میں ہے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ''اور کہیں گے ان کو جہنم کے داروغے کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو پڑھتے تھے

تمہارے اوپر تمہارے پروردگار کی آیتیں اور ڈراتے تھے تمہیں اس دن کی ملاقات سے
قَالُوْا کہیں گے وہ لوگ بَلٰی وَلٰکِنْ حَقَّتْ کَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کیوں
نہیں مگر ثابت ہو گیا عذاب کا کلمہ کافروں پر۔'' اور سورہ مومن آیت نمبر ۵۰ میں ہے
فَادْعُوْهُ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ''پس پکارو اور نہیں ہے کافروں کی پکار مگر
ناکامی میں۔'' رائیگاں جائے گی کوئی نہیں سنے گا۔ مجرم کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا اے
ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے نکال دے فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ پس اگر ہم پھر
لوٹیں گے گناہوں کی طرف، کفر شرک کی طرف پس بے شک ہم ظالم ہونگے۔ پروردگار!
ہمیں ایک دفعہ دوزخ سے نکال دے قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِخْسَـُٔوْا فِيْهَا عربی
میں کہتے ہیں خَسَـاَتُ الْكَلْبَ جب کتا بھونکے تو اس کو ڈرانے کے لیے۔ جیسے یہاں
کوئی ''دُھر دُھر'' کہتا ہے کوئی ''کرے'' کہتا ہے۔ تو معنیٰ ہوگا ذلیل ہو کر دوزخ میں پڑے
رہو وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اور مجھ سے بات نہ کرو۔ آگے بات آئے گی کہ یہ کیوں ہوگا؟ اس
لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کا مذاق اڑایا اور حق کو قبول نہیں کیا حق والوں کی
بات نہیں سنی۔ یقین جانو! آخرت حق ہے، جنت دوزخ حق ہے، پل صراط حق ہے، نیکیوں
بدیوں کا تلنا حق ہے اس کے لیے تیاری کرو محض لفظی طور پر حق حق کہنے سے حق نہیں بنتا۔
اس کے لیے تیاری کرو۔

❁❁❁

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

اِنَّهٗ بے شک حال یہ ہے كَانَ فَرِيْقٌ تھا ایک گروہ مِّنْ عِبَادِيْ میرے بندوں میں سے يَقُوْلُوْنَ جو کہتے تھے رَبَّنَآ اٰمَنَّا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے فَاغْفِرْ لَنَا پس آپ بخش دیں ہمیں وَارْحَمْنَا اور رحم فرما ہم پر وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ اور آپ سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ پس تم نے بنایا ان کو سِخْرِيًّا ٹھٹھا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ یہاں تک کہ انہوں نے بھلا دیا تمہیں میرا ذکر وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ اور تھے تم ان سے

مذاق کرتے اِنِّیۡ جَزَیۡتُهُمُ الۡیَوۡمَ بے شک میں نے ان کو بدلہ دیا ہے آج کے دن بِمَا صَبَرُوۡٓا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ بے شک وہ کامیابی پانے والے ہیں قٰلَ رب تعالیٰ فرمائیں گے کَمۡ لَبِثۡتُمۡ کتنی مدت تم ٹھہرے ہو فِی الۡاَرۡضِ زمین میں عَدَدَ سِنِیۡنَ سالوں کی گنتی قَالُوۡا وہ کہیں گے لَبِثۡنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ہم ایک دن ٹھہرے ہیں یا دن کا کچھ حصہ فَسۡـَٔلِ الۡعَآدِّیۡنَ پس آپ پوچھ لیں گنتی والوں سے قٰلَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا عرصہ لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ کاش کہ تم جاننے والے ہوتے اَفَحَسِبۡتُمۡ کیا پس تم خیال کرتے ہو اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے عَبَثًا بے کار وَّاَنَّكُمۡ اور بے شک تم اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَـقُّ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ جو سچا بادشاہ ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الہ مگر وہی رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِیۡمِ وہ عزت والے عرش کا مالک ہے وَ مَنۡ یَّدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اور جو پکارتا ہے اللہ تعالیٰ کیساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ اور الہ لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اس کے پاس فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ پس پختہ بات ہے اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ بے شک شان یہ ہے فلاح نہیں پائیں گے کافر لوگ وَ قُلۡ اور آپ کہہ دیں رَّبِّ اغۡفِرۡ اے ہمارے رب آپ بخش دیں وَارۡحَمۡ اور رحم فرما

وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ اورآپ سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ جب مجرموں کودوزخ میں ڈالا جائے گاتو وہ اقرار کریں گےاور کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا ''اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی۔''اور ہم گمراہ لوگ تھےہمیں دوزخ سے نکال دے۔پھر اگر ہم کفر شرک کے قریب جائیں تو بڑے ظالم ہونگے۔رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم ذلیل ہوکر دوزخ میں پڑے رہواور میرے ساتھ بات بھی نہ کرو۔کیوں؟اس وجہ سے کہ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ بے شک ایک گروہ تھامیرے بندوں میں سے يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا جو کہتے تھےاے ہمارے رب ہم ایمان لائے فَاغۡفِرۡ لَنَا پس ہمیں بخش دے،ہمارے گناہ معاف فرمادے وَارۡحَمۡنَا اور ہم پر رحمت نازل فرما وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ اورآپ سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں،سب شفقت کرنے والوں سے بہتر شفقت کرنے والے ہیں۔تو وہ میرے بندے میری شفقت کے طالب تھے فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا پس بنایا تم نے میرے ان بندوں کو ٹھٹھا۔تم ان کیساتھ مسخرہ کرتے تھے۔اتنا کہ حَتّٰۤى اَنۡسَوۡكُمۡ ذِكۡرِىۡ یہاں تک کہ انہوں نے بھلادیا تمہیں میرا ذکر یعنی میرا ذکر بھلانے کا وہ سبب بنے۔تم ان کے پیچھے پڑے رہے۔

نیک بندوں کیساتھ مذاق خدا کو پسند نہیں ہے :

آج بھی بہت سارے بدبخت لوگ موجود ہیں جو اہل حق کا مذاق اڑاتے ہیں،ان کی ڈاڑھیوں کا مذاق اڑاتے ہیں،اُن کی ٹخنوں کا مذاق اڑاتے ہیں،ان کی مونچھوں اور مسواکوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔اول تو مذاق ویسے ہی بری چیز ہے پھر اہل حق کے ساتھ مذاق کرنے کا مطلب ہے رب تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنا۔اس لیے رب تعالیٰ فرمائیں

گے میرے ساتھ گفتگو نہ کرو تمہاری زبانیں دنیا میں میرے بندوں کے خلاف چلتی تھیں پھر تم نے ان کے ساتھ اتنا مسخرہ کیا کہ میری یاد ہی بھول گئے۔ مسخرہ بڑے گناہوں میں سے ہے۔ سورہ حجرات آیت نمبر ۱۱ میں ہے لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ "نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم دوسری قوم سے شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں رب کے ہاں۔" مثلاً کوئی کسی کے ساتھ رنگ کی وجہ سے مسخرہ کرے کہ تم کالے ہو۔ ہوسکتا ہے اس کا دل روشن ہو ایمان کیساتھ اور اس گورے کا دل کالا ہو کفر شرک کیساتھ۔ خوبصورت، بدصورت کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کی باطنی صورت اس سے بہتر ہو یا مسخرہ کرنا ہے چھوٹے قد کی وجہ سے، ہوسکتا ہے رب تعالیٰ کے ہاں اس کا درجہ بلند ہو اور بڑے قد والے کا درجہ پست ہو۔ تو مسخرہ بڑا گناہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے بندوں کیساتھ ٹھٹھا کرنا گندگی ہے اور قرآن پاک کے خلاف ہے۔ تو یہ غضب پر غضب ہے وَکُنْتُمْ مِّنْھُمْ تَضْحَکُوْنَ اور اے مجرمو! تم ان کے ساتھ مذاق کرنے کے علاوہ ہنستے بھی تھے انکی غربت دیکھ کر، ڈاڑھیاں اور ٹنڈیں دیکھ کر، شریعت کی چیزیں دیکھ کر۔ کل یا پرسوں کے اخبار میں میں نے پڑھا کہ حکومتی وزراء نے کہا ہے کہ ہم میٹی بنانے والے ہیں کہ زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے اس موقع پر کوئی چار گواہ کہاں سے لائے۔ اب قرآن پاک میں ترمیم شروع ہوگئی ہے کیونکہ اربعۃ شھداء کا لفظ قرآن کریم میں موجود ہے سورہ نور میں۔ تو اربعہ یعنی چار کی قید کو ختم کرنا قرآن کریم میں ترمیم ہے۔ پہلے یہ تھا کہ ہاتھ کاٹنا ظالمانہ کاروائی ہے، رجم کرنا ظلم ہے، کوڑے مارنا انسانیت کی تذلیل ہے، عورت مرد کی گواہی برابر ہے۔ اب کہتے ہیں چار گواہ

ضروری نہیں ہیں یہ تمام قرآن کے مسائل ہیں اے بے ایمانو!۔ ساتھیو! یقین جانو اگر بری چیزوں کو دل سے برا نہیں جانو گے تو رتی برابر ایمان نہیں رہے گا۔ نہ نمازیں رہیں گی نہ روزے نہ حج نہ زکوٰۃ کا کوئی فائدہ ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا ''جو تم میں سے کوئی بری چیز دیکھے وہ قولی ہو یا فعلی ہو تو اس کو ہاتھ سے روکے اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے اس کی تردید کرے اگر زبان سے تردید کرنے کی طاقت نہیں ہے تو دل سے برا سمجھے۔ اگر دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔'' یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ بے شک اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے پھیریں۔

تو فرمایا میرے جن بندوں کے ساتھ مذاق کرتے تھے آج میں نے ان کو بدلہ دیا ہے اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بے شک میں نے ان کو بدلہ دیا ہے آج کے دن بِمَا صَبَرُوْٓا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کامیابی پانے والے ہیں۔ اور اے مذاق کرنے والو! تم دوزخ میں جلتے رہو میرے ساتھ گفتگو نہ کرو۔ پھر قٰلَ رب تعالیٰ فرمائیں گے کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ کتنی مدت تم ٹھہرے ہو زمین میں عَدَدَ سِنِیْنَ سالوں کی گنتی کر کے بتلاؤ۔ جواب میں قَالُوْا وہ کہیں گے لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ہم ایک دن ٹھہرے ہیں یا دن کا کچھ حصہ۔ پروردگار کا سوال ہوگا سالوں کی گنتی کر کے بتلاؤ کتنے سال ٹھہرے ہو اور وہ جواب دیں گے دنوں کے لحاظ سے کہ ایک دن یا پورا دن بھی نہیں دن کا کچھ حصہ رہے ہیں فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ پس آپ اے پروردگار! پوچھ لیں گنتی والوں سے، فرشتوں سے پوچھ لیں۔

دنیا پرستوں سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے :

آخرت کے مقابلے میں تو دنیا کی زندگی کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے لیکن اس محدود زندگی کی وجہ سے انسان اپنی آخرت کی ہمیشہ کی زندگی برباد کرلے، کتنی بری بات ہے ۔ کیونکہ نہ جنتیوں کی زندگی ختم ہونے والی ہے اور نہ دوزخیوں کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ تو جو آدمی اس چند سالہ زندگی کے لیے رب تعالیٰ کو ناراض کرے آخرت کی ہمیشہ کی زندگی برباد کرے تو اس جیسا بے وقوف بھی کوئی آدمی نہیں ہے۔ یہ دنیا پرست لوگ اپنے آپ کو بڑا عقلمند تصور کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے کہ عارضی اور فانی زندگی کو حقیقی اور نہ ختم ہونے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ چہل قدمی کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے ۔ آپ ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے قضاء حاجت بھی کی اور اس کے بعد فوراً تیمم کیا کہ پانی پاس نہیں تھا۔ خادم نے کہا حضرت! مدینہ کی دیواریں نظر آرہی ہیں وہاں پہنچ کر وضو کرلینا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیا معلوم ہے کہ میں نے کتنی دیر زندہ رہنا ہے ایسا کیوں نہ کروں کہ جتنا وقت ہے وہ طہارت کے ساتھ گزاروں ۔ پیغمبر علیہ السلام نے زندگی کو کتنا عارضی اور فانی سمجھا اور ہم ہیں کہ شیطان نے ہمارے ذہن میں وسوسہ ڈالا ہوا ہے کہ ابھی میری بڑی زندگی ہے پہلے اور لوگ مریں گے پھر ہم مریں گے۔ ساتھیو! اس میں ترمیم کردیوں کہو کہ پہلے ہم نے مرنا ہے پھر اوروں نے مرنا ہے موت کو کسی وقت نہ بھولو۔

حدیث پاک میں آیا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ ”لذتوں کو ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرو۔ موت یقینی چیز

ہے۔رب تعالیٰ نے موت کا نام یقین رکھا ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْن [نحل:۹۹] ''اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔''تو مجرم کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔اے پروردگار! گنتی کرنے والے فرشتوں سے پوچھ لو قٰلَ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلاً نہیں ٹھہرے تم دنیا میں مگر بہت تھوڑا۔دن آدھا دن نہیں کچھ سال رہے ہو مگر وہ بہت تھوڑا عرصہ ہے لَّوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کاش کہ تم جان لیتے کہ دنیا کی زندگی فانی ہے اور آخرت کی زندگی باقی ہے۔لیکن یہ عارضی زندگی بھی بے مقصد نہیں ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا نہیں کیا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَحَسِبْتُمْ کیا پس تم خیال کرتے ہو اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا کہ بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے بے کار۔تمہارے ذمہ کوئی کام نہیں ہے۔نہ عقائد،نہ اعمال،نہ اخلاق،تم نے کچھ نہیں کرنا تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہے وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ اور بیشک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے اور تم جواب دہ نہیں ہو گے اور تمہاری کوئی گرفت نہیں ہوگی،کوئی جزا سزا نہیں ہوگی،یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔مثلاً دیکھو! ایک آدمی ملازم ہے کسی کارخانے یا کسی محکمے میں اس کی ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے اور اس کے عوض میں اس کی تنخواہ ہے۔اب اگر وہ کام نہ کرے اور تنخواہ لیتا رہے تو مالک کتنی دیر برداشت کرے گا،ہفتہ،مہینہ،پھر اس کے خلاف کاروائی کرے گا یا کان سے پکڑ کر باہر نکال دے گا کہ تم تنخواہ لیتے ہو اور کام نہیں کرتے۔بے کار ملازم کو کون برداشت کرتا ہے۔انسان کو بھی سوچنا چاہیے کہ تجھے رب تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تیرے چلنے پھرنے کے لیے زمین بچھائی ہے چھت کے لیے آسمان بنایا ہے تجھے رزق دیا ہے،غذا دی ہے تیرے لیے

ہوا چلائی ہے، پھل فروٹ عنایت کیے ہیں تنخواہ پوری لیتا ہے اور کام کچھ بھی نہیں کرتا۔ نہ رب تعالیٰ کے متعلق عقیدہ درست رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ دوسرے اعمال ہیں تو کیا سمجھتا ہے تجھ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ گائے، بھینس اگر بگڑ جائے دودھ نہ دے تو ڈنڈا لے کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اپنے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہے کہ رب تعالیٰ کی اتنی نعمتیں کھانے کے بعد رب تعالیٰ کے احکام بجا نہیں لاتا۔ زندگی کے مقصد کو بھول گیا ہے لہٰذا تمہارا بھی کچھ حشر ہونا چاہیے یا نہیں؟ کیا تمہیں رب تعالیٰ نے بے مقصد پیدا کیا ہے؟ حاشا وکلا ایسا نہیں ہے فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ جو سچا بادشاہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، نہ کوئی مسجود ہے، نہ کوئی حاجت روا اور مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریاد رس ہے اور نہ کوئی نذر و نیاز کے قابل ہے رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ عزت والے عرش کا رب ہے۔ ساری مخلوق سے بڑی مخلوق عرش ہے اس کا بھی وہی مالک ہے وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور جو شخص پکارتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ کو لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اس کے پاس۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو الٰہ بنانے پر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس کو الٰہ بنایا جائے فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ پس پختہ بات ہے کہ اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا تو پھر پتا چلے گا کہ اس نے دنیا میں جاہلانہ دلیل کی بنا پر شرک کا راستہ اختیار کیا اب دیکھ اس کا انجام کیا ہے۔ لہٰذا یہ سبق اچھی طرح یاد کر لو صرف اللہ تعالیٰ کو الٰہ مانو، اسی کو سجدہ کرو، اسی کے نام کی نذر و نیاز دو، اسی کو حاجت روا، فریاد رس سمجھو، اسی کو مشکل کشا اور دستگیر سمجھو۔ خدائی اختیارات میں سے ایک رتی بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔ باقی ہر ایک کا درجہ اپنے اپنے مقام پر ہے۔ پیغمبروں کا اپنا درجہ ہے، صحابہ کا اپنا

درجہ ہے، شہداء کا، اولیاء کا اپنا درجہ ہے، ائمہ کا اپنا مقام ہے، فرشتوں کے اپنے اپنے مقام پر درجات ہیں مگر خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔ مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑی ذات کوئی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ سے بھی اعلان کروایا اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''اے لوگو! میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' اور فرمایا یہ بھی اعلان کر کے ان کو سنا دے لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا [اعراف: ۱۸۸] ''میں اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔'' تو جب آنحضرت نہ اپنے اور نہ کسی کے نفع نقصان کے مالک ہیں تو اور کون ہوسکتا ہے کہ جس کے پاس نفع نقصان کا اختیار ہو؟ جب اللہ تعالیٰ نے دیا ہی نہیں ہے تو پھر کہاں سے آ گیا؟

فرمایا میرے پاس آئیں گے۔ سب حساب ہو جائے گا اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ بے شک شان یہ ہے فلاح نہیں پائیں گے کافر لوگ وَ قُلْ اور آپ کہہ دیں رَّبِّ اغْفِرْ اے میرے پروردگار! آپ بخش دیں وَ ارْحَمْ اور اپنی رحمت ہم پر نازل فرما وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ اور آپ تمام شفقت کرنے والوں میں سے بہتر شفقت کرنے والے ہیں۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما۔ (آمین)

آج بروز جمعرات ۱۱ شعبان ۱۴۳۲ھ بہ مطابق ۱۳ر جولائی ۲۰۱۱ء کو

سورۃ المومنون مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم : مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ گوجرانوالا۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورة النور
سورة الفرقان
سورة الشعراء
سورة النمل

(مکمل)

جلد............۱۴

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب	----	ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ نور، فرقان، شعراء، نمل، مکمل)
افادات	----	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ
مرتب	----	مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ
سرورق	----	محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ
کمپوزنگ	----	محمد صفدر بلوچ
تعداد	----	گیارہ سو [۱۱۰۰]
طباعت	----	دوم
قیمت	----	
مطبع	----	
طابع وناشر	----	لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالہ

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالہ

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرتؒ اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم-اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماءِ ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

پیش لفظ

نحمده تبارك وتعالیٰ ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم وعلی اله واصحابه وازواجه واتباعه اجمعين۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز پاک وہند وبنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہوکر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بندر ہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار وزوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات۔ اس لئے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہوگئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے نئے جذبہ ولگن کیساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا

قرآن کریم کیساتھ فہم وشعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر وضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدوجہد بھی اسی کا تسلسل تھی بالخصوص پنجاب میں بدعات واوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات ورسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کیلئے جن اربابِ عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ کے اسماء گرامی سرفرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم واستقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول وعرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم وبیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کیساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ واجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر

انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن وحدیث کے علوم وتعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کیلئے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چار حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف کے موتی ان کے دامن قلب وذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کیلئے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض دفعہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لئے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اس لئے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔ (آمین)

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لئے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کیلئے سالہا سال تک پابندی کیساتھ خدمت سرانجام دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ نور کی وجہ تسمیہ	23
02	رجم کرنے کا ثبوت	24
03	حضور کے دور کے سنگسار کرنے کے چند واقعات	25
04	حد قذف	27
05	لفظ زنا بولنے کی قباحت	29
06	لعان کا حکم	32
07	غزوہ بنوالمصطلق اور واقعہ افک	35
08	عبداللہ بن ابی کی منافقت	37
09	ربط آیات	42
10	تیمم کا حکم اور حضرت عائشہؓ کا امت پر احسان	42
11	آیات مذکورہ کی تشریح	44
12	مقام عائشہ	45
13	رافضیوں کا عقیدہ اور حضرت مہدی علیہ السلام	46
14	بخشنے والا کا ایک واقعہ	47
15	شیعہ مسلمان نہیں ہیں	48
16	گزشتہ آیات کا خلاصہ	52
17	مذکورہ آیات کی تشریح	53

18	اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک واقعہ	56
19	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حیرت انگیز حالات	57
20	زنا کے اسباب	66
21	آدابِ ملاقات	67
22	حفاظتِ نظر	73
23	ایک اہم مسئلہ	74
24	مغربی تہذیب سے معاشرے میں بگاڑ	77
25	برائی کے اسباب	79
26	حضرت لقمان حکیم سے تین سوال	80
27	برائی سے بچنے کا طریقہ	83
28	مولانا رومؒ اور مثنوی شریف	84
29	مومن کی مثال	84
30	غلامی کا مسئلہ	86
31	آنحضرت ﷺ دائیں ہاتھ کو ترجیح دیتے تھے	87
32	شانِ نزول	88
33	اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال	93
34	مسجد میں تھوکنا	95
35	تجارت اور بیع میں فرق	96
36	کافروں کی تین قسمیں	99
37	کافر اور مسلمان کی مثال	100
38	قدرتِ خداوندی	110
39	اہل حق کا دہریے سے مناظرہ	112

نمبر	عنوان	صفحہ
40	منافق کے بارے میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ	115
41	ربطِ آیات	120
42	جذبہ جہاد	121
43	تین گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے	121
44	مسئلہ خلافت	128
45	خلفائے راشدین	129
46	خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ ہیں	131
47	حضور ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو سات محاذ بن گئے	133
48	حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت اور رافضیوں کا رفض	134
49	حضرت عمرؓ کا دور خلافت	135
50	ربط آیات	139
51	شانِ نزول	140
52	قرآنی آیات آپس میں مربوط ہیں یا نہیں؟ دو نظریات	145
53	معذورین کا اپنے عزیز رشتہ داروں سے کھانا	146
54	انگلستان کا ایک واقعہ	147
55	کھانے پینے کے متعلق شریعت کی چند ہدایات	148
56	صحیح ایمان کی خوبیاں	153
57	آنحضرت ﷺ کی مجلس سے بغیر اجازت جانا	154
58	آنحضرت ﷺ کو بلانے سے متعلق آداب	156
59	دعا کے قبول ہونے کی شرائط	157
60	اختتام سورۃ نور	159
61	سورہ فرقان	163

62	وجہ تسمیہ	165
63	عبدیت بہت بلند مقام ہے	166
64	مسئلہ تقدیر	168
65	قرآن پاک پر کافروں کے اعتراضات	170
66	بشریت انبیاء	175
67	مشرکین مکہ کا ایک نمائندہ وفد	178
68	میدان محشر اور شرک کی تردید	183
69	بشریت رسول	187
70	ایک مسئلہ	189
71	کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات	192
72	مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ	193
73	مومن اور کافر کی روح کے احوال	194
74	اعمال کی قبولیت کی تین شرطیں	195
75	شان نزول	197
76	مشرکین کی تکالیف پر اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو تسلی دینا	202
77	تئیس سال میں نزول قرآن کی حکمت	203
78	تین گروہ	204
79	تسلی رسول ﷺ	205
80	کنوئیں والوں کا ذکر	206
81	ماقبل سے ربط اور بستی سدوم پر عذاب کی مختلف صورتیں	211
82	خلاف شریعت خواہش بھی شرک ہے	213
83	وقوف شمس	215

84	قدرت کی نشانیاں	219
85	مسئلہ رسالت	221
86	میٹھا اور کڑوا دریا	222
87	دلائل قدرت	223
88	توکل کا بیان	225
89	تخلیق ارض وسمآء	229
90	من اور ما کا فرق	230
91	آسمان کی منزلیں	231
92	دلائل قدرت	232
93	عباد الرحمان کی صفات	234
94	مزید عباد الرحمٰن کی خوبیاں	239
95	قتل حق کی صورتیں	240
96	برائیوں کو نیکیوں سے بدلنا	241
97	مزید خوبیاں	244
98	اختتام صورہ فرقان	247
99	سورۃ الشعراء	251
100	مضامین سورت	252
101	مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ کے پروگرام کی تکذیب کرتے تھے	255
102	موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ	261
103	عمد اور خطا میں فرق	267
104	جادو کے متعلق اہل سنت والجماعت کا نظریہ	282
105	صحابہ کی قوت ایمانی اور رافضی نظریہ	284

نمبر	عنوان	صفحہ
106	بنی اسرائیل کی ہجرت	289
107	فرعون کا غرق ہونا	293
108	آزر ہی ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا	298
109	تقلید کی اہمیت	299
110	شیعہ کے کفر کی وجوہ ثلاثہ	300
111	انسان کے بیمار ہونے کی وجہ	302
112	مشرک کے لیے دعا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام	306
113	قیامت کے دن کافروں کا انجام	307
114	حضور ﷺ کا ابوطالب کے لیے دعا کرنا	310
115	متقین کی سفارش	311
116	ہرقل روم اور ابوسفیان کے مابین مکالمہ	317
117	لوط علیہ السلام کا قصہ	342
118	آخرت میں انسان اپنے محبوب کے ساتھ اٹھایا جائے گا	345
119	حضور ﷺ کا امت کے لیے راہنما اصول	346
120	قوم لوط پر چار عذاب	348
121	جماعتوں میں اختلاف کی وجہ	353
122	ماقبل سے ربط	361
123	حضور ﷺ کی وفات کی علامت	362
124	آقا کا بشر ہونا آقا کی زبان سے	363
125	عیسائیوں کی تحریف کا ایک عجیب واقعہ	365
126	اعلان نبوت	373
127	حضور ﷺ کا سب سے بڑا مخالف	376

128	متنبّی کا دعویٰ نبوت	378
129	اختتام سورۃ الشعراء	381
130	سورہ نمل	385
131	وجہ تسمیہ	386
132	حروف مقطعات	387
133	ایمان والوں کے اوصاف	388
134	نماز میں گھٹنوں کا ننگا رکھنا	389
135	ربط آیات	395
136	من ظلم کے معانی	398
137	سانپ اور اژدھا کا فرق	399
138	نو نشانیاں موسیٰ علیہ السلام کی	400
139	حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ	401
140	انبیاء کی وراثت	406
141	علم اور شعور میں فرق	410
142	اچھا عمل کون سا ہے	410
143	رحمٰن اور رحیم میں فرق	419
144	ربط آیات	423
145	انقلاب روس	424
146	بلقیس کے قاصد سلیمان علیہ السلام کے دربار میں	425
147	تخت بلقیس	427
148	اسم اعظم کی برکت	432
149	ملکہ بلقیس سلیمان علیہ السلام کے دربار میں	434

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
150	سوال	435
151	غیراللہ کے پجاری	435
152	گزشتہ قوموں کے احوال بیان کرنے کی وجہ	439
153	قوم صالح علیہ السلام کا واقعہ	439
154	اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں بھلائی مانگنی چاہیے	440
155	گناہ کی نحوست	445
156	لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ	448
157	ہم جنس پرستی	449
158	رشتہ کرنے میں احتیاط کرنی چاہیے	451
159	وحدانیت باری تعالیٰ پر عقلی دلائل	453
160	اثباتِ توحید وتردید شرک	457
161	واقعہ بیئر معونہ	460
162	علم غیب خاصہ خداوندی ہے	462
163	بعث بعد الموت	467
164	علم قیامت	469
165	ناجی فرقہ	472
166	ماقبل سے ربط	475
167	مسئلہ سماع موتی	476
168	دابۃ الارض	479
169	ایک حکایت	479
170	قدرت کی نشانیاں	486
171	جب صور پھونکا جائے گا	487

172	نیکی کی بنیادی شرائط	489
173	حرمت کعبہ	491
174	تلاوت قرآن	492
175	اختتام سورۃ النمل	493

سُوْرَۃُ النُّوْرِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّتِسْعُ رُکُوْعَاتٍ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا وَاَنْزَلْنَا فِیْھَآ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۲ اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ۫ وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵

سُوْرَۃٌ یہ سورت ہے اَنْزَلْنٰھَا ہم نے اس کو نازل کیا ہے وَفَرَضْنٰھَا اور اس کے احکام ہم نے فرض کیے ہیں وَاَنْزَلْنَا فِیْھَآ اور ہم نے نازل کی ہیں اس سورت میں اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ صاف صاف آیتیں لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تا کہ تم نصیحت حاصل کرو اَلزَّانِیَۃُ زنا کرنے والی عورت وَالزَّانِیْ اور زنا کرنے والا مرد فَاجْلِدُوْا پس تم کوڑے مارو کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا ان میں سے ہر ایک کو

مِائَةَ جَلْدَةٍ سوسوکوڑے وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا اور نہ پکڑے تمہیں دونوں کے
متعلق رَاْفَةٌ شفقت اور نرمی فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں
اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ اگر ہو تم ایمان لاتے بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور
آخرت کے دن پر وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا اور چاہیے کہ حاضر ہو ان دونوں کی سزا
کے موقع پر طَآئِفَةٌ ایک گروہ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کا اَلزَّانِیْ زانی مرد
لَا يَنْكِحُ نہیں نکاح کرتا اِلَّا زَانِيَةً مگر زانیہ کے ساتھ اَوْ مُشْرِكَةً یا شرک
کرنے والی ہے وَّالزَّانِيَةُ اور جو زنا کرنے والی عورت ہے لَا يَنْكِحُهَآ نہیں
نکاح کرتا اُس کے ساتھ اِلَّا زَانٍ مگر زانی مرد اَوْ مُشْرِكٌ یا مشرک وَحُرِّمَ
ذٰلِكَ اور حرام قرار دیا گیا ہے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں پر وَالَّذِيْنَ اور
وہ لوگ يَرْمُوْنَ جو تہمت لگاتے ہیں الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن عورتوں پر ثُمَّ لَمْ
يَاْتُوْا پھر وہ نہیں لاتے بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ چار گواہ فَاجْلِدُوْهُمْ پس مارو تم ان کو
ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً اسی کوڑے وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا اور نہ قبول کرو ان کی
گواہی کبھی بھی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور یہی لوگ نافرمان ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ
مگر وہ لوگ تَابُوْا جنہوں نے توبہ کی مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَ
اَصْلَحُوْا اور اپنی اصلاح کی فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ
بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۃ نور کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام نور ہے۔ چار رکوع کے بعد آئے گا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اللہ تعالیٰ ہی نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔'' یعنی آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ پس اس لفظِ نور کی وجہ سے اس کا نام سورہ نور رکھا ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ایک سو ایک سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے ۹ رکوع اور چونسٹھ (۶۴) آیات ہیں۔ اس میں سخت احکامات بیان ہوئے ہیں۔ خصوصاً جس کا ایمان کمزور ہے اس کے لیے تو بہت ہی سخت ہیں۔ اس لیے رب تعالیٰ نے شروع سورت میں ہی فرمایا کہ سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا اس سورت کو ہم نے نازل کیا ہے وَفَرَضْنٰھَا اور اس کے احکام بھی ہم نے فرض کیے ہیں وَاَنْزَلْنَا فِیْھَآ اٰیٰتٍم بَیِّنٰتٍ اور ہم نے اس سورت میں نازل کی ہیں آیتیں صاف صاف۔ دیکھو! کتنے واضح الفاظ ہیں کہ یہ سورت ہم نے نازل کی ہے اور اس کے احکام ہم نے فرض کیے ہیں۔ جن کی تشریح اور ان میں ترمیم کی ضرورت نہیں ہے لیکن بے دین لوگ ان احکام سے چیختے چلاتے ہیں ترمیم کرنے کے درپے ہیں۔ یہ کون ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام میں ترمیم کرنے والے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سورت ہم نے نازل کی ہے اور اس کے احکام بھی ہم نے نازل کیے ہیں لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

پہلا حکم اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ زانیہ عورت اور زانی مرد پس مارو تم ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے۔ یہ حکم ان کے متعلق ہے جو شادی شدہ نہ ہوں وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا اور نہ پکڑے تمہیں ان دونوں کے بارے میں رَاْفَۃٌ شفقت اور نرمی فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کوئی نرمی اور

شفقت نہ کرو اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اگر ہوتم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہوتو بالکل نرمی نہیں کرنی۔

رجم کرنے کا ثبوت :

باقی رہا شادی شدہ کا حکم تو اس کے متعلق متواتر احادیث اور اجماع امت ہے۔ ان کے متعلق قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئی تھیں جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی لیکن حکم باقی ہے کہ شادی شدہ مرد، عورت بدکاری کریں اور وہ ثابت ہو جائے چار گواہوں سے۔ چار گواہوں کا ذکر آئندہ آیت کریمہ میں آرہا ہے۔ یا وہ خود اقرار کریں کہ کہ واقعی ہم نے یہ کام کیا ہے تو ان کو میدان میں کھڑا کر کے پتھروں کے ساتھ مار مار کر ختم کر دیا جائے گا۔ اس کاروائی کو عربی میں رجم کہتے ہیں جس کا اردو میں ترجمہ سنگسار کرنا ہے۔

ضیاء الحق کے دور میں ہائی کورٹ کے ایک جج نے بڑھک ماری کہ رجم کا مسئلہ یہودیوں سے لیا گیا ہے اور یہ سزا اس روشن زمانے میں نا قابل عمل ہے۔ وہ ڈاکٹر تنزیل غیر مسلم پرویزی ذہن کا جج تھا منکرین حدیث میں سے تھا۔ اس سلسلے میں علمائے کرام نے ہر جگہ احتجاج کیا اور پچاس علماء پر مشتمل ایک وفد جس میں ہر طبقے کے علماء شامل تھے ضیاء الحق کو بھی ملا۔ اس وفد میں مَیں (امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ) بھی شامل تھا۔ اور اس کو خطوط بھی لکھے کہ تم اسلام اسلام کرتے ہو جج کی اس بات کا نوٹس لو کیونکہ ہائی کورٹ کا جج ہے اس کے یہ الفاظ قانون ہیں۔ پھر دوسرے جج اس کو بطور مثال کے پیش کریں گے۔ اگر کوئی سیاسی لیڈر بڑھک مارتا تو ہم سٹیج پر منبروں پر اس کی تردید کر دیتے ، درسوں میں تردید کر دیتے اور ہمارا فرض ادا ہو جاتا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کے خلاف بات کرے اور سارے مسلمان خاموش رہیں تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر ایک بھی

ذمہ دار اس کی تردید کردے تو فرض کفایہ ادا ہو جائے گا اور سب گنہگار ہونے سے بچ جائیں گے۔

تو ہم نے کہا کہ تمہارے دور میں یہ بات ہو، ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ ضیاء الحق مرحوم نے اس جج کو فارغ کر دیا۔ پھر اس نے کہا کہ تم اس طرح کرو کہ تین عالم دوان کو ہم نگران مقرر کریں گے جو بھی شرعی مسئلہ ہو گا وہ ان کے سامنے پیش ہو گا کوئی جج ان کے بغیر فیصلہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ ہماری طرف سے مولانا تقی عثمانی، بریلویوں کی طرف سے پیر کرم شاہ صاحب اور تیسرے مولوی غلام علی صاحب جو مودودی صاحب کے منشی ہوتے تھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ پھر کسی جج کو کھل کر اسلام کے خلاف بکواس کرنے کا موقع نہ ملا۔ تو شادی شدہ مرد عورت کی سزا رجم ہے۔

حضور کے دور کے سنگسار کرنے کے چند واقعات :

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں چند واقعات پیش آئے۔ قبیلہ بنو غامد کے ایک آدمی کی بیوی نے آ کر کہا کہ حضرت! مجھ سے یہ فعل سرزد ہوا ہے اور میں شادی شدہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بی بی! تمہارے ہوش وحواس درست ہیں کیا تو نے شراب تو نہیں پی ہوئی وہ بی بی کہنے لگی حضرت! مجھے نہ ٹالیں میرے پیٹ میں بچہ بھی ہے مجھے آپ سزا دیں تاکہ میری آخرت تباہ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پیٹ میں بچہ ہے تو قصور تمہارا ہے بچے کا تو نہیں ہے بچے کی پیدائش کے بعد آنا۔ چنانچہ وہ عورت بچے کی پیدائش کے بعد آ کر کہنے لگی حضرت! اب وعدہ پورا کریں مجھے سنگسار کر دیں تاکہ میری آخرت برباد نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دودھ پیتا بچہ ہے اس کا کیا بنے گا؟ تحقیق کی تو بچے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ فرمایا بچے کو دودھ پلاؤ جب دودھ پلانے کی مدت پوری ہو جائے تو پھر آنا۔ دو سال

بچے کو دودھ پلایا اور وہ چلنے بھی لگ گیا، اب اس بچے کو لے کر آئی اس نے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا پکڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے عورت کے سامنے اس بچے کو کہا کہ روٹی کھاؤ۔ اس نے روٹی کھانی شروع کر دی۔ اس عورت نے کہا حضرت دیکھو! یہ بچہ اب روٹی کھانے لگ گیا ہے لہٰذا مجھے پاک کر دیں۔ چنانچہ اس عورت کو رجم کر دیا گیا۔ ایک ساتھی نے کہا کہ اس عورت نے خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا خاموش ہو جاتی تو کیا تھا رب تعالیٰ سے معافی مانگ لیتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت کی توبہ ایسی ہے کہ مدینہ طیبہ کے تمام گنہگاروں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کے گناہ معاف ہو جائیں۔

ایک اور واقعہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ بھی خود آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے حضرت! میں شادی شدہ ہوں اور برائی کر بیٹھا ہوں آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف سامنے آ کے کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے پھر چہرہ پھیر لیا، اسی طرح تیسری طرف اور چوتھی طرف آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ پاگل تو نہیں ہے؟ کہنے لگے حضرت! میں سمجھدار ہوں۔ فرمایا دیکھو اس نے نشہ تو نہیں کیا ہوا؟ معلوم ہوا کہ نہیں، نشہ بھی نہیں کیا ہوا۔ پھر ان کو رجم کیا گیا۔

تو غیر شادی شدہ مرد عورت بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا سو کوڑے ہیں۔ فرمایا وَ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ اور نہ پکڑے تمہیں ان دونوں کے متعلق شفقت اور نرمی فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اگر ہو تم ایمان لاتے اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر۔ اگر تمہارا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان ہے تو سزا دینے میں نرمی نہ کرنا کیونکہ سزا کے بعد دنیا والوں کے لیے عبرت ہوگی اور یہ جرم نہیں کریں گے وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا اور چاہیے کہ حاضر ہو ان دونوں

کی سزا کے موقع پر طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کا ایک گروہ تاکہ وہ آنکھوں سے دیکھیں اور آگے بیان کریں تاکہ سزا کی خوب تشہیر ہو اور لوگ اس سے بچیں اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً زانی مرد نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ عورت کے ساتھ یا مشرکہ عورت کے ساتھ۔ کیونکہ اس کا طبعی رجحان برائی کی طرف ہوتا ہے وَّالزَّانِيَةُ اور جو زانیہ عورت ہے لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ نہیں نکاح کرتا اس سے مگر زانی مرد یا مشرک مرد وَحُرِّمَ ذٰلِكَ اور یہ زنا حرام کر دیا گیا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس عورت نے زنا کر کے غیر کا نطفہ خاوند کے ساتھ ملایا ایسی عورت پر جنت حرام ہے۔ اس لیے کہ اس نے غیر وارث کو وارث بنایا ہے۔ کیونکہ اس کے خاوند کے گھر جو بچہ پیدا ہوگا وہ خاوند ہی کا شمار ہوگا اور اس میں دوسرے ورثاء کی حق تلفی ہوگی۔ خدا کا حکم توڑا، خاوند سے خیانت کی۔ تو زنا ایک گناہ نہیں کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔

حدقذف :

اور حکم سنو! وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر اور جو عورتوں کا حکم ہے وہی مردوں کا حکم ہے یعنی اگر کوئی پاک دامن مردوں پر تہمت لگائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ پھر وہ نہیں لاتے چار گواہ فَاجْلِدُوْهُمْ پس مارو ان تہمت لگانے والوں کو ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً اسی کوڑے وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا اور نہ قبول کرو ان کی گواہی کبھی بھی۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت کسی مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے کہ یہ زانی ہے یا زانیہ ہے تو تہمت لگانے والے کے ذمہ فرض ہے کہ وہ چار گواہ لائے اگر چار

گواہ نہ لا سکا تین گواہ لا سکا، دو گواہ لا سکا تو تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے لگیں گے اور یہ سزا توبہ سے بھی معاف نہیں ہوگی۔ کسی کو حرامی کہنے پر بھی اسّی کوڑے سزا ہے۔ اور ہم تو حرامی حرامی کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

اور شرابی کی سزا آنحضرت ﷺ کے دور میں بخاری شریف کی روایت میں چالیس کوڑے ہے اور اسّی کوڑے بھی ہے۔ جب شرابی کو اسّی کوڑے لگیں گے تو پھر شراب کون پیے گا۔ ان سزاؤں کو شریعت حد کہتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں چار مرد گواہ ثابت ہیں عورتیں نہیں۔ گرائمر کے لحاظ سے اَرْبَعَةً کا معنی چار مرد ہیں۔ اگر 'تا' نہ ہوتی تو پھر عورتیں بھی شامل ہوتیں۔ تو قرآن پاک کی نص سے چار مرد ثابت ہیں۔ پہلے تو کہتے تھے کہ چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنا ظلم ہے، ڈاکوؤں کو سزا دینا ظلم ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اس زمانے میں زنا کے لیے ایسے چار گواہ کہاں سے لائیں جو متقی ہوں۔ یہ بے ایمان قرآن میں ترمیم کرتے ہیں۔ بھئی! یہ کسی مولوی یا فقیہ کا مسئلہ تو نہیں ہے یہ تو قرآن کا مسئلہ ہے۔ اگر تم چار گواہ نہیں مانتے تو کیا تم نے قرآن کو تسلیم کیا ہے؟ قطعاً نہیں۔ لہٰذا ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ یہ کھلا کفر ہے۔ اس کھلے کافر کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

تو فرمایا جنہوں نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائی اور چار گواہ نہ لائے تو ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت بھی قبول نہ کرو کبھی بھی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور یہی لوگ نافرمان ہیں۔ ہاں! اگر توبہ کر لیں تو ان سے فسق کا حکم ختم ہو جائے گا لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گواہی قبول نہیں ہوگی کیونکہ گواہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابداً کی قید لگائی ہے کہ کبھی بھی قبول نہ کریں۔ فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ

کی مِنۡ بَعۡدِ ذٰلِکَ اس کے بعد وَ اَصۡلَحُوۡا اوراپنی اصلاح کی فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظ زنا بولنے کی قباحت :

ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں۔زنا جیسے الفاظ بھی منہ سے نکالنا بہت برا ہے۔موطا امام مالک میں روایت ہے حضرت عمرؓ کا دور تھا۔دو آدمیوں کا آپس میں جھگڑا ہوا ایک نے دوسرے کو لعن طعن کیا تو اس نے کہا اِنَّ اُمِّیۡ وَلَیۡسَتۡ بِزَانِیَۃٍ ''میری ماں کوئی زنا کار تو نہیں تھی۔'' ان الفاظ پر مقدمہ دائر ہوا صحابہ کرامؓ کے ایک گروہ نے کہا کہ اس نے اپنی ماں کی صفائی بیان کی ہے۔دوسرے گروہ نے کہا کہ صفائی کے لیے اور الفاظ بھی تھے یہ الفاظ کیوں استعمال کیے ہیں؟ ایسے بھی کہہ سکتا تھا اِنَّ اُمِّیۡ عَفِیۡفَۃٌ ''بے شک میری ماں پاک دامن ہے۔'' یہ برے الفاظ کیوں استعمال کیے ہیں؟ اس کو اسّی کوڑوں کی سزا ہوئی۔ اب آپ اپنے معاشرے کا اندازہ کرلیں کتنا گندہ ہو چکا ہے۔کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بچے، کیا بوڑھے بلکہ نیک لوگ اِدھر تسبیح پر ورد ہو رہا ہے اور اُدھر گالیوں کی گردان ہو رہی ہے خدا کی پناہ! اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

۞۞۞

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ

وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝۷ وَیَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۙ ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۹ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ ۝۱۰ ع اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۱ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۲ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۳

وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یَرْمُوْنَ جو تہمت لگاتے ہیں اَزْوَاجَهُمْ اپنی بیویوں پر وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اور نہیں ہیں ان کے لیے شُهَدَآءُ گواہ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ مگر ان کی اپنی جانیں فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ پس ان میں سے ایک کی گواہی اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ چار گواہیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ

بے شک وہ البتہ سچ بولنے والوں میں سے ہے وَالْخَامِسَةُ اور پانچویں اَنَّ
لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر اِنْ كَانَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ اگر ہے وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اور
دور کردے گا اس عورت سے بھی سزا کو اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ یہ کہ
وہ گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ بے شک وہ
البتہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے وَالْخَامِسَةَ اور پانچویں گواہی اَنَّ
غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ بے شک اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اس پر اِنْ كَانَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ اگر اس کا خاوند سچ کہنے والوں میں سے ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی مہربانی وَاَنَّ
اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے
اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ بے شک وہ لوگ جو لائے بہتان عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ
ایک گروہ ہے تم میں لَا تَحْسَبُوْهُ نہ خیال کرو اس کو شَرًّا لَّكُمْ اپنے حق میں
برا بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر
آدمی کے لیے ان میں سے مَّا وہ ہے اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ جو کمایا اس نے
گناہ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ اور وہ شخص جس نے سرپرستی کی اس بہتان کے
بڑے حصے کی مِنْهُمْ ان میں سے لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اس کے لیے عذاب
ہے بڑا لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا اس کو ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ

گمان کرتے مومن مرد وَالْمُؤْمِنٰتُ اور مومن عورتیں بِاَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کے بارے میں خَيْرًا بھلائی کا وَّقَالُوْا اور کہہ دیتے هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ یہ بہتان ہے کھلا لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ کیوں نہیں لاتے وہ اس پر بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ چار گواہ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ پس جب وہ نہیں لا سکے گواہ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ پس وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں هُمُ الْكٰذِبُوْنَ وہی جھوٹے ہیں۔

آج جو آیات آپ حضرات کے سامنے پڑھی گئی ہیں ان میں دو قسم کے حکم بیان ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ میاں بیوی ایک دوسرے پر بدکاری کا الزام لگائیں تو اس کا حکم لعان ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ایک آدمی دوسرے آدمی پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے اور چار گواہ نہیں پیش کر سکتا تو یہ مدعی جھوٹا کہلائے گا اور اس کو بہتان تراشی کی سزا دی جائے گی۔

لعان کا حکم :

پہلا حکم کہ کوئی مرد اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے کہ میری بیوی بدکار ہے تو اس کو اس الزام پر چار گواہ پیش کرنا ہوں گے۔ اگر اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو پھر لعان ہو گا۔ عربی میں لعان بھی کہتے ہیں مُلَاعَنَه بھی کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ مرد عورت دونوں قاضی اور جج کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ قاضی یا جج کی عدالت میں مرد چار گواہیاں اس طرح دے گا کہ ہر گواہی کے ساتھ قسم اٹھائے کہ میں قسم اٹھا کر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میری بیوی میں یہ گناہ ہے۔ پھر دوبارہ کہے کہ میں قسم اٹھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میری بیوی بدکار ہے۔ پھر تیسری مرتبہ قسم اٹھا کر کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر

گواہی دیتا ہوں کہ میری بیوی بدکار ہے میری بیوی میں واقعی برائی ہے۔ پھر چوتھی مرتبہ قسم اٹھائے کہ میں قسم اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر گواہی دیتا ہوں کہ میری بیوی میں برائی ہے۔ یہ چار شہادتیں ان الفاظ کے ساتھ اور پانچویں میں اس لفظ کے ساتھ ہوگی کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد اگر عورت اپنے عیب کو تسلیم کر لے تو اس کو رجم کر دیا جائے گا کیونکہ شادی شدہ کا یہی حکم ہے۔ لیکن اگر عورت اپنے عیب کو تسلیم نہیں کرتی تو اس کو بھی چار گواہیاں دینا پڑیں گی کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتی ہوں کہ مجھ میں وہ عیب نہیں ہے جو خاوند کہہ رہا ہے۔ پھر دوبارہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتی ہوں کہ مجھ میں وہ عیب نہیں ہے جو خاوند کہہ رہا ہے۔ تیسری دفعہ پھر کہے گی کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتی ہوں کہ میرے خاوند نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پھر چوتھی دفعہ گواہی دے گی کہ میں رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ مجھ میں یہ برائی نہیں ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہے گی کہ مجھ پر رب تعالیٰ کا غضب ہو اگر خاوند سچا ہے اور میں جھوٹی ہوں۔ اس کاروائی کے بعد ان کے درمیان خود بخود تفریق ہو جائے گی۔ نہ وہ اس کا خاوند رہا اور نہ وہ اس کی بیوی رہی اس کو شریعت میں لعان کہتے ہیں۔

اب درحقیقت ان میں سے ایک تو جھوٹا ہے یا خاوند جھوٹا ہے یا بیوی جھوٹی ہے۔ تو ان کا معاملہ اب آخرت کی طرف منتقل ہو گیا وہاں فیصلہ ہوگا کہ کون جھوٹا تھا۔ دنیا کی سزا سے خاوند بھی بچ گیا کہ اس کو اسی کوڑوں کی سزا نہیں ملے گی اور دنیا کی سزا سے عورت بھی بچ گئی کہ رجم نہ ہوئی۔ عورت کے پاس جو بچہ ہے اس کے متعلق اگر خاوند کہے کہ وہ میرا ہے اور اس کی نفی نہیں کرتا تو شرعاً بچہ اس کا ہوگا اور اس کی تعلیم و تربیت کا خرچہ اس کے ذمہ ہوگا اور وراثت وغیرہ کے سارے احکام جاری ہوں گے اور اگر خاوند انکار کر دے اور کہے کہ یہ

بچہ میرا نہیں ہے تو اس کی نسبت خاوند سے ختم ہو جائے گی۔ ماں نے چونکہ جنا ہے تو اس کی نسبت ماں کی طرف کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں اَزْوَاجَهُمْ اپنی بیویوں پر وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اور نہیں ہیں ان کے لیے گواہ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ مگر ان کی اپنی جانیں فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ پس گواہی ان میں سے ایک کی اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ ۢبِاللّٰهِ چار گواہیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ بے شک وہ البتہ سچ بولنے والوں میں سے ہے کہ بے شک میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور پانچویں یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر اگر ہے وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اور دور کر دے گا اس عورت سے بھی سزا کو اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ ۢبِاللّٰهِ یہ کہ وہ گواہی دے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ کہ بے شک وہ خاوند اس کا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے وَالْخَامِسَةَ اور پانچویں قسم یہ کہ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ بے شک اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اس عورت پر اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر اس کا خاوند سچ کہنے والوں میں سے ہو اور میں جھوٹی ہوں اس کو شریعت میں لعان کہتے ہیں۔ اس کے بعد دنیا کی سزا دونوں سے ٹل جائے گی اور ان میں سے جو جھوٹا ہو گا اس کو آخرت میں سزا ہو گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے حکمت والا ہے۔ ساتھیو! شریعت نے جو اصول بتائے ہیں اگر انسان

ان اصولوں پر چلے تو اس طرح کی نوبت کبھی بھی واقع نہیں ہوسکتی۔ وہ کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم دیا ہے عورت پردے میں رہے، کوئی آدمی بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل نہ ہو، غیر محرم مرد عورت کا اختلاط نہ ہو، ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو اور خط وکتابت نہ ہو، یہ تمام برائی کی باتیں ہیں اگر ان سے بچا جائے تو تہمت کی نوبت کبھی نہیں آئے گی۔

غزوہ بنوالمصطلق اور واقعہ اِفک :

ہجرت کا پانچویں سال تھا آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنوالمصطلق عرب کا مشہور قبیلہ تھا اور اس کے جوان بڑے لڑنے بھڑنے والے تھے اور ان کا دوسرے قبائل کے ساتھ بھی رابطہ تھا وہ مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس بات کی تحقیق کرو کیونکہ بعض باتیں افواہ ہوتی ہیں اور افواہ پر عمل کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ واقعتاً ان لوگوں کا ارادہ ہے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا اور انہوں نے تیاری کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کو حملہ نہیں کرنے دیں گے بلکہ ہم خود ان پر حملہ کریں گے۔ آنحضرت ﷺ تقریباً پانچ سو صحابہ کرام ﷡ کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ کچھ عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ آپ ﷺ کی بیویوں میں حضرت عائشہ صدیقہ ﷝ ساتھ تھیں۔ عورتوں کا کام تھا کھانا تیار کرنا، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور جو عورتوں کے کام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی قبیلہ بنوالمصطلق پر غلبہ نصیب ہوا۔ اس کو غزوہ مُریسیع بھی کہتے ہیں۔ مریسیع جگہ کا نام ہے۔

واپسی ہوئی تو مجاہدین کا قافلہ رات کے پچھلے پہر میں ایک مقام پر تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ سحری کا وقت تھا آنحضرت ﷺ کے تمام صحابہ ﷡ تہجد گزار تھے اسی لیے آپ ﷺ

فجر کی نماز صبح صادق کے فوراً بعد پڑھا دیتے تھے کیونکہ سب تیار ہوتے تھے۔آپ ﷺ نے اعلان کیا کہ اب ہم نے نماز پڑھ کر چل پڑنا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کہ قافلہ روانگی کے بعد دوپہر سے پہلے کسی جگہ نہیں ٹھہرے گا تو میں قضائے حاجت سے فارغ ہو جاؤں تاکہ راستے میں رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے موتیوں کا ایک ہار مانگ کر لے گئیں تھیں گلے میں ڈالنے کے لیے کیونکہ ان کے پاس اپنا ہار نہیں تھا۔عورتوں کو زیور کے ساتھ فطری طور پر پیار ہوتا ہے۔قرآن پاک میں آتا ہے اَوَ مَنۡ یُّنَشَّؤُا فِی الۡحِلۡیَۃِ وَھُوَ فِی الۡخِصَامِ غَیۡرُ مُبِیۡنٍ [زخرف:۱۷]''بھلا وہ جس کو نشوونما دی جاتی ہے زیور میں اور وہ جھگڑا کرنے میں بھی صاف بات نہیں کر سکتی۔''قضائے حاجت کے لیے تھوڑا سا دور گئیں اندھیرا تھا اور ریتلا علاقہ تھا سوئے اتفاق کہ ہار کا دھاگا ٹوٹ گیا موتی بکھر گئے ہار قیمتی تھا،دانے تلاش کرتے کرتے دیر ہوگئی۔جو کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے سمجھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کجاوے میں ہیں کیوں کہ ان کا جسم ہلکا پھلکا تھا انہوں نے کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور سفر شروع ہو گیا کسی کے علم میں نہیں تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیچھے رہ گئی ہیں۔آنحضرت ﷺ بھی ساتھ تھے۔حضرت ابوبکر،حضرت عمر، حضرت عثمان ؓ،حضرت علی ؓ تمام بڑے بزرگ اکٹھے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب آئیں تو قافلہ جا چکا تھا سڑکیں تو ہوتی نہیں تھیں کہ پیچھے چل پڑتیں۔ریتلے علاقے میں ہوا چلے تو قدموں کے نشان بھی مٹ جاتے ہیں۔یہ ان کی دانائی تھی کہ انہوں نے سوچا کہ مجھے راستے کا علم نہیں ہے کدھر جاؤں وہیں لیٹ گئیں کہ یقیناً جب وہ دیکھیں گے کہ میں کجاوے میں نہیں ہوں تو اسی جگہ آئیں گے نوعمری

تھی اس وقت ان کی عمر مبارک تیرہ (۱۳) سال تھی۔صبح کا ٹھنڈا وقت تھا آنکھ لگ گئی۔

آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی تھے حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ اُن کو حکم تھا کہ انہیں قافلے سے پیچھے رہنا ہے تاکہ قافلے والوں کی کوئی گری پڑی چیز چادر، جوتا، پگڑی وغیرہ کوئی سامان ہو اُسے اٹھانا ہے۔حضرت صفوان ابن معطل سلمی رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کپڑے میں لپٹی کوئی چیز پڑی ہے جلدی سے آکر چادر ہٹائی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔کیونکہ پردے کے حکم سے پہلے انہوں نے ان کو دیکھا ہوا تھا۔پردے کا حکم ۳ھ میں نازل ہوا ہے۔دیکھا تو منہ سے نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بندہ جب بھی کوئی پریشانی کی بات سنے تو اس وقت یہ کلمات کہے۔ایک موقع پر مٹی کا چراغ جل رہا تھا تیز ہوا چلی تو چراغ بجھ گیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ کوئی اتنی بڑی مصیبت تو نہیں ہے ابھی ہم دوبارہ جلالیں گی۔آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! ہر وہ چیز جو مسلمان کو تکلیف پہنچائے وہاں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لینا چاہیے۔کیونکہ اچانک چراغ کا بجھ جانا بھی پریشانی کا سبب ہے اس لیے میں نے پڑھا ہے۔

حضرت صفوان ابن معطل سلمیؓ نے یہ پڑھا اور اونٹ بٹھایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوار ہو گئیں نکیل پکڑی اور چل پڑے دوپہر کے وقت قافلے کے ساتھ جاملے اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

عبداللہ بن ابی کی منافقت :

عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین بڑا شیطان قسم کا آدمی تھا وہ ایسی باتوں کی تلاش میں رہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف کوئی بات مل جائے تاکہ وہ اسے بطور ہتھیار ان

کے خلاف استعمال کر سکے۔ اس کو موقع مل گیا اور اس نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس شخص کے تعلقات اچھے نہیں اور اتنا زور دار پروپیگنڈہ کیا کہ تین مخلص صحابی بھی اس کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ کی سالی اور پھوپھی زاد بہن حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ کہنے لگے نوعمری ہے ایسا گناہ ہوسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے گلیوں میں یہ باتیں ہو رہی ہیں، بازاروں میں ہو رہی ہیں، اپنے بے گانے کر رہے ہیں، عجیب قسم کا منظر ہے۔ پورا ایک مہینہ گزر گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ میرے پاس بیٹھے تھے فرمایا عائشہ! اگر آپ سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو خدا سے معافی مانگ لو، توبہ کرلو۔ فرماتی ہیں جب آپ ﷺ نے فرمایا تو میرے ہوش وحواس اڑ گئے۔ میں نے کہا آپ بھی یقین کرتے ہیں کہ واقعی کوئی ایسی بات ہوئی ہے۔ میں رو پڑی اور کہا کہ مجھ میں تو ایسا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ میری صفائی دے گا۔ خیال تھا کہ خواب کے ذریعے میری صفائی بیان کر دی جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرما کر میری صفائی دی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ سے لے کر لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ تک اٹھارہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ بے شک وہ لوگ جو بہتان لائے ہیں عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ وہ ایک گروہ ہے تم میں سے۔ منافق تو سارے تھے تین مخلص بھی شکار ہو گئے لَا تَحْسَبُوْہُ نہ خیال کرو تم اس بہتان کو شَرًّا لَّکُمْ اپنے لیے برا بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ تمہاری صفائی قرآن میں بیان

ہوئی ہے جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔ فرمایا لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی کے لیے ان بہتان تراشوں میں سے مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وہ ہے جو کمایا اس نے گناہ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ اور وہ شخص جس نے سرپرستی کی ہے اس بہتان کے بڑے حصے کی مِنْهُمْ ان میں سے عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اس کے لیے بڑا عذاب ہے کہ وہ اس سلسلے کا [illegible] ہے اور وہی اس کی نشر و اشاعت کرنے والا ہے اور لوگوں کو آمادہ کرنے والا ہے کہ اس کو خوب پھیلاؤ لہٰذا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کیوں نہ ہوا جب تم نے یہ بہتان سنا تھا ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ گمان کرتے مومن مرد اور مومن عورتیں بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا اپنی جانوں کے بارے میں بھلائی کا وَّقَالُوْا اور وہ کہتے هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ یہ بہتان ہے کھلا لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ کیوں نہ لائے وہ اس پر بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ چار گواہ اپنے دعوے کے ثبوت پر۔ چار گواہ کیوں نہ لائے کہ زنا کے الزام کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے جو چشم دید گواہی دیں فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ پس جب وہ نہیں لاسکے گواہ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ پس یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے ہیں اور ان کا الزام صریح بہتان ہے۔ اس کی یہ سزا پائیں گے۔

❀❀❀

وَلَوْلَا فَضْلُ

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٤ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝١٥ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝١٦ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٧ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝١٨ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝١٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝٢٠ ع

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل عَلَيْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں لَمَسَّكُمْ البتہ پہنچتا تمہیں فِيْ مَآ اس کے بدلے میں اَفَضْتُمْ فِيْهِ جس میں تم مصروف ہوئے عَذَابٌ عَظِيْمٌ بڑا عذاب اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ جس وقت تم لے رہے تھے اس افک کو بِاَلْسِنَتِكُمْ اپنی زبانوں کے ساتھ وَتَقُوْلُوْنَ اور تم کہتے تھے بِاَفْوَاهِكُمْ اپنے مونہوں کے ساتھ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وہ جس کا تمہیں

علم نہیں تھا وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا اور تم اس کو خیال کرتے تھے ہلکی بات وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے اس کو سنا قُلْتُمْ تم کہہ دیتے مَّا يَكُوْنُ لَنَآ کوئی حق نہیں ہمیں اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا کہ ہم کلام کریں اس بہتان کے بارے میں سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات پاک ہے هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ یہ بہتان ہے بہت بڑا يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے اَنْ تَعُوْدُوْا یہ کہ تم لوٹو لِمِثْلِهٖٓ اس کی مثل کی طرف اَبَدًا کبھی بھی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اور بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُحِبُّوْنَ جو پسند کرتے ہیں اَنْ اس کو تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ کہ پھیل جائے بے حیائی فِي الَّذِيْنَ ان لوگوں میں اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان لوگوں کے لیے عذاب ہوگا دردناک فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ مہربان ہے۔

ربطِ آیات :

کل کے درس میں بقدرِ ضرورت تھوڑی سی تفصیل بیان ہوئی تھی کہ ہجرت کے پانچویں سال آنحضرت ﷺ کو قبیلہ بنو المصطلق کے ساتھ جہاد کی ضرورت پیش آئی۔ اس جہاد میں آپ کے ساتھ کم وبیش پانچ سو مجاہد اور چند بیبیاں بھی تھیں اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اس سفر میں دو اہم واقعات پیش آئے۔ ایک جاتے ہوئے اور ایک آتے ہوئے۔

تیمّم کا حکم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا امت پر احسان :

جاتے ہوئے یہ صورت پیش آئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک موتیوں کا ہار مانگ کر لائی تھیں۔ کیونکہ ان کے پاس زیور کوئی نہیں تھا۔ وہ ہار قیمتی موتیوں کا تھا۔ جاتے ہوئے مجاہدین ایک جگہ ٹھہرے۔ ناتجربہ کاری اور بچپن کی بنا پر دھیان نہ کر سکیں اور وہ ہار گم ہو گیا۔ کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر صرف تیرہ سال تھی فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ "پس آنحضرت ﷺ اس کی تلاش کے لیے ٹھہر گئے اور دوسرے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے۔" آپ ﷺ نے بھی اس ہار کو تلاش کرنے کی پوری کوشش کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی پوری کوشش کی مگر ہار نہ ملا۔ آنحضرت ﷺ تھکے ہوئے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ران مبارک پر سر مبارک رکھا سو گئے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ اور کسی کے پاس پانی نہیں تھا اور وہاں اردگرد بھی پانی نہیں تھا لوگ پریشان ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے شکوہ کیا کہ دیکھو! تمہاری صاحبزادی نے قوم کو مصیبت میں ڈال دیا ہے نماز کا وقت ہو گیا ہے اور کسی

کے پاس پانی نہیں ہے اور یہاں بھی پانی نہیں ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابا جی آئے اور مجھے دو چوکے مارے کہ ساری قوم کو تو مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ مجھے بڑی تکلیف ہوئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں مر جاؤں گی لیکن میں نے حرکت نہیں کی کہ آنحضرت ﷺ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے تیمّم کا حکم نازل فرما کر یہ مسئلہ حل فرما دیا کہ اگر پانی نہ ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لو۔ پھر لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مبارک دینے آئے کہ تمہاری بچی کی وجہ سے امت کے لیے بڑی سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے یہاں ڈیرا تو نہیں لگانا، جانا بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ [نسائی] ”پس جب ہم نے وہ اونٹ اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہمیں اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔“ اور بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 38 پر یہ روایت موجود ہے۔

اب آپ حضرات ایک بات سمجھ لیں۔ آج اہل بدعت کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر چیز کو قریب دور سے دیکھتے ہیں اور ولی بھی سب کچھ دیکھتے ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے فَاَقَامَ رسول اللّٰه ﷺ عَلَى اِلْتِمَاسِهِ ”آنحضرت ﷺ نے بھی اس ہار کو ڈھونڈا وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ اور لوگوں نے بھی ڈھونڈا۔“ اور ہر ایک ان میں سے ولی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑا کوئی ولی نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق ہیں، حضرت عمر فاروق ہیں، حضرت عثمان غنی ہیں، حضرت علی حیدر کرار ہیں رضی اللہ عنہم۔ یہ سب اولیاء کے سردار ہیں۔ سب نے تلاش کیا مگر ہار نہ ملا۔ اونٹ اٹھایا تو ہار اس کے نیچے پڑا تھا۔ یہ ہجرت کے پانچویں سال کا واقعہ ہے۔ ہم کیسے مان لیں کہ تمام چیزیں ہر وقت آپ ﷺ کی نگاہ میں ہیں۔ یہ

صفت صرف رب تعالیٰ کی ہے کہ وہ ہر وقت ہر شے کو دیکھ رہا ہے۔تو جاتے ہوئے یہ واقعہ پیش آیا۔اور واپسی پر جو واقعہ پیش آیا وہ کل تم سن چکے ہو کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے گئی ہوئی تھیں قافلہ روانہ ہو گیا یہ واپس آ کر وہیں لیٹ گئیں۔حضرت صفوان ابن معطل سلمی ثم المرادی رضی اللہ عنہ جن کی ڈیوٹی تھی کہ قافلے کی گری پڑی چیز اٹھا کر لائیں۔جب یہاں پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، یہ اٹھ گئیں، اونٹ پر بٹھایا اور دوپہر کے وقت قافلے سے آ کر مل گئے۔

عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کے ہاتھ بات لگ گئی۔نقل کفر کفر نہ باشد۔اس نے کہا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس شخص کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں ہیں اور اتنا زوردار پروپیگنڈہ کیا کہ تین مخلص صحابی بھی اس کا شکار ہو گئے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ آیات قرآن پاک کی نازل فرمائیں۔کچھ تو آپ حضرات کل سن چکے ہو اور کچھ آج سن لو۔

آیاتِ مذکورہ کی تشریح :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں لَمَسَّكُمْ البتہ پہنچتا تمہیں فِيْ مَآ اس چیز کے مقابلے میں اَفَضْتُمْ فِيْهِ جس میں تم مصروف ہو جس کا تم چرچا کر رہے ہو اس کی وجہ سے تم کو پہنچتا عَذَابٌ عَظِيْمٌ بہت بڑا عذاب یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تم نے بہتان گھڑا ہے اس کی وجہ سے تم پر دنیا اور آخرت میں عذاب نازل ہوتا اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی مہربانی نہ ہوتی اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ جس وقت تم لے دے رہے تھے اس بہتان کو اپنی زبانوں کے

ساتھ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ اور تم کہتے تھے اپنے مونہوں کے ساتھ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وہ جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ یعنی ایک دوسرے سے پوچھتے تھے بھئی! بڑے افسوس کی بات ہے مجھے تو بڑا صدمہ ہوا ہے تم نے یہ بات سنی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فلاں شخص کے ساتھ تعلقات تھے۔ وہ اس سے پوچھتا، وہ اس سے پوچھتا، فرمایا تم مونہوں سے وہ بات کر رہے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا اور تم اس کو آسان اور ہلکی بات سمجھ رہے تھے وَّهُوَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی بات تھی کہ جس پر تم الزام لگا رہے تھے۔

مقامِ عائشہ :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا بڑا مقام ہے کتنا بلند مقام ہے۔ پھر وہ بیٹی کس کی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جو تمام پیغمبروں کے بعد تمام مخلوقات میں پہلے نمبر کے آدمی ہیں۔ پھر وہ بیوی کس کی ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں اونچی شان والے ہیں تم نے کچھ بھی خیال نہیں کیا تم نے اس بات کو ہلکا سمجھا ہے وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے یہ بات سنی قُلْتُمْ فوراً کہہ دیتے مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا کوئی حق نہیں ہمیں کہ ہم کلام کریں اس بہتان کے بارے میں، کوئی لفظ زبان سے نکالیں۔ تمہارا فریضہ تھا کہہ دیتے سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے تمام عیوب سے یہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف نسبت کی گئی ہے بڑا بہتان ہے يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ لوٹو تم اس بات کی مثل کی طرف کبھی بھی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو تو پھر کبھی بھی ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔

رافضیوں کا عقیدہ اور حضرت مہدی علیہ السلام :

لیکن بدبخت قوم رافضی آج بھی باز نہیں آتے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کے متعلق زبان درازی کرتے ہیں۔ خمینی نے اپنی کتابوں میں اس پر بڑا زور لگایا ہے اور ملا باقر کی کتابیں پڑھو جوان کا بڑا محقق، عالم اور مجتہد اعظم ہے۔ خمینی نے اپنی قوم کو ترغیب دی ہے کہ ملا باقر مجلسی کی کتابوں کو تم ضرور پڑھو غور کے ساتھ اور ان پر یقین رکھو۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی کی کتاب ہے ''حق الیقین'' اس میں وہ لکھتا ہے کہ جب مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ یہ ظاہر ہونے والا نظریہ رافضیوں کا ہے۔

اور یہ بات یاد رکھنا! کہ ہمارے نزدیک تو مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے مدینہ طیبہ میں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام محمد ہوگا والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ اور رافضیوں کے نزدیک ۲۵۵ھ میں ایک غار کے اندر جا کے چھپ گئے تھے وہ غار بغداد سے ساٹھ میل دور ہے اس کا نام ہے سُرَّ مَن رَأی۔ رافضی کہتے ہیں کہ وہ قرآن لے کر اس غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ تو ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ جب وہ ظاہر ہوں گے تو ان کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دیں گے آنحضرت ﷺ کی قبر پھٹے گی اور آپ ﷺ امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ دوسرا کام ان کا یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کی قبر کے پاس جو دو بت ہیں ان بتوں کو قبروں سے نکال کر دور پھینک دیں گے۔ ایک بت ابوبکر اور دوسرا بت عمر رضی اللہ عنہما معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور وہ تیسرا کام یہ کریں گے کہ جنت البقیع کے قبرستان جا کر عائشہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس جا کر کھڑے ہوں گے قبر پھٹے گی ان کو قبر سے نکال کر حد جاری کریں گے اور چوتھا کام ان کا یہ ہوگا کہ سنیوں یعنی اہل سنت والجماعت کے علماء کو قتل کریں گے اور ان کا پانچواں کام یہ ہوگا

کہ عام سنیوں کو قتل کریں گے۔ یہ ہے اس مہدی کا نقشہ جو غار میں چھپا ہوا ہے۔ آج ساری دنیا حقوق، حقوق، حقوق کا پروپیگنڈہ کرتی ہے۔ تہران میں پانچ لاکھ سنی آباد ہیں لیکن اہل سنت کی ایک مسجد بھی نہیں ہے۔ ہندوؤں کے مندر ہیں، سکھوں کے گردوارے ہیں، آتش پرستوں کے آتش کدے ہیں، یہودیوں کے معبد خانے ہیں، عیسائیوں کے گرجے ہیں لیکن سنیوں کی ایک مسجد بھی نہیں ہے۔ آج کل اخبارات میں تم نے پڑھا ہوگا احتجاج ہوا تھا کہ خامنائی کے گھر کے پاس ایک مسجد تھی اہل سنت والجماعت کی وہ بھی انہوں نے گرادی اور اس وقت حکومت میں جتنے ہیں بے نظیر سے لے کر تمام اہم عہدوں پر یہی رافضی فائز ہیں۔ اور یہاں اگر علماء کوئی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ فرقہ واریت ہے ۔ بھئی! اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا کہ پانچ لاکھ کی آبادی کے پاس ایک بھی مسجد نہیں ہے اور ساری دنیا میں حقوق حقوق کی رٹ لگاتے پھرتے ہو۔ اہل سنت پر جتنا ظلم ایران میں ہوا ہے شاید دنیا میں کسی اور جگہ نہ ہوا ہو۔ تو خیر امام مہدی علیہ السلام کا انہوں نے یہ نقشہ کھینچا ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قبر سے نکال کر ان پر حد جاری کریں گے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

بخشے والا کا ایک واقعہ :

پاکستان بننے سے پہلے کا واقعہ ہے غالباً ۱۹۳۸ء یا ۱۹۳۹ء کی بات ہے بخشے والا میں ایک جلسہ تھا ساتھیوں نے مجھے اس کا صدر بنا دیا قاضی نور محمد صاحب " قلعہ دیدار سنگھ کے رہنے والے تھے۔ ہمارے پیر بھائی اور بڑے محقق علماء میں سے تھے، ان کی تقریر تھی۔ انہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کچھ فضائل بیان فرمائے اور یہ بھی بیان فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں، پاک دامن ہیں، اس واقعہ کے پانچ

سال بعد بھی آپ ﷺ کے نکاح میں رہی ہیں معاذ اللہ تعالیٰ اگر ان میں کوئی ایسی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا معصوم پیغمبر ایسی بیوی کو گھر میں نہ رکھتا۔ وہاں کے رافضیوں نے کہا کہ گھروں میں تو چوہیاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ ان کا جواب تھا معاذ اللہ تعالیٰ۔

شیعہ مسلمان نہیں ہیں :

یاد رکھنا! شیعہ مسلمان نہیں ہیں رافضی مسلمان نہیں ہیں۔ یہ آج کل اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں جعفری کے لفظ سے دھوکا نہ کھانا یہ کافر ہیں۔ ہمارے سامنے ساری باتیں مانیں گے تقیہ کے طور پر کہیں گے ہم مسلمان ہیں کلمہ پڑھتے ہیں قرآن بھی۔ یہ سب کچھ ہے ظاہر میں اندر کچھ نہیں ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتے ہیں کہ تم ایسی بات کرو کبھی بھی اگر تم مومن ہو وَیُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ اور بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں تمہارے سامنے بیان کرتا ہے وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ جو پسند کرتے ہیں کہ شائع ہو، مشہور ہو، پھیلے بے حیائی فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں میں جو مومن ہیں کہ ان مومنوں کے بارے میں بے حیائی کی باتوں کی نشر و اشاعت ہو لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ان کے لیے عذاب ہے دردناک دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اسی اسی کوڑے سب کو لگائے گئے جو حد ہے قذف کی چاہے مخلص تھے یا غیر مخلص تھے اور آخرت کی سزا علیحدہ ہے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُہٗ اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یہ حقیقت تمہارے

سامنے بیان نہ کرتا وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے مہربان ہے۔

۞۞۞

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ۙ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگوں جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّبِعُوْا نہ پیروی کرو تم خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے نقش قدم کی وَمَنْ اور وہ شخص يَّتَّبِعْ جس نے پیروی کی خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے نقش قدم کی فَاِنَّهٗ پس بے شک وہ شیطان يَاْمُرُ حکم کرتا ہے بِالْفَحْشَآءِ بے حیائی کا وَالْمُنْكَرِ اور برائی کا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ تعالیٰ کا تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ نہ پاک ہوتا تم میں

سے کوئی بھی اَبَدًا کبھی وَّلٰـكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ يُزَكِّيْ پاک کرتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا عَلِيْمٌ جاننے

والا ہے وَلَا يَاْتَلِ اور قسم نہ اٹھائیں اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ فضیلت

والے تم میں سے وَالسَّعَةِ اور مالی وسعت والے اَنْ یہ کہ يُّؤْتُوْٓا اُولِي

الْقُرْبٰى دیں وہ قریبی رشتہ داروں کو وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکینوں کو

وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ

کے راستے میں وَلْيَعْفُوْا اور ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں وَلْيَصْفَحُوْا اور

چاہیے کہ درگزر کریں اَلَا تُحِبُّوْنَ کیا تم پسند نہیں کرتے اَنْ اس بات کو

يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ کہ اللہ تعالیٰ بخش دے تمہیں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ

تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَرْمُوْنَ تہمت

لگاتے ہیں الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن عورتوں پر الْغٰفِلٰتِ جو گناہوں سے

غافل ہیں الْمُؤْمِنٰتِ جو مومن ہیں لُعِنُوْا ایسے لوگوں پر لعنت کی گئی فِي

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ان کے لیے بڑا

عذاب ہے يَوْمَ اس دن تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ گواہی دیں گی ان کے خلاف

اَلْسِنَتُهُمْ ان کی زبانیں وَاَيْدِيْهِمْ اور ان کے ہاتھ وَاَرْجُلُهُمْ اور ان کے

پاؤں بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس کے بارے میں جو وہ کرتے رہے يَوْمَئِذٍ

اس دن يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ پورا پورا دے گا ان کو اللہ تعالیٰ دِيْنَهُمْ ان کا بدلہ

الْحَقَّ جو حق ہے وَ یَعْلَمُوْنَ اور وہ جان لیں گے اَنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ وہ سچا ہے حق کو کھول کر بیان کرنے والا۔

گزشتہ آیات کا خلاصہ :

اگر چہ تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان ہو چکا ہے لیکن ان آیات کو سمجھانے کے لیے میں اس کا پھر خلاصہ عرض کر دیتا ہوں۔ ۵ھ میں آپ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنوالمصطلق جو مریسیع کے علاقہ میں آباد ہے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے العیاذ باللہ مسلمانوں کا صفایا کرنا چاہتا ہے۔ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی ان لوگوں کا ارادہ ہے اور تیاری میں ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کو حملہ کرنے کی مہلت کیوں دیں کہ وہ ہمارے گھروں میں آکر حملہ آور ہوں بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔تقریباً پانچ سو مجاہدین کو لے کر آپ ان کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے۔اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ کچھ عورتیں بھی تھیں اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا اونٹ پر جو کجاوہ ہوتا ہے اس میں بیٹھ جاتی تھیں اور کجاوہ اٹھا کر رکھنے والے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے قبیلہ بنوالمصطلق پر غلبہ عطا فرمایا۔

واپسی کے سفر میں مجاہدین کا قافلہ رات کے پچھلے حصے میں ایک مقام پر تھوڑی دیر کے لیے رکا۔علی الصبح روانگی کا پروگرام تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ قافلہ چلنے کے بعد دوپہر سے پہلے تو نہیں رکے گا میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاؤں تاکہ راستے میں رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ جب قضائے حاجت کے لیے گئیں تو وہ موتیوں والا ہار جو اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریتاً لے کر گئی تھیں۔اس کا دھاگا ٹوٹ گیا موتی بکھر گئے ریتلی زمین اور اندھیرا تھا کوئی تمیز نہ تھی کہ موتی ہے یا ریت کا دانہ ہے تلاش کرنے میں دیر

ہوگئی قافلہ چل پڑا۔ کجاوہ رکھنے والوں نے کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔ خیال تھا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کجاوے میں ہیں لیکن وہ کجاوہ وزنی تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جسم ہلکا پھلکا تھا عمر تیرہ سال تھی ان کو وہم بھی نہ ہوا کہ اندر نہیں ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں دیکھا تو قافلہ جا چکا تھا سڑکیں نہیں تھیں کہ سڑک پر چل پڑتیں ریتلا علاقہ تھا صبح کو جب ہوا چلتی ہے تو قدموں کے نشانات بھی مٹا دیتی ہے۔ انہوں نے عقلمندی کی وہیں بیٹھ گئیں کہ جب مجھے نہیں پائیں گے تو واپس یہیں آئیں گے میں کدھر جاؤں۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا تھی نیند آ گئی۔

حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ جن کی ڈیوٹی تھی کہ قافلے سے پیچھے پیچھے رہیں۔ قافلے کی گری پڑی چیز کا اٹھانا ان کی ذمہ داری تھی۔ وہ جب یہاں پہنچے تو دیکھا کہ کوئی آدمی لیٹا ہوا ہے چادر کھینچی تو دیکھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ پردے کے حکم سے پہلے ان کو دیکھا ہوا تھا کہنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر بٹھایا اور دوپہر کے وقت قافلے کے ساتھ جا ملے۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین کو یہ بات مل گئی اس نے خوب پروپیگنڈہ کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس شخص کے ساتھ غلط تعلقات ہیں۔ آنحضرت ﷺ ایک مہینہ پریشان رہے۔ وحی کوئی نہ آئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بری فرما دیں گے مگر یہ بات ان کے وہم میں بھی نہ تھی کہ ان کی صفائی میں قرآن کریم نازل ہوگا یہ خیال تھا کہ خواب کے ذریعے یا جبرائیل علیہ السلام آ کر صفائی بیان کر دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی میں اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ آج کی آیات بھی اسی سلسلے میں ہیں۔

مذکورہ آیات کی تشریح :

پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم نے یہ طوفان کیوں برپا کیا؟ اب مومنوں کو تنبیہ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ نہ پیروی کرو تم شیطان کے نقش قدم کی وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اور جس نے پیروی کی شیطان کے قدموں کی فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ پس بے شک وہ شیطان حکم کرتا ہے بے حیائی کا وَالْمُنْكَرِ اور برائی کا۔ شیطان نے اچھی بات تو نہیں کرنی تم شیطان کے کہنے پر کیوں آئے؟ کیونکہ تین مخلص صحابی بھی اس پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ کے شاعر حضرت حسان بن ثابت ؓ، آپ کی سالی اور پھوپھی زاد بہن حمنہ بنت جحش ؓ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ ؓ، یہ مہاجر بھی تھے اور بدری بھی تھے۔ فرمایا یاد رکھو! وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا نہ پاک صاف ہوتا تم میں سے کوئی کبھی بھی۔ نہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی صفائی نازل ہوتی نہ کسی دوسرے کی وَّلٰـكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ ان دنوں آنحضرت ﷺ بڑے پریشان تھے اور مجھے کوئی علم نہیں تھا کہ میرے بارے میں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ایک دن میری والدہ اُمّ رومان ان کی کنیت تھی اور زینب ان کا نام تھا ؓ، یہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی سگی والدہ تھیں، میرے پاس آئیں اور انہوں نے اس واقعہ کی طرف کچھ اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ ابا جی کو بھی اس بات کا علم ہے کہ لوگ میرے اوپر

تہمت لگاتے ہیں۔ والدہ تھوڑا سا روئیں اور کہا کہ ہاں آپ کے والد کو بھی علم ہے اور مدینہ طیبہ کے درودیوار کو بھی پتا ہے۔ میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو بھی خبر ہے کہ لوگوں نے مجھ پر ایسا بہتان باندھا ہے؟ والدہ نے کہا ہاں! تو پھر میں رو پڑی۔

پھر فرماتی ہیں کہ میں اپنی دادی جو حضرت صدیق اکبر ؓ کی خالہ تھیں اور حضرت مسطح ؓ کی والدہ تھیں، کے ساتھ باہر گئی۔ نیم چاندنی رات تھی میری دادی نیم اندھیرے میں گر پڑی اور کہا ناس ہو مسطح بن اثاثہ کا، رب کرے مسطح مر جائے۔ فرماتی ہیں میں نے کہا دادی جی! گری تم خود ہو اور بددعا دیتی ہو مسطح کو، اس کا کیا قصور ہے۔ مجھے دادی کہنے لگی یہ لوگ منحوس ہیں جنہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے میرا بیٹا بھی ان تہمت لگانے والوں میں شامل ہے۔ میں نے کہا دادی جی! کیا کہہ رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں کہہ رہی ہوں کہ میرا بیٹا بھی ان تہمت لگانے والوں میں شامل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا ہوا تھا جب ان کو اطلاع ملی کہ میری پاک دامن بیٹی پر تہمت لگانے والوں میں مسطح بھی شامل ہے تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے قسم اٹھائی کہ میں آئندہ مسطح بن اثاثہ پر کچھ نہیں خرچ کروں گا اور غیرت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ان کو خرچہ بند کر دینا چاہیے تھا کہ اس کو اتنا بھی خیال نہ آیا کہ میں کس پر تہمت لگانے والوں میں شامل ہو رہا ہوں۔ جو بیٹی ہیں صدیق اکبر ؓ کی جن کے گھر سے میں کھاتا پیتا ہوں اور وہ بیوی ہیں کائنات کے سردار کی اور خود حضور پاک ﷺ کا بھی خیال نہ آیا۔

تو حضرت صدیق اکبر ؓ کے وظیفہ بند کرنے پر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ اور قسم نہ اٹھائیں تم میں سے فضیلت والے اور مالی وسعت والے۔ جو فضیلت رکھتے ہیں اور مالی گنجائش رکھتے ہیں یہ قسم نہ اٹھائیں

اَنْ یہ کہ یُؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی کہ وہ نہیں دیں گے قریبی رشتہ داروں کو وَالْمَسٰکِیْنَ اور مسکینوں کو وَالْمُھٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔قرآن کریم کی اس نص سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اولوا الفضل فضیلت والوں میں سے ہیں وَلْیَعْفُوْا اور ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں وَلْیَصْفَحُوْا اور ان کو چاہیے کہ وہ درگزر کریں اَلَا تُحِبُّوْنَ کیا تم نہیں پسند کرتے اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ یہ کہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ تمہیں۔اگر تم بندے ہو کر کسی کی غلطی معاف نہیں کرو گے تو رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ تمہاری غلطی کیوں معاف کرے گا؟ اگر تم نرمی کرو گے تو رب تعالیٰ بھی معاف کر دے گا اگر تم سختی کرو گے تو رب تعالیٰ کی گرفت میں آ جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک واقعہ :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک بڑا مال دار آدمی تھا اور عموماً مال کی خاصیت ہے کہ یہ جب کسی کے پاس آ جاتا ہے وہ انسان اللہ تعالیٰ سے، دین سے، آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔اسی لیے رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ [شوریٰ: ۲۷] ''اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے رزق اپنے بندوں کا تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین میں۔'' لیکن وہ ایک اندازے سے دیتا ہے جو اس کی حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔تو ایک بڑا مال دار آدمی تھا۔اس کے بہت سے ملازم تھے، کئی دکانیں تھیں، بڑا وسیع کاروبار تھا وہ فوت ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بندے! کوئی نیکی پیش کرو کہ تمہاری بخشش ہو جائے۔اس نے گردن جھکا دی اور رب تعالیٰ کے سامنے اقرار کیا کہ میرے پاس اے پروردگار! کوئی نیکی نہیں ہے اگر ہوتی میں پیش کرتا۔رب تعالیٰ نے

فرمایا سوچو شاید کوئی نیکی ہو جس کی وجہ سے میں تجھے معاف کر دوں۔ اس نے کہا اے پروردگار! مجھے ایک نیکی یاد ہے کہ میں نے اپنے ملازموں کو کہا ہوا تھا جو آدمی تمہارے پاس سودا لینے کے لیے آئے تو دے دینا۔ نقد بھی دے دینا، ادھار بھی دے دینا۔ اگر کسی غریب آدمی کے پاس پیسے نہ ہوں مفت میں دے دینا۔ بس اتنی نیکی مجھے یاد ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بندے ہو کر معاف کر سکتے ہو میں تو قادر مطلق ہوں میں کیوں نہ معاف کروں۔ جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ رب تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔

بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے فرمایا کہ **بَلٰی نُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَنَا** ''کیوں نہیں ہم پسند کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرمائے۔'' چنانچہ حضرت صدیق اکبر ﷛ نے حضرت مسطح بن اثاثہ ﷛ کا وظیفہ جاری فرما دیا۔ صرف جاری ہی نہیں فرمایا بلکہ پہلے سے دگنا کر دیا۔ مثلاً پہلے سو دیتے تھے اور اب دو سو کر دیا۔ کیونکہ وہ غریب تھے رب تعالیٰ نے ان کو مسکین فرمایا ہے **والمسکین**. اور ہجرت بھی کر کے آئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر ﷛ کپڑے کا کام کرتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر ﷛ کے حیرت انگیز حالات :

تاریخ بتلاتی ہے مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر 'سُنا' کے مقام پر کھڈیاں لگائی ہوئی تھیں جن پر کاریگر کام کرتے تھے بُنے ہوئے لے آتے اور پھیری لگا کر بیچتے تھے دکان نہیں تھی۔ دن کے کچھ حصے میں وہ تھان بک جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے برکت دی تھی۔ اس سے گھر کا خرچہ بھی چلتا تھا اور غریبوں مسکینوں کے ساتھ ہمدردی بھی کرتے تھے۔ جب حضرت صدیق اکبر ﷛ کو خلیفۃ الرسول منتخب کیا گیا تو پانچ نمازیں بھی پڑھانی تھیں، لوگوں

کے مقدمات بھی نمٹانے تھے، جمعہ، عیدین بھی پڑھانی تھیں۔ سارا وقت ادھر گزر جاتا کئی دنوں تک پھیری نہ لگا سکے گھر میں فاقے شروع ہو گئے تو ایک دن اہل خانہ نے کہا کہ ہم تو فاقے سے ہیں۔ ایک دن مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کے بعد فرمایا کہ کوئی ساتھی جائے نہ، میری بات سن کے جانا۔ سب ساتھی بیٹھے رہے۔ فرمایا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میری روزی کا انتظام اس طرح کیا تھا کہ میں پھیری لگا کر گھر کے افراد کی روزی مہیا کرتا تھا اب میرے پاس پھیری لگانے کا وقت نہیں ہے۔ آخر میں انسان ہوں اور میرے بیوی بچے بھی ہیں رب تعالیٰ نے پیٹ لگایا ہے سیدھی سادھی بات یہ ہے کہ یا تو خلافت کی ذمہ داری کسی اور کو دے دو جو غنی اور مال دار ہو یا پھر میرا وظیفہ مقرر کر دو بیت المال سے تاکہ میں اپنا کام جاری رکھوں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اہل شوریٰ نے کہا کہ آپ نے بجا فرمایا ہے اور ہمارے علم میں ہے اب آپ اپنا کام نہیں کر سکتے۔ چنانچہ پچیس درہم ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا جس سے گزر اوقات ہوتی رہی۔

وفات کے وقت بخاری شریف کی روایت کے مطابق آپ کے پاس دو چادریں تھیں۔ عرب کے علاقے میں اس وقت بھی اور اب بھی گرمی زیادہ ہوتی ہے مگر اب سہولتیں بہت زیادہ ہیں۔ اس وقت ایک چادر نیچے ہوتی تھی جس کو ازار کہتے تھے اور ایک اوپر ہوتی تھی جس کو رِدا کہتے تھے۔ کرتہ وغیرہ گرمی میں بہت کم استعمال کرتے تھے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ بیٹی آنحضرت ﷺ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ فرمایا ابا جی! سوموار والے دن۔ بیٹی! آج کون سا دن ہے؟ ابا جی! آج بھی سوموار ہی ہے۔ فرمایا میں آج جانے والا ہوں۔ بیٹی! یہ جو دو چادریں ہیں ان کو دھو لینا اور ایک اور چادر مہیا کر لینا اور مجھے ان تین چادروں میں کفنا

دینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جی! بیماریوں سے موت نہیں آتی موت اپنے وقت پر آتی ہے اور اگر موت کا وقت آ گیا تو ہم آپ کے لیے تین نئی چادریں لے لیں گے۔ فرمایا نہیں انہی دو چادروں کو دھونا ہے اور ایک اور چادر مہیا کرنی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے گھر میں تین نئی چادروں کی توفیق نہیں ہے اور مرتے وقت میں بیت المال پر اپنے کفن کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ یہ ہیں خلیفہ راشد۔ خلافت راشدہ بڑی چیز ہے۔ اور آج صدر اور وزیروں کے کھلپے دیکھو، مشیروں کے کھلپے دیکھو۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فضیلت والے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دینے سے نہ رکیں اور اس پر قسم نہ اٹھائیں معاف کر دیں اور درگزر کر دیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور معاف کر دے وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر الْغٰفِلٰتِ جو گناہوں سے غافل ہیں۔ جن کی طرف گناہ کی نسبت کی گئی ہے ان بے چاریوں کو پتا ہی نہیں کہ گناہ کب ہوا کس نے کیا؟ الْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ایسے لوگوں پر لعنت کی گئی دنیا اور آخرت میں۔ دنیا میں لعنت ایسے کہ ان کو اسّی کوڑے لگے اور آخرت کا عذاب علیحدہ ہوگا وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا۔ کس دن ہوگا؟ یَوْمَ تَشْھَدُ عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ جس دن گواہی دیں گی ان کے خلاف ان کی زبانیں۔ وَاَیْدِیْھِمْ اور ان کے ہاتھ گواہی دیں گے وَاَرْجُلُھُمْ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اس کے بارے میں جو وہ کرتے رہے۔

یہاں اجمال ہے۔ دوسرے مقام پر آتا ہے کہ رب تعالیٰ مجرموں سے پوچھیں گے

کہ تم نے گناہ کیا ہے تو وہ پہلے جھوٹ بولیں گے اور کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ [الانعام: ۲۳] ”قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اے ہمارے رب ہم نے شرک نہیں کیا۔“ پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دیں گے ہاتھ پاؤں بول کر گواہی دیں گے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ [یٰسین: ۶۵] ”ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے ساتھ ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔“ ہاتھ پاؤں بولیں گے، چمڑے بولیں گے اس کے بعد پھر زبان بھی بولے گی۔ اس دن عذاب ہوگا۔ یَوْمَئِذٍ اس دن یُوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ پورا پورا دے گا ان کو اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ الْحَقَّ جو سچا ہے وَ یَعْلَمُوْنَ اور وہ جان لیں گے اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ بے شک اللہ تعالیٰ سچا ہے حق کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ سب حقیقتیں کھول کر رکھ دے گا۔

۞ ۞ ۞

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

اَلْخَبِيْثٰتُ گندی عورتیں لِلْخَبِيْثِيْنَ گندے مردوں کے لیے ہوتی ہیں وَالْخَبِيْثُوْنَ اور گندے مرد لِلْخَبِيْثٰتِ گندی عورتوں کے لیے ہوتے ہیں وَالطَّيِّبٰتُ اور پاکیزہ عورتیں لِلطَّيِّبِيْنَ پاکیزہ مردوں کے لیے ہوتی ہیں وَالطَّيِّبُوْنَ اور پاکیزہ مرد لِلطَّيِّبٰتِ پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ وہ لوگ مبرہ اور منزہ ہیں مِمَّا ان تہمتوں سے يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور عمدہ رزق ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَدْخُلُوْا نہ داخل ہو بُيُوْتًا گھروں میں غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں کے علاوہ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا یہاں

تک کہ تم اجازت لے لو وَتُسَلِّمُوْا اور سلام کہہ لو عَلٰٓى اَهْلِهَا ان گھر والوں پر ذٰلِكُمْ یہی خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے لیے بہتر ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا پس اگر نہ پاؤ تم ان گھروں میں سے کسی کو فَلَا تَدْخُلُوْهَا پس نہ داخل ہو تم ان گھروں میں حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ اور اگر تمہیں کہا جائے ارْجِعُوْا واپس چلے جاؤ فَارْجِعُوْا پس واپس لوٹ جاؤ هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ یہی چیز تمہارے لیے پاکیزہ ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا کہ داخل ہو تم ایسے گھروں میں غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ جو سکونت والے نہیں ہیں فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ان میں تمہارا کچھ سامان ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا تُبْدُوْنَ اس چیز کو جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والے مردوں کو يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہی چیز ان کے لیے ستھری ہے اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو وہ کرتے ہیں۔

آج کے درس کی پہلی آیت کریمہ اَلْخَبِيْثٰتُ سے لے کر رِزْقٌ كَرِيْمٌ تک کا تعلق واقعہ افک کے ساتھ ہے جو تم تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ منافقوں نے

ام المومنین پر اتہام لگایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو جھڑکا کہ تم نے اتہام کیوں لگایا، یہ طوفان کیوں گھڑا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرمائی کہ جب تم نے سنا تو یہ کیوں نہ کہا سُبْحٰنَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ.

آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہتان لگانے والوں اور ان کی تائید کرنے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا کر آنحضرت ﷺ کے دامن کو داغ دار کر رہے ہیں۔ کیونکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان ﷺ کے نکاح میں ہیں اور یہ بات بھی تم تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ یہ واقعہ ۵ ھ کا ہے۔ یہ سال بھی پورا گزرا اور پانچ سال اور گزرے تو تقریباً پانچ چھ سال بعد تک آپ ﷺ دنیا میں تشریف فرما رہے اور عائشہ صدیقہؓ بدستور آپ ﷺ کی بیوی رہی ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات بھی ان کے حجرے میں ہوئی ہے اور آپ ﷺ دفن بھی ان کے کمرے میں ہوئے ہیں۔ وفات کے وقت آنحضرت ﷺ کو تکلیف تھی آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! مجھے سہارا دو آپ رضی اللہ عنہا پیچھے بیٹھ گئیں اور آپ ﷺ کو اپنی گود میں لے لیا اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک ام المومنین رضی اللہ عنہا کی چھاتی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ ﷺ مسواک بہت زیادہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو دو چیزوں کی بڑی تاکید کرتے ہیں

❀ ایک مسواک کی کہ میں نے مسواک کر کے اپنے مسوڑے چھیل لیے ہیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا درجہ باقی نمازوں سے ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔

❀ ... ہمسائے کے متعلق اتنی تاکید کرتے ہیں کہ مجھے اپنی جگہ وہم ہوا کہ کہیں ایسا نہ

ہو کہ مرنے کے بعد پڑوسی کو وارث بنا دیا جائے۔

تو آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مسواک دیکھی آپ ﷺ کمزور تھے زیادہ بول نہیں سکتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے دیکھنے سے سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کے طالب ہیں میں نے کہا حضرت! آپ مسواک چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ہاں! میں نے اپنے بھائی سے مسواک لے کر اس کا سرا تھوڑا سا نرم کیا لیکن ابھی سخت تھا پھر میں نے دانتوں کے ساتھ چبا کر اس کو اچھی طرح نرم کیا اور اٹھی تا کہ دھو کر آپ ﷺ کو دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! دھونے کی ضرورت نہیں ہے ایسے ہی مجھے دے دو۔ اس قدر محبت تھی اپنی اہلیہ سے۔ ظالموں نے کچھ بھی نہ سوچا، کسی شے کا بھی لحاظ نہ کیا اور تہمت لگا دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْخَبِيْثٰتُ گندی عورتیں لِلْخَبِيْثِيْنَ گندے مردوں کے لیے ہیں۔ تم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہوئے یہ نہ سوچا کہ وہ کس کے نکاح میں ہیں وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ اور پاکیزہ اور پاک دامن عورتیں پاک دامن پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اور پاکیزہ اور پاک دامن مرد پاک دامن عورتوں کے لیے ہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ پاک دامن ہیں اور یقیناً ہیں تو تمہیں یقین کرنا چاہیے تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی پاک دامن ہیں۔ پھر دوسری شق اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ پر بھی غور کرو کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کس کے نکاح میں ہیں؟ جمہور مفسرین آیت کا یہی ترجمہ اور تفسیر کرتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کرامؒ یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ وہ افعال اور کارنامے جو برے ہیں وہ خبیث مردوں کے لیے ہیں یعنی خبیث مرد خبیث کام کرتے ہیں

اور پاکیزہ افعال اور کام پاکیزہ لوگ کرتے ہیں۔ یعنی اچھے آدمی اچھے کام کرتے ہیں اور برے آدمی برے کام کرتے ہیں اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ یہ جو لوگ بزرگ ہیں یہ بالکل بری ہیں ان کاموں سے جو یہ منافق کہہ رہے ہیں۔ منافقوں نے جو تہمت لگائی ہے ام المومنین رضی اللہ عنہا پر ان کے والد اور والدہ پر یہ تمام بزرگ اس سے بری ہیں لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ ان کی بخشش ہو چکی ہے وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ اور ان کے لیے عمدہ اور نفیس رزق ہے جو انہیں برزخ میں، حشر میں اور جنت میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت بیان فرمائی ہے لیکن بد باطن ابھی تک ان کو معاف نہیں کرتے۔

گزشتہ ہفتے کے درس میں آپ نے شیعوں کی کتاب ''حق الیقین'' کا حوالہ سنا تھا اور لکھنے والا ان کا بہت بڑا مجتہد ہے جس کو یہ اٹھا اٹھا کر کہتے امام خمینی، امام خمینی۔ وہ اپنے شیعوں کو ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے جب تم نے کتابیں پڑھنی ہوں تو ملّا باقر کی پڑھو کیونکہ وہ بڑا محقق اور محدث تھا، شیخ الاسلام تھا۔ تو ان کا شیخ الاسلام لکھتا ہے امام مہدی علیہ السلام غار سے نکل کر مدینہ طیبہ پہنچیں گے۔ آپ ﷺ کی قبر کے پاس کھڑے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ قبر سے نکل کر آپ کی بیعت کریں گے پھر ان کے ساتھ جو دو بت پڑے ہیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو نکال کر ان کو پھینکیں گے۔

تیسرا کام وہ یہ کریں گے کہ جنت البقیع میں جا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قبر کو اکھاڑ کر ان کو قبر سے نکال کر ان پر حد جاری کریں گے۔ یہ ہے ان کا مہدی، جس نے یہ کام کرنے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ او ظالمو! کس بات پر حد لگائیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے حد کیوں نہ لگائی؟ رب تعالیٰ نے اٹھارہ آیتیں، دو رکوع ان کی صفائی میں کیوں نازل

فرمائے؟ یہ رافضی بہت گندہ ترین اور انتہائی غلیظ فرقہ ہے۔

سورت کے آغاز میں حکم بیان ہوا تھا کہ غیر شادی شدہ مرد عورت اگر زنا کریں تو ان کو سو سو کوڑے مارو۔ پھر زنا کی تہمت لگانے والوں کی حد بیان فرمائی اسّی کوڑے۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ افک بیان فرمایا۔ اور لفظ لفظ میں ان کی صفائی بیان فرمائی۔

زنا کے اسباب :

آگے اللہ تعالیٰ نے زنا کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔ عموماً زنا کے اسباب یہی ہیں جو اگلے رکوع میں ہیں۔ یعنی جن چیزوں کے بعد آدمی زنا میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے ایک چیز گھروں میں آنا جانا ہے یعنی مردوں عورتوں کا عام اختلاط ہے۔ پھر بدنظری بھی زنا کا ذریعہ ہے۔ عورت نے مرد کو دیکھا مرد نے عورت کو دیکھا خیالات خراب ہوئے نتیجہ برائی ہوئی۔ لڑکی لڑکے کا دیر تک نکاح نہ کرنا بھی برائی کا سبب ہے۔ ان تمام چیزوں کا ذکر آ رہا ہے۔

☆ پہلا حکم...... یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ نہ داخل ہو اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں۔ کیونکہ یہ آنا جانا عموماً خرابی کا باعث ہے حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا یہاں تک کہ تم اجازت لے لو۔ کسی کے گھر جاؤ تو اجازت لو وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا اور سلام کہہ لو ان کے گھر والوں پر۔ اجازت لینا اس لیے ضروری ہے کہ عموماً عورتیں گھروں میں پردے کا اہتمام نہیں کرتیں مجبوری ہوتی ہے۔ کسی کا سر ننگا ہوگا، کوئی برتن صاف کر رہی ہوگی، کوئی کپڑے دھو رہی ہوگی، بازو ننگے ہوں گے، کسی کی ٹانگیں ننگی ہوں گی ایسی حالت میں جب غیر محرم آئے گا اس کی نگاہ پڑے

گی خرابی پیدا ہوگی۔ اجازت مانگوگے وہ پردہ کر لے گی کپڑے درست کر لے گی۔ تو بلا اجازت کسی کے گھر میں جانا گناہ ہے اور ایسا کرنے والا قرآن کے حکم کو توڑنے والا ہے اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ گلی والے دروازے کے آگے پردہ لٹکاؤ اگر کسی نے گھر کے آگے پردہ نہیں لٹکایا تو وہ گنہگار رہے۔ کیونکہ گلی میں سے نیک، بدسب نے گزرنا ہے گھروں میں عورتوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کا سر ننگا، کسی کے بازو ننگے، کوئی کچھ کر رہی ہے کوئی کچھ کر رہی ہوتی ہے۔ لہٰذا جس نے اپنے گھر کے آگے پردہ نہ لٹکایا وہ گنہگار ہوگا۔

آدابِ ملاقات :

تو پہلا حکم یہ ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت مت جاؤ۔ اجازت لو اور اہل خانہ کو سلام کہو ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ یہ تمہارے لیے بہتر ہے لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا پس اگر نہ پاؤ تم ان گھروں میں کسی کو کہ وہاں کوئی نہیں ہے فَلَا تَدْخُلُوْهَا پس نہ داخل ہو ان گھروں میں۔ اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ اگر تم نہ پاؤ گھروں میں ایسے شخص کو جس کو تم نے ملنا ہے اور گھر میں عورتیں بچے ہیں پھر داخل نہ ہو۔ کیونکہ جس سے ملاقات کرنی ہے وہ تو گھر میں ہے نہیں تو تمہارے گھر میں داخل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا گھروں میں داخل ہو حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے۔ کیونکہ بعض دفعہ ملاقاتی دور سے آتے ہیں انہوں نے لازمی ملنا ہوتا ہے لہٰذا گھر کے افراد اگر تمہیں اجازت دے دیں بیٹھک میں بٹھا دیں تو بیٹھک میں بیٹھ جاؤ لیکن اندر عورتیں ہیں بچے ہیں وہاں تمہیں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اجازت کا یہ مطلب ہے۔ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا اور اگر تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ فَارْجِعُوْا تو پس واپس لوٹ جاؤ هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ یہی چیز تمہارے لیے پاکیزہ

ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپ جس کی ملاقات کے لیے گئے ہیں وہ سویا ہوا ہے، آرام کر رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اس کو اٹھاؤ جی! عربی کا مشہور مقولہ ہے......

صاحب الغرض مجنون

''غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔'' اس کے سامنے صرف اپنی حاجت ہی ہوتی ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ آرام کر رہا ہے معلوم نہیں وہ کتنا تھکا ماندہ آیا ہے اور آرام کرنا جسم کا حق ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ وَلِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ ''بے شک آپ کے بدن کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے۔'' اگر بدن کی صحت کا خیال نہیں رکھو گے تو بیمار ہونا تو اپنی جگہ رہا ہی ساتھ گنہگار بھی ہو جاؤ گے۔ اس لیے گنہگار ہو گے کہ تم نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت نہیں کی۔ یہ وجود رب تعالیٰ کی امانت ہے اپنا نہیں ہے۔ اگر اپنا ہوتا تو خودکشی جائز ہوتی لیکن خودکشی حرام ہے۔ اور یاد رکھنا! جب سڑک سے گزرو تو احتیاط کے ساتھ گزرو بدن کی حفاظت کرو۔ اگر بے احتیاطی کے ساتھ گزرو گے تو جان الگ ضائع ہو گی اور گناہ الگ ہو گا۔ اس لیے کہ تم نے رب تعالیٰ کی امانت کی حفاظت نہیں کی۔

اسی لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسراف کا ایک معنیٰ ہے کہ بندہ حد سے زیادہ کھائے اور ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ ضرورت سے کم کھائے کہ جس سے صحت برقرار نہ رہ سکے۔ یہ بھی وَلَا تُسْرِفُوْا کی مد میں ہے۔ وَلَا تُسْرِفُوْا کی مد میں لکھتے ہیں کہ اتنا کم کھاتا ہے کہ صحت برقرار نہیں رہتی یا نکمی چیزیں کھاتا ہے کہ صحت برقرار نہیں رہتی تو یہ بھی گناہ ہے کیونکہ جب ٹھیک نہیں ہو گی تو نماز کیسے پڑھو گے، روزہ کیسے رکھو گے، کمائی کیسے کرو

گے ،گھر والوں کی خدمت کیسے کرو گے؟ مذہب اسلام عین فطرت کے مطابق ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تمھیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ۔ یہ بات تمہارے لیے پاکیزہ ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا یہ کہ داخل ہو تم ایسے گھروں میں غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ جو سکونت والے نہیں ہیں، جہاں عورتیں وغیرہ نہیں ہیں۔ مسافر خانہ ہے، مسجد ہے، ہوٹل وغیرہ ہے ایسے گھروں میں تمھیں داخل ہونے کی اجازت ہے فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ اس میں تمہارا سامان ہو۔ مسجد، مسافر خانہ میں آنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہوسٹل ہے چند ساتھی کمرے میں رہتے ہیں وہاں تمہارا سامان ہے تو تمھیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور جو تم چھپاتے ہو۔ تو پہلا حکم یہ ہوا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے نہ جاؤ اور اس کی پوری تفصیل بیان ہوئی۔

☆ دوسرا حکم...... قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ آپ کہہ دیں مومن مردوں کو يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا يَا عَلِيُّ لَا تَتَّبِعِ النَّظْرَةَ النَّظَرَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَ لَيْسَتْ لَكَ الثَّانِيَةُ ''اے علی! دوبارہ نہ دیکھو پہلی دفعہ دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے دوسری دفعہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔'' آدمی راستے پر جا رہا ہے تو دیکھے گا۔ بندہ ہے، گدھا ہے یا اور کوئی چیز ہے، اس میں عورت پر نگاہ پڑ گئی تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ دوبارہ قصداً، ارادے سے نگاہ نہیں اٹھانی وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہی چیز ان کے لیے ستھری ہے۔ کیونکہ بدنظری بھی گناہ کا ذریعہ ہے اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

یَصۡنَعُوۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو وہ کرتے ہیں۔ کل کے سبق میں عورتوں کے متعلق آئے گا کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

❁ ❁ ❁

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا
ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ
اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ
اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪
وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا
اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى
مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ
يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

وَقُلْ اور آپ کہہ دیں لِلْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں کو يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ پست رکھیں اپنی نگاہوں کو وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اور ظاہر نہ کریں اپنی زینت کو اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا مگر وہ جو ظاہر ہے اس سے وَلْيَضْرِبْنَ اور چاہیے کہ لٹکائیں بِخُمُرِهِنَّ اپنی چادریں عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ اپنے گریبانوں پر وَلَا يُبْدِيْنَ اور ظاہر نہ کریں زِيْنَتَهُنَّ اپنی زینت اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ مگر اپنے خاوندوں کے سامنے

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ یا اپنے باپوں کے سامنے اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے سامنے اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ یا اپنے بیٹوں کے سامنے اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے سامنے اَوْ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائیوں کے سامنے اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھتیجوں کے سامنے اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یا اپنے بھانجوں کے سامنے اَوْ نِسَآئِهِنَّ یا اپنی مسلمان عورتوں کے سامنے اَوْ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ یا وہ جن کے مالک ہیں ان کے داہنے ہاتھ اَوِ التّٰبِعِیْنَ یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ جو خواہش نہیں رکھتے ہیں مِنَ الرِّجَالِ مردوں میں سے اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ یا وہ بچے لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ جو مطلع نہیں ہوئے عورتوں کے پردے پر وَلَا یَضْرِبْنَ اور نہ ماریں بِاَرْجُلِهِنَّ اپنے پاؤں لِیُعْلَمَ تا کہ معلوم ہو جائے مَا یُخْفِیْنَ وہ جس کو وہ مخفی رکھتی ہیں مِنْ زِیْنَتِهِنَّ اپنی زینت سے وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ اور توبہ کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے جَمِیْعًا سب کے سب اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ اے مومنو! لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم فلاح پاؤ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ اور نکاح کر دو جو تم میں سے بے نکاح ہوں وَالصّٰلِحِیْنَ اور نیک ہیں مِنْ عِبَادِکُمْ تمہارے غلاموں میں سے وَ اِمَآئِکُمْ اور لونڈیوں میں سے اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ اگر وہ محتاج ہوں گے یُغْنِهِمُ اللّٰهُ تو غنی کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کو مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ وہ کونسے اسباب اور ذرائع ہیں جو برائی میں مبتلا کرتے ہیں ان میں سے ایک ہے گھروں میں آمدورفت اور مردوں اور عورتوں کا اختلاط۔ اس کی تفصیل تم کل سن (اور پڑھ) چکے ہو۔ دوسری چیز بدنظری ہے۔ یہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی نگاہوں کو پست رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ اسی کے متعلق آج عورتوں کو حکم ہے۔

حفاظتِ نظر:

فرمایا وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ اور آپ کہہ دیں مومن عورتوں کو یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ پست رکھیں اپنی نگاہوں کو وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی۔ قصداً اور ارادۃً بری نیت سے مرد کا عورت کو دیکھنا اور عورت کا مرد کو دیکھنا بڑے گناہوں میں سے ہے۔ چلتے چلتے غیر ارادی طور پر نگاہ پڑ جائے تو اس پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن قصداً اور ارادۃً دوبارہ دیکھا تو اس پر گرفت ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کی دو بیویاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کے کمرے میں تھیں نابینا صحابی حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرمایا کون؟ کہا جی میں ابن ام مکتوم ہوں کوئی بات کرنی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو فرمایا قُوْمَا فَاحْتَجِبَا ”دونوں اٹھو پردے میں ہو جاؤ۔“ یہ جانتی تھیں آنے والا نابینا ہے۔ کہنے لگیں حضرت! اَلَيْسَ هُوَ رَجُلٌ اَعْمٰى ”کیا یہ شخص اندھا نہیں ہے؟“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا ”کیا تم بھی اندھی ہو، جاؤ پردے میں چلی جاؤ۔“

اس میں آپ ﷺ نے یہ سبق دیا کہ نہ دیکھنے کا حکم جس طرح م... ... ...یے ہے

اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔قرآن کا بھی یہی حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی حکم ہے کہ مرد اور عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی۔اپنی عفت اور ناموس پر داغ نہ لگنے دیں وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اور ظاہر نہ کریں اپنی زینت کو مگر وہ جو ظاہر ہے اس سے۔مطلب یہ ہے کہ عورت اپنی بناوٹی زیب وزینت یا بناؤ سنگھار کو غیر محرموں کے سامنے ظاہر نہ کرے یہ چیز فتنے کا باعث بنتی ہے۔مگر وہ زینت جو ظاہر ہو مثلاً انگوٹھی پہنی ہوئی ہے، تِلّے والی جوتی پہنی ہوئی ہے۔اب ظاہر بات ہے کہ چلتے ہوئے تِلّے والی جوتی اور انگوٹھی کو تو نہیں چھپا سکتی۔ اسی طرح بعض عورتوں نے نقش ونگار اور بیل بوٹے والی چادریں اوڑھی ہوتی ہیں تو وہ ان کو تو نہیں چھپا سکتیں۔ان کو کہاں جیب میں ڈالیں گی۔شلوار کے پائینچوں پر کڑھائی کی ہوتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان کو چھپا نہیں سکتی وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ اور چاہیے کہ لٹکائیں اپنی چادریں۔خُمُرُ خِمَار کی جمع ہے۔جس کا معنیٰ دوپٹا اور چادر ہے۔لٹکالیں اپنے دوپٹوں کو، چادروں کو عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ اپنے گریبانوں پر۔ان کی چھاتی اور گلے کا کوئی حصہ ننگا نہ ہو۔اور یہ مسئلہ یاد رکھنا کہ ایسا باریک دوپٹا کہ جس سے بال نظر آئیں وہ عورت کے لیے پہننا صرف حرام ہی نہیں بلکہ قطعاً اور یقیناً اس کے اوڑھنے سے نمازیں بھی نہیں ہوتیں۔

ایک اہم مسئلہ :

مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں۔ایسا باریک لباس کہ جس سے بدن نظر آئے عورت کے لیے پہننا حرام ہے۔جیسے عورتیں ناخن پالش لگالیں تو نہ وضو ہوتا ہے نہ نماز ہوتی ہے نہ ان کا قرآن پاک کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔اس حالت میں عورتوں نے جتنی نمازیں پڑھی ہیں وہ

سب ان کی گردن پر ہیں ۔ لمبے لمبے ناخنوں کے ساتھ نماز پڑھنا بھی حرام ہے کیونکہ ان کے نیچے میل کچیل جمع ہو جاتا ہے جس سے ناخنوں کے نیچے والی جگہ تر نہیں ہوتی حالانکہ غسل اور وضو میں نیچے والی جگہ کا تر کرنا فرض ہے۔ یہ بظاہر چھوٹے چھوٹے مسئلے ہیں مگر ان پر نمازیں موقوف ہیں، دین موقوف ہے۔ عورت کے ہاتھ کی کلائی، گٹ ستر میں شامل ہے۔ عورت کا سر بھی ستر میں شامل ہے۔ اگر قمیص کلائی سے بقدر دو انگلیاں بھی پیچھے ہوئی تو نماز نہیں ہوگی، کان ننگے ہوئے تو پھر بھی نماز نہیں ہوگی، سر کے بالوں کا چوتھائی حصہ بھی ننگا ہوا تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ یہ مسائل نہ بھولنا ایسے نہ ہو کہ ٹکریں بھی مارتی رہو اور نمازیں پھر بھی تمہاری گردن پر ہوں۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ ناک میں جو کوکا ہوتا ہے وضو کرتے وقت کوکے، کے سوراخ میں پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوتا، قطعاً نہیں ہوتا۔ اچھی طرح اس سوراخ میں پانی پہنچے گا تو وضو ہوگا۔ غسل کے وقت اگر پانی اس سوراخ میں نہیں پہنچائی گا تو غسل نہیں ہوگا ہرگز نہیں ہوگا۔ اسی طرح کانوں میں بالیوں اور کانٹوں کے لیے جو سوراخ ہیں ضروری غسل میں اگر ان کے اندر پانی نہ گیا تو غسل نہیں ہوگا اور ظاہر بات ہے کہ جب وضو اور غسل نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی۔ جہالت کا دور دورہ ہے لوگ دین سے ناواقف ہیں۔ ان مسائل کی اتنی اشاعت کرو کہ ہر ہر بچی کو معلوم ہونے چاہییں تاکہ تمہاری ہماری گرفت نہ ہو۔ تو فرمایا کہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں میں ڈال لیں تاکہ گردن کا کوئی حصہ غیر محرم کو نظر نہ آئے وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اور ظاہر نہ کریں اپنے بناؤ سنگار کو اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ۔ بعولہ بعل کی جمع ہے۔ بعل خاوند کو کہتے ہیں مگر اپنے خاوندوں کے سامنے زینت کو ظاہر کریں اَوْ اٰبَآئِهِنَّ یا وہ عورتیں اپنے باپوں کے سامنے۔ باپ ہے، دادا ہے، چچا ہے،

آباءواجداد سارے اس میں آگئے اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے سامنے۔ وہ ان کے لیے باپ کے درجے میں ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ سسر سے چہرہ کس طرح چھپا سکتی ہے؟ یا وہ زیور جو انہوں نے ڈالے ہیں کس طرح چھپا سکتی ہے اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ یا اپنے بیٹوں کے سامنے بھی اظہار زینت کا کوئی گناہ نہیں ہے اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے سامنے جو دوسری بیویوں کے سوتیلے بیٹے ہیں ان سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے اَوْ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائیوں کے سامنے چاہے حقیقی بھائی ہوں چاہے باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے ہوں ان سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے اور اظہار زینت کوئی گناہ نہیں ہے اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائی کے بیٹوں یعنی بھتیجوں کے سامنے زینت ظاہر کرے۔ کانٹے چوڑیاں ظاہر ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یعنی بھانجوں کے سامنے، یہ بھی حرم ہیں ان کے سامنے بھی زینت کا اظہار کر سکتی ہیں اَوْ نِسَآئِهِنَّ یا اپنی عورتوں کے سامنے۔

یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا! کہ خطاب رب تعالیٰ نے مومن عورتوں کو کیا ہے وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ نِسَآئِهِنَّ کی ضمیر بھی مومنات کی طرف لوٹتی ہے۔ تو اپنی عورتوں سے مراد مومن عورتیں ہیں کہ مومن عورتوں کے سامنے بھی اظہار زینت کوئی گناہ نہیں ہے اور غیر مسلم ناپاک ہیں ان سے اسی طرح پردہ ہے جس طرح غیر محرم سے پردہ ہے۔ گھروں میں جو عیسائی عورتیں آتی ہیں ان سے پردہ کرنا ہے ان کے سامنے زینت کا اظہار نہیں کر سکتیں، ان کے سامنے مومن عورتیں سر ننگا نہیں کر سکتیں، بازو ننگے نہیں کر سکتیں اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ یا وہ جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنی بیان کرتے ہیں ”نہ غلاموں سے پردہ ہے اور

نہ لونڈیوں سے پردہ ہے۔'' امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اس سے لونڈیاں مراد ہیں چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں آقا اور سیدہ کا ان سے کوئی پردہ نہیں ہے۔ غلام ہوں تو ان سے پردہ ہے۔'' رئیس التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ** سے مراد **الْاِمَآءُ دُوْنَ الْعَبِيْد** ''اس سے لونڈیاں مراد ہیں غلام مراد نہیں ہیں۔'' کیونکہ پردے کی اصل علت یہ ہے کہ اختلاط نہ ہو۔ غلام گھر میں آئے جائے گا خاوند کسی وقت گھر ہوتا ہے اور کسی وقت نہیں ہوتا اور شیطان شیطان ہے۔ لہٰذا غلام سے پردہ ہے۔

اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ یا وہ تابع جو حاجت والے نہیں ہیں مردوں میں سے۔ وہ کام کرنے والے، خدمت کرنے والے جوان حدود سے نکل چکے ہیں جو خواہشات کی ہیں یا تم نے شاہ دولے کے چوہے دیکھے ہوں گے جو بے چارے بالکل سیدھے سادھے ہوتے ہیں ان کو کوئی سمجھ نہیں ہوتی۔ ایسے ہوں تو ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یا وہ شخص جس کے ہوش و حواس نہ ہوں اور وہ جنسی خواہش کو نہ سمجھتا ہو اس سے بھی پردہ نہیں ہے **اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ** یا وہ بچے **لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ** جو عورتوں کے پردے کی جگہوں پر مطلع نہیں ہوئے۔ چار پانچ سال کا بچہ ہے چھ سال کا ہے اس سے کوئی پردہ نہیں ہے لیکن آج کل تو فلمی دور ہے ماشاء اللہ چھوٹے چھوٹے بچے وہ باتیں کرتے ہیں کہ ہم بوڑھوں کو بھی نہیں آتیں، سن کر حیرت ہوتی ہے۔

مغربی تہذیب سے معاشرے میں بگاڑ :

یاد رکھو! اس مغربی تہذیب نے سارا ماحول بدل کر رکھ دیا ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ تنہا ترکی نے پانچ سو سال تک سارے یورپ کو آگے لگائے رکھا کیونکہ ایمان اور اخلاق کی

قوت تھی۔ ان خبیث قوموں نے سوچا کہ مسلمانوں کو اس طرح تو دنیا سے نہیں مٹایا جا سکتا ان سے معاہدے کر کے ان کی تہذیب وتمدن کو، اخلاق کو مٹاؤ۔ اس میں وہ فوجی لڑائی سے زیادہ کامیاب ہوئے۔ پاکستان بننے سے لے کر اب تک پاکستان میں جتنے حکمران آئے سب انہی کے ذہن کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ گورے انگریز ہیں اور یہ کالے انگریز ہیں۔ ان خبیث قوموں نے مسلمانوں کے ذہن بگاڑ دیے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف اتنی نفرت پیدا کر دی ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اردن کو شام سے نفرت ہے شام کو مصر سے نفرت ہے مصر کو اس سے نفرت ہے حالت یہ ہے کہ یہ کافروں کے ساتھ مل سکتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نہیں مل سکتے۔ اس نفرت میں کافروں کے اپنے مقاصد ہیں اور ان کافروں نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہمارا ماحول خراب کر دیا ہے۔ ٹی وی اور وی، سی، آر (کیبل، ڈش وغیرہ) کے ذریعے، کھیلوں کے ذریعے بچوں کے ذہن بگاڑ دیے ہیں۔ ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے عورتیں آ کر کہتی ہیں کہ بچے پڑھتے نہیں ہیں ان کے لیے دعا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ دو کام تم کرو تیسرے کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔ ٹی وی توڑ دو، کھیلیں ختم کرو پھر ہم ان کے پڑھنے کے لیے دعا کریں گے۔ بے شک ضرورت کے مطابق کھیل بھی ہے لیکن یہ کہ چوبیس گھنٹے کھیل ہی ہو یہ غلط ہے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ اور نہ ماریں عورتیں اپنے پاؤں لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ تا کہ معلوم ہو جائے جس کو وہ مخفی رکھتی ہیں مِنْ زِيْنَتِهِنَّ اپنی زینت سے۔ بعض علاقوں میں عورتیں پازیب پہنتی ہیں جس کو جھانجھر بھی کہتے ہیں۔ پاؤں زور سے مارنے سے ان کی آواز آتی ہے۔ تو زور سے پاؤں نہ ماریں کہ ان کی آواز سے دوسروں کو پتا چلے پازیبوں کا۔ پازیبوں کے متعلق فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اگر اندر سے خالی ہوں اور ان میں

سنگریزے ڈالے ہوئے ہوں جو بجتے ہیں تو ایسی پازیبیں حرام ہیں۔اور اگر اندر سے ٹھوس ہوں لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سے آواز پیدا ہوتی ہو تو یہ جائز ہیں لیکن عورت کو زور سے پاؤں نہیں مارنا چاہیے کہ آواز پیدا ہو۔ وَتُوبُوٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیعًا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو سب کے سب اَیُّهَ الْمُؤْمِنُونَ اے ایمان والو! لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

برائی کے اسباب :

یہاں تک ان دو چیزوں کا ذکر تھا جو برائی کا سبب بنتی ہیں۔ایک گھروں میں بے تحاشا آنا جانا اور دوسرا نگاہ کو پست نہ رکھنا۔اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں سے منع فرمایا ہے۔اب تیسری چیز کا ذکر ہے۔بسا اوقات بچی بچے کی بروقت شادی نہ کرنا یہ بھی گناہ کا سبب بن جاتا ہے۔کیونکہ جنسی خواہشات تو اللہ تعالیٰ نے سب میں رکھی ہیں اس لیے حکم ہے کہ بچی بچہ جب جوان ہوں تو فوراً شادی کر دو۔بعض علاقے اس سلسلے میں بہت اچھے ہیں جیسے صوبہ سرحد (اب اس کا نام خیبر پختونخواہ رکھ دیا گیا ہے) چودہ پندرہ سال سے اوپر لڑکی لڑکے کو نہیں جانے دیتے۔اور پنجاب میں یہ بیماری دیکھی ہے کہ بچیوں کی عمریں تیس تیس (۳۰، ۳۰) پینتیس پینتیس (۳۵، ۳۵) سال ہوگئی ہیں اور ابھی تک بیٹھی ہیں۔یہ ماں باپ گنہگار ہیں۔لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد ماں باپ کو فکر ہونی چاہیے اور جب تک اس فریضہ سے فارغ نہ ہو جائیں نیند نہیں آنی چاہیے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ۔اَیَامٰی اَیِّم کی جمع ہے۔اَیِّم کا معنی ہے جس کا نکاح نہ ہوا ہو۔یہ مرد پر بھی بولا جاتا ہے اور عورت پر بھی بولا جاتا ہے۔تو معنی ہوگا جن کے نکاح نہیں ہوئے ان کے نکاح فوراً کرا دو۔ وَالصّٰلِحِینَ

مِنْ عِبَادِکُمْ اور جو نیک ہیں تمہارے غلاموں میں سے یہ نہ خیال کرو کہ یہ غلام ہیں وہ بھی انسان ہیں ان کے بھی نکاح کرادو تا کہ برائی پیدا نہ ہو وَ اِمَآئِکُمْ اور لونڈیوں میں سے۔لونڈیوں کے بھی نکاح کرادو تا کہ برائی پیدا نہ ہو۔ یہ تمام اصول رب تعالیٰ نے ہمیں قرآن پاک میں بتلائے ہیں اگر ہم ان پر عمل کریں تو کبھی برائی کی نوبت نہ آئے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ لڑکے کے پاس کچھ نہیں ہے وہ خود کہاں سے کھائے بیوی کو کہاں سے کھلائے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ اگر وہ محتاج ہوں گے جن کا تم نے نکاح کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے یُغْنِہِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ غنی کردے گا اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے۔ایک تو غیبی سبب ہے اور ایک ظاہری سبب ہے وہ یہ کہ جب تک آدمی پر بوجھ نہ پڑے اہل وعیال کا تو بندہ بے فکر رہتا ہے محنت مزدوری کی طرف توجہ نہیں کرتا اور جب اس کے سر پر بوجھ پڑ جائے شادی ہو جائے تو وہ فکر مند ہوتا ہے کہ میں نے کچھ کرنا ہے بشرطیکہ بے غیرت اور ہڈ حرام نہ ہو۔

حضرت لقمان حکیم سے تین سوال :

لقمان حکیم ایک بڑے نیک بزرگ تھے ان کے نام پر قرآن کریم میں ایک سورت ہے سورت لقمان، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ان سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ ہمارے تین سوالوں کا جواب دیں۔

☆ ایک یہ کہ انسانوں میں سے برا کون ہے؟

• فرمایا انسانوں میں ... وہ ہے جو ہڈ حرام ...

☆ ..... حضرت! یہ بتلائیں کہ انسان کے بدن میں سب سے اچھا عضو کون سا ہے؟ فرمایا زبان۔

☆.....تیسرا سوال یہ ہے کہ انسانی اعضا میں سب سے بُرا عضو کون سا ہے؟ فرمایا زبان۔ تو زبان اچھی بھی ہے اور بری بھی ہے۔ لہٰذا اگر لڑکا بڈ حرام نہیں ہوگا تو کام کرے گا۔ پھر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ عورت خوش نصیب ہوتی ہے اس کے ساتھ بھی کچھ مال آجاتا ہے اس کی برکت سے بھی آدمی کا کام چل جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ غنی کردے گا اپنے فضل کے ساتھ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔ یہ تمام مسائل روزمرہ کے ہیں ان کو یاد کرو، ان کی نشر و اشاعت کرو تاکہ معاشرہ سنور جائے۔

۞ ۞ ۞

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۳ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۳۴ ع ۸ ۱۰

وَلْيَسْتَعْفِفْ اور چاہیے کہ گناہ سے بچیں اَلَّذِيْنَ وہ لوگ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا جو نہیں پاتے نکاح کی طاقت حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ یہاں تک کہ غنی کردے ان کو اللہ تعالیٰ مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے وَالَّذِيْنَ اور وہ غلام يَبْتَغُوْنَ جو چاہتے ہیں الْكِتٰبَ مکاتبت مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ان میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ فَكَاتِبُوْهُمْ پس تم ان کو مکاتب بنالو اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا اگر جانتے ہو تم ان میں بھلائی وَّاٰتُوْهُمْ اور دو ان کو مِنْ مَّالِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے مال سے الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ وہ جو رب تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے وَلَا تُكْرِهُوْا اور مجبور نہ کرو فَتَيٰتِكُمْ اپنی لونڈیوں کو عَلَى الْبِغَآءِ برائی پر اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا جب کہ وہ ارادہ رکھتی ہیں پاک دامنی کا لِتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش

کرو عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کا سامان وَ مَنْ یُّکْرِھْھُّنَّ اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا فَاِنَّ اللّٰہَ پس بے شک اللہ تعالیٰ مِنْ بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے نازل کیں تمہاری طرف اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ کھلی آیتیں وَّمَثَلاً اور مثال مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا ان لوگوں کی جو گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِکُمْ تمہارے سے پہلے وَ مَوْعِظَۃً اور نصیحت لِّلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کے لیے۔

اس رکوع کے ابتدائی حصے میں ان اہم اور ضروری چیزوں کا ذکر تھا جو عموماً بدکاری کا سبب بنتی ہیں۔ مرد، عورت کا اختلاط، نگاہ کا غلط اٹھنا، دیر سے نکاح کا کرنا۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِکَاحًا اور چاہیے کہ برائی سے، بدکاری سے، زنا سے بچیں وہ لوگ جو نہیں پاتے نکاح کی طاقت۔ جوان ہیں صحت مند ہیں لیکن ابھی نکاح کا کوئی سبب نہیں بنا ان کو بدکاری سے بچنا چاہیے۔ بچنے کے کئی طریقے ہیں۔

برائی سے بچنے کا طریقہ :

ایک یہ کہ روزہ رکھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے فَاِنَّ الصَّوْمَ لَہٗ وِجَآءٌ ''پس بے شک روزہ اس کے شہوت کے مادے کو کچل کے رکھ دے گا۔''

عورتوں کے ساتھ اختلاط سے بچے، تانک جھانک سے بچے۔ برائی پر آمادہ ہونے کے جو اسباب ہیں ان سے بچے حَتّٰی یُغْنِیَھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ یہاں تک کہ اللہ

تعالیٰ اس کو غنی کر دے اپنے فضل سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس مومن نے اپنی ضروریات کے لیے قرضہ لے کر خرچ کر لیا اور وہ قرض واپس کرنے میں مخلص ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے قرض کی ادائیگی کے اسباب پیدا فرمائے گا اور جو شخص گناہ سے بچے اور اخلاص کے ساتھ رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے نکاح کے اسباب پیدا فرمائے گا۔ مگر ہم لوگ بڑے جلد باز ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زبان سے ابھی دعا کے الفاظ ختم نہ ہوں اور مراد پہلے پوری ہو جائے۔ رب، رب ہے ہم نے اسی سے مانگنا ہے۔ اس کے سوا تو اور کوئی دروازہ بھی نہیں ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور مثنوی شریف :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ۶۰۲ھ میں ان کی پیدائش ہوئی ہے بلخ کے علاقے میں۔ پھر ہجرت کر کے روم کے قونیہ شہر میں چلے گئے۔ والد فوت ہو گئے تھے یتیم تھے استعداد بہت اچھی تھی۔ علم حاصل کیا اور مثنوی شریف کتاب لکھی کہ فارسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی اس میں انہوں نے اخلاقیات، تصوف، علم کلام، علم فقہ وغیرہ تمام علوم کو جمع کر دیا ہے۔ مثنوی شریف میں اٹھائیس ہزار (۲۸۰۰۰) اشعار ہیں، حکایات کے ساتھ سمجھاتے ہیں۔

مومن کی مثال :

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا کہ حضرت! ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ نیک لوگوں کو تکلیفیں زیادہ ہوتی ہیں اور بروں کو کم۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی روشنی میں بات کرتے ہوئے جواب دیا۔ بخاری وغیرہ میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومن کی مثال کچی کھیتی کی ہے۔ کچی

فصل پر جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ اسے دائیں بائیں جھکا دیتی ہیں اور کبھی زمین پر لٹا دیتی ہیں اور منافق کی مثال چیڑ کے درخت کی ہے ہوائیں چلیں، آندھی آئے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔لیکن طوفان اس کو ایک ہی جھٹکے میں اکھاڑ دے گا۔تو مومن کو طرح طرح کی تکلیفیں آتی ہیں۔بدنی تکلیفیں، مالی تکلیفیں، خانگی تکلیفیں، اولاد کی طرف سے، برادری کی طرف سے، محلے والوں کی طرف سے، ہمسایوں کی طرف سے، ملکی سطح پر تکالیف میں مبتلا رہتا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت سے پوچھا گیا اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَآءً'' انسانوں میں سے سب سے زیادہ تکلیفیں کن کو پیش آئی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا انبیائے کرام کو ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ پھر وہ جو رتبے اور مرتبے میں قریب ہیں ان کو تکلیفیں آتی ہیں۔''یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ ''جتنا کسی میں دین ہوتا ہے اتنا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔'' پھر آگے ایک خاص بات فرماتے ہیں کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ طوطے اور بلبل کی آوازیں بہت پیاری ہوتی ہیں۔لوگوں نے آوازیں سننے کے لیے طوطے اور بلبلیں پنجروں میں رکھی ہوتی ہیں اور کوے اور اُلو کو کسی نے پنجرے میں بند کر کے نہیں رکھا یہی حال مومن کا ہے کہ مومن کی آواز رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے جب وہ مشکل میں ہوتا ہے اور کہتا ہے یا اللہ! اس آواز کے لیے رب تعالیٰ اس کو تکالیف اور پریشانیوں کے پنجرے میں بند کرتا ہے اور ان کی آوازیں سنتا ہے جب وہ عاجزی اور زاری کے ساتھ رب تعالیٰ کے سامنے آوازیں نکالتے ہیں۔منافق اور کافر نے کون سی رب تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنی ہے کہ اس کو تکلیفوں میں مبتلا کرے۔فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو غنی کر دے گا اپنے فضل سے وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اور جو چاہتے ہیں مکاتبت ان میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے ہاتھ۔

غلامی کا مسئلہ :.

بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ماحول ہو تو آسانی سے سمجھ آتے ہیں اور اگر ماحول نہ ہو تو ان کا سمجھنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ ان میں سے غلامی کا مسئلہ بھی ہے۔ اس لیے کہ ہمارے علم کے مطابق اس وقت دنیا کے کسی خطے میں شرعی غلام اور لونڈی نہیں ہیں۔ تو جب پوری دنیا میں غلام اور لونڈی نہ ہوں اور قرآن وحدیث اور فقہ کی کتابوں میں ان کا ذکر آئے تو پھر ان کا سمجھنا عام آدمی کے لیے ذرا مشکل ہوتا ہے۔ میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ غلام اور لونڈی کسے کہتے ہیں؟

اسلامی حکومت قائم ہو اور کافروں کے ساتھ جہاد کی نوبت آئے پھر ظاہر بات ہے کہ جب لڑائی ہوگئی تو طرفین سے آدمی مارے بھی جائیں گے زخمی بھی ہوں گے گرفتار بھی ہوں گے جنگ ختم ہونے کے بعد کافروں کے قیدی ہمارے پاس ہیں اور ہمارے قیدی ان کے پاس ہیں۔ ان کے متعلق ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم ان کو کہیں تم ہمارے قیدی رہا کر دو ہم تمہارے قیدی رہا کر دیتے ہیں اس کی بھی اجازت ہے۔ سورہ محمد آیت نمبر ۴ میں ہے فَاِمَّا مَنًّا ۢبَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً ''یا تو احسان ہوگا اس کے بعد یا فدیہ ہوگا۔'' یعنی رقم لے کر بھی چھوڑ سکتے ہو اور مفت میں بھی چھوڑ سکتے ہو۔ آخری صورت یہ ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ ان کا رہا کرنا تمہارے لیے مفید نہیں ہے تو ان کو غلام لونڈی بنالو۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ امیر لشکر قیدی کو دائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور غازی کے دائیں ہاتھ میں پکڑائے گا اور کہے گا کہ یہ تمہارا غلام ہے یا لونڈی ہے۔ مِلک یمین کا مطلب ہے دائیں ہاتھ کی ملک۔ چونکہ دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے اس لیے اس کو ملک یمین کہتے ہیں کہ تمہارے دائیں ہاتھ ان کے مالک ہیں۔

آنحضرت ﷺ دائیں ہاتھ کو ترجیح دیتے تھے :

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں ۔ اگر کسی کو کوئی شے دو یا لو تو دائیں ہاتھ سے دو اور لو۔ آنحضرت ﷺ کَانَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ ''آپ دائیں طرف کو ترجیح دیتے تھے۔'' سرمہ لگاتے تھے تو پہلے دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں، وضو کرتے وقت پہلے دایاں ہاتھ دھوتے تھے پھر بایاں، کرتہ پہنتے تھے تو پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف۔ جوتا بائیں ہاتھ سے پکڑو۔ مسجد سے نکلو تو پہلے بایاں پاؤں باہر رکھو لیکن جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہنو اور مسجد سے نکلتے وقت کی تین دعائیں بھی یاد کرلو۔

۱)...... اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَرَحْمَتِکَ

۲)...... درود شریف پڑھنا ہے چاہے مختصر الفاظ کے ساتھ ہو۔

۳)......اور تیسری دعا اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّار۔

کیونکہ مسجد سے نکلنے کے بعد بڑے گناہ ہوتے ہیں لہٰذا نکلتے وقت دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ تو مِلک یمین کا لفظی معنٰی سمجھ لیا ہے تو اب وہ غلام اور لونڈی بن گئے ہیں۔ پھر جو لونڈیاں ہیں اگر وہ اہل کتاب میں سے ہوں، یہودی ہوں یا نصرانی ہوں تو ان کے ساتھ میاں بیوی والا تعلق درست ہے مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔ امیر لشکر نے جب لونڈی حوالے کی اور اس نے وصول کی اس کو تم یوں سمجھو کہ مجلس میں ایجاب وقبول کے معنٰی میں ہے۔ لیکن اگر لونڈی اہل کتاب میں سے نہ ہو، ہندو ہو، سکھ ہو، بدھ مت ہو کسی اور فرقے کے ساتھ تعلق ہو تو ملک تو ہوگی لیکن اس کے ساتھ میاں بیوی والا معاملہ درست نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی آدمی گدھی خریدتا ہے تو وہ اس کا مالک تو ہوتا ہے لیکن باقی کاروائی درست نہیں ہے۔ اب یہ جو لونڈی اور غلام ہیں اگر یہ مکاتبت چاہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو

مکاتب کرو۔ یہاں کتاب کا لفظ ہے۔ کتاب بھی کہتے ہیں کتابت بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غلام اپنے آقا کو کہے کہ مجھ سے اتنی رقم لے کر مجھے آزاد کر دیا خود آقا کہے کہ تو مجھے اتنی رقم دے دے تو میں تجھے آزاد کر دیتا ہوں۔ اس معاملے کو جب تحریر میں لاتے ہیں تو اس کو کتاب اور کتابت کہتے ہیں اور اس معاملے کو مکاتبت کہتے ہیں۔ بعضے غلام خطرناک بھی ہوتے ہیں فائدے کی بجائے نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا ایسے غلاموں کو آزاد کر دینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا پس تم ان کو مکاتب بنا دو اگر جانتے ہو تم ان میں بھلائی۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ آزاد ہو کر شرافت کی زندگی بسر کریں گے اور بدکاری اور فحاشی کا سبب نہیں بنیں گے تو ان کو آزاد کر دو۔ بلکہ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ اور دو تم ان کو اس مال میں سے جو تمہیں رب تعالیٰ نے دیا ہے۔ وہ مکاتب ہو گئے ہیں رقم کی شرط پر انہوں نے آزادی حاصل کر لی ہے تم مسلمان ہو ان کی مالی امداد بھی کرو۔

شانِ نزول :

مدینہ طیبہ میں ایک منافق تھا عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین۔ یہ وہی شخص ہے جس نے آنحضرت ﷺ کے لیے اَذَلُّ کا لفظ بولا تھا معاذ اللہ تعالیٰ۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے لیے اذل کا لفظ استعمال کرے وہ کتنا خبیث ترین آدمی ہوگا۔ اس کے پاس خوبصورت جوان لونڈیاں تھیں یہ ان کو مجبور کرتا تھا کہ گیت گا کر برائی کراؤ اتنے پیسے تم نے مجھے روزانہ دینے ہیں۔ وہ لونڈیاں اس برائی سے بچنا چاہتی تھیں اور وہ مسلمان بھی ہو گئیں۔ یہ ان کے ساتھ سختی کرتا تھا اور اس برے کام کے لیے مجبور کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اور مجبور نہ کرو اپنی باندیوں کو بدکاری پر اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا جب کہ وہ ارادہ رکھتی ہیں پاک دامنی کا۔ اگر چہ وہ چاہیں، ہے تو پھر بھی گناہ لیکن جب وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو تم ان پر جبر کیوں کرتے ہو؟ کیونکہ منافق بھی بظاہر کلمہ پڑھتے تھے اس لیے خطاب کلمہ پڑھنے والے منافقین کو فرمایا کہ خدا سے ڈرو ایسا نہ کرو لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تاکہ تم تلاش کرو دنیا کی زندگی کا سامان وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ پس اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا کیونکہ تم نے ان کو مجبور کیا ہے۔ یہ آیات جب نازل ہوئیں تو ان میں سے بعض رو، رو کے دیوانیاں ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ اور البتہ تحقیق ہم نے نازل کیں تمہاری طرف آیتیں بالکل صاف صاف وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ اور مثالیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ پہلے دو رکوعوں میں تم پڑھ چکے ہو کہ منافقوں خصوصاً رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی میں دو رکوع نازل فرمائے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی مثالیں پہلے لوگوں میں بھی گزر چکی ہیں کہ ان پر الزام لگا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس الزام سے پاک کیا۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے الزام لگایا اپنے خاوند کے سامنے کہ اس نے میری عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیر خوار بچے کے ذریعے پاک کر دیا کہ کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یوسف علیہ السلام کی غلطی ہوگی معاذ اللہ تعالیٰ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو پھر زلیخا کی شرارت ہے۔ جب عزیز مصر نے دیکھا تو کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ بی بی!

تو خطا کار ہے۔ دوسرا واقعہ سورہ مریم میں تفصیلاً پڑھ چکے ہو کہ حضرت مریم علیہا السلام پر یہودی کافروں نے الزام لگایا کہ شادی نہیں ہوئی بچہ کہاں سے آ گیا؟ تو حضرت مریم علیہا السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو کہ کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس گود والے بچے سے کیسے پوچھیں یہ کیا بتلائے گا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوت گویائی عطا فرمائی اور انہوں نے کہا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۚ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا "میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے کتاب دے گا اور مجھے نبی بنائے گا۔" تو اللہ تعالیٰ نے الزام کو صاف کر دیا۔ ایسے ہی لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا اللہ تعالیٰ نے معاملہ صاف کر دیا۔ فرق یہ ہے کہ ان کی صفائی بچوں نے دی اور صدیقہ کائنات کی صفائی خود پروردگار نے اٹھارہ آیتیں نازل فرما کر دی۔ کوئی سمجھے تو بڑی بات ہے۔ تو فرمایا ایسی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لیے۔

❁❁❁

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ روشن کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا مَثَلُ نُوْرِهٖ اس کے نور کی مثال كَمِشْكٰوةٍ جیسے طاقچہ ہے فِيْهَا مِصْبَاحٌ اس طاقچے میں چراغ ہے اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ چراغ شیشے میں ہے اَلزُّجَاجَةُ وہ شیشہ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ گویا کہ وہ ایک ستارہ ہے دُرِّيٌّ چمکتا ہوا يُّوْقَدُ وہ چراغ جلایا جاتا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ برکت والے درخت کے تیل سے زَيْتُوْنَةٍ جو زیتون کا درخت ہے لَّا شَرْقِيَّةٍ نہ مشرق کی سمت ہے

وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ اورنہ مغرب کی سمت ہے یَكَادُ زَيْتُهَا قریب ہے کہ اس کا تیل يُضِيٓءُ روشن ہو جائے خود بخود وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ اگرچہ نہ پہنچے اس کو آگ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر روشنی ہے یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کے لیے جس کو چاہیے وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ اور اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے مثالیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے فِيْ بُيُوْتٍ ان گھروں میں یہ نور حاصل ہوتا ہے اَذِنَ اللّٰهُ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اَنْ تُرْفَعَ ان کو بلند کیا جائے وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ اور ذکر کیا جائے ان میں اس کا نام يُسَبِّحُ لَهٗ تسبیح بیان کرتے ہیں اس کے لیے فِيْهَا ان گھروں میں بِالْغُدُوِّ پہلے اوقات میں وَالْاٰصَالِ اور پچھلے پہروں میں رِجَالٌ ایسے مرد لَّا تُلْهِيْهِمْ نہیں غافل کرتی ان کو تِجَارَةٌ سوداگری وَّ لَا بَيْعٌ اور نہ بیچنا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ اور نماز کے قائم کرنے سے وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ اور زکوۃ کے ادا کرنے سے يَخَافُوْنَ خوف کرتے ہیں يَوْمًا اس دن کا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ کہ پلٹ جائیں گے اس میں دل وَالْاَبْصَارُ اور آنکھیں لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا بہتر ان کاموں کا جو وہ کرتے ہیں وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور زیادہ دے ان کو اپنے فضل سے وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے۔

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال :

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے ایک بات بیان فرمائی ہے توجہ ہوگی تو سمجھ آئے گی۔ کیونکہ بات ذرا پیچیدہ اور مشکل ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی روشن کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ سورج طلوع ہوتا ہے روشنی ہوتی ہے، چاند طلوع ہوتا ہے تو چاندنی ہوتی ہے، چاند کے غروب ہونے کے بعد ستارے بھی اپنے اپنے انداز سے روشنی دیتے ہیں۔ تو روشنی کے ظاہری اسباب سب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ جیسے ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے کچھ کمزور ہے لیکن مفہوم صحیح ہے۔ ''میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔'' یعنی میرے صحابہ کی مثال آسمان کے ستاروں کے مانند ہے۔ ستاروں سے تم اپنے اپنے انداز سے روشنی حاصل کرتے ہو۔ میرے صحابہ سے بھی ہدایت کی روشنی حاصل کرو اور جیسے ستارے آسمان پر ہیں، بلند ہیں اور ان میں روشنی ہے اسی طرح سمجھو کہ میرے صحابہ کی شان بھی بہت بلند ہے اور ان میں نورِ نبوت کی روشنی ہے وہ نور نبوت سے منور ہیں۔ ان سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق تمہیں روشنی حاصل کرنی چاہیے۔

اگلی بات ذرا توجہ سے سمجھیں اللہ تعالیٰ نے حق کو قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد کی مثال بیان فرمائی ہے اور مثال سے سمجھایا ہے مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوۃٍ اس کے نور کی مثال ایسے ہی ہے جیسے طاقچہ ہے فِیْهَا مِصْبَاحٌ اس طاقچے میں چراغ ہے اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ چراغ شیشے میں ہے اَلزُّجَاجَةُ کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ ..

شیشہ گویا کہ چمکتا ہوا ستارہ ہے یُوْقَدُ وہ چراغ جلایا جاتا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ مبارک درخت کے تیل سے زَيْتُوْنَةٍ جو زیتون کا درخت ہے لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ نہ وہ شرق کی سمت ہے اور نہ مغرب کی سمت ہے يَّكَادُ زَيْتُهَا قریب ہے کہ اس کا تیل يُضِيْٓءُ روشن ہو جائے خود بخود وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ اور اگرچہ اس کو آگ نہ پہنچے نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر روشنی ہے۔

مثال کے طور پر ایک دیوار ہے اس میں ایک طاقچہ ہے اور اس طاقچے میں ایک چراغ ہے رکھا ہوا۔ پھر وہ چراغ شیشے میں ہے اور وہ شیشہ بڑا صاف ہے کیونکہ لالٹین کا شیشہ صاف نہ ہو تو روشنی باہر اچھی طرح نہیں آتی۔ وہ شیشہ ایسے صاف ہے جیسے آسمان پر ستارے چمکتے ہیں كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ گویا کہ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے اور اس چراغ میں زیتون کا تیل ڈالا ہوا ہو کہ زیتون کا تیل تمام تیلوں میں بڑا صاف ہوتا ہے اس کا دھواں نہیں ہوتا اور وہ زیتون کے ایسے درخت سے حاصل کیا گیا ہے کہ وہ نہ بالکل مشرق کی سمت میں اور نہ مغرب کی سمت میں عین سنٹر (درمیان) میں ہے کہ پہلے پہر کی دھوپ بھی اس کو لگتی ہے اور پچھلے پہر کی بھی دھوپ لگتی ہے ایسے درخت سے حاصل کیا گیا زیادہ صاف شفاف ہوتا ہے۔ اس چراغ میں ایسے زیتون کا تیل ہو تو وہ خود بخود روشن ہونے کے لیے تیار ہے آگ اس کو نہ بھی پہنچے۔ لیکن جب آگ اس کے قریب ہوگئی تو وہ فوراً روشن ہو جائے گا نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ایک تو وہ خود روشن ہونے کو تیار ہے پھر آگ مل گئی۔

اب بات سمجھیں۔ یہ انسان کا سارا بدن ایک دیوار ہے اس میں جو سینہ ہے یہ طاقچہ ہے اس میں دل رکھا ہوا ہے یہ چراغ ہے اور دل میں جو رب تعالیٰ نے حق کو قبول کرنے اور ہدایت کو قبول کرنے کی جو صلاحیت اور استعداد رکھی ہے وہ زیتون کا تیل سمجھو کہ اگر مبلغ نہ

بھی پہنچے تو فطرت خود بخود تیار ہے ہدایت قبول کرنے کو اور اگر مبلغ پہنچے اس کی آواز پہنچے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے وہ دل کا چراغ روشن ہو جاتا ہے یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کے لیے جس کو چاہتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کو سمجھانے کے لیے وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ یہ نور تمہیں مسجدوں سے ملے گا۔ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مرکز ہیں یہ عظمت والی جگہیں ہیں ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم ہے۔ ظاہری گندگی سے بھی اور باطنی گندگی سے بھی یعنی کفر شرک سے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بچوں اور پاگلوں کو مسجدوں سے دور رکھو۔ کیونکہ چھوٹے بچے ناسمجھ ہوتے ہیں بول و براز نہ کر دیں یہی حال پاگلوں کا ہے ان کو بھی مسجد کے احترام کا کوئی علم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے گھروں کی بے حرمتی ہوگی۔

مسجد میں تھوکنا :

آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ کے ایک محلے میں تشریف لے گئے وہاں کے امام نے مسجد کی اُس دیوار پر تھوک دیا جو قبلے کی طرف تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تاحکم ثانی یہ آدمی تمہارا امام نہیں بن سکتا۔ مسجد قابل احترام جگہ ہے اس میں تھوکنا اور پھر اس دیوار پر جو جانب قبلہ ہے اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! پیشاب کرتے وقت نہ قبلے کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ بِغَائِطٍ وَّلَا بِبَوْلٍ وَّلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا " نہ چہرہ کرو قبلہ کی طرف بول و براز کے وقت اور نہ پیٹھ کرو۔" دونوں چیزوں سے منع فرمایا۔ چاہے عمارت یا کھلی جگہ ہو۔ جمہور کے مطابق صحیح

احادیث میں یہی حکم ہے۔اسی طرح غسل کرتے وقت بھی قبلے کی طرف منہ نہ کرو نہ پیٹھ کرو۔ قبلے کا احترام بنیادی چیزوں میں سے ہے۔تو یہ نورِ ہدایت کہاں سے حاصل ہوگا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فِیْ بُیُوْتٍ ان گھروں سے حاصل ہوتا ہے اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے، ان کی شان بلند کی جائے۔ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ اور ذکر کیا جائے ان گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا تسبیح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ان گھروں میں بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ پہلے اوقات میں اور پچھلے پہروں میں رِجَالٌ ایسے مرد لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ نہیں غافل کرتی ان کو سوداگری وَّلَا بَیْعٌ اور نہ بیچنا عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی یاد سے۔

تجارت اور بیع میں فرق :

تجارت اور بیع میں فرق یہ ہے کہ تجارت تو ایک مستقل پیشہ ہے کام یہی کرتا ہے۔ اور بیع کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا کوئی مستقل پیشہ نہیں ہے عارضی طور پر کبھی دودھ بیچ دیتا ہے کبھی گندم بیچ دیتا ہے گھر سے کبھی گھی بیچ دیا، کوئی فصل بیچ دی، اپنی ضرورت کے لیے کوئی شے بیچتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو نہ تجارت غافل کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نہ بیع غافل کرتی ہے۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ اور نماز قائم کرنے سے یہ چیزیں نہیں روکتیں وہ نماز کو ان چیزوں سے مقدم سمجھتے ہیں وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ اور زکوۃ کے ادا کرنے سے یہ چیزیں نہیں روکتیں۔یعنی وہ دینی احکامات کو سب چیزوں سے مقدم سمجھتے ہیں۔لیکن آج کل اکثریت کا یہ حال ہے کہ دینی کاموں کو نظر انداز کرتے ہیں اور دنیا کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں بہت تھوڑے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں جو شرعی احکامات کو دنیاوی مفادات پر مقدم رکھتے ہیں یَخَافُوْنَ یَوْمًا یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے خوف کرتے

ہیں اس دن سے تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ کہ پلٹ جائیں گے اس میں دل اور آنکھیں۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ پلٹ کا مطلب یہ ہے کہ دل اوپر کو آجائیں گے جیسے نکل چکے ہیں۔

دیکھو! انسان جب پریشان ہوتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ دل حلق کی طرف آگیا ہے آنکھیں پتھرا جاتی ہیں، حیران ہوجائیں گے لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ بہتر، ان کاموں کا جو وہ کرتے رہے ہیں۔ جو انہوں نے اچھے اعمال کیے ہوئے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ بدلہ دے گا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور زیادہ دے ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے۔ اس نے ایک نیکی کی نو (۹) اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے دے گا اور اگر فی سبیل اللہ کی مد میں کی ہے تو چھ سو نناوے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے دے گا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [بقرہ:۲۶۱] ''اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔'' لہٰذا تم رزق حاصل کرنے کے لیے، دنیا حاصل کرنے کے لیے آخرت کو نہ چھوڑو، نماز کو نہ چھوڑو، زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ رکو وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ نمازیں، روزے اللہ تعالیٰ جو رزق دیتا ہے اس میں کمی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر رزق میں کمی نہیں کرتا بلکہ ان چیزوں کی برکت سے رزق بڑھتا ہے۔ لہٰذا تم مساجد کے ساتھ تعلق جوڑو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں جن سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں (اور متقیوں کو سیراب کرتے چلے جاتے ہیں)۔

۞ ۞ ۞

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُہُمۡ کَسَرَابٍۭ بِقِیۡعَۃٍ یَّحۡسَبُہُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَہٗ لَمۡ یَجِدۡہُ شَیۡئًا وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ فَوَفّٰىہُ حِسَابَہٗ ؕ وَ اللّٰہُ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿ۙ۳۹﴾ اَوۡ کَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ یَّغۡشٰہُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِہٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِہٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُہَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ یَدَہٗ لَمۡ یَکَدۡ یَرٰىہَا ؕ وَ مَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوۡرًا فَمَا لَہٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ﴿۴۰﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَ تَسۡبِیۡحَہٗ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ اِلَی اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۲﴾

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَعۡمَالُہُمۡ ان کے اعمال کَسَرَابٍ سراب کی مانند ہیں بِقِیۡعَۃٍ میدان میں یَّحۡسَبُہُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً خیال کرتا ہے اس کو پیاسا پانی حَتّٰی یہاں تک کہ اِذَا جَآءَہٗ جب پہنچا اس سراب کے پاس لَمۡ یَجِدۡہُ شَیۡئًا تو نہیں پاتا وہاں کوئی شے وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ اور پایا اس کافر نے اللہ تعالیٰ کو اس کے پاس فَوَفّٰىہُ حِسَابَہٗ پس اللہ تعالیٰ نے پورا پورا کر دیا اس کا حساب وَاللّٰہُ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب کرنے والا ہے اَوۡ کَظُلُمٰتٍ یا جیسے اندھیرے فِیۡ بَحۡرٍ سمندر میں لُّجِّیٍّ جو گہرا ہے یَّغۡشٰہُ مَوۡجٌ جس کو ڈھانپتی ہے ایک موج مِّنۡ فَوۡقِہٖ مَوۡجٌ

اس موج کے اوپر ایک اور موج ہے مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ اس کے اوپر بادل ہے ظُلُمٰتٌ اندھیرے ہیں بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ بعض کے اوپر بعض اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ جس وقت نکالتا ہے اپنا ہاتھ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا نہیں قریب کہ دیکھے اپنے ہاتھ کو وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا اور جس شخص کے لیے نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے نور فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ پس اس کے لیے نہیں ہے کوئی نور اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُسَبِّحُ لَهٗ تسبیح بیان کرتی ہے اس کے لیے مَنْ وہ مخلوق فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ اور پرندے پر پھیلائے ہوئے كُلٌّ ہر ایک قَدْ عَلِمَ تحقیق جانتا ہے صَلَاتَهٗ اپنی بندگی کو وَتَسْبِيْحَهٗ اور اپنی تسبیح کو وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے پھر کر جانا۔

کافروں کی تین قسمیں :

پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا ذکر فرمایا اب ان کے مقابلے میں کافروں کا ذکر ہے۔ دنیا میں تین قسم کے کافر ہیں۔ ایک وہ جو رب تعالیٰ کے وجود کے بھی قائل ہیں، قیامت، حشر نشر کے بھی قائل ہیں، حساب کتاب اور ادلے بدلے کے بھی قائل ہیں لیکن اس کے باوجود کافر ہیں کیونکہ وہ آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے، آپ ﷺ کے دین کو تسلیم نہیں کیا۔ حالانکہ جس دن آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا

اس کے بعد نجات صرف آپ ﷺ کے کلمہ اور آپ ﷺ کے دین میں ہے۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ [آل عمران: ۸۵] ''اور جس نے تلاش کیا اس کے علاوہ کوئی اور دین پس وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' بے شک موسیٰ علیہ السلام سچے پیغمبر تھے اس دور میں ان کا کلمہ نجات کا کلمہ تھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ۔ حضرت داؤد علیہ السلام رب تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے اپنے دور میں ان کا کلمہ تھا لا الٰہ الا اللّٰہ داؤد خلیفة اللّٰہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ اس دور میں کلمہ نجات تھا لا الٰہ الا اللّٰہ عیسی روح اللّٰہ۔ آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کے بعد اب نجات صرف آپ ﷺ کے کلمہ میں ہے لَا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ . جو اس کلمے کو قبول نہیں کرے گا آپ ﷺ کی شریعت کو نہیں مانے گا وہ کافر ہے، کافر ہے چاہے اللہ تعالیٰ کا قائل ہو، قیامت کا قائل ہو، نیکی بدی، حساب کتاب کا قائل ہو۔ دوسرے کافر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے ہیں رازق اور مدبر مانتے ہیں مگر قیامت اور حشر نشر کے قائل نہیں ہیں جیسے مشرکین مکہ۔ اور تیسرے وہ کافر ہیں جو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کے ہی قائل نہیں ہیں جیسے دہریے۔

کافر اور مسلمان کی مثال :

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں ان کافروں کی ہے جو قیامت اور حشر نشر کے قائل ہیں اور دوسری مثال ان کافروں کی ہے جو قیامت کے قائل نہیں ہیں۔ تو وہ کافر جو قیامت کے قائل ہیں وہ اچھے کام بھی کرتے ہیں صدقہ، خیرات کرتے ہیں، ہسپتال بنواتے ہیں غریبوں کی ہمدردی کے لیے، سڑکیں بنواتے ہیں، پُل بنواتے ہیں،

پانی کا انتظام کرتے ہیں اور بہت سارے اچھے کام کرتے ہیں۔تو ایسے کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے بڑا وسیع چٹیل میدان ہو اور اس میں ریت ہو پھر دوپہر کا وقت اور گرمی کا موسم ہو۔ریت جب چمکتی ہو تو اس کو سراب کہتے ہیں۔اس ریت کو دور سے دیکھنے والے کو پانی کا شبہ ہوتا ہے۔ایک آدمی کو پیاس لگی ہوئی ہے اور وہ پانی کی تلاش میں پھر رہا ہے وہ اس سراب کو دور سے دیکھ کے سمجھتا ہے کہ پانی ہے بھاگ کر وہاں پہنچتا ہے کہ پانی پیوں گا۔جب وہاں پہنچتا ہے تو وہ ریت ہوتی ہے۔چونکہ پیاس کی شدت کی وجہ سے جان بلب ہوتا ہے مرنے کے قریب ہوتا ہے رب تعالیٰ کا حکم پہنچتا ہے جان نکل جاتی ہے۔تو ایسا شخص جو کفر کی حالت میں اچھے عمل کرے اور امید رکھے کہ مجھے ان اچھے کاموں کا اجر ملے گا قیامت والے دن میرے کام آئیں گے تو وہ ایسے ہی دھوکے میں ہے جیسے پیاسا وہ شخص جو چمکتی ہوئی ریت کو دور سے دیکھ کر پانی سمجھتا ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہے۔اسی طرح کافر کو اچھے اعمال آخرت میں کام نہیں آئیں گے چونکہ ایمان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ ان کے اعمال کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ریت ہے بِقِيْعَةٍ چٹیل میدان میں يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً خیال کرتا ہے اس کو پیاسا پانی حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ یہاں تک کہ وہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا تو نہیں پاتا وہاں کوئی شے۔پانی وانی کچھ نہیں تھا بلکہ دور سے چمکتی ہوئی ریت پر پانی کا دھوکہ ہو رہا تھا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اور پایا اس کافر نے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کو فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ پس اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا اس کا حساب،اس کی جان نکل گئی۔تو کفر کی حالت میں نیکی کے ثواب کی امید رکھنے والا دھوکے میں ہے وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب کرنے والا ہے۔

دوسری مثال ان کافروں کی ہے جو قیامت کے قائل نہیں ہیں۔اور ایسے بدبخت بھی ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے بھی قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ رب کوئی چیز نہیں ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر رب نہیں ہے تو زمینیں کس نے پیدا کی ہیں؟ آسمان کس نے پیدا کیے ہیں، چاند،سورج،ستارے کس نے پیدا کیے ہیں، پہاڑ، دریا،کس نے پیدا کیے ہیں؟ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

''دنیا میں کوئی چیز از خود نہیں بن جاتی کوئی لوہا خود بخود تلوار نہیں بن جاتا۔''
پھر اپنے متعلق فرماتے ہیں:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

''کہ میں تو ایک سادہ سا مولوی تھا شمس تبریز جیسے کامل سے ملا تو اب لوگ میری قدر کرتے ہیں۔'' شمس تبریزؒ اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں۔مولانا جلال الدین رومیؒ ان کے مرید اور خلیفہ تھے۔ان کی کتاب مثنوی شریف کاش کہ اردو میں طبع ہو جائے (اب اردو میں طبع ہو چکی ہے۔مرتب) اخلاقیات میں بہت اونچی کتاب ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں شعلہ زن کرتی ہے۔یہ کتاب پڑھنی چاہیے مگر افسوس کہ آج ہمیں ناولوں سے فرصت نہیں ہے۔مذہبی کتابیں پڑھنے کا ہمیں شوق ہی نہیں ہے۔تو ایسے کافر بھی ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں اور ایسے بھی ہیں جو قیامت کے منکر ہیں،حساب کتاب کے منکر ہیں، جزا سزا کے منکر ہیں۔ایسے کافروں کی یہ مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوْ كَظُلُمٰتٍ یا جیسے اندھیرے ہیں فِیْ بَحْرٍ ایسے سمندر میں لُّجِّيٍّ جو بڑا گہرا ہے یَّغْشٰهُ مَوْجٌ جس کو ڈھانپتی ہے ایک موج مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ اس کے اوپر ایک اور موج ہے مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ اس کے اوپر بادل ہے یعنی ایک آدمی ایسے سمندر کی تہہ میں ہے جو بڑا گہرا ہے بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل کی طرح۔ اس کے اوپر پانی کی موج، اس کے اوپر پانی کی ایک اور موج ہے پھر اس پر بادل ہے یہ ایسے اندھیروں کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اس کو تو اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ تو جو کافر رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں، قیامت کے قائل نہیں ہیں وہ ایسے اندھیروں میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کو کوئی چیز نظر نہیں آتی یہ انکارِ خدا اور کفر شرک کی موجوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں ان کو کیا نظر آئے گا؟ کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ فرمایا ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا اندھیرے ہیں بعض کے اوپر بعض جس وقت نکالتا ہے اپنا ہاتھ نہیں قریب کہ دیکھے اپنے ہاتھ کو۔ ہاتھ تو تب نظر آئے کہ کچھ روشنی ہو۔ اتنے اندھیروں میں ہاتھ کیا نظر آئے گا۔ فرمایا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ اور جس شخص کے لیے نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے نور پس اس کے لیے کوئی نور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نور اس کے لیے بناتا ہے جو نور کا طالب ہوتا ہے اور جو شخص نور کا طالب ہی نہیں ہے اس کو رب تعالیٰ نور عطا نہیں فرماتا۔ بعض آدمیوں کو شروع سے لے کر آخر تک ہدایت نصیب نہیں ہوتی تو ان کے متعلق کیا کہیں گے؟ تو یہ بات بڑی پیچیدہ سی ہے تقدیر کا مسئلہ ہے۔ تو ایسے آدمیوں کے متعلق رب تعالیٰ جانتے تھے رب تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ ایمان قبول نہیں کریں گے اس لیے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ رب تعالیٰ ہر ایک کے متعلق جانتا ہے کہ کون اپنی مرضی اور اختیار کے ساتھ ایمان اختیار کرے گا اور کون اپنی مرضی کے ساتھ کفر اختیار

کرے گا۔لہٰذا اس نے اپنے علم کے مطابق پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ فلاں ایمان لائے گا اور فلاں کفر اختیار کرے گا اور ایمان لانے اور کفر اختیار کرنے میں انسان کے اختیار کو دخل ہے۔قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُر [کہف: ۲۹] ''پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' اپنی مرضی سے تو انسان، ایمان کفر، حق باطل، سچ جھوٹ، نیکی بدی جس پہلو کو اختیار کرنا چاہے رب تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ پھر رب تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [نساء: ۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف کا اس نے رخ کیا۔'' جس راستے پر بندہ خود چلے رب اس پر چلا دیتا ہے۔نیکی پر چلے یا بدی پر اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [رعد: ۱۱] ''بے شک اللہ تعالیٰ تبدیل نہیں کرتا کسی قوم کی حالت یہاں تک کہ وہ خود تبدیل کریں جو ان کے نفسوں میں ہے۔'' اپنی حالت بدلنے کی نیت کریں۔

؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تو جو نورِ ہدایت کا طالب نہیں ہوتا اس کو اللہ تعالیٰ نورعطا نہیں فرماتے اور جو طالب ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نورِ ہدایت عطا کر دیتے ہیں۔

؎ سرور و نور وجد و حال ہو جائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے اے نور کے طالب
وہی کرے گا دن بھی جس نے کی ہے شب پیدا

بندہ اگر طلب ہی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ جبراً نہیں دیتا۔ بندے کی نیت اور ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر نتیجہ مرتب فرماتے ہیں۔

تو جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان بیوقوفوں کو نہیں دیکھا؟ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ کیا نہیں دیکھا آپ نے بے شک اللہ تعالیٰ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تسبیح بیان کرتی ہے اس کے لیے جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ وہ کتنی مخلوق ہے؟ احادیث میں آتا ہے کہ پہلے آسمان میں ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ کھڑا اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کر رہا ہو۔ اسی طرح دوسرے تیسرے چوتھے پانچویں چھٹے اور ساتویں آسمان میں، ان کے اوپر عرش ہے، اوپر کرسی ہے اور کعبے کے عین محاذات برابر میں ایک مقام ہے جس کا نام بیت المعمور ہے وہ فرشتوں کی طواف گاہ ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جس نے ایک مرتبہ طواف کر لیا پھر اس کو ساری زندگی دوبارہ موقع نہیں ملتا۔ چوبیس فرشتے تو ہر آدمی کے ساتھ ہیں۔ ایک دائیں کندھے پر اور ایک بائیں کندھے پر۔ دو کی ڈیوٹی دن کی ہے اور دو کی رات کی ہے۔ ان کی ڈیوٹیاں فجر اور عصر کی نماز کے وقت تبدیل ہوتی ہیں۔

اب جب فجر کی نماز یہاں شروع ہوئی تو ڈیوٹی بدل گئی رات والے فرشتے چلے گئے اور دن والے آ گئے۔ پھر جب عصر کا وقت ہوگا تو پھر ڈیوٹی بدل جائے گی دن والے فرشتے چلے جائیں گے اور رات والے آ جائیں گے۔ یہ چار فرشتے تو دن رات میں انسان کی نیکیاں برائیاں لکھنے کے لیے مقرر ہیں۔ اس محکمے کا نام کراماً کاتبین ہے۔ سورۃ الانفطار میں ہے وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ’’اور بے شک تمہارے اوپر حفاظت

کرنے والے مقرر ہیں وہ باعزت لکھنے والے ہیں۔'' اور دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کے وقت جان کی حفاظت پر مامور ہیں جب تک اس کی جان کی حفاظت منظور ہوتی ہے۔اور یہ قرآن پاک سے ثابت ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [رعد:۱۱] ''اس کے لیے آگے پیچھے آنے والے ہیں اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔'' جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو بندے کی جان کی حفاظت کرتے ہیں۔تو یہ چوبیس فرشتے دن رات بندے کے ساتھ رہتے ہیں۔پھر جنات کے ساتھ بھی ہیں۔جو مکلّف مخلوق ہے ان سب کے ساتھ ہیں۔اس سے تم فرشتوں کی کثرت کا اندازہ لگالو۔تو جتنی مخلوق آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے ساری اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ اور پرندے پر پھیلائے ہوئے فضا میں، وہ بھی اپنے انداز سے رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

پندرھویں پارے میں پڑھ چکے ہو وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ [بنی اسرائیل: ۴۴] ''کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو رب تعالیٰ کی تسبیح نہ بیان کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔'' کوئی زبان حال سے اور کوئی زبان قال سے، ساری مخلوق رب تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف ہے كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ہر ایک شے نے جان لی اپنی بندگی اور اپنی تسبیح وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کو جو اس کی مخلوق کرتی ہے۔نیکی بدی کوئی چیز رب تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی مدبر ہے، وہی مصرف ہے اور متصرف

بھی ہے زمینوں اور آسمانوں میں۔خدائی اختیارات کسی کو حاصل نہیں ہیں۔اور یاد رکھو!
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ اوراللہ تعالیٰ کی طرف ہی پھر کر جانا ہے۔اس کے لیے تیاری کرو کہ
کیا لے کر جانا ہے اور تمہارے پاس کیا ہے؟

شاعر کہتا ہے.....

ٹھکانا گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر غافل
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

اور ہمارے پاس تو ٹکٹ بھی نہیں ہے سفر خرچ کہاں ہوگا؟

❁ ❁ ❁

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ

ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ

السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ

عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ ؕ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ ﴿۴۳﴾ یُقَلِّبُ اللّٰهُ

الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَ

كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ

یَّمْشِیْ عَلٰى رِجْلَیْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ

مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ

وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۶﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا

بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ

وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ

بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا

اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ

اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾

اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یُزْجِیْ

چلاتا ہے سَحَابًا بادلوں کو ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ پھر ان کو جوڑتا ہے ثُمَّ یَجْعَلُهٗ

رُكَامًا پھر بنا دیتا ہے ان کو تہہ بہ تہہ فَتَرَى الْوَدْقَ پھر آپ دیکھتے ہیں بارش کو

یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ نکلتی ہے ان کے درمیان سے وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ اور
نازل کرتا ہے آسمان کی طرف سے مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا اس میں جو پہاڑ ہیں مِنْ
بَرَدٍ اولوں کے فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ پس پہنچاتا ہے وہ اولے جس کو چاہے
وَیَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ اور پھیرتا ہے اس کو جس سے چاہے یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ
قریبٌ ہے اس کی بجلی کی چمک یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ لے جائے آنکھوں کی روشنی
کو یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ بدلتا ہے اللہ تعالیٰ رات وَالنَّهَارَ اور دن کو اِنَّ فِیْ
ذٰلِكَ لَعِبْرَةً بے شک اس میں البتہ عبرت ہے لِّاُولِی الْاَبْصَارِ آنکھوں
والوں کے لیے وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ہر جانور کو
مِّنْ مَّآءٍ پانی سے فَمِنْهُمْ پس ان میں سے مَّنْ وہ ہیں یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ جو
چلتے ہیں اپنے پیٹ کے بل وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ اور ان میں سے
وہ بھی ہیں جو چلتے ہیں دو پاؤں پر وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰٓی اَرْبَعٍ اور ان میں
سے وہ بھی ہیں جو چلتے ہیں چار پاؤں پر یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ پیدا کرتا ہے اللہ
تعالیٰ جو چاہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
قادر ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَآ البتہ تحقیق ہم نے اتاری ہیں اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ آیتیں کھول
کر بیان کرنے والیاں وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے
جس کو چاہتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَیَقُوْلُوْنَ
اور یہ کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَبِالرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ

پر وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ پھر پھر جاتا ہے ایک گروہ ان میں سے مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اور جس وقت ان کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کریں اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ اچانک ایک گروہ ان میں سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے وَاِنْ یَّکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ اور اگر ہو ان کے لیے حق یَاْتُوْٓا اِلَیْہِ مُذْعِنِیْنَ تو آتے ہیں حق کی طرف بڑی جلدی سے چل کر اَفِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے اَمِ ارْتَابُوْٓا یا انہوں نے شک کیا ہے اَمْ یَخَافُوْنَ یا وہ ڈرتے ہیں اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ یہ کہ ظلم کرے گا ان پر اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلُہٗ اور اللہ تعالیٰ کا رسول بَلْ ہرگز نہیں اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ وہی لوگ ظالم ہیں۔

قدرتِ خداوندی :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف طریقوں سے اپنا قادر ہونا سمجھایا ہے کیونکہ توحید کی بنیاد ہی یہی ہے کہ سب کچھ رب تعالیٰ ہی کرتے ہیں اور سارے اختیارات اسی کے پاس ہیں اس کے سوا مافوق الاسباب کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ نہ زندہ نہ مردہ، نہ کوئی انسان، نہ جن، نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیر نہ فقیر، کسی کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں۔ نہ رب تعالیٰ نے کسی کو دیئے ہیں۔ خدائی اختیارات صرف اس کے اپنے پاس ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سمجھانے کے لیے مختلف طرح کی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔

اس مقام پر ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اے انسان کیا تو نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰہَ یُزْجِیْ سَحَابًا بے شک اللہ تعالیٰ چلاتا ہے بادلوں کو، ہواؤں کو حکم دیتا ہے وہ بادلوں کو اڑاتی ہیں، چلاتی ہیں ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ پھر ان کو جوڑتا ہے بادل پہلے جدا جدا ٹکڑے ہوتے ہیں پھر رب تعالیٰ کے حکم سے وہ ٹکڑے اکٹھے ہو جاتے ہیں ثُمَّ یَجْعَلُہٗ رُکَامًا پھر بنا دیتا ہے ان کو تہہ بہ تہہ۔ پہلے بادل باریک ہوتا ہے پھر اس کو گہرا کر دیتا ہے فَتَرَی الْوَدْقَ پھر آپ دیکھتے ہیں بارش کو یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ نکلتی ہے ان بادلوں کے درمیان سے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سمجھنے کے لیے تو اتنی بات ہی کافی ہے کہ بادل کس نے اکٹھے کیے؛ ہواؤں کو کس نے حکم دیا، پہلے جدا جدا ٹکڑے تھے پھر جڑ گئے، پہلے باریک تھے پھر گہرے ہو گئے پھر ان کے درمیان سے بارش نکلنے لگ گئی وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ اور اتارتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف سے مِنْ جِبَالٍ فِیْھَا مِنْۢ بَرَدٍ اس میں جو پہاڑ ہیں اولوں کے۔ ہوائی جہاز پر سفر کرو تو نیچے بادل ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے پہاڑ ہیں۔ گویا یہ جو بادلوں کے پہاڑ ہیں ان سے اولے رب تعالیٰ اتارتے ہیں۔ برد کی 'را' پر اگر جزم ہو تو معنیٰ ہوتا ہے ٹھنڈک۔ اور اگر 'را' پر زبر ہو تو معنیٰ ہے اولے۔ تو آسمان کی طرف سے یا دلوں کے پہاڑوں سے اولے کون اتارتا ہے فَیُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ پس پہنچاتا ہے وہ اولے جس کو چاہے۔ جن لوگوں پر وہ چاہتا ہے اولے پھینکتا ہے۔

سنا ہے پچھلے دنوں اوکاڑے میں ایک ایک پاؤ کا اولا پڑا ہے وَیَصْرِفُہٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ اور پھیرتا ہے اس کو جس سے چاہتا ہے۔ جہاں نہیں پھینکنے وہاں نہیں پھینکتا۔ اسی بادل سے بارش برستی ہے، اسی بادل سے ژالہ باری ہوتی ہے۔ یہ کون کرتا ہے؟ حیرت ہے ان لوگوں پر جو رب تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔

اہل حق کا دہریے سے مناظرہ :

ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک اہل حق کا ایک دہریے سے مناظرہ ہوگیا۔ دہریہ کہتا ہے کہ رب کوئی چیز نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ اور حق والے نے رب تعالیٰ کا وجود ثابت کرنا ہے۔ دن اور وقت کا تعین ہوگیا، لوگ جمع ہو گئے دہریہ بھی پہنچ گیا لیکن حق پرست نے جان بوجھ کر تاخیر کی۔ جب پہنچا تو دہریے نے کہا کہ آپ نے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے دیر سے آئے ہو۔ حق پرست نے کہا کہ راستے میں نالے تھے بارش کی وجہ سے ان میں پانی زیادہ تھا عبور نہیں کرسکتا تھا پانی کم ہوا تو پہنچ گیا ہوں۔ دہریے نے کہا بے وقوف بادل تو تھا نہیں بارش کہاں سے آ گئی؟ حق پرست نے کہا میرا دعویٰ ثابت ہو گیا ہے کہ اگر بادل کے بغیر بارش نہیں ہوسکتی تو یہ زمین اور آسمان خالق کے بغیر کیسے ہو گئے اور ان کا نظام رب تعالیٰ کے بغیر کون چلا رہا ہے؟ آپ بادل کے بغیر بارش کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں میں خالق کے بغیر زمین، آسمان، پہاڑ، دریا کیسے مان لوں؟ اور کیسے مان لوں کہ ان کا نظام خود بخود چل رہا ہے اور کوئی چلانے والا نہیں ہے۔ کل ہی آپ حضرات نے مولانا روم ؒ کا بیان سنا کہ

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

''کوئی چیز خود بخود نہیں بنی، بنانے والے نے بنائی ہے۔'' حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں واقعہ نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ کشتی میں سوار تھے ایک دہریہ بھی کشتی سوار ہوا۔ پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ ہیں جن کا نام نعمان والد صاحب کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطہ تھا ایرانی النسل تھے جیسے امام بخاری بھی ایرانی النسل ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ

اجمعین ۔ وہ دہریہ امام صاحب کے پاس آکر کہنے لگا کہ سنا ہے تم بڑے امام ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ سنی سنائی بات غلط بھی ہوسکتی ہے۔ کہنے لگا میں نے آپ کی بڑی شہرت سنی ہے میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے یا نہیں؟ امام صاحب نے اس سے کہا کہ میں اس وقت عجیب وغریب کیفیت میں ہوں ۔ بڑا عجیب واقعہ میرے پیش نظر ہے۔ اس میں متفکر ہوں اس کے بعد میں آپ کو کچھ کہہ سکتا ہوں۔ وہ اس طرح کہ میں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک پودا خود بخود اُگ گیا اور بڑا درخت بن گیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ خود بخود کٹ گیا اور اس کے تختے بن گئے پھر وہ تختے خود بخود جڑ گئے اور کشتی تیار ہوگئی۔ اب وہ کشتی بغیر کسی ملاح کے خود بخود لوگوں کو ادھر ادھر لے جاتی ہے اور خود کرایہ وصول کرتی ہے۔ دہریے نے کہا کہ میں نے تو سنا ہے کہ آپ بڑے عقل مند ہیں لیکن آپ تو بڑے بے وقوف ثابت ہوئے ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ درخت خود بخود اُگ کے بڑا ہو گیا پھر اس کے تختے بن کر کشتی تیار ہوگئی اور خود بخود لوگوں کو آر پار لے جانے لگی اس کو کوئی چلانے والا نہیں ہے۔ یہ بات میں کیسے مان لوں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے تجھے مسئلہ سمجھا دیا ہے رب تعالیٰ کے وجود کا۔ تجھے ایک کشتی سمجھ نہیں آرہی کہ وہ خود بخود بن گئی اور خود بخود چل سکتی ہے تو میں یہ کیسے مان لوں کہ یہ زمین آسمان کا نظام بغیر کسی چلانے والے کے چل رہا ہے اور یہ خود بخود بن گیا ہے۔ کوئی آدمی سمجھنا چاہے تو آسانی سے سمجھ سکتا ہے مگر ضدی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

فرمایا یہ رب تعالیٰ کی قدرتیں ہیں یَکَادُ سَنَا بَرْقِهٖ قریب ہے اس کی بجلی کی چمک یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ لے جائے آنکھوں کو۔ حکماء لکھتے ہیں کہ جب بجلی چمکے تو اس کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ یا تو آدمی اندھا ہو جائے گا یا بینائی متاثر ہوگی۔ اسی طرح سورج گرہن

کے وقت بھی سورج کو نہیں دیکھنا چاہیے بینائی متاثر ہوگی یا بالکل چلی جائے گی۔ اسی طرح تیز روشنی کو دیکھنا بھی بینائی کو متاثر کرتا ہے یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ بدلتا ہے اللہ تعالیٰ رات اور دن کو۔ آج سے ایک مہینہ پہلے رات ایک گھنٹہ زیادہ تھی بہ نسبت دن کے اور اب رات چھوٹی ہوتی جارہی ہے اور دن بڑھتا جارہا ہے۔ یہ گھٹانے بڑھانے والا کون ہے؟ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ بے شک اس میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے۔

تیسری دلیل: وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ہر جانور کو مخصوص قسم کے پانی سے جو اس نوع کا نطفہ ہے۔ انسان کو انسان کے نطفے سے، گدھے کو گدھے کے نطفے سے علی ہذا القیاس باقی جانور ہیں۔ تو یہ ہر نوع کے جانور کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو چلتے ہیں پیٹ کے بل جیسے سانپ وغیرہ اور اتنے تیز چلتے ہیں کہ بعض ٹانگوں والے بھی ان کو نہیں پہنچ سکتے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَيْنِ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں دو پاؤں پر جیسے انسان ہیں، مرغیاں ہیں، پرندے ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰٓی اَرْبَعٍ اور ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں چار ٹانگوں پر، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ۔ ان سب کو پیدا کرنے والا کون ہے يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے۔ ایک جانور ہے کن کھجورہ اس کی چوالیس ٹانگیں ہیں۔ بائیس ایک طرف اور بائیس ایک طرف۔ اور ایک جانور ہے اس کو ہزار پائے کہتے ہیں پانچ سو ٹانگ ایک طرف اور پانچ سو ٹانگ دوسری طرف، پوری ریل گاڑی ہے۔ ان سب کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ رب تعالیٰ کو

سمجھنا چاہو تو اپنے وجود کو دیکھ کر غور وفکر کر کے سمجھ سکتے ہو۔ جانوروں کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہو۔ بارش اور اولوں کو دیکھ کے سمجھ سکتے ہو لیکن ضد اور عناد ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ فرمایا لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ البتہ تحقیق ہم نے نازل کی ہیں آیتیں کھول کر بیان کرنے والیاں، حقیقت کو کھول کے رکھ دیتی ہیں وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔ اور ہدایت دیتا کس کو ہے؟ جو طالب ہوتا ہے ہدایت حاصل کرنے کی نیت کرے۔ جبراً اللہ تعالیٰ ہدایت کسی کو نہیں دیتا۔

منافق کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ :

آگے منافقوں کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ اس سے قبل پانچویں پارے میں بھی بیان ہوا ہے۔ بشیر نامی منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا ایک زمین کے متعلق۔ یہودی کہتا تھا زمین میری ہے اور منافق کہتا تھا یہ زمین میری ہے وہ سادہ زمانہ تھا اس وقت رجسٹریاں انتقال تو ہوتے نہیں تھے۔ آج بھی بعض پرانے لوگوں کے مکانات کی رجسٹریاں نہیں ہیں لیکن سارے لوگ جانتے ہیں کہ یہ ان کے ہیں۔ تو اس زمانے میں بھی رجسٹریاں نہیں ہوتی تھیں اور اس دعویٰ میں یہودی سچا تھا۔ منافق نے ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا، ایک محلے میں رہتے تھے۔ یہودی نے کہا کہ آپ کے پیغمبرؐ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ منافق ظاہری طور پر تو مسلمانوں میں شامل ہوتا ہے نفاق تو اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں۔ منافق نے یہودی سے کہا کہ تم نے ہمارے نبی کا کلمہ نہیں پڑھا لہٰذا ان کے پاس نہیں جانا بلکہ تمہارے مولوی کعب ابن اشرف کے پاس جاتے ہیں۔ یہ یہودیوں کا بڑا راشی مولوی تھا اس کو جو اشارہ کر دیتا کہ تجھے کچھ ملے گا تو ڈگری اس کے حق میں کر دیتا تھا۔ محلے

والوں کے مجبور کرنے پر آنحضرت ﷺ کے پاس گئے۔ آپ ﷺ نے دونوں کی گفتگو سنی دلائل سنے اور یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ یہ زمین یہودی کی ہے۔ منافق کو بڑی تکلیف ہوئی کہ میں جھوٹا بھی ہوا اور زمین بھی ہاتھ سے نکل گئی۔

چنانچہ اس پر بدبختی کا غلبہ ہوا اور کہنے لگا کہ چلو عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کافروں کے متعلق بڑے سخت ہیں جب ان کو علم ہوگا کہ میں کلمہ پڑھنے والا ہوں اور یہ یہودی ہے تو میری رعایت کریں گے یہ اس کا وہم تھا یہودی بڑا سمجھ دار تھا اس نے کہا ٹھیک ہے چلو۔ وہ جانتا تھا کہ بڑی عدالت کے فیصلے کے بعد چھوٹی عدالت کیا کرے گی۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ نے فیصلہ کرنے کا حق دیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کہ محلوں سے جو چھوٹے موٹے مقدمات آتے ہیں سن کر فیصلہ کر دیا کرو۔ کیونکہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اپنا مقدمہ ان کے سامنے رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے مجھے فیصلہ کرنے کا حق ہے مگر یہاں دو قوموں کا مسئلہ ہے ایک یہودی ہے اور ایک مسلمان ہے اگر کوئی کمی بیشی مجھ سے ہوگئی تو دو قوموں کے ساتھ نبھانا بڑا مشکل ہو جاتا ہے دونوں مسلمان ہوتے تو میں فیصلہ کر دیتا لہٰذا مقدمہ مجھ سے بڑا ہے تم آنحضرت ﷺ کے پاس جاؤ۔ یہودی کہنے لگا وہاں سے تو ہو آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ یہودی نے کہا کہ ان کا فیصلہ میرے حق میں ہوا ہے۔ بشیر نامی منافق سے پوچھا کہ واقعی آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا پھر ٹھہر جاؤ میں بھی فیصلہ کرتا ہوں۔ اندر گئے جو بڑی تیز تلوار تھی لے کر آئے اور منافق کا سر اتار دیا کہ جو آنحضرت ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا پھر اس کا فیصلہ

میری تلوار ہی کرے گی۔ایک قول کے مطابق اس دن سے حضرت عمرؓ کا فاروق لقب پڑا۔حق اور باطل کے درمیان عملاً فیصلہ کرنے والا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ اور یہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَبِالرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ پر ایمان لائے وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے قائل ہیں ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ پھر پھر جاتا ہے ایک گروہ ان میں سے مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد۔آج ساری پاکستانی قوم بمع حکمرانوں کے،الا ماشاءاللہ، کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن قرآنی احکامات کی طرف بلاؤ تو نہیں آتے۔ان میں ترمیمیں کرتے ہیں۔ یہ آیات ان پر صادق اور فٹ آتی ہیں وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔یہ صرف زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ان آیات کو بار بار پڑھو اور ان پر غور وفکر کرو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول ﷺ پر اور ان کے اطاعت گزار ہیں لیکن عملی طور پر پھر جاتے ہیں یہ اپنے دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں۔ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور جب ان کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اچانک ایک گروہ ان میں سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے۔یہی حالت ہمارے حکمران طبقے کی ہے۔دعویٰ ایمان کا ہے اور قرآن کے احکام میں ترمیم کرنے کے درپے ہیں ان میں ہیرا پھیری کرتے ہیں۔علامہ اقبال مرحوم نے کیا اچھا کہا ہے.....

؎ خویش را تاویل کن نے ذکر را

اپنے آپ کو پھیر دقرآن پاک کو نہ ہلاؤ اپنی جگہ سے۔اپنے غلط نظریات کو بدل لوقرآن کو نہ بدلو۔ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ اور اگر ہو ان کے لیے حق کہ ان کو ملے گا يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ تو آتے ہیں حق کی طرف بڑی جلدی سے چل کر۔جب ان کو پتا چلتا ہے کہ ہمیں آنحضرت ﷺ سے کچھ ملے گا تو بھاگے بھاگے آتے ہیں اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے اَمِ ارْتَابُوْٓا یا شک کرتے ہیں اَمْ يَخَافُوْنَ یا خوف کرتے ہیں اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ یہ کہ ظلم کرے گا ان پر اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا رسول، حاشا وکلا بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہرگز نہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔اسی لیے رب تعالیٰ کے احکامات سے گریز کرتے ہیں۔

۞۞۞

اِنَّمَا

كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

اِنَّمَا پختہ بات ہے کَانَ ہے قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ بات ایمان والوں کی اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جس وقت ان کودعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف وَرَسُوْلِهٖ اوراس کے رسول کی طرف لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ تاکہ وہ فیصلہ کریں ان کے درمیان اَنْ يَّقُوْلُوْا تو وہ کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سن لیا وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی وَيَخْشَ اللّٰهَ اور ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے وَيَتَّقْهِ اور بچے گا (اس کی نافرمانی سے) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اوران لوگوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ تعالیٰ کی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ مضبوط قسمیں لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ البتہ اگر آپ ان کو حکم دیں گے لَيَخْرُجُنَّ تو وہ ضرور نکلیں گے قُلْ آپ کہہ دیں لَا تُقْسِمُوْا تم قسمیں مت اٹھاؤ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ دستور کے مطابق اطاعت ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ خَبِيْرٌ خبردار ہے بِمَا اس کارروائی سے تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر تم نے روگردانی کی فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے عَلَيْهِ پیغمبر کے ذمہ مَا وہ چیز ہے حُمِّلَ جو ان کو اٹھوائی گئی ہے وَعَلَيْكُمْ اور تمہارے اوپر مَّا وہ چیز ہے حُمِّلْتُمْ جو تمہیں اٹھوائی گئی ہے وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تَهْتَدُوْا تو ہدایت پالو گے وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اور نہیں ہے رسول کے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ مگر پہنچا دینا کھول کر۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق میں آپ حضرات نے سنا (پڑھا) کہ جب منافقوں کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی کہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کریں تو ایک فریق ان میں اعراض کرتا ہے۔ اب ان کے بالمقابل مومنوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا پختہ اور یقینی بات ہے كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ہے بات ایمان والوں کی۔ کب؟ اِذَا دُعُوْآ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جب ان کو دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ تاکہ اللہ تعالیٰ اور

اس کا رسول ﷺ ان کے درمیان فیصلہ کریں۔ اس کے مومنوں کی بات یہ ہوتی ہے اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا بلا قیل وقال کہتے ہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا۔ کوئی حیلہ بہانہ نہیں کرتے۔

جذبہ جہاد :

جنگ احد کا موقع تھا آنحضرت ﷺ نے منادی کرائی کہ جو مسلمان جس حالت میں ہے آ جائے۔ حضرت حنظلہ ؓ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی میاں بیوی آپس میں ملے تھے۔ آواز سنی کہ جس حالت میں ہو نکل آؤ۔ انہوں نے خیال کیا کہ اگر میں غسل کروں گا تو آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی اسی حالت میں آ گئے۔ جنگ میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ چونکہ غسل واجب تھا اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ شہید ہونے کے بعد فرشتوں نے ان کو تختے پر لٹا کر غسل دیا اسی لیے ان کا لقب ہے غَسِیْلُ الملٰئکۃ کہ فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔

تین گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے :

اور ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں اور اس کو یاد بھی رکھنا کہ تین گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ رحمت کے فرشتوں کا الگ محکمہ ہے جو مومنوں کے گھروں میں جا کر رحمت کی دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ان گھر والوں پر رحمت نازل فرما۔ اس وجہ سے ان کو رحمت کے فرشتے کہتے ہیں۔

☆......تو جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ البتہ تین قسم کے کتے شریعت نے مستثنیٰ کیے ہیں۔

۱)......شکاری کتا اور اس سے شکار کھیلتے ہوں۔ محض شکاری ہونا کافی نہیں ہے۔

۲)......وہ کتا جو جانوروں کی حفاظت کے لیے رکھا ہوا ہو۔

۳)......وہ کتا جو کھیتی کی حفاظت کے لیے رکھا ہو۔

ان تین قسموں کے علاوہ اور کوئی کتا گھر میں ہوگا تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

☆......اور اس گھر میں بھی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں جاندار کی تصویر سامنے نظر آتی ہو۔ اگر نظر نہیں آتی مثلاً کتاب میں ہے، نوٹوں پر ہے اور نوٹ جیب میں ہیں تو پھر جدا بات ہے۔ کیونکہ فرشتے غیب نہیں جانتے

☆......اور تیسرا اس گھر میں بھی فرشتے داخل نہیں ہوتے کہ میاں بیوی پر غسل واجب ہو اور وہ غسل کے بغیر چلیں پھریں کہ ایسے جسم سے ایک خاص قسم کی بو آتی ہے اور فرشتوں کو بو سے نفرت ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہونٹوں کے قریب فرشتے ہوتے ہیں جو باری باری درود شریف پہنچاتے ہیں اور جو آدمی ذکر واذکار کرتا ہے سبحان اللہ وغیرہ وہ پہنچاتے ہیں۔ مگر جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بو کی وجہ سے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں۔ مگر ہمارا تو مشغلہ ہے روزمرہ جھوٹ بولنا۔ اور ہمیں بو محسوس بھی نہیں ہوتی کیونکہ ہماری حس مری ہوتی ہے۔ تو مومنوں کو جب بلایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے تو وہ بلا قیل و قال کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اور منافقوں کے دل میں نہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی ﷺ۔ اس لیے زبانی طور پر تو مانتے ہیں اور دل سے منکر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ دل و جان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وَاُولٰٓئِکَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ کامیاب ہیں وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی وَيَـخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ اور ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے اور بچتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

مومنوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر منافقوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ منافق زبان چلانے کے بڑے ماہر تھے گفتگو بڑے انداز سے کرتے تھے اور قسموں کے ساتھ اس کو مضبوط کر کے آدمی کو قائل کر لیتے اور جھوٹ کو ایسے انداز میں پیش کرتے کہ سننے والا اس کو سچ سمجھتا تھا۔ چنانچہ ۶ ھ میں آنحضرت ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کا جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کے سر پر کوئی چیز دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ انصاری نے زور سے نعرہ بلند کیا یا للا نصارُ اے انصاریو! میری مدد کو پہنچو اس مہاجر نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ ادھر مہاجر نے بھی یا للمهاجرون کا نعرہ لگا دیا کہ مجھے انصاریوں سے بچاؤ۔ جب آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا ما بال دعوی الجاهلية لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جاہلیت کے نعرے لگا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو اِنَّهَا مُنْتِنَه یہ تو بدبودار نعرے ہیں۔ اس سفر میں عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین بھی شامل تھا کچھ اور منافق بھی تھے۔ یہ رات کو ایک خیمے میں اکٹھے ہوئے اور واہی تباہی باتیں کیں آنحضرت ﷺ کے متعلق کہ کوئی مسلمان سن نہیں سکتا۔ جن میں سے ایک بات یہ بھی تھی لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ [منافقون:۸] "ضرور نکال دے گا عزت والا اس میں سے ذلت والوں کو۔" رئیس المنافقین نے یہ بات کہی وہ اپنے آپ کو مدینہ طیبہ کا بڑا معزز سمجھتا تھا کہ ہم واپس جا کر اس ذلیل ترین انسان کو نکال دیں گے معاذ

اللہ تعالیٰ۔ یہ جملہ اس کمینے نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں کہا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نوعمر صحابی تھے قریب سے ان کی باتیں سن رہے تھے رات کے اندھیرے کی وجہ سے ان کو خبر نہ ہوئی۔ صبح ہوئی تو یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے حضرت! ضمیر تو گوارا نہیں کرتا دل بھی نہیں چاہتا مگر حضرت مجبوراً کچھ باتیں کہنی پڑتی ہیں۔ حضرت! رات میرا خیمہ ان لوگوں کے قریب تھا۔ حضرت! انہوں نے بہت اوٹ پٹانگ باتیں کی ہیں آپ کے بارے میں۔ ان باتوں میں سے کچھ بتائیں بھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو بلایا فرمایا تم نے رات یہ باتیں کی ہیں کہنے لگے جی توبہ توبہ! ہم ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔ ہماری زبانیں نہ جل جائیں، ہمارے ہونٹ نہ ختم ہو جائیں کہ آپ کے متعلق ایسی باتیں کریں اس کو کہو گواہ لائے۔ وہاں گواہ کہاں تھے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ان خبیثوں نے اتنے اعتماد سے بات کی اور یقین دلایا کہ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فَکَذَّبَنِیْ وَصَدَّقَهُمْ ''پس آنحضرت ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور ان کو سچا مان لیا اور مجھ سے سخت ناراض ہوئے۔'' کہ تم نے خواہ مخواہ سچے لوگوں کو جھوٹا بنانے کے لیے یہ کہانی بنائی ہے۔ فرماتے ہیں میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ میں روتا ہوا واپس آ گیا۔ میرے چچا میرے ساتھ تھے۔ اس نے پوچھا کیا بات ہوئی ہے؟ میں نے بتایا تو کہا آنحضرت ﷺ نے تجھے جھوٹا کہا ہے اب تجھے سچا کون کہے گا؟ میں روتا تھا میرے چچا نے مجھے جھڑکا کہ تم نے ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے غلط بیانی نہیں کی بلکہ یہ سب باتیں ہوئی ہیں۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو آنحضرت ﷺ کا قاصد آیا اَجِبْ رسول اللہ ﷺ۔ اے زید! آپ کو آنحضرت ﷺ بلا رہے ہیں فوراً پہنچو۔ میں سہما سہما ڈرتا ڈرتا ہوا پہنچا کہ کہیں مجھے آپ ﷺ سزا نہ دیں۔ لیکن دیکھا تو آنحضرت ﷺ کا چہرہ بڑا روشن

تھا۔فرمایا اے زید! قَدْ صَدَّقَکَ اللّٰہ تعالٰی ''اللہ تعالیٰ نے تجھے سچا قرار دیا ہے اور وہ جھوٹے ہیں۔پھر سورہ منافقون پڑھ کر سنائی اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ ''جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ البتہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے بے شک منافق البتہ جھوٹ بولتے ہیں۔یہ سب کچھ انہوں نے کہا ہے جو زید نے آپ ﷺ کو بتایا ہے۔تو یہ منافق جب آپ کے پاس آتے تھے تو بڑے زوردار الفاظ میں قسمیں اٹھاتے تھے۔حضرت!رب کی قسم ہے جب آپ ہمیں جہاد کا حکم دیں گے تو ہم دوسروں سے پہلے نکلیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جَھْدَ مضبوط اَیْمَانِھِمْ اپنی قسمیں لَئِنْ اَمَرْتَھُمْ البتہ اگر آپ ان کو حکم دیں گے لَیَخْرُجُنَّ البتہ ضرور نکلیں گے جہاد کے لیے قُلْ آپ کہہ دیں لَا تُقْسِمُوْا تم مت قسمیں اٹھاؤ طَاعَۃٌ مَّعْرُوْفَۃٌ دستور کے مطابق اطاعت ہے ہم تمہاری اطاعت کو جانتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کاروائی سے جو تم کرتے ہو۔تم جھوٹے لوگ ہو ایسے ہی خواہ مخواہ جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں اَطِیْعُوا اللّٰہَ صحیح معنیٰ میں سچ مچ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو صحیح معنیٰ میں فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر تم نے روگردانی کی اور اطاعت سے پھر گئے فَاِنَّمَا عَلَیْہِ بے شک نبی کے ذمہ ہے مَا حُمِّلَ وہ بات جو ان پر ڈالی گئی ہے۔جس کے وہ مکلف ہیں اس کا سوال ان سے ہوگا وَعَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ اور تمہارے ذمہ ہے جو تم پر

ڈالی گئی ہے۔ پہلے پارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ اے نبی کریم ﷺ! آپ سے دوزخیوں کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔'' کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں اور یہ سوال چند وجوہات کی بنیاد پر ہوسکتا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ نے پیغام پہنچانے میں کوتاہی کی ہو اور اس کوتاہی کی وجہ سے وہ دوزخ میں چلے گئے ہوں۔ حالانکہ کسی بھی پیغمبر نے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں قطعاً کوئی کوتاہی نہیں کی اور وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہدایت دینا آپ ﷺ کے بس میں ہوتا تو پھر سوال ہوتا کہ آپ ﷺ کو ہدایت دینے کا اختیار تھا پھر یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں؟ حالانکہ یہ بھی نبی کے اختیار میں نہیں ہے اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے اس کو جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' آپ ﷺ ہادی ہیں ہدایت کا راستہ بتانا آپ کا کام ہے ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ تو فرمایا نبی کے ذمہ وہ ہے جو بوجھ ان پر ڈالا گیا ہے جس کے وہ مکلّف ہیں اس کا سوال ان سے ہوگا اور تمہارے ذمہ وہ چیز ہے جو تم پر عائد کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا اور اگر تم اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ کے رسول کی ہدایت پاؤ گے۔ اور فرمایا سن لو وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ اور نہیں ہے رسول کے ذمے مگر بات کو پہنچا دینا کھول کر۔ تسلیم کرانا پیغمبر کے فریضہ میں داخل نہیں ہے پیغمبر اپنا فریضہ ادا کر چکے ہیں۔ اب تم ہدایت حاصل کرو گے تو فلاح پاؤ گے۔

❀❀❀

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۷ / ۱۳

وَعَدَ اللّٰهُ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے الَّذِيْنَ ان لوگوں سے اٰمَنُوْا جو ایمان لائے مِنْكُمْ تم میں سے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورانہوں نے عمل کیے اچھے لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ البتہ ضرور خلیفہ بنائے گا ان کو فِي الْاَرْضِ زمین میں كَمَا جیسے اسْتَخْلَفَ خلیفہ بنایا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو مِنْ قَبْلِهِمْ جوان سے پہلے تھے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ اورالبتہ ضرور قدرت دے گا ان کو دِيْنَهُمْ ان کے دین کو الَّذِي وہ دین ارْتَضٰى لَهُمْ جو پسند کیا ہے ان کے لیے وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ اورالبتہ ضرور بدل دے گا ان کے لیے مِّنْ، بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ان کے خوف کے بعد امن کو يَعْبُدُوْنَنِيْ وہ میری عبادت کریں گے لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا نہیں شریک کریں گے میرے ساتھ کسی شے کو وَمَنْ كَفَرَ اور جس نے کفر کیا بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ پس یہی لوگ نافرمان ہیں

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اورقائم کرونماز وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اورادا کروزکوٰۃ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اوراطاعت کرورسول کی (ﷺ) لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پررحم کیا جائے لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ ہرگز نہ گمان کریں آپ ان لوگوں کے بارے میں کَفَرُوْا جوکافر ہیں مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وہ عاجز کرنے والے ہیں زمین میں وَمَاْوٰھُمُ النَّارُ اوران کاٹھکانا دوزخ ہے وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اورالبتہ وہ براٹھکانا ہے۔

مسئلہ خلافت :

آج میں نے آپ حضرات کے سامنے تین آیتیں پڑھی ہیں۔ان میں سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔قرآن کریم کے نزول کے وقت مخاطب صرف صحابہ کرام ہیں ؓ۔دوسری امت اس کی مخاطب نہیں ہے کیونکہ موجود ہی نہیں ہے۔نہ تابعین موجود تھے نہ تبع تابعین موجود تھے نہ ان سے بعد کے لوگ۔اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جونزول قرآن کے وقت موجود تھے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جوایمان لائے تم میں سے، جو نزول قرآن کے وقت موجود ہیں صحابہ کرام ؓ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورجنہوں نے عمل کیے اچھے۔اچھے عمل کرنے والے مومنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس بات کا کہ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ البتہ ضرورخلیفہ بنائے گاان کو فِی الْاَرْضِ زمین میں۔گرائمر کے لحاظ سے لام بھی تاکید کا ہے اورنون بھی تاکید کا ہے۔تاکید درتاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے البتہ ضروران کوخلیفہ بنائے گا زمین میں کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ

جیسا کہ اس نے خلافت بخشی ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں میں خلفاء بنائے تم میں سے بھی ضرور بنائے گا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ اور البتہ ضرور قدرت دے گا جما دے گا ان کے لیے ان کے دین کو۔ یہاں بھی دو تاکیدیں ہیں لام بھی تاکید کا نون بھی تاکید کا، البتہ ضرور ان کے ذریعے دین کو چمکائے گا، پھیلائے گا الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ جو دین اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ یہ قرآن کریم کی نزول کے اعتبار سے جو آخری آیت ہے اس کا حصہ ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [مائدہ:۳] ''آج کے دن کامل کر دیا تمہارے لیے تمہارے دین کو اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا ہے میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین۔'' تو جو دین رب تعالیٰ نے پسند کیا ہے اس دین کو ان کے ذریعے پھیلائے گا، چمکائے گا۔ ان کے ذریعے اس دین کو خوب وقعت حاصل ہو گی وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا اور البتہ ضرور تبدیل کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کے لیے خوف کے بعد امن کو۔ یہاں بھی دو تاکیدیں ہیں، لام بھی تاکید کا اور نون بھی تاکید کا۔ تاکید در تاکید کے ساتھ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خلافت کے دور میں خوف کے بعد امن ہو گا۔ پھر کیا ہو گا؟ يَعْبُدُوْنَنِيْ وہ میری عبادت کریں گے لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

خلفائے راشدین :

قرآن پاک کی اس نص قطعی کے تحت حضرت ابوبکر ﷺ، حضرت عمر ﷺ، حضرت عثمان ﷺ، حضرت علی ﷺ خلفائے برحق ہیں۔ یہ ساری خوبیاں اسلام کو ان کے دور میں حاصل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے دین کو خوب پھیلایا اور چمکایا۔ مسند احمد اور

مستدرک حاکم حدیث کی کتابیں ہیں۔ان میں روایت ہے (آپ ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کی تعمیر دو دفعہ ہوئی ہے پہلی دفعہ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے ۔دوبارہ تعمیر سات ہجری کے بعد ہوئی ہے۔ پہلے بھی کچی تھی دوبارہ بھی کچی تھی۔دوبارہ جب تعمیر ہوئی اور بنیادیں نکالی گئیں روایت میں ہے) کہ پہلا پتھر آنحضرت ﷺ نے رکھا دوسرا پتھر آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکھا اور تیسرا پتھر آپ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکھا، چوتھا پتھر آپ ﷺ کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رکھا۔اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد موجود تھی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ھٰـؤُلَآءِ وُلَاۃُ الْاَمْرِ مِنْ م بَعْدِیْ ''یہ جس ترتیب سے انہوں نے پتھر رکھے ہیں اسی ترتیب سے یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔'' صحیح روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا اور پیغمبر کا خواب حقیقت ہوتا ہے۔فرمایا میں نے دیکھا ایک کنواں ہے اس میں بڑا پانی ہے میں اس کنویں سے پانی نکال کر لوگوں کو پلا رہا ہوں۔ میرے بعد ڈول ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور پانی نکال کر لوگوں کو پلایا۔اس کے بعد ڈول عمر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور دیکھتے دیکھتے وہ ڈول بڑا ہوگیا۔فرمایا لَـمْ اَرَ عَبْـقَـرِیًّـا یَـفْرِیْ فَرِیَّۃً ''ایسی قوت کے ساتھ پانی نکالنے والا قوی آدمی میں نے نہیں دیکھا۔'' نکالتے گئے پلاتے گئے پہلے لوگ اپنے جانوروں کو کنویں کے پاس لا کر پانی پلاتے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈول پکڑا تو جانوروں کے باڑوں تک پانی پہنچ گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بائیس لاکھ مربع میل رقبہ فتح ہوا۔پورا مصر، عراق، شام، ایران، افغانستان، کاشغر کی سرحد تک سارا علاقہ اور روم کا کافی حصہ فتح ہوگیا تھا تھوڑا سا رہ گیا تھا بعد میں وہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔اور انہوں نے لوگوں کے گھروں تک وظائف پہنچائے۔

۳)......نمبر تین آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ آسمان کی طرف سے ایک ترازو اُتری۔اس کے ایک پلڑے میں مجھے بٹھایا گیا دوسرے پلڑے میں دوسرے لوگوں کو، میرا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پھر میری جگہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا تو ان کا وزن بھاری تھا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ عمر رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا تو ان کا وزن زیادہ تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ عثمان رضی اللہ عنہ کو بٹھایا گیا جب تولا گیا تو اوپر سے رسی ٹوٹ گئی۔ یہ اشارہ تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرف کہ ان کے آخری دور میں عبداللہ ابن سبا یمنی یہودی کی ناپاک سازشوں کے تحت بہت کچھ ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا۔

خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں :

آنحضرت ﷺ نے خلفاء متعین تو نہیں فرمائے لیکن قرائن سے بتادیا کہ یہ حضرات میرے خلفاء ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بڑی تکلیف تھی ایک عورت مقدمہ لے کر آئی کہ میں نے آپ سے فیصلہ کرانا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا بی بی! مجھے اس وقت تکلیف زیادہ ہے پھر آجانا۔ کہنے لگی حضرت میں دوبارہ آؤں اِنْ لَّمْ اَجِدْکَ تَعْنِی الْمَوْتَ ''اگر میں آپ کو نہ پاؤں مراد اس کی موت تھی (یعنی آپ ﷺ کا وصال ہوجائے)، پھر میں کس کے پاس جاؤں؟'' آنحضرت نے فرمایا فَأْتِيْ اَبَا بَكْرٍ ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا وہ تیرا فیصلہ کریں گے۔'' کتنی واضح بات ہے کہ اگر میں نہ ہوں تو پھر فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کریں گے۔تو یاد رکھنا! قرآن پاک کی اس نص قطعی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء ہیں۔ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو چمکایا اور پھیلایا۔ان میں پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بڑی عظمت اور شان عطا فرمائی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے بابا! میرے ساتھ سودا کرلو اپنی

دونیکیاں مجھے دے دواور میری ساری نیکیاں لے لو۔ایک غارثور والی رات کی نیکی اور دوسری آنحضرت ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد استقامت والی نیکی۔مشکوۃ شریف اور دیگر کتابوں میں روایت ہے کہ رات صاف تھی سب ستارے نظر آرہے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! کوئی ایسا بندہ ہے جس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں؟ دیکھو! کیا ذہن تھا۔آج کل کی بیوی، بیٹی، ماں، بہن ہوتی تو سوال کرتی کہ کوئی آدمی ایسا ہوگا جس کے پاس اتنے پیسے ہوں جتنے آسمان پر تارے ہیں؟ ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے طبعی طور پر جس طرح گرمی سردی کا اثر ہوتا ہے اسی طرح نیکی کے ماحول کا بھی اثر ہوتا ہے اور بدی کے ماحول کا بھی اثر ہوتا ہے۔نیکی کی رفتار چیونٹی کی طرح ہے اور بدی کی رفتار گھوڑے کی طرح ہے۔

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت! کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہوں گی جتنے آسمان پر تارے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! عمر ہے رضی اللہ عنہ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! میرے ابا جی کی نیکیاں؟ فرمایا عمر کی ساری نیکیاں اور ابوبکر کی ایک نیکی۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بابا جی! مجھ سے سودا کرلو۔اپنی دونیکیاں مجھے دے دو اور میری ساری نیکیاں لے لو۔ایک نیکی ہجرت کے سفر والی کہ جان ہتھیلی پر رکھ کر آپ ﷺ کے ساتھ غارِ ثور میں پہنچے پھر وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچے۔کافروں نے اعلان کیا ہوا تھا کہ جوان کو زندہ پکڑ کر لائے گا اس کو دوسو اونٹ انعام میں ملیں گے۔یا ان کے سر اتار کر لائے تو بھی دوسو اونٹ ملیں گے۔انعام کی خاطر لوگ پاگلوں کی طرح ٹکریں مارتے تھے۔اس حالت میں ساتھ دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان ہتھیلی پر رکھ کر ساتھ دیا ہے۔

حضور ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو سات محاذ بن گئے :

آنحضرت ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو سات محاذ بن گئے۔

۱)...... مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور ایک محاذ کھول لیا۔

۲)...... اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور محاذ کھول لیا۔

۳)...... طلیحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا اور محاذ کھول لیا۔

۴)...... ان کو دیکھ کر ایک نوجوان لڑکی جس کا نام سجاح تھا اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ کچھ لوگ اس کے ساتھ بھی ہو گئے۔ یہ بھی ایک محاذ تھا۔

۵)...... کچھ لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے تھے۔ یہ بھی ایک محاذ تھا۔

۶)...... ایک گروہ نے کہا کہ ہم باقی تمام کام کریں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً [سورہ توبہ] "اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔" آپ ﷺ کو زکوٰۃ لینے کا حکم تھا چونکہ آپ اب نہیں ہیں تو اور کسی کو ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ ایک محاذ یہ ہو گیا۔

۷)...... اور ایک محاذ موتہ کے مقام پر تھا جو آپ ﷺ نے خود نامزد کیا تھا۔

ان تمام محاذوں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقابلہ تھا۔ صرف ایک محاذ پر یمامہ کے مقام پر تین دن میں سات سو حفاظ کرام شہید ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! یہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے کلمہ پڑھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں فی الحال ان کے ساتھ نہ لڑو۔ فرمایا عمر! اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ "جب کافر تھے تو بڑے بہادر اور دلیر تھے اب آپ ڈھیلی ڈھالی باتیں کرتے ہو اَيَنْقُصُ دِيْنٌ وَاَنَا حَیٌّ میرے سامنے دین کم ہوتا جائے اور میں تماشا دیکھتا رہوں۔ خدا کی قسم! اگر یہ وہ رسی بھی نہیں دیں گے جو زکوٰۃ

کے جانور کے ساتھ ہوتی ہے تو میں ان کے ساتھ لڑوں گا۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور رافضیوں کا رفض :

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سات محاذوں پر جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے کامیاب فرمایا اور دین کی حفاظت فرمائی۔ ان حضرات نے دین کو چمکایا ہے۔ یہ خلفاء ہیں آنحضرت ﷺ کے۔ ''نہج البلاغہ'' شیعہ کی کتاب ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط موجود ہے جو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو لکھا۔ فرمایا میری بات ٹھنڈے دل سے سن لو۔ تمہیں علم ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور قرآن حق ہے۔ آنحضرت ﷺ پر تم بھی ایمان رکھتے ہو اور ہم بھی ایمان رکھتے ہیں آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد انہی مومنوں اور شوریٰ کے لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ ان کے خلیفہ برحق ہونے کو تم بھی مانتے ہو اور ہم بھی مانتے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی مانتے ہو۔ ان کے بعد انہی لوگوں نے اور شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ وہ خلیفہ برحق تھے ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی مانتے ہو۔ اور انہی لوگوں نے مجھے خلیفہ بنایا پھر تم کیوں نہیں مانتے؟ مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب کو خلیفہ برحق مانتے ہیں یہ جو رافضی نے تفریق ڈالی ہوئی ہے خدا پناہ! اور اس تفریق کو تازہ کیا ہے خمینی نے۔ اس وقت دنیا میں تقریباً ایک ارب چالیس کروڑ مسلمان کہلانے والے ہیں جن میں رافضیوں کی تعداد دس کروڑ ہے۔ یہ ایران، عراق اور دوسرے علاقوں میں بھی ہیں اور ان کے نشر و اشاعت اور پھیلنے کی وجہ دولت ہے۔ چند عقائد ہیں اور متعہ اور تقیہ کے بل بوتے پر یہ چلتے ہیں۔ اسی طرح کچھ قادیانی ہیں، کچھ بابی ہیں، کچھ بہائی ہیں۔ باقی سنیوں میں کچھ کام کے سنی ہیں اور کچھ نام کے سنی ہیں۔ اور یہ باطل فرقے اتنے تیز ہیں کہ ان کے

چھوٹے بچے سے بھی کچھ پوچھو تو وہ تمہیں بتائے گا۔ اور ہمارا پڑھا لکھا آدمی بھی کچھ نہیں بتا سکتا۔

تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے کہ جو تم میں سے ایمان لائے ہیں صحابہ کرام ﷺ اور جنہوں نے عمل کیے اچھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ خلفاء بنائے اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلوں میں۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کو قدرت دے گا اور ان کے ذریعے دین کو پھیلائے گا اور چمکائے گا جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ضرور بدل دے گا ان کے خوف کو امن کے ساتھ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت :

حیرہ عراق میں ایک بہت بڑا مقام ہے۔ یہ بین الاقوامی منڈی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حیرہ کے علاقے سے زیورات سے لدی ہوئی عورت جاتی تھی اور اس کی طرف کوئی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے ایسا امن تھا کسی کو نہ مال کا خطرہ اور نہ جان کا خطرہ ہوتا تھا۔ فرمایا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک محاذ پر لڑائی زوروں پر تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو کمانڈر بنا دیا۔ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ ہم کر تو کچھ نہیں سکتے مگر آپ کا یہ اقدام ہمارے خیال کے مطابق غلط ہے ایسے قابل جرنیل کو عین لڑائی کے موقع پر معزول کر دیا اور ہو سکتا ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ جذبات میں آ کر کافروں کے ساتھ مل جائے۔ جذبات میں آ کر آدمی کچھ بھی کر سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری ان باتوں نے مجھے مجبور کیا

ہے معزول کرنے پر کہ کہتے ہو خالد نے مورچا فتح کیا، خالد کے ذریعے مورچا فتح ہوا۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ خالد کوئی چیز نہیں ہے ربِ خالد سب کچھ کرتا ہے۔ اب دیکھنا اس مورچے پر خالد جرنیل نہیں ہوگا پھر بھی اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائیں گے۔ رہی دوسری بات تو خالد اتنا کچا آدمی نہیں ہے کہ عہدے سے معزول ہونے کے بعد وہ اسلام چھوڑ دے گا۔

تو فرمایا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ان ساری نعمتوں کو دیکھنے کے بعد بھی جو کفر اختیار کرے گا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ اور جس نے کفر کیا اس کے بعد فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ پس یہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور ایمان کے ساتھ اچھے اعمال کا بھی ذکر تھا۔ تو اچھے اعمال میں سرفہرست تین عمل ہیں۔

۱)...... پہلا وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو

۲)...... وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ حقوق العباد کے سلسلے میں سے ہے اور

۳)...... تیسرا عمل وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی ہر ہر چیز میں لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے مخاطب ہرگز نہ خیال کر ان لوگوں کے بارے میں جو کافر ہیں کہ مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وہ عاجز کرنے والے ہیں زمین میں کہ رب تعالیٰ کے فیصلوں کو ٹال سکیں۔ یہ کافر دین کو ہرانا چاہتے ہیں رب تعالیٰ کے فیصلوں کو ٹالنا چاہتے ہیں یہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور البتہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو اپنے فضل سے دوزخ سے بچائے۔

۞۞۞

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۹ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لِيَسْتَاْذِنْكُمُ چاہیے کہ اجازت طلب کریں تم سے الَّذِيْنَ وہ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ بچے لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ جو نہیں پہنچے بلوغت کو مِنْكُمْ تم میں سے ثَلٰثَ مَرّٰتٍ تین دفعہ (تین اوقات میں تم سے اجازت طلب کریں) مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فجر کی نماز سے پہلے وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ اور جس وقت تم اتارتے ہو اپنے کپڑے مِّنَ

الظَّهِيْرَةِ دوپہر کے وقت وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اورعشا کی نماز کے بعد ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں لَيْسَ عَلَيْكُمْ نہیں ہے تم پر وَلَا عَلَيْهِمْ اور نہ ان پر جُنَاحٌ کوئی گناہ بَعْدَهُنَّ ان تین اوقات کے بعد طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ پھرنے والے تم پر بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بعض تمہارے بعض پر كَذٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ اور جس وقت پہنچ جائیں بچے مِنْكُمْ تمہارے الْحُلُمَ بلوغت کو فَلْيَسْتَاْذِنُوْا پس چاہیے کہ وہ اجازت طلب کریں كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جیسا کہ اجازت طلب کی ہے ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے كَذٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ اور وہ عورتیں جو بیٹھنے والی ہیں الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا جو نہیں امید رکھتیں نکاح کی فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ پس نہیں ہے ان پر کوئی گناہ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ کہ وہ اتاریں اپنے کپڑے غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ اس حال میں کہ وہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں زینت کو وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ اور اگر وہ بچ کر رہیں تو خَيْرٌ لَّهُنَّ ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

ربط آیات :

اس سے چار رکوع پہلے پارے کے دسویں رکوع کی ابتدا میں تم نے پڑھا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا ’’اے ایمان والو! تم دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ اجازت نہ طلب کرلو۔ بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل ہونا گناہ ہے۔ اجازت طلب کرو اور جو گھر میں رہتے ہیں ان کو سلام کہو۔‘‘ درمیان میں اور مسائل بیان ہوئے۔ اب دوبارہ اسی مسئلے کو بیان فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ چاہیے کہ اجازت طلب کریں تم سے وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔ تمہارے غلام اور لونڈیاں تم سے اجازت لے کر تمہارے پاس آئیں۔ غلام اور لونڈیوں نے خدمت کرنا ہوتی ہیں مگر ان کو بھی خاص اوقات میں پابند کر دیا گیا کہ وہ بلا اجازت اپنے مالک کی خلوت میں داخل نہ ہوں۔ غلاموں کے علاوہ فرمایا وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْکُمْ اور وہ بچے بھی اجازت لے کر آئیں جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ بعض محدثین اور بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ چار سال کے بچے کو بھی سکھا دو کہ اگر اس کے والدین بھی علیحدہ کمرے میں ہوں تو بغیر اجازت کے وہاں نہ جائے۔ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ تین دفعہ۔ تین اوقات میں تم سے اجازت طلب کریں۔ وہ تین اوقات کون سے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے پابندی لگائی ہے۔ فرمایا مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ فجر کی نماز سے پہلے یعنی رات کے پچھلے پہر بلا اجازت مت داخل ہوں۔ غلام اور لونڈی اور نابالغ بچے بھی۔ دوسرا وقت وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّھِیْرَۃِ اور جس وقت تم اتارتے ہو اپنے کپڑے دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے۔ خصوصاً گرمی کے

زمانے میں کہ لوگ صرف دھوتی (تہبند) پہن کر آرام کرتے ہیں۔ اور تیسرا ممنوعہ وقت وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اور عشا کی نماز کے بعد بھی ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔ لہٰذا ان تین اوقات میں نہ جائیں کہ معلوم نہیں کہ انسان بے فکری میں اپنے گھر میں کس حالت میں ہو لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ نہیں ہے تم پر اور نہ ان پر ان تین اوقات کے بعد۔ یعنی لونڈی، غلام اور چھوٹے بچے کو ان اوقات کے علاوہ اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس اجازت کی وجہ یہ ہے طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ پھرنے والے تم پر بعض تمہارے بعض پر۔ تم میں سے بعض تم پر چکر لگانے والے ہیں ان کو کام کاج کے لیے ہر وقت آنا جانا ہوتا ہے لہٰذا ان تین اوقات کے علاوہ انہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

شانِ نزول :

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ایک لڑکے کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ حضرت عمر کو بلا کر لاؤ۔ دوپہر کا وقت تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تہبند باندھ رکھا تھا اور آرام کر رہے تھے ستر کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا وہ لڑکا اسی حالت میں بلا اطلاع اندر چلا گیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ کتنا اچھا ہو کہ ایسے حالات میں آنے جانے پر پابندی عائد کردی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمالی۔

مسئلہ یہ ہے کہ برہنہ حالت میں کسی محرم کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ محرم سے تو پردہ نہیں ہے مگر محرم کو صرف چہرہ، سر، گردن، بازو اور پنڈلی دیکھنے کی اجازت ہے۔ ماں بیٹی، بہن سب کے لیے یہی مسئلہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن

عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تین آیتوں پر عموماً لوگوں نے عمل چھوڑ دیا ہے۔

☆......ایک تو یہی آیت ہے۔

☆......اور ایک سورۃ النساء کی آیت ہے وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ

☆......اور سورۃ حجرات کی آیت اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ .

شیطان لوگوں پر چھا گیا ہے اور ان آیتوں سے انہیں غافل کر دیا ہے۔ گویا کہ ان پر ایمان ہی نہیں ہے۔ میں نے تو اپنی لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تین وقتوں میں بے جا ہرگز نہ آئے۔ پہلی آیت میں ان تین وقتوں میں لونڈی، غلام اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں ورثے کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار اور یتیم مسکین آ جائیں انہیں خدا کے نام پر کچھ دے دینے کا اور ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات کرنے کا اور تیسری آیت میں حسب نسب پر فخر نہ کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ تو فرمایا کہ ان تین اوقات کے علاوہ تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات تا کہ تمہیں مسائل کا ٹھیک ٹھیک علم ہو جائے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس نے اپنے علم اور حکمت کی بنیاد پر یہ قوانین نازل فرمائے ہیں۔ فرمایا وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ اور جس وقت پہنچ جائیں بچے تمہارے بلوغت کو۔ جب تمہارے بچے بالغ ہو جائیں فَلْيَسْتَاْذِنُوْا پس چاہیے کہ وہ اجازت طلب کریں كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جیسا کہ اجازت طلب کی ہے ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ یعنی بچے جب بلوغت کو پہنچ جائیں پھر انہیں ان تین وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں بھی اجازت طلب کرنی چاہیے۔ چھوٹے بچوں کو گھر میں

اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لیے بھی ان تین وقتوں میں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اجازت مانگنی چاہیے لیکن بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع کر کے جانا چاہیے۔ جیسا کہ اور بڑے لوگ اجازت مانگ کر آتے ہیں خواہ اپنے ہوں یا پرائے۔ سن بلوغت کے متعلق فقہاء میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح تعیین یہ ہے کہ جب لڑکی کو حیض آنے لگ جائے اور لڑکے کو احتلام ہو جائے تو وہ بالغ ہو جاتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ان علامات کا پتا نہیں چلتا تو ایسی صورت میں امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ سولہ سال کا لڑکا اور پندرہ سال کی لڑکی بالغ سمجھے جائیں گے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ کے مطابق لڑکے اور لڑکی کا سن بلوغت علی الترتیب اٹھارہ اور سترہ سال ہے۔ فرمایا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اسی طرح بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں۔ اسی اجازت طلب کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کے متعلق فرمایا ہے وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا اور وہ عورتیں جو بیٹھنے والی ہیں جو نہیں امید رکھتیں نکاح کی یعنی جو عمر کے اس حصے میں پہنچ گئی ہیں کہ اب ان میں نکاح کی خواہش باقی نہیں ہے فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ پس نہیں ہے ان پر کوئی گناہ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ کہ وہ اتاریں اپنے زائد کپڑے۔ مطلب یہ ہے جو بوڑھی عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ انہیں مرد کی خواہش نہیں ہے اور وہ گھر میں بیٹھی ہیں تو اپنے زائد کپڑے برقع چادر وغیرہ اتار سکتی ہیں۔ کیونکہ گھر میں تو ہلکا پھلکا دوپٹا ہی کافی ہے مگر اس کے ساتھ شرط یہ ہے غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ اس حال میں کہ وہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں زینت کو۔ اگر فالتو کپڑے اتار دینے سے زینت ظاہر نہیں ہوتی تو پھر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ سن رسیدہ عورتیں اگر گھر میں تھوڑے سے کپڑے بھی استعمال کریں تو درست ہے لیکن اگر پردے کا پورا اہتمام کریں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

فرمایا وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ اور یہ کہ وہ بچ کر رہیں تو ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے کہ وہ اپنی عصمت اور عفت کو بچا کر رکھیں یعنی پردے کا پورا خیال رکھیں تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہے وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ہر بات کو۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ نہیں ہے اندھے پر کوئی گناہ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے وَّ لَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اور نہ تمہاری اپنی جانوں پر اَنْ تَاْكُلُوْا کہ کھاؤ تم مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ یا ان کے گھروں سے جن کی کنجیوں کے تم مالک ہو

اَوْ صَدِيْقِكُمْ یا اپنے دوستوں کے گھروں سے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا کہ کھاؤ تم اکٹھے اَوْ اَشْتَاتًا یا الگ الگ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا پس جب تم داخل ہو گھروں میں فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ پس سلام کرو اپنے لوگوں پر تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ دعائے خیر ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُبٰرَكَةً جو بابرکت ہے طَيِّبَةً اور پاکیزہ ہے كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ لَكُمُ الْاٰيٰتِ تمہارے لیے آیتیں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو۔

قرآنی آیات آپس میں مربوط ہیں یا نہیں؟ دو نظریات :

قرآن کریم میں جو لمبی آیات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مسائل بیان فرمائے ہیں۔ یہاں ایک ضروری بات سمجھ لیں وہ یہ کہ قرآن کریم کی سورتوں کا سورتوں کے ساتھ، پاروں کا پاروں کے ساتھ، رکوعوں کا رکوعوں کے ساتھ، آیت کا آیت کے ساتھ ربط ہے یا نہیں۔ اس بارے میں مفسرین کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ شاہی احکام ہیں ان کا آپس میں ربط ضروری نہیں ہے۔ بادشاہ، وزیر داخلہ کو حکم دے گا کہ آپ یہ کام کریں وزیر خارجہ کو کہے گا آپ یہ کام کریں۔ آج آپ کی یہ ڈیوٹی ہے۔ باورچی کو اس کے مطابق حکم دے گا، دھوبی کو اس کے متعلق حکم دے گا، کسی ملازم کو کہے گا تم بازار سے یہ چیز لے کر آؤ۔ تو ان احکامات کا آپس میں باربط ہونا ضروری نہیں ہے۔ جس کے متعلق جو مناسب حکم تھا دے دیا۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن کریم باوجود شاہی حکم ہونے کے آپس میں باربط ہے۔

جو حضرات ربط کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ان آیات کا پچھلی آیات کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پہلے حکم تھا کہ تم لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت کے نہ جاؤ اور کل کے سبق میں تم نے پڑھا ہے کہ بچے بھی جب بالغ ہو جائیں تو وہ بھی بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں۔ تو جب گھروں میں آنا جانا ہوتا ہے تو کبھی آدمی کھانے کے وقت بھی کسی کے گھر جاتا ہے تو بعض آدمی کھانا کھانے سے گریز کرتے ہیں۔ خصوصاً نابینے اور لنگڑے مریض یہ سمجھتے تھے کہ ہم کما تو سکتے نہیں کسی کو کھلا تو سکتے نہیں تو کسی کے گھر سے کیوں کھائیں وہ دوسروں کے گھروں سے کھاتے ہوئے شرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ جب تم کسی کے گھر جاؤ اور کھانے کا وقت ہو اور وہ بخوشی تمہیں کھلائیں تو کھا سکتے ہو کوئی حرج نہیں ہے۔

معذورین کا اپنے عزیز رشتہ داروں سے کھانا :

فرمایا لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ اندھے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بھئی اللہ تعالیٰ نے تمہیں نابینا پیدا کیا ہے اور روٹی کھانے کا وقت ہے کھالے کوئی عیب والی بات نہیں ہے وَّ لَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ لنگڑے پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے وَّلَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ اور بیمار پر بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ کھانے کے وقت عزیز رشتہ داروں کے پاس گیا ہے اور وہ کھانا پیش کرتے ہیں تو کھالے کوئی گناہ نہیں ہے وَّ لَا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اور نہ تمہاری جانوں پر کوئی گناہ ہے اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ کہ کھاؤ تم اپنے گھروں سے۔ مفسرین کرامؒ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ سے مراد اپنے بیٹوں کے گھر ہیں کہ بیٹوں کے گھر اپنے گھر ہوتے ہیں۔ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ میرے والد صاحب مجھ سے کھانے کی چیزیں مانگتے ہیں تو میں کیا کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنۡتَ وَمَالُکَ لِاَبِیۡکَ ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔'' اگر وہ نہیں کھائے گا تو اور

کون کھائے گا اور بیٹا ہو کر ماں باپ کو نہیں کھلائے گا تو اور کون کھلائے گا؟ اسلام نے بہت اچھی تعلیم دی ہے اور بہت کچھ سمجھایا ہے۔ اور یورپی قوموں کے ہاں جب بچہ بالغ ہو جائے، سولہ سترہ سال کا ہو جائے تو اس کا سلسلہ الگ اور ماں باپ کا الگ ہو جاتا ہے۔

انگلستان کا ایک واقعہ :

میں نے انگلستان میں ایک بوڑھی عورت دیکھی۔ میرے خیال کے مطابق اس کی عمر ایک سو پچیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ وہ سبزی پکڑے ہوئے جارہی تھی دو قدم چلتی بیٹھ جاتی پھر دو قدم چلتی بیٹھ جاتی، بڑی مشقت کے ساتھ اپنے گھر کی طرف جارہی تھی۔ میں نے ساتھی سے پوچھا کہ یہ بے چاری اس حالت میں سبزی لے کر جارہی ہے اس کے گھر میں اور کوئی فرد نہیں ہے؟ ساتھی نے بتایا کہ اس کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے اور بڑا کچھ ہے مگر یہ اکیلی رہتی ہے اس کے ساتھ کوئی نہیں رہتا۔ اور اسلام نے یہ سبق دیا ہے کہ جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو ان کا خاص خیال رکھو، ان کی خدمت کرو۔ یاد رکھو اسلامی تعلیم ایسی زبردست ہے کہ اگر یہ عام ہو جائے تو کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ تو یورپ میں بوڑھوں کے الگ فارم ہیں باوجود اولاد ہونے کے یہ ان کی تعلیم ہے کہ جب تم بالغ ہو جاؤ تو ان کو پھینک دو۔ اور اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جب تمہارے ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو ان کی خدمت کرو اور ان سے دعائیں لو۔ تو فرمایا کہ تم اپنے گھروں یعنی بیٹوں کے گھروں سے کھا سکتے ہو اور جس طرح بیٹوں کے گھروں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے کھاؤ کہ تم الگ رہتے ہو اور تمہاری ماں الگ رہتی ہے کھانے کا وقت ہے وہ تمہیں کھانا پیش کرتی ہے گریز نہ کرو کھا لو اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ یا

اپنے بھائیوں کے گھروں سے کھاؤ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے۔ کھانے کا وقت ہے تم بہن بھائی کے گھر گئے ہو وہ کھانا پیش کرتے ہیں تو کھالو کوئی حرج نہیں ہے اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے کھاؤ۔ چچے تائے ایک ہی بات ہے۔ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے کھاؤ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے کھاؤ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے کھاؤ۔ کھانے کے وقت ان کے گھر ہو وہ کھانا پیش کرتے ہیں کھا سکتے ہو کوئی حرج نہیں ہے اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ یا ان کے گھروں سے کہ ان کی کنجیوں کے تم مالک ہو۔ مثال کے طور پر تمہارا منشی ہے، تمہارا خادم ہے وہ تمہارے کارخانے میں بیٹھتا ہے تمہاری دکان پر بیٹھتا ہے چابیاں اس کے پاس ہیں مگر مالک تم ہو وہ تمہارا امین ہے اس کے گھر تم کسی کام کے لیے گئے ہو کھانے کا وقت ہے وہ تمہیں کھانے کا کہے تو کھالو۔ یہ خیال نہ کرو کہ میں تو کارخانہ دار ہوں اور یہ چوکیدار ہے میرا ملازم ہے میں اس کے گھر سے کیوں کھاؤں؟ تکبر نہ کرو۔ ٹھیک ہے تمہارا کھانا اعلیٰ معیار کا ہوگا اور اس کا کم درجے کا ہوگا لیکن تم اس کے گھر سے کھالو کوئی حرج نہیں ہے اَوْ صَدِيْقِكُمْ یا اپنے دوست کے گھر سے کھاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کھانے پینے کے متعلق شریعت کی چند ہدایات :

کھانے کے متعلق شریعت کی چند ہدایات ہیں وہ بھی سمجھ لیں۔

۱)......آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔ ملا علی قاریؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم صرف لفظ بسم اللہ کہہ لو مکمل بسم اللہ نہ بھی پڑھو تو کافی ہے۔ کھانے سے پہلے بھی اور وضو سے پہلے بھی یہی حکم ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ

مکمل بسم اللہ پڑھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

۴)......کھانا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اگر کوئی اشد ضرورت اور مجبوری ہو تو بائیں ہاتھ سے بھی کھا سکتے ہو۔ اور پیو بھی دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ سے پانی بھی نہ پیو فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِشِمَالِہٖ وَیَشْرَبُ بِشِمَالِہٖ ''بے شک شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔'' تم شیطان کے بھائی نہ بنو۔ کچھ لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ چائے پیتے وقت پیالی دائیں ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور پرچ بائیں ہاتھ میں اور پیتے ہیں۔ ایسا نہ کرو۔ ڈالو بھی دائیں ہاتھ سے اور پیو بھی دائیں ہاتھ سے۔ اور یہ بات تم سن چکے ہو کہ کوئی چیز کسی کو دو تو دائیں ہاتھ سے اور لو تو پکڑو دائیں ہاتھ سے۔ اور کھاؤ بھی بیٹھ کر اور پیو بھی بیٹھ کر۔ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع فرمایا ہے صرف دو پانی مستثنیٰ ہیں۔

☆......ایک آبِ زم زم کہ وہ کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے اور قبلہ رُو ہو کر پیو اور یہ دعا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔ یہاں پیو یا وہاں پیو طریقہ یہی ہے۔

☆......دوسرا وضو سے بچا ہوا پانی بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ وہ بھی وضو کی وجہ سے برکت والا ہے۔

پہلے لوٹے ہوتے تھے اب ٹونٹیاں ہیں۔ وضو کے بعد ٹونٹی سے تھوڑا سا پانی کھڑے ہو کر پی لے تو اس کو ثواب ملے گا۔ مسلم شریف اور ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ نے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے تو حضرت یہ فرماؤ کہ کھڑے ہو کر کھانا کیسا

ہے؟ ترمذی شریف کی روایت ہے فرمایا ذٰلِکَ اَشَدُّ ''یہ تو اور سخت ہے۔'' اس کا گناہ تو اس سے بھی سخت ہے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے ذٰلِکَ اَشَرُّ ''یہ تو بہت ہی برا ہے۔'' آج کل عموماً لوگ شادیوں میں کھڑے ہو کر کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ ''تم سے جو پہلے جو قومیں گزری ہیں تم ضرور ان کی نقالی کرو گے ہر چیز میں۔'' بخاری شریف کی روایت ہے حضرت! اَلْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی ہم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں وہ یہودی اور عیسائی ہیں؟ فرمایا اور کون ہیں۔ تم یہود و نصاری کی ہر ہر چیز میں پیروی کرو گے۔ کیا شکل و صورت، کیا لباس اور کیا کھانے پینے میں۔ تین چار جگہوں میں میں بھی اس مسئلے میں مبتلا ہوا ہوں۔ ایک جگہ سے تو میں واپس آ گیا۔ لوگ میرے پیچھے بھاگ کر آئے مگر میں نے کہا کہ تم ناراض ہوتے ہو تو ہو جاؤ میں نے رب تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا اور کھانے کے بغیر واپس آ گیا۔ ایک جگہ پر میں نے کہا کہ بھائی مجھے بٹھا کر کھلا دو اگر تمہارے پاس کپڑا نہیں ہے تو میرے پاس اپنا رومال ہے میں اس پر بیٹھ جاؤں گا۔ ایک جگہ انہوں نے کہا کہ یہ میز کرسی ہے آپ یہاں بیٹھ کر کھا لیں ہمارے پاس متبادل انتظام نہیں ہے۔ اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو یہ دعا کرو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ لیکن افسوس ہے کہ کھانے تو تمہیں سارے آتے ہیں مگر کھانے پینے کی دعائیں نہیں آتیں۔

فرمایا لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا نہیں ہے تم پر کوئی گناہ کہ کھاؤ تم اکٹھے ہو کر یا الگ الگ۔ ایسے لوگ بھی تھے کہ اکیلے نہیں کھاتے تھے جب ان کو روٹی دی جاتی تو رکھ کر انتظار کرتے کہ کوئی آئے گا تو کھائیں گے۔ ایسے لوگوں میں

سے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے کہ سارے کھانا کھا لیتے اور وہ انتظار کرتے رہتے کہ کوئی آئے گا تو مل کر کھائیں گے۔ اس سے گھر والوں کو بھی تکلیف کہ انہوں نے برتن بھی دھونے ہیں اور سونا بھی ہے اور کام بھی کرنے ہیں اور ایک آدمی اس لیے بیٹھا ہے کہ کوئی آئے گا تو کھائیں گے۔ اتنا تشدد نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی ساتھی ہو تو مل کر کھالو ورنہ اکیلے کھالو۔ اکٹھے کھاؤ اکیلے کھاؤ دونوں طرح جائز ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ پس جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہا کرو۔ دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور اہل خانہ کو سلام کہو۔ یہاں اپنے گھر کے متعلق حکم ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم گھروں میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا بابرکت سلام کہو۔ فرماتے ہیں کہ میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔ فرمایا تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعائے خیر ہے مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً جو کہ بابرکت ہے اور پاکیزہ ہے۔ لہٰذا اپنے گھروں میں داخلے کے وقت سلام کر کے داخل ہو كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح بیان کرتے ہیں اللہ آیتیں تمہارے لیے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو اور ان میں غور و فکر کرو اور ان پر عمل کرو۔

۞۞۞

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًاؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًاۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴿۶۴﴾ ع ۱۵

اِنَّمَا پختہ بات ہے اَلْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے الَّذِيْنَ وہ ہیں اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول ﷺ پر وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ اور جب وہ ہوتے ہیں رسول اللہ کے ساتھ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ کسی اجتماعی معاملے میں لَّمْ يَذْهَبُوْا تو وہ نہیں جاتے حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ یہاں تک کہ وہ آپ سے اجازت لے لیں اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ جو آپ سے اجازت لیتے ہیں اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول ﷺ پر فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ پس جب وہ اجازت طلب کریں

آپ سے اپنے کسی ذاتی کام کے لیے فَـأْذَنْ پس آپ اجازت دیں لِـمَـنْ شِئْتَ جس کو چاہیں مِنْهُمْ ان میں سے وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اور معافی مانگیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَـفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ نہ بناؤ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو بَيْنَكُمْ اپنے درمیان كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا جیسا کہ تمہارا بلانا ہے بعض کا بعض کو قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ تحقیق جانتا ہے اللہ تعالیٰ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے لِوَاذًا آڑ بنا کر فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ جو مخالفت کرتے ہیں آپ کے حکم کی اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ یہ کہ پہنچے انہیں کوئی فتنہ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یا پہنچے ان کو عذاب دردناک اَلَآ خبردار اِنَّ لِلّٰهِ بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ ہے آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں قَدْ يَعْلَمُ تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَآ اس حالت کو اَنْتُمْ عَلَيْهِ جس پر تم ہو وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ اور جس دن لوٹائے جائیں گے اس کی طرف فَيُنَبِّئُهُمْ پس وہ ان کو خبر دے گا بِمَا عَمِلُوْا اس کی جو وہ انہوں نے کیا ہے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

صحیح ایمان کی خوبیاں :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقام پر صحیح ایمان کی خوبیاں بیان فرمائی ہیں کہ مومن

کہلانے کا مستحق کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسے مومن کہا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ پختہ اور یقینی بات ہے کہ صحیح مومن وہ ہیں اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ جو حقیقتاً ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر۔ محض ایمان کے دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔ آنحضرت ﷺ نے تین دفعہ قسم اٹھا کر فرمایا وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ ''رب کی قسم وہ مومن نہیں ہے، رب کی قسم وہ مومن نہیں ہے، رب کی قسم وہ مومن نہیں ہے۔'' صحابہ کرام ؓ نے سوال کیا کہ حضرت کس کے متعلق فرمارہے ہیں کہ وہ مومن نہیں ہے؟ فرمایا اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ عَنْ بَوَائِقِہٖ ''وہ شخص مومن نہیں ہے جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہیں ہے۔'' یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ از روئے قرآن وحدیث ہم میں سے ایک یا دو فیصد مسلمان ہوں گے۔ اگر آپ بغیر قسم اٹھانے کے بھی فرمادیتے تو کافی تھا لیکن تین دفعہ قسم اٹھا کر فرمایا۔ اس سے اندازہ لگاؤ۔ ایک اور حدیث بخاری شریف میں اس طرح آتی ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ ''تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ شے پسند کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے۔'' اس حدیث میں بھی جو معیار بیان ہوا ہے اس کے مطابق بھی ہم مومن نہیں ہیں محض دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔

آنحضرت ﷺ کی مجلس سے بغیر اجازت جانا :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پختہ بات ہے کہ مومن وہ ہیں جو حقیقتاً ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ اور جب وہ ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی اجتماعی معاملے میں لَمْ یَذْہَبُوْا نہیں جاتے حَتّٰی

یَسۡتَاۡذِنُوۡہُ یہاں تک کہ وہ آپ سے اجازت لیتے ہیں۔ بعض دفعہ آنحضرت ﷺ اہم کاموں کے لیے چیدہ چیدہ لوگوں کو دعوت دیتے تھے اور قرآن پاک کے اس حکم کی تعمیل کرتے تھے وَشَاوِرۡھُمۡ فِی الۡاَمۡرِ [آل عمران:۵۹] ''اور مشورہ کریں ان سے معاملے میں۔'' کہ ان کی دل جوئی بھی ہو جائے اور رائے بھی آ جائے گی۔ پھر بسا اوقات مجلس لمبی بھی ہو جاتی تھی تو جلد باز قسم کے لوگ بغیر اجازت کے چلے جاتے تھے اس طرح جانا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے بلایا ہے آپ کا بلانا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی کو کوئی ضروری کام ہے تو آپ کے کان میں آ کر کہہ دے حضرت! مجھے ضروری کام ہے میں جانا چاہتا ہوں بغیر اجازت کے نہیں جانا چاہیے۔ علامہ آلوسیؒ بہت بڑے مفسر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس سے تو بغیر اجازت کے جانا حرام تھا اور یہ نص قرآن سے ثابت ہے اور یہ بات قیاس سے ثابت ہے کہ اگر کوئی مسلمان لیڈر اور قائد یا نمائندہ بلائے تو پھر بھی بغیر اجازت کے جانے کا حق نہیں ہے۔ ہاں! جن کو بلایا نہیں گیا اور اپنے طور پر آ گئے ہیں شوقیہ طور پر، تو وہ بغیر اجازت کے جا سکتے ہیں۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَاۡذِنُوۡنَکَ بے شک وہ لوگ جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِااللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ یہی لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡکَ پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے لِبَعۡضِ شَاۡنِھِمۡ اپنے کسی ذاتی کام کے لیے فَاۡذَنۡ آپ اجازت دے دیں لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡھُمۡ ان میں سے جس کو چاہیں وَاسۡتَغۡفِرۡ لَھُمُ اللّٰہَ اور بخشش مانگیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے کہ اے اللہ اس مجلس کو چھوڑ کر گئے ہیں ان کو معاف کر دے۔ کیونکہ اجازت مانگنے والا جس کام کے لیے گیا ہے یا تو وہ دنیا کا کام ہوگا اور آپ کی مجلس دینی

امور کے متعلق ہے تو اس نے دنیا کے کام کو دین کے کام پر ترجیح دی ہے اور یہ گناہ ہے اس کے لیے ان کے لیے معافی مانگیں اور اگر وہ بھی دین کا کام ہے تو پھر کوتاہی یہ ہوئی کہ آپ کی مجلس میں بیٹھنا زیادہ اہم اور ضروری تھا اس لیے آپ ان کے لیے معافی مانگیں اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

آنحضرت ﷺ کو بلانے سے متعلق آداب :

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا نہ بناؤ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو اپنے درمیان ایک دوسرے کے بلانے کی طرح۔

اس آیت کریمہ کی مفسرین کرام نے تین تفسیریں کی ہیں۔ایک تفسیر یہ ہے کہ جب تم آنحضرت کو ﷺ بلاؤ تو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو یَا خَالِدُ یَا زَیْدُ یَا بَکْرُ یَا فُلَانُ یَا فُلَانُ۔ مطلب یہ ہے کہ یا محمد! کہہ کر نہ پکارو ﷺ۔ بلکہ ادب کے ساتھ، القاب کے ساتھ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیبَ اللّٰہ ﷺ کہہ کر پکارو۔ کیونکہ عرف میں خالی نام کے ساتھ یا تو بڑا چھوٹے کو بلاتا ہے یا ہم عمر ایک دوسرے کو نام کے ساتھ بلاتے ہیں اور چھوٹے اگر بڑے کو نام کے ساتھ پکاریں تو ایک قسم کی گستاخی اور بے ادبی ہے اور توہین سمجھی جاتی ہے۔ بڑا اگر چھوٹے کو نام لے کر بلائے تو گستاخی نہیں ہوتی۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بلانے کو آپس میں تم ایک دوسرے کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ تم ایک دوسرے کو دعوت نامے بھیجتے ہو کوئی آئے نہ آئے اس کی مرضی۔ آپ ﷺ کے بلانے کو اس طرح نہ سمجھو۔ آپ ﷺ کے دعوت نامے کو قبول کرو اور حاضری دو۔ اگر نہیں آؤ گے تو گنہگار ہو گے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو کہ قبول ہوئیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ

چاہے تو قبول کرے اپنے فضل سے ورنہ ہمارے اندر دعا کی قبولیت کی شرطیں تو ہیں نہیں۔ میرے خیال میں ہزار میں سے کوئی ایک آدھ آدمی ہوگا جو پورا اترے اور یہ بھی بڑی خوش قسمتی ہے۔

دعا کے قبول ہونے کی شرائط :

❀......دعا کے قبول ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی کا عقیدہ صحیح ہو وہ مومن ہو وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ [رعد:۱۴] "اور نہیں ہے پکار کافروں کی مگر گمراہی میں۔"

❀......دوسری شرط یہ ہے کہ بالغ ہونے سے لے کر دعا کے وقت کہ جب دعا کر رہا ہے کوئی فرض واجب اس کے ذمہ نہ ہو۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی، عشر، فطرانہ وغیرہ جو بھی اس کے ذمہ ہیں ادا کر چکا ہو کوئی اس کے ذمہ باقی نہ ہو۔ اب بتاؤ ایسا کون آدمی ہے؟

❀......تیسری شرط یہ ہے کہ حرام کا لقمہ نہ کھاتا ہو۔ کئی مرتبہ سن چکے ہو جو آدمی ایک لقمہ حرام کا کھائے گا تو چالیس دن اور چالیس راتیں دعا کی قبولیت سے محروم ہو جائے گا۔ اور حال یہ ہے کہ ہمارے تو پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں ہماری دعائیں کیسے قبول ہوں گی؟

❀......اور چوتھی شرط یہ ہے کہ دعا پوری توجہ کے ساتھ کرے کہ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ الدُّعَآءَ مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ "اللہ تعالیٰ اس دل کی دعا قبول نہیں کرتا جو پوری توجہ کے ساتھ نہ کرے۔" زبان کسی طرف ہو خیالات کسی طرف ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو پوری دل جمعی کے ساتھ مانگو۔ ہمارے اندر دعا قبول ہونے کی کتنی شرطیں ہیں خود سوچ لو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دعا مانگنا ہی چھوڑ دو۔ اگر اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگنا تو اور کس سے مانگنا ہے۔ ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگوں

کو یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے آڑ بنا کر۔ مثلاً ایک آدمی نے رخصت مانگی کہ حضرت! مجھے کام ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو اجازت دے دی دوسرا اس کی آڑ میں بغیر اجازت کے نکل گیا تو فرمایا ایسوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ جو مخالفت کرتے ہیں آپ ﷺ کے حکم کی۔ کس بات سے ڈریں؟ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَةٌ کہ پہنچے ان کو کوئی فتنہ۔ کوئی آزمائش آجائے جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ احد کے موقع پر کچھ صحابہ ﷢ غلط فہمی کا شکار ہو کر آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کر بیٹھے جس کے نتیجے میں ستر آدمی شہید ہوئے اور بہت سارے زخمی ہوئے اور فتح شکست کی صورت میں بدل گئی۔ کبھی آدمی عُجب کے فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں نکلتا جیسا کہ حنین کا واقعہ بھی قرآن پاک میں موجود ہے وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا [توبہ:۲۵] "اور حنین کی لڑائی کے دن جب تعجب میں ڈالا تمہیں تمہاری کثرت نے کثرت تمہارے کچھ کام بھی نہ آئی۔" جب کوئی مصیبت آئے تو اس آدمی کو سمجھنا چاہیے کہ یہ میرے اعمال کی شامت ہے لیکن حال یہ ہے کہ عوام ہر شے کا تعلق مادی چیز کے ساتھ جوڑتے ہیں۔

اب دیکھو! آنحضرت ﷺ کے اس حکم کی مخالفت کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کو حکمران نہ بناؤ۔ جو مصیبتیں ہمارے اوپر آرہی ہیں وہ تمہارے سامنے ہیں۔ بجلی مہنگی، گیس مہنگی، آٹا مہنگا، معلوم نہیں کیا کیا مہنگا ہو گا؟ روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سب عورت کی حکمرانی کی نحوست ہے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ یا پہنچے ان کو دردناک عذاب۔ آسمان کی طرف سے عذاب آئے اور اس میں سب تباہ و برباد ہو جائیں اَلَآ خبردار اِنَّ لِلّٰہِ بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ پیدا بھی اس نے کیا ہے ملک بھی اسی کا ہے اور اس میں تصرف بھی اسی کا ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ مدبر ہے آسمانوں اور زمینوں کا قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ تحقیق وہ جانتا ہے اس حالت کو جس پر تم ہو۔ نیکی بدی جس حالت پر ہو سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ اور جس دن لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف فَيُنَبِّئُهُمْ پس وہ ان کو خبر دے گا بِمَا عَمِلُوْا جو انہوں نے عمل کیے ہیں وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

تفسیر

سورۃ الفرقان

(مکمل)

جلد............۱۴

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚۛ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚۛ﴿۴﴾ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

تَبٰرَكَ الَّذِیْ برکت والی ہے وہ ذات نَزَّلَ جس نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا الْفُرْقَانَ قرآن کریم عَلٰی عَبْدِہٖ اپنے بندے پر لِیَکُوْنَ تاکہ ہو جائے لِلْعٰلَمِیْنَ تمام جہان والوں کے لیے نَذِیْرًا ڈرانے والا اَلَّذِیْ وہ اللہ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا اور نہیں بنائی اس نے اولاد وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک ملک میں وَ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ اور اس

نے پیدا کیا ہر چیز کو فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا پس مقرر کی اس نے ہر چیز کی تقدیر
وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنا لیے مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اٰلِهَةً معبود
لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وہ نہیں پیدا کرتے کسی چیز کو وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وہ خود پیدا
کیے جاتے ہیں وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ اور وہ نہیں مالک اپنی جانوں کے
لیے ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا نقصان کے اور نہ نفع کے وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا اور وہ نہیں
مالک موت کے وَّلَا حَيٰوةً اور نہ زندگی وَّلَا نُشُوْرًا اور نہ اٹھ کر کھڑے
ہونے کے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اِنْ هٰذَآ
نہیں ہے یہ قرآن اِلَّآ اِفْكُ مگر جھوٹ افْتَرٰهُ نبی نے اس کو گھڑا ہے
وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ اور امداد کی ہے اس کی اس قرآن پر قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ دوسرے لوگوں
نے فَقَدْ جَآءُوْ پس تحقیق لائے ہیں یہ لوگ ظُلْمًا ظلم وَّزُوْرًا اور جھوٹ
وَقَالُوْٓا اور کہا ان لوگوں نے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں
ہیں اِكْتَتَبَهَا جو اس پیغمبر نے لکھے ہیں فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ پس وہ املاء کرائی
جاتی ہے اس کے سامنے بُكْرَةً صبح وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر قُلْ آپ فرما دیں
اَنْزَلَهُ الَّذِيْ اتارا ہے اس کو اس ذات نے يَعْلَمُ السِّرَّ جو جانتی ہے چھپی چیز کو
فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ الفرقان ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں لفظ فرقان موجود ہے۔ یہ سورت مکی ہے یعنی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے چھ (۶) رکوع اور ستتر (۷۷) آیتیں ہیں۔ قرآن کریم کا نام ذکر بھی ہے اور قرآن کریم کا نام فرقان بھی ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرقان کے نام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ برکت والی ہے وہ ذات نَزَّلَ الْفُرْقَانَ جس نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا قرآن کریم کو۔ فرقان کا معنٰی ہے فرق کرنے والا۔ قرآن کریم ایمان اور کفر میں فرق کرنے والا ہے، توحید اور شرک میں فرق کرنے والا ہے، حلال اور حرام میں فرق کرنے والا ہے، جائز اور ناجائز میں فرق کرنے والا ہے، سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والا ہے۔ قرآن قَرَأَ سے بھی ہے مَقْرُوْءٌ کے معنٰی میں، پڑھی جانے والی کتاب۔ دنیا میں جتنی تلاوت قرآن کریم کی ہوئی ہے اتنی اور کسی کتاب کی نہیں ہوئی۔ ہر جگہ اور ہر ملک میں لوگ پڑھتے ہیں لیکن کاش! پڑھنے کے ساتھ ساتھ سمجھتے بھی۔ افسوس کہ قرآن کریم کو سمجھنے والے بہت کم ہیں اور اس پر عمل کرنے والے اور کم ہیں اگر سارے لوگ قرآن کریم کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں تو دنیا میں کوئی فتنہ، فساد، چوری، ڈاکا نہ ہو اور بدمعاشی نہ ہو یہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے سب قرآن کریم سے دوری کا نتیجہ ہے۔ نَزَّلَ کا معنٰی ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا۔ قرآن کریم تیئس (۲۳) سال میں مکمل ہوا ہے۔ تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ اور (۱۰) دس سال مدینہ منورہ میں نازل ہوتا رہا۔ تو برکت والی ذات نے قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا عَلٰی عَبْدِهٖ اپنے بندے پر۔

عبدیت بہت بلند مقام ہے :

عبدیت بہت بلند مقام ہے مگر آج کل جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کو بندہ کہنے میں توہین ہوتی ہے۔ اگر توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ عزت کے مقام پر آپ ﷺ کو عبد فرماتے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عزت کے مقام پر فرمایا کہ فرقان نازل کیا اپنے بندے پر اور معراج کے موقع پر بھی فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔'' سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے کے بعد آپ بندے ہی رہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی [سورۃ نجم] ''پس (اللہ تعالیٰ نے) وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔'' پھر واپس زمین پر تشریف لائے اور تحفہ لے کر آئے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عبد ہی فرمایا ہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔'' گویا عبدیت کسی مقام پر بھی آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوئی۔ اگر لفظ عبد میں توہین ہوتی معاذ اللہ تعالیٰ تو رب تعالیٰ کبھی بھی آپ ﷺ کو عبد نہ فرماتے کہ جاہلوں کا خیال ہے کہ بندہ کہنے میں آپ ﷺ کی توہین ہے۔ تو یاد رکھنا بندہ ہونا، بشر ہونا، انسان ہونا بڑی بات ہے اور یہ بڑا بلند مقام ہے۔ یہ قرآن اپنے بندے پر کیوں نازل فرمایا لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا تاکہ ہو جائے تمام جہان والوں کے لیے ڈرانے والا رب تعالیٰ کے عذاب سے۔ اللہ تعالیٰ نے عالمین جمع کا صیغہ بولا ہے کہ اس جہان میں کئی جہان ہیں، کئی عالم ہیں۔ انسانوں کا عالم ہے، جنات کا عالم ہے، فرشتوں کا عالم ہے، حیوانات کا عالم ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کیا آپ ﷺ فرشتوں کے بھی پیغمبر ہیں یا نہیں۔ تو امام حموی، امام رازی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرشتے چونکہ معصوم ہیں اس لیے آپ ﷺ کی بعثت ان کے لیے نہیں

ہے آپ ﷺ کی بعثت انسانوں اور جنوں کے لیے ہے جو مکلّف ہیں نیکی بدی کا ان میں مادہ ہے۔ جبکہ امام سُبکی اور امام زرقانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عالمین چونکہ جمع کا صیغہ ہے اور فرشتوں کا بھی عالم ہے لہٰذا آپ ﷺ ان کے لیے بھی پیغمبر ہیں گو وہ مکلّف نہیں ہیں وہ معصوم ہیں لیکن فرشتوں پر بھی آپ ﷺ کا ادب واحترام لازم ہے۔ تو آپ تمام جہانوں کے لیے نذیر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ بعض ملحد قسم کے لوگ کہتے ہیں (ان میں نیاز فتح پوری بھی ہے۔) کہ آنحضرت ﷺ شریف الطبع آدمی تھے انؐ کی نبوت ہمارے لیے نہیں ہے یہ قرآن عرب کے جاہل بدوؤں کے لیے ہے۔ ہاں! اس میں جو اچھی بات ہمیں مل جائے تو وہ ہم لے لیں۔ یہ ہیں ان لوگوں کے خیالات اور عقائد۔ یاد رکھو نوجوانو! آج کل جتنے صحافی ہیں خدا پناہ! اپنی صحافت کے زور پر الحاد پھیلا رہے ہیں۔ لوگ ان کو بڑا مقام دیتے ہیں۔ مرے ہوئے کے بارے میں کچھ کہنا تو نہیں چاہیے مگر حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے بتا رہا ہوں کہ یہی باطل نظریہ کوثر نیازی کا تھا۔ اب وہ پہنچ گیا ہے جہاں پہنچنا تھا۔ اس نے بخاری شریف کی روایت کو اس طرح خلط ملط کیا اور اس کا مذاق اڑایا کہ کچھ حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو کہ انہوں نے فریضہ ادا کیا اور اس کی تردید کی۔ یہ سب باطل پرست لوگ ہیں۔

یہ قرآن کس ذات نے اتارا ہے اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ اللہ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ زمین اور آسمانوں کا خالق بھی وہی ہے مالک بھی وہی ہے اور ان میں تصرف بھی اسی کا ہے وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا اور نہیں بنائی اس نے اولاد۔ اس میں رد ہوا یہود و نصاریٰ کا اور دوسری مشرک قوموں کا۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور دوسری

مشرک قومیں جن میں عربی بھی ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ "وہ کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔" تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کا رد فرمایا ہے کہ اس نے اپنے لیے کوئی اولاد نہیں بنائی۔ اور ساتویں پارے میں آتا ہے وَلَمْ تَكُنْ لَّهُ صَاحِبَةٌ "اور نہیں ہے اس کی بیوی۔" اس کی صفت ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ "نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔" وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک ملک میں۔ نہ آسمانوں میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ زمین میں، نہ پیدا کرنے میں، نہ اولاد دینے میں، نہ رزق دینے میں اس کا کوئی شریک ہے، نہ تکلیفیں دور کرنے میں اس کا کوئی شریک ہے، کسی چیز میں رب تعالیٰ کا قطعاً کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی مفہوم ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ کا۔

مسئلہ تقدیر:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور اس رب نے تقدیر مقرر فرمائی۔ تقدیر کے انکار پر منکرین حدیث نے بڑے رسالے لکھے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تقدیر کا مسئلہ مولویوں کا اپنا بنایا ہوا ہے پہلے سے کوئی چیز لکھی ہوئی نہیں ہے۔ بس بندہ جو کرتا ہے وہ لکھا جاتا ہے۔ غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ یہ عجمیوں کی سازش ہے۔ عجمیوں کی سازش کا کیا معنیٰ ہے؟ کتنا بڑا خبیث ہے، یہ کہہ کر اس نے کن پر تنقید کی ہے؟ صحاح ستہ کے مصنفین پر، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے تقدیر کی احادیث بخاری شریف میں نقل فرمائی ہیں اور یہ ایرانی النسل ہیں عجمی ہیں۔ امام ابوداؤد سجستانی ہیں انہوں نے کتاب الایمان میں تقدیر کی روایتیں نقل فرمائی ہیں اور یہ بھی عجمی ہیں۔ امام ترمذی ترمذ کے ہیں وہ بھی عجمی ہیں۔ امام نسائی بھی عجمی ہیں اور امام ابن ماجہ بھی عجمی ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ تو صحاح ستہ کے پانچ مصنفین عجمی ہیں تو

عجمیوں کی سازش کہہ کر ان حضرات پر طعن کیا ہے۔صرف امام مسلم بن حجاج قُشیری عربی ہیں۔چونکہ ان بزرگوں نے اپنی کتابوں میں تقدیر کے متعلق روایات بیان فرمائی ہیں۔تو غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ یہ عجمی سازش ہے ان عجمیوں نے مل جل کر اپنی طرف سے یہ حدیثیں بنائی ہیں اور لوگوں کو تقدیر کا قائل کیا ہے اور حقیقت میں تقدیر کچھ نہیں ہے۔تم اس کی جہالت کا اندازہ لگاؤ کہ کہتا ہے اگر تقدیر کوئی چیز ہوتی تو اس کا ذکر قرآن میں ہوتا۔میں نے اپنی کتاب ''انکار حدیث کے نتائج'' میں اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔میں نے کہا تم قرآن کو کیا جانتے ہو اور کب مانتے ہو؟ اگر تم قرآن پڑھتے تو یہ آیت کریمہ تمہارے سامنے نہ آتی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيرًا ''ہر چیز کو رب تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ہر چیز کی تقدیر بھی رب نے مقرر کی ہے۔'' یاد رکھنا! تقدیر کا مسئلہ حق ہے۔قرآن کریم میں بھی ہے اور احادیث میں بھی ہے۔مگر یہ لوگ بڑے بے حیا ہیں صرف ادب کے زور پر یعنی ادیبانہ کلام کی وجہ سے نوجوانوں کو خراب کرتے ہیں۔ نوجوان ان کے ادبی ذوق کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں ایمان خراب کر بیٹھتے ہیں۔یاد رکھنا! تقدیر کا مسئلہ بنیادی مسائل میں سے ہے۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اور بنالیے ان بے وقوفوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے معبود۔کسی کا لات خدا ہے، کسی کا منات خدا ہے، کسی کا عزّیٰ وغیرہم۔فرمایا سن لو لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وہ جن کو انہوں نے معبود بنایا ہے وہ کسی چیز کے خالق نہیں ہیں انہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔مخلوق ہیں عبادت کے لائق تو خالق ہے مخلوق عبادت کے لائق نہیں ہے۔ جن کی یہ پوجا کرتے ہیں پیغمبر ہوں، فرشتے ہوں، شہید ہوں، ولی ہوں، امام بھی مخلوق ہیں۔تو یہ عبادت کے لائق کس طرح ہو گئے۔فرمایا ان کا حال یہ ہے کہ وَلَا يَمْلِكُوْنَ

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اور وہ نہیں مالک اپنی جانوں کے لیے نقصان کے اور نہ نفع کے۔ جو اپنی جانوں کے نفع نقصان کے مالک نہ ہوں وہ کسی کو نفع نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑی شخصیت تو کوئی نہیں ہے آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دو اعلان کروائے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [جن: ۲۱] ''بے شک میں نہیں مالک تمہارے نقصان کا اور نہ نفع کا۔'' اور دوسرا اعلان سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ''میں اپنے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' تو جب آپ ﷺ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کسی کی کیا حیثیت ہے کہ وہ نفع نقصان کا مالک ہو۔ فرمایا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً اور وہ نہیں مالک اپنی موت کے اور نہ حیات کے۔

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

وَّلَا نُشُوْرًا اور نہ قیامت والے دن اٹھ کر کھڑے ہونے کے مالک ہیں نہ اور کسی کو اٹھا سکتے ہیں کسی کے پاس کسی شے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ پہلے قرآن پاک کا ذکر تھا۔ آگے قرآن پاک پر کافروں نے جو اعتراض کیے ان کا رد ہے۔

قرآن پاک پر کافروں کے اعتراضات :

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اِنْ ھٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن کریم اِلَّآ اِفْکُ مگر جھوٹ افْتَرٰہُ جس کو اس شخص نے گھڑا ہے وَاَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ اور اس کی امداد کی ہے اس قرآن کے بنانے پر دوسرے لوگوں نے۔ بقول

کافروں کے معاذ اللہ تعالیٰ یہ قرآن نبی نے اپنی طرف سے بنایا ہے خود بنایا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور اس بنانے میں ایک اور قوم نے اس کی مدد کی ہے۔ وہ قوم کون ہے؟ چودھویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ [نحل:۱۰۳] ''اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں کہ بے شک یہ لوگ کہتے ہیں کہ سکھلاتا ہے اس کو ایک انسان اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔'' عداس نامی ایک غلام تھا جو آپ ﷺ کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا کہتے تھے کہ یہ اس کو قرآن سکھاتا ہے کہ قرآن بنانے میں وہ معاونت کرتے ہیں اس سے یہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ کہ جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور قرآن کریم تو بڑی واضح عربی میں ہے۔ وہ بے چارہ تو اچھی طرح عربی بول بھی نہیں سکتا وہ کیا سکھائے گا؟ کم از کم کسی پڑھنے لکھنے والے کی طرف نسبت کرتے تو بات تھی مگر دنیا نے شوشے تو چھوڑنے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن اس نے خود گھڑا ہے اور اس پر دوسروں نے مدد کی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا پس تحقیق لائے ہیں یہ لوگ ظلم اور جھوٹ وَقَالُوْٓا اور انھوں نے کہا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ اسطورہ کی جمع ہے۔ اسطورہ کا معنیٰ ہے ناول، قصہ، کہانی۔ کافروں نے کہا یہ قرآن پاک قصے، کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن پاک میں نیکوں کے قصے بھی ہیں اور بروں کے قصے بھی ہیں مگر وہ محض قصے نہیں ہیں بلکہ ان میں نصیحت اور عبرت ہے۔ اِكْتَتَبَهَا کہتے ہیں کہ نبی نے یہ قصے لکھ لیے ہیں فَهِیَ تُمْلٰی عَلَيْهِ پس وہ اس کو قصے املاء کروائے جاتے ہیں بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پہلے پہر اور پچھلے پہر۔ اس کا اجمالی

جواب تو یہاں ہے اور تفصیلی جواب اکیسویں پارے میں ہے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ [العنکبوت:۴۸] ''اور آپ نہیں تھے پڑھتے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتے تھے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے اس وقت البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ۔'' سب جانتے تھے کہ آپ نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ جب آپ لکھنا پڑھنا ہی نہیں جانتے تو آپ کو املا کیسے کرائی جاتی ہے مگر شوشے چھوڑنے سے دنیا باز نہیں آتی۔ قُلْ آپ کہہ دیں اَنْزَلَهُ الَّذِیْ اتارا ہے قرآن کو اس ذات نے يَعْلَمُ السِّرَّ جو جانتی ہے مخفی چیز کو فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں۔ یہ بندوں کا بنایا ہوا اور گھڑا ہوا نہیں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام لائے ہیں رب کی طرف سے آیا ہے اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ جس کی وجہ سے تم بچے آرہے ہو ورنہ اگر تمہاری زیادتیوں کو دیکھ کر سزا دے تو تم ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔

۞۞۞

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹ تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ۝۱۶

وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے مَا کیا ہوگیا ہے لِ هٰذَا الرَّسُوْلِ اس رسول کو يَاْكُلُ الطَّعَامَ کھاتا ہے کھانا وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ اور چلتا ہے بازاروں میں لَوْلَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ کیوں نہیں اتارا گیا اس کی طرف مَلَكٌ فرشتہ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ پس ہوتا وہ فرشتہ اس کے ساتھ نَذِيْرًا ڈرانے والا اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ یا کیوں نہیں ڈالا جاتا اس کی طرف خزانہ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یا کیوں نہیں

اس کے لیے باغ یَاْکُلُ مِنْهَا کھاتا اس باغ سے وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اور کہا ظالموں نے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ تم نہیں پیروی کرتے اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو کیا ہوا ہے اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ دیکھ کیسے بیان کرتے ہیں آپ کے لیے مثالیں فَضَلُّوْا پس گمراہ ہو گئے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا پس نہیں طاقت رکھتے راستے کی تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ برکت والی ہے وہ ذات اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے جَعَلَ لَكَ بنا دے آپ کے لیے خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ بہتر اس سے جَنّٰتٍ باغات تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہوں ان کے نیچے نہریں وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا اور بنا دے آپ کے لیے کوٹھیاں اور محل بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ بلکہ جھٹلایا انہوں نے قیامت کو وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ اور تیار کیا ہم نے اس کے لیے جس نے جھٹلایا قیامت کو سَعِيْرًا شعلہ مارنے والا عذاب اِذَا رَاَتْهُمْ جب دیکھے گی ان کو دوزخ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا سنیں گے اس کا جوش اور آواز وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا اور جب ڈالے جائیں گے اس دوزخ میں مَكَانًا ضَيِّقًا تنگ جگہ میں مُّقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے بیڑیوں میں دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا مانگیں گے وہاں ہلاکت کو لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا نہ مانگو تم آج کے دن ایک ہلاکت وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا اور مانگو تم ہلاکتیں بہت زیادہ قُلْ آپ کہہ دیں اَذٰلِكَ خَيْرٌ کیا یہ بہتر ہے اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ یا ہمیشہ رہنے

کے باغ اَلَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ جن کا وعدہ کیا گیا ہے متقیوں کے ساتھ کَانَتۡ لَهُمۡ جَزَآءً ہوگی ان کے لیے بدلہ وَّمَصِيۡرًا اور لوٹنے کی جگہ لَهُمۡ فِيۡهَا ان کے لیے اس جنت میں مَا يَشَآءُوۡنَ وہ ہوگا جو وہ چاہیں گے خٰلِدِيۡنَ ہمیشہ رہیں گے كَانَ عَلٰى رَبِّكَ ہے آپ کے رب کے ذمے وَعۡدًا مَّسۡـئُوۡلًا وعدہ جس کا سوال کیا جائے گا۔

بشریتِ انبیاء :

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جتنے بھی پیغمبر بھیجے گئے مخلوق کی ہدایت کے لیے سب کے سب انسان تھے، آدمی تھے، بشر تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے اور آنحضرت ﷺ آخری پیغمبر ہیں۔ بشری تقاضے تمام میں موجود تھے، بھوک پیاس بھی لگتی تھے، گرمی سردی بھی محسوس ہوتی تھی، جنسی خواہشات بھی تھیں اسی لیے بیویاں بھی تھیں۔ بہر حال جتنے تقاضے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ لگائے ہیں وہ سب پیغمبروں میں تھے فرق صرف اتنا ہے کہ عام انسان اپنے تقاضے جائز اور ناجائز طریقے سے پورے کرتے ہیں، حلال حرام طریقے اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے حرام اور ناجائز طریقہ کبھی نہیں اختیار کیا دوسرے پیغمبروں کی طرح آنحضرت ﷺ بھی کھاتے پیتے تھے نبوت ملنے سے پہلے آپ ﷺ تجارت کا کام بھی کرتے تھے۔ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے ایک شخص جس کا نام عبداللہ ابن ابی الحمساء تھا جو بعد میں صحابی ہوئے ؓ، نے آپ ﷺ کے ساتھ کوئی سودا کیا رقم اس کے پاس نہیں تھی اس نے کہا میں جلدی آپ کو رقم لا کر دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے آنے تک یہیں رہوں گا۔ وہ کاروباری آدمی تھا بھول گیا اور دوسرے کاموں میں لگ گیا۔ آنحضرت ﷺ

تین دن اور تین راتیں وہیں ٹھہرے رہے۔ تین دن کے بعد وہ آیا بڑا شرمندہ ہوا معذرت کی اور کہا حضرت مجھے معاف کر دیں مجھے یاد نہیں رہا تھا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنے الفاظ فرمائے لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٌ اے عبداللہ! تیری وجہ سے مجھے تکلیف ہوئی ہے میں تین دنوں سے یہیں ہوں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک غلام بیچا ہوذہ ﷺ بن خالد کو۔ اس نے کہا حضرت مجھے رسید چاہیے۔ اس وقت بھی رسید کی ضرورت ہوتی تھی لوگ دور دراز جاتے تھے تو لوگ پوچھتے تھے۔ فرمایا بالکل ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ خود تو لکھنا نہیں جانتے تھے اس مجلس میں لکھنے والا تھا آپ ﷺ نے اس کو فرمایا لکھ دو ہوذہ بن خالد نے محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام خریدا ہے۔ تو آپ ﷺ نے باقاعدہ رسید لکھوا کر دی۔ تو آپ ﷺ بازار بھی جاتے تھے ضرورت کے لیے۔ کافروں نے یہ بھی اعتراض کیا وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ کیا ہو گیا ہے اس رسول کو يَاْكُلُ الطَّعَامَ کھاتا ہے کھانا وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ اور چلتا ہے بازاروں میں اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اس کا جواب رب تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۷ میں دیا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ "اور نہیں بنائے ہم نے پیغمبروں کے ایسے جسم کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔" جب وہ بشر ہیں انسان ہیں تو سارے بشری تقاضے بھی ہیں۔ اور یہ بھی کہا لَوْ لَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ کیوں نہیں اتارا گیا اس کی طرف فرشتہ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا پس وہ ہوتا اس کے ساتھ ساتھ ڈرانے والا۔ وہ فرشتہ اس نبی کے ساتھ ہوتا اور راستہ صاف کرتا لوگوں کو کہتا ہٹ جاؤ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر آ رہا ہے۔ آج ایک معمولی افسر کے ساتھ آگے پیچھے گارڈ ہوتے ہیں جو راستہ صاف کراتے ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہوں

ساری مخلوق کے لیے احکامات اللہ تعالیٰ سے لیتا ہوں اور مخلوق کو پہنچاتا ہوں۔ اتنے بڑے منصب کا دعویدار ہے اور اس کے ساتھ ایک بھی فرشتہ نہیں ہے اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْهِ كَنْزٌ یا ڈالا جاتا اس کی طرف خزانہ۔ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا كُنْتُ اَرْعٰی لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰی قَرَارِيْطَ ''میں چند ٹکوں پر اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔'' یہ کیسا پیغمبر ہے کہ مزدوریاں کرتا پھرتا ہے اس کے لیے تو خزانوں کے ڈھیر اترنے چاہیے تھے خود کھاتا اوروں کو کھلاتا۔ ظاہر بینوں کی نگاہیں تو انہی چیزوں کی طرف ہوتی ہیں اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یا ہوتا اس کا باغ يَّاْكُلُ مِنْهَا کھاتا اس سے پھل۔ اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اور کہا ظالموں نے اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا نہیں پیروی کرتے تم مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو کیا گیا ہے۔ جس پر جادو کیا گیا ہو اس کا دماغ کام نہیں کرتا تم پاگل کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) اور سورت صفّٰت آیت نمبر ۳۶ میں ہے اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ''کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے (معاذ اللہ تعالیٰ)۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ آپ دیکھیں کیسی کیسی مثالیں آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ کیسی کیسی باتیں آپ کے متعلق کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کھاتا پیتا کیوں ہے، کبھی کہتے ہیں بازار کیوں جاتا ہے، کبھی کہتے ہیں اس کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں ہے، کبھی کہتے ہیں کہ اس پر خزانہ کیوں نہیں اترتا، کبھی کہتے ہیں اس کے پاس باغ کیوں نہیں ہے فَضَلُّوْا پس گمراہ ہو گئے سب کے سب فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا پس نہیں طاقت رکھتے راستے کی۔ یعنی سیدھے راستے پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کا دماغ ہی بہت خراب ہے۔ اگلی آیت کریمہ کو سمجھنے کے

لیے ساتویں پارے کی ایک آیت کریمہ کا مفہوم سمجھ لیں پھر اس کا سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

مشرکین مکہ کا ایک نمائندہ وفد :

اس کا مضمون اس طرح ہے کہ مشرکین مکہ کے سرداروں کا ایک نمائندہ وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو یہ صفا پہاڑی اور مروہ پہاڑی سونے کی بنا دیں تو ہم اپنے اپنے قبیلے کے سردار کی حیثیت سے ذمہ داری لیتے ہیں کہ ہماری ساری قوم مسلمان ہو جائے گی۔ آپ ﷺ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ساری دنیا کے پہاڑوں کو سونا بنا دے وہ قادر مطلق ہے اس کے لیے ان چھوٹی چھوٹی چٹانوں کا سونا بنانا کیا مشکل ہے اور یہ مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ [انعام: ۳۵] "اور اگر ہے آپ پر شاق ان لوگوں کا اعراض کرنا پس اگر آپ طاقت رکھتے ہیں کہ تلاش کر لیں سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی لگا لیں آسمان میں پس لے آئیں ان کے پاس کوئی نشانی۔" ہم تو ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ رب تعالیٰ کی حکمتیں بے شمار ہیں بعض محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ لوگ بڑے سطحی ہوتے ہیں مثلاً اگر صفا مروہ پہاڑیاں سونے کی بن جائیں تو لوگ یہ سمجھتے کہ آپ ﷺ کے پاس چونکہ سونا ہے اس لیے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ تو رب تعالیٰ نے غریب اور بھوکا رکھ کر قرآن کی صداقت دکھلائی، پیغمبر علیہ السلام کے اخلاق دکھائے کہ لوگ قرآن کی صداقت اور پیغمبر کے اخلاق کریمہ کی وجہ سے اسلام قبول کر لیں۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ بڑی برکت والی ہے وہ ذات اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہے جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ تو بنا دے آپ کے لیے بہتر اس سے جو باغ وغیرہ

ان کے ذہن میں ہے جَنّٰتٍ کئی باغ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں ان کے نیچے نہریں وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۔قُصُوْرًا قَصر کی جمع ہے بمعنٰی محل، کوٹھی ۔اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے کوٹھیاں بنا دے۔ وہ ایسا کرسکتا ہے مگر ایسا کرنا حکمت کے خلاف ہے عوام تو مال ودولت کی وجہ سے آپ ﷺ کے قریب آئیں گے پھر قرآن اور آپ ﷺ کی صداقت تو واضح نہیں ہوگی اور نہ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ ان پر ظاہر ہوں گے۔ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ بلکہ ان لوگوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے کہتے ہیں قیامت کوئی چیز نہیں ہے وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ اور ہم نے تیار کیا ہے اس کے لیے جو جھٹلاتا ہے قیامت کو سَعِيْرًا شعلے مارنے والی آگ کا عذاب۔ یہ دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے بعض دھاتیں بالکل جل جاتی ہیں اور وہ آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے اِذَا رَاَتْهُمْ جب وہ آگ ان کو دیکھے گی اور یہ لوگ آگ کو دیکھیں گے مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا سنیں گے اس کا جوش اور آواز۔ جیسے تنور یا بھٹی وغیرہ میں آگ تیز ہو تو شوں شوں کی آواز نکلتی ہے ایسے ہی اس آگ کی آواز ہوگی اور دوزخی چنگاڑے ماریں گے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ [ہود: ۱۰۶] ''ان کے لیے چیخنے چلانے کی آوازیں ہوں گی۔'' زفیر گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو وہ شروع میں زور سے نکالتا ہے اور شهيق اس آواز کو کہتے ہیں جو آخر میں مدہم سی ہوتی ہے ۔تو ان کی گدھے کی طرح آوازیں ہوں گی اور گدھے کی آواز کے بارے میں آتا ہے اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [لقمان: ۱۹] ''تمام آوازوں سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔'' وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا اور جس وقت وہ دوزخ میں ڈالیں جائیں گے مَكَانًا ضَيِّقًا تنگ جگہ میں مُّقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے ہاتھ بھی اور پاؤں بھی کہ حرکت بھی نہ کر

سکیں۔پھر کیا کریں گے دَعَوْا ھُنَا لِکَ ثُبُوْرًا وہاں اپنے لیے ہلاکت مانگیں گے کہ ہم مرجائیں اور عذاب سے چھٹکارا ہوجائے۔رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا نہ مانگو تم آج کے دن ایک ہلاکت وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا کَثِیْرًا بہت سی ہلاکتیں مانگو۔مگر وہاں تو یہ ہوگا لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی [سورۃ الاعلیٰ] ''دوزخی نہ دوزخ میں مریں گے نہ جئیں گے۔''اور سورہ زخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَنَادَوْا یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ ''اور دوزخ والے پکاریں گے اے مالک علیہ السلام! چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا پروردگار۔'' ہمیں مار ہی دے۔رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اِخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنَ [مومنون: ۱۰۸] ''ذلیل ہوجاؤ اسی دوزخ میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' ذلیل ہوکر دوزخ میں پڑے رہو۔میرے پیغمبر تمہارے پاس پہنچے، مبلغ پہنچے، میں نے تمہیں عقل دی، کتابیں نازل کیں مگر تم نے ضد نہ چھوڑی۔اب سزا بھگتو قُلْ آپ کہہ دیں اَذٰلِکَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّۃُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کے ساتھ۔آگ کے شعلوں میں یا یہ ہیشگی کے باغات بہتر ہیں کَانَتْ لَھُمْ جَزَآءً وَّمَصِیْرًا یہ ان کے لیے بدلہ ہوگا اور لوٹ کر جانے کی جگہ۔جنتیں آٹھ ہیں۔سب سے افضل اور بہتر جنت الفردوس ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اپنے لیے مانگو یا اپنے کسی عزیز کے لیے مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔ملے گا وہی جو تمہاری قسمت میں ہوگا تمہارے اعمال کے مطابق۔یہ ضروری نہیں کہ جو مانگا مل گیا لیکن تم طلب فردوس کو ہی کرو۔فرمایا لَھُمْ فِیْھَا مَایَشَآءُوْنَ ان کے لیے ان جنتوں میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔مثال کے طور پر اگر جنتی خواہش کرے گا کہ میں اڑ کر اپنے فلاں ساتھی کے پاس پہنچ جاؤں اور اس کا

ساتھی فرض کرو اتنا دور ہو جتنا یہاں سے امریکہ ہے تو ایک منٹ میں اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اڑتے ہوئے پرندے کو دیکھ کر خواہش کرے گا کہ یہ میری خوراک بن جائے تو ایک منٹ میں پلیٹ میں بھُنا ہوا سامنے آجائے گا، کسی پھل کی خواہش کرے گا تو وہ پھل لٹکتا ہوا سامنے آجائے گا اور پھر خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ جو خوش نصیب جنت میں داخل ہو گیا وہ وہاں سے نکالا نہیں جائے گا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ہے آپ کے رب کے ذمے متقیوں کے لیے جنت میں داخلے کا وعدہ جس کا سوال کیا جائے گا۔ پروردگار! آپ نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کردیں۔ رب اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ رب تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون ہے وعدے کو پورا کرنے والا۔

❁❁❁

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع ۲/۱۱ ۱۷

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا وَمَا يَعْبُدُوْنَ اور ان کو جن کی یہ عبادت کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں کو اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ یا وہ خود راہ سے بھٹک گئے قَالُوْا وہ کہیں گے سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات پاک ہے مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ نہیں تھا مناسب ہمارے لیے اَنْ نَّتَّخِذَ یہ کہ ہم بنائیں مِنْ دُوْنِكَ آپ سے نیچے نیچے مِنْ اَوْلِيَآءَ کارساز وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ اور لیکن آپ نے ان کو فائدہ پہنچایا وَاٰبَآءَهُمْ اور ان کے آباؤ اجداد کو حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ یہاں تک کہ وہ بھول گئے نصیحت وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا اور تھے یہ لوگ ہلاک ہونے والے فَقَدْ

كَذَّبُوْكُمْ پس تحقیق انہوں نے جھٹلا دیا تم کو بِمَا تَقُوْلُوْنَ ان باتوں میں جو تم کہتے ہو فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ پس تم طاقت نہیں رکھتے صَرْفًا پھرنے کی وَّلَا نَصْرًا اور نہ مدد کرنے کی وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ اور جس نے ظلم کیا تم میں سے نُذِقْهُ ہم چکھائیں گے اس کو عَذَابًا كَبِيْرًا عذاب بڑا وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ پیغمبر اِلَّآ اِنَّهُمْ مگر بے شک وہ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ البتہ وہ کھانا کھاتے تھے وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ اور چلتے تھے بازاروں میں وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اور بنایا ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش اَتَصْبِرُوْنَ کیا تم صبر کرتے ہو وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا اور ہے آپ کا رب دیکھنے والا۔

میدان محشر اور شرک کی تردید :

محشر کا معنٰی ہے جمع کرنے کی جگہ۔ جس مقام پر اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کریں گے اس کا نام ہے محشر۔ میدان محشر بپا ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق جتنا ظہور ہوگا وہ اس شان کے ساتھ جلوہ افروز ہوں گے اور سب سے حساب لیں گے۔ اس دن مشرکوں اور جن کی انہوں نے پوجا کی ہے کا بھی حساب ہوگا۔ اسی کا ذکر ہے۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ اور جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ مشرکوں کو وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور اس مخلوق کو بھی جس کی یہ مشرک عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اکٹھا کر کے فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ سوال کرے گا ان سے جن کی عبادت کی گئی ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں

کو۔تم نے کہا تھا کہ ہمیں معبود بنالو اور یہ تمہارے عابد ہوجائیں اورتم معبود ہوجاؤ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ یا وہ خود گمراہ ہوئے ہیں راستے سے اور تمہارا کوئی دخل نہیں ہے۔اپنی پوزیشن واضح کرو قَالُوْا وہ جواب دیں گے سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات پاک ہے مَاكَانَ يَنْبَغِيْ لَنَآ نہیں تھا مناسب ہمارے لیے۔ہمیں یہ حق نہیں تھا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ یہ کہ ہم بنائیں آپ سے نیچے نیچے کارساز ،حاجت روا،مشکل کشا،فریادرس بنائیں ہمیں یہ حق نہیں تھا وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ اور لیکن آپ نے ان کو فائدہ پہنچایا وَاٰبَآءَ هُمْ اوران کے باپ دادا کو حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ یہاں تک کہ وہ بھول گئے نصیحت کو وَكَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا۔ بُوْرًا بَائِرٌ کی جمع ہے اور بائر کا معنٰی ہے ہلاک ہونا۔اور تھے یہ لوگ ہلاک ہونے والے۔شرک کے شیدائی اہل بدعت عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ شرک تو یہ ہے کہ بتوں کی پوجا کی جائے ہم تو بتوں کی پوجا نہیں کرتے ہم تو نبیوں ولیوں کو سورتے پکارتے ہیں۔قرآن کریم نے ان کے اس مغالطے کو رد کر کے رکھ دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی احادیث نے اس باطل خیال کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں۔قیامت والے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کریں گے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [مائدہ] ''اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے (علیہ السلام) کیا آپ نے کہا تھا لوگوں کو کہ بناؤ مجھے اور میری والدہ کو الٰہ اللہ کے نیچے۔قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ بِحَقٍّ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے آپ کی ذات پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں میں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں ہے اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو آپ کو ضرور معلوم ہوگا تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ آپ جانتے ہیں جو

میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو آپ کے جی میں ہے اَنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بے شک آپ ہی چھپی چیزوں کو جاننے والے ہیں مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ میں نے نہیں کہی ان لوگوں سے مگر وہی بات جس کا آپ نے مجھے حکم دیا ہے اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔'' اگر شرک فقط بتوں کی پوجا کا نام ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیوں؟ نہ عیسیٰ علیہ السلام بت ہیں اور نہ ان کی والدہ ماجدہ بت ہیں۔ اگر شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے بقول ان جاہلوں کے تو ان سے سوال کیوں؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اگر بالفرض والمحال ایسی بات ہوئی ہوتی آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ غیب دان ہیں میں غیب نہیں جانتا۔ پھر سمجھ لیں کہ سوال یہ ہے کہ شرک اگر صرف بت پرستی کا نام ہے تو عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے یہ سبق دیا ہے؟ اور بائیسویں پارے میں ہے وَ یَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ''اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ ھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ پھر فرمائے گا فرشتوں کو کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِھِمْ پاک ہے آپ کی ذات آپ ہی ہمارے کارساز ہیں۔'' [سبا: ۴۰]

تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کریں گے کہ یہ جو تمہاری پوجا کرتے تھے یا جبرائیل یا میکائیل یا عزرائیل یا اسرافیل علیہم السلام کہتے اور لکھتے تھے۔ یہ سبق تم نے ان کو دیا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے کہیں گے اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے ہم نے ان کو یہ سبق نہیں دیا۔ تو سب جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شرک

صرف بت پرستی کا نام ہے غلط کہتے ہیں۔ یہاں عیسیٰ علیہ السلام کی اوران کی والدہ کی پوجا کا نام بھی شرک ہے اور فرشتوں کی پوجا کا نام بھی شرک ہے۔ اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۱ میں اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا اللہ تعالیٰ کے سوا وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ اور مسیح ابن مریم کو رب بنا لیا۔'' سوال یہ ہے کہ یہ مولوی اور پیر بت تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بت تھے؟ معاذ اللہ تعالیٰ۔

پھر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ دنیا میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں گزری کہ جس نے محض لکڑی، پتھر اور اینٹ کی بے جان مورت کو خدا یا الٰہ بنایا ہو۔ بلکہ بت، تصویر اور مجسمہ جب بھی بنایا گیا کسی جاندار مخلوق بلکہ بزرگوں اور پیغمبروں اور نیک بندوں کے نام اور شکل پر ہی بنایا گیا اور بتوں سے وہ کام لیا گیا یا نااہل لوگوں نے تصور شیخ سے یا غالی لوگوں نے فوٹو اور تصویر سے لیا۔ دیکھو! ایک من کی لکڑی کی کوئی ہندو پوجا نہیں کرتا جب وہ لکڑی گھڑتے گھڑتے دس سیر باقی رہ جاتی اور کسی بزرگ سیتا جی، رام چندر، کرشن جی، بدھ کی شکل بن گئی تو اب اس کی پوجا شروع ہوگئی۔ تو پوجا تو اس بزرگ کی ہوئی جس کی شکل پر اس کو بنایا گیا۔ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، یہ پانچ بزرگ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ود حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا باقی چار نیک بزرگ ان کے صحابی تھے۔ تو اصل عقیدت ان کے ساتھ تھی جن کی شکل اور نام پر بت گھڑے گئے تھے محض لکڑی اور پتھر کی پوجا کسی نے نہیں کی۔ میری کتاب ''گلدستہ توحید'' ضرور ایک دفعہ پڑھو ساری بات سمجھ آ جائے گی اور

توحید اور شرک کا فرق سمجھ آ جائے گا۔ اور یہ کہنا کہ شرک صرف بت پرستی کا نام ہے غلط ہے۔عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا بھی شرک ہے اوران کی والدہ کی پوجا بھی شرک ہے،فرشتوں کی پوجا بھی شرک ہے،مولویوں، پیروں کی پوجا بھی شرک ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی بھی کسی نے پوجا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو شرک کہا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ان کو کہیں گے جن کی پوجا کی گئی کہ میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا؟ وہ کہیں گے اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے ہمارے لیے مناسب نہیں تھا کہ ہم آپ کے سوا کسی اور کو الٰہ بنائیں۔تو ہم کب کہہ سکتے تھے کہ تم ہمیں الٰہ بنالو۔آپ نے ان کو اوران کے باپ دادا کو فائدہ پہنچایا اور یہ نصیحت کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے کہیں گے فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ پس تحقیق انہوں نے جھٹلا دیا تم کو ان باتوں میں جو تم کہتے ہو۔جن کو تم حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس اور دستگیر سمجھتے تھے انہوں نے تو تمہیں جھٹلا دیا ہے کہ ہم نے تو ان کو یہ سبق قطعاً نہیں دیا فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا پس تم طاقت نہیں رکھتے عذاب کو ہٹانے کی جو تم پر ہے وَّلَا نَصْرًا اور نہ ایک دوسرے کی مدد کی طاقت رکھتے ہو۔

فرمایا وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ اور جو ظلم کرے گا تم میں سے نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ہم اس کو چکھائیں گے بڑا عذاب۔بعض مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ ظلم سے مراد شرک ہے کیونکہ سورت لقمان میں آتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ''بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔'' تو معنٰی ہوگا جو شرک کرے گا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے اور اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ظلم سے مراد عام ظلم ہے شرک ہو یا دوسرا ظلم ہو۔اللہ تعالیٰ ظالموں کو بڑا عذاب چکھائیں گے۔

بشریتِ رسول :

اس سے پچھلے رکوع میں تم نے پڑھا کہ کافروں کا یہ بھی اعتراض تھا کہ اس رسول کو کیا ہوگیا ہے یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ''کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، خرید وفروخت کرتا ہے۔'' رب تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر اِلَّآ اِنَّھُمْ مگر بے شک وہ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ البتہ وہ کھانا کھاتے تھے وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ اور چلتے پھرتے تھے بازاروں میں۔ جب انبیائے کرام علیہم السلام انسان اور بشر تھے، آدمی تھے تو تمام بشری تقاضے سوائے معصیت کے ان کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ ان کو بھوک پیاس بھی لگتی تھی، گرمی سردی بھی محسوس ہوتی تھی۔

غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ ایک مقام پر آپ ﷺ کو پیاس لگی تو آپ نے ساتھیوں سے پوچھا کہ تمہارے پاس پانی ہے تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں حضرت! میرے پاس پانی ہے تو اس سے آپ ﷺ نے پانی لے کر پیا۔ ایک دن آنحضرت ﷺ کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی کسی بیوی کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں پکا تھا۔ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو راستے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مل گئے وہ بھی اسی مصیبت میں مبتلا تھے۔ فرمایا ابوبکر کیسے؟ عرض کیا حضرت گھر سے نکل آیا ہوں۔ وہ بھی ساتھ چل پڑے۔ آگے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے پوچھا عمر کیسے؟ کہا حضرت بھوک نے بڑا ستایا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ مسکرائے کہ میں بھی اسی وجہ سے نکلا ہوں مگر میں بتا نہیں سکا عمر رضی اللہ عنہ نے بات بتا دی ہے۔ فرمایا ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کے گھر چلو (یہ صاحب حیثیت تھے ان کا باغ بھی تھا اور بکریاں بھی تھیں۔) ان شاء اللہ تعالیٰ

ہمیں کھانا ملے گا۔ اتفاق کی بات کہ وہ گھر نہیں تھے پانی لینے گئے ہوئے تھے بیوی گھر تھی جب اس نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ہیں، ابوبکر ؓ ہیں اور عمر ؓ ہیں تو بڑی خوش ہوئی۔ ایک چارپائی پر چادر ڈال کر اس پر ان حضرات کو بٹھایا اتنے میں خاوند بھی آ گیا اس کو بھی بڑی خوشی ہوئی کہ آنحضرت ﷺ صاحبین کے ساتھ گھر تشریف لائے ہیں۔ بیوی کو کہا روٹی پکاؤ۔ تازہ کھجوریں لا کر رکھیں حضرت! یہ کھاؤ اور کھانا کھائے بغیر آپ حضرات نے نہیں جانا بکری ذبح کرنے کے لیے جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا اِیَّاکَ وَالْحَلُوْبَ "دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا کہ دودھ کی قلت پیدا ہو جائے گی۔" اسلام نے سب چیزوں کا خیال رکھا ہے۔

ایک مسئلہ :

اس حدیث کی روشنی میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایسا جانور جو دودھ دیتا ہو یا جس کے پیٹ میں بچہ ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اس لیے کہ اگر لوگ دودھ والے جانوروں کی قربانی شروع کر دیں گے تو لاکھوں قربانیاں ہوتی ہیں دودھ کی قلت پیدا ہو جائے گی اور اگر بچے والی ہے تو ماں کے ساتھ بچہ بھی ختم ہو جائے گا کیونکہ وہ اس کے پیٹ میں ہے۔ تو پیغمبروں کے ساتھ سارے بشری تقاضے ہوتے ہیں وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اور بنایا ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے فتنہ، آزمائش۔ کسی کو امیر، کسی کو غریب، کسی کو کوئی شکل دی، کسی کو کوئی شکل دی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کھانا پینا، خرید و فروخت پیغمبر کے منصب کے خلاف نہیں ہے بلکہ سورۃ المومنون آیت نمبر ۵۱ میں ہے يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا "اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور اچھے عمل کرو۔" فرمایا اَتَصْبِرُوْنَ اے مسلمانو! تم

کافروں کی ان باتوں پر صبر کرو گے یعنی تمہیں صبر کرنا چاہیے۔ظاہر بات ہے کہ کافروں کے شوشوں سے جو کافر کبھی رب تعالیٰ کی توحید کے متعلق اور کبھی پیغمبروں کے متعلق اور کبھی مومنوں کے متعلق چھوڑتے ہیں۔مومنوں کو صدمہ تو ہوتا ہے۔تو فرمایا کیا تم صبر کرو گے یعنی تمہیں صبر کرنا چاہیے وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا اور ہے آپ کا رب دیکھنے والا۔اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے ہر آدمی کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ ملے گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ٍۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے لَا يَرْجُوْنَ جو نہیں امید رکھتے لِقَآءَنَا ہماری ملاقات کی لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا کیوں نہیں اتارے گئے ہم پر الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے اَوْ نَرٰى رَبَّنَا یا ہم کیوں نہیں دیکھتے اپنے رب کو لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا البتہ تحقیق تکبر کیا انہوں نے فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں میں وَ عَتَوْ اور انہوں نے سرکشی کی عُتُوًّا كَبِيْرًا بڑی سرکشی يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ جس دن دیکھیں گے وہ فرشتوں کو لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ نہیں خوشخبری ہوگی اس دن

لِّلْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کے لیے وَ یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے حِجْرًا پردہ ہو مَّحْجُوْرًا روکا ہوا وَقَدِمْنَآ اور ہم اقدام کریں گے اِلٰی مَا عَمِلُوْا اس چیز کی طرف جو انہوں نے کی ہے مِنْ عَمَلٍ عمل سے فَجَعَلْنٰہُ پس ہم اس کو کر دیں گے ھَبَآءً غبار مَّنْثُوْرًا بکھیرا ہوا اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے یَوْمَئِذٍ اس دن خَیْرٌ بہتر ہوں گے مُّسْتَقَرًّا ٹھکانے کے لحاظ سے وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا اور بہت بہتر ہوں گے دوپہر کے آرام کی جگہ کے لحاظ سے وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بِالْغَمَامِ بادلوں کے ساتھ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ اور اتارے جائیں گے فرشتے تَنْزِیْلًا اتارے جانا اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ سچا ملک اس دن لِلرَّحْمٰنِ رحمٰن کے لیے ہوگا وَكَانَ یَوْمًا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا اور ہوگا وہ دن کافروں پر سخت وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ اور جس دن کاٹے گا ظالم عَلٰی یَدَیْهِ اپنے ہاتھوں کو یَقُوْلُ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ کاش میں اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا بنا لیتا رسول کے ساتھ راستہ یٰوَیْلَتٰی ہائے افسوس مجھ پر لَیْتَنِیْ کاش میں لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا نہ بناتا فلاں کو دوست لَقَدْ اَضَلَّنِیْ البتہ تحقیق اس نے گمراہ کیا مجھے عَنِ الذِّكْرِ قرآن سے بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ بعد اس کے کہ وہ نصیحت آ گئی میرے پاس وَكَانَ الشَّیْطٰنُ اور ہے شیطان لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا انسان کو رسوا کرنے والا وَقَالَ الرَّسُوْلُ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یٰرَبِّ اے میرے رب اِنَّ قَوْمِی بے شک میری قوم نے

اِتَّخَذُوْا بنالیا هٰذَا الْقُرْاٰنَ اس قرآن پاک کو مَهْجُوْرًا چھوڑا ہوا۔

کافروں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں جو شوشے چھوڑے تھے اور اعتراض کیے تھے ان کا ذکر چلا آرہا ہے جیسا کہ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ کافروں نے کہا اس رسول کو کیا ہے یہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اَنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ''ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ہیں وہ سارے کھاتے بھی تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات :

اب ان کافروں کا ایک اور اعتراض ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا جو امید نہیں رکھتے ہماری ملاقات کی یعنی وہ قیامت کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ قیامت ہے نہ میدان محشر ہے نہ اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی۔ انہوں نے کہا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ کیوں نہیں اتارے گئے ہم پر فرشتے۔ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ ہم نے ان کا کیا بگاڑا ہے کہ ہماری طرف نہیں آتے؟ اور کافروں نے یہ بھی کہا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [زخرف: ۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' اس یتیم پر کیوں اترا ہے؟ دو شہروں سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور طائف ہے۔ اس وقت جدہ کا وجود نہیں تھا۔ مکہ مکرمہ میں سب سے بڑا سردار ولید بن مغیرہ تھا اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ یہ قرآن ان پر کیوں نازل نہیں ہوا؟ دوسری بات یہ کہی اَوْ نَرٰی رَبَّنَا یا ہم کیوں نہیں دیکھتے اپنے رب کو۔ یہ کہتا ہے کہ میرا رب تعالیٰ کے ساتھ رابطہ ہے ہم

نے رب کا کیا بگاڑا ہے ہمیں کیوں نہیں نظر آتا۔ یہاں رب تعالیٰ نے اجمالی طور پر جواب دیا ہے لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ البتہ تحقیق انہوں نے تکبر کیا اپنی جانوں میں اپنے دلوں میں وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا اور سرکشی کی بڑی سرکشی۔ یہ باتیں ان کی تکبر اور سرکشی کی ہیں۔

مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ :

اس دنیا میں رب تعالیٰ کو دیکھنا آسان بات نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تیسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ''اے میرے رب دکھا تو مجھ کو تا کہ میں دیکھوں تیری طرف قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ [اعراف: ۱۴۳] فرمایا رب تعالیٰ نے لَنْ تَرٰىنِيْ تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا مجھے اس وقت جب اس پہاڑ پر تجلی ڈالوں گا۔ اگر طور پہاڑ اپنی جگہ پر کھڑا رہا تو فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ پھر آپ مجھے دیکھ لیں گے۔'' احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے ایک پورے کے نصف حصے کا نور پہاڑ پر ڈالا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو کہا سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ ''آپ کی ذات پاک ہے میری توبہ۔'' تو موسیٰ علیہ السلام کو اس جہان میں دیدار نہ ہوا تم کون ہوتے ہو تمہاری کیا حیثیت ہے یہ کہنے کی کہ ہمیں رب نظر کیوں نہیں آتا؟ باقی اس جہان کا مسئلہ علیحدہ ہے اور آخرت کے جہان کا علیحدہ۔ اس سے یہ ثابت کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام اس جہان میں دیدار نہیں کر سکے تو قیامت والے دن بھی رب تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا۔ یہ قیاس غلط ہے۔ آخرت کی چیزیں ہمیں یہاں سمجھ نہیں آ

سکتیں۔کیاوہاں کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کسی کے سمجھ میں آتی ہے۔جنت میں ایک درخت کا سایہ اتنا لمبا ہوگا کہ آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو اس کی انتہا کو نہ پہنچ سکے،کوئی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔درخت سے پھل توڑتے ہی فوراً دوبارہ لگ جائے۔ایک بلند ٹہنی پر لگے پھل کو کھانے کو دل کرے اور وہ ٹہنی فوراً اس کے سامنے آجائے کیا یہ باتیں یہاں سمجھ آنے والی ہیں؟اور دوزخ میں دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز آگ کے شعلے بھی ہوں اور اس میں آدمی نہ مریں،سانپ،بچھو اور درخت بھی اس میں ہوں یہ باتیں یہاں کس کو سمجھ آ سکتی ہیں؟

مومن اور کافر کی روح کے احوال :

فرمایا یَوۡمَ یَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ جس دن دیکھیں گے وہ فرشتوں کو لَا بُشۡرٰی یَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ اس دن خوش خبری نہیں ہوگی مجرموں کے لیے وَ یَقُوۡلُوۡنَ اور وہ کہیں گے حِجۡرًا رکاوٹ ہو ہمارے اور فرشتوں کے درمیان مَّحۡجُوۡرًا بڑی مضبوط رکاوٹ ہو۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب جان قبض کرنے والے فرشتے آتے ہیں تو مرنے والے کو ملک الموت بھی نظر آتا ہے اور اس کے ساتھ جو معاون فرشتے ہوتے ہیں وہ بھی نظر آتے ہیں۔مرنے والا اگر مومن ہو تو فرشتوں کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں جس میں اس کی روح کو لپیٹ کر لے جاتے ہیں۔اور اگر کافر مترک ہے بُرا ہے تو اس کے پاس جہنم کا ٹاٹ اور بدبوئیں ہوتی ہیں جن میں وہ لپیٹ کر لے جاتے ہیں۔وہ فرشتے صرف مرنے والے کو نظر آتے ہیں اوروں کو نظر نہیں آتے اگر دوسروں کو نظر آئیں تو ایمان بالغیب نہیں رہتا۔فرشتے جس وقت مومن کی روح کو آسمانِ دنیا تک لے جاتے ہیں تو ہر طرف خوشبوئیں ہی خوشبوئیں پھیل جاتی ہیں۔جب وہ دروازے کے قریب

پہنچتے ہیں تو دربان فرشتے کہتے ہیں اس کو اس دروازے سے لے جاؤ، دوسرے دروازے والے فرشتے کہتے ہیں یہاں سے لے جاؤ، تیسرے دروازے والے فرشتے کہتے ہیں کہ یہاں سے لے جاؤ۔ سب شائق ہوتے ہیں کہ نیک روح ہمارے دروازے سے گزرے اور اگر بُرا ہے تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ [اعراف: ۴۰] "نہیں کھولے جائیں گے اس کے لیے دروازے آسمان کے۔" ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام ہے سجّین، وہاں پہنچاتے ہیں۔ تو فرمایا یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں نازل ہوتے۔ اور جس دن فرشتے نظر آئیں گے تو اس دن مجرم کہیں گے ہمارے اور ان کے درمیان مضبوط آڑ ہو وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ اور ہم اقدام کریں گے اس طرف جو انہوں نے عمل کیا ہے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم اس کو کر دیں گے هَبَآءً غبار مَّنْثُوْرًا بکھیرا ہوا۔ جیسے باریک غبار کو ہوا اڑاتی ہے۔ حالت کفر میں کافروں کے اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آج بھی دنیا میں کافر بڑے بڑے اچھے کام کرتے ہیں سڑکیں بناتے ہیں، پلیں تعمیر کراتے ہیں، مسافر خانے اور ہسپتال بناتے ہیں، غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔ مجموعی حیثیت سے ظاہری طور پر وہ مسلمانوں سے زیادہ لوگوں کے خیر خواہ ہیں لیکن اعمال کی قبولیت کی شرطیں ان میں نہیں ہیں۔

اعمال کی قبولیت کی تین شرطیں :

اعمال کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں۔

❀......ایمان ❀......اخلاص ❀......اتباعِ سنت

چونکہ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں اس لیے فرمایا کہ ہم اقدام کریں گے اس چیز کی طرف جو انہوں نے عمل کیے ہیں اور ہم کر دیں گے اس کو غبار بکھیرا ہوا۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

یَوْمَئِذٍ جنت والے اس دن خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا بہت بہتر ہوں گے ٹھکانے کے لحاظ سے وَّاَحْسَنُ مَقِیْلاً۔ قیلولہ سے ہے۔نیک آدمیوں کی عادت ہے دوپہر کو سونا۔معنٰی ہوگا بہت بہتر ہوں گے دوپہر کے آرام کی جگہ کے لحاظ سے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَأْبِ الصّٰلِحِیْنَ قَیْلُوْلَۃ ''نیک آدمیوں کی عادت سے ہے دوپہر کو سونا۔'' یہ سونا فی نفسہ مقصود نہیں ہے بلکہ رات کو جاگنے کی تمہید ہے۔ جو آدمی دوپہر کو تھوڑی دیر کے لیے سو جائے اس کو سحری کے وقت تہجد کے نوافل کے لیے اٹھنا آسان ہوتا ہے۔فرمایا وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادلوں کے ساتھ۔آسمان کے نیچے بادل ہوں گے اور وہ پھٹ جائیں گے وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَنْزِیْلاً اور اتارے جائیں گے فرشتے اتارے جانا۔رب تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی میدان محشر میں اور فرشتے آسمانوں سے ایسے اتریں گے جیسے بادلوں سے جہاز نیچے اترتا ہے ایسے فرشتے اتریں گے۔اور جو پہلے سے زمین پر ہوں گے وہ زمین ہی میں رہیں گے اس دن سب کو معلوم ہو جائے گا کہ فرشتے آگئے ہیں اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ سچا ملک اس دن رحمٰن کے لیے ہوگا۔آج تو دنیا دعوے کرتی ہے ہمارا ملک، ہماری حکومت، ہماری بادشاہی، ہماری صدارت، ہماری وزارت، وہاں پر ہماری تمہاری کچھ نہیں ہوگی اعلان ہوگا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ [مومن:۱۶] ''کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن۔'' دنیا میں دعوے کرنے والو بتاؤ ملک آج کس کا ہے؟ پھر یہی صدا بلند ہوگی لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ ''اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اکیلا ہے اور دباؤ والا ہے۔'' وَکَانَ یَوْمًا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا اور ہے وہ دن کافروں پر بڑا سخت اور مشکل۔وہ بڑی تنگی کا دن ہوگا۔

شانِ نزول :

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو۔اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک کافر تھا جس کا نام تھا عقبہ ابن ابی معیط۔ یہ بڑا ہتھ چھٹ اور منہ پھٹ آدمی تھا۔اس شخص نے آنحضرت ﷺ کے گلے میں رسی ڈال کر دبانے کی کوشش کی تھی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو دھکا دے کر آپ ﷺ کو چھڑایا اور فرمایا تھا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ ''او ظالمو! اس لیے اس کو شہید کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب صرف اللہ ہے۔''اسی شخص نے آنحضرت ﷺ پر سجدے کی حالت میں اوجھڑی لا کر آپ ﷺ کی گردن پر رکھ دی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اتاری تھی۔ ایک موقع پر اس کو خیال آیا کہ محمد ﷺ سچے ہیں اور ہم ان پر زیادتی کر رہے ہیں اور قرآن بھی سچا ہے ہمیں سچائی قبول کر لینی چاہیے۔ چنانچہ اس نے حق کو قبول کر لیا۔اس کا بڑا گہرا دوست تھا امیہ بن خلف۔اس کو معلوم ہوا تو وہ دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا عقبہ! میں نے سنا ہے کہ تو صابی ہو گیا ہے؟ اس وقت اہل حق کو صابی کہتے تھے۔عقبہ نے کہا کہ میرا دل مطمئن ہے محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔امیہ نے کہا کہ دھڑا نہیں چھوڑنا۔بہر حال اس برے ساتھی نے اس سے کلمہ چھڑا دیا۔قیامت کا دن ہوگا عقبہ اپنے ہاتھ کاٹے گا يَقُوْلُ کہے گا يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش! کہ میں بنا لیتا رسول کے ساتھ راستہ يٰوَيْلَتٰى اے خرابی! لَيْتَنِىْ کاش لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا میں نے نہ بنایا ہوتا فلاں کو دوست۔امیہ بن خلف میرا دوست نہ ہوتا۔

شان نزول تو یہ ہے مگر قیامت تک آنے والے کافر اس میں داخل ہیں۔جو بھی کسی برے کے کہنے کی وجہ سے غلط راستے پر چلے گا وہ اسی طرح ہاتھ کاٹے گا۔حدیث پاک میں

آتا ہے کہ جب تم کسی کے ساتھ دوستی کرنا چاہو تو اس کی سوسائٹی دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل و سمجھ دی ہے پوچھنے کی ضرورت نہیں سوسائٹی دیکھ کر سمجھ جاؤ کہ کیسا آدمی ہے۔ مَنْ يُخَالِلُ ''اس کے دوست کون ہیں۔ تمہیں خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کیسا ہے فَإِنَّ الْمَرْءَ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ بے شک آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔'' اور بُری مجلسوں سے بچنا چاہیے، بُرے ساتھی سے بچنا چاہیے۔

؎ یار بد از مار بد بسیار بد

فارسی کا مقولہ ہے بُرا یار سانپ سے بھی بُرا ہوتا ہے بہت زیادہ بُرا ہوتا ہے۔ سپیرے بتاتے ہیں کہ سانپوں کی بتیس ہزار (۳۲۰۰۰) قسمیں ہیں۔ بعض سانپ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ڈسنے سے آدمی مرتا نہیں ہے اور بعض سانپ ایسے ہیں کہ صرف آدمی کی طرف دیکھیں تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں بھی ہے کہ ابتر سانپ کی ایک قسم ہے کہ جب وہ بندے کو دیکھے اور بندہ اس کو دیکھے تو بندہ نابینا ہو جاتا ہے۔ حاملہ عورت ہو یا گائے بھینس ہو تو اس کا حمل گر جاتا ہے۔

تو اس وقت ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ البتہ تحقیق اس دوست نے مجھے بہکایا قرآن سے بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ بعد اس کے کہ قرآن میرے پاس آچکا۔ مگر اس وقت واویلا کس کام کا وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا اور ہے شیطان انسان کو ذلیل کرنے والا۔ قیامت والے دن رسوا کر کے چھوڑے گا وَقَالَ الرَّسُوْلُ اور کہا رسول اللہ ﷺ نے بطور شکوے کے يٰرَبِّ اے میرے رب! اِنَّ قَوْمِي بے شک میری قوم نے اِتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا بنالیا اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔ انہوں نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے یہ ظالم نہیں مانتے حالانکہ قرآن

پاک کی فصاحت و بلاغت کے قائل ہیں۔اس کی ایک چھوٹی سی سورت کی نظیر بھی نہیں لا سکے۔قرآن کریم کا اثر بھی مانتے تھے کہتے تھے جادو کی طرح اثر کرتا ہے مگر پھر بھی نہیں مانتے۔

۞۞۞

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ
كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ
عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ
رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ
تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ
شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ
جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ ۚ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ ؕ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا
الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ
عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ ۚ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ
ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ بنائے ہم نے ہر نبی کے لیے عَدُوًّا دشمن مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں میں سے وَكَفٰى بِرَبِّكَ اور کافی ہے آپ کا رب هَادِيًا ہدایت دینے والا وَّنَصِيْرًا اور مدد کرنے والا وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر قرآن پاک جُمْلَةً وَّاحِدَةً اکٹھا ایک ہی دفعہ كَذٰلِكَ اسی طرح لِنُثَبِّتَ بِهٖ تا کہ ثابت رکھیں ہم اس کے ساتھ

فُؤَادَکَ آپ کے دل کو وَرَتَّلْنٰہُ تَرْتِیْلاً اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اور نہیں لائیں گے آپ کے پاس یہ کوئی مثال اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ مگر ہم لائیں گے آپ کے پاس حق وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا اور اچھی تفسیر اَلَّذِیْنَ وہ لوگ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ جو اٹھائے جائیں گے چہرے کے بل اِلٰی جَھَنَّمَ جہنم کی طرف اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا یہ لوگ برے ہیں جگہ کے لحاظ سے وَّاَضَلُّ سَبِیْلاً اور گمراہ ہیں راستے کے اعتبار سے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب وَ جَعَلْنَا مَعَہٗ اور بنایا ہم نے اس کے ساتھ اَخَاہُ ھٰرُوْنَ اس کے بھائی ہارون کو وَزِیْرًا معاون فَقُلْنَا پس کہا ہم نے اذْھَبَآ جاؤ تم دونوں اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ اس قوم کی طرف کَذَّبُوْا جنہوں نے جھٹلایا ہے بِاٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کو فَدَمَّرْنٰـھُمْ تَدْمِیْرًا پس ہم نے ہلاک کیا ان کو ہلاک کرنا وَ قَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم کو لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ جس وقت جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو اَغْرَقْنٰھُمْ ہم نے ان کو غرق کر دیا وَجَعَلْنٰھُمْ اور ہم نے بنایا ان کو لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے اٰیَۃً نشانی وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ اور تیار کیا ہے ہم نے ظالموں کے لیے عَذَابًا اَلِیْمًا دردناک عذاب وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا اور عاد کو اور ثمود کو وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ اور کنوئیں والوں کو وَقُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِکَ اور بہت سی جماعتوں کو اس کے درمیان کَثِیْرًا کثرت کے ساتھ وَکُلًّا ضَرَبْنَا لَہُ

اور ہر ایک کے لیے ہم نے بیان کیں اَلْاَمْثَالَ مثالیں وَ كُلًّا تَبَّرْنَا اور ہر ایک کو ہم نے ہلاک کیا تَتْبِيْرًا ہلاک کرنا۔

مشرکین کی تکالیف پر اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو تسلی دینا :

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں، زبانی بھی اور بدنی بھی اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو بھی۔ جو بھی آپ ﷺ کا کلمہ پڑھتا تھا تختۂ مشق بن جاتا تھا۔ آپ ﷺ کو تین سال نظر بند بھی رکھا قتل تک کا منصوبہ بنایا، آخر آپ ﷺ بھی انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ﷺ کے ساتھ ان کی دشمنی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ فرمایا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا اور اسی طرح ہم نے بنائے ہر نبی کے دشمن مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ حق کی مخالفت کرنے والی صرف آپ ہی کی قوم نہیں ہے بلکہ آپ کی طرح ہر نبی کی قوم نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی۔ اسے ساحر اور مجنوں کہا، اس کو مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں، بعض کو ہجرت پر مجبور کیا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں بلکہ تسلی رکھیں بالآخر کامیابی آپ ہی کے حصے میں آئے گی وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا اور کافی ہے آپ کا رب ہدایت دینے والا وَّ نَصِيْرًا اور مدد کرنے والا۔ ہدایت رب نے دینی ہے اس کے متعلق اس کا ضابطہ ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت:۶۹] ”جنہوں نے کوشش کی ہمارے لیے ہماری ہدایت کے لیے قدم اٹھایا ہم ضرور ان کو ہدایت دیں گے اپنے راستوں کی طرف۔“ اور جو ہدایت کا طالب ہی نہ ہو تو زبردستی اللہ تعالیٰ ہدایت کسی کو نہیں دیتے۔ اس نے انسان کو خیر اور شر کے اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف: ۲۹] ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔“

اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اور اپنے پیغمبروں کی مدد کرنے والا ہے۔

تئیس سال میں نزول قرآن کی حکمت :

آگے کافروں کا ذکر ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کیوں نہیں اتارا گیا اس پر قرآن پاک ایک ہی دفعہ اکٹھا۔ یہ کیا ہوا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا ہے اگر رب تعالیٰ کی کتاب ہے تو ایک ہی بار کیوں نہیں نازل ہوتی ؟ عرب میں چونکہ یہودی بھی تھے اور عیسائی بھی تھے اور یہ لوگ ان کے جلسوں میں اور مجلسوں میں اٹھتے بیٹھتے تھے اور یہودی سناتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام پر تورات اکٹھی نازل ہوئی تھی۔ اس کے پیش نظر انہوں نے کہا کہ یہ کتاب قرآن کریم اکٹھی کیوں نہیں نازل کی جاتی ؟ قرآن کریم تئیس سالوں میں نازل ہوا ہے۔ سورۃ العلق کی پہلی آیات اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سے لے کر عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تک یہ پانچ آیات جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں نازل ہوئیں اور آخری آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [مائدہ: ۳] یہ عرفات کے میدان میں نو ذوالحجہ جمعہ المبارک عصر کے وقت نازل ہوئی ۔ تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ میں اترتا رہا اور دس سال مدینہ منورہ میں اترتا رہا۔ کافروں نے کہا اکٹھا کیوں نہیں اترتا؟ فرمایا كَذٰلِكَ ہم نے اسی طرح تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے کیوں؟ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ تاکہ ثابت رکھیں ہم اس کے ساتھ آپ کے دل کو۔ تھوڑا تھوڑا اترتا گیا آپ ﷺ یاد کرتے گئے اور اس پر عمل بھی ہوتا گیا اور جب کافر اعتراض کرتے تھے تو ساتھ ساتھ جواب بھی اترتا گیا تاکہ آپ کا دل ثابت رہے اور جو کام آہستہ آہستہ ہو وہ بہتر ہوتا ہے۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے

تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔'' کبھی کوئی سورت نازل ہوتی، کبھی ایک آیت نازل ہوتی، کبھی زیادہ آیتیں نازل ہوتیں جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا۔ ایک موقع پر ایک ہی جملہ نازل ہوا مِنَ الْفَجْرِ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ [بقرۃ: ۱۸۷] ''کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے۔'' بعض صحابہ کرام ﷺ تو سمجھ گئے سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے۔ پہلے افق پر سیاہی ہوتی ہے پھر سفیدی ہوتی ہے اور بعض نہ سمجھ سکے۔ انہوں نے ٹانگوں کے ساتھ کالے اور سفید دھاگے باندھ لیے۔ کھاتے پیتے رہتے جب کالا اور سفید دھاگا الگ الگ نظر آتا چھوڑ دیتے۔ اس بات کا آنحضرت ﷺ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی عجیب ہو۔ اس وقت مِنَ الْفَجْرِ کا لفظ نازل ہوا کہ دھاگے سے مراد افق کا دھاگا ہے تمہارے دھاگے مراد نہیں ہیں۔ تو قرآن پاک ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً اترتا رہا ہے۔ فرمایا وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اور یہ نہیں لائیں گے آپ کے پاس کوئی مثال آپ پر اعتراض کرنے کے لیے اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ مگر ہم لائیں گے آپ کے پاس حق وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا اور اچھی تفسیر۔ یہ جو اعتراض کریں گے ان کو اس کا جواب ملے گا۔ یہ جو شوشہ چھوڑیں گے ہم آپ کو حق دیں گے اور اچھی تفسیر کے ساتھ ان کے شکوک کا رد کریں گے۔

تین گروہ :

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ وہ لوگ جو اٹھائے جائیں گے چہروں کے بل، چلائے جائیں گے چہروں کے بل۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جب جنت اور دوزخ کی طرف لوگ لے جائے جائیں گے۔ تو

اصولی طور پر تین گروہ ہوں گے۔ جو اعلیٰ درجے کے مومن ہوں گے وہ سوار ہو کر پل صراط سے گزریں گے اور جنت میں پہنچیں گے۔ وہ مومن جن کے اعمال میں کمی ہوگی وہ پیدل جائیں گے اور کافروں کی ٹانگیں اوپر ہوں گی اور سر نیچے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت سر کے بل کیسے چلیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس رب نے پاؤں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلائے گا اور ایسے بھاگیں گے جیسے پاؤں والے بھاگتے ہیں اور یہ علامت ہوگی کہ دنیا میں ان کی کھوپڑی الٹی تھی اِلٰی جَهَنَّمَ جہنم کی طرف چلائے جائیں گے اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا یہ لوگ برے ہیں جگہ کے لحاظ سے۔ دوزخ سے زیادہ بُری جگہ اور کون سی ہے وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا اور گمراہ ہیں راستے کے اعتبار سے۔ آج تو یہ لوگ مومنوں کو کہتے ہیں کہ تم گمراہ ہو گئے ہو کہ باپ دادا کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ قیامت والے دن معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون ہے اور سیدھے راستے پر کون ہے۔ ان دو رکوعوں میں تم نے کافی اعتراضات پڑھے جو کافروں نے آنحضرت ﷺ پر کیے۔ ظاہر بات ہے کہ ان چیزوں کو سن کر طبعی طور پر آپ ﷺ کو کوفت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے آگے چند واقعات بیان فرمائے ہیں کہ یہ کوئی نئی باتیں نہیں پہلے پیغمبروں پر بھی اعتراض ہوئے ہیں۔

تسلی رسول ﷺ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات وَ جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا اور بنایا ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر اور معاون فَقُلْنَا اذْهَبَآ پس ہم نے کہا جاؤ تم دونوں بھائی اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اس قوم کی طرف جس نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

ان کے پاس جا کر حق کی بات سناؤ۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ انہوں نے حق کو تسلیم نہ کیا فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا پس ہم نے ان کو ہلاک کیا ہلاک کرنا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی حق کو جھٹلانے والے تھے اور آج بھی ہیں۔ جو انجام اُن کا ہوا سو اِن کا ہوگا، وہ بھی برباد ہوئے یہ بھی برباد ہوں گے وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ جب جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں اور کوئی رسول نہیں آیا مگر ایک نبی کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے۔ اَغْرَقْنٰهُمْ ہم نے ان کو غرق کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب اس وقت بھی ہوئی وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً اور بنا دیا ہم نے ان کو لوگوں کے لیے نشانی تاکہ پچھلوں کو معلوم ہو جائے کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا، توحید کا انکار کرنے والوں کا، حق کو جھٹلانے والوں کا یہ حشر ہوا کرتا ہے وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا اور تیار کیا ہے ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب۔ یہ تو دنیا کی سزا تھی آخرت کا عذاب ہم نے ان کے لیے تیار کیا ہے وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا اور عاد اور ثمود قوم کو ہلاک کیا۔ عاد ہود علیہ السلام کی قوم تھی اور ثمود صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ ان سب کو تباہ اور برباد کر دیا۔

کنوئیں والوں کا ذکر :

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ اور کنوئیں والوں کو بھی ہم نے ہلاک کیا۔ علامہ بغویؒ اپنی تفسیر ''معالم التنزیل'' میں لکھتے ہیں، یہ بڑی معتبر تفسیر ہے اور دیگر مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے، حَضَرَموت عرب میں ایک علاقے کا نام ہے آج بھی وہ علاقہ پورا صوبہ ہے۔ اس صوبے میں حاصورآء نامی ایک بڑا شہر تھا اس شہر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کافی عرصہ تک تبلیغ کی۔ ایک کالے رنگ

کے حبشی غلام کے علاوہ کوئی ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا۔ نہ بیوی، نہ اولاد، نہ بھائی، نہ عزیز رشتہ دار کوئی ایمان لایا۔ تمام شہر والوں نے مشورہ کیا کہ یہ ہر وقت ہمیں ستاتا رہتا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ''اے لوگو! کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' دن رات اس کی یہی رٹ ہے، نہ جنازے کی مجلس چھوڑتا ہے، نہ شادی کی محفل کی پروا کرتا ہے، بازار میں جاؤ تو وہاں بھی اس کا یہی وعظ ہے لہٰذا اس سے جان چھڑاؤ۔

شہر سے ایک یا دو میل کی مسافت پر ایک گہرا کنواں تھا۔ ہمارے ہاں تو پانی بڑی جلدی آجاتا ہے پاکستان میں بعض علاقے ایسے بھی ہیں کہ پانچ چھ سوفٹ کے بعد پانی نکلتا ہے۔ وہ بھی بڑا گہرا کنواں تھا جنگل میں۔ سب لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کو اس کنوئیں میں پھینک دو۔ چنانچہ ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کنوئیں میں ڈال دیا اور اوپر بھاری بھرکم چٹان رکھ دی کہ وہ حبشی رسا لٹکا کر نکال نہ سکے۔ وہ غلام بے چارہ رات کی تاریکی میں جاتا، سلام کرتا اور سوراخ سے روٹی نیچے لٹکا دیتا لیکن پتھر کو ہٹا نہیں سکتا تھا۔ ایک دن کہنے لگا حضرت! مجھے حکم ہو تو میں بھی کسی کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ میں نے خود چھلانگ نہیں لگائی مجھے تو ظالموں نے ڈالا ہے تم ایسا نہ کرنا خودکشی حرام ہے۔

کئی دنوں کے بعد ظالم بھنگڑے ڈالتے ہوئے گئے کہ دیکھیں مر چکا ہوگا۔ چٹان اٹھائی اور آواز دی کَیْفَ بِکَ یَا حَنْظَلَۃُ ''حنظلہ تمہارا کیا حال ہے؟'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کنوئیں سے آواز دی یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ظالموں نے

کہا کہ بڑا سخت جان ہے ابھی مرا نہیں ہے اور نہ ہی اپنی رائے چھوڑی ہے۔ پھر تفسیروں میں آتا ہے کہ ان ظالموں نے کنوئیں میں پتھر پھینکے، مٹی پھینکی اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو زندہ دفن کر دیا۔ کنوئیں کو ریت، مٹی، پتھروں سے بند کرنے کے بعد اوپر بھنگڑے ڈال رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ آئی اس نے سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔ تو فرمایا ہم نے کنوئیں والوں کو بھی ہلاک کیا وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا اور بہت سی جماعتوں کو اس کے درمیان کثرت کے ساتھ۔ نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر پچھلے پیغمبروں تک کئی جماعتیں ہم نے ہلاک کر دیں۔ تو آپ ﷺ گھبرائیں نہیں تکذیب کرنے والے پہلے بھی گزرے ہیں وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ اور ہر ایک کے لیے ہم نے بیان کیں مثالیں۔ سب کے سامنے حق کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا کہ مثال کے ساتھ بات جلدی سمجھ آجاتی ہے مگر انہوں نے نہ مانا وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا اور سب کو ہم نے ہلاک کر دیا ہلاک کرنا۔ لہٰذا آپ ﷺ پریشان نہ ہوں تکذیب کرنے والوں کا یہی انجام ہوگا جو پہلوں کا ہوا۔

❁❁❁

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِىْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِىْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

وَلَقَدْ اَتَوْا اور البتہ تحقیق آچکے ہیں یہ (مکے والے) عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِىْ اس بستی پر اُمْطِرَتْ جس پر برسائی گئی مَطَرَ السَّوْءِ بری بارش اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے اس بستی کو بَلْ بلکہ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا یہ لوگ نہیں امید رکھتے مر کر دوبارہ اٹھنے کی وَاِذَا رَاَوْكَ اور یہ جب دیکھتے ہیں آپ کو اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ نہیں بناتے یہ لوگ آپ کو اِلَّا هُزُوًا مگر ٹھٹھا کیا ہوا اَهٰذَا الَّذِىْ کیا یہ وہ شخص ہے بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا جس کو اللہ تعالیٰ

نے رسول بنا کر بھیجا ہے اِنْ كَادَ بے شک تحقیق قریب تھا لَيُضِلُّنَا البتہ ہمیں گمراہ کر دیتا عَنْ اٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں سے لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا اگر ہم نہ ڈٹے رہتے عَلَيْهَا ان معبودوں پر وَ سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ وہ عنقریب جان لیں گے حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ جس وقت وہ دیکھیں گے عذاب کو مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا کون زیادہ گمراہ ہے راستے کے اعتبار سے اَرَءَيْتَ کیا آپ نے دیکھا ہے مَنْ وہ شخص اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ جس نے بنایا اپنا معبود هَوٰهُ اپنی خواہش کو اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا کیا پس آپ اس کے ہیں وکیل اَمْ تَحْسَبُ کیا آپ خیال کرتے ہیں اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ بے شک اکثریت ان کی سنتی ہے اَوْ يَعْقِلُوْنَ یا سمجھتی ہے اِنْ هُمْ نہیں ہیں وہ اِلَّا مگر كَالْاَنْعَامِ مویشیوں کی طرح بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا بلکہ وہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں ان سے راستے کے لحاظ سے اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ کیسے پھیلایا ہے سائے کو وَلَوْ شَآءَ اور اگر وہ چاہتا لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا البتہ اس کو کر دیتا ٹھہرا ہوا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ پھر بنایا ہم نے سورج کو اس پر دَلِيْلًا دلیل ثُمَّ قَبَضْنٰهُ پھر ہم نے سمیٹ لیا اس سائے کو اِلَيْنَا اپنی طرف قَبْضًا يَّسِيْرًا سمیٹنا آہستہ آہستہ وَ هُوَ الَّذِيْ اور وہ وہی ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا بنائی اس نے تمہارے لیے رات لباس وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا اور نیند آرام کا ذریعہ وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا اور بنایا اس نے دن کو باہر نکلنے کا ذریعہ۔

ماقبل سے ربط اور بستی سدوم پر عذاب کی مختلف صورتیں :

اس سے پہلے نافرمان قوموں کی تباہی کا ذکر ہوا کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے مثالوں کے ساتھ سمجھایا لیکن وہ کفر شرک سے باز نہ آئے ، نتیجتًا وہ تباہ و برباد ہو گئے ۔ اور یہ مکہ والے ان علاقوں ، ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہیں کیا یہ ان بستیوں کو نہیں دیکھتے کہ ان سے عبرت حاصل کریں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَتَوْا اور البتہ تحقیق آچکے ہیں ، مکے والے عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِیْ اس بستی پر اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ جس پر بُری طرح کی بارش برسائی گئی اَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے اس بستی کو ۔ مراد بستی سدوم ہے جہاں حضرت لوط علیہ السلام رہتے تھے جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار قسم کا عذاب نازل ہوا ۔

❀ ...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ [سورۃ القمر]

❀ ...... دوسرا عذاب کہ ان پر آسمان کی طرف سے پتھر برسائے گئے ۔ پہلے اندھا کیا کہ کہیں دوڑ نہ سکیں کہ آنکھوں والا بھاگتا دوڑتا ہے ۔ پھر پاؤ پاؤ سیر سیر کے پتھر ان پر برسائے گئے ۔

❀ ...... تیسرا عذاب ڈراؤنی آواز کہ اس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے ۔

❀ ...... چوتھا عذاب فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ''پس ہم نے اس کو تہ و بالا کر دیا ، اس بستی کو الٹ کر رکھ دیا ۔'' تو یہ مکے والے تاجر پیشہ لوگ اس بستی کے پاس سے گزر کر جاتے ہیں کیا انہوں نے اس بستی کو نہیں دیکھا بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا بلکہ یہ لوگ امید نہیں رکھتے مر کر دوبارہ اٹھنے کی ۔ قیامت کے منکر ہیں اس لیے نافرمانیوں میں جری ہیں وَاِذَا رَاَوْكَ اور اے نبی کریم ﷺ ! یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا

هُزُوًا نہیں بناتے آپ کو مگر مسخرہ۔ جب آپ کے سامنے سے گزرتے ہیں آپ سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا کیا یہ وہ شخص ہے جس کو رب تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس سے پہلے تم یہ بات بھی پڑھ چکے ہو کہ کافروں نے کہا تھا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ''کیا ہے اس رسول کو کہ یہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کیوں نہیں نازل کیا گیا اس کی طرف فرشتہ جو لوگوں کو خبردار کرتا کہ ایک طرف ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کا نبی آ رہا ہے، اس پر خزانہ کیوں نہیں نازل کیا گیا یا ہوتا اس کے لیے باغ کہ یہ اس سے کھاتا۔ اللہ تعالیٰ کو نبوت کے لیے یہ یتیم ملا تھا مکہ اور طائف کے شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا۔'' ولید بن مغیرہ پر جو کہ حضرت خالد بن ولید ﷛ کے والد تھے اور عروہ بن مسعود ثقفی پر جو طائف کا بڑا چودھری تھا۔ رب تعالیٰ کو یہ بے سہارا آدمی نبوت کے لیے ملا تھا؟

پھر کافر کہتے تھے اِنْ کَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا بے شک شان یہ ہے کہ قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیتا، پھیر دیتا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا اگر ہم اپنے الٰہوں پر ڈٹے نہ رہتے۔ اس کی زبان بڑی نرم اور میٹھی ہے بڑے طریقے کے ساتھ سمجھاتا ہے قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں لات، منات، عزیٰ سے پھیر دیتا (معاذ اللہ تعالیٰ) اگر ہم ڈٹے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آج تو آپ ﷺ کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں یہ ہمیں گمراہ کرتا ہے معاذ اللہ تعالیٰ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اور عنقریب یہ جان لیں گے حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ جس وقت دیکھیں گے یہ عذاب کو اس وقت جان لیں گے مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا کون گمراہ ہے راستے کے لحاظ سے۔ جب جان نکالنے والے فرشتے آئیں گے اور یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ [انفال:۵۰] ''ماریں گے ان

کے مونہوں پر اور پشتوں پر۔'' اور یہ چیخیں ماریں گے اور فرشتے کہتے ہیں اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ''کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا قَالُوْا کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے گم ہو گئے ہیں وَشَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ اور گواہی دیں گے اپنے نفسوں کے خلاف کہ بے شک وہ کافر تھے۔'' [اعراف: ۳۷] یہ فرشتوں کی مار پیٹ موت کے وقت بھی ہوگی، پھر قبر میں بھی ہوگی، پھر میدان محشر میں مکے مار مار کر اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف لے جائیں گے پھر دوزخ کی سزا ہوگی۔ تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہ ہے راستے کے لحاظ سے۔

خلافِ شریعت خواہش بھی شرک ہے :

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَرَءَیْتَ آپ بتلائیں، خبر دیں اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کیا آپ نے دیکھا ہے مَنِ اس شخص کو اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ جس نے بنالیا الٰہ اپنی خواہش کو۔ قرآن کریم کی یہ آیت بتلا رہی ہے کہ جو شخص اپنی ایسی خواہش پر چلتا ہے جس کا ثبوت شریعت سے نہیں ہے یعنی جو خواہش شریعت سے ٹکراتی ہے تو یہ بھی شرک کے قبیلے سے ہے۔ ایک وہ خواہش ہے کہ اس پر چلنا شریعت کے قاعدے کے مطابق ہے اگرچہ وہ بھی بشری تقاضا ہے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں بھوک پیاس کا مادہ رکھا ہے، کھانے پینے کی خواہش رکھی ہے اگر شرعی قاعدے کے مطابق خواہشات کو پورا کرتا اور جنسی خواہشات کو بھی شرعی قاعدے کے مطابق پورا کرتا ہے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ اگر اس خواہش کو ترک کرے گا تو گناہ ہے۔ ایک موقع پر تین صحابیوں نے مل کر مشورہ کیا۔ ایک نے کہا کہ میں ساری رات عبادت کروں گا اور ایک لمحہ بھی نہیں سوؤں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں بارہ مہینے روزے رکھوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں

ساری زندگی نکاح نہیں کروں گا۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی خبریں پہنچیں بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے تینوں کو طلب کیا اور فرمایا بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ کَذَا وَ کَذَا ''مجھ تک تمہاری یہ یہ باتیں پہنچی ہیں۔'' فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں وَتَزَوَّجْتُ النِّسَآءَ اور میری بیویاں بھی ہیں۔ خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ متقی ہوں مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرا نہیں ہے۔'' تو خواہشات کی جائز طریقے سے تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے۔ ہاں! جو خواہش شریعت سے ٹکراتی ہو اس خواہش پر چلتا ہے تو یہ شرک کی ایک قسم ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

؎ دہریت کیا ہے بندہ حرص و ہوا ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریا تم نے
زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تم نے

فرمایا اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلاً کیا پس آپ اس کے وکیل ہیں۔ جس نے اپنی خواہش کو الٰہ بنالیا ہے اپنی مرضی پر چلتا ہے آپ اس کے وکیل بنیں گے کیا؟ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ بے شک اکثر ان کے یَسْمَعُوْنَ سنتے ہیں یعنی مانتے ہیں اَوْ یَعْقِلُوْنَ یا وہ سمجھتے ہیں اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ نہیں ہیں یہ مگر جانوروں کی طرح بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلاً بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔ مثلاً دیکھو! جو آدمی نہ سمجھے اس کو کہتے ہیں گدھا۔ کیونکہ تمام جانوروں سے زیادہ احمق ہے۔ مگر گدھا بھی اپنے مالک کی آواز پر چلتا اور رکتا ہے اور اے بندو! تم گدھے سے بھی بُرے ہو کہ اپنے

حقیقی آقا کی بات کونہیں مانتے جوتمہارا مالک خالق ہے۔اس کی طرف سے آواز آتی ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ نماز کی طرف آؤ فلاح کی طرف آؤ۔تو جو اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور حقیقی آقا کی بات پر لبیک نہیں کہتے وہ گدھے سے بھی بدتر ہیں اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کیا نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ کیسے پھیلایا ہے سائے کو زمین پر وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا اگر وہ چاہتا تو اس کو کر دیتا ٹھہرا ہوا، ساکن کر دیتا۔

وقوفِ شمس :

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا پھر بنایا ہم نے سورج کو اس سائے پر دلیل۔سورج کی روشنی کی وجہ سے چیزوں کے سائے بنتے اور آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ گویا سائے کا گھٹنا بڑھنا سورج پر موقوف ہے۔جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ مغرب کی جانب پھیلتا ہے پھر جوں جوں سورج اوپر کی جانب آتا ہے سایہ گھٹتا چلا جاتا ہے حتی کہ عین دوپہر کے وقت سایہ اپنے اصل کے ساتھ مل جاتا ہے۔پھر جب سورج مغرب کی طرف سفر شروع کرتا ہے تو سایہ مشرق کی طرف پھیلنا شروع ہو جاتا ہے اور غروب شمس کے ساتھ ہی سایہ غائب ہو جاتا ہے۔غرضیکہ سائے کا وجود سورج کے ساتھ متعلق ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سورج کو حکم دے کہ کھڑے رہو تو سایہ بھی کھڑا ہو جائے گا۔حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے دور میں سورج رک گیا تھا۔بخاری شریف کی روایت ہے۔ کتنی دیر رکا رہا یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو چل پڑا۔اور قیامت کی نشانیوں میں سے ہے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔آدھے آسمان تک آئے گا پھر حکم ہو گا کہ ضابطے کے مطابق چلو۔اس نشانی کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوگا اور اس کے بعد

جو نیکی میں اضافہ کرے گا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا ہاں! پہلے سے جو نیکیاں کرتا ہوگا ان کا اعتبار ہوگا اور پہلے سے جو مومن چلے آ رہے ہوں گے ان کا ایمان بھی معتبر ہوگا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ نزع کے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے تو سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا یہ سارے جہان کی نزع ہے اور نزع کے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا پھر ہم نے سمیٹ لیا اس سائے کو اپنی طرف سمیٹنا آہستہ آہستہ۔ جیسے جیسے سورج چڑھتا جاتا ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے عین دوپہر کے وقت ہر چیز کا سایہ اصل رہ جاتا ہے وَ هُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا جس نے بنایا ہے تمہارے لیے رات کو بمنزلہ لباس کے۔ لباس سے انسان کی پردہ پوشی ہوتی ہے اور باعثِ زینت بھی ہے۔ ننگا آدمی جانوروں کی طرح ہوتا ہے گویا جس طرح انسان لباس پہن کر آرام پکڑتے ہیں اسی طرح رات بھی لوگوں کے لیے آرام وسکون کا باعث ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نیند کے متعلق فرمایا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا اور نیند کو ذریعہ آرام بنایا۔ انسانی صحت کے لیے نیند بہت ضروری ہے۔ اگر کئی دنوں تک نیند نہ آئے تو انسان پاگل ہو جاتا ہے اور جب نیند آ جاتی ہے تو تازہ دم ہو کر دوبارہ کام کاج کے قابل ہو جاتا ہے وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا اور بنایا اس نے دن کو باہر نکلنے کا ذریعہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں۔ اگر انسان ان پر غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سمجھ میں آ سکتی ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ پورا نظام اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ ہے اور اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہے۔

۞۞۞

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ
وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْیِ َ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ
مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿۴۹﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ
لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ
كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾
وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ
وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ
الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ وَ یَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ لَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ
ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ
مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى
الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ
خَبِیْرًا ﴿۵۸﴾

وَهُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَرْسَلَ جس نے بھیجا الرِّیٰحَ ہواؤں کو بُشْرًا خوش خبری سناتی ہیں بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ اس کی رحمت سے پہلے وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مَآءً پانی طَهُوْرًا پاک کرنے والا لِنُحْیِ َ بِهٖ تاکہ ہم زندہ کریں اس پانی کے ذریعے بَلْدَةً اس شہر کو مَیْتًا جو مردہ ہے وَّ نُسْقِیَهٗ اور تاکہ ہم پلائیں مِمَّا خَلَقْنَاۤ اس

مخلوق کو جو ہم نے پیدا کی ہے اَنۡعَامًا مال اور مویشی وَّاَنَاسِیَّ کَثِیۡرًا اور بہت سارے انسان وَلَقَدۡ صَرَّفۡنٰهُ اور البتہ تحقیق ہم نے پھیرا پانی کو بَیۡنَهُمۡ ان کے درمیان لِیَذَّکَّرُوۡا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ پس انکار کیا اکثر لوگوں نے اِلَّا کُفُوۡرًا مگر نہ ماننے کا وَلَوۡ شِئۡنَا اور اگر ہم چاہتے لَبَعَثۡنَا البتہ ہم بھیج دیتے فِیۡ کُلِّ قَرۡیَةٍ ہر بستی میں نَّذِیۡرًا ڈرانے والا فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ پس آپ نہ اطاعت کریں کافروں کی وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ اور جہاد کریں ان کافروں سے اس قرآن پاک کے ذریعے جِهَادًا کَبِیۡرًا بڑا جہاد وَهُوَ الَّذِیۡ اور وہ وہ ذات ہے مَرَجَ الۡبَحۡرَیۡنِ جس نے چلائے دو دریا هٰذَا عَذۡبٌ یہ میٹھا ہے فُرَاتٌ خوشگوار ہے یعنی پیاس بجھانے والا ہے وَّهٰذَا مِلۡحٌ اور یہ دوسرا نمکین ہے اُجَاجٌ کڑوا ہے وَجَعَلَ بَیۡنَهُمَا اور بنایا ان دونوں کے درمیان بَرۡزَخًا پردہ وَّحِجۡرًا آڑ مَّحۡجُوۡرًا روکی ہوئی وَهُوَ الَّذِیۡ اور وہ وہ ذات ہے خَلَقَ جس نے پیدا کیا مِنَ الۡمَآءِ خاص قسم کے پانی سے بَشَرًا انسان کو فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهۡرًا پس بنایا اس کے لیے نسب اور سسرال وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیۡرًا اور ہے آپ کا رب قدرت رکھنے والا وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اور عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کی لَا یَنۡفَعُهُمۡ جو نہیں دے سکتی ان کو نفع وَلَا یَضُرُّهُمۡ اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہے وَکَانَ الۡکَافِرُ اور ہے کافر عَلٰی رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف ظَهِیۡرًا پیٹھ پھیرنے والا وَمَآ

اَرْسَلْنٰکَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا مُبَشِّرًا مگر خوش خبری دینے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا قُلْ آپ کہہ دیں مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ نہیں مانگتا میں تم سے اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کوئی معاوضہ اِلَّا مَنْ شَآءَ مگر جو چاہے اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا یہ کہ بنا لے اپنے رب کی طرف راستہ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ اور بھروسا کر زندہ ذات پر الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وہ نہیں مرے گی وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ اور آپ تسبیح بیان کریں اللہ تعالیٰ کی تعریف کی وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ اور وہ کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں کے لیے خَبِيْرًا خبر رکھنے والا۔

قدرت کی نشانیاں :

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں اور دلیلیں بیان ہو رہی ہیں۔ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ کیسے سائے کو پھیلاتا ہے اور سمیٹتا ہے۔ رات کو بمنزلہ لباس کے بنایا، نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا، دن باہر نکلنے کے لیے بنایا کہ تم کمائی کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِيْ اور وہ وہی ذات ہے اَرْسَلَ الرِّيٰحَ جس نے بھیجا ہواؤں کو بُشْرًا خوش خبری سناتی ہیں بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ اس کی رحمت سے پہلے۔ رحمت سے مراد یہاں بارش ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ زیادہ دیر اگر بارش نہ ہو تو علاقہ خشک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ بارش سے پہلے ایک قسم کی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جس سے سمجھ دار آدمی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ بارش ہو گی۔ ان ہواؤں کو چلانے والا کون ہے؟ پھر فرمایا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا اور اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی جو پاک کرنے والا ہے ہر چیز کا۔ رب تعالیٰ کی ذات کے بغیر

یہ کون کرسکتا ہے؟

پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے کہ بھڑی شاہ رحمٰن کے میلے کے موقع پر(بھڑی شاہ رحمان ضلع گوجرانوالہ میں ایک جگہ کا نام ہے وہاں غالباً جیٹھ کے مہینے میں میلہ لگتا ہے) دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے ایک نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ آج کل یہ ہوا کیوں چلتی ہے؟ دوسرے نے کہا تم بتاؤ۔ پہلے نے کہا کہ ساتھ گاجر گولہ میں (گاجر گولہ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔) فلاں بزرگ ہیں وہ چراغ جلاتے تھے اور شاہ رحمان ہوائیں چلا کر اس کے چراغ کو بجھا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے حافظ اللہ داد صاحب مرحوم کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی خوب تردید فرمائی۔ قرآن پاک کی آیات سنائیں کہ ہوائیں چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ہوائیں صدیوں سے اس موسم میں اسی طرح چلتی ہیں ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی اور اب بھی۔ جہاں یہ بزرگ نہیں ہیں وہاں بھی اسی طرح چلتی ہیں۔ جہاں چراغ جلانے والا بھی کوئی نہیں ہے تو وہاں کون جلاتا ہے؟ یہ لوگ آپس میں مسخرہ کرتے ہیں ایک چراغ جلاتا ہے دوسرا بجھاتا ہے۔ بھائی لوگوں کا بھوسا کیوں اڑاتے ہو؟ کیسے غلط نظریات رکھنے والے لوگ ہیں۔ تو ہوائیں اللہ تعالیٰ کی ذات چلاتی ہے اور وہی بارش برساتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا تاکہ ہم زندہ کریں، سرسبز کریں ایسے شہر اور علاقے کو جو مردہ ہے۔ بارانی علاقوں میں فصلوں کا سارا انتظام بارشوں کے ساتھ ہے پچھلے دنوں بارشیں کم ہوئی ہیں ان علاقوں میں فصلیں بھی کم ہوئی ہیں وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا اور ہم پلاتے ہیں وہ پانی اس مخلوق کو جو ہم نے پیدا کی ہے مویشی وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا انسان کی جمع ہے اصل میں اناسین تھا نون کو یا کیا اور یا کا یا میں ادغام کردیا اَنَاسِيَّ ہوگیا، اور بہت سارے انسانوں

کو۔ پاکستان میں ایسے علاقے آج بھی موجود ہیں جہاں انسان بھی بارشی پانی پیتے ہیں اور جانور بھی۔ دوسرے ممالک میں بھی ایسے علاقے ہیں کہ لوگ بارشی پانی کو ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ خود بھی پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں۔ تو پانی کی ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔ دوسری یہ کہ خشک علاقوں کو سرسبز کر دیتا ہے۔ تیسری یہ کہ جانور اور بہت سارے انسان پیتے ہیں۔ یہ بارش برسانے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے پھیرا ہے اس پانی کو، تقسیم کیا ہے کہ کبھی یہاں کبھی وہاں بارش ہوتی ہے ان کے درمیان لِيَذَّكَّرُوْا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر ناشکری۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں اور نافرمان زیادہ ہیں۔ پہلے توحید کا مسئلہ بیان ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرتیں بیان ہوئیں اور اب رسالت کے مسئلہ کا بیان ہے۔

مسئلہ رسالت :

فرمایا وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا اور اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر بستی میں ڈرانے والا۔ مگر حکمت کا تقاضا یہ ہے بڑی بستی مکہ مکرمہ جس کا نام اُم القریٰ بھی ہے، میں نبی آخر الزمان ﷺ کو بھیج دیا اور باقی تمام بستیوں کو اس کے تابع کر دیا فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں۔ ظاہر بات ہے کہ آپ ﷺ نے کب کافروں کی اطاعت کرنی ہے آپ تو معصوم ہیں؟ یہ آپ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا جا رہا ہے، امت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ کافروں کی اطاعت بالکل نہ کریں اور آپ نے کیا کرنا ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا اور جہاد کریں ان کافروں کے ساتھ اس قرآن پاک کے ذریعے بڑا جہاد۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے اس وقت

جہاد بالسیف فرض نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ سورۃ الفرقان مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور جہاد کا حکم ہجرت کے دوسرے سال مدینہ طیبہ میں نازل ہوا ہے اور مکی سورت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کافروں کے ساتھ جہاد کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کافروں کو قرآن سنائیں اور سمجھائیں، قرآن کی دعوت دیں یہ بہت بڑا جہاد ہے۔

میٹھا اور کڑوا دریا :

وَهُوَ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ جس نے دو دریا چلائے هٰذَا عَذْبٌ یہ ایک دریا میٹھا ہے فُرَاتٌ خوشگوار ہے۔ اس کو منہ میں ڈالو اپنی مٹھاس کی وجہ سے آسانی سے حلق سے نیچے اتر جاتا ہے وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ اور یہ دوسرا نمکین اور کڑوا ہے وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا اور بنایا ہے ان دونوں کے درمیان پردہ وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا اور روکی ہوئی۔

حضرت تھانویؒ بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ بنگال میں دو مشہور جگہیں ہیں روٹان اور چاٹگام۔ ان کے درمیان دو بڑے دریا چلتے ہیں اکٹھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک دھاری سی نظر آتی ہے اس سے دائیں طرف کا دریا میٹھا ہے اور بائیں طرف کا کڑوا ہے حالانکہ پانی کی حقیقت سیال ہے ان دونوں پانیوں کو آپس میں گڈمڈ ہونا چاہیے تھا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ پانی میں پانی کی دیوار بنی ہوئی ہے کہ آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ یہ درمیان میں رب تعالیٰ کے سوا پردہ کرنے والا کون ہے؟ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا ایک خاص قسم کے پانی سے بشر کو۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ انسان سے بڑھ کر کوئی شے عجیب نہیں ہے۔ ایک حقیر قطرے سے رب تعالیٰ نے انسان کو بنایا جو شہوت کے ساتھ بدن

سے نکلا۔ اگر وہ کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے جسم ناپاک ہو جاتا ہے۔ الماء مھین ، بے قدرے پانی سے انسان کو پیدا کیا، اس کو خوبصورت شکل عطا فرمائی اور اس میں کتنی خوبیاں رکھیں فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا پس بنایا اس کا نسب اور سسرال۔ اپنا خاندان بھی ہے اور سسرال بھی ہیں۔ یہ سلسلہ دنیا میں چل رہا ہے اے انسان تو اپنی حقیقت کو دیکھ کہ تو کیا تھا اور رب تعالیٰ نے کیا بنا دیا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا اور ہے آپ کا رب قدرت رکھنے والا۔ جس طرح وہ پہلے پیدا کرنے پر قادر ہے اسی طرح دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے۔ کافر منہ بھر کے کہتے تھے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [مومنون:۳۷] ''ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ [ق:۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ذات تمہیں ایک حقیر قطرے سے پیدا کرسکتی ہے وہ تمہیں دوبارہ اٹھانے پر قادر نہیں ہے؟

دلائلِ قدرت :

وہ سب کچھ کرسکتا ہے، ساری قدرتیں اسی کے پاس ہیں لیکن وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور یہ احمق اور بے وقوف لوگ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَا اس مخلوق کی لَا يَنْفَعُهُمْ جو ان کو نفع نہیں دے سکتی وَلَا يَضُرُّهُمْ اور نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں کوئی شے نہیں ہے۔ سورج کا طلوع کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے، آسمانوں، زمینوں کا بنانا کسی کے اختیار میں نہیں، ان کا انتظام کرنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے، بارش کا برسانا، ہواؤں کا چلانا کسی کے اختیار میں نہیں ہے، اولاد کا دینا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ دیکھو! مخلوق میں پیغمبر سے بڑی تو کوئی ہستی

نہیں ہے۔حضرت زکریا علیہ السلام کی جب شادی ہوئی تو ان کی عمر مبارک اس وقت تقریباً پچیس سال تھی ایک سو بیس سال عمر ہوگئی ، بال سفید ہو گئے ، کمر ٹیڑھی ہوگئی اور دعا کرتے ہیں رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ [الانبیاء:۸۹] ''اے میرے پروردگار! نہ چھوڑ مجھے اکیلا اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔'' اگر زکریا علیہ السلام کے اختیار میں ہوتا تو کبھی کا اپنا بیٹا بنا لیتے لیکن وہ بھی رب تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔عورتوں کو طبعی طور پر اولاد کی خواہش ہوتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نو سال نکاح کے بعد آپ کے ساتھ رہی ہیں مگر رب تعالیٰ نے اولاد نہیں دی۔ جب کوئی بچہ دیکھتی تھیں تو اس کو گود میں بٹھا لیتی تھیں عبداللہ ابن زبیر ﷺ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیٹے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھانجے تھے۔ایک موقع پر ان کو دیکھ کر کہنے لگیں اگر میرا بھی کوئی بچہ ہوتا تو میں بھی ام فلاں کہلاتی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اُمِ عبداللہ ہو یہ بھی تمہارا بچہ ہے، تمہارا بھانجا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت اُم عبداللہ تھی یہ عبداللہ بن زبیر کی نسبت سے تھی اپنا تو کوئی بیٹا نہیں تھا ۔یہ سب رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وَکَانَ الْکَافِرُ عَلٰی رَبِّہٖ ظَہِیْرًا اور ہے کافر اپنے رب کی طرف پیٹھ پھیرنے والا ، رب تعالیٰ کے احکام کا باغی اور نافرمان ہے۔آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی ذمہ داری بتاتے ہیں۔فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر خوش خبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا۔ جو احکام مانتے جائیں ان کو خوش خبری سناتے جاؤ کہ رب تعالیٰ تمہارے سے راضی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں گی ، جنت میں داخل ہو گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔اور جو نہ مانیں ان کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ کہ دنیا میں بھی رب تعالیٰ کی

گرفت میں آؤ گے، مرتے وقت بھی ذلیل ہوگے، قبر میں عذاب ہوگا، محشر میں بھی ہوگا، پل صراط سے گزرتے ہوئے بھی ہوگا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہو گے۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں تمہاری خدمت کررہا ہوں۔ قُلْ آپ کہہ دیں مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ میں نہیں سوال کرتا تمہارے سے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا مگر جو چاہے بنالے اپنے رب کی طرف راستہ۔ میں رب تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تمہارے اوپر کوئی بوجھ بھی نہیں ہوں۔

توکل کا بیان :

اور آپ نے کیا کرنا ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ اور توکل کریں اس زندہ ذات پر جو کبھی نہیں مرے گی۔ توکل کا مطلب ہے ظاہری اسباب اختیار کر کے ان کا نتیجہ رب تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔ اگر ظاہری اسباب اختیار نہ کیے تو اس کو تعطل کہتے ہیں یہ توکل نہیں ہے۔ شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے......

؎ توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

جو تجھ سے ہوسکتا ہے وہ کر اس کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح بیان کر اس کی تعریف کی۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْكَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ یہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے۔ فرمایا دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔ وہ زبان پر بڑے ہلکے پھلکے ہیں اور قیامت والے دن جب ترازو میں تولے جائیں گے تو ان کا وزن بڑا ہوگا ایک سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے اور دوسرا سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ہے۔ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا اور وہ اللہ تعالیٰ

کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے والا۔ بندے جو کچھ کرتے ہیں وہ جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

۞۞۞

الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ۚۛ اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِہٖ خَبِیۡرًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اسۡجُدُوۡا لِلرَّحۡمٰنِ قَالُوۡا وَ مَا الرَّحۡمٰنُ ٭ اَنَسۡجُدُ لِمَا تَاۡمُرُنَا وَ زَادَہُمۡ نُفُوۡرًا ﴿ؓ۶۰﴾ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّ جَعَلَ فِیۡہَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیۡرًا ﴿۶۱﴾ وَ ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ خِلۡفَۃً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّکَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُکُوۡرًا ﴿۶۲﴾ وَ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّ اِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَہَنَّمَ ٭ۖ اِنَّ عَذَابَہَا کَانَ غَرَامًا ﴿٭ۖ۶۵﴾ اِنَّہَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَ لَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَ کَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

اَلَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو وَ مَا بَیۡنَہُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر اَلرَّحۡمٰنُ رحمٰن ہے فَسۡـَٔلۡ بِہٖ خَبِیۡرًا پس آپ سوال کریں اس کے متعلق خبردار سے وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو اُسۡجُدُوۡا لِلرَّحۡمٰنِ سجدہ کرو رحمان کو قَالُوۡا کہتے ہیں وَ مَا الرَّحۡمٰنُ کیا چیز ہے رحمان

اَنَسْجُدُ کیا ہم سجدہ کریں لِمَا اس کو تَاْمُرُنَا جس کا آپ ہمیں حکم کرتے ہیں
وَزَادَھُمْ نُفُوْرًا وہ بات زیادہ کرتی ہے ان کی نفرت کو تَبٰرَکَ الَّذِیْ برکت
والی ہے وہ ذات جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا جس نے بنائے آسمان میں برج
وَّ جَعَلَ فِیْھَا اور بنایا اس آسمان میں سِرٰجًا چراغ وَّقَمَرًا اور چاند مُّنِیْرًا روشنی
کرنے والا وَھُوَالَّذِیْ اور وہ وہ ذات ہے جَعَلَ الَّیْلَ جس نے بنائی رات
وَالنَّھَارَ اور دن خِلْفَۃً ایک دوسرے کے خلیفہ اور نائب لِّمَنْ اس کے لیے
اَرَادَ جو ارادہ کرتا ہے اَنْ یَّذَّکَّرَ کہ وہ نصیحت حاصل کرے اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا یا
ارادہ کرے شکریے کا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ اور رحمان کے بندے الَّذِیْنَ وہ ہیں
یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ جو چلتے ہیں زمین پر ھَوْنًا وقار کے ساتھ وَّاِذَا
خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ اور جب ان سے خطاب کرتے ہیں نادان لوگ قَالُوْا
کہتے ہیں سَلٰمًا سلامتی والی بات وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ ہیں یَبِیْتُوْنَ جو رات
گزارتے ہیں لِرَبِّھِمْ اپنے رب کے سامنے سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے
وَّقِیَامًا اور قیام میں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں رَبَّنَا اصْرِفْ
عَنَّا اے ہمارے رب پھیر دے ہم سے عَذَابَ جَھَنَّمَ جہنم کا عذاب اِنَّ
عَذَابَھَا بے شک جہنم کا عذاب کَانَ غَرَامًا ہے جرمانہ اور تاوان اِنَّھَا بے شک
وہ دوزخ سَآءَتْ بری ہے مُسْتَقَرًّا ٹھکانے کے لحاظ سے وَّمُقَامًا اور رہائش
کے لحاظ سے وَالَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں اِذَآ اَنْفَقُوْا جب وہ خرچ کرتے ہیں لَمْ

یُسْرِفُوْا تو اسراف نہیں کرتے وَلَمْ یَقْتُرُوْا اور نہ کمی کرتے ہیں وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا اور ہوتا ہے اس کے درمیان ان کا گذران۔

تخلیق ارض وسماء :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ تَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ''آپ توکل کریں اس ذات پر جو زندہ ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔'' اسی ذات کی خوبیوں کا بیان ہے اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے اس کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے چھ دن کا وقفہ مراد ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ دن تھا، نہ رات تھی۔ چھ دنوں کے وقت میں پیدا کرنے کا مقصد مفسرین کرامؒ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس سے مخلوق کو بتلانا مقصود ہے کہ قادر ہو کر میرا کام آہستہ آہستہ ہے لہٰذا تمہارے کام بھی تدریجاً آہستہ آہستہ ہونے چاہئیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ایک لمحے میں پیدا کر سکتا تھا اس کی شان ہے اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ [سورہ یٰسین] ''جب ارادہ کرتا ہے کسی شے کا تو کہتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر مستوی ہوا وہ عرش پر، قائم ہوا عرش پر۔ مستوی ہونے کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ حضرت امام مالکؒ سے شاگردوں نے پوچھا کہ حضرت! استویٰ علی العرش کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا بیٹو! اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَكَیْفِیَّتُهٗ مَجْهُوْلَةٌ وَالسُّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ ''اس پر ایمان لانا واجب ہے، فرض ہے کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہے مگر اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ کس طرح بیٹھا ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔'' جیسے آپ حضرات قالینوں پر بیٹھے ہیں، میں

مصلّے پر بیٹھا ہوں، کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے، کوئی پلنگ پر بیٹھتا ہے، کوئی چٹائی پر بیٹھتا ہے، تو ہم کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ بس اتنا کافی ہے کہ جو استویٰ اس کی شان کے لائق ہے اور جس طرح اِستویٰ علی العرش ماننا ہے اسی طرح یہ بھی ماننا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' اور کس قدر ساتھ ہے؟ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' دل سے ایک رگ جاتی ہے دماغ کی طرف اس کو عربی میں ورید کہتے ہیں اور فارسی میں رگِ جان کہتے ہیں۔ اس کا دل و دماغ کے ساتھ براہِ راست رابطہ ہے۔ تو جیسے شہ رگ تمہارے زیادہ قریب ہے فرمایا ہم اس سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا۔ تو جس طرح استویٰ علی العرش ماننا ہے اسی طرح یہ بھی ماننا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے علم کے لحاظ سے، قدرت کے لحاظ سے اور جیسے اس کی شان ہے۔ دونوں باتوں کا ذکر قرآن میں ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ وہ رحمان ہے فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا پس آپ سوال کریں اس کے متعلق کسی خبردار سے۔ مسئلہ یہی ہے کہ جس کو خود کسی چیز کا علم نہ ہو تو وہ کسی خبردار سے پوچھے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جس وقت ان کافروں سے کہا جاتا ہے اُسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ سجدہ کرو رحمان کو۔

من اور ما کا فرق :

تو قَالُوْا وہ کہتے ہیں وَمَا الرَّحْمٰنُ کیا ہے رحمان۔ رحمان کیا چیز ہوتی ہے؟ دیکھو! ما کا لفظ بولتے ہیں جو غیر ذوالعقول کے لیے ہوتا ہے اور من کا لفظ ذوالعقول کے لیے بولا جاتا ہے۔ مَن کا لفظ بولتے تو معنٰی ہوتا کون ہے رحمٰن؟ چونکہ یہ انداز مسلمانوں کا تھا اس لیے نہیں مانتے تھے ورنہ رحمان کے لفظ سے وہ واقف تھے۔ یہ لفظ عربی زبان کا ہے

زمانہ جاہلیت میں بھی عبدالرحمٰن نام تھے اگرچہ تھوڑے تھے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷛ کا یہ نام پہلے سے ہے۔

۶ھ ذوالقعدہ کے مہینے میں صلح حدیبیہ ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے کاتب،اپنے منشی حضرت علی ﷛ سے فرمایا اے علی! لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ جلدی لکھنے والے تھے لکھ دیا۔کافروں کے نمائندے سہیل بن عمرو جو بعد میں ﷛ ہوگئے۔ کہنے لگے حضرت! یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تمہاری علامت ہے،تمہاری شان ہے ہم نے نہیں لکھنی۔آپ ﷺ نے فرمایا تم رحمان کو نہیں مانتے؟ کہنے لگا ماننے نہ ماننے کی بات چھوڑ دیں۔نہیں لکھنے دیا۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے لفظ کاٹے گئے اور بِـاِسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھوایا گیا۔اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ لکھتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا ہمیں اس نام سے بھی کوئی نقصان نہیں ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔کہتے ہیں اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا کیا ہم سجدہ کریں اس کو جس کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں وَزَادَھُمْ نُفُوْرًا اور یہ قول ان کی نفرت کو زیادہ کر دیتا ہے۔رحمان کو سجدہ کرنے کا حکم دینے سے ان کی نفرت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان میں کفر اور شرک ہے۔یہ آیت سجدہ ہے جس جس نے سنی ہے اس پر سجدہ واجب ہوگیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی اور کیا صفات ہیں؟

آسمان کی منزلیں :

تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا برکت والی ہے وہ ذات جس نے بنائے ہیں آسمان میں برج۔ برج سورج کی منزلیں ہیں جن کو وہ طے کرتا ہے۔اس کو تم اس طرح سمجھو کہ جیسے کراچی سے گاڑی چلتی ہے پشاور کے لیے تو پہلے وہ صوبہ سندھ کو طے کرتی ہے پھر صوبہ پنجاب کو پھر صوبہ سرحد میں داخل ہوئی اور پشاور پہنچتی ہے۔اور جو گاڑی

ملتان سے چلے گی پہلے خانیوال پھر ضلع ساہیوال پھر اوکاڑہ پھر لاہور پہنچے گی پھر گوجرانوالہ پھر گجرات، جہلم اور پنڈی پہنچے گی ۔ یہ درمیان کے اضلاع گاڑی کی منزلیں ہیں ۔ اسی طرح آسمانوں میں سورج کی منزلیں ہیں جن کو وہ طے کرتا ہے ان کو برج کہتے ہیں اور برج کا معنٰی قلعہ بھی ہے۔ آسمانوں میں جگہ جگہ قلعے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے نگرانی کے لیے موجود ہیں اگر چہ کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن رب تعالیٰ کا نظام ہے اس نظام کے مطابق چلتے ہیں وَّ جَعَلَ فِيهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا اور بنایا اس نے آسمان میں چراغ اور چاند روشنی کرنے والا۔ چراغ سے مراد سورج ہے جو ساری دنیا کو روشنی اور حرارت پہنچا رہا ہے اور چاند کو روشن کرنے والا ہے۔ چاند اور سورج دونوں بڑے سیارے ہیں جن کا تعلق براہِ راست مخلوق کے ساتھ ہے۔ رات کے وقت چاند کی مدہم روشنی اور ستاروں کی ادلی بدلی مسافروں کے لیے راہنمائی کا کام دیتی ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے چاند سورج کو پیدا فرمایا یہ برابر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اور قیامت تک چلتے رہیں گے۔ یہ سب رب تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں ۔ تو جو ذات ان صفات کی مالک ہے سجدے کی مستحق وہی ذات ہے۔

دلائل قدرت :

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً اور وہ وہ ذات ہے جس نے بنائی رات اور دن ایک دوسرے کے خلیفہ اور نائب آگے پیچھے آنے والے۔ رات گئی تو دن ظاہر ہو گیا دن ختم ہوا تو رات کی تاریکی چھا گئی اللہ کی قدرت کی یہ نشانیاں اس شخص کے لیے ہیں لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ جو ارادہ کرتا ہے نصیحت حاصل کرنے کا اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا یا جو ارادہ کرتا ہے شکریے کا۔ جو شخص مناظرِ قدرت میں غور و فکر کرے گا آخر کار

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہو جائے گا مگر وہ شخص جوان کے بارے میں دھیان ہی نہیں کرتا سوچتا سمجھتا ہی نہیں ہے وہ نہ تو ان سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہے۔اب صورت حال یہ ہے کہ ان یورپین قوموں نے ہمارا ماحول ہی خراب کر دیا ہے ٹی وی، وی. سی. آر،انٹرنیٹ ، ناولوں سے فرصت نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پہ کون غور وفکر کرے گا؟ دیکھو! ایک بزرگ نے بیان کیا آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس گھر میں جان دار چیز کی تصویر نظر آتی ہو اور جس گھر میں کتا ہو اور جس گھر میں بغیر غسل کے مرد ہو یا بغیر غسل کے عورت ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔تو ایک آدمی نے کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی مفید چیز سے منع کیا گیا ہے یعنی کتے سے۔وہ بزرگ بڑے ذہین تھے فوراً فرمایا کہ فلاں انگریز نے لکھا ہے کہ کتا اس لیے بُرا ہے کہ اپنی جنس کا دشمن ہے۔ کتا کتے کو دیکھے تو بھونکتا ہے۔وہ شخص کہنے لگا اب بات سمجھ آئی ہے۔حضرت نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات تو آپ کو سمجھ نہ آئے اور میں نے جب انگریز کا نام لیا تو تجھے سمجھ آگئی۔ ماحول ہی سارا خراب ہو گیا ہے۔انگریز ہمارے دل و دماغ پہ چھا گیا ہے بس انگریز کا نام لے دو تو سب کچھ سمجھ آجاتا ہے۔آج ہمارے سر پہ بیرونی ممالک بیٹھے ہیں حکومت ان کی ہے ہمارے حکمران تو ان کے نمائندے ہیں۔ بات ان کی چلتی ہے،سکہ ان کا چلتا ہے، ڈالر کی قیمت ہے روپے کی کوئی قیمت نہیں ہے۔آپ کسی ملک میں چلے جائیں اور اپنا نوٹ نکال کر دیں تو عام آدمی نہیں لے گا جو خاص لوگ بیٹھے ہیں تبدیل کر کے دینے والے بس وہی لیں گے۔اور اگر ڈالر پاؤنڈ تمہارے پاس ہو تو جس ملک میں جاؤ وہ لے لیں گے۔ان خبیثوں کا سکہ پوری دنیا میں چلتا ہے۔ پاکستان تو ان کا غلام اور لونڈی ہے۔اب دیکھو! یہ معین الدین قریشی آیا ہے یہ کیا گل کھلاتا ہے اور ان کے کان میں

کیا پھونک مارتا ہے جو وہ ان کے کان میں پھونک مارے گا اس کے مطابق بجٹ بنے گا۔ وہ تو پھونک مار کر چلا جائے گا پھر دیکھو کیا حالات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ جو ہمارے بڑے ہیں صدر، وزیر اعظم وغیرہ یہ تو ان کی مرضی کے بغیر پتلون نہیں بدل سکتے۔ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ تم اپنا ماحول دینی بنالو۔ موجودہ ماحول میں نمازی بہت مشکل سے بنیں گے۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے رات بنائی، دن بنایا ایک دوسرے کے خلیفہ۔ یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ کرے سمجھنے کا یا شکر ادا کرنے کا۔ دن کو پائے تو دن کو شکر ادا کرے، رات کو پائے تو رات کو شکر ادا کرے۔ اوپر رحمان کا ذکر تھا آگے عباد الرحمٰن کا ذکر ہے۔

عباد الرحمٰن کی صفات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ رحمان کے بندوں کی پہلی صفت: الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا جو چلتے ہیں زمین پر وقار کے ساتھ۔ نہ اکڑ کر چلتے ہیں اور نہ پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں بڑے وقار اور ادب کے ساتھ چلتے ہیں۔

دوسری صفت اور خوبی: وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا اور جب جاہل قسم کے لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں، گفتگو کرتے ہیں تو اللہ کے بندے ان کے ساتھ سلامتی کی بات کرتے ہیں جھگڑے فساد کی بات نہیں کرتے۔ بڑے حوصلے کی بات ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کہے تم پاگل ہو اور وہ اس کے جواب میں خاموش ہو جائے۔ ورنہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ تم کسی کو پاگل کہو تو وہ کہے گا تمہاری سات پشتیں پاگل ہیں۔ یہ عباد الرحمٰن کا حوصلہ ہے کہ ان کو جو کچھ بھی کہو ان کے منہ سے سلامتی کی بات نکلے گی۔

تیسری خوبی: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ اور عباد الرحمٰن وہ ہیں جو رات گزارتے

ہیں اپنے رب کے سامنے سُجَّدًا ساجدٌ کی جمع ہے سجدہ کرتے ہوئے وَّقِیَامًا اور کھڑے ہونے کی حالت میں۔کبھی کھڑے ہوتے ہیں کبھی سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ہمارے لیے توصبح کی نماز کے لیے اٹھنا بھی بڑا مشکل ہے۔عبادالرحمٰن بننا آسان کام نہیں ہے۔ساتھیو! عادت بنالو خصوصاً بزرگ حضرات۔پہلے زمانے میں جب کسی کی ڈاڑھی یا سر میں ایک بال بھی سفید ہوجاتا تھا تو وہ سب سے پہلے تہجد کا سوچتا تھا کہ اب میں موت کے قریب ہوگیا ہوں مجھے تہجد نہیں چھوڑنی چاہیے۔صبح صادق سے آدھ گھنٹہ پہلے اٹھ کر تہجد پڑھے،کوئی مشکل کام نہیں ہے صرف شیطان،نفس امارہ ہمیں نہیں چھوڑتا۔ٹائم پیس رکھو، الارم لگالو کچھ دنوں کے بعد عادت بن جائے گی۔

عبادالرحمٰن کی اور خوبی: وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ اور عبادالرحمٰن وہ ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اے رب ہمارے پھیر دے،دور رکھ ہم سے دوزخ کا عذاب۔دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا بے شک جہنم کا عذاب تاوان ہے،چٹی ہے،بہت مشکل ہے۔آج تم دنیا کی آگ میں انگلی ڈالو آدھ منٹ میں جل جائے گی اور جہنم کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔اس لیے پناہ مانگتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ذہن صرف دنیا تک ہی ہے نہ ہمیں قبر کی فکر ہے نہ موت کا خیال ہے نہ میدان محشر کا خیال ہے نہ حساب کتاب کا احساس ہے نہ رب تعالیٰ کی سچی عدالت کے قائم ہونے کا خیال ہے نہ دوزخ کا ڈر ہے نہ جنت کی طلب ہے۔طلب ہے تو ڈالروں کی، روپیوں کی۔ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا بے شک وہ جہنم بری ہے ٹھکانے کے لحاظ سے اور رہائش کے لحاظ سے۔مستقر عارضی ٹھکانے کو کہتے ہیں جہاں آدمی نے دو چار دن دس دن رہنا ہو اور مقام مستقل رہائش گاہ کو کہتے ہیں۔جہنم عارضی طور پر بھی بُری ہے اور

مستقل رہائش کے طور پر بھی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائے۔

عباد الرحمان کی اور خوبی: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا وہ ایسے لوگ ہیں جس وقت خرچ کرتے ہیں گھر میں یا باہر لَمْ يُسْرِفُوْا اسراف نہیں کرتے وَلَمْ يَقْتُرُوْا اور کمی بھی نہیں کرتے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ بھی نہیں خرچ کرتے اور ایسا بھی نہیں کرتے کہ گھر والے ترستے رہیں اور وہ پیسے کو جمع کر کے رکھتے ہیں وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا اور ہے اس کے درمیان اِن کا گذران۔ نہ اسراف نہ کمی، بین بین۔ مزید خوبیاں بیان ہوں گی پھر نتیجہ آئے گا کہ اس کا نتیجہ کیا ہے؟

❁ ❁ ❁

وَالَّذِيْنَ

لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ع ۱۷

وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ لَا یَدْعُوْنَ جو نہیں پکارتے مَعَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰـھًا اٰخَرَ کسی اور کو حاجت روا مشکل کشا وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ اور نہیں قتل کرتے نفس کو اَلَّتِیْ وہ نفس حَرَّمَ اللّٰہُ کہ حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَلَا یَزْنُوْنَ اور وہ زنا نہیں کرتے وَمَنْ یَّفْعَلْ

ذٰلِکَ اور جو شخص یہ کرے گا یَلْقَ اَثَامًا ملے گا گناہ کو یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا اس کے لیے عذاب یَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا اور ہمیشہ رہے گا اس عذاب میں ذلیل وخوار کیا ہوا اِلَّا مَنْ تَابَ مگر وہ شخص جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اور عمل کیا عمل کرنا اچھا فَاُولٰٓئِکَ پس یہی لوگ ہیں یُبَدِّلُ اللّٰهُ بدل دے گا اللہ تعالیٰ سَیِّاٰتِهِمْ ان کی برائیوں کو حَسَنٰتٍ بھلائیوں میں وَکَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا بخشنے والا مہربان وَمَنْ تَابَ اور جس شخص نے توبہ کی وَعَمِلَ صَالِحًا اور اس نے عمل کیا اچھا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ پس بے شک وہ رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف مَتَابًا رجوع کرنا وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ اور وہ جب گزرتے ہیں بیہودہ چیزوں کے پاس سے مَرُّوْا کِرَامًا گزر جاتے ہیں شریفانہ وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ اِذَا ذُکِّرُوْا جب ان کو یاد دلائی جاتی ہیں بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتیں لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا نہیں گرتے ان پر صُمًّا بہرے ہو کر وَّعُمْیَانًا اور اندھے ہو کر وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب هَبْ لَنَا دے ہمیں مِنْ اَزْوَاجِنَا ہماری بیویوں سے وَذُرِّیّٰتِنَا اور ہماری اولادوں سے قُرَّةَ اَعْیُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک وَّاجْعَلْنَا اور بنا دے ہمیں لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا پرہیزگاروں کا امام اُولٰٓئِکَ یہی لوگ ہیں

یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ جن کو بدلہ دیا جائے گا بالائی منزلوں کا بِمَا صَبَرُوْا ان کے صبر کی وجہ سے وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا اور وہ دیئے جائیں گے ان بالائی منزلوں میں تَحِیَّةً آؤ بھگت وَّسَلٰمًا اور سلام خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان منزلوں میں حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا بہت اچھی ہے وہ ٹھہرنے کی جگہ وَّمُقَامًا اور مستقل رہائش گاہ قُلْ آپ کہہ دیں مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ نہیں پروا کرتا تمہاری میرا رب لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اگر نہ ہو تمہارا پکارنا فَقَدْ كَذَّبْتُمْ پس تحقیق تم جھٹلا چکے ہو فَسَوْفَ یَكُوْنُ لِزَامًا پس عنقریب ہوگا عذاب لازم۔

بات ہو رہی تھی عباد الرحمن کی کہ رحمان کے بندے کون ہیں؟ عباد الرحمن مبتدا ہے اور اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ یہ اس کی خبر ہے۔ درمیان میں عباد الرحمان کے اوصاف اور علامتیں بیان ہوئی ہیں کہ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ''وہ زمین پر بڑے وقار کے ساتھ چلتے ہیں۔'' جب جاہلوں کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں تو سلامتی کی بات کرتے ہیں۔ وہ راتیں اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں۔ وہ لوگ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب کو ہم سے پھیر دے بے شک وہ عذاب بڑا تاوان ہے بڑا ٹھکانا اور بری جگہ ہے۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور کمی بھی نہیں کرتے اس کے درمیان درمیان ان کا گزران ہے۔

مزید عباد الرحمٰن کی خوبیاں :

مزید ان کی خوبیاں یہ ہیں وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وہ ہیں جو

نہیں پکارتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دستگیر سمجھ کر۔ وہ اپنی سب حاجتیں رب تعالیٰ سے مانگتے ہیں وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ اور وہ نہیں قتل کرتے کسی نفس کو الَّتِي وہ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ جس کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔

قتل حق کی صورتیں :

شریعت میں قتل حق کی تین صورتیں ہیں۔

☆......پہلی صورت؛ اگر کوئی شخص معاذ اللہ تعالیٰ مرتد ہو جائے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اس کے شبہات دور کرنے کے لیے کہ تم نے اسلام کیوں چھوڑا ہے؟ اگر وہ ضد سے باز نہ آیا تو تین دن کے بعد اسے قتل کر دیا جائے گا۔ یہ قتل بالحق ہے۔ مسئلہ یہی ہے مگر ہماری حکومت نہیں مانتی کہ امریکہ ناراض ہو جائے گا۔

☆......دوسری صورت؛ قتل حق کی یہ ہے کہ العیاذ باللہ کوئی مرد عورت شادی شدہ ہوں اور زنا کا ارتکاب کریں تو ان کو رجم کیا جائے گا۔ یہ رجم کرنا بھی قتل بالحق ہے۔ حکومت اس کی بھی قائل نہیں ہے۔ بے نظیر بھٹو نے کہا تھا کہ یہ بڑا ظلم ہے۔

☆......قتل حق کی تیسری صورت قصاص ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کر دے تو اس کو اس کے عوض میں قتل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کسی جان کو قتل کرنا چاہے وہ مسلم ہے یا غیر مسلم، حرام ہے۔ اور آج تو حالت یہ ہے کہ مسجدوں میں نمازیوں کو نہیں چھوڑتے۔ کسی کی جان محفوظ نہیں ہے۔ آج تو آدمی جب گھر آئے حوادثات سے بچ کر، چور ڈاکوؤں سے بچ کر تو اس کو دو نفل شکرانے کے پڑھنے چاہئیں کہ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ میں خیر و عافیت سے گھر آ گیا ہوں۔ فرمایا وَلَا يَزْنُونَ اور وہ زنا نہیں کرتے۔ یہ بھی عباد الرحمان

کی خوبی ہے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے یہ کاروائی کی جو اوپر مذکور ہوئی ہے يَلْقَ اَثَامًا وہ ملے گا گناہ کو۔ اور اثام جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے تو ان لوگوں کو اس طبقے میں ڈالا جائے گا يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا اس کے لیے عذاب يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اور ہمیشہ رہے گا اس عذاب میں ذلیل اور رسوا کیا ہوا۔ ظاہر بات ہے دوزخ کے عذاب میں کہاں عزت ہوگی؟ فرمایا اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جس نے توبہ کی کفر شرک اور گناہوں سے۔ پہلے کافر تھا وَاٰمَنَ اور ایمان لے آیا وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اور عمل کیا اچھا فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ ہیں يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ بدل دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ۔

برائیوں کو نیکیوں سے بدلنا :

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ پہلے جن اوقات میں برے کام کرتے تھے اب ان اوقات میں نیکیاں کرتے ہیں پہلے وقت گناہوں میں گزرتا تھا اب نیکیوں میں گزرتا ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں مفسرین کرام ؒ کہ پہلے ان کا ملکہ اور عادت بُری تھی اب بدل کر نیکی کا ملکہ اور عادت کر دی۔ پہلے ان کے لیے برائی آسان تھی اب ان کے لیے نیکی آسان ہوگئی ہے۔ اور ایک تفسیر یہ بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔ یعنی پہلے جرائم معاف کر کے ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

حضرت ابوذر غفاری ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے کو حاضر کرنے کا حکم دیں گے۔ جب وہ حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو شمار کیا جائے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! تجھے یاد ہے تم نے فلاں گناہ کیا۔ ایسے گناہ پروردگار ذکر فرمائیں گے جن

کو بندہ گناہ بھی نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے تو نے مسجد سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں پہ تھوکا تھا، تو نے کیلا کھا کر چھلکا سڑک پر پھینک دیا تھا، تو نے اپنے گھر سے مکڑی کے جالوں کو نہیں اتارا تھا۔ اے بندے! تیرے گھر میں صفائی نہیں تھی۔ تو اس بندے کے طوطے اڑ جائیں گے۔ وہ آدمی اقرار کرے گا اور ڈرے گا کہ کہیں اللہ تعالیٰ بڑے گناہوں کے متعلق نہ پوچھ لیں۔ پھر حکم ہوگا جاؤ ہم نے تمہارے یہ چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے اور ان کے بدلے میں ایک ایک نیکی دے دی ہے۔ وہ شخص دلیر ہو جائے گا کہ گناہوں کے بدلے میں نیکیاں مل رہی ہیں تو کیوں نہ بڑے بڑے گناہوں کا تذکرہ ہو جائے تا کہ ان کے بدلے بھی نیکیاں مل جائیں۔ پھر وہ عرض کرے گا اے مولا کریم! ابھی میرے بعض گناہوں کا ذکر نہیں ہوا۔ یہ بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے تبسم فرمایا کہ دیکھو! یہ شخص پہلے تو اپنے گناہوں سے خائف تھا مگر اب اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر اتنا دلیر ہو گیا ہے کہ خود ان کا تذکرہ کر رہا ہے۔ بہر حال بعض آدمیوں پر اللہ تعالیٰ اس قدر راضی ہوگا کہ ان کے گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دے گا۔ یہ ہر آدمی کے لیے نہیں ہوگا یہ اس کے لیے ہوگا جو صحیح العقیدہ مسلمان ہوگا اور اس کی نیکیوں کا بڑا انبار ہوگا، بڑا ڈھیر لگا ہوا ہوگا اور بہت دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ محض نیکیوں کے انبار پر ہی نہ رہنا ان کو بچانے کی بھی فکر کرنا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ میدان محشر میں ان کی نیکیوں کے بڑے بڑے انبار لگے ہوں گے۔ وہ کہیں گے الحمد للہ خیر سلا ہے۔ مگر جب حساب کتاب شروع ہوگا تو ایک آدمی کہے گا یا اللہ! اس نے میرا حق دینا ہے۔ اُس کے حق کے مطابق اِس کی نیکیاں اٹھا کر اس کو دے دی جائیں گی۔ دوسرا آئے گا یا اللہ! اس نے میرا حق دینا ہے۔ اُس کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ ایک آ کر کہے گا یا اللہ! اس نے مجھے گالی دی تھی۔ ایک نیکی گالی پر

دی جائے گی۔ایک کہے گا اے پروردگار!اس نے مجھے گھورا تھا بلا وجہ۔اس کو اس کی نیکی دی جائے گی۔ایک کہے گا اے پروردگار!اس نے مجھے مکا مارا تھا،اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا،اس نے میرے ساتھ جھوٹ بولا تھا،اس نے میری غیبت کی تھی۔یہاں تک کہ اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔حقوق والے لوگ باقی رہ جائیں گے تو ان کے گناہ اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے اور اٹھا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔تو یاد رکھنا!نیکی کرنی بھی بڑی مشکل ہے لیکن نیکی کا تحفظ کرنا اور اپنے حق میں محفوظ رکھنا مشکل ترین کام ہے۔ہم تو دنیا میں کسی کا حق کھا جانے کو چالاکی سمجھتے ہیں،کسی کو مکا مار دینے کو بہادری سمجھتے ہیں لیکن ان چیزوں کا پتا قیامت والے دن لگے گا جب نتیجہ سامنے آئے گا۔

تو فرمایا جس نے توبہ کی اور عمل اچھا کیا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دے گا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔فرمایا وَمَنْ تَابَ اور جس نے توبہ کی سچے دل سے وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا عمل کرنا اچھا۔توبہ کے بعد نیک کام کیے فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا پس بے شک وہ توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنا۔اس کا رجوع رب تعالیٰ کی طرف ہے۔عباد الرحمان کی اور خوبی وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔جان جاتی ہے جائے جھوٹی گواہی نہیں دینی۔آج سچی گواہی دینا بہت مشکل کام ہے۔اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ جھوٹی مجالس میں حاضر نہیں ہوتے۔یعنی زُور کا معنیٰ جھوٹی مجالس۔جہاں شریعت کے خلاف باتیں ہوں وہ وہاں نہیں جاتے۔مثلاً ماتم کی مجلس ہوگئی،بدعات رسومات کی مجالس ہوگئیں ان میں قطعاً نہیں جانا۔

مزید خوبیاں :

اورخوبی وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا وہ جب گزرتے ہیں بیہودہ مجالس سے تو گزر جاتے ہیں شریفانہ۔کوئی جوا کھیل رہا ہے،کوئی تاش کھیل رہا ہے،کوئی کسی اور کھیل میں لگا ہوا ہے اللہ کے بندوں کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔وہ کیا کرتے ہیں؟ ان سے الجھتے نہیں ہیں بلکہ آرام سے وہاں سے گزر جاتے ہیں۔بعض ساتھی جذباتی ہوتے ہیں الجھ پڑتے ہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ گناہ میں اور پختہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں!اگر کوئی ایسا قرینہ ہو کہ میں ان کو سمجھاؤں تو یہ لوگ سمجھ جائیں گے تو پھر نرمی کے ساتھ ان کو سمجھا دو۔لیکن جب وہ اپنے پتوں میں لگے ہوتے ہیں تو اس وقت ان پر شیطان سوار ہوتا ہے سمجھنے والی کوئی بات نہیں ہوتی۔اس وقت وہ تمہاری ڈاڑھیاں سنائیں گے تمہاری نماز اور روزے سنائیں گے کہ جاؤ دیندارو!نمازیو!ڈاڑھی والو!لہٰذا شریفانہ طور پر گزر جانا چاہیے۔

عباد الرحمان کی اور خوبی وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اور وہ لوگ ہیں جب ان کو یاد دلائی جاتی ہیں اپنے رب کی آیتیں۔رب تعالیٰ کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں ان کے ذریعے ان کو سمجھایا جاتا ہے تو لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا نہیں گرتے ان پر صُمًّا بہرے ہو کر وَّعُمْيَانًا اور اندھے ہو کر۔بلکہ وہ غور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتے ہیں سمجھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

اورخوبی وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب!دے ہمیں ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔اولاد نمازی،دین دار ہو تو مومن کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔بے نماز

اور بے دین ہوتو اس سے بڑا صدمہ کوئی نہیں ہوگا۔ پیسے کی خاطر جو لوگ بیرون ملک جاتے ہیں جائز طریقہ سے کمائی کرنا گناہ نہیں ہے مگر ان میں اصولاً دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو مومن، متقی، پرہیز گار ہیں، نماز روزے کے پابند ہیں وہ وہاں بھی نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی اولاد وہاں بگڑ جاتی ہے اور یہ لوگ اپنی اولاد کی وجہ سے بڑے پریشان ہوتے ہیں چاہے وہ کسی بھی یورپی ملک میں ہیں امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ کسی بھی ملک میں ہیں پریشان ہیں اور پریشانی اس لیے ہے کہ وہ اپنے بچے کو تھپڑ تک نہیں مار سکتے کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی۔ مقدمہ بن جاتا ہے۔ اپنے بچوں کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہاں کا ماحول اتنا گندہ ہے کہ خدا کی پناہ! کوئی شرم وحیا نہیں ہے دن دیہاڑے سڑکوں پر میں نے جو کچھ دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اور نوجوان طبقہ ایسی چیزوں سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے۔ برطانیہ میں ڈاٹرم کے علاقے میں ایک جگہ میری تقریر تھی تقریر کے بعد گجرات کے علاقہ کے ایک بزرگ آکر میرے ساتھ چمٹ کر رونے لگ گئے اور کافی دیر تک روتے رہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگے کیا بتلاؤ ہماری پیدائش تو پاکستان کی تھی روزی اللہ تعالیٰ نے یہاں رکھی تھی یہاں ہماری حالت یہ ہے کہ ہم جب نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں تو ہماری اولاد ہمارے ساتھ مذاق کرتی ہے عیسائیوں اور غیر مذہبوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا ہے ہم جب منع کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ نہ چلو پھرو تو ہمیں گھورتے ہیں۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ایمان بھی خطرے میں ہے۔ بھئی! کیا کرلو گے؟ چار دن کھا پی کر جانا دوزخ میں ہے تو ایسے کھانے پینے کا کیا فائدہ؟

اور دوسرے قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو نہ یہاں ایمان عمل کا علم ہے نہ وہاں۔ یہ خود بھی برباد اور ان کی اولاد بھی برباد۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ جو پختہ ذہن کے مسلمان وہاں گئے

ہیں وہ وہاں بھی پختہ ہیں اور جو ڈانواں ڈول، کچے ہیں وہ وہاں بھی کچے ہیں۔ اور اولاد وہاں سب کی کچی ہے الا ماشاء اللہ۔ ہزار میں سے ایک ہوگا جو صحیح ہوگا۔ تو عباد الرحمان کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب عطا کر ہمیں بیویوں سے اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اور بنا دے ہمیں پرہیزگاروں کا راہنما۔ ظاہر بات ہے کہ جو پرہیزگاروں کا امام ہوگا وہ کتنا زیادہ نیک ہوگا اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ یہی لوگ ہیں جن کو بدلہ دیا جائے گا بالائی منزلوں کو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت میں سو سو منزلیں ہیں بِمَا صَبَرُوْا ان کے صبر کی وجہ سے۔ انہوں نے تکالیف، مصائب، پریشانیوں پر صبر کیا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا اور وہ دیئے جائیں گے ان بالائی منزلوں میں آؤ بھگت اور سلام۔ تَحِيَّه کہتے ہیں خوش آمدید، پنجابی میں کہتے ہیں جی آیاں نوں، پشتو میں کہتے ہیں ہر کلہ راشہ۔ اسی طرح وہاں دعائیں ہوں گی اور سلام ہوگا۔ فرشتے بھی کہیں گے مرحبا، خوش آمدید۔ حوریں بھی کہیں گی جی آیاں نوں۔ جھگڑے، فتنے اور شرارت کی وہاں کوئی بات نہیں ہوگی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ہمیشہ ان بالائی منزلوں میں رہیں گے حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ان کا عارضی طور پر جو ٹھکانا ہوگا وہ بھی اچھا ہوگا اور جو مستقل ہوگا وہ بھی اچھا ہوگا۔ عارضی طور پر اس طرح سمجھو کہ تم اپنے عزیز رشتہ داروں کو ملنے کے لیے جاتے ہو وہاں دو چار دن، ہفتہ ٹھہرتے ہو پھر واپس گھر آ جاتے ہو یہ عارضی ٹھکانہ ہے۔ جنت میں بھی اپنے دوست، عزیز رشتہ داروں کو ملنے کے لیے جائیں گے تو وہ عارضی قیام گاہ بہت اچھی ہوگی اور جو مستقل رہائش گاہ ہوگی وہ بھی بہت عمدہ ہوگی۔ قُلْ آپ کہہ دیں ان کو مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ نہیں میرا رب تمہاری کوئی پروا نہیں کرتا لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اگر تمہاری دعائیں نہ ہو۔ اگر تم

دعائیں نہ کرو اور تمہارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ ہو تو رب تمہاری کوئی پرواہ نہ کرے فَقَدْ كَذَّبْتُمْ پس تحقیق او ظالمو! تم جھٹلا چکے ہو رب تعالیٰ کے احکام فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا پس عنقریب عذاب تم پر لازم ہے۔ جو رب تعالیٰ کے بندے نہیں بنتے سمجھ لو کہ ان پر عذاب لازم ہے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

تفسیر

سورۃ الشعراء

(مکمل)

جلد............١۴

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَ... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ سَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَّاِحْدٰى عَشَرَ رُكُوْعًا

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝۴ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝۵ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۷ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۹ ع

طٰسٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی لَعَلَّكَ شاید کہ آپ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ ضائع کردیں اپنی جان کو اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اس بات سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے اٰيَةً کوئی نشانی فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ پس ہو جائیں ان کی گردنیں لَهَا اس کے سامنے خٰضِعِيْنَ جھکنے والی وَمَا يَاْتِيْهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ ذِكْرٍ کوئی نصیحت مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمان کی طرف سے مُحْدَثٍ تازہ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مگر ہوتے ہیں وہ اس سے مُعْرِضِيْنَ اعراض کرنے والے فَقَدْ كَذَّبُوْا پس تحقیق یہ جھٹلا چکے ہیں فَسَيَاْتِيْهِمْ پس عنقریب آئے گی ان کے پاس اَنْۢبٰٓؤُا حقیقت مَا اس چیز

کی کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُ وْنَ تھے جس کے ساتھ یہ مذاق کرتے اَوَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اِلَی الْاَرْضِ زمین کی طرف کَمْ اَنْبَتْنَا فِیْھَا کتنی اُگائیں ہم نے اس میں مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ ہرقسم کی سبزیاں جوڑا جوڑا عمدہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیَۃً البتہ نشانی ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ان کے اکثر ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ اور بے شک آپ کا رب لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ البتہ وہ غالب ہے مہربان۔

مضامین سورت :

اس سورت کا نام سورۃ الشعراء ہے۔اس میں شاعروں کی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ شاعر نہیں ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ مکہ اور عرب کے مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ شوشہ چھوڑا کہ یہ شاعر ہیں اور نہ صرف یہ کہ شاعر ہیں بلکہ کہا معاذ اللہ تعالیٰ یہ مجنون اور پاگل بھی ہیں۔عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں ان میں حقیقت شناس بہت کم ہوتے ہیں۔شوشوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں تحقیق نہیں کرتے۔سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۵ دیکھو! تاکہ تمہیں قرآن کریم کے ساتھ تھوڑی بہت نسبت ہوجائے۔ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰہُ بَلْ ھُوَ شَاعِرٌ ''بلکہ ان لوگوں نے کہا یہ تو پریشان خواب ہیں (جو یہ پیش کرتا ہے۔) بلکہ اس کو گھڑ کر لایا ہے بلکہ یہ تو شاعر ہے۔'' سورۃ صٰفّٰت کی آیت نمبر ۳۶ نکالو۔ وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ''اور وہ کہتے ہیں کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔'' تو کافر آپ ﷺ کو دیوانہ، شاعر کہتے تھے۔اللہ تعالیٰ اس سورت

میں بتلائیں گے کہ شاعروں کو آپ ﷺ کے ساتھ کیا نسبت ہے وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ''اور بے شک وہ کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں ہیں۔'' اور آپ ﷺ تو جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ''شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں۔'' ان کی مجلس میں آزاد خیال لوگ ہوتے ہیں کردار کی کوئی چیز ان میں نہیں ہوتی۔ اور آپ ﷺ کی مجلس میں تو بڑے ہدایت یافتہ، پرہیزگار اور متقی لوگ ہوتے ہیں۔ اور شاعروں کا ظاہر کچھ ہوتا ہے باطن کچھ ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی جو زبان پر ہے وہی دل میں ہے یہاں کوئی دورنگی نہیں ہے۔

یہ سورت مکہ مکرمہ میں سنتالیسویں نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس میں گیارہ رکوع اور دوسو ستائیس آیات ہیں۔ طٰسٓمّٓ یہ حروف مقطعات ہیں اور قرآن کریم کی انتیس سورتیں ہیں جن کے شروع میں ایسے حروف آئے ہیں۔ کسی میں الم، کسی میں الر ہے، کسی میں حم ہے، کسی میں طس ہے۔ ان کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں هِيَ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى یہ حروف اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہیں۔ ط سے مراد طَيِّبٌ ہے جو اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور س سے مراد سَمِيْعٌ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ میم سے مراد مالک ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اسی طرح باقی حروف بھی اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی نام کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ جو تمہارے سامنے پڑھی جارہی ہیں یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حقیقت کو کھول کر بیان کرتی ہے۔ چونکہ ہماری زبان عربی نہیں ہے اس لیے ہم قرآن پاک کی فصاحت اور بلاغت کو نہیں سمجھتے۔ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا دنیا آج تک اس کی مثال، اس کی نظیر نہیں پیش کر سکی۔ سارا قرآن تو درکنار ایک

چھوٹی سی سورت کی مثال نہیں پیش کر سکی۔ محض دعووں سے تو کچھ نہیں بنتا کہ کوئی دعویٰ کرے کہ میں نے قرآن جیسی سورۃ بنائی ہے اس کی فصاحت بلاغت اور مفہوم کو دیکھنا ہے کہ کیا مقابلہ کر سکتی ہے؟ مثلاً علامہ اقبال مرحوم جن کا شاعری میں بہت بلند مقام ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کیا فارسی میں اور کیا اردو میں۔ ان کے اردو اشعار کی مشہور کتاب ہے بانگ درا۔ گجرات میں ایک پاگل شاعر تھا امام دین۔ یہ قادیانی تھا بالکل اوٹ پٹانگ اس کا ذہن تھا۔ اس نے بانگ درا کے مقابلہ میں ''بانگ دُہل'' لکھی۔ جس کو پڑھ کر آدمی سارا دن ہنستا رہتا ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے......

؎ اگر ہو تم کو کچھ قبض کی شکایت تو کھا لو مولیاں مٹر امام دینا
جنت کی سیٹیں تو پُر ہو چکی ہیں جہنم میں بے خوف وڑ امام دینا

؎ حکومت سے کہہ دو جہازوں کو روکے
یہ راتوں کو میرا ترا اہ نکالتے ہیں

یہ بانگ درا کا مقابلہ ہو رہا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ، کیا مقابلہ ہے۔ تو قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورت جیسی سورت بھی آج تک کوئی نہیں لا سکا اور نہ قیامت تک لا سکے گا اور یہ وہ کتاب ہے جو حقیقت کو کھول کر رکھ دیتی ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ شاید آپ اپنی جان کو ضائع کر دیں اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ اس بات سے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ آپ ﷺ لوگوں کے ایمان کے بارے میں بہت حریص تھے۔ یہ صفت آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ ''وہ تم پر حریص ہیں۔'' آپ ﷺ دنیا کے حریص نہیں تھے بلکہ اس بات کی حرص تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ ایمان لے آئیں، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔ آپ ﷺ لوگوں کو قرآن سناتے، تبلیغ کرتے اور

ان سے کچھ لیتے بھی نہیں تھے۔ فرمایا وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [شعراء: ۱۰۹] ''اور میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں ہے میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے۔'' اب ظاہر بات ہے کہ ایک آدمی لوگوں کے فائدے کی بات کرے اور کرے بھی انہی کی زبان میں اور کرے بھی مفت اور ان کے گھروں میں جا جا کر سمجھائے، ان کے محلوں میں سمجھائے، بازاروں میں سمجھائے اور وہ سمجھنے کی بجائے مجنوں اور شاعر کہیں، ساحر اور کاہن کہیں اور جوان کے منہ میں آئے کہیں تو دکھ تو ہوتا ہے، طبعی طور پر کوفت تو ہوتی ہے۔

مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ کے پروگرام کی تکذیب کرتے تھے :

آپ ﷺ کی ذات کو تو وہ نہیں جھٹلاتے تھے بلکہ آپ ﷺ کے پروگرام کو جھٹلاتے تھے۔ ایک موقع پر ابوجہل نے بازار میں آپ ﷺ کا بازو پکڑ لیا اور کہا کہ یا محمد (ﷺ) لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ ''ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے لیکن ہم اس چیز کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔'' یہ جو آپ ﷺ کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ یہ ہمیں قابل قبول نہیں ہے۔ تو ان باتوں سے آپ ﷺ کو دکھ ہوتا تھا اور آپ ﷺ مغموم رہتے تھے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ غمگین آدمی جلد بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اس کے قُویٰ جلد جواب دے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ آخری دور میں نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے فرض نہیں، کمزوری کی وجہ سے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک کوئی زیادہ نہیں تھی۔ کل عمر ترسٹھ سال تھی۔ بعض صحابہ ﷺ نے کہا حضرت! اِشْبْتَ ''آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَاَخَوَاتُهَا ''مجھے بوڑھا کر دیا سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں نے۔'' سورت ہود میں اللہ تعالیٰ نے مجرم قوموں پر عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم اور بے شمار پیغمبروں کی قوموں کی تباہی کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا وَ کَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الۡقُرٰی ''اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جس وقت کہ وہ پکڑتا ہے بستیوں کو۔'' تو ان الفاظ سے آپ ﷺ پریشان ہوئے کہ کہیں میری امت نہ پکڑی جائے۔ تو غم کی وجہ سے انسان کا بدن کمزور ہو جاتا ہے، اعضاء جواب دے جاتے ہیں۔

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ ایران کے ایک بادشاہ کا جسم روز بروز موٹا ہوتا جا رہا تھا بڑے ڈاکٹروں، حکیموں نے علاج کیا مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ جوں جوں اس کا علاج کرتے وہ اور موٹا ہوتا جاتا۔ کھانا بھی کم کیا مگر موٹاپے میں کمی نہ آئی۔ ایک پرانا بوڑھا حکیم تلاش کیا اس نے کہا کہ میں علاج کروں گا ذرا ستارہ دیکھ لوں کہ شفا ہوگی بھی یا نہیں۔ یہ حکیم نجومی بھی تھا۔ چنانچہ حساب کا ڈرامہ رچا کر اس نے کہا کہ یہ چالیس دن کے بعد مر جائے گا۔ اگر یہ نہ مرے تو مجھے پھانسی پر لٹکا دینا۔ چالیس دن پورے ہو گئے اور وہ کھاتے پیتے بھی کمزور ہو گیا، جسم دبلا پتلا ہو گیا مگر مرا نہ۔ بادشاہ نے حکیم کو بلا کر پوچھا کہ تم تو کہتے تھے کہ میں مر جاؤں گا میں تو نہیں مرا؟ حکیم نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ تو میں نے علاج کیا ہے۔

تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ شاید آپ اپنی جان ضائع کر دیں کہ یہ ایمان نہیں لاتے ان کے ایمان نہ لانے پر آپ پریشان نہ ہوں اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر آسمان سے کوئی نشانی فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِیۡنَ پس ہو جائیں ان کی گردنیں اس نشانی کے سامنے جھکنے والیاں۔ ہم ان کو مجبور کر دیں جیسے بنی اسرائیل پر طور پہاڑ کو اٹھایا تھا وَرَفَعۡنَا فَوۡقَکُمُ الطُّوۡرَ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَیۡنٰکُمۡ

بِقُوَّۃٍ [بقرہ:۶۳] ''اور اٹھایا ہم نے تم پر طور کو کہ پکڑو جو کچھ ہم نے دیا ہے تمہیں مضبوطی کے ساتھ۔'' تو رب تعالیٰ ایسی نشانیاں بھی نازل کر سکتا ہے۔ فرمایا وَمَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمان کی طرف سے مُحْدَثٍ تازہ۔ جو چیز رب تعالیٰ کی طرف سے تازہ بہ تازہ آتی ہے اِلَّا کَانُوْا عَنْہُ مُعْرِضِیْنَ مگر یہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ جو رب تعالیٰ کی طرف سے آیات نازل ہوتی ہیں، نصیحتیں اترتی ہیں یہ نہیں مانتے فَقَدْ کَذَّبُوْا پس تحقیق یہ جھٹلا چکے ہیں فَسَیَاْتِیْھِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُ وْنَ پس عنقریب آئے گی ان کے پاس حقیقت اس چیز کی جس کے ساتھ یہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ آج تو یہ عذاب کے ساتھ مسخرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ [اعراف:۷۰] ''لے آ ہمارے پاس وہ عذاب جس سے ہمیں ڈراتا ہے۔'' کبھی کہتے مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ ''کب ہوگا یہ وعدہ؟'' فرمایا جب آئے گا حقیقت کھل جائے گی اور اس وقت پتا چل جائے گا توحید کیا ہے اور شرک کیا ہے، سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے، سنت کیا ہے بدعت کیا ہے؟ اگر رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا ہو تو اس کی صنعت کو دیکھو سمجھ آجائے گی۔ فرمایا اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ کیا انہوں نے نہیں دیکھا زمین کی طرف کَمْ اَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ کتنی اگائیں ہم نے اس میں ہر قسم کی سبزیاں جوڑا جوڑا عمدہ۔ درختوں کی شکلوں کو دیکھو، ان کے پھلوں کو دیکھو، کتنے قسم قسم کے پھل ہیں۔ کوئی درخت بڑا ہے کوئی چھوٹا ہے ان میں نر بھی ہیں مادہ بھی ہیں۔ خربوز کئی قسم کا، تربوز کئی قسم کا، آم کئی قسم کا، سیب کئی قسم کا، گندم، جو، چنے، کئی قسم کے، کئی چیزیں میٹھی ہیں کئی چیزیں کڑوی ہیں۔ آم میٹھا ہے تُمّہ کڑوا ہے۔ اگر کوئی خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہے تو کوئی مشکل بات نہیں ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک اس میں رب کی

قدرت کی نشانیاں ہیں وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ اورنہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے۔اس وقت تقریباً پانچ ارب انسان دنیا میں موجود ہیں ان میں پانچواں حصہ مسلمانوں کا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں ۔ پھر ان میں صحیح معنٰی میں مسلمان بہت تھوڑے ہیں ساری دنیا کفر کے ساتھ بھری پڑی ہے وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ بے شک آپ کا رب غالب ہے مہربان ہے۔غالب ہے چاہے تو ایک منٹ میں سب کو تباہ کر دے مگر مہربان ہے تمہیں موقع دیتا ہے توبہ استغفار کا۔

❁❁❁

وَ اِذْ نَادٰی رَبُّكَ

مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّ لَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۱﴾ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۲﴾

وَاِذْ نَادٰی اور جب پکارا رَبُّکَ آپ کے رب نے مُوْسٰی موسیٰ علیہ السلام کو اَنْ یہ کہ اِئْتِ آپ آئیں الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم کے پاس قَوْمَ فِرْعَوْنَ جو فرعون کی قوم ہے اَلَا یَتَّقُوْنَ وہ کیوں نہیں بچتے کفر شرک سے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْٓ اَخَافُ بے شک میں خوف کرتا ہوں اَنْ اس بات کا یُّکَذِّبُوْنِ کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ اور میرا سینہ تنگ ہوگا وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ اور نہیں چلتی میری زبان

روانی کے ساتھ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ پس آپ نبوت کا پیغام بھیجیں ہارون کی طرف بھی (علیہ السلام) وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ اور ان لوگوں کا میرے ذمے ایک گناہ ہے فَاَخَافُ پس میں خوف کرتا ہوں اَنْ یَّقْتُلُوْنِ یہ کہ مجھے قتل کر دیں گے قَالَ فرمایا پروردگار نے کَلَّا ہرگز نہیں فَاذْهَبَا پس جاؤ تم دونوں بِاٰیٰتِنَآ ہماری نشانیاں لے کر اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ بے شک ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ پس جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس فَقُوْلَآ پس دونوں اس سے کہو اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بے شک ہم رب العالمین کے رسول ہیں اَنْ اَرْسِلْ یہ کہ بھیج دے مَعَنَا ہمارے ساتھ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل کو قَالَ فرعون نے کہا اَلَمْ نُرَبِّكَ کیا ہم نے تجھ کو پالا نہیں فِیْنَا اپنے اندر وَلِیْدًا جبکہ آپ بچے تھے وَّلَبِثْتَ فِیْنَا اور آپ ٹھہرے ہمارے اندر مِنْ عُمُرِكَ اپنی عمر سے سِنِیْنَ کئی سال وَفَعَلْتَ اور کیا تم نے فَعْلَتَكَ اپنا کام الَّتِیْ فَعَلْتَ جو تم نے کیا وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ اور آپ ناشکری کرنے والوں میں سے ہیں قَالَ فرمایا فَعَلْتُهَآ اِذًا کیا میں نے وہ کام اس وقت وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ اور میں خطا کاروں میں سے تھا فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ پس میں بھاگ گیا تم سے لَمَّا خِفْتُكُمْ جب میں نے تم سے خوف کیا فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ پس مجھے عطا کیا میرے رب نے حُكْمًا حکم وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور بنایا مجھے پیغمبروں میں سے وَتِلْكَ نِعْمَةٌ اور یہ احسان ہے تَمُنُّهَا عَلَیَّ جو تو نے احسان جتلایا

ہے مجھ پر اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ کہ تم نے غلام بنا رکھا ہے بنی اسرائیل کو۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات سنا کر ایک تو آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ آج اگر آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھی انہوں نے جھٹلایا ہے۔ پھر ان کا انجام یہ ہے کہ جھٹلانے والے ناکام ہوئے اور انبیائے کرام اور ان کے متبعین کامیاب ہوئے اور ساتھ ساتھ جھٹلانے والوں کو بھی سمجھایا گیا ہے کہ جیسے ان لوگوں پر عذاب آیا جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تم پر بھی آ سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پہلے اس لیے بیان فرمایا کہ سرزمین عرب پر آبادی کے لحاظ سے مشرکوں کے بعد یہود کا نمبر تھا اور یہ مشرکین ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے ان سے سودا سلف خریدتے تھے ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سن لو! وَاِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوْسٰٓی اور جب پکارا آپ کے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یہ کہ آپ جائیں ظالم قوم کے پاس۔ اس مقام پر اجمال ہے اور دوسرے مقام پر تفصیل ہے۔ وہ تفصیل اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دس سال مدین میں رہے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس اور ان کی بڑی صاحبزادی حضرت صفورا کے ساتھ نکاح ہوا۔ مدین سے مصر کا سفر تقریباً آٹھ دس دن کا تھا۔ دس سال کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت مانگی کہ میں اب اپنے آبائی گھر مصر جانا چاہتا ہوں اہل وعیال کے ساتھ کہ مجھ سے اتفاقاً ایک آدمی مر گیا تھا جا کر حالات کا جائزہ لیتا ہوں کہ وہ بات ان کے ذہنوں سے نکل گئی ہے یا نہیں۔ اگر ان کے ذہنوں سے نکل گئی ہے تو خیر ہے اور اگر ان کے ذہنوں میں ہے اور وہ

میری تلاش میں ہیں تو پھر میں واپس آ جاؤں گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی اہلیہ نے اجازت دی کہ ٹھیک ہے چلے جاؤ کہ وہاں آپ کے والدین ہیں، بہن بھائی ہیں ان کا بھی حق ہے۔ سفر شروع ہوا پیدل سفر تھا رات کی تاریکی تھی راستہ بھول گئے۔ موسم بھی سردی کا تھا۔ وادی طویٰ کے مقام پر جب پہنچے تو اہل خانہ سے کہا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا [طٰہٰ: ۱۰] ”تم ذرا یہاں ٹھہرو مجھے آگ نظر آرہی ہے“ میں وہاں جا کر راستہ بھی پوچھتا ہوں اور آگ بھی لاتا ہوں تاکہ تم سیکو۔ وہاں جب پہنچے تو وہ حقیقی آگ تو نہیں تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلیات تھیں۔ وہاں رب تعالیٰ نے پکارا، آواز دی۔ اس کا ذکر ہے وَاِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوْسٰٓی اور جب آواز دی آپ کے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یہ کہ آپ جائیں ظالم قوم کے پاس اور ان کی اصلاح کریں۔ وہ ظالم قوم کون ہے؟ قَوْمَ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے ہمارے ملک کے سربراہ کو صدر کہتے ہیں نام جو بھی ہو صدر پاکستان کہتے ہیں۔ تو صدر اور فرعون کا مفہوم ایک ہی ہے۔ نام الگ الگ ہوتے تھے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ یہ بڑا ہوشیار چالاک آدمی تھا جیسے آج کل کے لیڈر ہیں اسی طرح کا آدمی تھا۔ تو قومِ فرعون کے پاس جائیں اور ان سے کہیں اَلَا یَتَّقُوْنَ کیا وہ بچتے نہیں ہیں کفر شرک سے، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے یہ پیغام دیا تو قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ بے شک میں خوف کرتا ہوں اس بات کا کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ اور میرا سینہ تنگ ہوگا وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ اور میری زبان بھی روانی کے ساتھ نہیں چلتی فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ پس آپ بھیجیں نبوت کا پیغام ہارون کی طرف۔ میرے

بھائی ہارون کو بھی رسول بنائیں تا کہ وہ میرا معین ومددگار ہو۔ سولہویں پارے میں پڑھ چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو صندوق میں رکھ کر بحر قلزم میں ڈال دیا اور وہ بہتا ہوا فرعون کے باغ میں جو تالاب تھا وہاں پہنچا تو باغ کے مالی یا فوجی نے اٹھا کر آسیہ بنت مزاحم ؒ کے حوالے کر دیا جو بڑی نیک خاتون تھی۔ فرعون نے کہا کہ اس بچے کو قتل کر دیں یہ وہی خطرناک بچہ ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے میں نے بارہ ہزار بچے قتل کرائے ہیں۔ بیوی اڑ گئی کہ اس کو قتل نہیں کرنا عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا [سورۃ القصص] ''اس کو قتل نہ کرو ہوسکتا ہے اس سے ہمیں فائدہ ہو یا اس کو ہم اپنا بیٹا بنالیں۔'' فرعون نے کہا کہ تجھے کوئی فائدہ معلوم ہوتا ہوگا مجھے تو کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' آسیہ ؒ کی نیت اچھی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان جیسا فائدہ پہنچایا اور آخرت بن گئی۔ فرعون بدنیت تھا اس کو کچھ نہ ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ماں کی طرف لوٹا کر دودھ کا انتظام بھی کر دیا۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کو اٹھاتا تو وہ عجیب عجیب حرکتیں کرتے۔ کبھی اس کی ناک میں انگلیاں ڈال دیتے، کبھی آنکھوں میں، کبھی منہ پر تھپڑ مار دیتے۔ فرعون نے کہا کہ یہ بچہ خطرناک ہے آسیہ ؒ بنت مزاحم ؒ نے کہا کہ نہیں بچے ایسی ویسی حرکتیں کرتے ہیں ناسمجھ بچہ ہے اس کو کیا پتا؟ فرعون نے کہا کہ اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ بچہ ہے مگر وہ بچے اور ہوتے ہیں یہ بچہ اس طرح کا نہیں ہے۔ کہنے لگے امتحان لیتے ہیں۔ ایک پلیٹ میں ہیرا رکھ دیا اور دوسری طرف جلتا ہوا انگارا رکھ دیا کہ دیکھو یہ ہیرا اٹھاتا ہے یا انگارا۔ چھوٹے بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جو چیز ہاتھ لگے منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جلتا ہوا انگارا اٹھایا اور زبان پر رکھ دیا جس سے زبان متاثر ہوگئی۔ بعض دفعہ بولتے ہوئے الفاظ کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام اس کا حوالہ دے رہے

ہیں کہ میری زبان روانی کے ساتھ نہیں چلتی ہارون کو بھی نبی بنا دیں ۔ اور دوسری بات یہ ہے وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ اوران کا میرے ذمے ایک گناہ ہے فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ پس میں خوف کرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ۔ اس کا ذکر آگے سورۃ القصص میں آئے گا کہ دو آدمی لڑ رہے تھے ایک فرعون کے باورچی خانے کا انچارج تھا قاب اس کا نام تھا۔ دوسرا ایک مزدور تھا جس پر وہ ظلم کر رہا تھا۔ مزدور نے اپنی امداد کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو بلایا۔ انہوں نے اس انچارج افسر کو سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا تو اس کو مکا مار دیا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کا مکا برداشت نہ کر سکا اور ڈھیر ہو گیا، مر گیا۔ اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام وہاں سے مدین چلے گئے ۔ اس کا حوالہ دے رہے ہیں کہ ان لوگوں کا میرے ذمے ایک گناہ ہے اور مجھے خوف ہے کہ اس گناہ کے بدلے مجھے قتل نہ کر دیں قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں قتل کر سکتے فَاذْهَبَا پس تم دونوں بھائی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام جاؤ بِاٰيٰتِنَآ میری نشانیاں لے کر اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ بے شک ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہماری مدد اور نصرت تمہارے ساتھ ہے اور سننے والے ہیں۔ وہ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ پس تم دونوں جاؤ فرعون کے پاس فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پس دونوں جا کر کہو ہم رب العالمین کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ اس جملے میں دو بنیادی چیزوں کا ذکر ہو گیا۔ ربّ العٰلمین میں رب تعالیٰ کی توحید آ گئی اور رسول کے لفظ میں رسالت آ گئی اور سولہویں پارے میں قیامت کا بھی ذکر ہے۔ تو پہلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے توحید بھی پیش کی اور رسالت کا مسئلہ بھی بیان فرمایا اور قیامت کا بھی فرمایا اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ یہ کہ بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو، ان کو آزاد کر دے۔

واقعہ اس طرح ہوا کہ یوسف علیہ السلام پہلے کچھ عرصہ مصر کے وزیرِ خزانہ رہے۔
اس وقت جو فرعون تھا اس کا نام تھاریان بن ولید۔ بڑا نیک دل اور صحیح الفطرت انسان تھا
اس کے صحیح الفطرت ہونے کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس
کے سامنے حق کی بات پیش کی تو اس نے بغیر کسی قیل وقال کے فوراً اس کو قبول کرلیا۔ پھر حق
کو قبول کرنے کے بعد تاج شاہی اتار کر یوسف علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا۔ شاہی قلم جس
کے ساتھ دستخط کرتا تھا اور مہر وغیرہ سب کچھ یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیئے اور کہا
کہ آج کے بعد آپ ملک مصر کے بادشاہ ہیں میں نہیں ہوں۔ آج کسی چپڑاسی کو کہو کہ عہدہ
چھوڑ دے، چھوڑے گا نہیں اور آج ہمارے ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی تمہارے
سامنے ہے خدا کی پناہ! ایسا کسی ملک میں نہیں ہو رہا۔ حالانکہ یہ ملک اسلام کے نام پر لیا گیا
ہے اور حال یہ ہے کہ لوٹ مار، بددیانتی اور ناانصافی سے کوئی محکمہ خالی نہیں ہے۔ قتل، اغوا،
زنا کے واقعات سے اخبارات بھرے ہوئے ہیں۔ اسلم بیگ بڑا اچھا آدمی ہے مگر اس کے
متعلق بھی اخبارات میں آیا ہے کہ وہ بھی بنک کے سلسلے میں سولہ کروڑ میں آلودہ ہے۔ بچا
ہوا کوئی بھی نہیں ہے اوپر سے لے کر نیچے تک سب کا ایک ہی حال ہے۔ تو خیر ریان بن
ولید بڑا نیک دل بادشاہ تھا بادشاہی یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی اور کہا کہ میرا تعاون
تمہارے ساتھ رہے گا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ بادشاہ تم ہو۔ حق کو آپ نے قبول
کرلیا ہے میرا کلمہ پڑھ لیا ہے۔ کہنے لگا حضرت! ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ میں کلمہ تمہارا پڑھوں
اور بادشاہ رہوں یہ نہیں ہوسکتا۔ حکومت دے دی۔ اس میں نہ کوئی جھگڑا ہوا نہ احتجاج ہوا
اس وقت یوسف علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو مصر بلا لیا تھا اور سب وہاں آکر آباد ہوگئے
اور وہاں ان کی نسل خوب پھیلی۔ لیکن بعد کے جو فرعون تھے انہوں نے ان کو اپنا بیگاری بنالیا

ان سے بیگار لیتے تھے۔اول تو پیسے نہیں دیتے تھے اور دیتے تو برائے نام۔ چونکہ پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے ان میں اچھے بھی تھے برے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان کو آزادی ملے تو موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ اے فرعون! بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج، ان کو آزادی دے۔ میں نے ان کو اپنے آبائی علاقہ ارض مقدس لے جانا ہے جہاں سے یہ آئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مظلوموں کو آزادی دلانا بھی دین کا حصہ ہے بشرطیکہ صحیح ہو۔

قَالَ کہا فرعون نے اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا اے موسیٰ علیہ السلام کیا ہم نے آپ کو پالا نہیں اپنے اندر جبکہ آپ بچے تھے وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ اور آپ ٹھہرے ہمارے اندر اپنی عمر سے کئی سال۔ تیس سال آپ ہمارے ہاں کھاتے پیتے رہے ہو ہم نے تمہاری پرورش کی ہے آج ہمیں کافر مشرک بنانے آگئے ہو اور آپ یہ بات بھول گئے ہو ہمیں یاد ہے۔ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ اور آپ نے کی وہ کاروائی جو آپ نے کی کہ بندہ مار کر بھاگ گئے۔ آج الٹا ہمیں نصیحت کرنے آگئے ہو وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ اور آپ بڑے ناشکرے ہیں۔ تمہارا تو فریضہ تھا کہ تم ہماری خدمت کرتے ہمارا شکریہ ادا کرتے کہ میں تمہارا بڑا مشکور ہوں کہ تیس سال تم نے مجھے کھلایا پلایا خدمت کی مجھ سے اتفاقاً بندہ مر گیا تھا مجھے معاف کر دو، بادشاہ ہو رحم کی اپیل کرنے آیا ہوں، تجھے تو یہ کہنا چاہیے تھا۔ الٹا آپ ہمیں نصیحت کرنے آگئے ہیں یہ سب کچھ بھول گئے ہو قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا فَعَلْتُهَآ اِذًا کی میں نے وہ کاروائی اس وقت وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ اور میں خطا کاروں میں سے تھا۔ میں نے ارادۂ قتل سے نہیں مارا تھا۔ مکا کوئی آلۂ قتل تھوڑا ہی ہے۔ مکّے سے عادتاً آدمی نہیں مرتے۔ محمد علی کلے کی ساری کمائی ہی مکے بازی کی ہے مکے

مار مار کر اور مکے کھا کھا کر اس نے دولت اکٹھی کی ہے۔ اگر مکوں سے آدمی مرتے تو وہ کتنوں کا قاتل ہوتا اور خود بھی مر چکا ہوتا۔ میں اپنی خطا مانتا ہوں اور میرے رب نے وہ میری خطا معاف کر دی ہے۔ اس کا ذکر آگے سورۃ القصص میں آئے گا۔ کیونکہ عمد اور خطا کا بڑا فرق ہے۔ یہ نیت پر مبنی ہے۔

عمد اور خطا میں فرق :

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک آدمی قرآن کریم اٹھانے لگا صحیح پکڑ نہیں سکا نیچے گر گیا یہ خطا ہے۔ اس پر مسلمان کتنا پریشان ہوتا ہے، استغفار کرتا ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ جان بوجھ کر ارادتاً نیچے گرا دے تو یہ قرآن کی توہین ہے اور کفر ہے ایسا کرنے والا کافر ہے۔ دیکھو! کھیالی گوجرانوالہ میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کی پوری حقیقت تو مجھے معلوم نہیں ہے اخبارات میں ہی پڑھا ہے بظاہر بڑا ظلم ہے کہ حافظ قرآن نے قرآن کی توہین کی ہے۔ لیکن لگتا یوں ہے کہ حافظ قرآن کی کسی کے ساتھ ناچاقی ہو گی اور اس نے اس طرح بدلہ لیا ہے۔ دنیا میں عداوتیں بھی ہوتی ہیں کیونکہ حافظ قرآن کا قرآن کی بے حرمتی کرنا بظاہر سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی نشئی (نشہ باز) ہوتا، بے دین ہوتا اس کے بارے میں مانا جا سکتا تھا لیکن دین دار گھرانہ ہو باپ بڑا نیک ہو اور خود حافظ قرآن ہو اور قرآن کی توہین کرے یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے۔ اور جن ظالموں نے انتقام لینا تھا لے لیا۔ مسلمان چاہے کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو وہ دو چیزوں کے بارے میں بڑا احساس ہے۔ قرآن پاک کے احترام میں اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں۔ دیکھو! منظور مسیح نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں دیوار پر توہین آمیز کلمات لکھے تو اس دیہات کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے کیفر کردار تک پہنچا کر چھوڑا۔

تو فرمایا کہ میں نے ارادہ تو قتل کا نہیں کیا تھا خطا ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ جب تم نے میرے قتل کے منصوبے بنانے شروع کیے جن کی اطلاع مجھے میرے ایک خیر خواہ نے دی فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ پس میں تم سے بھاگ گیا لَمَّا خِفْتُكُمْ جب کہ میں نے تمہاری طرف سے خوف محسوس کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مہربانی فرمائی فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا پس مجھے عطا کیا میرے رب نے حکم وَّ جَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور بنایا مجھے رسولوں میں سے یعنی میرے سر پر تاج نبوت رکھا۔ اب میں رسول بن کر تمہارے پاس آیا ہوں تم نے میری پرورش کا مجھ پر احسان جتلایا ہے وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اور یہ ایک احسان ہے جو تو نے احسان جتلایا ہے مجھ پر مگر حقیقت یہ ہے کہ میری پرورش بھی تیرے ہاں تیرے ظلم کی ہی وجہ سے ہوئی ہے تم نے بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے، ان کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کروا دیتا تھا تیرے ظلم کے ڈر سے ہی میری والدہ نے مجھے صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ وہ صندوق تمہارے محل میں پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے قتل سے بچالیا۔ اس نے مجھے زندہ رکھنا تھا اور بڑا کام لینا تھا۔ تو اگر میں تمہارے گھر میں پلا ہوں تو تمہارے ظلم کے نتیجے میں پلا ہوں میرے اور بہن بھائی نہیں تھے وہ اپنے گھر میں نہیں ہیں؟ تو یہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ کیا یہی تمہارا احسان ہے اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ کہ تو نے ساری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ ایک فرد کی پرورش کر کے لاکھوں افراد کو غلام بنانا اور ان سے مشقت لینا کہاں کا انصاف ہے؟ خواہ مخواہ یہ احسان جتلا رہے ہو۔ مزید واقعہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

❁❁❁

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ
اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ
اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ
اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ
بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا
هِيَ بَيْضَاۗءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ڰ فَمَاذَا
تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾

قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ اور کیا حقیقت ہے
رب العالمین کی قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے رَبُّ السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں کا
رب ہے وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے
درمیان ہے اس کا رب ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ اگر ہو تم یقین کرنے والے
قَالَ کہا فرعون نے لِمَنْ ان لوگوں کو حَوْلَهٗ جو اس کے ارد گرد تھے

اَلَا تَسۡتَمِعُوۡنَ کیاتم سنتے نہیں قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے رَبُّکُمۡ وہ تمہارا
رب ہے وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا رب ہے قَالَ
کہا فرعون نے اِنَّ رَسُوۡلَکُمُ بے شک تمہارا رسول الَّذِیۡۤ اُرۡسِلَ اِلَیۡکُمۡ جو
تمہاری طرف بھیجا گیا ہے لَمَجۡنُوۡنٌ البتہ دیوانہ ہے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام
نے رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وہ رب ہے مشرق کا اور مغرب کا وَمَا بَیۡنَہُمَا
اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ اگر تم عقل رکھتے ہو قَالَ کہا
فرعون نے لَئِنِ اتَّخَذۡتَ البتہ اگر بنایا آپ نے اِلٰـہًا غَیۡرِیۡ کسی کو الٰہ میرے
سوا لَاَجۡعَلَنَّکَ البتہ میں تجھے کروں گا مِنَ الۡمَسۡجُوۡنِیۡنَ قیدیوں میں سے
قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اَوَلَوۡ جِئۡتُکَ اگرچہ میں تیرے پاس لاؤں
بِشَیۡءٍ مُّبِیۡنٍ ایسی بات جو کھلی ہو قَالَ فرعون نے کہا فَاۡتِ بِہٖۤ پس لاؤ تم اس کو
اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ اگر ہو تم سچے لوگوں میں سے فَاَلۡقٰی عَصَاہُ پس ڈالا
موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ڈنڈا فَاِذَا ہِیَ ثُعۡبَانٌ پس وہ اچانک اژدھا بن گیا
مُّبِیۡنٌ کھلا وَّنَزَعَ یَدَہٗ اور نکالا اپنا ہاتھ فَاِذَا ہِیَ پس اچانک وہ بَیۡضَآءُ سفید
تھا لِلنّٰظِرِیۡنَ دیکھنے والوں کے لیے قَالَ کہا فرعون نے لِلۡمَلَاِ اس جماعت کو
حَوۡلَہٗۤ جو اس کے اردگرد تھی اِنَّ ہٰذَا بے شک یہ لَسٰحِرٌ عَلِیۡمٌ البتہ جادوگر ہے
بڑا جاننے والا یُّرِیۡدُ ارادہ کرتا ہے اَنۡ یُّخۡرِجَکُمۡ یہ کہ نکال دے تمہیں مِّنۡ
اَرۡضِکُمۡ تمہاری زمین سے بِسِحۡرِہٖ اپنے جادو کے زور سے فَمَاذَا

تَاْمُرُوْنَ پس تم کیا حکم دیتے ہو، کیا مشورہ دیتے ہو قَالُوْٓا کہنے لگے وہ اَرْجِهْ مہلت دے اس کو وَاَخَاهُ اور اس کے بھائی کو وَابْعَثْ اور بھیج فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ شہروں میں اکٹھے کرنے والے یَاْتُوْكَ لائیں گے وہ تمہارے پاس بِكُلِّ سَحَّارٍ ہر ایک بڑے جادوگر کو عَلِیْمٍ جو جاننے والا ہو گا فن کو فَجُمِعَ السَّحَرَةُ پس جمع کیے گئے جادوگر لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک معلوم دن کے مقرر وقت کے اندر۔

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر حکم دیا کہ فرعون کو جا کر تبلیغ کرو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں فرعون کے دربار میں پہنچے۔ فرعون کا بہت بلند تخت تھا اور تخت کے اوپر کرسی تھی جس پر وہ تاج پہن کر بیٹھا تھا اور اس کے دائیں بائیں سامنے وزیر مشیر وغیرہ بڑا عملہ موجود تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہم رب العالمین کے رسول ہیں۔ فرعون نے اس جملے پر گرفت کرتے ہوئے قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ عربی میں مَنْ کا لفظ ذوالعقول کے لیے بولا جاتا ہے مَنْ کا معنیٰ ہے کون؟ اور مَا کا معنیٰ ہے کیا چیز؟ معنیٰ ہو گا رب العالمین کیا چیز ہے، رب العالمین کیا شے ہے؟ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رب العالمین وہ ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمانوں کی تربیت کرنے والا زمین کی تربیت کرنے والا وَمَا بَیْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے سب کا رب صرف وہی ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ اگر ہو تم یقین کرنے والے۔ قَالَ کہا فرعون نے لِمَنْ حَوْلَهٗ ان لوگوں کو جو اس کے اردگرد تھے وزیر، مشیر اور دیگر عملہ اور کابینہ کے افراد اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم سنتے

نہیں یہ کیا کہہ رہا ہے۔

اس کے متعلق تفسیروں میں دو باتیں منقول ہیں اور وہ خوب سمجھنے والی ہیں۔ایک یہ کہ فرعون نے کہا کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی [سورۃ النازعات] ''تمہارا بڑا رب تو میں ہوں۔'' میری موجودگی میں یہ اور رب کہاں سے نکال لایا ہے تم سنتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کہتا ہے اور بھی کوئی رب ہے۔اور آگے آ رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی کہا کہ میرے سوا آپ نے کوئی اور الٰہ بنایا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رَبُّکُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمھارے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے جو پہلے گزر چکے ہیں۔آسمانوں کا رب ، زمینوں کا رب ،فضا کا رب ،تمہارا رب اور تم سے پہلوں کا رب ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ حرف مَا عربی گرائمر کے لحاظ سے کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے آتا ہے۔مزید یہ بات بھی سمجھ لیں کہ ایک شے کی حقیقت ہوتی ہے ایک اس کی صفت ہوتی ہے۔مثلاً ایک شخص کا نام محمد عبداللہ ہے اور وہ حافظ بھی ہے، قاری بھی ہے، منشی بھی ہے، سخی بھی ہے، تو یہ اس کی صفات ہیں۔نام اس کا عبداللہ ہے۔تو ما کے ساتھ حقیقت کے متعلق سوال ہوتا ہے۔فرعون نے کہا ما رب العالمین یہ بتلاؤ کہ رب العالمین کی حقیقت کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے رب کی حقیقت نہیں بتلائی صفات بیان فرمائیں،وہ آسمانوں کا پالنے والا ہے، زمینوں کا پالنے والا ہے،تمہارا پالنے والا ہے، تمہارے باپ دادوں کا پالنے والا ہے۔تو قَالَ کہا فرعون نے اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ بے شک تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے البتہ دیوانہ ہے نرا پاگل ہے۔میں سوال کرتا ہوں رب کی حقیقت کے بارے میں اور وہ جواب دیتا ہے

اس کی صفات کے بارے میں۔کوئی مطابقت نہیں ہے۔ بڑا گہرا منطقی تھا آخر بادشاہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی حقیقت کیوں نہیں بیان فرمائی؟ تو اسی مقام پر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی حقیقت کو جانتا کون ہے؟ کوئی نہیں جانتا۔رب تعالیٰ کو جانتے ہیں اس کی صفات کے ساتھ کہ وہ خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، حاضر ناظر ہے، عالم الغیب والشہادہ ہے، مختار کل ہے، زندہ کرنے والا ہے، مارنے والا ہے، شفا دینے والا ہے۔

؎ دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں کہ تیری پہچان یہی ہے

تو رب کی حقیقت کو کون سمجھ سکتا ہے۔اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے حقیقت نہیں بیان فرمائی صفات بیان فرمائیں۔تو فرعون نے کہا کہ میں حقیقت پوچھتا ہوں یہ صفات بیان کرتا ہے رسول تمہارا دیوانہ ہے معاذ اللہ تعالیٰ، سوال جواب میں مطابقت نہیں سمجھتا۔موسیٰ علیہ السلام پھر بول پڑے قَالَ فرمایا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وہ رب ہے مشرق کا اور مغرب کا وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اگر تمہیں کوئی عقل وسمجھ ہے۔فرعون آخر بادشاہ تھا اقتدار کا ڈنڈا اس کے پاس تھا اور تھا بھی ظالم جابر قَالَ فرعون نے کہا لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ اگر آپ نے بنایا الٰہ میرے علاوہ کسی اور کو لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ تو میں ضرور تجھے قیدیوں میں سے کر دوں گا میرے سوا یہاں اور کوئی الٰہ نہیں ہے قَالَ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ کیا اگرچہ میں لاؤں تیرے ایسی بات جو کھلی ہو۔کھلی نشانی لاؤں، معجزہ دکھاؤں پھر بھی نہیں مانو گے قَالَ فرعون نے کہا فَاْتِ بِهٖٓ پس لاؤ تم اس کو جو چیز تم دکھلانا چاہتے ہو

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزے دکھانے لگے ہیں فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ پس ڈالی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پس اچانک وہ اژدہا بن گیا۔

یہاں تفسیروں میں اس موقع کا عجیب نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ فرعون اپنے بلند تخت پر بیٹھا ہوا تھا جو کہ موتیوں سے جوڑا ہوا تھا تاج شاہی اس کے سر پر تھا کابینہ کے تمام افراد موجود تھے بڑا وسیع ہال تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا اور اس نے فرعون کی طرف رخ کیا تو فرعون بدحواس ہو کر کرسی سے نیچے گر پڑا کرسی اس کے اوپر۔ تاج کہیں جا پڑا اور کابینہ کے افراد میں افراتفری پھیل گئی۔ چونکہ فرعون بڑا ظالم جابر تھا ہال سے باہر تو کوئی نہ نکلا کناروں کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے اور کانپ رہے تھے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اژدھا پر ہاتھ رکھا تو وہ لاٹھی بن گیا۔ دوسرا معجزہ اپنا ہاتھ مبارک گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی روشنی کو بھی ماند کر رہا تھا۔ اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون مان لیتا، ایمان لے آتا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ کرشمہ دکھاؤ لیکن نہیں مانا کیونکہ اقتدار چھوڑنا، کرسی چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سورۃ نمل آیت نمبر ۱۴ میں ہے وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ''حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے۔'' فرعون، ہامان، قارون وغیرہ کے دل میں یقین تھا کہ واقعی یہ معجزے ہیں اور یہ پیغمبر ہے مگر نہیں مانے ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ''ظلم اور تکبر کی بنا پر۔'' بہت سے کافر دنیا میں ایسے ہیں جو حق کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی نہیں مانتے۔ قرآن پاک میں یہود کے متعلق آتا ہے کہ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ [بقرہ: ۱۴۶] ''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔'' لیکن اس کے باوجود نہیں

مانتے۔

فرمایا وَنَزَعَ یَدَہٗ اور نکالا اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر فَاِذَا ھِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کے لیے قَالَ کہا فرعون نے لِلْمَلَاِ اس جماعت کو حَوْلَہٗ جو اس کے اردگرد تھی۔کابینہ کے افراد، وزیر، مشیر وغیرہ نے کیا کہا اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ بے شک یہ موسیٰ علیہ السلام البتہ جادوگر ہے جاننے والا ہے فن کا۔ دیکھتے ہیں کیا کرتا ہے یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِہٖ ارادہ کرتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور کے ساتھ۔ یہ سارا دھندا اس کا اقتدار کے لیے ہے۔سورت یونس آیت نمبر ۷۹ میں ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا وَ تَکُوْنَ لَکُمَا الْکِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ''اور ہو جائے تم دونوں کے لیے بڑائی زمین میں۔'' تم ہمارے سے حکومت لینا چاہتے ہو۔

تو کہنے لگا کابینہ کو کہ یہ ہمارے سے اقتدار چھیننا چاہتا ہے فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ پس تم کیا حکم کرتے ہو، کیا مشورہ دیتے ہو قَالُوْآ انہوں نے کہا اَرْجِہْ وَاَخَاہُ مہلت دے اس کو اور اس کے بھائی کو ان کے ساتھ۔ایک وقت مقرر کرو ہم مقابلہ کریں گے وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ اور بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والوں کو یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ لائیں گے وہ آپ کے پاس ہر ایک بڑے جادوگر کو۔موسیٰ علیہ السلام نے وقت مقرر کیا یَوْمُ الزِّیْنَہ عید کا دن وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی [طٰہٰ:۹۵] ''اور یہ کہ لوگ چاشت کے وقت جمع ہوں'' تقریباً گیارہ بجے کیونکہ عید کے دن چھٹی ہوتی ہے اور گیارہ بجے کا وقت قریب و دور سب کے لیے موزوں وقت ہوتا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہو جائیں اور حقیقت کو دیکھ لیں۔ بہت بڑا، وسیع میدان تھا اس میں فرعون کا تخت

لگا کر اس پر کرسی رکھی گئی اس کے پیچھے اس کے وزیر اعظم ہامان کی کرسی بچھائی گئی درجہ بہ درجہ سب کی کرسیاں رکھ دی گئیں۔ فوج پولیس بھی آگئی، عوام بھی آگئے، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، مخلوق کتنی ہوگی اس کا اندازہ تم اس سے لگاؤ کہ بہتر ہزار تو صرف جادوگر تھے۔ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور چند کمزور آدمی سادہ لباس میں، موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا مبارک تھا عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں وہ مذاق اڑاتے تھے کہ ان چند ملنگوں نے بادشاہی کا مقابلہ کرنا ہے گانے والے گا رہے ہیں اور نعرے مارنے والے نعرے لگا رہے ہیں۔ فرعون کے غلبے کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم غالب آئیں گے۔

جب میدان سج گیا تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تم نے پہل کرنی ہے یا ہم نے پہل کرنی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُلْقُوْنَ ''ڈالو تم جو کچھ ڈالنے والے ہو۔'' نکالو جو تم نے سانپ نکالنے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک نے ایک ایک لاٹھی اور ایک ایک رسی ڈالی۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ نظر آنے لگے۔ ایک سانپ نکل آئے تو لوگوں کے ہوش اڑ جاتے ہیں کوئی اِدھر کو بھاگ رہا ہے کوئی اُدھر کو بھاگ رہا ہے نعرے لگ رہے ہیں۔ جادوگر بھی خوش، فرعون بھی خوش کہ آج ہمارا غلبہ ہوگا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ڈنڈا ڈالا۔ اس نے ان کو ایک ایک کر کے ایسے نگلا جیسے مرغی دانے چگ لیتی ہے۔ ایک سانپ بھی نہ رہا میدان صاف ہو گیا صرف موسیٰ علیہ السلام کا اژدھا نظر آ رہا تھا۔ جادوگر اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے حقیقت ہے۔ سر سجدے میں ڈال دیئے اور کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔'' انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون بھی مان لیتا کیونکہ اس کے وکیل

جادوگر مقدمہ ہار چکے تھے مگر اس نے دھمکیاں دینا شروع کر دیں کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا اور ستر (۷۰) کے قریب جادوگر اس نے سولی پر لٹکائے بھی۔ فرمایا فَجُمِعَ السَّحَرَةُ پس جمع کیے گئے جادوگر لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک معلوم دن کے مقرر وقت کے اندر۔ باقی کچھ حصہ کل کے سبق میں آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

۞۞۞

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ ع

وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ اور کہا گیا لوگوں کو هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ کیا تم اکٹھے ہو گے لَعَلَّنَا تاکہ ہم نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ پیروی کریں جادوگروں کی اِنْ كَانُوْا اگر ہوں وہ هُمُ الْغٰلِبِيْنَ غلبہ پانے والے فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ پس جس وقت آئے جادوگر قَالُوْا کہا انہوں نے لِفِرْعَوْنَ فرعون کو اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا کیا بے شک ہمارے لیے کوئی معاوضہ بھی ہوگا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ اگر ہوئے ہم غلبہ پانے والے قَالَ کہا فرعون نے نَعَمْ ہاں وَاِنَّكُمْ اِذًا اور بے شک تم اس

وقت لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ مقرب لوگوں میں سے ہو گے قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى فرمایا
ان جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام نے اَلْقُوْا ڈالو تم مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ جو تم
ڈالنے والے ہو فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ پس ڈالی انہوں نے اپنی رسیاں وَعِصِيَّهُمْ
اور اپنی لاٹھیاں وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ قسم ہے فرعون کے غلبے
کی اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ بے شک ہم غالب ہوں گے فَاَلْقٰى مُوْسٰى پس ڈالا
موسیٰ علیہ السلام نے عَصَاهُ اپنی لاٹھی کو فَاِذَا هِيَ پس اچانک وہ تَلْقَفُ نگلتی
تھی مَا اس چیز کو یَاْفِكُوْنَ جو انہوں نے بنایا تھا فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ پس ڈال
دیئے گئے جادوگر سٰجِدِيْنَ سجدہ کرنے والے قَالُوْآ کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ہم ایمان لائے رب العالمین پر رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ جو رب ہے
موسیٰ علیہ السلام کا اور ہارون علیہ السلام کا قَالَ کہا فرعون نے اٰمَنْتُمْ لَهٗ ایمان
لائے ہو تم اس پر قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ پہلے اس سے کہ میں تم کو اجازت دیتا اِنَّهٗ
بے شک یہ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ البتہ تمہارا بڑا ہے جس نے عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ
تمہیں جادو سکھایا ہے فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس البتہ عنقریب تم جان لوگے
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ البتہ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھوں کو وَاَرْجُلَكُمْ اور
تمہارے پاؤں کو مِّنْ خِلَافٍ الٹے وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ اور البتہ ضرور
سولی پر لٹکاؤں گا سب کو قَالُوْا کہا انہوں نے لَا ضَيْرَ کوئی ضرر نہیں اِنَّآ اِلٰى
رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اِنَّا نَطْمَعُ بے

شک ہم طمع کرتے ہیں اَنْ اس بات کا یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا بخش دے گا ہمیں ہمارا رب خَطٰیٰنَآ ہماری خطائیں اَنْ كُنَّآ اس لیے کہ ہم ہوئے اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والوں میں سے پہلے۔

پہلے سے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ چلا آرہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دے کر فرعون اور اس کی ظالم قوم کی طرف بھیجا اور دو معجزے عطا فرمائے۔ایک لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور اور پھر لاٹھی بن جانا اور دوسرا ہاتھ مبارک کا سورج کی طرح چمکنا۔موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے اور اس کو بتایا کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کو توحید و رسالت سے آگاہ کیا۔اس پر فرعون نے دھمکی دی کہ اگر میرے سوا کسی اور کو الٰہ مانا تو میں تمہیں جیل میں ڈال دوں گا۔اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں کھلی نشانی دکھاؤں پھر بھی تو ایسا کرے گا۔تو فرعون نے کہا کہ نشانی دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدھا بن گیا اور اس کا رخ فرعون کی طرف تھا فرعون بدحواس ہو کر کرسی سے نیچے گر پڑا۔ہوش ٹھکانے آیا تو مشیروں سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے اپنی رائے دو۔وزیروں مشیروں نے کہا کہ جادوگر اکٹھے کر کے اس کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے ہمارے ساتھ دن اور وقت مقرر کرو۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عید کے دن چاشت کے وقت مقابلہ ہوگا۔چنانچہ فرعون نے تمام شہروں میں چپڑاسی اور کارندے بھیج کر جادوگر اکٹھے کیے۔حافظ ابن کثیرؒ نے بہتر ہزار تک تعداد نقل کی ہے۔

جب دن اور وقت مقرر کرلیا گیا تو وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ اور کہا گیا لوگوں کو هَلْ اَنْتُمْ

مُجْتَمِعُوْنَ کیا تم اکٹھے ہو گے عید والے دن چاشت کے وقت فلاں میدان میں لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ۔ سَحَرَةٌ سَاحِرٌ کی جمع ہے۔ تاکہ ہم پیروی کریں جادوگروں کی اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ اگر ہوں وہ جادوگر غلبہ پانے والے یعنی اگر ہمارے جادوگروں نے ان کو شکست دے دی تو پھر ہم اپنے موجودہ طریقے پر قائم رہتے ہوئے انہی کی پیروی کرتے رہیں گے اور ہمیں اپنا دین تبدیل نہیں کرنا پڑے گا فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ پس جس وقت جادوگر آئے وقت مقرر پر تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فرعون بڑا ظالم ہے پہلے اس سے اپنا خرچہ طے کر لو کہ ہم دور دراز سے خرچہ کر کے آئے ہیں کوئی پچاس میل سے کوئی سو میل سے کوئی دو سو میل سے کوئی تین سو میل سے یا اس سے کم و بیش۔ کسی کے ساتھ دو ملازم ہیں کسی کے ساتھ تین ملازم ہیں کسی کے ساتھ دو سواریاں ہیں کسی کے ساتھ تین سواریاں ہیں ان کا کیا بنے گا؟ اس سے خرچہ منوالو کہ ہمیں خرچہ بھی ملے گا یا ویسے ہی ٹرخا دو گے۔ چنانچہ جادوگروں کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ معاوضے کی بات کرو۔ اس کا ذکر ہے قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ کہا انہوں نے فرعون کو اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا کیا بے شک ہمیں کوئی معاوضہ بھی ملے گا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ اگر ہو گئے ہم غلبہ پانے والے قَالَ فرعون نے کہا نَعَمْ ہاں! تمہیں باقاعدہ خرچہ بھی ملے گا اور اس کے علاوہ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ اور بے شک تم اس وقت جب تم غالب آ گئے مقرب لوگوں میں سے ہو گے۔ ہر حکومت اپنے وفادار لوگوں کو انعام کے ساتھ ساتھ القاب بھی دیتی ہے۔ سر کا خطاب، ذیل دار صاحب ،فلاں صاحب۔ تو تمہیں سرکاری طور پر القاب بھی ملیں گے۔ ایک طرف بہتر ہزار جادوگر، لاکھوں کی تعداد میں تماشائی لوگ جمع ہیں اور دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام ،ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھ تھوڑے سے آدمی ہیں۔ لوگوں نے باتیں کیں

کہ یہ کیا مقابلہ کریں گے بادشاہ کا۔سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۶۵ میں ہے جادوگروں نے کہا اے موسیٰ! اِمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی یا تو آپ ڈالیں پہلے یا ہم ہوں پہلے ڈالنے والے۔اس کا ذکر ہے قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰی فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں کو اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ڈالو جو تم ڈالنا چاہتے ہو جو تم نے سانپ نکالنے ہیں نکالو فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ پس ڈالی انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں۔ حِبَال حَبْل کی جمع ہے جس کا معنٰی رسی ہے اور عَصِیٌّ عصا کی جمع ہے جس کا معنٰی لاٹھی ہے انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں ہر ہر جادوگر نے دو دو سانپ نکالے اور یہ جادو کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

جادو کے متعلق اہل سنت والجماعت کا نظریہ :

امام رازیؒ ہاروت ماروت کی تفسیر میں لکھتے ہیں تفسیر کبیر میں کہ اہل سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ جادو کے ذریعے بندے کو گدھا اور گدھے کو بندہ بنایا جا سکتا ہے یعنی جادو کی بعض ایسی قسمیں بھی ہیں ان کا اتنا اثر ہے کہ بندے کو گدھا بنا دیں یا گدھے کو بندہ بنا دیں اور پھر یہ اہل سنت والجماعت کا مسلک بتاتے ہیں۔

تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں وَقَالُوْا اور کہا ان جادوگروں نے بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ یہ با قسم کی ہے۔قسم ہے فرعون کے غلبہ کی البتہ ہم غالب ہونے والے ہیں۔ہم نے اتنے سانپ نکال دیئے ہیں کون مقابلہ کرے گا اور کیا مقابلہ کرے گا فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ان کے سانپ نکالنے کے بعد لاٹھی جب ڈالی فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ پس وہ اچانک اژدھا بن گئی کھلا فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ پس اچانک وہ لاٹھی نگلنے لگ گئی جو کچھ انہوں

نے بنایا تھا۔ اِفک کا معنیٰ ہوتا ہے جھوٹ۔ جو انہوں نے جھوٹ بنایا تھا سانگ رچایا تھا حق کے مقابلے میں، لاٹھی نے نگلنا شروع کر دیا اور سب کو نگل گئی۔ جس طرح مرغیوں کو دانے ڈالتے ہیں تو وہ جلدی جلدی چگ کر صاف کر دیتی ہیں۔ اس طرح ان کے سانپوں کو صاف کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ دوبارہ لاٹھی بن گئی۔ جادوگر جو اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے کیونکہ جادو میں اتنا اثر نہیں ہے کہ وہ آناً فاناً سب کو نگل جائے اور پھر دوبارہ لاٹھی بن جائے۔ لہٰذا سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ پس ڈال دیئے گئے جادوگر سجدے میں۔ تمام جادوگروں نے سجدے میں گر کر کہا قَالُوْٓا کہا انہوں نے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔ کون رب؟ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب جادوگر ایمان لے آئے تھے تو فرعون بھی ایمان لے آتا کیونکہ جادوگر اس کے وکیل تھے اور جب وکیل مقدمہ ہار جاتا ہے تو مؤکل بھی ہارا ہوا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وکیل ہارا ہے مؤکل تو نہیں ہارا۔ جب جادوگر ہار گئے تو فرعون بھی ہار گیا۔ جادوگر ایمان لے آئے انصاف کا تقاضا تھا کہ یہ ایمان لے آتا مگر اقتدار بڑی بُری چیز ہے اس کو چمٹا رہا اور قَالَ کہا فرعون نے جادوگروں کو اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ایمان لائے ہو تم اس پر پہلے اس سے کہ میں تمہیں اجازت دیتا۔ کس کی اجازت سے تم ایمان لائے ہو بلایا تمہیں میں نے ہے، مہمان تم میرے ہو، خرچہ تمہیں میں نے دینا ہے اور میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ بے شک موسیٰ علیہ السلام تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ معلوم ہوتا

ہے یہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو تم حکومت کو دھوکا دیتے ہو فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس البتہ عنقریب تم جان لوگے۔کیا جان لوگے؟ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ البتہ ضرور میں تمہارے ہاتھ کاٹوں گا اور تمہارے پاؤں کاٹوں گا مِّنْ خِلَافٍ الٹے۔یعنی دایاں ہاتھ بایاں پاؤں اور مِنْ کو تعلیلیہ بناؤ تو پھر مطلب یہ ہوگا لِاَجْلِ خلافِکُمْ چونکہ تم نے میری مخالفت کی ہے اس لیے میں تمہارے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔یہ دونوں تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ وَّلَاُ وصَلِّبَنَّکُمْ اَجْمَعِیْنَ اور میں تم سب کو سولی پر لٹکاؤں گا۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں اور معالم التنزیل وغیرہ میں بھی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اور عبید بن عمیرؒ جو بڑے بلند طبقے کے تابعین میں سے ہیں بھی فرماتے ہیں کہ فرعون نے اعلان کرنے کے بعد کہا کہ تم میں سے جو ماہر اور بڑے جادوگر ہیں وہ آگے آجائیں۔تو سب نے لائن لگالی ایک بھی نہیں بھاگا۔سبعین رجلاً ستر جادوگر جواب مومن ہو چکے تھے ان کو اس نے سولی پر لٹکا دیا، فرعون نے دیکھا کہ یہ تو پیچھے لائن لگی ہوئی ہے اور بھاگنے کا کوئی نام بھی نہیں لے رہا میں نے تو سوچا تھا کہ یہ ڈر کر بھاگ جائیں گے۔تاریخ بتلاتی ہے کہ ایک سے ایک آگے بڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ پھانسی میں میرا پہلا نمبر آئے۔تو بدنامی سے بچنے کے لیے باقیوں کو اس نے چھوڑ دیا۔ایمان کا بڑا جذبہ اور طاقت ہوتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی قوت ایمانی اور رافضی نظریہ :

یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب ختم نبوت کی تحریک چلی تو لاہور میں جنرل اعظم نے دس ہزار نوجوانوں کو بھون ڈالا تھا وہ نوجوان چھاتی کھول کر

سامنے آتے تھے کہ مارو ہمیں۔ دیکھو! یہ لوگ پہلے جادوگر تھے ایمان لائے ہیں ابھی تک انہوں نے نہ کوئی نماز پڑھی ہے اور نہ کوئی روزہ رکھا ہے یوں سمجھو کہ گیارہ بجے ایمان لائے اور ایک بجے سے پہلے پہلے سولی پر لٹکا دیئے گئے ان کی نماز کا وقت ہی کوئی نہیں تھا۔ بات ساری ایمانی قوت کی ہے۔ ایمان نہیں چھوڑا سولی پر لٹک گئے۔ یہ تو موسیٰ علیہ السلام کے امتی تھے اور آنحضرت ﷺ کے امتی تو تمام امتوں میں اعلیٰ اور افضل ہیں ان کا ایمان کتنا قوی اور مضبوط ہوگا۔ مگر رافضی کہتے ہیں آنحضرت ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے......

؎ ہمہ مرتد گشتند الا سہ و چہار کس

تین چار کے علاوہ سب مرتد ہو گئے تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت بہادر نکلی اور آنحضرت ﷺ کی امت بہت بزدل نکلی کہ تیئیس (۲۳) سال آپ نے ان کو تعلیم دی مسجد میں، میدان میں، گلیوں میں، بازاروں میں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تین چار کے سوا سارے مرتد ہو گئے معاذ اللہ تعالیٰ، العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ پھر تو آپ ﷺ دنیا میں ناکام معلم رہے۔ ایسا کہنا نرا کفر ہے۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ وہ ہر طرح کی تکلیف جھیل گئے مگر ایمان نہیں چھوڑا، شہید ہو گئے، پکوڑے بنا دیئے گئے مگر ایمان نہیں چھوڑا۔ زاد المعاد وغیرہ میں حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مفصل موجود ہے اور اصل واقعہ بخاری شریف میں بھی موجود ہے ان کو جب سولی پر لٹکانے کے لیے حرم سے باہر لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا یہ اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے کہ اے خبیب بن عدی تو صرف اتنا کہہ دے آج میری جگہ محمد ﷺ کو لٹکایا جاتا تو میں تیری رہائی کا ذمہ دار ہوں۔ کرتا دھرتا بھی وہی تھا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں

میری جان ہے یہ لفظ تو بہت بڑے ہیں خدا کی قسم میں تو یہ بھی کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ میری سولی کے بدلے میں آنحضرت ﷺ کے پاؤں میں کانٹا چبھے۔

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا

مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں اسلام کی حالت میں قتل کیا جاؤں

حالانکہ اکراہ کے موقع پر ایسے الفاظ کہنے کی شرعاً اجازت ہے۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۱۰۶ میں ہے اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ ''مگر وہ شخص جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن تھا ایمان کے ساتھ۔'' لیکن ان کے ایمان نے یہ الفاظ کہنے کی اجازت نہیں دی۔ کتنا مضبوط ایمان ہے آنحضرت ﷺ کے فدائیوں کا۔ دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔ تو فرعون نے کہا میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ضرور سولی پر لٹکاؤں گا قَالُوْا وہ کہنے لگے لَا ضَیْرَ کوئی ضرر نہیں اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اِنَّا نَطْمَعُ بے شک ہم طمع کرتے ہیں اَنْ یَّغْفِرَلَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ یہ کہ معاف کر دے ہمارا رب ہماری خطائیں اس لیے کہ اَنْ کُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ ہم ہوئے ایمان لانے والوں میں سے پہلے۔ اس مقام پر سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں۔ چنانچہ جانیں دے دیں ایمان نہیں چھوڑا۔ ایمان کی بڑی قوت ہے مگر کوئی ایمان کو سمجھ لے تو، ورنہ کچھ بھی نہیں ہے۔

۞۞۞

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى

اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع ۸

وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی بھیجی اِلٰى مُوْسٰٓى موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنْ اَسْرِ کہ لے کر چلیں رات کو بِعِبَادِيْٓ میرے بندوں کو اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ پس بھیجا فرعون نے فِي الْمَدَآئِنِ شہروں میں حٰشِرِيْنَ جمع کرنے والوں کو اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ لَشِرْذِمَةٌ ایک گروہ ہے قَلِيْلُوْنَ تھوڑا سا وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ اور بے شک

یہ ہمیں بہت غصہ دلاتے ہیں وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ اور بے شک ہم البتہ سب مسلح اور با اختیار ہیں فَاَخْرَجْنٰهُمْ پس ہم نے نکالا ان کو مِّنْ جَنّٰتٍ باغوں سے وَّ عُيُوْنٍ اور چشموں سے وَّكُنُوْزٍ اور خزانوں سے وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور عمدہ جگہوں سے كَذٰلِكَ یہ ایسے ہی ہوا وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا ان چیزوں کا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ پس وہ ان کے پیچھے لگے سورج چڑھتے ہوئے فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ پس جس وقت آمنے سامنے ہوئیں دونوں جماعتیں قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى کہا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ بے شک البتہ ہم پکڑے گئے قَالَ فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے سَيَهْدِيْنِ بہ تاکید وہ میری راہنمائی کرے گا فَاَوْحَيْنَآ پس ہم نے وحی بھیجی اِلٰى مُوْسٰٓى موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ یہ کہ ماریں اپنی لاٹھی الْبَحْرَ سمندر پر فَانْفَلَقَ پس وہ پھٹ گیا فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ پس ہوگیا ہر ایک حصہ كَالطَّوْدِ جیسے پہاڑ الْعَظِيْمِ بڑا وَاَزْلَفْنَا اور ہم نے قریب کردیا ثَمَّ اس مقام میں الْاٰخَرِيْنَ دوسروں کو وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى اور ہم نے نجات دی موسیٰ علیہ السلام کو وَمَنْ مَّعَهٗ اور ان کو جو ان کے ساتھ تھے اَجْمَعِيْنَ سب کو ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہم نے غرق کیا دوسروں کو اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور ان میں سے اکثر ایمان لانے

والے نہیں ہیں وَاِنَّ رَبَّکَ اور بے شک آپ کا رب لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ البتہ وہی ہے غالب، مہربان ہے۔

پہلے سے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا قصہ چلا آ رہا ہے۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں بہتر (۷۲) ہزار جادوگر لایا۔ انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں وہ سانپ بن گئیں۔ انہوں نے خوشی میں بھنگڑے ڈالنے شروع کر دیئے اور کہا کہ ہم غالب آئیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حکم سے لاٹھی ڈالی اس نے اژدھا بن کر سب کو نگل لیا اور پھر لاٹھی کی لاٹھی۔ جو حقیقت شناس جادوگر تھے وہ سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ فرعون نے کہا کہ تم میری اجازت سے پہلے ایمان لائے ہو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارا بڑا ہے تمہارا استاد ہے اندر سے تم ایک ہو حکومت کے خلاف سازش کرتے ہو۔

بنی اسرائیل کی ہجرت :

جب ان لوگوں پر اتمام حجت ہو گئی دلائل سے حق سمجھا دیا گیا تو پھر وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف، حکم بھیجا، پیغام بھیجا اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ کہ لے چلیں رات کو میرے بندوں کو۔ اِسْرا کا معنٰی ہے رات کو لے جانا۔ میرے وہ بندے جو ایمان لا چکے ہیں ان کو رات کے وقت یہاں سے لے چلو ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے سب کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ہم نے یہاں سے چلے جانا ہے بنی اسرائیل کافی تعداد میں تھے جن میں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان تھوڑے سے آدمی بھی گھر سے نکلیں تو شور ہوتا ہے یہ تو بہت بڑی تعداد تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

رات کو چلنا ہے اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔فرعون اور اس کی فوجیں تمہارا پیچھا کریں گی گھبرانا نہیں ہے۔چنانچہ جس وقت فرعون کو معلوم ہوا تو اس نے ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا کہ یہ جا رہے ہیں ان کو پکڑنا ہے کیونکہ انہی کے خون پسینے سے تو اُن کا گزارا ہوتا تھا۔کوئی کھیتی باڑی کرتا تھا،کوئی مالی تھا،کوئی دھوبی تھا،کوئی مزدور تھا اور مزدور کے بغیر کوئی ملک قائم نہیں رہ سکتا۔سارے مزدور جا رہے ہیں کام کون کرے گا؟ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ پس بھیجا فرعون نے شہروں میں حٰشِرِیْنَ جمع کرنے والوں کو۔مصر کے اردگرد بہت سی بستیاں تھیں جن میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ رہتے تھے۔فرعون نے آدمی بھیجے کہ فوراً ان کو جمع کرو۔چنانچہ جس وقت وہ لوگ جمع ہو گئے تو فرعون نے کہا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ۔ شِرْذِمَه کا معنیٰ ہے گروہ،ٹولا،طبقہ، یہ جو بنی اسرائیل کے لوگ ہیں یہ ایک گروہ ہے جو ہماری نسبت تھوڑے ہیں اور تھا بھی ایسے ہی بنی اسرائیلیوں کی تعداد فرعونیوں کے مقابلے میں بالکل تھوڑی تھی۔تو یہ تھوڑے آدمی ہیں وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ اور بے شک انہوں نے ہمیں غصے میں ڈالا ہے ہر کام ہمارے خلاف ہے ہر جگہ ہمارے ساتھ مقابلہ،انہوں نے ہمارے کلیجے جلا دیئے ہیں۔اور دیکھو! وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ۔ حاذر کا معنیٰ مسلح،باہتھیار۔اور بے شک ہم سب کے سب مسلح ہیں۔اور حذر کا معنیٰ ڈرنے کے بھی ہیں۔تو پھر معنیٰ یہ ہوگا کہ ہیں تو یہ تھوڑے سے مگر ہم ان کی فتنہ انگیزی سے ڈرتے ہیں۔حکومت کی بڑی قوت ہوتی ہے مگر پبلک جب باہر نکل آئے،احتجاج کرے،جلوس نکالے تو حکومت گھبرا جاتی ہے اس کا انکار بھی کوئی نہیں کر سکتا۔تو کہنے لگے کہ یہ تھوڑے سے ہیں لیکن ہم پھر بھی ان سے خدشہ رکھتے ہیں کہ وہ کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کریں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ

وَّ عُیُوۡنٍ پس ہم نے نکالا فرعونیوں کو باغوں اور چشموں سے وَّ کُنُوۡزٍ اور خزانوں سے وَّمَقَامٍ کَرِیۡمٍ اور ان جگہوں سے جو بڑی عمدہ تھیں، عزت والی تھیں۔ کوٹھیوں میں قالین بچھے ہوئے تھے بڑے آرام دہ مکان تھے ان کوٹھیوں اور باغوں کو چھوڑ کر بنی اسرائیلیوں کا تعاقب کیا۔ کَذٰلِکَ رب تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ایسے ہی ہوا وَ اَوۡرَثۡنٰھَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اور وارث بنایا ہم نے ان باغات کا، کوٹھیوں کا، چشموں کا، خزانوں کا بنی اسرائیل کو۔ اس وقت نہیں بلکہ کچھ عرصہ کے بعد۔ تو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے۔ پھر کیا ہوا؟ فَاَتۡبَعُوۡھُمۡ مُّشۡرِقِیۡنَ پس وہ ان کے پیچھے لگے سورج چڑھتے ہوئے۔ فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے پیچھے گئے مُشۡرِقٌ قاف قندھاری سے ہو تو اس کا معنیٰ ہے سورج چڑھ رہا تھا یعنی جس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا اس وقت پیچھے جا پہنچے۔ موسیٰ علیہ السلام قوم کے ہمراہ بحر قلزم کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ بحر قلزم بڑا سمندر ہے ان کے پاس نہ کشتی تھی اور نہ کوئی متبادل راستہ تھا کہ آگے چلے جائیں۔ پیچھے فرعون کی فوجیں نعرے مارتے ہوئے، ڈھول پیٹتے ہوئے بجاتے ہوئے آ رہی ہیں اور آگے سمندر ہے فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ پس جب آمنے سامنے ہوئیں فوجیں۔ اُنہوں نے اِن کو دیکھا اور اِنہوں نے اُن کو دیکھا قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا حضرت! اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ بے شک البتہ ہم پکڑے گئے کہ ہم طاقت کے اعتبار سے بھی اور افراد کے اعتبار سے بھی ان سے تھوڑے ہیں۔ تاریخ میں آتا ہے کہ پہلے فرعون آگے تھا جب قریب پہنچے تو ہامان کو آگے کر دیا اس کے پیچھے فوج اور خود فوج کے پیچھے ہو گیا تھا۔ اتنی بڑی فوج ہو تو طبعی طور پر گھبراہٹ تو ہوتی ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا ہم تو گرفتار ہو گئے ان ظالموں نے ہمیں چھوڑنا نہیں ہے۔ فرعون بڑا ظالم

تھا پہلے بنی اسرائیلیوں کے بچے ذبح کرتا رہا پھر ستر وہ جادوگر جو مسلمان ہوئے تھے ان کو سولی پر لٹکا دیا تھا وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ [سورۃ الفجر] ''فرعون میخوں والا'' یعنی فرعون جب سزا دیتا تھا تو ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا تا کہ وہ ہل نہ سکے۔ اور سورۃ الدخان آیت نمبر ۳۱ میں ہے اِنَّہٗ کَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ''بے شک فرعون بڑا سرکش، باغی، حد سے بڑھنے والا تھا'' فرعون کے سارے حالات ان کے سامنے تھے تو گھبرائے اور کہا کہ ہم تو پکڑے گئے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں! یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیوں؟ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے اس کی مدد اور نصرت میرے ساتھ ہے فرعون کی کیا حیثیت ہے؟ دنیا میں ہزاروں فرعون آئے اور آتے رہیں گے میرا رب وہ قادر مطلق ہے جو ایک لمحے میں ہزاروں جہان آباد کر دے اور ہزاروں جہان فنا کر دے اس فرعون کی کیا حیثیت ہے میرے ساتھ میرا رب ہے سَیَھْدِیْنِ وہ ضرور میری راہنمائی کرے گا اس کے حکم سے ہم گھروں سے نکلے ہیں اس کی تائید ہمیں حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی پس ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ یہ کہ مار اپنی لاٹھی کو سمندر پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک جب سمندر پر مارا تو بارہ راستے بن گئے تفسیروں میں لکھا ہے اور اس کی اصل قرآن پاک میں موجود ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ہر ہر بیٹے کا علیحدہ خاندان تھا انتظامی طور پر علیحدہ علیحدہ رہتے تھے وادی تیہ جس کو آج کل وادی سینائی کہا جاتا ہے میں بھی جب پانی کی ضرورت پڑی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ پتھر پر لاٹھی مارو جب انہوں نے لاٹھی ماری تو بارہ چشمے جاری ہو گئے ہر ایک کے لیے الگ الگ چشمہ متعین کر دیا گیا۔ اس موقع پر بھی جب موسیٰ علیہ السلام

نے لاٹھی کے ساتھ اشارہ کیا تو بارہ راستے بن گئے ان راستوں سے بنی اسرائیل سارے کے سارے سمندر عبور کر گئے کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا چھوٹے اور کیا بڑے، بیمار تندرست سب نے سمندر عبور کر لیا اور فرعونی سارے سمندر میں داخل ہو گئے۔ آگے وزیر اعظم ہامان پیچھے فوجیں اور فوجوں کے پیچھے فرعون۔ ان احمقوں نے سمجھا کہ یہ راستے ہمارے لیے بنے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برابر ہو گیا اور چل پڑا فرعون کے علاوہ باقی سارے وہیں سے جہنم رسید ہو گئے کسی کی لاش بھی نہ ملی۔ فرعون بڑا واویلا کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً [یونس:۹۲] ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تیرے بدن کو، تیری لاش کو باہر نکال کر پھینک دیں گے تاکہ پچھلوں کے لیے نشانی ہو جائے۔ لوگ دیکھیں کہ یہ ہے وہ شخص جو کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ''میں تمہارا بڑا رب ہوں۔'' [سورۃ النازعات] اور یہ بھی کہتا تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ [قصص: ۳۸] ''میں نہیں جانتا تمہارے لیے اپنے سوا کوئی اور الٰہ۔'' میرے علاوہ تمہارا اور کوئی الٰہ نہیں ہے تاریخ اس کا ثبوت دیتی ہے کہ فرعون جس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا اور اس کے علاوہ مزید کئی فرعونوں کی لاشیں آج بھی مصر کے عجائب گھر میں موجود ہیں لوگ دیکھتے ہیں رب تعالیٰ نے عبرت کے لیے ان کو باقی رکھا ہوا ہے کبھی کبھی ان کی تصویریں اخبارات میں آجاتی ہیں تو ان کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ ان مونہوں کے ساتھ وہ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتے تھے۔

فرعون کا غرق ہونا :

ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو بتلایا کہ حضرت بڑا عجیب موقع تھا فرعون جب پانی میں غوطے کھانے لگا تو اس نے

بڑا اویلا کیا، آہ وزاری کی، میں نے گارا اٹھا کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا تھا کہ کہیں رب تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ کر لے۔ اس نے بنی اسرائیل پر بڑے ظلم کیے، پیغمبروں کا مقابلہ کیا، حق کا مقابلہ کیا اب یہ واویلا کرتا ہے۔ فرمایا آپ اپنی لاٹھی ماریں سمندر پر فَانْفَلَقَ پس وہ پھٹ گیا فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ پس ہو گیا ہر حصہ جیسے بڑا پہاڑ ہوتا ہے وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ اور ہم نے قریب کر دیا اس مقام پر دوسروں کو فرعونیوں کو ہم نے قریب کر دیا۔ پھر کیا ہوا؟ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ اور ہم نے نجات دی موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو چاہے وہ مومن تھے یا منافق تھے کیونکہ ان میں سامری بھی تھا حالانکہ وہ منافق تھا۔ جو بھی ساتھ تھے ان کو نجات ملی ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہم نے غرق کر دیا دوسروں کو۔ فرعونیوں کا پتا بھی نہ چلا کہ کہاں گئے ہیں تاریخ میں ان کے قصے ہی قصے رہ گئے ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک البتہ اس میں نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں ان میں اکثر ایمان لانے والے۔ ہر دور میں اکثریت کافروں کی ہی رہی ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ البتہ بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب اور مہربان۔ اس میں ایک تو آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آج یہ کافر آپ ﷺ کا مقابلہ کر رہے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے کافر بھی پیغمبروں کا مقابلہ کرتے رہے ہیں اور تباہ اور برباد ہوئے ہیں اور دوسرا کافروں کو سمجھایا گیا ہے کہ دیکھو نافرمانی کا یہ نتیجہ ہے کہ جن قوموں نے پیغمبروں کی مخالفت کی، نافرمانی کی نوح علیہ السلام کی قوم، ابراہیم علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، ان کا کیا انجام ہوا اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا۔ اس قصے کو پہلے اس لیے بیان کیا کہ عرب میں

مردم شماری کے اعتبار سے مشرکوں کے بعد یہود کا نمبر تھا اور یہ لوگ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔تو وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

۞۞۞

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ

اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اورآپ ان کوسنائیں نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ خبر ابراہیم علیہ السلام کی اِذْ قَالَ جب کہا انہوں نے لِاَبِيْهِ اپنے والد کو وَ قَوْمِهٖ اور اپنی قوم کو مَا تَعْبُدُوْنَ تم کن کی عبادت کرتے ہو قَالُوْا کہنے لگے نَعْبُدُ اَصْنَامًا ہم عبادت کرتے ہیں بتوں کی فَنَظَلُّ لَهَا پس سارا دن ہم ان کے سامنے عٰكِفِيْنَ جھکے رہتے ہیں قَالَ فرمایا هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ کیا وہ سنتے ہیں تمہاری اِذْ تَدْعُوْنَ جب تم ان کو پکارتے ہو اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ یا وہ تمہیں نفع دیتے ہیں اَوْ يَضُرُّوْنَ یا

وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں قَالُوْا انہوں نے کہا بَلْ وَجَدْنَآ بلکہ پایا ہم نے
اٰبَآءَ نَا اپنے باپ دادا کو کَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ وہ اسی طرح کرتے تھے قَالَ فرمایا
اَفَرَ ءَیْتُمْ کیا تم دیکھتے ہو مَّا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ جن چیزوں کی تم عبادت کرتے
ہو اَنْتُمْ تم وَاٰبَآؤُ کُمُ اور تمہارے آباؤ اجداد الْاَقْدَمُوْنَ جو پہلے گزر چکے ہیں
فَاِنَّھُمْ پس بے شک وہ عَدُوٌّلِّیْٓ میرے دشمن ہیں اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ مگر رب
العالمین الَّذِیْ خَلَقَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا ہے فَھُوَ یَھْدِیْنِ پس وہی میری
راہنمائی کرتا ہے وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ اور وہ رب مجھ کو کھلاتا ہے وَیَسْقِیْنِ اور
مجھے پلاتا ہے وَاِذَا مَرِضْتُ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں فَھُوَ یَشْفِیْنِ پس وہی
مجھ کو شفا دیتا ہے وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ اور وہ مجھ کو وفات دے گا ثُمَّ یُحْیِیْنِ پھر مجھے
زندہ کرے گا وَالَّذِیْٓ اور وہ ہے اَطْمَعُ میں امید رکھتا ہوں اَنْ یَّغْفِرَلِیْ یہ کہ
معاف فرمائے گا خَطِیْٓئَتِیْ میری خطائیں یَوْمَ الدِّیْنِ قیامت کے دن رَبِّ
ھَبْ لِیْ حُکْمًا اے میرے رب عطا فرما مجھے حکم وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ملا
دے مجھے نیک لوگوں کے ساتھ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ اور بنا دے میرے
لیے سچی زبان فِی الْاٰخِرِیْنَ پچھلوں میں وَاجْعَلْنِیْ اور بنا دے مجھ کو مِنْ
وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ اس جنت کے وارثوں میں سے جو خوشی کے باغ ہیں۔

اس سے پہلے تین رکوعوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بڑی تفصیل کے
ساتھ بیان ہوا ہے۔اب اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے والد اور ان کی
قوم کا ذکر ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا وَاتْلُ

علیہم پڑھیں آپ ان پر ان کو سنائیں نَبَاَ اِبْرٰهِیْمَ خبر ابراہیم علیہ السلام کی۔عرب کے لوک عمومی طور پر اور مکے کے لوگ خصوصی طور پر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم نسلاً بھی ابراہیمی ہیں یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نظریۃً (نظریاتی اعتبار سے) بھی ابراہیمی ہیں یعنی ہمارے عقائد اور اعمال بھی ابراہیم علیہ السلام والے ہیں۔وہ اپنی تمام غلطیوں اور خرافات کو ابرہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے العیاذ باللہ تعالیٰ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو ابراہیم علیہ السلام کے حالات پڑھ کر سنائیں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ اُن کے کیا نظریات تھے اور وہ کیا کرتے تھے اور کیا کہتے تھے اور تم کیا کہتے ہو اور کرتے ہو۔تمہارا کیا تعلق ہے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ محض نسبت سے کچھ نہیں بنتا۔

آزر ہی ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو جس کا نام آزر تھا۔سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۴ میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ ''اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کو کہا۔'' رب تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کون ہے؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آزر، ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا اور کوئی انکار کرے تو اس کی کیا حیثیت ہے۔یقین جانو! آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہی تھے۔زبردستی ان کو چچا بنانا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنا قرآن پاک کی تحریف ہے۔اس وقت کی کلدانی حکومت کا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا اور آزر اس حکومت کا وزیر مذہبی امور تھا۔اس کا کام بت خانے بنانا، بت بنانا اور اس محکمے کی نگرانی کرنا تھا۔بت بنانے والے کے گھر رب تعالیٰ نے بت شکن بیٹا پیدا فرمایا۔تو جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد وَ قَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے فرمایا مَا تَعْبُدُوْنَ تم لوگ کون سی چیزوں کی عبادت

کرتے ہو؟ تمہارے معبود کون ہیں؟ قَالُوْا وہ کہنے لگے نَعْبُدُ اَصْنَامًا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ پس ہم سارا دن ان کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ کوئی رکوع میں ہوتا تھا، کوئی سجدے میں، کوئی طواف کر رہا ہوتا تھا، کوئی ان کو خوشبو لگاتا، کوئی چوم رہا ہے جو مشرک قوموں کے طریقے ہوتے ہیں وہ سب کرتے تھے۔ ایک تو وہ بت پرستی کرتے تھے اور دوسری بات ساتویں پارے میں مذکور ہے کہ سورج، چاند، ستاروں میں بھی وہ کرشمے مانتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ چاند، سورج اور ستاروں میں بھی خدائی کرشمے ہیں۔ قَالَ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ کیا وہ تمہاری بات کو سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو اپنی مدد کے لیے، تمہاری فریادیں سنتے ہیں اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں اَوْ يَضُرُّوْنَ یا وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں اگر تم ان کی پوجا نہ کرو قَالُوْا ان لوگوں نے کہا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ بلکہ ہم نے پایا ہے اپنے آباؤ اجداد کو وہ اسی طرح کرتے تھے۔ ہمارے پاس سو دلیلوں کی ایک ہی دلیل ہے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ ایسی تقلید کی قرآن پاک نے سخت تردید کی ہے۔

تقلید کی اہمیت :

اور اہل اسلام جو تقلید کرتے ہیں وہ مطلوب اور مقصود ہے۔ اور تقلید ایسی چیز میں ہوتی ہے جس پر نہ تو قرآن کریم میں صراحت ہو اور نہ حدیث پاک میں۔ وہ چیز خلفائے راشدین سے بھی ثابت نہ ہو اور نہ وہ چیز صحابہ کرام ؓ سے ثابت ہو۔ ایسے مسئلہ میں اماموں میں سے کسی امام کی بات مان لینے کا نام تقلید ہے اور ہم امام کی بات کو بھی معصوم سمجھ

کے نہیں مانتے۔ معصوم صرف پیغمبر ہیں حاشا وکلا کوئی امام معصوم نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حنفی ، مالکی، حنبلی شافعی اماموں کو معصوم مانتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ امام مجتہد ہیں اور اجتہاد میں غلطی بھی ہوسکتی ہے اور درست بھی ہوسکتا ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ عوام کو مغالطہ دیتے ہیں کہ ان لوگوں نے اماموں کو نبی کی گدی پر بٹھا دیا ہے۔ یہ گدھے خود بھی اس مسئلے کو نہیں سمجھے۔ نبی کی گدی پر تو تب بٹھاتے کہ اماموں کو معصوم سمجھتے اور کہتے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ معصوم ہیں امام بھی اسی طرح معصوم ہیں۔ جبکہ ہم اس کے قائل نہیں ہیں ہم اماموں کو معصوم نہیں سمجھتے۔ البتہ شیعہ اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں اور شیعہ کی تکفیر کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

شیعہ کے کفر کی وجوہ ثلاثہ :

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شیعہ کے کافر ہونے کی تین اصولی وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ کہتے ہیں امام معصوم ہوتے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ جن کو رب تعالیٰ نے مومن کہا ہے۔ تو اماموں کو معصوم ماننے والوں کو اہل حق کافر کہتے ہیں تو ہم اماموں کو نبی کی گدی پر کس طرح بٹھا سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو وہ اسی طرح کرتے تھے لہٰذا ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں قَالَ فرمایا اَفَرَءَ یْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ کیا تم دیکھتے ہو جن کی تم عبادت کرتے ہو اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ تم اور تمہارے باپ دادا جو پہلے گزرے ہیں صاف لفظوں میں مجھ سے سن لو فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ پس بے شک وہ تمہارے سارے معبود میرے دشمن ہیں میں ان کا دوست نہیں ہوں اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ سوائے رب العالمین کے۔ باقی سب میرے دشمن ہیں۔ بڑی ہمت اور جرأت

کی بات ہے کہ باپ دشمن، عزیز رشتہ دار دشمن، سوائے بیوی اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے۔ بادشاہ دشمن، سارا ملک چپڑ اسی سے لے کر بادشاہ سب مشرک ہیں۔ اور کتنے صاف لفظوں میں اپنا موقف پیش کر رہے ہیں۔ گھر تشریف لاتے ہیں تو باپ سے ٹکر ہے سولھویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو فرمایا یٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ [سورۃ مریم] "اے ابا جی! نہ عبادت کرو شیطان کی۔" کتنے پیارے انداز میں باپ کو حق سنایا مگر والد نے کہا اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰاِبْرٰهِیْمُ "اے ابراہیم میرے الٰہوں سے اعراض کرتے ہو، ان کی تردید کرتے۔" اگر آپ باز نہ آئے تو میں پتھر مار مار کر تجھے ہلاک کر دوں گا۔ مجھے چھوڑ دو لمبے زمانے تک، زندگی بھر مجھ سے گفتگو نہ کرنا۔ تو سارے ملک کے ساتھ ٹکر ہے اور اپنا موقف واضح اور صاف لفظوں میں بیان فرما رہے ہیں کہ بے شک وہ میرے دشمن ہیں میں ان کا دشمن ہوں سوائے رب العالمین کے۔ کون رب العالمین اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا ہے فَهُوَ یَهْدِیْنِ پس وہی میری راہنمائی کرتا ہے۔ یہ بتلاؤ کہ تمہارے خداؤں نے کس کو پیدا کیا ہے؟ او ظالمو! یہ الٰہ تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہیں، بنائے ہیں وہ تمہارے الٰہ کیسے بن گئے اتنی موٹی بات بھی تمہیں سمجھ نہیں آتی۔ یہ چاند، سورج، ستارے جو اپنی مرضی سے کہیں کھڑے نہیں ہو سکتے رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق ڈیوٹی دے رہے ہیں یہ رب کیسے بن گئے؟ رب کی ذات وہ ہے جس پر کبھی زوال نہیں ہے اس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری راہنمائی کرتا ہے وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ اور وہ مجھ کو کھلاتا ہے وَیَسْقِیْنِ اور مجھے پلاتا ہے۔ کھانے پینے کے تمام انتظامات اس نے کیے ہیں تمہارے الٰہوں نے کیا کیا ہے ان کے پاس کیا ہے؟ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے کسی اور کے پاس شفا نہیں ہے۔

انسان کے بیمار ہونے کی وجہ :

پرانے حکیم کاغذ پر نسخہ لکھ کر دیتے تھے تو اس کے اوپر لکھا ہوتا تھا ''ھوالشافی'' شفا صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی۔عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بیماری میں انسان کی اپنی کوتاہی شامل ہوتی ہے۔زیادہ کھالیا ،بدہضمی ہوگئی،گرمی سردی سے نہ بچا، بخار ہوگیا، بدپرہیزی کرتے ہیں نقصان ہوتا ہے۔ عرب کا مشہور حکیم تھا حارث بن کلدہ بڑا سمجھ دار تھا لوگ اس کے پاس جاتے کہ ہمیں علاج کے طریقے بتلاؤ۔وہ کہتا رَأْسُ الدَّوَاءِ الحَمِيَّةُ وَرَأْسُ الدَّاءِ البِطْنَة ''سب سے بڑا علاج پرہیز ہے اور پیٹ بھر لینا سب بیماریوں کی ماں ہے، سب بیماریوں کی جڑ ہے۔''فرمایا وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ اور وہ جو مجھے وفات دے گا ثُمَّ يُحْيِيْنِ پھر مجھے زندہ کرے گا۔کیونکہ قیامت بھی حق ہے جس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے وَالَّذِيْٓ اور میرا رب وہ ہے اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَلِيْ خَطِيْٓـئَتِيْ کہ میں امید رکھتا ہوں یہ کہ معاف فرمائے گا میری خطائیں يَوْمَ الدِّيْنِ بدلے والے دن، قیامت والے دن۔سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۳۵ میں ہے وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ''اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون معاف کر سکتا ہے۔'' میرے الٰہ کی یہ خوبیاں ہیں اوظالمو! تمہارے الٰہ تو تمہارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے ہیں ان کی تم عبادت کرتے ہو۔فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا اے رب مجھ کو مجھے حکم عطا فرما وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ اور ملادے مجھ کو نیکوں کے ساتھ۔حکم سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ مجھے ہجرت کا حکم دیں۔ساٹھ سال تک تبلیغ کی بلکہ بعض نے اسّی سال بھی لکھے ہیں۔اتنے عرصے میں صرف ایک عورت نے ساتھ دیا پروردگار! مجھے ہجرت کا حکم دے اس علاقے کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور ایسے

علاقے میں پہنچا جہاں نیک بندے ہوں میری بات کو سن لیں۔اور پروردگار! وَاجْعَلْ لِّی لِسَانَ صِدْقٍ اور بنا میرے لیے سچائی کی زبان فِی الْاٰخِرِیْنَ پیچھے والوں میں یعنی بعد میں جو لوگ آئیں وہ اچھی زبان سے میرا تذکرہ کریں۔ میرے اچھے کام وہ بھی کریں۔ پیغمبر محض شہرت نہیں چاہتے ہم آپ شہرت پر خوش ہوتے ہیں اخبار میں نام آگیا، اشتہار میں نام آگیا تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبران تمام چیزوں سے مبرا ہوتے ہیں وہ نام اس لیے چاہتے ہیں کہ جو کام انہوں نے کیے وہ باقی لوگ بھی کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والد کے سامنے حق پیش کیا، قوم کے سامنے پیش کیا، ظالم جابر بادشاہ نمرود بن کنعان کے سامنے پیش کیا اور بڑا طویل عرصہ مگر کمزوری نہیں دکھائی۔ بالآخر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور دعا کی کہ اے پروردگار! میرا نام پیچھے والوں میں رہے ان کے لیے سبق ہو اس سچی زبان سے جو نکلا ہے پیچھے والے لوگوں میں یادگار رہے وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ اور بنا دے مجھ کو اس جنت کے وارثوں میں سے جو خوشی کے باغ ہیں۔ بقیہ مضمون کل آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اور بخش دے میرے باپ کو اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے وَلَا تُخْزِنِيْ اور مجھے رسوا نہ کریں يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ جس دن کہ کھڑے کیے جائیں گے يَوْمَ وہ دن ہوگا لَا يَنْفَعُ مَالٌ نہیں نفع دے گا مال وَّلَا بَنُوْنَ اور نہ بیٹے اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ مگر وہ شخص جو آیا اللہ تعالیٰ کے پاس بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ قلب سلیم کے ساتھ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ اور قریب کر دی جائے گی جنت لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ اور ظاہر کر

دی جائے گی جہنم لِلْغٰوِیْنَ گمراہوں کے لیے وَقِیْلَ لَھُمْ اور کہا جائے گا ان کو اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے ھَلْ یَنْصُرُوْنَکُمْ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں فَکُبْکِبُوْا فِیْھَا پس الٹے کر کے ڈالے جائیں گے دوزخ میں ھُمْ وَالْغَاوٗنَ وہ بھی اور دوسرے گمراہ بھی وَ جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ اور ابلیس کے تمام لشکروں کو بھی قَالُوْا وہ کہیں گے وَ ھُمْ فِیْھَا یَخْتَصِمُوْنَ اور وہ دوزخ میں جھگڑ رہے ہوں گے تَاللّٰہِ اللہ کی قسم ہے اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بے شک ہم تھے البتہ کھلی گمراہی میں اِذْ نُسَوِّیْکُمْ جس وقت ہم تمہیں برابر کرتے تھے بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کے ساتھ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ اور نہیں بہکایا ہمیں مگر مجرموں نے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ پس نہیں کوئی ہماری سفارش کرنے والا وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ اور نہ کوئی مخلص دوست فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً پس کاش بے شک ہمارے لیے دنیا کی طرف لوٹنا ہو فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ پس ہم ہو جائیں مومنوں میں سے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں اکثر ان میں سے ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ اور بے شک آپ کا رب لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ البتہ وہی غالب ہے مہربان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ چلا آ رہا ہے۔ مشرکین عرب اپنا تعلق ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جوڑتے تھے کہ ہم ابراہیمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ آپ ان کو ابراہیم علیہ السلام کے حالات سنائیں کہ ان کے عقائد ونظریات کیا تھے اور تمہارے کیا ہیں؟ وہ موحد تھے۔ کل کے سبق میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ کو بھی سمجھایا، برادری کو بھی سمجھایا کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں کیا وہ تمہیں نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس کا انہوں نے صرف یہ جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا کرتے ہوئے پایا ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور تمہارے پہلے باپ دادا عبادت کرتے تھے وہ میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے۔ پھر رب العالمین کی صفتیں بیان فرمائیں کہ اس نے مجھے پیدا کیا ہے اور میری راہنمائی کرتا ہے، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، جب میں بیمار ہو جاؤں تو مجھے شفا دیتا ہے، وہ مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا اور میں اس سے امید رکھتا ہوں کہ میری خطائیں بدلے والے دن معاف کر دے گا۔ اور یہ دعا بھی کی کہ اے پروردگار! مجھے ہجرت کا حکم دے اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا اور پچھلے لوگوں میں میرا اچھا نام اور کارنامے ہوں تاکہ وہ ان کی پیروی کریں اور یہ دعا بھی کی کہ مجھے جنت کے وارثوں میں سے بنا دے۔

مشرک کے لیے دعا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام :

اور ایک دعا یہ تھی وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اے پروردگار! میرے باپ کو بخش دے اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ مشرک کے لیے تو مغفرت کی دعا جائز نہیں ہے ابراہیم علیہ السلام نے کیوں کی؟ چنانچہ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۱۳ میں ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ "نہیں لائق نبی کے اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے لیے وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ واضح ہوگیا ان کے لیے کہ وہ جہنمی ہیں۔'' ابراہیم علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے انہوں نے اپنے مشرک باپ کے لیے کیوں دعا کی؟ اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا خود جواب دیا کہ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ ''اورنہیں تھا ابراہیم علیہ السلام کا بخشش مانگنا اپنے باپ کے لیے مگر ایک وعدے کی بنا پر جو وعدہ انہوں نے اس سے کیا تھا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ پس جب واضح ہوگیا کہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، کافر اور مشرک ہے تو بیزاری کا اعلان کیا۔'' اور پھر کبھی باپ کے لیے دعا نہیں کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی دعا کی وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ اور مجھے رسوا نہ کریں جس دن کھڑے کیے جائیں گے لوگ۔

قیامت کے دن کافروں کا انجام :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد سے ملاقات ہوگی آپ دیکھیں گے کہ اس کا منہ ذلت اور گردوغبار سے آلودہ ہو رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ پروردگار آپ کا مجھ سے وعدہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سن لو! جنت تو کافر پر قطعاً حرام ہے اور ایک روایت میں ہے ابراہیم علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گے پروردگار! تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس دن مجھے رسوا نہ کرے گا۔ مگر اس سے بڑھ کر کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ اس طرح رحمت سے دور ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے خلیل! میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر حکم ہوگا ابراہیم دیکھ! تیرے پیروں کے تلے کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے کہ ایک بدصورت بجو کیچڑ میں لتھڑا

کھڑا ہے جس کو پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ ہوں گے جن کی شکل تبدیل کردی جائے گی۔ فرمایا قیامت کا دن ایسا ہوگا یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ جس دن نہیں نفع دے گا مال اور نہ بیٹے اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ مگر وہ شخص جو آیا اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ وہ کامیاب ہوگا۔ قلب سلیم وہ ہے جو کفر، شرک، نفاق سے پاک ہو وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ اور قریب کردی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے کہ جنتی وہاں قریب پہنچ جائیں گے وَبُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِلۡغٰوِیۡنَ اور ظاہر کردی جائے گی جہنم گمراہوں کے لیے، سامنے نظر آرہی ہوگی۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جو گنہگاروں کی طرف غضب ناک تیوروں سے دیکھے گی اور ایسا شور مچائے گی کہ دل اڑ جائیں گے، کلیجے ہل جائیں گے۔ تو گمراہوں کو دوزخ نظر آرہی ہوگی۔ اس میں سانپ اور بچھو بھی نظر آئیں گے اور بہت کچھ نظر آئے گا اور وہ دیکھ کر ڈریں گے وَقِیۡلَ لَھُمۡ اور کہا جائے گا ان مجرموں سے اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ وہ کہاں ہیں دکھاؤ! ھَلۡ یَنۡصُرُوۡنَکُمۡ کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں اَوۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ یا وہ انتقام لے سکتے ہیں۔ جب تمہارے ان باطل معبودوں کو سزا ہوگی کیا وہ ہم سے بدلہ لے سکتے ہیں؟ دنیا میں یہی کچھ ہوتا ہے اگر کوئی کسی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے کوئی کسی کو گالی دیتا ہے تو قوت والا آدمی بدلہ لیتا ہے۔ ابھی ان باطل معبودوں کی سزا شروع ہونے والی ہے اور تمہیں بھی سزا ہونے والی ہے کیا وہ اپنا دفاع کر سکتے ہیں یا ہم سے بدلہ لے سکتے ہیں یا تمہاری مدد کر سکتے ہیں فَکُبۡکِبُوۡا فِیۡھَا پس الٹے کر کے پھینک دیئے جائیں گے جہنم میں ھُمۡ وَالۡغَاوٗنَ وہ بھی اور دوسرے گمراہ بھی۔ ٹانگیں اوپر ہوں گی

اور سر نیچے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! سر کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا جس رب نے پاؤں کے بل چلایا ہے سر کے بل بھی چلائے گا۔ یہ علامت ہوگی کہ ان کے مغز اور کھوپڑیاں الٹی تھیں۔ حق کسی طرف تھا اور یہ کسی اور طرف تھے۔ جس وقت دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو فرشتے دھکے مار کر دوزخ میں پھینک دیں گے وَ جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ اور ابلیس کے سارے لشکروں کو بھی دوزخ میں پھینک دیا جائے گا قَالُوْا کہیں گے وَ هُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ عبادت کرنے والے اور جن کی عبادت کی گئی ہے، گمراہ ہونے والے اور جنہوں نے گمراہ کیا تھا۔ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۲ میں ہے فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ''پس مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو۔'' یہ شیطان اس وقت کہے گا جب جہنمی مل جل کر ابلیس کے پاس جائیں گے کہ دنیا میں ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتا تھا آج کچھ کرنا! ہمیں تو نے ذلیل کروا دیا ہے۔ ابلیس کو برا بھلا کہیں گے تو ابلیس کہے گا وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ''اور نہیں تھا میرا تمہارے اوپر کوئی غلبہ، کوئی زور اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ مگر یہ کہ میں نے تمہیں دعوت دی تو تم نے میری بات قبول کر لی۔'' آج تم میرے پیچھے پڑ گئے ہو میں نے کوئی تمہیں پکڑ کر گمراہ کیا تھا مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ''نہ میں تمہیں چھڑا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو۔'' اسی طرح لوگوں نے جو جھوٹے معبود بنائے ہوئے تھے ان کے ساتھ بھی جھگڑا کریں گے اور رب تعالیٰ سے کہیں گے رَبَّنَآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا ''اے ہمارے رب ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی۔'' یہ ہمارے مذہبی پیشوا اور سیاسی لیڈر ہیں فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ''انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا سیدھے راستے سے رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ

لَعْنًا كَبِيْرًا [احزاب:٦٨] اے ہمارے رب ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر کہ یہ نہ ہوتے تو ہم غلط راستے پر نہ چلتے۔'' وہ کہیں گے ہم نے تم پر کوئی جبر کیا تھا؟ ہم خود گمراہ تھے ہماری بات مان کر تم بھی گمراہ ہوئے تم نے ہماری بات کیوں مانی تھی؟ عموماً انسان کا مزاج ہے کہ چند آدمی مل کر کوئی کام کریں اور اس میں کامیابی حاصل ہو جائے تو ہر آدمی اس کام کا سہرا اپنے سر باندھتا ہے کہ میری وجہ سے ہوا ہے اور اگر وہ کام خراب ہو جائے تو دوسرے کے سر ڈالتا ہے۔ یہی حال ہوگا دوزخیوں کا ایک دوسرے کے ذمے لگائیں گے کہ تیری وجہ سے ہم ذلیل ہوئے۔ معبودانِ باطلہ عابدین کو کہیں گے کہ تم نے ہماری بات کیوں مانی تھی؟ اور وہ کہیں گے کہ تم نے ہمیں کیوں گمراہ کیا تھا؟ یہ ان کا جھگڑا وہاں دوزخ میں ہوگا۔ تَاللّٰهِ خدا کی قسم ہے اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ بے شک تھے ہم البتہ کھلی گمراہی میں اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جس وقت ہم تمہیں برابر کرتے تھے رب العالمین کے۔ ہم اس کو الٰہ سمجھتے تھے اور تمہیں بھی الٰہ سمجھتے تھے۔ وہ بھی حاجت روا تم بھی حاجت روا، وہ بھی مشکل کشا اور تم بھی مشکل کشا، وہ بھی دستگیر تم بھی دستگیر، تمہیں ہم رب تعالیٰ کی صفات میں شریک کرتے تھے یہ ہماری کھلی گمراہی تھی وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ اور ہمیں نہیں بہکایا مگر مجرموں نے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ پس نہیں ہے ہمارے پاس کوئی سفارشی جو خدا سے ہمیں چھڑا سکے۔ کافروں کے حق میں کوئی سفارش نہیں ہے اور اگر کوئی کرے گا تو قبول نہیں ہوگی۔

حضور ﷺ کا ابو طالب کے لیے دعا کرنا :

آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے لیے دعائے مغفرت کی تو رب تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ

وَلَوْ كَانُوْا اُولِىْ قُرْبٰى [سورۃ توبہ] ''نہ نبی کو حق پہنچتا ہے اور نہ ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔'' حالانکہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ دنیا میں اتنا مہربان چچا شاید کسی کو نصیب نہ ہو۔ آپ کے دادا کے انتقال کے بعد اڑتیس (۳۸) سال یا ایک روایت کے مطابق بیالیس (۴۲) سال اس نے خود بھوکے رہ کر آپ ﷺ کی خدمت کی ہے کلمہ نہ پڑھنے کے باوجود اگر کوئی آپ ﷺ کے خلاف بات کرتا تو اس کے پیچھے پڑ جاتا تھا۔ تو مجرم کہیں گے کہ آج ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ اور نہ کوئی مخلص دوست ہے کہ ہمارے کام آئے۔ بلکہ سورۃ زخرف آیت نمبر ۶۷ میں ہے اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ''دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔'' مگر متقین کی دوستی وہاں بھی برقرار رہے گی۔

متقین کی سفارش :

بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی جو کہ مومن ہوگا اور گناہ زیادہ ہونے کی وجہ سے دوزخ میں چلا جائے گا اس کے ساتھی جو اس کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے وہ رب تعالیٰ کے ہاں اپیل کریں گے کہ فلاں فلاں ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ اکٹھے روزے رکھتے تھے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے ان کے گناہ زیادہ ہیں اس لیے دوزخ میں بھیجا ہے سزا بھگت کر آجائیں گے تم جنت میں چلے جاؤ۔ یہ کہیں گے پروردگار! ہم دوستوں کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے ایسا احتجاج کریں گے کہ رب تعالیٰ فرمائیں گے دوزخ میں چلے جاؤ تمہارے لیے دوزخ دوزخ نہیں رہے گی بَرْدًا وَّسَلَامًا ہو جائے گی۔ ان کو وہاں سے نکال کر جنت میں لے آؤ۔ تو متقیوں کی دوستی وہاں بھی رہے گی۔ کافروں کا کوئی دوست نہیں ہوگا۔ کہیں گے فَلَوْ اَنَّ

لَنَا کَرَّۃً پس کاش بے شک ہمارے لیے دنیا کی طرف لوٹنا ہو فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ پس ہو جائیں ہم مومنوں میں سے۔مگر وہاں واویلا کرنے کا کیا معنٰی ؟ آخرت سے دنیا کی طرف کسی نے نہیں آنا۔مولانا رومیؒ فرماتے ہیں......

کار خود کن کار بیگانہ مکن
درزمین دیگراں خانہ مکن

''اپنا کام کر بیگانہ کام نہ کر۔دوسروں کی زمین میں اپنا مکان نہ بنا۔'' اپنا کام کرو یہ جو تم مکان بناتے پھرتے ہو وہ تو تمہارے وارثوں کے ہیں۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک اس واقعہ میں البتہ نشانی ہے جو واقعہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کا بیان فرمایا ہے لیکن وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہے اکثریت ایمان لانے والی۔نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک اکثریت گمراہوں کی ہے ایمان لانے والے بہت تھوڑے ہیں پھر جو مومن کہلاتے ہیں ان میں صحیح معنٰی میں مومن بہت تھوڑے ہیں۔دعویٰ اور چیز ہے حقیقت اور چیز ہے وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب ،مہربان۔ یہ پروردگار نے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر سمجھایا ہے۔

۞ ۞ ۞

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ ع ۱۸

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ جھٹلایا نوح علیہ السلام کی قوم نے الْمُرْسَلِيْنَ پیغمبروں کو اِذْ قَالَ لَهُمْ جس وقت کہا ان کو اَخُوْهُمْ نُوْحٌ ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے اِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ رسول ہوں امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور تم میری اطاعت کرو وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ اور میں نہیں

سوال کرتا تم سے عَلَیْهِ اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِیَ نہیں ہے
میرا اجر اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مگر رب العالمین کے ذمے فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس
ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِیْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو قَالُوْٓا کہا انہوں نے
اَنُؤْمِنُ لَکَ کیا ہم آپ پر ایمان لائیں وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ حالانکہ پیروی
کی ہے آپ کی کمی لوگوں نے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے وَمَا عِلْمِیْ اور
مجھے کیا علم ہے بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ان کاموں کا جو وہ کرتے ہیں اِنْ
حِسَابُهُمْ نہیں ہے ان کا حساب اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ مگر میرے رب کے ذمے لَوْ
تَشْعُرُوْنَ کاش کہ تم سمجھ لو وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ اور نہیں ہوں میں مجلس سے نکالنے
والا الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کو اِنْ اَنَا نہیں ہوں میں اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ مگر ڈرانے والا
کھول کر قَالُوْا انہوں نے کہا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ البتہ اگر آپ باز نہ آئے
یٰنُوْحُ اے نوح علیہ السلام لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ البتہ ضرور ہوں گے
سنگسار کیے ہوؤں میں سے قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب
اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ
بَیْنَهُمْ پس فیصلہ کر میرے اور ان کے درمیان فَتْحًا واضح فیصلہ وَّنَجِّنِیْ اور
نجات دے مجھے وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ان کو جو میرے ساتھ ایمان
والے ہیں فَاَنْجَیْنٰهُ پس ہم نے نجات دی ان کو وَ مَنْ مَّعَهٗ اور ان کو جو اس
کے ساتھ تھے فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی کشتی میں ثُمَّ اَغْرَقْنَا پھر ہم

نے غرق کر دیا بعد ان کو نجات دینے کے بَعْدُ الْبٰقِیْنَ باقیوں کو اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب ہی ہے غالب، مہربان۔

اس سے قبل موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور ان کی قوم کا ذکر تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی توحید پہنچائی مگر وہ ضد پر اُتر آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو غرق کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر تھا کہ انہوں نے توحید کے مسئلے پر اپنے باپ، قوم اور بادشاہ سے ٹکر لی اور مقابلہ کیا آخر دم تک حق بیان کرتے رہے بالآخر ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر زلزلے اور طوفان بھیجے جس سے وہ قوم تباہ ہوگئی۔

اب تیسرا واقعہ نوح علیہ السلام کا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ہِ الْمُرْسَلِیْنَ جھٹلایا نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو۔ سوال یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں اور کوئی پیغمبر نہیں تھا پھر رب تعالیٰ نے جمع کا صیغہ کیوں بولا ہے ؟ اس کے جواب میں مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ ایک نبی کو جھٹلانا تمام نبیوں کی تکذیب کو لازم ہے۔ کیونکہ اصول میں سب پیغمبر متفق ہیں۔ تو گویا ایک نہیں سب کو جھٹلایا ہے اِذْقَالَ لَھُمْ اَخُوْھُمْ نُوْحٌ جب کہا اس قوم کو ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے۔ بھائی اس لیے فرمایا کہ نوح علیہ السلام اسی قوم کے ایک فرد تھے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم کفر شرک سے بچتے نہیں ہو۔

پہلے یہ بات تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [اعراف:۵۹] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے کوئی تمہارے لیے معبود اس کے سوا'' اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار۔ جو کچھ مجھے رب بتلاتا ہے اتنا ہی بتلاتا ہوں اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کرتا فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اصل میں اَطِيْعُوْنِیْ تھا'یا' متکلم کی تخفیفًا حذف کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچو میری اطاعت کرو۔ یہ بھی قوم کو خطاب ہے وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا۔ میں تبلیغ کر کے تم سے کوئی نذرانہ، کوئی چندہ وصول کروں حاشا وکلا میں تمہیں بالکل مفت تبلیغ کرتا ہوں اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر اس رب کے ذمے جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔ پہلے بھی یہ بات گزر چکی ہے اور آئندہ بھی آئے گی کہ پیغمبروں نے اپنی قوموں کو تبلیغ سے پہلے کہہ دیا تھا کہ ہم دنیوی فائدے اور مفاد کے لیے تبلیغ نہیں کرتے تمہاری خیر خواہی مقصود ہے۔ پیغمبروں نے تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں لیا ہاں ویسے کوئی پیغمبروں کو تحفہ تحائف دیتا تھا تو رد نہیں کرتے تھے کوئی اپنا دیتا یا بیگانہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے اس کی مخالفت نہ کرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ لوگوں نے کیا جواب دیا قَالُوْٓا انہوں نے کہا اَنُؤْمِنُ لَكَ کیا ہم آپ پر ایمان لائیں آپ کی تصدیق کریں وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ اور آپ کی پیروی کی ہے ان لوگوں نے جو کمی ہیں، ذلیل اور گھٹیا ہیں۔ اَرْذَلُوْنَ کی تشریح میں تفسیروں میں آتا ہے کہ کچھ بیچارے لوہار تھے، کچھ ترکھان تھے، کچھ موچی اور دھوبی تھے، کچھ جولاہے تھے اور ابتدا میں پیغمبروں کا ساتھ بھی ہمیشہ غریب لوگوں نے دیا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اسلام کا دعوت نامہ ہرقل روم کے پاس بھیجا۔اس پر آپ ﷺ کی مہر لگی ہوئی تھی۔روم کے بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی لوگ عرب سے آئے ہوئے ہیں؟ تو اسے بتلایا گیا کہ ہاں آئے ہوئے ہیں۔اس نے ان کو طلب کیا اتفاق سے ان میں ابوسفیان بھی تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ہرقل روم نے کہا اَیُّکُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِھٰذَا لرَّجُلِ ''میرے پاس مکہ مکرمہ سے ایک خط آیا ہے محمد کی طرف سے (ﷺ) تم میں سے رشتے کے اعتبار اس کے زیادہ قریب کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں اس کا قریبی رشتہ دار ہوں برادری کے اعتبار سے اس کا چچا بھی لگتا ہوں اور میری لڑکی ام حبیبہ بھی اس کے نکاح میں ہے۔ ہرقل روم نے کہا کہ اس آدمی کی کرسی میرے سامنے بچھا دو اور باقیوں کو پیچھے ہٹا دو کہ میں نے اس سے کچھ سوال کرنے ہیں۔اگر اس نے غلط بیانی کی تو تمہارا اخلاقی فرض ہوگا کہ مجھے بتلانا کہ اس نے یہ بات غلط کی ہے۔

ہرقل روم اور ابوسفیان کے مابین مکالمہ :

☆ ہرقل نے کہا کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا نسب اور خاندان کیسا ہے؟

☆ ابوسفیان نے کہا کہ بڑے اونچے خاندان اور نسب کا ہے۔

☆ پھر ہرقل روم نے سوال کیا کہ اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟

☆ ابوسفیان نے کہا نہیں گزرا۔

☆ دعویٰ نبوت سے پہلے اس نے تمہارے ساتھ کبھی جھوٹ بولا ہو کسی بات میں، کسی معاملے میں؟

☆ کہا نہیں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

☆بولا یہ بتلاؤ کہ اس کے ساتھی امیر لوگ زیادہ ہیں یا غریب لوگ زیادہ ہیں؟

☆ کہنے لگا غریب لوگ زیادہ ہیں۔

☆ یہ بتلاؤ کہ اس نے تمہارے ساتھ لڑائی بھی کی ہے؟

☆ کہنے لگا ہاں!

☆ نتیجہ کیا نکلا؟

☆ کہا کہ کبھی وہ غالب آجاتے ہیں کبھی ہم غالب آجاتے ہیں۔

☆ پھر اس نے سوال کیا کہ اس پر جو ایمان لائے ہیں ان میں سے کوئی مرتد بھی ہوا ہے؟

☆ ابوسفیان نے کہا نہیں!

☆ پھر بادشاہ نے کہا کہ اس کے ساتھی گھٹتے ہیں یا بڑھتے ہیں؟

☆ ابوسفیان نے کہا روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔

☆ وہ تمہیں کیا کہتا ہے؟

☆ ابوسفیان نے کہا کہ کہتا ہے صرف رب تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، نیکی کرو، سچ بولو، نگاہ اور دل کو پاک رکھو۔

ہرقل روم نے کہا کہ اب خط کھولو۔ خط پڑھ کر اس نے کہا کہ یقین جانو وہ رب تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہے۔ پیغمبر قوم کا اعلیٰ فرد ہوتا ہے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم کمی کی اتباع کیوں کریں۔ پیغمبر کے ساتھ ہمیشہ کمزور اور غریب ہوتے ہیں اور بڑھتے جاتے ہیں اور یہ باتیں جو تو نے بتلائی ہیں واقعی پیغمبروں کی ہیں اگر یہ باتیں سچی ہیں تو پھر میرا فیصلہ سن لو۔ یہ جو میرے قدموں والی جگہ ہے اس کا وہ مالک ہو کر رہے گا اور اگر میں اس کے پاس پہنچ جاؤں لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کے پاؤں دھوؤں۔ لیکن کرسی، اقتدار،

امارت بُری چیز ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آخر جس وقت اس نے سمجھا کہ میری بادشاہی ہاتھ سے چلی جائے گی تو اپنے عیسائیوں کو اس نے کہا کہ یہ باتیں تو میں نے ویسے ہی کہی تھیں۔

تو پیغمبروں کا ساتھ دینے والے ہمیشہ غریب لوگ ہوتے ہیں اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ ''اسلام کی ابتدا بھی غریبوں سے ہوئی ہے اور رہے گا بھی غریبوں میں، فرمایا میری طرف سے غریبوں کو مبارک باد ہو۔'' امیر لوٹے کی طرح گھومتے ہیں ان کو دین کے ساتھ کوئی غرض نہیں ہوتی۔ صرف اقتدار کے لیے سب کچھ کرتے ہیں اور غریب دین کے لیے جان تک قربان کر دیتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان لائیں جبکہ آپ کی پیروی کمی رذیل لوگوں نے کی ہے؟ قَالَ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا وَمَا عِلْمِیْ اور مجھے کیا معلوم ہے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ لوگ کیا عمل کرتے ہیں۔ دیکھو! تقریباً پچاس سال سے زیادہ عرصہ مجھے یہاں ہو گیا ہے سوائے چند حضرات کے کہ جن کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ وہ ملازم تھے اب ریٹائر ہو گئے ہیں یا فلاں فلاں ساتھی کاشت کاری کرتے ہیں، ان چند کے علاوہ جو ساتھی درس سنتے ہیں یا جمعہ میں آتے ہیں مجھے کسی کے پیشے کا علم نہیں ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کبھی پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ مجھے کیا معلوم یہ کیا کرتے ہیں میرا ان کے پیشوں کے ساتھ کیا تعلق ہے میرا تو کام ہے ان کو رب تعالیٰ کا پیغام سنانا اور سمجھانا اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ نہیں ہے ان کا حساب مگر میرے رب کے ذمے۔ یہ جائز کام کرتے ہیں یا ناجائز وہ حساب ان کا رب کے ساتھ ہے میرے پاس آکر انہوں نے حق کو قبول کیا ہے لَوْ تَشْعُرُوْنَ کاش کہ تم سمجھو۔

تفسیروں میں مذکور ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے لوگوں نے مشورہ کر کے نوح علیہ السلام کو کہا ہم ان کمیوں کے ساتھ آپ کی مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے ان کو یہاں سے اٹھائیں تو پھر ہم آپ کی بات سنیں گے۔ اور آج کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے کہ یہ بڑے لوگ غریب کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔

چنانچہ چند دنوں کی بات ہے کہ ایک فوجی کرنل نے کہا ہم نے آپ کی دعوت کرنی ہے۔ میں نے معذرت کی کہ میں مصروف آدمی ہوں۔ اس نے کہا کہ ہمارے اہل خانہ کی خواہش ہے کہ آپ ضرور ہمارے گھر تشریف لائیں۔ میں آپ کو گاڑی پر لے جاؤں گا اور واپس پہنچا جاؤں گا۔ خیر وہ ڈرائیور کے ساتھ خود آیا ہم ان کے گھر پہنچے۔ چھوٹے چھوٹے بچے دم کرانے کے لیے لائے، عورتوں نے مسائل پوچھے، چائے کے وقت ڈرائیور باہر بیٹھا رہا میں نے کہا کہ اس کو بلاؤ ہمارے ساتھ چائے پئے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! وہ ڈرائیور ہے اس کو جرأت نہیں ہے کہ اپنے افسر کے ساتھ بیٹھ کر چائے پئے اور افسر میں بھی ایثار کا مادہ نہیں ہے کہ اس کو کہے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پی لو۔ تو وہ ذہن آج بھی موجود ہے۔

تو ان کی قوم کے بڑوں نے کہا کہ ان کو مجلس سے نکال دیں تو ہم بیٹھیں گے۔ نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہوں میں مجلس سے نکالنے والا مومنوں کو۔ میں ان کو مجلس سے کیوں نکالوں؟ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا کھول کر۔ میں تمہیں رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی شرک کو نہ چھوڑا دنیا میں بھی عذاب آئے گا، قبر برزخ میں بھی اور قیامت والے دن بھی اور دوزخ میں بھی قَالُوْا کہنے لگے لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ البتہ اگر

آپ باز نہ آئے اے نوح علیہ السلام تو یاد رکھنا لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِيْنَ البتہ ضرور ہوں گے آپ سنگسار کیے ہوؤں میں سے۔ رجم کا معنیٰ ہے پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا۔ تم ہوتے کون ہو ہمارے کلیجے جلانے والے ہم تمہیں پتھروں کے ساتھ رجم کر دیں گے قَالَ فرمایا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے۔ یہ بات تم بہت دفعہ سن چکے ہو نوح علیہ السلام نے کوئی ایک دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ یا ایک سال تبلیغ نہیں کی بلکہ ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی ہے۔ اور ان نو سو پچاس سالوں میں کئی پیدا ہوئے اور کئی مرے مگر اپنی ضد نہیں چھوڑی، شرک سے باز نہیں آئے مگر تھوڑے سے آدمی۔ اسّی اور بعض تفسیروں میں چوراسی کا عدد آتا ہے۔ بہر حال سو کی تعداد پوری نہیں تھی۔ پھر جب رب تعالیٰ نے بتلا دیا کہ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ [ہود:۳۶] ''اے نوح علیہ السلام! آپ کی قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں لا چکے ہیں اور کسی نے ایمان نہیں لانا۔'' تو پھر نوح علیہ السلام نے دعا کی فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا پس فیصلہ فرما دیں میرے اور ان کے درمیان واضح فیصلہ وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور نجات عطا فرما مجھے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں ایمان والے۔ اور سورۃ نوح میں ہے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ''اے میرے رب زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ رہنے دے۔'' جب انہوں نے ایمان نہیں لانا تو پھر ان کو نہ چھوڑ تباہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ پس ہم نے نوح علیہ السلام کو نجات دی وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ اور ان کو جو ان کے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں۔ سورہ ہود میں یہ واقعہ کافی تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ جب طوفان آیا تو نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے سے فرمایا يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا

''اے میرے پیارے بیٹے!اور پنجابی میں اس کا ترجمہ ہے اے مری پتری! میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔''کلمہ پڑھ کر بچ جاؤ گے۔ اس نے بڑے غرور سے اور تکبرانہ انداز میں کہا سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ''میں پناہ کروں گا اس پہاڑ کی طرف میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا پانی میرا کیا بگاڑے گا۔''فرمایا لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ''بیٹے! نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ کے حکم سے مگر وہ جس پر رحم کیا اس اللہ تعالیٰ نے۔''چنانچہ سب کے سب تباہ ہو گئے۔نوح علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ پھر ہم نے غرق کر دیا اس کے بعد دوسروں کو۔باقی جتنے بچے تھے ان سب کو طوفان نوح میں تباہ کر دیا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے رب تعالیٰ کی قدرت کی۔نافرمانوں کے لیے عبرت ہے بعد والے لوگوں کے لیے سبق ہے کہ پہلے بھی قوموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تباہ و برباد ہوئے تم بھی اگر جھٹلانے سے باز نہ آئے تو تمہارا حشر بھی ویسا ہی ہوگا وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے۔آج بھی اکثریت کافروں کی ہے۔بتلانے والے بتلاتے ہیں کہ دنیا کی آبادی اس وقت پانچ ارب سے زیادہ ہے ان میں سے ایک ارب کے قریب کلمہ پڑھنے والے ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں مسلمانوں کے تمام فرقے ملا کر جن میں دس کروڑ تو شیعہ رافضی ہیں اور بہائی، بابی، ذکری، غالی قسم کے مشرک اور منکرین حدیث الگ ہیں یہ سب ملا کر ایک ارب کے قریب ہیں۔عام لوگوں کے نزدیک کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہوتا ہے حالانکہ حقیقت اس طرح نہیں ہے۔یاد رکھنا! کلمہ پڑھنا اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس کے کچھ تقاضے بھی ہیں اور وہ تقاضے پورے نہ ہوئے تو مسلمان نہیں ہیں۔بے

شک اپنے آپ کو مسلمان کہتے پھریں۔ یاد رکھنا! نہ بابی مسلمان ہیں نہ بہائی مسلمان ہیں نہ قادیانی اور نہ ذکری مسلمان ہیں نہ رافضی مسلمان ہیں اور نہ غالی مشرک مسلمان ہیں نہ منکرین حدیث مسلمان ہیں۔ مسلمان بننا کافی مشکل ہے۔ فرمایا وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ غالب ہے، مہربان ہے۔ وہ جب چاہے قوموں کو تباہ کر دے اور اگر مہلت دیتا ہے تو یہ اس کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

❁ ❁ ❁

كَذَّبَتْ عَادُ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ۚۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ۚ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ۚ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ؕ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ۙ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ۚ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ۚ وَ اتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ۚ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ۚۙ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾ؕ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ۙ وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ۚ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۴۰﴾ۧ

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِیْنَ جھٹلایا عاد قوم نے اللہ کے رسولوں کو اِذْ قَالَ لَهُمْ جب کہا ان کو اَخُوْهُمْ هُوْدٌ ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے اِنِّیْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ رسول ہوں اَمِیْنٌ امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاَطِیْعُوْنِ اور اطاعت کرو میری وَمَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اور میں نہیں سوال کرتا تم

سے اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کوئی معاوضہ اِنْ اَجْرِیَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰی
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مگر رب العالمین کے ذمے اَتَبْنُوْنَ کیا تم بناتے ہو بِکُلِّ رِیْعٍ
ہر اونچی جگہ پر اٰیَةً نشانی تَعْبَثُوْنَ کھیلتے ہو وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ اور بناتے ہو
کاری گریاں لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ شاید کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے وَاِذَا بَطَشْتُمْ اور
جب تم پکڑتے ہو بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ پکڑتے ہو تم جبر اور قہر کرتے ہوئے فَاتَّقُوا
اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِیْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَاتَّقُوا الَّذِیْ
اور ڈرو تم اس ذات سے اَمَدَّکُمْ جس نے تمہاری امداد کی ہے بِمَا تَعْلَمُوْنَ
اس چیز کے ساتھ جو تم جانتے ہو اَمَدَّکُمْ جس نے تمہاری امداد کی ہے بِاَنْعَامٍ
مال مویشی کے ساتھ وَّبَنِیْنَ اور بیٹوں کے ساتھ وَجَنّٰتٍ اور باغات کے ساتھ
وَّعُیُوْنٍ اور چشموں کے ساتھ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ بے شک میں خوف کرتا
ہوں تم پر عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کے عذاب کا قَالُوْا ان لوگوں نے کہا
سَوَآءٌ عَلَیْنَآ برابر ہے ہم پر اَوَعَظْتَ آیا آپ وعظ کریں اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ
الْوٰعِظِیْنَ یا آپ نہ ہوں وعظ کرنے والوں میں سے اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا
خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ مگر عادت پہلے لوگوں کی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ اور نہیں ہم ایسے
کہ سزا دیے جائیں فَکَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا انہوں نے ان کو فَاَهْلَکْنٰهُمْ پس ہم
نے ان کو ہلاک کیا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے وَمَا کَانَ
اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں ان میں اکثر ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ

لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور ان کی قوموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب ہود علیہ السلام کی قوم کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذَّبَتْ عَادُ نِالْمُرْسَلِيْنَ جھٹلایا عاد قوم نے اللہ کے رسولوں کو۔ یہ عاد قوم ارم کی نسل سے تھی۔ عاد بن ارم بن سام بن نوح۔ عاد حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ پھر عاد سے آگے اتنی نسل چلی کہ مستقل خاندان بن گیا۔ بڑے بڑے بلند قد والے تھے۔ سورۃ الفجر تیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ''وہ عاد کہ نہیں پیدا کیا ان کے مثل شہروں میں۔'' اس قوم کے علاقے کے متعلق تاریخ والے بتاتے ہیں کہ ایک طرف نجران دوسری طرف عمان تیسری طرف مغربی یمن اور چوتھی طرف حَضَرَ مَوت ہے۔ اس کے درمیان ان کا علاقہ تھا آج کل کے جغرافیہ میں رُبع خالی دہنا بھی کہتے ہیں، ریتلا علاقہ ہے۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہے اس لیے جمع کا صیغہ بولا گیا ہے۔ کیونکہ تمام پیغمبروں کے بنیادی اصول ایک ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ جب کہا ان کو ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے۔ بھائی اس لیے فرمایا کہ وہ قوم کے ایک فرد تھے۔ فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں امانت دار۔ جو کچھ اور جتنا میرا رب مجھے بتلاتا ہے میں اتنا ہی تمہیں بتلا دیتا ہوں اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کرتا فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اس کے بعد ہود علیہ السلام نے وہی بات فرمائی جو سارے پیغمبر کہتے آئے ہیں وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

اَجۡرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ اور بدلہ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے۔ تمہارے سے صرف یہی مطالبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرو۔ اس قوم میں ظلم و ستم، کفر و شرک کے علاوہ اسراف کی بیماری عام تھی۔ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ کیا تم بناتے ہو ہر اونچی جگہ پر نشانی کھیلتے ہو وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ اور بناتے ہو تم کاری گریاں۔ تم عالی شان عمارات بنا کر اور اس میں نقش و نگار کر کے فضول خرچی کر رہے ہو لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ گویا کہ تم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

تفسیر مظہری میں آنحضرت ﷺ کا فرمان نقل کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی دولت کو مٹی اور گارے میں لگا دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ کُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِہٖ اِلَّا مَالَا اِلَّا مَالَا '' ہر عمارت اپنے بنانے والے کے لیے باعثِ وبال ہوگی سوائے اس کے جو ضروری ہے اور جس میں رہائش مقصود ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ اپنی جھونپڑی مرمت کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا ہمارے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا عبداللہ! کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور! جھونپڑی ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَلۡاَمۡرُ اَعۡجَلُ مِنۡ ذٰلِکَ '' معاملہ تو اس سے بھی جلدی کا ہے۔'' تمہیں کیا معلوم کہ اس کی درستگی کے بعد اس میں رہنا بھی نصیب ہو یا نہ ہو۔ کیا پتہ کہ موت کس وقت آ جائے۔

تو ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہر اونچی جگہ پر نشانی بناتے ہو کھیلنے کے لیے اور کاری گریاں بناتے ہو گویا کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ اور

جب تم پکڑتے ہو دشمن کو تو پکڑتے ہو بڑا جبر اور قہر کرتے ہوئے۔ بڑا ظلم وستم ڈھاتے ہو۔ عاد قوم کے لوگ اپنے اردگرد کے لوگوں پر بڑا ظلم کرتے تھے۔ یہ بڑی طاقتور قوم تھی۔ دوسری قوموں کو للکارتے تھے اور نعرے مارتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ''ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے۔'' یہ ایسے طاقتور تھے کہ کسی آدمی کی کھوپڑی پر ہاتھ ڈالتے تھے تو اس کا بالکل بھیجا نکال دیتے تھے ایسے مضبوط ہاتھ ڈالتے تھے کہ آدمی کی پسلیاں توڑ ڈالتے تھے۔ فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ان کاموں سے باز آ جاؤ میں جو ٹھیک احکام تمہیں پہنچا رہا ہوں ان کو تسلیم کرو اور ان پر عمل کرو میں اللہ تعالیٰ کا امانت دار رسول ہوں وَاتَّقُوا الَّذِيْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ کی ذات سے جس نے تمہاری امداد کی ہے ان چیزوں کے ساتھ جو تم جانتے ہو۔ تمہیں کتنے بڑے بڑے وجود عطا فرمائے بدنی طور پر تمہیں کتنی قوت عطا فرمائی اور اس وجود کے ساتھ تعلق رکھنے والی کتنی نعمتیں ہیں اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ امداد دی تمہیں مال اور مویشی کے ساتھ۔ مویشیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۲ میں فرمایا۔ بھیڑوں میں سے نر مادہ، بکریوں میں سے نر مادہ، اونٹوں میں سے نر مادہ، گائے بھینس میں سے نر مادہ ان کا گوشت کھاتے ہو، دودھ پیتے ہو، بعضوں سے بار برداری کا کام لیتے ہو، بعضے جانور سواری کے لیے پیدا فرمائے وَّبَنِيْنَ اور امداد دی تمہیں بیٹوں کے ساتھ۔ بیٹے بیٹیاں سب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ مگر بیٹوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ یہ انسان کے لیے زیادہ مفید ہوتے ہیں مشقت کے سارے کام بیٹے کرتے ہیں مال جان کی حفاظت کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور انسان کی نسل بھی انہی سے چلتی ہے۔ بیٹیاں فطرتاً پردہ نشین ہوتی ہیں ان سے بھاری کام نہیں لیے جا سکتے اس لیے بیٹوں کا ذکر فرمایا ہے وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اور

باغوں اور چشموں کے ساتھ امداد دی۔ اللہ تعالیٰ نے چشموں اور نہروں کے ذریعے آبپاشی کا نظام قائم کیا ہے جس سے تمہارے باغات اور کھیتیاں پیدا ہوئیں اور تمہاری خوراک اور پھل پیدا ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات ہیں جن کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اور تم شکر کی بجائے الٹا ناشکری کرتے ہو۔ اس کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو بے جا خرچ کرتے ہو اور اسراف کرتے ہو۔ فرمایا اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت آئے اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ لہٰذا تم اب بھی سنبھل جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ہود علیہ السلام کے اس وعظ و نصیحت کے جواب میں قوم نے یہ کہا قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ کہنے لگے کہ ہمارے لیے برابر ہے آپ ہمیں وعظ کریں یا نہ ہوں وعظ نصیحت کرنے والوں میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ہود علیہ السلام آپ جو مرضی کہتے رہیں تمہارے وعظ و نصیحت کا ہم پر کچھ اثر نہیں ہوتا ہم تمہاری بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ اور سورہ ہود آیت نمبر ۵۳ میں ہے قَالُوْا یٰھُوْدُ جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ ''انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے پاس کوئی واضح چیز لے کر نہیں آئے۔'' لہٰذا ہمیں تمہاری باتوں پر یقین نہیں آتا بلکہ ہم تو آپ کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰکَ بَعْضُ اٰلِھَتِنَا بِسُوْٓءٍ [آیت ۵۴] ''ہم کہتے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تمہیں برائی پہنچائی ہے۔'' تمہارا دماغ ٹھیک نہیں رہا نعوذ باللہ تعالیٰ۔ تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اِنْ ھٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ نہیں ہے یہ مگر پہلے لوگوں کی عادت ہے جو تم پیش کر رہے ہو۔ پہلے بھی لوگ اسی طرح ڈرایا کرتے تھے جس طرح تم ہمیں عذاب سے ڈرا رہے ہو۔ اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ آج ہم

کر رہے ہیں یہی کچھ ہمارے پرانے آباؤ اجداد بھی کیا کرتے تھے مگر تم ہمیں ان کے راستے سے ہٹانا چاہتے ہو لہٰذا ہم تمہاری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ ہم تمہاری دھمکی سے ڈرتے ہیں وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اور نہیں ہم کہ ہمیں سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلا دیا ہود علیہ السلام کو۔ تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے باقی کسی نے تسلیم نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا فَاَهْلَكْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلے تھے جن علاقوں میں یہ رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی کہ بارش بند کر دی۔ خشک علاقہ تھا نہری علاقوں میں بھی بارشیں نہ ہوں تو ان پر بھی اثر ہوتا ہے اور جو علاقے ہوں ہی بارانی ان کا تو بُرا حال ہو جاتا ہے۔ بارشیں نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ چشمے خشک ہو گئے، کنوئیں ختم ہو گئے، کھیت تباہ ہو گئے، درخت خشک ہو گئے، پانی کی قلت کی وجہ سے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا تم مجھ پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر لگاتار بارشیں برسائے گا حالات تمہارے ٹھیک ہو جائیں گے۔ کہنے لگے اگر آپ کی وجہ سے بارش ہونی ہے تو پھر ہمیں پانی کے ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مختلف طریقوں سے اپنا بنانا چاہتے ہیں ہم آپ کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۲۲ میں کہنے لگے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ’’پس آپ لے آئیں وہ چیز جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اگر ہیں آپ سچوں میں سے فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ پس جب دیکھا انہوں نے اس عذاب کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آ رہا تھا قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔‘‘ اور ہمارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ بادل کا ٹکڑا اس وقت ان کے سروں کے قریب پہنچا تو اس سے آواز آئی رِمَادًا رِمَادًا

لَا تَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا ترمذی شریف کی روایت ہے "ان کو راکھ اور خاک کر کے رکھ دے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑتا۔" لیکن انہوں نے اس سے بھی کوئی سبق حاصل نہ کیا وہ بادل جب ان کے قریب آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں ایک تندو تیز ہوا نکلی کہ اس نے ان کو اٹھا اٹھا کر زمین پر دے مارا حالانکہ ان کے بڑے لمبے لمبے قد تھے اور بڑے طاقتور تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کے نعرے مارتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ ہوا نے اٹھا اٹھا کر کسی کو ایک میل دور پھینکا کسی کو دو میل دور پھینکا۔ لاشیں اس طرح پڑی تھیں کَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ [القمر:۲۰] "جیسا کہ وہ تنے ہیں اکھڑی ہوئی کھجوروں کے۔" ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ہوا چلتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ [الحاقہ:۸] "اے مخاطب تم ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی زندہ دیکھتے ہو، کوئی باقی بچا ہے۔" ہود علیہ السلام اور ان کے چند ساتھیوں کے علاوہ باقی سب تباہ ہو گئے۔ فرمایا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس واقعہ میں نشانی ہے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے کہ مشرکوں کا، منکروں کا بالآخر یہی انجام ہوتا ہے۔ لیکن وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں ان میں اکثر ایمان لانے والے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں کثرت نافرمانوں کی رہی ہے اور اہل ایمان ہمیشہ قلت میں ہی رہے ہیں۔ فرمایا وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا پروردگار البتہ وہی غالب ہے مہربان۔

❁❁❁

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوْهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا أَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا إِنَّمَآ أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بِاٰيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوْهَا فَأَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾ ع ۸ ۱۹ ۱۲

كَذَّبَتْ جھٹلایا ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ثمود قوم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو إِذْ قَالَ لَهُمْ جب کہا ان کو أَخُوْهُمْ صٰلِحٌ ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے أَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو إِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ رسول ہوں امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَأَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَآ أَسْئَلُكُمْ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے عَلَيْهِ اس تبلیغ پر

مِنْ اَجْرٍ کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِیَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مگر رب العالمین کے ذمے اَتُتْرَکُوْنَ کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے فِیْ مَا هٰهُنَآ یہاں اٰمِنِیْنَ امن میں فِیْ جَنّٰتٍ باغوں میں وَّ عُیُوْنٍ اور چشموں میں وَّزُرُوْعٍ اور کھیتوں میں وَّ نَخْلٍ اور کھجوروں میں طَلْعُهَا هَضِیْمٌ جن کے خوشے نہایت ہی ملائم ہیں وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ اور تراشتے ہو تم پہاڑوں میں بُیُوْتًا گھر فٰرِهِیْنَ تکلف سے فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَ اَطِیْعُوْنِ اور اطاعت کرو میری وَلَا تُطِیْعُوْٓا اور نہ اطاعت کرو اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ اسراف کرنے والوں کے حکم کی الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ جو فساد کرتے ہیں فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَا یُصْلِحُوْنَ اور اصلاح نہیں کرتے قَالُوْٓا کہا انہوں نے اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ آپ سحر زدہ لوگوں میں سے ہیں مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہیں آپ مگر انسان ہمارے جیسے فَاْتِ بِاٰیَةٍ پس لائیں کوئی نشانی اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے قَالَ فرمایا صالح علیہ السلام نے هٰذِهٖ نَاقَةٌ یہ اونٹنی ہے لَّهَا شِرْبٌ اس کے لیے پانی پینے کی باری ہے وَّلَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ اور تمہارے لیے بھی پانی پینے کی باری ہے ایک دن مقرر پر وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور اس کو ہاتھ نہ لگانا تکلیف دینے کے لیے فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ پس پکڑے گا تمہیں بڑے دن کا عذاب فَعَقَرُوْهَا پس انہوں نے ٹانگیں کاٹ دیں اونٹنی کی

فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ پس ہو گئے وہ پشیمان فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ پس پکڑا ان کو عذاب نے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں نشانی ہے وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہیں اکثر لوگ ان میں ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

اس سے پہلے چار پیغمبروں کے واقعات بیان ہو چکے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام۔ اب صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ جھٹلایا ثمود قوم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو۔ چونکہ تمام پیغمبروں کا پروگرام ایک ہی تھا اس لیے ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہے اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ جب کہا ان کو ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے۔ بھائی اس لیے کہ یہ ان کی قوم کے ایک فرد تھے۔ یہ قوم وادی القریٰ میں آباد تھی۔ یہ مشہور علاقہ ہے خیبر اور تبوک کے درمیان۔ اس علاقے کو حجر کہتے ہیں اس میں بڑی بڑی چٹانیں ہیں ان لوگوں نے ان چٹانوں کو تراش تراش کر مکان بنائے ہوئے تھے۔ قوم عاد کے بعد قوم ثمود نے بڑی ترقی کی تھی۔ یہ بھی سام بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے اور معاصی سے اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے امانت دار ہوں۔ اور جو کچھ اور جتنا میرا رب مجھے بتلاتا ہے میں اتنا ہی تمہیں بتلا دیتا ہوں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کرتا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے اس کے قہر اور غضب سے اور میری اطاعت کرو

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے۔ تمام پیغمبروں اور رسولوں نے یہی بات کہی کہ تبلیغ حق کے سلسلے میں ہمارا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے صراط مستقیم کی راہنمائی کرنے کے لیے کوئی معاوضہ نہیں طلب کرتے۔ ہود علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے یہاں امن میں۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ تم یہاں ہمیشہ اسی طرح خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہو گے اور تمہیں کبھی زوال نہیں آئے گا اور تم یہاں امن میں رہو گے فِیْ جَنّٰتٍ باغوں میں وَّ عُيُوْنٍ اور چشموں میں۔ یہ تمہارے باغات اور ان کو سیراب کرنے والے چشمے اور نہریں اسی طرح جاری رہیں گی اور کیا تم اس خام خیالی میں مبتلا ہو کہ وَّزُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ کھیتوں میں اور کھجوروں میں رہو گے۔ کھجوروں کے وہ درخت طَلْعُهَا هَضِيْمٌ کہ ان کے خوشے بڑے ہی ملائم ہیں۔ قوم ثمود کے پاس کھجوروں کے بڑے بڑے باغ تھے جس کی وجہ سے وہ بڑے خوشحال لوگ تھے۔ فرمایا وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ اور تم تراشتے ہو پہاڑوں میں پرتکلف مکانات۔ ثمود قوم فن تعمیر کی بڑی ماہر تھی۔ یہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان کے اندر ہی نہایت خوبصورت نقش و نگار والے مکانات بناتے تھے کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ جب زلزلہ آتا ہے تو مکان گر جاتے ہیں اور اینٹ پتھر علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ چٹان اندر سے کرید کرید کر مکان بنایا جائے تو پھر کون سی دیوار پھٹے گی۔ تو ان چٹانوں میں انہوں نے بڑے بڑے کمرے بنائے ہوئے تھے۔ ہال کمرہ، ناچ کمرہ، مہمان خانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ۔

ہمارے ایک شاگرد نصرۃ العلوم سے فارغ ہو کر مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔

انہوں نے بتایا کہ یونیورسٹی کے طلبہ نے پروگرام بنایا کہ وہ علاقہ دیکھنا چاہیے۔ہم نے اپنے پرنسپل سے اجازت مانگی تو اس نے کہا کہ تم لوگ وہاں جا کر کیا کرو گے؟ ہم نے کہا کہ بس ہمارا شوق ہے۔اجازت مل گئی۔بس کا انتظام ہوا جب وہاں قریب پہنچے تو وہاں چرواہے جانور چرا رہے تھے۔ان میں کچھ جوان اور کچھ بوڑھے تھے۔انہوں نے ہمارے سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو تو ہم نے کہا حجر کے علاقے میں۔ انہوں نے کہا لَا تَذْھَبُوْا وہاں نہ جاؤ خدا کا عذاب آئے گا۔بہر حال ہم وہاں پہنچے دو سو کے قریب ہم نے چٹانیں دیکھی جن میں کمرے بنے ہوئے تھے مگر رہنے والا کوئی نہیں تھا۔حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے اس عمل پر تنقید کی کہ اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرو ضرورت کے مطابق مکان بناؤ یہ جو تم مکان بناتے ہو اس پر تم ستر ستر سال، اسّی اسّی سال لگا دیتے ہو۔زندگی تمہاری ان کاموں میں صرف ہو رہی ہے۔دیکھو! مکان بھی انسان کی ضرورت ہے اس سے شریعت روکتی نہیں ہے مگر اپنی ضرورت کے مطابق بناؤ۔تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ان چیزوں میں وقت ضائع نہ کرو حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْنِ پس تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔میں تمہیں سچی بات بتاتا ہوں آخرت کی فکر کرو یہ دنیا اور اس کی تمام رونقیں جلد ختم ہونے والی ہیں اگر غلط کاموں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکو گے۔فرمایا وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ اور اسراف کرنے والوں کا حکم نہ مانو۔عاد قوم کی طرح ثمود قوم میں بھی یہ بیماری پائی جاتی تھی کہ فضول رسم ورواج اور لہو ولعب میں بے دریغ روپیہ صرف کرتے تھے۔فرمایا مسرف لوگ وہ ہیں الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں وَلَا یُصْلِحُوْنَ اور اصلاح نہیں کرتے۔قوانین خداوندی کی خلاف ورزی

ہی فساد فی الارض ہے۔ مشرک، کافر اور منافق قسم کے لوگ فساد فی الارض کے مرتکب ہو تے ہیں۔ قوم نے بات ماننے کی بجائے جواب دیا۔ قَالُوْٓا کہنے لگے اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ بے شک آپ سحر زدہ لوگوں میں سے ہیں جس کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہیں آپ مگر ہمارے جیسے ہی انسان۔ تمہیں ہم پر کون سی فوقیت حاصل ہے ہم تمہیں پیغمبر مان لیں۔ ہر زمانے کے مشرکوں نے یہ بات کہی کہ بشر کیسے پیغمبر بن گیا؟ وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے۔ پہلے بشریت کا انکار کیا پھر کہنے لگے فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ پس لے آئیں آپ کوئی نشانی اگر ہیں آپ سچے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیسی نشانی چاہتے ہو؟ ایک بڑی چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس چٹان سے اونٹنی نکلے اور ساتھ بچہ بھی ہو تو اس فرمائش کے پورے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ پتھروں اور چٹانوں سے کیا اونٹنیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر فوراً بچہ بھی جن دے۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا کہ اس اونٹنی کے بال بھی گھنے اور خوبصورت ہوں۔ چنانچہ اس کے لیے ایک دن مقرر کیا گیا۔ شہروں دیہاتوں میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ او بھئی! فلاں دن پتھر سے اونٹنی پیدا ہونی ہے۔ مذاق اڑاتے تھے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے اور جوان اکٹھے ہوئے۔ عجیب قسم کا منظر تھا ایک میلہ لگا ہوا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ اس چٹان سے اونٹنی نکلے۔ سب نے آنکھوں سے دیکھا کہ اسی چٹان سے اونٹنی نکلی اور ساتھ ہی بچہ جن دیا۔ اس کا ذکر ہے قَالَ فرمایا حضرت صالح علیہ السلام نے هٰذِهٖ نَاقَةٌ یہ اونٹنی ہے جو تم نے طلب کی تھی لَّهَا شِرْبٌ اس کے لیے پانی پینے کی باری ہے وَّلَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ اور تمہارے لیے بھی پانی پینے کی ایک باری ہے ایک دن مقرر پر۔ ایک دن چشمے سے یہ اونٹنی پانی پیا کرے

گی اور دوسرے دن تم اپنے جانوروں کو پانی پلایا کرو۔ چنانچہ دن مقرر کر لیے گئے۔ ایک دن اکیلی اونٹنی پانی پیتی تھی اور دوسرے دن باقی جانور۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک چلتا رہا اس دوران کچھ لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ یہ اونٹنی تو ہمارے لیے عذاب بن گئی ہے۔ ایک دن یہ سارا پانی پی جاتی ہے اور ہمارے جانور اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں کسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے لوگوں کو خبردار کیا وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ تکلیف دینے کے لیے۔ ہاں! یہ سمجھتے ہو کہ پتھر سے عجیب طریقے سے نکلی ہے برکت کے لیے ہاتھ لگاؤ تو کوئی بات نہیں ہے لیکن تکلیف دینے کے لیے ستانے کے لیے ہاتھ نہ لگاؤ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ پس پکڑے گا تمہیں بڑے دن کا عذاب۔ سورہ نمل آیت نمبر ۴۸ میں ہے وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ''اور تھے شہر میں نو آدمی جو فساد کرتے تھے زمین میں اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔'' حجر شہر میں نو غنڈے تھے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے صالح علیہ السلام اور ان کے سارے اہل خانہ کو قتل کرنا ہے دودھ پیتا بچہ بھی نہیں چھوڑنا اور اس سے پہلے اونٹنی کو بھی۔ چنانچہ انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر زلزلہ مسلط ہوا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ایسی ڈراؤنی آواز ان پر مسلط کی کہ ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ رب تعالیٰ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے؟ حضرت صالح علیہ السلام اور انکے مومن ساتھی زندہ رہے اور ان کے گھر کے افراد بھی اور باقی مجرم سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے۔ فرمایا فَعَقَرُوْهَا پس انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ پس ہو گئے وہ پشیمان۔ مگر اب پشیمان ہونے کا کیا فائدہ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ پس پکڑا ان کو عذاب نے۔ زلزلہ بھی آیا اور ڈراؤنی آواز بھی آئی اِنَّ

فِــیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک اس میں نشانی ہے مجرموں کے لیے جو رب تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں پیغمبروں کی نافرمانی کرتے ہیں وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں اکثر انسانوں میں ایمان لانے والے۔ بایں ہمہ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب غالب، مہربان ہے۔ جب چاہے جس طرح چاہے سزا دے اور اگر فوری سزا نہیں دیتا تو یہ اس کی رحمت کا نتیجہ ہے۔

❁❁❁

كَذَّبَتْ
قَوْمُ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ ع ۱۶ ۱۳

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ جھٹلایا لوط علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو اِذْ قَالَ لَهُمْ جب کہا ان کو اَخُوْهُمْ ان کے بھائی لُوْطٌ لوط علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو اِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ رسول ہوں امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کسی معاوضے کا اِنْ اَجْرِيَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلٰى

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مگر رب العالمین کے ذمے اَتَاْتُوْنَ الذُّکْرَانَ کیا دوڑتے ہو تم مردوں پر مِنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے وَ تَذَرُوْنَ اور چھوڑتے ہو مَا اس مخلوق کو خَلَقَ لَکُمْ رَبُّکُمْ جو پیدا کی تمہارے لیے تمہارے رب نے مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ تمہاری بیویاں بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ بلکہ تم قوم ہو حد سے بڑھنے والی قَالُوْا کہا انہوں نے لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ البتہ اگر آپ باز نہ آئے یٰلُوْطُ اے لوط علیہ السلام لَتَکُوْنَنَّ البتہ آپ ضرور ہو جائیں گے مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ نکالے ہوئے لوگوں میں سے قَالَ فرمایا لوط علیہ السلام نے اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ بے شک میں تمہارے عمل کو مِّنَ الْقَالِیْنَ بغض کے ساتھ دیکھنے والا ہوں رَبِّ نَجِّنِیْ اے میرے رب مجھ کو نجات دے وَاَهْلِیْ اور میرے اہل کو مِمَّا یَعْمَلُوْنَ اس کاروائی سے جو یہ کرتے ہیں فَنَجَّیْنٰهُ پس ہم نے نجات دی اس کو وَاَهْلَهٗ اور اس کے ساتھ اہل کو اَجْمَعِیْنَ سب کو اِلَّا عَجُوْزًا مگر بڑھیا فِی الْغٰبِرِیْنَ جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ پھر ہم نے ہلاک کیا دوسروں کو وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا اور برسائی ہم نے ان پر ایک قسم کی بارش فَسَآءَ پس بری تھی مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ بارش ڈرائے ہوؤں کی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک البتہ اس میں نشانی ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہیں اکثر لوگ ان میں سے ایمان لانے والے وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدد نافرمان قوموں کا ذکر اور ان کی تباہی کا بیان فرمایا

ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ،حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ،حضرت ہود اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے حالات بیان ہوئے ہیں۔آج کے سبق اور درس میں لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے۔

لوط علیہ السلام کا قصہ :

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔لوط بن حاران بن آزر۔ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام بھی آزر تھا۔ساتویں پارے میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ۔ بعض تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا لیکن حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کے مقابلے میں تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔پھر اگر مان بھی لیں تو پھر اس طرح ہوگا کہ تارخ ان کا لقب تھا اور نام قطعی اور یقینی طور پر آزر ہی تھا۔رب تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کون ہے۔اصل ان کا ملک عراق تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرصہ دراز تک تبلیغ کی۔ساٹھ (۶۰) سال، ستر (۷۰) سال اور اسّی (۸۰) سال بھی لکھے ہیں۔بہرحال اس سے کم وبیش تبلیغ کی مگر اہلیہ سارہ کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا۔پھر یہاں سے ہجرت کر کے شام چلے گئے۔ہجرت میں آپ کے ساتھ بیوی سارہ علیہا السلام اور بھتیجا لوط علیہ السلام تھے۔اللہ تعالیٰ نے شام کا علاقہ ،دمشق وغیرہ آپ کے سپرد کیا کہ یہاں کے لوگوں کو تبلیغ کرنی ہے۔حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ سدوم جو بہت بڑا شہر اور منڈی تھا کہ آپ نے یہاں کام کرنا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے وہاں تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔وہاں کے لوگوں نے لوط علیہ السلام کا اخلاق، وضع قطع ،شکل وصورت سے متاثر ہو کر رشتہ بھی دے دیا۔حالانکہ دنیا میں رشتے کا مسئلہ بھی کافی پریشان کن ہے۔قوم بھی دوسری، ملک بھی دوسرا اور سب سے

بڑھ کر یہ کہ عقیدہ بھی نہیں ملتا تھا۔ اس عورت نے آخری دم تک آپ کا کلمہ نہیں پڑھا۔ اس زمانے میں مومن کا فر کا رشتہ جائز تھا اور ہماری شریعت میں بھی کم وبیش سولہ سال تک کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا۔ آپ ﷺ کی تین بیٹیاں کافروں کے نکاح میں تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوالعاص بن ربیع جن کا نام مِکثم تھا کے نکاح میں تھیں، تینوں کافر تھے۔ اسی طرح بہت سارے صحابہ کرام ﷺ کے نکاح میں کافر عورتیں تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا نکاح ام بکر سے ہوا تھا اس سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بکر تھا اسی بیٹے کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے کافی زور لگایا مگر ام بکر نے کلمہ نہیں پڑھا پھر طلاق دے دی کہ اس کا میرے گھر پر اثر پڑے گا دینی لحاظ سے۔ تو ابتدائے اسلام میں کافروں کے ساتھ رشتہ جائز تھا۔ ۳ھ میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ ''مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا اور مشرکوں کو نکاح کر کے بھی نہ دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔'' تو تقریباً سولہ سال اسلام میں بھی مسلمان اور کافر کا رشتہ جائز تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے سدوم شہر اور اس کے اردگرد بستیوں کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اس کا ذکر ہے کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِالْمُرْسَلِیْنَ جھٹلایا لوط علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کو۔ ان کی طرف تنہا لوط علیہ السلام ہی گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر کو جھٹلانا تمام پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔ اس لیے کہ تمام پیغمبر اصول میں متفق ہیں۔ فرمایا اِذْ قَالَ لَھُمْ اَخُوْھُمْ لُوْطٌ جب کہا ان کو ان کے بھائی لوط علیہ السلام نے۔

انسان ہونے کے لحاظ سے بھائی فرمایا ہے اور اس لحاظ سے کہ یہ ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے ورنہ وہ کافر ہیں یہ مومن ہیں وہ مشرک ہیں یہ موحد پیغمبر ہیں۔فرمایا اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے، رب تعالیٰ کی نافرمانی سے، حق کی مخالفت سے اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ بے شک میں تمہاری طرف رسول ہوں امانت دار۔ جو رب تعالیٰ بتلاتے ہیں میں اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں کرتا پوری امانت کے ساتھ تمہیں بتلا دیتا ہوں فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو میرا حکم مانو وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر کسی معاوضے کا۔کوئی تنخواہ، کوئی نذرانہ، کسی چیز کا طالب نہیں ہوں حاشا وکلا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے۔یہ سب سے پہلی قوم تھی جس نے اپنی شہوت رانی مردوں پر کی ہے۔اس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ کیا دوڑتے ہو تم مردوں پر جہان والوں میں سے۔سورۃ الاعراف آیت نمبر ۸۰ میں ہے مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ''اس برائی میں تم سے پہلے کوئی شخص سبقت نہیں لے گیا۔'' یہ پہلی قوم تھی جس نے غلط راستہ اختیار کیا وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ اور چھوڑتے ہو ان کو جو پیدا کی ہیں تمہارے لیے تمہارے رب نے مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں۔عورتوں کی طرف تمہاری کوئی توجہ نہیں ہے اور اس خرابی میں مبتلا ہو بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ بلکہ تم قوم ہو حد سے بڑھنے والی۔رب تعالیٰ نے حدیں مقرر فرمائی ہیں جائز اور ناجائز کی، حلال حرام بتلایا ہے کہ یہ کارِ ثواب ہے اور یہ کارِ عتاب ہے۔تم رب کی حدیں نہ پھلانگو۔عرصہ دراز تک سمجھاتے رہے قَالُوْا ان لوگوں نے کہا۔کیا کہا؟ ان کا جواب سنو! کہنے لگے لَئِنْ لَّمْ

تَنْتَہِ یٰلُوْطُ البتہ اگر آپ باز نہ آئے اے لوط علیہ السلام اپنی تبلیغ سے لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ تو ہو جاؤ گے ان لوگوں میں سے جن کو شہر سے نکال دیا جاتا ہے۔ تمہیں دیس نکالا دیا جائے گا۔ الٹی منطق ہے دنیا میں جب بدمعاشوں کا راج ہو تو نیک لوگوں پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے قَالَ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ بے شک میں تمہارے عمل کو بغض کی نگاہ سے دیکھنے والوں میں سے ہوں۔ قَلٰی یَقْلِیْ کا معنیٰ ہوتا ہے بغض رکھنا۔ سورہ ضحیٰ میں ہے مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ''نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے اور نہ آپ کے ساتھ بغض کیا ہے۔''

ابوداؤد وغیرہ میں ہے حضرت ابوذر غفاری ﷛ سے روایت ہے عرض کیا حضرت ارشاد فرمائیں اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ ''کون سا عمل بہتر ہے قَالَ آپ نے فرمایا اَلْحُبُّ فِیْ اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِیْ اللّٰهِ محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عداوت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔'' کسی نیک آدمی کے ساتھ محبت کرنا اچھے اعمال میں سے ہے۔ تو دراصل محبت تو اچھے اعمال سے ہوئی اگر کوئی آدمی بُرے کام کرتا ہے تو اس کے ساتھ بغض رکھنا بھی اچھے اعمال میں سے ہیں اور دراصل عداوت بُرے کاموں کے ساتھ ہوئی مگر وہ کام کرنے والے بندے ہوتے ہیں برے ہوں یا اچھے۔ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ محبت اور بُرے کام کرنے والوں کے ساتھ عداوت ایمان کی علامتوں میں سے بڑی علامت ہے۔

آخرت میں انسان اپنے محبوب کے ساتھ اٹھایا جائے گا :

ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا حضرت! مَتَی السَّاعَۃُ ''قیامت کب آئے گی؟'' بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَا اَعْدَدْتَّ

لَهَا ''تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' بے چارہ شرمندہ ہوا سر جھکا کر کہنے لگا حضرت! میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ''مگر بے شک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ''تو ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ تیری محبت ہے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ روایت بیان کر کے فرماتے ہیں گواہ ہو جاؤ کہ میرا عمل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہے مگر ان کے ساتھ میری محبت ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے قدموں تک پہنچا دے گی۔ امام بیہقیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ جا کر فلاں بستی کو الٹ دو۔ قَالَ بِمَنْ فِيْهَا ''کیا اس بستی میں جو رہتے ہیں سب پر بستی کو الٹ دوں؟'' قَالَ بِمَنْ فِيْهَا ''فرمایا ہاں! سب پر الٹ دے۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار! اس بستی میں آپ کا ایک بندہ ہے لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ ''اس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔'' پروردگار! اس پر بھی بستی الٹ دوں؟ فرمایا اس پر بھی الٹ دے۔ اس لیے کہ اس بستی میں لوگ زنا کرتے ہیں مگر اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑتا تھا۔ بے شک خود نیکی کرتا ہے لیکن برائی کو دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑتا یاد رکھنا! ہم سے اور تو کچھ نہیں ہو سکتا مگر کم از کم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ بُرے کام کو بُرے بندے کو بُرا سمجھیں۔

حضور ﷺ کا امت کے لیے راہنما اصول :

آنحضرت ﷺ نے امت کو ایک راہنما اصول دیا ہے۔ فرمایا مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ''جو آدمی تم میں سے بُرا کام دیکھے اس کو طاقت اور اقتدار کے ساتھ روکے وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ اور جو ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ

زبان کے ساتھ روکے۔اور اگر زبان کے ساتھ بھی نہیں روک سکتا فَبِقَلْبِهٖ تو دل سے اس کو بُرا سمجھے وَلَيْسَ وَرَائَهٗ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنَ الْاِيْمَانِ اور جو شخص برائی کو دل سے بھی برائی نہیں سمجھتا اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔'' یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔مگر ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ عداوت کسی کی ذات کے ساتھ نہیں ہے اس کے بُرے وصف کے ساتھ ہے۔اصل بُرائی اس کے بُرے کام کی ہے۔اس کو آپ اس طرح سمجھو کہ کسی کا بچہ گندے چھپڑ (جوہڑ) میں گر جائے یا غلاظت کے ڈھیر میں گر پڑے تو جو غلاظت اس کے بدن اور کپڑوں کے ساتھ لگی ہے اس سے آپ نفرت کریں گے اس کو دھوئیں گے کپڑوں کو صاف کریں گے اس آدمی اور بچے سے نفرت نہیں کریں گے۔

تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہاری اس برائی کو بُری نگاہوں سے دیکھتا ہوں مجھے عداوت ہے تمہارے اس کام کے ساتھ۔پھر دعا کی رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ اے میرے رب مجھے نجات دے اور میرے گھر والوں کو اس کاروائی سے جو یہ کرتے ہیں۔لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں اور بعض روایات میں تین بیٹیوں کا ذکر آتا ہے۔انہوں نے لوط علیہ السلام کا ساتھ دیا اور چند گنے چنے مسلمان تھے۔سورۃ ذاریات میں ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ''پس نہ پایا ہم نے اس جگہ سوائے ایک گھر کے مسلمانوں کا۔'' ایک حویلی تھی اس میں چند کمرے تھے۔ایک میں لوط علیہ السلام اور دوسروں میں دوسرے رہتے تھے۔تو سدوم کے علاقے میں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر تھا۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اَجْمَعِيْنَ پس ہم نے نجات دی لوط علیہ السلام کو اور ان کے تمام اہل کو یعنی ان کے تمام ماننے والوں کو اِلَّا

عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ مگرایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جس کا نام واعلہ تھا۔حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ [حجر:٦٥] ''پس اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیں رات کو اور آپ ان کے پیچھے رہیں اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی۔'' یعنی جس علاقے کو الٹا کرنا ہے اس سے نکل جاؤ۔تو حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں اور جو تھوڑے سے مسلمان تھے ان کو لے کر یہاں سے چلے گئے مگر بوڑھی بیوی ساتھ نہیں گئی۔

قوم لوط پر چار عذاب :

اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے ہیں۔ان لوگوں کی بینائی ختم کر دی گئی۔سب کو اندھا کر دیا گیا۔دوسرا عذاب: ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔تیسرا عذاب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی جس سے ان سب کے کلیجے پھٹ گئے۔چوتھا عذاب: ان کو تہہ وبالا کر دیا۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اوپر اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔پہلے اندھا کیا بھاگیں گے کہاں پھر پتھروں کی بارش ہوئی پھر چیخ سے کلیجے پھٹ گئے پھر سارا علاقہ الٹا کر کے پھینک دیا گیا۔تو فرمایا ایک بڑھیا پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہم نے ہلاک کیا دوسروں کو جو پیچھے رہ گئے تھے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور ہم نے برسائی ان پر ایک قسم کی بارش وہ پتھروں کی تھی فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ پس بُری تھی بارش ڈرائے ہوؤں کی۔جن کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں نشانی ہے،سبق ہے مجرموں کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی نافرمانی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔اور اس

میں آنحضرت ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ اگر آج مکے والے آپ ﷺ کی مخالفت کررہے ہیں تو گھبرائیں نہیں پہلے مکذب بھی نہیں رہے یہ بھی نہیں رہیں گے وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہیں ہے اکثریت ان کی ماننے والی۔ نہ اس وقت اکثریت ایمان لائی نہ اب ہے اور نہ قیامت تک ہوں گے وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

۞۞۞

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع ۱۰

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ جھٹلایا جنگل والوں اَلْمُرْسَلِيْنَ پیغمبروں کو اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ جب کہا ان کو شعیب علیہ السلام نے اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم بچتے نہیں ہو اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں سوال کرتا تمہارے سے کسی معاوضے کا اِنْ

اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے
اَوْفُوا الْکَیْلَ پورا کرو ماپ کو وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ اور نہ ہو تم کمی
کرنے والوں میں سے وَزِنُوْا اور تم تولو بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ سیدھی
ترازو کے ساتھ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ هُمْ اور نہ کم دو لوگوں کو ان کی
چیزیں وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ اور نہ چلو زمین میں فساد کرتے ہوئے
وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ اور ڈرو تم اس سے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وَالْجِبِلَّةَ
الْاَوَّلِیْنَ اور پہلی مخلوق کو قَالُوْٓا قوم نے کہا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ پختہ
بات ہے آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر جادو کیا گیا ہے وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا اور نہیں ہیں آپ مگر بشر ہمارے جیسا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ اور
بے شک ہم آپ کے بارے میں خیال کرتے ہیں جھوٹوں میں سے ہے فَاَسْقِطْ
عَلَیْنَا پس گرا ہم پر کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ٹکڑا آسمان سے اِنْ کُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِیْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ فرمایا
شعیب علیہ السلام نے میرا رب خوب جانتا ہے جو کام تم کرتے ہو فَکَذَّبُوْهُ پس
جھٹلایا ان لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ پس
پکڑا ان کو سایے والے دن کے عذاب نے اِنَّهٗ کَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بے
شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے
وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہے اکثر ان کے ماننے والے وَاِنَّ

رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

جن قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ہے ان میں سے ایک حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی تھی۔ اس قوم کی تاریخ اس طرح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ ان میں سے دو کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ باقی تین بیٹوں کا ذکر تورات اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ ایک کا نام مدین، ایک کا نام مدائن اور ایک کا نام قیدار تھا رحمہم اللہ تعالیٰ۔ حضرت مدین کی اولاد قوم مدین کہلائی اور وہ جس علاقے میں آباد تھے اس کا نام مدین رکھا۔ تو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند مدین کی نسل تھی۔ جس طرح بنی اسرائیل کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد ہیں۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ مدین شہر قوم مدین نے آباد کیا تھا۔ یہ اس زمانے میں بہت بڑی منڈی تھی اور مدین شہر کے حدود اربعہ میں بڑے بڑے وسیع جنگلات تھے اسی وجہ سے ان کو اصحابِ ایکہ بھی کہا جاتا ہے، جنگل والے یعنی جو جنگل کے درمیان میں رہتے ہیں۔ چونکہ مدین بین الاقوامی منڈی تھی تاجر دور دراز سے سامان یہاں لاتے، خرید وفروخت کرتے بہت کچھ سلسلہ تھا۔ دوسری قوموں کی طرح یہ قوم بھی مشرک تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو کہا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰـہٍ غَیْرُہٗ [اعراف: ۵۸] ”اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہیں ہے تمہارا معبود اس کے سوا۔“ اس قوم میں یہ خرابی بھی تھی کہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے۔ لینے والا پیمانہ اور ہوتا تھا اور دینے والا اور ہوتا تھا۔ مثلاً جب لوگوں سے کوئی جنس لیتے تھے تو چھ

سیر والے پیمانے سے لیتے تھے اور دیتے تھے تو پانچ سیر والے پیمانے سے۔ اور تولنے میں بھی ان کے باٹ بڑے چھوٹے ہوتے تھے۔ جیسے سیر کا وزن کچھ کم اور کلو کا کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ یہ غریب لوگ نہیں تھے بڑے آسودہ حال لوگ تھے غریب آدمی ایسی خساست کرے تو اس کا معنٰی کچھ اور ہوتا ہے کہ چلو کمزور آدمی تھا ڈنڈی مار گیا۔ لاکھ اور کروڑ پتی لوگ اس قسم کی خساست کریں تو یہ انتہائی بُری ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡئَیۡکَةِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ جھٹلایا جنگل والوں نے پیغمبروں کو ان کے پاس گئے تو شعیب علیہ السلام ہی تھے مگر ایک نبی کو جھٹلانا سب نبیوں کو جھٹلانا ہے اِذۡ قَالَ لَھُمۡ شُعَیۡبٌ جب فرمایا شعیب علیہ السلام نے قوم کو اَلَا تَتَّقُوۡنَ کیا تم بچتے نہیں ہو کفر شرک سے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اس میں کسی قسم کی خیانت نہیں ہے۔

جماعتوں میں اختلاف کی وجہ :

جس طرح مال میں خیانت ہوتی ہے اسی طرح علم میں بھی خیانت ہوتی ہے، گفتگو میں بھی خیانت ہوتی ہے۔ آج مختلف پارٹیوں اور جماعتوں میں جھگڑے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بات کرنے والا کچھ کہتا ہے اور آگے بتانے والا کچھ بتاتا ہے جس سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں (اور تصدیق کی بھی زحمت کوئی گوارا نہیں کرتا اور حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بلوچ) بہت کم اس کے ازالے کی کوشش ہوتی ہے۔ اگر جتنی بات صحیح ہو اتنی ہی بیان کی جائے غلط فہمیاں کم پیدا ہوں۔ یہ صحافی لوگ بڑے عجیب قسم کے لوگ ہوتے ہیں بات کچھ ہوتی ہے اور بنا کچھ دیتے ہیں۔ تو فرمایا میں پیغمبر ہوں امانت دار

ہوں جو کچھ کہوں گا حق کہوں گا جتنی بات مجھے رب تعالیٰ نے بتلائی ہے اس میں خیانت نہیں کرتا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے اس کے احکام مان لو اور میری اطاعت کرو۔ اور اے میری قوم! وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور میں نہیں مانگتا تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ کہ تم کوئی تنخواہ، نذرانہ اور تحفہ مجھے دو اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین کے ذمے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا بیٹا کوئی نہیں تھا صرف دو بیٹیاں تھیں جن کا ذکر آگے بیسویں پارے میں آئے گا۔ اپنی ضرورت کے لیے بکریاں رکھی ہوئی تھیں اور وہ بکریاں بھی یہ بیٹیاں ہی چراتی تھیں خود بوڑھے بھی تھے اور دینی مشاغل بھی تھے بڑی بیٹی کا نام صفوراؒ تھا جس کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ تو اپنی ضروریات کے لیے بکریاں رکھی ہوئی تھیں اس طرح گزر اوقات ہوتا تھا۔

فرمایا اے میری قوم اَوْفُوا الْكَيْلَ پورا کرو ماپ کو۔ جب پیمانے سے ماپ کرو تو پورا دو وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ اور نہ ہو تم کمی کرنے والوں میں سے۔ جو بھی پیمانہ ہے ٹوپہ، صاع وغیرہ اس سے پورا پورا ماپ کر دو کمی نہ کرو۔ وَزِنُوْا واؤ عاطفہ ہے اور زنوا جمع امر کا صیغہ ہے۔ اور تولو بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ سیدھی ترازو کے ساتھ۔ ایسی ترازو کے ساتھ جو بالکل سیدھی ہو۔ چونکہ یہ لوگ بڑی منڈی والے تھے اور وزن میں کمی بیشی کرتے تھے۔

آج بھی کوئی دیانت دار ہوگا ورنہ اکثر اسی بیماری کا شکار ہیں۔ مثال کے طور پر بوری میں گندم پوری ہو، ٹرالی میں مٹی پوری ہو، ریت پوری ہو اور صاف ہو اس میں مٹی نہ ہو۔ اللہ کے نیک بندے ہیں لیکن نسبتاً کم ہیں یورپی لوگ اگرچہ کافر ہیں مگر ان میں دیانت

داری ہے۔ میں نے کچھ دن برطانیہ میں رہ کر دیکھا ہے اگر وہ لوگ مسلمان ہوں اور ان میں بے حیائی نہ ہو تو میرا اندازہ ہے کہ وہ ان شاء اللہ العزیز سیدھے جنت میں جائیں۔ لین دین، اٹھنے بیٹھنے میں، معاملات میں کیا مجال ہے کہ گڑبڑ ہو۔ وہ کام جو مسلمانوں کو کرنے چاہئیں تھے وہ کافر کر رہے ہیں۔ دیکھو! ان کی دوائی کے نسخے پر جو لکھا ہوگا اندر بھی وہی ہوگا اور یہاں لکھا ہوا کچھ ہوتا ہے اور اندر کچھ ہوتا ہے۔ یہاں زہر بھی خالص نہیں ملتا۔

بھئی! جو بات زبان سے کہی ہے پوری کرو گھوڑا ہے، گدھا ہے، خچر ہے جس کا سودا کیا ہے وہ دو۔ معمولی چیزوں کی خرید وفروخت پر نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ تحریر کی شرط ہے۔ ایک نے کہا کہ یہ چیز میں نے تجھے اتنے میں بیچ دی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے خرید لی بس بیع ہو گئی۔ ہاں تیسرے پارے میں ہے کہ جب کوئی اہم چیز ادھار ہو تو اس کو لکھ لیا کرو تاکہ بعد میں جھگڑا نہ ہو اور جتنی شے کہی ہے اس کا حق پورا دو۔ بسا اوقات بظاہر دو پیمانے ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن ان میں فرق ہوتا ہے جس کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ جیسے دیہات میں رہنے والے پرانے لوگ سیر اور کلو کا فرق نہیں سمجھتے اور دکان دار بھاؤ تو کلو کا بتاتا ہے اور تول کے سیر کے ساتھ دیتا ہے اس طرح کا بہت کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

تو فرمایا وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ اور نہ کم دو لوگوں کو ان کی چیزیں وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور نہ چلو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ ان لوگوں میں سے کچھ نے ایجنٹ رکھے ہوتے تھے جو سوداگروں سے معلومات حاصل کرتے تھے کہ ان کے پاس کون کون سی قیمتی چیزیں ہیں؟ سونا چاندی، زعفران وغیرہ۔ پھر یہ اپنے ڈاکو ساتھیوں کو اطلاع دیتے تھے جو ان جنگلات میں چھپے ہوتے تھے فلاں قافلہ آ رہا ہے ان کے پاس یہ یہ

چیزیں ہیں جب وہ قافلہ ان جنگلات سے گزرتا تو وہ اس پر حملہ کر کے لوٹ لیتے۔ اگر کوئی مزاحمت کرتا تو اس کو مار دیتے تھے۔ ڈکیتیاں بھی کرتے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے کہ مدین شہر میں ایک بوڑھا بابا ہے اس کا یہ حلیہ ہے اس کی بات نہ سننا۔ وہ بابا جی شعیب علیہ السلام تھے۔ ڈکیتی بھی کرتے اور راہ حق سے بھی روکتے تھے۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ اور ڈرو اس ذات سے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ۔ جِبِلَّه جِبِیْل کی جمع ہے بمعنٰی مخلوق۔ تو جبلہ کا معنٰی ہوگا خلائق۔ اور تم سے پہلی مخلوقات کو بھی رب نے پیدا کیا ہے۔ انسان بھی، حیوان بھی، جنات اور فرشتے بھی، پھر انسانوں میں مختلف خاندان ہیں اور مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں تمام کو پیدا کرنے والا رب ہے۔ اس پر قوم نے کہا، جواب دیا قَالُوْٓا قوم نے کہا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ پختہ بات ہے آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر جادو کیا گیا ہے۔ ان کا دماغ کام نہیں کرتا پاگل ہو جاتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ تم پاگل ہو۔ تمہاری بیوی، دو بیٹیاں، تین چار اور آدمی تم سچے اور باقی سارا شہر جھوٹا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے تم پر جادو کیا گیا ہے تمہارے ہوش وحواس صحیح نہیں ہیں۔ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور نہیں ہیں آپ مگر انسان ہمارے جیسے۔ بھلا بشر ہو کر نبی کیسے بن گیا؟

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آنحضرت ﷺ کے دور تک مشرکوں کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا۔ کھانے پینے والا کیسے نبی بن گیا؟ آنحضرت ﷺ کے بارے میں مشرکوں نے کہا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ [الفرقان: ۷] ''کیا ہے اس رسول کو کہ یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں سودا خریدنے اور بیچنے کے لیے اور کہتا ہے میں نبی ہوں اور سورہ مومنوں آیت نمبر ۲۴

میں ہے وَلَوْشَآءَ اللّٰہُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اتارتا فرشتوں کو۔''
نوری مخلوق ہوتے ، نہ کھاتے پیتے اور نہ ان میں جنسی خواہشات ہوتیں۔اس جواب اللہ
تعالیٰ نے پندرھویں پارے میں دیا لَوْکَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ
لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا [بنی اسرائیل:۹۵] ''اگر ہوتے زمین میں
فرشتے چلتے بسنے والے تو یقیناً ہم اتارتے ان پر آسمان کی طرف سے فرشتے رسول بنا کر۔''
اگر زمین کی خلافت ہم نے فرشتوں کو دی ہوتی زمین میں آبادی فرشتوں کی ہوتی تو ان کی
اصلاح کے لیے ہم فرشتے رسول بنا کر بھیجتے۔تو خلافت انسان کے پاس ہے زمین میں
انسان آباد ہیں تو ان کی اصلاح کے لیے بشر ہی رسول بنا کر بھیجتے ہیں۔تو ان لوگوں نے کہا
کہ آپ ہمارے جیسا انسان ہو کر نبی کیسے بن گئے وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ اور
بے شک ہم آپ کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ آپ جھوٹوں میں سے ہیں معاذ اللہ
تعالیٰ۔کتنے سخت الفاظ ہیں پیغمبر کے بارے میں یہ بھی نہیں خیال کیا کہ معمر آدمی ہیں۔لوگ
اختلاف کے باوجود عمر کا لحاظ کرتے ہیں انہوں نے تو کسی شے کا بھی خیال نہ کیا۔نہ آپ کی
نبوت کا ، نہ عمر کا ، نہ شرافت کا ، کتنے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ بے شک ہم گمان کرتے
ہیں کہ آپ جھوٹوں میں سے ہیں۔پھر کہنے لگے کہ آپ جو ہمیں ڈراتے ہیں کہ نافرمانی کی
تو آسمان سے تم پر عذاب آئے گا دھمکیاں کیوں دیتے ہو فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ
السَّمَآءِ۔کِسَفًا کِسْفَۃٌ کی جمع ہے۔جس کا معنیٰ ہے ٹکڑا۔تو معنیٰ ہوگا آپ ہم پر
آسمان سے ٹکڑے گرا دیں کہ ہم ختم ہو جائیں۔میدان آپ کے لیے خالی ہو جائے گراؤ
نا ہم پر! اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے قَالَ فرمایا شعیب علیہ
السلام نے رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔دوسرے

مقام پر تفصیل ہے کہ میرے بس میں نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے بھی مکے والوں کو یہی جواب دیا مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ [انعام:۵۷] ”نہیں ہے میرے پاس وہ چیز جس کو تم جلدی طلب کرتے ہو۔“ عذاب لانا اور راحت لانا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا؟ فَكَذَّبُوْهُ پس ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ پس پکڑا ان کو سائے والے دن کے عذاب نے۔ وہ کیا تھا؟ سخت گرمی کا موسم تھا لوگوں کے لیے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا بوڑھے اور کیا بچے سب پریشان تھے پانی پینے کے بعد بھی سانس رکتا تھا سوائے شعیب علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کا سانس معمول کے مطابق تھا۔ حالانکہ فضا وہی تھی ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی معمول کے مطابق سانس لیتے تھے اور مخالفوں کو سانس صحیح نہیں آتا تھا۔ ایک بادل کا ٹکڑا نظر آیا چند لوگ جا کر اس کے نیچے کھڑے ہوئے ان کو راحت محسوس ہوئی سانس بھی صحیح آنے لگ گیا۔ انہوں نے دوسروں کو بلایا کہ یہاں بڑا سکون ہے۔

موت سے بچنے کے لیے آدمی بہت کچھ کرتا ہے۔ زلزلہ آئے تو لوگ قیمتی چیزیں گھر میں چھوڑ کر باہر بھاگ جاتے ہیں کہ ہم بچ جائیں۔ تو اس بادل کے نیچے سب جمع ہو گئے اور بھنگڑے ڈالنے لگے۔ کوئی مجرم بھی پیچھے نہ رہا اور ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرتے تھے کہ تمہارا شکریہ کہ تم نے ہمیں یہاں بلا لیا ہمارا تو دم نکل رہا تھا۔ پھر کیا ہوا؟ اس بادل سے آگ کے شعلے ان پر برسے اور سب کے سب ختم ہو گئے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ وہ سائبان کی شکل میں جو بادل آیا تھا اس میں ان کی ہلاکت اور بربادی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا پس پکڑا ان کو سائے

والے دن کے عذاب نے اِنَّہٗ کَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بے شک تھا وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ جس پر مصیبت آتی ہے اس کو پتا چلتا ہے کہ تکلیف اور مصیبت کیا ہوتی ہے۔ دوسروں کو کیا محسوس ہونا ہے۔ عذاب بھگتنے والوں سے کوئی پوچھے کہ کیا گزری ہے؟ ساری کی ساری مجرم قوم تباہ اور برباد ہوگئی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے جس رنگ میں چاہے عذاب بھیج دے۔ سیلاب کے ذریعے تباہ کر دے، ہوا کے ساتھ تباہ کر دے، حالانکہ یہ دونوں انسان کی زندگی کا سبب ہیں جب یہی حد سے آگے نکل جائیں تو عذاب بن جاتی ہیں۔ یہی زمین ہے جس پر چلتے پھرتے ہیں زلزلہ آئے تو ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے انہی چیزوں کو عذاب کی شکل میں مسلط کر دیتا ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور نہیں ہے اکثریت ان کی ایمان لانے والی وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اور بے شک آپ کا رب البتہ وہی ہے غالب، مہربان۔

۞۞۞

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾

وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَتَنْزِيْلُ البتہ اتارا ہوا ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کی طرف سے نَزَلَ بِهِ لے کر اترا ہے اس کو الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ روح الامین جبرائیل علیہ السلام عَلٰى قَلْبِكَ آپ کے دل پر لِتَكُوْنَ تاکہ ہو جائیں آپ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ڈرانے والوں میں سے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ ہے عربی زبان میں مُّبِيْنٍ کھول کر بیان کرنے والا وَاِنَّهٗ اور بے شک اس قرآن کا تذکرہ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ البتہ پہلی کتابوں میں بھی ہے اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً کیا نہیں ہے ان کے لیے نشانی اَنْ يَّعْلَمَهٗ کہ جانتے ہیں اس کو عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کے علماء وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ اور اگر ہم اتارتے اس کو عَلٰى بَعْضِ

الْاَعْجَمِیْنَ عجمیوں میں سے کسی پر فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ پس وہ پڑھتا اس قرآن کو ان عربیوں پر مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ نہیں تھے یہ اس پر ایمان لانے والے كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ اسی طرح ہم نے چلائی یہ بات فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کے دلوں میں لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ نہیں ایمان لائیں گے اس پر حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً پس وہ آئے گا ان کے پاس اچانک وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور بھی نہیں ہو گا فَیَقُوْلُوْا پس کہیں گے هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ کیا پس ہمارے عذاب کا وہ جلدی مطالبہ کرتے ہیں اَفَرَءَیْتَ کیا پس آپ بتلائیں اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ اگر ہم ان کو فائدہ پہنچائیں سِنِیْنَ کئی سال تک ثُمَّ جَآءَهُمْ پھر آئے ان کے پاس مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ وہ چیز جس کا وعدہ ان کے ساتھ کیا جا رہا ہے مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ نہیں کفایت کرے گی ان سے مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ جس چیز کا ان کو فائدہ دیا جا رہا ہے وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ مگر اس بستی کے لیے ڈرانے والے تھے ذِكْرٰى نصیحت کے لیے وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ اور نہیں ہیں ہم ظلم کرنے والے۔

ماقبل سے ربط :

اس سورت کے شروع میں فرمایا کہ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی

شاید کہ آپ اپنی جان کو ضائع کر دیں اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْن اس وجہ سے کہ یہ لوگ ایمان قبول نہیں کرتے۔ پھر کئی پیغمبروں کے حالات بیان فرمائے کہ ان پر بھی اکثریت ایمان نہیں لائی لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں اور نہ غمگین ہوں۔ آپ کے مشن اور پروگرام میں کوئی شک نہیں ہے وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور بے شک یہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ لے کر اترا ہے اس کو روح الامین جبرائیل علیہ السلام۔ جس طرح جان دار چیزوں کی زندگی روح کے ساتھ ہوتی ہے اسی طرح قوموں کی روحانی زندگی وحی الٰہی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر باطنی اور خدائی علم نہ ہوتو انسان حیوان ہو جائیں بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر۔ اور یہ وحی لے کر آنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں عَلٰی قَلْبِکَ آپ کے دل پر۔ شروع شروع میں جبرائیل علیہ السلام وحی لاتے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے کہ میں یاد کرلوں بھول نہ جاؤں۔ سورۃ القیامہ آیت نمبر ۹۲ میں ہے لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ''بے شک ہمارے ذمہ ہے اس قرآن کا آپ کے دل مین جمع کرنا اور اس کا پڑھانا آپ زبان کو حرکت نہ دیں۔'' تو جبرائیل علیہ السلام قرآن پاک لاتے تھے آپ ﷺ سنتے تھے تو فوراً آپ ﷺ کے دل میں اُتر جاتا تھا۔ پھر ہر سال رمضان مبارک میں جبرائیل علیہ السلام آ کر آپ ﷺ کے ساتھ دور بھی کرتے تھے تاکہ قرآن پاک میں کسی قسم کی غلطی نہ رہے۔

حضور ﷺ کی وفات کی علامت :

جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے اس سال رمضان میں جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ دو دفعہ دور کیا ہے جس سے آپ ﷺ نے سمجھا کہ شاید میری وفات کا

وقت قریب آ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِقْتَرَبَ اَجَلِیْ ''میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔'' پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ہوا ہے۔ فرمایا ہر سال جبرائیل علیہ السلام رمضان مبارک میں ایک دفعہ دور کرتے تھے قرآن شریف کا اور اس دفعہ دو مرتبہ دور کیا ہے۔ اس سے میں سمجھا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ قرآن کیوں اتارا گیا ہے آپ کے دل مبارک پر لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ تاکہ آپ ہو جائیں ڈرانے والوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر مُنْذِر بھی تھے اور بشیر بھی تھے۔ مُنْذِر کا معنٰی ہے ڈرانے والا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دو ورنہ تم پر عذاب آئے گا دنیا میں بھی، قبر حشر میں بھی، میدان محشر میں بھی اور دوزخ میں بھی عذاب ہوگا۔ اور مبشر کا معنٰی ہے خوش خبری سنانے والا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہوگا دنیا میں سکون ہوگا، قبر حشر میں راحت ہوگی، محشر میں بھی سکون ہوگا اور بالآخر جنت میں رہو گے۔ اور یہ قرآن بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ عربی زبان میں ہے مُّبِيْنٍ کھول کر بیان کرنے والا بالکل واضح۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنی فصاحت و بلاغت عربی زبان میں ہے اتنی کسی زبان میں نہیں ہے۔

آقا کا بشر ہونا آقا کی زبان سے :

مکلف مخلوقات دو ہیں انسان اور جن۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوق میں سے افضل مخلوق انسانوں میں پیدا فرمایا۔ پھر انسانوں کے دو طبقے تھے عربی اور عجمی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین طبقہ عربیوں میں پیدا فرمایا۔ پھر عربیوں میں جو بہترین خاندان تھا قریش، رب تعالیٰ نے مجھے ان میں پیدا فرمایا۔ پھر قریش کی شاخ بنو ہاشم جن کو لوگ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں پیدا فرمایا۔ تو پیغمبر بھی

عربی ہے فصیح و بلیغ اور قرآن کریم بھی عربی ہے فصیح و بلیغ وَاِنَّـهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ اور بے شک اس قرآن پاک کا تذکرہ پہلی کتابوں میں بھی ہے۔پہلی کتابوں سے مراد تورات ،انجیل ،زبور اور دیگر آسمانی صحیفے ۔ان تمام میں قرآن پاک کا ذکر ہے باوجود اس کے کہ پادری صاحبان نے تحریف کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے لیکن پھر بھی اس سلسلے کی بعض چیزیں موجود ہیں۔مثلاً آج بھی بائبل میں یہ آیت موجود ہے کہ'' آنے والا جو آئے گا اس پر رب تعالیٰ کا کلام اترے گا کچھ یہاں کچھ وہاں۔'' یعنی کچھ مکے میں کچھ مدینے میں اور اس میں جو چیزیں ہوں گی وہ رب نے ان کی زبان میں ڈالی ہوں گی ۔ وہ خود اپنی طرف سے نہیں کہے گا۔سورہ نجم میں ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ''اور نہیں بولتا وہ نفس کی خواہش سے نہیں ہے مگر وہ وحی جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔'' اور یہ بھی بائبل میں ہے کہ ان کی شریعت آتشیں ہوگی یعنی اس میں جہاد بھی ہوگا مجرموں کو سزائیں بھی دی جائیں گی ۔تو یہ اشارات پہلی کتابوں میں آج بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اٰیَةً کیا یہ ان کے لیے نشانی نہیں ہے اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کہ جانتے ہیں اس رسول کو بنی اسرائیل کے علماء اور اس کتاب کو بھی ۔سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ میں ہے اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ''وہ جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔'' انجیل یوحنّا میں اب بھی موجود ہے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور صحابیوں کو فرمایا اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (باب ۱۵،آیت ۳۰) جتنی خوبیاں ،کمالات اور فضائل رب تعالیٰ نے اس کو دیئے ہیں وہ مجھے نہیں دیئے۔

عیسائیوں کی تحریف کا ایک عجیب واقعہ :

میں نے کتاب لکھی ''عیسائیت کا پس منظر'' اس میں میں نے یہ بشارت بھی لکھی تھی۔سردی کا زمانہ تھا کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔میں نے بچے کو کہا دیکھو کون صاحب ہیں۔ بچے نے بتلایا کہ پتلون والے دو آدمی ہیں۔میں نے کہا ان کو بیٹھک میں بٹھا کر چائے پلاؤ،ان کی خدمت کی اور پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے تشریف لائے ہو۔ایک کا نام پطرس گل تھا دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں ہے ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔کہنے لگے ہم انارکلی لاہور سے آئے ہیں وہاں کے گرجے کے ہم ذمہ دار افراد ہیں ہم نے آپ کی کتاب عیسائیت کا پس منظر پڑھی ہے اس میں آپ نے مسلمانوں کو یہ تاثر دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جس دنیا کے سردار کی خوش خبری سنائی ہے وہ تمہارے پیغمبر محمد ﷺ کے بارے میں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔میں نے کہا پادری صاحب دنیا کے سردار سے تمہاری کیا مراد ہے۔کہنے لگا اس سے مراد شیطان ہے۔اندازہ لگاؤ! اس کی تاویل کا۔

میں نے کہا پادری صاحب بات کرو کوئی کرنے والی۔شیطان کس نعمت کا نام ہے ۔وہ کون سی دولت ہے کہ جس کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو خوش خبری دے رہے ہیں کہ میں جاؤں گا اور وہ میرے بعد آئے گا۔تو کیا شیطان حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے دنیا میں موجود نہیں تھا۔حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جنت سے کس نے نکالا تھا۔شیطان کی خرابیاں جو تمہاری کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اس وقت شیطان کہاں تھا اور کیا تم شیطان کو دنیا کا سردار مانتے ہو؟ اور کیا شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنے حواریوں کو،شاگردوں کو خوش خبری سناتا ہے کہ میں اب جا رہا ہوں دنیا کا سردار آئے گا اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ہے یعنی جتنی خوبیاں اس میں ہوں گی وہ مجھ میں نہیں ہیں۔میں نے

کہا انجیل متی میں ہے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں آنے والے کی جوتیاں اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ تو کیا آپ کے خیال کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام اس سے بھی قاصر ہیں کہ شیطان کی جوتیاں اٹھائیں۔ شیطان کو جوتیاں مارنی ہیں یا اس کی جوتیاں اٹھانی ہیں بالآخر آئیں بائیں شائیں کر کے چلے گئے۔ تاویل دنیا میں ہر آدمی کرتا ہے۔ تاویل سے حقیقت تو نہیں جھٹلائی جا سکتی۔ حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہوتی ہے۔ فرمایا وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ اور اگر ہم اتارتے اس قرآن پاک کو عجمیوں میں سے بعض پر، کسی عجمی شخص پر اتارتے فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ پھر وہ پڑھتا اس قرآن کو عربیوں پر مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ یہ عربی نہیں تھے اس پر ایمان لانے والے۔ کہتے ہم تو عربی ہیں اور ہمارے لیے جو ہدایت نامہ آیا ہے وہ عجمی ہے یہ کیا جوڑ ہوا۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ [ابراہیم:۴] ”اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔“ تاکہ قوم کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملے کہ بات کو سمجھے ہی نہیں۔ زبان کے پیچ پیچ (نزاکتوں اور بلاغتوں) کو زبان والا ہی سمجھتا ہے دوسرا نہیں سمجھتا۔

پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے ہمارے ساتھ ایک ساتھی پڑھتا تھا بڑا مسخرہ تھا۔ اس سے ایک غلطی ہوگئی جس کی وجہ سے اس کی پیشی ہوئی۔ قسم اٹھا کر بری ہوگیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ تو نے غلط قسم اٹھائی ہے کیونکہ تو نے یہ غلطی کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کوئی اللہ کی قسم تو نہیں اٹھائی میں نے تو اَلاّں کی قسم اٹھائی ہے۔ اَلاّں لمبے کدو کو کہتے ہیں۔ اب اس بات کو پنجابی تو سمجھ سکتے تھے بلوچستانی اور سرحد والے تو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر قومی زبان میں بھیجے ہیں تاکہ بات آسانی کے ساتھ سمجھا سکیں۔

تو فرمایا کہ اگر ہم قرآن پاک عجمیوں میں سے کسی پر نازل کرتے تو یہ نہ مانتے۔
فرمایا كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح ہم نے چلائی یہ بات مجرموں کے دلوں میں ایمان نہ لانے کی کیونکہ انہوں نے ارادہ کیا ایمان نہ لانے کا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى ''ہم پھیر دیتے ہیں اسی طرف جس طرف کوئی پھرتا ہے۔ جس طرف کا کوئی ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف پھیر دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں راستے دکھا کر اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے اپنی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو نہ ہدایت دیتے ہیں اور نہ گمراہ کرتے ہیں۔ یہ چونکہ کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان مجرموں کے دلوں میں یہ بات چلائی لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ کہ وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یہاں تک کہ وہ دیکھیں دردناک عذاب کو۔ اور عذاب دیکھنے کے بعد ایمان مفید نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے پورا زور خرچ کیا فرعون کو سمجھانے کے لیے بڑا ہوشیار آدمی تھا جانتا تھا لیکن مانا نہیں اور ایمان جاننے کا نام نہیں ہے ماننے کا نام ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہودیوں کے متعلق فرمایا ہے يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ''یہ اس پیغمبر کو اسی طرح پہنچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں'' لیکن ایمان نہیں لائے۔ سورہ نمل میں آئے گا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ''یقین کیا ان نشانیوں کے بارے میں ان کی جانوں نے۔'' فرعون اور اس کی قوم نے یقین کیا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور یہ نشانیاں حق ہیں لیکن ظلم اور سرکشی اختیار کرتے ہوئے ایمان نہیں لائے۔ تو ایمان جاننے کا نام نہیں ہے ماننے کا نام ہے۔

پھر جب غرق ہونے لگا تو کہا کہ میں ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' ادھر سے ارشاد ہوا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ [یونس:۹۱] ''اب ایمان لاتے ہو اور اب تک کفر کرتے رہے ہو۔'' اب تمہارا کوئی ایمان نہیں ہے۔

تو فرمایا عذاب دیکھ کر ایمان لائیں گے فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً پس وہ عذاب ان کے پاس آئے گا اچانک وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور بھی نہیں ہوگا۔ سیلاب کی شکل میں لے آئے، قحط سالی کی صورت میں لائے، زلزلے کی شکل میں لائے، آسمان سے پتھر برسائے، دشمن سے حملہ کرا دے، بے شمار قسم کے عذاب ہیں جب اللہ تعالیٰ لاتا ہے تو پتا نہیں چلتا فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ پس کہیں گے کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے۔ کیا ہمیں توبہ کی مہلت ملے گی اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ کیا پس یہ ہمارے عذاب کے بارے میں جلدی مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ [انفال:۳۲] ''پس برسا ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے یا لے آ ہمارے پاس کوئی درد ناک عذاب۔''

اَفَرَءَیْتَ کیا پس آپ بتلائیں تو سہی اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ اگر ہم ان کو فائدہ دے دیں کئی سال یعنی یہ کئی سال زندہ رہیں ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ پھر آئے ان کے پاس وہ چیز جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے مَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ نہیں کفایت کرے گی ان سے وہ چیز جس کا ان کو فائدہ دیا جا رہا ہے۔ جتنے سال زندہ رہیں، پچاس سال، سو سال، ہزار سال، جب عذاب آئے گا تو ان کو نہ دولت بچا سکے گی، نہ کوٹھیاں بچا سکیں گی، نہ لاؤلشکر بچا سکیں گے وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ

اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ اورنہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کومگراس بستی کے لیے ڈرانے والے تھے ذِكۡرٰى نصیحت کی بات ہماری طرف سے پوری ہوئی وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ اورنہیں ہیں ہم ظلم کرنے والے کہ بے خبری میں ان لوگوں کو ماردیں ہم نے ان کو استعداد دی اور ان تک حق کو پہنچایا، پیغمبروں کے ذریعے ان کو آگاہ کیا جب نہیں مانے ضد پراڑے رہے پھر ہلاک کیا۔

۞۞۞

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع ۱۵

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ اور نہیں اتار کر لائے اس قرآن کو شیاطین وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ اور نہیں لائق ان کے وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں اِنَّهُمْ بے شک وہ عَنِ السَّمْعِ اس کے سننے سے لَمَعْزُوْلُوْنَ البتہ الگ رکھے ہوئے ہیں فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ پس آپ نہ پکاریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو حاجت روا، مشکل کشا فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ پس ہو جائیں گے آپ سزا یافتہ لوگوں میں سے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ اور آپ ڈرائیں

اپنی برادری کو الْاَقْرَبِیْنَ جو قریبی ہیں وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ اور آپ نرم کریں اپنے بازو کو لِمَنِ اتَّبَعَکَ ان کے لیے جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں میں سے فَاِنْ عَصَوْکَ پس اگر یہ کافر آپ کی نافرمانی کریں فَقُلْ پس آپ کہہ دیں اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ بے شک میں بیزار ہوں مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو وَ تَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ اور آپ توکل کریں اس ذات پر جو غالب ہے مہربان ہے الَّذِیْ وہ ذات یَرٰکَ جو آپ کو دیکھتی ہے حِیْنَ تَقُوْمُ جب آپ کھڑے ہوتے ہیں وَتَقَلُّبَکَ اور آپ کا پلٹنا فِی السّٰجِدِیْنَ نمازیوں میں اِنَّهٗ بے شک وہ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے هَلْ اُنَبِّئُکُمْ کیا میں تمہیں خبر دوں عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ جس پر اترتے ہیں شیاطین تَنَزَّلُ اترتے ہیں عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ ہر جھوٹے اَثِیْمٍ گنہگار پر یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وہ ڈالتے ہیں سنی ہوئی بات کو وَاَکْثَرُهُمْ کٰذِبُوْنَ اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں وَالشُّعَرَآءُ اور جو شاعر لوگ ہیں یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ان کی پیروی کرتے ہیں گمراہ لوگ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نہیں دیکھتے اَنَّهُمْ بے شک وہ شاعر فِیْ کُلِّ وَادٍ ہر وادی میں یَّهِیْمُوْنَ سرگردان پھرتے ہیں وَاَنَّهُمْ اور بے شک وہ شاعر یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وہ جو کرتے نہیں ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَذَکَرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا اور یاد کیا اللہ تعالیٰ

کو بہت وَّ انۡتَصَرُوۡا اورانہوں نے بدلہ لیا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا بعداس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اور عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جو ظالم ہیں اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ کہ کون سے پہلو پر وہ پلٹتے ہیں۔

بعض کافر قرآن کو سحر سے تعبیر کرتے تھے اور بعض اس کو شعر و شاعری کی ایک قسم پر محمول کرتے تھے۔ بعض یہ بھی کہتے تھے کہ جنات اور شیاطین آ کر یہ قرآن اس کو سکھاتے ہیں۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ دو تین دن وحی نازل نہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ کو شدید بخار ہو گیا کہ آپ ﷺ مسجد میں نہ آ سکے تو آپ ﷺ کی چچی ابولہب کی بیوی نے کہا قَدۡ تَرَکَکَ شَیۡطَانُکَ ''وہ شیطان جو تمہیں آ کر باتیں بتاتا تھا وہ تجھے چھوڑ گیا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی تردید فرماتے ہیں وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّیٰطِیۡنُ اور نہیں اتار کے لائے اس قرآن کو شیاطین وَمَا یَنۡۢبَغِیۡ لَهُمۡ اور نہیں لائق ان کے وَمَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں۔ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ''یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔'' جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں اور شوشے لوگ دنیا میں چھوڑتے رہتے ہیں اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ بے شک وہ اس کے سننے سے الگ رکھے ہوئے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ فضا میں فرشتے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں کہ آج رب العالمین کی طرف سے یہ وحی اتری ہے، آج فلاں کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہے اور فلاں کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہے۔ یہ شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے اوپر چڑھتے ہیں تو چمکدار ستارہ ان پر ٹوٹ پڑتا ہے شہاب مُبین۔ جس کی وجہ سے کوئی جل جاتا ہے کوئی زخمی ہو جاتا ہے اور کوئی مر جاتا ہے اور کوئی بچ جاتا ہے لیکن وہ اپنی مہم کو نہیں چھوڑتے۔ تو فرمایا شیاطین پر تو پابندی ہے یہ تو سن نہیں سکتے یہ کیسے اتاریں گے؟

فرمایا کہ کافروں کی بات میں نہ آنا۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا ہے فَلاَ تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ پس آپ نہ پکاریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دستگیر معاذ اللہ اگر آپ ایسا کریں گے فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ تو ہو جائیں گے سزا یافتہ لوگوں میں سے۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا ہے کہ رب تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس نہ بنائیں وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اور آپ ڈرائیں اپنی قریبی برادری کو۔

اعلان نبوت :

۵ھ نبوت کو جب یہ سورت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر آواز دی اور چادر ہلائی۔ سفید چادر کو ہلانا اس بات کی علامت ہوتا تھا کہ کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ اس وقت یہ بلڈنگیں اور بلند عمارتیں نہیں ہوتی تھیں دور سے کعبۃ اللہ نظر آتا تھا۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان، بچے، سب لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ان دنوں یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی سراقہ بن مالک حملہ کرنے والا ہے۔ سراقہ بن مالک کنعانی مشہور خاندان بنو کنعانہ کا سردار تھا اور اس خاندان کی مکے والوں کے ساتھ عداوت اور دشمنی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ جبل ابوقبیس کے دوسری طرف ایک فوج ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتی ہے کیا تم میری بات مان لو گے یا نہیں؟ کئی قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ مکے والوں نے کہا مَاجَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا "ہم نے آج تک آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔" یہ نبوت کا پانچواں سال تھا اور چالیس سال نبوت سے پہلے گزر چکے تھے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے مَاجَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا "ہم نے آپ سے سچی بات ہی سنی ہے۔" اگر ہمیں لشکر نظر نہ بھی آ رہا ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ

ہماری آنکھوں کی کمزوری ہے ہماری بینائی کام نہیں کر رہی آپ یقیناً سچے ہیں۔اس تمہید کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا مکے والو! قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ ''لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔'' ورنہ یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے فرشتے پہاڑ کے پیچھے ہیں وہ تمہیں زندگی میں بھی پریشان کریں گے اور مرتے وقت بھی پٹائی کریں گے اور وہ جہان جو آگے ہے وہ الگ ہے۔جب آپ نے یہ بات فرمائی تو آپ کا چچا ابولہب جس کا نام عبدالعزّٰی تھا نے آپ ﷺ کے منہ کے قریب آ کر ہاتھ آگے کر کے کہنے لگا تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْاَیَّامِ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا ''ہلاکت تمہارے لیے یہ لا الٰہ الا اللہ سنانے کے لیے ہمیں جمع کیا تھا۔'' ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ کسی دشمن کا ہم پر حملہ ہونے والا ہے۔اس سے آگاہ کرنے کے لیے ہمیں بلایا ہے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اور آپ ڈرائیں اپنی برادری کو جو قریبی ہے وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ اور پست رکھیں اپنے بازو لِمَنِ اتَّبَعَکَ ان کے لیے جنھوں نے آپ کی پیروی کی ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں سے۔بازو پست کرنے کا مطلب ہے نرمی۔چھوٹے بچوں کو آپ نے دیکھا ہو گا جب ان کو کوئی کام کہے اور ان کا ارادہ ہو کام کرنے کا تو وہ بازو کو ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں اور اگر کام نہ کرنے کا ارادہ ہو تو زبان کے ساتھ کندھا بھی اوپر کو ہلاتے ہیں۔یہ انکار کی علامت ہوتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ اپنے مومن ساتھیوں کے ساتھ نرمی کریں۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ ''پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہیں وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ اور اگر آپ سخت مزاج اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے اردگرد سے۔'' جو آدمی سخت مزاج ہوتا ہے لوگ اس کے قریب نہیں آتے فَاِنْ عَصَوْکَ پس اگر یہ مکے والے آپ کی نافرمانی کریں فَقُلْ پس آپ کہہ دیں اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ بے شک میں بیزار ہوں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو، کفر، شرک، نافرمانی وَ تَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ اور توکل کریں اس ذات پر جو غالب ہے مہربان ہے۔ آپ ﷺ کے مخالف آپ ﷺ کو دھمکی دیتے تھے کہ آپ ﷺ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں کہ آپ ﷺ ان کو لے کر سارے عرب کے خلاف کاروائی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس ذات پر توکل کریں جو غالب اور مہربان ہے۔ چند سال کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ غلبہ کس کو حاصل ہوا ہے؟ ان کو ہوا ہے یا آپ ﷺ کو۔ آپ ﷺ اس غالب مہربان ذات پر توکل کریں۔

اَلَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ جو دیکھتی ہے آپ کو جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں۔ کھڑے ہونے کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ جب تبلیغ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اس وقت رب آپ کو دیکھتا ہے۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ تفسیر بھی ہے کہ جب آپ تہجد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ اور آپ کا پلٹنا نمازیوں میں۔ آپ کا رب آپ کو دیکھتا ہے جب آپ نمازیوں کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، رکوع میں ہوتے ہیں، کبھی سجدے میں ہوتے ہیں اور نمازیوں میں آپ کا اٹھنا بیٹھنا رب تعالیٰ کے سامنے ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ بے شک وہی اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ قریب کی بات بھی اور دور کی بات بھی، بلند بھی اور آہستہ بھی۔ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے، ظاہر و باطن کو جانتا ہے،

نیت اورارادوں کو جانتا ہے۔کافروں نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ شیطان اس کے لیے وحی لاتا ہے پہلے اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی اور کہا کہ یہ قرآن نہ شیطانوں نے اتارا ہے اور نہ ان کے مناسب ہے۔اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ کیا میں تمہیں خبردوں جس پر اترتے ہیں شیطان تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر اور آپ ﷺ کی ذات تو وہ ہے جن کے متعلق مکے والے خود کہتے تھے کہ ہم نے آپ ﷺ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔

حضور ﷺ کا سب سے بڑا مخالف :

مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کا سب سے بڑا مخالف ابو جہل تھا اور ابو جہل کا یہ مقولہ ترمذی شریف ،مستدرک حاکم ،مسند احمد احادیث کی کتابوں میں موجود ہے يَامُحَمَّدُ (ﷺ) لَانُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِالَّذِيْ جِئْتَ بِهٖ ''اے محمد ﷺ! ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ہم اس کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔'' لا الٰہ الا اللہ بس ہمیں یہ گوارا نہیں ہے۔آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن بھی آپ ﷺ کی سچائی کو مانتا تھا۔ تو سچے لوگوں کے پاس تو شیطان نہیں آتا شیطان تو جھوٹے اور گنہگار لوگوں پر اترتے ہیں يُلْقُوْنَ السَّمْعَ ڈالتے ہیں وہ لوگوں کے کانوں میں سنی ہوئی باتیں وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں۔اور جن کے ساتھ شیطانوں کا ربط ہوتا ہے وہ بھی جھوٹے ہوتے ہیں۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اور جو شاعر لوگ ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں گمراہ لوگ۔کافر آپ ﷺ کو شاعر بھی کہتے تھے اور ساتھ مجنون کا لفظ بھی ملاتے تھے کہ ہم شاعر اور مجنون کی بات مان لیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔

شاعروں کے چیلے چانٹے اوران کی مجلس والے شرابی ہوتے ہیں بس صرف ذہنی عیاشی کے لیے لوگ شاعروں کے پاس جاتے ہیں۔ اکثر میں خداخوفی نہیں ہوتی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہادین مہدیین ہیں۔ خود ہدایت یافتہ اور دوسروں کی راہنمائی کرنے والے۔

اسی لیے ایک روایت میں آتا ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ''میرے صحابہ چاند کے ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔'' جس سے چاہو روشنی حاصل کرو تمام صحابہ ہدایت کے روشن ستارے ہیں ۔اسی لیے تمام فقہاء، محدثین، مفسرین، مؤرخین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اَلصَّحَابَةُ کُلُّهُمْ عَدُوْلٌ ''سب کے سب صحابہ عادل ہیں۔'' کسی صحابی پر تنقید نہیں ہو سکتی۔تنقید کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ فلاں صحابی ثقہ ہے اور فلاں ضعیف ہے، یہ نہیں کہہ سکتے۔تمام کے تمام ثقہ ہیں عادل ہیں۔ جب تابعین کی باری آئے گی تو ان پر بحث ہو سکتی ہے کہ فلاں تابعی ثقہ ہے اور فلاں ضعیف ہے اور صحابی کے بارے میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے بس اس کا صحابی ہونا ثابت ہو جائے تو وہ ثقہ اور عادل ہے اور بس۔

تو فرمایا کہ شاعر لوگوں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں ان کی مجلس میں گمراہ لوگ اٹھتے بیٹھتے ہیں اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ شاعر ہر خیالی وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں سر مارتے پھرتے ہیں۔شاعروں کی خیالی باتوں کی وجہ سے لوگ سر ہلاتے ہیں۔ حارث بھنگویؒ بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کا بیٹا شاعروں میں اٹھتا بیٹھتا تھا۔انہوں نے کہا بیٹا! میری نصیحت یاد رکھو! شعر و شاعری میں نہ پڑو جتنا جھوٹا شعر ہو گا اتنی اس کی لذت زیادہ ہو گی اور شعر جتنا خلافِ واقعہ ہو گا اتنا ہی باکمال نظر

آ ئے گا (گویا مبالغے کو شعر کا حسن قرار دیا جاتا ہے) اور پھر ان میں یہ نقص بھی ہے وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ اور بے شک وہ کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں ہیں۔ شاعر کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ ہمارے دور کے بہت بڑے شاعر ہیں علامہ اقبال مرحوم۔ اس دور میں فارسی اردو کا اتنا بڑا شاعر کوئی نہیں پیدا ہوا۔ وہ خود اپنے بارے میں اقرار کرتے ہیں

؎ اقبالؔ بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

اگر گفتار کے ساتھ کردار بھی ہوتا تو علامہ وقت کا بہت بڑا ولی ہوتا۔ تو محض شعر و شاعری سے کچھ نہیں بنتا ساتھ کردار بھی ہونا چاہیے۔ حضرات سلف کہتے کم تھے کرتے زیادہ تھے اور ہم لوگ کرتے کم ہیں اور کہتے زیادہ ہیں۔

متنبّی کا دعویٰ نبوت :

مشہور شاعر تھا متنبّی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے پاس جادو کے دو کرشمے تھے۔ چاول کے ایک دانے پر پوری بسم اللہ اور سورہ اخلاص لکھ لیتا تھا اور پڑھی بھی جاتی تھیں۔ اور شیشی کا منہ چاہے جتنا تنگ ہوتا اس میں انڈا داخل کر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں نبی نہیں ہوں تو تم کر کے دکھا دو۔ اس وقت اسلامی حکومت تھی گو کہ خلافت راشدہ نہیں تھی مگر بہر حال اسلام کی قدر و منزلت تھی۔ متنبّی کے خلاف مقدمہ دائر ہو گیا اس کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس سے پہلے اس نے لوگوں سے کہا، اپنے دوستوں اور شاگردوں کو کہا کہ میرا لقب 'لا' ہے تم مجھے 'لا' کہا کرو۔ لا صاحب آئے ہیں، لا صاحب گئے ہیں لا صاحب بیٹھے ہیں، لا صاحب نے کھایا ہے، لا صاحب نے پیا ہے۔ جج صاحب نے کہا کہ تم نے

نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ متنبّی نے کہا ہاں کیا ہے۔ جج نے کہا کہ نبی تو کوئی معجزہ بھی دکھاتے ہیں۔ کہنے لگا خشک چاول کا دانہ لاؤ۔ عدالت میں جج کے سامنے، قاضی کے سامنے اس نے چاول کے دانے پر پوری بسم اللہ اور سورۃ اخلاص لکھ دی اور کہنے لگا اگر میں نبی نہیں ہوں تو تم میں سے کوئی ایسا کردے۔ تنگ منہ والی شیشی منگوائی اس میں انڈا داخل کر دیا۔

قاضی بڑا سمجھ دار تھا اس نے کہا کہ تم آنحضرت ﷺ پر ایمان رکھتے ہو کہ نہیں۔ کہنے لگا ہاں! میں آپ ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں اور آپ ﷺ کی نبوت کے طفیل سے، برکت سے نبی بنا ہوں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' تم کیسے نبی بن گئے ہو؟ متنبّی نے کہا یہی حدیث تو میری نبوت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لا میرے بعد نبی ہوگا اور میں لا ہوں۔ لوگوں سے پوچھو میرا لقب لا ہے۔ عدالت میں جانے سے پہلے کیسی تمہید باندھی تھی اندازہ لگاؤ۔ جج نے کہا کہ جو طاقتور جلاد ہے اس کو بلاؤ۔ بلایا گیا اور لا صاحب کو لٹا کے جب چند درے لگے تو کان پکڑ کر کہنے لگا میری نانی کی بھی توبہ ہے میں نبی نہیں ہوں۔ ایک مقام پر جا رہا تھا کہ دشمنوں کے گھیرے میں آگیا۔ ساتھیوں میں سے ایک شاگرد نے کہا استاد جی! یہ آپ کا شعر ہے......

فَالخیل وَالابل والبغال تعرفُنی

والارض والغرب والقرطاس

''میں وہ بہادر ہوں گھوڑے، اونٹ اور خچر مجھے جانتے ہیں، میدان جنگ اور نیزے اور قلعے مجھے جانتے ہیں۔'' تو حضرت لا صاحب! بھاگتے کیوں ہو؟

تو شاعر لوگ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سارے ایسے

نہیں ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل اچھے کیے وہ شاعر صحیح ہیں۔ جیسے حسان بن ثابت ﷛ آنحضرت ﷺ کے شاعر تھے۔ کافر جب آپ ﷺ کی ہجو اور مذمت کرتے تھے شعر و شاعری میں تو آنحضرت ﷺ حضرت حسان بن ثابت ﷛ کو فرماتے کہ ان کا جواب دو۔ تو حضرت حسان ﷛ شعر و شاعری میں ان کا رد کرتے تھے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کے خلاف، حدیث کے خلاف، آنحضرت ﷺ کے خلاف، حق کے خلاف اگر کوئی بات کرے تو مسلمانوں میں ضرور کوئی نہ کوئی طبقہ ہونا چاہیے جو ان کا رد کرے۔ اگر کوئی بھی رد نہیں کرے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔ اگر باطل کی ایک ثقہ آدمی بھی تردید کر دے گا تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا کیونکہ باطل کی تردید کرنا فرض کفایہ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی بھی تردید نہیں کرے گا تو عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں وہ اس کی بات کو صحیح سمجھ لیں گے اس لیے اس کی غلط بات کی تردید کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت حسان بن ثابت ﷛ شعر و شاعری میں کافروں کا رد کرتے تھے اور بھی بے شمار شاعر گزرے ہیں جو حق کی ترجمانی کرنے والے تھے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کی کتاب ہے "مثنوی شریف" اس میں فارسی زبان کے اشعار ہیں۔ اس کا بڑا بہترین ترجمہ حضرت تھانویؒ نے کیا ہے۔ اس کو فارغ اوقات میں ضرور پڑھیں۔ اس میں تمہیں توحید ملے گی، رسالت ملے گی، قیامت کا ذکر ملے گا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ملے گا، دنیا کی بے ثباتی ملے گی اور وہ جس کو صحیح معنی میں تصوف کہتے ہیں وہ ملے گا۔ نہایت دقیق کتاب ہے ہر آدمی کو بغیر شرح کے سمجھ بھی نہیں آسکتی۔

تو فرمایا جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کیا اللہ تعالیٰ کو بہت وَّانْتَصَرُوْا اور انتقام لیا دشمنوں سے مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا بعد اس کے

کہ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ اگر کافر شعروشاعری میں اسلام کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف کوئی بات کرتے ہیں اور یہ شعروشاعری میں انتقام لیتے ہیں، بدلہ لیتے ہیں، اس کا رد کرتے ہیں تو ایسے لوگ مستثنیٰ ہیں وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اور عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جو ظالم ہیں اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ کہ کون سے پہلو پر پلٹتے ہیں۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف جاتے ہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر

سورۃ النمل

(مکمل)

جلد............۱۴

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝١ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٣ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝٤ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝٥ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝٦ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝٧ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٨

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ یہ آیتیں ہیں قرآن کریم کی وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ اور کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی هُدًى ہدایت ہے وَّ بُشْرٰى اور خوشخبری ہے لِلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے لیے الَّذِيْنَ مومن وہ ہیں يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ جو قائم رکھتے ہیں نماز کو وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوۃ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ اور وہ آخرت پر هُمْ يُوْقِنُوْنَ یقین رکھتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر زَيَّنَّا لَهُمْ ہم نے مزین کیے ہیں ان کے لیے اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ پس وہ

سرگرداں پھرتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یہی وہ لوگ ہیں لَھُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ان کے لیے بُرا عذاب ہے وَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ اور وہ آخرت میں بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں وَاِنَّکَ اور بے شک آپ کو لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ البتہ دیا جاتا ہے قرآن مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ حکمت والے کی طرف سے عَلِیْمٍ علیم کی طرف سے اِذْ قَالَ مُوْسٰی جس وقت فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے لِاَھْلِہٖٓ اپنے گھر والوں سے اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بے شک میں نے محسوس کی ہے آگ سَاٰتِیْکُمْ مِّنْھَا میں عنقریب لاؤں گا تمہارے پاس اس آگ سے بِخَبَرٍ کوئی خبر اَوْ اٰتِیْکُمْ یا لاؤں گا تمہارے پاس بِشِھَابٍ شعلہ قَبَسٍ سلگا کر لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ تاکہ تم آگ سیکو فَلَمَّا جَآءَ ھَا پس جب آئے موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نُوْدِیَ آواز دی گئی اَنْ م بُوْرِکَ یہ کہ برکت ڈالی گئی ہے مَنْ فِی النَّارِ اس پر جو آگ میں ہے وَ مَنْ حَوْلَھَا اور جو اس کے اردگرد ہے وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ النمل ہے۔ نَمَل نملۃٌ کی جمع ہے اور نملہ کا معنیٰ ہے چیونٹی۔ تو نَمَلٌ کا معنیٰ ہوگا چیونٹیاں۔ چونکہ اس سورت میں چیونٹیوں کا ذکر ہے جس کی تفصیل آگے دوسرے رکوع میں آرہی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے فوجی لشکر کو لے کر جا رہے تھے کہ آگے چیونٹیوں کی بستی تھی۔ ان میں سے ایک نے دوسریوں کو کہا

کہ اپنی اپنی بلوں میں گھس جاؤ خواہ مخواہ روندی نہ جاؤ۔ یعنی وہ سورت جس میں چیونٹیوں کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے سنتالیس (۴۷) سورتیں اس سے پہلے نازل ہوچکی تھیں اس کا اڑتالیسواں (۴۸) نمبر ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کے سات رکوع ہیں اور ترانوے آیتیں ہیں۔

حروف مقطعات :

طٰسٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ کئی دفعہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ قرآن کریم کی انتیس (۲۹) سورتوں کے شروع میں ایسے حروف واقع ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں کو مخفف طریقے سے لکھا گیا ہے۔ مثلاً ط سے مراد طیب ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور س سے مراد سمیع ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ۔ تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ یہ آیتیں ہیں قرآن کریم کی۔ یہ جو پڑھی جارہی ہیں یہ قرآن پاک کی آیات ہیں وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ اور اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حقیقت کو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے اس لے ہم اس کی عظمت کو نہیں پاتے۔ جن لوگوں کی زبان عربی ہے وہ پڑھ کر خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے جس چیز کو بیان کیا ہے اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے ھُدًی ہدایت ہے وَّ بُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور خوش خبری ہے ایمان والوں کے لیے۔ قرآن پاک مجسم ہدایت ہے زندگی کے ہر موڑ کے لیے اس میں ہدایت موجود ہے اور ماننے والوں کو خوشخبری دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی، آخرت کی فلاح کی اور کامیابی کی، قبر حشر کی راحت کی اور جنت میں داخلے کی۔

ایمان والوں کے اوصاف :

ایمان والوں کی اوصاف کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ایمان والے وہ ہیں جو نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ قائم رکھنے کا مطلب ہے کہ اس کو وقت پر باجماعت ادا کرتے ہیں پورے فرائض اور واجبات کے ساتھ۔ نماز سکون اور اطمینان کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے سامنے نماز پڑھی اور نماز کے بعد آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ''پھر جا کر نماز پڑھ پس بے شک تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ پھر پڑھ کر آیا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے کہا حضرت! بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے جو طریقہ آتا ہے میں نے اس طرح نماز پڑھی ہے اب آپ ﷺ مجھے سمجھائیں کہ میں نے کس طرح پڑھنی ہے تاکہ میں اس طرح پڑھوں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو وضو سے لے کر آخر تک سارا نماز کا طریقہ بتلایا اور سمجھایا۔ احادیث کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص رکوع، سجود، قعود، قومہ، جلسہ، اطمینان کے ساتھ نہیں کرتا تھا۔ رکوع میں جاتا تو جھکتے ہی سر اٹھا لیتا تھا۔ یاد رکھنا! رکوع کی ادنیٰ تسبیحات تین ہیں یعنی کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھنا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام کے لیے مناسب ہے کہ وہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ مقتدی تین دفعہ پڑھ لیں۔ الحمد للہ! اپنا معمول بھی یہی ہے کہ میں رکوع میں پانچ مرتبہ تسبیح پڑھتا ہوں اور سجدے میں بھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کم از کم تین ہیں زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ تو اس شخص نے نماز پڑھی اور رکوع سجود میں اعتدال نہ کیا۔ رکوع سے سر اٹھایا جلدی سے

سجدے میں چلا گیا۔ جب صحابی کی نماز مسجد میں تین دفعہ پڑھی ہوئی نہیں ہوئی تو ہماری کیسے ہو جائے گی۔

نماز میں گھٹنوں کا ننگا رکھنا :

اور یہ بات بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ ایک آدمی کی لنگی ٹخنوں سے نیچے تھی اس کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوبارہ جا کر وضو کر اور نماز پڑھ۔ اس نے کہا حضرت! میرا وضو بھی ہے اور میں نے نماز آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیری نماز نہیں ہوئی۔ اس نے کہا حضرت! وجہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَسْبَلْتَ اِزَارَکَ ''تو نے اپنی لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکائی ہوئی ہے۔ یہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے صحیح سند کے ساتھ۔ چونکہ ہم ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتے اس لیے ہماری نمازوں کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اگر حقیقت میں نماز ہو تو رب تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ [العنکبوت: ۴۵] ''بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔''

مومنوں کی دوسری صفت: وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور وہ دیتے ہیں زکوٰۃ۔ بدنی عبادتوں میں نماز سرفہرست ہے اور مالی عبادتوں میں زکوٰۃ۔ تو وہ مالی عبادتوں میں زکوٰۃ پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور ان کی تیسری صفت وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو آخرت پر یقین رکھے گا اس کے لیے تیاری بھی کرے گا۔ ایک آدمی سکول کالج میں داخل ہو جاتا ہے نہ کتابیں خریدتا ہے نہ حاضری دیتا ہے نہ تیاری کرتا ہے صرف اتنا کہتا ہے کہ میں نے امتحان دینا ہے، امتحان دینا ہے تو کیا وہ کامیاب ہو جائے گا؟ بھئی! تم نے کتابیں خریدی نہیں سکول حاضری نہیں دیتے، مضمون پڑھا نہیں، دہرایا نہیں، امتحان کیا دو گے۔ اسی طرح صرف یہ کہہ دینا کہ

قیامت آئے گی، قیامت آئے گی اور اس کے لیے تیاری کچھ بھی نہیں کرتا تو اس کا قیامت پر کہاں یقین ہے؟ جن کو قیامت پر یقین ہے وہ قیامت کی تیاری کرتے ہیں۔

اب مومنوں کے مدمقابل جو دوسرے لوگ ہیں ان کا حال بھی سن لو۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ ہم نے مزین کیے ہیں ان کے لیے ان کے اعمال فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ پس وہ سرگردان پھرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے لیے بُرے عمل اختیار کیے ہیں اور دیوانوں کی طرح دنیا میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو انہی راستوں پر چلا دیا جن کو وہ اچھا سمجھ رہے ہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے پروردگار کا نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی [نساء:۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیتے ہیں اسی طرف جس طرف کا اس نے رخ کیا۔'' جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے رب تعالیٰ اس کو اس طرف پھیر دیتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ یہی لوگ ہیں جن کے لیے بُرا عذاب ہے۔ مرتے وقت جب فرشتے جان نکالتے ہیں یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ [انفال:۵۰] ''مارتے ہیں ان کے مونہوں پر اور پیٹھوں پر۔'' پھر قبر میں عذاب ہوگا، پھر میدان محشر میں، پھر پل صراط سے گزرتے ہوئے، پھر دوزخ میں ہوگا اور کبھی ختم نہیں ہوگا وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ اور وہ لوگ آخرت میں بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اَخْسَرَ اسم تفضیل ہے، بہت زیادہ خسارے والے ہوں گے۔ سورۃ الفرقان آیت نمبر ۲۷-۲۸ میں ہے وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ''اور جس دن کاٹیں گے ظالم اپنے ہاتھوں کو اور کہیں گے کاش کہ میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا اے خرابی کاش کہ میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔'' لیکن

اس دن افسوس اور واویلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جو اس دنیا میں کر کے گیا ہے اس کا پھل پائے گا۔ اور یہ بھی احادیث میں آتا ہے کہ روئے گا اور اتنے آنسو بہائے گا کہ ان میں کشتی چلائی جا سکے گی اور رو رو کے رخساروں میں گڑھے پڑ جائیں گے مگر اس وقت کا واویلا کس کام کا؟ وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ اور بے شک آپ کو البتہ دیا جاتا ہے قرآن مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ اس ذات کی طرف سے جو حکمت والی ہے جاننے والی ہے۔ بار بار یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ [سورۃ الشعراء] "اس قرآن کو شیاطین نے نہیں اتارا اور نہ ان کے مناسب تھا اور نہ وہ طاقت رکھتے تھے۔" یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے حکیم علیم کی طرف سے ہے۔

آنحضرت ﷺ کو طبعاً بڑا صدمہ ہوتا تھا کہ میں ان کو ان کی زبان میں خیر خواہی کی باتیں بتاتا ہوں اور وہ بھی بغیر کسی اجرت اور معاوضے کے اور یہ مانتے نہیں ہیں الٹا مجھے معاذ اللہ تعالیٰ مجنون، شاعر، کاہن اور مفتری کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنایا مگر فرعون، ہامان، قارون اور ان کی قوم نے نہیں مانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖۤ جب فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا بے شک میں نے محسوس کی ہے آگ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال مدین شہر میں رہے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی حضرت صفوراؒ کے ساتھ نکاح ہوا اور ان سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ دس سال کے بعد اجازت مانگی کہ میں اپنے بیوی بچوں کو مصر لے جانا چاہتا ہوں اگر حالات سازگار ہوئے تو کچھ عرصہ رہ کر واپس آ جاؤں گا اگر سازگار نہ ہوئے تو اہل و عیال کو

چھوڑ کر جلدی واپس آ جاؤں گا، اجازت مل گئی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بیوی، بچہ، ایک خادم بھی ساتھ تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ شعیب علیہ السلام نے بکریاں بھی دی تھیں ضرورت کے لیے کہ راستے میں ان کا دودھ پیتے جانا۔ موسیٰ علیہ السلام ان کو لے کر چل پڑے۔ جب طویٰ کے مقام پر پہنچے رات کا وقت تھا راستہ بھول گئے۔ اس وقت آج کل کی طرح کشادہ سڑکیں تو نہیں ہوتی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو کہا کہ بے شک میں نے آگ محسوس کی ہے مجھے آگ نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں سَاٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ میں عنقریب لاؤں گا تمہارے پاس اس آگ سے کوئی خبر۔ یقیناً کوئی نہ کوئی بندہ بھی وہاں ہوگا اس سے مصر کا راستہ پوچھوں گا اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ یا لاؤں گا تمہارے پاس شعلہ سلگا کر لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ تاکہ تم سیکو۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سردی کا موسم تھا۔ بعض تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ اہلیہ محترمہ کے ہاں بچی بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ ایسے موقع پر طبی نقطہ نظر سے گرمائش اچھی ہوتی ہے نہ ٹھنڈی جگہ ہو اور نہ ٹھنڈی چیزیں کھائے۔ اس لیے فرمایا کہ میں آگ سلگا کر لاتا ہوں فَلَمَّا جَآءَ هَا پس جس وقت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو وہ دنیا کی آگ تو نہیں تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی تھی۔ آگے درخت کا ذکر بھی آئے گا یہ بھی آتا ہے کہ وہ بیری کا درخت تھا، انار کے درخت کا ذکر بھی آتا ہے اور یہ جو کیکر یا بیری کے درخت پر جڑیں چڑھی ہوتی ہیں پیلے پیلے رنگ کی اُردو والے اس کو اَکاس کہتے ہیں۔ ان کو عربی میں عـلـيـق کہتے ہیں۔ تم اپنی بولی میں کیا کہتے ہو؟ (سامعین سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا) نرادھار۔ تو نرادھار بھی لکھا ہے۔ اور بعض تفسیروں میں ان بیریوں کا بھی لکھا ہے جو زمین پر بچھی ہوئی ہوتی ہیں اور ان کو کالے کالے دانے لگتے ہے۔ بہر حال وہ ظاہری آگ نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی

تھی۔جب موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس پہنچے نُوْدِیَ آواز دی گئی اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ یہ کہ برکت ڈالی گئی ہے اس پر جو آگ میں ہے وَ مَنْ حَوْلَهَا اور جو اردگرد ہے۔موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس تھے وہ بھی برکت والے اور ارد گرد جو فرشتے کھڑے ہیں ان پر بھی رب تعالیٰ کی برکتیں ہیں۔فرمایا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔آگے ذکر آئے گا کہ میں جو بول رہا ہوں رب العالمین ہوں۔

۞۞۞

يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ﴿۹﴾
وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ
يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۖ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ
ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ
فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ
وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً
قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا
وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع ۱۶

یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّهٗ بے شک شان یہ ہے کہ اَنَا اللّٰهُ میں اللہ ہوں الْعَزِیْزُ غالب الْحَكِیْمُ حکمت والا وَاَلْقِ عَصَاكَ اور ڈال دیں اپنی لاٹھی کو فَلَمَّا رَاٰهَا پس دیکھا اس نے لاٹھی کو تَهْتَزُّ حرکت کر رہی ہے كَاَنَّهَا جَآنٌّ گویا کہ وہ پتلا سانپ ہے وَّلّٰی مُدْبِرًا پھرے موسیٰ علیہ السلام پشت دکھا کر وَّلَمْ یُعَقِّبْ اور نہ مڑ کر دیکھا یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام لَا تَخَفْ خوف نہ کریں اِنِّیْ بے شک میں لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ نہیں خوف کرتے میرے پاس پیغمبر اِلَّا مَنْ ظَلَمَ مگر وہ جس نے ظلم کیا ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا پھر بدل دیا اس کو نیکی کے ساتھ بَعْدَ سُوْٓءٍ برائی کے بعد فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں وَاَدْخِلْ یَدَكَ اور داخل کر

اپنے ہاتھ کو فِیْ جَیْبِکَ اپنے گریبان میں تَخْرُجْ نکلے گا بَیْضَآءَ سفید مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ یہ نو نشانیوں میں ہے اِلٰی فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف جائیں وَ قَوْمِهٖ اور اس کی قوم کی طرف اِنَّهُمْ بے شک وہ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ نافرمان قوم ہے فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰیٰتُنَا پس جب آئیں ان کے پاس ہماری نشانیاں مُبْصِرَةً بصیرت پیدا کرنے والی قَالُوْا انہوں نے کہا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ یہ جادو ہے کھلا وَ جَحَدُوْا بِهَا اور انہوں نے انکار کر دیا ان نشانیوں کا وَ اسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ حالانکہ یقین کر لیا تھا ان نشانیوں کا ان کے نفسوں نے ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ظلم کرتے ہوئے اور سرکشی کرتے ہوئے فَانْظُرْ پس آپ دیکھیں كَیْفَ كَانَ کیسا تھا عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ انجام فساد کرنے والوں کا۔

ربط آیات :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کچھ کل بیان ہوا تھا کہ مدین سے جب واپس مصر جا رہے تھے بیوی، بچہ اور خادم بھی ساتھ تھا راستہ بھول گئے اور بیوی کو دردِ زہ شروع ہو گیا۔ سردی کا موسم تھا آگ کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو مجھے آگ نظر آ رہی ہے راستے کا بھی پتہ چل جائے گا آگ کا شعلہ بھی لے آؤں گا جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی جو آگ میں ہے اس پر بھی رب تعالیٰ کی برکت ہے اور جو ارد گرد ہے اس پر بھی برکت ہے وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو پالنے والا ہے سارے جہان کا۔'' اسی مقام پر رب تعالیٰ نے آواز دی

یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک شان یہ ہے کہ جو آپ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے میں اللہ ہوں جَلَّ جَلَالُهٗ ، غالب ہے تمام چیزوں پر حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر بات واضح کر دی تاکہ وہ مغالطے میں نہ رہیں کہ میرے ساتھ کون گفتگو کر رہا ہے؟ فرشتہ بول رہا ہے، جن بول رہا ہے یا خدا کی کوئی اور مخلوق میرے ساتھ بات کر رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لاٹھی ہوتی تھی جس کے ذریعے وہ اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے درختوں سے پتے جھاڑتے تھے سہارا لگا کر کھڑے بھی ہو جاتے تھے اور بھی کئی کام اس سے لیتے تھے مثلاً سامان لاٹھی کے ساتھ باندھ کر کندھے پر رکھ لیتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وَاَلْقِ عَصَاكَ اے موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی ڈال دے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی پھینکی وہ سانپ بن گئی فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ پس جس وقت دیکھا موسیٰ علیہ السلام نے اس لاٹھی کو حرکت کر رہی ہے كَاَنَّهَا جَآنٌّ گویا کہ وہ پتلا سانپ ہے۔ پتلا سانپ پھرتیلا ہوتا ہے سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۲۰ میں ہے فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى "پس اچانک وہ لاٹھی سانپ بن کر دوڑنے لگ گئی۔" وَّلّٰى مُدْبِرًا پھرے موسیٰ علیہ السلام پشت دکھا کر۔ سانپ کی طرف پشت کر کے بھاگنا شروع کر دیا وَّلَمْ يُعَقِّبْ اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے خیال فرمایا یہ سانپ ہے موذی چیز ہے نقصان نہ ہو اور یاد رکھنا! موذی چیز سے طبعی طور پر خوف ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ آدمی شیر، چیتا، سانپ، بچھو سے ڈرتا ہے اس سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ سفر پر تھے ایک جگہ بڑا نرم ملائم گھاس تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں تم چادر ڈال دو میں آرام کر لیتا ہوں۔ اس گھاس سے بچھو نے نکل کر آپ کو ڈنگ مار دیا۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا

لَعَنَ اللّٰهُ عَقْرَبًا لَا يَدْرِىْ نَبِيًّا اَوْ غَيْرَهٗ او کما قال ''اللہ تعالیٰ لعنت کرے بچھو پر یہ نبی اور غیر نبی کو نہیں جانتا بس اس کا کام ڈنگ مارنا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ کلمات اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھ کر پھونک ماردی۔ سانپ بچھو ڈس جائے، شہد کی مکھی یا بھڑ ڈس جائے یا ان جیسی اور کوئی موذی شے ڈس جائے تو یہ اس کا دم ہے۔ آپ ﷺ یہ دعا پڑھ کر پھونک مارتے تھے ہاتھ بھی ملتے تھے شفا ہو جاتی تھی۔ ان کلمات میں آج بھی شفا ہے اور قیامت تک رہے گی اگر کمی ہے تو ہمارے اندر۔ ہماری زبانوں میں شفا نہیں ہے۔ قرآن پاک کی آخری دو سورتیں جو معوذتین کہلاتی ہیں جادو کے توڑ کے لیے اتری ہیں پڑھ کر پھونک مارنے کی دیر ہوتی تھی جادو کا اثر ختم ہو جاتا تھا۔ ان میں یہ اثر آج بھی موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اگر ہم پڑھ کر دم کریں اور اثر نہ ہو تو اس کی وجہ ہماری خوراک صحیح نہیں ہے، ہمارے عقائد صحیح نہیں ہیں، ہماری نگاہیں اور ہماری زبان صحیح نہیں ہے۔ انہی زبانوں سے ہم جھوٹ بولتے ہیں، گالیاں نکالتے ہیں ،غیبت کرتے ہیں، دل آزاری کی باتیں کرتے ہیں لایعنی اور فضول باتیں کرتے ہیں جو شرعی طور پر ناجائز اور گناہ ہیں تو پھر اثر کس طرح ہوگا؟ تو جب لاٹھی سانپ بنا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے منہ پھیر لیا اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اے موسیٰ علیہ السلام خوف نہ کریں۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۲۱ میں ہے قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ''فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ اس کو پکڑ لیں اور ڈریں نہ ہم اس کو پلٹ دیں گے اس کی پہلی حالت پر۔'' یہ آپ نے لاٹھی پھینکی تھی ہمارے حکم کے ساتھ سانپ بن گیا اب اس پر ہاتھ رکھنا آپ کا کام پھر اس کو لاٹھی بنانا ہمارا کام ہے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اگر اپنے اختیار میں ہوتا تو

موسیٰ علیہ السلام بھاگتے کیوں ،خوف کیوں کرتے ؟ ان کو علم ہوتا کہ میں نے اس کو سانپ بنایا ہے پھر لاٹھی بنادوں گا مگر انہوں نے سمجھا کہ یہ موذی شے بن گئی ہے اس سے جان بچانا فرض ہے۔تو فرمایا آپ ڈریں نہ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ بے شک میں نہیں خوف کھاتے میرے پاس پیغمبر رسول یعنی ان چیزوں سے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا خوف تو بڑی شے ہے۔ ہاں! خوف اس کو کرنا چاہیے اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ مگر جس نے ظلم کیا پھر بدل دیا اس کو اچھائی میں برائی کے بعد فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

من ظلم کے معانی :

مَنْ ظَلَمَ سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ظلم سے مراد شرک ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ''بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔''تو مطلب ہوگا کہ جس نے شرک کیا پھر اس سے توبہ کی موحد بن گیا تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے بخش دے گا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ظلم سے مراد عام گناہ ہیں کہ جس نے کوئی گناہ کیا رب تعالیٰ کا حق ضائع کیا یا بندے کا حق مارا پھر توبہ کر لی ،ادا کر دیا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔ مثلاً کسی نے شراب پی لی ،شراب پینا بھی ظلم ہے،اس کے بعد اس نے سچے دل سے توبہ کر لی تو یہ حُسنًا ہے، نیکی ہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ یا کسی بندے کا حق کھایا ہے تو اس ظلم کی تبدیلی اس طرح ہوگی کہ یا تو اس سے معاف کرائے یا اس کو ادا کرے کہ بھئی ! میں نے آپ کا اتنا حق کھایا ہے یا مارا ہے آپ میرے سے وصول کر لیں اور مجھے معاف کر دیں۔ یا یوں کہے کہ میں ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں مجھے معاف کر دیں اور وہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ بھی معاف کر دیں گے۔ اس بات میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ اس کو

تفصیل بتانی چاہیے یا اجمال ہی کافی ہے۔ تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ بتلائے کہ میں نے تمہارے اتنے پیسے اس اس طریقے سے کھائے ہیں اور اجمال کا مطلب یہ ہے کہ کہے کہ میں نے آپ کا جو بھی اور جتنا بھی حق کھایا ہے آپ مجھے معاف کر دیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ تفصیل بتانی چاہیے کہ میں نے آپ کی اتنی رقم اس اس طریقے سے کھائی ہے یا ماری ہے آپ مجھے معاف کر دیں یا لے لیں۔ اور محدثین کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے بس اجمالا کہہ دے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے آپ کے پیسے میں نے کھائے ہیں، مارے ہیں وہ جتنے بھی ہیں آپ مجھے معاف کر دیں اور اگر لینا چاہتے ہیں تو لے لیں۔ یاد رکھنا! بندے کا حق اس وقت معاف ہوگا جب وہ بندہ خود حق معاف کرے گا یا اس کو ادا کر دیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے معاف کر دے گا۔

سانپ اور اژدھا کا فرق :

یہاں پتلے سانپ کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ کا لفظ آتا ہے بڑا اژدھا۔ تو پتلا سانپ اور ہوتا ہے اور اژدھا اور ہوتا ہے۔ تو بظاہر قرآن پاک میں تعارض معلوم ہوتا ہے تو اس کے متعلق مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ یہ علیحدہ علیحدہ جگہ کی بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت ملی وادی طویٰ میں اس وقت پتلا سانپ بنا اور اژدھا بنا جب فرعون کے دربار میں گئے۔ تو جب وقت بھی ایک نہ ہو اور جگہ بھی ایک نہ ہو تو تعارض کیسا؟ کوئی تعارض نہیں ہے۔ تعارض تو تب ہو کہ جگہ بھی ایک ہو اور وقت بھی ایک ہو۔ ایک آدمی بیک وقت تندرست بھی ہو اور بیمار بھی ہو یہ تو تعارض ہے۔ اور کل بیمار تھا آج تندرست ہے یا کل تندرست تھا اور آج بیمار ہے تو یہ تو کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس پر دونوں حالتیں طاری ہو سکتی ہیں۔

دوسرا معجزہ وَاَدۡخِلۡ یَدَكَ فِیۡ جَیۡبِكَ اور داخل کر اپنے ہاتھ اپنے گریبان میں تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ یہ نکلے گا سفید بغیر کسی تکلیف کے۔ ہاتھ اس طرح روشن ہوگا جیسے ہمیں یہ ٹیوبیں جلتی نظر آ رہی ہیں لیکن ہاتھ میں نہ سوزش ہوگی نہ تپش ہوگی۔ روشنی ہوگی تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ دو معجزے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور کے مقام طویٰ میں عطا فرمائے۔

نو نشانیاں موسیٰ علیہ السلام کی :

فرمایا فِیۡ تِسۡعِ اٰیٰتٍ یہ نو نشانیوں میں سے دو ہیں۔ چھ نشانیوں کا ذکر سورۃ الاعراف میں ہے اور ایک نشانی کا ذکر سورۃ یونس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ''پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی دل مکڑیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں۔'' طوفان سے مراد سیلاب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارشیں زیادہ ہوئیں سیلاب آیا جس میں ان کا بڑا نقصان ہوا۔ جراد مکڑی کھیتوں کو کھا جاتی ہے جب اس کا طوفان آتا ہے تو حکومت مارنے کے لیے دوائیں چھڑکتی ہے۔ بعض دفعہ جہاز اور فوج بھی استعمال کرتے ہیں۔ ایک یہ عذاب تھا کہ مکڑیوں نے ان لوگوں کی فصلیں اور سبز پودے سب کھا لیے اور جوؤں کا عذاب بھیجا سر میں، بدن میں جوئیں پڑ گئیں کثرت کیساتھ۔ ہر وقت خارش ہی کرتے رہتے تھے لکڑیوں کے ساتھ اور جسم کو دوسرے کے جسم کے ساتھ رگڑتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک مسلط کیے۔ عمدہ سے عمدہ کھانا تیار کرتے اس میں مینڈک گھس جاتے۔ پانی سامنے رکھا، شربت سامنے رکھا، اس میں مینڈک گھس جاتا، منہ کھولتے مینڈک چھلانگ لگا کر منہ میں چلا جاتا اور خون کا عذاب، روٹی، سالن، پانی

خون بن جاتے دودھ رکھا خون بن جاتا خدا کی قدرت ہے۔ آج ہم غریب لوگ ہانڈی میں ہلدی ڈالتے ہیں وہ لوگ ہلدی کی جگہ زعفران ڈالتے تھے۔ عمدہ ہانڈی تیار کر کے رکھی خون بن گیا۔ اور نویں نشانی کا ذکر سورہ یونس آیت نمبر ۸۸ میں ہے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ "اے پروردگار! ان لوگوں نے اتنے معجزے دیکھ کر بھی حق کو قبول نہیں کیا نہ قبول کرنے کی وجہ ان کا مال ہے اے پروردگار! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔" چنانچہ پروردگار نے ان کے پاس جو سونا چاندی تھا سونے کے دینار اور چاندی کے درہم تھے سب پتھر بنا دیئے۔ تو یہ نو نشانیاں رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیں اور فرمایا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ فرعون اور اس کی قوم کی طرف جا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک وہ نافرمان قوم ہے فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا پس جب فرعونیوں کے پاس ہماری نشانیاں آئیں مُبْصِرَةً بصیرت پیدا کرنے والی روشن نشانیاں۔ ایک ایک نشانی انہوں نے آنکھوں سے دیکھی قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے کھلا وَجَحَدُوْا بِهَا اور انہوں نے انکار کر دیا نشانیوں کا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ انکار غلط فہمی کی وجہ سے تھا؟ نہیں وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ حالانکہ یقین کر لیا تھا ان نشانیوں کا ان کے نفسوں نے۔ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام واقعی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور یہ نشانیاں رب تعالیٰ کی طرف سے معجزات ہیں لیکن جب ضد اور انکار ہو تو کوئی نہ کوئی بات تو بنانی ہوتی ہے خاموش تو دنیا میں کوئی نہیں رہتا۔

حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ :

آنحضرت ﷺ کے دور کے کافروں ظالموں نے سب معجزے دیکھے اور کہا کہ جادو ہے۔ آنحضرت ﷺ کا پہلا معجزہ اور سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے جس کے متعلق رب

تعالیٰ نے چیلنج دیا کہ جن وانس مل کر اس جیسی کتاب لاؤ ورنہ دس سورتیں لاؤ اور اگر دس سورتیں بھی نہیں لاسکتے تو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ''ایک سورۃ اس جیسی لاؤ۔'' نہیں لا سکے۔ وہ قرآن پاک کا اثر مانتے تھے، فصاحت بلاغت مانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جادو ہے۔ ان ظالموں نے آنکھوں سے دیکھا کہ چاند دوٹکڑے ہوگیا ہے کہنے لگے یہ جادو ہے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ بڑا مضبوط جادو ہے۔ تو فرعونی سمجھتے تھے کہ یہ معجزات ہیں۔ جادو کہہ کر ٹال دیتے تھے ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ظلم زیادتی اور غرور تکبر کی بنا پر معجزات کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ پس آپ دیکھیں کیسا تھا انجام فساد کرنے والوں کا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو پانی میں غرق کر دیا اور فرعون کی لاش کو عبرت کے لیے باقی رکھا۔

۞۞۞

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا

دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ وَقَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِهِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَاُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُهٗ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَالطَّیۡرِ فَهُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ ۚ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَجُنُوۡدُهٗ ۙ وَهُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنۡ قَوۡلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰهُ وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا اور البتہ تحقیق دیا ہم نے دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا داوٗد اور سلیمان کو علم وَقَالَا اور کہا ان دونوں نے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِیۡ وہ فَضَّلَنَا جس نے ہمیں فضیلت دی عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِهِ اپنے بہت سارے بندوں پر الۡمُؤۡمِنِیۡنَ جو مومن ہیں وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داوٗد علیہ السلام کے وَقَالَ اور فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ ہمیں تعلیم دی گئی ہے پرندوں کی بولی کی وَاُوۡتِیۡنَا

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور دیئے گئے ہیں ہم ہر چیز اِنَّ هٰذَا بے شک یہ لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ البتہ یہ فضیلت ہے کھلی وَحُشِرَ اور جمع کیے گئے لِسُلَيْمٰنَ سلیمان علیہ السلام کے لیے جُنُوْدُهٗ ان کے لشکر مِنَ الْجِنِّ جنات کے وَالْاِنْسِ اور انسانوں کے وَالطَّيْرِ اور پرندوں کے فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ پس ان کو تقسیم کیا جاتا تھا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا یہاں تک کہ جب آئے عَلٰى وَادِ النَّمْلِ چیونٹیوں کی وادی پر قَالَتْ کہا نَمْلَةٌ ایک چیونٹی نے يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ اے چیونٹیو ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ داخل ہو جاؤ اپنے بلوں میں لَا يَحْطِمَنَّكُمْ نہ کچل دے تمہیں سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ان کو سمجھ بھی نہیں آئے گی فَتَبَسَّمَ پس وہ مسکرائے ضَاحِكًا ہنستے ہوئے مِّنْ قَوْلِهَا اس چیونٹی کی بات کی وجہ سے وَقَالَ اور کہا رَبِّ اے میرے پروردگار اَوْزِعْنِيْٓ مجھے توفیق عطا فرما اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ کہ میں شکر ادا کروں تیری نعمت کا الَّتِيْٓ وہ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ جو آپ نے مجھ پر انعام کی ہے وَعَلٰى وَالِدَيَّ اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہیں وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا اور یہ کہ میں ایسا نیک کام کروں تَرْضٰىهُ جس کو آپ پسند کریں وَاَدْخِلْنِيْ اور داخل کر مجھ کو بِرَحْمَتِكَ اپنی مہربانی کے ساتھ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ اپنے نیک بندوں میں۔

اس سے پہلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونیوں کا ذکر تھا اور آج کی آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زبور کتاب عطا

فرمائی تھی اور دونوں کی شان کے لائق جو علم تھا وہ بھی عطا فرمایا اسی کا ذکر وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا اور دیا ہم نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم۔ جو علم داؤد علیہ السلام کے لائق تھا ان کو دیا اور جو سلیمان علیہ السلام کے لائق تھا ان کو دیا وَقَالَا اور دونوں بزرگوں نے فرمایا الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِیْ وہ اللہ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ جس نے ہمیں فضیلت بخشی اپنے بہت سے مومن بندوں پر۔ باپ بیٹا دونوں پیغمبر ہیں بڑی عظمت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ تیسرے پارے کی پہلی آیت کریمہ ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ''یہ سب اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' ہم نے فضیلت بخشی ہے بعض کو بعض پر۔'' اور سورۃ الاسراء آیت نمبر ۵۵ میں ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ ''اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت بخشی ہے بعض نبیوں کو بعض پر۔'' حضرت داؤد علیہ السلام صاحب کتاب اور صاحب شریعت پیغمبر تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ان سے زیادہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زیادہ ہے۔ اور حضرت ابراہیم اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ زیادہ ہے۔ تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اس نے ہمیں اپنے بہت سارے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ اور وارث ہوئے سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے علم میں، دین اور شریعت میں۔ کیونکہ پیغمبر درہم و دینار کے وارث نہیں ہوتے۔

انبیاء کی وراثت :

اس بات پر تمام اہل حق، صحابہ کرام ﷺ، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ، ائمہ

دین، فقہاء کرام، محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے کہ پیغمبروں کی مالی وراثت نہیں چلتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوْا الْعِلْمَ وَ مَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ''نہیں وارث ہوتے درہم اور دینار کے بے شک وہ تو وارث ہوتے ہیں علم کے۔'' جس نے علم دین حاصل کیا اس نے پیغمبروں کی وراثت میں سے بڑا حصہ پایا۔ رافضی شیعہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم ہوتی ہے ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ کو جب خلیفہ منتخب کیا گیا تو حضرت عباس ؓ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض ازواج مطہرات ؓ کی طرف سے یہ اپیل آئی کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ شرعی وارثوں کو ملنا چاہیے۔ کیونکہ ان کو مسئلے کا علم نہیں تھا اس لیے انہوں نے یہ اپیل کی۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِيَآءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ''ہم جو انبیاء کی جماعت ہیں ہماری مالی وراثت نہیں ہوتی جو کچھ ہم نے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔'' لہٰذا میں آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اس کے بعد ان بزرگوں میں سے کسی نے مطالبہ نہیں کیا اور یہ حدیث بہت سارے صحابہ سے مروی ہے صرف ابوبکر صدیق ؓ سے ہی نہیں۔ اگر آپ ﷺ کی وراثت تقسیم ہوتی تو مسئلہ چوبیس (۲۴) سے بنتا یعنی کل مال کے چوبیس (۲۴) حصے کیے جاتے ان میں سے بارہ حصے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملتے کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ ایک بیٹی ہو تو اس کو کل مال کا نصف دو۔ بیوی ایک ہو، دو ہوں، تین ہوں، چار ہوں تو ان کا آٹھواں حصہ ہے اور چوبیس کا آٹھواں تین ہے۔ تو تین حصے ازواج مطہرات کو مل جاتے۔ باقی نو حصے تھے وہ حضرت عباس ؓ کو مل جاتے۔ رافضی شیعہ کہتے ہیں کہ چونکہ ابوبکر ؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حصہ نہیں دیا

وراثت نہیں دی لہٰذا وہ ظالم ہیں معاذ اللہ تعالیٰ۔ خمینی کی کتاب ہے ''کشف الاسرار'' یہ کتاب ایرانیوں نے بڑی تعداد میں چھپوا کر پاکستان میں مفت تقسیم کی ہے۔ چونکہ ان کے پاس پیسہ وافر ہے بہت زیادہ، اس کے علاوہ اتنا لٹریچر شائع کر رہے ہیں کہ آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ اس کے مقابلہ میں ہمارا لٹریچر دسواں حصہ بھی نہیں ہے ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں ایک کتاب کا خرچہ بھی پورا نہیں ہوتا۔ تو خمینی نے ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے کہ قرآن کا پہلا منکر ابوبکر ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے بیٹیوں کو حصہ دو اور ابوبکر نے نہیں دیا۔ اور قرآن پاک کا دوسرا منکر عمر ہے اور اس نے حضرت عمرؓ کو ملحد اور زندیق بھی لکھا ہے۔ یہ ان کا امام ہے۔ اگر کوئی مولوی بات کرتا ہے تو حکومت کہتی ہے کہ تم فرقہ واریت پھیلاتے ہو اور وہ جو کچھ صحابہ کرامؓ کو کہیں ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے ان کی یہ کتابیں جو صحابہ دشمنی سے بھری ہوئی ہیں اور اتنے گھٹیا الفاظ تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ دھڑا دھڑ چھپیں اور تقسیم ہوں تو کوئی نہ پوچھے اور کسی کو تکلیف نہ ہو اور اس پر کوئی صدائے احتجاج بلند کرے تو تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔

تو اہل حق یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی مالی وراثت نہیں چلتی، علمی وراثت چلتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے دینی اور علمی وارث بنے کیونکہ مالی وراثت صرف سلیمان علیہ السلام کو تو نہیں ملنی تھی اس کے دوسرے بیٹے بھی حقدار تھے۔ خود شیعوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اٹھارہ بھائی تھے یہ انیسویں تھے۔ اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو آیت کریمہ یوں ہونی چاہیے تھی وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ وَاِخْوَتُهٗ دَاوٗدَ ''اور وارث ہوا سلیمان اور اس کے بھائی داؤد علیہ السلام کے۔'' لہٰذا یہ مالی وراثت نہیں۔ سلیمان علیہ السلام نبوت میں، علم میں، دین میں وارث ہوئے وَقَالَ اور سلیمان

علیہ السلام نے فرمایا یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ ہمیں تعلیم دی گئی ہے پرندوں کی بولی کی۔ پرندوں کی بھی بولیاں ہیں خوش ہوں تو آواز اور ہوتی ہے خطرے کی آواز اور ہوتی ہے ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائی تھیں یہ ان کا معجزہ تھا۔ فرمایا وَاُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور ہمیں دی گئی ہے ہر شے جو ان کی شان کے لائق تھی۔ یہ نہیں کہ ان کو قرآن بھی دیا گیا تھا اور ان کو ختم نبوت بھی مل گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ بھی ان ول ئے تے۔ کـ شی، ـے ... شے ہے جو ان کے حال کے مناسب تھی مل گئی۔ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ بے شک یہ رب کی مہربانی ہے بڑی وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ اور جمع کیے گئے سلیمان علیہ السلام کے لیے لشکر مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات کے اور انسانوں کے وَالطَّیْرِ اور پرندوں کے فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ان کو الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کیا جاتا تھا جیسے فوج میں الگ الگ پلٹونیں ہوتی ہیں اس طرح انہوں نے انتظامی امور کے لیے ان کو الگ الگ تقسیم کیا ہوا تھا۔ بڑا نظم و نسق تھا ایک موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوج کو حکم دیا کہ ہم نے علاقے میں مارچ کرنی ہے پہنچنا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ طائف کے علاقے میں پہنچنا تھا لیکن اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ شام کا علاقہ تھا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی قیادت میں لشکر لے کر چل پڑے حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ یہاں تک کہ پہنچے چیونٹیوں کی ایک وادی میں۔ ایسے میدان میں پہنچے کہ وہاں چیونٹیاں بہت زیادہ تھیں قَالَتْ نَمْلَةٌ ایک چیونٹی بولی یٰۤاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ اے چیونٹیو! داخل ہو جاؤ اپنے اپنے گھروں، سوراخوں میں، بلوں میں۔ کیوں؟ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُہٗ نہ کچل دے تمہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو خبر

بھی نہ ہو۔ ان کو تمہارے ساتھ کوئی عداوت نہیں ہے تمہارا چھوٹا سا وجود ہے وہ اپنی لے
میں جارہے ہوں گے تم ان کے پاؤں کے نیچے کچلی جاؤ گی فوراً اپنا انتظام کرلو۔ اس چیونٹی کا
نام بعض نے طاخیہ لکھا ہے۔ بعض مفسرین مُنذِرَۃ بتلاتے ہیں۔ یہ ان چیونٹیوں کی
سردار اور لنگڑی تھی۔ فرمایا۔ انسانوں میں انسانوں کے لیے اتنی ہمدردی، جذبہ اور خیر خواہی
پیدا ہو جائے جتنی ہمدردی، جذبہ اور خیر خواہی اس لنگڑی چیونٹی میں اپنی قوم کے لیے تھی۔
پھر دیکھو! چیونٹی کو اتنا احساس اور شعور ہے کہ سلیمان علیہ السلام بزرگ ہیں پھر نام بھی لیتی
ہے اور یہ بھی سمجھتی ہے کہ وہ اپنی لے میں جارہے ہیں ان کی بے خبری میں تم ماری جاؤ گی
لہٰذا فوراً اپنی بلوں میں گھس جاؤ جتنی خیر خواہی ہے قوم کی کم از کم اتنی خیر خواہی ہمیں بھی ہونی
چاہیے کہ دوسرے انسانوں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی ترکیب سوچنی چاہیے مگر
آج مصیبت یہ ہے کہ دنیا کی قدر ہے دین کی قدر نہیں ہے۔ کوئی دو چار روپے دے دے تو
اس کی تعریف کرتے ہوئے زبان خشک نہیں ہوتی اور کوئی سارا دین سکھا دے تو اس کی کوئی
قدر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان فقہاء کرام، محدثین عظام، اولیاء کرام اور بزرگان دین پر
کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے یہ دین کی امانت صحیح شکل میں ہم تک پہنچائی
ہے۔ ان کی بڑی قربانیاں ہیں انہوں نے ہمیں توحید و رسالت سمجھائی، قرآن سنت کی تعلیم
دی، فقہ اسلامی سمجھائی، حلال حرام کی چیزیں بتلائیں۔ تو چیونٹی نے کہا کہ اپنی بلوں میں
گھس جاؤ کچل نہ دے تمہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر اور ان کو شعور بھی نہیں ہوگا۔

علم اور شعور میں فرق :

ایک ہوتا ہے علم اور ایک ہوتا ہے شعور۔ علم عقل مند مخلوق کو ہوتا ہے جیسے انسان ہے

جن اور فرشتے ہیں۔ شعور حیوانات میں بھی ہوتا ہے۔ شعور کا معنیٰ آپ اس طرح سمجھیں کہ آواز کا سننا، گرمی سردی کا محسوس ہونا، بھوک پیاس کا لگنا یہ ظاہر حواس کے ساتھ جو چیزیں سمجھ آتی ہیں ان کو حیوان بھی سمجھ سکتا ہے۔ تو کہنے لگی ان کو شعور بھی نہیں ہوگا۔ ظاہری اعضاء کے ساتھ بھی نہیں سمجھ سکیں گے کہ ہم چیونٹیاں مار رہے ہیں فَتَبَسَّمَ پس سلیمان علیہ السلام مسکرائے ضَاحِكًا ہنستے ہوئے۔ ہنسنے کا معنیٰ ہے اپنے کان سنیں مِنْ قَوْلِهَا اس چیونٹی کی بات کی وجہ سے کہ اس کو قوم کا کتنا احساس ہے وَقَالَ اور فرمایا سلیمان علیہ السلام نے رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے، میری قسمت میں کر دے، میرے نصیب میں کر دے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر ادا کروں الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وہ نعمتیں جو آپ نے مجھ پر انعام کی ہیں۔ مجھے انسان بنایا، نبوت عطا فرمائی، مجھے بادشاہی اور اقتدار دیا، پرندوں کی بولیاں سکھائیں، انسانوں، جنوں، پرندوں پر حکومت کا حق دیا وَعَلٰی وَالِدَیَّ اور وہ نعمتیں جو آپ نے میرے ماں باپ کو عطا فرمائیں انہوں نے اپنا شکریہ ادا کیا مگر میں بھی ان کا بیٹا ہوں مجھے بھی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا اور یہ کہ میں عمل کروں اچھے۔ مجھے اچھے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اچھا عمل کون سا ہے :

کون سے اچھے عمل؟ تَرْضٰهُ جن کو آپ پسند کرتے ہیں۔ بعض دفعہ انسان ایک کام کرتا ہے اور دل میں خوش ہوتا ہے کہ میں نے اچھا کام کیا ہے مگر اس میں رب تعالیٰ کی رضا نہیں ہوتی کیونکہ وہ کام رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہیں ہوتا۔ مثلاً اس وقت کوئی آدمی نفلی نماز شروع کر دے اور وہ یہ سمجھے کہ میں اچھا کام کر رہا ہوں نفلی نماز پڑھ رہا ہوں

لیکن اس پر رب راضی نہیں ہے اس لیے کہ صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک نفلی نماز نہیں پڑھ سکتا اجازت نہیں ہے یہ اس کو نیکی سمجھ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکی نہیں ہے۔ اہل بدعت جو کام کرتے ہیں وہ بے چارے اپنے خیال سے ان کو نیکی سمجھتے ہیں مگر چونکہ ان پر شریعت کی مہر نہیں ہوتی اس لیے وہ نیکی نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص نے چھینک مار کر کہا الحمد لِلّٰهِ والسلام علٰی رسول الله ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور سلامتی آنحضرت ﷺ پر۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا بازو پکڑا اور فرمایا سنو! وَاَنَا اَقُوْلُ میں بھی والسلام علٰی رسول لِلّٰه کا قائل ہوں مگر اس مقام پر آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ نہیں بتلائے تم نے یہ کیوں پڑھا ہے؟

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی چھینک مارے تو الحمد للہ! کہے۔ اور یہ الفاظ بھی آتے ہیں الحمد لِلّٰه علٰی کلّ حالٍ۔ اب دیکھو! اس بے چارے نے درود ہی تو پڑھا تھا مگر وہ اس کا موقع نہیں تھا دین میں محض رائے کو کوئی دخل نہیں ہے اور آج تو لوگوں کی اپنی رائیں ہی رہ گئیں ہیں۔ جی! اس میں کیا حرج ہے، اس میں کیا گناہ ہے؟ اس میں گناہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر خدا رسول کی مہر نہیں ہوتی اور تمہاری ہماری رائے کا نام دین نہیں ہے۔ فرمایا وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ اور داخل کر مجھ کو اپنی رحمت کے ساتھ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ اپنے نیک بندوں میں۔ میرا شمار آپ کے نیک بندوں میں ہو۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا ہے۔

۞۞۞

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ
مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا أَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ أَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ
بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ
وَأُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا
يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ
الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ
مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ
أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ
ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰٓأَيُّهَا الْمَلَؤُا إِنِّيْٓ أُلْقِيَ
إِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ إِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَإِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾
أَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ ع ۱۷

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ اور حاضری لی سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی
فَقَالَ پس فرمایا مَالِیَ مجھے کیا ہوگیا ہے لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ میں نہیں دیکھ رہا ہد ہد کو
اَمْ کَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ کیا وہ غائب ہے لَاُعَذِّبَنَّهٗ البتہ میں ضرور سزا دوں گا اس
کو عَذَابًا شَدِیْدًا سخت سزا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗ یا میں اس کو ذبح کروں گا اَوْ

لَیَاْتِیَنِّیْ یا البتہ ضرور لائے گا میرے پاس بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ کوئی روشن دلیل فَمَکَثَ پس ٹھہرا غَیْرَ بَعِیْدٍ تھوڑی دیر فَقَالَ پس کہا ہدہد نے اَحَطْتُّ میں احاطہ کر کے آیا ہوں بِمَا اس چیز کا لَمْ تُحِطْ بِهٖ جس کا آپ احاطہ نہیں کر سکے وَجِئْتُکَ اور میں لایا ہوں آپ کے پاس مِنْ سَبَاٍ ملک سبا سے بِنَبَاٍ ایک خبر یَّقِیْنٍ یقینی اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً بے شک میں نے پایا ایک عورت کو تَمْلِکُهُمْ جوان کی حکمران بنی ہوئی ہے وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور اس کو دی گئی ہے ہر شے وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ اور اس کا تخت ہے بڑا وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا اور پایا میں نے اس کو اور اس کی قوم کو یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ سجدہ کرتے ہیں سورج کو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اور مزین کیے ہیں ان کے لیے شیطان نے اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ پس روکا ہے ان کو شیطان نے راستے سے فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ پس وہ ہدایت نہیں پاتے اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ کیوں نہیں وہ سجدہ کرتے اللہ تعالیٰ کو الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ وہ جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز کو فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ اور وہ جانتا ہے اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جس چیز کو تم ظاہر کرتے ہو اَللّٰهُ اللہ تعالیٰ ہی ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر وہی رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وہ بڑے عرش کا مالک ہے قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے سَنَنْظُرُ بتاکید ہم دیکھیں گے

اَصَدَقْتَ کیا تم سچ کہتے ہو اَمْ کُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ یا ہو تم جھوٹوں میں سے
اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا لے جاؤ تم یہ میرا خط فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ پس ڈالو تم اس کو سبا
والوں کے پاس ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ پھر تم پھر جاؤ ان سے فَانْظُرْ پس تم دیکھو
مَاذَا يَرْجِعُوْنَ وہ کیا جواب دیتے ہیں قَالَتْ ملکہ نے کہا يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے
درباروالو اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ بے شک میری طرف ڈالا گیا ہے ایک خط
كَرِيْمٌ بہت عزت والا اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ بے شک وہ سلیمان (علیہ السلام) کی
طرف سے ہے وَاِنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم
کرنے والا ہے اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ یہ کہ نہ سرکشی کرو میرے مقابلے میں وَاْتُوْنِيْ
مُسْلِمِيْنَ اور آجاؤ میرے پاس مسلمان ہو کر۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں، جنات، پرندوں پر حکمرانی عطا فرمائی تھی۔ ایک موقع پر انہوں نے اپنے فوجیوں کی حاضری لی تو ہدہد کو حاضر نہ پایا۔ اس کا ذکر ہے وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ۔ تَفَقَّدَ کا معنیٰ ہے تلاش کرنا، دیکھنا، کون حاضر ہے، کون غیر حاضر ہے۔ تو معنیٰ ہوگا حاضری لی سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی۔ باقی پرندے موجود تھے ہدہد نہیں تھا جس کا نام یعقور تھا۔ فَقَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے مَالِيَ مجھے کیا ہو گیا ہے لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا، ہدہد مجھے نظر نہیں آرہا اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ یا ہے وہ غائب۔ مجھے نظر نہیں آرہا یا ہے ہی غیر حاضر۔ بلند آواز سے فرمایا لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا البتہ میں اس کو ضرور سزا دوں گا

سخت سزا۔ مثلاً اس کے پر اتار دوں گا اس کی پٹائی کروں گا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗ یا میں اس کو ضرور ذبح کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ڈیوٹی سے غیر حاضر ہونا بڑی بُری شے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معصوم پیغمبر ایک پرندے کو اتنی سخت سزا دینے پر آمادہ ہے اور دیانت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو ڈیوٹی کسی کے ذمہ لگی ہے اس کو نبھائے بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ یا البتہ لائے وہ میرے پاس کوئی دلیل کھلی۔ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بتائے تو پھر میں سزا نہیں دوں گا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ پس ٹھہرے سلیمان علیہ السلام تھوڑی دیر۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا باتیں ہو رہی تھیں فوراً فَقَالَ پس کہا ہدہد نے سلیمان علیہ السلام اَحَطْتُّ میں احاطہ کر کے آیا ہوں معلوم کر کے آیا ہوں بِمَا ایسی چیز کا اے سلیمان علیہ السلام لَمْ تُحِطْ بِهٖ جس کا آپ کو علم نہیں ہے۔ وہ کیا ہے؟ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ میں لایا ہوں ملک سبا سے ایک یقینی خبر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام شام کے علاقے میں رہتے تھے وہاں سے سبا کا علاقہ ایک مہینے کی مسافت پر تھا۔ وہ یقینی خبر کیا ہے؟ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ بے شک میں نے دیکھا ایک عورت کو وہ ان کی حکمران بنی ہوئی ہے۔ اس کا نام بلقیس تھا۔ گویا کہ عورت کا حکمران ہونا اتنا معیوب ہے اتنا عجیب ہے کہ ہدہد پرندہ بھی حیران ہو رہا ہے۔ اور ہم کیسے خلاف فطرت چل رہے ہیں کہ عورت کی حکمرانی پر خوش ہیں۔ بلقیس بنت شراحیل بن ریان بن مالک کافی سمجھدار عورت تھی لیکن کافر تھی۔ ساری قوم چونکہ کفر شرک میں مبتلا تھی اس لیے وہ بھی کفر شرک میں مبتلا تھی۔ سورج کی بھی پوجا کرتے تھے وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے۔ ہر چیز سے مراد یہ ہے کہ اس کی بادشاہی کے مناسب جو چیزیں ہیں وہ ساری اس کو حاصل ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو مرد کی داڑھی بھی ملی ہوئی ہے اور

بھی کچھ ملا ہوا ہے۔ جو چیزیں اس کے حال کے مناسب ہیں وہ اس کو دی گئی ہیں وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔ اس کے متعلق تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے کہ اتنا لمبا (اسّی ہاتھ) تھا، اتنا چوڑا (پچاس ہاتھ) تھا، اتنا اونچا (چالیس ہاتھ) تھا اس میں سونا، موتی، یاقوت، زمرد جڑے ہوئے تھے ساتھ سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ حضرت! وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ میں نے پایا اس ملکہ کو اور اس کی قوم کو کہ وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ دیکھو! شرک کتنی بری شے ہے کہ حیوان ہدہد کو بھی اس پر تعجب ہو رہا ہے۔ سورج کو سجدہ کرتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ پہلی نرالی بات تو یہ ہے کہ عورت حکمران بنی ہوئی ہے پھر ان کی حماقت کہ سورج کی پوجا کرتے ہیں وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور مزین کیے ہیں ان کے لیے شیطان نے اعمال۔ یہ کاروائی ان کے لیے شیطان نے مزین کی ہے۔ ہدہد بھی سمجھتا ہے کہ شیطان بھی کوئی بلا ہے یہ شیطان کے راستے پر لگے ہوئے ہیں فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ پس اس شیطان نے ان کو روک دیا ہے راستے سے سیدھے راستے سے فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔ ھدھد نے مزید کہا اَلَّا يَسْجُدُوْا کیوں نہیں سجدہ کرتے لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ اللہ تعالیٰ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز کو فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں۔ یہ بے وقوف رب تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج سے زیادہ اختیار انسان کو دیا ہے چاہے اس کا وجود چھوٹا سا ہے۔ یہ اپنی مرضی سے کھاتا پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے، اٹھتا بیٹھتا ہے، سوتا جاگتا ہے، چاند سورج میں یہ اختیارات کہاں ہیں؟ پھر ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضے اور کنٹرول میں ہے چاند سورج اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں جس رفتار اور جس

لائن میں اللہ تعالیٰ نے چلا دیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہیں جا سکتے۔ ان کو روشنی اللہ تعالیٰ نے دی ہے رب تعالیٰ جب چاہتا ہے ان سے روشنی چھین لیتا ہے سورج گرہن اور چاند گرہن لگ جاتا ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کو منظور ہے سورج اسی طرح چلتا رہے گا قیامت کے قریب سورج مغرب سے طلوع کرے گا آدھے آسمان تک آئے گا پھر حکم ہوگا واپس لوٹ جا۔ وہ بے چارہ تو مجبور ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے جمعہ کا دن تھا یوشع بن نون علیہ السلام دشمنوں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے فتح قریب تھی مگر سورج غروب ہونے کا وقت آ گیا ہفتے والے دن ان کے لیے لڑائی ممنوع تھی جس طرح ہمارے لیے جمعہ کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک ہر وہ کام حرام ہے جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر لڑائی بند کرتے ہیں تو دشمن کو تیاری کا موقع مل جائے گا۔ سورج کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے اِنَّکِ مَاْمُوْرَۃٌ ''اے سورج تجھے چلنے کا حکم ہے اور مجھے لڑنے کا حکم ہے۔''

پھر فرمایا اے پروردگار! اس سورج کو روک دے تاکہ ہم آج ان پر فتح پالیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا جب انہوں نے دشمن پر قابو پالیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے سورج کو حکم دیا کہ اب تو اپنی لیٹ نکال لے۔ تو سورج مجبور ہے اس کو کیوں سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو چھپی ہوئی چیزوں کو نکالنے والا ہے آسمانوں اور زمین میں وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جانتا ہے وہ اس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو اور جس چیز کو تم ظاہر کرتے ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مسجود و معبود نہیں ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے ، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریاد رس اور دستگیر ہے۔ اس کا تخت چاہے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے عرش کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ عرش عظیم کا مالک ہے ۔سات زمینیں ہیں، سات آسمان ہیں ان کے اوپر عرش ہے۔فرمایا آسمانوں اور زمینوں کی نسبت عرش کے ساتھ ایسے ہیں جیسے ایک بہت بڑے میدان میں ایک کڑا پڑا ہو، حجم کے لحاظ سے اتنا بڑا ہے۔ ہدہد نے یہ بیان کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ابھی تک یقین نہیں آیا قَالَ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ بتاکید ہم غور کریں گے، دیکھیں گے، تحقیق کریں گے اے ہدہد! تم نے سچ کہا ہے اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ یا ہو تم جھوٹوں میں سے۔ کیونکہ غیر حاضر آدمی غیر حاضری کی کوئی نہ کوئی وجہ تو بیان کرتا ہے سچی ہو یا جھوٹی۔ فرمایا ہم تحقیق کریں گے کہ واقعتاً آپ سچ کہہ رہے ہیں کہ ملک سبا میں عورت حکمران ہے اور وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی کابینہ کے افراد سے پوچھا کہ کیا تم نے سنا ہے کہ ملک سبا میں عورت حکمران ہے اور وہ سورج کے پجاری ہیں۔ کہنے لگے جی ہاں! ہم نے تاجروں سے سنا ہے کہ وہاں عورت حکمران ہے اور وہ سورج کے پجاری ہیں ۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط لکھ کر ہدہد کو دیا کہ میرا خط اس کے پاس پہنچاؤ اور دیکھو کیا جواب دیتی ہے۔فرمایا اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا لے جاؤ تم یہ میرا خط فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ پس ڈالو تم اس کو سبا والوں کے پاس۔ چونچ سے پکڑ کر لے جاؤ اور بلقیس اور اس کی کابینہ کے پاس پہنچاؤ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ پھر پیچھے ہٹ کر بیٹھ جانا فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ پس تم دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ دوپہر کا وقت تھا بلقیس اپنے مخصوص پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی کمرہ بند تھا روشن دان کھلے ہوئے تھے ہدہد روشن دان میں بیٹھ گیا۔ ملکہ نے دیکھا کہ ہدہد

نے چونچ میں کوئی چیز پکڑی ہوئی ہے۔ کافی دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی اور وہ خاموش بیٹھا رہا جس وقت ملکہ کو غنودگی آئی تو ہدہد نے خط ملکہ کی چھاتی پر رکھ دیا اور پھر روشن دان میں جا کر بیٹھ گیا۔ چنانچہ ملکہ نے دیکھا کہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے خط ہے کیونکہ اوپر مہر سلیمان علیہ السلام کی لگی ہوئی تھی۔ خط پڑھ کر گھبرا گئی اور فوراً کابینہ کا ہنگامی اجلاس بلا لیا اور کابینہ سے کہا قَالَتْ کہا بلقیس نے يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے میری جماعت کے ساتھیو! کابینہ کے افراد اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ بے شک میری طرف ایک خط ڈالا گیا ہے بڑا عمدہ۔ یہ خط کس کی طرف سے ہے؟ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ بے شک شان یہ ہے کہ وہ خط حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب بادشاہوں اور سرداروں کو خط لکھتے تھے تو شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھتے تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا بھی ثابت ہے اور بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ بھی ثابت ہے۔ پھر لکھتے مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ "یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے اِلٰی فُلَانٍ وَفُلَانٍ فلانے فلانے کی طرف ہے۔" تو خط کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لکھو۔ اگر صرف اتنے لفظ لکھو بِاسْمِهٖ، سُبْحٰنَهٗ تَعَالٰی تو بھی کافی ہے بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھنا بھی بہت اچھا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ پھر اپنا ذکر کرے کہ یہ خط فلاں کی طرف سے ہے۔ تو ملکہ نے لکھا کہ یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور بے شک شان یہ ہے کہ یہ خط اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھ رہا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

رحمٰن اور رحیم میں فرق :

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلویؒ لفظ رحمٰن اور لفظ رحیم کا فرق بیان کرتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ رحمٰن وہ ہے جو بن مانگے دیتا ہے رحیم وہ ہے کہ جو مانگنے پر دیتا ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں جو انسان نے مانگی نہیں ہیں ازخود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو ٹانگیں دیں، ہاتھ پاؤں دیئے، آنکھ، کان، زبان دی، تمام اعضاد یئے، بغیر مانگے دیئے۔ کیونکہ جب یہ پیدا ہوا اس وقت تو اس کو کوئی شدبد نہیں تھی۔اور بہت ساری چیزیں ہیں جو بندے کو مانگنے سے ملتی ہیں مگر دیتا ہے اپنی مرضی اور حکمت کے مطابق۔

؎ اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہوا ے اکبر

یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

اور مضمون یہ ہے اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ اے ملک سبا والو! میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرنا میری مان لینا اور دوسرا جملہ ہے اور آجاؤ میرے پاس مسلمان ہو کر۔ میں ملک نہیں مانگتا صرف تمہارا مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔صرف یہ دو جملے ہیں خط کے۔ باقی ذکر آئے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ
اَمْرِیْۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ
اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ﳔ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ
الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةًۚ وَ كَذٰلِكَ
یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ
الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ٘ فَمَاۤ اٰتٰىنِ َۧ اللّٰهُ
خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ
فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ
صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ
مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ
مَّقَامِكَۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾

قَالَتْ ملکہ نے کہا یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اے درباریو اَفْتُوْنِیْ مجھے بتلاؤ فِیْۤ اَمْرِیْ میرے معاملے میں مَا كُنْتُ قَاطِعَةً میں نہیں ہوں قطعی فیصلہ کرنے والی اَمْرًا کسی معاملے میں حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ یہاں تک کہ تم حاضر ہو قَالُوْا کہنے لگے نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ ہم قوت والے ہیں وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ اور سخت لڑائی لڑنے والے ہیں وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ اور معاملہ آپ کے سپرد ہے فَانْظُرِیْ پس تم دیکھو مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ کیا حکم کرتی ہو قَالَتْ اس نے کہا اِنَّ الْمُلُوْكَ بے شک

بادشاہ اِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں اَفْسَدُوْهَا اس کو برباد کردیتے ہیں وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً اور کردیتے ہیں وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ اور ایسا ہی یہ کریں گے وَ اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اور میں بھیجنے والی ہوں اِلَيْهِمْ ان کی طرف بِهَدِيَّةٍ تحفہ فَنٰظِرَةٌ پس دیکھنے والی ہوں بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ کس چیز کے ساتھ لوٹ کر آتے ہیں بھیجے ہوئے فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ پس جس وقت آئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے اَتُمِدُّوْنَنِ کیا تم میری امداد کرتے ہو بِمَالٍ مال کے ساتھ فَمَآ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ پس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دیا ہے خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰكُمْ بہتر ہے اس سے جو تم کو دیا ہے بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ بلکہ اپنے ہدیے اور تحفے پر خوش رہو اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ تم لوٹو ان کی طرف فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ پس البتہ ہم ضرور لائیں گے ان کے پاس بِجُنُوْدٍ ایسے لشکر لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا نہیں طاقت ہوگی ان کو ان کے مقابلے میں وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور نکال دیں گے ان کو مِّنْهَآ اس بستی سے اَذِلَّةً بے عزت کر کے وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ اور وہ ذلیل ہوں گے قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اے درباروالو اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ کون تم میں سے لائے گا میرے پاس بِعَرْشِهَا اس کے تخت کو قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس مسلمان ہو کر قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ کہا ایک بہت بڑے جن

نے اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ میں لاتا ہوں آپ کے پاس اس تخت کو قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ پہلے اس سے کہ آپ کھڑے ہوں مِنْ مَّقَامِکَ اپنی مجلس سے وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ اور بے شک میں اس پر قوی ہوں امین ہوں۔

ربط آیات :

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا قصہ چلا آرہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے ذریعے خط بھیجا کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرنا اور مسلمان ہوکر میرے پاس آجاؤ میں تمہارے سے کسی اور چیز کا طالب نہیں ہوں صرف تمہارا اسلام مطلوب ہے۔ ملکہ سبا نے خط پڑھ کر ہنگامی اجلاس طلب کیا اور کابینہ سے گفتگو کی قَالَتْ یٰاَیُّهَا الْمَلَؤُا کہا بلقیس نے جو ملک سبا کی حکمران تھی اے میری جماعت والو! اے کابینہ کے افراد! میرے پاس ایک خط آیا ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے جس میں انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرنا اور مسلمان ہوکر میرے پاس آجاؤ اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ مجھے بتلاؤ میرے معاملے میں مَا کُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا میں نہیں ہوں قطعی فیصلہ کرنے والی کسی معاملے میں۔ میں کوئی بات طے نہیں کرتی حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ یہاں تک کہ تم حاضر ہو لہٰذا اپنی رائے دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ کہا بلقیس کی کابینہ کے افراد نے ہم قوت والے ہیں وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ اور سخت لڑائی لڑنے والے ہیں۔ ہمارے پاس فوج ہے، جوان ہیں، اسلحہ ہے، لڑائی لڑنا ہم جانتے ہیں گویا کہ انہوں نے ان دو جملوں میں اس بات کا اشارہ دیا کہ ہمیں ان کے ساتھ لڑنا چاہیے لیکن لڑائی کے نتائج سے وہ واقف تھے۔ کیونکہ لڑائی آخر لڑائی ہوتی ہے کھیل تو نہیں ہوتا خدانخواستہ اگر ہمیں شکست ہوگئی تو ملکہ کہے گی تمہارے کہنے پر لڑی تھی

اس لیے ساتھ یہ بھی کہا وَالْاَمْـــرُ اِلَیْکِ اور معاملہ تمہارے سپرد ہے۔ آخری رائے تمہاری ہے فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ پس تم دیکھو کیا حکم کرتی ہو۔ پس تم غور وفکر کرو جو حکم دوگی ہم اس پر عمل کریں گے۔ ملکہ کافی سمجھدار تھی سمجھ گئی کہ یہ لڑائی کے حق میں ہیں مگر ذمہ داری سے بچنے کے لیے معاملہ میرے سپرد کر رہے ہیں قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا کہنے لگی بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً اور کر دیتے ہیں وہاں کے عزت والے اور غالب لوگوں کو ذلیل۔ جس علاقے پر قابض ہوتے ہیں تو وہاں کے طاقت ور عزت والے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں، قید کر دیتے ہیں، جلاوطن کر دیتے ہیں۔ اگر یہ طاقتور ہیں تو کسی بھی وقت قدم اٹھا سکتے ہیں قبضہ قائم کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

انقلابِ روس :

روس میں جب انقلاب آیا اور سٹالن نے فیصلہ کیا کہ زمینوں کے مالک یہ قابض لوگ نہیں ہیں بلکہ حکومت مالک ہے تو جن لوگوں کے پاس جدی پشتی زمین چلی آرہی تھی وہ کاشت کرتے تھے کھاتے پیتے تھے انہوں نے مزاحمت کی تین کروڑ آدمی کو قتل کیا گیا پھر جا کر زمین پر قبضہ ہوا۔ اور تاریخ بتلاتی ہے کہ چین میں ڈیڑھ کروڑ آدمیوں کو قتل کر کے حکومت چین نے لوگوں کی زمینوں پر قبضہ کیا۔ تو روس اور چین میں انسانیت کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔ اب سنا ہے کہ گورباچوف نے لوگوں کو کچھ تھوڑی سی آزادی دی ہے۔ واللہ اعلم کس حد تک بات صحیح ہے۔ جب گورباچوف صدر بنا تو اخبارات میں فاطمہ نامی ایک عورت کا بیان شائع ہوا تھا کہ گورباچوف میرا بھائی ہے اور ہمارے والد کا نام اکبر علی ہے اور ہم ترکی النسل ہیں۔ ہم بچپن میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے یہ ادھر چلا گیا اور میں

ادھر آ گئی۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر قوی بات یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد مسلمان تھے اور آباؤ اجداد کا کچھ نہ کچھ اثر تو ہوتا ہے اسی کے اثر کی وجہ سے اس نے کچھ آزادی دی ہے۔ اب وہاں پہلے والی سختی نہیں ہے۔ پہلے تو سختی کا یہ عالم تھا کہ ایک کاشتکار سارا دن محنت کرتا مزدوری کرتا، فصل تیار ہو جاتی تو وہ اس سے چکھ بھی نہیں سکتا تھا مثلاً مولیاں تیار ہو گئیں تو وہ ایک مولی بھی نہیں کھا سکتا تھا جب تک اس علاقے کے افسر مجاز سے اجازت نہیں لیتا تھا۔

تو کہنے لگی کہ بادشاہ جب کسی علاقے میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ اور ایسا ہی یہ کریں گے اور ہمارے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے لہٰذا میں لڑائی کے حق میں نہیں ہوں اور میں چاہتی ہوں وَاِنِّیْ مُرْسِلَۃٌ اِلَیْھِمْ بِھَدِیَّۃٍ اور بے شک میں بھیجنے والی ہوں ان کی طرف تحفہ فَنٰظِرَۃٌ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ پس دیکھنے والی ہوں پس کس چیز کے ساتھ لوٹ کر آتے ہیں بھیجے ہوئے۔ ہمارے قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں۔ آخر کوئی نہ کوئی تو جواب ان کو دیں گے۔

بلقیس کے قاصد سلیمان علیہ السلام کے دربار میں :

یہاں تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے کہ اس نے تحفے میں بڑے غلام، لونڈیاں، سونے چاندی کی اینٹیں، ہیرے موتی، جواہرات، کستوری، عنبر، زعفران اور ریشمی کپڑے بھیجے اور یہ کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ آخر ملکہ تھی اپنی حیثیت کے مطابق اس نے تحفے بھیجے تھے۔ چنانچہ اس نے ایک بہت بڑا قافلہ بھیجا یہ تحائف دے کر۔ اب یہ سبا سے دمشق کی طرف چلے۔ اس زمانے میں یہ ایک مہینے کا سفر تھا بائیسویں پارے میں اس کا ذکر ہے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کی خاطر تواضع کی اس لیے کہ مہمان کی

عزت واحترام ایمان کا حصہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ ''جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس چاہیے کہ وہ مہمان کی عزت کرے جَائِزَتُهٗ یَوْمٌ وَلَیْلَةٌ خاص قسم کا کھانا ایک دن ہے وَالضِّیَافَةُ ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ اور عام مہمانی تین دن ہے۔'' اس میں مہمان کو ہدایت ہے کہ اچھے کھانے دیکھ کر وہاں ڈیرے نہ ڈال لے۔ بہرحال پیغمبر سے بڑھ کر بااخلاق کون ہوسکتا ہے اور کس کو قوی ایمان حاصل ہوگا۔ خوب ان کی خاطر تواضع کی قافلے کے امیر نے سامان کی فہرست پیش کی فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ پس جب آیا بلقیس کا قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اور تمام تحفے تحائف پیش کر دیئے تو قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ کیا تم میری امداد کرتے ہو مال کے ساتھ۔ یہ مال بھیج کر تم مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو فَمَآ اٰتٰنِ ۦَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّآ اٰتٰکُمْ پس وہ چیز جو رب نے مجھے دی ہے بہتر ہے اس سے جو رب نے تمہیں دی ہے۔ تم سونے چاندی کی اینٹیں اور ہیرے موتی، کستوری، عنبر، زعفران کو دیکھ کر بہت خوش ہو رب تعالیٰ نے مجھے مال کے ساتھ ساتھ جنات پر، انسانوں پر، پرندوں پر حکومت کا حق دیا ہے بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِکُمْ تَفْرَحُوْنَ بلکہ تم اپنے تحفوں اور ہدیوں پر خوش رہو ان کو واپس لے جاؤ ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہ ہی نہیں کہ ان کے تحفے واپس بھیجے بلکہ تفسیروں میں یہاں تک لکھا ہے کہ جتنا کچھ انہوں نے بھیجا تھا اس سے تین چار گنا مزید دے کر ان کو بھیجا تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ اسبابِ دنیا ہمارے پاس ان سے زیادہ ہیں۔ عموماً لوگ تحفے رد نہیں کرتے اور کرنے بھی نہیں چاہئیں۔ آنحضرت ﷺ حتی الوسع کسی کا تحفہ رد نہیں کرتے تھے چاہے کافر کا ہی ہوتا مگر یہاں محض تحفہ نہیں تھا بلکہ اس میں کچھ مقصد تھا کہ تم ہمارے تحفوں پر

خوش ہو جاؤ اور ہم سے اسلام کا مطالبہ نہ کرو۔ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے تحائف واپس کر دیئے کہ تم تحفے دے کر اسلام سے گریز کرنا چاہتے ہو لہٰذا تحفے واپس لے جاؤ اور مطالبہ پورا کرو کہ مسلمان ہو کر میرے پاس آؤ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ واپس جاؤ ان کے پاس فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا پس ہم ضرور لائیں گے ان کے پاس ایسے لشکر کہ نہیں طاقت ہو گی ان کو ان کے مقابلے کی وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے مومنوں کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا ایمان بڑی قوت ہے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے انسان صحابی ایمانی قوت کے ساتھ جذبہ رکھنے والے پھر جنات کا لشکر جن تو ایک ہی بہت بڑی بلا ہے، پھر پرندوں کا لشکر۔ ان لشکروں کا مقابلہ کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں ہے جا کر ان کو کہہ دو وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ اور ہم ان کو ضرور نکالیں گے اس بستی سے، اس ملک سے کمزور اور عاجز کر کے اور وہ ذلیل ہوں گے۔ ظاہر بات ہے کہ گھر کے مالک گھروں کو چھوڑ کر ضرورت کی چیزیں اٹھا کر اور باقی سب کچھ چھوڑ کر بھاگیں تو اس سے زیادہ ذلت کیا ہو گی۔

تختِ بلقیس :

تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو دھمکی دے کر روانہ کر دیا اور اپنی کابینہ کے افراد سے قَالَ کہا یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُا اے میرے درباریو! کابینہ کے افراد! اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ کون تم میں سے لائے گا میرے پاس اس کے تخت کو پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس مسلمان ہو کر۔ یہ ایک مہینے کا سفر تھا واپس گئے صورت حال سے آگاہ کیا ملکہ نے اپنے درباری بلائے اور مسلمان ہو گئی۔ اب وہ وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے وہاں سے چلی۔ جب قریب آ گئی تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا

کہ تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت لے کر آئے اس کے آنے سے پہلے۔ تخت بہت بڑا تھا اس میں سونے چاندی کا کام کیا ہوا تھا جواہرات جڑے ہوئے تھے قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ۔ عفریت کا معنیٰ ہے بڑا قد آور۔ جنات میں سے ایک بڑے قد آور جن نے کہا اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ حضرت میں اس کا تخت لاؤں گا آپ کے پاس پہلے اس سے کہ آپ کھڑے ہوں اپنی مجلس سے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے دفتر میں صبح آٹھ بجے پہنچتے تھے اور بارہ بجے تشریف لے جاتے تھے۔ یہ میں سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہوں باقی ان کا وقت ہوگا جو ہوگا۔ تو آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے میں لے آؤں گا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ اور بے شک میں اس پر قوی ہوں۔ وہ بڑا قد آور جن تھا اور امین بھی ہوں اس میں کوئی خیانت نہیں ہوگی کوئی چیز تخت کی اپنی جگہ سے ہلے گی نہیں۔ باقی واقعہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۴۳﴾ قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۳

قَالَ الَّذِیْ کہا اس شخص نے عِنْدَهٗ جس کے پاس عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ علم تھا کتاب کا اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ میں لا دیتا ہوں آپ کو وہ تخت قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ پہلے اس سے کہ لوٹے آپ کی طرف طَرْفُكَ آپ کی نگاہ فَلَمَّا رَاٰهُ پس جب دیکھا سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو مُسْتَقِرًّا رکھا ہوا عِنْدَهٗ اپنے پاس قَالَ فرمایا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ یہ میرے رب کی مہربانی ہے لِیَبْلُوَنِیْ تاکہ وہ میرا امتحان لے ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ کیا میں شکر ادا کرتا ہوں یا میں ناشکری کرتا ہوں وَمَنْ شَكَرَ اور جو شخص شکر کرتا ہے فَاِنَّمَا یَشْكُرُ

لِنَفۡسِهٖ پس بے شک وہ شکر ادا کرتا ہے اپنی ذات کے لیے وَمَنۡ كَفَرَ اور جو شخص ناشکری کرتا ہے فَاِنَّ رَبِّیۡ پس بے شک میرا رب غَنِیٌّ بے پرواہ ہے كَرِيۡمٌ عزت والا ہے قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے نَكِّرُوۡا لَهَا تبدیل کردو اس عورت کے لیے عَرۡشَهَا اس کا تخت نَنۡظُرۡ ہم دیکھتے ہیں اَتَهۡتَدِیۡۤ کیا وہ ہدایت پاتی ہے اَمۡ تَكُوۡنُ یا ہوتی ہے مِنَ الَّذِيۡنَ ان لوگوں میں سے لَا يَهۡتَدُوۡنَ جو نہیں سمجھتے فَلَمَّا جَآءَتۡ پس جس وقت وہ آئی قِيۡلَ کہا گیا اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت قَالَتۡ کہنے لگی كَاَنَّهٗ هُوَ گویا کہ یہ وہی ہے وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ اور دیئے گئے ہم علم مِنۡ قَبۡلِهَا اس سے پہلے وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ اور تھے ہم مسلمان وَ صَدَّهَا اور روکا اس کو مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ اس چیز نے کہ جس کی وہ عبادت کرتی تھی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اِنَّهَا كَانَتۡ بیشک وہ تھی مِنۡ قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ کافر قوم سے قِيۡلَ لَهَا کہا گیا اس کو ادۡخُلِی الصَّرۡحَ داخل ہو محل میں فَلَمَّا رَاَتۡهُ پس جس وقت دیکھا اس نے اس محل کو حَسِبَتۡهُ خیال کیا اس کو لُجَّةً گہرا پانی وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا اور ننگی کی اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں قَالَ فرمایا اِنَّهٗ صَرۡحٌ بے شک یہ محل ہے مُّمَرَّدٌ مزین کیا گیا مِّنۡ قَوَارِيۡرَ شیشوں سے قَالَتۡ کہنے لگی رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنی جان پر وَاَسۡلَمۡتُ اور میں اسلام لائی مَعَ سُلَيۡمٰنَ سلیمان علیہ السلام کے ساتھ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ پر

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کا واقعہ چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بڑی شاہی عطا فرمائی تھی۔ انسانوں، جنوں اور پرندوں پر ان کی حکومت تھی۔ ایک موقع پر انہوں نے حاضری لگائی تو ہد ہد کو غیر حاضر پایا۔ اس کا نام تفسیروں میں یعقور لکھا ہے۔ فرمایا مجھے ہد ہد نظر نہیں آرہا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ہد ہد آ گیا۔ فرمایا تو کہاں تھا؟ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائی تھیں۔ ہد ہد نے کہا کہ میں ملک سبا گیا تھا وہاں میں نے ایک عورت کو پایا کہ وہ حکمرانی کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو ضرورت کی ہر چیز عطا فرمائی ہے مگر وہ اور اس کی قوم سورج کی پوجا کرتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم غور کریں گے کیا تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے یہ میرا خط اس کو پہنچاؤ کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔ ملکہ بلقیس نے کابینہ کی رائے لینے کے بعد طے کیا ہم نے ان کے ساتھ جنگ نہیں کرنی بڑے تحائف بھیج کر عندیہ معلوم کرنا چاہتی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے تمام تحائف واپس کر دیئے اور ساتھ ساتھ اس سے دگنے چگنے اور بھیج دیئے اور ان کو بتا دیا کہ ہم مال کے طالب نہیں ہیں صرف تمہارے اسلام کے طالب ہیں، جس وقت وفد واپس پہنچا تو سمجھ گئی کہ بہتری اسلام قبول کرنے میں ہے۔ چنانچہ کابینہ کے افراد سے کہا کہ کلمہ پڑھ لو بہتر یہی ہے۔ کلمہ پڑھ کر وہاں سے چل پڑے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساتھیوں سے فرمایا کہ ان کے آنے سے پہلے مجھے ان کا تخت یہاں چاہیے۔ ایک بڑے قد آور جن نے کہا کہ میں تمہاری مجلس کے ختم ہونے سے پہلے پہلے لا کر دے دیتا ہوں۔ جو دفتری ٹائم تھا دو چار گھنٹے۔ انسان صحابیوں میں سے ایک نے کہا جس کا نام آصف برخیا تھا رحمہ اللہ تعالیٰ، کہ آپ نگاہ اٹھا کر

نیچے دیکھیں تو تخت تمہارے پاس پڑا ہوگا۔اس کا ذکر ہے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کہا اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا پڑھا لکھا آدمی تھا اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ میں لاکر دوں گا آپ کو وہ تخت قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ پہلے اس سے کہ لوٹے آپ کی طرف آپ کی نگاہ۔یعنی چشم زدن میں تخت لاکر دے دوں گا۔ یہ کرامت ہے اور ولی کی کرامت برحق ہے اور نبی کا معجزہ بھی برحق ہے۔ولی کی کرامت پیغمبر کی اتباع کی وجہ سے ہوتی ہے فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ جب دیکھا سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو رکھا ہوا اپنے پاس۔ان کے سامنے ٹکا ہوا تھا قَالَ فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام نے هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ یہ میرے رب کا فضل وکرم ہے کہ اتنا بڑا تخت جس میں سونا چاندی ہیرے موتی وغیرہ جڑے ہوئے تھے ایک مہینے کی مسافت سے میں آناً فاناً لے آیا ہوں یہ میرے رب کا فضل وکرم ہے۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ معجزہ کی طرح کرامت بھی فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر خلاف معمول اور خارق عادت کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔پس جس اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سورج ایک لحہ میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے اس کے لیے کیا مشکل تھا کہ وہ تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں ملک سبا سے شام پہنچا دے۔

اسم اعظم کی برکت :

علامہ جلال الدین تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو آصف برخیا نے اس وقت اسم اعظم سے دعا کی کہ یا اللہ وہ تخت لا دے۔چنانچہ وہ خدا کی قدرت سے زمین کے نیچے سے چلتا ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس آ نکا۔اس سے معلوم ہوا کہ آصف کا لانا یعنی ان کا

لانے کی نسبت اپنی طرف کرنا بایں معنٰی تھا کہ انہوں نے اسم اعظم کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی۔ اس کرامت کے اظہار میں آصف ؒ کا صرف یہ کام تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی۔ رہا تخت کو حقیقتاً سامنے لاکر رکھنا تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام تھا اور اسی کو حضرت سلیمان علیہ السلام یوں تعبیر فرماتے ہیں ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ یہ میرے پروردگار کا فضل وکرم ہے لِیَبْلُوَنِیْٓ تاکہ اللہ تعالیٰ میرا امتحان لے ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ کیا میں شکر ادا کرتا ہوں یا میں ناشکری کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ کو تو ہر چیز کا علم ہے یہ امتحان بندوں کے سامنے حقیقت واضح کرنے کے لیے ہوتا ہے وَمَنْ شَکَرَ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے وہ شکر ادا کرتا ہے اپنی ذات کے لیے کہ اس کا ثواب اور اجر اس کو ملے گا وَمَنْ کَفَرَ اور جس نے ناشکری کی تو اس سے خدا کا کچھ نہیں بگڑے گا فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ پس بے شک میرا پروردگار بے پرواہ ہے عزت والا ہے۔ وہ ہمارے شکر کا محتاج نہیں ہے وہ ہر وقت قابل تعریف ہے کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے۔ ایک ایک ذرہ آسمانوں کا ایک ایک ذرہ زمینوں کا اس کی تسبیح بیان کر رہا ہے۔ ریت کا ایک ایک ذرہ، پانی کا ایک ایک قطرہ اس کی تعریف کر رہا ہے قَالَ فرمایا نَکِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا اس کے تخت کو بدل دو اس کا حلیہ اور شکل بگاڑ دو ہیرے موتی نکال دو نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْٓ ہم دیکھتے ہیں کیا وہ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے اَمْ تَکُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ یا ہوتی ہے ان لوگوں میں سے جو نہیں سمجھتے حقیقت کو۔ اس تخت میں انہوں نے بڑا تغیر کیا۔ یہاں کی چیز نکال کر وہاں لگا دی وہاں کی یہاں لگا دی۔ کچھ چیزیں ویسے نکال دیں لیکن وہ بڑی سمجھدار تھی۔

ملکہ بلقیس سلیمان علیہ السلام کے دربار میں :

فَلَمَّا جَآءَتْ پس جب آئی ملکہ بلقیس اپنے عملے سمیت قِیْلَ کہا گیا اَھٰکَذَا عَرْشُکِ کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت۔ ہم نے سنا ہے تیرا تخت بہت بڑا ہے کیا وہ ایسا ہی ہے جیسے یہ ہے قَالَتْ کہنے لگی کَاَنَّهٗ هُوَ گویا کہ یہ وہی ہے۔ یہ میرا تخت ہی تو ہے اس میں تھوڑا بہت تغیر ہوا ہے لیکن ہے وہی وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا اور دیا گیا ہمیں علم اس سے پہلے کہ سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر چیز پر حکومت عطا فرمائی ہے ہمیں آپ کے کمالات کا علم وفد کے ذریعے ہو گیا تھا وَکُنَّا مُسْلِمِیْنَ اور تھے ہم مسلمان۔ ہم وہاں سے مسلمان ہو کے چلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور روکا تھا اس کو رب تعالیٰ کی عبادت کرنے سے اس چیز نے جس کی وہ عبادت کرتی تھی اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ سورج کی عبادت کرتی تھی اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ بے شک وہ کافر قوم کی ایک فرد تھی اس لیے وہ غیر اللہ کی عبادت میں لگی ہوئی تھی ورنہ وہ سمجھدار تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جس محل میں اس کو ٹھہرانا تھا اس کے صحن میں شیشے ایسے انداز سے جڑائے کہ خیال گزرتا تھا کہ یہ گہرا پانی ہے۔ بلقیس باوجود سمجھ دار ہونے کے نہ سمجھ سکی کہ یہ شیشے کا فرش بنا ہوا ہے جب وہاں سے گزرنے لگی تو اپنی پنڈلیاں ننگی کر لیں کہ میری شلوار نہ بھیگ جائے قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ اس کو کہا گیا داخل ہو جا محل میں فَلَمَّا رَاَتْهُ پس جس وقت اس نے دیکھا اس محل کو حَسِبَتْهُ لُجَّةً خیال کیا اس کو گہرا پانی وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا اور ننگی کیں اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں قَالَ فرمایا سلیمان علیہ السلام نے اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ بے شک یہ محل مزین کیا گیا ہے شیشوں سے۔ یہ شیشے کا محل ہے پانی نہیں ہے۔

سوال :

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنے میں کیا حکمت تھی۔ تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے سن رکھا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال بہت زیادہ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ جس عورت کی پنڈلیوں پر بال ہوں وہ خطرناک ہوتی ہے۔ حقیقت رب تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے یہ حکمت عملی اختیار کی تاکہ اس کی پنڈلیوں کو دیکھ لیں۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔ حقیقت وہ ہے جس کو امام رازیؒ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی عقل کی خامی کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ باوجود سمجھ ہونے کے عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ شیشے کو پانی سمجھ لیا ہے ایسے ہی سورج کی چمک دیکھ کر اس کو الٰہ سمجھ بیٹھی ہے۔ جس وقت سورج چڑھتا وہ قوم ہاتھ باندھ کر سورج کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے۔

غیر اللہ کے پجاری :

آج بھی چاند، سورج اور ستاروں کی پوجا کرنے والی قومیں دنیا میں موجود ہیں۔ چاند سورج تو درکنار درختوں کی پوجا کرنے والے، سانپوں، بچھوؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ بلکہ ہندوؤں میں ایک قوم ہے وام مارگی، اب بھی ہندوستان میں کافی تعداد میں موجود ہیں۔ وہ شرم گاہ کی پوجا کرتے ہیں۔ مرد عورتیں بالکل ننگے ہو کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں ہاتھ باندھ کر۔ مرد عورتوں کی شرم گاہوں کی پوجا کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کی شرمگاہوں کی پوجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی جڑ اور منبع ہے۔ جب عقل پر پردہ پڑ جائے تو پھر یہی کچھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے تو آدمی بہت کچھ سمجھ سکتا ہے۔ تو جب اس نے پنڈلیاں ننگی کیں تو

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں یہ پانی نہیں ہے قَالَتْ کہنے لگی رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ اب تک کفر شرک میں مبتلا رہی اور حقیقت کو نہیں سمجھ سکی۔ جس طرح یہاں نہیں سمجھ سکی وہاں بھی نہیں سمجھ سکی وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور میں اسلام لائی ہوں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ، مسلمان ہو چکی ہوں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔ اب رب تعالیٰ کے سامنے جھکنا ہے سورج کی پوجا نہیں کرنی نہ کسی اور چیز کی پوجا کرنی ہے۔

۞ ۞ ۞

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ كَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے اِلٰى ثَمُوْدَ قوم ثمود کی طرف اَخَاهُمْ ان کے بھائی صٰلِحًا صالح علیہ السلام اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (انہوں نے کہا) کہ تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی فَاِذَا هُمْ پس اچانک وہ فَرِيْقٰنِ دو گروہ بن گئے يَخْتَصِمُوْنَ لڑنے جھگڑنے لگ گئے قَالَ فرمایا صالح علیہ السلام نے يٰقَوْمِ اے میری قوم لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ کیوں جلدی طلب کرتے ہو بِالسَّيِّئَةِ تکلیف کو قَبْلَ الْحَسَنَةِ راحت اور آرام سے پہلے لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ کیوں نہیں معافی مانگتے اللہ تعالیٰ سے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا

جائے قَالُوا کہنے لگے اِطَّیَّرْنَا بِکَ ہمارے لیے بُرا شگون ہے تمہاری وجہ سے وَ بِمَنْ مَّعَکَ اوران کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ ہیں قَالَ فرمایا طٰٓئِرُکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تمہاری نحوست اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ بلکہ تم ایسی قوم ہو تُفْتَنُوْنَ جو فتنے میں ڈال دی گئی ہے وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ اور تھے اس شہر میں تِسْعَةُ رَهْطٍ نو افراد یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فساد مچاتے تھے زمین میں وَلَا یُصْلِحُوْنَ اور اصلاح نہیں کرتے تھے قَالُوْا کہنے لگے تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ قسم کھاؤ اللہ کے نام کی لَنُبَیِّتَنَّهٗ البتہ ہم رات کو حملہ کریں گے صالح علیہ السلام پر وَاَهْلَهٗ اور اس کے گھر والوں پر ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ پھر ہم ضرور کہیں گے لِوَلِیِّهٖ اس کے وارثوں کو مَا شَهِدْنَا ہم حاضر نہیں تھے مَهْلِکَ اَهْلِهٖ اس کے گھر کے افراد کی ہلاکت کے وقت وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بے شک البتہ ہم سچے ہیں وَمَکَرُوْا اور انہوں نے تدبیر کی مَکْرًا تدبیر کرنا وَّ مَکَرْنَا مَکْرًا اور ہم نے بھی تدبیر کی تدبیر کرنا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے فَانْظُرْ پس دیکھو کَیْفَ کَانَ کیسے تھا عَاقِبَةُ مَکْرِهِمْ ان کی تدبیر کا انجام اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ بے شک ہم نے ان کو ہلاک کر دیا وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِیْنَ اور ان کی ساری قوم کو فَتِلْکَ بُیُوْتُهُمْ پس یہ ان کے گھر ہیں خَاوِیَةً خالی بِمَا ظَلَمُوْا اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً بے شک اس میں نشانی ہے لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے وَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو

ایمان لائے وَكَانُوا يَتَّقُونَ اور وہ تھے بچتے۔

گزشتہ قوموں کے احوال بیان کرنے کی وجہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنے والی نسلوں کی اصلاح کے لیے پہلی تباہ شدہ نافرمان قوموں کے حالات بیان فرمائے ہیں کہ نافرمانی کی وجہ سے وہ دنیا میں کیسے تباہ ہوئیں۔ قبر حشر کا عذاب اور آخرت کا عذاب علیحدہ ہے لہٰذا تم ان نافرمانیوں سے بچ جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد قوم عاد تھی۔ ان کی طرف پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے۔

قومِ صالح علیہ السلام کا واقعہ :

عاد قوم کے بعد ثمود قوم تھی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے ان کا علاقہ حجر تھا۔ یہ علاقہ اب سعودیہ میں ہے خیبر سے کافی دور ہے آج بھی بڑی بڑی چٹانوں میں بنے ہوئے مکانات وہاں موجود ہیں مگر ان میں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔ ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی بڑی مخالفت کی یہاں تک کہ ان کو بمع اہل خانہ شہید کرنے کا منصوبہ بنایا جس کا ذکر ابھی آئے گا۔ آخر دم تک وہ لوگ کفر شرک پر ڈٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے رسول بنا کر بھیجا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ثمود قوم کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو۔ بھائی اس لیے فرمایا کہ وہ بھی اس قوم کے ایک فرد تھے ورنہ یہ پیغمبر ہیں مومن ہیں قوم کافر ہے۔ جیسے ہم پاکستان میں رہنے والوں کو کہیں برادران وطن۔ برادران وطن میں عیسائی ہیں، ہندو، سکھ، پارسی، یہودی بھی ہیں وہ سب اس میں آجائیں گے۔ البتہ برادران ملت کہنے میں صرف مسلمان آئیں گے ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ شامل نہیں ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغمبر نے تعلیم شروع کی قوم کو خطاب کیا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ یہ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور

جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا پہلا سبق یہی تھا یٰـقَوۡمِ اعۡبُدُوۡا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰـهٍ غَيۡرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہے، فریادرس، دستگیر، حاکم، مقنن نہیں ہے فَـاِذَا هُـمۡ فَـرِيۡقٰنِ پس وہ دو فریق بن گئے پیغمبر کے آنے کے بعد يَـخۡتَـصِمُوۡنَ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگ گئے۔ دو گروہوں سے مراد یہ ہے کہ ایک گروہ وہ جس نے پیغمبر کا کلمہ پڑھا اور دوسرا گروہ وہ جنہوں نے کلمہ نہیں پڑھا مخالف تھے۔ اور طبعی بات ہے کہ جب نظریات اور عقائد مختلف ہوں تو جھگڑا ہوتا ہے۔ کچھ تھوڑے سے لوگ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ بھی تھے ان کا کافروں مشرکوں کے ساتھ جھگڑا ہوتا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ گھر کے افراد میں سے ایک بھائی نے کلمہ پڑھا اور دوسرے نے نہیں پڑھا، باپ نے نہیں پڑھا بیٹے نے پڑھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب ان کو نافرمانی پر کفر و شرک پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو کہنے لگے کہ جس عذاب کی آپ ہمیں دھمکی دیتے ہیں دیر کس چیز کی ہے جلدی لاؤ وہ عذاب ہم تو آپ کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے قَالَ فرمایا يٰقَوۡمِ لِـمَ تَسۡتَـعۡجِلُوۡنَ بِـالسَّيِّئَةِ اے میری قوم کیوں جلدی طلب کرتے ہو برائی، عذاب کیوں مانگتے ہو قَبۡـلَ الۡـحَسَنَةِ بھلائی سے پہلے، راحت سے پہلے۔ رب تعالیٰ سے راحت رحمت مانگو تکلیف اور عذاب نہ مانگو۔

اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں بھلائی مانگنی چاہیے :

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ایک نوجوان صحابی تھے بڑے مستعد، پھرتیلے کام بڑی تیزی کے ساتھ کرتے تھے۔ وہ چند دن آنحضرت ﷺ کو نظر نہ

آئے۔آپ ﷺ نے فرمایا فلاں جوان نظر نہیں آرہا کہاں ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ حضرت ہم معلوم کر کے بتائیں گے اس کے گھر جا کر معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے اور بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گیا ہے ابوداؤد شریف میں کَاَنَّهٗ فَرْخٌ کے لفظ آتے ہیں گویا کہ چڑیا کا بچہ ہے جس کے ابھی پر نہیں اُگے۔ساتھیوں نے آکر بتلایا کہ حضرت! وہ اتنا بیمار ہے کہ کروٹ نہیں بدل سکتا۔آنحضرت ﷺ اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے دیکھا تو وہ واقعی کمزور ہو چکا تھا۔فرمایا سبحان اللہ! تجھے کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا حضرت! میں نے دعا کی ہے کہ اے پروردگار! جو سزا آپ نے مجھے مرنے کے بعد دینی ہے وہ مجھے دنیا میں ہی دے دیں تاکہ مرنے کے بعد میری زندگی صاف ستھری ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! تو نے اللہ تعالیٰ سے تکلیف مانگی ہے راحت مانگنی چاہیے تھی هَلَّا قُلْتَ ”آپ نے ایسی دعا کیوں نہیں کی رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ [سورۃ البقرہ] ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور بچا ہمیں آگ کے عذاب سے۔“

تو جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے کہا کہ آپ جس عذاب کی دھمکی دیتے ہیں وہ لاتے کیوں نہیں تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا اے میری قوم! کیوں جلدی مانگتے ہو برائی اور تکلیف بھلائی سے پہلے لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ کیوں نہیں معافی مانگتے اللہ تعالیٰ سے کفر شرک سے باز آجاؤ اور رب تعالیٰ سے معافی مانگو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔قَالُوا لوگوں نے کہا اِطَّيَّرْنَا بِكَ اصل میں تھا تَطَيَّرْنَا۔ تا کو طا کیا اور پھر تا کا طا میں ادغام کر دیا۔پہلے حرف ساکن تھا تو ہمزہ وصلی لے آئے اِطَّيَّرْنَا ہو گیا تَطَيَّرَ کا معنیٰ ہوتا ہے پرندے اڑانا۔ان لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی کام کے لیے

صبح سویرے گھر سے نکلتے جو قریب درخت ہوتا اس پر پتھر مارتے اس پر جو پرندے ہوتے اگر وہ دائیں طرف اڑتے تو کہتے میرا کام ہوگیا اور اگر پرندے بدحواس ہوکر بائیں طرف اڑتے تو کہتے میرا کام نہیں ہوگا۔ تو وہ پرندوں کو اڑا کر نیک فالی اور بدفالی حاصل کرتے تھے۔ بھئی! پرندوں کے اڑنے کے ساتھ تمہارے کام کا کیا تعلق ہے۔ کوئی عقلی طور پر یا نقلی طور پر عارضی یا عادی طور پر کوئی تعلق ہے پرندوں کے اڑنے کا تیرے کام کے ساتھ۔ جب ان کو پتھر مارو گے تو وہ بدحواس ہوکر یا دائیں اڑیں گے یا بائیں اڑیں گے۔ تو وہ پرندے اڑاتے تھے نیک فالی یا بدفالی حاصل کرنے کے لیے جیسے آج کل بھی بعض جاہلوں میں یہ بات ہے کہ کوا بولا تو کہتے ہیں کہ مہمان آئے گا۔

؎ منگل بدھ نہ جاویں پہاڑ جیتی بازی آویں ہار

کہ منگل اور بدھ کو پہاڑی سفر نہ کرو کیونکہ اگر تم کامیاب بھی ہو تو ناکام ہوکر آؤ گے۔ حالانکہ بھائی حقیقت یہ ہے کہ دنوں میں نہ نحوست ہے نہ سعادت ہے۔ نحوست اور سعادت ہمارے اعمال میں ہے۔ کہنے لگے ہم نے تمہاری وجہ سے بدفالی حاصل کی ہے۔ وہ نحوست کیا تھی؟ بارش کا نہ ہونا تھا۔ تو ان کے کفر اور شرک کی وجہ سے، پیغمبر کی مخالفت کی وجہ سے لیکن الٹی گنگا کہ ذمہ داری حضرت صالح علیہ السلام پر ڈال دی اور ان کے مومن ساتھیوں پر کہ ان کی وجہ سے بارشیں نہیں ہو رہیں۔ کہنے لگے ہم نے بدفالی حاصل کی ہے بِکَ آپ کی وجہ سے وَ بِمَنْ مَّعَکَ اور ان کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ ہیں قَالَ فرمایا طٰٓئِرُکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ تمہاری نحوست اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تمہارے کفر، شرک اور نافرمانی کی وجہ سے ہماری توحید کی وجہ سے نہیں، رسالت پر یقین رکھنے کی وجہ سے نہیں، آخرت کا عقیدہ ماننے کی وجہ سے نہیں بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ بلکہ تم

ایسی قوم ہو جو فتنے میں مبتلا کی گئی ہو۔تم اپنے گناہ اور قصور کو نہیں دیکھتے الٹا ہمارے ذمے لگاتے ہو وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ اور تھے حجر شہر میں۔اس شہر کا نام حجر تھا اور اسی نسبت سے سارے علاقے کو حجر کہتے تھے۔تو اس حجر شہر میں تِسْعَةُ رَهْطٍ نو افراد تھے يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فساد مچاتے تھے زمین میں وَلَا يُصْلِحُوْنَ اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔یہ نو غنڈے بدمعاش تھے ان کے سردار کا نام قیدار بن ثعلب تھا۔قذار بھی لکھ دیتے ہیں۔ درمیانے قد کا گربہ چشم تھا بلی جیسی آنکھوں والا بڑا شریر آدمی تھا اس کے آٹھ آدمی اور تھے۔ یہ نو غنڈوں کی، بدمعاشوں کی جماعت تھی وہاں ایک بیوہ عورت تھی جس کا نام عنیزہ بنت غنم تھا۔اس کی جوان لڑکیاں تھیں اس کے پاس کافی تعداد میں بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے وہاں ایک پانی کا چشمہ تھا ان لوگوں کے مطالبے پر جو اللہ تعالیٰ نے چٹان سے اونٹنی نکالی تھی حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اونٹنی ہے۔'' ایک دن چشمے سے پانی یہ پیے گی اور ایک دن تمہارے جانور۔ان لوگوں کے جانور کافی تھے۔عنیزہ بی بی کے بھی کافی جانور تھے جب ان کی باری ہوتی تھی عنیزہ کے کچھ جانور پیاسے رہ جاتے تھے۔اس نے قیدار بن ثعلب کو کہا کہ میری جوان لڑکیوں میں سے جس کا چاہو رشتہ لے لو مگر صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو راستے سے ہٹاؤ۔اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کیا۔کہنے لگے پہلے صالح علیہ السلام کو اہل خانہ سمیت قتل کرو پھر اونٹنی کو ختم کرنا ہے۔دوسروں نے کہا نہیں پہلے اونٹنی کو کاٹو پھر صالح علیہ السلام کا کام کریں گے۔تو فرمایا تھے شہر میں نو آدمی جو فساد مچاتے تھے زمین میں اور اصلاح نہیں کرتے تھے قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ ان غنڈوں نے کہا قسمیں اٹھاؤ اللہ تعالیٰ کی لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ کہ ہم رات کے وقت صالح علیہ السلام اور اس کے گھر والوں پر حملہ کر کے ہلاک کر دیں گے ثُمَّ

لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّہٖ پھران کے وارثوں کوکہیں گے مَا شَھِدْنَا مَھْلِکَ اَھْلِہٖ ہم حاضرنہیں تھےاس کے گھر کے افراد کی ہلاکت کے وقت وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بے شک ہم سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَکَرُوْا مَکْرًا اورانہوں نے تدبیر کی تدبیر کرنا۔حضرت صالح علیہ السلام اوران کے گھر والوں کوشہید کرنے کی وَّ مَکَرْنَا مَکْرًا اور ہم نے بھی تدبیر کی تدبیر کرنا وَّ ھُمْ لَایَشْعُرُوْنَ اوران کوشعور بھی نہیں تھا۔انہوں نے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں۔تفسیروں میں آتا ہے کہ جس وقت انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں تو اونٹنی نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور بڑبڑائی، آواز نکالی۔حضرت صالح علیہ السلام نے آواز سنی تو دوڑتے ہوئے آئے۔دیکھا تو اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں تھیں۔قوم سے فرمایا دیکھو! رب تعالیٰ نے تمہیں تین دن کی مہلت دی ہے تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ [ہود:۶۵] ''فائدہ اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن تک یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا مثلاً آج جمعرات کا دن ہے فرمایا آج کے دن تمہارے چہرے سیاہی مائل ہوں گے کل بالکل سیاہ ہو جائیں گے پرسوں بالکل شکلیں بدل جائیں گی اور چوتھے دن تباہ ہو جاؤ گے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو تین دن کی مہلت دی توبہ کرلیں مگر جب انسان کا دل سیاہ ہو جائے تو خیر کی بات دل میں نہیں آتی۔خدا کرے کسی کا دل کالا نہ ہو۔حجر اسود کے بارے میں احادیث کے اندر آتا ہے یَاقُوْتٌ مِّنْ یَوَاقِیْتِ الْجَنَّةِ ''ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنت کے موتیوں میں سے موتی ہے۔'' یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا سورج کی طرح اس کی چمک تھی سَوَّدَتْهُ خَطَایَا بَنِیْ اٰدَمَ بنی آدم کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا ہے۔'' اور جامع الصغیر کی روایت میں ہے سَوَّدَتْهُ خَطَایَا الْمُشْرِکِیْنَ ''مشرکین کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا ہے۔'' حجر اسود

خطاؤں سے کالا ہوگیا ہے ہمارا دل گناہوں سے کالا کیوں نہیں ہوگا؟

گناہ کی نحوست :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑجاتا ہے۔ دوسرا گناہ کیا دوسرا نکتہ، تیسرا گناہ کیا تیسرا نکتہ پڑگیا، یہ گناہ کرتا گیا کالے نکتے پڑتے گئے یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہوجاتا ہے دل پر زنگ چڑھ جاتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ نیکی کی رغبت ختم ہوجاتی ہے اور برائی کی طرف میلان ہوتا ہے۔ پھر تین دن کے بعد ان پر عذاب نازل ہوا۔ رجفہ کا لفظ بھی آتا ہے زلزلہ آیا اور صیحہ کا لفظ بھی آتا ہے، آواز۔ جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی سی آواز نکالی وہ جہاں جہاں تھے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور زلزلے میں تباہ ہوگئے مجرم قوم کا ایک فرد بھی نہ بچا۔ فرمایا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ پس دیکھو کیسا تھا ان کی تدبیر کا انجام اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ بے شک ہم نے ان کو ہلاک کردیا اور ان کی ساری قوم کو فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً پس یہ ان کے گھر ہیں خالی ان میں بسنے والا کوئی نہیں ہے بِمَا ظَلَمُوْا اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں نشانی ہے لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور وہ تھے بچتے شرک سے، کفر سے، خدا کی نافرمانی سے۔

۞۞۞

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ

لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

وَلُوْطًا اور بھیجا ہم نے لوط علیہ السلام کو رسول بنا کر اِذْ قَالَ جب فرمایا لوط علیہ السلام نے لِقَوْمِهٖۤ اپنی قوم کو اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کیا تم کرتے ہو بے حیائی وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ اور تم دیکھتے ہو اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کے لیے مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ عورتوں کو چھوڑ کر بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ بلکہ تم قوم ہو جاہل فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ پس نہیں

تھا جواب ان کی قوم کا اِلَّآ اَنْ قَالُوْآ مگر یہ کہ کہا انہوں نے اَخْرِجُوْآ اٰلَ لُوْطٍ
نکال دو لوط علیہ السلام کے گھرانے کو مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اپنی بستی سے اِنَّهُمْ اُنَاسٌ
بے شک یہ لوگ يَّتَطَهَّرُوْنَ ستھرے بنتے ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ پس ہم نے
نجات دی لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ سوائے ان کی بیوی
کے قَدَّرْنٰهَا مقدر کر دیا تھا ہم نے اس کے بارے میں مِنَ الْغٰبِرِيْنَ کہ وہ پیچھے
رہنے والوں میں ہوگی وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور برسائی ہم نے ان پر بارش
فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ پس بری ہوئی بارش ان لوگوں کی جو ڈرائے ہوئے تھے
قُلِ آپ کہہ دیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں وَسَلٰمٌ اور
سلام ہے عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر جن کو اس
نے ۰ ءٰٓاللّٰهُ خَيْرٌ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے اَمَّا يُشْرِكُوْنَ یا وہ جن کو وہ
شریک کرتے ہیں اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کون ہے جس نے پیدا کیا
آسمانوں کو اور زمین کو وَاَنْزَلَ لَكُمْ اور اتارا اس نے تمہارے لیے مِّنَ
السَّمَآءِ مَآءً آسمان کی طرف سے پانی فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ پس اگائے ہیں ہم نے اس
کے ساتھ حَدَآئِقَ باغات ذَاتَ بَهْجَةٍ بارونق مَا كَانَ لَكُمْ تمہارا کام نہیں
ہے اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا کہ تم اگاؤ باغات کے درخت ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ
تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ بلکہ یہ لوگ انحراف کرتے
ہیں اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا بھلا کون ہے جس نے بنایا ہے زمین کو قرار گاہ وَّ

جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا اور بنائی ہیں زمین کے درمیان نہریں وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ اور رکھے ہیں ان میں بوجھل پہاڑ وَجَعَلَ اور بنایا ہے بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا دو دریاؤں کے درمیان پردہ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا کوئی الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ ان کی اکثریت نہیں جانتی۔

لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ :

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ یہ عراق کے دارالخلافہ میں رہتے تھے۔ اس وقت اس جگہ کا نام کوثی بروزن طوبیٰ تھا۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بابل ہے۔ اب یہ چھوٹا سا قصبہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی یہی رہتے تھے۔ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا ہی نام ہے۔ کچھ لوگوں نے ویسے ہی تاویلیں کی ہیں اور تاویلیں کس کس جگہ کریں گے؟ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے حدیث میں نام آزر ہے۔ تو آزر کے ایک بیٹے ابراہیم علیہ السلام تھے اور دوسرے بیٹے کا نام حاران تھا، ’ح‘ حلوے والی۔ لوط علیہ السلام حاران کے بیٹے تھے۔ اس علاقے میں صرف یہ تین بزرگ حق پر تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد تقریباً اسّی سال قوم میں گزارے اور بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ تم عراق سے شام کی طرف ہجرت کر جاؤ اور دمشق میں لوگوں کو تبلیغ کرو۔ راستے میں کسی جگہ پر حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت ملی اور حکم ہوا کہ بستی سدوم میں جا کر لوگوں کو تبلیغ کرو۔ سدوم بڑا شہر تھا یہ دس میل میں پھیلا ہوا تھا آج کل اس کی جگہ بحر میت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلُوْطًا اور یاد کرو لوط علیہ السلام کا قصہ اور بھیجا ہم نے لوط علیہ السلام کو رسول بنا کر اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم کو وہ قوم جس کی طرف ان کو رسول بنا کر بھیجا گیا جن کا مرکزی شہر سدوم تھا۔ کیا کہا قوم کو؟ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کیا تم کرتے ہو بے حیائی وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ اور تم دیکھتے بھی ہو یعنی تم سمجھتے بھی ہو کہ یہ بُرا کام ہے پھر بھی اس کا ارتکاب کرتے ہو۔ وہ بے حیائی کیا تھی؟ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بے شک تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کرتے ہوئے اپنی شہوت مردوں پر پوری کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر۔ اللہ تعالیٰ نے مرد بھی پیدا فرمائے ہیں اور عورتیں بھی اور نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لیے نکاح کا حکم فرمایا ہے کہ جائز طریقے سے تم اپنی شہوت کو پورا کرو لیکن وہ قوم اس سے ہٹ کر ہم جنس پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔

ہم جنس پرستی :

حدیث پاک میں آتا ہے اُقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ ''جو مرد آپس میں بے حیائی کریں دونوں کو قتل کر دو۔'' اور حال یہ ہے کہ یورپ کے بعض ممالک میں یہ قانون پاس ہو چکا ہے کہ مرد مرد سے نکاح کر سکتا ہے اور بعض علاقوں والے اس قانون کے پاس کرانے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ان بے حیا قوموں میں انسانیت ختم ہوگئی ہے اور کہتے ہیں کہ اس میں حرج کیا ہے؟

فرمایا بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ بلکہ تم قوم ہو جاہل۔ بے سمجھ لوگ ہو اللہ تعالیٰ نے شہوت رانی کے لیے دوسری جنس بنائی ہے عورتیں پیدا فرمائی ہیں مگر تم یہ کام مردوں کے ساتھ کرتے ہو۔ اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۶۸ میں۔ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ

''بے شک میں تمہارے اس فعل سے نفرت کرتا ہوں۔'' قرآن پاک میں زنا اور لواطت دونوں کو فحش کہا گیا ہے بلکہ لواطت زنا سے بھی قبیح فعل ہے۔ یہ خلاف فطرت ہے۔ یہ اتنا برا فعل ہے کہ سوائے بندروں کے کوئی دوسرا جانور بھی پسند نہیں کرتا۔ بندر کو اسی وجہ سے ذلیل جانور کہا گیا ہے۔ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ پس نہیں تھا جواب لوط علیہ السلام کی قوم کا اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر یہ کہ کہا انہوں نے اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ نکال دو لوط علیہ السلام کے گھرانے کو اپنی بستی سے۔ اسی کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ مجرموں کو نکالنا چاہیے یا نیکوں کو؟ مگر جب مجرم زیادہ ہو جائیں تو نیکوں پر سختیاں ہو جاتی ہیں۔ کیوں نکالو؟ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ بے شک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں۔ انداز گفتگو دیکھو! کہ یہ پاک بنتے پھرتے ہیں۔ بھئی! یہ پاک بنتے نہیں پھرتے بلکہ وہ حقیقتاً پاک ہیں فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ پس ہم نے نجات دی لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی کو نجات نہیں ملی۔ حضرت لوط علیہ السلام بیوی پیچھے سے تو نہیں لائے تھے اسی قوم میں شادی ہوئی مگر وہ اسلام نہیں لائی۔ اس وقت مسلمان کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے سولہ سال بعد تک کافروں کے ساتھ نکاح جائز رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی تین بیٹیاں پہلے کافروں کے نکاح میں تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت زینب ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ایک عورت تھی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی وجہ سے ان کی کنیت ام بکر پڑی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابوبکر کہلائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی کوشش کی مگر وہ مسلمان نہیں ہوئی۔ کہتی تھی رب مجھے اسلام سے بچائے۔ جب دوسرے پارے کی یہ آیات نازل

ہوئیں وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ ''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کر یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ اور البتہ مومن لونڈی بہتر ہے مشرک عورت سے وَلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ چاہے وہ تم کو کتنی اچھی معلوم ہو وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا اور نہ نکاح کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کے ساتھ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ اور البتہ مومن غلام بہتر ہے مشرک سے وَلَوْ اَعْجَبَکُمْ چاہے وہ تمہیں اچھا معلوم ہو۔'' اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد مشرکوں سے نکاح منسوخ ہو گیا۔

رشتہ کرنے میں احتیاط کرنی چاہیے :

یاد رکھنا! رشتہ کرتے وقت پہلے عقیدہ دیکھو! بچہ بچی مشرک تو نہیں کافر تو نہیں تاکہ اولاد کا ایمان خراب نہ ہو۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ ہم شکل دیکھتے ہیں، کوٹھیاں کاریں دیکھتے ہیں، مال دیکھتے ہیں، دنیاوی تعلیم دیکھتے ہیں، عقیدے کی طرف نگاہ کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ آخرت کی فکر کرو دنیا تو گزر ہی جائے گی۔

حضرت ابو الدرداء مشہور صحابی ہیں ان کی لڑکی جوان ہو گئی رشتہ داروں نے رشتہ تلاش کیا اور کہا حضرت آپ لڑکی فلاں جگہ دے دیں۔ فرمایا میں لڑکی وہاں نہیں دوں گا۔ رشتہ داروں نے کہا حضرت کیوں؟ کیا وجہ ہے؟ کیا لڑکے کی شکل اچھی نہیں بیکار ہے؟ فرمایا نہیں شکل عقل اچھی ہے پڑھا لکھا دین دار پرہیز گار ہے سارا گھرانہ دین دار ہے مگر ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں میری بیٹی کو ساس کی خدمت کا موقع میسر نہیں ہو گا جس سے اس کی آخرت ماری جائے گی اس لیے میں بیٹی وہاں دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ آخرت کا کتنا فکر ہے؟ آج تو ایسے لوگ بھی ہیں جو رشتہ کرتے وقت کہتے ہیں ہماری لڑکی

روٹی نہیں پکائے گی، کپڑے نہیں دھوئے گی، جھاڑو نہیں پھیرے گی۔ اس کوٹرے میں تیار روٹی ملنی چاہیے۔

یاد رکھنا! اور عورتیں اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھیں۔ یہ جو گھر کے کام کاج ہیں مثلاً بچوں کو نہلانا، تیار کرنا، کپڑے دھونا، روٹی پکانا اور کھلانا، جھاڑو پھیرنا، ان کا ثواب نفلی نماز روزے سے زیادہ ہے۔ تو فرمایا ان کی بیوی کو نجات نہ ملی قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ مقدر کر دیا تھا ہم نے اس کے بارے میں کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی۔ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم تھا کہ آپ جلدی سے یہاں سے چلے جائیں کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ہم نے اس علاقے کو الٹا دینا ہے۔ وہ تشریف لے گئے اور یہ پیچھے رہ گئی معذبین میں۔ اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے۔

پہلا عذاب: فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ [سورۃ القمر] ''ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔'' آنکھوں کی بینائی ختم کر دی۔ دوسرے عذاب کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا اور برسائی ہم نے ان پر بارش پتھروں کی فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ پس بری ہوئی بارش ان لوگوں کی جو ڈرائے ہوئے ہیں۔ تیسرا عذاب: ڈراؤنی آواز تھی۔ چنانچہ سورۃ النحل میں صیحہ کے لفظ آتے ہیں اور چوتھا عذاب: فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [سورۃ ہود] ''پس ہم نے بستی کو الٹ کر اوپر نیچے کر دیا۔'' اس مقام پر بحیرہ مردار ہے وہاں پر کسی قسم کی مچھلی یا دریائی جانوروں کی قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ حالانکہ چھوٹے چھوٹے تالابوں میں بھی کیڑے مچھلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اے پیغمبر! آپ کہہ دیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ نافرمانوں کی تباہی کا حال بیان کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کی گئی ہے کہ اچھا ہوا یہ لوگ

اپنے انجام کو پہنچ گئے ورنہ دنیا میں مزید فتنہ فساد کا سبب بنتے جیسا کہ سورۃ الانعام آیت نمبر ۴۵ میں ہے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔'' پہلی بات اللہ تعالیٰ کی تعریف اور دوسری یہ کہ ہر اہم کام کی ابتداء سے پہلے وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اور سلام ہے اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر جن کو اس نے چنا ہے۔ حمد و سلام کے بعد فرمایا ءٰٓاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ لوگ اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔

وحدانیت باری تعالیٰ پر عقلی دلائل :

آگے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقلی دلائل ہیں جن پر غور کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ آسمان و زمین اور ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ دہریوں کی قلیل تعداد کے علاوہ ہر مذہب کے لوگ صرف اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے ہیں۔ سورہ زمر آیت نمبر ۶۲ میں ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ''ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔'' باقی سب مخلوق ہے۔ عرش سے لے کر فرش تک، ملائکہ سے لے کر جنات تک ہر چیز مخلوق ہے۔ تو فرمایا بتلاؤ ارض و سماء کا خالق کون ہے؟ دوسری دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا اچھا یہ بتلاؤ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا اس نے آسمان کی طرف سے پانی۔ تمہارے لیے بارش کون برساتا ہے بارش برسانا بھی مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔ پھر خود ہی فرمایا بارش کے نتیجے میں فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ پس اگائے ہیں ہم نے اس پانی کے ذریعے باغات بارونق۔ حدیقہ اس باغ کو کہتے ہیں جس

کے ارد اگرد دیوار یا جھاڑیوں کی باڑ ہو ورنہ عام باغ کو بستان کہتے ہیں ۔فرمایا مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا تمہارے بس کی بات نہیں ہے کہ باغات کے درختوں کو اگا سکو یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں ۔فرمایا جب ان میں سے کوئی چیز بھی کسی کے اختیار میں نہیں ہے تو پھر بتلاؤ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے جس نے ان میں سے کوئی کام کیا ہو؟ نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیوں بناتے ہو؟ کبھی اللہ تعالیٰ کی صفت میں دوسروں کو شریک کرتے ہو اور کبھی عبادت میں شریک کرتے ہو۔ایسا کیوں کرتے ہو؟ فرمایا حقیقت یہ ہے بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ بلکہ یہ لوگ انحراف کرتے ہیں حقائق سے اعراض کرتے ہیں اور يَعْدِلُوْن کا معنٰی دوسروں کو برابر کرنا بھی ہے گویا کہ یہ لوگ بڑے ظالم اور ناانصاف ہیں کہ اتنی واضح دلیلوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو برابر ٹھہراتے ہیں ۔فرمایا زمین کی تخلیق کے بعد اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا بھلا کون ہے جس نے بنایا زمین کو قرارگاہ یعنی ٹھہرنے کی جگہ کس نے بنایا ۔نہ تو اتنی سخت ہے کہ اُکھاڑی نہ جاسکے اور نہ اتنی نرم ہے کہ انسان اس میں دھنس جائے وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا اور بنائیں اس زمین کے درمیان نہریں ۔اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ پہاڑوں پر بارش ہوتی ہے اور دریاؤں ندیوں کی صورت میں میدانی علاقوں کو سیراب کرتی ہے وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ اور زمین پر بوجھل پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین ڈولنے نہ پائے ۔زمین پر پہاڑ اسی نے ٹکائے ہیں وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا اور بنایا دو دریاؤں کے درمیان پردہ ۔آڑ پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے میٹھا کڑوا پانی آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے ۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہیں تو بھلا بتاؤ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا کوئی اور الہ ہے جو ان میں سے کوئی کام کر

سکے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا معبود تو کوئی نہیں ہے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ ان کی اکثریت نہیں جانتی۔ اکثر لوگ بے علم اور بے سمجھ ہیں جو ان تمام دلائل کے باوجود شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔

۞۞۞

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَؕ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَؕ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُؕ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ۫ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ع

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ بھلا کون ہے وہ ذات جو قبول کرتی ہے مجبور اور بے کس کی دعا کو اِذَا دَعَاهُ جب وہ اس سے دعا کرتا ہے وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ اور دور کرتا ہے تکلیف کو وَ یَجْعَلُكُمْ اور بناتا ہے تمہیں خُلَفَآءَ الْاَرْضِ زمین میں خلیفہ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا ہے کوئی دوسرا الٰہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ بھلا کون ہے وہ ذات جو راہنمائی کرتی ہے تمہاری خشکی کے اندھیروں میں وَ الْبَحْرِ اور سمندر کے اندھیروں میں وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ اور کون ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ جو خوشخبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے

پہلے ءَ اِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا ہے کوئی دوسرا الٰہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ بھلا کون ہے جو ابتداء کرتا ہے پیدائش کی ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہ اس کو لوٹائے گا وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ اور کون ہے جو رزق دیتا ہے تمہیں آسمان سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے ءَ اِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اور کوئی الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ قُلْ آپ کہہ دیں هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ لاؤ اپنی دلیل اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ کہہ دیں لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ نہیں جانتے وہ جو آسمانوں میں ہیں وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں الْغَيْبَ غیب کو اِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ تعالیٰ کے وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے کس دن ان کو کھڑا کیا جائے گا بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ بلکہ گر گیا ہے ان کا علم فِى الْاٰخِرَةِ آخرت کے بارے میں بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْهَا بلکہ وہ شک میں ہیں قیامت کے بارے میں بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ بلکہ وہ قیامت سے اندھے ہیں۔

اثباتِ توحید وتردید شرک :

اس رکوع میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پرزور الفاظ میں توحید کا اثبات کیا ہے اور شرک کا رد کیا ہے۔ یاد رکھنا! تمام نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی توحید ہے اور تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ گذشتہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کا ذکر تھا کہ آسمان زمین کس نے بنائے، بارش کس نے نازل کی ہے، باغات کے درخت کس

نے اگائے ہیں زمین کو جائے قرار کس نے بنایا ہے، زمین میں پہاڑ کس نے بنائے ہیں، دو دریاؤں کے درمیان پردہ کس نے بنایا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہے جو یہ کام کر سکے؟ اور کوئی ذات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ بھلا وہ کون ذات ہے جو قبول کرتی ہے مجبور اور بے کس کی دعا کو اِذَا دَعَاهُ جب وہ اس سے دعا کرتا ہے۔ انسان جب ظاہری اسباب سے ناامید اور مایوس ہو جاتا ہے تو پھر وہ رب تعالیٰ کے سامنے جھکتا اور پکارتا ہے چاہے وہ کافر مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ کافر جب سمندر کا سفر کرتے تھے اور سمندر کی موجوں میں پھنستے تھے تو اس وقت صرف رب تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۵ میں ہے فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ”پس جب یہ سوار ہوتے ہیں کشتی پر تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص۔“ اس کی اطاعت کا عقیدہ رکھتے ہوئے کہتے ہیں اس مقام پر اے پروردگار! تیرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ تو فرمایا مضطرّ انتہائی بے کس اور بے بس، لاچار کی دعا کو کون قبول کرتا ہے جس وقت وہ اس کو پکارتا ہے وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ اور دور کرتا ہے اس کی تکلیف کو تو بتلاؤ حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دستگیر اور کون ہے؟ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ اور بناتا ہے تمہیں زمین میں خلیفہ۔ تم اپنے بڑوں کے نائب ہو تم دنیا سے چلے جاؤ گے تو تمہاری اولاد تمہارا خلیفہ بنے گی ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور حاجت روا، مشکل کشا ہے، کوئی فریادرس، دستگیر ہے؟ کون ہے تمہیں خلیفہ بنانے والا قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دعاؤں کو قبول کرنے والا نہیں ہے نہ کوئی تکلیف دور کرنے والا ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۷ میں ہے وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا

کَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ''(اے انسان اچھی طرح سن اور سمجھ) اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس نہیں ہے اس کو دور کرنے والا سوائے اس کے۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق جمع ہو کر بھی اس کو دور نہیں کر سکتی وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ''اور اگر وہ پہنچائے آپ کو کوئی بھلائی پس وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' اور سورۃ یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ''اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں رد کر سکتا اس کے فضل کو۔'' نافع بھی وہی ہے اور ضار بھی وہی ہے۔ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ جیسی ذات گرامی کو حکم دیا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ''اے پیغمبر آپ کہہ دیں نہیں مالک میں اپنے نفس کے لیے نفع کا اور نہ نقصان کا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ مگر جو اللہ چاہے۔'' اور سورۃ جن میں فرمایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ''آپ کہہ دیں میں تمہارے ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں۔'' جب آنحضرت ﷺ جیسی ذات گرامی کسی کے نفع نقصان کی مالک نہیں ہے تو اور کسی کی کیا حیثیت ہے اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو زیادہ کرتا بھلائی سے اور نہ پہنچتی مجھ پر کوئی برائی کوئی تکلیف۔'' مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ اس شخص نے مجھ پر اس طرح حملہ کرنا ہے تو میں پہلے اپنا بچاؤ کر لیتا۔ احد کے مقام پر آپ ﷺ اپنے دھیان میں تھے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مارا جس سے آپ ﷺ کا ہونٹ مبارک اور نیچے والا دانت شہید ہو گیا۔ پہلے سے اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا تو آپ ﷺ دفاع نہ کرتے۔ عبداللہ بن قمیہ کافر نے تلوار کا وار کیا جس نے آپ ﷺ کا خود کاٹا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا خون کا فوارہ پھوٹا

علم ہوتا تو پہلے سے دفاع نہ کرتے۔ اگر آپ ﷺ کو پہلے سے علم ہوتا تو خیبر میں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو زہر دی جاتی اور کیا آپ ﷺ اس کو کھاتے۔

واقعہ بیرِ معونہ :

ہجرت کا تیسرا یا چوتھا سال تھا رعل، ذکوان، عصی قبیلوں کے لوگ وفد کی شکل میں آپ کے پاس آئے مدینہ طیبہ میں اور کہنے لگے کہ ہماری برادریاں بہت سارے علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں انہیں اسلام کی بڑی طلب ہے مگر ان کو اسلام سمجھانے والا کوئی نہیں ہے حضرت! آپ اپنے سارے ساتھیوں کو بھیج دیں تبلیغ کے لیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سارے تو نہیں جاسکتے ان میں کوئی زراعت پیشہ ہیں کوئی تاجر پیشہ ہیں کسی نے جانور رکھے ہوئے ہیں ان کو چارہ ڈالنا ہے دودھ نکالنا ہے یہ میرے پاس اصحاب صفہ ہیں طالب علم ان کو لے جاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ستر آدمی ان کے ساتھ بھیج دیئے جس وقت یہ ان کی بستیوں کے قریب پہنچے تو ان کی بولیاں بدل گئیں۔ ان میں ایک کعب بن یزید رضی اللہ عنہ لنگڑے صحابی تھے وہ کسی غار میں چھپ گئے باقی سب کو انہوں نے دھوکے کے ساتھ شہید کر دیا۔ آپ کئی دن مسجد میں پریشان رہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کو اتنا غمگین کبھی نہیں دیکھا جتنا بیرِ معونہ کے واقعہ پر دیکھا اگر آپ ﷺ کو علم ہوتا کہ انہوں نے ایسے دغا بازی کرنی ہے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ ساتھیوں کو بھیجتے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ بھلا کون ہے جو تمہاری راہنمائی کرتا ہے فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ خشکی کے اندھیروں میں وَالْبَحْرِ اور سمندر کے اندھیروں میں۔ آسمان پر ستارے کس نے بنائے ہیں جن کو دیکھ کر تم اپنی منزل تک پہنچتے ہو وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ [النحل:۱۶] ''اور ستاروں کے ذریعے بھی یہ لوگ راہ پاتے ہیں۔'' کون ہے جو تمہاری راہنمائی کرتا ہے خشکی کے

اندھیروں میں اور سمندر کے اندھیروں میں وَ مَنْ يُرْسِلُ الرِّيَحَ اورکون ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ جوخوشخبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے پہلے۔ بارش سے پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جس سے سمجھدار لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اب رحمت کی بارش ہوگی ءَ اِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے ان چیزوں سے جن کو یہ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ بھلاکون ہے جو ابتداء کرتا ہے پیدائش کی۔ ابتداءً مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہ اس مخلوق کو لوٹائے گا قیامت برپا ہوگی تمام انسان ،تمام جنات، حیوانات، حشرات الارض میدان محشر میں جمع ہونگے۔ بتلاؤ یہ دوبارہ لوٹانے والا کون ہے؟ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اورکون ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے۔ آسمان کی طرف سے بارش برستی ہے بارش کے ساتھ فصلوں کا تعلق ہے سورج کی کرنیں فصلوں پر پڑتی ہیں چاند کی چاندنی اور ستاروں کی دھیمی روشنی کا بھی فصلوں کے ساتھ تعلق ہے اور ہوا کا بھی۔ تو تمہارے رزق کا سارا انتظام کرنے والا کون ہے؟ ءَ اِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا ہے کوئی اور الٰہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قُلْ آپ کہہ دیں هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ لاؤ کوئی اپنی دلیل اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے لے کر وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ تک جتنی چیزیں بیان ہوئی ہیں ان کے بنانے اور پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے تو اس پر دلیل لاؤ۔ اتنی واضح آیات کے بعد بھی کوئی مشرک ہے تو اس کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

علم غیب خاصہ خداوندی ہے :

صفت تخلیق کے بعد صفت علم کا ذکر ہے قُلْ آپ فرمادیں لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں جانتے وہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں غیب کو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ آسمانوں اور زمین کا غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ آسمانوں میں مخلوق ہے فرشتے اور زمین میں انسان، جنات اور فرشتے وغیرہ کوئی مخلوق غیب کو نہیں جانتی اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو غیب کی خبریں بتلائی ہیں غیب نہیں دیا۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ بعض جاہل قسم کے لوگ اَنْبَآءِ الْغَیْب اور علم غیب میں فرق نہیں جانتے۔ چند غیب کی خبریں رب تعالیٰ نے بتلائیں ہیں پھر ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ خبریں ہم نے آپ کو بتلائی ہیں۔ سورہ ہود آیت نمبر ۴۹ میں ہے مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ''نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس سے پہلے۔'' یعنی ہمارے بتلانے سے پہلے۔ علم غیب خاصہ خداوندی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

عباسیوں کا پہلا خلیفہ ابو جعفر منصور بڑا زیرک آدمی تھا۔ ترپین (۵۳) لاکھ مربع میل کا حکمران تھا۔ عرب سے لے کر کاشغر تک۔ اس کی خواب میں ملک الموت سے ملاقات ہوئی اور خواب میں کوئی پیغمبر یا فرشتہ نظر آئے تو وہ پیغمبر اور فرشتہ ہی ہوتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام بھی معصوم ہیں اور فرشتے بھی معصوم ہیں۔ تو ان معصوموں کی شکل میں شیطان نہیں آسکتا۔ تو انہوں نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ خوش قسمتی سے آپ کے

ساتھ ملاقات ہوگئی ہے مجھے یہ بتلاؤ کہ میری زندگی کتنی باقی ہے؟ اس نے پنجہ کھڑا کر کے دکھادیا بس! اور کچھ نہیں کیا۔ صبح ہوئی تو خلیفہ نے تعبیر بتلانے والے بلائے اور ان کو خواب سنایا تو کسی نے کہا کہ آپ کی زندگی کے پانچ دن رہ گئے ہیں کسی نے کہا پانچ مہینے رہ گئے ہیں کسی نے پانچ سال کہا لیکن وہ مطمئن نہ ہوا اور کہا نعمان بن ثابت کو بلاؤ۔ یہ نام ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا۔ امام صاحب کو بلایا گیا ان کو اپنا خواب سنایا کہ خواب میں میری ملاقات عزرائیل علیہ السلام سے ہوئی تو میں نے ان سے اپنی زندگی کے متعلق سوال کیا کہ میری کتنی زندگی باقی ہے تو انہوں نے مجھے اس طرح پنجہ کھڑا کر کے دکھایا ہے اس کی تعبیر بتلاؤ کسی نے مجھے پانچ دن کی تعبیر بتلائی ہے، کسی نے پانچ مہینے کی، کسی نے پانچ سال کی آپ بتلائیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا کَذَبَ کُلُّهُمْ سب نے جھوٹ بولا ہے، غلط کہا ہے۔ ملک الموت نے پنجہ سامنے کر کے یہ بتلایا ہے کہ موت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سورہ لقمان کے آخر میں ان پانچ چیزوں کا ذکر ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَافِى الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے وہ بارش اور جانتا ہے جو کچھ ہے رحموں میں اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس سرزمین پر وہ مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔'' تو غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ چھوٹے مسائل نہیں ہیں یہ عقائد کے مسئلے ہیں عام لوگ ان مسائل کی پرواہ نہیں کرتے۔ فقہاء کرامؒ جیسا محتاط طبقہ کوئی نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ حاضر وناظر ہیں تو وہ کافر ہے

اور جو یہ کہے کہ آپ ﷺ غیب جانتے ہیں وہ بھی کافر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا غیب نہیں جانتے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کس دن ان کو کھڑا کیا جائے گا۔ قیامت کے متعلق نہیں جانتے کہ کب آئے گی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے پوچھنے والوں نے پوچھا کہ حضرت! قیامت میں کتنا وقت رہ گیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ غیب ہے وَمَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ''اور غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' قیامت آنی ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ کب آنی ہے جیسے ہم تم سب جانتے ہیں کہ مرنا ہے مگر کسی کو یہ معلوم نہیں کہ کب مرنا ہے کس وقت مرنا ہے؟

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بلکہ تھک کر گر گیا ہے ان کا علم آخرت کے بارے میں۔ بڑے بڑے محقق تحقیق کرتے گئے آخرت کے بارے میں مگر رب تعالیٰ نے کسی کو کوئی دلیل نہیں بتلائی بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بلکہ وہ قیامت کے بارے میں شک میں ہیں بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ بلکہ وہ قیامت کے بارے میں اندھے ہیں۔ قیامت کے منکر بھی ہیں اور اندھے بھی ہیں۔ اندھے نہ ہوتے تو تیاری نہ کرتے۔ آج معمولی سا امتحان ہوتا ہے اس کے لیے پوری تیاری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو آنکھیں دے اور آخرت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞۞۞

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَاۤ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۶۹﴾ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ لَا تَكُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَیَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَ مَا مِنْ غَآىِٕبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۸﴾

وَقَالَ الَّذِیْنَ اور کہا ان لوگوں نے کَفَرُوْآ جو کافر ہیں ءَ اِذَا کُنَّا کیا جس وقت ہم ہو جائیں گے تُرٰبًا مٹی وَّ اٰبَآءُ نَآ اور ہمارے باپ دادا اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ کیا بے شک ہم نکالے جائیں گے (قبروں سے) لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ البتہ تحقیق وعدہ کیا گیا اس چیز کا ہمارے ساتھ وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے

آباؤ اجداد کے ساتھ بھی مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّآ
اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں قُلْ آپ کہہ دیں سِیْرُوْا فِی
الْاَرْضِ سیر کرو زمین میں فَانْظُرُوْا پس دیکھو کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ
الْمُجْرِمِیْنَ کیسا تھا انجام مجرموں کا وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ اور آپ غمگین نہ ہوں
مجرموں پر وَلَا تَكُنْ فِیْ ضَیْقٍ اور نہ ہوں آپ تنگی میں مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ اس چیز
سے جو وہ تدبیر کرتے ہیں وَ یَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ کب ہوگا
یہ وعدہ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ کہہ دیں عَسٰٓی ممکن ہے اَنْ
یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ یہ کہ ہو پیچھے لگی ہوئی تمہارے بَعْضُ الَّذِیْ بعض وہ چیز
تَسْتَعْجِلُوْنَ جس کی تم جلدی کرتے ہو وَاِنَّ رَبَّكَ اور بے شک آپ کا رب
لَذُوْ فَضْلٍ البتہ فضل کرنے والا ہے عَلَی النَّاسِ لوگوں پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
اور لیکن اکثر ان کے لَا یَشْكُرُوْنَ شکر ادا نہیں کرتے وَاِنَّ رَبَّكَ اور بے شک
آپ کا رب لَیَعْلَمُ البتہ جانتا ہے مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ جس کو چھپاتے ہیں ان
کے سینے وَمَا اور اس چیز کو یُعْلِنُوْنَ جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ
اور نہیں ہے کوئی چیز غائب فِی السَّمَآءِ آسمان میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں
اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر وہ ایک روشن کتاب میں درج ہے اِنَّ هٰذَا
الْقُرْاٰنَ بے شک یہ قرآن یَقُصُّ بیان کرتا ہے عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی
اسرائیل پر اَكْثَرَ الَّذِیْ اکثر وہ چیزیں هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ کہ وہ ان میں

اختلاف کرتے ہیں وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَهُدًى البتہ ہدایت ہے وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے لیے اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان بِحُكْمِهٖ اپنے حکم کے مطابق وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ اور وہ غالب ہے جاننے والا ہے۔

بعث بعد الموت :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تھا بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ''بلکہ گر گیا ہے ان کا علم آخرت کے بارے میں۔'' مشرکوں کی اکثریت قیامت اور حشر کی قائل نہیں تھی۔ کچھ لوگ قائل بھی تھے اور عرب کے مشرک قیامت کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا مقولہ نقل فرمایا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں۔ کیا کہا؟ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا کیا جس وقت ہم ہو جائیں گے مٹی وَّ اٰبَآؤُنَآ اور ہمارے باپ دادا بھی اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ کیا بے شک ہم نکالے جائیں گے قبروں سے۔ اور سورہ مومنون آیت نمبر ۳۶ میں ہے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے'' کہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی کے اجزا میں مل جل کر دوبارہ نکالے جائیں گے۔ اور سورہ یٰسین میں ان کا مقولہ اس طرح نقل کیا گیا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ''کون زندہ کرے گا ان بوسیدہ ہڈیوں کو۔'' لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ البتہ تحقیق وعدہ کیا گیا اس چیز کا ہمارے ساتھ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اور ہمارے باپ دادا کے ساتھ بھی اس سے پہلے کہ تم قبروں سے اٹھو گے مگر ابھی تک تو کوئی چیز قبروں سے نہیں نکلی لہٰذا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [مومنون: ۳۷] ''اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' بس یہی دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔'' پھر انہوں نے یہ بھی کہا اِنْ هٰذَآ

اِلَّآ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ نہیں ہیں یہ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ بے شک قرآن کریم میں پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ہے، حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ ہے، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ہے، حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ ہے اور پیغمبروں کے واقعات ہیں مگر یہ قصے محض قصے نہیں ہیں کہ ان میں صرف ذہنی عیاشی ہو کہ چلو ایک اجنبی چیز کا علم ہو گیا اور وقتی طور پر خوش ہو گئے وقت پاس ہو گیا۔ قرآن پاک میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں وہ تو بڑے عبرت اور سبق آموز ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ آج حق کا انکار کر رہے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی لوگوں نے حق کا انکار کیا جو حشر ان کا ہوا ان کا بھی وہی ہوگا جیسے ان پر عذاب آیا ان پر بھی آئے گا۔ قرآن کریم کا ہر واقعہ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے وہ محض قصہ نہیں ہے وہ محض ذہن کی عیاشی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلۡ آپ کہہ دیں سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ چلو پھرو زمین میں فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ دیکھو کیا انجام ہوا مجرموں کا جو حق کو مٹانا چاہتے تھے ایمان اور توحید والوں کے دشمن تھے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کرتے تھے آج ان کا نام ونشان مٹ چکا ہے، ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اور کھنڈرات تمہارے راستے میں ہیں۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں نہ باغات تھے نہ کھیت تھے پہاڑ ہی پہاڑ تھے زمین بھی پتھریلی تھی وہاں پر کچھ نہیں ہوتا تھا روحانی برکات تھیں، ہیں اور رہیں گی۔ مکہ مکرمہ کے لوگ تاجر پیشہ تھے سال میں دو سفر کرتے تھے رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ''سردی کے موسم میں اور گرمی کے موسم میں سفر کرنا۔'' گرمی کے زمانے میں شام کا سفر کرتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈا

علاقہ تھا اور سردی کے زمانے میں یمن کے علاقے کا سفر کرتے تھے کہ وہ گرم علاقہ تھا ان دو سفروں میں یہ سال کا خرچہ نکال لیتے تھے۔ مکے والوں کی وہ بڑی قدر کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ سے آئے ہیں ان کو چارپائیاں بچھا کے دیتے تھے کھانا مفت کھلاتے تھے ان سے چیزیں مہنگی خریدتے تھے اور ان کو چیزیں سستی دیتے تھے کہ یہ بیت اللہ کے پاس رہنے والے ہیں تو یہ آتے جاتے ان تباہ شدہ بستیوں کو دیکھتے تھے۔ تو فرمایا کہ ان سے عبرت حاصل کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ اور آپ غم نہ کھائیں ان پر اور نہ ہوں تنگی میں اس چیز سے جو وہ پوشیدہ تدبیریں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا یہ اپنی سازشوں میں کامیاب نہیں ہوں گے آپ اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہیں۔ فرمایا ان لوگوں کا حال یہ ہے وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ اور کہتے ہیں کافر یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا جس قیامت سے ہمیں ڈراتے ہو وہ کب آئے گی بتاؤ اگر تم سچے ہو تو ہمیں اس کا وقت بتلاؤ۔ کل کے سبق میں گزر چکا ہے قُلْ ''آپ کہہ دیں لَا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر علم غیب کوئی نہیں جانتا۔'' اور قیامت غیب میں سے ہے اس کا صحیح علم اور صحیح وقت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ ''اے نبی کریم ﷺ! یہ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب آئے گی؟'' فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا [سورۃ النازعات] ''آپ کو اس کے ذکر سے کیا واسطہ۔''

علم قیامت :

صحیح حدیث میں ہے کہ معراج کی رات جب آپ کی پیغمبروں کے ساتھ ملاقات

ہوئی علیہم الصلوٰۃ والسلام فَتَذَاكَرُوْا فِيْمَا بَيْنَهُمْ عِلْمَ السَّاعَةِ ''تو قیامت کے علم کا مسئلہ چل پڑا کہ قیامت کب آنی ہے، کتنی صدیاں رہ گئی ہیں، کتنے سال رہ گئے ہیں، کتنے مہینے باقی ہیں؟'' تمام پیغمبروں نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام بڑی شخصیت ہیں یہ خلیل اللہ ہیں ان سے پوچھو شاید ان کے پاس کوئی راز ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا لَا عِلْمَ لِی مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ پھر پیغمبروں نے مشورہ کر کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو کہ حضرت! قیامت کب آئے گی قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا لَا عِلْمَ بِهَا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ پھر سب نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھو کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں کہ قیامت ان کے نزول کے بعد آنی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا فَلَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ اس کی صحیح گھڑی کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ مجھے صرف اتنا رب تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ میں قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر اتروں گا دجال لعین کو قتل کروں گا اس کے بعد اپنی ہمت کے مطابق دین کی خدمت کروں گا۔ روایات میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک حکمران کریں گے اور قرآن کے مطابق فیصلے کریں گے، حدیث کے مطابق فیصلے کریں گے۔ یوں سمجھو کہ عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت کے ایک وفادار جرنیل کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور آپ کی شریعت کو ہی نافذ کریں گے ان کی انجیل والی شریعت منسوخ ہوگی لَا يَبْقَى اِلَّا مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ جس علاقے میں ہوں گے وہاں نہ کوئی یہودی ہوگا اور نہ کوئی عیسائی وغیرہ ہوں گے صرف اسلام ہوگا سب مسلمان ہوں گے البتہ دوسرے علاقوں میں ہوں گے۔ تو قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔

یہ پوچھتے ہیں قیامت کب ہوگی؟ قُلْ آپ کہہ دیں عَسٰی ممکن ہے اَنْ

یَکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ یہ کہ ہو پیچھے لگی ہوئی تمہارے بَعْضُ الَّذِیْ بعض وہ چیز تَسْتَعْجِلُوْنَ جس کی تم جلدی کرتے ہو یعنی جس قیامت کا تم مطالبہ کرتے ہو یہ تمہارے پیچھے لگی ہو اور قیامت دور نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے فرشتے بھی نظر آئیں گے جنت دوزخ بھی نظر آئے گی اور کوئی آدمی اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ میں جوان ہوں تندرست ہوں میری موت دور ہے۔ نہ، موت سب کے لیے ہے پھر آج کل کا دور تو حادثاتی دور ہے کچھ پتہ نہیں تھوڑی دیر بعد کیا ہوگا۔ جو آدمی گھر سے باہر جائے اور رات کو خیر خیریت سے گھر آ جائے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے کہ میں خیر خیریت سے گھر پہنچ گیا ہوں۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ اور بے شک آپ کا رب البتہ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے شکر ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور انہی کی برکت سے یہ سلسلہ چل رہا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے نہ ہوں تو ہم ایک لمحہ بھی زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ اور سورہ شعراء میں ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ''اور ان کی اکثریت مومن نہیں ہے۔'' وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَعْلَمُ اور بے شک آپ کا رب جانتا ہے مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ ان چیزوں کو جن کو چھپاتے ہیں ان کے سینے وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور ان چیزوں کو جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظاہر باطن کو جانتا ہے دل میں جو خیالات اور وساوس پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور وہ خیالات جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی جانتا ہے وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور نہیں ہے کوئی چیز غائب آسمانوں میں اور زمین میں اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر وہ لکھی ہوئی ہے ایسی کتاب میں جو روشن ہے جس کا نام لوح محفوظ ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا پیدا کی ہے اس

وقت سے لے کر جنت میں داخل ہونا اور دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ابد الآباد کے سب حالات درج ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہیں اِنَّ هٰـذَا الْقُرْاٰنَ بے شک یہ قرآن جس کو تم پہلے لوگوں کی کہانیاں کہہ کر ٹرخا دیتے ہو یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بیان کرتا ہے بنی اسرائیل پر اَکْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ اکثر وہ چیزیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے دین کا نقشہ بدل دیا۔

ناجی فرقہ :

آنحضرت نے فرمایا یہودی اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے نصاریٰ نے بہتر (۷۲) فرقے بنائے اور میری امت کے تہتر فرقے بنیں گے کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدًا ان میں بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے ایک جنت میں داخل ہوگا قِیْلَ پوچھا گیا حضرت جو جنت میں جائے گا وہ کون ہوگا؟ آنحضرت ﷺ نے موٹی علامت بتلائی مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلے گا وہ ناجی فرقہ ہے جنت میں داخل ہونے والا۔ آپ ﷺ نے اصول بیان فرمادیا کہ نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو میرے راستے پر ہوگا اور میرے صحابہ کے راستے پر ہوگا۔ اب اس اصول کو سامنے رکھ کر دیکھ لو کہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے۔ اور لوگوں نے جو یہ بدعات اور رسومات کو دین بنالیا ہے یہ آپ کے زمانے میں کب تھیں؟ یہ تعزیے تابوت کہاں تھے؟ یہ خرافات کب تھیں؟ یہ جلوس اور تعزیے والی بدعت تیمور لنگ کے زمانے میں نکلی ہے اور اب یہ دین کا حصہ بن گئی ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا دین کے ساتھ تعلق ہی نہیں ہے۔ پھر عجب یہ ہے کہ ایران جہاں شیعہ حکومت ہے وہاں یہ چیزیں نہیں ہیں نہ تعزیہ ہے نہ جلوس ہے اور یہاں اس پر پورا زور لگتا ہے پوری حکومت ساتھ ہوتی ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی

العظیم۔ اور یہی حال میلاد والے جلوس کا ہے۔ یہ جو بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہیں ان سے پوچھو ۱۹۲۹ء میں ہمارے سامنے تین آدمیوں نے یہ جلوس نکالا تھا اور اس کا بانی ابھی تک زندہ ہے۔ شیخ عنایت اللہ قادری اور ایک اس کا دست راست تھا مولوی عبدالمجید صاحب پٹی والے اور تیسرا لاہور کا جو میسر تھا شجاع، اس کا والد عبدالقادر۔ ان تین آدمیوں نے میلاد کے جلوس کی بنیاد رکھی تھی۔ آج بھی اگر کشمیری بازار لاہور جانا ہو تو دیکھ لینا شیخ عنایت اللہ قادری کے مکان کے ماتھے پر لکھا ہوا ہے حاجی شیخ عنایت اللہ قادری بانی جلوس میلاد النبی۔ یہ پہلے ہندو تھا پھر مسلمان ہوا۔ جو کام کرنے والے ہیں ان کو مسلمان کرتے نہیں ہیں اور خرافات کو سنبھال کر ٹکا کے سینے کے ساتھ لگایا ہوا ہے۔

تو فرمایا یہ قرآن پاک بیان کرتا ہے بنی اسرائیل کی اکثر وہ چیزیں جن میں اختلاف کرتے ہیں وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور بے شک یہ قرآن البتہ ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان بِحُكْمِهٖ اپنے حکم کے مطابق۔ ان کے متعلق جو قرآن کو قصے کہانیاں کہتے ہیں اور توحید و رسالت کے منکر ہیں اور خرافات کو دین بنائے ہوئے ہیں وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ اور وہی غالب ہے اور جاننے والا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

۞۞۞

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى
الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ
اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ
اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَاِذَا وَقَعَ
الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ
النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ
فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ
قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پس آپ بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر اِنَّکَ بے شک آپ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ واضح حق پر ہیں اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى بے شک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اور آپ نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ جس وقت وہ پھر جائیں پشت پھیر کر وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْيِ اور آپ نہیں ہدایت دے سکتے اندھوں کو عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ان کی گمراہی سے اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا آپ نہیں سنا سکتے مگر ان کو جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس وہ مسلمان ہیں وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ اور جس وقت واقع ہو جائے گی بات عَلَيْهِمْ ان پر اَخْرَجْنَا لَهُمْ

ہم نکالیں گے ان کے لیے دَآبَّةً ایک جانور مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے تُكَلِّمُهُمْ جوان کے ساتھ گفتگو کرے گا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بے شک لوگ تھے بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ اور جس دن ہم جمع کریں گے ہر امت سے فَوْجًا ایک فوج مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا ان میں سے جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ پس ان کو گروہ در گروہ بنادیا جائے گا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ یہاں تک کہ وہ جب آئیں گے قَالَ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِیْ کیا جھٹلایا تم نے میری آیتوں کو وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اور تم احاطہ نہ کرسکے ان آیتوں کا علم کے ساتھ اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کیا کچھ تم کرتے تھے وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اور واقع ہو جائے گی بات ان پر بِمَا ظَلَمُوْا ان کے ظلم کی وجہ سے فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ پس وہ بول نہیں سکیں گے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں ہے کہ آپ کا رب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اپنے حکم کے ساتھ وہ غالب بھی ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اب آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پس آپ بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں، نصاریٰ کے اختلاف کی پرواہ نہ کریں، مشرکین کی جھگڑے بازی سے نہ ڈریں سب سے بے نیاز ہو کر اپنے رب کی ذات پر بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حالات سازگار کردے گا اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ بے

شک آپ حق پر ہیں جو بڑا واضح ہے۔ اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اور آپ نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ جس وقت وہ پھر جائیں پشت پھیر کر۔

مسئلہ سماعِ موتی :

اس مقام پر ایک بڑا طویل الذیل مسئلہ چلا آرہا ہے۔ وہ یہ کہ آیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے کی دو شقیں ہیں۔ ایک عام مردوں کا سماع اور ایک ہے انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع۔ اگر کوئی آدمی انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں سے دور صلوٰۃ وسلام پڑھے اور یہ سمجھے کہ وہ سن رہے ہیں تو یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ اس کو فقہاء کرامؒ تسلیم نہیں کرتے۔ ایک ہے قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھنا اور آپ سے استشفاع کرنا، یہ بالکل حق ہے اس میں امت کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت گنگوہیؒ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ میں فرماتے ہیں یہ مسئلہ اتفاقی ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس مسئلے میں پہلا شخص اختلاف پیدا کرنے والا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی ہے۔ ان سے پہلے امت میں مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک کے پاس بھی پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔ ہم اٹھارہ سال اکٹھے رہے ہیں جلسوں میں مناظروں میں یہاں بھی آتے رہے ہیں تقریریں کرتے رہے ہیں۔ جس وقت انہوں نے اس مسئلے میں غلو کیا تو میں نے علیحدگی اختیار کر لی۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے عند القبور سننے میں امت کا کوئی اختلاف نہیں ہے حنفی، شافعی،

حنبلی ، مالکی ، مقلد ، غیر مقلد سب مانتے ہیں ہاں عام مردوں کے سماع کے بارے میں اختلاف ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نہیں سنتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور جمہور صحابہ کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ سنتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی آخری عدالت ہیں آپ ﷺ کے فیصلے کے بعد کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے باب اِنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ چلتے وقت جوتوں کی جو آواز ہوتی ہے اس کو خفق کہتے ہیں کہ مردے کو جب دفنا کر جا رہے ہوتے ہیں تو وہ اس وقت واپس جانے والوں کے پاؤں کی آواز سنتا ہے۔ یہ باب قائم کر کے امام بخاریؒ نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے چلے جاتے ہیں حَتّٰی اَنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ ''ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۷۸، جلد ۱) اور یہ روایت مسلم شریف اور ابو داؤد شریف میں بھی ہے۔ تو یہ لوگ صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جب کوئی آدمی قبر کے پاس سلام کہتا ہے تو مردے سلام کو سنتے ہیں۔ یہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ پہلے حضرات میں سے جنہوں نے سماع موتی کا انکار کیا ہے ان دو چیزوں کو وہ بھی مانتے ہیں کہ مردہ جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ سنتا ہے اور سلام بھی سنتا ہے۔ ان میں ایک حافظ ابن ہمامؒ ہیں جو بڑے چوٹی کے فقیہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے ہاں! جوتوں کی آہٹ اور سلام سنتے ہیں اس کے علاوہ تم انہیں کچھ اور نہ سناؤ۔ شاہ محمد اسحاق نے اپنی کتاب ''مائۃ مسائل'' میں باب قائم کیا ہے اِنَّ الْمَوْتٰی لَا تَسْمَعُ ''بے شک مردے نہیں سنتے۔'' پھر فرماتے ہیں ہاں! سلام سنتے ہیں۔ تو جن حضرات نے انکار کیا

ہے انہوں نے بھی کلیۃً انکار نہیں کیا۔ باقی اس آیت کریمہ کا سماع موتی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور اس سے ثابت کرنا کہ مردے نہیں سنتے غلط ہے۔ کیونکہ اس میں تو نفی ہے کہ آپ ان کو نہیں سنا سکتے۔ آپ ﷺ کے سنانے کی نفی ہے تو آپ ﷺ تو نہیں سناتے سناتا تو رب ہے سنانا تو رب تعالیٰ کا کام ہے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''اے پیغمبر علیہ السلام بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو چاہیں مگر اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' اور سورۃ فاطر آیت نمبر ۲۲ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ''بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اور آپ نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں پڑے ہیں۔''

تو فرمایا بے شک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہ بہروں کو سنا سکتے ہیں پکار جب کہ وہ پشت پھیر کر جا رہے ہوں تو بھاگنے والوں کو کون سنا سکتا ہے وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ اور آپ ہدایت نہیں دے سکتے اندھوں کو عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ ان کی گمراہی سے۔ جو دل کے گمراہ ہیں آپ ان کو ہدایت نہیں دے سکتے اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا آپ نہیں سنا سکتے مگر ان کو جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ کافر نہیں سنتے اور مومن سنتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد سماع قبول ہے کہ ایسا نہیں سنتے جس سے وہ قبول کریں۔ تو جب قبول نہ کیا تو پھر سننا نہ سننا برابر ہے۔ وہ سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس وہ مسلمان ہیں، حکم مانتے ہیں گردن جھکاتے ہیں۔ یہ حق و باطل کا اختلاف چلتا رہے گا پھر ایک وقت آئے گا وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اور جس وقت بات واقع ہو جائے گی ان پر، بات ان پر واضح ہو

جائے گی حکم خداوندی آپہنچے گا۔

دابۃ الارض :

اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ ہم نکالیں گے ان کے لیے ایک جانور زمین سے۔تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں بڑی تفصیل ہے کہ صفا کی چٹان پھٹے گی اور بیل کی طرح کا ایک جانور نکلے گا اس کی شکل اور حلیہ بیل کی طرح ہوگا اور ایسی تقریر کرے گا کہ کوئی پروفیسر بھی ایسی تقریر نہ کر سکے گا۔لوگ اس کے ارد گرد اکٹھے ہوں گے اور اس کی تقریر سنیں گے اور ایک دوسرے کو کہیں گے کہ دیکھو بیل کیسی معقول بات کر رہا ہے۔اس وقت لوگوں کی شکلیں تو انسانوں والی ہوں گی مگر حیوان صفت ہوں گے۔عربی کا مقولہ ہے......

اَلۡجِنۡسُ يَمِيۡلُ اِلَى الۡجِنۡسِ

"جنس کو جنس کے ساتھ پیار ہوتا ہے۔" یہ بتلانا مقصود ہوگا کہ انسان تمہیں وعظ نصیحت کرتے تھے مگر تم نہیں مانتے تھے اب تم بیل کی بات مان رہے ہو کیونکہ اب تم اس حالت پر پہنچ گئے ہو۔

ایک حکایت :

مولانا رومؒ بڑے عجیب بزرگ گزرے ہیں۔ان کی مثنوی شریف حکایات کی شکل میں ہے اور بڑی عبرت والی کتاب ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا مکان تھا اس پر مکان والوں نے خشک کرنے کے لیے دانے ڈالے ہوئے تھے۔اوپر جاتے دانوں پر پاؤں مارتے کہ خشک ہو جائیں۔خاوند بیوی اور ایک دودھ پیتا بچہ تھا اوپر گئے کہ دیکھیں دانے خشک ہو گئے ہیں یا نہیں،بوریوں میں ڈالیں یا نہیں۔بچہ بھی ساتھ لے گئے بچہ پرنالے میں چلا گیا یہ پریشان ہو گئے کہ پرنالہ ٹوٹا تو یہ نیچے گر جائے گا اور گلی میں پتھر ہیں۔

وہ بچے کو لینے کے لیے آگے ہوتے تو بچہ پرنالے میں نخرے کرتا۔ کسی سمجھدار نے ان کو کہا کہ اگر تمہیں بچے کی جان کی ضرورت ہے تو جلدی سے اس طرح کا بچہ لے آؤ اور اس کو مکان پر بٹھاؤ یہ اس کو دیکھ کر فوراً پرنالے سے نکل آئے گا۔ وہ پڑوسیوں کا بچہ لے کر آئے تو وہ بچہ پرنالے سے نکل آیا۔ مولانا رومؒ یہ حکایت نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر انسانوں کی جنس سے بھیجے ہیں کہ یہ ان کی طرف مائل ہو کر گمراہی سے باہر آ جائیں۔

یہ دابۃ الارض بالکل آخر میں آئے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سورج مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا اسی دن یہ نکل آئے گا اور اگر دابۃ الارض پہلے نکل آیا تو اسی دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی دن ہوں گی۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوگا اور یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ نئے نیک اعمال بھی قبول نہیں ہوں گے۔ ہاں! جو پہلے سے چلے آرہے ہیں وہ چلتے رہیں گے وہ سفیر ہوں گے۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ جس طرح نزع کے عالم میں ایمان قبول نہیں ہے۔ تُكَلِّمُهُمْ وہ جانور لوگوں کے ساتھ بات کرے گا، گفتگو کرے گا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ بے شک لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ دیکھو! پیغمبر بیان کرتے رہے ان کے نائبین بیان کرتے رہے لیکن لوگوں نے یقین نہ کیا۔ علماء صالحین نے بیان کیا مگر ان لوگوں نے یقین نہ کیا۔ بیل بیان کرے گا تو سارے کہیں گے جی ہاں! بالکل ٹھیک ہے۔ اس لیے کہ لوگ انسانیت سے گر کر حیوانیت کو پہنچ چکے ہوں گے اور جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ تو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے دابۃ الارض کا نکلنا، ایک نشانی ہے

یاجوج ماجوج کا نکلنا ،ایک نشانی ہے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔لیکن نشانیوں سے پہلے امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، یہود ونصاریٰ کے ساتھ جنگیں ہوں گی ۔جس علاقے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے وہاں نہ کوئی یہودی ہوگا نہ عیسائی نہ اور کوئی کافر ہوگا وہاں صرف اسلام ہی اسلام ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے مجاہد ساتھی کسی کافر کونہیں چھوڑیں گے قیامت سے پہلے لوگوں پر قحط سالی کے سال آئیں گے بارشیں نہیں ہوں گی لوگ سخت پریشان ہوں گے يُصَدَّقُ فِيهِ الْكَاذِبُ ''جھوٹے کوسچا کہاجائے گا وَ يُكَذَّبُ فِيهِ الصَّادِقُ اور سچے کو جھوٹا کہاجائے گا۔''اور رُوَيبِضَه قسم کےلوگ ان کے لیڈر ہوں گے۔پوچھا گیا حضرت! رویبضہ کیا ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جونہ رب کی قدر کریں گے نہ دین کی مدد کریں گے نہ شریعت کی پرواہ کریں گے۔آج اقتدار ان لوگوں کے پاس ہے جو پرلے درجے کے کمینے اور بے دین ہیں فاسق ،فاجر اور عیاش ،صبح کو کچھ اور شام کو کچھ۔اس دن سب کی حقیقت واضح ہو جائے گی جس دن وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ہر امت میں سے ایک فوج مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا ان میں سے جوجھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو۔یعنی ہر امت میں ماننے والے بھی ہیں اور جھٹلانے والے بھی ہیں۔تو جو ہماری باتوں کو جھٹلانے والے ہیں،ہم ان کو جمع کریں گے فوج کر کے فَهُمْ يُوزَعُونَ پس ان کو گروہ در گروہ بنا دیا جائے گا۔مثلاً ایک نمبر کے جھٹلانے والے الگ ہوں گے،دو نمبر والے الگ ہوں گے،تین نمبر والے الگ ہوں گے،چار نمبر والے الگ ہوں گے،ہوتے ہوتے دس نمبر والے الگ ہوں گے جس طرح ان کے درجات بنیں گے اسی طرح اہل حق کے بھی درجات قائم ہوں گے۔سورۃ زمر آیت نمبر ۷۳ میں ہے وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى

الْجَنَّةِ زُمَرًا ''اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے جنت کی طرف گروہ در گروہ۔'' مجاہدین الگ ہوں گے، شہداء الگ ہوں، صالحین الگ ہوں گے۔ اکثریت جہنمیوں کی ہوگی۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہزار میں سے ایک جنتی ہوگا نوسو ننانوے (۹۹۹) جہنمی ہوں گے۔ جس وقت یہ لفظ صحابہ کرام ﷺ نے سنے تو پریشان ہو کر کہنے لگے حضرت! پھر تو بڑی مشکل ہوگی؟ فرمایا پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ کی مخلوق بڑی ہے یاجوج ماجوج ہیں، اس وقت چین کی آبادی ایک ارب تیس کروڑ ہے اس میں مسلمان صرف چار پانچ لاکھ کے قریب ہیں۔ انڈیا کی آبادی نوّے کروڑ ہے اس میں انڈیا کے بیان کے مطابق مسلمان پچیس کروڑ ہیں واللہ اعلم کہاں تک بات صحیح ہے۔ اور یقین جانو! ہم سے وہ اچھے مسلمان ہیں باوجود یہ کہ وہ کافروں کے ملک میں رہتے ہیں اور ہم مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہیں جو انگریزوں کے خلاف بنا تھا اور جس کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ ہے۔

تو فرمایا مکذبین گروہ در گروہ کیے جائیں گے حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جائیں گے قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اور تم احاطہ نہ کر سکے ان آیتوں کا علم کے ساتھ۔ تم نے توجہ ہی نہیں کی سمجھا ہی نہیں ویسے ہی جھٹلا دیا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یا کیا کچھ تم کرتے رہے بولو تو سہی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا بولیں گے وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا اور لازم ہو جائے گی بات ان پر ظلم کی وجہ سے فَهُمْ لَا یَنْطِقُوْنَ پس وہ بول نہیں سکیں گے۔ پھر ہاتھ پاؤں بولیں گے دوسرے اعضاء بولیں گے وہ جگہ بولے گی جہاں بیٹھ کر انہوں نے برائیاں کی ہوں گے انتہائی ذلیل ورسوا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے اور اپنے عذاب سے بچائے۔

❁ ❁ ❁

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ؗ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۷

اَلَمْ یَرَوْا کیانہیں دیکھا انہوں نے اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ بے شک بنایا ہم نے رات کو لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ تا کہ وہ آرام کریں اس میں وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن بنایا ہم نے روشن اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے وَیَوْمَ یُنْفَخُ اور جس دن

پھونکا جائے گا فِی الصُّوْرِ بگل فَفَزِعَ پس گھبرا جائیں گے مَنْ جو ہیں فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اور جو ہیں زمین میں اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے گا وَ کُلٌّ اور سب کے سب اَتَوْهُ آئیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس دٰخِرِيْنَ ذلیل ہوکر وَ تَرَى الْجِبَالَ اور دیکھیں گے آپ پہاڑوں کو تَحْسَبُهَا جَامِدَةً آپ گمان کریں گے ان پہاڑوں کے بارے میں کہ ٹکے ہوئے ہیں وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ اور وہ چلیں گے جیسے پہاڑ چلتے ہیں صُنْعَ اللّٰهِ کاریگری ہے اللہ تعالیٰ کی الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ جس نے مضبوط کیا ہے ہر چیز کو اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ بے شک وہ خبردار ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ جو شخص لایا نیکی فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا پس اس کے لیے اس سے بہتر ہوگا وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے اٰمِنُوْنَ امن میں ہوں گے وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو شخص لائے گا برائی فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ پس الٹے کیے جائیں ان کے چہرے فِی النَّارِ دوزخ کی آگ میں هَلْ تُجْزَوْنَ (ان سے کہا جائے گا) نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مگر اس چیز کا جو تم کرتے ہو اِنَّمَآ اُمِرْتُ پختہ بات ہے مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ یہ کہ میں عبادت کروں رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ اس شہر کے رب کی الَّذِیْ حَرَّمَهَا جس نے اس شہر کو عزت والا بنایا ہے وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ اور اسی کے لیے ہے ہر چیز وَّاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کہ ہوجاؤں میں مسلمانوں میں سے وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ اور یہ کہ میں تلاوت کروں قرآن کی فَمَنِ اهْتَدٰى پس جو شخص ہدایت حاصل کرے گا فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے ہدایت حاصل کرے گا اپنے نفس کے لیے وَ مَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوگا فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ پس آپ کہہ دیں میں ڈرانے والوں میں سے ہوں وَ قُلْ اور آپ کہہ دیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ عنقریب وہ تمہیں دکھائے گا اپنی نشانیاں فَتَعْرِفُوْنَهَا پس تم ان کو پہچانو گے وَمَا رَبُّكَ اور نہیں ہے آپ کا رب بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

قدرت کی نشانیاں :

اس سے پہلے قیامت کا ذکر تھا منکرین قیامت قیامت کو بہت بعید اور نرالی چیز سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر کے سمجھایا کہ رب تعالیٰ کی قدرت کو تم روزمرہ دیکھتے ہو یہی رب قیامت برپا کرے گا۔ فرمایا اَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ بے شک ہم نے بنایا رات کو لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ تا کہ وہ آرام کریں اس میں وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن کو بنایا روشن۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور اس سے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے جو پروردگار رات لاتا ہے دن کو روشن کرتا ہے وہی قیامت برپا کرے گا یہ رات دن کی نشانیاں تمہارے سامنے ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو

ایمان لاتی ہے کہ رات کا لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے دن کو روشن کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہر چیز کی حقیقت کھل کر اس دن سامنے آ جائے گی۔

جب صور پھونکا جائے گا :

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اور جس دن پھونکا جائے گا بگل۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بگل اپنے منہ میں لیے کبڑے آدمی کی شکل میں رکوع کی حالت میں اس طرح کھڑے ہیں کہ ایک کان اوپر کیے ہوا ہے اور ایک نیچے رب تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اور میں بگل میں پھونک ماروں جب بگل بجے گا تو اس کی آواز قریب دور والے یکساں سنیں گے۔ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک کوئی ایسی جگہ نہیں ہوگی جہاں بگل کی آواز نہ جائے۔ بگل میں یہ پھونک دو دفعہ ماری جائے گی۔ نفخہ اولیٰ میں ساری کائنات فنا ہو جائے گی چالیس سال کے وقفے کے بعد دوبارہ بگل پھونکی جائے گی اور ہر شے زندہ ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی نیک کو نیکی اور بُرے کو برائی کا صلہ ملے گا۔ تو فرمایا جس دن پھونکا جائے گا صور فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ پس گھبرا جائیں گے جو ہیں آسمانوں میں وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اور جو ہیں زمین میں اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔ اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام مراد ہیں کہ یہ نہیں گھبرائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ سے مراد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور شہداء ہیں کہ جس وقت بگل پھونکی جائے گی سب گھبرا جائیں

گے مگر انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی ۔ بعض حضرات نے حوریں مراد لی ہیں کہ وہ نہیں گھبرائیں گی پھر اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ جبرائیل علیہ السلام ، میکائیل علیہ السلام ، اسرافیل علیہ السلام حتی کہ عزرائیل کی بھی جان قبض ہو جائے گی اور کوئی جاندار زندہ نہیں رہے گا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ . [سورۃ آل عمران] ''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی جو حی وقیوم ہے۔ وَ کُلٌّ اَتَوْہُ دَاخِرِیْنَ اور سب کے سب آئیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس عاجز ہو کر۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۸ میں ہے لَا تَسْمَعُ اِلَّا ھَمْسًا ''نہیں سنے گا تو مگر ہلکی آواز۔'' اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف جب جائیں گے تو پاؤں کی آواز کے علاوہ کوئی آواز نہیں ہوگی ۔ دنیا میں چند آدمی اکٹھے ہوں تو کتنا شور ہوتا ہے؟ لیکن سکوت ہوگا۔ سورۃ مریم آیت نمبر ۹۸ میں ہے اَوْ تَسْمَعُ لَھُمْ اِلَّا رِکْزًا ''یا سنتا ہے تو ان کے لیے ہلکی سی آواز۔'' کوئی آہستہ آواز بھی نہیں نکال سکے گا خَاشِعَةً اَبْصَارُھُمْ [معارج:۴۴] ''آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہوں گی'' اور عاجز ہو کر رب تعالیٰ کی عدالت کی طرف جا رہے ہوں گے وَ تَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُھَا جَامِدَةً اور دیکھیں گے آپ پہاڑوں کو آپ گمان کریں گے ان پہاڑوں کے بارے میں کہ ٹکے ہوئے ہیں وَھِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ حالانکہ وہ چلیں گے جیسے پہاڑ چلتے ہیں۔ سورۃ الواقعہ میں ہے وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ''ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پہاڑ فَکَانَتْ ھَبَآءً مُّنْبَثًّا پس ہو جائیں گے وہ غبار اڑا ہوا۔'' کوئی پہاڑ زمین پر نظر نہیں آئے گا کوئی پستی اور بلندی زمین میں نہیں رہے گی ساری زمین ہموار ہو جائے گی۔ فرمایا صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ کاری گری ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے مضبوط کیا ہے ہر چیز کو۔ پہاڑوں کو زمین کو اسی نے مضبوط کیا ہے سارے نظام کو

اسی نے مستحکم کیا ہے اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ بے شک وہ خبردار ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔پھر کیا ہوگا؟ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا پس جو شخص لایا نیکی پس اس کے لیے اس سے بہتر ہوگا۔سورۃ الانعام آیت نمبر۶۰ میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جو شخص نیکی کرے گا اس کو اس کا دس گنا اجر ملے گا۔''

نیکی کی بنیادی شرائط :

مگر اس کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے اور ایمان بھی پوری شرائط کے ساتھ کہ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان پر ایمان لائے۔دوسری شرط اخلاص ہے۔ریا کاری اور دکھاوے کے طور پر کرتا ہے تو کچھ حاصل نہ ہوگا اور تیسری شرط اتباع سنت ہے ہر نیکی سنت کے مطابق ہے۔اگر سنت کے مطابق نہیں ہے چاہے وہ کتنی بڑی نیکی ہو اس کا کوئی اجر نہیں ہے۔کئی دفعہ سن چکے ہو کہ عید کا دن تھا اچھا زمانہ تھا لوگ جوق در جوق عید گاہ کی طرف آ رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ عید گاہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک صوفی قسم کے آدمی نے نماز شروع کی ہوئی ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خادم کو بھیجا کہ جاؤ اس آدمی کو کہو کہ عید والے دن عید گاہ میں عید کی نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں ہے بلکہ عید والے دن اشراق کی نماز بھی نہیں ہے نہ گھر میں نہ عید گاہ میں۔البتہ چاشت کی نماز پڑھ سکتا ہے لیکن وہ بھی عید گاہ میں نہیں واپس گھر آ کر پڑھے یا مسجد میں پڑھے۔تو وہ صوفی باز نہ آیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے جا کر اس کا کندھا پکڑا اور جھنجھوڑ کر فرمایا سنتے نہیں ہو کہ عید والے دن نفل نہیں ہیں۔اس نے کہا کہ میں کون سا گناہ کر رہا ہوں نماز ہی تو پڑھ رہا ہوں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا گناہ کر رہے ہو۔ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے ہیں نہ آپ ﷺ نے یہ نماز پڑھی نہ حکم دیا ہے۔تو جو چیز سنت کے مطابق نہ ہو وہ چاہے نماز ہی کیوں نہ ہو وہ گناہ ہے کوئی نیکی نہیں

ہے۔تو جس شخص کا عقیدہ صحیح ہو اور اخلاص کے ساتھ نیکی کرے اور سنت کے مطابق ہو تو عام حالات میں دس گنا اجر ملے گا اور اگر فی سبیل اللہ کی مد میں ہو گا تو سات سو گنا ملے گا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ دگنا کرتا ہے بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہے۔'' ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔کسی مسلمان بھائی کو السلام علیکم کہا دس نیکیاں مل گئیں وعلیکم السلام کہا دس نیکیاں مل گئیں ایک صغیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتا ہے اور ایمان میں ایک درجہ بھی بڑھے گا۔ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔اور سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ''نہیں غم میں ڈالے گی ان کو گھبراہٹ۔'' اور اس کے برخلاف وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو شخص لایا برائی۔متعدد مقامات میں ہے کہ برائی کا بدلہ برائی ہے اس کے مثل، زیادہ نہیں۔تو فرمایا جو شخص برائی لایا فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ پس وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں گے دوزخ کی آگ میں۔ان کو الٹا کر کے دوزخ میں پھینکا جائے گا۔آج جس طرح آدمی پاؤں کے بل چلتے ہیں اسی طرح وہاں سر کے بل چلے گا۔ ایک آدمی نے سوال کیا حضرت! سر کے بل کیسے چلے گا؟ فرمایا جس رب نے پاؤں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔یہ الٹا کر کے پھینکنا اس بات کی علامت ہو گی کہ دنیا میں ان کی کھوپڑیاں الٹی تھیں۔سورہ ملک میں ہے اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''بھلا وہ آدمی ہدایت والا ہے جو اوندھے منہ چل رہا ہے یا وہ جو سیدھا چلتا ہے۔'' فرمایا هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ نہیں بدلہ دیا جائے گا تمہیں مگر اس چیز کا جو تم کرتے ہو۔یہ جس وقت الٹے کر کے پھینکے جائیں گے اس وقت کہا جائے گا۔

حرمت کعبہ :

آنحضرتﷺ کو حکم ہے کہ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اُمِرْتُ پختہ بات ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ کہ عبادت کروں میں اس شہر کے رب کی۔شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے کیونکہ یہ سورۃ نمل مکی ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔کون رب؟ الَّذِیْ حَرَّمَهَا جس نے اس شہر کو عزت والا بنایا ہے۔زمانہ جاہلیت میں بھی جب لوگ کافر مشرک تھے حرم کے اندر کسی قسم کے جرم کو گناہ سمجھتے تھے۔اگر کسی بات پر آپس میں تلخی ہو جاتی تو حرم میں نہیں لڑتے تھے کہتے تھے حرم سے باہر چلو۔اسی طرح چوری ڈکیتی وغیرہ بھی حرم میں نہیں کرتے تھے۔ہاں! کوئی بڑا ہی بدبخت انسان ہوتا جو کرتا۔ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بھی حرم کا احترام کرتے تھے ہتھیار ساتھ ہونے کے باوجود کچھ نہیں کرتے تھے۔آج بعض جاہل قسم کے لوگ وہاں ایک دوسرے سے الجھتے ہیں کہ وہاں کے لوگ کہتے ہیں الحاج حرم الحاج حرم ”حاجی یہ حرم ہے یہاں جھگڑا وغیرہ نہیں کرنا۔“ اور تم پہلے یہ بات سن چکے ہو کہ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ [حج:۲۵] ”اور جو کوئی ارادہ کرے گا اس کے اندر کجروی کے ساتھ ظلم کا تو ہم چکھائیں گے اس کو دردناک عذاب۔“ حرم میں اگر کوئی آدمی برائی کا ارادہ بھی کرے تو وہ برائی ہے اور حرم سے باہر ایسا نہیں ہے حرم سے باہر جب تک انسان لفظ زبان سے بولتا نہیں یا عملاً برائی کرتا نہیں تو وہ لکھی نہیں جاتی لیکن حرم میں اگر برائی کا ارادہ بھی کیا تو لکھی جائے گی۔اس لیے کہ حرم کا مقام بہت بلند ہے۔تو فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے اس کو عزت والا بنایا ہے وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ اور اسی کے لیے ہے ہر شے۔آسمان اس کے زمین اس کی،چاند،سورج،ستارے اس کے،پہاڑ،دریا اس کے،

انسان، حیوان، جنات، فرشتے اس کے وَأُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں مسلمانوں میں سے۔ مسلمان کا معنٰی ہے فرمانبردار حکم ماننے والا۔ مجھے حکم ہے کہ میں رب تعالیٰ کے احکام مانوں۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے ہی رب تعالیٰ کے احکام مانے ہیں جب وحی نازل ہوئی اگر آپ نہ مانتے تو تبلیغ کیسے کرتے اور یہ بات بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اسلام کا مادہ ہے سَلِمَ . اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ ''مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔''

تلاوتِ قرآن :

فرمایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ اور یہ کہ میں تلاوت کروں قرآن پاک کی۔ چونکہ آپ کے اولین مخاطبین عربی لوگ تھے۔ وہ قرآن پاک کی تلاوت سے ہی اکثر باتیں سمجھ جاتے تھے ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے اس لیے ہم محض تلاوت سے نہیں سمجھ سکتے۔ ہاں! جن کا تھوڑا بہت مطالعہ ہے وہ کچھ سمجھیں گے۔ باقیوں کو سمجھنا پڑے گا اور بڑی نیکیوں میں سے ہے قرآن مجید کا سیکھنا اور سکھانا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حدیث ہے خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ ''تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرے اور دوسروں کو تعلیم دے۔'' اور یہ تمہارے فریضہ میں داخل ہے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دو اگر تمہیں ایک آیت بھی آتی ہے تو وہ انہیں سناؤ اور سمجھاؤ۔ قرآن کریم صرف مولویوں کے لیے نہیں ہے کہ بس یہ پڑھتے پڑھاتے رہیں یہ تمہارا بھی فریضہ ہے اور قرآن پاک کی تلاوت بڑا ورد اور وظیفہ ہے اور ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ بھی آئے تو نُورٌ عَلٰی نور ہے۔ فرمایا فَمَنِ اهْتَدٰى پس جو شخص ہدایت حاصل کرے گا۔

یعنی جب میں پڑھوں گا تلاوت کروں گا سن کر جو ہدایت حاصل کرے گا فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ پس پختہ بات ہے وہ ہدایت حاصل کرے گا اپنے نفس کے لیے وَ مَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوگا فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ پس آپ کہہ دیں میں ڈرانے والوں میں سے ہوں منوانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ دل میں تصرف کرے، ایمان رکھ دے اور کفر نکال دے۔ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کا ہے پیغمبروں کا کام ہے سیدھا راستہ بتلانا حق کی بات واضح کرنا۔ تو فرمایا میں ڈرانے والوں میں سے ہوں منانا میرے فریضہ میں داخل نہیں ہے وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اور آپ کہہ دیں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ہم نے توحید، رسالت، قیامت وغیرہ صاف صاف تمہیں بتلا دیا ہے سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں دکھائے گا اپنی قدرت کی نشانیاں فَتَعْرِفُوْنَھَا پس تم ان کو پہچان لوگے دیکھ کر۔ رب تعالیٰ کو کوئی سمجھنا چاہے تو اس کی قدرت کی نشانیوں سے سمجھ سکتا ہے وہ نشانیاں رب تعالیٰ کی رحمت کی بھی ہو سکتی ہیں اور عذاب کی بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ موسم کی تبدیلیاں وغیرہ بھی رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور یاد رکھو وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے آپ کا رب غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ نیکی بدی سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے رب تعالیٰ کی عدالت میں ہر چیز سامنے آجائے گی۔

آج بروز بدھ ۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۰ فروری ۲۰۱۲ء

سورۃ النمل مکمل ہوئی۔

والحمدللہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

★ ناشر ★

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورة القصص
سورة العنكبوت
سورة الروم
سورة لقمان

(مکمل)

جلد............۱۳

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ قصص، عنکبوت، روم، لقمان، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

مطبع ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) دالی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالہ

۲) جامع مسجد شاہ جمال، جی ٹی روڈ گکھڑ گوجرانوالہ

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

پیش لفظ

نحمده تبارك وتعالیٰ ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم وعلی اله واصحابه وازواجه واتباعه اجمعين ۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز پاک وہند وبنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہوکر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار وزوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات۔ اس لئے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہند ؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہوگئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے نئے جذبہ ولگن کیساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا

قرآن کریم کیساتھ فہم وشعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر وضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدو جہد بھی اسی کا تسلسل تھی بالخصوص پنجاب میں بدعات واوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات ورسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کیلئے جن اربابِ عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کے اسماء گرامی سرفرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم واستقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول وعرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم وبیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کیساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ واجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر

انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن و حدیث کے علوم و تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نماز فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسطہ اور منتہی درجہ کے طلبہ کیلئے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۱۹۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چار حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم و معارف، کے موتی ان کے دامن قلب و ذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کیلئے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض دفعہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لئے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اس لئے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیۂ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔ (آمین)

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لئے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کیلئے سالہا سال تک پابندی کیساتھ خدمت سرانجام دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم-اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم-اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علیٰ اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں ۔جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ القصص	21
02	سورۃ قصص کی وجہ تسمیہ	25
03	حروف مقطعات کی وضاحت	25
04	بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کی وجہ	26
05	اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ظاہری اسباب نہیں روک سکتے	28
06	اُم موسیٰ کی طرف وحی کا مطلب	29
07	حماقت فرعون	34
08	موسیٰ علیہ السلام دوبارہ اپنی والدہ کے پاس	37
09	فرعون کی رہائشی کالونی کا نام	43
10	بنی اسرائیلی اور انچارج باورچی خانہ کی لڑائی کا قصہ	44
11	شریعت نے عرب کی عادت نہیں بدلی مصرف بدلا	47
12	مومن آدمی کا موسیٰ علیہ السلام کو سازش سے آگاہ کرنا	52
13	موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر	54
14	موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کی خدمت میں	58
15	حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی سفارش	62
16	مسئلہ حق مہر	63
17	موسیٰ علیہ السلام کی مدین سے واپسی	66

18	پاک جگہ آدمی جوتوں سمیت نہ جائے	67
19	ثوبان اور جان کی وضاحت	71
20	طبعی خوف ایمان کے خلاف نہیں	71
21	موسیٰ علیہ السلام کی سفارش بھائی کے حق میں	73
22	انداز تبلیغ کیسا ہونا چاہیے	76
23	موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا فرعون کو تبلیغ کرنا	79
24	فرعون پر تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا	81
25	فرعونیت فرعون	82
26	فرعونیت کا انجام	84
27	سر درد کا نسخہ	85
28	موسیٰ کو تورات کا عطا ہونا	88
29	حضور کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی	89
30	عرب میں شرک کی ابتدا اور لفظ قوم کی تشریح	91
31	حضور ﷺ قومی نبی بھی ہیں اور عالمی بھی	91
32	اہل مکہ کی طرف حضور ﷺ کی بعثت اتمام حجت ہے	95
33	لفظ سحران کی وضاحت	96
34	قرآن پاک کا اپنی سچائی پر چیلنج	97
35	خواہشات کو رب تعالیٰ کے احکامات کے مطابق پورا کرو	98
36	کیا جن جماعتوں کو ہلاک کیا ان کے پاس پیغمبر نہیں آئے	100
37	اہل کتاب کو دہرا اجر ملے گا	101
38	نیک دل اہل کتاب کی تیسری خوبی	105
39	ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں	106

40	مقام حرم	108
41	اللہ تعالیٰ رضا آنحضرت ﷺ کی پیروی میں ہے	114
42	دنیا کی زندگی ایک افسانہ	115
43	مشرکوں کی ذلت اور رسوائی	115
44	مشرک رب تعالیٰ کی عدالت میں بھی جھوٹ بولیں گے	118
45	ہر گواہی کے لیے موقع پر ہونا ضروری نہیں	119
46	رب تعالیٰ کے اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں	120
47	اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک ہے	125
48	توبہ کے دروازے کا بند ہونا	126
49	دجال چار جگہوں کے علاوہ ساری دنیا پھرے گا	128
50	نماز اور روزہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے	129
51	روز قیامت مشرکوں کی کوئی مدد نہیں کرے گا	130
52	پیغمبروں کے مراتب کی ترتیب	134
53	قارون کا تعارف	135
54	خوشی اور گھمنڈ کا فرق	137
55	دین غریبوں کے پاس ہے	138
56	نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے	140
57	شریعت محمدی اور موسوی میں مسائل کا فرق	144
58	سزاؤں سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے	145
59	قارون کا عبرت ناک انجام	147
60	تکبر روحانی بیماریوں میں بڑی بیماری	152
61	نیکی کے قبول ہونے کی تین بنیادی شرائط	153

62	بزرگوں کے مجاہدے اور ریاضتیں صحیح ہیں	154
63	لرآدک الی معاد کی تفسیر	155
64	بدعتیوں کا غلط نظریہ	156
65	رب تعالیٰ کی طرف دعوت پیغمبروں کا اجتماعی کام ہے	157
66	اختتام سورۃ القصص	159
67	سورۃ العنکبوت	163
68	سورۃ العنکبوت کی وجہ تسمیہ	165
69	اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور اور پانچ ہزار غیر مشہور ہیں	166
70	ایمان سے زیادہ قیمتی کوئی شے نہیں	166
71	ایمان کے ساتھ آزمائش ہوگی	167
72	اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا	168
73	بنیاد پرست ہونا عقل مندی ہے	169
74	جہاد کی اقسام	170
75	حضرت سعدؓ کا امتحان	171
76	ماں باپ کی اطاعت کے متعلق ایک فقہی ضابطہ	174
77	کمزور ایمان اور منافق قسم کے لوگوں کا ذکر	177
78	ایمان کے دعوے دار امتحان کے وقت کچے ثابت ہوتے ہیں	177
79	ہندوستان کی آزادی میں اہل بدعت کا کوئی حصہ نہیں	179
80	آیات کا بظاہر تعارض اور اس کا حل	182
81	نوح علیہ السلام کا تعارف اور ان کی تبلیغ کا ذکر	186
82	قوم ابراہیم کا دو طرح کے شرک میں مبتلا ہونا	188
83	وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر کی تشریح	189

84	دین کی بات ان کو سمجھ آتی ہے جن کے دل صاف ہوتے ہیں	191
85	لفظ آیت کی وضاحت	195
86	ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا قصہ	196
87	سوسائٹی کے اثرات	198
88	ابراہیم علیہ السلام نے عراق میں اسی سال قوم کو تبلیغ کی	203
89	قوم لوط کی بدکاریوں کا ذکر	205
90	وضو کے لیے اہم جزئیات	206
91	پہلے زمانے کے ڈاکو آج کی نسبت شریف ہوتے تھے	208
92	حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی کا ذکر	213
93	خوف اور حزن کا فرق	215
94	حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر	216
95	مشرک قیامت کے بھی منکر ہیں	217
96	مختلف قسم کے عذابوں کا تذکرہ	221
97	مشرک خدا کا منکر نہیں ہوتا	223
98	بیت عنکبوت کے ساتھ مشرکوں کی وجہ تشبیہ	224
99	چند اہم امور کا حکم	229
100	ایمان کے بعد اہم عبادت نماز ہے	230
101	معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نبی کا نہیں	233
102	مشرکوں کے شوشے کا دوسرا اور تیسرا جواب	238
103	آنحضرت ﷺ کا بددعا فرمانا	239
104	فرعون وہامان کو معجزاتِ موسیٰ علیہ السلام میں کوئی شک نہیں تھا	240
105	ہجرت کا حکم	241

نمبر	عنوان	صفحہ
106	بدعت پر ثواب کی بجائے عذاب ہوتا ہے	242
107	جنتیوں کی دو خوبیوں کا ذکر	245
108	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت کا ذکر	247
109	مشرک رب تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہے	248
110	مسئلہ شفاعت کی تشریح	249
111	صفاتِ باری تعالیٰ میں شرک فروعی مسئلہ نہیں	251
112	انتہائی مشکل میں مشرک بھی صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے	254
113	مکہ مکرمہ کے نامی گرامی مجرموں کا ذکر	255
114	مکہ بند مشرک اور موجودہ دور کے مشرک	257
115	حرم میں لڑائی جھگڑا جائز نہیں	260
116	اختتام سورۃ العنکبوت	262
117	سورۃ الروم	265
118	ایران اور روم کی حکومتوں کا ذکر	267
119	حقانیتِ قرآن اور پیغمبر پر دلیل	268
120	دین سے غفلت کا عالم	272
121	بُروں کا برا انجام	277
122	مشرکوں کے قیامت کے متعلق عجیب وغریب شوشے	278
123	آخرت میں سفارش کے لیے دو شرطیں	279
124	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر نیکی میں یکتا تھے	280
125	چار پیارے کلمات کا ذکر	283
126	ذاکرین سے تعلیم دینے والے افضل ہیں	283

127	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر	288
128	حضرت شیخؒ کی برطانیہ میں ایک انگریز سے ملاقات	292
129	اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں	297
130	شرک کے رد کی ایک مثال	298
131	جبراً اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت دیتا ہے	300
132	آج مسلمانوں کا کردار اشاعتِ اسلام میں رکاوٹ ہے	301
133	امت نے دین پھیلانے کی ذمہ داری کو نبھایا	303
134	فرقہ بندی کی مذمت، شیعہ پہلا فرقہ	307
135	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت	308
136	صحت اور بیماری سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے	310
137	تکالیف گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب	312
138	مال خرچ کرنے کی جگہیں	316
139	سود اور صدقہ کی وضاحت	317
140	فسادات ہمارے اعمال کا نتیجہ ہیں	319
141	امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت نزول کی برکات	320
142	قیامت کا آنا ضروری ہے	321
143	تفسیرِ آیات	326
144	آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں	327
145	ایک سنت کے چھوڑنے پر فتح میں تاخیر	329
146	ربط آیات	334
147	مسئلہ سماع موتی	337
148	مردوں کے سننے پر دلائل	338

149	آپ ﷺ کا درود وسلام سننا	340
150	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فقر	342
151	اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار کرنا کفر ہے	345
152	گنہگار کی بخشش کا واقعہ	347
153	آپ ﷺ کا معجزہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا	349
154	اختتام سورۃ الروم	352
155	سورۃ لقمان	355
156	سورۃ لقمان کی وجہ تسمیہ اور حضرت لقمانؒ کا تعارف	356
157	حروف مقطعات کی تشریح	357
158	محسنین کی صفات	358
159	شان نزول	360
160	رافضیوں کی خرافات	362
161	تفسیر آیات	367
162	حضرت لقمانؒ کا واقعہ	369
163	حضرت لقمانؒ کا بیٹے کو نصیحت کرنا	371
164	تقلید اور اتباع شی واحد ہے	374
165	تفسیر آیات	377
166	جھوٹ چھوڑنے کی وجہ سے تمام گناہ چھوٹ گئے	379
167	علاج کرانا سنت ہے	382
168	مسجد میں اپنی آواز کو پست رکھنا چاہیے	384
169	ربط آیات	387
170	ادلہ شرعیہ چار ہیں	388

171	ائمہ مجتہدین معصوم نہیں	389
172	شیعہ کے کفر پر دلائل	390
173	تمام عبادتوں کی بنیاد توحید ہے	395
174	رب تعالیٰ نہ مانگنے پر ناراض ہوتا ہے	398
175	رب تعالیٰ کی قدرت کے دلائل	400
176	ربط آیات	405
177	عالم الغیب خدا تعالیٰ ہے	410
178	امام ابوحنیفہؒ اور خلیفہ ابوجعفر منصور کا خواب	411
179	اختتام سورۃ لقمان	414
180		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ القصص

(مکمل)

جلد............۱۵

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾

طٰسٓمّٓ ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یہ آیتیں ہیں کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی نَتْلُوْا عَلَيْكَ ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى حال موسیٰ علیہ السلام کا وَفِرْعَوْنَ اورفرعون کا بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے اِنَّ فِرْعَوْنَ بے شک فرعون

عَلَا اس نے سرکشی کی فِی الْاَرْضِ زمین میں وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا اور کر دیا وہاں کے رہنے والوں کو گروہ در گروہ يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً کمزور بنا دیا اس نے ایک گروہ کو مِّنْهُمْ ان میں سے يُذَبِّحُ اَبْنَآءَ هُمْ ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو وَ يَسْتَحْيِ نِسَآءَ هُمْ اور زندہ چھوڑتا تھا ان کی عورتوں کو اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ بے شک وہ فسادیوں میں سے تھا وَ نُرِيْدُ اور ہم ارادہ کرتے ہیں اَنْ نَّمُنَّ اس بات کا کہ ہم احسان کریں عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر اسْتُضْعِفُوْا جن کو کمزور بنا دیا گیا ہے فِی الْاَرْضِ زمین میں وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً اور یہ کہ ہم بنائیں ان کو پیشوا وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ اور بنا دیں ہم ان کو وارث وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ اور ہم ان کو قدرت دیں فِی الْاَرْضِ زمین میں وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ اور دکھائیں ہم فرعون کو وَ هَامٰنَ اور ہامان کو وَ جُنُوْدَهُمَا اور ان دونوں کے لشکر کو مِنْهُمْ ان کمزوروں سے مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ وہ چیز جس سے وہ خوف کرتے تھے وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف اَنْ اَرْضِعِيْهِ یہ کہ تم اس کو دودھ پلاتی رہو فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ پھر جب تم خوف کھاؤ اس پر فَاَلْقِيْهِ فِی الْيَمِّ پس تم اس کو ڈال دو دریا میں وَلَا تَخَافِیْ اور خوف نہ کرنا وَلَا تَحْزَنِیْ اور نہ غمگین ہونا اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ بے شک ہم اس کو لوٹائیں گے آپ کی طرف وَ جَاعِلُوْهُ اور ہم اس کو بنانے والے ہیں مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے۔

سورۃ قصص کی وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ القصص ہے۔ قصص کا لغوی معنٰی ہے حال، سرگزشت۔ اس سورت میں آگے آئے گا کہ جب موسیٰ علیہ السلام مصر سے بھاگ کر مدین حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ''اپنا حال ان کے سامنے بیان کیا کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں اور کیوں آیا ہوں؟'' تو اس لفظ قصص کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ القصص ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے اڑتالیس (۴۸) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس سورۃ کے نو (۹) رکوع اور اٹھاسی (۸۸) آیتیں ہیں۔

حروفِ مقطعات کی وضاحت :

طسم کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ ط سے مراد طیب ہے، س سے مراد سمیع ہے اور م سے مراد مالک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام لفظ اللہ ہے باقی سب صفاتی ہیں۔ جیسے رحمٰن ہے، رحیم ہے، جبار ہے، قہار ہے، نور ہے، ہادی ہے، وکیل ہے، رشید ہے، صبور ہے، اٹھانوے نام صفاتی مشہور ہیں ان کے علاوہ اور بھی ہیں جو پہلی کتابوں میں آئے ہیں جن کی تعداد پانچ ہزار ہے۔ فرمایا تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ یہ جو تمہارے سامنے پڑھی جارہی ہیں یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں الْمُبِيْنِ جو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ ہماری زبان چونکہ عربی نہیں ہے اس لیے ہم عربی کی فصاحت و بلاغت کو نہیں سمجھ سکتے۔ ان لوگوں کی مادری زبان عربی تھی وہ سنتے تھے، سمجھتے تھے، متاثر ہوتے تھے حق والے کہتے تھے کہ یہ حق کا اثر ہے اور باطل والے کہتے تھے یہ سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ''یہ کھلا جادو ہے۔'' اثر دونوں مانتے تھے۔ تو جو کچھ بیان کرتا

ہے کھول کر بیان کرتا ہے نَتْلُوْا عَلَيْكَ ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ حال موسیٰ علیہ السلام کا اور فرعون کا بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لانا چاہے، اس واقعہ سے عبرت حاصل کرے۔ مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا، نام علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے جیسے ہمارے ملک کے صدر کا نام فاروق احمد لغاری ہے اس سے پہلے اور صدر ہوئے، آگے اور ہوں گے۔ تو یہاں جیسے صدر کا لفظ ہے ایسے ہی مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام ریان بن ولید تھا۔ بڑا نیک فطرت آدمی تھا بالآخر مسلمان ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب تھا بڑا شاطر اور شیطان آدمی تھا جیسے آج کل ہمارے لیڈر ہیں۔ رب تعالیٰ کے ساتھ بھی دھوکا اور رب تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ بھی ~~دھوکا~~، دھوکا ہی دھوکا، باتونی اتنے کہ کسی کو بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔

بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کی وجہ :

تفسیروں میں آتا ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے آگ آئی ہے میری طرف اور اس نے قبطیوں کے مکانوں کو جلا دیا ہے۔ اس وقت مصر میں اصولی طور پر دو خاندان تھے......

۱) بنی اسرائیلی، جو موسیٰ علیہ السلام کا خاندان تھا اور ۲) قبطی، جو فرعون کا خاندان تھا۔

تو فرعون نے نجومیوں سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری حکومت اور قوم کی تباہی کا سبب بنے گا۔ اس پر فرعون نے بنی اسرائیلیوں کے بچے ذبح کرانے شروع کیے، غنڈہ گردی پر اتر آیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ بے شک فرعون نے سرکشی کی زمین میں وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا اور اس نے کر دیا زمین کے رہنے والوں کو گروہ در گروہ۔ ایک وقت تھا کہ انگریز کا بے شمار ممالک پر اقتدار تھا اس زمانے میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ پبلک کو آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو۔ یہ فلسفہ برطانیہ کے انگریز نے فرعون سے سیکھا۔ فرعون نے وہاں کے لوگوں کو گرہ در گروہ بنا دیا تھا وہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور حکومت کی طرف رخ نہیں کرتے تھے۔ اور ہر باطل حکومت اس دستور پر آج تک عمل کرتی آرہی ہے۔ وہ اپنی ضرورت کے تحت فرقہ واریت پھیلاتے رہتے ہیں لیکن الزام مولویوں کے سر لگادیتے ہیں کہ انہوں نے فرقہ واریت پھیلائی ہے۔ حالانکہ علمائے سوء حکومت کے گماشتے ہوتے ہیں اور شیعان بدکرداران کو کافی رقم دے کر آگے کر دیتے ہیں وہ لوگوں کو بھڑکاتے اور فرقہ واریت پھیلاتے ہیں۔ دوسرے لوگ بے چارے سادے ہوتے ہیں وہ دین پر اپنی جان اور مال قربان کر دیتے ہیں ان کی سادگی اور اخلاص سے یہ لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے ذمہ لگادیتے ہیں کہ انہوں نے یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے۔ تو ان لوگوں نے یہ فلسفہ فرعون سے لیا ہے کہ اس نے زمین کے رہنے والوں کو گروہ در گروہ کر دیا تھا۔ یَسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ کمزور بنادیا اس نے ایک گروہ جو موسیٰ علیہ السلام کا خاندان تھا۔ کمزور اس طرح بنایا کہ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ اور زندہ چھوڑتا تھا ان کی عورتوں کو۔ کیونکہ عورتوں سے خطرہ کوئی نہیں تھا اس لیے ان کو قتل نہیں کرتا تھا۔ دوسرا اس طرح کمزور کیا کہ بنی اسرائیلیوں سے مزدوری کرواتے کہ ان کو اجرت پوری نہیں دیتے تھے۔ جس طرح آج کل ہمارے ملک میں کارخانہ دار کرتے ہیں کہ یہ مزدور کو دیانت داری کے ساتھ اس کا جو حق بنتا ہے وہ نہیں دیتے بلکہ سنتے

میں آیا ہے کہ بعض ایسے کارخانہ دار بھی ہیں جو مزدور کو پکا نہیں ہونے دیتے کہ اگر یہ پکا ہو گیا تو اس کو سارے حقوق دینے پڑیں گے۔ دو چار ماہ کے بعد اس کو نکال کر دوسرا رکھ لیتے ہیں۔ یہ سب دھوکا اور فراڈ کرتے ہیں۔ تو فرعون نے بنی اسرائیل کو مزدوری والے کاموں پر لگایا ہوا تھا۔ مصر چونکہ زرعی علاقہ تھا کاشت کاری ان سے کرواتے تھے، باغات کی نگہبانی ان کے ذمہ ہوتی تھی، مکانات، سڑکیں ان سے بنواتے اور پوری مزدوری نہیں دیتے تھے اور زیادہ تر بیگار لیتے، روٹی کھلا کر چلتا کرتے، کام بھی لیتے اور ساتھ ظلم بھی کرتے اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ بے شک فرعون فسادیوں میں سے تھا۔ بارہ ہزار بچوں کو قتل کرایا یہ کوئی معمولی بات تو نہیں۔ لوگوں سے بیگار لیتا اور اس کا لقب ذوالاوتاد بھی تھا۔ سزا دیتا تھا اس طرح کہ ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا کہ آدمی ہل جل نہ سکے اور یہ تم پڑھ چکے ہو موسیٰ علیہ السلام پر جو جادوگر ایمان لائے تھے موسیٰ علیہ السلام کے صحابی، ان کو اس نے سولی پر لٹکایا ان کے بدنوں میں میخیں ٹھونک دیں۔ بڑا جابر، ظالم قسم کا آدمی تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس کی جسم آج تک مصر کے عجائب گھر میں پڑا ہوا ہے تاکہ لوگ دیکھ کر عبرت حاصل کریں کہ یہ ہے وہ جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ اس کا فوٹو کبھی اخبار میں آ جاتا ہے عجیب قسم کا نمونہ معلوم ہوتا ہے اس کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ظاہری اسباب نہیں روک سکتے :

فرمایا وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ اور ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم احسان کریں عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ ان لوگوں پر جن کو کمزور بنا دیا گیا ہے زمین میں وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً اور ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم ان کو پیشوا بنائیں۔ اپنے وقت میں وہ اپنی قوم کے پیشوا اور رہنما بنیں وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ اور ہم بنائیں ان کو وارث زمینوں کا، مکانوں کا،

باغات کا۔ وہ بنے بنائے مکان ان مظلوموں کے قبضے میں آئیں گے۔ ظاہری حالات کچھ بھی ہوں اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کے متعلق فیصلہ کر لیتے ہیں تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ اور ہم ان کو قدرت دیں زمین میں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی غرقابی کے بعد موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام کو اقتدار دیا ان کے بعد اور بادشاہ آئے اور صدیوں تک اقتدار ان کے پاس رہا وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ اور ہم دکھائیں فرعون کو اور ہامان کو۔ یہ فرعون کا وزیر اعظم تھا فرعون کی طرح یہ بھی بڑا ہوشیار اور چالاک تھا فرعون کے قدم پر قدم رکھنے والا تھا اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا بڑا مستعد تھا ایک لمحے کی تاخیر نہیں کرتا تھا وَ جُنُوْدَهُمَا اور ان کے لشکروں کو دکھائیں مِنْهُمْ ان کمزوروں سے ان کو دکھانا چاہتے ہیں مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ وہ چیز جس سے وہ خوف کرتے تھے کہ بنی اسرائیل میں لڑکا پیدا ہوگا جو ہمارے اقتدار کے زوال کا سبب بنے گا کیونکہ جب نجومیوں نے علم نجوم کے زور پر یہ بات بتلائی تھی یا فرعون نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر سامنے آئی تو اس کے بعد فرعون کی نیند حرام ہوگئی تھی۔ کرسی والے جتنے پریشان ہوتے ہیں ہم نہیں ہیں کہ ان کو ڈر ہوتا ہے اقتدار چھن جانے کا اور مال دار جتنا پریشان ہوتا ہے اتنا غریب نہیں ہوتا۔ تو ان کو جس چیز کا خوف تھا وہ رب تعالیٰ نے ان کو دکھا دیا۔

اُمِ موسیٰ کی طرف وحی کا مطلب :

وَ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام عربی والے یوخابذ اور اُردو والے یوکابد لکھتے ہیں رحمہا اللہ تعالیٰ۔ بڑی نیک پارسا تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد گرامی کا نام عمران تھا، عمران بن جسر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ پیغمبروں کی نسل سے تھے بڑے

نیک اور پارسا تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی۔ اس وحی سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ خواب میں اشارہ ہوا تھا دوسرا گروہ کہتا ہے الہام ہوا تھا تیسرا گروہ کہتا ہے کہ فرشتہ آیا تھا۔ اگر فرشتہ بھی آیا ہو اور اس نے رب تعالیٰ کا حکم سنایا ہو تو اس سے نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ کوئی عورت نبیہ نہیں ہوئی۔ چودھویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ [نحل:۴۳] ''اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر مرد جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی۔'' یعنی ہم نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں مرد ہی بھیجے ہیں کوئی عورت نبیہ بنا کر نہیں بھیجی۔ تو یہ وحی اگر فرشتہ بھی لایا ہے تو ذاتی طور پر پیغام پہنچایا ہے اس وحی سے نبوت لازم نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا اَنْ اَرْضِعِیْهِ کہ آپ ان کو دودھ پلاتی رہیں فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ پھر جب تم خوف کھاؤ اس پر پس تم اس کو ڈال دو دریا میں۔ جب تمہیں خوف ہو کہ سرکاری کارندے آرہے ہیں کیونکہ گھروں میں عورتیں بھی پھرتی تھیں مرد بھی تلاشی لیتے تھے چیک کرتے تھے۔ تو فرمایا کہ جب تم خوف محسوس کرو تو اس کو دریا میں ڈال دو دریا میں ڈالنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اٹھا کر دریا میں ڈال دو۔ سورہ طٰہٰ میں تم پڑھ چکے ہو فِی التَّابُوْتِ صندوق میں موسیٰ علیہ السلام کو لٹا کر صندوق دریا کے حوالے کر دو۔ ان کا گھر بحر قلزم کے کنارے تھا صندوق کو دریا میں ڈال کر موسیٰ علیہ السلام کی بڑی ہمشیرہ جس کا نام کلثوم تھا کو فرمایا کہ بیٹی کنارے پر مخلوق چلتی پھرتی رہتی ہے لوگ سیر و سیاحت کے لیے بھی آتے جاتے رہتے ہیں تم اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہو اور احتیاط کے ساتھ اس کو دیکھتی رہو کسی کو یہ بھی محسوس نہ ہو تم اس صندوق کے ساتھ ہو دیکھو کدھر جاتا ہے۔ فرعون کے مالی یا مچھیرے نے یا دھوبی

نے دیکھا کہ صندوق بہتا ہوا آرہا ہے اس کو پکڑا تو اس میں بچہ تھا وہ لے گیا۔ آگے آرہا ہے کہ فرعون نے کہا کہ اس کو قتل کردو یہ وہی خطرناک بچہ ہو سکتا ہے۔ بیوی مضبوط تھی آسیہ بنت مزاحم بن ہدیہ بن ریان بن ولید۔ اس نے کہا کہ اس کو قتل نہیں کرنا ممکن ہے ہم اس سے فائدہ اٹھائیں یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں کیا خوبصورت بچہ ہے اس کو قتل نہیں کرنا فرعون نے کہا کہ تجھے کوئی فائدہ نظر آتا ہوگا مجھے تو کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' اس کی نیت صاف تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو فائدہ دیا کہ اس کو کلمہ ایمان نصیب ہوا ایمان سے بڑا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تو فرمایا دریا میں ڈال دینا وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اور نہ خوف کرنا اس کے ڈوب جانے کا، غرق ہونے کا اور نہ غم کرنا اس کی جدائی کا اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ بے شک ہم اس کو لوٹائیں گے آپ کی طرف۔ چند گھنٹوں کی بات ہے، ہم اس کو آپ کی طرف لوٹا دیں گے۔ وَ جَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور ہم اس کو بنانے والے ہیں رسولوں میں سے۔ باقی قصہ آگے آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًاؕ-اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـٕیْنَ(۸) وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَؕ-لَا تَقْتُلُوْهُ ﳓ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ(۹) وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًاؕ-اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ(۱۰) وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ٘-فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ(۱۱) وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ(۱۲) فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ(۱۳)ع

فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ پس اٹھالیا اس کو فرعون کے خادموں نے لِیَكُوْنَ لَهُمْ تاکہ ہو جائے ان کے لیے عَدُوًّا دشمن وَّ حَزَنًا اور پریشانی اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ بے شک فرعون اور ہامان وَ جُنُوْدَهُمَا اور ان کے لشکر كَانُوْا خٰطِـٕیْنَ خطا کار تھے وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ اور کہا فرعون کی بیوی نے قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وَ لَكَ اور تمہاری آنکھوں کی بھی لَا تَقْتُلُوْهُ اس کو قتل نہ کرو عَسٰۤى قریب ہے اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ یہ کہ نفع دے ہمیں اَوْ نَتَّخِذَهٗ

وَلَدًا یا ہم بنالیں اس کو بیٹا وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور وہ کچھ شعور نہیں رکھتے تھے
وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی اور ہو گیا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل فٰرِغًا خالی
اِنْ كَادَتْ بے شک قریب تھا لَتُبْدِیْ بِہٖ کہ وہ ظاہر کر دیتی اس کو لَوْلَآ اَنْ
رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا اگر ہم مضبوط نہ کرتے اس کے دل کو لِتَكُوْنَ تا کہ ہو جائے وہ
مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں میں سے وَقَالَتْ اور کہا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ
نے لِاُخْتِہٖ موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو قُصِّیْہِ اس کا سراغ لگاؤ فَبَصُرَتْ بِہٖ پس
وہ اس کو دیکھتی رہی عَنْ جُنُبٍ دور سے وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور نہیں
تھا وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ اور ہم نے حرام کر دیں موسیٰ علیہ السلام پر دودھ
پلانے والیاں مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَقَالَتْ پس کہا موسیٰ علیہ السلام کی بہن
نے ھَلْ اَدُلُّكُمْ کیا میں تمہیں بتلاؤں عَلٰٓی اَھْلِ بَیْتٍ ایک گھر والے
یَّكْفُلُوْنَهٗ وہ کفالت کریں گے اس کی لَكُمْ تمہارے لیے وَھُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ
اور وہ اس کے لیے خیر خواہ ہوں گے فَرَدَدْنٰهُ پس ہم نے لوٹا دیا اس کو اِلٰٓی اُمِّہٖ
اس کی ماں کی طرف كَیْ تَقَرَّ عَیْنُھَا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو وَلَا تَحْزَنَ اور
غم نہ کھائے وَلِتَعْلَمَ اور تا کہ جان لے کہ اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ
تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے نہیں
جانتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ چلا آ رہا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا کہ جب خوف کریں تو اس کو دریا میں ڈال دیں اور

پریشان نہ ہوں ہم اس کو واپس آپ کے پاس لوٹا دیں گے اور ہم اس کو رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں لٹا کر بحرِ قلزم میں ڈال دیا فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ پس اٹھالیا اس کو آلِ فرعون نے۔ صندوق دریا میں بہتا ہوا جا رہا تھا بعض کہتے ہیں کہ آگے دھوبی تھا بعض کہتے ہیں مالی تھا بعض کہتے ہیں کہ مچھیرا تھا وہ فرعون کا آدمی تھا۔ بہر حال فرعون کے کارندوں میں سے کسی نے اٹھالیا لِيَكُوْنَ لَهُمْ تاکہ ہو جائیں موسیٰ علیہ السلام ان کے لیے عَدُوًّا دشمن۔ یعنی نتیجہ یہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے لیے دشمن بنے وَّ حَزَنًا اور پریشانی کا ذریعہ بنے اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ بے شک فرعون اور ہامان اس کا وزیر اعظم وَ جُنُوْدَهُمَا اور ان کے لشکر كَانُوْا خٰطِئِيْنَ خطا کار تھے، گنہگار تھے کہ بارہ ہزار بچے فرعون کے حکم سے ہامان نے فوجیوں کے ذریعے قتل کرائے۔ فرعون بھی مجرم، ہامان بھی مجرم، ان کے لشکر بھی مجرم۔ جس کے لیے اتنے بچے قتل کیے وہ گھر میں پل رہا ہے۔

حماقتِ فرعون :

مولانا رومؒ نے فرعون کی حماقت ایک حکایت کے ذریعے سمجھائی ہے۔ وہ مثنوی شریف میں بڑی بڑی حکایتیں بیان فرماتے ہیں۔ سمجھانے کے لیے فرماتے ہیں کہ ایک بڑا امیر آدمی تھا۔ سونا، چاندی، ہیرے، موتی، جواہرات، بڑا کچھ اس کے پاس تھا۔ چوروں نے اس کو لوٹنے کا پروگرام بنایا اس کا مکان بڑا بلند قلعہ نما تھا۔ اس زمانے میں بنک تو نہیں ہوتے تھے لوگ دولت گھروں میں رکھتے تھے۔ چوروں نے مشورہ کیا کہ اس کو کس طرح لوٹیں اور اس کے مکان میں کس طرح داخل ہوں؟ طے یہ پایا کہ دن کو غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک آدمی اندر جا کر کہیں پلنگ وغیرہ کے پیچھے چھپ جائے اور رات کو

جب فلاں ستارہ طلوع ہوتو وہ دروازہ کھول دے پھر باقی ساتھی داخل ہو جائیں گے اور اپنا کام کریں گے۔ چنانچہ وہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر جا کر چھپ گیا۔ جب وہ ستارہ طلوع ہوا تو اٹھا اور کنڈی کھولی صاحب خانہ کی آنکھ کھل گئی چور پھر چھپ گیا صاحب خانہ نے اٹھ کر کنڈی لگا دی اس خیال سے کہ کوئی کنڈی کھول کر باہر نکل گیا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں......

؎ در بہ بند دزد اندر خانہ بود

''اس نے دروازہ بند کر دیا اور چور اندر ہی تھا۔'' یہی حال فرعون کا تھا۔

؎ حیلہ فرعون زیں افسانہ بود

''فرعون کی کارروائی بھی نری افسانہ تھی۔'' ظالم نے بارہ ہزار بچے قتل کروائے کہ کہیں میرا اقتدار نہ چھن جائے اور جس سے خطرہ تھا وہ گھر میں پل رہا ہے۔ خواہ مخواہ بے گناہوں کو قتل کرتا رہا، مجرم تھا۔ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ اور کہا فرعون کی بیوی نے جس کا نام آسیہ بنت مزاحم بن ہدیر بن ریّان بن ولید تھا۔ یہ ریان بن ولید حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں عزیز مصر تھا بڑا نیک صفت انسان تھا۔ کیا کہا قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ یہ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وَلَكَ اور تمہاری آنکھوں کی بھی لَا تَقْتُلُوْهُ اس کو قتل نہ کرو۔ فرعون اس کو قتل کرنا چاہتا تھا کہ کہیں یہ وہ بچہ نہ ہو جس سے مجھے خطرہ ہے۔ تو بیوی نے کہا کہ اس کو قتل نہ کرو عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ قریب ہے کہ یہ ہمیں نفع دے۔ ہوسکتا ہے اس سے ہمیں نفع حاصل ہو اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا ہم اس کو بنالیں بیٹا چونکہ اولاد نہیں تھی وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ کچھ شعور نہیں رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کی ذات کیا کر رہی ہے کہ رب تعالیٰ نے عالم اسباب میں آسیہ بنت مزاحم جیسی عورت کو آگے کر دیا کہ اس کو قتل نہیں کرنا۔

اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ فرعون نے کہا کہ تمہیں کوئی فائدہ نظر آتا ہوگا مجھے تو کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' حسن نیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آسیہؓ کو ایمان کا فائدہ دیا اور ایمان، ہدایت اور دین سے بڑا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیا کے سب فائدے ہیچ ہیں۔ وہ یہیں رہ جائیں گے یہ ساتھ جائے گا وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اور ہو گیا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل فارغ اس فکر سے کہ میرے بچے کا کیا بنے گا؟ آخر ماں تھی اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ بے شک قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیتی لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو صندوق دریا میں ڈالنے کے بعد ہو سکتا تھا کہ محلے کی عورتوں کے سامنے ذکر کر دیتیں کہ میں نے بچہ اس طرح صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے والدہ کے دل کو مضبوط کر دیا تاکہ کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ تاکہ وہ ہو جائے مومنوں میں سے وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ اور کہا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثوم کو رحمہا اللہ تعالیٰ۔ جس کی عمر بعض گیارہ اور بعض بارہ اور بعض تیرہ سال بتاتے ہیں سمجھ دار بچی تھی اس کو کہا قُصِّيْهِ صندوق کا سراغ لگاؤ کہاں جاتا ہے اور احتیاط کرنا کسی کو معلوم نہ ہو کہ تم اس صندوق کی نگرانی کر رہی ہو وہاں اور لوگ بھی ہوں گے کیونکہ تماشائی کافی ہوتے ہیں تم بھی تماشائی بن کر دیکھتی رہو کیونکہ گھر میں کوئی اور فرد نہیں تھا۔ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے تین سال کے بچے نے کیا کرنا تھا؟ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ پس وہ اس کو دیکھتی رہی دور سے تاکہ لوگوں کو محسوس نہ ہو کہ اس کے پاس صندوق کا کوئی راز ہے۔ کبھی صندوق کی طرف دیکھتی آنکھ بچا کر اور کبھی دوسری طرف دیکھتی۔ آگے

چند میل کے فاصلے پر فرعون کی کالونی تھی جس کا نام مُنف تھا۔ وہاں فرعون کا عملہ اور فوجی افسر وغیرہ رہتے تھے فرعون کا جہاں محل تھا وہاں بہت بڑے باغات تھے دریا سے ایک نالا باغات کو سیراب کرنے کے لیے جاتا تھا یہ صندوق دریا سے اس نالے میں چلا گیا۔ آگے اس کا دھوبی یا مچھیرا یا مالی تھا اس نے صندوق کو پکڑ لیا موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ صندوق کو دور سے دیکھتی رہی وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ان کو کچھ شعور نہیں تھا کہ یہ بچی کون ہے اور کیا کر رہی ہے۔ جس وقت یہ فیصلہ ہو گیا کہ اس بچے کو قتل نہیں کرنا تو اس کے بعد بکری کا دودھ ،اونٹنی کا دودھ، گائے، بھینس کا دودھ لایا گیا مگر موسیٰ علیہ السلام نے نہ پیا ارد گرد کی عورتوں کو فوری بلایا گیا دودھ پلانے کے لیے مگر موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا۔

موسیٰ علیہ السلام دوبارہ اپنی والدہ کے پاس :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ اور ہم نے حرام کر دیں موسیٰ علیہ السلام پر دودھ پلانے والیاں اس سے پہلے۔ رب تعالیٰ نے تکوینی طور پر کسی عورت کا دودھ پینے ہی نہیں دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدہ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم اس کو واپس آپ کے پاس پہنچا دیں گے۔ صندوق اٹھانے کے بعد جب مرد عورتوں کا ہجوم اکٹھا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ بھی ان میں شامل ہو گئی تھی سب کچھ دیکھ رہی تھی فَقَالَتْ پس اس نے کہا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ کیا میں تمہیں بتلاؤں ایک گھر والے وہ اس کی کفالت کریں گے تمہارے لیے وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ اور وہ اس کے لیے خیر خواہ ہوں گے۔ تم نے کافی عورتوں کا دودھ اس کو پلایا ہے مگر اس نے کسی کا دودھ نہیں پیا ہمارے محلے میں ایک عورت ہے اس کا دودھ اس کو پلاؤ شاید اس کا دودھ پی لے اس کا بچہ ہوا تھا غائب ہو گیا ہے۔ لیکن یہ نہ بتلایا کہ یہ بچہ کون ہے؟ فرعون نے پولیس کو

حکم دیا کہ فوراً اس عورت کو لے آؤ اگر وہ چل کر آ سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ پالکی کا انتظام کرو۔ انتظام کر کے پولیس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس پہنچ گئی والدہ نے کہا کہ میں چل کر جاؤں گی مجھے پالکی کی ضرورت نہیں ہے گھر کے کام کاج کی وجہ سے بڑی صحت مند تھیں۔ آج جو عورتیں گھروں میں نکمی بیٹھی رہتی ہیں ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے بدن کی وضع قطع ایسی بنائی ہے کہ ہاتھ پاؤں حرکت کرتے ہیں تو صحت برقرار رہتی ہے اگر ان اعضاء سے کام نہ لیا جائے تو یہ سست ہو جاتے ہیں اور ان سے قوت ختم ہو جاتی ہے۔ دیکھو! آج جو بوڑھے کام کرنے والے ہیں ان کی صحت بھی اچھی ہے اور نوجوانوں سے طاقت ور بھی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ چل کر وہاں گئی مخلوق اکٹھی تھی انتظار کر رہے تھے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اوڑھنی اوپر کر کے موسیٰ علیہ السلام کو چھاتی کے ساتھ لگایا تو انہوں نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ سارے خوش ہو گئے کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہا کہ بی بی! یہ جو بچہ تو نے اٹھایا ہے اس کے متعلق میرا تو ارادہ تھا اس کو قتل کرنے کا مگر بیگم صاحبہ نے کہا کہ قتل نہیں کرنا۔ اب ہم نے اس کے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے ہم تمہیں یہاں کمرہ دے دیتے ہیں اور تمہاری خوراک وغیرہ کا انتظام کر دیتے ہیں اور اس کے علاوہ ماہانہ وظیفہ بھی تمہیں ملے گا یہیں رہو اور بچے کی خدمت کرو۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میرا گھر ہے میرے بچے ہیں میرا خاوند ہے میں نے ان کی خدمت کرنی ہے میں یہاں کسی قیمت پر نہیں رہ سکتی۔ فرعون نے بڑا اصرار کیا مگر بی بی نے اس کی کوئی بات نہ سنی اور کہا کہ اگر تمہیں منظور ہے تو بچے کو میرے ساتھ بھیج دو میں اس کو دودھ پلاتی رہوں گی اور ہفتہ پندرہ دن کے بعد معاینہ کرا دیا کروں گی تاکہ تمہیں تسلی رہے کہ بچہ ٹھیک ہے۔ فرعون نے منشی کو کہا کہ بی بی کے لیے

اتنا وظیفہ مقرر کر دو اور یومیہ اس کی خوراک وغیرہ کا انتظام کر دو اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہا کہ ایک ہفتہ بعد بچہ لا کر دکھا جایا کرو یہ معاینہ کر لیا کرے گی اور عورتیں اور مرد بھی دیکھ لیا کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ان کو لے کر چلی گئیں۔ ان کا گھر فرعون کی کالونی سے تین میل دور تھا بعض چار میل بتاتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پیدل چل کر ہی واپس آئیں۔ شیخ الرئیس کہتے ہیں کہ آہستہ چلنا بدن کو رطوبت پہنچاتا ہے اور بدن میں رطوبت ہو تو بیماریوں کا دفاع ہوتا ہے۔ آج کل لوگوں نے بدن سے کام لینا بالکل چھوڑ دیا ہے جس سے صحتیں خراب ہو گئی ہیں۔ دیکھو! یہ نارمل سکول ہے اور یہ کالونی ہے یہاں سے بچے بس پر لٹک کر سکول جاتے ہیں اگر یہاں سے چل کر جائیں تو صحت برقرار رہے۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ان کو گھر لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ پس ہم نے اس کو لوٹا دیا اس کی ماں کی طرف كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا تاکہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ وَلَا تَحْزَنَ اور اور بچے کی جدائی پر غمگین نہ ہو وَلِتَعْلَمَ اور تاکہ جان لے اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا نہ خوف کھاؤ نہ غمگین ہو ہم اس کو واپس آپ کے پاس لوٹا دیں گے۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا برحق تھا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔ رب تعالیٰ کے اوپر یقین نہیں کرتے اپنے اندازے لگاتے رہتے ہیں رب تعالیٰ کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتے اور اپنے نظریات کو مقدم رکھتے ہیں۔

۞۞۞

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٤ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝١٥ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝١٦ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝١٧ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ۝١٨ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝١٩

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اور جب پہنچے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوتوں کو وَاسْتَوٰۤى اور تمام قوتیں برابر ہوگئیں اٰتَيْنٰهُ دی ہم نے ان کو حُكْمًا دانائی وَّ عِلْمًا اور علم دیا وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ہم بدلہ دیا کرتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ اور داخل ہوئے موسیٰ علیہ

السلام شہر میں عَلٰی حِیْنِ غَفْلَۃٍ غفلت کے وقت مِّنْ اَھْلِھَا وہاں کے رہنے
والوں سے فَوَجَدَ فِیْھَا تو پایا اس شہر میں رَجُلَیْنِ دو آدمیوں کو یَقْتَتِلٰنِ جو آپس
میں جھگڑ رہے تھے ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہٖ یہ موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے
وَھٰذَا مِنْ عَدُوِّہٖ اور یہ اس کے دشمن میں سے فَاسْتَغَاثَہُ پس مدد طلب کی موسیٰ
علیہ السلام سے الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِہٖ اس نے جوان کی برادری میں سے تھا عَلَی
الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ اس شخص کے مقابلے میں جو اس کے دشمن سے تھا فَوَکَزَہٗ
مُوْسٰی پس مکا مارا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو فَقَضٰی عَلَیْہِ پس اس کا کام تمام
کر دیا قَالَ فرمایا ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ یہ شیطانی کارروائی ہوئی اِنَّہٗ
عَدُوٌّ بے شک وہ شیطان دشمن ہے مُّضِلٌّ بہکانے والا مُّبِیْنٌ کھلے طور پر قَالَ
کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ بے شک
میں نے ظلم کیا اپنے نفس پر فَاغْفِرْلِیْ پس آپ بخش دیں مجھے فَغَفَرَلَہٗ پس اللہ
تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا اِنَّہٗ بے شک اللہ تعالیٰ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وہ
بخشنے والا مہربان ہے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب بِمَآ
اَنْعَمْتَ عَلَیَّ اس وجہ سے کہ آپ نے مجھ پر انعام کیا فَلَنْ اَکُوْنَ پس میں ہرگز
نہیں ہوں گا ظَھِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ امداد کرنے والا مجرموں کا فَاَصْبَحَ فِی
الْمَدِیْنَۃِ پس صبح کی انہوں نے شہر میں خَآئِفًا خوف کرتے ہوئے یَّتَرَقَّبُ
انتظار کر رہے تھے فَاِذَا الَّذِی پس اچانک وہ شخص اسْتَنْصَرَہٗ بِالْاَمْسِ جس

نے کل مدد طلب کی تھی یَسْتَصْرِخُهٗ وہ بلا رہا تھا مدد کے لیے قَالَ لَهٗ مُوْسٰی کہا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّكَ بے شک تو لَغَوِيٌّ البتہ گمراہ ہے مُّبِيْنٌ واضح طور پر فَلَمَّا اَنْ اَرَادَ پس جب ارادہ کیا موسیٰ علیہ السلام نے اَنْ يَّبْطِشَ کہ پکڑیں بِالَّذِیْ. اس شخص کو هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا جو دونوں کا دشمن ہے قَالَ کہنے لگا يٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام اَتُرِيْدُ کیا تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَقْتُلَنِیْ کہ آپ مجھے قتل کریں كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا جیسا کہ آپ نے قتل کیا ایک نفس کو بِالْاَمْسِ کل اِنْ تُرِيْدُ. آپ نہیں چاہتے اِلَّآ مگر اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا یہ کہ ہو جاؤ تم جبر کرنے والے فِی الْاَرْضِ زمین میں وَمَا تُرِيْدُ اور آپ نہیں چاہتے اَنْ تَكُوْنَ کہ ہو جاؤ تم مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ اصلاح کرنے والوں میں سے۔

کل کے درس میں تم نے سنا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ ماجدہ نے صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا اور وہ صندوق فرعون کے کسی ملازم نے پکڑ کر فرعون کے پاس پہنچایا تو فرعون نے قتل کرنے کا فیصلہ کیا مگر بیوی آڑے آ گئی اس نے قتل نہ کرنے دیا۔ پھر دودھ پلانے کا مسئلہ پیش آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کسی اجنبی کا دودھ نہ پیا والدہ کا دودھ پی لیا اور والدہ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے شد بد ہوئی تو کبھی فرعون کے گھر رہتے تھے اور کبھی اپنے گھر۔ فرعون اور اس کے ساتھی یہ سمجھتے تھے کہ یہ اس کی رضاعی والدہ ہے اور اس کی اولاد رضاعی بہن بھائی ہیں مگر وہ موسیٰ علیہ السلام کی حقیقی والدہ اور حقیقی بہن بھائی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ۔ اَشُدَّ شِدَّةٌ کی جمع ہے اور شِدَّہ کا

معنٰی قوت ہے۔ تو معنٰی ہوگا اور جب پہنچے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوتوں کو وَاسْتَوٰٓی اور تمام قوتیں برابر ہوگئیں، تیس سال کے ہو گئے۔ طب والے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ظاہری بیماری نہ ہو تو تیس سے لے کر چالیس سال تک انسان کی تمام قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ چالیس سال کے بعد پھر آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام جب اپنی جوانی کی قوت کو پہنچے اٰتَیْنٰـهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا تو ہم نے ان کو دانائی اور علم دیا۔ یہاں حکم سے مراد دانائی اور قوت فیصلہ ہے کہ جب دو آدمی ان کے سامنے پیش ہوتے تھے تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیتے تھے۔ یہاں حکم سے مراد نبوت نہیں ہے کیونکہ نبوت تو اس وقت ملی جب مدین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قوت فیصلہ بھی عطا فرمائی اور علم بھی عطا فرمایا نبوت سے پہلے جوان کی شان کے لائق تھا وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کوئی بھی اخلاص کے ساتھ نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بدلہ ضرور دے گا۔ مگر وہ بدلہ کب دینا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کیونکہ وہ خبیر ہے۔ لیکن بندے کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جب میں دعا کروں ابھی میرے ہاتھ نیچے نہ ہوں اور میری مراد پوری ہو جائے۔ لیکن ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

فرعون کی رہائشی کالونی کا نام :

فرعون جس کالونی میں رہتا تھا اس کا نام مُنَف تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا آبائی شہر دوسری طرف تھا۔ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ درمیان میں چھ میل کا فاصلہ تھا طاقت ور آدمی کے لیے چھ، سات میل کا سفر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ دیہاتی لوگ آج بھی پانچ چھ میل کے سفر کو کچھ نہیں سمجھتے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کبھی فرعون کے گھر رہتے تھے اور کبھی اپنی

والدہ کے گھر۔

بنی اسرائیلی اور انچارج باورچی خانہ کی لڑائی کا قصہ :

ایک دفعہ عین دوپہر کے وقت اپنے آبائی گھر سے چل پڑے۔ گرمی کا زمانہ تھا لوگ سو رہے تھے۔ صنعت اور کارخانوں کا دور نہیں تھا کہ لوگ دن کو جاگتے رہتے ہیں۔ سادہ زمانہ تھا دوپہر کے وقت لوگ آرام کر رہے تھے وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ اور داخل ہوئے موسیٰ علیہ السلام شہر میں یعنی مصر میں عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ غفلت کے وقت مِّنْ اَهْلِهَا شہر والے لوگ آرام کر رہے تھے قیلولہ کر رہے تھے فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ تو پایا شہر میں دو آدمیوں کو۔ شہر کی منڈی کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا يَقْتَتِلٰنِ آپس میں جھگڑ رہے ہیں مزید وہاں کوئی اور آدمی نہیں تھا هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ یہ ایک موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا وہ بنی اسرائیل میں سے سبطی خاندان کا تھا وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ اور یہ دوسرا اس خاندان میں سے تھا جوان کا دشمن تھا قبطی خاندان میں سے۔ کہتے ہیں کہ فرعون کے باورچی خانے کا انچارج افسر تھا۔ اس کا نام تفسیروں میں قاب بھی آیا ہے اور قانون بھی آیا ہے۔ بعض فیلتون بھی لکھتے ہیں بڑا ہوشیار چالاک ٹکے ٹکے میں بددیانتی کرنے والا۔ جہاں بادشاہ فرعون ہو اور وزیر اعظم ہامان ہو تو وہاں ماتحت عملہ کہاں ٹھیک ہو سکتا ہے؟ اوپر والے بددیانت ہوں تو ماتحت کیسے دیانت دار ہو سکتے ہیں۔ جھگڑا کس بات پر تھا؟ اکثر تفسیروں میں یہ لکھا ہے کہ باورچی خانے کے افسر مجاز نے اس سبطی بنی اسرائیلی کو کہا کہ یہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر باورچی خانے میں پہنچا۔ اس نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں کمزور آدمی ہو یہ گٹھا اٹھا نہیں سکتا آپ کسی طاقت ور آدمی سے کہیں وہ پہنچا دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھے وہاں سے مزدوری ملتی ہے وہ جیب میں ڈال لیتا ہے اور ہم سے بیگار کے طور پر کام لیتا

ہے لہٰذا میں لکڑیاں نہیں پہنچاؤں گا۔ اُس نے کہا کہ تمہی نے اٹھا کر پہنچانی ہیں۔ اِس نے کہا میں نہیں اٹھا سکتا اور تیرا روز کا معمول بنا ہوا ہے کہ پیسے جیب میں ڈال لیتے ہو جو سرکاری طور پر ملتے ہیں اور وہاں لکھ دیتے ہو کہ اتنا پیسہ مزدوری پر خرچ ہوا ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ افسر کی بدیانتی کی حقیقت کھل جائے تو وہ بڑا جوش میں آجاتا ہے۔ اس کو بڑا جوش آیا کہ یہ تو میرا بھیدی ہے میرے کرتوت کو جانتا ہے کہنے لگا تمہی نے لے کر جانا ہے۔ یہ جھگڑا ہو رہا تھا کہ اتفاقاً موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزر کر فرعون کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ مزدور نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ حضرت یہ میرے ساتھ زیادتی کر رہا ہے ہمارے درمیان فیصلہ کر دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا جھگڑا ہے مزدور نے کہا کہ یہ لکڑیوں کا گٹھا دیکھو اور میرا جسم دیکھو کیا میں اس کو اٹھا سکتا ہوں اور یہ مجھے کہتا ہے کہ اس کو اٹھا کر باورچی خانے پہنچاؤ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ مزدوری بھی نہیں دیتا سرکاری خزانہ سے جو مزدوری ملتی ہے وہ اپنی جیب میں ڈال لیتا ہے اور یہ لوگوں سے بیگار کے طور پر کام لیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس افسر سے فرمایا کہ مزدور کی بات صحیح ہے وہ کمزور آدمی ہے یہ لکڑیوں کا گٹھا نہیں اٹھا سکتا پھر اس نے یہ بات بھی صحیح کہی ہے کہ سرکاری طور پر تمہیں مزدوری کے پیسے ملتے ہیں وہ تم مزدوروں کو کیوں نہیں دیتے۔ انچارج افسر نے کہا کہ میں یہ سارا انتظام تمہارے پیٹ کے لیے تو کر رہا ہوں اور تم اس کی الٹی سیدھی حمایت کر رہے ہو تمہارا کام تو تھا کہ تم اس کو کہتے اٹھا کر چلو یہ سرکاری افسر ہے اس کی بات مانو۔ تم بھی تو وہیں سے کھانا کھاتے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں تھا کہ تم اس طرح ظالمانہ طریقے سے کھانا پکاتے ہو میں حسن ظن کی بنا پر یہ سمجھتا تھا کہ تم حلال طریقے پر سارے کام کرتے ہو۔ اس افسر نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بدکلامی کی کہ اچھا اگر یہ نہیں

اٹھا سکتا تو آپ اٹھا کر چلیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ہماری ڈیوٹی نہیں ہے کسی مزدور کو پیسے دیں اور لے جائیں۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف گھور کر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکا رسید کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ پس مدد طلب کی موسیٰ علیہ السلام سے اس نے جو ان کی برادری میں سے تھا عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ اس شخص کے مقابلے میں جو اس کے دشمن سے تھا فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ پس مکا مارا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا۔ بس گدی میں مکا مارنے کی دیر تھی وہ ڈھیر ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا نہیں تھا اور نہ ہی عادتاً مکوں سے آدمی مرتے ہیں اگر عادتاً مکے کے ساتھ آدمی مرتا تو پھر مکے بازوں کی کمائیاں نہ ہوتیں۔ محمد علی کلے امریکہ کا مشہور مکے باز ہے۔ وہ کس کی کمائی سے چلتا ہے اب اس کا مکا کمزور ہو گیا ہے۔ غیر شعوری طور پر وہ قتل ہو گیا قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ یہ شیطانی کارروائی ہوئی إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ بے شک وہ شیطان ہے دشمن ہے بہکانے والا کھلے طور پر قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ قتل کا ارادہ نہیں تھا مگر آدمی ختم ہو گیا ہے فَاغْفِرْ لِي پس آپ بخش دیں مجھے فَغَفَرَ لَهُ پس معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو کیوں کہ خطا کا معاملہ تھا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ بے شک اللہ تعالیٰ وہ بخشنے والا مہربان ہے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ اے میرے رب اس لیے کہ آپ نے مجھ پر انعام کیا مجھے پیدا کیا مجھے آپ نے قوتیں عطا کیں سمجھ عطا فرمائی فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ پس میں ہرگز نہیں ہوں گا مدد کرنے والا مجرموں کا جیسے یہاں میں

نے مزدور مظلوم کی مدد کی ہے ظالم کی نہیں کی آئندہ بھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ مزدور بظاہر مجرم نہیں تھا لیکن اس نے شکوہ و شکایت اس انداز سے کیا کہ اس کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ آدمی قتل ہوگیا۔ افسر کا قصور تو تھا لیکن اتنا نہیں جتنی سزا اس کو مل گئی۔ تو ان کا آپس میں جھگڑا تھا نوبت قتل تک پہنچ گئی تو آئندہ میں ایسے لوگوں کی امداد نہیں کروں گا۔ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَۃِ پس صبح کی موسیٰ علیہ السلام نے شہر میں خَآئِفًا خوف کی حالت میں۔ کیونکہ قتل کا معاملہ تھا اور کوئی بھی حکومت قتل کے معاملے کو نظر انداز نہیں کرسکتی۔ اس کی کچھ نہ کچھ تفتیش ہوتی ہے یَتَرَقَّبُ انتظار کر رہے تھے کہ اس طرف سے کوئی پولیس والا تو نہیں آ گیا ادھر سے تو کوئی پولیس والا نہیں آ گیا فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَہٗ بِالْاَمْسِ پس اچانک وہ شخص جس نے کل مدد طلب کی تھی موسیٰ علیہ السلام سے یَسْتَصْرِخُہٗ وہ مدد کے لیے بلا رہا تھا موسیٰ علیہ السلام کو۔ کل موسیٰ علیہ السلام نے جس آدمی کی مدد کی آج پھر وہ کسی سے جھگڑ رہا تھا لڑاکا سا آدمی تھا انسان کی عادت نہیں جاتی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو مان لو اور اگر یہ سنو کہ فلاں آدمی نے عادت بدل لی ہے تو تصدیق نہ کرو۔ اگر کوئی آدمی قدرتی طور پر سخت مزاج ہے تو اس سے سختی کبھی نہیں جائے گی اور اگر طبعی طور پر نرم مزاج ہے تو اس کا بھی مزاج نہیں بدلے گا۔ تو عادت نہیں بدلتی اس کا مصرف بدلا جاتا ہے۔

شریعت نے عرب کی عادت نہیں بدلی مصرف بدلا :

شریعت بھی مصرف بدلتی ہے۔ دیکھو! عرب کے لوگوں کی عادت بن گئی تھی لڑنا خاندانی طور پر نسلاً بعد نسلٍ۔ باپ دادا سے لڑتے چلے آ رہے تھے اب ان سے کہا جاتا کہ تم نہ لڑو یہ بہت مشکل تھا۔ شریعت نے ان کا مصرف بدلا۔ فرمایا پہلے تم ذاتیات کے لیے

لڑتے تھے اب تم خدا کے لیے لڑو کافروں پر سختی کرو۔ شیطان کے مقابلے میں سخت ہونا ہے غنڈوں، بدمعاشوں پر سختی کرو، ڈاکوؤں پر سختی کرو، نفس امارہ پر سختی کرو۔ تو شریعت نے ان کی عادت نہیں بدلی مصرف بدلا ہے۔

تو وہ آدمی دوسرے دن کسی اور سے الجھا ہوا تھا پھر اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی قَالَ لَهُ مُوْسٰى فرمایا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ بے شک تو البتہ گمراہ ہے واضح طور پر۔ روزانہ تو لڑتا ہی رہتا ہے میں مکے مار کر لوگوں کو اگلے جہان بھیجتا رہوں؟ آج موسیٰ علیہ السلام مکا نہیں مارنا چاہتے تھے فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ پس جس وقت ارادہ کیا موسیٰ علیہ السلام نے کہ پکڑیں اس شخص کو هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا جو دونوں کا دشمن ہے۔ دشمن برادری کا آدمی تھا اس کو پکڑنے کا ارادہ فرمایا آگے بڑھے قَالَ مزدور نے کہا يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا ۢبِالْاَمْسِ اے موسیٰ علیہ السلام کیا آپ ارادہ کرتے ہیں کہ مجھے قتل کریں جیسا کہ آپ نے قتل کیا کل ایک آدمی کو۔ بات سمجھنا! موسیٰ علیہ السلام کو بلایا اس مزدور نے جو ان کی برادری کا تھا اور لڑا کا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو گھورا اور فرمایا اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ تو گمراہ ہے واضح طور پر یہ کہہ کر دوسرے کو پکڑنے لگے، یہ سمجھا کہ میری طرف آرہے ہیں چونکہ سخت لفظ کہے تھے اس کو وہ سمجھا کہ آج مکا مار کر مجھے قتل کر دیں گے کیونکہ کل کا نقشہ ان کے ذہن میں تھا۔ کہنے لگا کہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے کل ایک آدمی کو قتل کیا ہے اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ نہیں آپ ارادہ کرتے مگر یہ کہ ہو جاؤ تم جبر کرنے والے زمین میں۔ تم جبارین میں سے ہونا چاہتے ہو وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ اور آپ نہیں ارادہ کرتے کہ ہو جاؤ تم اصلاح کرنے والوں میں سے۔ تم ہر

روز لوگوں کو مارتے ہو تمہارا بس یہی کام ہے اصلاح نہیں چاہتے۔ باقی قصہ آگے آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۟ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

وَجَآءَ اورآیا رَجُلٌ ایک آدمی مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ شہر کے دوسرے کنارے سے يَسْعٰى دوڑتا ہوا قَالَ اس نے کہا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّ الْمَلَاَ بے شک فرعون کی کابینہ اور اس کی جماعت يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ مشورہ کر رہی ہے آپ کے بارے میں لِيَقْتُلُوْكَ تا کہ آپ کو قتل کر دیں فَاخْرُجْ پس آپ نکل جائیں اِنِّىْ لَكَ بے شک میں تمہارے لیے مِنَ النّٰصِحِيْنَ خیر

خواہوں میں سے ہوں فَخَرَجَ مِنْهَا پس نکل گئے موسیٰ علیہ السلام اس شہر سے
خَآئِفًا خوف کرتے ہوئے يَّتَرَقَّبُ دیکھتے جاتے تھے قَالَ کہا رَبِّ اے
میرے رب نَجِّنِیْ نجات دے مجھے مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم سے وَلَمَّا
تَوَجَّهَ اور جب متوجہ ہوئے موسیٰ علیہ السلام تِلْقَآءَ مَدْيَنَ مدین کی طرف قَالَ
کہا عَسٰى رَبِّیْٓ قریب ہے کہ میرا رب اَنْ يَّهْدِيَنِیْ یہ کہ میری رہنمائی کرے
گا سَوَآءَ السَّبِيْلِ سیدھے راستے کی وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ اور جب وہ پہنچے
مدین کے پانی پر وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً پایا انہوں نے اس پر ایک جماعت کو مِّنَ
النَّاسِ لوگوں میں سے يَسْقُوْنَ جو پانی پلاتے تھے وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ اور پایا
ان سے ورے امْرَاَتَيْنِ دو عورتوں کو تَذُوْدٰنِ جو اپنے جانوروں کو روک رہی
تھیں قَالَ فرمایا مَا خَطْبُكُمَا تمہارا کیا معاملہ ہے قَالَتَا ان دونوں عورتوں نے
کہا لَا نَسْقِیْ ہم پانی نہیں پلا سکتیں حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ یہاں تک کہ
سارے چرواہے واپس لے جائیں اپنے جانوروں کو وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ اور
ہمارا باپ بوڑھا ہے عمر رسیدہ ہے فَسَقٰى لَهُمَا پس انہوں نے ان کے
جانوروں کو پانی پلایا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ پھر پھرے سائے کی طرف فَقَالَ پس
کہا رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْ بے شک میں لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ جو چیز آپ
میری طرف نازل کریں گے مِنْ خَيْرٍ خیر سے فَقِيْرٌ اس کا محتاج ہوں فَجَآءَتْهُ
اِحْدٰىهُمَا پس آئی ان دو عورتوں میں سے ایک تَمْشِیْ جو چل رہی تھی عَلَى

اسۡتِحۡیَآءٍ حیا کے ساتھ قَالَتۡ اس نے کہا اِنَّ اَبِیۡ بے شک میرے والد صاحب یَدۡعُوۡکَ آپ کو بلا رہے ہیں لِیَجۡزِیَکَ تا کہ آپ کو بدلہ دیں اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا بدلہ اس چیز کا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے فَلَمَّا جَآءَهٗ پس جب گئے موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس وَ قَصَّ اور بیان کیا عَلَیۡهِ ان کے سامنے الۡقَصَصَ حال قَالَ انہوں نے کہا لَا تَخَفۡ آپ خوف نہ کریں نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ آپ نے نجات پالی ہے ظالم قوم سے۔

مومن آدمی کا موسیٰ علیہ السلام کو سازش قتل سے آگاہ کرنا :

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں غیر ارادی طور پر ایک آدمی مر گیا اس راز کو اگلے دن اس آدمی نے فاش کر دیا جس نے مدد کے لیے طلب کیا تھا۔ اب عام لوگوں کو بھی پتا چل گیا اور فرعون تک بھی بات پہنچ گئی کہ وہ افسر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے۔ اس نے فوراً کابینہ کا اجلاس طلب کر لیا اس لیے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی خوف زدہ تھا اور بہانے ڈھونڈ رہا تھا اور اب اس کو بہانہ مل گیا موسیٰ علیہ السلام کو راستے سے ہٹانے کا۔ اس کی کابینہ مشورہ کر رہی تھی کہ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ اور آیا ایک آدمی شہر کے دوسرے کنارے سے یَسۡعٰی دوڑتا ہوا۔ اور یہ بات تم سن چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام مصر کے دوسرے کنارے پر رہتے تھے اور فرعون کی کالونی مُنف دوسری طرف تھی۔ درمیان میں فاصلہ تھا فرعون جہاں رہتا تھا اس کا دفتر اور کچہری وہیں تھی وہاں سے ایک آدمی دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اس کا نام حزقیل تھا اور یہ فرعون کا چچا زاد بھائی تھا اس کے نام پر آگے سورت مومن ہے۔ اس میں

ہے قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ [مومن:۲۸] یہاں مومن مرد سے مراد حزقیل ہے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بڑا نیک آدمی تھا۔ یہ فرعون کی کابینہ میں وزیر داخلہ تھا۔ بعض کہتے ہیں وزیر مال تھا۔ بہرحال بڑے عہدے پر تھا۔ یہ شروع ہی سے طبعاً موسیٰ علیہ السلام کا بڑا ہمدرد اور خیرخواہ تھا اس کے متعلق کسی کو گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ جا کر موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع کر دے گا۔ وہ کابینہ کے اجلاس سے اچانک کسی بہانے سے نکلا اور دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ قَالَ اس نے کہا یٰمُوْسٰی اے موسیٰ علیہ السلام اِنَّ الْمَلَاَ بے شک جماعت، فرعون کی کابینہ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ مشورہ کر رہی ہے آپ کے بارے میں لِیَقْتُلُوْکَ تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں۔ میں بھی اجلاس میں تھا بہانہ کر کے باہر آیا ہوں فَاخْرُجْ پس آپ فوراً نکل جائیں اِنِّیْ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ بے شک میں آپ کے خیرخواہوں میں سے ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس وقت سنا فَخَرَجَ مِنْهَا پس موسیٰ علیہ السلام فوراً اس شہر سے نکل گئے جیب میں اس وقت کوئی چیز نہیں تھی نہ گھر گئے کہ دیر ہو جائے گی اور مرد مومن نے کہا تھا کہ فوراً نکل جاؤ خَآئِفًا خوف کرتے ہوئے یَّتَرَقَّبُ پیچھے مڑ کر دیکھتے تھے کہ میرے پیچھے پولیس تو نہیں لگی ہوئی قَالَ کہا۔ ساتھ یہ دعا کی رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اے میرے پروردگار! مجھے نجات دے ظالم قوم سے۔ اس نے بنی اسرائیل کے بارہ ہزار بچے قتل کیے ہیں قصداً اور ارادتاً اور مجھ سے تو یہ آدمی خطأً مارا گیا ہے اور یہ میرے قتل کے درپئے ہو گئے ہیں مجھے اس ظالم قوم سے نجات دے۔ مصر سے مدین اس زمانے میں آٹھ دن کی مسافت پر تھا یعنی طاقت ور آدمی آٹھ دن میں مصر سے مدین پہنچتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دعا کر کے شہر سے نکل پڑے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے راستے پر ڈال دیا جو مدین کی طرف جاتا تھا۔ یہ علاقہ فرعون کی عمل داری سے

باہر تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ اور جب موسیٰ علیہ السلام متوجہ ہوئے مدین کی طرف قَالَ آپ کی زبان سے یہ نکلا عَسٰى رَبِّیٓ اَنْ يَّهْدِيَنِیْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ قریب ہے کہ میرا رب میری رہنمائی کرے گا سیدھے راستے کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے سروسامانی کی حالت میں چل پڑے آپ کے پاس کوئی سفر خرچ نہیں تھا راستے میں کھانے کے لیے درختوں کے پتے اور گھاس کے علاوہ کچھ نہیں تھا یا کوئی جنگلی پھل دار درخت ہوں گے مسلسل سفر کرتے مدین کے کنوئیں پر پہنچے۔

موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ اور جب پہنچے موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی پر یعنی کنوئیں پر پہنچے وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ پایا موسیٰ علیہ السلام نے اس کنوئیں پر لوگوں کی ایک جماعت کو يَسْقُوْنَ جو جانوروں کو پانی پلا رہی تھی۔ مدین کی بستی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر موسوم تھی۔ اب مدین کی بستی موجود نہیں ہے سیاح اس کے کھنڈر دیکھنے کے لیے جاتے ہیں وہاں دو ویران کنوئیں بھی ہیں۔ ایک کنواں وہ ہے جس سے پانی نکال کر موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پلایا تھا اور اس زمانے کے لوگ پانی کی ضرورت اسی کنوئیں سے پوری کرتے تھے۔ تو موسیٰ علیہ السلام جب اس کنوئیں پر پہنچے تو لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ اور پایا ان لوگوں سے ورے دو عورتوں کو جو اپنے جانوروں، بھیڑ، بکریوں کو روک رہی تھیں پانی پر جانے سے۔ موسیٰ علیہ السلام تو شروع ہی سے کمزوروں کے حامی اور ظالموں کے دشمن تھے یہ حالت دیکھ کر رہ نہ سکے اور ان دونوں عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے قَالَ فرمایا مَا خَطْبُكُمَا تمہارا کیا معاملہ ہے کہ تم اپنی بکریوں کو پانی کی

طرف جانے سے روک رہی ہو؟انہوں نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا قَالَتَا دونوں نے کہا لَا نَسۡقِیۡ حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ ہم نہیں پلا سکتیں یہاں تک کہ سارے چرواہے واپس لے جائیں اپنے جانوروں کو۔ یہ چرواہے جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلائیں گی وَاَبُوۡنَا شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ اور ہمارا باپ بوڑھا ہے عمر رسیدہ ہے وہ نہ تو ان جانوروں کو چرا سکتا ہے اور نہ پانی پلا سکتا ہے اور ہمارا بھائی بھی کوئی نہیں ہے تو یہ لوگ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلالیں گی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ لوگوں کو کتنی عداوت تھی۔ اگر اس قدر شدید عداوت نہ ہوتی تو کم از کم اتنا خیال تو کرتے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں ہیں عورتیں ہیں وہ خود بوڑھے ہیں اور ان کا بھائی ہے نہیں چلو ان کی بکریوں کو پانی پلا کر فارغ کر دو پھر دوسرے پلالیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ساتھ عداوت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھی بہت تھوڑے تھے اور ان بے چاروں میں بھیڑ بکریوں والے نہیں تھے کوئی جوتیاں سیتا تھا کوئی لوہا کوٹتا تھا لوہار تھا، کوئی بڑھئی تھا لکڑیاں چھیلتا تھا، کوئی مزدوری کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا ساتھ دینے والے ہمیشہ غریب ہی ہوئے ہیں امیر بہت کم ہوئے ہیں جنہوں نے پیغمبروں کا ساتھ دیا۔ اسی لیے آنحضرت نے فرمایا بَدَأَ الۡاِسۡلَامُ غَرِیۡبًا وَسَیَعُوۡدُ اِلَی الۡغُرَبَآءِ ''اسلام کی ابتدا غریبوں سے ہوئی ہے اور رہے گا بھی غریبوں میں فَطُوۡبٰی لِلۡغُرَبَآءِ تو میری طرف سے غریبوں کو مبارک باد ہے۔'' یہ دین غربت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے امارت کے ساتھ نہیں۔ لیکن امیری سے مراد تھوڑے اور معمولی پیسے مراد نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے دولت مند مراد ہیں۔ بڑے دھن والوں میں سے بہت کم دین دار

ہوتے ہیں۔ ہزار میں سے کوئی ایک ہوگا جو صحیح معنٰی میں مال دار بھی ہو اور دین دار بھی ہو کہ نماز روزے کا پابند ہو اور مسجد میں غریبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا گوارا کرے۔ وہ سلسلہ ہی دوسرا ہے۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں نے کہا کہ ہمارے والد صاحب کافی بوڑھے ہیں وہ نہیں آسکتے مجبوراً یہ کام ہم خود کرتی ہیں۔ چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد کنوئیں پر بھاری پتھر رکھ جاتے تھے تاکہ کوئی دوسرا شخص پانی نہ نکال سکے۔ وہ پتھر دس آدمی بھی مل کر بہ مشکل ہٹاتے تھے مگر موسیٰ علیہ السلام نے تن تنہا اس پتھر کو سرکا کر پانی کا ایک ڈول نکال کر بکریوں کو پلایا۔

اور تفسیروں میں یہ بھی آتا ہے کہ اس کنوئیں کے پاس ایک اور کنواں تھا جس پر بھاری چٹان رکھی ہوئی تھی موسیٰ علیہ السلام نے تن تنہا اس چٹان کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں کا منہ لٹک گیا ان میں سے کسی کے اندر بھی اتنی طاقت نہیں تھی۔ وہ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ اس پتھر کو تو دس آدمی مل کر بھی نہیں ہٹا سکتے جو اس اکیلے نے ہٹا دیا ہے۔ ان بچیوں کے پاس ڈول اور رسی اپنی تھی اس کے ذریعے پانی نکال کر پلا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَسَقٰی لَهُمَا پس موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ پھر پھرے سائے کی طرف۔ کیکر کا درخت تھا اس کے سائے کے نیچے بیٹھ گئے اور یہ صدا لگائی فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ پس کہا اے میرے رب بے شک میں جو چیز آپ میری طرف نازل کریں خیر سے اس کا محتاج ہوں۔ راستے میں ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ کبھی کسی درخت کے پتے کھا لیتے، کبھی گھاس کھا لیتے، کبھی کسی درخت کی جڑیں نکال کر کھا لیتے۔ آج ہم تو ان چیزوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷛ فرماتے ہیں کہ ہم پر ایسا

وقت بھی آیا کہ ہم کیکر کی پھلیاں کھاتے ، درختوں کے پتے کھاتے ، جڑی بوٹیاں کھاتے تھے اور بکریوں کی طرح مینگنیاں کرتے تھے ۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں اپنا ریوڑ لے کر چلی گئیں ۔ چونکہ وہ خلاف معمول جلدی چلی گئی تھیں اس لیے والدہ محترمہ نے پوچھا کہ کیا آج تم نے بکریوں کو پانی نہیں پلایا وقت سے پہلے آگئی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں امی جان! ہم نے ان کو پانی پلایا ہے ۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی سن رہے تھے اندر سے باہر تشریف لائے پوچھا کیا بات ہے تم آج جلدی آگئی ہو بھیڑ بکریوں کو پانی نہیں پلایا ؟ نہیں ابا جی! پلایا ہے ۔ ابا جی! ایک آدمی تھا اجنبی ، درخت کے سائے کے نیچے بیٹھا کچھ دیر تو وہ منظر دیکھتا رہا ۔ پھر اس نے آکر ہم سے پوچھا کیا بات ہے تم اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں ؟ ہم نے اسے بتایا کہ ہمارے والد صاحب عمر رسیدہ بوڑھے آدمی ہیں ہم نے گزر اوقات کے لیے یہ بکریاں رکھی ہوئی ہیں ہم کنوئیں سے پانی نکال کر نہیں پلا سکتیں ۔ جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو ان کا بچا کھچا پانی ہم پلائیں گی ۔ اس نے ساتھ والے کنوئیں سے چٹان ہٹا کر ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا اور ہم نے یہ الفاظ بھی سنے ہیں کہ وہ دعا کر رہا تھا فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ قریب کا آدمی نہیں معلوم ہوتا ۔ ایک بچی کو بھیجا کہ بلا کر لاؤ مسافر ہے ہم بھی اس کی کچھ خدمت کر دیتے ہیں فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا پس آئی موسیٰ علیہ السلام کے پاس ان دو عورتوں میں سے ایک تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ چلتی تھی بڑے حیا کے ساتھ ۔ منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے بڑی شرم کے ساتھ چل رہی تھی ۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ کہنے لگی بے شک میرا باپ آپ کو بلاتا ہے لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا

سَقَیْتَ لَنَا تا کہ وہ آپ کو بدلہ دے اس کا جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔
هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان ''نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔'' مگر ہمارے زمانے میں
اس کا الٹ ہے۔ نتیجہ اس زمانے میں بھلائی کا برائی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ
چل پڑے۔

موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کی خدمت میں :

تفسیروں میں آتا ہے کہ ہوا بڑی تیز چل رہی تھی۔ بی بی کی شلوار کبھی ٹخنوں سے
اوپر ہو جاتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم بڑے شرم وحیا والے خاندان کے لوگ ہیں
ہوا تیز چل رہی ہے جس سے کبھی آپ کے ٹخنے ننگے ہو جاتے ہیں لہٰذا میرے پیچھے پیچھے
چلو اور دائیں بائیں جدھر مڑنا ہو بتاتے جانا۔ چنانچہ شرم وحیا کی وہ پتلی حضرت موسیٰ علیہ
السلام کو لے کر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی۔ فَلَمَّا جَآءَهٗ پس موسیٰ علیہ
السلام شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ اور بیان کیا ان کے
سامنے حال۔ اپنی ساری سرگزشت اور آپ بیتی آغاز ہی میں سنا دی کہ فرعون کے حکم سے
بنی اسرائیل کے بارہ ہزار بچے قتل کیے گئے۔ میں جب پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ
کو وحی کی، اشارہ کیا کہ اس کو صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈال دو۔ وہ صندوق فرعونیوں کو
ملا۔ میں اس طرح پلتا رہا اور جوان ہوا کبھی فرعون کے گھر اور کبھی اپنے گھر۔ ایک دن اپنے
گھر سے فرعون کے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں دو آدمی لڑ رہے تھے جھگڑا کر رہے
تھے۔ ظالم کو میں نے مکا مارا تو مر گیا۔ دوسرے دن راز فاش ہو گیا۔ فرعونیوں کو پتا چل گیا
وہ میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ میرے ایک خیر خواہ نے مجھے اطلاع دی اور مشورہ کیا کہ
آپ اس شہر سے نکل جائیں میں وہاں سے چلتے چلاتے یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ جب

شعیب علیہ السلام نے سارا حال سنایا قَالَ لَا تَخَفْ فرمایا خوف نہ کریں نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ آپ نے ظالم قوم سے نجات پالی ہے۔ یہ علاقہ فرعون کی عمل داری سے باہر ہے۔ مدین کے علاقہ میں فرعون کا کوئی اثر ورسوخ نہیں ہے یہاں رہو۔ باقی قصہ آگے آئے گا کہ پھر کیا بنا؟

۞۞۞

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٢٨﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٠﴾

قَالَتْ کہا اِحْدٰهُمَا ان دو عورتوں میں سے ایک نے يٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان اِسْتَاْجِرْهُ اس کو آپ نوکر رکھ لیں اِنَّ خَيْرَ مَنِ بے شک بہتر شخص اسْتَاْجَرْتَ جس کو آپ ملازم رکھیں الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ جو طاقتور اور ایماندار ہو قَالَ فرمایا شعیب علیہ السلام نے اِنِّيْۤ اُرِيْدُ بے شک میں ارادہ کرتا ہوں اَنْ اُنْكِحَكَ کہ میں آپ کو نکاح کر کے دے دوں اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ اپنی ان دو بیٹیوں مین سے ایک کو عَلٰۤى شرط یہ ہوگی اَنْ تَاْجُرَنِيْ کہ آپ خدمت کریں گے میری ثَمٰنِيَ حِجَجٍ آٹھ سال فَاِنْ اَتْمَمْتَ پس اگر آپ پورے

کردیں عَشْرًا دس سال فَمِنْ عِنْدِکَ پس یہ آپ کی نوازش ہوگی وَمَآ اُرِیْدُ
اور میں نہیں ارادہ کرتا اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ کہ میں مشقت ڈالوں آپ پر
سَتَجِدُنِیْٓ بہ تاکید آپ پائیں گے مجھے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا مِنَ
الصّٰلِحِیْنَ نیک لوگوں میں سے قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَ
بَیْنَکَ یہ میرے اور آپ کے درمیان بات طے ہوگئی اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ
ان دو میعادوں میں جس کو میں پورا کروں فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ پس مجھ پر کوئی
زیادتی نہیں ہوگی وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ اور اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں گواہ
ہے فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ پس جس وقت پوری کرلی موسیٰ علیہ السلام نے
میعاد وَ سَارَ بِاَھْلِہٖ اور چل پڑے اپنے گھر والوں کو لے کر اٰنَسَ محسوس کی مِنْ
جَانِبِ الطُّوْرِ طور کے کنارے پر نَارًا آگ قَالَ لِاَھْلِہِ فرمایا اپنے گھر والوں
کو امْکُثُوْٓا تم ٹھہرو اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بے شک میں نے محسوس کی ہے آگ
لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا شاید کہ میں لاؤں تمہارے پاس اس آگ سے بِخَبَرٍ کوئی
خبر اَوْ جَذْوَۃٍ مِّنَ النَّارِ یا آگ کا شعلہ لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ تاکہ تم سینکو آگ
فَلَمَّآ اَتٰـھَا پس جب آئے موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس نُوْدِیَ آواز دی گئی
مِنْ شَاطِیئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ اس میدان کے دائیں طرف فِی الْبُقْعَۃِ
الْمُبٰرَکَۃِ مبارک خطے میں مِنَ الشَّجَرَۃِ درخت سے اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اے موسیٰ
علیہ السلام اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ بے شک میں اللہ ہوں رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں

کا پالنے والا۔

شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی سفارش:

اس سے پہلے سبق میں تم پڑھ چکے ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ جب وہ لڑکیاں واپس گئیں اس وقت سے پہلے کہ جس وقت جاتی تھیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا کہ تم جلدی کیسے واپس آ گئیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ ایک نوجوان نے ہمارے ریوڑ کو پانی پلا دیا اس لیے ہم جلدی آ گئی ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے کہنے پر ایک بچی موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر لائی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی سرگزشت سنائی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ آپ نجات پا گئے ہیں ظالم قوم سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ قَالَتْ اِحْدٰهُمَا ان دو عورتوں میں سے ایک نے يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اے میرے ابا جان آپ اس کو نوکر رکھ لیں اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ بے شک بہتر مرد جس کو آپ نوکر رکھیں گے طاقتور بھی ہے اور ایماندار ہے۔ قوت انہوں نے دیکھی تھی کہ جس چٹان کو دس آدمی بہ مشکل اٹھاتے تھے موسیٰ علیہ السلام نے آسانی کے ساتھ وہ چٹان کنوئیں سے ہٹا کر ایک طرف کر دی اور امانت یہاں سے دیکھی کہ جب وہ بلانے کے لیے آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے نگاہ نیچی کر لی بی بی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جب ساتھ جانے لگے تو فرمایا کہ میں آگے چلتا ہوں تم میرے پیچھے پیچھے آؤ اور دائیں بائیں بتاتے جانا۔ تو کہا ابا جان یہ قوی بھی ہے اور امانتدار بھی ہے آپ اس کو نوکر رکھ لیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس بات پر آمادہ ہو گئے مگر یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے گھر جوان سال دو لڑکیاں ہیں اور لوگوں کی میرے ساتھ عداوت بھی کافی ہے اگر انہوں نے شوشہ چھوڑ دیا

کہ گھر میں نوجوان لڑکیاں ہیں اور موٹا تازہ نوکر گھر رکھا ہوا ہے اور وعظ کرتا پھرتا ہے۔ اس لیے شعیب علیہ السلام نے پہلی ہی مجلس میں فرمادیا قَالَ اِنِّیٓ اُرِیْدُ فرمایا بے شک میں چاہتا ہوں اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھٰتَیْنِ کہ میں نکاح کر کے دے دوں آپ کو اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو عَلٰٓی شرط یہ ہوگی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔ حِجَجٌ حِجَّۃٌ کی جمع ہے اور حِجَّۃٌ کا معنٰی سال۔ معنٰی بنے گا کہ آپ خدمت کریں میری آٹھ سال۔ اگر آپ کو یہ شرط منظور ہے تو میں اپنی لڑکی کا نکاح کر کے دینے کے لیے تیار ہوں فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا پس اگر آپ پورے کر دیں دس سال فَمِنْ عِنْدِکَ تو یہ آپ کی نوازش ہوگی۔ شرط تو میرے اور آپ کے درمیان آٹھ سال ہے اگر دس سال پورے کر دیں تو آپ کی نوازش ہوگی وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ اور میں نہیں ارادہ کرتا کہ مشقت ڈالوں آپ پر کسی قسم کی۔ بس گھر کے کام ہیں بھیڑ بکریاں چرانی ہیں ان کو پانی پلانا ہے گھر کے لیے ایندھن وغیرہ لانا ہے مزید کوئی سختی میں نہیں کروں گا سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ بہ تاکید آپ مجھے پائیں گے نیکوں میں سے۔ یہ شعیب علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ آپ مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے۔

مسئلہ حق مہر :

اس موقع پر ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ آیا حق مہر کی جگہ خدمت طے ہو جائے یا تعلیم قرآن ہو جائے تو جائز ہے یا نہیں ہے۔ یعنی ایک آدمی ایک عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے اور حق مہر خدمت ہی ہے نقد پیسے یا سامان نہیں ہے یا حق مہر کی جگہ قرآن پڑھانا کہ تو میرے ساتھ نکاح کر لے میں تجھے قرآن پڑھاؤں گا اور کوئی حق مہر نہیں ہے۔ تو اس مسئلے میں امام شافعیؒ کا موقف یہ ہے کہ مہر میں خدمت اور تعلیم قرآن جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ

کی تحقیق یہ ہے کہ جائز نہیں ہے بلکہ مہر میں صرف مال ہوگا خدمت اور تعلیم قرآن وغیرہ مہر نہیں بن سکتیں۔امام ابوحنیفہؒ سورۃ النساء آیت نمبر ۲۴ سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ ''اور حلال کردی گئی ہیں تمہارے لیے ان سب عورتوں کے علاوہ (جن کا ذکر پہلے ہوا ہے) یہ کہ تلاش کرو تم اپنے مالوں کے ساتھ۔'' اس سے پہلی آیت کریمہ میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کے ساتھ نکاح حرام ہے ان کے علاوہ تمہارے لیے حلال ہیں اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ کہ تلاش کرو تم اپنے مالوں کے بدلے۔تو قرآن پاک میں مال کا ذکر ہے نکاح ہوگا مال کے ساتھ۔نہ خدمت مال ہے اور نہ تعلیم قرآن مال ہے لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کا موقف بڑا صحیح ہے۔یہاں جوفرمایا عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِىْ۔یہ لفظ علیٰ شرط کے لیے ہے کہ اس شرط پر نکاح کر دیتا ہوں کہ آپ میری آٹھ سال خدمت کرو گے۔حق مہر الگ ہے۔اسی چیز کے پیش نظر لوگ حق مہر کے ساتھ کچھ مزید شرائط بھی رکھتے ہیں تاکہ خاوند بیوی کو تنگ نہ کرے۔امام شافعیؒ اپنی تائید میں یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ ایک عورت جس کی کنیت ام شریک تھی نے آنحضرت ﷺ کو آکر کہا وَهَبْتُ نَفْسِىْ لَكَ ''میں نے اپنی ذات آپ کو بخش دی۔'' آپ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں۔آنحضرت ﷺ نے اس کو نفی یا اثبات میں کوئی جواب نہ دیا وہ عورت کافی دیر تک کھڑی رہی۔صحابہ کرام ﷺ میں سے ایک غریب آدمی تھا اس کے پاس صرف تہ بند تھا جو اس نے باندھا ہوا تھا کرتہ چادر وغیرہ کوئی نہیں تھی۔کہنے لگا حضرت! اگر آپ کو اس کے ساتھ نکاح کی حاجت نہیں ہے تو میرے ساتھ نکاح کر دیں۔آنحضرت ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کا تمہارا ساتھ نکاح کرا دوں؟ کہنے لگی کرا دو۔آپ ﷺ نے اس ساتھی سے فرمایا مہر کے لیے کوئی چیز لے کر آؤ۔وہ بے چارہ گیا پھر پھرا کر آگیا

کہنے لگا حضرت! کوئی چیز نہیں ملی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتِمًا مِّنْ حَدِیْدٍ ''تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔'' اس زمانے میں لوہے کی انگوٹھی جائز تھی بعد میں لوہے کی انگوٹھی مکروہ ہوگئی۔ واپس آ کر اس نے کہا حضرت! میرے پاس سوائے اس لنگی کے کوئی شے نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا ہاں حضرت! یاد ہے۔ فرمایا میں نے اس عورت کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ''اس قرآن کی برکت سے جو تیرے سینے میں ہے۔'' امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کی تعلیم حق مہر تھا۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مہر تو اس کے ذمہ ہوگا قرآن کی برکت سے نکاح ہوا۔

تو فرمایا کہ اس شرط پر نکاح کر دیتا ہوں کہ آپ آٹھ سال میری خدمت کریں گے قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی میں منظور کرتا ہوں اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ان دو میعادوں میں سے جو بھی پوری کر دوں آٹھ سال پورے کروں تب دس سال پورے کروں تب مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ اور اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں گواہ ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد تھے اور بڑے فاضل آدمی تھے۔ عراق کے علاقے میں حیرہ ایک جگہ تھی یہ بین الاقوامی منڈی تھی جیسے آج کل ہانگ کانگ ہے۔ یہ وہاں تشریف لے گئے ایک پادری نے ان کو دیکھ کر کہا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا پوچھو۔ انہوں نے ان کی تمام باتوں کے جواب بڑے معقول دیئے۔ ایک بات کا جواب نہ دیا۔ وہ بات یہ تھی کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آٹھ سال میری خدمت کرو گے اگر دس سال

پورے کرو تو آپ کی نوازش ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال خدمت کی یا دس سال۔ اس نے جواب میں فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہے اپنے استاذ عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ سفر سے واپس آکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بتلایا کہ باقی باتوں کا تو میں نے اس پادری کو جواب دے دیا تھا لیکن اس بات کا جواب مجھے معلوم نہیں تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کیے یا دس سال۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ دس سال پورے کیے تھے۔ کیونکہ نبی کی زبان سے دس سال کا جملہ بھی ادا ہوا تھا اور جو بات نبی کی زبان سے نکلتی ہے نبی اس کو پورا کرتا ہے۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بڑی بیٹی صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ دس سال پورے ہو گئے۔ تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ اس دوران میں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچہ بھی عطا فرمایا۔ جب دس سال پورے ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے بیوی بچوں کو لے کر اپنے آبائی وطن مصر چلا جاؤں؟ اگر حالات سازگار ہوئے تو وہیں رہ جاؤں گا اور آپ کی ملاقات کے لیے آتا جاتا رہوں گا۔ اگر حالات سازگار نہ ہوئے تو جلدی واپس آجاؤں گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے۔ کیونکہ تمہارے ماں باپ، بہن بھائیوں کا بھی حق ہے ان کے حقوق کا بھی خیال ہونا چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ اور بچے کو ساتھ لیا اور تفسیروں میں آتا ہے کہ ایک خادم بھی تھا کچھ بکریاں بھی تھیں وہ جہیز کے طور پر ہوں یا حق خدمت کے طور پر۔ وہاں خوراک کا ذریعہ عموماً یہی تھا کہ دودھ وغیرہ پی لیتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی مدین سے واپسی :

مدین سے موسیٰ علیہ السلام مصر کی طرف چل پڑے۔ اس کا ذکر ہے فَلَمَّا قَضٰی

مُوْسَی الْاَجَلَ پس جب پوری کی مدت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال وَ سَارَ بِاَهْلِهٖ اور چل پڑے گھر کے افراد کو لے کر اور طور پہاڑ کے قریب پہنچے اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا دیکھی طور کے کنارے پر آگ۔ اس وقت سڑکیں تو ہوتی نہیں تھیں راستہ بھی بھول گئے رات کا وقت تھا سردی کا موسم تھا آگ سینکنے کی ضرورت تھی۔ اور تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ بچی بچہ بھی پیدا ہونے والا تھا۔ ایسے موقع پر عورت کو طبی لحاظ سے گرم رکھنا پڑتا ہے ٹھنڈی چیز کا عورت کو نقصان ہوتا ہے قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے تم یہاں ٹھہرو اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا بے شک میں نے آگ محسوس کی ہے لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ شاید کہ میں لے آؤں وہاں سے تمہارے لیے کوئی خبر۔ آگ ہے تو وہاں کوئی آدمی بھی ہوگا اس سے راستہ پوچھ کر آتا ہوں اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ یا آگ کا شعلہ لے آؤں گا سلگا کر لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ تاکہ تم آگ سینکو۔ آگ ذرا وہاں سے دور نظر آرہی تھی فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ پس جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے آواز دی گئی۔ اس جگہ کا نام وادی طویٰ تھا بڑی برکت والی جگہ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ اس میدان کے دائیں طرف فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ مبارک خطے میں درخت سے۔ اس پاکیزہ مقام پر ایک درخت تھا اور سورۃ طٰہٰ میں ہے فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی "پس اتار دو اپنے جوتے کو بے شک تم ایک مقدس وادی میں ہو۔"

پاک جگہ آدمی جوتوں سمیت نہ جائے:

مسئلہ یہ ہے کہ پاکیزہ جگہ میں آدمی کو جوتے سمیت نہیں جانا چاہیے۔ ہاں جوتا پاک ہو تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔ ہمارے علاقے میں جہاں گلیوں میں نجاستیں ہیں اور

جوتوں کے نیچے والے حصے بھرے ہوئے ہوں اور کوئی نادان کہے کہ میں نے سنت پر عمل کرنا ہے کہ جوتوں سمیت نماز پڑھنی ہے تو اس کو پہلے اپنے دماغ کا علاج کرنا چاہیے۔ بھئی! عرب کا علاقہ صاف ستھرا، ریتلا اور پھر وہاں بارشیں کم ہوتی ہیں وہاں جوتے صاف رہتے ہیں ہمارے علاقے کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کون سا درخت تھا؟ تفسیروں میں عموماً تین چیزوں کے نام آتے ہیں۔ ایک عناب کا یہ مشہور درخت ہے اس پر سرخ سرخ رنگ کے دانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عناب میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ خشک ہونے کے بعد بھی اتنا ہی مفید ہوتا ہے جتنا تازہ ہوتا ہے۔ دوسرا اکیکر کا درخت بتاتے ہیں اور تیسرا علیق، یہ پیلے رنگ کی بیل ہوتی ہے جو درختوں کے اوپر چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور بعض تفسیروں میں عوسج کا نام بھی ملے گا۔ اس پاک وادی میں پہنچے تو آواز آئی اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اے موسیٰ علیہ السلام اِنِّىْٓ بے شک میں جو بول رہا ہوں اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ میں اللہ ہوں تمام جہانوں کو پالنے والا۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے تو تھے خبر معلوم کرنے یا آگ لینے کے لیے مگر وہاں معاملہ کچھ اور پیش آ گیا۔ باقی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

۞ ۞ ۞

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا

رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ
وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ
تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ
الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا
فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ؗ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾
قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا
يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

وَاَنْ اَلْقِ اور یہ کہ آپ ڈالیں عَصَاكَ اپنی لاٹھی کو فَلَمَّا رَاٰهَا پس جب دیکھا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو تَهْتَزُّ حرکت کرتی ہے كَاَنَّهَا جَآنٌّ گویا کہ وہ پتلا سانپ ہے وَّلّٰى مُدْبِرًا بھاگے پشت پھیر کر وَّلَمْ يُعَقِّبْ اور مڑ کر نہ دیکھا يٰمُوْسٰى اے موسیٰ علیہ السلام اَقْبِلْ آگے آئیں وَلَا تَخَفْ اور خوف نہ کر اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ بے شک آپ امن والوں میں سے ہیں اُسْلُكْ يَدَكَ ڈالیں اپنا ہاتھ فِيْ جَيْبِكَ اپنے گریبان میں تَخْرُجْ نکلے گا بَيْضَآءَ سفید مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے وَّاضْمُمْ اور ملاؤ

اِلَیۡکَ اپنی طرف جَنَاحَکَ اپنے بازو کو مِنَ الرَّھۡبِ خوف سے فَذٰنِکَ پس یہ دو بُرۡھَانٰنِ دلیلیں ہیں مِنۡ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے اِلٰی فِرۡعَوۡنَ فرعون کی طرف وَمَلَا۠ئِہٖ اور اس کی جماعت کی طرف اِنَّھُمۡ بے شک وہ سب کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ہیں قوم نافرمان قَالَ کہا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡھُمۡ بے شک میں نے قتل کیا ان میں سے نَفۡسًا ایک جان کو فَاَخَافُ پس میں خوف کرتا ہوں اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ یہ کہ وہ مجھے قتل کردیں گے وَاَخِیۡ ھٰرُوۡنُ اور میرا بھائی ہارون علیہ السلام ھُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ وہ زیادہ فصیح ہے مجھ سے لِسَانًا زبان کے لحاظ سے فَاَرۡسِلۡہُ پس رسول بنا کر بھیج دیں اس کو مَعِیَ میرے ساتھ رِدۡاً جو میرا مددگار ہو یُّصَدِّقُنِیۡۤ جو میری تصدیق کرے اِنِّیۡۤ اَخَافُ بے شک میں خوف کرتا ہوں اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ اس بات کا کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے قَالَ فرمایا پروردگار نے سَنَشُدُّ عَضُدَکَ ہم مضبوط کردیں گے آپ کے بازو کو بِاَخِیۡکَ آپ کے بھائی کے ساتھ وَنَجۡعَلُ لَکُمَا سُلۡطٰنًا اور بنائیں گے ہم تم دونوں کے لیے غلبہ فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡکُمَا پس وہ نہیں پہنچ سکیں گے تم دونوں کی طرف بِاٰیٰتِنَاۤ جاؤ ہماری نشانیاں لے کر اَنۡتُمَا تم دونوں وَمَنِ اتَّبَعَکُمَا اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی الۡغٰلِبُوۡنَ غالب رہیں گے۔

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر اپنی بیوی کے ہمراہ مدین سے مصر جا رہے تھے سردی کا موسم تھا رات

اندھیری تھی راستہ بھول گئے۔ آگ سینکنے کی بھی ضرورت تھی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دائیں طرف طور پہاڑ کے دامن میں پاکیزہ مقام، وادی طویٰ میں دیکھا تو ایک درخت پر آگ تھی۔ دور سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے آگ جلائی ہے قریب پہنچے تو معلوم ہوا درخت جل رہا ہے۔ وہ ظاہری آگ تو نہیں تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی تھی۔ قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جوتے پیچھے اتار کر آؤ آپ پاکیزہ وادی میں ہیں۔ اور اس درخت سے آواز آئی کہ جو آپ کے ساتھ بول رہا ہے میں اللہ رب العالمین ہوں وَاَنْ اَلْقِ عَصَاکَ اور یہ کہ آپ ڈالیں اپنی لاٹھی کو۔ لاٹھی پھینکی فَلَمَّا رَاٰھَا پس جب دیکھا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو تَھْتَزُّ حرکت کرتی ہے۔ یہ لاٹھی لاٹھی نہیں رہی وہ تو سانپ بن کر حرکت کر رہی ہے۔

ثوبان اور جان کی وضاحت :

کَاَنَّھَا جَآنٌّ گویا کہ وہ پتلا باریک سانپ ہے۔ اس مقام پر لاٹھی باریک سانپ بنی اور فرعون کے دربار میں جب لاٹھی پھینکی تو ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ [اعراف: ۱۰۷] اژدہا بن گئی۔'' باریک سانپ بننے کا مقام الگ ہے اژدھا بننے کا مقام الگ ہے۔ لاٹھی حرکت کرتی ہوئی سانپ نظر آئی وَّلّٰی مُدْبِرًا موسیٰ علیہ السلام بھاگے پشت پھیر کر وَّلَمْ یُعَقِّبْ اور مڑ کر نہ دیکھا۔

طبعی خوف ایمان کے خلاف نہیں :

اس سے معلوم ہوا کہ موذی چیزوں سے ڈرنے سے ایمان پر زد نہیں پڑتی۔ موسیٰ علیہ السلام مومن تو پہلے ہی تھے کیونکہ نبی نبوت سے پہلے بھی مومن ہوتا ہے اور اب نبوت بھی مل چکی ہے نور علی نور ہوگیا، اس کے باوجود سانپ دیکھ کر دوڑ لگادی۔ تو موذی

چیزوں سے طبعی طور پر ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ مثلاً کتے سے ڈرنا، شیر سے ڈرنا، سانپ سے ڈرنا بھیڑیئے سے ڈرنا، ڈاکو وغیرہ سے ڈرنا یہ سب موذی چیزیں ہیں ان کے خوف سے ایمان پر زد نہیں پڑتی۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ اگر معجزہ پیغمبر کا اپنا فعل ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ان کو علم ہونا چاہیے تھا کہ ابھی میں اس پر ہاتھ رکھوں گا تو یہ پھر لاٹھی بن جائے گی اور سورہ طٰہٰ میں ہے سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُولٰى ''عنقریب ہم اس لاٹھی کو پھیر دیں گے پہلی حالت پر۔'' ہاتھ رکھنا آپ کا کام ہے اور لاٹھی بنانا ہمارا کام ہے۔ تو معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی کا ذاتی طور پر اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا صرف نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔

فرمایا يٰمُوْسٰى اَقْبِلْ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام آگے آئیں لاٹھی کی طرف متوجہ ہوں وَلَا تَخَفْ اور خوف نہ کریں اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ بے شک آپ امن والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے پشت پھیر کر اس پر ہاتھ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے وہی لاٹھی بنا دی جو ان کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرا معجزہ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالیں تَخْرُجْ بَيْضَآءَ نکلے گا سفید مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ بغیر کسی تکلیف کے۔ ہاتھ گریبان میں ڈالتے ہی سفید ہوگا تپش سوزش وغیرہ کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں ہوگی آپ کا کام ہے ہاتھ کو گریبان میں ڈالنا اس کو روشن کرنا ہمارا کام ہے۔ فرمایا وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ اور ملاؤ اپنی طرف اپنے بازو کو۔ اس سے بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ کوئی اور نشانی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم لاٹھی پھینکتے ہو تو سانپ بن جاتی ہے تو طبعی طور پر خوف تو آتا ہے تو

اس وقت اپنے بازو کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگالیں تو خوف ختم ہو جائے گا یہ کوئی اور نشانی نہیں ہے۔ نشانیاں دو ہی ہیں عصا اور ید بیضا۔ تو فرمایا ملاؤ اپنے بازو کو اپنی طرف مِنَ الرَّھْبِ خوف کی وجہ سے۔ بازو کو چھاتی کے ساتھ لگاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ڈر خوف دور ہو جائے گا فَذٰنِکَ بُرْھَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ پس یہ دو دلیلیں ہیں آپ کے رب کی طرف سے۔ ایک عصا اور دوسری ید بیضا۔ یہ گفتگو رب تعالیٰ نے براہ راست کی ہے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِہٖ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف جانا ہے۔ کیوں جانا ہے؟ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ بے شک وہ نافرمان قوم ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی بھائی کے حق میں سفارش :

قَالَ. موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْھُمْ نَفْسًا اے میرے پروردگار! میں نے تو ان کا ایک آدمی قتل کیا ہے وہ جو مکا مارنے سے ڈھیر ہو گیا تھا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ پس میں خوف کرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے میں آپ کا پیغام کیسے پہنچاؤں گا تبلیغ کس طرح کروں گا وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا اور میرا بھائی ہارون علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے درجہ موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ تھا۔ وہ زیادہ فصیح ہیں میری نسبت زبان کے لحاظ سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی اور سولہویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ "اور کھول دے میری زبان کی گرہ کو کہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔ میں جب بات کرتا ہوں تو میری زبان اٹک جاتی ہے۔ زبان کیوں رکتی تھی؟ اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں جب کبھی فرعون اٹھاتا تو یہ اس کی ناک میں انگلی ڈال دیتے کبھی کان اور آنکھوں میں کبھی تھپڑ مار دیتے۔ عجیب

عجیب حرکتیں اس کے ساتھ کرتے۔ فرعون نے اپنی بیوی آسیہ بنت مزاحمؒ سے کہا یہ بچہ بڑا خطرناک معلوم ہوتا ہے یہ وہی بچہ نہ ثابت ہو جس نے میری حکومت کے زوال کا سبب بننا ہے۔ بیوی بڑی سخت تھی اس نے جھڑک دیا اور کہا کہ چھوٹے بچوں کی عادت ہوتی ہے ہاتھ مارنے کی اسے کیا تمیز ہے کہ ہاتھ کہاں لگ رہا ہے۔ فرعون نے کہا کہ یہ محض بچہ نہیں ہے کوئی اور شے لگتا ہے۔ چنانچہ امتحان لیا گیا۔ پلیٹ میں ایک طرف ہیرا رکھ دیا اور دوسری طرف جلتا ہوا کوئلہ کہ اگر یہ سمجھ دار ہوا تو ہیرے کی طرف ہاتھ بڑھائے گا اور اگر نا سمجھ ہوا تو کوئلے کو پکڑے گا۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہاتھ ہیرے کی طرف بڑھایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان کا ہاتھ دوسری طرف پھیر دیا انہوں نے کوئلہ پکڑ کر جلدی سے زبان پر رکھ لیا۔ جیسے آپ نے چھوٹے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ ان کو جو چیز ملے منہ میں ڈال لیتے ہیں میٹھی کڑوی کی بھی تمیز نہیں کرتے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارا اٹھا کر زبان پر رکھ لیا۔ ننھی منّی زبان تھی رگیں متاثر ہو گئیں بولنے میں بعض الفاظ پر زبان رک جاتی تھی۔ تو جب اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی بہت سارا حصہ ٹھیک ہو گیا لیکن ایک فیصد یا دو فیصد لکنت رہ گئی تھی۔ اور یہ بھی سوال کیا کہ میرے بھائی ہارون کو بھی رسول بنا دیں وہ میری نسبت زیادہ فصیح ہے اور سورہ طٰہٰ میں ہے وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ''میرے گھر کے افراد میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دیں۔'' اس مقام پر رِدْاً کا لفظ ہے معین و مددگار بنا دے۔ فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً پس رسول بنا کر بھیج دیں اس کو میرے ساتھ جو میرا مددگار ہو يُّصَدِّقُنِيْٓ جو میری تصدیق کرے۔ میں بیان کروں گا وہ میری تصدیق کرے گا اور ہم دونوں بھائی آپ کے احکام کی تعمیل کریں گے اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ بے شک میں خوف کرتا ہوں اس بات کا کہ

وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ وہ کہیں گے کہ کل تو آپ نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے اور آج واعظ بن گئے ہو۔ اور سورۃ شعراء میں تم یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا ''کیا ہم نے آپ کو پالا نہیں ہے اپنے درمیان بچپن میں اور گزارے آپ نے ہم میں کئی سال اپنی عمر کے وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ اور کیا آپ نے وہ کام جو کیا تھا'' یعنی بندہ قتل کیا تھا آج ہمیں وعظ کرتے ہو۔ دوسرا یہ کہ زبان میں لکنت کی وجہ سے جو تھوڑی سی رہ گئی ہے مذاق کریں گے لہٰذا میرے بھائی ہارون کو رسول بنا کر میرا معاون بنا دیں قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ ہم مضبوط کر دیں گے آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ساتھ۔ ان کو بھی نبوت دیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وادی طویٰ میں نبوت عطا فرمائی اور ہارون علیہ السلام کو مصر میں اپنے گھر نبوت ملی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں ان کے ہاتھ پر معجزے صادر ہوں گے تم نے ان کی مدد کرنی ہے میرے دین کی تبلیغ میں ان کا ساتھ دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی فرمایا وَنَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطٰنًا اور بنائیں گے ہم تم دونوں کے لیے غلبہ فَلاَ یَصِلُوْنَ اِلَیْکُمَا پس نہیں پہنچ سکیں گے آپ کے دشمن فرعون اور اس کی جماعت تم دونوں کی طرف۔ زبانی کلامی جتنی باتیں کریں مگر وہ تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے تم دونوں تک رسائی نہیں ہوگی بِاٰیٰتِنَآ جاؤ ہماری نشانیاں لے کر۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۴۲ میں ہے اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ جاؤ تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ۔'' تو یہاں بھی اِذْهَبَا کا لفظ محذوف ہے۔ عبارت یوں بنے گی اِذْهَبَا بِاٰیٰتِنَآ جیسا کہ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۴۳ میں ہے اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ ''جاؤ تم دونوں بھائی فرعون کی طرف۔'' اور یہ بھی فرمایا فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا ''نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا۔''

اندازِ تبلیغ کیسا ہونا چاہیے :

تبلیغ کا انداز رب تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ فرعون سرکش ہے باغی ہے اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی کے نعرے لگاتا ہے اس کے سامنے بات نرمی کے ساتھ کرنا۔ یہ قیامت تک آنے والے مبلغین کے لیے ایک سبق ہے کہ تبلیغ کے وقت سختی نہ کریں۔ بات صحیح ہو موقف میں ہیرا پھیری نہ ہو اور لہجہ نرم ہو۔ فرمایا اَنۡتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَکُمَا تم دونوں اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی جو تمہیں نبی مانیں گے میری توحید کا اقرار کریں گے حق کا ساتھ دیں گے الۡغٰلِبُوۡنَ غالب رہیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک دو دن میں غالب ہو جائیں گے بلکہ مطلب یہ ہے انجام کار تم ہی غالب ہو گے اور جو تمہاری پیروی کریں گے وہ بھی آپ کے ساتھ غلبہ پائیں گے۔

۞۞۞

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس بِاٰيٰتِنَا ہماری نشانیاں لے کر بَيِّنٰتٍ صاف صاف قَالُوْا ان لوگوں نے کہا مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا سِحْرٌ مگر جادو مُّفْتَرًى گھڑا ہوا وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا اور نہیں سنی ہم نے یہ بات فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اپنے باپ دادا سے جو پہلے گزر چکے ہیں وَقَالَ مُوْسٰى اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّيْۤ اَعْلَمُ میرا رب

خوب جانتا ہے بِمَنْ اس کو جَآءَ بِالْهُدٰى جو آیا ہے ہدایت لے کر مِنْ عِنْدِهٖ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اور اس کو جس کے لیے ہے اچھا گھر آخرت کا اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پائیں گے ظالم وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اے جماعت والو مَا عَلِمْتُ لَكُمْ میں نہیں جانتا تمہارے لیے مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ کوئی الٰہ اپنے سوا فَاَوْقِدْ لِىْ پس تم آگ جلاؤ میرے لیے يٰهَامٰنُ اے ہامان عَلَى الطِّيْنِ گارے پر فَاجْعَلْ لِّىْ پس بناؤ میرے لیے صَرْحًا محل لَّعَلِّىْۤ اَطَّلِعُ تا کہ میں جھانک کر دیکھوں اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو وَ اِنِّىْ اور بے شک میں لَاَظُنُّهٗ البتہ میں خیال کرتا ہوں اس کے بارے میں مِنَ الْكٰذِبِيْنَ جھوٹوں میں سے ہے وَاسْتَكْبَرَ هُوَ اور تکبر کیا فرعون نے وَجُنُوْدُهٗ اور اس کے لشکر نے فِى الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق وَ ظَنُّوْۤا اور انہوں نے خیال کیا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ کہ بے شک وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے فَاَخَذْنٰهُ پس ہم نے پکڑا اس کو وَجُنُوْدَهٗ اور اس کے لشکر کو فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ پس ہم نے پھینک دیا ان کو دریا شور میں فَانْظُرْ پس دیکھ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ کیسا ہوا انجام ظالموں کا وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً اور ہم نے بنایا ان کو رہنما يَّدْعُوْنَ جو دعوت دیتے ہیں اِلَى النَّارِ آگ کی طرف وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے دن لَا يُنْصَرُوْنَ ان کی مدد نہیں کی جائے گی

وَ اَتۡبَعۡنٰهُمۡ اور ہم نے ان کے پیچھے لگائی فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا اس دنیا کی زندگی میں لَعۡنَةً لعنت وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اور قیامت والے دن هُمۡ مِّنَ الۡمَقۡبُوۡحِیۡنَ وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کی برائی بیان کی جاتی ہے۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا فرعون کو تبلیغ کرنا :

کل کے سبق میں آپ حضرات نے یہ بات سنی (اور پڑھی) کہ اللہ تعالیٰ نے مدین سے واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کے سوال پر اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزے بھی عطا فرمائے اور حکم دیا کہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جا کر ان کو سمجھاؤ اور صحیح راستے سے آگاہ کرو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام مصر پہنچے اپنے گھر تشریف لے گئے بیوی بچوں کو گھر چھوڑا۔ ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے فرمایا ہاں! میرے علم میں ہے۔ مجھے آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس کے احکامات پہنچائیں۔ دفتری اوقات کا انتظار کیا کہ فرعون اور اس کی کابینہ دفتر میں پہنچ جائے پھر جا کر ان کو تبلیغ کریں گے۔ فرعون کا بہت بڑا تخت تھا اس پر شاہی کرسی تھی۔ فرعون جب اقتدار والی کرسی پر آکر بیٹھ گیا اور اس کا سارا عملہ وزیر مشیر دائیں بائیں آگے پیچھے آکر بیٹھ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں بھائی بھی پہنچ گئے تیسرا آدمی ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّکَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ [طٰہٰ: ۴۷] ''بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے پروردگار کے پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔'' پہلے رب کی دعوت دی، رب کی توحید کی دعوت دی پھر رسالت کا مسئلہ بتایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ہماری رسالت پر یقین کرو قیامت کا

مسئلہ بھی سمجھایا۔توحید، رسالت، قیامت یہ بنیادی مسئلے ہیں۔پھر بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ [شعراء:۱۷] ''بنی اسرائیل کو آزاد کردے۔'' اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ تونے ان کو غلام بنارکھا ہے میں ان کی آزادی کا مطالبہ کرتا ہوں۔ مذہبی مطالبے بھی کیے اور سیاسی بھی کیے۔موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبی ہونے پر معجزے دکھائے۔اپنا عصا مبارک زمین پر ڈالا تو وہ اژدہا بن گیا۔

تفسیروں میں بڑا عجیب منظر لکھا ہے کہ وہ اژدہا جب فرعون کی طرف متوجہ ہوا تو فرعون بدحواس ہوکر کرسی سے نیچے گر گیا۔دفتر میں افراتفری مچ گئی۔مگر دفتر سے باہر کوئی نہیں گیا کیونکہ فرعون بڑا ظالم تھا ان کو معلوم تھا کہ باہر گئے تو باز پرس ہوگئی کہ تم مشکل وقت میں مجھے چھوڑ گئے وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ بدن میں میخیں ٹھونک کر سولی پر لٹکا دیتا تھا۔ کچھ دیر بعد جب وہ ہوش میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا معجزہ دکھایا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی طرح روشن تھا۔فرعون نے ماننے کے بجائے کہا کہ یہ سب جادو ہے ہم تمہارا مقابلہ کریں گے۔ ہمارے ساتھ کوئی تاریخ مقرر کرو۔اس کی تفصیل سولھویں پارے میں گزر چکی ہے۔قریب ہی ان کا عید والا دن آنے والا تھا یَوْمُ الزِّیْنَہ موسیٰ علیہ السلام نے عید کا دن مقرر کیا اور چاشت کا وقت طے کیا کہ عید کے دن لوگ فارغ ہوتے ہیں زیادہ سے زیادہ آئیں گے۔اور وقت بھی ایسا مقرر فرمایا کہ قریب و دور کے لوگوں کے لیے آنے جانے میں دقت نہ ہو۔وقت پر پہنچ بھی جائیں اور شام سے پہلے گھروں کو بھی چلے جائیں۔بہت بڑا میدان تھا اس میں گھوڑے بھی دوڑتے تھے،فوجی ٹریننگ بھی ہوتی تھی لوگ اس میں خوشی کے موقع پر اپنے رواج کے مطابق کھیل تماشے کرتے تھے۔سولہویں پارے میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے

میں ستر ہزار ماہر جادوگر آئے موسیٰ علیہ السلام سب پر غالب آگئے جادوگر ناکام ہوئے اور سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام سے جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ جادو نہیں ہے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور سجدے میں گر گئے۔لیکن فرعون اور اس کی قوم ایمان نہ لائی۔

فرعون پر تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ پس جب آئے موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس ہماری واضح نشانیاں لے کر قَالُوْا ان لوگوں نے کہا۔فرعون اور اس کی قوم نے مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى نہیں ہے یہ مگر جادو گھڑا ہوا۔یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزے ظاہر کیے ہیں یہ گھڑا ہوا جادو ہے۔انہوں نے معجزات کو جادو کہہ کر انکار کر دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ اور نہیں سنی ہم نے یہ بات اپنے باپ دادوں سے جو پہلے گزرے ہیں کہ ساری کائنات کا خدا ایک ہی ہے۔وہی سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی سارا نظام چلانے والا ہے۔وہ سب کو فنا کر دے گا پھر دوبارہ زندہ کرے گا،حساب کتاب ہوگا، جزائے عمل کا فیصلہ ہوگا۔ہم نے تو ایسی باتیں پہلے کبھی نہیں سنیں وَقَالَ مُوسٰى اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جواب میں رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ میرا رب خوب جانتا ہے اس کو جو آیا ہے ہدایت لے کر میں جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اپنی مرضی سے نہیں اور نہ اس میں میری کوئی ذاتی غرض ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اسی کا پیغام تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اور وہی بہتر جانتا ہے وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ کہ آخرت کا اچھا گھر کس کے لیے ہے مگر اتنی بات یقینی ہے اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ بے شک شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پائیں گے ظالم، وہ ہمیشہ نامراد رہیں گے۔ظلم میں

سرفہرست کفر اور شرک ہے۔ فرعون پر موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا کہنے لگا ملک مصر کا بااختیار حاکم تو میں ہوں سیاہ وسفید کا مالک میں ہوں ملک زرخیز ہے اس میں نہریں چل رہی ہیں ڈیم بنے ہوئے ہیں یہ سارا نظام میں چلا رہا ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کسی اور الٰہ کی بات کر رہے ہیں وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اے جماعت والو! اے اہل دربار! مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی الٰہ اپنے سوا۔

فرعونیتِ فرعون :

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا قائل نہیں تھا۔ وہ پاگل نہیں تھا بڑا سمجھ دار تھا وہ سمجھتا تھا میں پیدا ہوا ہوں میرے باپ دادا پیدا ہوئے ہیں اور ملک پہلے سے آباد اور چلا آ رہا ہے۔ بلکہ اس کا موقف یہ تھا کہ میں اس ملک کا مطلق العنان بادشاہ ہوں مصر کا ملک میرا ہے اس ملک میں میری بات چلتی ہے یہاں اور کسی کی بات نہیں چلتی، یہاں میرے سوا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ خدا کے وجود کا وہ قائل تھا اپنے سوا کسی کی حکمرانی کا قائل نہیں تھا۔ یہاں کسی اور کی حکمرانی نہیں ہے یہاں میں ہی ہوں۔ پھر کہنے لگا فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ ہامان فرعون کا وزیر اعظم تھا۔ یہ بھی فرعون جیسا تھا۔ مشہور محاورہ ہے.....

جیسی روح ویسے فرشتے

تو فرعون نے ہامان کو کہا پس تم آگ جلاؤ میرے لیے اے ہامان! گارے پر۔ گارے پر آگ جلانے کا مطلب یہ ہے کہ بھٹے میں پکی اینٹیں تیار کرو میرے لیے فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا پھر میرے لیے محل بناؤ بہت بڑا۔ کیوں؟ لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى تاکہ

میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو محل پر چڑھ کر کہ موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ کیسا ہے؟ بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ یہ اس نے مذاق کیا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حقیقت ہے۔

تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے کہ ہامان نے ملک سے پچاس ہزار مستری بلوائے اور ان کو بلڈنگ کا نقشہ دیا کہ اس طرح کا محل بنانا ہے جس میں اس طرح سیڑھیاں اوپر جاتی ہیں۔ تفسیر مدارک والے فرماتے ہیں کہ شاید دنیا میں کسی نے اتنی بلند بلڈنگ بنائی ہو۔ جب عمارت تیار ہوگئی تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر ایک پر مارا تو اس کا ایک حصہ سمندر میں جا گرا۔ دوسرا پَر مارا تو دوسرا حصہ فرعون کی فوجوں پر جا گرا۔ جب تیسری دفعہ پَر مارا تو ساری عمارت زمین بوس ہوگئی۔ یہ سب کرشمے دیکھتے ہوئے بھی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آئے۔ فرعون رب تعالیٰ کو بلڈنگ پر چڑھ کر دیکھنا چاہتا تھا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہوگا کہ میں تجھے سمندر کی تہہ میں نظر آؤں گا۔ چنانچہ جب فرعون غرق ہونے لگا تو اس وقت اس نے بہت واویلا کیا اور کہا اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ''میں ایمان لایا ہوں بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر ایمان لائے ہیں بنو اسرائیل اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔''

رب تعالیٰ نے فرمایا آٰلۡـٰٔنَ وَقَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَکُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ''اب (تم یہ کہتے ہو) اور تحقیق تم نافرمانی کرتے رہے ہو اس سے پہلے اور تھے تم فسادیوں میں سے۔'' جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بڑا عجیب منظر تھا فرعون جب واویلا کرنے لگا تو میں نے سمندر سے گارا نکال کر اس کے منہ میں ٹھونسا کہ اس کی آواز نہ نکلے کہ کہیں رب تعالیٰ اس کی پکار کو قبول ہی نہ کرلے۔ تو فرعون نے کہا ہامان کو کہ میرے لیے محل بنا کہ

میں اس پر چڑھ کر جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّہٗ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ اور بے شک میں خیال کرتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ جھوٹوں میں سے ہے معاذ اللہ تعالیٰ وَاسْتَکْبَرَ ھُوَ وَ جُنُوْدُہٗ فِی الْاَرْضِ اور تکبر کیا فرعون نے اور اس کے لشکر نے زمین میں بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق۔ واضح دلیلیں دیکھنے کے باوجود حق کو ٹھکرایا وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے یقین کیا اَنَّھُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ بے شک وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔ کیونکہ اگر آخرت پر ایمان ہو کہ آخرت آئے گی اور مجھے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا تو آدمی ڈرتا ہے لیکن وہ اس قدر ہٹ دھرمی اور ضد پر آئے ہوئے تھے کہ آخرت پر بالکل یقین نہیں تھا۔

فرعونیت کا انجام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذْنٰہُ وَ جُنُوْدَہٗ پس ہم نے پکڑا فرعون کو اور اس کے لشکر کو فَنَبَذْنٰھُمْ فِی الْیَمِّ پس پھینک دیا ہم نے ان کو دریائے شور میں فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الظّٰلِمِیْنَ پس دیکھ اے مخاطب کیسا ہوا انجام ظالموں کا۔ یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے سنا کر مکے والوں کو سمجھایا کہ نہ تو تمہاری اتنی قوت ہے نہ تمہارے پاس اتنے لشکر ہیں نہ تمہارے پاس وہ اقتدار ہے جو فرعون کے پاس تھا اس کا حشر تم نے دیکھ لیا ظالمو! اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔ فرمایا وَ جَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ائمہ امام کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے راستہ دکھانے والا۔ تو راہنما اچھا بھی ہوتا ہے برا بھی ہوتا ہے۔ اس مقام پر برا راہنما مراد ہے۔ معنیٰ ہوگا بنایا ہم نے ان کو راہنما دعوت دیتے تھے آگ کی طرف۔ یہ وہ امام تھے جو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔ سورۃ ہود آیت نمبر ۹۸ میں ہے یَقْدُمُ قَوْمَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَوْرَدَھُمُ النَّارَ ''آگے آگے ہوگا وہ اپنی قوم کے قیامت کے

دن پس پہنچائے گا ان کو آگ میں۔'' دنیا والی سرداری وہاں بھی قائم رہے گی مگر دوزخ کی طرف، آگے فرعون ہوگا پیچھے ہامان ہوگا پھر درجہ بہ درجہ فوجی افسر دوزخ میں جا پڑیں گے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ اور قیامت والے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ جیسے دنیا میں جب اللہ تعالیٰ نے پکڑا تو ان کی کسی نے مدد نہیں کی آخرت میں بھی نہیں ہوگی۔

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ''اور ہم نے ان کے پیچھے لگا دی لعنت دنیا کی زندگی میں۔'' فرعون ہامان کا جب ذکر آتا ہے یا اس کی کابینہ کا ذکر آتا ہے تو لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں بُرا ہی کہتے ہیں کوئی ان کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرتا۔

سر درد کا نسخہ :

بلکہ بعض بزرگان دین اپنے تجربے سے یہ فرماتے ہیں۔قرآن وحدیث کا مسئلہ نہیں ہے یہ بزرگوں کا اپنا تجربہ ہے کہ فرعون کا لفظ لکھ کر اس پر جوتیاں مارو تو سر درد دور ہو جاتا ہے۔مگر ایسا کرنا نہیں چاہیے۔کیونکہ فرعون قرآن کا لفظ ہے قرآن کریم میں جب اس کو پڑھیں گے تو پچاس نیکیاں ملیں گی۔کیونکہ اس کے پانچ حرف ہیں۔شیطان کا لفظ بھی قرآن میں آیا ہے مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ابولہب کافر تھا مگر اس کا نام بھی قرآن میں آ گیا ہے۔اس لیے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملیں گی۔تو خیر یہ بزرگوں کا تجربہ ہے کہ سر درد ہو تو فرعون کا لفظ کاغذ پر لکھ کر جوتیاں مارو تو سر درد ختم ہو جاتا ہے۔تو قیامت تک لوگ اس کو جوتیاں مارتے رہیں گے، بُرا کہتے رہیں گے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ اور قیامت والے دن وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کی برائی بیان کی جائے گی۔دوزخی دوزخیوں کو کہیں گے او بے ایمانو! تم خود تو دوزخ میں آئے ہمیں بھی لے آئے ہو۔دنیا و آخرت میں برائی ہوگی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا دی ہم نے مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اس کے بعد اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى ہم نے ہلاک کر دیں پہلی جماعتیں بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ دل میں روشنیاں پیدا کرنے کی چیزیں لوگوں کے لیے وَهُدًى اور ہدایت وَّرَحْمَةً اور رحمت لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وَمَا كُنْتَ اور نہیں تھے آپ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ مغربی کنارے پر اِذْ قَضَيْنَاۤ جب ہم نے طے کیا اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ موسیٰ علیہ السلام کی طرف معاملے کو وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور آپ نہیں تھے حاضر

ہونے والوں میں سے وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا اور لیکن ہم نے پیدا کیں قُرُوْنًا جماعتیں فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ پس لمبی ہوگئیں ان پر عمریں وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا اور آپ نہیں تھے مقیم فِیْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ مدین والوں میں تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا کہ تلاوت کرتے ہوں ان پر ہماری آیتیں وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ اور لیکن ہم ہیں بھیجنے والے رسولوں کو وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اور نہیں تھے آپ طور کے کنارے پر اِذْ نَادَيْنَا جس وقت ہم نے آواز دی وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اور لیکن یہ رحمت ہے آپ کے رب کی لِتُنْذِرَ قَوْمًا تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو مَّآ اَتٰهُمْ نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پہنچے ان کو مصیبت بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ بہ سبب اس کے آگے بھیجیں ان کے ہاتھوں نے برائیاں فَيَقُوْلُوْا تو وہ کہیں گے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا کیوں نہیں بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ پس ہم پیروی کرتے آپ کی آیات کی وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہو جاتے مومنوں میں سے۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ چلا آ رہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپس مصر جا رہے تھے اہل و عیال سمیت۔ تو اللہ تعالیٰ نے طور کے کنارے پر مقدس وادی طویٰ میں نبوت عطا فرمائی، معجزے عطا فرمائے انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کو تبلیغ کی۔ جب ان کی طرف سے ایمان کی کوئی امید نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اپنی قوم کو رات

کے وقت لے کر چلے جائیں ۔ پھر فرعون اور اس کی قوم تباہ ہوگئی غرق ہوگئی ۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر وادی تیہ پہنچ گئے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی ۔ آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا بڑا بلند مقام ہے اس کا تذکرہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا عطا ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب مِنْ بَعْدِ مَآ اَھْلَکْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بعد اس کے کہ ہم نے ہلاک کیا پہلی جماعتوں کو ۔ نوح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی ، ہود علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی ، صالح علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی ، شعیب علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی ، فرعون اور اس کے ساتھی ہلاک ہوئے ، ان ہلاکتوں کے بعد تورات ملی ۔ یہ تورات کیوں دی گئی؟ بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ بصائر بصیرت کی جمع ہے ۔ بصیرت کا معنیٰ ہے دل کی روشنی ۔ بصارت آنکھ کی روشنی کو کہتے ہیں ۔ معنیٰ ہوگا ہم نے تورات اس لیے دی کہ لوگوں کے دلوں میں روشنی پیدا ہو وَھُدًی اور ہدایت تھی اپنے دور میں قرآن کریم کی طرح وَّرَحْمَةً اور رحمت لَّعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں ۔ تورات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اور نہیں تھے آپ اے نبی کریم ﷺ! وادی کے مغربی کنارے پر یا پہاڑ کے مغربی کنارے پر ۔ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ جب ہم نے معاملہ طے کیا موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ جب وہ مدین سے واپس مصر جا رہے تھے طور کے کنارے پر مغرب کی طرف سے آواز دی جس کے متعلق تم تفصیل سے سن چکے ہو کہ ایک درخت سے نور کی تجلی ظاہر ہو رہی تھی جس کو موسیٰ علیہ السلام ظاہری آگ سمجھے تھے ۔ جس وقت وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ

الْعٰلَمِیْنَ ''اے موسیٰ علیہ السلام بے شک میں اللہ ہوں رب العالمین میں نے آپ کو نبوت دی ہے'' اور موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت ملی اور اللہ تعالیٰ نے دو معجزے عطا فرمائے: عصا کا سانپ بن جانا اور ید بیضا۔ اور حکم دیا کہ دونوں بھائی جا کر فرعون اور اس کی جماعت کو تبلیغ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ معاملہ طے کیا تھا اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور آپ نہیں تھے حاضر ہونے والوں میں سے۔ موسیٰ علیہ السلام کے حالات دیکھنے والوں میں آپ شامل نہیں تھے کہ ان واقعات کو چشم دید واقعات کے طور پر بیان کریں۔

حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی:

اس میں آپ ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کی صراحت کے ساتھ نفی کی گئی ہے۔ لیکن جاہل قسم کے لوگوں نے بلاوجہ حاضر و ناظر اور علم غیب کا عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان میں اور کوئی شریک نہیں ہے نہ نبی، نہ ولی، نہ کوئی فرشتہ، نہ جن۔ فرمایا کہ جب ہم نے مغربی جانب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی تو آپ اس وقت موجود نہیں تھے وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا اور لیکن ہم نے پیدا کیں جماعتیں فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ پس لمبی ہو گئیں ان پر عمریں، ان کی زندگیاں دراز ہو گئیں وہ کفر و شرک میں مبتلا ہوئے، ظلم اور سرکشی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ اور آپ نہیں تھے مقیم مدین والوں میں کہ آپ کو حالات کا علم ہوا اور اب آپ ان کو سنا رہے ہیں تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ مدین کے واقعات بھی موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم ہی

نے آپ کو بتلائے ہیں آپ کوئی عالم الغیب تو نہیں ہیں وَلٰکِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ اور لیکن ہم بھیجنے والے ہیں رسولوں کو۔ ہم ان پر وحی نازل کر کے پہلے واقعات سے آگاہ کرتے ہیں اور آئندہ حالات سے مطلع کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے ایک یہودی نے تخلیق کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا پھر اس کے سوال کا جواب دیا۔ یہودی چلا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ سے فرمایا کہ یہودی نے جب یہ سوال کیا تھا تو مجھے اس کا جواب معلوم نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے فوراً جبرائیل کو بھیج کر سوال کا جواب پہنچایا جو یہودی کے علم کے مطابق بھی درست تھا اس لیے وہ مطمئن ہو کر چلا گیا اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا کُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا اور نہیں تھے آپ طور کے کنارے پر جس وقت ہم نے آواز دی کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں اللہ ہوں رب العالمین ہوں اور آپ وادی مقدس طویٰ میں ہیں اپنے جوتے اتار دیں میں نے آپ کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب کیا ہے۔ ہماری اس گفتگو کے وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے یہ ساری باتیں ہم نے آپ کو بتائی ہیں وَلٰکِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ اور لیکن یہ رحمت ہے آپ کے رب کی کہ آپ کو ان حالات سے آگاہ فرمایا ورنہ آپ حاضر و ناظر تو نہیں تھے یہ رحمت ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ تاکہ آپ ڈرائیں ان لوگوں کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا کیونکہ عربوں کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد طویل عرصے تک کوئی نبی نہیں آیا تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا عرب بھی پہلے صحیح دین ابراہیمی پر تھے۔

عرب میں شرک کی ابتدا اور لفظ قوم کی تشریح :

آنحضرت ﷺ سے تقریباً پانچ سو سال پہلے قصی بن کلاب کے زمانے میں یہاں شرک کی ابتدا ہوئی اور اکثر لوگ مشرک ہو گئے۔ یہاں پر قوم کا لفظ خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تو کیا آپ ﷺ صرف عربوں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں؟

حضور ﷺ قومی نبی بھی ہیں اور عالمی بھی :

نہیں بلکہ آپ ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں۔ پہلی حیثیت تو قومی نبی کی ہے کہ آپ ﷺ سرزمین عرب میں عربوں کے لیے مبعوث ہوئے اور دوسری حیثیت رسول عالمین کی ہے آپ ﷺ ساری کائنات کے لیے مبعوث ہوئے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۰۸ میں ہے یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ''اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۹۳ میں ہے لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا ''تاکہ آپ مکے والوں اور اس کے اردگرد والوں کو ڈرائیں وَ مَنْۢ بَلَغَ اور ان لوگوں کو بھی جہاں تک یہ قرآن پہنچے۔'' مطلب یہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے تک خدا کا یہ پیغام پہنچے گا۔'' تو اس لحاظ سے آپ ﷺ بین الاقوامی نبی ہیں تمام اقوام عالم کی سعادت آپ ﷺ سے وابستہ ہے۔ تو فرمایا تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو کہ آپ سے پہلے ان کو ڈرانے والا کوئی نہیں آیا لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ عرب کی طرف ڈیڑھ ہزار سال تک کوئی پیغمبر نہیں آیا اگر آخری پیغمبر کو بھی مبعوث نہ فرماتے اور پھر ان پر کوئی مصیبت آجاتی تو یہ لوگ فوراً کہہ دیتے کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول ہی نہیں آیا جو ہمیں سیدھا راستہ دکھاتا اور ہم عذاب الٰہی سے بچ جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر

بھیج کران کا منہ بند کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پہنچے ان کو مصیبت بہ سبب اس کے کہ آگے بھیجیں ان کے ہاتھوں نے برائیاں۔اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے کبھی کوئی مصیبت پہنچتی فَیَقُوْلُوْا تو وہ کہیں گے رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا اے ہمارے رب! کیوں نہیں بھیجا آپ نے ہماری طرف رسول فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ پس ہم پیروی کرتے آپ کی آیات کی وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ہو جاتے ایمان والوں میں سے۔تو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر بھیج کران کا یہ عذر ختم کر دیا تا کہ کل قیامت والے دن یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا ہی نہیں آیا تھا ہمیں کفر وشرک سے آگاہ ہی کسی نے نہیں کیا ہمیں حق و باطل کا علم ہی نہیں تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر بھیج کر یہ سارے اعتراضات ختم کر دیئے۔

۞۞۞

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ؕ اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ پس جب آیا ان کے پاس حق مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے قَالُوْا کہا ان لوگوں نے لَوْلَآ اُوْتِیَ کیوں نہیں دیے گئے اس نبی کو مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی اس کے مثل جو دیے گئے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا کیا اور انہوں نے انکار نہیں کیا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی اس چیز کا جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے قَالُوْا کہا انہوں نے سِحْرٰنِ یہ

دونوں جادو ہیں تَظٰهَرَا ایک دوسرے کی تاکید کرتے ہیں وَقَالُوْآ اورانہوں
نے کہا اِنَّا بے شک ہم بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ہر ایک کا انکار کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ
دیں فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ پس لاؤ تم کوئی کتاب مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
هُوَ اَهْدٰى وہ زیادہ ہدایت والی ہو مِنْهُمَآ ان دونوں سے اَتَّبِعْهُ میں اس کی
پیروی کروں گا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ پس
اگر یہ قبول نہ کریں آپ کی بات کو فَاعْلَمْ پس آپ جان لیں اَنَّمَا پختہ بات
ہے يَتَّبِعُوْنَ وہ پیروی کرتے ہیں اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات کی وَمَنْ اور کون
ہے اَضَلُّ زیادہ گمراہ مِمَّنِ اس شخص سے اتَّبَعَ هَوٰهُ جس نے پیروی کی اپنی
خواہش کی بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ بغیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے اِنَّ اللّٰهَ بے شک
اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو وَلَقَدْ اور البتہ
تحقیق وَصَّلْنَا ہم نے لگاتار ملا دیا لَهُمُ الْقَوْلَ ان لوگوں کے لیے بات کو
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اَلَّذِيْنَ وہ لوگ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ جن کو دی ہم نے کتاب مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وہ
اس پر ایمان لاتے ہیں وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اور جس وقت پڑھ کر سنایا جاتا ہے
ان کو قَالُوْآ وہ کہتے ہیں اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر اِنَّهُ الْحَقُّ بے شک یہ
قرآن حق ہے مِنْ رَّبِّنَآ ہمارے رب کی طرف سے اِنَّا كُنَّا بے شک ہم تھے
مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے مُسْلِمِيْنَ ماننے والے اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ یہ وہ لوگ

ہیں دیا جائے گا ان کو اَجْرَهُمْ ان کا اجر مَرَّتَيْنِ دُہرا بِمَا صَبَرُوْا بہ سبب اس کے کہ انہوں نے صبر کیا وَ يَدْرَءُ وْنَ بِالْحَسَنَةِ اور ٹالتے ہیں اچھائی کے ساتھ السَّيِّئَةَ برائی کو وَمِمَّا اور اس میں سے رَزَقْنٰهُمْ جو ہم نے ان کو روزی دی ہے يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں۔

اہل مکہ کی طرف حضور ﷺ کی بعثت اتمام حجت ہے :

کوئی یہ نہ کہے یعنی مکے والے یہ نہ کہیں کہ ہم تو ان پڑھ تھے ہمیں کوئی علم نہیں ہے کہ نیکی کیا ہے بدی کیا ہے حق کیا ہے باطل کیا ہے؟ ناسمجھ لوگ ہیں کدھر جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بہانے کو ختم کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا قرآن بھی ان کی زبان میں نازل فرمایا اور ساری حقیقت کو کھول دیا اور حقیقت ان پر واضح کر دی۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو تسلیم کر لیتے اور قرآن پاک جیسی کتاب کو مان لیتے مگر ہوا کیا ؟ وہ سنو! فَلَمَّا جَآءَ هُمُ الْحَقُّ پس جب آیا ان کے پاس حق، مکے والوں کے پاس حق آیا، عربوں کے پاس حق آیا، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے۔ یہ قرآن ہم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا تو جب ہماری طرف سے حق آ گیا قَالُوْا کہا ان لوگوں نے لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى کیوں نہیں دیئے گئے اس نبی کو معجزے اس جیسے جو دیئے گئے موسیٰ علیہ السلام کو۔ یہ بھی لاٹھی ڈالتا سانپ بن جاتی، گریبان میں ہاتھ ڈالے جو سورج کی طرح چمکے۔ اگر نبی ہے تو موسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ اور کیا انہوں نے انکار نہیں کیا اس چیز کا جو دی گئی موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزے موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے اس سے پہلے انکار کرنے والوں نے کیا ان

کا انکار نہیں کیا۔فرعون، ہامان اوران کی کابینہ کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے عصا مبارک ڈالا اژدہا بن گیا، ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا سورج کی طرح چمکنے لگ گیا۔کیا انہوں نے مان لیا تسلیم کر لیا؟ تمہارے بھی نہ ماننے کے بہانے ہیں ورنہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے سے بڑی کون سی نشانی ہو سکتی ہے۔

چودھویں رات کا چاند تھا مکمل سر پر کھڑا تھا مکے والوں نے آکر آپ ﷺ کو کہا کہ اگر یہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔اللہ تعالیٰ نے چاند دو ٹکڑے کر دیا۔اس طرح کہ ایک ٹکڑا مشرق کی طرف جبل ابوقبیس پر اور دوسرا مغرب کی طرف جبل قُیقُعَان پر چلا گیا۔ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں! دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں۔مگر ایک نے بھی ایمان قبول نہیں کیا اور کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ [سورۃ القمر] ''بڑا مضبوط جادو ہے۔'' آنحضرت ﷺ کے بارے میں کہا کہ یہ بہت بڑا جادوگر ہے اس کے جادو کا اثر چاند پر بھی ہو گیا ہے۔

خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار

بُری عادت والا ضدی آدمی کبھی صحیح بات نہیں مانتا۔نہ ماننے کے لیے کیا شوشہ چھوڑا کہ اس کے ہاتھ سے اس طرح کے معجزے کیوں نہیں ظاہر ہو رہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے تھے اس سے پہلے۔اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کیا انہوں نے انکار نہیں کیا اس چیز کا جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اس سے پہلے قَالُوْا کہنے لگے سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا یہ دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

لفظ سحران کی وضاحت :

سحران سے مراد قرآن پاک اور تورات ہے۔قرآن بھی جادو ہے اور موسیٰ علیہ

السلام کو جو معجزات ملے تھے وہ بھی جادو تھے معاذ اللہ تعالیٰ۔ یہ قرآن تورات کی تائید کرتا ہے اور تورات قرآن کی تاکید کرتی ہے۔ کیونکہ مکے والے عربی تھے قرآن پاک کی فصاحت کو مانتے تھے قرآن پاک کے اثر کا تو انکار نہ کر سکے بجائے اس مکے کہ اس کے اثر کو حق کا اثر سمجھتے جادو کا اثر کہہ کر ٹال دیا۔ تو ایک تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کو اور تورات کو کہا کہ یہ جادو ہیں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں اور یہی تفسیر راجح ہے کیوں کہ اگلی آیت اس کی تائید کرتی ہے قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ آپ کہہ دیں پس لاؤ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب جو زیادہ ہدایت پر مشتمل ہو تورات اور قرآن سے میں اس کی پیروی کروں گا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ سحران مصدر ہے اور معنٰی میں ساحران کے ہے۔ پھر معنٰی یہ ہوگا کہ انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں تائید کرتے ہیں وَقَالُوْٓا اور کہا انہوں نے اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ بے شک ہم ہر ایک کا انکار کرتے ہیں نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ تورات کو مانتے ہیں۔

قرآن پاک کا اپنی سچائی پر چیلنج :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ آپ کہہ دیں پس لاؤ تم کوئی کتاب مگر اپنی طرف سے نہیں مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ وہ زیادہ ہدایت والی ہو ان دونوں سے۔ قرآن سے بھی اور تورات سے بھی اَتَّبِعْهُ میں اس کی پیروی کروں گا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے تو لے آؤ کوئی کتاب فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ پس اگر یہ قبول نہ کریں آپ کی بات کو آپ کا یہ چیلنج قبول نہ کریں فَاعْلَمْ پس آپ جان لیں اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ پختہ بات ہے کہ وہ اپنی خواہشات

کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ چیلنج کب وہ قبول کر سکتے تھے اور کب کوئی کتاب لاسکتا ہے؟ قرآن نے تو فیصلہ سنادیا کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [بقرۃ:۲۳] ''اور اگر ہو تم شک میں اس چیز کے بارے میں جو ہم نے نازل کیا ہے اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر پس لاؤ تم ایک سورت چھوٹی سی اس کے مثل اور بلا لو اپنے مددگاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر ہو تم سچے۔'' قرآن پاک کی تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔سورۃ العصر سورۃ کوثر، سورۃ نصر۔ ہر ایک کی تین تین آیات ہیں تین آیات سے کم کوئی سورۃ نہیں ہے اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں کم از کم تین آیات پڑھنی چاہئیں۔ اگر کسی نے تین آیات سے کم قرآن پڑھا تو اس کی رکعت صحیح نہیں ہوگی۔ یا ایک آیت لمبی ہو آيَةٌ طَوِيْلَةٌ جیسے تیسرے پارے میں قرآن پاک کی سب سے لمبی آیت ہے اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى [بقرۃ:۲۸۲] تو قرآن پاک کے مثل کوئی چھوٹی سی سورت لاؤ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا ''پس اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے'' تو محض دعویٰ اور ضد سے تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔تو فرمایا کہ اگر یہ آپ کا چیلنج قبول نہ کریں تو جان لو یہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وَ مَنْ اَضَلُّ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ بغیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے۔

خواہشات کو رب تعالیٰ کے احکامات کے مطابق پورا کرو :

جس خواہش کے پیچھے رب تعالیٰ کی ہدایت نہ ہو ایسی خواہش کی پیروی کرنے والے سے بڑا گمراہ کون ہے۔ رب تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق کون سی خواہش ہوگی؟ دیکھو

اللہ تعالیٰ نے خواہشات تو انسان میں پیدا فرمائی ہیں پانی پینے کی خواہش ہے، روٹی کھانے کی خواہش ہے، جنسی خواہشات ہیں اور بہت سی خواہشات ہیں مگر ان خواہشات کو رب تعالیٰ کے احکامات کے مطابق پورا کرو۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ''کھاؤ پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف نہ کرو۔'' [اعراف:۳۱] اور جنسی خواہش کو پورا کرو نکاح کے ساتھ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ [النساء:۳] ''پس تم نکاح کرلو ان سے جو تم کو پسند ہوں عورتوں میں سے۔'' تو خواہشات کو شریعت کے حکم کے مطابق پورا کرو۔ اور ایسی خواہشات جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر پوری کی جائیں مثلاً شراب پینا، حرام کھانا، خنزیر کھانا، چوری کرنا، ڈاکا ڈالنا بُرے کام کرنا، ایسی خواہشات کی پیروی کرنے والا سب سے زیادہ گمراہ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جبراً دے سکتا ہے قادر مطلق ہے مگر اس کا ضابطہ ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکھف] ''پس جس کا جی چاہے خوشی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے مرضی سے۔'' اللہ تعالیٰ جبر کسی پر نہیں کرتا ا تنا ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ انسان جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دے دیتا ہے۔ جو سیدھے راستے پر چلنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دے گا اور جو غلط راستے پر چلنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کی توفیق دے دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ اور البتہ تحقیق ہم نے لگا تار ملا دیا ان لوگوں کے لیے بات کو وَصَلَ يَصِلُ کا معنٰی ہے ملنا، وصال مشہور لفظ ہے۔ اور وَصَّلَ يُوَصِّلُ باب تفعیل ہے اس کا معنٰی ہے ملانا۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان لوگوں کے لیے بات ملائی۔ اصل میں یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

کیا جن جماعتوں کو ہلاک کیا ان کے پاس پیغمبر نہیں آئے :

سوال یہ ہے کہ جن جماعتوں کو ہلاک کیا گیا ہے کیا ان کے پاس پیغمبر نہیں آئے وحی نہیں آئی ؟ بس ان کو بے خبری ہی میں ہلاک کر دیا گیا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی پھر دوسرا پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی پھر تیسرا پیغمبر آیا اس پر وحی نازل ہوئی ۔ اب لازمی معنٰی کرتے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے بات بیان کر دی پیغمبر لگاتار آتے رہے حق بیان کرتے رہے یہاں تک کہ آخری پیغمبر آنحضرت ﷺ تشریف لائے ۔ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور آپ ﷺ کا کام اللہ تعالیٰ امت کے کندھوں پر ڈال دیا ہے کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ [آل عمران:۱۱۰] ”تم سب امتوں سے بہتر امت ہو تمہیں لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تمہارا کام کیا ہے، نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو۔“ الحمد للہ ! اس امت نے آپ کے دین کی صحیح حفاظت کی ہے ۔ گو لوگوں نے بدعات گھڑی ہیں ، رسومات گھڑی ہیں ، رواجات میں پڑے ہیں مگر ان تمام خرافات کے باوجود اس وقت بھی اسلام اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ کوئی باطل فرقہ اسلام کو گڈ مڈ نہیں کر سکتا ۔ تو فرمایا البتہ تحقیق ہم نے لگاتار ملا دیا ان لوگوں کے لیے بات کو لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں اَلَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وہ لوگ جن کو ہم نے دی کتاب ، تورات ، زبور ، انجیل مِن قَبْلِهِ اس قرآن سے پہلے هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں ۔ جو صحیح معنٰی میں تورات ، انجیل ، زبور پر ایمان لاتے ہیں اور اہل انصاف ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام ، حضرت ثعلبہ ، حضرت اسد ، حضرت اُسید ، حضرت بنیامین ﷺ یہ پہلے یہودی تھے قرآن

پاک آیا ان لوگوں نے فوراً حق کو قبول کر لیا۔ اور حضرت تمیم داری، عدی بن حاتم اور عدی بن بدّآء ﷺ پہلے عیسائی تھے حضرت سلمان فارسی ﷺ بھی عیسائی تھے جس وقت انہوں نے حق کو سنا فوراً قبول کر لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اور جس وقت ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے قرآن۔ قَالُوۡٓا اٰمَنَّا بِهٖ وہ جو حق پرست ہیں اہل کتاب میں سے وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے کیوں؟ اِنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَآ بے شک یہ قرآن حق ہے ہمارے رب کی طرف سے آیا ہے اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلِهٖ مُسۡلِمِيۡنَ بے شک ہم تھے اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ماننے والے۔ پہلی کتابوں میں ذکر تھا کہ نبی آخر الزمان تشریف لائیں گے ان پر کتاب نازل ہوگی۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ میں ہے الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ "یہ وہ نبی ہے جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔" تو ان میں سے جو اہل انصاف تھے وہ قرآن پر فوراً ایمان لائے کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے ہے اُولٰٓئِكَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ یہی وہ لوگ ہیں ان کو دیا جائے گا اجر دُہرا بِمَا صَبَرُوۡا بسبب اس کے کہ انہوں نے صبر کیا۔ پہلے وہ سابقہ دین پر ایمان رکھتے تھے پھر جب آخری پیغمبر تشریف لائے تو اس پر ایمان لائے اس پر نازل ہونے والی کتاب کو مانا جس کی وجہ سے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں مگر انہوں نے صبر واستقامت کا دامن نہیں چھوڑا۔ اس لیے یہ لوگ دُہرے اجر کے مستحق ہیں۔

اہل کتاب کے لیے دُہرا اجر :

حدیث پاک میں آتا ہے اور قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ بھی اس پر دلالت کر رہی ہے کہ اہل کتاب میں سے جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے گا اس کو ڈبل اجر ملے گا۔ اگر کسی

نیکی پر دوسروں کو دس نیکیاں ملتی ہیں تو ان کو بیس ملیں گی اگر دوسروں کو سات سو ملتی ہیں تو ان کو چودہ سو ملیں گی۔فرمایا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور ٹالتے ہیں اچھائی کے ساتھ برائی کو وہ برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ نہیں دیتے بھلائی کے ساتھ دیتے ہیں۔کوئی ان کو گالیاں دیتا ہے تو وہ ان کو دعائیں دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ پروردگار ان گالیوں کو ہمارے گناہوں کا کفارہ بنادے اور اے گالی دینے والے اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے۔اور ان میں یہ خوبی بھی ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُوْنَ اور اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔

۞ ۞ ۞

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا
عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝۵۵ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۵۶ وَقَالُوْٓا
اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَكِّنْ
لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ
مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا
قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى
حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا
مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝۵۹ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ
شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ
وَّاَبْقٰى اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۰ ع

وَ اِذَا سَمِعُوْا اور جس وقت وہ سنتے ہیں اللَّغْوَ بے ہودہ چیز اَعْرَضُوْا
عَنْهُ تو اعراض کرتے ہیں اس سے وَقَالُوْا اور کہتے ہیں لَنَا اَعْمَالُنَا ہمارے
لیے ہمارے اعمال وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور تمہارے لیے تمہارے اعمال سَلٰمٌ
عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ہم نہیں الجھتے جاہلوں کے ساتھ

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے مَنْ اَحْبَبْتَ جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے وَلٰـکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَ ھُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے بِالْمُھْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو وَقَالُوْآ اور انہوں نے کہا اِنْ نَّتَّبِعِ الْھُدٰی اگر ہم پیروی کریں ہدایت کی مَعَکَ آپ کے ساتھ نُتَخَطَّفْ ہم اچک لیے جائیں مِنْ اَرْضِنَا اپنی زمین سے اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ کیا اور ہم نے قدرت نہیں دی ان کو حَرَمًا حرم میں اٰمِنًا جو امن والا ہے یُّجْبٰٓی اِلَیْہِ کھینچ کر لائے جاتے ہیں اس کی طرف ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا پھل رِزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا رزق ہماری طرف سے وَلٰـکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے وَکَمْ اَھْلَکْنَا اور کتنی ہلاک کیں ہم نے مِنْ قَرْیَۃٍ بستیاں بَطِرَتْ جو اترا گئی تھیں مَعِیْشَتَھَا اپنی زندگی میں فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ پس یہ ان کے مکانات ہیں لَمْ تُسْکَنْ مِّنْ بَعْدِھِمْ نہیں بسائے گئے ان کے بعد اِلَّا قَلِیْلًا مگر بہت تھوڑے وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ اور ہم ہی وارث ہیں وَمَا کَانَ رَبُّکَ اور نہیں ہے آپ کا رب مُھْلِکَ الْقُرٰی بستیوں کو ہلاک کرنے والا حَتّٰی یَبْعَثَ یہاں تک کہ بھیج دے فِیْٓ اُمِّھَا ان بستیوں کی مرکزی بستی مین رَسُوْلًا رسول یَّتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا جو تلاوت کرے ان پر ہماری آیتیں وَمَا کُنَّا مُھْلِکِی الْقُرٰٓی اور نہیں ہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو اِلَّا مگر وَاَھْلُھَا

ظٰلِمُوْنَ اس حال میں کہ ان کے باشندے ظالم ہوتے ہیں وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ اور جو چیز تم کو دی گئی ہے فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا پس یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے وَزِیْنَتُهَا اور دنیا کی زینت وَمَا عِنْدَاللّٰهِ اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے خَیْرٌ بہت بہتر ہے وَّ اَبْقٰی اور بہت پائیدار ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم نہیں سمجھتے۔

نیک دل اہل کتاب کی تیسری خوبی :

اس سے پہلے ان نیک دل اہل کتاب کا ذکر تھا کہ جو قرآن پاک پر بھی ایمان لائے ہیں اوران کی خوبیاں بیان فرمائی کہ وہ لوگ برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ ٹالتے ہیں۔ دوسری خوبی یہ بیان فرمائی کہ ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ان کی تیسری خوبی کا ذکر ہے۔فرمایا وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اور جب وہ سنتے ہیں بے ہودہ چیز اَعْرَضُوْا عَنْهُ تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ بے ہودہ چیز کسے کہتے ہیں؟ تو اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو شریعت کے خلاف ہو وہ بے ہودہ ہے۔شریعت کے خلاف کوئی بات کرے تو وہ نہیں سنتے اعراض کرتے ہیں۔اور ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اگر ان کو کوئی گالی دے بُرا بھلا کہے تو وہ اس کا جواب نہیں دیتے معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔اگر یہ بھی اسی طرح کا جواب دیں تو پھر ان میں اور گالی دینے والے میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور یہ بات قرآن پاک سے ثابت ہے۔مشرک کافر منہ پھٹ قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے سامنے ان کو کہتے تھے کہ تم شاعر ہو، پاگل ہو، ساحر ہو، کذاب ہو، مفتری ہو، تم پر جادو کیا ہوا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا کہ مجھے پاگل کہنے والو تم خود پاگل ہو تم خود جھوٹے ہو۔تو فرمایا کہ جب وہ بے ہودہ بات کو سنتے

ہیں تو اس کا جواب نہیں دیتے وَقَالُوْا اور کہتے ہیں لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر ہم تمہیں گالیاں نہیں دیں گے تمہاری کسی خیانت کا جواب نہیں دیں گے۔ کیوں؟ لَانَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ہم نہیں الجھتے جاہلوں کے ساتھ۔ جاہل کی مثال باؤلے کتے کی ہے۔ اب اگر کتا کسی کو کاٹ لے تو وہ یہ کہے کہ میں نے بدلہ لینا ہے اور سارا دن کتے کی تلاش میں پھرتا رہے یہ کوئی انسانیت ہے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں :

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہدایت رب تعالیٰ کے قبضے میں ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس ہدایت نہیں ہے چاہے وہ کتنی بڑی ہستی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں ہے لیکن آپ ﷺ اپنے خدمت گار چچا عبد مناف ابو طالب اس کی کنیت تھی کو ہدایت نہیں دے سکے۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی یا بارہ سال کی تھی تاریخ میں اختلاف ہے کہ جب آپ ﷺ کے دادا جان کا انتقال ہوا ہے بعض تاریخ کی کتابیں آٹھ سال بتاتی ہیں اور بعض بارہ سال بتاتی ہیں بارہ سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر تک ابو طالب نے جس انداز سے آپ کی خدمت کی ہے تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی کہ کسی چچا نے نظریات کے اختلاف کے باوجود اتنی خدمت کی ہو۔ آنحضرت ﷺ قلبی طور پر چاہتے تھے کہ میرے چچا کو ایمان نصیب ہو جائے مگر ان کے جو ساتھی تھے وہ قبیلے کے بڑے سرکردہ لوگ تھے۔ ابو جہل، عتبہ، شیبہ ولید بن عتبہ، ولید بن مغیرہ۔ یہ ان کی سوسائٹی سے نکل نہیں سکے۔ برا ساتھ بھی برا ہوتا ہے، بری مجلس بھی بری مجلس ہوتی ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ ابو طالب بیمار ہوا بہ ظاہر نظر آ رہا تھا کہ بچنا مشکل ہے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے ابو جہل ابن قمیہ وغیرہ بھی وہیں تھے۔ آنحضرت ﷺ نے خیال فرمایا کہ یہ لوگ اٹھ کر چلے جائیں تو میں کچھ کہوں۔ ابو جہل بڑا تیز طرار آدمی تھا اس کو معلوم تھا کہ اس نے مرتے ہوئے بھی چچا کو کلمہ پڑھانے کی کوشش کرنی ہے، نہیں اٹھا سارے کام چھوڑ کر بیٹھا رہا۔ تو آپ ﷺ نے اس کے سامنے فرمایا یَا عَمِّیْ قُلْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ''چچا جی کلمہ پڑھ لیں۔'' تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ کہنے والا ہو جاؤں۔ ابو طالب نے اس وقت ایک لمبا چوڑا قصیدہ بھی پڑھا اور بخاری شریف میں یہ لفظ آتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے گروہ سے عار کا خیال نہ ہو تو اَقْـــرَرْتُ عَیْنَیْکَ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا مگر میرے ساتھی کہیں گے کہ مرتے وقت ہمارے ساتھ غداری کی ہے۔ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنِ مُحَمَّدٍ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃ ''میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ کا دین تمام دینوں سے اچھا ہے۔'' مگر مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ میری برادری میرے ساتھی کہیں گے کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ گیا۔ جس وقت یہ لفظ کہے لَا قُـرَرْتُ عَیْنَیْکَ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ابو جہل یہ سمجھا کہ یہ تو نرم ہو گیا ہے تو یہ لفظ کہے یَـا غُـدَرُ اَتَتْرُکُ مِلَّۃَ اَبِیْکَ ''اے غدار مرتے وقت اپنے باپ کا دین چھوڑنا چاہتا ہے ہمارے ساتھ بات کرو۔ اور اپنی طرف کھینچا۔'' بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے اَبٰی اَنْ یَـقُوْلَ لَا اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰـہ ''لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ابو داؤد شریف کی روایت ہے کہا حضرت! اِنَّ عَـمَّکَ الشَّیْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ ''بے شک آپ کا

چچا بوڑھا گمراہ مرگیا ہے مجھے بتلاؤ میں کیا کروں۔'' کفن، قبر، دفن ان میں شرکت کروں یا نہ کروں؟ آپ نے فرمایا اِذْهَبْ فَوَارِ اَبَاکَ ''جاؤ اپنے باپ کو دفن کرو۔'' لیکن آنحضرت ﷺ نے شرکت نہیں کی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ بے شک آپ اے محمد ﷺ! ہدایت نہیں دے سکتے مَنْ اس کو اَحْبَبْتَ جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے۔ ہدایت دینا آپ کا کام نہیں ہے وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ وہ ہدایت کس کو دیتا ہے؟ وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ [رعد: ۲۷] ''اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے اور دوسری جگہ مَنْ یُّنِیْبُ کے لفظ ہیں جو اس کی طرف رجوع کرے گا۔ طالب کو ہدایت دیتا ہے زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت حاصل کرنے والوں کو وَقَالُوْآ اور کہا مکے کے مشرکوں نے بات ٹالنے کے لیے اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰی مَعَکَ اگر ہم پیروی کریں ہدایت کی جو آپ کے پاس ہے آپ جو ہدایت لے کر آئے ہیں اس کی پیروی کرتے ہیں نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا تو ہم اچک لیے جائیں گے اپنی زمین سے۔ آپ سچے ہیں آپ کا رستہ صحیح ہے مگر ہمیں یہ خدشہ ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کرتے ہیں تو لوگ ہمیں اٹھا کر لے جائیں گے اور قتل کر دیں گے۔ یہ انہوں نے شوشہ چھوڑا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا کیا ہم نے ان کو قدرت نہیں دی حرم میں ان کو ٹھکانا نہیں دیا جو امن والا ہے۔

مقامِ حرم :

حرم کی حدود میں لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی قتل و غارت، لڑائی جھگڑا، چوری، ڈاکا،

بدمعاشی سے سختی کے ساتھ گریز کرتے تھے۔حرم کی برکت سے ان کو بھی کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا۔یہاں کون کسی کو چھیڑے گا اور یہ حرم وہ ہے یُجْبٰی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ کھینچ کر لائے جاتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل۔ہر قسم کے پھل وہاں پہنچائے جاتے ہیں رِزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا رزق ہماری طرف سے۔مکہ مکرمہ میں خوراک اور پھلوں کی فراوانی اُس دور میں بھی اسی طرح ہوتی تھی جس دور میں موجودہ اسباب نہیں تھے۔آج تو خیر بڑے اسباب ہیں دور دراز سے پھل وغیرہ پہنچتے ہیں لاکھوں کی تعداد میں حجاج ہوتے ہیں ہر ایک کی ضرورت پوری ہوتی ہے بلکہ وہ تھوڑی چیز تو دیتے بھی نہیں آپ کسی دکان دار سے کہیں مجھے ایک کیلا دے دے،ایک سنگترہ دے دو،ایک مسمی دے دو،نہیں دے گا۔کلو آدھا کلو دے گا کم پر اصرار کرو تو کہتے ہیں یَلاَّ بھاگ جا۔پھر ہر ملک کا اور ہر قسم کا پھل وہاں موجود ہوتا ہے۔

تو فرمایا کہ ہر قسم کا پھل وہاں پہنچتا ہے۔شہر امن والا ہے خطرہ کس بات کا ہے؟ مگر خاموش تو دنیا میں کوئی نہیں رہتا۔تو یہ ان کا بہانہ تھا کہ آپ ﷺ واقعی ہدایت پر ہیں ہم اس ہدایت کو قبول کر لیتے مگر ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہمارے مخالف ہمیں یہاں سے اٹھا کر مار دیں گے رب تعالیٰ نے جواب دیا کہ غلط بات ہے رب تعالیٰ تمہیں ہر قسم کا پھل پہنچاتا ہے اور امن والے شہر میں تمہیں ٹھکانا دیا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔نہ جاننے کا مطلب یہ ہے کہ مانتے نہیں ہیں۔عقل تو رب تعالیٰ نے سب کو دی ہے اگر کوئی خوشی سے نہ مانے تو رب تعالیٰ زبردستی نہیں منواتا وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اور کتنی ہم نے ہلاک کیں بستیاں بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا جو اترا گئیں اپنی معیشت پر تکبر میں آگئی تھیں اپنی زندگی میں۔انسان کو انسان نہیں سمجھتے تھے ہم نے ان بستیوں کو تباہ

کردیا فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ لَمْ تُسْکَنْ مِّنْ م بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلاً پس یہ ان کے مکانات ہیں نہیں بسائے گئے ان کے بعد مگر بہت تھوڑے۔اس وقت بھی حجر کے علاقے میں جہاں ثمود قوم رہتی تھی اور ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے چٹانوں میں بنے ہوئے بڑے بڑے مکانات موجود ہیں لیکن ان میں بسنے والا کوئی نہیں ہے۔

ہمارے کچھ ساتھی مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتے رہے۔ مولوی عقیل صاحب نصرۃ العلوم میں مدرس بھی رہے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ ہم نے ارادہ کیا حجر کے علاقہ کو دیکھنے کا۔ہم وہاں پہنچے تو ایک چرواہے نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ حجر کا علاقہ دیکھنا چاہتے ہیں۔اس نے کہا لَا تَذْھَبُوْا لَا تَذْھَبُوْا وہاں نہ جاؤ نہ جاؤ ھِنَا ھَلَاکٌ وہاں خدا کا عذاب آیا تھا۔کہتے ہیں ہم وہاں پہنچے۔دوسو چٹانوں میں ہم نے مکان بنے ہوئے دیکھے لیکن وہاں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔

وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ اور ہم ہی وارث ہیں۔آگے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنے کا ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ہم کب ہلاک کرتے ہیں۔فرمایا وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّھَا رَسُوْلاً اور نہیں ہے آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا یہاں تک کہ بھیجتا ہے مرکزی بستی میں رسول۔اُمّ کے معنیٰ ماں کے ہیں۔ماں اولاد کے لیے منبع ہوتی ہیں تو مراد مرکزی بستی ہے یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا پڑھ کر سنائے ان کو ہماری آیتیں تا کہ وہ بے خبری میں نہ رہیں۔یہ سلسلہ نبوت کا آنحضرت ﷺ تک چلتا رہا جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نبوت ختم کردی اور فرمایا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ [احزاب:۴۰]

آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔فرمایا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَلِمُونَ اور نہیں ہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو مگر اس حال میں کہ اس کے باشندے ظالم ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہلاک کرتا ہے مگر انسان کا مزاج اور طبیعت ہے کہ اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرتا۔

پچھلے دنوں راولپنڈی والوں پر قلتِ ماء کا عذاب آیا پانی کو ترس گئے اور اب پانی اتنا زیادہ آیا کہ اس کو سنبھال نہیں سکتے آدمی اس میں مر رہے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے مگر لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے کہ تسلیم کریں کہ ہمارا بھی کوئی قصور ہے۔ہاں اگر زیادہ تنگ ہو جائیں تو اذانیں دینا شروع کر دیتے ہیں وہ بھی ظاہری طور پر اندر کا انقلاب نہیں آتا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے دنیا پر غرور کرنے والو! وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ جو چیز بھی تمہیں دی گئی ہے کسی شے سے دنیاوی چیزوں میں سے فَمَتَاعُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا پس یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے وَزِينَتُهَا اور یہ دنیا کی زینت ہے۔کیا مکان،کوٹھیاں،باغات،کارخانے،دکانیں،سواریاں،یہ سب دنیا کی چیزیں ہیں اور یاد رکھو! وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں جنت میں وہ بہتر ہیں اور بہت پائیدار ہیں (دائمی ہیں۔) دنیا کی کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے أَفَلَا تَعْقِلُونَ کیا پس تم نہیں سمجھتے کیا فرق ہے پائیدار اور ناپائیدار میں۔اچھی اور بری کا فرق نہیں سمجھتے۔دنیا میں غافل ہو کر نہ رہو آخرت کی فکر کرو۔رب تعالیٰ سب کو فکر آخرت نصیب فرمائے۔

❁❁❁

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾

اَفَمَنْ کیا پس وہ شخص وَّعَدْنٰهُ جس کے ساتھ ہم نے وعدہ کیا ہے وَعْدًا حَسَنًا وعدہ اچھا فَهُوَ لَاقِيْهِ پس وہ اس وعدے کو ملنے والا ہے کَمَنْ یہ اس شخص کی طرح ہو جائے گا مَّتَّعْنٰهُ جس کو ہم نے فائدہ پہنچایا ہے مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فائدہ دنیا کی زندگی کا ثُمَّ هُوَ پھر وہ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ان لوگوں میں سے ہوگا جو حاضر کیے جائیں گے دوزخ

میں وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اور جس دن پکارے گا ان کو اللہ تعالیٰ فَیَقُوْلُ پس وہ فرمائے گا اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ کہاں ہیں میرے وہ شریک كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے قَالَ الَّذِیْنَ کہیں گے وہ لوگ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ جن پر لازم ہو چکی ہوگی بات رَبَّنَا اے ہمارے رب هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ یہ وہ لوگ ہیں اَغْوَیْنَا جن کو ہم نے گمراہ کیا اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا ہم نے ان کو گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ ہم بے زاری کا اعلان کرتے ہیں آپ کے سامنے مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے وَ قِیْلَ اور کہا جائے گا ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ بلاؤ اپنے شریکوں کو فَدَعَوْهُمْ پس وہ ان کو بلائیں گے فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ پس وہ قبول نہیں کریں گے ان کی پکار کو وَ رَاَوُا الْعَذَابَ اور وہ دیکھیں گے عذاب کو لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ کاش کہ وہ ہدایت یافتہ ہوتے وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا فَیَقُوْلُ پھر فرمائے گا مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ کیا جواب دیا تم نے بھیجے ہوؤں کو فَعَمِیَتْ عَلَیْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ پس تاریک ہو جائیں گی ان پر خبریں یَوْمَىِٕذٍ اس دن فَهُمْ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ پس وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھ سکیں گے فَاَمَّا مَنْ تَابَ پس بہر حال وہ جس نے توبہ کی وَ اٰمَنَ اور ایمان لایا وَ عَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ پس قریب ہے کہ یہ ہوگا فلاح پانے والوں میں سے وَ رَبُّكَ

یَخۡلُقُ اورآپ کارب ہی پیدا کرتا ہے مَا یَشَآءُ جو چاہے وَ یَخۡتَارُ اور وہی اختیار رکھتا ہے مَا کَانَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ نہیں ہے ان لوگوں کے لیے کوئی اختیار سُبۡحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وَ تَعٰلٰى اور بلند ہے عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا حضور ﷺ کی پیروی میں ہے :

اس سے پہلی آیت میں فرمایا وَمَا اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان اور دنیا کی زینت ہے وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت بہتر ہے اور پائیدار ہے اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ فانی اور عارضی شے کیا ہوتی ہے اور پائیدار اور دائمی شے کیا ہوتی ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھ لو اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ وَعۡدًا حَسَنًا کیا پس وہ شخص جس کے ساتھ ہم نے وعدہ کیا ہے اچھا وعدہ کہ جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرے، آنحضرت ﷺ کی سنت کی پیروی کرے حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھے تو ایسے شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے رضا کا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا فَهُوَ لَاقِيۡهِ پس وہ شخص اس اچھے وعدے کو ملنے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر وعدے کو پورا کرنے والا اور کون ہے؟ تو کیا یہ شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے كَمَنۡ مَّتَّعۡنٰهُ اس شخص کی مثل ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس کو فائدہ دیا مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فائدہ دنیا کی زندگی کا۔ دنیا کی زندگی کا سامان دیا ثُمَّ هُوَ پھر وہ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ قیامت والے دن ان لوگوں میں سے ہوگا جو قیامت والے دن گرفتار کر کے حاضر کیے جائیں گے دوزخ میں۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

دنیا کی زندگی ایک افسانہ :

دنیا کی زندگی افسانے کی طرح بے حقیقت ہے۔ مجرم کی عیش وعشرت اور موج میلے کو تم اس مثال سے سمجھو کہ ایک آدمی مجرم ہے چور، ڈاکو، قاتل ہے پولیس اس کو گرفتار کرنے کے لیے اس کو تلاش کر رہی ہے چھاپے مار رہی ہے وہ رات کو سویا اور اس نے خواب دیکھا کہ وہ بادشاہ بن گیا ہے اور تخت پر بیٹھا ہے اور شاہی تاج اس کے سر پر رکھا ہوا ہے اور نوکر چاکر اس کے آگے پیچھے پھر رہے ہیں عمدہ قسم کے کھانے اس کو مل رہے ہیں اسی عالم عشرت میں یک دم اس کی آنکھ کھلی اور اس نے دیکھا کہ پولیس سر پر کھڑی ہے وہ گرفتار کر کے لے گئے اور چھترول شروع کر دی۔ تو اس کے خواب کی کیا حیثیت ہو گی؟ یہی حال ہے اس آدمی کا کہ وہ مجرم ہے خدا کا نافرمان ہے کفر وشرک میں مبتلا ہے دنیا میں ہر طرح کی راحت اس کو حاصل ہے تو یہ اس کا خوب سمجھو۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے گرفتار ہو کر جہنم میں ہو گا۔ ہاں مومن ہے عقیدہ صحیح ہے اعمال درست ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ مال کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق خرچ کرتا ہے پیغمبر علیہ السلام کی پیروی میں خرچ کرتا ہے، حج کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، قربانی کرتا ہے، فطرانہ ادا کرتا ہے، مجاہدین کی خدمت کرتا ہے تو یہ دولت نور علی نور ہوگی۔ اور نافرمان کے لیے ذلت اور رسوائی کا باعث بنے گی۔

مشرکوں کی ذلت اور رسوائی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا۔ میدان محشر برپا ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت لگی ہوگی حدیث پاک میں آتا ہے یہ آواز قریب والے بھی سنیں گے اور دور والے بھی سنیں گے سب کو سنائی دے گی فَیَقُوْلُ پس

رب تعالیٰ فرمائیں گے اَیۡنَ شُرَکَآءِ یَ الَّذِیۡنَ کُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ کہاں ہیں میرے وہ
شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے۔ اپنے گمان کے مطابق تم نے میرے
شریک بنائے ہوئے تھے۔ حقیقت میں تو میرا کوئی شریک نہیں تھا تمہارے گمان کے مطابق
جو میرے شریک تھے وہ کہاں ہیں لاؤ ان کو تم ہمارے سامنے قَالَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡهِمُ
الۡقَوۡلُ کہیں گے وہ لوگ جن پر لازم ہو چکی ہوگی یہ بات۔ وہ کہیں گے جنہوں نے گمراہ
کیا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَغۡوَیۡنَا یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا اَغۡوَیۡنٰهُمۡ کَمَا
غَوَیۡنَا ان کو گمراہ ہم نے ایسے ہی کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے۔ لیکن اے پروردگار! تَبَرَّاۡنَاۤ
اِلَیۡکَ ہم آپ کے سامنے بے زاری کا اعلان کرتے ہیں مَا کَانُوۡۤا اِیَّانَا یَعۡبُدُوۡنَ یہ
ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ تو خود اقرار کریں گے کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اور ان کو بھی
گمراہ کیا۔ اور سورۃ سبا آیت نمبر ۳۰-۳۱ میں ہے یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ
اسۡتَکۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَکُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ ''کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان
لوگوں سے جنہوں نے تکبر کیا اگر تم نہ ہوتے تو البتہ ہم ہوتے ایمانداروں میں سے۔''
کہیں گے وہ لوگ بڑائی کرنے والے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے اَنَحۡنُ
صَدَدۡنٰکُمۡ عَنِ الۡهُدٰی ''کیا ہم نے تمہیں روکا تھا ہدایت سے بَعۡدَ اِذۡ جَآءَکُمۡ بعد
اس کے کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی بَلۡ کُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِیۡنَ بلکہ تم خود مجرم تھے۔'' اور سورہ
اعراف آیت نمبر ۳۸ میں ہے رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِهِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ ''اے
ہمارے رب انہوں نے ہمیں گمراہ کیا لہٰذا ان کو دگنا عذاب دے۔'' یہ ان کی نوک جھوک
آپس میں ہوتی رہے گی وَ قِیۡلَ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ اور کہا جائے گا بلاؤ اپنے شریکوں
کو جن کو تم دنیا میں مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس سمجھ کر پکارتے تھے دستگیر سمجھ کر پکارتے

تھے پکارو ان کو فَدَعَوْهُمْ پس وہ ان کو پکاریں گے فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ پس وہ قبول نہیں کریں گے ان کی پکار کو پس وہ ان کو جواب نہیں دے سکیں گے وہ ان کے کام نہیں آئیں گے ان کی مدد نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کیا اختیار ہے؟ نہ دنیا میں کوئی کسی کی مشکل کشائی کر سکتا ہے اور نہ آخرت میں کر سکے گا وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور وہ دیکھیں گے عذاب کو سامنے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑے ہوں گے اور دوزخ کا عذاب سامنے نظر آئے گا اس وقت کہیں گے لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ کاش کہ وہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ دنیا میں ہمیں ہدایت نصیب ہوتی مگر اس وقت افسوس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ دار الجزاء ہے بدلے کا دن ہے وہاں نیکی اور بدی کا بدلہ ملے گا مجرم بڑی منت سماجت کریں گے کہیں گے اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھیج دے ہم اچھے کام کریں گے لیکن اس وقت ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا آواز دے گا فَيَقُوْلُ پس فرمائے گا مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ یہ بتلاؤ کہ کیا جواب دیا تم نے بھیجے ہوئے رسولوں کو۔ پہلے توحید کے متعلق سوال ہوگا تم نے جو میرے شریک بنائے تھے وہ کہاں ہیں؟ پھر رسالت کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے میرے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ پس مشتبہ ہو جائیں گی ان پر خبریں، تاریک ہو جائیں گی ان پر خبریں يَوْمَئِذٍ اس دن فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ پس وہ ایک دوسرے سے پوچھ نہیں سکیں گے۔ اس دنیا کے امتحانی نظام میں نقل بھی ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے سوالات کے جوابات بھی پوچھ لیے جاتے ہیں لیکن وہاں رب تعالیٰ کی اتنی دہشت ہوگی کہ کوئی کسی سے کچھ نہیں پوچھ سکے گا کہ میں اس کا کیا جواب دوں۔ کسی موقع پر کہیں گے مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ ''ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔'' اور کسی

موقع پر کہیں گے ڈرانے والے تو ہمارے پاس آئے تھے لیکن غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَالِّیْنَ [مومنون:۱۰۶] ''ہم پر غالب آئی ہماری بدبختی اور تھے ہم لوگ گمراہ۔'' مختلف حیلے بہانے کریں گے لیکن سب بے کار ہوں گے کیونکہ دنیا میں ان کو سمجھانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کی گئی لیکن ان لوگوں نے تسلیم کرنے کے بجائے الٹا حق کا مقابلہ کیا۔

مشرک رب تعالیٰ کی عدالت میں بھی جھوٹ بولیں گے :

قرآن کریم کے بیان کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو سمجھایا لیکن ان کی قوم بھی انکار کردے گی کہ ہمیں انہوں نے تبلیغ نہیں کی۔ چنانچہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو بلائیں گے حساب کے لیے حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ ''کیا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی۔'' نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے پروردگار! میں نے قوم کو تبلیغ کی تھی۔ قوم سے پوچھا جائے گا هَلْ بَلَّغَکُمْ نُوْحٌ ''کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں میرے احکام پہنچائے تھے؟'' کہیں گے ہمارے پاس کوئی آیا ہی نہیں۔ اتنے جھوٹے کہ رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی آیا ہی نہیں۔ حالانکہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی ہے۔ ضابطے کے مطابق اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ گواہ پیش کرو اپنے دعوے پر کیونکہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اگر مدعی گواہ نہ پیش کرسکے تو مدعا علیہ کو قسم اٹھانا پڑتی ہے۔ تو نوح علیہ السلام کی پوزیشن مدعی کی ہوگی کہ میں نے تبلیغ کی ہے اور وہ لوگ انکار کریں گے کہ ہمیں تبلیغ نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائیں گے مَنْ یَّشْهَدُ لَکَ ''آپ کا گواہ

کون ہے؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے میرا گواہ محمد ﷺ اوران کی امت ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی امت کو بلائیں گے کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی ہے میری توحید ان کو سمجھائی ہے؟ وہ لوگ کہیں گے پروردگار! یہ لوگ ہمارے خلاف گواہی کس طرح دے سکتے ہیں کیونکہ یہ تو موقع پر موجود ہی نہیں تھے یہ تو ہزاروں سال بعد میں آئے ہیں گواہ تو موقع پر موجود ہوتا ہے؟

ہر گواہی کے لیے موقع پر ہونا ضروری نہیں :

رب تعالیٰ فرمائیں گے سنتے ہو دوسرا فریق کیا کہہ رہا ہے۔ یہ امت کہے گی اے پروردگار! ہم وہاں یقیناً موجود نہیں تھے لیکن اے پروردگار! اگر آپ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ اے پروردگار! اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے کیونکہ اے پروردگار! آپ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ [اعراف:۵۹] ''بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر ان کی قوم کی طرف اور کہا انہوں نے اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور آپ کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ نے فرمایا بَلَّغَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ ''نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حق پہنچایا۔'' اے پروردگار آپ سچے، آپ کا کلام سچا، آپ کا پیغمبر سچا ، لہٰذا ہماری گواہی بھی سچی اور یاد رکھنا! کہ ہر بات کی گواہی کے لیے موقع پر ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ فقہائے کرام نے یہ بات بہت سی مثالیں دے کر سمجھائی ہے۔ مثلاً عام لوگوں میں مشہور ہے کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے تو آپ اس کے متعلق عدالت میں جا کر گواہی دے سکتے ہیں کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے حالانکہ جس وقت وہ پیدا ہوا تھا اس وقت آپ وہاں موجود

نہیں تھے۔اسی طرح ایک آدمی کا ایک عورت کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ فلاں کا فلاں کے ساتھ نکاح ہو گیا ہے تو یہ سننے والا آدمی عدالت میں جا کر گواہی دے سکتا ہے کہ فلاں کا فلاں کے ساتھ نکاح ہوا ہے بے شک یہ مجلس میں موجود نہ ہو۔اسی طرح کوئی آدمی فوت ہو گیا اور اس کی وفات لوگوں میں مشہور ہو گئی اگر عدالت کو ضرورت پیش آئے تو گواہی دے سکتا ہے کہ فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے بے شک یہ موقع پر موجود بھی نہ ہو اور جنازے میں بھی شریک نہ ہوا ہو۔البتہ ثقہ اور معتبر ذرائع سے خبر کا پہنچنا ضروری ہے۔تو آپ ﷺ کی امت نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی دے گی اور فیصلہ ہوگا۔

تو اس دن مشرکوں پر تاریکی چھا جائے گی وہ ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہیں سکیں گے کہ رب تعالیٰ کو کیا جواب دینا ہے ہاں توبہ کا دروازہ کھلا ہے فَاَمَّا مَنْ تَابَ پس بہر حال جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ اور ایمان لایا وَ عَمِلَ صَالِحًا اور اچھے کام کیے فَعَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ پس قریب ہے کہ وہ ہوگا فلاح پانے والوں میں سے۔ہر آدمی گنہگار ہے۔اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ہر وقت آدمی سمجھے کہ میں گنہگار ہوں اور توبہ کرتا رہے۔مومن کی علامت یہ ہے کہ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا [آل عمران:۱۳۵] ''اور وہ اصرار نہیں کرتے اس پر جو انہوں نے کیا ہے۔''

رب تعالیٰ کے اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اور آپ ہی کا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اس کے سوا اور کوئی خالق نہیں ہے وَ یَخْتَارُ اور اختیار بھی اسی کا ہے مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ نہیں ہے ان لوگوں کے لیے اختیار۔خدائی اختیارات میں سے

کوئی اختیار مخلوق کے پاس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے اللہ تعالیٰ نے اعلان کروایا قُلْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا [اعراف:۱۸۸] ''میں نہیں مالک اپنے نفس کے لیے کسی نفع نقصان کا۔'' اور فرمایا کہ یہ اعلان بھی کر کے ان کو سنا دیں لَا اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ''اے لوگو! سن لو میں تمہارے نقصان اور نفع کا بھی مالک نہیں ہوں۔'' اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے پاس خدائی اختیارات ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتے جب آپ ﷺ کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں تو اور کسی کے پاس کس طرح ہو سکتے ہیں مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ آج بھی لاؤڈ سپیکر پر پڑھا جاتا ہے الصّلوٰۃ والسلام علیٰ مختارِ اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ کوئی معمولی آدمی بات کرے تو اس کی بات کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی اور اگر باحیثیت آدمی بات کرے تو اس کی بات کی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ بات احمد رضا خان بریلوی نے لکھی ہے جس کو ان لوگوں نے اماموں کے برابر کھڑا کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''اَلْاَمْنُ والعلیٰ'' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اختیارات آنحضرت ﷺ کو دے دیئے ہیں (اب اللہ تعالیٰ فارغ ہیں) اور آنحضرت ﷺ نے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو دے دیئے ہیں۔

احد سے احمد کو اور احمد سے تجھ کو
سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

احد اللہ تعالیٰ کی ذات نے احمد ﷺ کو اختیارات دے دیے اور احمد ﷺ نے کن مکن کے سب اختیارات سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو دے دیئے۔ اور ''الامن والعلیٰ'' میں لکھتا ہے کہ سورج نہیں چڑھتا جب تک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اجازت نہ لے لے اور سلام نہ کر

لے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ بڑی بلند شخصیت ہیں اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ان کی ولادت ۴۹۴ھ میں ہوئی ہے اور ۵۶۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ۴۹۴ھ سے پہلے سورج کس سے اجازت لیتا تھا اور کس کو سلوٹ مارتا تھا؟ بھائی غلو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ خدا خدا ہے اس کا کوئی حصہ دار نہیں ہے اور یہ بڑے بنیادی مسائل ہیں ان کو فروعی مسائل نہ سمجھنا یہ نظریات قرآن پاک کے صریح خلاف ہیں۔

تو فرمایا آپ ہی کا رب پیدا کرتا ہے اور اختیار بھی اسی کو ہے مخلوق کو کوئی اختیارات حاصل نہیں سُبْحٰنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وَ تَعٰلٰی اور بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اس چیز سے جو یہ شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ (آمین)

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى

وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ

فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا

مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ

لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۱۵ / ۷ / ۱۰

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ اورآپ کا رب ہی جانتا ہے مَا اس چیز کو تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ جس کو چھپاتے ہیں ان کے سینے وَمَا يُعْلِنُوْنَ اوراس چیز کو جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں وَهُوَ اللّٰهُ اوروہ اللہ تعالیٰ ہی ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگرصرف وہی لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى اسی کی تعریف ہے دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اورآخرت میں وَلَهُ الْحُكْمُ اوراسی کا حکم ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اوراسی کی

طرف تم لوٹائے جاؤ گے قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ تم بتلاؤ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ اگر کرے اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر الَّیْلَ سَرْمَدًا رات کو ہمیشہ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک مَنْ اِلٰـهٌ غَیْرُ اللّٰهِ کون الہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا یَاْتِیْكُمْ جو لا دے تمہیں بِضِیَآءٍ روشنی اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ کیا پس تم سنتے نہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ تم بتلاؤ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ اگر کرے اللہ تعالیٰ عَلَیْكُمُ تم پر النَّهَارَ سَرْمَدًا دن کو ہمیشہ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک مَنْ اِلٰـهٌ غَیْرُ اللّٰهِ کون الہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ جو لا کر دے تم کو رات تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ کہ آرام حاصل کرو تم اس میں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں ہو وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ اور اپنی رحمت سے ہی جَعَلَ لَكُمُ بنائی اس نے تمہارے واسطے الَّیْلَ رات وَالنَّهَارَ اور دن لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ تاکہ تم آرام حاصل کرو رات میں وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تاکہ تلاش کرو تم اس کے فضل کو وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا فَیَقُوْلُ پس فرمائے گا اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ کہاں ہیں میرے وہ شریک كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے وَ نَزَعْنَا اور ہم کھینچ لیں گے مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر امت سے شَهِیْدًا گواہ فَقُلْنَا پس ہم کہیں گے هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ لاؤ اپنی دلیل فَعَلِمُوْٓا پس وہ جان لیں گے اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ بے شک حق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وَ ضَلَّ عَنْهُمْ اور غائب

ہوجائیں گے ان سے مَّا وہ چیزیں کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ جو وہ افترا باندھتے تھے۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں صفت خلق کا بیان تھا کہ وہ خالق ہے اور اس کے سوا خالق کوئی نہیں ہے اور صفت اختیار کا بیان تھا کہ وہ مختار کل ہے سارے جہانوں کا رکھنے والا ہے۔ اب صفت علم کا بیان ہے کہ وہ ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے اور اس کے سوا ظاہر و باطن کو جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَرَبُّکَ یَعْلَمُ اور آپ کا رب ہی جانتا ہے مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ ان چیزوں کو جن کو ان کے سینے چھپاتے ہیں دل چھپاتے ہیں وَمَا ان چیزوں کو بھی یُعْلِنُوْنَ جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ خالق بھی وہی، مختار کل بھی وہی اور سینے کے رازوں کو جاننے والا بھی وہی ہے وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھُوَ اور وہی ہے اللہ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا نہ مشکل کشا نہ کوئی مالک نہ مختار نہ کوئی حاضر و ناظر، نہ کوئی عالم الغیب نہ کوئی فریادرس نہ کوئی دستگیر، یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں لَہُ الْحَمْدُ اسی اللہ تعالیٰ کی ہے تعریف فِی الْاُوْلٰی دنیا میں۔ اُوْلٰی سے مراد دَارُ الْاُوْلٰی ہے پہلا گھر۔ اور آخرت کو دار الآخرت کہتے ہیں تو اولیٰ دار کی صفت ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے رب تعالیٰ ہی کر رہا ہے۔ تو تعریف بھی اسی کی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے جو آدمی رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے وہ رب تعالیٰ کی توفیق سے کرتا ہے اور جو کرے گا رب تعالیٰ کی توفیق سے کرے گا وَالْاٰخِرَۃِ اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے وَلَہُ الْحُکْمُ اور اسی کا ہے حکم اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ [یوسف:۴۰] ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔'' اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۴ میں ہے اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ''خبردار

مخلوق رب کی ہے اور حکم بھی رب ہی کا نافذ ہوگا۔'' آج باطل قوتوں نے لوگوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔ امریکہ کا حکم امریکہ میں، برطانیہ کا حکم برطانیہ میں، فرانس کا حکم فرانس میں، روس کا حکم روس میں۔ وہی ذہن ہم پاکستانیوں کا ہے کہ سرکار جو حکم کرے۔ حالانکہ حکم اور قانون صرف اللہ تعالیٰ کا ہے وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ تمہارا کیا دھرا سب سامنے آجائے گا آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت قائم ہے، جنت دوزخ نظر آئے گی۔ راحت، عذاب سب کچھ کھل کر سامنے آجائے گا۔

قُلۡ آپ اے نبی کریم ﷺ! ان سے کہہ دیں اَرَءَیۡتُمۡ کا معنٰی ہے اَخۡبِرُوۡنِیۡ مجھے بتلاؤ مجھے خبر دو اِنۡ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکُمُ الَّیۡلَ سَرۡمَدًا اگر کرے اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر رات کو ہمیشہ۔ تم پر رات کو دائمی کر دے، ہمیشہ رات ہی رہے دن ہو ہی نہ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ قیامت کے دن تک تو بتلاؤ مَنۡ اِلٰـہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِضِیَآءٍ کون الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا جو تمہیں روشنی لا کر دے اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ کیا پس تم سنتے نہیں ہو اتنی واضح بات تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں سورج طلوع کرے یا نہ کرے۔

توبہ کے دروازے کا بند ہونا :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد قیامت کے بالکل قریب ایک وقت ایسا آئے گا لوگ منتظر ہوں گے کہ سورج طلوع ہو لیکن سورج طلوع نہیں ہوگا سورج کے طلوع ہونے سے پہلے سفیدی ہوتی ہے پھر سرخی۔ اس دن نہ سفیدی ہوگی نہ سرخی نظر آئے گی مطلع بھی صاف ہوگا لوگ حیران ہوں گے کہ سورج نہیں طلوع ہو رہا۔ اللہ تعالیٰ سورج کو حکم دیں گے کہ آج مشرق کی طرف سے نہیں بلکہ مغرب کی طرف سے طلوع ہونا

ہے۔ اس دن سورج معکوس یعنی الٹے طریقے سے راستہ طے کرے گا اور مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا آدھے آسمان تک آئے گا پھر مغرب کی طرف غروب کرے گا اس دن توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہوگا اس کے بعد اگر کوئی گناہ سے توبہ کرے گا تو قبول نہیں ہوگی۔ یوں سمجھو کہ مغرب سے سورج کا طلوع ہونا یہ سارے جہان کی نزع ہوگی۔ جیسے نزع کی حالت میں نہ ایمان قبول ہوتا ہے نہ توبہ قبول ہوتی ہے۔ تو یہ سارے جہان کی نزع ہوگی۔ اب نہ ایمان قبول ہوگا نہ توبہ قبول ہوگی اس سے پہلے لوگ جو نیکیاں کرتے تھے بس وہی معتبر ہوں گی۔ اس کے بعد اگر کوئی مزید نیکی کرے گا تو وہ قبول نہیں ہوگی۔ صفا پہاڑی سے ایک بیل کی شکل کا جانور نکلے گا جو لوگوں کے ساتھ گفتگو کرے گا لوگ اس کی باتیں مانیں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ لوگ انسانیت سے گر کر حیوانیت کو پہنچ گئے ہیں۔

الجِنسُ یُمِیْلُ اِلَی الْجِنسِ

''جنس جنس سے پیار کرتی ہے۔'' لوگ اس کی باتیں سمجھیں گے اور مانیں گے۔ حالانکہ ان لوگوں کو انبیائے کرام کی باتیں سمجھ نہیں آئیں مگر جانور کی باتیں سمجھ آئیں گی کیونکہ ان کا بھائی آگیا ہے نا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ روایات نقل کرتے ہیں کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد تقریباً ایک سو سال گزریں گے پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ بگل پھونک دو اور سارا جہان درہم برہم ہو جائے گا۔ تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے تم پر رات کو مسلط کردے تو کون الٰہ ہے جو تمہیں روشنی لا کر دے گا۔

قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ مجھے تم بتلاؤ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ

النَّهَارَ سَرْمَدًا اگر کردے اللہ تعالیٰ تم پر دن کو ہمیشہ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک دن ہی رہے مَنْ اِلٰـهٌ غَیْرُ اللّٰهِ کون الٰہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ جو تمہیں رات لا کر دے تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ تاکہ تم آرام کرو رات میں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو، رب تعالیٰ کی نعمتوں کو نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے دن کو لمبا کر دے رات ہو ہی نہ۔

دجال چار جگہوں کے علاوہ ساری دنیا پھرے گا :

چنانچہ جب دجال لعین ظاہر ہوگا مسلم شریف وغیرہ کی روایات کے مطابق وہ چالیس دن دنیا میں رہے گا چار جگہوں کے علاوہ باقی تمام دنیا میں اس کے ناپاک قدم پہنچیں گے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور طور پہاڑ پر نہیں جا سکے گا۔ اس کا پہلا دن سال جتنا لمبا ہوگا دوسرا دن مہینے جتنا لمبا ہوگا تیسرا دن ہفتے کے برابر لمبا ہوگا اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ آج کا زمانہ ہوتا تو لوگ کہتے حضرت یہ کیسے ہو سکتا ہے رات نہ آئے دن ہی رہے؟ ان کے ذہن صاف تھے وہ ماننے والے تھے ان کے ذہنوں میں جو اشکال پیدا ہوا اس کو پیش کیا۔ کہنے لگے حضرت! یہ فرمائیں کہ جو دن سال کے برابر لمبا ہوگا اس میں نماز ایک دن کی پڑھنی ہوگی یا سال کی نمازیں پڑھنی پڑیں گی؟ آپ نے فرمایا سال کی نمازیں پڑھنی پڑیں گی اندازے کے ساتھ۔ ہفتے کے برابر لمبا دن ہوگا تو ہفتے کی پڑھنی پڑیں گی، مہینے کے برابر لمبا ہوگا تو مہینے کی نمازیں پڑھنی پڑیں گی اندازے سے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا وقفہ کر لیا جائے گا۔ مثلاً فجر اور ظہر کے درمیان جتنا وقفہ ہوتا ہے اتنا وقفہ کر لیا جائے گا اور ظہر اور عصر کے درمیان جتنا وقفہ ہوتا ہے اتنا وقفہ کر لیا جائے گا اسی اندازے سے ساری نمازیں پڑھی جائیں گی نماز کی معافی نہیں ہے چاہے تختہ دار پر لٹکا

دیا گیا ہو۔ مرنے سے پہلے اگر نماز کا وقت ہو گیا ہے تو پڑھنی پڑے گی نماز اس کو بھی معاف نہیں ہے۔

نماز اور روزہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے :

فقہائے کرامؒ مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ عورت کے ہاں بچے کی پیدائش کے وقت سر ماں کے پیٹ سے باہر آ گیا ہے اور نماز کا وقت ہو گیا ہے تو نماز پڑھے نماز کی معافی نہیں ہے۔ کس طرح پڑھے؟ بچے کا سر ہانڈی یا برتن میں ڈالے، اگر وضو کر سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ تیمّم کرے، رکوع و سجود پر قدرت نہیں تو اشارے کے ساتھ پڑھے، نماز کی معافی نہیں ہے۔ اس وقت جو خون نکلے گا وہ استحاضہ، بیماری کا خون ہو گا۔ نفاس کا خون تو اس وقت شروع ہو گا جب بچہ مکمل پیدا ہو جائے گا۔ پھر نفاس کے دوران میں نماز کی معافی ہے۔ اب عقل منداس سے اندازہ لگائے کہ جب اس حالت میں نماز کی معافی نہیں ہے تو اور کس حالت میں ہو سکتی ہے؟ ہم نے نماز کے مسئلے کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ تمام فقہائے کرام اور تمام محدثین عظام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ نماز، روزہ توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ بالغ ہونے کے بعد مرد اور عورت کے ذمہ اگر ایک نماز بھی ہے سجدے میں گر کر چاہے کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے معافی نہیں ملے گی جب تک قضا نہیں کریں گے۔ بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ توبہ ایسا چورن ہے کہ جس سے ہر شے ہضم ہو جاتی ہے۔ حاشا وکلا ہر گز نہیں۔ نہ بندوں کے حقوق معاف ہوتے ہیں اور نہ نماز روزہ معاف ہوتے ہیں بلکہ ہر وہ عبادت جس کی قضا ہے وہ توبہ سے معاف نہیں ہوتی۔ تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر دن کو لمبا کر دے ہمیشہ قیامت تک کون لائے گا رات کو تمہارے پاس جس میں آرام حاصل کر سکو۔ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں نظر نہیں آتیں۔

فرمایا وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے بنائی تمہارے لیے رات اور دن لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ تاکہ تم آرام حاصل کرو رات میں وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تاکہ تلاش کرو تم اس کے فضل کو۔ دن کو اس کا فضل تلاش کرو محنت مزدوری کرو کھیتی باڑی کرو۔ اسلام حلال کمائی سے نہیں روکتا کہ صرف یہ نہیں کہتا نمازیں پڑھو، روزے رکھو۔ اسلام کہتا ہے کہ پوری زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالو۔ دین و دنیا کا جو بھی کام ہے شرعی احکام کے مطابق ہو۔ کمائی کرو حلال طریقے کے مطابق وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جن سے تم نے فائدہ اٹھایا ہے۔

روزِ قیامت مشرکوں کی کوئی مدد نہیں کرے گا :

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اور جس دن پکارے گا ان کو اللہ تعالیٰ۔ وہ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی ساری مخلوق کھڑی ہوگی۔ فَيَقُوْلُ پس رب تعالیٰ فرمائے گا اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ میرے شریک ہیں حقیقت میں تو میرا کوئی شریک نہیں ہے مگر تم نے اپنے گمان کے مطابق میرے شریک بنائے ہوئے ہیں وہ کہاں ہیں ان کو لاؤ۔ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ پس وہ اپنے معبودوں کو پکاریں گے جس طرح دنیا میں پکارتے تھے یا علی مدد، مولا علی مدد، گیارھویں والیا مدد نوں پہنچیں، فلانے میری مدد کر، فلانے میری مدد کر، یہ جھلے وہاں بھی پکاریں گے مگر وہاں ان کی کوئی نہیں سنے گا۔ پھر یہ ان کے ساتھ جھگڑا کریں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا تھا تم نے ہمارا بیڑا غرق کیا تھا۔ وہ کہیں گے تم خود گمراہ ہوئے تھے۔ سورۃ ص آیت نمبر ۶۴ میں ہے اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

اَهْلِ النَّارِ ''بے شک البتہ یہ برحق ہے جھگڑنا آپس میں دوزخ والوں کا۔'' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ وہ میرے شریک ہیں وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا اور کھینچ لیں گے ہم ہر امت سے ایک گواہ۔ وہ ان امتوں کے پیغمبر ہوں گے جیسا کہ گزشتہ درس میں پوری تفصیل کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا مقدمہ گزر چکا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو حساب کے لیے بلایا جائے گا اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ میں نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا تھا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی وہ کہیں گے اے پروردگار! میں نے ان کو دن رات تبلیغ کی تھی، صبح شام کی تھی، چوکوں چوراہوں میں کھڑے ہو کر کی تھی، ان کے دروازوں پر دستک دے کر ان کو سمجھایا تھا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ قوم انکار کرے گی کہ انہوں نے ہمیں کوئی تبلیغ نہیں کی۔ نوح علیہ السلام اپنے دعوے پر آخری پیغمبر کی امت کو بطور گواہ پیش کریں گے اور آنحضرت ﷺ اپنی امت کی صفائی کے طور پر پیش ہوں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ گواہی بالکل صحیح دی ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ''تاکہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہ اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو۔'' اس کے بعد فیصلہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَقُلْنَا پس ہم کہیں گے ان لوگوں کو هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ لاؤ تم اپنی دلیل۔ اگر تمہارے پاس کفر و شرک کے حق میں کوئی دلیل ہے تو اسے پیش کرو مگر اس دن تو وہاں کسی کو دم مارنے کی بھی ہمت نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی دلیل پیش کر سکیں گے۔ فَعَلِمُوْآ پس وہ جان لیں گے اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ بے شک حق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس نے اپنے پیغمبروں کو بھیج کر حق واضح کر دیا تھا اور اپنی کتابوں کے ذریعے حق اور باطل،

کفر وشرک اور توحید کو بیان کیا تھا۔ اس نے بتلا دیا تھا کہ خالق، مالک، رازق۔ قادر مطلق، مختار کل، نافع ضار، مشکل کشا، حاجت روا، دستگیر، اللہ تعالیٰ ہی ہے وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ اور غائب ہو جائیں گی ان سے وہ تمام چیزیں جو وہ افترا باندھتے تھے۔ سب بناوٹی الٰہ اور معبود غائب ہو جائیں گے اور کوئی ان کے کام نہیں آئے گا۔

۞۞۞

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ
قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ
مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۖ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ
لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ
اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ
كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ۖ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ
عِنْدِىْ ۖ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ
الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۖ وَلَا يُسْئَلُ
عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

اِنَّ قَارُوْنَ بے شک قارون كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا فَبَغٰى عَلَيْهِمْ پس اس نے سرکشی کی ان کے خلاف وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ اور دیئے ہم نے اس کو خزانے مَآ اس قدر اِنَّ مَفَاتِحَهٗ بے شک اس کے خزانے کی چابیاں لَتَنُوْٓاُ البتہ بوجھل کر دیتی تھیں بِالْعُصْبَةِ جماعت کو اُولِى الْقُوَّةِ جو قوت والی ہوتی تھی اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ جس وقت کہا قارون کو اس کی قوم نے لَا تَفْرَحْ اتراؤ مت اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ پسند نہیں کرتا اترانے والوں کو وَابْتَغِ اور تلاش کر فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ اس چیز کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے دی ہے الدَّارَ الْاٰخِرَةَ آخرت کا گھر

وَلَا تَنْسَ اورنہ بھول نَصِیْبَکَ اپنا حصہ مِنَ الدُّنْیَا دنیا سے وَاَحْسِنْ اور احسان کر کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ جیسا کہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے اِلَیْکَ تیرے ساتھ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ اور نہ تلاش کر فساد کو فِی الْاَرْضِ زمین میں اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو قَالَ قارون نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ پختہ بات ہے میں دیا گیا ہوں یہ دولت عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ علم اور لیاقت کی بنا پر جو میرے پاس ہے اَوَلَمْ یَعْلَمْ کیا اس نے نہیں جانا اَنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ نے قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهٖ تحقیق ہلاک کیا اس سے پہلے مِنَ الْقُرُوْنِ کئی جماعتوں کو مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھیں قارون سے قوت میں وَّاَکْثَرُ جَمْعًا اور زیادہ تھیں جماعت کے لحاظ سے وَلَا یُسْئَلُ اور نہیں سوال کیا جائے گا عَنْ ذُنُوْبِهِمُ ان کے گناہوں کے بارے میں الْمُجْرِمُوْنَ مجرموں سے۔

پیغمبروں کے مراتب کی ترتیب :

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ عقائد والے لکھتے ہیں کہ تمام پیغمبروں میں بلند مرتبہ اور شان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے اور پیغمبروں کا مرتبہ تمام مخلوقات میں بلند ہے۔ یوں سمجھو کہ ارضی وسماوی جتنی مخلوق ہے اس جہان کی مخلوق ہو یا اگلے جہان کی۔ انسان، فرشتے، جنات وغیرہ میں سب سے بلند مرتبہ اور مقام آنحضرت ﷺ کا ہے آپ ﷺ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ اور مقام ہے۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا دادے کا نام قاہث تھا اور پردادے کا نام لادی تھا اور لکڑ دادے کا نام یعقوب علیہ السلام تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچے کا نام یصہر بن قاہث تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا قرآن نے جس کو قارون کے نام کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

قارون کا تعارف :

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس کا نام منور تھا قارون اس کا لقب تھا۔ تو قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا بڑا ذہین اور لائق تھا۔ جلال الدین محلیؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بعد تورات کا سب سے بڑا عالم تھا تاجر اور ٹھیکیدار تھا اس کے پاس مال بے حساب تھا اور خرچ کرنے میں انتہائی کنجوس تھا اور ظاہر بات ہے کہ مال آئے اور خرچ نہ ہو تو اس نے جمع ہی ہونا ہے۔ ''کتاب البُخَلاء'' ایک کتاب ہے۔ اس میں بخیلوں کے عجیب قسم کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں قارون کے بارے میں لکھا ہے کہ سالن روٹی پر رکھ کر کھاتا تھا پلیٹ میں نہیں ڈالتا تھا کہ کہتا تھا پلیٹ قلعی کرانا پڑے گی۔ مکان کی چھت پر محلے کے بچوں کو نہیں چڑھنے دیتا تھا۔ اس وقت لینٹروں والے مکان تو نہیں ہوتے تھے۔ کہتا تھا کہ یہ مکان پر دوڑیں گے بھاگیں گے چھت خراب ہو جائے گی لپائی کرنی پڑے گی خرچہ ہوگا۔ جس آدمی کی یہ حالت ہو کہ سالن روٹی پر رکھ کر کھائے، چھت پر بچوں کو نہ چڑھنے دے اس سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیمیا گر تھا چاندی، تانبے کا سونا بناتا تھا۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے سختی سے اس بات کی تردید کی ہے۔ یہ ٹھگ قسم کے لوگ اس مغالطے کا شکار ہیں کہ چاندی کا سونا بن جاتا ہے تانبے کا سونا بن جاتا ہے یہ بات بالکل غلط ہے۔ انقلاب

حقیقت قطعاً غلط ہے۔ ہاں ملمع سازی ہوسکتی ہے کہ پیتل کے اوپر سونے کا پانی چڑھا دیا جائے اور دھوکے کے ساتھ سونا بنا کر بیچ دیا جائے۔ لیکن انقلاب حقیقت نہیں ہوسکتا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے معجزے اور کرامات کے طور پر پیتل سونا بن جائے پتھر سونا بن جائے، ہوسکتا ہے مان لیں گے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

چنانچہ حیوۃ بن شریح صحاح ستہ کے ثقہ راویوں میں سے ہیں بڑے نیک پارسا آدمی تھے مالی اعتبار سے بھوکے ننگے تھے (غریب اور پسماندہ تھے) ویسے لباس صاف ستھرا پہنتے تھے، سفید پوش تھے۔ مسجد میں بیٹھے تھے ایک مسافر ان کے پاس آیا سفید پوشی دیکھ کر سمجھا کہ یہ بہت امیر ہوں گے قریب ہو کے کہنے لگا۔ حضرت! میں مسافر ہوں پیشہ ور سائل نہیں ہوں راستے میں کچھ نقصان ہو گیا ہے جس کی وجہ سے گھر نہیں پہنچ سکتا آپ میری مدد کریں۔ حضرت حیوۃ بن شریح بڑے حیران ہوئے کہ اس بے چارے نے میرے سفید کپڑے دیکھ کر مجھ سے سوال کیا ہے اور میری حالت یہ ہے کہ گھر میں فاقے پر فاقہ ہے، کبھی کچھ پکتا ہے اور کبھی کچھ نہیں پکتا۔ پریشان ہو گئے۔ مسجد کے ایک کونے میں پتھر پڑا ہوا تھا مسافر کو کہا کہ وہ پتھر اٹھا کر لاؤ۔ وہ بے چارہ پتھر اٹھا کر لایا اور ڈرا بھی کہ کہیں مجھے نہ مار دیں۔ حضرت حیوۃ بن شریح نے پتھر ہاتھ پر رکھ کر دعا کی اے پروردگار! اس آدمی نے مجھے مال دار سمجھ کر سوال کیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور اے پروردگار! آپ قادر مطلق ہیں اس پتھر کو سونا بنا دیں میں اس کو دے دوں کہ اس کا کام چل جائے۔ پروردگار نے اس پتھر کو سونا بنا دیا۔ یہ ان کی کرامت تھی۔ فرمایا لے جاؤ اپنی حاجت پوری کرلو۔ تو ایسے تو ہوسکتا ہے باقی سب غلط ہے۔

بہر حال قارون تاجر پیشہ اور ٹھیکیدار تھا اس کے پاس بڑی دولت جمع تھی۔ اس کا

ذکر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا ان کا چچازاد بھائی تھا مگر بڑا پکا منافق تھا فَبَغٰى عَلَيْهِمْ پس قارون نے ان کے خلاف سرکشی کی وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ ۔ كُنُوْز كَنْزٌ کی جمع ہے اور کنز کا معنیٰ خزانہ ہے۔معنیٰ ہوگا ہم نے اس قارون کو خزانے دیئے تھے۔ مَآ اس قدر اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ ۔ مَفَاتِحُ مِفْتَحٌ کی جمع ہے۔معنیٰ ہے چابی،تو مفاتح کا معنیٰ ہوگا چابیاں ۔ بے شک اس کے خزانے کی چابیاں البتہ بوجھل کر دیتی تھیں ایک جماعت کو۔عصبہ کا لفظ عربی زبان میں دس سے لے کر چالیس تک بولا جاتا ہے دس سے کم پر نہیں بولا جاتا۔تو ایک اچھی خاصی جماعت اس کے خزانے کی چابیاں اٹھا کر بوجھل ہو جاتی تھی،تھک جاتی تھی اُولِي الْقُوَّةِ جو قوت والی ہوتی تھی۔اس سے تم اس کے خزانوں کا اندازہ لگالو۔اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ مفاتح مَفْتَحَةٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے خزانہ۔تو معنیٰ ہوگا بے شک خزانے اس قارون کے البتہ بوجھل کر دیتے تھے ایک طاقتور جماعت کو۔اچھی خاصی جماعت ان کو اٹھا نہیں سکتی تھی۔ جب گھر سے نکلتا تھا تو بڑی اکڑ فوں کے ساتھ نکلتا تھا لوگ سلام کرتے تھے غرور کی وجہ سے ان کے سلام کا جواب نہیں دیتا تھا۔کوئی امیر سلام کرتا تو جواب دیتا تھا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ جس وقت کہا اس کو اس کی قوم نے لَا تَفْرَحْ گھمنڈ نہ کر اپنے مال پر اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا گھمنڈ کرنے والے کو،اترانے والوں کو۔

خوشی اور گھمنڈ کا فرق :

خوشی اور گھمنڈ کا فرق سمجھ لو۔خوشی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو حلال طیب مال دے تو وہ کہے الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔اور گھمنڈ یہ ہے کہ مال آئے تو آپے سے باہر

ہو جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھے، غریب کو اپنے برابر نہ بیٹھنے دے، غریب کی بات نہ سنے۔ اور آج عموماً ایسا ہی ہے الا ماشاء اللہ کوئی ہوگا جو یہ سمجھے کہ یہ مال مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس میں غریبوں کا حق ہے اور وہ غریبوں کا خیال رکھے اور ان کی تحقیر نہ کرے۔

دین غریبوں کے پاس ہے :

یاد رکھنا! دین غریبوں کے پاس ہے امیروں کے پاس دین نہیں ہے۔ کوئی بڑا امیر ہوگا کہ امیر ہو کر دین دار بھی ہو یہ اس کی کرامت ہے۔ غریبو! تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں مال نہیں دیا دین تو دیا ہے۔ مال کوئی کتنے عرصے تک کھا لے گا۔ ایک دن موت تو آنی ہے کیا یہ دنیا کی چیزیں ساتھ جائیں گی، کوئی کوٹھی، باغ، کارخانہ ساتھ نہیں جائے گا ساتھ ایمان جائے گا، عمل صالح جائے گا۔

تو قوم نے کہا کہ اپنے مال پر اترا نہیں گھمنڈ نہ کر اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور تلاش کر اس مال کے ذریعے، دولت کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے دی ہے، آخرت کا گھر۔ زکوٰۃ دے، صدقہ خیرات کر، غریبوں کی مدد کر، مہمان نوازی کر، مال کے ذریعے جو اچھے کام ہو سکتے ہیں وہ کر وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے۔ ضرورت کے مطابق کھاؤ، پیو، پہنو، ضرورت کے مطابق مکان بناؤ، سواری رکھو، اپنے آپ پر اور اہل خانہ پر خرچ کرو۔

قارون کے بارے میں لکھا ہے کہ روٹی چنگیر میں رکھ کر نہیں کھاتا تھا۔ کہتا تھا کہ چنگیر میلی ہو جائے گی دھونی پڑے گی، صابن خرچ ہوگا۔ بھئی! رب تعالیٰ نے تجھے مال دیا ہے اس کو خرچ کر اپنے حصے کو نہ بھول۔ روٹی چنگیر میں رکھو، سالن پلیٹ میں ڈالو، وقت پر

عمدہ کھانا کھاؤ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ سورہ مومنون آیت نمبر ۵۱ میں تم پڑھ چکے ہو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ''اے پیغمبر کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔'' پاکیزہ کھانا چھوڑنا کوئی نیکی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں استعمال کرو اور اچھے اعمال کرو۔

مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہیں پہنتا یہ بھی رب تعالیٰ کا ناشکر گزار ہے رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک میلے کچیلے لباس والا آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس صابن نہیں ہے کہ لباس کو دھولو کیا تیل نہیں ملتا کہ سر میں لگا کے کنگھی کرلو؟ اس نے کہا حضرت! میرے پاس اتنے غلام ہیں، اتنی بکریاں ہیں، اونٹ ہیں اور بہت کچھ ہے۔ فرمایا رب کی نعمت کا اثر تیرے جسم پر نظر آنا چاہیے تو اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہ پہننا بھی رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔ عام مفسرین کرامؒ تو اسراف کا معنیٰ حد سے زیادہ خرچ کرنا کرتے ہیں۔ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ حد سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے لیکن کم استعمال کرنا کہ جس سے جسم کی ضرورت پوری نہ ہو بدن کی صحت برقرار نہ رہے یہ بھی اسراف میں شامل ہے۔ اتنا کھاؤ پیو کہ جس سے بدن تندرست رہے نمازیں پڑھ سکو، روزے رکھ سکو، تو کہا اے قارون! مال کو رب تعالیٰ کی نعمت سمجھو اپنا حصہ بھی نہ بھولو اور غریبوں کا حق بھی ادا کرو وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ اور احسان کرلوگوں کے ساتھ جیسا کہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اور نہ تلاش کر فساد کو زمین میں اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتے۔ خدا کی نافرمانی فساد فی الارض ہے، اکڑ کے چلنا، دوسروں کو

حقیر سمجھنا، غریب کی بات نہ سننا یہ بھی فساد فی الارض ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قارون قوم کو جواب دیتا کہ الحمد للہ! رب تعالیٰ نے مجھے مال دیا ہے اس کا شکر ہے میں اس سے آخرت حاصل کروں اور غریبوں کی امداد بھی کروں گا۔ لیکن اس نے کیا جواب دیا سنو! قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ کہنے لگا پختہ بات ہے یہ مال جو مجھے ملا ہے اپنے علم اور لیاقت کی بنیاد پر ملا ہے تم بھی اپنے اندر لیاقت پیدا کرو اور مال کماؤ مجھ سے نہ مانگو۔

نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَعْلَمْ اور کیا نہ جانا قارون نے اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ نے تحقیق ہلاک کیں اس سے پہلے مِنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں۔ اس سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک ہوئی ہیں مَنْ وہ جماعتیں هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھیں قارون کی قوت سے۔ مال و دولت اور جسمانی طاقت، ہر لحاظ سے قارون سے بڑھ کر تھیں وَّاَكْثَرُ جَمْعًا اور زیادہ تھیں جماعت کے لحاظ سے۔ افرادی لحاظ سے بھی زیادہ تھیں۔ رب تعالیٰ کی گرفت سے نہ ان کو مال بچا سکا نہ افراد بچا سکے۔ ان جماعتوں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو۔ حدیث میں آتا ہے اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ لِغَیْرِہٖ "نیک بخت انسان وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔" جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل نہ کرے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ (بندہ نواز بلوچ کا جی چاہ رہا ہے کہ میں یہاں مثنوی شریف سے ایک حکایت نقل کروں جو مولانا رومؒ نے یہی بات سمجھانے کے لیے بیان فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیر نے بھیڑیے اور لومڑی کو کہا کہ آؤ شکار کرنے کے لیے چلیں تاکہ ایک دوسرے کی مدد کے ساتھ آسانی کے ساتھ شکار کرلیں۔ چنانچہ شیر، بھیڑیا اور لومڑی شکار کو گئے اور پہاڑی گائے اور بکرا اور

موٹا خرگوش انہوں نے پکڑ لیا۔ شکار کر کے جب بیٹھ گئے تو شیر نے بھیڑیے کو کہا کہ تقسیم کر دو۔ بھیڑیے نے کہا نیل گائے تیرا حصہ ہے یہ بھی بڑی ہے اور تو بھی بڑا ہے اور بکرا میرا ہے کیونکہ یہ متوسط اور درمیانہ ہے اور لومڑی خرگوش لے لے۔ شیر نے کہا او بھیڑیے! تو کیا بکتا ہے میری موجودگی میں میری تیری کی بات کرتا ہے آگے آ۔ جب وہ آگے آیا تو شیر نے پنجہ مار کر اس کو چیر پھاڑ دیا۔ پھر لومڑی کو کہا کہ اب تو تقسیم کر۔ لومڑی نے سجدہ کیا اور کہا کہ یہ موٹی نیل گائے اے بادشاہ آپ کا ناشتہ ہے اور بکرا دوپہر کے لیے یخنی ہوگی اور خرگوش شام کے لیے۔ شیر نے کہا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا اس طرح کی تقسیم تو نے کس سے سیکھی ہے؟ لومڑی نے کہا اے جنگل کے بادشاہ! بھیڑیے کے انجام سے۔ اس کے بعد مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ عقل مند وہ ہے جو عبرت حاصل کرے۔) فرمایا وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ اور نہیں سوال کیا جائے گا ان کے گناہوں کے بارے میں مجرموں سے۔ کیونکہ یہ تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور دوسرے مقام پر سوال کرنے کا بھی ذکر ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ''آپ کے رب کی قسم ہے ہم سب سے ضرور سوال کریں گے۔'' تو سوال ہوگا کہ تم نے گناہ کیوں کیے ہیں؟ اور اس بارے میں سوال نہیں ہوگا کہ تم نے گناہ کیے ہیں یا نہیں کیے۔ تو جب حیثیت بدل جائے تو تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

۞ ۞ ۞

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ
قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ
اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ
صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ
الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ
بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ ۚ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ
وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۸ / ۷ / ۱۱

فَخَرَجَ پس وہ نکلا عَلٰی قَوْمِهٖ اپنی قوم کے سامنے فِیْ زِیْنَتِهٖ اپنی
ٹھاٹ باٹ کے ساتھ قَالَ الَّذِیْنَ کہا ان لوگوں نے یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا
جو ارادہ کرتے تھے دنیا کی زندگی کا یٰلَیْتَ لَنَا کاش کہ ہمارے لیے بھی ہو جائے
مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اس کے مثل جو دیا گیا قارون اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ بے
شک وہ بڑے نصیبے والا ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ اور کہا ان لوگوں نے اُوْتُوا الْعِلْمَ
جن کو علم دیا گیا تھا وَیْلَكُمْ خرابی ہے تمہارے لیے ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ بدلہ اللہ
تعالیٰ کا بہتر ہے لِمَنْ اٰمَنَ اس کے لیے جو ایمان لایا وَ عَمِلَ صَالِحًا اور عمل

کیے اچھے وَلَا یُلَقّٰھَآ اور نہیں دی جاتی یہ صفت اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ مگر صبر کرنے والوں کو فَخَسَفْنَا بِہٖ پس ہم نے دھنسا دیا اس کو وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ اور اس کی کوٹھی کو زمین میں فَمَا کَانَ لَہٗ پس نہیں تھا اس کے لیے مِنْ فِئَۃٍ کوئی گروہ یَّنْصُرُوْنَہٗ جو اس کی مدد کرتا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے سوا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ اور نہیں تھا وہ انتقام لینے والوں میں سے وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ اور ہو گئے وہ لوگ تَمَنَّوْا جنہوں نے آرزو کی تھی مَکَانَہٗ اس جیسا ہونے کی بِالْاَمْسِ کل یَقُوْلُوْنَ کہنے لگے وَیْکَاَنَّ اللّٰہَ تعجب ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ یَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ رزق لِمَنْ یَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے مِنْ عِبَادِہٖ اپنے بندوں میں سے وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا لَخَسَفَ بِنَا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا زمین میں وَیْکَاَنَّہٗ تعجب ہے گویا کہ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ شان یہ ہے کہ فلاح نہیں پانے والے کافر۔

اس سے پہلے درس میں بھی قارون کا ذکر تھا اور آج کی آیات میں بھی اس کا نام لے کر واقعہ بیان ہوا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سگا چچازاد بھائی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور قارون کے باپ کا نام یَصْھَرْ تھا۔ یہ دونوں بھائی تھے۔ قارون جس کا نام منور تھا بڑا ذہین اور ہوشیار آدمی تھا تورات اس کو ایسے ہی یاد تھی جیسے ہمارے حفاظ کو قرآن یاد ہوتا ہے مگر بدفطرت آدمی کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ اس کا اندازہ تم اس سے لگاؤ کہ کہ باپ یَصْھَرْ ولی اللہ، دادا قاھث ولی اللہ، پردادا لاوی ولی

اللہ، لکڑ دادا اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام، ان کے والد اسحاق علیہ السلام اور ان کے والد ابراہیم علیہ السلام۔

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

کن کی اولاد میں سے تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا مگر بدفطرت تھا بے راہ تھا۔ تاجر پیشہ آدمی تھا اور ٹھیکے بھی لیتا تھا اور حد درجے کا کنجوس آدمی تھا آمدنی ڈھیر تھی خرچ نہیں کرتا تھا۔ پڑھ چکے ہو کہ اس کے خزانے کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی۔ عصبہ کا لفظ دس سے لے کر چالیس تک بولا جاتا ہے۔ پھر وہ بھی پہلوان قسم کی جماعت تھی۔ لوگ اکٹھے ہو کر اس کے پاس گئے اور کہا اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ "جیسے رب تعالیٰ نے تیرے اوپر احسان کیا ہے تو بھی لوگوں پر احسان کر۔" غریبوں کے ساتھ ہمدردی کر۔ بجائے اس کے کہ وہ کہتا کہ اچھا جی! ضرور کروں گا کہنے لگا مجھے جو کچھ ملا یہ علم اور قابلیت کی بنیاد پر ملا ہے۔ مجھ سے کیوں مانگتے ہو اپنے اندر قابلیت اور لیاقت پیدا کرو، محنت کرو اور کماؤ۔ اصولی طور پر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلواتا تھا موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نمازیں پڑھتا تھا مگر منافق تھا۔

شریعتِ محمدی اور موسوی میں مسائل کا فرق :

جس طرح ہماری شریعت میں زکوٰۃ کا حکم ہے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی زکوٰۃ کا حکم تھا۔ ہماری شریعت میں چالیسواں حصہ ہے سو میں اڑھائی روپے، دوسو میں پانچ روپے، ہزار میں پچیس روپے۔ ان کی شریعت میں زکوٰۃ چوتھائی حصہ تھا۔ سو میں سے پچیس روپے، ہزار میں اڑھائی سو روپے، چار ہزار میں ایک ہزار۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات کا یہ حکم سنایا کہ ہر اسرائیلی پر جو میرا کلمہ پڑھتا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ موسیٰ

کلیم اللہ اس کو چوتھا حصہ زکوٰۃ دینا پڑے گی۔تو قارون کی نینداڑ گئی کہ میں ہر سال چوتھائی حصہ زکوٰۃ دوں۔ کیونکہ زکوٰۃ تو ہر سال دینی پڑتی ہے۔بعض جاہل قسم کے لوگ سمجھتے ہیں کہ زیورات کی زکوٰۃ ایک دفعہ دے دی تو پھر دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے یہ جاہلوں کا مسئلہ ہے زیورات پر زکوٰۃ ہے اور ہر سال ہے۔قارون بدفطرت انسان تھا اطاعت کا مادہ اس میں نہیں تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معمول تھا کہ جب کوئی مضمون بیان کرنا ہوتا تھا تو لوگوں کو اطلاع کرتے تھے کہ فلاں جگہ اکٹھے ہو جاؤ فلاں عنوان پر بیان ہوگا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زنا کا حکم بیان کرنا تھا کہ شادی شدہ مرد زنا کرے یا عورت اس کو رجم کیا جائے گا اور ہماری شریعت میں بھی یہی حکم ہے اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑوں کا حکم ہے۔

سزاؤں سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے :

یہ سب اللہ تعالیٰ کے قطعی احکام ہیں ان کو ظالمانہ کہنا ظالموں کا کام ہے کیونکہ رب تعالیٰ کا کوئی حکم بھی ظلم نہیں ہے۔جو ڈاکو ڈاکے کے ساتھ قتل بھی کرے اور جو بدمعاش کسی کو ناحق قتل کرے تو اس کو قتل کی سزا دی جائے تو یہ کون سا ظلم ہے؟ اس نے ظلم نہیں کیا۔ہاں! بے گناہ کو کوئی قتل کرے تو وہ ظلم ہے۔مگر شریعت یہ تو نہیں کہتی کہ کسی بے گناہ کا ہاتھ کاٹ دو، غیر زانی کو رجم کر دو، کوڑے مارو، یہ تو مجرموں کی سزائیں ہیں اور ان سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے۔ طالبان حکومت نے شرعی سزائیں نافذ کیں تو وہاں امن ہو گیا اور کفریہ طاقتوں نے ان کی مخالفت شروع کر دی کہ یہ علاقہ تو نمونہ بن جائے گا کہ شرعی سزائیں نافذ کرنے سے علاقے میں امن ہو جاتا ہے تو اردگرد کی ریاستیں بھی ضرور متاثر ہوں گی لہٰذا طالبان کی حکومت کو ختم کیا جائے اس کے لیے اب وہ بین الاقوامی کانفرنس بلا رہے ہیں۔ اسلام آباد میں جب روس، امریکہ یہ بدمعاشوں کا ٹولہ اکٹھا ہوگا کہ طالبان کو کہیں کہ وہ شرعی

سزائیں نافذ نہ کریں اسلام کا نام نہ لیں۔ان سے کوئی پوچھے او شیطانو! چور چوری کرے ،ڈاکو ڈاکا مارے، زانی زنا کرے، کوئی کسی کو ناحق قتل کرے وہ ظلم نہیں ہے ان کو سزا دینا ظلم ہوگیا۔ یہ ذہن ہیں ان خبیثوں کے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کل فلاں وقت تمام لوگ اکٹھے ہو جائیں زانی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام بتلائے جائیں گے۔قارون نے ایک عصمت فروش، منہ پھٹ عورت کے ساتھ ساز باز کیا۔ مثلاً اس کو دس ہزار روپے دیے کہ موسیٰ علیہ السلام جب یہ حکم بیان کریں تو نے کھڑے ہو کر کہہ دینا ہے کہ یہ قانون لوگوں کے لیے ہے یا ہمارے تمہارے لیے بھی ہے۔فلاں رات آپ نے میرے ساتھ یہ کارروائی کی تھی تم پر بھی یہ قانون لاگو ہوگا یا نہیں؟ پیسہ بڑی حرامی چیز ہے۔ یہ بہت کچھ کروا دیتا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب مجمع میں یہ حکم بیان کیا کہ شادی شدہ مرد عورت جب زنا کا ارتکاب کریں تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا قانون ہے رجم کرنا۔ وہ بے حیا عورت اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی یہ قانون کمزوروں کے لیے ہے یا طاقتوروں کے لیے بھی ہے؟ فرمایا سب کے لیے ہے۔ کہنے لگی آپ نے جو فلاں رات میرے ساتھ یہ کارروائی کی ہے تو یہ قانون آپ پر بھی لاگو ہوگا یا نہیں۔لوگ حیران ہو گئے۔ مخلص ساتھی تو سمجھتے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے مگر بد باطن لوگوں کو یہ بات مل گئی انہوں نے باتیں بنانی شروع کر دیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر باوضو ہوتے تھے وہ سجدے میں گر پڑے اور عرض کی اے پروردگار! آپ ہی نے میری مدد کرنی ہے۔اس عورت کی بات کو میرے مخالف ہتھیار کے طور پر استعمال کریں گے اے پروردگار! میری تبلیغ رک جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ غم نہ کریں ابھی فیصلہ ہو جائے گا۔موسیٰ علیہ السلام نے سر سجدے سے اٹھا کر فرمایا بی بی! اللہ

تعالیٰ کا عذاب ابھی آنے والا ہے سچ سچ بتلاؤ قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نہیں بول رہی قارون نے جو پیسوں کی تھیلی دی ہے وہ بول رہی ہے۔ اس نے کہا کہ میں بدمعاش اور بدکار ہوں میں نے یہ بات غلط کہی ہے۔

قارون کا عبرت ناک انجام :

قارون کا بڑا محل تھا اس میں بڑے کمرے تھے بڑا وسیع رقبہ تھا باغ باغیچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قارون کو کوٹھی سمیت، دولت، باغ باغیچوں سمیت زمین میں دھنسا دیا اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ پس وہ قارون نکلا اپنی قوم کے سامنے فِیْ زِیْنَتِهٖ اپنی ٹھاٹ باٹ کے ساتھ۔ سونے کے زین والے گھوڑے پر سوار ہوا سر پر عمدہ پگڑی تھی سونے کی پٹی باندھ رکھی تھی آگے پیچھے نوکر چاکر تھے قَالَ الَّذِیْنَ کہا ان لوگوں نے یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا جو ارادہ کرتے تھے دنیا کی زندگی کا۔ دنیا کے طلب گار لوگوں نے اس کو دیکھا تو کہا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ کاش کہ ہمارے لیے بھی ہو جائے اس کے مثل جو دیا گیا قارون۔ یہ مال و دولت اور شان وشوکت ہمیں بھی مل جائے اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ بے شک یہ بڑے نصیبے والا، بخت والا ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور کہا ان لوگوں نے جن کو علم دیا گیا۔ صاحب علم اللہ والوں نے کہا جو ان کے پاس تھے وَیْلَكُمْ تمہارے لیے خرابی ہے ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ جو بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گا وہ بہتر ہے۔ یہ ٹھاٹ باٹ اور شان وشوکت عارضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بدلہ ملے گا وہ بہت بہتر ہے۔ مگر وہ کس کو ملے گا؟ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا اس کو ملے گا جو ایمان لایا اور اچھے عمل کیے وَلَا یُلَقّٰهَآ اور نہیں دی جاتی یہ صفت اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ مگر صبر کرنے والوں کو ایمان کی دولت اور عمل کی توفیق صبر کرنے والوں کو

ملتی ہے۔ پھر کیا ہوا؟ فَخَسَفۡنَا بِهٖ پس ہم نے دھنسادیا قارون کو وَبِدَارِهِ اور اس کی کوٹھی کو الۡاَرۡضَ زمین میں۔ قارون کو کوٹھی اور دولت سمیت اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا۔ قارون، اس کی کوٹھی اور ساری دولت کو زمین نگل گئی فَمَا كَانَ لَهٗ مِنۡ فِئَةٍ پس نہیں تھی اس کے لیے کوئی جماعت يَّنۡصُرُوۡنَهٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ جو مدد کرتی اس کی اللہ تعالیٰ کے سوا۔ رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچا سکتا ہے وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُنۡتَصِرِيۡنَ اور نہیں تھا وہ انتقام لینے والوں میں سے۔ رب تعالیٰ سے کون انتقام لے سکتا ہے۔ وہ اپنا دفاع نہیں کر سکا انتقام کیا لینا تھا۔ جس وقت قارون اور اس کی کوٹھی وغیرہ زمین میں دھنس گئی تو وَاَصۡبَحَ الَّذِيۡنَ تَمَنَّوۡا اور ہو گئے وہ لوگ جنھوں نے آرزو کی تھی مَكَانَهٗ بِالۡاَمۡسِ اس جیسا ہونے کی کل۔ کل جنھوں نے آرزو کی تھی کہ ہمیں بھی قارون جیسی دولت مل جائے اور اس جیسی ٹھاٹھ باٹھ مل جائے يَقُوۡلُوۡنَ انھوں نے کہا وَيۡكَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ تعجب ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَيَقۡدِرُ اور تنگ کرتا ہے۔ کل جو قارون کی دولت کی آرزو کر رہے تھے آج وہ پشیمان ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں نہیں ملی ورنہ ہم بھی زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ اگر کسی نے جائز ذرائع سے دولت کمائی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اور خرچ بھی جائز کاموں میں ہو تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سزا نہیں دیتے۔ اور جو لوگ ناجائز طریقے سے دولت کماتے ہیں وہ کب تک اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچیں گے۔ دنیا کی زندگی میں عذاب نہ ہوا تھا تو قبر برزخ میں ہوگا، دوزخ میں ہوگا۔ عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے۔ کہنے لگے لَوۡلَاۤ اَنۡ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا لَخَسَفَ بِنَا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا زمین میں وَيۡكَاَنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ

الْكٰفِرُوْنَ تعجب ہے گویا کہ فلاح نہیں پاتے کفر کرنے والے۔ رب تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والے فلاح نہیں پا سکتے چاہے وہ کھلے کافر ہوں یا بہ ظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے ہوں۔ اب یہاں دیکھ لو کہ قارون اولیاء کی اولاد میں سے تھا موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا مگر کوئی نسبت کام نہ آئی۔ ایمان اور عمل صالح کام آتا ہے۔

۞ ۞ ۞

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ وہ آخرت کا گھر ہے نَجْعَلُهَا ہم ٹھہراتے ہیں اس کو لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے لَا يُرِيْدُوْنَ جو نہیں ارادہ کرتے عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ بڑائی زمین میں وَلَا فَسَادًا اور نہ فساد وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور اچھا انجام ہے پرہیزگاروں کے لیے مَنْ جَآءَ جو شخص لے کر آیا بِالْحَسَنَةِ نیکی فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا پس اس کے لیے بہتر ہوگا اس سے وَمَنْ جَآءَ اور جو شخص لے کر آیا

بِالسَّیِّئَةِ برائی فَلَا یُجْزَی پس نہیں بدلہ دیا جائے گا الَّذِیْنَ ان لوگوں کو عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ جنہوں نے عمل کیے برے اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ مگر اسی چیز کا جو وہ عمل کرتے تھے اِنَّ الَّذِیْ بے شک وہ رب فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ جس نے فرض کیا آپ پر قرآن لَرَآدُّکَ البتہ آپ کو لوٹائے گا اِلٰی مَعَادٍ لوٹنے کی جگہ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ آپ کہہ دیں میرا رب خوب جانتا ہے مَنْ اس کو جَآءَ بِالْهُدٰی جو ہدایت لے کر آیا ہے وَمَنْ هُوَ اور اس کو فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ جو کھلی گمراہی میں ہے وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْٓا اور آپ امید نہیں رکھتے تھے اَنْ یُّلْقٰٓی اِلَیْکَ الْکِتٰبُ کہ ڈالی جائے آپ کی طرف کتاب اِلَّا رَحْمَةً مگر رحمت ہے مِّنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے فَلَا تَکُوْنَنَّ پس آپ ہرگز نہ ہوں ظَهِیْرًا لِّلْکٰفِرِیْنَ امداد کرنے والے کافروں کی وَلَا یَصُدُّنَّکَ اور ہرگز نہ روکیں آپ کو عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ بعد اس کے وہ نازل کی گئی ہیں اِلَیْکَ آپ کی طرف وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ اور آپ بلائیں اپنے رب کی طرف وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور آپ ہرگز نہ ہوں شرک کرنے والوں میں سے وَلَا تَدْعُ اور آپ نہ پکاریں مَعَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ کسی اور کو معبود لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اِلَّا وَجْهَهٗ مگر رب کی ذات لَهُ الْحُکْمُ اسی کا حکم ہے وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

کل کے درس میں تم نے پڑھا کہ قارون کو اس کی قوم نے کہا وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ

اللّٰہُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃَ ''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر۔'' آج کی پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ آخرت کے گھر سے کون لوگ محروم رہتے ہیں اور وہ کن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ آخرت کا وہ گھر ہے کہ نَجْعَلُھَا بنایا ہے ہم نے وہ آخرت کا گھر لِلَّذِیْنَ لَایُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ جو نہیں ارادہ کرتے بڑائی کا زمین میں وَلَا فَسَادًا اور نہ فساد کرتے ہیں۔ جو غرور کرے گا زمین میں اور فساد کرے گا وہ آخرت کے گھر سے محروم رہے گا۔

تکبر روحانی بیماریوں میں بڑی بیماری :

تکبر روحانی بیماریوں میں سے بڑی بیماری ہے۔ تکبر کی وجہ سے ابلیس راندۂ درگاہ ہوا۔ تکبر کا معنیٰ ہے لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق کو قبول نہ کرنا۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جس آدمی کی جان اس کے جسم سے اس حالت میں جدا ہوئی کہ وہ شخص تکبر، خیانت اور غلول سے پاک ہو تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔ تو تکبر جنت میں جانے سے رکاوٹ ہے۔ اور دوسری چیز فساد ہے۔ قارون کو قوم نے یہ بھی کہا تھا لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ ''زمین میں فساد طلب نہ کر اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی فساد فی الارض ہے۔ تو فرمایا آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر اور فساد کرنے سے پرہیز کرتے ہیں وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے جو گناہوں سے بچتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیْرٌ مِّنْھَا جو شخص لے کر آیا نیکی پس اس کے لیے بہتر ہوگا اس سے۔

نیکی کے قبول ہونے کی تین بنیادی شرائط :

یہاں یہ بات سمجھ لیں کہ نیکی والے سے مراد کون شخص ہے کہ اس میں نیکی کی قبولیت کی شرطیں پائی جائیں اور نیکی کی قبولیت کی تین بنیادی شرطیں ہیں وہ سمجھ لیں۔ پہلی شرط ایمان ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی اور ایمان وہ ہے جس کو قرآن ایمان کہے، حدیث ایمان کہے، فقہ اسلامی ایمان کہے۔ خود ساختہ، جعلی، اور بناوٹی ایمان کی کوئی حیثیت نہیں ہے دعویٰ ایمان کوئی چیز نہیں ہے۔ دعویٰ تو منافق بھی کرتے تھے کہ ہم مومن ہیں۔

ایمان کے بعد دوسری شرط اخلاص ہے کہ وہ نیکی ریا اور دکھلاوے سے پاک ہو نیکی صرف رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے اعمال کو ریا کے ساتھ باطل نہ کرو ریا والا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ ایمان اخلاص کے ساتھ تیسری بنیادی شرط اتباع سنت ہے کہ وہ نیکی سنت کے مطابق ہو۔ ان شرائط کے ساتھ نیکی کرنے والے لوگ آیت کریمہ میں مراد ہیں۔ ان شرائط کے ساتھ جس آدمی نے نیکی کی تو اس کے لیے اس سے بہتر ہوگا۔ اس کی تفصیل سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۶۰ میں موجود ہے کہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''پس جو شخص لایا نیکی پس اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔'' مثلاً جس نے سبحان اللہ کہا اس کو دس نیکیاں نقد مل گئیں، الحمد للہ کہا دس نیکیاں مل گئیں۔ لا الٰہ الا اللہ کہا دس نیکیاں مل گئیں مسلمان بھائی کو السلام علیکم کہا دس نیکیاں مل گئیں جواب میں وعلیکم السلام کہا دس نیکیاں مل گئیں، صدقہ کیا دس نیکیاں مل گئیں۔ عام حالات میں ہر نیکی کا اجر دس گنا اور فی سبیل اللہ کی مد میں ایک نیکی کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [بقرہ:۲۶۱] فی سبیل اللہ کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ پہلی قسم

علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا۔ مثلاً صبح کو تم گھر سے چلتے ہو نماز پڑھنے کے لیے، ساتھ یہ بھی ارادہ کرلو کہ قرآن پاک کا درس سننا ہے تو تمہیں ہر ہر قدم پر ادنیٰ ترین نیکی سات سو ملے گی۔ آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ دین کی تبلیغ کے لیے جانا یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، کافروں کے ساتھ جہاد کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ کیونکہ اگر جہاد نہ ہوا تو کافروں کی قوت بڑھ جائے گی اسلام نہیں پھیل سکے گا لہٰذا جہاد کے ذریعے ان کی حوصلہ شکنی کرنی ہے۔ تو فرمایا جو بھلائی لے کر آیا اس کے لیے اس سے بہتر ہے وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو لایا برائی فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ پس نہیں بدلہ دیا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے عمل کیے برے مگر اتنا جتنا انہوں نے عمل کیا۔ ایک برائی کی ہے تو ایک ہی ہوگی، دو کی ہیں تو دو ہی ہوں گی، تین کی ہوں گی تو تین ہی ہوں گی، چار کی ہوں گی تو چار ہی ہوں گی پانچ نہیں ہوں گی۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کتنی وسیع ہے۔ فرمایا رَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ [اعراف: ۱۵۶] ''میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔'' پھر بھی کوئی بد بخت دوزخ میں جائے تو اس سے بڑا بد بخت کون ہے؟

بزرگوں کے مجاہدے اور ریاضتیں صحیح ہیں :

جنت بڑی قیمتی ہے اس کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے تیاری کی ضرورت ہے۔ دل صاف ہوگا تو تیاری کرے گا اور دل کی صفائی کے لیے بزرگوں نے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں۔ دل کی صفائی اگر اتنی آسان ہوتی تو ان کو اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ بعض لوگ کہتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہیں اس لیے کہ صحابہ کرام ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ بھئی! ٹھیک ہے بے شک انہوں نے ایسا نہیں کیا لیکن ان کے دل کی صفائی

آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آپ ﷺ کی توجہ سے ایک منٹ میں ہو جاتی تھی ان کے دل ایسے صاف تھے جیسے آئینہ صاف ہوتا ہے اس کو صاف کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی ۔ آپ ﷺ کی مجلس میں کلمہ پڑھا رنگ چڑھ گیا ۔ آج اس طرح کی صفائی پچاس سال میں بھی نہیں ہو سکتی ۔ لہٰذا آج مجاہدوں اور ریاضتوں کی ضرورت ہے ۔

لرآدک الیٰ معاد کی تفسیر :

فرمایا اِنَّ الَّذِیْ بے شک وہ رب فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ جس نے فرض کیا آپ پر قرآن لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ البتہ آپ کو لوٹائے گا لوٹنے کی جگہ ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں سے آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ گئے تھے ۔ رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ میں آپ ﷺ کو پھر فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ لاؤں گا ۔ جب آپ ﷺ یہاں سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے اور چھپ چھپا کر گئے تھے ۔ مگر جب ۸ ھ میں آپ فاتحانہ انداز میں تشریف لائے تو اس وقت آپ ﷺ کے دشمن مشرک چھپتے پھرتے تھے یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بخاری شریف میں ہے ۔ اور ابوسعودؒ بڑے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ معاد سے مراد مقام محمود ہے ۔ مقام محمود میدان محشر میں ایک مقام ہے اور وہاں ایک جھنڈا ہوگا اس کا نام لواء الحمد ہے ۔ اس کو تم یوں سمجھو کہ یہاں جلسہ ہوتا ہے تو سٹیج بناتے ہیں خاص حضرات سٹیج پر ہوتے ہیں اور عام لوگ نیچے بیٹھے ہوتے ہیں ۔ تو مقام محمود میدان محشر کا سٹیج ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوں گے اور آپ ﷺ کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا باقی مخلوق نیچے ہوگی ۔ تو امام ابوسعودؒ فرماتے ہیں کہ معاد سے مراد مقام محمود ہے اور اکثر مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ معاد سے مراد قیامت ہے

کہ رب تعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کی طرف لوٹائے گا قُلْ رَبِّیْ اَعْلَمُ آپ فرمادیں میرا رب خوب جانتا ہے مَنْ اس کو جَآءَ بِالْھُدٰی جو ہدایت لے کر آیا وَمَنْ اور اس کو بھی ھُوَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ جو کھلی گمراہی میں ہے رب اس کو بھی جانتا ہے اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا کُنْتَ تَرْجُوْآ اَنْ یُّلْقٰی اِلَیْکَ الْکِتٰبُ اے نبی کریم ﷺ! آپ امید نہیں رکھتے تھے کہ ڈالی جائے گی، اتاری جائے گی آپ کی طرف کتاب نبوت ملنے سے پہلے۔ آپ کو کوئی امید نہیں تھی کہ مجھے نبوت ملے گی کتاب ملے گی اِلَّا رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ مگر رحمت ہے آپ کے رب کی طرف سے کہ اس نے آپ کو نبی بنایا، کتاب نازل فرمائی۔

بدعتیوں کا غلط نظریہ :

بریلوی حضرات میں جو غالی قسم کے لوگ ہیں جن میں مفتی احمد یار خان بھی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''جاء الحق'' میں لکھتا ہے کہ آنخضرت ﷺ جب پیدا ہوئے تو حافظ قرآن تھے۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ پہلے ہی حافظ قرآن تھے تو غار حرا میں قرآن کس پر نازل ہوا پھر مکہ مکرمہ میں کس پر نازل ہوا؟ پھر مدینہ منورہ میں کس پر نازل ہوتا رہا؟ مبالغے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو امید بھی نہیں تھی کہ کتاب ملے گی اور سورت شوریٰ میں فرمایا کہ مَاکُنْتَ تَدْرِیْ مَاالْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ ''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کی تفصیلات کیا ہیں۔'' اور یہ کہتا ہے کہ آپ پیدائشی طور پر حافظ تھے غلو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اس کا نام محبت نہیں ہے کون شخص ہے مسلمانوں میں سے جس کو آنخضرت ﷺ کے ساتھ محبت نہیں ہے؟ مگر محبت کا یہ مطلب تو نہیں کہ آدمی حدیں پھلانگ جائے کہ جس سے قرآن کا انکار لازم آئے۔ فرمایا فَلَا تَکُوْنَنَّ ظَھِیْرًا

لِّلۡكٰفِرِيۡنَ پس آپ نہ ہوں امداد کرنے والے کافروں کے۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا ہے کہ ہرگز کافروں کی مدد نہ کریں۔ کافروں کی مدد کسی بھی مرحلہ میں صحیح نہیں۔

اب اس وقت دیکھو ہماری حکومت خود تو ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی کر رہی ہے دوسروں سے بھی ہمارے ساتھ زیادتی کرا رہی ہے۔ مثلاً بھارت کو تجارت کی وہ سہولتیں دی ہیں جو مقامی تاجروں کو حاصل نہیں ہیں۔ کیا ان کو یہ سہولتیں اس لیے دی ہیں کہ وہ بے ایمان ہمارا گلا کاٹ رہے ہیں، مسلمان عورتوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کر رہے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ حربی کافر یعنی وہ کافر جو مسلمانوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں ان کی مدد کرنا حرام ہے۔ ہاں وہ کافر جو تمہارے ساتھ نہیں لڑتے دین کے معاملے میں تو ان کے ساتھ برتاؤ کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ سورۃ الممتحنہ میں اس کا حکم موجود ہے۔ لڑنے والے کافروں کو سہولتیں دینا حرام ہے مگر ہم نے تو کام ہی وہ کرنا ہے جو قرآن کے خلاف ہو۔ قرآنی احکامات کو ظالمانہ کہا، جابرانہ کہا، وحشیانہ کہا اور اس کے باوجود مسلمان کہلاتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر قرآن کی اول تا آخر مخالفت کرنے کے باوجود بھی مسلمان ہیں تو پھر کافر کس بلا کا نام ہے؟

رب تعالیٰ کی طرف دعوت پیغمبروں کا اجتماعی کام ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا يَصُدُّنَّكَ اور ہرگز نہ روکیں آپ کو۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا جا رہا ہے۔ ہرگز نہ روکیں آپ کو عَنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو بیان کرنے سے ہرگز یہ کافر نہ روکیں بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَيۡكَ بعد اس کے کہ وہ نازل کی گئی ہیں آپ کی طرف۔ اور کیا کام کرنا ہے وَادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ اور آپ بلائیں

اپنے رب کی طرف۔ اپنے رب کی طرف دعوت دیں۔ یہ تمام پیغمبروں کا اجتماعی کام ہے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت۔ اگر دنیا میں اس سے اچھا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ کام اپنے پیغمبروں کے سپرد کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اس سے بڑا کام دنیا میں کوئی نہیں ہے وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یہ بھی آپ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا گیا ہے۔ اور ہرگز نہ ہوں شرک کرنے والوں میں سے۔ اور شرک کی عام قسم ہے غیر اللہ کو پکارنا اس لیے فرمایا وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور آپ نہ پکاریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود، حاجت روا، مشکل کشا۔ جب مشکلات پیش آتی ہیں تو مشرک لوگ کہتے ہیں......

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

یہ خالص شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی حاجت روا، نہ مشکل کشا، نہ کوئی فریاد رس اور نہ کوئی دستگیر، نہ کوئی دینے والا اور نہ کوئی لینے والا۔ اس کو جاہل قسم کے لوگ فروعی مسائل سمجھتے ہیں یہ فروعی مسائل نہیں ہیں یہ کفر و شرک کی بنیاد ہے۔ فروعی مسائل تو ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی کے درمیان۔ یہ عقائد تو بالکل قرآن کے خلاف ہیں۔ یاد رکھنا! ساری عمر نمازیں پڑھتا رہے ایک دفعہ کہے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ اور عقیدہ ہو کہ شیخ عبد القادر جیلانی ہر جگہ سے سنتے اور دیتے ہیں تو کافر ہو گیا ساری عبادات باطل ہو گئیں۔ یہ چھوٹے مسائل نہیں ہیں۔

تو فرمایا مت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود، حاجت روا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دستگیر مگر وہی اللہ تعالیٰ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر رب کی ذات۔ سورہ رحمٰن میں ہے

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ''جو کوئی ہے زمین میں فنا ہونے والا ہے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے باقی سب فانی ہیں۔حتیٰ کہ لوگوں کی جان نکالنے والے فرشتے پر بھی موت آئے گی كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ [سورۃ آلعمران]''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' لَهُ الْحُكْمُ اسی کا حکم ہے وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔اس کے متعلق سوچو کہ جب رب تعالیٰ کی عدالت میں جاؤ گے تو کیا جواب دو گے۔آج کے درس کو اپنے گھروں میں جا کر سناؤ، دہراؤ اور اس کی تکرار کرو۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورة العنکبوت

(مکمل)

جلد............ ۱۵

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ② وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑤ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ⑥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑦ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧

الٓمّٓ ٥ اَحَسِبَ النَّاسُ کیا گمان کرتے ہیں لوگ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اَنْ اس بات پر يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا کہ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ اوران کی آزمائش نہیں کی جائے گی وَلَقَدْ فَتَنَّا اور البتہ تحقیق آزمائش میں ڈالا ہم نے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو مِنْ قَبْلِهِمْ جوان سے پہلے تھے فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ پس اللہ تعالیٰ ضرور ظاہر کرے گا الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ان

لوگوں کو جو سچے ہیں وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ اور ضرور ظاہر کرے گا جھوٹوں کو اَمۡ
حَسِبَ الَّذِیۡنَ کیا خیال کیا ان لوگوں نے یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ جو عمل کرتے
ہیں برے اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا کہ وہ ہم سے آگے نکل سکتے ہیں سَآءَ برا ہے مَا
یَحۡکُمُوۡنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں مَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا جو شخص امید رکھتا ہے لِقَآءَ
اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ پس بے شک میعاد اللہ تعالیٰ کی
لَاٰتٍ البتہ آنے والی ہے وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ اور وہی سننے والا جاننے والا
ہے وَ مَنۡ جَاهَدَ اور جس نے جہاد کیا فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ پس پختہ بات
ہے وہ جہاد کرے گا اپنی جان کے لیے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَغَنِیٌّ البتہ
بے پرواہ ہے عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ تمام جہان والوں سے وَالَّذِیۡنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوۡا
جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے لَنُکَفِّرَنَّ
البتہ ہم ضرور مٹائیں گے عَنۡهُمۡ ان سے سَیِّاٰتِهِمۡ ان کی خطائیں وَ
لَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اور ہم ضرور ان کو بدلہ دیں گے اَحۡسَنَ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ
بہتر ان اعمال کا جو وہ کرتے تھے وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا
ہے انسان کو بِوَالِدَیۡهِ اس کے والدین کے بارے میں حُسۡنًا اچھائی کا وَاِنۡ
جَاهَدٰکَ اور اگر وہ زور ڈالیں تجھ پر لِتُشۡرِکَ بِیۡ کہ تو شریک بنائے
میرے ساتھ مَا اس چیز کو لَیۡسَ لَکَ بِهٖ عِلۡمٌ جس کا تجھے علم نہیں ہے
فَلَا تُطِعۡهُمَا پس اطاعت نہ کر ان دونوں کی اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ میری طرف ہے

تمہارا لوٹنا فَاُنَبِّئُکُمْ پس میں تمہیں خبر دوں گا بِمَا اس کارروائی کی کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے۔

سورۃ العنکبوت کی وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام سورۃ العنکبوت ہے۔عنکبوت کا معنٰی ہے مکڑی جو گھروں میں جالا بنتی ہے۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔مثال ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مکڑی، کمثل العنکبوت ، چونکہ عنکبوت کا لفظ اس سورت میں آیا ہے تو اس وجہ سے سورت کا نام عنکبوت ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے پہلے چوراسی سورتیں نازل ہو چکی تھیں ۔ اس کے سات رکوع اور انہتر (۶۹) آیات ہیں۔

الم حروف مقطعات میں سے ہے۔اور یہ حروف انیس سورتوں کے شروع میں آتے ہیں۔ان کے متعلق مفسرین کرامؒ نے بڑی تفصیل بیان کی ہے۔ایک یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے مخفف ہیں۔مخفف کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ سے ایک حرف لے لیا جائے جیسے محمد شفیع۔تو لفظ محمد سے میم لے لیا جائے اور شفیع سے شین لے لیا جائے اور م۔ش لکھا جائے جس سے مراد محمد شفیع ہو۔تو گویا م۔ش محمد شفیع کا مخفف ہے۔تو اس تفسیر کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں پر دلالت کرتے ہیں۔مثلاً الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔اور لام سے مراد لطیف ہے باریک بین۔اور میم سے مراد مالک ہے مالک یوم الدین قیامت کے دن کا مالک۔"کتاب الاسماء والصفات للبیھقیؒ "میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ

ھِیَ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰہ تعالٰی کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ کے نام ہیں یعنی بعینہٖ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور اور پانچ ہزار غیر مشہور ہیں :

امام رازیؒ تفسیر کبیر میں، علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں اور حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام خمسة الاف پانچ ہزار ہیں۔ان ناموں میں یہ بھی ہیں۔ یہ جو ننانوے نام ہیں وہ مشہور ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانوے ہیں بلکہ یہ مشہور نام ہیں تو ایک تفسیر یہ ہوئی کہ بعینہٖ یہی حروف اللہ تعالیٰ کے نام ہیں اور دوسری تفسیر یہ ہوئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے مخفف ہیں ان پر دلالت کرتے ہیں۔اس تفسیر کے مطابق یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ الف سے مراد اللہ تعالیٰ اور لام سے مراد جبرائیل علیہ السلام اور میم سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یعنی یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔اور قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ الف اٰلاءُ اللّٰہ سے مخفف فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان میں ہے الاء. اِلْیٌ ،اَلْیٌ یا اُلْیٌ کی جمع ہے۔جس کا معنٰی نعمت ہے۔الاء کا معنٰی نعمتیں اور لام سے مراد لطف اللّٰہ ہے اور میم سے مراد ملک اللّٰہ ہے۔مطلب بنے گا ملک بھی اللہ تعالیٰ کا، مہربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کی، نعمتیں بھی اللہ تعالیٰ کی۔اور بھی بہت سی باتیں کی گئی ہیں۔

ایمان سے زیادہ قیمتی شے کوئی نہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَحَسِبَ النَّاسُ کیا خیال کرتے ہیں لوگ، کیا گمان کرتے ہیں لوگ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اس بات کا کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اَنْ صرف اس

بات پر یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا کہ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں۔صرف اٰمَنَّا کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ اوران کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔دنیا کا قاعدہ ہے کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کے لیے اتنی ہی محنت کرنا پڑتی ہے۔محنت کے بغیر قیمتی شے حاصل نہیں ہوتی اور یقین جانو ایمان سے زیادہ قیمتی شے کوئی نہیں ہے۔اس جہان میں چونکہ اس کی منڈی نہیں ہے اس لیے اس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔اس کا علم اگلے جہان میں ہوگا۔بہرحال ایمان سے قیمتی شے کوئی نہیں ہے۔تو صرف امنّا کہنے سے ایمان کی سند نہیں مل جائے گی کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ہم مومن ہیں اتنی بات پر تمہیں نہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ تمہارا امتحان نہ ہو آزمائش نہ ہو کہ ایمان پر پورے اترتے ہو یا نہیں۔ یاد رکھنا! ہم موروثی مسلمان ہیں کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے اس لیے ہم مسلمان ہیں۔جو چیز وراثت میں ملتی ہے اس کی قدر نہیں ہوتی۔اسلام کی قدر پوچھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے،حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے،حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے اسلام کی قدر پوچھو، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ سے،حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے،حضرت ابوفطیحہ رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اس کی کچھ قیمت بھی دنیا میں ادا کی،ماریں کھائیں،قیدیں بھگتیں،دھوپ میں لٹے،انگاروں پر جلے،بہت کچھ کیا۔

ایمان کے ساتھ آزمائش ہوگی :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کیا خیال کرتے ہیں کہ صرف امنّا کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمائش میں ڈالا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔ان کا امتحان ہوا بڑی آزمائشیں ہوئیں فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا پس ضرور ظاہر کرے

گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو سچے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو صحابہ کرام میں دوسرے نمبر کے مفسر ہیں کیونکہ پہلے نمبر کے مفسر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ اس کا معنیٰ کرتے ہیں کہ پس البتہ ضرور ظاہر کرے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ اور ضرور ظاہر کرے گا ان کو جو جھوٹے ہیں۔ بغیر امتحان کے جھوٹے سچے کا پتا نہیں چلتا۔ دنیا میں امتحان اسی لیے مقرر ہوئے ہیں کہ محنت کرنے والے اور محنت سے گریز کرنے والے کا علم ہو جائے، سمجھ دار اور احمق کا امتیاز ہو جائے۔ دعویٰ ایمان اور چیز ہے اور حقیقتِ ایمان اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرمائیں گے کہ ان سے جھوٹے اور سچے الگ الگ ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا :

آگے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو تنبیہ فرمائی ہے جو مومنوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔ فرمایا اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں اَنْ یَّسْبِقُوْنَا کہ وہ ہم سے سبقت لے جائیں گے، آگے نکل سکتے ہیں، ہم سے بھاگ جائیں گے۔ عربی میں سابق اس کو کہتے ہیں جو آگے نکل جائے اور مسبوق اسے کہتے ہیں جو پیچھے رہ جائے۔ مُدرک اس کو کہتے ہیں جو اول سے آخر تک نماز میں شریک رہے۔ تو جو لوگ برے کام کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری گرفت سے بچ جائیں گے دوڑ کے آگے نکل جائیں گے اگر ایسا فیصلہ کرتے ہیں تو سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے کوئی نکل سکتا ہے؟ کہاں جائے گا۔ سورہ رحمٰن میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

والْاَرْضِ اگرتم طاقت رکھتے ہو کہ نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے فَانْفُذُوْا تو نکل جاؤ لَاتَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ تم نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ ۔" رب تعالیٰ کے آسمان کو چھوڑ کر زمین کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ یہ کبھی نہ خیال کرو کہ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچ جاؤ گے نافرمانی کر کے مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ جو شخص امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے مراد قیامت کا یقین رکھنا ہے۔ اس پر یقین ہے کہ قیامت حق ہے ایک دن آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی اور میں رب تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا ہوں گا اور رب تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ اے بندے! تو کیا کر کے آیا ہے۔ فرمایا یاد رکھو! فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ پس بے شک میعاد یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وقت مقرر کیا ہے وہ البتہ آنے والا ہے ضرور آ کر رہے گا۔

بنیاد پرست ہونا عقل مندی ہے :

جیسے توحید اور رسالت کا مسئلہ بنیادی ہے اسی طرح قیامت کا مسئلہ بھی بنیادی ہے۔ آج جو آدمی ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے اس کو یورپی قومیں بنیاد پرست کہہ کر طعنہ دیتی ہیں۔ بھائی بنیاد پرست ہونا عقل کی بات ہے۔ اس طعنے سے گھبرائیں مت، کسی زمانے میں اولڈ فیشن ہوتا تھا کسی زمانے میں قدامت پسند کا لفظ بولتے تھے۔ آج کل بنیاد پرست کی اصطلاح ہے جو پکا سچا مسلمان ہو اپنے عقیدے پر قائم ہو اس کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بنیاد پرست بنائے اس طعنے سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا ہے اور وہی جاننے والا ہے۔ قریب و بعید، بلند اور پست بات کو اللہ تعالیٰ ہی سنتا ہے اور اس کی اس صفت میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ فرمایا وَ مَنْ جَاهَدَ اور جس نے جہاد کیا فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات

ہے کہ وہ جہاد اپنے نفس کے لیے کرے گا۔

جہاد کی اقسام :

جہاد کی کئی قسمیں ہیں۔ایک جہاد ہے دشمن کے مقابلہ میں مورچا بند ہونا، اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے کافروں کے ساتھ لڑنا اور نفس امارہ کا مقابلہ کرنا بھی جہاد ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلا اُخبِرُ کُمْ بِالْمُجَاهِدِ ''کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ مجاہد کون ہوتا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت بتلائیں۔ فرمایا مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ ''جو شخص جہاد کرے اپنے نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔'' جو رب تعالیٰ کی رضا کے لیے دین کے سلسلے میں اپنے نفس کا مقابلہ کرے وہ بھی مجاہد ہے۔اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننا یہ بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔تو فرمایا جس نے جہاد کیا پختہ بات ہے وہ جہاد کرے گا اپنے نفس کے لیے۔ رب تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ البتہ بے پرواہے تمام جہان والوں سے۔وہ تمہاری نمازوں، روزوں، عبادتوں اور محنتوں کا محتاج نہیں ہے ۔اس کی صفت ہے الصمد بے نیاز۔ساری دنیا اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ البتہ ہم ضرور مٹادیں گے ان کی خطائیں۔گناہ معاف کردیں گے۔گناہ معاف ہو جائیں بڑی بات ہے۔شیخ مصلح الدین سعدیؒ نے گلستان میں ایک بزرگ کی بات نقل فرمائی ہے......

می نگویم کہ طاعتم بہ پذیر
قلم عفو بر گناہم کش

''میں نہیں کہتا کہ میری بندگی قبول فرمالے البتہ معافی کا قلم میرے گناہوں پر پھیر دے۔''
یعنی میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔ہم بے فکر لوگ ہیں ہمیں آخرت کا احساس ہی نہیں
ہے۔ایک دو دن نماز پڑھ کے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رب ہمارا مقروض ہو گیا ہے۔وہ لوگ بھی
تھے جو عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ ''اے پروردگار!
تیری عبادت کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکا جس طرح آپ کی عبادت کرنے کا حق تھا اس
طرح ہم عبادت نہیں کر سکے۔''تو فرمایا ہم ان کے گناہ معاف کر دیں گے وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ
اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے بہتر ان کاموں کا جو وہ
کرتے تھے۔پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ جو آدمی ایمان، اخلاص اور اتباع سنت کے جذبے سے
نیکی کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ دس گنا اجر عطا فرماتے ہیں۔فی سبیل اللہ کی مد میں کرے گا تو
سات سو گنا اجر ملے گا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے
لیے چاہتا ہے۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا امتحان :

آگے ایک امتحان کا ذکر ہے۔حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ مردوں میں تیسرے نمبر
پر مسلمان ہوئے ہیں۔بخاری شریف میں روایت ہے وہ خود فرماتے ہیں اِنَّا ثُلُثُ
الاسلام ''مسلمانوں کا تیسرا حصہ۔''مطلب یہ ہے کہ میں تیسرے نمبر پر مسلمان ہوا۔
ان کے والد کا نام مالک تھا اور دادے کا نام وقاص تھا تو سعد بن وقاص یہ دادے کی طرف
نسبت ہے۔عتبہ بن وقاص جس نے احد کے موقع پر پتھر مار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوڑا سا
دانت توڑا تھا یہ ان کا بھائی تھا۔بعد میں ۸ھ میں عتبہ بھی مسلمان ہو گیا تھا۔حضرت سعد بن
وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور فاتح ایران ہیں۔جب یہ مسلمان ہوئے تو والد تو

ان کے فوت ہو چکے تھے محلے داروں نے ان کو ڈرایا دھمکایا کہ اسلام چھوڑ دو، محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو۔لیکن یہ کوئی کچے آدمی تو نہیں تھے کہ لوگوں کے ڈرانے دھمکانے سے ایمان چھوڑ دیتے۔لیکن دنیا میں بڑی سازشیں ہوتی ہیں۔ محلے دار اکٹھے ہو کر ان کی والدہ کے پاس گئے جس کا نام حمنہ تھا اور یہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھی۔ محلے داروں نے جا کر کہا باجی! آپ کے بیٹے سعد کو کیا ہو گیا ہے اس نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے؟ کسی نے کہا خالہ جی! آپ کا عقیدہ کیا ہے اور سعد نے کون سا عقیدہ بنا لیا ہے خوب اکسایا اور کہا کہ تم بھوک ہڑتال کر دو کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں پیوں گی جب تک سعد کلمہ نہیں چھوڑے گا۔لوگ منہ میں پانی ڈالتے تھوک دیتی، روٹی ڈالتے اگل دیتی، گھر میں شدید پریشانی کی صورت حال پیدا ہو گئی۔سعد رضی اللہ عنہ نے کہا امی آپ کا بھی حق ہے مگر کلمہ کلمہ ہے، ایمان ایمان ہے میں نے کلمہ نہیں چھوڑنا ایمان نہیں چھوڑنا۔ ماں نے کہا میں اس وقت تک نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک تو اپنے آبائی دین پر واپس نہیں آ جائے گا یا پھر میں اسی طرح بھوکی پیاسی مر جاؤں گی اور ساری دنیا میں ہمیشہ کے لیے یہ رسوائی تیرے سر رہے گی کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو۔شریر لوگوں نے مزید یہ کیا کہ ان کی والدہ کو کہا کہ تم گلی میں جا کر دھوپ میں لیٹ جاؤ۔ وہ گلی میں جا کر لیٹ گئی۔ لوگ پوچھتے ماں تجھے کیا ہوا ہے؟ تو کہتی کہ میرا بیٹا سعد نافرمان ہو گیا ہے۔اندر لے جاتے کھسک کر پھر گلی میں آ جاتی۔ مسلم شریف اور ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بڑے پریشان ہوئے کہ میں کیا کروں ماں ایسی حالت کو پہنچ گئی ہے کہ جان خطرے میں تھی۔لوگوں نے کہا سعد ماں پر ترس کھاؤ ہمارے ساتھ چلو تمہارے پیغمبر کے پاس جاتے ہیں کہ اس حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

آنخضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ تو پھر حضرت سعد ﷺ اپنی والدہ کے پاس گئے اور کہا اماں جان! اگر آپ کے بدن میں سو روحیں ہوں اور میرے سامنے ایک ایک کر کے نکلتی رہیں میں پھر بھی اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ اب تم چاہو تو کھاؤ پیو یا مر جاؤ بہر حال میں اپنے دین سے نہیں ہٹ سکتا۔ ماں نے ان کی اس گفتگو سے مایوس ہو کر کھانا کھا لیا۔ ابن کثیر، روح المعانی، معالم التنزیل وغیرہ میں اس آیت کریمہ کا یہ شان نزول لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے انسان کو بِوَالِدَیۡهِ حُسۡنًا اس کے والدین کے بارے میں اچھائی کا۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا یہ ایسا حکم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنخضرت ﷺ کے مبارک زمانے تک یہی حکم رہا ہے کہ والدین کی ہر وہ بات ماننا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو وَاِنۡ جَاهَدٰكَ اور اگر وہ زور ڈالیں تجھ پر۔ تمہارے والدین تم پر دباؤ ڈال کر تمہیں اس بات پر آمادہ کریں لِتُشۡرِكَ بِیۡ کہ تو شریک بنائے میرے ساتھ مَا اس چیز کو لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ جس کا تجھے علم نہیں ہے فَلَا تُطِعۡهُمَا پس اطاعت نہ کر ان دونوں کی۔ شرک ایک ایسی قبیح بیماری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اگر والدین بھی اس پر آمادہ کریں تو ان کی بات نہ مانو۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں خدا کی شریک کوئی چیز نہیں ہے۔ سورہ یونس میں ہے قُلۡ اَتُنَبِّـُٔوۡنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعۡلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ ''اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ چیز بتلانا چاہتے ہو جو وہ زمین آسمان میں نہیں جانتا۔'' خدا کے علم میں تو اس کا کوئی شریک نہیں ہے تمہیں کہاں سے علم ہو گیا کہ خدا کا شریک ہے۔ بہر حال فرمایا کہ والدین اگر شرک کی

ترغیب دیں تو اطاعت نہیں کرنی۔

ماں باپ کی اطاعت کے متعلق ایک فقہی ضابطہ :

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اس کے متعلق ایک فقہی ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ماں باپ اگر ایسے حکم کو چھوڑنے کا حکم دیں جو فرض اور واجب ہو تو پھر ان کی بات نہیں ماننی مثلاً کہیں کہ نماز نہ پڑھو، روزہ نہ رکھو، عورتوں کو شریعت نے پردے کا حکم دیا ہے اور وہ کہیں کہ پردہ نہ کرو، لڑکوں کو کہیں کہ ڈاڑھی منڈاؤ۔ یہ تمام چیزیں فرض یا واجب کے درجے میں آتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ''رب تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت جائز نہیں ہے۔'' تو فرض یا واجب کو والدین کے کہنے پر چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ ہاں وہ احکام جو مستحب ہیں اگر والدین ان کو چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دیں۔ مثلاً کہیں کہ نفلی نماز نہ پڑھ، نفلی روزہ نہ رکھ اور ہماری خدمت کر تو مستحب پر والدین کی خدمت مقدم ہے۔ تو فرمایا کہ اگر والدین تجھے میرے ساتھ شریک ٹھہرانے پر آمادہ کریں تو ان کی بات نہیں ماننی اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ میری طرف ہے تمہارا لوٹنا فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس میں تمہیں خبر دوں گا اس کارروائی کی جو تم کرتے تھے۔ پھر اس عقیدے اور عمل کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

۞ ۞ ۞

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ۝۹ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِؕ وَلَىٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْؕ اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ۝۱۰ وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ۝۱۱ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝۱۲ وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ٘ وَلَیُسْـَٔلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۝۱۳ ع ۱۳

وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے لَنُدْخِلَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور داخل کریں گے ان کو فِی الصّٰلِحِیْنَ نیک لوگوں میں وَ مِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں یَّقُوْلُ جو کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ پس جب ان کو تکلیف دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جَعَلَ ٹھہراتے ہیں فِتْنَةَ النَّاسِ لوگوں کی آزمائش کو كَعَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح وَلَىٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ اور البتہ اگر آئے مدد آپ کے رب کی طرف سے لَیَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ بے شک ہم تمہارے ساتھ تھے اَوَلَیْسَ اللّٰهُ اور کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَعْلَمَ اچھی طرح

جانتا بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ اس چیز کو جو جہان والوں کے سینوں میں ہے وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ اور البتہ ضرور ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ اور البتہ ضرور ظاہر کرے گا منافقوں کو وَقَالَ الَّذِیْنَ اور کہا ان لوگوں نے کَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو مومن ہیں اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا تم پیروی کرو ہمارے راستے کی وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ اور ہم اٹھالیں گے تمہارے گناہ وَمَا هُمْ اور نہیں ہیں وہ بِحٰمِلِیْنَ اٹھانے والے مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ بے شک وہ البتہ جھوٹے ہیں وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ اور البتہ وہ ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اور کچھ بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ وَلَیُسْئَلُنَّ اور البتہ ضرور سوال کیے جائیں گے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن عَمَّا اس چیز کے بارے میں کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ جو وہ افترا باندھتے تھے۔

کل کے درس میں تم نے سنا (اور پڑھا) کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تاکیدی حکم دیا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے اور اگر والدین کفر وشرک پر آمادہ کریں تو پھر اطاعت نہیں کرنی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی قدر و قیمت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل اچھے کیے یعنی ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی ہوں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے فرمایا لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ البتہ ہم ان کو ضرور داخل کریں گے نیک لوگوں

میں اور نیک لوگوں کا مقام جنت ہے۔تو گویا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو ایمان لائیں گے اور اچھے عمل کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا اور ان کو نیک لوگوں کی رفاقت حاصل ہوگی۔

کمزور ایمان اور منافق قسم کے لوگوں کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے کمزور ایمان والے منافق قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اورلوگوں میں ایسے بھی ہیں یَّقُوْلُ جو کہتے ہیں اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جب ان کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں تکلیف پہنچائی جاتی ہے جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ ٹھہراتے ہیں لوگوں کی آزمائش اور سزا کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح۔لوگوں کی سزا کو ایسے سمجھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا عذاب یعنی لوگوں کی سزا سے بچنے کی ایسے کوشش کرتے ہیں جیسے رب تعالیٰ کے عذاب سے بچنا ہے۔اور دعویٰ ایمان کا کرتے ہیں اور ایمان کے بارے میں جب امتحان آتا ہے تو پھر کچے ثابت ہوتے ہیں۔

ایمان کے دعوے دار امتحان کے وقت کچے ثابت ہوتے ہیں :

اس کا ہم نے عملاً مشاہدہ کیا ہے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں دس ماہ میں نے ملتان جیل میں گزارے ہیں ۔ اس جیل میں چار ضلعوں کے دو سو سیاسی قیدی تھے ۔ گوجرانوالا ، سیالکوٹ ، کیمبل پور، سرگودھا۔ بہت بڑی بیرک تھی دو منزلہ، B کلاس کے قیدی تھے۔ہمیں وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں تھی اور نہ ہی ہم سے کوئی مشقت لی جاتی تھی بلکہ ہم وہاں باقاعدہ پڑھتے پڑھاتے تھے ۔ پانچ چھ سبق میں پڑھاتا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے ساتھ استاد مولانا عبدالقدیر صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحد

صاحبؒ بھی تھے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل اسلم خان چھچھ کے علاقے کا تھا اور مولانا عبدالقدیر صاحب بھی چھچھ کے علاقہ کے رہنے والے تھے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ وہ ہفتے میں ایک دو دفعہ معاینہ کے لیے ضرور آتا تھا۔ ایک دفعہ آیا اور بڑی عقیدت کے ساتھ مولانا کو سلام کیا اور کہا کہ اگر آپ کو کوئی تکلیف ہو تو بتائیں میں اپنے اختیار کے مطابق اس کا ازالہ کروں گا۔ مولانا بڑے مستقل مزاج تھے کہنے لگے الحمد للہ! ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اسلم خان نے کہا مولانا میرے پاس ایک درخواست آئی ہے اس میں لکھا ہے کہ تم ہمیں رہا کردو ہم ختم نبوت کا عقیدہ تو رکھیں گے مگر نہ ہم درس میں بیان کریں گے اور نہ مجمع میں بیان کریں گے۔ اسلم خان نے ہنستے ہوئے کہا مولانا میرے پاس دو ہزار سے زیادہ اخلاقی قیدی ہیں چھ چھ، سات سات، آٹھ آٹھ، نو نو سال سے بامشقت قید کاٹ رہے ہیں کبھی کسی قیدی نے معافی کی درخواست نہیں دی کہ ہمیں رہا کردو آئندہ ہم جرائم نہیں کریں گے۔ تمہارے مولوی دین کے لیے آئے ہیں اور اتنے کچے ہیں کہتے ہیں کہ ہم لکھ کر دیتے ہیں کہ ہم عقیدۂ ختم نبوت درس میں بیان کریں گے نہ مجمع میں بیان کریں گے۔ پھر ان کو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ میں قیدیوں کو رہا کرنے کا مجاز نہیں ہوں میں تو امین ہوں یہ میرے پاس امانت ہیں۔ پھر یہ مرکزی حکومت کے قیدی ہیں ان کو وزیر اعلیٰ اور گورنر بھی رہا نہیں کر سکتے۔ ہم نے استاد محترم سے کہا کہ اس سے کہو کہ ہمیں ان کے نام بتلائے۔ حضرت کے ساتھ چونکہ اس کی بے تکلفی تھی حضرت نے کہا اسلم خان ہمیں ان کے نام بتلاؤ؟ کہنے لگا یہ راز کی باتیں ہیں بتلائی نہیں جاسکتیں۔ حضرت نے فرمایا نہیں ہمیں ضرور بتلاؤ۔ کہنے لگا اچھا میں صرف آپ کو بتلاؤں گا کسی موقع پر۔ حضرت اس کے پاس دفتر میں تشریف لے گئے۔ حضرت بڑے زود نویس تھے وہ درخواست اس نے حضرت کے سامنے رکھی حضرت نے

درخواست کا مضمون تو نہ لکھا کیونکہ وہ زبانی بتلا چکا تھا مولویوں کے نام لکھ لیے ۔ وہ بہت سے مولوی تھے اور سبھی حلوہ خور تھے ۔ حلوہ خوروں کے علاوہ کسی دوسرے کا نام نہ نکلا اور ہمیں اس آیت کریمہ کا مفہوم سمجھ آ گیا کہ لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر پس جب ان کو تکلیف دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ٹھہراتے ہیں لوگوں کی آزمائش اور سزا کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح ۔ جیسے رب تعالیٰ کی سزا سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے ایسے اس عارضی سزا سے بچنے کے لیے حیلے بہانے بناتے ہیں وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّکَ اور البتہ اگر آئے مدد آپ کے رب کی طرف سے کہ کامیابی نصیب ہو پھر کیا ہوگا؟ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمْ البتہ ضرور کہیں گے بے شک ہم تمہارے ساتھ تھے ۔ یعنی تکلیف کے وقت بھاگ جاتے ہیں اور راحت اور کامیابی حاصل ہو جائے تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ۔

ہندوستان کی آزادی میں اہل بدعت کا کوئی حصہ نہیں :

اس کی تازہ مثال جہاد افغانستان میں شیعہ کا کردار ہے کہ جہاد افغانستان شروع ہوا تو تمام شیعہ تنظیمیں بھاگ کر ایران چلی گئی تھیں ۔ مجاہدین کی جتنی بھی تنظیموں نے حصہ لیا وہ ساری اہل سنت والجماعت کی ہیں شیعہ کی کوئی تنظیم جہاد افغانستان میں شریک نہیں ہوئی یہ سب ایران میں مزے اڑاتے رہے جس وقت فتح قریب ہوئی تو کود کر آ گئے کہ حکومت میں ہمیں بھی حصہ دو ۔ بھائی! تم جہاد سے بھاگ کر ایران میں مزے کرتے رہے اور اب تم شور مچاتے ہو کہ ہمیں بھی سیٹیں دو حکومت میں شریک کرو ۔ عجیب دور ہے ۔ اور یہی حال اہل بدعت کا ہے ۔ تاریخ والے جانتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی میں اہل بدعت کا کوئی حصہ نہیں ہے سوائے ایک مولوی فضل حق خان خیر آبادی کے کہ وہ نام کے مغالطے کی وجہ

سے پکڑا گیا تھا کہ اصل حکومت کا باغی تو فضل حق رام پوری تھا نام کے مغالطے کی وجہ سے فضل حق خیر آبادی پکڑا گیا اور جزیدہ انڈمین میں قید کر دیا گیا اس نے وہاں سے خط بھی لکھا کہ میں تو تمہارا ملازم ہوں اور میرا باپ بھی تمہارا ملازم رہا ہے میں تمہارا ہمدرد ہوں مگر رہا نہ ہوسکا اور جزیرہ انڈمین ہی میں بے چارہ فوت ہوگیا۔ یہ مولوی فضل حق خیر آبادی غالی بدعتی تو نہیں تھا آج کل کے بدعتیوں کی طرح کچھ تھوڑا سا بدعت کو پسند کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ بدعتی اس کو اپنا سمجھتے ہیں ۔ تو اہل بدعت میں سے صرف ایک مولوی فضل حق خان خیر آبادی گرفتار ہوا اور وہ بھی نام کے مغالطے کی وجہ سے باقی سب نے انگریز کے خلاف جہاد کی مخالفت کی ہے اور اس موضوع پر انہوں نے با قاعدہ کتاب لکھی ''طُرق الھُدیٰ وَالْاِرشاد '' یہ ہندوستان میں طبع ہوئی اور میرے پاس موجود ہے۔ اس میں ان تمام لوگوں کے فتوے موجود ہیں اور احمد رضا خان بریلوی کے بیٹے کا فتویٰ بھی موجود ہے کہ انگریز کے خلاف جہاد حرام ہے۔ پھر جب ملک بن گیا تو دعویٰ کرتے ہیں کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے۔ کیسی عجیب الٹی منطق ہے؟ نہ ان میں سے کوئی پھانسی پر لٹکا نہ قید ہوا نہ کوئی اجڑا، سزائیں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے کاٹیں، سزائیں مولانا حسین احمد مدنی ، مولانا ابوالکلام آزادؒ ، محمد علی جوہرؒ، شوکت علی قدوائیؒ نے بھگتیں، پھانسیوں پر علمائے دیوبند لٹکے، کھیر کھانے کے لیے یہ آ گئے کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آئے تو یہ ضرور کہیں گے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تکلیف میں ساتھ نہیں دیتے کھیر تقسیم ہونے کے وقت آ جاتے ہیں (مراعات لینے کے لیے آ جاتے ہیں اور یہی حلوہ خور لوگوں کا وتیرہ ہے)

اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ

اس چیز کو جو جہان والوں کے سینے میں ہے وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ عَلِمَ یَعْلَمُ کا معنٰی جاننا بھی ہے اور ظاہر کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں معنٰی ظاہر کرنے کے ہیں۔ معنٰی ہوگا اور البتہ ضرور ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو مومن ہیں وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ اور ضرور ظاہر کرے گا منافقین کو۔ حالات ایسے پیدا کر دے گا کہ ان کی روشنی میں سچے جھوٹے، مخلص غیر مخلص ظاہر ہو جائیں گے۔ اگلی آیت کریمہ میں مومنوں کی ایک آزمائش کا ذکر ہے۔ کل کے سبق میں تم نے سنا کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان جو بعد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہو گئی تھیں کو محلہ داروں نے اکسایا کہ تیرا بیٹا صابی ہو گیا ہے اس نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے اس کو روکو اور اس سے کلمہ چھڑواؤ۔ اس نے بھوک ہڑتال کی، گلی میں لیٹی اور بڑے جتن کیے کہ سعد کلمہ چھوڑ دے مگر انہوں نے کلمہ نہ چھوڑا۔ ایک موقع پر محلہ داروں کا ایک وفد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگے اے سعد! اگرچہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم تمہارے خانگی معاملے میں دخل دیں لیکن ایک محلے میں رہنے کی حیثیت سے ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمہاری والدہ کی حالت تمہارے سامنے ہے اس کا تمہارے اوپر حق ہے لہٰذا تم اس کی بات مان لو اور اس کو راضی کرو۔ اگر تمہیں یہ خطرہ ہو اس گناہ کی وجہ سے تم سزا پاؤ گے تو تمہارے گناہ ہم اٹھا لیتے ہیں۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو مومن ہیں۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جیسوں کو کہا اِتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا پیروی کرو تم ہمارے راستے کی۔ کفر اختیار کرو، کلمہ چھوڑ دو وَلْنَحْمِلْ

خَطٰیٰکُمْ اور ہم اٹھالیں گے تمہارے گناہوں کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا هُمْ بِحَامِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اور نہیں ہیں وہ اٹھانے والے ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی۔ سورہ فاطر آیت نمبر ۱۸ میں ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ''کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' اور سورہ لقمان آیت نمبر ۳۳ میں ہے لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ''اور نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔'' اور سورہ عبس میں ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے۔'' پورے میدان حشر میں کوئی کسی کو نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا یہ کیسے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ بے شک یہ جھوٹے ہیں۔ ورغلانا چاہتے ہیں مگر سعد بن مالک بن وقاص رضی اللہ عنہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کو کون ورغلا سکتا ہے وہ تیسرے نمبر پر مسلمان ہونے والے تھے، عشرہ مبشرہ میں سے تھے، فاتح ایران تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اِنِّیْ اَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی فِی الْاِسْلَامِ ''جب جہاد شروع ہوا تو پہلا تیر میں نے چلایا۔'' رشتے اور برادری میں آنحضرت ﷺ کے ماموں بھی بنتے تھے کتنے اعزاز ان کو حاصل تھے۔ کوفے کے گورنر تھے تو کچھ لوگوں نے ان کی شکایتیں کیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کے لیے آدمی بھیجے تو سب جھوٹ تھا۔ مقبول الدعاء تھے اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتے تھے تو ایسے جلیل القدر صحابی کافروں کے کہنے پر کلمہ چھوڑ سکتے تھے؟

آیات کا بظاہر تعارض اور اس کا حل :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اور البتہ وہ

ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ اور کچھ بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ۔ بظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں ہے کہ وہ ان کے گناہوں میں کچھ بھی نہیں اٹھائیں گے اور دوسری آیت کریمہ میں ہے کہ اپنے بوجھ کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ تو بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ نفی کا محل اور ہے اور اثبات کا محل اور ہے۔ جہاں فرمایا کہ کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا اس کا مطلب یہ ہے ایسے انداز سے دوسروں کے گناہ اور بوجھ اٹھانا کہ اس پر کوئی گناہ نہ رہے اس طرح کوئی نہیں اٹھا سکے گا۔ اور اثبات کا محل یہ ہے کہ اپنے گناہ اور بوجھ بھی اٹھائے گا اور جن کو گمراہ کرنے کا سبب بنا ہے ان کے گناہ بھی اٹھائے گا لیکن کرنے والا بھی نہیں چھوٹے گا۔ اس نے چونکہ ان کو بہکایا اور گمراہ کیا لہٰذا گمراہ کرنے کا وبال بھی اس پر پڑے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے کسی کو بُرا کام بتلایا تو کرنے والوں کا وبال بتلانے والے پر بھی پڑے گا جس نے ان کو غلط راستے پر ڈالا ہے اور اگر کسی نے نیکی بتلائی تو جتنے لوگ نیکی کریں گے اس بتلانے والے کو ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔

فرمایا وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور البتہ ضرور سوال کیے جائیں گے قیامت والے دن۔ قیامت والے دن سوال ہوگا عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اس چیز کے بارے میں جو وہ افترا باندھتے تھے۔ سب چیزوں کے بارے میں قیامت والے دن پوچھا جائے گا۔

۞ ۞ ۞

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا

اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ع ۲ / ۹ / ۱۴

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اِلٰى قَوْمِهٖ ان کی قوم کی طرف فَلَبِثَ فِيْهِمْ پس وہ ٹھہرے ان کے درمیان اَلْفَ

سَنَةٍ ایک ہزار سال اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا مگر پچاس سال کم فَاَخَذَهُمُ
الطُّوْفَانُ پس پکڑا اس قوم کو طوفان نے وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ اور وہ ظالم تھے
فَاَنْجَيْنٰهُ پس ہم نے نجات دی نوح علیہ السلام کو وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ اور کشتی
والوں کو وَجَعَلْنٰهَآ اور بنایا ہم نے اس کشتی کو اٰيَةً نشانی لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان
والوں کے لیے وَاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا ہم نے اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ
جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم کو اعْبُدُوا اللّٰهَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی
وَاتَّقُوْهُ اور ڈرو اس سے ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ بے شک جن کی تم عبادت کرتے
ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْثَانًا بت ہیں وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا
اور گھڑتے ہو تم جھوٹ اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا
نہیں مالک تمہارے لیے رزق کے فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ پس تم تلاش کرو
اللہ تعالیٰ کے پاس روزی وَاعْبُدُوْهُ اور اس کی عبادت کرو وَاشْكُرُوْا لَهٗ اور
اس کا شکر ادا کرو اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وَاِنْ
تُكَذِّبُوْا اور اگر تم جھٹلاؤ گے فَقَدْ كَذَّبَ پس تحقیق جھٹلا چکی ہیں اُمَمٌ مِّنْ
قَبْلِكُمْ امتیں جو تم سے پہلے گزری ہیں وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ
اور نہیں ہے رسول کے ذمے مگر پہنچانا کھول کر اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا ان

لوگوں نے کَیۡفَ یُبۡدِئُ اللّٰهُ الۡخَلۡقَ کیسے ابتدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کی ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ پھر وہ لوٹاتا ہے اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے قُلۡ آپ فرمادیں سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ سیر کرو تم زمین میں فَانۡظُرُوۡا پس دیکھو تم کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ کیسے ابتدا کی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ثُمَّ اللّٰهُ پھر اللہ تعالیٰ یُنۡشِئُ اٹھائے گا النَّشۡاَةَ الۡاٰخِرَةَ اٹھانا آخرت کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہر چیز پر قادر ہے یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ عذاب دے گا جس کو چاہے گا وَ یَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ اور رحم کرے گا جس پر چاہے گا وَ اِلَیۡهِ تُقۡلَبُوۡنَ اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے فِی الۡاَرۡضِ زمین میں وَلَا فِی السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں وَمَا لَکُمۡ اور نہیں ہے تمہارے لیے مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مِنۡ وَّلِیٍّ کوئی حمایتی وَّ لَا نَصِیۡرٍ اور نہ کوئی مددگار۔

نوح علیہ السلام کا تعارف اور ان کی تبلیغ کا ذکر :

سورت کی ابتدا میں تھا کہ لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ دعویٰ ایمان سے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آزمایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔'' تو ان پہلے لوگوں میں نوح علیہ السلام کی قوم ہے، ابراہیم علیہ السلام کی قوم ہے اور دوسرے پیغمبروں کی قومیں ہیں جن کا ذکر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف۔ تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں ہے کہ نوح علیہ السلام کا نام

عبدالغفار تھااور ان کے والد کا نام زمق تھانوح بن زمق علیہما السلام۔قوم کی حالت پر نوحہ کرتے کرتے لقب نوح پڑ گیا فَلَبِثَ فِيهِمْ پس ٹھہرے نوح علیہ السلام قوم میں اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا پچاس کم ایک ہزار سال یعنی نوح علیہ السلام نے قوم کو نوسو پچاس سال تبلیغ کی اور یہ بات قطعی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے۔اور پھر تبلیغ کس انداز میں کی ، نہ دن دیکھا ، نہ رات دیکھی ، نہ صبح دیکھی ، نہ شام دیکھی ، بازاروں میں ، چوکوں پر ، مکان کی چھت پر چڑھ کر توحید سنائی ، دروازوں پر دستک دے کر توحید کا سبق دیا۔سورہ نوح میں ہے رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ''اے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔'' آگے فرمایا ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ''پھر بے شک میں نے ان کو برملا دعوت دی ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔'' نوسو پچاس سال ہر رات دعوت ہر دن دعوت ، علانیہ دعوت ، پوشیدہ دعوت ، رات کو مکان کی چھت پر چڑھ کر دعوت يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے۔'' گلیوں میں ، محلوں میں ، اگر کوئی تنہائی میں ملا تو اس کو آہستہ دعوت دی ، جنازے کے موقع پر ، برات کے موقع پر ، غرض کہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا لیکن وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِيْلٌ [سورۃ ہود] ''بہت کم لوگ مسلمان ہوئے۔'' مرد عورتیں ، بچے ، بوڑھے ملا کر سو بھی پورے نہیں ہوتے۔اور بڑے افسوس اور حسرت کی بات یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی ایمان نہیں لایا اور بیوی بھی ایمان نہیں لائی۔کتنی بڑی آزمائش ہے معمولی آزمائش نہیں ہے فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ پس پکڑا ان کو طوفان نے۔زمین نے پانی اگلا آسمان سے بارش برسی

طوفان آیا کیوں آیا؟ وَ ھُمْ ظٰلِمُوْنَ اور وہ ظالم تھے نوسو پچاس سال کی تبلیغ سے انہوں نے کوئی اثر نہ لیا فَاَنْجَیْنٰہُ پس ہم نے نجات دی نوح علیہ السلام کو وَ اَصْحٰبَ السَّفِیْنَۃِ اور کشتی والوں کو جو ان کے ساتھ سوار تھے ان کو نجات دی اور کوئی نہیں بچا وَجَعَلْنٰھَآ اور ہم نے کر دیا کشتی کو اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ نشانی جہان والوں کے لیے۔ سورہ ہود آیت نمبر ۴۴ میں ہے وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ "اور وہ کشتی ٹکی جودی پہاڑ پر۔" یہ جودی پہاڑ آج کل کے جغرافیے میں عراق کے صوبہ موصل میں ہے اور آج کل اس پہاڑ کو ارارات کہتے ہیں۔ یہ سطح سمندر سے سترہ (۱۷) ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے اَدْرَکَتْھَا اَوَیْلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ "اس امت کے پہلے لوگوں نے اس پہاڑ پر چڑھ کر اس کشتی کا ڈھانچا دیکھا ہے۔" تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو تباہ کیا کیونکہ وہ ظالم تھے مشرک تھے وَاِبْرٰھِیْمَ اس کا عطف اَرْسَلْنَا پر ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ عبارت یوں بنے گی وَاَرْسَلْنَا اِبْرٰھِیْمَ اور ہم نے بھیجا ابراہیم علیہ السلام کو اِذْ قَالَ لِقَوْمِہِ جب فرمایا انہوں نے اپنی قوم کو اعْبُدُوا اللّٰہَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاتَّقُوْہُ اور اس کی مخالفت سے بچو، رب تعالیٰ کے عذاب سے بچو ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے عذاب سے بچنا تمہارے لیے بہتر ہے اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو تو میری بات سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی بہتر ہے اور اس کے عذاب سے بچنا ہی بہتر ہے۔

قوم ابراہیم علیہ السلام کا دو طرح کے شرک میں مبتلا ہونا :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم دو طرح کے شرک میں مبتلا تھی۔ ایک اصنام پرستی بت پرستی۔ سورہ انعام آیت نمبر ۷۴ میں ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ لِاَبِیْہِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ

اَصۡنَامًا اٰلِهَه ''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے۔'' یہ بت کوئی ہوائی اور خیالی نہیں تھے بلکہ بزرگوں کی شکل پر تھے۔ کوئی کسی بزرگ کی شکل پر کوئی کسی بزرگ کی شکل پر۔ محض لکڑی اور کاغذ کے ساتھ کسی کو پیار نہیں ہوتا پیار اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کی تصویر اور فوٹو ہوتا ہے۔ تو شرک کی ایک قسم تو یہ تھی کہ بزرگوں کے بت بناتے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے اور دوسری قسم یہ تھی کہ وہ ستارہ پرستی میں مبتلا تھے۔ ستاروں میں خدائی کرشمے مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اثر چاند، سورج، ستارے میں رکھا ہے اس کا تو انکار نہیں ہے کہ سورج میں حرارت اور روشنی ہے جس کا اثر فصلوں پر اور پھلوں پر ہے۔ چاند کی چاندنی اور ستاروں کی روشنی کا بھی پھلوں پر اثر ہے اس کا انکار نہیں ہے لیکن خدائی اختیارات تو کسی میں نہیں ہیں تو یہ لوگ چاند، سورج، ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے اور بتوں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا رد فرمایا اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ بے شک وہ جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوۡثَانًا وہ بت ہیں انسانوں کے بت تم نے بنائے ہیں وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡكًا اور تم گھڑتے ہو جھوٹ کہ ان میں خدائی اختیارات ہیں حالانکہ خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں تو یہ بت بزرگوں کی شکل پر ہوتے تھے۔

وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، نسر کی تشریح :

سورہ نوح میں پانچ نام ہیں وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، نسر۔ بخاری شریف میں ہے اسماء رِجَالٍ صَالِحِیۡنَ مِنۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ ''یہ پانچ نوح علیہ السلام کی قوم کے بزرگ آدمیوں کے نام تھے۔'' حضرت نوح علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی تو لوگوں نے کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ ''اپنے ان پانچ خداؤں کو نہ چھوڑنا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ وَدّ حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار حضرت ادریس علیہ السلام کے نیک صالح پرہیز گار بیٹے تھے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو لوگوں نے ان کے مجسمے بنا کر پوجا شروع کر دی۔ تو محض پتھر اور لکڑی کی پوجا کسی نے نہیں کی۔ یہ جو بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہیں ان کے علم میں ہے کہ ہندو ایک من کا، تیس سیر کا پتھر اٹھا کر لاتے تھے اسی طرح بھاری لکڑی لاتے جب گھڑتے گھڑتے دس سیر کی رہ جاتی اور رام چندر یا سیتا جی کی شکل بن جاتی کرشنا جی کی شکل بن جاتی تو اس کی عبادت کرنے لگ جاتے۔ تو دراصل تو عبادت رام چندر، سیتا جی، کرشنا جی کی ہوئی پتھر اور لکڑی کی تو نہ ہوئی۔ باقی اصنام اور اوثان کی تشریح میں نے ''گلدستہ توحید'' میں کر دی ہے اس کا ایک دفعہ ضرور مطالعہ کریں۔ درس میں تو موٹی موٹی باتیں بیان ہوتی ہیں۔ تو فرمایا بے شک تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے بتوں کی اور تم جھوٹ گھڑتے ہو اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بے شک جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا وہ مالک نہیں ہیں تمہارے لیے رزق کے فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ پس تم رزق تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی سے رزق طلب کرو وَاعْبُدُوْهُ اور اس کی عبادت کرو وَاشْكُرُوْا لَهٗ اور شکر ادا کرو اسی رب کا اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اے میری قوم! وَاِنْ تُكَذِّبُوْا اور اگر تم جھٹلاؤ گے توحید کو، رسالت کو، قیامت کے عقیدے کو فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ پس تحقیق جھٹلا چکی ہیں وہ امتیں جو تم سے پہلے گزری ہیں۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ ان کا انجام دیکھ لو وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور نہیں ہے رسول کے ذمے

مگر بات پہنچانی ہے کھول کر۔ پیغمبر کے فرائض میں منوانا نہیں ہے بات کو واضح کر کے پہنچانا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ کیسے ابتدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کی۔ ابتداءً انسان کا بچہ، حیوان کا بچہ، پرندوں کا بچہ کیسا ہوتا ہے پھر کس طرح ان کو جوانی تک لے جاتا ہے ثُمَّ یُعِیْدُہٗ پھر وہ لوٹاتا ہے اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ یہ لوٹانا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ جو ابتداءً پیدا کر سکتا ہے وہ لوٹا بھی سکتا ہے (اس عمل تخلیق کا اعادہ بھی کر سکتا ہے) اس کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں ہے قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ آپ کہہ دیں اے ابراہیم علیہ السلام زمین میں سیر کرو چلو پھرو فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ پس دیکھو کس طرح رب تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ آسمان دیکھو، زمین دیکھو، چاند، سورج، ستارے دیکھو ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ پھر اللہ تعالیٰ اٹھائے گا اٹھانا آخرت کا۔ جس نے ابتداءً پیدا کیا ہے وہ آخرت والے دن بھی اٹھائے گا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر رب تعالیٰ کے پاس جانے کے بعد کیا ہوگا؟ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ کافر، مشرک، منافق، باغی کو سزا دے گا وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ اور رحم کرے گا جس پر چاہے گا۔ اہل توحید اچھے اعمال کرنے والوں پر رب تعالیٰ کی رحمتیں ہوں گی وَ اِلَیْہِ تُقْلَبُوْنَ اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

دین کی بات ان کو سمجھ آتی ہے جن کے دل صاف ہوتے ہیں :

انسان کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس نے رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے اور اس کے لیے تیاری کرنی ہے لیکن آج ہمارے دل پتھر کی طرح سخت ہو چکے ہیں۔ دنیا کی ساری باتیں ہم سمجھتے ہیں مگر دین کی بات ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ اور

ان کو سمجھ آتی ہے جن کے دل شیشے کی طرح صاف ہیں اور جن پر رب تعالیٰ کا کرم ہے باقی جن کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں وہ نہیں سمجھتے ان کو نوح علیہ السلام نہیں سمجھا سکے، ابراہیم علیہ السلام نہیں سمجھا سکے، دوسرے پیغمبر نہیں سمجھا سکے اور کون سمجھا سکتا ہے۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ اور تم عاجز نہیں کر سکتے رب کو زمین میں وَلَا فِي السَّمَآءِ اور نہ آسمان میں۔ رب تعالیٰ کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ تمہیں پیدا کیا تم آگئے جب مارے گا مر جاؤ گے موت کو ٹال نہیں سکتے۔ اردو کے مشہور شاعر ذوقؔ کا شعر ہے

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

زمین آسمان میں جو فیصلہ رب تعالیٰ فرمائیں گے وہی ہوگا اور یاد رکھنا وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔ ولی اس کو کہتے ہیں جو زبانی زبانی حمایت کرے۔ جس طرح لوگ زبانی طور پر کہتے ہیں کہ مظلومان کشمیر کی حمایت کرتے ہیں۔ اور نصیر اسے کہتے ہیں جو عملی طور پر مدد کرنے والا ہو۔ تو رب تعالیٰ جب پکڑے گا نہ تو کوئی حمایت کرنے ولا ہوگا اور نہ کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

۞ ۞ ۞

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا وَلِقَآئِهٖ اور اس کی ملاقات کا اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ جو مایوس ہو چکے ہیں میری رحمت سے وَ اُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ ہیں لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کے لیے عذاب ہے دردناک فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ پس نہیں تھا ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب اِلَّآ اَنْ قَالُوْا مگر یہ کہ انہوں نے کہا اقْتُلُوْهُ قتل کرو اس کو اَوْ حَرِّقُوْهُ یا اس کو آگ میں جلاؤ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی مِنَ النَّارِ آگ سے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے وَقَالَ اور کہا ابراہیم علیہ السلام نے اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ بے شک تم نے بنالیا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْثَانًا بتوں کو معبود مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ آپس کی محبت کی بناپر فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی میں ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ پھر قیامت والے دن یَکْفُرُ بَعْضُکُمْ بِبَعْضٍ انکار کریں گے بعض تمہارے بعض کا وَّ یَلْعَنُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اور لعنت بھیجیں گے تمہارے بعض بعض پر وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ اور ٹھکانا تمہارا آگ ہوگی وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہوگا تمہارے لیے کوئی مددگار فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ پس تصدیق کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت لوط علیہ السلام نے وَ قَالَ اِنِّیْ اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے بے شک میں مُهَاجِرٌ ہجرت کرنے والا ہوں اِلٰى رَبِّیْ اپنے رب کی طرف اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک وہ رب غالب ہے حکمت والا ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ اور ہم نے عطا کیا ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق وَ يَعْقُوْبَ اور یعقوب وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّيَّتِهِ اور رکھ دی ہم نے ان کی اولاد میں النُّبُوَّةَ نبوت وَالْكِتٰبَ اور کتاب وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ اور دیا ہم نے اس کو اس کا اجر فِی الدُّنْيَا دنیا میں وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ فِی الْاٰخِرَةِ آخرت میں لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ البتہ نیکوں میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ

السلام ملک عراق کے علاقہ اُر میں پیدا ہوئے۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام کُوسیٰ بروزن طوبیٰ ہے۔ یہ کلدانی حکومت کا دارالخلافہ تھا نمرود بن کنعان بڑا مشرک، کافر، ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔ اس کے دور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ ان کی کافی تقریر پہلے گزر چکی ہے یہ بھی انہی کا بیان ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو سنایا اور سمجھایا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ آیت سے حسی آیت بھی مراد ہو سکتی ہے اور معنوی آیت بھی مراد ہو سکتی ہے۔

لفظ آیت کی وضاحت :

حسی آیت سے مراد معجزہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے ہاتھوں پر جو معجزے ظاہر ہوتے تھے ان کا انکار کرتے ہیں۔ کہتے تھے کہ یہ جادو ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی نہیں ہے۔ نظر تو ان کو سب کچھ آتا تھا جیسے مکے والوں نے چاند دو ٹکڑے ہونے کا انکار کیا یہ کہہ کر کہ یہ بڑا طاقتور جادو ہے۔ چاند دو ٹکڑے ہوا انہوں نے دیکھا اس کا انکار نہیں کیا کہ چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی ہونے کا انکار کیا جادو کہہ کر۔ یہ مطلب ہے انکار کا۔

اور معنوی آیت سے مراد آسمانی کتابوں کی آیات ہیں۔ قرآن کی آیات، تورات کی آیات، انجیل اور زبور کی آیات کہ ان لوگوں نے آسمانی کتابوں کی آیات کا انکار کیا جیسے قرآن پاک کے بارے میں کہا کہ یہ کھلا جادو ہے وَلِقَآئِهٖ اور وہ لوگ جنہوں نے رب تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کیا کہ قیامت نہیں آئے گی حشر نشر نہیں ہوگا رب تعالیٰ کی ملاقات نہیں ہوگی اور قیامت کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ ایک خبیث ہندو شاعر نے قیامت کا ایسے

مذاق اڑایا۔کہتا ہے......

ملے گی شیخ کو جنت ہمیں دوزخ عطا ہوگا

بس اتنی بات ہے جس کے لیے محشر بپا ہوگا

بھئی! یہ چھوٹی بات ہے کہ کافروں کو دوزخ ملے گا اور مومنوں کو جنت؟ اے بے وقوف تو مذاق کرتا ہے۔تو فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا اُولٰٓئِکَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ یہی لوگ ہیں جو مایوس ہوئے ہیں میری رحمت سے حالانکہ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ [سورۃ الاعراف] ''اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔'' وَ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے درد ناک عذاب ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا پیغام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زبان میں لوگوں کو سنایا۔لوگوں نے کیا جواب دیا سنو! فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ پس نہیں تھا ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا مگر انہوں نے یہ کہا اقْتُلُوْهُ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کرو اَوْ حَرِّقُوْهُ یا اس کو آگ میں جلا دو کہ اس نے ہمارے بت توڑ کر ہمارے کلیجے جلائے ہیں۔ چنانچہ اسی پر اتفاق ہوا کہ آگ میں جلاؤ۔ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صرف دو آدمی تھے۔ایک کا ذکر ابھی آگے آرہا ہے حضرت لوط علیہ السلام جو ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور بعد میں پیغمبر بنے اور ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام جو ابراہیم علیہ السلام کی چچا زاد بہن تھی۔انہوں نے ساتھ دیا تیسرا کوئی آدمی ساتھ دینے والا نہیں تھا سب نے اتفاق کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دو۔

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا قصہ :

• تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں بڑا عجیب منظر لکھا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

جلانے کے لیے بہت بڑا بھٹا تیار کیا گیا اور شہریوں اور دیہاتیوں سے لکڑیوں کا چندہ مانگا گیا کہ لکڑیاں لاکر اس میں ڈالتے جاؤ۔ بوڑھی بوڑھی عورتیں جو سہارے کے بغیر چل نہیں سکتی تھیں ہاتھ میں لاٹھی اور سر پر لکڑیوں کا گٹھا لے کر جا رہی ہیں۔ اماں! کہاں جا رہی ہے؟ کہتی ابراہیم کو جلانا ہے آگ میں لکڑیاں ڈالنے کے لیے جا رہی ہوں۔ آگ میں ڈالنے کا دن مقرر ہوا۔ انجینئر ھیزوم نے آلہ تیار کیا جس کے ذریعے اٹھا کر پھینکنا تھا اس آلے کا نام منجنیق تھا۔ یہ ایسا آلہ تھا کہ بڑے بڑے پتھروں کو بغیر بارود کے اٹھا کر قلعوں پر پھینکتا تھا اسے ھیزم انجینئر نے تیار کیا تھا۔ بعد میں یہ آلہ جنگوں میں استعمال ہوتا تھا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ محمد بن قاسمؒ جب چھ ہزار کی فوج لے کر راجہ داہر کے مقابلے میں آئے تو ان کی منجنیق پر پانچ سو آدمی بیٹھے تھے۔

لکڑیوں کو آگ لگائی گئی سب لوگ تماشائی اکٹھے ہوئے نمرود بن کنعان بھی بمع کابینہ کے آکر بیٹھ گیا جُـرِّدَ عَنِ الثِّیَاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برہنہ کر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینک دیا گیا۔ نعرے پر نعرے لگ رہے تھے لوگ انتظار میں تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سر پھٹے گا اور ہمارے سینے ٹھنڈے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ فرمایا قُـلْـنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًاوَّسَلَا مًا [انبیاء: ۱۷] ''اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا مگر حد سے زیادہ نہیں سلامتی والی۔'' آگ نے صرف وہ رسیاں جلائیں جن سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے باقی بدن کا ایک بال بھی نہ جلا اور آگ آناً فاناً بجھ گئی۔ اور اسی مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس جگہ باغ بن گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس باغ میں ٹہل رہے تھے۔ والد نے یہ لفظ بھی کہے نِـعْـمَ الـرَّبُّ رَبُّکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ ''اے ابراہیم تیرا رب بہت اچھا ہے۔'' مگر ایمان نہیں لایا اپنے گروہ

کو نہیں چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَنۡجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ پس ہم نے نجات دی ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لیکن کس کے لیے لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے کہ آگ نے صرف رسیوں کو جلایا اور ٹھنڈی ہوگئی اور اس جگہ باغ بن گیا یہ بڑی نشانیاں ہیں مگر ماننے والوں کے لیے وَقَالَ اور ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا پختہ بات ہے کہ جن کو تم نے معبود بنایا ہوا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وہ بت ہیں۔ یہ تمہارا بتوں کو معبود بنانا مَّوَدَّةَ بَیۡنِکُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا آپس کی محبت کی بنا پر دنیا کی زندگی میں۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ چونکہ تمہاری ان بتوں کے ساتھ دوستی اور محبت ہے اس لیے تم نے ان کو معبود بنایا ہوا ہے۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ چونکہ تمہارے دوست مشرک ہیں تو ان کی دوستی اور محبت کی وجہ سے تم نے ان بتوں کو معبود بنایا ہے۔

سوسائٹی کے اثرات :

سوسائٹی کا بڑا اثر ہوتا ہے مجلس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ بُری مجلس کی وجہ سے پیغمبر کا بیٹا کنعان کفر و شرک میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کا باغی ہوگیا۔ کنعان کی مجلس جب برے لوگوں کے ساتھ شروع ہوئی تو نوح علیہ السلام نے بڑا سمجھایا کہ بیٹے میری حیثیت دیکھو میری پوزیشن دیکھو میرا ماحول دیکھو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ کہنے لگا ابا جی! یہ میرا کیا بگاڑ لیں گے۔ لیکن اس بری مجلس نے اس کو کفر و شرک پر آمادہ کیا وہ رب تعالیٰ کا نافرمان اور باغی ہوا۔ دنیا میں پانی کے اندر غرق ہوا اور آخرت میں ہمیشہ دوزخ کے اندر رہے گا۔ تو بری مجلس کا بھی اثر ہوتا ہے اور برے ساتھی کا بھی۔ فارسی زبان کا مقولہ ہے

؎ یار بد از مار بد بسیار بد

''بُرا ساتھی بُرے سانپ سے بھی بُرا ہوتا ہے۔'' اور سوسائٹی آدمی کی پہچان ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کسی آدمی کے متعلق یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ نیک ہے یا بد ہے فرمایا فَلْيَنظُرْ مَنْ يُخَالِلُ ''پس دیکھو اس کے دوست کیسے ہیں'' اس کی سوسائٹی کیسی ہے۔ کن لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے تمہیں خود بخود پتا چل جائے گا کہ یہ آدمی کیسا ہے۔ اگر مجلس اچھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھا ہے اور اگر مجلس بُری ہے تو یہ بھی بُرا ہے۔ تو فرمایا کہ تم نے جو بتوں کو معبود بنایا ہے دنیا کی زندگی کی دوستی کی بنا پر بنایا ہے لیکن یاد رکھنا! ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر قیامت والے دن يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ انکار کریں گے بعض تمہارے بعض کا۔ یہ تمہارے معبود تمہارا انکار کریں گے اور تم ان کا انکار کرو گے وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اور تم ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے تم معبودوں پر اور معبود تم پر لعنت بھیجیں گے۔ اسی طرح جن کی دوستی کی وجہ سے تم غلط راستے پر چلے تم ان پر لعنت بھیجو گے اور وہ تم پر لعنت بھیجیں گے۔ یہ بات سوچنے اور سمجھنے والی ہے آنکھیں بند ہونے کے بعد کچھ نہیں کر سکو گے وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ اور ٹھکانا تمہارا دوزخ ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہوگا تمہارے لیے کوئی مددگار فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ پس تصدیق کی ابراہیم علیہ السلام کی لوط علیہ السلام نے جو ان کے سگے بھتیجے تھے لوط بن ہاران بن آزر وَ قَالَ اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ بے شک میں ہجرت کرنے والا ہوں اپنے رب کی طرف۔ اپنے رب کی رضا کے لیے عراق سے شام کی طرف۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت لوط علیہ السلام تھے کافی سفر تھا لیکن وہ لوگ بڑی ہمت والے ہوتے تھے اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک اللہ تعالیٰ

غالب ہے حکمت والا ہے وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ اور عطا کیا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق۔ چونکہ ہجرت کا ذکر ہے اور ہجرت میں حضرت سارہ ساتھ تھیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام سے پیدا ہوئے اس لیے یہاں اسحاق علیہ السلام کا ذکر ہے ورنہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں مگر ان کی والدہ ہجرت کے سفر میں ساتھ نہیں تھیں راستے میں ملی تھیں۔ان کی والدہ کا نام ہاجرہ ہے۔ چونکہ ہجرت کے سفر میں حضرت اسحاق کی والدہ ساتھ تھیں اور ذکر ہجرت کا ہے اس لیے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق عطا کیا وَ یَعْقُوْبَ اور یعقوب دیا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ اسحاق علیہ السلام بڑے ہوئے ان کی شادی ہوئی ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ نے پوتا عطا فرمایا۔ پھر یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یوسف علیہ السلام ہیں۔

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ اور رکھ دی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت۔ اسحاق علیہ السلام نبی، ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام، ان کا لقب اسرائیل ہے۔ اسراء کا معنیٰ عبد اور ایل کا معنیٰ اللہ۔ تو اسرائیل کا معنیٰ بنا عبداللہ۔ ان کی اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف آنحضرت ﷺ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ تو فرمایا ہم نے ان کی اولاد میں نبوت رکھی وَالْكِتٰبَ یہ الف لام جنس کا ہے مراد کتابیں ہیں، تورات، انجیل، زبور اور آخر میں قرآن کریم وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا اور دیا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اجر دنیا میں کہ آج بھی دنیا میں ابراہیم علیہ السلام کا نام عقیدت اور ادب واحترام

کے ساتھ لیا جاتا ہے ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام۔ مسلمانوں کا تو ایمان ہی یہ ہے کہ سب پیغمبروں کا نام ادب اور احترام سے لیتے ہیں۔ یہودی، عیسائی بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ یہودی عیسائی ابراھام کہتے ہیں۔ عبدالقادر جیلی بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں انہوں نے تصوف کے موضوع پر کتاب لکھی ہے ''الانسان الکامل'' اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہندو جس کو برھما کہتے ہیں وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، برھما مہاراج۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھی عظمت، فضیلت اور شہرت عطا فرمائی ہے وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ اور بے شک وہ آخرت میں البتہ نیکوں میں سے ہیں۔ یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلا اور بلند درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے دوسرا درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

۞ ۞ ۞

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ﳔ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ۠ ﴿۳۰﴾ وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۚۖ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًاؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا٘ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ٘ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

وَلُوْطًا اور بھیجا ہم نے لوط علیہ السلام کو رسول بنا کر اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم کو اِنَّكُمْ بے شک تم لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ البتہ کرتے ہو تم بے حیائی ایسی مَا سَبَقَكُمْ بِهَا نہیں سبقت کی تم سے اس بے حیائی میں مِنْ اَحَدٍ کسی ایک نے مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں سے اَىِٕنَّكُمْ کیا بے شک تم لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شہوت رانی کرتے ہو مردوں پر وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ اور کاٹتے ہو راستے وَتَاْتُوْنَ اور کرتے ہو تم فِیْ نَادِیْكُمْ اپنی مجلسوں میں الْمُنْكَرَ بری باتیں فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ پس نہیں تھا جواب ان کی قوم کا اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا مگر یہ کہ انہوں نے کہا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ لاؤ ہمارے پاس

اللہ تعالیٰ کا عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچ کہنے والوں میں سے قَالَ کہا لوط علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِيْ اے میرے رب میری مدد کر عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ فسادی قوم کے مقابلے میں وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کے پاس بِالْبُشْرٰى خوش خبری لے کر قَالُوْآ انہوں نے کہا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی والوں کو اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ بے شک اس بستی کے رہنے والے ظالم ہیں قَالَ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا بے شک اس بستی میں لوط علیہ السلام بھی ہیں قَالُوْا فرشتوں نے کہا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ہم خوب جانتے ہیں اس کے رہنے والوں کو لَنُنَجِّيَنَّهٗ البتہ ہم ضرور اس کو نجات دیں گے وَاَهْلَهٗ اور اس کے اہل کو بھی اِلَّا امْرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ہوگی پیچھے رہنے والوں میں۔

ابراہیم علیہ السلام نے عراق میں اسّی سال قوم کو تبلیغ کی :

کل کے درس میں یہ بات تم سن چکے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک عراق کے رہنے والے تھے اور انہوں نے کم وبیش ستر، اسّی سال اپنے والد اور اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ مگر اتنے طویل عرصہ میں سوائے اہلیہ محترمہ اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے اور کوئی ایمان نہیں لایا۔ حضرت لوط علیہ السلام تو پیغمبر تھے اور پیغمبر پیدائشی طور پر کفر وشرک سے پاک ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی تم پڑھ اور سن چکے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو آگ کے بھٹے میں ڈالا

گیا اللہ تعالیٰ نے آگ کو باغ بنا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا تو وہ عراق سے شام چلے گئے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور حکم ہوا کہ بستی سدوم اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو تبلیغ کرو۔ حضرت لوط علیہ السلام جب ان لوگوں کے پاس گئے تو وہ لوگ ان کے طور اطوار، خوش اخلاقی سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کو رشتہ دے دیا حالانکہ رشتہ دنیا کے مشکل مراحل میں سے ایک مشکل مرحلہ ہے ایسے ہی کوئی بہن بیٹی نہیں دیتا۔ رشتہ دے دیا مگر کلمہ نہیں پڑھا۔ اس زمانے میں مومن کافر کا رشتہ جائز ہوتا تھا۔ اسلام میں بھی سولہ سال تک، تیرہ سال مکہ مکرمہ کے اور تین سال مدینہ منورہ کے کافروں کے ساتھ رشتہ جائز تھا۔ ہجرت کے تیسرے سال کے آخر میں سورہ بقرہ کی یہ آیات نازل ہوئیں وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ''اور مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔'' اور آگے آتا ہے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ''اور نکاح نہ کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کے ساتھ یہاں تک کہ ایمان لائیں۔'' اس آیت سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کافی عرصہ اس کو تبلیغ کی اس بیوی سے دو بچیاں بھی پیدا ہوئیں۔ بعض نے تین بچیاں بھی لکھی ہیں مگر دو کا ثبوت واضح دلائل کے ساتھ ہے۔ بیوی نے بھی کلمہ نہیں پڑھا بچیوں نے کلمہ میں والد کا ساتھ دیا وہ ماں سے متاثر نہیں ہوئیں۔ حالانکہ طبعی طور پر بچیوں کا میلان ماں کی طرف ہوتا ہے اور ماں سے متاثر ہونا فطری امر ہے۔ لیکن ان کی قسمت اچھی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے جب اس بستی سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ یہ دو بچیاں اور پانچ چھ آدمی اور تھے اور بس۔

قومِ لوط کی بدکاریوں کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلُوۡطًا اور ہم نے بھیجا لوط علیہ السلام کو رسول بنا کر اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ جس وقت فرمایا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو۔شہر سدوم اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو کہا اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ بے شک تم البتہ کرتے ہو بے حیائی ایسی مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا نہیں سبقت کی تم سے اس بے حیائی میں مِنۡ اَحَدٍ کسی ایک نے مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ جہان والوں میں سے۔یہ جو خباثت تم کرتے ہو تم سے پہلے جہان میں کسی ایک نے نہیں کی۔نہ انسان نے نہ جن نے۔قرآن کریم کی یہ نص قطعی واضح کر رہی ہے کہ یہ بے حیائی پہلے کسی نے نہیں کی اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ کیا بے شک تم اپنی شہوت مردوں پر پوری کرتے ہو وَتَقۡطَعُوۡنَ السَّبِيۡلَ اور کاٹتے ہو تم راستے کو جو رب تعالیٰ نے شہوت کی تکمیل کے لیے بنایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی افزائش کے لیے مرد بھی پیدا فرمائے عورتیں بھی پیدا فرمائیں۔جائز طریقے سے عورتوں کے ساتھ نکاح کرو اور اپنی خواہش کو پورا کرو اور غلط راستہ اختیار نہ کرو یہ بُرا کام ہے۔اور تَقۡطَعُوۡنَ کی دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تم راہ کاٹتے ہو۔یعنی راستے پر چلتے لوگوں پر ڈاکے ڈالتے ہو اور ان کا مال و اسباب لوٹتے ہو اور یہ تفسیر بھی بیان کی گئی کہ راستے پر چلتے لوگوں کو پکڑ کر ان کے ساتھ بے حیائی کرتے تھے۔کیونکہ وہ بڑے تنومند اور طاقتور لوگ تھے۔حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ لوگوں نے ان کی یہ برائی سن کر راستوں پر آنا چھوڑ دیا تھا۔ وَتَاۡتُوۡنَ فِىۡ نَادِيۡكُمُ الۡمُنۡكَرَ اور تم کرتے ہو اپنی مجلس میں بری باتیں۔اتنے بے شرم اور بے حیا تھے کہ مجلس میں بھی یہ برائی کرنے سے باز نہیں آتے تھے حالانکہ مجلس میں آدمی تھوڑی بہت شرم کرتا ہے لیکن یہ باز نہیں آتے تھے۔پھر مجلسوں میں گوز بازی کا مقابلہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ

جس کی ہوا زیادہ آواز کے ساتھ نکلے وہ بہادر ہے۔ اور ایک دوسرے کے منہ پر تھوکتے تھے۔ انگلیوں اور ناخنوں پر مہندی لگائی ہوتی تھی اور ایک دوسرے کو چھیڑتے تھے۔ جیسے عورتیں آج کل ناخن پالش لگاتی ہیں۔ یہ سب سے پہلے سدومیوں نے شروع کی ہے۔

وضو کے لیے اہم جزئیات :

یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ناخنوں پر پالش لگی ہوئی ہوتو نہ وضو ہوتا ہے اور نہ غسل ہوتا ہے نہ نماز ہوگی نہ طواف ہوگا۔ کیونکہ لمبے ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے پانی نیچے نہیں پہنچتا اور ناخن پالش سے لیپ ہو جاتا ہے پانی نیچے نہیں جاتا۔ اور یہ مسئلہ بھی تم بارہا سن چکے ہو کہ فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ بے وضو سجدہ کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ بے وضو سجدہ کرنا کفر ہے اور کفر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ حالانکہ فقہاء کرامؒ کا طبقہ بڑا محتاط طبقہ ہے۔ جن عورتوں نے ناخن پالش لگائی ہوئی ہے لمبے ناخن ہیں وضو تو ہوا نہیں سجدہ کرے گی تو نکاح ٹوٹ جائے گا اولاد حرامی ہوگی پھر وہ ان کا کیا کہنا مانے گی۔ ان مسائل کو چھوٹا نہ سمجھو یہ بڑے مسائل ہیں۔ ان مسائل کی گھروں میں نگرانی کرو۔ اور یہ مسئلہ بھی میں نے کئی دفعہ سمجھایا ہے کہ عورتوں نے ناک میں کوکا پہنا ہوتا ہے۔ اگر کوکے والے سوراخ میں پانی نہ گیا تو وضو نہیں ہوگا اور نہ ہی غسل ہوگا۔ عورتیں دم کرانے کے لیے آتی ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ بیٹی وضو کرتے وقت ناک کے سوراخ میں پانی ڈالتی ہو تو سو میں سے ایک دو کہتی ہیں کہ ڈالتی ہوں۔ بعض کہتی ہیں کہ معلوم نہیں پانی جاتا ہے کہ نہیں جاتا۔ بعض کہتی ہیں کہ ہمیں تو مسئلے کا علم نہیں ہے۔ بیڑا غرق ہو گیا ہے۔ جو بے دین ہیں ان کی تو بات ہی نہ کرو۔ جو اپنے آپ کو دین دار کہلاتے ہیں ان کا بھی بیڑا غرق ہو گیا ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ باریک دوپٹا جس سے سر کے بال نظر آتے

ہوں اس کے ساتھ قطعاً نماز نہیں ہوتی چاہے دروازہ بند کر کے بجلی بند کر کے کمرے کے اندر ہی کیوں نہ نماز پڑھی جائے۔

اسی طرح ٹیڈی لباس ہو۔عورت کی کلائی بقدر دو انگشت ننگی ہو تو قطعاً نماز نہیں ہوگی ،کان ننگے ہوں عورت کی نماز نہیں ہوگی ۔ یہ مسائل اپنے گھروں میں جا کر سمجھاؤ اور پھر ان کی نگرانی کرو اور جو عزیز رشتہ دار عورتیں آئیں ان کو بھی سمجھاؤ ۔تو فرمایا کہ تم اپنی مجلسوں میں بری باتیں کرتے ہو فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ پس نہیں تھا لوط علیہ السلام کی قوم کا جواب اِلَّآ اَنْ قَالُوا مگر یہ کہ انہوں نے کہا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ لاؤ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچ بولنے والوں میں سے۔ ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو، لے آؤ عذاب، دیر کس چیز کی ہے قَالَ کہا لوط علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۔ رَبِّ اصل میں يَا رَبِّيْ تھا پھر 'یا' کو بھی حذف کر دیا گیا اور آخری 'ی' کو بھی حذف کر دیا گیا۔ معنیٰ ہوگا اے میرے رب میری مدد کریں فسادی قوم کے خلاف ،فسادی قوم کے مقابلے مین میری مدد کریں۔آگے ذکر آ رہا ہے درمیان میں ایک اور بات کا بیان ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال کے قریب تھی اور اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کی اٹھانوے ننانوے اور بعضؒ سو بھی بتاتے ہیں۔لیکن بچی بچہ نہیں ہوا تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر تشریف فرما تھے کہ اچانک مہمان آ گئے۔تفسیروں میں چھ کا ذکر بھی آتا ہے، دس کا ذکر بھی آتا ہے، بارہ کا ذکر بھی آتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو بیٹھک میں بٹھایا اور خیال کیا کہ ایک آدھ مرغا تو کام نہیں آئے گا مہمان زیادہ ہیں اور چہرے بشرے سے اور کپڑوں سے معزز معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بچھڑا پالا ہوا تھا اس کو ذبح کر کے گھر دیا کہ اس کو روسٹ کرنا

ہے شوربے والانہیں بنانا۔ مہمان بڑے مزے سے بیٹھے رہے اور یہ کارروائی ہوتی رہی۔

پہلے زمانے کے ڈاکو آج کی نسبت شریف ہوتے تھے:

جس وقت گوشت تیار ہو گیا تو تھالوں میں رکھ کر مہمانوں کے سامنے پیش کیا لیکن مہمانوں نے کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھائے۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۶۷ میں ہے فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دل میں کچھ خوف محسوس کیا کہ لگتا ہے کہ یہ لوگ کسی اچھے ارادے سے نہیں آئے۔ کیونکہ اس زمانے کے چور ڈاکو بہ نسبت آج کے زمانے کے چوروں اور ڈاکوؤں کے، شریف ہوتے تھے جس کے گھر سے کچھ کھا پی لیتے تھے اس کے خلاف کارروائی کرنے کو نمک حرامی سمجھتے تھے۔ اور آج کل کے ڈاکو آتے ہیں تو پہلے کہتے ہیں کہ کھانے کی چیزیں کہاں ہیں؟ کھانے پینے سے فارغ ہو کر کہتے ہیں کہ سیف اور تجوری کی چابیاں لاؤ۔ اتنے بے خوف ہو چکے ہیں کہ کوئی حساب ہی نہیں ہے دن دیہاڑے لوٹتے ہیں۔ کوٹھیوں میں داخل ہو کر، بسوں میں گھس کر، بازاروں میں لوٹ مار کرتے ہیں، بنک لوٹتے ہیں حالانکہ ان کے گن مینوں کے پاس بندوقیں ہوتی ہیں مگر ان کو کوئی ڈر خوف نہیں۔ یہ ساری خرابی غلط نظام کی وجہ سے ہے۔ جب تک نظام درست نہیں ہو گا یہ برائیاں ختم نہیں ہوں گی اور نظام کی درستی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کیا جائے۔ تم سعودیہ جا کر دیکھ لو وہاں سامان کھلے میدان میں دس دن پڑا رہے کوئی نہیں چھیڑتا۔ بڑی بڑی سونے کی دکانیں ہیں کوئی گن مین نہیں ہے حالانکہ وہاں بھی مکمل اسلامی قانون نافذ نہیں ہے چند حدود نافذ ہیں جن کی یہ برکات ہیں کہ اگر کسی کا جنگل میں ڈیرا ہے تو وہاں بھی اس کو کوئی نہیں چھیڑتا اور یہاں شہروں میں گھروں سے نکال کر لے جاتے ہیں کوئی جگہ محفوظ نہیں ہے اور آزادی کے جشن منائے جاتے ہیں۔ جشن آزادی

منانے کا کیا معنٰی ہے؟ بس لوگوں کو الو بنایا ہوا ہے۔ یہ آزادی جو تم نے بنائی ہوئی ہے قرآن کے خلاف، اسلام کے خلاف اس پر ہزار لعنت۔

تو خیر جب مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دل میں ڈر محسوس کیا۔ فرشتے سمجھ گئے کہنے لگے لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمِ لُوْط [ہود: ۷۰] ''آپ خوف نہ کھائیں بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف۔'' میں جبرائیل ہوں یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے ہم کھانا نہیں کھاتے آپ کو خوش خبری سنانے آئے ہیں آپ کے ہاں بیٹا ہوگا اور پھر اس کے بعد یعقوب پوتا ہوگا۔ حضرت سارہ علیہا السلام کہنے لگیں یٰوَیْلَتٰٓی ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ''تعجب ہے میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے اس کی عمر ایک سو بیس سال ہے۔'' فرشتوں نے کہا ہم فرشتے ہیں سچ کہہ رہے ہیں رب تعالیٰ آپ کو بیٹا بھی دے گا اور تمہاری زندگی میں پوتا بھی دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بِالْبُشْرٰی خوش خبری لے کر۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خوش خبری کے لیے تو ایک آدھ فرشتہ ہی کافی تھا اور یہ اچھی خاصی ٹیم ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے آپ کو خوش خبری دینی ہے لڑکے اور پوتے کی اور پھر بستی سدوم کو غرق کرنا ہے۔ قَالُوْٓا فرشتوں نے کہا اِنَّا مُھْلِکُوْٓا اَھْلِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس بستی کے رہنے والوں کو۔ ھٰذِہِ سے اشارہ تھا بستی سدوم کی طرف جن کی طرف لوط علیہ السلام گئے تھے اِنَّ اَھْلَھَا کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ بے شک اس بستی کے رہنے والے ظالم ہیں۔ جب فرشتوں نے یہ بات کہی اور استثناء بھی کسی کا نہ کیا قَالَ

ابراہیم علیہ السلام بول پڑے اِنَّ فِیۡهَا لُوۡطًا بے شک اس بستی میں میرے بھتیجے لوط علیہ السلام بھی تو ہیں ان کا کیا بنے گا؟ قَالُوۡا فرشتوں نے کہا نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِیۡهَا ہم خوب جانتے ہیں ان کو جو وہاں رہتے ہیں ان کو کوئی خطرہ نہیں لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ البتہ ہم ضرور نجات دیں گے لوط علیہ السلام کو اور ان کے ماننے والوں کو بھی۔ ماننے والوں میں دو بیٹیاں تھیں اور چند اور نیک بخت عورتیں تھیں باقی سب دوسری طرف تھے۔ تو ہر زمانے میں اکثریت گمراہوں کی رہی ہے۔ آج اکثریت پر لوگوں کو گھمنڈ ہے۔ بھائی اکثریت سے کیا بنتا ہے اصل تو ایمان اور عمل ہے اس کے بغیر اکثریت کی کیا حیثیت ہے۔

آج بے نظیر کہتی ہے کہ ہم زیادہ ہیں (بے نظیر ایک سیاسی پارٹی کی سربراہ تھیں اور وزیر اعظم پاکستان رہ چکی ہیں۔) نواز شریف کہتا ہے ہم زیادہ ہیں اکثریت ہماری ہے (نواز شریف بھی ایک سیاسی پارٹی کے سربراہ ہیں اور وزیر اعظم پاکستان رہ چکے ہیں.) بھئی! تم دونوں اسلام کے باغی ہو تمہاری اکثریت کا ہم نے کیا کرنا ہے تم ملک میں امن نہیں قائم کر سکے۔ چوری، ڈاکے، قتل و غارت، بدمعاشی عام ہے۔ سارے ملکوں سے بد ترین ملک پاکستان ہے۔ بدامنی کے لحاظ سے اس کو پلیدستان کہو تو زیادہ بہتر ہے۔ جب تک قرآن کا نظام نہیں آئے گا یہ برائیاں ختم نہیں ہوں گی۔

تو فرشتوں نے کہا کہ ہم لوط علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو بچالیں گے اِلَّا امۡرَاَتَهٗ مگر اس کی بیوی کو نجات نہیں ملے گی جس کا نام واھلہ ہے، ھا کے ساتھ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے پَر مارا، ساری بستی کو اٹھالیا، بہت بلندی پر لے جا کر الٹا کر پھینک دیا۔

۞ ۞ ۞

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَاِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا لا فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وقفہ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ﴿٣٨﴾ لا وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ قف وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿٣٩﴾

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ اور جس وقت آئے رُسُلُنَا ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لُوْطًا لوط علیہ السلام کے پاس سِیْٓءَ بِهِمْ تو وہ پریشان کردیئے گئے ان کی وجہ سے وَضَاقَ بِهِمْ اور وہ تنگ ہوئے ان کی وجہ سے ذَرْعًا دل میں وَّ قَالُوْا اور کہا ان فرشتوں نے لَا تَخَفْ آپ خوف نہ کریں وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کریں اِنَّا مُنَجُّوْكَ بے شک ہم آپ کو بچانے والے ہیں وَاَهْلَكَ اور

آپ کے اہل کو اِلَّا امْرَاَتَکَ سوائے آپ کی بیوی کے کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ہوگی پیچھے رہنے والوں میں سے اِنَّا مُنْزِلُوْنَ بے شک ہم اتارنے والے ہیں عَلٰی اَھْلِ ھٰذِهِ الْقَرْیَةِ اس بستی کے رہنے والوں پر رِجْزًا عذاب مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ یہ نافرمانی کرتے ہیں وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اور البتہ تحقیق ہم نے چھوڑی اس بستی میں اٰیَةً نشانی بَیِّنَةً واضح لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لیتی ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا اور بھیجا ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو فَقَالَ پس کہا انہوں نے یٰقَوْمِ اے میری قوم اعْبُدُوا اللّٰهَ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ اور امید رکھو آخرت کے دن کی وَلَا تَعْثَوْا اور نہ پھرو فِی الْاَرْضِ زمین میں مُفْسِدِیْنَ فساد کرتے ہوئے فَكَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا انہوں نے شعیب علیہ السلام کو فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑا ان کو زلزلے نے فَاَصْبَحُوْا پس ہوگئے وہ فِیْ دَارِهِمْ اپنے گھروں میں جٰثِمِیْنَ گھٹنوں کے بل گرنے والے وَعَادًا اور ہم نے ہلاک کیا عاد قوم کو وَّثَمُوْدَاۡ اور قوم ثمود کو بھی وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ اور تحقیق واضح ہو چکے ہیں تمہارے لیے ان کے مکانات وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اور مزین کیا ان کے لیے شیطان نے اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال کو فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ پس روکا ان کو راستے سے وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ اور تھے وہ لوگ ہوشیار وَقَارُوْنَ

اورقارون کوہم نے تباہ کیا وَ فِرْعَوْنَ اورفرعون کو وَھَامٰنَ اور ہامان کو وَ لَقَدْ جَآءَ هُمْ مُّوْسٰى اورالبتہ تحقیق آئے ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ پس انہوں نے تکبر کیازمین میں وَمَا كَانُوْا سَابِقِيْنَ اورنہیں تھے وہ بھاگ کرنکل جانے والے۔

لوط علیہ السلام کی پریشانی کاذکر:

اس سے پہلے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی یہ فرشتے جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو ادھیڑ عمر کے لوگوں کی شکل میں آئے۔ وہاں سے جب بستی سدوم میں لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو نوعمر لڑکوں کی شکل میں بارہ تیرہ سال، چودہ سال کی عمر میں۔ یہ وہی فرشتے تھے جو ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ جن میں جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام خاص طور پر آئے۔ جب یہ فرشتے لوط علیہ السلام کے گھر آئے تو دوپہر کا وقت تھا ان کو دیکھ کر لوط علیہ السلام سخت پریشان ہوئے۔ اس کا ذکر ہے وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا اور جس وقت آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس سِيْٓءَ بِهِمْ پریشان کردیئے گئے ان کی وجہ سے وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا اور تنگ ہوئے ان کی وجہ سے دل میں۔ پریشانی میں انسان کا دل تنگ ہوتا ہے پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم کی بدفطرتی کو جانتے تھے، بدکرداری سے واقف تھے کہ قوم کو جب ان کا علم ہوگا تو وہ مہمانوں کی عزت پر ہاتھ ڈالیں گے، بدکاری کے لیے حملہ کریں گے اور مہمان کی عزت اور اکرام بھی ضروری ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اَلْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ ''جو آدمی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' تو گویا مہمان کی عزت قولاً اور فعلاً ہر طریقے سے، یہ ایمان کا حصہ ہے۔ اور پیغمبر سے بڑا مومن کون ہوسکتا ہے۔ تو ایک طرف یہ بات تھی کہ مہمانوں کی عزت اور اکرام بہت ضروری ہے اور دوسری طرف قوم کی بدکاری سامنے تھی۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ وَجَآءَہٗ قَوْمُہٗ یُھْرَعُوْنَ اِلَیْہِ [ہود:۷۸] ''اور آئی ان کے پاس ان کی قوم دوڑتی ہوئی۔'' لوط علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ ''یہ میری بیٹیاں ہیں تمہارے لیے پاک ہیں۔'' اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں فرمایا کہ پیغمبر روحانی باپ ہوتا ہے۔ یہ میری قوم کی لڑکیاں ہیں تمہارے لیے حلال ہیں خدا سے ڈرو میرے مہمانوں کو بے آبرو نہ کرو۔ تو قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں کہا۔

آج بھی عموماً بڑے عمر والے کو سب لوگ ابا ہی کہتے ہیں اگرچہ وہ حقیقتاً والد نہیں ہوتا۔ مجھے بھی تمام بیبیاں اباجی! کہتی ہیں۔ تو یہ قوم کی بیٹیاں ہیں ان سے جائز طریقے سے نکاح کرلو وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ''اور مہمانوں کے بارے میں مجھے پریشان نہ کرو۔''

• اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں۔ آنے والوں کو فرمایا کہ تم میں جو اثر و رسوخ والے ہیں میری بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرلو اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ان لوگوں کو یہاں سے لے جاؤ میرے مہمانوں کی عزت خراب نہ ہو۔ کتنی بڑی قربانی ہے۔ قوم نے کہا کہ آپ جانتے ہیں مَالَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ ''ہمیں آپ کی بیٹیوں میں کوئی رغبت نہیں ہے۔'' ہمیں لڑکیوں کا شوق نہیں ہے ہمیں اپنی عادت

پوری کرنی ہے۔ کہنے لگے اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ [حجر: ۷۰] "ہم نے آپ کو روکا نہیں تھا جہان والوں کی حمایت سے۔" تم مہمانوں کے ٹھیکے دار ہو۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں اور آنے والے مہمان بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہے وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ ان کے چہروں پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا تھا پریشانی کی وجہ سے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لوط علیہ السلام بہت زیادہ پریشان ہو گئے ہیں تو وَّ قَالُوْا بول پڑے کہنے لگے لَا تَخَفْ آپ خوف نہ کریں اپنی ذات کے لیے وَلَا تَحْزَنْ اور نہ غم کریں اپنے مومن ساتھیوں کے بارے میں۔

خوف اور حزن کا فرق :

خوف ہوتا ہے اپنی ذات کے لیے اور غم ہوتا ہے دوسروں کے لیے۔ اور دوسرا فرق یہ بیان کرتے ہیں کہ خوف ہوتا ہے آئندہ کسی چیز کے بارے میں اور غم ہوتا ہے گزشتہ چیز پر۔ آپ نہ غم کریں اور نہ خوف کریں اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ بے شک ہم آپ کو بچانے والے ہیں اور آپ کے اہل کو، آپ کے ماننے والوں کو اِلَّا امْرَاَتَكَ سوائے آپ کی بیوی کے كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ہوگی پیچھے رہ جانے والوں میں سے اِنَّا مُنْزِلُوْنَ بے شک ہم اتارنے والے ہیں عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی کے رہنے والوں پر رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ عذاب آسمان سے۔ کیوں؟ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اس وجہ سے کہ یہ نافرمانی کرتے ہیں وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةً اور البتہ تحقیق ہم نے چھوڑی اس بستی میں نشانی بَيِّنَةً واضح لیکن لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لیتی ہے۔ اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ پہلے عذاب کا ذکر سورۃ قمر آیت نمبر ۳۷ میں ہے فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ "ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔"

پہلے ان کو اندھا کیا۔ دوسرا عذاب وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ''اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کھنگھر۔'' تیسرا عذاب صَيْحَةً جبرائیل علیہ السلام نے ڈراونی آواز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ چوتھا عذاب: جبرائیل علیہ السلام نے پَر مارا اور سارے علاقے کو اٹھالیا بہت بلندی پر لے جاکر الٹ کر پھینک دیا فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [سورۃ حجر] ''پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' سدوم مرکزی شہر تھا لوگ وہاں آتے جاتے تھے چیزیں بیچتے خریدتے تھے۔ اب وہ آب سیاہ ہو گیا ہے اور سیاہی رنگ کی زمین ہے کہ لوگ وہاں آکر عبرت حاصل کریں لیکن وہ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نافرمان قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں کہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ نوح علیہ السلام کی قوم کا حال، ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا حال پھر لوط علیہ السلام کی قوم کا حال۔ آگے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر :

فرمایا وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اور بھیجا ہم نے مدین قوم کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے دو کا ذکر قرآن کریم میں ہے اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام۔ باقی تین کا ذکر تورات اور تاریخ میں آتا ہے۔ مدین، مدائن اور قیدار رحمہم اللہ تعالیٰ۔ تو مدین کی اولاد مدین قوم کہلائی۔ اس قوم نے اپنے نام پر شہر آباد کیا جیسے سننے میں آتا ہے کہ گکھڑ کوئی قوم تھی اس کے نام پر یہ گکھڑ شہر آباد ہے۔ تو فرمایا بھیجا ہم نے مدین قوم کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو فَقَالَ پس انہوں نے کہا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی غیر اللہ کی عبادت نہ کرو اور رب تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ آخرت پر یقین

رکھو وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور امید رکھو آخرت کے دن کی۔

مشرک قیامت کے بھی منکر ہیں :

عموماً مشرک قومیں توحید ورسالت کے انکار کے ساتھ قیامت کا بھی انکار کرتی ہیں۔ اگر مانتے بھی ہیں تو اس انداز سے کہ اس کی حقیقت بے حیثیت ہو کر رہ جاتی ہے۔ قیامت کا جو حلیہ وہ بیان کرتے ہیں وہ قیامت نہیں ہے کوئی اور بلا ہے۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ کوئی آدمی صدر کا حلیہ بیان کرے کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں بڑی موٹی موٹی اور پیٹھ بھی بڑی چوڑی ہے کہ اس پر چھوٹی چارپائی آسکتی ہے اور بڑے لمبے لمبے کان ہیں اور بڑی لمبی سونڈ ہے تو عقل مند سمجھے گا کہ یہ صدر کا حلیہ نہیں ہے اس نے ہاتھی دیکھا ہوگا۔ ایسے ہی یہ مشرک قومیں قیامت کی شکل بیان کرتی ہیں۔ قیامت کو صحیح معنیٰ میں ماننے والے صرف مسلمان ہیں کہ ان کا قرآن وسنت پر ایمان ہے اور قرآن وسنت نری حقیقت ہے۔

تو فرمایا عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور دوسرے مقام پر ہے مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ، معبود، مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہے اور آخرت کے دن کی امید رکھو۔ اور تیسری چیز وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ اور نہ پھرو زمین میں فساد مچاتے ہوئے۔ مدین شہر کے چاروں طرف بڑے بڑے جنگلات تھے اسی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ نے اَصْحٰبُ الايكه بھی کہا ہے، جنگل والے۔ جنگل میں ڈاکو رہتے تھے اور شہر میں ان کے ایجنٹ ہوتے تھے جو خرید وفروخت کی معلومات حاصل کر کے ان کو بتاتے تھے کہ فلاں قافلے والوں کے پاس اتنا سونا ہے، چاندی ہے، ہیرے ہیں۔ قافلہ جب جنگل میں پہنچتا تو ڈاکو اس کو لوٹ لیتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ وہاں ایک بابا ہے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا حلیہ بتاتے کہ اس کے پاس نہ جانا وہ ہمارے

باپ دادا کے دین کا دشمن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَكَذَّبُوْهُ پس انہوں نے جھٹلایا شعیب علیہ السلام کو فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑلیا ان کو زلزلے نے۔ یہاں رجفہ کا لفظ ہے اور سورہ ہود میں صیحہ کا لفظ ہے کہ پکڑا ان ظالموں کو چیخ نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک آواز نکالی اس کی وجہ سے زلزلہ آیا اور وہ قوم تباہ ہوگئی فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرنے والے۔ جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں عاجزی کے ساتھ۔ اس وقت وہ گھٹنوں کے بل گرے اور کہتے رہے اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بے شک ہم ظالم ہیں مگر اب کیا فائدہ۔

وَعَادًا اور تباہ کیا ہم نے عاد قوم کو وَّثَمُوْدَاْ اور ثمود قوم کو تباہ کیا جو صالح علیہ السلام کی قوم تھی وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ اور تحقیق واضح ہو چکے ہیں تمہارے لیے ان کے مکانات۔ حضرت صالح علیہ السلام کا علاقہ حجر تھا اور یہ خیبر اور تبوک کے درمیان کا علاقہ ہے۔ انہوں نے بڑی بڑی چٹانیں تراش کر مکان بنائے کہ زلزلے سے ان کو نقصان نہ پہنچے مگر جب رب تعالیٰ کا عذاب آیا تو وہ قوم تباہ ہوگئی اور مکان ابھی تک موجود ہیں وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور مزین کیا ان کے لیے شیطان نے ان کے اعمال کو فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ اور روک دیا ان کو حق کے راستے سے وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ اور تھے وہ لوگ ہوشیار۔ یہ قومیں بڑی ہوشیار تھیں جیسے آج کل کے لیڈر بڑے ہوشیار ہیں۔ ایمان و عمل سے بندہ محروم ہو تو نری ہوشیاری کیا کام آئے گی؟

وَقَارُوْنَ اور قارون کو بھی تباہ کیا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ اللہ تعالیٰ نے قارون کو کوٹھی اور عملے سمیت زمین میں دھنسا دیا وَ فِرْعَوْنَ

وَهَامٰنَ اور فرعون اور ہامان کو تباہ کیا۔ ہامان فرعون کا وزیر اعظم تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو بحر قلزم میں غرق کیا وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام واضح دلائل اور معجزات لے کر فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ پس انہوں نے تکبر کیا زمین میں حق کو ٹھکرایا نہ فرعون نے حق کو قبول کیا اور نہ ہامان نے وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ اور نہیں تھے وہ بھاگ کر نکل جانے والے ہماری گرفت سے۔ سابق اسے کہتے ہیں جو دوڑ کر بھاگ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کون بھاگ سکتا ہے۔

۞ ۞ ۞

فَكُلًّا اَخَذْنَا

بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴۲ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝۴۳ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۴

فُكُلًّا اَخَذْنَا پس سب کو پکڑا ہم نے بِذَنْبِہٖ ان کے گناہوں کی وجہ سے فَمِنْهُمْ مَّنْ پس بعض ان میں سے وہ ہیں اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا کہ جن پر بھیجی ہم نے تندو تیز ہوا وَ مِنْهُمْ اور بعض ان میں سے مَّنْ وہ ہیں اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ جن کو پکڑا چیخ نے وَ مِنْهُمْ مَّنْ اور بعض ان میں سے وہ ہیں خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا وَمِنْهُمْ مَّنْ اور بعض ان میں سے وہ ہیں اَغْرَقْنَا جن کو ہم نے غرق کیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر ظلم کرے وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں کی اتَّخَذُوْا جنہوں

نے بنائے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْلِيَآءَ کارساز كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ جیسے مثال ہے مکڑی کی اِتَّخَذَتْ بَيْتًا جس نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ البتہ مکڑی کا گھر ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ جان لیں اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا ان کو يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے مِنْ شَيْءٍ کچھ بھی ہو وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست حکمت والا ہے وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ اور یہ مثالیں ہیں نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ہم ان کو بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے وَمَا يَعْقِلُهَآ اور نہیں سمجھتے ان مثالوں کو اِلَّا الْعَالِمُوْنَ مگر صرف علماء خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيَةً البتہ نشانی ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے۔

مختلف قسم کے عذابوں کا تذکرہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں بہت سی مجرم قوموں کا ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔ نتیجہ کیا ہوا؟ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ پس سب کو ہم نے پکڑا ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ ان تمام قوموں نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ گناہ کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں کے بدلے میں ان کو پکڑا۔ کیسے پکڑا فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا۔ حاصب کے عربی میں دو معنی آتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایسی تیز ہوا ہو کہ اس میں سنگریزے بھی اڑتے پھریں۔ تو اس لحاظ سے معنی ہوگا پس ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جن

پر بھیجی ہم نے تند و تیز ہوا۔ ھود علیہ السلام کی قوم پر ایسی تند و تیز ہوا مسلط کی کہ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر دور پھینکتی تھی۔ اور دوسرا معنٰی حَاصِبًا کا سنگریزے اور پتھر ہے۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے پتھر برسائے۔ تو ان میں سے وہ بھی ہیں کہ ان پر ہم نے تیز ہوا مسلط کی یا ان پر سنگریزے اور پتھر برسائے وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ صیحہ کا معنٰی آواز ہے۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ ان کو پکڑا چیخ نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایسی ڈراؤنی آواز نکالی کہ وہ جہاں جہاں تھے وہیں ان کے کلیجے پھٹ گئے۔

یہ سزا صالح علیہ السلام کی قوم کو بھی ہوئی اور شعیب علیہ السلام کی قوم کو بھی ہوئی۔ شعیب علیہ السلام کی قوم پر تین قسم کے عذاب آئے۔ صیحہ، رجفہ، زلزلہ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چیخ ماری، آسمان سے آگ برسی اور زلزلہ آیا۔ اور صالح علیہ السلام کی قوم پر چیخ بھی مسلط کی اور زلزلہ بھی آیا۔ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ ہم نے ان کو زمین میں دھنسا دیا۔ سورہ قصص میں تم تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ قارون جس کا نام منور تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا ظاہری طور پر اس نے کلمہ بھی پڑھا تھا اور تورات کا بھی ماہر تھا مگر دنیا کی محبت میں سر سے لے کر پاؤں تک ڈوبا ہوا تھا نہ رب تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا تھا اور نہ مخلوق خدا کے۔ رب تعالیٰ نے اس کو بمع دولت اور عملے کے زمین میں دھنسا دیا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا اور ان میں بعض وہ ہیں جن کو ہم نے پانی میں غرق کر دیا۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو پانی میں غرق کیا گیا۔ فرعون اور اس کے لشکر کو پانی میں غرق کیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر ظلم کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے۔ رب تعالیٰ کا شریک بنانا، رب تعالیٰ کے پیغمبروں کا مقابلہ

کرنا، حق کو ٹھکرا دینا، کمزوروں پر ظلم کرنا، یہ مختلف قسم کے مظالم انہوں نے اپنی جانوں پر کیے جس کی سزا پائی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مثال کے ذریعے مشرکوں کو بات سمجھائی ہے کہ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا ہوا ہے یہ تمہارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

مشرک خدا کا منکر نہیں ہوتا :

یہاں ایک بات سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مشرک خدا کا منکر ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کو نہیں مانتا ہے۔ ایسی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو بہت بلند سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم عاجز، کمزور اور اتنے پست ہیں کہ اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ اس لیے ہم ان بابوں کی عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔ چنانچہ سورۃ زمر آیت نمبر ۳ میں مشرکوں کا مقولہ موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى "نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں۔" یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اس لیے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اور سورۃ یونس آیت نمبر ۱۸ میں ہے وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ "اور یہ لوگ کہتے ہیں (کہ جن کی یہ عبادت کرتے ہیں) یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔" یہ رب تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ اب دیکھو ظاہری طور پر مشرک کے دل میں اللہ تعالیٰ کی کتنی عظمت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رفعت و بلندی کا کتنا قائل ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اس تک پہنچنے کے لیے یہ بزرگ ہماری سیڑھیاں ہیں۔ تو مشرک اللہ تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا وہ خدا کو مانتے ہوئے نیچے چھوٹے خدا بناتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو مثال کے ذریعے سمجھایا

ہے کہ یہ خدا تمہارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے، کارساز، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دستگیر، ان کی مثال ایسی ہے كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ جیسے مکڑی کی مثال اِتَّخَذَتْ بَيْتًا جس نے بنایا گھر، جالا بنایا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ البتہ مکڑی کا گھر ہے، مکڑی کا جالا ہے۔ اتنا کمزور گھر کسی کا نہیں ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ جان لیں کہ جن کو یہ معبود سمجھتے ہیں وہ کتنے کمزور ہیں۔

بیتِ عنکبوت کے ساتھ مشرکوں کی وجہ تشبیہ :

اب یہاں وجہ تشبیہ سمجھ لیں۔ کہ مکان جتنا چاہے مضبوط ہو، کوٹھی ہو، قلعہ ہو، مکڑی کو اس پر اعتماد نہیں ہوتا ہے اس کے نیچے اپنا جالا ضرور بنے گی۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ اس کو اللہ قادر مطلق پر اعتماد نہیں ہے اس سے نیچے نیچے، چھوٹے چھوٹے معبود، مشکل کشا بنائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مکڑی جو جالا بنتی ہے اس کا مادہ میٹریل باہر سے نہیں لاتی وہ سب اس کے پیٹ سے لعاب کی شکل میں نکلتا ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ اس کے پاس بھی شرک پر کوئی خارج اور نفس الامر میں دلیل نہیں ہوتی جو اُگلے گا اندر ہی سے اُگلے گا۔ جو کچھ نکلتا ہے اس کے پیٹ ہی سے نکلتا ہے اور دنیا میں خاموش تو کوئی نہیں رہتا خواہ وہ کتنا ہی جھوٹا کیوں نہ ہو۔

جب پاکستان بنا ان دنوں کی بات ہے میں نے جمعہ میں بیان کیا کہ تم کہتے ہو کہ بزرگوں کے پاس سب کچھ ہے اور وہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو مشرقی پنجاب میں ہندوؤں

اور سکھوں نے بڑے ظلم ڈھائے ہیں مسلمانوں پر اگر ان بزرگوں کے پاس اختیارات ہوتے تو یہ ظلم کرنے دیتے؟ حالانکہ مشرقی پنجاب میں بے شمار بزرگ ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندیؒ وہ بھی مشرقی پنجاب میں ہیں جو اب سکھوں اور ہندوؤں کے پاس ہے۔ مرد قتل ہوئے، عورتیں قتل ہوئیں، برچھیاں مار کر پیٹ سے عورتوں کے بچے ضائع کیے گئے، مساجد شہید کی گئیں، بڑا ظلم ہوا۔ اخبارات کے بیان کے مطابق دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے اگر ان بزرگوں کے بس میں ہوتا تو یہ ظلم ہونے دیتے؟ تو ایک مشرک ٹائپ آدمی بولا کہ یہ بزرگ ان دنوں حج کے لیے گئے ہوئے تھے (حضرتؒ نے ہنستے ہوئے فرمایا) بہانہ دیکھو! میں نے کہا بابا جی! پہلی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد کسی پر حج فرض نہیں رہتا، نہ نماز، نہ روزہ فرض رہتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ حج کا تو موسم ہی نہیں ہے۔ ہاں اگر حج کا موسم ہوتا تو یہ شوشہ کچھ تیرے کام آ جاتا۔ بس اس طرح کے دلائل مشرکوں کے پاس ہوتے ہیں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ مکڑی کا جالا اس کو گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ سردی سے۔ زیادہ گرمی ہو تو پھر بھی مر جاتی ہے زیادہ سردی ہو تو پھر بھی مر جاتی ہے اور یہی حال مشرک کا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے چھوٹے چھوٹے خدا بناتا ہے جو نہ اسے فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں کیونکہ ان کے پاس ایک ذرے کا بھی خدائی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خدائی اختیار کسی کو دیئے ہی نہیں ہیں۔ اگر کسی کو دیئے ہوتے تو آنحضرت ﷺ کو دیئے ہوتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن کریم میں اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ”آپ کہہ دیں میں نہیں مالک تمہارے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا۔“ اور یہ بھی اعلان کروایا کہ لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ”میں نہیں مالک اپنے لیے نفع کا اور نہ نقصان کا۔“ اور ہے کوئی ماں کا لال جو

کہے کہ میرے پاس خدائی اختیارات ہیں اور نہ ہی کسی اللہ والے نے کہا ہے کہ میرے پاس خدائی اختیارات ہیں۔ یہ جن کی قبروں کو عرق گلاب سے غسل دیا جاتا ہے اور ان پر عطر چھڑکا جاتا ہے اگر ان کے بس میں ہوتا تو قبر سے نکل کر ان کے منہ سینک دیتے اور کہتے کہ ظالمو! ہم تو یہ خرافات کفر، شرک، بدعات مٹانے کے لیے دنیا میں آئے تھے اور تم ہمارے ساتھ یہ کارروائی کررہے ہو، مگر ان کے بس میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی ہو۔ فرشتہ ہو، جن ہو، انسان ہو، ولی ہو، شہید ہو، قطب ہو وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ اور یہ مثالیں ہیں نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ان کو ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے وَمَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ اور نہیں سمجھتے ان مثالوں کو مگر علماء۔ مکڑی کی تشبیہ کو عالم ہی سمجھتے ہیں کہ کیوں دی ہے کہ اس کا گھر نہ اس کو گرمی سے بچا سکتا ہے اور نہ سردی سے۔ اسی طرح یہ معبودان کے نہ ان کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں اور سارا مواد مشرک کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اس کے پاس بھی کوئی خارجی دلیل شرک پر نہیں ہے اس نے بھی جو اگلنا ہے اندر ہی سے اگلنا ہے۔ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ پیدا کیے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ آسمانوں کو دیکھو زمین کو دیکھو ایک ایک چیز میں رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانی موجود ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً بے شک اس میں البتہ نشانی ہے لیکن کن کے لیے لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ماننے والوں کے لیے۔ جنھوں نے نہیں ماننا ان کے لیے کوئی نشانی نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع

اُتْلُ آپ پڑھ کر سنائیں مَآ وہ چیز اُوْحِيَ اِلَيْكَ جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف مِنَ الْكِتٰبِ کتاب وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز کو اِنَّ الصَّلٰوةَ بے شک نماز تَنْهٰى روکتی ہے عَنِ الْفَحْشَآءِ بے حیائی سے

وَالْمُنْكَرِ اور برائی سے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اور البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اَكْبَرُ سب سے بڑا ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا تَصْنَعُوْنَ جو تم کرتے ہو وَلَا تُجَادِلُوْآ اور تم جھگڑا نہ کرو اَهْلَ الْكِتٰبِ اہل کتاب سے اِلَّا بِالَّتِيْ مگر ایسے طریقے سے هِيَ اَحْسَنُ جو اچھا ہو اِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ جو ظالم ہیں ان میں سے وَقُوْلُوْآ اور کہو تم اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ ہم ایمان لائے اس چیز پر اُنْزِلَ اِلَيْنَا جو نازل کی گئی ہماری طرف وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ اور جو نازل کی گئی تمہاری طرف وَاِلٰهُنَا اور ہمارا معبود وَاِلٰهُكُمْ اور تمہارا معبود وَاحِدٌ ایک ہی ہے وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اور اسی طرح ہم نے نازل اِلَيْكَ الْكِتٰبَ آپ کی طرف کتاب فَالَّذِيْنَ پس وہ لوگ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن کو دی ہم نے کتاب يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وہ اس پر ایمان لائے ہیں وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ اور ان لوگوں میں سے بھی مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اس پر وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیات کا اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ مگر کافر وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا اور نہیں تھے آپ تلاوت کرتے مِنْ قَبْلِهٖ اس قرآن سے پہلے مِنْ كِتٰبٍ کسی کتاب کی وَّلَا تَخُطُّهٗ اور نہ آپ لکھتے تھے بِيَمِيْنِكَ اپنے دائیں ہاتھ سے اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ اس وقت البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بلکہ یہ آیتیں ہیں بَيِّنٰتٌ صاف صاف فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے

دلوں میں اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو دیا گیا علم وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ مگر ظالم وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ کیوں نہیں اتاری جاتیں اس پر اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ آیات اس کے رب کی طرف سے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا الْاٰيٰتُ پختہ بات ہے نشانیاں عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وَاِنَّمَآ اَنَا اور پختہ بات ہے کہ میں نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ کیا ان کو کافی نہیں ہے اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بے شک ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف کتاب يُتْلٰى عَلَيْهِمْ جو پڑھی جاتی ہے ان پر اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً بے شک اس کتاب میں البتہ رحمت ہے وَّ ذِكْرٰى اور نصیحت ہے لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے۔

چند اہم امور کا حکم :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے مجرم قوموں کی سزاؤں کا ذکر فرمایا پھر شرک کا رد فرمایا کہ ان قوموں کی تباہی کی بنیادی وجہ شرک ہی تھی۔ رب تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے کامیابی کے اصول بیان فرماتے ہیں۔

۱) پہلی چیز: اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ آپ تلاوت کریں پڑھ کر سنائیں وہ کتاب جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ آپ بھی عربی، قوم بھی عربی، کتاب بھی عربی میں۔ تو بیشتر مضامین وہ سن کر سمجھ جاتے تھے اور یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا جائے تو اس پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور ایک صغیرہ گناہ معاف ہو جاتا

ہے مثلاً اُتْلُ کے کلمے میں تین حرف ہیں۔تو اُتْلُ پڑھنے والا تیس نیکیوں کا مستحق ہو گیا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جو ایک رکوع پڑھے گا، ایک پاؤ پڑھے گا، ایک پارہ پڑھے گا اس کو کتنا اجر ملے گا اور جو دو پارے پڑھے گا اس کو کتنا اجر ملے گا۔

ایمان کے بعد اہم عبادت نماز ہے :

۲) دوسرا کام: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور قائم رکھیں نماز کو۔ایمان کے بعد تمام عبادات میں پہلا نمبر نماز کا ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق اسی عبادت کے ذریعے ہوتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برائی سے۔ فَحشاء اس عمل کو کہتے ہیں جو عملاً ہو جیسے زنا کرنا، شراب پینا وغیرہ اور منکر کا تعلق زبان سے ہے جیسے گالی دینا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، کسی کی دل آزاری کرنا۔تو جن گناہوں کا تعلق بدن سے ہے وہ فحشاء ہیں اور جن کا تعلق زبان سے ہے وہ منکر ہیں۔تو نماز عملی برائی سے روکتی ہے اور قولی برائی سے بھی روکتی ہے۔اب ہمیں ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنا چاہیے کہ اگر ہماری نمازیں ہمیں بے حیائی اور برائی سے روکتی ہیں تو پھر تو ہماری نمازیں نمازیں ہیں اور اگر بے حیائی اور برائی سے نہیں روکتیں تو پھر اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ پہلا مطلب العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہ غلط ہے۔اس کا تو کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہو اور غلط ہو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہماری نمازیں نمازیں نہیں ہیں۔اگر نمازیں نمازیں ہوتیں تو پھر ہم سے بے حیائی اور برائی نہ ہوتی۔ کیونکہ رب تعالیٰ معیار کے طور پر فرماتے ہیں نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور ہم بے حیائی اور برائی سے باز نہیں آ رہے تو پھر محض

ٹکریں ہیں نمازیں نہیں ہیں۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ اور البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے کہ اللہ اکبر سے لے کر سلام پھرنے تک ذکر ہی ذکر ہے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

۳) تیسرا کام وَلَا تُجَادِلُوْآ اَھْلَ الْکِتٰبِ اور اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ مگر ایسے طریقے کے ساتھ جو بہتر ہو یعنی ان کی بات کا معقول جواب دو۔ مدینہ طیبہ میں یہودی بھی تھے، عیسائی بھی تھے۔ چھیڑ خانی کے لیے آجاتے تھے اور الٹے سیدھے سوال کرتے تھے جس پر مسلمانوں کو غصہ آتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے ساتھ احسن طریقے سے لڑو ان کی باتوں کا معقول جواب دو۔ پھر بھی اگر باز نہ آئیں تو پھر تم بھی لڑ سکتے ہو اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ مگر وہ جو ان میں سے ظالم ہیں کہ چھیڑ خانی سے باز نہیں آتے ان کے ساتھ لڑنے کی تمہیں اجازت ہے مگر ابتدا نہ کرو وَقُوْلُوْٓا اور اے مومنو تم کہو اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا ہم ایمان لائے اس چیز پر جو ہماری طرف اتاری گئی ہے۔ قرآن کریم پر ایمان ہے، حدیث پر ایمان ہے کہ حدیث بھی اتاری گئی ہے وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ اور جو اتاری گئی ہے تم پر۔ جو کتابیں تمہاری طرف اتاری گئی ہیں ہمارا ان پر بھی ایمان ہے ہم تورات، انجیل، زبور کو مانتے ہیں، آسمانی صحیفوں کو مانتے ہیں لیکن وہ کتابیں اور صحیفے جن میں تبدیلی اور تحریف نہیں کی گئی وَاِلٰـھُنَا وَاِلٰـھُکُمْ وَاحِدٌ اور ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ ایک ہی ہے۔ جس کو تم رب مانتے ہو ہم بھی اسی کو رب مانتے ہیں وَّ نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ اور اسی طرح ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب جس طرح پہلے پیغمبروں پر کتابیں نازل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر تورات، داؤد علیہ السلام پر

زبوراور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری اور آنحضرت ﷺ پر قرآن پاک نازل فرمایا۔ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ پس وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہودیوں میں حضرت عبداللہ بن سلام ؓ، حضرت اسد ؓ، حضرت اسید ؓ، حضرت ثعلبہ ؓ، حضرت بن یامین ؓ۔ یہ سارے پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ عیسائیوں میں حضرت سلمان فارسی ؓ، حضرت تمیم داری ؓ، مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم ؓ ان کے آباؤ اجداد کا عقیدہ مشرکانہ تھا۔ عرب کے رہنے والے تھے پھر عیسائی ہوگئے اور عیسائیوں کے پادری رہے ہجرت کے نویں یا دسویں سال مسلمان ہوئے وَمِنْ ھٰٓؤُلَآءِ اور ان میں سے بھی۔ یہ اشارہ ہے مکے والوں کی طرف، مکے والوں میں سے بھی مَنْ وہ ہیں یُّؤْمِنُ بِہٖ جو ایمان لاتے ہیں اس پر۔ پہلے تو تھوڑے تھوڑے مسلمان ہوئے اور ۸ھ اور اس کے بعد تو جوق در جوق یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فوج در فوج، جماعت در جماعت اور خاندان در خاندان، قبیلہ در قبیلہ اسلام میں داخل ہوئے۔ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر وہی کافر ہیں وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا اور نہیں تھے آپ پڑھتے مِنْ قَبْلِہٖ اس قرآن سے پہلے مِنْ کِتٰبٍ کوئی کتاب بھی وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اور نہ آپ لکھتے تھے اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے اِذًا اس وقت اگر آپ لکھنا یا پڑھنا جانتے ہوتے تو لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ البتہ شک کرتے باطل پرست لوگ۔ یہودی، عیسائی کہہ دیتے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے کیونکہ اس کی صفت پہلی کتابوں میں الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ہے کہ وہ امی ہوگا لکھنا پڑھنا نہیں جانتا ہوگا الَّذِیْنَ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ [سورۃ الاعراف] ''پاتے ہیں وہ اس کو لکھا ہوا تورات اور انجیل میں۔'' اور عرب والے اس طرح

شک کرتے کہ پڑھا لکھا آدمی ہے فارغ وقت میں بیٹھ کر مضمون لکھ لیتا ہے اور پھر ہمیں سنا دیتا ہے لیکن وہ جانتے تھے کہ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ پھر کتاب ایسی پیش کی کہ ساری کا مقابلہ تو درکنار اس کی چھوٹی سی سورۃ کی نظیر بھی پیش نہ کر سکے۔ حالانکہ عربی لوگ بڑے فصیح بلیغ تھے زور لگاتے نا مگر وہ عاجز آ گئے اس کی مثل نہ لا سکے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ کسی آدمی کا کلام نہیں ہے بَلْ هُوَ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ بلکہ یہ قرآن پاک آیتیں ہیں بالکل واضح فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے دلوں میں اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو دیا گیا علم ان کے سینوں میں یہ کتاب محفوظ ہے۔ یہ بھی اس کتاب کے برحق ہونے کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کیا ہے کہ پوری کی پوری کتاب حفاظ کے سینوں میں بند کر دی ہے وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر ظالم۔ جو لوگ ظالم ہیں وہ قرآن پاک کی آیتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نبی کا نہیں :

اور شوشہ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اور کہا ان کافروں نے کیوں نہیں نازل کی گئیں اس نبی پر نشانیاں اس کے رب کی طرف سے یعنی ان کی خواہش کے مطابق کہ صفا سونا بن جائے مکہ مکرمہ کی زمین میں زراعت ہو، باغات ہوں، نہریں جاری ہوں، یہ ہمارے سامنے اڑ کر اوپر جائے اور کتاب لے کر آئے۔ ایسی نشانیاں اس پر کیوں نہیں نازل کی گئیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے کہ نشانیاں، معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں میرے پاس نہیں ہیں۔ دیکھو! معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اور کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ معجزہ میں

نبی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا اور کرامت میں ولی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا یہ مافوق الاسباب چیزیں ہیں اور جادو مسمریزم ماتحت الاسباب ہیں ان کا کوئی نہ کوئی ظاہری سبب ہوتا ہے معجزے اور کرامت کا کوئی ظاہری سبب نہیں ہوتا وہ صرف اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام جب چھوٹی بچی تھیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں وہ کمرہ جالی دار تھا حضرت زکریا علیہ السلام جب جاتے تو تالا لگا کر جاتے تھے جب واپس آتے تو ان کے پاس بے موسم پھلوں کا ڈھیر لگا ہوا ہوتا تھا۔ پوچھتے اے مریم علیہا السلام! یہ کہاں سے آئے ہیں تو وہ کہتی هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔'' آصف برخیاؒ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی تھے ملکہ سبا کا تخت چشم زدن میں لا کر سامنے رکھ دیا۔ حالانکہ دمشق سے سبا کا سفر ایک مہینے کا تھا۔ یہ ان کی کرامت تھی ظاہری سبب کوئی نہیں تھا بس اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی اسی لیے انہوں نے کہا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ [نمل: ۴۰] تو فرمایا آپ کہہ دیں نشانیاں اور معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ پختہ بات ہے میں ڈرانے والا ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ فرمایا اگر یہ معجزے چاہتے ہیں تو اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اور کیا ان کو کافی نہیں ہے اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بے شک ہم نے اتاری ہے آپ پر کتاب يُتْلٰى عَلَيْهِمْ جو پڑھی جاتی ہے ان پر ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ یہ کتاب آپ ﷺ کا معجزہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جتنے معجزے عطا فرمائے ہیں ان میں سے قرآن ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا اور اس کی مثال نہ اس وقت کوئی پیش کر سکا اور نہ قیامت تک کوئی پیش کر سکے گا۔ دنیائے کفر نے اس کو ختم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے لیکن الحمد للہ! آج تک محفوظ اور موجود ہے اور قیامت تک رہے گا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً بے شک اس میں

رحمت ہے۔ پڑھنے والا رحمت کا مستحق ہے وَّ ذِكْرٰى اور نصیحت ہے۔اس کتاب میں نصیحت کی باتیں ہیں مگر کس کو فائدہ دیں گی لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کو جو ایمان لائے اور جو نہ مانے اس کے لیے یہ کتاب نہ رحمت ہے اور نہ نصیحت، کچھ بھی نہیں۔

❁ ❁ ❁

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ
بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ
الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ
بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۙ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِىْ
وَاسِعَةٌ فَاِيَّاىَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫
ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۖ ﴿۵۸﴾

قُلْ آپ کہہ دیں كَفٰى بِاللّٰهِ کافی ہے اللہ تعالیٰ بَيْنِىْ میرے درمیان وَ بَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان شَهِيْدًا گواہ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا اس چیز کو فِى السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ جو ایمان لائے باطل پر وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ

اور انکار کیا اللہ تعالیٰ کا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّی اور اگر نہ ہوتی ایک میعاد مقرر لَّجَآءَ ھُمُ الْعَذَابُ البتہ آجاتا ان پر عذاب وَلَیَاْتِیَنَّھُمْ اور البتہ ضرور آئے گا ان پر بَغْتَةً اچانک وَّ ھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی یَسْتَعْجِلُوْنَکَ یہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے بِالْعَذَابِ عذاب کو وَاِنَّ جَھَنَّمَ اور بے شک جہنم لَمُحِیْطَةٌ بِالْکٰفِرِیْنَ البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو یَوْمَ اس دن یَغْشٰھُمُ الْعَذَابُ چھا جائے گا ان پر عذاب مِنْ فَوْقِھِمْ ان کے اوپر وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ اور ان کے پاؤں کے نیچے سے وَ یَقُوْلُ اور فرمائے گا اللہ تعالیٰ ذُوْقُوْا چکھو مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بدلہ اس چیز کا جو تم کرتے تھے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ بے شک میری زمین کشادہ ہے فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ پس خاص میری عبادت کرو کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ پھر ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل اچھے کیے لَنُبَوِّئَنَّھُمْ البتہ ہم ان کو ضرور ٹھکانا دیں گے مِّنَ الْجَنَّةِ جنت میں غُرَفًا بالاخانوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ رہیں گے ان جنتوں میں نِعْمَ اَجْرُ

الْعٰمِلِيْنَ اچھا ہے بدلہ عمل کرنے والوں کا۔

اس سے پہلی آیات میں کافروں کے ایک شوشے کا ذکر تھا کہ انہوں نے کہا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ''کیوں نہیں اتاری گئیں اس پیغمبر پر نشانیاں معجزے اس کے رب کی طرف سے۔'' ان کی اس بات کے اللہ تعالیٰ نے تین جواب دیئے۔ایک یہ کہ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ''آپ کہہ دیں کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔'' نبی کا معجزات مین کوئی دخل نہیں ہے نبی کا کام ہے ڈرانا کھول کر۔

مشرکوں کے شوشے کا دوسرا اور تیسرا جواب :

دوسرا جواب یہ دیا اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ''کیا یہ ان کو کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔'' یہ معجزہ نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک رہے گا۔

تیسرا جواب: فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ۔اس نے گواہی دی کہ میرے ہاتھ پر چاند دو ٹکڑے کیا، آتے جاتے پتھر مجھے سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ،میرے حکم سے درخت چل کر آتے ہیں، پانی کی کمی ہو تو انگلیوں سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑتے ہیں، کافروں کے ہاتھوں میں کنکریاں میرا کلمہ پڑھتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں، یہ تمام اللہ تعالیٰ کی گواہیاں ہیں میری نبوت پر۔مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے لیکن وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں باطل پر جنھوں نے باطل کی تصدیق کی، باطل کو مانا وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ اور انکار کیا اللہ تعالیٰ کا، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم نہیں کیا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔ ان کے انکار سے خدا اور رسول کا تو کچھ نہیں بگڑے گا خسارہ انہی کو ہوگا کہ قبر و حشر میں ذلیل و رسوا ہوں گے۔ اب انہوں نے پینترا بدلا، ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر آ گئے۔ کہنے لگے اگر ہماری مرضی کے معجزے نہیں لا سکتے کہ صفا سونے کی بن جائے، مکہ مکرمہ کی زمین قابل زراعت ہو جائے، یہاں نہریں جاری ہو جائیں، باغات لہلہانے لگ جائیں، اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہی لے آؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ یہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو کہتے ہیں فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [الانفال: ۳۲] ''پس برسا دے ہم پر پتھر آسمان کی طرف سے یا لے آ ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب'' اور ہمیں ختم کر دے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى اور اگر نہ ہوتی ایک میعاد مقرر لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ البتہ ان پر عذاب آ جاتا۔ ہر کام کا اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کر دیا ہے اور تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ فلاں کام فلاں وقت میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے عذاب کا وقت مقرر ہے وہ عذاب بدر میں ہوگا مرنے کے بعد قبر میں ہوگا پھر دوزخ میں ہوگا۔ اور ان کو یقین رکھنا چاہیے وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً اور البتہ ضرور آئے گا ان پر عذاب اچانک وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ان کو شعور بھی نہیں ہوگا خبر بھی نہیں ہوگی۔

آنحضرت ﷺ کا بددعا فرمانا:

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے بددعا فرمائی اے پروردگار! ان پر اس طرح کے سال مسلط فرما جیسے یوسف کے زمانے میں قحط سالی کے تھے۔ پھر وہی کچھ ہوا بارش کا قطرہ تک نہ گرا، مکہ مکرمہ میں تو پہلے ہی کچھ نہیں ہوتا آس پاس کی آبادیوں میں بھی کچھ نہ ہوا۔ پھر وہ وقت آیا کہ ان لوگوں نے مردار کھائے، ہڈیاں پیس پیس کر پھانکیں، چمڑے بھگو بھگو کر کھائے۔ پھر یہ ابوسفیان کے پاس گئے کہ تم جا کر سفارش کرو کہ وہ دعا کریں اور یہ عذاب ہم سے ٹل جائے۔ ابوسفیان اس وقت تک ﷺ نہیں ہوا تھا۔ وہ گیا آنحضرت ﷺ کے پاس کہنے لگا دیکھو! جو بھی ہے، ہے تو آپ کی قوم، یہ پریشان ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہ تکلیف رفع ہو جائے۔ یہ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ کی دعا سے یہ قحط سالی والا عذاب ختم ہو جائے گا لیکن اپنا دھڑا نہیں چھوڑا۔ ۸ ھ تک ضد پر اڑا رہا پھر ایمان لے آیا۔

فرعون و ہامان کو معجزاتِ موسیٰ علیہ السلام میں کوئی شک نہیں تھا :

اور سورۃ نمل میں تم پڑھ چکے ہو کہ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ فرعون، ہامان وغیرہ نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا لیکن دل میں ان کے کوئی شک نہیں تھا جانتے تھے کہ یہ معجزے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں صرف ظلم اور سرکشی کرتے ہوئے نہیں مانا۔ فرعون یہ سمجھتا تھا اگر میں نے کلمہ پڑھ لیا تو پھر اقتدار میرے پاس نہیں رہے گا۔ ہامان کو یہ خطرہ تھا کہ میری وزارت عظمیٰ ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خدائی وزیر تھے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیے ہیں وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ [سورہ طٰہٰ] تو یہ چیزیں ان کے لیے حق سے مانع تھیں ورنہ دل میں ان کے پورا یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ تو فرمایا کہ ضرور آئے گا ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور ان کو خبر بھی نہیں ہوگی۔

مشرکین مکہ کا جو حشر بدر میں ہوا کیا وہ سوچ سکتے تھے؟ ہزار کی تعداد تھی اسلحہ ان کے پاس وافر تھا ضرورت سے زیادہ اونٹ ساتھ لے کر آئے تھے ناچنے والے، گانے والی عورتیں ساتھ لے کر آئے تھے کہ یہ چند آدمی ہیں ان کا صفایا کر کے دھمالیں ڈالیں گے، بھنگڑے ہوں گے، رقص و سرود کی محفلیں ہوں گی اونٹ ذبح ہوں گے، شراب چلے گی۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ اونٹ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت بنیں گے اور گانے والیاں مکے تک تمہارا ماتم کریں گی اور شراب کی جگہ تم موت کے پیالے بھر بھر کے پیو گے۔ ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور جو بچ کے بھاگے وہ سال بھر گھروں سے باہر نہیں نکلے، منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ فرمایا یَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ یہ جلدی طلب کرتے ہیں آپ سے عذاب کو وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ اور بے شک جہنم احاطہ کرنے والی ہے کافروں کا۔ بندے کو تو وہ چیز مانگنی چاہیے جو بن مانگے نہ ملے۔ جہنم تو تمہیں بن مانگے ملنی ہے اسے مانگنے کی کیا ضرورت ہے آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے اور دوزخ بھی سامنے چاہے دفن پر کئی دن لگ جائیں موت کے بعد مومن کی روح علیین میں پہنچ گئی اور کافر کی سجین میں پہنچ گئی۔ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ جس دن چھا جائے گا عذاب ان پر اوپر سے وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ اور ان کے پاؤں کے نیچے سے۔ آج اگر پاؤں چنگاری پر جا پڑے آدمی اچھل کر ادھر جا پڑتا ہے اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے لیکن ہمیں اس سے بچنے کی فکر ہی کوئی نہیں ہے۔ وَيَقُوْلُ اور فرمائیں گے رب تعالیٰ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ چکھو بدلہ اس چیز کا جو تم عمل کرتے تھے۔

ہجرت کا حکم :

اوپر خطاب تھا کافروں کو اور اب خطاب ہے مومنوں کو یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے میرے وہ بندو! جو ایمان لائے ہو۔ رب کے بندے وہ ہیں جو صحیح طریقے پر ایمان لائے ہیں اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ بے شک میری زمین کشادہ ہے فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ پس خاص میری ہی عبادت کرو۔ اگر کسی علاقے میں کافروں کا غلبہ ہو اور مسلمانوں کو خالص عبادت نہیں کرنے دیتے تو حکم ہے کہ وہاں سے ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے جاؤ۔ اس وقت سے لے کر آج تک ہجرت کا سلسلہ چلا آرہا ہے افغانستان کے مہاجر لاکھوں کی تعداد میں ابھی تک پاکستان میں موجود ہیں ان میں اکثریت تو خالص مہاجرین کی ہے جو اس لیے آئے ہیں کہ وہاں روس کا غلبہ ہو جائے گا تو ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا عورتوں کی بے عزتی ہوگی چلو ایمان بچاؤ، عزت بچاؤ۔ اکثریت ان لوگوں کی ہے۔ اگرچہ جہالت کی وجہ سے ان میں رسومات و بدعات ہیں لیکن بدعات کو تو تمام مسلمانوں نے گلے لگایا ہوا ہے۔

بدعت پر ثواب کی بجائے عذاب ہوتا ہے :

یہ تیجا، ساتواں، دسواں وغیرہ تو ہر قوم میں ہیں۔ مجھے یہاں محنت کرتے ہوئے اکاون (۵۱) سال ہو گئے ہیں اور بدعات کی جتنی تردید میں نے کی ہے دنیا کی ساری زمین میں کسی مسجد کے اندر اتنی تردید نہیں ہوئی۔ میں پھر یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ دنیا کی کسی مسجد میں بدعات کی اتنی تردید نہیں ہوئی جتنی میں نے یہاں کی ہے۔ صحاح ستہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی کا درس میں نے تمہیں سنایا ہے۔ جنازے کے لیے میری منت کرتے ہو کہ جنازہ تم نے پڑھانا ہے اور جنازے کے بعد زور لگا کر کہتے ہو قُلْ کل ہوگا، پرسوں ہوگا اور زور لگا کر کہتے ہو۔ یاد رکھنا! ان بدعات میں کوئی

ثواب نہیں ہے بلکہ عذاب لازم ہے کچھ لوگوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ فلاں جگہ قرآن خوانی ہوگی۔ یہ قرآن خوانی کے لیے اجتماع دوسرے تیسرے روز جو کرتے ہیں یہ بھی بدعت ہے۔ بھائی! اگر کسی کا عزیز رشتہ دار فوت ہوگیا ہے تو جہاں بھی ... بیٹھ ... ثواب کر دو کسی کو بتلانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر ہمیں تو دکھاوے کے بغیر سکون نہیں آتا۔ وہ کہے گا تم قُل پر نہیں آئے تو خفت ہوگی۔

تو اکثریت تو خالص مہاجرین کی ہے۔ بعض اس لیے بھی آئے ہیں کہ یہاں تنگی ہے وہاں مالی طور پر فراوانی ہوگی اور بعضے جاسوسی کے لیے بھی آئے ہیں۔ تو فرمایا مومنوں پر زمین کشادہ ہے پس خالص میری عبادت کرو کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے موت سب پر آنی ہے ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ. پھر ہماری طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ آنا سب نے ہماری طرف ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے۔ صرف ایمان کا دعویٰ ہی نہیں ساتھ عمل بھی اچھے کیے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ البتہ ہم ان کو ضرور ٹھکانا دیں گے مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا۔ غُرَفًا غُرْفَةٌ کی جمع ہے۔ اوپر والی منزل کو کہتے ہیں، چوبارا۔ معنیٰ ہوگا جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے۔ جنت میں سو سو منزلوں والے مکان ہوں گے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ نہروں کے دونوں کناروں پر درخت ہوتے ہیں اور نیچے نہریں چل رہی ہوتی ہیں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے جو سعادت مند، خوش نصیب جنت میں داخل ہوگیا وہ کبھی نہیں نکلے گا۔ وہ ایسی ہمیشہ کی زندگی ہے کہ ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔ رب تعالیٰ سب کو نصیب فرمائے۔

۞ ۞ ۞

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ
اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ
مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ
مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ وقف لازم ع

اَلَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں صَبَرُوْا جنہوں نے صبر کیا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ اور کتنے ہی جانور ہیں لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا نہیں اٹھائے پھرتے وہ اپنا رزق اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا اللہ تعالیٰ ہی ان کو رزق دیتا ہے وَاِيَّاكُمْ اور تم کو بھی وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سننے والا جاننے والا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ سوال کریں ان

سے مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَسَخَّرَ الشَّمْسَ اور کس نے کام میں لگایا سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ پس کدھر پھیرے جاتے ہیں اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ اللہ تعالیٰ ہی کشادہ کرتا ہے روزی لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَ يَقْدِرُ لَهٗ اور تنگ کرتا ہے اس کے لیے جس کے لیے چاہے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ ان سے سوال کریں مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کس نے اتارا ہے آسمان کی طرف سے پانی فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس پانی کے ذریعے زمین کو مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے قُلْ آپ کہہ دیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ بلکہ اکثر ان کے عقل سے کام نہیں لیتے وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی اِلَّا لَهْوٌ مگر تماشا وَّ لَعِبٌ اور کھیل وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور بے شک آخرت کا گھر لَهِيَ الْحَيَوَانُ البتہ وہی زندگی ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ جان لیں۔

جنتیوں کی دو خوبیوں کا ذکر :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ان کو ہم ضرور جگہ دیں گے جنت کے بالا خانوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔" ان جنتیوں کی اللہ تعالیٰ نے دو خوبیاں یہاں بیان فرمائی ہیں الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وہ ہیں جو صبر کرتے ہیں تکالیف پر ایمان لانے کے بعد۔ مشکلات ہیں ایمان لانا آسان نہیں ہے اپنے آپ کو ایک دائرے کے اندر لانا ہے پھر اس پر قائم رہنا آسان نہیں ہے اور نیکی کا کوئی کام بھی آسان نہیں ہے۔

سردی کے زمانے میں وضو کرنا، نماز پڑھنا، گرمی میں روزہ رکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ اور جو لوگ ان تکالیف پر صبر کریں گے جنت کے وارث بھی وہی ہوں گے۔ دنیا نام ہی پریشانیوں کا ہے۔

؎ کبھی دکھ کبھی سکھ اسی کا نام دنیا ہے

دنیا میں نہ ہمیشہ راحت ہے اور نہ ہمیشہ تکلیف ہے۔

ان کی دوسری خوبی: وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ شریعت میں توکل کا معنٰی ہے ظاہری اسباب اختیار کر کے ان کا نتیجہ رب تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دینا۔ زمیندار زمین کاشت کرے کھیت اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا اور وہی پھل لگائے گا، دکاندار دکان کھول کر بیٹھے گا گاہک اللہ تعالیٰ بھیجے گا، ملازم ملازمت کرے گا تو تنخواہ ملے گی مزدور مزدوری کرے گا تو کچھ حاصل ہوگا، تاجر خرید و فروخت کرے گا تو نفع ہوگا۔ غرض کہ حرکت میں برکت ہے۔ توکل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہاتھ پاؤں جوڑ کر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ یا اللہ مجھے روزی دے۔ بے شک وہ قادر مطلق ہے وہ ایسا کر سکتا ہے مگر عادت اللہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرو نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ اگر

ظاہری اسباب اختیار نہ کیے جائیں تو اس کو تعطل کہتے ہیں۔شاعر نے بہت عمدہ انداز میں توکل کا معنٰی بیان کیا ہے......

ـ توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر اس خنجر کی تیزی کو مقدر کے حوالے کر

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین بڑی وسیع ہے پس خاص میری ہی عبادت کرو یعنی جہاں تم رہ رہے ہو اگر وہاں تمہیں میری عبادت میں رکاوٹ ہے تو ہجرت کر جاؤ۔اب سوال یہ ہے کہ جہاں آدمی رہ رہا ہے وہاں کاروبار ہے، زمین ہے، تجارت ہے، جہاں جائے گا نہ معلوم کیا بنے گا، حالات کیا ہوں گے؟ آخر اخراجات ہوتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ پریشانی تم دل سے نکال دو رزق کی ذمہ داری میری ہے۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ اور کتنے جانور ہیں لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا جو اپنا رزق نہیں اٹھائے پھرتے اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا اللہ تعالیٰ ہی ان کو رزق دیتا ہے وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی رب رزق دیتا ہے۔سورہ ہود آیت نمبر ۶ میں ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ''اور نہیں ہے کوئی جان دار چیز زمین میں مگر اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔''اور سورۃ الذاریات آیت نمبر ۵۸ میں ہے اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا مضبوط طاقت کا مالک ہے۔'' جانور انسان سے کئی گناہ زیادہ کھانے والے ہیں سب کو روزی اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں، جنوں، پرندوں پر، جانوروں پر حکومت کا حق دیا تھا ہوا بھی ان کے حکم کے تابع تھی۔بہت اچھی طرح انتظام حکومت چل رہا تھا۔

سلیمان علیہ السلام کی دعوت کا ذکر :

کتابوں میں یہ واقعہ آتا ہے کہ ایک دن سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے گزارش کی اے پروردگار! میں تیری مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تم اپنا کام کرو یہ میرا کام ہے۔ جب اصرار کیا تو ایک دن کے کھانے کی اجازت مل گئی۔ کئی ماہ تیاری پر لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سمندری مخلوق سے ابتدا کرنی ہے یا میدانی مخلوق سے؟ تو سمندری مخلوق سے ابتدا کی۔ وہیل مچھلی نے منہ کنارے پر رکھا اور کچا پکا، اناج پھل وغیرہ سب کچھ کھا گئی اور کہنے لگی کچھ اور لاؤ اس کو کہا گیا کہ اور تو کچھ نہیں ہے۔ تو مچھلی نے کہا پروردگار! آج آپ نے مخلوق کے حوالے کیا پیٹ بھر کے کھانا نصیب نہیں ہوا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ساری مخلوق کو دے رہا ہے اور کون دے سکتا ہے؟ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہی سنتا ہے جانتا ہے۔ پھر یہ جو مشرک ہیں جنہوں نے آپ کو ہجرت پر مجبور کر دیا ہے بنیادی باتیں تو یہ ساری مانتے ہیں ان کو کہو نتیجہ کیوں نہیں مانتے اور ہمارے ساتھ کیوں جھگڑتے ہو؟ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ ان سے سوال کریں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو۔ ہمارے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھنے والو اور ہمیں عبادت سے روکنے والو بتلاؤ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور کام میں لگا دیا سورج کو اور چاند کو۔ ان کو تمہاری خدمت پر کس نے لگایا ہے، بتلاؤ؟ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ یہ ضرور کہیں گے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

مشرک رب تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہے :

مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا مشرک رب تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ آسمانوں کو پیدا کرنے والا زمین کو پیدا کرنے والا، چاند سورج ستاروں کا خالق،

پہاڑوں، دریاؤں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر کہتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ہمارے لیے سیڑھیاں ہیں ۔ چنانچہ سورۃ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے کہتے تھے مَانَعْبُدُهُمْ اِلاَّ لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''ہم ان کی پوجا پاٹ اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔'' هٰـؤُلَآءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] ''یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں ۔'' سفارش اور صرف سفارش ہی ان کا مقصود و مدعا ہے۔

مسئلہ شفاعت کی تشریح :

ایک ہے عالم اسباب میں ایک دوسرے کی سفارش۔تو یہ قرآن سے ثابت ہے۔ پانچویں پارے میں ہے مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً ''جو آدمی اچھی سفارش کرے گا اس کو ثواب ملے گا اور جو بری سفارش کرے گا اس کو گناہ ہوگا۔'' اور ایک ہے مافوق الاسباب سفارش کا عقیدہ رکھنا۔ یہ ممنوع ہے۔ مثلاً یہاں سے کوئی آدمی کہتا ہے کہ اے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی میرا یہ مسئلہ ہے مجھے یہ پریشانی ہے آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں میری سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ میرا کام کر دے تو یہ ممنوع ہے اور ناجائز ہے کیونکہ ایسی سفارش میں چند غلط عقیدے ملے ہوئے ہیں ایک یہ کہ سفارش کرانے والا سمجھتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہاں حاضر و ناظر ہیں اور میری بات کو سن رہے ہیں ۔ اور دوسرا عقیدہ یہ ہوگا کہ وہ میری تکلیف اور مشکل کو جانتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ وہ کچھ کرا سکتے ہیں متصرف فی الامور ہیں اور یہ تینوں باتیں کفر کے ستون ہیں۔

فقہائے کرامؒ نے فرمایا ہے مَنْ قَالَ اَرْوَاحَ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ كَانَ

یَـکْفُرُ ''جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح میرے پاس موجود ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں تو وہ پکا کافر ہے۔'' چاہے نمازیں پڑھے، چاہے روزے رکھے، حج کرے، قربانی دے، فطرانہ دے، پکا کافر ہے۔ بریلوی مولویوں اور پیروں کا یہی عقیدہ ہے اور ان کے جو خاص مقربین ہیں غالی قسم کے ان کا بھی یہی عقیدہ ہے باقی عوام بے چارے تو ناسمجھ ہیں ان کے مولوی، پیر اور جو غالی بریلوی ہیں عوام میں سے وہ پیغمبروں کو حاضر و ناظر مانتے ہیں ولیوں، شہیدوں کو بھی حاضر و ناظر مانتے ہیں اور یہ سب کفر ہے۔ فقہائے کرام کا طبقہ بہت محتاط طبقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ایسا جملہ بولے کہ اس کے سو معنٰی بنتے ہوں ننانویں کفریہ ہوں اور ایک اسلام کا ہو تو اس کو کافر نہ کہو کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی مراد اسلام والا معنٰی ہو۔ ایک فیصد احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اس سے بڑی احتیاط کیا ہوگی۔ یہ فقہاء کا طبقہ اس بات پر متفق ہے کہ جو بزرگوں کی ارواح کو حاضر و ناظر جانے اور عالم الغیب جانے وہ پکا کافر ہے یہ کوئی فروعی مسائل نہیں ہیں کہ ان کو نظر انداز کر دیا جائے۔ فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ پس کدھر یہ الٹے پھیرے جاتے ہیں اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ ہی کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے وَ یَـقْدِرُ لَهٗ اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہے، رزق کا کشادہ اور تنگ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اِنَّ اللّٰـهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر ان مشرکوں کافروں سے سوال کریں جو آپ کو اپنے شہر میں عبادت نہیں کرنے دیتے اور ہجرت پر مجبور کرتے ہیں مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً کس نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی۔ بارش کون برساتا ہے؟ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس پانی کے ذریعے زمین کو مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد، خشک ہو جانے کے

بعد۔ بتلاوَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے زمین کو زندہ کرتا ہے فصلیں اگاتا ہے درخت اور پھل اگاتا ہے یہ سب کام رب تعالیٰ کرتا ہے قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ آپ کہہ دیں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یہ اقراری مجرم ہیں سب کچھ تسلیم کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں جب یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے تو شرک کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟ عقل رب تعالیٰ نے سب کو دی ہے تھوڑی عقل والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب ان تمام کاموں میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہے تو عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شرک کرتا ہے تو پھر دھکے شاہی، ضد اور گروہ بندی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی نے سفید زمین خریدی۔ اس پر مکان بنوایا اینٹیں اس نے خریدیں، سیمنٹ بجری اس نے مہیا کی مزدوری اس نے دی، دروازے کھڑکیاں اس نے لگوائیں، رنگ روغن اس نے کروایا، درمیان میں ایک آدمی آ کر کہتا ہے کہ یہ مکان میرا ہے۔ بھائی تیرا کس طرح ہے؟ زمین تو نے خریدی ہے اینٹیں تو لایا ہے، سیمنٹ بجری کے پیسے تو نے دیئے ہیں، مزدوری وغیرہ تو نے دی ہے؟ تو کس طرح دعوے دار بن گیا ہے بعینہٖ اسی طرح سمجھو کہ سارا کچھ رب نے کیا اور حاجت روا، مشکل کشا، دست گیر شیخ عبدالقادر جیلانی بن گیا اور بڑے زور شور کے ساتھ کہتے ہیں......

؎ امداد کن امداد کن از رنج و غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

بھئی! اس سے بڑا شرک کیا ہے؟

صفاتِ باری تعالیٰ میں شرک فروعی مسئلہ نہیں :

بعض جاہل قسم کے لوگ ان مسائل کو فروعی سمجھتے ہیں جیسے حنفی، شافعی، مالکی، حنابلہ کے درمیان فروعی مسائل ہیں حاشا وکلاّ ثم حاشا وکلاّ ایسا نہیں ہے۔ اسی لیے میری کوشش یہی رہی ہے کہ تمہیں قرآن کریم کا لفظی ترجمہ آ جائے، ہوائی تقریریں نہیں کیں۔ تم خود قرآن کے لفظ سمجھو آگے تمہارا ذوق ہے کہ کس نے کیا اخذ کیا ہے؟ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ بلکہ اکثر ان کے عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ عقل انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں کے پاس گروی رکھی ہوئی ہے وڈیروں کے پاس گروی رکھی ہوئی ہے۔ فرمایا یاد رکھو! کسی کے کہنے میں نہ آؤ عقل سے کام لو دنیا پر مفتون ہو کر آخرت برباد نہ کرو وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی اِلَّا لَهْوٌ مگر تماشا وَّ لَعِبٌ اور کھیل۔ کھیل وہ ہوتا ہے جو آدمی خود کرے اور اس کھیل کو کنارے پر تماشائی دیکھتے ہیں کچھ لوگ وہ ہیں جن کو کوٹھیاں، کارخانے، دکانیں، زمین، باغات، نصیب ہیں، وہ کھیل ہیں اور ہم تم ان کو دیکھتے ہیں ہم تماشائی ہیں۔ تو دنیا کھیل تماشے کے علاوہ کچھ نہیں ہے وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور بے شک آخرت کا گھر لَهِيَ الْحَيَوَانُ زندگی وہی ہے۔ حیوان کا معنیٰ ہے زندگی۔ یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے اب ہے لمحہ بعد کچھ نہیں ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ حقیقت کو جان لیں۔

❁ ❁ ❁

فَاِذَا
رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

فَاِذَا رَكِبُوْا پس جس وقت وہ سوار ہوتے ہیں فِي الْفُلْكِ کشتیوں میں دَعَوُا اللّٰهَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو مُخْلِصِيْنَ خالص کرتے ہوئے لَهُ الدِّيْنَ اسی کے لیے دین فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ پس جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو نجات دیتا ہے اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ اچانک وہ شرک کرنے لگتے ہیں لِيَكْفُرُوْا تاکہ وہ انکار کریں بِمَآ اس نعمت کا اٰتَيْنٰهُمْ جو ہم نے ان کو دی ہے وَلِيَتَمَتَّعُوْا اور تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انھوں نے نہیں دیکھا اَنَّا جَعَلْنَا بے شک ہم نے بنایا ہے حَرَمًا اٰمِنًا حرم کو امن والا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ اور اچک لیے جاتے ہیں لوگ مِنْ حَوْلِهِمْ ان کے اردگرد سے اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ کیا پس وہ

باطل پر ایمان لاتے ہیں وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں وَ مَنْ اَظْلَمُ اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنِ اس شخص سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ یا اس نے جھٹلایا حق کو لَمَّا جَآءَهٗ جب اس کے پاس آیا اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ کیا نہیں ہے جہنم میں مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ٹھکانا کافروں کا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہمارے بارے میں لَنَهْدِيَنَّهُمْ البتہ ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی سُبُلَنَا اپنے راستوں کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ البتہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

انتہائی مشکل میں مشرک بھی صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے :

اس سے پہلی آیات میں تم پڑھ چکے ہو کہ مشرکین مکہ آسمانوں کا خالق، زمین کا خالق، چاند، سورج، ستاروں کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ بارش برسانے والا، پھل کھیتیاں اگانے والا اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے بلکہ انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پس جس وقت وہ سوار ہوتے ہیں کشتیوں میں تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین۔ خالص اسی پر یقین کرتے ہوئے اسی کے دین پر چلتے ہوئے۔

مکہ مکرمہ کے نامی گرامی مجرموں کا ذکر :

۸ھ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے مکہ مکرمہ فتح ہوا تو جتنے نامی گرامی مجرم تھے وہ سب بھاگ گئے کہ ان کو اپنے کرتوت کا علم تھا اس لیے فکر ہوئی کہ ہماری جان بخشی نہیں ہوگی۔ ان بھاگنے والوں میں وحشی بن حرب بھی تھا جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو احد کے مقام پر بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا تھا۔ جبار بن اسود بھی تھا جس نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ٹانگ کھینچ کر اونٹ سے نیچے گرادیا تھا جس سے ان کا حمل بھی ضائع ہو گیا تھا اور وہ خود بھی بیمار ہو گئی تھیں۔ وہ اس طرح ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کے قافلے کے ساتھ مدینہ طیبہ جا رہی تھیں حبار بن اسود حقیقی سسر تو نہیں تھا برادری میں خسر لگتا تھا۔ اس نے کہا کہ کدھر جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا چچا جان میں اپنے خاوند کی اجازت سے مدینہ طیبہ جا رہی ہوں ابا جان کی ملاقات کے لیے۔ اس نے کہا کوئی اجازت نہیں ہے۔ ٹانگ سے پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ یہ کوئی معمولی جرم نہیں تھا لہٰذا یہ بھی بھاگ گیا۔ صفوان بن امیہ بڑا سردار اور امیر آدمی تھا کافروں کو یہ اسلحہ سپلائی کرتا تھا۔ بدر، احد، خندق میں اسی نے اسلحہ مہیا کیا تھا۔ یہ دور دراز کے علاقہ سے اسلحہ خریدتا اور تھوڑی قیمت پر کافروں کو دیتا تھا اور غریبوں کو مفت بھی دے دیتا تھا کہ اسلام کے خلاف استعمال کرو، یہ بھی بھاگ گیا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی بھاگ گیا۔ اس وقت بیت اللہ سے اونچی کوئی منزل نہیں تھی۔ کعبۃ اللہ کی بلندی پچاس فٹ تھی دور سے نظر آتا تھا۔ اب تو کعبۃ اللہ کے اردگرد بڑی بڑی بلند عمارتیں بن گئی ہیں باہر سے کعبۃ اللہ نظر نہیں آتا۔ صفا پہاڑی بھی دور سے نظر آتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے صفا کی چٹان پر چڑھ کر سفید چادر لہرائی۔ یہ خطرے کی علامت ہوتی تھی۔ جب کوئی خاص بات ہو

تی یا انتہائی خطرہ ہوتا تو پھر کپڑے اتار کر آواز بلند کرتے تھے اِنَّمَا اَنَا نَذِیْرُ الْعُرْیَان یہ خطرے کا آخری الارم ہوتا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے چادر ہلائی۔ مرد عورتیں اکٹھے ہو گئے سننے کے لیے کہ آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ان کے سب جرائم بیان کیے کہ تم نے فلاں موقع پر یہ زیادتی کی، فلاں موقع پر تم نے یہ ظلم کیا، میرے فلاں ساتھی کو تم نے شہید کیا، فلاں کو قید کیا، فلاں کے پاؤں میں رسیاں ڈال کر الٹا لٹکایا، فلاں کو پانی میں غوطے دیئے، فلاں کو انگاروں پر لٹایا، فلاں کو رسیوں سے باندھ کر گھسیٹا، یہ کیا وہ کیا۔ جوں جوں آپ ﷺ ان کے جرائم بیان کرتے تھے ان کے ہوش و حواس اڑتے جاتے تھے کہ ہمیں تو اپنے عیب یاد نہیں اور انہوں نے سارے نوٹ کیے ہوئے ہیں۔ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اب تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے؟ جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو انہوں نے یقین کر لیا کہ اب ہماری خیر نہیں ہے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آج وہی کروں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا انہوں نے کہا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ "آج کے دن پر کوئی ملامت نہیں ہے۔" اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا میں نے سب تمہیں معاف کر دیا کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔ وحشی بن حرب کا دوست بولا کہ وحشی بن حرب کو بھی کچھ نہیں کہو گے؟ فرمایا کچھ نہیں کہوں گا۔ ایک نے کہا حبار بن اسود کو بھی کچھ نہیں کہو گے؟ فرمایا کچھ نہیں کہوں گا۔ صفوان بن امیہ بھاگا ہوا ہے اس کو بھی کچھ نہیں کہوں گے؟ فرمایا کچھ نہیں کہوں گا۔ عکرمہ بن ابو جہل کی بیوی ام حکیم پاس کھڑی تھی بعد میں ؓ ہو گئی تھی۔ کہنے لگی حضرت! آپ مجھے جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ فرمایا ہاں! تو ام حکیم ہے۔ میرا خاوند عکرمہ بھاگا ہوا ہے اس کو بھی کچھ نہیں کہیں گے؟ فرمایا کچھ نہیں کہوں گا۔ بدر میں جب اس کا باپ ابو جہل مارا گیا تو

بعد میں اس نے اپنے والد کی پوری نمائندگی کی تھی ۔ام حکیم نے کہا حضرت !اس کو ویسے یقین نہیں آئے گا کوئی نشانی دے دیں ۔آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عمامۃ سوداء سیاہ پگڑی سر پر باندھی ہوئی تھی اتار دی ۔فرمایا لے جاؤ یہ میری طرف سے نشانی ہے ۔اس وقت جدہ کا تو نام ونشان ہی نہیں تھا ۔کعبہ کے دروازے کے بالکل سیدھ میں تیس میل کی مسافت پر دریا تھا وہاں گھاٹ تھا کچھ لوگوں نے وہاں جھونپڑیاں بنائی ہوئی تھیں ۔کھجوریں دودھ وغیرہ اس قسم کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں ۔کشتی کبھی پندرہ دن کے بعد چلتی کبھی مہینے کے بعد اور یہ مسافر وہیں پڑے رہتے ۔

سکہ بند مشرک اور موجودہ دور کے مشرک :

اتفاق کی بات ہے کہ یہ عکرمہ جب وہاں پہنچا تو حبشہ کی طرف جانے والی کشتی چل پڑی ۔پانچ سات میل سمندر میں گئے طوفان آ گیا غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو کسی نے کہا یَا لاتُ اَغِثْنِیْ ’’اے لات مجھے بچا ۔‘‘ کسی نے کہا یَا مَنَاتُ اَغِثْنِیْ ’’اے منات مجھے بچا ۔‘‘ کسی نے کہا یَا عُزّٰی اَغِثْنِیْ عزیٰ ایک پری ہوتی ہے جس کی وہ پوجا کرتے تھے ۔’’اے عزیٰ میری مدد کر مجھے بچا ۔‘‘ تو اپنے اپنے انداز میں غیر اللہ سے مدد طلب کی ۔ ملاحوں نے کہا فَاِنَّ اٰلِھَتَکُمْ لَا تُغْنِیْ ھٰھُنَا شَیْئًا ’’بے شک تمہارے خدا یہاں کچھ نہیں کر سکتے ۔‘‘ یہاں رب تعالیٰ کے بغیر کوئی مدد نہیں کرے گا ۔عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے یہ خدا یہاں کچھ نہیں کر سکتے تو پھر خشکی میں بھی کچھ نہیں کر سکتے ۔یہی بات تو میرا چچا زاد بھائی کہتا تھا اور ہم بھاگتے تھے ۔کہنے لگا کشتی واپس کرو میں رب سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے نجات دے دی تو میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا ۔کشتی واپس آ گئی ۔ طوفان میں آگے نہ جا سکی ۔عکرمہ نے دیکھا کہ اس کی بیوی کنارے پر کھڑی ہے بغل میں

کوئی چیز لیے ہوئے۔ عکرمہ حیران ہوااور یہ سمجھا کہ شاید عورتوں کو بھی پناہ نہیں ملی۔ کہنے لگا کَیْفَ کیسے آئی ہو؟ ام حکیم نے کہا خطرے کی کوئی بات نہیں تمہارے لیے پناہ لے کر آئی ہوں وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ انہوں نے فرمادیا ہے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ "کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا" دیکھو! یہ ان کی پگڑی علامت کے طور پر لائی ہوں۔ دونوں سوار ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ مؤطا امام مالک کی روایت میں ہے آپ نے ان کو دیکھا تو دل جوئی کے لیے کھڑے ہو گئے۔ فرمایا مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ تو مشرک بھی جب کشتیوں میں سفر کرتے اور پھنس جاتے تو صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اخلاص کے ساتھ خالص اسی پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے دین پر چلتے ہوئے۔ یہ سکہ بند مشرکوں کا حال ہے۔ اور ہمارے جو کلمہ گو مشرک ہیں یہ کیا کہتے ہیں؟

بگرداب بلا افتاد کشتی

مدد کن یا معین الدین چشتی

"کشتی ڈوبنے لگی ہے معین الدین ہماری مدد کو پہنچو۔" کوٹ ادو سے لوگ جب ڈیرہ غازی خان جاتے تھے تو غازی گھاٹ جگہ تھی وہاں سے کشتیوں پر بیٹھ کر جاتے تھے۔ اب وہاں پر پل بن گیا ہے اور ریلوے لائن بھی بچھ گئی ہے۔ تو یہ لوگ جب کشتی پر سوار ہوتے تھے تو کہتے تھے......

یا بہاول الحق بیڑا دھک

حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ اکابر اولیائے کرام میں سے ہوئے ہیں۔ ملتان کے علاقے میں اور ہر جگہ ان کی قدر کی جاتی تھی۔ ان کی کرامت تھی کہ چوبیس گھنٹوں میں تین سو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔ دیوبند سے اجمیر شریف تقریباً اکتیس بتیس میل کے فاصلے پر ہے۔

وہاں جمعرات کو قوالی ہوتی تھی۔ ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا ہم بھی وہاں گئے قوالی ہو رہی تھی ایک انگریز اور ایک میم بھی قوالی سننے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ قوالی کے عجیب وغریب قسم کے الفاظ تھے۔ اس میں ایک شعر یہ بھی تھا......

؎ خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوس اعلیٰ کو
مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

ایک مقام پر ایک قوال نے یہ کہا......

؎ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

یہ خیر سے مسلمان ہیں اور وہ مشرک تھے۔

تو فرمایا فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ پس جس وقت ہم ان کو نجات دیتے ہیں خشکی کی طرف اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ اچانک وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ دریا میں وہ شرک کو چھوڑ دیتے ہیں باہر آ کر شرک کرنے لگتے ہیں لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ تاکہ وہ انکار کریں اس نعمت کا جو ہم نے ان کو دی ہے۔ معمولی نعمت تو نہیں ہے کہ دریا میں ڈوب رہے تھے اللہ تعالیٰ نے بچا دیا وَلِيَتَمَتَّعُوْا اور تاکہ وہ فائدہ اٹھا لیں جتنا عرصہ زندہ رہنا ہے فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے۔ مرنے کے بعد دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ان پر کتنا احسان کیا ہے کہ حرم کی وجہ سے لوگ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حرم کے رقبے کا احترام کرتے تھے اس میں چوری نہیں کرتے تھے ڈاکا نہیں ڈالتے تھے، کسی کو اغوا نہیں کرتے تھے اور حرم سے باہر لوگ محفوظ نہیں تھے۔ سفر پر جاتے تو نہ کوئی مرد محفوظ ہوتا اور نہ کوئی محفوظ عورت ہوتی تھی۔ جیسے آج کل کے

غلط کار حکمرانوں نے غنڈے پیدا کر دیئے ہیں کہ کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ اگر یہ حکمران ان غنڈوں، بدمعاشوں کی سرپرستی چھوڑ دیں تو تمام برائیاں ختم ہو جائیں لیکن ان کو باقاعدہ حصہ ملتا ہے یہ کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا بے شک ہم نے بنایا ہے حرم کو امن والا۔ کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نہ چوری کا، نہ ڈاکے کا، نہ اغوا کا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اور اچک لیے جاتے ہیں لوگ حرم کے آس پاس سے۔ قتل بھی کر دیئے جاتے تھے اور بھی بہت کچھ ہوتا تھا۔ انہوں نے اتنی بڑی نعمت کی کوئی قدر نہیں کی اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ کیا پس یہ باطل پر ایمان لاتے ہیں، لات پر، منات پر، عزیٰ پر، ہبل پر وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ حرم میں ان کو امن سکون نصیب ہے کتنی بڑی نعمت ہے؟ نہ ان کی جان کو کوئی خطرہ نہ مال کو نہ عزت کو۔

حرم میں لڑائی جھگڑا جائز نہیں :

آج بھی اگر کوئی نادان قسم کے لوگ حرم کے رقبے میں لڑتے جھگڑتے ہیں تو سمجھ دار لوگ ان کو کہتے ہیں الحرم یاحاج الحرم "حاجی یہ حرم ہے یہاں لڑائی جھگڑا جائز نہیں ہے۔" اور ایسے ایسے بے وقوف دیکھے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے دوسروں کو دھکا مار کر پیچھے پھینک دیتے ہیں۔ حالانکہ حجر اسود کا چومنا بعض کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے اور مومن کو تکلیف دینا حرام ہے۔ تو محض ایک مستحب کی ادائیگی کے لیے حرام کا ارتکاب کرتے ہیں یہ سب کچھ جہالت کی وجہ سے اور شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَنْ اَظْلَمُ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا اَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ یا حق کو جھٹلایا لَمَّا جَآءَہٗ جس وقت حق اس کے پاس آ گیا۔ حافظ ابن کثیر بڑے چوٹی کے مفسر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ دو طرفیں ہیں۔ ایک طرف آنحضرت ﷺ اور آپ کے مومن ساتھی ہیں۔ آپ ﷺ دعوی کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت اور رسالت دی ہے مجھ پر وحی اترتی ہے اور دوسری طرف کافر اور منکر ہیں جو آپ ﷺ کو نبی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگر رب تعالیٰ نے مجھے نبی نہیں بنایا اور میں ایسے ہی دعویٰ کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھ رہا ہوں تو پھر تو مجھ سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے۔ اور دوسری طرف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں جب وہ حق لے کر آئے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا، توحید کو جھٹلایا، قیامت کو جھٹلایا۔ تو جو حق کو جھٹلاتا ہے اس سے زیادہ ظالم کوئی ہے؟ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو جھٹلایا ہے لہٰذا یہ سب سے بڑے ظالم ہیں اور جو شخص سچی بات کو جھٹلاتا ہے اَلَیْسَ فِیْ جَھَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے جو ضد اور عناد پر اڑے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا ہدایت ان کو دیتا ہے جو ہدایت کے طالب ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہمارے بارے میں اے فِیْ رَضَاءِ نَا فِیْ حَقِّنَا فِیْ سَبِیْلِنَا جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہمیں راضی کرنے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ ایمان لائیں گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْر [زمر: ۷] ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر پر راضی نہیں ہوتا۔'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر راضی ہے۔ لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا البتہ ہم ضرور

راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف۔ہم ان کوضرور چلائیں گے اپنے راستوں پر۔ اگر آدمی اخلاص کے ساتھ ایمان قبول کرے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق دیتے ہیں اور اس کا خاتمہ ایمان پر کرتے ہیں اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا تو پھر اس کے ہمیشہ کے لیے مزے ہی مزے ہیں۔اور جو شخص عملی منافق ہے کبھی نیکی کرتا ہے کبھی نہیں کرتا اس کے ساتھ وعدہ نہیں ہے وہ اپنی مرضی کرے ایسے شخص کا ایمان خطرے میں ہے۔اور اگر خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو پھر بیڑا غرق ہوگیا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ان کو اللہ تعالیٰ مزید نیکی کی توفیق دیتا ہے۔

۞ ...... ۞ ...... ۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الروم

(مکمل)

جلد............١٥

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ﴿۹﴾

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ مغلوب ہو گئے رومی فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ قریب کی زمین میں وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد

سَيَغْلِبُوْنَ عنقریب غالب آئیں گے فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ چند سالوں میں لِلّٰهِ الْاَمْرُ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے معاملہ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَ مِنْ بَعْدُ اور اس کے بعد بھی وَيَوْمَئِذٍ اور اس دن يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ خوش ہوں گے مومن بِنَصْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مدد يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور وہ غالب ہے رحم کرنے والا ہے وَعْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا وعدہ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ نہیں خلاف ورزی کرتا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے يَعْلَمُوْنَ جانتے ہیں ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی ظاہری زندگی کو وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ اور وہ آخرت سے هُمْ غٰفِلُوْنَ غافل ہیں اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا کیا انہوں نے غور و فکر نہیں کیا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں میں مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى اور ایک مدت مقرر تک وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بے شک بہت سارے لوگ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی ملاقات سے لَكٰفِرُوْنَ انکار کرتے ہیں اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں فِي الْاَرْضِ زمین میں فَيَنْظُرُوْا پس دیکھتے كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ کیسا تھا انجام ان لوگوں کا مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے گزرے ہیں كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ وہ زیادہ سخت تھے

ان سے قُوَّۃً قوت میں وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ اورانہوں نے زمین میں ہل چلائے وَعَمَرُوْھَآ اورزمین کوآبادکیا اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْھَا زیادہ اس سے جوانہوں نے آبادکیا وَجَآءَ تْھُمْ رُسُلُھُمْ اورآئے ان کے پاس ان کے پیغمبر بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ فَمَا کَانَ اللّٰہُ پس نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِیَظْلِمَھُمْ کہ ان پر ظلم کرتا وَلٰکِنْ کَانُوْآ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ لیکن وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

ایران اورروم کی حکومتوں کا ذکر :

اس سورت کا نام سورۃ الروم ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اوراس سے پہلے تراسی سورتیں نازل ہوچکی تھیں اس کا چوراسی نمبر ہے۔اس کے چھ رکوع اور ساٹھ آیتیں ہیں۔الم کے متعلق کئی دفعہ بیان ہوچکا ہے کہ ایک تفسیر کے مطابق الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور لام سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور میم سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی۔نزول قرآن کے زمانے میں دنیا کے اندر دو بڑی حکومتیں تھیں۔ایک ایرانیوں کی، ان کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ایران ہوتا تھا۔آنحضرت ﷺ کے زمانے میں خسرو پرویز بادشاہ تھا یہ ایرانی آتش پرست تھا اوران کے نزدیک ہر عورت سے نکاح جائز تھا بغیر کسی تمیز کے۔ ماں کے ساتھ، بہن کے ساتھ، بیٹی کے ساتھ، پھوپھی اور خالہ کے ساتھ۔ وہ کہتے تھے کہ سب اسی مقصد کے لیے ہیں۔

ان کے مقابلے میں دوسری حکومت روم کی تھی۔ یہ عیسائی تھے۔اہل کتاب ہونے

کی نسبت سے یہ ان سے کچھ بہتر تھے۔ اس وقت شام، مصر، عراق، خلیج، فارس کی ریاستیں دوحی، دوبئ، ابوظہبی، مسقط وغیرہ تمام رومیوں کے ماتحت تھیں۔ ایرانیوں نے حملہ کیا اور تمام ریاستیں ان سے چھین لیں۔ یہاں تک کہ ہرقل روم کو قسطنطنیہ تک محدود ہونے پر مجبور کردیا اور ایرانی سارے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی۔

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ مغلوب ہو گئے رومی فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ قریب کی زمین میں۔ کیونکہ عرب کے ساتھ ہی علاقہ تھا شام اردن وغیرہ وَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ چند سالوں میں۔ یہ ایسی پیشین گوئی تھی کہ بظاہر اس کا واقع ہونا اور پورا ہونا محال تھا۔ یہ نبوت کا پانچواں سال تھا۔ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک اس وقت پینتالیس سال تھی۔ مکہ مکرمہ کی صورت حال یہ تھی کہ مسلمان رومیوں کے ہمدرد تھے کہ وہ اہل کتاب تھے اور قریش مکہ ایرانیوں کے ہمدرد تھے کہ وہ مشرک تھے۔ جب رومیوں کو شکست ہوئی تو مشرکین مکہ نے خوب ڈھنڈورا پیٹا کہ مسلمانوں کے بھائیوں کو شکست ہوئی ہے کل ان کی بھی ہوگی۔

حقانیتِ قرآن اور پیغمبر پر دلیل :

جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بازار میں کھڑے ہو کر ابتدائی آیتیں پڑھیں الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ رومیوں کو شکست ہوگئی ہے تمہاری قریب کی زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے چند سالوں میں۔ اُبی بن خلف بڑا بے لحاظ منہ پھٹ کافر تھا یہ سن کر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دی اور کہا

کیا بکتے ہو رومی پھر غالب آئیں گے؟ صدیق اکبر ﷛ نے فرمایا کہ میں گالیوں کا جواب تو نہیں دوں گا لیکن میں اللہ تعالیٰ کے کلام پر یقین رکھتا ہوں رومی ضرور غالب آئیں گے۔ ابی بن خلف نے کہا کتنے سالوں میں؟ حضرت صدیق اکبر ﷛ نے فرمایا چار پانچ سال کے اندر غالب آجائیں گے۔ ابی بن خلف نے کہا کہ میرے ساتھ شرط لگاؤ اور اس وقت دو طرفہ شرط جائز تھی بعد میں حرام ہوگئی۔ شرط یہ طے پائی کہ چار پانچ سال میں اگر رومی دوبارہ غالب آگئے تو ابی بن خلف دس اونٹ حضرت صدیق اکبر ﷛ کو دے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو حضرت صدیق اکبر ﷛ اس کو دس اونٹ دیں گے۔ حضرت صدیق اکبر ﷛ نے اس شرط کا تذکرہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بِضع کا اطلاق تین سے نو تک کی گنتی پر ہوتا ہے لہٰذا چار پانچ سال کی مدت کا تعین درست نہیں ہے اسے نو سال تک بڑھانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر ﷛ نے اس سلسلے میں ابی بن خلف سے دوبارہ بات کی اور شرط میں ترمیم کر دی گئی۔ مدت نو سال اور شرط دس اونٹوں کے بجائے سو اونٹ کر دیئے گئے۔ ظاہری طور پر رومیوں کے غالب ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ابھی نو سال پورے نہیں ہوئے تھے ہجرت ہوگئی۔ ہجرت کے دوسرے سال بدر کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور ادھر رومیوں نے غلبہ حاصل کر لیا اور چھینے ہوئے علاقے واپس لے لیے۔ ہرقل روم نے منت مانی تھی کہ اگر میری زندگی میں چھینا ہوا علاقہ واپس مل گیا تو میں حمص سے پیدل چل کر مسجد اقصیٰ جاؤں گا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے۔ چنانچہ فتح کے بعد اس نے اپنی وہ منت پوری کی۔

ابی بن خلف جس نے صدیق اکبر ﷛ کے ساتھ شرط لگائی تھی وہ بدر میں مارا گیا

تھا۔حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کے بیٹے اور وارثوں سے کہا کہ شرط پوری کرو۔آج کا دور ہوتا تو وہ وکیلوں کی طرح باتیں بناتے۔کہتے تم مکہ چھوڑ کے چلے گئے اب کس شرط کا مطالبہ کرتے ہو؟ ہمارے ساتھ لڑتے ہو ہمارے آدمی ذبح کرتے ہو اور شرط بھی مانگتے اگر شرط لینی ہے تو اس سے لو جس سے شرط طے کی تھی۔میری بات سمجھ آرہی ہے نا۔مگر باوجود کافر ہونے کے وہ بات کے پکے تھے۔ابی بن خلف کے بیٹے اور وارثوں نے کہا کہ واقعی شرط طے ہوئی تھی شرط کے مطابق انہوں نے سو اونٹ حضرت صدیق اکبرؓ کے حوالے کر دیئے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرط پوری کر دی یہ شرط ان سے لینا آپ کے لیے جائز ہے۔کیونکہ اس وقت دوطرفہ شرط جائز تھی مگر اب چونکہ دوطرفہ شرط جائز نہیں ہے لہٰذا یہ اونٹ صدقہ کر دو۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پورے سو اونٹ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق صدقہ کر دیئے ایک اونٹ بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔یہ قرآن پاک کی صداقت کی دلیل ہے کہ قرآن پاک نے جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ مغلوب ہوگئے رومی، شکست کھا گئے رومی فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ قریب کی زمین میں۔وہ علاقے عرب کے ساتھ لگتے تھے وَ ھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ اور وہ اپنی شکست کے بعد سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ عنقریب وہ غالب آجائیں گے چند سالوں میں لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے معاملہ، اس سے پہلے ان کو جو شکست ہوئی ہے وہ معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں تھا وَ مِنْۢ بَعْدُ اور اس کے بعد بھی معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے حالات کو بدلنے والا وہی ہے۔کسی کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ یہ تین سو تیرہ دشمنوں کو تباہ و برباد کر کے

رکھ دیں گے جس وقت آنحضرت ﷺ تین سو بارہ کو اپنی قیادت میں کہ تیرہویں آپ ﷺ تھے مدینہ طیبہ سے چلے تو اکثر ننگے پاؤں اور ننگے سر تھے صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں تھیں۔منافقوں نے، یہودیوں نے، نصرانیوں نے مذاق اڑایا غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ [انفال:۴۹] ''ان سادہ لوگوں کو دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔'' یہ عرب کو فتح کرنے چلے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس کا مختصر جواب دیا۔فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرلے گا پس بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کا کرنا یوں ہوا کہ جو بات انہوں نے مذاق میں کہی تھی اللہ تعالیٰ نے پوری کردی۔ستر کافروں کی گردنیں اڑائیں، ستر گرفتار کیے، باقی بھاگ گئے اور چودہ صحابہ شہید ہوئے آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے دوسو ننانوے واپس آگئے۔

آنحضرت ﷺ تین دن وہاں قیام پذیر رہے کہ کسی طرف سے کوئی سر نظر آئے مگر کوئی دکھائی نہ دیا یہاں تک کہ ان کے مردے بھی آپ نے دفن کرائے وہ اپنے مردے بھی دفن کرنے نہیں آئے اتنی بے غیرتی کی۔تو رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔فرمایا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اس دن خوش ہوں گے مومن۔ایک تو شرط جیتنے کی وجہ سے۔نمبر۲ بدر میں کامیابی کی وجہ سے بِنَصْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مدد پر خوش ہوں گے يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے جس کی چاہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہ غالب ہے الرَّحِيْمُ مہربان ہے وَعْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا وعدہ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کے قادر مطلق ہونے کو کہ وہ ظاہر حالات کو پلٹ دیتا ہے اس کے

سامنے کوئی چیز مشکل نہیں ہے یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا جانتے ہیں وہ دنیا کی ظاہری زندگی کو وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ اور وہ آخرت سے بے خبر ہیں۔

دین سے غفلت کا عالم :

دنیا کے معاملے میں اتنے ہوشیار ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے ایسی باتیں کرتے ہیں کہ آدمی سن کے حیران رہ جاتا ہے اور دین کے معاملے میں پوچھو تو کچھ پتا نہیں ہے۔ پکے نمازیوں کو چھوڑ کر عام نمازیوں سے بھی پوچھو کہ عید کی نماز کی جو تکبیریں زائد ہیں اور واجب ہیں اگر وہ رہ جائیں اور امام رکوع میں چلا جائے تو جس کی یہ تکبیریں رہ گئی ہیں اس نے کیا کرنا ہے؟ بہت کم نمازی ہیں جو بتلا سکیں۔ یاد رکھنا! یہ تکبیریں واجب ہیں اور واجب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اگر سجدہ سہو نہ کیا جائے۔ رکوع کی تسبیحات کے بارے میں اختلاف ہے۔ فقہائے کرام ؒ کا ایک طبقہ سنت کہتا ہے اور اکثر مستحب کہتے ہیں۔ لہٰذا جب امام رکوع میں چلا جائے تو تم بھی رکوع میں چلے جاؤ کیونکہ رکوع فرض ہے اور رکوع کی تسبیحات کی جگہ وہ تکبیریں کہہ لو جو رہ گئیں ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے بس اللہ اکبر، اللہ اکبر کہے پھر اگر وقت مل جائے تو رکوع کی تسبیحات پڑھ لے۔ اور نماز جنازہ کی تکبیریں فرض ہیں اگر کسی کی ایک دو تکبیریں رہ گئی ہیں اور اس نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کا جنازہ قطعاً نہیں ہوگا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو تکبیریں رہ گئی ہیں پہلے وہ کہے پھر سلام پھیرے۔

تو فرمایا یہ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں آخرت سے غافل ہیں اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ کیا انہوں نے غور وفکر نہیں کیا اپنی جانوں میں، اپنے دلوں میں مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو

وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ چھوٹی سی تپائی ہے میں اس کے متعلق دعویٰ کروں کہ یہ بلا وجہ بنادی گئی ہے تو کوئی میرا دعویٰ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ اس کے بنانے کا مقصد ہے۔ تو کیا رب تعالیٰ نے آسمان و اور زمین اور اس کے درمیان جو کچھ ہے بلا مقصد بنادیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مقصد ہے وَاَجَلٍ مُّسَمًّی اور ایک مدت مقرر کے لیے ہے وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ اور بے شک بہت سارے لوگ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَکٰفِرُوْنَ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں قیامت کے منکر ہیں اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں زمین میں فَیَنْظُرُوْا پس دیکھتے کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

قرآن پاک نے بار بار اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ زمین میں اس نقطہ نظر سے چلو پھرو کہ پہلی قومیں جن کاموں کی وجہ سے تباہ ہوئی ہیں کیا ہم نے وہ کام تو اختیار نہیں کیے ہوئے؟ مگر اس نقطہ نظر سے کوئی نہیں سیر کرتا بلکہ دیکھتے ہیں کہ پودے کیسے ہیں، یہ درخت کیسے ہیں، یہ پھل کیسے ہیں؟

فرمایا کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھے ان سے قوت میں۔ وہ بڑے تومند اور طاقت ور تھے وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ اور انہوں نے ہل چلائے زمین میں وَعَمَرُوْهَآ اور انہوں نے آباد کیا زمین کو اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا زیادہ اس سے جو انہوں نے آباد کیا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ۔ لیکن انہوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی، حق کو ٹھکرایا جس کے نتیجے میں تباہ ہوئے فَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ پس نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ان پر ظلم کرتا وَلٰکِنْ

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ لیکن ان لوگوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا کہ پیغمبروں کی مخالفت کی، رب تعالیٰ کے انعامات کو نہ مانا۔

۞ ۞ ۞

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا

السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾

ثُمَّ كَانَ پھر تھا عَاقِبَةَ انجام الَّذِيْنَ ان لوگوں کا اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى جنہوں نے کی برائی برا ہوا اَنْ كَذَّبُوْا اس وجہ سے کہ جھٹلایا انہوں نے بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ اور تھے وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرتے اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ اللہ تعالیٰ ہی پہلی دفعہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہ اس کو لوٹائے گا ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی

یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ناامید ہوجائیں گے مجرم وَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اور نہیں ہوں گے ان کے لیے مِّنْ شُرَکَآئِهِمْ ان کے شریکوں میں سے شُفَعٰٓؤُا سفارشی وَکَانُوْا اور ہوجائیں گے بِشُرَکَآئِهِمْ اپنے شریکوں کے بارے میں کٰفِرِیْنَ انکار کرنے والے وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی یَوْمَئِذٍ اس دن یَّتَفَرَّقُوْنَ جدا جدا ہوجائیں گے فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے فَهُمْ پس وہ لوگ فِیْ رَوْضَةٍ باغ میں یُّحْبَرُوْنَ خوش کیے جائیں گے وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ اور آخرت کی ملاقات کو فَاُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ پس یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات حِیْنَ تُمْسُوْنَ جس وقت تم شام کرتے ہو وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ اور جس وقت تم صبح کرتے ہو وَلَهُ الْحَمْدُ اور اسی کے لیے تعریف ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں وَ عَشِیًّا اور پچھلے پہر وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ اور جس وقت تم ظہر کرتے ہو یُخْرِجُ الْحَیَّ نکالتا ہے زندہ کو مِنَ الْمَیِّتِ مردہ سے وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ اور نکالتا ہے مردہ کو مِنَ الْحَیِّ زندہ سے وَ یُحْیِ الْاَرْضَ اور زندہ کرتا ہے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرجانے کے بعد وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

اس سے پہلے سبق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو پہلے تھے۔ وہ قوت میں زیادہ تھے، ہل چلانے اور زمین آباد کرنے میں بھی ان سے زیادہ تھے۔ پیغمبران کے پاس آئے واضح دلائل لے کر تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ پیغمبروں کی نافرمانی کی، خدائی احکامات ٹھکرائے۔

بُروں کا بُرا انجام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُ وا پھر ہوا انجام ان لوگوں کا جنہوں نے برائی کی السُّوْٓاٰى برا۔ کوئی پانی میں غرق ہوا کسی پر تند و تیز ہوا مسلط ہوئی، کسی پر پتھر برسے، کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا، کوئی زلزلے کا شکار ہوئے، کسی پر آسمان سے بجلی گری۔ برے کاموں کا انجام برا ہوا۔ کیوں؟ اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ آیات سے حسی آیتیں بھی مراد ہیں کہ معجزات کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے تھے اور معنوی آیتیں بھی مراد ہیں کہ پہلی کتابوں کی آیتوں کو جھٹلایا، صحیفوں کو جھٹلایا وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ اور تھے وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ تمسخر کرتے، ٹھٹھا کرتے۔ یہ ان کی تباہی کا سبب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائے گی اور مذاق اڑائے گی وہ ضرور تباہ ہوگی چاہے فوراً ہو یا دیر سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ بڑا حلیم ہے اور محبت کرنے والا ہے وہ بسا اوقات سرکشی اور گناہوں کے باوجود ڈھیل دیتا ہے۔ تو اس کی ڈھیل کو کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں بچ گیا ہوں۔

مشرکوں کے قیامت کے متعلق عجیب وغریب شوشے :

چونکہ یہ لوگ آخرت اور قیامت کے منکر تھے اور اس کے متعلق عجیب عجیب قسم کے شوشے چھوڑتے تھے کبھی کہتے تھے ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ [سورہ ق] ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے پھر اٹھائے جائیں گے یہ لوٹ کر آنا تو بعید ہے۔'' کبھی کہتے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰسین] ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔'' رب تعالیٰ نے قیامت کے اثبات کے لیے پہلی دلیل یہ پیش کی اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو ابتداءً پیدا کرتا ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر وہ اس کو لوٹائے گا۔ اس بات کا تو تم انکار نہیں کرتے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، چاند، سورج، ستاروں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ تو کیا جو رب مخلوق کو پیدا کرسکتا ہے وہ لوٹا نہیں سکتا۔ لہٰذا یاد رکھو! ابتداءً بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور دوبارہ بھی وہی لوٹائے گا وہی پیدا کرے گا ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی نیکی و بدی کا پورا پورا جائزہ لیا جائے گا اور پھر جزاو سزا ہوگی پھر احساس ہوگا کہ دنیا میں کیا کمایا اور کیا ضائع کیا وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ناامید ہوں گے مجرم۔ اس لیے کہ وہ دار الجزا ہے، دار العمل دنیا ہے۔ وہاں تو کچھ نہیں ہوسکتا البتہ منتیں کریں گے۔ کہیں گے رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا ''اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا پس ہمیں لوٹا دیں تاکہ ہم اچھے عمل کریں پروردگار غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا [سورہ مومنون] غالب آگئی ہمارے اوپر ہماری بدبختی۔'' اور یہ آرزو بھی کریں گے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔'' لیکن یہ ساری درخواستیں ضائع ہو

جائیں گی وہاں کچھ نہیں ہو سکے گا وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا اور نہیں ہوں گے ان کے لیے ان کے شریکوں میں سے سفارشی۔ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو رب تعالیٰ کے بارے میں نظریہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات بڑی بلند ذات ہے ہماری اللہ تعالیٰ تک پہنچ نہیں ہے یہ جو ہمارے بابے ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [سورہ یونس] ''یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔'' اور سورہ زمر پارہ نمبر ۲۳ میں ہے کہتے تھے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''ہم ان کی پوجا اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے۔'' ان کو رب نہیں رب کے ہاں سفارشی بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ان کے شریک ان کے سفارشی نہیں ہوں گے۔

آخرت میں سفارش کے لیے دو شرطیں :

کیونکہ سفارش کے لیے دو شرطیں ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

❀ پہلی شرط یہ ہے کہ مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ [زخرف: ۸۶] ''جس نے گواہی دی حق کی یعنی حق کو مانتا ہو مومن ہو۔'' مومن سفارش کر سکے گا۔

❀ اور دوسری شرط یہ ہے کہ مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ''جس کو اجازت دے رحمٰن اور پسند کیا اس کی بات کو۔'' جس کے لیے سفارش ہو اس پر رب راضی ہو یعنی وہ مومن ہو کافر نہ ہو سفارش کرنے والا بھی مومن اور جس کے لیے سفارش ہو گی وہ بھی مومن۔ مشرکوں کے لیے سفارش نہیں ہو گی۔ وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ اور ہو جائیں گے اپنے شریکوں کے بارے میں انکار کرنے والے۔ کہیں گے ہم تم سے بے زار ہیں اور جن کو شریک کرتے تھے وہ کہیں گے ہم تم سے بے زار ہیں۔ مگر اس وقت کی بیزاری کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا جو کچھ کرنا ہے دنیا ہی میں کر لو وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن

قیامت قائم ہوگی یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ اس دن جدا جدا ہوجائیں گے گروہ در گروہ بن جائیں گے۔ مومن الگ ہوں گے کافر الگ ہوں گے۔ پھر مومنوں کے بھی درجات ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر نیکی میں یکتا تھے :

حدیث پاک میں آتا ہے جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک دروازے کا نام باب الصلوٰۃ ہے، نماز والا دروازہ۔ اس سے وہ داخل ہوں گے جو کثرت کے ساتھ نفلی نماز پڑھتے تھے۔ فرض تو پڑھتے ہی تھے۔ ایک کا نام باب الرّیّان ہے۔ اس دروازے سے وہ داخل ہوں گے جو کثرت سے روزے رکھتے ہوں گے۔ ایک کا نام باب الجہاد ہے۔ اس سے وہ داخل ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ ایک کا نام باب الصدقہ ہے۔ اس سے وہ داخل ہوں گے جو کثرت سے خیرات کرتے ہیں۔ ایک کا نام باب التوبہ ہے۔ اس دروازے سے وہ داخل ہوں گے جو کثرت کے ساتھ توبہ کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسے بندے بھی ہوں گے کہ جن کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے صدا کریں گے کہ وہ یہاں سے داخل ہوں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! داخل تو بندہ ایک ہی دروازے سے ہوگا لیکن کوئی ایسا بندہ بھی ہوگا کہ آٹھوں دروازوں سے اس کو آواز آئے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْھُمْ ''اور مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔'' کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر قسم کی نیکی میں پیش پیش تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ اَصْبَحَ مِنْکُمْ صَائِمًا تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا ہے؟ بڑی گرمی تھی لمبے دن تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میرا روزہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا آج تم میں سے کس نے بیمار کی

تیمارداری کی؟تو ابو بکرؓ نے کہا حضرت! میں نے تیمارداری کی ہے۔ پھر فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین یتیم کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا حضرت! میں نے کھلایا ہے۔ کسی نے تم میں سے کسی مسلمان کے جنازے میں شرکت کی ہے؟ عرض کیا حضرت! میں نے کی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے جس نیکی کے متعلق پوچھا عرض کیا میں نے کی ہے۔ اگر آپ ﷺ نہ پوچھتے تو کبھی نہ بتلاتے۔ مگر چونکہ پیغمبر کے سوال کے بعد خاموش رہنا ناروا تھا اس لیے بتاتے گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک بوڑھی عورت جوان کے محلے میں رہتی تھی اور اس کا کوئی سہارا نہیں تھا بے یار و مددگار تھی۔ اس زمانے میں سب سے بڑی دقت پانی کی ہوتی تھی۔ تہجد کے لیے جب اٹھتے تو مشکیزہ پانی کا بھر کر کندھے پر رکھ کر جاتے اور آواز دیتے پانی والا آیا ہے۔ وہ دروازہ کھولتی مٹکے بھر کے آجاتے۔ حضرت عمرؓ کے دل میں بھی خیال آیا کہ اس بوڑھی کو پانی لا کر دینے والا کوئی نہیں ہے یہ کام میں کر دیا کروں۔ جب سحری کے وقت جا کر پوچھتے تو بی بی کہتی بیٹا تم سے پہلے کوئی مٹکے بھر گیا ہے۔ کہنے لگے یہ کون ہے جو مجھ سے نمبر لے جاتا ہے؟ پوچھا بی بی! وہ کون ہے؟ بڑھیا نے کہا کہ میں نہیں جانتی کئی دن مسلسل نگرانی کرتے رہے لیکن اتفاق نہ ہو سکا۔ ایک دن سوچا کہ تہجد تو پڑھنی ہے وہیں باہر مصلیٰ ڈال لیتا ہوں اور انتظار کرتا ہوں۔ یہ تہجد میں تھے کہ ایک آدمی آیا آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا گھڑے بھرے اور جلدی سے نکل گیا۔ حضرت عمرؓ نے سلام پھیرا پیچھے دوڑے اور پکڑ لیا فَاِذَا هُوَ بِاَبِىْ بَكْرٍؓ۔ دیکھا تو ابو بکرؓ تھے۔

آج حالت یہ ہے کہ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کو بانس پر چڑھاتا ہے، اس کی نمائش کرتا ہے، اشتہار لگاتا ہے۔ اپنے باپ دادا کی نیکی کو بھی بانس پر چڑھاتا ہے (بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے) اور کہتا ہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں پوتا ہوں جس نے یہ نیکی کی تھی۔ وہ لوگ نیکی کرتے تھے کنوئیں میں ڈال دیتے تھے۔ رب تعالیٰ کے سوا ان کی نیکی کو کوئی نہیں جانتا تھا۔

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کئی گھروں میں سحری کے وقت پانی دیا کرتے تھے۔ جب فوت ہوئے تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا پانی والا نہیں آیا۔ غسل دینے والوں نے دیکھا کہ ان کے کندھے پر مشکیزے کے نشان ہیں۔ بڑے حیران ہوئے کہ انہوں نے تو کبھی مشکیزہ اٹھایا نہیں نشان کیسے پڑ گئے؟ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ وہی بزرگ تھے جو لوگوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے لیکن کسی کو معلوم نہیں تھا کہ کب بھرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فَھُمْ فِیْ رَوْضَۃٍ پس وہ باغوں میں ہوں گے یُحْبَرُوْنَ خوش کیے جائیں گے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کا معنیٰ کرتے ہیں یُکْرَمُوْنَ ان کی عزت کی جائے گی، اکرام کیا جائے گا وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور بہرحال وہ لوگ جو کافر ہیں وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو وَلِقَآیِٔ الْاٰخِرَۃِ اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا کہ کوئی قیامت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حاضری نہیں ہے فَاُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ پس یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے جہاں سے کبھی غائب نہیں ہو سکیں گے فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ

پس پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ تم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ جس وقت تم شام کرتے ہو۔ شام کی نماز ہے عشاء کی نماز ہے۔ نمازوں کے بعد تسبیحات کا بڑا اثر ہے۔

چار پیارے کلمات کا ذکر :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا فرض نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر، آیت الکرسی، استغفار تین دفعہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ لَہُ الۡمُلۡکُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر جو پڑھے گا اس کے درمیان اور جنت کے درمیان موت کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ موت آئے گی تو جنت میں چلا جائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمات بڑے پیارے ہیں سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَر اور تیسرا کلمہ کثرت کے ساتھ پڑھو سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡم۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ ورد وظائف کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔ کسی جگہ بیٹھ کر پڑھنا شرط نہیں ہے بے وضو پڑھ سکتا ہے، چلتے پھرتے پڑھ سکتا ہے، لیٹے ہوئے پڑھ سکتا ہے وَ حِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ اور جس وقت تم صبح کرتے ہو۔ آدمی صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد ورد وظائف کرے۔

ذاکرین سے تعلیم دینے والے افضل ہیں :

اور یاد رکھنا! قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ پڑھنا مفہوم سمجھنا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ بعض لوگ درس کے دوران تسبیح پھیرتے رہتے ہیں یہ قطعاً جائز

نہیں ہے۔ درس پوری توجہ کے ساتھ سنو یہ سب سے بڑی عبادت ہے اور یہ وہ عبادت ہے کہ جس کے لیے پیغمبر بھیجے گئے۔ اور کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ایک جگہ اللہ اللہ کرنے والوں کا حلقہ تھا اور دوسری جگہ پڑھنے پڑھانے والوں کا حلقہ تھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کِلاَ هُمَا عَلَى الْخَيْرِ دونوں جماعتیں خیر پر ہیں۔ لیکن آپ ﷺ اس جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے جو پڑھ پڑھا رہے تھے اور فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا رب نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے اس لیے میں ان میں آ کر بیٹھ گیا ہوں۔ پھر سورج چڑھنے کے بعد دو رکعت پڑھے اشراق کی۔ تو حدیث ہے ترمذی شریف کی کہ اللہ تعالیٰ عمرے کا ثواب عطا فرماتے ہیں تَامَّةً تَامَّةً تَامَّةً مکمل، مکمل، مکمل۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے بہت وسیع ہیں مگر ہم لوٹنے والے نہیں ہیں ہمارے اندر کمی ہے۔

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اشراق کے لیے فجر کی نماز والا وضو ضروری نہیں ہے۔ انسان ہے وضو ٹوٹ سکتا ہے دوبارہ کر لے۔ یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے کہ مسجد میں بیٹھا رہے گھر جا کر پڑھ لے، دفتر جا کر پڑھ لے۔ تو فرمایا تسبیح بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت وَلَهُ الْحَمْدُ اور اسی کے لیے تعریف ہے فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں وَ عَشِيًّا اور پچھلے پہر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو مثلاً عصر کے وقت وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ اور جس وقت تم ظہر کرتے ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ نکالتا ہے زندہ کو مردے سے۔ نطفہ مردہ ہے اس سے بچہ پیدا کرتا ہے، انڈا مردہ ہے اس سے بچہ نکلتا ہے، کافر سے مسلمان پیدا ہوتے ہیں وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔ انسان زندہ ہے اس سے نطفہ پیدا کرتا ہے، مرغی زندہ ہے اس سے انڈہ پیدا کرتا ہے، نوح علیہ السلام جیسے پیغمبر سے کنعان جیسا

ناری پیدا کرتا ہے وَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا اور زمین کو زندہ کرتا ہے مرجانے کے بعد، خشک ہو جانے کے بعد اس کو سرسبز کرتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ کرتا ہے وَ کَذٰلِکَ تُخۡرَجُوۡنَ اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے قبروں سے اپنے وقت پر لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہرگز انکار نہ کرو۔

۞ ۞ ۞

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ خَلَقَكُمْ یہ کہ اس نے پیدا کیا تم کو مِنْ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ پھر تم انسان ہو کر تَنْتَشِرُوْنَ بکھرے پھرتے ہو وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ خَلَقَ لَكُمْ کہ اس نے پیدا کیا تمہارے لیے مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں سے اَزْوَاجًا جوڑے لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ اور ڈال دی اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان مَّوَدَّةً محبت وَّ

رَحْمَةً اورشفقت اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بےشک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اوراس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کا پیدا کرنا وَالْاَرْضِ اورزمین کا وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ اورتمہاری زبانوں کا مختلف ہونا وَاَلْوَانِکُمْ اورتمہارے رنگوں کا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بےشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّلْعٰلِمِیْنَ جاننے والوں کے لیے وَ مِنْ اٰیٰتِہٖ اوراس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے مَنَامُکُمْ تمہارا سونا بِالَّیْلِ رات کو وَالنَّھَارِ اوردن کے وقت وَابْتِغَآؤُکُمْ اورتمہارا تلاش کرنا مِّنْ فَضْلِہٖ اس کے فضل کو اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بےشک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس قوم کے لیے جو سنتی ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اوراس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ کہ وہ دکھاتا ہے تمہیں بجلی خَوْفًا خوف کے لیے وَّ طَمَعًا اور امید کے لیے وَّ یُنَزِّلُ اوراتارتا ہے مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَیُحْیٖ بِہِ الْاَرْضَ پس زندہ کرتا ہے اس پانی کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِھَا اس کے مرجانے کے بعد اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بےشک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے وَ مِنْ اٰیٰتِہٖ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ کہ قائم ہے آسمان وَالْاَرْضُ اورزمین بِاَمْرِہٖ اس کے حکم سے ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ پھر وہ جب بلائے

گا تمہیں دَعْوَةً بلانا مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ اچانک تم زمین سے نکلو گے۔

کل کے سبق میں بیان ہوا تھا کہ مومنوں کی باغوں میں عزت کی جائے گی اور جو کافر ہیں اور آخرت کے منکر ہیں وہ پکڑ کر عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔ آخرت کے منکر کہتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کون دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہ دوبارہ زندہ ہونے کو بڑا بعید سمجھتے تھے۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کچھ دلائل بیان فرمائے ہیں کہ جو ذات ان قدرتوں کی مالک ہے اس کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے اور ان نشانیوں کو تم بھی مانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ کہ اس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران: ۵۹] ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ڈھانچے کے لیے تمام زمین کے چہرے سے مٹی لی اور مٹی کے چونکہ مختلف رنگ ہیں سفید، سیاہ، سرخ، اسی لیے اولاد میں کوئی سفید ہیں، کوئی سرخ ہیں اور کوئی سیاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے باقی رہنے کے لیے ذریعۂ خوراک بنائی ہے۔ اناج، پھل، میوہ جات وغیرہ سب زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ جنہیں کھانے سے خون بنتا ہے اور اس خون سے مادہ تولید بنتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا ہے ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ پھر تم انسان ہو کر بکھرے پھرتے ہو۔ کوئی عرب میں، کوئی عجم میں، کوئی

پورب میں، (کوئی پچھم میں) کوئی ایشیا میں، کوئی کہاں اور کوئی کہاں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیر قطرے میں آنکھیں بھی رکھیں، کان بھی، ہاتھ بھی، بازو بھی، دل ودماغ بھی، یہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے تمہاری جانوں میں سے اَزْوَاجًا جوڑے، بیویاں۔ ازواج کا لفظی معنٰی جوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو چلانے کے لیے عورتیں پیدا فرمائیں مردوں کے لیے اور مرد پیدا فرمائے عورتوں کے لیے۔ ایک ماں باپ سے اللہ تعالیٰ بچہ بھی پیدا کرتا ہے اور بچی بھی پیدا کرتا ہے۔ بسا اوقات دو پیدا ہوتے ہیں ایک لڑکی ایک لڑکا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ تمہاری جانوں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا فرمائے لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا تاکہ تم سکون حاصل کرو ان کے ساتھ مل کر۔ عورتیں مردوں سے سکون حاصل کریں اور مرد عورتوں سے سکون حاصل کریں وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اور ڈال دی، بنائی تمہارے درمیان محبت اور شفقت۔ یہ عورتیں اور مرد پیدا کر کے ان کے درمیان محبت ڈالنے والا کون ہے؟ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرنے والی ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے، دلائل میں سے ہے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں کا پیدا کرنا اور زمین کا پیدا کرنا۔ یہ پہلا آسمان تمہیں نظر آتا ہے اس کے اوپر چھ آسمان اور ہیں سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا [سورۃ ملک] "سات آسمان تہہ بہ تہہ۔" پھر ان کے اوپر عرش ہے جو اعظم المخلوقات ہے حجم اور جسم کے لحاظ سے عرش سب سے بڑی مخلوق ہے اس نے سب کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور مرتبے اور درجے کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ

تمام مخلوقات میں بلند ہیں۔ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ اور تمہاری زبانوں کا مختلف ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور دلیل ہے۔ کسی جگہ کوئی بولی بولی جاتی ہے اور کسی جگہ کوئی بولی بولی جاتی ہے۔ پھر ایک لفظ ایک زبان میں اچھے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے اور وہی لفظ دوسری زبان میں برے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً نائی کا لفظ یہاں حجامت بنانے والے پر بولا جاتا ہے یعنی حجام کو نائی کہتے ہیں اور مدراس ہندوستان کے علاقے میں نائی کتے کو کہتے ہیں۔ یہاں مہتر صفائی کرنے والے کو کہتے ہیں اور چترال کے علاقے میں مہتر سردار کو کہتے ہیں، یہاں ڈنگر حیوان کو کہتے ہیں اور بلوچستان میں ڈنگر دبلے پتلے آدمی کو کہتے ہیں۔ یہ بولیاں اور زبانیں مختلف کس نے بنائی ہیں۔ یہ ہمارا چھوٹا سا ملک ہے پاکستان اس میں بتیس (۳۲) زبانیں بولی جاتی ہیں وَاَلْوَانِکُمْ اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا۔ شکلیں دیکھو مختلف ہیں، رنگ دیکھو تو مختلف ہیں، کوئی گورا، کوئی کالا، کوئی سرخ ہے، کوئی گندمی ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی ذہین ہے، کوئی غبی ہے، کوئی اچھے اخلاق والا ہے، کوئی برے اخلاق والا ہے۔

جب آدمی حج پر جاتا ہے تو وہاں ان چیزوں کا صحیح مشاہدہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں مسجد حرام میں کھڑا تھا کہ میرے دائیں طرف ملک سوڈان کا ایک آدمی بڑا قد اور اتنا موٹا کہ میرے جیسے پانچ آدمی اس سے نکل سکتے تھے اور بائیں طرف انڈونیشیا کا آدمی کھڑا تھا جیسے بلی کھڑی ہے۔ میں دائیں طرف دیکھتا تو پہاڑ کو دیکھتا اور بائیں طرف والا میری پسلیوں تک بھی نہیں آتا تھا یہ کس کی قدرت ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں نشانیاں ہیں لِّلْعٰلِمِیْنَ جاننے والوں کے لیے۔ کیونکہ زبانوں کا تعلق علم کے ساتھ ہے اس لیے عالِمِیْن لام کی زیر کے ساتھ فرمایا عالَمِیْن نہیں فرمایا لام کی زبر کے ساتھ۔

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں یہودی بھی آباد تھے بلکہ وہ وہاں کے با اثر لوگ تھے۔ وہ بولتے تو عربی تھے مگر خط اپنی عبرانی زبان میں لکھتے تھے۔ جیسے یہاں لوگ عموماً پنجابی بولتے ہیں مگر خط اردو میں لکھتے ہیں۔ سرحد بلوچستان والے بولتے پشتو ہیں مگر خط اردو میں لکھتے ہیں۔ تو وہ بولتے عربی تھے اور خط عبرانی زبان میں لکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس جب خط آتے تھے تو بڑی دقت پیش آتی تھی آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت ؓ جو بڑے ذہین تھے کو فرمایا کہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ تم عبرانی زبان لکھنی، پڑھنی، بولنی سیکھو۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ انہوں نے تھوڑے سے عرصہ میں سیکھ لی۔ پھر جب خط آتے تو حضرت زید بن ثابت ؓ ہی پڑھتے اور آپ ﷺ انہی سے جواب لکھواتے۔ لہٰذا دوسری زبانیں بھی سیکھنی چاہییں یہ اس دور میں بہت ضروری ہے۔

روسی فوج میں جو مسلمان تھے ان کی وردیاں فوجی تھیں تنخواہیں ملتی تھیں لیکن ان کو اسلحہ چلانے کی ٹریننگ نہیں دی جاتی تھی ان سے کھدائی کا کام لیتے، خیمے لگواتے، سڑکوں پر دوڑاتے، کھانا پکواتے، گاڑیاں چلواتے، ان کو بندوق تک چلانی نہیں سکھلائی۔ اب ازبکستان وغیرہ ریاستیں جب آزاد ہوئی ہیں تو ان کو اسلحہ چلانے کی ٹریننگ دینے کے لیے پاکستانی وہاں گئے ہیں۔ ان میں اپنے صوفی عطاء اللہ صاحب کا بیٹا بھی ہے لیکن زبان کی وجہ سے دقت پیش آتی ہے۔ ان کی زبان اُزبک ہے۔ وہ اردو، فارسی، پشتو نہیں سمجھتے کچھ تھوڑی بہت ترکی سمجھتے ہیں۔ وہاں سے کچھ علمائے کرام آئے تھے جنہوں نے کہا تم ہماری یہ امداد کرو کہ ہمارے بچوں کو تعلیم دو۔ تو اس کے متعلق ہم سوچ رہے ہیں کہ تقریباً پچاس بچوں کا انتظام نصرۃ العلوم میں کیا جائے کیونکہ ان کے رہن سہن اور رہائش کا معیار بہت بلند

ہے۔تو اس زمانے میں مختلف زبانیں سیکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

حضرت شیخؒ کی برطانیہ میں ایک انگریز سے ملاقات :

انگلستان کے سفر میں ایک مقام پر ساتھیوں نے بڑی دعوت کا انتظام کیا اور اس میں ایک پڑھے لکھے انگریز کو بھی مدعو کیا کہ پاکستان سے ہمارے بزرگ آئے ہوئے ہیں ان سے ملاقات کرو۔خیر وہ آ گیا۔اس نے ہمارے ساتھ کھانا تو نہ کھایا۔کہنے لگا میں بیمار ہوں بیماری کا کارڈ بھی اس نے دکھایا کہ میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔قوم وہ سچی ہے اگر وہ لوگ کلمہ پڑھ لیں اور بے حیائی، شراب نوشی اور حرام خوری کو چھوڑ دیں تو وہ بڑے اخلاق والے ہیں۔اس نے میرے ساتھ ترجمان کے ذریعے گفتگو شروع کی۔کہنے لگا تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟ میں نے کہا تھوڑا سا عرصہ ہوا ہے۔پھر کہنے لگا کہ کتنی دیر ٹھہرنا ہے؟ میں نے کہا مصروف آدمی ہوں تھوڑے سے عرصے کے لیے آیا ہوں وہ بھی ساتھی زبردستی لے آئے ہیں۔اس نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ ہمارے ملک میں تم نے کیا دیکھا ہے کیا تجزیہ کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے یہاں آئے ہوئے بیس بائیس دن ہو گئے ہیں۔میں نے تمہارے ملک میں جسم کے لیے ساری سہولتیں دیکھی ہیں روح کے لیے کچھ نہیں دیکھا۔دوسرے لفظوں میں اس طرح کہہ لو کہ اس جہان کے لیے ساری سہولتیں ہیں آخرت کے لیے کوئی سہولت نہیں ہے۔اس نے تین دفعہ کہا گڈ، گڈ، گڈ آپ نے صحیح تجزیہ کیا ہے۔میں نے اس وقت محسوس کیا کہ اگر میں انگریزی زبان جانتا ہوتا تو میں اس کو براہ راست سمجھاتا اور بہت کچھ سمجھاتا۔تو اس زمانے میں مختلف زبانیں اس ارادے سے سیکھنی چاہییں کہ کہیں تبلیغ کی نوبت آئے تو بندہ سمجھا تو سکے۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ

وَالنَّهَارِ تمہارا سونا رات کو اور دن کو۔ نیند بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اپنے وقت پر اگر آدمی کو دو چار دن نیند نہ آئے تو پاگل ہو جائے۔ پورا پاگل نہ بھی ہو نیم پاگل تو ہو جائیگا۔ طبی نقطہ نگاہ سے جوان آدمی کے لیے چوبیس گھنٹوں میں سے سات گھنٹے سونا کافی ہے۔ اس سے زیادہ سونا اچھا نہیں ہے اور بوڑھے آدمی کے لیے چار پانچ گھنٹے کافی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بھوک بھی نعمت ہے کہ بھوک اس وقت لگے گی جب معدہ صحیح ہوگا اور معدہ صحیح ہوگا تو جسم کا سارا نظام صحیح ہوگا وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور تمہارا تلاش کرنا اللہ تعالیٰ کے رزق کو یہ بھی اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کوئی رات کو کماتا ہے کوئی دن کو کماتا ہے یہ سلسلے کس نے بنائے ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک البتہ اس میں نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ اس قوم کے لیے جو سنتی ہے۔ سننے کا مطلب یہ کہ مانتی ہے۔ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی میری بات نہیں سنتا یعنی نہیں مانتا وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ کہ دکھاتا ہے وہ تمہیں بجلی خَوْفًا خوف کی خاطر وَّ طَمَعًا اور طمع کی خاطر۔ آسمانی بجلی گرنے سے آدمی مرتے ہیں، جانور مرتے ہیں، مکان جل جاتے ہیں، بڑا بڑا نقصان ہو جاتا ہے اور طمع بھی ہوتا ہے کہ بارش ہوگی گرمی میں کمی آئے گی، پانی کی قلت دور ہوگی وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور وہ پروردگار آسمان کی طرف سے پانی اتارتا ہے فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کرتا ہے اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرجانے کے بعد اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کہ زمین خشک تھی بارش کے بعد تر و تازہ ہوگئی لیکن لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے جو عقل سے کام لے وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ کہ قائم ہے آسمان

وَالْاَرْضُ اورزمین بِاَمْرِہٖ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ دیکھو آج چھوٹی چھوٹی عمارتوں کے نیچے کتنی دیواریں اور ستون ہوتے ہیں لیکن دیکھو! آسمان کتنا وسیع ہے مگر نیچے نہ کوئی دیوار ہے نہ کوئی ستون ہے۔ پھر اوپر نیچے سات آسمان ہیں کسی کے نیچے کوئی دیوار اور ستون نہیں ہے اور زمین اپنی جگہ قائم ہے۔ سائنسدانوں کا اس میں اختلاف ہے کہ زمین ساکن ہے یا متحرک ہے۔ اس کے متعلق انہوں نے بڑی لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں لیکن قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے متحرک نہیں ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ زمین قائم ہے ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ پھر جس وقت بلائے گا تمہیں بلانا زمین سے۔ اس طرح کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تو تمام لوگ مشرق ومغرب والے، شمال وجنوب والے اکٹھے ہو جائیں گے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کو برپا کرے اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ اچانک تم زمین سے نکلو گے۔ یہ اہل عرب کو سامنے رکھ کر فرمایا کہ وہ مردوں کو دفن کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ جو قبروں میں دفن کیے جاتے ہیں وہ تو نکلیں گے اور جن کو جلا دیا جاتا ہے یا پرندے اور مچھلیاں کھا جاتی ہے وہ حاضر نہیں ہوں گے نہیں بلکہ سب آئیں گے۔ رب تعالیٰ نے قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں یہ سن کر بھی اگر کوئی انکار کرے تو پھر اس کی ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞

وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾

وَلَهٗ اور اسی کے لیے ہے مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں وَهُوَ الَّذِیْ اور وہ وہی ہے یَبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتداءً پیدا کرتا ہے مخلوق کو ثُمَّ یُعِیْدُهٗ پھر وہ اس کو لوٹائے گا وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور اسی کے لیے ہے اعلیٰ صفت فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور

وہ غالب ہے حکمت والا ہے ضَرَبَ لَكُمْ بیان کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے
مَّثَلًا ایک مثال مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں سے هَلْ لَّكُمْ کیا ہے تمہارے
لیے مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ان میں سے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک
ہیں مِّنْ شُرَكَآءَ کوئی شریک فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ اس چیز میں جو ہم نے تمہیں
روزی دی ہے فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ پس تم سب اس میں برابر ہو جاؤ تَخَافُوْنَهُمْ تم
ڈرتے ہو ان سے كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ جیسا کہ تم خوف کھاتے ہو اپنی جانوں
سے كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ اسی طرح ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں
آیتیں لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو سمجھتی ہے بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا
بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات کی
بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر فَمَنْ يَّهْدِيْ پس کون ہدایت دے سکتا ہے مَنْ اَضَلَّ
اللّٰهُ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے ان کے
لیے کوئی مدد کرنے والا فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ پس آپ قائم کریں اپنے
چہرے کو دین کے لیے حَنِيْفًا یک سُو ہو کر فِطْرَتَ اللّٰهِ لازم پکڑو اللہ تعالیٰ کی
فطرت کو الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا لوگوں کو لَا
تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ نہیں تبدیلی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں ذٰلِكَ الدِّيْنُ
الْقَيِّمُ یہی دین مضبوط ہے سچا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لیکن اکثر لوگ لَا
يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہو

وَاتَّقُوْہُ اور ڈرو اس سے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز وَلَا تَکُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ شرک کرنے والوں میں سے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں :

کل کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ چند نشانیاں صرف تمہاری توجہ کے لیے ہیں ورنہ وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کے لیے ہے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں، زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں، حیوانات ہیں، کیڑے مکوڑے ہیں ان کو رب تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے اور اسی کے اختیار میں ہیں اور اس نے اپنا اختیار کسی کو نہیں دیا کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں۔ خوشی سے ہوں یا بے بسی سے ہوں وَھُوَ الَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے یَبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتداءً پیدا کرتا ہے مخلوق کو ثُمَّ یُعِیْدُہٗ پھر وہ رب اس مخلوق کو لوٹائے گا قیامت آئے گی جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمہارے سمجھانے کے لیے فرمایا ہے کہ دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے بہت ہی آسان ہے۔ کہ کسی چیز کا دوبارہ بنانا بہ نسبت پہلی مرتبہ بنانے کے آسان ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا کوئی مشکل ہے اور نہ دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی کے لیے ہے اعلیٰ صفت آسمانوں میں اور زمین میں۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ "تمام اذکار میں سے افضل ترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔" ذکر اتنا ہی ہے لا الٰہ الا اللہ۔ ہاں کلمہ پڑھنا ہے تو پورا پڑھو لا الٰہ الا

اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ۔حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی میرے بیٹو! کثرت سے پڑھو لا الٰہ الا اللہ ۔اس کا اتنا وزن ہے کہ ترازو کے ایک پلڑے میں لا الٰہ الا اللہ رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں سات آسمان ،سات زمینیں ، پہاڑ ، دریا رکھ دیئے جائیں تو لا الٰہ الا اللہ کا وزن بھاری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ نہ آسمانوں میں کوئی الٰہ ہے نہ زمین میں الٰہ ہے نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی دست گیر ہے، نہ کوئی خالق ہے، نہ کوئی رازق ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

شرک کے رد کی ایک مثال :

آگے اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کی ایک مثال دی ہے۔اس سے پہلے مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کا مفہوم سمجھ لیں ۔ جہاد میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تو دشمن کے جو آدمی قیدی ہوتے ہیں ان کے متعلق قرآن میں تفصیل ہے کہ تم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے ۔تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ قیدیوں کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ کر لو۔ آخر جنگ میں تمہارے ساتھی بھی تو قیدی ہوئے ہیں ان کے قیدی دے کر اپنے قیدی لے لو۔

❀...... دوسری صورت یہ ہے کہ احسان کرو اور مفت رہا کر دو۔

❀...... تیسری صورت یہ ہے کہ جرمانہ لے کر چھوڑ دو کہ بھئی ایک ایک آدمی کے بدلے اتنے پیسے دو اور اپنے قیدی لے لو۔

❀...... اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ان کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنا لو۔اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ امیر لشکر قیدی کو دائیں ہاتھ میں پکڑتا اور مجاہد کے دائیں ہاتھ میں دے دیتا کہ یہ تیرا غلام ہے یا لونڈی ہے۔ چونکہ وہ دائیں ہاتھ سے پکڑاتا اور یہ دائیں

سے پکڑتا اس لیے یہ مِلک یمین کہلاتی ہے، دائیں ہاتھ کی ملک۔تو مَا مَلَکَتْ کا محاورتاً معنٰی ہوگا جو تمہارے غلام اور لونڈیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلاً مِنْ اَنْفُسِكُمْ بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال تمہارے لیے تمہاری جانوں سے هَلْ لَّكُمْ مِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کیا ہے تمہارے لیے ان میں سے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ کوئی شریک اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ پس تم سب اس میں برابر ہو جاؤ۔مطلب یہ ہے کہ یہ جو تمہارے غلام اور لونڈیاں ہیں کیا تم برداشت کرتے ہو وہ تمہاری جائیداد میں برابر کے شریک ہو جائیں حالانکہ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں۔تمہارا رشتہ بھی آدم علیہ السلام سے ملتا ہے ان کا بھی آدم علیہ السلام سے ملتا ہے جو ضروریات تمہاری ہیں ان کی بھی وہی ہیں، جو بشری تقاضے تمہارے ہیں ان کے بھی ہیں صرف اعتباری فرق ہے کہ تم ان کے مجازی مالک ہو اور وہ تمہارے غلام ہیں اور تم یہ برداشت نہیں کرتے کہ وہ تمہاری جائیداد میں برابر کے شریک ہو جائیں تَخَافُوْنَهُمْ تم ڈرتے ہو ان سے كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ جیسا کہ تم خوف کھاتے ہو اپنی جانوں سے کہ مشترک جائیداد اور مال ہو تو حصہ دار کا خطرہ رہتا ہے کہ مشترک چیز میں تصرف کرنے میں وہ ناراض نہ ہو جائے یا تقسیم کرانے لگے یا کم از کم یہ پوچھے کہ میری اجازت کے بغیر تم نے یہ کام کیوں کیا ہے۔تو غلام اور لونڈیوں سے تم اس طرح ڈرتے ہو کہ اگر وہ تمہاری جائیداد میں برابر کے شریک ہو جائیں تو وہ بھی تم سے پوچھیں گے اس لیے تم ان کو اپنی جائیداد اور مال میں شریک کرنے کے لیے تیار نہیں ہو اور نہ برابر تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے شریک ٹھہراتے ہو؟ جبکہ مخلوق رب تعالیٰ کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتی

۔ظالمو! سوچو تو سہی کہ خالق اور مخلوق کا کتنا فرق ہے؟ مخلوق، رب کی کیسے شریک بن گئی؟
تو فرمایا تم ان سے ڈرتے ہو جیسے ایک دوسرے سے ڈرتے ہو کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ
لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اسی طرح ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں آیتیں اس قوم کے لیے جو
سمجھتی ہے اور جو سمجھنے کے لیے تیار نہ ہو اس نے سن کے بھی نہیں ماننا اور ضد کا دنیا میں کوئی
علاج نہیں ہے۔ان کے شرک کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا
اَھْوَآءَھُمْ بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے جو ظالم ہیں شرک کرنے والے ہیں اپنی
خواہشات کی بِغَیْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر۔شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔سورہ لقمان آیت نمبر
۱۳ میں ہے یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ''اے بیٹے اللہ
تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کر بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔'' اور مشرک سے بڑا ظالم کوئی نہیں
ہے اور مشرک کے پاس شرک پر کوئی دلیل نہیں ہے۔یہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور حق کو
قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ایسوں کی گمراہی کا فیصلہ کر دیتے ہیں فَمَنْ
یَّھْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰہُ پس کون ہدایت دے سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا۔

جبراً اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت دیتا ہے :

اور گمراہ اللہ تعالیٰ انہی ظالموں کو کرتا ہے جو اپنی خواہشات کو چھوڑنے کے لیے تیار
نہیں ہیں۔ابتداءً اور جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور یہ بات میں بہت دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ
آدمی ایمان اور کفر اختیار کرنے میں مجبور نہیں ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ
فَلْیَکْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی
سے کفر اختیار کرے۔'' نہ رب تعالیٰ زبردستی کسی کو ایمان دیتا ہے اور نہ کسی کو زبردستی کافر
بناتا ہے۔سورۃ البلد میں فرمایا وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ''اور ہم نے اس کو دو راستے بتلا

دیئے ہیں۔''اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا [سورہ دھر] ''یا تو اس راستے پر چل پڑے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہو یا کفر کا راستہ اختیار کرے۔''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [سورۃ العنکبوت] ''جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہمارے بارے میں ہماری طرف آتے ہیں ہم ان کو ہدایت کے راستے پر چلنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔''اور دوسری طرف فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [سورۃ صف] ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔''تو انسان ایمان اور کفر میں مجبور نہیں ہے لیکن جس نے اپنے لیے کفر کو پسند کر لیا اور الہ تعالیٰ نے اس کی گمراہی پر مہر لگا دی تو پھر کون اس کو ہدایت دے سکتا ہے؟ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے ان کے لیے کوئی مدد کرنے والا۔نہ دنیا میں ان کو کوئی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا سکتا ہے، نہ قبر میں، نہ میدان محشر میں اور نہ دوزخ سے کوئی ان کو بچا سکے گا۔ان مشرکوں کے اعتراضات سے متاثر نہ ہوں فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا پس آپ قائم کریں اپنے چہرے کو دین کے لیے یک سُو ہو کر۔آپ کا رخ دین کی طرف ہو۔یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں تمہیں بلکہ قیامت تک آنے والی امت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تم حق کو بیان کرو باطل کی تردید کرو احسن طریقہ کے ساتھ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔وہ فطرت اسلام ہے۔اسلام ایک فطری مذہب ہے کہ اگر کسی آدمی نے غلط ماحول میں پرورش نہ پائی ہو تو بالغ ہونے پر اس کے سامنے اسلام پیش کرو اسلام کے اصول بتلاؤ تو وہ فوراً اسلام قبول کر لے گا۔

آج مسلمانوں کا کردار اشاعتِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہے :

دو تین دن ہوئے ہیں ''پاکستان'' اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ چند سالوں

میں برطانیہ میں تقریباً دس ہزار عورتیں مسلمان ہوئی ہیں ان کا بیان ہے کہ اسلام امن چین کا ماحول دیتا ہے اسلام پر عمل کر کے رب ملتا ہے اور اس پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر آج مسلمانوں کا وجود اور کردار رکاوٹ ہے دوسرے کو اسلام قبول کرنے سے روکتا ہے۔ اٹلی کا مشہور مؤرخ جارج برنارڈ شا جس کی تاریخی اور افسانوی کتابیں لوگ بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں اس کو فوت ہوئے آٹھ نو سال ہوئے ہیں۔ اس نے بڑے دھڑلے اور زوردار الفاظ میں پیش گوئی کی کہ سو سال کے اندر اسلام ساری دنیا پر چھا جائے گا۔ لوگ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم خود مسلمان کیوں نہیں ہوتے؟ تو جارج نے جو جواب دیا اس کو سن کر حقیقت یہ ہے کہ ہماری گردنیں جھک گئی ہیں۔ اس نے کہا کہ اسلام سچا مذہب ہے مگر مجھے ان مسلمانوں میں بیٹھنا گوارا نہیں ہے یہ لوگ برے کردار کے مالک ہیں۔ وہ اونچے طبقے کا آدمی تھا وزیروں، مشیروں، سفیروں میں بیٹھتا تھا اور وہ سارے زانی، شرابی، بدمعاش، بے نماز ہوتے ہیں۔

آج مسلمان کا وجود اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ ہے اور ایک وقت وہ تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے کو دیکھ کر تیس ہزار یہودی، عیسائی، مجوسی مسلمان ہوئے تھے۔ اس وقت لوگ تھوڑے ہوتے تھے مگر اپنے بزرگوں کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے میں تقریباً سولہ لاکھ آدمی شریک ہوئے۔ مسلمانوں کی وضع قطع نشست و برخاست کو دیکھ کر، ان کی شکل وصورت کو دیکھ کر امام کے ساتھ عقیدت اور محبت کو دیکھ کر اَسْلَمَ ثَلٰثُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْیَهُوْدِ والنصارٰی والمجوس ''تیس ہزار یہودی، عیسائی، مجوسی مسلمان ہوگئے۔'' اور آج مسلمانوں کو دیکھ کر لوگ نفرت کرتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے ان میں بیٹھنا گوارا نہیں ہے۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے ہر مسلمان کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ زبان سے تو میں اسلام اسلام کرتا ہوں لیکن میرے چہرے پر بھی اسلام ہے یا نہیں۔ میری شکل وصورت اور وضع قطع اسلام کے مطابق ہے یا نہیں ہے؟

فرمایا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ نہیں تبدیلی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز میں۔ وہ فطرت اسلامی ہے اسلام قیامت تک سچا رہے گا ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یہی دین مضبوط ہے سچا ہے۔ اس دین قیم کی تفسیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور سب سے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اب آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوگا۔

امت نے دین پھیلانے کی ذمہ داری کو نبھایا :

آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہ ذمہ داری امت کے کاندھوں پر ہے الحمدللہ! امت نے اس ذمہ داری کو نبھایا ہے۔ یہ ہمارے ملک پاکستان، ہندوستان، افغانستان اور بنگلہ دیش اور آس پاس کے علاقوں میں اسلام کی حفاظت کا ظاہری سبب حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندیؒ کے کارنامے ہیں۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی علمی قربانیاں ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پورے خاندان کے علمی اور مجاہدانہ کارنامے ہیں۔ پھر آگے ان کے شاگرد در شاگرد جنہوں نے اس کام کو آگے چلایا اور انہوں نے مدارس قائم کیے جن میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم دہلی ڈھابیل کہ ان مدارس کی وجہ سے اسلام اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ آج تم دوسرے علاقوں میں جاؤ صرف نام مسلمانوں والے ہیں کہ بچی کا نام فاطمہ ہوگا اور بچے کا نام عبداللہ ہوگا باقی

اسلام کا ظالموں نے ان سے سب کچھ چھین لیا ہے کہ روس میں ستر سال تک پابندی رہی کہ کوئی شخص نہ قرآن پڑھ سکتا تھا، نہ نماز، نہ کلمہ پڑھ سکتا تھا۔ قرآن پڑھنے پر اور نماز پڑھنے پر سزائے موت تھی۔ کچھ علمائے کرام نے تہہ خانوں میں چھپ چھپا کر کام کیا جس سے کلمہ بچ گیا اور یہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

تو فرمایا یہ دین مضبوط ہے وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ اسی رب کی طرف رجوع کرنے والے ہیں وَاتَّقُوْهُ اور رب تعالیٰ سے ڈرو اور کسی سے نہ ڈرو اور رب تعالیٰ کی طرف رجوع کے لیے سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ فرمایا وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز۔ جو نماز نہیں پڑھتا اس کو مسلمان کہنا بھی مشکل ہے۔ صحابہ کرام ﷺ بے نماز کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے اسی لیے ساتھ ہی فرمایا وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہ ہو جاؤ مشرکوں میں سے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ ''جس نے ایک نماز دانستہ چھوڑ دی وہ کھلا کافر ہو گیا۔'' اور آج گھر کے گھر غرق ہیں کفر میں، جن کے اندر نماز کا احساس بھی نہیں ہے۔ اور جو نماز پڑھتے ہیں ان کو نماز کے آداب ہی کا علم نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ہم نے نماز کو باقی کس طرح رکھنا ہے۔ عورتیں لمبے ناخن رکھ لیتی ہیں ان پر ناخن پالش لگاتی ہیں۔ململ کے باریک دوپٹے میں نماز پڑھتی ہیں اور تنگ ٹیڈی لباس میں نماز پڑھتی ہیں۔ ان تمام صورتوں میں قطعاً نماز نہیں ہوتی۔ اپنے گھروں کی نگرانی کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اگر وضو کرتے وقت ناک کے کوکے والے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ کانٹے پہنے ہوئے ہیں اور غسل ضروری ہے اگر سوراخ میں پانی نہ گیا قطعاً غسل نہیں ہوگا۔ ان چیزوں کا لحاظ کرو اور اپنے اعمال کو ضائع

نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق دے اور شرک سے محفوظ فرمائے۔

۞ ۞ ۞

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے فَرَّقُوْا جنھوں نے تفرقہ ڈالا دِيْنَهُمْ اپنے دین میں وَكَانُوْا شِيَعًا اور وہ شیعہ ہوگئے كُلُّ حِزْبٍ ہرگروہ بِمَا لَدَيْهِمْ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے فَرِحُوْنَ خوش ہونے والا ہے وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ اور جس وقت پہنچتی ہے لوگوں کو تکلیف دَعَوْا رَبَّهُمْ پکارتے ہیں اپنے رب کو مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ رجوع کرتے ہوئے اسی کی طرف ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً پھر جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو چکھاتا ہے اپنی طرف سے رحمت اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اچانک ایک گروہ ان میں سے بِرَبِّهِمْ اپنے رب کے ساتھ يُشْرِكُوْنَ شرک کرنے لگتا ہے لِيَكْفُرُوْا تاکہ انکار کردیں وہ بِمَآ اس چیز کا اٰتَيْنٰهُمْ جو ہم نے ان کو دی ہے فَتَمَتَّعُوْا پس تم فائدہ اٹھالو فَسَوْفَ

تَعۡلَمُوۡنَ پس عنقریب تم جان لو گے اَمۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنًا کیا ہم نے نازل کی ہے ان پر کوئی سند اور دلیل فَهُوَ یَتَکَلَّمُ پس وہ کلام کرتی ہے بِمَا اس چیز کے مطابق کَانُوۡا بِهٖ یُشۡرِکُوۡنَ جس کی وجہ سے وہ شرک کرتے ہیں وَاِذَآ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَةً اور جس وقت ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت فَرِحُوۡا بِهَا خوش ہو جاتے ہیں اس پر وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَیِّئَةٌ اور اگر پہنچتی ہے ان کو کوئی تکلیف بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ بہ سبب اس کے جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے اِذَا هُمۡ یَقۡنَطُوۡنَ اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں اَوَلَمۡ یَرَوۡا کیا نہیں دیکھا انہوں نے اَنَّ اللّٰهَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ بے شک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنۡ یَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے وَیَقۡدِرُ اور تنگ کرتا ہے اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے۔

فرقہ بندی کی مذمت، شیعہ پہلا فرقہ :

اس سے پہلے سبق میں تھا کہ فَاَقِمۡ وَجۡهَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ”آپ قائم کریں اپنے چہرے کو دین کے لیے یک سُو ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو جس پر اس نے لوگوں کو بنایا ہے۔“ وہ فطرت اسلام ہے توحید ہے۔ جو اس فطرت کے خلاف چلے گا وہ فرقہ بندی کا شکار ہوگا۔ لہٰذا آگے فرقہ بندی کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا وَکَانُوۡا شِیَعًا اور ہو گئے گروہ در گروہ۔ شیعہ کا لفظی معنیٰ ہے گروہ۔ توحید کے مقابلے میں

جو بھی سلسلہ ہوگا وہ گروہ بندی ہوگی۔کلمہ پڑھنے والوں میں پہلا فرقہ شیعہ کا فرقہ ہے جس نے اسلام میں فتور ڈالا ہے۔جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے عبداللہ بن سبا کی شرارت کی وجہ سے اور شوریٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو انہوں نے کوشش کی کہ یہ افتراق ختم ہو جائے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس کوشش کو دیکھ کر سبائی پارٹی بھڑ گئی۔(کیونکہ خارجی بھی سبائیوں میں سے تھے۔نواز بلوچ مرتب) تو انہوں نے سوچا کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپس میں صلح کر لی تو ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت :

ایک روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو آگے کیا جس پر عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نامراد فریفتہ تھا اس عورت نے اس کو کہا کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرلوں گی اس شرط پر کہ یہ تین چیزیں مجھے دے۔

۱)......غوا تین ہزار درہم مہر لوں گی۔

۲)......ایک غلام لوں گی۔

۳)......اور علی کا سر لوں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عموماً صبح کی نماز کے لیے اندھیرے میں مسجد جاتے تھے۔رمضان المبارک کی بیسویں تھی وہ شیطان راستے میں بیٹھ گیا۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے تو ان پر حملہ کر دیا۔اس وقت تو وفات نہ ہوئی لیکن زخم اتنے کاری تھے کہ جانبر نہ ہو سکے۔تو خیر یہ تو طویل و عریض قصہ ہے۔تو اسلام میں پہلا فرقہ شیعہ کا ہے جس نے دین میں فتور ڈالا۔جس کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔یہ اپنے آپ کو شیعان علی کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں

سے ہیں۔تو فرمایا ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور ہو گئے گروہ درگروہ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے۔ ہر عقیدے والا اپنے عقیدے پر خوش ہے۔ یہودی اپنے عقیدے پر، عیسائی اپنے عقیدے پر، مجوسی اپنے عقیدے پر خوش ہیں، ہندو اپنے عقیدے پر خوش ہیں۔ حالانکہ ہندوؤں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عورتوں کی پوجا کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کی پوجا کرتی ہیں۔ سانپ کی پوجا کرتے ہیں، درختوں اور دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ان کے کسی بزرگ نے اس دریا کے پانی سے غسل کیا تھا تو یہ ان کے نزدیک متبرک ہو گیا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔ درخت کے نیچے کوئی بزرگ بیٹھا تھا تو اس درخت کی پوجا شروع کر دی۔

۶ھ ذوالقعدہ کے مہینے میں حدیبیہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے کیکر کے درخت کے نیچے پندرہ سو صحابہ سے بیعت لی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے۔تو ظاہر بات ہے کہ جس درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے اس کی شان کوئی کم تو نہیں ہے۔جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ [سورۃ الفتح] اُس طرف جاتے ہوئے کچھ لوگ اس درخت کے نیچے برکت حاصل کرنے کے لیے بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ بڑی دوررس تھی۔ انہوں نے سوچا کہ یہ حضرات تو پختہ عقیدہ رکھتے ہیں محض برکت حاصل کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں اور بعد میں آنے والے لوگ اس درخت کی پوجا شروع کر دیں گے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجی افسر کو بھیج کر اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر اس کا نام ونشان مٹا دیا۔ تو یاد رکھنا! محض درخت کی کسی نے پوجا نہیں کی۔ اس

درخت کی پوجا ہوئی ہے جہاں کوئی بزرگ بیٹھا ہے، محض پتھر کی پوجا نہیں ہوئی اس پتھر کی پوجا ہوئی ہے جو کسی بزرگ کی شکل میں تراشا گیا۔

تو فرمایا ہر گروہ جو اپنے پاس رکھتا ہے اس پر خوش ہے حالانکہ عقل سے کام لینا چاہیے اور جو حق اور صحیح ہے اس پر خوش ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل سب کو دی ہے اگر اس کو استعمال کرے تو کھوٹی کھری بات کو پرکھ سکتا ہے۔ غلط بات پر خوش ہونا نادانی ہے۔ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ اور جب پہنچتی ہے لوگوں کو تکلیف دَعَوْا رَبَّهُمْ تو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ مشرک بھی انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ [العنکبوت: ۶۵] ''پس جب وہ سوار ہوتے ہیں کشتیوں پر تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے اطاعت کو۔''

صحت اور بیماری سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے :

انسان کا مزاج ہے کہ جب پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر رب تعالیٰ کو پکارتا ہے اس وقت رب اس کو یاد آتا ہے۔ غریب آدمی جلدی پکارتا ہے امیر ذرا دیر سے۔ ہاں! امیر آدمی صحیح العقیدہ ہو تو بات علیحدہ ہے۔ مثال کے طور پر مال دار بیمار ہوگا تو وہ پہلے ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف رجوع کرے گا۔ تھک ہار کے جب بے بس ہو جائے گا تو پھر رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا۔ اکثر امیر آدمی جب ہر طرف سے ناامید ہو جاتے ہیں تو آکر کہتے ہیں حضرت جی! دعا کرو اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔ اور غریب کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو پہلے قدم ہی پر کہتا ہے اے پروردگار! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے میرا تو صرف تو ہے۔ تو نے ہی کرم کرنا ہے۔ تو فرمایا جب ان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی

طرف رجوع کرتے ہوئے ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً پھر جب رب ان کو اپنی طرف سے رحمت چکھاتا ہے ان کو صحت دے دیتا ہے، تکلیف سے نجات دے دیتا ہے اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ اچانک ایک گروہ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔ جب صحت یاب ہو گیا تکلیف دور ہوگئی تو پھر کیا کہتا ہے ڈاکٹر بڑا قابل تھا حکیم بڑا ماہر تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے دوائیں بڑی قیمتی استعمال کی ہیں، میرا وکیل بہت تجربہ کار تھا اس نے بڑی محنت کی ہے۔ اگرچہ ان ظاہری اسباب کا نام لینا کوئی گناہ نہیں ہے مگر اعتماد رب تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہیے۔ یہ کہنا چاہیے کہ فلاں سبب بنا، شفا رب تعالیٰ نے دی ہے۔ ذریعہ وکیل بنا اللہ تعالیٰ نے مجھے مقدمہ سے نجات دی ہے۔ رب تعالیٰ کا نام پہلے ہو اور سبب کا بعد میں ہو۔ اسباب کو اسباب سمجھو۔ کئی لوگ اعلیٰ سے اعلیٰ ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں قیمتی سے قیمتی ادویہ استعمال کرتے ہیں لیکن شفا نہیں ملتی اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل ہوتے ہیں اور مقدمہ ہار جاتے ہیں۔ اسباب میں اثر تو رب تعالیٰ نے رکھنا ہے۔ تو فرمایا کہ جب رب تعالیٰ مہربانی کر دیتے ہیں رحمت کر دیتے ہیں تو ایک فریق ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے لِيَكْفُرُوْا تاکہ انکار کر دیں بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ اس نعمت کا جو ہم نے ان کو دی ہے، صحت دی، مال دیا، رہائی دی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَتَمَتَّعُوْا پس تم فائدہ اٹھا لو۔ کب تک فائدہ اٹھاؤ گے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے۔ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور کسی قسم کا کوئی خفا اور پردہ باقی نہیں رہے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد میں فرمایا اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا کیا ہم نے نازل کی ہے ان پر کوئی دلیل۔ کیا کسی کتاب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں بزرگ،

ولی، صاحب قبر کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ لوگوں کی مشکل کشائی، حاجت روائی کرے یا ان کے پاس کوئی دلیل ہے فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ پس کلام کرتی ہے اس چیز کے مطابق جس کی وجہ سے یہ شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی بلکہ یہ از خود شرک کرتے ہیں اور اپنے لیے جہنم کا سامان پیدا کر رہے ہیں وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً اور جس وقت ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت فَرِحُوْا بِهَا خوش ہو جاتے ہیں اس پر۔ گرمی تھی بارش ہوئی، موسم بدلا خوش ہوئے۔ پہلے غریب تھے مال دار کر دیا خوش ہو گئے، اولاد نہیں تھی رب تعالیٰ نے اولاد دے دی خوش ہو گئے وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ اور اگر پہنچتی ہے ان کو تکلیف بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔

تکالیف گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب :

اکثر انسانوں کو جو تکالیف آتی ہیں وہ ان کے گناہوں کا وبال ہوتی ہیں۔ اکثر اس لیے کہا کہ پیغمبروں کو جو تکالیف آتی ہیں وہ گناہوں کی وجہ سے نہیں ہوتیں کیونکہ پیغمبر تو معصوم ہوتے ہیں۔ اہل حق کا یہی نظریہ ہے۔ پیغمبروں کو جو تکلیفیں آتی ہیں وہ ان کے درجات کی بلندی کے لیے ہوتی ہیں اور اس لیے آتی ہیں کہ ان کے صحیح متبعین ان کے نقش قدم پر چلیں ان تکالیف پر صبر کریں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً "حضرت یہ فرمائیں کہ انسانوں میں سے سب سے زیادہ تکلیفیں کن کو پہنچتی ہیں قَالَ الْاَنْبِيَاءَ فرمایا سب سے زیادہ تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو آتی ہیں ثُمَّ الْاَمْثَلُ پھر اس کو جو درجے میں ان کے قریب ہوتا ہے ثُمَّ الْاَمْثَلُ پھر اس کو جو ان کے قریب ہوتا ہے

یُبۡتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدۡرِ دِیۡنِہٖ جتنا کسی کا دین ہوتا ہے اتنا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔'' لیکن عام لوگوں کو جو تکلیفیں آتی ہیں وہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہیں اِذَا ھُمۡ یَقۡنَطُوۡنَ اچانک وہ نا امید ہوجاتے ہیں۔رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا گناہ ہے اور رب تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا بھی گناہ ہے۔اسی لیے فرماتے ہیں کہ اَلۡاِیۡمَانُ بَیۡنَ الۡخَوۡفِ وَالرَّجَآءِ ''ایمان دو چیزوں کے درمیان ہے۔اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بھی رہے۔'' اَوَلَمۡ یَرَوۡا کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے اَنَّ اللّٰہَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ بے شک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنۡ یَّشَآءُ جس کے لیے چاہے وَ یَقۡدِرُ اور تنگ کرتا ہے۔رزق کا کشادہ اور تنگ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی رزق تنگ کرسکتا ہے نہ کشادہ کرسکتا ہے۔مومن آدمی کا رزق اگر کشادہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا زکوٰۃ دے گا،قربانی دے گا، حج کرے گا، فطرانہ دے گا، اچھے کام کرے گا اور برا آدمی شرابیں پیے گا، بدمعاشیاں کرے گا اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی۔لیکن کس قوم کے لیے لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے۔ضدی کے لیے سب نشانیاں بے کار ہیں۔

❁ ❁ ❁

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ؗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

فَاٰتِ پس دے دو ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ قریبی رشتہ دار کو اس کا حق وَ الْمِسْكِيْنَ اور مسکین کو وَ ابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر کو ذٰلِكَ خَيْرٌ یہ بہتر ہے لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ جو ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی

رضا کا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے وَمَآ اٰتَیْتُمْ اور جوتم دیتے ہو مِّنْ رِّبًا سود لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ تاکہ بڑھے وہ لوگوں کے مالوں میں فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ پس وہ نہیں بڑھتا اللہ تعالیٰ کے ہاں وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوةٍ اور جوتم دیتے ہو زکوٰۃ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ارادہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کا فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ پس یہی لوگ ہیں کہ وہ اپنا اجر دگنا کرنے والے ہیں اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے خَلَقَکُمْ جس نے پیدا کیا تم کو ثُمَّ رَزَقَکُمْ پھر تمہیں روزی دی ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ پھر تمہیں مارے گا ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھر تمہیں زندہ کرے گا هَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ کیا ہے تمہارے شریکوں میں سے کوئی مَّنْ یَّفْعَلُ جو کرے مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ ان چیزوں میں سے کوئی چیز سُبْحٰنَهٗ پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وَتَعٰلٰی اور بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اس سے جوتم شرک کرتے ہو ظَهَرَ الْفَسَادُ ظاہر ہو چکا فساد فِی الْبَرِّ خشکی میں وَالْبَحْرِ اور سمندر میں بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ بہ سبب اس کے جو کمایا ہے لوگوں کے ہاتھوں نے لِیُذِیْقَهُمْ تاکہ چکھائے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا بعض ان کاموں کا بدلہ جو انہوں نے کیے ہیں لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ واپس آجائیں قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ آپ اے پیغمبر کہہ دیں چلو زمین میں فَانْظُرُوْا پس دیکھو کَیْفَ کَانَ کیسا تھا عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ انجام ان لوگوں کا مِنْ قَبْلُ جو اس سے پہلے تھے کَانَ اَکْثَرُهُمْ

مُّشْرِکِیْنَ ان میں سے اکثر شرک کرنے والے تھے فَاَقِمْ وَجْھَکَ پس قائم رکھ اپنے چہرے کو لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ سیدھے دین کی طرف مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ یہ کہ آئے وہ دن لَّا مَرَدَّ لَہٗ جس کے لیے ٹلنا نہیں ہے مِنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یَوْمَئِذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ۔ اس دن جدا جدا ہو جائیں گے مَنْ کَفَرَ جس نے کفر کیا فَعَلَیْہِ کُفْرُہٗ پس اسی پر اس کے کفر کا وبال ہوگا وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا اور جس نے عمل کیا اچھا فَلِاَنْفُسِھِمْ پس اپنی جانوں کے لیے یَمْھَدُوْنَ تیاری کر رہے ہیں لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے مِنْ فَضْلِہٖ اپنے فضل سے اِنَّہٗ بے شک وہ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ نہیں پسند کرتا کافروں کو۔

مال خرچ کرنے کی جگہیں :

اس سے پہلی آیت کریمہ ہے اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ''بے شک اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔'' چونکہ رزق کا ذکر تھا تو آگے اس کے خرچ کرنے کی جگہیں بیان فرمائیں۔ فرمایا فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ پس دے دو قریبی رشتہ دار کو اس کا حق۔ وَالْمِسْکِیْنَ اور مسکین کو حق دو وَابْنَ السَّبِیْلِ اور مسافر کو اس کا حق دو ذٰلِکَ خَیْرٌ یہی بہتر ہے لِلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ ان لوگوں کے لیے جو ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ ان کو دنیا میں بھی کامیابی حاصل ہوگی

اورآخرت میں بھی۔اس سے پہلے مال کے ہاتھ سے نکل جانے کا ذکر تھا کہ قریبی رشتہ داروں کو دینا ہے،ضرورت مندوں کو دینا ہے،مسافروں کو دینا ہے،جس سے بظاہر مال کم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً بڑھتا ہے۔اس کے مدمقابل آگے سود کا بیان ہے کہ اس سے مال تو بڑھتا ہے لیکن اس میں برکت نہیں ہوتی۔

سود اور صدقہ کی وضاحت :

فرمایا وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا اور جو تم دیتے ہو سود۔لوگوں سے قرض لیتے ہو اور سود کے ساتھ واپس کرتے ہو لِّيَرْبُوَا تاکہ وہ بڑھے فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ لوگوں کے مالوں میں فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ پس وہ نہیں بڑھتا اللہ تعالیٰ کے ہاں۔سود خوروں کو جو تم مال دیتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ اور جو تم دیتے ہو زکوٰۃ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ارادہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ پس یہی لوگ ہیں اپنے اجر اور ثواب کو دگنا کرنے والے۔زکوٰۃ دینے سے مال میں کوئی کمی نہیں ہوتی حالانکہ ظاہری طور پر سود سے رقم بڑھتی ہے اور زکوٰۃ سے کم ہوتی ہے۔

اس مقام پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں سب سے پہلے پرچم لہرایا تھا۔اس مقام پر لکھتے ہیں......

''یعنی سود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں وہ گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیام موت ہے اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہوگا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریضؒ کا بدن سہل اور تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو۔سود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔'' يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ [سورہ بقرہ] ''اللہ

تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔'' تو سود کی رقم بظاہر بڑھتی نظر آتی ہے لیکن وہ مال کا ورم ہے سوجن ہے جو ہلاکت تک لے جائے گی۔ اور زکوٰۃ سے بظاہر مال گھٹتا نظر آتا ہے مگر تم اس کو اس طرح سمجھو بدن میں جب موادِ فاسدہ جمع ہو جاتے ہیں تو اطباء لوگ اس کو جلاب دیتے ہیں کہ اس کے فاسد مادے خارج ہو جائیں۔ ظاہری طور پر جلاب لینے والا آدمی کمزوری محسوس کرتا ہے لیکن یہ اس کے لیے صحت کی علامت ہوتی ہے۔ پہلے حکماء کا طریقہ علاج بڑا آسان اور زود اثر ہوتا تھا۔ وہ مریض کو سب سے پہلے جلاب دیتے تھے تاکہ جو فاسد مادے اکٹھے ہوئے ہیں وہ خارج ہو جائیں۔ فاسد مادوں سے کئی طرح کی تکلیفیں شروع ہو جاتی ہیں عموماً کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے کو ڈوا ہو گیا ہے چھاتی کھڑکتی ہے۔ یہ سب بلغم وغیرہ معدے اور چھاتی میں جمع ہو جاتی ہے بچوں کو تم کسٹرول پلاؤ وہ ٹھیک ہو جائیں گے اور کسی علاج کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب تک وہ موادِ فاسدہ بدن سے نکل نہیں جائیں گے بچے کو صحت نہیں ہوگی۔ بلغم دوائیاں کھلانے سے تحلیل نہیں ہوتی اور معدہ اس کو جلدی ہضم کرتا ہے۔ کسٹرول کا جلاب دو گے اندر صاف ہو جائے گا نہ ڈوا رہے گا نہ اور کچھ رہے گا۔

یہ ساری تقریر اس صورت میں ہے کہ رِبا سے سود مراد لیا جائے۔ جبکہ اس آیت کریمہ کی ایک دوسری تفسیر بھی کرتے ہیں کہ ربٰو سے مراد وہ زیادتی ہے جو کسی لین دین کے معاملے میں کی جائے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کو اس نیت سے تحفہ دیتا ہے کہ وہ مجھے اس سے بہتر تحفہ دے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا کیونکہ اس کا ارادہ اچھا نہیں ہے اس لیے ثواب سے محروم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ثُمَّ رَزَقَكُمْ پھر اس نے تمہیں رزق دیا ثُمَّ

یُمِیْتُکُمْ پھر وہ تمہیں مارے گا ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا قیامت والے دن هَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ کیا ہیں تمہارے شریکوں میں سے جن کو تم نے رب کا شریک بنایا ہوا ہے مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ جو کریں ان کاموں میں سے کوئی کام۔ تمہیں پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا رزق وہ دیتا ہے مارے گا بھی وہی، دوبارہ زندہ بھی وہی کرے گا۔ تم نے جن کو رب تعالیٰ کا شریک بنایا ہے ان میں سے کوئی ہے جو یہ کام کر سکے؟ ہرگز نہیں! سُبْحٰنَهٗ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وَتَعٰلٰی اور بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو۔ رب تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ اس کے افعال میں۔

فسادات ہمارے اعمال کا نتیجہ :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ظاہر ہو چکا فساد خشکی میں اور سمندر میں بھی۔ کیوں بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ بہ سبب اس کے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائی کی ہے۔ لوگوں کے کرتوت جوں جوں بڑھتے ہیں اس کے ذریعے فساد بڑھتا ہے۔ یہ تو اُس زمانے کی بات ہے جب آج کی نسبت گناہ کم تھے اور آج چونکہ گناہ بہت زیادہ ہو گئے ہیں لہٰذا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے ساتھ فِی الْجَوِّ وَالْخَلَآءِ وَتَحْتَ الْبَحْرِ بھی ہو گیا ہے۔ خلا میں بھی اور پانی کے نیچے بھی۔ جوں جوں گناہ بڑھتے جائیں گے دنیا میں فسادات بھی بڑھتے جائیں گے اور امام مہدی علیہ السلام کا ظہور جب ہوگا مُلِئَتِ الْاَرْضُ ظُلْمًا وَّ جَوْرًا ''زمین ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہو گی۔،، ظلم کا معنیٰ ہے رب کے حقوق پامال کیے جائیں گے اور جور کا معنیٰ ہے بندوں کے حقوق پامال کیے جائیں گے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق محفوظ ہوں گے نہ بندوں کے حقوق

محفوظ ہوں گے۔

امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقتِ نزول کی برکات:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو امن قائم ہوگا اور برکتیں نازل ہوں گی۔

صحیح روایت میں ہے کہ ایک بکری اتنا دودھ دے گی کہ وہ کئی گھروں کو کفایت کرے گا ایک گائے اتنا دودھ دے گی کہ کئی خاندانوں کو کفایت کرے گا، ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کو کاٹ کر دو حصے کیے جائیں تو آدھے کے نیچے کئی آدمی رہ سکیں۔ اس زمانے میں بھیڑ، بکریاں، شیر بھیڑیے، گیدڑ اکٹھے پھریں گے کوئی کسی سے نہیں ڈرے گا، سانپوں کے ساتھ بچے کھیلیں گے وہ ڈسیں گے نہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا عدل کا تھا کہ میں نے ایک تر، ناپی جو کھاتے ہیں تیرہ ہاتھ لمبی تھی۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ابوداؤد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک دور ایسا بھی تھا کہ گندم کا ایک دانہ کوفہ اور بصرہ کی کھجور کی طرح تھا اور اب دیکھو گندم کے دانے کہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ تو عدل و انصاف کی بڑی برکات ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک حد قائم کی جائے تو اس کی اتنی برکت ہے کہ جیسے چالیس دن وقفے وقفے کے ساتھ مناسب حالات میں بارش برسے۔ یعنی چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔ ایک حد قائم ہونے کی اتنی برکت ہے۔ دیکھو! طالبان نے حدود اللہ قائم کی ہیں تو وہاں نہ چوری ہے نہ ڈاکا ہے نہ قتل و غارت ہے سب لوگ باز آگئے ہیں مگر باطل قوتوں امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ کو یہ چیز ہضم نہیں ہو رہی اور کابل پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں کہ طالبان کی حکومت ختم ہو جائے حالانکہ اس وقت دنیا میں صرف یہی خطہ ہے جہاں قرآن و حدیث کے احکام نافذ

ہیں۔ دنیا میں اور کوئی خطہ نہیں ہے بشمول سعودی عرب کے جہاں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو۔ اللہ تعالیٰ طالبان کی نصرت فرمائے۔ تو فرمایا فساد ظاہر ہوگا خشکی میں اور سمندر میں لوگوں کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا تاکہ چکھائے ان کو اللہ تعالیٰ بعض ان کاموں کا بدلہ جو انہوں نے کیے ہیں۔ مکمل نتیجہ تو قیامت کو نکلے گا ان فسادوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں چکھا دیا جائے گا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ تاکہ وہ واپس آجائیں۔ اپنے گناہوں اور شرارتوں سے باز آجائیں۔ اگر ان کو ہماری بات سمجھ نہیں آتی تو قُلْ آپ اے نبی کریم ﷺ! ان سے کہہ دیں سِيرُوا فِي الْأَرْضِ چلو پھرو زمین میں فَانظُرُوا دیکھو كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے۔ تباہی کی بہت ساری وجوہات ہیں لیکن كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ ان میں سے اکثر شرک کرنے والے تھے۔ تباہ ہونے والوں کی اکثریت مشرک تھی۔ سب سے بڑا جرم ان کا شرک تھا۔ جنس پرستی، ڈاکے ڈالنا، ناپ تول میں کمی کرنا مختلف قسم کی بیماریاں ان میں تھیں لیکن بنیادی وجہ شرک تھا۔

قیامت کا آنا ضروری ہے :

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ اے نبی کریم ﷺ! اپنا چہرہ دین کی طرف سیدھا رکھیں۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا گیا ہے کہ اپنا چہرہ دین کی طرف سیدھا رکھو مِن قَبْلِ اس سے پہلے أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ آئے وہ دن لَّا مَرَدَّ لَهُ جس کے لیے ٹلنا نہیں ہے مِنَ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ قیامت ضرور آئے گی کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو دنیا میں تو نیک کو نیکی کا پورا بدلہ نہیں ملا اور نہ برے کو برائی کی پوری سزا ملی ہے بلکہ دنیا میں ایسے بندے بھی ہوئے ہیں کہ ان کو نیکی کا بدلہ ملا ہی نہیں ہے۔ دور جانے کی ضرورت

نہیں ہے آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کون نیک ہوسکتا ہے؟ مگر آنحضرت ﷺ کے پاس چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس میں چراغ بھی نہیں تھا یعنی روشنی کا انتظام نہیں تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر دو دو مہینے مسلسل چولہا نہیں جلتا تھا کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا عام قسم کی کھجوریں ہوتی تھیں اور وہ اتنی سخت ہوتی تھیں کہ دانتوں والا آدمی چبا سکتا تھا جس بیچارے کے دانت نہیں ہوتے تھے وہ چبا بھی نہیں سکتا تھا۔ اور ایسے مجرم بھی ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتے تھے فرعون جیسے۔ ان کو برائی کا پورا بدلہ نہیں ملا۔ کیا ہوا بحر قلزم میں ڈوبا، پانی پیا اور مرا۔ لیکن یہ اس کے مظالم کا پورا بدلہ تو نہیں ہے۔ اس نے ہزاروں بچے قتل کرائے، مخالفین کو آگ میں جلایا، لوگوں سے بیگار لی۔ تو اگر قیامت قائم کر کے نیک کو نیکی کا بدلہ نہ دیا جائے اور برے کو برائی کی سزا نہ دی جائے تو پھر تو اندھیر نگری ہوئی۔ اس لیے قیامت ضرور قائم ہوگی ٹلے گی ہرگز نہیں یَوْمَئِذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ اس دن لوگ گروہ در گروہ ہوں گے۔ بے نمازوں کا گروہ الگ، روزے خوروں کا الگ، شرابیوں کا الگ اور زانیوں کا الگ ہوگا۔ جھوٹوں کا الگ، مکاروں کا الگ اور ظالموں کا الگ ہوگا مَنْ کَفَرَ جس نے کفر کیا فَعَلَیْهِ کُفْرُهٗ پس اسی پر اس کا کفر پڑے گا یعنی کفر کا وبال اس پر پڑے گا وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا اور جس نے عمل کیے اچھے فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ پس وہ اپنے نفسوں کے لیے تیاری کر رہے ہیں۔ انسان کو ہر وقت آخرت کی تیاری میں رہنا چاہیے لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے۔ کیونکہ اس پر لازم نہیں ہے وہ مختار ہے وہ اپنے فضل اور عنایت سے بدلہ دے گا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ بے شک وہ

پسند نہیں کرتا کافروں کو۔اللہ تعالیٰ کی محبت مومنوں کے ساتھ ہے کافروں کے ساتھ نہیں ہے۔

۞ ۞ ۞

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ کہ وہ بھیجتا ہے ہواؤں کو مُبَشِّرٰتٍ جو خوش خبری لانے والی ہوتی ہیں وَّلِیُذِیْقَكُمْ اور تاکہ چکھائے تمہیں مِّنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے وَلِتَجْرِیَ الْفُلْكُ اور تاکہ چلیں کشتیاں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کے ساتھ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے

پہلے رُسُلاً کئی رسول اِلٰی قَوْمِهِمْ ان کی قوموں کی طرف فَجَآءُوْ هُمْ پس
وہ آئے ان کے پاس بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَانْتَقَمْنَا پس ہم نے انتقام
لیا مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے اَجْرَمُوْا جنہوں نے جرم کیا تھا وَكَانَ حَقًّا
عَلَيْنَا اور ہے لازم ہمارے ذمے نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کی مدد کرنا اَللّٰهُ
الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے يُرْسِلُ الرِّيٰحَ جو چلاتا ہے ہواؤں کو فَتُثِيْرُ
سَحَابًا پس وہ ہوائیں اٹھاتی ہیں بادلوں کو فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ پھر اللہ تعالیٰ
بکھیر دیتا ہے ان بادلوں کو آسمان میں كَيْفَ يَشَآءُ جس طرح چاہے وَ يَجْعَلُهٗ
كِسَفًا اور کرتا ہے اس کو تہہ بہ تہہ فَتَرَى الْوَدْقَ پس آپ دیکھیں گے بارش کو
يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ نکلتی ہے ان کے درمیان سے فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ پس جب وہ
پہنچاتا ہے بارش مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے مِنْ عِبَادِهٖٓ اپنے بندوں میں سے اِذَا
هُمْ تو اچانک وہ يَسْتَبْشِرُوْنَ خوش ہوجاتے ہیں وَاِنْ كَانُوْا اور تحقیق
تھے وہ مِنْ قَبْلِ اس سے پہلے اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ ان پر بارش نازل کی جاتی مِّنْ
قَبْلِهٖ ان کے نازل ہونے سے پہلے لَمُبْلِسِيْنَ البتہ نا امید فَانْظُرْ پس دیکھ
اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشانات کو كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ
کیسے زندہ کرتا ہے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد اِنَّ ذٰلِكَ بے
شک یہی رب لَمُحْيِ الْمَوْتٰى البتہ زندہ کرے گا مردوں کو وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر آیات :

تمام مشرکین کا تو نہیں بعض کا یہ عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے۔ بس یہی دنیا کی زندگی ہے مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں نیکی اور بدی کا صلہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ خیال قطعی طور پر باطل تھا۔ قیامت حق ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے ہوگی اور دوزخ بھی سامنے۔ اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ ہر نیکی کا صلہ دنیا میں مل جاتا ہے اور ہر بدی کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نیک نہیں ہے مگر دو دو مہینے تک آپ کے گھر آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ دقل ردی قسم کی کھجوریں بھی دن سیر ہو کر کھانی نصیب نہیں ہوئیں، پانی کی بھی دقت تھی۔ تو یہ کہنا کہ ہر نیکی کا صلہ دنیا میں مل جاتا ہے غلط ہے اور ایسے باغی اور مجرم بھی دنیا میں گزرے ہیں اور قیامت تک رہیں گے جن کو برائی کا پورا بدلہ نہیں ملا۔ فرعون نے اور مظالم کے علاوہ بارہ ہزار بچے قتل کیے اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبروں کو ستایا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو لیکن کیا بدلہ ملا دریا میں دو غوطے کھائے اور مر گیا۔ یہ سارے گناہوں کی سزا تو نہیں بن سکتی لہٰذا ان لوگوں کا نظریہ غلط ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی بلکہ ضرور قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قیامت کے اثبات کے لیے بعض دلائل کی طرف توجہ دلائی ہے۔

فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ کہ وہ بھیجتا ہے ہواؤں کو مُبَشِّرٰتٍ جو بارش سے پہلے خوش خبری لانے والی ہوتی ہیں۔ بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جس سے سمجھ دار لوگ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ ان شاء اللہ اب بارش ہوگی، گرمی ختم ہوگی، خشک سالی دور ہوگی، یہ ہوائیں رب

ہی تو چلاتا ہے وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهِ اور تاکہ اللہ تعالیٰ چکھائے تمہیں اپنی رحمت سے کچھ۔ ٹھنڈی ہوا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ دیکھو! آج کیسا موسم ہے آج سے تین دن پہلے سانس لینا مشکل تھا مگر ہم لوگ رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ اور تاکہ چلیں کشتیاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ پہلے زمانے میں کوئلہ، پٹرول، بجلی وغیرہ نہیں ہوتے تھے بس کشتیاں ہواؤں کے زور پر چلتی تھیں بڑے مضبوط ٹاٹ انہوں نے باندھے ہوئے تھے ان کے ذریعے ہوا کشتیوں کو لے کر چلتی تھی۔ تو یہ ہوائیں کس کے حکم سے چلتی ہیں وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اِدھر کی چیزیں اُدھر لے جاؤ، اُدھر کی اِدھر لے آؤ۔ تجارت کرو تاکہ لوگوں کے لیے سہولت ہو، ضروریات زندگی پر دسترس ہو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو کہ ایک ہوا میں کتنے فائدے ہیں بارش کی خوش خبری بھی دیتی ہے گرمی بھی دور ہوتی ہے کشتیوں کو بھی چلاتی ہے اور تم اس سے سانس بھی لیتے ہو وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول۔

آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں :

جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں وہ سارے آپ ﷺ سے پہلے آئے ہیں آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد اب دنیا میں کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوگا اور جو پیدا ہوگا اور نبوت کا دعویٰ کرے گا جھوٹا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد کئی ملعونوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس وقت بھی امریکہ میں ایک سیاہ فام جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ کذاب اور دجال ہے۔ آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا کذاب اور دجال ہوگا۔ دلا ور چیمہ قصبہ ہے احمد نگر کے قریب ضلع گوجرانوالہ ہی میں، وہاں

ایک عالم تھے مولانا ابوالقاسم رفیق احمدؒ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے میں نے حضرت کو جب دیکھا تو اس وقت وہ میری طرح عمر رسیدہ تھے۔ انہوں نے بڑی قیمتی کتابیں لکھی ہیں۔ان میں سے ایک ہے''عمادالدین'' اردو میں ہے۔اس میں نماز اور روزمرہ کے در پیش آنے والے مسائل ہیں۔ اور ایک بے نظیر کتاب''ائمہ تردید'' انہوں نے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے لے کر اپنے وقت کے عبدالطیف گنا چوری تک جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا دنیا کے جس خطے میں اور جہاں جہاں جھوٹے مہدی پیدا ہوئے ان کے مفصل حالات لکھے ہیں۔تو آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد کوئی سچا پیغمبر پیدا نہیں ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں قیامت کے قریب اتریں گے مگران کی آمد سے ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی بلکہ میں کہتا ہوں کہ سارے پیغمبر بھی تشریف لے آئیں تو بھی آپ ﷺ کی خاتمیت پر کوئی زد نہیں پڑے گی۔ کیونکہ تعداد تو اتنی ہی رہنی ہے جتنی تھی اور آپ ﷺ کا مرتبہ سب سے بلند ہے بہ خلاف اس کے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانیں تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑے گی۔

تو خیر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے سے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑے گی اور وہ قرب قیامت میں ضرور تشریف لائیں گے اور میرے اندازے کے مطابق ان کے آنے کے حالات بن رہے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا هَلَاکُ سِند بِالْهِنْدِ وَهلاک هند بِالصِّين ''سندھ کا علاقہ ہندوستان کے ذریعے تباہ ہوگا اور ہندوستان چین کے ذریعے تباہ ہوگا۔'' اور ایک وقت آئے گا تمہاری ہندوستان کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ یہ تیاریاں ایسے تو نہیں ہو رہیں۔ نسائی شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا دو گروہوں پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی

آگ حرام کردی ہے عِصَابَۃٌ تَغْزُوْ الْھِنْدَ ''ایک گروہ جو ہندوستان کے ساتھ لڑے گا اور ایک وہ گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دے گا'' وقت کا انتظار کرو۔

تو فرمایا ہم نے بھیجے آپ سے پہلے کئی پیغمبر اِلٰی قَوْمِھِمْ ان کی قوموں کی طرف فَجَآءُوْ ھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ پس وہ آئے واضح دلائل کے ساتھ لیکن قوم نے پیغمبروں کو نہ مانا ان کی تبلیغ کو تسلیم نہ کیا فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا پس ہم نے انتقام لیا ان سے جنہوں نے جرم کیے وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ہے لازم ہمارے ذمہ مومنوں کی مدد کرنا۔

ایک سنت کے چھوڑنے پر فتح میں تاخیر :

اگر کسی مقام پر مدد نہیں ہوتی تو سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان میں کمی ہے یا ایمان کے کسی کام میں کوتاہی ہے یا نیت میں فتور ہوگا کوئی نہ کوئی چیز ہوگی۔ صرف مسواک کی سنت چھوڑنے کی وجہ سے مصر کے علاقہ میں قلعہ بولس فتح نہیں ہو رہا تھا حالانکہ مسواک کرنا مستحب ہے اور یہ عمل کچھ ساتھیوں سے رہ گیا تھا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھنا پڑا کہ اے امیر المومنین دو مہینے ہو گئے ہیں محاصرہ کیے ہوئے اور آٹھ ہزار فوج میرے پاس ہے ہمیں امداد بھیجو فوج کے ساتھ اور دعا بھی کرو اور طریقہ بھی بتلاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خط پڑھ کر زار و قطار رو پڑے۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت خط کہاں سے آیا ہے؟ فرمایا مصر سے۔ ساتھی سمجھے کہ شاید سارے مجاہد شہید ہو گئے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ حضرت! کیا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ حضرت کیا فلاں ساتھی شہید ہو گئے ہیں؟ فرمایا نہیں؟ حضرت! پھر آپ روتے کیوں ہیں؟ فرمایا دو ماہ ہو چکے ہیں قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے اور قلعہ فتح نہیں ہو رہا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قَدْ تَرَکُوْا سُنَّۃً مِّنْ سُنَنِ النَّبِیِّ ﷺ ''

کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی سنت رہ گئی ہے جس کی وجہ سے قلعہ فتح نہیں ہو رہا۔'' نبّاض حکیم ہو تے تھے وہ نبض دیکھ کر بتلا دیتے تھے کہ اس کو یہ بیماری ہے آج مشینیں نہیں بتلا سکتیں۔ وہ زبان دیکھ کر بتلا دیتے تھے آج بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی تمہاری علامتیں بتلانے سے بیماری نہیں سمجھ سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نباض تھے سمجھ گئے کہ کمی کیا ہوئی ہے۔ فرمایا آنحضرت ﷺ کی کوئی سنت رہ گئی ہے اور بات بھی یہی تھی جب سنت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی۔

تو فرمایا لازم ہے ہمارے ذمہ مومنوں کی مدد کرنا اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے فَتُثِیْرُ سَحَابًا پس وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو فَیَبْسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ پھر وہ پھیلاتا ہے بکھیر دیتا ہے ان بادلوں کو آسمان میں کَیْفَ یَشَآءُ جس طرح چاہے۔ جسے جہاں پہنچانا ہوتا ہے وہاں پہنچا دیتا ہے وَ یَجْعَلُہٗ کِسَفًا اور کرتا ہے اس کو تہہ بہ تہہ۔ کبھی ہوائی جہاز کا سفر کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اوپر نیچے بادلوں کی کیسے تہہ لگی ہوئی ہے اور سفید کالے رنگ کے کیسے پہاڑ ہیں بادلوں کے فَتَرَی الْوَدْقَ پھر اے مخاطب! تو دیکھے گا بارش کو یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ نکلتی ہے ان کے درمیان سے فَاِذَآ اَصَابَ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ پس جب وہ پہنچاتا ہے بارش جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ دیکھو! پچھلے دنوں کتنی شدید گرمی تھی بارشیں شروع ہوئیں تو لوگوں نے خوشی منائی لیکن اس پر ہم نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا رب تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا۔ جب ایسا ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسی بارش کو عذاب بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ آج کل کی بارشیں بعض علاقوں میں عذاب کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ ریڈیو پر مختصر سی خبر آئی ہے کہ حالیہ بارشوں کے نقصات کے اعداد و شمار جمع ہو رہے ہیں اندازہ ہے کہ دو ارب چالیس کروڑ کا نقصان ہوا ہے۔ یہ عذاب ہمارے حکمرانوں کی وجہ سے آرہے ہیں ان کا وجود ہمارے لیے عذاب ہے اور اس کا سبب ہم خود ہیں کہ ہمارے ووٹوں سے آئے ہیں۔ لوگ اپنا ذہن اسباب کی طرف لے جاتے ہیں اصل علت نہیں سمجھتے کہ ان آفتوں کی علت کیا ہے؟

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

''اے باد صبا یہ سارا تیرا لایا ہوا ہے۔'' یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ عذاب کی مختلف شکلیں ہیں کبھی اللہ تعالیٰ کسی طریقہ سے عذاب مسلط کرتا ہے کبھی کسی طریقہ سے مسلط کرتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵ میں ہے بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ''مسلط کیے ہم نے تمہارے اوپر اپنے بندے سخت لڑائی والے پھر وہ گھس گئے شہروں کے درمیان۔'' یہ ایران کا بخت نصر تھا۔ جس کی فوجوں نے بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کر دیا۔ جب بندہ نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے چاہے سکھوں کو مسلط کر دے چاہے ہندوؤں کو عذاب کی شکل میں مسلط کر دے۔ تو فرمایا جب بارش ہوتی ہے تو یہ خوش ہو جاتے ہیں وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اِنْ قَدْ کے معنیٰ میں ہے جیسے سورۃ الاعلیٰ میں بھی اِنْ قَدْ کے معنیٰ میں ہے فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ''پس آپ نصیحت کریں تحقیق نفع دے گی نصیحت کرنا۔'' دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ اِنْ مخففه مِنَ المُثقله ہے یعنی اصل میں اِنَّ تھا پھر شد کو ختم کر دیا تو اِنْ رہ گیا۔ معنیٰ ہوگا اور تحقیق تھے وہ اس سے پہلے اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ کہ ان پر بارش نازل کی جاتی مِّنْ قَبْلِهٖ بارش ہونے سے پہلے لَمُبْلِسِيْنَ البتہ نا امید۔ بارش ہو

نے سے پہلے وہ ناامید تھے فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ پس دیکھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نشانات کو۔ بارش اس کی رحمت کی نشانی ہے، ہوائیں اس کی رحمت کی نشانی ہے، کشتیوں کا چلنا اس کی رحمت کی نشانی ہے، فصلوں کا پیدا ہونا اس کی رحمت کی نشانی ہے، درختوں کا اگنا، پھلوں کا لگنا اس کی رحمت کی نشانی ہے۔ فرمایا دیکھو! كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا رب تعالیٰ کیسے زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔ بارشیں نہ ہوں تو زمین سڑ مر جاتی ہے بارشیں ہونے کے بعد گھاس، پودے، سبزیاں، فصلیں پیدا ہوتی ہیں زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں بیان کرنے کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى بے شک جس رب نے یہ سارے کام کیے ہیں وہی مردوں کو زندہ کرے گا وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

۞ ۞ ۞

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا اور اگر ہم بھیج دیں ہوا فَرَاَوْهُ پس یہ دیکھیں اس کو مُصْفَرًّا زرد لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ البتہ ہو جائیں وہ اس کے بعد يَكْفُرُوْنَ ناشکری کرنے والے فَاِنَّكَ پس بے شک آپ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى نہیں سنا سکتے مردوں کو وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اور نہیں سنا سکتے بہرے کو پکار اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ جب کہ وہ پشت پھیر کر جا رہے ہیں وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ اور آپ نہیں ہدایت دے سکتے اندھوں کو عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ان کی گمراہی سے اِنْ تُسْمِعُ آپ نہیں سنا سکتے اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ مگر ان کو جو ایمان لائے بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں پر فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس وہ مسلمان ہیں اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَكُمْ جس نے پیدا کیا تم کو مِّنْ ضُعْفٍ کمزوری سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً پھر بنائی اس نے کمزوری کے بعد قوت ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ

قُوَّةٍ ضُعْفًا پھر بنائی اس نے قوت کے بعد کمزوری وَّ شَيْبَةً اور بڑھاپا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ پیدا کرتا ہے جو چاہے وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ اور وہ سب کچھ جاننے والا قدرت والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پچھلی آیات میں تھا اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتی ہے وہ ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور آسمان میں بکھیر دیتی ہیں بارش برستی ہے لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔ اب اس کے مقابلے میں دوسری ہوا کا ذکر ہے وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا اور اگر ہم بھیجیں ہوا ایسی تند و تیز فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا پس دیکھیں وہ اپنی کھیتی کو زرد۔ یعنی کھیتی پکنے سے پہلے تند و تیز ہوا بھیجیں کہ کھیتی زرد ہو جائے لَظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ البتہ ہو جائیں اس زرد کھیتی کو دیکھنے کے بعد يَكْفُرُوْنَ ناشکری کرنے والے کہ ہم پر بڑا ظلم ہوا ہے ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ واہی تباہی جو زبان سے نکلے بولیں۔ یہ ہوا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور ایسی نعمت ہے کہ صرف جان دار ہی نہیں بلکہ درختوں اور جمادات تک کی بقا کا ذریعہ ہے ہم سانس لیتے ہیں اگر باہر نہ آئے تو زندگی ختم ہو جائے۔ لیکن یہ ہوا اللہ تعالیٰ نے مفت دی ہے۔ یہ ہوا اگر موافق چلے تو انسان خوش ہوتا ہے اور اگر اسی کو عذاب بنا دے جیسے عاد قوم کے لیے بنایا تو ناشکرا ہو جاتا ہے۔ تو انسان کو سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نعمت کو عذاب بھی بنا سکتا ہے۔ پانی نعمت ہے مگر سیلاب عذاب ہوتا ہے اس کے لیے دلیل کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کھانا نعمت ہے مگر جب ہیضے کی شکل اختیار کر لے تو عذاب بن گیا۔ رب تعالیٰ کے لیے کیا مشکل ہے لیکن انسان کا مزاج ہے کہ راحت و آرام میں خوش رہتا ہے اور دکھ تکلیف میں زبان سے ایسے الفاظ نکالتا ہے

کہ پہلی تمام نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری ہو جاتی ہے۔ یہ بھی گناہ کی بات ہے۔ حالانکہ دکھ تکلیف ہمارے اعمال کے نتیجے میں ہوتی ہے اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیے۔

فرمایا فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی پس بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار جب وہ لوٹیں پیٹھ پھیر کر۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ مردوں بہروں کو سنانا یا اندھوں کو راہ ہدایت کی طرف لانا آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی بات تو وہ سنے گا جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کو مردوں، بہروں اور اندھوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جس طرح یہ لوگ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں نہ دلائل قدرت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں یہی حال ہے کافر مشرک کا کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ان پر آیات الٰہی کا کچھ اثر نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ دوسری تشبیہ کانوں سے بہروں کے ساتھ ہے اور تیسری تشبیہ اندھوں کے ساتھ ہے۔ جس طرح اندھے کو کوئی دکھا نہیں سکتا اور بہرے کو کوئی نہیں سنا سکتا، مردے کو سناؤ تو کوئی فائدہ نہیں ہے اسی طرح زندہ کافروں کو ایسا سنانا کہ وہ آپ کی بات کو قبول کر لیں آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ منوانا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ کافر سنتے تو ہیں لیکن ایسا سننا کہ حق کو قبول کریں وہ نہیں ہے۔ انہی کافروں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ نہ سارے کافر بہرے ہیں نہ گونگے ہیں اور نہ اندھے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ کے ساتھ ذکر کیا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ جیسے بہرے فائدہ نہیں اٹھاتے، گونگے فائدہ نہیں اٹھاتے، اندھے فائدہ نہیں

اٹھاتے اسی طرح جو ضدی کافر ہیں وہ سن کر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

آج سے تقریباً پچپن (۵۵) سال پہلے کی بات ہے ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا مشکوٰۃ شریف ہم پڑھتے تھے اس میں ایک حدیث آئی کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہوگی اَنْ تَرَى الصُّمَّ الْبُكْمَ الْعُمْىَ مُلُوْكَ الْاَرْضِ ''کہ تم دیکھو گے بہروں کو، گونگوں کو، اندھوں کو کہ وہ بادشاہ بنے ہوں گے۔'' ہم نے استاد محترم مولانا عبد القدیر صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت اس وقت آنکھوں والے نہیں ہوں گے، کانوں والے نہیں ہوں گے، زبان والے نہیں ہوں گے کہ لوگ اندھوں، بہروں اور گونگوں کو بادشاہ بنائیں گے۔ بخاری شریف کی روایت کہ جس وقت تم دیکھو کہ اندھے، بہرے، گونگے بادشاہ بنے بیٹھے ہیں تو سمجھ لو کہ قیامت قریب ہے۔ استاد محترم کا تکیہ کلام تھا ''میاں'' فرمایا میاں! کان بھی ہوں گے، آنکھیں بھی ہوں گی، زبانیں بھی ہوں گی، حق کی بات نہیں سنیں گے حق سننے سے بہرے ہوں گے، حق کی بات زبان سے نہیں نکالیں گے اس لیے گونگے ہوں گے، سب کچھ سامنے ہوگا آنکھیں بند کرلیں گے مظالم ان کو نظر نہیں آئیں گے۔ اس وقت بالکل یہی معاملہ ہے گھنٹوں گھنٹوں بولتے ہیں لیکن حق بات کہنے سے گونگے ہیں، کسی مظلوم کی فریاد نہیں سنتے بہرے ہیں، ظلم ان کے سامنے ہورہے ہیں لیکن ان کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کو صم، بکم، عمی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ وہ بہرے ہیں حق سنتے نہیں ہیں، گونگے ہیں حق کی بات زبان سے نہیں نکالتے، اندھے ہیں حق ان کو نظر نہیں آتا۔ تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح مردوں کو سنانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسی طرح جن کافروں اور مشرکوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں ان کو بھی سنانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مسئلہ سماع موتیٰ :

یہاں پر ایک یہ بحث چل پڑی ہے کہ کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں سنتے ؟ مسئلہ طویل الذیل ہے۔پچھلے سالوں میں یہ مسئلہ بڑے زوروں پر تھا۔اس مسئلے کی دو شقیں ہیں۔ایک شق یہ ہے کہ قریب سے سنتے ہیں دور سے نہیں سنتے۔تو قبر کے قریب سے سنتے ہیں۔پھر اس میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سب کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں کے قریب سے سنتے ہیں۔چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے سب قائل ہیں حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی ، مقلد، غیر مقلد۔ہاں اب کچھ غیر مقلد حضرات آج کل انکار کرتے ہیں لیکن ان کے بزرگ سارے مانتے ہیں قاضی شوکانی ، نواب صدیق حسن خان ،نواب نورالحسن خان اور شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی مرحوم۔ اب کچھ نئی پود انکار کرنے لگی ہے۔اور دیو بندی کہلانے والوں میں سے پہلے شخص عنایت اللہ شاہ بخاری ہیں ہم نے ان کے ساتھ اٹھارہ سال کام کیا ہے مگر جس وقت وہ اس مسئلے پر مصر اور بہ ضد ہو گئے تو پھر ہم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔تو ایک ہے قبر کے قریب سے سننا۔تو اس سننے میں انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ فتاویٰ امدادیہ میں لکھتے ہیں سب امت کا اس پر اتفاق ہے۔جب اس مسئلے میں اختلاف ہوا تو مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے اپنے رسالہ ''تعلیم القرآن'' میں لکھا کہ اس مسئلہ میں فریقین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور دوسری شق ہے دور سے سننے کی۔تو اس مسئلہ میں بھی کسی اہل حق کا اختلاف نہیں ہے کہ دور سے کوئی نہیں سنتا نہ نبی نہ غیر نبی۔ ہر جگہ سے سننے والا صرف

پروردگار ہے۔ اور دوسرا مسئلہ ہے عام مردوں کے سماع، عدم سماع کا۔ یہ صحابہ کرام ﷺ سے لے کر اب تک اختلافی چلا آرہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نہیں سنتے وَخَالَفَهَا الْجُمْهُوْرُ جمہور نے ان کی مخالفت کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اور حافظ ابن کثیرؒ تفسیر ابن کثیر میں اور عینیؒ کا عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں وَخَالَفَهَا الْجُمْهُوْرُ جمہور صحابہ اس مسئلے میں ان کے مخالف ہیں۔ جمہور صحابہ فرماتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔

مردوں کے سننے پر دلائل :

بخاری، مسلم میں مردوں کے سننے کا باقاعدہ باب ہے اور اس کے تحت حدیث نقل کی ہے کہ بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے جاتے ہیں حَتّٰی اَنَّهٗ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ ''ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھڑکھڑاہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔'' دیکھو! آنحضرت ﷺ فرمائیں کہ سنتے ہیں اور کوئی دوسرا کہے نہیں سنتے بات کس کی مانی جائے گی؟ اسی طرح جب کوئی مردوں کو سلام کرے تو وہ اس کا سلام سنتے ہیں۔ چونکہ اختلافی مسئلہ ہے اس لیے منکر اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی میں سماع کی نفی ہے سنانے سننے کی نفی نہیں ہے کہ آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے یہ آپ کا کام نہیں ہے یہ رب کا کام ہے۔ سورۃ فاطر آیت نمبر ۲۲ میں ہے اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ''بے شک اللہ سناتا ہے جس کو چاہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں پڑے ہیں۔'' تو نفی سنانے کی ہے۔ جیسے دوسرے مقام میں آتا ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص: ۵۶] ''بے شک اے

پیغمبر آپ نہیں راہ راست پر لا سکتے لیکن اللہ تعالیٰ راہ راست پر لاتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' اسی طرح یہاں ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے ، سنانا رب کا کام ہے۔

فرمایا وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ اور آپ نہیں ہدایت دے سکتے اندھوں کو ان کی گمراہی سے اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا آپ نہیں سنا سکتے مگر ان کو جو ایمان لائے ہیں ہماری آیتوں پر فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس وہ مسلمان ہیں۔ ایمان والے سنتے ہیں نفع والا سننا صرف مومنوں کا ہے۔ نفع والا سننا کافروں کو حاصل نہیں ہے۔ بدر میں ستر کافر مارے گئے ایک کے بغیر سب کو ایک کنوئیں میں پھینک دیا امیہ بن خلف کو کھینچتے گھسیٹتے ہوئے اس کے بازو الگ ہو گئے ، ٹانگیں الگ ہو گئیں اس کے علاوہ سب کو کنوئیں میں اوپر نیچے دبا دیا گیا۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ چوبیس بڑے بڑے کافروں کی لاشیں بدر کے کنوئیں میں ڈالیں۔ تیسرے دن آنحضرت ﷺ کنوئیں پر تشریف لے گئے صحابہ کرام ؓ بھی ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ایک ایک کافر کا نام لے کر فرمایا اے ابوجہل! جو میں کہتا تھا وہ حق ہے یا نہیں؟ کہ مرنے کے بعد کافر کو مشرک کو عذاب ہو گا۔ اے عقبہ ابن ابی معیط میں نے ٹھیک کہا تھا کہ نہیں؟ اس پر حضرت عمر ؓ نے کہا حضرت! کیا آپ ایسے اجسام سے گفتگو کر رہے ہیں جن میں ارواح نہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس پروردگار کی قسم جس کی قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم اس گفتگو کو جو میں ان سے کر رہا ہوں ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ حدیث صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں اور محدثین کے جم غفیر نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں صحیح ہے۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں صحیح ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ جب کوئی آدمی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور بلند آواز سے سلام کہتا ہے عَرَفَهٗ وہ مردہ اس کو آواز سے پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔

جس طرح ہم ایک دوسرے کو آواز سے پہچان لیتے ہیں۔ ان صحیح احادیث کو چھوڑ کر ان لوگوں کے ڈھکوسلوں کے پیچھے کیسے چلیں۔ لوگ ڈھکوسلے مارتے ہیں کہ اس پر اتنی مٹی ڈال دی گئی ہے اب وہ کیسے سنتا ہے؟ کہاں سے سنتا ہے؟ ان ڈھکوسلوں سے حق ختم نہیں ہوگا۔

آپ ﷺ کا درود و سلام سننا :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ ''جو میری قبر کے پاس صلوٰۃ و سلام پڑھے گا میں خود سنوں گا اور جو دور سے پڑھے گا فرشتے پہنچائیں گے۔'' تو انبیائے کرام علیہم السلام کے عند القبر سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب اگر کوئی اختلاف کرتا ہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلے پر تقریباً پچیس سال کھپائے ہیں کہ شاید سلف صالحین میں سے کوئی اس کا منکر ہو لیکن قطعاً نہیں۔ تو اس مسئلے پر اہل سنت والجماعت اور غیر مقلد سب متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور جو آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ و سلام پڑھے آپ ﷺ سنتے ہیں۔ میں بار بار اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آج کل کچھ بالکل نوخیز چاہے وہ دیوبندی کہلائیں یا اہل حدیث وہ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں اور پرانے تمام بزرگ اس مسئلے پر متفق ہیں کوئی منکر نہیں ہے۔

فرمایا اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا مِّنْ ضُعْفٍ کمزوری سے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ پہلو تک نہیں بدل سکتا۔ اے انسان! ذرا سوچ اللہ تعالیٰ نے تجھے کس حقیر قطرے سے پیدا فرمایا اور تو کتنا کمزور تھا تیری والدہ، دادی، نانی، بہن تجھے اٹھاتی تھیں، تجھے کھلاتی پلاتی تھیں تو خود کچھ

نہیں کرسکتا تھا ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ ضَعۡفٍ قُوَّةً پھر بنائی اللہ تعالیٰ نے کمزوری کے بعد قوت۔ اس نے تجھے جوان کر دیا تو خود چلتا پھرتا ہے دوڑتا پھرتا ہے کھاتا پیتا ہے اور تجھے بچپن کی وہ ساری حالتیں بھول گئیں حالانکہ صحیح معنٰی میں انسان وہ ہے جو ماضی نہ بھولے، اپنی غربت اور کمزوری کو نہ بھولے۔ اس لیے حدیث پاک میں آتا ہے اُنظُرُوا اِلٰی مَنۡ تَحۡتَکُمۡ وَلَا تَنظُرُوا اِلٰی مَنۡ فَوۡقَکُمۡ او کما قال علیہ السلام ''ان کو دیکھو جو تم سے کمزور ہیں ان کو نہ دیکھو جو تم سے طاقتور ہیں۔'' جب تم طاقت ور کو دیکھو گے کہ اس کے پاس کوٹھی ہے، باغ ہے، کارخانہ، کار ہے میرے پاس نہیں ہیں تو ان نعمتوں کی ناشکری ہو گی جو رب تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں۔ اپنے سے کمزوروں کو دیکھو کہ خیمے میں رہ رہے ہیں، رات سڑکوں کے کنارے سو کر گزارتے ہیں، بیمار کو دیکھو کہ کروٹ نہیں بدل سکتا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سر چھپانے کے لیے مکان دیا ہے صحت دی ہے۔ تو فرمایا پروردگار نے تمہیں کمزوری کے بعد قوت عطا فرمائی ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا پھر بنائی اس نے قوت کے بعد کمزوری۔ پھر اس نے قوت کے بعد کمزور کر دیا وَّ شَيۡبَةً اور بڑھاپا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک وقت تھا کہ میں دس منٹ میں گھر سے چل کر نارمل سکول کی مسجد میں پہنچ جاتا تھا اور اب میں اپنی مسجد میں سہارے کے ساتھ پہنچتا ہوں۔ یہ انقلابات جو رب بندوں پر لاتا ہے ان کو کبھی نہ بھولو۔ اس وقت تھا بچہ اور کمزور تھا جوان ہو گیا طاقت آ گئی ایک وقت تھا مالی لحاظ سے بھی کمزور تھا میرے پاس سائیکل بھی نہیں تھا آج سواری کا انتظام ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کو اور اپنی اصلیت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم کون تھے اور کیا تھے۔ انسان کو اپنی اصلیت کبھی نہیں بھولنی چاہیے جو بھلا دے وہ انسان نہیں ہے۔ پرانے بزرگ اپنی یاد دہانی کے لیے پرانے کپڑے رکھتے اور بتلاتے تھے کہ

ہماری اصلیت یہ تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فقر :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایمن رضی اللہ عنہ جو کہ غلام تھے ان کو آواز دی اور بلایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ غلام سے پردہ نہیں ہے۔ فرمایا ایمن یہ میری لونڈی دیکھو۔ اس کے بدن پر یہ قِطرِی کرتہ ہے یعنی کپاس کا، یہ گھر کے اندر اس کو نہیں پہنتی۔ فرمایا میرے پاس اس جیسا ایک کرتہ تھا مدینہ طیبہ میں جب کسی عورت کی شادی ہوتی تھی تو وہ میرا کرتہ ادھار مانگ کر لے جاتی تھی کہ وقت گزار لیں۔ یعنی ایک وہ وقت تھا کہ میرا کرتہ لے جا کر خواتین اپنی شادی کا وقت گزارتی تھیں۔ اب انقلاب آچکا ہے کہ میری لونڈی گھر میں بھی نہیں پہنتی۔ جس وقت کی ام المومنینؓ بات کر رہی ہیں آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہیں اور کرتے پر سترہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ بیمار ہیں کھانسی آرہی ہے اور اسی حالت میں نماز پڑھا رہے ہیں۔ لفظ پڑھتے ہیں پھر کھانستے ہیں پھر لفظ پڑھتے ہیں اور کھانستے ہیں۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! کھانسی لگی ہوئی ہے تھوڑا سا شہد استعمال کر لیں۔ فرمایا لَا اَسْتَطِيْعُ میں طاقت نہیں رکھتا کہ شہد استعمال کروں۔ اندازہ لگاؤ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ کسی نے کہا حضرت! بیت المال میں شہد کے کنستر بھرے پڑے ہیں۔ فرمایا بیتُ المال میرا نہیں لوگوں کا ہے۔ کسی نے کہا شوریٰ سے اجازت لے لیں۔ فرمایا ہاں! آپ کی بات معقول ہے ساری شوریٰ مسجد ہی میں ہوتی تھی۔ فرمایا بھئی شوریٰ والو! اگر اجازت ہو تو میں تھوڑا سا شہد استعمال کر لوں علاج کے لیے؟ اور آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب تمہارے سامنے ہے۔

؎ عیاں راچہ بیاں

تو خیر میں عرض کر رہا تھا کہ اپنی اصلیت اور حقیقت کو نہ بھولو۔ یہی بات رب تعالیٰ نے سمجھائی ہے کہ تمہیں پیدا کیا کمزوری میں پھر قوت دی پھر کمزور کر دیا کہ کھڑے نہیں ہو سکتے یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وہ پیدا کرتا ہے جو چاہے وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ اور وہ سب کچھ جاننے والا قدرت والا ہے۔

۞ ۞ ۞

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝٥٥ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٥٦ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝٥٧ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝٥٨ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٥٩ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝٦٠ ع

وَيَوْمَ اور جس دن تَقُوْمُ السَّاعَةُ قیامت قائم ہوگی يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ قسم اٹھائیں گے مجرم مَا لَبِثُوْا نہیں ٹھہرے وہ غَيْرَ سَاعَةٍ ایک گھڑی کے سوا كَذٰلِكَ اسی طرح كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ وہ الٹے پھیرے جاتے ہیں وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہیں گے وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو علم دیا گیا وَالْاِيْمَانَ اور ایمان لَقَدْ لَبِثْتُمْ البتہ تحقیق ٹھہرے تم فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی لکھت میں، تحریر میں اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ اٹھنے والے دن تک فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ پس یہ دن ہے اٹھ کھڑے ہونے کا وَلٰكِنَّكُمْ اور لیکن تم كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے تھے فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ نہیں نفع دے گا ان لوگوں کو

ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا مَعْذِرَتُهُمْ ان کا معذرت کرنا وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان کو منانے کی اجازت دی جائے گی وَلَقَدْ ضَرَبْنَا اورالبتہ تحقیق بیان کی ہم نے لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی مثال وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ لائیں ان کے پاس بِاٰيَةٍ کوئی نشانی لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ نہیں ہو تم مگر باطل پر چلنے والے كَذٰلِكَ اسی طرح يَطْبَعُ اللّٰهُ مہر لگاتا ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے دلوں پر لَا يَعْلَمُوْنَ جو نہیں جانتے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ اور ہرگز نہ آپ کو ہلکا کریں الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے۔

اسلام کے بنیادی عقائد کا انکار کرنا کفر ہے :

یہ بات کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں قیامت کا عقیدہ بھی ہے وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا۔ جو آدمی قیامت کو تسلیم نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ عقائد جو اللہ تعالیٰ نے بتلائے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بتلائے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ تم قادیانیوں کو دیکھ لو ہر چیز کو مانتے ہیں قرآن و حدیث کو حق مانتے ہیں، قیامت کو بھی مانتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بھی مانتے ہیں بلکہ اگر تم ان کو ملو تو اخلاق میں اپنے سے بھی اچھا پاؤ گے۔ مگر یہ کہ ختم نبوت کے منکر ہیں اس میں اختلاف کی وجہ سے کافر ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ

کے بعد نبوت کسی کو نہیں ملنی ۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے کسی کا انکار یا اس کی تاویل کرنا کفر ہے اور قیامت بھی بنیادی عقائد میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مجرم قسمیں اٹھائیں گے۔کیا قسمیں اٹھائیں گے؟ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ نہیں ٹھہرے وہ ایک گھڑی کے سوا۔مجرم رب کی قسم اٹھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف ایک گھنٹہ ٹھہرے ہیں ۔ وہاں یہ حالت ہوگی اور یہاں انہوں نے فتور ڈالا ہوا ہے۔ ان کا یہ کہنا صحیح بھی ہے اور غلط بھی ہے ۔ غلط اس لیے ہے کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ اسی طرح وہ الٹے پھیرے جاتے ہیں۔دنیا میں صحیح رائے سے ان کو شیطان پھیرتا تھا، نفس امارہ پھیرتا تھا، ان کے مولوی ، پیر اور لیڈر پھیرتے تھے۔ جیسے دنیا میں صحیح رائے سے پھیرے جاتے تھے یہاں بھی صحیح رائے سے پھیرے گئے ہیں۔ کیونکہ ایک گھنٹہ تو نہیں بلکہ کوئی سو سال رہا، کوئی پچاس سال رہا، کوئی تیس سال رہا، کوئی اس سے کم وبیش ۔اور صحیح اس لیے کہ ہمیشہ کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہے۔سورۃ نازعات پارہ نمبر ۳۰ میں ہے يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ''جس دن وہ لوگ اس قیامت کو دیکھیں گے (تو خیال کریں گے) کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں مگر ایک دن کا پچھلا پہر یا دوپہر کا وقت ۔'' کوئی کہے گا ایک دن ٹھہرے ہیں کوئی کہے گا دس دن ٹھہرے ہیں ۔کوئی ایک گھنٹہ اور کوئی پچھلا پہر اور کوئی دوپہر کا وقت ۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کو قلت کے ساتھ تعبیر کریں گے اپنے اپنے حال کے مطابق وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور کہیں گے وہ لوگ جن کو علم دیا گیا وَالْاِيْمَانَ اور ایمان دیا گیا۔ ایمان بہت بڑی دولت ہے۔ ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ صحیح علم عطا فرماتا ہے

جس کے ساتھ بندہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، حلال وحرام کی تمیز کرتا ہے۔ تو جن کو علم دیا گیا ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ تم غلط کہتے ہو کہ ہم ایک گھنٹہ رہے ہیں لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ البتہ تحقیق ٹھہرے تم اللہ تعالیٰ کی تحریر میں جو رب نے فیصلہ لکھا تھا اس فیصلے میں تم اٹھنے والے دن تک ٹھہرے ہو۔ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ پس یہ اٹھ کھڑے ہونے کا دن ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سب اٹھ کھڑے ہوں گے چاہے کسی کا بدن ریزہ ریزہ ہو گیا ہو، مٹی کے ساتھ مل گیا ہو، پرندے کھا گئے ہوں، مچھلیاں کھا گئی ہوں، کیڑے مکوڑے کھا گئے ہوں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ سب اچھے بھلے انسان بن کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسے اس وقت ایک دوسرے کو نظر آتے ہیں ایسے ہی نظر آئیں گے اور ہوں گے ننگے جیسے ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اس لیے کہ دنیا میں کافروں نے ان کو ننگا کر کے آگ میں پھینکا تھا۔ اور دوسرے نمبر پر آنحضرت ﷺ کو لباس پہنایا جائے گا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی جزوی فضیلت ہے۔ پھر درجہ بہ درجہ سب کو لباس پہنایا جائے گا پھر سب نے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ پچاس ہزار سال کا وہ لمبا دن ہوگا۔ بعض ملحد اعتراض کرتے ہیں کہ جن کو آگ میں جلا دیا گیا یا درندے کھا گئے، شیر چیتا وغیرہ یا مچھلیاں کھا گئیں وہ کہاں سے آئیں گے؟ بھائی! ان ڈھکوسلوں سے رب کا قانون تو نہیں بدلتا۔

گنہگار کی بخشش کا واقعہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی بڑا گنہگار تھا کفن چور تھا۔ جس وقت اس کی

وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ تم مجھے قسم دو کہ میں نے جو بات کہنی ہے تم اس پر عمل کرو گے۔ بیٹوں نے کہا ابا جان! بغیر قسم کے آپ بتلائیں ہم عمل کریں گے۔ کہنے لگا نہیں قسم اٹھاؤ۔ قسم پر ان کو مجبور کر دیا۔ انہوں نے قسم اٹھائی تو باپ نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم نے مجھے جلا دینا ہے اور راکھ کے دو حصے کرنے ہیں۔ ایک پانی میں بہا دینا اور ایک ہوا میں اڑا دینا۔ مجبور تھے باپ نے قسم لے کر جکڑ لیا تھا۔ والد فوت ہوا تو اولاد نے وصیت کے مطابق اس کو جلا دیا اور ہڈیاں پیس کر پانی میں بہا دیں اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دی۔ اللہ تعالیٰ علیمِ کل ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس نے ہوا اور پانی کو حکم دیا سارے ذرات اکٹھے ہوئے اور وہ بندہ بن کر کھڑا ہو گیا۔ تو رب تعالیٰ نے پوچھا اے بندے! تو نے یہ کیا حرکت کی ہے اس نے کہا اے پروردگار! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کوئی نیکی نہیں تھی تو یہ سب کچھ میں نے آپ کے ڈر سے کیا ہے۔ تو رب تعالیٰ کے لیے کوئی شے مشکل نہیں۔

وَلٰکِنَّکُمْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور لیکن تم نہیں جانتے فَیَوْمَئِذٍ پس اس دن لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُھُمْ اس دن نہیں نفع دے گی ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا ان کا معذرت کرنا۔ معذرتیں کریں گے۔ کچھ کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا [مومنون: ۱۰۶] ''اے ہمارے پروردگار! ہم پر غالب آ گئی ہماری بدبختی۔'' ہم گمراہ لوگ تھے۔ کچھ کہیں گے رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَ [احزاب: ۶۷] ''اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی، سیاسی اور مذہبی لیڈروں کی انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔'' کچھ کہیں گے لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ [ملک: ۱۰] ''کاش کہ ہم سنتے یا سمجھتے تو

ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔" لیکن ان کا کوئی عذر ان کو فائدہ نہیں دے گا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان کو منانے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کا مادہ عُتْبٰی جیسے بُشْرٰی۔ اس کا معنٰی ہے اَلرُّجُوْعُ اِلٰى مَا يَرْضٰى "اس چیز کی طرف رجوع کرنا جس پر رب راضی ہو۔"

حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شیخ الہندؒ اس کا معنٰی کرتے ہیں "اور نہ ان سے کوئی منانا چاہے۔" ان سے توبہ مطلوب نہیں ہوگی یوں سمجھو کہ کسی مدرسے یا کالج میں شرارتی لڑکے ہوں اور ادارہ ان کو شرارت کی وجہ سے نکال دے وہ معذرت کریں تو ادارہ کہے کہ تمہیں خارج کر دیا گیا ہے تمہیں نہیں رکھیں گے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے ہی ان کو کہا جائے گا کہ تمہارے اوپر دوزخ لازم ہوگئی ہے تمہاری کوئی معذرت قبول نہیں ہے۔ انہیں معذرت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کی ہیں لوگوں کے لیے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی مثال سمجھانے کے لیے۔ تاکہ حقیقت کو سمجھیں مگر یہ لوگ ایسے ضدی ہیں۔ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ اور البتہ اگر آپ اے نبی کریم ﷺ! لائیں ان کے پاس کوئی نشانی لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ کیا کہیں گے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ نہیں ہو تم مگر باطل پر چلنے والے تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ آیت سے قرآن کی آیت بھی مراد ہو سکتی ہے اور معجزہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ مخالفوں نے کتنی نشانیاں دیکھیں مگر صاف انکار کر دیا۔

آپ ﷺ کا معجزہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا :

اس سے بڑی نشانی اور کیا ہو سکتی تھی کہ چودھویں رات کا چاند تھا تقریباً گیارہ بجے

کا وقت تھا چاند سر پر کھڑا تھا مشرکوں نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم آپ ﷺ کو نبی مان لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھ لو اگر اللہ تعالیٰ میری تصدیق کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دے تو مان لو گے؟ کہنے لگے ہاں ضرور مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کا ایک حصہ مشرق کی طرف چلا گیا دوسرا مغرب کی طرف۔ مشرق والا جبل ابوقبیس پر اور مغرب والا قُیقُعان پر۔ سب نے آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے تمہیں بھی دو ٹکڑے نظر آ رہا ہے؟ وہ کہتا ہاں! چار قدم چل کر دوسرے سے پوچھا تجھے بھی چاند دو ٹکڑے نظر آ رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرلانگ دو فرلانگ آگے پیچھے گئے دو ٹکڑے ہی نظر آئے مگر سورۃ القمر میں ہے وَکَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا اَھْوَآءَ ھُمْ ''اور جھٹلایا انہوں نے اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور کہا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔'' ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ اور جن میں ضد نہیں ہے وہ ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے مسلمان ہو گئے۔

وہ اس طرح کہ بمبئی کے پاس ریاست مالابار ہے۔ وہاں کے ہندو راجہ نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تو تاریخ نوٹ کی، نقشہ نوٹ کیا۔ پڑھا لکھا آدمی تھا جب ۹۴ھ کے قریب مسلمان تاجر وہاں پہنچے تو اس کے ورثاء نے ڈائریاں نکال کر ان سے کہا کہ ہمارے والد نے یہ واقعہ نوٹ کیا ہے کہ فلاں تاریخ کو یہ واقعہ ہوا ہے کیا وہاں بھی نظر آیا تھا عرب کی سرزمین میں؟ مسلمان تاجروں نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرب کی سرزمین پر ایک نبی بھیجا ہے ان کے ہاتھ پر یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا۔ انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ تو ریاست مالابار کے راجے آج تک مسلمان چلے آ رہے ہیں انہوں نے ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے مان لیا اور ضدیوں نے قریب ہوتے ہوئے بھی نہ مانا۔ ہندوستان کی تاریخ میں

سب سے پہلی مسجد کالی کٹ میں بنی ہے۔عرب کے لوگ نمازیں پڑھتے تھے انہوں نے ان سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو ہم یہاں ایک مسجد بنا لیں؟ انہوں نے کہا بڑے شوق سے بناؤ۔اس وقت ان فرقوں میں ضد نہیں تھی۔آج کا ہندو توبہ،توبہ،توبہ، یہ ہندو اس وقت ہوتے تو ان بزرگوں کے قریب بھی نہ آتے جنہوں نے یہاں اسلام کے چشمے جاری کیے ہیں۔سید علی احمد علاؤ الدین صابر کلیری چشتیؒ،خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ہاتھ پر نوے ہزار ہندو مسلمان ہوئے اور علی ہجویریؒ کے ہاتھ پر چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے ہیں۔تب لوگ ضدی نہیں تھے اس لیے جوق در جوق لوگ مسلمان ہوئے۔فرمایا البتہ اگر آپ ان کے پاس لائیں کوئی نشانی تو وہ ضرور کہیں گے جو کافر لوگ ہیں اے مسلمانو! تم باطل پرست ہو جھوٹے ہو معاذ اللہ تعالیٰ۔

فرمایا کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے ان لوگوں کے دلوں پر جو نہیں جانتے،سمجھ نہیں رکھتے۔جو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔فرمایا فَاصْبِرْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ قیامت بھی حق ہے،میدان محشر بھی حق ہے،حساب کتاب کا ہونا بھی حق ہے،پل صراط بھی حق ہے،جنت اور دوزخ بھی حق ہے وَّ لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ اور ہرگز نہ آپ کو ہلکا کریں یہ آپ کو خفیف نہ بنائیں کہ اپنی جگہ سے ہلا دیں۔خفیف چیز ہلکی چیز اپنی جگہ سے جلدی ہل جاتی ہے اور بھاری اور وزنی چیز نہیں ہلتی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آپ کو ہلکا پھلکا نہ سمجھیں کہ اپنی جگہ سے ہلا دیں۔جو عقائد ہم نے آپ کو بتلائے ہیں وہ مضبوط ہیں ان پر جمار ہنا ہے اپنے عقائد کو نہیں چھوڑنا یہ چاہے کچھ کہتے رہیں۔ اَلَّذِیْنَ

لَا یُوْقِنُوْنَ وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے قیامت پر۔ان لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا ہے۔آپ ﷺ تو خاتم المعصومین پیغمبر ہیں۔آپ ﷺ کو کیا خطرہ تھا ہمیں سمجھایا ہے کہ حق بات کو نہیں چھوڑنا چاہے کوئی کچھ بھی کہے اور کرے۔اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر استقامت عطا فرمائے۔

آج بروز ہفتہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۹رمئی ۲۰۱۲ء

سورۃ الروم مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ لقمان

(مکمل)

جلد............۱۵

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾

الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی هُدًى یہ کتاب ہدایت ہے وَّ رَحْمَةً اور رحمت ہے لِّلْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کے لیے الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ جو قائم کرتے ہیں نماز کو وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ اور وہ آخرت پر هُمْ يُوْقِنُوْنَ وہ یقین رکھتے ہیں اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں عَلٰى هُدًى ہدایت پر مِّنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب کی طرف سے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح

پانے والے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اورلوگوں میں بعض وہ ہیں یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ جوخریدتے ہیں کھیل کی باتوں کو لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تاکہ گمراہ کریں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بِغَیْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا اور تاکہ بنائیں اللہ تعالیٰ کے راستے کوٹھٹھا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ان کے لیے عذاب ہوگا رسوا کرنے والا وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اورجس وقت پڑھی جاتی ہیں اس پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا پیٹھ پھیرتا ہے تکبر کرتے ہوئے كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا گویا کہ اس نے آیات کوسنا ہی نہیں كَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْهِ گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں وَقْرًا ڈاٹ ہیں فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ پس آپ ان کو خوش خبری سنادیں دردناک عذاب کی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اورعمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ان کے لیے باغ ہیں نعمتوں کے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان میں وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اوروہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

سورۃ لقمان کی وجہ تسمیہ اور حضرت لقمان رحمہ اللہ کا تعارف :

اس سورت کا نام لقمان ہے۔ اگلے رکوع میں آئے گا وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہم عصر ہیں یعنی ان کا زمانہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ ایک ہے۔ یہ نبی نہیں تھے مومن، متقی، نیک، پارسا، ولی کامل اور بڑے سمجھ دار تھے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے لقمان رحمہ اللہ کی نہایت اہم اور بڑی

قیمتی نصیحتوں کو بیان فرمایا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے چھپن (۵۶) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا ستاون (۵۷) نمبر ہے اس کے چار رکوع اور چونتیس آیتیں ہیں۔

حروفِ مقطعات کی تشریح :

الم حروف مقطعات میں سے ہے۔ قرآن پاک کی انتیس (۲۹) سورتوں کی ابتدا ان حروف سے ہوئی ہے۔ پھر اس میں کافی اختلاف ہے کہ ان کا کوئی معنٰی ہے یا نہیں؟ "کتاب الاسماء والصفات للبیہقی" حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے صحیح سند کے ساتھ کہ ھِیَ مِنْ اسماء اللّٰہ تعالٰی "یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔" یعنی الف بھی اللہ تعالیٰ کا نام، لام بھی اور میم بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کے ایک ایک نام پر دلالت کرتا ہے۔ الف اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام پر، لام کا اشارہ لطیف کی طرف اور میم کا مالک کی طرف۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ مزید اس کے متعلق تفصیل پہلے کئی جگہ گزر چکی ہے۔

تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی، دانائی والی کتاب کی۔ یہ بڑی محکم کتاب ہے۔ چونکہ ہماری زبان عربی نہیں ہے اس لیے ہم اس کی فصاحت اور بلاغت کو نہیں سمجھتے۔ ان لوگوں کی زبان عربی تھی اس لیے وہ اس کا اثر مانتے تھے مگر ظالم جادو کہہ کر ٹال دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ کتاب جادو سے بھری ہوئی ہے اس لیے اس کے اندر اتنا اثر ہے۔ حالانکہ یہ جادو نہیں ہے حق ہے اور بڑی کھری کتاب ہے اور

اس کا بڑا مقام ہے۔اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس پر عمل کرنا نجات، اس کو ہاتھ لگانا ثواب مگر وضو کے ساتھ، اس پر عقیدہ رکھنا ایمان۔خوش قسمت اور خوش نصیب ہیں وہ مرد اور عورتیں جنھوں نے قرآن کا لفظی ترجمہ پڑھا ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص قرآن پاک کا لفظی ترجمہ سمجھ لے تو وہ کفر شرک اور گمراہی کے قریب نہیں جا سکتا گمراہی اس کے قریب نہیں آئے گی ۔ یہ کفر، شرک ، بدعات و رسومات کی بیماریاں یہ سب قرآن سے دوری کا نتیجہ ہیں۔

تو فرمایا یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی ھُدًی یہ نری ہدایت ہے وَّ رَحْمَةً اور رحمت ہے مگر کن کے لیے لِّلْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والوں کے لیے۔کیونکہ جب تک عمل نہیں ہوگا تو کچھ حاصل نہیں۔مثلاً ایک آدمی سارا دن کہتا رہے کہ پانی کے ساتھ پیاس بجھتی ہے، پانی کے ساتھ پیاس بجھتی ہے اور وہ پانی پیتا نہیں ہے تو پیاس نہیں بجھے گی۔اسی طرح ایک آدمی یہ کہے کہ کھانے سے بھوک ختم ہوتی ہے مگر کھائے نہ تو بھوک ختم نہیں ہو گی۔تو جب تک قرآن پر عمل نہیں کریں گے اس وقت تک کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔اس پر عمل کرنے سے خرابیاں دور ہوں گی۔تو فرمایا کہ یہ ہدایت اور رحمت ہے نیکی کرنے والوں کے لیے۔

محسنین کی صفات :

محسن لوگوں کی پہلی صفت: اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وہ لوگ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔نماز کو جماعت کے ساتھ اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں۔ایمان کے بعد تمام عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے۔قیامت والے دن مومن سے حقوق اللہ کے بارے میں سب سے پہلا سوال نماز کا ہوگا اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

الصَّلٰوۃَ پہلا پرچہ ہی نماز کا ہوگا۔ اگر پہلے پرچے میں کامیاب ہوگیا تو امید ہے کہ دوسروں میں بھی کامیاب ہوگا اگر پہلے پرچے میں پھنس گیا تو پھر پھنسا ہی رہے گا۔ نماز کے قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وقت پر ادا کرے شرائط کے ساتھ۔ فرائض، واجبات اور سنن کے ساتھ ادا کرے اور باطنی طور پر خشوع وخضوع ہو۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرٰهُ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت اس انداز سے کر کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرٰهُ فَاِنَّهٗ يَرٰكَ اگر یہ صفت حاصل نہ ہو تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' باطنی خشوع کے ساتھ ظاہری خشوع بھی ہو۔ قیام میں ہو تو نگاہ سجدے والی جگہ پر ہو ادھر ادھر بالکل نہ دیکھے۔ جسم اور کپڑوں کے ساتھ نہ کھیلے۔ تو محسنین کی پہلی صفت نماز کا قائم کرنا ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت نصیحت فرمائی الصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ الصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ الصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ''نماز نہ چھوڑنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نماز نہ چھوڑنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، نماز نہ چھوڑنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَا حَظَّ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ ''جو نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔''

دوسری صفت: وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوۃَ اور وہ ادا کرتے ہیں زکوٰۃ۔ بدنی عبادتوں میں نماز سب سے بڑی عبادت ہے اور مالی عبادتوں میں زکوٰۃ سب سے بڑی عبادت ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ بدن کو رب تعالیٰ کی اطاعت میں لگاتے ہیں اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

تیسری صفت: وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے

ہیں۔فرمایا ان خوبیوں کا نتیجہ بھی سن لو اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ یہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔اور لوگوں نے کامیابی کرسی اور اقتدار میں سمجھی ہے، کارخانے، کوٹھیوں اور دولت میں سمجھی ہے۔اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیابی کے لیے یہ اوصاف ہیں جن کا ذکر ہوا ہے اور دنیا عقل منداس کو کہتی ہے جو چاند تک پہنچ چکا ہو، زہرہ ستارے پر پہنچنے کی کوشش کرے۔اور اللہ تعالیٰ نے عقل مند کن لوگوں کو کہا ہے؟ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ [آل عمران: ۱۹۱] ''عقل مند وہ ہیں جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے اور پہلو کے بل۔'' کھڑے ہیں تو رب کا ذکر کرتے ہیں بیٹھے ہیں تب رب کو یاد کرتے ہیں لیٹے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ''خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔'' یہ مال و دولت والے چاہے جتنی دولت کما لیں ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔ان بے چاروں کو تو نیند نہیں آتی۔کامیاب لوگوں کے مقابلے میں ناکام لوگوں کا ذکر ہے۔

شانِ نزول :

نضر بن حارث ایک قریشی سردار تھا اور بہت بڑا تاجر تھا۔مکہ مکرمہ کی تقریباً ہر گلی میں اس کی دکان تھی۔اس زمانہ میں حیرہ عراق کے علاقے میں مشہور منڈی تھی جیسے آج کل ہانگ کانگ کی منڈی ہے۔یہ حیرہ کی منڈی سے خوبصورت اور اچھی آواز والی لونڈیاں خریدتا ان کو ایرانی پہلوانوں کے قصے یاد کراتا اور جہاں آنحضرت ﷺ لوگوں کو قرآن سناتے یہ قریب ہی مجمع لگا کر لونڈیوں سے گیت سنتا کہ لوگ ادھر آجائیں اور قرآن نہ سنیں۔اور ظاہر بات ہے کہ جدھر خوبصورت عورتیں ہوں اور پھر ان کی سریلی آواز ہو تو اکثریت

ادھر ہی جائے گی کوئی بڑا پختہ دین دار ہو جو نہ جائے۔ اس نضر بن حارث نے قرآن پاک کی تعلیم کو ناکام کرنے کے لیے اور آپ کی مجلسوں کو ناکام بنانے کے لیے یہ طریقہ شروع کیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے بھی ہمت نہیں ہاری۔ آپ ﷺ کی ہمت کے سامنے بلند پہاڑ کی کیا حیثیت تھی۔ مولانا حالیؒ نے کہا ہے......

؎ وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی

عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

اس آواز کو کوئی حربہ نہ روک سکا۔ نہ ندی نالے، نہ پہاڑ روک سکے وہ آواز پہنچ کر رہی اور دلوں کو مسخر کر کے رہی۔ مستدرک حاکم وغیرہ میں روایت ہے کہ حج کے موقع پر مِنٰی کے مقام پر آپ ﷺ تقریر فرمایا کرتے تھے کیونکہ دور جاہلیت میں لوگ حج کرتے تھے۔ حج کا یہ سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آتا تھا تو جب آپ ﷺ تقریر فرماتے تو کبھی ابو جہل پہنچ جاتا تھا اور کبھی ابولہب پہنچ جاتا ہے کیونکہ انہوں نے باری مقرر کی ہوئی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ پندرہ بیس منٹ آدھا گھنٹا یا اس سے کم وبیش بیان کر لیتے تو ابوجہل کھڑا ہو کر کہتا اَیُّھَا النَّاس اے لوگو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے اور جس کا بیان تم نے سنا ہے یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب یہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ صابی ہے اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے اور اپنے باپ دادا کے دین کا مخالف ہے۔ یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ ماننا۔ اور کبھی ابولہب کھڑا ہو جاتا اور کہتا میرا نام ابولہب عبدالعزیٰ ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور یہ میرا سگا بھتیجا ہے یہ صابی ہے اس نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے اور یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ ماننا اس کے پھندے میں نہ آنا۔ تو قرآن پاک کی تعلیم کو ناکام بنانے کے لیے انہوں نے بڑے حربے استعمال کیے۔

تو اس آیت کریمہ میں نضر بن حارث کا ذکر ہے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو خریدتے ہیں کھیل تماشے کی باتیں وہ قصے کہانیاں۔

رافضیوں کی خرافات :

جیسے آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ گھروں میں بی بی فاطمہ کا قصہ پڑھتے ہیں اور کسی جگہ امیر حمزہ کا قصہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ تمام رافضیوں کی بنائی ہوئی خرافات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سمجھ دار عورتیں اچھی طرح سن لیں کہ بی بی فاطمہ کا قصہ اول تا آخر بالکل جھوٹ ہے۔ نہ سنو اور نہ سنانے دو۔ کبھی حضرت جعفر کے کونڈے ہوتے ہیں یہ ان خبیث قوموں اور فرقوں نے لوگوں کو پھنسانے کے لیے طریقے ایجاد کیے ہوئے ہیں جیسے مرغیوں کو پکڑنے کے لیے چوگا اور دانہ ڈالتے ہیں۔ تم اپنے گھروں میں قرآن کریم رکھو اس کو پڑھو، بہشتی زیور پڑھو، تعلیم الاسلام پڑھو اور اپنے ایمان اور عمل کو بچاؤ۔ یہ جھوٹے قصے، کہانیاں نہ پڑھو، ناولوں سے پرہیز کرو۔ ان میں بے شک اردو ادب ہوتا ہے اس کا کوئی انکار نہیں ہے لیکن دو تین بار پڑھنے کے بعد بھٹک جاؤ گے۔ تو فرمایا یہ خریدتے ہیں کھیل تماشے کی باتیں لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو گمراہ کریں علم کے بغیر۔ علم تو ان میں ہے نہیں قصے کہانیاں ہیں اور یہ جہالت کی وجہ سے سب کچھ کر رہے ہیں وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اور تاکہ بنائیں اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹھٹھا۔ صحیح راستے کا مذاق اڑاتے ہیں فرمایا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ان لوگوں کے لیے عذاب ہوگا رسوا کرنے والا وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا اور جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا پیٹھ پھیر لیتا ہے تکبر کرتے ہوئے

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں ہے كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ ہیں جس چیز سے نفرت ہو اس کے لیے آدمی ایسے ہی کرتا ہے۔

ابوداوٗد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی کانوں میں انگلیاں دے لیں چلتے رہے۔ پوچھا آواز آرہی ہے؟ ساتھیوں نے کہا دھیمی دھیمی آواز آرہی ہے پھر چلتے رہے اور پوچھا کہ آواز آرہی ہے؟ عرض کیا گیا کہ نہیں آرہی۔ تو پھر آپ ﷺ نے کانوں سے انگلیاں نکالیں۔ تو جس چیز سے نفرت ہو اس کو آدمی نہیں سنتا۔ تو یہ خود بھی نہیں سنتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ [حم سجدہ: ۲۶] ''اور کہا کافروں نے اس قرآن کو نہ سنو اور شور مچاؤ تاکہ اور بھی کوئی نہ سنے تاکہ تم غالب آجاؤ۔'' میری اس بات کو یاد رکھنا اس وقت سب سے بڑی نیکی ہر مرد اور عورت کی یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھے اور سمجھے۔ یہ صرف مولویوں کے لیے نہیں ہے سب کے لیے ہے۔ قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی آنحضرت ﷺ استغاثہ دائر کریں گے مقدمہ درج کرائیں گے اور فرمائیں گے اے میرے رب! اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا [فرقان: ۳۰] ''بے شک میری قوم نے بنا لیا اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔'' اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ پس آپ ان کو خوش خبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔ یہ طنز ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ان کے لیے

باغ ہیں نعمتوں کے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں۔ ہمیشہ کی خوشیاں ہوں گی ہمیشہ کی نعمتیں ہوں گی۔ جو نیک بخت ایک دفعہ داخل ہو گیا پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہے گا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا رب تعالیٰ کا وعدہ سچا اور پکا ہے۔ تم ایمان لاؤ، اچھے عمل کرو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا کہ تمہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرے گا وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور وہ اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔

❁ ❁ ❁

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ
وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ
الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ
اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ
لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ
وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ
فِصٰلُهٗ فِىْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَىَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَ
اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا
وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ؗ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ
ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا اس نے آسمانوں کو بِغَيْرِ عَمَدٍ بغیر ستونوں کے تَرَوْنَهَا جن کو تم دیکھتے ہو وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ اور ڈال دیئے اس نے زمین میں رَوَاسِىَ مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ تاکہ وہ حرکت نہ کرے تمہیں لے کر وَبَثَّ فِيْهَا اور پھیلا دیئے اس نے زمین میں مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ہر طرح

کے جانور وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ اور اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَاَنْبَتْنَا فِیْهَا پس ہم نے اگائے ہیں زمین میں مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ہر قسم کے عمدہ جوڑے هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں فَاَرُوْنِیْ پس تم مجھے دکھلاؤ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ کیا پیدا کیا ہے ان لوگوں نے مِنْ دُوْنِهٖ جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں بَلِ الظّٰلِمُوْنَ بلکہ ظالم لوگ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی میں ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے لقمان رحمہ اللہ تعالیٰ کو الْحِكْمَةَ دانائی اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو وَمَنْ یَّشْكُرْ اور جو شخص شکر ادا کرتا ہے فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے کہ وہ شکر ادا کرتا ہے اپنی جان کے لیے وَمَنْ كَفَرَ اور جس نے ناشکری کی فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پروا، تعریفوں والا ہے وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ اور جس وقت کہا لقمان نے لِابْنِهٖ اپنے بیٹے کو وَهُوَ یَعِظُهٗ اور وہ اس کو نصیحت کر رہا تھا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ نہ شرک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بے شک شرک البتہ بڑا ظلم ہے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے انسان کو بِوَالِدَیْهِ اس کے والدین کے بارے میں حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ اٹھایا اس کو اس کی ماں نے وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ کمزوری پر کمزوری وَّفِصٰلُهٗ اور اس کا دودھ چھڑانا فِیْ عَامَیْنِ دو سالوں میں اَنِ اشْكُرْ لِیْ یہ کہ میرا شکر ادا کر وَلِوَالِدَیْكَ اور اپنے ماں باپ

کا اِلَیَّ الْمَصِیْرُ میری طرف لوٹنا ہے وَ اِنْ جَاهَدٰکَ اور اگر وہ تجھے مجبور کریں عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ اس بات پر کہ تم میرے ساتھ شریک ٹھہراؤ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اس چیز کو جس کا تجھ کوئی علم نہیں ہے فَلَا تُطِعْهُمَا پس ان کی اطاعت نہ کرنا وَصَاحِبْهُمَا اور ان کا ساتھی بنا رہنا فِی الدُّنْیَا دنیاوی معاملات میں مَعْرُوْفًا اچھے طریقہ سے وَّاتَّبِعْ اور پیروی کرنا سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ اس کے راستے کی جس نے میری طرف رجوع کیا ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ پھر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے فَاُنَبِّئُکُمْ پس میں تمہیں خبر دوں گا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ان کاموں کی جو تم کرتے تھے۔

تفسیر آیات :

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ذکر فرمایا ہے کہ کوئی سمجھنا چاہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے اور اگر آنکھیں بند کر لے تو پھر سمجھنا آسان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔ عَمَدٌ عِمَاد کی جمع ہے۔ معنیٰ ہے ستون۔ بغیر ستونوں کے جن کو تم دیکھتے ہو۔ آسمانوں کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے۔ یہ پہلا آسمان تو ہمیں نظر آتا ہے اس پر دوسرے، تیسرے، چوتھے کو پانچویں، چھٹے، ساتویں کو قیاس کر لو۔ لوگ چھوٹی سی عمارت کھڑی کرتے ہیں تو اس کے نیچے کتنی دیواریں اور ستون ہوتے ہیں لیکن اتنے بڑے آسمان اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کھڑے ہیں نیچے کوئی ستون نہیں ہے وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اور ڈال دیئے اس نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ رَوَاسِیَ رَاسِیَةٌ کی جمع ہے بمعنی مضبوط پہاڑ اَنْ تَمِیْدَ

بِکُمْ تاکہ وہ زمین حرکت نہ کرے تمہیں لے کر۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا فرمائی تو اس میں اضطراب تھا لرزش تھی۔ آج معمولی سا زلزلہ آجائے تو لوگ گھروں سے نکل کر باہر بھاگ جاتے ہیں ڈر کے مارے کہ کہیں مکان ہم پر نہ گر جائیں۔ اگر زمین میں اضطراب رہتا تو اس پر مکان کس نے بنانے تھے اور اس پر رہنا کس نے تھا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ میخوں کے طور پر اس میں ٹھونک دیئے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا [سورۃ نبا] وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ اور پھیلا دیئے اس نے زمین میں ہر طرح کے جانور۔ چار ٹانگوں والے بھی ہیں دو ٹانگوں والے بھی ہیں اور پھر عجیب و غریب شکلیں ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیلیں ہیں وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اتارا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی۔ بارش برسائی بارش برسانے کے بعد فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا پس اگائے ہم نے زمین میں مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ہر قسم کے عمدہ جوڑے۔ زوج کا معنیٰ جوڑا بھی ہوتا ہے۔ پھلوں میں میٹھے بھی ہیں کڑوے بھی ہیں، گرم بھی ہیں ٹھنڈے بھی ہیں، مختلف رنگوں میں بھی ہیں، خشک بھی ہیں تر بھی ہیں، یہ مختلف چیزیں اللہ تعالیٰ کے سوا کس نے پیدا کی ہیں ایک زمین سے؟ اور ذائقے مختلف ہیں، رنگ مختلف ہیں، بارش کا پانی بھی سب کو ایک جیسا ملتا ہے ہوا اور سورج کی کرنیں بھی ایک جیسی ہیں یہ کس ذات کی قدرت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزیں فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ پس تم مجھے دکھاؤ کیا پیدا کیا ہے ان لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں جن کو تم نے معبود، مشکل کشا بنایا ہوا ہے انہوں نے بھی کوئی چیز پیدا کی ہے پیدا کرنا ان کے اختیار ہی میں نہیں ہے وہ کیا پیدا کر سکتے ہیں؟ سترھویں پارے

کے آخری رکوع میں تم پڑھ چکے ہو یٰاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ اے لوگو بیان کی گئی ہے ایک مثال فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ پس تم ان کو غور سے سنو اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ''بے شک وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو پوجا کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے وہ سارے مل کر ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔'' یہ اتنے بے بس ہیں اور ہر بڑی اور چھوٹی چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی قدرت کے اتنے واضح دلائل اور نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی شرک کرو تو بہت بری بات ہے اور شرک کرنے والے بڑے ظالم ہیں بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

حضرت لقمانؒ کا واقعہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمانؒ کا واقعہ بیان فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے لقمان رحمہ اللہ تعالیٰ کو دانائی اور سمجھ۔ ان کے باپ کا نام باعور تھا اور دادا کا نام ناحور تھا رحمہما اللہ تعالیٰ۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بہت بڑے بزرگ تھے۔ حضرت عکرمہؒ تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ پیغمبر تھے۔ ان کے سوا کوئی ان کی نبوت کا قائل نہیں ہے۔ جمہور کے نزدیک وہ پیغمبر نہیں تھے اللہ تعالیٰ کے ولی اور نیک بندے تھے۔ جاہل لوگ حقے کی اچھائی پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ حضرت لقمان کی ایجاد ہے۔ کیسے دانا تھے کہ انہوں نے حقہ ایجاد کیا۔ لیکن رب تعالیٰ ان کی حکمت اور دانائی بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے وہ دانا ہے اس میں سمجھ ہے عقل مندی ہے۔ پارہ نمبر ۴ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۹۱ میں اللہ تعالیٰ نے عقل مندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ ''عقلمند وہ لوگ ہیں جو اللہ

تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھنے کی حالت میں اور پہلو کے بل لیٹنے کی حالت میں'' اور غور وفکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھتے ہوئے کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ''اے ہمارے پروردگار تو نے ان کو بے مقصد اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔'' تو دانائی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے بے شمار دعائیں آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ نِعْمَةً اَوْ اَمْسٰی اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَضْلُ وَحْدِكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ ''اے پروردگار صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک جو نعمتیں آپ نے مجھے دی ہیں اور جس مخلوق کو دی ہیں آپ اکیلے نے دی ہیں آپ کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے آپ کا کوئی شریک نہیں ہے پس آپ کے لیے حمد ہے اور شکر ہے۔'' اور شکر ادا کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [ابراہیم: ۷] ''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا۔'' کتنے واضح الفاظ میں فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ فرمایا وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ اور جو شخص شکر ادا کرتا ہے پس پختہ بات ہے کہ وہ شکر ادا کرتا ہے اپنی جان کے لیے۔ اس شکر کا صلہ اس کو دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی ملے گا۔ شکر کا فائدہ بندے ہی کو ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور اگر ساری مخلوق ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی ساری مخلوق باغی ہو جائے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ فرمایا وَ مَنْ كَفَرَ اور جس نے ناشکری کی رب تعالیٰ کی نعمتوں کی فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے وہ تمہارے شکر کا محتاج نہیں ہے حَمِيْدٌ تعریفوں والا ہے۔ تم اللہ

تعالیٰ کی حمد وثنا نہ بھی کرو گے تو اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ وہ فی حد ذاتہٖ قابل تعریف ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِيۡهِنَّ [اسراء: ۴۴] ''تسبیح بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔'' ریت کا ایک ایک ذرہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، درختوں کا ایک ایک پتا اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ ''لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔'' لہٰذا اگر تم اس کا شکر ادا نہیں کرو گے تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

حضرت لقمانؒ کا بیٹے کو نصیحت کرنا :

وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ اور جس وقت کہا لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو۔ اکثر حضرات اس کا نام ساران بتلاتے ہیں وَ هُوَ يَعِظُهٗ اور وہ اس کو نصیحت کر رہا تھا۔ نصیحت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بیٹا مشرک تھا اس کو شرک سے روکنے کے لیے نصیحت کی۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تھا تو موحد مشرک نہیں تھا اس کو مزید توحید پر پختہ کرنے کے لیے یہ سبق دیا۔ کیا نصیحت کی؟ يٰبُنَيَّ یہ تصغیر ہے پنجابی میں اس کا معنیٰ ہے اے میری پتری! بڑے پیار کا انداز ہے اے میرے پیارے بیٹے لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ نہ شرک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرانا اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون میں شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَ يَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ [النساء: ۴۸] ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دے گا اس سے ورے جس کو چاہے گا۔'' رب تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ مشرک کو نہیں بخشے گا اور کفر و شرک کے علاوہ جو گناہ ہیں جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جوتقریر قوم کو سمجھانے کے لیے فرمائی وہ پارہ نمبر ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۷۲ میں موجود ہے وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِيْ اِسْرَاءِ يْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ''اور کہا مسیح علیہ السلام نے اے بنی اسرائیل عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بے شک جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پس تحقیق حرام کر دی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور ٹھکانا اس کا دوزخ ہے۔'' حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرانا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ کئی لوگ شرک کا مفہوم ہی نہیں سمجھے۔ وہ شرک صرف بتوں کی پوجا کو سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی اطاعت کرنا یہ بھی شرک ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ''اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک البتہ تم بھی شرک کرنے والے بن جاؤ گے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی اطاعت کرنا یہ بھی شرک کی قسم ہے اور گناہ جتنے بھی ہیں وہ شیطان کی ترغیب کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ تو شیطان کی پیروی کرنا شرک کی قسم ہے چاہے وہ وضع قطع میں ہو یا لباس میں یا خوراک میں ہو اور شرک کی ایک قسم ہے اپنی خواہش کو الٰہ بنانا۔ سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۲۳ میں ہے اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ''کیا پس آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے بنا لیا الٰہ اپنی خواہش کو۔'' جو اس کی خواہش کہتی ہے وہ کرتا ہے شریعت کی مخالفت میں ذاتی خواہش پر چلنے والا بھی مشرک ہے۔ اسی مضمون کو علامہ اقبال مرحوم نے بیان کیا ہے۔

؎ نہیں ہے دہریت کیا بندہ حرص و ہوا ہونا

قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہریہ تو نے
زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

از روئے قرآن ایسی خواہش پر چلنا جو شریعت کے حکم کے خلاف ہو یہ بھی شرک ہے۔ مشرک کے سینگ نہیں ہوتے وہ اچھا بھلا آدمی ہوتا ہے شیطان کی اطاعت کرنے والا مشرک ہے۔ اور جو آدمی شریعت کے خلاف اپنی مرضی پر چلتا ہے وہ بھی مشرک ہے اور شرک بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ مشرکوں کو کبھی معاف نہیں کریں گے اور شرک کے علاوہ سارے گناہ معاف کر دے گا۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث قدسی ہے۔ حدیث قدسی اسے کہتے ہیں کہ وہ بات اللہ تعالیٰ نے براہ راست آنحضرت ﷺ کو بتلائی ہو اس میں جبرائیل علیہ السلام کا بھی واسطہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَوْ لَقِيْتَنِىْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ ذَنْبًا لَلَقِيْتُكَ مِثْلُهَا مَغْفِرَةً ''اے آدم کے بیٹے اگر تو مجھے ملے اتنے گناہوں کے ساتھ کہ ساری زمین گناہوں سے بھری ہوئی ہو۔ مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک زمین کے فرش سے لے کر آسمان کی چھت تک تیرے گناہ ہوں میں تجھے بخش دوں گا مَا لَمْ تُشْرِكْ بِىْ شَيْئًا یہ شرط ہے کہ تو نے میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کیا ہو۔ نہ اپنے نفس کو نہ شیطان کو نہ خواہش کو۔''

تو حکیم لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا بیٹا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرنا شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور فرمایا بیٹے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو اس کے والدین کے بارے میں حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ اٹھایا اس کو اس کی ماں نے اپنے پیٹ میں وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ

کمزوری سے کمزوری پر۔ پہلے بچہ پیٹ میں ہلکا ہوتا ہے تکلیف تھوڑی ہوتی ہے پھر جب بڑا ہوتا جاتا ہے تو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ تو تکلیف پر تکلیف کے ساتھ اس کو ماں نے پیٹ میں اٹھایا وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سالوں میں ہے۔ بعض پہلے بھی چھڑا دیتے ہیں۔ جس ماں نے نو ماہ پیٹ میں اٹھایا دو سال دودھ پلایا اب یہ بچہ بڑا ہونے کے بعد ماں کو پوچھے بھی نہ تو کتنا بڑا ظلم ہوگا۔ فرمایا اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ یہ کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا شکر بھی ادا کرو۔ اے بندے یاد رکھنا! اِلَیَّ الْمَصِیْرُ میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور مجھ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اور بندے یہ بھی یاد رکھنا! وَ اِنْ جَاهَدٰكَ اور اگر ماں باپ تیرے اوپر کوشش صرف کریں تجھے مجبور کریں عَلٰٓی اَنْ اس بات پر تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کہ میرے ساتھ شریک ٹھہراؤ ان چیزوں کو جن کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے تو میرا فیصلہ سن لو فَلَا تُطِعْهُمَا پھر ماں باپ کی اطاعت بالکل نہیں کرنی۔ ماں باپ کفر و شرک پر آمادہ کریں گناہ پر آمادہ کریں تو پھر ان کے قریب نہیں جانا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا اور ساتھی بنا رہ ان کا دنیا کی زندگی میں اچھے طریقہ کے ساتھ۔ لباس، خوراک، رہائش، بیماری میں ان کی خدمت کرنی ہے بول چال میں نرمی برتنی ہے مگر عقیدے میں ان کا ساتھ نہیں دینا وَّاتَّبِعْ اور اتباع کر، تقلید کر۔

تقلید اور اتباع شئ واحد ہے :

تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے۔ پیروی کر تقلید کر سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ان لوگوں کے راستے کی جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ یاد رکھنا! جتنے امام فقہاء گزرے ہیں، محدثین گزرے ہیں، مفسرین گزرے ہیں سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی طرف

رجوع کرنے والے تھے ان کی بات سننے کا، ان کی پیروی کرنے کا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا قرآن میں حکم ہے۔ رہی یہ بات کہ یہاں تو اتباع کا حکم ہے؟ تو فقہائے کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ اَلْاِتِّبَاعُ وَالتَّقْلِیْدُ شَیْءٌ وَّاحِدٌ ''اتباع اور تقلید دونوں ایک چیز ہیں۔'' تو فرمایا ان کی پیروی اور تقلید کرو جو میری طرف رجوع کرتے ہیں ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ پھر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس میں تمہیں خبر دوں گا ان کاموں کی جو تم کرتے تھے کہ تم نے یہ کیا اس کا یہ پھل ہے اور یہ کیا اس کا یہ بدلہ ہے۔ اس چیز کو مت بھولنا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۞ ۞ ۞

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ
اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي
السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾
يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ
عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ
لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ
اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع

يٰبُنَيَّ اے میرے پیارے بیٹے اِنَّهَآ بے شک وہ برائی اِنْ تَكُ اگر ہووہ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ رائی کے دانے کے برابر فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ پھر ہووہ برائی کسی چٹان میں اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ یا آسمانوں میں اَوْ فِي الْاَرْضِ یا زمین میں يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ لائے گا اس کو اللہ تعالیٰ میدان میں اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے يٰبُنَيَّ اے میرے پیارے بیٹے اَقِمِ الصَّلٰوةَ قائم رکھو نماز کو وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ اور حکم کر نیکی کا وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روک برائی سے وَاصْبِرْ اور صبر کر عَلٰى مَآ ان تکالیف پر اَصَابَكَ جو تجھے پہنچے اِنَّ ذٰلِكَ بے شک یہ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ پختہ باتوں میں سے ہے وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ اور نہ پھلا اپنے گال کو لِلنَّاسِ لوگوں

کے سامنے وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اور نہ چلو زمین میں اکڑتے ہوئے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یُحِبُّ نہیں پسند کرتا کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ کسی بھی اترانے والے اور شیخی مارنے والے کو وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ اور میانہ روی اختیار کر اپنی چال میں وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اور پست رکھو اپنی آواز کو اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ بے شک سب آوازوں میں بُری آواز لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ البتہ گدھے کی آواز ہے۔

تفسیر آیات :

حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے ساران ؒ کو نصیحت کرتے ہوئے بڑی قیمتی باتیں بیان فرمائی ہیں کہ بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کی دعوت کا پہلا سبق ہے۔ پیغمبروں کی دعوت اسی سبق سے شروع ہوتی ہے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اور کلمے کا پہلا جز بھی یہی ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے نمبر پر والدین کے حقوق بتلائے۔ اے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھائی ہے اور باپ نے بھی کمائی کے سلسلے میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے تجھے پالا ہے ان کی خدمت کو نہ بھولنا۔ ہاں اگر ماں باپ تمہیں شرک پر آمادہ کریں تو پھر ان کی بات نہیں ماننی۔ کوئی بھی گناہ کی بات والدین کہیں تو نہیں ماننی۔ دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔ اور میرے بیٹے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ میری طرف رجوع کرنے والے ہیں ان کا

اتباع کرنا جو میرے ساتھ تعلق جوڑنے والے بندے ہیں ان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ پہلے عقائد بتلائے آگے تصوف بتلاتے ہیں، اخلاقیات۔ لوگ تصوف کی تعریف کرنے میں بڑا اختلاف کرتے ہیں۔ تصوف کس کو کہتے ہیں؟ بعض نے کہا ہے کہ صوف کا لباس پہننے والا صوفی ہوتا ہے مگر یہ کوئی بات نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تصوف کا مطلب ہے کہ اپنے باطن کو صاف رکھے اپنے رب کے لیے اور بندوں کے لیے بھی۔ صوفی وہ ہے جس کا ظاہر و باطن صاف ہو رب تعالیٰ کے لیے اور بندوں کے لیے۔ تو تصوف کا خلاصہ یہ ہے کہ باطن کی صفائی کرنا، رب تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا، بندوں کی ہمدردی اور خیر خواہی میں کمی نہ کرنا۔ یہ باتیں یاد رکھنا! بڑی قیمتی باتیں ہیں جو لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو بتلائی ہیں۔

فرمایا یٰبُنَیَّ اے میری پتری، اے میرے پیارے بیٹے اِنَّھَآ بے شک وہ بری خصلت، گناہ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ اگر ہو وہ ایک دانے کے برابر مِّنْ خَرْدَلٍ رائی کے۔ اگر گناہ، بری خصلت، بری چیز رائی کے ایک دانے کے برابر بھی ہو فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ پھر ہو وہ برائی چٹان میں یعنی وہ برائی کسی چٹان میں چھپ کر کی گئی ہو اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ یا آسمانوں میں جا کر برائی کی ہو اَوْ فِی الْاَرْضِ یا زمین میں سرنگ لگا کر اس میں برائی کی ہو تو بیٹے یاد رکھنا! یَاْتِ بِھَا اللّٰہُ لائے گا اس کو اللہ تعالیٰ میدان میں قیامت والے دن۔ مطلب یہ ہے کہ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی نے برائی کی چاہے جہاں کہیں کی ہے اس کا بھی حساب ہوگا۔" اگر ہم اس نکتے پر یقین رکھیں تو بہت سی برائیوں سے بچ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے پابند ہو جائیں گے۔

جھوٹ چھوڑنے کی وجہ سے تمام گناہ چھوٹ گئے :

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک نوجوان آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت! آپ بمنزلہ والدین کے ہیں آپ سے کوئی چیز چھپانی نہیں ہے۔ میرے اندر چار بری خصلتیں ہیں اور میں سب کو یک دم چھوڑ نہیں سکتا۔ ایک آدھ کے متعلق فرمائیں تو چھوڑ دوں گا باقی کے بارے میں پھر دیکھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کون سی خصلتیں ہیں؟ کہنے لگا ایک جھوٹ ہے، دوسری زنا ہے، تیسری شراب نوشی ہے اور چوتھی جوا کھیلنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وعدہ کرتے ہو کہ ایک کو چھوڑ دو گے؟ کہنے لگا ہاں! تو فرمایا جھوٹ کو چھوڑ دو۔ اس نے کہا وعدہ ہے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جب رات کو گھر گیا شراب پینے کا وقت آیا تو گھر والوں نے شراب کا پیالہ لا کر سامنے رکھا تو یہ سوچ میں پڑ گیا کہ جب میں آنحضرت ﷺ کی مجلس میں جاؤں گا تو آپ ﷺ اہل مجلس کی موجودگی میں پوچھیں گے کہ تو نے شراب پی ہے یا نہیں؟ اگر کہا کہ نہیں پی تو یہ جھوٹ ہوگا اور جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کر کے آیا ہوں اور اگر کہا کہ پی ہے تو مجرم ثابت ہو جاؤں گا۔ یہ سوچ کر گھر والوں سے کہا کہ پیالہ توڑ دو آئندہ مجھے شراب نہ دینا۔ تھوڑی دیر کے بعد جواری ساتھی آ گئے یہ فکر میں پڑ گیا کہ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ جوا کھیلا ہے تو جھوٹ تو بولنا نہیں اقرار کروں گا تو بدنام ہو جاؤں گا۔ ساتھیوں سے کہا کہ آج کے بعد جوا کھیلنے کے لیے میرے گھر نہ آنا اور نہ ہی مجھے جوے کی دعوت دینا۔ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد وہ عورت آ گئی جس کے ساتھ بدمعاشی کرتا تھا۔ پھر وہی فکر دامن گیر ہوئی تو اس عورت کو کہا کہ واپس چلی جا اور آئندہ میرے گھر نہ آنا جو ہو چکا سو ہو چکا وہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے میں نے گناہ چھوڑ دیا ہے۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں آ

کر کہا بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ حضرت میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ نے مجھ سے ایک چیز نہیں سب چیزیں چھڑا دی ہیں۔ایک جھوٹ تھا جو تمام برائیوں کی جڑ ہے۔تو آدمی میں اگر جواب دہی کی فکر پیدا ہو جائے تو گناہ چھوڑ دیتا ہے۔اسی طرح اگر یہ بات دماغ میں بیٹھ جائے کہ میں نے اگر ذرہ برابر بھی گناہ کیا چاہے جہاں بھی کیا وہ میرے سامنے آئے گا تو آدمی تمام برائیوں سے بچ جائے گا۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چٹان میں گناہ کرتا ہے جس کا نہ کوئی دروازہ ہے نہ کھڑکی ہے نہ روشن دان ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے گا۔تو اگر کوئی اس خیال سے گناہ کرتا ہے کہ میرا گناہ چھپا رہے گا تو وہ غلطی پر ہے۔آج ظاہر نہ ہو تو کل ظاہر ہو جائے گا کل نہ ظاہر ہوا تو پرسوں ظاہر ہو جائے گا، ہفتے تک ہو جائے گا، مہینے تک ہو جائے گا۔تو انسان جب یہ بات سمجھ لے گا اور اس کو دماغ میں بٹھا لے گا کہ گناہ ایک نہ ایک دن ظاہر ہو گا اور پھر مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے گی تو وہ گناہ سے بچنے کی کوشش کرے گا اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے۔وہ نیتوں اور ارادوں کو جاننے والا ہے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔

پہلے عقائد پھر اخلاقیات اور اب آگے عادات کا ذکر ہے۔فرمایا یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ نماز قائم کرو۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا نہ کوئی امت ایسی گزری ہے کہ جس میں نماز کا تصور نہ ہو۔نماز ہر نبی کی شریعت میں تھی اور ہر امت پر تھی ہاں! یہ بات الگ ہے کہ کسی پر تھوڑی کسی پر زیادہ۔یہ پانچ نمازیں صرف ہمیں ملی ہیں خصوصاً عشاء کی نماز۔بخاری شریف میں روایت ہے کہ عشاء کی نماز پہلی امتوں کو نہیں ملی یہ صرف رب تعالیٰ نے

تمہیں عطا فرمائی ہے۔ تو فرمایا میرے پیارے بیٹے نماز کو نہ چھوڑنا وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ اور حکم کر نیکی کا وَانْہَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روک برائی سے۔ یہ لقمانؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی اور اس امت کے فریضہ میں ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر یہ اس امت کا فرض ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۱۰ میں ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ''تم تمام امتوں میں سے سب سے بہتر امت ہو تمہیں پیدا کیا گیا ہے لوگوں کے لیے، تمہیں اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ تم سمجھو کہ ہمارا کاروبار چل رہا ہے دکانیں چل رہی ہیں کام خوب ہو رہا ہے نہیں بلکہ تمہیں لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں کا کیا کام کرو گے؟ نیکی کا حکم دینا ہے برائی سے منع کرنا ہے۔'' امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر امتی کا فریضہ ہے یہ صرف مولویوں کی ذمہ داری نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً ''بخاری شریف کی روایت ہے اگر تمہیں قرآن کریم کی ایک آیت بھی آتی ہے تو تمہارے فریضہ میں ہے کہ اس کو دوسروں تک پہنچاؤ۔'' اپنی فکر کے ساتھ دوسروں کی بھی فکر کرو۔ لوگ دنیا کے پیچھے دیوانوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ تو فرمایا بیٹے کسی کو برائی کرتے دیکھو تو اس کو منع کرو وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اور صبر کر ان تکالیف پر جو تجھے پہنچیں۔ راہ حق میں لوگ تمہیں طعنہ دیں گے ماریں پیٹیں گے ذہنی تکلیف دیں گے مگر صبر کا دامن نہ چھوڑنا واویلا نہ کرنا جزع فزع نہ کرنا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو تکلیف آتی ہے تو کہتے ہیں رب جانے میں کیا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ اپنے گناہوں کا انکار کرتا ہے معصوم بنتا ہے کہ معلوم نہیں کون سا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ تم تو سر سے لے کر پاؤں تک گناہوں میں غرق ہو پھر کہتے ہو کہ خدا جانے کون

سا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ ہر وقت اپنے آپ کو گنہگار سمجھنا چاہیے اگر ہم اپنے گناہوں کا خیال کریں تو معلوم ہو کہ ہم کتنے گنہگار ہیں اور اگر کوئی گناہ نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت یہ کم گناہ ہے۔ اگر حساب کرو تو اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ تو امر بالمعروف نہی عن المنکر کے نتیجے میں تکلیفیں آئیں پھر صبر کرو۔ ویسے کوئی تکلیف آئے مالی، جانی، بیماری وغیرہ تو پھر صبر سے کام لو علاج کراؤ۔

علاج کرانا سنت ہے :

علاج کرنا سنت ہے شفا اللہ تعالیٰ نے دینی ہے آنحضرت ﷺ کا حکم ہے عَلَيْكُمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ ''اللہ کے بندو تم پر لازم ہے جب بیمار ہو جاؤ تو علاج کرو۔'' ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا حضرت! دم کر دیں۔ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ اگر اس کو محض دم ہی کر دیا تو یہ سمجھے گا کہ صرف دم ہی سبب شفا ہے۔ آپ ﷺ نے دم کرنے کے ساتھ فرمایا کہ فلاں حکیم سے جا کر دوا بھی لے لو تا کہ اس کا ذہن بن جائے کہ علاج کرانا بھی سنت ہے۔ دوا ظاہری سبب ہے اور دعا روحانی سبب ہے اور اثر دونوں میں اللہ تعالیٰ نے ڈالنا ہے۔ کوئی یہ سمجھے کہ میرے دم میں اثر ہے حاشا وکلا یا کوئی کہے کہ میری دوا میں اثر ہے حاشا وکلا اثر رب تعالیٰ نے ڈالنا ہے اس کی مرضی ہوگی تو اثر ہوگا نہ ہوگی تو کوئی اثر نہیں ہوگا۔ سنت سمجھ کے علاج کراؤ گے تو جو پیسہ خرچ کرے گا اس کا ثواب ملے گا شفا ہو یا نہ ہو۔ اگر آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل میں علاج نہ کیا تو اجر نہیں ملے گا۔

بہر حال جو تکالیف آئیں ان پر صبر کرنا چاہیے اور اس کے ازالے کی شریعت کی روشنی میں کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ ''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے (عبد کا

لفظ نہ بھولنا) تو اس کو کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' اگر کسی مسلمان کو کوئی ذہنی، روحانی، جسمانی یا خانگی پریشانی آ جائے یا اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں ڈال دے اور وہ اس تکلیف پر صبر کرے تو وہ تکلیف اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور اس کی نیکی بن جاتی ہے اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بے شک یہ صبر کرنا پختہ باتوں میں سے ہے ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ اور اے بیٹے! وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ اور نہ پھلاؤ اپنے گال لوگوں کے سامنے۔ گال پھلانے کا مطلب ہے کہ تم کسی پر غصے کی وجہ سے منہ میں ہوا بھر کر گال پھلاؤ اور آپے سے باہر ہو جاؤ ایسا نہ کرو یہ تکبر کی علامت ہے بلکہ خندہ پیشانی سے دوسروں کی بات سنو اور اس کا جواب دو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر کسے کہتے ہیں غِمط الناس لوگوں کو حقیر سمجھنا وَ بَطَرُ الْحَقِّ اور حق بات کو ٹھکرا دینا۔ مثلاً یہ کہے کہ چھوڑو اس کالے کو، اس بونے کو، یہ کمی برادری سے تعلق رکھتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے۔ یہ نسبتیں ہیں سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے لَا فَخْرَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰی عَجَمِيٍّ ''عربی کو محض عربی ہونے کی وجہ سے کوئی فضیلت نہیں، کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے کُلُّکُمْ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ''تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام خاک سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' فرمایا وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اور نہ چلو زمین پر اتراتے ہوئے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا کسی بھی اترانے والے شیخی مارنے والے کو۔ اور نصیحت وَاقْصِدْ فِيْ مَشْیِکَ اور میانہ روی اختیار کر اپنی چال میں۔ جب چلو تو میانہ روی اختیار کرو نہ پاگلوں کی طرح بھاگو کہ لوگ کہیں کہ اس کو کیا ہو گیا ہے اور نہ بیماروں کی

طرح پاؤں گھسیٹ کر چلو درمیانی چال چلو۔کیسی پتے کی نصیحتیں فرمائی ہیں۔اور اے بیٹے! وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِكَ اور پست رکھو اپنی آواز کو اتنی کہ لوگ سمجھ لیں۔فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام کے پیچھے مقتدی تھوڑے ہیں اور اس نے زیادہ بلند آواز سے قرأت کی تو فَقَدۡ اَسَآءَ ''اس نے برا کام کیا ہے۔'' مگر آج تو مصیبت ہے کہ چاہے سامنے ایک آدمی بھی مسجد میں نہ ہو اس نے سپیکر پر سارے شہر کو جگایا ہوتا ہے۔

مسجد میں اپنی آواز کو پست رکھنا چاہیے :

تفسیر مظہری وغیرہ میں ہے کہ ایک آدمی بھی مسجد میں ہو تو اونچی آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے کہ اس کی نماز میں خلل آئے گا۔آج تو لوگوں نے دوسروں کو بیدار کرنا ہی عبادت سمجھا ہوا ہے۔کسی کی نماز ہو یا نہ ہو،کوئی آرام کر رہا ہے یا نہیں،کوئی بیمار ہے،کوئی مطالعہ کر رہا ہے اس کو کسی کی کوئی پروا نہیں ہے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے رَفۡعُ الۡاَصۡوَاتِ ''آوازوں کا بلند ہونا۔'' خصوصاً مسجدوں میں لوگوں کو چین نہیں لینے دیں گے۔تو فرمایا بیٹے! اپنی آواز کو پست رکھو اس لیے کہ اونچی آواز اگر کوئی فضیلت کی بات ہوتی تو گدھا بڑا افضل ہوتا۔حالانکہ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ بے شک سب آوازوں میں بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔ایسی آواز سے بات کرو جو لوگوں کے کانوں تک پہنچ جائے ویسے لوگوں کے کان نہ کھاؤ۔پانچ دس آدمی ہیں اور تم نے ساری بستی کو بیدار کیا ہوا ہے۔کیسی اہم نصیحتیں ہیں۔رب تعالیٰ ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ

مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ۝۲۰ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَاؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ۝۲۱ وَ مَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰىؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝۲۲ وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗؕ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝۲۳ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِیْظٍ۝۲۴ وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۝۲۵

اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے مَّا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَ مَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَ اَسْبَغَ اور اس نے مکمل کی ہیں عَلَیْكُمْ تمہارے اوپر نِعَمَهٗ اپنی نعمتیں ظَاهِرَةً ظاہری وَّ بَاطِنَةً اور باطنی وَ مِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بِغَیْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر وَّ لَا هُدًى اور بغیر ہدایت کے وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ اور نہ کوئی کتاب ہے روشنی پہنچانے والی وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ

اور جب ان کو کہا جاتا ہے اِتَّبِعُوْا پیروی کرو مَآ اس چیز کی اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ بلکہ ہم پیروی کریں گے مَا اس چیز کی وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا پایا ہم نے جس پر اپنے آباؤ اجداد کو اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ کیا اور اگرچہ ہو شیطان يَدْعُوْهُمْ بلاتا ہو ان کو اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ شعلہ مارنے والے عذاب کی طرف وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اور جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے وَ هُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیکی کرنے والا ہے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ پس بے شک اس نے پکڑ لیا بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى مضبوط دستے کو وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہے سب کاموں کا انجام وَ مَنْ كَفَرَ اور جس نے کفر کیا فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو اس کا کفر اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے فَنُنَبِّئُهُمْ پس ہم ان کو خبر دیں گے بِمَا اس کارروائی کی عَمِلُوْا جو انہوں نے کی اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جاننے والا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے رازوں کو نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ہم ان کو فائدہ دیتے ہیں تھوڑا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ پھر ہم ان کو مجبور کر دیں گے اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ سخت عذاب کی طرف وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں

بَلْ اَکْثَرُ ھُمْ بلکہ اکثر ان کے لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع میں حضرت لقمانؒ کی نصیحتوں کا ذکر تھا جن میں بنیادی طور پر انہوں نے بیٹے کو شرک سے منع کیا تھا۔ اس رکوع میں اجمالی طور پر دلیل پیش کی گئی ہے کہ رب تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی نے کیے ہیں۔

فرمایا اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے تمہارے تابع کر دی ہیں مَّا وہ چیزیں فِی السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔ چاند سورج ستارے تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں، ہوا تمہارے فائدے کے لیے ہے، زمین میں میدان تمہارے فائدے کے لیے ہیں، پہاڑ تمہارے فائدے کے لیے ہیں درخت، اناج، سبزیاں، میوے تمہارے فائدے کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہے جس نے یہ سب چیزیں پیدا کی ہوں۔ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ۔نِعَمَ نِعْمَۃٌ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکمل کیں تمہارے اوپر اپنی نعمتیں ظَاھِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ظاہری نعمتیں بھی اور باطنی نعمتیں بھی۔ ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو دوسروں کو نظر آئیں زمین آسمان وغیرہ انسانی قد، اس کی شکل، آنکھیں، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں، لباس، صحت وغیرہ۔ اور باطنی نعمتیں وہ ہیں جو دوسروں کو نظر نہ آئیں۔ ایمان ہے، علم ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے یہ نظر نہیں آتیں اور ہیں بڑی نعمتیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی شکل [illegible] ت سے آدمی بڑا مرعوب ہوتا ہے مگر جب وہ بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ خاموش ہی رہتا تو بہتر

تھا۔کیونکہ اس میں علم،سمجھ بوجھ،بصیرت نہیں ہے۔تو ظاہری اور باطنی نعمتیں سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں لیکن وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے۔بعض مفسرین نضر بن حارث کا ذکر کرتے ہیں یہ ایک بڑا منہ پھٹ کافر تھا۔بعض کہتے ہیں کہ امیہ بن خلف تھا۔جس وقت توحید کا اثبات ہوتا،شرک کا رد ہوتا تو یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جھگڑا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں۔حالانکہ ان کے پاس نہ علم تھا وَّ لَا هُدًی اور نہ ہدایت تھی وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ اور نہ ایسی کتاب تھی جو روشنی پہنچانے والی ہو۔علم سے مراد عقلی دلیل ہے اور ہدایت سے مراد نقلی دلیل ہے جو انبیائے کرام کی وساطت سے وحی الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔اور تیسری چیز روشن کتاب ہے جس کے ذریعے کسی چیز کے حق میں یا اس کے خلاف دلیل دی جاسکتی ہے اور ان کے پاس ان میں سے کوئی شے بھی نہیں ہے نہ علم،نہ ہدایت اور نہ روشن کتاب اور جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں محض اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرتے ہوئے۔

ادلّہ شرعیہ چار ہیں :

کسی مسئلے کے اثبات کے لیے چار دلیلوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ کتاب اللہ،سنت رسول اللہ،اجماع اور قیاس۔لیکن مطلق قیاس نہیں بلکہ جو قرآن و حدیث سے کیا گیا ہو۔ایسا قیاس اور اجتہاد جو قرآن و سنت کے خلاف ہو مردود ہے اور ہر آدمی مجتہد بھی نہیں بن سکتا بلکہ مجتہد کے لیے شرائط ہیں۔پھر یہ بھی یاد رکھنا! کہ مجتہد کے اجتہاد میں خطا بھی ہوسکتی ہے اور وہ درست بھی ہوتا ہے البتہ پیغمبر سے خطا نہیں ہوتی کہ پیغمبر معصوم ہوتا

ہے جب کہ مجتہد معصوم نہیں ہوتا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ مجتہد سے غلطی بھی ہوگئی تو وہ گناہ نہیں ہے بلکہ اس کو ایک اجر ملتا ہے بشرطیکہ مجتہد صحیح ہو پانچواں سوار نہ ہو۔ (پانچویں سوار کا واقعہ حضرت اس طرح بیان فرماتے تھے کہ چار آدمی بہترین گھوڑوں پر سوار دلی جارہے تھے۔ جب دلی پہنچنے لگے تو ایک آدمی لنگڑی گدھی پر سوار ساتھ مل گیا۔ جب وہاں پہنچے تو وہ بھی ساتھ کھڑا ہوگیا اور ظاہر یہ کیا کہ میں بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہوں۔ یعنی نام وروں کی فہرست میں خواہ مخواہ اپنا نام شامل کرنا۔ گویا لہو لگا کر شہیدوں میں ملنا۔ مراد اس سے مودودی صاحب ہیں۔)

ائمہ مجتہدین معصوم نہیں :

اور یاد رکھنا! بعض جاہل قسم کے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ مقلدین نے اپنے اماموں کو نبی کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے حاشا وکلّا ثم حاشا وکلّا کسی مقلد نے جو صحیح معنٰی میں مقلد ہو وہ امام کو نبی کی گدی پر نہیں بٹھاتا پیغمبر معصوم ہے امام غیر معصوم ہے زمین آسمان کا فرق ہے۔ تو امام پیغمبر کی گدی پر کس طرح بیٹھ سکتا ہے یا اس کو کوئی بٹھا سکتا ہے۔ اب دیکھو ایک آدمی کو مسئلہ قرآن سے نہیں ملتا، حدیث سے نہیں ملتا، خلافت راشدہ کے دور میں بھی نہیں ملتا، صحابہ کرام ﷺ سے بھی نہیں ملتا اگر یہ شخص مجتہدین میں سے کسی کی بات مان لے کہ ممکن ہے اس کی بات صحیح ہو یہ ہے اہل اسلام کی تقلید کہ اس نے مجتہد کی بات پر عمل کیا ہے اور یہ بھی یاد رکھنا کہ تقلید جائز بھی ہے اور ناجائز بھی ہے۔ کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ''اور تقلید کر اس کی جو میری طرف رجوع کرنے والا ہے۔'' تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے اور کوئی امام معصوم نہیں ہے۔ البتہ رافضیوں کا نظریہ ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندیؒ کے دور میں رافضیوں کا بڑا فتنہ تھا اور یہ

دہشت گرد فتنہ ہے۔ ملا علی قاریؒ افغانستان ہرات کے باشندے تھے اس علاقے کا حکمران شیعہ آ گیا اس نے چن چن کر علماء قتل کرائے۔ ملا علی قاریؒ نے بھی اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا ان کو ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اس ظالم نے آپ کو یہاں چھوڑنا نہیں ہے لہٰذا آپ ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ یہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں بیٹھ کر انہوں نے کتابیں لکھیں وہیں فوت ہوئے اور جنت المعلیٰ میں ان کی قبر ہے۔ تو مجدد الف ثانیؒ نے ایک شرک و بدعت کا بڑی سختی سے رد کیا ہے اور دوسرا شیعہ کا بڑا رد کیا ہے۔ شیعہ کے رد میں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے ''ردّ روافض'' یہ چھوٹی سی کتاب ہے فارسی زبان میں چونکہ اکثر لوگ فارسی زبان نہیں جانتے تو ہماری ترغیب سے ایک پروفیسر صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے ''ردّ رفض'' کے نام سے۔ اس کتاب کو ضرور پڑھو۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس میں شیعوں کے کفر کے اصول بیان فرمائے ہیں کہ یہ شیعہ رافضی کافر کیوں ہیں۔

شیعہ کے کفر پر دلائل :

پہلی دلیل کہ قرآن پاک جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کا سارے شیعہ انکار کرتے ہیں کیا پہلے اور کیا پچھلے، سوائے ان کے چار مولویوں کے مگر ان چار نے بھی تقیہ کے طور پر مانا ہے۔ یہ سارے کہتے ہیں کہ قرآن اصلی قرآن نہیں ہے تو جو فرقہ اس قرآن کو اصلی نہ مانے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے۔ اصول کافی میں لکھا ہے وَاللّٰہِ مَا فِیْهِ مِنْهُ حرف وَاحِدٌ ''اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اصل قرآن کا اس قرآن میں ایک حرف بھی نہیں ہے۔'' اور اصول کافی کا درجہ شیعوں کے ہاں ایسے ہی ہے جیسے ہمارے ہاں بخاری شریف کا درجہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اصل قرآن کا اس موجودہ قرآن میں ایک

حرف بھی نہیں ہے تو کیا وہ اصل قرآن سنسکرت میں ہے یا غیر ملکی زبان میں ہے یا چینی، لاطینی، فرانسیسی زبان میں ہے۔ اگر عربی میں ہے تو کوئی نہ کوئی حرف تو اس میں یقیناً ہوگا۔ اب جو فرقہ یہ کہے کہ اس قرآن میں اصل قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے وہ کیسے مسلمان ہوسکتا ہے؟

شیعہ کے کفر کی دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ صحابہ کرام ﷺ کی تکفیر کرتے ہیں اور جو صحابہ کرام ﷺ کی تکفیر کرتا ہے وہ خود کافر ہے کیونکہ یہ قرآن کریم کی تکذیب ہے۔ اور تیسری دلیل یہ ہے کہ یہ اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں کہ ان سے غلطی نہیں ہوسکتی اور ان پر وحی نازل ہوتی ہے جو معصوم بھی ہو اور اس پر وحی بھی نازل ہوتی ہو تو امام اور نبی میں کیا فرق ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کشف میں میری ملاقات آنحضرت ﷺ سے ہوئی تو میں نے کہا حضرت! آپ ﷺ شیعہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ذرا سختی کے ساتھ فرمایا احمد، یہ نام ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا، احمد بن عبد الرحیم شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ ﷺ نے فرمایا احمد کیا کہا ہے؟ فرماتے ہیں میں سہم گیا اور کہا حضرت! میں نے یہ پوچھا ہے کہ شیعہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے لفظ امام پر غور نہیں کیا کہ جس کو یہ امام کہتے ہیں اس کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ میری آنکھیں کھلیں تو میں نے غور کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس پر وحی اترتی ہے۔ تو جو امام کو معصوم بھی مانے اور یہ بھی کہے کہ اس پر وحی اترتی ہے وہ کیسے مسلمان ہوسکتا ہے؟ اس لیے فرماتے ہیں کہ یہ شیعہ کافر ہیں۔ تو مقلد تو اس کو کافر کہتے ہیں جو امام کو معصوم سمجھے تو نبی کی گدی پر کس طرح بٹھا دیا۔ تو یہ لوگ لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں ان کے مغالطے میں نہ آنا۔ ناجائز تقلید ناجائز ہے، جائز جائز ہے۔ ناجائز تقلید وہ ہے جو قرآن

وحدیث کے مقابلے میں ہو، خلافت راشدہ کے اصولوں کے خلاف ہو، صحابہ کرام ﷺ کے خلاف ہو۔ اور جائز وہ ہے جو ان میں سے کوئی بات بھی اس میں نہ ہو۔ پھر امام کی بات کو مان لینا اس لیے کہ وہ زیادہ تقویٰ اور علم والے ہیں ان کو ہم سے زیادہ دین کی سمجھ ہے مگر امام کو معصوم نہ سمجھے۔ معصوم صرف خدا کے پیغمبر ہیں۔ مشرکین مکہ ناجائز تقلید کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جس وقت کہا جاتا ہے ان کو اِتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پیروی کرو اس چیز کی جو نازل کی ہے اللہ تعالیٰ نے قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ بلکہ ہم پیروی کریں گے مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا جس چیز پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ کیا اور اگر چہ ہو شیطان يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ بلاتا ہو ان کو شعلہ مارنے والے عذاب کی طرف وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ اور جس شخص نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف وَ هُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیکی کرنے والا ہے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى پس بے شک اس نے پکڑ لیا مضبوط دستے کو جو ہاتھ میں آجائے تو انسان گرتا نہیں ہے وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتا ہے سب کاموں کا انجام۔ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی سب کچھ کرنے والا ہے وَ مَنْ كَفَرَ اور جس نے کفر کیا فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو اس کا کفر۔ کیوں؟ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ہماری طرف ہی ان کا لوٹنا ہے فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا پس ان کو خبر دیں گے اس کارروائی کی جو انہوں نے کی ہے۔ آنا تو انہوں نے ہمارے پاس ہے ہماری عدالت میں پیشی ہونی ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے دلوں کے راز۔ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ہم ان کو فائدہ دیتے ہیں تھوڑا۔ کتنا عرصہ جی لیں گے؟ دس سال، بیس سال، پچاس سال،

سوسال، پانچ سوسال ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ پھر ہم ان کو مجبور کر دیں گے اِلٰی عَذَابٍ غَلِیۡظٍ سخت عذاب کی طرف۔ اللہ تعالیٰ بچائے اس عذاب سے یہ دنیا کی آگ برداشت نہیں ہو تی اس میں لوہا، تانبا، پتھر ہر شے پگل جاتی ہے اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ اور اگر آپ ان مشرکوں سے سوال کریں مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ البتہ یہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ مشرکوں کا بھی عقیدہ تھا کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ آپ کہہ دیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں کہ تم اقراری مجرم ہو کہ یہ تسلیم کرتے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ پھر دوسروں کو تم حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہو جب سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں پھر دوسرا کوئی تمہارا سر درد کس طرح دور کرتا ہے؟ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے، توجہ نہیں کرتے، غور نہیں کرتے، رب تعالیٰ نے جو سمجھ دی ہے اس کے مقتضٰی پر نہیں چلتے۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

۞۞۞

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ(۲۶) وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(۲۷) مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ(۲۸) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ٘ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ(۲۹) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ(۳۰)

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مَا جو کچھ ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْغَنِیُّ وہ بے پرواہے الْحَمِیْدُ قابل تعریف ہے وَلَوْ اَنَّ اور اگر بے شک مَا وہ چیز فِی الْاَرْضِ جو زمین میں ہے مِنْ شَجَرَةٍ درخت اَقْلَامٌ یہ قلمیں بن جائیں وَّالْبَحْرُ اور سمندر یَمُدُّهٗ اس کی امداد کرے مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد سَبْعَةُ اَبْحُرٍ سات سمندر مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ نہیں ختم ہوں گی اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے کلمات اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے مَا خَلْقُكُمْ نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا وَلَا بَعْثُكُمْ اور نہ تمہارا

اٹھ کر دوبارہ کھڑا ہونا اِلَّا مگر کَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس کی طرح اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سنتا ہے بَصِيْرٌ دیکھتا ہے اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا تم نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُوْلِجُ الَّيْلَ داخل کرتا ہے رات کو فِي النَّهَارِ دن میں وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو فِي الَّيْلِ رات میں وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ اور اس نے تابع کیا سورج کو وَ الْقَمَرَ اور چاند کو كُلٌّ ہر ایک ان میں سے يَّجْرِيْٓ چلتا ہے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر وقت تک وَّ اَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ جو کچھ تم عمل کرتے ہو خبردار ہے ذٰلِكَ یہ اس لیے بِاَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْحَقُّ وہ سچا ہے وَ اَنَّ اور بے شک مَا وہ يَدْعُوْنَ جن کو پکارتے ہیں مِنْ دُوْنِهِ اس سے نیچے نیچے الْبَاطِلُ بے کار ہیں وَ اَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْعَلِيُّ وہی بلند ہے الْكَبِيْرُ بڑی ذات ہے۔

تمام عبادتوں کی بنیاد توحید ہے :

تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ایمان اور توحید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات اور افعال میں وحدہ لاشریک تسلیم کرنا۔ نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ کوئی اس کی صفات میں شریک ہے نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے۔ راس الطاعة التوحید تمام عبادتوں کی بنیاد توحید ہے یہی وجہ ہے کہ موحد بے شک سر سے پاؤں تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہو کسی نہ کسی وقت دوزخ سے نکل آئے گا۔ جہنم کے سات طبقے ہیں سب سے اوپر والے طبقے میں اہل توحید جو گنہگار ہوں گے وہ ہوں گے۔ ایک

وقت ایسا آئے گا کہ آخری گنہگار بھی اس سے نکل آئے گا اور وہ طبقہ بالکل خالی ہو جائے گا۔ باقی چھ طبقوں میں مجرم بدستور اور ابدالآباد یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اسی کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں مَا وہ چیزیں فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا خالق و مالک بھی رب ہے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس کا خالق و مالک بھی رب ہی ہے اور ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہی متصرف ہے اور کسی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو نبوت دی، اولیاء کو ولایت دی، نیکوں کو نیکی دی، بڑے بلند درجے عطا فرمائے مگر الوہیت اور ربوبیت اور خدائی اختیارات میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا خدائی اختیارات کا مالک صرف پروردگار ہے وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ [سورۃ القصص] ”آپ کا پروردگار پیدا کرتا ہے جو چاہے اور آپ کا رب ہی سب چیزوں پر اختیار رکھتا ہے نہیں ہے ان لوگوں کے لیے اختیار۔“ مخلوق کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمینوں میں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے پرواہ ہے۔ تم اس کی تعریف کرو نہ کرو نہ اس کا کچھ بنتا ہے نہ بگڑتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ساری مخلوق ایک متقی آدمی کے دل پر جمع ہو جائے یعنی ساری مخلوق متقی ہو جائے تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی بھر اضافہ نہیں ہوگا اور خدا

نخواستہ ساری مخلوق عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رجل سب کے سب اللہ تعالیٰ کے باغی اور نافرمان ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں ہوتی ۔ یہ تمہارے اعمال تمہارے ہی لیے فائدہ مند اور نقصان دہ ہیں وہ غنی اور صمد ہے بے پرواہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اَلْحَمِیْدُ قابل تعریف ہے۔ زمین کا ایک ایک ذرہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، درختوں کا ایک ایک پتا اس کی تسبیح بیان کرتا ہے اور یہ بات بڑے غور کے ساتھ سمجھنے والی ہے یہ زمین میں جتنے درخت پیدا ہوئے ہیں اور جہان کے فنا ہونے تک جتنے پیدا ہوں گے یہ درخت کسی اور مصرف میں نہ لائے جائیں یعنی ان کے شہتیر، بالے، دروازے وغیرہ نہ بنائے جائیں نہ ان کو جلایا جائے غرض یہ کہ جو کام لکڑی سے لیا جاتا ہے نہ لیا جائے ان درختوں کی قلمیں بنائی جائیں اور دنیا میں اتنے لمبے لمبے جنگلات ہیں اور بڑے بڑے قد آور درخت ہیں کہ سارے جن اور انسان ان کی قلمیں بنانا شروع کریں تو قیامت تک سب کی قلمیں نہ بن سکیں۔ تو اندازہ لگاؤ کہ کتنی قلمیں بنیں گی اور سارا سمندر سیاہی بن جائے اور جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ دنیا کے سو حصوں میں سے اکہتر (۷۱) حصوں پر پانی ہے اور انتیس (۲۹) حصوں پر مخلوق آباد ہے۔ تو اس سے اندازہ لگالو کہ پانی کتنا ہوگا اور ایسے سات سمندر اور، کمک اور امداد پہنچائیں اور یہ تمام سیاہی ہو اور تمام انسان اور تمام جنات اور تمام فرشتے ان قلموں کے ساتھ ان آٹھ سمندروں کی سیاہی سے رب تعالیٰ کی تعریف لکھنا شروع کردیں انسانوں، جنوں اور فرشتوں کی زندگیاں ختم ہو جائیں اور قلمیں گھس جائیں اور آٹھ سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کا ابجد بھی ختم نہیں ہوگا افسوس ہے کہ مشرکوں نے رب تعالیٰ کی عظمت کو سمجھا ہی نہیں ہے کہ دوسروں سے مانگتے پھرتے ہیں۔

رب تعالیٰ نہ مانگنے پر ناراض ہوتا ہے :

نسائی شریف میں روایت ہے مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰهَ یَغْضب عَلَیْه ''جو رب تعالیٰ سے نہیں مانگتا رب اس سے سخت ناراض ہوتا ہے۔'' اس کو تم اس طرح سمجھو کہ تمہارے گھروں میں بچے بچیاں ہیں تمہاری بیوی ہے وہ تم سے مانگنے کے بجائے محلے میں کسی اور کو جا کر کہیں کہ مجھے فلاں چیز چاہیے۔ تمہاری بیوی، بیٹی کسی اور سے دوپٹا، کپڑے وغیرہ مانگے تو تم برداشت کر لو گے؟ غصہ آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ جس طرح تمہیں غصہ آتا ہے اسی طرح رب تعالیٰ کو بھی غصہ آتا ہے کہ میری مخلوق کسی اور سے کیوں مانگتی ہے؟ تو جو رب سے نہیں مانگتا رب تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اکبر مرحوم نے کہا ہے اور اچھا کہا ہے......

اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

ایک اور شاعر نے کہا ہے......

دینا ہے اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے
کیا مانگتا پھرے تیرا سائل جگہ جگہ

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب سوال کرو رب تعالیٰ سے سوال کرو، مدد مانگو رب سے مانگو۔ اتنی قادر مطلق ذات کو چھوڑ کر بندہ کسی اور کے سامنے دامن پھیلائے تو اسے یقیناً غصہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ اور اگر اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ بے شک جو زمین میں

ہیں: کیا؟ مِنْ شَجَرَۃٍ درخت اَقْلَامٌ ۔ قلم کی جمع ہے یہ سارے کے سارے درخت قلمیں بن جائیں وَّالْبَحْرُ اور سمندر جو زمین کے اکہتر حصوں پر غالب ہے یَمُدُّہٗ اس کی امداد کریں مِنْ بَعْدِہٖ اس کے بعد سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ سات سمندر۔ یہ سمندر سیاہی بن جائے اور سات سمندر اور اس کو امداد پہنچائیں سیاہی بن کر مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ نہیں ختم ہوں گے اللہ تعالیٰ کے کلمات اور اس کی خوبیاں۔ اس کی صفات لکھتے لکھتے انسانوں کی زندگیاں بھی ختم ہو جائیں، جنات بھی ختم ہو جائیں، انسان سے جنات بہت زیادہ ہیں اور جنات سے فرشتے بہت زیادہ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر انسان کے ساتھ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو اس کی جان کی حفاظت کے لیے ہوتے ہیں اور چار فرشتے اعمال لکھنے والے، دو دن کے اور دو رات کے۔ تو دن رات میں ایک آدمی کے ساتھ چوبیس فرشتے ہوتے ہیں اور ہر جن کے ساتھ بھی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ سات آسمان ہیں اور ان کے اوپر کرسی اور اس کے اوپر عرش ہے۔ ان میں ایک ہاتھ کے برابر بھی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی تسبیح نہ بیان کر رہا ہو۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ کعبۃ اللہ کے عین اوپر آسمانوں میں ایک مقام ہے جس کا نام بیت المعمور ہے جس کا ذکر ستائیسویں پارے میں ہے ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ کر رہے ہیں اور دنیا کے فنا ہونے تک کرتے رہیں گے اور جس نے ایک مرتبہ طواف کیا ہے قیامت تک اس کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔ اس سے تم فرشتوں کی تعداد کا اندازہ لگاؤ۔ یہ فرشتے بھی لکھنے میں شریک ہو جائیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ختم نہیں ہوسکتیں اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

آگے قیامت کا ذکر ہے۔ مشرکین جیسے توحید کا انکار کرتے ہیں اسی طرح قیامت کا بھی انکار کرتے تھے اور کہتے تھے وَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ [ق:۳] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔'' اور یہ بھی کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین:۷۸] ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسانو! اور اے میری مخلوق مَا خَلْقُكُمْ نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا وَلَا بَعْثُكُمْ اور نہ تمہارا دوبارہ کھڑا ہونا اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ مگر ایک نفس کی طرح جیسے ایک نفس کا دنیا میں آنا مشکل نہیں ہے روزانہ تم دیکھتے ہو دنیا میں بچے پیدا ہوتے اور مرتے ہیں رب تعالیٰ کا ساری مخلوق کو پیدا کرنا اور فنا کر دینا اور دوبارہ اٹھانا ایسے ہی ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا اور مارنا۔ رب تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے دیکھتا ہے۔

رب تعالیٰ کی قدرت کے دلائل :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے وہ دلائل بیان فرمائے ہیں جو روزمرہ تم دیکھتے ہو پھر انکار کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اَلَمْ تَرَ اے مخاطب تم دیکھتے نہیں ہو اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔ گرمیوں میں دن لمبے ہو جاتے ہیں راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں کہ رات کے حصے کاٹ کر دن میں شامل کر دیئے جاتے ہیں وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ سردیوں میں راتیں لمبی ہو جاتی ہیں اور دن چھوٹے ہو جاتے ہیں یہ رب تعالیٰ کی قدرت تمہارے سامنے ہے کرو انکار کہ ایسا نہیں ہوتا؟ سمجھنا چاہو تو رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا بڑا آسان

ہے مگر ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے ہٹ دھرم کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں سمجھا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی اور ابلیس کو بھی حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو مگر ابلیس اکڑ گیا فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ [حجر: ۳۰] ''پس سجدہ کیا سب کے سب فرشتوں نے لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْاَمَرْتُكَ [اعراف: ۱۲] ''اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا جب میں نے تجھے حکم دیا سجدہ کرنے کا۔'' کہنے لگا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ''میں اس سے بہتر ہوں مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے جس میں روشنی اور بلندی ہے اور اس کو خاک سے جو پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے میں اس کو کیوں سجدہ کروں؟'' پھر معاذ اللہ تعالیٰ، رب تعالیٰ کے ساتھ گلہ شکوہ کیا۔ کہنے لگا اَرَءَ يْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ [اسراء: ۶۲] ''مجھے بتلاؤ تو سہی، یہ ہے جس کو آپ نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔'' جیسے عورتیں ایک دوسرے کو طعنے دیتی ہیں اس طرح رب تعالیٰ کو طعنہ دیا۔ اب شیطان قادر مطلق کے سامنے اکڑ گیا اس کا کیا علاج ہے؟ لیکن رب تعالیٰ نے فوراً گرفت نہیں کی کیونکہ اس نے اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف: ۱۵] ''پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' فرمایا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے مسخر کیا ہے سورج کو اور چاند کو، جو رفتار اور راستہ سورج اور چاند کا اس نے مقرر کر دیا ہے مجال ہے کہ اس میں وہ کوئی کمی بیشی کر سکیں راستہ بدل سکیں یا رفتار میں سستی اور تیزی لا سکیں كُلٌّ يَّجْرِىْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ہر ایک ان میں سے چلتا ہے مقرر میعاد تک۔ سورج بھی چلتا رہے گا اور چاند بھی چلتا رہے گا یہ رب تعالیٰ کی قدرتیں روز مرہ تم دیکھتے ہو یہی ذات

مردوں کو زندہ کرے گی اور سب کا حساب کتاب ہوگا وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خبردار ہے ذٰلِكَ یہ اس لیے کہ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَقُّ بے شک اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے سچا ہے وَ اَنَّ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ اور بے شک وہ جن کو یہ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے پکارتے ہیں یا لات یا منات یا عزٰی الۡبَاطِلُ بے فائدہ اور بے کار ہیں۔ تم ساری زندگی ان کو پکارتے رہو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ نہ وہ حاجت روا ہیں، نہ مشکل کشا ہیں، نہ دست گیر ہیں یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور بہت بڑی ہے اور اس کی صفات بھی جو ہمارے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہیں۔

۞ ۞ ۞

اَلَمْ تَرَ

اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ بے شک کشتیاں چلتی ہیں فِی الْبَحْرِ سمندر میں بِنِعْمَتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لِیُرِیَكُمْ تا کہ وہ دکھائے تمہیں مِّنْ اٰیٰتِهٖ اپنی نشانیوں میں سے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ کئی نشانیاں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنے والے کے لیے شَكُوْرٍ شکر کرنے والے کے لیے وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ اور جس وقت ان کو ڈھانپ لیتی ہے موج كَالظُّلَلِ سائبان کی طرح دَعَوُا اللّٰهَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین اور

اعتقاد کو فَلَمَّا نَجّٰهُمْ پس جس وقت وہ نجات دیتا ہے اِلَى الْبَرِّ خشکی کی طرف فَمِنْهُمْ پس ان میں سے بعض مُّقْتَصِدٌ درمیانی چال چلنے والے ہیں وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ مگر ہر وہ شخص جو وعدہ شکن ہے كَفُوْرٍ اور ناشکری کرنے والا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو اتَّقُوْا ڈرو رَبَّكُمْ اپنے رب سے وَاخْشَوْا يَوْمًا اور خوف کرو اس دن کا لَّا يَجْزِیْ وَالِدٌ نہیں کام آئے گا کوئی باپ عَنْ وَّلَدِهٖ اپنے بیٹے کے لیے وَلَا مَوْلُوْدٌ اور نہ کوئی بیٹا هُوَ جَازٍ وہ کفایت کرنے گا عَنْ وَّالِدِهٖ اپنے باپ کے لیے شَيْئًا کچھ بھی اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ پس نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ اور نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ الْغَرُوْرُ دھوکے باز اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ اور وہ اتارتا ہے بارش وَيَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ اور نہیں جانتا کوئی نفس مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا کیا کچھ کمائے گا کل وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ اور نہیں جانتا کوئی نفس بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کس زمین میں وہ مرے گا اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بے شک اللہ جاننے والا ہے خَبِیْرٌ خبر رکھنے والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے رکوع کی آخری آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے جن کو مشکل کشا، حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ بے کار ہیں کسی کے پاس کوئی اختیارات نہیں ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کچھ دلائل بیان فرمائے ہیں کہ اَلَمْ تَرَ اے مخاطب تم دیکھتے نہیں اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بے شک کشتیاں چلتی ہیں سمندر میں بِنِعْمَتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی نعمت کے ساتھ۔ آج تو خیر سائنس بڑی ترقی کر گئی ہے اور مختلف چیزیں ایجاد ہوگئی ہیں۔ اس زمانے میں کشتیاں ہوا کے ساتھ چلتی تھیں بادبانی کشتیاں ہوتی تھیں کشتیوں کے ساتھ بڑے بڑے کپڑے یا ٹاٹ باندھ لیتے تھے اور ہوا کے رخ پر انہیں چلاتے تھے۔ (یہی بادبان کشتیوں کی رفتار تیز کرنے اور انہیں موڑنے کے کام آتے تھے۔) ادھر کی چیزیں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لے آتے تھے جیسے آج کل برآمد اور درآمد کا سلسلہ ہے یہ اس وقت بھی ہوتا تھا تو فرمایا یہ کشتیاں سمندر میں چلتی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ تاکہ دکھائے تمہیں اپنی قدرت کی بعض نشانیاں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں تو بے شمار ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں کشتیوں کا صحیح، سالم پار جانا اور پھر واپس آنا اور تمہارا ان پر سفر کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے چند ایک نشانیاں ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں کئی نشانیاں ہیں لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے۔ سمندر کا سفر اُس دور میں خاصا مشکل ہوتا۔ موجوں پر موجیں آتی تھیں کشتیوں کے غرق ہونے کا خطرہ ہوتا تھا ایسے موقع پر صبر کی ضرورت پیش آتی تھی لوگ جس وقت پار جاتے تھے رب تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرتے تھے چاہے شکر ادا کرنے والے تھوڑے

ہوتے تھے اس لیے دو لفظ بولے ہیں صبر کرنے والے شکر ادا کرنے والے وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ اور جب ڈھانپ لیتی تھی ان کو موج جس وقت چھا جاتی تھی ان پر سمندر کی موج كَالظُّلَلِ سائبان کی طرح دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کو خالص کرتے ہوئے دین اور اعتقاد۔ صحاح ستہ کی کتاب نسائی شریف میں روایت ہے کہ ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو جتنے نامی گرامی کافر تھے سب بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں جبار بن اسود وحشی بن حرب صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اس زمانے میں جدہ کا وجود نہیں تھا یہ جدہ بہت بعد میں آباد ہوا ہے کعبۃ اللہ کے دروازے کی عین سیدھ میں تیس میل کی مسافت پر سمندر ہوتا تھا وہاں سے کشتیاں آتی جاتی تھیں کبھی ہفتے کے بعد کبھی مہینے کے بعد۔ عکرمہ اس ارادے سے روانہ ہوا کہ عرب کی سرزمین پر تو میں بچ نہیں سکتا حبشہ بھاگ جاؤں۔ حبشہ جانے والی کشتی میں سوار ہو گیا کشتی چند میل سمندر میں چلی کہ طوفان آ گیا لوگوں نے اپنے اپنے خداؤں کو پکارنا شروع کیا۔ کسی نے کہا یا لات اغثنی کسی نے کہا یا منات اغثنی یا عزی اغثنی اے لات میری مدد کر، اے منات میری مدد کر، اے عزیٰ میری مدد کر۔ ملاحوں نے کہا اِنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِىْ هٰهُنَا شَيْئًا یہ جن کو تم پکار رہے ہو یہ تمہارے حاجت روا معبود یہاں کچھ کام نہیں آ سکتے یہاں صرف اکیلے رب کو پکارو وہ تمہیں بچائے گا عکرمہ نے کہا کہ یہ سبق تو ہمیں محمد دیتے تھے اور اس سے ہم بھاگے پھر رہے ہیں اگر یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا تو پھر خشکی میں بھی کوئی نہیں بچا سکتا۔ نسائی شریف میں روایت ہے کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا تو میں ضرور آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ ﷺ کا کلمہ پڑھوں گا۔ طوفان بہت بڑا تھا کشتی واپس آ کر کنارے لگی تو عکرمہ کی بیوی ام حکیم بغل میں کوئی چیز

چھپائے ہوئے کھڑی تھی عکرمہ دیکھ کر پریشان ہوگیا کہ مردوں کے علاوہ عورتوں کے ساتھ بھی کیا زیادتی ہورہی ہے کہ میری بیوی بھاگ کر یہاں آگئی ہے۔ پوچھا ام حکیم کیسے آئی ہو، کیا گزری؟ اس نے کہا کہ وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے صفا کی چٹان پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اے مکہ والو! لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، کوئی ڈانٹ نہیں، کوئی سرزنش نہیں ہے، میں نے تم سب کو معاف کر دیا ہے۔ تو وہ جو سکہ بند مشرک تھے وہ بھی انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے مگر ظلم، حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ آج کل کے مشرک کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے بھی ہیں اور کہتے ہیں.....

؎ بگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

دنیا اور آخرت کی کامیابی ان سے مانگتے ہیں۔ یقین جانو! اس سے بڑا اور کوئی شرک نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب چھا جاتی ہے ان پر موج سائبان کی طرح تو خالص اعتقاد رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ پس جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو نجات دیتا ہے خشکی کی طرف فَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ پس ان میں سے بعض درمیانی چال چلتے ہیں میانہ روی اختیار کرتے ہیں کبھی رب کو پکارتے ہیں اور کبھی کسی اور کو وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اور نہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کا اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوْرٍ مگر ہر وہ شخص جو وعدہ شکن ہے اور ناشکری کرنے والا ہے۔ خَتَّار کا معنی ہے غدار، وعدہ شکن، وعدہ کر کے پھر جانے

والا۔ جب انتہائی مصیبت میں ہوتے تو صرف رب تعالیٰ کو پکارتے اور جب کنارے لگ جاتے تو لات، منات، عزّیٰ یاد آجاتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے۔ رب تو رحمٰن، رحیم ہے اس سے ڈرنے کا کیا معنٰی ہے؟ تو بعض مفسرین کرامؒ یہاں عقاب کا لفظ مقدر مانتے ہیں یعنی عقاب رَبَّکُمْ کا لفظ نکالتے ہیں۔ معنٰی اس کا بھی وہی ہے۔ بعض مخالفة رَبَّکُمْ نکالتے ہیں کہ اپنے رب کی مخالفت سے بچو۔ کیونکہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو اس کے بدلے میں تمہیں سزا ہو گی لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو وَاخْشَوْا یَوْمًا اور خوف کرو اس دن کا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ نہیں کام آئے گا باپ اپنے بیٹے کے وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا اور نہ بیٹا کفایت کرے گا اپنے والد کی کچھ بھی۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَ اُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَ بَنِیْہِ [سورہ عبس] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔'' کوئی مجھ سے نیکی نہ مانگ لے۔ بلکہ قرآن مجید میں ہے کہ بندہ اپنے بدلے میں ان سب کو جہنم ڈالنے کے لیے تیار ہو جائے گا یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَاَخِیْہِ وَ فَصِیْلَتِہِ الَّتِیْ تُؤْیْہِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْہِ [سورہ معارج: پ ۲۹] ''مجرم خواہش کرے گا کہ کاش کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دے اور اپنی بیوی اور بھائی کا اور اپنے قبیلے کا جو اس کو پناہ دیتا تھا اور سب زمین پر رہنے والوں کو بھی فدیہ میں پیش کر دے پھر وہ اپنے آپ کو بچا لے۔''

فرمایا کَلَّا یہ حرف ردع ہے ’’ہرگز یہ سودا نہیں ہوگا۔‘‘ اور سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۱ میں ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْ ءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ ’’ہرگز قبول نہیں کی جائے گی سونے کی بھری ہوئی زمین اگر چہ وہ اس کا فدیہ دے دے۔‘‘ یعنی بالفرض اگر کسی کے پاس سونے سے بھری ہوئی زمین ہو اور وہ رب تعالیٰ کے دربار میں پیش کر دے کہ یا اللہ یہ مجھ سے لے لے اور مجھے نجات دے دے تو یہ فدیہ بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۶ میں ہے وَ مِثْلَهٗ مَعَهٗ ’’اتنی زمین اور بھی سونے کی بھری ہوئی ہو تو قبول نہیں کی جائے گی اور چھٹکارا نہیں ہوگا۔‘‘ تو ڈرو اس دن سے جس دن نہ باپ بیٹے کی طرف کفایت کرے گا اور نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے قیامت ضرور آئے گی نیکوں کو نیکی کا بدلہ ملے گا اور بروں کو سزا ملے گی فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا پس نہ ڈالے تمہیں دھوکے میں دنیا کی زندگی۔ یہ ناپائیدار ہے صبح ہے شام نہیں شام ہے صبح نہیں، آج ہے کل نہیں، اب ہے ایک لمحے کے بعد نہیں۔ لہٰذا یہ تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ اور ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکے باز۔ غَرُوْر غین کے فتح کے ساتھ بروزن رَسُوْل یہ صفت کا صیغہ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے دھوکے باز۔ اور غین پر ضمہ ہو غُرُوْر تو اس کا معنیٰ ہے دھوکا۔ یہ شیطان دھوکے باز ہے اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں اور اس کے احکام کے بارے میں تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے جو کچھ رب تعالیٰ نے تمہیں فرمایا ہے وہ برحق ہے۔ قیامت حق ہے، میدان محشر حق ہے، پل صراط حق ہے، میزان حق ہے، حساب حق ہے، جنت اور دوزخ حق ہیں۔

عالم الغیب خدا تعالیٰ ہے :

ایک شخص تھا حارث بن عمرو۔ پہلے کافر تھا پھر مسلمان ہو گیا تھا اس نے حالت کفر میں آنحضرت ﷺ کے پاس آکر سوال کیے۔ کہنے لگا میں نے آپ سے چند سوال کرنے ہیں آپ مجھے ان کا تسلی بخش جواب دیں۔ کہنے لگا میں کاشت کار ہوں اگر بارش نہ ہو میری فصل نہیں ہوتی مجھے یہ بتلائیں کہ بارش کب ہو گی؟ دوسری بات یہ ہے کہ میری بیوی حاملہ ہے مجھے یہ بتلائیں کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی ہو گی؟ میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ میں مروں گا کہاں؟ اور چوتھا سوال یہ ہے کل میں کیا کروں گا؟ اور یہ بتلائیں کہ قیامت کب قائم ہو گی؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اجمالی طور پر تو قیامت کا علم سب جانتے ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی جیسے ہمیں تمہیں یقین ہے کہ ہمیں موت ضرور آئے گی لیکن کس وقت آئے گی؟ اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ حیرت الٰہ آبادی کا شعر ہے.....

؎ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کے ہیں، کل کی خبر نہیں

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے منیٰ کے مقام پر مسجد خیف میں کھڑے ہو کر تقریر فرمائی اور یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے تاکہ لوگ دیکھ بھی لیں اور اچھی طرح سن بھی لیں فرمایا خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ ”مجھ سے تم احکام حج سیکھ لو۔“ ہو سکتا ہے آئندہ سال میری ملاقات نہ ہو لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاکُمْ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا تقریر کے بعد بعض نے پوچھا حضرت! آپ کو کوئی اشارہ ہوا ہے فرمایا نہیں۔ موت ایک

راز ہے رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا میں نے قرینوں سے سمجھا ہے کہ میری وفات قریب ہے۔ایک قرینہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ جبرائیل علیہ السلام رمضان میں میرے ساتھ ایک دور کرتے تھے اور اس دفعہ دو بار دور کیا اس سے میں نے اخذ کیا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔مجمع الزوائد میں یہ روایت ہے کہ حضرت عباس ﷺ نے خواب دیکھا جو آپ ﷺ کے چچا محترم ہیں کہ آسمان سے بڑی مضبوط رسیاں اتری ہیں اور زمین میں کنڈے ہیں ان کو پکڑ رہی ہیں اور ساری زمین کو کھینچ کر آسمان تک لے گئی ہیں۔ حضرت عباس نے یہ خواب آنحضرت ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان تمہارے بھتیجے کے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔تو آپ ﷺ نے ایسے قرائن سے اخذ فرمایا کہ میری موت قریب ہے ورنہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔

امام ابوحنیفہؒ اور خلیفہ ابوجعفر منصور کا خواب :

تفسیر مظہری، ابوسعود، معالم التنزیل، مدارک، تفسیرات احمدیہ مشہور تفسیریں ہیں۔ ان سب میں یہ واقعہ موجود ہے۔ابوجعفر خلیفہ بنو عباس بہت ذہین اور زیرک آدمی تھا کچھ علم کے ساتھ بھی تعلق اور مناسبت رکھتا تھا مگر بادشاہ تھا غصہ اس میں بہت تھا۔امام ابوحنیفہؒ کو اس نے مختلف اوقات میں برہنہ کر کے ڈیڑھ سو کوڑے لگوائے ہیں اس جرم میں کہ تم وزارت عظمیٰ کا عہدہ قبول کر لو۔ملک کے وزیر اعظم بن جاؤ اور امام صاحبؒ نے انکار کر دیا۔بہت بڑا ملک تھا عرب سے کاشغر تک سرحد تھی ترپن (۵۳) لاکھ مربع میل کا حکمران تھا۔امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں اس ظالم حکومت کا معاون بننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ بات تم خود سمجھتے ہو کہ ظالم کو ظلم کرنے والے ہی مطلوب ہوتے ہیں۔اس جرم میں امام ابو حنیفہؒ کو قید کیا اور روزانہ برہنہ کر کے کوڑے مارے جاتے تھے۔بالآخر جیل ہی میں امام

صاحبؒ کی وفات ہوئی جیل میں ان کو زہر دیا گیا تھا۔ ایک کارندہ آیا اس نے آکر اطلاع دی کہ حضرت! آپ کو زہر دینے کا پروگرام بن گیا ہے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں ملازم ہوں۔ زہر کا پیالہ لایا گیا کہ پیو۔ فرمایا اِنِّی لَاَعْلَمُ مَافِیْه ''بے شک میں جانتا ہو جو کچھ اس میں ہے۔'' میں خودکشی کو حرام سمجھتا ہوں خود نہیں پیوں گا۔ چنانچہ ان کو گرا کر زبردستی ان کے منہ میں زہر کا پیالہ انڈیل دیا گیا سجدے کی حالت میں امام صاحبؒ کی روح پرواز کر گئی۔ خیر یہ تو بعد کا واقعہ ہے جو واقعہ میں سنانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ابوجعفر نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا عزرائیل علیہ السلام کو، کہنے لگا مجھے بتلاؤ کہ میری زندگی کتنی باقی ہے؟ تو ملک الموت نے ہاتھ کی پانچ انگلیاں کھڑی کر دیں۔ تم نے آج کل پنجے کا نشان بسوں اور مکانوں پر دیکھا ہوگا یہ شیعہ کی علامت ہے۔ اس سے وہ پنج تن پاک مراد لیتے ہیں۔ وہ ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید۔ شیعوں نے جو عقائد گھڑے ہوئے ہیں ان کے ساتھ ان کی کوئی نسبت نہیں ہے۔ وزیراعظم پاکستان رہی ہیں بے نظیر، ان کی کوٹھی پر بھی یہی پنجہ لگا ہوا ہے میں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے کراچی میں۔ اور کالا جھنڈا بھی لگا ہوا تھا۔ یہ لوگ بڑی جرأت کے ساتھ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں اور ہمارے لیڈر اپنے آپ کو سنی کہلانے میں صم بکم عمی ہیں۔ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور ان کے افسر بھی اپنے باطل فرقے کی پوری رعایت کرتے ہیں۔ تو خیر ملک الموت نے ابوجعفر کے سامنے پنجہ کر دیا۔ ابوجعفر منصور نے محققین بلائے تعبیر کے لیے۔ کسی نے کہا پانچ دن زندہ رہو گے کسی نے کہا پانچ مہینے زندہ رہو گے کسی نے کہا پانچ سال زندہ رہو گے مگر وہ ان کی تعبیروں سے

مطمئن نہ ہوا۔ کہنے لگا نعمان بن ثابت، یہ امام صاحب کا نام ہے، کو بلاؤ۔ ثابت والد کا نام اور ان کے دادا کا نام تھا زُوطی۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حنیفہ ان کی لڑکی تھی اور اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو ابوحنیفہ کہا جاتا ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حنیفہ ان کی کوئی لڑکی نہیں تھی ابوحنیفہ کا معنٰی ہے ملت حنفیہ والا۔ اب، اخ کے لفظ کی اضافت جب غیر ذوالعقول کی طرف ہو تو اس کا معنٰی ہوتا ہے والا۔ ابن الوقت کا معنٰی ہے وقت پاس کرنے والا اَخُ الْخَیْرِ کا معنٰی ہے خیر والا۔ ابو الشر کا معنٰی ہے شر والا۔ ابوحنیفہ کا معنٰی ہے ملت حنفیہ کو سنبھالنے والا۔ ملت حنفیہ پر چلنے والا۔

امام صاحب تشریف لائے تو منصور نے اپنا خواب سنایا اور دوسرے حضرات نے جو تعبیریں بتائی تھیں وہ بھی بتائیں۔ ان تفسیروں میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کَذَبَ کُلُّهُمْ "سب نے غلط کہا ہے۔" درحقیقت ملک الموت نے بتلایا ہے کہ موت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم رب تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

تو فرمایا قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی اس کا صحیح وقت اس کے بغیر کوئی نہیں جانتا وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ اور وہ اتارتا ہے بارش۔ بارش اتارنے کا وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یہ ہمارے محکمہ موسمیات والے تھوک کے حساب سے جھوٹ بولتے رہتے ہیں کہتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔ قطعی علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کیا کمائے گا کل۔ کئی پروگرام بنتے ہیں اور دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ کئی دفعہ براتیں جاتی ہیں اور واپس میتیں اٹھا کر لاتی ہیں۔ کیا معلوم قسمت میں خوشی نصیب ہوگی یا غم؟ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ

تَمُوتُ اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ اسی لیے فقہاءِ کرامؒ لکھتے ہیں کہ کفن ساتھ رکھنا چاہیے اور زندگی میں اپنی قبر بنانا مکروہ ہے کیونکہ معلوم نہیں کہاں مرنا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے خبردار ہے۔

آج بروز اتوار ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بہ مطابق یکم جولائی ۲۰۱۲ء

پندرھویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للّٰہ تعالیٰ علیٰ ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا محمد سرفراز خان صفدر

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الیٰ جمیع اولادی و احبابی و تلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرق ریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
کا انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے جملہ حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدیئے ہیں واللہ الموفق

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ
١٤ صفر ١٤٢٣ھ
٢٨ اپریل ٢٠٠٢ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورة السجدة
سورة الاحزاب
سورة سبا
سورة فاطر
سورة یٰسین

(مکمل)

جلد ۱۶

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ السجدہ، الاحزاب، سبا، فاطر، یٰسین، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالہ

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالہ

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اوراس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علماء ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

پیش لفظ

نحمدہ تبارک وتعالیٰ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ العزیز پاک وہند وبنگلہ دیش کو فرنگی استعمار سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں گرفتار ہوکر مالٹا جزیرے میں تقریباً ساڑھے تین سال نظر بند رہے اور رہائی کے بعد جب دیوبند واپس پہنچے تو انہوں نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور جدوجہد کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مسلمانوں کے ادبار وزوال کے دو بڑے اسباب ہیں۔ ایک قرآن پاک سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات وتنازعات۔ اس لئے مسلم اُمہ کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ومفاہمت کو فروغ دینے کیلئے محنت کی جائے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ بڑھاپے اور ضعف کا زمانہ تھا اور اس کے بعد جلد ہی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کے تلامذہ اور خوشہ چینوں نے اس نصیحت کو پلے باندھا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے نئے جذبہ ولگن کیساتھ مصروف عمل ہو گئے۔ اس قبل حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے عظیم المرتبت فرزندوں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو میں تراجم اور تفسیریں کر کے اس خطہ کے مسلمانوں کی توجہ دلائی تھی کہ ان کا

قرآن کریم کیساتھ فہم وشعور کا تعلق قائم ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر وہ کفر وضلالت کے حملوں اور گمراہ کن افکار ونظریات کی یلغار سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں کی یہ جدو جہد بھی اسی کا تسلسل تھی بالخصوص پنجاب میں بدعات واوہام کے سراب کے پیچھے بھاگتے چلے جانے والے ضعیف العقیدہ مسلمانوں کو خرافات ورسوم کی دلدل سے نکال کر قرآن وسنت کی تعلیمات سے براہِ راست روشناس کرانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس کیلئے جن اربابِ عزیمت نے عزم وہمت سے کام لیا اور کسی مخالفت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر قرآن کریم کو عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ وتفسیر کیساتھ پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ان میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ العزیز آف واں بھچراں ضلع میانوالی، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں جنہوں نے اس دور میں علاقائی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی مہم شروع کی جب عام سطح پر اس کا تصور بھی موجود نہیں تھا مگر ان اربابِ ہمت کے عزم واستقلال کا ثمرہ ہے کہ آج پنجاب کے طول وعرض میں قرآن کریم کے دروس کی محافل کو شمار کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ۱۹۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد بوہڑ والی میں صبح نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کریم کا آغاز کیا اور جب تک صحت نے اجازت دی کم وبیش پچپن برس تک اس سلسلہ کو پوری پابندی کیساتھ جاری رکھا۔ انہیں حدیث میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور ترجمہ وتفسیر میں امام الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ سے شرف تلمذ واجازت حاصل ہے اور انہی کے اسلوب وطرز پر

انہوں نے زندگی بھر اپنے تلامذہ اور خوشہ چینوں کو قرآن وحدیث کے علوم وتعلیمات سے بہرہ ور کرنے کی مسلسل محنت کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس قرآن کریم کے چار الگ الگ حلقے رہے ہیں ایک درس بالکل عوامی سطح کا تھا جو صبح نمازِ فجر کے بعد مسجد میں ٹھیٹھ پنجابی زبان میں ہوتا تھا۔ دوسرا حلقہ گورنمنٹ نارمل سکول گکھڑ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کیلئے تھا جو سالہا سال جاری رہا۔ تیسرا حلقہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں متوسط اور منتہی درجہ کے طلبہ کیلئے ہوتا تھا اور دو سال میں مکمل ہوتا تھا اور چوتھا مدرسہ نصرۃ العلوم میں ۷۶ء کے بعد شعبان اور رمضان کی تعطیلات کے دوران دورۂ تفسیر کی طرز پر تھا جو پچیس برس تک پابندی سے ہوتا رہا اور اس کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہوتا تھا۔ ان چار حلقہ ہائے درس کا اپنا اپنا رنگ تھا اور ہر درس میں مخاطبین کی ذہنی سطح اور فہم کے لحاظ سے قرآنی علوم ومعارف کے موتی ان کے دامن قلب وذہن میں منتقل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان چاروں حلقہ ہائے درس میں جن علماء کرام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام مسلمانوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے براہِ راست استفادہ کیا ہے ان کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

ان میں عام لوگوں کے استفادہ کیلئے جامع مسجد گکھڑ والا درسِ قرآن کریم زیادہ تفصیلی اور عام فہم ہوتا تھا جس کے بارے میں متعدد حضرات نے خواہش کا اظہار کیا اور بعض دفعہ عملی کوشش کا آغاز بھی ہوا کہ اسے قلمبند کر کے شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن اس میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ درس خالص پنجابی میں ہوتا تھا جو اگرچہ پورے کا پورا ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ ہو چکا ہے مگر اسے پنجابی سے اُردو میں منتقل کرنا سب سے کٹھن مرحلہ تھا اس لئے بہت سی خواہشیں بلکہ کوششیں اس مرحلہ پر آ کر دم توڑ گئیں۔

البتہ ہر کام کا قدرت کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کی سعادت بھی قدرتِ خداوندی کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اس لئے تاخیر در تاخیر کے بعد یہ صورت سامنے آئی کہ اب مولانا محمد نواز بلوچ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم اور برادرم محمد لقمان میر صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور تمام تر مشکلات کے باوجود اس کا آغاز بھی کر دیا جس پر دونوں حضرات اور ان کے دیگر سب رفقاء نہ صرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ اور خوشہ چینوں بلکہ ہمارے پورے خاندان کی طرف سے بھی ہدیہ تشکر و تبریک کے مستحق ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس فرضِ کفایہ کی سعادت کو تکمیل تک پہنچا سکیں اور ان کی یہ مبارک سعی قرآنی تعلیمات کے فروغ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے افادات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور اَن گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفراز ہو۔ (آمین)

یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ یہ دروس کی کاپیاں ہیں اور درس و خطاب کا انداز تحریر سے مختلف ہوتا ہے اس لئے بعض جگہ تکرار نظر آئے گا جو درس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسکو ملحوظ رکھا جائے اس کے ساتھ ہی ان دروس کے ذریعے محفوظ کرنے میں محمد اقبال آف دبئی اور محمد سرور منہاس آف گکھڑ کی مسلسل محنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے جنہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو ریکارڈ کرنے کیلئے سالہا سال تک پابندی کیساتھ خدمت سرانجام دی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

یکم مارچ ۲۰۰۲ء ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد مرکزی، گوجرانوالہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ السجدہ کی وجہ تسمیہ	24
02	قرآن کا چیلنج	26
03	دلائل توحید	28
04	استوی علی العرش کا مطلب	29
05	احمد رضا خان بریلوی کا غلو	31
06	ربط آیات	37
07	تخلیق انسانی	37
08	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کا شکر	39
09	روز قیامت کافروں کی حالت	42
10	اختلافی مسائل	43
11	ربط آیات	48
12	ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب	48
13	صفات باری تعالیٰ	50
14	سجدہ تلاوت کا طریقہ	52
15	جہنمیوں کی سزا	54
16	تفسیر آیات	58
17	تین عرشی تحفے	60

18	قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے	64
19	اختتام سورہ سجدہ	65
20	سورۃ الاحزاب	69
21	وجہ تسمیہ	71
22	ایک واقعہ	72
23	شانِ نزول اور ایک فقہی مسئلہ	74
24	ماقبل سے ربط	79
25	اولیٰ بالمومنین کی تفسیر	79
26	ازواج مطہرات کا مائیں ہونا	81
27	دوسرا فرق	81
28	مسئلہ مواخات	82
29	عہد انبیاء	83
30	غزوہ خندق	88
31	منافقین کا کردار	91
32	منافقین کی غداری	97
33	موت سے فرار کسی کو نہیں	98
34	اسلام کا بنیادی عقیدہ	99
35	منافقین کا حال	101
36	مومنین کا حال	102
37	ماقبل سے ربط	106
38	اسوۂ حسنہ	107
39	آیات کا مصداق	109

40	مومنین کی صفات	111
41	نصرت خداوندی	115
42	غزوہ بنو قریظہ	116
43	غزوہ خیبر اور ازواج مطہرات کی طلبی وسعت	118
44	ماقبل سے ربط	124
45	ازواج مطہرات کو ہدایات	125
46	اہل بیت کا مصداق	127
47	مومنات کی صفات	129
48	شان نزول	135
49	مسئلہ کفو	137
50	حضرت زید ؓ کی فضیلت	139
51	ماقبل سے ربط	142
52	آپ ﷺ کی اولاد	143
53	آنحضرت ﷺ کے اسماء گرامی اور ان کی وجہ تسمیہ	144
54	عقیدہ ختم نبوت	145
55	شاھدا و مبشرا کی تفسیر	149
56	احمد رضا خان بریلوی کی ترجمہ قرآن میں لفظی تحریف	150
57	ماقبل سے ربط	154
58	غیر مدخولہ بہا کی عدت	155
59	خصوصیات نبوی ﷺ	157
60	قادیانی اور رافضی عورتوں سے نکاح کا مسئلہ	159
61	ماقبل سے ربط	164

62	اختیارات نبوی ﷺ	165
63	امتناعات	166
64	شان نزول	168
65	پردے کا حکم	170
66	ماقبل سے ربط	173
67	محللات کے احکام	174
68	غیر مسلم عورتوں سے پردے کا حکم	175
69	فضائل درود شریف	177
70	عقیدہ حیات النبی ﷺ	178
71	پردے کے احکامات	183
72	اصول کافی	184
73	منافقین کو دھمکی	185
74	ماقبل سے ربط	191
75	ایک واقعہ	193
76	دین کو بگاڑنے والی قوتیں	194
77	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاداری	195
78	قوانین خداوندی	196
79	امانت الٰہیہ	197
80	اختتام سورۃ الاحزاب	199
81	سورہ سبا	203
82	تعارف سورت	205
83	تفسیر آیات	205

84	عالم الغیب کا معنیٰ	209
85	آخرت کا عذاب اور اس کی سختی	210
86	تفسیر آیات	214
87	قارون اور اس کا خاندان	216
88	حضرت داؤدؑ اور پہاڑوں اور پرندوں کا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنا	217
89	تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام	219
90	ماقبل سے ربط	223
91	حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ	225
92	قوم سبا کی تباہی کا عبرت ناک واقعہ	226
93	مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت کا خلاصہ	228
94	فضول خرچی	228
95	قوم سبا اور ان کا محل وقوع	232
96	دنیا میں اکثریت کفار کی ہے	235
97	تردید شرک	237
98	کافر کے حق میں کسی کی بھی سفارش قبول نہیں	239
99	دنیاوی زندگی میں رزق کی اہمیت	242
100	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لیے پیغمبر ہیں	245
101	قیامت کا ذکر	246
102	تفسیر آیات	251
103	انکار توحید اور ابتدائے شرک	254
104	رب تعالیٰ کے ہاں دنیا کی قدر و قیمت	255
105	حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کفن	256

106	تفسیر آیات	260
107	کفار مکہ کا مسلمانوں سے بائیکاٹ	261
108	کفار کا آنحضرت ﷺ کے بارے میں شوشے چھوڑنا	270
109	دم کرنے والا دم بخود ہو گیا	271
110	عالم الغیب رب تعالیٰ کا خاصہ ہے	273
111	آنحضرت ﷺ کا خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑنا	274
112	اختتام سورہ سبا	277
113	سورہ فاطر	281
114	تعارف سورۃ فاطر	283
115	تخلیق ملائکہ	284
116	اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ	286
117	شیطان انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے	289
118	ربط آیات	293
119	بدعت کا گناہ سو گناہوں سے بھی زیادہ وزنی ہے	293
120	دار الندوہ میں کفار کا رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا مشورہ کرنا	297
121	معمر کسے کہا جاتا ہے ؟	299
122	ربط آیات	302
123	میٹھے پانی کی قدر	303
124	سونا اور ریشم مردوں کے لیے حرام ہے	304
125	شمس و قمر کی حرکت اور سائنس دانوں کی تحقیق	306
126	حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے	308
127	ربط آیات	312

نمبر	عنوان	صفحہ
128	ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج	313
129	ایک غلط نظریے کا رد	314
130	مرابط کا معنیٰ اور اس کا مرتبہ	317
131	صدقہ جاریہ	318
132	ربط آیات	322
133	استدراج دجالی	323
134	ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے	326
135	تفسیر آیات	332
136	انسانوں کے تین طبقات	332
137	سراقہ بن مالک کا رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرنا	334
138	نذیر کی تفسیر	338
139	توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے	341
140	حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کی رافضیوں کے رد میں تصانیف	343
141	یا رسول اللہ کہنے کا حکم	346
142	باطل کی تردید فرض کفایہ ہے	348
143	پانچ مذہبی طبقے	352
144	کفار کے آنحضرت ﷺ سے مطالبات	354
145	تبدیل اور تحویل میں فرق	356
146	ایک اشکال اور اس کا جواب	357
147	اختتام سورہ فاطر	359
148	سُورۃ یٰسین	363
149	مضامین سورت	365

150	تفسیر آیات	365
151	عرب میں بت پرستی کا آغاز	367
152	ایک اشکال	368
153	جواب	369
154	وآثارھم کا مصداق	371
155	بے لذت گناہ	372
156	ربط آیات	374
157	اذجاء ھا المرسلون میں رسولوں سے کون مراد ہیں؟	375
158	انبیاء کی بشریت کا انکار کرنے والے	376
159	پرندے کے اڑنے سے نیک فالی یا بدفالی حاصل کرنا	380
160	ربط آیات	386
161	سماع موتی اور قبر میں سوال و جواب	388
162	آسمان سے انسانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کا اترنا	390
163	ماقبل سے ربط	395
164	نباتات کا جوڑا جوڑا ہونا	396
165	حرکت شمس وقمر اور سائنس دانوں کا نظریہ	399
166	ایک من گھڑت قصہ	401
167	خادم رسول حضرت قیسؓ	401
168	درندے کا صحابی رسول ﷺ کا احترام کرنا	402
169	ما بین ایدیکم وما خلفکم کی مراد	406
170	حضور اکرم ﷺ کا معجزہ	406

171	اہل حق کے خلاف سازشیں	408
172	قیامت کا منظر	410
173	واقعہ	412
174	منکرین عذاب قبر کا استدلال اور اس کا جواب	413
175	تفسیر آیات	416
176	ایک مشہور کہاوت	419
177	ربط آیات	424
178	حضور ﷺ سے علم کلی کی نفی	426
179	دلائل قدرت	428
180	گیارھویں شریف	430
181	شان نزول	434
182	انسان معترض کا اعتراض اور اس کے جوابات	437
183	اختتام سورہ یٰسین	440

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ السجدۃ

(مکمل)

جلد............١٦

آیاتها ۳۰ ۳۲ سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۷۵ رکوعاتها ۳

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵

الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اتاری ہوئی کتاب ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ نہیں کوئی شک اس میں مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کی طرف سے ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا کہتے ہیں یہ لوگ افْتَرٰىهُ اس نبی نے یہ کتاب گھڑی ہے اپنی طرف سے بَلْ بلکہ هُوَ الْحَقُّ یہ حق ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے لِتُنْذِرَ تا کہ آپ ڈرائیں قَوْمًا اس قوم کو مَّآ اَتٰىهُمْ نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ تا کہ وہ ہدایت پالیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر مَا لَكُمْ نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ دُوْنِهٖ اس سے نیچے نیچے مِنْ وَّلِيٍّ کوئی حمایتی وَّلَا شَفِيْعٍ اور نہ کوئی سفارش کرنے والا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے يُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے کام کی مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے اِلَى الْاَرْضِ زمین تک ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ پھر وہ کام لوٹے گا اس کی طرف فِيْ يَوْمٍ اس دن میں كَانَ مِقْدَارُهٗٓ جس کا اندازہ اَلْفَ سَنَةٍ ہزار سال مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اس گنتی کے اعتبار سے جو تم شمار کرتے ہو۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام سورۃ سجدہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ قرآن کریم میں چودہ پندرہ مقام ہیں جہاں سجدے آئے ہیں پھر ان سورتوں کا نام سجدہ کیوں نہیں رکھا گیا؟

جواب یہ ہے کہ اس سورۃ میں جس سجدے کا ذکر ہے وہ آدمی رات کو نرم بستر کو چھوڑ کر کرتا ہے جو کافی مشکل ہے کہ آرام و سکون کو چھوڑ کر رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ اس لیے اس سورت کا نام سجدہ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے چوہتر سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا پچھترواں نمبر ہے۔ اس کے تین رکوع اور تیس (۳۰) آیات ہیں۔

الٓمٓ کے متعلق کئی دفعہ گزر چکا ہے کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے کہ اس کا

ایک ایک حرف ایک ایک لفظ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ الف سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اور لام سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور میم سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اور جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے اور محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ اتاری ہوئی کتاب ہے لَارَیْبَ فِیْهِ کوئی شک نہیں ہے مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ یہ جو ہمارے سامنے کتاب ہے اصلی بھی ہے اور برکت والی بھی ہے۔ اس کا ایک ایک حرف پڑھنے پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کو سمجھنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جب تک مسلمانوں کا اس کتاب کے ساتھ صحیح تعلق رہا اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مسلمانوں کو بہت بلندی پر پہنچایا اور جب سے مسلمانوں نے قرآن کریم سے روگردانی کی ہے اس وقت سے وہ انتہائی پستی میں چلے گئے ہیں۔ مردم شماری کے اعتبار سے مسلمان اس وقت تقریباً ڈیڑھ ارب کے قریب ہیں مگر دنیا میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ قرآن کریم سے دوری کا نتیجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں تین دفعہ مردم شماری ہوئی ہے۔ ایک دفعہ صرف پانچ سو تھے دوسری مردم شماری میں چھ سات سو کے درمیان تھے۔ تیسری دفعہ مردم شماری میں پندرہ سو تھے۔

دوسری مرتبہ کی مردم شماری کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت ہماری تعداد چھ اور سات سو کے درمیان ہے ساری دنیا مل کر بھی ہمیں نہیں مٹا سکتی۔ اندازہ لگاؤ چھ سات سو کی تعداد ہے اور ساری دنیا کا مقابلہ ہو رہا ہے اور آج دنیا مسلمانوں سے بھری ہوئی ہے اور مسلمان ہیں کہ بھاگتے پھر رہے ہیں۔

قرآن کا چیلنج :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ یَقُوْلُوْنَ کیا کہتے ہیں یہ کافر لوگ افْتَرٰہُ اس نبی نے یہ کتاب گھڑی ہے اپنی طرف سے بَلْ ایسا نہیں ہوا بلکہ هُوَ الْحَقُّ وہ حق ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے۔ جواب تو اتنا ہی کافی تھا کہ میں نے نہیں بنائی یہ کتاب رب تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کو چیلنج کر دیں کہ اگر یہ خدا کی طرف سے نہیں ہے اور میں خود بنا کر لایا ہوں تو تم سارے مل کر اس جیسی کتاب لے آؤ اور تم سارے مل کر بھی ایسی کتاب نہیں لا سکتے تو میں اکیلا کیسے بنا سکتا ہوں قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ ”آپ کہہ دیں اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ تو نہیں لا سکیں گے اس کے مثل وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔“ [بنی اسرائیل: ۸۸]

پھر اس میں چھوٹ دی کہ اگر تم سارا قرآن اس جیسا نہیں بنا سکتے فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ [ہود: ۱۳] ”تو لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور بلا لو تم جس کی تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔“ قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں ایک سو چار تمہیں معاف صرف دس سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس جس کو تم بلا سکتے ہو بلا لو۔ انسانوں کو، جنوں کو، فرشتوں کو لاؤ دس سورتیں۔ مزید چھوٹ دے دی اور فرمایا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ”پس لاؤ تم ایک چھوٹی سی سورت اس جیسی۔“ تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر۔ ان کی تین تین آیتیں ہیں۔ تین آیتوں سے کم کوئی سورۃ

نہیں ہے۔اسی لیے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ ہر رکعت میں کم از کم تین آیتیں پڑھنی چاہییں۔

تو فرمایا تم کوئی چھوٹی سی سورۃ ہی لے آؤ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ "اور بلالو اپنے مددگاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے اور میں خود بنا کر لایا ہوں تو تم سب مل جل کر کوئی چھوٹی سی سورۃ بنا لاؤ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا [بقرۃ: ۲۴] "پھر اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے۔" انسان، جنات، فرشتے سارے مل کر بھی، تو پھر یہ شوشے چھوڑنے بند کر دو اور اس کو تسلیم کر و اور جہنم کی آگ سے بچ جاؤ۔ تو فرمایا یہ کتاب حق ہے آپ کے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ کیوں اتاری گئی ہے؟ لِتُنْذِرَ قَوْمًا تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ نہیں آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے۔ دوسری قوموں اور علاقوں میں تو پیغمبر آتے رہے ہیں بنی اسرائیل میں تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں۔ ان کے آخری پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے تقریباً پونے چھ سو سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسماعیل میں تشریف لائے ہیں۔ بنو اسماعیل میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی صحیح تعلیمات ہزار ہا سال تک رہی ہیں۔ ان کی تعلیم میں گڑبڑ کرنے والا سب سے پہلا شخص عمرو بن لُحی بن قمع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے اڑھائی سو سال پہلے اس شخص نے بت پرستی شروع کی اور کعبۃ اللہ میں ہبل کا بت کھڑا کیا۔ پھر آہستہ آہستہ بت بڑھتے گئے اور ان کی تعداد تین سو ساٹھ ہو گئی۔ یہ شخص اخلاق کا اتنا گرا ہوا تھا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حاجیوں کے کندھوں سے کنڈی کے ذریعے چادریں اتار لیتا تھا۔ اگر ان کو پتا چل

جاتا تو معذرت کر لیتا کہ بھائی جی! ویسے ہی کنڈی کے ساتھ اٹک گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگ ایسے بے وقوف تھے کہ پھر اس کو مانتے تھے۔ لوگوں کا کوئی حال نہیں ہے کوئی غلط سے غلط دعویٰ بھی کرے تو اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر وہ غلط ہے تو لوگ اس کے پیچھے کیوں لگے ہیں؟ تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں کا کوئی معیار نہیں ہے۔ تم لوگ کپڑے پہن کر بازاروں میں چلتے پھرتے ہو تمہارے پیچھے کوئی نہیں لگتا اگر کپڑے اتار کر ننگے بازار میں جاؤ تو پھر دیکھو کتنے لوگ تمہارے پیچھے لگتے ہیں۔ (ہنستے ہوئے فرمایا) محض اس بات (یعنی ننگے ہونے) سے مقبولیت نہیں ہوئی۔ یعنی ننگا ہونا تو مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔ تو فرمایا ڈرائیں آپ اس قوم کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ تاکہ وہ ہدایت پالیں راہ راست پر آ جائیں۔

سب سے پہلی بات توحید ہے یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں انہوں نے پہلا سبق ہی یہ دیا يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود، مشکل کشا اس کے سوا'' اور ہر نبی کے کلمے کا پہلا جز ہے لا الٰہ الا اللہ۔ آگے پھر آدم صفی اللہ اور کسی دور میں ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور اب آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ۔

دلائل توحید :

تو اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے ہیں اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے۔ آسمانوں میں چاند، سورج، ستارے اور

فرشتے ہیں اور زمینوں میں انسان، جنات، حیوانات اور بے شمار مخلوقات ہیں اور جو کچھ پیدا کیا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں میں پیدا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ ایک لمحے میں بھی تو کر سکتے تھے مگر چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ تمام مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ چھ دنوں میں پیدا کیا مخلوق کو بتلانے کے لیے کہ اس جہان کی بنیاد تدریج پر ہے نظام زندگی آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ ہر چیز نے آہستہ آہستہ عروج پر پہنچنا ہے۔ میں نے خالق ہو کر ہر چیز کو تدریجاً پیدا کیا ہے تمہیں تعلیم دینے کے لیے کہ کسی کام میں جلدی نہیں کرنی ہر کام تدریج کے ساتھ ہونا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ "جلد بازی شیطان کا کام ہے۔" قول ہو یا فعل کسی شے میں جلدی نہ کرو۔ بات زبان سے نکالنے سے پہلے سوچو، کام کرنے سے پہلے سوچو، پیاروں سے مشورہ کرو، استخارہ کرو پھر کام شروع کرو۔ جلد بازی سے کام نہ لو۔ چھ دنوں سے مراد چھ دنوں کا وقفہ ہے ورنہ اس وقت نہ چاند تھا، نہ سورج تھا، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی۔

استوٰی علی العرش کا مطلب :

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر، بیٹھا عرش پر۔ یاد رکھنا! ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کیسے قائم ہوا، کیسے بیٹھا؟ امام دار الہجرت امام مالک رحمہ اللہ مسجد نبوی میں پڑھا رہے تھے جب یہ آیت کریمہ آئی تو شاگردوں نے کہا کہ حضرت ہمیں سمجھائیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے؟ مطلب یہ کہ مثلاً میں مصلے پر بیٹھا ہوں اور تم اس وقت قالینوں پر بیٹھے ہو کوئی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے، کوئی پلنگ پر بیٹھتا ہے، کوئی چٹائی پر، تو اللہ تعالیٰ کس طرح مستوی ہے؟ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا اَلْاِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَكَيْفِيَّتُهٗ مَجْهُوْلَةٌ وَالسُّوَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ "اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ

عرش پر مستوی ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے یعنی ہمیں معلوم نہیں ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔'' یعنی اس کے متعلق خواہ مخواہ کی بحث کرنا بدعت ہے۔

بس یہ ایمان رکھو کہ وہ عرش پر مستوی ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ عرش پر قائم ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماننا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ بھی ہے ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ''وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' اور اٹھائیسویں پارے میں ہے مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَ لَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا [المجادلۃ: ۷] ''نہیں ہوتا کوئی مشورہ تین آدمیوں کا مگر اللہ تعالیٰ چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں کا مگر چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔'' علم کے لحاظ سے، قدرت کے لحاظ سے، ذات کے لحاظ سے جو رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہے ساتھ ہونا اس طرح وہ ہر ایک کے ساتھ ہے اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [سورۃ ق] ''ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے شہ رگ سے۔'' جس کو رگِ جان بھی کہتے ہیں۔ جو دل سے دماغ تک جاتی ہے کہ اگر وہ کٹ جائے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے باوجود تم رب تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس کو دیکھنا ہو تو اس کی قدرتوں کو دیکھو۔ زمین کو اور آسمان کو دیکھو، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھو، حیوانات کو دیکھو، انسانوں کے الگ الگ ماڈل اور شکلوں کو دیکھو۔

فرمایا مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ نہیں ہے تمہارے لیے اس سے نیچے نیچے کوئی حمایتی وَّلَا شَفِیْعٍ اور نہ کوئی سفارشی۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش بھی

نہیں کر سکے گا مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ [بقرة:۲۵۵] ''کون ہے جو اس کے سامنے سفارش کرے اس کی اجازت کے بغیر۔''

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں اور کوئی بلند ذات نہیں ہے مگر آپ ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سفارش کریں گے۔ ایسا نہیں ہے جیسے مشرکوں نے عقیدے بنا رکھے ہیں ھٰؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰہِ ''کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں ہمارے کام کروا دیں گے ایسا نہیں ہے۔'' رب تعالیٰ قادر مطلق ہے سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ رب ہی آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اس کے بغیر تمہارا کوئی حمایتی نہیں ہے نہ کوئی سفارش کر سکتا ہے۔ یہ موٹی موٹی باتیں بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ وہ تدبیر کرتا ہے کام کی مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ آسمان سے زمین تک۔ آسمان سے لے کر زمین تک تمام کاموں کی تدبیر کرنے والا صرف رب تعالیٰ ہے اور رب تعالیٰ کی اس صفت کو مشرک بھی مانتے ہیں۔ سورہ یونس آیت نمبر ۳۱ میں ہے ان سے پوچھیں مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون ہے جو کام کی تدبیر کرتا ہے فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہَ یقیناً کہیں گے یہ لوگ کہ اللہ ہی ہے۔ تدبر کا معنیٰ ہے انتظام کرنا۔ کسی کو دینا، کسی سے لینا، کسی کو بیمار کرنا، کسی کو تندرست کرنا، کسی کا رزق بڑھانا، کسی کا رزق گھٹانا، کسی کو بادشاہ بنانا، کسی کو گدا بنانا، یہ سب کچھ صرف رب ہی کرتا ہے۔ لیکن لوگوں نے مخلوق کو مدبّر بنایا ہوا ہے۔

احمد رضا خان بریلوی کا غلو :

پھر یہ بات کوئی معمولی آدمی کہتا تو اس کے متعلق کہا جا سکتا تھا کہ ان پڑھ آدمی نے یہ بات کہی ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ بات احمد رضا خاں صاحب نے کہی ہے جس کو

بریلوی لوگ امام سے بھی آگے بڑھا کر پیش کرتے ہیں۔اس نے اپنی کتاب حدائق بخشش حصہ دوم میں لکھا ہے......

؎ احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو

کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

احد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔شعر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کن مکن کے اختیارات آنحضرت ﷺ کو دے دیئے اور آنحضرت ﷺ نے کن مکن کے اختیارات سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کو الاٹ کر دیئے ہیں۔

اور حدائق بخشش حصہ دوم صفحہ ۱۹ پر لکھا ہے......

؎ ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے

کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

اندازہ لگاؤ اللہ تعالیٰ کی یہ اہم صفت بھی اس کے لیے نہیں چھوڑی۔پھر یہاں تک غلو کیا کہ اپنی کتاب ''الامن والعلیٰ'' کے صفحہ ۸۵ پر لکھا ہے کہ آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کرے۔یعنی ان سے اجازت نہ لے۔سوال یہ ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی ولادت ۴۹۵ھ میں اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی ہے۔تو ۴۹۵ھ سے پہلے سورج چڑھتا تھا یا نہیں؟اگر طلوع ہوتا تھا اور یقیناً ہوتا تھا تو کس کو سلوٹ مارتا تھا؟غلو بری شے ہے۔اور اگر یہ شرک نہیں ہے تو پھر دنیا میں شرک ہے ہی نہیں۔اوخدا کے بندے!مدبر امر صرف رب تعالیٰ ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ''جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلیل کرے۔''جس کو چاہے بادشاہ بنائے جس کو چاہے گدا بنائے رب تعالیٰ کے کارخانے میں کوئی دخیل نہیں ہے۔تو فرمایا تدبیر کرتا

ہے کام کی آسمان سے زمین تک۔ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ پھر وہ کام لوٹے گا اس کی طرف فِي يَوْمٍ ایک دن میں كَانَ مِقْدَارُهٗ أَلْفَ سَنَةٍ جس کی مقدار ہزار سال ہے مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اس گنتی کے اعتبار سے جو تم شمار کرتے ہو۔

ہر شے محفوظ ہو رہی ہے سب کچھ سامنے آجائے گا اور قیامت والے دن کا مدبر بھی وہی ہے۔ آج تو کہتے ہیں میری بادشاہی، میری حکومت، میری وزارت، یہ تیری میری کے وہاں جھگڑے نہیں ہوں گے وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہوگی۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے " لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ " بتلاؤ کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن۔" بس یہی آواز آئے گی لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [مومن:۱۶] "اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اکیلا ہے قہار ہے۔" یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اس مقام پر مِقْدَارُهٗ أَلْفَ سَنَةٍ کہا ہے اور سورہ معارج میں فرمایا كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ "جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔" تو یہ مجرموں کے اعتبار سے ہوگا کہ چھوٹے مجرموں کو ہزار سال معلوم ہوگا اور بڑے مجرموں کے لیے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ جو محض کافر ہے اس کے لیے ہزار سال کا دن ہوگا اور جو کافر گر ہے دوسرے کو کافر بناتا ہے اس کے لیے پچاس ہزار سال کا دن ہوگا۔

اس کو آپ یوں سمجھیں کہ صحت مند آدمی رات کو سویا۔ اس کو گھنٹوں کی رات منٹوں کی طرح لگتی ہے کہ ابھی سویا اور ابھی جاگا اور جس کے جوڑ جوڑ میں درد ہے اس کو رات لمبی نظر آئے گی اور وہ یہ کہے گا کہ میں نے رات کیا گزاری سال گزارا ہے۔ رات اتنی ہی ہے لیکن ایک کے حق میں منٹوں کے برابر اور دوسرے کے حق میں سال کے برابر۔ تو یہ مجرموں کے اعتبار اور حساب سے ہوگا۔ اور مومنوں کے بارے میں آتا ہے حضرت ابو سعید

خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومنوں کے لیے وہ وقت اتنا ہوگا کَوَقْتِ صَلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ ''جیسے ایک فرض نماز کا وقت۔'' اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے حق فرمایا ہے اس کو سمجھو اور اس پر عمل کرو۔

❁❁❁

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ۝ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ۝ وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ۝ قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وہی ذات عالم الغیب وَالشَّهَادَةِ اور حاضر چیزوں کو جاننے والی ہے الْعَزِيزُ غالب ہے الرَّحِيمُ نہایت رحم کرنے والا ہے الَّذِي وہ ذات ہے أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ جس نے اچھا کیا ہے ہر چیز کو خَلَقَهُ جس کو اس نے پیدا کیا ہے وَبَدَأَ اور اس نے ابتدا کی خَلْقَ الْإِنْسَانِ انسان کی پیدائش کی مِنْ طِينٍ گارے سے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ پھر بنایا اس کی نسل کو مِنْ سُلَالَةٍ خلاصے اور نچوڑ سے مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ حقیر پانی کے ثُمَّ سَوَّاهُ پھر برابر کیا اس کو

وَنَفَخَ فِيْهِ اور پھونکی اس میں مِنْ رُّوْحِهٖ اپنی طرف سے روح وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ اور بنائے اس اللہ تعالیٰ نے تمہارے کان وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں وَالْاَفْئِدَةَ اور دل قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت تھوڑا تم شکر ادا کرتے ہو وَ قَالُوْٓا اور کہا انہوں نے ءَاِذَا ضَلَلْنَا کیا جس وقت ہم خلط ملط ہو جائیں گے فِي الْاَرْضِ زمین میں ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ کیا بے شک ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے بَلْ هُمْ بلکہ وہ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی ملاقات کے كٰفِرُوْنَ منکر ہیں قُلْ آپ کہہ دیں يَتَوَفّٰىكُمْ جان نکالتا ہے تمہاری مَّلَكُ الْمَوْتِ موت کا فرشتہ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ جو مسلط کیا گیا ہے تم پر ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے وَلَوْ تَرٰٓى اور اگر آپ دیکھیں اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ جس وقت کہ مجرم نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ جھکائے ہوئے ہوں گے اپنے سروں کو عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں (اور کہیں گے) رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا وَ سَمِعْنَا اور ہم نے سن لیا فَارْجِعْنَا پس ہمیں لوٹا دے (دنیا کی طرف) نَعْمَلْ صَالِحًا تاکہ ہم اچھے عمل کریں اِنَّا مُوْقِنُوْنَ بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں وَلَوْ شِئْنَا اور اگر ہم چاہیں لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا تو دے دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ لیکن لازم ہو چکی ہے بات مِنِّيْ میری طرف سے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ ضرور بھروں گا میں جہنم کو مِنَ الْجِنَّةِ جنات سے وَالنَّاسِ اور انسانوں سے اَجْمَعِيْنَ اکٹھے۔

ربط آیات :

اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا اور آسمان سے لے کر زمین تک تدبیر بھی وہ خود ہی کرتا ہے۔ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہی ذات ہے عالم الغیب والشہادۃ۔ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور شہادۃ کا مطلب ہے کہ جو چیزیں مخلوق کے سامنے ہیں رب ان کو بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ یعنی عالم الغیب کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ رب تعالیٰ سے جو چیز غائب ہے۔ اس سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ تمام مفسرین رحمہم اللہ معنیٰ کرتے ہیں مَا غَابَ عَنِ الْخَلْقِ ''جو چیز مخلوق سے غائب ہے رب تعالیٰ اس کو جانتا ہے والشہادۃ اور جو چیز مخلوق کے سامنے ہے رب تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔'' الْعَزِيْزُ غالب ہے الرَّحِيْمُ نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس سے زیادہ مہربان اور کون ہوسکتا ہے؟ وہ رحمٰن بھی ہے رحیم بھی ہے۔ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ جس نے اچھا کیا ہر چیز کو جس کو اس نے پیدا کیا ہے۔

تخلیق انسانی :

انسان کو دیکھو کہ اس کے اعضاء اعتدال کے ساتھ جہاں جہاں مناسب تھے وہاں وہاں لگائے ہیں عین فطرت کے مطابق۔ اگر ایک آنکھ بندے کی اتنی ہی ہوتی جتنی ہے اور دوسری بھینس کی آنکھ کے برابر ہوتی، ایک بازو اتنا ہوتا جتنا ہے اور دوسرا گھوڑے کی ٹانگ کے برابر لمبا ہوتا، ایک ٹانگ اتنی ہوتی اور دوسری ستون کے برابر لمبی ہوتی، وہ قادر مطلق ہے کرسکتا تھا پھر شکل کیا بنتی؟ مگر اس نے ہر عضو کو موزوں اور مناسب رکھا فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ

مَا شَآءَ رَكَّبَكَ [سورۃ انفطار] ''جس صورت میں رب نے چاہا رب تعالیٰ نے اسی طرح بنادی۔'' اسی طرح باقی چیزوں کو دیکھ لو۔ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ اور اس نے ابتدا کی انسان کی پیدائش کی گارے سے۔ خشک مٹی کو تراب کہتے ہیں اور طین گارے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ساری زمین سے خشک مٹی لی پھر اپنے دست قدرت سے اس کو گوندھا پانی ڈال کر پھر اس کو خشک کیا اس طرح کہ وہ بجتا تھا کَالْفَخَّارِ ٹھیکری کی طرح۔ اس کو صَلْصَال بھی کہتے ہیں بجنے والی مٹی۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا وجود بنایا ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ پھر بنایا انسان کی نسل کو مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ حقیر پانی کے خلاصے اور نچوڑ سے۔ شہوت کے ساتھ بدن سے نکلے تو سارا بدن ناپاک ہو جاتا ہے۔ کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک۔ اس ناپاک قطرے سے پھر سارے قطرے سے بھی نہیں بلکہ اس میں جو جراثیم ہوتے ہیں ان سے انسان کو پیدا فرمایا۔

سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسان سے بڑھ کر کوئی عجیب شے نہیں ہے کہ کس قطرے سے اس کو پیدا کیا اور کیا بنا دیا۔ کاش کہ انسان اپنی حقیقت سمجھے کہ میں کیا ہوں؟ تو فرمایا پھر بنائی رب تعالیٰ نے انسان کی نسل حقیر پانی کے نچوڑ سے ثُمَّ سَوّٰىهُ پھر اس کو برابر کر دیا۔ اس کے اعضاء برابر کر کے اس کی شکل بنائی، ڈھانچا تیار کیا وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ اور پھونکی اس میں روح اپنی طرف سے۔ کہتے ہیں کہ چار ماہ میں ماں کے پیٹ میں بچے کا جسم تیار ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور بچہ نقل و حرکت شروع کر دیتا ہے اور تقریباً پانچ ماہ تک اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ نہ وہاں سانس لینے کی جگہ ہے اور نہ خوراک کا انتظام ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ سے ایک رگ (ناڑو) اس کی ناف کے ساتھ

جوڑ دیتے ہیں جس کے ذریعے اس کو خوراک پہنچتی رہتی ہے۔ اس کو اگر ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد ہوا نہ ملے تو زندہ نہیں رہ سکتا مگر وہاں زندہ رہا۔ اگر کوئی رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہے تو سمجھنا آسان ہے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رحم میں بچہ بند ہوتا ہے کوئی سوراخ نہیں ہوتا مگر فرشتہ روح پھونکنے کے لیے وہاں بھی پہنچ جاتا ہے اور کئی بچے ماں کے پیٹ ہی میں مر جاتے ہیں جان نکالنے والا بھی وہاں پہنچ جاتا ہے۔ فرشتوں کے لیے یہ دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔ دیکھو! قبر پر کتنی مٹی ڈالی جاتی ہے؟ ابھی لوگ وہیں کھڑے ہوتے ہیں کہ تُعَادُ رُوْحُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ "اس کی روح اس کے وجود میں لوٹائی جاتی ہے۔" اتنی مٹی ڈالنے کے باوجود فرشتے روح لے کر پہنچ جاتے ہیں اور منکر نکیر بھی سوال جواب کے لیے پہنچ جاتے ہیں، علیہم السلام۔ اور سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ، مَنْ نَبِيُّكَ، مَا دِيْنُكَ۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے اِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ "بے شک میت جوتوں کی کھنکھناہٹ سنتا ہے۔" یعنی جب لوگ دفن کرنے کے بعد واپس جاتے ہیں۔ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ تو فرشتوں کے لیے مٹی اور دیواریں ہوا کی طرح ہیں جیسے ہوا پرندوں کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کا شکر :

فرمایا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ اور بنائے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کان جن کے ساتھ تم سنتے ہو وَالْاَبْصَارَ اور تمہارے لیے آنکھیں بنائیں جن کے ساتھ تم دیکھتے ہو وَالْاَفْئِدَةَ اور دل بنائے۔ اَفْئِدَہ فُؤَاد کی جمع ہے۔ اور تمہارے لیے دل بنائے جن کے ساتھ تم سمجھتے ہو۔ رب تعالیٰ کے علاوہ یہ چیزیں اور کون دے سکتا ہے؟ قَلِيْلًا مَّا

تَشْكُرُوْنَ بہت تھوڑا تم شکرادا کرتے ہو۔سورۃ سبا آیت ۱۳ میں ہے وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ''اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے شکرادا کرنے والے۔ اس کا اندازہ تم اس سے لگالو کہ اِس وقت (جس سال حضرت نے یہ درس دیا) تقریباً چالیس ہزار کی آبادی ہوگی لیکن صبح کی نماز کی حاضری تمام مسجدوں کی ملا کر ہزار بھی نہیں ہو گی۔لوگ ابھی تک سوئے ہوئے ہیں۔جب ڈیوٹی پر جانا ہوگا اور پیشاب پاخانہ تنگ کرے گا، ناشتے کا وقت ہوگا تب آنکھیں ملتے ہوئے اٹھیں گے۔یہ شہر کی حالت ہے جہاں کچھ ماحول ہے اور دیہات کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔اور جو غیر مسلموں کے علاقے ہیں جہاں خدا کا نام ہی نہیں ہے وہاں اس کو کون یاد کرے گا؟ رب تعالیٰ کا ارشاد بالکل بجا ہے کہ تم بہت کم شکرادا کرتے ہو۔ وَ قَالُوْآ اور کہا ان کافروں نے۔کیا کہا؟ ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ کیا جس وقت ہم خلط ملط ہو جائیں گے، رَل مل جائیں گے زمین میں ،خاک ہو جائیں گے، ہمارے اجزاء زمین کے اجزاء کے ساتھ رل مل جائیں گے ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ کیا بے شک ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے۔یعنی ان کے لیے یہ بڑی عجیب چیز تھی کہ ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی، انسان زمین میں رل مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا۔تعجب کے مارے پوچھتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ [سورۃ یٰسین] ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ '' آپ کہہ دیں ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ زندہ کیا ہے۔'' پہلی مرتبہ زندہ کرنے کا تو تم بھی انکار نہیں کرتے۔اپنی خلقت کا انکار بھی نہیں کر سکتے تھے۔

فرمایا بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر

ہیں۔ کہتے ہیں کوئی قیامت نہیں ہے اور جو آدمی قیامت کا منکر ہوگا نہ اس میں نیکی کا جذبہ پیدا ہوگا اور نہ برائی سے بچنے کا جذبہ ہوگا۔ ان چیزوں کا احساس اور فکر تو اس کو ہوگا جس کو پتا ہو کہ میرا امتحان ہونا ہے۔ جس کو امتحان کا فکر ہو تیاری تو اس نے کرنی ہے، محنت تو اس نے کرنی ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ میں نے تجھے بندہ بنایا تو نے بندوں والا کون سا کام کیا؟ میں نے تجھے اعضاء دیئے، جوانی دی، صحت دی، تو نے ان کو کہاں خرچ کیا؟ تندرستی سے کیا فائدہ اٹھایا؟ میں نے تجھے فراغت دی تھی تو نے وقت کہاں خرچ کیا؟ میں نے ان سوالوں کا جواب دینا ہے پھر تیاری بھی کرے گا۔ دیکھو! یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اگر وہ چھین لے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ اور دنیا کی کوئی طاقت یہ نعمتیں دے بھی نہیں سکتی لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اِس پر اُس کا وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور بالضرور تمہیں زیادہ دوں گا لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ [ابراہیم: ۷] اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔'' صحیح معنٰی میں تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ اس کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ہم یہ جو سانس لیتے ہیں جس سے دن رات ہماری نبض چلتی ہے ہم تو اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور حال یہ ہے کہ ہمیں اس نعمت کا احساس ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ جان نکالتا ہے تمہاری موت کا فرشتہ جو مسلط کیا گیا ہے تم پر ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام عزرائیل علیہ السلام کے سپرد کیا ہے وہ اس محکمہ کے انچارج ہیں۔ ان کے ماتحت بے شمار فرشتے ہیں لیکن موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہوتا۔ عین موقع پر اللہ تعالیٰ کا حکم ملتا ہے اور وہ جان نکال لیتے ہیں

اور اس میں نہ وہ کوتاہی کرتے ہیں اور نہ ان سے بھول چوک ہوتی ہے۔ ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ یہ جو بعض لوگوں نے کہانیاں بنائی ہوئی ہیں کہ فرشتے نے اس نام کے دوسرے آدمی کی جان نکال لی یہ بالکل بے حقیقت اور غلط باتیں ہیں۔ فرشتہ نہ بھولتا ہے اور نہ اس کو غلطی لگتی ہے۔

روزِ قیامت کافروں کی حالت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ تَرٰۤی اور اگر آپ دیکھیں اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ جس وقت کہ مجرم جھکائے ہوئے ہوں گے اپنے سروں کو عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے (اور کہیں گے) رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا وَ سَمِعْنَا اور سن لیا ہم نے فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا پس ہمیں لوٹا دے دنیا کی طرف تاکہ ہم اچھے عمل کریں۔ وہاں منتیں کریں گے کہیں گے اِنَّا مُوْقِنُوْنَ بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔ ہمیں یقین آ گیا ہے۔ اس وقت یقین کا کیا معنیٰ ؟ اس وقت یقین کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اب یقین کرو اور اچھے عمل کرو، برائیوں سے باز آ جاؤ اگلے جہان افسوس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور اپنے ہاتھ کاٹ کھائیں گے وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ "جس دن کاٹیں گے ظالم لوگ اپنے ہاتھوں کو یَقُوْلُ کہیں گے یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا کاش کہ میں پکڑتا رسول کے ساتھ راستہ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا [فرقان :۲۸] اے خرابی کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔"

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا اور اگر ہم چاہیں تو دے دیں ہر نفس کو اس کی ہدایت۔ یعنی سب کو ہدایت پر مجبور کر دیں۔ ان میں سے برائی کا مادہ ختم کر دیں۔ جیسے

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے معصوم بنایا ہے اسی طرح اگر وہ چاہے تو تمام نفوس انسانیہ کو اور تمام نفوس جنات کو ہدایت دے سکتا ہے کہ ان میں سے کفر کا مادہ ہی نکال دے لیکن ایسا کرے گا نہیں ۔ کیونکہ پھر امتحان ختم ہو جاتا ہے ۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں اور کر سکنا اور چیز ہے، کرنا اور چیز ہے ۔ پندرہویں پارے میں گزر چکا ہے وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ [بنی اسرائیل:۸۶] ’’اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو وحی بھیجی ہے ہم نے آپ کی طرف ۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے مگر نہ چھینی ہے اور نہ چھینے گا ۔ تو کرنا اور چیز ہے، کر سکنا اور چیز ہے ۔ رب تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دے سکتا ہے جبراً لیکن اگر ایسا کرے تو اختیار ختم ہو جائے گا ۔ اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [سورۃ الکہف] ’’پس جو چاہے اپنے ارادے سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنے ارادے اور اختیار سے کفر اختیار کرے ۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ دیا ہے، قوت اور طاقت دی ہے، انسان اپنی نیکی اور بدی میں مختار ہے ۔

اختلافی مسائل :

دو تین مسئلے اختلافی ہیں وہ سمجھ لیں ۔

(۱)...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ خلاف واقعہ بول سکتا ہے یا نہیں؟

خلاف واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اس وقت تم سارے بیٹھے ہو اور میں کہوں کہ نہیں تم کھڑے ہو ۔ یہ خلاف واقعہ ہے ۔ تو کیا اس کے بولنے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں؟ اہل حق کہتے ہیں کہ قادر ہے، قدرت رکھتا ہے مگر نہ خلاف واقعہ اس نے بولا ہے نہ بولتا ہے اور نہ بولے گا ۔ معتزلہ، خارجی، رافضی اور بریلوی کہتے ہیں کہ رب کو ایسی قدرت ہی نہیں ہے ۔

②...... دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ مثلاً ابوجہل، ابولہب کو جنت میں بھیجنا چاہے تو بھیج سکتا ہے یا نہیں؟

اہل حق کہتے ہیں کہ بھیج سکتا ہے مگر بھیجے گا نہیں کہ اس نے فرمایا ہے جنت کافروں پر حرام ہے۔ مگر شیعہ رافضی، خارجی، بریلوی اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں بھیج سکتا۔ رب تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں ہے۔

③...... تیسرا مسئلہ امکانِ نظیر کا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ جیسی شخصیت پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟

اہل حق کہتے ہیں کہ قادر ہے، پیدا کر سکتا ہے۔ مگر نہ تو آنحضرت ﷺ کی نظیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور نہ ہی پیدا کرے گا۔

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

اور یہ سارے فرقے کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کو قدرت ہی نہیں ہے اور اس پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بھئی! تم نے رب تعالیٰ کی قدرت کو محدود کر دیا ہے۔ کرنا اور چیز ہے اور کر سکنا اور چیز ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شاہ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نیک ترین آدمی کو دوزخ میں بھیج سکتا ہے؟ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان بھی فاروقی ہے یہ سید نہیں ہیں۔ تو مجدد صاحب جلال میں آگئے اور فرمایا اے پوچھنے والے...... ''اگر ہمہ را بہ دوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست۔'' اگر اللہ تعالیٰ تمام نیکوں کو دوزخ میں بھیج دے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔

مگر بھیجے گا نہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اس مسئلے پر کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر نہ وہ خلاف واقعہ بولے گا نہ مشرکوں، کافروں کو جنت میں بھیجے گا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر پیدا فرمائے گا۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دے سکتے ہیں وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لیکن لازم ہو چکی ہے بات میری طرف سے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ البتہ میں ضرور پُر کروں گا جہنم کو مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ جنات اور انسانوں سے اکٹھے۔ یعنی وہ اپنی مرضی سے نیکی اور بدی کریں گے اپنی مرضی سے ایمان لائیں گے اور اپنی مرضی سے کفر اختیار کریں گے جس کے نتیجے میں دوزخ میں جائیں گے۔ رب تعالیٰ زبردستی کسی پر نہیں کرتا۔

❁❁❁

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿١٥﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾

فَذُوْقُوْا پس چکھوتم بِمَا اس چیز کا مزہ نَسِيْتُمْ جوتم نے بھلا دیا تھا لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اپنے اس دن کی ملاقات کو اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ بے شک ہم نے بھی تم کو بھلا دیا ہے وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ اور چکھوتم ہمیشہ کا عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس کے بدلے میں جوتم عمل کرتے تھے اِنَّمَا پختہ بات ہے يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا ایمان لائے ہیں ہماری آیتوں پر الَّذِيْنَ وہ لوگ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا جب یاد دہانی کرائی جاتی ہے ان آیتوں کے ذریعے خَرُّوْا سُجَّدًا گر پڑتے ہیں

سجدے میں وَ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اور تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر نہیں کرتے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ الگ رہتے ہیں ان کے پہلو عَنِ الْمَضَاجِعِ بستروں سے يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ پکارتے ہیں اپنے رب کو خَوْفًا خوف کرتے ہوئے وَّ طَمَعًا اور طمع کرتے ہوئے وَّمِمَّا اور اس چیز میں سے رَزَقْنٰهُمْ جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ پس نہیں جانتا کوئی نفس مَّآ اس چیز کو اُخْفِيَ لَهُمْ جو ان کے لیے مخفی رکھی گئی ہے مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بدلہ اس چیز کا جو وہ عمل کرتے تھے اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا کیا پس وہ شخص جو مومن ہے كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا اس کی طرح ہوگا جو فاسق ہے لَا يَسْتَوٗنَ یہ برابر نہیں ہیں اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فَلَهُمْ پس ان کے لیے ہے جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ٹھکانا جنتیں نُزُلًا مہمانی ہوگی بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس چیز کے بدلے جو وہ عمل کرتے تھے وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا اور بہرحال وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کی فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ پس ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا جب کبھی وہ ارادہ کریں گے اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ کہ اس سے نکل جائیں اُعِيْدُوْا فِيْهَا تو لوٹا دیئے جائیں گے اس میں وَ قِيْلَ اور کہا جائے گا لَهُمْ ان کو ذُوْقُوْا چکھو عَذَابَ النَّارِ آگ کا عذاب الَّذِيْ وہ عذاب كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم

جھٹلاتے تھے۔

ربط آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تم نے پڑھا لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ البتہ ضرور بھروں گا میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے اکٹھے۔تو جس وقت یہ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو کہا جائے گا فَذُوْقُوْا پس چکھوتم بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اس چیز کا مزہ کہ تم نے بھلا دیا تھا اپنے اس دن کی ملاقات کو۔آج اس کا بدلہ چکھو۔

ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب :

بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انسانوں کو دوزخ میں سزا کا ہونا تو سمجھ آتا ہے کیونکہ انسان خاکی ہیں اور دوزخ نار۔لیکن جنات تو ناری ہیں تو آگ کو آگ میں کیا سزا ہوگی۔قرآن کریم میں نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔سورۃ حجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ”اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔“ سورۃ ص آیت نمبر ۷۶ میں ہے خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ”آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔“میں اس کو سجدہ کیوں کروں؟

تو ملحد کہتے ہیں کہ آگ کو آگ میں کیا سزا ہوگی؟ آسان جوابوں میں سے ایک جواب یہ ہے کہ محققین فرماتے ہیں جنات کو دنیا کی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی۔تو اس تیز آگ کے مقابلے میں اس دنیا کی آگ کی کیا حیثیت ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہو۔بخاری شریف میں روایت ہے کہ جہنم کے ایک

طبقے نے دوسرے طبقے کا شکوہ کیا اے پروردگار! اس کی حرارت اور تپش مجھے کھا گئی۔ اتنا تفاوت اور فرق ہے ایک طبقے کا دوسرے طبقے سے کہ ایک طبقہ دوسرے طبقے کا شاکی ہے۔ لہٰذا جو دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں ان کو جہنم کی آگ میں سزا ہونے پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہنم میں ایک طبقہ زمہریر ہے یہ بالکل ٹھنڈا ہے۔ اس میں تو سزا ہو سکتی ہے۔ اگر کسی کو جنات کی سزا آگ میں سمجھ نہیں آتی تو زمہریر کے طبقے میں تو سمجھ آ جانی چاہیے۔

تو دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد کہا جائے گا چکھو مزہ اس لیے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، میدان محشر کو بھلا دیا تھا، جنت و دوزخ کو بھلا دیا تھا، رب تعالیٰ کی عدالت میں کھڑے ہونے کو بھلا دیا تھا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ بے شک ہم نے بھی تم کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نہیں بھولتا وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا [مریم: ۶۴] ''اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔'' لیکن یہ ان کے جواب میں فرمایا۔ مراد یہ ہے کہ تم نے آج کے دن کی پروا نہیں کی آج مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں ہے وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ اور چکھو تم ہمیشہ کا عذاب۔ کافر مشرک کو دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کی سزا ہوگی۔ وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے جس کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس کے بدلے میں جو تم عمل کرتے تھے اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ پختہ بات ہے ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر وہ لوگ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا جب ان کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے ان آیتوں کے ذریعے۔ یعنی قرآن کریم کی آیات کے ذریعے ان کو توحید و رسالت اور قیامت کے مسائل یاد کرائے جاتے ہیں تو وہ فوراً خَرُّوْا سُجَّدًا وہ گر پڑتے ہیں سجدے میں وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اور وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ

بِحَمْدِہٖ یہ فرشتوں کی تسبیح ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے اَفْضَلُ الْکَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ یہ وظیفہ بڑے بلند درجے کا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ساری صفات آجاتی ہیں۔

صفاتِ باری تعالیٰ :

اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں، سلبی اور وجودی۔ سلبی ان صفات کو کہا جاتا ہے جن کی اللہ تعالیٰ سے نفی کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی والدہ نہیں ہے، رب پیدا نہیں ہوا، اس کی اولاد نہیں ہے، وہ کھاتا نہیں ہے، وہ پیتا نہیں ہے، وہ سوتا نہیں ہے۔ تو 'نہیں نہیں' کے ساتھ جو صفات آتی ہیں وہ سلبی کہلاتی ہیں۔ ایک دفعہ کہا سبحان اللہ تو تمام سلبی صفات آگئیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ہر کمزوری سے۔ دوسری صفات وجودی اور ایجابی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، خالق ہے، مالک ہے، رزاق ہے، بادشاہ بنانے والا ہے، گدا بنانے والا ہے۔ تو جو صفات 'ہے ہے' کے ساتھ آتی ہیں وہ ایجابی کہلاتی ہیں۔ تو جب کہا وَبِحَمْدِہٖ تو یہ ساری صفات آگئیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کا ذکر کثرت سے کرو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ۔

مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ فرما دیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ لیکن جلدی کھولتے ہیں یا دیر سے یہ رب تعالیٰ کی حکمت ہے مگر کھولتے ضرور ہیں۔ جب کہ ہم لوگ بڑے جلد باز قسم کے ہیں دو دن دعا کی، چار دن دعا کی مراد پوری نہ ہوئی تو ہم دعا ہی کرنی چھوڑ دیتے ہیں۔ دعا کرتے رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں اس کو معلوم ہے کب منظور کرنی ہے۔ عوام میں مشہور ہے کہتے

ہیں کہ نوح علیہ السلام کی دعا تین سو سال بعد قبول ہوئی تھی۔ رب بہتر جانتا ہے یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ تو اگر نوح علیہ السلام کی دعا تین سو سال بعد قبول ہوئی ہے تو پھر ہماری تو دو ہزار سال بعد قبول ہونی چاہیے تو دعا سے اکتانا نہیں چاہیے۔

تو فرمایا وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کی وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ اور وہ تکبر نہیں کرتے تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ الگ رہتے ہیں پہلوان کے عَنِ الْمَضَاجِعِ ، مضجع کی جمع ہے بستر۔ الگ رہتے ہیں بستروں سے۔ رات کو نرم اور گرم بستر سے الگ ہوکر يَدْعُونَ رَبَّهُمْ پکارتے ہیں وہ اپنے رب کو خَوْفًا خوف کرتے ہوئے رب کے عذاب سے وَّطَمَعًا اور طمع کرتے ہوئے رب کی رحمتوں کا۔ رات کو سحری کے وقت عبادت کا جو اثر ہے اور جو لطف ہے اس کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

ان کی اور کیا صفت ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ اور اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ مال دیا ہے، قوت بدنی دی ہے، علم دیا ہے، ہنر دیا ہے۔ مال دیا ہے مال خرچ کرتے ہیں، قوت بدنی دی ہے وہ استعمال کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ لوگوں کی خدمت کرتے ہیں، علم دیا ہے وہ علم کے ساتھ لوگوں کی صحیح راہنمائی کرتے ہیں، عقل دی ہے اس کے ساتھ لوگوں کی صحیح راہنمائی کرتے ہیں۔ صرف مال ہی نہ سمجھو جو بھی کسی کو اللہ تعالیٰ نے نعمت دی ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرو کثرت کے ساتھ کہ صدقے کی برکت سے بلائیں ٹلتی ہیں اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ اور صدقہ بری موت سے بھی بچاتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری نے عرض کیا حضرت! اگر کسی کے پاس مال نہ ہو تو وہ کیا صدقہ کرے؟ فرمایا تَصْنَعُ لِاَخْرِقَ "ناتجربہ کار آدمی کو تم کوئی تجربے کی بات سکھا دو۔" یہ تمہارا صدقہ

ہے۔ کہنے لگے حضرت! اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ فرمایا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرو۔ نیکی کا حکم دو برائی سے منع کرو۔ کہنے لگے حضرت! اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ فرمایا پھر خاموش رہو کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ تو نیکی کی مدّات بہت ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ :

یہ آیت سجدہ ہے جس جس نے سنی ہے مردوں میں سے اور عورتوں میں سے اس پر سجدہ لازم ہو گیا ہے اور اس سجدے کی وہی شرائط ہیں جو نماز کے سجدے کی ہیں۔ باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، نماز کا وقت ہونا، سورج کے طلوع ہونے کے وقت، غروب ہونے کے وقت، زوال کے وقت سجدہ کرو گے تو ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ تین اوقات ہر قسم کے سجدے کے لیے مکروہ ہیں۔ صبح صادق کے بعد، سورج طلوع ہونے تک کوئی نفلی نماز جائز نہیں ہے۔ ہاں! قضا نمازیں پڑھ سکتا ہے، سجدہ تلاوت ادا کرسکتا ہے، نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرسکتا ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نفلی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نہ تحیۃ الوضو، نہ تحیۃ المسجد، نہ کوئی شکرانے کی نماز، ہاں! سجدہ تلاوت کرسکتا ہے کہ یہ واجب ہے۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے پڑھ سکتا ہے، قضا نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرسکتا ہے، ذکر اذکار کر سکتا ہے، ان کے لیے قطعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اور کئی دفعہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کو بے وضو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے زبانی پڑھ سکتے ہو۔ ذکر اذکار کے لیے وضو کی کوئی شرط نہیں ہے، نہ کسی حالت کی شرط ہے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، لیٹ کر، چلتے پھرتے، باوضو، بے وضو، ہر حالت میں ذکر کر سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ پس نہیں جانتا کوئی

نفس اس چیز کو جوان کے لیے مخفی رکھی گئی ہے جنت میں مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ یعنی وہ نعمتیں جن کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی ان نعمتوں کا آج تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بدلہ ہوگا ان چیزوں کا جو وہ عمل کرتے تھے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ [توبہ:۱۲۰] ''بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکی کرنے والوں کے اجر کو۔'' ایک رتی برابر بھی اگر کسی نے نیکی کی ہوگی تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر کسی نے ایک رتی برابر بھی بدی کی ہوگی تو اس کی سزا پائے گا۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ معاف کر دے تو اس کے خزانوں میں کسی شے کی کمی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا کیا پس وہ شخص جو مومن ہے انصاف سے بتلاؤ كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا اس شخص کی طرح ہوگا جو فاسق ہے۔ مومن و کافر، نیک و بد برابر ہو سکتے ہیں؟ لَا يَسْتَوٗنَ یہ برابر نہیں ہیں۔ توحید اور شرک برابر نہیں ہیں، بدعت اور سنت برابر نہیں ہیں، حق و باطل برابر نہیں ہیں، سچ اور جھوٹ برابر نہیں ہیں تو ان کا بدلہ کیسے برابر ہو سکتا ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی حکومت نہیں ہے جو وفادار اور غدار کو ایک نگاہ سے دیکھے۔ یہ نقطۂ نظر الگ ہے کہ حکومت غدار کس کو کہتی ہے اور وفادار کس کو کہتی ہے؟ لیکن جس کو وفادار کہے گی اس کا نتیجہ اور ہوگا اور جس کو غدار کہے گی اس کا نتیجہ الگ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى، ماویٰ کا معنیٰ ہے ٹھکانا۔ پس ان کے لیے ٹھکانا جنتیں ہیں۔

بخاری شریف میں حدیث ہے فرمایا ایک چابک کی جگہ جنت کی اتنی قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے اس کی قیمت نہیں بن سکتے نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ مہمانی ہوگی ان کے

اعمال کے بدلے کی جو وہ کرتے رہے ہیں۔ ان کے اعمال کے بدلے میں ان کی اللہ تعالیٰ عمدہ قسم کی مہمانی کرے گا جس کا آج کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔

جہنمیوں کی سزا :

یہ تو مومنوں کے لیے ہوگا وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰھُمُ النَّارُ اور بہر حال وہ لوگ جو فاسق ہیں نافرمان ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، آگ کے شعلے ہوں گے کُلَّمَآ اَرَادُوْآ جب کبھی وہ ارادہ کریں گے اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَآ کہ وہ اس سے نکلیں اُعِیْدُوْا فِیْھَا لوٹا دیئے جائیں گے اس میں۔ آگ کے شعلوں کے ساتھ جلتے ہوئے اوپر کو آئیں گے کنارہ دیکھ کر تھوڑا سا خوش ہوں گے کہ نکل چلے ہیں مگر کنارے پر فرشتے کھڑے ہوں گے ہتھوڑے لے کر وہ ان کے سر پر ماریں گے وہ پھر نیچے چلے جائیں گے۔ سورۃ حج آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَلَھُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ''ان کے لیے ہتھوڑے ہوں گے لوہے کے کُلَّمَآ اَرَادُوْآ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْھَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْھَا وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ [آیت: ۲۲] ''جب وہ ارادہ کریں گے کہ وہ نکلیں اس (دوزخ) کے غم سے تو لوٹا دیئے جائیں گے اس کے اندر اور چکھو جلانے والے عذاب کا مزہ۔'' تو دوزخ سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں! البتہ طبقوں میں سے اوپر والا طبقہ نکل آئے گا جو اہل ایمان اور اہل توحید ہوں گے اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر نکل آئیں گے۔ یہ طبقہ خالی ہو جائے گا۔ باقی کسی طبقے میں عیسائی ہوں گے، کسی میں یہودی ہوں گے، کسی میں مشرک ہوں گے، کسی میں منافق ہوں گے، کسی میں مجوسی ہوں گے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے وَقِیْلَ اور کہا جائے گا لَھُمْ ان کو ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ چکھو تم اس آگ کے عذاب کا مزہ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ

جس کوتم جھٹلاتے تھے۔ دنیا میں تم کہتے تھے ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے، نہ جنت ہے، نہ دوزخ ہے، نہ کوئی ثواب ہے نہ کوئی عقاب ہے۔ آج تم اس کا مزہ چکھو۔

❁❁❁

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ڛ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاۗءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان کو مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى تھوڑا سا عذاب دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ بڑے عذاب سے پہلے لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ لوٹ آئیں وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنْ اس شخص سے ذُكِّرَ جس کو یاد دہانی کرائی جائے بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ اس کے رب کی آیات

کے ساتھ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا پھر وہ ان سے اعراض کرے اِنَّا بے شک ہم مِنَ
الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں سے مُنْتَقِمُوْنَ انتقام لینے والے ہیں وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق
اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب فَلَا تَكُنْ پس آپ
نہ ہوں فِيْ مِرْيَةٍ شک میں مِّنْ لِّقَآئِهٖ اس کی ملاقات سے وَجَعَلْنٰهُ اور بنائی
ہم نے وہ کتاب هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ہدایت بنی اسرائیل کے لیے وَ جَعَلْنَا
مِنْهُمْ اور بنائے ہم نے ان میں سے اَئِمَّةً پیشوا يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا جو راہنمائی
کرتے تھے ہمارے حکم کے مطابق لَمَّا صَبَرُوْا جب انہوں نے صبر کیا وَكَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا اور وہ تھے ہماری آیتوں پر يُوْقِنُوْنَ یقین رکھتے اِنَّ رَبَّكَ بے شک
آپ کا رب هُوَ يَفْصِلُ وہ فیصلہ کرے گا بَيْنَهُمْ ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
قیامت کے دن فِيْمَا ان چیزوں میں كَانُوْا فِيْهِ جن میں وہ يَخْتَلِفُوْنَ
اختلاف کرتے تھے اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کیا اور ان کو سمجھ نہیں آئی اس سے كَمْ
اَهْلَكْنَا کتنی ہلاک کیں ہم نے مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنَ الْقُرُوْنِ
جماعتیں يَمْشُوْنَ یہ چلتے ہیں فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ان کے گھروں میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ کئی نشانیاں ہیں اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ کیا پس وہ نہیں
سنتے اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ بے شک ہم چلاتے
ہیں پانی کو اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ چٹیل زمین کی طرف فَنُخْرِجُ بِهٖ پس ہم نکالتے
ہیں اس پانی کے ذریعے زَرْعًا کھیتی تَاْكُلُ مِنْهُ کھاتے ہیں اس سے اَنْعَامُهُمْ

ان کے جانور وَاَنْفُسُهُمْ اور وہ خود بھی اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ کیا پس وہ دیکھتے نہیں وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ کب ہوگی یہ فتح اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ فرمادیں يَوْمَ الْفَتْحِ فتح والے دن لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ نہیں نفع دے گا ان لوگوں کو كَفَرُوْآ جنہوں نے کفر اختیار کیا اِيْمَانُهُمْ ان کا ایمان وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ اعراض کریں ان سے وَانْتَظِرْ اور انتظار کریں اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

تفسیر آیات :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان کو مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى تھوڑا سا عذاب، ادنیٰ قسم کا عذاب دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ بڑے عذاب سے پہلے۔ کیوں؟ چکھائیں گے لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ یہ لوٹ آئیں۔ کفر وشرک سے، گناہوں سے باز آجائیں۔ اصل عذاب تو شروع ہوگا مرنے کے بعد۔ قبر کا عذاب، برزخ کا عذاب، پھر میدان محشر کا عذاب، پھر پل صراط کا عذاب، پھر دوزخ کا عذاب، پھر عذاب ہی عذاب ہے۔ لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ان کو تھوڑی سی سزا دنیا میں بھی دیتے ہیں تاکہ گناہوں سے باز آجائیں، نافرمانیوں سے باز آجائیں۔ وہ سزا کبھی گرمی کے ساتھ ہوگی، کبھی قحط سالی کے ساتھ، کبھی سیلاب کے ساتھ سزا ہوگی، کبھی چیزوں کی گرانی کی وجہ سے ہوگی اور کبھی زلزلے کے ساتھ سزا ہوگی۔ بارشوں کا زیادہ ہونا بھی خدا کا عذاب ہے۔ کبھی دشمن کا خوف، کبھی بدنی بیماری کے ساتھ۔ دیکھو! آج کل

(جن دنوں حضرت نے یہ درس دیا تھا) ہندوستان میں کچھ لوگ طاعون کا شکار ہوئے جس کی وجہ سے سارا یورپ اور سارا ایشیا کانپ رہا ہے۔ وہاں نہ کوئی جہاز جا رہا ہے اور نہ وہاں سے کوئی جہاز آرہا ہے مگر کوئی سمجھے تب۔ حالانکہ آدمی چند ہی مرے ہیں۔ اس سے زیادہ تو بس اور جہاز کے حادثے میں مر جاتے ہیں مگر ان چیزوں کو سمجھے کون؟ جب انسان انسانیت سے گرتا ہے تو پھر حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [اعراف:۱۷۹] ''یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔'' اگر انسان، انسان ہو تو پھر اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ [سورۃ البینۃ : پارہ ۳۰] ''یہ لوگ ساری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔'' تو یہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں بہتر ہوتا ہے اور جس وقت انسانیت سے گر جائے تو اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ [سورۃ البینۃ : پارہ ۳۰] ''یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔'' گدھے، کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

تمام تفسیروں اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے، کتیا، بلے، بلی، خنزیر، خنزیرنی اور چوہا، چوہیا کو جگہ ملی مگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو جگہ نہ ملی کہ انسانیت سے گر چکا تھا توحید اختیار نہ کی مشرک تھا۔ تو فرمایا بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب دیتا ہوں تاکہ وہ لوٹ آئیں۔ فرمایا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۔ تذکیر کا معنٰی ہوتا ہے بار بار یاد دلانا۔ جس کو بار بار یاد دہانی کرائی جائے اس کے رب کی آیات کے ساتھ۔ قرآن کریم کے ذریعے جو آسمانی کتابوں میں سب سے بلند درجہ کتاب ہے۔ جس طرح کائنات میں سب سے پہلا درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے دوسرا درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے تیسرا درجہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اسی طرح تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں پہلا درجہ قرآن کریم کا ہے دوسرا تورات کا ہے۔ ثُمَّ

اَعْرَضَ عَنْهَا پھر وہ ان سے اعراض کرے اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

فرمایا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ "اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ پس آپ نہ ہوں شک میں اس کی ملاقات سے۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ 'ہ' ضمیر کا مرجع کتاب ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات کے ملنے کے بارے میں شک نہ کریں ان کو کتاب ضرور ملی ہے۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ 'ہ' ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو پھر مطلب یہ ہوگا اے نبی کریم ﷺ! آپ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کے بارے میں شک نہ کریں۔ معراج کی رات چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان کے مشورہ سے نمازوں میں تخفیف ہوئی۔

تین عرشی تحفے :

وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو معراج میں تین تحفے ملے۔

(۱)...... ایک سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک۔ یہ آیتیں جبرائیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر براہ راست رب تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔

(۲)...... دوسرا یہ وعدہ دیا کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جو اس حال میں مرے گا کہ لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا میں اس کی مغفرت کر دوں گا۔ پہلے قدم پر ہو یا آخر پر ہو مغفرت ضرور ہوگی۔

(۳)...... اور تیسرا تحفہ چوبیس گھنٹوں میں پچاس نمازیں۔

یہ لے کر آپ ساتویں آسمان پر تشریف لائے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کیا تحفہ لے کر آئے ہو؟ فرمایا یہ تحفہ ہے۔ انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا کیا تحفہ ملا ہے؟ فرمایا یہ تین تحفے عنایت ہوئے ہیں۔ فرمایا میرے تجربے سے فائدہ اٹھاؤ میری قوم نے دو نمازیں چوبیس گھنٹوں میں پوری نہیں کیں واپس جا کر رب تعالیٰ سے درخواست کر کے کمی کراؤ۔ یہ پچاس نمازیں نہیں پڑھیں گے تو پانچ کم ہو گئیں۔ دوسری دفعہ اور پانچ کم ہو گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر نو چکر لگائے پینتالیس معاف ہو گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ایک چکر اور لگا لو۔ فرمایا نہیں اب مجھے رب سے شرم آتی ہے۔ شرم اس بات پر آتی ہے کہ کافی دفعہ جا چکا ہوں۔ تو یہ جو ملاقات ہوئی تھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں آپ شک نہ کریں وہ موسیٰ علیہ السلام ہی سے ملاقات تھی۔ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور بنائی ہم نے وہ کتاب ہدایت بنی اسرائیل کے لیے۔ وَجَعَلْنٰهُ کی ہ ضمیر کتاب کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے یعنی یہ کتاب بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ پھر معنیٰ ہوگا بنایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے راہنما وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً اور ہم نے بنائے بنی اسرائیل میں سے امام۔ امام کا معنیٰ پیشوا، راہنمائی کرنے والا۔ يَّهْدُوْنَ راہنمائی کرتے تھے لوگوں کی بِاَمْرِنَا ہمارے حکم کے مطابق۔ حق کی راہنمائی کرتے تھے۔ امام ان کو کب بنایا لَمَّا صَبَرُوْا جس وقت انہوں نے صبر کیا تکالیف پر، عہدہ مفت میں نہیں ملتا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں پر یقین رکھا ہم نے ان کو امام بنایا اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے

اعراض کیا تو اس کے متعلق سن چکے ہو وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جس کو اس کے رب کی آیات کے ساتھ یاددہانی کرائی جائے پھر وہ ان سے اعراض کرے۔'' یادرکھنا! اصل کام رب تعالیٰ کی طرف دعوت ہے، حق کی راہنمائی کرنا ہے، لوگوں کی اصلاح کرے جتنی توفیق ہو۔ اور نہ سہی کم از کم گھر کے افراد ہی کی فکر کرے۔ آج ہم نے یہ سمجھا ہے کہ بس دنیا کمانا ہے۔ بے شک دنیا کمانے سے شریعت نہیں روکتی تجارت کرو، کھیتی باڑی کرو، جائز قسم کی ملازمت اختیار کرو مگر خدا کو نہ بھولو، دین کو نہ بھولو، موت، قبر اور آخرت کو نہ بھولو۔ ان چیزوں کو سبق کے طور پر سامنے رکھو ہم مسلمان ہیں نماز ہمارے ذمہ ہے، ہم نے مرنا ہے قبر میں جانا ہے فرشتوں کے ذریعے رب تعالیٰ نے امتحان لینا ہے مَنْ رَّبُّكَ تمہارا رب کون ہے، تم کس نبی کے امتی ہو، تم کس دین پر تھے؟

فرمایا اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ بے شک آپ کا رب ہی فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن فِيْمَا ان چیزوں میں كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جن میں اختلاف کرتے تھے۔ عقائد میں اختلاف، اعمال میں اختلاف، ذاتیات میں اختلاف، دین کا اختلاف، سیاست کا اختلاف، لیکن دین کا اختلاف۔ دنیا میں تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ سچا جھوٹا ہو جاتا ہے چاہے قاضی، جج کتنی دیانت داری سے کام لیں دھوکا ہو جاتا ہے لیکن وہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ وہاں کوئی گڑبڑ نہیں کر سکے گا صحیح سچا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کیا ان لوگوں کو سمجھ نہیں آئی اس سے كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے مِّنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں۔ قرن کے معنی صدی کے بھی آتے ہیں اور جماعت کے بھی آتے

ہیں۔ ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کیں نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، موسیٰ علیہ السلام کی قوم یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِهِمْ یہ چلتے ہیں ان کے گھروں میں، ان کی جگہوں میں۔ جہاں وہ رہتے تھے وہاں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ تو جو رب اُن کو ہلاک کر سکتا ہے وہ تمہیں بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ وہی جرم تمہارے اندر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حالات سنا کر تمہیں سبق دیا ہے اس کو مت بھولو اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں کئی نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ کیا پس یہ سنتے نہیں ہیں۔ ایسا سننا کہ جس کے بعد قبول کریں۔ محض سننا کیا سننا ہوا؟ وہ سننا معتبر ہے جس کے بعد عمل ہو۔

رب تعالیٰ اپنی قدرت کی دلیل کے طور پر فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ بے شک ہم چلاتے ہیں پانی اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ ایسی زمین کی طرف جو چٹیل ہے جس میں نہ کھیت، نہ درخت، نہ گھاس کچھ بھی نہیں فَنُخْرِجُ بِهٖ پس ہم نکالتے ہیں اس پانی کے ذریعے زَرْعًا کھیتی تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ کھاتے ہیں اس سے ان کے جانور وَاَنْفُسُهُمْ اور وہ خود بھی کھاتے ہیں اناج، پھل، سبزیاں۔ رب تعالیٰ کی اس قدرت پر تم غور نہیں کرتے۔ مصر کا علاقہ تھا وہاں رودِ نیل تھے ان کے ذریعے زمینیں سیراب ہوتی تھیں۔ آج بھی نہروں کے فوائد سے کون انکار کر سکتا ہے ہمیشہ تو بارش نہیں ہوتی۔ اگر انسان خدا کی قدرت دیکھنا چاہے تو دنیا میں بہت کچھ ہے اور اگر آنکھیں بند کر لے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے۔

؎ آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اگر آدمی آنکھیں کھول کر دیکھے تو بہت کچھ نظر آتا ہے۔ فرمایا اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ کیا پس وہ دیکھتے نہیں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کو وَ یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کب ہوگی یہ فتح اگر تم سچے ہو۔ یعنی جب آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اور حقیقت کھول کر رکھ دے گا تو وہ کہتے تھے کہ وہ فیصلہ والا دن، حقیقت کھولنے والا، دن کب ہوگا؟ مذاق کرتے تھے قیامت کب قائم ہوگی، فیصلہ کب ہوگا؟

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

اور پچھلی سورت میں گزر چکا ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم۔'' نہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا وقت کسی کو بتلایا ہے اور نہ مرنے کا وقت کسی کو بتلایا ہے۔ یہ بنیادی عقائد ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مرنے کا وقت بتلا دیتا تو امتحان ختم ہو جاتا کیونکہ جب کسی کے علم میں ہوتا ہے کہ میں نے دس سال کے بعد مر جانا ہے تو وہ ابھی سے تیاری شروع کر دیتا اور سوکھنا (پتلا اور کمزور ہونا) شروع ہو جاتا۔ امتحان اسی میں ہے کہ موت کا وقت کسی کو نہ بتلایا جائے۔ فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں يَوْمَ الْفَتْحِ فیصلے والے دن یعنی جس دن فیصلہ ہوگا لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا نہیں نفع دے گا ان کو جو کافر ہیں اِيْمَانُهُمْ ان کا ایمان۔ بڑی منتیں کریں گے لیکن شنوائی نہیں ہوگی۔ پرسوں کے سبق میں تم سن (اور پڑھ) چکے ہو کہیں گے پروردگار! ہمیں دنیا کی طرف لوٹا دے تاکہ ہم اچھے کام کریں لیکن یاد رکھنا! اس جہان سے واپس آنا مشکل ہے اب کر لو جو کچھ کرنا ہے۔

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جواز جو

''اے بندے اپنے اعمال کے نتیجے سے غافل نہ ہو۔ اگر تم یہاں گندم کاشت کرو گے تو وہاں گندم کاٹو گے اور اگر جو کاشت کرو گے تو وہاں جو کاٹو گے۔'' اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کاشت تو کچھ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور امیدیں سب کچھ کاٹنے کی لگائے بیٹھے ہیں۔

فرمایا کافروں کو فیصلے والے دن ایمان فائدہ نہیں دے گا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ فوراً عذاب میں داخل کر دیئے جائیں گے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ اعراض کریں ان سے یعنی ان کی باتوں کو، ان کے مذاق اڑانے کو خاطر میں نہ لائیں، پروانہ کریں وَانْتَظِرْ اور انتظار کریں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْنَ بے شک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں کہ فیصلہ کیا ہوتا ہے، حقیقت کیا ہے، حق کیا ہے، باطل کیا ہے؟

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الاحزاب

(مکمل)

جلد............١٦

آیاتہا ۷۳ | ۳۳ سُوْرَۃُ الْاَحْزَاب مَدَنِیَّۃٌ ۹۰ | رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَکُمُ الّٰٓیِٔ تُظٰھِرُوْنَ مِنْھُنَّ اُمَّھٰتِکُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ ؕ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاھِکُمْ ؕ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ ؕ وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِہٖ وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵﴾

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی ﷺ! اتَّقِ اللّٰہَ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَلَا تُطِعِ اور اطاعت نہ کرو الْکٰفِرِیْنَ کافروں کی وَالْمُنٰفِقِیْنَ اور منافقوں کی اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وَّاتَّبِعْ اور پیروی کریں آپ مَا یُوْحٰی اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے اِلَیْکَ آپ کی طرف مِنْ رَّبِّکَ آپ کے رب کی طرف سے اِنَّ اللّٰہَ بے شک

اللہ تعالیٰ کَانَ ہے بِمَا اس کارروائی سے تَعْمَلُوْنَ جوتم کرتے ہو خَبِیْرًا خبررکھنے والا وَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اور آپ بھروسا رکھیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَ کَفٰی بِاللّٰہِ اور کافی ہے اللہ تعالیٰ وَکِیْلًا کارساز مَاجَعَلَ اللّٰہُ نہیں بنائے اللہ تعالیٰ نے لِرَجُلٍ کسی مرد کے لیے مِّنْ قَلْبَیْنِ دودل فِیْ جَوْفِہٖ اس کے سینے میں وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَکُمُ اور نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویاں اڵِّیْ تُظٰھِرُوْنَ مِنْھُنَّ جن سے تم ظہار کرتے ہو اُمَّھٰتِکُمْ تمہاری مائیں وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ اور نہیں بنائے تمہارے منہ بولے، بیٹے حقیقی بیٹے ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ یہ تمہاری باتیں ہیں بِاَفْوَاھِکُمْ اپنے مونہوں سے وَاللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ یَقُوْلُ الْحَقَّ حق بات کہتا ہے وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ اور وہ راہنمائی کرتا ہے سیدھے راستے کی اُدْعُوْھُمْ نسبت کرو ان کی لِاٰبَآئِھِمْ ان کے باپوں کی طرف ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ یہ بات زیادہ انصاف والی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا پس اگر تم نہیں جانتے اٰبَآءَھُمْ ان کے باپوں کو فَاِخْوَانُکُمْ پس وہ تمہارے بھائی ہیں فِی الدِّیْنِ دین میں وَمَوَالِیْکُمْ اور تمہارے دوست ہیں وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اور نہیں ہے تمہارے اوپر کوئی گناہ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِہٖ اس چیز میں جو تم نے خطا کی ہے وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ اور لیکن گناہ ہے اس چیز کے بارے میں جو تمہارے دلوں نے پختہ ارادہ کیا ہے وَکَانَ اللّٰہُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِیْمًا مہربان۔

وجہ تسمیہ :

اس سورت کا نام سورۃ الاحزاب ہے۔ احزاب حِزْبٌ کی جمع ہے۔ حِزْبٌ کا معنٰی ہے گروہ، خاندان، قبیلہ اور طائفہ۔ اس سورت کے دوسرے رکوع میں غزوہ احزاب کا واقعہ آرہا ہے جو ہجرت کے چوتھے سال ہوا۔ اس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق اس لیے کہ مدینہ طیبہ کے ایک طرف بہت گہری خندق کھودی گئی تھی تاکہ دشمن یک بارگی حملہ نہ کر سکے۔ اور احزاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں کافروں کے مختلف خاندان اتفاق کر کے اسلام کے خلاف نکلے تھے۔ چونکہ اس میں احزاب کا ذکر ہے اس وجہ سے اس کا نام سورۃ الاحزاب ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا نوے (۹۰) نمبر ہے۔ اس کے نو (۹) رکوع اور تہتر (۷۳) آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ! اتَّقِ اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یہ خطاب تو آپ ﷺ کو ہے مگر سمجھایا امت کو گیا ہے۔ فارسی کا مقولہ ہے......

؎ گفتہ آید در حدیث دیگراں

کہ سنانا کسی کو ہوتا ہے اور سمجھانا کسی کو ہوتا ہے۔ تو پیغمبر کو خطاب کر کے ہمیں، تمہیں اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو سمجھایا ہے کہ ہر وقت خدا کا خوف دل میں رکھو وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ اور اطاعت نہ کرو کافروں کی وَالْمُنٰفِقِیْنَ اور نہ منافقوں کی اطاعت کرو۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے امت کو سمجھایا ہے کافر چاہے کتنا خیر خواہی کا اظہار کرے اس میں اس کا کفر ضرور چھپا ہوا ہوگا۔ منافق چاہے جتنے مخلص نظر آئیں اس میں ان کا نفاق شامل ہوگا۔ کافر قوم نے کبھی اپنے کفر کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔

ایک واقعہ :

۱۹۴۰ء کے قریب کا واقعہ ہے ہم دار العلوم دیوبند میں پڑھتے تھے ۳۳۲ کی کلاس تھی۔ بخاری شریف کا سبق ہو رہا تھا ایک ساتھی نے اخبار کا تراشا حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا کہ ظاہر شاہ نے روس کی پیش کش کو مان لیا ہے کہ افغانستان کے طلبہ روس میں آکر پڑھیں تو ان کا خرچہ ہم برداشت کریں گے اور روس سے اساتذہ پڑھانے کے لیے تمہارے کالجوں میں بھیجیں گے اور ان کی تنخواہ ہمارے ذمہ ہوگی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اخبار کا تراشا پڑھ کر رونے لگ گئے اور فرمایا ظاہر شاہ بڑی نادانی کی بات ہے ظاہر شاہ بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ یہ قومیں پہلے اپنے نظریات پہنچاتی ہیں امداد تو بعد کی بات ہے۔ حضرت نے جو کچھ فرمایا تھا اسی طرح ہوا وہاں سے جو پڑھ کر آئے تھے آج کل وہی اسلام کے مقابلے میں آئے ہوئے ہیں۔ وہاں سے جب پہلی کھیپ پڑھ کر آئی تو ایک کے باپ نے کہا بیٹے! میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ میری شادی میری بہن کے ساتھ کر دو۔ باپ نے کہا کیا.... کیا کہہ رہے ہو؟ بیٹے نے کہا کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میری شادی میری بہن کے ساتھ کر دو۔ سب عورتیں ایک ہی مقصد کے لیے ہیں۔ والد غیرت مند تھا اس نے بیٹے کو اسی وقت گولی مار کر ختم کر دیا۔ یہ قومیں کبھی مسلمانوں کو فائدہ نہیں پہنچاتیں۔ اس میں ان کے مقاصد ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ویسے ہی نہیں فرمایا کہ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو۔

اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ان کے مکمل اطاعت گزار ہیں۔ ہمارے اقتصادی معاملات سارے وہاں سے بن کر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری بجلی اور گیس کی قیمتیں بھی وہ مقرر کرتے ہیں۔ جب وہ ان کو کہتے ہیں کہ بجلی اور گیس کی قیمتیں بڑھا دو تو ان کی کیا

مجال ہے کہ نہ بڑھائیں بلکہ یہ بے چارے تو لباس ان کے اشارے پر بدلتے ہیں۔اس ملک کو کون آزاد کہہ سکتا ہے؟ ہم پہلے برطانیہ کے غلام تھے اور اب امریکہ کے غلام ہیں۔یہ درمیان والے ان کے مہرے اور کارندے ہیں ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔یہ روز بہ روز تمہیں اسلام سے دور کریں گے قریب نہیں آنے دیں گے۔تو یہ سبق یاد رکھنا! کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کافروں اور منافقوں کی کبھی بھی اطاعت نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ اور آپ پیروی کریں اس چیز کی جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے۔قرآن پاک اور حدیث شریف کی پیروی کریں اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو خبر رکھنے والا۔لہٰذا اس بات کو نہ بھولنا کہ معاملہ تمہارا رب تعالیٰ کے ساتھ ہے۔باقی رہا یہ سوال کہ جب کافروں کے ساتھ بھی تعلق نہیں رکھنا اور منافقوں کے ساتھ بھی نہیں رکھنا تو ان کے بغیر دنیاوی معاملات کیسے چلیں گے؟ جیسے آج کل سیاست دانوں کی منطق ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور آپ بھروسا کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر۔کافروں اور منافقوں کے اختیار میں کیا ہے۔اور سورۃ طلاق آیت نمبر ۳ میں ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ”اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا سامان وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو شخص بھروسا کرے گا اللہ تعالیٰ پر تو وہ اس کے لیے کفایت کرنے والا ہے۔“

فرمایا وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز۔قرآن کریم کے جتنے

تراجم ہیں ان سب میں حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ پہلے نمبر پر ہے۔لیکن چونکہ اردو بہت پرانی ہے ان کے بعض لفظ لوگ سمجھ نہیں سکتے۔مثلاً اللہ الصمد کا انہوں نے ترجمہ کیا ہے ''اللہ نرادھار ہے۔'' اس کو آج کل کے اردو والے نہیں سمجھ سکتے لہٰذا اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ نے ان کے ترجمے کو سامنے رکھتے ہوئے بہترین ترجمہ کیا ہے اور مشکل الفاظ میں آسانی پیدا کی ہے۔نرادھار کا معنیٰ ہے بے نیاز۔ تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ وَكِيلًا کا ترجمہ کرتے ہیں کارساز، کام بنانے والا۔ سب کے کام بنانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔کافروں اور منافقوں کے پاس کیا تلاش کرتے پھرتے ہو؟

شانِ نزول اور ایک فقہی مسئلہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک کافر تھا معمر بن اسد۔اس کی کنیت تھی ابوجمیل۔اس کا دعویٰ تھا کہ میرے دو دل ہیں۔ظاہری طور پر باتیں بڑی سمجھ داری کی کرتا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ میرے دو دل ہیں اور محمد (ﷺ) کا ایک دل ہے تم اس کی بات سنتے ہو میری کیوں نہیں سنتے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس دعویٰ کی تردید فرمائی ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ نہیں بنائے اللہ تعالیٰ نے کسی مرد کے لیے مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ دو دل اس کے سینے میں۔ ع

سینے میں کسی کے دو دل نہیں ہوتے

دل ایک ہی ہے۔یہ خواہ مخواہ تم پر رعب ڈالتا ہے۔کافروں کی یہ بات صحیح نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے دو دل کسی کے نہیں بنائے۔تو ابوجمیل رعب ڈالنے کے لیے کہتا تھا کہ میرے دو دل ہیں۔

رعب ڈالنے کی مناسبت سے ایک فقہی مسئلہ بھی سمجھ لیں۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی ایسا کرتے تھے اور آج کل بھی اس پر عمل ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑتا ہے تو بسا اوقات کہہ دیتا ہے تم میری ماں ہو، بیٹی ہو، دادی ہو۔ یہ کنائے کے الفاظ ہیں۔ ان کا نتیجہ اس کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر ان الفاظ کے ساتھ طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق ہو جائے گی اور اگر طلاق نہیں ویسے ہی رعب ڈالنے کے لیے کہے گا تو طلاق نہیں ہوگی مگر الفاظ بُرے ہیں۔ اور اگر ان میں تشبیہ کا لفظ آ جائے، تو میری ماں کی طرح ہے، دادی کی طرح ہے تو اس کو شریعت میں ظہار کہتے ہیں۔ اس کا کفارہ اٹھائیسویں پارے میں مذکور ہے۔ غلام آزاد کرے گا یا ساٹھ روزے رکھے گا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا تب بیوی کے پاس جا سکے گا ورنہ نہیں کیونکہ یہ محرمات ابدیہ ہیں جن کے ساتھ کبھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تشبیہ نہیں دی ویسے کہہ دیا کہ تو میری ماں ہے، میری بہن ہے تو اس سے اگر طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق ہو جائے گی۔ اگر طلاق کی نیت نہیں کرے گا تو طلاق نہیں ہوگی مگر الفاظ بُرے ہیں۔ یعنی ایسا کہنا مناسب نہیں ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ رائج تھا کہ جس عورت کو اپنی ماں بہن کے ساتھ تشبیہ دے دیتے تھے اس کے ساتھ ساری زندگی بیوی والا معاملہ نہیں کرتے تھے کہتے تھے ماں ہوگئی ہے، بہن ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے......

وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِ اور نہیں بنائیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری وہ بیویاں تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں۔ ظہر کا معنیٰ ہے پیٹھ۔ یعنی اپنی بیوی کو ماں کی پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اور یوں کہتا ہے اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ ”تو میرے اوپر ایسے ہی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔“ تو اس کو ظہار کہتے ہیں۔ کفارہ دینے

کے بعد بیوی کے پاس جا سکتا ہے۔زمانہ جاہلیت میں اس کو سچ مچ ماں سمجھ لیتے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رب نے تمہاری بیویوں کو مائیں نہیں بنایا مگر یہ بُرے لفظ جو استعمال کیے ہیں ان کا کفارہ ادا کرو۔فرمایا وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ۔ اَدْعِيَآءُ دَعِیٌّ کی جمع ہے۔اور دَعِیٌّ کا معنیٰ ہے کسی کو بیٹا کہہ کر بلایا جائے۔ متبنّٰی لے پالک، منہ بولا بیٹا۔تو فرمایا یہ جو تمہارے منہ بولے بیٹے ہیں وہ رب نے تمہارے بیٹے نہیں بنائے نہ ان کو وراثت ملے گی نہ دوسرے اولاد والے احکام نافذ ہوں گے۔ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔اس سے رب تعالیٰ کے احکام پر کوئی زد نہیں پڑتی وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے وَهُوَ يَهْدِی السَّبِيْلَ اور وہ راہنمائی کرتا ہے سیدھے راستے کی اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ نسبت کرو ان کی ان کے باپوں کی طرف، پکارو ان کو ان کے باپ دادا کی طرف نسبت کر کے هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی انصاف والی ہے۔تاکہ عوام کو مغالطہ نہ لگے۔تم نے اس کو پیار سے بیٹا کہا ہے وہ حقیقی بیٹا نہ سمجھ لیں فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ پس اگر تم نہیں جانتے ان کے باپوں کو فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّيْنِ پس وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں وَمَوَالِيْكُمْ اور تمہارے دوست ہیں۔ان کو اخونا و مولانا کہہ کر پکارو۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے متبنّٰی بنایا تھا۔ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا "تم ہمارے بھائی ہو، دوست ہو۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ اس چیز میں جو تم نے خطا کی ہے۔مثلاً لوگ کہتے تھے زید بن محمد ﷺ۔چونکہ نیا نیا حکم آیا تھا لہٰذا خطاً اگر منہ سے نکل جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔وَلٰكِنْ مَّا

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ اور لیکن گناہ ہے اس چیز کے بارے میں جو تمہارے دلوں نے پختہ ارادہ کیا ہے۔ یعنی اب اگر قصداً غیر باپ کی طرف نسبت کرو گے تو گناہ ہو گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو لوگ اپنی قوم بدلتے ہیں میں ان سے بیزار ہوں وہ کافر ہیں۔ قومیت بدلنا بڑے گناہوں میں سے ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

❁❁❁

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُہٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَہُمْ وَ مِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰہِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْہُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝ لِّیَسْـَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِہِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ ع

اَلنَّبِیُّ نبی کریم علیہ السلام اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ زیادہ قریب ہیں ایمان والوں کے مِنْ اَنْفُسِہِمْ ان کی جانوں سے وَاَزْوَاجُہٗ اور نبی کی بیویاں اُمَّہٰتُہُمْ ان کی مائیں ہیں وَاُولُوا الْاَرْحَامِ اور قریبی رشتہ دار بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ ان میں بعض بعض کے زیادہ قریب ہیں فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں سے وَالْمُہٰجِرِیْنَ اور ہجرت کرنے والوں سے اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا مگر یہ کہ کرو تم اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا اپنے دوستوں کے ساتھ بھلائی کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ہے یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی وَاِذْ اَخَذْنَا اور جس وقت لیا ہم نے مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَہُمْ انبیاء علیہم السلام سے ان کا عہد وَمِنْکَ اور آپ سے وَمِنْ نُّوْحٍ اور نوح علیہ السلام سے وَّاِبْرٰہِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام سے وَمُوْسٰی اور موسیٰ علیہ السلام سے وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اور عیسیٰ

ابن مریم علیہ السلام سے وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور لیا ہم نے ان سے پختہ عہد لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ تاکہ پوچھے اللہ تعالیٰ سچوں سے عَنْ صِدْقِهِمْ ان کی سچائی کے بارے میں وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا اور تیار کیا ہے اس نے کافروں کے لیے عذاب دردناک۔

ماقبل سے ربط :

اس سے قبل یہ بیان ہوا تھا کہ منہ بولے بیٹے کی نسبت ان کے ماں باپ کی طرف کرو اپنی طرف نہ کرو۔ اگر تمہیں ان کے باپ دادا کا علم نہیں ہے تو پھر وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں اور تمہارے دوست ہیں۔ ضمناً یہ بات بھی آگئی کہ آج سے زید بن محمد ﷺ کہہ کر نہ پکارو۔ اور آگے آرہا ہے کہ آپ ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ تو اس سے وہم گزرتا تھا کہ شاید نبی ﷺ کو اب کسی امتی سے تعلق نہیں رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ سے رشتہ بتلا کر وہم کو دور کر دیا کہ نبی ﷺ کا رشتۂ قرابت مسلمانوں کے لیے ان کی ذات سے بھی زیادہ ہے۔

اولیٰ بالمومنین کی تفسیر :

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نورِ اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے اور آفتاب نبوت آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس بنا پر من حیث المومن اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لیے فکر کو حرکت دے تو اپنی ایمانی ہستی سے پہلے پیغمبر اسلام ﷺ کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے قریب ہے اور

اس روحانی تعلق کی بنا پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بہ منزلہ باپ کے ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ نبی کے ساتھ اس روحانی تعلق کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مومنوں کے حق میں بہ منزلہ باپ کے ہیں۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر صحیح قول کی بنا پر اڑھائی سو سال تھی۔ لیکن اتنے صحت مند تھے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ ان کی عمر ساٹھ ستر سال ہوگی۔ یہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت! آج مجھے یہودیوں نے قابو کرلیا تھا کہتے تھے کہ تمہارا نبی تمہیں پیشاب پاخانہ کا طریقہ بھی بتلاتا ہے، تھوکنے اور ناک صاف کرنے کا طریقہ بھی بتلاتا ہے۔ میں نے کہاہاں! ہمارے پیغمبر نے بتلایا ہے کہ پیشاب کرتے وقت نہ منہ قبلے کی طرف کرنا ہے نہ پیٹھ قبلے کی طرف کرنی ہے۔ (قبلہ کا احترام کرو۔) اور ہمیں بتلایا ہے کہ ہڈی کے ساتھ استنجا نہ کرو، پلید چیز کے ساتھ استنجا نہ کرو، دائیں ہاتھ سے ناک صاف نہ کرو، دائیں ہاتھ سے جوتا نہ اٹھاؤ۔ کون سی بُری بات بتلائی ہے؟ ظاہر بات ہے کہ یہ چیزیں نبی نے نہیں بتلانی تو اور کون بتلائے گا؟ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان پر چڑھائی کر دی۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک جواب دیا ہے اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ ''میں تمہارے لیے ایسے ہی ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔'' باپ اولاد کی تربیت کے لیے چھوٹی بڑی بات ان کو بتلاتا ہے کہ بیٹا اس طرح کرو اس طرح کرو، اس طرح نہ کرو بیٹی اس طرح نہ کرو۔ تو میں تمہارے لیے بہ منزلہ باپ کے ہوں۔ جتنی خیر خواہی انسانوں کی دنیاوی معاملات میں ہوسکتی ہے اس سے بہت زیادہ خیر خواہی آپ ﷺ نے لوگوں کی فرمائی ہے اور آخرت کی خیر خواہی کا تو کوئی حساب ہی نہیں لگا سکتا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مائیں ہونا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ خیر خواہ ہیں، زیادہ ہمدرد ہیں مومنوں کے مِنْ اَنْفُسِھِمْ ان کی جانوں سے۔ جتنی ایک مومن کو اپنی جان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی ہے ہے اس سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو اس کے ساتھ ہے وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ مگر یہ روحانی مائیں ہیں جسمانی نہیں۔ حکم الگ الگ ہے۔ جسمانی ماں چاہے حقیقی ہو یا سوتیلی ہو اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اور پیغمبر علیہ السلام کی بیویاں باوجود اس کے کہ مائیں تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا اور حضرت عثمان کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ یہ مائیں ہیں۔ حرمت نکاح میں جس طرح ماں کے ساتھ نکاح جائز نہیں، حلال نہیں ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ بھی کسی امتی کا نکاح جائز نہیں ہے۔

دوسرا فرق :

دوسرا فرق پردے میں بھی ہے کہ اپنی ماں سے کوئی پردہ نہیں ہے مگر نبی کی بیویوں سے امتیوں کو پردہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں کہ نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، السلام علیکم کہا اور اندر آنے کی اجازت چاہی کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں بیویوں سے فرمایا قُوْمَا وَاحْتَجِبَا مِنْہُ ''اٹھ جاؤ اس سے پردہ کرو۔'' بیویوں نے کہا اَوَ لَیْسَ ھُوَ رَجُلٌ اَعْمٰی ''کیا یہ آدمی نابینا نہیں ہے۔''

اس کو کیا نظر آئے گا آپ کے ساتھ بات کرے گا اور چلا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا ''تو تم دونوں بھی اندھی ہو؟'' تو پردے کا حکم دونوں فریقوں کو ہے۔ سورۃ نور آیت نمبر ۳۰ میں ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ''اے پیغمبر علیہ السلام آپ کہہ دیں ایمان والے مردوں کو کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں۔'' اور اگلی آیت میں فرمایا وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ''اور آپ کہہ دیں ایمان والی عورتوں کو وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہوں کو۔'' دونوں مکلّف ہیں۔ وراثت کے مسئلے میں بھی روحانی اور جسمانی ماؤں میں فرق ہے۔ سگی ماں کی وراثت بیٹے کو ملے گی اور بیٹے کی ماں کو ملے گی لیکن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی وراثت امتیوں کو نہیں ملے گی اور نہ امتیوں کی ان کو ملے گی۔ دیکھو! اگر کوئی شخص اپنی سگی ماں کو زکوٰۃ دے تو نہیں لگے گی۔ سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ اسی طرح سگی ماں بیٹے کو زکوٰۃ یا واجب قسم کا صدقہ دے تو جائز نہیں ہے اور سوتیلی ماں اپنے سوتیلے بیٹے کو زکوٰۃ دے یا کوئی واجب قسم کا صدقہ دے تو لگ جائے گا۔ یہ فرق ہے حقیقی اور سوتیلی ماں کا۔ تو فرمایا آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

مسئلہ مواخات :

جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک انصاری اور ایک مہاجر کو آپس میں بھائی بھائی بنایا اس کو مواخات کہتے ہیں، بھائی چارا۔ اس وقت مہاجر فوت ہوتا تو وارث انصاری بنتا اور اگر انصاری فوت ہوتا تو وارث مہاجر بنتا۔ پھر اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

فرمایا وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ اور قریبی رشتہ داران میں بعض بعض کے زیادہ قریب ہیں فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نوشت میں مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ

الْمُهٰجِرِيْنَ ایمان والوں سے اور ہجرت کرنے والوں سے۔اب اگر کوئی انصاری فوت ہو جائے تو اس کے مہاجر بھائی کو وراثت نہیں ملے گی۔ وراثت رشتہ داروں کو ملے گی۔ ہاں! ایک شق قرآن نے چھوڑ دی ہے اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا مگر یہ کہ کرو تم اپنے دوستوں کے ساتھ بھلائی کہ ان کے لیے وصیت کر دو کہ میرے مال میں سے اتنا میرے فلاں دوست کو دے دینا۔وصیت تیسرے حصے میں جائز ہے۔وارث بننے کا حکم تو منسوخ ہو گیا کیونکہ پہلے مہاجر بھی اِکادُکا مسلمان تھے اور انصار بھی۔اب دونوں کی برادریاں مسلمان ہو گئیں تو اب وراثت رشتہ داروں میں چلے گی۔دوست کے لیے وصیت رہ گئی ہے تیسرے حصے میں۔مثلاً ایک آدمی کے پاس تین ہزار روپے ہیں تو وہ ایک ہزار میں وصیت کا شرعاً مجاز ہے باقی دو ہزار وارثوں کو ملیں گے۔آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تم میں سے کون شخص ہے جس کو اپنے رشتہ داروں کے مال کے ساتھ زیادہ پیار ہے اور اپنے مال کے ساتھ کم ہے۔کہنے لگے کوئی بھی نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا سارے تو ایسے ہی ہو۔کیونکہ اپنے مال میں تمہارا تو وہی ہے جو تم نے کھالیا، پہن لیا، صدقہ کر لیا باقی تو وارثوں کا ہے جو تم سنبھال کر رکھتے ہو۔تو فرمایا اب بھائی چارے میں وراثت نہیں ہے وصیت کرنے کا حق ہے كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ہے یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی۔لوح محفوظ میں بھی اور قرآن پاک میں بھی جو اوپر حکم بیان ہوا ہے۔اوپر نبی کریم ﷺ کا ذکر تھا آگے دوسرے پیغمبروں کا ذکر ہے۔

عہد انبیاء :

فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ اور جس وقت لیا ہم نے انبیاء علیہم السلام سے ان کا عہد کہ رب تعالیٰ کی توحید پر قائم رہو گے اور یہی سبق لوگوں کو بھی دو گے۔حق پر

قائم رہنا اور حق کی دعوت دینا یہ تمہارے فریضے میں داخل ہے۔ پانچ پیغمبروں کا نام لیا کیونکہ یہ اولو العزم پیغمبر ہیں بڑی شان والے۔ باقی برحق تو سارے پیغمبر ہیں۔ ویسے قرآن کریم میں پچیس پیغمبروں کے نام آئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ دو لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں۔ روایتیں دونوں ضعیف ہیں قابل اعتبار نہیں ہیں اس لیے قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ پیغمبروں کی کل تعداد کتنی تھی؟ اگر یہ روایت بیان کرنی پڑے تو یوں کہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم وبیش جتنے بھی رب تعالیٰ کے پیغمبر تشریف لائے ہیں ہم سب کو مانتے ہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے حقیقت میں پیغمبر زیادہ ہوں اور ہم ان کی نفی کر دیں یا تھوڑے ہوں اور ہم زیادہ کہہ دیں۔ تو غیر نبی کو نبی بنا دیں گے۔ تو فرمایا اور جس وقت لیا ہم نے انبیاء علیہم السلام سے عہد وَمِنْكَ اور اے نبی کریم ﷺ! آپ سے بھی ہم نے عہد لیا وَمِنْ نُّوحٍ اور نوح علیہ السلام سے بھی وَإِبْرٰهِيمَ اور ابراہیم علیہ السلام سے بھی وَمُوسٰى اور موسیٰ علیہ السلام سے بھی وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے بھی۔ یہ پانچ اولو العزم پیغمبر ہیں بڑی شان والے۔ پھر ان میں سے سب سے بلند درجہ اور مقام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا پھر موسیٰ علیہ السلام کا پھر نوح علیہ السلام کا پھر عیسیٰ علیہ السلام کا۔ تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ہے مگر اطاعت صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کرنی ہے دوسرے پیغمبروں کی اطاعت نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کو مانیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے مگر ان کی شریعت نہیں مانیں گے۔ مثلاً اگر آدم علیہ السلام کی شریعت مانتے ہیں تو بہن کے ساتھ نکاح کرنا پڑے گا لہٰذا اب اطاعت صرف آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

فرمایا وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور لیا ہم نے ان سے پختہ عہد۔ بڑا مضبوط وعدہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے اپنی جانیں مصیبت میں ڈال کر رب تعالیٰ کے اس وعدے کو نبھایا اور توحید کو بیان کیا حق بیان کیا۔ ایسے پیغمبر بھی تھے جن کو ظالموں نے قتل کیا۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ''اور قتل کیا انہوں نے نبیوں کو ناحق۔'' یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے، زکریا علیہ السلام شہید ہوئے، شعیا علیہ السلام کو شہید کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بڑے علاقے میں بہت سی قومیں آباد تھیں۔ وہاں کے خبیثوں نے ایکا کر کے صبح سے لے کر دوپہر تک تینتالیس (۴۳) پیغمبروں کو شہید کیا اور ایک سو ستر (۱۷۰) ان کے صحابی، شاگرد، حواری شہید کیے۔ جو ان کی نصرت کے لیے آئے تھے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ ''اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم دیتے ہیں انصاف کا۔'' یہ پختہ وعدہ لیا اللہ تعالیٰ نے لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ تاکہ سوال کرے اللہ تعالیٰ سچے لوگوں سے ان کی سچائی کے بارے میں وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا اور تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے دردناک عذاب۔

❁❁❁

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ؕ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوْا یاد کرو نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو عَلَيْكُمْ جو تم پر ہوئی اِذْ جَآءَتْكُمْ جب آئے تمہارے مقابلے میں جُنُوْدٌ لشکر فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا پس چھوڑی ہم نے ان پر ہوا وَّجُنُوْدًا اور لشکر لَّمْ تَرَوْهَا جس کو تم نے نہیں دیکھا وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا اس کارروائی کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا اِذْ جَآءُوْكُمْ جس وقت آئے تمہارے پاس مِّنْ فَوْقِكُمْ تمہاری بالائی

طرف سے وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ اور تمہاری نچلی طرف سے وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ اور جس وقت آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ اور پہنچ گئے دل الْحَنَاجِرَ ہنسلی کی ہڈی تک وَتَظُنُّوْنَ اور تم خیال کرتے تھے بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے بارے میں الظُّنُوْنَا مختلف قسم کے خیال هُنَالِكَ اس مقام میں ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ آزمائش میں ڈالے گئے مومن وَزُلْزِلُوْا اور زلزلہ طاری کیا گیا زِلْزَالًا شَدِيْدًا سخت زلزلہ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ اور جس وقت کہا منافق لوگوں نے وَالَّذِيْنَ اور ان لوگوں نے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ نہیں وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ وَرَسُوْلُهٗٓ اور اس کے رسول نے اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اور جس وقت کہا ایک گروہ نے ان میں سے يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ اے یثرب والو لَا مُقَامَ لَكُمْ تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے فَارْجِعُوْا پس لوٹ جاؤ تم اپنے گھروں کو وَيَسْتَاْذِنُ اور اجازت مانگتا ہے فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ ایک گروہ ان میں سے نبی ﷺ سے يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ بے شک ہمارے مکان کھلے ہیں وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اور وہ کھلے بے پردہ نہیں ہیں اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا نہیں ارادہ کرتے مگر وہ مکان سے بھاگنے کا وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ اور اگر داخل کر دی جائے ان پر (فوج) مِّنْ اَقْطَارِهَا اس کے اطراف سے ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ پھر ان سے سوال کیا جائے فتنے کا لَاٰتَوْهَا البتہ ضرور

آئیں اس میں وہ وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اور نہ ٹھہریں اپنے گھروں میں اِلَّا يَسِيْرًا مگر بہت تھوڑا۔

غزوہ خندق :

آج کی آیات میں غزوہ خندق یعنی غزوہ احزاب کا ذکر ہے۔آنحضرت ﷺ کے دور میں سب سے اہم معرکہ بدر کا تھا کہ تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں کا مقابلہ ایک ہزار کافروں کے ساتھ تھا۔ظاہری طور پر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے حالات ایسے پیدا فرمائے کہ ان کمزور ضعیفوں کو ان طاقتوروں پر فتح نصیب ہوئی۔ستر (۷۰) کافر مارے گئے ، ستر (۷۰) گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے ۔ یہ رمضان المبارک ۲ھ کا واقعہ ہے۔اس کے بعد ۳ھ شوال کے مہینے میں غزوہ احد پیش آیا۔ اس میں ظاہری طور پر کافروں کا پلہ بھاری رہا۔ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے اور کافی زخمی ہوئے ۔آنحضرت ﷺ کا چہرہ اقدس بھی زخمی ہوا۔ایک دانت مبارک بھی شہید ہوا لیکن باوجود اس کے کافر میدان چھوڑ کر چلے گئے ۔ چند میل کے فاصلے پر حمراء الاسد کے مقام پر جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کامیابی تو ہماری تھی ہم نے ان کا صفایا کیوں نہیں کیا ، کیوں آ گئے ۔ایک نے کہا میں نے تجھے آتے ہوئے دیکھا میں بھی آ گیا۔دو سرے نے کہا میں نے تجھے آتے ہوئے دیکھا میں بھی آ گیا۔بڑے پریشان اور پشیمان ہوئے ۔ چوتھے پارے میں موجود ہے کہ پھر حملے کا پروگرام بنایا۔آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی آپ ﷺ اپنے زخمی ساتھیوں کو لے کر چل پڑے ان کو جب معلوم ہوا تو بھاگ گئے۔

غزوہ خندق ۴ھ میں پیش آیا۔اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔کافروں نے

عرب کے سارے قبیلے اکٹھے کیے دس ہزار صرف قریش تھے باقی بنو غطفان، بنو اسد، بنو بکر اور دیگر قبائل تھے۔ انہوں نے یہ سارا پروگرام خفیہ طریقہ پر تیار کیا اور قبائل کو آگاہ کیا۔ قریش مکہ مکرمہ سے چلے اور باقی راستے میں ساتھ ملتے گئے۔ سب کو ملا کر ان کی تعداد چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) تھی۔ اس زمانہ میں یہ چوبیس ہزار کا لشکر بڑی بات تھی۔ اب چونکہ مخلوق زیادہ ہوگئی ہے اس لیے ہمیں اس کی کوئی اہمیت معلوم نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا کوئی علم نہیں تھا جب یہ لشکر مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو اطلاع ہوئی۔ سخت سردی تھی مدینہ طیبہ میں سردی خوب ہوتی ہے اور مکہ مکرمہ میں گرمی ہی گرمی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ساتھیوں کو مسجد نبوی میں بلا کر مشورہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ [آل عمران: ۱۵۹] ”اور اہم معاملے میں ان سے مشورہ کریں۔“ ان کی دل جوئی بھی ہو جائے گی اور کوئی صحیح رائے بھی قائم ہو جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دشمنوں کی تعداد کافی ہے ہمیں چرواہوں اور اپنے ساتھیوں کے ذریعے معلوم ہوا ہے بتاؤ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہمیں شہر میں رہ کر دفاع کرنا چاہیے یا باہر جا کر کھلے میدان میں ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ نوجوان طبقے کی رائے یہ تھی کہ ہمیں ان کے ساتھ کھلے میدان میں لڑنا چاہیے۔ سمجھ دار، عمر رسیدہ حضرات خاموش تھے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نوجوانوں کی رائے کی قدر کرتا ہوں لیکن صورت حال یہ ہے کہ سردی کا موسم ہے دشمن کے پاس خیمے ہیں سردی سے بچاؤ کے لیے اور ہمارے پاس اس وقت کوئی انتظام نہیں ہے۔ کھلی جگہ پر رات گزارنا بڑی مشکل بات ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم باہر جاتے ہیں تو یہاں منافق بھی ہیں، یہودی بھی ہیں یہ ہماری عورتوں کے سلسلے میں کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں لہٰذا دوسرے حضرات بھی اپنی رائے کا

اظہار کریں۔ میری رائے یہ ہے کہ ہمیں گھروں میں رہ کر اپنے اپنے انداز میں مقابلہ کرنا چاہیے۔ بات طے ہوگئی۔ مدینہ طیبہ کے تین اطراف میں درخت تھے۔ جگہ نشیب وفراز تھی یعنی اونچی نیچی جگہ تھی پتھر بھی تھے کہ درختوں کے پیچھے چند تیر اندازوں کے ہوتے ہوئے فوج اندر نہیں آسکتی تھی۔ تو تین اطراف خطرے والے نہیں تھے چوتھی جانب سے دشمن یک بارگی حملہ کرسکتا تھا اور اندر آنے کا شدید خطرہ تھا۔ اس خطرے کے پیش نظر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اس کے متعلق سوچو کہ دفاع کیسے ہو؟ سب خاموش رہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! ہمارے علاقے میں جب لڑائیاں ہوتی تھیں تو جس طرف سے دشمن کے داخل ہونے کا شدید خطرہ ہوتا تھا اس طرف ہم خندق کھود لیتے تھے۔ اتنی چوڑی کہ نہ بندہ اس کو پار کر سکے اور نہ گھوڑا چھلانگ لگا سکے۔ اتنی گہری کہ اس میں اتر کر دوسری طرف چڑھ نہ سکے۔ چنانچہ دس دس آدمیوں کے ذمہ ایک ایک ٹکڑا لگایا گیا۔ چنانچہ خود آنحضرت ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خندق کھودی۔ پورا ایک مہینہ کافر رہے۔ اکا دکا تیر اندازی ہوتی رہی مگر کھلی جنگ کی نوبت نہ آئی۔ مسلمان تین ہزار تھے وہ چوبیس ہزار تھے۔ تنگ پڑ گئے حالانکہ تین ہزار کی چوبیس ہزار کے ساتھ کوئی نسبت نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے دیکھو کیسی نصرت فرمائی۔

فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ جس وقت آئے تمہارے مقابلے میں لشکر دشمنوں کے تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح مدد کی فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور ایسا لشکر جس کو تم نے نہیں دیکھا۔ ہوا ٹھنڈی اور اتنی تیز تھی کہ ان کے خیمے اکھڑ گئے، آگ بجھ گئی، ہانڈیاں الٹ گئیں

اور افراتفری پھیل گئی۔ فرشتوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا انہوں نے سمجھا کہ مسلمان آگئے ہیں اب ہماری خیر نہیں ہے۔ ابوسفیان اس وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے اس نے اعلان کیا کہ واپس چلو اب ہمارا کوئی بس نہیں ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ان کاموں کا جو تم کرتے ہو اِذْ جَآءُوْكُمْ جس وقت آئے تمہارے دشمن تمہارے پاس مِّنْ فَوْقِكُمْ تمہاری بالائی طرف سے وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ اور تمہاری نچلی طرف سے، نیچے کی جانب سے۔ مدینہ کی شرقی جانب اونچی جگہ ہے جب کہ مغربی حصہ نیچا ہے۔ دشمن دونوں طرف سے حملہ آور ہوئے تھے وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ اور جس وقت تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور طرف سے پھر کر دشمن پر لگ گئیں کہ اس طرف سے آئیں گے اور کتنے آئیں گے وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ حَنَاجِرَ حنجرة کی جمع ہے، ہنسلی کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اور پہنچ گئے دل ہنسلی کی ہڈی تک خوف کی وجہ سے وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا اور تم خیال کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں مختلف قسم کے خیال کہ ہمیں کامیابی ہوگی یا ان کو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیا ہوگا تقدیر میں کیا ہے، ہم میں سے کتنے شہید ہوں گے کتنے زخمی ہوں گے کیا بنے گا کیا نہیں بنے گا۔ یہ طرح طرح کے خیال تھے هُنَالِكَ اس مقام میں ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ آزمائش میں ڈالے گئے ایمان والے وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا اور زلزلہ طاری کیا گیا ان پر سخت زلزلہ۔ یہ زمین والا زلزلہ نہیں تھا بلکہ یہ حالات کا زلزلہ تھا۔

منافقین کا کردار :

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ اور جس وقت کہا منافق لوگوں نے وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں کفر اور نفاق کی بیماری تھی۔ کیا کہا؟ مَّا

وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ نہیں وعدہ کیا ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا۔ آنحضرت ﷺ نے غزوہ بدر کے فتح ہونے کے بعد سُوق بَنُوْ قَيْنُقَاع۔ بَنُوْ قَيْنُقَاع یہودی تھے ان کا یہ بازار تھا اور بڑا بارونق بازار تھا۔ آج کل اس مقام پر کھجوریں بکتی ہیں اور اس کا نام سُوق التمر ہے۔ اس بازار میں کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس طرح تمہیں اللہ تعالیٰ نے بدر میں فتح عطا فرمائی ہے اسی طرح قیصر و کسریٰ بھی تم فتح کرو گے اور روم و ایران پر تمہاری حکومت ہو گی۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے خندق کے موقع پر ایک منافق جس کا نام طلیحہ بن خالد اسدی تھا اس نے کہا کہ اِس نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا ایران فتح ہو گا روم فتح ہو گا ہم تو پیشاب استنجا کرنے سے بھی رہ گئے۔ یہ وعدے ہمارے ساتھ نرا دھوکا ہیں۔ اس نے کھلے طور پر یہ باتیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے کہ جس وقت کہا منافقوں نے اور انہوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے نہیں وعدہ کیا ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے مگر دھوکے کا۔ فرمایا اس بات کو بھی دھیان میں لاؤ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ اور جس وقت کہا ایک گروہ نے منافقوں میں سے اے یثرب کے رہنے والو! لَا مُقَامَ لَكُمْ تمہارے لیے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے یہاں فَارْجِعُوْا پس لوٹ جاؤ اپنے گھروں کو۔ دشمن بہت زیادہ اور طاقت ور ہے تم مورچوں سے گھروں کو بھاگ جاؤ۔ مدینہ طیبہ کا پہلا نام یثرب تھا۔ یثرب کا معنیٰ ہے ملامت۔ دیکھو! یوسف علیہ السلام کے قصے میں جب ان کے والد گرامی اور بھائی ان کے پاس آئے اور بھائیوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا تو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [یوسف: ۹۲] "آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔" تو یثرب کا معنیٰ ملامت کا ہے۔

اس لیے آنحضرت ﷺ نے اس کا نام مدینہ منورہ رکھا۔ طابہ، طیبہ یہ بھی نام ہیں۔ اب بطور حکایت کے تو یثرب کا نام استعمال کر سکتے ہو اس کے علاوہ یثرب کا لفظ مدینہ منورہ کے لیے استعمال نہ کرو۔

وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ اور اجازت مانگتا ہے ایک گروہ ان میں سے نبی ﷺ سے يَقُولُونَ کہتے ہیں إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ بے شک ہمارے گھر بے پردہ ہیں۔ ان کی دیواریں نہیں ہیں غیر محفوظ ہیں ہمیں اجازت دو ہم گھروں میں رہ کر اپنی عورتوں اور بچیوں کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ان کے گھر بے پردہ نہیں ہیں محفوظ ہیں خطرے والی کوئی بات نہیں ہے إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا یہ نہیں ارادہ کرتے مگر بھاگنے کا۔ وہ کہتے ہیں نا......ع

خوئے بد را بہانہ ہائے بسیار

"دل بُرا ہو نیت خراب ہو تو طرح طرح کے بہانے آتے ہیں۔" غزوۂ تبوک میں رومیوں کے ساتھ لڑائی تھی گرمی کا موسم تھا، فصلیں پکی ہوئی تھیں ایک مہینے کا سفر تھا۔ ترکوں کے زمانے میں جو ریل چلتی تھی اس کا تیسواں (۳۰) اسٹیشن تھا۔ ان منافقوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے آ کر مختلف بہانے بنا کر اجازت لے لی۔ کسی نے کہا میری والدہ بالکل قریب المرگ ہے حرکت تک نہیں کر سکتی اگر مر گئی تو اس کو دفنانے والا کوئی نہیں۔ کسی نے اپنے غلام کو دوڑا دیا اور آ کر کہا کہ حضرت! میرا غلام بھاگ گیا ہے پیچھے بے زبان جانور بھوکے پیاسے رہ جائیں گے گھر میں کوئی مرد نہیں ان کو چارا ڈالنے والا، پانی پلانے والا کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح ان کا یہ بھی بہانہ تھا کہ ہمارے گھر کھلے ہیں، بے پردہ ہیں، غیر محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ غیر محفوظ نہیں ہیں یہ صرف فرار چاہتے ہیں، بھاگنے کا

ارادہ کرتے ہیں۔

وَلَوۡ دُخِلَتۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَقۡطَارِهَا۔ دُخِلَتۡ کی ضمیر مدینہ منورہ کی طرف لوٹتی ہے جس کا ذکر اوپر یثرب میں آیا ہے۔ معنٰی ہوگا اور اگر داخل کردی جائے ان پر اس کے اطراف سے فوج ثُمَّ سُئِلُوا الۡفِتۡنَةَ پھر ان سے سوال کیا جائے مسلمانوں کے خلاف فتنے کا لَاٰتَوۡهَا البتہ ضرور آئیں گے اس میں یعنی مسلمانوں کے خلاف مدد دینے پر آمادہ ہو جائیں گے اس سلسلہ میں کوئی تاخیر روا نہیں رکھیں گے وَمَا تَلَبَّثُوۡا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيۡرًا اور نہ ٹھہریں اپنے گھروں میں مگر بہت تھوڑا۔ پھر ان کے گھر محفوظ ہی محفوظ ہوں گے۔ یہ لڑائی چونکہ ان کی مرضی کے خلاف ہے اس لیے یہ منافق بہانہ بناتے ہیں کہ ہمارے گھر بے پردہ ہیں، غیر محفوظ ہیں۔

❁❁❁

وَلَقَدْ كَانُوْا

عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝۱۵ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۱۷ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۸ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِیْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۱۹

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ انہوں نے معاہدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ کہ وہ پشت نہیں پھیریں گے وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا اور اللہ تعالیٰ کے عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا قُلْ آپ کہہ دیں لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ ہرگز نہیں فائدہ دے گا تمہیں بھاگنا اِنْ فَرَرْتُمْ اگر تم بھاگو مِّنَ الْمَوْتِ موت سے اَوِ الْقَتْلِ یا قتل کیے

جانے سے وَاِذًا اور اس وقت لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا تمہیں نہیں نفع دیا جائے گا مگر تھوڑا قُلْ آپ فرمادیں مَنْ ذَا الَّذِيْ کون ہے وہ يَعْصِمُكُمْ جو بچائے گا تمہیں مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً یا وہ ارادہ کرے تمہارے ساتھ مہربانی کا وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ اور نہ پائیں گے وہ اپنے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا وَلِيًّا کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ تحقیق اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگوں کو جو روکتے ہیں تم میں سے وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ اور کہنے والے ہیں اپنے بھائیوں کو هَلُمَّ اِلَيْنَا ہماری طرف چلے آؤ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اور وہ نہیں جاتے لڑائی میں اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ وہ حریص ہیں تمہارے اوپر فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ پس جب آ جائے خوف رَاَيْتَهُمْ تو آپ دیکھیں ان کو يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ گھومتی ہیں ان کی آنکھیں كَالَّذِيْ اس شخص کی طرح يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ جس پر غشی طاری ہوتی ہے موت کی وجہ سے فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ پس جب چلا جائے خوف سَلَقُوْكُمْ چلاتے ہیں تم پر بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ تیز زبانیں اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ حریص ہیں وہ مال پر اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا یہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ پس ضائع کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو وَكَانَ ذٰلِكَ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور ہے یہ اللہ تعالیٰ پر آسان۔

غزدہ احد کے موقع پر منافق مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر واپس گھروں کو چلے گئے تھے۔جن کی تعداد تقریباً تین سوتھی۔اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا مگر اس لحاظ سے مسلمانوں کا ہی پلہ بھاری رہا کہ دشمن ان کا تعاقب نہ کرسکا بلکہ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں بھگا دیا۔اس موقع پر منافقوں نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے ساتھ غداری نہیں کریں گے مگر غزوہ احزاب کے موقع پر انہوں نے پھر حیلے بہانوں سے یہی کام کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے تھے۔اس کا ذکر ہے۔

منافقین کی غداری :

فرمایا وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ اور البتہ تحقیق انہوں نے معاہدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ کہ پشت نہیں پھیریں گے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں برابر شریک رہیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو علم ہونا چاہیے وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا اللہ تعالیٰ کے عہد کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم نے عہد شکنی کیوں کی تھی؟ یہ منافق موت کے ڈر سے میدان جنگ سے بھاگتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ فرمادیں لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ ہرگز نہیں نفع دے گا تمہیں بھاگنا اِنْ فَرَرْتُمْ اگر تم بھاگو مِّنَ الْمَوْتِ موت سے اَوِ الْقَتْلِ یا قتل کیے جانے سے۔موت سے تو نہیں بچ سکتے چاہے تم مضبوط قلعے میں چھپ جاؤ اس کے دروازے اور کھڑکیاں بند کرلو ملک الموت وہاں بھی پہنچ جائے گا۔کیونکہ فرشتوں کے لیے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔جس طرح ہوا پرندوں کو اڑنے سے نہیں روکتی ایسے ہی فرشتوں کے لیے دیواروں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔تو فرمایا موت سے

بھاگنا، قتل سے بھاگنا تمہیں فائدہ نہیں دے گا موت تمہارے لیے مقدر ہے۔ اگر قتل ہونا لکھا ہوا ہے تو قتل ہو گے بھاگ نہیں سکتے۔

موت سے فرار کسی کو نہیں :

تاریخ میں آتا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آخری دنوں میں چارپائی پر لیٹے ہوئے ہوتے تھے جب کوئی ساتھی سامنے آتا تو اس کو دیکھ کر رونے لگ جاتے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! موت تو برحق ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت ''ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' گھبراتے کیوں ہو؟ فرماتے موت سے نہیں گھبراتا اور نہ اس لیے روتا ہوں۔ میرے جسم پر سر سے لے کر پاؤں تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے جہاں دشمن کی تلوار، تیر اور نیزے کا نشان نہ ہو مگر شہادت نصیب نہیں ہوئی اَمُوْتُ کَمَوْتِ الْحِمَارِ ''چارپائی پر گدھے کی طرح مر رہا ہوں، رب کے راستے میں شہید نہیں ہوا۔'' تو جو میدانوں میں اتنے زخمی ہوئے لیکن موت مقدر نہیں تھی اس لیے نہیں مرے۔

غزوۂ خیبر میں کامیابی کے بعد واپس آرہے تھے مِدْعَم نامی ایک شخص تھا کِرکِرہ بھی اس کو کہتے تھے۔ وہ ایک باغ میں کھڑا تھا ناگہانی ایک تیر آیا جس وہ فوت ہو گیا۔ لڑائی ختم ہو چکی تھی واپس آرہے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا هَنِيْئًا لَهُ الشَّهَادَةُ اس کو شہادت مبارک ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اس نے مالِ غنیمت میں سے جو کمبل چرایا تھا وہ آگ کا شعلہ بن کر اس کو چمٹے گا یہ شہید نہیں ہے۔ جہاد ختم ہو چکا ہے واپس جا رہے ہیں تیر لگا اور فوت ہو گیا کیوں کہ موت اس طرح مقدر تھی۔

تو موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ کتنا عرصہ بھاگو گے وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا اور اس وقت تمہیں نہیں فائدہ دیا جائے گا مگر بہت تھوڑا۔ تھوڑا سا وقت بچ گئے

موت پھر آئے گی موت سے تو چھٹکارا نہیں ہے قُلْ آپ فرمادیں مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وہ ذات کون ہے وہ شخص جو تم کو اللہ تعالیٰ سے بچائے اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، دکھ کا ارادہ کرے، اللہ تعالیٰ تمہیں تکلیف دے تو کون ٹالے گا؟ اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ مہربانی کا۔ اپنی رحمت سے تمہیں نوازے تو رب تعالیٰ کی رحمت کو کون روکے گا۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ :

اسلام کے بنیادی عقیدے میں سے یہ بھی ہے وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ ''اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس کوئی نہیں اس کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ [یونس: ۱۰۷]'' اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے پس اس کو کوئی نہیں رد کر سکتا۔'' اے انسان! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں سکھ چین کا ارادہ فرمائیں، رحمت کا ارادہ فرمائیں تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا اگر دکھ تکلیف کا ارادہ فرمائیں تو اس کو بھی کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی نافع ہے اور نہ کوئی ضار ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی فریادرس ہے، نہ کوئی دست گیر ہے۔ یہ تمام صفتیں صرف رب تعالیٰ کی ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں یہی سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، کوئی معبود نہیں ہے، کوئی عالم الغیب نہیں ہے، کوئی حاضر و ناظر نہیں ہے، کوئی مختار کل نہیں ہے، کوئی سجدے اور نذر و نیاز کے لائق نہیں ہے، کوئی قانون بنانے والا نہیں ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔'' ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ گدھے پر سوار تھے آپ ﷺ کے گدھے کا نام عفیر تھا۔ تاریخ میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ دنیا سے

رخصت ہو گئے اور عفیر کو آپ ﷺ نظر نہ آئے تو وہ دیوانوں کی طرح پھرتا تھا، کبھی مسجد کے دروازے کے آگے آکر کھڑا ہو جاتا، کبھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس آکر کھڑا ہو جاتا۔ جہاں جہاں آپ ﷺ عموماً تشریف لے جاتے وہاں وہاں وہ گیا۔ کئی دن اس نے اس طرح چکر لگائے جب اس کو یہ احساس ہو گیا کہ آپ ﷺ دنیا میں نہیں رہے تو ایک ٹیلے پر چڑھ کر اپنے آپ کو نیچے گرا کر خود کشی کر لی۔

تو آپ ﷺ عفیر پر سوار تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، بچے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت ان کی عمر پورے دس سال تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یَا غُلَام احْفَظِ اللّٰہ یَحْفَظْكَ ''برخوردار! اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ جب سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ''جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے دکھ لکھا ہے ساری مخلوق جمع ہو کر بھی اس دکھ کو دور نہیں کر سکتی اور اگر تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھ لکھا ہوا ہے تو ساری کائنات جمع ہو کر بھی اس کو روک نہیں سکتی جَفَّ الْقَلَمُ قلم خشک ہو گیا ہے جو قلم تقدیر نے لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔'' فرمایا کون بچائے گا تمہیں اللہ تعالیٰ سے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے یا مہربانی کا ارادہ کرے وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے وَلِیًّا کوئی حمایتی وَّلَا نَصِیْرًا اور نہ کوئی مددگار۔ ولی اسے کہتے ہیں جو زبانی طور پر تائید اور حمایت کرے اور نصیر اسے کہتے ہیں جو عملی طور پر مدد کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے کے لیے نہ کوئی زبانی تائید کرے گا اور نہ عملاً کوئی تمہیں بچا سکے گا۔

منافقین کا حال :

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ تحقیق جانتا ہے اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو تم میں سے وَالْقَآئِلِیْنَ اور کہنے والوں کو لِاِخْوَانِھِمْ اپنے بھائیوں کو۔کیا کہنے والے ہیں؟ ھَلُمَّ اِلَیْنَا ہماری طرف آؤ۔منافق خود بھی لڑائی میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اپنے رشتہ داروں کو بھی روکتے تھے جو مخلص مومن تھے۔کسی کا بھائی تھا، کسی کا چچا تھا، کسی کا بیٹا تھا۔طبعی طور پر اپنے عزیزوں کے ساتھ انس تو ہوتا ہے۔تو ان کی ہمدردی کی خاطر کہتے تھے نہ جاؤ۔خود بھی شریک نہیں ہوتے تھے اور ان کو بھی روکتے تھے وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا اور وہ نہیں جاتے لڑائی میں مگر بہت تھوڑے۔کیونکہ قلبی میلان ہی نہیں ہے ان میں اور کام وہ ہوتا ہے جس کو انسان کا دل چاہے اَشِحَّۃً عَلَیْکُمْ۔ اَشِحَّہ شَحِیْحٌ کی جمع ہے اور شَحِیْحٌ کا معنیٰ ہے حریص۔وہ تمہارے خلاف کارروائیاں کرنے میں بڑے حریص ہیں۔ عَلٰی ضرر کے لیے ہے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہر وہ کام کرتے ہیں جس میں تمہارا نقصان ہو فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ پس جب آجائے خوف یعنی کوئی دشمن حملہ کر دے جیسے یہاں خندق کے موقع پر ہوا کہ تقریباً چوبیس ہزار کافر حملے کے لیے آئے رَاَیْتَھُمْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو دیکھتے ہیں یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں تَدُوْرُ اَعْیُنُھُمْ گھومتی ہیں آنکھیں ان کی کَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ اس شخص کی طرح جس پر موت کی غشی طاری ہوتی ہے۔جب دشمن حملہ آور ہوتا ہے تو ان پر خوف طاری ہوتا ہے کہ یہ اب مر چلے ہیں۔پھر وہ آپ ﷺ کی طرف دیکھتے ہیں کہ ہمیں چھٹی دیتے ہیں یا روکتے ہیں اگر آپ ان کو رخصت دے دیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر رخصت نہ دیں اور کہیں کہ جہاد میں شریک ہونا ہے تو پھر یہ حواس باختہ ہو جاتے

ہیں۔ یہ حال ہے منافقوں کا۔اس کے برعکس جو مومن تھے ان کا حال دیکھیے!

مومنین کا حال :

حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کا بدر کے موقع پر جھگڑا ہو گیا کہ باپ نے کہا میں نے جانا ہے اور بیٹے نے کہا کہ میں نے جانا ہے۔گھر میں دو ہی فرد ہیں باپ بیٹا۔نہ اور کوئی گھر کی نگرانی کرنے والا ہے نہ پانی لا کر دینے والا ہے نہ کوئی جانوروں کو پانی پلانے والا ہے۔ باپ کہتا ہے میں نے جانا ہے بیٹا کہتا ہے میں نے جانا ہے۔ساتھیوں نے کہا جھگڑا نہ کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرا لو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں اس پر عمل کرو۔دونوں باپ بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے باپ کا اصرار ہے میں نے جانا ہے بیٹے کا اصرار ہے میں نے جانا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد! یہ تمہارا باپ ہے اس کی بات مان لو۔کہنے لگا حضرت! شہادت کا موقع ہے میں خود جاؤں گا۔قرعہ اندازی ہوئی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نام آیا۔بدر کے چودہ شہداء میں سے آٹھ انصاری تھے اور چھ مہاجر تھے ان میں سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

مومنوں کا حال یہ ہے کہ وہ قرعہ اندازی کر رہے ہیں اور جھگڑا کر رہے ہیں کہ میں نے جانا ہے اور دوسرا کہتا ہے میں نے جانا ہے۔اور منافقوں کا حال یہ ہے کہ خود جاتے نہیں اور دوسروں کو روکتے ہیں۔کتنا ذہن کا تفاوت ہے۔فرمایا فَاِذَا ذَھَبَ الْخَوْفُ پس جس وقت خوف چلا جاتا ہے سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ ۔ اَلْسِنَةٌ لِسَانٌ کی جمع ہے اور حِدَادٍ حَدِيْدٌ کی جمع ہے۔پھر کاٹتے ہیں تمہیں تیز زبانوں کے ساتھ جیسے قینچی کے ساتھ کپڑا وغیرہ کاٹتے ہیں اس طرح تمہارے خلاف تیز زبانیں استعمال کرتے ہیں اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ حریص ہیں مال پر۔مال کے لیے جان دیتے ہیں۔اگر کبھی جہاد میں بھی

شریک ہوتے ہیں تو محض اس لیے کہ ہمیں کچھ مال غنیمت مل جائے گا اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ زبان سے اٰمَنَّا کہنے سے کوئی مومن نہیں بنتا ان کے دل میں ایمان نہیں ہے انہوں نے صرف زبان سے اٰمَنَّا کہا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ''اور لوگوں میں بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ منافق خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں یہ مومن نہیں ہیں فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ پس ضائع کر دیئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال۔ یہ جو ظاہری طور پر نیکیاں کرتے ہیں کبھی چندہ دے دیا، کسی مسلمان کو کھانا کھلا دیا، نماز پڑھ لی، ان کے یہ سب عمل باطل ہیں۔ اس لیے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔ نیکی کے قبول ہونے کی بنیادی طور پر تین شرطیں ہیں، ایمان، اخلاص، اتباع سنت۔ یہ چونکہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال اکارت کر دیئے وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور ہے یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان۔ منافقوں کے اعمال ضائع کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہیں ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۠﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ؕ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ؕ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ﴿۲۴﴾

يَحْسَبُوْنَ یہ گمان کرتے ہیں الْاَحْزَابَ آنے والے گروہوں کے بارے میں لَمْ يَذْهَبُوْا کہ وہ نہیں گئے وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ اور اگر آئیں وہ گروہ يَوَدُّوْا تو یہ پسند کرتے ہیں اس کو لَوْ اَنَّهُمْ بے شک وہ بَادُوْنَ چلے جائیں فِي الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ پوچھتے رہیں تمہاری خبریں وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ اور اگر ہوں وہ تمہارے اندر مَّا قٰتَلُوْٓا نہیں لڑیں گے وہ اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ البتہ تحقیق ہے

تمہارے لیے فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول میں اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اچھا نمونہ لِّمَنْ اس شخص کے لیے كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ جو امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور آخرت کے دن کی وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور جب دیکھا ایمان والوں نے الْاَحْزَابَ ان گروہوں کو قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا مَا یہ وہ ہے وَعَدَنَا اللّٰهُ جس کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ وَرَسُوْلُهٗ اور اس کے رسول نے وَصَدَقَ اللّٰهُ اور سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَرَسُوْلُهٗ اور اس کے رسول ﷺ نے وَمَا زَادَهُمْ اور نہ زیادہ کیا اس بات نے ان کے لیے اِلَّآ اِيْمَانًا مگر ایمان وَّتَسْلِيْمًا اور اطاعت کو مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ مومنوں میں کچھ مرد ایسے ہیں صَدَقُوْا جنہوں نے سچ کر دکھایا ہے مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اس چیز کو جس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا فَمِنْهُمْ پس ان میں سے مَّنْ وہ بھی ہیں قَضٰى نَحْبَهٗ جنہوں نے پوری کی نذر اپنی وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا اور انہوں نے نہیں تبدیلی کی کسی قسم کی تبدیلی لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ الصّٰدِقِيْنَ سچوں کو بِصِدْقِهِمْ ان کی سچائی کا وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اور تاکہ سزا دے منافقوں کو اِنْ شَآءَ اگر چاہے اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ یا ان پر رجوع فرمائے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

ماقبل سے ربط :

اس سورۃ کا نام سورۃ الاحزاب ہے کہ اس میں غزوہ احزاب کا ذکر ہے۔ پہلے سن چکے ہو کہ ۴ ھ شوال کے مہینے میں چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) کا لشکر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا۔ ابوسفیان کی قیادت میں جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ کم وبیش ایک مہینہ انہوں نے محاصرہ کیے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا بھیجی اور فرشتے نازل ہوئے۔ ہوا نے ان کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ گئیں، فرشتوں نے نعرے لگائے، مجبور ہو کر واپسی کا طبل بجا دیا اور چلے گئے۔ مگر منافقوں کا ذہن کیا تھا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ یہ منافق لوگ خیال کرتے ہیں ان گروہوں کے بارے میں کہ لَمْ یَذْهَبُوْا کہ وہ نہیں گئے۔ منافقوں پر اتنا خوف تھا کہ باوجود ان کے چلے جانے کے ان کو یقین نہیں تھا کہ وہ چلے گئے ہیں یہ گھروں میں ہی ڈرتے رہے۔ فرمایا وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ۔ اور اگر آئیں وہ گروہ۔ بالفرض وہ گروہ واپس آ جائیں تو یَوَدُّوْا یہ منافق پسند کریں گے لَوْ اس کو اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ بے شک چلے جائیں یہ دیہاتوں میں۔ یعنی بالفرض اگر وہ پھر آ جائیں تو یہ منافق مدینہ منورہ میں نہیں رہیں گے بلکہ بھاگ کر دیہاتوں میں چلے جائیں گے اور وہاں رہ کر یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ پوچھتے رہیں تمہاری خبریں، کیا ہوا، کیا بنا وَلَوْ کَانُوْا فِیْكُمْ اور اگر ہوں وہ تمہارے اندر مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِیْلًا نہیں لڑیں گے وہ مگر بہت تھوڑے مجبور ہو کر۔ کیونکہ جہاد تو قلبی شوق کا نام ہے کہ شہید ہونے کا شوق ہو تو جہاد ہوتا ہے ان میں تو ایمان ہی نہیں ہے شہادت کا شوق کیسے پیدا ہوگا؟ منافقوں کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بطور نمونہ کے پیش کیا ہے کہ تم اپنے پیغمبر کی اطاعت کرو اور جنہوں نے

نبی ﷺ کی اطاعت کی ان کی تعریف فرمائی ہے۔

اسوۂ حسنہ :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ البتہ تحقیق ہے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں بہترین نمونہ۔ آنحضرت ﷺ نے خود کئی کے ساتھ، کدال کے ساتھ خندق کھودی ہے اور ٹوکری میں مٹی ڈال کر باہر پھینکتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں اگر تم نے صحیح کلمہ پڑھا ہے تو پھر بچتے پھرتے کیوں ہو؟ تمہارے لیے آنحضرت ﷺ بہترین نمونہ ہیں۔ دس دس گز کا ٹکڑا آپ ﷺ نے ساتھیوں میں تقسیم کیا تھا کہ یہ تم نے کھودنا ہے۔ آپ ﷺ خود کھودتے بھی تھے اور نگرانی بھی کرتے تھے۔

ایک مقام پر چٹان آئی پتھر بڑا سخت تھا ساتھیوں نے بڑا زور لگایا مگر نہ ٹوٹا، مشورہ کیا، بعض نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع دیں کہ چٹان بڑی سخت ہے ہم عاجز آ گئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اطلاع نہ دو آپ ﷺ پریشان ہوں گے ابھی زور لگاتے ہیں۔ جب بالکل قاصر ہو گئے تو آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ ہم نے بڑا زور لگایا ہے مگر چٹان نہیں ٹوٹی۔ پہلے تو ہم نے مناسب نہیں سمجھا مگر مجبور ہو کر آئے ہیں کہ ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے گا۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر کدال پکڑ کر مارا تو حدیث پاک میں آتا ہے ایسا لگا جیسے ریت کا ٹیلا تھا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے بھوک کی وجہ سے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو سمجھ گئے گھر جا کر بیوی سے پوچھا کہ تیرے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز ہے؟ بیوی نے بتایا کہ ساڑھے تین سیر جو کے دانے ہیں اور یہ

ٹیڈی بکری کا بچہ ہے۔ بیوی سے کہا کہ جو پیسو اور آٹا بناؤ میں بکری کا بچہ ذبح کر کے لاتا ہوں۔ بیوی نے فوراً آٹا پیس دیا انہوں نے گوشت بنا دیا۔ بیوی بڑی سمجھ دار تھی کہنے لگی دیکھو! تمہاری شرمیلی طبیعت ہے بات گول مول نہ کرنا کہ تشریف لاؤ دعوت ہے وہاں کافی لوگ جمع ہیں بہت سارے چل پڑیں گے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ سے عرض کرنا کہ حضرت! آپ ﷺ تشریف لائیں اور تین یا چار ساتھی اور لے آئیں۔ بات صاف کر کے آنا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا حضرت! آپ تشریف لائیں اور تین یا چار ساتھی ساتھ لے لیں کہ میں نے جَو کی روٹی پکوائی ہے اور ٹیڈی بکری ذبح کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اعلان کیا یَا اَھْلَ خَنْدَقَ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ لَکُمْ سُوْرًا ''اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے سارے چلو۔'' سب کو بھوک لگی ہوئی تھی بخاری شریف کی روایت ہے کہ سارے ہی ساتھ چل پڑے جو کہ ایک ہزار آدمی تھے۔ جب گھر پہنچے تو بیوی بڑی پریشان ہوئی کہ انتظام تو تھوڑا سا ہے اور اس نے ساری مخلوق گھر بلا لی ہے۔ بیوی نے اشارہ کر کے اندر بلایا اور کہا کہ مَا فَعَلْتَ ھٰذَا ''یہ تو نے کیا کیا ہے؟'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تمہارے سبق کے مطابق جا کر عرض کیا تھا کہ حضرت! آپ تشریف لائیں اور چند ساتھی ساتھ لے لیں۔ آپ ﷺ نے میری یہ بات سنی اور سمجھی اور پھر اعلان فرمایا کہ سارے خندق والے آجاؤ جابر نے تمہارے لیے دعوت تیار کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کچھ کلمات پڑھ کر ہنڈیا پر دم کیا بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک ہزار آدمی نے کھانا سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی بچ گیا۔ یہ معجزہ تھا آنحضرت ﷺ کا اور معجزہ حق ہے اور کرامت بھی حق ہے۔

تو فرمایا البتہ تحقیق تمہارے لیے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی میں اچھا نمونہ

ہے۔لیکن کس کے لیے ہے؟ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اور آخرت کے دن کا عقیدہ رکھتا ہے۔اور تیسری علامت یہ ہے وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عقل مندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ [آل عمران:۱۹۱] ''جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے اور پہلو کے بل۔'' کئی دفعہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ ذکر کے لیے وضو شرط نہیں ہے اور جن دنوں میں عورتیں نماز نہیں پڑھتیں ان دنوں میں بھی وہ باقاعدہ ذکر کر سکتی ہیں، درود شریف پڑھ سکتی ہیں صرف قرآن شریف نہیں پڑھ سکتیں۔

آیات کا مصداق :

فرمایا وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ اور جس وقت دیکھا مومنوں نے گروہوں کو جب وہ میدان میں آئے لڑائی کے لیے قَالُوْا مومنوں نے کہا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ کیا تھا ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے بھی سچ فرمایا۔اس وعدے سے کون سا وعدہ مراد ہے؟ اس کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ وعدہ ہے جس کا ذکر دوسرے پارے کی اس آیت کریمہ میں ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ [بقرہ:۲۱۴] ''کیا خیال کرتے ہو تم کہ جنت میں مفت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تمہارے پاس پہلے لوگوں کی مثالیں نہیں آئیں انہیں پہنچی سختی اور

تکلیف اور ان پر زلزلے کی سی کیفیت طاری کر دی گئی یہاں تک کہ کہا اس وقت کے رسول نے اور ان لوگوں نے جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ کب آئے گی اللہ تعالیٰ کی مدد۔" ان پر مالی تکلیفیں بھی آئیں اور بدنی تکلیفیں بھی آئیں، میدان جنگ میں بھی تکالیف آئیں، تم ان تکلیفوں کے بغیر کیسے جنت میں چلے جاؤ گے؟ تو یہ وعدہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچا کر دکھایا کہ تکلیفیں نظر آ رہی ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جنت بڑی قیمتی ہے تو اس کے لیے قیمت بھی بڑی ہو گی۔ جیسے سونا یا ہیرا خریدنے کے لیے تھیلا پیسوں سے بھر کے لے جانا پڑتا ہے۔

جب کہ دوسرے مفسرین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ان آیات کا مصداق یہ نہیں ہے۔ بلکہ ہوا اس طرح کہ غزوۂ احد ختم ہونے کے بعد مشرک جب مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو کہنے لگے کہ ہمارا پلڑا بھاری تھا کہ ہم نے بہت سے لوگ مار دیئے اور بہت سے زخمی کیے اور بغیر فیصلہ کن جنگ کے واپس آ گئے آؤ پھر چلیں آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرکین دوبارہ حملے کی تیاری کر رہے ہیں باوجود اس کے کہ آنحضرت ﷺ بھی زخمی تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت بھی زخمی تھی۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۷۲ میں ہے مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ "بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچا۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں ان کا تعاقب کرنا ہے اور آپ ﷺ نے زخمی شیروں کو تعاقب کا حکم دے دیا۔ مشرکین کو جب اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ زخمی شیر کا حملہ بڑا خطرناک ہوتا ہے انہوں نے ہمیں اب چھوڑنا نہیں ہے اور وہ وہاں سے بھاگ گئے۔

آنحضرت ﷺ وہاں تین دن قیام پذیر ہوئے، سترہ (۱۷)، اٹھارہ (۱۸)، انیس (۱۹) شوال۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا وحی بھیجی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو سنائی کہ

تمہارے پاس گروہوں کی شکل میں بڑا لشکر آئے گا مگر تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا وَالْعَاقِبَةُ لكم "انجام تمہارے حق میں ہوگا۔" اس وعدے کے متعلق فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ گروہوں کی شکل میں بڑا لشکر آئے گا وہ سچ فرمایا تھا۔ وَمَازَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا اور نہ زیادہ کیا ان کے لیے اس بات نے مگر ایمان اور اطاعت کو۔ مومنوں کا ایمان اور بڑھ گیا اور آپ ﷺ کی فرماں برداری کا جذبہ اور زیادہ ہوگیا۔

مومنین کی صفات :

فرمایا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ مومنوں میں کچھ ایسے مرد ہیں صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ جنہوں نے سچا کر دکھایا ہے وہ وعدہ جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے سفر پر ہونے کی وجہ سے۔ جب سفر سے واپس آئے تو بڑا افسوس ہوا کہ پہلا غزوہ تھا، پہلا جہاد تھا میں اس سے محروم ہوگیا۔ اچھا! اگر اللہ تعالیٰ نے آئندہ موقع دیا تو میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا۔ احد کے موقع پر مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا، ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے سے مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک چٹان کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے تھے کہ پاس سے حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ گزرے اور کہنے لگے عمر! کیا بات ہے؟ جواب ملا کہ میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ کہنے لگے کوئی مرہم پٹی وغیرہ کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مرہم پٹی والا معاملہ نہیں ہے بلکہ ستر مسلمانوں کا شہید ہونا، اکثر مسلمانوں کا زخمی ہونا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے کمر ٹوٹ گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہمارے لیے جنت کا دروازہ بند ہوگیا ہے؟

کہنے لگے نہیں بند ہوا۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا میں جا رہا ہوں السلام علیکم اب تمہارے ساتھ ملاقات قیامت والے دن ہوگی۔ جا کر لڑے بخاری شریف میں روایت ہے کہ بدن پر تلوار اور نیزوں کے اسّی (۸۰) سے زیادہ زخم تھے۔ لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ہمشیرہ نے انگلی کے نشان سے بھائی کی لاش پہچانی۔

تو فرمایا بعض مومنوں نے وعدہ سچا کر دکھایا فَمِنْهُم مَّن قَضٰى نَحْبَهٗ بعضے ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے پوری کی اپنی منت وَمِنْهُم مَّن يَّنْتَظِرُ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جو شہید نہیں ہوئے انتظار کر رہے ہیں اپنی باری کا، وعدے کو نبھانے کے لیے وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا اور انہوں نے نہیں تبدیلی کی کسی قسم کی۔ جن کے مقدر میں شہادت تھی وہ شہید ہو گئے اور باقی منتظر ہیں لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا۔ ان کو سچائی کا بدلہ ضرور ملے گا وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اور تاکہ منافقوں کو سزا دے۔ اِنْ شَآءَ اگر چاہے اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ یا ان پر رجوع کرے کہ ان کو توبہ کی توفیق دے دے۔ بعض منافق توبہ کر کے سچے مسلمان ہو گئے تھے جیسے جلاس بن عمرو اور مخشی بن حمیر رضی اللہ عنہ۔ مگر ایسے بہت تھوڑے تھے جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہو اور سچے دل سے ایمان قبول کیا ہو اور اپنی پہلی کارروائیوں پر نادم ہوئے ہوں۔ ایسوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

❁❁❁

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اور لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا بِغَيْظِهِمْ ان کے غصے کے ساتھ لَمْ يَنَالُوْا نہ حاصل کر سکے خَيْرًا کوئی خیر وَكَفَى اللّٰهُ اور کفایت کی اللہ تعالیٰ نے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کی الْقِتَالَ لڑائی سے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ قَوِيًّا قوت والا عَزِيْزًا زبردست وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ اور اتارا ان لوگوں کو ظَاهَرُوْهُمْ جنہوں نے ان کی مدد کی مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے مِنْ صَيَاصِيْهِمْ ان کے قلعوں سے

وَقَذَفَ اورڈالا فِیْ قُلُوْبِهِمُ ان کے دلوں میں الرُّعْبَ رعب فَرِیْقًا
تَقْتُلُوْنَ ایک فریق کو تم قتل کرتے ہو وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا اور قیدی بناتے ہو
ایک گروہ کو وَاَوْرَثَكُمْ اور وارث بنایا تمہیں اَرْضَهُمْ ان کی زمین کا وَ
دِیَارَهُمْ اوران کے گھروں کا وَاَمْوَالَهُمْ اوران کے مالوں کا وَاَرْضًا اور
اس زمین کا بھی لَّمْ تَطَئُوْهَا جس کو تم نے پامال نہیں کیا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قُلْ آپ کہہ دیں لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کو اِنْ كُنْتُنَّ اگر ہو تم
تُرِدْنَ ارادہ کرتی الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی کا وَزِیْنَتَهَا اوراس کی زینت کا
فَتَعَالَیْنَ پس تم آؤ اُمَتِّعْكُنَّ میں تمہیں فائدہ پہنچاؤں گا وَاُسَرِّحْكُنَّ اور
تمہیں چھوڑ دوں گا سَرَاحًا جَمِیْلًا اچھے طریقے سے چھوڑنا وَاِنْ كُنْتُنَّ اور
اگر تم ہو تُرِدْنَ اللّٰهَ ارادہ کرتی اللہ تعالیٰ کا وَرَسُوْلَهٗ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اورآخرت کے گھر کا فَاِنَّ اللّٰهَ پس اللہ تعالیٰ نے اَعَدَّ تیار کیا
ہے لِلْمُحْسِنٰتِ نیکی کرنے والیوں کے لیے مِنْكُنَّ تم میں سے اَجْرًا عَظِیْمًا
بڑا اجر یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اے پیغمبر کی بیویو! مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ جو کرے گی تم میں
سے بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ برائی واضح یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ دگنا کیا جائے گا اس
کے لیے عذاب کو ضِعْفَیْنِ دوگنا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا اور ہے یہ
اللہ تعالیٰ پر آسان۔

غزوہ خندق کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ تقریباً چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) کا لشکر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا اور مقابلے میں صرف تین ہزار (۳۰۰۰) آدمی تھے۔ اور حملہ آوروں کے علاوہ منافقوں اور یہودیوں کے شر کا بھی خطرہ تھا۔ موسم بھی سردی کا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خصوصی نصرت فرمائی اور کافروں کو ناکام اور نامراد واپس لوٹا دیا۔ اس کا ذکر ہے۔

نصرتِ خداوندی :

فرمایا وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ اور لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غصے کے ساتھ۔ فرشتے بھیج کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کیا کہ وہ کافروں کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ اور دوسری طرف تیز آندھی بھیج کر ان کے خیمے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ گئیں اور وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا نہ حاصل کر سکے کسی قسم کی کوئی خیر۔ وہ مدینہ طیبہ کو فتح کر کے لوٹ مار کرنے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے آئے تھے مگر ناکام و نامراد واپس لوٹے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ اور کفایت کی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جنگ سے کہ وہ جنگ لڑنے سے بچ گئے اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا اور اللہ تعالیٰ قوت والا اور ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتا لہٰذا اس پر بھروسا رکھنا چاہیے کیونکہ قوت کا سرچشمہ وہی ہے۔

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ ﷺ نے مختلف قبائل کے ساتھ معاہدے کیے۔ ان میں بنو قریظہ بھی شامل تھے مگر جنگ خندق کے موقع پر انہوں نے غداری کی اور کافروں کی طرف داری کی۔ حملہ آوروں کے واپس چلے جانے کے بعد

جب مسلمانوں کو اطمینان حاصل ہوا اور ہتھیار اتارنے کا ارادہ کیا آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی زرہ اتارنے کا ارادہ فرمایا تو اتنے میں جبرائیل علیہ السلام آگئے اور کہنے لگے کہ آپ لوگ تو ہتھیار اتارنا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنوقریظہ کی عہد شکنی کا بھی فیصلہ کرلیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کوئی شخص ہتھیار نہ اتارے بلکہ اسی حالت میں بنوقریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ مدینہ طیبہ میں بھی اور باہر دیہات میں ان کے بڑے مضبوط قلعے تھے، دو منزلہ، چھ منزلہ، سات منزلہ۔ آنحضرت ﷺ کے حکم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں پہنچ گئے، اس کا ذکر ہے۔

غزوہ بنوقریظہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ اور اتارا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظَاهَرُوْهُمْ جنہوں نے مشرکوں اور قریشیوں کی مدد کی مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے، یہودیوں میں سے۔ کہاں سے اتارا؟ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ۔ صِيْصَةٌ کی جمع ہے اور صیصہ کا معنیٰ ہے قلعہ۔ ان کو قلعوں سے اتارا وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اور ڈال دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا اور قیدی بناتے ہو ایک گروہ کو۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو یہود بنوقریظہ قلعہ بند ہو گئے تقریباً پچیس (۲۵) دن اپنے قلعوں میں رہ کر مسلمانوں کو للکارتے رہے۔ اِکا دُکا معمولی حملے بھی ہوتے رہے پچیس (۲۵) دنوں کے بعد مجبور ہو کر انہوں نے ہتھیار ڈالنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ سعد بن معاذ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں سے تھے اور یہودیوں کے محلے میں رہتے تھے اور تاجر تھے۔ ان کے ساتھ لین دین کا معاملہ ہوتا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے بلا کر فرمایا کہ یہود بنو قریظہ تمہارے فیصلے پر راضی ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بڑے پریشان ہوئے کہ اگر میں قرآن کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں تو وہ کہیں گے کہ ہم یہودی ہیں اس لیے اس طرح کیا ہے اور اگر میں فیصلہ برادری کی سطح پر کرتا ہوں تو کہیں گے کہ اس نے مسلمانوں کی طرف داری کی ہے۔ بڑے ذہین تھے کہنے لگے میں فیصلہ تورات کے موافق کروں گا تا کہ وہ اس سے بھاگ نہ سکیں۔ آج بھی تورات میں موجود ہے کہ جب دو قومیں آپس میں لڑیں تو غالب آنے والی قوم کو حق حاصل ہے کہ وہ شکست خوردہ قوم کے نوجوانوں کو قتل کر دے اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے تورات کے مطابق فیصلہ سنایا کہ ان کے نوجوانوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو غلام اور لونڈیاں بنالیا جائے۔

بخاری شریف میں روایت ہے اور مسلم شریف میں بھی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قَضَیْتَ بِحُکْمِ الْمَلِكِ "آپ نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا۔" چنانچہ ان کے نوجوانوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا گیا، بوڑھوں کو بھی قیدی بنالیا گیا۔ تو فرمایا ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک کو قیدی بناتے ہو وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ اور اللہ تعالیٰ نے یہود بنو قریضہ کی زمینوں کا تمہیں وارث بنایا وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اور ان کے گھروں کا بھی وارث بنایا اور ان کے مالوں کا بھی۔ وَاَرْضًا اور ایک اور زمین کا تمہیں وارث بنایا لَّمْ تَطَئُوْهَا جس کو تم نے ابھی کچلا نہیں ہے، روندا نہیں ہے ابھی تک تمہارے پاؤں وہاں نہیں پڑے۔ اس سے مراد خیبر کی زمین ہے جو مدینہ طیبہ سے دو سو میل کے فاصلے پر شام کی طرف ہے بڑا زرخیز علاقہ ہے وہاں سو فیصد یہودی رہتے تھے۔ خیبر کے علاقے میں بے شمار قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں اتنی قسم کی

کھجوریں دنیا کے کسی علاقے میں نہیں ہے۔چشمے تھے، باغات تھے، بڑے کھاتے پیتے لوگ تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس زمین کا بھی مسلمانوں کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ اس زمین کا بھی تمہیں وارث بنایا کہ جس کو تم نے ابھی تک روندا نہیں ہے۔فرمایا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔

غزوہ خیبر اور ازواج مطہرات کی طلبی وسعت :

غزوہ خیبر ۷ھ محرم کے مہینے میں پیش آیا۔پندرہ سو (۱۵۰۰) مجاہدین آنحضرت ﷺ کی قیادت میں خیبر پہنچے۔مقابلے میں بیس ہزار (۲۰۰۰۰) یہودی تھے۔بظاہر کوئی نسبت نہیں ہے۔پھر یہودیوں کے اپنے قلعے اور اپنے مکان تھے یہ بے چارے پردیسی تھے سر چھپانے کی جگہ بھی نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ اس زمین کا بھی میں نے تمہیں وارث بنایا ہے۔ترانوے (۹۳) یہودی مارے گئے اور پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور خیبر فتح ہو گیا اور اس کے بعد مسلمانوں کے مالی حالات بدل گئے۔گھروں میں چولہے جلنے لگے، کپڑے عمدہ پہننے لگے، عورتیں زیورات پہننے لگیں، خوراک اور پوشاک کی وسعت ہو گئی۔

اگلا واقعہ بھی اسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ازواج مطہرات بھی آخر انسان تھیں۔ لوہے اور ربڑ کی بنی ہوئی تو نہیں تھیں۔ان کی بھی طبعی خواہشات تھیں۔انہوں نے جب غریب سے غریب تر عورتوں کو دیکھا کہ اچھا لباس اور زیور پہنے ہوئی ہیں۔دوپٹا بھی عمدہ ہے اوپر والی چادر اوڑھنی بھی عمدہ ہے تو ان کے دلوں میں بھی خیال آتا کہ ہمارے بھی حالات بدلنے چاہییں کہ ان کے پاس وہی سوئی دھاگا ہوتا اور فرصت کے وقت کبھی قمیص پر پیوند لگاتیں اور کبھی شلوار کو۔چنانچہ تمام ازواج مطہرات کے اتفاق کے ساتھ آنحضرت

ﷺ کے سامنے مطالبہ پیش کیا کہ ہمارے حالات بھی پہلے سے کچھ بدلنے چاہیے۔ اس گفتگو کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو تیار کیا گیا کہ وہ بڑے ٹھنڈے مزاج کی مالک تھیں۔ کوئی کتنی بھی بات کہہ دیتا وہ گرم نہیں ہوتی تھیں اور بات بڑے سلیقے کے ساتھ کرتی تھیں۔ تو تمام نے ان کو اپنا وکیل بنایا۔ کچھ پہلے موجود تھیں اور کچھ آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے کے بعد فوراً پہنچ گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا اللہ خیر کرے آج میں گھیرے میں آ گیا ہوں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت دیکھو! پہلے اور آج کے حالات میں فرق آ گیا ہے مہاجرین کے گھروں میں چولہے جلنے لگ گئے، ان کی عورتوں کے لباس میں بھی فرق آ گیا ہے۔ ہم سب کا مطالبہ ہے کہ ہمارے حالات بھی بدلنے چاہیں۔ اچھا لباس اور کھانے پینے میں بھی سہولت ہونی چاہیے۔ اور زیور بھی عورت کی طبعی خواہش ہے وہ بھی ہمیں حیثیت کے مطابق ملنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے مطالبہ سنا تو ناراض ہو گئے اور قسم اٹھالی کہ میں ایک مہینہ کسی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ مسجد کے اوپر چوبارا تھا آپ ﷺ ایک مہینہ وہاں رہے۔ ایک ماہ کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ ذرا غور کرو سطحی طور پر دیکھا جائے تو بظاہر ازواج مطہرات کا مطالبہ غلط نہیں تھا۔ آپ ﷺ کیوں ناراض ہوئے اور ایک مہینے کا بائیکاٹ کیوں کیا؟ اس میں کئی حکمتیں تھیں۔ مثلاً اگر آپ ﷺ اپنی بیویوں کے لیے سہولتیں مہیا فرما دیتے تو یہودیوں کی عورتیں، عیسائیوں کی عورتیں، منافقوں کی عورتیں دیکھ کر کہتیں کہ دیکھو! نبی ﷺ نے جو ماریں کھائی تھیں وطن چھوڑا تھا اس کا نتیجہ نکل آیا ہے۔ کیونکہ ہر آدمی اپنے ذہن سے سوچتا ہے۔ تو انہوں نے کڑی اس کے ساتھ ملائی تھی کہ دیکھو! اس کی بیویاں کیا عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں ان کے پاس زیورات ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ نے تکلیفیں تو اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے اٹھائی ہیں۔

دوسری بات یہ تھی کہ اگر آپ ﷺ کی بیویاں عمدہ لباس اور زیور پہنتیں تو امت کی غریب عورتوں کے لیے کوئی نمونہ نہ ہوتا وہ اپنے دل کو کیسے مطمئن کرتیں۔ تو آنحضرت ﷺ چاہتے تھے کہ میری بیویاں امت کی ان عورتوں کے لیے نمونہ بنیں جن کے لیے اچھا کھانا نہیں ہوگا، جو زیورات سے محروم ہوں گی۔ وہ جس وقت سنیں گی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس بھی زیور نہیں تھا، عمدہ لباس نہیں تھا تو ان کی تسلی ہوگی کہ ہم کوئی جج ہیں ہماری مائیں بھی ایسے ہی رہیں۔ تو ایک ماہ کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی کریم ﷺ! قُلْ آپ کہہ دیں لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کو اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا اگر ہو تم ارادہ کرتی دنیا کی زندگی کا وَزِیْنَتَهَا اور دنیا کی زینت کا کہ تمہیں زیور چاہیں فَتَعَالَیْنَ پس تم آؤ اُمَتِّعْكُنَّ میں تمہیں فائدہ پہنچاؤں گا۔ متعہ کہتے ہیں ایک جوڑا کپڑوں کا طلاق والی عورت کو دیا جاتا ہے۔ تو میں تمہیں ایک ایک جوڑا دیتا ہوں وَاُسَرِّحْكُنَّ اور میں تمہیں رخصت کرتا ہوں سَرَاحًا جَمِیْلًا اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ میں تمہیں طلاق دے کر ایک ایک جوڑا دوں گا پھر جہاں جانا چاہو جاؤ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اے بیویو! اگر ہو تم ارادہ کرتی اللہ تعالیٰ کی رضا کا اور اس کے رسول ﷺ کی رضا چاہتی ہو وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور آخرت کا گھر چاہتی ہو فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ پس بے شک اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اَجْرًا عَظِیْمًا بڑا اجر۔ یہ چند دن تو تم مشکل میں رہو گی آگے نہ ختم ہونے والی زندگی میں آسانی ہی آسانی ہوگی یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اے پیغمبر کی بیویو! مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ بالفرض جو بھی تم میں سے بے حیائی کرے گا مُّبَیِّنَةٍ کھلی یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ اسے دگنا عذاب دیا جائے گا ضِعْفَیْنِ دوگنا۔ ایک تو اس لیے کہ نبی کی بیوی ہے اور ایک

اس لیے کہ کلمہ پڑھنے والی ہے۔ عذاب بھی دگنا اور اجر بھی دگنا۔

آپ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ آیتیں پیش کیں اور فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کر کے پھر جواب دینا۔ کہنے لگیں حضرت! میں خود بھی رائے رکھتی ہوں اُرِیْدُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ ''میں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتی ہوں اور اس کے رسول کی رضا چاہتی ہوں اور آخرت کا گھر چاہتی ہوں۔'' دنیا کی زیب وزینت نہیں چاہیے۔ یہی جواب تمام بیویوں نے دیا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور ہے یہ اللہ تعالیٰ پر آسان تمہیں دگنا عذاب دینا۔

❁❁❁

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾

وَمَنْ يَّقْنُتْ اور جو فرماں برداری کرے گی مِنْكُنَّ تم میں سے لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وَتَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کرے گی اچھا نُّؤْتِهَآ ہم دیں گے اس کو اَجْرَهَا اس کا اجر مَرَّتَيْنِ ڈبل (دُہرا) وَاَعْتَدْنَا لَهَا اور ہم نے تیار کیا ہے اس کے لیے رِزْقًا كَرِيْمًا رزق عمدہ

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اے نبی علیہ السلام کی بیویو لَسْتُنَّ نہیں ہوتم كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ عام عورتوں کی طرح اِنِ اتَّقَيْتُنَّ اگر تم ڈرتی رہو فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ پس نہ دب کر کرو بات فَيَطْمَعَ الَّذِىْ پس طمع کرے گا وہ شخص فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ جس کے دل میں بیماری ہے وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا اور کہوتم بات اچھی وَقَرْنَ اور ٹھہری رہوتم فِىْ بُيُوْتِكُنَّ اپنے گھروں میں وَلَا تَبَرَّجْنَ اور نہ کھلے طریقے پر باہر پھرو تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى جیسا کہ عورتیں پہلی جاہلیت کے زمانے میں پھرتی تھیں وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ اور قائم رکھونماز کو وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتی رہو زکوٰۃ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ تا کہ دور کر دے تم سے الرِّجْسَ گندگی اَهْلَ الْبَيْتِ اے گھر والو وَيُطَهِّرَكُمْ اور تا کہ تم کو پاک کر دے تَطْهِيْرًا پاک کرنا وَاذْكُرْنَ اور یاد کرو مَا اس چیز کو يُتْلٰى جو پڑھی جاتی ہیں فِىْ بُيُوْتِكُنَّ تمہارے گھروں میں مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتیں وَالْحِكْمَةِ اور سنت سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے لَطِيْفًا باریک بین خَبِيْرًا خبردار اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ بے شک مسلمان مرد وَالْمُسْلِمٰتِ اور مسلمان عورتیں وَالْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مرد وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں وَالْقٰنِتِيْنَ اور فرماں برداری کرنے والے مرد وَالْقٰنِتٰتِ اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں وَالصّٰدِقِيْنَ اور سچے مرد وَالصّٰدِقٰتِ اور سچی

عورتیں وَالصّٰبِرِیْنَ اور صبر کرنے والے مرد وَالصّٰبِرٰتِ اور صبر کرنے والی عورتیں وَالْخٰشِعِیْنَ اور ڈرنے والے مرد وَالْخٰشِعٰتِ اور ڈرنے والی عورتیں وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ اور صدقہ کرنے والے مرد وَالْمُتَصَدِّقٰتِ اور صدقہ کرنے والی عورتیں وَالصَّآئِمِیْنَ اور روزہ رکھنے والے مرد وَالصّٰٓئِمٰتِ اور روزہ رکھنے والی عورتیں وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد وَالْحٰفِظٰتِ اور حفاظت کرنے والی عورتیں وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا اور یاد کرنے والے مرد اللہ تعالیٰ کو کثرت سے وَّالذّٰكِرٰتِ اور ذکر کرنے والی عورتیں اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مَّغْفِرَةً بخشش وَّاَجْرًا عَظِیْمًا اور اجر بہت بڑا۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی آیات کے شان نزول کے متعلق عرض کیا تھا کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد ازواج مطہرات نے دوسری عورتوں کی طرف دیکھتے ہوئے بود و باش کے متعلق سہولتوں کا مطالبہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے ناراض ہو کر ایک مہینہ کا بائیکاٹ کیا اور یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اختیار دیا گیا کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو میں تمہیں طلاق دے کر فارغ کر دیتا ہوں تمہارا جہاں جی چاہے وہاں چلی جاؤ اور اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے پیغمبر کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی گناہ کرے گی تو

اس کو ڈبل سزا ہوگی اس لیے کہ تم نبی کی بیوی ہو۔ جتنا بڑا عہدہ ہوتا ہے سزا بھی ویسی ہوتی ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہدایات :

اب اس کے برعکس فرماتے ہیں وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ اور جو فرماں برداری کرے گی تم میں سے لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی وَتَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کرے گی اچھا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ہم اس کو دیں گے اس کا ڈبل (دہرا)۔ مثلاً اگر عام عورت کہے سبحان اللہ تو اس کو دس نیکیاں ملیں گی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی کہے سبحان اللہ تو اس کو بیس نیکیاں ملیں گی۔ عام عورت قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے تو قاعدے کے مطابق اس کو دس نیکیاں ملیں گی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی ایک حرف پڑھے تو اس کو بیس نیکیاں ملیں گی۔ ایک اس لیے کہ مومن ہیں اور دوسرا اس لیے کہ پیغمبر کی بیویاں ہیں۔ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا اور ہم نے ان کے لیے تیار کیا ہے عمدہ رزق۔ وہ جنت کا رزق ہے جس کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مرنے کے بعد خوشیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں اور غمیاں بھی۔ اس لیے مسئلہ ہے کہ بغیر کسی اشد مجبوری کے دفن میں تاخیر نہ کرو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مرنے والا اگر نیک آدمی ہے تو اسے جلدی جلدی خوشیوں میں پہنچاؤ اور اگر دوسری مد کا ہے تو بلا سے جلدی جان چھڑاؤ۔

آگے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو خطاب کر کے امت کی عورتوں کو مسئلہ سمجھایا ہے۔

فرمایا يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ اے نبی کریم ﷺ کی بیویو! لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ اگر تم ڈرتی رہو رب تعالیٰ سے۔ عام عورتوں والا قانون تم پر لاگو نہیں ہوگا۔ تمہارے لیے رب تعالیٰ کا قانون ہی الگ ہے

سزا بھی ضعفین اور اجر بھی ڈبل۔فرمایا فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ پس تم دب کے بات نہ کرو،نرمی سے بات نہ کرو فَيَطْمَعَ الَّذِي پس طمع کرے گا وہ شخص فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ جس کے دل میں بیماری ہے۔اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ سبق دیا کہ اگر غیر محرم کوئی بات کرے تو اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات نہ کرو وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا اور بات کہو تم اچھی۔لہجہ روکھا پھیکا ہو کہ اس کو دوبارہ بات کرنے کی جرأت نہ ہو۔اگر نرمی اور پیار کے انداز میں بات ہوگی تو وہ بات کو لمبا کرے گا تو اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے سمجھا دیا کہ بات روکھی ہو۔بُری نہ ہو،گالی گلوچ نہ ہو معقول بات ہو۔اللہ تعالیٰ نے یہ ازواج مطہرات کو خطاب کرکے ہماری ماؤں بہنوں کو سمجھایا ہے کہ بعض دفعہ آدمی گھر نہیں ہوتا اگر غیر محرم سے بات کرنی پڑے اس انداز میں کرنی ہے کہ بات معقول ہو لہجہ نرم نہ ہو۔اس سے وساوس پیدا ہوتے ہیں،خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اور سبق فرمایا وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو وَلَا تَبَرَّجْنَ اور زینت کا اظہار نہ کرو تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ جیسے جہالت اولیٰ میں اظہار زینت تھا جیسے آج کل عورتیں کرتی ہیں کہ ہار سنگار کرکے بے پردہ بازاروں میں جاتی ہیں اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ہاں!ضرورت کے مطابق عورتوں کو کسی جگہ آنے جانے سے نہیں روکنا چاہیے۔اپنے عزیز رشتہ داروں کے گھروں میں جائیں،کوئی عزیز بیمار ہوگیا ہے اس کی خبر لینے کے لیے جائیں لیکن شرعی حدود میں رہ کر۔اسی سورت میں آگے آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں،بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ "کہ وہ اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔" تاکہ ان کے جسم کے نشیب و فراز نظر نہ آئیں اور نہ ان کی زیب و زینت کسی کو

فتنے میں ڈالے۔آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جوعورت گھر میں رہ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گی اور نیکی کے کام سرانجام دے گی، برائی سے بچے گی اللہ تعالیٰ اس کو مجاہدین جیسا اجر عطا فرمائے گا۔عورت کا بغیر اجازت باہر جانا مکروہ تحریمی ہے۔عورتوں کی اصل وضع گھر میں قرار پکڑنا ہے۔آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ عورت کا گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا بڑے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔اور صحن کی نسبت بڑے کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے۔تو فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی عورتوں کو فرما دیں کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور جاہلیتِ اولیٰ کے طور واطوار اختیار نہ کریں۔ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ اور نماز کو قائم رکھو وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ اور زکوۃ دیتی رہو وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی۔

اہل بیت کا مصداق :

پھر ان کاموں کی حکمت بیان فرمائی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ پختہ بات ہے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ تاکہ دور کردے تم سے گندگی اے اہل بیت، اے گھر والو! وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا اور پاک کردے تم کو اللہ تعالیٰ پاک کرنا یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات جو بیان کیے ہیں تمہارے لیے اے پیغمبر کی بیویو! اس سے غرض تمہیں ہر قسم کی گندگی سے پاک رکھنا ہے۔

اہل بیت کے اول مصداق ازواج مطہرات ہیں پھر اولاد ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو خطاب کر کے ان کے لیے اہل بیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ ''اور جب آپ ﷺ نکلے صبح کے وقت اپنے گھر سے۔'' یہ واقعہ احد کا ذکر ہے۔

اس رات آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے اور وہاں سے احد کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اور سورۃ ہود آیت نمبر ۷۳ میں ہے قَالُوْا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ''فرشتے کہنے لگے کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں تم پر اے اہل بیت۔'' اس سے بھی معلوم ہوا کہ اہل بیت کا اولین مصداق بیوی ہے۔ کیونکہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر ان کی بیوی حضرت سارہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور فرشتوں نے ان کو اہل بیت کہا۔

اور ہماری زبان میں بھی اہل بیوی کو کہتے ہیں۔ مثلاً دو دوست ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں اہل وعیال کا کیا حال ہے؟ تو اہل سے بیوی اور عیال سے بچے۔ اور اگر کسی نے نئی شادی کی ہو تو دوست اس سے پوچھتے ہیں گھر والوں کا کیا حال ہے؟ اب دیکھو! کل تو شادی ہوئی ہے راتوں رات تو بچہ نہیں ہو جائے گا۔ تو گھر والوں سے مراد بیوی ہے۔ اہل کا اصل مصداق بیوی ہے پھر اس کے تحت اولاد بھی آتی ہے۔ رہی وہ حدیث کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر کے نیچے جمع فرما کر کہا اَللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ ''اے مولا کریم یہ میرے اہل بیت ہیں۔'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میری ازواج تو نص قرآنی کے مطابق اہل بیت میں شامل ہیں میری یہ اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ ان سے بھی گندگی کو دور کر کے انہیں پاک و صاف کر دے۔

فرمایا اے ازواج مطہرات وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اور یاد کرو اس چیز کو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتیں وَالْحِكْمَةِ اور

سنت ۔ ان کو خود سیکھو اوروں کو سکھاؤ تاکہ یہ چیزیں ان کے لیے بھی نمونہ بن جائیں اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ باریک بین خبر رکھنے والا۔

پہلے خاص خطاب تھا ازواج مطہرات کو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو عمومی خطاب فرمایا ہے اور مومن مردوں اور عورتوں کا اکٹھا ذکر کر کے ان کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر ازواج مطہرات اور بعض دوسری مومن عورتوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مردوں کا ذکر تو کثرت کے ساتھ کیا ہے مگر عورتوں کا بہت کم۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مردوں اور عورتوں کا اکٹھا ذکر فرمایا اور انہیں اچھے انجام کی خوش خبری سنائی۔

مومنات کی صفات :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمٰتِ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ اسلام کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے جو نظر آتے ہیں۔

حدیث جبرائیل میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسلام کے متعلق فرمایا اَنۡ تَشۡھَدَ اَنۡ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ محمدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ وَ تُقِیۡمَ الصَّلٰوۃَ وَ تُؤۡتِیَ الزَّکٰوۃَ وَ تَصُوۡمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الۡبَیۡتَ اِنِ اسۡتَطَعۡتَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ” اسلام یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دے نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کرے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اگر توفیق ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔“ پھر فرمایا وَالۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔ ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے

جونظرنہیں آتا اسی حدیث جبرائیل میں آنحضرت ﷺ نے ایمان کی تعریف یہ فرمائی اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ''کہ تو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور خیر اور شر کی تقدیر کو حق جانے۔'' تو ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔

آگے فرمایا وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں۔ قنوت کا معنیٰ ہے بخوشی و رضا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو قبول کرنا۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل بخوشی و رضا کرنے والے ہیں۔ کسی حیلے بہانے سے اس کی اطاعت سے باہر نہیں نکلتے۔ پھر فرمایا وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ اور سچے مرد اور سچی عورتیں کہ وہ زندگی کے کسی موڑ پر سچائی کا دامن نہیں چھوڑتے وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ دین اور دنیا کی وجہ سے جو تکلیفیں آتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور وہی ٹالنے والا ہے۔ جزع فزع کر کے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتے وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ اور ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت سے ڈرتے ہیں، نافرمانی سے ڈرتے ہیں، قبر کے عذاب سے ڈرتے ہیں، حشر کی گرمی اور پیاس سے ڈرتے ہیں، دوزخ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں۔ اور خشوع کا معنیٰ عاجزی کا بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کمال عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ صدقہ خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ خیرات کرنے والی عورتیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کی

مالی اعانت کرتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ ”صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔“ صدقہ وخیرات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصیبتوں کو ٹالتا ہے۔ فرمایا وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ فرض روزے بھی رکھتے ہیں اور نفلی روزے بھی رکھتے ہیں۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ ”میرا بندہ خالص میرے لیے روزہ رکھتا ہے اور اس کی جزا بھی میں اپنی مرضی کے مطابق دوں گا۔“ آنحضرت ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ جنت کے ایک دروازے کا نام باب الرّیان ہے جس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔ اللہ تعالیٰ نے پاک باز مردوں اور عورتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنے ناموس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کو غلط جگہ پر استعمال نہیں کرتے۔ سورۃ مومنون میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی حاصل کرنے والے مومنوں کی بعض صفات کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ”وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ زنا، لواطت سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جنسی خواہشات رکھی ہیں۔ نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لیے تو اس کو اپنے محل میں رکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

بلکہ احادیث میں آتا ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے میں صدقے کا ثواب ہے۔ آدمی جتنا صدقہ کرے گا اس کو اتنا ثواب ملے گا۔ ناحق کرے گا تو سزا پائے گا۔ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اور یاد کرنے والے مرد اللہ تعالیٰ کو کثرت سے

اور ذکر کرنے والی عورتیں۔ آیت نمبر ۴۱ میں آرہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ یاد کرو۔'' حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ یَذْكُرُ فِیْ كُلِّ اَحْیَانِهٖ ''تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔'' قرآن کریم کی تلاوت، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہنا چاہیے۔ سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ''اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔'' ذکر اللہ کی برکت سے آدمی بہت سی آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ ان اوصاف والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً تیار کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بخشش وَّاَجْرًا عَظِیْمًا اور اجر بہت بڑا۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں گے اور آخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔

❁❁❁

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝۳۸ ۙ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اور حق حاصل نہیں ہے کسی مومن مرد کو وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اور نہ کسی مومن عورت کو اِذَا قَضَى اللّٰهُ جب فیصلہ کر دے اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول اَمْرًا کسی معاملے کا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ یہ کہ ہو ان مومنوں کے لیے الْخِيَرَةُ اختیار مِنْ اَمْرِهِمْ اپنے معاملے میں وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی فَقَدْ ضَلَّ

ضَلٰلًا مُّبِیْنًا پس تحقیق وہ گمراہ ہوا گمراہی کھلی وَاِذْ تَقُوْلُ اور جب آپ کہہ رہے تھے لِلَّذِیْٓ اس شخص کو اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کیا وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اور آپ نے بھی اس پر انعام کیا ہے اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ روک رکھو اپنے واسطے بیوی کو وَاتَّقِ اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَتُخْفِیْ اور آپ چھپاتے تھے فِیْ نَفْسِکَ اپنے دل میں مَا اس چیز کو اللّٰہُ مُبْدِیْہِ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والا ہے وَتَخْشَی النَّاسَ اور آپ ڈرتے ہیں لوگوں سے وَاللّٰہُ اَحَقُّ اور اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے اَنْ تَخْشٰـہُ کہ آپ اس سے ڈریں فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا پس جب پوری کر لی زید نے اس سے وَطَرًا حاجت زَوَّجْنٰکَهَا ہم نے نکاح کر دیا اس عورت کا آپ کے ساتھ لِکَیْ لَا یَکُوْنَ تاکہ نہ ہو عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں پر حَرَجٌ کوئی تنگی فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا جب وہ پوری کر لیں ان سے غرض وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ طے شدہ مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی حرج فِیْمَا اس چیز کے بارے میں فَرَضَ اللّٰہُ لَهٗ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائی ہے سُنَّۃَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے فِی الَّذِیْنَ ان لوگوں کے بارے میں خَلَوْا مِنْ قَبْلُ جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ایک اندازے سے

طے شدہ الَّذِیْنَ وہ لوگ یُبَلِّغُوْنَ جو پہنچاتے ہیں رِسٰلٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے پیغامات وَیَخْشَوْنَہٗ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ اور وہ نہیں ڈرتے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ حساب دان۔

شانِ نزول :

آنحضرت ﷺ کا جب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ اس سے قبل وہ دو خاوندوں سے بیوہ ہو چکی تھیں اور ان سے اولاد بھی تھی۔ نکاح مقدر تھا آپ ﷺ کے ساتھ ہو گیا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ایک غلام تھا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس کو انہوں نے چار سو درہم کے عوض خریدا تھا۔ یہ بڑا محنتی، وفادار اور دیانت دار تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ نکاح کے بعد یہ غلام انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ غلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کے ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ میں اس کو غلام بنا کر رکھوں کہ پیغمبر دنیا میں آتے ہیں توحید و رسالت اور قیامت کی تبلیغ کے ساتھ قوموں کو آزادی دلانے کے لیے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے توحید و رسالت اور قیامت کا مسئلہ بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ [الشعراء:۱۷] ”یہ کہ بھیج دے تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔“ ان کو تو نے غلام بنا رکھا ہے آزاد کر دے۔ تو آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد وہ پریشان ہو گئے کہ اب میں اکیلا کہاں جاؤں؟ کہنے لگے حضرت! آپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے لیکن میں آپ کے

پاس بطور خادم کے رہ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اور ان کو اپنا متبنّٰی یعنی منہ بولا بیٹا بنالیا یہاں تک کہ محلے داران کو زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارنے لگے۔ آپ ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے اس کو متبنّٰی بنالیا ہے تو اس کی شادی کا بھی انتظام کروں۔ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ ان کے بھائی تھے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ ماں باپ دونوں فوت ہو چکے تھے۔ ۳ ھ میں غزوہ احد میں گیارہ (۱۱) شوال کو حق کی خاطر شہید ہوئے۔ احد کے مقام پر جو تین قبروں کے نشان نظر آتے ہیں ان میں سے ایک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہے اور ایک عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ہے اور ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ کیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی مشورہ کیا۔ دونوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت رشتے کا کوئی جوڑ نہیں ہے کہ بنو ہاشم خاندان جو کہ بڑا اونچا خاندان ہے اس کی لڑکی ہو، عبدالمطلب کی نواسی ہو، جواں سال اور عقل وصورت کے اعتبار سے بھی ٹھیک ہو وہ ایسے شخص کو دیں جو غلام رہ چکا ہو کہ غلام، معاشرے میں حقیر سمجھا جاتا ہے جیسے آج کل تم لوگ کمی کو حقیر سمجھتے ہو۔ اب ظاہر بات ہے کہ اونچے خاندان کا آدمی مضبوط ایمان کے بغیر تو کمی کو بیٹی دینے کے لیے تیار نہیں ہوسکتا۔ تو نہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس رشتے کے لیے تیار تھیں اور نہ ان کے بھائی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

فرمایا وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اور نہیں حق حاصل کسی مرد مومن کو اور نہ مومنہ عورت کو إِذَا قَضَى اللّٰهُ جب فیصلہ کر دے اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول ﷺ أَمْرًا کسی معاملے کا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ یہ کہ ہو ان مومنوں

کے لیے اختیار اپنے معاملے میں۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ فیصلہ کر دیں تو مومن کو اپنے معاملے میں ذرا اختیار بھی نہیں ہے کہ وہ اس میں پس و پیش کرے وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ اور جو نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کی فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا پس تحقیق وہ گمراہ ہوا گمراہی کھلی۔ چونکہ دونوں مومن تھے رب تعالیٰ کا حکم نازل ہونے کے بعد دونوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور نکاح پر راضی ہو گئے۔ آپ ﷺ نے نکاح پڑھایا۔ حضرت زینب سخت مزاج کی تھیں اور حضرت زید ٹھنڈے مزاج کے تھے۔ بی بی کا مزاج اور خاوند کا مزاج اور۔ مزاج کا نہ ملنا بھی بدمزگی کا سبب ہوتا ہے اس لیے شریعت نے کفو کا مسئلہ رکھا ہے۔

مسئلہ کفو :

کفو کا مسئلہ یہ ہے کہ اپنی برادری میں ملتے جلتے خاندان کے ساتھ نکاح کرو۔ غیر برادری غیر کفو میں عموماً مزاج نہیں ملتے اور بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ کفو کا مسئلہ کوئی فرض، واجب اور سنت مؤکدہ نہیں ہے کہ بعض لوگ اس کو اس طرح فرض سمجھتے ہیں کہ برادری سے باہر نکلنے کو ایسے سمجھتے ہیں جیسے اسلام سے نکل گیا۔ یہ بات بھی شریعت کے بالکل خلاف ہے۔ کوئی بھی مسلمان خاندان ہو اور رشتہ جائز ہو تو ہو سکتا ہے۔ کفو کا مسئلہ صرف اس لیے ہے کہ ممکن ہے آپس میں مزاج نہ ملیں اور اَن بن رہے۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت ہمارا نباہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت زینب زبان کی بھی ذرا تیز تھیں اور یہ بے چارے غلامی میں رہ چکے تھے۔ کہنے لگے حضرت نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَاِذْ تَقُوْلُ اور اے نبی کریم ﷺ! جب آپ کہہ رہے تھے لِلَّذِیْٓ اس

شخص کو اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا کہ اس کو پیدا فرمایا، اسلام کی توفیق دی، غلامی سے آزادی دلائی وغیرہ۔ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اور آپ ﷺ نے بھی اس پر انعام کیا کہ اس کو آزاد کر دیا۔ آزادی بڑی نعمت ہے پھر اپنا متبنّٰی بنا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ روکے رکھ اپنے واسطے بیوی کو طلاق کا نام نہ لے طلاق بُری چیز ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی کہا وَاتَّقِ اللّٰہَ اللہ تعالیٰ سے ڈرو طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبۡغَضَ الۡمُبَاحَاتِ عِنۡدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ ''جو چیزیں جائز ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں بُری چیز طلاق ہے۔'' ضرورت کے وقت جائز ہے مگر ہے بُری شے۔ حتیٰ کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس عورت نے بغیر کسی مجبوری کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا تو رب تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو طلاق کا نام نہ لو لیکن حالات بہت کشیدہ ہو چکے تھے نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ اور اے نبی کریم ﷺ! آپ مخفی رکھتے تھے اپنے نفس میں، اپنے دل میں مَا وہ چیز اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ دل میں یہ بات مخفی رکھتے تھے کہ یہ نباہ بالکل نہیں ہو سکے گا اور لازماً طلاق کی نوبت آئے گی تو عدت کے بعد میں خود اس کے ساتھ نکاح کر لوں گا اس سے اس کی دل جوئی ہو سکے گی کیونکہ نکاح میں نے کرایا ہے تو اس طرح رنجش بھی دور ہو جائے گی وَتَخۡشَی النَّاسَ اور آپ ڈرتے ہیں لوگوں کے پروپیگنڈے سے کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹوں کا مقام دیتے تھے اور ان کی بیویوں کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھتے تھے جیسے حقیقی بیٹا ہو یا

رضاعی بیٹا ہو اور یہ فوت ہو جائیں تو ان کی بیوہ کا سسر کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ وہ طلاق دے پھر بھی جائز نہیں ہے۔ تو جس طرح حقیقی بیٹے یا رضاعی بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح جائز نہیں تھا زمانہ جاہلیت میں متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں تھا تو آپ ﷺ کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ میں نکاح کرلوں جو کہ شریعت میں جائز ہے تو لوگوں کا منہ کون بند کرے گا۔ اس پروپیگنڈے کا خوف تھا۔ فرمایا وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰـهُ اور اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور لوگوں کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا پس جب پوری کرلی زید رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنی حاجت۔ دل بھر گیا، نباہ کی کوئی صورت نہ نکلی زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے نکاح کردیا آپ کے ساتھ اس عورت کا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فضیلت :

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے قرآن کریم میں صرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے اور کسی صحابی کا نام قرآن کریم میں نہیں آیا۔ فرمایا جس وقت زید نے حاجت پوری کرلی دل بھر گیا اور نباہ کی کوئی صورت نہ رہی اور طلاق ہوگئی عدت گزر گئی تو مسلم شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر آپ ﷺ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ پڑھا دیا۔ جس طرح نکاح کی مجلس ہوتی ہے اور گواہ ہوتے ہیں اس کی ضرورت نہیں سمجھی عرش پر خود ہی نکاح پڑھا دیا۔ عورتیں جب آپس میں اپنے اپنے فخر بیان کرتی تھیں کہ مجھے یہ فخر حاصل ہے، مجھے یہ فخر حاصل ہے تو یہ خاموش بیٹھی رہتی تھیں آخر میں فرماتی تھیں کہ تم نے جو اپنے فخر بیان کیے ہیں وہ اپنی جگہ صحیح ہیں مگر مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے عرش پر کیا ہے اور یہ فخر سب سے اونچا ہے۔

فرمایا یہ ہم نے اس لیے کیا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ تا کہ نہ ہو ایمان والوں پر کوئی تنگی فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِہِمۡ ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں۔ اَدۡعِیَاء دَعِیٌّ کی جمع ہے۔منہ بولا بیٹا، لے پالک۔ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور نباہ کی صورت نہ ہو طلاق دے دیں۔تو اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر تمہارے ذریعے اس مسئلے کو واضح کردیا کہ متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ طلاق کے بعد نکاح جائز ہے وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا اور ہے اللہ تعالیٰ کا حکم طے شدہ۔جو رب تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنۡ حَرَجٍ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ پر کوئی حرج۔لوگوں کے پروپیگنڈے سے نہ ڈریں نبی ﷺ پر کوئی تنگی نہیں ہے فِیۡمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ اس چیز کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائی ہے لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کریں سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے ان لوگوں کے بارے میں جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ اور ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ قَدَرًا ایک اندازے سے مَّقۡدُوۡرَا طے شدہ۔رب تعالیٰ نے جو بات طے کی ہے وہ ہو کر رہے گی۔وہ پہلے کون لوگ گزرے ہیں الَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات اس کی مخلوق تک وَیَخۡشَوۡنَہٗ اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اور وہ نہیں ڈرتے کسی ایک سے اِلَّا اللّٰہَ اللہ تعالیٰ کے سوا۔آپ ﷺ کو بھی کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ہم نے حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور لوگوں کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا اور اللہ کافی ہے حساب دان۔

❁❁❁

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ

رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

مَا كَانَ نہیں ہیں مُحَمَّدٌ محمد ﷺ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ کسی ایک کے باپ تمہارے مردوں میں سے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ اور لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور خاتم النبیین ہیں وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ہر چیز کو جاننے والا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوا اللّٰهَ یاد کرو اللہ تعالیٰ کو ذِكْرًا كَثِيْرًا کثرت سے یاد کرنا وَّسَبِّحُوْهُ اور اس کی تسبیح بیان کرو بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پہلے پہر اور پچھلے پہر هُوَ الَّذِيْ وہ وہ ذات ہے يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ جو رحمت بھیجتی ہے تم پر وَمَلٰٓئِكَتُهٗ

اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں لِيُخْرِجَكُمْ تاکہ وہ نکالے تم کو مِّنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے اِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ اور ہے مومنوں کے بارے میں رَحِيْمًا شفقت کرنے والا تَحِيَّتُهُمْ دعا ان کی يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ جس دن ملاقات کریں گے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سَلٰمٌ سلام ہے وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اَجْرًا كَرِيْمًا اجر عمدہ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو شَاهِدًا گواہی دینے والا وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری سنانے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ اور دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف بِاِذْنِهٖ اس کے حکم کے ساتھ وَسِرَاجًا اور چراغ مُّنِيْرًا روشنی پہنچانے والا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور خوش خبری سنا دیں آپ ایمان والوں کو بِاَنَّ لَهُمْ بے شک ان کے لیے مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَضْلًا كَبِيْرًا فضل ہے بہت بڑا وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ اور آپ بات نہ مانیں کافروں کی وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقوں کی وَدَعْ اَذٰىهُمْ اور چھوڑ دیں ان کی اذیت کا بدلہ لینا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور توکل کریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے سنا (اور پڑھا) کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ بولے

بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے ساتھ عدت ختم ہونے پر نکاح کیا تو مخالفین نے بڑا پروپیگنڈا کیا۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھتے تھے جیسا کہ حقیقی بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اس پروپیگنڈے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں سے نہ ڈریں مجھ سے ڈریں جو رب تعالیٰ کا حکم ہے اس کو پورا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کسی مرد کے باپ نہیں ہیں زبان سے بیٹا کہنے سے کوئی بیٹا تو نہیں بن جاتا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَاكَانَ مُحَمَّدٌ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَبَآ اَحَدٍمِّنْ رِّجَالِكُمْ کسی ایک کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی طور پر کسی کے باپ نہیں ہیں تو صرف زبان سے بیٹا کہنے سے وہ بیٹا کیسے بن گیا؟ اس کے حقوق حقیقی بیٹے والے کیسے ہو گئے؟ پیار سے کسی کو بیٹا کہنا الگ بات ہے اور بیٹوں والے حقوق الگ بات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد :

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین بیٹے تھے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جو نو دس ماہ کی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ دوسرے بیٹے کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کا لقب طیب بھی تھا اور طاہر بھی تھا۔ یہ بھی بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ تیسرے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے جو اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا رجل نہیں بنا بالغ نہیں ہوا۔ بیٹیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار تھیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، یہ چاروں جوان ہوئی ہیں۔ دو کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹوں عتبہ عتیبہ کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے طلاق دے دی تو عدت کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہوا لیکن ان سے اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ

ہوا۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امامہ تھا پھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا اور یہ بھی فوت ہو گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا ان سے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور بیٹیاں ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا ہوئیں۔ تو فرمایا آپ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں زید کو اگر منہ سے بیٹا کہا ہے تو وہ حقیقی بیٹا نہیں بن گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی اور انکی وجہ تسمیہ :

قرآن پاک میں چار مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آیا ہے۔ غزوہ احد کے موقع پر خبر مشہور ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمر ٹوٹ گئی بہت پریشان ہوئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ [آل عمران: ۱۴۴] ''اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر اللہ تعالیٰ کے رسول تحقیق گزر چکے ہیں ان سے پہلے کئی رسول اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے، دین چھوڑ جاؤ گے۔'' اور دوسرا مقام یہی آیت ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔ تیسرا مقام سورۃ محمد میں ہے بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور چوتھا مقام سورۃ فتح میں ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔

لفظ محمد کا لفظی معنٰی ہے تعریف کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جتنی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی ہے اتنی اور کسی کی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اپنوں نے بھی کی اور بیگانوں نے بھی کی۔ انسانوں نے بھی کی، جنات نے بھی کی، فرشتوں نے بھی کی، حیوانات میں بھی یہ جذبہ ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک باغ سے گزر رہے تھے تو آپ ﷺ کو دیکھ کر اونٹ بڑبڑایا۔ یہ اشارہ تھا کہ آپ ﷺ میرے پاس آئیں۔ آپ ﷺ اس اونٹ کے پاس گئے پھر پوچھا لِمَنْ هٰذَا الْبَعِيْرُ "یہ اونٹ کس کا ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ لِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ ایک انصاری کا ہے۔" فرمایا فوراً اس کو بلاؤ۔ وہ آیا تو آپ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تمہارے اونٹ نے تمہاری تین شکایتیں کیں ہیں۔

۱ ...... یہ کہ تم اس کو ضرورت کے مطابق چارا نہیں ڈالتے۔

۲ ...... بروقت پانی نہیں پلاتے۔

۳ ...... اس کو دھوپ میں باندھے رکھتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ "ان بے زبانوں کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرو۔"

ایک خاص مقام پر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سے الگ ہو گئے۔ نہتے ہیں کوئی ہتھیار پاس نہیں ہے۔ جنگل کا ببر شیر باہر آ گیا یہ پریشان ہوئے کہ میرے پاس نہ تلوار ہے نہ نیزہ ہے اور یہ موذی ہے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے شیر سے اتنے لفظ کہے يَا اَبَا الْحَارِثِ یہ شیر کی کنیت ہے اے شیر! اَنَا سفينة مَوْلیٰ رسول الله ﷺ "میرا نام سفینہ ہے میں آنحضرت ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں آپ ﷺ کا خادم ہوں۔" یہ الفاظ سنتے ہی شیر نے دم ہلانا شروع کر دی جیسے کتا بلی مالک کے سامنے پیار کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ راستہ بھول گئے تھے اس شیر نے آگے ہو کر ان کو راستے پر ڈال دیا۔ جس وقت اسلامی فوج نظر آئی تو شیر نے سلام کیا اور چلا گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت :

تو محمد رسول اللہ ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ

اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یعنی روحانی باپ سب کے ہیں چونکہ آپ ﷺ روحانی باپ ہیں اسی وجہ سے آپ ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں جیسا کہ تم اسی سورت میں پڑھ چکے ہو وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔ مائیں تب بنیں گی نا کہ جب آپ ﷺ باپ ہوں۔ مگر روحانی باپ ہیں جسمانی نہیں ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد قیامت تک کوئی سچا نبی دنیا میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے اور جو اس کو مانتا ہے وہ بھی کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو تو شریف انسان کوئی ثابت نہیں کرسکتا۔ مرزے نے اپنی کتاب ''اربعین'' کے بارے میں اعلان کیا کہ میں چالیس جلدوں میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے چندے کی ضرورت ہے۔ اس کے حواریوں نے کافی چندہ دیا۔ چار چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے، اربعین نمبر ۱، اربعین نمبر ۲، اربعین نمبر ۳، اربعین نمبر ۴۔ رقم کافی اکٹھی ہوئی تھی دو تین سال گزر گئے اور کوئی کتاب نہ آئی۔ چار پانچ سال گزر گئے اور کوئی حصہ نہیں آیا۔ آٹھ دس سال کے بعد بھی جب اور کوئی حصہ نہ آیا تو حواریوں نے کہا تم نے تو کہا تھا چالیس جلدیں لکھوں گا لیکن صرف چار حصے آئے ہیں اور وہ بھی چھوٹے چھوٹے باقی کب آئیں گے؟ بناوٹی نبی کا جواب سنو! کہنے لگا چار تو میں نے لکھ دیئے ہیں صفر تم اپنی طرف سے اس کے ساتھ لگا دو چالیس ہو جائیں گے۔ یہ ہے پیغمبر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مرزائی عام طور پر یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب تشریعی نبی یعنی شریعت والے نبی نہیں تھے اور غیر شریعت والا نبی آئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے دھوکے سے بچنے کے لیے یہ حوالہ نوٹ کرلیں۔ مرزا اربعین نمبر ۴ میں لکھتا ہے'' تشریعی نبی کون سا ہوتا

ہے؟ تشریعی نبی وہ ہوتا ہے جس کی وحی میں امر بھی ہو، نہی بھی، حلال بھی ہو، حرام بھی ہو اور میری وحی میں امر بھی ہے، نہی بھی ہے، میں تشریعی نبی ہوں۔'' عجیب پینترے اس نے بدلے ہیں۔ اس وقت کا یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ برطانیہ نے اس کو کھڑا کیا تھا اور وہ آج بھی ان کی سرپرستی کر رہا ہے۔ چار براعظموں میں روزانہ ان کی دو گھنٹے تقریر نشر ہوتی ہے۔ اس میں آدھا گھنٹہ مرزا قادیانی کے فضائل اور ڈیڑھ گھنٹہ دوسری گفتگو ہوتی ہے۔ مرزائی نے بہتر (۷۲) زبانوں میں اپنی من پسند کا ترجمہ چھپوا کر پوری دنیا میں تقسیم کیا ہے۔ بوسنیا ابھی آزاد ہوا ہے۔ بوسنیائی زبان میں بھی انہوں نے ترجمہ شائع کر دیا ہے۔ مال ان کے پاس بہت زیادہ ہے۔

تو یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بعد کوئی سچا نبی دنیا میں نہ آ سکتا ہے نہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمادیا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ۔ تمہیں خاتم النبیین کی امت بننے کا شرف حاصل ہوا ہے جس کے متعلق پیغمبر آرزوئیں کرتے گئے ہیں لہٰذا کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو وَّسَبِّحُوْهُ اور اس کی تسبیح بیان کرو۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم بُكْرَةً پہلے پہر وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر بھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی ہے حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) جیسا پیغمبر عطا فرمایا ہے یہ دو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں بڑی ہیں لیکن ہمیں ان نعمتوں کی قدر نہیں ہے۔ ہمیں قدر ہے مال و دولت کی، زر اور زمین کی۔ هُوَ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات

وہی ہے یُصَلِّیۡ عَلَیۡکُمۡ ۔لفظ صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے۔تو معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ تم پر رحمت بھیجتا ہے۔ہم جو درود شریف پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے اے اللہ! اپنی رحمت بھیج محمد ﷺ پر وَ مَلٰٓئِکَتُہٗ اور جب لفظ صلوٰۃ کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے رحمت کی دعا کرنا۔تو معنیٰ ہوگا اور فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں لِیُخۡرِجَکُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ تاکہ نکالے تمہیں اندھیروں سے کفر و شرک کے، بدعت کے، تکبر، حسد، بغض اور کینہ کے اندھیروں سے نکالے اِلَی النُّوۡرِ روشنی کی طرف۔نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ حق کی طرف۔اور کیا پوچھتے ہو؟ وَکَانَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَحِیۡمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بڑی شفقت کرنے والا۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کتاب دی، پیغمبر دیا، ایمان دیا، ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔بڑی شفقت ہے۔ تَحِیَّتُھُمۡ۔ تَحِیَۃٌ اصل میں اس دعا و سلام کو کہتے ہیں کہ جب دو آدمی آپس میں ملیں تو ایک دوسرے کے لیے سلامتی کی دعا کریں۔

جیسے فارسی والے کہتے ہیں خوش آمدید۔پنجابی میں کہتے ہیں جی آیاں نوں۔پشتو والے کہتے ہیں ہر کلہ راغلے۔عربی میں تحیہ کہتے ہیں۔تو پہلی ان کی جو آؤ بھگت ہوگی دعا ہوگی یَوۡمَ یَلۡقَوۡنَہٗ جس دن ملاقات کریں گے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سَلٰمٌ سلام کے ساتھ ہوگی سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ [سورہ یٰسین] ''سلام ہوگا اپنے بندوں کو رب رحیم کا۔'' آج دیکھو! مزدور کو کارخانے کا مالک سلام کہے یا ملازم کو بڑے ہیڈ والا اس کا افسر سلام کہے تو وہ سارا دن خوش رہتا ہے کہ میرے افسر نے مجھے سلام کیا ہے اور رب تعالیٰ اپنے بندوں کو سلام کرے تو کتنے فخر اور خوشی کی بات ہے وَاَعَدَّ لَھُمۡ اَجۡرًا کَرِیۡمًا اور تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اجر عمدہ۔

شاهدًا و مبشرًا کی تفسیر :

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم ﷺ! اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا بے شک بھیجا ہم نے آپ کو گواہی دینے والا۔ اس گواہی کی وضاحت خود قرآن کریم نے فرمائی ہے لہٰذا قرآن کریم کی تفسیر کی موجودگی میں کسی اور تفسیر کی ضرورت نہیں ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۲ میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ''اور اسی طرح بنایا ہم نے تمہیں امت وسط، اعتدال والی تا کہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہ اور ہو جائے رسول تم پر گواہ۔'' تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہے۔ مثلاً قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی پیشی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائیں گے هَلْ بَلَّغْتَ ''کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟'' وہ جواب دیں گے ہاں کی تھی۔ قوم سے پوچھا جائے گا کہ نوح علیہ السلام نے تمہیں میرا پیغام دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے ہمیں انہوں نے تبلیغ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے نوح علیہ السلام کو تم مدعی ہو کہ میں نے تبلیغ کی ہے اور وہ منکر ہیں لہٰذا گواہ پیش کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرے گواہ ہیں آخری پیغمبر کے صحابہ آپ ﷺ کی امت۔ تو اس امت کو بلایا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ یہ امت کہے گی کہ ہاں! انہوں نے تبلیغ کی ہے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ ہمارے خلاف کیسے گواہی دے سکتے ہیں یہ تو موقع پر موجود ہی نہیں تھے۔ یہ تو ہم سے ہزاروں سال بعد آئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سنتے ہو وہ فریق کیا کہہ رہا ہے؟ یہ امت کہے گی اے پروردگار! اگر آپ سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں اور آپ کا آخری پیغمبر سچا ہے اور یقیناً سچا ہے تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ آپ کی کتاب میں ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

[اعراف:۵۹] ''البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو پس کہا انہوں نے اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا۔'' جس وقت یہ امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی گواہی کی تصدیق کریں گے کہ میری امت نے صحیح گواہی دی ہے۔ یہ معنٰی ہے شَاهِدًا کا۔ وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا وَّنَذِيرًا اور ڈرانے والا۔ قرآن کریم کے اردو ترجمے بہت سے ہیں۔ سب سے بہترین ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر ان کے بھائی شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پھر مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان اکابر نے جو ترجمے کیے ہیں بالکل صحیح ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کی ترجمہ قرآن میں لفظی تحریف :

اور ایک لفظی ترجمہ احمد رضا خان صاحب نے کیا ہے اس کا نام کنز الایمان ہے۔ لفظی ترجمے میں جتنی تحریف اس نے کی ہے خدا کی دنیا میں اور کسی نے نہیں کی۔ وہ شاهدًا کا ترجمہ کرتا ہے حاضر ناظر۔ اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر۔ حالانکہ تمام فقہاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر ناظر کہنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ تو کفر قرآن کریم کا ترجمہ کیسے ہو گیا۔ دیکھو! جب ایک سادہ مسلمان اس کو پڑھے گا تو وہ کہے گا حاضر ناظر تو قرآن کا ترجمہ ہے۔ اتنا ظلم قرآن کریم پر کسی نے نہیں کیا جتنا احمد رضا خان صاحب نے کیا ہے کہ لفظی ترجمہ میں تحریف کی ہے۔ تفسیر میں تو لوگ گڑبڑ کرتے ہیں لیکن اتنی جرأت تو قادیانیوں نے بھی نہیں کی، بابیوں نے بھی نہیں کی، بہائیوں نے بھی نہیں کی کہ لفظی ترجمہ بگاڑ دیں۔ تشریح اپنی علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔ خاتم النبیین کا ترجمہ مرزائی یہ کرتے ہیں کہ

آپ خاتم النبیین ہیں۔تشریح میں تحریف کی ہے۔اس اللہ کے بندے نے لفظی ترجمہ بدل دیا ہے۔اس کے ترجمے پر بہت سارے ملکوں نے پابندی لگائی ہے۔سعودیہ،متحدہ عرب امارات حتیٰ کہ ایران نے بھی اس پر پابندی لگائی ہے۔قبائلی علاقوں میں بھی اس پر پابندی ہے۔آزادی ہے ہمارے پاکستان میں جو اسلام کے لیے بنا تھا لیکن یہاں اسلام کا نام ہی نہیں ہے اور ہماری محترمہ (بے نظیر بھٹو سابق وزیراعظم پاکستان) امریکہ کو خوش کرنے کے لیے وہاں کہہ آئی ہیں کہ پردہ وغیرہ کوئی شے نہیں ہے۔بھئی! لعنت ہو ایسی عورت پر۔اس علاقے میں جو ہماری بچیاں ہیں کالجوں میں پڑھتی ہیں وہ تو بضد ہیں کہ ہمارے سر پر دوپٹا ہونا چاہیے،سکارف ہونا چاہیے اور حکومت کہتی ہے نہیں ہونا چاہیے اور یہ وہاں جا کر کہہ آئی ہے کہ پردہ کوئی شے نہیں ہے،لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔توشاھدًا کا ترجمہ حاضر ناظر قطعاً نہیں ہے۔اس کا ترجمہ حاضر ناظر کرنے والا پکا کافر ہے۔فقہائے کرام سے زیادہ محتاط طبقہ کوئی نہیں ہے وہ بھی کافر کہتے ہیں۔

فرمایا وَّدَاعِيًا إِلَى اللهِ اور دعوت دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بِإِذْنِهٖ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا اور ہم نے چراغ بنا کر بھیجا ہے روشنی پہنچانے والا۔جیسے چراغ کے ذریعے روشنی پہنچتی ہے اس طرح آپ ﷺ کے ذریعے ایمان، اسلام اور شریعت کی روشنی پہنچتی ہے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ اور خوش خبری سنا دیں ایمان والوں کو بِأَنَّ لَهُمْ کہ بے شک ان کے لیے مِّنَ اللهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَضْلًا كَبِيرًا فضل ہے بہت بڑا۔یہ آپ کو خطاب کر کے ہمیں تمہیں سمجھایا گیا ہے وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِينَ اور آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں وَالْمُنٰفِقِينَ اور نہ منافقوں کی اطاعت کریں۔آپ تو پیغمبر تھے آپ نے کب اطاعت کرنی تھی یہ بھی ہمیں سمجھایا گیا ہے

کہ نہ کافروں کی اطاعت کرو اور نہ منافقوں کی اطاعت کرو وَدَعْ اَذٰىهُمْ اور ان کی اذیت کا بدلہ چھوڑ دو۔ وہ جو زبانی کلامی آپ کو تکالیف پہنچاتے ہیں اس کا تم بدلہ نہ لو۔ اب دیکھو! کتا کسی پر بھونکے تو وہ کہے کہ میں بھی اس پر بھونکوں گا۔ کتے کا تو کام ہے بھونکنا لہٰذا ان کی اذیت کا بدلہ چھوڑ دو وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کر وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز، کام بنانے والا۔

❁❁❁

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ جب تم نکاح کرو مومن عورتوں کے ساتھ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ پھر تم ان کو طلاق دے دو مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ پس نہیں ہے تمہارے لیے ان پر مِنْ عِدَّةٍ کوئی عدت تَعْتَدُّوْنَهَا جس کو تم شمار کرو فَمَتِّعُوْهُنَّ پس تم ان کو فائدہ پہنچاؤ وَسَرِّحُوْهُنَّ اور ان کو رخصت کر دو سَرَاحًا جَمِيْلًا رخصت کرنا اچھے طریقے سے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ بے شک ہم نے حلال کیں آپ کے لیے

اَزْوَاجَكَ آپ کی بیویاں الّٰتِيٓ وہ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ جن کا ادا کیا ہے آپ نے حق مہر وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ اور وہ جن کے مالک ہوئے آپ کے دائیں ہاتھ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ جو اللہ نے لوٹائیں عَلَيْكَ آپ پر وَبَنٰتِ عَمِّكَ اور آپ کے چچے کی بیٹیاں وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ اور آپ کی پھوپھی کی لڑکیاں وَبَنٰتِ خَالِكَ اور آپ کے ماموں کی لڑکیاں وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اور آپ کی خالہ کی بیٹیاں الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اور وہ مومن عورت اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا اگر وہ ہبہ کرے اپنی جان کو لِلنَّبِيِّ نبی کے لیے اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اگر ارادہ کرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا کہ نکاح کرے اس کے ساتھ خَالِصَةً لَّكَ یہ خالص ہے آپ کے لیے مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے علاوہ قَدْ عَلِمْنَا تحقیق ہم جانتے ہیں مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ جو کچھ ہم نے ان پر فرض کیا ہے فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ ان کی بیویوں کے بارے میں وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ اور ان کے بارے میں کہ مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ لِكَيْلَا يَكُوْنَ تاکہ نہ ہو عَلَيْكَ آپ پر حَرَجٌ کوئی تنگی وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کا ذکر تھا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے خود عرش پر کر دیا۔ اب نکاح کے متعلق مومنوں کو ہدایات ہیں۔ ارشاد ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ جس وقت تم نکاح کرو مومن عورتوں کے ساتھ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ پھر تم ان کو طلاق دے دو مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ اس سے پہلے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ یعنی ہم بستری کرو فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ پس نہیں ہے تمہارے لیے ان عورتوں پر مِنْ عِدَّۃٍ کوئی عدت تَعْتَدُّوْنَھَا جس کو تم شمار کرو۔

غیر مدخولہ بہا کی عدت :

مسئلہ یہ ہے نکاح ہو گیا لیکن رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت کی عدت نہیں ہے۔ طلاق کے فوراً بعد بھی جہاں چاہے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے کہ ایسی مطلقہ عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔ صدر ایوب کا دور تھا اس نے کچھ خاندانی قانون نافذ کیے جو ابھی تک نافذ ہیں۔ ان کی ایک شق یہ بھی ہے کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت ۹۰ دن ہے۔ اس پر علماء نے احتجاج کیا کہ قرآن کریم کی نص کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس شق میں وہ مطلقہ بھی آتی ہے جس کی رخصتی نہیں ہوئی اور مطلقہ حائضہ اس کی زد میں ہے۔ کیونکہ اس کی عدت تین حیض ہے اور حیض میں عورتوں کی عادتیں مختلف ہوتی ہیں لہٰذا حیض والی کے لیے نوے (۹۰) دن مقرر کرنا بھی قرآن کریم کے خلاف ہے۔ صرف اس عورت کی عدت تین ماہ ہے جس کو حیض نہیں آتا مگر نوے (۹۰) دن عدت اس کی بھی نہیں بنتی۔ اس لیے کہ مہینہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس دن کا۔ تو یہ قانون قرآن کے بالکل صریحاً خلاف ہے۔ علمائے کرام نے ایوب خان سے رابطہ کر کے وقت مانگا کہ ہم ملاقات کرنا چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر بات کرنی ہے تو اس نے ٹائم نہ دیا۔ دوسرے تیسرے دن جاپان کے ناچنے گانے والے مرد اور عورتیں آئیں تو ایوب خان نے ان کو

ٹائم دے دیا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مجاہد آدمی تھے انہوں نے ایوب خان کی خبر لی اور کہا کہ تیرے پاس جاپان سے آئے ہوئے بھانڈوں کے لیے ٹائم تھا اور علمائے کرام کے لیے نہیں تھا۔ حالانکہ ہم تیرے ملک کے رہنے والے ہیں۔ پھر صدر ایوب خان کے خلاف اخبارات میں، رسالوں میں، تقریروں اور درسوں میں بہت کچھ ہوا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ حامد ناصر چٹھہ کے والد صاحب ہمارے حلقہ قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کیا کہ یہ ہمارے حلقے کا قومی اسمبلی کا ممبر ہے اس کے ذریعے بات پہنچانی چاہیے اور اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے حاجی اللہ دتہ مرحوم، صوفی نذیر احمد مرحوم، میر محمد شفیع صاحب، ملک حاجی محمد اقبال صاحب اور میں اس کے پاس احمد نگر گئے اور اس کے ساتھ گفتگو کی کہ صدر صاحب نے ہمیں تو وقت نہیں دیا ملاقات کے لیے اور آپ ہمارے علاقے کے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں آپ اپنے حلقے کی طرف سے یہ آواز پہنچادیں۔ میں نے لکھ کر بھی اس کو دیا۔ وہ ہماری بات سن کر بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کہ قرآن میں اس طرح ہے اور ایوب خان نے اس طرح قانون بنایا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں! یہ قرآن تمہارے سامنے ہے اس کا ترجمہ دیکھ لیں۔ انگریزی ترجمہ دیکھ لیں اردو کا دیکھ لیں۔ چودھری صلاح الدین کان پکڑ کر توبہ توبہ کرنے لگ گیا۔ پھر خدا ہی جانتا ہے کہ اس نے ہماری بات پہنچائی یا نہیں۔

تو جس عورت کا نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے۔ فَمَتِّعُوْهُنَّ پس تم ان کو فائدہ پہنچاؤ۔ ان کو ایک جوڑا کپڑوں کا دے دو۔ مسئلہ یہ

ہے کہ جس عورت کا حق مہر مقرر ہوا ہے اس عورت کو ایک جوڑا اپنی حیثیت کے مطابق دینا مستحب ہے اور اگر حق مہر مقرر نہیں ہوا تو پھر جوڑا دینا واجب ہے یعنی طلاق کے بعد۔ اسلام طلاق کے بعد بھی انسانی درجے سے نہیں گراتا کہ چلو جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو گیا کم از کم اب تم اس کو ایک جوڑا کپڑوں کا تو دے دو۔لیکن یہاں صورت حال یہ ہے ان چیزوں کو کوئی نہیں سمجھتا۔طلاق کے بعد لوگ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں۔فرمایا وَسَرِّحُوْهُنَّ اور اس کو رخصت کر دو، الگ کر دو سَرَاحًا جَمِيْلًا اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔عمدگی اور شرافت کے ساتھ اس کو الگ کر دو۔

خصائص نبوی ﷺ :

آگے آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی ﷺ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ بے شک ہم نے حلال کر دیں آپ کے لیے اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ آپ کی وہ بیویاں اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ جن کو حق مہر دے کر لائے ہو۔بیشتر آپ کی بیویاں وہ تھیں کہ ان کو حق مہر دے کر آپ نے نکاح کیا وَمَا اور وہ بھی حلال ہیں مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ کہ آپ کا دایاں ہاتھ ان کا مالک ہے۔یہ لفظ بار بار قرآن کریم میں آتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ لڑائی ہو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائیں تو ان کے قیدی جو تمہارے پاس ہوں گے یا تو ان کا اپنے قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لو اور اگر تم ان پر احسان کرو اور مفت میں رہا کر دو تو اس کا بھی تمہیں حق ہے یا ان کو معاوضہ لے کر چھوڑ دو اس کا بھی اختیار ہے۔اور آخری اور سخت صورت یہ ہے کہ ان کو غلام بنا لو۔امیر لشکر تقسیم کرے گا دائیں ہاتھ سے پکڑائے گا اور دائیں ہاتھ میں دے گا اور مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شے دو تو دائیں ہاتھ سے دو اور جب لو تو دائیں ہاتھ سے لو۔چونکہ لینے اور دینے والے

دونوں کا دایاں ہاتھ ہوتا تھا اس لیے اس کو ملک یمین کہتے ہیں۔ لونڈیاں اگر اہل کتاب میں سے ہوتی تھیں یہود ونصاریٰ میں سے تو ان کے ساتھ میاں بیوی والا معاملہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر اہل کتاب میں سے نہ ہوں تو لونڈی ملک تو ہو گی لیکن اس کے ساتھ ہم بستری جائز نہیں ہو گی۔ ایسے سمجھو جیسے کوئی گدھی کا مالک ہے، کوئی خچری، بھینس کا مالک ہے۔ غیر اہل کتاب لونڈیوں کے ساتھ ہم بستری تب جائز ہو گی کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اس طرح کی دو عورتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں۔ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا جو غزوہ بنی مصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنے حرم میں لے لیا۔ دوسری حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہود میں سے تھیں۔ ان کو بھی آپ ﷺ نے آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔ تو فرمایا کہ آپ کے لیے حلال ہیں وہ عورتیں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور وہ بھی کہ مالک ہے آپ کا دایاں ہاتھ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر لوٹائیں ہیں کہ مال غنیمت کے طور پر آپ کو دی ہیں وَبَنٰتِ عَمِّكَ اور آپ کے چچے کی لڑکیاں وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں وَبَنٰتِ خَالِكَ اور ماموں کی لڑکیاں وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ اور خالہ کی لڑکیاں الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی وہ آپ کے لیے حلال نہیں ہیں۔ یہ قانون عام مومنوں کے لیے نہیں ہے۔ اسی لیے آگے آرہا ہے خَالِصَةً لَّكَ یہ خالص آپ کے لیے ہے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیویاں تو ہیں دین پھیلانے کے لیے اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی انہوں نے دین سیکھا ہی نہیں ہے تو آگے کیا دین پھیلائیں گی۔ محض عورتوں کی بھرتی تو نہیں کرنی۔ فرمایا وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اور وہ عورت جو مومن ہو اِنْ

وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اگر وہ اپنا نفس ہبہ کردے نبی کے لیے اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اگر نبی ﷺ ارادہ کریں اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا کہ ان کے ساتھ نکاح کریں تو آپ کو اجازت ہے خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ خاص ہے آپ کے لیے مومنوں کے سوا۔ کوئی عورت آپ ﷺ کو کہہ دے وَهَبْتُ لَكَ نَفْسِيْ "میں نے اپنا نفس آپ کو بخش دیا۔" بے شک تنہائی میں ہو، گواہ بھی نہ ہوں۔ آپ ﷺ فرمادیں کہ میں نے قبول کیا مجھے تو قبول ہے تو نکاح ہو جائے گا۔ یہ آپ ﷺ کے لیے خاص ہے اگرچہ آپ ﷺ نے ایسا کیا نہیں ہے۔ امت میں سے کسی فرد کے لیے جائز نہیں ہے۔ امت میں سے کسی کا نکاح گواہوں کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ تحقیق ہم جانتے ہیں جو ہم نے مقرر کیا ہے ان پر فِيْ اَزْوَاجِهِمْ ان کی عورتوں کے بارے میں یہ کہ امت میں سے کوئی چار سے زائد عورتوں کے ساتھ بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا اور گواہوں کے بغیر نہیں کر سکتا اور نکاح کا مہر بھی دیں اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو عدل وانصاف سے کام لیں کہ ان کے شرعی حقوق پورے کریں اگر انصاف نہیں کر سکتے تو پھر ایک ہی پر گزارا کرے۔ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ اور لونڈیوں کے بارے میں جو حکم ہے وہ بھی پورا کریں کہ لونڈی بت پرست مشرکہ نہ ہو۔ کتابیہ یعنی یہود و نصاریٰ میں سے ہو۔ اور چھٹے پارے میں مذکور ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ بھی نکاح کرنا جائز ہے۔

قادیانی اور رافضی عورتوں سے نکاح کا مسئلہ :

لیکن یاد رکھنا! جیسے آج مسلمان کہلانے والے سارے مسلمان نہیں ہیں مثلاً قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، رافضی شیعہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، منکرین

حدیث ، بابی ، بہائی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ۔ غالی مشرک بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ۔تو کہنے سے تو کوئی مسلمان نہیں بن جاتا ۔ یہ سارے قطعی کافر ہیں ۔ اسی طرح عیسائیوں میں بھی بہت سے فرقے ہیں محض عیسائی کہنے سے ان کی میم کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہو جائے گا ۔اور یہودیوں میں بھی بہت فرقے ہیں نرا اتنا کہنے سے کہ میں یہودی ہوں تو ایسی عورت کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے جب تک صحیح یہودی نہ ہو اور صحیح عیسائی نہ ہو تو نکاح جائز نہیں ہے جیسے ان مسلمان کہلانے والے فرقوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے ۔ بلوچستان میں ایک ذکری فرقہ ہے جن کے ہاں نہ نماز ہے نہ روزہ ہے چند اشغال وہ کرتے ہیں ۔ وہاں ایک پہاڑ ہے کوہ مراد وہاں یہ حج کرتے ہیں ۔ وہ اپنے آپ کو مکہ کے حاجی کی طرح سمجھتے ہیں ۔ ایسے فرقے مسلمان نہیں ہیں ۔ اس لیے نکاح میں بڑی احتیاط کریں ۔ شیعہ پہلے اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں اب فقہ جعفریہ والے کہلاتے ہیں ۔ اس کو یاد رکھنا کبھی نہ بھولنا یہ پکے کافر ہیں ۔ ان کو کبھی نہ رشتہ دو اور نہ لو ۔ چلو کسی کمزور مسلمان کو دو گے ایمان تو محفوظ رہے گا ۔ ایمان بڑی چیز ہے ۔

انگریز کے دور میں بہاول پور کے اندر ایک دین دار کی لڑکی کا رشتہ لاعلمی میں قادیانی کے ساتھ ہو گیا ۔ وہاں جا کر ساس سسر ، خاوند کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ تو مرزائی ہیں ۔ واپس آ کر اس نے کہا کہ جائیداد کی خاطر تم میرا ایمان برباد کر رہے ہو وہ تو مرزائی ہیں ۔ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی مرزائی ہیں ۔ لڑکی نے کہا کہ تم مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دو میں نہیں جاؤں گی ۔ اس نکاح کے ختم کرنے کا مقدمہ چلا ۔ اس طرف سے حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند وکیل تھے ۔ دونوں طرف سے بڑا زور لگا ۔ شاہ صاحب بیمار ہو گئے بچنے کی امید نہیں تھی ۔ فرمایا کہ اگر میری

زندگی میں اس مقدمے کا فیصلہ ہو گیا تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ میری قبر پر آ کر مجھے فیصلہ سنانا کہ انور شاہ فیصلہ تمہارے حق میں ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد اکبر جج نے فیصلہ لکھا کہ قادیانی کافر ہیں، مرزائی کافر ہیں اور مسلمان کا نکاح کافر کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اب تو ججوں کا بھی کوئی حال نہیں ہے سب تمہارے سامنے ہے۔ تو لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ تا کہ نہ ہو تم پر کوئی حرج، کوئی تنگی نہ ہو اس لیے ہم نے اجازت دے دی ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

❁❁❁

ترجمہ

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ۝۵۱ لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ۝۵۲ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۝۵۳

تُرْجِیْ آپ پیچھے ہٹادیں مَنْ اس کو تَشَآءُ جس کو آپ چاہیں مِنْهُنَّ ان بیویوں میں سے وَتُـْٔوِیْ اور قریب کرلیں اِلَیْكَ اپنی طرف مَنْ تَشَآءُ جس کو آپ چاہیں وَمَنِ ابْتَغَیْتَ اور جس کو آپ چاہیں مِمَّنْ ان میں

سے عَزَلۡتَ الگ کر دیا تھا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَ پس کوئی حرج نہیں آپ پر ذٰلِكَ یہ اَدۡنٰٓى زیادہ قریب ہے اَنۡ تَقَرَّ اَعۡيُنُهُنَّ کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں ان کی وَلَا يَحۡزَنَّ اور نہ ہوں غمگین وَيَرۡضَيۡنَ اور راضی ہو جائیں بِمَآ اس چیز پر اٰتَيۡتَهُنَّ جو آپ ان کو دیں كُلُّهُنَّ سب کو وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ يَعۡلَمُ جانتا ہے مَا فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ جو تمہارے دلوں میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلِيۡمًا حَلِيۡمًا سب کچھ جاننے والا تحمل کرنے والا لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ حلال نہیں ہیں آپ کے لیے (اے پیغمبر) عورتیں مِنۡۢ بَعۡدُ ان کے بعد وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ اور نہ یہ کہ آپ تبدیل کریں ان کے بدلے میں مِنۡ اَزۡوَاجٍ دوسری بیویاں وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ اور اگرچہ اچھا لگے آپ کو حُسۡنُهُنَّ ان کا حسن اِلَّا مَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ مگر وہ جن کے مالک ہیں آپ کے دائیں ہاتھ وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ رَّقِيۡبًا ہر چیز پر نگران يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَدۡخُلُوۡا نہ داخل ہو بُيُوۡتَ النَّبِىِّ نبی ﷺ کے گھروں میں اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡذَنَ لَكُمۡ مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے اِلٰى طَعَامٍ کھانے کی طرف غَيۡرَ نٰظِرِيۡنَ اِنٰٮهُ اس حال میں کہ نہ دیکھنے والے ہو اس کے پکنے کو وَلٰـكِنۡ اور لیکن اِذَا دُعِيۡتُمۡ جب تمہیں دعوت دی جائے فَادۡخُلُوۡا پس داخل ہو جاؤ فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ پس جس وقت تم کھانا کھا چکو فَانۡتَشِرُوۡا پھر چلے جاؤ وَلَا مُسۡتَاۡنِسِيۡنَ اور نہ مانوس ہو لِحَدِيۡثٍ کسی بات میں اِنَّ ذٰلِكُمۡ

بے شک یہ چیز کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ تکلیف دیتی ہے اللہ تعالیٰ کے نبی کو فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ پس وہ حیا کرتے ہیں تم سے وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ اور اللہ تعالیٰ نہیں شرماتے مِنَ الْحَقِّ حق بیان کرنے سے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ اور جب تم سوال کرو ان سے مَتَاعًا کسی سامان کا فَسْئَلُوْهُنَّ پس سوال کرو ان سے مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ پردے کے پیچھے سے ذٰلِكُمْ یہ بات اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ زیادہ پاکیزہ ہے تمہارے دلوں کے لیے وَقُلُوْبِهِنَّ اور ان کے دلوں کے لیے وَمَا كَانَ لَكُمْ اور نہیں ہے تمہارے لیے اَنْ تُؤْذُوْا کہ تکلیف پہنچاؤ رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول کو وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اور نہ یہ کہ تم نکاح کرو اَزْوَاجَهٗ اس کی بیویوں سے مِنْۢ بَعْدِهٖٓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اَبَدًا کبھی بھی اِنَّ ذٰلِكُمْ بے شک یہ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی چیز۔

ماقبل سے ربط :

بیک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے ان عورتوں کی باری نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے جس کو چاہیں قریب رکھیں اور جس کو چاہیں دور رکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ عام مومنوں کے لیے قانون یہ ہے کہ اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہیں تو ان کے درمیان عدل و انصاف قائم رکھے۔ اگر ایک دن ایک کے پاس ہے تو دوسرے دن دوسری کے پاس رہے۔ خوراک، لباس، رہائش،

علاج معالجہ، جتنی ضروریات ہیں ان میں سب کا خیال رکھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا تھا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس کم وبیش وقت گزار سکتے ہیں کہ بیویاں یہ نہ سمجھیں کہ ہمارا حق ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے عدل وانصاف کو برقرار رکھا۔ بیویوں کے الگ الگ حجرے تھے۔ ایک دن رات ایک کے پاس رہتے تھے۔ پھر چوبیس گھنٹے دوسری کے پاس پھر تیسری کے پاس پھر چوتھی کے پاس۔ آپ ﷺ نے اس طرح باریاں مقرر کی ہوئی تھیں اور ظاہری طور پر مکمل برابری رکھتے تھے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ "یہ میری تقسیم ہے اس میں جو میرے اختیار میں ہے پس میرا مواخذہ نہ کرنا اس میں جو آپ کے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں ہے۔" یعنی بیویوں کے درمیان جو عدل وانصاف، رہائش، لباس، خوراک کے لحاظ سے تھا وہ میں نے پورا کر دیا۔ اے پروردگار! جس چیز کا میں مالک نہیں اس میں مجھے نہ پکڑنا۔ آپ ﷺ کو طبعی طور پر محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ تھی۔ فرمایا پروردگار! وہ میرے بس میں نہیں ہے اس پر میرا مواخذہ نہ کرنا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا تھا کہ آپ ﷺ کے ذمہ بیویوں کی باریاں لازم نہیں ہیں۔

اختیاراتِ نبوی ﷺ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ آپ پیچھے ہٹا دیں جس کو چاہیں ان میں سے باری نہ دیں۔ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہیں پیچھے ہٹا دیں باری نہ دیں وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ اور قریب کر لیں اپنے جس کو چاہیں وَمَنِ ابْتَغَیْتَ اور جس کو

آپ چاہیں مِمَّنْ عَزَلْتَ ان میں سے جس کو الگ کیا ہے باری سے کہ اس کو باری نہیں دی تھی اگر اس کو باری دینا چاہتے ہیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ یہ بات زیادہ قریب ہے اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں کہ باری نہیں تھی پھر دے دی تو سمجھیں گی کہ ہم پر احسان کیا ہے وَلَا يَحْزَنَّ اور وہ غمگین اور پریشان نہیں ہوں گی وَيَرْضَيْنَ اور راضی ہو جائیں بِمَآ اس چیز پر اٰتَيْتَهُنَّ جو آپ ان کو دیں كُلُّهُنَّ سب کو، لیکن میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے اخلاق حسنہ کی بنا پر اس رخصت پر عمل نہیں کیا بلکہ سب کو برابری کے ساتھ باری دی وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا تحمل والا۔ سب کچھ جانتا بھی ہے مگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا یہ اللہ تعالیٰ کا تحمل ہے۔ اگر فوری طور پر نہیں پکڑتا تو یہ نہ سمجھو کہ گرفت سے بچ گئے ہو۔

امتناعات :

اور مسئلہ۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں اس وقت آپ ﷺ کے نکاح میں اور کوئی بیوی نہیں تھی۔ وہ مکہ مکرمہ ہی میں فوت ہو گئی تھیں جب آپ ﷺ کی عمر مبارک کا پچاسواں سال تھا اور نبوت کا دسواں سال تھا۔ اور دوسری بیوی حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں چند ماہ آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں اور فوت ہو گئیں۔ باقی نو بیویاں بیک وقت آپ ﷺ کے پاس تھیں۔ جن کی باری آپ ﷺ نے مقرر کی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جتنی بیویاں آپ ﷺ کے نکاح میں ہیں لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ حلال نہیں ہیں آپ کے لیے بیویاں مِنْ بَعْدُ اس کے

بعد۔ ان کے بعد اب اور کوئی بی بی جائز نہیں ہے وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ اور نہ یہ کہ آپ تبدیل کریں ان کے بدلے میں مِنْ اَزْوَاجٍ دوسری بیویاں۔ بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی بیوی کو طلاق دے دیں اور اس کی جگہ کسی اور سے نکاح کر لیں اس کی اجازت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ اپنے خانگی معاملات میں مختار کل نہ تھے۔ گھریلو معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کلی اختیار نہیں دیا تھا اور یہاں لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ پیغمبر مختار کل ہیں جو چاہیں کریں۔ کتنی واضح بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو یہ حق نہیں ہے کہ ان بیویوں یں سے کسی کو طلاق دے کر کسی اور سے نکاح کر کے گنتی پوری کر لیں۔ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اور اگرچہ ان عورتوں کا حسن آپ کو اچھا لگے۔ ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتے۔ بالفرض اگر آپ ﷺ کی ساری بیویاں آپ ﷺ کی زندگی میں فوت ہو جائیں تو آپ ﷺ کو اور نکاح کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور کتنے امتی ایسے ہیں کہ ایک بیوی مر جاتی ہے تو دوسری سے نکاح کر لیتے ہیں اور ایسے معمر لوگ بھی ہیں کہ انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی کئی بیویاں کی ہیں۔ ان کے لیے پابندی نہیں ہے اور آپ ﷺ کے لیے پابندی ہے اور یہ بات قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور غلط عقیدے والے کہتے ہیں آپ ﷺ مختار کل ہیں جو چاہیں کریں۔ یہ کیا منطق ہے؟ خدا کی پناہ! اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مگر وہ جن کے مالک ہیں آپ کے ہاتھ یعنی اگر کوئی عورت لونڈی کے طور پر آجائے تو وہ جائز ہے۔ اس کے بعد ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا لونڈی آئی تھیں ان کے پیٹ سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان۔ رقیب کا معنی محافظ اور نگران۔

شان نزول :

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گنجائش تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو خُبْزًا وَّلَحْمًا گوشت روٹی کے ساتھ سیر کرایا۔ ایسا ولیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کسی کا نہیں کیا۔ چھوٹا سا کمرہ تھا اور پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ ایک کونے میں بیٹھ کر عورتیں پکاتی رہیں اور دس دس آدمی آتے کھاتے اور چلے جاتے۔ تین صوفی قسم کے بزرگ صحابی کھانا کھانے کے بعد نہ اٹھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد میں، سفر میں، میدان جہاد میں باتیں سنتے رہتے ہیں آج ہمیں یہ فخر ہے کہ ہم گھر میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہے ہیں۔ عورتیں بے چاری کونے کے ساتھ لگ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ آخر انہوں نے بھی کھانا کھانا تھا، برتن صاف کرنے تھے مگر یہ جم کے بیٹھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے کہنا مناسب نہ سمجھا کہ اب تم اٹھ کر چلے جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکمت عملی اختیار فرمائی کہ خود اٹھ کر باہر تشریف لے گئے کہ میں چلا جاؤں گا تو یہ بھی چلے جائیں گے۔ کافی دیر باہر چلتے پھرتے رہے۔ انس رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے ان کو بھیجا کہ دیکھو بیٹھے ہیں یا چلے گئے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے آ کر بتلایا کہ حضرت! وہ تو بیٹھے ہیں۔ پھر اندر نہ آئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر بھیجا کہ دیکھ کر آؤ چلے گئے ہیں؟ کہنے لگے حضرت! وہ تو جم کے بیٹھے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر چلنے پھرنے لگ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر بھیجا۔ تیسرے چکر میں ایک کو کوئی ضرورت پیش آئی وہ اٹھ کر چلا گیا دو پھر بیٹھے رہے۔ اس موقع پر یہ اور آئندہ والی آیتیں نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَدْخُلُوْا

بُیُوْتَ النَّبِیِّ نہ داخل ہو نبی ﷺ کے گھروں میں اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ مگر یہ کہ تم کو اجازت دی جائے اِلٰی طَعَامٍ کھانے کی طرف غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰـہُ۔ اِنٰـہُ کا معنیٰ ہے پکنا۔ اس حال میں کہ نہ دیکھنے والے ہو پکنے کو کہ کیسے روٹی پکاتی ہے، چمچہ کیسے پھیرتی ہے؟ ان چیزوں کی طرف نہ دیکھو وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ اور لیکن جس وقت تم کو دعوت دی جائے فَادْخُلُوْا پس داخل ہو جاؤ، کھاؤ فَاِذَا طَعِمْتُمْ پس جب تم کھانا کھا چکو فَانْتَشِرُوْا تو فوراً چلے جاؤ وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اور نہ مانوس ہو کسی بات میں۔ آنحضرت ﷺ کی طرف مانوس ہو کر بیٹھے نہ رہو اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ بے شک یہ بات تکلیف دیتی ہے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی بیویوں کو تکلیف دیتی ہے فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ پس آنحضرت ﷺ حیا کرتے ہیں آپ سے کہ تمہیں کہیں کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔

ہم جیسے گنہگاروں کے گھر میں بھی کوئی اچھا یا بُرا آدمی آجائے طبیعت گوارا کرے یا نہ کرے لیکن زبان سے یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی کہ تم اٹھ کر چلے جاؤ۔ لڑائی جھگڑے کے لیے کوئی آئے، فتنے کے لیے آئے تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ بھئی! لڑائی جھگڑا نہیں ہے مسئلے کی حد تک رہو۔ کئی دفعہ ہوا لوگ بازو چڑھا کر مسئلہ پوچھتے تھے کہ تم کہتے ہو نبی حاضر و ناظر نہیں ہے، عالم الغیب نہیں ہے یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے۔ ان کے مولوی ان کو سکھاتے تھے اور وہ لڑنے کے لیے آتے تھے۔ اب تو لوگ کافی سمجھ گئے ہیں الحمد للہ! مسئلے کی حد تک تو ان کو سمجھاتا تھا لیکن جب وہ لڑائی جھگڑے پر آتے تھے تو کہتا تھا برخوردار، بھائی، عزیز! جھگڑا کسی اور سے جا کر کرو پہلوانی ہمیں نہ دکھاؤ۔ ایسوں کو کہہ دیتا تھا چلے جاؤ۔ ان کے سوا دوسروں کو کہنا کہ اٹھ کر چلے جاؤ بڑی مشکل بات ہے۔ تو آنحضرت ﷺ تو خلق عظیم کے مالک تھے کیسے کہتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔ تو وہ تم سے حیا کرتے ہیں وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ

الْحَقِّ اور اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتے۔

پردہ کا حکم :

اور مسئلہ۔ فرمایا وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ اور جب تم ازواج مطہرات سے سوال کرو مَتَاعًا کسی سامان کا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ پس سوال کرو تم ان سے پردے کے پیچھے سے۔ پردے کا حکم آ گیا تو آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا انس! یہ آیتیں سن لو اب تم نے اندر نہیں آنا۔ پہلے ایسے ہوتا تھا کہ کسی کو دابڑے کی ضرورت ہوتی، پرات کی ضرورت ہوتی آٹا گوندھنے کے لیے، چمچے کی ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ کے گھر سے آ کر لے جاتے تھے اور فخر کرتے تھے کہ ہم نے آپ ﷺ کی کٹھالی میں آٹا گوندھا ہے، آپ ﷺ کے چمچے کے ساتھ کھانا پکایا ہے، آپ ﷺ کے دابڑے میں کپڑے دھوئے ہیں۔ سیدھے آتے ازواج مطہرات کو سلام کرتے اور کہتے کہ ہمیں فلاں چیز چاہیے۔ اب پابندی لگ گئی کہ پردے کی اوٹ میں ہو کر مانگو پردے کے پیچھے رہو اندر نہیں آ سکتے۔

فرمایا ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ اس حکم میں زیادہ پاکیزگی ہے تمہارے دلوں کے لیے وَقُلُوْبِهِنَّ اور ان کے دلوں کے لیے بھی بڑی پاکیزگی ہے وَمَا كَانَ لَكُمْ اور تمہیں حق نہیں پہنچتا اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہ تم تکلیف پہنچاؤ اللہ تعالیٰ کے رسول کو۔ ایک صحابی نے لاعلمی کی بنیاد پر اپنے ایک دوست کے سامنے اس بات کا ذکر کیا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عدت کے بعد نکاح کروں گا۔ اس کو مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ پیغمبروں کی بیویوں کے ساتھ کسی اور کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔ پہلے پڑھ چکے ہو وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کہ پیغمبر کی بیویاں امتیوں کی مائیں

ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی وَلَآ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا اور نہ یہ کہ تم نکاح کرو ان کی بیویوں سے ان کی وفات کے بعد کبھی بھی۔ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو جائیں آپ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تقریباً پچاس سال زندہ رہیں۔

فرمایا اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا بے شک تمہارا یہ ارادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔ آپ ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ ماں بیوہ ہو جائے تو بیٹے کے ساتھ تو نکاح نہیں ہو سکتا۔

❁❁❁

إِن تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ

فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾ لَّا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ ع

اِنْ تُبْدُوْا اگر تم ظاہر کرو گے شَيْئًا کسی چیز کو اَوْ تُخْفُوْهُ یا چھپاؤ گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ہر چیز کو جاننے والا لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ کوئی گناہ نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں پر فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ ان کے باپوں کے بارے میں وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ اور نہ بیٹوں کے بارے میں وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ اور نہ ان کے بھائیوں کے بارے میں وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ اور نہ بھائیوں کے بیٹوں کے بارے میں وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ اور نہ بہنوں کے بیٹوں کے بارے میں وَلَا نِسَآئِهِنَّ اور نہ اپنی مسلمان عورتوں کے بارے میں

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اور نہ ان کے بارے میں کہ جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اور ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ہر چیز پر گواہ اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ اور اس کے فرشتے يُصَلُّوْنَ اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعائیں کرتے ہیں عَلَى النَّبِيِّ نبی ﷺ کے لیے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو صَلُّوْا عَلَيْهِ رحمت کی دعا کرو ان کے لیے وَسَلِّمُوْا اور سلام بھیجو تَسْلِيْمًا سلام بھیجنا اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ جو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کو لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے ان پر فِي الدُّنْيَا دنیا میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ہے ان کے لیے عَذَابًا مُّهِيْنًا عذاب رسوا کرنے والا وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ جو ایذا پہنچاتے ہیں مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا بغیر ان کے کسی گناہ کے فَقَدِ احْتَمَلُوْا پس تحقیق انہوں نے اٹھایا ہے بُهْتَانًا بہتان کو وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا اور کھلے گناہ کو۔

ماقبل سے ربط :

کل کے درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ صحابہ میں سے کسی نے یہ خیال ظاہر کیا اپنے دوست کے سامنے کہ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیغمبر کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں ان کے ساتھ نکاح کرنے کا تمہیں بالکل حق نہیں ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اگر تم ظاہر کرو کسی چیز کو اَوْ تُخْفُوْهُ یا اس کو مخفی رکھو دل میں تو یاد رکھو فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا پس بے شک ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر باطن، نیتوں اور دل کے ارادوں کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ اوپر حکم بیان ہوا تھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اگر کچھ مانگنا ہے تو پردے کی اوٹ میں رہ کر مانگنا اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

محللات کے احکام :

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآئِهِنَّ کوئی گناہ نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں پر ان کے باپوں کے بارے میں۔ اس میں چچے اور دادے بھی شامل ہیں وہ اندر آسکتے ہیں۔ پہلا حکم عام لوگوں کے متعلق ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے لیے کوئی پردہ نہیں ہے وہ بغیر پردے کے اندر آسکتے ہیں وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ اور نہ بیٹوں کے بارے میں کوئی حرج ہے مثلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جواں سال بیٹے تھے پہلے خاوند سے گو وہ پردے کی آیات سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ دوسرے خاوند سے بھی بیٹے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ابو سلمہ سے بیٹا تھا عمرو، نوجوان تھا۔ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بھی پہلے خاوندوں سے بیٹے تھے تو ان کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ اور نہ ان کے بھائیوں کے بارے میں کوئی گناہ ہے کہ وہ بغیر اجازت کے آسکتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن

ابی بکر رضی اللہ عنہ ۔ صحابی ہیں ان کو اپنی بہن کے پاس آنے کے لیے اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن کے بھائی تھے ان کو اندر آنے کے لیے نہ اجازت لینے کی کوئی ضرورت ہے نہ پردے کے پیچھے کھڑے ہونے کی کوئی ضرورت ہے چاہے وہ بھائی حقیقی ہوں یا ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے ہوں وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ اور نہ بھائیوں کے بیٹوں کے بارے میں کہ بھتیجوں سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے پھوپھیوں کا، وہ بھی اندر آسکتے ہیں وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ اور نہ بہنوں کے بیٹوں کے بارے میں کوئی حرج ہے کہ بھانجے بھی محرم ہیں ان کو بھی پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ ان کی خالائیں ہیں ان سے کوئی پردہ نہیں ہے وَلَا نِسَآئِهِنَّ اور نہ مسلمان عورتوں سے کوئی پردہ ہے۔

غیر مسلم عورتوں سے پردہ کا حکم :

یہ مسئلہ یاد رکھنا! غیر مسلم عورتوں سے اسی طرح پردہ کرنا ہے جس طرح غیر محرموں سے پردہ کرنا ہے۔ مثلاً آج کل ہمارے گھروں میں جو عیسائی عورتیں کام کرتی ہیں ان کے سامنے بازو ننگے کرنا، ٹانگیں ننگی کرنا، پشت ننگی کرنا حرام ہے۔ اس مسئلے کو بھولنا نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت کے طور پر ایک بات کہتا ہوں کہ گھروں میں عیسائی عورتوں کو کام کے لیے، برتن صاف کرنے کے لیے، کپڑے دھونے کے لیے رکھنا بڑی غلطی ہے۔ سب سے پہلے تو عورتیں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ گھر کے کام کرنے کا ثواب نفلی نماز روزہ سے زیادہ ہے۔ بچوں کا پیشاب دھوئیں ثواب ملے گا، کپڑے دھوئیں، نہلائیں ثواب ملے گا، برتن دھوئیں ثواب ملے گا جھاڑو دیں ثواب ملے گا تو مسلمان عورتیں یہ ثواب کیوں ضائع کرتی

ہیں۔ پھر طبی لحاظ سے یہ بھی یاد رکھنا یہ اعضاء اگر حرکت نہ کریں تو کچھ عرصہ کے بعد بے کار ہو جاتے ہیں۔ آج کل زیادہ بیماریاں تن آسانی کی وجہ سے ہیں۔ کام کاج کرنے سے اعضاء حرکت میں رہتے ہیں اس طرح بہت سی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔ لہٰذا طبی نکتۂ نظر سے ان کے لیے کام ضروری ہے اور شرعی لحاظ سے ثواب بھی ہے تو گھر کا کام خود کریں تا کہ صحت برقرار رہے۔ آج چھوٹی چھوٹی بچیاں کہتی ہیں یہاں درد ہو رہا ہے یہ درد ہو رہا ہے۔ یہ دردیں کیوں نہ ہوں؟ جب تن آسانی ہوگی تو دردیں بھی ہوں گی چار پائیوں کو تم نے لازم پکڑا ہوا ہے اور کھانے پینے کے سوا کام کوئی نہیں دردیں تو ہونی چاہییں۔

میں کئی دفعہ یہ واقعہ عرض کر چکا ہوں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی کا رشتہ اس گھر میں نہ دیا کہ جنہوں نے گھر میں لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں کہ گھر کے افراد کی خدمت تو وہ کریں گی۔ میری لڑکی کو اہل خانہ کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا اس کی جنت نہیں بنے گی حالانکہ گھرانا بھی شریف تھا لڑکا بھی شریف تھا اور آج ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ لڑکی تو ہم بیاہ دیں گے مگر وہ چولہے کے پاس نہیں بیٹھے گی یہ کپڑے نہیں دھوئے گی، جھاڑو نہیں پھیرے گی۔ اس کو یہ نہ کہنا کہ روٹی لاکر دے، پلیٹ لاکر دے۔ جب یہ صورت حال ہوگی تو یقیناً عورتیں بیمار ہوں گی۔ آج نہ سہی کل سہی، سال نہ سہی دو سال سہی، بیماریاں لگ جائیں گی۔ لہٰذا عورتیں گھروں کا کام خود کریں، ہڈ حرام نہ بنیں۔

اور یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ گھر کے سارے کام نفلی نماز روزہ سے زیادہ ثواب والے ہیں۔ اسی طرح مردوں کو کام کرنا چاہیے اعضاء جتنی حرکت کریں گے اتنا خون گردش کرے گا اتنی قوت آئے گی اور گھر میں عیسائی عورتوں کو رکھنا بڑا غلط طریقہ ہے۔ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اور نہ ان کے بارے میں کوئی حرج ہے کہ جن کے مالک ہیں ان

کے دائیں ہاتھ یعنی لونڈیاں اور غلام۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں غلام بھی شامل ہیں یعنی وہ آ جا سکتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف لونڈیوں کے لیے ہے چاہے وہ غیر مسلم ہی ہوں وہ آسکتی ہیں لیکن غلام مرد نہیں آسکتا۔ اس کا مرد ہونا ہی مانع ہے۔ غلام مرد کا اپنی آقا سے اسی طرح پردہ ہوگا جیسے غیر محرم سے ہوتا ہے۔ فرمایا وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اور ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ سے۔ یہ جمع مؤنث امر حاضر کا صیغہ ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو خطاب کر کے امت کی ماؤں بہنوں کو سمجھایا جا رہا ہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مخفی اور اوجھل نہیں ہے۔

فضائل درود شریف :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ بے شک اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ پہلے میں نے عرض کیا تھا کہ لفظ صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو معنٰی ہوتا ہے رحمت۔ ہم جو درود شریف پڑھتے ہیں اللّٰهم صلّ على محمدٍ تو اس کا معنٰی ہے اے پروردگار! آپ رحمت بھیجیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ یہ معنٰی نہیں ہے کہ اے اللہ! آپ بھی درود پڑھیں جیسے بعض کہتے ہیں۔ اور جس وقت لفظ صلوٰۃ کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو یا انسانوں کی طرف ہو تو اس کا معنٰی ہوتا ہے رحمت کی دعا کرنا۔ درود شریف پڑھنا بہت بڑی فضیلت کی بات ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں، ایک صغیرہ گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے حق تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ لہٰذا درود شریف کثرت کے ساتھ پڑھو۔ اور کئی دفعہ بیان کر چکا

ہوں کہ درود شریف پڑھنے کے لیے اور دیگر ذکر واذکار کے لیے وضو شرط نہیں ہے بے وضو بھی پڑھ سکتے ہو۔عورتوں نے جن دنوں میں نماز نہیں پڑھنی ہوتی ان دنوں میں بھی ذکر اذکار، درود شریف پڑھ سکتی ہیں صرف قرآن کریم نہیں پڑھ سکتیں باقی ذکر اذکار، توبہ استغفار کرنا سب درست ہے۔سب سے بہتر درود شریف نماز والا ہے درود ابراہیمی۔اگر وقت نہیں ملتا تو مختصر الفاظ والا درود شریف پڑھنا بھی درست ہے۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تھی ان سے کسی نے پوچھا حضرت! الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ کے الفاظ کے ساتھ درود شریف پڑھا جا سکتا ہے ؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر اس نظریہ سے پڑھتا ہے کہ یہ مختصر ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں تو صحیح ہے۔اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر پڑھتا ہے تو پھر کفر ہوگا۔تمام فقہائے کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔نہ اس بات کو بھولنا اور نہ کسی کے مغالطے میں آنا۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ ''جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود پڑھے گا میں خود سنوں گا اور جواب بھی دوں گا وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ اور جو شخص دور سے میرے اوپر درود شریف پڑھے گا مجھے پہنچایا جائے گا۔''

نسائی شریف کی روایت ہے اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیْ السَّلَامَ [نسائی: رقم ۲۸۲] ''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ایک الگ محکمہ قائم کیا ہے جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں جہاں بھی کوئی درود شریف پڑھ رہا ہوتا ہے اس کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔'' اہل حق کا یہی مسلک ہے کہ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے

قریب درود شریف پڑھتا ہے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اور دور سے پڑھتا ہے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور جہاں پڑھو خود سنتے ہیں تو یہ شخص پکا کافر ہے۔ اہل بدعت بریلویوں کو مغالطہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت پر ہمارا عمل ہے تمہارا نہیں کہ ہم ان لفظوں کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہیں الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ تو اس میں صلوٰۃ کا لفظ بھی ہے اور سلام کا لفظ بھی ہے اور تم (اے دیوبندیو) جو درود شریف پڑھتے ہو اس میں نہ صلوٰۃ کا لفظ آتا ہے نہ سلام کا۔ لہٰذا اس آیت پر ہمارا عمل ہے تمہارا نہیں۔ یہ ان بے چاروں کو مغالطہ ہے۔ اس لیے آپ حضرات نے بارہا دیکھا اور سنا کہ ہم کہتے ہیں رسول پاک ﷺ نے فرمایا، محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ تو اس میں صل کا لفظ بھی ہے اور سلام کا لفظ بھی ہے۔ ہم تو آپ ﷺ کا نام بھی صلوٰۃ و سلام کے بغیر نہیں لیتے۔ ہمارا تو تکیہ کلام ہی صلوٰۃ و سلام ہے۔ لہٰذا الحمد للہ! قرآن پاک پر ہمارا عمل ہے۔ اور کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے، کوئی تفسیر کی کتاب نہیں ہے، کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے جہاں آنحضرت ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ ﷺ نہ ہو جو ہم پڑھتے ہیں۔ تم نے کھڑے ہو کر دو مرتبہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھ لیا تو عامل بالقرآن کے دعوے دار ہو گئے۔

بخاری شریف میں روایت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ حضرت ہم نے سَلِّمُوْا کا مفہوم تو سمجھ لیا السلام علیک اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رحمۃ اللہ و برکاتہ جو نماز میں پڑھتے ہیں تو صَلُّوْا پر عمل کن الفاظ کے ساتھ کریں؟ تو آنحضرت ﷺ نے درود ابراہیمی بتلایا قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی

اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ یہ مفہوم صلّوا کا خود آنحضرت ﷺ نے بتلایا۔ یہ درود شریف چونکہ لمبا تھا اس لیے ان لوگوں نے محض لوگوں کو سنانے کے لیے الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کو پکڑ لیا۔

فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا رحمت کی دعا کرو ان کے لیے اور سلام بھیجو سلام بھیجنا اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے رب تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کو ناراض کرتے ہیں لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عَذَابًا مُّهِیْنًا عذاب رسوا کرنے والا۔ اسی طرح وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور وہ لوگ جو مومن مردوں کو اذیت پہنچاتے ہیں وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا بغیر اس جرم کے جو انہوں نے کیا ہے۔ جرم انہوں نے کیا نہیں خواہ مخواہ ان پر بہتان باندھتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں ان کو دکھ پہنچاتے ہیں فَقَدِ احْتَمَلُوْا پس تحقیق انہوں نے اٹھایا ہے بُهْتَانًا بہتان کو وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا اور کھلے گناہ کو۔ انہوں نے کھلا گناہ کیا ہے۔ اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ حقوق العباد توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ جب تک بندے سے معافی نہیں مانگو گے یا اس کا حق ادا نہیں کرو گے کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرو معافی نہیں ملے گی۔

❁❁❁

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ ۚۖ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ ۚ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم ﷺ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ آپ کہہ دیں اپنی بیویوں سے وَبَنٰتِكَ اور اپنی بیٹیوں سے وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کی عورتوں کو يُدْنِيْنَ لٹکائیں عَلَيْهِنَّ اپنے اوپر مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ اپنی چادروں کو ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ زیادہ قریب ہے اَنْ يُّعْرَفْنَ کہ وہ پہچانی جائیں فَلَا يُؤْذَيْنَ پس ان کو تکلیف نہ دی جائے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ البتہ اگر باز نہیں آئیں گے

منافق لوگ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے وَّالْمُرْجِفُوْنَ اور بے پر کی اڑانے والے فِي الْمَدِيْنَةِ مدینہ طیبہ میں لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ البتہ ہم ابھاریں گے ان کے خلاف ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ پھر وہ نہ رہیں گے آپ کے پڑوس میں فِيْهَآ مدینہ طیبہ میں اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑے سے مَّلْعُوْنِيْنَ لعنت کیے ہوئے ہیں اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا جس جگہ بھی وہ پائے جائیں اُخِذُوْا پکڑے جائیں گے وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا اور قتل کر دیے جائیں گے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سُنَّةَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے فِي الَّذِيْنَ ان لوگوں کے بارے میں خَلَوْا مِنْ قَبْلُ جو گزرے ہیں اس سے پہلے وَلَنْ تَجِدَ اور آپ ہرگز نہیں پائیں گے لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا اللہ تعالیٰ کے دستور کے لیے کوئی تبدیلی يَسْئَلُكَ النَّاسُ سوال کرتے ہیں آپ سے لوگ عَنِ السَّاعَةِ قیامت کے متعلق قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا پختہ بات ہے عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ قیامت کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَمَا يُدْرِيْكَ اور آپ کو کس نے بتلایا لَعَلَّ السَّاعَةَ شاید کہ قیامت تَكُوْنُ قَرِيْبًا قریب ہو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ لعنت کی ہے کافروں پر وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کی ہے ان کے لیے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہیں گے اس میں لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا نہیں پائیں گے کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ جس دن پلٹے جائیں گے ان کے

چہرے دوزخ کی آگ میں یَقُوْلُوْنَ وہ لوگ کہیں گے یٰلَیْتَنَآ ہائے افسوس ہمارے اوپر اَطَعْنَا اللّٰهَ ہم اطاعت کرتے اللہ تعالیٰ کی وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا اور اطاعت کرتے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

پردے کے احکامات :

اس سے پہلی آیات میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پردے کا حکم تھا کہ تم ان سے اگر کوئی شے مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ اس سے بظاہر یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید پردے کا حکم صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ خاص ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ شبہ دور فرمایا یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کہہ دیں لِّاَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کو وَبَنٰتِكَ اور اپنی بیٹیوں کو وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کی عورتوں کو۔ کیا کہیں؟ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ لٹکالیں اپنے اوپر مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ اپنی چادروں کو۔ جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپ لے۔ جو عورتیں برقع نہیں پہنتیں وہ بڑی چادر پہن کر جائیں جس سے سر سے لے کر ٹخنوں تک سارا جسم ڈھکا ہوا ہو۔ اور یہ حکم سب کے لیے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کے لیے اور مومنوں کی عورتوں کے لیے بھی۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں تھیں صرف ایک بیٹی نہیں تھی۔ مگر شیعہ تمام اصولوں کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک بیٹی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور بیٹیاں ثابت ہو جائیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شرافت اور بزرگی ثابت ہو جائے گی اور اس سے تاریخ بھری پڑی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ہے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا

نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ہے۔تو جب دو بیٹیوں کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ثابت ہو جائے گا تو ان کی شرافت اور بزرگی ثابت ہو جائے گی۔ حالانکہ روافض تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بھی قائل نہیں ہیں اور نہ کسی اور صحابی کو مومن مانتے ہیں (سوائے دوچار کے۔) تو قرآن پاک میں جمع کا لفظ آیا ہے بنات یہ بِنْتٌ کی جمع ہے اور جمع کے کم از کم تین فرد ہوتے ہیں۔تو قرآن کریم سے ایک سے زائد بیٹیاں ثابت ہوئیں۔ پھر احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی بیٹیاں تھیں۔

اصولِ کافی :

پھر بڑی عجیب بات یہ ہے کہ اصول کافی جو ان کی مستند ترین کتاب ہے جیسے ہمارے ہاں قرآن کریم کے بعد بخاری شریف کو سمجھا جاتا ہے رافضیوں کے ہاں اصول کافی کو سمجھا جاتا ہے۔اس میں مستقل باب ہے باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واولادہ " آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی پیدائش " اس بات کی تصریح ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال تھی ۔حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ اور اس سے پہلے وہ دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں۔پہلے خاوندوں سے بھی اولاد تھی پھر آگے تفصیل ہے کہ نکاح کے دو سال بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، حضرت طیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔نبوت سے ایک سال پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ ضد اتنی ہے کہ اپنی کتاب ہی کو نہیں مانتے اور یہ بڑے منظم ہو کر چل رہے ہیں اور پاکستان میں بھی سازشیں کر رہے ہیں۔دیکھو! شمالی علاقہ جات میں ان کی تعداد کافی ہے اب وہاں

شیعہ ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں کہ جس کی بھاگ دوڑ ایران کے ہاتھ میں رہے گی۔ پاکستان میں شیعہ ریاست بنانے کی ان کے پاس دلیل یہ ہے کہ وہاں ان کی اکثریت ہے۔ بھئی! اگر تم نے اسی منطق پر چلنا ہے تو زاہدان میں نوے فیصد آبادی سنیوں کی ہے وہاں تم نے نہ گورنر سنی بنایا ہے، نہ ڈی سی سنی بنانے کے لیے تیار ہو۔ بلکہ کوئی معتبر اور با اختیار افسر سنی نہیں ہے۔ تہران میں پانچ لاکھ سنیوں کی آبادی ہے مگر سنیوں کی ایک مسجد بھی نہیں ہے۔ گرجے موجود ہیں، ہندوؤں کے مندر ہیں، سکھوں کے گردوارے ہیں۔ پہلے ایک مسجد تھی مسجد فیض، اس کو خامنہ آئی نے بلڈوزر پھروا کر ختم کر دیا ہے۔ پرسوں میرے شاگرد مولوی رحمت اللہ زاہدان سے آئے تھے اسی درس میں شریک تھے۔ انہوں نے جو حالات بیان کیے ہیں توبہ توبہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عوام اس شیعہ فتنے سے آگاہ نہیں ہیں یہ خبیث فتنہ ہے۔

تو فرمایا اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیں اپنے اوپر بڑی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں ذٰلِكَ اَدْنٰٓى یہ زیادہ قریب ہے اَنْ يُّعْرَفْنَ کہ پہچانی جائیں کہ یہ شریف عورتیں ہیں فَلَا يُؤْذَيْنَ پس ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ اس زمانے میں جو شریف عورتیں ہوتی تھیں وہ اس طرح پردے میں آتی جاتی تھیں۔ غنڈے قسم کے لوگ اس زمانے میں بھی تھے اگرچہ تھوڑے تھے اب زیادہ ہیں۔ ہر طرح کے آدمی ہر زمانے میں رہے ہیں۔ تو وہ پہچان لیں گے کہ یہ شریف عورتیں ہیں اس لیے ان کو ایذا نہیں پہنچائیں گے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

منافقین کو دھمکی :

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ البتہ اگر باز نہ آئے منافق لوگ وَالَّذِيْنَ فِيْ

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں برائی کی بیماری ہے وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ۔ اِرْجَاف کا معنٰی ہوتا ہے شوشہ چھوڑنا، بے پر کی اڑانا۔ اور جو لوگ شوشے چھوڑتے ہیں، افواہیں پھیلاتے ہیں مدینہ طیبہ میں اگر یہ لوگ باز نہ آئے لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ہم اے نبی کریم ﷺ! آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے۔ ہم نام بتلا دیں گے فلاں ہے، فلاں ہے، ان کا علاج کرو ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ پھر وہ نہیں رہیں گے آپ کے پڑوس میں نہیں ٹھہر سکیں گے مدینہ طیبہ میں اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑے سے۔

فرمایا اگر یہ منافق قسم کے لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو بتلا دیں گے مگر رب تعالیٰ کی حکمت تھی آخر تک بعض منافقوں کے نام نہیں بتلائے۔ آخری سورت سورہ توبہ ہے اور بڑی سورتوں میں سے ہے۔ دسویں پارے سے شروع ہوتی ہے اور گیارھویں پارے میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ اس میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [آیت:۱۰۱] ''اے نبی کریم ﷺ! مدینہ طیبہ میں کچھ بڑے پکے منافق ہیں، سکہ بند منافق، آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔'' تو فرمایا کہ اگر یہ باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں پھر یہ مدینہ طیبہ میں نہ ٹھہر سکیں گے مگر تھوڑے مَلْعُوْنِيْنَ لعنت کیے ہوئے ہیں۔ ان پر رب تعالیٰ کی لعنت ہے اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا جہاں کہیں بھی پائے جائیں۔ جہاں بھی یہ ملیں اُخِذُوْا پکڑے جائیں گے وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا اور قتل کر دیئے جائیں گے ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ اگر یہ باز نہ آئے تو ہم آپ کو پیچھے لگا دیں گے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ان لوگوں میں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

پہلے بھی جو شرارتی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو قانون کے مطابق ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
آج بھی اگر شرعی قانون کے مطابق دو چار سزائیں ہو جائیں تو کسی کو جرم کرنے کی جرأت نہ ہو۔ مگر سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ ان غنڈوں کے پیچھے انتظامیہ کا ہاتھ ہوتا ہے، قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبروں کا ہاتھ ہوتا ہے، وڈیروں کا ہاتھ ہوتا ہے لہٰذا ان کو جرم کرتے وقت کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اگر ان کی پشت پناہی نہ ہو تو یہ شرارتیں نہ کریں۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ سوال کرتے ہیں لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں کہ وہ کب ہوگی۔ اس سے پہلے رکوع کے آخر میں ہے کہ بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ''اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت بھیجی ہے دنیا میں اور آخرت میں۔'' تو جب آخرت کا نام آیا تو منکرین قیامت نے پوچھا کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا پختہ بات ہے عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے قیامت کب آنی ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اتنا تو اجمالی طور پر سب جانتے ہیں کہ قیامت آئے گی مگر کس سن میں آئے گی اور کون سی تاریخ ہوگی اور وقت کیا ہوگا؟ یہ رب تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہم نے مرنا ہے۔ لیکن کس گھڑی مرنا ہے یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ میں نے دس سال بعد فلاں تاریخ کو مرنا ہے تو ابھی سے سوکھنا شروع ہو جائے۔ یہ رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ اس نے کسی کو نہیں بتلایا۔ فرمایا آپ کہہ دیں قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا اور اے نبی کریم ﷺ! آپ کو کس نے بتلایا ہے آپ صرف اتنا سمجھ لیں شاید کہ

قریب ہی ہو۔ وقت رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا اِنَّ اللّٰہَ لَعَنَ الْکٰفِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے کافروں پر وَاَعَدَّ لَھُمْ سَعِیْرًا اور تیار کی ہے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ۔ سعیر اس آگ کو کہتے ہیں جس میں شعلے ہوں خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رہیں گے اس دوزخ کی آگ میں ہمیشہ۔ کافروں کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہیں ہوگا لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا وہ نہیں پائیں گے کوئی حمایتی۔ کوئی ان کی زبانی حمایت بھی نہیں کرے گا اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ عملی طور پر بھی ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا کہ دوزخ سے نکال لے یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ اس دن ان کے چہرے الٹ پلٹ کر کے آگ میں پھینکے جائیں گے۔ کافر جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آئیں گے تو ان کے سر نیچے ہوں گے اور ٹانگیں اوپر ہوں گی، سر کے بل چل کے آئیں گے۔ یہ علامت ہوگی کہ دنیا میں ان کی کھوپڑی الٹی تھی یہ رب تعالیٰ کی تعلیم کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتے تھے۔ یہاں کسی نے سوال کیا کہ حضرت سر کے بل بندہ کیسے چلے گا؟ تو فرمایا جو رب ٹانگوں پر چلا سکتا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔ پھر جب فرشتے ان کو دوزخ میں پھینکیں گے تو سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہوں گی اس وقت کافر کیا کہیں گے؟ یہ لفظ بھی یاد رکھنا! یَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے یٰلَیْتَنَآ افسوس ہمارے اوپر اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ مگر اس وقت افسوس کا کیا فائدہ؟ آج اطاعت کا وقت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، قرآن سمجھو، حدیث سمجھو، فقہ اسلامی سمجھو، اخلاق بناؤ، قبر اور آخرت کی فکر کرو۔

❁❁❁

وَقَالُوْا

رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٣﴾

وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّآ اَطَعْنَا بے شک ہم نے اطاعت کی سَادَتَنَا اپنے سرداروں کی وَكُبَرَآءَنَا اور اپنے بڑوں کی فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا پس انہوں نے بہکایا ہمیں راستے سے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اٰتِهِمْ دے ان کو ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ دگنا عذاب وَالْعَنْهُمْ اور ان پر لعنت کر لَعْنًا كَبِيْرًا بہت بڑی لعنت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان

لائے ہو لَا تَكُوْنُوْا نہ ہوتم كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح اٰذَوْا مُوْسٰی جنہوں
نے اذیت پہنچائی موسیٰ علیہ السلام کو فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا مِمَّا
قَالُوْا اس چیز سے جو انہوں نے کہی تھی وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا اور موسیٰ علیہ السلام
اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی عزت والے تھے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان
لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَقُوْلُوْا اور کہو تم قَوْلًا سَدِيْدًا بات
درست يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وہ درست کر دے گا تمہارے اعمال
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اور بخش دے گا تمہارے گناہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول علیہ السلام کی فَقَدْ فَازَ فَوْزًا
عَظِيْمًا پس تحقیق وہ کامیاب ہو گیا کامیابی بڑی اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ بے شک
ہم نے پیش کی امانت عَلَى السَّمٰوٰتِ آسمانوں پر وَالْاَرْضِ اور زمین پر وَ
الْجِبَالِ اور پہاڑوں پر فَاَبَيْنَ پس ان سب نے انکار کر دیا اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
کہ اٹھائیں اس کو وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا اور سب ڈر گئے اس امانت سے وَحَمَلَهَا
الْاِنْسَانُ اور اٹھالیا اس امانت کو انسان نے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا بے شک
وہ ظالم جاہل ہے لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ تاکہ اللہ تعالیٰ سزا دے منافق
مردوں کو وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں کو وَالْمُشْرِكِيْنَ اور شرک کرنے والے
مردوں کو وَالْمُشْرِكٰتِ اور شرک کرنے والی عورتوں کو وَيَتُوْبَ اللّٰهُ اور تاکہ
رجوع فرمائے اللہ تعالیٰ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مردوں پر وَالْمُؤْمِنٰتِ اور

مومن عورتوں پر وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان۔

ماقبل سے ربط :

گزشتہ سبق میں تم نے پڑھا يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ''جب پلٹے جائیں گے ان کے چہرے جہنم کی آگ میں يَقُوْلُوْنَ اس وقت کہیں گے يٰلَيْتَنَا ہائے افسوس ہمارے اوپر اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔'' اور سورہ فرقان آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ ''اور جس دن کاٹیں گے ظالم اپنے ہاتھوں کو يَقُوْلُ کہے گا يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔'' اور یہ بھی کہیں گے وَقَالُوْا اور کہیں گے رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا ۔ سَادَة سَيِّد کی جمع ہے۔ عربی لغت میں سیّد بڑے آدمی کو کہتے ہیں اور ہماری اصطلاح میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہو یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہو۔ لغت میں سید کے معنٰی ہیں بڑا آدمی، سردار۔ تو معنٰی ہوگا بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی۔ اور یہاں سرداری سے مراد مذہبی سرداری ہے، مذہبی پیشوا۔ ہم نے اپنے مذہبی پیشواؤں کی اطاعت کی وَكُبَرَآءَنَا ۔ اور كُبَرَاء كبير کی جمع ہے۔ سیاسی طور پر بڑے۔ ہم نے اپنے مذہبی سرداروں کی اور سیاسی سرداروں کی اطاعت کی فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا پس انہوں نے بھکایا ہمیں سیدھے راستے سے رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ اے ہمارے رب دے ان کو دگنا عذاب۔ ہمارا عذاب بھی ان پر ڈال وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا اور ان پر لعنت کر بہت بڑی لعنت۔ اس مقام پر تو جواب نہیں ہے سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۳۰ میں ہے اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ''کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کرتے تھے تم پر میری آیتیں اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کی ملاقات سے۔'' یہ شوشے جو تم چھوڑ رہے ہو کہ ہمارے مذہبی اور سیاسی راہنماؤں نے ہمیں گمراہ کیا۔کیا میں نے تمہیں عقل سمجھ نہیں دی تھی؟ میرے پیغمبر تمہیں میری آیتیں پڑھ کر نہیں سناتے تھے؟ کیا تمہارے پاس میرا یہ ضابطہ نہیں پہنچا تھا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی [سورہ نجم:۳۸] ''کہ نہیں اٹھائے گا بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔'' تم نے اپنا بوجھ اٹھانا ہے انہوں نے اپنا بوجھ اٹھانا ہے۔

سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۱ میں ہے کمزور لوگ بڑوں کو کہیں گے اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا ''بے شک ہم تمہارے تابع تھے۔'' (تم ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتے تھے۔) پس کیا تم بچانے والے ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کچھ۔پھر یہ ابلیس کو لعن طعن کریں گے کہ اس نے ہمیں گمراہ کر کے ذلیل کیا۔ابلیس کہے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ''پس نہ ملامت کرو مجھ کو اور ملامت کرو اپنی جانوں کو۔'' میرا تمہارے اوپر کوئی زور تو نہیں تھا اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ''مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی تم نے میری بات قبول کر لی۔'' تم میری بات نہ مانتے، کیوں مانی تھی؟ بلکہ آیت نمبر ۲۲ میں ہے اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ''بے شک میں نے کفر کیا اس وجہ سے کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔'' میرے کافر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تم نے مجھے رب تعالیٰ کا شریک بنایا اور میں نے سمجھا کہ مابدولت بھی کچھ ہوتے ہیں۔تو میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہو۔یاد رکھنا! وہاں کوئی کسی کو نہیں چھڑائے گا، نہ مذہبی پیشوا، نہ سیاسی راہنما۔

ایک واقعہ :

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کھوکھر کی میں ایک مسجد کی بنیاد رکھنی تھی ساتھیوں نے مجھے بھی دعوت دی کہ سنگ بنیاد آپ نے رکھنا ہے۔انہوں نے محلے کے لوگوں کو بھی دعوت دی۔ان میں ایک وکیل صاحب تھے محلے والوں نے ان کو موقع دیا کہ بڑا آدمی ہے یہ بھی کچھ کہے۔اس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ اسلام کے نافذ نہ ہونے میں رکاوٹ صرف مولوی ہیں۔انہوں نے آپس میں اختلافات ڈالے ہوئے ہیں،فرقہ بازی کی ہوئی ہے ہم کون سا اسلام نافذ کریں؟ کس کے بارے میں کہیں۔اس کا دوسرا پوائنٹ یہ تھا کہ ایک مولوی کہتا ہے اس طرح کرو دوسرا کہتا ہے اس طرح کرو تیسرا کہتا ہے اس طرح کرو، ہم کس کی بات مانیں؟

چونکہ اس پروگرام کا صدر بھی میں تھا میں نے اٹھ کر کہا کہ وکیل صاحب نے اپنے انداز میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کے مرکزی نکتے دو ہیں۔ایک یہ کہ پاکستان میں اسلام کے نافذ نہ ہونے میں رکاوٹ مولوی ہیں، ذمہ دار مولوی ہیں کہ فرقہ واریت ہے۔ دیوبندیوں کا نافذ کریں، بریلویوں کا نافذ کریں، غیر مقلدوں کا نافذ کریں،شیعوں کا نافذ کریں، منکرین حدیث کا نافذ کریں،کون سا دین صحیح ہے؟ میں نے کہا اس وقت دنیا میں تقریباً پچاس ملک ہیں جن کے سربراہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ان میں سے بیش تر ملک ایسے ہیں کہ ان میں امام خطیب کچھ نہیں کہہ سکتا۔بس اوپر سے جو لکھا ہوا آتا ہے وہ پڑھ کر سنا دیتا ہے جیسے سعودیہ، ترکی ، اردن ،شام ،مصر اور اس طرح کے دوسرے ممالک ہیں کہ مولوی ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتا۔ان ملکوں میں کوئی فرقہ واریت نہیں ہے۔ان میں اسلام کیوں نافذ نہیں ہوتا جہاں صرف حکمران طبقے کی بات سنائی جاتی ہے۔لہٰذا

رکاوٹ حکمران طبقے کی طرف سے ہے جہاں مرضی چلے جاؤ۔ اور رہی تمہاری دوسری بات کہ ہم کس مولوی کی سنیں اور کس کی نہ سنیں۔ تو تم کسی کی نہ سنو خود تمہارے اوپر فرض ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کریم کا سرسری ترجمہ بھی پڑھ لے وہ کبھی گمراہی کے قریب نہیں جا سکتا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو سب کچھ سمجھ آ جائے گا۔ اور یہ میرا تجربہ ہے۔ مجھے ساٹھ سال ہو گئے ہیں یہاں جس نے ترجمہ پڑھ لیا وہ کفر و شرک سے بچ گیا۔ خود پڑھتے نہیں سارا جھگڑا مولوی کے سر ڈالتے ہو۔ بے شک علمائے سوء بھی ہیں جنہوں نے دین میں بگاڑ پیدا کیا ہوا ہے۔

دین کو بگاڑنے والی قوتیں :

چنانچہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الاستاذ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں چوٹی کے محدث اور مفسر ہیں، فقیہ ہیں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ۔ صحاح ستہ میں ان کی بے شمار روایات ہیں۔ وہ فرماتے ہیں دین کو بگاڑنے والی تین قوتیں ہیں۔

❶ ...... بادشاہ ❷ ...... جھوٹے پیر اور ❸ ...... علماء سوء

بادشاہوں نے، علمائے سوء نے اور بدکردار پیروں نے دین بگاڑا ہے۔ سچ فرمایا حضرت نے بادشاہ سرفہرست ہیں۔ یاد رکھنا! قیامت والے دن تمہارا یہ جواب ناکافی ہوگا کہ ہمیں مولویوں نے اس طرح بتلایا تھا۔ وہاں تمہیں یہ جواب دینا پڑے گا کہ تم نے قرآن کیوں نہیں پڑھا تھا؟ اور جو مذہبی پیشوا گم راہ ہیں اور سیاسی پہلوان گم راہ ہیں ان کے متعلق تم ابھی سن چکے ہو کہ ان کے متعلق کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے مذہبی پیشواؤں کی اطاعت کی اور سیاسی لیڈروں کی اطاعت کی۔ انہوں نے ہمیں راستے سے

بہکایا اے ہمارے رب! ان کو دگنا عذاب دے اوران پر لعنت بھیج بڑی۔ اب لعنت بھیجنے کا کیا فائدہ؟ اب وقت ہے قرآن کریم کو خود سمجھو۔ اس کو سمجھنے والا گمراہ نہیں ہوسکتا۔ گمراہی کے قریب بھی نہیں بھٹکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح اٰذَوْا مُوْسٰی جنہوں نے اذیت پہنچائی موسیٰ علیہ السلام کو، ستایا موسیٰ علیہ السلام کو ان پر طرح طرح کے عیب لگائے فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا اس چیز سے جو انہوں نے کہی تھی وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی وجاہت اور عزت والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم نبی تھے، صاحب کتاب رسول تھے، کلیم اللہ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت بخشی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاداری :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار آدمی تھے۔ جب غسل فرماتے تھے تو سخت پردے کی حالت میں تاکہ کسی شخص کی نظر ننگے جسم پر نہ پڑے۔ اس سے مخالفین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ کو ادرہ کی بیماری ہے جس سے جسم کے فوطے پھول جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس اتہام سے بری کرنے کے لیے یہ سبب پیدا فرمایا کہ ایک دفعہ آپ نے تنہائی میں غسل کرنے کے لیے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔ آپ اس کے پیچھے پیچھے دوڑے بس یہ کہتے جاتے تھے ثوبی حجر او پتھر! میرے کپڑے دے۔ یہاں تک کہ وہ ایسے مقام پر پہنچا کہ جہاں بنی اسرائیل کی ایک جماعت بیٹھی تھی اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ کا جسم بالکل بے داغ ہے۔ تو اس طرح

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس اتہام سے چھٹکارا دلایا۔

اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے صاحبِ حیثیت لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کہا تو وہ بگڑ گئے۔ ان میں قارون سب سے پیش پیش تھا کہ اس کے پاس بے شمار دولت تھی اور اس کی زکوٰۃ کی مقدار بھی اچھی خاصی تھی۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کا ایک منصوبہ بنایا۔ اس نے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دے کر تیار کیا۔ چنانچہ ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام مجمع کے سامنے بدکاری کی مذمت بیان کر رہے تھے تو اس فاحشہ عورت نے سرِعام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ انہوں نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے۔ لہٰذا ان کو بدکاری کی سزا ملنی چاہیے۔ اس الزام سے موسیٰ علیہ السلام کو سخت ذہنی اذیت پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اس عورت کو خطاب کیا کہ تو اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر اور گواہ کر کے سچ سچ بیان کر۔ پس وہ عورت رونے لگی اور اس نے قارون کی ساری سازش بیان کر دی کہ اس نے مال کے لالچ سے مجھ سے یہ سب کچھ کرایا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قارون کے حق میں بددعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے سخت انتقام لیا کہ اس کو مال اور محل سمیت زمین میں غرق کر دیا جیسا کہ سورہ قصص میں بیان ہوا ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح تم بھی اپنے نبی کی شان میں کوئی گستاخی نہ کر بیٹھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچے۔

قوانین خداوندی :

آگے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ایک قانون بیان فرمایا ہے۔ فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا اور ہمیشہ سیدھی بات کہو۔ مفسر قرآن حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قولِ سدید سے مراد

کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کرو۔ بعض دوسرے مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ قولِ سدید ہر سچی بات کا نام ہے۔ ہر بات واقع کے مطابق ہونی چاہیے۔ جب تم سچی بات کرو گے تو یُصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے گا وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ جب انسان خود اپنے اعمال اور زبان کو درست رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کو معاف کردے گا۔ فرمایا وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی اس کے احکام کی تعمیل کرے گا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا پس تحقیق وہ کامیاب ہوگیا کامیابی بڑی۔ جو ہمیشہ کے لیے کامیابی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔

امانت الٰہیہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک بارِ امانت کا ذکر کیا ہے جو انسان نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ بے شک ہم نے پیش کی امانت عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ آسمانوں اور زمینوں پر وَالۡجِبَالِ اور پہاڑوں پر فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا پس انہوں نے انکار کردیا کہ اس کو اٹھائیں۔ اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا اور اس سے ڈر گئے وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ وہ امانت کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر پیش کیا، پہاڑوں پر پیش کیا مگر انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس امانت کے اٹھانے سے ڈر گئے۔ تو اس امانت سے مراد عقائد، احکام، عبادات کی امانت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں سے

کہا کہ میں تمہیں ادراک اور علم وشعور دے دیتا ہوں پھر یہ امانت، عقائد اور عبادات اور احکامِ شرع کی پابندی تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ تو انہوں نے انکار کر دیا کہ ان میں اس امانت کے اٹھانے کی صلاحیت نہیں تھی اور انسان نے اٹھالیا کہ اس میں استعداد وصلاحیت تھی اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ ہمارے نزدیک ان الفاظ کی تشریح جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں کی ہے وہ بہت آسان ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظلوم وجہول کے الفاظ انسان کی مذمت کے لیے نہیں آئے بلکہ ان کو امانت کے اٹھانے کی علت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ظالم اسے کہتے ہیں کہ جس میں عدل وانصاف کی صلاحیت موجود ہو مگر وہ انصاف نہ کرے۔ اور جاہل اسے کہتے ہیں کہ اس میں علم حاصل کرنے کی استعداد موجود ہو مگر وہ علم حاصل نہ کرے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ انسان میں چونکہ عدل کرنے کی استعداد تھی، علم حاصل کرنے کی استعداد تھی اس لیے اس نے اس امانت کو اٹھا لیا اور آسمانوں اور پہاڑوں میں اور زمینوں میں یہ صلاحیت اور استعداد نہیں تھی اس لیے انہوں نے انکار کر دیا کہ اٹھانے کی استعداد ہی نہیں ہے۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس امانت کے اٹھوانے کی غایت یہ ہے کہ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ تاکہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ اس امانت کی حفاظت نہیں کر سکے وہ بلاشبہ سزا کے مستحق ہیں۔ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور عبادات میں دوسروں کو شریک کیا ہے اور ان کے دلوں میں جو امانت کی صلاحیت تھی اس کا حق ادا نہیں کیا وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى

الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اور اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کے ساتھ رجوع فرمائے گا مومن مردوں اور مومن عورتوں پر۔ جب کوئی بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی مہربانی کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ سبا

(مکمل)

جلد............۱۶

آیاتہا ۵۴ ۳۴ سُوْرَۃُ سَبَاٍ مَکِّیَّۃٌ ۵۸ رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ ؕ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا ؕ وَھُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَۃُ ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّکُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرُ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ③ ۙ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ④ وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ⑤ وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ھُوَ الْحَقَّ ۙ وَیَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ⑥

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اَلَّذِیْ وہ ذات ہے لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں وَلَہُ الْحَمْدُ اور اسی کے لیے ہے تعریف فِی الْاٰخِرَۃِ

آخرت میں وَهُوَ الْحَكِيمُ اور وہی حکمت والا ہے الْخَبِيرُ خبردار يَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا اس کو يَلِجُ فِي الْأَرْضِ جو داخل ہوتی ہے زمین میں وَمَا اور اس چیز کو يَخْرُجُ مِنْهَا جو نکلتی ہے اس زمین سے وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ اور اس چیز کو جو اترتی ہے آسمان سے وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا اور اس چیز کو جو چڑھتی ہے آسمان میں وَهُوَ الرَّحِيمُ اور وہ مہربان ہے الْغَفُورُ بخشنے والا ہے وَقَالَ الَّذِينَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوا جو کافر ہیں لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ نہیں آئے گی ہمارے پاس قیامت قُلْ آپ کہہ دیں بَلَىٰ کیوں نہیں وَرَبِّي قسم ہے میرے رب کی لَتَأْتِيَنَّكُمْ البتہ ضرور آئے گی تم پر قیامت عَالِمِ الْغَيْبِ وہ جاننے والا ہے غائب کا لَا يَعْزُبُ عَنْهُ نہیں ہے غائب اس سے مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ایک ذرہ برابر فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں وَلَا فِي الْأَرْضِ اور نہ زمین میں وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز وَلَا أَكْبَرُ اور نہ کوئی بڑی چیز إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ مگر وہ ایک کھلی کتاب میں درج ہے لِيَجْزِيَ الَّذِينَ تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو آمَنُوا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور انہوں نے عمل کیے ہیں اچھے أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش ہے وَرِزْقٌ كَرِيمٌ اور رزق ہوگا عمدہ وَالَّذِينَ اور وہ لوگ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں مُعَاجِزِينَ عاجز کرنے کے لیے أُولَٰئِكَ لَهُمْ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہے عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ

عذاب بڑا دردناک وَيَرَى الَّذِيْنَ اور دیکھتے ہیں وہ لوگ اُوْتُوا الْعِلْمَ جن کو دیا گیا علم الَّذِيٓ وہ چیز اُنْزِلَ اِلَيْكَ جو اتاری گئی آپ کی طرف مِنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے هُوَ الْحَقَّ وہ حق ہے وَيَهْدِيٓ اور راہنمائی کرتی ہے اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ اس ذات کے راستے کی طرف جو زبردست ہے قابل تعریف ہے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام سبا اس لیے ہے کہ اس میں سبا کے علاقہ کے واقعات ہیں۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ ستاون (۵۷) سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس کا اٹھاون (۵۸) نمبر ہے۔ اس کے چھ رکوع اور ترپن (۵۴) آیتیں ہیں۔

تفسیر آیات :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ اسی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وہ بھی اسی کا ہے۔ پیدا بھی اس نے کیا ہے، تصرف بھی اسی کا چلتا ہے اور تدبیر بھی وہی کرتا ہے۔ نہ آسمانوں میں کسی اور کا تصرف چلتا ہے نہ زمین میں کسی اور کا تصرف چلتا ہے۔ ملک بھی اسی کا، تصرف بھی اسی کا وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ اور اسی کے لیے تعریف ہے آخرت میں۔ آج دنیا میں لوگ لوگوں کی تعریف کے پل باندھتے ہیں وہاں صرف رب تعالیٰ کی تعریف ہوگی۔ جھوٹے مداحوں، جھوٹی تعریفیں کرنے والوں کے منہ بند ہوں گے اور جنھوں نے تعریفیں سن کر انعام دیے ان کے بھی سر نیچے ہوں گے۔ اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (مومن:١٦) ''کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن۔'' بتلاؤ آج ملک کس کا ہے، بادشاہت کس کی ہے، اقتدار کس کا ہے؟ حدیث پاک میں ہے قریب کے بھی آواز سنیں گے دور کے بھی آواز سنیں گے۔ اتنی مخلوق ہونے کے باوجود وہ منظر بیک وقت سارا نظر آئے گا آواز سب کو پہنچ جائے گی۔ سارے جواب دیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ''اللہ تعالیٰ کا ہے جو اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے۔''

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی منہ پر کسی کی تعریف کرتا ہے تو ایسے شخص کے منہ میں مٹی ڈالو۔ لیکن حال یہ ہے کہ آج ہم تعریفیں سن کر خوش ہوتے ہیں۔ تو فرمایا آخرت میں تعریف اسی کی ہوگی وَهُوَ الْحَكِيْمُ اور وہ حکمت والا ہے الْخَبِيْرُ خبر رکھنے والا ہے يَعْلَمُ جانتا ہے مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ اس چیز کو جو داخل ہوتی ہے زمین میں۔ بارش ہوتی ہے زمین اس کو جذب کر لیتی ہے، اناج بوتے ہیں اس کے دانے زمین میں داخل ہوتے ہیں گٹھلی زمین میں داخل ہوتی ہے، کیڑے مکوڑے زمین میں داخل ہوتے ہیں، ہم تم سارے مر کر زمین میں ہی جائیں گے، ہم سے پہلے لوگ بھی وہیں گئے ہیں ہم نے بھی وہیں جانا ہے۔

سورت طٰہٰ آیت نمبر ۵۵ میں ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔'' اور جو کچھ بھی زمین میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے۔ پانی نکلتا ہے، اناج نکلتا ہے، درخت اور پودے نکلتے ہیں، کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں۔ زمین میں بڑی بڑی قیمتی چیزیں ہیں۔ آج سے پچاس سال پہلے سوئی گیس کا نام و نشان نہیں تھا۔ اگر اس

وقت کوئی بڑا سمجھ دار آدمی بھی کہتا کہ بھئی! ایک ایسا ایندھن آئے گا کہ وہ تمہیں سر پر نہیں اٹھانا پڑے گا اور نہ ہی اس کی راکھ اٹھا کر تمہیں باہر پھینکنی پڑے گی۔ تم اس پر سالن پکاؤ گے، روٹیاں پکاؤ گے تو ہم اس کو پاگل خانے میں داخل کر دیتے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے کہ ایسا ایندھن ہوگا اور ہوگا بھی گھروں میں۔ اسی طرح سونا ہے، چاندی ہے، تانبا ہے اللہ جانے کیا کیا چیزیں زمین سے نکلتی ہیں۔

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا سورہ زلزال کی ایک تفسیر یہ ہے کہ زمین میں جتنے خزانے ہیں سب نکال دے گی۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ دریائے فرات اپنا راستہ چھوڑ دے گا اس کے نیچے سونے کے پہاڑ ہوں گے لوگ وہاں لینے کے لیے جائیں گے سو (۱۰۰) میں سے ایک بچے گا مگر پھر بھی جائیں گے۔ اس خیال سے کہ بچنے والا میں ہوں گا فرمایا تم قریب نہ جانا۔ تو سب چیزیں زمین اگل دے گی اور رب ہر چیز کو جانتا ہے وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور جو کچھ نازل ہوتا ہے آسمان کی طرف سے۔ بارش اترتی ہے، وحی اترتی رہی، فرشتے اترتے ہیں، رب تعالیٰ کی رحمت اترتی ہے وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا اور اس کو بھی جانتا ہے جو اوپر چڑھتی ہے آسمان میں۔ نیک اعمال اوپر جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن فوت ہو جاتا ہے تو جن جگہوں میں وہ عبادت کرتا تھا وہ جگہیں روتی ہیں اور آسمان کے دروازے بھی اس کے مرنے پر روتے ہیں۔ ایک وہ دروازہ جس سے اس کی نیکیاں اوپر جاتی تھیں نیکیاں بند ہو جانے پر وہ دروازہ روتا ہے اور ایک وہ دروازہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر اترتی تھی۔

پچیسویں پارے میں ہے فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (دخان: ۲۹) ''نہ آسمان رویا ان پر اور نہ زمین روئی۔'' نیک لوگوں کی روحیں اوپر پہنچائی جاتی ہیں۔

ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے علیین۔ نیک لوگوں کی روحوں کو وہاں پہنچایا جاتا ہے۔ اور ساتویں زمین کے نیچے ہے مقام سجین۔ بُرے لوگوں کی روحیں وہاں پہنچائی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود روحوں کا قبر میں پڑے میت کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے جس سے اس کو ایک قسم کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ منکر نکیر علیہما السلام فرشتے آکر اس سے پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَبِيُّكَ مَا دِيْنُكَ وہ سوال سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ پھر وہ راحت محسوس کرتا ہے اور برا ہے تو تکلیف محسوس کرتا ہے اور یہی اہل حق اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں ہے۔

تو فرمایا اس چیز کو بھی جانتا ہے جو چڑھتی ہے آسمان میں وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ اور وہی مہربان ہے بخشنے والا ہے۔ اوپر آخرت کا ذکر تھا وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ اور اسی کی ہے تعریف آخرت میں اور آخرت یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں۔ کیا کہا؟ لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ نہیں آئے گی ہم پر قیامت۔ قیامت کوئی شے نہیں ہے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (مومنون: ۳۷) "نہیں ہے مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔" تو کافروں نے کہا کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی قُلْ آپ فرمادیں بَلٰى وَرَبِّيْ کیوں نہیں میرے رب کی قسم ہے۔ بلٰی کے معنی میں کسی چیز کی نفی کے بعد اثبات ضرور آئے گا۔ میرے رب کی قسم ہے لَتَاْتِيَنَّكُمْ البتہ ضرور آئے گی تمہارے اوپر قیامت اس میں کوئی شک نہیں ہے عٰلِمِ الْغَيْبِ - یہ رَبِّيْ کی صفت ہے۔ میرا رب عالم الغیب ہے۔

عالم الغیب کا معنیٰ :

کئی دفعہ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ عالم الغیب کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ رب سے جو چیز غائب ہے۔ رب تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ عالم الغیب کا مطلب ہے مَا غَابَ عَنِ الْمَخْلُوْقِ جو چیز مخلوق سے غائب ہے رب اس کو بھی جانتا ہے۔ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ غائب نہیں ہے اس سے مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ذرہ برابر۔ چیونٹیوں کی قسم میں سے سرخ رنگ کی ایک چیونٹی ہوتی ہے سب سے چھوٹی اس کو ذرہ کہتے ہیں عربی میں۔ اور ایک یہ ہوا کے اندر اڑنے والے ذرات بھی ہوتے ہیں۔ تو رب تعالیٰ چھوٹی مخلوق چیونٹی اور فضا میں اڑنے والے ذرات کو بھی جانتا ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِی الْاَرْضِ اور نہ زمین میں کوئی ذرہ ہے جو رب تعالیٰ سے غائب ہو وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ اور نہ اس ذرے سے کوئی چھوٹی چیز اس سے غائب ہے وَلَآ اَكْبَرُ اور نہ اس ذرے سے بڑی چیز کوئی اللہ تعالیٰ سے غائب ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اور پھر ساری چیزیں اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر وہ ایک کھلی کتاب میں درج ہے۔ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے اور لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑ در کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے۔ جب سے مخلوق پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر فنا ہونے تک سب کچھ لوح میں درج ہے۔ لیکن مخلوق کی پیدائش سے پہلے ازل میں کیا ہوا اور اس کے فنا ہونے کے بعد ابد تک کیا ہوگا وہ لوح محفوظ میں نہیں ہے اور رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔

تو فرمایا یہ سب کچھ کھلی کتاب میں درج ہے لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ انہی لوگوں کے لیے ہے بخشش وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ اور رزق عمدہ۔ دیکھو! اگر

قیامت قائم نہ ہوتو دنیا میں بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جو اپنی نیکیوں کا پھل نہیں پا سکے۔ خود آنحضرت ﷺ کو دیکھ لو کہ مسلسل دو دو مہینے آپ کے گھر آگ نہیں جلتی تھی، پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، گھر میں کوئی چراغ نہیں تھا چھوٹا سا کمرہ تھا۔ تو کیا آپ ﷺ کو نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا؟ لاکھوں ایسے مومن ہیں جن کو دنیا میں کوئی راحت نہیں ملی کیا ان کو بدلہ نہیں ملے گا؟ ضرور ملے گا قیامت اسی لیے قائم ہونی ہے۔ اور یاد رکھنا! جو مومن دنیا میں آسانی میں ہوگا جنت میں اس کی نعمتوں میں کمی ہوگی اگرچہ وہاں اتنا کچھ ملے گا کہ وہ کمی محسوس نہیں کرے گا لیکن جو راحتیں دنیا میں حاصل کر چکے ہیں اتنی کمی آئے گی۔ اور جو مشکل اور تنگی میں گزارے گا اس مومن کا سب کچھ ذخیرہ ہے۔

تو فرمایا قیامت ضرور آئے گی وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِىْٓ اٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِيْنَ عاجز کرنے کے لیے، ہرانے کے لیے، دین کو ختم کرنے کے لیے اور مٹانے کے لیے کوشش کرتے ہیں اسلام کے خلاف کارروائیاں کرتے ہیں ان کو بھی بدلہ ملنا چاہیے۔ اگر قیامت قائم نہ ہوتو اس کا مطلب ہوا العیاذ باللہ کہ رب تعالیٰ کی حکومت عدل والی نہیں ہے۔ نہ نیک کو نیکی کا بدلہ ملے اور نہ برے کو برائی کا لہٰذا قیامت ضرور قائم ہوگی۔

آخرت کا عذاب اور اس کی سختی :

تو فرمایا وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو ہرانے کی کوشش کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ان کے لیے عذاب ہوگا رجز کا، دردناک۔ مشہور مفسر علامہ خطابی رحمہ اللہ رجز کا معنیٰ کرتے ہیں سَيِّئُ الْعَذَاب سخت عذاب۔ رجز کا معنیٰ سخت۔ آج تم دنیا کی آگ میں انگلی تو ڈال کر دیکھو کیا حال ہوتا ہے؟ اور دوزخ کی آگ اس سے

انہتر گنا تیز ہے تو وہ کیا حشر کرے گی۔ آج اگر دنیا کا سانپ کسی کو ڈس لے تو وہ ڈسنے کے خوف سے ہی مر جاتا ہے ڈنک کی تکلیف الگ ہے۔ اور مجرموں پر قبر میں ننانوے ننانوے سانپ مسلط کیے جائیں گے۔ یہ نماز چھوڑنے کا اژدہا، یہ روزہ چھوڑنے کا اژدہا، یہ جھوٹ بولنے کا اژدہا، یہ غیبت کرنے کا اژدہا، ایک ایک بڑے گناہ کے بدلے میں اژدہا ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک اژدہا اگر دنیا میں سانس لے لے تو کوئی سبز چیز باقی نہ رہے۔ یہ قبر کی بات ہے اور قبر دور نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ اور ایک بچھو گدھے کے برابر ہوگا اور اس کے علاوہ کئی قسم کے عذاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ فرمایا وَيَرَى الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ اور دیکھتے ہیں جانتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا یعنی اہل کتاب جانتے سمجھتے ہیں۔ کیا؟ الَّذِیْٓ اس چیز کو اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ جو اتاری گئی آپ کے رب کی طرف سے، قرآن کریم۔ وہ سمجھتے ہیں هُوَ الْحَقَّ وہ حق ہے وَيَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ راہنمائی کرتی ہے اس رب کے راستے کی طرف جو غالب بھی ہے اور قابل تعریف بھی ہے۔

❁❁❁

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا
مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي
الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ
الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ
يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ
سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ
وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ
بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ
السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں هَلْ نَدُلُّكُمْ
کیا ہم راہنمائی کریں تمہاری عَلٰى رَجُلٍ ایسا يُّنَبِّئُكُمْ جو خبر دیتا ہے تم کو اِذَا
مُزِّقْتُمْ جس وقت تم ریزہ ریزہ کردیے جاؤ گے كُلَّ مُمَزَّقٍ پورے طریقے
سے ریزہ ریزہ کردیے جانا اِنَّكُمْ بے شک تم لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ نئی مخلوق
بنائے جاؤ گے اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ کیا اس نے افترا باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر كَذِبًا

جھوٹ کا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ یا اس کو جنون ہے بَلِ الَّذِیْنَ بلکہ وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر فِی الْعَذَابِ عذاب میں ہوں گے وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ اور دور کی گمراہی میں ہیں اَفَلَمْ یَرَوْا کیا پس انہوں نے نہیں دیکھا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ جو کچھ ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان وَالْاَرْضِ اور زمین اِنْ نَّشَاْ اگر ہم چاہیں نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ دھنسا دیں ان کو زمین میں اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ یا گرادیں ان پر كِسَفًا ٹکڑا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً بے شک البتہ اس میں نشانی ہے لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ہر اس بندے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اور البتہ تحقیق دی ہم نے دَاوٗدَ داؤد علیہ السلام کو مِنَّا فَضْلًا اپنی طرف سے فضیلت یٰجِبَالُ اے پہاڑ اَوِّبِیْ مَعَهٗ لوٹاؤ اس کے ساتھ تسبیح وَالطَّیْرَ اور پرندوں کو بھی حکم دیا وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ اور ہم نے نرم کیا ان کے لیے لوہا اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ بناؤ کامل زرہیں وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ اور اندازہ ٹھہراؤ کڑیاں جوڑنے میں وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور عمل کرو اچھا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ بے شک میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ اور ہم نے مسخر کی سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا غُدُوُّهَا شَهْرٌ پہلا پہر ایک ماہ کی مسافت طے کرتا وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ اور پچھلا پہر بھی ایک ماہ کی وَاَسَلْنَا لَهٗ اور بہادیا ہم نے اس کے لیے عَیْنَ الْقِطْرِ تانبے کا چشمہ وَمِنَ الْجِنِّ

اور جنات میں سے مَنۡ یَّعۡمَلُ جو عمل کرتے تھے بَیۡنَ یَدَیۡہِ اس کے سامنے بِاِذۡنِ رَبِّہٖ اس کے رب کے حکم کے ساتھ وَمَنۡ یَّزِغۡ مِنۡھُمۡ اور جو کوئی ٹیڑھا ہو تا ان میں سے عَنۡ اَمۡرِنَا ہمارے حکم سے نُذِقۡہُ ہم اس کو چکھاتے تھے مِنۡ عَذَابِ السَّعِیۡرِ شعلے مارنے والا عذاب۔

تفسیر آیات :

مشرکین مکہ جن چیزوں کی سختی کے ساتھ تردید اور انکار کرتے تھے ان میں ایک توحید کا مسئلہ تھا دوسرا رسالت کا مسئلہ تھا اور تیسرا قیامت کا اور قرآن کریم کی حقانیت کا۔ توحید و رسالت کے منکر تھے قرآن پاک کی حقانیت کا انکار کرتے تھے اور بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا بھی انکار کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں اسی کا ذکر ہے وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں۔ کافر ایک دوسرے کو کفر پر پختہ کرنے کے لیے کہتے۔ ھَلۡ نَدُلُّکُمۡ عربی میں دلالت کے معنٰی راہنمائی کے ہیں، راستہ دکھانا، راستے کی نشان دہی کرنا۔ معنٰی ہوگا کیا ہم تمہاری راہنمائی کریں، نشان دہی کریں عَلٰی رَجُلٍ ایسے شخص کی یُّنَبِّئُکُمۡ جو تمہیں خبر دیتا ہے اِذَا مُزِّقۡتُمۡ کُلَّ مُمَزَّقٍ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ ہو جانا۔ تو یہ آدمی کیا کہتا ہے؟ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ بے شک تم نئی مخلوق بنائے جاؤ گے۔ ان کے خیال کے مطابق اجزاء کا مٹی میں مل جانے کے بعد، ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد انسان بننا بہت مشکل ہے۔ چنانچہ سورہ یٰسین میں ہے کہتے تھے مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَھِیَ رَمِیۡمٌ "ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟" اور سورہ ق آیت نمبر ۳ میں ہے ءَاِذَا مِتۡنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو

جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔''

تو ایک دوسرے کو اپنے عقیدہ کفریہ پر پختہ کرنے کے لیے کہتے تھے اور ہم تمہیں ایسا شخص بتلائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے۔ شخص سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ تم نئی مخلوق بنائے جاؤ گے اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اصل میں تھا ءِ اِفْتَرای ایک ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ معنٰی ہوگا کیا اس نے افترا باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا (معاذ اللہ تعالیٰ) اس نے جھوٹ بولا ہے اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ یا اس کو جنون ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ یہ پاگل ہے کہ کہتا ہے ہم مر کر دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون دوبارہ اٹھائے گا ان ریزوں کو کون اکٹھا کرے گا؟ یہ اس نے جھوٹ کا افترا باندھا ہے یا اس کو جنون ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اللہ تعالیٰ نے حرف بَــلْ کے ساتھ بات کی ہے۔ بَــلْ نہ اس نے افترا باندھا اور نہ اس کو جنون ہے بلکہ وہ تو ساری دنیا سے زیادہ عقل مند ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر فِی الْعَذَابِ یہ یقیناً عذاب میں ہوں گے وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ اور اس وقت وہ دور کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ یہ حق سے اتنے دور ہیں کہ اب ان کا حق کے قریب آنا بڑا مشکل ہے۔ یہ منکر عذاب میں مبتلا ہوں گے اور رب اس پر قادر ہے اَفَلَمْ يَرَوْا کیا پس انہوں نے نہیں دیکھا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ اس کی طرف جو کچھ ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان وَالْاَرْضِ اور زمین۔ مثال کے طور پر دیکھو! اس وقت میرا منہ مشرق کی طرف ہے میرے آگے آسمان بھی ہے اور زمین بھی ہے۔ کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ان کے آگے بھی زمین آسمان ہے اور پیچھے بھی آسمان زمین ہے اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ

بِهِمُ الْأَرْضَ اگر ہم چاہیں دھنسا دیں ان کو زمین میں۔ جہاں سے آئے ہیں وہاں دھنسا دیں، آگے جہاں جا رہے ہیں وہاں زمین میں دھنسا دیں اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا یا ہم ان پر گرا دیں کوئی ٹکڑا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے۔ یہ رب کے عذاب سے کیوں بے خوف ہیں؟ وہ قادر مطلق ہے آگے جہاں جا رہے ہیں وہاں ان کو زمین میں دھنسا دے پیچھے جہاں سے آئے ہیں وہاں زمین میں دھنسا دے۔ جو آسمان پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہاں سے ٹکڑا ان پر گرا کر تباہ کر دے آگے جہاں جا رہے ہیں وہاں سے آسمان کا ٹکڑا گرا کر تباہ کر دے۔ رب تعالیٰ کے لیے یہ تمام چیزیں آسان ہیں۔

قارون اور اس کا خاندان :

پہلے تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہو قارون کا واقعہ۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا سگا چچازاد بھائی تھا اس کے باپ دادا بڑے نیک تھے یصہر اور قہس، پردادا لاوی تھا جو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ سارا خاندان نیکوں کا تھا خود بھی بڑا عقل مند تھا دنیا کے معاملے میں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بمع کوٹھی بمع مال کے زمین میں دھنسا دیا فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [قصص:۸۱] "پھر دھنسا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔" زمین سب کچھ نگل گئی۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین علاقے زمین میں دھنس جائیں گے خَسْفٌ فِي الْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ فِي الْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ فِي جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ "ایک علاقہ مشرق کا ہوگا ایک علاقہ مغرب کا ہوگا اور ایک جزیرہ عرب میں ہوگا۔" یہ وہی جگہ ہوگی جہاں امریکہ نے ڈیرا ڈالا ہوا ہے زمین سب کو نگل جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر وقت ڈرنا چاہیے اور اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً بے شک البتہ اس میں نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِّکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ہر اس بندے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے لیے عبرت ہے اور جو پتھر کی طرح سخت ہے اس کے لیے نہیں ہے۔ چونکہ عبد منیب کا ذکر تھا اس لیے آگے منیب بندوں کا ذکر ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور پہاڑوں اور پرندوں کا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا البتہ تحقیق دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے فضیلت۔ نبوت بھی دی، رسالت بھی دی اور چار مشہور آسمانی کتابوں میں سے ایک کتاب زبور بھی عطا فرمائی اور حکومت بھی عطا فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں بھی تھیں اور لونڈیاں بھی تھیں۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ چار بیٹے بھی تھے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المال میں سے اپنے اوپر اپنے اہل و عیال پر کبھی ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے تھے اور اپنی جملہ ضروریات اپنے ہاتھوں کی کمائی اور محنت سے پورا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ذاتی مہمانوں کا خرچہ بھی بیت المال سے نہیں لیتے تھے۔ آج تو حکمران کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں سے لوٹ لیں۔

فرمایا یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ۔ تاویب کا معنی ہے لوٹانا۔ معنی ہوگا اے پہاڑو! لوٹاؤ اس کے ساتھ تم بھی۔ اس کے ساتھ تسبیح لوٹاؤ۔ جب داؤد علیہ السلام کہتے سبحان اللہ تو ساتھ پہاڑ بھی کہتے سبحان اللہ۔ اور جب کہتے الحمد للہ تو پہاڑ بھی کہتے الحمد للہ۔ اللہ اکبر کہتے تو وہ کہتے اللہ اکبر۔ لَا اِلٰہ الا اللہ کہتے تو وہ بھی کہتے لَا اِلٰہ

الا اللہ ۔ایسے ہی جیسے میں سبحان اللہ کہتا ہوں تو تم سنتے سمجھتے ہو اسی طرح پہاڑ بھی سنتے سمجھتے تھے ۔باطل پرست لوگ جو معجزات کے منکر ہیں وہ اس کی تاویلیں کرتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ پہاڑ کے دامن میں کوئی آواز لگائے ،کوئی بڑا مکان ہو وہاں صدا لگائے ، بڑے ٹیلے کے پاس آواز لگائے تو آواز واپس آتی ہے یہ مراد ہے۔ بھئی !وہ تو میرے جیسا آدمی بھی کسی پہاڑ کے دامن میں آواز لگائے تو وہ واپس آئے گی ۔تو پھر داؤد علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی خصوصیت اور فضیلت قرآن میں بیان فرمائی ہے۔ بہر حال یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ بعض اوقات حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تھے تو پہاڑ بھی ساتھ تسبیح پڑھتے تھے ۔یہ لَا اِلٰہ الا اللہ کہتے تھے تو وہ بھی لَا اِلٰہ الا اللہ کہتے تھے ۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمات بڑی فضیلت والے ہیں جس کلمے سے چاہے ابتداء کرے ۔وہ چار کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ وَاللّٰہُ اکبر بخاری شریف کی روایت ہے۔ وَالطَّيْرَ اور پرندوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے ساتھ تسبیح پڑھیں ۔ حضرت داؤد علیہ السلام سبحان اللہ پڑھتے تھے تو چڑیاں، طوطے، چیلیں بھی ساتھ سبحان اللہ پڑھتی تھیں ۔فرمایا وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اور ہم نے نرم کر دیا داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا، جلا کر گرم کر کے نہیں بلکہ ان کے ہاتھوں میں ۔وہ جب لوہے کو پکڑتے تھے تو موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ اس سے زرہ کی کڑیاں بناتے تھے، تلواریں بناتے تھے، نیزے اور تیر بناتے تھے۔ اور جو معجزات کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو لوہا نرم کرنے کا طریقہ بتلایا تھا کہ پہلے بھٹی میں آگ جلاؤ پھر اس میں لوہا ڈالو جب نرم ہو جائے تو پھر کوٹ کر جو چاہو بناؤ ۔بھئی ! اگر یہی مراد ہے تو یہ تو

سب کر سکتے ہیں داؤد علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہوئی؟ یہ لوگ معجزات کو اپنی عقل پر پرکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور اپنی عقل کو معیار بنا کر معجزات کا انکار کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کا معیار ایمان ہے، ماننا ہے جاننا نہیں۔ (انسانی عقل جاننے کی کوشش ہی میں ٹھوکر کھاتی ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے داؤد کی صفت ذکر فرمائی ہے کہ ہم نے ان کو یہ فضیلت اور شان عطا فرمائی تھی کہ ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ ۔ سَابِغَۃٌ کی جمع ہے سابغہ کا معنیٰ ہے ایسی زرہ جو سر سے لے کر پاؤں تک ہو۔ بناؤ کامل زرہیں وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ اور اندازہ ٹھہرائیں کڑیاں جوڑنے میں۔ کڑیاں جوڑو ایک اندازے کے ساتھ کہ سب برابر ہوں ایسا نہیں کہ ایک پتلی ہو ایک موٹی ہو وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اور عمل کرو نیک۔ کیوں؟ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ بے شک میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا ہوں۔

تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام :

آگے داؤد علیہ السلام کے فرزند کا ذکر ہے۔ فرمایا وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ اور مسخر کیا ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو۔ سورہ ص آیت نمبر ۳۶ میں ہے فَسَخَّرْنَا لَہُ الرِّیْحَ ''پس ہم نے تابع کیا سلیمان کے ہوا کو۔'' غُدُوُّھَا ای سَیْرُ غُدُوِّھَا اس ہوا کا پہلے پہر کا سفر شَھْرٌ ایک مہینے کا ہے وَّرَوَاحُھَا شَھْرٌ ای سَیْرُ رَوَاحِھَا شَھْرٌ اور پچھلے پہر کا سفر ایک مہینے کا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ملک شام تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حمص میں رہتے تھے اور بعض غُوطی بتلاتے ہیں اور بعض دمشق بتلاتے ہیں۔ اتنی بات صحیح ہے کہ شام میں رہتے تھے۔ وہاں سے سبا کا سفر ایک مہینے کا تھا پیدل لوگ ایک مہینے میں پہنچتے تھے اور فارس میں ایک مقام تھا اُصْطُخَر شام سے وہاں تک سفر بھی ایک مہینے کا تھا۔ اللہ تعالیٰ

نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کیا تھا وہ ان کا تخت اٹھا کر لے جاتی تھی۔تخت پر کرسیاں بچھی ہوتی تھیں۔صبح کو دمشق سے چلتے دو پہر سے پہلے سبا پہنچ جاتے تھے دو پہر وہاں گزار کر پچھلے پہر چلتے شام کو دمشق پہنچ جاتے تھے۔اگر فارس جانا ہوتا تھا تو ہوا ان کا تخت اڑا کر دو پہر سے پہلے اُصْطُخَر پہنچا دیتی تھی۔پھر پچھلے پہر واپسی ہوتی تھی۔

فرمایا وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ اور بہا دیا ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ۔ عین کا معنیٰ چشمہ اور قطر کا معنیٰ تانبا۔جیسے تم یہاں پانی کے چشمے دیکھتے ہو پہاڑوں میں سے قدرتی طور پر پانی نکلتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کے چشمے چلائے تھے۔یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ وَمِنَ الْجِنِّ اور جنات میں سے مَنْ وہ تھے يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ جو عمل کرتے تھے ان کے سامنے بِاِذْنِ رَبِّهٖ اس کے رب کے حکم کے ساتھ۔جیسے آج کے دور میں ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں سلیمان کے زمانے میں انسان اور جنات ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔جنات چونکہ ناری مخلوق ہے ان میں قوت انسانوں سے زائد ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام ان کو جو حکم دیتے تھے وہ کرتے تھے جو کام ان سے لینا چاہتے تھے لیتے تھے وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ اور جو کوئی ٹیڑھا ہوتا ان میں سے، حکم عدولی کرتا عَنْ اَمْرِنَا ہمارے حکم سے کہ سلیمان علیہ السلام کی بات نہ مانتا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ہم اس کو چکھاتے تھے شعلے مارنے والا عذاب۔آگ کے کوڑے اس کو لگتے تھے فرشتے آکر آگ کے کوڑے مارتے تھے۔باقی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ درس میں بیان ہوگی۔

❁❁❁

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ کام کرتے تھے وہ سلیمان علیہ السلام کے لیے مَا يَشَآءُ جو وہ چاہتا تھا مِنْ مَّحَارِيْبَ قلعے وَتَمَاثِيْلَ اور مجسمے وَجِفَانٍ اور پیالے كَالْجَوَابِ جیسے حوض ہوتے ہیں وَقُدُوْرٍ اور دیگیں رّٰسِيٰتٍ جمی ہوئی اِعْمَلُوْۤا عمل کرو اٰلَ دَاوٗدَ اے داؤد علیہ السلام کے اہل شُكْرًا شکرگزاری کا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ پس جس وقت ہم نے فیصلہ کر لیا

سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اَلۡمَوۡتَ موت کا مَادَلَّهُمۡ نہ بتلایا ان جنات کو
عَلٰی مَوۡتِهٖۤ موت کا اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ مگر زمین کے ایک کیڑے نے تَاۡكُلُ
مِنۡسَاَتَهٗ جو کھا گیا اس کی لاٹھی کو فَلَمَّا خَرَّ پس جب وہ گر پڑے تَبَيَّنَتِ
الۡجِنُّ واضح پایا جنات نے اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ الۡغَيۡبَ اس بات کو اگر ہوتے
وہ جانتے غیب کو مَا لَبِثُوۡا نہ ٹھہرتے فِى الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ذلت ناک عذاب
میں لَقَدۡ كَانَ البتہ تحقیق لِسَبَاٍ سبا کے لیے فِىۡ مَسۡكَنِهِمۡ ان کی رہائش
گاہوں میں اٰيَةٌ نشانی ہے جَنَّتٰنِ دو باغ عَنۡ يَّمِيۡنٍ دائیں طرف وَّ
شِمَالٍ اور بائیں طرف كُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ کھاؤ اپنے رب کے رزق
سے وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ اور اس کا شکر ادا کرو بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ یہ شہر ہے پاکیزہ
وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ اور رب بڑا بخشنے والا فَاَعۡرَضُوۡا پس انہوں نے اعراض کیا
فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ پس چھوڑا ہم نے ان پر سَيۡلَ الۡعَرِمِ سیلاب بند کا
وَبَدَّلۡنٰهُمۡ اور ہم نے بدل دیا ان کے لیے بِجَنَّتَيۡهِمۡ ان کے دونوں باغوں
کے بدلے جَنَّتَيۡنِ دو باغ اور ذَوَاتَىۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ جن کا پھل کسیلا تھا وَّ
اَثۡلٍ اور کچھ جھاؤ کے درخت وَّشَىۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِيۡلٍ اور کچھ تھوڑے سے
بیر ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ یہ ہم نے ان کو بدلہ دیا بِمَا كَفَرُوۡا ان کے کفر کا وَهَلۡ
نُجٰزِىۡۤ اِلَّا الۡكَفُوۡرَ اور ہم نہیں بدلہ دیتے مگر کافروں کو۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو تابع کیا وہ ان کا تخت اڑا کر لے جاتی تھی۔ اس تخت پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا سارا عملہ اور پوری کابینہ ہوتی تھی، فوجی غیر فوجی۔ پھر فرمایا کہ ہم نے جنات کو ان کے تابع کیا جو ان کے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ انہی جنات کے متعلق ارشاد ہے یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ وہ جنات عمل کرتے تھے سلیمان علیہ السلام کے لیے جو وہ چاہتا تھا۔ ان سے جو کام وہ لیتے تھے وہ کرتے تھے مِنْ مَّحَارِیْبَ ۔ محاریب محراب کی جمع ہے۔ جیسے یہ ہماری مسجد کی محراب ہے اس طرح کے گول کمرے بنواتے تھے۔ اس محراب کے بارے میں تاریخی طور پر اختلاف ہے کہ یہ کب بنی ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ جب مسجد بنی تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ سے فرمایا کہ آپ مسجد کے منہ کی طرف محراب بنا لیں۔ تو جبرائیل علیہ السلام کی نشان دہی کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے محراب بنائی۔ تو محراب کا گول کمرہ ہوتا ہے اور اس کے نیچے کوئی ستون نہیں ہوتا۔ جنات ان کے لیے ایسے کمرے بناتے تھے وَتَمَاثِیْلَ ۔ تَمَاثِیْل تِمْثَال کی جمع ہے تِمْثَال کا معنیٰ ہے تصویر۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس دور میں جان دار چیز کی تصویر حرام نہیں تھی۔ ہماری شریعت میں جان دار چیز کی تصویر بنانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غیر جان دار چیزوں کی تصویریں بناتے تھے۔ مثلاً پل کا نقشہ بنا دیا، ٹیلے اور پہاڑ کا نقشہ بنا دیا، درخت کی تصویر بنادی تو ایسی مورتیاں بناتے تھے وَجِفَانٍ ۔ جِفَان جَفْنَةٌ کی جمع ہے جفنہ کا معنیٰ ہے پیالہ۔ كَالْجَوَابِ ۔ جابیہ کی جمع ہے اور جابیہ

کا معنٰی ہے حوض۔ بڑے بڑے پیالے جیسے حوض ہوتے ہیں۔ چونکہ سلیمان علیہ السلام کی فوج تھی انسانوں کی اور جنوں کی تو ان کے کھانے کے لیے بڑے بڑے پیالے ہوتے تھے حوض کی طرح۔ ان میں سالن ڈال دیتے اور فرماتے کھاؤ۔ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ۔ قُدُوْر قِدْرٌ کی جمع ہے۔ قِدْر کا معنٰی ہے دیگ۔ رَاسِیٰت رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے بمعنٰی ٹکی ہوئی بڑی بڑی دیگیں۔ جن میں کئی کئی سو آدمیوں کا کھانا پکتا تھا۔ یہ سارے کام سلیمان علیہ السلام جنات سے لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا عمل کرو آل داؤد، سلیمان علیہ السلام اور دوسرے شکر گزاری کا۔ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نبوت دی، رسالت دی، انسانوں اور جنوں پر حکومت دی رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ آگے رب تعالیٰ شکوہ کرتے ہیں انسانوں کا۔ فرمایا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں ہم تو ایک سانس کا شکر ادا نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے جیتے ہیں۔ جب انسان بیماری اور مصیبت میں پھنستا ہے تو خدا یاد آتا ہے تندرست ہو جانے کے دو چار دن بعد، دس دن بعد، مہینہ بعد باغی ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نے دولت دی تو اپنی غربت یاد ہی نہیں رہتی کہ میں کبھی غریب بھی ہوتا تھا حالانکہ اپنی غربت کے زمانے کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک وقت تھا میرے پاس رہنے کے لیے مکان نہیں تھا، کھانا پینا مرضی کے مطابق نہیں تھا، پیدل چلتا تھا سائیکل بھی نصیب نہیں ہوتی تھی آج میں کار چلاتا ہوں۔ میرے گھر میں لائٹ نہیں تھی چراغ نہیں تھا اب کتنی لائٹیں جل رہی ہیں، میرے پاس کپڑا نہیں ہوتا تھا آج میرے پاس کتنے جوڑے ہیں۔ تو فرمایا بہت تھوڑے میرے بندوں میں سے ہیں شکر ادا کرنے والے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ پس جس وقت ہم نے طے کرلیا سلیمان علیہ السلام کے لیے موت کا کہ انہوں نے فلاں دن فوت ہونا ہے اور سلیمان علیہ السلام کو بھی بتلا دیا کہ فلاں دن آپ نے فوت ہونا ہے۔ لہٰذا ایک کمرہ بنالیں شیشے کا (شیش محل) تیار کرلیں اور اس میں ایک لاٹھی گاڑ دیں اور اس پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر کھڑے ہو جائیں۔ چہرہ جنات کی طرف رہے وہ سمجھیں کہ ہمیں دیکھ رہے ہیں ہماری نگرانی کررہے ہیں تاکہ مسجد اقصیٰ کا کام جو باقی رہ گیا ہے وہ مکمل ہو جائے۔ اگر جنات کو آپ کی موت کا علم ہو گیا تو وہ باغی ہو جائیں گے اور کام ادھورا رہ جائے گا۔

پورا ایک سال گزر گیا جنات دور سے دیکھ کر یہی سمجھتے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کھڑے عبادت کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ لکڑی کو کیڑا لگ گیا جس کو دیمک اور سیونگ کہتے ہیں۔ کیڑے نے جب نیچے سے لکڑی کھالی تو سلیمان علیہ السلام گر پڑے تو جنات کو علم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام تو وفات پا گئے ہیں۔ پہلے جنات رعب ڈالتے تھے کہ ہم غیب جانتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ پھرتیلی مخلوق ہے ایک لمحے میں یہاں ایک لمحے میں وہاں تو پھرتیلا ہونے کی وجہ سے حالات جلدی معلوم کرلیتے ہیں اور لوگوں پر رعب ڈالتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کا رد فرمایا ہے کہ جس وقت ہم نے فیصلہ کیا سلیمان علیہ السلام کی موت کا مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖ نہیں بتلایا جنات کو سلیمان علیہ السلام کی موت کا اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ مگر زمین کے ایک کیڑے نے۔ یہاں ارض کا معنی کریدنے والا، کھانے والا۔ وہ کیڑا جو لکڑی کو کھاتا ہے چاٹتا ہے اس نے بتلایا۔ اس نے کیسے بتلایا؟ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ جو کھا گیا اس کی لاٹھی کو۔ دیمک نے لاٹھی کو کھایا

تو وہ گر پڑے فَلَمَّا خَرَّ پس جس وقت نیچے گرے تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ واضح پایا جنات نے۔ جنات پر بات واضح ہوگئی اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ یہ کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ تو نہ ٹھہرتے وہ اس سزا میں جو ان کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی۔ سال کے بعد جب سلیمان علیہ السلام نیچے گرے تو جنات کو پتا چلا کہ وہ تو وفات پا گئے ہیں ہم ویسے ہی اس کے خوف سے کانپتے رہے۔ تو پھر جنات باغی ہوگئے کیونکہ جنات پر حکومت اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو دی تھی اور کسی کے قابو میں نہیں آئیں گے۔ ہاں کسی کے ساتھ دوستانہ قائم کرلیں تو اس کو باہر سے کوئی چیز لا کر دیں تو ہوسکتا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے لیکن کسی کے قابو میں نہیں آتے بڑی باغی قوم ہے۔ دو نیک بندوں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد آگے ایک عبرت ناک واقعہ ذکر فرماتے ہیں۔

قومِ سبا کی تباہی کا عبرت ناک واقعہ :

سبا کا مشہور علاقہ تھا۔ اصل میں سبا ایک آدمی کا نام تھا سبا بن یشحب بن یعرب بن قحطان۔ اس شخص کی آگے نسل چلی جو قومِ سبا کہلائی۔ انہوں نے ایک شہر آباد کیا جو شہر سبا کہلاتا تھا۔ پھر اس سارے علاقے کا نام سبا پڑ گیا اس نسبت سے سارے علاقے کو سبا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ البتہ تحقیق قومِ سبا کے لیے فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ان کی رہائش گاہوں میں نشانی ہے اپنے شہر کے بارے میں نشانی ہے۔ کیا نشانی ہے؟ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ دو باغ دائیں اور بائیں طرف۔ یہ باغ میلوں کو محیط تھے۔ ایک سبا کے دائیں طرف تھا اور ایک بائیں طرف تھا۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہے کہ ان باغوں میں کیسے کیسے پھل تھے اور کیسی کیسی خوشبوئیں تھیں۔ اس

شہر میں نہ مکھی تھی نہ مچھر نہ سانپ نہ بچھو، مسافر وہاں سے گزرتا تو ان کی خوشبوؤں سے اس کے بدن کی جوئیں مرجاتی تھیں۔ وہ باغ جنت کا منظر پیش کرتے تھے۔ بڑا صاف ستھرا شہر تھا وافر پھل تھے عیش کی زندگی تھی۔ تعین کے ساتھ آج ہم یہ نہیں بتلا سکتے کہ ان کی طرف کون سے پیغمبر آئے تھے؟

سبا شہر کے قریب ایک ابلق نامی پہاڑ تھا اس کوہِ ابلق کے دامن میں انہوں نے ڈیم بنایا ہوا تھا۔ جو انہوں نے بند باندھا تھا اس کا نام سدّ مارب تھا۔ جیسے منگلا ڈیم ہے، تربیلا ڈیم ہے۔ وہاں پانی کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ ان لوگوں نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی تو رب تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک چوہے کے ذریعے ہلاک کردیا۔ اس چوہے نے نیچے سے سوراخ نکالا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی نکلتا رہتا تھا اس سے اس کی دیواریں کمزور ہوگئیں۔ خدا کی قدرت کہ اس سال بارشیں زیادہ ہوئیں پانی کا دباؤ زیادہ ہوا بند ٹوٹ گیا جس سے دونوں باغ بھی ختم ہوگئے اور کئی آدمی بھی اس سیلاب میں بہہ گئے۔ کچھ لوگ وہاں سے ہجرت کرکے شام چلے گئے اور کچھ مدینہ طیبہ جاکر آباد ہوگئے۔ اوس اور خزرج انہی لوگوں کی نسل سے تھے۔ بظاہر تباہی کا سبب وہ چوہا بنا۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے......

لَا تَحْتَقِرْ كَيْدَ الضَّعِيفِ فَربما

تموت الافاعی من سموم العَقَارِبِ

وقد هَدَّمت عرش هد هدٌ

وخَرَّب حفر الفار سد مارِبِ

شاعر کہتا ہے کبھی کسی کمزور کی تدبیر کو حقیر نہ سمجھو۔ بچھو کی اقسام میں سے ایسی بھی قسم ہے کہ اژدہا کو ڈنک مارے تو فوراً مرجاتا ہے۔ ہدہد کتنا چھوٹا پرندہ ہے اس نے بلقیس کے تخت کو

الٹ دیا اس طرح کہ اس نے سلیمان علیہ السلام کو بتلایا کہ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا کہ بادشاہ بنی ہوئی ہے اور اس کو ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کا بہت بڑا عرش ہے میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ سجدہ کرتے ہیں سورج کے سامنے اللہ تعالیٰ کے سوا۔ یہ سارا واقعہ سورہ نمل میں موجود ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کی شاہی گئی۔ تو ہدہد اس کی تباہی کا سبب بنا۔ اور چوہے کے سوراخ نے سدّ مارب کو برباد کر دیا۔ مشہور مقولہ ہے کہ دشمنی کو کبھی حقیر نہ سمجھو چاہے خواہ وہ کتنی تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ بیماری کو چاہے تھوڑی ہو اور آگ کو چاہے چنگاری ہی کیوں نہ ہو کبھی حقیر نہ جانو۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہی تباہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سونے سے پہلے چراغ بجھا کر سوؤ۔ حدیث پاک میں ہے نیچا سونا۔ آج بھی اکثر عربی نیچے سوتے ہیں چار پائیوں پر بہت کم سوتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت کا خلاصہ :

ایک کچا مکان تھا مکینوں نے چراغ جلتا چھوڑ دیا۔ چوہے نے آ کر بتی کھینچ کر نیچے پھینک دی دری کو آگ لگ گئی۔ مکان بھی جل گیا اور آدمی بھی جل گئے۔ تو چوہا ان کی تباہی کا سبب بن گیا۔ لہٰذا رات کو سونے سے پہلے چراغ بجھا کر سوؤ۔ اگرچہ آج کل ٹیوب، بلب وغیرہ میں وہ سبب نہیں ہے مگر ان کو جلتا چھوڑنا اسراف ہے، فضول خرچی ہے۔ یہ شادی بیاہ کے موقع پر مرچیں وغیرہ لگاتے ہیں چراغاں کرتے ہیں یہ سب اسراف ہے اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

فضول خرچی :

گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے فخریہ طور پر یہ بات کہی کہ فلاں آدمی

نے شادی کی اور چراغاں کیا۔ ایک لاکھ بجلی کا بل ادا کیا۔ اے مسلمان! رب تعالیٰ نے تجھے دولت ان کاموں کے لیے نہیں دی۔ تو اس کے ساتھ حج کر، عمرہ کر، مسجد بنا، مدرسہ بنا، دین کے کاموں پر خرچ کر۔ جو کچھ تم کرتے ہو بڑے گناہ کی بات ہے۔ مجھے بہت افسوس اس وقت ہوتا ہے جب میں درس سننے والوں کے گھروں کو دیکھتا ہوں شادی کے موقع پر وہ یہ سارے کام کرتے ہیں۔ بڑی کوفت ہوتی ہے کہ ان کے درس سننے کا انھیں کیا فائدہ ہوا؟ عمل نہیں کرنا تو کیا فائدہ؟

تو فرمایا دو باغ تھے ان کے دائیں بائیں کُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّکُمۡ کھاؤ اپنے رب کے رزق سے وَاشۡکُرُوۡا لَهٗ اور اس کا شکر ادا کرو بَلۡدَۃٌ طَیِّبَۃٌ یہ شہر ہے ستھرا وَّرَبٌّ غَفُوۡرٌ اور رب بخشنے والا ہے فَاَعۡرَضُوۡا پس انہوں نے اعراض کیا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ پس ہم نے چھوڑا ان پر سَیۡلَ الۡعَرِمِ۔ عرم کا معنٰی ہے بند۔ وہ جو بند تھا ڈیم تھا اس کا سیلاب چھوڑا، کچھ بہہ گئے، کچھ چلے گئے، باغ تباہ ہوگئے وَبَدَّلۡنٰہُمۡ اور ہم نے بدل دیے ان کے لیے بِجَنَّتَیۡہِمۡ ان دو باغوں کے بدلے میں جَنَّتَیۡنِ دو باغ اور ذَوَاتَیۡ اُکُلٍ جو ایسی خوراک والے تھے خَمۡطٍ۔ خمط کا معنٰی کڑوا، کھٹا۔ جو کڑوی اور کھٹی تھی۔ بندہ منہ میں ڈالے تو منہ کا ذائقہ بدل جائے کڑوا ہو جائے ایسی چیزیں چھوڑیں۔ وَّ اَثۡلٍ اور کچھ جھاؤ کے درخت وَّشَیۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِیۡلٍ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں چھوڑ دیں باقی تمام باغ ختم کر دیے۔ فرمایا ذٰلِکَ جَزَیۡنٰہُمۡ بِمَا کَفَرُوۡا یہ ہم نے ان کو بدلہ دیا ان کے کفر کا وَہَلۡ نُجٰزِیۡۤ اِلَّا الۡکَفُوۡرَ اور ہم ایسا بدلہ نہیں دیتے مگر ناشکری کرنے والوں کو۔ تو رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرنا بہت بڑا جرم ہے رب معاف فرمائے۔

۞۞۞

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۭ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِينَ ۝ فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝

وَجَعَلْنَا اور بنائی ہم نے بَيْنَهُمْ ان سبا والوں کے درمیان وَبَيْنَ الْقُرَى اور ان بستیوں کے درمیان الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا جن میں ہم نے برکت ڈالی قُرًى ایسی بستیاں ظَاهِرَةً جو ظاہر تھیں وَّقَدَّرْنَا اور ہم نے ٹھہرائی تھی فِيهَا ان بستیوں کے درمیان السَّيْرَ مسافت سِيرُوا فِيهَا چلو تم ان میں

لَيَالِيَ راتوں کو وَاَيَّامًا اوردنوں کو اٰمِنِيْنَ پرامن فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے رَبَّنَا اے ہمارے رب بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا دور کردے ہمارے سفروں کو وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اورانہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ پس کردیا ہم نے ان کو کہانیاں وَمَزَّقْنٰهُمْ اور ہم نے ان کو بکھیر دیا كُلَّ مُمَزَّقٍ ہر طرح کا بکھیرنا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ہر ایک صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اور البتہ تحقیق سچا کر دکھایا ان کے بارے میں اِبْلِيْسُ ابلیس نے ظَنَّهٗ اپنا خیال فَاتَّبَعُوْهُ پس انہوں نے پیروی کی اس کی اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مگر ایک گروہ مومنوں میں سے وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اور نہیں تھا اس ابلیس کا ان پر کوئی زور اور تسلط اِلَّا لِنَعْلَمَ مگر تا کہ ہم ظاہر کردیں مَنْ اس کو يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان لاتا ہے آخرت پر مِمَّنْ هُوَ اس شخص سے کہ وہ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ قیامت کے بارے میں شک کرتا ہے وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ اور آپ کا رب ہر چیز کی نگہبانی کرنے والا ہے قُلِ ادْعُوا آپ کہہ دیں پکارو تم الَّذِيْنَ ان کو زَعَمْتُمْ تم گمان کرتے ہو مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا يَمْلِكُوْنَ نہیں وہ مالک مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ذرہ برابر فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِي الْاَرْضِ اور نہ زمین میں وَمَا لَهُمْ اور نہیں ہے ان کے لیے فِيْهِمَا آسمانوں اور زمین میں مِنْ

شِرْكٍ کوئی شراکت وَمَالَهٗ اور نہیں ہے اللہ کے لیے مِنْهُمْ ان میں سے مِّنْ ظَهِيْرٍ کوئی مددگار وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اور نہیں نفع دے گی سفارش عِنْدَهٗ اس کے پاس اِلَّا مگر لِمَنْ اس شخص کے لیے اَذِنَ لَهٗ جس کے لیے رب نے اجازت دی حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ یہاں تک کہ جس وقت گھبراہٹ دور کی جاتی ہے عَنْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں سے قَالُوْا کہتے ہیں مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ کیا کچھ کہا ہے تمہارے رب نے قَالُوا کہتے ہیں الْحَقَّ حق کہا ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ اور وہی بلند ہے اور بڑائی والا ہے۔

قومِ سبا اور ان کا محل وقوع :

یمن کے علاقے میں مشہور و معروف قوم سبا رہتی تھی جن کا مرکزی شہر سبا تھا جو اسی قوم کے نام کے ساتھ مشہور تھا۔ جیسے گکھڑ کوئی قوم تھی کہ جن کے نام سے گکھڑ شہر آباد ہے۔ سبا کا علاقہ بڑا زرخیز اور آباد علاقہ تھا جن کے ضروری حالات تم کل کے درس میں تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو۔ سبا سے لے کر شام تک سفر ایک مہینے کا تھا۔ اگرچہ پختہ سڑک نہیں تھی مگر سبا سے لے کر دمشق تک بڑی چوڑی سڑک تھی اور اس کے کنارے وقفے وقفے سے بستیاں اور شہر آباد تھے جیسے آج کل اسٹیشن ہیں کہ ایک گیا تو دوسرا آ گیا یا سڑکوں پر اڈے ہیں ایک اڈا آ گیا دوسرا آ گیا تیسرا آ گیا۔ دن رات قافلے چلتے رہتے تھے پر امن کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا چور ڈاکو کا اور سفر خرچ اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی تھی کہ شہروں سے کھانے پینے کی چیزیں ملتی رہتی تھیں۔ بڑے بارونق شہر تھے۔

سبا والوں نے کہا کہ یہ کیا ہوا کہ ایک شہر گیا دوسرا آ گیا، دوسرا گیا تیسرا آ گیا

پروردگار! ان شہروں کو درمیان سے مٹا دے تاکہ سفر لمبا ہو جائے ہم گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر جائیں اور یہ غریب لوگ ہمیں دیکھتے رہیں۔ اندازہ لگاؤ ان لوگوں کے نظریے کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ اور ہم نے بنائی سبا والوں کے درمیان وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت ڈالی تھی۔ بستیوں سے مراد شام فلسطین کا علاقہ ہے۔ سبا کے علاقے سے لے کر شام کے علاقے تک کیا بنایا؟ قُرًى ظَاهِرَةً بستیاں نظر آنے والیاں۔ ایک بستی سے گزرے آگے دوسری نظر آ رہی ہے وہاں سے گزرے آگے تیسری نظر آ رہی ہے چوتھی نظر آ رہی ہے۔ سڑک کے دونوں کنارے آباد تھے، چیزوں کی فراوانی تھی خوش حالی تھی یہ ایسی بستیاں تھیں وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ اور ٹھہرائی ہم نے ان بستیوں کے درمیان مسافت خاص اندازے کے مطابق۔ فرمایا اس راستے کے متعلق حکم تھا سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ چلو تم ان میں راتوں کو اور دنوں کو امن کے ساتھ۔

سبا والوں کی دولت کا انحصار زیادہ تر تجارت پر تھا۔ یہ لوگ کاشت کاری بھی کرتے تھے اور ان کے باغات میلوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس علاقے کے ایک طرف ہندوستان کا ساحل ہے اور دوسری طرف افریقہ کا ساحل ہے۔ دونوں براعظموں کے درمیان خوب تجارت ہوتی تھی۔ سونا چاندی، قیمتی پتھر، مصالحے، خوشبو اور ہاتھی دانت کا لین دین ہوتا تھا۔ یہ بڑا پر امن راستہ تھا کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا چاہے رات کو سفر کریں یا دن کو۔ اہل سبا کو بڑی آسودگی حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو چاہیے تھا کہ وہ ہماری نعمتوں کی قدردانی کرتے لیکن اس کے برخلاف فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا کہنے

لگے اے ہمارے رب! دور کر دے ہمارے سفروں کو، لمبا کر دے ہمارے سفروں کو۔ ہم سنتے ہیں کہ دوسرے ممالک میں دوران سفر میں بڑی مشکلات پیش آتی ہیں مگر ہمارے سفر تو نہایت پر امن اور باسہولت ہیں ہمیں کوئی دشواری نہیں پیش آتی۔ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہمارے سفر بھی لمبے ہوں کہ ہم مصائب کا مزہ چکھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اور انہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔ ان کی اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیلاب نے ان کے باغات، کھیتیاں، مکان سب کچھ تباہ کر دیا۔ سیلاب کے بعد زمین میں روئیدگی کی قوت کم ہو جاتی ہے پھر وہاں جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد ان کے کچھ خاندان شام چلے گئے اور کچھ مدینہ منورہ چلے گئے جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا۔ اس طرح یہ معروف ترین شاہراہ بھی بند ہو گئی اور قوم سبا کا نام ونشان مٹ گیا فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ پس کر دیا ہم نے ان کو قصے کہانیاں۔ افسانے بن گئے کہ لوگ ان کی خوش حالی، تاریخی ڈیم اور پھر ان کی تباہی کی داستانیں عبرت کے طور پر سناتے تھے۔

فرمایا وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اور ہم نے ان کو بکھیر دیا ہر طرح کا بکھیرنا۔ کوئی پانی میں بہہ گئے کوئی کدھر چلے گئے اور کوئی کدھر چلے گئے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ بے شک اس میں البتہ کئی نشانیاں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ہر ایک صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے کہ ناشکری کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ اور البتہ تحقیق سچا کر دکھایا ان کے بارے میں ابلیس نے اپنا خیال۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا جب ڈھانچا تیار ہوا ابھی اس میں روح نہیں ڈالی گئی تھی تو ابلیس آدم علیہ السلام کے اردگرد گھوما، ٹانگیں دیکھیں ٹھوس تھیں، بازو دیکھے ٹھوس

تھے کہنے لگا کہ مجھے ایسی جگہ نظر آئے کہ جہاں سے اس کی اولاد میں وساوس ڈالوں۔ منہ دیکھا ناک دیکھی تو کہنے لگا ہاں! میرے لیے بھی جگہ ہے وساوس ڈالنے کے لیے۔ منہ اور ناک کے ذریعے میں وساوس ڈال سکوں گا۔ میں ان کی اکثریت کو انسان نہیں رہنے دوں گا وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہوں گے۔ تو ابلیس نے اس وقت جو خیال ظاہر کیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اس نے سچا کر دکھایا۔ وہ خیال اور گمان کیا تھا؟ کہ اکثریت میری پیروی کرے گی فَاتَّبَعُوْهُ پس انہوں نے اس کی پیروی کی اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مگر ایک گروہ مومنوں میں سے۔

دنیا میں اکثریت کفار کی ہے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو فرمائیں گے آپ کی اولاد میں ایک ہزار میں سے ایک جنت میں جائے گا اور نو سو ننانوے جہنم میں جائیں گے۔ ایک جنتی نو سو ننانوے دوزخی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! پھر کون بچے گا ہم میں سے؟ فرمایا نہیں یہ تقسیم تمہارے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ساری مخلوق کے اعتبار سے ہے۔ اس میں یاجوج ماجوج بھی ہوں گے۔ اس وقت تنہا چین کی آبادی ایک ارب چالیس کروڑ کے قریب ہے اس میں مسلمانوں کی تعداد بہ مشکل دس کروڑ کے قریب ہے۔ اس وقت روس کی آبادی چالیس کروڑ کے قریب ہے۔ وہاں مسلمان مشکل سے ایک کروڑ بھی نہیں ہیں۔ پہلے زیادہ تھے مگر ظالم روس نے نہیں چھوڑے۔ ہندوستان کی اس وقت آبادی نوے کروڑ کے قریب ہے اور مسلمان انیس بیس کروڑ کے قریب ہیں۔ یہی حال دوسرے ممالک کا ہے۔ تو تمام کافروں کی گنتی ہوگی اور اکثریت کافروں کی ہے۔

آٹھویں پارے کی آیت کا مفہوم ہے کہ کافروں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ہمارے تمہارے درمیان جو جھگڑا شروع ہو گیا ہے اس کو ختم کرنے کے لیے ووٹنگ کرا لیتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں اور ہمارے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ثالث مان لیں جو وہ فیصلہ کرے اسے تسلیم کرلیں۔ دونوں باتوں کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ فرمایا اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا [انعام:۱۱۵] ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ثالث تلاش کروں۔'' میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ثالث ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ باقی تم ووٹنگ کی بات کرتے ہو تو اس کا جواب بھی سن لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ [آیت:۱۱۶] ''اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں (جن کی اکثریت ہے) تو وہ آپ کو بہکا دیں گے اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔'' اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب کے قریب ہے اور ان میں کلمہ پڑھنے والے مسلمان کہلانے والے ایک ارب کے قریب ہیں تو اس ایک ارب میں صحیح مسلمان کتنے ہیں؟ مردم شماری میں تو انہوں نے قادیانیوں، رافضیوں، ذکریوں، منکرین حدیث اور شرک میں ڈوبے ہوؤں کو بھی شامل کیا ہے حالانکہ یہ مسلمان نہیں ہیں تو ابلیس نے جو رائے قائم کی تھی کہ اکثریت اس کی پیروی کرے گی ایسا ہی ہوا۔

مومنوں میں سے ایک گروہ نے شیطان کی بات نہیں مانی وَمَا کَانَ لَہٗ عَلَیْھِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اور نہیں تھا ابلیس کا ان پر کوئی زور اور تسلط۔ شیطان جبراً کسی کو غلط راستے پر نہیں لگا سکتا وہ تو ترغیب دیتا ہے، گناہ کا شوق دلاتا ہے چونکہ نفس امارہ اس کا مرید ہے اس لیے اس پر اس کا جلدی اثر ہو جاتا ہے اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَۃِ تاکہ ہم ظاہر کردیں

جو ایمان لاتا ہے آخرت پر مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ اس شخص سے جو قیامت کے بارے میں شک کرتا ہے۔ سارے مومن بھی شیطان سے آزاد نہیں ہیں صرف ایک گروہ ہے جو اس کی پیروی نہیں کرتا باقی کسی نہ کسی مد میں، کسی نہ کسی شق میں اس کے پیروکار ہیں وَرَبُّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔ سب اسی کی حفاظت میں ہیں۔

تردید شرک :

آگے شرک کا رد ہے قُلِ اے نبی کریم! آپ کہہ دیں ادْعُوا الَّذِينَ پکارو تم ان کو زَعَمْتُمْ جن کے بارے میں تم خیال کرتے ہو مِّن دُونِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے جن کو تم حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہو پکارو تم ان کو اور ہمارا فیصلہ بھی سن لو لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وہ مالک نہیں ہیں ذرہ برابر نہ آسمانوں میں نہ زمین میں۔ جب وہ کسی شے کے مالک ہی نہیں اور ان کے اختیار میں کوئی شے ہی نہیں وہ تمہارا کیا کام کریں گے؟ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ اور نہیں ہے ان کے لیے آسمانوں میں اور زمینوں میں کوئی شراکت کہ کسی نے آسمان کا کوئی حصہ پیدا کیا ہو یا زمین کا کوئی حصہ پیدا کیا ہو۔ نہیں کوئی ان کی شراکت نہیں ہے تنہا پروردگار نے آسمان پیدا کیے، زمینیں پیدا کیں، انسان پیدا کیے، حیوان پیدا کیے، چرند پرند، حشرات الارض پیدا کیے وہ خالق کل شی ہے۔ خالق بھی وہی، مالک بھی وہی، رازق بھی وہی، حاکم بھی وہی، إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ [یوسف: ۴۰] "حکم صرف اللہ تعالیٰ کا۔" أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ [اعراف: ۵۴] "سنو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔" مخلوق بھی اسی کی اور حکم بھی اسی کا۔ یہ تو دنیا میں جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا قانون چل رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملک میں خدا کی مخلوق پر خدا کا قانون نافذ ہوسکتا ہے اور کچھ نہیں مگر آج ہم باطل نظاموں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے۔ بے چارے طالبان کچھ تھوڑا بہت اسلامی قانون نافذ کرتے ہیں تو مغربی قوتیں ان کو بدنام کرنے کے لیے ان کے پیچھے ڈھول بجاتی ہیں (شور مچاتی ہیں کہ) وہاں یہ ہوگیا جی! وہاں یہ ہوگیا جی! اس وقت قرآن وسنت کے احکامات صرف افغانستان میں نافذ ہیں۔ (یہ اس وقت کی بات ہے جب طالبان کی حکومت تھی۔ بلوچ) طالبان کی حکومت کے سوا دنیا کے کسی خطے اسلام نافذ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ملک والوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ لوگ امن کے ساتھ سوئیں اور امن کے ساتھ اٹھیں اور امن کے ساتھ رہیں۔ کسی کو کسی کے ساتھ زیادتی کرنے کی جرأت نہ ہو، جان محفوظ، مال محفوظ، عزت وآبرو محفوظ ہو۔ تو فرمایا جن کو یہ پکارتے ہیں ان کی آسمانوں اور زمین میں کوئی شراکت نہیں ہے وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ان میں سے کوئی مددگار۔ رب تعالیٰ کو قوی عزیز ہے اس کو کسی کی امداد کی کیا ضرورت ہے؟ امداد کی ضرورت تو کمزور کو ہوتی ہے۔ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اور نہیں نفع دے گی سفارش اس کے پاس۔ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے ہاں سفارش نفع نہیں دے گی اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ مگر اس کے لیے جس کے لیے رب نے اجازت دی۔ نہ ہر آدمی کی سفارش قبول ہے اور نہ ہر آدمی کے لیے سفارش قبول ہے۔ مومن متقی کی قبول ہوگی اور مومن کے لیے قبول ہوگی۔ کافر کے لیے سفارش قبول نہیں ہے۔

کافر کے حق میں کسی کی بھی سفارش قبول نہیں :

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر مخلوق میں کوئی مقبول نہیں ہے۔ عبد اللہ بن اُبی کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک بطور کفن اس کو پہنایا، اپنا لعاب بھی اس کے بدن پر ملا، جنازہ بھی خود پڑھایا، آپ ﷺ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس سے بڑھ کر کیا سفارش ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک مرتبہ نہیں ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو میں نہیں بخشوں گا۔ بے ایمان کے لیے سفارش نہیں ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور کی جاتی ہے ان کے دلوں سے۔ اس کی تفسیر بخاری وغیرہ میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم دینا چاہتے ہیں تو پہلے ایک آواز آتی ہے جس طرح گھر کی گھنٹی (Bell) کی آواز ہوتی ہے۔ اس سے فرشتوں پر ایک غشی سی طاری ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس قدر خوف زدہ ہوتے ہیں۔ تو جب ان سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو نچلے طبقے والے فرشتے اوپر والوں سے مخاطب ہوتے ہیں قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ کہتے ہیں کیا کچھ کہا ہے تمہارے رب نے قَالُوا الْحَقَّ وہ کہتے ہیں کہ حق کہا ہے وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ اور وہ ذات بہت بلند اور بڑی عظمت والی ہے۔ مطلب یہ کہ فرشتے تو خود اس قدر بے بس اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے ہوش ہو جانے والے ہیں وہ کسی کی کیا سفارش کریں گے کیا یہ جبری طور پر سفارش کر سکتے ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ یہ باتیں ان لوگوں کی اپنی بنائی ہوئی ہیں حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ
اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ
لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ
بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ
اَرُوْنِىَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾
وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً
وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ
وَلَا بِالَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ
اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

قُلْ آپ ان سے کہہ دیں مَنْ یَّرْزُقُکُمْ کون ہے جو تم کو رزق دیتا
ہے مِنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے قُلْ آپ کہہ
دیں اللّٰہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے وَاِنَّآ اور ہم اَوْاِیَّاکُمْ یا تم لَعَلٰی
ھُدًی البتہ ہدایت پر ہیں اَوْفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ یا کھلی گمراہی میں قُلْ آپ کہہ
دیں لَاتُسْئَلُوْنَ تم سے نہیں پوچھا جائے گا عَمَّآ اَجْرَمْنَا ان چیزوں کے

بارے میں جو جرم ہم نے کیے ہیں وَلَا نُسْئَلُ اور نہ ہم سوال کیے جائیں گے
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جو عمل تم کرتے ہو قُلْ آپ کہہ دیں
یَجْمَعُ بَیْنَنَا جمع کرے گا ہم سب کو رَبُّنَا ہمارا رب ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا پھر
فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَھُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ اور
وہ فیصلہ کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ
مجھے دکھاؤ وہ اَلْحَقْتُمْ بِہٖ جن کو تم نے ملایا ہے اس کے ساتھ شُرَكَآءَ شریک
بنا کر كَلَّا ہرگز نہیں بَلْ ھُوَ اللّٰهُ بلکہ وہ اللہ ہی ہے الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ غالب
حکمت والا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ
مگر تمام انسانوں کے لیے بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے
والا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے
وَیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں مَتٰى ھٰذَا الْوَعْدُ کب پورا ہوگا یہ وعدہ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ کہہ دیں لَّكُمْ مِّیْعَادُ تمہارے لیے ایک
میعاد ہے یَوْمٍ ایسے دن کی لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ نہیں تم پیچھے ہو سکو گے
اس سے سَاعَةً ایک گھڑی وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے بڑھو گے وَقَالَ
الَّذِیْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں لَنْ نُّؤْمِنَ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ ہم
ہرگز نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ اور نہ ان کتابوں
پر جو ان سے پہلے آئی ہیں وَلَوْ تَرٰٓى اور اگر آپ دیکھیں اِذِ الظّٰلِمُوْنَ جس

وقت کہ ظالم مَوْقُوْفُوْنَ کھڑے کیے جائیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ لوٹائیں گے بعض ان کے بعض کی طرف الْقَوْلَ بات کو يَقُوْلُ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ اسْتُضْعِفُوْا جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو اسْتَكْبَرُوْا جنھوں نے تکبر کیا لَوْلَآ اَنْتُمْ اگر نہ ہوتے تم لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ البتہ ہم مومن ہوتے۔

دنیاوی زندگی میں رزق کی اہمیت :

دنیا کی زندگی میں رزق کا مسئلہ بھی بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام جان دار مخلوق کو رزق کا محتاج بنایا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی کھانے پینے سے مستغنی نہیں تھے۔ کافر کہتے تھے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ [فرقان:۷] ''کیا ہے اس رسول کو یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں سودا سلف خریدنے کے لیے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ [انبیاء:۸] ''اور نہیں بنایا ہم نے ان (رسولوں) کے ایسے اجسام کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔'' تو جان دار مخلوق کے لیے رزق کا مسئلہ بہت اہم ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا ''قریب ہے کہ غربت کفر تک پہنچا دے۔'' کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ فقر و غربت کفر کے زمانے تک پہنچا دے گی، کافر بنا دے گی۔ یہ روٹی، کپڑا، مکان کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے اور اسلام نے جتنے معقول طریقے سے حل کیا ہے دنیا کے کسی ازم اور قانون میں نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ جو قرآن سنت

اور فقہ اسلامی میں ہے اس پر عمل نہیں ہے۔ اگر ان پر عمل ہو تو رزق کا کوئی محتاج نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں مَنْ یَّرْزُقُکُمْ تمہیں رزق کون دیتا ہے مِّنَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں سے۔ آسمانوں سے رزق کا مطلب یہ ہے کہ اوپر سے بارش ہوتی ہے جس سے فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ سورج کی کرنوں سے فصلیں بڑھتی اور پکتی ہیں۔ چاند کی چاندنی کا بھی اثر ہے، ہوا کا بھی اثر ہے، ستاروں کی مدہم روشنی کا بھی فصلوں پر اثر ہے۔ یہ سارا اوپر کا نظام کس نے بنایا ہے؟ وَالْاَرْضِ اور زمین سے۔ زمین میں روئیدگی کی طاقت کس نے رکھی ہے؟ دانے کو محفوظ رکھ کر کون اگاتا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کچھ بھی نہ ہو بیج کو کیڑے کھا جائیں۔ بتاؤ یہ رزق دینے والا کون ہے؟ اگر یہ گونگے ہوں تو قُلْ آپ کہہ دیں اللّٰہُ صرف اللہ ہی دیتا ہے۔ سورج اس کے قبضے میں، چاند اس کے قبضے میں، بارش برسانا اس کا کام، ہوا چلانا اس کا کام، رزق دینا اس کا کام، خالق وہ، رازق وہ، مالک وہ، عالم الغیب والشہادہ وہ۔ تم رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو ذرا سوچو تو سہی۔ دو فریق ہیں۔ ایک تم ہو اور ایک ہم ہیں۔ ایک طرف ہدایت ہے ایک طرف گمراہی ہے۔ سوچ لو ہدایت پر کون ہے؟ اور گمراہی پر کون ہے؟

فرمایا وَاِنَّآ اَوْ اِیَّاکُمْ بے شک ہم یا تم لَعَلٰی هُدًی البتہ ہدایت پر ہیں اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ یا کھلی گمراہی میں کون ہے؟ ایک فریق ہم ہیں اور دوسرا فریق تم ہو، ایک نظریہ ہمارا ہے اور ایک نظریہ تمہارا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے؟ تم نے لات، منات، عزیٰ کو مشکل کشا، حاجت روا بنا رکھا ہے اور ان کے علاوہ کتنے الٰہ تم نے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ فیصلہ تم خود کرو حق پر کون ہے؟ باطل پر کون ہے؟ ہدایت کس کے پاس ہے اور گمراہی کس کے پاس ہے؟ قُلْ آپ کہہ دیں لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا تم

سے نہیں پوچھا جائے گا اس چیز کے بارے میں جو ہم نے جرم کیا۔ ہمارے گناہوں کے بارے میں تم سے پوچھ گچھ نہیں ہوگی وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور ہم سے سوال نہیں ہوگا اس چیز کے بارے میں جو تم کرتے ہو۔ تمہارے عقائد تمہارے ساتھ اور ہمارے عقائد ہمارے ساتھ، تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ ہم تمہیں حقیقت بتلاتے ہیں تمہاری راہنمائی کرتے ہیں اس پر چلنا تمہارا کام ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا جمع کرے گا ہمیں ہمارا رب ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا پھر کھول دے گا ہمارے درمیان جو حقیقت اور راز ہے۔ عقائد، اعمال، اخلاق سب کھول دے گا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے گا۔

دنیا میں تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی سچا ہوتے ہوئے بھی سچائی کو ثابت نہیں کر سکتا یا ظالم اس کی سچائی کو سنتا نہیں ہے اور وہ مجرم بن جاتا ہے۔ دنیا کی عدالتیں غلط فیصلہ کر دیتی ہیں کہ وہ غیب نہیں جانتیں۔ دیانت دار جج نے بھی فیصلہ بیانات پر کرنا ہے، گواہوں کی گواہی پر کرنا ہے۔ اور قیامت والے دن اس ذات کے سامنے پیش ہونا ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہ رازوں اور بھیدوں کو جانتا ہے وہاں کون داؤ لگائے گا اور کس کو لگائے گا؟ وہاں اللہ تعالیٰ حقیقت کھول دے گا ہمارے درمیان بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَهُوَ الْفَتَّاحُ اور وہ حقیقت کھولنے والا ہے الْعَلِيْمُ جاننے والا ہے۔ قُلْ آپ کہہ دیں۔ ان سے پوچھیں اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ مجھے دکھاؤ وہ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ جن کو تم نے ملایا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا کر۔ مجھے بتلاؤ وہ کون ہیں اور انہوں نے کیا کیا ہے؟ پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ نہ تو زمین اور آسمانوں میں کسی کی شراکت ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔ دکھاؤ وہ کون ہیں جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملایا ہے؟ كَلَّا ہرگز نہیں کوئی

رب تعالیٰ کا شریک نہیں ہے بَلْ هُوَ اللّٰهُ بلکہ وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے آسمانوں کا خالق بھی، زمین کا خالق بھی، رزق دینے والا بھی، بیمار کرنے والا بھی، صحت دینے والا بھی، بادشاہ بنانے والا بھی، گدا بنانے والا بھی الْعَزِيْزُ غالب ہے الْحَكِيْمُ حکمت والا ہے۔ وہ اتنا غالب ہے کہ ایک لمحے میں سب کچھ تباہ کر دے۔ اس کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ یہاں تک توحید کا مسئلہ بیان ہوا اور آگے رسالت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ کیونکہ اہم مسئلے توحید، رسالت اور قیامت ہیں۔

آنحضرت ﷺ تمام مخلوق کے لیے پیغمبر ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اے نبی کریم! نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ مگر تمام لوگوں کے لیے بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ یہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور سورت فرقان آیت نمبر ایک میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا " برکت والی ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہانوں کو ڈرانے والا۔ اس میں انسان بھی آگئے، جنات بھی آگئے۔ حدیث پاک میں ہے بُعِثْتُ اِلَى الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ " میں بھیجا گیا ہوں کالے، سرخ سب جنوں اور انسانوں کی طرف۔ تو آنحضرت ﷺ تمام مخلوق کے لیے پیغمبر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ ﷺ کی رسالت اور قیامت کو مان لے اس کو رب تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوش خبری سنا دیں۔ اور جو کفر و شرک پر ڈٹا اور اڑا رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمر بستہ رہے، حق کو قبول نہ کرے اس کو رب کے عذاب سے ڈرا دے جو دنیا میں بھی آتا رہتا ہے اور آخرت میں تو ہونا ہی ہے۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے آپ ﷺ کے نبی ہونے کو، بشیر نذیر ہونے کو۔ کافر تو دور کی بات ہے آج جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ بھی دین کی بہت ساری چیزوں سے غافل ہیں۔ میری معلومات کے مطابق بعض علاقے ایسے ہیں کہ جہاں جنازے کے بغیر ہی دفن کر دیتے ہیں۔ بعض کو پہلا کلمہ نہیں آتا، نماز نہیں آتی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان سمجھو کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان نے پھر آگے ان کے فیض یافتہ علمائے دیوبند، سہارن پور، دہلی، رام پور، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش کے علماء نے اصلی دین کی آبیاری کی، لوگوں کو حق بتایا اور سنایا۔ ایسا دین تمہیں کسی اور جگہ نظر نہیں آئے گا۔

بوسنیا کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ بس عورت کا نام فاطمہ ہے اور بندے کا نام عبداللہ ہے اس کے علاوہ کسی شے کا کچھ پتا نہیں ہے اور یہی حال دوسرے ملکوں کا ہے۔ اور یہاں الحمدللہ فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات بھی لوگ جانتے ہیں۔ یہ سب ان بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اگر ان بزرگوں کی محنتیں نہ ہوتیں تو نہ جانے ہم کیا ہوتے۔

قیامت کا ذکر :

رسالت کے بعد آگے قیامت کا مسئلہ ہے۔ مشرکین مکہ بڑے زور شور کے ساتھ قیامت کا انکار کرتے تھے۔ کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰسین] ”ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟“ کبھی کہتے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [انعام:۲۹] ”نہیں ہے مگر صرف ہماری دنیا کی زندگی اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔“ کبھی کہتے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ [ق:۳] ”کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید

ہے۔'' اوراس مقام پر ہے وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ پورا اگر ہوتم سچے۔ یہ قیامت کب آئے گی بتاؤ؟ دیکھو! وقت معلوم نہ ہونے سے حقیقت کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ ہم نے مرنا ہے مگر موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے تو کیا اس سے ہم انکار کر سکتے ہیں کہ ہم نے مرنا نہیں ہے۔ تو مدت کا علم نہ ہونے سے کوئی موت کا انکار تو نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سمجھو کہ قیامت کے وقت کا ہمیں علم نہیں ہے کہ کب آئے گی لیکن آئے گی ضرور۔ وقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ تمہارے لیے میعاد ہے ایسے دن کی لَّا تَسْتَأْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً کہ تم مؤخر نہیں ہو گے اس میعاد سے ایک گھڑی بھی وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ آگے ہو سکو گے۔ شخصی قیامت ہر ایک کی موت ہے وہ نہیں ٹلتی۔ کیا مجال ہے کہ ایک منٹ آگے پیچھے ہو جائے یا فرشتہ بھول جائے کہ کس کی جان نکالنی ہے۔ حاشا وکلا وہ ایسا مضبوط نظام ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ دنیا کے نظاموں میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اور انسانوں کو غلطی لگ جاتی ہے۔ پرسوں کے اخبار میں مَیں نے پڑھا کہ ڈاکٹر نے ایک عورت کا آپریشن کیا تو تولیا اس کے پیٹ میں رہ گیا اور پیٹ کو سی دیا۔ ڈاکٹروں کی بدحواسی پھر دوبارہ پیٹ کھول کر تولیا نکالا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نظام میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ عالم کی قیامت تو جب آئے گی آئے گی شخصی قیامت تو سر پر کھڑی ہے مَنْ مَاتَ قَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے، فرشتے بھی نظر آئیں گے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ ہم ہرگز نہیں

ایمان لائیں گے اس قرآن پر وَلَا بِالَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ اور نہ ان کتابوں پر جو ان سے پہلے آئی ہیں۔ تورات، زبور، انجیل اور دیگر آسمانی صحیفے، ہم کسی کو نہیں مانتے۔ اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے مخاطب! آج تو یہ کہہ رہے ہیں وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ اور اگر آپ دیکھیں جس وقت یہ ظالم مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے۔ رب تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق فیصلے کے لیے جلوہ افروز ہوں گے اس وقت کیا بنے گا؟ آنے والے جملے اچھی طرح یاد کرلیں بھولنا نہیں ہے کہ یَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰی بَعۡضِ ۣالۡقَوۡلَ لوٹائیں گے ان کے بعض بعض کی طرف بات کو یعنی بعض بعض کی تردید کریں گے۔ مرید پیروں کی، شاگرد استادوں کی، ووٹ دینے والے ووٹ لینے والوں کی یعنی چھوٹے بڑوں کی تردید کریں گے بات کو یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ شاگرد استاد کے مقابلے میں کمزور ہوتا ہے، مرید پیر کے مقابلے میں کچھ نہیں ہوتا، ووٹ دینے والے کمزور ہوتے ہیں جن کو دھکے دے کر لے جاتے ہیں۔ کن کو کہیں گے؟ لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا ان لوگوں سے کہیں گے جو متکبر تھے، طاقت ور تھے او ظالمو! لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ اگر تم نہ ہوتے لَکُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ البتہ ہم ایمان لے آتے۔ ہم ایمان دار ہوتے اے غلط کار استادو، پیرو! ہمارے ممبرو! تم نے ہمارا بیڑا غرق کیا۔ تم ہمارے ایمان میں رکاوٹ تھے۔ کل کے درس میں ان شاء اللہ ان کا جواب آئے گا۔

❁❁❁

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

قَالَ الَّذِیْنَ کہیں گے وہ لوگ اسْتَکْبَرُوْا جنہوں نے تکبر کیا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ کیا ہم نے روکا تھا تم کو عَنِ الْھُدٰی ہدایت سے بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ بعد اس کے کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ بلکہ تم خود مجرم ہو وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو اسْتَکْبَرُوْا جنہوں نے تکبر کیا بَلْ مَکْرُ الَّیْلِ بلکہ رات کی تدبیر وَالنَّھَارِ

اور دن کی تدبیر اِذْتَاْمُرُوْنَنَآ جس وقت تم حکم دیتے تھے ہمیں اَنْ نَّکْفُرَ بِاللّٰهِ ہم انکار کریں اللہ تعالیٰ کا وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا اور بنائیں ہم اس کے لیے شریک وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور مخفی رکھیں گے ندامت کو لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ اور ڈالیں گے ہم طوق فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی گردنوں میں كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا هَلْ يُجْزَوْنَ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ مگر اس چیز کا جو کچھ وہ کرتے رہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں مِّنْ نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ مگر کہا اس کے آسودہ حال لوگوں نے اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ بے شک ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو كٰفِرُوْنَ منکر ہیں وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا ہم زیادہ ہیں مال میں وَّاَوْلَادًا اور اولاد میں وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اور نہیں ہم سزا دیئے جائیں گے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ رَبِّيْ بے شک میرا رب يَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَمَآ اَمْوَالُكُمْ اور نہیں ہیں تمہارے مال وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمہاری اولاد بِالَّتِيْ ایسی تُقَرِّبُكُمْ تمہیں قریب کردیں عِنْدَنَا ہمارے ہاں زُلْفٰٓى رتبے اور درجے میں اِلَّا مَنْ اٰمَنَ مگر وہ شخص جو ایمان لایا وَ

عَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیے اچھے فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ پس یہی لوگ ہیں ان کے لیے جَزَآءُ الضِّعْفِ بدلہ ہوگا دگنا بِمَا عَمِلُوْا بوجہ اس کے جو انہوں نے عمل کیا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اور وہ بالا خانوں میں اٰمِنُوْنَ امن کے ساتھ رہیں گے۔

تفسیر آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ ظالم لوگ، مجرم لوگ جرم کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالیں گے۔ انسان کا مزاج ہے کہ کام بگڑ جائے تو دوسرے کے ذمہ لگا دیتا ہے۔ اور اگر سنور جائے تو سہرا اپنے سر رکھتا ہے۔ مجرم لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے بھی اس چیز کا مظاہرہ کریں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھ نوک جھوک ہوگی کمزور لوگ بڑوں کو کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو البتہ ہم مومن ہوتے۔ اور متکبرین کہیں گے کمزوروں کو کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا ہدایت کے آجانے کے بعد؟ بلکہ تم خود مجرم تھے۔ ہمارے اوپر کیوں ڈالتے ہو؟

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا کہیں گے وہ لوگ جو متکبر اور وڈیرے تھے لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا ان کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ کیا ہم نے تم کو روکا تھا عَنِ الْهُدٰى ہدایت سے بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بعد اس کے کہ وہ ہدایت تمہارے پاس آچکی تھی بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ بلکہ تم خود مجرم ہو۔ ہمارے اوپر بوجھ ڈالتے ہو وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا ان کو جو متکبر تھے بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ بلکہ رات دن کے فریب میں تم ہی ہمیں گمراہ کرتے تھے۔ ہمیں بلا کر میٹنگیں کرتے تھے اور طرح طرح کے ہمیں سبق پڑھاتے تھے اور آج کہتے ہو کہ ہم نے نہیں روکا اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ جس وقت تم ہمیں حکم

دیتے تھے کہ ہم انکار کریں اللہ تعالیٰ کا۔رب تعالیٰ کے احکام نہ مانو آج تم بری الذمہ ہونا چاہتے ہو۔آج بھی یہی حال ہے کمزور کو دھکے پڑتے ہیں اگر ان وڈیروں کے بلانے پر نہ آئیں تو بے عزتی کرتے ہیں تنگ کرتے ہیں۔ میں نے آج تک کسی کو ووٹ نہیں دیا۔ میری گلی کی نالی دیکھ لو بند پڑی ہے، گندہ پانی کھڑا ہے تین ماہ سے چلا رہا ہوں کوئی شنوائی نہیں ہے۔ان کی جو آدمی بات نہ مانے اس کا یہ حال کرتے ہیں۔تو کمزور کہیں گے تمہاری دن رات کی تدبیریں، اجتماع، جلسے، جس وقت تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم کفر کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا اور بنائیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک۔

چنانچہ سورہ ص میں وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ "اور تعجب کیا انہوں نے اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ایک ڈرسنانے والا انہی میں سے وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ اور کہا کافروں نے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک معبود اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ ان میں سے ایک جماعت چلی (گلی محلوں میں اور کہنے لگے) اَنِ امْشُوْا چلو وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ اور ڈٹے رہو اپنے معبودوں پر۔" یہ ان وڈیروں نے کہا کہ گلی محلوں میں جاؤ اور جا کر کہو کہ اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑنا۔تو چھوٹے کہیں گے بڑوں کو کہ او ظالمو! آج تم کیسے کہتے ہو کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ہمیں گمراہ کرنے کی سارے کرتوت تمہارے تھے۔

تو اس وقت یہ اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ اور مخفی رکھیں گے ندامت کو دونوں گروہ چھوٹے بھی اور بڑے بھی، کمزور بھی اور طاقت ور بھی لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جس وقت دیکھیں گے عذاب کو۔میدان

محشر میں جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی نظر آئے گی وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ''
اور قریب کردی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ [شعراء
۹۱-۹۰] '' اور ظاہر کر دیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔'' وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ۔
اَغْلَال غُلّ کی جمع ہے بمعنی طوق۔معنی ہوگا اور ڈالیں گے ہم طوق فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۔ اَعْنَاق جمع ہے عُنُقٌ کی۔ان لوگوں کی گردنوں میں جو کافر ہیں۔

سورہ یٰسین میں ہے اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ پس وہ طوق ٹھوڑیوں تک ہیں
پس ان کے سر اوپر کو اٹھ رہے ہیں۔'' طوق اس انداز کے ہوں گے کہ گردن جھکا نہیں سکیں
گے۔پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو پکڑو۔ٹانگیں اوپر ہوں مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ [سورۃ
ملک] '' اوندھے منہ سر نیچے۔'' سر کے بل چلیں گے جیسے آج لوگ پاؤں پر چلتے ہیں۔
هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اس چیز کا جو وہ کرتے
رہے۔

آگے اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں
سے پریشان نہ ہوں کہ یہ آپ کو جادوگر کہتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ، کذاب کہتے ہیں، مجنون
کہتے ہیں، مفتری کہتے ہیں، آپ ﷺ صبر کریں۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اور
نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا رب تعالیٰ کے عذاب سے اِلَّا قَالَ
مُتْرَفُوْهَآ مگر کہا اس بستی کے آسودہ حال لوگوں نے اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ
بے شک ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو منکر ہیں ہم نہیں مانتے توحید کو، رسالت کو،
قیامت کو، کتابوں کو۔آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اگر آج یہ نہیں مان رہے تو کوئی نئی بات نہیں
ہے پہلے بھی منکر ہوتے رہے ہیں۔

انکارِ توحید اور ابتدائے شرک :

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک منکر رہیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ہزار سال تھی۔ ان کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے پہلے اور گناہ تو تھے مگر کفر و شرک نہیں تھا۔ جس طرح توحید کا انکار حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے چلا آ رہا ہے نبی کی بشریت کا انکار بھی اسی وقت سے چلا آ رہا ہے۔ وَقَالُوْا اور کہا انہوں نے نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ہم زیادہ ہیں مال میں اور اولاد میں وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اور نہیں ہم سزا دیئے جائیں گے۔ تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو ہمیں کوئی عذاب نہیں ملے گا۔

ان کی منطق یہ تھی کہ اگر رب ہم سے ناراض ہوتا تو ہمیں، مال اور اولاد کیوں دیتا؟ دشمن کبھی دشمن کو نوازا نہیں کرتا۔ ہمیں مال اور اولاد دینے کا مطلب ہے کہ وہ ہم پر راضی ہے۔ الٹا مسلمانوں کو کہتے تھے کہ تم پر رب ناراض ہے کہ تم بھوکے ہو تمہیں کپڑے میسر نہیں، رہنے کے لیے ہمارے جیسے مکان نہیں، اولاد تمہاری تھوڑی ہے، تکالیف میں مبتلا ہو رب تم سے ناراض ہے ہم پر راضی ہے ہمیں کس طرح سزائیں دی جائیں گی؟ قُلْ آپ ان کو کہہ دیں اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ بے شک میرا رب کشادہ کرتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے نہیں سمجھتے کہ رزق کی تنگی اور فراخی کا تعلق رب تعالیٰ کی خوشی اور ناراضگی کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ نظام الگ ہے۔ دنیا کے مال کی رب تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔

رب تعالیٰ کے ہاں دنیا کی قدر و قیمت :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا و مافیہا کی قدر اگر جناح بعوضۃ مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضی کا معیار مال ہوتا تو سب سے زیادہ دولت پیغمبروں کو دی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پیغمبروں سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں موسیٰ علیہ السلام کا تیسرا نمبر ہے مگر وہ بکریاں چرا کر اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں اول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كُنْتُ اَرْعٰى لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْطَ ''میں ٹکے ٹکے پر مکہ والوں کی بکریاں چراتا رہا ہوں۔''

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے میں بھی تیشہ آری چلا کر اپنے رزق کا انتظام کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے سے زرہ تیار کرتے تھے اور روزی کماتے تھے تو اگر دولت معیار ہوتی تو سب سے زیادہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی۔ حالانکہ بارہا یہ بات سن چکے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر دو دو ماہ چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ فرمایا تمہارا یہ قیاس غلط ہے سن لو وَمَآ اَمْوَالُكُمْ اور نہیں ہیں تمہارے مال وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمہاری اولاد بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى ایسی ہیں کہ تمہیں قریب کر دیں ہمارے ہاں رتبے اور درجے میں۔ محض مال و دولت پر گھمنڈ نہ کرو یہ اچھے لوگوں کو بھی ملتی ہے اور بروں کو بھی ملتی ہے۔ قارون جیسے باغی کو، فرعون جیسے سرکش کو، ہامان جیسے بے ایمان کو رب تعالیٰ نے بہت کچھ دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کفن :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پیغمبروں کے بعد اول نمبر کی شخصیت ہیں مگر مرتے وقت کفن کے لیے پریشان ہیں کہ کیا بنے گا؟ عربی لوگ اس وقت عموماً کرتہ نہیں پہنتے تھے دو چادریں ہوتی تھیں ایک چادر اوپر اور ایک چادر نیچے ہوتی تھی۔ فرمایا بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ میری چادریں دھو لینا اور انہی میں مجھے کفنا دینا۔ انہوں نے کہا ابا جی! اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اگر ایسی صورت ہوئی تو ہم نیا کفن پہنا دیں گے۔ فرمایا نہیں میرے گھر میں طاقت نہیں اور میں نہیں چاہتا کہ مرتے وقت بیت المال پر بوجھ ڈالوں۔ بخاری شریف کی روایت ہے فرمایا میرے ساتھ وعدہ کرو۔ چنانچہ وہی دو چادریں دھوئی گئیں اور ایک مزید لی گئی اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دفنایا گیا۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس مال زیادہ ہو گیا اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور جس بے چارے کے پاس کچھ نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یہ کافروں والا قیاس اور ذہن ہے۔

تو فرمایا محض مال اور اولاد ہمارے قریب نہیں کر سکتے اِلَّا مَنْ اٰمَنَ مگر وہ جو ایمان لایا وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا۔ وہ ہمارے ہاں درجے میں قریب ہے فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ پس یہی لوگ ہیں ان کے لیے بدلہ ہوگا دگنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا [انعام:۱۶۱] ”جو کوئی نیکی کرے گا اسے دس گنا بدلہ ملے گا“ اور فی سبیل اللہ کی مد میں جو نیکی کرے گا اس کا بدلہ سات سو گنا تک ہے یا جس قدر اللہ تعالیٰ عطا کر دے تاہم ہر نیکی کا بدلہ دگنا تو ضرور ہے بِمَا عَمِلُوْا بہ وجہ اس کے جو انہوں نے عمل کیا ہے وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ اور وہ

بالا خانوں میں امن کے ساتھ رہیں گے۔ وہاں انہیں کوئی غم اور پریشانی نہیں ہوگی۔ نہ کسی محنت اور مشقت کی ضرورت اور نہ نعمت کے چھن جانے کا کوئی خطرہ ہوگا۔

۞۞۞

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ
اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ
يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ
بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا
ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا
تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا
رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ
اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ
هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ
اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ ؕ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ
وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يَسْعَوْنَ جو کوشش کرتے ہیں فِيْٓ اٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِيْنَ ان کو عاجز کرنے کے لیے اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ یہ لوگ عذاب میں مُحْضَرُوْنَ حاضر کیے جائیں گے قُلْ کہہ دیں

اِنَّ رَبِّیْ بے شک میرا رب یَبْسُطُ کشادہ کرتا ہے الرِّزْقَ رزق لِمَنْ یَّشَآءُ جس کے لیے چاہے مِنْ عِبَادِہٖ اپنے بندوں میں سے وَیَقْدِرُ لَہٗ اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہے وَمَآ اور وہ چیز اَنْفَقْتُمْ جو تم خرچ کرتے ہو مِّنْ شَیْءٍ کوئی بھی چیز فَھُوَ یُخْلِفُہٗ پس وہ اس کا عوض دے گا وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ اور جس دن وہ جمع کرے گا جَمِیْعًا سب کو ثُمَّ یَقُوْلُ پھر فرمائے گا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ فرشتوں سے اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے قَالُوْا فرشتے کہیں گے سُبْحٰنَکَ آپ کی ذات پاک ہے اَنْتَ وَلِیُّنَا آپ ہمارے کارساز ہیں مِنْ دُوْنِھِمْ ان کے سوا بَلْ کَانُوْا بلکہ تھے یہ یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ عبادت کرتے جنوں کی اَکْثَرُھُمْ بِھِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ان میں سے اکثر ان پر اعتقاد رکھتے تھے فَالْیَوْمَ پس آج کے دن لَا یَمْلِکُ بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ نہیں مالک ہوگا تم میں سے بعض بعض کے لیے نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا نفع کا نہ ضرر کا وَنَقُوْلُ اور ہم کہیں گے لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کو ظَلَمُوْا جنہوں نے ظلم کیا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ چکھو آگ کا عذاب الَّتِیْ وہ آگ کُنْتُمْ بِھَا تُکَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اور جس وقت پڑھی جاتی ہیں ان پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ واضح قَالُوْا کہتے ہیں مَا ھٰذَآ نہیں ہے یہ پیغمبر اِلَّا رَجُلٌ مگر

ایک مرد یُّرِیۡدُ جوارادہ کرتا ہے اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ کہ روک دے تم کو عَمَّا ان چیزوں سے کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ جن کی عبادت کرتے تھے تمھارے باپ دادا وَقَالُوۡا اور کہا انھوں نے مَا ھٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّآ اِفۡكٌ مُّفۡتَرًی مگر جھوٹ گھڑا ہوا وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا لِلۡحَقِّ حق کو لَمَّا جَآءَھُمۡ جب حق ان کے پاس آ گیا اِنۡ ھٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ مگر جادو کھلا وَمَآ اٰتَیۡنٰھُمۡ مِّنۡ کُتُبٍ اور نہیں دیں ہم نے ان کو کتابیں یَّدۡرُسُوۡنَھَا جن کو وہ پڑھتے ہوں وَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَیۡھِمۡ اور نہیں بھیجا ہم نے ان کی طرف قَبۡلَكَ آپ سے پہلے مِنۡ نَّذِیۡرٍ کوئی ڈرانے والا وَکَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ اور جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے وَمَا بَلَغُوۡا اور یہ نہیں پہنچے مِعۡشَارَ مَآ اٰتَیۡنٰھُمۡ اس کے دسویں حصے کو جو ہم نے ان کو دیا فَکَذَّبُوۡا رُسُلِیۡ پس انہوں نے جھٹلایا میرے رسولوں کو فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ پھر کیسے تھا میرا انکار کرنا۔

تفسیر آیات:

کل کی آیات میں تم نے پڑھا کہ مَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ’’جو ایمان لایا اور عمل کیے اچھے ان کو دگنا اجر ملے گا اور بالا خانوں میں امن سے رہیں گے۔‘‘ اب ان کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کا ذکر ہے۔

فرمایا وَالَّذِیۡنَ یَسۡعَوۡنَ فِیۡٓ اٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مُعٰجِزِیۡنَ ان کو عاجز کرنے کے لیے کہ ان کو ہرا دیں، گرادیں

اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ یہ لوگ جہنم کے عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔کل تھوڑی سی تفصیل تم نے سنی کہ آنحضرت ﷺ نے توحید وسنت کو ان کے سامنے بیان فرمایا، قیامت کا ذکر کیا تو وہ لوگ مقابلے پر اتر آئے ،میٹنگیں کیں،دنوں کو اجتماع، راتوں کو اجتماع، گلیوں محلوں میں پھرے، پوری کوشش کی کہ کسی طرح اس کونا کام کردیں۔لوگوں نے کہا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ [سورہ ص:پ ۲۳] "اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا۔" اس کی بات بالکل نہیں ماننی۔

کفارمکہ کا مسلمانوں سے بائیکاٹ :

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بخاری شریف میں روایت ہے خیف بنو کنانہ جو صفا مروہ کے نزدیک علاقہ ہے وہاں ایک بہت بڑے مکان میں اکٹھے ہوئے ایک برتن میں پانی رکھا اور کہا کہ ہر آدمی پانی میں ہاتھ ڈال کر قسم اٹھائے۔جیسے ہمارے ہاں لوگ قسم لینے کے لیے مسجد میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھاؤ اور بعض جاہل قسم کے لوگ پیروں کی قبروں پر لے جاتے ہیں۔جس کا جو عقیدہ ہے اس کے مطابق چلتے ہیں۔تو اس زمانے میں پانی میں ہاتھ ڈبو کر قسم اٹھانے کو سخت قسم سمجھتے تھے۔تو انہوں نے قسمیں اٹھائیں اَنْ لَّا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ کہ مسلمانوں کے ساتھ نہ رشتہ کریں گے اور نہ ان کے ساتھ خرید وفروخت کریں گے۔

غریب مسلمان جنگل سے لکڑیاں لا کر بیچتے تھے۔لائے کہ لکڑیاں لے لو تو انہوں نے کہا کہ واپس لے جاؤ ہم نے نہیں لینی۔سودا لینے کے لیے جاتے تو سودا نہ دیتے کہ ہم نے قسمیں کھائی ہیں کہ تمہارے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کرنا۔مسلمانوں کے تھوڑے سے گھر تھے کافی پریشان ہوئے کہ ایک تھے پہلے ہی غریب دوسرا ان لوگوں نے بائیکاٹ کر دیا۔تو

ان لوگوں نے دین کو مٹانے کے لیے حق کو روکنے کے لیے بڑے بڑے بند باندھے۔ (انتہائی کوشش کی۔) ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کو ہرانے کی، گرانے کی، ختم کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔ کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ کافروں نے کہا نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّ اَوۡلَادًا ”ہم زیادہ ہیں مال میں اور اولاد میں ہمیں سزا نہیں دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلۡ آپ کہہ دیں اِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ بے شک میرا رب کشادہ کرتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے وَیَقۡدِرُ لَہٗ اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ رزق کا ملنا قبولیت کی دلیل نہیں ہے۔ کل کے سبق میں تم سن چکے ہو کہ رزق اور مال کا ہونا مقبولیت کی دلیل ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام کو سب سے زیادہ ملتا۔ اور فرعون، ہامان، قارون جیسے باغیوں کو کچھ نہ ملتا۔ لہٰذا رب تعالیٰ کی رضا کا تعلق ایمان کے ساتھ ہے، عمل صالح کے ساتھ ہے۔ ہاں اگر مومن آدمی کو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ حلال طریقے سے مال بھی ملے اور اولاد بھی تو یہ نور علی نور ہے۔ اور یہ حدیث سن چکے ہو کہ نِعۡمَ الۡمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ”کیا اچھا مال ہے نیک بندے کے لیے مومن بندے کے لیے۔“ محض مال اور اولاد سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔ یہ تم نے غلط تصور قائم کیا ہے۔ پھر جو مومن ہیں اور ان کے پاس مال بھی ہے اور وہ مال خرچ کرتے ہیں وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اور وہ چیز جو تم خرچ کرتے ہو کچھ بھی فَھُوَ یُخۡلِفُہٗ پس وہ اس کا عوض دے گا، ثواب دے گا۔ بیوی کا خرچہ خاوند کے ذمہ فرض ہے اگر کوئی بیوی کا خرچہ نہیں اٹھاتا تو وہ فرض کا تارک ہوگا اور گناہ گار ہوگا۔ اور اگر خرچہ دیتا ہے تو فرض بھی ادا ہوگا اور ثواب بھی ملے گا۔ اسی طرح بچوں کا

خرچہ بھی والد کے ذمہ اوران کے سرپرست کے ذمہ واجب ہے۔ اگر کوئی کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں گرفت ہوگی۔ ادا کرے گا تو ثواب ملے گا کہ رب کا حکم مانا ہے۔ یہ ایسے ہی سمجھو کہ نمازوں کا پڑھنا، روزوں کا رکھنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، حج کرنا، بندوں پر فرض بھی ہے شرائط کے ساتھ اور ثواب بھی ملے گا وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ رازقین جمع کا صیغہ ہے۔ بہت سارے لوگ ہیں ان کو مجازی طور پر دینے والا کہا جاتا ہے۔ آقا بھی اپنے غلام کو کھلاتا ہے مگر وہ رزق پیدا تو نہیں کرسکتا پیدا کرنا تو رب تعالیٰ کا کام ہے۔ مجازی طور پر مربی ہیں کہ کما کر دیتے ہیں لیکن رزّاق حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

فرمایا وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا اور جس دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا میدان محشر میں ثُمَّ يَقُوْلُ پھر فرمائے گا لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ کیا یہ تمھاری عبادت کرتے تھے۔ آج بھی تم نے بعض مشرکوں اور عاملوں کے تعویذوں پر لکھا ہوا دیکھا ہوگا یا جبرائیل یا میکائیل یا عزرائیل یا اسرافیل۔ یہ شرک ہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے چاہے وہ فرشتے ہوں یا پیغمبر ہوں یا کوئی اور ہو۔ اسی طرح عرب کے کچھ لوگ اور دوسرے ملکوں کے کچھ لوگ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھتے تھے وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ ”اور وہ بناتے ہیں اللہ کے لیے بیٹیاں۔“ پھر ان کی عبادت کرتے تھے ان کو پکارتے تھے یا جبرئیل اَغِثْنِيْ یا میکائیل اغثنی یا اسرافیل اغثنی یا عزرائیل اغثنی ”اے جبرائیل میری مدد کر، اے میکائیل میری مدد کر، اے اسرافیل میری مدد کر، اے عزرائیل میری مدد کر۔“ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا یہ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ قَالُوْا فرشتے کہیں گے سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات

پاک ہے اَنْتَ وَلِیُّنَا آپ ہمارے آقا ہیں، کارساز ہیں مِنْ دُوْنِهِمْ ان کے سوا۔ ان کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے۔ سورہ جن میں مذکور ہے وَاَنَّهٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ ''اور یہ بات بھی ہے کہ کچھ مرد انسانوں میں سے پناہ پکڑتے تھے جنوں میں سے کچھ مردوں کی۔'' سفر پر ہوتے تو کہتے اے اس علاقے کے جنات کے سردار میں تجھ سے پناہ لیتا ہوں اپنی رعیت سے کہہ دے کہ مجھے گزرنے دیں کچھ نہ کہیں۔ اس سے جنات کی سرکشی بڑھ گئی کہ ہمارا ان پر رعب ہے۔ تو یہ جنات کی پوجا کرتے تھے اور ان کے کہنے پر ہماری پوجا کرتے تھے ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اَکْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ان میں سے اکثر ان پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے آپ کا کوئی شریک نہیں ہے ہم بالکل بری ہیں۔

ایسا ہی سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [مائدہ:۱۱۶] ''اے عیسیٰ علیہ السلام کیا آپ نے کہا تھا لوگوں کو کہ مجھے اور میری والدہ مریم کو الٰہ بنا لو اللہ تعالیٰ سے نیچے حاجت روا بنا لو قَالَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے سُبْحٰنَكَ آپ کی ذات پاک ہے مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ نہیں ہے لائق میرے لیے کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر شرک مٹانے کے لیے آئے ہیں نہ کہ شرک کرانے کے لیے کہ اپنی عبادت کرائیں۔ اُس دن شرک کرنے والوں سے فرشتے بھی بیزار ہوں گے، پیغمبر بھی بیزار ہوں گے، نیک بندے بھی بیزار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَالْیَوْمَ پس آج کے دن لَا یَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

نہیں مالک ہوگا تم میں سے بعض بعض کے لیے نَّفۡعًا وَّلَا ضَرًّا نفع کا نہ ضرر کا۔ اس دن کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکے گا وَنَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا اور ہم کہیں گے ان کو جنھوں نے ظلم کیا۔ کیا کہیں گے؟ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیۡ چکھو تم اس آگ کا عذاب كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے دنیا میں۔ کہتے تھے نہ کوئی جنت نہ کوئی دوزخ آج تمھیں آگ کے شعلے نظر آرہے ہیں کہ نہیں؟ ان میں تمھیں داخل ہونا ہے۔ اور جب پھینکیں جائیں گے تو وَهُمۡ يَصۡطَرِخُوۡنَ فِيۡهَا [فاطر: ۳۷] "اور وہ اس کے اندر چیخیں ماریں گے۔" آج تھوڑی سی تکلیف آئے تو چیخ نکل جاتی ہے وہ تو دوزخ کی آگ اور عذاب ہوگا اور صرف آگ ہی نہیں وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِيۡدٍ [حج: ۲۱] "اور ان کے لیے ہتھوڑے ہوں گے لوہے کے۔" فرشتوں کے ہاتھوں میں جو ان کے سروں پر لگا کر لگائیں گے، سانپ ہوں گے اللہ تعالیٰ کی پناہ! آج اگر معمولی سا سانپ نظر آجائے نا تو دوڑ لگ جاتی ہے۔ اور وہاں ایسے مجرم بھی ہوں گے کہ قبر میں ان پر ننانوے اژدہا مسلط ہوں گے۔ ایک اژدہا اگر دنیا میں سانس لے لے تو کوئی سبزہ باقی نہ رہے۔ قبر سے بندہ کہاں بھاگے گا؟ دنیا والوں کو کیا معلوم کہ اس کے ساتھ قبر میں کیا ہو رہا ہے؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ قبر کے حالات تمھیں دکھا دے تو تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو۔ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ ان کی چیخیں انسانوں اور جنوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے۔ بعض ملحد قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ قبروں میں سزا ہوتی ہے چیختے چلاتے ہیں تو قبرستان میں جانور چرتے ہیں وہ کیوں نہیں بھاگتے، درختوں پر بیٹھی ہوئی چڑیاں کیوں نہیں اڑ جاتیں۔ گویا یہ لوگ ایسے ڈھکوسلوں کے ساتھ احادیث کو رد کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی چیز عادی ہو جاتی ہے تو اس پر کوئی اثر

نہیں ہوتا۔ دیکھو! گاڑیوں کا کتنا شور ہوتا ہے مگر لائنوں کے پاس پرندے چگتے رہتے ہیں، جانور چرتے رہتے ہیں ان کو کھڑاک کی کوئی پروانہیں ہوتی۔ لہٰذا صحیح احادیث کو ان ڈھکوسلوں کے ساتھ رد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب سے آسان طریقہ عذاب سے بچنے کا یہ ہے کہ عقیدہ صحیح بناؤ اور اعمال درست کرو اور زندگی خدا اور رسول کی اطاعت میں گزارو۔

فرمایا وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ صاف صاف قَالُوْا کہتے ہیں مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ پیغمبر علیہ السلام اِلَّا رَجُلٌ مگر ایسا شخص یُّرِیْدُ جو ارادہ کرتا ہے اَنْ یَّصُدَّكُمْ کہ روک دے تمہیں عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ان چیزوں سے جن کی عبادت تمہارے باپ دادا کرتے تھے۔ یہ تمھیں تمھارے باپ دادا کے دین سے پھیرنا چاہتا ہے وَقَالُوْا اور انھوں نے کہا مَا هٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًی مگر جھوٹ گھڑا ہوا۔ یہ قرآن اس نے خود بنالیا ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِلْحَقِّ حق کے بارے میں لَمَّا جَآءَهُمْ جب ان کے پاس آ گیا قرآن ان کے پاس پہنچ گیا، توحید کے مسائل پہنچ گئے انہوں نے سن لیے۔ رسالت کے دلائل ان کے پاس پہنچ گئے۔ قرآن کے متعلق انھوں نے کہا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ نہیں ہے یہ قرآن مگر کھلا جادو۔ قرآن پاک کے اثر کے منکر نہیں تھے یہ نہیں کہتے تھے کہ قرآن میں اثر نہیں ہے۔ وہ فصیح بلیغ عربی تھے اس کے اثر کو سمجھتے تھے لیکن حق کا اثر نہیں مانتے تھے جادو کا اثر مانتے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ اور ہم نے نہیں دیں ان کو

کتابیں يَدْرُسُوْنَهَا کہ جن کو یہ پڑھتے ہیں۔ان کی طرف ہم نے کتابیں نہیں اتاریں وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ اور نہیں بھیجا ہم نے ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا۔ابراہیم اور اسماعیل کے بعد اہل عرب کی طرف کوئی پیغمبر نہیں آیا۔عرب کے لوگ سینکڑوں سال توحید پر قائم رہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے مسلک پر چلتے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے عمرو بن لُحی بن قمع بے ایمان نے بت لا کر رکھ دیئے۔اس نے شرک کی ایجاد کی۔اسی نے غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑے۔جیسے گوجرانوالہ میں گائیں پھرتی رہتی ہیں تم نے دیکھی ہوں گی۔وہ کسی کی مِلک نہیں ہیں وہ جاہل لوگوں نے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں۔لوگ ان کو کچھ نہیں کہتے چاہے نقصان کریں کہ ان کو مارا تو پیر ہمیں نقصان پہنچائے گا۔تو فرمایا ہم نے ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی ڈرسنانے والا نہیں بھیجا وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے ہیں۔انہوں نے بھی حق کو، توحید کو، رسالت کو، قیامت کو جھٹلایا وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ۔عُشر کہتے ہیں دسویں حصے کو اور عشیر بھی عربی میں دسویں حصے کو کہتے ہیں۔ معشار کا معنیٰ بھی ہے دسواں حصہ۔تینوں ایک ہی معنیٰ میں ہیں۔معنیٰ ہوگا اور نہیں پہنچے یہ دسویں حصے کو جو ہم نے ان کو دیا۔پہلے کافروں کو جو مال، دولت دی، جائیداد دی یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔پھر کیا ہوا؟ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ پس انہوں نے جھٹلایا میرے پیغمبروں کو فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پھر کیسے ہوا میرے دین کا انکار کرنا۔انکار کا مزہ انہوں نے چکھا، انکار کا وبال کیا ہوا؟ تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔

❁❁❁

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾ ع ٦ ١٢

قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَعِظُكُمْ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں بِوَاحِدَةٍ ایک بات کی اَنْ تَقُوْمُوْا یہ کہ تم کھڑے ہو جاؤ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے لیے مَثْنٰى دو دو وَفُرَادٰى اور ایک ایک ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا پھر تم غور و فکر کرو مَا بِصَاحِبِكُمْ نہیں ہے تمہارے ساتھی میں مِّنْ جِنَّةٍ کوئی جنون اِنْ هُوَ نہیں ہے وہ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ مگر ڈرانے والا تمہیں بَيْنَ

یَدَیۡ عَذَابٍ شَدِیۡدٍ سخت عذاب سے پہلے قُلۡ آپ کہہ دیں مَا سَاَلۡتُکُمۡ میں نہیں سوال کرتا تم سے مِّنۡ اَجۡرٍ کوئی معاوضہ فَھُوَ لَکُمۡ پس وہ تمھارے ہی لیے ہے اِنۡ اَجۡرِیَ نہیں ہے میرا اجر اِلَّا عَلَی اللّٰہِ مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَھِیۡدٌ اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے قُلۡ آپ کہہ دیں اِنَّ رَبِّیۡ یَقۡذِفُ بے شک میرا رب پھینکتا ہے بِالۡحَقِّ حق کو عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ باتوں کو قُلۡ آپ کہہ دیں جَآءَ الۡحَقُّ حق آگیا ہے وَمَا یُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ اور نہیں ظاہر کرتا باطل کسی شے کو وَمَا یُعِیۡدُ اور نہ لوٹا سکتا ہے قُلۡ آپ کہہ دیں اِنۡ ضَلَلۡتُ اگر میں بھٹکوں گا فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفۡسِیۡ پس پختہ بات ہے میں بھٹکوں گا اپنے نفس کے لیے وَاِنِ اھۡتَدَیۡتُ اور اگر میں ہدایت پاؤں گا فَبِمَا یُوۡحِیۡۤ اِلَیَّ رَبِّیۡ پس اس لیے کہ میرا رب وحی بھیجتا ہے میری طرف اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ بے شک وہ سننے والا ہے قریب ہے وَلَوۡ تَرٰۤی اور اگر آپ دیکھیں اِذۡ فَزِعُوۡا جس وقت یہ لوگ گھبرائیں گے فَلَا فَوۡتَ پس نہیں چھٹکارا ہوگا وَاُخِذُوۡا اور پکڑے جائیں گے مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ قریب کی جگہ سے وَّقَالُوۡۤا اور وہ کہیں گے اٰمَنَّا بِہٖ ہم ایمان لائے ہیں اس پر وَاَنّٰی لَھُمُ التَّنَاوُشُ اور کیسے ہوگا ان کے لیے پکڑنا مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ دور کی جگہ سے وَّقَدۡ کَفَرُوۡا بِہٖ اور تحقیق انکار کیا انھوں نے اس کا مِنۡ قَبۡلُ اس سے پہلے وَیَقۡذِفُوۡنَ اور وہ پھینکتے

ہیں تیر بِالْغَیْبِ بن دیکھے مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ اور رکاوٹ ڈال دی جائے گی ان کے درمیان وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ اور اس چیز کے درمیان جو وہ چاہتے تھے كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ جیسا کہ کیا گیا ان جیسے لوگوں کے ساتھ مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنَّهُمْ كَانُوْا بے شک تھے وہ فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ تردد انگیز شک میں۔

کفار کا حضور ﷺ کے بارے میں شوشے چھوڑنا :

آنحضرت ﷺ نے جب ان لوگوں کو قرآن سنا کر مسئلہ توحید بیان کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے تو ان لوگوں نے مختلف قسم کے شوشے چھوڑے۔ ان میں سے ایک شوشے کا اس مقام پر ذکر ہے۔ وہ شوشہ یہ تھا کہ یہ معاذ اللہ تعالیٰ مجنون اور دیوانہ ہے کہ ساری قوم ایک طرف اور یہ ایک طرف۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ پختہ بات ہے کہ میں تمہیں وعظ ونصیحت کرتا ہوں ایک بات کی۔ توجہ کرو وہ کیا ہے؟ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے مَثْنٰى دو دو وَفُرَادٰى اور ایک ایک۔ یہ فَــرْدٌ کی جمع ہے۔ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا پھر تم غور وفکر کرو مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ نہیں ہے تمہارے ساتھی میں کوئی جنون، یہ دیوانہ نہیں ہے۔ بعض دفعہ صاحبِ بصیرت اکیلا ہی رائے قائم کر سکتا ہے اور بعض دفعہ مل جل کر رائے قائم کرتے ہیں کہ مختلف آراء کے بعد نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ تو تم اس طرح کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک ایک ہو کر کھڑے ہو جاؤ یا دو دو ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور سوچو اور

غور وفکر کرو کہ تمہارے ساتھی میں کوئی جنون نہیں ہے، کوئی دیوانوں والی بات نہیں ہے اور نہ ہی تم کوئی ایسی بات ثابت کر سکتے ہو۔

دم کرنے والا دم بخود ہو گیا :

لیکن مکہ والوں نے آپ ﷺ کے خلاف بڑے زور و شور سے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے تقریباً چار پانچ منزل دور قبیلہ ازدشنؤہ کا ایک آدمی پاگلوں کا دم کرتا تھا اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا تھا اس کا نام ضماد تھا۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ اس کو خبر پہنچی کہ مسجد حرام کے متولیوں میں سے ایک یتیم لڑکا ہے والدہ بھی فوت ہو گئی ہے اس کا علاج کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ضماد وہاں سے انسانی ہمدردی کے تحت چلا اور مکہ مکرمہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگا کہ آپ نے ازدشنؤہ قبیلہ سنا ہو گا اور ضماد نامی آدمی کا نام بھی سنا ہو گا جو پاگلوں کو دم کرتا ہے اور رب تعالیٰ ان کو شفا دے دیتا ہے۔ فرمایا ہاں! سنا ہے۔ کہنے لگا وہ خادم میں ہوں میں نے سنا ہے کہ آپ کو جنون ہے اور آپ کے والدین بھی وفات پا گئے ہیں اور آپ کا علاج کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اگرچہ میری کافی فیس ہے مگر میں آپ سے کچھ نہ لوں گا محض انسانی ہمدردی کے تحت تمہارا علاج کروں گا کہ آپ کعبۃ اللہ کے متولیوں کی اولاد ہیں۔ تمہارے بڑے ایسے بزرگ گزرے ہیں اس نسبت سے تمہاری مفت خدمت کروں گا لَعَلَّ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ عَلٰى يَدِيْ '' شاید اللہ تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ پر شفا دے دے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہاری ہمدردی کی بڑی قدر کرتا ہوں لیکن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاگل نہیں ہوں۔ کہنے لگا لوگ کیوں کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی زبانیں ان کے منہ میں ہیں وہ جو کہتے رہیں وہ جانیں۔ کہنے لگا آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے خطبہ مسنونہ پڑھا جو آپ لوگ ہمیشہ جمعہ اور عیدین کے

موقع پر سنتے ہیں۔اس کے بعد آپ ﷺ نے سورہ طارق پڑھ کر سنائی۔جیسے جیسے آپ ﷺ پڑھتے جاتے تھے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے گئے۔آخر میں اس نے کہا کہ میں شاعر بھی ہوں، خطیب اور مقرر بھی رہا ہوں مگر جو باتیں آپ کہہ رہے ہیں یہ انسانوں کی نہیں ہیں۔ضماد آپ ﷺ کو شکار کرنے آیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خود شکار ہو گیا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے خلاف مجنون ہونے کا اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ چار پانچ منزلیں دور تک خبریں پہنچیں۔تو فرمایا تم غور وفکر کرو تمہارے ساتھی میں کوئی جنون نہیں ہے اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا لَّكُمۡ تم کو بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ سخت عذاب سے پہلے کہ عذاب آنے سے پہلے درست ہو جاؤ عذاب آیا تو وہ نہیں ٹلے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

ان میں سے بعض کو شبہ ہوا کہ یہ پیسوں کے لیے لوگوں کو ساتھ ملاتا ہے کہ لوگ میرے گرویدہ ہو کر میری مالی امداد کریں گے حتیٰ کہ ربیعہ اور ولید بن مغیرہ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ربیعہ نے کہا میری تین جوان خوبصورت لڑکیاں ہیں اے محمد ﷺ! آپ جس کی طرف اشارہ کریں میں بغیر نکاح کے آپ کو دیتا ہوں۔ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی تھا کہنے لگا میں آپ کو اتنا مال دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ کی سات نسلیں نہ کھا سکیں مگر لا الہ الا اللہ کی رٹ اور ضد چھوڑ دو۔گویا بعض کے ذہن میں یہ آیا کہ یہ پیسوں کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلۡ آپ کہہ دیں مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ میں نہیں سوال کرتا تم سے کسی معاوضے کا فَهُوَ لَكُمۡ پس وہ تمہارے لیے ہوگا وہ اپنے پاس رکھنا نہ مانگا

ہے نہ مانگوں گا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے۔ وہ خود مجھے دے گا اور میرا انتظام کرے گا وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور وہ ہر ہر چیز پر گواہ ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ بے شک میرا رب پھینکتا ہے حق کو اللہ تعالیٰ حق کے دلائل کو باطل پر پھینکتے ہیں۔ سورہ انبیاء آیت نمبر ۱۸ میں ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ "بلکہ ہم پھینکتے ہیں حق کو باطل پر پس وہ اس کے سر کو پھوڑ دیتا ہے، اس کا بھیجا نکل جاتا ہے۔" یعنی باطل پرست شوشے چھوڑتے ہیں تو ان کو زائل کرنے کے لیے رب تعالیٰ کی طرف سے حق کے دلائل آتے ہیں جو ان کا مغز نکال کر تباہ کر دیتے ہیں۔

عالم الغیب رب تعالیٰ کا خاصہ ہے :

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیں کہ میرا رب ڈالتا ہے حق یعنی اوپر سے وحی آتی ہے اللہ تعالیٰ پیغمبروں پر وحی اتارتا ہے عَلَّامُ الْغُيُوْبِ غیبوں کا جاننے والا ہے پروردگار۔ غیب دان صرف رب تعالیٰ ہے مخلوق میں کوئی غیب دان نہیں ہے۔ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ غیب کی خبریں بتاتا ہے اور سب سے زیادہ غیب کی خبریں آنحضرت ﷺ کو بتلائی ہیں۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ "یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم اس کو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غیب کی خبریں بتلائی ہیں اور بے شمار بتلائی ہیں اور بے شمار ہونے کے باوجود رب تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں محدود ہیں۔ کل کائنات کا ایک ایک ذرہ، ایک ایک قطرہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور یہ صرف رب تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ذرے ذرے اور قطرے قطرے کو کوئی نہیں جانتا مگر خدا ناس کرے کفر و شرک کو، معمولی آدمی کی بات نہیں ہے بلکہ احمد رضا خان صاحب

جس کو یہ اپنا امام مانتے ہیں وہ اپنی کتاب ''انباء المصطفیٰ'' صفحہ نمبر ۴ پر لکھتا ہے ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیمۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔ اور صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتا گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر کھڑا کر دیا اور صفت غیب میں شریک کیا۔

آنحضرت ﷺ کا خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑنا :

حالانکہ آنحضرت ﷺ کفر و شرک کو مٹانے کے لیے تشریف لائے اور مشرکین مکہ نے جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر ان کے بت اور تصویریں کعبۃ اللہ میں رکھی ہوئی تھیں۔ خود اپنے دست مبارک سے گرائیں چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر پہلے ساتھیوں سے فرمایا کہ بیت اللہ کی دیواروں پر جو بت ہیں ان کو گرا کر آؤ۔ پھر خیال ہوا کہ رب تعالیٰ نے مجھے خود طاقت عطا فرمائی ہے میں خود جا کر کیوں نہ گراؤں۔ دونوں روایتیں بخاری شریف میں ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک مضبوط لاٹھی تھی ایک ایک کو مارتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا [بنی اسرائیل:۸۱] ''حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے بے شک باطل مٹنے والا ہے۔'' آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ گرایا، اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ گرایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ گرایا اور بھی جتنے مجسمے تھے گرائے۔ اس کے بعد باطل کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی اسلام کا لباس پہن کر اسلام کو نقصان پہنچایا ہے جیسے عبد اللہ بن سبا اور خویصرہ جو خارجیوں کا باباتھا۔ انہوں نے مسلمان بن کر لوگوں کے عقائد خراب کیے،

اخلاق بگاڑے، ذہن خراب کیا اور آپس میں لڑایا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگ جمل اور صفین ہوئی ہیں ان خبیثوں کی کارستانیوں کا نتیجہ تھیں۔

فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں جَآءَ الْحَقُّ حق آچکا وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ اور نہیں ظاہر کرتا باطل کسی شے کو۔ باطل اپنی قوت کو ظاہر نہیں کر سکتا وَمَا يُعِيدُ اور نہ لوٹا سکتا ہے اپنی قوت کو قُلْ آپ کہہ دیں اِنْ ضَلَلْتُ اگر بالفرض میں بے راہ ہوں تم مجھے گمراہ کہتے ہو فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ پس پختہ بات ہے میں بھکوں گا اپنے نفس کے لیے، گمراہی کا وبال میرے نفس پر پڑے گا وَاِنِ اهْتَدَيْتُ اور اگر میں ہدایت یافتہ ہوں اور یقیناً ہدایت یافتہ ہوں فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ پس اس لیے کہ میری طرف وحی کرتا ہے میرا رب۔ مجھے ہدایت وحی کے ذریعے حاصل ہوئی ہے میرا رب اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ وہ سننے والا قریب ہے اس سے زیادہ قریب اور کوئی ذات نہیں ہے۔

سورہ ق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' اور سورہ واقعہ آیت نمبر ۸۵ میں ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ''ہم زیادہ قریب ہیں اس کے تم سے لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔'' فرمایا آج تو یہ ظالم آپ کو کبھی ساحر کہتے ہیں کبھی مجنون کہتے ہیں، کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہتے ہیں۔ مختلف قسم کے شوشے چھوڑتے ہیں وَلَوْ تَرٰٓى اور اے مخاطب! اگر تم دیکھو اِذْ فَزِعُوْا جس وقت ان پر گھبراہٹ طاری ہوگی۔ قیامت والے دن جب رب تعالیٰ کی عدالت کے سامنے کھڑے ہوں گے اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ [مومن:۱۸] ''جب دل گلوں تک پہنچ رہے ہوں گے دبا رہے ہوں گے۔'' اتنے پریشان ہوں گے فَلَا فَوْتَ پس نہیں چھٹکارا ہوگا۔ آج تو چوڑا کو

مجرم چھپ جاتے ہیں دوسرے صوبوں اور ملکوں میں چلے جاتے ہیں وہاں کس کے پاس جائیں گے کہاں چھپیں گے وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ اور پکڑے جائیں گے قریب کی جگہ سے۔ میدان محشر بالکل ہموار ہوگا فرشتے فوراً پکڑ کر رب تعالیٰ کے سامنے لے آئیں گے۔

اسی سورت میں تم پڑھ چکے ہو کہ کافروں نے کہا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ''ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے آئی ہیں۔'' لیکن قیامت والے دن کیا کہیں گے؟ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ اور کہیں گے ہم ایمان لائے ہیں اس قرآن پر وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ اور کیسے ہو گا ان کے لیے پکڑنا دور کی جگہ سے۔ سورج ہم سے بہت دور ہے کوئی جھلا (نادان) چھلانگ لگا کر پکڑنا چاہے تو کیا پکڑ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! وہ ایمان لانے والی جگہ دور چلی گئی ہے اس وقت اٰمَنَّا کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ اور تحقیق کفر کر چکے ہیں اس کے ساتھ اس سے پہلے دنیا میں کہ ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے لہٰذا اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ اور تیر پھینکتے ہیں بن دیکھے مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے۔ نشانہ نظر آئے بغیر آدمی اندھا دھند تیر اندازی کرتا ہے اس کا کیا فائدہ ہے؟ تیر ہی ضائع کرنے ہیں۔ یہ قریب آئے بغیر دور سے تیر پھینکتے ہیں کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے۔

قرآن کریم کے متعلق کوئی کہتا ہے شعر و شاعری ہے، کوئی کہانت کہتا ہے، کوئی جادو کہتا ہے، قریب آئیں پیغمبر کو دیکھیں، قرآن سنیں تو معلوم ہو کہ آپ ﷺ کی ذات کیا ہے، قرآن کیا ہے؟ دور بیٹھے شوشے چھوڑتے ہیں کوئی نشانے پر نہیں لگتا وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ اور

رکاوٹ ڈال دی جائے گی ان کے درمیان وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ اور اس چیز کے درمیان جس کو وہ چاہتے ہیں ایمان نہیں ملے گا كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ۔ اَشْيَاع شيعةٌ کی جمع ہے۔شیعہ کا معنیٰ گروہ ہے۔ معنیٰ ہوگا جیسا کہ کیا گیا ان جیسے لوگوں کے ساتھ مِّنْ قَبْلُ جو پہلے گزرے ہیں۔وہ بھی انکار کرتے رہے اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ بے شک تھے وہ تردد انگیز شک میں۔قرآن کے بارے میں، ایمان کے بارے میں ایسے شک میں تھے جو ان کو قلق اور اضطراب میں مبتلا کیے ہوئے تھا۔اللہ تعالیٰ کفر و شرک سے بچائے اور برے اعمال سے۔

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سورۃ فاطر

(مکمل)

جلد............۱۶

آیاتها ۴۵ ۳۵ سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ ۴۳ رکوعاتها ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا
اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ
فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ
هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ
الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا
حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ۝۶ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِيْدٌ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ
كَبِيْرٌ ۝۷ ع ۱ ۷ ۱۳

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ جو بغیر نمونے کے بنانے والا ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ جو بنانے والا ہے فرشتوں کو رُسُلًا پیغام پہنچانے والے اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ پروں والے مَّثْنٰى دو دو وَثُلٰثَ اور تین تین وَرُبٰعَ اور چار چار يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ زیادہ کرتا ہے مخلوق میں جو چاہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے مَا وہ چیز يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ جو کھول دی ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے مِنْ رَّحْمَةٍ رحمت سے فَلَا مُمْسِكَ لَهَا پس نہیں کوئی روک سکتا اس کو وَمَا اور وہ چیز يُمْسِكْ جس کو روک دے فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ پس نہیں ہے کوئی اس کو چھوڑنے والا مِنْۢ بَعْدِهٖ اللہ تعالیٰ کے روکنے کے بعد وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو عَلَيْكُمْ جو تم پر ہوئیں هَلْ مِنْ خَالِقٍ کیا ہے کوئی خالق غَيْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا يَرْزُقُكُمْ جو تم کو روزی دے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے وَالْاَرْضِ اور زمین سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر الٹے پھرے جا رہے ہو وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ لوگ جھٹلا دیں آپ کو فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ پس تحقیق جھٹلائے گئے رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے

جائیں گے سب کام يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّ بے شک وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ پس ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے تم کو الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ اور ہرگز نہ دھوکے میں ڈالے اللہ تعالیٰ کے بارے میں الْغَرُوْرُ دھوکے باز اِنَّ الشَّيْطٰنَ بے شک شیطان لَكُمْ عَدُوٌّ تمہارا دشمن ہے فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا پس بناؤ تم اس کو اپنا دشمن اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ پختہ بات ہے کہ وہ دعوت دیتا ہے اپنے گروہ کو لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ تاکہ ہو جائیں وہ دوزخ والوں میں سے اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لیے عذاب ہوگا سخت وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور بہت بڑا اجر ہے۔

تعارف سورت فاطر :

اس سورۃ کا نام سورۃ فاطر ہے۔ فاطر کا لفظ پہلی آیت میں موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے پہلے بیالیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا تینتالیسواں نمبر ہے۔ اس کے پانچ رکوع اور پینتالیس آیتیں ہیں۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور قیامت کا مسئلہ بڑے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

پہلے توحید کا مسئلہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَاطِرِ۔ فاطر کا معنیٰ ہے بغیر نمونے کے کسی شے کو بنانا۔ کسی چیز کا نمونہ دیکھ کر اس کی شکل

بنا لینا آسان ہوتا ہے لیکن بغیر نمونے اور مثال کے پیدا کرنا یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ تو معنیٰ ہوگا جو بغیر نمونے کے بنانے والا ہے اَلسَّمٰوٰتِ آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا۔ اور سورت انعام کی آیت نمبر ایک سو ایک میں ہے بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بدیع کے معنیٰ بھی نو ایجاد کے ہیں کہ جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو۔ اور بدعت کو بدعت بھی اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی پہلے دین میں نظیر نہیں ہوتی بدعتی اپنی طرف سے گھڑتا ہے۔ السَّمٰوٰت تو قرآن کریم میں بہت مقامات پر آیا ہے لیکن سات زمینوں کا ذکر صرف ایک مقام میں ہے۔ سورت طلاق کے اندر فرمایا وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ''اور اتنی ہی زمینیں رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ فرمایا جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا۔ ملئکہ کا مجرد اُلوکہ اس کا معنیٰ ہے پیغام پہنچانے والا۔ ملائکہ کو ملائکہ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ رب تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں کسی پر رحمت کا، کسی پر وحی کا، کسی پر لعنت کا۔

تخلیق ملائکہ :

مسلم شریف میں روایت ہے خُلِقَتِ الْملائکة مِنْ نُوْرٍ ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے۔'' لیکن یہ وہ نور نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے اس سے کوئی چیز نہیں بنائی گئی۔ فرشتے جس نور سے پیدا کیے گئے ہیں وہ مخلوق ہے جیسے پانی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے مٹی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے اسی طرح نور مخلوق ہے جس سے فرشتوں کو پیدا فرمایا ہے۔ فرشتوں میں نر مادہ نہیں ہیں، نہ وہ کھاتے پیتے ہیں، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں۔ ایک ایک آدمی کے ساتھ دن رات میں چوبیس چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔ معنیٰ ہوگا جو بنانے والا ہے فرشتوں کو پیغام پہنچانے والے۔ رُسُلًا رسول کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے پیغام پہنچانے والا۔ اُولِیْٓ یہ ذو کی جمع ہے مِن غیر لفظه اَجْنِحَةٍ جناح کی جمع ہے۔

معنٰی ہوگا پروں والے۔فرشتوں کے پر ہوتے ہیں مَثْنٰی دودو وَثُلٰثَ اور تین تین وَرُبٰعَ اور چار چار یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ زیادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں جو چاہے پَر زیادہ کر دے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اصل شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ایک دفعہ اجیاد پہاڑی پر مکہ مکرمہ میں جبرائیل علیہ السلام افق پر اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اس کے چھ سو پر تھے۔دوسری مرتبہ معراج والی رات سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا ہے جس کا ذکر سورۃ النجم میں ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔ ان دو مقامات کے علاوہ جتنی مرتبہ بھی جبرائیل علیہ السلام آئے مختلف آدمیوں کی شکل میں آئے۔کبھی دحیہ بن خلیفہ کلبی کی شکل میں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں۔ایک موقع پر جبرائیل علیہ السلام آئے تین دن کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مَا جَاءَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اِلَّا وَ قَدْ عَرَفْتُهٗ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ '' جب بھی جبرائیل میرے پاس آئے میں نے پہچان لیا سوائے اس مرتبہ کے کہ میں نہیں پہچان سکا۔'' یہ واقعہ آپ کی وفات سے چند دن پہلے کا ہے۔

تو فرمایا وہ بڑھاتا ہے خلقت میں جو چاہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ مَا اسم موصول کا ہے الذی کے معنٰی میں۔نفی کا نہیں ہے۔ مَا وہ چیز یَفْتَحِ اللّٰهُ جو کھولتا ہے اللہ تعالیٰ لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے مِنْ رَّحْمَةٍ رحمت۔رحمت کے دروازے جو رب کھولتا ہے فَلَا مُمْسِكَ لَهَا پس نہیں کوئی روک سکتا اس رحمت کو۔اللہ تعالیٰ جس کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکتی۔ وَمَا یُمْسِكْ اور جس کو روک دے فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ پس نہیں ہے کوئی اس کو

چھوڑنے والا مِنۢ بَعۡدِهٖ اللہ تعالیٰ کے روکنے کے بعد۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دکھ سکھ آتا ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ سورت یونس آیت نمبر ایک سو سات میں ہے وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ "اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس نہیں کھولنے والا اس کو اس کے سوا کوئی وَاِنۡ یُّرِدۡكَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا پس کوئی نہیں رد کر سکتا اس کے فضل کو۔" وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ اور وہی ہے سب پر غالب حکمت والا ہے۔ نہ اس کے غلبے کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے نہ اس کی حکمت کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَیۡكُمۡ بعض ترجمہ کرنے والے لفظ نعمت کا ترجمہ مفرد کا کرتے ہیں کہ یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اور بعض حضرات لفظ نعمت کا ترجمہ جمع کا کرتے ہیں کہ اے لوگو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں۔ گرامر کے اعتبار سے دونوں معنٰی صحیح ہیں کیونکہ لفظ نعمت مصدر ہے اور مصدر کا معنٰی مفرد کا بھی ہو سکتا ہے جمع کا بھی ہو سکتا ہے۔ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا "اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔" اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنے کا معنٰی یہ ہے کہ نعمتوں کا تم شکر ادا کرو۔ مگر یاد رکھنا! بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اچھا کھانا کھانے اور اچھا لباس پہننے کے بعد الحمد للہ! کہہ دیا تو بس شکر ادا ہو گیا۔ بے شک یہ بھی شکر کا ایک شعبہ ہے لیکن اس کے ساتھ پورا حق ادا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ :

اطباء کہتے ہیں کہ پانی پینے کے دو منٹ بعد پانی آدمی کے ناخنوں تک پہنچ جاتا ہے

اور پانی اور کھانے کا اثر پورے جسم میں ہوتا ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ کھانے اور پینے کا اثر تو ہو پورے جسم میں اور شکر کے لیے دو تولے کی زبان ہلانا کافی سمجھی جائے، ہرگز نہیں۔ سب سے بہتر طریقہ شکر ادا کرنے کا نماز ہے کہ اس میں آدمی کے تمام اعضاء رب تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں۔ تو فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہوئی ہیں اور ان کا شکر ادا کرو هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ کیا ہے کوئی خالق اللہ تعالیٰ کے سوا يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ جو تم کو رزق دیتا ہے آسمان سے اور زمین سے۔ آسمان کی طرف سے بارش ہوتی ہے اور سورج کی شعاعیں اور کرنیں پڑتی ہیں، فصلوں پر چاند کی چاندنی پڑتی ہے، ستاروں کی مدھم روشنی پڑتی ہے، ہوا اوپر سے آتی ہے۔ عالم اسباب میں ان ساری چیزوں کا فصلوں اور پھلوں پر اثر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا رزق کے سارے انتظام کرنے والا کون ہے؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر وہی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں، کوئی رازق نہیں، کوئی مالک نہیں، کوئی حاکم نہیں، کوئی عالم الغیب نہیں، کوئی حاضر و ناظر نہیں، کوئی مختار کل نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی دست گیر نہیں فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس تم کدھر الٹے پھرے جاتے ہو۔ کھاؤ تم رب کا اور شکر شیطان کا ادا کرو، عبادت شیطان کی کرو۔ یہ کیا غلط راستہ تم نے اختیار کیا ہوا ہے؟

آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ پریشان نہ ہوں وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ لوگ جھٹلا دیں آپ کو۔ آگے آئے گا کہ کافروں نے آپ ﷺ کو سَاحِرٌ كَذَّابٌ بھی کہا کہ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے تو آپ صبر سے کام لیں فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ پس تحقیق جھٹلائے گئے اللہ تعالیٰ کے رسول آپ سے پہلے۔ نوح علیہ السلام کو لوگوں نے سامنے کھڑے ہو کر کہا كَذَّابٌ اَشِرٌ ''بڑا جھوٹا اور شریر ہے۔'' ہماری قوم میں

آکراختلاف ڈالے ہیں ساری قوم ایک طرف تھی اورتم نے آکررٹ لگائی ہے لَا اِلٰـه الا اللّٰه اورکہا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ اسی طرح دوسرے پیغمبروں کوبھی جھٹلایا گیا۔تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اوراللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے سارے کام۔

آگے قیامت کاذکر ہے یٰاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے قیامت ضرور آئے گی فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا پس ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے تمہیں دنیا کی زندگی۔ یہ زندگی عارضی اورفانی ہے۔ایک سانس جو باہر نکلتا ہے ہوسکتا ہے پھراندرنہ جائے۔لیکن ہم غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اسی زندگی پر مفتون ہو گئے ہیں۔

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ "لذتوں کوختم کرنے والی چیز موت کوکثرت کے ساتھ یادکرو۔" لیکن آج ہمیں نہ موت یاد ہے نہ قبریاد ہے نہ آخرت یاد ہے۔ ہم جتنی محنت دنیا کے لیے کرتے ہیں اس سے دسواں حصہ بھی آخرت کے لیے کریں توان شاء اللہ بیڑا پار ہوجائے گا۔دنیا کے لیے ہم نہ گرمی دیکھتے ہیں نہ سردی دیکھتے ہیں، نہ طوفان، نہ بارش۔ دنیا کے کام کے لیے ہم نے ڈیوٹی پرضرورپہنچنا ہے کہ غیر حاضری نہ ہوجائے ہمیں کوئی پوچھ نہ لے۔بھئی! جس کے پاس تمہیں جانا ہے اس نے نہیں پوچھنا کہ جوڈیوٹی میں نے لگائی تھی وہ پوری کرکے آئے ہویا غیر حاضر رہے۔

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اورہرگز دھوکے میں نہ ڈالے تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بڑا دھوکے باز یعنی شیطان کہ وہ تمہاراازلی دشمن ہے اور ہروقت تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش میں لگارہتا ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ بے شک شیطان تمہارادشمن ہے فَاتَّخِذُوْهُ

عَدُوًّا لہٰذا اسے دشمن ہی سمجھو اِنَّمَا یَدْعُوا حِزْبَہٗ پختہ بات ہے وہ دعوت دیتا ہے اپنے گروہ کو لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ تاکہ ہو جائیں وہ دوزخ والوں میں سے۔ وہ وسوسہ اندازی کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تاکہ اس کی جماعت بڑی بن جائے۔

شیطان انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے :

جب اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اس نے انکار کیا تو وہ مردود ٹھہرا مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ دیا کہ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اجمعین [حجر:۳۹] ''میں ضرور گمراہ کروں گا سب کو۔'' سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ اور کہنے لگا میں آگے سے، پیچھے سے، دائیں اور بائیں، غرض یہ کہ ہر راستے سے آکر انسان کو گمراہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اور اس کے چیلے ہر وقت انسان کو گمراہ کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس سے بچو۔ پھر انسان کو اچھی طرح علم ہے کہ شیطان اس کا ازلی ابدی دشمن ہے مگر اس کے باوجود اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا، کتنے افسوس کی بات ہے۔

امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ وہ انسان کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے انسان! تم کذاب اور مفتری ہو کہ ظاہر میں تم شیطان پر لعنت بھیجتے ہو مگر باطن میں اس کے ساتھ دوستی کرتے ہو کہ تم اکثر کام شیطان کی خواہش کے مطابق کرتے ہو۔ رسم و رواج، بدعات، کفریہ اور شرکیہ حرکات، فضول خرچی، یہ سب شیطان کی خواہش ہی کو پورا کرنا ہے۔ سورہ یٰسین آیت نمبر ۶۰ میں ہے اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ''کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا اے اولادِ آدم! کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

مگر تم پھر بھی اس کی طرف دوڑ دوڑ کے جاتے تھے۔ تو فرمایا پختہ بات ہے کہ شیطان دعوت دیتا ہے اپنے گروہ کو کہ وہ ہو جائیں دوزخ والوں میں سے۔

پھر کفر اور ایمان کا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کو اختیار کیا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ان کے لیے عذاب ہوگا سخت۔ جنہوں نے توحید و رسالت کا انکار کیا وہ سخت عذاب میں ہوں گے زنجیروں میں جکڑے ہوئے، آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں ہوں گے اور انہیں سانپ اور بچھو ڈسیں گے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ان کے لیے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔ اعمال کے لیے ایمان شرط ہے۔ ایمان اعتقاد درست ہو پھر اعمال اچھے ہوں تو جو چھوٹی موٹی کوتاہیاں ہوں گی وہ بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا اور بہت بڑا اجر بھی ملے گا۔

❁❁❁

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

اَفَمَنْ کیا پس وہ شخص زُيِّنَ لَهٗ مزین کردیا گیا اس کے لیے سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کا بُرا عمل فَرَاٰهُ حَسَنًا پس وہ اس کو دیکھتا ہے اچھا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ بہکاتا ہے جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ پس نہ ختم ہو جائے آپ کی جان عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ان پر افسوس کرتے ہوئے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جانتا ہے بِمَا يَصْنَعُوْنَ جو کچھ بناتے ہیں وَاللّٰهُ

اَلَّذِیۡۤ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ جس نے بھیجیں ہوائیں فَتُثِیۡرُ سَحَابًا پس وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو فَسُقۡنٰہُ پس ہم ان کو چلاتے ہیں اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ ایسے شہر کی طرف جو بنجر ہے فَاَحۡیَیۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ پس ہم زندہ کرتے ہیں اس کے ذریعے زمین کو بَعۡدَ مَوۡتِهَا اس کے مردہ ہونے کے بعد کَذٰلِكَ النُّشُوۡرُ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا ہے مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ جو شخص چاہتا ہے الۡعِزَّةَ عزت فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا پس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ساری عزت اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمات وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ اور اچھے اعمال يَرۡفَعُهٗ اٹھالیتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ وَالَّذِيۡنَ يَمۡكُرُوۡنَ اور وہ لوگ جو تدبیر کرتے ہیں السَّيِّاٰتِ برائیوں کی لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ان کے لیے عذاب ہے سخت وَمَكۡرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوۡرُ اور ان کی تدبیر ہلاک ہوگی وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تم کو مِّنۡ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ جَعَلَكُمۡ اَزۡوَاجًا پھر بنایا تمھیں جوڑے وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى اور نہیں اٹھاتی کوئی مادہ وَلَا تَضَعُ اور نہ کوئی جنتی ہے اِلَّا بِعِلۡمِهٖ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی عمر دیا گیا وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اور نہ گھٹائی جاتی ہے اس کی عمر سے اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

ربط آیات :

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں کا ذکر فرمایا ہے۔ کافر، جن کے لیے عذاب شدید ہے۔ اور مومن، جن کے لیے بخشش ہے۔ ان میں سے جو پہلا گروہ ہے کافروں کا اس کے متعلق فرماتے ہیں اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ کیا پس وہ شخص کہ مزین کر دیا گیا اس کے لیے اس کا برا عمل۔ مزین کرنے والا کون ہے؟ وہ شیطان ہے زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ "مزین کیا شیطان نے ان کے اعمال کو۔" کہ چوری میں یہ فائدہ ہوگا، ڈکیتی میں یہ فائدہ ہوگا۔ کوئی نہ کوئی فائدہ ذہن میں ڈالتا ہے۔ تو یہ مزین کرتا ہے۔ غلط کام پر آمادہ کرنے والا شیطان ہے فَرَاٰهُ حَسَنًا پس وہ دیکھتا ہے اس کو اچھا۔ ظاہر بات ہے کہ برے کام کو اچھا سمجھنا بڑا جرم ہے۔ اسی لیے شریعت نے بدعت کی بڑی سخت تردید کی ہے۔ شرک کے بعد جتنی تردید بدعت کی ہوئی ہے شاید ہی کسی عمل کی اتنی تردید ہوئی ہو۔

بدعت کا گناہ سو گناہوں سے بھی زیادہ وزنی ہے :

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ سو گناہ کبیرہ سے بدعت کا گناہ زیادہ ہے۔ مسجد میں بیٹھ کر کوئی آدمی شراب پیے۔ شراب پینا گناہ مگر مسجد میں اور زیادہ گناہ ہے۔ مگر بدعت کا اس سے بھی زیادہ گناہ ہے۔ کیونکہ گناہ سے شریعت کا نقشہ نہیں بدلتا کہ گناہ کرنے والا بھی سمجھتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں۔ مگر بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ کیونکہ بدعتی بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے اور دوسرے بھی سمجھتے ہیں کہ یہ دین ہے۔ تو بدعت سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اس لیے بدعت کا گناہ سو گناہوں سے بھی وزنی ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صاحب بِدْعَةٍ "اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر

توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ جو شخص گناہ کو ثواب سمجھ کر کرے گا تو وہ اس سے توبہ کیوں کرے گا؟ تو ان کافروں نے برے کاموں کو اچھا سمجھ کر دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

فرمایا فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ پس بے شک اللہ تعالیٰ بہکاتا ہے جس کو چاہے وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے۔ بات اچھی طرح سمجھ لینا مسئلہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس سے ظاہری طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بندے کا کوئی قصور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اس طرح کی آیات قرآن کریم میں متعدد ہیں جن سے ظاہری طور پر غلطی کھانے والے غلطی کھا جاتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت پر مجبور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [کہف: ۲۹] ”پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔“ جو جس چیز کا طالب ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو وہ دے دے گا۔ سورہ رعد آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ”اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔“ اور سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہمارے لیے ہم ضرور راہنمائی کرتے ہیں ان کی اپنے راستوں کی طرف۔“ اور گمراہ ان کو کرتا ہے جو گمراہی کو پسند کرتے ہیں۔

چنانچہ سورہ صف پارہ ۲۸ میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ ”پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔“ اور سورۃ نساء آیت نمبر ۱۱۵ میں ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی ”ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف وہ پھرا۔“ تو جبراً

اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ پس نہ چلی جائے آپ کی جان عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ان پر افسوس کرتے ہوئے۔غم اور افسوس آدمی کے جسم کو گھٹاتا ہے۔غم کی وجہ سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دماغ جسم کے تمام اعضاء کا حاکم اور بادشاہ ہے۔تو جب بادشاہ کمزور ہوگا تو باقی سب کمزور ہوں گے لہٰذا آپ ﷺ پریشان نہ ہوں اور اپنی جان کو ضائع نہ کریں اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ یہ بناتے ہیں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی کارکردگی سے واقف ہے محشر والے دن سب کچھ ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا پھر اس کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول، کتابیں اور مبلغین بھیج کر آخرت کی زندگی کا سامان پیدا کیا ہے اسی طرح اس نے دنیا کی زندگی کا سامان اور وسائل بھی پیدا فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے اَرْسَلَ الرِّيٰحَ جس نے بھیجیں ہوائیں فَتُثِيْرُ سَحَابًا پس وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو اور جدھر لے جانے کا حکم ہوتا ہے ادھر لے جاتی ہیں فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ پس ہم ان کو چلاتے ہیں ایسے شہر کی طرف جو بنجر ہے فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ پس ہم زندہ کرتے ہیں اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مردہ ہونے کے بعد۔اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق سمندروں سے بخارات اٹھاتا ہے پھر ہوائیں ان کو اٹھا کر چلتی ہیں اور خشک علاقے کی طرف لے کر جاتی ہیں جہاں بارش برسانا مقصود ہوتا ہے۔جس سے مردہ زمین میں تروتازگی آجاتی ہے۔پھر وہ بنجر زمین میں پھل اور اناج پیدا کرتا ہے جو انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتا ہے۔فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ بارش برسا کر مردہ زمین کو قابل

کاشت بنا دیتا ہے كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا ہے۔ جب قیامت کا بگل بجے گا تو تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور میدان محشر میں جمع ہوں گے اور حساب کتاب ہوگا۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں، مشرکوں اور منکروں کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ جو شخص عزت چاہتا ہے فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا پس ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ سورہ مریم آیت نمبر ۸۱ میں ہے وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا "مشرکوں، کافروں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں ان کی پرستش کرتے ہیں تاکہ ان کو عزت و غلبہ اور وقار حاصل ہو۔" مگر انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

منافقین کافروں کے ساتھ دوستی رکھتے تھے کہ ہماری عزت ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ "وہ لوگ جو بناتے ہیں کافروں کو دوست مومنوں کے سوا اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ کیا وہ ان کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا پس بے شک عزت ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔" سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۹ اور سورہ منافقون میں ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ "اور عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور مومنوں کے لیے ہے۔" یہ عزت کہاں تلاش کرتے پھر رہے ہیں غیر اللہ کے پاس، جھوٹے خداؤں کے پاس؟ عزت اس شخص کو حاصل ہوگی جس کا عقیدہ درست اور عمل صحیح ہوگا۔ ایسے شخص کے اعمال کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمات وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ اور اچھے عمل اٹھا لیتا ہے

ان کو اللہ تعالیٰ۔

کلمہ طیبہ سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ لَا اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰه مراد ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے سبحان اللہ مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ اکبر مراد ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ ہر پاکیزہ کلمہ مراد ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اَفْضَلُ الْكَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰهِ ''افضل ترین کلام سبحان اللہ ہے۔'' یہاں ایک بات سمجھنے والی ہے۔ وہ یہ کہ کلمات طیبات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل صالح کے بارے میں فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ اٹھاتا ہے۔ تو کلمات طیبات کے بارے میں خود چڑھنا فرمایا اور عمل صالح کو وہ خود اٹھاتا ہے تو یہ فرق کیوں ہے؟ محققین فرماتے ہیں کہ کلمات طیبات اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں ذاتی طور پر سعود (چڑھنا) ہے اور عمل بندے کی صفت ہے اس کو رب تعالیٰ اٹھائیں گے تو اوپر جائے گا۔ لہٰذا جو عمل اخلاص کے ساتھ ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا اور کئی دفعہ سن چکے ہو کہ عمل صالح کی قبولیت کی تین بنیادی شرطیں ہیں۔

(۱)...... ایمان (۲)...... اخلاص (۳)...... اور اتباع سنت

ان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ اور وہ لوگ جو بری تدبیریں کرتے ہیں اسلام کو مٹانے کے لیے، حق کو مٹانے کے لیے، اہل حق کے خلاف تدبیریں کرتے ہیں لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لیے عذاب ہے سخت وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ اور ان لوگوں کی تدبیریں ہلاک ہوں گی۔

دار الندوہ میں کفار کا رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا مشورہ :

دار الندوہ میں بیٹھ کر کافروں نے آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ آدمی

مقرر ہوئے، رات مقرر ہوئی، وقت مقرر کیا گیا، آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کیا گیا مگر ان کی ساری تدبیر ناکام ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بچالیا۔ سیرت ابن ہشام تاریخ کی کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ مٹی ان کے سروں پر ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ صبح ہوئی تو تمام لوگوں نے کو ان کو ملامت کی جو قتل کے لیے بھیجے گئے تھے کہ تم نے قتل کیوں نہیں کیا شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ وہ کب یہاں سے چلا گیا۔ تو فرمایا جو بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اور ان کی تدبیر تباہ ہوگی۔

آگے توحید کی دلیل وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے مِّنْ تُرَابٍ مٹی سے۔ آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران: ۵۹] "آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر اس نے فرمایا ہو جا پس وہ ہو گیا۔" ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے پیدا فرمایا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے تمہاری نسل حقیر انسانی قطرے سے چلائی کہ شہوت کے ساتھ نکلے تو سارا جسم پلید ہو جاتا ہے ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا پھر بنایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جوڑا جوڑا۔ عورتیں بنائیں، مرد بنائے وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى اور نہیں پیٹ میں اٹھاتی کوئی مادہ وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ اور نہ وہ جنتی ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہے خود اس عورت کو معلوم نہیں ہوتا جو نر مادہ پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے، کالا ہے یا گورا ہے، صحیح الاعضاء ہے یا ناقص الاعضاء ہے۔ یہ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ باقی یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے پتا چل جاتا ہے تو یہ قطعی نہیں ہوتا۔ یہ مصنوعی چیزیں ہیں ان کو غلطی لگ سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا علم قطعی ہے۔ ان سالوں

میں دو تین اخبارات میں مَیں نے پڑھا کہ سانگلہ ہل میں ایک آدمی کو گھر کا بل لاکھ روپے آیا۔ وہ رویا پیٹا کہ میرا نہ کارخانہ ہے نہ مل ہے۔ تو اس کو کہا گیا کہ کمپیوٹر کی غلطی سے ایسا ہوا ہے۔ تو یہ مصنوعی چیزیں غلطی کر جاتی ہیں رب تعالیٰ کو غلطی نہیں لگتی اس کا علم قطعی ہے۔ فرمایا وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی معمر وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اور نہ گھٹائی جاتی ہے کسی کی عمر سے اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں۔

معمر کسے کہا جاتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو آدمی ساٹھ سال کا ہو جائے یا اس سے اوپر چلا جائے تو وہ معمر ہے۔ اور ساٹھ سال سے کم ہو تو یہ معمر نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت ڈاڑھی میں ایک بال بھی سفید ہو جائے تو بندے کو فکر کرنی چاہیے کہ اب حالات کچھ اور ہیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ڈاڑھی تو کیا ہمارے اَبرو بھی سفید ہو جائیں تو ہمیں آخرت کی فکر نہیں ہوتی۔ پہلے زمانے میں جب عمر ساٹھ سال ہو جاتی اور ڈاڑھی میں ایک بال سفید آ جاتا تھا تو وہ اس کو خطرے کا الارم سمجھتے تھے کہ اب وقت قریب آ گیا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کسی کا پوتا ہو جائے تو دادے کو اپنا بستر باندھ لینا چاہیے، جانے کی تیاری کرنی چاہیے۔ لہٰذا موت کو بھی یاد رکھو۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ نعمت کیسے ہے؟ دیکھو! ہر آدمی چاہتا ہے میری ماں زندہ رہے ماں چاہتی ہے میری ماں زندہ رہے وہ چاہتی ہے میری ماں زندہ رہے۔ اور ہر آدمی چاہتا ہے کہ میرا والد زندہ رہے والد چاہتا ہے میرا والد زندہ رہے وہ چاہتا ہے میرا والد زندہ رہے۔ اس طرح تو بوڑھوں کی لائن لگی ہوتی، نہ ان کو کوئی پوچھنے والا نہ سنبھالنے والا اور پاخانے

کے ساتھ چار پائیاں بھری ہوتیں۔ موت رب تعالیٰ کی نعمت ہے کہ وقت پر ہر ایک کو سنبھالا جاتا ہے کہ وہ بھی عزت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئے اور پسماندگان بھی مصیبت سے بچ گئے۔ ورنہ پچھلے ختم خواجگان کرتے کہ بابے کی جان جلدی نکلے، بے بے جی جلدی مرے۔ یہ سب رب تعالیٰ کی رحمتیں ہیں ہم ان کو نہیں سمجھتے۔ تو فرمایا یہ سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے اس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

❁❁❁

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِن كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾ ع ۲

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ اور نہیں برابر دو سمندر هَٰذَا عَذْبٌ ایک میٹھا ہے فُرَاتٌ خوش گوار ہے سَائِغٌ آسانی سے گلے سے اترتا ہے شَرَابُهُ اس کا پینا وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ اور یہ دوسرا نمکین کڑوا ہے وَمِن كُلٍّ اور ہر سمندر سے تَأْكُلُونَ تم کھاتے ہو لَحْمًا طَرِيًّا گوشت تازہ وَتَسْتَخْرِجُونَ اور نکالتے ہو تم حِلْيَةً زیور تَلْبَسُونَهَا جن کو تم پہنتے ہو وَتَرَى الْفُلْكَ اور دیکھتے ہیں آپ کشتیوں کو فِيهِ اس سمندر میں مَوَاخِرَ پانی چیرتی ہوئی چلتی ہیں لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تاکہ تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ داخل کرتا

ہے رات کو دن میں وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں وَسَخَّرَ الشَّمْسَ اور اس نے کام میں لگایا سورج کو وَالْقَمَرَ اور چاند کو كُلٌّ يَّجْرِىْ ہر ایک چلتا ہے لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ایک میعاد تک جو مقرر ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ یہ ہے اللہ تعالیٰ رَبُّكُمْ تمہارا رب لَهُ الْمُلْكُ اسی کا ملک ہے وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ نہیں مالک وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے اِنْ تَدْعُوْهُمْ اگر تم ان کو پکارو لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ نہیں سنتے تمہاری پکار کو وَ لَوْ سَمِعُوْا اور اگر بالفرض سن لیں مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ تو وہ تمہارا کام نہیں کر سکتے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ انکار کریں گے تمہارے شرک کا وَلَا يُنَبِّئُكَ اور کوئی نہیں خبر دے گا تجھے مِثْلُ خَبِيْرٍ خبر رکھنے والے کی طرح۔

ربط آیات :

اس سے پہلے دو گروہوں کا ذکر تھا کافروں کا اور مومنوں کا۔ آگے دو سمندروں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک سمندر ہے جس کا پانی میٹھا ہے آسانی سے حلق سے اتر جاتا ہے اور دوسرا سمندر نمکین اور کڑوا ہے۔ کیا یہ دونوں سمندر تمہارے خیال میں برابر ہیں؟ اگر یہ برابر نہیں ہیں تو ایمان اور کفر بھی برابر نہیں ہیں، توحید اور شرک بھی برابر نہیں ہیں، حق اور باطل بھی برابر نہیں ہیں، سنت اور بدعت بھی برابر نہیں ہیں ان میں نمایاں فرق ہے۔

فرمایا وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ اور نہیں ہیں برابر دو سمندر هٰذَا عَذْبٌ یہ ایک سمندر میٹھا ہے پانی اس کا فُرَاتٌ خوش گوار ہے سَآئِغٌ شَرَابُهٗ آسانی سے حلق سے اترتا ہے اس کا پانی وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ اور یہ دوسرا سمندر نمکین کڑوا ہے۔

میٹھے پانی کی قدر :

بعض علاقوں کا پانی کھارا ہے جیسے رمک کا علاقہ ہے جو ڈیرہ اسماعیل خان سے پچیس چھبیس میل دور ہے۔ میں نے وہاں کے پانی سے صرف وضو کیا ڈیرہ اسماعیل خان پہنچنے تک میرے منہ کی کڑواہٹ نہ گئی۔

مفتی محمد عیسیٰ صاحب ہمارے مدرسہ نصرۃ العلوم کے مفتی اور مدرس ہیں۔ میں ان کے اصرار پر ان کے گاؤں گیا لتڑی جنوبی ضلع ڈیرہ غازی خان۔ وہاں کے سارے لوگ صحیح العقیدہ نمازی، پرہیز گار، دین دار قسم کے لوگ ہیں۔ ان کے والد محترم اور چچا جان نے آپس میں مشورہ کیا کہ مولانا کے لیے پانی کا کیا انتظام ہے؟ گرمی کا زمانہ تھا اور میرے پاس ہی بیٹھے تھے۔ میں نے سمجھا کہ میرے لیے شربت بنانا ہوگا یا کوئی میٹھی بوتل تلاش کرتے ہوں گے۔ میں نے ان کو کہا کہ میں حتی الوسع بوتل نہیں پیتا۔ کہیں دوست احباب میں پھنس جاؤں تو الگ بات ہے۔ شربت پینے کی بھی مجھے عادت نہیں ہے لہٰذا میرے لیے سادہ پانی کی فکر نہ کرو۔ وہ دونوں ہنس پڑے۔ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی عادت کا علم ہے۔ ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ آپ کو کہاں سے پانی پلائیں گے۔ میں نے کہا تمہارے پاس نلکا نہیں ہے تو کہنے لگے اس نلکے کا پانی آپ نہیں پی سکتے۔ اس مدرسے میں ایک نلکا لگا ہوا تھا جس کا پانی سارے علاقے کے پانی سے اچھا تھا مگر وہ خراب ہو گیا ہے میرے لیے وہ پانی دریائے سندھ سے اونٹنی پر مشکیں بھر کر لائے تھے۔ دو دن میں نے دریائے سندھ کا پانی

پیا۔اور ہمارے علاقے کا پانی بالکل صاف ستھرا اور میٹھا ہے لیکن ہمیں رب تعالیٰ کی نعمتوں کی کوئی قدر نہیں ہے۔

تو فرمایا کہ ایک سمندر میٹھا ہے اور ایک نمکین اور کڑوا ہے۔ دونوں برابر نہیں ہیں تو ایمان اور کفر بھی برابر نہیں ہیں، توحید اور شرک بھی برابر نہیں ہیں، سنت اور بدعت بھی برابر نہیں ہیں، حق اور باطل بھی ایک شے نہیں ہے۔ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا اور ہر سمندر سے کھاتے ہو تم تازہ گوشت۔کھارے سمندر میں بھی مچھلیاں ہیں اور میٹھے سمندر میں بھی مچھلیاں ہیں وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً اور نکالتے ہو تم زیور تَلْبَسُوْنَهَا جس کو تم پہنتے ہو۔موتی مونگے نکالتے ہو اور عنبر بھی سمندر سے نکلتا ہے۔موتی مونگے کے ہار بنا کر عورتیں بھی گلے میں ڈالتی ہیں اور مرد بھی۔ خدا کی شان کہ ان پر زکوٰۃ بھی نہیں ہے۔ ہیرے اور مرجان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے حالانکہ یہ چیزیں سونے سے مہنگی ہیں۔ جو بڑے بڑے بے دین سیٹھ ہیں وہ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے ہیرے خرید کر رکھ لیتے ہیں۔رب تعالیٰ سب کی نیتوں کو جانتا ہے۔

سونا اور ریشم مردوں کے لیے حرام ہے :

آنحضرت ﷺ نے ایک ہاتھ مبارک میں سونے کا ٹکڑا لیا اور دوسرے میں ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا اور فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا ''کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' کہنے لگے حضرت! ایک ہاتھ میں سونا ہے اور دوسرے میں ریشمی کپڑا۔فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اَحَلَّهُمَا عَلٰى اُنَاثِ اُمَّتِيْ وَ حَرَّمَهُمَا عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ ''اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو میری امت کی عورتوں پر حلال فرمایا اور میری امت کے مردوں پر حرام فرمایا ہے۔'' اس سے مصنوعی ریشم مراد نہیں ہے۔ یہ میری پگڑی مصنوعی ریشم کی ہے۔ اصلی ریشم وہ ہے جو کیڑے سے نکلتا

ہے وہ مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ ہاں! اپنی چادر یا قمیص کی کناری لگائیں تو جائز ہے۔ سونا مرد کے لیے حلال نہیں ہے مگر سونے کے دانت اور ناک لگوا سکتا ہے اگر ناک کٹ گئی ہو۔ سونے کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں بو پیدا نہیں ہوتی۔ تو فرمایا تم زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو وَتَرَى الْفُلْكَ اور اے مخاطب! آپ دیکھتے ہیں کشتیوں کو فِيْهِ اس سمندر میں مَوَاخِرَ۔ مَاخِرٌ کی جمع ہے بمعنی چیرنے والی۔ جب کشتیاں چلتی ہیں تو پانی کو پھاڑتی چیرتی ہوئی جاتی اور آتی ہیں لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ تاکہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کا فضل۔ اپنے ملک کی چیزیں دوسرے ملکوں میں جا کر فروخت کرو اور وہاں سے سستی خرید کر اپنے ملک میں لے آؤ تاکہ تمہیں نفع حاصل ہو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہارے لیے یہ ساری سہولتیں پیدا فرمائی ہیں۔

اور رب تعالیٰ کی قدرت يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔ گرمی کے موسم میں دن لمبے ہو جاتے ہیں رات کا حصہ نکال کر اللہ تعالیٰ دن میں داخل کر دیتا ہے وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ سردیوں کے موسم میں راتیں لمبی ہو جاتی ہیں دن کے اجزاء اللہ تعالیٰ رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ یہ انقلاب تمھیں ہر جگہ نظر آتا ہے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو۔ چاند کو بھی کام میں لگا دیا سورج کو بھی کام میں لگا دیا کیا مجال ہے کہ وہ اپنی رفتار میں کمی بیشی کریں یا کسی جگہ اکڑ کر کھڑے ہو جائیں یا دائیں بائیں چل پڑیں۔ حقیقت کے ساتھ دیکھا جائے تو سورج اور چاند سے زیادہ اختیارات انسان کے پاس ہیں اگرچہ یہ حجم میں انسان سے بہت بڑے ہیں۔ دیکھو! ہم بیٹھے ہیں کھڑے ہونے کو دل کرے تو کھڑے ہو سکتے ہیں چل سکتے ہیں دائیں بائیں آ جا سکتے ہیں، آگے جا سکتے ہیں

پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ تو اتنے اختیارات والا کسی بے بس کے آگے جھکے تو کتنی بڑی حماقت ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی چمک کو دیکھ کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ فرمایا کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر میعاد تک۔ قیامت تک سورج بھی چلتا رہے گا چاند بھی چلتا رہے گا۔

شمس وقمر کی حرکت اور سائنس دانوں کی تحقیق :

سائنس دانوں کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ سورج اور چاند حرکت کرتے ہیں یہ طبقہ حق ہے۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ سورج اور چاند کھڑے ہیں زمین گھومتی ہے۔ یہ گروہ غلط ہے۔ سائنس دانوں کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے کہ سورج بھی چلتا ہے اور چاند بھی چلتا ہے۔ مسلمان نے رب تعالیٰ کی بات ماننی ہے۔ ہاں! چاند اور سورج کی حرکت کو مان کر ان کی رفتار کو مان کر کوئی وزنی دلیل پیش کرے کہ زمین بھی گھومتی ہے تو الگ بات ہے کہ اس سے کسی کے عقیدے پر زد نہیں پڑتی۔ اگر کہیں کہ سورج اور چاند کھڑے ہیں اور زمین گھومتی ہے تو پھر ہم کہیں گے تمہارے سر پھرتے ہیں کہ تم سر پھرے ہو۔

یونان کا ایک بڑا حکیم تھا تالیق مَلتی۔ سب حکیموں کا استاذ تھا۔ اس نے یہ تحقیق کی کہ پانی بسیط ہے مفرد ہے اس میں ترکیب نہیں ہے مرکب نہیں ہے۔ ساڑھے تین ہزار سال تک سارے حکماء اسی کو مانتے رہے۔ کاوَنڈس آیا اس نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ پانی میں دو قوتیں ہیں۔ یہ آکسیجن اور ہائیڈروجن سے مرکب ہے مفرد نہیں ہے۔ اب سارے مرکب مانتے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر کے بارے میں سائنس دانوں کا اختلاف تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ اصل آواز ختم ہو جاتی ہے اس کی مثل پیدا ہوتی ہے۔ جیسے گنبد یا پہاڑ کے

دامن میں آواز دو تو واپس آتی ہے۔اس پر علماء نے فتویٰ دیا کہ سپیکر پر نماز جائز نہیں ہے کہ مقتدی آواز کی اقتداء کریں گے امام کی نہیں۔کچھ عرصہ گزرا سائنس دان بیٹھے۔انگریز کا دور تھا انہوں نے تحقیق کی اور نوے فیصد سائنس دانوں نے کہا کہ لاؤڈ سپیکر اصل آواز کو دو چند کرتا ہے۔پھر علماء نے فتویٰ دیا کہ اس پر نماز جائز ہے اور یہ آلہ ہے دو چند کرنے کا۔اس دور میں ''خدام الدین'' رسالہ نکلتا تھا اس کے آخر میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جلی حروف میں شائع ہوا کہ ہم پہلے فتویٰ دیتے رہے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز جائز نہیں ہے اس لیے کہ سائنس دانوں کا اختلاف تھا اب سارے متفق ہو گئے کہ اصل آواز کو بلند کر دیتا ہے لہٰذا لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھ سکتے ہو۔تو سائنس دانوں کی تحقیق بدلتی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار، تمہارا پالنے والا لَهُ الْمُلْكُ اسی کا ہے ملک وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔خواہ وہ فرشتے ہوں یا پیغمبر یا پیر فقیر ہوں، ولی ہوں، شہید ہوں۔یاد رکھو! مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۔ قطمیر کہتے ہیں کھجور کی گٹھلی پر جو چھلکا ہوتا ہے اس کو۔عربی لوگ جب کسی شے کی قلت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ اس کے پاس تو قطمیر بھی نہیں ہے۔جیسے ہم کہتے ہیں فلاں دے کول ککھ بھی نہیں (چھوٹی کوڑی بھی نہیں) فلاں کے پاس تنکا بھی نہیں ہے۔تو معنیٰ ہوں گے کہ وہ تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔تم ان کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کے پکارتے ہو فریاد رس اور دست گیر سمجھ کر پکارتے ہو جو تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں اِنْ تَدْعُوْهُمْ اگر تم ان کو پکارو دور سے لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے۔

حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے :

اب یہاں سے کوئی شخص کہے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ ''اے شیخ عبد القادر جیلانی مجھے کوئی شے دے دو اللہ تعالیٰ کے واسطے۔'' وہ اپنی جگہ آرام فرما رہے ہیں تمہاری پکار کو کیسے سن لیں گے؟ اگر چہ وہ سننے کے بعد بھی کچھ نہیں دے سکتے مگر دور سے تو سن بھی نہیں سکتے۔

جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پاس بڑے اختیارات ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پچھلے دنوں جب انتیس ممالک نے جن میں ہماری مہربان حکومت بھی شامل تھی نے عراق پر حملہ کیا تو بمباری میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس کی عمارت کو بھی بہت نقصان پہنچا اور بعد میں انہوں نے عمارت درست کی۔ وہ وہاں کچھ نہیں کر سکے یہاں وہ تمہارے کیا کام کریں گے؟ یاد رکھنا! نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی ایک تنکے کا بھی مالک نہیں ہے۔

فرمایا وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ اور اگر بالفرض قریب ہونے کی وجہ سے سن لیں تو وہ تمہارا کام نہیں کر سکتے۔ قریب سے وہ سن بھی لیں تو وہ کیا کر سکتے ہیں؟ سب کچھ کرنے والا صرف پروردگار عالم ہے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ اور وہ قیامت والے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ تمہاری اس پکار کا انکار کریں گے۔ کہیں گے اے پروردگار! نہ ہم نے ان کو کہا تھا اور نہ ہم اس پر راضی تھے آپ جانیں اور یہ جانے، اللہ تعالیٰ کے سوا دکھ تکلیف میں مصیبت میں کسی کو پکارنا یہ شرک ہے۔ قیامت والے دن اللہ والے بےزاری کا اعلان کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسان! سن لے وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ اور نہیں تجھے کوئی خبر دے گا مثل اس ذات کے جو ہر چیز کی خبر رکھتی ہے۔رب تعالیٰ جیسا کوئی اور خبر دار ہے ہی نہیں۔ میں رب خبیر تمہیں خبر دیتا ہوں کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ قیامت والے دن تمہاری پکار اور شرک کا انکار کر دیں گے۔اس لیے رب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھو۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

❁❁❁

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ

اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ
جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ
كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾
وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَ
لَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ
اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ
اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ
اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۱۲ ۱۵

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ
کی طرف وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ هُوَ الْغَنِيُّ ہی غنی ہے الْحَمِيْدُ قابل
تعریف ہے اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يُذْهِبْكُمْ تم کو لے جائے وَيَاْتِ بِخَلْقٍ
جَدِيْدٍ اور لے آئے مخلوق نئی وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ اور نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ پر

بِعَزِیْزٍ کوئی مشکل وَلَاتَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانے
والا وِّزْرَ اُخْرٰی دوسرے کا بوجھ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اور اگر بلائے بوجھ
کے نیچے دبا ہوا اِلٰی حِمْلِهَا اپنا بوجھ اٹھانے کی طرف لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ
نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی اور اگرچہ وہ قرابت
دار ہی کیوں نہ ہو اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ پختہ بات ہے آپ ڈراتے ہیں ان لوگوں
کو یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَیْبِ بن دیکھے
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کی انہوں نے نماز وَمَنْ تَزَكّٰی اور جس شخص نے
اپنے نفس کو پاک کرلیا فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ پس پختہ بات ہے وہ تزکیہ حاصل
کرے گا اپنے نفس کے لیے وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا
ہے وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اور نہیں ہیں برابر اندھا اور دیکھنے والا
وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ
اور نہ سایہ اور نہ دھوپ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اور نہیں برابر
زندے اور مردے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ سناتا ہے جس
کو چاہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اور آپ نہیں سنانے والے ان کو
جو قبروں میں ہیں اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ نہیں ہیں آپ مگر ڈرانے والے اِنَّآ
اَرْسَلْنٰكَ بے شک ہم نے بھیجا آپ کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ بَشِیْرًا
خوش خبری سنانے والا وَّنَذِیْرًا اور ڈرانے والا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اور نہیں کوئی

امت اِلَّا خَلَا فِيْهَا مگر یہ کہ ہوا ہے اس میں نَذِيْرٌ ڈرانے والا وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور اگر یہ آپ کو جھٹلائیں فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ پس تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ آئے ان کے پاس ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر وَبِالزُّبُرِ اور صحیفے لے کر وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ اور روشن کتاب لے کر ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ پھر پکڑا ہم نے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پھر کس طرح تھا میرا انکار کرنا۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ''جن کو تم حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر سمجھ کر پکارتے ہو وہ تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔'' دور دراز سے پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سنتے نہیں اور قریب سے پکارو کہ وہ سن لیں تو تمہارا کام نہیں کر سکتے۔ ان کے پاس اختیار نہیں ہے۔ مانگو اس سے جو غنی ہے۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! رب تعالیٰ تمام انسانوں کو فرماتے ہیں اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف۔ جنات اور دیگر مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں مگر چونکہ حکمرانی اس نے انسانوں کے سپرد کی ہے باقی تابع ہیں تو بالتبع سب کو خطاب ہے۔ تمام محتاج ہو اللہ تعالیٰ کے وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ اور اللہ تعالیٰ ہی غنی ہے الْحَمِيْدُ قابل تعریف ہے۔ تعریفوں والا ہے۔

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے :

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی نہیں ہے۔ بدر کے مقام پر عشاء کی نماز پڑھا کر آپ چمڑے کے خیمے میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سر بہ سجود ہوئے اور ساری رات دعائیں کرتے رہے کہ اے پروردگار! یہ تین سو بارہ میری پندرہ سال کی محنت ہے اگر یہ ہلاک ہو گئے تو قیامت تک تیری توحید کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اے پروردگار! ظاہری طور پر ان کا کوئی سہارا نہیں ہے، کوئی آسرا نہیں ہے صرف آپ ہی سہارا اور آسرا ہیں۔ اے پروردگار! یہ بھوکے ہیں ان کو سیر آپ نے کرانا ہے اے پروردگار! بعض ان میں سے ننگے پاؤں ہیں بعض کے سر پر ٹوپی نہیں ہے اے پروردگار! ان کی نصرت آپ نے کرنی ہے۔ اتنے روئے اتنی زاری کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر تھے ان کو ترس آگیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے خیمے میں گئے اور کہنے لگے حضرت! اب بس کریں۔ آپ نے لَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّكَ "بڑی آہ وزاری کی ہے۔"

تو فرمایا تم محتاج ہو رب کی طرف وہ غنی ہے تعریفوں والا ہے۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے تو تم کو لے جائے تمہیں ایک لمحے میں ہلاک کر دے وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ اور لے آئے نئی مخلوق وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ اور یہ چیز اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر کے اور مخلوق لے آئے گا تم خدا کی پکڑ سے بھاگ نہیں سکتے۔ سورہ رحمٰن میں ہے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ "اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ نکل جاؤ تم آسمانوں اور زمین کے

کناروں سے تو نکل جاؤ تم نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ۔" مگر تمہارے پاس غلبہ کہاں ہے؟ نکل جاؤ گے تو جاؤ گے کس زمین میں، کس آسمان کے نیچے جاؤ گے؟

ایک غلط نظریے کا رد :

آگے ایک غلط نظریے کا رد ہے۔ یہودیوں نے یہ نظریہ قائم کیا کہ ہم جتنے بھی گناہ کریں بس کچھ دن کے لیے دوزخ میں جائیں گے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً [بقرہ:۸۰] "ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو دوزخ کی آگ مگر چند دن گنتی کے۔" ان میں سے بعض کہتے تھے کہ ہم سات دن کے لیے دوزخ میں جائیں گے۔ ان کے خیال کے مطابق دنیا سات ہزار سال ہے۔ ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن دوزخ میں رہیں گے۔ بعض کہتے تھے کہ چالیس دن دوزخ میں رہیں گے کہ ہمارے بڑوں نے موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد چالیس دن بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی وجہ سے ہمیں سزا ہوئی۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ پوجا وہ کریں اور سزا تم پاؤ؟ یہ کون سا انصاف ہے۔

عیسائیوں نے یہ نظریہ بنایا کہ ہم چاہے جتنے گناہ کریں ہم دوزخ میں نہیں جائیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹک کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹکنے کے بعد آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سولی پر لٹکائے جانے سے پہلے ہی آسمانوں پر اٹھا لیا۔ تو عیسائی کہتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ شیطانو! گناہ کرو تم اور کفارہ بنیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، گناہ کرو تم اب دو ہزار سال بعد اور وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوں دو ہزار سال پہلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان باطل نظریات کا رد فرمایا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔

ہر ایک کو اپنے کیے کا پھل ملے گا۔ اگر تمہارے آباؤ اجداد نیک ہیں تو ان کی نیکی ان کے لیے ہے۔ اگر تم بد ہو تو تمہاری بدی تمہاری گردن پر وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اور اگر بلائے قیامت والے دن بوجھ کے نیچے دبا ہوا اِلٰى حِمْلِهَا اپنا بوجھ اٹھانے کی طرف کسی کو کہ مجھ پر بوجھ زیادہ ہے تھوڑا سا تم اٹھالو لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز۔ اس کے گناہوں کے بوجھ سے کوئی شے نہیں اٹھائی جائے گی وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اور اگرچہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہو کوئی اس کے قریب نہیں جائے گا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ [سورہ عبس: پارہ ۳۰] ”جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔“ کوئی کسی کے قریب نہیں آئے گا۔ بھائی کہے گا میرا تھوڑا سا بوجھ اٹھالے آپ کا بھائی ہوں۔ وہ بھاگ جائے گا۔ ماں کہے گی باپ کہے گا میرا تھوڑا سا بوجھ اٹھالے بھاگ جائے گا۔ بیوی خاوند سے کہے گی میرا تھوڑا سا بوجھ اٹھالے وہ بھاگ جائے گا۔ بیٹے کہیں گے ابا جی! ہمارا تھوڑا سا گناہوں کا بوجھ اٹھالو ہر کوئی بھاگ جائے گا کوئی قریب نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم ﷺ! آپ اپنا کام کریں اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ پختہ بات ہے آپ ڈراتے ہیں ان لوگوں کو يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے۔ رب تعالیٰ کو کسی نے دیکھا نہیں ہے مگر مومن مانتے ہیں وہ ایک ذات قادر المطلق اور واجب الوجود ہے۔ اسی نے کائنات کو پیدا کیا ہے وہ مالک ہے اور وہی یہ سارا نظام چلا رہا ہے۔ کل کے سبق میں گزر چکا ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ”یہ اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کا ملک ہے۔“ اسی کو پکارو۔ فرمایا وہ اپنے رب سے

ڈرتے ہیں بن دیکھے وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کی انہوں نے نماز۔ اور جو نماز نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ ہم رب تعالیٰ کو مانتے ہیں یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اور جو آنحضرت ﷺ کو نبی ماننے کا دعویٰ کرتا ہے اور آپ ﷺ کی بات نہیں مانتا آپ ﷺ کا اتباع نہیں کرتا وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ تو رب تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی بنیادی شرط ہے نماز قائم کرنا وَمَنْ تَزَکّٰی اور جس شخص نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔ تزکیہ کا معنیٰ ہے دل کی صفائی۔ جس نے اپنے دل کو سنوار لیا، صاف کرلیا، کفر و شرک سے، بغض و حسد سے، تکبر سے، حب دنیا سے فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِہٖ پس پختہ بات ہے وہ تزکیہ حاصل کرے گا اپنے نفس کے لیے۔ اس کے دل کی صفائی اس کی جان کے لیے ہے وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سب سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا کر کے آئے ہو؟ آج سب جانتے ہیں کہ اسکول، کالج، یونیورسٹی اور مکاتب میں سال بعد امتحان ہوتا ہے۔ اس امتحان کی پہلے ہی دن سے فکر ہوتی ہے حالانکہ یہاں کوئی پہلے امتحان میں رہ جائے تو وہ دوبارہ امتحان دے سکتا ہے لیکن اس جہان کا امتحان ایک ہی بار ہوگا اس کی تیاری کرلو۔ رب تعالیٰ کی طرف جانا ہے۔

اور یہ بات بھی سمجھ لو وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اور نہیں ہے برابر اندھا اور دیکھنے والا۔ کافر، مشرک اور بدعتی اندھا ہے۔ مومن، موحد اور اہل سنت کا فرد آنکھوں والا ہے یہ برابر نہیں ہیں۔ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہیں۔ کفر اور ایمان کیسے برابر ہو سکتا ہے؟ توحید اور شرک کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ حق اور باطل، سنت اور بدعت کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ اور نہ سایہ اور دھوپ برابر ہیں وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اور نہیں برابر زندے اور مردے

کہ جو مر گئے ان کے اعمال منقطع ہو گئے ۔ اور زندہ اعمال کر سکتے ہیں کہ زندگی میں وہ مکلّف ہیں۔

مرابط کا معنٰی اور اس کا مرتبہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی فوت ہو جاتا ہے اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ ''اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔'' لیکن شہید اور مُرابط کے عمل ختم نہیں ہوتے ۔ یہ جو عمل زندگی میں کرتے ہیں شہید ہونے کے بعد بھی وہ عمل برابر ان کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔ مُرابط کو بھی شہید کا درجہ مل جاتا ہے۔ مُرابط اسے کہتے ہیں جو کفر کے مقابلے میں اپنی سرحد کو پختہ کرے۔ حِسی سرحد یعنی محاذ پر اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنی قوم، ایمان اور ملک کی سرحد کی حفاظت کے لیے ڈٹ جائے۔ اور دوسرا معنوی محاذ ہے نظریاتی محاذ ہے۔ عقیدے کی حفاظت، حق کی حفاظت کرنے والا معنوی مُرابط ہے نظریاتی مرابط ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ دو بھائی تھے مسلمانوں ہونے کے بعد ایک اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گیا دوسرا سرحدی محاذ پر مُرابط تھا سرحد کی حفاظت پر مامور تھا وہ طبعی موت سے فوت ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دعا کی اے پروردگار! اس کو اس کے بھائی شہید کے ساتھ ملا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو شہادت کا درجہ مُرابط ہونے کی وجہ سے مل گیا ہے۔ محاذ پر جو طبعی موت سے فوت ہوا ہے وہ بھی شہید ہے اور یہ روایات بھی تم سن چکے ہو درس حدیث میں کہ جو گھر سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا اور مر گیا وہ شہید ہے۔ تو شہید اور مرابط کے اعمال منقطع نہیں ہوتے اور شہید سے قبر میں سوالات بھی نہیں ہوتے۔

صدقہ جاریہ :

جس شخص نے نیک اولاد چھوڑی اور وہ صلوٰۃ وصوم کی پابند ہے تو اس کی نیکیاں بھی والدین کو ملتی ہیں۔ایک استاد نے شاگردوں کو دین پڑھایا اس کے شاگرد جو بعد میں نیکی کریں گے اس کا ثواب بدستور استاذ کو پہنچتا رہے گا۔ یہ صدقۂ جاریہ ہے۔ کسی نے مسجد بنوائی، دینی مدرسہ بنوایا یہ بھی صدقۂ جاریہ ہے، کسی نے قرآن کریم وقف کیے، دینی کتابیں وقف کیں، جب تک وہ پڑھی جائیں گی ان کا ثواب وقف کرنے والے کو پہنچتا رہے گا۔ اپنے محلوں میں بچوں کے لیے دینی تعلیم کی کوشش کرو۔ بچیاں بے چاری دور نہیں جاسکتیں ان کے لیے انتظام کرو۔ محلے میں کسی کا فالتو مکان ہے اگر وہ وقف نہیں کرسکتا تو عارضی طور پر دے دے تاکہ دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوجائے۔ پاکستان سمیت ہماری حکومتوں کا بیڑا غرق ہوجائے انہوں نے ٹی، وی وغیرہ خرافات کو اتنا عام کردیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے جن کو شعور بھی نہیں ہے وہ بھی گانے گاتے پھرتے ہیں اور ناچتے ہیں۔ جو دیکھتے ہیں کرتے ہیں۔ دنیا تو پہلے ہی کھیل تماشا ہے۔ ان شیطان حکومتوں نے اس کھیل کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ عورتیں بے چاری آکر روتی ہیں کہ بچے پڑھتے نہیں ہیں دم کردو، تعویذ دے دو۔ میں ان کو کہتا ہوں کہ دو چیزیں تم ختم کردو یہ پڑھیں گے ورنہ نہیں پڑھیں گے۔ ایک کھیل ختم کردو دوسرا ٹی، وی ختم کردو۔ بچیوں کے درس ہونے چاہیں کہ یہ قرآن سیکھیں۔ دینی تعلیم حاصل کریں۔ شادیوں کی ٹھاہ ٹھاہ پر اتنی رقم خرچ کردیتے ہو فضول اور بے مقصد۔ آخرت کا فکر کرو۔

تو فرمایا نہیں برابر زندہ اور مردہ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہے۔ زندوں کو سنائے مردوں کو سنائے اس کا کام ہے وَمَآ اَنْتَ

بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اور آپ نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں۔ مردوں کو سنانا آپ کا کام نہیں ہے یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ نہیں ہیں آپ مگر ڈرانے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو حق دے کر خوش خبری سنانے والا نیکوں کو رب تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی اور ڈرانے والا بروں کو، نافرمانوں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اور نہیں گزری کوئی امت اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے پہلے مختلف علاقوں اور قوموں کی طرف رب تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے۔ آپ ﷺ آخری پیغمبر ہیں آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد اب قیامت تک کوئی سچا نبی دنیا کے کسی خطے میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے آپ ﷺ کا لایا ہوا دین اصلی شکل میں موجود ہے۔ اگرچہ اہل بدعت نے خرافات اور بدعات داخل کر کے دین کا نقشہ بدل دیا ہے مگر اصل دین بھی تمھیں ہر جگہ ملے گا۔ باقی یہ تمہاری کمزوری ہے کہ تم ناک کی خاطر، اپنی برادری کی خاطر، دین سے پیٹھ پھیر کر بدعات کے پیچھے بھاگتے ہو۔ بتانے والے، سنت سے آگاہ کرنے والے، بدعت سے روکنے والے علمائے حق موجود ہیں۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آیا ہے عُلماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل "میری امت کے حق گو علماء وہ کام کریں گے جو بنی اسرائیل کے انبیائے کرام نے کیا ہے۔"

فرمایا وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ اور اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ فَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ تو تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ آئے ان کے پاس رسول ان کے، واضح

دلائل کے ساتھ، معجزات لے کر آئے وَبِالزُّبُرِ۔ زبور کی جمع ہے اور صحیفے لے کر آئے وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ اور ایسی کتاب لے کر آئے جو روشنی پہنچانے والی تھی مگر انہوں نے ان کو جھٹلایا اور سورہ سبا آیت نمبر ۳۱ میں تم پڑھ چکے ہو کہ کافروں نے کہا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ "ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لاتے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر۔" ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پھر پکڑا ہم نے ان لوگوں کو جو کافر تھے فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پھر کس طرح تھا میرا انکار کرنا (اور کیسی سخت تھی میری سزا۔) جنہوں نے میری توحید کا انکار کیا، میری شریعت کا انکار کیا وہ میری گرفت سے بچ نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کی گرفت سے بچائے۔ (آمین)

❁❁❁

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اتارتا ہے آسمان کی طرف سے پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے ثَمَرٰتٍ پھل مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا مختلف ہیں رنگ ان کے وَمِنَ الْجِبَالِ اور پہاڑوں میں سے جُدَدٌ ٹکڑے ہیں بِیْضٌ سفید وَّ حُمْرٌ اور سرخ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا مختلف ہیں رنگ ان کے وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ اور کئی کوے کی طرح سیاہ بھی ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض وَ الدَّوَآبِّ اور چوپایوں میں سے وَالْاَنْعَامِ اور مویشیوں سے مُخْتَلِفٌ

اَلْوَانُهٗ مختلف ہیں رنگ ان کے كَذٰلِكَ اسی طرح اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ پختہ بات ہے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے مِنْ عِبَادِهِ اس کے بندوں میں سے الْعُلَمٰٓؤُا علماء اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ غالب ہے بخشنے والا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ جو تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم رکھتے ہیں نماز وَاَنْفَقُوْا اور خرچ کرتے ہیں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً پوشیدہ اور ظاہر يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً امید رکھتے ہیں تجارت کی لَّنْ تَبُوْرَ جو کبھی تباہ نہیں ہوگی لِيُوَفِّيَهُمْ تاکہ پورا پورا دے ان کو ان کا رب اُجُوْرَهُمْ ان کے اجر وَيَزِيْدَهُمْ اور تاکہ زیادہ دے ان کو مِّنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ بے شک وہ بخشنے والا قدر دان ہے وَالَّذِيْٓ اور وہ چیز اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ جو ہم نے وحی کی آپ کی طرف مِنَ الْكِتٰبِ کتاب سے هُوَ الْحَقُّ وہ حق ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے کتابیں ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے لَخَبِيْرٌ خبردار ہے بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ''اے لوگو! تم سب محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف چاہے کوئی ادنی ہو یا اعلیٰ ہو، امیر ہو یا غریب اور کسی بھی

جگہ کے رہنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اس کی صفت ہے اَلصَّمَدُ وہ کسی کا محتاج نہیں اس کے سارے محتاج ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بعض دلائل کی طرف توجہ دلائی ہے اَلَمۡ تَرَ اے انسان! کیا تو دیکھتا نہیں ہے اَنَّ اللّٰہَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بے شک اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان کی طرف سے پانی۔ رب تعالیٰ نے بارش نازل کی اس کے بغیر کوئی اور بارش نازل نہیں کر سکتا۔ ہاں! استدراج کے طور پر دجال بارش برسائے گا مگر ہوگی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ یہ لوگوں کا امتحان ہوگا۔

استدراج دجالی :

احادیث میں آتا ہے کہ دجال لعین جادو کے ذریعے بہت کچھ کرے گا مگر وہ اپنی آنکھ صحیح نہیں کر سکے گا۔ اس کی ایک آنکھ ابھری ہوئی ہوگی اس میں بینائی نہیں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جتنے بھی پیغمبر دنیا میں آئے انہوں نے اپنی قوم کو مسیح دجال سے آگاہ کیا مگر میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں جو پہلے کسی پیغمبر نے نہیں بتلائی۔ بخاری شریف کی روایت ہے دجال اَعۡوَر کانا ہوگا وَ اِنَّ رَبَّکُمۡ لَیۡسَ بِاَعۡوَرَ ”اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔“ یہ موٹی نشانی یاد رکھنا! مغالطہ نہ کھانا۔ دجال بڑے کرتب دکھائے گا لوگ کہیں گے ہم اس وقت بارش کو ترس رہے ہیں ہمیں بارش چاہیے۔ وہ اپنے جادو کے زور سے ہواؤں کو اکٹھا کر کے بادل کے ٹکڑے بنائے گا ان کے درمیان سے بارش ہوگی۔ کہے گا بارش ہوگئی۔ لوگ کہیں گے ہم محتاج ہیں ہمیں مال چاہیے۔ زمین پر پاؤں مارے گا سونا نکلے گا، چاندی نکلے گی، کہے گا پکڑ لو۔ سطحی قسم کے لوگ اس قسم کی چیزیں دیکھ کر اس کو رب مانیں گے کہ یہی رب ہے۔ اور جو دجال کی ربوبیت کا انکار کریں گے دجال ان کے سامان کو اشارہ کرے گا گھر کا سارا سامان اس کے ساتھ چل پڑے گا۔ گھر

ہتھیلی کی طرح صاف ہو جائے گا۔

پوچھنے والے نے سوال کیا حضرت! اس وقت مومن کیا کھائیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو پکے مومن ہوں گے ان کے لیے سبحان اللہ کہنا ہی کھانا ہوگا۔ مومن ایک دفعہ سبحان اللہ کہے گا یوں سمجھو کہ اس نے ایک روٹی کھالی ہے۔ دو دفعہ سبحان اللہ کہے گا تو دو روٹیوں کی طاقت اس کو مل جائے گی۔ اور جو کمزور مومن ہوں گے وہ بھوک کی وجہ سے ہاتھ زمین پر ماریں گے۔ مٹھی مٹی کی منہ میں ڈالیں گے وہ شکر بن جائے گی۔ ریت کی مٹھی منہ میں ڈالیں گے وہ شکر بن جائے گی۔ رب تعالیٰ مٹی اور ریت کو شکر بنادے گا۔ تو دجال مِسمر یزم کے ذریعے بہت کچھ کرے گا۔ ساری دنیا پھرے گا مگر چند مقامات پر اس کے ناپاک قدم نہیں جاسکیں گے۔ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ شہر میں داخل نہیں ہو سکے گا بیت المقدس اور کوہِ طور پر نہیں جا سکے گا۔ وہ جادو کے ذریعے جو کچھ کرے گا یہ رب تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوگی۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کثرت سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَال ''اے اللہ میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔'' دنیا کی ابتدا سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

تو فرمایا اے انسان! تو نے دیکھا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ ۔ ثمرات ثَمَرَةٌ کی جمع ہے اس کا معنی پھل ہے ۔پس نکالے ہم نے اس پانی کے ذریعے ایسے پھل مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا۔ الوان جمع ہے لون کی۔ لون کا معنی ہے رنگ۔ معنی ہوگا مختلف ہیں رنگ ان پھلوں کے۔ کوئی سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ، کوئی گرم، کوئی سرد۔ رنگ بھی جدا جدا، اثرات بھی جدا جدا، شکلیں بھی

جداجدا۔ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ ۔ جُدَدٌ جُدَّۃٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے ٹکڑا۔اور بِیْضٌ بَیْضَاء کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے سفید۔ وَّحُمْرٌ۔ حَمْرَاء کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے سرخ۔تو معنیٰ ہوگا پہاڑوں میں سے جو رب تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں کچھ ٹکڑے سفید ہیں کچھ سرخ ہیں مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا ان کے رنگ مختلف ہیں۔بعض اعلیٰ درجے کے سفید ہیں بعض ادنیٰ درجے کے سفید ہیں۔اسی طرح سرخ بھی کہ بعض بہت سرخ ہیں اور بعض تھوڑے ہیں۔تو یہ سرخ وسفید پہاڑ کس نے پیدا کیے ہیں؟ وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ۔ غرابیب غُرَابٌ کی جمع ہے۔غراب کوے کو کہتے ہیں اور کوا سیاہ ہوتا ہے۔آج ہم بھی کوے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کالا کوا۔اور سُوْدٌ سَوَادٌ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے کالا۔تو بعض پہاڑ ایسے ہیں جو کوے کی طرح سیاہ ہیں یعنی اعلیٰ درجے کے سیاہ ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور انسانوں میں سے بھی وَالدَّوَآبِّ ۔ دَوَاب دَابَّۃٌ کی جمع ہے چوپائے۔اس میں کتا، بلی، گدھا، گھوڑا سب آگئے۔اور دَابَّه کا معنیٰ چلنے والا بھی ہے۔تو پھر اس میں کیڑے مکوڑے بھی آگئے وَالْاَنْعَامِ ۔ یہ نَعَم کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ مویشی یعنی وہ جانور جو لوگ گھروں میں رکھتے ہیں۔اس میں اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بکرا، بکری، بھیڑ وغیرہ آگئے۔

سورۃ الانعام میں ان جانوروں کا ذکر ہے۔یہ جانور بھی رب تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔ان جانوروں سے تم فائدہ اٹھاتے ہو۔کسی کی پشم سے، کسی کے دودھ سے اور گھی سے، کسی کی سواری سے، یہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو گائے کی پوجا کرتے ہیں اور آج کلمہ پڑھنے والوں میں بھی ایسوں کی کمی نہیں ہے۔ گوجرانوالا شہر میں تمہیں کافی مقدار میں آوارہ گائیں پھرتی ملیں گی۔وہ جاہل قسم کے

لوگوں نے اپنے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں ان کا مالک کوئی نہیں ہوتا۔ پیدا رب کرے اور وقف اوروں کے نام پر ہوں کتنا بڑا ظلم ہے؟ تو فرمایا انسانوں میں سے چوپائیوں میں سے مویشیوں میں سے مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ مختلف ہیں رنگ ان کے۔ کالے، گورے، سپید، سرخ جس طرح انسانوں میں ہیں اسی طرح جانوروں میں بھی ہیں۔ یہ رنگ بھرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ لوگ ابھی عالم ارواح میں تھے اور اس جہان میں نہیں آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت پر دست قدرت پھیرا۔ دائیں طرف چیونٹیوں کی طرح مخلوق نکل آئی۔ پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا چیونٹیوں کی طرح مخلوق نکل آئی۔ آدم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! یہ کیا چیزیں ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا یہ آپ کی نسل ہیں۔ فرمایا یہ دائیں طرف والے اصحاب الیمین ہیں اور بائیں طرف والے اصحاب الشمال ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی کسی شکل کا ہے اور کوئی کسی شکل کا۔ عرض کیا اے پروردگار! هَلَّا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ ''آپ نے اپنے بندوں کو ایک جیسا کیوں نہ کر دیا۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس بات کو پسند کیا کہ میرا شکرادا ہوتا رہے۔ بڑے قد والا چھوٹے قد والے کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرے گا کہ آپ نے مجھے بڑا قد عطا فرمایا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک جگہ بہت سارے لوگ جمع تھے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، میلہ لگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے لوگ کیوں جمع ہیں؟ لوگوں نے بتایا حضرت! ایک آدمی ہے اس کا قد

ایک بالشت ہے لیکن ڈاڑھی اس کی گھٹنے تک ہے اور لوگ اُسے مذاق رہے ہیں۔
آنحضرت ﷺ اکثر باوضو رہتے تھے اور حدیث پاک میں آتا ہے لَا یُحَافِظُ عَلَی الْوضوءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ ''مومن ہی وضو کی حفاظت کرتا ہے۔'' آپ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فوراً سجدے میں گر پڑے۔ فرمایا اے پروردگار! اگر میرا قد بھی اتنا بنا دیتا تو میں بھی لوگوں کے لیے وجہ تضحیک ہوتا۔ اسی طرح اچھی شکل والا آدمی، بری شکل والے کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرے گا، صحت مند بیمار کو دیکھ کر شکر ادا کرے گا، امیر غریب کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرے گا۔ غریب حیوان کو دیکھ کر شکر ادا کرے گا کہ اے پروردگار! تو نے مجھے انسان بنایا ہے۔ اس لیے سب کو ایک جیسا نہیں بنایا کہ میرا شکر ادا ہوتا رہے اور جو شکر ادا نہیں کرتا وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ ظفر مرحوم جو دلّی کا آخری بادشاہ تھا اس کا شعر ہے......

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا، ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

جو عیش میں خدا کو بھول جائے اور طیش میں خوف خدا سے بے نیاز ہو جائے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ عیش میں خدا کا شکر ادا کرے اور طیش میں خدا کا خوف سامنے رہے کہ وہ مجھ پر قادر ہے وہ مجھے سزا بھی دے سکتا ہے۔ تو فرمایا مختلف ہیں رنگ ان کے کَذٰلِكَ اسی طرح کوئی سفید ہے، کوئی سیاہ ہے، کوئی سرخ ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا پختہ بات ہے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں جو اس کو جانتے ہیں۔

علماء سے مراد یہ نہیں ہے کہ جن کے پاس ڈگری ہے، سند ہے بلکہ مراد وہ لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کو جانتے ہیں۔ ان کو رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات وہ

ہے جو قادر المطلق ہے، اس نے ہمیں پیدا کیا ہے، وہ ہمارا مالک ہے، مختار ہے۔ رب تعالیٰ سے ڈرتے وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے چاہے پڑھے ہوئے ہوں یا ان پڑھ ہوں۔ زبانی زبانی لا الٰہ الا اللہ کہنے کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بعض ان پڑھ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنے سخت ہوتے اور عقیدے کے اتنے پختہ ہوتے ہیں جتنا مرضی کوئی ان کو عقیدے سے ہلائے، نہیں ہلتے اور بعض پڑھے ہوئے لوٹے کی طرح گھومتے ہیں کہ جہاں سے مطلب حاصل ہوا وہاں چلے گئے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے بخشنے والا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ بے شک وہ لوگ جو تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی۔ یاد رکھنا! بے شک ورد وظیفے سب اپنے مقام پر حق ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، درود شریف، توبہ استغفار، پہلا کلمہ، دوسرا کلمہ، تیسرا کلمہ، جتنے کلمات ہیں سب حق ہے۔ لیکن جتنا ثواب قرآن پاک کی تلاوت کا ہے وہ اور کسی شے کا نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت سب سے بڑا وظیفہ ہے۔ اگر کوئی کند ذہن ہے زبان اچھی طرح نہیں چلتی پھر بھی کم از کم ایک پارہ روزانہ ضرور پڑھے کیا مرد کیا عورتیں۔

فرمایا جو لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم رکھتے ہیں نماز۔ ان کی نماز فوت نہیں ہوتی چاہے سفر میں ہوں یا حضر میں، بیمار ہوں یا تندرست، خوشی ہو یا غمی، نماز پابندی سے پڑھتے ہیں وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے۔ رب تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجدیں بنواتے ہیں، مدرسے بنواتے ہیں، دینی طلبہ کی خدمت کرتے ہیں، یتیموں کی امداد کرتے ہیں سِرًّا وَّعَلَانِيَةً پوشیدہ اور ظاہر۔ مخفی طور پر بھی خرچ کرتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے دیتے ہیں

بائیں کو علم نہیں ہوتا اور مقام اگر علانیہ دینے کا ہو تو علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں۔ یَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ امید رکھتے ہیں ایسی تجارت کی جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔ وہ اس طرح کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ملے گا اور فی سبیل اللہ کی مد میں جو خرچ کریں گے تو ایک کا سات سو گنا ملے گا۔ یہ ایسی تجارت ہے کہ خسارے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ دنیا کی تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی لیکن یہ ایسی تجارت ہے کہ جس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے دس نیکیاں نقد مل گئیں اور اگر فی سبیل اللہ کے سفر میں ایک دفعہ سبحان اللہ کہے تو سات سو نیکیاں مل گئیں نقد۔

تو فرمایا وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی ہلاک نہیں ہوگی لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُوْرَهُمْ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا دے ان کا اجر وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور زیادہ دے ان کو اپنے فضل سے۔ دیکھو! چاہیے تو یہ تھا ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے ایک نیکی ملتی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے نو مزید دیتا ہے۔ اگر فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے تو ایک نیکی تو اس نے اپنی طرف سے کی چھ سو ننانوے اپنے پاس سے دیتا ہے۔ یہ اس کا فضل ہے اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ بے شک وہ بخشنے والا ہے قدردان ہے وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اور وہ جو ہم نے وحی کی ہے آپ کی طرف مِنَ الْكِتٰبِ کتاب هُوَ الْحَقُّ وہ حق ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی۔ تورات، انجیل، زبور کی، اور دوسرے صحیفوں کی۔ اس کو پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خبردار ہے، دیکھنے والا ہے۔

❁❁❁

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿۳۴﴾ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ ۚ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ ع

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو اصْطَفَيْنَا جن کو ہم نے منتخب کیا مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے فَمِنْهُمْ پس ان میں سے بعض ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ظلم کرنے والے ہیں اپنی جان پر وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ اور بعض ان میں سے میانہ روی کرنے والے ہیں وَ مِنْهُمْ اور بعض ان میں سے سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ سبقت کرنے والے ہیں

بھلائیوں میں بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ یہی ہے بہت بڑا فضل جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں يَّدْخُلُوْنَهَا داخل ہوں گے ان باغات میں يُحَلَّوْنَ فِيْهَا پہنائے جائیں گے ان کو ان باغات میں مِنْ اَسَاوِرَ کنگن مِنْ ذَهَبٍ سونے کے وَّلُؤْلُؤًا اور ہار موتیوں کے وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا اور ان کا لباس ان باغات میں حَرِيْرٌ ریشم کا ہوگا وَقَالُوا اور وہ کہیں گے الْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں الَّذِيْٓ وہ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ جس نے دور کیا ہم سے غم اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ بے شک ہمارا رب البتہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے الَّذِيْٓ وہ ذات اَحَلَّنَا جس نے اتارا ہمیں دَارَ الْمُقَامَةِ ٹھہرنے کی جگہ میں مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے لَا يَمَسُّنَا نہیں پہنچتی ہمیں فِيْهَا اس میں نَصَبٌ کوئی مشقت وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا اور نہیں پہنچتی ہمیں اس میں لُغُوْبٌ کوئی تھکاوٹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ نہیں فیصلہ کیا جائے گا ان کے بارے میں فَيَمُوْتُوْا کہ وہ مرجائیں وَلَا يُخَفَّفُ اور نہ ہلکا کیا جائے گا عَنْهُمْ ان سے مِّنْ عَذَابِهَا اس کے عذاب سے كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ اسی طرح ہم بدلہ دیں گے ہر کافر کو وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا اور وہ چیخیں ماریں گے اس میں رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا نکال

ہمیں یہاں سے نَعۡمَلۡ صَالِحًا کہ ہم عمل کریں اچھے غَیۡرَ الَّذِیۡ ان کے علاوہ كُنَّا نَعۡمَلُ جو ہم عمل کرتے تھے اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ کیا ہم نے عمر نہیں دی تھی تم کو مَّا اتنی یَتَذَكَّرُ فِیۡهِ جس میں نصیحت پکڑتے مَنۡ تَذَكَّرَ جو نصیحت پکڑنا چاہے وَجَآءَكُمُ النَّذِیۡرُ اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا فَذُوۡقُوۡا پس چکھو تم فَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ پس نہیں ہے ظالموں کے لیے مِنۡ نَّصِیۡرٍ کوئی مددگار۔

تفسیر آیات :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا یعنی قرآن کریم کا الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا ان لوگوں کو جن کو ہم نے منتخب کیا مِنۡ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے۔ یہ امت تمام امتوں میں سے بہترین امت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "كُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ [آل عمران: ۱۱۰] " تم سب سے بہتر امت ہو ظاہر کیے گئے ہو لوگوں کی اصلاح کے لیے۔" مگر افسوس ہے کہ یہ نکتہ اور سبق آج مسلمان کو بھول گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے کاروبار کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ کاروبار تو ضمنی اور بالتبع ہے کرتا رہے کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کو مقصود بالذات نہ بنائے۔ تو فرمایا پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے منتخب کیا اپنے بندوں میں سے۔

انسانوں کے تین طبقات :

پھر ان کی تین قسمیں ہیں فَمِنۡهُمۡ ایک تو ان میں سے وہ ہیں ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ جو اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ نہ اس کتاب کو پڑھا، نہ سمجھا، نہ عمل کیا، نہ اس کے مطابق

عقیدہ بنایا۔ یہ پرلے درجے کے ظالم ہیں اور اکثریت ان ظالموں کی ہے۔ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ اور دوسرا گروہ ان میں سے وہ ہے جو درمیانی چال چلنے والا ہے۔ قرآن کریم کبھی پڑھ لیا کبھی نہ پڑھا، کچھ چیزوں پر عمل کر لیا کچھ کو چھوڑ دیا۔ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ اور تیسرا گروہ ان میں سے وہ ہے جو سبقت کرنے والے ہیں بھلائیوں میں۔ نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں۔ قرآن کریم پڑھتا بھی ہے اور پڑھاتا بھی ہے۔ اس کے مطابق عقیدہ اور عمل بھی ہے اور اس کے مطابق زندگی گزارتا ہے بِإِذْنِ اللّٰهِ رب تعالیٰ کے اذن کے ساتھ، رب تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ۔ ذاتی کوئی کمال نہیں ہے۔ اور رب تعالیٰ توفیق اسے ہی دیتا ہے جو اس کی طرف قدم اٹھائے۔ اور جو گمراہی سے نہ نکلنا چاہے تو جبراً اس کو نہیں نکالتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ضابطہ بیان فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [رعد:۱۱] ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں تبدیل کرتا کسی قوم کی حالت یہاں تک کہ وہ تبدیل کریں جو کچھ ان کے نفسوں میں ہے۔'' مولانا ظفر علی خاں نے اسی آیت کا شعری ترجمہ یوں کیا ہے :

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تو تیسرا طبقہ وہ ہے جو نیکیوں میں سبقت لے جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ پڑھتا بھی ہے، پڑھاتا بھی ہے، عمل بھی کرتا ہے، زندگی قرآن کے مطابق بسر کرتا ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ یہ جو رب تعالیٰ نے کتاب کا وارث تمہیں دی ہے یہ رب تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے مگر کوئی سمجھے تو۔ آج کوئی کسی غریب آدمی کو ایک لاکھ روپیہ دے دے تو وہ

اچھلتا پھرے گا۔ اور اگر کسی کو ایک کروڑ مل جائے تو وہ لڈیاں ڈالے گا۔ اور اگر کسی کو ایک ارب مل جائے جائز طریقے سے تو میرے خیال میں اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ لیکن یقین جانو! قرآن کریم کی ایک ایک آیت کریمہ کے مقابلے میں ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا وارث بنایا ہے۔ یہ ذٰلِکَ کا مُشارٌ اِلیہ وراثت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے جس نے تمہیں اس کتاب کا وارث بنایا ہے۔ فضل کبیر کا مقام کیا ہوگا؟ جَنّٰتُ عَدۡنٍ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔ دنیا کے باغ کبھی پھل لاتے ہیں اور کبھی پھل نہیں لاتے۔ پھر ان کا پھل لانا موسم کا پابند ہے لیکن جنت کی یہ خصوصیت ہے لَا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ [سورۃ الواقعہ] ”نہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔“ پھل توڑتے ہی دوسرا دانہ پہلے سے عمدہ لگ جائے گا کبھی ختم نہیں ہوں گے اور نہ کوئی روکے گا۔ جو شخص جہاں سے چاہے کھائے اور جو چاہے کھائے یَدۡخُلُوۡنَهَا داخل ہوں گے ان باغات میں یُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا پہنائے جائیں گے ان میں مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ۔ اَسَاوِر اَسۡوِرَةٌ کی جمع ہے اور اَسۡوِرَةٌ سِوَارٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ کنگن ہے۔ وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ وَّلُؤۡلُؤًا اور ہار موتیوں کے۔

سراقہ بن مالک کا رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرنا :

پہلے زمانے میں لوگ سونے کے کنگن پہنتے تھے یہ ان کے بڑے ہونے کی علامت ہوتی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کے لیے چلے۔ کافروں نے انعام مقرر کیا کہ ان کو زندہ پکڑ کے لاؤ یا ان کے سر لے کر آؤ۔ ایک کے بدلے سو سو اونٹ دیں گے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم بڑا پہلوان قسم کا آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ دو آدمیوں کا مارنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کے لیے چل پڑا۔

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پیچھے گرد وغبار اڑتا ہوا نظر آرہا ہے لگتا ہے ہمارے پیچھے کوئی آدمی لگا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی پروا نہیں اللہ تعالیٰ ہمارا محافظ ہے۔ قریب آکر کمان میں تیر رکھ کر چلانا چاہا مگر نہ چلا۔ اس کا گھوڑا سخت زمین میں دھنس گیا۔ پھر دوبارہ اس نے انعام کے لالچ میں تیر چلانا چاہا پھر اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا گھٹنوں تک۔ اب اس نے سفید چادر لہرائی کہ میری طرف سے تمھیں امان ہے تم مجھے صرف امان کا پروانہ دے دو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ پروانہ لکھنا جانتے تھے۔ چمڑے کے چھوٹے سے ٹکڑے پر لکھ دیا کہ سراقہ بن مالک کو امان ہے۔ تمھیں ہم کسی وقت بھی تکلیف نہ دیں گے۔ اس نے حفظ ماتقدم کے تحت یہ تحریر لکھوائی کہ ان کو ایک دن غلبہ تو حاصل ہو جانا ہے کہیں مجھے مار نہ ڈالیں۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سراقہ! آج دو سو اونٹ کی خاطر ہمارا تعاقب کر رہے ہو کَیْفَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْرٰی "وہ کیسی حالت ہوگی جب تو کسریٰ ایران کے کنگن پہنے گا۔"

جب ایران فتح ہو' دیگر سامان کے ساتھ کسریٰ کے کنگن بھی آئے۔ اس حدیث کی تعمیل کی خاطر مسجد نبوی میں تھوڑے سے وقت کے لیے کسریٰ کے کنگن انھوں نے پہنے۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا بھی دے گا اور آخرت بھی دے گا۔ سونا تو مردوں کے لیے حرام ہے اور گھڑی کا چین لوہے کا ہوتا ہے۔ گھڑی مرد بھی پہنتے ہیں اور عورتیں بھی پہنتی ہیں۔ اس کے متعلق بعض مولوی غلو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے پہنے ہوئے نماز جائز ہی نہیں ہے۔ لیکن نماز تو ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔ لوہے کا چین ہو یا سٹیل کا ہو اس کا ویسے بھی پہننا مکروہ ہے۔ چمڑے کا ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے ریکسین کی بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ لوہے اور سٹیل کا چین مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے اور نماز ہو

جائے گی مگر مکروہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ اوران کا لباس جنت میں ریشمی ہو گا وَقَالُوا اور جنتی کہیں گے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے دور کردیئے ہم سے ہمارے غم۔ نہ وہاں بیماری کی پریشانی نہ موت کا ڈر، نہ چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ، نہ لڑائی جھگڑے کی پریشانی۔ دنیا میں قدم قدم پر پریشانیاں ہیں وہاں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ بے شک ہمارا رب البتہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے۔ جس نے ہمارے برائے نام اعمال کی قدر کی ہے اور ہمیں بخش دیا اور جنت میں پہنچادیا ہے الَّذِيٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ وہ ذات جس نے ہمیں اتارا ہے ٹھہرنے کی جگہ میں مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے۔ یہ عمل تو صرف سبب ہیں جنت کا داخلہ تو صرف رب تعالیٰ کے فضل سے ہے مگر یہ فضل اس پر ہوگا جس کے پاس وہ عمل ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کوئی آدمی محض اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! ہمارے عمل تو کچھ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال تو بڑے جان دار ہیں تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر مبارک پر رکھا اور فرمایا وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِفَضْلٍ مِّنْهُ وَرَحْمَةٍ ''میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے مستغنی ہوکر جنت میں نہیں جاسکتا۔'' عمل محض سبب ہے علت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہے۔

فرمایا لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ نہیں پہنچتی اس جنت میں ہمیں کوئی مشقت۔ کام کرتے ہوئے آدمی کو جو مشقت ہوتی ہے عربی میں اس کو نَصَبٌ کہتے ہیں۔ وہاں تو کوئی کام ہی نہیں

ہو گا مشقت کہاں سے ہو گی؟ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ اور نہیں پہنچتی ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ۔ کام کرتے کرتے آدمی تھک جاتا ہے اس کو عربی میں لغوب کہتے ہیں۔ وہاں کوئی کام نہیں ہو گا تھکاوٹ کیسی؟

یہ تو مومنوں کا ذکر ہوا اب دوسروں کا حال بھی سن لو! وَالَّذِينَ كَفَرُوا اور وہ لوگ جو کافر ہیں لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ان کے لیے دوزخ کی آگ ہو گی لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا نہیں فیصلہ کیا جائے گا ان کے بارے میں کہ وہ مر جائیں۔ کیونکہ اگر ان کو مار دیا جائے تو سزا کون بھگتے گا؟ سورہ زخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ''اور پکاریں گے دوزخ والے اور کہیں گے اے مالک (یہ جہنم کے انچارج فرشتے کا نام ہے۔) چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا رب۔'' تم درخواست کرو ہماری طرف سے کہ رب ہمیں ختم کر دے۔ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ ''فرشتہ کہے گا بے شک تم رہنے والے ہو۔'' تمہارے پاس رب تعالیٰ کے پیغمبر آئے، کتابیں آئیں، رب تعالیٰ نے تمہیں عقل دی۔ سمجھ دی لیکن تم نے کسی شے کو پسند نہ کیا لہٰذا اب بھگتو۔

فرمایا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا اور نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے دوزخ کا عذاب۔'' ہلکا تو درکنار روز بہ روز عذاب میں اضافہ ہو گا بڑھتا جائے گا اور مومنوں کی لذتیں بڑھتی جائیں گی جب کہ ان کا عذاب بڑھتا جائے گا۔ فرمایا كَذَلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ اسی طرح ہم بدلہ دیں گے ہر کافر کو وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا اور وہ چیخیں ماریں گے دوزخ میں۔ جیسے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو بندے کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔ چیخیں ماریں گے روئیں گے۔ اتنا روئیں گے کہ حدیث پاک میں آتا ہے ان کے رخساروں پر گڑھے پڑ جائیں گے آنسوؤں کے گرنے کی وجہ سے۔ کبھی تم نے پہاڑی سفر کیا ہو تو دیکھا

ہوگا کہ اوپر سے پانی گرتا ہے تو نیچے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ایک ایک مجرم اتنا روئے گا، اس کے آنسو اتنے ہوں گے کہ اس میں کشتی چل سکے گی۔اور جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون جاری ہو جائے گا واویلا کریں گے اور کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا اے ہمارے رب نکال ہمیں یہاں سے نَعْمَلْ صَالِحًا کہ ہم اچھے عمل کریں غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ان کے علاوہ جو عمل ہم کرتے تھے۔اب وہ عمل نہیں کریں گے۔ بھائی!اب یہ کہنے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ کیا ہم نے عمر نہیں دی تھی تم کو مَّا اتنی یَتَذَكَّرُ فِیْهِ جس میں نصیحت پکڑتے مَنْ تَذَكَّرَ جو نصیحت پکڑنا چاہتا۔عاقل بالغ ہونے کے بعد ہر آدمی دنیا کے کاموں کے متعلق بڑا سیانا ہے اور دین کے معاملے میں اُسے کوئی سمجھ نہیں ہے کہ حق کیا ہے باطل کیا ہے، ایمان کیا ہے کفر کیا ہے؟ نیکی کیا ہے بدی کیا ہے؟ توحید کیا ہے شرک کیا ہے؟ سنت کیا ہے بدعت کیا ہے؟ تمہیں عمر نہیں دی تھی اس میں سمجھ نہیں سکتے تھے؟ آج کہتے ہو کہ یہاں سے نکالو وَجَآءَكُمُ النَّذِیْرُ اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا کہ ہمارے حق میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی ہیں۔

نذیر کی تفسیر :

اور یہ تفسیر بھی ہے کہ قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے عذاب سے ڈرایا ہے اور یہ تفسیر بھی ہے کہ رب تعالیٰ نے عقل دی ہے۔عقل سب کے لیے نذیر ہے۔اور یہ تفسیر بھی ہے کہ جب بندے کے سر اور ڈاڑھی میں ایک آدھ سفید بال آجائے تو نذیر آگیا ہے۔ سلف صالحین کی ڈاڑھی میں جب سفید بال آجاتے تھے تو ان میں انقلاب پیدا ہو جاتا تھا کہ میں پہلی حالت میں نہ رہوں۔جیسے آج کل جو صحیح حاجی ہوتے ہیں جب واپس آتے

ہیں تو ان کی زندگی میں انقلاب ہوتا ہے اور جو رسی ہوتے ہیں وہ جیسے گئے ویسے ہی آئے۔
اور بعض نے لکھا ہے کہ نذیر سے مراد پوتا پوتی ہے کہ جس وقت کسی کے ہاں پوتا پوتی ہو جائے تو اس کو از خود بستر اگول کرنا چاہیے۔ یہ ساری تفسیریں صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی نذیر ہے، قرآن بھی نذیر ہے، بڑھاپا بھی نذیر ہے، پوتا پوتی بھی نذیر ہیں۔ تو فرمایا تمہارے پاس نذیر آیا تھا اب تمہاری کوئی بات نہیں سنی جائے گی فَذُوْقُوْا پس چکھو تم فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ پس نہیں ہے ظالموں کے لیے کوئی مددگار۔ یہیں چیختے چلاتے رہو۔ یہاں سے نکلنا بالکل محال ہے، ممکن نہیں۔ رب تعالیٰ نے ہمیں قبل از وقت یہ باتیں بتلا کر سمجھا دیا ہے تاکہ ہم دوزخ سے بچیں اور جنت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

❁❁❁

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ
خَلٰٓئِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ
كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا
خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۖ
أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ أَمْ
آتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِنْهُ ۚ بَلْ إِنْ يَعِدُ الظّٰلِمُونَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿۴۰﴾ إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ
وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا
غَفُورًا ﴿۴۱﴾

اِنَّ اللہَ بے شک اللہ تعالیٰ عٰلِمُ جاننے والا ہے غَیْبِ السَّمٰوٰتِ پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی وَالْاَرْضِ اور زمین کی اِنَّہٗ بے شک وہ عَلِیْمٌ جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے راز ھُوَالَّذِیْ وہ وہی ذات ہے جَعَلَکُمْ جس نے بنایا تم کو خَلٰٓئِفَ خلیفے فِی الْاَرْضِ زمین میں فَمَنْ کَفَرَ پس جس نے کفر اختیار کیا فَعَلَیْہِ کُفْرُہٗ پس اسی پر اس کے کفر کا وبال پڑے گا وَلَا یَزِیْدُ الْکٰفِرِیْنَ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے کُفْرُھُمْ ان کا کفر عِنْدَ رَبِّھِمْ ان کے رب کے ہاں اِلَّا مَقْتًا مگر ناراضگی وَلَا

يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے كُفْرُهُمْ ان کا کفر
اِلَّا خَسَارًا مگر نقصان قُلْ (اے پیغمبر علیہ السلام) آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ مجھے
بتلاؤ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تمہارے وہ شریک تَدْعُوْنَ جن کو تم پکارتے ہو
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَرُوْنِيْ مجھے دکھلاؤ مَاذَا خَلَقُوْا کیا انہوں
نے پیدا کیا ہے مِنَ الْاَرْضِ زمین میں اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ کیا ان کے
لیے شراکت ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا یا ہم نے ان
کو دی ہے کتاب فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ پس وہ کھلی دلیل پر ہیں اس سے بَلْ
بلکہ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ نہیں وعدہ کرتے ظالم بَعْضُهُمْ بَعْضًا بعض بعض سے
اِلَّا مگر غُرُوْرًا دھوکے کا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ
روکتا ہے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو اَنْ تَزُوْلَا کہ وہ ٹل جائیں
اپنی جگہ سے وَلَئِنْ زَالَتَآ اور اگر وہ ٹل جائیں اِنْ اَمْسَكَهُمَا نہیں ان کو روک سکتا
مِنْ اَحَدٍ کوئی ایک مِّنْۢ بَعْدِهٖ اللہ تعالیٰ کے ٹالنے کے بعد اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا بے
شک وہ تحمل کرنے والا ہے بخشنے والا ہے۔

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے مسئلہ توحید۔ توحید کا معنٰی ہے اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرنا کہ وہ اپنی ذات میں اور صفات میں اور اپنے کاموں میں وحدہ لا شریک ہے۔ نہ رب جیسا کوئی رب ہے اور نہ رب والی صفات کسی میں ہیں، نہ رب جیسے کوئی کام اور کر سکتا ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ خدائی اختیارات صرف اسی کے پاس

ہیں۔اس کی صفات میں سے ایک علم غیب ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں ہے۔بعض جاہل قسم کے لوگ علم غیب اور انباء الغیب میں فرق نہیں کرتے۔ اَنْبَاء نَبَأٌ کی جمع ہے۔ نَبَأْ کا معنیٰ ہے خبر۔تو اَنْبَآءُ الْغَیْب کا معنیٰ ہوگا غیب کی خبریں۔اور علم غیب کا معنیٰ ہے غیب کا علم کہ غیب کا کوئی ذرہ اس سے اوجھل نہ ہو۔تو غیب کا علم اور چیز ہے اور غیب کی خبریں اور چیز ہے۔غیب کی خبریں کتنی بے شمار کیوں نہ ہوں وہ محدود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی ہیں۔اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں۔سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ پارہ نمبر ۳ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ " یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم اس کی آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" اور سورہ ہود آیت نمبر ۴۹ پارہ نمبر ۱۲ میں ہے تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ " یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتلاتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنی غیب کی خبریں دی ہیں؟ اس کا ہمارے پاس کوئی معیار اور شمار نہیں ہے۔وہ دینے والا جانے اور خبریں حاصل کرنے والا جانے مگر ہیں محدود۔اور علم غیب کا مطلب یہ ہے کہ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہ ہو۔وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے کہ جو ذرے ذرے کو جانتا ہے۔بعض جاہل قسم کے لوگ انباء الغیب میں سے کچھ خبریں بیان کر کے کہتے ہیں دیکھو جی! یہ غیب ہے کہ نہیں۔بھئی! وہ غیب کی خبریں ہیں غیب نہیں ہے۔تو دونوں کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔عالم الغیب کی صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے رافضیوں کی رد میں تصانیف :

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مولوی کا سر پھر گیا۔(اللہ کرے مولوی کا سر نہ پھرے وہ بڑوں کا سر پھیر دیتا ہے۔)اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں ہے۔کیونکہ عالم الغیب تو وہ ہوتا ہے جس سے کوئی چیز غائب ہو اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے۔یہ بات تو صحیح تھی کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ مقامی علماء نے اس کو سمجھایا مگر جب آدمی ضد پر اتر آئے، انا کا مسئلہ بنا لے، ذاتیات آ جائیں یا مالی مفاد ہو تو بات سمجھ نہیں آتی اور سمجھ آ بھی جائے تو مانتا نہیں ہے۔مقامی علماء نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا بڑا طویل خط ہے۔اس میں انہوں نے لکھا کہ ہمارے علاقے میں ایک بڑا اسیانا اور باتونی مولوی ہے وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہ کہو۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خط پڑھا تو بے اختیار رگ فاروقی حرکت میں آئی۔ کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فاروقی نسل سے تھے سید نہیں تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔عربی کا مشہور مقولہ ہے......

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ

''باپ کے اثرات اولاد میں ہوتے ہیں۔''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔وہ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔وہ نسلی شدت، دینی سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں بھی تھی۔ایسا عالم ہندوستان میں ان کے بعد پیدا نہیں ہوا۔مگر حق گوئی کا بدلہ ظالموں نے

یہ دیا کہ ان کی انگلیاں کاٹ دیں۔

وہ اس طرح کہ شاہ صاحب نے دو کتابیں لکھیں ایک ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ''یعنی'' آنکھوں کی ٹھنڈک شیخین کی فضیلت بیان کرنے میں ہے۔'' شیخین سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور دوسری کتاب'' ازالۃ الخفا فی خلافۃ الخلفآء ''بڑی علمی کتاب ہے۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اس قدر بیان کیے ہیں کہ اگر آدمی ضدی نہ ہو تو مانے بغیر چارہ نہیں ہے۔ نجف علی خان رافضی شیعہ خبیث جو دلی کا حکمران تھا اس نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی انگلیاں کٹوا دی تھیں کہ ان ہاتھوں کے ساتھ تم نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے'' تحفہ اثناء عشریہ'' لکھی تو ان کو دلی سے نکلوا دیا۔ کچھ عرصہ رام پور میں بیمار رہے، کبھی کہیں اور کبھی کہیں رہے۔ یہ رافضی انتہائی دہشت گرد فرقہ ہے رب کی پناہ! اس وقت ایران پورا زور لگا رہا ہے کہ پاکستان سارا رافضی بن جائے۔

تو خیر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل خط لکھا۔ اس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی صفت عالم الغیب والشہادہ بیان فرمائی ہے۔ اور احادیث صحیحہ متواترہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب الشہادہ بیان ہوئی ہے اور امت کے اجماع سے اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب الشہادہ ثابت ہے۔ اور یہ تینوں دلائل قطعی ہے ان کا منکر یا ان میں ہیرا پھیری کرنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ فرمایا مولوی صاحب کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ عالم الغیب کا معنیٰ ہے جو رب سے غیب ہے رب اس کو جانتا ہے اور رب تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ حالانکہ عالم الغیب کا معنیٰ ہے ماغاب عن الخلق جو مخلوق سے غائب ہے رب اس کو جانتا ہے والشھادہ اور جو مخلوق

کے سامنے ہے رب اس کو بھی جانتا ہے۔ تو غیب کا معنٰی ہے ما غاب عن العباد، ماغاب عن الخلق، ماغاب عن الناس۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے جو چیزیں آسمانوں میں چھپی ہوئی ہیں اور جو زمین میں چھپی ہوئی ہیں اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک وہ خوب جانتا ہے دلوں کے راز۔ ھُوَالَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ جس نے بنایا تم کو خلیفے زمین میں۔ زمین میں خلیفہ بننے کا ایک مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا کہ تم دنیا میں رہ کر میرے احکام نافذ کرو اور تم یکے بعد دیگرے ان کے خلیفے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے لیے تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مکلّف ہے، رب تعالیٰ کے احکام پہنچانے کی۔ اور خَلِیْفَ کا یہ معنٰی بھی ہے کہ تمہارا دادا تھا وہ فوت ہوا تمہارا والد ان کا خلیفہ ہوگا۔ وہ فوت ہوگا تم اس کے خلیفہ ہوگے۔ اور تم فوت ہوگے تمہاری اولاد تمہارے خلیفے ہوں گے۔ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔

فَمَنْ کَفَرَ پس جس نے کفر اختیار کیا فَعَلَیْہِ کُفْرُہٗ پس اُسی پر پڑے گا اس کے کفر کا وبال۔ یہ کفر کا وبال وہی بھگتے گا رب تعالیٰ کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟ وَلَا یَزِیْدُ الْکٰفِرِیْنَ کُفْرُھُمْ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے ان کا کفر عِنْدَ رَبِّھِمْ اِلَّا مَقْتًا ان کے رب کے ہاں مگر ناراضگی۔ سورہ زمر آیت نمبر ۷ پارہ نمبر ۲۳ میں ہے وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ ''اور نہیں راضی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر پر۔'' جوں جوں کوئی آدمی کفر میں آگے جائے گا رب تعالیٰ کی ناراضگی بھی بڑھتی جائے گی مگر وہ اسلام کے لیے کسی پر جبر نہیں کرتا اور نہ کفر کے لیے۔ بلکہ اس نے انسان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ

شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [کہف:۲۹] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لے آئے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' جس شخص جس راستے پر اپنی مرضی سے چلنا چاہے رب تعالیٰ چلا دیتا ہے۔ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [نساء:۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف اس نے رخ کیا۔'' جدھر کوئی چلے گا رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلا دے گا۔

تو فرمایا نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے ان کا کفران کے رب کے ہاں مگر ناراضگی وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے لیے ان کا کفر مگر نقصان۔ کفر نرا خسارے کا سودا ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ مشرک لوگ مشکل اور پریشانی میں غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کوئی کہتا ہے یَا لَاتُ اَغِثْنِیْ، کوئی کہتا ہے یَا مَنَاتُ اَغِثْنِیْ، کوئی کہتا ہے یَا عُزّٰی اَغِثْنِیْ۔ ''اے لات میری مدد کر، اے منات میری مدد کر، اے عزیٰ میری مدد کر۔'' یہ ان کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہیں، فریادرس سمجھ کر پکارتے ہیں کیا ان کا خدائی میں کوئی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ اَیْ اَخْبِرُوْنِیْ تم مجھے خبر دو، بتلاؤ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تمہارے وہ شریک جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو یا جبرائیل کہہ کر، یا میکائیل کہہ کر، یا اسرافیل کہہ کر، پیغمبر کو پکارتے ہو یا رسول اللہ کہہ کر، اے رسول میری مدد کر۔

یا رسول اللہ کہنے کا حکم :

ایک ہے محبت سے یا رسول اللہ کہنا۔ اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ ایک ہے مدد مانگنے کے لیے کہنا۔ یہ شرک ہے۔ احمد رضا خان صاحب یا رسول اللہ کا یہی معنیٰ کرتے ہیں۔

ع اٹھتے بیٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

ہم اٹھتے بیٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہہ کر مدد مانگتے ہیں اے وہابی نجدی! تجھے کیا تکلیف ہے؟ (تکلیف یہ ہے تو جہنم میں جلے گا اس سے بچ جا۔) لفظ 'یا' کے متعلق سمجھ لیں کہ یہ ہر وقت حاضر و ناظر کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ کبھی محبت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کوئی آدمی راستے پر چلتے ہوئے ٹھوکر لگنے سے گر جائے تو کہتا ہے او ماں! ہائے بے بے! وہاں ماں تو اس کی نہیں کھڑی، پیار ہوتا ہے ماں کے ساتھ، طبعی محبت ہے تو دکھ تکلیف میں یاد آتی ہے کہ یہاں ہوتی تو میرا ہاتھ پکڑتی۔ تو 'یا' کے لفظ کی وجہ سے دھوکا نہ کھانا کہ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، حاشا وکلا۔ مثلاً دیکھو! امام پڑھتا ہے قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تو سارے کافر محراب میں تو اکٹھے نہیں ہوئے۔ یہ ندائے قریب کے لیے بھی آتا ہے اور ندائے بعید کے لیے بھی آتا ہے۔ ہاں مدد کے ارادے سے پکارو گے تو شرک ہوگا کہ

اٹھتے بیٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

اس سے بڑا شرک کیا ہے؟ تو فرمایا بتلاؤ تمہارے شریک جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ مجھے دکھلاؤ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین سے۔ پہاڑ پیدا کیا ہے، کوئی دریا پیدا کیا ہے، کوئی ٹیلا، کوئی درخت پیدا کیا ہے، کیا چیز بنائی ہے؟ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ یا ان کی شراکت ہے آسمانوں میں۔ پہلا آسمان بنایا ہے دوسرا آسمان بنایا ہے تیسرا بنایا ہے، آسمان کا کوئی مشرقی یا مغربی حصہ بنایا ہے؟ مجھے بتلاؤ تو سہی ان کے اختیار میں کیا ہے کہ تم ان کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہو۔ ستارے بنائے ہیں، سورج بنایا ہے، کون سی چیز بنائی ہے؟ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا یا ہم نے ان کو کوئی

کتاب دی ہے فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ پس وہ کھلی دلیل پر ہیں کہ غیروں کو پکارو کہ وہ حاجت روا ہیں، مشکل کشا ہیں، فریاد رس اور دست گیر ہیں، کوئی کتاب خدا کی طرف سے ہے تو نکال کر دکھاؤ۔ اگر عقلی دلیل سے نہیں سمجھا سکتے تو کوئی نقلی دلیل ہی پیش کردو۔ بَلْ حرف ادراک ہے۔ کوئی شے نہیں ہے۔ نہ اس کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، نہ کوئی عقلی دلیل ہے اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا نہیں وہ وعدہ کرتے ظالم لوگ بعض بعض کے ساتھ اِلَّا غُرُوْرًا مگر دھوکے کا کہ سینہ گزٹ باتیں۔

باطل کی تردید فرض کفایہ :

کئی دفعہ لطیفہ سن چکے ہو کہ جب پاکستان بنا اور دونوں طرف سے نقل و حرکت ہو رہی تھی تو ایک مولوی صاحب نے بٹ دری فیکٹری کے سامنے کھلی جگہ پر تقریر کی کہ یہ ولی بزرگ ہماری مدد کرتے ہیں۔ اور ایک مثال دی کہ دیکھو کہ ایک شربت کا نام ہے فریاد رس۔ حکیموں نے یہ نام رکھا ہے تو شربت فریاد رس ہو سکتا ہے، گولیاں قبض کشا ہو سکتی ہیں، ولی فریاد رس اور مشکل کشا نہیں ہو سکتے؟ میں نے یہ مسئلہ کئی دفعہ بیان کیا ہے کہ باطل کی تردید فرض کفایہ ہے۔ اگر باطل چیزوں کو سن کر کوئی بھی تردید نہ کرے تو وہاں کے رہنے والے سب گناہ گار ہوں گے۔ تو میں نے جمعہ میں اس کی تردید کی اور کہا کہ اخبارات کے بیان کے مطابق دس لاکھ مسلمان شہید ہوئے ہیں، عورتوں کی عزتیں لوٹی گئیں، مسجدوں کی بے حرمتی ہوئی، قرآن کریم کی بے حرمتی ہوئی۔ اس وقت ان ولیوں نے کیوں نہ مدد کی، کیوں نہ فریاد کو پہنچے۔ مشرقی پنجاب میں ایک ولی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کافی تھے۔ حالانکہ یہاں ہزاروں اولیاء ہیں۔ ایک بوڑھا اٹھ کر کہنے لگا اس وقت یہ سارے اولیاء حج پر گئے ہوئے تھے۔ یہ دھوکے ہیں۔ میں نے کہا بابا جی! پہلی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد

بندے پر نہ حج فرض ہوتا ہے نہ نماز فرض ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان دنوں حج کا موسم ہی نہیں تھا۔ دیکھو! کیا شوشہ چھوڑا کہ یہ سب ولی حج پر گئے ہوئے تھے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ دھوکے والی باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بے شک اللہ تعالیٰ روکتا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اَنۡ تَزُوۡلَا کہ وہ ٹل جائیں اپنی جگہ سے۔ زمین اور آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے روک رکھا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔ یہ آیت کریمہ بھی ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ زمین ساکن ہے۔ سورج اور چاند چل رہے ہیں۔ وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اور اگر وہ ٹل جائیں اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ۔ اِن نافیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا نہیں ان کو روک سکتا کوئی ایک اللہ تعالیٰ کے ٹالنے کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ان کو روکا ہوا ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں صرف اسی کا تصرف ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ فریاد رس ہے، نہ کوئی دست گیر ہے، نہ کوئی عالم الغیب والشہادہ ہے، نہ کوئی حاضر وناظر ہے، نہ کوئی خالق، نہ کوئی مالک، نہ کوئی رازق۔ یہ قرآن کے مسائل ہے اور بنیادی مسائل ہیں ان کو فروعی مسائل نہ سمجھنا جیسے فقہی طور پر فروعی مسائل ہوتے ہیں۔ فرمایا کوئی نہیں روک سکتا اللہ تعالیٰ کے ٹالنے کے بعد اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا بے شک اللہ تعالیٰ تحمل کرنے والا ہے فوراً سزا نہیں دیتا بخشنے والا ہے۔ جو رب تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے رب اس کو معاف کر دیتا ہے چاہے کتنا گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔

۞۞۞

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۝ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَىْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝

ع ۸ ۱۷

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور ان لوگوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ کے نام کی جَهْدَ مضبوط اَيْمَانِهِمْ اپنی قسمیں لَئِنْ البتہ اگر جَآءَهُمْ آئے ان کے پاس نَذِيْرٌ ڈرانے والا لَّيَكُوْنُنَّ البتہ ضرور ہوں گے اَهْدٰى زیادہ ہدایت یافتہ مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ کسی بھی دوسری امت سے فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ پس جب آیا ان کے پاس ڈرانے والا مَّا زَادَهُمْ نہ زیادہ کیا اس نے ان کے لیے اِلَّا نُفُوْرًا مگر نفرت کو اسْتِكْبَارًا تکبر کرتے ہوئے فِى الْاَرْضِ زمین میں وَمَكْرَ السَّيِّئِ اور بری تدبیریں کیں وَلَا يَحِيْقُ

الْمَکْرُ السَّیِّئُ اور نہیں گھیرتی بری تدبیر اِلَّا بِاَھْلِہٖ مگر کرنے والے کو فَھَلْ یَنْظُرُوْنَ پس وہ نہیں انتظار کرتے اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ مگر پہلے لوگوں کے طریقے کا فَلَنْ تَجِدَ پس آپ ہرگز نہ پائیں گے لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا اللہ تعالیٰ کے طریقے میں کوئی تبدیلی وَلَنْ تَجِدَ اور ہرگز نہیں پائیں گے لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا اللہ تعالیٰ کے دستور میں پھرنا اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کیا وہ نہیں چلے زمین میں فَیَنْظُرُوْا پس وہ دیکھ لیں کَیْفَ کَانَ کس طرح تھا عَاقِبَۃُ انجام الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے ہیں وَکَانُوْٓا اور وہ تھے اَشَدَّ مِنْھُمْ زیادہ سخت ان سے قُوَّۃً طاقت میں وَمَا کَانَ اللّٰہُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِیُعْجِزَہٗ کہ اس کو عاجز کر دے مِنْ شَیْءٍ کوئی چیز فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَلَا فِی الْاَرْضِ اور نہ زمین میں اِنَّہٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا بے شک ہے وہ جاننے والا قدرت والا وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ اور اگر پکڑے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بِمَا کَسَبُوْا ان کی کمائی کی وجہ سے مَا تَرَکَ تو نہ چھوڑے عَلٰی ظَھْرِھَا زمین کی سطح پر مِنْ دَآبَّۃٍ کوئی چلنے پھرنے والا جاندار وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اور لیکن وہ ان کو مہلت دیتا ہے اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک میعاد مقرر تک فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ پس جس وقت آجائے گی ان کی میعاد فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ پس بے شک ہے اللہ بِعِبَادِہٖ بَصِیْرًا اپنے بندوں کو دیکھنے والا۔

پانچ مذہبی طبقے :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس وقت سرزمین عرب پر پانچ مذہبی طبقے تھے۔ مذہبی طبقے کو قرآن امت کہتا ہے اور اُمَمٌ اُمَّۃٌ کی جمع ہے۔ ایک طبقہ اور گروہ مشرکوں کا تھا جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے اور حضرت ابرہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے طریقے پر چلنے کے دعوے دار تھے۔ مگر انہی ظالموں نے بیت اللہ کی بیرونی دیوار پر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت بھی تھا۔ روزانہ ان کی پوجا کرتے تھے۔

دوسرا طبقہ یہودیوں کا تھا۔ مردم شماری کے لحاظ سے مشرکوں کے بعد ان کی تعداد کافی تھی۔ مدینہ طیبہ میں ان کے تین خاندان تھے، بنونضیر، بنوقریظہ، بنوقینقاع۔ خیبر کا سارا علاقہ بنوقریظہ کے پاس تھا۔ تیسرے نمبر پر عیسائی تھے۔ نجران کا سارا علاقہ تقریباً ان کے پاس تھا اور علاقوں میں بھی اِکا دُکا رہتے تھے۔ چوتھا طبقہ صابئین کا تھا۔ صابی فرقہ آسمانی کتابوں کا قائل تھا۔ زبور پر ایمان رکھتے تھے، نبوت کے قائل تھے، نماز کا بھی کچھ خیال رکھتے تھے اور روزوں کے بھی قائل تھے۔ ساتھ ساتھ کواکب پرستی بھی کرتے تھے، ستاروں کے بھی پجاری تھے۔ یوں سمجھو جس طرح مشرکوں کا دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی بگڑی ہوئی شکل تھی اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے دین کی بگڑی ہوئی شکل پر صابئین تھے۔

پانچواں فرقہ مجوس کا تھا۔ یہ آگ کی پوجا کرتے تھے۔ حجر کے مقام پر یہ بھی تھوڑے سے رہتے تھے۔ یہ پانچوں طبقے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ یہودی تورات کھول کر بیان کرتے، عیسائی انجیل کھول کر بیان کرتے۔ دوسرے طبقے بھی

بیان کرتے مگر عرب ان پڑھ تھے۔ دوسروں کو پڑھتے پڑھاتے دیکھتے تو کہتے ہمارے پاس بھی کوئی نذیر آتا خدا کا پیغمبر آتا، ہم بھی پڑھتے پڑھاتے۔ اس کا ذکر ہے۔ فرمایا وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ اور ان لوگوں نے قسمیں اٹھائیں اللہ تعالیٰ کے نام کی۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم اٹھائی جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی مضبوط قسمیں لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ البتہ اگر آیا ان کے پاس ڈرانے والا کوئی لَيَكُوْنُنَّ البتہ ضرور ہوں گے اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ زیادہ ہدایت یافتہ کسی بھی دوسری امت سے۔ ان امتوں سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے۔ ہم ان سے زیادہ استعداد اور لیاقت کے مالک ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ذہانت میں عربوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور کام میں بھی بڑے مستعد تھے صرف جاہل تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دعویٰ تو یہ کرتے تھے مگر فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ پس جس وقت آیا ان کے پاس ڈرانے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا نہ زیادہ کیا اس نے ان کے لیے مگر نفرت کو۔ آپ ﷺ کے آنے سے ان کی نفرت بڑھی۔ نفرت کی علت کیا تھی؟ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ تکبر کرتے ہوئے زمین میں۔ تکبر کا ذکر سورت زخرف میں ہے وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [آیت نمبر ۳۱: پارہ ۲۵] ''اور کہا ان لوگوں نے کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' ایک مکہ مکرمہ اور دوسری طائف۔ مکہ مکرمہ میں سے کسی بڑے آدمی کو اللہ تعالیٰ چن لیتا، طائف میں سے کسی بڑے آدمی کو چن لیتا۔ اس وقت ولید ابن مغیرہ مال اور اولاد کے لحاظ سے بڑا آدمی تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ اس کے تیرہ جواں سال بیٹے تھے وسیع کاروبار تھا سب لوگ اس کی قدر کرتے تھے اللہ تعالیٰ اسے چن لیتے، رب تعالیٰ کو پیغمبری کے لیے ایک یتیم ہی ملا

تھا یا طائف میں اترتا۔ طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی بڑا امیر اور اثر و رسوخ والا آدمی تھا اسے نبی بنایا جاتا۔ اس غریب کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا سادہ لباس ہوتا تھا۔ جب کہیں سے گزرتے تھے تو کافر کہتے تھے اَھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ [انبیاء:۳۶] ''یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا۔'' چونکہ آنحضرت ﷺ سیدھے سادھے لباس میں ہوتے تھے تو وہ حقارت سے یہ بات کرتے تھے کہ اگر یہ نبی ہوتا تو اس کے پاس مال ہوتا، دولت ہوتی، زرق برق لباس ہوتا۔

کفار کے آنحضرت ﷺ سے مطالبات :

اور پندرھویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبات بھی ذکر کیے ہیں وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا [بنی اسرائیل:۹۱-۹۰] ''اور کہا کافروں نے ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ پر یہاں تک کہ آپ جاری کر دیں ہمارے لیے زمین سے چشمہ یا ہو آپ کے لیے باغ کھجوروں اور انگوروں کا۔ پس آپ چلائیں ان کے درمیان نہروں کو چلانا۔'' تاکہ ہم سمجھیں تو سہی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ہمیں صرف آپ دھمکیاں نہ دیں بلکہ عذاب لے آئیں اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا ''یا آپ گرا دیں آسمان جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں ہم پر کوئی ٹکڑا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا ''یا لائیں آپ اللہ اور فرشتوں کو سامنے۔'' رب تعالیٰ اور فرشتے ہمارے سامنے آئیں۔ رب تعالیٰ فرمائیں کہ یہ ہمارا نبی ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی تائید اور تصدیق کریں کہ ہاں یہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے پھر مانیں گے اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ ''یا ہو آپ کے لیے گھر سنہری اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ یا چڑھ جائیں

آپ آسمان پر وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ اور ہم ہرگز نہیں مانیں گے آپ کے چڑھنے کو حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ حتی کہ اتار دیں ہمارے اوپر ایک کتاب جس کو ہم پڑھیں۔'' یہ کام کرو پھر ہم مانیں گے۔ نہ آپ کے پاس باغ ہے، نہ سونے کی کوٹھی ہم آپ پر کس طرح ایمان لا سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ ''اے پیغمبر آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّيْ میرے رب کی ذات پاک ہے کمزوریوں سے۔ یہ سب کام وہ کر سکتا ہے یہ رب کے کام ہیں هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا میں نہیں ہوں مگر بشر رسول۔'' یہ اختیارات بشر کے پاس نہیں ہوتے۔ یہ چیزیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔

تو فرمایا اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ تکبر کرتے ہوئے زمین میں کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے تمہارے پاس کیا ہے کہ نبی بن گئے؟ وَمَكْرَ السَّيِّئِ اور بری تدبیریں کیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ آدمی مقرر کیے، رات مقرر کی، وقت مقرر کیا لیکن فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ہے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ سحری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے۔ کوئی کھڑا کھڑا سو رہا ہے، کوئی بیٹھا ہوا سو رہا ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سروں پر مٹی ڈال کر گزر گئے۔ صبح کو گھر کی تلاشی لی تو گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل خانہ تھے۔ پوچھا کہاں گئے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا معلوم نہیں باہر چلے گئے ہیں۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم کیا کرتے رہے؟ وہ کہتا تم کیا کرتے رہے؟ تو بری تدبیریں کیں۔ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ اور نہیں گھیرتی بری تدبیری مگر کرنے والوں کو۔

دار الندوہ میں یہ تدبیر کرنے والے ڈیڑھ پونے دو سال بعد ایک ایک کر کے بدر میں مارے گئے۔ دوسروں کے لیے کنواں کھودنے والے خود کنوئیں میں گرے۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ پس یہ نہیں انتظار کرتے مگر پہلے لوگوں کا طریقہ۔ پہلے لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ پیغمبروں کی تکذیب کرتے رب تعالیٰ کا عذاب آتا اور ان کو نیست و نابود کر دیا جاتا تھا۔ تو کیا یہ رب تعالیٰ کے عذاب کے منتظر ہیں کہ رب تعالیٰ کا عذاب آئے فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا پس ہرگز نہیں پائیں گے آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں کوئی تبدیلی وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا اور ہرگز نہیں پائیں گے اللہ تعالیٰ کے طریقے اور دستور میں ٹل جانا اور پھرنا۔

تبدیل اور تحویل میں فرق :

تبدیل اور تحویل میں فرق ایک مثال سے سمجھیں۔ مثلاً ایک آدمی بیمار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے دے تو تبدیلی ہے اور اس کی بیماری کسی اور پر مسلط کر دے تو اس کو تحویل کہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب مقرر ہوگا اس کو ختم کر کے راحت نہیں آئے گی اور نہ ان کا عذاب ان سے ٹل کر کسی اور پر مسلط کیا جائے گا۔ رب کے دستور میں نہ تبدیلی ہے اور نہ تحویل۔ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ کیا یہ چلے پھرے نہیں زمین میں، سیر نہیں کی فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ پس وہ دیکھ لیں کیا انجام تھا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے ہیں وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وہ پہلے لوگ زیادہ سخت تھے ان سے قوت میں۔

عرب کے لوگ تاجر پیشہ تھے خاص طور پر مکہ مکرمہ والے کہ وہاں خوراک کا کوئی انتظام نہ تھا۔ تجارت ہی ذریعہ تھی۔ سال میں عموماً دو سفر کرتے تھے رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ [سورہ قریش] ایک سفر سردی کے موسم میں اور ایک گرمی کے موسم میں۔ سردیوں میں یمن کا سفر اور گرمیوں میں شام کا سفر ہوتا تھا۔ اور ان دو سفروں میں سال کا

خرچہ کما لیتے تھے۔ یہ لوگ جب شام کا سفر کرتے تھے تو لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام اور عاد و ثمود کی بستیاں جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا وہ راستے ہی میں آتی تھیں۔ اور کچھ تباہ شدہ بستیاں یمن کے راستے میں آتی ہیں۔ تو فرمایا کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں زمین میں کہ دیکھیں کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے ہیں۔ جو ان سے زیادہ سخت تھے قوت میں۔ بدنی طاقت کے لحاظ سے، افرادی اور مالی طاقت کے لحاظ سے۔ زمین میں جو انہوں نے نشانات بنائے آج ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایسی نامی گرامی اور طاقتور قومیں دنیا میں گزری ہیں۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ کہ اس کو عاجز کر دے کوئی شے فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی شے اس کو عاجز کر سکتی ہے۔ رب تعالیٰ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں نہ کوئی روک سکتا ہے نہ کوئی ٹوک سکتا ہے اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا بے شک ہے وہ جاننے والا ہے اور قدرت والا ہے۔ سب چیزوں کو جانتا بھی ہے اور سب چیزوں پر حاوی بھی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ اور اگر اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے لوگوں کا بِمَا كَسَبُوْا ان کی کمائی کی وجہ سے۔ جو کفر، شرک، بدعات اور نافرمانی کرتے ہیں اس کی وجہ سے رب پکڑے تو مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ تو نہ چھوڑے زمین کی سطح پر کوئی چلنے پھرنے والی جان دار چیز۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ گناہ تو کریں انسان اور پکڑے جائیں بے چارے دابہ۔ دابہ کا معنیٰ ہے جانور۔ یہ تو بظاہر انصاف کے خلاف ہے کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مواخذہ کرے اللہ تعالیٰ لوگوں کا تو نہ چھوڑے زمین کی سطح پر کوئی جانور۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس کے دو جواب دیتے ہیں۔ایک یہ کہ دَبَّ یَدُبُّ دَبًّا کا لغوی معنیٰ ہے چلنے پھرنے والا ، نقل وحرکت کرنے والا۔تو لغوی طور پر انسان بھی دابہ ہے۔تو مراد انسان ہی ہے۔معنیٰ ہو گا کہ اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کی بدمعاشیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے پکڑے تو زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نظر نہ آئے۔اور دابہ کا اصطلاحی معنیٰ ہے چار ٹانگوں والا۔اگر اصطلاحی معنیٰ مراد ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ ساری چیزیں انسان کے لیے بنی ہیں مَتَاعًا لَّكُمْ تو جب انسان کو نہیں چھوڑنا تو باقی چیزوں کو چھوڑنا کس مقصد کے لیے ہے ان کی ضرورت ہی نہیں ہے۔جب آدمی ہی نہ رہے تو شلوار قمیص کی کیا ضرورت ہے؟ کس نے پہننی ہے؟ تو انسان کے علاوہ دوسری چیزوں کو سزا کے طور پر نہیں ختم کرنا بلکہ اس لیے ختم کرنا ہے کہ ان کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

مثلاً حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو جزیہ موقوف ہو جائے گا۔تو بعض سطحی قسم کے لوگ سوال کرتے ہیں جزیہ لینا تو ہماری شریعت کا حکم ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کے جزیہ نہ لینے کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ہماری شریعت میں تصرف کریں گے۔کیونکہ ہماری شریعت کا حکم ہے حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ "یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے اور وہ دبنے والے ہوں۔" [توبہ:۲۹]

تو خیالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جزیہ موقوف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں وہ ہوں گے وہاں کوئی کافر ہی نہیں رہے گا۔جب کافر ہی نہیں تو جزیہ کس سے لیں؟ اسی طرح سمجھو کہ جب انسان کو نہیں چھوڑنا تو باقی چیزوں کو چھوڑنے کا کیا فائدہ کہ ان کی ضرورت ہی نہیں ہے وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لیکن اللہ تعالیٰ ان کو مہلت

دیتا ہے ایک میعاد مقرر تک۔ شخصی میعاد تو ہر آدمی کے لیے ایک وقت ہے موت کا اور مجموعی طور پر قیامت ہے۔ حضرت اسرافیل بگل پھونکیں گے تو ساری کائنات تباہ ہو جائے گی۔ تو فرمایا فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جس وقت آجائے گی ان کی اجل، ان کی میعاد فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ کون اچھا ہے کون برا ہے۔ کافر کون ہے، مومن کون ہے، موحد کون ہے، مشرک کون ہے، حق والا کون ہے، باطل والا کون ہے؟ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔

آج بروز ہفتہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق ۹ رمارچ ۲۰۱۳ء

سورہ فاطر مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سورة یٰسٓ

(مکمل)

جلد............١٦

آیاتھا ۸۳ ۳۶ سُوْرَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ ۴۱ رکوعاتھا ۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝۲ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝۳ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝۴ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ فَھُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلًا فَھِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَھُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝۹ وَسَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍ ۝۱۱ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ ؕ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۲ ع

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ قسم ہے قرآن کی جو حکمت والا ہے اِنَّکَ بے شک آپ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ البتہ رسولوں میں سے ہیں عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے پر ہیں تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ اتارا ہوا ہے غالب کی طرف سے

الرَّحِیۡمِ جومہربان ہے لِتُنۡذِرَ تاکہ آپ ڈرائیں قَوۡمًا اس قوم کو مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ کہ نہیں ڈرائے گئے ان کے آباؤ اجداد فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ پس وہ غافل ہیں لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ البتہ تحقیق ثابت ہو چکی ہے یہ بات عَلٰٓی اَكۡثَرِهِمۡ ان کی اکثریت پر فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ پس وہ ایمان نہیں لائیں گے اِنَّا جَعَلۡنَا بے شک ہم نے ڈالے ہیں فِیۡٓ اَعۡنَاقِهِمۡ ان کی گردنوں میں اَغۡلٰلًا طوق فَهِیَ اِلَی الۡاَذۡقَانِ پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ پس وہ سر اٹھائے ہوئے ہیں وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ سَدًّا اور ہم نے کر دیا ان کے آگے پردہ وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا اور ان کے پیچھے پردہ فَاَغۡشَیۡنٰهُمۡ پس ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے اوپر سے فَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ پس وہ نہیں دیکھتے وَسَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ اور برابر ہے ان پر ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ کیا آپ ڈرائیں ان کو اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ یا نہ ڈرائیں لَا یُؤۡمِنُوۡنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے اِنَّمَا تُنۡذِرُ پختہ بات ہے آپ ڈرائیں مَنِ اس کو اتَّبَعَ الذِّكۡرَ جو پیروی کرتا ہے نصیحت کی وَخَشِیَ الرَّحۡمٰنَ اور ڈرتا ہے رحمٰن سے بِالۡغَیۡبِ بن دیکھے فَبَشِّرۡهُ پس آپ اس کو خوش خبری دے دیں بِمَغۡفِرَةٍ بخشش کی وَّاَجۡرٍ كَرِیۡمٍ اور عمدہ اجر کی اِنَّا نَحۡنُ بے شک ہم نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی زندہ کریں گے مردوں کو وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا اور ہم لکھتے ہیں وہ جو آگے بھیجا ہے انہوں نے وَاٰثَارَهُمۡ اور جو پیچھے چھوڑ آئے وَكُلَّ

شَیْءٍ اور ہر چیز اَحْصَيْنٰهُ ہم نے شمار کر رکھی ہے فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ کھلے دفتر میں۔

مضامین سورت :

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ رسالت کا بھی بیان ہے۔ مسئلہ توحید بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا نہیں ہے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والی ہے انسان ہوں یا جن، انبیاء کرام ہوں یا اولیاء اللہ یا ملائکۃ اللہ ہوں۔ پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت اور محاسبہ اعمال کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اس چیز کو سامنے رکھ کر اچھے اعمال کریں اور دوزخ سے بچنے کی کوشش کریں۔ لیکن آج کتنے مسلمان ہیں جن کو سورت یٰسین کا ترجمہ آتا ہے؟ آج تو ہم نے صرف یہ سمجھا ہے کہ اگر کسی کی جان آسانی سے نہ نکلتی ہو تو سورہ یٰسین پڑھو کہ اس کی جان آسانی کے ساتھ نکل جائے۔

تفسیر آیات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ قسم ہے قرآن کی جو حکمت والا ہے۔ یٰسٓ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انسان ہے۔ لغت بنی طے میں یٰسٓ کے معنی انسان ہیں۔ تو معنی ہوگا اے انسان! اور انسان سے مراد کامل انسان ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یٰسٓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے۔ اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ

یٰسٓ سورت کا نام ہے۔ جب یٰسٓ سے انسان کامل مراد لیا جائے گا تو معنٰی ہو گا اے انسان کامل! وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ قسم ہے حکمت والے قرآن کی اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یٰسٓ سے مراد سید ہے اور سید کا لغوی معنٰی ہے سردار۔ یہ حضرات معنٰی اس طرح کرتے ہیں یا سید البشر اے انسانوں کے سردار! قسم ہے قرآن کی جو حکمت والی کتاب ہے بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر ہیں۔ آپ کو کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی ساحر کہتا ہے، کوئی کاہن کہتا ہے، کوئی مسحور کہتا ہے، کوئی مجنون کہتا ہے معاذ اللہ تعالیٰ سب غلط کہتے ہیں آپ سیدھے راستے پر ہیں۔ اور یہ قرآن تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ اتارا ہوا ہے اس ذات کی طرف سے جو غالب اور مہربان ہے۔ جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ اس قرآن کریم کو کیوں نازل کیا گیا ہے؟ لِتُنْذِرَ قَوْمًا تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ کہ نہیں ڈرائے گئے ان کے آباؤاجداد فَهُمْ غٰفِلُوْنَ پس وہ غافل ہیں بے خبر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار بیٹے تھے جن میں سے دو کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ اور دو بیٹوں کا ذکر تاریخ اور تورات میں آتا ہے، مدین اور مدائن۔ اور بعض حضرات نے پانچویں بیٹے کا بھی ذکر کیا ہے حضرت قیدار علیہ السلام۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا لقب اسرائیل تھا ان کی اولاد میں چار ہزار پیغمبر آئے ہیں۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ عرب والے ابراہیمی اور اسماعیلی تھے۔ یہ صدیوں تک سچے دین پر قائم رہے۔

عرب میں بت پرستی کا آغاز :

آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے عمرو بن لحی بن قمع ایک خبیث انسان تھا جس نے عرب میں بت پرستی رائج کی۔ اس کے بعد بھی اکثریت موحد رہی ہے لیکن آہستہ آہستہ شرک بڑھتا گیا۔ جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے اس وقت صرف چند آدمی موحد تھے باقی سارے شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ موحدین میں ایک زید بن عمرو بن نفیل ؒ، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سگے چچا تھے اور ان کے بیٹے سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سالے اور بہنوئی بھی ہیں۔ اور دوسرا قصی بن کلاب کا ذکر آتا ہے اور ایک دو کا اور ذکر آتا ہے۔ تو قریب کے زمانے میں کوئی نبی نہیں آیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ڈرائیں اس قوم کو کہ ان کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا اور وہ غافل ہیں۔ ان کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا کر آگاہ کر دیں لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ البتہ تحقیق ثابت ہو چکی ہے یہ بات عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ ان کی اکثریت پر۔ کیا بات ثابت ہو چکی ہے؟ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس ان کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔ اکثریت دنیا میں کفر پر رہے گی۔

مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کو کہا کہ ایک طرف ہم ہیں اور ایک طرف آپ ﷺ ہیں اور جب دو فریقوں میں جھگڑا ہوتا ہے تو ثالث مقرر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ ثالث مقرر کر لیں جو وہ فیصلہ کرے ہم مان لیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہہ دیں اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا [انعام:۱۱۴] ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ثالث تلاش کروں۔'' تو پھر کہنے لگے مردم شماری کرالو۔ اکثریت جس کے حق میں فیصلہ دے دے مان لو۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ

تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [انعام:۱۱۹] ''اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ آپ کو بہکا دیں گے اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔'' حق کو ماننے والے اور تسلیم کرنے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ تو فرمایا اکثریت پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے گی یہ رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا ۔اَعْنَاق عُنُقٌ کی جمع ہے بمعنیٰ گردن۔ اور اَغْلَال غِلٌّ کی جمع ہے بمعنیٰ طوق۔ معنیٰ ہوگا بے شک ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ ۔اَذْقَان ذَقَنٌ کی جمع ہے بمعنیٰ ٹھوڑی۔ پس وہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہیں فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ پس وہ سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ تکبر اور انکار کے چوڑے طوق ان کی گردنوں میں ڈال دیئے ہیں کہ وہ سر نیچے نہیں کر سکتے ان کو راستہ نظر ہی نہیں آتا وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا اور ہم نے کر دیا ان کے آگے پردہ وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا اور ان کے پیچھے پردہ فَاَغْشَيْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے اوپر سے، ان کو اندھا کر دیا ہے فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ پس وہ نہیں دیکھتے۔

ایک اشکال :

یہاں پر ایک بہت بڑا اشکال ہے اس کو سمجھ لیں۔ اشکال یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے آگے پیچھے پردے کر دیئے پھر ڈھانپ کر اندھا کر دیا سارے راستے بند کر دیے تو پھر ان کا کیا قصور اگر وہ ایمان نہ لائیں؟ رب تعالیٰ سے کوئی طاقت ور نہیں ہے کہ اس کے بند کیے ہوئے راستے کھول سکے۔ متنبیؔ مشہور شاعر گزرا ہے وہ کہتا ہے......

القاہ فی الیم مکتوف وقال لہ اِیّاک اِیّاک مِن الْمَآء

"کہ ایک آدمی کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دریا میں پھینک دیا اور اس کو کہا کہ بھیگنا مت بھائی۔" جب ایک آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں ڈال دیا ہے تو اب اس کے اختیار میں کیا ہے کہ وہ پانی کو اپنے جسم پر نہ لگنے دے۔ ایک فارسی شاعر نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے......

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

"مشکیں کس کر تم نے دریا میں ڈال دیا ہے اور کہتے ہو بھیگنا مت۔" وہ بھیگے گا نہیں تو کیا کرے گا؟ تو جب سارے راستے اللہ تعالیٰ نے بند کر دیئے تو اب اگر وہ ایمان نہ لائے تو اس کا کیا قصور ہے؟ یہ ہے اشکال۔ اس کا جواب سمجھ لیں۔

جواب :

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے اس نے ہر بات کو واضح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے راستے ازل سے بند نہیں کیے بلکہ جب وہ گمراہی پر راضی ہو گئے اور حق قبول کرنے کے راستے انہوں نے خود بند کر لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مہر لگائی کہ تم جب گمراہی پر راضی ہو تو پھر ہم اسی طرح کر دیتے ہیں۔ چنانچہ سورہ حٰم۔ سجدہ آیت نمبر ۴-۵، پارہ ۲۴ میں ہے فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ "پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے پس وہ نہیں سنتے اور کہا انہوں نے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹیں ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ

ہے پس آپ اپنا کام کرتے جائیں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔'' تو جب ان لوگوں نے اپنے لیے یہ پسند کرلیا تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [النساء:۱۱۸] ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف کا اس نے رخ کیا۔'' جدھر کوئی چلنا چاہتا ہے رب تعالیٰ اس کو ادھر ہی چلا دیتے ہیں جبر نہیں کرتا اس نے اپنا ضابطہ بتلایا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔'' وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت:۶۹] ''جو ہماری طرف چل کر آنا چاہتے ہیں ہم ان کو آنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔'' اور فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [صف:۲۸] ''جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' تو یہ چیزیں خود انہوں نے اپنے لیے تسلیم کی ہیں پسند کی ہیں یہ ان کے کسب کا نتیجہ ہے۔

فرمایا وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اور برابر ہے ان پر ءَاَنْذَرْتَهُمْ کیا آپ ان کو ڈرائیں اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ یا آپ ان کو نہ ڈرائیں لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ ان کے متعلق ہے جنہوں نے ایمان نہیں لانا تھا اور جو ایمان لے آئے یا لائیں گے وہ الگ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپ کا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے تو پھر تبلیغ کا کیا فائدہ اور آپ کو تبلیغ کا حکم کیوں دیا ہے؟ اس کے جواب میں امام رازی وغیرہ ؒ فرماتے ہیں کہ سَوَاءٌ عَلَيْكَ نہیں فرمایا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ آپ پر برابر ہے بلکہ فرمایا ہے کہ ان پر برابر ہے ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ ﷺ کو تبلیغ کا ثواب ملے گا۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ بے شک آپ ڈرائیں اس کو جو پیروی کرتا ہے نصیحت کی، قرآن

پاک کی۔قرآن پاک کا نام فرقان بھی ہے ذکر بھی ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ [سورہ حجر:۱۴]

وَخَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ اور جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے۔رب تعالیٰ کی ذات کو نہ دیکھنے کے باوجود مومن یقین رکھتے ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے مدبر عالم ہے ساری کائنات کو چلا رہا ہے فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ کَرِیۡمٍ پس آپ خوش خبری سنا دیں ان کو جو قرآن پاک کی پیروی کرتے ہیں اور رب تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرتے ہیں بخشش کی اور عمدہ اجر کی۔نفیس اجر کی خوش خبری ان کو سنا دیں۔جنت کے کھانوں اور خوشبوؤں کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے۔مشرکین مکہ بڑے زوردار انداز میں دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے کہتے تھے ءَاِذَا مِتۡنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ [سورہ ق:۳] ''کہا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔''اور یہ بھی کہتے تھے هَیۡهَاتَ هَیۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ [مومنون:۳۶]''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''اور سورہ یٰسٓ میں ہے مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَهِیَ رَمِیۡمٌ ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔''تو فرمایا بے شک ہم زندہ کریں گے مُردوں کو وَنَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا اور ہم لکھتے ہیں یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھتے ہیں جو نیکیاں بندہ آگے بھیجتا ہے۔

واٰثارھم کا مصداق :

وَاٰثَارَهُمۡ۔اثار، اثر کی جمع ہے۔جو پیچھے چھوڑ آیا ہے جو صدقہ جاریہ کر کے آیا ہے۔مسجد بنائی، دینی مدرسہ بنایا، مسافر خانہ بنایا، یتیم خانہ بنایا، دینی کتابیں لے کر

وقف کیں، قرآن وقف کیا، مسجد میں صفیں ڈلوادیں، نیک اولاد چھوڑ آیا ہے، شاگرد چھوڑ آیا ہے یا بُرے کام کی رسم ڈال آیا ہے، سینما بنا آیا، شراب خانہ چھوڑ آیا، بُری اولاد چھوڑ آیا ہے۔ بُری اولاد مرنے کے بعد اس کے ساتھ سانپ کی طرح لپٹے گی۔ تو فرمایا ہم لکھتے ہیں جو آگے بھیجا ہے یا جو پیچھے چھوڑ آیا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور ہر شے کا ہم نے احاطہ کیا ہوا ہے، ہر شے ہم نے شمار کر رکھی ہے ایسے دفتر میں جو کھلا ہے۔ اس دفتر کا نام لوح محفوظ ہے۔ اس میں ہر چیز کا ریکارڈ ہے اور قیامت والے دن اس کا ریکارڈ اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بندے کے سامنے اس کی چھوٹی چھوٹی باتیں پیش کی جائیں گی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ مثلاً پوچھا جائے گا اے بندے! تجھے یاد ہے کہ تو نے مسجد کی سیڑھیوں پر تھوکا تھا، تجھے یاد ہے کہ کیلے کا چھلکا تو نے راستے پھینکا تھا، تو لوگوں کے سامنے ننگے سر پھرتا تھا۔ تو یہ پریشان ہو جائے گا کہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی درج ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ چونکہ تیری نیکیوں کا پلہ بھاری ہے اس لیے میں نے تیری یہ تمام خطائیں معاف کر دی ہیں۔

بے لذت گناہ :

مسئلہ سمجھ لیں۔ مکان میں جو جالے لگے ہوتے ہیں یہ بھی گناہ ہے۔ مکان کی صفائی نہ کرنا گناہ ہے، مسجد کی صفائی نہ کرنا گناہ ہے، میلے کپڑے پہننا گناہ ہے، بدن کی صفائی نہ کرنا گناہ ہے۔ اسلام بڑا صاف ستھرا اور نظیف مذہب ہے افسوس ہے کہ ہم نے کافروں کی ساری برائیاں اپنے نام الاٹ کر لی ہیں اور ہماری ساری خوبیاں وہ لے گئے ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

وَاضْرِبْ اور آپ بیان کریں لَهُمْ ان کے لیے مَّثَلًا مثال اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ بستی والوں کی اِذْ جَآءَهَا جس وقت آئے بستی والوں کے پاس الْمُرْسَلُوْنَ بھیجے ہوئے اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ جس وقت بھیجے ہم نے ان کے پاس اثْنَيْنِ دو فَكَذَّبُوْهُمَا پس جھٹلایا انہوں نے ان دونوں کو فَعَزَّزْنَا پس ہم نے قوت دی بِثَالِثٍ تیسرے کے ذریعے فَقَالُوْٓا پس کہا انہوں نے اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں قَالُوْا ان لوگوں نے کہا مَآ اَنْتُمْ نہیں ہو تم اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا مگر بشر ہمارے جیسے وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ نہیں نازل کی رحمن نے مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز اِنْ اَنْتُمْ نہیں ہو تم اِلَّا تَكْذِبُوْنَ

مگر جھوٹ بولتے قَالُوْا انہوں نے کہا رَبُّنَا یَعْلَمُ ہمارا رب جانتا ہے اِنَّآ بے شک ہم اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں وَمَا عَلَیْنَآ اور نہیں ہے ہمارے ذمے اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ مگر پہنچادینا کھول کر قَالُوْآ ان لوگوں نے کہا اِنَّا بے شک ہم نے تَطَیَّرْنَا بِکُمْ نحوست حاصل کی ہے تمہاری وجہ سے لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا البتہ اگر تم باز نہ آئے لَنَرْجُمَنَّکُمْ البتہ ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کردیں گے وَلَیَمَسَّنَّکُمْ اور البتہ ضرور پہنچے گا تمہیں مِّنَّا ہماری طرف سے عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب قَالُوْا انہوں نے کہا طَآئِرُکُمْ تمہاری نحوست مَّعَکُمْ تمہارے ساتھ ہے اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ اس وجہ سے کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم قوم ہو حد سے نکلی ہوئی وَجَآءَ اور آیا مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ شہر کے پرلے کنارے سے رَجُلٌ ایک آدمی یَّسْعٰی دوڑتا ہوا قَالَ کہا اس نے یٰقَوْمِ اے میری قوم اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ پیروی کرو پیغمبروں کی اتَّبِعُوْا پیروی کرو مَنْ ان کی لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا جو نہیں مانگتے تم سے بدلہ وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ آپ ﷺ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو طبعی طور پر تکلیف ہوتی تھی اور ہونی بھی چاہیے تھی کہ میں ان کے فائدے کی بات کرتا ہوں اور ان سے مانگتا بھی کچھ نہیں ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ان کو رب تعالیٰ کے احکام پہنچاتا ہوں اور یہ میری تکذیب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے سامنے مثال بیان

کریں۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ کے متعدد معانی آتے ہیں۔ مارنے کا بھی اور بیان کرنے کا بھی وغیرہ۔ اور یہاں معنٰی بیان کرنے کا ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ اور آپ بیان کریں ان کے سامنے مَثَلًا ایک مثال اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ بستی والوں کی اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ جس وقت آئے ان کے پاس بھیجے ہوئے۔ یہ کون سی بستی تھی؟ تو تمام تفسیروں میں موجود ہے کہ یہ انطاکیہ بستی تھی مصر میں اور یہ اب بھی موجود ہے۔

اذ جآء ھا المرسلون میں رسولوں سے کون مراد ہیں ؟

رسولوں سے کون مراد ہیں؟ تو اس کے متعلق دو تفسیریں منقول ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو نمائندے بھیجے تھے ایک کا نام بُولس اور دوسرے کا نام یوحنا تھا رحمہما اللہ۔ یہ بگڑے ہوئے نام ہیں اصل میں یونس اور یحییٰ تھے۔ یونس کو بولس اور یحییٰ کو یوحنا بنا دیا گیا ہے۔ آج کل بائیبل کی کتابوں میں یوحنا اور بولس ہی لکھا ہوا ہے۔ جیسے یعقوب آج کل جیکب اور یوسف کو جوزف اور اسحاق کو آئزک۔ یہ دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص حواری تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نمائندگی کرتے ہوئے حق کا پیغام پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ جس وقت بھیجے ہم نے ان کے پاس دو فَكَذَّبُوْهُمَا ان لوگوں نے دو کو جھٹلایا کہ تم جھوٹے ہو فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ پس ہم نے قوت دی ایک تیسرے کے ساتھ۔ یہ تیسرے شمعون صِغار رحمہ اللہ تھے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے سردار اور رئیس تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد یہی ان کے خلیفہ تھے۔ ان سب نے کہا فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ پس کہا انہوں نے بے شک ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں

ہماری بات سنو! قَالُوْا لوگوں نے کہا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہو تم مگر بشر انسان ہمارے جیسے وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اور نہیں نازل کی رحمان نے کوئی چیز اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ نہیں ہو تم مگر جھوٹ بولتے۔تم جھوٹے ہو بھاگ جاؤ۔

تو ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد اور حواری تھے اور دوسری تفسیر علامہ اندلسی رحمہ اللہ جو بڑے اونچے درجے کے مفسر ہیں انہوں نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں کی ہے۔علامہ اندلسی رحمہ اللہ متاخرین میں سے وسیع النظر مفسر گزرے ہیں۔اسی طرح حافظ ابن کثیر وغیرہ رحمہم اللہ یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نمائندے نہیں تھے۔اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔کیونکہ دلیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔درمیان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا۔قرینہ یہ ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں تو قوم نے کہا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہو تم مگر ہمارے جیسے انسان۔تو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار نے ان کی بشریت کا انکار کیا ہے جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔پیغمبروں کے حواریوں اور صحابیوں کی بشریت کا انکار نہیں کیا۔تو ان لوگوں نے کہا کہ نہیں ہو تم مگر ہمارے جیسے بشر۔یہ قرینہ ہے کہ وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نہیں تھے اور واقعہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا انکار کرنے والے :

نبی کی بشریت کے انکار کا سلسلہ پہلے شرعی پیغمبر کی بعثت ہی سے شروع ہوا ہے۔ سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح کے متعلق کہا کہ بشر کیسے پیغمبر ہو گیا۔

تو فرمایا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ [الاعراف:۶۳] ”کیا تم نے تعجب کیا ہے اس بات پر کہ آئی ہے نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک مرد پر جو تم میں سے ہے یعنی انسان ہے۔“ سورہ ہود پارہ ۱۲ آیت نمبر ۲۷ میں ہے فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ”پس کہا سرداروں نے جو کافر تھے نوح علیہ السلام کی قوم میں سے ہم نہیں دیکھتے آپ کو مگر بشر انسان اپنے جیسا۔“ پہلی مشرک قوم نوح علیہ السلام کی ہے جنہوں نے کہا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا نبی کی بشریت کا انکار کیا۔اس کے بعد یہ باطل مسلسل چلتا رہا ہے۔ ہود علیہ السلام کی قوم نے کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [مومنون:۳۳] ”نہیں ہے یہ مگر ایک انسان تمہارے جیسا یہ کھاتا ہے وہ جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔“ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا [مومنون:۴۸] ”کیا ہم ایمان لائیں دو آدمیوں پر جو ہمارے جیسے ہیں۔“ موسیٰ علیہ السلام ہمارے جیسے بشر ہیں ہارون بھی ہمارے جیسے بشر ہیں۔ ہم بشروں (آدمیوں) کی اطاعت کریں؟ بشر نبی ہو ہی نہیں سکتے۔

نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک کافروں مشرکوں کا یہی نظریہ رہا ہے کہ نبی بشر نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی وجہ میں نے عرض کی تھی کہ چونکہ وہ اپنے آپ کو بشر سمجھتے تھے اور اپنی کمزوریاں ان کے سامنے تھیں جیسے ہم آپ بھی اپنے آپ کو بشر سمجھتے ہیں اور نری کمزوریاں ہمارے اندر ہیں۔ حالانکہ نبی حقیقتاً بشر ہیں اور ان کا مقام بہت بلند ہے اور ہمارا صرف غلاف بشر والا ہے۔ تو کافروں نے اپنے عیبوں اور کمزوریوں کو سامنے رکھ کر خیال کیا کہ نبی بشر نہیں ہوسکتا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی بشر

ہیں، انسان ہیں، آدمی ہیں۔ اور جو کہتے ہیں بشر نہیں ہیں یہ خود بشر نہیں ہیں آدمی نہیں ہیں۔ انسانیت بہت بلند چیز ہے صرف پڑھنے پڑھانے سے انسانیت نہیں آتی۔ شاعر ذوقؔ نے کیا خوب کہا ہے :

؎ آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

طوطا پڑھنے کی وجہ سے انسان تو نہیں بن جاتا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

؎ ایں کہ می بینی خلاف آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند

"یہ جن کو ہم دیکھتے ہیں آدمی نہیں ہیں ان پر تو آدمیت کی کھال چڑھی ہوئی ہے اندر آدمیت نہیں ہے۔" آدمیت، بشریت بہت بڑی چیز ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۳ پارہ ۱۵ میں ہے کہ جب مشرکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبات کیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سونے کی کوٹھی ہو، باغ ہوں ان میں نہریں چلتی ہوں وغیرہ۔ تو اس کے جواب میں رب تعالیٰ نے فرمایا قُلْ "آپ کہہ دیں سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا پاک ہے میرا پروردگار نہیں ہوں میں مگر بشر رسول۔"

تو پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا گیا ہے ان کے نائبوں، قاصدوں اور صحابیوں کی بشریت کا انکار نہیں کیا گیا اگر وہ شاگرد اور قاصد ہوتے تو صحابی ہوتے تو وہ ان کی بشریت کا انکار نہ کرتے۔ تو علامہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ وہ براہِ راست پیغمبر تھے۔ لیکن دوسری تفسیر بھی بیان ہوسکتی ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہی ہو۔ رحمان نے کوئی شے نازل نہیں کی اور تم جھوٹ بولتے

ہو۔ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ ان پیغمبروں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے۔ ضابطے کے مطابق فعل پہلے ہوتا ہے تو یَعْلَمُ رَبُّنَا ہونا چاہیے تھا مگر حصر پیدا کرنے کے لیے فاعل کو مقدم کیا ہے۔ معنیٰ ہوگا ہمارا رب ہی جانتا ہے اِنَّآ اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ بے شک ہم تمہاری طرف البتہ بھیجے ہوئے ہیں تم مانو یا نہ مانو۔ ہماری تصدیق کرو یا تکذیب کرو ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ اور نہیں ہے ہمارے ذمے مگر پہنچانا بات کو کھول کر۔ ہمارا فریضہ ہے کہ توحید و رسالت اور قیامت وغیرہ کے جتنے مسائل ہیں وہ تمہیں کھول کر وضاحت کے ساتھ سمجھادیں منوانا ہمارا کام نہیں ہے۔ منوانا پیغمبر کے منصب میں داخل نہیں ہے۔ اگر منوانا پیغمبر کے اختیار میں ہوتا تو آدم علیہ السلام اپنے بیٹے قابیل سے منوا لیتے۔ نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان اور بیوی سے ایمان تسلیم کروا لیتے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہربان چچا ابو طالب کا سینہ کھول کر ایمان سے بھر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کے ساتھ آپ کی محبت ہو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کہا ہمارے ذمہ صرف بات کو کھول کر پہنچانا ہے قَالُوْٓا وہاں کے باشندوں نے کہا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ بے شک ہم نے بدفالی حاصل کی ہے تمہاری وجہ سے، تمہاری وجہ سے نحوست ہمارے اوپر پڑی ہے لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا اگر تم باز نہ آئے لَنَرْجُمَنَّكُمْ تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے وَلَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور البتہ ضرور پہنچے گا تمہیں ہماری طرف سے عذاب دردناک۔ ہم تمہیں سخت سزا دیں گے۔

پرندے کے اڑنے سے نیک فالی یا بدفالی حاصل کرنا :

طائر پرندے کو کہتے ہیں اور تَطَیُّر کا معنٰی ہوتا ہے پرندہ اڑانا۔ مشرک لوگ جب کسی کام کے لیے جاتے تھے تو ان کے گھر کے پاس جو درخت ہوتا تھا اس کو پتھر مارتے تھے۔ اگر پرندے دائیں طرف اڑتے تو ان کے خیال کے مطابق یہ اچھی فال ہوتی تھی کہ کام ہو جائے گا اور اگر پرندے بائیں طرف اڑتے تو ان کے خیال کے مطابق یہ بُری فال ہوتی تھی کہ کام نہیں ہوگا۔ یہ ان کی جہالت تھی اس لیے کہ پرندے کے اڑنے کا ان کے کام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کوئی شرعی تعلق ہے، کوئی منطقی تعلق ہے، کوئی عرضی تعلق ہے؟ وہ پرندہ ہے اس نے بدحواس ہو کر کسی طرف تو اڑنا ہے دائیں اُڑے گا یا بائیں اُڑے گا۔ تو وہ پتھر مار کر پرندے اڑاتے اور اس سے نیک فالی یا بدفالی حاصل کرتے۔ جیسے آج کل بعض جاہل لوگ ہیں کہ چھت پر کوا بولے تو کہتے ہیں مہمان آئیں گے۔ یاد رکھنا! اسلام بڑا صاف ستھرا مذہب ہے کسی توہم پرستی کو قریب نہیں آنے دیتا اور توہم پرستی عورتوں میں بہت زیادہ ہے۔

کل ایک بی بی آئی اور کہنے لگی کہ میرا سات دن کا بچہ ہے۔ ایک عورت آئی اس کے بچے کے گلے میں تعویذ تھا جس کی وجہ سے میرا بچہ بیمار ہو گیا ہے۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ بی بی کے آنے سے کیا ہو گیا اور بچے کے گلے کے تعویذ کا تیرے بچے پر کیا طوفان آن پڑا؟ شرک بُری چیز ہے۔ ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تو تطیر کا معنٰی ہے پرندہ اڑانا۔ اس کا لازمی معنٰی ہوگا بدفالی حاصل کرنا کہ یہ بدفالی اور نحوست تمہاری وجہ سے ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ان لوگوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی تو بارشیں رک گئیں، فصلوں کی پیداوار کم ہو گئی، پھلوں میں کمی آئی۔ یہ سب کچھ وہ پیغمبروں کے ذمے لگاتے

تھے کہ تم آئے ہو تو یہ نحوست پڑی ہے۔ قَالُوْا پیغمبروں نے کہا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ یہ تمہاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔ جس نحوست کی نسبت تم ہماری طرف کرتے ہو وہ ہماری وجہ سے نہیں بلکہ خود تمہاری وجہ سے ہے تم اپنے گریبان میں جھانکو۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، رب تعالیٰ کے احکام کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی، ایمان نہیں لائے، یہ تمھیں اس کی سزا مل رہی ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ انسان اپنی غلطی کبھی تسلیم نہیں کرتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا فسادی وہ ہے جس کو اپنے عیب نظر نہ آئیں اور وہ دوسروں کے عیب ڈھونڈتا پھرے۔ علمائے کرام نے کہا ہے کہ سب سے مشکل کام اپنی اصلاح ہے اور سب سے آسان کام دوسروں پر اعتراض وتنقید کرنا ہے۔ اگر اپنی اصلاح آسان ہوتی تو آنحضرت ﷺ کی ڈیوٹی وَ يُزَكِّيْهِمْ "اور وہ تزکیہ کرتے ہیں۔" نہ ہوتی۔ آپ ﷺ کو تزکیہ نہ کرنا پڑتا۔ بزرگان دین نے صحیح شرعی دائرے میں رہ کر بڑی ریاضتیں کی ہیں۔ بعض نادان قسم کے لوگ ان ریاضتوں کو بدعت کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سنت ہوتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور کرتے۔ بھئی! جو شخص ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی مجلس مبارک میں دو منٹ کے لیے بیٹھ گیا اس کے دل کی ایسی صفائی ہو جاتی تھی کہ بعد میں سو سال کی ریاضتوں سے بھی وہ صفائی حاصل نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کی تعلیم اور مجلس کی برکت سے دل کا میل کچیل دور ہو جاتا تھا۔ اس وقت ریاضتوں کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ ریاضت خود مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود تزکیہ قلب ہے۔ اب اس کی صفائی کے لیے ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت ہے مگر شرعی دائرے میں رہ کر۔ بزرگوں نے نہ کبھی جماعت کے ساتھ نماز

چھوڑی ہے نہ روزہ۔ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے اور ذکر کرتے تھے۔ اور میں ان بھنگی، چرسی گھنگرو پہن کر ڈھول کی تھاپ پر ناچنے والوں کی بات نہیں کر رہا۔ بھلا ولی ایسے ہوتے ہیں۔ ولیوں کی اللہ تعالیٰ نے نشانی بتلائی ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ [یونس: ۶۳] ''وہ جو ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔'' ایمان ہو، اخلاص ہو، اتباع سنت ہو، یہ ولی کی نشانی ہے۔

تو پیغمبروں نے فرمایا کہ یہ نحوست خود تمہاری وجہ سے ہے اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ کیا اس لیے تم پر نحوست پڑی ہے کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے، رب تعالیٰ کے احکامات تمہیں پہنچائے گئے ہیں۔ تو نصیحت کی وجہ سے نحوست آتی ہے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم قوم ہو حد سے نکلی ہوئی۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ غنڈے بدمعاش آپے سے باہر ہو گئے پیغمبران کے گھیرے میں آ گئے۔ کہنے لگے ہم نے تمہیں ختم کرنا ہے، قتل کر دینا ہے چھوڑنا نہیں ہے۔

شہر کے پرلے کنارے حبیب بن اسرائیل نجار رہتا تھا وہ ترکھان تھا۔ وہ پیغمبروں کا کلمہ پڑھ چکا تھا۔ اس کو کسی نے جا کر اطلاع دی کہ تم یہاں آری تیشہ چلا رہے ہو اور تمہارے ساتھی وہاں قابو آئے ہوئے ہیں۔ اس نے اسی حالت میں دوڑ لگا دی۔ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ اور آیا ایک آدمی شہر کے پرلے کنارے سے یَّسْعٰی دوڑتا ہوا۔ اور آ کر قوم کو سمجھانے کی کوشش کی۔ قَالَ کہا اس نے یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ اے میری قوم پیروی کرو پیغمبروں کی۔ یہ تمہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی روشنی میں لانا چاہتے ہیں تاکہ تم آخرت کے دائمی عذاب سے بچ جاؤ یہ تمہارے خیر خواہ ہیں۔ حبیب نجار نے یہ بھی کہا اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا پیروی

کروتم ان کی جوتم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے وہ تمہاری بے لوث خدمت کر رہے ہیں وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ آگے ذکر آرہا ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ پہلے اس کو پکڑو۔ اس کو نیچے لٹا کر سب اس کے اوپر چڑھ گئے کہ اس کی انتڑیاں پاخانے کے راستے باہر نکل آئیں اور وہ شہید ہوگیا۔ حق کے لیے اس نے قربانی دے دی۔ نوجوانو! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہمیں بغیر کسی تکلیف اور مصیبت کے حق عطا کیا ہے حق سے، ایمان سے، اسلام سے، کلمے سے زیادہ قیمتی شے دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سستے طریقے سے دے دیا ہے کہ مسلمان والدین کے گھر پیدا ہوئے کہ کوئی محنت مشقت نہیں کرنی پڑی۔

❁❁❁

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع۲

وَمَالِیَ اور کیا ہو گیا ہے مجھے لَآ اَعْبُدُ کہ میں نہ عبادت کروں الَّذِیْ اس ذات کی فَطَرَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ءَاَتَّخِذُ کیا میں بنا لوں مِنْ دُوْنِهٖ اس سے نیچے اٰلِهَةً معبود اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ اگر ارادہ کرے میرے متعلق رحمان بِضُرٍّ ضرر پہنچانے کا لَّا تُغْنِ عَنِّیْ نہیں کام آسکتی میرے شَفَاعَتُهُمْ ان کی سفارش شَیْـًٔا کچھ بھی وَلَا یُنْقِذُوْنِ اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں گے اِنِّیْٓ بے شک میں اِذًا اس وقت لَّفِیْ ضَلٰلٍ

مُّبِیْنٍ البتہ کھلی گمراہی میں ہو جاؤں گا اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بے شک میں ایمان لایا بِرَبِّکُمْ تمہارے رب پر فَاسْمَعُوْنِ پس تم میری بات سنو قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ کہا گیا اس کو داخل ہو جا جنت میں قَالَ اس نے کہا یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ کاش کہ میری قوم جان لے بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ کہ بخش دیا ہے مجھے میرے رب نے وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ اور کر دیا ہے مجھے عزت والوں میں سے وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ اور نہیں نازل کیا ہم نے ان کی قوم پر مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد مِنْ جُنْدٍ کوئی لشکر مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ اور نہ ہم نازل کرنے والے تھے اِنْ كَانَتْ نہیں تھی اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً مگر ایک چیخ فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ پس اچانک وہ سب آگ کی طرح بجھ گئے یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ہائے افسوس ان لوگوں پر مَا یَاْتِیْهِمْ نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے اَلَمْ یَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے كَمْ اَهْلَكْنَا کتنی ہم نے ہلاک کیں قَبْلَهُمْ ان سے پہلے مِّنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں اَنَّهُمْ بے شک وہ اِلَیْهِمْ ان کی طرف لَا یَرْجِعُوْنَ نہیں لوٹیں گی وَاِنْ كُلٌّ اور نہیں ہیں سب کے سب لَّمَّا مگر جَمِیْعٌ اکٹھے لَّدَیْنَا ہمارے پاس مُحْضَرُوْنَ حاضر کیے جائیں گے۔

ربط آیات :

ان سے پہلی آیات میں تم نے یہ واقعہ سنا کہ مصر کے مشہور شہر انطاکیہ (جو صدیوں سے آباد چلا آرہا ہے) میں اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبر بھیجے عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے۔ ان دو پیغمبروں نے پوری قوت وطاقت صرف کر کے ان لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھائی، رسالت کا مسئلہ سمجھایا، قیامت کا مسئلہ سمجھایا۔ لیکن جب قسمت بد ہو جائے تو پھر کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیسرا پیغمبر بھیجا تینوں پیغمبروں نے دن رات ایک کر کے ان لوگوں کو حق سمجھایا لیکن وہ لوگ ان کے سمجھانے سے تنگ آگئے اور ان تینوں پیغمبروں کو گھیر لیا کہ ہم تمہاری لا الٰہ الا اللہ کی رٹ سن سن کر تنگ آگئے ہیں۔ سب بدمعاش، غنڈے پیغمبروں کے اردگرد جمع ہو گئے کہ آج ہم نے تمہارا کام تمام کرنا ہے۔ پیغمبر کا حوصلہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ وہ جان قربان کر دیتے ہیں مگر حق کی تبلیغ سے باز نہیں آتے۔

اس دوران میں حبیب بن اسرائیل نجار رحمۃ اللہ علیہ شہر کے پرلے کنارے سے پیغمبروں کی معاونت کے لیے پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ واقعی پیغمبر بدمعاشوں کے گھیرے میں آئے ہوئے ہیں تو اس نے قوم کو سمجھایا کہ پیغمبروں کی پیروی کرو ان کی پیروی کرو جو تم سے کچھ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے اور فرمایا وَمَالِیَ اور مجھے کیا ہو گیا ہے لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ کہ میں نہ عبادت کروں اس ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اس کا انداز تبلیغ دیکھو! کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس ذات کی عبادت نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ لیکن اس طرح کے خطاب سے چڑ پیدا ہوتی ہے اس لیے اس نے اپنے آپ کو خطاب کیا

بہت احسن طریقہ اختیار کیا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ یہ سارا تمہارا کیا دھرا تمہارے سامنے آئے گا ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً کیا میں بنا لوں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے الٰہ، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ اگر ارادہ کرے میرے متعلق رحمٰن ضرر کا مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا نہیں کام آسکتی میرے ان کی سفارش کچھ بھی۔ اگر میرا رب مجھے دکھ پہنچانا چاہے تو یہ بناوٹی خدا میرا کچھ بھی نہیں کر سکتے وَّلَا یُنْقِذُوْنِ۔ یہ اصل میں یُنْقِذُوْنِیْ تھا، یا گرادی گئی ہے۔ معنیٰ ہوگا اور نہ وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں نہ بچا سکتے ہیں۔ اصل میں تو وہ ان کو سمجھا رہا تھا کہ یہ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے نیچے معبود بنا رکھے ہیں اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف دے تو یہ تمہیں نہیں بچا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی سفارش کام آئے گی مگر خطاب اپنے آپ کو کیا کہ چڑ نہ پیدا ہو۔

ابو داؤد شریف اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ گدھے پر سوار تھے (آپ ﷺ نے گدھے کی بھی سواری کی ہے، خچر، اونٹ اور گھوڑے کی بھی سواری کی ہے۔) اور آپ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کے چچازاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ ان کی عمر تو اس وقت بہت کم تھی۔ جب آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں تو ان کی عمر مبارک دس سال تھی مگر حافظہ بڑا قوی تھا بہت سمجھ دار تھے۔ بات کی طرف توجہ بھی کرتے تھے اور قبول بھی کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسی حالت میں تبلیغ شروع کردی۔ فرمایا یا غلام اے عزیز برخوردار! اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ "اللہ تعالیٰ کے جو حق آپ کے ذمہ ہیں آپ ان کی حفاظت کریں اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت

کرے گا وَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہ اور جب مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگے، جب کوئی سوال کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے کریں وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ اور یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی دکھ لکھا ہوا ہے تو ساری دنیا مل کر بھی اس دکھ کو دور نہیں کر سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے سکھ لکھا ہے تو ساری دنیا مل کر بھی اسے چھین نہیں سکتی جَفَّ الْقَلَمُ قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ جو لکھا گیا ہے وہی ہوگا۔'' تو اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ کوئی ضار ہے اور نہ کوئی نافع ہے۔'' تو فرمایا کہ اگر رحمان ارادہ کرے میرے متعلق ضرر کا تو یہ بناوٹی خدا نہ مجھے بچا سکتے ہیں اور نہ ان کی سفارش کام آ سکتی ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت شروع کر دوں ان کو الٰہ بنالوں اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بے شک اس وقت میں کھلی گمراہی میں ہو جاؤں گا۔ کیسے عمدہ پیرائے میں ان کو بات سمجھائی اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ بے شک میں ایمان لایا تمہارے رب پر فَاسْمَعُوْنِ پس تم میری بات سنو اور پیغمبروں پر ایمان لے آؤ۔ انہوں نے جب یہ کھری کھری باتیں حبیب بن سرائیل نجار رحمۃ اللہ علیہ کی سنیں تو انہوں نے کہا کہ پیغمبروں کا کام بعد میں کریں گے پہلے اس کا کانٹا نکالو۔ چنانچہ غنڈوں نے ان کو پکڑ کر زمین پر لٹایا اس کے پیٹ پر چڑھ گئے اچھلتے کودتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پاخانے کے راستے سے اس کی انتڑیاں باہر آ گئیں اور وہ شہید ہو گیا قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ اس کو کہا گیا جنت میں داخل ہو جاؤ۔

سماعِ موتیٰ اور قبر میں سوال و جواب :

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد جنت یا دوزخ کے ساتھ تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ بندہ جب قبر میں رکھا

جاتا ہے اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے جاتے ہیں ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔ مومنوں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں وہ مبشر بشیر اور کافروں کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَّبِيُّكَ مَا دِيْنُكَ مومن ایمان کی برکت سے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیتا ہے رَبِّيَ اللّٰهُ نَبِيِّ مُحَمَّدٌ دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ ''میرا رب اللہ ہے، میرے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، میرا دین اسلام ہے۔'' اس کے بعد دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھلتی ہے تو مومن گھبرا جاتا ہے کہ میں نے جواب تو صحیح دیئے ہیں یہ جہنم کی آگ کا سلسلہ کیا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ مت ڈرو یہ تمہیں احساس دلانے کے لیے دکھایا ہے کہ اگر تم ایمان نہ لاتے نیکیاں نہ کرتے تو تمہارا یہ ٹھکانا ہوتا۔ اب تمہارا یہ ٹھکانا نہیں ہے اس کے بعد پھر جنت کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ مزے کر کھا پی سب کچھ کرتا پھر۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔ تو جنت سے مراد برزخ میں جنت کا احساس ہے۔ اس کو رب تعالیٰ نے ایسا قبول فرمایا کہ فرمایا اے میرے بندے جنت میں داخل ہو جاؤ وہ جنت میں جا پہنچا قَالَ اس نے کہا يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ کاش کہ میری قوم جان لے بِمَا اس چیز کو غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ جس چیز کی وجہ سے میرے رب نے مجھے بخشا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کے پیغمبروں پر ایمان، آخرت پر ایمان اور نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرمائی ہے۔ کاش کہ میری قوم بھی ایمان لے آئے اور پیغمبروں کی تصدیق کرے وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ اور کر دیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ

نے عزت والوں میں سے کہ اب میں جنت میں مزے کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِہٖ اور نہیں اتارا ہم نے اس کی قوم پر مِنۡۢ بَعۡدِہٖ اس کی شہادت کے بعد مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ کوئی لشکر آسمان سے وَمَا کُنَّا مُنۡزِلِیۡنَ اور نہ ہم اتارنے والے ہیں کہ وہاں اتارنے کی ضرورت نہیں تھی۔

آسمان سے انسانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کا اترنا :

ورنہ کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے نازل فرمائے ہیں۔ خندق کے موقع پر، حنین کے موقع پر، بدر میں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو آدمیوں کو دیکھا سفید لباس انہوں نے پہنا ہوا ہے پگڑیاں بھی سفید ہیں گھوڑوں پر ہیں چابک ان کے ہاتھ میں ہیں جس آدمی کو مارتے ہیں وہ پھڑک کے گر پڑتا ہے جس کافر کو مارتے ہیں وہ پھڑک کے گر پڑتا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا اَقۡدِمۡ حَیۡزُوۡم "حیزوم آگے بڑھو۔" میں بڑا حیران ہوا کہ یہ کون ہے ہمارے ساتھ جو ساتھی آئے تھے ان کو تو میں پہچانتا ہوں ان میں سے تو نہیں ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جبرائیل علیہ السلام تھے اور دوسرے میکائیل علیہ السلام تھے اور حیزوم اس گھوڑے کا نام ہے جس پر جبرائیل علیہ السلام سوار تھے۔ تو اگر ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتے بھی اتارتے ہیں۔ ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

فرشتے تو اترنے کو تیار ہیں تمہارے اندر بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً نہیں تھی مگر ایک چیخ۔ جبرائیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری فَاِذَا ھُمْ خٰمِدُوْنَ پس اچانک وہ سب کے سب بجھنے والے ہو گئے، سارے کے سارے بھسم ہو گئے ان مجرموں کا ایک بچہ بھی نہ بچا جو پیغمبروں کو شہید کرنے کے درپے تھے رب تعالیٰ نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ اے افسوس ان لوگوں پر مَا یَأْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُ وْنَ مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تشریف لائی تو ان کے ساتھ بھی لوگوں نے ٹھٹھا کیا۔ سورۃ الانبیاء آیت ۳۶ پارہ نمبر ۱۷ میں ہے اَھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ ''کیا یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا۔'' یہ تمہارے معبودوں کی تردید کرتا ہے اس کے پاس کیا ہے؟ سونا چاندی ہے، کوئی کوٹھی ہے؟ پھر کہنے لگے اللہ تعالیٰ کو کوئی مال دار تاجر نظر نہیں آتا تھا کہ اس کو نبی بنا دیتا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ [زخرف:۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔''

اس وقت جدہ تو تھا نہیں بستیوں سے مراد مکہ مکرمہ اور طائف ہے۔ مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی تھا اور اس کے تیرہ جوان بیٹے تھے خود بھی بڑا صحت مند تھا بیٹوں میں بیٹھا ہوا ان کا بھائی ہی لگتا تھا سارے لوگ اس کا احترام کرتے تھے۔ اس کے بیٹوں میں سے تین مسلمان ہوئے۔ ایک خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو اسلام کے مشہور جرنیل ہیں فاتح شام۔ دوسرا ولید بن ولید اور تیسرا ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ۔ باقی دس باپ کے ساتھ کفر کی حالت پر مرے ہیں۔ اور طائف کا سردار تھا عروہ بن مسعود ثقفی۔ یہ بھی بعد میں رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ہوگئے تھے۔ تو کہنے لگے کہ قرآن اتارنا ہی تھا تو مکے اور طائف کے کسی سردار پر اتارتا اللہ تعالیٰ کو یہ یتیم ہی نظر آیا تھا۔ تو وہ لوگ پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے مِّنَ الْقُرُوْنِ جماعتیں اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ بے شک وہ جماعتیں ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی وَاِنْ کُلٌّ اور نہیں ہیں سب کے سب لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ مگر اکٹھے ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی اور یہ سب کے سب خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ [المعارج:۲۹] ''نگاہیں ان کی پست ہوں گی ان پر ذلت سوار ہوگی۔'' مومنوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔ پیغمبروں کا حمایتی تو شہید ہوگیا مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تباہ و برباد کر دیا جو پیغمبروں کے خلاف کاروائی کرنا چاہتی تھی۔

❁❁❁

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ
يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا
فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ
اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ
الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ښ
نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ
ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ
كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ
وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ
اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ
مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾
اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ مردہ
زمین ہے اَحْيَيْنٰهَا زندہ کردیا ہم نے اس کو وَاَخْرَجْنَا اور نکالا ہم نے
مِنْهَا اس زمین سے حَبًّا اناج فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ پس اس سے وہ کھاتے
ہیں وَجَعَلْنَا اور بنائے ہم نے فِيْهَا اس میں جَنّٰتٍ باغات مِّنْ
نَّخِيْلٍ کھجوروں کے وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کے وَّفَجَّرْنَا اور چلائے

ہم نے فِیۡهَا اس میں مِنَ الۡعُیُوۡنِ چشمے لِیَاۡكُلُوۡا تاکہ یہ کھائیں مِنۡ ثَمَرِهٖ اس کے پھل سے وَمَا عَمِلَتۡهُ اَیۡدِیۡهِمۡ اور نہیں بنایا اسے ان کے ہاتھوں نے اَفَلَا یَشۡكُرُوۡنَ کیا پس یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ پاک ہے وہ ذات خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے سب مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ اس چیز سے جس کو زمین اگاتی ہے وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ اور ان میں سے وَمِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ اور ان چیزوں میں سے جن کو یہ نہیں جانتے وَاٰیَةٌ لَّهُمُ اور ان کے لیے نشانی ہے الَّیۡلُ رات نَسۡلَخُ مِنۡهُ النَّهَارَ کھینچ لیتے ہیں ہم اس سے دن کو فَاِذَا هُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ پس وہ اندھیرے میں ہو جاتے ہیں وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا اور سورج چلتا ہے اپنے راستے پر ذٰلِكَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے زبردست جاننے والی ذات کا وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں حَتّٰی عَادَ یہاں تک وہ لوٹتا ہے كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ پرانی ٹہنی کی طرح لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ نہ سورج کو مناسب ہے اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ کہ وہ پالے چاند کو وَلَا الَّیۡلُ اور نہ رات سَابِقُ النَّهَارِ سبقت کرنے والی ہے دن سے وَكُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ اور سب کے سب اپنے مدار میں تیرتے ہیں وَاٰیَةٌ لَّهُمۡ اور ایک نشانی ان کے لیے ہے اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّیَّتَهُمۡ بے شک ہم نے سوار کیا انسانوں کی نسل کو فِی

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی کشتی میں وَخَلَقْنَا لَهُمْ اور ہم نے پیدا کیا ان کے لیے مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ اس جیسی کشتیوں سے جن پر سوار ہوتے ہیں وَاِنْ نَّشَاْ اور اگر ہم چاہیں نُغْرِقْهُمْ ان کو غرق کر دیں فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ پس کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہ ہو وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ اور نہ ہی وہ چھڑائے جائیں گے اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا مگر ہماری رحمت ہے وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ اٹھانے کا سامان ہے ایک وقت تک۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ جن لوگوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی اور ان کے حواری کو شہید کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بعض دلائل بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اور ان لوگوں کے لیے مردہ زمین نشانی ہے اَحْيَيْنٰهَا جس کو ہم نے زندہ کیا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا اور نکالا ہم نے اس سے اناج، دانے پیدا کیے فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ پس اس سے یہ لوگ کھاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ قیامت حق ہے اور تم نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جس طرح میں مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہوں اسی طرح قیامت والے دن تمام مردوں کو زندہ کر کے کھڑا کر دوں گا۔ تو فرمایا ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر کے اس میں اناج پیدا کیا وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ اور بنائے ہم نے اس زمین میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے وَفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ اور جاری کر دیئے اس زمین میں ہم نے چشمے تاکہ تمہاری پانی

کی ضرورت پوری ہو اور اناج اور باغات پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ تاکہ یہ کھائیں اس کے پھل سے۔ جانور بھی کھائیں انسان بھی کھائیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کیا ہے ورنہ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ اور نہیں بنایا اسے ان لوگوں کے ہاتھوں نے۔ یہ خود سوچ سکتے ہیں کہ بارش برسا کر، دریا اور نہریں چلا کر، یہ کھجوریں اور انگور پیدا کر سکتے ہیں۔ کیا یہ ان کے کارنامے ہیں؟ ہرگز نہیں! یہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزیں ہیں تو أَفَلَا يَشْكُرُونَ کیا پس یہ لوگ شکر ادا کیوں نہیں کرتے۔ ان کا تو فرض تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر شکر ادا کرتے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی ہے۔

نباتات کا جوڑا جوڑا ہونا :

فرمایا سُبْحَانَ الَّذِي پاک ہے وہ ذات خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا جس نے پیدا کیے سب جوڑے اپنی قدرت سے مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ اس چیز سے جس کو زمین اگاتی ہے۔ زمین میں جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں ہر چیز کا جوڑا ہے۔ ایک نر ہے ایک مادہ ہے، ایک سیاہ ہے ایک سفید ہے، ایک چیز میٹھی ہے ایک کڑوی ہے۔

علم نباتات والے بتاتے ہیں کہ پودوں میں بھی نر اور مادہ ہیں، درختوں میں بھی نر مادہ ہیں۔ کھجوروں کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا لوگ کھجوروں کے درختوں میں (اس کے معہود و معروف طریقہ پر) قلم لگا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔ انصارِ مدینہ اس طرح کرتے تھے

کہ نر کھجوروں کا بور اتار کر مادہ کھجوروں پر چھڑکتے تھے۔اس طرح ان کی فصل اچھی ہوتی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو یعنی ایسا نہ کرو پھل تو اللہ تعالیٰ نے لگانا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چھوڑ دیا مگر فصل کم ہوئی۔اگر کسی کی بیس من ہوتی تھی تو دو من ہوئی۔آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ حضرت!اس سال ہم نے تابیر نخل نہیں کی تھی فصل کم ہوئی ہے۔تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِیْبُ ''بے شک میں بشر ہوں میری رائے صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی ہو سکتی ہے اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْہُ جب میں تمہیں کوئی دین کی بات کہوں تو اس کو لے لیا کرو اور جب تمہارا کوئی دنیوی معاملہ ہو تو اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ تو تم دنیاوی معاملات کو زیادہ سمجھتے ہو جیسے چاہو کر لیا کرو۔''تو درختوں میں نر مادہ ہوتے ہیں پودوں میں بھی نر مادہ ہوتے ہیں۔فرمایا وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ اور ان میں سے۔خود انسانوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے جوڑے پیدا فرمائے ہیں مرد عورتیں نسل انسانی کا سلسلہ چلانے کے لیے وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ اور اس مخلوق میں بھی جوڑے پیدا کیے ہیں جن کو یہ نہیں جانتے۔جنگلات میں اللہ تعالیٰ نے کتنی قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے جس کی شکل و صورت تک ہم نہیں جانتے،سمندر کی تہہ میں کتنی قسم کی مخلوقات ہیں جن کو ہم نہیں جانتے ہم نے صرف مچھلیاں یا چند اور چیزیں دیکھی ہیں۔

رب تعالیٰ کی قدرت کی اور نشانی۔فرمایا وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ اور ان کے لیے نشانی ہے رات نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ ہم کھینچ لیتے ہیں اس سے دن کو۔ سَلَخَ کا لفظی معنیٰ ہے بکری کی کھال اتارنا۔تو مطلب یہ ہوگا کہ رات کی تاریکی پر ہم دن کی چادر ڈال دیتے ہیں اور جب رات آتی ہے تو دن کی چادر کو ہم کھینچ لیتے ہیں فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ

پس وہ اندھیرے میں ہوجاتے ہیں یعنی رات بھی ہم نے بنائی اور دن بھی ہم نے بنایا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کو روزمرہ دیکھتے نہیں ہو؟ اور وہ رب جو دن رات کو بنانے والا ہے اندھیرے اور روشنی کا خالق ہے تو وہ قیامت برپا کر کے تمہیں دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا اور سورج چلتا ہے اپنے راستے پر جو راستہ رب تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کیا ہے کیا مجال ہے کہ اس سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہوسکے یا کھڑا ہوسکے یا رفتار میں کمی بیشی کرسکے، مجبور ہے، سورج بھی اور چاند بھی۔ اور انسان کا وجود اگرچہ چھوٹا سا ہے لیکن اس کو اختیارات اللہ تعالیٰ نے چاند سورج سے زیادہ دیئے ہیں۔ اپنی مرضی سے اٹھتا ہے بیٹھتا ہے دل کرے کھڑا ہوجائے دوڑ لگادے دائیں طرف چلے بائیں طرف چلے مگر انسان کی عقل ماری جائے تو اس کا کیا علاج ہے کہ چاند سورج کی چمک دمک دیکھ کر ان کی پوجا شروع کردیتا ہے۔

اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ سورج چاند کی پوجا نہ کرو بلکہ اس ذات کی پوجا کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تو فرمایا سورج چلتا ہے اپنے ٹھکانے، اپنے راستے پر ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے اس ذات کا جو جاننے والی ہے وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ اور چاند کی ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں۔ چاند کو پیدا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس کی منزلیں بھی مقرر کی ہیں۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں انتیس کا ہو تو ایک دن غائب ہوتا ہے حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ یہاں تک کہ وہ لوٹتا ہے پرانی ٹہنی کی طرح۔ عرجون کھجور کی اس ٹہنی کو کہتے ہیں جو خشک ہو کر ٹیڑھی ہوجاتی ہے۔ قدیم کا معنی پرانی۔ پہلے تو کھجور کی ٹہنی ویسے ہی ٹیڑھی ہوتی ہے پھر جب زیادہ پرانی ہوجائے تو اور زیادہ ٹیڑھی ہوجاتی ہے۔ تو جس طرح کھجور کی پرانی ٹہنی ٹیڑھی ہوجاتی

ہے اسی طرح چاند بھی آخری دنوں میں باریک اور ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔فرمایا لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ نہ سورج کے لیے مناسب ہے کہ وہ پالے چاند کو دوڑ کر وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ اور نہ رات سبقت کرنے والی ہے دن سے کہ رات دن سے پہلے نہیں آسکتی۔رات اپنے وقت پر آئے گی اور دن اپنے وقت پر آئے گا جو ان کے لیے وقت مقرر ہے وَكُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ اور سب کے سب اپنے مدار میں تیرتے ہیں۔ کُلٌّ سے مراد سورج اور چاند یعنی کُلٌّ مِّنَ الشَّمۡسِ وَالۡقَمَرِ سب کے سب اپنے فلک یعنی مدار میں تیرتے ہیں نقل و حرکت کرتے ہیں۔قرآن کریم نے یہی تعلیم دی ہے کہ سورج بھی چلتا ہے اور چاند بھی چلتا ہے۔

حرکتِ شمس و قمر اور سائنس دانوں کا نظریہ:

سائنس دانوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ایک گروہ کہتا ہے کہ سورج اور چاند چلتے ہیں اور ان کا نظریہ صحیح ہے۔اور ایک گروہ کہتا ہے کہ سورج اور چاند ساکن ہیں اور زمین گھومتی ہے ان کی رائے غلط ہے۔اس لیے کہ سائنس دانوں کی بات بدلتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے۔دنیا کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ٹال نہیں سکتی۔

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس چیز کے متعلق فرمادیا ہے کہ وہ اچھی ہے ساری دنیا کے حکیم، ڈاکٹر، سائنس دان، عقل مند مل کر اس میں خرابی ثابت نہیں کر سکتے۔اور جس چیز کے متعلق آپ ﷺ نے فرمادیا ہے کہ بُری ہے ساری دنیا کے حکیم، ڈاکٹر، عقل مند مل کر اس میں اچھائی ثابت نہیں کر سکتے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے کہ وہ علیم کل ہے اس کا فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔اور آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کر کے بتلایا ہے وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى

[سورۃ النجم] ''اور نہیں بولتا وہ پیغمبر نفس کی خواہش سے نہیں ہے وہ مگر وحی جو اس کی طرف کی گئی ہے۔'' تو سورج بھی حرکت کرتا ہے چاند بھی حرکت کرتا ہے اور ستاروں کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض ستارے سیارے ہیں حرکت کرنے والے اور بعض ثوابت ہیں جو اپنی جگہ ٹکے رہتے ہیں۔ زحل، مشتری، عطارد اور زہرہ نقل و حرکت کرتے ہیں۔ کوئی مشرق کی طرف کوئی مغرب کی طرف اور ان کی حرکت اتنی تیز ہے کہ اللہ کی پناہ! لیکن سب اپنے محور میں چلتے ہیں کوئی کسی کے ساتھ ٹکراتا نہیں ہے۔

سائنس دانوں کے بیان کے مطابق پچھلے دنوں زہرہ ستارے کا کچھ حصہ الگ ہو گیا تھا جس سے امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ ساری دنیا کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں کہ معلوم نہیں دنیا کے کس حصے میں گرے گا؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کو فضا ہی میں فنا کر دیا اور خطرہ ٹل گیا۔ یہ تمام رب تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔

رب تعالیٰ کی قدرت کی اور نشانی: وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اور ایک نشانی ان کے لیے ہے اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ بے شک ہم نے انسانوں کی ذریت کو سوار کیا فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی کشتی میں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا [ہود: ۳۷] ''اور تیار کر کشتی ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے۔ یہ کشتی ساڑھے پانچ سو فٹ لمبی تھی جس کے تین طبقے تھے نیچے والے طبقے میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں، دوسرے طبقے میں حیوانات تھے اور اوپر والے طبقے میں انسان تھے۔ نیچے سے چشمے اُبلے اوپر سے بارش برسی اور ایسا سیلاب آیا کہ سوائے کشتی میں سوار ہونے والوں کے ساری دنیا تباہ ہو گئی۔

ایک من گھڑت قصہ :

یہ جو قصہ بنا ہوا ہے کہ ایک آدمی تھا عوج بن عنق ۔ اس کا قد اتنا لمبا تھا کہ یہ طوفان اس کے ٹخنوں تک آیا تھا اور وہ مچھلیاں پکڑ پکڑ کر سورج پر بھون کر کھاتا تھا یہ یہودیوں کی خرافات میں سے ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سورہ نوح پارہ ۲۹ میں ہے نوح علیہ السلام نے کہا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا '' اے میرے رب نہ چھوڑ زمین پر کافروں کا ایک گھر بسنے والا۔'' تو صرف وہی بچے جو کشتی میں سوار ہوئے۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی نہ بچ سکا کہ کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا۔ تو فرمایا ہم نے سوار کیا ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ اور ہم نے پیدا کیا ان کے لیے اس جیسی کشتیوں سے جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی پھر لوگوں نے اس کے نمونے کی اور کشتیاں بنائیں اور اس کے نمونے کے جہاز بن گئے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مِّنْ مِّثْلِهٖ سے مراد اونٹ ہیں۔ اونٹ کو عربی میں سفينة البر کہتے ہیں۔ خشکی کی کشتی ہے جس کے چوڑے پاؤں لمبے قدم یہ ریتلے علاقے میں خوب چلتا ہے۔ جہاں گھوڑا، گدھا، خچر اچھے طریقے سے نہیں چل سکتے۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔ ہم نے تو تجربہ کیا ہے یہ بھکر، میانوالی، مظفر گڑھ کا جو حصہ تھل کا ہے وہاں آدمی قدم آگے رکھتا ہے آتا پیچھے ہے۔ تو اونٹ خشکی کی کشتی ہے جو لاد دو گے اٹھالے گا۔

خادمِ رسول حضرت قیس رضی اللہ عنہ :

ایک صحابی تھے حضرت قیس رضی اللہ عنہ۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سامان زیادہ ہو گیا تو پریشان ہو گئے کہ اس کو کون اٹھائے گا؟ تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کمبل تھا بڑا مضبوط۔ عرض کیا حضرت! اس میں ڈال کر مجھے اٹھوا دو۔ دو تین اونٹوں کا

وزن تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ سَفِیْنَۃٌ ''تو تو بھائی نری کشتی ہے۔'' اس کے بعد ان کا لقب پڑ گیا سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ۔ لوگ ان کو سفینہ کہہ کر پکارتے تھے۔

درندے کا صحابی رسول ﷺ کا احترام کرنا :

رومیوں کے ساتھ لڑائی کے دوران میں ایک موقع پر ساتھیوں سے بچھڑ گئے ہتھیار بھی ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ جنگل کا شیر چنگھاڑتا ہوا ان کی طرف آیا۔ مسند احمد، مستدرک حاکم اور مشکوٰۃ میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ شیر جب قریب آیا تو اس کو کہا انا سفینۃ مولی رسول اللہ ﷺ یَا اَبَا الحارث ''اے جنگل کے شیر میرا نام سفینہ ہے میں رسول اللہ ﷺ کا خادم ہوں۔'' اس شیر نے ایسے دم ہلائی جیسے بلی کتا اپنے مالک کے آگے ہلاتا ہے۔ پھر وہ شیر ان کو اس طرف لے گیا جہاں اسلامی فوج تھی۔ جب ان کو اپنے ساتھی نظر آنے لگے تو شیر سلام کر کے واپس چلا گیا۔ تو سفینہ کے لفظی معنیٰ کشتی کے ہیں۔

فرمایا وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ پس کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہ ہو۔ کوئی ان کا امدادی نہ ہو۔ صریخ کا لفظی معنیٰ ہے آواز دینے والا۔ جب کوئی آدمی چوروں، ڈاکوؤں میں پھنس جاتا اور آواز دیتا کہ او مجھے ملو! تو جو آدمی اس کی آواز سن کر جواب دیتا کہ گھبرا مت، میں پہنچا۔ تو امداد کی خاطر جو آواز بلند کرنے والا ہوتا تھا اس کو صریخ کہتے تھے۔ تو لازمی ترجمہ کرتے ہیں امدادی کہ ان کا کوئی امدادی نہ ہوگا۔ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ اور نہ ہی وہ چھڑائے جائیں گے اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا مگر مہربانی ہے ہماری کہ ہم کشتیوں کو غرق نہیں ہونے دیتے جن کو ہم چاہیں وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ اور فائدہ اٹھانے کا سامان ہے ایک وقت تک۔ یہ سب

رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو رب یہ سارے کام کر سکتا ہے وہی قیامت برپا کرے گا۔

❁❁❁

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

وَاِذَا اور جس وقت قِيْلَ لَهُمُ کہا جاتا ہے ان سے اتَّقُوْا بچو مَا اس چیز سے بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ جو تمہارے سامنے ہے وَمَا خَلْفَكُمْ اور جو تمہارے پیچھے ہے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تا کہ تم پر رحم کیا جائے وَمَا تَاْتِيْهِمْ اور نہیں آتی ان کے پاس مِّنْ اٰيَةٍ کوئی نشانی مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ ان کے رب کی نشانیوں میں سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مگر ہیں اس سے مُعْرِضِيْنَ اعراض کرنے والے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جس وقت کہا جاتا ہے

ان سے اَنۡفِقُوۡا خرچ کرو مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ اس چیز سے جو رزق دیا ہے تم کو اللہ تعالیٰ نے قَالَ الَّذِيۡنَ کہا ان لوگوں نے كَفَرُوۡا جو کافر ہیں لِلَّذِيۡنَ ان لوگوں کو اٰمَنُوۡۤا جو مومن ہیں اَنُطۡعِمُ کیا ہم کھلائیں مَنۡ اس کو لَّوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطۡعَمَهٗۤ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کھلاتا اس کو اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں وَيَقُوۡلُوۡنَ اور کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ کب ہوگا یہ وعدہ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اگر ہو تم سچے مَا يَنۡظُرُوۡنَ نہیں انتظار کرتے اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً مگر ایک چیخ کا تَاۡخُذُهُمۡ جو پکڑے گی ان کو وَهُمۡ يَخِصِّمُوۡنَ اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ تَوۡصِيَةً پس نہیں طاقت رکھیں گے یہ وصیت کرنے کی وَّلَاۤ اِلٰٓى اَهۡلِهِمۡ يَرۡجِعُوۡنَ اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے وَنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ اور پھونکا جائے گا صور فَاِذَا هُمۡ پس وہ اچانک مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ قبروں سے اِلٰى رَبِّهِمۡ يَنۡسِلُوۡنَ اپنے رب کی طرف دوڑیں گے قَالُوۡا کہیں گے يٰوَيۡلَنَا ہائے افسوس ہمارے اوپر مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا کس نے اٹھایا ہے ہمیں ہماری لیٹنے والی جگہ سے هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ یہ وہ ہے جس کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے وَصَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡنَ اور سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ فَاِذَا هُمۡ جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ

پس وہ سارے کے سارے ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی گمراہی کی وجہ سے ضد پر اڑے ہوئے ہیں اور اپنے گناہوں کے انجام کا کوئی فکر نہیں ہے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اور جس وقت ان سے کہا جاتا ہے اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ بچو تم اس چیز سے جو تمہارے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ کی مراد :

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں ما بمعنٰی من ہے۔تو مطلب یہ ہوگا کہ ڈرو تم اس ذات سے جو تمہارے آگے بھی ہے اور پیچھے بھی ہے یہ جملہ شرط ہے اور جزا اس کی محذوف ہے کہ یہ اعراض کرتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ آگے سے مراد دنیا کی زندگی ہے اور پیچھے سے مراد آخرت کی زندگی ہے۔اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ آگے سے مراد آگے جو زمین ہے اور آسمان ہے اور پیچھے جو زمین ہے جس پر چل کر آئے ہو اور پیچھے جو آسمان ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو زمین میں دھنسادیں اور اوپر آسمان کے ٹکڑے گرادیں مگر یہ اعراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت پر بڑی نشانیاں عطا فرمائیں مگر انہوں نے اعراض ہی کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا معجزہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ایک شخص آکر کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں اس پر آپ کے پاس کوئی نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف کہتا نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں سچا پیغمبر ہوں۔ دیکھ! یہ سامنے کھجور کا درخت ہے اگر میں

اس کے خوشے کی طرف اشارہ کروں کہ نیچے میرے پاس آ جا تو پھر مان جائے گا۔ اس نے کہا کیوں نہیں مانوں گا؟ آنحضرت ﷺ نے اس کو اشارہ کیا تو وہ خوشہ اتر کر آپ ﷺ کی گود میں آ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دیکھ یہ کھجور میری نہیں ہے اب یہ خوشہ واپس جا کر جُڑ جائے۔ اس نے کہا پھر تو نور علی نور ہے۔ آپ ﷺ نے اشارہ کیا تو وہ خوشہ اپنی جگہ پر جا کر جُڑ گیا۔ توڑنا تو آسان ہوتا ہے جوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ چودھویں رات کا چاند آپ ﷺ کے ہاتھ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوا سب نے آنکھوں سے دیکھا وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ [سورۃ القمر] ''اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی انہوں نے اپنی خواہشات کی کہ بندہ جب ضد پر آ جائے تو پھر نہیں مانتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اور نہیں آئی ان کے پاس کوئی نشانی مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ ان کے رب کی نشانیوں میں سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ مگر ہیں وہ اس سے اعراض کرنے والے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب کہا جاتا ہے ان سے اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ خرچ کرو اس چیز سے جو رزق دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو۔ رب تعالیٰ نے تمہیں پیسے دیئے ہیں، اجناس دی ہیں، پھل دیئے ہیں ان میں سے غریب لوگوں کو بھی دو جو تم میں سے غریب ہیں۔ غریب اور کمزور مومنوں نے کہا کافروں کو کہ تم ہمیں نہ دو مگر تمہارے محلے میں جو غریب ہیں ان کو کھانا کھلاؤ ان پر خرچ کرو۔ اب ان کا جواب تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ کہتے کہ بھئی! ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ان کو کھلائیں گے ان پر خرچ کریں گے کیونکہ صدقہ خیرات کو تو کافر بھی اچھا سمجھتے تھے۔ آج بھی کافر صدقہ خیرات اور رفاہِ عامہ کے کام کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے جواب یہ دیا قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ان لوگوں سے جو مومن ہیں۔ کیا کہا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ کیا ہم کھلائیں اس کو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کھلاتا اس کو۔ رب ان کو کیوں نہیں کھلاتا؟ ان کی منطق یہ تھی کہ رب ان سے راضی نہیں ہے اگر راضی ہوتا تو خود ان کو کھلاتا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اے مومنو! نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں کہ کہتے ہو کہ اپنا مال ان غریبوں پر خرچ کرو جنہیں اللہ تعالیٰ بھوکا رکھنا چاہتا ہے۔ الٹی منطق دیکھو کہ کافر مومنوں کو کہتے ہیں کہ تم کھلی گمراہی میں ہو۔ دنیا میں یہ سلسلہ چلتا رہا ہے کہ سچے کو جھوٹا کہا گیا ہے اور جھوٹے کو سچا کہا گیا ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق کہا گیا ہے۔ مکے کے مشرک بڑے زوردار الفاظ میں اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور ان کے عقیدے پر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صابی کہتے تھے۔ صابی کا معنیٰ ہے ایک دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اپنانے والا۔ جیسے آج کل اہل حق کو وہابی کہتے ہیں۔

اہلِ حق کے خلاف سازشیں :

مجھے ۱۹۸۶ء میں ایک ساتھی لندن لے گیا۔ وہاں میر پور کے لوگ زیادہ ہیں جو اکثر خالص بدعتی ہیں۔ میر پور کوٹلی کے علاقے میں بدعات زیادہ ہیں۔ ان لوگوں نے میرا نام سنا ہوا تھا ان کو علم ہوا تو کہنے لگے چلو وہابیوں کے بابے کو دیکھتے ہیں۔ میں ان کے لیے بڑی عجیب شے تھا۔ خیر لوگ دور دراز سے گاڑیوں میں آئے۔ ایک بڑی مسجد میں میرا بیان تھا۔ سننے کے بعد کہنے لگے کہ ہمیں تو کچھ اور کہا گیا تھا یہ تو کچھ اور نکلا ہے۔ یہ تو بہت اچھی باتیں کرتا ہے۔ حق والوں کے خلاف سازشیں، بدنام کرنا، مقابلہ کرنا شروع ہی سے چلا آرہا ہے۔

حج کے دنوں میں ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے۔ چونکہ حج کے دنوں میں لوگ زیادہ ہوتے تھے اور دور دراز سے آئے ہوئے ہوتے تھے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں کو توحید کی تبلیغ کرتے تھے۔ ایک دن ابوجہل آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتا اور آپ ﷺ کی تقریر کی تردید کرتا تھا۔ آپ ﷺ جب تقریر ختم کرتے تو ابوجہل کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ تم نے اس کی تقریر سن لی ہے میرا بیان بھی سنو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے اور ابوالحکم میری کنیت ہے یہ میرا بھتیجا ہے صَابِیٌ کَذَّابٌ "یہ صابی اور جھوٹا ہے۔" اس کے پھندے میں نہ آنا۔ آنحضرت ﷺ کی گھنٹوں کی تقریر پر دو لفظوں کے ساتھ کہ صابی ہے جھوٹا ہے کہہ کر پانی پھیر دیتا تھا۔ پھر آپ ﷺ پر ریت پھینکنی شروع کر دیتا تھا کہ شرارتی لوگ آپ ﷺ پر سنگ باری کریں۔ تو دنیا میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا کہا گیا ہے۔

تو کہنے لگے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو۔ وَیَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں جس قیامت کا تم ذکر کرتے ہو مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ یہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ مومنو! کتنے سال باقی ہیں کتنے مہینے باقی ہیں؟ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اس بات کا ذکر ہے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷ پارہ نمبر ۹ میں ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا "یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب ہوگا اس کا قائم ہونا قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ پختہ بات ہے کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ہے مجھے علم نہیں ہے کہ کب آنی ہے؟" قیامت تو آنی ہے مگر اس کے صحیح وقت کا علم کسی کو نہیں ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ہماری موت تو آنی ہے اس میں تو کسی کو تردد نہیں ہے مگر کب آئے گی اس کا علم رب

تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً نہیں انتظار کرتے یہ مگر ایک ہی چیخ کا۔ اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تَاْخُذُهُمْ وہ ان کو پکڑے گی۔ وہ سب چیزوں پر حاوی اور چھا جائے گی وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ یَخِصِّمُوْنَ اصل میں یَخْتَصِمُوْنَ تھا تا کو ص کیا اور پھر ص کا ص میں ادغام کیا تو یَخِصِّمُوْنَ ہو گیا۔ تو جب چیخ ان کو پکڑے گی تو آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ سودا دینے والا قیمت زیادہ بتلائے گا لینے والا چھڑانے (کم کرانے) کی کوشش کرے گا، قرضہ لینے والا مطالبہ کرے گا دینے والا کہے گا ابھی میرے پاس نہیں ہیں تو یہ لین دین وغیرہ کے جھگڑے ہو رہے ہوں گے اور اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک دیں گے۔ اور ہر شے وہیں ڈھیر ہو جائے گی۔

قیامت کا منظر :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بیچنے والا تھان بچھائے گا دکھانے کے لیے، خریدنے والا اس کے ساتھ بھاؤ طے کر رہا ہوگا کہ دونوں ڈھیر ہو جائیں گے۔ ایک آدمی دودھ دوہ کر اپنے گھر کے دروازے کے قریب پہنچ جائے گا مگر اندر نہیں داخل ہو سکے گا کہ خود بھی گر جائے گا اور دودھ بھی۔ آدمی لقمہ منہ میں ڈالے گا حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا، پانی کا گھونٹ بھرے گا حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا کہ ڈھیر ہو جائے گا۔ ایک پاؤں دروازے کے اندر ہوگا ایک باہر ہوگا کہ اسرافیل بگل پھونک دیں گے اور یہ وہیں ڈھیر ہو جائے گا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً پس نہیں طاقت رکھیں گے یہ وصیت کرنے کی نہ کوئی وصیت سننے والا ہوگا وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔ جہاں کہیں ہوں گے وہیں ڈھیر ہو جائیں گے وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ اور پھونکا

جائے گا بگل فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ ۔ اَجْدَاث جَدْثٌ کی جمع ہے۔ معنیٰ ہے قبر، اجداث قبریں۔ معنیٰ ہوگا پس وہ اچانک قبروں سے نکل کر اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ اپنے رب کی طرف پھیل پڑیں گے، دوڑیں گے۔ مشرق والے، مغرب والے، شمال والے، جنوب والے، کیا انسان، کیا جنات، کیا حیوان، کیا خشکی والے، کیا تری والے، سب کے سب میدان محشر میں اکٹھے ہوں گے۔ جب قبروں سے نکلیں گے تو سب ننگے ہوں گے سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ دوسرے نمبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تیسرے نمبر پر موسیٰ علیہ السلام کو پھر اپنے اپنے اعمال کے مطابق کسی کو دو قدم کے بعد کسی کو چار قدم کے بعد لباس پہنایا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے نفسا نفسی کا عالم ہوگا ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی کوئی کسی کی فکر نہیں کرے گا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ [سورۃ عبس] ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور بیٹوں سے۔'' یہاں جانیں دینے کے لیے تیار ہیں وہاں ایک نیکی دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوگا اس سے اندازہ لگاؤ کہ کتنا مشکل وقت ہوگا؟

قَالُوْا کہیں گے يٰوَيْلَنَا ہائے افسوس ہمارے اوپر مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کس نے اٹھایا ہے ہمیں ہماری لیٹنے والی جگہ سے۔ ہم قبروں میں لیٹے ہوئے تھے ہمیں کس نے اٹھایا ہے هٰذَا یہ جواب ہے هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ اور سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کہ ایک وقت آئے گا بگل پھونکا جائے گا اور تم قبروں سے اٹھو گے جو جہاں کہیں ہوگا وہیں سے اٹھے گا۔ باقی قبروں کا ذکر اس لیے ہے کہ عرب والے مردوں کو

قبروں میں دفن کرتے تھے یہود ونصاریٰ بھی دفن کرتے ہیں۔ باقی جن کو جلادیا جاتا ہے وہ بھی اٹھیں گے، جن کو درندے کھا گئے وہ بھی اٹھیں گے، مچھلیاں کھا گئیں وہ بھی اٹھیں گے سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جمع ہوں گے۔

واقعہ :

بخاری شریف میں ایک آدمی کا ذکر آتا ہے کہ ایک آدمی نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا کر پیس دینا پھر کچھ راکھ سمندر میں پھینک دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کا ایک ذرہ نہ ضائع ہو اور سمندر کو حکم دیا کہ اس کا ایک ذرہ نہ ضائع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے اچھا بھلا بندہ بنا کر کھڑا کر دیا اور فرمایا اے بندے! تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے کہا پروردگار! تیرے ڈر کی وجہ سے کہ میرے پاس نیکی کوئی نہیں تھی مجھے شرم آئی کہ میں اس حالت میں رب کے سامنے کس طرح پیش ہوں؟ میں نے انسانوں والا کام تو کوئی کیا نہیں ہے۔ تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ تو رب تعالیٰ کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔ یہ ہماری تمہاری منطق ہے کہ جس کو جلا دیا جائے گا وہ کیسے زندہ ہوگا جس کو درندے یا مچھلیاں کھا گئیں وہ کیسے زندہ ہوگا؟ خدا کے ہاں ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے نہ اس کے لیے کوئی کام مشکل ہے اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ پس وہ سارے کے سارے ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔

منکرین عذاب قبر کا استدلال اور اس کا جواب :

یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ منکرین عذاب قبر اس آیت کریمہ کو اپنے دعوے پر پیش کرتے ہیں کہ مرقد کا معنٰی ہے سونے کی جگہ۔ تو سوتا تو وہ ہے جس کو تکلیف نہ ہو۔ تکلیف والے کو کب نیند آتی ہے؟ جس کو فرشتے ہتھوڑے ماریں پسلیاں آر پار ہوں وہ کیسے سو سکتا ہے؟ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہاں مرقد کا معنٰی سونے کا نہیں کریں گے بلکہ لیٹنے کی جگہ کریں گے کہ ان کو لیٹنے کی جگہ سے اٹھایا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے قیامت قائم ہونے سے کچھ دیر پہلے عذاب موقوف کر دیا جائے گا۔ تو جس وقت اٹھیں گے اس وقت کے لحاظ سے وہ مرقد ہے پہلے نہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد مسلسل عذاب ہوتا ہے۔

❁❁❁

فَالْيَوْمَ

لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

فَالْيَوْمَ پس اس دن لَا تُظْلَمُ ظلم نہیں کیا جائے گا نَفْسٌ کسی نفس پر شَيْئًا کچھ بھی وَّلَا تُجْزَوْنَ اور نہ بدلہ دیا جائے گا تم کو اِلَّا مَا مگر اس چیز کا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم عمل کرتے ہو اِنَّ بے شک اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جنت والے الْيَوْمَ اس دن فِيْ شُغُلٍ شغل میں ہوں گے فٰكِهُوْنَ آپس میں باتیں کر رہے ہوں گے : هُمْ وہ وَ اَزْوَاجُهُمْ اور ان کی بیویاں فِيْ ظِلٰلٍ سائیوں میں عَلَى الْاَرَآئِكِ

تختوں پر مُتَّكِـُٔوْنَ ٹیک لگائے ہوں گے لَهُمْ ان کے لیے فِيْهَا
اس جنت میں فَاكِهَةٌ پھل ہوں گے وَّلَهُمْ اور ان کے لیے مَّا وہ
چیز ہوگی يَدَّعُوْنَ جو وہ طلب کریں گے سَلٰمٌ سلام ہوگا قَوْلًا مِّنْ
رَّبٍّ رَّحِيْمٍ قول کے طور پر رب رحیم کی طرف سے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اور
الگ ہو جاؤ آج کے دن اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اے مجرمو اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ
کیا میں نے تاکید نہیں کی تھی تم کو يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے بنی آدم اَنْ لَّا تَعْبُدُوا
الشَّيْطٰنَ کہ تم نہ پوجا کرو شیطان کی اِنَّهٗ لَكُمْ بے شک وہ تمہارا عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ کھلا دشمن ہے وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے وَلَقَدْ اَضَلَّ اور البتہ تحقیق اس
نے بہکایا مِنْكُمْ تم میں سے جِبِلًّا كَثِيْرًا بہت ساری مخلوق کو اَفَلَمْ
تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ یہ جہنم ہے الَّتِيْ
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ داخل ہو
جاؤ اس میں آج کے دن بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے
تھے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ اس دن ہم مہر لگا دیں گے عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ ان کے
مونہوں پر وَتُكَلِّمُنَآ اور کلام کریں گے ہمارے ساتھ اَيْدِيْهِمْ ان کے
ہاتھ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں بِمَا اس چیز کی
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ جو وہ کماتے تھے۔

تفسیر آیات :

قیامت کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا پس اس دن نہیں ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کچھ بھی۔ اس نے گناہ نہیں کیا اور اس کے کھاتے میں ڈال دیا جائے یا اس نے جرم نہیں کیا اور اسے مجرم بنا دیا جائے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یا ضابطے کے مطابق اس نے جو نیکیاں کی ہیں وہ نہ لکھی جائیں یا ان کا بدلہ نہ ملے ایسا نہیں ہوگا۔ دنیا میں لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں تو قیامت والے دن مظلوم کو اس کا حق نہ دلوایا جائے ایسا بھی نہیں ہوگا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اور نہ بدلہ دیا جائے گا تم کو مگر اس چیز کا جو تم کرتے ہو۔ تم نے نیکی کی نیکی کا بدلہ ملے گا، بدی کی بدی کا بدلہ ملے گا إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ بے شک جنت والے اس دن فِي شُغُلٍ شغل میں ہوں گے، دل لگیوں میں ہوں گے فَكِهُونَ آپس میں باتیں کر رہے ہوں گے مزے کر رہے ہوں گے۔ اپنے اپنے مزاج کے مطابق کوئی کھانا کھائے گا کوئی پانی پیے گا کوئی پھل کھائے گا، کوئی ہنس رہا ہوگا، کوئی کھیل رہا ہوگا، کوئی کچھ کرے گا کوئی کچھ کرے گا اپنے اپنے شغل میں مصروف ہوں گے هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ وہ اور ان کی بیویاں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ادنیٰ ترین جنتی کو زوجتان من الحور العین "دو حوریں تو ہر جنتی کو ملیں گی۔" فِي ظِلَالٍ ۔ ظِلَالٍ ظُلَّةٌ کی جمع ہے اور اس کا مفرد ظِلٌّ بھی آتا ہے۔ یعنی اس کا مفرد ظُلَّةٌ بھی ہے اور ظِلٌّ بھی ہے۔ دونوں لفظ قرآن میں موجود ہیں عَلَى الْأَرَائِكِ ۔ آرائك أَرِيكَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے آرام دہ کرسی، جدھر چاہو گھما لو۔ معنیٰ ہوگا وہ اور ان کی بیویاں سائیوں میں تختوں پر بیٹھے ہوں

گے مُتَّكِـُٔوْنَ خوب ٹیک لگائے۔ سائے کا لفظ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کیونکہ قرآن کریم کے اول مخاطب عرب ہیں اور عرب میں سائے اور پانی کی بڑی قدر ہے کیونکہ وہاں یہ دونوں چیزیں کم ہیں اسی واسطے کسی جگہ ظِلًّا ظَلِيْلًا فرمایا ہے کہ بڑا گھنا سایہ ہوگا اور باغات ہوں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گے۔ ہمارے ہاں سائے کی کوئی زیادہ قدر نہیں ہے کیونکہ یہاں درخت وافر تعداد میں ہیں اور عرب کے مقابلے میں یہاں گرمی بھی کم ہوتی ہے۔ تو ان کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سائیوں میں ہوں گی آرام دہ کرسیوں پر ٹیک لگا کر بڑے مزے کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ان کے لیے جنت میں پھل ہوں گے وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ اور ان کے لیے وہ چیز ہوگی جو وہ طلب کریں گے۔ جو منہ سے نکلے گا سو ملے گا۔ بخاری شریف میں روایت ہے رب تعالیٰ فرمائیں گے جنتیو! مانگو جو مانگنا ہے۔ ایک آدمی کہے گا پروردگار! مجھے یہاں زراعت کرنے کی اجازت دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بغیر زراعت کے تمہیں سب کچھ مل جائے کیا یہ کافی نہیں ہے؟ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کیا ہوگی چھوٹی خدائی ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ ہو جائے وہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جنتی بھی جو چاہے گا ہو جائے گا۔ فرمایا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ سلام ہوگا کہا ہوا رب رحیم کی طرف سے۔ السلام علیکم یا عبادی "اے میرے بندو! تم پر میرا سلام ہو۔" آج کوئی بڑا افسر کسی معمولی ملازم کو سلام کرے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا کہ میرے افسر نے مجھے سلام کیا ہے۔ اُو یہ افسر کیا ہوتا ہے؟ رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو سلام ہوگا جنتی آپس میں بھی سلام کریں گے فرشتے بھی سلام کریں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ

[زمر:۷۳] ''سلام ہو تم پر خوش رہو داخل ہو جاؤ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے۔'' ہر طرف سے سلامتی ہی سلامتی ہوگی کوئی برا لفظ جنت میں نہیں سنے گا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ [طور: پارہ:۲۷] ''نہ لغو ہوگا جنت میں نہ گناہ نہ لڑائی جھگڑا ہوگا۔'' امن ہی امن ہوگا۔ پوری جنت میں ایک بھی تھانیدار نہیں ہوگا کیونکہ وہاں جھگڑا ہی نہیں ہوگا۔

فرمایا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ اور الگ ہو جاؤ آج کے دن اے مجرمو۔ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مجرمو الگ ہو جاؤ۔ مومنوں کو الگ کر دیا جائے گا مجرموں کو الگ کر دیا جائے گا۔ مجرموں کو الگ کر کے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ کیا میں نے تمھیں تاکید نہیں کی تھی پیغمبروں کے ذریعے، کتابوں کے ذریعے، واعظین کے ذریعے، عقل سلیم دے کر تاکید نہیں کی تھی؟ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اے بنی آدم! کہ عبادت نہ کرنا شیطان کی۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان کی اطاعت نہ کرنا۔ شیطان کی اطاعت کر کے تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اور شیطان کی اطاعت ایک قسم کا شرک ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۲۱ پارہ ۸ میں ہے وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ''اور بے شک شیطان القا کرتے ہیں اپنے دوستوں کو ان کے دلوں میں بات ڈالتے ہیں تاکہ وہ شیطان کے چیلے تمہارے ساتھ جھگڑا کریں اگر تم ان شیطانوں کی اور ان کے چیلوں کی اطاعت کرو گے تو بے شک البتہ تم مشرک ہو۔'' تو شیطان کی اطاعت کرنا شیطان کے چیلوں کی اطاعت کرنا یہ بھی شرک ہے۔

تو فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی اے بنی آدم! کہ تم شیطان کی اطاعت نہ کرنا اس کی پوجا نہ کرنا إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن

ہے۔ وہ کوئی کام تم سے ایسا نہیں کرائے گا جس میں تمہارا فائدہ ہو۔ بعض کہاوتوں میں بڑی سمجھ کی باتیں ہوتی ہیں۔

ایک مشہور کہاوت :

چنانچہ ایک مشہور کہاوت ہے کہ ایک نیک آدمی تھا اللہ والا سخت گرمی کے موسم میں دیوار کے سائے کے نیچے سویا ہوا تھا دوپہر کو تھوڑی دیر کے لیے سوجاتا تھا کہ تہجد کے واسطے اٹھنے کے لیے بڑا مفید ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی نے آکر اس کو پاؤں کی طرف سے ہلا کر جگایا کہ اٹھ کر بھاگ جاؤ دیوار گرنے والی ہے۔ وہ اٹھ کر ایک طرف ہوا تو دیوار گرگئی۔ اس نے اس کو کہا کہ تم تو میرے لیے رحمت کے فرشتہ بن کر آئے ہو بتاؤ تو سہی کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ اس بات کو چھوڑو تمہارا مقصد حاصل ہو گیا ہے بچ گئے ہو۔ اس اللہ والے نے کہا کہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں ابلیس ہوں۔ نیک آدمی نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میرا تیرے ساتھ کیا تعلق ہے کہ تو نے یہ نیکی کی ہے۔ شیطان نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نیکی نہیں کی بلکہ نیکی سے محروم کیا ہے کہ اگر تو دیوار کے نیچے آکر مرجاتا تو شہید ہوتا تو میں نے تجھے شہادت کے درجے سے محروم کر دیا ہے۔ تو شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

فرمایا وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو۔ میں نے تمھیں تاکید نہیں کی تھی ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے کہ میری عبادت کرو شیطان کی اطاعت نہ کرو وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ۔ جِبِلًّا جَبِیْلٌ کی جمع ہے بمعنٰی مخلوق۔ اور جِبِلًّا کا معنٰی مخلوقات۔ معنٰی ہوگا اور البتہ تحقیق اس نے بہکایا تم میں سے بہت ساری مخلوقات کو۔ بہت سی قوموں کو، بہت سے خاندانوں اور برادریوں کو، انسانوں

اور جنوں کو اس نے بہکایا اَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ کیا پس تم عقل نہیں رکھتے۔ اتنی واضح بات تمھیں سمجھ نہیں آتی کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس کی اطاعت نہ کرو میری عبادت کرو۔ اب اس کا نتیجہ سن لو! هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر تم کفر و شرک کرو گے شیطان کی اطاعت کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ [سورہ رحمٰن] ''پھر پکڑا جائے گا ان کو پیشانیوں اور پاؤں سے۔'' کیونکہ خوشی کے ساتھ تو کوئی بھی دوزخ کی طرف قدم نہیں اٹھائے گا فرشتے ان کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ پھر پل صراط کا مرحلہ آئے گا۔ کوئی ایک قدم چلے گا نیچے گر جائے گا کوئی دو قدم چلے گا نیچے گر جائے گا۔ پل صراط کافروں اور مشرکوں کے لیے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی۔ اور مومنوں اور موحدوں کے لیے اتنی کھلی سڑک ہوگی جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ کچھ سواریوں پر جائیں گے، کچھ دوڑتے ہوئے جائیں گے، کچھ بادلوں کی طرح اڑتے جائیں گے، کچھ پرندوں کی طرح۔ اور کافروں، مشرکوں کو حکم ہوگا اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ داخل ہو جاؤ تم اس دوزخ میں آج کے دن اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔ میری تم نے نافرمانی کی، شیطان کے چیلے بنے رہے۔ اس دن بعض مشرک ایسے ہوں گے جو سرے سے شرک ہی کا انکار کر دیں گے اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [انعام: ۲۳] ''یہ کہ وہ کہیں گے قسم ہے اللہ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ''دیکھو کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر۔'' یہ بے ایمان یہاں بھی سچ بولنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ پھر کیا ہوگا اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ

اس دن ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر منہ سے بول نہیں سکیں گے وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ اور ان کے ہاتھ ہمارے ساتھ باتیں کریں گے کہ ہمارے ساتھ انہوں نے یہ کچھ کیا ہے۔ ہم کفر و شرک کرتے رہے ہیں وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے کہ ہمارے ساتھ یہ کچھ کرتے رہے ہیں۔ تو جب انسان کے اعضاء انسان کے خلاف گواہی دیں گے تو وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ''اور وہ کہیں گے اپنی کھالوں سے کہ تم کیوں گواہی دیتی ہو ہمارے خلاف قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ [حم سجدہ: ۲۱] ''وہ کہیں گے ہم کو بلوایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔'' اس کے بعد پھر سب کچھ اگل دیں گے وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا اور نہیں چھپائیں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات۔'' کہیں گے ہم نے یہ بھی کیا ہے یہ بھی کیا ہے۔ کہیں گے فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا [سورہ سجدہ: ۱۲] ''پس ہمیں لوٹا دے دنیا میں تاکہ ہم اچھے عمل کر سکیں۔'' حالانکہ وہاں سے واپس آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو فرمایا اس دن ہم مہریں لگا دیں گے مونہوں پر اور ہمارے ساتھ باتیں کریں گے ان کے ہاتھ اور گواہیاں دیں گے ان کے پاؤں بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس چیز کی جو وہ کماتے تھے۔

❁❁❁

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَطَمَسْنَا البتہ مٹا دیں ہم عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ ان کی آنکھوں کو فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ پس وہ دوڑیں راستے کی طرف فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ پھر کہاں سے وہ دیکھ سکیں گے وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَمَسَخْنٰهُمْ تو مسخ کر دیں ان کو عَلٰى مَكَانَتِهِمْ ان کی جگہوں پر فَمَا اسْتَطَاعُوْا پس وہ طاقت نہ رکھیں مُضِيًّا آگے چلنے کی وَّلَا يَرْجِعُوْنَ اور نہ وہ واپس لوٹ سکیں وَمَنْ اور وہ شخص نُّعَمِّرْهُ جس کو

ہم عمر دیتے ہیں نُنَكِّسْهُ ہم کی کر دیتے ہیں فِی الْخَلْقِ خلقت میں
اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ کیا پس وہ عقل نہیں رکھتے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ اور ہم نے
تعلیم نہیں دی نبی ﷺ کو شعر کی وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ اور نہ اس کی شان کے لائق
ہے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہیں ہے یہ مگر نصیحت وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ اور قرآن ہے
کھول کر بیان کرنے والا لِّیُنْذِرَ تاکہ ڈرائے مَنْ اس کو كَانَ حَیًّا
جو زندہ ہے وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ اور لازم ہو جائے بات عَلَى الْكٰفِرِیْنَ
کافروں پر اَوَلَمْ یَرَوْا کیا اور نہیں دیکھا انہوں نے اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ بے
شک ہم نے پیدا کیا ہے ان کے لیے مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ ان چیزوں سے جو
ہمارے ہاتھوں نے بنائی ہیں اَنْعَامًا مویشی فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ پس وہ
ان کے مالک ہیں وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ اور ہم نے تابع کر دیا ہے ان کو ان کے
لیے فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ پس بعض ان میں سے ان کی سواری ہیں وَمِنْهَا
یَاْكُلُوْنَ اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہیں وَلَهُمْ فِیْهَا اور ان کے لیے ان
جانوروں میں مَنَافِعُ بہت فائدے ہیں وَمَشَارِبُ اور پینے کے گھاٹ
ہیں اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ کیا پس وہ شکر یہ ادا نہیں کرتے وَاتَّخَذُوْا اور
بنائے ان لوگوں نے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً اللہ تعالیٰ سے نیچے معبود لَّعَلَّهُمْ
یُنْصَرُوْنَ تاکہ ان کی مدد کی جائے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وہ نہیں
طاقت رکھتے ان کی مدد کی وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ اور وہ ان کے لیے

لشکر ہوں گے جو حاضر کیے جائیں گے فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات اِنَّا نَعْلَمُ بے شک ہم جانتے ہیں مَا يُسِرُّوْنَ اس چیز کو جس کو وہ چھپاتے ہیں وَمَا يُعْلِنُوْنَ اور اس چیز کو جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

ربط آیات :

پچھلے درس میں میں نے بیان کیا تھا کہ ایک موقع محشر میں ایسا آئے گا کہ مشرک لوگ اپنے شرک کا انکار کریں گے۔ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ''اللہ کی قسم ہے اے ہمارے پروردگار! ہم نے شرک نہیں کیا۔'' تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہریں لگا دیں گے۔ اس کا ذکر پچھلی آیت کریمہ میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ زبانیں نہیں بولیں گی ہاتھ پاؤں بولیں گے ایسے ہی جیسے ہماری زبان بولتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں قدرت ہے وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَطَمَسْنَا عَلٰى اَعْيُنِهِمْ تو مٹا دیں ان کی آنکھوں کو کہ بینائی چھین لیں، آنکھوں کا نور چھین لیں۔ کئی آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بہ ظاہر ان کی آنکھیں معلوم ہوتی ہے لیکن اندر روشنی نہیں ہوتی۔ تو فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو مٹا دیں ان کی آنکھوں کو فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ پس وہ دوڑیں گے راستے کی طرف۔ راستہ تلاش کرتے پھریں گے فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ پھر کہاں دیکھ سکیں گے کیسے دیکھیں گے؟ اس زمانے میں آج کی طرح راستے نہیں ہوتے تھے اتنی ٹریفک نہیں ہوتی تھی۔ آج تو سڑک کراس کرنا بڑا مشکل ہے۔ فرمایا وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ اور اگر ہم چاہیں تو مسخ کر دیں ان کی شکلیں عَلٰى مَكَانَتِهِمْ

ان کی جگہوں پر، ان کے ٹھکانوں پر جہاں کہیں کھڑے ہیں، بیٹھے ہیں، لیٹے ہیں وہیں ان کی شکلیں مسخ کر دیں جیسے پہلے بنی اسرائیلوں کی کی تھیں وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ [مائدہ:۶۰] "اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔" داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بوڑھے نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ نے خنزیر بنایا اور جوانوں کو بندر بنایا۔ تین دن اسی طرح رہے۔ ایک دوسرے کو دیکھتے اور پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ تین دن کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا۔ تو فرمایا اگر ہم چاہیں تو ان کی شکلیں مسخ کر دیں فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ پس وہ نہ طاقت رکھیں آگے چلنے کی اور وہ نہ واپس لوٹ سکیں اپنے گھروں کو۔ فرمایا دیکھتے نہیں وَمَنْ نُعَمِّرْهُ اور جس کو عمر دیتے ہیں زیادہ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ہم کمی کر دیتے ہیں اس کی خلقت میں، آنکھوں میں کمی کہ اچھی طرح دیکھ نہ سکے، کانوں کی سماعت میں کمی کہ صحیح طریقے سے سن نہ سکے، منہ میں دانت نہ رہیں کہ روٹی نہ چبا سکے، کمر سیدھی نہیں کبڑا ہو کر چلتا ہے وہ جو پہلے پہلوان ہوتا تھا۔ اس کے سامنے کوئی شے مشکل نہیں ہے اَفَلَا يَعْقِلُونَ کیا پس یہ لوگ سمجھتے نہیں رکھتے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

کافر لوگ آنحضرت ﷺ کو شاعر بھی کہتے تھے۔ سورہ صٰفٰت آیت نمبر ۳۶ پارہ نمبر ۲۳ میں ہے وَيَقُولُونَ اَئِنَّا لَتَارِكُوا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ "اور وہ کہتے ہیں کیا ہم چھوڑنے والے ہو جائیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔" تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرمائی ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ اور ہم نے نہیں تعلیم دی پیغمبر ﷺ کو شعر کی وَمَا يَنْۢبَغِي لَهٗ اور نہ شعر و شاعری ان کی شان کے لائق ہے۔ کیوں لائق نہیں؟ شاعروں کے متعلق اللہ تعالیٰ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶ پارہ

۱۹ میں فرمایا ہے وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اور شاعر لوگوں کی پیروی کرتے ہیں گمراہ لوگ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ کیا دیکھا نہیں تم نے کہ وہ شاعر ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ''اور بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔'' شعر میں جتنا مبالغہ ہوگا اور واقع کے خلاف ہوگا اتنا اچھا سمجھا جائے گا۔ کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ یہاں تو اقبال جیسا عظیم شاعر بھی اپنے بارے میں کہہ گیا کہ :

گفتار کا یہ غازی تو بنا گیا، کردار کا غازی بن نہ سکا

تو شاعر لوگ کرتے کچھ ہیں کہتے کچھ ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان مبارک پر ہوتا ہے اور جو زبان مبارک پر ہوتا ہے اس کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ یہاں دورنگی قطعاً نہیں ہوتی۔ شاعروں میں بہت کم لوگ ہیں جو حقیقت کو بیان کریں ورنہ اکثریت اِدھر اُدھر کی باتیں بیان کرتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کلی کی نفی :

یہاں پر ایک عقیدے کی بات سمجھ لیں کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر و شاعری کی تعلیم نہیں دی تو علم کلی کی نفی ہو گئی۔ کیونکہ کلی میں تو شعر و شاعری بھی ہے۔ مگر بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے از شرق تا غرب از شمال تا جنوب از فرش تا عرش تمام چیزوں کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا۔ ایک ذرہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے باہر نہیں ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ علیم کل تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی علیم کل ہیں تو یہ تو شرک ہو گیا اور تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں شریک بنا دیا یہ تو شرک ہے۔ تو پھر اس

کی وہ تاویل یہ کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور پیغمبر ﷺ کا علم عطائی ہے اس لیے ہم شرک کے مرتکب نہیں ہوئے۔تو ذاتی اور عطائی کا چکر دے کر لوگوں کو مغالطے میں ڈالتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے تو عطائی کی نفی کی ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبر کو شعروشاعری کا علم دیا ہی نہیں ہے اور وہ ان کے لائق ہی نہیں تھا جب رب تعالیٰ نے شعروشاعری کی آپ ﷺ کو تعلیم ہی نہیں دی تو پھر علمِ کل کہاں سے آ گیا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا آپ ﷺ کو کون تعلیم دینے والا ہے؟ ہاں! اس بات کو اس طرح توڑا جا سکتا تھا کہ اس کے بعد کوئی آیت کریمہ نازل ہوتی جس میں اس بات کا ذکر ہوتا کہ ہم نے آپ ﷺ کو شعروشاعری کا علم بھی دے دیا ہے اور وہ آپ ﷺ کی شان کے لائق ہے۔

پھر سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۴ پارہ ۶ میں ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ''اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے بیان نہیں کیے۔'' تو جن پیغمبروں کے حالات اللہ تعالیٰ نے بیان ہی نہیں کیے ان کا علم آپ ﷺ کو کس طرح ہو گیا؟ اور سورۃ المومن آیت نمبر ۷۸ پارہ ۲۴ میں ہے ''اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسولوں کو آپ سے پہلے مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان کیے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے ان کے حالات آپ پر بیان نہیں کیے۔'' رب تعالیٰ تو نفی فرما رہے ہیں کہ ہم نے بعض پیغمبروں کے حالات آپ ﷺ کو نہیں بتلائے۔اب اس قضیے کو توڑا تو اس طرح جا سکتا ہے کہ اس کے بعد کوئی آیت نازل ہوئی ہو جس میں اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ ہم نے تمام پیغمبروں کے حالات آپ ﷺ پر بیان کر دیئے ہیں۔تو قرآن

کریم تو عطائی کی بھی نفی کر رہا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو کلی طور پر ہر شے کا علم نہیں دیا۔ تو یہ لوگ ذاتی عطائی کی تاویل کر کے نرا دھوکا دیتے ہیں اور لوگوں کو مشرک بناتے ہیں۔

تو فرمایا کہ ہم نے پیغمبر کو شعر وشاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی یہ ان کے لائق تھی اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہیں ہے یہ مگر نصیحت وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ اور قرآن کھول کر بیان کرنے والا۔ اس کو اتارا کیوں ہے؟ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا تاکہ ڈرائے قرآن پاک اس کو جو زندہ ہے یعنی جس کو روحانی زندگی حاصل ہے اور وہ سمجھنا چاہتا ہے تو اس کو ڈرائے وَیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ اور لازم ہو جائے بات کافروں پر۔ ان کے لیے اتمام حجت ہو جائے۔

دلائل قدرت :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دلائل بیان فرمائے ہیں اَوَلَمْ یَرَوْا کیا انہوں نے نہیں دیکھا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ بے شک ہم نے پیدا کیے ہیں ان کے لیے مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ جو ہمارے ہاتھوں نے بنایا ہے۔ قدرت کے ہاتھوں کے ساتھ بنائے ہیں اَنْعَامًا مویشی۔ بھیڑ، بکریاں، اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۳-۱۴۴ پارہ ۸ میں باقاعدہ ان کا ذکر ہے مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ "بھیڑوں میں سے دو نر اور مادہ بکریوں میں سے دو نر اور مادہ، اونٹوں میں سے دو نر اور مادہ اور گائے (بھینس) میں سے دو نر اور مادہ۔" یہ سب جانور ہماری قدرت کے ہاتھوں نے بنائے ہیں فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ اور وہ ان کے مالک ہیں مجازی شرعی طور پر ہم نے ان کو ان کا مالک تصور کیا ہے وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ اور ہم نے تابع کر دیا ہے ان مویشیوں کو ان کے وہ جانور ان کے تابع ہیں فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ پھر ان

میں سے بعض وہ ہیں جو ان کی سواریاں ہیں ان پر یہ سوار ہوتے ہیں ۔ جیسے اونٹ ہے ایک چھوٹا سا بچہ نکیل ہاتھ میں پکڑ کر لے جا رہا ہے اور اس کے پیچھے قطار ہے اگر ایک اونٹ بگڑ جائے تو سارا محلہ اس کو قابو نہیں کر سکتا۔ تو یہ جانور تمہارے تابع کس نے کیے ہیں؟ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو کھاتے ہیں ذبح کر کے۔ بھیڑ بکریاں، اونٹ، گائے بھینس ذبح کر کے کھاتے بھی ہیں یہ بھی خدا کی نعمت ہے وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ اور ان کے لیے ان مویشیوں میں بہت فائدے ہیں۔ ان کی اون اور پشم کے کپڑے بنتے ہیں جو بڑے گرم ہوتے ہیں۔ بالوں کی بوریاں بھی بنتی ہیں جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں وَمَشَارِبُ اور پینے کے گھاٹ ہیں ان کا دودھ لیتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے ۔ چارا دیکھو، دودھ دیکھو اور اگر نہ سمجھنا چاہے تو چاند دو ٹکڑے ہوا پھر بھی نہ سمجھے۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہیں اگر کوئی غور و فکر کرے۔

تو فرمایا اور ان کے لیے ان مویشیوں میں بہت فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ ہیں أَفَلَا يَشْكُرُونَ کیا پس یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ میرے پیدا کیے ہوئے جانوروں پر سواری بھی کرتے ہیں ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں دودھ بھی پیتے ہیں ان سے مختلف فوائد بھی حاصل کرتے ہیں اس سب کے باوجود وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً اور بنا لیے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے معبود۔ جب یہ سب کچھ تمہارے لیے رب تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو عبادت بھی اسی کی کرو۔ چاہے بدنی عبادت ہو، زبانی عبادت ہو، مالی عبادت ہو۔

گیارھویں شریف :

جانور کو پیدا تو رب تعالیٰ کرے اور چڑھاوا غیر اللہ کا، دودھ اللہ تعالیٰ پیدا کرے گیارھویں کا دودھ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بے شک ایصال ثواب بڑی اچھی چیز ہے اور ہم اس کے قائل بھی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ ایصال ثواب صرف شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کیوں؟ ہمارا پختہ نظریہ ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے ولی تھے ان کی نیکیاں اتنی زیادہ ہیں وہ نیکیوں سے اس قدر مالا مال ہیں کہ اگر ان کی نیکیاں گکھڑ والوں پر تقسیم کی جائیں تو ان سب کا بیڑا پار ہو جائے۔ وہ تو نیکیوں میں پہلے ہی غنی ہیں۔ اگر تم نے ایصال ثواب کرنا ہی ہے تو والدین کے لیے کیوں نہیں کرتے۔ گیارھویں دادا دادی کے لیے کیوں نہیں دیتے۔ کسی سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی، کسی سے کوئی لغزش ہوئی ہوگی، کسی کی نماز رہ گئی ہوگی، کسی کا روزہ رہ گیا ہوگا، ان کو ایصال ثواب کرو جو محتاج ہیں تم ان کے لیے ایصال ثواب کرتے ہو جو پہلے ہی رجے ہوئے ہیں۔ پھر ایصال ثواب کا مال غریب کو کھلاؤ یہاں تو اچھے بھلے لوگ کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ خود بریلویوں کے بزرگوں نے بھی لکھا ہے کہ واجب قسم کا صدقہ امیر کے لیے حرام ہے اور نفلی صدقہ امیر کے لیے مکروہ تنزیہی ہے۔ جو آدمی خود قربانی دینے کا اہل ہے فطرانہ دینے کا اہل ہے وہ نفلی صدقہ لینے کا بھی مجاز نہیں ہے چاہے مولوی ہو، پیر ہو، قاری ہو، حافظ ہو۔ لیکن یہاں تو یہی لوگ سب کچھ کھا جاتے ہیں۔ عجیب قسم کے گورکھ دھندے ان لوگوں نے بنا لیے ہیں۔

تو فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے الٰہ بنائے ہیں لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ تاکہ ان کی مدد کی جائے لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وہ نہیں طاقت رکھتے ان کی مدد کی۔

وہ خود محتاج ہیں ان کی کیا مدد کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض غالی قسم کے لوگوں نے گاڑیوں پر لکھا ہوتا ہے یا علی مدد، یَا علی اَدْرِکْنِی ۔ بھائی! حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں کہ ان کو رمضان المبارک کے مہینے میں عبدالرحمٰن بن ملجم نامی نامراد نے شہید کیا۔ وہ خود اپنے آپ کو تو نہ بچا سکے اور نامرادو! تمہیں کیسے بچائیں گے؟ وہ تمہاری کیا مدد کریں گے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اور حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں شہید ہوئے تو تم یا حسین! کہہ کر ان سے مدد مانگتے ہو وہ تمہاری کیسے مدد کریں گے؟

تو فرمایا کہ وہ اپنی مدد کی طاقت نہیں رکھتے وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ اور وہ ان کے لیے لشکر ہوں گے جو حاضر کیے جائیں گے۔ جن کو یہ الٰہ بنائے پھرتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں وہ ان کے خلاف لشکر بن کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے اے پروردگار! یہ جو کچھ کرتے رہے ہیں ہم نے ان کو نہیں کہا آپ جانیں اور یہ جانیں۔ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۱۱۶ پارہ ۷ میں ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''اور جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ ابن مریم کیا آپ نے کہا تھا لوگوں کو کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو اللہ تعالیٰ کے سوا قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ''عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے پاک ہے تیری ذات اے اللہ نہیں لائق میرے لیے کہ میں کہوں ایسی بات جس کا مجھے حق نہیں ہے۔'' تو یہ بزرگ قیامت والے دن ان کے خلاف پیش ہوں گے۔

فرمایا فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی باتیں کہ یہ آپ کو ساحر بھی کہتے ہیں، مجنون اور مسحور بھی کہتے ہیں، مفتری بھی کہتے ہیں اور شاعر بھی۔ آپ ان کی باتوں سے غم نہ کھائیں اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا

يَعۡلِنُوۡنَ بے شک ہم جانتے ہیں ان باتوں کو جن کو یہ مخفی رکھتے ہیں اور ان کو بھی جن کو یہ ظاہر کرتے ہیں۔ ہم خود ان سے نبٹ لیں گے۔

❁❁❁

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۨ ﴿۷۹﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ ؕ بَلٰی ۚ وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ کیا نہیں دیکھا انسان نے اَنَّا خَلَقْنٰہُ بے شک ہم نے اس کو پیدا کیا مِنْ نُّطْفَۃٍ نطفے سے فَاِذَا ھُوَ پس اچانک وہ خَصِیْمٌ جھگڑنے والا ہے مُّبِیْنٌ کھلے طور پر وَضَرَبَ لَنَا اور بیان کرتا ہے ہمارے لیے مَثَلًا مثالیں وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ اور وہ بھول گیا اپنی پیدائش کو قَالَ کہتا ہے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو وَھِیَ رَمِیْمٌ اور وہ بوسیدہ ہو رہی ہوں گی قُلْ آپ کہہ دیں یُحْیِیْھَا زندہ کرے گا ان کو الَّذِیْ وہ اَنْشَاَھَآ جس نے پیدا کیا ان کو اَوَّلَ مَرَّۃٍ پہلی مرتبہ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ اور وہ ہر پیدائش کو جاننے والا ہے الَّذِیْ وہ ذات ہے جَعَلَ لَکُمْ جس نے بنائی تمہارے لیے مِّنَ

الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ سبز درخت سے نَارًا آگ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ

پس اچانک تم اس آگ سے سلگاتے ہو اَوَلَيْسَ الَّذِىْ کیا نہیں ہے وہ

ذات خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین

کو بِقٰدِرٍ قادر عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ اس پر کہ پیدا کرے ان جیسے

بَلٰى کیوں نہیں وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا اور

سب کچھ جاننے والا اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ بے شک اس کا حکم اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا جب

وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ تو کہتا ہے اس کو کُنْ

ہو جا فَيَكُوْنُ پس وہ ہو جاتی ہے فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ پس پاک ہے وہ ذات

بِيَدِهٖ جس کے دست قدرت میں ہے مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ حکومت ہر چیز

کی وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

شانِ نزول :

تفسیروں میں آتا ہے کہ یہ بات عاص بن وائل نے کہی اور بعض میں آتا ہے کہ یہ امیہ بن خلف کافر کا مقولہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عقبہ بن معیط نے یہ باتیں کی تھیں۔ اور اکثر کہتے ہیں کہ ابو جہل نے یہ باتیں کی تھیں جس کا نام عمرو اور اس کے والد کا نام ہشام تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ مکے والے اس کو ابو الحکم کہتے تھے۔ ابو الحکم کا معنٰی ہے چیئر مین، سردار۔ اس کا نام ابو جہل اس لیے رکھا کہ وہ جہالت میں مبتلا تھا۔ یہ بڑا منہ پھٹ اور ہتھ چھٹ آدمی تھا کسی کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ہے کہ ابو جہل ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا گرمی کے موسم

میں۔ پاس سے آنحضرت ﷺ کا گزر ہوا۔ اس نے دیکھ کر انتہائی نازیبا باتیں کیں۔ ایک لونڈی وہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے یہ باتیں محسوس کیں اور شرافت کے خلاف سمجھیں مگر لونڈی تھی کر کچھ نہیں سکتی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کر کے واپس آ رہے تھے۔ پرندوں سے بھرا ہوا تھیلا کندھے پر تھا تیر کمان ہاتھ میں تھے اس لونڈی نے کہا چچا جان میری بات سنو! تایا ابوجہل بیٹھے تھے ایک مجلس میں پاس سے آپ کے بھتیجے محمد ﷺ گزرے تو ان کو بڑی بُری باتیں کہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا باتیں کہیں؟ شریف آدمیوں کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں وہ باتیں میں آپ کو بتلا دیتی ہوں مگر میرا نام نہ لینا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے وہ باتیں سنیں تو طیش میں آ گئے۔ کمان ان کے ہاتھ میں تھی سیدھے آئے اور ابوجہل کے سر پر زور سے ماری کہ اس کے سر سے خون نکل آیا۔ لوگوں نے کہا حمزہ تمہیں کیا ہو گیا ہے پاگل تو نہیں ہو گیا؟ فرمایا میں پاگل نہیں ہوا اچھی طرح ہوش میں ہوں اس نے محمد ﷺ کو یہ باتیں کی ہیں۔ یہ شرافت ہے؟ اختلاف ہونا چاہیے شرافت کی حدود کے ساتھ یہ بات زیب نہیں دیتی کہ آدمی شرافت کی حد سے گزر جائے۔ چونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اثر و رسوخ والے آدمی تھے برادری بھی تھی اور خود بھی پہلوان تھے ابوجہل بدلہ نہ لے سکا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہارے سامنے کلمہ پڑھتا ہوں اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده و رسوله۔ اب میں مسلمان ہوں بگاڑ و میرا کیا بگاڑتے ہو؟ یہ پہلا دن تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا اور سبب بنی وہ لونڈی۔ ہر چیز کا ظاہری طور پر کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔

تو خیر ابوجہل بڑا منہ پھٹ آدمی تھا۔ کسی جگہ سے اسے پرانی کھوپڑی ملی جو کافی

بوسیدہ تھی ہاتھ لگانے سے ریزہ ریزہ ہونے لگی۔ رومال میں ڈال کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ کی مجلس میں صحابہ بھی بیٹھے تھے اور کچھ دوسرے لوگ بھی بیٹھے تھے۔ وہ اس لیے بیٹھے تھے کہ ہمیں کوئی بات ملے اور ہم پروپیگنڈہ کریں۔ ابوجہل کو دیکھ کر لوگوں نے کہا خدا جانے کیوں آیا ہے؟ آنحضرت ﷺ کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اس وقت دستور تھا کہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو سلام ضرور کرتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ! تم کہتے ہو کہ مردے زندہ کیے جائیں گے۔ اس کھوپڑی کو ہاتھ لگاؤ یہ ریزہ ریزہ ہو جائے گی مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور بتلایا کہ وہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

فرمایا اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ کیا نہیں دیکھا انسان اعتراض کرنے والا اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ بے شک ہم نے اس کو پیدا کیا ہے نطفے سے مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ جو بے قدر ہے۔ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اس سے زیادہ عجیب چیز کوئی نہیں ہے کہ ایک نطفے سے اچھا بھلا انسان بنتا ہے۔ مگر چونکہ روزمرہ بچے پیدا ہو رہے ہیں اس لیے اس پر تعجب نہیں ہوتا۔ تو فرمایا ہم نے اس کو ایک نطفے سے پیدا کیا ہے کہ وہ اگر کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے لیکن اس سے کتنا خوبصورت انسان بنایا فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ پس اچانک وہ جھگڑنے والا ہے کھلے طور پر۔ اپنی حقیقت کو نہیں دیکھتا کہ میں کیا تھا، کس چیز سے پیدا ہوا، کس طرح پیدا ہوا؟ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا اور بیان کرتا ہے ہمارے لیے مثالیں ٹھٹھا (جگت بازی) مذاق کے ساتھ وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ اور وہ بھول گیا اپنی پیدائش کو قَالَ کہتا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ

هِيَ رَمِيمٌ کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو اور وہ بوسیدہ ہو رہی ہوں گی۔

انسان معترض کا اعتراض اور اس کے جوابات :

اے انسان معترض کافر! اس کا جواب تو یہ ہے کہ جو رب تجھے حقیر قطرے سے اچھا بھلا انسان بنا سکتا ہے وہ ان ہڈیوں سے بھی انسان بنا سکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قُلْ آپ ان سے کہہ دیں يُحْيِيهَا ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا الَّذِيٓ وہ رب اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے ان کو پیدا کیا پہلی مرتبہ۔ جس رب تعالیٰ نے ان ہڈیوں کے ڈھانچے میں پہلی مرتبہ جان ڈالی ہے وہی رب ان کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اس بات کو مشرک بھی مانتے تھے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ مشرکین رب تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں تھے۔ تو جس ذات نے اس حقیر قطرے سے بدن بنایا کیا اس پانی میں تمہیں ہڈیاں، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں، ریڑھ کی ہڈی نظر آتی ہے؟ یہ تمام چیزیں رب تعالیٰ نے اس حقیر پانی سے بنائی ہیں۔ اس کے لیے دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے؟

لیکن انسان ہر چیز کو بھلا دیتا ہے۔ جوانی میں اپنا بچپن بھول گیا کہ ایک وقت تھا کہ میں زمین پر گھسٹ کر چلتا تھا، چلتا تھا تو گر جاتا تھا اٹھ نہیں سکتا تھا۔ اب پہلوان ہو گیا ہے تو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ خدا کو بھول گیا اور کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ وہی کرے گا جس نے پہلی مرتبہ حیات بخشی وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ اور وہ پروردگار ہر پیدائش کو ہر مخلوق کو جانتا ہے۔ اور بندوں کے اجزاء کو جانتا ہے، زمین کے اجزاء کو بھی جانتا ہے اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔

کافر یہ بھی کہتے تھے ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ [سورہ سجدہ: ۱۰] ''کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے؟'' تو اللہ تعالیٰ تمہارے اجزاء کو بھی جانتا ہے اور زمین کے اجزاء کو بھی جانتا ہے اور ان کو الگ الگ کرنا بھی جانتا ہے۔

تیسرا جواب: اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا وہ ذات جس نے بنائی تمہارے لیے سبز درخت سے آگ فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡہُ تُوۡقِدُوۡنَ پس اچانک تم اس سے آگ سلگاتے ہو اور اپنے کام چلاتے ہو۔

تفسیروں میں تین درختوں کے نام لکھے ہیں مَرَخۡ، کلح اور عفار۔ یہ عرب کے جنگلات میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑتے تو آگ کے شعلے نکلتے تھے جس طرح آج کل سگریٹ حقہ پینے والے اپنے پاس ماچس رکھتے ہیں عرب مَرَخۡ، کلح اور عفار درختوں کی تازہ ٹہنیاں ساتھ رکھتے تھے۔ علیحدہ علیحدہ تاکہ آپس میں نہ ٹکرائیں۔ جہاں ضرورت پیش آتی ٹہنیوں کو رگڑتے، آگ جلاتے اور اپنی ضرورت پوری کرتے۔ سالن پکاتے، روٹیاں وغیرہ پکاتے۔ تو وہ ذات جو سبز ٹہنیوں سے آگ پیدا کرتی ہے وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

چوتھا جواب: اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِقٰدِرٍ قادر عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَہُمۡ اس پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسے۔ کیا وہ ذات ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے بَلٰی کیوں نہیں قادر؟ وَہُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا۔

اس کے سوال کے چار جواب دینے کے بعد فرمایا رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ پختہ بات ہے اس کا حکم جس وقت وہ ارادہ کرتا ہے کسی شے کا تو کہتا ہے اس کو ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

جب جاپان جیسے ملک کو (جس نے مشقت وکاری گری میں پورے یورپ کو پیچھے چھوڑ دیا ہے) جھنجھوڑنے پہ آیا تو صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ طاری کیا جس سے ہزاروں لوگ تباہ ہو گئے اور ہزاروں ملبے تلے دب گئے۔ ریلوے کا نظام تباہ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ چار سال میں مکمل ہو گا۔ تو اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ جب وہ کسی چیز کے بارے میں ارادہ کرتا ہے ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ پس پاک ہے وہ ذات بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ جس کے دست قدرت میں ہے حکومت ہر چیز کی۔ ہر چیز کا اختیار رب تعالیٰ کے پاس ہے اس کے سوا نہ کوئی قادر مطلق ہے، نہ مختار کل ہے، نہ کوئی نافع ہے، نہ ضار ہے، نہ کوئی دافع البلاء ہے والقحط والالم ہے۔

کچھ جاہل قسم کے لوگ درود تاج پڑھتے ہیں اس میں آنحضرت ﷺ کی صفت بیان کی ہے دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْاَلَمْ یہ نرا شرک ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی دافع البلاء نہیں ہے۔ سورہ یونس آیت نمبر ۱۰۷ پارہ ۱۱ میں ہے وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ "اور اگر پہنچائے آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس نہیں کھولنے والا اس کے سوا کوئی اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا کوئی نہیں رد کرنے والا اس کے فضل کو۔"

تو فرمایا رب کے ہاتھ میں ہے اس کے قبضے میں ہے حکومت ہر چیز کی وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم بے شک شوشے چھوڑتے رہو قیامت

ضرور آئے گی اور سب کو رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔

آج بروز منگل ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲ر اپریل ۲۰۱۳ء

سولہویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علیٰ ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر
مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر
میر محمد لقمان برادران
سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ الصّٰفّٰت
سورۃ صٓ
سورۃ الزمر
سورۃ المومن

(مکمل)

جلد ۱۷

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑ والی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب	----	ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ الصّٰفّٰت، ص، زمر، مومن، مکمل)
افادات	----	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
مرتب	----	مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا
سرورق	----	محمد خاور بٹ، گوجرانوالا
کمپوزنگ	----	محمد صفدر حمید
تعداد	----	گیارہ سو [۱۱۰۰]
طبع	----	دوم
قیمت	----	
طابع و ناشر	----	لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ صافات	15
02	مسائل قسم	19
03	صٰفّٰت کی مراد	20
04	مشارق کی مراد	21
05	شیطانوں سے حفاظت کا ذریعہ	22
06	اثبات قیامت	23
07	ماقبل سے ربط	29
08	تابع ومتبوع کا مکالمہ	30
09	حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	32
10	ماقبل سے ربط	37
11	انعامات مخلصین	38
12	مودودی صاحب کا غلط مسئلہ	40
13	دوزخیوں کی احتیاجی	42
14	مکافات عمل	46
15	زقوم کا درخت	47
16	تقلید کا معیار	50
17	حضرت نوح علیہ السلام کا مختصر تعارف	55

نمبر	عنوان	صفحہ
18	کرب عظیم سے مراد	56
19	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختصر تعارف	57
20	کواکب پرستی	61
21	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان	62
22	ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام	67
23	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک اور امتحان	68
24	حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری	72
25	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر	77
26	حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ	80
27	حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم	81
28	ملا باقر مجلسی کی مغلظات	84
29	حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر	84
30	حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر	89
31	حضرت یونس علیہ السلام کا وظیفہ	91
32	تردید مشرکین	94
33	ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے	100
34	فرشتوں کی ڈیوٹیاں	101
35	صداقت قرآن	104
36	اختتام سورۃ صافات	107
37	سورۃ ص	111
38	وجہ تسمیہ سورۃ ص	112
39	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات	115

40	ربط آیات	121
41	کفار کی شکست	122
42	گزشتہ اقوام کے واقعات	123
43	تذکرہ حضرت داؤد علیہ السلام	127
44	تفسیر مردود	133
45	تفسیر مقبول	135
46	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہودیوں کے تین سوالات	140
47	ربط آیات	144
48	حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ	147
49	حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش	149
50	ماقبل سے ربط	153
51	تذکرہ حضرت ایوب علیہ السلام	154
52	حضرت ذوالکفل علیہ السلام کو ذوالکفل کہنے کی وجہ	159
53	ربط آیات	162
54	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت	163
55	عذاب جہنم	165
56	انبیاء علیہم السلام کے معجزات	172
57	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات	173
58	قبولیت دعا کی شرائط	176
59	ابلیس کی ضد اور ہٹ دھرمی	178
60	ایاز کی ذہانت	182
61	ملحدین کا اعتراض	187

نمبر	عنوان	صفحہ
62	اختتام سورۃ ص	189
63	سورۃ الزمر	193
64	وجہ تسمیہ سورۃ الزمر	195
65	مشرکین کی تردید	197
66	مسئلہ توسل	199
67	مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور فنڈر پادری	201
68	تخلیق انسانی	204
69	آخرت میں نیکی کی قدر و قیمت	209
70	عبد المصطفیٰ، عبد النبی، عبد الرسول نام رکھنا کیسا ہے	218
71	ایسا لفظ جس سے غلط معنیٰ مراد لیا جا سکتا ہو اس کا بولنا صحیح نہیں	219
72	ربط آیات	227
73	سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں	229
74	قدرتِ خداوندی	234
75	ویل نامی طبقہ جہنم کی گہرائی	239
76	ایک رات میں مکمل قرآن کی تلاوت کرنے والے حضرات	241
77	ربط آیات	246
78	مشرک کی مثال	251
79	عقیدہ حیات النبی ﷺ	254
80	مماتیوں کی تاویل باطل	255
81	منکر قرآن کون	260
82	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق خود خدا نے کہا	262
83	سفارشیوں کی اقسام	275

84	ربط آیات	282
85	واقعہ قارون	286
86	حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مسئلہ	292
87	قرآن پاک کا پڑھنا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے	296
88	میدان حشر کا منظر	312
89	مومنین کا حال	314
90	اختتام سورۃ الزمر	319
91	سورۃ المومن	323
92	مرد مومن کی حق گوئی	324
93	صفات باری تعالیٰ	326
94	اسلامی احکام کے خلاف ذہن سازی	328
95	حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام پر کیا جانے والا ظلم	331
96	ملائکۃ اللہ کا ذکر	334
97	حاملین عرش کی دعا	335
98	کافرین کا حال	337
99	توحید کے دلائل	343
100	حکمت وحی	345
101	گرفت خداوندی	352
102	قوم صالح علیہ السلام کا ذکر	353
103	موسیٰ علیہ السلام کا قصہ	355
104	دو قومی نظریے	358
105	مظلوم کی مدد کرنا	362

106	مردمومن کی تقریر	363
107	قادیانی دجل	364
108	مردمومن کی مزید گفتگو	365
109	ماقبل سے ربط	370
110	مزید مردمومن کی تقریر	371
111	موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ	373
112	دنیا کی بے ثباتی	379
113	قبولیت عمل کی شرائط	381
114	مردمومن کی حفاظت	383
115	فرعونیوں کا انجام	387
116	تابع ومتبوع کا جھگڑا	388
117	نصرت خداوندی	391
118	علمی میراث	396
119	اجتہادی غلطی پر تنبیہ مع شان نزول	397
120	اہل حق کے مٹانے کے منصوبے	399
121	منکرین قیامت کو سمجھانا	401
122	اثبات توحید کے دلائل	407
123	دوسری دلیل	409
124	شرکیہ خرافات	410
125	توحید باری تعالیٰ	413
126	آیات الٰہیہ میں مجادلہ	416
127	مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں	419

128	مشرکین کا حملہ کرنا	425
129	تلقین صبر	426
130	نفی علم کلی	427
131	نفی مختار کل۔	428
132	توحید باری تعالیٰ	429
133	درس عبرت	433
134	حکیم سقراط کا فخر	435
135	حالت نزع میں ایمان معتبر نہیں	437
136	اختتام سورۃ المومن	439

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سورۃ الصّٰفّٰت

(مکمل)

جلد............١٧

آیاتها ۱۸۲ ۳۷ سُوْرَۃُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ ۵۶ رکوعاتها ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝۱ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝۲ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝۳ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ۝۶ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝۱۱ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝۱۳ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝۱۴ وَقَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝۱۶ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝۱۷ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۝۱۸ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۱۹ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۲۰ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۱ ع

وَالصّٰٓفّٰتِ قسم ہے صف باندھنے والوں کی صَفًّا قطار بنا کر

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا اور ڈانٹ پلانے والوں کی جھڑک کر فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا

پھر تلاوت کرنے والوں کی ذکر کی اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ بے شک الٰہ تمہارا البتہ ایک ہی ہے۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وَرَبُّ الْمَشَارِقِ اور رب ہے مشرقوں کا اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بے شک ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ستاروں کی زینت کے ساتھ وَحِفْظًا اور حفاظت ہے مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ ہر شیطان سے مَّارِدٍ جو سرکش ہے لَا يَسَّمَّعُوْنَ نہیں سن سکتے اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى ملاء اعلیٰ کی بات کو وَيُقْذَفُوْنَ اور پھینکے جاتے ہیں مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ہر طرف سے دُحُوْرًا بھگانے کے لیے وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اور ان کے لیے عذاب ہے دائمی اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ مگر جس نے اچک لیا کسی بات کو فَاَتْبَعَهٗ پس اس کے پیچھے لگتا ہے شِهَابٌ ثَاقِبٌ ستارہ چمکتا ہوا فَاسْتَفْتِهِمْ پس آپ ان سے پوچھیں اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا یہ زیادہ سخت ہیں بنانے میں اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بے شک ہم نے پیدا کیا ان کو مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ چپکنے والے گارے سے بَلْ عَجِبْتَ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں وَيَسْخَرُوْنَ اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں وَاِذَا ذُكِّرُوْا اور جب ان کو یاد دلایا جائے لَا يَذْكُرُوْنَ تو نصیحت حاصل نہیں کرتے وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً اور جس وقت دیکھتے ہیں کوئی نشانی يَّسْتَسْخِرُوْنَ تو ہنسی اڑاتے ہیں وَقَالُوْا

اور کہتے ہیں اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ مگر جادو کھلا ءَاِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ کیا ہمارے آباؤ اجداد بھی جو پہلے گزر چکے ہیں قُلْ نَعَمْ آپ کہہ دیں ہاں وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ اور تم ذلیل ہو گے فَاِنَّمَا هِیَ پس پختہ بات ہے کہ وہ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ڈانٹ ہو گی ایک ہی فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ پس اچانک وہ دیکھ رہے ہوں گے وَقَالُوْا اور کہیں گے يٰوَيْلَنَا ہائے افسوس ہمارے اوپر هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ یہ تو بدلے کا دن ہے هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہ فیصلے کا دن ہے الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

اس سورت کا نام صافات ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں صٰفّٰت کا لفظ موجود ہے جس کی وجہ سے اس کا نام صٰفّٰت ہے۔ اس سے پہلے پچپن (۵۵) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا نمبر چھپن (۵۶) ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے پانچ رکوع اور ایک سو بیاسی (۱۸۲) آیتیں ہیں۔ واو قسمیہ ہے۔ وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا قسم ہے صف باندھنے والی جماعتوں کی قطار بنا کر۔

مسائل قسم :

قسم کے متعلق مسئلہ سمجھ لیں۔ مکلف مخلوق کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ: مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ ”جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ

شرک کیا، وہ شرک کا مرتکب ہوا۔'' نبی کی قسم، رسول کی قسم، کعبہ کی قسم، باپ دادے کی قسم، دودھ اور پوت کی قسم اٹھانا؛ یہ سب ہمارے تمہارے لیے ناجائز اور شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا وہ کسی کا مکلف نہیں ہے لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْـَٔلُوْنَ [الانبیاء: آیت ۲۳، پ ۱۷] ''نہیں پوچھا جا سکتا اس سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے یعنی مخلوق سے سوال کیا جائے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کی قسم اٹھائی ہے۔ مثلاً: عصر کی، فجر کی، تین (انجیر) اور زیتون وغیرہ کی۔ قسم اصل میں تاکید کے لیے ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تاکیدی طور پر فرماتے ہیں قسم ہے ان جماعتوں کی جو صف باندھنے والی ہیں قطار بنا کر فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا اور جھڑکنے والی ہیں جھڑکنا فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا پھر تلاوت کرنے والی ہیں ذکر کی۔

صٰفّٰت کی مراد :

اب صفوں سے کون سی صفیں مراد ہیں؟ ایک تفسیر یہ ہے کہ نمازیوں کی صفیں مراد ہیں کہ نمازی جب صف باندھتے ہیں قطار بنا کر اور شیطان اور نفس امارہ کو جھڑکتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں۔ شیطان کو جھڑکتے ہیں، برے دوستوں کو جھڑکتے ہیں کہ ہم نماز کے لیے جا رہے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے فرشتوں کی جماعتیں مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے ہر وقت صف بستہ منتظر رہتی ہیں فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا اور ڈانٹ پلانے والوں کی جھڑک کر۔ فرشتوں کی جماعتیں شیاطین کو ڈانٹ پلاتی ہیں ان کو بھگاتی ہیں تاکہ وہ اوپر جا کر عالم بالا کی بات نہ سن سکیں یا بادلوں کو فرشتے زجر کرتے ہیں۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ فرشتے بادلوں کو کوڑے مارتے ہیں اور جدھر بارش برسانا مقصود ہوتی

ہے ادھر ہانک کر لے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم کی تسبیح بھی پڑھتے ہیں۔ تو ایک تفسیر کے مطابق نمازیوں کی صفیں مراد ہیں اور دوسری تفسیر کے مطابق فرشتوں کی صفیں مراد ہیں۔ اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مجاہدین کی صفیں مراد ہیں۔ مجاہدین کی جماعتوں کی قطار اندر قطار صفیں باندھنے کی قسم ہے پھر جھڑکتے ہیں کافروں کو جھڑکنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بلند کرتے ہیں، نعرہ تکبیر لگاتے ہیں اور دوسرے اذکار بھی کرتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کی قسم اٹھا کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ نمازی نماز اللہ اکبر سے شروع کر کے، مجاہد جہاد اللہ اکبر سے شروع کر کے، فرشتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم کی تسبیح پڑھ کر اپنے قول و فعل سے ثابت کرتے ہیں کہ الٰہ ایک ہی ہے اور وہ کون ہے؟ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وَرَبُّ الْمَشَارِقِ اور رب ہے مشرقوں کا۔

مشارق کی مراد :

قرآن پاک میں مشرق کا لفظ مفرد بھی آیا ہے، تثنیہ بھی آیا ہے اور جمع کے صیغے کے ساتھ بھی آیا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۵ میں ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ یہاں مفرد کے صیغے کے ساتھ ہے۔ اس سے مراد جہت اور سمت ہے، مشرق کی جہت اور مغرب کی جہت اور سمت۔ اور سورۃ الرحمٰن میں تثنیہ کا صیغہ ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۔ تو اس سے مراد مشرق الشتآء والصیف ہے ”سردی کے دنوں کا مشرق اور گرمی کے دنوں کا مشرق۔“ دیکھو! آج کل سردی کے موسم میں سورج اس کونے

میں پہنچ گیا ہے اور جون کے مہینے میں اس کونے میں آجائے گا اور یہاں جمع کا صیغہ آیا ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ مشرقوں کا رب۔ جمع کے صیغے سے مراد یہ ہے کہ روزانہ سورج الگ الگ اور جدا جدا جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ ہم سے چونکہ دور ہے اس لیے ہم محسوس نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر آج گکھڑ سے، کل کوٹ خضری سے، پرسوں وزیر آباد سے؛ تو اس اعتبار سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

فرمایا اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بے شک ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو بِزِیْنَةِ الْکَوَاکِبِ ستاروں کی زینت کے ساتھ۔ ستاروں کے ساتھ آسمان کو کس طرح مزین کیا ہے تو اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جس طرح بلب تار کے ذریعے چھت کے ساتھ لٹکے ہوتے ہیں اسی طرح ستارے بھی نورانی تاروں کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی تفسیر کرتے ہیں کہ آسمان کے اندر جڑے ہوئے ہیں اور اسی میں نقل و حرکت کرتے ہیں جیسے: مچھلیاں پانی میں۔

شیطانوں سے حفاظت کا ذریعہ :

وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ اور حفاظت ہے ہر سرکش شیطان سے۔ شیطانوں سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی نہیں سن سکتے وہ ملاء اعلیٰ، بالا جماعت کی بات وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ اور پھینکے جاتے ہیں ہر طرف سے جنات پر۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے جو فیصلے کرتا ہے وہ احکامات فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں اور فرشتے آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ تو جنات ان کی گفتگو سننے کے لیے اوپر جاتے ہیں۔ کیونکہ جنات وشیاطین کو رب تعالیٰ نے اڑنے کی طاقت دی ہے اور مختلف شکلیں اختیار کرنے کی بھی طاقت دی

ہے۔آدمی کی شکل، کتے بلے کی شکل، سانپ کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔تو جب یہ اوپر جاتے ہیں تو ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں جس سے کوئی مرجاتا ہے کوئی جھلس جاتا ہے کوئی زخمی ہوجاتا ہے اور کوئی بچ جاتا ہے مگر وہ اپنی شرارت سے باز نہیں آتے۔ جیسے: کوہ پیما یعنی پہاڑوں پر چڑھنے والی پارٹیاں مرتی بھی رہتی ہیں مگر اپنی مہم کو جاری رکھتی ہیں۔ پہلے صرف مرد ہوتے تھے اب عورتیں بھی ان میں شامل ہوگئی ہیں۔تو ستارے ایک تو آسمان کی زینت ہیں دوسرا شیاطین اور جنات سے حفاظت کا ذریعہ ہیں کہ ان کے ذریعے شیطانوں کو رجم کیا جاتا ہے۔اور تیسرا فائدہ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ [النحل:۱۶] ''اور ستاروں کے ذریعے وہ لوگ راہ پاتے ہیں۔'' آج تو خیر دنیا بہت ترقی کرگئی ہے، سائنس بہت ترقی کرگئی ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ خشکی اور سمندر کا سفر ستاروں کی راہ نمائی کے ذریعے کرتے تھے۔

تو فرمایا پھینکے جاتے ہیں وہ ہر طرف سے دُحُوْرًا بھگانے کے لیے۔اوپر سے شعلے پڑتے ہیں وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اور ان کے لیے عذاب ہے ہمیشہ کا۔یہ شعلوں والا عذاب ان کے لیے لگاتار ہے ان پر شعلے پڑتے رہتے ہیں اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ مگر جس نے اچک لیا کسی بات کو فرشتوں کی آپس کی گفتگو کے دوران فَاَتْبَعَهٗ پس اس کے پیچھے لگتا ہے شِهَابٌ ثَاقِبٌ ستارہ چمکتا ہوا ان کو مارنے کے لیے۔

اثباتِ قیامت :

پہلے توحید کا بیان تھا آگے قیامت کا اثبات ہے۔قیامت کو قریش مکہ بہت بعید سمجھتے تھے۔کہتے تھے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [مومنون:۳۶] ''بعید ہے یہ

بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' اور کل کے سبق میں گزر چکا ہے؛ کہتے تھے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ [سورہ یٰسین] ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَفْتِهِمْ پس آپ ان سے پوچھیں ان سے سوال کریں اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا کیا یہ زیادہ سخت ہیں پیدا کرنے کے لحاظ سے یا جو مخلوق ہم نے پیدا کی ہے ان کا بنانا مشکل ہے۔ رب تعالیٰ کے لیے تو کسی شے کا بنانا مشکل نہیں ہے وہاں تو صرف کُنْ فَیَکُوْنُ کی بات ہے۔ یہ مخلوق کی نسبت سے بات ہو رہی ہے کہ تمہارے نزدیک ان میں سے کس چیز کا بنانا مشکل ہے؟ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ بے شک ہم نے پیدا کیا ان کو چپکنے والے گارے سے، لیس دار گارے سے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری زمین سے مٹی اکٹھی کرائی اس میں سفید بھی تھی، سیاہ بھی تھی، سرخ بھی تھی؛ کچھ چھپڑ (جوہڑ) کی جگہ کی تھی، کوئی پاکیزہ جگہ سے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دست قدرت سے گوندھا اور کئی سال اسی طرح پڑی رہی۔ طین کا معنٰی ہوتا ہے گیلی مٹی، گارا۔ پھر وہ خشک ہو کر بجنے لگ گئی فَخَّار کے لفظ بھی قرآن میں آتے ہیں اور صلصال کے لفظ بھی آتے ہیں [رحمٰن: ۱۴] پھر اس گارے کا اللہ تعالیٰ نے خلاصہ لیا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ [مومنون: ۱۲] ''اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے خلاصے سے۔'' اس خلاصے سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ بنایا۔ فرمایا بَلْ عَجِبْتَ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں ان کے انکار پر کہ یہ لوگ توحید کا کیوں انکار کرتے ہیں، قیامت کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ وَیَسْخَرُوْنَ اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا یَذْكُرُوْنَ اور جس وقت ان کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ یہ اصل میں کیا تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسا خوبصورت انسان بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ [یٰسٓ: ۷۷] ''کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بے شک ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا۔'' یہ اس کی حقیقت ہے اور حال یہ ہے کہ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ اور جب یہ دیکھتے ہیں کوئی نشانی تو ہنسی اڑاتے ہیں وَقَالُوْٓا اور کہتے ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہیں ہے یہ نشانی مگر کھلا جادو۔ دیکھو! اس سے بڑی نشانی کیا ہو سکتی تھی کہ چودھویں رات کا چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور سب نے آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ٹکڑا مشرق کی طرف ہے اور دوسرا مغرب کی طرف ہے لیکن انہوں نے کہا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ [القمر: پ ۲۷] ''یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔'' انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس سے بڑی نشانی کیا ہو گی؟ لیکن ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو ءَاِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا اور ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں۔ گوشت گل سڑ جائے گا اور مٹی میں رل مل جائے گا اور صرف ہڈیاں رہ جائیں گی ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی جو پہلے گزر چکے ہیں وہ زندہ ہو کر دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے؟ یہ بات ہماری عقل میں نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ہاں اور تم ذلیل ہو گے اس انکار کی وجہ سے۔ پھر جب قیامت کا دن آئے گا فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پس پختہ بات ہے کہ وہ ڈانٹ ہو گی ایک ہی۔ پس ایک ہی دفعہ بگل بجے گا فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ پس اچانک وہ سب دیکھ رہے ہوں گے۔ سب کے سب اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور ذلیل و خوار ہو کر سزا کی طرف جائیں گے۔ سب

چودھراہٹ اور ڈیرے داری، کارخانے داری کی انانیت ختم ہو جائے گی اور ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی اور ہاتھ ملتے ہوئے وَقَالُوْا اور کہیں گے یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ہائے افسوس ہمارے اوپر، یہ تو بدلے کا دن ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، اس کے ساتھی واعظین، مبلغین ہمیں اس دن سے ڈراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ہاں یہ فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے کہ کوئی قیامت نہیں آئے گی نہ کوئی دوبارہ زندہ ہوگا نہ کوئی حساب کتاب ہو گا۔ اب دیکھ لو یہ فیصلے کا دن آ چکا ہے اور تم جو کچھ کرتے رہے ہو تمہیں اس کا بدلہ ملے گا۔

*****

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ

ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾

اُحْشُرُوا جمع کرو الَّذِيْنَ ان لوگوں کو ظَلَمُوْا جنھوں نے ظلم کیا وَاَزْوَاجَهُمْ اوران کے جوڑوں کو وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ اور جن کی وہ پوجا کرتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے فَاهْدُوْهُمْ پس چلاؤ ان کو اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ جہنم کے راستے کی طرف وَقِفُوْهُمْ اور کھڑا کرو ان کو اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ بے شک ان سے پوچھا جائے گا مَا

لَكُمْ تمہیں کیا ہوا ہے لَا تَنَاصَرُوْنَ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے
بَلْ هُمُ الْيَوْمَ بلکہ وہ آج کے دن مُسْتَسْلِمُوْنَ فرماں بردار ہوں گے وَ
اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور متوجہ ہوں گے ان میں سے بعض بعض کی طرف
يَّتَسَآءَلُوْنَ اور سوال کریں گے قَالُوْٓا وہ کہیں گے اِنَّكُمْ بے شک تم
كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا تم آتے تھے ہمارے پاس عَنِ الْيَمِيْنِ قسم اٹھاتے ہوئے
قَالُوْا وہ کہیں گے بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ بلکہ نہیں تھے تم ایمان لانے
والے وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اور نہیں تھا ہمارے لیے تمہارے
اوپر کوئی زور بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ بلکہ تھے تم سرکش قوم فَحَقَّ عَلَيْنَا
پس ثابت ہو چکی ہمارے اوپر قَوْلُ رَبِّنَآ ہمارے رب کی بات اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ
بے شک ہم چکھنے والے ہیں فَاَغْوَيْنٰكُمْ پس ہم نے گمراہ کیا تم کو اِنَّا
كُنَّا غٰوِيْنَ بے شک ہم بھی گمراہ تھے فَاِنَّهُمْ پس بے شک وہ يَوْمَئِذٍ
اس دن فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ عذاب میں اکٹھے ہوں گے اِنَّا كَذٰلِكَ
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ بے شک ہم اسی طرح کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ
اِنَّهُمْ كَانُوْٓا بے شک وہ تھے اِذَا قِيْلَ لَهُمْ جب کہا جاتا تھا ان کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ کوئی نہیں الٰہ مگر صرف اللہ يَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرتے تھے وَ
يَقُوْلُوْنَ اور کہتے تھے اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا کیا ہم البتہ چھوڑنے والے ہیں
اٰلِهَتِنَا اپنے معبودوں کو لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ نہیں بلکہ وہ لایا ہے حق وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ اور اس نے تصدیق کی پیغمبروں کی اِنَّكُمْ بے شک تم لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ چکھنے والے ہو دردناک عذاب۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ "پس پختہ بات ہے کہ وہ ایک ڈانٹ ہوگی۔" حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل بجائیں گے تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ "ہائے افسوس ہمارے اوپر یہ بدلے کا دن ہے۔" پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے اُحْشُرُوا ۔ جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اے فرشتو! تم جمع کرو، اکٹھا کرو الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا ہے وَ اَزْوَاجَهُمْ اور ان کے جوڑوں کو۔ جوڑوں کی ایک تفسیر یہ کی ہے کہ خاوند عورت کا جوڑا، عورت خاوند کا جوڑا۔ اور یہ تفسیر بھی کی ہے کہ ایک نمبری بدمعاشوں کو جوڑو، دو نمبریوں کو، تین نمبریوں کو، دس نمبریوں کو جوڑو۔ یعنی جرم کے اعتبار سے ان کے جو جوڑے تھے ان کو اکٹھا کرو۔ اور یہ بھی ہے کہ جرم وظلم کرنے میں ان کے ساتھ جو ہوتے تھے ان جوڑوں کو بھی اکٹھا کرو وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ اور ان کو بھی جن کی یہ عبادت کرتے تھے، لات، منات، عزّیٰ وغیرہ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کو اکٹھا کر دیں گے۔ پھر رب تعالیٰ فرمائیں گے فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ چلاؤ ان کو دوزخ کے راستے کی طرف۔ ان کو اس راستے کی طرف چلاؤ جو سیدھا شعلے مارنے والی آگ کی طرف جاتا ہے۔ چنانچہ فرشتے ایک دو قدم چلائیں گے تو رب تعالیٰ فرمائیں گے وَقِفُوْهُمْ ۔ واو عاطفہ ہے اور قِفُوْا

امر کا صیغہ ہے، اور ان کو کھڑا کرو، ٹھہراؤ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ بے شک ان سے پوچھا جائے گا۔ جب فرشتے ان کو روک لیں گے تو رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا مَالَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ تمہیں کیا ہو گیا ہے ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ دنیا میں تو برے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے آج ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ تَنَاصَرُوْنَ اصل میں تَتَنَاصَرُوْنَ تھا ایک تا حذف ہوگئی ہے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ مدد کیا کریں گے بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ بلکہ وہ آج کے دن فرماں بردار ہوں گے۔ جس طرف فرشتے ان کو لے جائیں گے ادھر ہی چلیں گے انکار نہیں کریں گے، انکار کی طاقت نہیں ہوگی۔

تابع و متبوع کا مکالمہ :

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ اور متوجہ ہوں گے ان میں سے بعض بعض کی طرف اور سوال کریں گے۔ مرید پیروں سے سوال کریں گے، شاگرد استادوں سے، ووٹ دینے والے اپنے ممبروں سے، تابعین متبوعین سے۔ کیا سوال کریں گے یہ؟ قَالُوْٓا کہیں گے اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ بے شک تم ہمارے پاس آتے تھے قسم اٹھاتے ہوئے کہ رب کی قسم ہے ہم تمہارے خیر خواہ ہیں، ہمدرد ہیں ہماری بات مانو۔ ہم نے تمہاری بات مانی اور یہ سب کچھ کیا اب ہمارا کچھ کرو نا۔ دیکھو! ووٹوں کے دنوں میں قرآن پاک کی قسمیں لوگوں کو دی جاتی ہیں کہ ووٹ ہمیں دو ہم تمہارے ہمدرد ہیں۔ اور یمین کے معنیٰ قوت کے بھی آتے ہیں۔ پھر معنیٰ یہ ہوگا کہ تم ہمارے پاس آتے تھے کہ ہماری پارٹی طاقت ور ہے ہم قوت میں زیادہ ہیں، ہمارے پاس اقتدار ہے اب ہمارے لیے کچھ کرو۔ قَالُوْا وہ بڑے کہیں گے سب کچھ ہمارے ذمہ نہ لگاؤ بَلْ

لَمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ بلکہ تم خود ہی نہیں تھے ایمان لانے والے۔ ہمارا کیا قصور ہے کہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ نہیں تھا ہمارا تمہارے اوپر کوئی زور، کوئی غلبہ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ بلکہ تھے تم سرکش قوم۔ ہم نے تمھارے ساتھ کوئی جبر نہیں کیا۔

یہی جواب ان کو شیطان دے گا وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ ''اور کہے گا شیطان جب فیصلہ کر دیا جائے گا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بے شک اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تمہارے ساتھ سچا وعدہ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ اور میں نے تمھارے ساتھ وعدہ کیا پس میں نے تمہارے ساتھ خلاف ورزی کی یعنی وعدہ پورا نہیں کیا لیکن وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اور نہیں تھا میرے لیے تمہارے اوپر کوئی زور اور غلبہ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے میری دعوت کو قبول کر لیا فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم مجھے ملامت نہ کرو وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ اور اپنے آپ کو ملامت کرو مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ میں تمہاری امداد نہیں کر سکتا وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اور نہ تم میری امداد کر سکتے ہو۔'' بلکہ الٹی منطق دیکھو! کہے گا اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ [ابراہیم: ۲۲] ''بے شک میں کافر ہوا اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔'' تمہارے شریک بنانے کے بعد میں کافر ہوا گویا میرے کفر کے بھی تم ذمہ دار ہو۔ تم نے میری اطاعت کی تو میں نے بھی سمجھا کہ میں بھی کوئی شے ہوں تو میں کافر ہوا۔ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ پس ثابت ہو گئی ہم پر بات ہمارے پروردگار کی۔ اب ہمارے ساتھ کوئی گلہ نہ کرو اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ بے شک ہم چکھنے والے ہیں عذاب کا مزہ فَاَغْوَيْنٰكُمْ پس ہم نے گمراہ کیا تم کو۔ کیوں؟ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ

بے شک ہم بھی گمراہ تھے۔ہم خود بھی گمراہ تھے تمھیں گمراہی کی دعوت دی تم نے مان لی فَاِنَّھُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ پس بے شک وہ اس دن عذاب میں شریک ہوں گے۔تابع اور متبوع سب اکٹھے ہوں گے اِنَّا کَذٰلِکَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ بے شک ہم اسی طرح کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ۔سرفہرست ان کا جرم یہ تھا اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ بے شک یہ لوگ جب کہا جاتا ہے ان کو کہ کوئی الٰہ نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے تو تکبر کرتے ہیں۔چڑتے تھے اچھلتے تھے۔سورہ ص آیت نمبر ۵ پارہ ۲۳ میں ہے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا ''کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔'' کہ ایک خدا سارا نظام چلا رہا ہے ہمارے باپ دادا جن کی پوجا کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے کہا کیا آپ آتے ہیں ہمارے پاس اس مقصد کے لیے لِنَعْبُدَ اللّٰہَ وَحْدَہٗ وَ نَذَرَ مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآءُنَا ''کہ ہم عبادت کریں اکیلے اللہ کی اور چھوڑ دیں ہم ان کو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ [اعراف:۷۰] پس لاؤ تم اس چیز کو جس سے ہمیں ڈراتے ہو اگر ہو تم سچوں میں سے۔'' تو ان کا سب سے بڑا جرم توحید کا انکار تھا۔اس سے وہ بدکتے تھے اور اس سے ان کو چڑ تھی۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ :

ابو داؤد، نسائی وغیرہ صحاح کی کتب میں ہے کہ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اذان کی آواز آئی۔بچوں کا کام ہے نقالی کرنا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے وہ اذان کی نقالی کر رہے تھے۔ان میں سلم بن معیر جن کی ابو محذورہ

کنیت تھی ان کی آواز بڑی سریلی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو آپ ﷺ کے پاس لے آئے۔آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا کہو کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے زور سے کہا اللہ اکبر! اللہ اکبر! چونکہ یہ تو مشرکوں کا بھی عقیدہ تھا کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشھد ان محمدًا رسول اللہ آہستہ آہستہ کہا کیونکہ اس سے ان کے عقیدے پر زد پڑتی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْ فَامْدُدْ مِنْ صَوْتِكَ "یہ جملے دوبارہ زور سے کہو جیسے اللہ اکبر زور سے کہا ہے۔" پھنسا ہوا تھا دوبارہ زور سے کہے۔پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی اور کہا کہ حضرت! میں اپنے محلے میں اذان دے دیا کروں؟ فرمایا ہاں! تم اذان دیا کرو۔تو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ شہادتین کو دو دو مرتبہ آہستہ کہا کرتے تھے اور دو دو مرتبہ اونچا کہا کرتے تھے اور حوالہ یہ دیتے تھے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے دو دو دفعہ بلند آواز سے کہا تھا۔حالانکہ آپ ﷺ نے اونچی آواز سے کہلوایا تھا وحشت دور کرنے کے لیے۔اس کو غیر مقلدوں نے دلیل بنالیا۔حالانکہ یہ طریقہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان کے سوا کسی کی اذان میں نہیں ہے، نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں، نہ حضرت حارث بن ہدائی رضی اللہ عنہ کی اذان میں، نہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان میں، کسی کی اذان میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

تو فرمایا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو تکبر کرتے ہیں وَ يَقُوْلُوْنَ اور کہتے تھے اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا کیا بے شک ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔حالانکہ آپ ﷺ شاعر نہیں تھے۔سورہ یٰسین کے آخر میں گزر چکا ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ

لَـهٗ "اور ہم نے ان کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی آپ کی شان کے لائق تھی۔" کیونکہ وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ [الشعراء:۲۲۴] "شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔" اور یہاں تو ہادیین مہدیین ہیں، ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھی تو ایک سے ایک بڑھ کر ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر شاعروں کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ "وہ کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں۔" علامہ اقبال مرحوم جیسے لوگ بھی کہہ گئے:

اقبالؔ بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس شخص کا کردار ہوتا تو یہ شخص بہت آگے ہوتا کیونکہ اس وقت کے مولویوں سے اس کا علم بہت زیادہ تھا۔ درس نظامی کا فارغ تھا اور سیالکوٹ میں ایسے استادوں کے پاس پڑھا تھا جو اپنے دور کے بہترین مدرس تھے۔ تمام فنون اس نے پڑھے تھے، عقیدہ بالکل صحیح تھا، پکا موحد تھا اور مرزائیوں کا بھی سخت مخالف تھا مگر کردار، کردار ہوتا ہے۔

تو انہوں نے کہا کہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے الٰہوں کو، ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وہ شاعر نہیں بلکہ وہ تو حق لے کر آیا ہے وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ اور وہ تصدیق کرتا ہے تمام پیغمبروں کی۔ ان میں جنون کہاں سے آ گیا اے مجرمو! اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ بے شک تم چکھنے والے ہو دردناک عذاب۔ دردناک عذاب کو تم چکھو گے پھر تمہارا دماغ ٹھیک ہو جائے گا۔

******

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ
مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى
سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ
لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ
عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ
اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا
وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾
فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾
وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾

وَمَا تُجْزَوْنَ اور تم کو نہیں بدلہ دیا جائے گا اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
مگر اس چیز کا جو تم کرتے تھے اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے
مخلص بندے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ وہ ہیں جن کے لیے رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ روزی
ہے معلوم فَوَاكِهُ پھل ہوں گے وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ اور ان کی عزت کی
جائے گی فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغوں میں عَلٰى سُرُرٍ تختوں
پر ہوں گے مُّتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے يُطَافُ عَلَيْهِمْ پھیرے جائیں

گے ان پر بِكَاْسٍ پیالے مِّنْ مَّعِيْنٍ خالص شراب کے بَيْضَآءَ سفید رنگ کی لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ لذت ہوگی پینے والوں کے لیے لَا فِيْهَا غَوْلٌ نہ اس میں سرگردانی ہوگی وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ اور نہ وہ اس کی وجہ سے بدمست ہوں گے وَعِنْدَهُمْ اوران کے پاس قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ نیچی نگاہوں والی عِيْنٌ موٹی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ گویا کہ وہ انڈے ہیں پردے میں چھپائے ہوئے فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ پس متوجہ ہوں گے بعض ان میں سے عَلٰى بَعْضٍ بعض کی طرف يَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے سوال کریں گے قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا اِنِّيْ كَانَ لِيْ بے شک تھا میرے لیے قَرِيْنٌ ایک ساتھی يَّقُوْلُ وہ کہتا تھا اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ کیا بے شک تم تصدیق کرنے والوں میں سے ہو ءَاِذَا مِتْنَا کیا جس وقت ہم مرجائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہم ہوجائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ کیا ہم بدلہ دیئے جائیں گے قَالَ وہ کہے گا هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ کیا تم جھانکنے والے ہو فَاطَّلَعَ پس وہ جھانکے گا فَرَاٰهُ پس دیکھے گا اس کو فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ دوزخ کے درمیان میں قَالَ کہے گا تَاللّٰهِ اللہ کی قسم اِنْ كِدْتَّ بے شک تو قریب تھا لَتُرْدِيْنِ البتہ مجھے بھی ہلاک کردیتا وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ اور اگر نہ ہوتی میرے رب کی نعمت

لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ البتہ میں بھی ہوتا دوزخ میں حاضر کیے گئے لوگوں میں سے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب ان کے سامنے لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا جاتا تو یہ تکبر کرتے، ٹھکراتے اور کہتے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک تم درد ناک عذاب چکھو گے اور یہ کوئی زیادتی نہیں ہوگی وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور تم کو نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر اس چیز کا جو تم کرتے تھے۔ اس عذاب سے کون بچے گا؟ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکی کے لیے چن لیا ہے، ایمان کے لیے چن لیا ہے۔ آدمی کا ارادہ اور نیت اچھی ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کو دین اور ایمان کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور جو طالب ہدایت نہ ہو بے شک وہ دنیا کا کتنا بڑا ماہر ہی کیوں نہ ہو اس کو دین اور ایمان کی توفیق نہیں ملتی۔ جو دین کی قدر کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے۔

کئی دفعہ حدیث سن چکے ہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ ''بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ ''اور نہیں دیتا ایمان مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔'' تو جن کے ساتھ اللہ

تعالیٰ محبت کرتا ہے ان کو دین اور ایمان کی سمجھ دیتا ہے وہ دین کی قدر کرتے ہیں، حلال و حرام کا فرق سمجھتے ہیں، جائز اور ناجائز کو سمجھتے ہیں۔ تو فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں وہ عذاب الیم سے بچیں گے۔

انعاماتِ مخلصین :

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ وہ ہیں جن کے لیے روزی ہے مقرر، معلوم۔ جنت میں ملے گا کیا؟ فَوَاكِهُ پھل ہوں گے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا [ق:۳۵] ''ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے جنت میں۔''

روایات میں آتا ہے کہ ایک خوبصورت پرندہ جنت کی فضا میں اڑتا ہوا نظر آئے گا آدمی ارادہ کرے گا کہ یہ میری خوراک ہو اسی وقت بھنا تلا ہوا پلیٹ میں سامنے آجائے گا یعنی ساری بات ارادے کی ہے۔ بہت بلندی پر پھل ہے ارادہ کرے گا خود بخود سامنے آجائے گا۔ غرض یہ کہ جس چیز کا ارادہ کرے گا وہ فوراً حاضر ہوجائے گی وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ اور ان کی عزت کی جائے گی فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغوں میں۔ نعمتوں والے باغ ہوں گے، خوشی والے باغ ہوں گے عَلٰى سُرُرٍ۔ یہ سَرِيْرٌ کی جمع ہے بمعنٰی تخت۔ وہ تختوں پر ہوں گے مُّتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کوئی کسی کے پیچھے نہیں ہوگا کیونکہ پیچھے بیٹھنا جگہ کی قلت کی وجہ سے ہوتا ہے اور جنت میں جگہ کی کون سی کمی ہے۔

دوسرا یہ کہ پیچھے بیٹھنے سے عزت میں بھی کمی آتی ہے اور جنت میں کسی کی عزت میں کمی نہیں آئے گی سب آمنے سامنے ہوں گے يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ پھیرے

جائیں گے ان پر پیالے مِّنْ مَّعِيْنٍ خالص شراب کے بَيْضَآءَ سفید رنگ کی دودھ کی طرح۔ دنیاوی شراب کے رنگوں کا تو ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ کس کس رنگ کی ہوتی ہے۔

البتہ بڑا عرصہ ہوا ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب، مولانا محمد اجمل خان صاحب آف راول پنڈی اور میں بذریعہ جہاز ڈھاکے جا رہے تھے۔ اب میرے اور مولانا اجمل خان کے سوا یہ سارے بزرگ فوت ہو گئے ہیں رحمۃ اللہ علیہم (اور اب مولانا قاری محمد اجمل خان اور حضرت شیخ رحمہما اللہ بھی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ بلوچ) جہاز کا ملازم شیشے کے گلاس میں قہوے کے رنگ کی کوئی چیز لے کر جا رہا تھا مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم نے اس کو آواز دے کر کہا او بے ایمان! تم فضا میں بھی باز نہیں آتے۔ کہنے لگے یہ شراب لے کر جا رہا ہے۔ اس نے کہا کہ جی میں تو ملازم ہوں پینے والا کوئی اور ہے۔

دنیا کی شراب کے رنگوں کا تو ہمیں معلوم نہیں ہے لیکن جنت کی شراب کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہوگا لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ لذت ہوگی پینے والوں کے لیے لَا فِيْهَا غَوْلٌ۔ غَوْل کے دو معنی آتے ہیں، سر درد کے اور پیٹ درد کے۔ یہ تو شرابی بہتر جانتے ہوں گے کہ پینے سے سر درد ہوتا ہے یا پیٹ درد۔ بہر حال قرآن کریم سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ شراب کی کوئی قسم ہوگی جس سے معمولی سر درد اور پیٹ درد ہوتا ہے۔ تو جنت کی شراب سے نہ سر درد ہوگا، نہ سر چکرائے گا اور نہ پیٹ درد ہوگا وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ اور نہ اس کی وجہ سے بدمست ہوں گے۔ دنیاوی شراب سے آدمی مدہوش ہو جاتے ہیں،

شراب پی کر غل غپاڑہ کرتے ہیں، گالیاں بکتے ہیں بہت کچھ ہوتا ہے جنت کی شراب کی وجہ سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

رئیس الطب ابن سینا نے اپنی کتاب ''قانون'' میں شراب کے پچاس فائدے لکھے ہیں جن کو پڑھ کر آدمی بڑا پھولتا ہے کہ بڑی مفید چیز ہے۔ اس کے بعد ڈیڑھ سو نقصانات لکھے ہیں۔ تو جس چیز میں ایک حصہ فائدہ ہو اور تین حصے نقصان ہو وہ شے کوئی فائدے مند تو نہ ہوئی۔

رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں شراب اور جوئے کے متعلق فرمایا ہے وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا [بقرہ:۲۱۹] ''اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔'' اور رب تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے؟ تو جنتی شراب سے نہ سر درد ہوگا، نہ پیٹ میں مروڑ ہوگا، نہ سر پھریں گے، نہ مدہوش ہوں گے وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی عِیْنٌ موٹی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ گویا کہ وہ انڈے ہیں پردے میں چھپائے ہوئے۔ پردے میں چھپا ہوا انڈا گرد و غبار سے محفوظ رہتا ہے، مکھی سے محفوظ رہتا ہے، رنگ اس کا صاف رہتا ہے۔ اسی طرح وہ حوریں بھی محفوظ ہیں۔ حوروں کے ساتھ ساتھ دنیا والی بیویاں بھی ملیں گی اور جنت کی حوروں کا درجہ دنیا والی بیوی سے کم ہوگا۔ حوریں کہیں گی کہ ہماری تخلیق کستوری، زعفران اور کافور سے ہوئی ہے اور ان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے تو درجہ زیادہ کیوں ہے؟ جواب سے پہلے مودودی صاحب کا ایک غلط مسئلہ بھی سمجھ لیں۔

مودودی صاحب کا غلط مسئلہ :

مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ حوریں کافروں کی وہ لڑکیاں

ہیں جو نابالغ فوت ہوئی ہیں، قریب البلوغ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بے شک کافروں کے وہ بچے جو بالغ نہیں ہوئے اور فوت ہو گئے وہ جنت میں جائیں گے لیکن ان کی تخلیق تو مٹی سے ہوئی ہے اور حوروں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کی تخلیق زعفران، کستوری، عنبر اور کافور سے ہوئی ہے۔ مودودی صاحب کے ساتھ علماء حق کا یہی اختلاف تھا کہ وہ اپنی رائے سے جو کہنا چاہتے تھے کہہ دیتے تھے۔

پھر دیکھو! انہوں نے کتنی غلط بات کہی ہے یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اس وقت ایک رسالہ چھپتا تھا ''ایشیا'' جماعت اسلامی کا۔ اس میں یہ بات شائع ہوئی کہ کسی نے مودودی صاحب سے پوچھا کہ تم کہتے ہو کہ حوریں کافروں کی نابالغ لڑکیاں ہوں گی اور سلف صالحین کہتے ہیں کہ وہ وہاں کی مخلوق ہے؟ تو مودودی صاحب نے جواب دیا کہ سلف صالحین کا بھی ایک قیاس ہے اور میرا بھی ایک قیاس ہے۔ سلف صالحین پر اتنا بڑا ظلم کوئی نہیں کر سکتا کہ وہ محض قیاس پر چلتے تھے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اور سلف صالحین پر الزام محض ہے۔ سلف صالحین نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صحیح احادیث کی روشنی میں فرمایا ہے۔ میرا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے ''مودودی صاحب کے غلط فتوے'' اس میں میں نے خوب رد کیا ہے۔

تو حوریں کہیں گی کہ ہم کستوری اور زعفران سے پیدا کی گئی ہیں تمہارا درجہ زیادہ کیوں ہے؟ تو یہ خاموش ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم جواب دو۔ تو فرشتے جواب دیں گے بِصَلٰوتِهِنَّ وَصِيَامِهِنَّ وَحَجَّتِهِنَّ ''انہوں نے دنیا میں نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، حج کیے ہیں دنیا کی تکلیفیں اٹھائی ہیں ان کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہے۔

دوزخیوں کی احتیاجی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ پس متوجہ ہوں گے بعض ان کے دوسرے بعض کی طرف۔ بعض جنتی متوجہ ہوں گے دوسرے جنتیوں کی طرف باتیں کرنے کے لیے یَتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے سوال کریں گے، پوچھیں گے قَالَ قَآئِلٌ مِّنْھُمْ ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِیْنٌ بے شک تھا میرا ایک ساتھی یَّقُوْلُ وہ کہتا تھا اَئِنَّکَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ کیا تو ان لوگوں میں سے ہے جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں تو کیا ہم بدلہ دیے جائیں گے؟ وہ میرا کافر ساتھی مجھے دنیا میں یہ کہتا تھا کہ تم اس بات کو مانتے ہو کہ جب ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے ہڈیاں ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں بدلہ دیا جائے گا؟ آؤ نا ذرا اس کو دیکھیں کہ بدلہ ملا ہے یا نہیں؟ قَالَ وہ کہے گا اپنے ساتھیوں کو ھَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ کیا تم جھانکنا چاہتے ہو۔ جنت کا محل وقوع اوپر ہے اور دوزخ کا محل وقوع نیچے ہے۔ اور وضع کچھ ایسی ہوگی کہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور باتیں بھی کریں گے۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۰ میں ہے "اور پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ کہ بہا دو ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزی دی ہے قَالُوْٓا جنت والے کہیں گے اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا ہے کافروں پر۔" تو دوزخی جنتیوں سے روٹی پانی مانگیں گے حالانکہ دنیا میں باضمیر آدمی حتی الوسع دوسرے کے آگے روٹی کے لیے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔

ہم حج کے سفر پر تھے۔ گوجرانوالا کے دوست میرے ساتھ تھے ہم حرم کے اندر ہی بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک ترکی بے چارہ دور سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ بھوکا ہے اجازت ہو تو اس کو بلا لوں؟ سب نے کہا کہ ٹھیک ہے بلا لو۔ ایک ساتھی اس کو بلا لایا۔ وہ کچی پکی عربی اور فارسی جانتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں اور رقم ساری ان کے پاس ہے میں تین دن سے بھوکا ہوں۔ (یہ اس دور کی بات ہے جب موبائل سروس نہیں ہوتی تھی۔) تین دن بھوکا رہا مگر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔

لیکن دوزخی جنتیوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے لیکن حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ تو مومن ساتھی کہے گا کہ کیا تم جھانکتے ہو جھانکنا چاہتے ہو فَاطَّلَعَ پس وہ جھانکے گا فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ پس وہ دیکھے گا اس کافر دوست کو دوزخ کے درمیان میں قَالَ کہے گا یہ مومن اس کو تَاللّٰهِ ۔ یہ تا حرف قسم ہے، اللہ کی قسم اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ بے شک قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا اگر میں تیری باتوں میں آکر قبر حشر کا انکار کر دیتا وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ اور اگر نہ ہوتی میرے پروردگار کی نعمت اس کا کرم لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ البتہ میں بھی ہوتا تمہارے ساتھ دوزخ میں حاضر کیے ہوئے لوگوں میں سے۔ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے بچا لیا لہٰذا بُرے دوستوں، بُرے یاروں سے بچو اور بُری مجلسوں سے بچو۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (امین)

******

اَفَمَا نَحۡنُ بِمَیِّتِیۡنَ ﴿۵۸﴾ۙ

اِلَّا مَوۡتَتَنَا الۡاُوۡلٰی وَ مَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثۡلِ ہٰذَا فَلۡیَعۡمَلِ الۡعٰمِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِکَ خَیۡرٌ نُّزُلًا اَمۡ شَجَرَۃُ الزَّقُّوۡمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہَا فِتۡنَۃً لِّلظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّہَا شَجَرَۃٌ تَخۡرُجُ فِیۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۶۴﴾ۙ طَلۡعُہَا کَاَنَّہٗ رُءُوۡسُ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّہُمۡ لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡہَا فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡہَا الۡبُطُوۡنَ ﴿۶۶﴾ؕ ثُمَّ اِنَّ لَہُمۡ عَلَیۡہَا لَشَوۡبًا مِّنۡ حَمِیۡمٍ ﴿۶۷﴾ۚ ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَہُمۡ لَاِالَی الۡجَحِیۡمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّہُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَہُمۡ ضَآلِّیۡنَ ﴿۶۹﴾ۙ فَہُمۡ عَلٰۤی اٰثٰرِہِمۡ یُہۡرَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَ لَقَدۡ ضَلَّ قَبۡلَہُمۡ اَکۡثَرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۷۱﴾ۙ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا فِیۡہِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ﴿۷۲﴾ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۷۳﴾ۙ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۷۴﴾ ع

اَفَمَا نَحۡنُ بِمَیِّتِیۡنَ کیا پس ہم نہیں ہیں مرنے والے اِلَّا مَوۡتَتَنَا الۡاُوۡلٰی مگر وہی پہلی موت وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ اور نہیں ہمیں سزا دی جائے گی اِنَّ ہٰذَا بے شک یہ لَہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ البتہ بڑی کامیابی ہے لِمِثۡلِ ہٰذَا اس جیسی کامیابی کے لیے فَلۡیَعۡمَلِ الۡعٰمِلُوۡنَ پس چاہیے عمل کریں عمل کرنے والے اَذٰلِکَ خَیۡرٌ کیا یہ بہتر ہے نُزُلًا بہ طور مہمانی کے اَمۡ شَجَرَۃُ الزَّقُّوۡمِ یا تھوہر کا درخت اِنَّا جَعَلۡنٰہَا بے شک ہم نے بنایا ہے اس کو فِتۡنَۃً آزمائش لِّلظّٰلِمِیۡنَ ظالموں کے لیے اِنَّہَا

بے شک وہ شَجَرَۃٌ ایک درخت ہے تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ جو نکلتا ہے جہنم کی جڑ سے طَلْعُھَا اس کے خوشے كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ گویا کہ شیطانوں کے سر ہیں فَاِنَّهُمْ پس بے شک یہ لوگ لَاٰكِلُوْنَ البتہ کھانے والے ہیں مِنْهَا اس سے فَمَالِـُٔوْنَ پس بھرنے والے ہیں مِنْهَا اس سے الْبُطُوْنَ اپنے پیٹ ثُمَّ اِنَّ پھر بے شک لَهُمْ ان کے لیے عَلَيْهَا اس پر لَشَوْبًا البتہ ملاوٹ ہوگی مِّنْ حَمِيْمٍ کھولتے ہوئے پانی کی ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ پھر بے شک ان کے لوٹنے کی جگہ لَاِالَى الْجَحِيْمِ البتہ شعلے مارنے والی آگ ہے اِنَّهُمْ بے شک انہوں نے اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ پایا اپنے باپ دادا کو ضَآلِّيْنَ گمراہ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ پس وہ ان کے نقش قدم پر يُهْرَعُوْنَ دوڑ رہے ہیں وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اور البتہ تحقیق گمراہ ہوئے ان سے پہلے اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے بہت سے لوگ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں مُّنْذِرِيْنَ ڈرانے والے فَانْظُرْ پس دیکھ كَيْفَ كَانَ کیسے ہوا عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ انجام ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے جنتی جب جنت میں پہنچ جائیں گے اور آپس میں باتیں کریں گے ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ساتھی ہوتا تھا کافر مشرک۔ وہ مجھے کہتا تھا کہ تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ جس وقت ہم مر کے مٹی اور ہڈیاں ہو

جائیں گے تو ہمیں بدلا دیا جائے گا۔ وہ بڑا زور لگاتا تھا کہ میں قیامت کو تسلیم نہ کروں توحید کو نہ مانوں آؤ ذرا اس کو جھانک کر دیکھیں وہ کہاں ہے؟ پس وہ اس کو جھانک کر دیکھے گا وہ دوزخ کے درمیان میں آگ کے شعلوں میں جل رہا ہوگا۔ اس کو خطاب کر کے کہے گا اللہ کی قسم ہے قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں حاضر ہونے والوں میں سے ہوتا۔

مکافاتِ عمل :

اس کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد مومن ساتھی کہے گا اپنے ساتھیوں کو اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ کیا پس ہم نہیں ہیں مرنے والے۔ یہ خوشی کا اظہار ہے اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى مگر وہی پہلی موت۔ اب ہم کبھی نہیں مریں گے، نہ جنتی مریں گے، نہ دوزخی مریں گے وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ اور نہیں ہمیں سزا دی جائے گی۔ جنتی کہیں گے بچ گئے ہم ساری چیزوں سے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ بے شک یہ چیزیں البتہ بڑی کامیابی ہیں۔ دوزخ سے بچ گئے جنت میں داخل ہو گئے، تکالیف سے جان چھوٹ گئی، ہمیشہ ہمیشہ کی راحتیں اور خوشیاں نصیب ہو گئیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ اس جیسی کامیابی کے لیے پس چاہیے عمل کریں عمل کرنے والے۔ عمل کے بغیر عادتاً دنیا میں کچھ نہیں ملتا۔ ملازم کو ملازمت کرنی چاہیے، مزدور کو مزدوری کرنی چاہیے، تاجر کو تجارت کرنی چاہیے، زراعت پیشہ کو زراعت کرنی چاہیے، کچھ کرے گا تو پھل پائے گا۔ جنت تو بہت قیمتی شے ہے جنت کی ایک چابک کی جگہ دنیا و مافیہا کے خزانوں سے قیمتی ہے۔ تو اس قیمتی شے کے لیے عمل کرنا چاہیے عمل کے بغیر کچھ نہیں ملتا۔ اور جو کرو گے اس کے مطابق بدلہ پاؤ گے۔ شاعر نے کیا

خوب کہا ہے:

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

''مکافات عمل سے غافل نہ ہو گندم سے گندم اگتی ہے اور جو سے جو۔'' گندم کے بیج ڈالو گے تو گندم کاٹو گے اور جو اگاؤ گے تو جو کاٹو گے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بوتے تو کچھ نہیں ہیں اور ساری فصلیں کاٹنے کی امیدیں لگا کر بیٹھے ہیں۔ نہ نمازیں ہیں، نہ روزے ہیں، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ قربانی۔ میں سب کی بات نہیں کر رہا نیک بھی ہیں مگر اکثریت کا حال یہ ہے کہ حلال و حرام کی تمیز ہے نہ جائز و ناجائز کی پروا ہے اور بخشش کی امیدیں ہیں۔ بویا کچھ نہیں اور کاٹنے کے لیے درانتی لیے پھرتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس جیسی کامیابی کے لیے پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے۔ فرمایا اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا کیا یہ چیزیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے کہ جنت میں پھل ہوں گے، تخت ہوں گے، خالص شراب ہوگی، حوریں ہوں گی، یہ بہتر ہیں بہ طور مہمانی کے۔

زقوم کا درخت :

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ یا تھوہر کا درخت۔ یہ درخت ہمارے ہاں بھی ہوتا ہے لیکن جو عرب میں ہوتا تھا وہ اتنا کڑوا اور زہریلا ہوتا تھا کہ جانور اس کو سونگھنے کے ساتھ ہی مر جاتے تھے۔ تو جہنم میں یہ زقوم کا درخت بھی ہے اور ضریع بھی۔ جس کا ذکر سورہ غاشیہ پارہ ۳۰ میں ہے کہ یہ ایک خاردار جھاڑی ہے بہت کڑوی۔ زقوم کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ اگر اس کے چند قطرے اس زمین پر گرا دیئے جائیں تو تمام جان دار چیزیں اس کی

بدبو کی وجہ سے مر جائیں۔تو بتاؤ کہ مہمانی کے لیے جنت کے میوے، پھل، خوشبوئیں بہتر ہیں یا تھوہر کا درخت اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ بے شک ہم نے بنایا ہے اس کو آزمائش ظالموں کے لیے۔آزمائش اس طرح ہے کہ یہ درخت اس آگ میں ہوگا جو آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔دنیا کی آگ میں لوہا، تانبا پگھل جاتا ہے پتھر جل جاتا ہے تو جو آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی اس میں درخت ہوں گے، سانپ اور بچھو ہوں گے، انسان بھی جل کر کوئلہ نہیں ہوں گے، جس شخص میں ایمان نہ ہو وہ تو نہیں سمجھ سکتا۔مادیات پر ایمان رکھنے والا ان چیزوں کو کیسے سمجھے گا؟ ساری بات ایمان پر ختم ہوتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے اِنَّهَا شَجَرَةٌ بے شک وہ زقوم کا ایک درخت ہے تَخْرُجُ جو نکلتا ہے، اگتا ہے فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ دوزخ کی جڑ سے، جہنم کے درمیان سے طَلْعُهَا اس کی شاخیں كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ جیسے شیطانوں کے سر ہیں، چڑیلوں کے سر ہیں۔آج بھی جس عورت نے سر میں تیل کنگھی نہ کی ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں تو کہتے ہیں دیکھو بی بی چڑیل ہے۔اس وقت بھی لوگ چڑیلوں کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے تو چڑیلوں کے سروں کی طرح اس کی شاخیں ہوں گی۔کوئی شاخ اِدھر گئی ہوئی ہے کوئی اُدھر گئی ہوئی ہے۔ایمان کے ساتھ تو یہ ساری چیزیں سمجھ آتی ہیں بے ایمان کو کوئی بات سمجھ نہیں آئے گی۔

تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ ترکی میں صمندل نامی ایک جانور ہے اس کی پشم سے لوگ کپڑے بناتے ہیں۔یہ کپڑے جب میلے ہو جائیں تو ان کو آگ میں ڈال دیتے ہیں آگ میل کو جلا دیتی ہے کپڑوں کو کچھ نہیں ہوتا وہ صاف ہو جاتے ہیں۔غالباً دحران نامی

ایک جانور ہے جو آگ میں خوش رہتا ہے جیسے مچھلی پانی میں خوش رہتی ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ''فوائد عثمانیہ'' میں لکھتے ہیں:

''کمپنی باغ سہارن پور میں بعض درختوں کی نشوونما آگ کے ذریعے ہوتی ہے۔''

۱۹۴۱ء کے قریب اس باغ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہوئی تھی۔ اس میں مَیں بھی تھا۔ اس باغ کو میں نے دیکھا ہے لیکن لاعلمی کی بنیاد پر وہ درخت نہیں دیکھ سکا کیونکہ اس وقت میں نے فوائد عثمانیہ نہیں پڑھی تھی۔ ایمان ہو تو سب چیزیں سمجھ آتی ہیں۔

فرمایا فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا پس بے شک یہ لوگ البتہ کھانے والے ہیں اس زقوم کے درخت سے فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ پس بھرنے والے ہیں اس شجرہ زقوم سے اپنے پیٹ۔ سخت بھوک سے مجبور ہو کر اس کو کھائیں گے مجبوری میں آدمی بہت کچھ کرتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ مکے والوں پر جب قحط مسلط ہوا تو انہوں نے جانوروں کے چمڑے پانی میں بھگو بھگو کر کھائے اور اَكَلُوا الْعِظَامَ ہڈیاں پیس پیس کر کھائیں تو جہنمیوں پر اتنی شدید بھوک مسلط ہوگی کہ مجبور ہو کر اس کو کھائیں گے پیٹ بھریں گے ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ پھر بے شک ان کے لیے اس پر البتہ ملاوٹ ہوگی کھولتے ہوئے پانی کی۔ (پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ملے گا)

زقوم کھانے کے بعد جب پیاس لگے گی تو گرم پانی ملے گا يَشْوِي الْوُجُوهَ [کہف: ۲۹] وہ جبڑوں کو جلا ڈالے گا ہونٹوں پر لگے گا تو ہونٹ جل جائیں گے وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ [مومنوں: ۱۰۴] ''اور وہ اس میں بدشکل ہو جائیں گے۔'' اوپر والا ہونٹ پیشانی کے ساتھ جا لگے گا اور نیچے والا لٹک کر ناف تک چلا جائے گا انتہائی بدشکل ہو کر جہنم

میں رہیں گے اور چیخیں ماریں گے وَهُمْ فِيهَا يَصْطَرِخُونَ [فاطر:۳۷] ''اور وہ چلائیں گے اس دوزخ میں۔'' لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّ شَهِيقٌ [ھود:۱۰۶] ''ان کے لیے دوزخ میں چیخنا چلانا ہوگا۔'' گدھے کی ابتدائی آواز کو زفیر کہتے ہیں اور آخری آواز کو شھیق کہتے ہیں۔ گدھے کی طرح چیخیں چلائیں گے اور سورہ لقمان میں ہے اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ [آیت:۱۹، پارہ:۲۱] ''بے شک سب آوازوں سے بُری آواز گدھے کی ہے۔''

پھر کیا ہوگا ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيمِ پھر بے شک ان کے لوٹنے کی جگہ البتہ شعلے مارنے والی آگ ہے۔ جب آگ کے شعلوں میں چیخیں چلائیں گے تو ان کو زمہریر جو ٹھنڈا طبقہ ہے وہاں لے جایا جائے گا۔ جب سردی سے تنگ آجائیں گے تو کہیں گے ہمیں واپس وہیں لے جایا جائے جہاں ہم تھے کہ جب سردی زیادہ ہوتی ہے تو کہتے ہیں گرمی اچھی ہے اور جب شدید گرمی پڑتی ہے تو کہتے ہیں سردی اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ سے محفوظ فرمائے۔ دوزخ میں کیوں جائیں گے؟ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ بے شک انہوں نے پایا باپ دادا کو گمراہ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ پس وہ ان کے نقش قدم پر دوڑ رہے ہیں۔ ان کے باپ دادا گمراہ تھے اور یہ ان کے راستے پر دوڑتے رہے، ان کی پیروی کرتے رہے۔

تقلید کا معیار :

ہاں اگر آبا وَ اجداد سمجھدار اور ہدایت یافتہ ہوں تو قرآن کریم کا حکم ہے وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ [لقمان:۱۵] ''اور پیروی کر اس کے راستے کی جو میری طرف رجوع رکھتا ہے۔'' تو گمراہ کی تقلید کی شریعت نے سختی کے ساتھ تردید کی ہے۔ ایسی تقلید جو

قرآن وحدیث کے خلاف ہو شریعت کے خلاف ہو یہ گمراہی کا سب سے بڑا سبب ہے۔
لیکن اہل اسلام جو تقلید کرتے ہیں یہ وہ نہیں ہے جس کی قرآن نے تردید کی ہے۔

اہل اسلام کی تقلید یہ ہے کہ جو مسئلہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے، خلفائے راشدین سے ثابت نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے ایسے مسائل میں کسی امام کی بات مان لینا جو اس نے قرآن وسنت سے اخذ کی ہے۔ اس نظریے کے تحت کہ امام معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ معصوم صرف پیغمبر کی ذات ہے امام مجتہد ہے اور مجتہد کی بات صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی ہو سکتی ہے۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو گمراہ پایا اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اور البتہ تحقیق گمراہ ہو چکے ان سے پہلے أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ بہت سے لوگ۔ اکثریت اس وقت بھی گمراہ تھی اور آج بھی اکثریت گمراہ ہے اور قیامت تک اکثریت گمراہوں کی رہے گی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ جو گمراہ ہوئے تو کیا ان کو حق سے آگاہ نہیں کیا گیا؟ رب تعالیٰ نے ان کی طرف پیغمبر نہیں بھیجے؟

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنذِرِينَ اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں ڈرانے والے۔ پیغمبر بھیجے انہوں نے پیغمبروں کی بات نہیں مانی۔ پھر کیا ہوا؟ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ پس دیکھ کیا ہوا انجام ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا، ان کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتے جب تک اتمام حجت نہ کر لیں۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۵ پارہ ۱۵ میں ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ”اور ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجتے ہیں۔“ جب تک

رسول نہ بھیجیں کسی قوم کو تباہ نہیں کرتے۔آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہے لیکن الحمدللہ! آپ ﷺ کی وفادار امت نے نبوت والا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اور آج تک دین اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔قرآن وحدیث بھی اپنی اصل شکل میں موجود ہیں اگرچہ اہل بدعت نے بڑی خرابیاں پیدا کی ہیں لیکن پھر بھی دین تمھیں اصل شکل میں ملے گا۔تو فرمایا دیکھوان لوگوں کا کیا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا اِلَّا عِبَادَاللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جو چنے ہوئے تھے وہ عذاب سے بچ گئے باقی سب تباہ و برباد ہوگئے اور نافرمانی کے انجام کو پہنچ گئے۔

******

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق نَادٰىنَا نُوْحٌ پکارا ہمیں نوح علیہ السلام نے
فَلَنِعْمَ پس بہت ہی اچھے ہیں الْمُجِيْبُوْنَ دعائیں قبول کرنے والے
وَنَجَّيْنٰهُ اور ہم نے نجات دی اس کو وَاَهْلَهٗ اور اس کے گھر والوں کو
مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ اور کر دیا ہم
نے اس کی اولاد کو هُمُ الْبٰقِيْنَ وہی باقی رہنے والے وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

اور چھوڑا ہم نے اس کے لیے فِی الْاٰخِرِیْنَ (اچھا ذکر) پچھلوں میں سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ سلامتی ہو نوح علیہ السلام پر فِی الْعٰلَمِیْنَ جہان والوں میں اِنَّا بے شک ہم کَذٰلِکَ اسی طرح نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ بے شک وہ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ پھر ہم نے غرق کر دیا دوسروں کو وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ اور بے شک ان کے گروہ میں سے ہے لَاِبْرٰهِیْمَ البتہ ابراہیم علیہ السلام اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ جس وقت آئے وہ اپنے رب کے پاس بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ سلامتی والا دل لے کر اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ جس وقت کہا اس نے اپنے والد سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَاذَا تَعْبُدُوْنَ کن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو اَئِفْکًا اٰلِهَةً کیا جھوٹے خدا دُوْنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے تُرِیْدُوْنَ جن کا تم ارادہ کرتے ہو فَمَا ظَنُّکُمْ پس کیا خیال ہے تمھارا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کے بارے میں فَنَظَرَ نَظْرَةً پس دیکھا انھوں نے دیکھنا فِی النُّجُوْمِ ستاروں میں فَقَالَ پس فرمایا اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں بیمار ہوں فَتَوَلَّوْا عَنْهُ پس پھر گئے وہ لوگ ان سے مُدْبِرِیْنَ پشت پھیر کر فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِهَتِهِمْ پس مائل ہوئے ابراہیم علیہ السلام ان کے خداؤں کی طرف فَقَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ پس فرمایا کیا تم کھاتے نہیں مَا لَکُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ تمھیں کیا ہو گیا تم بولتے نہیں فَرَاغَ عَلَیْهِمْ پس مائل

ہوئے ان پر ضَرۡبًۢا بِالۡیَمِیۡنِ مارتے ہوئے قوت کے ساتھ فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَیۡہِ
پس وہ متوجہ ہوئے ان کی طرف یَزِفُّوۡنَ دوڑتے ہوئے قَالَ فرمایا
اَتَعۡبُدُوۡنَ کیا تم عبادت کرتے ہو مَا ان چیزوں کی تَنۡحِتُوۡنَ جن
کو تم خود تراشتے ہو وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تم کو
وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ اور جو تم عمل کرتے ہو قَالُوا کہا انہوں نے ابۡنُوۡا لَہٗ بُنۡیَانًا
بناؤ اس کے لیے ایک عمارت فَاَلۡقُوۡہُ پس اس کو ڈالو فِی الۡجَحِیۡمِ
آگ کے شعلوں میں فَاَرَادُوۡا بِہٖ کَیۡدًا پس انہوں نے ارادہ کیا اس کے
بارے میں ایک تدبیر کا فَجَعَلۡنٰہُمُ الۡاَسۡفَلِیۡنَ پس کر دیا ہم نے ان ہی کو
پست۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ پہلے لوگوں کی اکثریت گمراہ تھی تو سوال پیدا ہوا
کہ ان کو سمجھانے والا کوئی نہیں تھا؟ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا
فِیۡہِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ''اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں ڈرانے والے۔'' مگر ان لوگوں
نے ان کی بات نہیں مانی پھر دیکھو ان کا کیسا انجام ہوا؟ اب آگے ڈرانے والوں کا ذکر
ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا مختصر تعارف :

فرمایا وَلَقَدۡ نَادٰىنَا نُوۡحٌ اور البتہ تحقیق پکارا ہمیں نوح علیہ السلام نے۔ حضرت نوح
علیہ السلام کا نام عبد الغفار تھا اور والد محترم کا نام لمک تھا۔ قوم کی حالتِ بد پر نوحہ کرتے کرتے،
افسوس کرتے کرتے نوح لقب پڑ گیا۔ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، ساڑھے نو سو

سال تبلیغ کی اور طوفان نوح کے بعد بھی کئی سو سال تک زندہ رہے۔ تو فرمایا پکارا ہمیں نوح علیہ السلام نے فَلَنِعۡمَ الۡمُجِيۡبُوۡنَ پس بہت ہی اچھے ہیں دعائیں قبول کرنے والے۔

کربِ عظیم سے مراد :

وَنَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗ اور نجات دی ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ بڑی پریشانی سے کہ قوم کے کفر و شرک کرنے کی وجہ سے بڑی پریشانی تھی تو اللہ تعالیٰ نے قوم کو تباہ کر کے اس پریشانی سے نجات عطا فرمائی۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کرب عظیم سے مراد طوفان ہے۔ جو سیلاب ساری دنیا میں آیا ہر شے کو تباہ کیا اور نوح علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ اور جو ساتھی کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا وَجَعَلۡنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الۡبٰقِيۡنَ اور کر دیا ہم نے ان کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے۔ سیلاب کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جو مومن ساتھی تھے ان سے آگے اولاد نہیں چلی۔ اولاد صرف حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں سے ہوئی۔ حضرت نوح کے چار بیٹے تھے۔ ایک کا نام کنعان تھا لقب اس کا یام تھا جو کفر پر مرا آخر تک اس نے حق کو قبول نہیں کیا فَكَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِيۡنَ [ہود: ۴۳] ''پس تھا وہ ڈوبنے والوں میں سے۔'' باقی تین بیٹے موحد مسلمان تھے۔ بیٹی کا ذکر نہیں آتا۔ ایک کا نام سام تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کی اولاد میں عربی، فارسی، رومی ہوئے ہیں۔ دوسرے بیٹے کا نام حام تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کی اولاد سوڈانی، حبشی، نائیجیریا والے ہیں۔ تیسرے کا نام یافث تھا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ترکی، افغانی، یاجوج ماجوج اور یہ چینی اس کی نسل سے ہیں۔

تو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ اور چھوڑا ہم نے اس کے لیے اچھا ذکر پچھلوں میں۔ آج بھی نوح علیہ السلام کا

نام بڑے ادب واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ تو اچھا ذکر پچھلے لوگوں میں رکھا تاکہ لوگ ان کے کارنامے یاد رکھیں سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ سلامتی ہو نوح علیہ السلام پر جہان والوں میں۔ ان کی بڑی خدمات ہیں اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ ظاہر بات ہے کہ پیغمبر سے بڑھ کر نیک کون ہو سکتا ہے اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ بے شک نوح علیہ السلام ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ صرف مومن ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی تھے۔ نو سو پچاس سال اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کو پہنچایا۔ نو سو پچاس سال کے دن گننے پر بھی اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔ نوح علیہ السلام اور ان کے اہل کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔ فرمایا ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ پھر ہم نے غرق کر دیا دوسرے لوگوں کو وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ اور بے شک نوح علیہ السلام کے گروہ میں نیک بندوں اور پیغمبروں کے گروہ میں سے البتہ ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختصر تعارف :

حضرت ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام سے سترہ سو (۱۷۰۰) سال بعد تشریف لائے ہیں کوثیٰ بروزن موسیٰ شہر میں۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام اُر ہے جو اس وقت عراق کا دارالخلافہ تھا۔ اس وقت بادشاہ نمرود بن کنعان تھا جو بڑا ظالم جابر اور مشرک تھا۔ ابراہیم کے والد کا نام قرآن نے آزر بتلایا ہے۔ یہ اس حکومت کا وزیر مذہبی امور تھا۔ بت بنانا، بت خانے بنانا اور بت خانوں میں بت پورے کرنا، یہ اس کی ذمہ داری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بت گر کے گھر بت شکن پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی بڑی آزمائشی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ جس وقت وہ آئے

اپنے رب کے پاس سلامتی والا دل لے کر۔ ایسا صحیح سالم دل لے کر آئے کہ دین کی چیزوں کے بارے میں کوئی شک وتردد اس دل میں نہیں تھا۔ یادرکھنا! ہمیں بھی اگر دین کی کسی چیز میں شک ہوا تو ایمان نہیں رہے گا۔ ایمان اس پختہ عقیدے کا نام ہے کہ بے شک دنیا شک ڈالتی رہے اس میں شک نہ آئے۔ بلکہ کوئی شک وشبہ اس کے قریب بھی نہ آئے۔

اِذْقَالَ لِاَبِیْهِ جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے۔ ساتویں پارے میں تفصیل ہے یہاں اجمال ہے وَاِذْقَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ''اور جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کیا آپ بتوں کو معبود بناتے ہیں اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [انعام:۷۴] ''بے شک میں آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔'' اور یہاں ہے کہ جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے وَقَوْمِهٖ اور اپنی قوم سے مَاذَا تَعْبُدُوْنَ کن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو۔ اس قوم میں بت پرستی بھی تھی اور کواکب پرستی بھی۔ چاند، سورج ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ کن چیزوں کی عبادت کرتے ہو؟ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ کیا جھوٹے خدا بناتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے جن کا تم ارادہ کرتے ہو ان کی تم پوجا کرتے ہو فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پس کیا خیال ہے تمہارا رب العالمین کے بارے میں۔

مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا بلکہ ظاہری طور پر دیکھو تو مشرک رب کی بڑی عظمت کا قائل ہے۔ مشرک کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے درجے کے لحاظ سے۔ ہم سے بہت دور ہے اور ہم بڑے گناہ گار ہیں ہماری رب تعالیٰ تک رسائی نہیں

ہے جب تک درمیان میں بابوں (بزرگوں) کی سیڑھیاں نہ ہوں هٰؤُلَآءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] ''یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔'' دیکھو! کتنی عظمت ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ان بابوں (بزرگوں) کے بغیر وہاں تک ہماری پہنچ نہیں ہے۔ اور آٹھویں پارے میں ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا ''اور ٹھہرایا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو پیدا کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور مویشی ایک حصہ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ '' پھر کہا انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال کے مطابق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا پس وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کی طرف وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے پس وہ پہنچتا ہے ان کے شریکوں کی طرف سَآءَ مَايَحْكُمُوْنَ [انعام:۱۳۶] ''بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

مشرک لوگ زمین کی پیداوار میں سے اللہ تعالیٰ کا بھی حصہ نکالتے تھے اور اپنے شریکوں کا بھی حصہ نکالتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ والے حصے سے کچھ دانے شریکوں والی ڈھیری میں مل جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور اگر شریکوں والی ڈھیری سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ والی ڈھیری میں مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے تھے کہ یہ مسکین ہیں۔ تو مشرک رب تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا بلکہ رب تعالیٰ کو مانتے ہوئے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑتا ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے نیچے تم نے چھوٹے خدا بنائے ہوئے ہیں جن کا تم ارادہ کرتے ہو رب العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

کہتے ہیں کہ رات کا وقت تھا قوم کے افراد بیٹھے تھے شہر سے باہر کوئی تہوار منانے کے لیے پروگرام بنا رہے تھے اس میں شریک ہونے کے لیے انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی دعوت دی۔ آپ ان کے ساتھ جانا نہیں چاہتے تھے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ پس دیکھا انہوں نے دیکھنا ستاروں میں فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ پس فرمایا بے شک میں بیمار ہوں مجھے تمہاری کواکب پرستی نے بیمار کر دیا ہے کہ اچھے بھلے آدمی ہو کھاتے پیتے انسان ہونے کے باوجود کبھی سورج کے آگے، کبھی چاند، کبھی ستاروں کے آگے اور کبھی بتوں کے آگے جھکتے ہو۔ ان چیزوں کو دیکھ کر میں بیمار ہوں۔ کبھی آدمی فکر اور پریشانی کی وجہ سے بھی بوڑھا ہو جاتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت! آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں آپ کے جسم میں کمزوری وقت سے پہلے آ گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شَيَّبَتْنِيْ هُوْدُ وَ اَخَوَاتُهَا ''سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔'' سورہ ہود میں کافی مجرم قوموں کی تباہی کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ [ہود: ١٠٢] ''اور اسی طرح ہے پکڑ آپ کے رب کی جس وقت کہ وہ پکڑتا ہے اور وہ ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔'' اس جملے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان کیا کہ میری امت میں بھی تو لازماً ظالم لوگ ہوں گے۔ بلکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ان قوموں میں تو ایک ایک عیب تھا اور اس آخری امت میں وہ سارے عیب موجود ہیں۔ تو امت کے غم کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔

کواکب پرستی :

تو فرمایا تمہاری کواکب پرستی کی وجہ سے میں بیمار ہوں اور یہ روحانی بیماری جسمانی بیماری سے بھی سخت ہوتی ہے فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِيۡنَ پس پھر گئے وہ لوگ ان سے پشت پھیر کر۔ دار الخلافہ کے بت خانے میں جو شاہی بت خانہ تھا اس میں اس وقت بہتر (۷۲) بت تھے۔ ان کو خوشبوئیں لگی ہوئی تھیں، کسی کے سامنے حلوا رکھا ہوا ہے، کسی کے سامنے کھیر اور کسی کے سامنے سویاں اور کسی کے سامنے قورما کہ ان میں باب برکت ڈالیں گے اور ہم بعد میں کھائیں گے۔ سارے تہوار منانے کے لیے چلے گئے فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمۡ پس مائل ہوئے ابراہیم علیہ السلام ان کے خداؤں کی طرف اور کلہاڑی بھی ساتھ لے گئے تھے۔ پہلے ان کے ساتھ مذاق کیا فَقَالَ پس فرمایا اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ کیا تم کھاتے نہیں کھیر، سویاں، قورما ٹھنڈا ہو رہا ہے کھاتے کیوں نہیں؟ مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ تمہیں کیا ہو گیا بولتے کیوں نہیں؟ مگر کس نے کوئی چیز کھانی تھی اور کس نے بولنا تھا فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًاۢ بِالۡيَمِيۡنِ یمین کے معنٰی قوت کے ہیں پس مائل ہوئے ابراہیم علیہ السلام ان پر مارتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۵۸ پارہ ۱۷ میں ہے فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيۡرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ "پس کر ڈالا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے مگر ان میں سے جو بڑا تھا اس کو چھوڑ دیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں" کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس کی تحقیق تو ہوگی۔ تو اس موقع پر اس کا وجود مجھے فائدہ دے گا جب تحقیق شروع ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا فَسۡـَٔلُوۡهُمۡ اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ پہلے تو ان خداؤں سے پوچھو تاکہ تمہارا یہ حشر کس نے کیا ہے اگر یہ بولتے ہیں۔ پھر اس بڑے گرو گھنٹال سے پوچھو شاید اس نے کچھ کیا ہو ثُمَّ نُكِسُوۡا عَلٰى رُءُوۡ

سِهِمْ پس تحقیق کرنے والوں نے سر جھکا دیئے اور کہنے لگے لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ بے شک آپ جانتے ہیں کہ یہ گفتگو نہیں کرتے۔ فرمایا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ افسوس ہے تمہارے اوپر اور تمہارے خداؤں پر بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو، توقعات رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے جو اپنی جان نہیں بچا سکتے، بول نہیں سکتے۔ پھر ان لوگوں نے کہا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ جلاؤ ابراہیم علیہ السلام کو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔ تو مائل ہوئے ابراہیم علیہ السلام ان پر مارتے ہوئے قوت کے ساتھ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ پس متوجہ ہوئے لوگ ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑتے ہوئے، گھبراتے ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان :

یہاں اجمال ہے اور سورۃ الانبیاء پارہ ۱۷ میں تفصیل ہے۔ کہنے لگے سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ ”سنا ہے ہم نے ایک نوجوان جو ان معبودوں کا ذکر کرتا ہے يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ اللہ کی قسم میں ضرور تدبیر کروں گا تمہارے ان بتوں کے لیے بعد اس کے کہ تم پشت پھیر کر جاؤ گے۔“ لہٰذا یہ کارروائی اسی کی ہوگی۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر لائے اور پوچھا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ”یہ کاروائی ہمارے خداؤں کے ساتھ آپ نے کی ہے۔“ فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ”اس بڑے نے کی ہوگی ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہیں تو پوچھو ان سے کس نے کی ہے۔“ قَالَ فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ کیا تم عبادت کرتے ہو مَا تَنْحِتُوْنَ ان چیزوں کی جن کو تم خود تراشتے ہو۔ ذہنی طور پر بھی تراشے ہوئے ہیں اور

ہاتھوں سے بھی تراشے ہوئے ہیں۔ یہ تمہارے خود ساختہ ہیں وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا کیا ہے اوران چیزوں کو بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔اللہ تعالیٰ تمھارا بھی خالق ہے تمہارے عمل کا بھی خالق ہے۔خالق کل شی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قَالُوا ان لوگوں نے کہا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا بناؤ اس کے لیے ایک عمارت۔ بھٹا تیار کرو آگ کا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ پھر ڈالو اس کو آگ کے شعلوں میں۔اس نے ہمارا دل جلایا ہے اس کو آگ میں جلاؤ۔

دارمی کی روایت میں ہے جُرِّدَ عَنِ الثِّيَابِ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سارے کپڑے اتار دیئے گئے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر آلہ منجنیق کے ذریعے آگ میں ڈال دیا گیا۔'' ساری مخلوق بمع باپ کے تماشائی تھی اور انتظار میں تھی کہ اب سر پھٹے گا ٹھاہ ہوگی ہمارے دل ٹھنڈے ہوں گے۔یہاں تفصیل نہیں ہے سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۶۹ میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا ''ہم نے کہا اے آگ! ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم پر۔'' رسیاں جل گئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کھل گئے۔آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بال بھی نہیں جلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس طرح پھر رہے تھے جس طرح باغ میں ٹہل رہے ہوں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو والد نے کہا نِعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ يَا اِبْرَاهِيْم ''اے ابراہیم تیرا رب بہت اچھا ہے۔'' اس کے باوجود اپنا دھڑا اور گروہ نہیں چھوڑا۔ یہ دھڑا بہت بُری شے ہے۔لوگ رسومات، بدعات کو جاننے کے باوجود نہیں چھوڑتے کہ ناک رہ جائے۔تو کہا انھوں نے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالو فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا پس ارادہ کیا انھوں نے ایک

تدبیر کا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ پس کر دیا ہم نے اس کو پست۔ذلیل کیا،خوار ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے لیکن مانا بھی کوئی نہیں نہ باپ نہ کوئی اور......

******

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰىؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَاۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَؕ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

وَقَالَ اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اِنِّیْ بے شک میں ذَاهِبٌ جانے والا ہوں اِلٰى رَبِّیْ اپنے رب کی طرف سَیَهْدِیْنِ بہ تاکید وہ میری راہنمائی کرے گا رَبِّ هَبْ لِیْ اے میرے رب مجھے عطا کر مِنَ الصّٰلِحِیْنَ نیکوں میں سے اولاد فَبَشَّرْنٰهُ پس ہم نے خوش خبری سنائی ان کو بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ایک لڑکے کی جو بڑا حوصلے والا تھا فَلَمَّا بَلَغَ پس جس وقت وہ پہنچا مَعَهُ السَّعْیَ ان کے ساتھ دوڑ کی عمر کو قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے یٰبُنَیَّ اے میرے بیٹے اِنِّیْۤ اَرٰى بے شک میں نے دیکھا ہے فِی

الْمَنَامِ خواب میں اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُكَ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں
فَانۡظُرۡ پس دیکھو مَاذَا تَرٰی کیا رائے ہے آپ کی قَالَ انہوں نے
کہا یٰۤاَبَتِ اے میرے ابا جان افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ کر ڈالیں جس کا آپ
کو حکم ہوا ہے سَتَجِدُنِیۡۤ بہ تاکید آپ پائیں گے مجھے اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰبِرِیۡنَ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو صبر کرنے والوں میں سے فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا
پس جس وقت ہو گئے دونوں فرماں بردار وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ اور گرا دیا اس کو
پیشانی کے بل وَنَادَیۡنٰهُ اور ہم نے اس کو آواز دی اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ اے
ابراہیم قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا تحقیق آپ نے سچا کر دکھایا خواب اِنَّا كَذٰلِكَ
بے شک ہم اسی طرح نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو
اِنَّ هٰذَا بے شک یہ بات لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ البتہ یہ صریح آزمائش ہے
وَفَدَیۡنٰهُ اور ہم نے فدیہ دیا اس کو بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ذبح کرنے کا ایک عظیم
جانور کا وَتَرَكۡنَا عَلَیۡهِ اور ہم نے چھوڑا اس کا ذکر فِی الۡاٰخِرِیۡنَ پچھلوں
میں سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ سلام ہو ابراہیم علیہ السلام پر كَذٰلِكَ نَجۡزِی
الۡمُحۡسِنِیۡنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا
الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے وَبَشَّرۡنٰهُ
بِاِسۡحٰقَ اور ہم نے اس کو خوش خبری دی اسحاق کی (علیہ السلام) نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ
جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے نیکوں میں سے وَبٰرَكۡنَا عَلَیۡهِ اور ہم نے برکت

نازل کی اس پر وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ اور اسحاق پر وَمِنْ ذُرِّیَّتِہِمَا اور ان دونوں کی اولاد میں سے مُحْسِنٌ نیکی کرنے والے ہیں وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں مُبِیْنٌ واضح طور پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ چلا آ رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کو توڑنے کی پاداش میں آگ کے بھٹے میں ڈال دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ بھٹے کی جگہ باغ بنا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدن مبارک کا ایک بال بھی نہ جلا۔ کتنا بڑا کرشمہ تھا مگر ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا۔ اس ضد کا تو کوئی علاج نہیں ہے۔

ہجرتِ ابراہیم علیہ السلام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ بے شک میں جانے والا ہوں اپنے رب کی طرف سَیَهْدِیْنِ ضرور وہ میری راہنمائی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا عراق سے شام ہجرت کرنے کا۔ ہجرت کرنے میں یہ تین بزرگ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اور سگا بھتیجا حضرت لوط علیہ السلام۔ چوتھا کوئی آدمی ان کے ساتھ نہیں تھا اور نہ ہی چلتے وقت ان کو کسی نے روکا کہ نہ جاؤ ہم اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ آخر وہاں مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں، خویش واقارب بھی تھے، کوئی ایک بھی روکنے نہیں آیا۔ تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے حکم کے ساتھ ہجرت کر رہا ہوں اور دعا کی رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ اے میرے پروردگار بخش دے مجھے، مجھے عطا فرما نیکوں میں سے اولاد۔ فرمایا فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ پس ہم نے خوش خبری دی ابراہیم علیہ السلام کو ایک لڑکے کی جو بڑا حوصلے والا تھا۔ یہ بشارت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تھی جس کا قرینہ آگے آ رہا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت

ہاجرہ علیہا السلام کے پیٹ سے ہوئے۔ان دونوں بیٹوں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ان کے علاوہ تین بیٹے اور تھے۔تورات اور تاریخ میں ان کا نام آتا ہے۔ایک کا نام مدین، ایک کا نام مدائن اور ایک کا نام قیدار تھا رحمہم اللہ تعالیٰ ۔بیٹی کوئی نہیں تھی صرف بیٹے ہی تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا پھر حکم دیا ماں بیٹا دونوں کو وہاں چھوڑ آؤ جہاں کا میں حکم دوں اور بیوی کو بتانا بھی نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو لے کر چل پڑے۔جہاں کعبۃ اللہ ہے یہاں ایک درخت ہوتا تھا وہاں نہ پانی تھا نہ کوئی انسان تھا بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ [ابراہیم:۳۷] ''ایسی وادی میں جو کھیتی باڑی والی نہیں ہے۔'' مشکیزے میں تھوڑا سا پانی تھا اور تھوڑی سی کھجوریں تھیں ۔یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے حوالے کیں اور فرمایا کہ میں جا رہا ہوں۔چل پڑے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے آواز دی ہمیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو أَأَمَرَكَ اللهُ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے؟منہ سے بولے نہیں، اشارے کے ساتھ فرمایا کہ ہاں! رب تعالیٰ کا حکم ہے۔اس وقت حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا اِذًا لا يُضَيِّعُنَا اللهُ ''پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔'' کوئی فکر نہیں ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایڑیاں رگڑیں تو اللہ تعالیٰ نے آب زم زم کا چشمہ جاری کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک اور امتحان :

کچھ دنوں کے بعد قبیلہ بنو جُرہم کے لوگ وہاں آئے پانی دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور ٹھہرنے کی اجازت مانگی۔حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اجازت دے دی۔انہوں نے وہاں اپنے مکان اور خیمے لگا لیے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام آتے جاتے رہتے تھے۔جب

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک تقریباً تیرہ برس کی ہوئی فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ پس جس وقت وہ پہنچا ان کے ساتھ دوڑ کی عمر کو، کام کاج کی عمر کو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا اور پیغمبر کا خواب حقیقت ہوتا ہے۔ تو خواب کو بیٹے کے سامنے بیان فرمایا قَالَ يٰبُنَيَّ فرمایا اے میرے بیٹے! پنجابی زبان میں اس کا لفظی معنیٰ ہے اے میری پتری! یہ پیار کا لفظ ہوتا ہے اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ بے شک میں نے خواب میں دیکھا ہے اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں تجھے ذبح کروں فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى پس دیکھو کیا رائے ہے آپ کی کہ میں خواب کو پورا کروں۔ بیٹے نے فرماں برداری کا ثبوت دیتے ہوئے کہا قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ کہا اے میرے ابا جان! کر ڈالیں جس کا آپ کو حکم ہوا ہے سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ بہ تاکید آپ پائیں گے مجھے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو صبر کرنے والوں میں سے۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر منیٰ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ایک بزرگ صورت جس نے بڑا عمدہ لباس پہنا ہوا تھا، ملا اور بڑی ہمدردی کے انداز میں سلام کے بعد سوال کیا حضرت! کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے۔ کہنے لگا حضرت! آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ فرمایا یہی ہے۔ کہنے لگا حضرت! کیا ایک بیٹا بھی آپ پر بوجھ ہے؟ فرمایا یہ بات نہیں ہے بلکہ مجھے رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ خواب کے ذریعے مجھے حکم ملا ہے۔ وہ بزگ کہنے لگا حضرت! خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت ہوتی ہے، ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن ہوتا ہے۔ سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے۔ کوئی اور ہوتا تو مغالطے میں آ جاتا مگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

تھے۔ اِدھر اُدھر سے کنکریاں اٹھائیں اور اس نصیحت کرنے والے کو اللہ اکبر! کہہ کر ماریں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اس کا حکم سب سے بڑا ہے بھاگ جا یہاں سے۔ وہ شیطان تھا۔ کچھ آگے گئے تو پھر آ گیا اور کہنے لگا حضرت! کچھ سوچیں تو سہی بیٹے کو ذبح نہ کریں کچھ اور کرلیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر سات کنکریاں اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر اس کو ماریں۔ آخر وہ بھی شیطان تھا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ آگے جا کر پھر کھڑا ہو گیا اور منتیں کرنا شروع کر دیں کہ بیٹے کو ذبح نہ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر سات کنکریاں اٹھا کر اس کو ماریں کہ بھاگ جا، میں رب تعالیٰ کے حکم کو سمجھتا ہوں۔ آج کل جو رمی کرتے ہیں یہ وہی ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّآ اَسۡلَمَا پس جس وقت ہو گئے وہ دونوں فرماں بردار وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ اور گرا دیا اس کو پیشانی کے بل وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ اور ہم نے اس کو آواز دی اے ابراہیم قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا تحقیق آپ نے سچا کر دکھایا خواب اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔

اب اس واقعہ کے تناظر میں یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیب دان کوئی نہیں ہے۔ ہاں غیب کی خبریں جتنی اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو عطا فرمائی ہیں وہ حق ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔ رہا غیب تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح ہر چیز کا جاننا بھی صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ دیکھو! اگر ابراہیم علیہ السلام کو پہلے سے اس بات کا علم ہوتا کہ میرے لڑکے نے ذبح نہیں ہونا تو ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی کوئی قدر باقی نہ رہتی، معاذ اللہ تعالیٰ۔ پھر تو یہ ایک ڈرامہ تھا جو باپ بیٹے نے کھیلا۔ حضرت ابراہیم

علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی۔ گو اس وقت اظہار نبوت نہیں ہوا مگر نبی پیدائشی طور پر نبی ہوتا ہے۔ اگر ان کو علم تھا کہ میری قربانی کوئی نہیں ہے تو پھر یہ کہنے کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ ابا جی! آپ کو جو حکم ملا ہے کر گزرو مجھے آپ ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

یاد رکھنا! انجام کا نہ ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا اور نہ اسماعیل علیہ السلام کو علم تھا کہ کیا ہونا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی سمجھتے تھے کہ میں نے بیٹے کی قربانی دینی ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی سمجھتے تھے کہ میں نے قربان ہونا ہے۔ اس نیت کی بنیاد پر ان کی قربانی سب سے اونچی ہے۔ اگر پہلے سے علم ہوتا تو پھر اس قربانی کی حیثیت کھیل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تو پروردگار نے آواز دی اے ابراہیم! آپ نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ بے شک یہ بات البتہ صریح آزمائش ہے۔ یہ بڑا امتحان تھا اور امتحان تبھی بنتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سمجھتے تھے کہ میں نے قربانی دینی ہے اور اسماعیل علیہ السلام سمجھتے تھے کہ میں نے قربان ہونا ہے وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ اور ہم نے ان کو فدیہ دیا بڑی قربانی کا۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے ایک دنبہ بھیجا کہ اس کی قربانی کرو۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ قربانی اتنی پسندیدہ تھی کہ قیامت تک اس سنت کو جاری فرما دیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ "اے اللہ کے رسول یہ قربانیاں کیا ہیں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنة ابيكم ابراهيم "یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ

ہے۔" پھر پوچھا فَمَا لَنَا فِيهَا " ہمیں اس سے کیا حاصل ہوگا؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ " جانور کے جسم پر جتنے بال ہیں ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی۔" اسی لیے کہتے ہیں کہ چھوٹے جانور کی قربانی زیادہ افضل ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے اور دوسرا نیکیاں تقسیم نہیں ہوں گی۔ اور بڑے جانور میں تو سات آدمی شریک ہوں گے اور چمڑے کے بھی سات حصے ہوں گے تو بال بھی تھوڑے ہوں گے۔ تو الحمدللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ طریقہ آج تک چلا آ رہا ہے۔

فرمایا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور ہم نے چھوڑا ان کا اچھا ذکر پچھلوں میں۔ کتنی دنیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ محبت کرتی ہے سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ سلام ہو ابراہیم علیہ السلام پر كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ یہ خوش خبری تو تھی اسماعیل علیہ السلام کی اور ان کی قربانی کا ذکر تھا۔ آگے اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری کا ذکر ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ اور ہم نے ان کو خوش خبری دی اسحاق علیہ السلام کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خوش خبری اور قربانی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم نے ان کو خوش خبری دی اسحاق کی۔ یہ جملہ بتلا رہا ہے کہ پہلا واقعہ اور ہے اور یہ واقعہ اور ہے۔ پہلے اس لڑکے کی خوش خبری تھی جس کو ذبح کیا گیا اور اب اس کی خوش خبری ہے جس کو ذبح نہیں کیا گیا یعنی اسحاق علیہ السلام۔ کیونکہ قربانی کا سارا واقعہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم نے ان کو اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری دی۔ یہودی اور عیسائی اس بات پر مصر ہیں کہ

قربانی اسحاق علیہ السلام کی ہوئی تھی اور اس پر انہوں نے اتنی کثرت سے روایات بیان کی ہیں کہ بعض اچھے بھلے بزرگ غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں حالانکہ یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ قربانی والے بچے کے ذکر کے بعد اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری سنائی گئی۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بارھویں پارے میں ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ | ہود: ۷۱ | ''اور ہم نے خوش خبری دی اس کو اسحاق بیٹے کی اور اسحاق کے بعد یعقوب پوتے کی۔'' اب سوال یہ ہے کہ اگر بچپن ہی میں اسحاق علیہ السلام کی قربانی ہونی ہے تو پھر پوتا کہاں سے آئے گا کہ اللہ تعالیٰ خوش خبری سنا رہے ہیں کہ بی بی سارہ تمہارے ہاں لڑکا ہوگا پھر تمہاری زندگی ہی میں تمہارا پوتا بھی ہوگا۔ قربانی کے حکم کے ساتھ پوتے کی خوش خبری کا کیا معنیٰ ہے؟ بچپن میں ہی ختم ہو گئے تو پوتے کی نوبت کہاں سے آئے گی؟ لہٰذا واضح بات ہے کہ قربانی اسحاق علیہ السلام کی نہیں ہوئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا ابْنُ ذَبِيْحَيْنِ ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں ایک اسماعیل علیہ السلام اور ایک والد محترم۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جی نے منت مانی تھی کہ میرے دس بیٹے میرے سامنے جوان ہو گئے تو میں چھوٹے کو اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کر دوں گا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ منت بھی مانی جاتی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد سب سے چھوٹے تھے۔ منت پوری ہو گئی تو حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے پھوپھیاں پیچھے پڑ گئیں کہ ہم نے ذبح نہیں کرنے دینا ان کے بدلے میں فدیہ دے دو۔ تو سو اونٹوں کا فدیہ دلوا کر حضرت عبداللہ کی جان بخشی ہوئی۔ لہٰذا قربان ہونے

والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ اسحاق علیہ السلام۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے خوش خبری دی اس کو اسحاق بیٹے کی نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے نیکوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر معصوم ہیں نیک ہیں وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ اور ہم نے برکت نازل کی ابراہیم علیہ السلام پر وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ اور اسحاق علیہ السلام پر۔ اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً چار ہزار پیغمبران میں آئے اور تین مشہور آسمانی کتابیں بنی اسرائیل کی طرف نازل کی گئیں۔ تورات موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور داؤد علیہ السلام کو ملی اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔ رب تعالیٰ نے ان میں بڑی برکتیں رکھیں وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا اور ان کی اولاد میں مُحْسِنٌ اچھے کام کرنے والے ہیں وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے بھی ہیں کھلے طور پر۔ کفر و شرک کرنے والے بدکاری کرنے والے دونوں ان میں ہوں گے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دو بیٹوں کا ذکر ہوا۔

*****

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع

وَلَقَدْ مَنَنَّا اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر وَنَجَّيْنٰهُمَا اور ہم نے نجات دی ان دونوں کو وَقَوْمَهُمَا اور ان دونوں کی قوم کو مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے وَنَصَرْنٰهُمْ اور ہم نے ان کی مدد کی فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ پس وہی

غالب ہونے والے تھے وَاٰتَیْنٰھُمَا اور دی ہم نے ان دونوں کو الْکِتٰبَ
الْمُسْتَبِیْنَ ایک واضح کتاب وَھَدَیْنٰھُمَا اور ہم نے راہنمائی کی ان
دونوں کی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صراط مستقیم کی وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ
اور چھوڑا ہم نے ان دونوں کا اچھا ذکر پچھلے لوگوں میں سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی
وَھٰرُوْنَ سلام ہو موسیٰ علیہ السلام پر اور ہارون علیہ السلام پر اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی
الْمُحْسِنِیْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّھُمَا بے شک
وہ دونوں مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے وَاِنَّ
اِلْیَاسَ اور بے شک الیاس علیہ السلام لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ البتہ رسولوں میں سے
تھے اِذْ قَالَ جس وقت کہا انہوں نے لِقَوْمِہٖ اپنی قوم کو اَلَا تَتَّقُوْنَ
کیا تم ڈرتے نہیں اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا کیا تم پکارتے ہو بعل کو وَّتَذَرُوْنَ
اور چھوڑتے ہو اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ سب سے بہتر بنانے والے کو اللّٰہَ
رَبَّکُمْ اللہ جو تمہارا رب ہے وَرَبَّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ اور تمہارے پہلے
آباء واجداد کا بھی رب ہے فَکَذَّبُوْہُ پس انہوں نے جھٹلایا اس کو
فَاِنَّھُمْ لَمُحْضَرُوْنَ پس بے شک وہ البتہ حاضر کیے جائیں گے اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ
الْمُخْلَصِیْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ اور ہم
نے چھوڑا اس کا اچھا ذکر فِی الْاٰخِرِیْنَ پچھلوں میں سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ
سلام ہو الیاسین پر اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ

دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا وَاِنَّ لُوْطًا اور بے شک لوط علیہ السلام لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ البتہ رسولوں میں سے ہیں اِذْ نَجَّيْنٰهُ جس وقت ہم نے نجات دی اس کو وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ اور اس کے تمام گھر والوں کو اِلَّا عَجُوْزًا مگر ایک بوڑھی فِى الْغٰبِرِيْنَ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہلاک کر دیا ہم نے دوسروں کو وَاِنَّكُمْ اور بے شک تم لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ البتہ گزرتے ہو تم ان پر مُّصْبِحِيْنَ صبح کے وقت وَ بِالَّيْلِ اور رات کو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں۔

اس سے قبل آیت نمبر ۷۲ میں ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ’’اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے ان میں ڈرسنانے والے۔‘‘ پھر نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا، پھر ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا، پھر اسحاق علیہ السلام کا۔ اب انہی ڈرانے والوں میں سے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں بھائی تھے۔ عمر میں حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے اور دونوں کی عمریں ایک سو بیس سال (۱۲۰) تھیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام تین سال پہلے فوت ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام تین سال بعد میں فوت ہوئے۔ اس زمانے میں مصر کا فرعون ولید

بن مصعب بن ریان تھا۔ فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا نام الگ الگ تھے۔
جیسے ہمارے ملک کے سربراہ کا لقب صدر ہے ایسے ہی ان کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ فرعون
بہت گزرے ہیں، نیک بھی اور بد بھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کا فرعون بہت نیک تھا اس کا نام ریان بن ولید
تھا رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کی نیکی اور سمجھ داری کا اندازہ یہاں سے لگاؤ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کلمہ
پڑھنے کے بعد اس نے کہا کہ ملک کا اقتدار اب تم سنبھالو کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارا کلمہ
پڑھنے کے بعد اب اقتدار میرے پاس رہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کوئی بات نہیں۔
اس نے کہا نہیں اب آپ نبی ہیں میں امتی ہوں لہٰذا یہ سلطنت آپ کے حوالے کرتا ہوں
اس کا نظام سنبھالیں۔ اب آپ کی حکمرانی ہوگی حضرت۔ حق کی خاطر حکومت کو چھوڑ دینا
معمولی نیکی نہیں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون بڑا سرکش اور غنڈا تھا۔ انتہائی متکبر اور ظالم تھا اس
کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر
جو احسان کیے تھے ان میں سے ایک احسان دونوں کو نبی بنانا ہے۔ مخلوق کے لیے نبوت
و رسالت سے بلند مقام کوئی نہیں ہے۔ پھر پیغمبروں کے آپس میں درجے ہیں۔ علم عقائد
والے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے بلند درجہ اور مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا ہے۔ دوسرے نمبر پر ابراہیم علیہ السلام ہیں اور تیسرے نمبر پر موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام
کی بڑی شان ہے کہ تمام مخلوق میں تیسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔

تو فرمایا ہم نے احسان کیا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر وَنَجَّيْنٰهُمَا اور ہم نے
ان دونوں کو نجات دی وَقَوْمَهُمَا اور ان دونوں کی قوم کو بنی اسرائیل کو بھی نجات دی

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ بڑی پریشانی سے،فرعون کے مظالم سے۔پھر بحر قلزم کی موجوں میں فرعونیوں کو غرق کیا اور ان کو نجات دی وَ نَصَرْنٰهُمْ اور ہم نے ان کی مدد کی فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ پس وہی غالب ہونے والے تھے۔موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور ان کی جماعت فرعون اور آل فرعون کے مقابلے میں کہ تمام وسائل فرعونیوں کے پاس تھے اور فرعون نے غرور میں آکر ایک موقع پر کہا تھا اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ [الزخرف:۵۱] ''کیا ملک مصر میرے قبضے میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو چلتی ہیں میرے محل کے سامنے اور میرے مقابلے میں هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ وہ حقیر آدمی ہے قریب نہیں کہ وہ صاف بات کر سکے۔''موسیٰ علیہ السلام کی زبان بات کرتے ہوئے کسی کسی لفظ پر اٹکتی تھی اس لیے اس نے کہا کہ میری طرح وہ صاف بول بھی نہیں سکتا وہ میرا مقابلہ کیا کرے گا معاذ اللہ تعالیٰ۔

تو فرمایا ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو نجات دی بڑی پریشانی سے اور ان کی مدد کی پس وہی غالب ہونے والے تھے وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ اور دی ہم نے ان دونوں کو ایک واضح اور روشن کتاب تورات جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بھی ذمہ تھی اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ۔اس لحاظ سے فرمایا کہ دونوں کو دی وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اور ہم نے راہنمائی کی ان دونوں کی صراط مستقیم کی۔ان کو صراط مستقیم پر قائم رکھا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ اور چھوڑا ہم نے ان کا اچھا ذکر پچھلے لوگوں میں۔آج بھی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا نام ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔محدثین کرام اور فقہائے عظام فرماتے ہیں کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لو تو ساتھ کہو علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لو تو ساتھ رضی اللہ عنہ کہو۔کسی بزرگ کا نام لو تو

ساتھ رحمہ اللہ تعالیٰ کہو۔ان بزرگوں کی وجہ سے دین ہم تک پہنچا ہے ان کی کوششیں نہ ہوتیں تو ہمیں کلمہ بھی نصیب نہ ہوتا۔لہٰذا ان کا ادب واحترام ہم پر لازم ہے۔اور بزرگان دین کے خلاف کوئی غلط رائے رکھنے اور کوئی غلط جملہ بولنے سے اور ان کی بے ادبی کرنے سے اور ان کے حق میں گستاخی کرنے سے ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ان کا تو کچھ نہیں بگڑے گا ہمارا ایمان ضائع ہو جائے گا۔

آج لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں۔اس سے وہ تو برے نہیں ہوں گے صرف اِن لوگوں کا ایمان برباد ہو جائے گا۔

تو فرمایا ہم نے ان کا اچھا ذکر چھوڑا پچھلوں میں سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ سلام ہو موسیٰ علیہ السلام پر اور ہارون علیہ السلام پر اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔نبی سے بڑا مومن کون ہو سکتا ہے؟

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ :

وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور بے شک الیاس علیہ السلام پیغمبروں میں سے تھے۔
حضرت الیاس علیہ السلام ملک عراق میں بَعْلَبَكّ شہر ہے اس علاقے میں مبعوث ہوئے تھے۔آج کے جغرافیہ میں بھی اس کا نام بَعْلَبَكّ ہی ہے۔

شہر کا یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بعل نامی ایک بزرگ تھے۔یہ اپنے زمانے کے بڑے نیک آدمی تھے۔ان کی وفات کے بعد لوگوں نے یادگار کے طور پر ان کا مجسمہ، بت بنا کر رکھ دیا اور آہستہ آہستہ ان کی پوجا شروع کر دی۔مشکل اور پریشانی میں ان کو پکارتے

تھے یَا بَعْلُ اَغِثْنِیْ ''اے بعل میری مدد کر۔'' جیسے آج کل کے جاہل قسم کے لوگ قبروں پر مشکل کشائی کے لیے جاتے ہیں اور صاحب قبر سے سودے بازی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

بابا لے ککڑ تے دے پُتر

وہاں جا کر دیگیں پکاتے ہیں جانور ذبح کرتے ہیں۔کوئی چادر چڑھا رہا ہے اور عطر مل رہا ہے، کہیں دودھ کے ساتھ قبروں کو غسل دیا جا رہا ہے کہیں عرق گلاب سے۔ یہ تمام خرافات ہیں اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں بزرگوں نے جو سبق دیا ہے اس کو پڑھو اور عمل کرو۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم :

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جن کو داتا گنج بخش کہتے ہیں وہ اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں اپنے مریدوں اور شاگردوں کو سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ کوئی رنج بخش ہے۔'' پھر اس پر دلیل کے طور پر سورہ یونس کی آیت نمبر ۱۰۷ پیش کرتے ہیں وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ''اور اگر پہنچائے آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف تو اس کو دور کرنے والا کوئی نہیں ہے وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ''اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا تو اس کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔'' اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ کسی کو نوازنا چاہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ بزرگوں نے تو یہ تعلیم دی ہے مگر ان لوگوں نے الٹا بزرگوں کو اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھا دیا ہے۔

تو بعل ایک نیک آدمی کا نام تھا جس کا انہوں نے بت بنا کر رکھا ہوا تھا اور بَكَّ

بادشاہ کا نام تھا۔ دونوں کو ملا کر انہوں نے ایک شہر کا نام بعلبك رکھ دیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس علاقہ میں مبعوث ہوئے تھے اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم سے کیا تم ڈرتے نہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے کہ کفر وشرک کو چھوڑ دو۔ کفر وشرک سے کیوں نہیں بچتے؟ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا کیا تم پکارتے ہو بعل کو حاجت روائی کے لیے وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اور چھوڑتے ہو سب سے بہتر بنانے والے کو۔ شکلیں اور تصویریں سب بنا سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے بغیر ان میں جان تو کوئی نہیں ڈال سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے جان دار چیز کی تصویر بنائی اس کو قیامت والے دن اشد العذاب سخت عذاب میں ڈالا جائے گا۔ وہ چیخیں مارے گا واویلا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اَحْيَوْا مَا خَلَقْتُمْ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو تم نے تصویر بنائی ہے اس میں روح ڈالو پھر دوزخ سے نکل سکتے ہو۔

تو فوٹو مجسمے تو سارے بنا لیتے ہیں لیکن ان میں روح ڈالنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے سوائے پروردگار کے۔ تو فرمایا کہ تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ وہ احسن الخالقین اللہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا بھی رب ہے۔ عرصہ دراز تک الیاس علیہ السلام اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے تاکہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں سمجھایا کسی نے نہیں ہے لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ [النساء:۱۶۵] ''تاکہ نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت رسولوں کے بھیجنے کے بعد۔'' کوئی عذر اور بہانہ نہ کر سکیں کہ ہم غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے ہمیں کسی نے سمجھایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر ان کا یہ بہانہ ختم کر دیا مگر جنھوں نے پہلے دن ضد کی وہ ضد پر اڑے رہے ضد کو چھوڑا نہیں۔

اور دنیا کی ریت یہی ہے کہ جو ضد پر اڑ جائے وہ چھوڑتا نہیں ہے الا ماشاء اللہ۔
چنانچہ دیکھو! حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے رشتے پر ضد کی آخر دم تک باز نہیں آیا۔
اللہ تعالیٰ نے اس کو سمجھانے کی بہترین تدبیر بتلائی کہ دونوں بھائی ہابیل اور قابیل قربانی کریں جس کی قربانی قبول ہو جائے کہ آسمان سے آگ آکر اس کو جلا دے یہ رشتہ اس کو ملے گا۔ چنانچہ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ موٹا تازہ دنبہ لاکر رکھ دیا اور قابیل نے گندم وغیرہ کے مُٹھے لاکر رکھ دیئے۔ وہ بھی اُجاڑے والے۔ نیت پہلے ہی صحیح نہیں تھی سب نے دیکھا کہ آسمان سے آگ نے آکر دنبے کو جلا کر راکھ کر دیا اور گندم وغیرہ کے سٹے ویسے ہی پڑے رہے۔ پہلی قوموں کی قربانی اور مال غنیمت کو آگ کھا جاتی تھی کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ تو سمجھنے کے لیے اتنی واضح بات تھی لیکن اس ضدی نے کہا لَاَقْتُلَنَّكَ [مائدہ: ۲۷] ”میں تمھیں قتل کر ڈالوں گا۔“ قَالَ ہابیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ”بے شک اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے متقیوں سے۔“ اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر تو بڑھائے گا اپنا ہاتھ میری طرف قتل کرنے کے لیے تو میں نہیں بڑھانے والا ہاتھ تیری طرف کہ تجھے قتل کروں۔ یہ ساری گفتگو ہوتے ہوئے بھی قابیل نے قتل کر دیا۔ تو ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تو حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو سمجھایا فَكَذَّبُوْهُ پس ان لوگوں نے جھٹلایا اس کو معاذ اللہ تعالیٰ کہا کہ تم جھوٹے ہو فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ پس بے شک وہ البتہ دوزخ میں حاضر کیے جائیں گے سارے مجرم اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے۔ وہ دوزخ سے بچ جائیں گے وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور چھوڑا ہم نے اس کا اچھا ذکر پچھلوں میں۔ آج بھی لوگ جب نام لیتے ہیں تو الیاس علیہ السلام

کہتے ہیں سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلْ یَاسِیْنَ سلام ہو الیاسین پر۔ الیاس بھی ان کو کہتے ہیں اور الیاسین بھی۔ جیسے قرآن پاک میں طور سینا بھی آتا ہے اور سینین بھی آتا ہے۔ دونوں ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔

ملا باقر مجلسی کی مغلاطات :

یہاں ملا باقر مجلسی جو شیعوں کا بڑا مجتہد گزرا ہے کہ جس کی کتابیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف گند سے بھری ہوئی ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد کے تحت بتا رہا ہوں کہ اس کا کوئی لفظ اس سے خالی نہیں۔ ''ابوبکر ملعون گفت، عمر ملعون گفت، عثمان بغی گفت، عائشہ ملعونہ گفت، معاویہ مردود ملعون گفت، ابوسفیان کافر مرتد گفت۔'' کسی صحابی کا نام اس خبیث نے اچھے الفاظ کے ساتھ نہیں لیا۔ تو وہ اپنی کتاب حیات القلوب میں گپ مارتا ہے کہتا ہے کہ حضرت علی کے والد کا نام تو ابو طالب عبد مناف تھا اور اس کو یاسین بھی کہتے تھے۔ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ قرآن میں اس پر سلام بھیجے تو یہ آیت نازل کرے سَلٰمٌ عَلٰۤی اٰلِ یَاسِیْنَ پھر اللہ تعالیٰ کو خیال آیا کہ ابوبکر بڑا ہوشیار ہے اور عمر بڑا چالاک ہے وہ اس کو قرآن سے نکال دیں گے تو اس میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی الیاسین بنا دیا۔ اصل میں آل یاسین تھا کہ پڑھیں بھی اور اس کو کھرچیں نہ۔ پڑھتے بھی رہیں اور سمجھیں بھی نہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ایسی خرافات پر۔ تو فرمایا سلام ہو الیاسین پر اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر :

آگے حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔

ان کے والد کا نام حاران بھی لکھا ہے اور ھاران بھی لکھا ہے لاہوری ھا کے ساتھ۔ اصل تلفظ فاران ہے لوط بن فاران بن آزر۔ پہلے تم سن چکے ہو کہ عراق سے ہجرت کے وقت یہ تین ہی آدمی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام۔ جب یہ حضرات شام پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دمشق اور اس کے ارد گرد کا علاقہ دیا کہ تم یہاں تبلیغ کرو اور لوط علیہ السلام کو سدوم شہر کی طرف مبعوث فرمایا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی شکل وصورت اور اخلاق دیکھ کر ان لوگوں نے ان کو رشتہ دے دیا۔ حالانکہ رشتہ دینا دنیا کے نازک ترین مراحل میں سے ہوتا ہے۔ رشتہ دے دیا عقیدہ نہیں تسلیم کیا بیوی نے بھی کلمہ نہیں پڑھا۔ اس وقت مسلم کافر کا رشتہ جائز ہوتا تھا۔

ہماری شریعت میں بھی تقریباً سولہ سال تک جائز رہا ہے۔ تیرہ سال مکہ زندگی میں اور تین سال مدنی زندگی میں۔ ہجرت کے تیسرے سال کے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ [بقرہ:۲۲۱] تو مومن کافر کا رشتہ ممنوع ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور بے شک لوط علیہ السلام البتہ رسولوں میں سے ہیں اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ جب ہم نے نجات دی ان کو اور ان کے تمام گھر والوں کو اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ مگر ایک بوڑھی پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔ اس کا نام واھلہ تھا لاہوری ھا کے ساتھ۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں بعض روایات میں تین کا بھی ذکر آتا ہے۔ وہ اپنے والد گرامی پر ایمان لائیں۔ لیکن باوجود پورا دماغ صرف کرنے کے بیوی واھلہ ایمان نہیں لائی۔ بیٹیوں نے بھی ماں کو بڑا سمجھایا اور پورا زور لگایا کہ امی جان ابا جان کی نافرمان نہ بنو رب کے عذاب سے بچ جاؤ۔ مگر جس کی قسمت میں ایمان نہ ہو اسے جبراً کوئی نہیں دے سکتا۔ حضرت لوط علیہ السلام

جب اپنے مومن ساتھیوں کو لے کر چل پڑے صبح سحری کے وقت تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر چار قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ایک عذاب تھا فَطَمَسْنَا عَلٰى اَعْيُنِهِمْ [قمر:پارہ ۲۷] ''پس ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں سب کے سب اندھے ہو گئے۔'' دوسرا عذاب بینائی ختم کرنے کے بعد اوپر سے پتھر برسائے اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا [ایضاً] ''بے شک ہم نے بھیجی ان پر پتھر برسانے والی آندھی۔'' وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً [سورہ ہود] ''اور برسائے ہم نے ان پر پتھر۔'' تیسرا عذاب صیحہ جبرائیل۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ڈراؤنی آواز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔

چوتھا عذاب: جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [ہود:۸۲] ''ہم نے کر دیا ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' جبرائیل علیہ السلام نے اس علاقے کو اٹھا کر پھینک دیا ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ پھر ہلاک کر دیا ہم نے دوسروں کو۔لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ اور بے شک تم اے اہل مکہ گزرتے ہو عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ان پر صبح کے وقت وَبِالَّيْلِ اور رات کے وقت۔مکے والے تجارت کے لیے شام کے علاقے میں جاتے تھے اور یمن کے علاقے میں بھی جاتے تھے اور اپنی روزی کماتے تھے اور یہ علاقہ راستے میں تھا کبھی صبح کو وہاں سے گزرتے کبھی شام کو وہاں سے گزرتے۔تو فرمایا تم گزرتے ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں عبرت حاصل نہیں کرتے کہ پیغمبروں کی نافرمانی کا کیا نتیجہ نکلا۔

******

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾

وَاِنَّ يُوْنُسَ اور بے شک یونس علیہ السلام لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ رسولوں میں سے ہیں اِذْ اَبَقَ جب وہ تیزی سے چلے اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ بھری ہوئی کشتی کی طرف فَسَاهَمَ پس قرعہ اندازی کرائی فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں سے فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ پس لقمہ بنا لیا اس کو ایک مچھلی نے وَهُوَ مُلِيْمٌ اور وہ الزام کھایا ہوا تھا فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک تھے وہ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ

تسبیح کرنے والوں میں سے لَلَبِثَ البتہ ٹھہرتے فِیۡ بَطۡنِہٖۤ اس مچھلی کے پیٹ میں اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ اس دن تک جس دن لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے فَنَبَذۡنٰہُ پس ہم نے اس کو پھینک دیا بِالۡعَرَآءِ ایک چٹیل میدان میں وَھُوَ سَقِیۡمٌ اور وہ بیمار تھے وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَیۡہِ اور اگایا ہم نے ان کے اوپر شَجَرَۃً مِّنۡ یَّقۡطِیۡنٍ ایک درخت کدو کا وَاَرۡسَلۡنٰہُ اور بھیجا ہم نے ان کو اِلٰی مِائَۃِ اَلۡفٍ ایک لاکھ اَوۡ یَزِیۡدُوۡنَ بلکہ زیادہ کی طرف فَاٰمَنُوۡا پس وہ ایمان لائے فَمَتَّعۡنٰھُمۡ پس ہم نے ان کو فائدہ دیا اِلٰی حِیۡنٍ ایک وقت تک فَاسۡتَفۡتِہِمۡ آپ پوچھیں ان سے اَلِرَبِّکَ الۡبَنَاتُ کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں ہیں وَلَھُمُ الۡبَنُوۡنَ اور ان کے لیے بیٹے ہیں اَمۡ خَلَقۡنَا الۡمَلٰٓئِکَۃَ کیا پیدا کیا ہم نے فرشتوں کو اِنَاثًا عورتیں وَّ ھُمۡ شٰھِدُوۡنَ اور وہ حاضر تھے اَلَاۤ خبردار اِنَّھُمۡ بے شک وہ مِّنۡ اِفۡکِھِمۡ اپنے جھوٹ کی وجہ سے لَیَقُوۡلُوۡنَ البتہ کہتے ہیں وَلَدَ اللّٰہُ اللہ کی اولاد ہے وَاِنَّھُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ اور بے شک وہ لوگ البتہ جھوٹے ہیں اَصۡطَفَی الۡبَنَاتِ کیا اس نے چن لیا ہے بیٹیوں کو عَلَی الۡبَنِیۡنَ بیٹوں پر مَا لَکُمۡ تمہیں کیا ہو گیا ہے کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اَمۡ لَکُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِیۡنٌ کیا تمہارے لیے کوئی دلیل ہے کھلی فَاۡتُوۡا بِکِتٰبِکُمۡ پس لاؤ تم اپنی کتاب

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔

پہلے سے اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبروں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نام لے کر نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، الیاس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اب یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر :

حضرت یونس علیہ السلام عراق کے صوبہ موصل کے شہر نینوا کے رہنے والے تھے۔ آج بھی اس شہر کا نام نینوا ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب تھی۔ ان کے والد کا نام مَتّٰی تھا، یونس بن مَتّٰی علیہ السلام۔ انہوں نے شادی بھی کی، اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا فرمائے، نبوت عطا فرمائی اور حکم ہوا کہ اپنی قوم کو تبلیغ کرو۔ عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے مگر قوم بڑی ضدی اور ہٹ دھرم تھی حق کو قبول نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ قوم سے کہہ دو کہ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو تم پر عذاب آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مجمع میں یہ حکم سنایا تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر سوال کیا کب تک آئے گا؟ فرمایا تین دن میں آ جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس دنوں میں آ جائے گا۔ یہ یونس علیہ السلام نے اپنی طرف سے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنوں کی تعیین نہیں تھی۔ یہ یونس علیہ السلام کی اجتہادی لغزش تھی اور خطا تھی۔ پھر خیال فرمایا کہ ان پر عذاب تو آنا ہے لہٰذا میں اپنی بیوی اور بچوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں کہ کہیں ہم پر عذاب نہ آ جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی جانے کا حکم نہیں آیا تھا۔ یہ خطا تھی جس پر گرفت ہوئی۔ وہاں سے جانے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ خیال فرمایا رب تعالیٰ کی طرف سے تو مطلقاً عذاب کی دھمکی تھی دنوں کی تعیین تو میں نے اپنی طرف سے کی ہے رب تعالیٰ تو میرا پابند نہیں ہے اگر تین دن یا

چالیس دنوں میں عذاب نہ آیا تو لوگ مجھے تنگ کریں گے۔تو شرم کے مارے بیوی بچوں کو لے کر چل پڑے۔آبادی سے کافی دور نکل گئے تو دیکھا اگلی طرف سے کچھ لوگ اکٹھے ہوکر آرہے ہیں۔قریب آکر انہوں نے کہا کہ ہم نے بی بی کو لے کر جانا ہے۔فرمایا دیکھو! میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں یہ میری بیوی ہے میرے ساتھ زیادتی نہ کرو۔بڑی منت سماجت کی مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور بیوی کو پکڑ کر لے گئے۔وہ روتی اور چیخیں مارتی رہی مگر بے بس تھی۔اب دونوں بیٹوں کو لے کر چل پڑے۔ایک کی عمر گیارہ سال اور دوسرے کی آٹھ سال کے قریب تھی۔آگے تیز رو پہاڑی نالہ تھا یا نہر تھی بچوں کو تیرنا نہیں آتا تھا خیال فرمایا کہ ایک کو پہلے دوسرے کنارے چھوڑ کر آؤں پھر دوسرے کو لے جاؤں گا۔ایک بچے کو کندھے پر بٹھا کر لے جارہے تھے کہ پیچھے والے بیٹے کو بھیڑیئے نے پکڑا اس کی چیخ نکلی پیچھے مڑ کر دیکھا تو جسم کانپا تو کندھے پر جو بچہ تھا وہ بھی نہر میں گر گیا۔ایک کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا اور دوسرے کو نہر بہا کر لے گئی۔انتہائی کوشش کے باوجود دونوں قابو نہ آسکے۔آگے چلے تو دریا آ گیا۔

عام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم تو فرماتے ہیں کہ دریائے دجلہ تھا۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات تھا۔دونوں مشہور دریا ہیں۔دوسری طرف جانے کے لیے کشتی تیار کھڑی تھی یونس بھی کشتی میں بیٹھ گئے۔کشتی تھوڑی سی چلنے کے بعد ڈانواں ڈول ہوگئی (ڈولنے لگی) ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ کشتی اس طرح اس وقت ہوتی ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آتا ہے۔یونس علیہ السلام نے کہا کہ وہ غلام میں ہوں جو اپنے آقا کی مرضی کے بغیر آیا ہوں۔کشتی والوں کو یقین نہ آیا کہ شکل وصورت دنیا کے غلاموں جیسی نہیں تھی۔قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں یونس علیہ السلام کا نام آیا۔سب نے

اُٹھا کران کو دریائے فرات میں پھینک دیا۔مچھلی نے پہلے سے منہ کھولا ہوا تھاوہ ان کو نگل گئی۔

اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ ان کو ہضم نہیں کرنا یہ تیری خوراک نہیں ہے۔ یہ پیٹ ان کے لیے قید خانہ ہے۔ پھر تفسیروں میں تین دن بھی لکھے ہیں، آٹھ دن بھی اور بیس دن اور چالیس دن بھی لکھے ہیں کہ اتنے دن یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اگر ایک دن بھی پیٹ میں رہے ہوتے تو کیا وہ کم تھا کہ ہمیں بخار ہو جائے تو حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتے اور مچھلی کے پیٹ میں تو نہ خوراک نہ تازہ آب وہوا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا وظیفہ :

مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارا فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ [الانبیاء:۸۷] ''پس پکارا یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں کہ نہیں کوئی معبود سوا تیرے، تیری ذات پاک ہے بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔'' دریا کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، اوپر بادل تھے بادلوں کا اندھیرا۔ اتنے اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ ان کو دریا کے کنارے ڈال دو۔ مچھلی نے اگالی کے طریقے پر کنارے پر ڈال دیا۔ حرکت کرنے کے قابل نہیں تھے۔ بھوک اور تازہ آب وہوا نہ ملنے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو گئے۔ بڑی سخت دھوپ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً کدو کا بیل دار درخت پیدا کیا اس کے چوڑے پتوں نے ان پر سایہ کیا کہ دھوپ کی وجہ سے ان کو تکلیف نہ ہو۔ ایک ہرنی کا بچہ گم ہو گیا تھا وہ دیوانہ وار پھر رہی تھی پتے ملے تو اس نے سمجھا کہ میرا بچہ یہاں ہے۔ یونس نے اس کا دودھ پیا۔ دو تین دن صبح شام آکر دودھ پلاتی رہی۔ تازہ ہوا لگی چلنے پھرنے

کے قابل ہوئے اٹھ کر چلے تو دیکھا کہ مسافروں کا ایک قافلہ ہے ان کے پاس ایک لڑکا ہے دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو میرا لخت جگر ہے۔

قافلے والوں نے کہا کہ ہم نے اس کو بھیڑیئے سے چھڑوایا ہے اور اب وارث کی تلاش میں تھے۔ بیٹا ان سے وصول کیا اور فرمایا کہ میرا ایک بیٹا نہر میں بہہ گیا تھا۔ ان مسافروں نے بتایا کہ فلاں مقام پر کچھ لوگ رہتے ہیں انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ ہم نے ایک بچہ نہر سے پکڑا ہے اس کا وارث ملے تو ہمیں اطلاع دینا۔ چنانچہ دوسرا بچہ بھی مل گیا۔ بچوں کے ملنے کی خوشی بھی تھی اور بیوی کی جدائی کا صدمہ بھی تھا چلتے چلتے دیکھا تو وہی قافلہ جنہوں نے بیوی چھینی تھی سامنے سے آرہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا اہل قافلہ نے بیوی ان کے حوالے کی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں مچھلی کے پیٹ کے اندر اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔

حدیث پاک میں آتا ہے دَعْوَتُ الْمَكْرُوْبِ دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ ”پریشان آدمی کی دعا مچھلی والے کی دعا ہے۔“ یعنی جب کوئی آدمی پریشان ہو تو یونس علیہ السلام والی دعا کرے لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور کر دیں گے۔ اور قرآن پاک میں بھی ہے وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ [الانبیاء:۸۸] ”اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔“

یاد رکھنا! دعا کے لیے توجہ اور اخلاص شرط ہے اخلاص کے ساتھ ایک دفعہ بھی پڑھو گے تو اس کا اثر ہوگا اور اخلاص کے بغیر سوا لاکھ دفعہ پڑھنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سوا لاکھ پڑھنے کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے نہ فقہ میں۔“ کسی بزرگ نے سوا لاکھ مرتبہ پڑھی اس کا کام ہو گیا بس اب لوگوں نے سوا لاکھ کو پکڑ لیا ہے۔ اور عورتوں کو اور

بچوں کو قابو کر کے کہتے ہیں کہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھنی ہے اور پچیس ہزار گٹھلیاں ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ وہ ایک دفعہ پڑھ کر دس گٹھلیاں پھینکتے ہیں اور دھیان ان کا دیگوں کی طرف ہوتا ہے۔ بھئی! اس کا تو رتی برابر بھی فائدہ نہیں ہوتا کہ اخلاص تو ہے کوئی نہیں۔

یونس ادھر امتحان میں اور قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو سب مرد عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان، بیمار، تندرست، باہر آ کر گڑگڑائے، رب تعالیٰ سے معافی مانگی، توبہ کی کہ اے پروردگار! ہمارا پیغمبر بھیج اب ہم نافرمانی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور یہ واحد قوم ہے جس سے عذاب ٹلا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو جب بیوی بچے مل گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی قوم کی توبہ میں نے قبول کر لی ہے اب تم جا کر ان کو تبلیغ کرو۔ چنانچہ یونس علیہ السلام جب واپس برادری میں پہنچے تو ساری قوم مسلمان ہو گئی۔ یہ میں نے اس واقعہ کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اور بے شک یونس علیہ السلام رسولوں میں سے ہیں اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ جب تیزی کے ساتھ چلے وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف۔ وہ سواریوں سے بھری ہوئی تھی فَسَاهَمَ پس قرعہ ڈلوایا فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں سے۔ کشتی سے نیچے گرا دیا گیا فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ پس لقمہ بنالیا اس کو مچھلی نے وَهُوَ مُلِیْمٌ اور وہ الزام کھائے ہوا تھا۔ یا یہ معنیٰ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نکل پڑا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک تھے وہ تسبیح پڑھنے والوں میں سے۔ یعنی اگر یہ تسبیح نہ پڑھتے لَلَبِثَ فِیْ

بَطْنِہٖٓ البتہ ٹھہرتے مچھلی کے پیٹ میں اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔یعنی اگر یہ تسبیح نہ پڑھتے تو دنیا میں آنا نصیب نہ ہوتا فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ پس پھینک دیا ہم نے اس کو ایک چٹیل میدان میں۔ عراء کہتے ہیں ایسی جگہ کو جہاں نہ کوئی دیوار ہو نہ درخت ہو خالی جگہ ہو۔دریا کا کنارہ بھی تقریباً ایسا ہی ہوتا ہے وَهُوَ سَقِيْمٌ اور وہ بیمار تھے کمزور تھے وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ اور اگایا ہم نے اس پر درخت کدو کا۔کدو کا درخت تو نہیں ہوتا بیل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے خلاف عادت اس کو درخت بنا کر اس کے چوڑے چوڑے پتے ان پر پھیلا دیئے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ اور بھیجا ہم نے ان کو ایک لاکھ بلکہ زیادہ کی طرف۔ترمذی شریف میں روایت ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار کی آبادی تھی فَاٰمَنُوْا پس وہ ایمان لائے فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ پس ہم نے ان کو فائدہ دیا ایک وقت تک۔

تردید مشرکین :

پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد آگے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور پھر ان کی پوجا کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَفْتِهِمْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے پوچھیں،ان سے فتویٰ اور حکم طلب کریں اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ اور ان کے لیے بیٹے ہیں۔اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا کیا ہم نے پیدا کیا ہے فرشتوں کو عورتیں وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ اور وہ حاضر تھے،دیکھ رہے تھے۔جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا یہ موجود تھے اور دیکھ رہے تھے کہ یہ عورتیں ہیں پوچھو ان سے

یہ کس دلیل سے فرشتوں کو عورتیں کہتے ہیں، خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ "فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ان میں نر مادہ نہیں ہیں۔ان کی خوراک اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے۔فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں مخلوق نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے کوئی شے پیدا نہیں ہوئی، نہ پیغمبر، نہ فرشتے۔اگر کوئی ایسا نظریہ رکھے گا تو وہ کافر ہے یاد رکھنا! نہ نمازیں کام آئیں گی، نہ روزے، نہ حج، نہ زکوٰۃ۔تو فرمایا کیا پیدا کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں اور وہ موجود تھے اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ خبردار بے شک یہ اپنے جھوٹ کی وجہ سے یہ بات لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں وَلَدَ اللّٰهُ اللہ کی اولاد ہے،فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اور بے شک البتہ یہ جھوٹے ہیں ان کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اَصْطَفَى الْبَنَاتِ۔یہ اصل میں ءِ اِصْطَفٰى ہے۔دو ہمزے ہیں۔گرائمر کی رو سے ہمزہ وصلی گر گیا ہے اور استفہام والا موجود ہے۔معنٰی ہوگا کیا چن لیا ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں کو عَلَى الْبَنِيْنَ بیٹوں پر۔اگر رب تعالیٰ کے لیے اولاد مناسب ہوتی تو بیٹے ہوتے بیٹیاں نہ ہوتیں مَا لَكُمْ تمھیں کیا ہو گیا ہے كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ کیسے فیصلہ کرتے ہو رب کے لیے اولاد ٹھہراتے ہو اور وہ بھی بیٹیاں اور اپنے لیے بیٹے اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ کیا تمہارے پاس کوئی کھلی دلیل ہے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ پس لاؤ تم اپنی کتاب اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔صفحہ کھول کر بتاؤ کہ یہ لکھا ہوا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔صرف باتوں سے نہ رب کی بیٹیاں بنتی ہیں نہ بیٹے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ
وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ
عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ
مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾
لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾
وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ
فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ
فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ
فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾
وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

وَجَعَلُوْا اور بنالیا انہوں نے بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ اللہ اور جنوں کے درمیان نَسَبًا رشتہ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اور البتہ تحقیق جانتے ہیں جن اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ کہ بے شک وہ البتہ حاضر کیے جائیں گے سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ اس چیز سے جو وہ بیان کرتے

ہیں اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ مگر اللہ تعالیٰ کے بندے جو چنے ہوئے ہیں فَاِنَّکُمْ پس بے شک تم وَمَا تَعْبُدُوْنَ اور جن کی تم عبادت کرتے ہو مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ بِفٰتِنِیْنَ نہیں ہو تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی فتنے میں ڈالنے والے اِلَّا مَنْ مگر اس کو ھُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ کہ وہ داخل ہونے والا ہے دوزخ میں وَمَا مِنَّآ اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی بھی اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ مگر اس کے لیے مقام ہے معلوم وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ اور بے شک ہم صف بندی کرنے والے ہیں وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ اور بے شک ہم البتہ تسبیح کرنے والے ہیں وَاِنْ کَانُوْا اور بے شک وہ تھے لَیَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِکْرًا اگر بے شک ہوتی ہمارے پاس نصیحت مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی لَکُنَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ البتہ ہوتے ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے فَکَفَرُوْا بِہٖ پس کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس وہ عنقریب جان لیں گے وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا اور البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ہمارے بندوں کے لیے جو پیغمبر تھے اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ بے شک وہی البتہ مدد کیے جائیں گے وَاِنَّ جُنْدَنَا اور بے شک ہمارا لشکر لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ البتہ وہی غالب آئے گا فَتَوَلَّ عَنْھُمْ پس آپ رخ پھیر دیں ان سے حَتّٰی حِیْنٍ ایک وقت تک وَّاَبْصِرْھُمْ اور آپ ان کو دیکھتے رہیں فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ

پس عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے اَفَبِعَذَابِنَا کیا پس ہمارے عذاب کے بارے میں یَسْتَعْجِلُوْنَ وہ جلدی کرتے ہیں فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ پس جب وہ اترا ان کے صحن میں فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ پس بری ہے صبح ڈرائے ہوئے لوگوں کی وَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک وَّاَبْصِرْ اور آپ ان کو دیکھتے رہیں فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ پس عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے سُبْحٰنَ رَبِّكَ پاک ہے آپ کے رب کی ذات رَبِّ الْعِزَّةِ عزت والی ذات عَمَّا يَصِفُوْنَ اس چیز سے جس کو یہ بیان کرتے ہیں وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ اور سلام ہے بھیجے ہوئے رسولوں پر وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔

گزشتہ زمانوں کی طرح آج بھی مجرم قومیں موجود ہیں اور ان جیسے گندے اور غلط عقائد بھی آج موجود ہیں۔ ان کے غلط عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے۔ یہود نے کہا عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ ''عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔'' اور نصاریٰ نے کہا مسیح ابن اللہ ''عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔'' عرب کے مشرکوں نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ان جاہلوں سے پوچھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو ان کی مائیں کون ہیں؟ تو بخاری شریف میں روایت ہے ان جاہلوں نے کہا کہ جنات میں جو پریاں ہیں یہ فرشتوں کی مائیں ہیں۔ تو جب فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہوئیں اور پریاں ان کی مائیں ہوئیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ خود بخود

ظاہر ہو گیا۔ اس کی اللہ تعالیٰ تردید فرماتے ہیں۔ فرمایا وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا اور بنایا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اور البتہ تحقیق جنات جانتے ہیں کہ بے شک وہ البتہ حاضر کیے جائیں گے دوزخ میں۔ تو جو جہنم میں جائیں گے ان کا رب تعالیٰ کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا یَصِفُوْنَ اس چیز سے جو وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے نہ اس کا بیٹا ہے نہ بیٹی ہے نہ بیوی نہ اس کا جنات کے ساتھ رشتہ ہے اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ مگر جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں جنات میں سے، انسانوں میں، مومن متقی ہیں وہ دوزخ سے بچا لیے جائیں گے۔ جیسے انسانوں میں مومن کافر، نیک بد ہیں جنات میں بھی مومن کافر نیک بد ہیں۔ سورہ جن پارہ ۲۹ میں ہے وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا "اور بے شک ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور اس کے علاوہ یعنی بدکار بھی، ہم مختلف راستوں پر بٹے ہوئے ہیں۔" تو جو نیک ہیں وہ دوزخ میں حاضر نہیں کیے جائیں گے۔ فرمایا فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ بے شک تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ نہیں ہو تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو فتنے میں ڈالنے والے اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ مگر اس کو کہ وہ داخل ہونے والا ہے دوزخ میں۔ یعنی جو اپنے ارادے کے ساتھ دوزخ کی آگ میں داخل ہونا چاہے اس کو فتنے میں ڈال سکتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جبراً کوئی کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو خیر و شر کی طاقت دے کر اختیار دیا ہے کہ نیکی اور بدی میں سے ایمان اور کفر میں سے جس چیز کو چاہو اپنی مرضی سے ارادے سے اختیار کرو فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ

فَلْيَكْفُرْ [کہف:۲۹] ''پس جو چاہے ایمان لائے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔'' وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ [البلد: پ، ۳۰] ''اور ہم نے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں۔'' اپنی مرضی سے جس راستے پر کوئی چلنا چاہتا ہے چلے جبراً نہ کوئی کسی کو مومن بنا سکتا ہے نہ کافر۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی ذات دنیا میں نہ پیدا ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ اپنے مہربان چچا کے لیے انتہائی کوشش کی اس کی موت کے وقت اس کے پاس گئے۔ وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی تھا آپ کافی دیر انتظار میں بیٹھے رہے کہ یہ اٹھ کر جائیں تو میں چچا کو کلمہ پڑھاؤں کلمے کی دعوت دوں۔ لیکن وہ بھی سمجھتے تھے، بیٹھے رہے۔ بالآخر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا کہ چچا کی حالت غیر ہو رہی ہے تو فرمایا قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ''اے چچا جان! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھو تاکہ کل قیامت والے دن میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ کہہ سکوں۔'' تو ابوطالب نے یہ لفظ کہے کہ اگر مجھے اپنی قوم سے اس بات کی عار نہ ہوتی کہ مرتے وقت برادری چھوڑ گیا ہے تو میں ضرور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔ اس پر ابوجہل بول پڑا يَا غُدَرُ اے غدار مرتے وقت برادری چھوڑتے ہو۔ چنانچہ ابوطالب نے برادری کو نہیں چھوڑا اور آخری بات یہ تھی وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ ''لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر گیا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چچے کے لیے دعا بھی کی کوشش بھی کی لیکن اس نے ایمان قبول نہیں کیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ [قصص:۵۶] ''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ چاہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' تو فرمایا کہ تم کسی فتنے میں

نہیں ڈال سکتے۔ہاں!جوخوددوزخ میں داخل ہونے والا ہے۔

آ گے فرشتوں کی زبانی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَامِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اور نہیں ہے ہم فرشتوں میں سے کوئی بھی مگر اس کے لیے مقام ہے معلوم، مقرر ہے جس کے لیے جو ڈیوٹی مقرر کی ہے اور جو جگہ مقرر کی ہے اور جو کام ان کے سپرد ہوئے ہیں وہ کر رہے ہیں لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ ''نہیں نافرمانی کرتے اللہ تعالیٰ کی اس چیز میں جو وہ ان کو حکم کرتا ہے وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ [سورہ تحریم:۲۸] ''اور وہ وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔''فرشتوں کی ڈیوٹی میں سے یہ بھی ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس فرشتے ڈیوٹی کرتے ہیں۔

فرشتوں کی ڈیوٹیاں :

چار فرشتے اعمال لکھنے والے دو دن کے اور دو رات کے جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ''دائیں اور بائیں طرف جو بیٹھے ہیں مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ [ق:پ،۲۶] ''نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار۔'' وہ فوراً لکھ لیتا ہے دائیں کندھے والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں کندھے والا بدیاں لکھتا ہے۔اگر آدمی کوئی اچھا عمل کرتا ہے یا اس کی زبان سے کوئی اچھی بات نکلتی ہے تو وہ فوراً لکھ لیتا ہے اور اگر کوئی برا عمل کرتا ہے یا زبان سے بری بات نکلتی ہے تو دائیں کندھے والا فرشتہ بائیں والے سے کہتا ہے تَمَهَّلْ لَعَلَّهٗ يَتُوْبُ ''ٹھہر جا شاید یہ توبہ کر لے۔'' کیونکہ دائیں کندھے والا فرشتہ بائیں والے کا افسر ہے۔اگر آدمی توبہ کر لے تو اس کا وہ گناہ نہیں لکھا جاتا اگر توبہ نہ کرے تو پھر اس کی برائی لکھی جاتی ہے۔دو فرشتوں کی ڈیوٹی دن میں ہوتی ہے اور دو کی رات میں۔دن والے

فرشتے عصر کی نماز کے وقت جاتے ہیں اور رات والے فجر کے وقت جاتے ہیں اور دن والے آ جاتے ہیں۔ مثلاً: اس مسجد میں جب فجر کی نماز کھڑی ہوئی تو اس مسجد کے ساتھ جتنا محلہ وابستہ ہے ان لوگوں کے فرشتوں کی ڈیوٹی بدلے گی جب یہاں نماز کھڑی ہوگی۔ پھر عصر کے وقت ڈیوٹی بدلے گی۔

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو انسان کی حفاظت پر ہوتے ہیں جب تک اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اس کے علاوہ دو فرشتے ہیں جو رحمت لے کر آتے ہیں اور جو عذاب لے کر آتے ہیں۔ غرض کہ جو کام جس کے سپرد ہے وہ اس میں قطعاً کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ تو فرمایا ہم میں سے کوئی بھی نہیں مگر اس کے لیے مقام مقرر ہے وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ اور بے شک ہم البتہ صف بندی کرنے والے ہیں، صف باندھنے والے ہیں رب کے سامنے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلَا تَصِفُّوْنَ كَمَا تَصِفُّ الْمَلٰٓئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ''کیا تم نماز میں ایسی صفیں نہیں باندھ سکتے جیسے فرشتے رب تعالیٰ کے دربار میں صف بندی کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔'' پوچھا گیا حضرت! فرشتے کیسے صف بندی کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صفیں بالکل سیدھی رکھتے ہیں اور درمیان میں فاصلہ نہیں ہوتا۔ تو جس طرح فرشتے صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہوتے ہیں اس طرح نماز کی جماعت میں صف باندھنا بڑی بات ہے۔ بلکہ تہدید ہے کہ جو آدمی صف درست نہیں کرتا کہیں اللہ تعالیٰ اس کی شکل نہ بدل دے۔ تو فرمایا بے شک ہم صف باندھنے والے ہیں وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ اور بے شک ہم البتہ تسبیح کرنے والے ہیں۔

مستدرک حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایافرشتوں کی تسبیح ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اس جملے کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ کرتا ہے۔لیکن انسان چونکہ جلد باز ہے کہتا ہے کہ بس ادھر زبان سے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ نکلے اور ادھر دروازہ کھل جائے۔بھئی!ہر شے کا وقت مقرر ہے وقت پر ملتی ہے۔مانگتے رہو ضرور ملے گی۔کسی وقت بھی رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ دعا نہ چھوڑو۔رب تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دو گے تو پھر کہاں جاؤ گے۔اس کے سوا کوئی اور رب ہے کہ جس سے مانگو گے۔فرمایا وَاِنْ کَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ اور بے شک وہ مکے والے البتہ کہتے تھے لَوْاَنَّ عِنْدَنَا ذِکْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ اگر بے شک ہوتی ہمارے پاس نصیحت پہلے لوگوں کی۔پہلے لوگوں کی طرح نصیحت والی کتاب ہمارے پاس بھی ہوتی لَکُنَّا عِبَادَاللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ البتہ ہوتے ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے۔

آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو عرب میں مذہبی اعتبار سے زیادہ تر تین فرقے تھے۔مشرکین، جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرتے تھے شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ان کے بعد دوسرے درجے میں یہودی تھے۔مدینہ طیبہ میں ان کی کافی تعداد تھی اور خیبر تو سارا یہود کا تھا۔اس کے علاوہ اور مختلف جگہوں پر بھی آباد تھے۔

تیسرے نمبر پر عیسائی تھے۔نجران کا علاقہ عیسائیوں کا تھا۔اور جگہوں پر بھی اکا دکا آباد تھے۔ان کے علاوہ صابی فرقہ بھی تھا جو نماز روزے اور آسمانی کتابوں کے قائل تھے نبوت کے بھی قائل تھے اور اس کے ساتھ کواکب پرستی میں مبتلا تھے ستاروں کی پوجا کرتے

تھے۔ پانچواں فرقہ مجوس کا تھا یہ عرب میں بہت کم تھے۔ ایران سارا مجوسیوں کا تھا۔ یہ لوگ آتش پرست تھے حلال حرام کی ان میں کوئی تمیز نہیں تھی۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے جلسے ہوتے تھے ان میں وہ اپنی کتابیں پڑھ کر سناتے تھے خدائی تعلیم یقیناً دل پر اثر کرتی ہے۔ عرب کے جہلاء ان کے جلسوں اور درسوں میں شریک ہوتے تھے۔ سنتے تو کہتے اگر ہمارے پاس کتاب ہوتی تو ہم بھی جلسے کرتے، درس دیتے اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کو سنائی فَكَفَرُوْا بِهٖ پس کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آیا ان کے پاس کہ قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر:۹] ''بے شک ہم نے نازل کیا ذکر یعنی قرآن کو اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب آج تک محفوظ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔

صداقتِ قرآن :

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے ایک وکیل جس کا نام چاندمل چوپڑا تھا۔ اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ میں ایک معزز شہری ہوں وکالت میرا پیشہ ہے۔ جو ٹیکس میرے اوپر لازم ہوتا ہے اسے میں باقاعدہ ادا کرتا ہوں۔ میری استدعا ہے کہ قرآن و حدیث پر پابندی لگائی جائے۔ اس لیے کہ یہ میرے جذبات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ قرآن ہمیں کافر کہتا ہے مشرک کہتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً [توبہ:۳۶] ''سب مشرکوں کے ساتھ لڑو۔'' اور حدیث اس کی تصریح ہے۔'' یہ ہمارے اوپر ظلم کا حکم دیتا ہے۔ ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے لہٰذا اس

پر پابندی عائد کی جائے۔ نہ قرآن وحدیث طبع ہو اور نہ ان کو پڑھایا جائے نہ سنا جائے۔ جج نے گھبرا کر مقدمہ واپس کر دیا کہ ہندوستان میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان ہیں وہ قبول نہیں کریں گے۔ یہ کہہ کر کہ میرے بس کی بات نہیں مقدمہ میں خارج کرتا ہوں۔ پھر اس وکیل نے کلکتہ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا ہائی کورٹ کے دونوں جج ہندو تھے۔ ایک نے فیصلہ لکھا کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے خدا کی طرف سے اور حدیث اس کی شرح ہے۔ نہ یہ عدالت اس پر پابندی لگانے کی مجاز ہے نہ کوئی اور عدالت۔ دوسرے جج نے فیصلہ دیا کہ چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے قرآن پاک پڑھا پڑھایا جا رہا ہے اس پر پابندی کا کوئی مقدمہ ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔ اگر ہمارے سامنے اس پر پابندی کی کوئی نظیر ہوتی تو پھر ہم کچھ کہہ سکتے تھے لہٰذا عدالت اس مقدمہ کو خارج کرتی ہے۔ قرآن پاک کی صداقت کا اندازہ لگاؤ کتنی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے جو یہ سنہری فیصلہ سنایا ہے ہر مسلمان کو ازبر ہونا چاہیے۔

تو فرمایا انہوں نے اس نصیحت کے ساتھ کفر کیا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا اور البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات۔ ہمارا فیصلہ ہو چکا ہے لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ہمارے ان بندوں کے لیے جو پیغمبر ہیں اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ بے شک وہی البتہ مدد دیئے جائیں گے، ان کی مدد کی جائے گی وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔ یہاں پر بعض لوگوں نے یہ اشکال پیش کیا ہے کہ سارے پیغمبر تو منصور نہیں ہوئے کئی پیغمبروں کو قتل بھی کیا گیا ہے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ [بقرہ:۶۱] ”اور قتل کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق۔“ زکریا علیہ السلام شہید ہوئے، یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے، شعیا

علیہ السلام شہید ہوئے۔تو کمالین میں اس کے بہت سارے جواب دیئے گئے ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ نصرت ان پیغمبروں کے لیے تھی جن کے لیے جہاد تھا یعنی جن پیغمبروں نے جہاد کیا رب تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور جن کے دور میں جہاد نہیں تھا ان میں سے شہید بھی ہوئے ہیں۔لہٰذا قرآن پاک پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔جنھوں نے جہاد کیا ہے ان کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی چاہے وہ تھوڑے ہی کیوں نہ تھے۔

فرمایا فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں حَتّٰى حِيْنٍ ایک وقت تک وَّاَبْصِرْهُمْ۔ اَبْصِرْ کا معنٰی ہے اَمْهِلْ آپ ان کو مہلت دیں۔اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ آپ ان کو دیکھتے رہیں۔دونوں معنٰی صحیح ہیں فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ

مُّنْذِرٌ ڈرانے والا مِّنْهُمْ ان میں سے وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ اور کہا کافروں نے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے(معاذ اللہ تعالیٰ) اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ کیا کر دیا اس نے بہت سارے الٰہوں کو اِلٰهًا وَّاحِدًا ایک ہی الٰہ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ بے شک البتہ یہ عجیب چیز ہے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اور چلی ایک جماعت ان میں سے اَنِ امْشُوْا یہ کہ چلو تم وَ اصْبِرُوْا اور ڈٹے رہو عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اپنے معبودوں پر اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ بے شک یہ البتہ ایک شے ہے ارادہ کی ہوئی مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا نہیں سنی ہم نے یہ بات فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ پچھلی ملت میں اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ اِلَّا اخْتِلَاقٌ مگر گھڑی ہوئی بات ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ کیا نازل کیا گیا اس پر ذکر مِنْۢ بَيْنِنَا ہمارے درمیان بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ بلکہ وہ شک میں ہیں مِّنْ ذِكْرِیْ میری نصیحت کے بارے میں بَلْ بلکہ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ابھی تک نہیں چکھا انہوں نے میرا عذاب اَمْ عِنْدَهُمْ کیا ہیں ان کے پاس خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ آپ کے رب کی رحمت کے خزانے الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ جو غالب ہے کثرت کے ساتھ دینے والا ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ صٓ:

اس سورت کا نام 'صٓ' ہے اور پہلی ہی آیت میں یہ لفظ موجود ہے۔لفظ 'صٓ' کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام صبور کا مخفف

ہے۔ صبور کا معنٰی ہے صبر اور تحمل کرنے والا۔ اگر اللہ تعالیٰ تحمل کرنے والا نہ ہوتا تو وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے متعلق اور اس کے پیغمبروں کے متعلق غلط باتیں کرتے ہیں ان کو ایک لحہ نہ چھوڑتا۔ حدیث قدسی ہے بخاری شریف میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں یَسُبُّنِی اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ ذٰلِکَ ''ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مجھے گالیاں دے۔'' گالیاں کیسے دیتا ہے؟ فرمایا یَدْعُوْنِیْ وَلَدًا ''میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔'' کوئی کہتا ہے عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، کوئی کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، کوئی کہتا ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔ جیسے ہماری ثابت النسب اولاد کو کوئی کہے کہ یہ تیری نہیں ہے۔ یہ ہمارے لیے گالی ہے۔ اسی طرح لم یلد ولم یولد کی طرف اولاد کی نسبت کرنا گالی ہے۔ فرمایا وَیُکَذِّبُنِی اِبْنُ اٰدم وَلَم یَکُن لَہٗ ذٰلک ''ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو حق نہیں ہے کہ مجھے جھٹلائے۔'' جھٹلاتا کیسے ہے؟ کہتا ہے قیامت والے دن مجھے کھڑا نہیں کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں لَتُبْعَثُنَّ [تغابن: ۲۸] ''البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔'' یہ کہتا ہے کہ قیامت نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی تکذیب ہے۔ تو رب تعالیٰ کو گالیاں دینے والے اور جھٹلانے والے بھی دنیا میں موجود ہیں۔ دہریے جو رب تعالیٰ کی ذات کا انکار کرتے ہیں اس کے وجود کے منکر ہیں وہ بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اس کے پیغمبروں کی تکذیب کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں، اس کی کتابوں کی تکذیب کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں۔ مگر اس کا حوصلہ ہے کہ فوراً گرفت نہیں کرتا سزا نہیں دیتا کہ صبور ہے۔

تو صٓ لفظ صبور کا مخفف ہے وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ واؤ قسمیہ ہے۔ معنٰی ہوگا قسم ہے نصیحت والے قرآن کی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور چیز کی قسم اٹھانا مخلوق

بکے لیے جائز نہیں ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ
''جس نے اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔'' لیکن اپنے آپ کو مسلمان
کہلانے والے غیر اللہ کی قسمیں اٹھاتے پھرتے ہیں۔کوئی کہتا ہے مجھے نبی کی قسم ہے،
کوئی کہتا ہے مجھے رسول کی قسم ہے، کوئی کہتا ہے مجھے پیر کی قسم ہے، کوئی دودھ۔پوت (پتر،
بیٹے) کی قسم اٹھاتا ہے، کوئی کعبے کی قسم اٹھاتا ہے۔ یہ تمام شرکیہ الفاظ ہیں اوران الفاظ
کے ساتھ قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاؤ یا اس کی صفات کے ساتھ قسم اٹھاؤ،
رحمان کی قسم، رحیم کی قسم۔قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لہٰذا قرآن کریم کی بھی قسم
اٹھا سکتے ہیں۔یہ ضابطہ اور قانون مخلوق کے لیے ہے اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا
وہ جس چیز کی چاہے قسم اٹھائے۔لہٰذا اس نے کہیں تین کی قسم اٹھائی، زیتون کی قسم اٹھائی
ہے۔العصر، زمانے کی قسم اٹھائی ہے، گھوڑوں کی قسم اٹھائی ہے۔وہ کسی قانون کا پابند نہیں
ہے۔

تو فرمایا قسم ہے نصیحت والے قرآن کی بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ
بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں تکبر میں ہیں اور مخالفت میں ہیں اور بڑی باتیں کرتے ہیں۔پہلی
قوموں نے بھی تکبر اور مخالفت کی تھی پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ
مِّنْ قَرْنٍ کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں۔جنھوں نے تکبر کیا، سرکشی کی،
توحید کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا۔پھر جب ہمارا عذاب آن پہنچا فَنَادَوْا
تو پکارا انھوں نے۔چیخے چلائے اپنے گناہوں کی معافی مانگی وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ اور
نہیں تھا وقت چھٹکارے کا۔خلاصی اور رہائی کا وقت گزر چکا تھا۔یہ مکے والے بھی تکبر اور
مخالفت میں آخری پیغمبر کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں وَعَجِبُوْا أَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ

مِّنۡهُمۡ اور انہوں نے تعجب کیا اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا انھی میں سے۔ کہتے تھے کہ منصب نبوت کے لیے ابوطالب کا یتیم بھتیجا ہی رہ گیا تھا وَقَالُوۡا ''اور کہا انہوں نے لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ [الزخرف:۳۱، پ۲۵] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ، عتبہ، شیبہ وغیرہ بڑے آدمی تھے اور طائف جو مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) میل کے فاصلے پر ہے اس میں ابن عبد یالیل، عروہ بن مسعود اور حبیب وغیرہ بڑے آدمی تھے۔ کہتے تھے کہ قرآن نازل ہونا تھا تو ان میں سے کسی سردار پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ یہ جادوگر جھوٹا (معاذ اللہ تعالیٰ) نبوت کا دعویدار بن بیٹھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ اور کہا کافروں نے یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جو مرتبہ اور مقام عطا فرمایا وہ کائنات میں اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ بس آپ ﷺ خدا نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے بعد مرتبہ اور مقام آپ ﷺ کا ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آنحضرت ﷺ کے معجزات :

آنحضرت ﷺ کو معجزات کی وجہ سے جادوگر کہتے تھے۔ درختوں کو چلتے ہوئے دیکھا، تھوڑے پانی کو زیادہ ہوتے سب نے دیکھا، پتھروں کو بولتے ہوئے سنا۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے اور لوگ بھی بیٹھے تھے۔ ابوجہل بڑا منہ پھٹ اور بڑا بے لحاظ آدمی تھا۔ مٹھی میں سنگریزے لیے ہوئے آیا اور کہنے لگا یا محمد (ﷺ) اَخۡبِرۡنِىۡ مَا فِىۡ يَدِىۡ ''مجھے بتلاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا چچا! اگر یہ ہاتھ والی چیز خود بول پڑے تو پھر؟ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ سنگ ریزوں نے بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ ابوجہل نے سنگ ریزے پھینکتے ہوئے کہا کہ تم بھی اس کے ساتھی ہو گئے۔ اب بتلاؤ اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے کہ سنگریزے خود ہی اٹھا کر لایا ہے اور اسی کے ہاتھ میں بول رہے ہیں لیکن ہٹ دھرمی ہے کہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات کو دیکھ کر اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر جادوگر کہتے تھے۔ اور جھوٹا کیوں کہتے تھے؟ جھوٹ یہ تھا اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا اس نے کر دیا ہے سب خداؤں کو ایک خدا۔ یہ جھوٹ ہے کہ سارے معبود فارغ اور ایک اللہ تعالیٰ سارے کام کرتا ہے۔ سب سے زیادہ چبھنے والی بات یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سورہ صفّٰت میں گزر چکا ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ”بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا لا الٰہ الا اللہ تکبر کرتے تھے“ اچھلتے تھے کہ نہ لات رہا، نہ منات، نہ عزّیٰ، نہ ہبل، نہ کوئی اور صرف ایک ہی الٰہ رہ گیا ہے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ بے شک یہ چیز ہے بڑی عجیب۔ آدمی کو ماحول کے خلاف جو چیز نظر آئے وہ عجیب ہی معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان کا ماحول کفر شرک کا تھا۔

بیت اللہ کی بیرونی دیوار پر انہوں نے تین سو ساٹھ بت نصب کیے ہوئے تھے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مجسمہ، حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ، حضرت ہابیل علیہ السلام کا مجسمہ جس کو ہبل کہتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بزرگوں کے مجسمے رکھے ہوئے تھے۔ کسی دن ناغہ نہیں ہوتا تھا کسی نہ کسی کا

چڑھاوا چڑھتا رہتا تھا اور ان کے پیٹ کا دھندا چلتا رہتا تھا۔ اور آپ ﷺ ان کی خدائی کو مٹانے کے لیے آئے تھے کہ صرف ایک ہی معبود ہے، ایک ہی مسجود ہے، ایک ہی حاجت روا ہے، مشکل کشا ہے، ایک ہی دست گیر اور فریاد رس ہے۔ اس کے سوا کوئی ایک رتی کے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں ہے۔ خدائی اختیارات میں سے کسی کے پاس کچھ نہیں ہے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اور چلی ایک جماعت ان کافروں میں سے جب آپ ﷺ نے سنایا لا الٰہ الا اللہ تو محلے میں جا کر کہنے لگے اے نوجوانو! اَنِ امْشُوْا چلو تم گلیوں اور محلوں میں، پھیل جاؤ بازاروں میں، جاؤ جہاں لوگ اکٹھے ہوں وہاں جاؤ اور ان کو کہو وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ڈٹے رہو اپنے معبودوں پر، اپنے خداؤں کو نہ چھوڑنا۔ یہی بات نوح علیہ السلام کے زمانے میں مشرکوں نے کہی تھی لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ "ہرگز نہ چھوڑنا اپنے معبودوں کو وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا [نوح، پ:۲۹] ہرگز نہ چھوڑنا ود کو اور نہ سواع کو اور نہ چھوڑنا یغوث، یعوق اور نسر کو۔" تو کہا انھوں نے ڈٹے رہو اپنے معبودوں پر اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ بے شک یہ البتہ ایک شے ہے ارادہ کی ہوئی۔ یہی چیز ہماری مراد ہے کہ اپنے الٰہوں کو نہیں چھوڑنا مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ نہیں سنی ہم نے یہ بات پچھلی ملت میں یعنی آباؤ اجداد سے ہم نے نہیں سنا کہ ایک خدا ہی کائنات کا سارا نظام چلا رہا ہے وہ بھی تین سو ساٹھ یا اس سے کم وبیش بتوں کی پوجا کرتے تھے اور تم کہتے ہو لا الٰہ الا اللہ۔ اور ملت آخرہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کی ملت بھی ہے کہ پہلے پیغمبروں کی جو ملتیں تھیں ان میں آخری ملت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے کہ وہ بھی ایک کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ تثلیث یعنی تین خداؤں کے قائل تھے۔

☜ اللہ تعالیٰ ایک۔

☜ عیسیٰ علیہ السلام دو۔

☜ اور روح القدس جبرائیل علیہ السلام تین۔

اور ان کا ایک فرقہ جبرائیل علیہ السلام کی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو تیسرا رکن مانتا تھا کہ تین کے ساتھ نظام چلتا ہے۔ پھر ایک گروہ ان کا یہ بھی کہتا ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور آج بھی وہ موجود ہیں۔ چنانچہ ہماری قومی اسمبلی کے اجلاس میں دو دفعہ عیسائی ممبر نے ڈٹ کر کہا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام جو رب کے بیٹے ہیں کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ سوائے مولوی عبدالرحیم چکڑالوی کے اور کوئی ممبر نہیں بولا۔ انہوں نے اپنا فریضہ ادا کیا حالانکہ سارے ممبران اسمبلی اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ دیکھو! عیسائی اپنے مذہب کے کتنے پختہ ہیں کہ مسلمان اسمبلی میں بھی اپنے عقیدے کے اظہار سے باز نہیں آتے۔ امریکہ ان کی پشت پر ہے جس کی وجہ سے وہ یہاں ہمارے پیغمبر کی توہین کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔

یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ ضلع گوجرانوالا کے قصبہ کوٹ لالہ میں منظور مسیح، رحمت مسیح اور سلامت مسیح، تین عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی نازیبا الفاظ لکھ کر پرچیاں تقسیم کیں، دیواروں پر لکھے۔ مقدمہ چلا منظور مسیح تو قتل ہو گیا۔ رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو سزائے موت ہوئی۔ فیصلے کے وقت امریکی سفارت خانے کے آدمی عدالت میں موجود تھے اثر انداز ہونے کے لیے۔ یہاں حکومت امریکہ کی ہے ہمارے جتنے حکمران ہیں یہ امریکہ کی اجازت کے بغیر شلوار بھی نہیں بدل سکتے۔

تو خیر انہوں نے کہا کہ یہ بات ہم نے پچھلے دین میں نہیں سنی اِنْ هٰذَآ اِلَّا

اخْتِلَاقٌ نہیں ہے یہ بات کہ الٰہ صرف ایک ہے، لا الٰہ الا اللہ مگر گھڑی ہوئی۔ اپنی طرف سے بنائی ہے۔ پھر عجیب بات ہے ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا کیا نازل کیا گیا ہے ذکر، نصیحت، قرآن اس پر ہمارے درمیان۔ اس کے پاس نہ مال و دولت ہے نہ افرادی قوت ہے، ہم محروم رہ گئے ہمیں خدا نے کیوں نہیں دیکھا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ بلکہ وہ شک میں ہیں میرے ذکر قرآن پاک کے بارے میں بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ بلکہ ابھی تک نہیں چکھا انہوں نے میرا عذاب۔ جب عذاب آئے گا تو ان کو میری توحید کے انکار کا اور میرے پیغمبروں کے انکار کا مزہ آ جائے گا۔

پھر بدر کے موقع پر ان کے ساتھ جو ہوا وہ دنیا نے دیکھا اور پھر مرنے کے بعد عذاب قبر پھر حشر کا اور جہنم کا عذاب الگ ہے۔ یہ لوگ نزول قرآن کا انکار کس بنا پر کرتے ہیں اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب ہے کثرت کے ساتھ دینے والا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے یہ تقسیم کرتے ہیں کہ جس کو چاہیں رسول بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مالک الملک، مختار کل ہے جو چاہے کرے جس کو چاہے پیغمبر بنائے وہ کسی کا پابند نہیں ہے۔

****

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝۱۰
جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ
وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ
اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ وَ
مَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوْا
رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ
وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۱۷ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ
يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝۱۸ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۱۹ وَ
شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝۲۰

اَمْ لَهُمْ کیا ان کے لیے ہے مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ پس چاہیے کہ وہ چڑھ جائیں آسمان کے راستوں میں جُنْدٌ مَّا یہ بھی ایک لشکر ہے چھوٹا سا هُنَالِكَ وہاں مَهْزُوْمٌ شکست خوردہ مِّنَ الْاَحْزَابِ لشکروں میں سے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ جھٹلایا ان سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی قوم نے وَّعَادٌ اور عاد قوم نے وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ اور فرعون نے جو میخوں والا تھا وَثَمُوْدُ اور قوم ثمود نے وَقَوْمُ لُوْطٍ اور قوم لوط نے وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ اور جنگل والوں نے

مُّنْذِرٌ ڈرانے والا مِّنْهُمْ ان میں سے وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ اور کہا
کافروں نے هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ)
اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ کیا کر دیا اس نے بہت سارے الٰہوں کو اِلٰهًا وَّاحِدًا ایک
ہی الٰہ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ بے شک البتہ یہ عجیب چیز ہے وَانْطَلَقَ
الْمَلَاُ مِنْهُمْ اور چلی ایک جماعت ان میں سے اَنِ امْشُوْا یہ کہ چلو تم وَ
اصْبِرُوْا اور ڈٹے رہو عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ اپنے معبودوں پر اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ
یُّرَادُ بے شک یہ البتہ ایک شے ہے ارادہ کی ہوئی مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا نہیں سنی
ہم نے یہ بات فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ پچھلی ملت میں اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ
اِلَّا اخْتِلَاقٌ مگر گھڑی ہوئی بات ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ کیا نازل کیا گیا
اس پر ذکر مِنْۢ بَیْنِنَا ہمارے درمیان بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ بلکہ وہ شک میں
ہیں مِّنْ ذِكْرِیْ میری نصیحت کے بارے میں بَلْ بلکہ لَّمَّا یَذُوْقُوْا
عَذَابِ ابھی تک نہیں چکھا انہوں نے میرا عذاب اَمْ عِنْدَهُمْ کیا ہیں
ان کے پاس خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ آپ کے رب کی رحمت کے خزانے
الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ جو غالب ہے کثرت کے ساتھ دینے والا ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ صٓ:

اس سورت کا نام 'صٓ' ہے اور پہلی ہی آیت میں یہ لفظ موجود ہے۔ لفظ 'صٓ' کے
متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام صبور کا مخفف

ایاتها ۸۸ ۞ ۳۸ سُورَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ ۞ رکوعاتها ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَ
عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾
اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ
مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾
مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِى الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ
عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِىْ ۚ بَلْ لَّمَّا
يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾

صٓ وَالْقُرْاٰنِ قسم ہے قرآن کی ذِى الذِّكْرِ جو نصیحت والا ہے
بَلِ الَّذِيْنَ بلکہ وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا فِىْ عِزَّةٍ تکبر میں
ہیں وَّشِقَاقٍ اور مخالفت میں ہیں كَمْ اَهْلَكْنَا کتنی ہلاک کیں ہم نے
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں فَنَادَوْا پس انہوں نے
پکارا وَّلَاتَ اور نہیں تھا حِيْنَ وقت مَنَاصٍ چھٹکارے کا وَعَجِبُوْٓا
اور انہوں نے تعجب کیا اَنْ اس بات پر جَآءَهُمْ آیا ان کے پاس

نمبر ۱۷

(اُردو)

کے بھیجے ہوئے رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا۔

❋❋❋❋

اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ یہ بڑے بڑے گروہ تھے اِنْ كُلٌّ نہیں تھے یہ سب کے سب اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ مگر جھٹلایا پیغمبروں کو فَحَقَّ عِقَابِ پس لازم ہو گیا میرا عذاب وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اور نہیں انتظار کرتے یہ لوگ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مگر ایک چیخ کا مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ نہیں ہے اس کے لیے کوئی وقفہ وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا اے ہمارے رب جلدی کر دے ہمارے لیے قِطَّنَا ہمارا حصہ عذاب کا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ حساب کے دن سے پہلے اِصْبِرْ آپ صبر کریں عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذکر کر ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کا ذَا الْاَيْدِ جو قوت والے تھے اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ بے شک ہم نے مسخر کر دیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ يُسَبِّحْنَ جو تسبیح کرتے تھے بِالْعَشِيِّ پچھلے پہر وَالْاِشْرَاقِ اور صبح کے وقت وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً اور پرندے بھی جو اکٹھے کیے جاتے تھے كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ سب کے سب اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ اور دی ہم نے ان کو دانائی وَفَصْلَ الْخِطَابِ اور فیصلہ کن خطاب۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق میں بیان ہوا کہ مشرکین مکہ نے کہا ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا

''کیا اس پر اتاری گئی ہے نصیحت ہمارے درمیان۔'' ہمارے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی اس مین کیا خوبی ہے کہ اس پر وحی نازل ہوئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ''کیا ان کے پاس خزانے ہیں آپ کے رب کی رحمت کے جو غالب ہے کثرت سے ساتھ دینے والا'' اس نے آپ ﷺ کو نبوت عطا فرمائی ہے وہ ان کا پابند تو نہیں ہے۔ مزید فرمایا اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا ان کے لیے ہے ملک، شاہی آسمانوں اور زمین کی وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے۔ کیا اس میں ان کی حکومت ہے؟ اگر ایسا ہے تو فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ۔ اسباب جمع ہے سبب کی۔ اس کا معنٰی ہے راستہ۔ پس چاہیے کہ چڑھ جائیں آسمانوں کے راستوں میں اور جہاں سے وحی آتی ہے جا کر وہاں سے روک دیں اگر ان کے اختیار میں ہے تو ایسا کرلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ ۔ جُنْد کا معنٰی لشکر اور ما کا معنٰی چھوٹا سا۔ ایک چھوٹا سا لشکر ہے اس مقام پر مَهْزُوْمٌ شکست خوردہ مِّنَ الْاَحْزَابِ لشکروں میں سے۔

کفار کی شکست :

پھر ایسا ہی ہوا کہ قریش مکہ جب مکہ مکرمہ سے چلے جنگ بدر کے لیے ڈھول بجاتے ہوئے، اچھلتے کودتے ہوئے اُعْلُ هُبُلْ کے نعرے لگاتے ہوئے۔ گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں، شراب اونٹوں پر لدی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے بعد یہ فتح کے گیت گائیں گی، اونٹ ذبح ہوں گے، شراب چلے گی، قرب و جوار کے قبائل کی ضیافت کریں گے۔ ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ ذلت ناک شکست کھائیں گے اور ان پر رونے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۲۳ پارہ ۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ''البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی بدر کے مقام پر اور تم نہایت کمزور تھے۔'' ایک طرف تین سو تیرہ جن کے پاس آٹھ تلواریں، چھ زرہیں۔ دوسری طرف ایک ہزار آدمی کہ ہر ایک تلوار سے مسلح تھا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ قصہ ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی تو ستر کفر کے ستون مارے گئے اور ستر قیدی ہوئے اور باقیوں کو بھاگتے ہوئے پتا بھی نہ چلا کہ ہم نے جانا کہاں ہے؟ تاریخ بتلاتی ہے کہ بھاگنے والے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے کہ لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے کہ کس شان وشوکت کے ساتھ نکلے تھے اور کس طرح ذلیل ہو کر آئے۔ گیت گانے والیاں مرثیے گاتے ہوئے واپس گئیں۔ فرمایا یہ چھوٹا سا گروہ ہے شکست خوردہ یعنی ان کو شکست ہوگی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور کل کے سبق میں تم نے یہ بھی پڑھا ہے کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو جادوگر اور بڑا جھوٹا کہا۔ ہمیں کوئی جھوٹا کہے تو ہمارے دل پر کیا گزرتی ہے ہماری کیا حیثیت ہے۔ اور اس ہستی کو کہا جائے جو ساری کائنات سے بلند و برتر ہے اور اس سے زیادہ سچی ذات کوئی نہیں ہے تو اس کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ ظاہر بات ہے کہ آنحضرت ﷺ کو طبعی طور پر تکلیف ہوتی تھی۔ تو آپ ﷺ کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر چند واقعات پیش کیے ہیں کہ آپ ﷺ غم نہ کریں پہلے پیغمبروں کی جن لوگوں نے مخالفت کی ہے جو اُن کا حشر ہوا ان کا بھی وہی ہوگا۔

گزشتہ اقوام کے واقعات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ جھٹلایا ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے۔ انہوں نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا كَذَّابٌ اَشِرٌ [قمر: ۲۷] ''یہ بڑا جھوٹا

اور بڑا شرارتی ہے وَعَادٌ اور عاد قوم نے وَفِرْعَوْنُ ذُوالْاَوْتَادِ اور فرعون نے جھٹلایا جو میخوں والا تھا۔ میخوں والا اس لیے کہتے تھے کہ جس کو سزا دیتا تھا اس کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونکتا تھا کہ حرکت نہ کر سکے۔ اور یہ بھی لکھا ہے اس کے خیموں کو باندھنے کے لیے جو میخیں لگاتے تھے وہ سونے چاندی کی ہوتی تھیں۔ اس لیے میخوں والا مشہور تھا۔ تو وہ فرعون جو میخوں والا تھا اس نے بھی جھٹلایا۔ سورہ مومن آیت نمبر ۲۴ میں ہے: فرعون، ہامان اور قارون نے کہا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ''یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا۔'' وَثَمُوْدُ اور ثمود قوم نے جھٹلایا صالح علیہ السلام کو۔ یہ حجر کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ یہ علاقہ طائف اور تبوک کے درمیان ہے۔ اس علاقے میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔

ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو فلاں چٹان سے اونٹنی نکالو۔ اور بعض تفسیروں میں ہے کہ ساتھ بچہ بھی ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کام تو رب تعالیٰ کا ہے میں رب نہیں ہوں لیکن اگر میرا رب میری تائید کردے تو مان لو گے۔ کہنے لگے ہاں مان لیں گے۔ لیکن ان کے تو تصور میں بھی نہ تھا کہ ایسا ہوگا۔ انہوں نے تو محض شوشہ چھوڑا تھا کہ نہ ایسا ہوگا اور نہ ہم مانیں گے۔ جیسے کہاوت ہے:

نہ نو من تیل ہو نہ رادھا ناچے

ایک بڑی مضبوط چٹان پر انھوں نے ہاتھ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چٹان پھٹی اونٹنی نکل کر باہر آگئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا هٰذه ناقة الله لكم اٰية [الاعراف: ۷۳] لیکن یقین جانو کہ اتنا بڑا کرشمہ اور معجزہ دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہ لایا۔ بس جو پہلے ایمان لا چکے تھے، لا چکے تھے۔ تو فرمایا ثمود قوم جھٹلا چکی وَقَوْمُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کی قوم نے

جھٹلایا۔ حضرت لوط علیہ السلام اصل عراق کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے سدوم شہر اور اس کے آس پاس کی بستیوں کی طرف نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ زرخیز علاقہ تھا ان لوگوں نے ان کی شکل وصورت، اخلاص، کردار کو دیکھ کر لڑکی کا رشتہ بھی دے دیا۔ حالانکہ دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے رشتہ بھی ہے۔ لڑکی دے دی ایمان قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بیوی نے بھی ایمان قبول نہیں کیا۔ البتہ دو یا تین لڑکیاں تھیں وہ اپنے والد کے عقیدے پر تھیں اور چند غریب لوگ بھی تھے جو ایمان لائے اور وہ ان کے ساتھ ایک حویلی میں رہتے تھے۔ ایک ہی گھر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس قوم کو اندھا کیا، پھر آسمان سے پتھر برسائے، پھر جبرائیل علیہ السلام نے ڈراؤنی آواز نکالی جس سے سب کے کلیجے پھٹ گئے، پھر زمین کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔

فرمایا وَاَصۡحٰبُ لۡئَیۡکَۃِ ۔ ایکہ کا معنیٰ جنگل۔ اور جھٹلایا جنگل والوں نے۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ شہر کا نام تھا مدین۔ اس کے آس پاس بڑا جنگل تھا اس لیے ان کو جنگل والے بھی کہتے ہیں۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی صرف لڑکیاں تھیں لڑکا کوئی نہیں تھا اپنی ضرورت کے لیے بکریاں رکھی ہوئی تھیں ان کے دودھ پر گزارا ہوتا تھا۔ بچیاں ہی چراتی تھیں۔ عرصہ دراز تک ان کو شعیب علیہ السلام نے تبلیغ کی اور سمجھایا مگر وہ ایمان نہ لائے۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے زلزلہ طاری کیا اور جبرائیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس سے یہ سب کے سب تباہ ہو گئے اور ان کے لیے ظلہ کا لفظ بھی آیا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ بھی برسی۔

فرمایا اُولٰٓئِکَ الۡاَحۡزَابُ یہی بڑے بڑے گروہ تھے جو تباہ ہوئے اِنۡ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ نہیں تھے یہ سب کے سب مگر جھٹلایا انہوں نے پیغمبروں کو

فَحَقَّ عِقَابِ پس لازم ہو گیا ان پر میرا عذاب۔ اصل میں عِقَابِیْ تھا پھر "ی" گر گئی۔ یہ واقعات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے بیان فرمائے کہ پیغمبروں کو جن لوگوں نے ساحر کذاب کہہ کر جھٹلایا وہ تباہ و برباد ہوئے۔ اسی طرح اگر یہ باز نہ آئے تو یہ بھی برباد ہو جائیں گے۔

فرمایا وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً اور نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر ایک چیخ کا۔ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا بگل پھونکنا ہے مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ نہیں ہے اس کے لیے کوئی وقفہ کہ تھوڑا سا پھونک کر سانس لے لیں بلکہ وہ لگاتار آواز ہو گی نفخہ اولیٰ کے بعد ساری مخلوق تباہ ہو جائے گی حتیٰ کہ جان نکالنے والا فرشتہ بھی مر جائے گا كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [قصص:۸۸] اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شے تباہ ہو جائے گی۔ پھر چالیس سال کے بعد نفخہ ثانیہ ہو گا۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو پیدا کریں گے وہ بگل پھونکیں گے تو ساری دنیا زندہ ہو کر اکٹھی ہو جائے گی۔ جہاں وہ بگل پھونکیں گے مشرق والے، مغرب والے، شمال، جنوب والے انسان، جنات، حیوان، کیڑے مکوڑے، سمندر کی مچھلیاں تک عجیب منظر ہو گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی کہ نہ معلوم آج میرے ساتھ کیا ہو گا۔ تو فرمایا یہ اس نفخہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ جس کے لیے وقفہ نہیں ہو گا درمیان میں فرشتہ سانس نہیں لے گا۔ وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا اے ہمارے رب جلدی کر دے ہمارے لیے قِطَّنَا۔ قِطٌّ عربی زبان میں اس پکے کاغذ کو کہتے ہیں جو سرکاری احکام کے لیے ہوتا ہے۔ سمجھنے کے لیے آپ اس کو وارنٹ کہہ لیں، وارنٹ گرفتاری۔ جلدی کر دیں ہمارے وارنٹ کی یعنی ہمارا وارنٹ ہمیں

دے دو۔ یہ انہوں نے استہزاء کیا کہ تم کہتے ہو قیامت ہوگی، اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، ہمارا وارنٹ ابھی ہمیں دے دو۔ قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ حساب کے دن سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کو ساحر بھی کہتے ہیں، مجنون اور شاعر بھی کہتے ہیں، مفتری اور کذاب بھی کہتے ہیں۔ عجیب عجیب قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کے پاس سے گزرتے تھے تو کہتے اَهٰذَا الَّذِىْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ [انبیاء:۳۶] ''کیا یہی شخص ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا، تردید کرتا ہے تمہارے معبودوں کی۔'' قولاً بھی استہزاء، فعلاً بھی استہزاء، ہر طریقے سے آپ ﷺ کو تنگ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ان کی باتوں پر صبر کریں۔

تذکرہ حضرت داؤد علیہ السلام :

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذکر کر ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کا۔ حضرت داؤد علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبور جیسی کتاب عطا فرمائی۔ اس علاقے کا اقتدار بھی ان کو دیا۔ یہ خلیفۃ اللہ فی الارض تھے۔ ذَا الْاَيْدِ۔ اَيْد، يَدٌ کی جمع ہے يَدٌ کا معنی ہے ہاتھ۔ معنی ہوگا ہاتھوں والا یعنی اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اپنے ہاتھوں سے کمائی کرتے تھے۔ زرہ اور خود بناتے تھے۔ کافی خاندان تھا ہاتھوں سے محنت کر کے ان کو کھلاتے تھے جتنا عرصہ بھی حکمرانی کی ہے بیت المال کی رقم کو ہاتھ نہیں لگایا، اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ کتنی بڑی بات ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ سالہ خلافت کے زمانے میں قوم کی رقم یعنی بیت المال سے اپنی ذات یا اہل خانہ پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت دیا

ہے بیت المال کے پیسے کی ضرورت نہیں ۔ باقی تینوں خلیفوں نے ضرورت کے مطابق بیت المال سے لیا ہے کیونکہ ان کے ذاتی وسائل اتنے نہیں تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے باہر سلع کے مقام پر کپڑے کی چند کھڈیاں لگائی ہوئی تھیں ۔ سوتر اور مزدوری ان کو دے آتے تھے اور تھان ان سے لے آتے تھے۔ دکان نہیں تھی کندھے پر رکھ کر بازار اور گلیوں میں پھیری لگاتے تھے۔ خلیفہ بنائے جانے کے بعد وقت نہیں تھا کہ جا کر تھان لائیں اور پھیرے لگائیں ۔ دو چار دن کافی پریشان رہے۔ ایک دن نماز پڑھانے کے بعد فرمایا کہ میری بات سن کر جانا۔ بخاری شریف کی روایت ہے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ میں اپنے گھر کے افراد کا خرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مہیا کر لیتا تھا اب مجھے فرصت نہیں ہے کہ نماز پڑھانی ہے جمعہ پڑھانا ہے، جھگڑوں کے فیصلے کرنے ہیں مسائل بتانے ہیں، دیگر مسائل ہیں لہٰذا یا تو خلافت کسی ایسے شخص کو دے دو جو مالی لحاظ سے مضبوط ہو یا مجھے بیت المال سے وظیفہ دو۔ میں انسان ہوں میرے ساتھ بھی پیٹ لگا ہوا ہے۔ چنانچہ پچیس درہم ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا کہ مشکل کے ساتھ اس سے وقت پاس کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بیت المال سے وظیفہ لیتے تھے اتنا کہ جس سے گزارا ہو سکے۔

تو حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کما کر گزارا کرتے تھے۔ تو ذَاالْاَیْدِ کا ایک معنٰی تو یہ کرتے ہیں اور یـد کا معنٰی قوت کا بھی ہوتا ہے کہ عبادت میں بڑے قوی تھے کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے۔ رات کے تین حصے کیے ہوئے تھے۔ آدھی رات تک سوتے پھر دو گھنٹے جاگتے اور عبادت کرتے پھر سو جاتے تھے۔ تو بڑی قوت والے تھے اِنَّـہٗٓ اَوَّابٌ بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے اِنَّا

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ بے شک ہم نے مسخر کر دیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ یُسَبِّحْنَ جو تسبیح کرتے تھے بِالْعَشِیِّ پچھلے پہر وَالْاِشْرَاقِ اور صبح کے وقت۔ جس وقت سورج چڑھتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جب وہ پہاڑوں کے پاس سبحان اللہ پڑھتے تو پہاڑ بھی ساتھ سبحان اللہ پڑھتے تھے۔

ملحد قسم کے لوگ تاویلیں کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ واپسی کی آواز ہوتی تھی جس کو صدائے بازگشت کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط بات ہے کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ بے شک ہم نے تابع کیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ۔ اگر واپسی کی آواز مراد لی جائے تو پھر یہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ کوئی تخصیص نہیں ہے نہ ان کے لیے کوئی خصوصیت ہوگی۔ اس لیے کہ میرے جیسا گناہ گار آدمی نزلہ زکام کا مارا ہوا بھی پہاڑ کے دامن میں سبحان اللہ کہے تو آواز واپس آئے گی۔ لہٰذا حقیقتاً پہاڑ بھی ان کے ساتھ سبحان اللہ پڑھتے تھے پچھلے پہر بھی اور پہلے پہر بھی۔

وَالطَّيْرَ اور پرندے بھی سبحان اللہ پڑھتے تھے کوے، کبوتر اور چڑیاں وغیرہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ سبحان اللہ کہتے تھے اور ایسے ہی سمجھ آتا تھا جیسا کہ میں سبحان اللہ کہہ رہا ہوں اور تمہیں سمجھ آرہا ہے۔ مَحْشُوْرَةً جمع کیے ہوئے كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ سب کے سب اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے ان کے تابع تھے پہاڑ بھی، پرندے بھی۔ یہ ان کے معجزات میں سے تھا وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت کی پوری گرفت حاصل تھی۔ بڑے منتظم تھے کیا مجال کہ چوری ڈکیتی ہو یا کوئی بدمعاشی کر سکے یا کسی کی نیند میں خلل ڈال سکے۔ آج کل کی حکومتوں کی تو کوئی گرفت نہیں ہے۔ اخبارات اٹھا کر دیکھو تو ڈکیتی، قتل وغارت، ہیرا پھیری، گھپلوں

کے سوا کوئی شے نظر نہیں آتی۔ پھر کیا عوام اور کیا حکمران سب برابر ہیں۔

تو فرمایا کہ ہم نے ان کے ملک کو مضبوط کیا وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ اور عطا کی ہم نے ان کو دانائی۔ بڑے حکیمانہ انداز میں حکومت کرتے تھے وَفَصْلَ الْخِطَابِ اور فیصلہ کن خطاب دیا۔ ایسی دوٹوک بات کرتے تھے کہ سب کو آسانی سے سمجھ آتی تھی۔ بعض آدمی موہوم بات کرتے ہیں کہ ہر آدمی ان کی بات کو سمجھ نہیں سکتا خاص طور پر یہ جو سیاسی قسم کے لوگ ہیں تاکہ وقت پر انکار بھی کر سکیں اور کہنے کو کہہ بھی سکیں۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام بڑی کھری اور واضح بات کرتے تھے۔

****

وَهَلْ اَتٰكَ

نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۙ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

وَهَلْ اَتٰكَ اور کیا آئی ہے آپ کے پاس نَبَؤُا الْخَصْمِ خبر جھگڑا کرنے والوں کی اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ جس وقت پھلانگی انھوں نے کمرے کی دیوار اِذْ دَخَلُوْا جب داخل ہوئے وہ عَلٰى دَاوٗدَ داؤد علیہ السلام کے پاس فَفَزِعَ مِنْهُمْ پس وہ گھبرا گئے ان سے قَالُوْا کہا انھوں نے لَا تَخَفْ آپ ڈریں نہ خَصْمٰنِ ہم جھگڑا کرنے والے ہیں بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى

بَعۡضٍ زیادتی کی ہے ہم میں سے بعض نے بعض پر فَاحۡكُمۡ بَيۡنَنَا پس آپ فیصلہ کردیں ہمارے درمیان بِالۡحَقِّ انصاف کے ساتھ وَلَا تُشۡطِطۡ اور زیادتی نہ کریں وَاهۡدِنَآ اور ہماری راہنمائی کریں اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ سیدھے راستے کی طرف اِنَّ هٰذَآ اَخِىۡ بے شک یہ میرا بھائی ہے لَهٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَةً اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں وَّلِىَ نَعۡجَةٌ وَّاحِدَةٌ اور میرے پاس ایک دنبی ہے فَقَالَ پس اس نے کہا اَكۡفِلۡنِيۡهَا یہ میری کفالت میں دے دو وَعَزَّنِىۡ فِى الۡخِطَابِ اور غالب آگیا ہے مجھ پر گفتگو کرنے میں قَالَ فرمایا داؤد علیہ السلام نے لَقَدۡ ظَلَمَكَ البتہ تحقیق اس نے زیادتی کی ہے آپ کے ساتھ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ تمہاری دنبی مانگ کر اِلٰى نِعَاجِهٖ اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے وَاِنَّ كَثِيۡرًا اور بے شک بہت سارے مِّنَ الۡخُلَطَآءِ شریک لَيَبۡغِىۡ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ البتہ زیادتی کرتے ہیں بعض ان میں سے بعض پر اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے انھوں نے اچھے وَقَلِيۡلٌ مَّا هُمۡ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں وَظَنَّ دَاوٗدُ اور یقین کرلیا داؤد علیہ السلام نے اَنَّمَا فَتَنّٰهُ کہ بے شک ہم نے اس کو آزمائش میں ڈالا ہے

فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ پس اس نے معافی مانگی اپنے رب سے وَخَرَّ رَاكِعًا اور گر گئے رکوع میں وَّاَنَابَ اور رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف فَغَفَرۡنَا لَهٗ ذٰلِكَ

پس ہم نے معاف کردیا ان کا یہ قصور وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں مرتبہ ہے وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانا يٰدَاوٗدُ اے داوٗد علیہ السلام اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ بے شک ہم نے بنایا ہے آپ کو خلیفہ زمین میں فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ پس فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى اور نہ پیروی کریں خواہش کی فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس یہ تجھے بہکا دے گی اللہ تعالیٰ کے راستے سے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو بہک جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لیے عذاب ہے سخت بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ اس لیے کہ بھلا دیا انھوں نے حساب کے دن کو۔

آج کی آیات کے مضمون کا تعلق حضرت داوٗد علیہ السلام کی ذات گرامی کے ساتھ ہے۔

تفسیر مردود :

اس واقعہ کے متعلق ایک تو وہ خرافات ہیں جو بائبل کتاب مقدس میں درج ہیں۔ بائبل وہ کتاب ہے جس پر یہودی اور عیسائی اعتماد کرتے ہیں۔ یہ چھتیس صحیفوں پر مشتمل ہے۔ تورات، زبور، احبار، پیدائش، ملاکی انجیل، مکاشفہ سلاطین وغیرہ صحیفوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں ایسی خرافات درج ہیں کہ کوئی باضمیر مسلمان ان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان خرافات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا ایک صحابی تھا حتّی اوریا۔ اس کا مکان حضرت داوٗد علیہ السلام کے مکان کے ساتھ متصل

تھا۔اس کی بیوی بڑی خوب صورت تھی۔جس کا نام بت سبع تھا۔ایک دن داؤد علیہ السلام ٹہلنے کے لیے اپنے مکان کی چھت پر گئے صحابی کی بیوی نہا رہی تھی ان کی نگاہ اس پڑ گئی۔ وہ عورت انتہائی خوبصورت تھی۔آدمی بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوالیا۔العیاذ باللہ نقل کفر کفر نباشد۔داؤد علیہ السلام نے اس کے ساتھ صحبت کی جس سے وہ حاملہ ہوگئی۔خاوند اس کا جہاد کے لیے محاذ پر گیا ہوا تھا کئی مہینوں کے بعد جب اس کے خاوند کی واپسی کا وقت قریب آیا تو بی بی گھبرا گئی کہ جب میرا خاوند گیا تھا تو اس وقت میں حاملہ نہیں تھی اور اب حاملہ ہوگئی ہوں۔تو خاوند کے سامنے کیسے سرخرو ہوں گی۔داؤد علیہ السلام نے فرمایا کوئی بات نہیں میں خلیفۃ اللہ ہوں میں اس کو ایسے محاذ پر بھیجوں گا کہ جہاں سے وہ زندہ واپس نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس کو ایک محاذ پر بھیج کر شہید کرادیا۔پھر اس کی بیوی کے ساتھ خود نکاح کر لیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔کوئی مسلمان ان خرافات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔پیغمبر کی ایک بیوی بھی نہ ہو پھر بھی ایسا کام نہیں کرسکتا چہ جائے کہ داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں اور لونڈیاں ان کے علاوہ تھیں۔وہ ایسا فعل کب کر سکتے تھے۔

سورہ یوسف میں مذکور ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کہ زلیخا نے ان کو برائی کی دعوت دی تو انہوں نے مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ کہہ کر اس کی ساری شرارتوں کی زنجیروں کو کاٹ کر عزت بچائی حالانکہ ان کا شباب عروج پر تھا اور شادی بھی نہیں ہوئی تھی لہٰذا داؤد علیہ السلام کے متعلق سب خرافات ہیں حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس واقعہ کی یہ تعبیر کی ہے کہ خرابی تو کچھ نہیں ہوئی صرف راستے پر چلتے ہوئے اس عورت پر نگاہ پڑ گئی اور خیال آیا کہ یہ میری بیویوں میں شامل ہوتی تو کیا

اچھا ہوتا۔ اس سے آگے کوئی کارروائی نہیں ہوئی اس طرح دھودھو کر اور چھان کر اس واقعہ کو پیش کیا ہے مگر یہ بات بھی بڑی بعید ہے اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ پیغمبر کی نگاہ کسی عورت پر پڑے اور یہ خیال آئے کہ یہ میری بیوی ہوتی۔ وہ منکوحہ عورت ہے اس کا خاوند موجود ہے اس کے متعلق پیغمبر کے دل میں ایسی حسرت پیغمبر کی شان کے خلاف ہے اور بالکل بعید ہے۔ لہٰذا یہ تعبیر بھی صحیح نہیں ہے جو بعض مفسرین نے کی ہے۔

تفسیر مقبول :

صحیح بات وہ ہے جو حدیث کی کتاب مستدرک حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ اور دانائی عطا فرمائی تھی اور وہ بڑے منتظم تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے چوبیس گھنٹے عبادت کے لیے تقسیم کر رکھے تھے۔ اس طرح کہ آدھا گھنٹہ ایک بی بی عبادت کرے گی، آدھا گھنٹہ دوسری، آدھا گھنٹہ تیسری اور سحری کے وقت خود عبادت کریں گے۔ چوبیس گھنٹے میں کوئی گھڑی ایسی نہیں تھی کہ جس میں ان کے گھر ذکر وعبادت نہ ہوتی ہو۔ اپنے اس حسن انتظام پر کچھ نازاں ہوئے کہ میرے گھر میں چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ناز کرنا پسند نہ آیا کہ ایسا فخر کرنا پیغمبر کی شان کے لائق نہیں ہے پھر یوں ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے گھر کے صحن میں عبادت میں مشغول تھے۔ ان کے گھر کی دیوار پھلانگ کر کچھ لوگ اندر آ گئے حالانکہ دیوار کافی بلند تھی اور باہر چوکیدار بھی تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس سے گھبرائے کہ یہ لوگ دروازے سے کیوں نہیں آئے۔ اتنی بلند دیواریں پھلانگ کر آئے ہیں چوکیدار کہاں گئے؟

طبعی طور پر اس طرح گھبرانے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ پاکیزہ وادی طویٰ میں نبوت ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا اے پروردگار! یہ میری لاٹھی ہے۔ اس کے ساتھ میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ درختوں کے پتے جھاڑ کر اپنی بکریوں کے آگے ڈالتا ہوں اور بھی کسی جگہ ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو ڈالو۔ جب لاٹھی کو ڈالا تو وہ اژدھا بن گئی۔ سورۃ النمل آیت نمبر ۱۰ پارہ ۱۹ میں ہے وَلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کہ سانپ موذی چیز ہے اس سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ''اس کو پکڑ لو اور مت ڈرو سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى [طٰہ:۲۱] ''ہم اس کو پلٹ دیں گے پہلی حالت پر۔'' تو طبعی طور پر دشمن کتے، بلے، سانپ وغیرہ سے ڈرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے اور نہ اس سے ایمان پر کوئی زد پڑتی ہے۔

تو داؤد علیہ السلام پریشان ہوئے کہ یہ اتنی بلند دیواریں پھلانگ کر کیسے آ گئے اور چوکیدار کدھر گئے؟ یہ ہوا کیا؟ اس پریشانی میں اس وقت کی عبادت اور وظیفہ تسبیحات بھی ذہن سے نکل گئیں اور ان آنے والوں نے کہا حضرت! ہم دو فریق ہیں ہماری بات سنیں!

ایک نے کہا کہ یہ میرا ساتھی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ دنبی مجھے دے دو کہ میری سو پوری ہو جائیں۔ اور بڑے سخت لہجے میں میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور باتوں میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ آپ میری دادرسی کریں اور حق و انصاف کا فیصلہ کریں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کی باتیں سنیں اور جس کی زیادتی تھی اس کو تنبیہ فرمائی لیکن عبادت کا سارا وقت اسی فیصلے میں

گزر گیا اور جس حسن انتظام پر فخر تھا اور نازاں تھے وہ قائم نہ رکھ سکے۔ صحیح بات یہی ہے باقی سب خرافات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اور کیا آئی ہے آپ کے پاس خبر جھگڑا کرنے والوں کی اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۔ سور عربی زبان میں دیوار کو کہتے ہیں اور تَسَوُّر کا معنیٰ ہوتا ہے دیوار کا پھلانگنا۔ جس وقت پھلانگی انھوں نے دیوار عبادت خانے کی۔ محراب کا معنیٰ کمرہ۔ جس کمرے میں وہ عبادت کرتے تھے اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ جب وہ داخل ہوئے داؤد علیہ السلام کے پاس فَفَزِعَ مِنْهُمْ پس وہ گھبرائے ان سے داؤد علیہ السلام ان کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ یہ دیوار پھلانگ کر اندر کیوں آئے ہیں پہرے دار کہاں گئے؟ اور وہ بھی سمجھ گئے کہ داؤد علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے ہیں قَالُوْا کہنے لگے لَا تَخَفْ آپ خوف نہ کریں خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ ہم جھگڑا کرنے والے ہیں زیادتی کی ہے ہم میں سے بعض نے بعض پر۔ ہم دو فریق ہیں ایک نے دوسرے کے ساتھ زیادتی کی ہے فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ہمارے درمیان فیصلہ کریں حق کے مطابق وَلَا تُشْطِطْ اور زیادتی نہ کریں وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ اور ہماری راہنمائی کریں سیدھے راستے کی طرف۔ یہ آنے والے اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے انسان نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور جنوں کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ انسانی شکل اختیار کر سکتے ہیں اور کسی بھی شکل میں آسکتے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام عموماً حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے اور کسی موقع پر کسی دیہاتی کی شکل میں تشریف لاتے تھے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرماتھے غالباً ظہر کا وقت تھا

ایک آدمی آکر دو زانو ہوکر گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھ گیا جیسے آدمی التحیات میں بیٹھتا ہے اور اپنے ہاتھ آنحضرت ﷺ کی رانوں پر رکھ دیئے اور آپ ﷺ سے سوالات شروع کر دیئے کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ یہ ایمان مجمل ہے۔ دوسرا سوال کیا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان شریف کے روزے رکھو۔ اس نے تیسرا سوال یہ کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ چوتھا سوال اس نے یہ کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے وہ خود سائل سے زیادہ نہیں جانتا کہ یہ قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر وہ آدمی چلا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب بھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے میں نے ان کو پہچان لیا مگر اس مرتبہ میں بھی نہیں پہچان سکا۔ اب مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ جبرآئیل علیہ السلام تھے تمہارے پاس آئے تھے سوالات کے ذریعے تمہیں دین سکھانے کے لیے۔ تو فرشتے انسان کی شکل بھی اختیار کر لیتے ہیں۔

تو وہ دونوں فرشتے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کے طور پر آئے تھے۔ تو

ایک نے کہا اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ ۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے دینی لحاظ سے لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ اور میرے پاس ایک دنبی ہے فَقَالَ پس اس نے کہا اَكْفِلْنِیْهَا وہ بھی میری کفالت میں دے دو وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ اور گفتگو میں مجھ پر غالب آجاتا ہے۔جب بات کرتا ہے تو سخت کرتا ہے میرا لحاظ نہیں کرتا قَالَ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا لَقَدْ ظَلَمَكَ البتہ تحقیق اس نے زیادتی کی ہے تیرے ساتھ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ تمہاری دنبی مانگ کر اِلٰی نِعَاجِهٖ اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے۔

یہ ایک واقعہ ہے سمجھانے کے لیے اس کے سوا جتنے قصے ہیں بے حقیقت ہیں ان میں نہیں پڑنا چاہیے وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ اور بے شک بہت سارے شریک لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ البتہ زیادتی کرتے ہیں بعض ان میں سے بعض پر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کرتے ہیں اچھے لیکن وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ کسی کے ساتھ شریک بھی ہوں قولاً عملاً زیادتی بھی نہ کریں۔رب تعالیٰ نے بالکل حق فرمایا ہے وَظَنَّ دَاوٗدُ اور یقین کرلیا داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اَنَّمَا فَتَنّٰهُ کہ بے شک ہم نے اس کو آزمائش میں ڈالا ہے کہ انہوں نے اپنے حسن انتظام پر فخر و ناز کیا تھا کہ میرے گھر میں چوبیس گھنٹے عبادت ہوتی ہے کوئی وقت خالی نہیں ہوتا۔اب سمجھ گئے کہ یہ سارا رب تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ پس اس نے معافی مانگی اپنے رب سے کہ اے پروردگار! میں نے جو اپنے حسن انتظام پر فخر کیا تھا وہ کچھ نہیں سارا آپ کی توفیق سے ہے۔

آنحضرت ﷺ سے یہودیوں کے تین سوالات :

اسی طرح کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ سے یہودیوں نے تین سوال کیے۔

① ایک یہ کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ کہ جب تک جان دار کے اندر ہوتی ہے تو وہ زندہ ہے اور جب نکل گئی تو مر گیا۔

② دوسرا سوال کہ اصحاب کہف کون تھے ان کی تعداد کتنی تھی؟

③ تیسرا سوال کہ ذوالقرنین کون بزرگ تھے ان کا قصہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا۔ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے گی پوچھ کر بتا دوں گا۔ پندرھویں پارے میں مذکور ہے کہ پندرہ دن مسلسل وحی نہ آئی۔ یہودیوں کو موقع مل گیا آوازیں کسنے کا۔ آ کر کہتے کہ جی آپ کا کل نہیں آیا قیامت کو آئے گا۔ پندرہ دن کے بعد وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ [کہف:۲۳] ''اور آپ نہ کہیں کسی شے کے بارے میں کہ کرنے والا ہوں کل مگر یہ کہ اللہ چاہے۔'' چونکہ پیغمبروں کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اس لیے فوراً تنبیہ ہو جاتی ہے۔

فرمایا اس نے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی وَخَرَّ رَاكِعًا اور گر گئے رکوع میں وَّاَنَابَ اور رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف۔ یہ سجدے والی آیت ہے جس جس نے سنی ہے اس پر سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ اور سجدہ تلاوت کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ باوضو ہو، کپڑے صاف ہوں، جگہ پاک ہو، قبلے کی طرف رخ ہو اور یہ سجدہ چونکہ واجب ہے لہٰذا طلوع فجر کے بعد بھی کر سکتے ہو۔ البتہ نفلی نماز ان اوقات میں

جائز نہیں ہے۔صبح صادق کے بعد تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتے۔کوئی نفلی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ہاں! صبح صادق کے بعد قضا نماز پڑھ سکتے ہیں، سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں، جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور یہی حکم ہے فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک۔

سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے، تین، پانچ یا سات مرتبہ تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھالے۔اس میں التحیات نہیں ہے۔ دائیں بائیں سلام پھیرنا نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَغَفَرْنَا لَهٗ پس ہم نے بخش دیا ان کو ذٰلِكَ یہ قصور۔حسن انتظام پر ناز کرنے والا وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی اور بے شک داؤد علیہ السلام کا ہمارے ہاں بڑا مقام ہے وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور اچھا ٹھکانا ہے یٰدَاوٗدُ اے داؤد علیہ السلام اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ بے شک ہم نے بنایا ہے آپ کو زمین میں خلیفہ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ پس فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ۔حق والا فیصلہ کریں وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى اور خواہش کی پیروی نہ کریں فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس یہ تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے گی۔کبھی بھی اپنی ذات پر اعتماد نہ کریں بلکہ کہو کہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے ہوتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بے شک وہ لوگ جو بہک جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ان کے لیے سخت عذاب ہے۔کیوں؟ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ اس لیے کہ بھلا دیا انہوں نے حساب کے دن کو۔اس کی تیاری نہیں کی اس لیے سزا ہوگی۔

****

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿ؕ۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿ۙ۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّىْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّىْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿ٙ۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَىَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿ۙ۳۶﴾

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے بَاطِلًا بے کار ذٰلِكَ یہ ظَنُّ الَّذِيْنَ خیال ہے ان لوگوں کا كَفَرُوْا جو کافر ہیں فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں مِنَ النَّارِ آگ میں اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ کیا ہم کر دیں گے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے انہوں نے اچھے كَالْمُفْسِدِيْنَ

فِی الْاَرْضِ ان لوگوں کی طرح جو فساد مچاتے ہیں زمین میں اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ یا ہم کردیں گے پرہیزگاروں کو فاسقوں کی طرح کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا اِلَیْکَ آپ کی طرف مُبٰرَکٌ برکت والی ہے لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ تاکہ غور وفکر کریں اس کی آیات میں وَلِیَتَذَکَّرَ اور تاکہ نصیحت حاصل کریں اُولُوا الْاَلْبَابِ عقل مند لوگ وَوَھَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ اور عطا کیا ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ تھا اِنَّہٗٓ اَوَّابٌ بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا اِذْ عُرِضَ عَلَیْہِ جس وقت پیش کیے گئے اس پر بِالْعَشِیِّ پچھلے پہر الصّٰفِنٰتُ اصیل گھوڑے الْجِیَادُ تیز رفتار فَقَالَ پس انہوں نے فرمایا اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ بے شک میں نے محبت کی حُبَّ الْخَیْرِ مال کی محبت عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ اپنے رب کی یاد کے لیے حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ یہاں تک کہ وہ غائب ہوگئے پردے کے پیچھے رُدُّوْھَا عَلَیَّ لوٹاؤ ان کو مجھ پر فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ پس لگ گئے وہ جھاڑنے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں کو وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمائش میں ڈالا سلیمان علیہ السلام کو وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ اور ہم نے ڈال دیا ان کی کرسی پر جَسَدًا ایک دھڑ ثُمَّ اَنَابَ پھر اس نے رجوع کیا قَالَ کہا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ اے میرے رب مجھے بخش دے وَھَبْ لِیْ مُلْکًا اور عطا کر مجھے

ایسا ملک لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ جو نہ لائق ہو کسی کے لیے مِّنۢ بَعۡدِیۡ میرے بعد اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ بے شک آپ ہی دینے والے ہیں فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّیۡحَ پس تابع کیا ہم نے اس کے ہوا کو تَجۡرِیۡ بِاَمۡرِهٖ وہ چلتی تھی اس کے حکم کے ساتھ رُخَآءً نرم نرم حَیۡثُ اَصَابَ جہاں وہ جانا چاہتے تھے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہک گئے ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ انہوں نے حساب کے دن کو فراموش کر دیا چاہے زبان سے کیا یا عمل سے کیا کہ جو آخرت کی تیاری نہیں کرتا آخرت کی فکر نہیں کرتا اسے آخرت کی پروا نہیں ہے تو اس نے عملاً آخرت کو فراموش کر دیا ہے۔ اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کا انجام ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو وَمَا بَیۡنَهُمَا بَاطِلًا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے بے کار۔ مثال کے طور پر دیکھو! یہ مسجد تمہارے سامنے ہے اس کی دیواریں ہیں، چھت ہے، فرش ہے۔ کیا اس کے بنانے والے نے بے مقصد بنائی ہے؟ نہیں بلکہ اس لیے بنائی ہے کہ لوگ اس میں نماز پڑھیں، قرآن پڑھیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، دینی مجالس ہوں۔ تو اس چھوٹی سی بنا کا کوئی مقصد ہے تو اتنا بڑا آسمان اور زمین کیا اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا کیے ہیں اس کا کوئی مقصد نہیں ہے؟

دیکھو! مدرسہ، کالج، یونیورسٹی یا کوئی ادارہ بنتا ہے اس کا ایک نصاب ہوتا ہے پھر اس کا امتحان ہوتا ہے۔ یہ جو اس کے امتحان کا دن ہوتا ہے اس کا نام یوم حساب ہے۔ اسی

طرح اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان بنایا، اس میں مخلوق بسائی، ان کے لیے نصاب مقرر کیا، اس کے امتحان کے دن کو یوم حساب کہتے ہیں۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعُ الْاٰخِرَۃِ ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔'' جو یہاں بوؤ گے وہاں کاٹو گے۔ جو یہاں پڑھو گے عمل کرو گے قیامت کے بعد اس کا امتحان ہے۔

اس کو بے کار کون سمجھتے ہیں؟ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ خیال ہے ان لوگوں کا جو کافر ہیں فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں آگ میں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کیا ہم کردیں گے ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ان لوگوں کی طرح جو زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ کیا نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں نکلے گا؟ ایک طرف شریف ہیں دوسری طرف غنڈے، بدمعاش اور فسادی ہیں ان کا کوئی فرق نہیں نکلے گا اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ کیا ہم کردیں گے پرہیزگاروں کو فاسق فاجروں کی طرح۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ دیکھو! دنیا میں کتنے نیک ہیں کہ ان کو دنیا میں نیکی کا بدلہ پورا نہیں ملا اور ملا ہے تو بہت تھوڑا۔

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی نیک ہستی دنیا میں نہیں ہے۔ لیکن احادیث میں آتا ہے کہ دو دن مسلسل آپ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسلسل تین تین مہینے ہمارے چولھے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ کچھ پکانے کے لیے نہیں ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے گھر میں چراغ نہیں ہوتا تھا۔ مکان اتنا تھا کہ اس میں تین قبریں ہیں۔ ایک قبر مبارک آپ ﷺ کی، ایک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اور ایک قبر

کی جگہ اور ہے بس ۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے ۔تو آپ علیہ السلام کو اپنی نیکیوں کا صلہ تو نہ ملا ۔تو کیا ایسا دن نہیں ہونا چاہیے کہ جہاں وفاداروں اور غداروں کا فرق سامنے آئے ۔ دنیا کی کوئی حکومت ایسی نہیں ہے جو وفا داروں اور غداروں کو ایک نگاہ سے دیکھے ۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی وفاداری کا معیار کیا ہے؟ کوئی لوٹا بنتا ہے یا نہیں ۔ قیامت نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ مومن اور کافر ایک جیسے رہیں، مصلح اور فسادی کا فرق نہ ہو، متقی غیر متقی برابر ہوں ۔تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین تو نہ ہوا، معاذ اللہ تعالیٰ ۔ لہٰذا قیامت کا قائم ہونا عقلی طور پر بھی ضروری ہے کہ نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے اور جس دن بدلہ دیا جائے گا اس کا نام یوم الحساب ہے ۔ یہ یوم الحساب کی تھوڑی سی تشریح ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ یہ کتاب ہے جس کو نازل کیا ہم نے آپ کی طرف اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! مُبٰرَکٌ برکت والی ہے ۔اس کو باوضو ہاتھ لگانا بھی ثواب ہے، اس کو پڑھنا بھی ثواب ہے، اس کو سمجھنا بھی ثواب ہے، اس کو دیکھنا بھی ثواب ہے اور اتاری اس لیے ہے کہ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ تاکہ قرآن پاک کی آیات پر غور کریں اور سمجھیں ۔اس کی ایک ایک آیت سمجھنے کا ثواب ہزار آیت بغیر ترجمے کے پڑھنے سے زیادہ ہے ۔ کیونکہ یہ قرآن پاک اتارنے کی غرض ہے ۔رات کے چند منٹ قرآن سمجھنے کے لیے صرف کرنا، حدیث سمجھنے کے لیے صرف کرنا، فقہ اسلامی سمجھنے کے لیے خرچ کرنا ساری رات کی عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ہے ۔حدیث پاک میں آتا ہے فَقِیْہٌ وَاحِدٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ عَابِدٍ ''ایک عالم ہزار عبادت گزار سے بہتر ہے ۔'' کیونکہ ان کی عبادت اپنی ذات کے لیے ہے اور جو عالم ہے وہ دوسروں کی اصلاح بھی کرے گا ۔

تو فرمایا کہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ اس میں غور و فکر کریں۔ اور یاد رکھنا! یہ قرآن صرف مولویوں کے لیے، قاریوں کے لیے، حافظوں کے لیے نازل نہیں ہوا ہر مسلمان مرد، عورت، بوڑھے، جوان، بچوں، سب کے لیے نازل ہوا ہے تاکہ اس کی آیات پر غور کریں اس کو سمجھیں۔ اور آج حالت یہ ہے کہ لوگ کالج سکولوں میں پڑھنے کے لیے کافی تعداد میں جاتے ہیں ٹیوشنیں بھی دیتے ہیں اور قرآن کریم مفت پڑھنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے پڑھنے والے بہت کم ہیں۔ فرمایا وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ اور تاکہ نصیحت حاصل کریں عقل مند۔ اور نصیحت سمجھنے سے حاصل ہوگی محض چوم چاٹ کر غلاف میں رکھنے سے تو نہیں آئے گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو صبر کی تلقین فرمائی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر آزمائش آئی تو انہوں نے صبر اور برداشت سے کام لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پریشانیوں میں صبر سے کام لیں کامیابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چومے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ اور عطا کیا ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام جیسا جلیل القدر فرزند نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ تھا اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ وہ رجوع کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف۔ باپ بیٹا دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبوت کے ساتھ ساتھ خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے کل انیس بیٹے تھے جن میں سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں، پرندوں اور ہوا کو بھی ان کے

تابع کر دیا تھا۔اور قوت فیصلہ ایسی عطا فرمائی تھی کہ باپ کی موجودگی میں اور کم سنی کی عمر میں بڑے بڑے فیصلے کر جاتے تھے۔حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے۔اگلی آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک آزمائش کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ جب پیش کیے گئے آپ پر پچھلے پہر نہایت ہی عمدہ اصیل گھوڑے تیز رفتار۔ صفن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو عام طور پر اپنے تین پاؤں پر وزن ڈالتا ہے اور چوتھے پاؤں کا صرف اگلا پنجہ زمین پر رکھتا ہے۔نسلی طور پر یہ گھوڑے کے عمدہ ہونے کی علامت ہوتی ہے۔سلیمان علیہ السلام کے اصطبل میں اس قسم کے ہزاروں گھوڑے تھے جو جہاد میں استعمال ہوتے تھے۔سلیمان علیہ السلام کو ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ان کی دیکھ بھال خود کرتے تھے۔یہ گھوڑے آپ کی خدمت میں پچھلے پہر پیش کیے گئے آپ ان کے معاینے میں مصروف تھے کہ کسی گھوڑے میں کوئی نقص تو نہیں آ گیا۔گھوڑوں کے معاینے میں اس قدر محو ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز کا وقت جاتا رہا۔اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے فَقَالَ پس فرمایا اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ بے شک میں نے محبت کی مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے پردے کے پیچھے کہ گھوڑے جہاد میں کام آتے ہیں۔ان کی دیکھ بھال اور تربیت بھی جہاد ہی کا حصہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ ان کو ذکر الٰہی فوت ہو جانے پر پریشانی نہیں ہوئی کہ جہاد کی تیاری میں ذکر الٰہی کا فوت ہو جانا کوئی خاص حرج والی بات نہیں ہے۔

چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے خادموں کو حکم دیا رُدُّوْهَا عَلَیَّ لوٹاؤ ان کو مجھ پر۔ان گھوڑوں کو واپس میرے پاس لاؤ۔پس جب ان کو واپس لایا گیا فَطَفِقَ مَسْحًا

بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ پس وہ لگ گئے جھاڑنے ان کی پنڈلیوں کو اور گردنوں کو۔ چونکہ سلیمان علیہ السلام کو جہاد میں کام آنے والے عمدہ قسم کے گھوڑوں سے محبت تھی اس لیے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ جب گھوڑوں کی دیکھ بھال میں سلیمان علیہ السلام کی عبادت کا فریضہ رہ گیا تو آپ کو سخت رنج ہوا اور کہنے لگے کہ میں نے مال کی محبت کو ذکر الٰہی پر ترجیح دی ہے۔ اپنے آپ کو ملامت کہ کہ ان سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ تو ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو تلوار سے کاٹنا شروع کر دیا کہ مسح کا معنیٰ قطع کرنا بھی آتا ہے کہ ان میں مشغول ہونے کی وجہ سے فرض عبادت رہ گئی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش :

آگے سلیمان علیہ السلام کی دوسری آزمائش کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمائش میں ڈالا سلیمان علیہ السلام کو وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا اور ہم نے ڈال دیا ان کی کرسی پر ایک دھڑ ثُمَّ اَنَابَ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے فوجیوں نے کچھ سستی کی تو وہ سخت دل برداشتہ ہوئے قسم اٹھائی کہ میں رات اپنی سو بیویوں کے پاس جاؤں گا وہ حاملہ ہوں گی ان سے بچے پیدا ہوں گے میرے گھر کی فوج بن جائے گی۔ مگر قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ایک ادھورا سا بچہ پیدا ہوا جسے لا کر آپ کے تخت پر ڈال دیا گیا تا کہ آپ جان لیں کہ آپ کی قسم کا یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی لغزش کا احساس ہوا اور پروردگار کی طرف رجوع کیا اور معافی مانگی۔ اور صحیح حدیث

میں یہ بھی آتا ہے کہ اگر سلیمان علیہ السلام قسم اٹھاتے وقت ان شاء اللہ کہہ دیتے تو سو کی سو بیویوں کے ہاں بچے پیدا ہوتے۔ قَالَ سلیمان علیہ السلام نے کہا رَبِّ اغْفِرْ لِيْ اے میرے رب مجھے معاف کردے وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اور عطا کر مجھے ایسا ملک جو نہ لائق ہو کسی کے لیے میرے بعد اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ بے شک آپ ہی دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور بے مثال سلطنت عطا فرمائی انسانوں پر، جنوں پر اور پرندوں پر حکومت عطا فرمائی اور اتنی عظیم الشان اور بے مثال حکومت ہونے کے باوجود سلیمان علیہ السلام نے بیت المال سے کبھی ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ اپنے اہل وعیال کے اخراجات ٹوکریاں بنا کر پورے کرتے تھے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بعض انعامات کا ذکر فرمایا ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ پس تابع کر دیا ہم نے ان کے لیے ہوا کو تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً وہ چلتی تھی اس کے حکم کے ساتھ نرم نرم۔ اور اس ہوا کے ذریعے حَيْثُ اَصَابَ جہاں بھی جانا چاہتے تھے بہ حفاظت سرعت کے ساتھ بآسانی پہنچ جاتے تھے۔ سورہ سبا آیت نمبر ۱۲ میں ہے غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ”آپ صبح کے وقت ایک ماہ کا سفر طے کر لیتے تھے اور شام کے وقت بھی ایک ماہ کا سفر طے کر لیتے تھے۔“

❄❄❄❄

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ

غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ

اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ

وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ

وَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ ۚ

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ ؕ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ ؕ

وَالشَّيٰطِيْنَ اورتابع کیا شیاطین کو كُلَّ بَنَّآءٍ ان میں سے ہر ایک عمارت بنانے والا وَّغَوَّاصٍ اور غوطہ لگانے والا وَّاٰخَرِيْنَ اور بہت سارے دوسرے مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ جو جکڑے ہوئے تھے بیڑیوں میں هٰذَا عَطَآؤُنَا یہ ہماری عطا ہے فَامْنُنْ پس تم احسان کرو اَوْ اَمْسِكْ یا روک دو بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے وَاِنَّ لَهٗ اور بے شک اس کے لیے عِنْدَنَا ہمارے ہاں لَزُلْفٰى البتہ مرتبہ ہے وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور

اچھا ٹھکانہ ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اور تذکرہ کریں آپ ہمارے بندے ایوب کا (علیہ السلام) اِذْنَادٰى رَبَّهٗٓ جب پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ بے شک مجھے پہنچائی شیطان نے تکلیف وَّعَذَابٍ اور ایذا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ مارو اپنے پاؤں کو زمین پر هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ یہ ایک چشمہ ہے نہانے کے لیے بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ٹھنڈا اور پینے کے لیے وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ اور عطا کیے ہم نے ان کو ان کے گھر والے وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ اور ان کے برابر ان کے ساتھ رَحْمَةً مِّنَّا اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ اور نصیحت ہے عقل مندوں کے لیے وَخُذْ بِيَدِكَ اور پکڑلو اپنے ہاتھ سے ضِغْثًا تنکوں کا گٹھا فَاضْرِبْ بِّهٖ پس مارو اس کے ساتھ وَلَا تَحْنَثْ اور حانث نہ ہو اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا بے شک پایا ہم نے اس کو صبر کرنے والا نِعْمَ الْعَبْدُ اچھا بندہ تھا اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اور تذکرہ کریں آپ ہمارے بندوں کا اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ بے شک ہم نے ان کو ممتاز کیا ایک چنی ہوئی بات کے ساتھ ذِكْرَى الدَّارِ جو اس گھر کی یاد ہے وَاِنَّهُمْ اور بے شک وہ عِنْدَنَا ہمارے ہاں لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ

چنے ہوئے لوگوں میں سے ہیں وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ اور یاد کریں اسماعیل علیہ السلام کو وَالْيَسَعَ اور یسع علیہ السلام کو وَذَا الْكِفْلِ اور ذوالکفل علیہ السلام کو وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ یہ سارے خوبی والے تھے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے بھی سلیمان علیہ السلام پر احسان کا ذکر تھا۔ آج کی پہلی آیات میں بھی سلیمان علیہ السلام پر ایک احسان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالشَّيٰطِينَ اور ہم نے شیطانوں کو بھی آپ کے تابع کیا كُلَّ بَنَّآءٍ جن میں سے ہر ایک عمارتیں بنانے والا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ذریعے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ جنات بڑے بڑے بھاری پتھر دور دراز سے اٹھا کر لاتے ان کو تراشتے اور اوپر کی منزل تک پہنچاتے اور ان سے دھاتوں کی ڈھلائی کا کام بھی لیتے تھے جس سے عمارتوں کے جملہ لوازمات تیار ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ فرمایا وَغَوَّاصٍ ان میں غوطہ خور شیاطین بھی تھے جو سمندر کی گہرائیوں سے قیمتی موتی اور ضرورت کی دوسری چیزیں نکال لاتے تھے وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ اور بہت سارے دوسرے جنات وہ تھے جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام شرارتی جنوں کو سزا کے طور پر قید بھی کر دیتے تھے۔ بہر حال جنات بھی سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہوتے تھے اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هٰذَا عَطَآؤُنَا یہ سب کچھ ہماری طرف سے تمہیں عطا ہوا ہے اب آپ کے اختیار میں ہے فَامْنُنْ پس تم احسان کرو جس پر چاہو تقسیم کر کے أَوْ أَمْسِكْ یا روک لو جس سے چاہو، کچھ نہ دیں۔ آپ جس طرح کریں آپ کو اختیار ہے بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے یعنی اس تقسیم پر آپ سے

قیامت والے دن کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى اور بے شک ان کا ہمارے ہاں بہت بڑا مرتبہ ہے۔ ہمارے انعامات دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی ان کا بہت بڑا حصہ ہے وَحُسۡنَ مَاٰبٍ اور بہت اچھا ٹھکانا ہے آخرت میں۔

تذکرہ حضرت ایوب علیہ السلام :

حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَاۤ اَيُّوۡبَ اور آپ یاد کریں ہمارے بندے ایوب کو (علیہ السلام) حضرت ایوب علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے : ایوب بن عوص بن عیس بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔ گویا کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑپوتے ہیں اور آپ کی والدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم پیغمبر تھے اور دنیاوی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی تھی۔ کھیتی باڑی کے لیے ایک ہزار بیل تھے، سات ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں تھیں، تین ہزار سے زیادہ اونٹ تھے، ایک ہزار سے زیادہ بار برداری کے لیے گدھے خچر وغیرہ تھے، پانچ سو سے زیادہ خدام تھے، ہر وقت لنگر جاری رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے اور سات بیٹیاں ان کو عطا فرمائی تھیں۔ تفسیروں میں بہت ساری باتیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ ایوب کے ذہن میں خیال آیا کہ اس علاقہ میں مجھ سے بڑا مال دار کوئی نہیں ہے یعنی اپنے مال پر تھوڑا سا ناز کیا۔ یہ رب تعالیٰ کو پسند نہ آیا رب تعالیٰ نے امتحان میں مبتلا کر دیا۔

اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ راستے میں ایک مظلوم نے اپنی مظلومیت بیان کی اور مدد چاہی ان کو جلدی تھی چلے گئے اور اس کی مدد نہ کی اور تیسری وجہ یہ لکھی ہے کہ ایک دن

ایوب علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ کو فرمایا کہ بکری ذبح کر کے بھونو خود بھی کھاؤ مجھے بھی کھلاؤ۔ پہلے پڑوسیوں کو دینے کی عادت تھی اس دن بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا۔ کوئی بھی وجہ ہو یہ بات حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انانیت پسند نہیں ہے۔ فخر وناز پسند نہیں ہے تواضع اور عاجزی پسند ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک لڑکے نے سب بہن بھائیوں کی دعوت کی والدین سمیت۔ والدہ رحمت بی بی اور والد ایوب علیہ السلام نے کہا سارے مکان کو بند کر کے جانا مشکل ہے بہت بڑا مکان تھا کوئی کتا بلا اندر نہ آ جائے تم سارے جا کر کھا کر فارغ ہو کر آ جاؤ پھر ہم جا کر کھالیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رب تعالیٰ کی قدرت کہ کھانا کھا رہے تھے کہ مکان گرا سب نیچے آ کر مر گئے۔ بیٹے بیٹیاں، داماد، بہو، چھوٹا، بڑا کوئی بھی نہ بچا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا۔ دیکھو آج گھر میں ایک فرد فوت ہو جائے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ صدمے کا کوئی حساب نہیں تھا۔ ملازموں سے فرمایا کہ یہ مال ڈنگر تمہارا ہے اب میں نے اس کا کیا کرنا ہے۔ ملازموں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی ناجائز فائدہ اٹھایا۔ کچھ ملازم لے گئے کچھ دوسرے لوگ لے گئے۔ حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا کہ بی بی دوسروں کے گھروں میں جا کر کام کرتی تھی اور روٹی وغیرہ لے آتی تھی۔ جہاں ہر وقت دیگیں پکتی ہوں وہاں یہ حال ہو جائے کہ کسی کے گھر جھاڑو پھیر کر روٹی لاتے۔ بہت بڑا امتحان ہے۔ یہ حالت کتنا عرصہ رہی؟ تین سال، سات سال، تیرہ سال اور اٹھارہ سال بھی لکھے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پائے کے محدث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے تیرہ سال والی روایت قوی ہے۔ آج تو بندہ ایک دن کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ سات سال بھی کیا کم ہیں۔ بعض تفسیروں میں کہاوتیں لکھی ہیں جو صحیح

نہیں ہیں کہ ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے یہ تھا وہ تھا یہ نری خرافات ہیں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو ایسی بیماری سے محفوظ رکھتا ہے جو لوگوں کی نفرت کا سبب ہو۔ کوئی پیغمبر گنجا نہیں تھا، کوئی کوڑھ والا نہیں تھا البتہ جسم کے اندر درد، پیٹ درد، بخار، صدمہ وغیرہ یہ نبوت کے خلاف نہیں ہیں۔ بہرحال بی بی بڑی باوفا تھی محنت مشقت کر کے خود بھی کھاتی ان کو بھی کھلاتی۔ اس نے ساتھ نہیں چھوڑا۔ ایک گھر آ رہی تھی کہ ایک جگہ مجمع لگا ہوا تھا اس میں ایک حکیم کھڑا لوگوں کو گولیاں، پڑیاں دے رہا تھا۔ یہ بھی جا کر کھڑی ہوگئی اور کہا کہ میرا خاوند بیمار ہے اور میرے پاس پیسا دھیلا بھی کوئی نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رحمت بی بی بنت فراثیم۔ خاوند کا نام کیا ہے۔ ایوب بن عیش علیہ السلام۔ کہنے لگا بی بی! میں نے کوئی پیسا نہیں لینا یہ دوائی مفت لے کر جاؤ مگر اتنی بات کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دی ہے۔ وہ بناوٹی حکیم ابلیس لعین تھا۔ بی بی پڑیاں لے کر گھر گئی اور کہا کہ حکیم نے دوائی مفت دی ہے اور کہا ہے کہ بس اتنا کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دی ہے۔ یہ شرکیہ جملہ تھا اگرچہ اس کی تاویل ہوسکتی تھی کہ حکیم شفا کا سبب بنا ہے شفا تو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

؎ دوا اس سے شفا اس سے نہ دوسرا شافی پایا
حکیموں کے بھی نسخوں پر ہوالشافی لکھا پایا

بہرحال حضرت ایوب علیہ السلام کو اس جملے پر غصہ آیا کہ یہ کہہ دینا کہ حکیم نے شفا دی ہے۔ فرمایا میں تجھے سو لاٹھیاں ماروں گا ابلیس کو اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ وہ میرے ایمان پر ڈاکا ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اور ذکر کریں ہمارے بندے

ایوب علیہ السلام کا اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ بے شک مجھے پہنچائی ہے شیطان نے تکلیف اور ایذا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور ایوب علیہ السلام کو حکم دیا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ اپنے پاؤں کو زمین پر مارو هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ یہ ایک چشمہ ہے نہانے کے لیے ٹھنڈا اور پینے کے لیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام جوانوں کی طرح ہو گئے۔ رحمت بی بی رحمہا اللہ تعالیٰ لوگوں کے گھروں میں کام کر کے واپس آئی تو پہچان نہ سکی۔ کہنے لگی یہاں میرے بیمار اور کمزور خاوند تھے؟ فرمایا میں ہی ہوں ایوب پیغمبر۔ اللہ تعالیٰ نے تن درستی دی ہے۔ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ اور عطا کیے ہم نے ان کو ان کے گھر والے اور ان کے برابر ان کے ساتھ۔

ایک روایت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسی اولاد کو زندہ کیا اور اتنے بچے اور دیئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت دی پہلے سات بیٹے تھے اب چودہ عطا فرمائے۔ تین بیٹیاں تھیں اب چھ دے دیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام غسل کر رہے تھے تو اوپر سے سونے کی ٹکڑیاں گر رہی تھیں۔ ڈھیر لگ گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے جلدی جلدی کپڑے سے لپیٹنا شروع کیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی اَلَمْ اَكُنْ اُغْنِيْكَ "اے ایوب میں نے تجھے غنی نہیں کیا مال کے ساتھ۔" کہنے لگے اے پروردگار! جب آپ دینے والے ہیں تو پھر میں کیوں نہ لوں۔ یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔ فرمایا رَحْمَةً مِّنَّا اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے یہ سب کچھ کیا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ اور نصیحت ہے عقل مندوں کے لیے۔ اب تن درستی کے بعد قسم بھی پوری کرنا تھی اور یہ فکر بھی تھی کہ باوفا بیوی ہے جس نے

اتنی بیماری میں میرا ساتھ دیا ہے، میری خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں سوتنکوں کا ایک جھاڑو لے کر ایک ہی بار ماردیں آپ کی قسم پوری ہو جائے گی۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کا حیلہ بتلا دیا۔

ارشاد ربانی ہے وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا اور پکڑلو اپنے ہاتھ سے تنکوں کا گٹھا فَاضْرِبْ بِّهٖ پس مارو اس کے ساتھ ایک ہی دفعہ وَلَا تَحْنَثْ اور قسم میں جھوٹے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا بے شک پایا ہم نے ایوب علیہ السلام کو صبر کرنے والا۔ انہوں نے طویل عرصہ تک تکلیف اٹھائی مگر حرف شکایت زبان پر نہ آیا نِعْمَ الْعَبْدُ وہ بہت ہی اچھا بندہ تھا اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ ایوب کے ذکر کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اور آپ ذکر کریں ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا۔ اسحاق علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور یعقوب علیہ السلام پوتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ وہ ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے کہ جائز کام کرتے تھے اور منع کی ہوئی چیزوں سے بچتے تھے اور جو اس طرح کریں وہی اصل میں ہاتھوں اور آنکھوں والے ہیں۔ اور جو لوگ ان اعضاء کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرتے وہ گویا کہ ان اعضاء سے محروم ہیں۔ فرمایا اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ بے شک ہم نے ان کو ممتاز کیا ایک چنی ہوئی بات کے ساتھ اور آخرت کے گھر کی یاد۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا دل ایک لحہ بھی آخرت کے گھر کی یاد سے خالی نہیں ہوتا اور انہیں ہمیشہ اسی گھر کی فکر رہتی ہے۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہر گناہ سے محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی عصمت کی دوسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے وَ اِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک منتخب اور اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ ان کو نبوت اور رسالت کے لیے خود منتخب فرمایا کوئی ڈگری پاس کر کے نبی اور رسول نہیں بن گئے کیونکہ نبوت کوئی کسبی چیز نہیں ہے۔

مزید پیغمبروں کا ذکر فرمایا وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَاالْكِفْلِ اور آپ ذکر کریں اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل علیہ السلام کا وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ یہ سارے خوبی والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نبوت عطا فرمائی اور رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعات تو مشہور ہیں الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین بنے تھے ان پر بڑی مصیبتیں آئیں جن کو انہوں نے بڑے صبر کے ساتھ برداشت کیا۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کو ذوالکفل کہنے کی وجہ :

اور ذوالکفل نے کسی شخص کی ضمانت دی تھی جس کی بنا پر ان کو چودہ سال یا اس سے زیادہ عرصہ جیل میں گزارنا پڑا اس وجہ سے یہ ان کا لقب پڑ گیا۔ نام کچھ اور تھا۔ بعض مفسرین ذوالکفل کی وجہ تسمیہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے دور کے ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کر دیتے تھے مگر انہوں نے ایک سو انبیاء کرام کو پناہ دی اور ان کی کفالت کی اس لیے آپ کا لقب ذوالکفل پڑ گیا۔

****

هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِـِٕينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّآخَرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ ع ۱۳

هٰذَا ذِكْرٌ یہ نصیحت ہے وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ اور بے شک پرہیز گاروں کے لیے لَحُسْنَ مَاٰبٍ البتہ اچھا ٹھکانا ہے جَنّٰتِ عَدْنٍ باغات ہیں رہنے کے مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ان کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے اس میں يَدْعُوْنَ فِيْهَا طلب کریں گے اس میں بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ پھل بہت سے وَّشَرَابٍ اور پینے کی چیزیں وَعِنْدَهُمْ اور ان کے پاس ہوں گی قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

نیچی نگاہ رکھنے والیاں اَتۡرَابٌ ہم عمر هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا لِیَوۡمِ الۡحِسَابِ حساب کے دن اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا بے شک یہ البتہ ہمارا رزق ہے مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ نہیں ہے اس کے لیے ختم ہونا هٰذَا یہ ایسا ہی ہوگا وَ اِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ اور بے شک سرکشوں کے لیے لَشَرَّ مَاٰبٍ البتہ برا ٹھکانا ہے جَهَنَّمَ وہ دوزخ ہے يَصۡلَوۡنَهَا داخل ہوں گے وہ اس میں فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ پس بہت ہی بُری جگہ ہے هٰذَا اس کو فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ پس وہ اس کو چکھیں گے حَمِيۡمٌ وہ گرم پانی ہوگا وَّ غَسَّاقٌ اور پیپ وَّ اٰخَرُ اور مزید بھی مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اس کے ساتھ ملتا جلتا اَزۡوَاجٌ مختلف قسم کا هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ مَّعَكُمۡ یہ ایک فوج ہے داخل ہو رہی ہے تمہارے ساتھ لَا مَرۡحَبًۢا بِهِمۡ نہ خوش آمدید ہوگی ان کے لیے اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ بے شک وہ داخل ہونے والے ہیں دوزخ کی آگ میں قَالُوۡا وہ کہیں گے بَلۡ اَنۡتُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا بِكُمۡ بلکہ تمھارے لیے خوش آمدید نہ ہو اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ لَنَا تم نے اس کفر کو پیش کیا تھا ہمارے سامنے فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ پس بُرا ٹھکانا ہے قَالُوۡا وہ کہیں گے رَبَّنَا اے رب ہمارے مَنۡ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا جس نے پیش کیا ہے ہمارے لیے یہ فَزِدۡهُ پس آپ اس کے لیے زیادہ کریں عَذَابًا ضِعۡفًا دگنا عذاب فِى النَّارِ آگ میں وَقَالُوۡا اور وہ کہیں گے مَا لَنَا ہمیں کیا ہوگیا ہے لَا نَرٰى

رِجَالًا ہم نہیں دیکھتے ان لوگوں کو كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ جن کو ہم شمار کرتے تھے شریر اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا کیا بنایا ہم نے ان کو ٹھٹھا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ یا آنکھیں ان سے چوک رہی ہیں اِنَّ ذٰلِكَ بے شک یہ لَحَقٌّ البتہ حق ہے تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ آپس میں جھگڑا کرنا دوزخیوں کا۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں کا نام لے کر فرمایا كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ''یہ سب کے سب نیک تھے۔'' ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے بڑھ کر کوئی نیک نہیں ہوسکتا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا هٰذَا ذِكْرٌ یہ نصیحت ہے پیغمبروں کا ذکر کرنا وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ اور بے شک پرہیزگاروں کے لیے البتہ اچھا ٹھکانا ہے۔ جنت میں پیغمبروں کا مقام تو بہت بلند ہوگا اور دوسرے متقین اپنے اپنے درجے کے اعتبار سے جنت میں ہوں گے۔ وہ اچھا ٹھکانا کیا ہے؟ فرمایا جَنّٰتِ عَدْنٍ وہ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ان کے دروازے کھلے ہوں گے ہر موسم میں کہ ہمہ وقت پھل دار ہوں گے۔ دنیا کے باغوں کے پتے موسم خزاں میں جھڑ جاتے ہیں ان کے پتے نہیں جھڑیں گے ان کا پھل کبھی ختم نہیں ہوگا لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ] ''نہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔'' جنت کے پھلوں کی یہ خصوصیت ہے کہ جہاں سے کوئی دانہ توڑا جائے گا فوراً اس پر دوسرا لگ جائے گا۔ دنیا کے باغوں میں چوکیدار ہوتے ہیں مالی ہوتے ہیں جو کسی کو کھانے نہیں دیتے بلکہ چڑیوں اور طوطوں کو روکتے ہیں۔ وہاں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی جہاں سے جس کا دل چاہے کھائے پیے۔ معزز مہمانوں کے لیے

دروازے کھلے ہوں گے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جس دروازے سے اللہ تعالیٰ جس کو اجازت دے گا وہ اسی دروازے سے داخل ہوگا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ آٹھوں دروازوں سے بلانے والے ان کو بلائیں گے کہ تم یہاں سے داخل ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض ایسے جنتی ہوں گے کہ ان کو آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! داخل ہونے کے لیے تو ایک دروازہ ہی کافی ہے مگر کوئی ایسا بندہ بھی ہو گا کہ جس کے لیے آٹھوں دروازے بے تاب ہوں گے؟ فرمایا ہاں وَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ "اے ابوبکر میں امید کرتا ہوں کہ آپ انھی میں سے ہوں گے جن کے لیے آٹھوں دروازے کھلے ہوں گے۔" کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر نیکی میں پیش پیش تھے۔

فرمایا مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے اس میں کرسیوں پر۔ سورہ مطففین پارہ ۳۰ میں ہے عَلَى الْاَرَآئِكِ "آرام دہ کرسیوں پر ہوں گے۔" جو گھومنے والی ہوتی ہیں جدھر کا ارادہ کریں گے ادھر پھر جائیں گی۔ پھیرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ ٹیک لگا کر مزے سے بیٹھیں گے يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ طلب کریں گے ان جنتوں میں پھل کثرت کے ساتھ۔ سورۃ الدھر پارہ ۲۹ میں ہے وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ "اور ان کے سامنے پھریں گے بچے جو ہمیشہ رہیں گے اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا جب تو ان کو دیکھے گا تو بکھرے ہوئے موتیوں جیسا خیال کرے گا۔" جس طرح حوریں جنت کی مخلوق ہیں اسی طرح چھوٹے بچے بھی وہاں کی مخلوق ہوگی موتیوں کی طرح خوب صورت۔ وہ پلیٹوں میں پھل ڈال کر سامنے لا کر رکھیں گے جس

پھل کے لیے جس کا جی چاہے کھائے وَّشَرَابٍ اور پینے کی چیزیں ہوں گی، شراب طہور، شہد، دودھ، خالص پانی، کوثر کا پانی، زنجبیل اور کافور کا پانی جو چاہیں گے ملے گا وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اوران کے پاس حوریں ہوں گی نیچی نگاہ رکھنے والیاں، بڑی شرم وحیاوالی بیبیاں اَتْرَابٌ ہم عمر اَتْراب تِرْبٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے ہم عمر۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ حوریں ہم عمر ہوں گی۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ جوڑے آپس میں ہم عمر ہوں گے یعنی جنتی مرد اور حوریں۔ جنت کی حوروں کے ساتھ ساتھ دنیاوالی بیویاں بھی ہوں گی۔

دنیا کی بیویوں کا حسن و جمال حوروں سے زیادہ ہوگا اور ان کو حوروں پر فضیلت حاصل ہوگی۔ حوریں ان کو کہیں گی ہم جنتی مخلوق ہیں کستوری، زعفران، عنبر اور کافور سے پیدا ہوئی ہیں تمھیں ہم پر فضیلت کیسے حاصل ہوگئی؟ یہ جواب دیں گی کہ نمازوں اور روزوں کی برکت سے۔ دنیا میں گرمی اور سردی کی تکلیف برداشت کرنے کی برکت سے، اہل خانہ کی خدمت کی برکت سے اور تم جنت میں خالی بیٹھ کر کھاتی رہی ہو۔ یہ دنیاوی تکا لیف رفع درجات کا ذریعہ ہیں۔ فرمایا هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا حساب کے دن کہ یہ چیزیں تمھیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی ذات اور کون ہے اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا بے شک یہ ہمارا رزق ہے کثرت سے پھل اور پینے کی چیزیں مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ نہیں ہوگا اس رزق کے لیے ختم ہونا هٰذَا یہ ایسا ہی ہوگا جیسے ہم نے کہا ہے وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ اور بے شک سرکشوں کے لیے لَشَرَّ مَاٰبٍ البتہ برا ٹھکانا ہے۔ وہ ٹھکانا کون سا ہے جَهَنَّمَ وہ دوزخ ہے يَصْلَوْنَهَا وہ داخل ہوں گے اس میں فَبِئْسَ الْمِهَادُ پس بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی

فضل وکرم سے تمام مومنین اور مومنات کو دوزخ کے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔
اس دنیا کی آگ میں لوہا تک پگل جاتا ہے اور بعض پتھر جل کر چونا بن جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے اگر وہاں مارنا مقصود ہوتو اس کا ایک جھونکا ہی کافی ہے لیکن وہاں تو لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰ [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ مرے گا نہ جیے گا۔'' آرزو کرے گا یٰلَیْتَھَا کَانَتِ الْقَاضِیَہ ''کاش یہ موت مجھے ختم کر دیتی۔'' خود اپنے لیے بد دعائیں کریں گے فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا [سورۃ الانشقاق] ''پس وہ ضرور پکاریں گے ہلاکت کو۔'' یا اللہ ہمیں ہلاک کر دے یا اللہ ہمیں مار دے۔ ایک ہزار سال تک چیخیں گے پکاریں گے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوگی پھر جہنم کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ [سورۃ زخرف] ''اے مالک چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا پروردگار۔'' تم اپنے رب کے ہاں درخواست کرو کہ وہ ہمیں مار دے۔ عذاب سے تنگ آ کر خود بھی موت مانگیں گے اور مالک علیہ السلام سے بھی کہیں گے کہ تم بھی اپیل کرو کہ رب ہمیں ختم کر دے ھٰذَا یہ ایسے ہی ہوگا جیسے ہم نے کہا ہے فَلْیَذُوْقُوْہُ پس وہ اس کو چکھیں گے۔ جہنم کے عذاب کو حَمِیْمٌ گرم پانی ایسا کہ اس کی شدت سے ہونٹ جل جائیں گے مگر بندہ پینے پر مجبور ہوگا۔

عذابِ جہنم :

ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ہونٹ لٹک کر نیچے ناف تک پہنچ جائے گا اور اوپر والا ہونٹ پیشانی کے ساتھ جا لگے گا وَھُمْ فِیْھَا کٰلِحُوْنَ [مومنون: ١٠٤] ''اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔'' بندہ بندے کو دیکھ کر حیران ہوگا یہ وہ ہے جو دنیا میں کہتا تھا کہ میں حسین ہوں آج دیکھو اس کا کیا حال ہے؟ پھر وہ پانی جب پیٹ میں جائے گا تو

فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ [محمد:۱۵] ''انتڑیوں کوٹکڑے ٹکڑے کر کے پاخانے کے راستے باہر پھینک دے گا۔'' پھر فرشتے ان انتڑیوں کو لے کر منہ کے ذریعے اندر ڈال دیں گے وَّغَسَّاقٌ اور پیپ پئیں گے بدبودار۔ جس پانی سے زخموں کو دھویا جاتا ہے جس سے زخم دھلتے ہیں اور خون کو بھی عربی میں غساق کہتے ہیں۔ جس کو آج بندہ دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ حکم ہوگا اس کو پیو وَّاٰخَرُ مِنۡ شَکۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ اور مزید بھی اس کے ساتھ ملتا جلتا مختلف قسم کا۔ مثلاً: پیشاب پینے پر مجبور کیا جائے گا، پاخانہ کھانے پر مجبور کیا جائے گا، مادہ تولید جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے مردوں اور عورتوں کو کھانے پر مجبور کیا جائے گا۔ دنیا میں تم نے بڑی عیش کی ہے آج یہ چیزیں کھاؤ۔ یہ سب چیزیں حق ہیں کوئی شک وشبے کی بات نہیں ہے هٰذَا فَوۡجٌ یہ ایک فوج ہے۔ وڈیرے پہلے دوزخ میں داخل کیے جائیں گے دنیا میں جو آگے آگے ہوتے تھے۔ مثلاً: بدکردار پیر، غلط استاد، غلط قسم کے استاد اور لیڈر اور وڈیرے۔ یہ دوزخ میں پہلے داخل کیے جائیں گے اور ان کے ساتھ ان کے مریدوں اور شاگردوں کو اور ماننے والوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ جو پہلے دوزخ میں جائیں گے وہ ان کو کہیں گے هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ مَّعَكُمۡ یہ ایک فوج ہے داخل ہو رہی ہے تمہارے ساتھ۔ دیکھو! یہ بدبخت بھی یہاں آرہے ہیں جہاں ہم ہیں لَا مَرۡحَبًۢا بِهِمۡ نہ خوش آمدید ہوگی ان کے لیے۔ ان کو یہ نہیں کہیں گے کہ تمہارا آنا اچھا ہے تمھارے لیے ہمارے دل میں جگہ ہے یہ مکان تمہارے لیے کشادہ ہے۔ بلکہ کہیں گے ہم تو دوزخ میں آئے ہیں یہ بدبخت بھی آ گئے ہیں اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ بے شک وہ داخل ہونے والے ہیں دوزخ کی آگ میں۔ مرید اور شاگرد قَالُوۡا کہیں گے بَلۡ اَنۡتُمۡ لَا مَرۡحَبًۢا بِكُمۡ بلکہ تمہارے لیے خوش آمدید نہ ہو۔ تمہارے لیے خوش حالی نہ ہو کیوں کہ

اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ لَنَا یہ تم نے اس کفر کو پیش کیا تھا ہمارے سامنے۔ یہ کفر، شرک، نافرمانی تم نے ہمارے سامنے پیش کیے تھے او ظالمو! تم نے یہ ہمارا بیڑا غرق کیا فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ پس بُرا ٹھکانا ہے۔ کاش کہ یہ باتیں لوگوں کو دنیا میں سمجھ آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں جگہ جگہ فرماتے ہیں اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ، اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ''کیا پس یہ سمجھتے نہیں ہیں یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔'' وہاں کہیں گے لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ [سورۃ الملک] ''کاش کہ ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔'' یا تو حق والوں کی بات سنتے یا خود تحقیق کرتے تو آج دوزخی نہ ہوتے۔ ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ دی ہے مگر ضد اور ہٹ دھرمی بہت بُری شے ہے۔ جن لوگوں نے کفر شرک اختیار کیا ہے وہ مغالطے کا شکار کم ہیں ضد، دھڑے بازی اور فرقہ بندی کا شکار زیادہ ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ بات ایسی ہے لیکن ماحول اور دھڑے بندی سے مجبور ہیں اس لیے حق کو قبول نہیں کرتے۔

قَالُوۡا کہیں گے جو بعد میں داخل ہوں گے مرید، شاگرد، تابع وغیرہ رَبَّنَا اے ہمارے رب! مَنۡ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا جس نے پیش کیا ہے ہمارے لیے یہ۔ جس نے ہمارے لیے یہ چیزیں کفر و شرک آگے بھیجی ہیں فَزِدۡهُ عَذَابًا ضِعۡفًا فِى النَّارِ آپ اس کے لیے زیادہ کریں دگنا عذاب دوزخ کی آگ کا ان کو دے۔ ہمارا عذاب بھی ان کو دے اور ان کا عذاب بھی ان کو دے کہ یہ ہمارے گرو ہیں ہمارے استاد ہیں، ہمارے پیر ہیں، ہمارے لیڈر اور وڈیرے ہیں وَقَالُوۡا اور دوزخی کہیں گے مَا لَنَا ہمیں کیا ہوگیا ہے لَا نَرٰى رِجَالًا ہم نہیں دیکھتے ان لوگوں کو كُنَّا نَعُدُّهُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ جن کو ہم شمار کرتے تھے شریر۔ اَشۡرَار شَرِیۡر کی جمع ہے۔ ہم ان کو شرارتی سمجھتے تھے۔ اہل

حق کو کافر اور بد کردار لوگ فسادی کہتے ہیں کہ یہ فساد مچاتے ہیں۔ جیسے یہ ہمارے تبلیغی حضرات دیہات میں جاتے ہیں تو بعض مقامات پر ان کو مسجدوں سے نکال دیا جاتا ہے کہ یہ اونٹ کی طرح ہمارے عقیدے کھا جاتے ہیں۔

تو دوزخی کہیں گے کہ وہ فسادی ہمیں نظر نہیں آرہے۔ بھئی! وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں مزے لوٹ رہے ہیں اور تم دوزخ میں جل رہے ہو وہ تمھیں کیسے نظر آئیں۔ وہ تو کہیں گے کہ ہمیں شریر لوگ نظر نہیں آرہے اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا کیا بنایا ہم نے ان کو ٹھٹھا۔ گرامر کے لحاظ سے یہ لفظ اصل میں اَءِ تَّخَذْنٰهُمْ تھا۔ ایک ہمزہ نفس کلمہ کا ہے اور ایک ہمزہ استفہام کا۔ قاعدے کے مطابق ہمزہ وصلی گر گیا ہے کہیں گے ہم دنیا میں ان کے ساتھ مذاق کرتے تھے وہ ہمیں نظر نہیں آرہے اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ یا آنکھیں ان سے چوک رہی ہیں کہ موجود ہیں اور نظر نہیں آرہے۔ وہ تمھیں کیسے نظر آئیں وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تو جنت میں آرام سے رہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے کافروں نے ان کو فسادی کہا اور نحوست کی نسبت پیغمبروں کی طرف کی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی نافرمانی کی وجہ سے دین حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے بارشیں رک جاتی تھیں، فصلوں میں کمی آجاتی تھی، کوئی بیماری ان پر مسلط کر دی جاتی تھی تو کافر کہتے تھے اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ [یٰسین:۱۸] ''بے شک ہم تمہاری وجہ سے شگون لیتے ہیں۔ یہ نحوست ہم پر تمھاری وجہ سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کہا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ''تمھاری شگون تمہارے ساتھ ہے۔'' یہ نحوست تمہاری وجہ سے ہے ہماری وجہ سے نہیں ہے اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ اس وجہ سے کہ تمھیں نصیحت کی گئی ہے۔'' اس کو تم نحوست سمجھتے ہو بلکہ تمہارے کفر کی وجہ سے یہ نحوست آئی

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ ذٰلِکَ لَحَقٌّ بے شک البتہ یہ حق ہے تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ آپس میں جھگڑنا دوزخیوں کا۔ پیر مرید، استاد شاگرد، تابع متبوع، دوزخ میں آپس میں جھگڑیں گے الزام ایک دوسرے پر لگائیں گے۔ یہ جھگڑنا دوزخیوں کا بالکل حق ہے۔

*****

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّ

مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾
مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰى اِلَيَّ
اِلَّا اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا
مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ
سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ
وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ
بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ
مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾

قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ یقینی بات ہے میں ڈرانے والا ہوں وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اور نہیں ہے کوئی معبود اِلَّا اللّٰهُ مگر اللہ تعالیٰ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے الْعَزِيْزُ غالب ہے الْغَفَّارُ بخشنے والا ہے قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ وہ خبر ہے بڑی اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ تم اس سے اعراض کرنے والے ہو مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ نہیں تھا مجھے علم بِالْمَلَاِ

الْاَعْلٰی اس جماعت کا جو اوپر رہتی ہے اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ جس وقت وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے اِنْ یُّوْحٰٓی اِلَیَّ نہیں وحی کی جاتی میری طرف اِلَّآ مگر اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اس لیے کہ میں ڈرانے والا ہوں کھول کر اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ جس وقت فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے اِنِّیْ خَالِقٌۢ بے شک میں بنانے والا ہوں بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ انسان مٹی سے فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ بس جس وقت میں اس کو برابر کردوں وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح فَقَعُوْا لَهٗ پس تم گر جانا اس کے سامنے سٰجِدِیْنَ سجدہ کرتے ہوئے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ پس سجدہ کیا فرشتوں نے كُلُّهُمْ سب نے اَجْمَعُوْنَ اکٹھے اِلَّآ اِبْلِیْسَ مگر ابلیس نے اِسْتَكْبَرَ اس نے تکبر کیا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ اور تھا وہ کفر کرنے والوں میں سے قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰٓاِبْلِیْسُ اے ابلیس مَا مَنَعَكَ کس چیز نے تجھے روکا اَنْ تَسْجُدَ یہ کہ تو سجدہ کرے لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اَسْتَكْبَرْتَ کیا تو نے تکبر کیا اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ یا ہے تو بڑوں میں سے قَالَ اس نے کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ آپ نے پیدا کیا مجھے آگ سے وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اور اس کو آپ نے پیدا کیا مٹی سے۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بڑا درجہ اور شان عطا فرمائی ہے۔ مخالفوں کو عاجز کرنے کے لیے معجزات عطا فرمائے۔ معجزے کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے کم فہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس خدائی اختیارات ہیں حالانکہ وہ معجزہ پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے تائید کے لیے اور فعل اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عطا فرمایا لاٹھی پھینکتے اژدہا بن جاتا، ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے روشن ہو جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے وہ بینا ہو جاتا۔ برص، پھل بہری والے کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اس کے بدن سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سارے داغ ختم ہو جاتے۔ پچاس ہزار آدمیوں کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ بینا کیا۔ دم کرتے وقت یہ شرط لگاتے تھے کہ ایمان لاؤ۔ ہاتھ میں پھیروں گا شفا رب تعالیٰ نے دینی ہے۔ مگر ضدی لوگ مخالفت سے باز نہیں آئے۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کتنے بڑے بڑے انہوں نے معجزے دیکھے لیکن تسلیم نہیں کیا۔ قبر پر کھڑے ہو کر کہنا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰه "اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔" اور مردے کا قبر سے باہر آ جانا کوئی چھوٹا معجزہ ہے؟

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام رحمۃ اللہ علیہ کو مرے ہوئے کئی ہزار سال گزر چکے تھے ان کی قبر اس علاقے میں تھی۔ لوگوں کو ساتھ لے کر ان کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰه وہ زندہ ہو کر باہر آ گئے۔ سب نے دیکھا مصافحہ کیا عیسیٰ علیہ السلام سے باتیں بھی کیں کچھ عرصہ زندہ رہنے کے بعد فوت ہو گئے۔

ایک بوڑھی عورت کا ایک ہی بیٹا تھا خاوند پہلے فوت ہو چکا تھا بیٹا فوت ہوا تو بڑی

پریشان ہوئی۔ اکیلی رہ گئی سہارا کوئی نہیں تھا اس کے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہ وہ قبر سے باہر نکل آیا۔ کافی مدت تک زندہ رہا والدہ کی خدمت کرتا رہا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک گہرا دوست تھا عاذر نامی (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔ اس کی جدائی کا خود عیسیٰ کو صدمہ تھا مگر رب تعالیٰ کے حکم سے پہلے تو کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ جب رب تعالیٰ نے اجازت دی تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا یا عَاذَرُ قُمْ بِاِذْنِ اللہ وہ قبر سے باہر آ گیا۔ ایک چونگی ملازم کی بیٹی فوت ہو گئی جس سے وہ بڑا پریشان تھا۔ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قم باذن اللہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبر سے باہر آ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قضائے حاجت پیش آئی کھلا میدان تھا پردے کی شکل نہیں تھی میدان کے ایک کنارے پر درخت کھڑا تھا۔ اس کو اشارہ کیا آنے کا، وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ دوسرے کنارے پر دوسرا درخت تھا اس کو بھی اشارہ فرمایا آنے کا وہ بھی زمین کو چیرتا ہوا پہلے درخت کے ساتھ آ کر مل گیا۔ ان کی ٹہنیوں کو اشارہ کیا وہ اکٹھی ہو گئیں اور پردے کا انتظام ہو گیا۔ فراغت کے بعد ان کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ پر چلے جاؤ وہ اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔

حدیبیہ کے مقام پر پانی کی قلت ہو گئی۔ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان کے علاوہ اونٹ گھوڑے بھی تھے۔ پھر سارے نمازی تھے وضو کے لیے بھی پانی کی ضرورت تھی۔ ایک پتھر سے تھوڑا تھوڑا پانی رِس رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اتنا پانی جمع ہونے دو کہ اس میں میری انگلیاں ڈوب جائیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ساتھیوں نے تھوڑا سا وقفہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا تو اللہ

تعالیٰ کے فضل وکرم سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔

خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھوک اور ضعف کو محسوس کیا تو اپنے گھر گئے بیوی سہلہ بنت رملہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گھر میں کچھ کھانے کو ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دے دوں۔ بیوی بڑی سمجھ دار تھی ان کے ساتھ جب نکاح ہوا اس وقت بیوہ تھیں۔ کہنے لگیں ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر جو اور ایک ٹیڈی بکری ہے۔ فرمایا میں اس کو ذبح کرتا ہوں تم جو کو چکی میں پیس کر آٹا بنا کر گوندھو اور روٹیاں پکاؤ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر لاتا ہوں۔ جس وقت جانے لگے تو بیوی نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تمہاری طبیعت بڑی شرمیلی ہے بات گول مول نہ کرنا خندق میں بڑی مخلوق ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت آپ اور تین چار ساتھی اور ہو جائیں۔ کہیں سارے ساتھی نہ آ جائیں شرمندگی نہ ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جا کر عرض کیا حضرت! آپ تشریف لے آئیں اور تین چار ساتھی اور ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا حضرت! ایک صاع جو تھے اور ایک ٹیڈی بکری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے آنے تک روٹیاں نہیں پکانی اور ہنڈیا کو چولھے سے نہیں اتارنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرما دیا یا اہل خندق ''اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ آ گئے۔ بی بی دیکھ کر پریشان ہو گئی اور اشارہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کونے میں بیٹھا کر میری بات سنو۔ کہنی لگی کہ میں نے کیا سمجھا کر بھیجا تھا تم یہ سارا لشکر ساتھ لے کر آ گئے ہو کھانا کیسے پورا ہو گا؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے تیرا پورا سبق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا دیا تھا مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کو ساتھ لے آئے ہیں۔ بخاری

شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ پڑھ کر آٹے پر پھونک ماری اور کچھ پڑھ کر ہنڈیا پر پھونکا۔ ایک ہزار آدمی نے سیر ہو کر کھایا۔ گھر کے افراد اور محلے داروں نے بھی کھایا کھانا پھر بچ گیا۔ ایسی عجیب و غریب چیزیں دیکھ کر سطحی قسم کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس خدائی اختیارات آ گئے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی زبانی اعلان کروایا کہ ہم تو صرف ڈرانے والے ہیں خدائی اختیارات ہمارے پاس نہیں ہیں۔

ارشاد ربانی ہے قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں اعلان کر دیں اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ پختہ بات ہے کہ میں ڈرانے والا ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اور نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے۔ الٰہ صرف اللہ تعالیٰ ہے، معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دست گیر، مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ میرے ہاتھ پر جو عجیب و غریب چیزیں تمہیں نظر آتی ہیں معجزے کے طور پر ان کو دیکھ کر مجھے الٰہ نہ سمجھنا میں تو صرف تمہیں رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں کہ اگر تم رب تعالیٰ کے احکام نہیں مانو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا قبر میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے وہ سب پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہے۔ وہ کون ہے؟ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمانوں میں جو مخلوق رہتی ہے اس کی تربیت کرنے والا ہے اور جو مخلوق زمین میں رہتی ہے اس کی تربیت کرنے والا ہے وَمَا بَيْنَهُمَا اور آسمانوں اور زمین کے درمیان فضا میں جو مخلوق رہتی ہے اس کی بھی تربیت کرنے والا ہے۔ صرف وہی ہے الْعَزِيْزُ غالب ہے الْغَفَّارُ بخشنے والا ہے گناہوں کا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور اعلان کرتا ہے هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ اَغْفِرُ لَهٗ "ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں هَلْ مِنْ مُسْتَرْزِقٍ اَرْزُقُهٗ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اس کو رزق دے دوں هَلْ مِنْ کَذَا هَلْ مِنْ کَذَا مختلف چیزوں کے متعلق فرماتے ہیں حَتّٰی یَنْفَجِرَ الْفَجْرُ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ آواز پر آواز دیتے ہیں۔"

قبولیتِ دعا کی شرائط :

لیکن یاد رکھنا دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں لیکن دعا کی قبولیت کے لیے کچھ شرائط ہیں۔

❀...... پہلی شرط ہے کہ ایمان صحیح ہو اور مضبوط ہو۔

❀...... دوسری شرط یہ ہے کہ جس وقت دعا کرے اس وقت تک اس کے ذمہ کوئی عبادت نہ ہو۔ نہ اس سے کوئی نماز قضا ہوئی، نہ روزہ چھوڑا ہو، نہ حج، نہ زکوۃ، نہ قربانی، نہ فطرانہ، کوئی شے اس کے ذمے نہ ہو۔

❀...... تیسری شرط یہ ہے حرام کا لقمہ نہ کھایا ہو۔ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے انسان چالیس دن اور چالیس راتیں دعا کی مقبولیت سے محروم ہو جاتا ہے اور ہم نے تو مشکوک مال اور حرام مال سے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

❀...... چوتھی شرط یہ ہے کہ دعا پوری دل جمی اور توجہ کے ساتھ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ زبان کسی طرف اور توجہ کسی طرف۔ معاف رکھنا! ہم ان شرائط سے خالی ہیں پھر بھی وہ ہماری دعائیں قبول کرتا ہے۔ اس کی شفقت اور مہربانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ آپ فرما دیں وہ خبر ہے بہت بڑی۔ هُوَ ضمیر کا مرجع ہے یوم حساب جو هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ میں ہے کہ حساب کا دن، قیامت کا دن بڑی خبر ہے معمولی چیز نہیں ہے أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ تم اس یوم الحساب سے اعراض کرنے والے ہو کوئی تیاری نہیں کر رہے۔ آج معمولی سے امتحان کے لیے بڑی تیاری کرنی پڑتی ہے اور وہ تو صحیح امتحان ہے ہر آدمی اس کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہہ دیں مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ۔ مَلا کا معنی ہے جماعت اور اعلیٰ کا معنی بالائی۔ یہ فرشتے آسمانوں کے اوپر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ کہہ دیں مجھے علم نہیں ہے بالائی جماعت کا إِذْ يَخْتَصِمُونَ جس وقت انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ یہ جھگڑا کس بات پر تھا؟ احادیث میں آتا ہے کہ فرشتوں نے آپس میں کہا کہ کون سے اچھے کام ہیں جن سے رب راضی ہوتا ہے؟ ایک فرشتے نے کہا یہ ہے کام۔ دوسرے نے کہا یہ کام ہے، تیسرے نے کہا یہ نہیں بلکہ یہ کام ہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ فرشتوں نے جو باتیں کیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ لین الکلام ''گفتگو نرم کرنا'' دوسرا یہ کہ مسلمانوں کا آپس میں کثرت کے ساتھ سلام کرنا۔ تیسری چیز الصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ''رات کو تہجد کے وقت اٹھ کر نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔'' اور اطعام الطعام مسکینوں کو کھانا کھلانا ایسے طریقے پر کہ دوسرے کسی کو خبر نہ ہو کہ کہاں دیگ کھڑک رہی ہے۔ معاف رکھنا! ہم ریاکار لوگ ہیں جب تک ہمارے دروازے کے سامنے دیگ نہ کھڑکے ہم مطمئن ہی نہیں ہوتے چاہے ثواب پہنچے نہ پہنچے۔ یہ کام تھے جن کے متعلق آپس میں بحث کر رہے تھے۔ رائے اور نظریے کا اختلاف تھا۔

تو فرمایا آپ کہہ دیں مجھے کوئی علم نہیں تھا اس جماعت کا جو اوپر تھی جس وقت انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا اِنۡ یُّوۡحٰۤی اِلَیَّ نہیں وحی کی جاتی میری طرف اِلَّاۤ مگر اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ اس لیے کہ میں ڈرانے والا ہوں کھول کر۔ رب تعالیٰ جو مجھے بتلا دیتے ہیں وہ میں آگے بتلا دیتا ہوں مجھے غیب کا تو علم نہیں ہے کہ مجھے علم ہو کہ فرشتے کیا کر رہے ہیں وَلِلّٰهِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ [نحل:۷۷] ''اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔'' اور سورہ انعام آیت نمبر ۵۰ میں ہے وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ ''اور میں نہیں جانتا غیب وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ اِنِّیۡ مَلَكٌ اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نوری ہوں فرشتہ ہوں۔'' میں انسان ہوں بشر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت عطا فرمائی ہے۔

ابلیس کی ضد اور ہٹ دھرمی :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک ضدی کا ذکر فرما کر یہ بات سمجھائی ہے کہ ضدی نہ بننا۔ اس ضدی کو ساری دنیا جانتی ہے۔ فرمایا اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ جس وقت کہا آپ کے رب نے فرشتوں سے اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ بے شک میں بنانے والا ہوں ایک انسان، ایک بشر گارے سے۔ خشک مٹی کو عربی میں تراب کہتے ہیں۔ پہلے خشک مٹی تھی پھر رب تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا گارا بنایا پھر وہ خشک ہو کر بجنے والی مٹی ہو گئی صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے۔ اس کے خلاصے سے رب تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا۔ فرمایا فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ پھر جب میں اس کو درست کر دوں برابر کر دوں اور اپنی طرف سے اس بشر میں روح پھونک دوں فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ پس تم گر پڑنا اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے۔ یہاں حقیقی سجدہ ہی مراد ہے کیونکہ پہلی

شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی ممنوع اور حرام ہے۔ نہ کسی زندہ کو جائز ہے، نہ قبر کو جائز ہے، نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ باپ کو، نہ ماں کو، کسی کو سجدہ جائز نہیں ہے حرام ہے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے اکٹھے۔ كُلُّهُمْ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ہے کوئی فرشتہ مستثنیٰ نہیں تھا اور اَجْمَعُوْنَ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ تمام فرشتوں نے سجدہ اکٹھے کیا۔ تو تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو اکٹھا سجدہ کیا اِلَّآ اِبْلِيْسَ مگر ابلیس ضدی نے سجدہ نہ کیا۔ یقین جانو کہ علم میں شاید ہی ابلیس سے کوئی بڑا عالم ہو۔ مگر علم تو وسیلہ ہے عمل کے لیے۔ اگر عمل نہ کیا تو علم کا کیا فائدہ۔ ایسے علم پر فخر کرنے کا کیا فائدہ؟ عوام میں مشہور ہے کہ اس نے چودہ علم پاس کیے تھے اور فرشتوں کا بھی استاد رہا ہے۔ اَلا بلا بگردن ملا۔ خدا جانے وہ چودہ علم کون سے ہیں اور فرشتوں کا استاد رہا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ شیطان بہت بڑا عالم تھا۔

اس زمانے میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بڑے امام اور مفسر قرآن گزرے ہیں۔ وفات کے وقت شیطان نے ان کے ساتھ مناظرہ شروع کر دیا۔ کہنے لگا اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل پیش کرو۔ امام صاحب جو دلیل پیش کرتے توڑ دیتا۔ ہم تم کس باغ کی مولی ہیں۔ فرمانے لگے قرآن شریف اور بخاری شریف کو سینے پر رکھ کر۔ نیچے بخاری شریف رکھی اوپر قرآن شریف رکھا اور فرمایا اَمُوْتُ عَلٰى دِيْنِ الْعَجَائِبِ "میں بغیر دلیل کے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہوں۔" جاؤ تم اپنا کام کرو۔ دلیلوں کا تو شیطان وکیل اعظم ہے وہ کیسے قابو میں آسکتا تھا۔ فرمایا جاؤ میں بغیر دلیل کے رب کو مانتا ہوں۔

تو ابلیس نے سجدہ نہ کیا اِسْتَكْبَرَ تکبر کیا وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور ہو گیا

وہ کافروں میں سے قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا یَاۤاِبْلِیْسُ اے ابلیس مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ کرے لِمَا اس مخلوق کو خَلَقْتُ بِیَدَیَّ جس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔ جو رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہاتھ ہیں۔ ہم نہیں جانتے کیسے ہیں اَسْتَكْبَرْتَ ۔اصل میں تھا ءَ اِسْتَكْبَرْتَ ہمزہ وصلی گر گیا ہے۔ کیا تو نے تکبر کیا اپنے آپ کو بڑا سمجھا اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ یا تو سچ مچ بڑوں میں سے تھا۔ وڈیروں میں سے تھا۔ کہنے لگا میں وڈیروں میں سے تھا قَالَ کہا ابلیس نے اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں۔ تکبر نہیں کیا میں سچ مچ بڑا ہوں۔ کیوں؟ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ مجھے آپ نے پیدا کیا آگ سے اور اس کو گارے سے۔ آگ میں روشنی ہوتی ہے، شعلہ ہوتا ہے، بلندی ہوتی ہے اور مٹی پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے اس میں روشنی بھی نہیں ہے تو میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کو سجدہ کیوں کر کرتا۔ یہ تھی اس کی وکالت۔ باقی ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

*****

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾
وَّإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِيٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاخْرُجْ مِنْهَا پس تو نکل جا اس جگہ سے فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ پس بے شک تو مردود ہے وَّإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ بدلے کے دن تک قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ اے میرے رب فَأَنْظِرْنِيٓ پس آپ مجھے مہلت دیں إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اس دن تک جس دن یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے قَالَ فرمایا رب تعالیٰ نے فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ پس بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ایک معلوم وقت کے دن تک قَالَ کہا ابلیس نے فَبِعِزَّتِكَ پس آپ کی عزت کی قسم ہے لَأُغْوِيَنَّهُمْ البتہ میں ان کو بہکاؤں گا أَجْمَعِيْنَ سب کو إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ مگر ان میں سے آپ کے وہ بندے الْمُخْلَصِيْنَ جو مخلص ہیں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ

نے فَالْحَقُّ پس حق ہے وَالْحَقَّ اَقُوْلُ اور حق ہی میں کہتا ہوں لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ البتہ ضرور بھروں گا میں جہنم کو مِنْكَ تجھ سے وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اور ان سے جنھوں نے پیروی کی تیری اَجْمَعِيْنَ اکٹھے قُلْ آپ کہہ دیں مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ میں نہیں سوال کرتا تم سے اس تبلیغ پر مِنْ اَجْرٍ کوئی معاوضہ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اور نہیں ہوں میں بات بنانے والوں میں سے اِنْ هُوَ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا مگر ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نصیحت جہان والوں کے لیے وَلَتَعْلَمُنَّ اور البتہ تم ضرور جان لوگے نَبَاَهٗ اس کی خبر بَعْدَ حِيْنٍ ایک وقت کے بعد۔

اس سے پہلی آیتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا بغیر کسی حیل وحجت کے کہ ہم نوری ہیں اور یہ خاکی ہے ہم اس کو سجدہ کیوں کریں۔لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور حجت بازی کی کہ مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے پیدا کیا لہٰذا میں نے اس کو سجدہ نہیں کیا کہ یہ ادنیٰ ہے اور میں اعلیٰ ہوں۔

ایاز کی ذہانت :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک حکایت بیان کر کے شیطان کی مذمت کی ہے۔ایک بچہ تھا ایاز بڑا ذہین اور سمجھ دار۔سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی ذہانت اور نیکی کی وجہ سے طبعی طور پر اس کے ساتھ محبت تھی اور اس کو ساتھ بٹھاتے تھے۔مقصد یہ تھا کہ بچہ بڑا ذہین ہے آداب سلطنت بھی سمجھ لے۔فیصلے ہوں گے اور گفتگو ہوگی اس سے

اس کی تربیت ہوگی۔ وزیروں اور مشیروں نے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہے تو گستاخی مگر یہ چھوٹا سا بچہ آپ کے پاس بیٹھتا ہے بعض راز کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس وقت تو غزنوی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ ہندوؤں کی زیادتیوں کی وجہ سے جب انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ ان کا مشہور مندر سومنات کا تھا۔ اس میں انہوں نے ہیروں اور موتیوں کے بت رکھے ہوئے تھے۔ ان کو توڑ پھوڑ کر ہیرے موتی بھی ساتھ لے گئے۔ ایک دن سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ ایک پتھر اور ہتھوڑا لا کر دربار میں رکھ دو۔ جب دفتر میں بیٹھے دربار لگ گیا وزیر، مشیر آگئے تو ان ہیروں میں سے ایک قیمتی ہیرا ایک وزیر کو دیا کہ پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے توڑ دو۔ اس نے نہ توڑا کہ ہیرا بڑا قیمتی ہے۔ دوسرے، تیسرے، چوتھے کو کہا کسی نے بھی نہ توڑا۔ پھر ایاز بچے کو کہا۔ اس نے پتھر پر رکھ کر ہتھوڑا مارا اور توڑ دیا۔ بادشاہ نے پوچھا ایاز تو نے یہ کیا کیا اتنا قیمتی ہیرا تو نے توڑ دیا؟ ایاز نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت! بے شک ہیرا بڑا قیمتی تھا مگر میرے بادشاہ کا حکم اس سے بھی زیادہ قیمتی تھا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کاش ابلیس کو ایاز جتنی ہی عقل ہوتی کہ بالفرض ایک منٹ کے لیے مان لو کہ تو بہتر تھا ناری جو ہوا اور وہ خاکی تھا۔ مگر یہ تو دیکھتا کہ حکم کس کا ہے؟ تو نے تو آقا کے حکم کی بھی قدر نہ کی۔ باقی ابلیس کی یہ منطق ہی غلط تھی کہ میں ناری ہوں اور بہتر ہوں اس لیے کہ رب تعالیٰ نے خاک میں جو اثر رکھا ہے اور خوبیاں رکھی ہیں وہ نار میں نہیں ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبوت اور رسالت کا مقام بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ناری مخلوق میں نبوت و رسالت نہیں رکھی کیونکہ ان میں اس کی استعداد نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خاکی

مخلوق کو دی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تک کسی جن کو نبوت ورسالت نہیں ملی کیونکہ جنات میں اس کی صلاحیت اور استعداد ہی نہیں تھی۔ تو ابلیس کی پہلی بات ہی مسلم نہیں ہے کہ وہ آدم سے بہتر ہے اور بالفرض تیری یہ بات مان بھی لیں تو تو یہ دیکھتا کہ حکم کون دے رہا ہے تجھ سے زیادہ تو ایاز سمجھ دار نکلا جس نے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور قیمتی ہیرے کی پروانہیں کی۔

جب ابلیس نے حجت بازی کی تو قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاخْرُجْ مِنْهَا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ 'ھا' ضمیر کا مرجع جنت ہے کہ تو جنت سے نکل جا۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ 'ھا' ضمیر سے مراد جماعت ملائکہ ہے کہ تو فرشتوں کی جماعت سے نکل جا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹتی ہے کہ تو آسمانوں سے نکل جا۔ کیوں؟ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ پس بے شک تو مردود ہے۔ تو نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی میں تیرا خالق و مالک ہوں تو نے میرے آگے حجت بازی شروع کر دی ہے۔ اگر فرشتے یہ منطق لڑاتے تو اچھی تھی کہ وہ نوری مخلوق تھی لیکن انہوں نے حکم کی تعمیل کی فوراً سجدے میں گر گئے۔ کیونکہ 'ف' تعقیب بلامہلت کے لیے آتی ہے۔ تو فرمایا نکل جا فرشتوں کی جماعت سے تو مردود ہے وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ دین کا معنی جزا اور بدلہ۔ بدلے والے دن تک، قیامت والے دن تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ لعنت کا لفظی معنی ہے اَلْبُعْدُ مِنَ الرَّحْمَةِ "رحمت سے دوری۔" رب کی رحمت سے تیرے لیے دوری ہے قَالَ ابلیس نے کہا رَبِّ اے میرے رب فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ آپ مجھے مہلت دے دیں اس دن تک جس دن یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ یوم یبعثون تک مہلت مانگنے سے ابلیس کا مقصد یہ تھا

کہ موت کے سخت کڑوے پیالے سے بچ جاؤں گا کیونکہ موت کی گھڑی بڑی سخت ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اگر خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو پھر مزے ہی مزے
ہیں۔ اگر خدانخواستہ خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو پھر عذاب ہی عذاب ہے، تکلیف ہی تکلیف
ہے۔ تو ابلیس نے دوبارہ اٹھنے کے دن تک مہلت مانگی قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا
فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ پس بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے مثلاً فرشتے ہیں،
جبرائیل، میکائیل، اسرافیل وغیرہ۔ ان کو نفخہ اولیٰ تک مہلت ہے لیکن موت ان پر بھی
آئے گی۔ وہ فرشتہ جو سب کی جان نکالنے پر مقرر ہے موت اس پر بھی آئے گی۔ تو مہلت
دیئے ہوؤں میں سے ہے مگر جس وقت تک تو مہلت مانگتا ہے وہ نہیں بلکہ اِلٰى يَوْمِ
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ معلوم وقت کے دن تک یعنی نفخہ اولیٰ تک۔ نفخہ ثانیہ تک نہیں۔ تو موت
سے بچنا چاہتا ہے یہ نہیں ہوگا بلکہ موت آئے گی کیونکہ ضابطہ ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ
الْمَوْتِ ''مخلوق کے ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' بخاری شریف میں روایت
ہے کہ نفخہ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ اسرافیل علیہ السلام جب پہلی
مرتبہ بگل پھونکیں گے تو ساری کائنات ختم ہو جائے گی۔ پھر اسرافیل علیہ السلام اور عزرائیل
علیہ السلام کو بھی مار دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کر کے فرمائیں گے بگل
میں پھونک مارو۔ وہ دوبارہ بگل پھونکیں گے فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ [زمر:۶۸]
''پس وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھ رہے ہوں گے۔'' جہاں بھی جو ہوگا چاہے
قبروں میں ہیں یا کسی کو جلایا گیا ہے یا کسی کو مچھلیوں نے، پرندوں نے، درندوں نے کھالیا
ہے سب کے سب زندہ ہو کے آجائیں گے۔ تو شیطان کو نفخہ اولیٰ تک مہلت مل گئی۔ اس
سے معلوم ہوا کہ کافر اعظم کی دعا بھی فی الجملہ قبول ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ پوری قبول

نہ ہوئی کچھ قبول ہوئی۔

قَالَ ابلیس نے کہا فَبِعِزَّتِكَ باقسمیہ ہے۔معنیٰ ہوگا پس قسم ہے آپ کی عزت کی لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ میں ضرور ان سب کو بہکاؤں گا۔اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم بھی صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم بھی صحیح ہے۔مثلاً: کوئی شخص کہے ’’ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے‘‘ صحیح ہے۔یا کہے’’ مجھے رحمان کی قسم ہے،رحیم کی قسم ہے‘‘ یہ بھی صحیح ہے۔’’مجھے رب کی عزت کی قسم ہے،عظمت کی قسم ہے‘‘ یہ بھی صحیح ہے۔البتہ قرآن کریم کی قسم کے متعلق فقہاء کرام میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص کہے مجھے قرآن کی قسم ہے تو یہ قسم منعقد ہوگی یا نہیں؟ تو اس کے متعلق تفصیل ہے۔اگر تو قرآن کریم سے اس کے الفاظ مراد ہوں جو ہم پڑھتے ہیں تو یہ الفاظ تو فانی ہیں اور اگر معانی مراد ہوں جن پر یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں جس کو کلام نفسی کہتے ہیں وہ رب تعالیٰ کی صفت ہے وہ قدیم ہے۔اگر الفاظ مراد ہوں تو قسم درست نہیں ہے اور اگر قرآن پاک سے مراد کلام نفسی ہو تو پھر قسم درست ہے۔بہرحال اگر کوئی شخص قرآن کریم کی قسم اٹھائے گا تو وہ قسم منعقد ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

تو ابلیس نے کہا آپ کی عزت کی قسم ہے میں ضرور ان سب کو بہکاؤں گا اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ مگر آپ کے جو مخلص بندے ہوں گے ان پر میرا داؤ نہیں چلے گا۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا اختیار دیا ہے کہ شیطان کی اطاعت کرنا چاہے تو کرلے اور نہ کرنا چاہے تو نہ کرے۔انسان نہ نیکی پر مجبور ہے نہ بدی پر مجبور ہے،نہ ایمان پر مجبور ہے،نہ کفر پر فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ’’پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔‘‘ اس جگہ تو یہ

ہے کہ میں ان سب کو بہکاؤں گا۔اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۶ میں ہے، کہنے گا فَبِمَا اَغْوَيْتَنِي ''پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ میں ضرور بیٹھوں گا ان کے لیے آپ کے سیدھے راستے پر۔'' او خبیث! بہکا تو خود، نافرمانی کی رب تعالیٰ کی اور گمراہ ہونے کی نسبت کرتا ہے رب تعالیٰ کی طرف کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۶۲ میں ہے قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ ''ابلیس نے کہا بھلا بتلائیں یہ شخص ہے جس کو تو نے فضیلت دی ہے میرے مقابلے میں۔'' رب تعالیٰ کے ساتھ اس طرح گفتگو کر رہا ہے جیسے مرد عورتیں ایک دوسرے کو طعنے دیتے ہیں۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا فَالْحَقُّ پس حق ہے وَالْحَقَّ اَقُولُ اور حق ہی میں کہتا ہوں لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِينَ البتہ ضرور بھروں گا میں جہنم کو تجھ سے اور ان سے جنھوں نے تیری پیروی کی اکٹھے۔سب کو ایک ساتھ جہنم میں ڈالوں گا۔

ملحدین کا اعتراض :

بعض ملحدوں نے اعتراض کیا ہے کہ ابلیس ناری ہے تو اس کو نار میں کیا تکلیف ہو گی؟ لیکن انھوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ابلیس کی پیدائش دنیا کی آگ سے ہوئی ہے اور دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی يَا رَبِّ اِنَّ بَعْضِي اَكَلَ بَعْضِي ''اے پروردگار! اس طبقے کی حرارت اور تپش نے مجھے تکلیف دی ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو دو سانس لینے کی اجازت دی۔ایک گرم حصے کو اور ایک سرد حصے کو۔یہ جو گرمی ہے دوزخ کے سانس کے

نتیجے میں ہے اور سردی بھی اس کے سانس کے نتیجے میں ہے۔ لہٰذا وہ آگ اس ناری کو جلائے گی یا اس کو سرد حصے میں سزا دی جائے گی۔ اور ایک جاٹ ایک نے ملحد کو اس طرح سمجھایا کہ ایک ڈھیلا اٹھا کر اس کو دے مارا۔ وہ واویلا کرنے لگا تو جاٹ نے کہا کہ خاک کو خاک سے کیا تکلیف ہوتی ہے۔ تم خاکی ہو اور میں نے خاک ہی تیرے اوپر پھینکی ہے۔ بہر حال ملحدوں کے اس طرح کے شبہات سے دین پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے حق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ میں نہیں مانگتا اس تبلیغ پر تمھارے سے کوئی معاوضہ۔ سورہ کی ابتداء ہوئی تھی صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ سے کہ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے۔ بہت ساری نصیحتیں بیان ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے دن رات ایک کر کے ان کو سمجھایا۔ فرمایا میں اس تبلیغ پر تمہارے سے کسی معاوضے کا طلب گار نہیں ہوں وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اور نہ ہی میں بات بنانے والوں میں سے ہوں۔ تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں بنایا جو رب تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے وہ ہی میں نے تمہیں سمجھایا ہے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے لیے۔ جو اس نصیحت کو قبول کرے اس پر عمل کرے تو وہ انسان بن جائے گا اور اس کی حیوانیت ختم ہو جائے گی۔

آج جو انسان بھیڑیا بن چکا ہے تو یہ قرآن وسنت سے دوری کا نتیجہ ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگوں کی شکلیں تو انسانوں جیسی ہوں گی وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ ”اور دل ان کے بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔

پرسوں یا ترسوں کی اخبار میں میں نے پڑھا کہ لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کے علاقے میں ایک عورت جارہی تھی ڈاکوؤں نے اس کے زیور اتروالیے پھر اس کی شلوار قمیص بھی اتار کر ساتھ لے گئے۔ او ظالمو! تم نے اس کی چوڑیاں چھین لیں، بالیاں اتروا لیں، ننگا کرنے کا مطلب؟ اور حیوانیت کسے کہتے ہیں؟ ایسے لوگ تو ایک منٹ بھی زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں مگر رب بڑے حوصلے والا ہے۔ اپنے وقت پر ان کو گرفتار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ قرآن نصیحت ہے جہان والوں کے لیے وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ اور البتہ تم ضرور جان لو گے اس قرآن کی خبر کو ایک وقت کے بعد۔ جن چیزوں کی یہ خبر دیتا ہے کہ قیامت آئے گی، حساب کتاب ہوگا، نیک جنت میں اور بد جہنم میں جائیں گے ان چیزوں کی حقیقت تمھیں معلوم ہو جائے گی ایک وقت کے بعد بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے دوزخ بھی سامنے۔ رب تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم کے ساتھ جنت میں داخل کرے اور دوزخ سے بچائے اور دوزخیوں والے کاموں سے بچائے۔ (امین)

❋❋❋❋

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الزمر

(مکمل)

جلد ۱۷

ایاتھا ۷۵ ۳۹ سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۵۹ رکوعاتھا ۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ② اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَہٗ ؕ ھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ وَیُکَوِّرُ النَّھَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ ؕ یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ⑥

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ اتاری ہوئی کتاب مِنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

الْعَزِیْزِ جو غالب ہے الْحَکِیْمِ حکمت والا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ بے شک

ہم نے اتاری اِلَيْكَ آپ کی طرف الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ کتاب حق کے ساتھ فَاعْبُدِ اللّٰهَ پس آپ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین اَلَا خبردار لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ اللہ ہی کے لیے ہے خالص دین وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اور وہ لوگ جنھوں نے بنائے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْلِيَآءَ کارساز (وہ کہتے ہیں) مَا نَعْبُدُهُمْ نہیں عبادت کرتے ہم ان کی اِلَّا مگر لِيُقَرِّبُوْنَآ تاکہ ہمیں قریب کردیں اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف زُلْفٰى قریب درجے میں اِنَّ اللّٰهَ بےشک اللہ تعالیٰ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان فِيْ مَا ان چیزوں میں هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ بےشک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا مَنْ هُوَ كٰذِبٌ اس کو جو جھوٹا ہو كَفَّارٌ ناشکرا ہو ۔ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا کہ ٹھہرائے اولاد لَّاصْطَفٰى البتہ چن لے مِمَّا يَخْلُقُ اس مخلوق سے جو اس نے پیدا کی ہے مَا يَشَآءُ جو چاہے سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ وہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے سب پر غالب ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیے آسمان وَالْاَرْضَ اور زمین بِالْحَقِّ حق کے ساتھ يُكَوِّرُ الَّيْلَ وہ لپیٹ دیتا ہے رات کو عَلَى النَّهَارِ دن پر وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ اور لپیٹ دیتا ہے دن کو عَلَى الَّيْلِ

رات پر وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے مسخر کیا سورج اور چاند کو كُلٌّ يَّجْرِيْ ان میں سے ہر ایک چلتا ہے لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ایک میعاد مقرر تک اَلَا خبردار هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ وہی ہے زبردست بخشنے والا خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تم کو مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک نفس سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا پھر بنایا اس نے اس نفس سے جوڑا وَاَنْزَلَ لَكُمْ اور اتارے اس نے تمہارے لیے مِّنَ الْاَنْعَامِ مویشیوں میں سے ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ آٹھ جوڑے يَخْلُقُكُمْ پیدا کرتا ہے تمہیں فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ تین اندھیروں میں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تمہارا رب ہے لَهُ الْمُلْكُ اسی کے لیے ہے ملک لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ پس تم کدھر پھیرے جا رہے ہو۔

وجہ تسمیہ سورہ زمر :

اس سورت کا نام زمر ہے۔ اس سورت کے آخر میں زمر کا لفظ آیا ہے وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ''اور چلائے جائیں گے کافر لوگ جہنم کی طرف گروہ در گروہ۔'' مثلاً یہودیوں کا گروہ الگ ہوگا، عیسائیوں کا گروہ الگ ہوگا، ہندوؤں کا الگ ہوگا، سکھوں اور بدھوؤں کا الگ ہوگا۔ جتنے بھی دنیا میں کافروں کے گروہ ہیں انہیں گروہوں کی شکل میں لایا جائے گا جہنم کی طرف۔

اور اسی طرح وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ''اور چلائے

جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے جنت کی طرف گروہ در گروہ۔"
مومنوں کو بھی گروہ در گروہ بلایا جائے گا۔مثلاً کثرت سے نماز پڑھنے والوں کا گروہ الگ ہوگا، کثرت سے روزے رکھنے والوں کا گروہ الگ ہوگا، مجاہدین کا گروہ الگ ہوگا، صدقہ خیرات کرنے والوں کا گروہ الگ ہوگا۔تو اس زمر کے لفظ کے ساتھ سورت کا نام زمر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے اٹھاون سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔اس کے آٹھ (۸) رکوع اور پچھتر (۷۵) آیتیں ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو غالب ہے اور حکمت والا ہے۔بعض کافر کہتے تھے کہ یہ قرآن خود بناتا ہے اور آکر ہمیں سنا دیتا ہے۔اور بعض کہتے تھے کہ فلاں آدمی اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے بتلاتا رہتا ہے پھر یہ جوڑ کر ہمیں سنا دیتا ہے۔تو رب تعالیٰ نے ان کے ان شوشوں کا رد فرمایا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے اس کی طرف سے اتاری ہوئی ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ بے شک ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ۔اس میں جو کچھ بھی ہے حق ہی حق ہے۔چھلکا کوئی نہیں مغز ہی مغز ہے۔یہ کتاب کس چیز کی دعوت دیتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی اور تمام آسمانی کتابوں کی پہلی دعوت یہی ہے فَاعْبُدِ اللّٰهَ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کی تبلیغ اس جملے سے شروع ہوتی ہے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ "اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔یہ کتاب بھی یہی سبق دیتی ہے کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین۔دین خالص رب کا ہے ایسے نہیں کہ

بندہ کچھ تو دین کے حصہ پر چلے اور کچھ اپنی مرضی پر چلے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۰۸ میں ہے اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ''اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔'' سر سے پاؤں تک ظاہر و باطن تک عقیدہ، اخلاق، اعمال، کردار، ہر چیز اسلام کے مطابق ہونی چاہیے۔ خالص رب کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ اَلَا خبردار لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے خالص دین۔ اس کے سوا جو دین موجود ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ دین صرف یہی ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ [آل عمران:۱۹] ''بے شک پسندیدہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔'' وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ [سورۃ البقرہ:۸۵] ''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا پس اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔''

مشرکین کی تردید :

آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا رد فرمایا ہے۔ مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی الوہیت اور معبودیت کی وجہ سے ہم سے بہت بلند ہے اور ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے بڑے ہی پست اور گرے ہوئے ہیں۔ ہماری اللہ تعالیٰ تک براہِ راست رسائی اور پہنچ نہیں ہے۔ یہ لات، منات، عُزّٰی اور دوسرے بابے یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں۔ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو مشرک اللہ تعالیٰ کی بڑی قدر کرتا ہے اور رب تعالیٰ کے ساتھ اس کو کتنی عقیدت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں اور یہ بابے اللہ تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ اور آٹھویں پارے میں ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا ''اور ٹھہرایا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو پیدا کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور مویشی ایک حصہ فَقَالُوْا هٰذَا

لِلّٰہِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا پھر انہوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال سے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ''پس وہ حصہ جو ان کے شریکوں کا ہوتا ہے پس وہ نہیں پہنچتا اللہ کی طرف وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے پس وہ پہنچتا ہے ان کے شریکوں کی طرف [انعام:۱۳۶]

مال مویشی، اناج میں سے ایک ڈھیری اللہ تعالیٰ کے لیے بناتے اور ایک ڈھیری اپنے شریکوں کے لیے جن کو وہ اپنے خیال میں رب تعالیٰ کا شریک سمجھتے تھے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے بابوں کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو الگ نہ کرتے کہتے رہنے دو اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ اور اگر بابوں کی ڈھیری میں سے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو فوراً الگ کر لیتے کہ یہ محتاج ہیں۔ تو کتنی عقیدت ہے مشرک کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ؟ شاید بہ ظاہر موحد کو اتنی نہ ہو۔

تو مشرکوں کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے براہ راست ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہے وہ کہتے تھے کہ ملک کو، صدر کو معمولی آدمی تو براہ راست نہیں مل سکتا۔ گورنر، وزیر اعلیٰ تک واسطوں کے ذریعے پہنچا جاتا ہے۔ ڈی۔ سی کو بغیر واسطے کے نہیں مل سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے تو یہ بابے ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل:۷۴] ''پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' تمہارے صدر، گورنر، وزیر اعلیٰ کو تو معلومات نہیں ہیں وہ عالم الغیب نہیں ہیں ان کو تم حالات سے آگاہ کرنے کے لیے ملتے ہو پھر بغیر واسطے کے

نہیں جاسکتے کہ وہ ڈرتے ہیں کوئی گولی مارنے والا نہ ہو۔ رب تعالیٰ کو تمھاری ضرورتوں کا علم ہے اور اسے تمھارے سے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کا قیاس بادشاہوں پر کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ پھر بعض مشرک کہتے ہیں کہ مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بابے رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ہماری سیڑھیاں ہیں رب تعالیٰ ہم سے بہت بلند ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس بات کا رد فرمایا اور کہا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [ق:۱۶] ''اور ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی شاہ رگ سے۔'' تو یہاں کون سی سیڑھی لگاؤ گے؟ تو یاد رکھنا! مشرک نہ رب تعالیٰ کی ذات کا منکر ہے اور نہ رب تعالیٰ کی عظمت کا منکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اور وہ لوگ جنھوں نے بنائے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر۔ وہ کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں قریب کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے درجے میں۔ یہ خود خدا نہیں ہیں یہ ہماری سیڑھیاں ہیں یہ ہماری ملاقات کے لیے واسطے ہیں یہی واسطے شرک ہیں۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ ''جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔'' ان کو حاضر و ناظر سمجھنا، عالم الغیب سمجھنا، متصرف فی الامور سمجھنا یہ کفر کے بڑے بڑے ستون ہیں۔

مسئلہ توسل :

باقی توسل کی تفصیل ہے۔ اگر کوئی اس طرح کہے کہ اے پروردگار میرا فلاں کام

کر دے آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حرمت سے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی جاہ سے یا فلاں کے صدقے سے۔ اگر ان بزرگوں کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے یہ کہتا ہے تو یہ پکا کافر ہے۔ یہ توسل کی ساری قسمیں شرک ہیں۔ یہ عام طور پر جاہل لوگ واسطہ دیتے ہیں وہ اسی مد میں ہے۔ جاہل تو الگ رہے احمد رضا خان صاحب بریلویوں کے امام کہتے ہیں:

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

یہ موحد کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم اٹھتے بیٹھتے یا رسول اللہ کہہ کر آپ ﷺ سے مدد طلب کرتے ہیں تو تجھے کیا تکلیف ہے؟ ان کے خیال کے مطابق آپ حاضر و ناظر ہیں، مدد کرتے ہیں اور یہی شرک ہے۔ اور اگر وسیلہ دینے والے کی مراد یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ میرے پیغمبر ہیں میرا آپ ﷺ پر ایمان ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ محبت ہے اور ان بزرگوں کے ساتھ محبت ہے اور یہ محبت ایک صالح عمل ہے۔ اس صالح عمل کی برکت سے میری دعا قبول فرما تو صحیح ہے۔ صحیح العقیدہ بزرگوں کی کتابوں میں شجروں کے اندر جو وسیلہ کا لفظ آتا ہے وہ اسی معنٰی میں ہے۔ وہ نہ ان کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں نہ مختار کل، نہ عالم الغیب، نہ متصرف فی الامور۔

وسیلے کی جو پہلی شکل ہے وہ کفر ہے، شرک ہے۔ اور یاد رکھنا! شرک اگر ایک رتی بھی ہوا تو رب تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۴۸ پ ۵ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ "بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔" اور سورہ مائدہ آیت نمبر ۷۲ پارہ ۶ میں ہے اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ

فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ”بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کا سو حرام کی اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔“ ان آیات کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ بے شک اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان فِیْ مَا ان چیزوں میں هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ عملی فیصلہ فرمائیں گے سچوں کو جنت میں اور جھوٹوں کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ اس وقت دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور توحید و سنت، شرک و بدعت کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا مَنْ هُوَ كٰذِبٌ اس کو جو جھوٹا ہے كَفَّارٌ ناشکرا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا۔

آگے ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ن ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى مَسِيْحُ ابْنُ اللّٰه ”اور عرب اور دوسرے ملکوں کے مشرک کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ [النحل: ۵۷] ’اور ٹھہراتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں۔“ رب تعالیٰ کی ذات پاک ہے اولاد سے اس کی صفت ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ”نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔“ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق اولاد ہوتی تو لڑکیاں نہ ہوتیں لڑکے ہی ہوتے اور بے شمار ہوتے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور فنڈر پادری :

انگریز کے دور میں ایک بڑا ذہین اور قابل پادری تھا فنڈر۔ وہ بتیس (۳۲) زبانیں جانتا تھا۔ کلکتہ سے لے کر بالاکوٹ کی آخری سرحد ناران تک مسلمانوں کو للکارتا تھا

کہ اسلام کی صداقت کو ثابت کرو، قرآن کی صداقت کو ثابت کرو۔ عام مولوی اس کے ہتھکنڈوں سے واقف نہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود محافظ ہے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی کتابیں "کتاب مقدس" وغیرہ کا مطالعہ کر کے تھوڑے دنوں میں مقابلے کی تیاری کر لی۔ یہ بھی بڑے ذہین اور حافظے والے تھے۔ پھر اس کو اتنا ذلیل کیا کہ فنڈر ہندوستان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ایک دفعہ فنڈر نے شاہی مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی کہ مسیح رب تعالیٰ کے بیٹے ہیں ہمارے منجی ہیں ان کو مانو۔ ساتھ ہی ایک بھٹیارا، دانے بھونے والا بیٹھا تھا۔ اس کی تقریر سنتا رہا۔ وہ درانتی ہاتھ میں پکڑے ہوئے آیا اور آ کر کہا کہ پادری صاحب یہ تو بتاؤ کہ رب تعالیٰ کے کتنے بیٹے ہیں؟ پادری نے کہا کہ ایک ہی بیٹا ہے۔ بھٹیارے نے کہا میری طرف دیکھو، میرے قد کی طرف دیکھو، میری عمر کو دیکھو میرے چودہ بیٹے ہیں۔ آپ کا رب تو مجھ سے بھی کمزور نکلا۔ وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ رب تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو بہت زیادہ ہوتی بندوں سے تو کم نہ ہوتی۔ پادری لاجواب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا اگر ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ کہ ٹھہرائے اولاد لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ البتہ چن لیتا اس مخلوق سے جو اس نے پیدا کی ہے جو چاہتا سُبْحٰنَهٗ اس کی ذات پاک ہے اولاد سے۔ اس کا نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے نہ ماں ہے نہ بیوی هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ وہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے سب پر غالب ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ۔ کَوْر کا لفظی ترجمہ ہے لفافہ جس نے شے کو اپنے اندر لپیٹا ہوتا ہے۔ معنیٰ ہوگا لپیٹتا ہے رات کو دن پر۔ رات کی تاریکی ختم ہو جاتی ہے دن

کی روشنی آجاتی ہے وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر۔ دن کی روشنی ختم ہو جاتی ہے اور رات آجاتی ہے۔ رات دن کا مالک وہی ہے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور اس نے تابع کیا ہے سورج اور چاند کو۔ سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے مگر کیا مجال ہے کہ اپنی رفتار میں سستی کرے یا تیز چلے یا دائیں بائیں چل پڑے یا کھڑا ہو جائے حاشا وکلا۔ اور یہی حال چاند کا ہے وہ بھی مقرر کردہ رفتار کے مطابق چل رہا ہے كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ان میں سے ہر ایک چلتا ہے ایک میعاد مقرر تک۔ قیامت تک سورج بھی چلتا رہے گا اور چاند بھی چلتا رہے گا۔

اس آیت کریمہ سے اور اس کے علاوہ اور بہت ساری آیات سے ثابت ہوا کہ سورج اور چاند حرکت کرتے ہیں اور اس کا تسلیم کرنا ہمارے لیے قرآن کریم کی تعلیم کی وجہ سے ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی معقول دلیل سے ثابت ہو جائے کہ زمین بھی حرکت کرتی ہے تو مان لیں گے اس شرط کے ساتھ کہ سورج اور چاند کی حرکت کو تسلیم کیا جائے۔ اور اگر کوئی کہے کہ سورج اور چاند حرکت نہیں کرتے زمین حرکت کرتی ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ ان صاحبان کے سر پھر رہے ہیں اور حرکت کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہم قرآن کریم کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ خبردار وہی ہے غالب، بخشنے والا۔ اس سے بخشش مانگو وہ بخشے گا خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ اس نے تمھیں پیدا کیا ایک نفس سے، آدم علیہ السلام سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا پھر بنایا اس نے، پیدا کیا اس نے، اسی نفس سے اس کا جوڑا۔ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ہیں وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ اس مقام پر اَنْزَلَ کا معنی خَلَقَ کا ہے۔ پیدا کیا رب تعالیٰ نے تمھارے لیے مویشیوں میں سے ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ آٹھ

جوڑے۔ ان کا ذکر سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۳-۱۴۴ میں آتا ہے مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ ''بھیڑوں میں سے دو، نر اور مادہ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ اور بکریوں میں سے دو، نر اور مادہ۔ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ اور اونٹوں میں سے دو، نر اور مادہ۔ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ اور گائے (بھینس) میں سے دو، نر اور مادہ۔ یہ آٹھ قسم کے جانور ہیں جن کو انعام کہا جاتا ہے اور لوگوں کے گھروں میں اکثر یہی ہوتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اَلْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِّنَ الْبَقَرِ ''بھینس گائے کی قسم میں سے ہے۔'' ان کا دودھ پیتے ہو، گوشت کھاتے ہو، مکھن کھاتے ہو، سواری کے کام آتے ہیں، پشم سے کپڑے بناتے ہو، یہ تمھارے فائدے کے لیے ہیں۔ یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ پیدا کرتا ہے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں خَلْقًا ایک خلقت میں مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ دوسری خلقت کے بعد۔ ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں۔

تخلیق انسانی :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چالیس دن تک نطفہ، نطفے کی شکل میں رہتا ہے چالیس دن کے بعد وہ خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد بوٹی بن جاتا ہے پھر وہ ہڈیاں بن جاتا ہے، چار ماہ گزرنے کے بعد انسانی شکل بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں روح پھونکتے ہیں۔ پھر کم و بیش پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے خدا کی قدرت ہے کہ اس مقام میں کوئی سانس لینے کی جگہ نہیں ہے، بڑھتا بھی ہے پھلتا بھی ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ پیشاب پاخانہ کہاں کرتا ہے؟ پیدا ہونے کے بعد اگر ایسی جگہ رکھو جہاں سانس نہ لے سکے تو دو منٹ زندہ نہیں رہ سکتا، پیشاب پاخانہ نہ آئے تو بچ نہیں

سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا ہو تو نطفے پر غور کرنے سے سمجھ آسکتی ہے اور نہ سمجھنا چاہے تو پھر کوئی دلیل بھی کچھ نہیں ہے۔ تو فرمایا پیدا کیا ایک خلقت کے بعد دوسری خلقت میں فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ تین اندھیروں میں۔ ماں کے پیٹ کا اندھیرا، رحم کا اندھیرا، جھلی کا اندھیرا۔ تم کیا تھے اور کیا بنے۔ آج اگر آپ کسی کو کہیں تجھے پاکی پلیدی کا علم نہ تھا جو چیز آئی منہ میں ڈال لیتا تھا تو وہ مانے گا نہیں بلکہ لڑے گا کہ میں کب کھاتا تھا؟ تو انسان کو اپنی حقیقت نہیں بھولنی چاہیے اور جو اپنی حقیقت کو بھول جائے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ فرمایا ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ یہ اللہ تمہارا رب ہے لَہُ الۡمُلۡکُ اسی کا ہے ملک۔ اسی کے لیے ہے شاہی جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ نہیں ہے کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دس گیر، کوئی مقنن، قانون ساز مگر وہی۔ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا۔'' فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ پس تم کدھر پھرے جاتے ہو۔ یہ رب تعالیٰ کی نعمتیں اور قدرتیں دیکھ کر کیوں نہیں حق کی طرف آتے۔ کس انداز سے قرآن پاک نے ہمیں سمجھایا ہے۔ رب ہمیں سمجھنے کی اور پھر اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

❋❋❋❋

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ ع ۱۵

اِنْ تَكْفُرُوْا اگر تم کفر کرو گے فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ غَنِيٌّ بے پرواہ ہے عَنْكُمْ تم سے وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ اور وہ راضی نہیں ہے اپنے بندوں کے لیے کفر پر وَاِنْ تَشْكُرُوْا اور اگر تم شکر ادا کرو يَرْضَهُ لَكُمْ تو وہ راضی ہوگا شکر گزاری پر تم سے وَلَا تَزِرُ اور نہیں اٹھائے گا وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰى کسی دوسرے کا بوجھ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ پھر تمہارے رب کی طرف ہے لوٹنا فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تم کو بتادے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کیا کرتے تھے اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے دلوں کے رازوں کو وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ اور جس وقت پہنچتی ہے انسان کو ضُرٌّ کوئی تکلیف دَعَا رَبَّهٗ پکارتا ہے اپنے رب کو مُنِيْبًا اِلَيْهِ رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ پھر جب دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نعمت اپنی طرف سے نَسِيَ بھول جاتا ہے مَا اس ذات کو كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ کہ پکارتا تھا اس کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا اور بناتا ہے رب کے شریک لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ تاکہ بہکائے اللہ تعالیٰ کے راستے سے قُلْ آپ کہہ دیں تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ فائدہ اٹھالے اپنے کفر کے ذریعے قَلِيْلًا تھوڑا سا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ بے شک تو ہے دوزخ والوں میں سے اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ کیا وہ شخص جو اطاعت کرنے والا ہے اٰنَآءَ الَّيْلِ رات کے اوقات میں سَاجِدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّقَآئِمًا اور کھڑے ہوئے يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ ڈرتا ہے آخرت سے وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت کی قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ کیا برابر ہیں وہ لوگ يَعْلَمُوْنَ جو علم رکھتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ لَا يَعْلَمُوْنَ جو علم نہیں رکھتے اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ پختہ بات ہے نصیحت حاصل کرتے ہیں عقل مند لوگ۔

کل کے سبق میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل تھے اور یہ بات سمجھائی کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ اتنے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے پھر تم کدھر

پھرے جارہے ہو؟اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ تَكْفُرُوْا اگر تم کفر کروگے فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہے تم سے تمھارے کفر کی وجہ سے۔رب تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑے گا تم یہ سمجھو کہ العیاذ باللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان ہو جائے گا، قطعاً نہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر ساری دنیا ساری مخلوق نیک ہو جائے اللہ تعالیٰ کے کمالات وصفات میں سے کسی ایک میں رتی کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر معاذ اللہ تعالیٰ سارے کے سارے کافر ہو جائیں تو رب تعالیٰ کے کمالات اور صفات میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں ہوگی۔تمھارے اعمال کا تعلق تمھارے ساتھ ہے اچھے عمل کروگے تو تمھیں فائدہ ہوگا بُرے عمل کروگے تو اس کا نتیجہ خود بھگتو گے۔تمہارے نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کا بنتا کچھ نہیں اور تمہارے بُرے اعمال سے خدا کا بگڑتا کچھ نہیں۔ہاں! اللہ تعالیٰ نے تم پر جو احسانات کیے ہیں ان کا شکر ادا کروگے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوگا۔اور عبادتوں میں سے جس طرح نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے اور کسی کے ساتھ اس طرح ادا نہیں ہوتا۔بے شک الحمد للہ! کہنے میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے مگر شکر صرف اس میں بند نہیں ہے کہ اس جملے سے شکر ادا ہو جائے۔رب تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [سورہ ابراہیم] ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ اور اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے اپنے بندوں کے لیے کفر پر وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ اور اگر تم شکر ادا کروگے تو راضی ہوگا تم پر اور نعمت زیادہ دے گا لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کروگے تو ضرور بالضرور تم کو زیادہ دے گا۔'' دو تاکیدیں ہیں۔لام بھی تاکید کا اور نون

مشدد بھی تاکید کا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ [سورہ ابراہیم] ''اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔'' وہ کبھی بدنی طور پر ہوگا کہ بیماریاں لگیں گی، کبھی مالی طور پر ہوگا کہ مالی خسارہ ہوگا، کبھی اولاد کی وجہ سے ہوگا، کبھی گھریلو جھگڑے ہوں گے۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر ہم گناہ بھی کریں تو خیر ہے ہمیں کوئی سزا نہیں ہوگی کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں، نیکوں کی اولاد ہیں، اگر ہوگی بھی سہی تو اَيَّامًا مَّعْدُودَات چند گنتی کے دن کہ ہمارے بڑوں نے چالیس دن بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ وہ چالیس دن ہمیں سزا ہوگی۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف سات دن سزا ہوگی کہ دنیا کی زندگی صرف سات ہزار سال ہے۔ ان کے خیال کے مطابق ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن دوزخ میں رہیں گے آٹھویں دن جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر اسی عقیدے کو عیسائیوں نے اپنایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں وہ سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں ہم جو کچھ کریں ہمیں معاف ہے۔ بھائی! کیسی عجیب منطق ہے کہ گناہ تم کرو اور پھانسی پر وہ چڑھیں۔ پھر گناہ تم کرو دو ہزار سال بعد اور وہ پھانسی پر چڑھیں دو ہزار سال پہلے۔ یہ کوئی دانائی کی بات ہے؟

قرآن کریم اس کا رد کرتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ۔ اور سورہ فاطر آیت نمبر ۱۸ پارہ ۲۲ میں ہے لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ ''نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز ایک رتی برابر بھی۔'' کسی کا کوئی گناہ نہیں اٹھائے گا۔

آخرت میں نیکی کی قدر و قیمت :

روایات میں آتا ہے کہ میدان محشر میں ایک آدمی (ویسے تو بے شمار ہوں گے یہ

مثال سمجھو) کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں گی مثلاً نیکیاں بھی پچاس، بدیاں بھی پچاس۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے ایک نیکی تلاش کر کے لاؤ کہ تمہاری نیکیوں والا پلا بھاری ہو جائے۔ وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کا کیا ہے وہ اپنے لنگوٹیے یار کے پاس جائے گا اور کہے گا مجھے ایک نیکی دے دو تمھارے پاس بڑی نیکیاں ہیں وہ انکار کر دے گا ۔پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا وہ بھی انکار کر دے۔آخر میں ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا اَ تَعْرِفِیْنِیْ "کیا مجھے پہچانتی ہے میں کون ہوں۔" کہے گی ہاں! میں پہچانتی ہوں۔ وہاں لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح پہچانیں گے جس طرح آج یہاں دنیا میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ پہچانے گی اور کہے گی میں نے تجھے پیٹ میں اٹھایا پھر تجھے جنا پھر تجھے دودھ پلایا تجھے مشکلات میں پالا۔ کہے گا امی! پھر مجھے ایک نیکی دے دے مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے۔تو ماں ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔ اور سورہ عبس پارہ ۳۰ میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور ماں سے اور باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے۔"

آج دنیا میں ایک دوسرے کے لیے جانیں دینے کے لیے تیار ہیں مگر وہاں کوئی ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ یہ سب باطل نظریات ہیں کہ ہمارے گناہ نبی اٹھا لے گا، ولی اٹھالے گا، وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ قطعاً کوئی نہیں اٹھائے گا۔ سورہ لقمان آیت نمبر ۳۳ پارہ ۲۱ میں ہے وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ؗ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا "اور ڈرو اس دن سے کہ نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔" تو فرمایا کوئی

بوجھ اٹھانے والا نہیں کسی دوسرے کا ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ پھر تمھارے رب کی طرف ہے تمھارا لوٹنا۔ دنیا میں مجرم ایک علاقے میں جرم کر کے دوسرے علاقے میں بھاگ جاتے ہیں وہاں جا کر سیاسی پناہ لے لیتے ہیں۔ نام بدل کر اپنا وقت پاس کرتے ہیں لیکن تم سب نے رب کے پاس جانا ہے وہاں تو چھٹکارا نہیں ہے فَیُنَبِّئُکُمۡ پھر وہ تمھیں بتائے گا وہ کارروائی بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ جو کچھ تم کیا کرتے تھے فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ [پارہ: ۳۰] ''پس جو نیکی کرے گا ذرہ برابر بھی اسے دیکھ لے گا اور جو کرے گا بدی ذرہ برابر بھی اس کو دیکھ لے گا۔'' تو کہے گا مَالِ هٰذَا الۡکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَۃً وَّلَا کَبِیۡرَۃً اِلَّاۤ اَحۡصٰهَا [الکہف: ۴۹] ''کیا ہے اس کتاب کو میرے نامہ اعمال کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اسے سنبھال رکھا ہے۔'' سب کچھ اس میں درج ہے۔ انگلی کے ساتھ اشارہ کیا وہ بھی لکھا ہوا ہے، آنکھ کے ساتھ اشارہ کیا وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ تو جو کارروائی تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں بتائے گا اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے دلوں کے رازوں کو۔ ذات کا معنٰی راز ہے۔ اور صدور صدر کی جمع ہے سینہ۔ اس ذات سے کوئی شے مخفی نہیں ہے لہٰذا اس کا خیال رکھو کہ رب کے پاس جانا ہے رتی رتی کا حساب ہوگا چھوٹی بڑی ہر شے سامنے آئے گی۔

فرمایا وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡهِ اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو پکارتا ہے وہ اپنے پروردگار کو رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف کہ یا اللہ! میری تکلیف دور کر دے، میری بیماری ختم کر دے، مالی تنگی ختم کر دے، رزق کشادہ کر دے ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعۡمَۃً پھر جب دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نعمت مِّنۡهُ اپنی طرف

سے۔تکلیف دور ہو جاتی ہے نعمت مل جاتی ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔بے شک دولت اگر جائز طریقے سے حاصل ہو تو بُری شے نہیں ہے لیکن ایسی دولت کہ جس کے بعد نمازیں ہی بھول جائیں حق و باطل کی تمیز نہ رہے ایسی دولت نقصان دہ ہے۔فرمایا جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت دے دیتا ہے اپنی طرف سے نَسِیَ مَا كَانَ يَدْعُوٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ بھول جاتا ہے اس ذات کو جس کو پکارتا تھا اس سے پہلے وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا اور بناتا ہے رب کے شریک۔ویسے عموماً لوگوں کی عادت ہے کہ کمزور پہلو رب کے لیے چھوڑتے ہیں طاقت ور پہلو دوسروں کے لیے۔

مثال کے طور پر کسی بیمار کو رب تعالیٰ شفا دیتا ہے تو کہتے ہیں ڈاکٹر بڑا سمجھ دار تھا، حکیم بڑا دانا تھا، دوائیاں بڑی قیمتی تھیں۔صحت حکیم اور ڈاکٹروں کے کھاتے اور اگر صحت یاب نہ ہوا تو کہیں گے رب کو ایسے ہی منظور تھا۔بھئی! دوسرے پہلو میں بھی رب کو یاد رکھو کہ شفا بھی رب نے دی ہے،مقدمے سے نجات مل گئی،قید سے رہائی مل گئی تو کہتا ہے میرا وکیل بیرسٹر تھا وہ بڑا قابل تھا۔اگر ہار جائے تو کہتا ہے رب کو ایسے ہی منظور تھا۔اگر امتحان میں کامیاب ہو گیا تو کہتا ہے میں نے بڑی محنت کی ہے۔ناکام ہو گیا تو کہتا ہے رب کو ایسے ہی منظور تھا۔تو کمزور پہلو رب تعالیٰ کے لیے اور طاقت ور پہلو دوسروں کے لیے۔بھئی! دونوں پہلوؤں میں رب کو یاد رکھو۔ڈاکٹروں کی کیا حیثیت ہے، حکیموں کی کیا وقعت ہے، دوائیاں کیا ہوتی ہیں؟ اگر رب تعالیٰ ان میں اثر نہ رکھے۔یہ سب ظاہری اسباب ہیں۔اسباب پر کبھی نتیجہ مرتب ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔

آگ کا کام ہے جلانا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کتنا لانبا چوڑا بھٹہ تیار کیا گیا اور کتنا ایندھن ڈالا گیا اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا کہ بندہ اس سے زندہ نکل سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ کر آلہ منجنیق کے ذریعے اس کے درمیان میں ڈالا گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا [سورۃ الانبیاء] ”آگ نے صرف رسیاں جلائیں سر اور جسم کے ایک بال کو بھی ضائع نہیں کیا۔“ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوئے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ڈاڑھی میں سفید بال ہیں عرض کیا پروردگار! یہ کیا ہے؟ فرمایا بزرگی ہے۔ عرض کیا زِدْنِیْ بزرگی میرے لیے اور زیادہ کر دے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک ہزار سال تھی بال کالے تھے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک چودہ سو سال تھی بال کالے رہے۔ تو سبب سبب ہوتا ہے رب نہیں ہوتا۔ لہٰذا سبب کو سبب سمجھو رب نہ سمجھو۔

تو فرمایا بناتا ہے رب کے شریک لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ تاکہ گمراہ کرے اللہ تعالیٰ کے راستے سے دوسروں کو اور خود بھی گمراہ ہو۔ لوگ ایک دوسروں کو دیکھ کر عادتیں اور نظریات اپناتے ہیں۔ جیسے خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ دیکھو! یہ چھوٹے بچے بڑوں کی نقالی کرتے ہیں الامان والحفیظ! چند دن ہوئے ہیں گھر ایک بچی آئی اور ناچنے کا تماشا لگایا۔ میں نے کہا یہ بچی کیا کرتی ہے کہنے لگے کہ یہ ٹی، وی میں عورتوں کو ناچتے ہوئے دیکھتی ہے یہ بھی ناچ رہی ہے۔ چھوٹی سی بچی انڈے جتنی۔ یہ عملی سبق زبانی سبق سے جلدی یاد ہوتا ہے۔

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ تم نمازوں کا اکثر حصہ گھروں میں پڑھا کرو کہ تمھارے چھوٹے بچے دیکھیں گے تو ان کا ذہن بنے گا۔ تو گمراہ کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ قُلْ آپ کہہ دیں تَمَتَّعْ بِکُفْرِکَ قَلِیْلًا اے منکر نا

شکرے فائدہ اٹھالے اپنے کفر کے ذریعے تھوڑا سا۔ کتنا عرصہ زندہ رہو گے؟ دس، بیس سال، سو سال، ہزار سال، آخر مرنا ہے اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ بے شک تو ہے دوزخ والوں میں سے۔ فرمایا اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ ۔ قنوت کا معنٰی ہے اطاعت۔ اور اٰنَاءَ اِنْی کی جمع ہے جیسے اِنّیٰ کا لفظ لکھا جاتا ہے اوپر دوزبر ڈال دیں۔ اس کا معنٰی ہے وقت۔ معنٰی ہوگا کیا جو شخص اطاعت کرنے والا ہے رات کے اوقات میں سَاجِدًا سجدہ کرتے ہوئے وَّقَآئِمًا اور کھڑے ہوئے۔ کبھی سجدے میں پڑا ہوا ہے کبھی رب کے سامنے کھڑا ہے عبادت میں يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ ڈرتا ہے آخرت سے کہ آخرت ضرور آنی ہے اور اس کا حساب کتاب بڑا مشکل ہے وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت کی۔ ایک تو یہ شخص ہے اور دوسری طرف نافرمان ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

ایک کی راتیں گزرتی ہیں رب تعالیٰ کی عبادت میں، کبھی قیام میں، کبھی سجدے میں، کبھی رکوع میں، کبھی سبحان ربی العظیم پڑھتا ہے، کبھی سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتا ہے، کبھی اپنے جرموں کا اقرار کرتے ہوئے رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا کہہ کر رب سے معافی مانگتا ہے۔ اور دوسرا وہ ہے کہ مزے سے سویا ہوا ہے غفلت میں یا رات گناہوں میں بسر کرتا ہے اور رب سے غافل ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ قُلْ آپ کہہ دیں هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ کیا برابر ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے۔ ایک وہ ہیں جو حقیقت اور حق کو جانتے ہیں توحید وسنت کو جانتے ہیں کھری کھوٹی بات کو سمجھتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو نہیں جانتے۔ یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے اِنَّمَا

یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ پختہ بات ہے نصیحت حاصل کرتے ہیں عقل مند۔ اَلْبَابُ لُبٌّ کی جمع ہے اور اُولوا ذو کی جمع ہے من غیر لفظہ جو عقل مند ہیں وہی نصیحت حاصل کرتے ہیں دوسروں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسے بھینس کے سامنے بین بجانا یا اس کو گانا سناؤ تو وہ کیا سمجھے گی؟ بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنتی بنائے، قرآن پاک سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

****

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

قُلْ آپ کہہ دیں یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اے وہ بندو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ڈرو تم اپنے رب سے لِلَّذِیْنَ ان لوگوں کے لیے اَحْسَنُوْا جنھوں نے نیکی کی فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا اس دنیا کی زندگی میں حَسَنَةٌ بھلائی ہے وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اور اللہ کی زمین کشادہ ہے اِنَّمَا یُوَفَّی پختہ بات ہے پورا دیا جائے گا الصّٰبِرُوْنَ صبر کرنے والوں کو اَجْرَهُمْ ان کا اجر بِغَیْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے قُلْ آپ فرمادیں اِنِّیْۤ اُمِرْتُ بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ کہ میں عبادت کروں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین کو

وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے لِاَنْ اَکُوْنَ اس بات کا کہ میں ہو جاؤں اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ مسلمانوں میں پہلا قُلْ آپ فرما دیں اِنِّیْٓ اَخَافُ بے شک میں ڈرتا ہوں اِنْ عَصَیْتُ اگر میں نے نافرمانی کی رَبِّیْ اپنے رب کی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن کے عذاب سے قُلِ آپ فرما دیں اللّٰهَ اَعْبُدُ اللہ ہی کی میں عبادت کرتا ہوں مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ خالص کرتا ہوں اسی کے لیے اپنا دین فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ پس تم عبادت کرو جس کی چاہتے ہو مِّنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قُلْ آپ فرما دیں اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ بے شک نقصان اٹھانے والے الَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنھوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو وَاَهْلِیْهِمْ اور اپنے گھر والوں کو یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن اَلَا خبردار ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ یہی ہے کھلا نقصان لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ ان کے لیے ان کے اوپر سائے ہوں گے مِّنَ النَّارِ آگ سے وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ اور ان کے نیچے بھی سائے ہوں گے ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ یہ وہ چیز ہے کہ ڈراتا ہے اللہ تعالیٰ بِهٖ عِبَادَهٗ اس کے ساتھ اپنے بندوں کو یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا قُلْ آپ کہہ دیں میری طرف سے میرے بندوں کو یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میرے وہ بندے جو ایمان لائے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں حقیقتاً یہ میرے بندے ہیں۔ ان کو کیا کہیں؟

یہ کہیں اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ڈروتم اپنے رب سے یعنی اپنے رب کے عذاب سے ڈرو، رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بے سمجھی میں اس کا معنی کیا ہے: ''تم فرماؤ اے میرے بندو!'' یعنی بندوں کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف ہے۔ پھر کہتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے بندے بھی ہو سکتے ہیں تو پھر عبدالمصطفیٰ، عبدالنبی، عبدالرسول نام بھی رکھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق بات سمجھ لیں۔

عبدالمصطفیٰ، عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھنا کیسا ہے ؟

ویسے تو میں نے ''راہِ سنت'' میں بڑے بسط کے ساتھ باحوالہ بحث کی ہے وہاں دیکھ لینا۔ اختصار کے ساتھ یہاں بھی سمجھ لیں۔ عبد کا ایک معنی بندہ ہے جیسے عبداللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کا بندہ، عبدالرحمٰن کا معنی ہے رحمان کا بندہ، عبدالرحیم کا معنی ہے رحیم کا بندہ۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔ نہ عبدالنبی کہنا جائز ہے، نہ عبدالرسول، نہ عبدالمصطفیٰ کہنا جائز ہے کہ یہ قطعاً شرک ہے۔ عبد کا دوسرا معنی ہے غلام۔ تو اس معنی کے لحاظ سے عبدالرسول بھی صحیح ہے، عبدالنبی بھی صحیح ہے، عبدالمصطفیٰ بھی صحیح ہے۔ اس کا مطلب بنے گا غلام رسول، غلام نبی، غلام مصطفیٰ۔ اس معنی میں یہ اچھے نام ہیں۔ لیکن ایسے الفاظ کہ جن میں اشتباہ ہو کہ ان کا غلط معنی بھی نکل سکتا ہے وہ الفاظ نہیں استعمال کرنے چاہییں۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ''اے ایمان والو مت کہو راعنا بلکہ کہو انظرنا۔'' کیونکہ یہودی اس کا غلط معنی مراد لیتے تھے۔ وہ اس طرح کہ راعنا رعایت سے ہو تو اس کا معنی ہے آپ ہماری رعایت فرمائیں کہ مسئلہ کی خوب وضاحت فرمائیں کہ مجلس میں شہری بھی ہیں، دیہاتی بھی ہیں، ذہین بھی ہیں، اوسط درجے کے بھی ہیں، کمزور ذہن کے

بھی۔ ہر مجمع میں ایسا ہوتا ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا کہ اس میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ بات کرنے والا بات شروع کرتا ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے کیا کہنا ہے۔ اور ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بات مکمل ہو جانے پر پوچھتے ہیں کہ اس نے کیا کہا ہے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے رَاعِنَا کہ ہماری رعایت فرمائیں۔ لفظ بھی صحیح تھا، معنیٰ بھی صحیح تھا، مراد بھی صحیح تھی۔ لیکن یہودی ذرا زبان کو دبا کر ''ی'' پیدا کر کے راعینا کہتے تھے جس کا معنیٰ بنتا ہے ہمارا چرواہا معاذ اللہ تعالیٰ۔

ایسا لفظ جس سے غلط معنیٰ مراد لیا جا سکتا ہو اس کا بولنا صحیح نہیں :

جس طرح کہ جب مسلمان آتے تو کہتے السلام علیکم اور یہودی آتے تو کہتے السام علیکم۔ سلام کا معنیٰ سلامتی اور سام کا معنیٰ موت ہے۔ تم پر موت ہو۔ عام آدمی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ ایک یہودی نے آ کر کہا السام علیکم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی ذہین تھیں پردے میں بیٹھی تھیں سن لیا فوراً کہا علیك السام واللعنة ''تجھ پر موت اور لعنت ہو۔'' یہودی بات کر کے چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم بڑی غصے میں تھی کیا بات تھی؟ کہنے لگیں اَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالَ ''حضرت آپ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قُلْتُ لَهٗ ''کیا تو نے نہیں سنا جو میں نے جواب میں اس کو کہا۔ اس نے کہا السام عَلیك تجھ پر موت ہو۔ میں نے کہا وَعَلَیْكَ تجھ پر ہو۔ جواب بھی پورا ہو گیا اور بدمزگی بھی نہیں ہوئی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے راعنا۔ تو یہودی اس سے غلط فائدہ اٹھاتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا کہ رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ حضرت! ہم پر نظر شفقت فرمائیں۔

تو اس سے قاعدہ یہ نکلا کہ ایسا لفظ کہ جس سے غلط معنیٰ بھی مراد لیا جا سکتا ہو اس کا

بولنا صحیح نہیں ہے۔جیسے یارسول اللہ کا جملہ ہے کہ اگر کوئی پیار سے کہے تو اس پر کوئی جرح نہیں ہے۔لیکن اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہیں اور میری مدد کرتے ہیں تو پھر یہ کہنا جائز نہیں ہے۔اور احمد رضا خان بریلوی کا یہی عقیدہ تھا۔ وہ کہتا ہے:

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش: صفحہ ۵۰،حصہ ۲)

تو یہ شرک ہے۔تو غلام نبی، غلام مصطفیٰ، غلام رسول یہ نام صحیح ہیں لیکن چونکہ عبد المصطفیٰ، عبد الرسول جیسے الفاظ کا صحیح معنٰی بھی ہے اور غلط معنٰی بھی بنتا ہے اس لیے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مکروہ ہیں۔لہٰذا ایسے نام نہیں رکھنے چاہییں۔ کیونکہ کم فہم لوگ اس کا اور معنٰی سمجھیں گے لہٰذا یہ ممنوع ہیں۔اب آپ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ترجمہ سمجھیں۔پھر میں تمھیں قرآن کریم کا ضابطہ بتاتا ہوں۔صحیح ترجمہ تو یہ ہے کہ اے نبی کریم! آپ ﷺ ان لوگوں کو کہہ دیں میری طرف سے یٰعِبَادِ اے میرے بندو! اور میرے بندے کون ہیں؟ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے۔اور احمد رضا خان بریلوی یہ ترجمہ کرتا ہے: ”آپ فرمائیں اے میرے بندو۔“یعنی بندہ ہونے کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی ہے۔اب تم نکالو سورہ آل عمران کی آیت ۷۹-۸۰ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ”کسی بشر کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ بشر جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب دی ہے، حکم دیا ہے، نبوت عطا فرمائی ہے (اب غیر نبی تو سارے نکل

گئے) جو نبی ہے کتاب، نبوت، حکم ملنے کے بعد کہے لوگوں کو ہو جاؤ تم میرے بندے۔'' تو بات سمجھ آ گئی نا، کہ کسی بشر کو حق نہیں وہ بشر کہ جس کو رب نے کتاب دی ہے، حکم دیا ہے، نبوت دی ہے۔ یہ سب کچھ ملنے کے بعد لوگوں کو کہے ہو جاؤ تم میرے بندے۔ وہ یہ کہے گا وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ ''لیکن ہو جاؤ تم رب والے اس وجہ سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم اس کو پڑھتے ہو وَلَا یَاْمُرَکُمْ اور وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمھیں حکم نہیں دے گا کہ بناؤ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب۔ کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔'' یہ کفر سکھانے کے لیے نہیں آیا۔ تو اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی پیغمبر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو کہے میرے بندے بن جاؤ۔ تو پھر بریلوی کا ترجمہ کیسے صحیح ہوا کہ آپ فرمارہے ہیں اے میرے بندو!

تو یہ رب تعالیٰ اپنی طرف سے اعلان کروا رہے ہیں کہ اے میرے پیغمبر میرے بندوں کو میری طرف سے اعلان کر کے کہہ دیں اے میرے وہ بندو! جو ایمان لائے ہو اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ڈرو تم اپنے رب کی گرفت سے، اپنے رب کے عذاب سے بچو، اپنے رب کی مخالفت سے بچو لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی بھلائی کی فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ اس دنیا میں بھلائی ان کو حاصل ہوگی۔ بھلائی کا مطلب مال کا زیادہ ملنا نہیں۔ مال تو رب کافروں کو بھی دیتا ہے۔ بلکہ حسنہ کا معنیٰ ہے ایسی پاکیزہ زندگی جو عقیدے، اخلاق، اعمال کے لحاظ سے اچھی ہوگی۔ مال کا زیادہ ہونا کوئی حسنہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کے لیے جنھوں نے بھلائی کی ان کو اللہ تعالیٰ ایسی پاکیزہ اور صاف زندگی دے گا کہ جس سے یہ دنیا بھی سنورے گی اور آخرت بھی سنورے گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض علاقوں میں کافروں کا غلبہ ہوتا ہے، بدمعاشوں کا غلبہ ہوتا ہے وہ ان کو صحیح طور

پر چلنے نہیں دیتے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ ہے۔اگر وہ یہاں تمھیں للہ اللہ نہیں کرنے دیتے تو اور جگہ چلے جاؤ۔ہجرت کوئی آسان مسئلہ نہیں ہے۔مکان،کارخانہ،زمین چھوڑ کر کون جاتا ہے؟ مگر جب ایمان صحیح ہو اور ایمان میں پختگی ہو اور سمجھے کہ یہاں میرا ایمان باقی نہیں رہ سکتا تو پھر ضرور ہجرت کرنی چاہیے اور اب تک کرتے آرہے ہیں اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ پختہ بات ہے پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے۔جو لوگ دین پر ڈٹے رہتے ہیں،تکلیفیں سہتے ہیں،مصیبتیں برداشت کرتے ہیں رب کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو اتنا اجر دے گا جو گنتی میں نہیں آئے گا قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّيْٓ اُمِرْتُ بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے رب تعالیٰ کی طرف سے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ کہ میں عبادت کروں صرف اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ دین اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔خالص رب کی عبادت کروں وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے لِاَنْ اَكُوْنَ کہ ہو جاؤں میں اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں میں پہلا۔جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو اس کو سب سے پہلے ماننے والے آپ ﷺ ہیں کیونکہ اگر نبی خود نہیں مانے گا معاذ اللہ تعالیٰ تو اور کسی کو کیا دعوت دے گا؟ تو فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے میں پہلے مانوں پھر آگے چلوں۔

کافروں کے مختلف وفد آپ ﷺ کے پاس آئے۔کہنے لگے کہ اے محمد (ﷺ) آپ کے آنے سے اختلافات اور جھگڑے شروع ہو گئے ہیں۔ہر گھر میں جھگڑا ہو رہا ہے،باپ بیٹا لڑ رہے ہیں،بھائی بھائی لڑ رہے ہیں،میاں بیوی میں اختلاف ہے،بازاروں میں،گھروں میں،گلیوں میں جھگڑے ہو رہے ہیں ان جملہ اختلافات کی ذمہ

داری آپ کے سر ہے۔صلح صفائی اچھی چیز ہے اس طرح کریں کہ آپ ہمارے معبودوں کو پکاریں ان کی عبادت کریں ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں اور پکاریں اور مل جل کر وقت گزاریں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْٓ اَخَافُ بے شک میں ڈرتا ہوں اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے۔لہٰذا میں اپنے رب کی نافرمانی کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهَ اَعْبُدُ اللہ ہی کی میں عبادت کرتا ہوں۔نہ لات کوئی شے ہے، نہ منات، نہ عزیٰ، میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ خالص کرنے والا ہوں اسی کے لیے اپنا دین فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ پس تم عبادت کرو اس کی جس کو چاہتے ہو اس کے نیچے نیچے۔لات کی کرتے ہو، منات کی کرتے ہو، عزیٰ کی کرتے ہو، ہبل کی کرتے ہو۔تم جس کی مرضی عبادت کرو یہ تمہارا دین ہے میں صرف رب تعالیٰ کی عبادت کروں گا۔ قُلْ آپ کہہ دیں ان کو اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ بے شک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنھوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو وَاَهْلِیْهِمْ اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں ڈالا۔خسارہ بھی کون سا؟ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن کا۔

دنیا میں خسارے اور نقصان ہوتے ہیں بعض دفعہ ان کی تلافی بھی ہو جاتی ہے آخرت کے نقصان کی کوئی تلافی نہیں ہے۔اس دن سوائے اپنے ہاتھوں کو کاٹنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ [الفرقان:۲۷] ''جس دن کاٹیں گے ظالم اپنے ہاتھوں کو افسوس کی وجہ سے یَقُوْلُ کہیں گے یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ

مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔'' اور یہ بھی کہے گا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا '' اے خرابی کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔'' اس نے میرا بیڑا غرق کیا۔ مگر وہاں ہاتھ کاٹنے اور واویلا کرنے کا کیا فائدہ؟ احادیث میں آتا ہے کہ ایک ایک مجرم اتنا روئے گا کہ ان کے آنسوؤں سے گالوں پر ندی نالے بن جائیں گے کہ اگر ان میں کشتی چلائی جائے تو چل سکے گی۔ تو اصل نقصان اٹھانے والا وہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو نقصان میں ڈالا قیامت والے دن۔ فرمایا اَلَا ذٰلِكَ خبردار یہی ہے هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ کھلا نقصان۔ دنیا کا نقصان کوئی نقصان نہیں ہے اصل نقصان یہ ہے کہ آخرت برباد ہو جائے۔ پھر کیا ہوگا لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ ان کے لیے ان کے اوپر سائے ہوں گے آگ سے۔

لوگوں کی عادت یہ ہے کہ سردی کے موسم میں نیچے تلائی گدا وغیرہ بچھاتے ہیں اور اوپر رضائی لیتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں تلائی گدا نیچے سے نکال دیتے ہیں نیچے دری بچھا دیتے ہیں اوپر چادر وغیرہ لے لیتے ہیں مکھی مچھر سے بچنے کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ گرمی سردی میں کچھ اوپر لیتے ہیں کچھ نیچے لیتے ہیں۔ ان کے اوپر نیچے کیا ہوگا؟ اوپر بھی آگ کے سائے ہوں گے اور نیچے بھی آگ کے سائے ہوں گے وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ اور ان کے نیچے بھی سائے ہوں گے آگ کے۔ آگ بھی وہ جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی اور دنیا کی آگ اتنی تیز ہے کہ اس میں لوہا، تانبا پگھل جاتا ہے۔ فرمایا ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ یہ وہ چیز ہے کہ ڈراتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے بندوں کو۔

اس سے پہلے آیت میں آ چکا ہے کہ آپ کہہ دیں میرے بندوں کو جو ایمان لاتے

ہیں ڈرتے رہو اپنے رب سے۔ اور یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو یعنی میری گرفت سے ڈرو، میرے عذاب سے ڈرو۔ رب تعالیٰ نے کھلے لفظوں میں آنحضرت ﷺ کی وساطت سے اعلان کر کے سنا دیا ہے کہ رب تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بچو۔

❋❋❋❋

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ

اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ اجْتَنَبُوا جنھوں نے کنارہ کشی کی الطَّاغُوْتَ طاغوت سے اَنْ يَّعْبُدُوْهَا یہ کہ اس کی عبادت کریں وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ اور انہوں نے رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف لَهُمُ الْبُشْرٰى ان کے لیے خوش خبری ہے فَبَشِّرْ عِبَادِ پس آپ خوش خبری سنا دیں میرے بندوں کو الَّذِيْنَ وہ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ جو سنتے ہیں بات کو فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ پس پیروی کرتے ہیں اس کی اچھی باتوں کی اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں هَدٰىهُمُ اللّٰهُ جن کو ہدایت دی اللہ تعالیٰ نے وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور یہی لوگ ہی عقل مند ہیں اَفَمَنْ کیا پس وہ شخص حَقَّ عَلَيْهِ لازم ہو

چکا اس پر کَلِمَةُ الْعَذَابِ عذاب کا فیصلہ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ کیا پس آپ چھڑا لیں گے مَنْ اس کو فِي النَّارِ جو دوزخ میں ہے لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا لیکن وہ لوگ جو ڈرتے ہیں رَبَّهُمْ اپنے رب سے لَهُمْ غُرَفٌ ان کے لیے بالا خانے ہیں مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ ان کے اوپر اور بالا خانے ہیں مَّبْنِيَّةٌ تعمیر شدہ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں وَعْدَ اللّٰهِ یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ نہیں خلاف ورزی کرتا اللہ تعالیٰ وعدے کی اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ نازل کیا اس نے آسمان کی طرف سے مَآءً پانی فَسَلَكَهٗ پس چلا دیا اس کو يَنَابِيْعَ چشموں میں فِي الْاَرْضِ زمین میں ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ پھر نکالتا ہے اس پانی کے ذریعے زَرْعًا کھیتی مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ مختلف ہیں رنگ اس کے ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا پس دیکھتا ہے تو اس کو زرد ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا پھر کر دیتا ہے اس کو چورا چورا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَذِكْرٰى البتہ نصیحت ہے لِاُولِي الْاَلْبَابِ عقل مندوں کے لیے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں رکھا قیامت والے دن۔ اب ان کے مدمقابل لوگوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اور وہ لوگ جنھوں نے کنارہ کشی کی، پرہیز کیا طاغوت سے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے چوٹی کے مفسر ہیں وہ طاغوت کا معنیٰ شیطان بھی کرتے ہیں اور جادوگر بھی کرتے ہیں۔ اور طاغوت کا معنیٰ فال نکالنے والا اور بت بھی ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو خلاف شرع چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اَنْ یَّعْبُدُوْهَا کہ وہ طاغوت کی عبادت کریں، اس کی پرستش کریں، اس پر یقین کریں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی نے فال نکالنے والے کو ہاتھ دکھایا کہ دیکھ میری قسمت میں کیا ہے؟ (چاہے دل میں یقین نہیں ہے ویسے دل لگی کے طور پر) تو اس شخص کی چالیس دن اور چالیس راتوں کی نمازوں کا اجر ضائع ہو گیا۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ اَتٰی کَاهِنًا (اِلٰی قَوْلِهٖ) فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم "جو آدمی کاہن کے پاس آیا پس تحقیق اس نے انکار کر دیا اس شریعت کا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔" ایسا آدمی از روئے شریعت کافر ہے۔ تو فرمایا جو لوگ بچتے ہیں شیطان سے، جادوگروں سے، فال نکالنے والوں سے، بتوں سے کہ ان کی عبادت کریں وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ اور رجوع کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف لَهُمُ الْبُشْرٰی ان کے لیے خوش خبری ہے فَبَشِّرْ عِبَادِ پس آپ خوش خبری سنا دیں میرے بندوں کو کامیاب ہونے کی۔ اور بشارت اور خوش خبری کے مستحق کون لوگ ہیں اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ جو سنتے ہیں میری بات کو فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ پس پیروی کرتے ہیں اس کی اچھی باتوں کی اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور یہی لوگ ہی عقل مند ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک

جنھوں نے طاغوت کی پوجا کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

احسن کا مفہوم اس طرح بھی بیان فرماتے ہیں کہ شریعت میں بعض چیزیں حسن ہیں اور بعض احسن ہیں۔ اس کی مثال آپ یوں سمجھیں کہ ایک شخص نے دوسرے آدمی کو نقصان پہنچایا۔ تو جس کا نقصان ہوا ہے اس کے لیے جائز ہے بدلہ لینا اور جائز کام حسن کہلاتا ہے۔ اور اگر وہ بدلہ لینے کے بجائے معاف کر دے تو یہ احسن ہے یعنی بہت اچھا فعل ہوگا اور اس کے بدلے میں اسے آخرت میں بہت بڑا اجر ملے گا۔ حسن اور احسن کی مثال اس طرح بھی دی جا سکتی ہے کہ ایک طرف عزیمت ہے اور دوسری طرف رخصت ہے۔ رخصت کو اختیار کرنا حسن ہے اور عزیمت کو اختیار کرنا احسن ہے۔ مثلاً: مسافر کے لیے سفر کے دوران میں روزہ نہ رکھنا رخصت ہے اور اگر وہ رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کرے اور روزہ رکھ لے تو احسن ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے احسن چیز کو اختیار کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں :

آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ آپ میرا پیغام پہنچائیں اگر کوئی نہیں مانتا تو پریشان نہ ہوں اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ''کیا پس آپ چھڑا لیں گے اس کو جو دوزخ میں ہے۔'' بعض جاہل شاعر یہ شعر عام مجلسوں میں پڑھتے ہیں:

اللہ دے پکڑے چھڑاوے محمد
محمد دے پکڑے چھڑا کوئی نئیں سگدا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اسی بات کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ کیا پس وہ شخص جس پر لازم ہو چکا عذاب کا فیصلہ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ

کیا پس آپ اس کو چھڑالیں گے جو دوزخ میں ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں قرآن کریم مجسمہ ہدایت ہے۔ صرف قرآن پاک سے دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کا چچا عبد المناف جس کی کنیت ابو طالب تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد تھے حدیث میں اس کے چار بیٹوں اور ایک بیٹی کا ذکر آتا ہے۔ بڑے بیٹے کا نام طالب تھا اور اسی کی طرف نسبت سے کنیت ابو طالب تھی۔ یہ طالب مسلمان نہیں ہوا باقی تین بیٹے حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت علی رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے اور بیٹی کا نام فاختہ تھا ام ھانی اس کی کنیت تھی آج بھی مسجد حرام میں ایک دروازے کے اندر اور باہر لکھا ہوا ہے ''باب ام ہانی'' یہاں ان کا مکان ہوتا تھا۔ یہ بھی مسلمان ہوئی ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ کے دادا جان فوت ہوئے ہیں اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کتنی تھی؟ بعض نے بارہ سال اور بعض نے آٹھ سال لکھی ہے۔ دادا جان کی وفات سے لے کر اپنی وفات تک ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی خدمت کی ہے اور وہ دنیاوی لحاظ سے آپ ﷺ کا بڑا خیر خواہ تھا۔ جب ابو طالب فوت ہوئے ہیں اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک پچاس سال تھی۔ تو اگر دادا جان کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۱۲ سال تھی تو پھر ابو طالب نے آپ کی اڑتیس (۳۸) سال خدمت کی ہے۔ اور اگر آٹھ (۸) سال مانو تو پھر بیالیس (۴۲) سال خدمت کی ہے لیکن اسے ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

ابو طالب کی وفات کے وقت آنحضرت ﷺ اس کے پاس جا بیٹھے۔ ابو جہل، ابو لہب وغیرہ بھی پاس بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے کچھ دیر انتظار کیا کہ یہ لوگ اٹھ کر چلے جائیں پھر میں چچے کے سامنے کلمہ پیش کروں کہ یہ لوگ آڑے آئیں گے۔ مگر وہ لوگ بڑے ہوشیار تھے کہاں جانے والے تھے۔ جب ابو طالب کی حالت غیر ہوگئی تو آنحضرت

ﷺ نے ان کی موجودگی میں کہا کہ چچا جان ! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دو تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کہہ سن سکوں ۔ ابو طالب نے کہا کہ اگر مجھے اپنی گروہ بندی کا خیال نہ ہوتا تو میں ضرور آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ۔ میں جانتا ہوں کہ سارے ادیان میں سے تیرا دین سب سے اچھا ہے ۔ جس وقت یہ نرم نرم باتیں کیں تو ابو جہل بول پڑا ۔ کہنے لگا یَا غَدَرُ ''اے غدار اَتَتْرُکُ مِلَّۃَ اَبِیْکَ عبد المطلب کیا تو اپنے باپ عبد المطلب کا دین چھوڑنا چاہتا ہے؟'' آپ اپنی طرف کھینچتے رہے وہ اپنی طرف کھینچتے رہے ۔ اس نے آخری بات یہ کہی اَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہَ ''لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا ۔'' مر گیا مگر دھڑا نہیں چھوڑا ۔ آنحضرت ﷺ نے نہ میت کو کندھا دیا ہے اور نہ جنازے میں شرکت کی ہے ، نہ قبر میں پہنچایا ہے ۔ اٹھ کر چلے آئے ۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر بتلایا کہ حضرت ! تمہارا بوڑھا چچا گمراہ مر گیا ہے ۔ مشرک کے لفظ بھی ہیں کہ تمہارا بوڑھا چچا مشرک مر گیا ہے میں کیا کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وَارِ اٰبَاکَ اپنے باپ کو دفن کر دو ۔

ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی بڑی خدمت کی ہے اور ساتھ دیا اور بالواسطہ دین کی بھی خدمت ہوئی ۔ جب لوگ آنحضرت ﷺ پر حملہ آور ہوتے تھے ، آنحضرت ﷺ کو اذیت پہنچانے کے لیے آتے تھے تو ابو طالب سامنے آکر کھڑے ہو جاتے تھے کہ پہلے مجھے مارو پھر میرے بھتیجے کی طرف جانا ۔ چونکہ ظاہری لحاظ سے شریف الطبع اور خاندانی اعتبار سے اونچے تھے اور کعبۃ اللہ کے متولیوں میں سے تھے اثر ورسوخ والے آدمی تھے لوگ شرم وحیا کرتے تھے واپس چلے جاتے تھے ۔ ابو طالب کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی اے پروردگار ! تیری رحمت بڑی

وسیع ہے میرے چچے نے میری بڑی خدمت کی ہے اور بالواسطہ دین کی خدمت کی ہے میرے چچے کو بخش دے۔ آنحضرت ﷺ کو دعا کرتے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مشرک ماں باپ، بہن بھائیوں کے لیے دعائیں شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے متعلق حکم نازل فرمایا تاکہ آنے والی نسلوں کو مغالطہ نہ رہے۔ ارشاد ربانی ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ [توبہ: ۱۱۳] ''نہیں حق پہنچتا نبی کو اور ان لوگوں کو بھی حق نہیں پہنچتا جو مومن ہیں کہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ ان کے لیے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے پکڑا آپ ﷺ نے چھڑانے کی کوشش کی تو رب تعالیٰ نے دعا سے بھی منع فرما دیا۔

دوسرا واقعہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کا ہے۔ ظاہری طور پر سارے کام مسلمانوں والے کرتا تھا بلکہ پہلی صف میں بیٹھتا تھا۔ امیر آدمی تھا چندہ بھی دل کھول کر دیتا تھا مگر دل صاف نہیں تھا بیٹے کا نام بھی عبد اللہ اور وہ مخلص مومن تھا رضی اللہ عنہ۔ عبد اللہ بن ابی کی وفات ہوگئی تو بیٹے نے آ کر آنحضرت ﷺ سے کہا کہ حضرت! میرا والد فوت ہو گیا ہے میں نہیں کہتا کہ وہ مخلص تھا بایں ہمہ اگر آپ ﷺ اس کے لیے دعا کریں کہ مغفرت کی کوئی صورت ہو جائے۔ حضرت! جنازہ بھی پڑھا دیں آنحضرت ﷺ نے وعدہ کر لیا کہ میں جنازہ پڑھاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس تھے کہنے لگے حضرت! آپ منافق کا جنازہ پڑھا رہے ہیں فلاں دن اس نے یہ کیا فلاں دن اس نے یہ کہا پھر جس وقت آپ ﷺ جنازہ پڑھانے کے لیے اٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کندھے والی چادر کو کھینچا کہ حضرت!

کہاں جارہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے باوجود حلیم الطبع ہونے کے فرمایا عمر! تم مجھ پر داروغہ مسلط ہوئے ہو؟ وہ خاموش ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس وقت دو کرتے پہنے ہوئے تھے نیچے والا کرتا جو جسم مبارک کے ساتھ لگا ہوا تھا اتار کر فرمایا کہ اس کا کفن اس کو پہناؤ۔ اپنا لعاب مبارک اس کے جسم پر ملا، جنازہ پڑھایا، قبر پر کھڑے ہو کر دعا کی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [توبہ:۸۰] ”آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اگر ان کے لیے ستر (۷۰) مرتبہ بھی بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ مزید فرمایا وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ [توبہ:۸۴] ”اور اے پیغمبر آپ نہ نماز پڑھیں کسی ایک پر ان میں سے جو مر گیا کبھی بھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔“ اللہ تعالیٰ نے پکڑا آپ ﷺ نے چھڑانے کی کوشش کی۔ اس سے زیادہ اور کیا کوشش ہو سکتی تھی؟ لیکن آپ ﷺ نہیں چھڑا سکے۔ تو یہ کہنا:

؎ اللہ دے پکڑے چھڑاوے محمد ﷺ

یہ بالکل قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا پس وہ شخص جس پر لازم ہو چکا ہے عذاب کا فیصلہ کیا پس آپ اس کو چھڑا سکتے ہیں دوزخ سے لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لیکن وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے اس کی مخالفت سے، رب تعالیٰ کی گرفت سے ڈرتے ہیں لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ ان کے لیے بالاخانے ہیں ان کے اوپر اور بالاخانے ہیں مَّبْنِيَّةٌ تعمیر شدہ۔ غُرَفٌ غُرْفَةٌ کی جمع ہے بمعنی چوبارا، اوپر والی منزل۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اوپر نیچے سو، سو منزلیں ہوں گی، دور

تک نظارے لیں گے۔ کوئی سونے کی تعمیر شدہ ہوگی، کوئی چاندی، کوئی ہیرے اور موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی اور ایک ایک مومن کو اتنا بڑا مکان ملے گا جو ساٹھ میل پر پھیلا ہوا ہو گا۔ اگلے جہان کی چیزوں کا ہم یہاں تصور بھی نہیں کر سکتے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ ہر منزل کے سامنے نہر چل رہی ہوگی وَعْدَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ نہیں خلاف ورزی کرتا اللہ تعالیٰ وعدے کی۔

قدرتِ خداوندی :

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بتلاتے ہیں۔ پانی ایک ایسی چیز ہے کہ عالم اسباب میں ہر جان دار چیز، نباتات اس کی محتاج ہے۔ پانی کے بغیر کوئی جان دار چیز نہیں بچ سکتی۔ اسی طرح درخت پودے وغیرہ بھی برقرار نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بے شک اللہ تعالیٰ نے نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی فَسَلَکَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ پس چلا دیا اس کو چشموں میں زمین میں۔ ینابیع ینبوعٌ کی جمع ہے بمعنی چشمہ۔ اور ینابیع کا معنی چشمے ہوں گے۔ تجربے کی بات ہے کہ جن سالوں میں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں کنوؤں اور چشموں کے پانی بھی بڑھ جاتے ہیں۔ بارشیں رک جائیں تو بعض چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور بعضوں میں پانی کم ہو جاتا ہے۔ تو زمینی کنوؤں اور چشموں کا تعلق بھی بارش کے پانی کے ساتھ ہے ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا پھر نکالتا ہے اس پانی کے ذریعے کھیتی مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ مختلف ہیں رنگتیں اس کی۔ مکئی کی شکل اور، گندم کی شکل اور، چاولوں کی شکل اور رنگ اور، اور باجرے کی اور، سبزیوں کو دیکھ لو، کوئی سفید، کوئی کالی، کوئی لال، کوئی

کسی رنگ کی، کوئی کسی رنگ کی ثُمَّ یَھِیْجُ پھر خشک ہو جاتی ہے جب پکنے پر آتی ہے فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا پس تو دیکھتا ہے اس کو زرد ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا پھر اس کو رب کر دیتا ہے چورا چورا۔ پھر لوگ اس کو مشینوں کے ساتھ گاہتے ہیں۔ توڑی الگ اور دانے الگ کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے بارش برسا کر تمہارے جسم کے لیے خوراک پیدا فرمائی اور قرآن نازل فرما کر روح کی غذا عطا فرمائی۔ دین کے بغیر آدمی کی روح زندہ نہیں رہ سکتی بہ ظاہر آدمی جتنا موٹا تازہ ہے۔ اگر دین نہیں ہے تو اس کی روح مردہ ہے۔ جس طرح جسم عالم اسباب میں پانی کے محتاج ہیں اسی طرح وحی کے بھی محتاج ہیں۔ جس سے روح کو خوراک ملتی ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی بے شک اس میں البتہ نصیحت ہے لیکن کن لوگوں کے لیے لِاُولِی الْاَلْبَابِ عقل مندوں کے لیے۔ عقل مند سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ظاہر کے لیے بھی انتظام کیا ہے اور باطن کے لیے بھی، جسم کے لیے بھی اور روح کے لیے بھی انتظام کیا ہے۔

❋❋❋❋

اَفَمَنْ

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

اَفَمَنْ کیا پس وہ شخص شَرَحَ اللّٰهُ کہ کھول دیا اللہ تعالیٰ نے صَدْرَهٗ اس کا سینہ لِلْاِسْلَامِ اسلام کے لیے فَهُوَ پس وہ شخص عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر ہے مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کی طرف سے فَوَيْلٌ پس خرابی ہے لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہیں مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں اَللّٰهُ نَزَّلَ اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ بہترین بات كِتٰبًا کتاب مُّتَشَابِهًا آپس میں ملتی جلتی ہے مَّثَانِيَ دہرائی جاتی ہے تَقْشَعِرُّ مِنْهُ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے جُلُوْدُ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے چمڑوں سے يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے ثُمَّ تَلِيْنُ

جُلُوْدُھُمْ پھر نرم ہو جاتے ہیں چمڑے ان کے وَقُلُوْبُھُمْ اور ان کے دل اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے یَھْدِیْ بِہٖ ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعے مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے فَمَالَہٗ مِنْ ھَادٍ پس نہیں ہے کوئی اس کو ہدایت دینے والا اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ کیا پس وہ شخص جو بچے گا بِوَجْھِہٖ اپنے چہرے کے ذریعے سُوْٓءَ الْعَذَابِ برے عذاب سے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن وَقِیْلَ اور کہا جائے گا لِلظّٰلِمِیْنَ ظالموں کو ذُوْقُوْا چکھو تم مَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ مزہ اس چیز کا جو تم کماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ کیا پس وہ شخص کہ کھول دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے سینے کو اسلام کے لیے فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ پس وہ روشنی پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ اسلام کو وہ حاصل کر چکا ہے۔کیا یہ اس شخص کی طرح ہے جس کا دل سخت ہے نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ اسلام کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص جس چیز کے لیے کوشش کرے گا وہ اس پر نتیجہ مرتب کر دے گا بغیر طلب کے کوئی چیز نہیں ملتی۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ مثلاً تلکا ہے، ٹونٹی ہے، تم نے پانی لینا ہے اگر برتن کا منہ سیدھا رکھو گے تو اس میں پانی پڑے گا اگر تم برتن کو الٹا رکھو گے تو بے شک سارے ٹیوب ویل کا پانی اس پر پڑتا رہے اندر کچھ نہیں جائے گا۔ یہ مثال ہے طلب اور

غیر طلب کی۔ جو شخص طالب ہے اس کے برتن کا منہ پانی کی طرف ہے اس میں پانی ضرور پڑے گا چھوٹا برتن جلدی بھر جائے گا بڑا دیر سے بھرے گا مگر بھر جائے گا۔ اور جو طالب نہیں ہے اس کے برتن کا منہ الٹا ہے اس میں کچھ نہیں آئے گا۔ بار ہا یہ بات سمجھا چکا ہوں کہ ایمان بھی اختیاری ہے اور کفر بھی اختیاری ہے۔ ایمان لانے میں کفر اختیار کرنے میں نیکی، بدی اختیار کرنے میں بندے کو پورا پورا دخل ہے۔ جبراً اللہ تعالیٰ نہ کسی کو ہدایت دیتے ہیں اور نہ گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ دونوں ذوالعقول اور مکلّف مخلوق ہیں شریعت کے پابند ہیں۔ جس شخص نے اپنے سینے کو ایمان کی طرف، ہدایت کی طرف متوجہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو ہدایت کے لیے کھول دیتے ہیں وہ اسلام قبول کرے گا اس کو ہدایت حاصل ہوگی **فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ** ''پس وہ شخص روشنی پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔'' اس کے مقابلے میں وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہے **فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ** پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہیں۔ ایمان کو قریب نہیں آنے دیتے۔

سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۵ پارہ ۲۴ میں ہے **وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ** ''اور کہا انھوں نے کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں **وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ** اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں **وَمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ** اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے **فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ** پس تم اپنا کام کرتے رہو ہم اپنا کام کرتے رہیں گے۔ اب جن لوگوں نے ضد اور عداوت کے ساتھ اپنے دل پردوں میں رکھے ہوئے ہیں کانوں میں ڈاٹ چڑھائے ہوئے ہیں۔ حق سننے کے لیے تیار نہیں ہیں آنکھوں پر پردے ڈالے ہوئے ہیں۔ جن کی

ضد اس حد تک پہنچ چکی ہے ان کو اللہ تعالیٰ زبردستی تو ہدایت نہیں دے گا۔ ہدایت تب ملے گی کہ وہ ہدایت کے طالب ہوں ان میں ضد نہ ہو اور ضدی کو دنیا میں کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں قومی زبان میں بھیجے ہیں تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہماری زبان اور ہے اور پیغمبر کی زبان اور ہے۔ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴ میں ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔'' پیغمبر قومی زبان میں بیان کرتا ہے۔ پھر پیغمبر کا دل بھی صاف، زبان بھی صاف اور جو بات اخلاص کے ساتھ ہوتی ہے سمجھ بھی جلد آتی ہے لیکن بہ ایں ہمہ نہ ماننے والوں نے پیغمبر کو کہا کہ تیری باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔

چنانچہ سورہ ہود آیت نمبر ۹۱ میں ہے قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ''ان لوگوں نے کہا اے شعیب نہیں سمجھتے ہم بہت سی وہ باتیں جو تم کہتے ہو۔'' تیری باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ بھائی! کیوں سمجھ نہیں آتی؟ بولی تمہاری ہے، پیغمبر کی زبان صاف اور پاک ہے، دل پاک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ماننا نہیں ہے ضد ہے۔ اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا۔ تو فرمایا فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔

ویل نامی طبقہ جہنم کی گہرائی :

وَیْل جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے جو اتنا گہرا ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اوپر سے کوئی چیز گرائی جائے تو ستر سال کے بعد نیچے پہنچے گی۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ یک دم دھماکے کی آواز آئی جیسے کسی مکان کی چھت گر گئی ہو یا کوئی بڑی

دیوار گر گئی ہو۔ سب گھبرا گئے خدا جانے کیا ہوا ہے؟ کوئی مرا ہے، کوئی زخمی ہوا ہے؟ جلدی سے اٹھے کہ جا کر دیکھیں کیا ہوا ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو خیر سلا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اَتَدْرُوْنَ مَاهٰذِهِ الْوَجْبَةُ ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ آواز کیسی تھی؟'' کہنے لگے حضرت! ہم تو گھبرا گئے کہ خدا جانے کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہنم کے طبقے میں اوپر سے پتھر پھینکا گیا تھا ستر سال کے بعد اب نیچے پہنچا ہے یہ اس کی آواز تھی۔ خرق عادت اور خلاف عادت کے طور پر کبھی کبھی اللہ تعالیٰ یہ چیزیں سنا دیتے ہیں۔ انکار کی وجہ نہیں ہے۔ قاعدہ عام ہوتا ہے جس سے خرق عادت کا استثناء ہوتا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے کہ سخت قسم کی بدبو آئی کہ ہر آدمی مجبور ہو گیا ناک بند کرنے پر۔ کسی نے ہاتھ کے ساتھ، کسی نے پگڑی کے کنارے کے ساتھ، کسی نے چادر کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذِهِ الرِّيْحَةُ الْكَرِيْهَةُ ''کیا جانتے ہو یہ بدبو کس چیز کی تھی؟'' کہنے لگے حضرت! ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔ فرمایا یہ کسی شخص نے کسی کی غیبت کی ہے یہ غیبت کی بدبو ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہاں تو روزانہ غیبتیں ہوتی ہیں ہمیں تو بدبو نہیں آتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری حس مر گئی ہے۔ جیسے کوڑا کرکٹ، گند اٹھانے والے اٹھاتے ہیں لیکن کبھی انہوں نے ناک بند نہیں کی کہ وہ عادی ہو گئے ہیں ان کو بدبو نہیں آتی۔ معاف رکھنا اسی طرح ہم بھی گناہوں کے عادی ہو گئے ہیں ہمیں کسی گناہ کی بدبو نہیں آتی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک فرشتے کی ڈیوٹی ہے جو ہونٹوں کے قریب رہتا ہے۔ ایک گیا دوسرا آ گیا۔ جب آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں

پہنچاتے ہیں۔کوئی درود شریف پڑھتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچاتا ہے۔ترمذی شریف میں روایت ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو وہ فرشتہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے مگر ہماری چونکہ حس مرگئی ہے اس لیے ہمیں محسوس نہیں ہوتی۔تو فرمایا بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں جنھوں نے اپنے دلوں کو سخت کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی یاد سے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے بہترین بات تمام باتوں میں سے كِتٰبًا وہ کتاب ہے مُّتَشَابِهًا جس کے مضمون آپس میں ملتے جلتے ہیں۔یہ قرآن کریم مَّثَانِيَ مَثْنٰى کی جمع ہے۔مثانی کا معنی ہے جو دہرائی جاتی ہے۔

ایک رات میں مکمل قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے حضرات :

دنیا میں جتنا قرآن کریم پڑھا جاتا ہے اتنی اور کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی۔ایسے بزرگ بھی تھے جو ایک رات میں سارا قرآن کریم ختم کرتے تھے۔حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وتروں میں سارا قرآن پڑھ دیتے تھے۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ تہجد میں سارا قرآن پڑھتے تھے۔حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا روزمرہ کا معمول تھا کہ تہجد میں سارا قرآن کریم پڑھتے تھے۔امت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک اور ایک روایت میں ہے پینتالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔اور ہر رات قرآن کریم ختم کرتے تھے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا رمضان المبارک میں روزانہ دو قرآن ختم کرتے تھے،ایک رات کو اور ایک دن کو۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا روزانہ دو قرآن کریم ختم کرنے کا،ایک دن کو اور ایک رات کو۔حضرت یحییٰ

بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ روزانہ رات کو نماز میں ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے اور ایسے بے شمار بزرگ گزرے ہیں جن کا یہ معمول تھا۔

اور مسئلہ یاد رکھنا! مہینے میں ایک مرتبہ مرد عورتوں کو ضرور قرآن کریم ختم کرنا چاہیے اور جن کو نہیں آتا وہ سیکھنا شروع کریں۔ پڑھتے ہوئے مریں گے تو وہ طالب قرآن کی مد میں ہوں گے۔ زندگی کسی کے اختیار میں نہیں ہے مگر جس چیز کی طلب ہو تو آدمی اس کے لیے بہت کچھ کرتا ہے دین کی طرف توجہ نسبتاً بہت کم ہے۔ دنیا کے لیے جھلے اور پاگل ہوئے پھرتے ہیں۔ کیا دیس، کیا پردیس، وطن، بے وطن، ان چیزوں کو ہم نے زندگی کا مقصد بنالیا ہے اور اصل مقصد کو ہم بھول گئے ہیں۔

تو ساری باتوں میں اچھی بات اتاری کتاب جس کے مضمون ملتے جلتے ہیں وہ دہرائی جاتی ہے تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے چمڑوں میں ان لوگوں کے چمڑوں سے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے۔ ہر چیز کو اس کا فن والا جانتا ہے۔ ہم چونکہ عربی نہیں ہیں اس لیے ہمیں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی خوبی سمجھ نہیں آتی۔ عربی لوگ چونکہ اس کی فصاحت اور بلاغت کو جانتے تھے لہٰذا جب قرآن سنتے تھے تو ان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ فرمایا ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے چمڑے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور دیتا اس کو ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ زبردستی رب تعالیٰ کسی کے ساتھ نہیں کرتا وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس نہیں ہے کوئی اس کو ہدایت دینے

والا۔ اور گمراہ اسی کو کرتا ہے جو گمراہی پر تلا ہوا ہو۔ مثلاً: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ''کہا اس جماعت نے جس نے تکبر کیا صالح علیہ السلام کی قوم میں سے لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان لوگوں سے جو کمزور خیال کیے جاتے تھے لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ جو ایمان لا چکے تھے ان میں سے۔ ان کو کیا کہا اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ''کیا تم جانتے ہو کہ بے شک صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں قَالُوْا مومنوں نے کہا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم تو اس چیز پر ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا کہا ان لوگوں نے جنھوں نے تکبر کیا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ [الاعراف: ۷۵] ''بے شک ہم انکار کرنے والے ہیں اس چیز کا جس پر تم ایمان لائے ہو۔'' ہم اس کے کھلے منکر ہیں۔ اب ایسوں کو اللہ تعالیٰ زبردستی تو ایمان نہیں دیتا۔ جو کھلے لفظوں میں ضد، عناد اختیار کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے یعنی اس میں رہنے دیتا ہے۔ فرمایا اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کیا پس وہ شخص اپنے چہرے کے ذریعے بچے گا برے عذاب سے قیامت کے دن۔ انسان کا مزاج ہے کہ جب اس پر کوئی حملہ کرتا ہے تو اپنا منہ اور سر بچانے کے لیے بازو آگے کرتا ہے حالانکہ بازو بھی قیمتی ہیں لیکن سر اور چہرہ زیادہ قیمتی ہے اس لیے بازو آگے کرتا ہے اور قیامت والے دن اپنے منہ کے ذریعے باقی اعضاء کو بچائے گا۔ جب دوزخ میں پھینکا جائے گا منہ نیچے اور سر نیچے ہوگا۔ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ [سورہ ملک] تو کہے گا یہی کافی ہے میرا باقی جسم بچ جائے۔ منہ اور سر کے ذریعے باقی بدن کو بچانے کی کوشش کرے گا مگر دوزخ کے عذاب سے کون بچ سکتا ہے؟ فرمایا وَ

قِيلَ اور کہا جائے گا لِلظّٰلِمِيْنَ ظلم کرنے والوں کو ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ چکھو مزہ اس چیز کا جو تم کماتے تھے۔ یہ تمہارا کسب اور کمائی ہے اس کا مزہ چکھو۔

❄❄❄❄

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ
اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ
هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ
وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

كَذَّبَ الَّذِيْنَ جھٹلایا ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ پس آیا ان پر عذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ اس جگہ سے جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ پس چکھائی ان کو اللہ تعالیٰ نے الْخِزْيَ رسوائی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں وَلَقَدْ ضَرَبْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کی ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن پاک میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی مثالیں لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا یہ قرآن عربی زبان میں ہے غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ

اس میں کوئی کجی نہیں ہے لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ یہ لوگ بچ جائیں ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال رَّجُلًا ایک شخص کی فِيْهِ شُرَكَاۗءُ جس میں کئی شریک ہیں مُتَشٰكِسُوْنَ جو ایک دوسرے کے ساتھ ضد کرتے ہیں وَرَجُلًا اور ایک شخص ہے سَلَمًا لِّرَجُلٍ سالم ایک شخص کے لیے هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا کیا یہ برابر ہیں مثال میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے اِنَّكَ مَيِّتٌ بے شک آپ وفات پانے والے ہیں وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن عِنْدَ رَبِّكُمْ اپنے رب کے ہاں تَخْتَصِمُوْنَ جھگڑا کرو گے۔

ربطِ آیات :

اس سے قبل اس بات کا ذکر تھا کہ ان لوگوں کے لیے خرابی ہے جن کے دل سخت ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔ انھی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جنھوں نے اس سے پہلے حق کو جھٹلایا كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حق کو جھٹلایا اور بے شمار قوموں نے حق کو جھٹلایا۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ پس آیا ان پر عذاب جہاں سے ان کو شعور بھی نہیں تھا۔ وہی پانی جو جان دار مخلوق کی بقا کا

سبب ہے اور جس سے نباتات بڑھتی ہیں۔ وہی پانی اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب بنا کر مسلط کر دیا۔ وہی تازہ ہوا کہ جس کو ہم کھینچ کر اندر لے جاتے ہیں اور اندر سے گرم ہوا کو باہر نکالتے ہیں جس کے ذریعے انسان کی زندگی کی بقا ہے جس ہوا کے بغیر جان دار زندہ نہیں رہ سکتے نہ نباتات پھل پھول سکتے ہیں۔ وہی ہوا ہود علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی شکل میں مسلط کر دی۔ کس کے خیال میں تھا کہ پانی اور ہوا عذاب بنیں گے؟ کسی کے وہم میں بھی نہیں تھا کہ یہ چیزیں اس طرح آئیں گی۔ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ پس چکھائی اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوائی، ذلت فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں۔

وہ فرعون جس میں بڑی اکڑفوں تھی اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہتا تھا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ [شعراء:۲۹] ''اگر تو بنائے گا کسی کو الٰہ میرے سوا تو میں تجھے کر دوں گا قیدیوں میں۔'' اور ایک وقت وہ تھا کہ مسخرہ کرتا تھا۔ اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا کہ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى [قصص:۳۸] ''تیار کر میرے لیے ایک محل تاکہ میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے الٰہ کو۔'' کہ اس کا حلیہ کیا ہے؟ مادہ کیا ہے؟ اور جب بحر قلزم کی موجوں میں آیا اور پانی ناک منہ سے بہنے لگا تو بولا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [یونس:۹۰] ''میں ایمان لایا کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' اُدھر سے جواب آیا آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ ''اب تو ایمان لاتا ہے۔ اب تیرے ایمان لانے کا کیا فائدہ اور تحقیق تو نافرمانی کرتا تھا اس سے پہلے۔'' ایسی عجیب ذلت کی حالت تھی کہ خدا کی پناہ! یہی حال تھا دوسری قوموں کا ان پر

دنیا میں ذلت کا عذاب آیا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو بچائے۔ آج ہم اس دنیا کی آگ برداشت نہیں کر سکتے اور آخرت کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اس میں مجرم جلتے بھی رہیں گے اور مریں گے بھی نہیں كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَا جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ [نساء:۵۶] ''جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کے لیے دوسری کھالیں تبدیل کر دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔'' گرم پانی سروں پر ڈالا جائے گا چمڑے نیچے اتر جائیں گے، پیاس لگے گی تو گرم پانی پلایا جائے گا مَا يَشْوِي الْوُجُوْهَ منہ کے ساتھ لگے گا ہونٹ جل جائیں گے۔ قطرہ قطرہ کر کے جب اندر جائے گا تو فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ [محمد:۱۵] ''پس کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پاخانے کے راستے باہر نکال دے گا وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا [فاطر:۳۷] ''دوزخ میں چیخیں ماریں گے۔'' لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ [سورۃ الملک] ''گدھے کی آوازیں ہوں گی۔'' گدھا جو پہلے زور سے آواز نکالتا ہے اس کو زفیر کہتے ہیں اور بعد میں جو مدہم سی آواز ہوتی ہے اس کو شہیق کہتے ہیں۔ اور گدھے کے ساتھ تشبیہ اس لیے دی کہ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [لقمان:۱۹] ''تمام آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے۔''

تو فرمایا کہ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں ابھی حقیقت کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کیں لوگوں کے لیے۔ ضَرَبَ يَضْرِبُ کے متعدد معانی آتے ہیں۔ بیان کرنا بھی آتا ہے۔ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن پاک میں۔ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر قسم کی

مثالیں جن سے وہ بات سمجھ سکتے ہیں۔ سورہ عنکبوت پارہ ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ''مثال ان لوگوں کی جنھوں نے بنائے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اور کارساز کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے اِتَّخَذَتْ بَیْتًا مکڑی نے بنایا اپنا گھر وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ [آیت:۴۱] اور بے شک تمام گھروں میں کمزور گھر البتہ مکڑی کا گھر ہے کاش یہ لوگ جان لیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے۔ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے نیچے نیچے کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، دست گیر بنائے ہوئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے۔ مکڑی عموماً مکان یا درخت کے نیچے جالا بُنتی ہے مگر اس کا جالا نہ اس کو گرمی سے بچا سکتا ہے نہ سردی سے۔ اس احمق سے کوئی پوچھے کہ اتنا بڑا مکان تجھے کافی نہیں ہے کہ نیچے اپنے لیے اتنا بودا گھر بناتی ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے۔ مشرک رب تعالیٰ کی ذات کا منکر نہیں ہوتا رب تعالیٰ کو مان کر نیچے چھوٹے چھوٹے مشکل کشا، حاجت روا بناتا ہے جو اسے نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں جیسے مکڑی کا جالا نہ اسے گرمی سے بچا سکتا ہے نہ سردی سے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ مکڑی جو جالا بنتی ہے اس کا مادہ میٹریل باہر سے نہیں لاتی جیسے تم سریا، سیمنٹ، اینٹیں باہر سے لاتے ہو، بلکہ اس کا میٹریل وہ لعاب ہوتا ہے جو اس کے پیٹ سے نکلتا ہے۔

یہی حال ہے مشرک کا کہ اس کے پاس شرک پر نہ تو قرآن سے کوئی دلیل ہے نہ حدیث سے دلیل ہے، نقلی دلیل ہے، نہ عقلی دلیل ہے اس نے جو اگلنا ہے اندر سے اگلنا ہے کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ [الکہف:۵] ''یہ ایک بڑی بات ہے جو ان

کے مونہوں سے نکلتی ہے۔'' یہ تو میں نے صرف ایک مثال تمھیں سنائی ہے اللہ تعالیٰ نے ڈھیروں مثالیں بیان فرمائی ہیں لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور بات کو سمجھیں قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا یہ قرآن پاک عربی زبان میں ہے غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ اس میں کوئی کجی نہیں ہے ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ ہم لوگ چونکہ عربی نہیں ہیں اور عربی سے واقف بھی نہیں ہیں اس لیے ہم اس کی چاشنی اور خوبیاں نہیں سمجھتے۔ زبان کی خصوصیات کو زبان والا ہی سمجھتا ہے۔ اردو دان اردو کی خوبیاں سمجھے گا۔ اردو کے شاعروں میں علامہ اقبال مرحوم کے اشعار بڑے پختہ اور گہرے ہیں۔ ان کی بانگِ درا وغیرہ کتابیں بڑی معقول ہیں۔ گجرات میں ایک استاد امام دین ہوتا تھا۔ مرزائی تھا اور اپنے آپ کو شاعر کہتا تھا۔ اس نے ''بانگ درا'' کے جواب میں ''بانگ دہل'' لکھی۔ اس میں بڑی عجیب عجیب تمسخر آمیز باتیں ہیں اور بے ہودہ کلام ہے۔ وہ کہتا ہے:

اگر ہو تجھے کچھ قبض کی شکایت
تو کھا مولیاں اور مٹر امام دینا
جنت کی سیٹیں تو پُر ہو چکی ہیں
چھیتی چھیتی جہنم اچ وڑ امام دینا

یہ ''بانگ درا'' کا جواب ہے۔ تو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کو عربی دان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ پھر آج کی عربی اور اس دور کی عربی کا زمین آسمان کا فرق ہے۔ حاجی بحری جہاز سے اترتے تو ان کو پانی پلانے والا کہتا حاجی مویا حاجی مویا وہ حیران ہوتے کہ معلوم نہیں کون سا حاجی مرا ہے ہر ایک کو فکر ہوتی۔ آج کل عربی میں مویا کا معنی پانی ہے۔ پہلے پانی کو مَاءٌ کہتے تھے۔ تو فرمایا یہ قرآن عربی زبان میں ہے اس میں کوئی کجی

نہیں ہے۔کیوں اتارا؟ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تا کہ وہ بچ جائیں کفر سے،شرک سے،رب تعالیٰ کی مخالفت سے، دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے۔فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال رَّجُلًا ایک شخص ہے غلام ہے فِيْهِ شُرَكَآءُ جس میں کئی شریک ہیں۔یعنی اس کے کئی آقا اور مالک ہیں اس کی ملکیت میں کئی شریک ہیں اور شریک بھی کیسے ہیں مُتَشٰكِسُوْنَ جو ایک دوسرے کے ساتھ ضد کرتے ہیں۔امام بخاری فرماتے ہیں مشاکس اسے کہتے ہیں جو اپنی منوائے اور کسی کی نہ مانے اَلَّذِيْ لَا يَرْضٰى بِالْاِنْصَافِ ''جو انصاف پر راضی نہ ہو۔'' انصاف اس کے نزدیک کوئی شے نہیں ہے، ایسا ضدی آدمی۔تو مُتَشٰكِسُوْنَ کا معنیٰ ہوگا آپس میں ضد کرنے والے۔

مشرک کی مثال :

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک غلام ہے اور اس کے پانچ آقا ہیں۔ایک کہتا ہے میرا جوتا لاؤ، اسی وقت دوسرا کہتا ہے کہ مجھے پانی لا کر دو۔تیسرا کہتا ہے مجھے بازار سے سبزی لا کر دو۔چوتھا کہتا ہے فوراً میرے کپڑے استری کرو۔پانچواں کہتا ہے آؤ میرا بدن دباؤ۔وہ غلام بے چارہ بیک وقت کیا کرے گا اور کس کی بات مانے گا۔اگر آپس میں صلح صفائی ہو تو اور بات ہے کہ پہلے ایک کا کام کر لے گا پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا۔بیک وقت کس کس کا کام کر سکتا ہے؟ کیا یہ غلام سہولت میں ہے یا وہ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ اور ایک شخص ہے سالم ایک شخص کے لیے کہ اس کا ایک ہی آقا ہے جب وہ حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرتا ہے۔ایک آقا والا موحد ہے اور جو بہت سے آقاؤں میں پھنسا ہوا ہے وہ

مشرک کی مثال ہے۔ یہی حال مشرک کا ہے کہ کبھی اِس کے در پر کبھی اُس کے در پر، کبھی اس قبر کی تلاش، کبھی اُس ڈھیری پر پہنچا۔ عجیب قسم کے مخمصے میں پھنسا ہوا ہے۔ اور یاد رکھنا! انسان میں جتنا شرک آئے گا وہ اتنا ہی وہمی ہوگا۔ کیونکہ شرک کی بنیاد ہی وہم ہے۔ ایک سے راحت نہ ملی دوسرے کے پاس پہنچا، دوسرے سے نہ ملی تیسرے کے پاس پہنچا۔ اور راحت وتکلیف تو ان کے اختیار میں نہیں ہے یہ رب تعالیٰ کا کام ہے وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ [یونس:۱۰۷] ''اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پس نہیں اس کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی اور اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا کوئی نہیں رد کر سکتا اس کے فضل کو۔''

ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے آنحضرت ﷺ سفر پر جارہے تھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے آپ ﷺ کے پیچھے گدھے پر بیٹھے تھے۔ اس حال میں بھی آپ ﷺ نے تبلیغ کی۔ فرمایا یَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ''اے برخوردار، اے بچے! اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ''جب مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دکھ تیرے لیے لکھا گیا ہے ساری مخلوق جمع ہو کر بھی اس دکھ کو دور نہیں کر سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لیے سکھ لکھا ہوا ہے تو ساری کائنات جمع ہو کر بھی اس سکھ کو روک نہیں سکتی۔'' یاد رکھنا! یہ قرآن کریم اور حدیث شریف کا بنیادی سبق ہے۔ نافع بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ضار بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی حاجت روا ہے، وہی مشکل کشا ہے، وہی فریاد رس ہے، وہی دست گیر ہے، وہی حاکم اور مقنن

ہے، وہی معبود، وہی مسجود، اس کا کوئی شریک نہیں ہے کسی بات میں بھی۔ خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں۔ اگر خدائی اختیارات کا کچھ حصہ بھی کسی کے پاس ہوتا تو ہمارا ایمان ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر خدا کے ہاں کوئی ہستی نہیں ہے اور نہ ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن کریم میں اعلان کروایا ہے قُلْ آپ کہہ دیں لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' تم تو رہے درکنار لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [الاعراف:۱۸۸] ''میں نہیں مالک اپنے لیے نفع نقصان کا۔'' نفع نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ ایک آدمی ہے اس میں کئی شریک ہیں جو ایک دوسرے سے ضد کرتے ہیں اور ایک آدمی ہے پورے کا پورا ایک شخص کے لیے ہے هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا کیا یہ برابر ہیں مثال میں۔ یہ اور وہ دونوں آسانی میں رہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے بات سنا دی اور سمجھا دی اب مرضی ہے کوئی مانے یا نہ مانے بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

کافر لوگ آنحضرت ﷺ کی تبلیغ سے اُکتا کر کہتے تھے کہ چلو اس کی نرینہ اولاد تو ہے نہیں یہ فوت ہو جائے گا تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ سوال یہ ہے اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں گے تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ بے شک آپ وفات پانے والے ہیں اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں تو خوشی کس بات پر اور کیسی کرتے ہیں؟ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ''ہر نفس

نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔'' كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [سورہ رحمان] ''جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والی ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات حَیٌّ و قیُّوم ہے باقی اور کوئی شے نہیں رہنی۔ فرشتوں پر بھی موت آئے گی۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ :

تو آپ ﷺ کی وفات تو قطعی ہے اس کا انکار نہیں ہے لیکن وفات کے بعد احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے کہ تُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ ''مرنے والے کی روح لوٹائی جاتی ہے جسم میں۔'' قبر میں جس وقت دفن کرتے ہیں روح کا تعلق بدن کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔ گو نیک لوگوں کی ارواح کا مستقر، ٹھکانا علیین ہے اور بدلوگوں کا مستقر اور ٹھکانا سجین ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم میں حیات ہوتی ہے پھر ہر ایک کی حیات اس کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ قبروں میں سب سے اعلیٰ حیات انبیاء کرام علیہ السلام کی ہے پھر صدیقین، پھر شہداء اور پھر عامۃ المسلمین کی ہے۔ حتیٰ کہ کافروں کو بھی قبر، برزخ میں حیات حاصل ہے اور اگر قبر میں حیات نہیں ہے تو پھر عذاب ثواب کس کو ہے؟

باقی یہ کہنا کہ ہم قبر کو کھود کر دیکھتے ہیں ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ بھئی! تمہیں کیا نظر آئے گا؟ (یہ دنیاوی آنکھیں دنیا کی چیزیں دیکھ سکتی ہیں عالم برزخ کی چیزوں کا دیکھنا ان کے بس میں نہیں ہے۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ دکھا دے تو اور بات ہے۔ مرتب) پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مرنے کی دیر ہے سب کچھ نظر آجائے گا اور فرشتے کہیں گے اَيْنَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [الاعراف: ۳۷] ''کہاں گئے وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ سے

نیچے نیچے پکارتے تھے۔'' یہ کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا '' وہ ہم سے گم ہوگئے ہیں۔'' یہ مرتے وقت جو فرشتے ان کے ساتھ باتیں کرتے ہیں اور وہ فرشتوں کو جواب دیتے ہیں کیا اس کا ہمیں پتا چلتا ہے، کیا ہم سن رہے ہوتے ہیں؟ یا پھر قرآن کا انکار کرو۔ حالانکہ قرآن پاک میں تصریح ہے کہ مرتے وقت فرشتے مرنے والے کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور وہ ان کو جواب دیتا ہے۔ یہ گفتگو نہ حکیم سنتا ہے، نہ ڈاکٹر، نہ والد، نہ والدہ۔ جب ہم اس زندگی میں ان کی باتیں نہیں سن سکتے تو قبر میں منکر نکیر کی باتیں کیسے سن سکتے ہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ'' مومن کے لیے جو فرشتے قبر میں آتے ہیں ان کا نام مبشر بشیر ہے اور عام گناہ گاروں کے لیے جو آتے ہیں ان کا نام منکر نکیر ہے۔'' یہ سب کچھ حق ہے۔ موت بھی حق ہے اور قبر کی حیات بھی حق ہے۔ کسی بات کا کسی کے ساتھ کوئی تعارض نہیں ہے۔ آپ کی وفات قطعاً اور یقیناً ہوئی ہے پھر قبر میں برزخ میں جو حیات ملی ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ پھر پیغمبروں کی حیات ہے پھر صدیقین اور پھر شہداء کی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ [بقرہ: ۱۵۴] '' اور نہ کہو ان لوگوں کو مردہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم شعور نہیں رکھتے۔''

مماتیوں کی تاویل باطل :

بعض لوگ اس کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ کہتے ہین کہ اس سے روح کی حیات مراد ہے یعنی روح زندہ ہے یا اس سے مراد جسم مثالی ہے یعنی ہمارے جسم کی فوٹو سٹیٹ۔ جسم مثالی کو یوں سمجھو جیسے ہم خواب میں ایک دوسرے کو ملتے ہیں اس میں اصل کو علم ہی

نہیں ہوتا رات کو خواب میں جس سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے صبح کو اس سے پوچھو کہ رات تیری میری ملاقات ہوئی ہے۔وہ کہے گا مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ یہ ملاقات جسم مثالی کے ساتھ ہوئی ہے۔تو وہ لوگ تاویل کرتے ہیں کہ حیات روح کی ہے یا جسد مثالی کی حیات ہے۔لیکن قرآن ان کی تاویل کورد کرتا ہے۔قرآن پاک میں لفظ ہیں وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ ''ان کو مردہ نہ کہو جو قتل کیے گئے ہیں۔''تو قتل نہ روح کو کیا جاتا ہے نہ جسد مثالی کو قتل کیا جاتا ہے۔قتل تو جسد عنصری ہوتا ہے اور جو قتل ہوتا ہے اس کو مردہ نہیں کہنا وہ زندہ ہے مگر وہ زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ہے۔ہم ان کی زندگی دیکھنا یا سمجھنا چاہیں تو نہ نظر آئے گی نہ سمجھ آئے گی۔

تو آپ ﷺ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ پھر بے شک تم قیامت والے دن اپنے رب کے ہاں جھگڑا کرنے والے ہو گے۔اس جھگڑے کے متعلق بھی سمجھ لیں کہ قرآن کریم کے مطابق تمھیں آیات کا مفہوم سمجھ آجائے۔قیامت والے دن جب رب تعالیٰ کے ہاں پیشی ہوگی تو مجرم کہیں گے مَا جَآءَ نَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ [مائدہ:۱۹] ''ہمارے پاس کوئی نہیں آیا خوش خبری سنانے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا۔''اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر دعویٰ کرے گا کہ ہم نے ان کو سمجھایا لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں مانی وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا [فرقان:۳۰] ''اور کہے گا رسول اے میرے رب بے شک میری قوم نے بنا لیا قرآن کو چھوڑا ہوا۔''پیغمبر کہیں گے ہم نے تمھیں تبلیغ کی وہ کہیں گے تم ہمارے پاس کب آئے تھے؟ یہ سب جھگڑے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں بیان فرمایا ہے وہ حق ہے۔

*****

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِىَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِىْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

فَمَنْ پس کون ہے اَظْلَمُ زیادہ ظالم مِمَّنْ اس سے کَذَبَ عَلَى اللّٰهِ جس نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ پر وَكَذَّبَ اور جھٹلایا اس نے بِالصِّدْقِ سچائی کو اِذْ جَآءَهٗ جس وقت پہنچی اس کے پاس اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ کیا نہیں ہے جہنم میں مَثْوًى ٹھکانا لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے

لیے وَالَّذِیْ اور وہ شخص جَآءَ بِالصِّدْقِ جولایا ہے سچائی وَصَدَّقَ بِہٖٓ
اور وہ جس نے اس کی تصدیق کی اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ یہی لوگ ہیں پرہیز
گار لَہُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے عِنْدَ رَبِّہِمْ
اپنے رب کے ہاں ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا
لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ تاکہ مٹا دے اللہ تعالیٰ عَنْہُمْ ان سے اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا
وہ برے عمل جو انھوں نے کیے ہیں وَیَجْزِیَہُمْ اور تاکہ ان کو بدلہ دے
اَجْرَہُمْ ان کے اجر کا بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بہتر وہ عمل جو وہ
کرتے تھے اَلَیْسَ اللّٰہُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِکَافٍ کافی عَبْدَہٗ
اپنے بندے کے لیے وَیُخَوِّفُوْنَکَ اور وہ ڈراتے ہیں آپ کو بِالَّذِیْنَ ان
سے مِنْ دُوْنِہٖ جو اس سے نیچے ہیں وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ اور جس کو اللہ تعالیٰ
گمراہ کردے فَمَالَہٗ مِنْ ہَادٍ نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا وَمَنْ
یَّہْدِ اللّٰہُ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے فَمَالَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ پس کوئی نہیں
اس کو گمراہ کرنے والا اَلَیْسَ اللّٰہُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِعَزِیْزٍ
زبردست ذِی انْتِقَامٍ انتقام لینے والا وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ اور اگر آپ ان
سے پوچھیں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو
وَالْاَرْضَ اور زمین کو لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا
کیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اَفَرَءَیْتُمْ بتلاؤ تم مَّا تَدْعُوْنَ جن کو تم

پکارتے ہو مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ میرے بارے میں بِضُرٍّ تکلیف کا هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ کیا یہ دور کر سکتے ہیں اس کی تکلیف کو اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ یا اللہ تعالیٰ ارادہ کرے میرے بارے میں رحمت کا هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ کیا یہ روک سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو قُلْ آپ فرمادیں حَسْبِیَ اللّٰهُ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسا کرنے والے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ پس کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ جس نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ پر۔ رب تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے رب کا شریک بنایا، رب تعالیٰ کا بیٹا بنایا، رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ "یہودیوں نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے تو یہ جو رب کا شریک بناتے ہیں اور رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں یہ بڑے ظالم ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَشْتِمُنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ "ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے اور اس کو حق نہیں ہے کہ مجھے گالیاں دے وَيُكَذِّبُنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ "ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو حق نہیں ہے مجھے جھٹلانے کا۔" گالیاں کیسے دیتا ہے يَدْعُوْنِیْ

وَلَدًا میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے اور رب تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو جھٹلانا ہے۔ تو اس سے بڑا ظالم کون ہے جو رب تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے جھٹلایا سچائی کو۔ سچائی کی پہلی چیز قرآن کریم ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو پیش کیا اور وہ منکر ہو گئے۔ اور آج بھی قرآن کا انکار کرنے والے موجود ہیں ان سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے اِذْ جَآءَهٗ جس وقت پہنچی ان کے پاس سچائی تو انہوں نے اس کو جھٹلایا اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا کافروں کا۔ انکار کر کے کتنا عرصہ زندہ رہیں گے؟ مریں گے ٹھکانا دوزخ ہے۔

منکرِ قرآن کون؟

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ قرآن کی سچائی کو جھٹلانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سارے قرآن کو جھٹلائے گا تو جھٹلانے والا ہوگا بلکہ قرآن پاک کے ایک حکم کا انکار کرنا بھی قرآن کریم کی تکذیب ہے۔ مثلاً: دیکھو! یہ جو قادیانی ہیں وہ قرآن کو مانتے ہیں اور آیت خاتم النبیین کو بھی مانتے ہیں مگر خاتم النبیین کی تعبیر جو وہ کرتے ہیں وہ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ (وہ تعبیر یہ کرتے ہیں کہ خاتم کا معنٰی ہے مہر اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر آئیں گے وہ آپ ﷺ کی مہر کے ساتھ آئیں گے۔ حالانکہ خاتم کا معنٰی آنحضرت ﷺ نے ختم کرنے والا بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور پوری امت نے یہی سمجھا ہے۔ لہٰذا ان کی تعبیر اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ مرتب: نواز بلوچ)

اسی لیے تمام اسلامی فرقے ان کو کافر کہتے اور سمجھتے ہیں اور وہ سچ مچ کافر ہیں۔ اسی طرح جو شخص قرآن پاک کے احکام کو جابرانہ، وحشیانہ اور ظالمانہ احکام کہے وہ بھی کافر ہے۔ جو آدمی یہ کہے کہ سود حلال ہے وہ مسلمان کیسے ہوسکتا ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ کا غضب بھی انھی باتوں کی وجہ سے ہم پر آیا ہوا ہے۔ یہ قتل وغارت، مہنگائی وغیرہ کی صورت میں۔ اب امریکا بہادر نے ایک تجویز بھیجی ہے تم نے اخبارات میں پڑھی ہوگی کہ عورت کو بھی طلاق دینے کا حق دو کہ عورت بھی مرد کو طلاق دیا کرے۔ یہ تجویز نظریاتی کونسل تک پہنچ چکی ہے اب ان کے رحم وکرم پر ہے دیکھو وہ کیا کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت کی گواہی مرد کے برابر قرار دی جائے۔ اور قرآن کہتا ہے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ [البقرہ: ۲۸۲] ''اور گواہ بنالو دو گواہ اپنے مردوں میں سے پس اگر نہ ہوں مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔'' قرآن کا واضح مسئلہ ہے۔ حدیث کا حکم ہے، امت کا اجماع ہے۔

اور طلاق دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ [سورۃ طلاق] یہ ساری باتیں قرآن وحدیث کے صریح احکام کی خلاف ورزی ہیں۔ ان سے بڑا ظالم کون ہے؟ تو فرمایا اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے جھٹلایا سچائی کو اِذْ جَآءَهٗ جب وہ پہنچی اس کے پاس اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا کافروں کے لیے۔ یقیناً یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ اور وہ ذات جو لائی سچائی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی وَصَدَّقَ بِهٖٓ اور وہ ذات جس نے اس کی تصدیق کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اس کے پہلے مصدق ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کیا کہ اللہ

تعالیٰ نے مجھے نبوت ورسالت عطافرمائی ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی مقام پر فوراً بلاتوقف نہ دایاں پاؤں اپنی جگہ سے ہٹانہ بایاں پاؤں اپنی جگہ سے ہلا کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ ''حضرت! میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرتا ہوں۔'' حالانکہ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں ماں باپ بھی زندہ تھے اولاد جوان تھی دوست احباب بھی تھے۔ یہ نہیں کہا کہ میں ماں باپ سے مشورہ کرلوں، بیویوں سے پوچھ لوں، دوستوں سے مشورہ کرلوں نہیں! فوراً ایمان لائے اور تصدیق کی۔ تمام مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق خود خدا نے کہا :

امام رازی فرماتے ہیں کہ صَدَّقَ بِہٖ کا پہلا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس کے بعد جو قیامت تک تصدیق کرنے والے آئیں گے وہ تمام صَدَّقَ بِہٖ کا مصداق ہوں گے۔ اور یہ صدیق کا لقب ان کو بندوں میں سے کسی نے نہیں دیا۔ چنانچہ مسند احمد حدیث کی کتاب ہے جس میں امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس ہزار حدیثیں جمع کی ہیں۔ اس میں روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین تھے کافی مجمع تھا۔ ایک آدمی نے کہا قال ابو بکر ن الصدیق کہ یہ بات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہی ہے۔ جب اس آدمی نے صدیق کا لفظ بولا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَا قُلْتُ لَہٗ صِدِّیْقًا میں نے ان کو صدیق نہیں کہا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صدیق کہا ہے (تو

وہ صدیق کیسے بن گئے؟) پھر فرمایا بَلْ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ لَہٗ صِدِّیْقًا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے صدیق کہا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق لقب نہ میں نے دیا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے دیا ہے یہ لقب تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صدیق کا لقب دیا ہے۔ تو صَدَّقَ بِہٖٓ کا پہلا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر قیامت تک جو مومن پیدا ہوگا اور حق کی تصدیق کرے گا وہ اس کا مصداق ہوگا۔

تو فرمایا کہ جو حق لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ یہی لوگ ہیں پرہیز گار۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بچنے والے لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ان کے لیے ہوگا جو کچھ وہ چاہیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ہوا میں اڑنا چاہے گا تو وہ ہوا میں اڑے گا۔ جنت میں جس چیز کی کوئی خواہش کرے گا وہ اسے ملے گی۔ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ تاکہ مٹا دے اللہ تعالیٰ ان سے اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وہ بُرے اعمال جو انھوں نے کیے ہیں۔ پیغمبروں کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے صرف پیغمبر پاک ہیں باقی کوئی ایسا نہیں ہے جس سے کوئی نہ کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ہوئے ہیں مگر ان کی نیکیاں بہت زیادہ تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کی خطاؤں کی معافی کی سند قرآن پاک میں نازل فرمائی۔ مثلاً: ابتداءً رمضان المبارک میں رات کو بھی بیوی کے پاس جانا جائز نہیں تھا۔ جو صحت مند نوجوان تھے ان سے صبر نہ ہوسکا اور رمضان المبارک کی راتوں میں بیویوں کے پاس چلے گئے عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ کے

الفاظ کے ساتھ ان کا گناہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نے اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کی ہے۔ پھر فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَ عَفَا عَنْکُمْ [البقرہ:۱۸۷] کے جملے کے ساتھ معاف فرمادیا۔ ''پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر رجوع فرمایا اور تمہیں معاف کر دیا۔''

تَوَلِّی یَوْمَ الزَّحف میدان جنگ میں پشت پھیرنا جب کہ دشمن دوگنا ہو گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ ہاں! اگر دوگنا سے زیادہ ہوں تین گنا ہوں، چار گنا ہوں تو پھر پشت پھیرنا گناہ نہیں ہے۔ پھر اجازت ہے لیکن پھر بھی اگر پشت نہ پھیریں تو عزیمت ہے، ان کی جرأت ہے۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ قادسیہ کے مقام پر صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا ہے غَزَا سِتُّوْنَ وَهُمْ سِتُّون اَلْفًا وَ مَعَ هٰذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ''ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور دشمنوں کو شکست دی۔'' اور حدیقۃ الموت کے مقام پر تن تنہا حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ یہ عزیمت ہے۔ احد کے مقام پر پشت پھیری ہے اور بھاگنے والوں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو آج تک غلط کار لوگ معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اس بات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ''بے شک ان کو پھسلایا شیطان نے بعض کمائی کی وجہ سے کہ ان کو جانوں کی فکر ڈالی وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ [آل عمران:۱۵۵] ''اور البتہ تحقیق معاف کر دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔'' ان کی لغزش بیان فرمائی اور پوری تاکید کے ساتھ معافی کا اعلان فرمادیا۔ کیونکہ عربی قاعدے کے مطابق ماضی پر قد داخل ہو اور ساتھ لام بھی تاکید کا تو بہت زیادہ تاکید ہو جاتی ہے۔ معنٰی ہوگا البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔

مگر دشمن معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تصدیق کرنے والوں کے اللہ تعالیٰ بُرے اعمال مٹادے گا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ اور اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کے اچھے اعمال کا جو وہ کرتے تھے۔ نیکوں سے جو غلطیاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں بشرطیکہ وہ معافی کے قابل ہوں۔

مشرک آنحضرت ﷺ کو ڈراتے تھے دو طرح سے۔ ایک تو یہ کہتے کہ آپ ہمارے معبودوں کی تردید کرتے ہیں کہ لات کچھ نہیں کر سکتا، منات کے پاس کوئی اختیار نہیں، عُزّٰی بے بس ہے، ہبل کے پاس خدائی اختیارات نہیں ہیں۔ یہ ہمارے معبود تمھیں نقصان پہنچائیں گے۔ اور دوسرا اس طرح کہ جو ان میں سے منہ پھٹ قسم کے لوگ ہوتے تھے وہ کہتے کہ آپ ہمارے معبودوں کی تردید کرتے ہیں ہم تم سے نبٹ لیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے وَيُخَوِّفُونَكَ اور وہ ڈراتے ہیں آپ کو بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ان سے جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں۔ یہ مصنوعی معبودوں سے آپ کو ڈراتے ہیں ان کو معلوم نہیں ہے کہ وہ رب کا بندہ ہے رب تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی ذات گرامی کے تحفظ کے لیے باقاعدہ پہرہ دیتے تھے۔

ایک موقع پر آپ ﷺ بھی تھکے ہوئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھکے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ آج کوئی نیک بندہ آجائے کہ میں کچھ آرام کر لوں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ

ساتھی بھی تھکے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ بھی تھکے ہوئے ہیں شاید اس طرف کسی کی توجہ نہ ہو لہٰذا آج رات کو میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ خیمے میں تشریف فرما تھے کہ فرمایا کون ہے؟ عرض کی حضرت! میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور فاتح ایران ہیں۔ فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے میرے دل میں بھی خیال آیا تھا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ آ جائے کہ میں ذرا سا آرام کر لوں۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو آنحضرت ﷺ نے خیمے سے چہرہ مبارک باہر نکال کر فرمایا سعد چلے جاؤ رب تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ [المائدہ:۶۷] ''اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں سے۔'' اس کے بعد آپ کا کوئی پہرے دار نہیں ہوتا تھا بس فرشتے پہرہ دیتے تھے۔

تو فرمایا یہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے نہیں ہے کوئی اس کو ہدایت دینے والا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہی پر راضی ہو اور ہدایت کی طرف نہ آئے۔ سورہ صف پارہ ۲۸ میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [النساء:۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' جدھر کوئی جانا چاہتا ہے رب تعالیٰ اس کو اُدھر جانے کی توفیق دے دیتا ہے جبراً اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہدایت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [الکہف:۲۹] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ

اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے۔ اور ہدایت اسی کو دیتا ہے جو ہدایت کا طالب ہو وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت: ۶۹] '' اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہمارے لیے ہم ضرور راہنمائی کرتے ہیں ان کی اپنے راستوں کی طرف اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ غالب انتقام لینے والا۔ یہ آپ کو لات، منات، عزّیٰ سے ڈراتے ہیں ان کو علم نہیں ہے رب تعالیٰ ہر شے پر غالب ہے اس کے پاس تمام قوتیں ہیں وہ انتقام لینے والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اصولی باتیں تو ساری مانتے ہیں پھر جھگڑنے کا کیا معنیٰ؟

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور البتہ آپ ان مشرکوں سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور سورہ زخرف آیت نمبر ۸۷ پارہ ۲۵ میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ '' اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا ہے ان کو تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔'' تمہارا خالق بھی اللہ تعالیٰ، زمین آسمانوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ، چاند، سورج، ستاروں کے متعلق بھی مانتے ہو کہ ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ۔ ساری اصولی باتیں ماننے کے بعد شاخوں میں الجھنا بڑی نادانی کی بات ہے۔

قُلْ آپ کہہ دیں اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بتلاؤ تم جن کو پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس سمجھ کر، یہ بتلاؤ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ میرے بارے میں تکلیف کا، نقصان پہنچانے کا هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ کیا یہ دور کر سکتے ہیں اس کی تکلیف کو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دکھ تکلیف میرے لیے مقرر ہوا ہے یہ تمہارے بناوٹی معبود کیا اس کو دور کر سکتے ہیں؟

دوسری شق: اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ یا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ مجھے رحمت پہنچانے کا، مجھے رحمت سے نوازنا چاہے هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ کیا یہ روک سکتے ہیں اس کی رحمت کو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی نافع ہے، نہ ضار ہے، اس کے سوا نہ کوئی مشکل کشا، نہ حاجت روا، نہ فریاد رس۔ خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیے۔ اگر کسی کو مل سکتے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ملتے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قرآن پاک میں اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''آپ فرمادیں کہ میں تمہارے لیے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' اور سورۃ الاعراف پارہ ۹ میں ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ''آپ فرمادیں میں اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' جب آپ اپنے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں تو '' بدیگراں راچہ رسد '' اور کوئی کس باغ کی مولی ہے؟ سمجھنے کے لیے تو اتنی بات ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں حَسْبِیَ اللّٰهُ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے مجھے اور کسی کا کوئی خوف نہیں ہے عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اسی پر بھروسا کرتے ہیں بھروسا کرنے والے۔ میں نے پہلے توکل کا معنیٰ بتلایا تھا ظاہری اسباب اختیار کر کے ان کا نتیجہ رب تعالیٰ پر چھوڑنا توکل ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر اس خنجر کی تیزی کو مقدر کے حوالے کر

پہلے چھری تیز کرو نا پھر اس کا نتیجہ رب پر چھوڑو۔ چھری تیز نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میرا رب پر توکل ہے۔ یہ توکل نہیں تعطل ہے۔ ظاہری اسباب کو اختیار نہ کرنے کو شریعت میں تعطل کہتے ہیں۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۗ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۗ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

قُلْ آپ فرمادیں يٰقَوْمِ اے میری قوم اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ عمل کرو تم اپنے طریقے پر اِنِّيْ عَامِلٌ بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عن قریب تم جان لو گے مَنْ يَّاْتِيْهِ کس پر آتا ہے عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ عذاب جو اس کو رسوا کردے گا وَيَحِلُّ عَلَيْهِ اور کس پر اترتا ہے عَذَابٌ مُّقِيْمٌ دائمی عذاب اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بے شک ہم

نے نازل کی آپ پر کتاب لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَمَنِ اهْتَدٰی پس جس نے ہدایت پائی فَلِنَفْسِهٖ تو اپنے نفس کے لیے وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے یَضِلُّ عَلَیْهَا وہ گمراہ ہوا ہے اسی پر وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَکِیْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر وکیل اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے جانوں کو حِیْنَ مَوْتِهَا ان کی موت کے وقت وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ اور وہ جانیں جو نہیں مرتیں فِیْ مَنَامِهَا ان کی نیند میں فَیُمْسِكُ الَّتِیْ پس روک لیتا ہے اس کو قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ جس پر فیصلہ کرتا ہے موت کا وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اور چھوڑ دیتا ہے دوسری کو اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ایک مقرر میعاد تک اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے اَمِ اتَّخَذُوْا کیا انھوں نے بنا لیے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے شُفَعَآءَ سفارشی قُلْ آپ فرما دیں اَوَلَوْ کَانُوْا کیا اگرچہ وہ لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا نہ ہوں مالک کسی شے کے وَّلَا یَعْقِلُوْنَ اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں قُلْ آپ فرما دیں لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سفارش لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے شاہی آسمانوں کی اور زمین کی ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر اسی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اور جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ

وحدہٗ لاشریک کا اشْمَاَزَّتْ سکڑتے ہیں قُلُوْبُ الَّذِیْنَ دل ان لوگوں کے لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ اور جس وقت ذکر کیا جاتا ہے ان کا مِنْ دُوْنِہٖ جو اس کے نیچے نیچے ہیں اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے حق بیان کرنے میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہیں کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا کمال اور خوبی ہے کہ جو وحی ان پر نازل ہوتی ہے اس کے بیان کرنے میں وہ کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے اور یہ ان کی ڈیوٹی میں شامل ہے کہ جو کچھ ان پر نازل ہوا ہے اس کو من وعن پہنچائیں۔ دوسرے لوگوں سے تو ہو سکتا ہے کہ ڈر جائیں یا لالچ میں آکر حق کو چھپائیں یا گول مول کر جائیں مگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبران سب چیزوں سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ ہر پیغمبر نے قومی بولی اور زبان میں بتایا اور سمجھایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَھُمْ [ابراہیم: ۷] ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کے لیے۔'' اگر پیغمبر اپنی قومی بولی اور زبان میں بیان نہ کرتا تو قوم کہہ سکتی تھی ہمیں اس کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کر دی تاکہ کوئی اعتراض نہ کرے اور نہ کسی کو اعتراض کرنے کا موقع ملے۔ ویسے دنیا میں مخالف اعتراض کرنے سے باز تو نہیں آتے لیکن اس کا کوئی علاج نہیں ہے کہ جب آدمی ضد و عناد پر اڑ جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ ان سے کہہ دیں یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی

مَكَانَتِكُمْ اے میری قوم تم عمل کرو اپنے طریقے پر۔ یہ ناراضگی ہے اجازت نہیں ہے کہ تم کفر شرک پر عمل کرتے رہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں نے حق کھول کر تمہارے سامنے رکھ دیا ہے اور ساری باتیں تمہارے سامنے بیان کر دی ہیں اور تم سمجھنے اور باز آنے کے لیے تیار نہیں ہو تو پھر تم اپنے طریقے پر عمل کرو اِنِّیْ عَامِلٌ بے شک میں عمل کرنے والا ہوں اپنے طریقے پر فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پس عن قریب تم جان لو گے مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ کس پر آتا ہے عذاب جو اس کو رسوا کر دے گا۔ کہ اپنے طریقے پر عمل کرو لیکن اتنی بات ضرور جان لو کس پر عذاب آتا ہے جو اس کو ذلیل و رسوا کر دے گا وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ اور کس پر اترتا ہے عذاب دائمی۔ دنیا میں جو عذاب آئے گا وہ ذلیل و رسوا کر کے رکھ دے گا اور آخرت کا عذاب دائمی ہے جو قبر برزخ سے شروع ہو گا۔ اتنی بات کو نہ بھولنا باقی تمھیں زبردستی منا نہیں سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اختیار دیا ہے جو چاہو اختیار کرو اپنی مرضی سے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' اللہ تعالیٰ نہ تو کسی کو ایمان پر مجبور کرتا ہے نہ کفر پر۔ پیغمبروں کے ذریعے حق و باطل سے آگاہ کر دیتا ہے اور انجام بھی بتا دیتا ہے۔ فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ بے شک ہم نے نازل کی آپ پر کتاب لوگوں کے لیے حق کے ساتھ۔ یہ ساری قوموں کے لیے ساری دنیا کے لیے ہدایت ہے۔ کاش! کوئی اس کتاب کو اول تا آخر سمجھ لے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ صحیح معنیٰ میں انسان بن جائے گا۔ یہ حق کے ساتھ اتری ہے اس میں حق ہے حق کی باتیں اس میں ہیں فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ پس جس نے ہدایت حاصل کی تو اپنے نفس کے لیے کہ اس کا فائدہ اس کو ہو گا وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ

ہوا فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا پس پختہ بات ہے وہ گمراہ ہوا ہے اسی پر۔اس کی گمراہی اس کے نفس پر پڑے گی،اس کا وبال اس کے نفس پر آئے گا۔اور یہ بھی یاد رکھنا کہ یہ کتاب صرف مولویوں کے لیے نہیں ہے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے ہے اور سب کے لیے ضروری ہے اس کو سمجھنا۔کئی دفعہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ایک آدمی سو نفل پڑھتا ہے اور ایک آدمی ایک آیت سیکھتا ہے سادی بغیر ترجمہ کے ساتھ اس کا ثواب سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے اور ایک آدمی ہزار نفل پڑھتا ہے اور دوسرا آدمی ایک آیت ترجمے کے ساتھ سیکھتا ہے اس کا ثواب سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہے حالانکہ سو اور ہزار نفل پڑھنے پر کافی وقت صرف ہوتا ہے۔

فرمایا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر وکیل۔آپ تو مبلغ ہیں اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغ [شوریٰ:۴۸] "آپ کے ذمہ ہے حق کی بات پہنچا دینا۔" منوانا آپ کے فریضے میں داخل نہیں ہے جو مان لے گا وہ خوش قسمت ہے اور بدقسمت ہے جو ضد پر اڑا رہے گا۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے جانوں کو،روحوں کو ان کی موت کے وقت۔ہر جان دار چیز کے بدن میں روح ہے جب تک بدن میں روح ہے،حیات ہے،سانس بھی لے گا نبض بھی چلے گی،کھانا بھی ہضم ہوگا بدن کا سارا نظام چلتا رہے گا۔جتنی زندگی کسی کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اتنی دیر زندہ رہے گا اور جب زندگی پوری ہو جاتی ہے اور موت کا ارادہ کرتا ہے تو روح کو بدن سے کھینچ لیتا ہے۔اس وقت بدن کی بس ہو جاتی ہے نہ سانس لیتا ہے نہ نبض چلتی ہے سارا نظام ختم ہو جاتا ہے وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا اور وہ جانیں جو نہیں مرتیں ان کی روحوں کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں۔ان کی روح کا تعلق بدن کے ساتھ اس طرح

کا نہیں ہوتا جس طرح بیداری میں ہوتا ہے۔ گو روح با قاعدہ بدن میں ہوتی ہے وہ سو رہا ہوتا ہے روح اندر سے نکلتی نہیں ہے نبض بھی چل رہی ہے، کھانا بھی ہضم ہو رہا ہے، سانس بھی لے رہا ہے لیکن وہ تعلق جو بیداری میں ہوتا ہے وہ نہیں ہے۔ موت کے وقت اللہ تعالیٰ روحوں کو بالکل کھینچ لیتا ہے اور موت کے وقت بدن کے ساتھ تعلق نہیں رہتا، نہ نبض چلتی ہے، نہ سانس لے سکتا ہے، نہ کھانا ہضم ہوتا ہے، نہ بدن کی نشوونما ہوتی ہے۔ پھر اس کو قبر میں اتارا جاتا ہے مٹی ڈال کر ابھی آدمی وہیں کھڑے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ "اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔" جسم کے ساتھ اتنا تعلق ہوتا ہے کہ جس سے نکیرین کے سوال سمجھ سکتا ہے۔

نکیرین سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ نیک آدمی جواب دیتا ہے رَبِّيَ اللّٰه۔ وہ کہتے ہیں مَنْ نَبِيُّكَ یہ کہتا ہے نبی محمد رسول اللہ ﷺ۔ پھر وہ کہتے ہیں مَا دِيْنُكَ یہ کہتا ہے دینی الاسلام۔ اور کافر، مشرک، منافق سے جب سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ تو وہ کہتا ہے ھَاہ ھَاہ لا اَدْرِیْ میری بدقسمتی میں نہیں جانتا۔ دفن کر کے جب واپس آتے ہیں تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ میت ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہی ہوتی ہے۔

تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے ان کی جانوں کو موت کے وقت اور وہ جو نہیں مرتیں ان کی جانوں کو کھینچ لیتا ہے نیند میں۔ مگر وہ کھینچنا اور طرح کا ہے یہ کھینچنا اور طرح کا ہے فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ پس روک لیتا ہے اس کو جس پر موت کا فیصلہ کرتا ہے وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اور چھوڑ دیتا ہے دوسری کو اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر میعاد تک جو اس کی موت کا وقت لکھا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ

بے شک اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے
اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ کیا انہوں نے بنا لیے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے
سفارشی۔ گیارھویں پارے میں ہے وَیَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ
[یونس:۱۸] ''اور یہ کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔'' اور اسی سورت
کے پہلے رکوع میں گزرا ہے کہ کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی
''نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔''
لات، منات، عزیٰ کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں رب کے قریب کر دیتے
ہیں۔ تو فرمایا کیا انھوں نے بنا لیے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے سفارشی قُلْ آپ کہہ
دیں اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں وَلَا
يَعْقِلُوْنَ اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں۔ دیکھو! جن کو یہ سفارشی بناتے ہیں ان کی دو اقسام
ہیں۔

سفارشیوں کی اقسام :

[۱] ..... ایک تو جان دار لوگ ہیں جیسے ود، سواع، یغوث، یعوق، نصر، فرشتے، عزیر علیہ السلام،
عیسیٰ علیہ السلام۔ جن کے متعلق ان کا نظریہ ہے کہ یہ ان کی تکالیف دور کرنے کا اختیار رکھتے
ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ اپنی جانوں پر اختیار نہیں رکھتے وہ اپنے نقصان اور نفع کے مالک
نہیں ہیں تو ان کے نفع نقصان کے مالک کیسے ہوں گے؟ مثلاً : عیسائی کہتے ہیں کہ
عیسیٰ علیہ السلام ہمارے منجی ہیں اور ادھر ان کا یہ نظریہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔
ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا
وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ [النساء:۱۵۷] ''اور نہ ان کو قتل کیا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ہے

وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً۔'' تو عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق جو ان کی کتابیں بتاتی ہیں سولی پر لٹکا دیا گیا اور جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا تو انہوں نے شور مچایا اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَنِیْ ''اے میرے رب، اے میرے رب تو نے مجھے کہاں پھنسا دیا۔'' اب سوال یہ ہے کہ جس کے پاس اپنی جان بچانے کے لیے قدرت نہیں ہے وہ تمہارے لیے کیسے منجی بن گئے؟ جو اپنے گلے سے سولی کے پھندے کو دور نہ کرسکیں وہ تمھیں کیسے نجات دلائیں گے۔ اسی طرح عزیر علیہ السلام اور فرشتے وغیرہ کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے اختیارات سارے کے سارے صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

۲ ...... اور دوسری قسم سفارشیوں کی، بت ہیں۔ جو انھوں نے بنائے ہوئے تھے۔ وہ بت کیا سمجھیں اور جانیں کہ ہمیں کون پکار رہا ہے؟ لیکن ایک بات یاد رکھنا! وہ محض بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ ان بزرگوں کی پوجا کرتے تھے جن کی شکل وصورت پر بت بنائے ہوئے تھے۔ میں نے اس مسئلے پر ''گلدستۂ توحید'' میں بڑی بحث کی ہے جو اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایک دفعہ اس کو ضرور پڑھو۔ محض پتھروں کی پوجا کسی نے نہیں کی۔ یہاں جو عمر رسیدہ بزرگ ہیں ان کو معلوم ہے کہ یہاں ہندو ہوتے تھے وہ بیس بیس کلو کا پتھر اٹھا کر لاتے تھے اس وقت اس کی پوجا نہیں کرتے تھے جب تراشتے تراشتے پانچ سیر کا رہ جاتا اور ان کے کسی بزرگ کی شکل پر ہو جاتا تھا تو پھر اس کا طواف بھی کرتے، اس کی نذر بھی مانتے اور سارا کچھ کرتے۔ لکڑی ایک من کی اٹھا کر لاتے اس میں کوئی کرشمہ نہیں مانتے تھے نہ اس کی پوجا کرتے جب اس کو تراشتے تراشتے دس کلو کی رہ جاتی اور رام چندر جی، کرشنا جی، بدھ کی شکل بن جاتی تو پھر اس کی پوجا شروع

کر دیتے۔

تو دراصل ان کی ان بزرگوں کے ساتھ عقیدت ہوتی تھی جن کی شکل کے بت بناتے تھے۔ ان پتھروں کے ساتھ تو کوئی عقیدت نہیں تھی یہ جو تمہارے پاس دوستوں کی تصویریں ہیں ان کاغذوں کے ساتھ تو کسی کو محبت نہیں ہے ان سے بہتر اور نرم کاغذ ہیں ان کے ساتھ تو کوئی محبت نہیں کرتا۔ دراصل محبت اس تصویر اور فوٹو کے ساتھ ہے جو تمہارے دوست کا ہے۔ تو وہ عبادت لکڑیوں اور پتھروں کی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی کرتے تھے جن کی شکل اور تصویر بناتے تھے۔

تو فرمایا کہ اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ ان کو عقل ہو قُلْ آپ کہہ دیں لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سفارش۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سفارش کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں ہوگی مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ [آیۃ الکرسی: پارہ ۳] ''کون ہے جو اس کے سامنے سفارش کر سکے بغیر اس کی اجازت کے۔'' قیامت والے دن ساری مخلوق پریشان ہوگی، سب لوگ پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ آپ سے ہماری نسل چلی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں کہ حساب کتاب شروع ہو جائے۔ وہ کہیں گے نفسی نفسی نفسی کس منہ سے جاؤں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ ممنوعہ درخت کو تو نے کیوں کھایا تھا تو میں کیا جواب دوں گا؟ مجھ میں ہمت نہیں ہے جانے کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ سب معذرت کریں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے۔ میدان محشر میں ایک مقام ہے جس کا نام ہے مقام

محمود جس پر لواء الحمد لہرا رہا ہوگا، حمد کا جھنڈا۔ اس مقام پر آپ ﷺ رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ بخاری شریف میں روایت ہے یُلْھِمُنِیْ بِمَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِیْ الْآنَ ''اللہ تعالیٰ مجھے ایسے کلمات الہام کریں گے جو اب مجھے معلوم نہیں ہیں۔'' مسند احمد کی روایت ہے کہ سات دن کا لمبا سجدہ ہوگا یا چودہ دن کا۔ یہ سارا عرصہ اللہ تعالیٰ کی حمد میں مصروف رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یَا محمد اِرْفَعْ رَاْسَکَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ ''اے محمد ﷺ! سر اٹھا کر سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔'' تو رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون سفارش کر سکتا ہے؟ یہ بے جان کیا کریں گے؟ یا جن کے بت بنائے گئے ہیں ان کو کیا معلوم کہ کس کو کہاں کیا تکلیف ہو رہی ہے؟ اب یہاں جو کوئی عیسیٰ علیہ السلام کو پکارے تو وہ تو اپنے مقام پر آرام فرما رہے ہیں ان کو کیا معلوم کہ اس پر کیا گزر رہی ہے؟ یہاں کوئی یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ کہتا ہے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام پر آرام فرما رہے ہیں جنت میں مزے اڑا رہے ہیں ان کو کیا پتا کہ گکھڑ میں فلاں آدمی کو کیا ہو رہا ہے؟ تو فرمایا کہ ساری سفارش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے شاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور یاد رکھنا! ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ پھر اسی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ جانا اسی کے پاس ہے اس کی فکر کرو۔

آگے مشرکوں کی تردید ہے۔ فرمایا ان کا حال یہ ہے وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اور جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کا اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ سکڑتے ہیں، تنگ ہوتے ہیں دل ان لوگوں کے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ جب خالص توحید کا ذکر ہو پھر اچھلتے ہیں اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

یَسْتَکْبِرُوْنَ [صفّت: ۳۵] ''جن ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا الٰہ، معبود، مشکل کشا کوئی نہیں ہے تو یہ تکبر کرتے ہیں، اچھلتے ہیں۔'' ان کو یہ بات ایسے ناگوار گزرتی ہے کہ جس کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اور جب ذکر کیا جاتا ہے ان کا جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ہیں۔ اوروں کی قصے کہانیاں سنائی جاتی ہیں تو اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اس کا تم آج تجربہ کر کے دیکھ لو۔ خالص توحید کی آیات سناؤ تو خوش نہیں ہوں گے مشرک لوگ۔ بابوں کے قصے کہانیاں سنا دو کہ فلاں بابے نے پہاڑ جلا دیا، فلاں نے یہ کیا، فلاں نے یہ کیا، بڑے خوش ہوں گے۔ ان کے بے حقیقت قصے سن کر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ دے۔

****

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ
نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ
وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ
سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ
سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ
اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع

قُلِ آپ کہہ دیں اَللّٰهُمَّ اے اللہ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ غائب اور
حاضر کو جاننے والے اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ آپ ہی فیصلہ کریں گے
اپنے بندوں کے درمیان فِيْ مَا كَانُوْا ان چیزوں کے بارے میں فِيْهِ

یَخۡتَلِفُوۡنَ جن میں وہ اختلاف کرتے تھے وَلَوۡ اور اگر اَنَّ بے شک
لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا مَافِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا
جو کچھ ہے زمین میں سارے کا سارا وَّمِثۡلَہٗ مَعَہٗ اور اس جیسا اس کے ساتھ
ہو لَافۡتَدَوۡا بِہٖ البتہ وہ فدیہ دے دیں اس کے ساتھ مِنۡ سُوۡٓءِ الۡعَذَابِ
بُرے عذاب سے بچتے ہوئے یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ قیامت والے دن وَبَدَا لَہُمۡ
اور ظاہر ہوں گے ان کے لیے مِّنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَا وہ
چیزیں لَمۡ یَکُوۡنُوۡا یَحۡتَسِبُوۡنَ جن کا وہ گمان نہیں رکھتے تھے وَبَدَا لَہُمۡ
اور ظاہر ہوں گی ان کے لیے سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوۡا برائیاں جو انھوں نے کمائیں
وَحَاقَ بِہِمۡ اور گھیرے گی ان کو مَّا وہ چیز کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ جس
کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے فَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ پس جب پہنچتی ہے
انسان کو تکلیف دَعَانَا ہمیں پکارتا ہے ثُمَّ اِذَا خَوَّلۡنٰہُ نِعۡمَۃً پھر جب ہم
دے دیتے ہیں اس کو نعمت مِّنَّا اپنی طرف سے قَالَ کہتا ہے اِنَّمَآ
پختہ بات ہے اُوۡتِیۡتُہٗ عَلٰی عِلۡمٍ یہ دی گئی ہے مجھے علم کی بنا پر بَلۡ ہِیَ فِتۡنَۃٌ
بلکہ یہ آزمائش ہے وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ لیکن ان میں سے اکثر
نہیں جانتے قَدۡ قَالَہَا تحقیق کہی یہ بات الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ان لوگوں
نے جو ان سے پہلے تھے فَمَآ اَغۡنٰی عَنۡہُمۡ پس نہ کام آئی ان کو مَّا کَانُوۡا
یَکۡسِبُوۡنَ وہ چیز جو وہ کماتے تھے فَاَصَابَہُمۡ پس پہنچیں ان کو سَیِّاٰتُ

مَا کَسَبُوْا وہ برائیاں جوانھوں نے کمائیں وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ ان لوگوں میں سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوْا عنقریب پہنچے گی ان کو وہ برائی جو انہوں نے کمائی وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اورنہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے اَوَلَمْ یَعْلَمُوْا کیا وہ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ یَبْسُطُ الرِّزْقَ کشادہ کرتا ہے رزق لِمَنْ یَّشَآءُ جس کے لیے چاہے وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے۔

رابطِ آیات :

اس سے پہلی آیات میں مشرکوں کا رد تھا۔ آگے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اے نبی کریم ﷺ! اَللّٰهُمَّ۔ یہ لفظ اصل میں یا اللہ تھا یا کو ابتداء سے حذف کر کے آخر میں اس کی جگہ میم لائے ہیں۔ تو اس کا معنیٰ ہے اے اللہ جل جلالہ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ فُطور ط کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے بغیر نمونے اور مثال کے پیدا کرنے والا۔ تو معنیٰ ہوگا بغیر نمونے اور مثال کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے۔ اس سے پہلے نہ زمین کا نمونہ تھا اور نہ آسمان کا نمونہ تھا۔ کسی چیز کا نمونہ دیکھ کر چیز کا بنانا آسان ہوتا ہے عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ غائب اور حاضر کو جاننے والے۔

کئی دفعہ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ عٰلِمَ الْغَیْبِ کا معنیٰ ہے مَا غَابَ عَنِ

المخلوق جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں رب ان کو بھی جانتا ہے اور الشَّهَادَةِ کا معنیٰ ہے جو چیزیں مخلوق کے سامنے ہیں رب ان کو بھی جانتا ہے۔ تو مخلوق کے اعتبار سے عالم الغیب والشہادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے اَنْتَ تَحْكُمُ آپ ہی فیصلہ کریں گے بَيْنَ عِبَادِكَ اپنے بندوں کے درمیان قیامت والے دن فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ان چیزوں کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ دنیا میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جھگڑے ہوتے ہیں قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے غیر مجرم، مجرم بن جاتے ہیں اصل کا پتا ہی نہیں چلتا باوجود اس کے کہ منصف مزاج جج اور وکیل بحث کرتے ہیں بڑا غور وفکر کرتے ہیں لیکن حقیقت پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ لیکن قیامت والے دن اللہ تعالیٰ صحیح صحیح فیصلہ کریں گے حق اور باطل کے درمیان دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا حق حق ہوگا باطل باطل ہوگا، سچ سچ ہوگا جھوٹ جھوٹ ہوگا ہر شے نکھر کر سامنے آجائے گی وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور اگر بے شک ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا دنیا میں مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا جو کچھ زمین میں ہے سارے کا سارا ہو۔ یہاں اجمال ہے دوسری جگہ تفصیل ہے مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا ”زمین سونے سے بھری ہوئی ہو وَلَوِ افْتَدٰى بِهٖ [آل عمران: ۹۱] ”اگرچہ وہ اس کو فدیہ دیں کسی سے قبول نہیں کی جائے گی۔“ صرف یہی زمین سونے کی بھری ہوئی نہیں وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اس جیسا مزید بھی اس کے ساتھ ہو اور سونے سے بھری ہوئی ہو لَافْتَدَوْا بِهٖ البتہ وہ فدیہ میں دے دیں مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ برے عذاب سے بچنے کے لیے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن۔ اگر بالفرض کسی کے پاس یہ ساری زمین سونے کی بھری ہوئی ہو اور اتنی زمین اور بھی اس کے ساتھ ہو اور وہ برے عذاب سے بچنے کے لیے دے دے تو قبول نہیں کی

جائے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ہوگی کس کے پاس؟ یہاں بڑا خوش قسمت ہے جس کو چند گز کفن ہی مل جائے۔ کتنے ہیں کہ ان کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اگر کسی کے پاس انگوٹھی ہو تو وہ اتار لیتے ہیں اور اگر ہو بھی تو قبول نہیں کی جائے گی۔ کتنا مہنگا سودا ہے کہ ساری زمین سونے کی بھری ہوئی ہو اور اس کے مثل اور بھی ہو یہ دے کر جان چھڑانا چاہے تو نہیں چھوٹے گی۔ اور سورۃ معارج پارہ ۲۹ میں ہے يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمَئِذٍ بِبَنِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ كَلَّا ”مجرم خواہش کرے گا کہ کاش وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کا فدیہ دے دے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو اور اپنے قبیلے کو جو اس کو پناہ دیتا تھا اور سب زمین پر رہنے والوں کو بھی فدیے میں پیش کر دے پھر اپنے آپ کو بچا لے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔“ اور سورہ لقمان آیت نمبر ۳۳ پارہ ۲۱ میں ہے يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ”اس دن نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔“ اور سورۃ نجم پارہ ۲۸ میں ہے اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ”کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ اور ظاہر ہوں گی ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَا وہ چیزیں لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ جن کا وہ دنیا میں گمان نہیں رکھتے تھے۔ تصور بھی نہیں تھا کہ یہ چیزیں سامنے آئیں گی۔ پل صراط ان کے سامنے ہوگا، دوزخ کی آگ اور شعلے ان کے سامنے ہوں گے۔ سانپ، بچھو سامنے ہوں گے، رتی رتی کا حساب ہوگا۔ وہ وہ چیزیں پرچے میں سامنے آئیں گی کہ جن کے متعلق آدمی کو تصور بھی نہ تھا کہ ان کا بھی حساب ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کے متعلق پوچھا جائے گا مثلاً:
پوچھا جائے گا کہ مسجد سے نکلتے وقت تو نے سیڑھیوں میں تھوکا تھا، تو نے کیلا اور دیگر پھل کھا کر راستے میں پھینک دیئے تھے۔ بندے کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے کہ میں تو ان چیزوں کو گناہ ہی نہیں سمجھتا تھا۔ پوچھا جائے گا بتا بندے! تو ننگے سر بازار پھرتا تھا۔ مجبوری کے بغیر ننگے سر بازار جانے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ آج تو ننگے سر پھرنا فیشن بن گیا ہے۔ انگریز بے ایمان نے ہمیں بے ایمان کر کے مارنا ہے۔ اگر کوئی شخص ننگے سر بازار جائے تو اس کی گواہی مردود ہے۔ یہ سب چیزیں سامنے آئیں گی وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہوں گی ان کے لیے سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وہ برائیاں جو انہوں نے کمائی ہیں وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیرے گی ان کو مَّا وہ چیز كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔ مثلاً: جب کہا جاتا تھا کہ دوزخ میں سانپ بچھو ہوں گے تو مذاق اڑاتے تھے کہتے تھے تمہاری عقل ماری گئی ہے ایک طرف دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز پھر اس میں سانپ، خچر کے برابر۔ اتنی تیز آگ میں زقوم کا درخت اور ضریع کی جھاڑیاں ہوں گی پل صراط جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اس پر سے گزرنا پڑے گا نیچے آگ کے شعلے ہوں گے وہاں سے کون گزرے گا؟ تو دنیا میں جن چیزوں کا تم مذاق اڑاتے ہو یہ سب چیزیں سامنے آئیں گی۔

جہنم میں زقوم اور ضریع بھی کھائیں گے اور کافروں کو سانپ اور بچھو بھی ڈسیں گے یہ سب کچھ ہوگا فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ پس جس وقت پہنچتی ہے انسان کو تکلیف دَعَانَا ہمیں پکارتا ہے۔ پھر اللہ، اللہ، اللہ، اللہ کی ضربیں لگاتا ہے ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا پھر جس وقت ہم اس کو دے دیتے ہیں نعمت اپنی طرف سے قَالَ کہتا

ہے اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ پختہ بات ہے کہ یہ دی گئی ہے مجھے علم کی بنا پر۔ جب مشکل میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اس وقت ساری چیزیں بھول جاتا ہے۔ پس اللہ اللہ کرتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نوازتا ہے تو پھر خدا کو بھول جاتا ہے اور کہتا ہے یہ میرے علم، قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں بَلْ ہِیَ فِتْنَۃٌ بلکہ یہ آزمائش ہے رب کی طرف سے۔ رب تعالیٰ دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی آزماتا ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے قَدْ قَالَہَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ تحقیق کہی یہ بات ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔

واقعہ قارون :

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور مال دار اتنا تھا کہ اس کے خزانے کی چابیاں اچھی خاصی جماعت اٹھاتی تھی اور کنجوس اتنا تھا کہ کہتا تھا کہ سالن روٹی کے اوپر ڈال دو، رکابی میں ڈالو گے تو اس کی قلعی اتر جائے گی۔ قلعی کرانے پر پیسے خرچ ہوں گے۔ بچوں کو مکان کی چھت پر نہیں چڑھنے دیتا تھا کہ چھت خراب ہو جائے گی اور لپائی کرانا پڑے گی۔ جب اس کو کہا جاتا کہ اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ ''احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔'' غریبوں، کمزوروں کی ہمدردی کرو تو کہتا انما اوتیتہ علی علم [القصص:۷۸] ''بے شک مجھے دی گئی دولت علم کی بنا پر (اپنی قابلیت کی بنا پر)۔'' تم بھی قابلیت پیدا کرو، کماؤ کھاؤ مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر انعام کرے تو بندے کو اس پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ مجھے حلال طریقے سے یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔ تو

فرمایا کہ یہ باتیں پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ پس نہ کام آئی ان کو مَّا وہ چیز کَانُوْا یَكْسِبُوْنَ جو وہ کماتے تھے۔ قارون کی ایسی مضبوط کوٹھی تھی کہ زلزلہ بھی آئے تو یہ ظاہر دیواروں کو نقصان کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن جب قارون کی بدبختی کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا زمین نے اس کو کوٹھی سمیت ہڑپ کرلیا۔ زمین نے ایسا نگلا کہ نہ اس کا کوئی پتا چلا نہ کوٹھی کا پتا چلا کہ کہاں گئی، اور نہ خزانوں کا۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [قصص:۸۱] ''پس ہم نے دھنسا دیا اس قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔'' اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ زمین کے تین حصے، گاؤں کے گاؤں اور شہروں کے شہر زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ ایک خسف مشرق میں ہوگا ایک مغرب میں ہوگا اور ایک عرب میں ہوگا۔ مشرق والا (خسف) چاہے چین میں ہو، جاپان میں ہو یا پاکستان میں۔ مغرب والا یورپ میں ہوگا اور عرب کے علاقہ میں اپنا یہ ذہن کام کرتا ہے کہ جہاں امریکہ کی فوجیں ہیں یہی مقام زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

فرمایا فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا پس پہنچیں ان کو وہ برائیاں جو انھوں نے کمائیں۔ یہ تو پہلوں کے متعلق ہے وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا ان لوگوں میں سے سَيُصِيْبُهُمْ عنقریب پہنچے گی ان کو سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وہ برائی جو انہوں نے کمائی۔ یہ اس وقت کے ظالموں کو سنایا جا رہا ہے کہ صرف یہ نہ سمجھیں کہ پہلوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے اس وقت کے جو ظالم ہیں جو وہ برائیاں کمائیں گے ان پر بھی ان کا وبال پڑے گا، ان کی بھی گرفت ہوگی۔ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور نہیں ہیں وہ عاجز کرنے والے رب تعالیٰ کو۔ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ ایک لمحے میں

ساری دنیا تباہ کرسکتا ہے۔

پچھلے دنوں جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ زلزلہ آیا تھا ان کی ریلوے کی جو پٹڑیاں تباہ ہوئی تھیں چار سال میں بھی صحیح معنیٰ میں درست نہیں ہوسکی تھیں حالانکہ جاپان نے صنعت میں سارے یورپ کی گردن جھکا دی ہے۔ رب، رب ہے اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا کیا یہ لوگ نہیں جانتے اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ بے شک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق جس کا چاہے وَیَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے جس کا چاہے۔ رزق کا نظام اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کی محنت زیادہ ہوتی ہے مگر محنت کے مطابق اسے رزق ملتا نہیں ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ محنت تھوڑی ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ رزق زیادہ دیتا ہے۔ وہ لوگ خوش قسمت اور سعادت مند ہیں جن کو ایمان کی دولت کے ساتھ رزق حلال بھی حاصل ہو۔ سب سے بڑی دولت ایمان ہے اس جیسی اور دولت کوئی نہیں ہے۔ صرف مال کو کتنی دیر کھالیں گے؟ دس سال، بیس سال، سو سال، آخر موت ہے۔ مرنے کے بعد پھر ہوگا جو ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگ کہتے ہیں مالی مالی میرا مال میرا مال۔ تیرا مال وہ ہے جو تو نے کھالیا، استعمال کرلیا یا اپنے ہاتھ سے خیرات کردیا باقی مال تو وارثوں کا ہے۔ اچھے ہوئے تو اچھی جگہ لگائیں گے بُرے ہوئے تو بدمعاشی کریں گے جوا کھیلیں گے۔ اس کا وبال تیری گردن پر پڑے گا کہ تو نے ان کے لیے جمع کرکے رکھا تھا۔ فرمایا رب تعالیٰ جس کا چاہے رزق کشادہ کرے جس کا چاہے تنگ کرے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو ایمان لاتی ہے دوسروں کو سمجھ نہیں آسکتی۔

❋❋❋❋

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۵۵ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝۵۶ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۵۷ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۹ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۶۰

قُلْ آپ کہہ دیں يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اے میرے وہ بندو اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ جنھوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر لَا تَقْنَطُوْا ناامید نہ ہو مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا بخش دیتا ہے سب گناہ اِنَّهٗ بے شک وہ هُوَ

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ بہت بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے وَاَنِيْبُوْٓا اور رجوع کرو تم اِلٰى رَبِّكُمْ اپنے رب کی طرف وَاَسْلِمُوْا اور فرماں بردار ہو جاؤ لَهٗ اس کے مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ پہلے اس سے کہ آئے تم پر الْعَذَابُ عذاب ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی وَاتَّبِعُوْٓا اور پیروی کرو اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ بہتر بات کی جو تمہاری طرف اتاری گئی ہے مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب بَغْتَةً اچانک وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تم شعور بھی نہ رکھتے ہو اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یہ کہ کہے کوئی نفس يّٰحَسْرَتٰى اے افسوس مجھ پر عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ اس کارروائی کے متعلق جو میں نے کوتاہی کی فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں وَاِنْ كُنْتُ اور بے شک میں تھا لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ٹھٹھا کرنے والوں میں سے اَوْ تَقُوْلَ یا وہ نفس کہے لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ اگر بے شک اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ البتہ میں ہوتا متقیوں میں سے اَوْ تَقُوْلَ یا کہے وہ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ جس وقت دیکھے گا وہ عذاب کو لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً اگر بے شک میرے لیے ہو لوٹنا فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ پس ہو جاؤں میں نیکی کرنے والوں میں سے بَلٰى کیوں نہیں قَدْ جَآءَتْكَ تحقیق آ چکیں تیرے پاس اٰيٰتِيْ میری آیتیں فَكَذَّبْتَ بِهَا پس تو نے جھٹلایا ان کو

وَاسْتَكْبَرْتَ اور تو نے تکبر کیا وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور تھا تو کفر کرنے والوں میں سے وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن تَرَى الَّذِيْنَ دیکھے گا ان لوگوں کو كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ جنھوں نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ پر وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ کیا نہیں ہے جہنم میں مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو حکم دیتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں میرے بندوں کو میری طرف سے اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا اے میرے وہ بندو جنھوں نے زیادتی کی عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں پر، گناہ کیے، کوتاہیاں کیں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ نا امید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ چاہے کتنے بھی ظلم کیے ہیں، زیادتیاں کی ہیں۔ مغفرت کے اسباب بہت ہیں لیکن ہوگی قاعدے کے مطابق۔ مثلاً: ہم کہتے ہیں نماز پڑھو تو اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ نہ وضو ہو نہ وقت ہو نہ قبلے کی طرف رخ ہو اور پڑھ لو۔ نہ کپڑے پاک ہوں، نہ جگہ پاک ہو اور پڑھ لو، یہ نماز تو نہ ہوگی۔ بلکہ نماز پڑھنے کا مطلب ہے کہ قاعدے کے مطابق پڑھو۔ اسی طرح گناہ کی بخشش اور توبہ کے لیے بھی شرائط ہیں۔

اور یہ بات بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ ہیں جن کی قضا نہیں ہے جیسے شراب پینا، بدکاری کرنا وغیرہ۔ ان سے جب انسان سچے دل سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ دوسرے حقوق وہ ہیں جن کی قضا ہے مثلاً: نماز ہے، روزہ ہے، زکوٰۃ ہے، یہ محض زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضا نہیں کرے گا۔ نماز ذمے ہے اس کی قضا کرے، روزہ ذمے ہے اس کی قضا

کرے زکوٰۃ ذمے ہے اس کی قضا کرے اور تاخیر سے پڑھنے کی رب تعالیٰ سے معافی مانگے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مسئلہ :

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، چاروں امام اور تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ محض زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضا نہیں ہوگی۔ نمازیں قضا کرنے کا طریقہ میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ پہلے حساب لگاؤ کہ جب سے میں بالغ ہوا ہوں اس وقت سے لے کر اب تک میری کتنی نمازیں رہ گئی ہیں؟ ایک دن لگ جائے، دو دن لگ جائیں، دس دن لگ جائیں، مہینہ لگ جائے، وقت لگا کر مغز کھپا کر اندازہ لگاؤ کاغذ پر لکھ لو کہ میرے ذمے فجر کی تقریباً اتنی نمازیں ہیں، ان سے دو چار زائد شمار کرلو۔ روزے میرے ذمے تقریباً اتنے ہیں احتیاطاً مزید ڈال لو۔ جتنے بنے ان کی قضا کرو۔ یہی زکوٰۃ کا حکم ہے کہ جتنے سالوں کی نہیں دی شمار کرلو، نکالو۔ اگر ادا کرتے کرتے اچانک بیمار ہوگیا نماز روزے پورے قضا نہیں کرسکا تو وصیت کرے کہ میرے ذمے اتنی نمازیں ہیں اور اتنے روزے ہیں ان کا فدیہ ادا کردینا۔ اگر فدیے کی وصیت نہیں کرتا تو گناہ گار مرے گا۔ فدیہ کتنا ہے ہر نماز کا؟ دو سیر گندم ہے موٹا تخمینہ دو سیر گندم۔ پانچ نمازیں اور ایک وتر ہے۔ وتر واجب ہے مگر عملی طور پر فرض ہے۔ تو بارہ سیر گندم ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ہے یا اس کی قیمت۔

اسی طرح روزے کا فدیہ دو سیر گندم کے حساب سے دے۔ آخرت کا معاملہ بڑا مشکل اور سخت ہے اور یہ مسئلہ بھی کئی دفعہ سن چکے ہو نمازوں کی قضا کرنے میں اسی طرح

ترتیب ضروری ہے جس طرح وقتی نمازوں میں ترتیب ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ دو ہزار فجر کی نمازیں ہیں اور وہ اس طرح نیت کرتا ہے کہ ان میں سے ایک پڑھتا ہوں تو اس طرح ذمہ داری سے فارغ نہیں ہوگا بلکہ نیت اس طرح کرے گا کہ میرے ذمہ جو فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے پہلی پڑھتا ہوں۔ پہلی پہلی کر کے نیت کرے گا یا آخر سے شروع ہو کہ آخری پڑھتا ہوں باقی جو رہ گئی ہیں ان میں سے آخری پڑھتا ہوں آخری آخری کر کے نیت کرتا جائے ساتھ یہ بھی کہے کہ فجر کی پڑھتا ہوں یا ظہر کی پڑھتا ہوں کیونکہ وقت کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔ مگر نیت دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے مستحب ہے۔ باقی نفل نماز کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے دو نفل پڑھے چار پڑھے، ان کے لیے نیت کی ضرورت نہیں ہے کہ ظہر کے پڑھتا ہوں یا عصر کے پڑھتا ہوں۔ باقی نمازوں اور وتر اور سنت مؤکدہ کے لیے وقت کی تعیین ضروری ہے۔ یہ تو تفصیل تھی حقوق اللہ کی۔ رہا مسئلہ بندوں کے حقوق کا تو یا تو بندہ معاف کر دے یا پھر ان کا حق ادا کرے تب اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوگا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کا حق بنتا ہے تو کیا دیتے وقت اس کو بتانا ضروری ہے کہ بھائی تیری اتنی رقم میرے ذمہ ہے مجھے معاف کر دے یا اس کو بغیر کچھ بتائے دے دے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ہاں! اس کو بتانا پڑے گا کہ تیری اتنی چیزیں یا رقم میرے ذمہ ہے مجھے معاف کر دے۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے بس اجمالاً کہہ دے کہ تمہارا کچھ حق تھوڑا یا زیادہ میرے ذمہ ہے مجھے معاف کر دو۔ وہ معافی دے دے تو معافی قبول ہے۔ تو فرمایا کہ میرے بندوں کو کہہ دو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے کہ وہ اللہ

تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا بے شک اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سب کے سب گناہ مگر قاعدے کے مطابق اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔ محض توبہ توبہ نہ کرو توبہ کے ساتھ یہ کام بھی ہے وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف توبہ کے بعد تمھارے اندر انقلاب آنا چاہیے۔

جیسے علماء کرام فرماتے ہیں کہ حج مقبول ومبرور وہ ہے کہ اس کے بعد حاجی کی زندگی میں انقلاب آجائے پہلے کی طرح نہ رہے۔ اگر حج کے بعد بھی وہی حال رہا جو پہلے تھا تو سمجھو کہ حج مقبول نہیں ہوا۔ تو فرمایا رجوع کرو اپنے رب کی طرف وَاَسْلِمُوْا لَہٗ اور فرماں بردار ہو جاؤ اس کے۔ اسلام کا معنٰی ہے گردن جھکا دینا۔ رب تعالیٰ کے احکام کے سامنے گردن جھکا دو اس کے احکامات کو مانو اور پابندی کرو مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آئے ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر تمھاری مدد بھی نہیں کی جائے گی جب عذاب آجائے گا۔ کل کے دن سے آج کا دن اچھا ہو آج کے دن سے کل آنے والا اچھا ہو۔ اور کیا کرنا ہے؟ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ اور پیروی کرو بہتر بات کی جو تمھاری طرف اتاری گئی ہے مِّنْ رَّبِّکُمْ تمھارے رب کی طرف سے۔ جو تمھارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہیں ان میں سے سب سے اچھی چیز کی پیروی کرو۔ تورات، زبور، انجیل بھی رب کی طرف سے اتاری گئیں ہیں اور صحیفے بھی اتارے گئے ہیں لیکن ان سب میں احسن قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کی پیروی کرو مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَۃً پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آئے اچانک وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔ انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے حالانکہ عاجز اور

کمزور ہے۔ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے چاہے تو اچھے بھلے آدمی کو ایسا بیمار کردے کہ چل پھر بھی نہ کر سکے۔ دولت چھین لے، عزت چھین لے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو فرمایا پہلے اس سے کہ عذاب آئے اور تمہیں شعور بھی نہ ہو اور اس سے پہلے ہی آگاہ رہو اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یہ کہ کہے کوئی نفس یٰحَسْرَتٰی ہائے میرے اوپر افسوس عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ اس کارروائی کے متعلق جو میں نے کوتاہی کی فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں۔ افراط کا معنیٰ ہے زیادتی کرنا تفریط کا معنیٰ ہے کوتاہی کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا یا موت آئے گی تو مجرم کہے گا ہائے افسوس مجھ پر میں نے رب کے معاملے میں بڑی کوتاہی کی وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ اور بے شک میں ٹھٹھا کرنے والوں میں سے تھا۔ جو نمازیوں کے ساتھ، روزے داروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے، داڑھی رکھنے والوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے، ٹنڈ کرانے والوں اور ٹخنوں سے اوپر چادر رکھنے والوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔ مگر اس وقت اس کوتاہی کے اقرار کا کیا فائدہ؟

انتہائی گہرے کنویں میں آدمی ایک چھلانگ لگانے سے نیچے جا پڑے گا لیکن ہزار چھلانگ لگانے سے نکل نہیں سکتا اب تو خمیازہ بھگتنا ہے۔ اور ہاتھوں کو کاٹے گا وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ [فرقان: ۲۷] ''اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا'' اور افسوس کرے گا کہ کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا اور میں نے بنالیا ہوتا اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ راستہ۔ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ یا وہ نفس کہے اگر بے شک اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا البتہ میں ہوتا متقیوں میں سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ میری ہدایت کے اسباب مہیا کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے اسباب مہیا کردیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الم ذلك الكتاب لا ريب فيه۔ اس قرآن پاک میں

کوئی شک نہیں ہے یہ ہدایت ہے متقیوں کے لیے۔ اور ہدایت تمام لوگوں کے لیے هُدًى لِلنَّاسِ [سورۃ البقرہ]

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا [سورۃ الفرقان] ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتارا ہے فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہان والوں کو ڈرانے والا۔'' اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے اسباب مہیا کر دیئے، قرآن پاک جیسی کتاب دی، تمام پیغمبروں کا سردار بھیجا، ہر زمانے میں مبلغ بھیجے، عقل کی دولت سے نوازا۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ''میری امت کے علماء ایسے ہی ہیں جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔'' درجے میں نہیں کام میں۔ یعنی وہ کام کرتے ہیں جو ان کے پیغمبروں نے کیا۔ الحمد للہ! آج دین اپنی اصل شکل میں موجود ہے اگرچہ اہل بدعت اور باطل فرقوں نے دین پر بڑی بڑی بدعات اور رسومات مسلط کی ہیں غیر دین کو دین سمجھتے ہوئے۔ لیکن دنیا کے کسی بھی خطے میں جاؤ تمھیں دین اصل شکل میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب پڑھی جاتی ہے، سمجھائی جاتی ہے۔

قرآن پاک کا پڑھنا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے :

اور یاد رکھنا! اس کتاب کا پڑھنا اور سمجھنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے مگر افسوس ہے کہ اکثریت کی اس طرف توجہ نہیں ہے۔ مرنے کے بعد افسوس ہوگا کاش کہ پڑھ لیتے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ قبر میں منکر نکیر آ کر سوال کریں گے مَنْ رَّبُّكَ تو جس نے دنیا میں رب کو نہیں سمجھا اوروں کو رب بنایا تو وہ کیا جواب دے گا؟ پھر سوال

کریں گے مَنْ نَبِیُّكَ تو جس نے آنحضرت ﷺ کی پیروی نہیں کی وہ کس منہ سے جواب دے گا اور کیا جواب دے گا؟ پھر فرشتے کہیں گے لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ ''تو دین سمجھا نہیں تیرا فرض تھا دین کو سمجھنا اور تو نے قرآن کی تلاوت نہیں کی تلاوت کر کے قرآن کو سمجھنا چاہیے تھا۔'' اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ نہ تو نے خود دین کو سمجھا اور نہ سمجھنے والوں کی پیری کی۔ حق دو طریقوں ہی سے حاصل ہوتا ہے یا تو بندہ خود تحقیق کرے اور اگر تحقیق کا مادہ اور صلاحیت نہیں ہے تو تقلید کرے دوسروں کی بات مانے۔ اس کے سوا حق حاصل نہیں ہو سکتا اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ یا کہے وہ جس وقت دیکھے گا وہ عذاب کو لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً اگر بے شک میرے لیے ہو لوٹنا دنیا کی طرف فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ پس ہو جاؤں میں نیکی کرنے والوں میں سے۔ سورہ سجدہ، پارہ ۲۱، آیت نمبر ۱۲ میں ہے کہیں گے فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا ''پس ہمیں لوٹا دے تا کہ ہم اچھے عمل کریں۔'' اور سورہ مومنون آیت نمبر ۹۹-۱۰۰ میں ہے قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا ''اے پروردگار! مجھ کو واپس لوٹا دے تا کہ میں اچھے عمل کروں۔'' ارشاد ہو گا اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ [مومنون: ۱۵] ''کیا میری آیات تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں پس تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔''

فرمایا بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ کیوں نہیں تحقیق آ چکیں تیرے پاس میری آیتیں۔ قرآن تیرے پاس پہنچا، کلمہ تیرے پاس پہنچا، حق تیرے پاس پہنچا، پیغمبروں نے تبلیغ کی، ان کے نائبین نے سمجھایا فَكَذَّبْتَ بِهَا پس اے بدبخت تو نے جھٹلا دیا وَاسْتَكْبَرْتَ اور تو نے تکبر کیا۔ کئی دفعہ یہ حدیث سن چکے ہو کہ جس میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر کس کو کہتے ہیں؟ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ

”حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔“ تو فرمایا تو نے تکبر کیا وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اور تھا تو کفر کرنے والوں میں سے۔ اب واویلا کرنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے دن اے مخاطب تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنھوں نے رب پر جھوٹ بولا، رب تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی، رب تعالیٰ کی طرف بیٹوں اور بیٹیوں کی نسبت کی۔ کسی نے عزیر علیہ السلام کو رب کا بیٹا بنایا کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو اور کسی نے فرشتوں کو رب کی بیٹیاں کہا۔ ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ جیسے سڑکوں پر تارکول پڑا ہوتا ہے تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ [سورۃ عبس] ”ان پر سیاہی چڑھی ہوگی یہ فسق و فجور کرنے والے کافر لوگ ہوں گے۔“ حالانکہ دنیا میں بڑے گورے تھے مگر دل سیاہ تھے۔ دل کی سیاہی چہرے پر آجائے گی اور مومنوں کے چہرے سفید ہوں گے چاندی کی طرح روشن ہوں گے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ [آل عمران:۱۰۶]

تو کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ فرمایا اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا۔ یقیناً متکبرین کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انجام سے ہمیں آگاہ فرما دیا ہے۔ وہ وقت آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام مانو، رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اپنے آپ کو اسراف سے بچاؤ، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے مگر قاعدے کے مطابق۔

****

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ ۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

وَيُنَجِّي اللّٰهُ اور نجات دے گا اللہ تعالیٰ الَّذِيْنَ ان لوگوں کو اتَّقَوْا جو ڈرے بِمَفَازَتِهِمْ ان کی کامیابی کی جگہ میں لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ نہیں پہنچے گی ان کو تکلیف وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے اَللّٰهُ

خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے وَّھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہیں چابیاں آسمانوں کی اور زمین کی وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیات کا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے قُلْ آپ فرمادیں اَفَغَیْرَ اللّٰهِ کیا پس اللہ تعالیٰ کے غیر کا تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ تم مجھے حکم دیتے ہو اَعْبُدُ میں عبادت کروں اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ اے جاہلو وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اور البتہ تحقیق وحی کی گئی آپ کی طرف وَاِلَى الَّذِیْنَ اور ان لوگوں کی طرف مِنْ قَبْلِكَ جو آپ سے پہلے تھے لَئِنْ اَشْرَكْتَ البتہ اگر آپ نے شرک کیا لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ البتہ ضائع ہو جائے گا آپ کا عمل وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور البتہ ضرور ہو جاؤ گے نقصان اٹھانے والوں میں سے بَلِ اللّٰهَ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی فَاعْبُدْ پس آپ عبادت کریں وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ اور ہو جاؤ شکر گزاروں میں سے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ اور انھوں نے قدر نہیں کی اللہ تعالیٰ کی حَقَّ قَدْرِهٖ جیسا کہ حق ہے قدر کرنے کا وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا اور زمین ساری قَبْضَتُهٗ اس کی مٹھی میں ہوگی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن وَالسَّمٰوٰتُ اور آسمان مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ لپیٹے ہوئے ہوں گے دائیں ہاتھ میں سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی پاک ہے اس کی ذات اور بلند ہے عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ان سے جن کو یہ

شریک ٹھہراتے ہیں وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکا جائے گا بگل میں فَصَعِقَ پس بے ہوش ہو جائیں گے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہیں وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جس کو اللہ چاہے ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى پھر پھونکا جائے گا دوسری مرتبہ فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ پس اچانک وہ کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ اور چمک اٹھے گی زمین بِنُوْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے نور کے ساتھ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اور رکھی جائے گی کتاب وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ اور لایا جائے گا نبیوں کو وَالشُّهَدَآءِ اور گواہوں کو وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان بِالْحَقِّ انصاف کے ساتھ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو مَّا عَمِلَتْ جو اس نے عمل کیا وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ اور وہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والوں کے چہرے سیاہ دیکھو گے قیامت والے دن۔ اب ان کا ذکر ہے جو ان کے مدمقابل ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھا، نہ شرک کا، نہ اولاد کا یعنی کسی بھی قسم کا شرک نہ کیا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اور نجات دے گا اللہ تعالیٰ دوزخ سے اور چہروں کے سیاہ ہونے سے اور ہر قسم کی تکلیف سے ان لوگوں کو

اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ جو بچے کفر وشرک سے ان کی کامیابی کی جگہ میں۔ اور وہ جنت ہے۔ مفازہ ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ پھر معنٰی ہوگا کامیابی کی جگہ اور مصدر میمی بھی بن سکتا ہے تو پھر معنٰی ہوگا کامیابی کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرے گا لَا يَمَسُّهُمُ السُّوٓءُ نہیں پہنچے گی ان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف۔ نہ بدنی، نہ ذہنی وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے مشرکوں اور کافروں کی طرح جیسا کہ کل کی آیات میں پڑھ چکے ہو کہ کافر نفس اپنی کوتاہی پر افسوس کرے گا۔ ان کو کوئی غم نہیں ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ ایمان لائے، کفر وشرک سے بچے، بُرے کاموں سے پرہیز کیا۔ ان کو غم کھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۔ وکیل کا معنٰی ہے کارساز، کام بنانے والا۔ معنٰی ہوگا اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر صرف اللہ تعالیٰ ہے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مقالید کا مفرد مقلید بھی آتا ہے اور مقلاد بھی آتا ہے۔ دونوں کا معنٰی چابی ہے۔ تو معنٰی ہوگا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں چابیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ باختیار وہی ہوتا ہے جس کے پاس مکان، دوکان اور کارخانے کی چابی ہوتی ہے جب چاہے کھولے اور جب چاہے بند کرے۔ مطلب یہ ہوگا کہ آسمانوں اور زمین کے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں خالق بھی وہی ہے، رازق بھی وہی ہے، حاجت روا بھی وہی ہے سارے اختیارات اسی کے پاس ہیں خدائی اختیارات خدا کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی بدبخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔ رب تعالیٰ پر ایمان

نہیں لائیں گے اس کو وحدہ لاشریک نہیں سمجھیں گے تو اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ نقصان انسان اور جنات کا اپنا ہے۔

مشرکوں کا ایک نمائندہ وفد آنحضرت ﷺ کے پاس آیا جس میں ہر ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی شریک تھا۔ کہنے لگے کہ جب سے آپ ﷺ نے لا الہ الا اللہ کی رٹ لگائی ہے تب سے اختلافات پیدا ہوئے ہیں اور آپس کی لڑائی اور مارکٹائی شروع ہوئی ہے۔ گھروں میں لڑائی، محلوں میں لڑائی، بازاروں میں لڑائی، ہم صلح صفائی کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں وقت صلح صفائی کے ساتھ پاس ہونا چاہیے لڑائی جھگڑے سے کچھ نہیں بنتا۔ لہٰذا اس طرح ہونا چاہیے کہ ہم آپ کے رب کی پوجا کریں اور آپ ہمارے معبودوں ،لات، منات، عزیٰ کی پوجا کریں۔ صلح صفائی کے ساتھ وقت پاس کریں۔ یہ پیش کش انھوں نے کی اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ کیا تم مجھے حکم دیتے ہو اللہ تعالیٰ کے غیر کی میں عبادت کروں اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ اے جاہلو! اے جاہلو تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیتے ہو وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اے نبی کریم ﷺ! اور آپ کی طرف بھی وحی کی گئی اور ان پیغمبروں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں ان کی طرف بھی وحی کی گئی۔ کیا وحی کی گئی؟ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ البتہ اگر آپ نے شرک کیا تو ضائع ہو جائے گا آپ کا عمل وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور البتہ ضرور ہو جاؤ گے نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ شرک قبیح اور بُری چیز ہے پیغمبر سے تو سرزد ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ جملہ فرضیہ ہے کہ بالفرض والمحال آپ سے بھی صادر ہو جائے تو آپ کے اعمال بھی اکارت ہو جائیں گے۔ یہ ہمیں سمجھانے کے لیے فرمایا ہے کہ فرض کرو کہ پیغمبر

سے شرک ہو جائے تو اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے کسی اور کی کیا حیثیت ہے کہ وہ شرک کرے اور اعمال ضائع نہ ہوں۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ایک نیکی ساری امت کی ساری نیکیوں پر بھاری ہے لیکن شرک اتنی بُری چیز ہے کہ بالفرض آپ ﷺ بھی کریں تو آپ ﷺ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے باقی کسی کی کیا حیثیت ہے؟

میں نے ایک مثال عرض کی تھی مثلاً دودھ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ ایک بڑا مٹکا دودھ کا بھر دو مَن دو مَن کا۔ اس صاف ستھرے دودھ میں اپنے ہی بچے کے پیشاب کے چند قطرے پڑ جائیں تو کوئی دیانت دار، صاحب فطرت آدمی اس کو استعمال کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا بددیانت کی بات نہیں۔ بددیانت تو مردہ جانوروں کا گوشت بھی کھلا دیتے ہیں۔ کتے بلی بھی کھلا دیتے ہیں۔ کوئی دیانت والا آدمی یہ نہیں کہے گا کہ چلو جی! اس میں کوئی گدھے گھوڑے کا پیشاب تو نہیں ہے اپنے لخت جگر کے پیشاب کے چند قطرے اس میں پڑے ہیں میں اس کو استعمال کرلوں۔ تو جس طرح خالص دودھ میں چند قطرے پڑنے سے سارا دودھ بے کار ہو گیا اسی طرح اعمال میں اگر شرک آ گیا تو سب اعمال اکارت اور ضائع ہو جائیں گے۔ قرآن پاک میں پچیس پیغمبروں کے نام آئے ہیں۔ ساتویں پارے کے سولھویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ پیغمبروں کے نام اور باقیوں کا اجمالی ذکر کیا وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ اس کے بعد فرمایا وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ "اور اگر یہ پیغمبر بھی شرک کرتے تو ان کے عمل بھی اکارت اور ضائع ہو جاتے۔" لہٰذا مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ اس لیے مشرک کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے جب اس کی اپنی نماز ہی نہیں ہے تو

دوسروں کی کیا ہوگی۔ سرحد اور بلوچستان کے علاقے میں بدعات کافی ہیں مگر ان کے مولویوں کی اکثریت کے عقائد کفر شرک والے نہیں ہیں صرف بدعات میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پنجاب میں جتنے بریلوی مولوی ہیں ان کے عقائد ہی بدل گئے ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی۔ اگر کسی مقام پر تم پھنس گئے ہو اور فتنے سے بچنے کے لیے بریلوی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی ہے تو اس کو دُہرا لینا۔ نماز بڑی قیمتی شے ہے۔ جیسے بے وضو امام کے پیچھے نماز پڑھو یا جس کے کپڑے پلید ہیں اس کے پیچھے پڑھو تو نماز نہیں ہوگی کیوں کہ اس کی اپنی نہیں ہوئی۔ یہ کوئی عداوت کی بات نہیں ہے یہ صرف تمھاری خیر خواہی کی بات ہے کہ مشرک امام کا اپنا عمل باطل ہے تو مقتدی کی نماز بھی باطل ہے۔ اگر پڑھی ہے تو لوٹا لینا۔

تو فرمایا اگر آپ نے بھی شرک کیا تو البتہ آپ کا عمل بھی ضائع ہو جائے گا اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ بلکہ آپ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں۔ یہ آپ کو کہتے ہیں اوروں کی بھی عبادت کرو آپ نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہے وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ اور ہو جاؤ شکر گزاروں میں سے۔ اس پر کہ تمھیں کھری کھری باتیں بتلائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کی صحیح بات بتلا دی ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور ان مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسا کہ حق تھا قدر کرنے کا۔ ان سے پوچھو آسمان کس نے بنائے؟ زمین کس نے بنائی؟ تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ چاند، سورج، ستاروں کو کس نے پیدا کیا؟ تمھیں کس نے پیدا کیا؟ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ یہ تمھیں ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کس نے دیں؟ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ کان اور دل کس نے دیا؟ تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر جب پوچھو کہ سر کا درد کون دور

کرتا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ دولے شاہ کرتا ہے، علی ہجویری کرتا ہے، فلاں کرتا ہے، فلاں کرتا ہے۔ او ظالمو! ساری چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ کو مان کر یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اوروں کے سپرد کرتے ہو تم نے رب تعالیٰ کی قدر ہی نہیں کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو رب تعالیٰ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ اور زمین ساری اس کی مٹھی میں ہوگی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ اور سارے آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے دائیں ہاتھ میں۔ دائیں ہاتھ میں آسمان ہوں گے اور بائیں ہاتھ میں زمین ہوگی۔ جو ہاتھ اس کی شان کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ قرآن سے ثابت ہیں۔ یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جکڑ دیئے گئے ہیں۔ فرمایا غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ''یہودیوں کے ہاتھ جکڑ دیئے اور ان پر لعنت کی گئی ہے اس وجہ سے جو انھوں نے کہا بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ [المائدہ: ۶۴] '' بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے۔'' اور سورۃ ص آیت نمبر ۷۵ پارہ ۲۳ میں ہے مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ''اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تو سجدہ کرتا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔'' تو اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ تو قرآن سے ثابت ہیں آگے ہم نہیں جانتے کہ وہ کیسے ہیں؟ کسی شے کے ساتھ تشبیہ بھی نہیں دے سکتے کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ [شوریٰ: ۱۱] ''نہیں ہے اس کے مثل کوئی شے۔'' اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ بس یہی کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی پاک ہے رب تعالیٰ کی

ذات اور بلند ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ان چیزوں سے جن کو یہ رب تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ اور پھونکا جائے گا صور۔اس کو نفخہ اولیٰ کہتے ہیں۔جب ساری دنیا فنا ہو جائے گی فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ پس بے ہوش ہو جائیں گے جو ہیں آسمانوں میں اور جو ہیں زمین میں سب بے ہوش ہو جائیں گے اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔تو مَنْ شَآءَ اللّٰهُ میں پیغمبر ہیں، فرشتے ہیں، شہداء ہیں، حوریں اور ولدان جنت ہیں۔مگر پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ فرشتوں پر بھی موت طاری ہوگی۔کوئی جان دار چیز باقی نہیں رہے گی وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [سورۃ الرحمٰن] ''اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بندگی اور عزت والی ہے۔''

پھر بخاری شریف کی روایت کے مطابق چالیس سال بعد نفخہ ثانیہ ہوگا ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی پھر پھونکا جائے گا اس میں دوسری مرتبہ فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ پس اچانک وہ کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے۔جب دوسری مرتبہ بگل میں پھونکا جائے گا تو جہاں کہیں بھی کوئی ہوگا اٹھ کھڑا ہوگا۔قبروں میں ہیں وہ نکل آئیں گے، پرندوں نے کھا لیا ہے ان کے پیٹوں سے نکل آئیں گے، مچھلیاں ہڑپ کر گئیں وہاں سے نکل آئیں گے، آگ میں جلا دیئے گئے وہ بھی آجائیں گے، سارے کے سارے اٹھ کھڑے ہوں گے اور دیکھ رہے ہوں گے کیا ہو رہا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تو سب سے پہلے میری قبر مبارک کھولی جائے گی۔میرے بعد ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما کی پھر اسی طرح ساری دنیا میں جہاں جہاں بھی مردے ہیں سارے اٹھ کھڑے ہوں گے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا اور چمک اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور

سے۔رب تعالیٰ کے نور کی تجلی ہوگی سارا میدان محشر نور ہی نور ہوگا لیکن کافر اس سے محروم ہوں گے۔

مومن جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جائیں گے یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ [سورۃ حدید] ''ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں طرف ہوگا۔'' کافروں منافقوں کے لیے کوئی روشنی نہیں ہوگی۔ وہ مومنوں کو آوازیں دیں گے کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ''ہمارا انتظار کرو ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا [سورۃ الحدید] ''کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے پس تلاش کرو روشنی۔'' مراد یہ ہوگی کہ یہ نور تو ہم دنیا سے لائے ہیں وہاں سے جا کر لاؤ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ''پس کھڑی کردی جائے گی ان کے درمیان دیوار۔'' اس کا دروازہ ہوگا کافر اس طرف رہ جائیں گے مومن اس طرف رہ جائیں گے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ اور رکھی جائے گی کتاب۔ان کا نامہ اعمال ہر ایک کے سامنے وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ اور لایا جائے گا نبیوں کو وَالشُّهَدَآءِ اور گواہوں کو وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان انصاف کے ساتھ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

انبیائے کرام علیہم السلام بھی آئیں گے ان کی امتیں بھی آئیں گی اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشی ہوگی۔مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کو فرمائیں گے هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ ''کیا آپ نے اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچایا تھا؟'' نوح علیہ السلام کہیں گے اے پروردگار! میں نے آپ کا پیغام پہنچایا مگر میری قوم نے مانا نہیں۔قوم سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گی یا اللہ! نوح علیہ السلام نے ہمیں تبلیغ کی ہی نہیں تھی ان کو کہیں گواہ پیش کریں۔نوح علیہ السلام کہیں گے کہ

آخری پیغمبر کی امت میری گواہ ہے۔تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی دیں گے کہ انھوں نے صحیح معنیٰ میں تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔وہ قوم کہے گی اے اللہ یہ ہمارے خلاف گواہی کس طرح دے سکتے ہیں ہم سب سے پہلے آئے یہ سب سے آخر میں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں میرے بندو! تم گواہی کس حیثیت سے دے رہے ہو؟ یہ کہیں گے اے پروردگار! ہم نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ نوح علیہ السلام نے دن رات ایک کر کے آپ کا پیغام پہنچایا۔آپ کے آخری پیغمبر نے بھی ہمیں بتایا کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔اگر آپ کی کتاب سچی ہے اور یقیناً سچی ہے اور آپ کا آخری پیغمبر سچا ہے اور یقیناً سچا ہے تو پھر ہم بھی سچے ہیں۔تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا جائے گا اپنی امت کی صفائی کے لیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کہ میری امت نے سچی اور صحیح گواہی دی ہے وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا ہے وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ان کاموں کو جو وہ کرتے ہیں۔

*****

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى

جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۸

وَسِيْقَ اور چلائے جائیں گے اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جو کافر ہیں اِلٰى جَهَنَّمَ جہنم کی طرف زُمَرًا گروہ در گروہ حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا جَآءُوْهَا جب آئیں گے وہ دوزخ کے قریب فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا کھولے جائیں گے اس کے دروازے وَقَالَ لَهُمْ اور کہیں گے ان کو خَزَنَتُهَآ اس کے چوکیدار اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس

رسول تم میں سے یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ جو تلاوت کرتے تھے تم پر اٰیٰتِ رَبِّکُمۡ تمہارے رب کی آیتیں وَ یُنۡذِرُوۡنَکُمۡ اور ڈراتے تھے تمہیں لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ہٰذَا تمہارے اس دن کی ملاقات سے قَالُوۡا وہ کہیں گے بَلٰی کیوں نہیں آئے تھے وَ لٰکِنۡ حَقَّتۡ کَلِمَۃُ الۡعَذَابِ لیکن لازم ہو چکا کلمہ عذاب کا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ انکار کرنے والوں پر قِیۡلَ کہا جائے گا ادۡخُلُوۡۤا داخل ہو جاؤ اَبۡوَابَ جَہَنَّمَ جہنم کے دروازوں سے خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ہمیشہ رہو گے اس میں فَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ پس برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا وَ سِیۡقَ اور چلائے جائیں گے الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وہ لوگ جو ڈرتے رہے رَبَّہُمۡ اپنے رب سے اِلَی الۡجَنَّۃِ جنت کی طرف زُمَرًا گروہ در گروہ حَتّٰۤی یہاں تک کہ اِذَا جَآءُوۡہَا جب آ جائیں گے جنت کے قریب وَ فُتِحَتۡ اَبۡوَابُہَا اس حال میں کہ کھلے ہوں گے اس کے دروازے وَ قَالَ لَہُمۡ خَزَنَتُہَا اور کہیں گے ان کو اس کے چوکیدار سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ سلامتی ہو تم پر طِبۡتُمۡ مبارک ہو تم کو فَادۡخُلُوۡہَا پس داخل ہو جاؤ اس میں خٰلِدِیۡنَ ہمیشہ رہنے والے وَ قَالُوا اور وہ کہیں گے الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِیۡ وہ ذات صَدَقَنَا وَعۡدَہٗ جس نے سچا کیا ہمارے ساتھ اپنا وعدہ وَ اَوۡرَثَنَا الۡاَرۡضَ اور ہمیں وارث بنایا زمین کا نَتَبَوَّاُ مِنَ الۡجَنَّۃِ ہم ٹھکانا بناتے ہیں جنت میں حَیۡثُ نَشَآءُ

جہاں ہم چاہیں فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ پس کیا اچھا ہے اجر عمل کرنے والوں کا وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ اور آپ دیکھیں گے فرشتوں کو حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ گھیرنے والے ہوں گے عرش کے اردگرد یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ تسبیح بیان کرتے ہوں گے اپنے رب کی حمد کی وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان کے درمیان بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَقِیْلَ اور کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

میدانِ حشر کا منظر :

اس سے پہلے قیامت کا ذکر تھا کہ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو جہاں کہیں بھی ہوں سب کے سب نکل پڑیں گے اور دیکھ رہے ہوں گے میدان حشر کا منظر۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی، نیکوں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا اور بُروں کو بائیں ہاتھ میں پرچہ ملے گا۔ مومنوں پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ [سورۃ الانبیاء] ''ان پر کوئی رعب اور ڈر نہیں ہوگا اپنے گناہوں کا۔'' ہاں! اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا رعب ہوگا بخلاف مجرموں کے کہ ان کے ہوش وحواس اڑے ہوئے ہوں گے۔ دل بدن کانپ رہے ہوں گے سارا منظر سامنے ہوگا۔ پھر جب عدالت کا فیصلہ ہو جائے گا وَسِیْقَ ۔ واو عاطفہ ہے اور سِیْقَ سَاقَ یَسُوْقُ سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے قِیْلَ کے وزن پر، اور چلائے جائیں گے الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جو کافر ہیں اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۔ زُمْرَةٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے جماعت، گروہ۔ جہنم کی طرف گروہ در

گروہ۔ یہودیوں کا علیحدہ گروہ، عیسائیوں کا علیحدہ گروہ، ہندوؤں کا علیحدہ گروہ، بدھ مت کا علیحدہ گروہ، سکھوں کا علیحدہ گروہ، مشرکوں کا علیحدہ گروہ، زانیوں کا علیحدہ اور شرابیوں کا علیحدہ گروہ ہوگا حَتّٰی اِذَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ جب جہنم کے پاس پہنچیں گے فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا کھولے جائیں گے دروازے اس کے۔ کیونکہ جہنم تو مجرموں کے لیے جیل ہے اور جیل کا دروازہ اس وقت کھولا جاتا ہے جب مجرم دروازے کے پاس پہنچیں۔ اندر کرنے کے بعد پھر دروازے بند کردیئے جاتے ہیں وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ ۔ خَزَنَةٌ جمع ہے خازن کی بمعنٰی دربان، چوکیدار۔ اور کہیں گے ان کو دربان، چوکیدار۔ سورہ مدثر پارہ ۲۹ میں ہے عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ جہنم پر بڑے بڑے عہدوں پر انیس فرشتے ہیں اور ان کا انچارج مالک علیہ السلام ہے۔

وہ دربان کہیں گے اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ جو تم پر رب کی آیتیں تلاوت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سنانے والے پیغمبر کیا تمہارے پاس نہیں آئے وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا اور ڈراتے تھے تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے۔ کیا پیغمبروں نے تمہیں نہیں بتلایا کہ قیامت قائم ہوگی، اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، رب تعالیٰ کے ساتھ تمہاری ملاقات ہوگی، نیکی بدی کا سوال ہوگا۔ کیا پیغمبروں نے نہیں بتلایا تھا؟ آج بے تحاشا چلے آرہے ہو قَالُوْا بَلٰى کافر بدکار کہیں گے کیوں نہیں پیغمبر آئے تھے ہمارے پاس رب تعالیٰ کے احکام سنائے تھے وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ لیکن لازم ہو چکا عذاب کا فیصلہ انکار کرنے والوں پر۔ ہم نے انکار کیا عذاب میں پھنس گئے۔ پیغمبر اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کی زبان میں بھیجے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ

ہمیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی۔ پھر چنی ہوئی اور اشراف قوم میں سے آئے تاکہ یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ کمی لوگ ہمیں کیا سمجھائیں گے۔ پھر کسی پیغمبر میں ظاہری اور باطنی عیب نہیں تھا نہ کوئی اندھا پیغمبر ہوا ہے نہ کانا نہ بھینگا نہ لنگڑا نہ تھتھا (زبان رکنے والا)، تاکہ لوگوں کو خواہ مخواہ شوشے چھوڑنے کا موقع نہ ملے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو کافر ہے، منکر ہے۔

تو کہیں گے پیغمبر تو آئے تھے لیکن ہم نے مانا نہیں قِيْلَ کہا جائے گا ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں سے فوراً یہ تمہارے لیے کھلے ہیں۔ عذاب کی طرف خوشی سے کون جاتا ہے؟ دنیا کی معمولی سزا برداشت کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ فرشتے ان کو دھکے ماریں گے يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا [سورۃ طور] ''جس دن دھکیلا جائے گا جہنم کی طرف دھکیلا جانا۔'' پھر ایسے مجرم بھی ہوں گے فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ [سورہ رحمٰن] ''پس پکڑا جائے گا ان کو پیشانیوں اور پاؤں سے۔'' جیسے دنبوں کو قصائی گراتے ہیں ایسے اٹھا کر فرشتے دوزخ میں پھینکیں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہو گے دوزخ میں۔ جو بدبخت دوزخ میں داخل کر دیا گیا اس کو کبھی نکلنا نصیب نہیں ہوگا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ پس برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا۔ دنیا میں تکبر کیا حق کو تسلیم نہیں کیا، حق کو ٹھکرایا اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے اس کا مزا چکھو۔ یہ تو کافروں کا حال تھا اب مومنوں کے متعلق سن لو۔

مومنین کا حال :

فرمایا وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے رہے رَبَّهُمْ اپنے رب سے۔ دنیا میں جن کے دلوں میں رب تعالیٰ کا خوف تھا جن کو چلایا

جائے گا اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا جنت کی طرف گروہ در گروہ۔ مجاہدوں کا گروہ علیحدہ ہوگا، کثرت سے نماز پڑھنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا، کثرت سے روزے رکھنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا، کثرت سے صدقہ کرنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا، کثرت سے توبہ کرنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا۔ باب التوبہ الگ ایک دروازہ ہے وہ اس سے داخل ہوں گے۔ بڑے آرام سکون کے ساتھ چلیں گے اور جنت کی نعمتیں ان کو دروازوں سے باہر ہی نظر آرہی ہوں گی حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ جب وہ پہنچیں گے جنت کے قریب وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا اس حال میں کہ کھلے ہوں گے دروازے جنت کے۔

جنت کی مثال مہمان خانے کی ہے۔ جب کوئی بڑا مہمان آتا ہے تو اس کے لیے دروازے پہلے سے سجائے جاتے ہیں اور دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اور جہنم کی مثال جیل کی ہے جیل کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ مجرموں کو اندر داخل کرنے کے لیے کھلتے ہیں پھر بند کر دیئے جاتے ہیں۔ تو مومنوں کے لیے جنت کے دروازے کھلے ہوں گے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اور کہیں گے ان کو جنت کے دربان اور چوکیدار سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلام ہو تم پر اے جنت میں داخل ہونے والو۔ بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ فرشتے ان کو سلام کریں گے اور کہیں گے طِبْتُمْ خوش رہو، جی آیاں نوں، خوش آمدید، مبارک ہو تمہیں جنت میں آنے والو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب جنتی کی روح بدن سے نکالی جاتی ہے تو جنت کے فرشتے اس کے لیے جنت کا کفن اور خوشبوئیں لے کر آتے ہیں۔ جنت کے کپڑوں میں لپیٹ کر اوپر لے جاتے ہیں۔ آسمان کے دروازے قریب قریب ہوتے ہیں۔ مومن کے ایمان اور عمل صالح کی خوشبو اوپر چڑھتی ہے تو ہر دروازے والے فرشتے کہتے ہیں کہ

اس کو اس دروازے سے لے جاؤ۔تو ہر دروازے والے فرشتوں کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ روح ہمارے دروازے سے داخل ہو کر علیین تک جائے۔کیا خوش قسمتی ہے۔اور جب کوئی بُرا مرتا ہے تو آسمان تک اس کی روح کو بھی اٹھایا جاتا ہے مگر لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ الْأَبْوَابُ [اعراف: ۴۰] ''نہیں کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے۔'' فرشتے کہتے ہیں اس کو دفع کرو یہ بدروح کہاں سے لے آئے ہو؟ وہاں سے اس کو پھینک کر ساتویں زمین کے نیچے مقام ہے سجین وہاں اس کو پہنچایا جاتا ہے۔

تو جنتیوں کو جنت کے دربان خوش آمدید کہیں گے، مبارک دیں گے حکم ہوگا فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ پس تم داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے والے۔جنت میں تم ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔دروازوں سے باہر فرشتے سلام کریں گے اور اندر حوریں اور غلمان انتظار میں ہوں گے وہ سلام کریں گے۔جنتی ایک دوسرے کو ملیں گے تو سلام کریں گے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام آئے گا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ [سورۃ یٰسین] ''جنت کے ناموں میں سے ایک نام دارالسلام بھی ہے، سلامتی کا گھر۔کوئی بے ہودہ بات اور گناہ جنت میں نہیں ہوگا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا [سورۃ الواقعہ] ''نہیں سنیں گے اس میں کوئی بے ہودہ بات اور گناہ کی بات۔'' نہ وہاں کسی کی غیبت ہوگی اور نہ دل آزاری کی بات ہوگی ایک دوسرے کے خلاف کسی کے دل میں بُرا جذبہ نہیں ہوگا۔سورۃ حجر آیت نمبر ۴۷، پارہ ۱۴ میں ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ''اور ہم نکال لیں گے جو ان کے سینے میں ہوگا کھوٹ اس حال میں کہ وہ بھائی بھائی ہوں گے۔'' تختوں پر بیٹھے ہوئے آمنے سامنے وَقَالُوا اور کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وہ رب جس نے اپنا

وعدہ سچا کر دکھایا۔ رب تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ ایمان لاؤ گے عمل صالح کرو گے میرے پیغمبروں کی اطاعت کرو گے میرے احکامات کو تسلیم کرو گے تو میں تمہیں جنت میں داخل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا ہے ہمیں جنت میں داخل کر دیا ہے وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ اور ہمیں اس سرزمین کا وارث بنایا ہے نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ہم ٹھکانا بناتے ہیں جنت میں جہاں ہم چاہیں۔ جنت میں جہاں کوئی چاہے گا جگہ بنائے گا کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ آج دنیا کے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بغیر پاسپورٹ اور ویزے کے کوئی نہیں جاسکتا جنت میں کسی پر کوئی پابندی نہیں ہوگی جہاں کوئی جانا چاہے گا جاسکے گا، نہ ویزے کی ضرورت نہ چوری ڈاکے کا کوئی خطرہ۔ جو چاہیں گے ان کو ملے گا لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُوْنَ [ق:۳۵] ''جنتیوں کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے۔'' ادھر ارادہ کیا ادھر وہ چیز مل گئی۔

بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک جنتی کہے گا اے پروردگار! میں یہاں کھیتی باڑی کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! تجھے بغیر محنت کے سارا کچھ نہیں مل رہا؟ وہ کہے گا اے پروردگار! سب کچھ مل رہا ہے مگر میری چاہت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اجازت دیں گے وہ کھڑے کھڑے جنت کی زمین میں دانے پھینکے گا اس کے سامنے فصل اُگے گی، پکے گی اور کٹ جائے گی۔ پھر اس کے سامنے بھریاں گڈیاں (گٹھے) بن جائے گیں امثال الجبال پہاڑوں کی مثل۔ ایک منٹ میں سب کچھ ہو جائے گا فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ پس کیا اچھا ہے اجر عمل کرنے والوں کا۔ جنت محنت کے ساتھ ملے گی ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ملے گی۔ بندہ ازل سے نہ جنتی ہے نہ دوزخی۔

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

فرمایا وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ اور اے مخاطب دیکھے گا تو فرشتوں کو حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ گھیرنے والے ہوں گے، احاطہ کیے ہوئے ہوں گے عرش کے اردگرد۔ جب عدالت لگے گی اور رب تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ کریں گے تو عرش کے اردگرد فرشتے ہی فرشتے ہوں گے يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ تسبیح بیان کریں گے اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔

فرشتوں کی تسبیح ہے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔حدیث پاک میں آتا ہے جو آدمی یہ جملے اخلاص کے ساتھ پڑھتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق کا دروازہ کھول دیں گے۔مگر ہم بڑے جلد باز ہیں دو دفعہ پڑھنے کے بعد دیکھتے ہیں کہ دروازہ کھلا ہے کہ نہیں تجربہ کرو پڑھتے رہو ان شاء اللہ العزیز رزق کا دروازہ کھلے گا تُرْزَقُ الْبَهَائِم ''اسی کلمے کی برکت سے جانوروں کو رزق دیا جاتا ہے۔'' انسانوں اور جنات کی روزی فراخ ہوتی ہے وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ اور ان کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا حق کے ساتھ۔ انسانوں کے درمیان، جنوں کے درمیان۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔

آج دنیا بددیانتی کے ساتھ بھری ہوئی ہے لیکن دیانت دار بھی ہیں۔عدالتیں اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں مگر فیصلہ غلط ہوتا ہے۔ بے شمار واقعات ہیں کہ دیانت دار جج ہوتے ہیں دیانت داری کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں مگر غلطی لگ جاتی ہے۔ وہاں کوئی غلطی اور مغالطہ نہیں ہوگا حقیقت کے مطابق فیصلہ ہوگا وَقِيْلَ اور کہا جائے گا ہر

طرف سے صدائیں بلند ہوں گی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

****

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سورۃ المومن

(مکمل)

جلد.........۱۷

آیاتہا ۸۵ ۴۰ سُورَۃُ الْمُؤْمِنِ مَکِّیَّۃٌ ۶۰ رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۙ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾ مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْکَ تَقَلُّبُہُمْ فِی الْبِلَادِ ﴿۴﴾ کَذَّبَتْ قَبْلَہُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِہِمْ ۪ وَ ہَمَّتْ کُلُّ اُمَّۃٍۭ بِرَسُوْلِہِمْ لِیَاْخُذُوْہُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِہِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُہُمْ ۟ فَکَیْفَ کَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَ کَذٰلِکَ حَقَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنَّہُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ؔ

حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ اتاری ہوئی ہے کتاب مِنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الْعَزِیْزِ جو غالب ہے الْعَلِیْمِ جو جاننے والا ہے غَافِرِ الذَّنْبِ بخشنے والا ہے گناہ کو وَقَابِلِ التَّوْبِ اور توبہ قبول کرنے والا ہے شَدِیْدِ الْعِقَابِ سخت سزا والا ہے ذِی الطَّوْلِ انعام و احسان والا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ نہیں کوئی الٰہ مگر وہی اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ اسی کی طرف لوٹنا

ہے مَا یُجَادِلُ نہیں جھگڑا کرتے فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں اِلَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مگر وہ لوگ جو کافر ہیں فَلَا یَغۡرُرۡكَ پس نہ دھوکے میں ڈالے آپ کو تَقَلُّبُهُمۡ فِی الۡبِلَادِ ان کا چلنا پھرنا شہروں میں کَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ جھٹلایا ان سے پہلے قَوۡمُ نُوۡحٍ نوح کی قوم نے وَّ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اور بہت سے گروہوں نے ان کے بعد وَهَمَّتۡ كُلُّ اُمَّةٍ اور ارادہ کیا ہر امت نے بِرَسُوۡلِهِمۡ اپنے رسول کے بارے میں لِيَاۡخُذُوۡهُ تاکہ اس کو گرفتار کرلیں وَجٰدَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ اور جھگڑا کیا انہوں نے باطل کے ہتھیار لے کر لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَـقَّ تاکہ پھسلا دیں اس باطل کے ذریعے حق کو فَاَخَذۡتُهُمۡ پس میں نے پکڑا ان کو فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ پس کس طرح تھی میری سزا وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح حَقَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ ثابت ہوا آپ کے رب کا فیصلہ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ بے شک وہ دوزخ والے ہیں۔

مردِ مومن کی حق گوئی :

اس سورت کا نام مومن ہے۔ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کے نو (۹) رکوع اور پچاسی (۸۵) آیتیں ہیں۔ اس سورت کا نام مومن اس لیے ہے کہ اس میں ایک مومن کا ذکر ہے جس نے فرعون کے سامنے حق بیان کیا تھا۔ اس کا نام خرقیل تھا اور یہ فرعون کا چچا زاد بھائی تھا اور اس کی کابینہ کا رکن تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا مگر اپنے ایمان کا

اظہار نہیں کیا۔ ایک موقع پر فرعون نے اپنی کابینہ کے سامنے اس بات کا اظہار کیا کہ
ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی "میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔" مجھے بالکل نہ روکنا اس
نے میرا کلیجہ جلا دیا ہے۔ تو ظالم فرعون نے جب یہ فیصلہ سنایا تو یہ مردِ مومن بول پڑا کہ اب
اگر میں خاموش رہتا ہوں تو کل قیامت والے دن جس کا قائم ہونا حق ہے رب تعالیٰ کو کیا
جواب دوں گا۔ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا
فیصلہ کیا تو تو نے کیا کیا جبکہ تو اس کی کابینہ کا رکن تھا؟ تو میں قیامت والے دن کیا جواب
دوں گا؟ کیونکہ غلط بات کو سن کر خاموش رہنا بھی گناہ ہے۔ اور اگر ایک ثقہ آدمی بھی اس کی
تردید کر دے تو باقی سارے گناہ سے بچ گئے کہ فرض کفایہ ادا ہو گیا ہے۔

مثال کے طور پر تم میں سے کوئی غلط بات کرے اور میں اس کا رد کر دوں کہ تو نے
غلط بات کی ہے تو تم سارے گناہ سے بچ گئے اور اگر کوئی بھی تردید نہ کرے تو سب گنہگار
ہیں کیونکہ باطل کی تردید فرض کفایہ ہے۔ ایک ذمہ دار آدمی بھی تردید کر دے تو باقی سب
گناہ سے بچ گئے۔ تو خرقیل رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ اگر میں خاموش رہتا ہوں تو آخرت جاتی
ہے اور اگر بولتا ہوں تو فرعون ظالم ہے جس کا لقب ہی میخوں والا ہے۔ ذوالاوتاد
"میخوں والا"۔ سولی پر لٹکا کر بدن میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی باوفا بیوی
آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا کو بھی معاف نہ کیا جس نے ساری زندگی اس کی خدمت کی۔ جس
وقت بگڑا تو اس کو دھوپ میں زمین پر لٹا کر بدن میں میخیں ٹھونک دیں اور بھاری بھر پتھر
سینے پر رکھ دیا اور پہرہ بٹھا دیا کہ اس کو کوئی پانی بھی نہ پلائے۔ ظالم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ
یہ میری بیوی ہے اس نے ساری زندگی میری خدمت کی ہے۔ چلو اس مسئلے میں اختلاف
ہو گیا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا ہے تو کیا ہو گیا کچھ تو ترس کھاتا۔ مگر ظالم جابر

حکمران اپنے خلاف کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے جیسے آج کل کے حکمران ہیں کہ اپنے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتے اور قرآن کے خلاف، دین کے خلاف، حدیث کے خلاف جو مرضی ہوتا رہے اس کی ان کو کوئی پروا نہیں ہے۔

تو اس مردِ مومن نے حق بیان کیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ چونکہ اس سورہ میں مردِ مومن کا ذکر ہے اس وجہ سے سورت کا نام مومن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حٰمٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ مقطعہ کا معنیٰ ہے الگ کیا ہوا۔ یعنی لفظ سے حرف کو جدا کیا گیا، الگ کیا گیا، مخفف بنایا گیا۔ آج بھی تمام زبانوں میں یہ لفظ مستعمل ہیں مثال کے طور پر ڈپٹی کمشنر سے ڈی۔ سی، اسسٹنٹ کمشنر سے اے۔ سی اور سپریڈنٹ پولیس کو ایس۔ پی کہتے ہیں۔ تو حروف مقطعات کا معنیٰ ہے ایک لفظ سے حرف کو جدا کردیں۔ تو ح حمید سے جدا کیا ہوا ہے اور م مجید سے جدا کیا ہوا ہے۔

صفات باری تعالیٰ :

یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ جو غالب ہے سب کچھ جاننے والا ہے غَافِرِ الذَّنْۢبِ گناہ بخشنے والا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بَنُوْا اٰدَمَ كُلُّكُمْ خَطَّاءُوْنَ ''اے بنی آدم تم سب کے سب خطا کار ہو سوائے پیغمبروں کے کوئی معصوم نہیں وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ اور بہترین گنہگار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔'' آدمی کو ہر وقت یہ سمجھنا چاہیے کہ میں گناہ گار ہوں وَقَابِلِ التَّوْبِ اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دن میں ستر (۷۰) دفعہ گناہ کرو ستر

مرتبہ توبہ کرو وہ قبول کرنے والا ہے او کما قال۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دروازہ ہی اور کوئی نہیں ہے کہاں جائے گا؟ اور اس کی یہ بھی صفت ہے شَدِيْدِ الْعِقَابِ سزا بھی سخت والا ہے کہ دنیا میں اور کیا آخرت میں۔ اگر وہ سزا دینے پر آئے تو اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ [سورۃ بروج] ''بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔'' جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

پچھلے سالوں میں جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا اخبارات میں بات آئی تھی کہ زلزلے کے ساتھ اتنی تباہی ہوئی ہے کہ ریلوے لائن وغیرہ کو حکومت چار سال کوشش کرے پھر بھی اس سطح پر نہیں لا سکتی جس طرح پہلے تھی۔ جاپان جیسی حکومت جس نے پورے یورپ کو صنعت کے لحاظ سے اپنے شکنجے میں لیا ہوا ہے۔

تو رب تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے ذِي الطَّوْلِ۔ طول کے دو معنیٰ آتے ہیں۔ ایک معنیٰ ہے قدرت ذِي الطَّوْلِ قدرت والا۔ رب تعالیٰ کی قدرت کو کون نہیں سمجھ سکتا اگر سمجھنا چاہے۔ اور طول کا دوسرا معنیٰ ہے انعام واحسان۔ معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ انعام کرنے والا ہے احسان کرنے والا ہے۔ وہ جس پر چاہے انعام کر کے دین کی سمجھ دے دے جس کو چاہے دولت سے نواز دے جس کو چاہے اولاد دے دے جس کو چاہے حکومت دے دے۔ یہ انعامات اس کی قدرت کے قبضہ میں ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی معبود، مشکل کشا نہیں ہے وہی سجدے اور نذر و نیاز کے لائق ہے وہی فریاد رس اور دست گیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کام اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔ بندے وہی کام کر سکتے ہیں جو بندوں کے اختیار میں ہیں۔ مگر خدائی اختیارات کی ایک رتی بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔ فرمایا یہ بھی نہ بھولنا اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ لوٹ کر

جانا رب کے پاس ہے۔

؎ ٹھکانا گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر غافل
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

جو آدمی کچھ عرصہ کے بعد گھر جائے تو وہ چاہتا ہے کہ کچھ نہ کچھ گھر لے کر جاؤں۔ کافی عرصے کے بعد جا رہا ہوں خالی ہاتھ نہ جاؤں۔ دنیا کے گھر کے متعلق ہم بہت کچھ سوچتے ہیں دنیا کے پیچھے ہم جھلوں اور دیوانوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں قبر اور آخرت کو ہم نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔

اسلامی احکام کے خلاف ذہن سازی :

تو فرمایا لوٹ کر جانا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کچھ تیاری کر کے آنا مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ نہیں جھگڑا کرتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مگر وہ لوگ جو کافر ہیں۔ رب تعالیٰ کی آیات کا انکار، رب تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والے کافر ہیں۔ اس وقت امریکہ بہادر نے تمام مسلمان ملکوں میں ذہن بدلنے کی بڑی گہری سازش شروع کی ہوئی ہے۔ اسلامی احکام کے خلاف ذہن سازی کر رہا ہے۔ ہمارے پاکستان کے وزیر اعظم نے بھی یہ کہا ہے کہ یہ جو شرعی سزائیں ہیں ڈاکوؤں کو سولی پہ لٹکانا، چور کا ہاتھ کاٹنا، زانی شادی شدہ کو رجم اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارنا وحشیانہ جابرانہ اور ظالمانہ سزائیں ہیں وزیر خارجہ سردار آصف علی نے کہا ہے کہ سود حلال ہے جائز ہے۔ جبکہ قرآن پاک کہتا ہے حَرَّمَ الرِّبٰوا ''سود حرام ہے۔'' اور بنگلہ دیش میں امریکہ بہادر نے ایسی عورتیں تیار کی ہیں جو اسلامی احکام کے خلاف باتیں کر رہی ہیں۔

کل پرسوں کے اخبار میں تم نے پڑھا ہوگا۔ میں سرخیاں پڑھ لیتا ہوں نیچے تفصیل

نہیں پڑھ سکتا کہ نظر کمزور ہے۔ بنگال میں ایک عورت نے رونا پیٹنا شروع کیا ہے کہ عورت کو مرد کے برابر وراثت ملنی چاہیے۔ اور پاکستان میں یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ عورت کی گواہی مرد کے برابر ہونی چاہیے اور عورت کو طلاق دینے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ یہ حق دلا کر دیکھو ان میں تمھیں کتنی طلاقیں ملتی ہیں۔ امریکہ بہادر ان سے یہ کام کرانا چاہتا ہے۔ بھئی! قرآن پاک کا حکم ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ [النساء:۱۱] ''اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے اولاد کے بارے میں مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔'' اب یہ کہنا کہ عورت کو مرد کے برابر حصہ ملے۔ یہ قرآن کا انکار نہیں ہے؟ بالکل صاف انکار ہے۔ یہ کوئی کسی امام کا مسئلہ نہیں ہے کسی مجتہد کا مسئلہ نہیں ہے براہِ راست رب تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ٹکر ہے۔ پھر یہ ملحد کہتے کیا ہیں؟ کہتے ہیں دیکھو جی! لڑکا بھی اسی ماں باپ کا لڑکی بھی اسی ماں باپ کی، یہ کیا انصاف ہے کہ لڑکے کو دہرا اور لڑکی کو اکہرا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے علماءِ اسلام کو انہوں نے بات سمجھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لڑکی کے لیے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ خاوند سے اس کو حق مہر دلوایا ہے لڑکی کا سارا خرچہ، خوراک، لباس، علاج، رہائش خاوند کے ذمے ڈالا ہے۔ پھر والدین کی طرف سے بھی دلوایا ہے اس کو کیا کمی ہے۔ بات سمجھ آ رہی ہے کہ نہیں؟ رب تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں اس میں کسی کا نقصان نہیں ہوتا مگر ملحد اور زندیق خواہ مخواہ شوشے چھوڑتے ہیں۔

میرے پاس خبریں سننے کا تو ٹائم نہیں ہوتا اپنی گھڑی کا ٹائم درست کرنے کے لیے تین چار ماہ بعد خبریں لگاتا ہوں۔ میں نے ٹائم ملانے کے لیے ریڈیو آن کیا تو وزیر اعظم بے نظیر صاحبہ تقریر کر رہی تھیں۔ چند منٹ میں نے اس کی تقریر سنی۔ اس میں اس کے یہ

الفاظ تھے کہ ہم دہشت گردوں کو، فرقہ واریت والوں کو پھانسی پر لٹکا دیں گے۔ سوال یہ ہے کہ رب چور کا ہاتھ کٹوائے تو ظلم ہو، ڈاکو زانی کو سزا دے تو وحشیانہ، جابرانہ، ظالمانہ سزائیں ہوں اور تم دہشت گردوں کو، فرقہ واریت والوں کو پھانسی پر لٹکاؤ تو وحشیانہ اور ظالمانہ فعل نہ ہو؟ کیا یہ عجیب قسم کی منطق ہے کہ رب فیصلہ کرے تو ظالمانہ ہو اور تم فیصلہ کرو تو عادلانہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہیں جھگڑا کرتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں مگر وہ لوگ جو کافر ہیں اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا! کہ جو لوگ رب تعالیٰ کے احکام کے منکر ہیں ان کو مسلمان نہ سمجھنا ان کو مسلمان سمجھنے سے تمہارا ایمان ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ کافر کو کافر نہ کہنا بھی کفر ہے۔ اور ویسے کسی کو کافر نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا يَغْرُرْكَ پس اے مخاطب تجھے دھوکے میں نہ ڈالے تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ان کا چلنا پھرنا شہروں میں۔ ہوائی جہازوں میں، بیلی کاپٹروں میں اڑتے پھرتے ہیں، گاڑیوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ ان چیزوں سے دھوکہ نہ کھانا کافر کافر ہیں۔ (یہ چیزیں حاصل ہونے سے وہ خدا کے پسندیدہ نہیں ہو گئے۔) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے۔ نوح علیہ السلام کو جھٹلایا، توحید کو جھٹلایا وَالْأَحْزَابُ یہ حزب کی جمع ہے بمعنی گروہ۔ اور بہت سے گروہوں نے جھٹلایا مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد۔ نوح علیہ السلام کے بعد ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم اور بے شمار قومیں گزری ہیں جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں لِيَأْخُذُوهُ تاکہ پکڑ لیں اس کو گرفتار کر لیں کہ وہ حق بیان نہ کرے۔

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام پر کیے جانے والا ظلم :

بلکہ ایسے ظالم بھی تھے جنہوں نے اپنے پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو انتہائی گہرے کنویں میں زندہ پھینک دیا اور کئی دنوں کے بعد جا کر ان سے ٹھٹھا کیا کہ کیا حال ہے حنظلہ؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کنویں میں بھی کہا یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ''اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔'' کہنے لگے بڑا سخت جان ہے نہ مرتا ہے اور نہ اپنی رٹ کو چھوڑتا ہے۔ پھر انہوں نے سارا کنواں پتھروں اور مٹی کے ساتھ بھر دیا اور اوپر بھنگڑا ڈال رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ آئی اس نے سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔ فرمایا وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ اور جھگڑا کیا انہوں نے باطل کے ساتھ۔ باطل کے ہتھیار لے کر انہوں نے جھگڑا کیا لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ تاکہ پھسلا دیں وہ باطل کے ذریعے حق کو۔ مٹا دیں حق کو حالانکہ حق ہے وہ نہیں مٹتا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَخَذْتُهُمْ پس میں نے ان کو پکڑا فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ۔ عقاب کے آخر میں 'ی' تھی حذف کر دی گئی ہے کیف کان عقابی تھا۔ معنیٰ ہوگا پس کس طرح تھی میری سزا۔ نوح علیہ السلام کی قوم کا کیا حال ہوا، ہود علیہ السلام کی قوم کا کیا حال ہوا، صالح علیہ السلام کی قوم پر کیا بیتی؟ فرمایا جیسے میں نے ان کو پکڑا وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور اسی طرح لازم ہو چکا آپ کے رب کا فیصلہ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں پر جو کافر ہیں اور جو قیامت تک آئیں گے ان کے لیے یہ فیصلہ ہے اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ بے شک وہ سب کے سب دوزخ والے ہیں۔ دنیا کی سزا بھی ان کو ملے گی اور آخرت کی سزا بھی ان کو ملے گی وہ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَ مَنۡ
حَوۡلَهٗ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ
اٰمَنُوۡا ۚ رَبَّنَا وَسِعۡتَ کُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَةً وَّ عِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِیۡنَ
تَابُوۡا وَ اتَّبَعُوۡا سَبِیۡلَكَ وَ قِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡهُمۡ
جَنّٰتِ عَدۡنِ ِۣ الَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ
اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۙ﴿۸﴾ وَ قِهِمُ
السَّیِّاٰتِ ؕ وَ مَنۡ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمۡتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ
هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۹﴾ ع اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنَادَوۡنَ لَمَقۡتُ اللّٰهِ
اَکۡبَرُ مِنۡ مَّقۡتِکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ اِذۡ تُدۡعَوۡنَ اِلَی الۡاِیۡمَانِ فَتَکۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰﴾
قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَ اَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا
فَهَلۡ اِلٰی خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِکُمۡ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحۡدَهٗ
کَفَرۡتُمۡ ۚ وَ اِنۡ یُّشۡرَكۡ بِهٖ تُؤۡمِنُوۡا ؕ فَالۡحُکۡمُ لِلّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡکَبِیۡرِ ﴿۱۲﴾

اَلَّذِیۡنَ وہ فرشتے یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ جو اٹھا رہے ہیں عرش کو وَ
مَنۡ حَوۡلَهٗ اور جو عرش کے اردگرد ہیں یُسَبِّحُوۡنَ وہ تسبیح بیان کرتے ہیں
بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ وَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ اور ایمان
رکھتے ہیں اس پر وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اور بخشش طلب کرتے ہیں لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
ان لوگوں کے لیے جو مومن ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب وَسِعۡتَ کُلَّ شَیۡءٍ
وسیع ہیں آپ ہر چیز پر رَّحۡمَةً رحمت کے لحاظ سے وَّ عِلۡمًا اور علم کے

لحاظ سے فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا پس بخش دیں آپ ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ اور چلے آپ کے راستے پر وَقِهِمْ اور بچا ان کو عَذَابَ الْجَحِيْمِ آگ کے عذاب سے رَبَّنَا اے ہمارے رب وَاَدْخِلْهُمْ اور داخل کر ان کو جَنّٰتِ عَدْنِ رہنے کے باغوں میں الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وہ جن کا وعدہ کیا آپ نے ان سے وَمَنْ صَلَحَ اور ان کو بھی جو نیک ہوں مِنْ اٰبَآئِهِمْ ان کے آباؤ اجداد میں سے وَاَزْوَاجِهِمْ اور ان کی بیویوں میں سے وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک آپ ہی غالب حکمت والے ہیں وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ اور بچا ان کو برائیوں سے وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ اور جس کو آپ بچائیں گے برائیوں سے يَوْمَئِذٍ اس دن فَقَدْ رَحِمْتَهٗ پس تحقیق آپ نے اس پر رحمت کی وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی ہے کامیابی بڑی اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا يُنَادَوْنَ پکارے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) لَمَقْتُ اللّٰهِ البتہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اَكْبَرُ بہت بڑی ہے مِنْ مَّقْتِكُمْ تمہاری ناراضگی سے اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں پر اِذْ تُدْعَوْنَ جب تمہیں بلایا جاتا تھا اِلَى الْاِيْمَانِ ایمان کی طرف فَتَكْفُرُوْنَ پس تم کفر کرتے تھے قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اے ہمارے رب آپ نے موت دی ہم کو اثْنَتَيْنِ دو دفعہ وَاَحْيَيْتَنَا

اور آپ نے ہمیں زندہ کیا اثْنَتَيْنِ دو دفعہ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا پس ہم اقرار کرتے ہیں اپنے گناہوں کا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ پس کوئی نکلنے کا رستہ ہے ذَٰلِكُم یہ بِأَنَّهُ اس لیے کہ بے شک شان یہ ہے إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ جس وقت پکارا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے كَفَرْتُمْ تم انکار کرتے تھے وَإِن يُشْرَكْ بِهِ اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تُؤْمِنُوا تم تصدیق کرتے فَالْحُكْمُ لِلَّهِ پس حکم اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ جو بلند اور بڑا ہے۔

ملائکۃ اللہ کا ذکر :

فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ "فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔" مگر اس نور سے نہیں جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس سے کوئی چیز نہیں نکلی۔ فرشتے اس نور سے پیدا کیے گئے ہیں جو مخلوق ہے۔ جیسے مٹی اور آگ مخلوق ہے۔ ان گنت اور بے شمار فرشتے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ سات آسمان اور عرش کسی میں چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ موجود نہ ہو اور کعبے کے عین برابر میں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کا نام بیت المعمور ہے اس کا ذکر ستائیسویں پارے میں ہے وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ [سورۃ طور] یہ فرشتوں کا مطاف ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے روزانہ ستر ہزار فرشتے بلا ناغہ اس کا طواف کرتے ہیں اور جو ایک دفعہ طواف کر لیتے ہیں ان کا دوبارہ نمبر نہیں آتا۔ پھر ہر آدمی کے ساتھ چوبیس فرشتے ہیں چار فرشتوں کو کراماً کاتبین

کہتے ہیں۔ دو دن کے اور دو رات کے۔ رات والے فرشتے صبح کی نماز کے وقت چلے جاتے ہیں اور دن والے آ جاتے ہیں اور دن والے عصر کے وقت چلے جاتے ہیں اور رات والے آ جاتے ہیں۔ ان فرشتوں کا کام ہے نیکی بدی لکھنا اور دس فرشتے صبح کے وقت آتے ہیں شام تک انسان کے بدن کی حفاظت کرتے ہیں اور دس شام کو آتے ہیں جو صبح تک انسان کے بدن کی حفاظت کرتے ہیں۔ پھر جس طرح انسان کے ساتھ ہیں اسی طرح جنات کے ساتھ بھی ہیں۔ اس سے تم فرشتوں کی تعداد کا اندازہ لگاؤ۔

حاملین عرش کی دعا :

ان فرشتوں میں سے ایک گروہ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وہ ہیں جو اٹھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے عرش کو۔ ان کی تعداد کا علم نہیں کہ کتنے ہیں؟ ارب ہیں کھرب ہیں اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھانے والے فرشتے وَمَنْ حَوْلَهٗ اور جو عرش کے اردگرد ہیں يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کرتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتے ہیں۔ دن رات ان کا یہی ورد ہے اور یہ ایسا مبارک کلمہ ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ فرشتے اور کیا کرتے ہیں؟ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ فرشتوں میں کوئی کافر نہیں ہے۔ وہ سب کے سب مومن اور معصوم ہیں۔ عرش کو اٹھانے والے اور عرش کے اردگرد والے فرشتے یہ کام بھی کرتے ہیں وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے ہیں ایمان والوں کے لیے۔ مومن کا کتنا بلند مقام ہے کہ حاملین عرش اور اس کے اردگرد والے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً اے ہمارے رب آپ وسیع ہیں

ہر شے کو رحمت کے لحاظ سے وَّعِلْمًا اور علم کے لحاظ سے فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا
پس بخش دیں آپ ان لوگوں کو جنھوں نے توبہ کی کفر و شرک سے، گناہوں سے، برائیوں
سے وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ اور چلے آپ کے راستے پر۔ تو جو لوگ صرف توبہ توبہ کرتے ہیں
ان کے لیے فرشتے استغفار نہیں کرتے۔ استغفار ان کے لیے کرتے ہیں جو مومن ہیں اور
گناہوں سے توبہ کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے راستوں پر چلتے
ہوں وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے۔ جحیم کا معنٰی
ہے شعلہ مارنے والی آگ۔ شعلہ مارنے والی آگ سے بچا۔ اور جحیم دوزخ کے
ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ رَبَّنَا یہ لفظ قرآن پاک میں جہاں بھی آتا ہے اس کے شروع
میں یا مقدر ہوتا ہے اصل میں ہے یَارَبَّنَا اے ہمارے رب وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ
اور داخل کر ان کو رہنے کے باغوں میں، ہمیشگی کے باغوں میں۔ نہ جن کے درخت خشک
ہوں نہ پتے جھڑیں نہ پھل ختم ہوں الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا
ہے وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ اور ان کو بھی جو نیک ہیں ان کے آباؤ اجداد میں سے
جنت میں داخل کر وَاَزْوَاجِهِمْ اور ان کی بیویوں میں سے جو نیک ہیں ان کو بھی
جنت میں داخل کر وَذُرِّیّٰتِهِمْ اور ان کی اولاد میں سے ان کو بھی جنت میں داخل کر
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ بے شک آپ غالب حکمت والے ہیں۔ حاملین عرش کس
عقیدت کے ساتھ ہر وقت مومنوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ فرشتے اور کیا کہتے ہیں؟
کہتے ہیں وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ اور بچا ان مومنوں کو برائیوں سے، پریشانیوں سے،
تکالیف سے ان کو بچا وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ اور اے پروردگار! جس کو آپ نے بچا لیا
برائیوں سے، پریشانیوں سے یَوْمَئِذٍ اس دن۔ قیامت کے دن فَقَدْ رَحِمْتَهٗ

پس تحقیق آپ نے اس کو رحمت سے نوازا ہے۔ دنیا کی پریشانیاں بھی پریشانیاں مگر آخرت کی پریشانی کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہیں۔فرمایا کیا پوچھتے ہو وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہی ہے کامیابی بڑی۔ دوزخ سے بچ گیا جنت میں داخل ہوگیا اور اس کو کیا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو نصیب فرمائے۔ مومنوں کے مقابلہ میں اب کافرو کا حال بھی سنو۔

کافرین کا حال :

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا يُنَادَوْنَ وہ پکارے جائیں گے قیامت والے دن لَمَقْتُ اللّٰهِ البتہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ بہت بڑی ہے تمہاری ناراضگی سے۔ اپنی جانوں پر۔ وہ اپنی جانوں پر ناراضگی کیا ہوگی؟ انیسویں پارے کے پہلے رکوع میں ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ "اور جس دن کاٹیں گے ظالم اپنے ہاتھوں کو۔" افسوس کی وجہ سے۔ جب آدمی کو غصہ آئے اور کچھ کر نہ سکے تو پھر اپنے ہاتھ کاٹتا ہے۔ اس سے زیادہ ناراضگی رب کی تمہارے اوپر ہے۔ رب کی ناراضگی کیوں ہے؟ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ جب تم کو ایمان کی دعوت دی جاتی تھی تو تم انکار کرتے تھے، نیکی کی تمہیں دعوت دی جاتی تھی تو تم سنتے نہیں تھے۔ نماز کے لیے بلایا جاتا تھا تم پروا نہیں کرتے تھے۔ اس لیے آج اللہ تعالیٰ تم پر سخت ناراض ہے۔ اس ناراضگی سے جو تمہیں اپنی جانوں پر ہے۔ اب ہاتھوں کے کاٹنے کا کیا فائدہ؟ جب وقت تھا اس وقت تم نے پرواہی نہیں کی۔

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئی کھیت

واویلا کریں گے اور کہیں گے ہمیں ایک دفعہ دنیا کی طرف لوٹا۔ ہم اچھے عمل کریں گے پھر اس دنیا کی طرف کون آئے گا اور کون چھوڑے گا قَالُوْا کہیں گے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ آپ نے موت دی ہم کو دو دفعہ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ اور آپ نے ہمیں زندہ کیا دو دفعہ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا پس ہم اعتراف کرتے ہیں اپنے گناہوں کا کہ ہم واقعی گنہگار اور مجرم ہیں۔ دو زندگیاں کون سی ہیں؟ اس کی تصریح خود قرآن پاک میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا "تم کیسے انکار کرتے ہو رب کے احکام کا حالانکہ تم بے جان تھے۔" بچے کی شکل ماں کے پیٹ میں بن جانے کے بعد جب تک اس میں روح نہیں ڈالی جاتی وہ بے جان ہوتا ہے فَاَحْيَاكُمْ پس رب نے تم کو زندہ کیا کہ تمہارے جسم میں روح پھونک دی تو روح پھونکنے سے پہلے ایک موت ہے۔ روح پڑنے کے بعد ایک زندگی ہوگئی ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر تمہیں مارتا ہے دنیا میں ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ پھر تمہیں زندہ کرتا ہے قبروں میں ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ [البقرہ: ۲۸] پھر تم اسی رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" اس آیت کریمہ میں كُنْتُمْ اَمْوَاتًا میں پہلی موت ہے اور ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ میں دوسری موت ہے۔ فَاَحْيَاكُمْ میں پہلی حیات ہے ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ میں دوسری حیات ہے۔ تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا۔ پس ہم اقرار کرتے ہیں اپنے گناہوں کا مگر اے پروردگار فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ پس اس دوزخ سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے۔ پھر یہ کافر انجام دیکھ کر فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا

''پس عنقریب وہ پکارے گا ہلاکت کو وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا [سورۃ الانشقاق]'' اور وہ داخل ہوگا دوزخ میں۔'' پھر دوزخ میں تنگ آ کر کہیں گے وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ [زخرف:۷۷]'' اور پکاریں گے دوزخ والے اور کہیں گے اے مالک علیہ السلام (یہ دوزخ کا انچارج فرشتہ ہے) چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار۔'' ہمارے اوپر موت آ جائے۔ ہزار سال تک کوئی جواب نہیں ملے گا۔ ہزار سال کے بعد جواب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ [المومنون:۱۰۸]'' ذلیل ہوکر دوزخ میں پڑے رہو میرے ساتھ بات بھی نہ کرو۔'' میں نے تمہاری طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں، صحیفے بھیجے، عقل دی تم نے پروا نہیں کی۔ اِخْسَأْ اصل میں خَسَأَ سے ہے۔ جس کا معنی کتے کو دھتکارنے کو کہتے ہیں پنجابی میں کہتے ہیں دُھر دُھر۔ تو اس کے مطابق معنی بنے گا'' اے کتو! دُھر دُھر دوزخ میں جلتے رہو میرے ساتھ بات نہ کرو۔''

ذٰلِكُمْ یہ دوزخ میں تم کیوں جلو گے بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ بے شک شان یہ ہے کہ جس وقت پکارا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے۔ جب کہا جاتا تھا لا الٰہ الا اللہ كَفَرْتُمْ تو تم کفر کرتے تھے۔ سورہ صفٰت آیت نمبر ۳۵ پارہ ۲۳ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ '' بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریادرس نہیں ہے تو تکبر کرتے تھے اچھلتے کودتے تھے کہتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا [سورۃ ص]'' کیا اس نے بنا دیا ہے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود۔'' سارے مشکل کشاؤں کا انکار کر کے کہتا ہے کہ ایک ہی مشکل کشا ہے۔ آج تم غیر اللہ کی پکار کو کانوں سے سنتے ہو، نا۔ یہ مسجدوں سے آوازیں آتی ہیں:

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

یہ سب کچھ مسجدوں میں سپیکروں پر آج ہو رہا ہے۔ تو فرمایا جب اللہ وحدہ لاشریک کی طرف پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا اوروں کو خدا کا شریک ٹھہرایا جاتا تُؤْمِنُوْا تو تم یقین کر لیتے اور خوش ہوتے، دھمالیں ڈالتے، پگڑیاں اور ٹوپیاں اچھلتی۔ اکیلے رب کے ساتھ تمہیں عداوت ہے اور دوسروں کے ساتھ انس فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ پس حکم اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ جو بلند اور بڑی ذات ہے۔ اب تم دوزخ میں جلتے رہو نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

❋❋❋❋

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ
اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ
عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ۬
لَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ
الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْیَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ
لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ ؕ۬ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ
یُّطَاعُ ؕ ﴿۱۸﴾ یَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَ اللّٰهُ
یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ
بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۲۰﴾ ع ۲

هُوَ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ وہی ہے یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ جو دکھاتا ہے تمہیں
نشانیاں وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ اور اتارتا ہے تمہارے لیے مِّنَ السَّمَآءِ آسمان کی
طرف سے رِزْقًا رزق وَ مَا یَتَذَكَّرُ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے اِلَّا
مَنْ مگر وہ یُّنِیْبُ جو رجوع کرتے ہیں فَادْعُوا اللّٰهَ پس پکارو تم اللہ
تعالیٰ کو مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین وَ لَوْ
كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کرتے ہیں اس کو کافر رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ وہ

بلند کرنے والا ہے درجوں کو ذُوالْعَرْشِ عرش والا ہے يُلْقِي الرُّوحَ
اتارتا ہے وحی مِنْ أَمْرِهٖ اپنے حکم سے عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ جس پر چاہے
مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ تاکہ وہ ڈرائے
ملاقات کے دن سے يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ جس دن وہ ظاہر ہوں گے لَا
يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ نہیں مخفی ہوگی اللہ تعالیٰ پر مِنْهُمْ شَيْءٌ ان میں سے کوئی
چیز لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن لِلّٰهِ الْوَاحِدِ
الْقَهَّارِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے اَلْيَوْمَ
تُجْزٰى اس دن بدلہ دیا جائے گا كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس کو بِمَا كَسَبَتْ جو
اس نے کمایا لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ نہیں ہوگا ظلم آج کے دن اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے وَاَنْذِرْهُمْ اور
آپ ڈرائیں ان کو يَوْمَ الْاٰزِفَةِ قریب آنے والی گھڑی کے دن سے اِذِ
الْقُلُوْبُ جس وقت دل لَدَى الْحَنَاجِرِ ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جائیں گے
كٰظِمِيْنَ دم گھٹنے والے ہوں گے مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ نہیں ہوگا
ظالموں کے لیے کوئی دوست وَّلَا شَفِيْعٍ اور نہ کوئی سفارشی يُّطَاعُ جس
کی بات مانی جائے يَعْلَمُ وہ جانتا ہے خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ آنکھوں کی
خیانت کو وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ اور اس چیز کو جس کو سینے چھپاتے ہیں وَ
اللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ اور اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرتا ہے حق کا وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

دُوْنِہٖ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ وہ نہیں فیصلہ کر سکتے کسی چیز کا اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ ہی ھُوَ السَّمِیْعُ وہی سننے والا ہے الْبَصِیْرُ دیکھنے والا ہے۔

اس سے پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ کافروں کو پکارا جائے گا اور کہا جائے گا لَمَقْتُ اللّٰہِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ ''اللہ تعالیٰ کی ناراضگی زیادہ بڑی ہے تمہاری اپنی جانوں پر ناراضگی سے۔'' جب تمہیں دعوت دی جاتی تھی ایمان کی تو تم انکار کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بالکل واضح ہیں۔

توحید کے دلائل :

اسی سلسلے میں ارشاد ہے ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں۔ زمین دیکھو، آسمان دیکھو، چاند، سورج، ستارے دیکھو، پہاڑ اور میدان دیکھو، انسان دیکھو، مردوں کی شکلیں اور ہیں عورتوں کی شکلیں اور ہیں۔ پھر کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی صحت منداور کوئی بیمار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہر جگہ موجود ہیں وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا اور اتارتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسمان کی طرف سے رزق۔ ایک تو اس طرح کہ حکم اوپر سے آتا ہے کہ فلاں کو اتنا رزق ملے، فلاں کو اتنا رزق ملے اور جس کو جتنے رزق کا حکم ہوتا ہے اس کو اتنا ہی ملتا ہے۔ پھر رزق کا جو سبب ہے بارش، وہ بھی آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے اس کے ذریعے فصلیں اگتی ہیں، اناج پیدا ہوتا ہے، باغات پیدا ہوتے ہیں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تمام تمہارے لیے رزق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل بالکل واضح ہیں وَ مَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہ جو رجوع کرتے ہیں اللہ

تعالیٰ کی طرف۔ جو رجوع کرتے ہیں انہی کو ان چیزوں سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اندھے بہروں کو کیا سمجھ آتی ہے؟ فَادْعُوا اللّٰهَ پس پکارو تم اللہ تعالیٰ کو اے ایمان والو! یہ تمہارا فریضہ ہے مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین کو وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کرتے ہیں اس کو کفر کرنے والے کہ اکیلے خدا کو پکارا جائے یہ ان کے لیے بڑی کراہت کی بات ہے۔ اس سے پہلی آیت میں ہے اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ جس وقت اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو تم انکار کرتے ہو اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جائے تو تم یقین کر لیتے ہو۔ مشرک کے لیے اکیلی رب تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرنا اور اسی ایک کو پکارنا بڑی مشکل بات ہے۔ اس کا دل نہیں ٹھہرتا جب تک دوسرے سہارے نہ تلاش کرے۔

لیکن اے مومنو تمہارا فرض ہے کہ پکارو اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین کو اگرچہ کافر اس کو پسند نہیں کرتے رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ رفیع کا مادہ لازمی بھی آتا ہے اور متعدی بھی آتا ہے۔ لازمی کا معنیٰ کریں تو معنیٰ ہوگا رب بلند درجوں والا ہے۔ رب تعالیٰ کے درجوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اور متعدی کا ترجمہ ہو تو معنیٰ ہوگا وہ بلند کرنے والا ہے درجوں کو۔ کسی کا کوئی درجہ کسی کا کوئی درجہ کسی کی کوئی شان کسی کی کوئی شان۔ یہ شانیں فضیلتیں اور درجے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ ذُو الْعَرْشِ وہ عرش والا ہے۔ سات آسمانوں کے اوپر کرسی ہے اور کرسی کے اوپر عرش ہے عرش نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے جسم کے لحاظ سے عرش سے بڑی شے کوئی نہیں ہے اور درجے کے لحاظ سے سب سے بڑی مخلوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ عرش اور کرسی کی نسبت ایسے ہی ہے جیسے ایک بڑے

میدان میں ایک رِنگ پڑا ہو۔ایک ٹائر پھینک دو۔ٹائر کی میدان کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ایسے ہی کرسی کی عرش کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔پھر عرش کے اوپر رب تعالیٰ کی ذات قائم ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى [طٰہٰ:۵] ''وہ رحمٰن عرش پر قائم ہے۔'' مگر جو اس کی شان کے لائق ہے ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ [حدید:۴] ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔'' وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔اس کی معیت کو بھی ہم نہیں سمجھ سکتے بس جو اس کی شان کے لائق ہے وہ ہر ایک کے ساتھ ہے۔عرش پر بھی قائم ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی ہے۔ يُلْقِى الرُّوْحَ یہاں روح سے مراد وحی ہے۔جس طرح جان دار چیزوں کی حیات روح کے ساتھ ہے اسی طرح قوموں کی روحانی زندگی صرف وحی کے ساتھ ہے وحی الٰہی کے بغیر قومیں بالکل مردہ ہیں۔تو معنیٰ ہوگا ڈالتا ہے،اتارتا ہے وحی کو مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ اپنے حکم سے جس پر چاہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے۔اور وہ بندے پیغمبر ہیں دوسروں پر وحی نہیں اترتی۔

حکمتِ وحی :

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک وحی نازل ہوتی رہی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد قیامت تک کوئی وحی نازل نہیں ہوگی جس میں نبوت ورسالت کا ذکر ہو۔رب تعالیٰ وحی کیوں اتارتا ہے؟ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ایک لفظ ہے طلاق 'ط' کے ساتھ۔اس کا معنیٰ ہے جدائی۔کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔اور ایک ہے تا کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے ملاقات۔تو معنیٰ ہوگا تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے

دن سے۔جس دن بندوں کی رب تعالیٰ کے ساتھ ملاقات ہوگی قیامت والے دن اور اللہ تعالیٰ ہر ایک سے فرداً فرداً سوال کریں گے اے بندے میں نے تجھے عقل دی تھی، سمجھ دی تھی تو نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ مال دیا تھا اس کو کہاں خرچ کیا، جوانی اور صحت دی تھی اس کو کہاں لگایا؟ وہ کون سا دن ہوگا؟ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ جس دن وہ ظاہر ہوں گے۔ آج تو ایسے لوگ بھی ہیں جو کونوں میں چھپے ہوئے ہیں تہہ خانوں میں چھپے ہوئے ہیں وہاں ساری مخلوق کھلے میدان میں ظاہر ہوگی وہاں کوئی ایک بھی غیر حاضر نہیں ہوگا لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ نہیں مخفی ہوگی اللہ تعالیٰ پر ان میں سے کوئی چیز۔تمام انسان ،تمام جنات، تمام حیوان سامنے ہوں گے عجیب منظر ہوگا۔آج معمولی سا اجتماع ہو تو ایک آدمی دوسرے کو نہیں ملتا جہاں ساری کائنات اکٹھی ہوگی اور ان کی کوئی شے خدا پر مخفی نہیں ہوگی۔نفسی نفسی کا عالم ہوگا ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی کہ خدا جانے میرے ساتھ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور نیک بندوں پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ [الانبیاء:۱۰۲] ''نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی گھبراہٹ اور ملیں گے ان سے فرشتے۔'' ان کو سلام کریں گے اور کہیں گے کہ خوش رہو یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔اور جن کو پرچے بائیں ہاتھ میں ملیں گے ان کے ہوش وحواس اڑے ہوئے ہوں گے اور کہیں گے کاش کہ ہم پیدا ہی نہ ہوتے مگر اس وقت افسوس کا کیا معنیٰ؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ کس کے لیے ہے بادشاہی آج کے دن۔اقتدار کس کا ہے، سلطنت کس کی ہے؟ آج تو اقتدار کی خاطر لڑائیاں ہو رہی ہیں۔مرد بھی میدان میں کود پڑے ہیں عورتوں نے بھی لنگوٹ کس لیے

ہیں ۔ ایک کہتا ہے میرا اقتدار دوسرا کہتا ہے میرا اقتدار تیسرا کہتا ہے میرا اقتدار۔ آج میری تیری لگی ہوئی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے مخلوق! بتلاؤ آج ملک کس کا ہے؟ یہ آواز سارے میدان محشر میں سنائی دے گی۔ قریب والے بھی سنیں گے اور بعید والے بھی سنیں گے اور برابر سنیں گے۔ سب کہیں گے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے۔ اس دن کوئی میری تیری نہیں ہوگی ۔ وہ دن ہوگا اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ اس دن بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا۔

بندے کو جو اعمال نامہ ملے گا اس میں چھوٹی بڑی نیکی درج ہوگی ذرہ برابر بھی نیکی ہوگی تو سامنے آئے گی اور اپنے اعمال نامہ کو ہر آدمی خود پڑھے گا چاہے پڑھا لکھا ہوگا یا ان پڑھ ہوگا اور پڑھتے ہوئے کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] " کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس نے سنبھال رکھا ہے۔" ہاتھوں اور آنکھوں کے اشارے تک درج ہوں گے۔" لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ نہیں ہوگا ظلم آج کے دن۔ اس دن کسی پر رتی برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ آج دنیا میں حق و باطل میں فرق نہیں کرتے اور ہو بھی جائے تو زیادتی ہو جاتی ہے۔ وہاں انصاف ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر قرناء سینگ والی بکری نے مَلجاء موٹی بکری بغیر سینگ والی بکری کو سینگ مارا تھا تو يُؤْخَذُ لِلْمَلْجَاءِ مِنَ الْقَرْنَاءِ میدان محشر میں اس بکری کو سینگ دیئے جائیں گے اور وہ سینگ والی بکری سے بدلہ لے گی ۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔ حیوانات مکلّف نہیں ہوتے انسان اور جنات مکلّف ہوتے ہیں پھر

حیوانات میں بدلے کا سلسلہ کیوں ہوگا؟ یہ صرف انسانوں اور جنوں کو بتلانے کے لیے کہ غیر مکلف میں انصاف ہو رہا ہے تم کس طرح بچ سکتے ہو؟

تو فرمایا اس دن کوئی ظلم نہیں ہوگا اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے حساب شروع ہو جائے گا وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ۔ آزفہ کا معنیٰ ہے قریب آنے والی گھڑی۔ اور آپ ڈرائیں ان کو قریب آنے والی گھڑی کے دن سے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ قیامت کا نام قیامت بھی ہے الحاقہ بھی، الواقعہ بھی، القارعہ بھی، الساعہ بھی ہے۔ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ جس وقت دل ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جائیں گے۔ حَنَاجِرُ حَنْجَرَةٌ کی جمع ہے ہنسلی کی ہڈی كٰظِمِیْنَ دم گھٹنے والے ہوں گے۔ اتنے غمگین ہوں گے کہ سانس لینا مشکل ہوگا مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی دوست۔ آج دنیا میں تو ظالموں کے بڑے ساتھی ہیں وہاں ظالموں کا کوئی مخلص ساتھی نہیں ہوگا وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ اور نہ ایسا سفارشی ہوگا کہ جس کی سفارش مانی جائے۔ حق حق اور باطل باطل ہو جائے گا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو۔ بعض لوگ آنکھوں کے ساتھ بھی اچھے برے اشارے کرتے ہیں جن کو وہ سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے کہ کس نے کس کو آنکھ ماری اور اشارہ کیا تھا وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جس کو سینے چھپاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف محبت کے جذبات اور نفرت کے جذبات، رب سب جانتا ہے وہ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے اس سے کون سی چیز مخفی ہے وَاللّٰہُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ اور اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرتا ہے حق کا۔ اس کی صفات میں حق

بھی ہے بالکل حق کا فیصلہ ہوگا ایک رتی برابر کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ جن کو مشرک لوگ پکارتے ہیں جیسے لات، منات، عزّیٰ۔ تو جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ وہ نہیں فیصلہ کر سکتے کسی چیز کا۔ ان کے اختیار میں نہ آج کوئی فیصلہ ہے نہ آئندہ ہوگا۔ جو کرتا ہے رب تعالیٰ کرتا ہے باقی سب لوگوں کے وہم ہیں۔ اس دن رب تعالیٰ فرمائیں گے او مشرکو! ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ [اعراف:۱۹۵] ''پکارو تم اپنے شریکوں کو۔'' تاکہ آج وہ تمہیں عذاب سے بچالیں۔ یہ پہلے کہیں گے بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا [مومن:۷۴] ''بلکہ ہم نہیں پکارتے تھے اس سے پہلے کسی شے کو۔'' پھر کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا [اعراف:۳۷] پھر کہیں گے غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّيْنَ [مومنون:۱۰۶] ''ہم پر غالب آگئی ہماری بدبختی اور تھے ہم گمراہ لوگ۔'' تو پھر آج سزا بھگتو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ بے شک اللہ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

****

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی
الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ
تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِیٌّ
شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾
اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مَعَهٗ وَ اسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾
وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ
اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَ قَالَ
مُوْسٰۤی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ
بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا کیا وہ چلے پھرے نہیں فِی الْاَرْضِ زمین میں
فَیَنْظُرُوْا پس دیکھتے كَیْفَ كَانَ کہ کیسا تھا عَاقِبَةُ انجام الَّذِیْنَ
ان لوگوں کا كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ
قُوَّةً وہ زیادہ سخت تھے ان سے قوت میں وَّ اٰثَارًا اور نشانیوں میں فِی
الْاَرْضِ زمین میں فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کے بدلے میں وَمَا كَانَ لَهُمْ اور نہیں تھا ان
کے لیے مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے مِنْ وَّاقٍ کوئی بچانے والا
ذٰلِكَ یہ اس لیے کہ بِاَنَّهُمْ بے شک وہ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ ان کے پاس
آئے تھے رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر
فَكَفَرُوْا پس انہوں نے انکار کیا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ
نے اِنَّهٗ قَوِيٌّ بے شک وہ قوت والا ہے شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت سزا
دینے والا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو
بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کے ساتھ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اور کھلی سند کے ساتھ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ فرعون اور ہامان کی طرف وَقَارُوْنَ اور قارون کی
طرف فَقَالُوْا پس کہا انہوں نے سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا
ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ پس جب وہ آئے ان کے پاس حق لے کر مِنْ
عِنْدِنَا ہماری طرف سے قَالُوا کہنے لگے اقْتُلُوْٓا قتل کر دو اَبْنَآءَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ان کے بیٹوں کو جو ایمان لائے ہیں ان کے ساتھ وَ
اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ اور زندہ چھوڑ دو ان کی عورتوں کو وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ
اور نہیں تھی تدبیر کافروں کی اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مگر خسارے میں وَقَالَ فِرْعَوْنُ
اور کہا فرعون نے ذَرُوْنِيْٓ چھوڑ دو مجھے اَقْتُلْ مُوْسٰى میں قتل کروں
موسیٰ علیہ السلام کو وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ وہ پکارے اپنے رب کو اِنِّيْٓ اَخَافُ

بے شک میں خوف کرتا ہوں اَنۡ یُّبَدِّلَ دِیۡنَکُمۡ یہ کہ وہ بدل دے گا تمہارے دین کو اَوۡ اَنۡ یُّظۡهِرَ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ یا یہ کہ ظاہر کرے زمین میں فساد وَقَالَ مُوۡسٰی اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اِنِّیۡ عُذۡتُ بے شک میں پناہ لیتا ہوں بِرَبِّیۡ اپنے رب کی وَرَبِّکُمۡ اور تمہارے رب کی مِّنۡ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ ہر تکبر کرنے والے سے لَّا یُؤۡمِنُ جو نہیں ایمان لاتا بِیَوۡمِ الۡحِسَابِ حساب کے دن پر۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ حَمِیۡمٍ وَّلَا شَفِیۡعٍ یُّطَاعُ قیامت والے دن نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی دوست اور نہ ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے چھڑا سکے۔ آخرت تو در کنار جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے دنیا میں کوئی نہیں بچا سکتا۔

گرفتِ خداوندی :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں فَیَنۡظُرُوۡا پس دیکھتے کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے۔ قرآن کریم نے اس بات کی بھی دعوت دی ہے کہ زمین میں سیر و سیاحت کرو، رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھو، زمین دیکھو، پہاڑ دیکھو، آسمان دیکھو، دریا چشمے دیکھو، سرسبز اور خشک میدان دیکھو، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل دیکھو۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو پہلی نافرمان قوموں کا کیا انجام ہوا؟ ان سے عبرت حاصل کرو۔ ان کے متعلق سنو! کَانُوۡا هُمۡ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّۃً وہ لوگ ان

سے زیادہ سخت تھے قوت میں وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ اور نشانیوں میں زمین میں نشانات قائم کرنے میں ۔ ان لوگوں کا دور سائنسی اور مشینی نہیں تھا لیکن آثار قدیمہ کو دیکھ کر حیرت دنگ رہ جاتی ہے ۔ اہرام مصر کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے اتنے بڑے بڑے قلعے ہیں ، پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسی نشانیاں ہیں کہ ان کو دیکھ کر انسان حیران ہوتا ہے ۔ تو وہ لوگ بدنی قوت میں ، اولاد کی کثرت میں ، مالی لحاظ سے آثار قدیمہ قائم کرنے میں ان سے زیادہ طاقت ور تھے ۔ پھر کیا ہوا؟ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے میں ۔ کوئی شے ان کو خدا کی پکڑ سے نہ بچا سکی ۔ ان کے آثار موجود ہیں مگر وہ خود وہاں نہیں ہیں ۔

قوم صالح علیہ السلام کا ذکر :

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے حجر کے علاقے میں آج بھی چٹانوں میں بنے ہوئے مکانات موجود ہیں اور وہ بھی ایسے کہ ایک ایک چٹان میں ۔ یہ کمرہ ہال ہے ، یہ مہمان خانہ ہے ، یہ باورچی خانہ ہے ، یہ باتھ روم ہے ، یہ رقص و سرود کے لیے ہے مگر وہاں آج بسنے والا کوئی نہیں ہے یہ اس لیے بناتے تھے کہ زلزلوں سے محفوظ رہیں گے ۔ لیکن یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ زلزلے کے ذریعے ہی تباہ کرے وہ قادر مطلق ہے ۔ ان کو تباہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا ۔ انہوں نے ایک چیخ ماری اس سے زلزلہ بھی طاری ہوا اگرچہ اس سے مکان نہیں گرے مگر وہ جہاں جہاں تھے ان کے کلیجے پھٹ گئے ایک بھی شخص نہ بچا ۔ تو فرمایا ہم نے پکڑا ان کو گناہوں کے بدلے میں وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ وَقٰى يَقِيْ کے معنیٰ ہیں بچانا ۔ اسی سے مُتَّقِي کا لفظ ہے جو گناہوں سے بچتا ہے ۔ تو معنیٰ ہوگا اور نہیں تھا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے

کوئی بچانے والا۔ ظالموں کو رب تعالیٰ کی گرفت سے نہ دنیا میں کوئی بچا سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ یہ عذاب ان پر کیوں آیا؟ رب تعالیٰ نے ان کو کیوں پکڑا؟ ذٰلِكَ یہ رب نے اس لیے پکڑا کہ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ بے شک ان کے پاس آئے تھے ان کے رسول واضح دلائل اور معجزات لے کر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو معجزات عطا فرمائے تاکہ قوم کو پتا چلے کہ یہ عام آدمیوں جیسا نہیں ہے یہ رب تعالیٰ کا پیغمبر ہے فَكَفَرُوْا پس ان لوگوں نے انکار کیا کہ ہم نے نہیں ماننا۔ تو پھر فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ پس پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے مثلاً: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو لے لو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بڑے اچھے اور سلجھے ہوئے انداز میں سمجھایا۔ بدبخت قوم نہ سمجھی اور کہا کہ ہمیں کوئی کرشمہ دکھاؤ۔ کسی نے کوئی فرمائش کی، کسی نے کوئی فرمائش کی۔ ذہن مختلف ہوتے ہیں بعض نے کہا کہ جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں ہمارے سامنے اس سے اونٹنی نکلے ہم مان جائیں گے۔ ان کا ذہن یہ تھا کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے قبضہ قدرت میں تو نہیں ہے مگر میرا رب قادر مطلق ہے اگر وہ میری تائید اور تصدیق کے لیے ایسا کر دے تو تم مان لو گے۔ کہنے لگے ہاں مانیں گے۔ سب اکٹھے ہو کر چل پڑے۔ ڈھنڈورا پیٹا راستوں میں کہ آج چٹان سے اونٹنی نکلنی ہے۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے خود ایک چٹان کا انتخاب کر کے اس پر ہاتھ رکھا کہ اس سے اونٹنی نکلے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے چٹان پھٹی اس میں سے اونٹنی نکلی۔ فرمایا هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً [الاعراف: ۷۳] "یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے نشانی ہے۔" سب نے آنکھوں کے ساتھ دیکھی لیکن ان بدبختوں میں سے کوئی ایک بھی ایمان نہ لایا۔ جب نوبت اس حد تک

پہنچ جائے تو پھر رب کیوں نہ پکڑے۔ تو فرمایا یہ عذاب اس لیے آیا کہ انہوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بے شک وہ قوی بھی ہے اور سخت سزا دینے والا ہے۔ ظالموں کو نہ دنیا میں کوئی بچا سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذرا تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے ملتا جلتا ہے اور مشرکین مکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا واقعہ یہودیوں سے سنتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے ہیں اس وقت سرزمین عرب میں مذہبی لحاظ سے پانچ فرقے تھے۔ ایک مشرکوں کا تھا جو اپنے آپ کو ابراہیمی اور موحد کہلاتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو مشرک نہیں کہتے تھے۔ مردم شماری کے لحاظ سے اکثریت ان کی تھی۔ دوسرا فرقہ یہود کا تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کو ماننے کے دعوے دار اور تورات پر ایمان رکھنے کے دعوے دار تھے۔ خیبر کا سارا علاقہ ان کے پاس تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی ان کی کافی تعداد اور اثر و رسوخ تھا۔ وادی القری، تحبل اور دیگر مقامات میں بھی یہ آباد تھے۔ یہ پڑھے لکھے لوگ تھے اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کرتے رہتے تھے۔ عرب کے لوگ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے واقعات بکثرت ان سے سنتے رہتے تھے۔ تیسرا فرقہ عیسائیوں کا تھا۔ ان کا علاقہ نجران کا تھا اس میں سو فیصد آبادی ان کی تھی۔ اس کے علاوہ اور علاقوں میں بھی اِکا دُکا رہتے تھے۔ چوتھا فرقہ صائبین کا تھا۔ یہ رب تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے بھی قائل تھے اور آسمانی کتابوں کو بھی مانتے تھے۔ داؤد علیہ السلام کو نبی مانتے تھے اور زبور کے ماننے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔ جس طرح آج کل کئی جاہل قسم کے لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی

قبروں کی پوجا کرتے ہیں، پیروں کی پوجا کے علاوہ اور بہت کچھ کرتے ہیں۔ پانچواں فرقہ مجوسیوں کا تھا آتش پرست۔ یہ برائے نام تھے۔ جیسے پاکستان کراچی میں بھی ان کی برائے نام آبادی ہے۔

آج سے دو سال پہلے کی بات ہے (یعنی ۱۹۹۶ء کی) مردم شماری کے لحاظ سے بتلایا گیا تھا کہ کراچی میں آتش پرستوں کی تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔ ان کی آبادی اور آتش کدہ سے دس منٹ میں گاڑی ان کے علاقے کو کراس نہیں کر سکتی۔ میں کراچی گیا تو مجھے ساتھیوں نے ان کی عمارتیں اور عبادت گاہ دکھائی اور بتایا کہ اتنے دنوں کے بعد کھولتے ہیں۔

چونکہ یہود کے حالات کو مشرک جانتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا واقعہ بھی ان سے سنتے رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کے ذریعے ان کو سمجھایا ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر۔ ایک نشانی تھی عصا مبارک کہ زمین پر ڈالتے تھے تو سانپ بن جاتا تھا اژدھا بن جاتا تھا۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تھے تو وہ سورج کی طرح چمکتا تھا۔ اس کے سوا سات نشانیاں اور تھیں وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اور کھلی سند کے ساتھ۔ اس سے مراد عصا مبارک ہے۔ فرعون کے جادوگروں کے ساتھ جب مقابلہ ہوا فرعون، ہامان، قارون وغیرہ سب ایک کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے پبلک کا کوئی حساب نہیں تھا بہتر ہزار جادوگر تھے۔ جس وقت انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں نکل آئے بعزۃ فرعون کے نعرے لگنے شروع ہو گئے۔ فرعون زندہ باد، فرعون زندہ، فرعون زندہ باد اور سارے لوگوں نے بھنگڑے ڈالنے شروع کیے تو اللہ

تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی پھینکو لاٹھی اژدھا بن گئی اور ان کے ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپوں کو اس طرح ایک ایک کر کے نگل گیا جیسے مرغ دانے چگتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب اژدھا پر ہاتھ رکھا تو وہ لاٹھی بن گئی فرعون پھر بھی ایمان نہیں لایا اور جادوگر جو مقابلے میں تھے سجدے میں گر کر کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى [طٰہٰ:۷۰] "ہم ایمان لائے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر۔" فرعون بپھر گیا اور کہنے لگا اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ کیا تم ایمان لائے ہو اس پر پہلے اس سے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔" میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو میں تمہیں سولی پر لٹکاؤں گا اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ستر کو پھانسی پر لٹکایا یہ سب اب ایک منٹ کے موسیٰ علیہ السلام کے صحابی تھے باقی سارے اپنے اپنے نمبر کے انتظار میں تھے ہر ایک آگے بڑھ کر کہتا تھا اب میرا نمبر ہے اب میری باری ہے۔ خوف زدہ ہو کر باقیوں کو رہا کر دیا۔

تو فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر اور کھلی سند کے ساتھ اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا بڑا ہوشیار، چالاک، بڑا ظالم اور جابر تھا۔ جسے آج کل کے ہمارے حکمران ہیں وَهَامٰنَ اور ہامان کی طرف بھیجا۔ یہ فرعون کا وزیر اعظم تھا وَقَارُوْنَ اور قارون کی طرف بھیجا۔ اس کے متعلق تم سن چکے ہو کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ زبانی طور پر کلمہ پڑھتا تھا مگر اندرونی طور پر ان کے ساتھ تھا فَقَالُوْا پس انہوں نے کہا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یہ جادوگر ہے اور بڑا جھوٹا ہے۔ کاذب کا معنیٰ ہوتا ہے جھوٹا اور کذاب مبالغے کا صیغہ ہے بہت بڑا جھوٹا۔ فرعون،

ہامان، قارون سب نے کہا یہ جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا پس جب وہ آئے ان کے پاس حق لے کر ہماری طرف سے قَالُوا کہنے لگے اقْتُلُوٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قتل کردو ان کے بیٹوں کو جو ایمان لائے ہیں موسیٰ علیہ السلام پر۔ ایک تو بچوں کو اس وقت قتل کیا جب نجومیوں نے فرعون کو کہا تھا ان سالوں میں بنی اسرائیل کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت کے زوال کا باعث بنے گا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار بچے قتل کیے اور نوے ہزار حمل گرائے گئے۔ مگر رب رب ہے۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے گھر پال کر دکھایا۔ تو یہ دوبارہ قتل کی دھمکی دی کہ ان کے بیٹوں کو قتل کرو وَاسْتَحْيُوا نِسَآءَهُمْ اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو کیونکہ عورتیں لڑ نہیں سکتیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور نہیں تھی تدبیر کافروں کی مگر خسارے میں۔ وہ ان کو ختم کرنا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ نے خود اس کو بحر قلزم میں ڈبو دیا۔ تفصیل آئندہ رکوعوں میں آ رہی ہے وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى مجھے چھوڑ دو میں قتل کروں موسیٰ علیہ السلام کو۔ میں نے اس کو قتل کرنا ہے مجھے نہ روکنا وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے۔ دیکھتا ہوں اس کا رب کیا کرتا ہے اِنِّيْٓ اَخَافُ بے شک میں خوف کرتا ہوں اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام بدل دے تمہارا دین اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ یا یہ کہ ظاہر کرے زمین میں فساد۔ زمین میں فساد نہ پھیلا دے۔

دو قومی نظریے :

ہر ملک میں دو نظریے کے لوگ ہوتے ہیں مذہبی اور سیاسی۔ پہلا جملہ مذہبی لوگوں

کے لیے بولا کہ میں غلط نہیں کر رہا تمہارے مذہب کے تحفظ کے لیے کر رہا ہوں تاکہ وہ تمہارا دین نہ بدل دے۔ اور دوسرا جملہ سیاسی لوگوں کے لیے بولا۔ سیاسی لوگوں کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ ملکی امن وامان کے قائل ہوتے ہیں کہ ملک میں امن ہو ہماری تجارت چلتی رہے ہمارا کاروبار ٹھپ نہ ہو۔ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں کہ یہ زمین میں فساد نہ برپا کرے ملک میں امن قائم رہے وَقَالَ مُوسَىٰ اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ بے شک میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب کی مدد کے ساتھ اور تمہارے رب کی مدد کے ساتھ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ ہر متکبر سے لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ جو نہیں ایمان لاتا حساب والے دن پر۔ قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ تم اپنے ہتھیار نکالو میں اپنے رب کی پناہ میں ہوں۔ باقی واقعہ آئندہ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

****

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

وَقَالَ رَجُلٌ اور کہا ایک مرد نے مُّؤْمِنٌ جو مومن تھا مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کے خاندان میں سے يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ چھپاتا تھا اپنے ایمان کو اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا کیا تم قتل کرتے ہو ایک آدمی کو اَنْ اس لیے کہ يَّقُوْلَ وہ کہتا ہے رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب صرف اللہ ہے وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اور تحقیق وہ لایا ہے تمہارے پاس واضح دلائل مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا اور اگر ہے وہ جھوٹا فَعَلَيْهِ

كَذِبُهٗ پس اسی پر پڑے گا جھوٹ اس کا وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا اور اگر ہے وہ سچا يُّصِبْكُمْ تو پہنچے گی تمہیں بَعْضُ الَّذِىْ بعض وہ چیز يَعِدُكُمْ جس سے وہ تمہیں ڈراتا ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِىْ ہدایت نہیں دیتا مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ اس کو جو حد سے گزرنے والا اور جھوٹا ہو يٰقَوْمِ اے میری قوم لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ تمہارے لیے ہے ملک آج کے دن ظٰهِرِيْنَ فِى الْاَرْضِ غالب ہو زمین میں فَمَنْ يَّنْصُرُنَا پس کون ہماری مدد کرے گا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے اِنْ جَآءَنَا اگر وہ آ گئی ہمارے پاس قَالَ فِرْعَوْنُ کہا فرعون نے مَآ اُرِيْكُمْ میں تمہیں نہیں دکھاتا اِلَّا مَآ اَرٰى مگر وہ جو میں رائے رکھتا ہوں وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اور میں نہیں راہنمائی کرتا تمہاری اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ مگر بھلائی کے راستے کی وَقَالَ الَّذِىْٓ اور کہا اس شخص نے اٰمَنَ جو ایمان لا چکا تھا يٰقَوْمِ اے میری قوم اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ اگلی جماعتوں کے دن کی طرح مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ قوم نوح کی عادت کی طرح وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ اور عاد اور ثمود قوم وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ نہیں ارادہ کرتا اپنے بندوں کے لیے ظلم کا وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر يَوْمَ

التَّنَادِ چیخ و پکار کے دن سے یَوۡمَ تُوَلُّوۡنَ جس دن تم بھاگو گے مُدۡبِرِیۡنَ پشت دکھاتے ہوئے مَا لَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مِنۡ عَاصِمٍ کوئی بچانے والا وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ پس نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا۔

مظلوم کی مدد کرنا :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی کہ فرعون نے یہ بات کہی کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں یہ اپنے رب کو بلائے۔ یہ بات اس نے اپنے دربار میں کابینہ اور عملے کے سامنے کی۔ اس کی کابینہ میں اس کا چچازاد بھائی تھا حزقیل، 'ح' حلوے والی کے ساتھ۔ یہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اس نے سوچا کہ فرعون تباہی کے راستے پر چل پڑا ہے جو کچھ یہ کہہ رہا ہے یہ اس کے لیے اچھا نہیں ہے اس کو سمجھانا چاہیے کہ اپنے لیے بربادی کا راستہ اختیار نہ کر آخر میرا چچازاد بھائی ہے اس کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہے یا مظلوم ہے۔ تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت مظلوم کی مدد کا معنیٰ تو سمجھ میں آتا ہے ظالم کی مدد کیسے کریں؟ فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکو اس کا ہاتھ پکڑو اس کو ظلم نہ کرنے دو یہ اس کی مدد ہے۔ دنیوی سزا سے بچ جائے گا آخرت کی سزا سے بچ جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص مظلوم کی مدد نہیں کرتا تو گنہگار ہوگا۔

الترغیب والترہیب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آنحضرت ﷺ قبرستان میں سے گزر رہے تھے کہ ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کا رنگ فق ہو گیا۔ پوچھا حضرت خیر ہے کیا بات ہے؟ فرمایا اس شخص کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ مظلوم کے پاس سے گزرا تھا اس نے اس کو مدد کے لیے بلایا تھا اس نے پروا نہیں کی تھی۔ مظلوم کی مدد نہ کرنے کی وجہ سے سزا ہو رہی ہے۔

اور اس مردِ مومن نے یہ بھی سوچا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں ان کی بھی مدد کرنی چاہیے۔ اگر میں مدد نہیں کرتا تو مجھ سے پوچھ گچھ ہو گی۔ تو اس نے کابینہ کے اجلاس میں فرعون کی پرزور تردید کی اور موسیٰ علیہ السلام کی حمایت میں جتنا زور لگا سکتا تھا اس نے لگایا۔ اس کا ذکر ہے۔

مردِ مومن کی تقریر :

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ اور کہا ایک شخص مومن نے مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ فرعون کے خاندان میں سے چچازاد بھائی تھا یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗ جو چھپاتا تھا اپنے ایمان کو۔ اس کا ایمان ابھی تک لوگوں پر واضح نہیں تھا۔ وہ بولا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ کیا تم قتل کرتے ہو ایک آدمی کو اس لیے کہ وہ کہتا ہے میرا رب صرف اللہ ہے۔ اس نے تمہارا اور کیا بگاڑا ہے وہ یہی کہتا ہے نا کہ میری تربیت کرنے والا صرف اللہ ہے۔ اس جرم میں تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو اور جو کچھ وہ کہتا ہے ویسے ہی نہیں وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ اور تحقیق لے کر آیا ہے وہ تمہارے پاس واضح دلائل۔ عصا کا معجزہ تم دیکھ چکے ہو، ید بیضا بھی تم دیکھ چکے ہو اسی طرح ٹڈیوں کا طوفان، مینڈکوں کا طوفان وغیرہ بھی تم دیکھ چکے ہو مِنْ رَّبِّكُمْ یہ واضح نشانیاں وہ تمہارے رب کی طرف سے لے کر آیا ہے وَاِنْ یَّكُ

كَاذِبًا اور اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا لیکن وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا اور اگر ہے وہ سچا اور یقیناً سچا ہے يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ تو پہنچے گی تمہیں بعض وہ چیز جس سے وہ تمہیں ڈراتا ہے۔ عذاب کا بعض حصہ تمہیں پہنچے گا بعض کا لفظ اس لیے فرمایا کہ پوری سزا تو قیامت کو ہوگی۔ لہٰذا قتل کا ارادہ نہ کرو یہ غلط ہے اور یاد رکھو! اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کامیاب نہیں کرتا اس کو جو حد سے گزرنے والا اور جھوٹا ہے۔ بقول تمہارے اگر وہ جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خود سنبھال لے گا تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مسرف کذاب کو اللہ تعالیٰ کامیابی نصیب نہیں کرتا۔

قادیانی دجل :

قادیانی کہتے ہیں لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کہ مرزا اگر جھوٹا ہوتا تو رب اس کو کیوں چھوڑتا؟ بھئی! پہلے تو اس نے صراحت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور جب کھل کر سامنے آیا تو رب تعالیٰ نے اس کو پاخانے کی جگہ میں مارا۔ یہ بات خود ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ سچے نبی کی جہاں وفات ہوتی ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی جب وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء مختلف ہوئی کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ کسی نے کہا کہ جہاں آپ ﷺ کے چچا مبارک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دفن ہیں وہاں دفن کرو احد کے دامن میں۔ کسی نے کہا کہ جہاں آپ ﷺ کے رضاعی بھائی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں وہاں دفن کرو جنت البقیع میں۔ کسی نے کہا کہ جہاں آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ مدفون ہیں وہاں دفن کرو۔ ہر ایک نے اپنی

اپنی رائے پیش کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ''میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں نبی کی وفات ہوتی ہے وہیں اس کی قبر ہوتی ہے۔'' چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوئی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی تھی وہیں قبر بنائی گئی۔'' تو مرزے کی قبر توٹٹی خانے میں ہونی چاہیے تھی یہ تم نے زیادتی کی کہ دوسری جگہ لے گئے۔ پھر ہیضے کی بیماری کے ساتھ مرا جس کے بارے میں آتا ہے کہ ہیضہ اور طاعون اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے ہیں۔ رب تعالیٰ نے تو اس کو عذاب دیا ہے۔

مردِ مومن کی مزید گفتگو :

تو مردِ مومن نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا حد سے بڑھنے والے اور کذاب کو یٰقَوْمِ۔ اصل میں یٰـقَـوْمِـیْ تھا 'ی' متکلم کی تخفیفاً حذف کردی گئی ہے اے میری قوم! مردِ مومن نے کہا لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ تمہارے لیے ہے ملک آج کے دن ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ غالب ہو زمین میں۔ مصر کی زمین پر تمہارا غلبہ ہے فوج تمہارے پاس، کھیت تمہارے پاس، ملکی اختیارات تمہارے پاس، آج تمہاری شاہی ہے فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا پس کون ہماری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے اگر آ گئی وہ ہمارے پاس۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہمیں کون بچائے گا۔ کابینہ میں رجل مومن نے یہ تقریر کی قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى کہا فرعون نے میں تمہیں نہیں دکھاتا مگر وہ جو میں رائے رکھتا ہوں، میں تمہیں رائے نہیں دیتا مگر وہی میری رائے ہے۔ میری رائے یہی ہے ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى ''مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔'' یہ اپنے رب کو بلائے کہیں یہ تمہارا دین نہ بدل دے یا زمین میں فساد پھیلائے۔

میں تمہارا دین بچانے کے لیے اور امن و امان قائم کرنے کے لیے اپنی رائے پر قائم ہوں اور اسے میری کابینہ کے افراد وَمَآ اَهۡدِيۡكُمۡ اِلَّا سَبِيۡلَ الرَّشَادِ اور میں نہیں راہنمائی کرتا تمہاری مگر بھلائی کے راستے کی۔ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں تمہاری بھلائی ہے تاکہ تمہارا دین بھی محفوظ رہے اور سیاست بھی تمہارے ہاتھ میں رہے۔ ملک میں امن قائم کرنا میرا حق ہے۔ جیسا کہ آج کل کے فرعونی حکمران دعوے کرتے ہیں۔ مگر رجل مومن خاموش نہیں رہا۔ فرمایا وَقَالَ الَّذِيۡۤ اٰمَنَ اور کہا اس شخص نے جو ایمان لاچکا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ فرعون بڑا ضدی ہے اس کی طبیعت مزاج سے واقف تھا کہا يٰقَوۡمِ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ مِّثۡلَ يَوۡمِ الۡاَحۡزَابِ اے میری قوم بے شک میں تم پر خوف کرتا ہوں اس قسم کے عذاب کا اگلی جماعتوں کے دن کی طرح۔ جیسے پہلی قوموں کے ہلاکت کے دن آئے اسی طرح کا دن تمہارے اوپر بھی آسکتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے پیغمبروں کے خلاف کاروائی کرنا ان کا مقابلہ کرنے کا انجام اچھا نہیں ہے مِثۡلَ دَاۡبِ قَوۡمِ نُوۡحٍ قوم نوح کی عادت کی طرح۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کی مخالفت کی تھی وَقَالُوۡا مَجۡنُوۡنٌ وَّازۡدُجِرَ [سورۃ القمر] "اور کہا انہوں نے یہ دیوانہ ہے اور جھڑک دیا۔" مجلس میں آتے تو دھکے مار کر باہر نکال دیتے کہ پاگل ہے اس نے ہمارے کان کھالیے ہیں اپنی رٹ نہیں چھوڑتا يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ "اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ معبود نہیں ہے۔" پھر نوح علیہ السلام کی قوم کا کیا حشر ہوا مِمَّا خَطِيۡٓــٰٔتِهِمۡ اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا [سورہ نوح] "اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے۔" وَّعَادٍ اور قوم عاد۔ ان کی طرف ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ انہوں نے پورا زور لگایا مگر قوم نے نہیں مانا۔ اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی، پانی

کے چشمے خشک ہو گئے، کنویں خشک ہو گئے، کھیت مارے گئے، درخت سوکھ گئے، جانور بھوکے پیاسے مرنے لگے۔ کچھ لوگ یہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا مجھ پر ایمان لاؤ رب تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرو یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا [ہود: ۵۲] ”اللہ تعالیٰ چھوڑ دے گا آسمان کو تمہارے اوپر بارش برسانے والا۔“ قوم نے کہا کہ اگر تیرے کہنے سے ہمیں پانی ملتا ہے تو پھر ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا فَلَمَّا رَاَوْہُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِھِمْ ”پس جب انہوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آ رہا تھا بڑے خوش ہوئے قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] ” کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔“ وہ جیسے ہی قریب آیا ترمذی شریف کی روایت ہے بادل کے ٹکڑے سے آواز آئی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

”اے تند و تیز ہوا ان کو راکھ کر دے کسی ایک کو نہ چھوڑنا۔“ یہ آواز بھی انہوں نے کانوں کے ساتھ سنی مگر نہ مانے۔ اس بادل سے اتنی تیز ہوا نکلی کہ ان کو اٹھا اٹھا کر پھینک دیا کسی کو آدھے میل پر پھینکا، کسی کو میل دور جا کر پھینکا۔ ایسے پڑے تھے جیسے کھجور کے تنے گرے پڑے ہوتے ہیں کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃٍ [سورۃ الحاقہ] ”گویا وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہیں۔“

وَثَمُوْدَ اور ثمود قوم۔ ثمود قوم پر کیا گزری؟ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو سمجھایا اور منہ مانگی نشانی بھی مل گئی مگر نہیں مانا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے چیخ ماری اور زلزلہ بھی مسلط کیا گیا جہاں جہاں تھے سب کے سب فنا ہو گئے ایک بچہ بھی نہ بچا وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِھِمْ

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ان کا کیا حشر ہوا۔ ان کے بعد پیغمبروں کی مخالفت کی وجہ سے بے شمار قومیں تباہ ہوئیں۔ اور اے میری قوم! وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ نہیں ارادہ کرتا اپنے بندوں کے لیے ظلم کا۔ اللہ تعالیٰ بڑے عادل، لطیف، رحیم ہیں۔ رب کے پیغمبر کے قتل کا ارادہ بدلو اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اور اے میری قوم! بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر يَوْمَ التَّنَادِ اس دن کا جس دن چیخو گے پکارو گے۔ چیخ پکار کے دن کا خوف کرتا ہوں۔ جب آدمی مصیبت میں پھنس جائے تو دوسرے کو مدد کے لیے پکارتا ہے مجھے خوف ہے کہ جس دن تم پر عذاب آئے گا اور چیخیں مارو گے اور ایک دوسرے کو پکارو گے پھر کیا ہوگا؟ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ جس دن تم بھاگو گے پشت دکھاتے ہوئے۔ جب بندہ خود مصیبت میں مبتلا ہو تو اس کو اپنی فکر ہوتی ہے دوسرا کوئی یاد نہیں ہوتا۔ اور یاد رکھو! جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا تو کوئی تمہاری حمایت کرنے والا نہیں ہوگا مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچانے والا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنے کا واحد طریقہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو بُرے نظریات رکھتے ہو ان کو بدلو۔ اگر تم نے موسیٰ کے خلاف نظریات نہ بدلے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہاری گمراہی پر مہر لگا دیں گے وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اور کرتا اسی کو ہے جو گمراہی کے چکر سے نکلنے کے لیے تیار نہ ہو تو پھر اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ آگے مزید مرد مومن کی تقریر آئے گی اور پھر فرعون درمیان میں کاٹے گا اور مناظرہ کابینہ کے سامنے ہوگا۔ آگے باقی قصہ آرہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

****

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ
حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ
يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ
اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾
وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾
اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ
زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ
فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع ۱۰/۹

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق جَآءَكُمْ يُوسُفُ آئے تمہارے پاس یوسف علیہ السلام مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ فَمَا زِلْتُمْ پس ہمیشہ رہے تم لوگ فِيْ شَكٍّ شک میں مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ جو وہ لے کر آئے تمہارے پاس حَتّٰٓى یہاں تک کہ اِذَا هَلَكَ جب وہ وفات پا گئے قُلْتُمْ تم نے کہا لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد رَسُوْلًا کوئی رسول كَذٰلِكَ اسی طرح يُضِلُّ اللّٰهُ گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ اس کو جو اسراف کرنے والا ہو

مُّرۡتَابٌ شک میں مبتلا الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ اور وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ بغیر دلیل کے اَتٰہُمۡ جو ان کے پاس آئی کَبُرَ مَقۡتًا بڑی ناراضگی ہے عِنۡدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ہاں وَ عِنۡدَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور ان لوگوں کے ہاں جو ایمان لائے کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے عَلٰی کُلِّ قَلۡبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ہر متکبر جبار کے دل پر وَ قَالَ فِرۡعَوۡنُ اور کہا فرعون نے یٰہَامٰنُ ابۡنِ لِیۡ صَرۡحًا اے ہامان بناؤ میرے لیے ایک محل لَّعَلِّیۡۤ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَابَ تاکہ میں پہنچوں راستوں پر اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ یعنی آسمان کے راستوں پر فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰہِ مُوۡسٰی پس میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّہٗ کَاذِبًا اور بے شک میں خیال کرتا ہوں اس کو جھوٹا وَ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِفِرۡعَوۡنَ اور اسی طرح مزین کیا گیا فرعون کے لیے سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ اس کے بُرے عمل کو وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیۡلِ اور روک دیا گیا وہ سیدھے راستے سے وَ مَا کَیۡدُ فِرۡعَوۡنَ اِلَّا فِیۡ تَبَابٍ اور نہیں تھی تدبیر فرعون کی مگر تباہی میں۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے رکوع میں تم نے یہ بات پڑھی کہ جب فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں تم مجھے نہ روکنا تو فرعون کا چچا زاد بھائی حزقیل بول پڑا اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ ”کیا تم قتل کرتے ہو ایک آدمی کو اس لیے کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔“ اس گناہ کا تم پر وبال پڑے گا۔

مردِ مومن کی مزید تقریر :

آج کی آیات میں بھی اسی رجل مومن کی تقریر ہے وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ اور البتہ تحقیق آئے تمہارے پاس اسی مصر کی زمین میں یوسف علیہ السلام اس سے پہلے۔ اس سے پہلے مصر میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی تھی اور انہوں نے قوم کی اصلاح کی تھی۔ واضح دلائل لے کر آئے۔ تفصیل کے ساتھ ہم نہیں بتا سکتے کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کون کون سے معجزے عطا فرمائے تھے مگر اتنی بات واضح ہے کہ ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس کی صداقت کے لیے معجزے عطا فرمائے۔ اے مصریو! یوسف علیہ السلام واضح دلائل لے کر تمہارے پاس آئے فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ پس تم ہمیشہ شک میں رہے مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ اس چیز کے بارے میں جو یوسف لے کر تمہارے پاس آئے۔ تمہارے آباؤ اجداد یوسف علیہ السلام کے بارے میں شک میں رہے اور تم آج موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بارے میں شک کرتے ہو حَتّٰى إِذَا هَلَكَ عربی میں هَلَكَ اور مَاتَ اور فَاتَ ایک معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب یوسف علیہ السلام وفات پا گئے قُلْتُمْ تم نے کہا لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ہرگز نہیں بھیجے گا ان کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی رسول۔ ان سے ہماری جان چھوٹ گئی۔ یوسف علیہ السلام نے عرصہ دراز تک مصر والوں کی خدمت کی سیاسی بھی اور مذہبی بھی لیکن مصر کے وہ لوگ جو کافر تھے وہ آخر دم تک کافر ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف میں مستقل ان کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تو کافر مشرک کوئی نہ تھا اور گناہ تھے مگر کفر شرک والا گناہ نہیں تھا كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً [البقرہ: ۲۱۳] ''سارے لوگ ایک مذہب پر

تھے۔'' شرک حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے شروع ہوا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک کوئی ایسا دور نہیں بتلایا جاتا جس میں کوئی کافر نہ ہو۔ مسلمان بھی تھے اور کافر بھی تھے بلکہ مومن تھوڑے اور کافر زیادہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال تبلیغ کی مگر صرف ان کی اہلیہ محترمہ سارہ علیہا السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے ساتھ دیا۔ پیغمبر پیدائشی طور پر ہی موحد ہوتا ہے تیسرا کوئی آدمی ایمان نہیں لایا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سدوم کے علاقے میں بھیجا۔ صرف ایک گھر مسلمانوں کا تھا۔ سورۃ ذاریات میں ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ''پس نہ پایا ہم نے ان میں سوائے ایک گھرانے مسلمان کے۔'' ایک بڑی حویلی تھی اس کے ایک کمرے میں لوط علیہ السلام، ان کی بیوی اور دو یا تین بیٹیاں رہتی تھیں۔ مزید دو تین کمرے تھے جن میں اور مومن رہتے تھے۔ ساری آبادی میں ایک گھر مومنوں کا تھا۔ تو ہمیشہ کفر کی اکثریت رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھے ہیں اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد بھی بتلائی گئی ہے باقی سارا عرب کافر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں سارا عرب مسلمان ہو گیا۔

تو فرمایا تم یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی شک میں رہے اور ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد تم نے کہا اب اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کاروائیاں کرتے ہو یہ تمہارا آبائی پیشہ ہے كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ اسی طرح اللہ تعالیٰ بہکاتا ہے گمراہ کرتا ہے مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ جو اسراف کرنے والا شک میں مبتلا ہے۔ اسراف کا معنی حد سے گزرنے والا۔ جو آدمی اپنی حد سے آگے گزرتا ہے وہ مسرف ہے مُرْتَاب رَیب سے ہے۔ اس کا معنی ہے شک میں مبتلا جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

کی حد پھلانگ جائے اور شک میں مبتلا ہو اس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے۔ جو ہدایت نہ چاہے اس کو اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ وہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے بارے میں بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ بغیر کسی دلیل کے اَتٰىهُمْ جو ان کے پاس آئی ہو۔فرعون تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے وزیر مشیر سارا عملہ بھی موجود تھا۔موسیٰ علیہ السلام نے جا کر کہا کہ میں رب تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔رب تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرو اس کے احکام پر عمل کرو۔قیامت حق ہے اس کو مانو۔فرعون نے کہا اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَآ [الاعراف:۱۰۶] ''اگر تو لایا ہے کوئی نشانی تو اس کو لا اگر تو سچا ہے فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ''پس موسیٰ علیہ السلام نے ڈالا اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ بڑا اژدھا بن گیا وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ [آیت:۱۰۸] ''اور نکالا انہوں نے اپنے ہاتھ کو پس اچانک وہ روشن تھا دیکھنے والوں کے لیے۔''

موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ :

تفسیروں میں اس کا عجیب نقشہ کھینچا گیا ہے کہ فرعون تاج شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا تھا اژدھا نے جب اس کی طرف رخ کیا تو فرعون بدحواس ہو کر پیچھے گرا۔نیچے فرعون اور اوپر کرسی، سب لوگ حیران پریشان ہو گئے مگر وہاں سے بھاگا کوئی نہیں کہ فرعون کو علم ہو گیا تو ہمارا حشر کر دے گا ہماری شامت آجائے گی۔بڑا ظالم تھا ذُوالْاَوْتَاد میخوں والا۔اس کا لقب قرآن میں ہے سورۃ الفجر پارہ ۳۰ میں۔ہماری سختی آجائے گی کہ عین مصیبت کے وقت تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے اپنی جانیں بچائیں اور میری کوئی فکر نہیں کی۔اس لیے کوئی وہاں سے بھاگا نہیں۔اتنے واضح معجزے دیکھنے کے بعد فرعون نے کہا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ''یہ کھلا جادو ہے۔'' مقابلے کے لیے وقت مقرر کرو ہمارے پاس بھی

بڑے بڑے جادوگر ہیں۔عید کا دن چاشت کا وقت مقرر ہوا تفسیروں میں آتا ہے کہ بہتر ہزار جادوگر مقابلے میں شریک ہوئے۔ ہرایک نے دو دو سانپ نکالے ایک رسی اور ایک لاٹھی ۔ جب ایک لاکھ چوالیس ہزار سانپ میدان میں نکل آئے تو لوگوں نے بعزۃ فرعون،فرعون زندہ باد کے نعرے شروع کر دیئے۔موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی لاٹھی مبارک کو ڈالا تو وہ اژدھا بن کر سب کو نگل گئی۔ جادوگر ہار گئے اور حقیقت کو سمجھ کر مسلمان ہو گئے مگر فرعون، ہامان، قارون وغیرہ نے تسلیم نہیں کیا۔تو وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں بغیر کسی دلیل کے جوان کے پاس آئی ہو كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ بڑی ناراضگی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کے ہاں جو مومن ہیں۔آج ہمارے ایمان کی نسبت پہلے ایمان والوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے مگر جس میں بھی تھوڑا بہت ایمان ہے۔ جب شریعت کے خلاف بات سنتا ہے تو اسے ضرور کوفت ہوتی ہے دل کڑھتا ہے چاہے کچھ نہ کر سکے۔ان لوگوں کا ایمان تو پہاڑ جیسا تھا۔تو فرمایا مومنوں کے ہاں بھی بڑی ناراضگی کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑا کرنا بغیر کسی سند کے۔

فرمایا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے ہر متکبر جبر کرنے والے کے دل پر۔پھر خیر اس میں داخل نہیں ہو سکتی اور جس کے دل پر مہر لگ جائے تو وہ حق کو جانتے ہوئے بھی نہیں مانتا حق کو دیکھتے ہوئے بھی تسلیم نہیں کرتا۔فرعون نے رجل مومن کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ اپنے وزیر اعظم ھامان کی طرف رخ پھیر لیا وَقَالَ فِرْعَوْنُ اور کہا فرعون نے يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا اے ہامان میرے لیے ایک محل بنا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ تاکہ پہنچوں میں راستوں پر۔

سورۃ القصص آیت نمبر ۳۸ پارہ ۲۰ میں ہے فرعون نے ہامان کو کہا فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ”میرے لیے گارے کی اینٹیں بنا کر بھٹے میں پکا کر محل تیار کرو تا کہ میں جھانک کر موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو دیکھوں کہ وہ کس طرح کا ہے۔“ بعض کہتے ہیں کہ یہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مذاق کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں یہ اس کی حماقت تھی کہ اگر واقعی آسمانوں پر رب ہے تو میں وہاں دیکھوں گا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تو قریب ہوں محل بنانے کی کیا ضرورت ہے میں تجھے بحر قلزم کی لہروں میں نظر آؤں گا۔ جب ڈوبنے لگا تو اس کو رب نظر آیا قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ”کہا فرعون نے ایمان لایا ہوں میں کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی فرماں برداروں میں ہوں۔“ اور یہاں ہے کہ اے ہامان میرے لیے ایک محل بنا تا کہ میں پہنچ جاؤں راستوں پر راستے کون سے اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ آسمان کے راستوں فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى پس میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو۔ یہ فرعون کی حماقت کی بات تھی۔

احادیث میں آتا ہے کہ زمین سے آسمان تک کی مسافت پانچ سو سال کی ہے یعنی جتنا سفر آدمی درمیانی چال چلتے ہوئے پانچ سو سال میں کرتا ہے اتنا سفر ہے زمین سے لے کر آسمان تک۔ اتنی ہی سفر ہے ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اور دوسرے سے تیسرے تک تیسرے سے چوتھے تک پانچویں سے چھٹے اور ساتویں تک۔ یعنی ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی مسافت ہے۔ پھر ساتویں آسمان کے اوپر کرسی ہے پھر عرش ہے پھر عرش پر رب تعالیٰ مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور عرش پر مستوی ہوتے

ہوئے ہمارے پاس بھی ہے۔سورہ حدید پارہ ۲۷ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ''تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔''اور ساتھ بھی اتنا کہ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''ہم انسان کے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔'' سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہم نے یہ عقیدہ رکھنا ہے۔تو فرعون نے کہا کہ میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا اور بے شک میں خیال کرتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ جھوٹا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ اور اسی طرح مزین کیا گیا فرعون کے لیے سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کا بُرا عمل۔ شیطان نے مزین کیا،تاج نے مزین کیا،اقتدار نے مزین کیا،فوجوں اور عملے نے مزین کیا تکبر اور گھمنڈ کی وجہ سے ایمان نہ لایا وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ اور روک دیا گیا سیدھے راستے سے۔اقتدار کے نشے میں آکر حق کو قبول نہ کیا اور ساری حرکتیں کیں وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ اور نہیں تھی تدبیر فرعون کی مگر تباہی میں۔اپنی فوجوں کو تباہ کیا،قوم کو تباہ کیا،خود تباہ ہوا نہ موسیٰ علیہ السلام کا کچھ بگاڑ سکا نہ ہارون علیہ السلام اور مومنوں کا کچھ بگاڑ سکا۔ صرف اتنا ہوا کہ رب تعالیٰ نے اس کی لاش کو کنارے پر پھینک دیا تا کہ لوگ دیکھ سکیں۔ یہ تھا اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہنے والا جس کا پیٹ آج مشک کی طرح پانی سے بھرا ہے اور ناک سے بہہ رہا ہے۔پھر آج تک اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں موجود ہے۔جب کبھی اخبارات میں اس کا فوٹو آتا ہے تو آدمی دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

****

وَقَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ اَهۡدِكُمۡ سَبِیۡلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوۡمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الۡاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الۡقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنۡ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجۡزٰۤی اِلَّا مِثۡلَهَا ۚ وَ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ یُرۡزَقُوۡنَ فِیۡهَا بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ یٰقَوۡمِ مَا لِیۡۤ اَدۡعُوۡكُمۡ اِلَی النَّجٰوةِ وَ تَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَی النَّارِ ﴿۴۱﴾ؕ تَدۡعُوۡنَنِیۡ لِاَكۡفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشۡرِكَ بِهٖ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِهٖ عِلۡمٌ ۫ وَّ اَنَا اَدۡعُوۡكُمۡ اِلَی الۡعَزِیۡزِ الۡغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡهِ لَیۡسَ لَهٗ دَعۡوَةٌ فِی الدُّنۡیَا وَ لَا فِی الۡاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَی اللّٰهِ وَ اَنَّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ هُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذۡكُرُوۡنَ مَاۤ اَقُوۡلُ لَكُمۡ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوۡا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ ﴿۴۵﴾ۚ

وَقَالَ اور کہا الَّذِیۡ اس شخص نے اٰمَنَ جو ایمان لاچکا تھا یٰقَوۡمِ اے میری قوم اتَّبِعُوۡنِ تم میری پیروی کرو اَهۡدِكُمۡ سَبِیۡلَ الرَّشَادِ میں تمہاری راہنمائی کرتا ہوں سیدھے راستے کی یٰقَوۡمِ اے میری قوم اِنَّمَا پختہ بات ہے هٰذِهِ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا یہ دنیا کی زندگی مَتَاعٌ تھوڑا سا فائدہ ہے وَّاِنَّ الۡاٰخِرَةَ اور بے شک آخرت ہی هِیَ دَارُ الۡقَرَارِ

وہی ٹھہرنے کی جگہ ہے مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً جس شخص نے عمل کیا برا فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا پس اس کو نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر اس جیسا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا اور جس نے عمل کیا اچھا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وہ مرد ہو یا عورت وَ هُوَ مُؤْمِنٌ اس حال میں کہ وہ ایمان دار ہو فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ پس وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا ان کو رزق دیا جائے گا اس جنت میں بِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم مَالِيْٓ مجھے کیا ہو گیا ہے اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں نجات کی طرف وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ اور تم مجھے دعوت دیتے ہو آگ کی طرف تَدْعُوْنَنِيْ تم مجھے دعوت دیتے ہو لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ کہ میں کفر کروں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَاُشْرِكَ بِهٖ اور میں شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ مَا اس چیز کو لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ جس کا مجھے کچھ علم نہیں وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ غالب اور بخشنے والی ذات کی طرف لَا جَرَمَ ضرور بالضرور اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ بے شک وہ چیز جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا نہیں ہے اس کی دعوت دنیا میں وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ اور نہ آخرت میں وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اور بے شک ہمارا پھر جانا اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ اور بے شک حد سے بڑھنے والے وہی دوزخی ہیں

فَسَتَذْكُرُوْنَ پس تاکید تم یاد کرو گے مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ جو میں تمہیں کہتا ہوں وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اور میں سپرد کرتا ہوں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ دیکھ رہا ہے اپنے بندوں کو فَوَقٰىهُ اللّٰهُ پس بچایا اس کو اللہ تعالیٰ نے سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا ان بُری تدبیروں سے جو انہوں نے کیں وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ اور گھیر لیا فرعونیوں کو سُوْٓءُ الْعَذَابِ بُرے عذاب نے۔

اس سے پہلے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جب فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو مردِ مومن نے فرعون کی بات کو کاٹا اور لوگوں کو نتیجے سے آگاہ کیا کہ اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شکل میں آئے گا اور تمہارے سے پہلے جن قوموں نے پیغمبروں کی مخالفت کی ان کا انجام تمہارے سامنے ہے تمہارا بھی انجام ویسا ہی ہوگا۔ فرعون نے رجلِ مومن کا مقابلہ چھوڑ کر کہ یہ تو اپنی بات کو چھوڑتا نہیں ہے۔ اپنے وزیرِ اعظم ہامان کی طرف رخ کیا کہ مجھے ایک محل تیار کر کے دے تاکہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کے رب کو دیکھوں۔

دنیا کی بے ثباتی :

جب فرعون کی گفتگو ختم ہوئی تو مردِ مومن بول پڑا وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ اور کہا اس شخص نے جو ایمان لا چکا تھا يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اے میری قوم میری پیروی کرو اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ۔ رشاد کا معنیٰ بھلائی۔ میں تمہاری راہنمائی کرتا ہوں بھلائی کے راستے کی۔ فرعون نے جو تمہیں کہا ہے کہ میں تمہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہوں اس نے

غلط کہا ہے وہ راستہ صحیح نہیں ہے صحیح راستہ یہ ہے یٰقَوْمِ اے میری قوم اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ پختہ بات ہے کہ یہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا سامان ہے۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اے میری قوم وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ اور بے شک آخرت ہی ٹھہرنے کا گھر ہے۔ اصل زندگی اور ہمیشہ کی زندگی آخرت کی ہے۔ دنیا کی زندگی پر مسحور نہ ہوں اس پر نہ مرو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اے میری قوم! مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً جس نے عمل کیا بُرا فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا پس اس کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس جیسا۔ اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۵۹ پارہ ۸ میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ”جو شخص لایا ایک نیکی پس اس کے لیے دس گنا اجر ہے وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا اور جو شخص لایا برائی پس نہیں بدلا دیا جائے گا مگر اس جیسا۔“ اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان دیکھو گناہ ایک کرے گا تو ایک ہی سمجھا جائے گا نیکی ایک کرے گا تو دس شمار ہوں گی۔ ایک دفعہ سبحان اللہ! کہا دس نیکیاں مل گئیں، ایک دفعہ کسی کو کہا السلام علیکم! تو دس نیکیاں مل گئیں اور اگر کسی کو گالی نکالتا ہے تو ایک گناہ ہوگا۔

پھر نیکی میں تفصیل ہے عام حالات میں نیکی ایک کی دس اور فی سبیل اللہ کی مد میں کرے گا تو ایک کا بدلہ کم از کم سات سو ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۱ میں ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ”اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے یعنی سات سو سے زیادہ کر دے جس کے لیے چاہے۔ پھر فی سبیل اللہ کی بہت ساری مدیں ہیں علم دین حاصل کرنا مثلاً: آپ اپنے گھر سے اس نیت کے ساتھ چلے کہ درس قرآن سننا ہے تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ہیں آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اسی طرح دین کی تبلیغ کے لیے چلے ہیں تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی۔

جہاد کے لیے جا رہے ہیں ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی۔ حج کا سفر بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔

تو فرمایا جس نے عمل کیا برا تو اس کو اس جیسا بدلہ دیا جائے گا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا اور جس نے عمل کیا اچھا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وہ مرد ہو یا عورت وَهُوَ مُؤْمِنٌ اس حال میں کہ وہ مومن ہو کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل عمل نہیں ہے۔

قبولیتِ عمل کی شرائط :

عمل کے قبول ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں :

① ...... ایمان ② ...... اخلاص ③ ...... اور اتباعِ سنت

ان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ پس یہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ رزق دیا جائے گا ان کو جنت میں بغیر حساب کے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک ایک جنتی سو سو آدمیوں کے برابر کھائے گا اور بڑی عجیب بات ہے لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ ''نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ۔'' بخاری شریف کی روایت ہے۔ سوال کیا گیا حضرت! وہ کھانا کہاں جائے گا؟ فرمایا ڈکار کے ساتھ کھانا ہضم ہو جائے گا۔

مردِ مومن نے کہا وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اور اے میری قوم مجھے کیا ہو گیا ہے اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں نجات کی طرف وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ اور تم مجھے دعوت دیتے ہو آگ کی طرف۔ وہ اس طرح کہ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں کفر کروں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کہ اس کے احکام کو نہ مانوں۔ خدا، پیغمبر اور معجزات کو نہ مانوں وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ اور میں

شریک ٹھہراؤں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس چیز کو جس کا مجھے علم نہیں ہے۔ اے میری قوم! ذرا سوچو غور کرو میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم آگ کی طرف دعوت دیتے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتا ہوں اور تم شرک کی دعوت دیتے ہو وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اس ذات کی طرف جو غالب ہے بخشنے والا ہے۔ ضابطے کے مطابق لَا جَرَمَ کا معنیٰ ہے ضرور بالضرور، لامحالہ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ بے شک وہ چیز جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ نہیں ہے اس کی دعوت دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ نہ دنیا میں دعوت قبول کر سکتا ہے نہ آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کون ہے جو دعاؤں کو قبول کرے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ [النمل: ٦٢] ''بھلا کون ہے جو مجبور اور بے کس کی دعا کو قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور دور کرتا ہے تکلیف کو۔'' اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی دوسری ذات نہیں ہے جو دعا قبول کرے اور کسی کا کام بنا سکے۔ دنیا اور آخرت میں اگر یہ اختیارات حاصل ہوتے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو حاصل ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے بلند مقام آپ ﷺ کا ہے۔ یہ ہر مسلمان کا بنیادی اور ٹھوس عقیدہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کروایا قُلْ ''آپ ان کو کہہ دیں لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] ''میں نہیں ہوں مالک تمہارے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا۔'' اور یہ بھی اعلان کروایا قُلْ ''آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [سورۃ الاعراف] ''میں اپنے نفس کے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔'' جب آنحضرت ﷺ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کسی کی کیا

حیثیت ہے؟ کیا کوئی ولی، پیر، شہید آپ ﷺ سے بڑھ سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔

تو فرمایا کہ تم ان کو پکارتے ہو جن کے لیے پکار نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ اور بے شک ہمارا پھر جانا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ مَرَدَّ ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے جس کا معنٰی ہے لوٹنے کی جگہ اور مصدر میمی بھی بن سکتا ہے پھر معنٰی ہو گا لوٹنا۔ ہمارے لوٹنے کی جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، ہمارا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اور اے میری قوم سن لو! وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ اور بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ تعالیٰ کی حدوں کو پھلانگنے والے ہی دوزخی ہیں۔ اے میری قوم! جو باتیں میں کہہ رہا ہوں ان کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سنو اور سمجھو فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ پس تاکید تم یاد کرو گے جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ یہ سب تمہارے سامنے آئیں گی بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے دوزخ بھی سامنے وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے بندوں کو۔

مردِ مومن کی حفاظت :

یہاں پر تفسیروں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ رجل مومن نے حق بیان کر دیا دربار کا وقت ختم ہو گیا۔ وزیر مشیر اور عملہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے لیکن مردِ مومن کی تقریر سے فرعون کی نیند حرام ہو گئی۔ ایک تو اس لیے کہ چچازاد بھائی ہے دوسرا یہ کہ کسی بڑے عہدے پر فائز تھا۔ وزیر داخلہ تھا یا کوئی اور عہدہ۔ اور اس کی باتوں کا فرعون کے پاس جواب بھی کوئی نہیں تھا۔ مردِ مومن نے وہاں سے اٹھ کر جنگل کا رخ کیا۔ اس کو علم تھا کہ اب اس خبیث نے کیا کرنا ہے۔ فرعون نے ہنگامی اجلاس طلب کر لیا اور حزقیل کے متعلق رائے

لی کہ اس کے متعلق کیا کرنا چاہیے؟ کہنے لگا میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کر دینا چاہیے اگر چہ وہ میرے چچا کا لڑکا ہے مگر اب وہ ملک وقوم کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے۔ سب نے فرعون کی ہاں میں ہاں ملائی کہ مزاج کو جانتے تھے کہ فرعون جو بات کرتا ہے اس کو کر کے چھوڑتا ہے۔ چنانچہ فرعون نے ایک ایک ہزار فوجی جوان روانہ کیا کہ اس کو تلاش کر و اور جہاں ملے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ تفسیر صاوی وغیرہ میں آتا ہے کہ مرد مومن نے جنگل میں ڈیرہ لگایا۔ جب یہ فوجی وہاں پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ بنی اسرائیل کے لیے دو نمازیں تھیں ہمارے لیے پانچ ہیں اور اس کے ارد گرد شیر چیتے اور بھیڑیے پہرہ دے رہے تھے۔ جس وقت یہ فوج قریب گئی تو شیر، چیتوں اور بھیڑیوں نے ان کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا اور جو بھاگ کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے جب فرعون کے پاس پہنچے تو اس نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دو انہوں نے میرا حکم کیوں نہیں مانا خالی واپس کیوں آ گئے ہیں۔ وہ مرد مومن اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں تھا یہ کیسے گرفتار کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَوَقٰـهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا پس بچا لیا اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن کو ان کی بُری تدبیروں سے جو انہوں نے کیں کہ اس کو گرفتار کر کے قتل کر دو وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ اور گھیر لیا فرعونیوں کو بُرے عذاب نے۔ بحر قلزم میں ان کو اللہ تعالیٰ نے غرق کیا۔ فرعون، ہامان اور ان کی فوجوں کو۔ باقی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز

****

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫
اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ
فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ
اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا
اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ
فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ
الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا
بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا
لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ
الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ
وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا آگ ہے ان کو پیش کیا جائے گا اس پر غُدُوًّا پہلے پہر وَّعَشِيًّا اور پچھلے پہر وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی (اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے) اَدْخِلُوْٓا داخل کرو اٰلَ فِرْعَوْنَ فرعونیوں کو اَشَدَّ الْعَذَابِ سخت عذاب میں وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ اور جس وقت آپس میں جھگڑا کریں گے فِي النَّارِ دوزخ میں فَيَقُوْلُ پس کہیں گے الضُّعَفٰٓؤُا کمزور لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو اسْتَكْبَرُوْا

جنہوں نے تکبر کیا اِنَّا كُنَّا بے شک ہم لَكُمْ تَبَعًا تمہارے تابع تھے
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ پس کیا تم کفایت کر سکتے ہو عَنَّا ہماری طرف سے
نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ آگ کے ایک حصے کی قَالَ الَّذِيْنَ کہیں گے وہ لوگ
اسْتَكْبَرُوْٓا جنہوں نے تکبر کیا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ بے شک ہم سب اس میں
پڑے ہوئے ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ
فیصلہ کیا ہے بندوں کے درمیان وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہیں گے وہ لوگ فِي
النَّارِ جو دوزخ میں ہوں گے لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ دوزخ کے داروغوں کو
ادْعُوْا رَبَّكُمْ پکارو اپنے رب کو يُخَفِّفْ عَنَّا کہ تخفیف کر دے ہم سے
يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ایک دن عذاب سے قَالُوْٓا وہ کہیں گے اَوَلَمْ تَكُ
تَاْتِيْكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رُسُلُكُمْ تمہارے رسول
بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر قَالُوْا وہ کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں آئے
تھے قَالُوْا وہ کہیں گے فَادْعُوْا پس تم خود ہی دعا کرو وَمَا دُعٰٓؤُا
الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر خسارے میں اِنَّا
لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا بے شک ہم البتہ ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی
زندگی میں وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ يَوْمَ لَا
يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ جس دن نفع نہیں دے گا ظالموں کو مَعْذِرَتُهُمْ ان کا

معذرت کرنا وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ اوران کے لیےلعنت ہوگی وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اوران کے لیے بُرا گھر ہوگا۔

اس سے پہلے مردمومن جوفرعون کا چچازاد بھائی تھااس کااورفرعون کے مکالمے کا ذکر تھا۔آخر میں مردمومن نے کہا کہ میری باتیں تم یاد کروگےاور میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس کوفرعونیوں کے شر سے بچالیااورفرعونیوں کو بُرے عذاب نے گھیرلیا۔وہ عذاب کیا تھا؟

فرعونیوں کاانجام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا آگ ہےجس پروہ پیش کیے جاتے ہیں غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا پہلے پہراور پچھلے پہریعنی صبح شام آگ میں ہیں صبح سے لےکرشام تک اورشام سے لےکرصبح تک عذاب میں ہیں بظاہرتو فرعون اوراس کا وزیر اعظم ہامان اوراس کا سارالشکر بحرقلزم میں غرق ہوالیکن حقیقت میں سیدھے دوزخ میں گئےاس سےعذابِ قبر کااثبات ہوتا ہے کیونکہ آخرت کےعذاب کاذکرآگے آرہا ہے وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اورجس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ فرشتوں کوحکم دیں گے اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ داخل کروفرعونیوں کوسخت عذاب میں تو قیامت کا عذاب علیحدہ ہےاورمرنے کے بعد جوعذاب ہےاسی کوقبر برزخ کاعذاب کہتے ہیں۔ مرنے والاجہاں بھی ہوچاہےاس کومچھلیاں کھاگئی ہوں،درندے کھاگئے ہوں،دفن کردیا گیاہو،آگ میں جلادیا گیاہواگروہ سزایافتہ ہےتواس کوعذاب ضرورہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دفن کردینے کے بعداگروہ کافرہےتو پہلے اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھولی جاتی ہےوہ اس کودیکھ کرخوش ہوتا ہے کہ میرے لیے جنت کی

کھڑکی کھولی گئی ہے حالانکہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اگر مومن ہوتے تو یہ ٹھکانا تھا۔ پھر فوراً حکم ہوتا ہے کہ اب دوزخ کی کھڑکی کھول دو اور کہا جاتا ہے کہ اب تمہارا یہ ٹھکانا ہے۔ اگر مومن ہوتا ہے تو اس کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھولی جاتی ہے تاکہ اس کو علم ہو جائے کہ اگر ایمان نہ ہوتا تو یہ ٹھکانا تھا۔ پھر فوراً جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے کہ اب تمہارا یہ ٹھکانا ہے۔ تو مرنے کے بعد عذاب ثواب شروع ہو جاتا ہے اور قیامت تک رہتا ہے۔

تابع و متبوع کا جھگڑا :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب آپس میں جھگڑا کریں گے دوزخ میں فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا پس کہیں گے کمزور لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا ان کو جنہوں نے تکبر کیا۔ یوں سمجھو کہ چھوٹے بڑوں کو کہیں گے، شاگرد استادوں کو کہیں گے، مرید پیروں کو کہیں گے، کارکن لیڈروں کو کہیں گے، رعایا اپنے سرداروں کو کہے گی اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا۔ تَبَعًا تَابِعٌ کی جمع ہے۔ بے شک ہم تمہارے تابع تھے تو تمہارے پیچھے لگ کر ہم نے یہ کاروائیاں کیں فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ پس کیا تم کفایت کر سکتے ہو ہماری طرف سے آگ کے ایک حصے کی۔ دنیا میں تم نے ہمیں اپنے ساتھ ملایا تھا آج ہماری کچھ مدد کرو کہ ہم دوزخ میں نہ جائیں قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے تکبر کیا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے اقتدار والے اِنَّا کُلٌّ فِیْھَآ بے شک ہم سب اس میں پڑے ہوئے ہیں تمہیں کیسے رہا کرائیں۔ اور سورہ سبا آیت نمبر ۳۲ پارہ ۲۲ میں ہے کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے تکبر کیا ان لوگوں سے جو کمزور ہیں اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْھُدٰی ''کیا ہم نے تمہیں روکا تھا ہدایت سے بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ بعد اس کے کہ جب آ گئی تمہارے

پاس بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِيْنَ بلکہ تم خود مجرم تھے۔'' اور کہیں گے کمزور لوگ ان کو جنہوں نے تکبر کیا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ''بلکہ رات دن کے فریب میں تم ہمیں گمراہ کرتے تھے اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ جب تم حکم دیتے تھے ہمیں کہ ہم کفر کریں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وَ نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا اور بنائیں ہم اس کے لیے شریک۔'' یہ باتیں تم بھول گئے۔ دن رات جلسے کر کے اجتماع کر کے یہی سبق تو ہمیں دیتے تھے آج کہتے ہو کہ ہم نے تمہیں گمراہ نہیں کیا۔ آج تم کیسے بری الذمہ ہو گئے۔ تو یہ جھگڑا آپس میں کریں گے دوزخ کے اندر۔ تو وڈیرے کہیں گے بے شک ہم سب دوزخ میں پڑے ہیں ہم کیا کر سکتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ بے شک اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اپنے بندوں کے درمیان۔ لہٰذا اب تم بھی بھگتو اور ہم بھی بھگت رہے ہیں۔ جب ایک دوسرے کی امداد نہیں کر سکیں گے اور بے بس ہوں گے تو وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ اور کہیں گے وہ لوگ جو دوزخ میں ہوں گے لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ۔ خَزَنَة خازن کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے نگران پہرے دار، جہنم کے پہرے دار فرشتے۔ سورہ مدثر پارہ ۲۹ میں ہے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ''مقرر ہیں اس پر انیس فرشتے۔'' یہ بڑے بڑے عہدوں والے ان کے نیچے ہزاروں کی تعداد میں فرشتے ہوں گے ان انیس فرشتوں کے انچارج کا نام ہے مالک علیہ السلام۔ تو یہ سب دوزخی مل جل کر جہنم کے داروغوں سے کہیں گے ادْعُوْا رَبَّكُمْ پکارو اپنے رب کو۔ اپنے رب سے دعا کرو يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ وہ تخفیف کر دے ہم سے ایک دن کے عذاب کی تاکہ ہم سانس لے سکیں۔ اس سے پہلے خود بھی دعا کریں گے اور رب تعالیٰ کو کہیں گے اے رب ہمارے ہمیں نکال دے یہاں سے۔ پھر اگر ہم لوٹ کر ایسی بات کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ ہزار سال تک دعا کرتے رہیں گے۔ ہزار سال کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِخْسَـُٔوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ [المومنون:۱۰۸] ''ذلیل ہوکر یہاں دوزخ میں ہی پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' میرے سے کچھ نہ مانگو۔ جب خود مانگنے میں ناکام ہو جائیں گے تو پھر جہنم کے دروغوں کو کہیں گے کہ اپنے رب سے کہو کہ ایک دن کے عذاب کی ہم سے تخفیف ہو جائے جیسے محنت مزدوری کرنے والے لوگ چھٹی والے دن قدرے خوش ہوتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ سکھ ہوا نیند کی کمی پوری کرلیں سودا سلف خرید لیں گے تھکاوٹ دور کرلیں گے لیکن ان کو تخفیف حاصل نہیں ہوگی۔ سورۃ سبا میں ہے فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا ''اب تم اس عذاب کا مزہ چکھو پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لیے مگر عذاب۔ مثلاً: کل جتنا عذاب تھا آج اس سے زیادہ ہوگا اس سے اگلے دن اور تیز ہوگا۔ جنت والوں کے لیے خوشیوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور دوزخیوں کے لیے عذاب میں تو جب فرشتوں سے تخفیف عذاب کا کہیں گے قَالُوْٓا فرشتے کہیں گے اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس تمہارے رسول بِالْبَیِّنٰتِ واضح دلائل لے کر۔ پیغمبر کے نائب تمہارے پاس نہیں پہنچے قَالُوْا بَلٰی دوزخی کہیں گے کیوں نہیں آئے تھے پیغمبر بھی آئے تھے اور ان کے نائبین بھی آئے تھے انہوں نے ہمیں حق سنایا اور بتلایا اور سمجھایا تھا لیکن غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ [المومن:۱۰۶] ''ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔'' قَالُوْا فرشتے کہیں گے فَادْعُوْا پس تم خود دعا کرو۔ ہم نے تمہارے لیے دعا کرکے رب کو ناراض نہیں کرنا خود اپنی درخواست پیش کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر خسارے میں۔ ان کو دعا

کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ جب ہر طرف سے ناکام ہو جائیں گے تو پھر ابلیس کے پاس جائیں گے اور کہیں گے دنیا میں تو ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتا تھا اب ہمارے لیے کچھ کر تو نے ہمارے سے شرک کرایا، غلط کاریاں کرائیں۔ شیطان جواب دے گا مَا کَانَ لِیَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ ''میرا تمہارے اوپر کوئی زور نہیں تھا اِلَّاۤ اَنۡ دَعَوۡتُکُمۡ فَاسۡتَجَبۡتُمۡ لِیۡ مگر میں نے تمہیں دعوت دی تم نے میری بات قبول کر لی فَلَا تَلُوۡمُوۡنِیۡ وَلُوۡمُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ پس مجھے ملامت نہ کرو ملامت کرو اپنی جانوں کو مَاۤ اَنَا بِمُصۡرِخِکُمۡ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُصۡرِخِیَّ [ابراہیم: ۲۲] ''نہ میں تمہیں چھڑا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو۔'' تو کہیں سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کاش! کہ آج دنیا میں سمجھ جائیں۔ اس سے پہلے بیان ہوا ہے کہ فرعون اور اس کے حواریوں نے موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہارون علیہ السلام کے خلاف مردِ مومن کے خلاف بڑے منصوبے بنائے، اللہ تعالیٰ نے سارے ناکام کیے۔

نصرتِ خداوندی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا بے شک البتہ ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا دنیا کی زندگی میں۔ وہ مدد چاہے پہلے مرحلے میں ہو جائے یا آخری مرحلے میں۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی نصرت ضرور فرماتے ہیں۔ مثلاً: احد کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد فرمائی۔ بعد میں اپنی غلطی کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے بعد پھر دشمن ہی بھاگا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا تعاقب کیا اور وہ پیغمبر جن کو جہاد کا حکم تھا ان کی مدد اور دشمن کی ناکامی تو عیاں ہے اور جن پر جہاد فرض نہیں تھا ان کو اگرچہ تکالیف پہنچی حتی کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید بھی کر دیا گیا جیسے زکریا علیہ السلام

یحییٰ علیہ السلام۔ تو ان کی نصرت اس معنٰی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مخالفین سے ضرور انتقام لیا ہے نیست ونابود کیا ہے اور پیغمبروں کے مشن کو دنیا میں جاری رکھا۔ یہی ان کی نصرت اور پھر کامیابی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پرستوں کی قربانیوں کو ضائع نہیں کرتا خواہ درمیان میں کتنے ہی اتار چڑھاؤ کیوں نہ آئیں مگر مشن انہی کا کامیاب ہوتا ہے اور آخرت میں تو ان کی کامیابی یقینی ہے۔ فرمایا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ۔ اشہاد شاهد کی جمع ہے۔ جب قیامت والے دن گواہ کھڑے ہوں گے اس وقت بھی مدد کریں گے۔ وہ گواہ خود پیغمبر بھی ہوں اور مومن بھی ہوں گے، ہاتھ پاؤں بھی گواہی دیں گے جیسا کہ سورہ یٰسین میں موجود ہے اور دوسرے اعضاء بھی گواہی دیں گے جیسا کہ سورہ حٰم سجدہ میں اور لوگ کہیں گے اپنی کھالوں سے لِمَ شَهِدۡتُّمۡ عَلَيۡنَا "تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَنۡطَقَ كُلَّ شَیۡءٍ "وہ کہیں گے کہ ہمیں بلوایا ہے اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے" ہمارا کیا اختیار ہے۔

تو جس دن گواہ کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ اس دن بھی پیغمبروں کو اور مومنوں کو کامیابی نصیب فرمائے گا یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ الظّٰلِمِیۡنَ مَعۡذِرَتُهُمۡ جس دن فائدہ نہیں دے گا ظالموں کو ان کا معذرت کرنا۔ مختلف بہانے کریں گے۔ کبھی کہیں گے اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِیۡلَا [الاحزاب: ۶۷] "بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور بڑوں کی۔" "تو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔" کبھی کہیں گے لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ [سورۃ الملک] "کاش کہ ہم سنتے اور سمجھتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے۔" کبھی کہیں گے ہم نے تو شرک کیا ہی نہیں ویسے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے وَلَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَهٗ [سورۃ القیامۃ] اگرچہ وہ

اپنے کتنے ہی حیلے بہانے کریں لیکن ان کا کوئی بہانہ ان کو فائدہ نہیں دے گا۔ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ اوران کے لیے لعنت ہوگی وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اوران کے لیے بُرا گھر ہوگا۔ دوزخ سے بُرا گھر کون سا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

❋❋❋❋

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا
بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ
بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِىْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ
بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٥٦﴾ لَخَلْقُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِىْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾
اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ ع

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اٰتَيْنَا مُوْسَى دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو الْهُدٰى ہدایت وَاَوْرَثْنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ اور ہم نے وارث بنایا بنی اسرائیل کو کتاب کا هُدًى جو ہدایت تھی وَّذِكْرٰى اور نصیحت تھی لِاُولِى الْاَلْبَابِ عقل مندوں کے لیے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ اور معافی مانگیں اپنی لغزش کے لیے وَسَبِّحْ اور تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے

رب کی حمد کے ساتھ بِالْعَشِيِّ پچھلے پہر وَالْاِبْكَارِ اور پہلے پہر اِنَّ
الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُجَادِلُوْنَ جھگڑا کرتے ہیں فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ
تعالیٰ کی آیتوں میں بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ بغیر کسی دلیل کے اَتٰىهُمْ جو ان کے
پاس آئی ہو اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ نہیں ہے ان کے سینوں میں اِلَّا كِبْرٌ
مگر تکبر مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ نہیں ہیں وہ اس تک پہنچنے والے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
پس آپ اللہ تعالیٰ سے پناہ لیں اِنَّهٗ بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہی هُوَ السَّمِيْعُ
الْبَصِيْرُ وہی سننے والا دیکھنے والا ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ البتہ
پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اَكْبَرُ بہت بڑا ہے مِنْ خَلْقِ النَّاسِ
لوگوں کے پیدا کرنے سے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لیکن اکثر لوگ لَا
يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اور نہیں ہے برابر
اندھا اور دیکھنے والا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَلَا الْمُسِيْٓءُ اور نہ برے کام کرنے والا
قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ
بے شک قیامت البتہ آنے والی ہے لَّا رَيْبَ فِيْهَا کوئی شک نہیں ہے اس
میں وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے وَ
قَالَ رَبُّكُمُ اور فرمایا تمہارے رب نے ادْعُوْنِيْٓ پکارو مجھے اَسْتَجِبْ
لَكُمْ میں قبول کرتا تمہاری دعاؤں کو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ

یَسْتَكْبِرُوْنَ جوتکبر کرتے ہیں عَنْ عِبَادَتِیْ میری عبادت سے سَیَدْخُلُوْنَ عنقریب داخل ہوں گے جَهَنَّمَ جہنم میں دٰخِرِیْنَ ذلیل ہوکر۔

فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل اب آزاد قوم تھی۔ ان کو قانون اور دستور کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو تورات عطا فرمائی۔ آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات بڑی بلند مرتبے والی کتاب تھی۔ لیکن اس وقت قطعیت کے ساتھ نہیں بتلایا جا سکتا کہ تورات اپنی اصلی شکل میں کسی جگہ موجود ہے کیونکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اس میں بڑی گڑبڑ کی ہے تحریف کی ہے۔ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن پاک کو یہ شرف حاصل ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود اپنی اصل شکل میں موجود ہے زیر زبر کا بھی فرق اس میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس امت نے یہ ڈیوٹی ادا کی ہے۔

علمی میراث :

تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت والی کتاب تورات وَاَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ اور وارث بنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اور علم کی بھی وراثت ہوتی ہے وراثت صرف مال کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے وارث بنایا بنی اسرائیل کو کتاب کا۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَّلَا دِیْنَارًا ''درہم دینار کے وارث نہیں بناتے۔'' انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت سونے چاندی کے سکے نہیں ہوتی اِنَّمَا وَرَّثُوْا الْعِلْمَ ''وہ علم کا وارث

بناتے ہیں فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ''جس نے صحیح علم حاصل کیا اس نے پیغمبروں کی وراثت کا وافر حصہ لیا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا ھُدًی ہدایت تھی وَّذِکْرٰی اور نصیحت والی کتاب تھی لِاُولِی الْاَلْبَابِ عقل مندوں کے لیے۔ کیونکہ آسمانی کتاب انہی لوگوں کے لیے ہدایت بنتی ہے جن کی عقل صحیح ہو۔ اور اوٹ پٹانگ عقل والے کبھی آسمانی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرعون کا قصہ تم نے سن لیا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کیا کیا تکلیفیں پہنچائیں لہٰذا فَاصْبِرْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان کافروں کی اذیت پر صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کا حق ہے۔ ساری حقیقت قیامت والے دن کھل جائے گی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ اور بخشش طلب کر اپنی لغزش کے لیے۔

اجتہادی غلطی پر تنبیہ مع شان نزول :

پیغمبر کی لغزش کو ذنب، گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ بڑوں کی چھوٹی بات بھی بڑی ہوتی ہے کیونکہ پیغمبر کا مقام بہت بلند ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے:

؎ نزدیکاں رابیش بود حیرانی

جس کا جتنا مقام بلند ہوتا ہے اس پر پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ تو یہاں لغزش کو ذنب کہا گیا ہے۔ باقی پیغمبر معصوم ہوتا ہے۔ اہل حق کا یہ مذہب ہے عقیدہ اور نظریہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ البتہ اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے لغزش ہو سکتی ہے اس لغزش کو بھی بڑا سمجھا جاتا ہے۔ مرتبے کے بلند ہونے کی وجہ سے۔ مثلاً: ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکوں کا ایک بڑا وفد آیا اور کہا کہ ہم آپ کی گفتگو سننا

چاہتے ہیں اس شرط پر کہ آپ کے پاس یہ جو غریب اور غلام قسم کے لوگ بیٹھے ہیں ان کو مجلس سے اٹھا دیں کیونکہ سردار اور رئیس لوگ ہیں ہمارا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ ان کمزوروں کے ساتھ بیٹھ کر آپ کی گفتگو سنیں۔ آنحضرت ﷺ کے دل مبارک میں خیال آیا کہ میں ان لوگوں کو تلاش کرتا پھرتا ہوں آج یہ خود آ گئے ہیں چلو تھوڑے وقت کے لیے میں اپنے صحابہ کو مجلس سے اٹھا کر ان کو حق سنا دوں تا کہ ان کو بات سمجھ آ جائے۔ بڑی اچھی نیت تھی اور اس کا آپ ﷺ کو حق بھی تھا۔ فقہی طور پر استاد کو حق ہے کہ شاگرد کو مجلس سے اٹھا دے، پیر کو حق ہے کہ مرید کو مجلس سے نکال دے، باپ کو حق ہے کہ بیٹے کو اپنی مجلس سے اٹھا دے، ہر بڑے کو حق ہے کہ ماتحت کو کسی مصلحت کے لیے مجلس سے اٹھا دے اور آنحضرت ﷺ کا حق تو بہت زیادہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حقارت کی وجہ سے مجلس سے نہیں اٹھانا تھا بلکہ سرداروں کو حق سنانے کے لیے اٹھانا تھا۔

اب کافر اس بات کے منتظر تھے کہ یہ ابھی اپنے ساتھیوں کو اٹھائیں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتظر تھے کہ آپ ﷺ ہمیں حکم دیں تو ہم اٹھ کھڑے ہوں۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ [الانعام: ۵۲] ''اور آپ نہ نکالیں ان لوگوں کو (اپنی مجلس سے) جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام اور وہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا۔'' آخر میں فرمایا فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ''پس اگر آپ نے ان کو مجلس سے نکالا تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔'' تو یہ ظالموں میں شمار ہونے کا لفظ آپ ﷺ کے مرتبہ کی وجہ سے استعمال ہوا ہے چونکہ آپ ﷺ کا مرتبہ بہت بلند تھا اس لیے اس قسم کی لغزش پر معافی مانگنے کا حکم ہوا ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک ایک مجلس میں سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ اور پورا اِستِغفَار اس طرح ہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اور مختصر جملہ ہے استغفر اللہ۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ پچھلے پہر اور پہلے پہر۔ سورج کے ڈھلنے کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک یہ سارا وقت عشی کہلاتا ہے اور صبح صادق کے بعد جب روشنی شروع ہو جاتی ہے اس وقت سے لے کر زوال تک یہ ابکار اور بکرہ کہلاتا ہے۔ تسبیح ہے سبحان اللہ و بحمدہ۔ مسلم شریف میں روایت ہے اَفْضَلُ الْكَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اس کو افضل الکلام کہا گیا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی سلبی صفات بھی آ جاتی ہیں اور ایجابی صفات بھی آ جاتی ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کشادہ فرما دیتے ہیں۔

اہل حق کے مٹانے کے منصوبے :

فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بے شک وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں۔ کوئی توحید کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے کوئی رسالت اور قیامت کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ بغیر کسی سند اور دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ اِلَّا كِبْرٌ۔ ان نفی کا ہے۔ نہیں ہے ان کے سینے میں مگر تکبر۔ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْہِ نہیں ہیں وہ تکبر کی حد تک پہنچ سکتے۔ یہ اپنے آپ کو جتنا بڑا سمجھیں خدا کے ہاں ذلیل ہو کر رہیں گے اور اسلام کو مٹانے اور اہل حق کو مٹانے کے جتنے بھی

منصوبے بنائیں ان کے منصوبے کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس وقت مغربی قوتیں مسلمانوں کے جہاد سے بڑی خوف زدہ ہیں باوجود اس کے کہ مادی قوت ان کے پاس زیادہ ہے اسلحہ ان کے پاس زیادہ ہے مگر کلمہ حق کی وجہ سے ان کو پسو پڑے ہوئے ہیں کہ مسلمان مختلف جگہوں میں جہاد کے نام پر گھس جاتے ہیں اور اسلام کے لیے لڑتے ہیں۔ ان کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔ الحمدللہ! ہم بنیاد پرست ہیں اور بنیاد پرستی پر ہمیں فخر ہے ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر بنیاد پرستی نہیں چھوڑنی۔ کہو ٹھیک ہے ہم بنیاد پرست ہیں۔ عموماً بنیاد پرست عقیدے کے پکے ہوتے ہیں۔ ہماری بنیاد بہت مضبوط ہے، عقائد بڑے اٹل ہیں۔ یہ تو فخر کی بات ہے باطل قوتیں خصوصاً امریکہ پاکستان میں مدارس بند کرانے کے درپے ہیں کہ یہی بنیاد پرستی کی پنیری ہیں اور اس پر لباس چڑھایا فرقہ واریت کا (اور اب دہشت گردی کا الزام لگا رہے ہیں یہ سب بہانے ہیں مدارس کو بند کرنے کے) اور مختلف منصوبے بناتے رہتے ہیں لیکن یاد رکھنا! ان کی شرارتوں اور خباثتوں سے اسلام نہیں مٹ سکتا یہ خود مٹ جائیں گے ان کی حکومتیں اور اقتدار ختم ہو جائیں گے اسلام اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ [سورۃ صف] "اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔" کافر مشرک اس کو ناپسند بھی کریں اللہ تعالیٰ اپنے دین کو برقرار رکھے گا اور چمکائے گا۔

تو فرمایا ان کے دلوں میں تکبر ہے جس کو یہ پہنچ نہیں سکتے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ پس اے مخاطب اللہ تعالیٰ سے پناہ لے۔ اللہ تعالیٰ پناہ دینے والا ہے اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم "میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود کے شر سے۔" اِنَّهٗ هُوَ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

منکرین قیامت کو سمجھانا :

آگے اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کو سمجھایا ہے جو کہتے ہیں ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ ۢ بَعِيْدٌ [سورۃ ق] ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ بہت بڑا ہے لوگوں کے پیدا کرنے سے۔ آسمانوں اور زمین کے وجود کی نسبت انسان کے وجود کی کیا حیثیت ہے۔ یہ تو تمہارے علم میں ہے کہ سات آسمانوں اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اس ذات کے لیے اس چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

اخبارات میں آتا ہے کہ جب سورج گرہن ہوتا ہے تو سائنس دان اس علاقے جاتے ہیں جائزہ لینے کے لیے کہ اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ ان بے چاروں کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قوت کا چھوٹا سا کرشمہ ہے۔ تو فرمایا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا بہت بڑا ہے انسانوں کے پیدا کرنے سے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے نہیں سمجھتے کہ جو رب آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہ انسان کو دوبارہ پیدا کر سکتا ہے وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اور نہیں ہے برابر اندھا اور دیکھنے والا۔ جس طرح اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہیں اسی طرح موحد اور مشرک بھی برابر نہیں ہیں مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہیں، سنت پر چلنے والا اور بدعتی بھی برابر نہیں ہیں، سچا اور جھوٹا برابر نہیں ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل

کیے اچھے وہ وَلَا الْمُسِیٓءُ اور نہ بدکار برابر ہیں۔ ایک آدمی ایمان کے ساتھ نیک عمل کرنے والا ہے اور دوسری طرف وہ ہے جو برائیوں میں ڈوبا ہوا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہیں رات اور دن برابر نہیں ہیں قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ سمجھنے کے لیے تو اتنی بات ہی کافی ہے کہ جو رب آسمانوں اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ تمہیں بھی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے مگر تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ بے شک البتہ قیامت آنے والی ہے لَّا رَیْبَ فِیْهَا اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیوں قائم کرے گا؟ تاکہ حق اور باطل کا فرق ہو جائے، مومن اور کافر کا فرق ہو جائے، نیک اور بد کا فرق ہو جائے۔ دنیا کی عدالتوں میں تو بسا اوقات جھوٹے بھی سچے ہو جاتے ہیں اور دنیا میں کتنے اللہ تعالیٰ کے مومن اور نیک بندے ہیں کہ ان کو سیر ہو کر کھانا نہیں ملا، سکھ نصیب نہیں ہوا اور کتنے غنڈے اور بدمعاش ایسے ہیں کہ انہوں نے ساری زندگی بدمعاشی میں گزاری مگر ان کو پوری سزا نہیں ملی۔ اگر انصاف نہ قائم کیا جائے نیکوں کو نیکی کا صلہ نہ ملے اور بروں کو برائی کا بدلہ نہ ملے تو پھر تو اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر نگری ہوئی۔ حالانکہ وہ تو اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ہے۔ [سورۃ تین: پارہ ۳۰]

لہٰذا بغیر کسی شک شبہ کے قیامت قائم ہوگی اور ہر ایک کے ساتھ انصاف ہوگا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ آج بھی اکثریت توحید و رسالت اور قیامت کی منکر ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہمیشہ تھوڑے ہوئے ہیں لہٰذا قلت کی وجہ سے بدگمانی نہ کرو اور سمجھو کہ حق والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں وَقَالَ رَبُّكُمُ اور فرمایا تمہارے رب نے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ تم

مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو دعا کو قبول کرتا ہوں۔ میں ہی تمہارا حاجت روا اور مشکل کشا ہوں، فریادرس اور دست گیر ہوں میرے سوا کسی کو نہ پکارو۔ مگر یہاں تو ظالم لوگ زور لگا لگا کر کہتے ہیں:

؂ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دست گیر

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امداد کا کیا معنٰی؟ غیر اللہ کو نافع اور ضار سمجھنا شرک کا بہت بڑا ستون ہے۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں ہے کوئی ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔

فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ بے شک وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ عِبَادَتِیْ کا معنٰی ہے دُعَاءِیْ تکبر کرتے ہیں، مجھ سے نہیں مانگتے، مجھے نہیں پکارتے۔ نسائی شریف میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ ''جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔'' اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ہمارے بچے بچیاں ہمارے بجائے محلے میں جا کر کسی سے مانگیں کہ مجھے یہ چیز دو مجھے وہ چیز دو۔ تو کوئی غیرت مند یہ چیز گوارہ کرتا ہے بلکہ وہ پٹائی کرے گا کہ میرے ہوتے ہوئے تم غیروں سے کیوں مانگتے ہو؟ ہم تم تو برداشت نہیں کرتے تو رب تعالیٰ کب برداشت کرتے ہیں کہ میرا بندہ میرے علاوہ کسی اور سے مانگے۔

تو فرمایا جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے، مجھ سے مانگنے سے سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ عنقریب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے ذلیل وخوار ہو کر۔

رب تعالیٰ کو مشکل کشا نہ ماننے والوں کے لیے اور دوسروں کو مشکل کشا، حاجت روا سمجھنے والوں کے لیے دوزخ اور ذلت ہے۔

❋❋❋❋

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ٘ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ٘ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًاۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع ۷ ۸ ۱۲

اَللّٰہُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ جس نے بنائی تمہارے لیے رات لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ تاکہ تم آرام حاصل کرو اس میں وَ النَّھَارَ مُبْصِرًا اور دن بنایا روشن اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ لَذُوْ فَضْلٍ

فضل کرنے والا ہے عَلَى النَّاسِ لوگوں پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ اور لیکن اکثر لوگ لَا يَشْكُرُوْنَ شکر ادا نہیں کرتے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا خالق ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر تم الٹے پھیرے جاتے ہو كَذٰلِكَ اسی طرح يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ الٹے پھیرے گئے وہ لوگ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا جس نے بنائی تمہارے لیے زمین ٹھہرنے کی جگہ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو چھت وَّصَوَّرَكُمْ اور اس نے تمہیں صورت بخشی فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ پس بہت اچھی صورت وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے هُوَ الْحَيُّ وہی زندہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی فَادْعُوْهُ پس تم اسی کو پکارو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین اور اعتقاد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ آپ کہہ دیں مجھے روکا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ کہ میں عبادت کروں ان کی تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کو

تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ جس وقت پہنچ چکے ہیں میرے پاس واضح دلائل مِنْ رَّبِّیْ میرے رب کی طرف سے وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اُسْلِمَ کہ میں فرماں برداری کروں لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام جہانوں کے پالنے والے کی ھُوَ الَّذِیْ وہ وہی ذات ہے خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا پھر نکالتا ہے تمہیں بچے کی شکل میں ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی قوت کو ثُمَّ لِتَکُوْنُوْا شُیُوْخًا پھر تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی اور بعضے تم میں سے وہ ہیں جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی اور تاکہ تم پہنچو ایک مقرر میعاد تک وَّلَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ اور تاکہ تم سمجھو ھُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وہ ذات ہے جو زندہ کرتی ہے وَیُمِیْتُ اور مارتی ہے فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا پس جس وقت وہ طے کرتا ہے کوئی معاملہ فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ پس پختہ بات ہے وہ کہتا ہے اس کو کُنْ ہو جا فَیَکُوْنُ پس وہ ہو جاتا ہے۔

اثباتِ توحید کے دلائل :

اس سے پہلے قیامت کا مسئلہ بیان ہوا ہے کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور آج کے رکوع میں توحید کا مسئلہ بیان ہوا ہے اور اس کے اثبات پر دلائل

ذکر کیے گئے ہیں۔

پہلی دلیل: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے رات کو لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ تاکہ تم اس میں آرام کرو سکون حاصل کرو۔ اس بات کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ رات کو جب آدمی سوتا ہے تو دن کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ تو یہ رات بنانے والا سکون دینے والا کون ہے؟ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور اللہ تعالیٰ نے دن کو روشن بنایا تاکہ تم دن کو اپنے کام کرسکو اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے، مہربانی کرنے والا ہے لوگوں پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ رات کی نیند اور سکون اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے اور دن کو حلال روزی کمانا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے اور جو شکر ادا کرتے ہیں ان میں سے اکثر شکر کا صحیح مفہوم نہیں سمجھتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ الحمد للہ! کہہ دینے کو اور شکراً اللہ کہہ دینے کو سمجھتے ہیں کہ ہم نے شکر ادا کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا صحیح شکر ادا نہیں ہوتا۔ شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ نماز ہے کہ نماز میں بندے کا ہر عضو خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ نماز میں ہاتھ باندھ کر قیام میں کھڑا ہے سجدے میں پاؤں گھٹنے، ہاتھ، پیشانی، ناک زمین پر لگی ہوئی ہے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہے۔ زبان سے سبحان ربی الاعلی، سبحان ربی العظیم پڑھ رہا ہے۔ انسان جب پانی پیتا ہے تو دو منٹ میں اس کا اثر پاؤں کے ناخنوں تک پہنچ جاتا ہے، خوراک کھاتا ہے تو اس کے ذریعے سارے بدن میں قوت آ جاتی ہے اور شکر کے لیے صرف دو تولے کی زبان ہلاتا ہے۔ تو شکر کا بہتر طریقہ نماز ہے۔

فرمایا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے تمہارا پالنے والا ہے خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کا خالق وہی ہے۔ جب خالق وہ ہے رب وہ ہے تو پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا۔ اس کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں ہے، نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق، نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریادرس، نہ کوئی اس کے سوا دست گیر فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کدھر تم الٹے پھیرے جاتے ہو۔ رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر تم مانتے کیوں نہیں ہو كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ اسی طرح الٹے پھیرے گئے حق سے وہ لوگ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ جو رب تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتے وہ حق سے پھیر دیئے جاتے ہیں۔

دوسری دلیل: اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا جس نے بنائی تمہارے لیے زمین ٹھہرنے کی جگہ۔ زمین پر تم خود ٹھہرتے ہو مکان بناتے ہو وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمان کو چھت بنایا وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں صورتیں اور شکلیں دیں اور اچھی شکلیں دیں۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۶ میں ہے هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ''اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو رحم مادر میں تمہاری تصویر کشی کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔'' اگرچہ بعض بدشکل بھی ہوتے ہیں مگر ان کا حیوانوں کے ساتھ تقابل کیا جائے تو ان کے مقابلے میں وہ خوب صورت ہوتے ہیں۔ مصور حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے کسی شخص کو کسی جاندار کی تصویر بنانا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تصویر بنانے والے سے کہے گا کہ میں نے تصویر بنا کر اس میں جان بھی ڈالی تھی اب تم بھی اس میں جان ڈالو۔ جب وہ ایسا نہیں کر سکے گا تو اللہ

تعالیٰ کی طرف سے سخت پکڑ ہوگی۔ تو کسی جاندار کی تصویر بنانا قطعی حرام ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہوتی ہے اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت عطا فرمائی ہے وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے اور نجس اور پلید چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حرام فرما دیں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا پروردگار ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور یاد رکھنا هُوَ الْحَيُّ وہی زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر دوامی حیات کسی کو حاصل نہیں ہے۔ فرشتے ہزار ہا سال سے زندہ ہیں مگر ایک وقت آئے گا کہ ان پر موت آئے گی۔ جنات کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ دو ہزار سال انہوں نے زمین پر حکمرانی کی تھی اور ابلیس لعین سب کا بابا ہے۔ اس وقت سے لے کر اب تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا مگر اس پر بھی موت آئے گی کُل نفس ذَائِقة الموت اللہ تعالیٰ کے سوا ہمیشہ کی زندگی کسی کے لیے نہیں ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی فَادْعُوْهُ پس تم پکارو اس کو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین اور اعتقاد۔

شرکیہ خرافات :

شرک کی ایک قسم غیر اللہ سے مانگنا بھی ہے:

امداد کن امداد کن یا غوث اعظم دست گیر

بڑی عجیب بات ہے مسلمان کہلانے والے بڑی جرأت کے ساتھ لاؤڈ سپیکر پر غیر اللہ سے مانگتے ہیں اجتماعی طور پر بھی مانگتے ہیں۔ بھئی! رب تعالیٰ کے بغیر اور کون ہے مدد

کرنے والا کہ اس کو پکارا جائے؟ کوئی نہیں ہے صرف رب تعالیٰ ہے۔ 1936ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا کہ اجمیر شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں جمعرات کو قوالی ہوتی تھی مجاوروں نے جبے پہنے ہوئے تھے تنگ پاجاما اور سر پر بڑی بڑی پگڑیاں تھیں قوالی سننے کے لیے ایک انگریز اور میم بھی آئے ہوئے تھے۔ قوالوں نے عجیب عجیب شعر کہے۔ ایک نے کہا:

؎ خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوس اعلیٰ کو
مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

جس وقت اس نے یہ شعر پڑھا تو لوگوں پر وجد طاری ہو گیا۔ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا پڑا تھا۔ اندازہ لگاؤ خدا کے ساتھ ٹکر لگا کر بیٹھا تھا کہ میں خدا سے جنت الفردوس کبھی نہیں مانگوں گا۔ اس کے بعد دوسرا آیا اس نے اپنے کرتب دکھائے۔ کہنے لگا:

؎ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

اس نے یہ سبق دیا۔ میں کہتا ہوں او ظالمو! یہ تمہاری محبت ہے بزرگوں کے ساتھ؟ سید معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ تھے کہ جن کے ہاتھ پر نوے ہزار ہندو مسلمان ہوا تھا۔ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوا تھا۔ اور آج معاف رکھنا! ہمارے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوتے۔ اوروں کی تو میں بات نہیں کرتا مجھے یہاں آئے ہوئے باون (۵۲) سال ہو گئے ہیں (جس سال یہ درس دیا اس سال تک) کتنے مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان بنے ہیں۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو۔ ہمارے سے تو مسلمان مسلمان نہیں ہوتے۔ ان بزرگوں نے لوگوں کو توحید کا سبق دیا تھا۔

سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف پر کتاب لکھی ہے ''کشف المحجوب'' فارسی زبان میں تھی اب اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ حضرت ایک موقع پر اپنے شاگردوں اور مریدوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ کوئی رنج بخش ہے۔'' آج لوگ ان کی قبر کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو گنج بخش بنا دیا ہے اور ان کی قبر کو دودھ کے ساتھ دھوتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ سب خرافات ہیں ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی ان کی مسلمانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حق کہنے والوں کو وہابی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو قبر قبر ہے قبروں کی پوجا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ کوئی رنج بخش ہے نہ کوئی گنج بخش ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریادرس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے دین کو۔

فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا۔ ہم نے ان کو دلائل کے ساتھ سمجھایا ہے قُلْ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیں اِنِّیْ نُهِیْتُ بے شک مجھے روکا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ میں عبادت کروں ان کی جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اور کہتے ہو یَا لَاتُ اَغِثْنِیْ یَا مَنَاتُ اَغِثْنِیْ یَا عُزّٰی اَغِثْنِیْ میں ان کی پوجا نہیں کروں گا لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ جبکہ میرے پاس واضح دلائل آچکے ہیں مِنْ رَّبِّیْ میرے رب کی طرف سے اور وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ میں فرماں برداری کروں تمام جہانوں کو پالنے والے کی۔ میں رب کے سامنے سر جھکا دوں گردن جھکا دوں۔ بے شک پیغمبر پیغمبر ہیں، صحابہ صحابہ ہیں، شہید شہید

ہیں، ولی ولی ہیں، مگر رب رب ہے۔ رب تعالیٰ کی صفات تو کسی کے اندر نہیں ہیں۔

توحید باری تعالیٰ :

فرمایا ھُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے۔ آدم علیہ السلام کو خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ [سورہ آل عمران] آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر آگے نسل چلائی ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر نطفے سے ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ پھر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے پھر اس کی بوٹی بنائی پھر اس کی ہڈیاں بنائیں پھر ان پر گوشت چڑھایا پھر چار ماہ بعد روح کا تعلق بدن کے ساتھ جوڑا تو وہ ماں کے پیٹ میں حرکت کرنے لگا ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا پھر نکالا تمہیں بچے کی شکل میں ماؤں کے پیٹوں سے کہ اس وقت کوئی شد بد نہیں ہوتی ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی قوت کو جوانی کو ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا پھر تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے۔ یہ تمام انقلاب لانے والا کون ہے؟ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى اور بعضے تم میں سے وہ ہیں جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ بچپن میں فوت ہو جاتے ہیں۔ یہ مشاہدے کی بات ہے:

عیاں را چہ بیاں

دلیل ہمیشہ اس چیز کی ہوتی ہے جو نظری ہو۔ یہ سارے کام کرنے والا کون ہے؟ زندگی دینے والا کون ہے، جوانی تک پہنچانے والا کون ہے، جوانی سے پہلے مارنے والا کون ہے؟ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى اور تاکہ تم پہنچو میعاد مقرر تک۔ جس کے لیے رب تعالیٰ نے جو معیاد مقرر فرمائی ہے اس سے پہلے کوئی نہیں مرسکتا لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ [سورۃ یونس] ''نہ موخر ہوگا ایک گھڑی اور نہ مقدم ہوگا۔'' یہ دلائل رب

تعالیٰ نے پیش کیے ہیں وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ اورتا کہ تم سمجھو آسمان کی طرف دیکھو، زمین کی طرف دیکھو، چاند سورج ستاروں کے محکم نظام کی طرف دیکھو، اپنے وجود کی طرف دیکھو، مگر افسوس کہ اس ذات کو چھوڑ کر اوروں کی پوجا کرتے ہو هُوَالَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وہی ذات ہے جو زندہ کرتی ہے اور مارتی ہے اس کے سوا نہ موت کسی کے پاس نہ حیات کسی کے پاس فَاِذَاقَضٰٓى اَمْرًا پس جس وقت وہ طے کرتا ہے کوئی معاملہ کسی چیز کے ہونے کا یا نہ ہونے کا، فنا کرنے کا فَاِنَّمَايَقُوْلُ لَهٗ پس پختہ بات ہے وہ اس کو کہتا ہے كُنْ ہوجا فَيَكُوْنُ پس وہ کام ہوجاتا ہے۔ رب تعالیٰ کسی سبب کا محتاج نہیں ہے اسباب کے ہم محتاج ہیں وہ بغیر سبب کے سب کچھ کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

*****

اَلَمْ

تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۟ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ۞ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۞ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۞ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۞ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۞ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۞

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف يُجَادِلُوْنَ جو جھگڑا کرتے ہیں فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ کدھر پھیرے جا رہے ہو اَلَّذِيْنَ وہ لوگ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ جنہوں نے جھٹلایا کتاب کو وَبِمَآ اور اس چیز کو اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا کہ بھیجا ہم نے اس چیز کے ساتھ رسولوں کو فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب وہ جان لیں گے اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ جس وقت طوق ہوں گے ان کی گردنوں میں وَالسَّلٰسِلُ اور زنجیریں يُسْحَبُوْنَ گھسیٹے جائیں گے فِي الْحَمِيْمِ گرم پانی میں ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ پھر آگ

میں ان کو جھونک دیا جائے گا ثُمَّ قِیْلَ لَھُمْ پھر کہا جائے گا ان کو اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے نیچے قَالُوْا وہ کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا وہ گم ہو گئے ہیں ہم سے بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا بلکہ ہم نہیں پکارتے تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے شَيْـًٔا کسی چیز کو كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کو ذٰلِكُمْ یہ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ اس وجہ سے کہ تم خوشی مناتے تھے فِي الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ اور اس وجہ سے کہ تم گھمنڈ کرتے تھے اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ داخل ہو جاؤ تم جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس میں فَبِئْسَ پس بُرا ہے مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا۔

آیاتِ الٰہیہ میں مجادلہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کو يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں۔ قرآن کریم کی آیتیں سن کر بجائے ماننے کے الٹا الجھتے ہیں جھگڑا کرتے ہیں اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ کدھر پھیرے جا رہے ہیں۔ مثلاً: سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۸ میں ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ''بے شک تم اور وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا جہنم کا ایندھن ہو اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ اور تم اس میں داخل ہو گے لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا اگر یہ معبود

ہوتے تو دوزخ میں داخل نہ ہوتے وَكُلٌّ فِيهَا خٰلِدُوْنَ یہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے لَهُمْ فِيهَا زَفِيْرٌ ان کے لیے اس میں چلانے کی آوازیں ہوں گی وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُوْنَ اور وہ اس میں سنیں گے نہیں۔" مثال کے طور پر جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو عبداللہ ابن زِبعریٰ کا جو پروپیگنڈے کا بڑا ماہر تھا اس نے سنیں تو بازاروں اور گلیوں میں جا کر اس نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ آؤ میں تمہیں محمد کا تازہ سبق سناؤں۔ وہ کہتا ہے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ [الانبیاء:۹۸] "بے شک تم اور جن کی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا جہنم کا ایندھن ہو تم بھی اور تمہارے معبود بھی دوزخ میں جائیں گے۔" تو عبادت تو عیسیٰ علیہ السلام کی بھی کی گئی ہے، عزیر علیہ السلام کی بھی کی گئی ہے، فرشتوں کی عبادت بھی ہوئی ہے۔ تو کیا یہ سارے بزرگ بھی دوزخ میں جائیں گے؟ رب تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اِلَّا الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ [الانبیاء:۱۰۱] "بے شک وہ لوگ کہ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی طے ہو چکی ہے یہ لوگ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وہ نہیں سنیں گے اس کی آہٹ بھی۔" وہ دوزخ کی چھوں چھوں بھی نہیں سنیں گے۔ بات تو معبودانِ باطلہ کی ہو رہی ہے جنہوں نے اپنی عبادت خود کروائی ہے۔ خواہ مخواہ حق و باطل کا مغلوبہ بناتے ہو۔

یہ میں نے ایک مثال دی ہے سمجھانے کے لیے ورنہ قرآن پاک میں اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں آیتوں کے متعلق جھگڑا کرنے کی۔ مثلاً: سورہ مائدہ کی یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ "کہ حرام کر دیا گیا تم پر مردار جانور۔" یعنی جس کو رب مار دے۔ کہنے لگے دیکھو! یہ کہتا ہے کہ ہمارا مارا ہوا حلال اور رب کا مارا حرام

ہے۔یعنی جس پر یہ چھری پھیریں وہ تو حلال ہو اور جس کو رب مارے وہ حرام ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ [الانعام:۱۱۸] ''پس کھاؤ تم اس میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے۔'' مارتا اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ مارتا ہے جس کو ذبح کیا گیا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کے ساتھ حلال ہوتا ہے اور جو مردار ہوا ہے اس پر تکبیر نہیں کہی گئی وہ رب تعالیٰ کے نام کی برکت سے محروم ہو گیا ہے اس لیے حرام ہے۔تو یہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرنے والے کدھر پھیرے جا رہے ہیں اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا کتاب قرآن کریم کو وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا اور اس چیز کو جھٹلایا کہ بھیجا ہم نے اس کے ساتھ اپنے رسولوں کو۔جو چیز ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا توحید اور قیامت کا مسئلہ اس کو بھی انھوں نے رد کر دیا رسالت کا مسئلہ بھی رد کر دیا۔تمام کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ مگر ان شیطان یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا جاہل مشرکوں نے فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا۔انھوں نے پیغمبر کے وعظ اور تبلیغ کو جھٹلا دیا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ پس عنقریب یہ جان لیں گے اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ۔ اَغْلَال غُلٌّ کی جمع ہے معنیٰ طوق۔ اَعْنَاق عُنُقٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے گردن۔جس وقت طوق ہوں گے ان کی گردنوں میں۔سورہ یٰسین میں ہے فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ''پس وہ ٹھوڑیوں تک اٹھے ہوئے ہیں۔'' پس ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔دنیا میں صراط مستقیم کو نہیں دیکھتے تھے آج ان کی گردنیں طوقوں کے ساتھ اوپر رہیں گی وَالسَّلٰسِلُ سِلْسِلَةٌ کی جمع ہے معنیٰ زنجیر۔اور زنجیریں ہوں گی۔اگر پاؤں میں

ڈالی جائے تو بیڑی کہتے ہیں اور ہاتھ میں ڈالی جائے تو ہتھکڑی کہتے ہیں۔ گردنوں میں طوق ہوں گے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں۔ اس طرح جکڑے ہوئے ہوں گے یُسۡحَبُوۡنَ گھسیٹے جائیں گے فِی الۡحَمِیۡمِ گرم پانی میں۔ وہ پانی اتنا گرم ہوگا کہ ان کو مارنا مقصود ہو تو ایک منٹ میں مرجائیں مگر مریں گے نہیں فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ [محمد:۱۵] ''پس وہ ان کی آنتیں کاٹ کر پشت کی طرف سے نکال دے گا۔'' ثُمَّ فِی النَّارِ یُسۡجَرُوۡنَ پھر آگ میں ان کو جھونک دیا جائے گا ثُمَّ قِیۡلَ لَهُمۡ پھر ان سے کہا جائے گا اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تُشۡرِکُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے۔ جن کو تم دنیا میں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس سمجھ کر پکارتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے چھڑا لیں گے وہ کہاں ہیں؟

مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں :

اور یہ بات بھی کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں ہیں مشرکین اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آسمانوں زمینوں کا خالق مانتے ہیں اپنا اور اپنے باپ دادا کا خالق مانتے ہیں چاند، سورج، ستاروں کا خالق مانتے ہیں، رزق دینے والا اور کائنات کا مدبر مانتے ہیں اور ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت اور اس کی قدر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں ہماری براہ راست اس تک رسائی نہیں ہے۔ یہ ولی پیر رب تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ پھر مثالیں دیتے ہیں کہ دیکھو جی! مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھیوں کی ضرورت ہے سیڑھیوں کے بغیر مکان کی چھت پر نہیں چڑھا جا سکتا۔ بادشاہ کو ملنے کے لیے ممبروں کی ضرورت ہوتی ہے براہ راست نہیں مل سکتے۔ رب تعالیٰ

کی ذات تو بہت بلند ہے وہ تو بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے اس تک ہم ولیوں کے بغیر کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ هٰؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] ''یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [زمر:۳] ''ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔'' یہ ہمیں درجے میں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ اور مشرک اس بات کے بھی قائل تھے کہ ذاتی طور پر یہ کچھ نہیں کر سکتے ذاتی طور پر سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ان کے پاس عطائی اختیارات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیے ہیں (چنانچہ آج کل کے مشرک بھی ایک شعر پڑھتے ہیں وہ یہ ہے:

معبود ما مسجود ما ایک خدا ایک خدا
حاجت روا باذن خدا مصطفیٰ مصطفیٰ

تو یہ بھی عطائی اختیارات کے قائل ہیں۔ مرتب) پھر مشرک حج عمرے کے بھی قائل تھے قربانی کے قائل تھے، صفا مروہ کی سعی کے قائل تھے، عرفات منیٰ کے قائل تھے، بچوں کے ختنے کراتے تھے، حج عمرے کے موقع پر تلبیہ پڑھتے تھے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ''اے پروردگار ہم حاضر ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے ہم حاضر ہیں اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ ہاں وہ تیرے شریک ہیں جن کو آپ نے تھوڑے سے اختیارات دیئے ہیں وہ خود ذاتی طور پر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔'' یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ تو مشرک اللہ تعالیٰ کا منکر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت ہوتی ہے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۳۶ پارہ ۸ میں ہے وہ اپنی زمین کی پیداوار میں سے اور جانوروں میں سے باقاعدہ اللہ تعالیٰ کا بھی حصہ نکالتے تھے اور بابوں کا بھی

حصہ نکالتے تھے اور کہتے تھے هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اپنے خیال سے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔ پھر بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے اس طرف چلے جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے کہتے تھے اللہ تعالیٰ غنی ہے یہ محتاج ہیں اور اگر بابوں کی ڈھیری میں سے کچھ دانے ادھر چلے جاتے تو فوراً الگ کر لیتے تھے کہ رب تو غنی ہے یہ محتاج ہیں۔ تو مشرک رب تعالیٰ کی ذات کا منکر نہیں ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ہماری وہاں تک براہ راست رسائی نہیں ہے۔ یہ بزرگ پیر ہمارے واسطے ہیں رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے۔ رب تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [ق:۱۶] ”ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی شاہ رگ کے۔“ اور اللہ تعالیٰ کو بادشاہوں پر بھی قیاس نہ کرو۔ ان (بادشاہوں) کو ہر چیز کا علم نہیں ہوتا لوگ ان کے پاس حقائق بتانے اور آگاہ کرنے کے لیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علیم کل ہے علیم بذات الصدور ہے۔ فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل: ۷۴] ”پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

دوسری بات یہ ہے کہ بادشاہ بلا واسطہ اس لیے بھی کسی سے نہیں ملتا کہ اس کو خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ آدمی مجھے گولی مارنے کے لیے نہ آرہا ہو۔ اس لیے وہ تسلی کرنے کے بعد کسی کو قریب آنے دیتا ہے۔ تو رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک بناتے تھے قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وہ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے ہیں، غائب ہو گئے ہیں بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا بلکہ ہم نہیں پکارتے تھے اس سے پہلے کسی چیز کو۔ منکر

ہو جائیں گے کہ ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے۔ ساتویں پارے میں آتا ہے مشرک کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ "اللہ کی قسم ہے جو ہمارا رب ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ "دیکھو کیسا جھوٹ بولا ہے اپنی جانوں پر وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ [الانعام: ۲۴] "اور گم ہو گئیں ان سے وہ باتیں جو یہ گھڑتے تھے۔" مشرک اتنے بڑے بے حیا اور جھوٹے ہیں کہ رب تعالیٰ کی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا اور ہاتھ پاؤں بول کر گواہیاں دیں گے جیسا کہ سورۃ یٰسین میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [سورہ یٰسین] "آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔" کان بولیں گے، ناک بولے گا، آنکھیں بولیں گی، چمڑے بولیں گے۔ جیسا کہ حٰم سجدہ کے تیسرے رکوع میں اس کا ذکر ہے۔ تو مشرک کہیں گے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں بلکہ ہم نہیں تھے پکارتے اس سے پہلے کسی چیز کو كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کو ذٰلِكُمْ کا مشارٌ اِلَيْه یہاں تین چیزیں ہیں۔ ایک ہے جس وقت گردنوں میں طوق ہوں گے بیڑیاں ہوں گی، دوسرا ہے گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا، تیسرا ہے آگ میں داخل کیا جائے گا۔ فرمایا ذٰلِكُمْ یہ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ اس وجہ سے کہ تم خوشیاں مناتے تھے فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ زمین میں ناحق۔ کفر پر خوشی، شرک پر خوشی، بدعات پر خوشی، اس لیے تمہاری گردنوں میں طوق ڈالے ہیں گرم پانی میں گھسیٹا ہے اور آگ میں داخل کیا ہے یہ اس کا بدلہ ہے وَبِمَا

کُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ اور اس وجہ سے کہ تم گھمنڈ کرتے تھے اپنے کفر پر کہ ہماری تعداد زیادہ ہے ہمارے پاس مال زیادہ ہے ہمارے پاس قوت زیادہ ہے آج ان چیزوں پر گھمنڈ کا مزا چکھو۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ داخل ہو جاؤ تم جہنم کے دروازوں میں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس میں۔ اس لیے کہ تم نے شرک کیا پیغمبروں کی مخالفت کی اس لیے تم جہنم میں ہمیشہ رہو گے۔ روایات میں آتا ہے کہ جس وقت آگ میں ہزاروں سال چیخیں ماریں گے واویلا کریں گے کہ ہمیں یہاں سے نکال دو تو رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان کو یہاں سے نکال کر زمہریر کے طبقے میں داخل کر دو۔ یہ جہنم کا سخت ٹھنڈا طبقہ ہے جب یہاں سخت سردی لگے گی تو کہیں گے آگ میں چلیں تو مختلف عذابوں میں رہیں گے فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ پس بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

*****

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِىَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِىْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ ؕ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَىَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

ع ۸ ۱۳

فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں اِنَّ بے شک وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ پس اگر ہم دکھائیں آپ کو بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ بعض وہ عذاب جس سے ہم ان کو ڈراتے ہیں اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ پس وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْهُمْ ان میں سے بعض مَّنْ وہ ہیں قَصَصْنَا عَلَيْكَ جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان کیے ہیں وَمِنْهُمْ اور بعض ان میں سے مَّنْ وہ ہیں لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ کہ ہم نے ان کے حالات بیان نہیں کیے وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اور نہیں ہے شان کسی رسول کی

اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ یہ کہ لائے کوئی معجزہ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ پس جس وقت آئے گا حکم اللہ تعالیٰ کا قُضِیَ بِالْحَقِّ فیصلہ کر دیا جائے گا حق کے ساتھ وَخَسِرَ هُنَالِكَ اور نقصان اٹھائیں گے اس مقام پر الْمُبْطِلُوْنَ باطل پر چلنے والے اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ جس نے بنائے تمہارے لیے مویشی لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا تاکہ تم سوار ہو ان میں سے بعض پر وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور بعض ان میں سے کھاتے ہو وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ اور تمہارے لیے ان میں کئی فائدے ہیں وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً اور تاکہ تم پہنچو ان کے ذریعے اس ضرورت تک فِیْ صُدُوْرِكُمْ جو تمہارے دلوں میں ہے وَعَلَیْهَا اور ان جانوروں پر وَعَلَى الْفُلْكِ اور کشتیوں پر تُحْمَلُوْنَ تم سوار کیے جاتے ہو وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ اور دکھاتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ پس اللہ تعالیٰ کی کون سی نشانی کا تم انکار کرو گے۔

مشرکین کا حملہ کرنا :

مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ پر دو طرح سے حملہ کرتے تھے۔ ایک تو آپ ﷺ کی ذات پر اور ایک آپ ﷺ کے مشن پر۔ آپ ﷺ پر حملہ یہ کہ آپ ﷺ کے منہ پر کہتے سٰحِرٌ كَذَّابٌ ”جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔“ معاذ اللہ تعالیٰ۔ کبھی کہتے دیوانہ ہے اور طعنے دیتے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی بنا پھرتا ہے نہ مال ہے نہ کوٹھی ہے نہ فوج ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ساری باتیں دل آزاری کی ہیں۔ معاف رکھنا! ہم تم کیا ہیں مگر ہمیں بھی کوئی کہے کہ تم

جھوٹے ہو دیوانے ہو تو غصہ آتا ہے اور اگر یہ کہیں کہ تو بڑا جھوٹا ہے تو اور زیادہ غصہ آئے گا۔ دوسرا حملہ آپ ﷺ کے مشن اور پروگرام پر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ''کیا کر دیا ہے اس نے تمام الٰہوں کو ایک ہی الٰہ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ بے شک یہ عجیب بات ہے۔'' قیامت کا انکار کرتے آخرت کا انکار کرتے۔ کہتے مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ [سورہ یٰسین] ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔'' تو ان چیزوں سے آپ ﷺ کو طبعی طور پر تکلیف ہوتی تھی اور ہونی بھی چاہیے تھی کہ ایک آدمی بے لوث حق بیان کر رہا ہے اور مخاطبین کے فائدے کی بات کر رہا ہو۔ اس کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اس کو ستایا جائے تکلیف پہنچائی جائے تو تکلیف ہوتی ہے اس پر۔

تلقین صبر :

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا فَاصْبِرْ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ ان کی فضول باتوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کریں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے قیامت ضرور آئے گی اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ''بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' ضرور آئے گی ان کے انکار پر آپ صبر سے کام لیں فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ پس اگر ہم دکھا دیں آپ کو بعض وہ عذاب جس سے ہم ان کو ڈراتے ہیں کہ نافرمانی پر عذاب آئے گا اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ یا ہم آپ کو وفات دے دیں آپ کی زندگی میں ان کو عذاب نہ آئے تو یہ بچ تو نہیں سکتے کیوں؟ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ پس ہماری طرف ہی یہ لوٹائے جائیں گے۔ آنا تو ہمارے پاس ہی ہے۔ عذاب سے بچ نہیں سکتے چھٹکارا کوئی نہیں ہے سزا ضرور پائیں گے۔ فرمایا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے۔ قرآن پاک میں جہاں بھی رسولوں کا ذکر آتا ہے مِّنْ قَبْلِكَ کا لفظ آتا ہے آپ سے پہلے مِنْ بَعْدِكَ کا لفظ نہیں آتا۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کسی رسول نے آنا ہوتا تو یقیناً اس کا بھی ذکر ہوتا کہ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بھی رسول بھیجے اور بعد میں بھی بھیجیں گے۔ لیکن پورے قرآن پاک میں بعد کا لفظ کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ چونکہ آپ کے بعد کسی نے آنا نہیں تھا۔ قرآن پاک میں پیغمبروں کی گنتی اور تعداد مذکور نہیں ہے کہ کتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں؟ صرف پچیس پیغمبروں کے نام مذکور ہیں باقیوں کا اجمالی ذکر ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مکلّف بنایا ہے کہ سارے پیغمبروں کے نام اور نسب نامے یاد کرو بس ہمارے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ہم تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں کہ سارے برحق پیغمبر تھے۔ پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام ہیں اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک میں صرف چھ فرشتوں کا نام آیا ہے۔ تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے فرشتے پیدا کیے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ چار کتابوں کا نام ہمیں معلوم ہے باقی صحیفوں کے نام ہم نہیں جانتے بس ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم اقرار کریں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ''میرا اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔'' گنتی کی ہمیں ضرورت نہیں اور نہ رب تعالیٰ نے ہمیں بتلائی ہے نہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مکلّف بنایا ہے۔

نفی علم کلی :

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ اور البتہ

تحقیق بھیجے ہم نے رسول آپ سے پہلے مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان کر دیئے ہیں وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے ان کے حالات آپ پر بیان نہیں کیے۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء ورسل کے حالات بیان کیے ہیں اور بعض کے حالات بالکل بیان نہیں کیے۔بعض کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا ہی نہیں کیا۔تو یہ جو جاہل قسم کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کلی عطا کر دیا۔تو سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بعض کے حالات کا علم عطا ہی نہیں کیا تو وہ اور کہاں سے عطا ہوگا؟

مستدرک حاکم میں روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا نہیں۔اور نیز میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں۔دیکھو تبع اور ذوالقرنین دونوں کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے مگر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہے کہ دونوں نبی تھے یا نہیں۔لہٰذا یہ عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ کو ہر چیز کا علم کلی عطائی حاصل تھا قرآن کریم کی نص کے بالکل خلاف ہے اور کفریہ شرکیہ عقیدہ ہے۔

نفی مختار کل :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اور نہیں ہے شان کسی رسول کی کہ لائے کوئی معجزہ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ یعنی رسول یا نبی کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی یا معجزہ پیش کر سکے۔مکہ مکرمہ میں مشرکین نے طرح طرح کے معجزے مانگے۔کبھی کہتے چشمے جاری کر

دے۔کبھی کہتے آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کے باغات ہونے چاہییں ،کبھی کہتے آپ کے لیے سونے کا گھر ہونا چاہیے جیسا کہ آپ حضرات سورہ بنی اسرائیل میں پڑھ چکے ہیں۔اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ''نہیں ہوں میں مگر ایک بشر رسول۔'' مطلب یہ ہے کہ معجزات پیش کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ کوئی نشانی معجزہ ظاہر کر دیتا ہے۔تو معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔اسی طرح کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔معجزے میں نبی کو دخل نہیں اور کرامت میں ولی کو دخل نہیں ہے۔اسی اصول کو یہاں بیان کیا گیا ہے کہ کسی رسول کے لائق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی یا معجزہ پیش کر سکے۔فرمایا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ پس جس وقت حکم آئے گا اللہ تعالیٰ کا قُضِيَ بِالْحَقِّ فیصلہ کر دیا جائے گا حق کے ساتھ۔اور ہر ایک کا کیا اس کے سامنے آجائے گا اور نتیجہ یہ نکلے گا وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ اور نقصان اٹھائیں گے اس مقام پر باطل پر چلنے والے۔باطل پرستوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا اور کفر شرک تکبر کرنے والوں اور غلط عقائد رکھنے والوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلنا پڑے گا۔

توحید باری تعالیٰ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لیے مویشی اور اونٹ ،گائے ،بھینس ،بھیڑ ،بکری ،ان کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا کیا ہے لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا تاکہ تم سوار ہو ان میں سے بعض پر۔اونٹ ہے ،گھوڑا ہے ،خچر ہے ،گدھا ہے۔پہلے زمانے میں یہی جانور سواری

کے لیے استعمال ہوتے تھے۔آج تو سواری اور بار برداری کے لیے بڑی بڑی گاڑیاں، ٹرک، ٹریلر، بحری جہاز، ہوائی جہاز معرض وجود میں آچکے ہیں۔مگر پہلے زمانے میں اونٹ ہی ایک ایسا جانور تھا جو سواری اور بار برداری کے لیے زیادہ استعمال ہوتا تھا۔اسے صحرائی جہاز کہا جاتا ہے۔ دوسرے جانور بھی سواری اور بار برداری کا کام دیتے ہیں۔فرمایا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور بعضے ان میں سے کھاتے ہو۔یہ حلال جانور جن کا گوشت کھاتے ہو اور قربانی کے لیے بھی یہی آٹھ قسم کے جانور مخصوص ہیں اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری۔فرمایا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اور تمہارے لیے ان میں کئی فائدے ہیں۔سواری کرنے اور گوشت کھانے کے علاوہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کے بالوں سے گرم کپڑے بنائے جاتے ہیں اور قالین بنائے جاتے ہیں اور ان کی کھالوں سے جوتے اور جیکٹیں تیار کی جاتی ہیں۔ان کی ہڈیاں کھاد میں استعمال ہوتی ہیں۔غرض یہ کہ ان سے بہت سے فائدے حاصل کیے جاتے ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ اور تا کہ تم پہنچو ان جانوروں کے ذریعے اس ضرورت تک جو تمہارے سینوں میں ہے۔تجارت کے لیے، علم حاصل کرنے کے لیے اور جو بھی حاجت تمہارے دل میں ہو ان پر سوار ہو کر وہاں پہنچو وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ اور ان جانوروں پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اس وقت آج کی نئی ایجادات نہیں ہوئی تھیں جو ہمارے سامنے ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آسانیاں پیدا فرمائی تھیں۔اور کئی علاقوں میں آج بھی یہی سواریاں ہیں وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ اور وہ دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کرو فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ پس اللہ

تعالیٰ کی کون سی نشانی کا تم انکار کرو گے۔ انکار تو نہیں کر سکتے البتہ انسان ناشکری کرتا ہے کہ ان کے خالق کی بجائے مخلوق کے دروازے پر جا کر سجدے کرتا ہے اور نذر و نیاز پیش کرتا ہے چڑھاوے چڑھاتا ہے۔ کتنی بڑی ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

❀❀❀❀

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِىْ قَدْ خَلَتْ فِىْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع ۹ / ۱۴

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا کیا پس یہ لوگ چلے پھرے نہیں فِى الْاَرْضِ زمین میں فَيَنْظُرُوْا پس دیکھتے كَيْفَ كَانَ کیسا تھا عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ تھے وہ زیادہ ان سے وَاَشَدَّ قُوَّةً اور زیادہ سخت تھے قوت میں وَّاٰثَارًا اور نشانات قائم کرنے میں فِى الْاَرْضِ زمین میں فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ پس نہ کفایت کی ان کو مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس چیز نے جو وہ کماتے تھے فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ پس جب آئے ان کے پاس رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَرِحُوْا خوش ہوئے وہ لوگ بِمَا اس چیز پر

عِنْدَهُمْ جوان کے پاس تھی مِّنَ الْعِلْمِ علم سے وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لیا ان کو مَّا اس چیز نے كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا پس جب دیکھا انہوں نے ہمارے عذاب کو قَالُوْٓا کہنے لگے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ پر جو اکیلا ہے وَكَفَرْنَا اور انکار کیا ہم نے بِمَا اس چیز کا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ جس کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ پس نہ فائدہ دیا ان کو اِيْمَانُهُمْ ان کے ایمان نے لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا جب دیکھا انہوں نے ہمارے عذاب کو سُنَّتَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے الَّتِيْ وہ دستور قَدْ خَلَتْ جو گزر چکا ہے فِيْ عِبَادِهٖ اس کے بندوں میں وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ اور نقصان اٹھایا اس جگہ کفر کرنے والوں نے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو ایک اہم بات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔ فرمایا اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کیا پس یہ لوگ نہیں چلے پھرے زمین میں فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ پس دیکھتے کیا انجام ہوا، کیا حشر ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے۔

درسِ عبرت :

مکے والے عموماً دو تجارتی سفر کرتے تھے۔ گرمی کے موسم میں شام کا کہ وہ ٹھنڈا علاقہ تھا اور سردیوں میں یمن کا کہ وہ گرم علاقہ ہے۔ سورۃ قریش پارہ ۳۰ میں ہے رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ''گرمی اور سردی کے موسم میں۔'' تباہ شدہ قومیں ان کے راستے

میں تھیں۔ان کی تباہی کے نشانات نظر آتے تھے۔ تبع کی قوم یمن میں تھی اور صالح علیہ السلام کی قوم ثمود راستے میں تھی اور ہود علیہ السلام کی قوم عاد بھی راستے میں تھی اور جب ملک شام کی طرف جاتے تھے شعیب علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی قوم اور دیگر قوموں کی تباہ شدہ بستیوں سے گزر کر جانا پڑتا تھا۔ان سے ان کو عبرت حاصل کرنی چاہیے تھی اور جو عبرت حاصل نہیں کرتا وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے سفر میں جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے تباہ شدہ علاقے سے گزرے تو فرمایا کہ سر کپڑوں سے ڈھانپ لو اور یہاں جلدی سے گزر جاؤ کہ مجرم قوم کے علاقے سے نفرت کا اظہار ہو اور صرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔جن لوگوں نے اس چشمے سے جس سے اونٹنی اور ان لوگوں کے جانور پانی پیتے تھے اس کے پانی کے ساتھ آٹا گوندھا اور مشکیزے بھرے ہیں مشکیزوں کا پانی ضائع کر دو اور یہ آٹا خود نہ کھانا۔ان لوگوں کی جگہوں سے بھی نفرت کرنی ہے۔

تو فرمایا کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں زمین میں کہ دیکھتے کیا حشر ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے کَانُوْٓا اَکْثَرَ مِنْھُمْ وہ اُن سے زیادہ تھے تعداد میں۔عمریں ان کی لمبی ہوتی تھیں۔دو، دو سو سال، چار چار سو سال، چھ سو سال۔ایسے بھی ہوتے تھے جو اپنی چار چار، پانچ پانچ نسلیں دیکھ کر مرتے تھے وَاَشَدَّ قُوَّۃً اور قوت میں بھی زیادہ تھے۔ بدنی قوت کا یہ حال تھا کہ عاد قوم کا یہ نعرہ قرآن پاک میں موجود ہے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ''ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا او ظالمو! جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہ تم سے زیادہ طاقت ور ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس ہوا کے ذریعے سے اس قوم کو تباہ کر دیا جو نباتات کی نشو ونما اور حیوانات کی بقا کا ذریعہ ہے۔جس کے بغیر انسان اور حیوان کا

گزارا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو پانی میں غرق کیا جو انسانی، حیوانی بقا کا ذریعہ ہے۔ تو فرمایا وہ پہلے تعداد میں بھی تم سے زیادہ تھے اور بدنی قوت میں بھی وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ اور زمین میں نشانات چھوڑنے میں بھی۔ جو نشانات، یادگاریں ان قوموں نے چھوڑی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ انہوں نے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں، بڑے بلند مینار بنائے۔ ثمود قوم نے چٹانیں تراش کر مکان بنائے، پھر علیحدہ علیحدہ کمرے۔ یہ سونے کا، یہ کھیلنے اور ناچنے کا، یہ مہمان خانہ۔ چٹانیں تراش کر اس لیے بنائے کہ دیواریں زلزلے سے گر جاتیں ہیں یہ نہیں گریں گے۔ وہ بھی تباہ ہوئے۔ یادگاریں اور مکان موجود ہیں مگر کس کام کے۔ آج مکان میں مکین کوئی نہیں۔ فرمایا فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ پس نہ کفایت کی ان کو نہ بچایا ان کو اس چیز نے جو وہ کماتے تھے۔ نہ تعداد کی کثرت بچا سکی نہ طاقت بچا سکی۔ یہ چٹانیں تراش کر مکان بنانے والے زلزلے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو زلزلے اور چیخ سے تباہ کیا۔ کوئی شے ان کے کام نہ آئی۔ کوئی چیز ان کو اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکی فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس جب پہنچے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر۔ پیغمبروں نے دلائل پیش کیے معجزات دکھائے فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وہ کافر خوش ہوئے اس چیز پر جو ان کے پاس تھی علم سے۔ کہنے لگے ہمیں پیغمبروں کے علم کی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس مادی ترقی کے علوم موجود ہیں۔

حکیم سُقراط کا فخر :

تفسیروں میں آتا ہے کہ سقراط جو یونان کا بڑا حکیم تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔ اس کو کسی نے کہا کہ یہاں ایک بزرگ ہیں موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ

والسلام، بڑی اچھی اور معقول باتیں بتلاتے ہیں۔ ان کی باتیں بڑی وزنی ہوتی ہیں آپ ان کی مجلس میں شریک ہوں ان کی صحبت میں بیٹھیں تو بڑا فائدہ ہوگا۔ تو سقراط نے بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ ہم سے زیادہ علم کس کے پاس ہے میں اس کے پاس کیوں جاؤں؟ بے شک مادیت کا علم اس کے پاس تھا مگر خدائی علم تو اس کے پاس نہ تھا جو بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے۔ تو اس کو خود ساختہ علم پر گھمنڈ تھا۔ اور قارون کے متعلق تم پڑھ چکے ہو کہ جب اس کو لوگوں نے کہا اتراؤ مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ "اور تلاش کر اس میں جو رب نے تجھے دی ہے آخرت کا گھر اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے۔" وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ [القصص: ۷۷] "اور احسان کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے قَالَ اس نے کہا اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بے شک دی گئی ہے مجھے دولت علم کی بنا پر۔" میں نے اپنے ذاتی علم کی بنا پر سب کچھ حاصل کیا ہے۔ تم بھی علم حاصل کرو۔ تو اس نے اپنے علم پر گھمنڈ کیا۔

تو فرمایا کہ جب آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر تو وہ اپنے علم پر اترانے لگے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔ کہتے تھے فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ [الاعراف: ۷۰] "پس لاؤ ہمارے پاس وہ چیز جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر ہو تم سچے۔" جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ کہاں چھپا کے رکھا ہوا ہے لاتے کیوں نہیں ہو۔ پھر ان لوگوں نے جن عذابوں کا استہزاء کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر وہی مسلط کیے۔ کسی پر رب تعالیٰ نے سیلاب مسلط کیا، کسی پر ہوا مسلط کی، کسی پر زلزلہ کیا، کسی پر طاعون مسلط کیا، کسی پر ہیضہ مسلط کیا۔ بنی اسرائیل کے بارے میں آتا ہے کہ ان پر اللہ

تعالیٰ نے طاعون کی بیماری مسلط کی۔ صبح سے لے کر دوپہر تک ستر ہزار مر گئے۔ تین چار مہینے ان پر یہ عذاب مسلط رہا مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے۔ جو لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے وہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اَلْعَبْدُ مَنْ وُّعِظَ لِغَیْرِہٖ ''نیک بخت انسان وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے سبق حاصل کرے۔'' ظفر مرحوم نے کیا اچھا شعر کہا ہے:

؎ ظفر اسے آدمی نہ جانیے گا گو وہ ہو کتنا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

آدمی کو عیش میں خدا نہیں بھولنا چاہیے اور نہ طیش میں۔

حالتِ نزع میں ایمان معتبر نہیں :

تو فرمایا گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس کا مذاق اڑاتے تھے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا پس جب دیکھا انہوں نے ہماری پکڑ کو قَالُوْٓا کہنے لگے اٰمَنَّا بِاللہِ وَحْدَہٗ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر جو اکیلا ہے وَکَفَرْنَا بِمَا کُنَّا بِہٖ مُشْرِکِیْنَ اور ہم انکار کرتے ہیں اس چیز کا جس کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ فرعون کا واقعہ تم پڑھ چکے ہو جو بڑے زور وشور کے ساتھ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ سورۃ النازعات پارہ ۳۰ میں ہے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اور یہ بھی کہتا تھا مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ [سورۃ القصص] ''میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی الٰہ اپنے سوا۔'' بحرم قلزم کے ایک ہی غوطے نے دماغ درست کر دیا اور کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ [یونس: ۹۰] ''ایمان لایا میں کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے

ہیں۔''میں اپنی ساری غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا اَلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ''اب یہ کہتے ہو اور تحقیق تم نافرمانی کرتے تھے اس سے پہلے اور تھا تو فسادی۔'' بڑا غنڈا تھا۔ہر مجرم نے مرنے سے پہلے اپنے جرم کا اقرار کیا ہے کہ ہم ظالم تھے مشرک تھے لیکن نزع کی حالت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔نزع کا مطلب ہے روح نکلنے کا وقت۔یعنی اٹھارہ فرشتے روح نکالنے کے لیے لائن میں کھڑے ہوتے ہیں مرنے والے کو نظر آتے ہیں اگر مرنے والا نیک آدمی ہے تو فرشتہ کہتا ہے یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَہ اَخْرِجِیْ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰہِ ''اے پاکیزہ روح نکل آ رب آپ پر راضی ہے۔'' اگر بُرا آدمی ہے تو فرشتہ کہتا ہے یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَہ اَخْرِجِیْ اِلٰی سَخَطِ اللّٰہِ وَغَضَبِہٖ ''اے خبیث روح نکل آ تجھ پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔'' وہ جان نفس سے نکلنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔تو فرشتے اس طرح نکالتے ہیں جیسے لوہے کی سلاخ کو گرم کر کے بھیگی ہوئی روئی سے کھینچا جائے اور ساتھ ساتھ اس منہ اور پشت پر مارتے بھی ہیں یَضْرِبُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَاَدْبَارَھُمْ [سورۃ الانفال] ''فرشتے ان کے چہرے پر مارتے ہیں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں۔'' جیسے ہماری پولیس اشتہاری مجرم کو پکڑتے ہوئے کرتی ہے۔تو کہیں گے ہم ان کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ پس نہ فائدہ دیا ان کو ان کے ایمان نے لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا جب دیکھا انہوں نے ہماری گرفت کو ہمارے عذاب کو۔عذاب آجانے کے بعد ایمان قبول نہیں۔جب نزع کی حالت شروع ہو جائے تو اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔پھر جس طرح ایک فرد کی نزع کی حالت ہوتی ہے اسی طرح

سارے جہان کی بھی نزع ہوگی۔ وہ اس وقت شروع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور جس دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا اسی دن دابۃ الارض بھی زمین سے نکلے گا اور وہ لوگوں کے ساتھ گفتگو کرے گا۔ اس دن سے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد نہ کسی کا ایمان قبول ہوگا اور نہ توبہ قبول کی جائے گی۔ نیکی میں اضافے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پس جو پہلے سے ایمان اور عمل صالح چلے آرہے ہیں وہی معتبر ہوں گے۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد روایات کے مطابق ایک سو بیس سال تک جہان باقی رہے گا پھر فنا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سُنَّتَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ جو گزر چکا ہے اس کے بندوں میں کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان، توبہ اور اعتراف مفید نہیں ہوتا وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ اور نقصان اٹھایا اس جگہ کفر کرنے والوں نے۔ ایسے موقع پر کافروں نے ہمیشہ نقصان ہی اٹھایا ہے ان کی توبہ قبول نہ ہوئی اور وہ ہمیشہ کے لیے خسارے میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خسارے سے محفوظ فرمائے۔

آج بروز اتوار ۷ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۳ء

سترہویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علیٰ ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

❋......❋......❋......❋

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

كلام الملوك ملوك الكلام

بسم الله الرحمن الرحيم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسير

سورة حٰمٓ السجدة
سورة الشورٰى
سورة الزخرف
سورة الدخان
سورة الجاثيه
سورة الاحقاف

(مکمل)

جلد ۱۸

افادات

شيخ الحديث والتفسير

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ حم سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ، الاحقاف، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم-اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم-اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے اس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف رِیڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ حم السجدہ	13
02	تعارف سورۃ	16
03	عربوں کی مذمت نہیں کرنی چاہیے	18
04	ربط آیات	27
05	حضرت عمر کی فضیلت	32
06	آنحضرت کی وراثت کا مسئلہ اور رافضیوں کا نظریہ	32
07	ربط آیات	38
08	بعض لوگوں کا استدلال باطل اور اس کا جواب	40
09	ربط آیات	48
10	برے ساتھی	51
11	ربط آیات	58
12	ایمان والوں کے لیے خوش خبریاں	60
13	ایک غیر مسلم کے قبول اسلام کا واقعہ	63
14	ربط آیات	67
15	دلائل توحید	68
16	قرآن کریم کے متعدد نام	75
17	قرآن پاک کو عربی زبان میں اتارنے کی حکمت	78

18	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن کو جمع کرنا اور رافضیوں کا رفض	80
19	علم غیب خاصہ خداوندی ہے	86
20	رحمت خداوندی اور انسان کی مایوسی	88
21	ربط آیات	94
22	اختتام سورۃ حم سجدہ	96
23	سورۃ الشوریٰ	97
24	وجہ تسمیہ سورۃ	100
25	نافع اور ضار صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے	102
26	اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے	107
27	ساری دنیا کا وسط کعبۃ اللہ ہے	109
28	ربط آیات	115
29	ربط آیات	121
30	استقامت علی الدین	121
31	ربط آیات	127
32	والمیزان کی تفسیر	127
33	جنت کی نعمتیں	131
34	ربط آیات	135
35	الا المودۃ فی القربیٰ کی صحیح تفسیر اور محبت اہل بیت	136
36	حقوق اللہ کی اقسام	139
37	دعا کی قبولیت کی صورتیں	141
38	دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفیں انبیاء کو آتی ہیں	147
39	[illegible] آیات	154

نمبر	عنوان	صفحہ
40	ربط آیات	164
41	مسئلہ رسالت	165
42	توحید باری تعالیٰ	169
43	بیٹے اور بیٹیاں دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے	170
44	اللہ تعالیٰ کے بشر کے ساتھ کلام کرنے کی صورتیں	172
45	رویت باری تعالیٰ	174
46	اختتام سورۃ الشوریٰ	177
47	سورۃ الزخرف	179
48	تعارف سورۃ	183
49	حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کا سمجھانے کا انداز	185
50	مثنوی شریف کا ایک واقعہ	188
51	گھر میں بیٹی کا پیدا ہو جانا	195
52	تقلید کن مسائل میں ہے	200
53	ربط آیات	204
54	تسخیر کا معنیٰ	208
55	قارون کا انجام	210
56	المشرقین کی تفسیر	216
57	ملحدین کا اعتراض	217
58	حضور اکرم ﷺ کا بددعا کرنا	218
59	فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتحان لینا	229
60	ماقبل سے ربط	234
61	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش	234

62	مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا	237
63	قیامت کی نشانیاں	240
64	مرزا قادیانی کا دجل	241
65	بدعات اور خرافات	242
66	عیسائیوں کے فرقے	243
67	ربط آیات	247
68	جنت کی نعمتیں	249
69	سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال	249
70	مشرکین کی تردید	256
71	اعشیٰ شاعر اور ضماد کاہن کی حضور ﷺ سے ملاقات	257
72	قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے	260
73	اختتام سورۃ الزخرف	263
74	سورۃ الدخان	265
75	تعارف سورۃ	269
76	لیلۃ مبارکہ کی تفسیر	270
77	آپ ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں مکہ والوں پر قحط کا مسلط ہونا	274
78	ربط آیات	279
79	البطشۃ الکبریٰ کی تفسیر	280
80	بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا	283
81	بنی اسرائیل وادی تیہ میں	285
82	زمین و آسمان کا رونا	286
83	بنی اسرائیل کا تذکرہ	289

84	ربط آیات	300
85	جنتیوں کے لیے نعمت	303
86	اختتام سورۃ الدخان	305
87	سورۃ الجاثیہ	307
88	تعارف سورۃ	311
89	آنحضرت ﷺ کی صداقت اور نبوت کی دلیل	315
90	کفار کا صحابہ کرام پر ظلم	322
91	ڈاڑھی کا مسئلہ	323
92	بنی اسرائیل کا تعارف	325
93	ربط آیات	331
94	زمانے کو گالی مت دو	339
95	ربط آیات	348
96	عقیدہ آخرت	349
97	کافروں کا قرآنی سورتوں کے ناموں کا مذاق اڑانا	351
98	اختتام سورۃ الجاثیہ	354
99	سورۃ الاحقاف	355
100	تعارف سورۃ	358
101	غیر اللہ کو پکارنا	361
102	ربط آیات	369
103	حضور ﷺ کا معجزہ	373
104	ربط آیات	380
105	والدین کے حقوق	383

106	ربط آیات	390
107	نیک بخت کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	392
108	ربط آیات	397
109	قوم عاد پر اللہ تعالیٰ کا عذاب	400
110	ماقبل سے ربط	405
111	شان نزول	409
112	جن صحابی ہو سکتا ہے یا نہیں	410
113	ربط آیات	416
114	دیا نند سرسوتی کا قرآن پاک پر اعتراض	418
115	اختتام سورۃ الاحقاف	422
116		
117		
118		
119		
120		
121		
122		
123		
124		

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سورۃ حٰمٓ السجدۃ

(مکمل)

جلد............۱۸

آیاتھا ۵۴　۴۱ سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۱　رکوعاتھا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ ۭ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝۶ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ ۝۷ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸ ع

حٰمٓ ○ تَنْزِیْلٌ اتاری ہوئی ہے مِّنَ الرَّحْمٰنِ رحمٰن کی طرف سے الرَّحِیْمِ رحیم کی طرف سے کِتٰبٌ کتاب ہے فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اس کی آیتیں قُرْاٰنًا قرآن ہے عَرَبِیًّا عربی میں لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے بَشِیْرًا خوش خبری دینے والا ہے وَّنَذِیْرًا اور ڈرانے والا ہے فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ پس وہ سنتے نہیں

وَقَالُوْا اور کہا کافروں نے قُلُوْبُنَا ہمارے دل فِیْٓ اَکِنَّۃٍ پردوں میں ہیں مِّمَّا اس چیز سے تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں وَّمِنْۢ بَیْنِنَا اور ہمارے درمیان وَبَیْنِكَ اور آپ کے درمیان حِجَابٌ پردہ ہے فَاعْمَلْ پس آپ اپنا کام کریں اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ بے شک ہم اپنا عمل کرنے والے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں بشر ہوں تمہارے جیسا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وحی کی جاتی ہے میری طرف اَنَّمَآ پختہ بات ہے اِلٰـھُكُمْ تمہارا معبود اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْہِ پس قائم ہو جاؤ اس کی طرف وَاسْتَغْفِرُوْهُ اور اس سے معافی مانگو وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ اور ہلاکت ہے مشرکوں کے لیے اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوۃَ وہ جو نہیں دیتے زکوٰۃ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے منکر ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَھُمْ اَجْرٌ ان کے لیے اجر ہے غَیْرُ مَمْنُوْنٍ غیر منقطع۔

تعارف سورت:

اس سورہ کا نام حٰمٓ سجدہ ہے۔ حٰمٓ تو پہلی آیت ہے اور اس میں آگے سجدہ بھی آرہا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ساٹھ سورتیں نازل ہو چکی

تھیں۔ اس کے چھ (۶) رکوع اور چون (۵۴) آیتیں ہیں۔ سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات ہیں جیسے الم، حم ، طٰہ وغیرہ، ان کے متعلق مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے اللہ اَعْلَم بمرادہٖ بذٰلك ''ان کی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔'' دوسرا قول یہ ہے کہ سِرٌّ بَیْنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز ہیں۔'' ان کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ھی اسماء اللّٰہ تعالٰی ''یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ اس کی پھر دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ حم بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا نام ہے الم بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں تو ان کا ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب امام رازی، حافظ ابن کثیر علامہ آلوسی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم یہ دیتے ہیں کہ ننانوے نام تو مشہور ہیں۔ سارے نام یہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام تو آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں موجود ہیں لہٰذا یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ایک ایک حرف ایک ایک نام کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً 'ح' سے مراد حمید ہے۔ حمید کا معنٰی ہے قابل تعریف۔ اور میم سے مراد مجید ہے۔ معنٰی ہے بزرگ۔ درود شریف میں ہے اِنَّكَ حَمِیْدٌ۔ اس تفسیر کے مطابق معنٰی ہوگا وہ ذات پروردگار قابل تعریف اور بزرگ ہے۔

تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اتاری ہوئی ہے رحمٰن ورحیم کی طرف سے کِتٰبٌ کتاب ہے۔ یہ کتاب جو ہمارے سامنے ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہے جو رحمٰن بڑا مہربان ہے اور رحیم کی طرف سے اتاری گئی ہے جو نہایت رحم کرنے والا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بن

مانگے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں جو مانگنے پر دے۔ رب تعالیٰ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے بن مانگے بھی دیتا ہے اور مانگنے پر بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے وجود دیا، ہاتھ، پاؤں، آنکھیں دیں، ناک، کان، دل دماغ دیا، زبان اور کتنی چیزیں ہیں جو بن مانگے دیتا ہے۔ فرمایا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اس کی آیتیں۔ جن میں کوئی ابہام اور اخفا نہیں ہے عقائد و مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا یہ قرآن ہے عربی زبان میں لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں جانتے ہیں۔ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی عربی تھے۔

عربوں کی مذمت نہیں کرنی چاہیے :

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم عربیوں کو بُرا نہ کہو لا تسبوا العرب لانی عربی کیونکہ میں بھی عربی ہوں۔ مثلاً: اگر کوئی یوں کہے کہ عربی ایسے ہوتے ہیں تو اس میں تو آنحضرت ﷺ بھی آ گئے تو ایمان کہاں بچے گا؟ تو فرمایا کہ سب عربیوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ میں عربی ہوں۔ اس طرح تمہارے ایمان پر زد پڑے گی۔ ہاں اگر کوئی یوں کہے کہ آج کل کے عربیوں کا کوئی حال نہیں الا ماشاء اللہ۔ تو یہ جملہ کہہ سکتے ہیں۔ سارے نیک بھی نہیں سارے بد بھی نہیں۔

ایک موقع پر کافروں نے آنحضرت ﷺ کو شعروں میں بُرا کہا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ ان کا جواب دو۔ مگر ایک بات یاد رکھنا کہ تم جو قریش کی مذمت کرو گے تو میں بھی تو قریشی ہوں۔ تم جو کہو گے کہ قریشی ایسے ہوتے ہیں قریشی ویسے ہوتے ہیں تو میں بھی قریشی ہوں۔ تو بخاری شریف کی روایت ہے حضرت

حسان رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میں آپ کو ایسے نکال لوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال نکال دیا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی زد نہیں آئے گی۔ مثلاً: میں یہ نہیں کہوں گا قریشی ایسے ہوتے ہیں بلکہ میں یہ کہوں گا کہ قریش میں جو مشرک اور کافر ہیں، رب کے نافرمان قریشی ہیں وہ بُرے ہیں۔ اب ظاہر بات ہے کہ ان لفظوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو شامل نہیں ہیں۔

تو فرمایا کہ اہل عرب کو بُرا بھلا نہ کہو کہ میں بھی عربی ہوں۔ تو قرآن عربی زبان میں نازل ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی عربی ہیں اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عربی جیسی فصیح و بلیغ زبان دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ زبان زبان کا فرق ہوتا ہے۔ پھر ہر زبان کے اپنے الفاظ و معانی اور انداز ہے جو زبان والا ہی سمجھتا ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بڑے مقرر تھے اور پنجابی میں تقریر کرتے تھے۔ یہ جو بڑی عمر کے لوگ ہیں انھوں نے ان کی تقریریں سنی ہوں گی۔ ایک جگہ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو ایک باباجی نے کھڑے ہو کر کہا شاہ جی! آج پنجابی میں تقریر کرنا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم پنجابی جانتے ہو؟ کہنے لگا ہاں میں پنجابی جانتا ہوں۔ فرمایا یہ بتا کہ پنجابی میں بے وقوف کسے کہتے ہیں؟ اس نے کہا بے وقوف کو۔ فرمایا کھڑا ہو جا۔ دوسرے سے پوچھا کہ بے وقوف کو کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا جھلا! فرمایا تو بھی کھڑا ہو جا۔ ایک اور سے پوچھا تو اس نے کہا پاگل۔ فرمایا تم بھی کھڑے ہو جاؤ۔ فرمایا تم تو پنجابی نہیں جانتے۔ فرمایا پنجابی میں بے وقوف کو جھلا یوڑ کہتے ہیں۔ یہ ٹھیٹھ پنجابی ہے۔ تو خیر زبانوں میں فصیح و بلیغ زبان عربی ہے۔ پھر اس کی نزاکتوں کو وہی لوگ جانتے ہیں جو عربی ہیں۔ ہم تم عجمی کیا سمجھتے ہیں؟ الحمد للہ! میں نے سولہ سال پڑھنے کے بعد

تخصص کیا جس کو پی، ایچ، ڈی کہتے ہیں۔ تو اٹھارہ سال پڑھا اور تقریباً ساٹھ سال ہو گئے ہیں پڑھاتے ہوئے لیکن ابھی تک میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مجھے عربی پر مکمل عبور حاصل ہے، توبہ توبہ کچھ نہیں۔ یہ بڑی وسیع زبان ہے۔

تو فرمایا یہ قرآن عربی میں ہے اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے بَشِيْرًا یہ قرآن خوش خبری دینے والا ہے۔ نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خوش خبری دیتا ہے وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا ہے۔ نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہے، قبر کے عذاب سے، جہنم کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ لوگ اس کو مان کر اس پر عمل کرتے لیکن فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ پس وہ نہیں سنتے۔ ایسا سننا کہ جس کے بعد اس کو قبول کر لیں ویسے تو سنتے ہیں لیکن سماع قبول نہیں ہے کہ سننے کے بعد قبول کر لیں وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے۔ کافروں نے کہا قُلُوْبُنَا قلب کی جمع ہے فِيْٓ اَكِنَّةٍ کِنَانٌ کی جمع ہے۔ ہمارے دل پردوں میں ہیں مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ اس چیز سے جس چیز کے بارے میں آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے دلوں پر پردے چڑھا رکھے ہیں آپ کی بات کو دلوں کے قریب نہیں آنے دیتے وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں، ڈاٹ ہیں۔ تم جتنا مرضی چلاتے رہو، زور لگاتے رہو، وعظ کرتے رہو ہم نے اس کو کانوں تک نہیں پہنچنے دینا وَمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔ ہم نے جحود و انکار کا پردہ لٹکایا ہوا ہے۔ اس کی موجودگی میں آپ کی کوئی بات ہمارے قریب نہیں آ سکتی فَاعْمَلْ آپ اپنا کام کریں اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ جب انھوں نے اس چیز کو پسند کر لیا اور اپنے لیے ہدایت کے دروازے خود

بند کر دیئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَ عَلٰی سَمْعِھِمْ وَ عَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ [سورۃ بقرہ] ''مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔'' ابتداءً انہیں ان کے اس پر راضی ہونے کے بعد۔ یہ آیت کریمہ جب پڑھتے ہیں تو سطحی قسم کے لوگ اشکال میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود مہریں لگا دیں تو پھر بندے کا کیا اختیار ہے؟ بندہ خدا سے طاقت ور تو نہیں ہے کہ اس کی مہروں اور پردوں کو ہٹا دے۔ فارسی کا مشہور شعر ہے:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی دامن ترمکن ہشیار باش

''کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں پھینک دو پھر کہو کہ پانی میں بھیگنا نہیں ہے۔'' بھائی وہ بھیگے گا نہیں تو اور کیا کرے گا؟ تو ایسی آیات کو پڑھ کر شبہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان کا کیا قصور ہے۔ تو بات سمجھ آ گئی نا کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً اور جبراً کسی کو مہر نہیں لگاتا جب انھوں نے خود مہریں لگا دیں پردے کر لیے اور کفر و شرک پر راضی ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس پر پکا کر دیتا ہے اور ان کے لیے ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی [النساء: ۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔'' یعنی جس طرف کوئی چلنا چاہتا ہے رب تعالیٰ اس کو اس طرف چلا دیتے ہیں فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ [سورہ صف] ''پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' اور سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ''اور جو کوشش کرتے ہیں ہمارے لیے تو ہم ضرور ان کی راہنمائی کرتے ہیں اپنے راستوں کی۔'' تو اللہ تعالیٰ نہ کسی کو جبراً

گمراہ کرتے ہیں اور نہ ہدایت دیتے ہیں۔

تو کافروں نے کہا کہ ہم پر آپ کا وعظ کچھ اثر نہیں کرتا آپ اپنا کام کریں ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اے نبی کریم ﷺ! اِنَّمَآ اَنَابَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پختہ بات ہے کہ میں بشر ہوں تمہارے جیسا میرے اختیار میں نہیں ہے کہ تمہارے کانوں سے ڈاٹیں نکال دوں۔ تمہارے دلوں اور آنکھوں سے پردے ہٹا دوں۔ پیغمبر کا کام ہے حق سنانا، ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ پارہ ۲۰ میں ہے ''بے شک آپ ﷺ اے نبی کریم! ہدایت نہیں دے سکتے اسے جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔'' پیغمبر کا کام ہے حق پہنچا دینا اور سنا دینا وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ [سورۃ:] حضرت آدم علیہ السلام نے بیٹے قابیل کی جب حرکتیں دیکھیں تو باپ اور پیغمبر ہونے کی حیثیت سے سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو بڑے پیارے انداز میں سمجھایا يٰبُنَىَّ ارْكَبْ مَّعَنَا [ہود: ۴۱] ''اے میرے پیارے بیٹے سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ کافروں کا ساتھ نہ دو غرق ہو جاؤ گے۔'' اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں جواب دیا سَاٰوِىْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِىْ مِنَ الْمَآءِ ''میں پناہ پکڑوں گا اس پہاڑ کی طرف وہ مجھے بچالے گا پانی میں ڈوبنے سے۔'' بیوی نے بھی ہدایت قبول نہیں کی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے دل سے کفر نہ نکال سکے بڑے پیارے انداز میں سمجھاتے رہے ہیں يٰٓاَبَتِ يٰٓاَبَتِ ''اے ابا جی، اے ابا جی'' تو فرمایا میں تمہارے جیسا بشر ہوں ہاں فرق یہ ہے کہ يُوْحٰٓى اِلَىَّ وحی کی جاتی ہے میری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس میں بنیادی مسئلہ یہ ہے اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پختہ بات

ہے کہ اللہ تمہارا ایک ہی اللہ ہے اس کے سوا تمہارا کوئی معبود، مشکل کشا نہیں ہے فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْهِ پس تم سب کے سب قائم ہو جاؤ اس کی طرف۔ رب تعالیٰ کے دین پر آکر ڈٹ جاؤ وَاسْتَغْفِرُوْهُ اور بخشش طلب کرو اس سے، معافی مانگو اس سے کفر، شرک اور معاصی سے۔ ہر آدمی کو اپنے اپنے اعتبار سے اپنے آپ کو گناہ گار سمجھنا چاہیے۔ اور یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم نیک پاک ہیں کیونکہ جو اپنے آپ کو نیک پاک سمجھے گا اس نے کب توبہ کرنی ہے؟ لہٰذا اپنے آپ کو گناہ گار سمجھو اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ اور ہلاکت اور خرابی ہے مشرکوں کے لیے۔ دو صفتیں اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صفت: اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے بھی مشرک ہیں کہ انھوں نے شیطان اور نفس کی اطاعت کی، رب تعالیٰ کا حکم نہیں مانا۔

دوسری صفت: وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ آخرت کا انکار دو قسم پر ہے عقیدے کے لحاظ سے اور عمل کے لحاظ سے۔ کلمہ پڑھنے والے عقیدہ کے لحاظ سے تو قیامت کے منکر نہیں ہیں لیکن عمل کے لحاظ سے ان کو دیکھو تو گویا انھیں قیامت پر یقین نہیں ہے۔ ان مغربی قوتوں نے ہمارے ایمانوں پر ضرب کاری لگائی ہے اور لگا رہے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان نہ رہے۔ مسلمانوں کو بدعمل بنا کر ان پر مختلف علاقوں میں مظالم ڈھا رہے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے نہ ہوں۔ اب کچھ مسلمان مختلف علاقوں میں جہاد کے لیے اٹھے ہیں اور جہاد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے۔ یہود و ہنود وغیرہ

مسلمانوں پر عقیدے کے لحاظ سے عمل اور اخلاق کے لحاظ سے حملے کر رہے ہیں کہ مسلمان ہر اعتبار سے تباہ ہو جائیں۔ ان کو یہ خدشہ اور ڈر ہے کہ جس طرح صلیبی جنگوں میں ہمارے ساتھ ہوا تھا دوبارہ ایسا نہ ہو۔

صلیبی جنگوں کے زمانے میں سارا یورپ یہ ارادہ کر کے نکلا تھا کہ ہم نے ایک بھی کلمہ پڑھنے والا نہیں چھوڑنا اور اس عہد پر انہوں نے اپنے بدن سے خون نکال کر اس سے دستخط کیے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ''اللہ تعالیٰ نور ایمان، نور اسلام اور نور توحید کو چمکانے والا ہے کافر بے شک جلتے رہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کیا اور اس نے ان کو سبق سکھایا۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے ارادے خاک میں ملا دیئے۔ اے پروردگار! ہمیں صلاح الدین ایوبی جیسا بندہ عطا فرما، سلطان محمود غزنوی جیسا بندہ عطا فرما یا الپ ارسلان جیسا بندہ عطا فرما۔ ہمارے حکمران تو شیطان مجسم ہیں چاہے کسی بھی جگہ کے ہوں۔ بس! انیس بیس کا فرق ہوگا دین کے خیر خواہ اور حامی نہیں ہیں صرف اپنی ذات کے خیر خواہ ہیں۔ تو فرمایا خرابی ہے مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔

ان کے برعکس لوگوں کا ذکر ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ان کے لیے اجر ہے غیر منقطع۔ جو ختم ہونے میں نہیں آئے گا کیونکہ جنت کی ہر چیز دائمی ہے۔ زندگی دائمی، پھل میوے دائمی، خوشیاں دائمی۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو نصیب فرمائے۔

قُلْ

اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ؕ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

قُلْ آپ کہہ دیں اَئِنَّكُمْ کیا بے شک تم لَتَكْفُرُوْنَ انکار کرتے ہو بِالَّذِيْ اس ذات کا خَلَقَ الْاَرْضَ جس نے پیدا کیا زمین کو فِيْ يَوْمَيْنِ دو دنوں میں وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اور بناتے ہو اس کے لیے اَنْدَادًا شریک ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یہ ہے تمام جہانوں کا پالنے والا وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ اور رکھے اس نے زمین میں مضبوط پہاڑ مِنْ فَوْقِهَا اس کے اوپر وَبٰرَكَ فِيْهَا اور برکت ڈالی اس میں وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اور مقرر کی ہیں اس میں

اَقْوَاتَهَا اس کی خوراکیں فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ چار دنوں میں سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ برابر ہے پوچھنے والوں کے لیے ثُمَّ اسْتَوٰٓى پھر اس نے ارادہ کیا اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف وَهِيَ دُخَانٌ اور وہ دھواں تھا فَقَالَ لَهَا پس فرمایا اس کو وَلِلْاَرْضِ اور زمین کو ائْتِيَا آؤ تم دونوں طَوْعًا خوشی سے اَوْ كَرْهًا یا جبراً قَالَتَآ دونوں نے کہا اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ آئے ہیں ہم خوشی کے ساتھ فَقَضٰىهُنَّ پس اللہ تعالیٰ نے پورا کیا ان کو سَبْعَ سَمٰوَاتٍ سات آسمان فِيْ يَوْمَيْنِ دو دنوں میں وَاَوْحٰى اور وحی کی اس نے فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ ہر آسمان میں اَمْرَهَا اس کے معاملے کی وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا اور مزین کیا ہم نے آسمان دنیا کو بِمَصَابِيْحَ چراغوں کے ساتھ وَحِفْظًا اور حفاظت کے لیے ذٰلِكَ یہ تَقْدِيْرُ اندازہ ہے الْعَزِيْزِ غالب کا الْعَلِيْمِ جاننے والے کا فَاِنْ اَعْرَضُوْا پس اگر وہ اعراض کریں فَقُلْ پس آپ کہہ دیں اَنْذَرْتُكُمْ میں نے تمھیں ڈرا دیا ہے صٰعِقَةً عذاب سے مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ جیسا کہ عذاب آیا عاد قوم پر وَّثَمُوْدَ اور ثمود قوم پر اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ جس وقت آئے ان کے پاس رسول مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے سے وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور ان کے پیچھے سے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی قَالُوْا انہوں نے کہا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا اگر چاہتا ہمارا رب لَاَنْزَلَ

مَلٰٓئِكَةً البتہ اتارتا فرشتوں کو فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ پس بے شک ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو انکار کرنے والے ہیں۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے ذکر تھا مشرکوں کی خرابی اور ہلاکت کا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھایا ہے اپنے پیغمبر کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ فرما دیں، ان سے کہہ دیں اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ کیا بے شک تم انکار کرتے ہو اس ذات کا یعنی اس کے احکام کا خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ جس نے پیدا کیا زمین کو دو دنوں میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کا مادہ دو دنوں میں بنایا۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اتوار اور سوموار والے دن زمین کو بنا کر پیڑے کی شکل میں جیسے روٹی کا پیڑا ہوتا ہے کعبے والی جگہ رکھا۔ مکہ مکرمہ مرکز ہے۔ مکہ کا لفظی معنیٰ ہے ناف۔ یہ انسانی جسم کے عین درمیان میں ہوتی ہے۔ تو مکہ مکرمہ بھی دنیا کے سنٹر میں ہے تو زمین کو تو اللہ تعالیٰ نے بنایا وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا۔ انداد جمع ہے نِدٌّ کی۔ شریک کے معنیٰ میں ہے کہ تم بناتے ہو اللہ تعالیٰ کے شریک او ظالمو! تم اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے ہو حالانکہ زمین کو تو اس نے پیدا کیا ہے ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یہی ہے رب العالمین جس نے زمین پیدا کی ہے وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ۔ یہ رَاسِيَةٌ کی جمع ہے مضبوط پہاڑ۔ اور رکھے اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ مِنْ فَوْقِهَا اس کے اوپر۔ زمین کو پہلے اللہ تعالیٰ نے پیڑے کی شکل میں بنا کر رکھا پھر آسمان بنائے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا [سورۃ النازعات] "اس کے بعد زمین کو بچھایا" روٹی بعد میں بنائی۔ تب زمین میں

حرکت تھی اللہ تعالیٰ نے اس میں پہاڑ رکھ دیئے اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ [سورۃ لقمان] کہ وہ حرکت نہ کرے۔ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا [سورۃ النباء] ''پہاڑوں کو میخیں بنا کر زمین میں گاڑ دیا'' وَبٰرَكَ فِيْهَا اور برکت رکھی اس میں۔ ھا ضمیر کا مرجع پہاڑ بھی بناتے ہیں کہ پہاڑوں میں برکت رکھی کہ پہاڑوں پر درخت ہیں جڑی بوٹیاں ہیں، پانی کے چشمے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے۔ اور اس کا مرجع زمین بھی بناتے ہیں۔ تو معنیٰ ہوگا اللہ تعالیٰ نے زمین میں برکت رکھی ہے۔ زمین میں تو بہت کچھ ہے۔ تو فرمایا زمین کو پیدا کیا وَ قَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا۔ اقوات قوت کی جمع ہے۔ معنیٰ ہے خوراک، روزی۔ تو معنیٰ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں اس میں خوراکیں، روزیاں فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ چار دنوں میں۔ دو دن میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو گیند کی شکل میں بنایا پھر دو دن میں اس میں پہاڑ رکھے اس کو پھیلایا اور اس میں روزیاں مقرر کیں۔ کسی جگہ گندم، کسی جگہ چاول، کسی جگہ مکئی اور باجرا ہو گا، کسی جگہ کوئی پھل ہوگا، کسی جگہ کوئی پھل ہوگا۔ منگل اور بدھ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہاڑ اور خوراکیں زمین میں مقرر فرمائیں سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ یہ برابر ہے پوچھنے والوں کے لیے۔ چوں کہ آنحضرت ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تھا کہ زمین کو کیسے اور کتنے دنوں میں بنایا ہے۔ تو ان کے سوال کا جواب مکمل ہوگیا۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف وَ هِيَ دُخَانٌ اور وہ دھواں تھا فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کہا اور زمین سے آؤ تم دونوں طَوْعًا اَوْ كَرْهًا خوشی سے یا جبراً۔ جس ساخت میں میں تمھیں بنانا چاہتا ہوں خوشی سے بننا چاہتے ہو یا جبراً قَالَتَآ آسمان بھی بولا اور زمین بھی بولی اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ آئے ہیں ہم خوشی کے ساتھ۔ پروردگار! ہم بن گئے، تعمیل

کرتے ہیں آپ کے حکم کی۔ جمعرات اور جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان بنائے، اتوار، سوموار کو زمین کا مادہ بنایا، منگل بدھ کو زمین میں پہاڑ، خوراکیں چشمے وغیرہ مقرر فرمائے۔ جمعرات اور جمعہ کے دن آسمان بنائے۔ یہ خلاصہ ہے مسلم شریف کی روایت کا۔ فرمایا فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو برابر کر دیا سات آسمان فِیْ یَوْمَیْنِ دو دنوں میں۔ جمعرات اور جمعہ کو۔ قرآن پاک میں سات آسمانوں کا ذکر متعدد بار آیا ہے اور زمین کے سات ہونے کا ذکر صرف ایک مرتبہ سورہ طلاق میں آیا ہے مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ اور یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں اس کے نیچے اور زمین ہے، اس کے نیچے اور زمین ہے، اس کے نیچے اور زمین ہے، اس طرح سات زمینیں ہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ ہر زمین میں مخلوق ہے اور یہ زمینیں اوپر نیچے ہیں۔ اس طرح نہیں جیسے بعض لوگ کہتے ہیں مثلاً ایک زمین پاکستان کی ہے، ایک امریکہ کی ہے اور ایک افریقہ کی ہے اس طرح سات زمینیں ہیں۔ یہ نظریہ غلط ہے بلکہ زمینیں اوپر نیچے ہیں۔ اور اس پر بہت سارے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حدیث ہے جو آدمی کسی دوسرے کی ایک بالشت زمین پر بھی ناجائز قبضہ کرے گا تو قیامت والے دن وہ زمین بھی اور اس کے نیچے کی چھ زمینوں میں سے ایک ایک بالشت اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ زمینیں اوپر نیچے ہوں ورنہ اس زمین کا امریکہ چین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری دلیل: ترمذی شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص زمین میں زنجیر لٹکائے کہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں زمین

تک پہنچ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ زمینیں بھی آسمانوں کی طرح اوپر نیچے ہیں۔ فرمایا وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا اور وحی کی اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کے معاملے کی۔ ہر آسمان میں فرشتے مقرر فرمائے اور ان کے ذمے ڈیوٹیاں لگائیں۔ باقی معاملات کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ آسمان پر ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول نہ ہو اور فرشتوں کی حمد و ثنا ہے سبحان اللہ و بحمدہٖ۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ افضل الکلام سبحان اللہ و بحمدہٖ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور اسی کلمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ حیوانوں کو روزی دیتا ہے وہ زبان حال سے کہتے ہیں سبحان اللہ و بحمدہٖ اور ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے بیت المعمور، یہ فرشتوں کا قبلہ ہے روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور جس نے ایک دفعہ طواف کر لیا پھر اس کو ساری زندگی دوبارہ طواف کا موقع نہیں ملتا۔

تو فرشتوں کی تعداد کا کوئی حساب نہیں ہے۔ اور ہر آدمی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔ چار فرشتے تو کراماً کاتبین ہیں دو دن کے اور دو رات کے وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ [سورۃ الانفطار] اور سورہ ق پارہ ۲۶ میں ہے عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ "دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔" دائیں کندھے پر نیکیاں لکھنے والا اور بائیں کندھے پر بدیاں لکھنے والا بیٹھا ہے مگر محسوس نہیں ہوتے اور دس فرشتے دن کو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں اور دس رات کو لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ [الرعد: ۱۱] "اس کے لیے آگے پیچھے آنے

والے فرشتے ہیں۔'' آدمی کے آگے اور پیچھے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سند کے ساتھ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو انسان کی حفاظت کے لیے مقرر ہوتے ہیں اور دس رات کو، جب تک انسان کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے۔ پھر جس طرح انسان کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں اسی طرح ہر جن کے ساتھ دس فرشتے دن کو اور دس رات کو حفاظت کے لیے مقرر ہیں۔ جنات بھی مکلف ہیں اور جنات کی آبادی انسانوں سے زیادہ ہے کہ ان کی پیدائش انسان سے دو ہزار سال پہلے ہوئی ہے۔ انسان سے پہلے انھوں نے دو ہزار سال زمین میں حکمرانی کی ہے پھر ان میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، مومن بھی اور کافر بھی۔

سورہ جن پارہ ۲۹ میں ہے وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ''اور بے شک ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور اس کے علاوہ بھی یعنی بدکار بھی۔ ہم مختلف راستوں میں بٹے ہوئے ہیں'' اور آگے ہے وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ''اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں اور ناانصاف بھی یعنی کافر بھی۔'' یہ جنات کا اپنا بیان ہے۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہر آسمان میں اس کے معاملے کی وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ اور مزین کیا ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں کے ساتھ یعنی ستاروں کے ساتھ۔ مطلع صاف ہو تو رات کو ستارے جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ ان میں کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے ہیں۔ بعض ستارے زمین سے بھی کئی گنا بڑے ہیں اور بے شمار ستارے ہیں۔

فضیلتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ :

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ حضرت! کوئی بندہ ایسا بھی ہے کہ جس کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہوں۔ یہاں سے تم ان کے ذہن کا اندازہ لگاؤ کیا سوچ ہے، کیا فکر ہے۔ ہماری ماں بہن ہوتی تو سوال ہوتا کہ حضرت! ستاروں کے برابر کس کے پاس پیسے ہوں گے۔ سوال ڈالروں، پونڈوں اور ریالوں کا ہوتا۔ مگر ام المومنین پوچھتی ہیں کہ حضرت کوئی ایسا بندہ ہے جس کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہوں؟ فرمایا ہاں! عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہیں۔ مگر افسوس کہ جس کی نیکیاں ستاروں کی طرح بے شمار ہیں آج لوگ ان پر برستے اور زبان درازی کرتے ہیں۔ کتنا ظلم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کا مسئلہ اور رافضیوں کا نظریہ :

خمینی اپنی کتاب کشف الاسرار میں لکھتا ہے کہ قرآن کریم کا پہلا منکر اور باغی ابوبکر ہے رضی اللہ عنہ۔ کیونکہ اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا حصہ نہیں دیا۔ یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت تقسیم ہوتی تو مسئلہ بنتا چوبیس (۲۴) سے کیونکہ اس وقت شرعی وراث چچا، بیویاں اور بیٹی تھی۔ تو مسئلہ چوبیس سے حل ہوتا آدھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مل جاتا کیونکہ قرآن کریم میں ہے وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ [النساء:۱۱] ''اور ایک ہی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔'' اور بیوی ایک ہو یا ایک سے زاید ہوں تو ان کو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ تو چوبیس میں سے بارہ حصے ملتے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو۔ آٹھواں حصہ بنتا ہے تین۔ تو تین حصے بیویوں کو ملتے۔ باقی نو حصے ملتے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو۔ اگر وراثت تقسیم ہوتی تو اس طرح ہوتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور

یہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور متواتر روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نَحۡنُ مَعۡشَرُ الۡاَنۡبِیَاۤءِ مَا تَرَکۡنٰہُ صَدَقَۃٌ ''ہم پیغمبروں کی جماعت جو چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قسم دے کر فرمایا۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اس رب کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے نہیں فرمایا کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی قَالَا اللّٰہ نَعَمۡ دونوں بزرگوں نے کہا ہاں اللہ گواہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن کے کیسے منکر ہوئے؟ پھر خمینی نے لکھا ہے کہ دوسرے نمبر پر قرآن کا منکر، ملحد اور زندیق عمر ہے رضی اللہ عنہ۔ خمینی کے انقلاب سے پہلے یہ لوگ ہر ملک میں دبے ہوئے تھے پاکستان میں بھی ان کو اتنی جرات نہیں تھی کہ کھل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کریں یہ پَر ان کو خمینی نے لگائے ہیں۔

تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! کسی آدمی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عمر کی۔ تو ام المومنین نے کہا میرے ابا جی کی نیکیاں؟ فرمایا عائشہ! عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

تو آسمان پر بے شمار ستارے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو مزین کیا ہے وَحِفۡظًا اور آسمان کی حفاظت کے لیے ہیں کہ یہ جنات اور شیاطین اوپر جا کر فرشتوں کی باتیں نہ سنیں۔ جب یہ اوپر جاتے ہیں تو فَاَتۡبَعَہٗ شِہَابٌ مُّبِیۡنٌ [سورۃ الحجر] ''پس پیچھا کرتا ہے اس کا ایک روشن شہاب۔'' ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ یہ اندازہ ہے غالب کا، جاننے والے کا فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا پس اگر وہ اعراض کریں۔ اگر یہ کافر مشرک لوگ اعراض کریں آپ کی نصیحت کو قبول نہ کریں فَقُلۡ تو ان سے کہہ

دیں اَنْذَرْتُکُمْ میں نے تمھیں ڈرادیا ہے صٰعِقَۃً۔ صاعقہ کا معنیٰ بجلی کا بھی ہے اور مطلق عذاب کا بھی ہے چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ یہاں معنیٰ عذاب کا ہے۔ میں تمھیں ڈراچکا ہوں عذاب سے مِّثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ عاد اور ثمود کے عذاب کی طرح۔ جیسے عاد قوم پر تند و تیز ہوا کا عذاب آیا اور ثمود قوم کے متعلق صَیْحَہ کا لفظ بھی آیا ہے ڈراؤنی آواز اور رَجْفَہ کا لفظ بھی آیا ہے زلزلہ۔ اِذْ جَآءَتْھُمُ الرُّسُلُ جس وقت آئے قوم عاد اور ثمود کے پاس ان کے رسول مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَ مِنْ خَلْفِھِمْ ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے۔ اگر قوم آرہی ہوتی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر سامنے سے پہنچا اور کہا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اور جارہے ہوتے تو پیچھے سے آواز دے کر اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے۔ تو سامنے سے بھی تبلیغ کی پیچھے سے بھی تبلیغ کی اور یہ سبق دیا اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ یہ کہ تم نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا ان لوگوں نے کہا اگر چاہتا ہمارا رب لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً البتہ اتارتا فرشتے نوری مخلوق کو پیغمبر بنا کر بھیجتا۔ تم تو ہماری طرح کھاتے پیتے ہو، انسان ہو تم کیسے پیغمبر بن گئے۔

سورہ مومنون آیت نمبر ۳۲ پارہ ۱۸ میں ہے مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ''نہیں یہ پیغمبر مگر انسان تمہارے جیسا یَاْکُلُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ مِنْہُ وَ یَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ کھاتا ہے ان چیزوں سے جن سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے ان چیزوں میں سے جو تم پیتے ہو۔'' اور سورۃ الفرقان آیت نمبر ۷ پارہ ۱۸ میں ہے کہ انھوں نے کہا مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ''کیا ہے اس رسول کو یہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔'' سودا سلف خریدتا ہے، بیچتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ مشرک

قوموں کا نظریہ تھا کہ پیغمبر بشر نہیں ہونا چاہیے، نوری ہونا چاہیے۔

تو کہنے لگے اگر چاہتا ہمارا پروردگار تو اتارتا فرشتے فَاِنَّا بِمَآ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ پس بے شک ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو منکر ہیں۔ نہ توحید مانتے ہیں، نہ رسالت، نہ قیامت مانتے ہیں۔ آگے بھی اسی سلسلے کا ذکر ہے۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَ هُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ ۚ وَ نَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ ۧ وَ یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَی النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

ع ۲ / ۱۰ / ۱۶

فَاَمَّا عَادٌ پس بہ ہر حال عاد قوم نے فَاسْتَكْبَرُوْا پس تکبر کیا فِی الْاَرْضِ زمین میں بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق وَ قَالُوْا اور انھوں نے کہا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کون زیادہ سخت ہے ہم سے قوت میں اَوَ لَمْ یَرَوْا کیا اور انھوں نے نہیں دیکھا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ بے شک اللہ تعالیٰ کی وہ ذات خَلَقَهُمْ جس نے ان کو پیدا کیا هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وہ زیادہ سخت ہے ان سے قوت

میں وَكَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اور تھے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ پس بھیجی ہم نے ان پر رِيْحًا ہوا صَرْصَرًا تندوتیز
فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ منحوس دنوں میں لِّنُذِيْقَهُمْ تاکہ ہم چکھائیں ان کو
عَذَابَ الْخِزْيِ رسوائی کا عذاب فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى اور البتہ آخرت کا عذاب بہت ہی رسوا کرنے والا
ہے وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی وَاَمَّا ثَمُوْدُ اور
بہر حال قوم ثمود فَهَدَيْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو راستہ بتلایا فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى
پس انھوں نے پسند کیا اندھے پن کو عَلَى الْهُدٰى ہدایت کے اوپر۔
فَاَخَذَتْهُمْ پس پکڑا ان کو صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ ذلت والے عذاب
کی کڑک نے بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بہ سبب اس کے جو وہ کماتے تھے وَنَجَّيْنَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ
اور وہ بچتے تھے وَيَوْمَ يُحْشَرُ اور جس دن اکٹھے کیے جائیں گے اَعْدَآءُ
اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دشمن اِلَى النَّارِ دوزخ کی طرف فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ
پس وہ گروہ در گروہ کر دیئے جائیں گے حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا یہاں تک کہ وہ
اس کے قریب پہنچیں گے شَهِدَ عَلَيْهِمْ گواہی دیں گے ان کے خلاف
سَمْعُهُمْ ان کے کان وَاَبْصَارُهُمْ اور ان کی آنکھیں وَجُلُوْدُهُمْ
ان کے چمڑے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس چیز کی جو وہ کرتے تھے وَقَالُوْا

اور وہ کہیں گے لِجُلُوْدِهِمْ اپنے چمڑوں کو لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف قَالُوْٓا وہ کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ بلوایا ہے ہم کو اس اللہ نے اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اور اسی نے تم کو پیدا کیا اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی مرتبہ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے گئے ہو۔

ربط آیات:

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی اور سنی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ نصیحت سے اعراض کریں ،توحید ورسالت اور قیامت سے اعراض کریں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ میں نے تمھیں ڈرا دیا ہے عذاب سے جیسا کہ عذاب آیا تھا عاد اور ثمود قوم پر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ہلاک ہو جاؤ جس طرح کہ وہ ہلاک ہوئے ہیں۔اب پروردگار اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان فرماتے ہیں۔

فرمایا فَاَمَّا عَادٌ پس بہ ہر حال عاد قوم نے فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ پس تکبر کیا زمین میں ناحق۔نوح علیہ السلام کے بعد دنیا میں قوم عاد تھی۔ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔بارھویں پارے میں ہے وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ’’اور ہم نے عاد قوم کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔‘‘ یہ قوم نجران،حضر موت، مغربی یمن اور عمان کے درمیان میں آباد تھی۔جغرافیے میں اس کا نام ربع خالی اور طھماء ہے۔اس علاقے میں زیادہ تر ریت کے ٹیلے تھے مگر نجران کے قریب زرعی زمین بھی تھی

یہ لوگ بڑے ڈیل ڈول والے تنومند اور بڑی قوت والے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی۔ بارانی علاقہ تھا لوگوں کو بڑی پریشانی ہوئی، چشموں کا پانی سوکھ گیا، کنوؤں کا پانی کم ہوگیا اور بعض کا بالکل ختم ہوگیا، کھیت سوکھ گئے، درخت جھلس گئے، جانور بھوک پیاس سے مرنے لگے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، میری اطاعت کرو يُرْسِلُ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا [ہود: ۵۲] ''اللہ تعالیٰ چھوڑ دے گا آسمان کو تمہارے اوپر بارش برسانے والا۔'' اور تمہاری طاقت کے ساتھ طاقت کو بڑھا دے گا۔ لیکن وہ قوم اتنی سرکش تھی کہ کہنے لگی کہ اگر تمہاری وجہ سے بارش ہونی ہے تو پھر ہمیں بارش کے ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس قوم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عاد قوم نے تکبر کیا زمین میں ناحق وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کون زیادہ سخت ہے ہم سے قوت میں۔ ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے، ہم سے قد کس کا بڑا ہے، بدنی اور مالی طاقت میں ہم سے زیادہ کون ہے۔ رب تعالیٰ نے جواب دیا اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ کیا اور انھوں نے نہ دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی وہ ذات خَلَقَهُمْ جس نے ان کو پیدا کیا هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وہ زیادہ سخت ہے قوت میں ان سے وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اور تھے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے۔ پھر کیا ہوا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا صَرْصَرًا تند و تیز جھکڑ چلائے فِىْ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ منحوس دنوں میں۔ ہوا کیوں چلائی لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ تاکہ ہم چکھائیں انھیں رسوائی کا عذاب فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى اور البتہ آخرت کا عذاب بہت رسوا کرنے والا ہے وَهُمْ

لَا یُنْصَرُوْنَ اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ کئی سال بارشیں نہ ہوئیں پھر بادل کا ایک ٹکڑا ان کو نظر آیا تو بڑے خوش ہوئے۔ کہنے لگے ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] ''یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔'' بَلْ ھُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ ''نہیں بلکہ یہ وہ ہے کہ جس کو تم جلدی طلب کرتے تھے'' یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ جس وقت بادل ان کے قریب آ گیا تو اس سے آواز آئی رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا ''ان کو راکھ اور خاک کر دے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا۔'' یہ آواز کانوں سے سننے کے باوجود عبرت حاصل نہ کی، ضد نہ چھوڑی ،حق کو قبول نہیں کیا۔ ہوا نے ان کو پٹکا پٹکا کر مارا۔ کوئی یہاں گرا پڑا ہے کوئی وہاں گرا پڑا ہے۔ سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ میں ہے کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃٍ ''گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہیں۔'' وہ ہوا جو عالم اسباب میں جان دار چیزوں کے لیے نجات کا ذریعہ ہے اسی ہوا کو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بنا کر مسلط کر دیا۔

بعض لوگوں کا باطل استدلال اور اس کا جواب :

یہاں پر ایک اہم بات سمجھ لیں۔ بعض لوگوں نے فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ سے غلط استدلال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دنوں میں نحس بھی ہیں اور سعد بھی ہیں۔ دن منحوس بھی ہوتے ہیں اور اچھے بھی ہوتے ہیں کہ منحوس دنوں میں ان پر عذاب مسلط کیا۔ اسی وجہ سے بعض جاہل لوگ کہتے ہیں :

منگل بدھ نہ جاویں پہاڑ
جیتی بازی آویں ہار

منگل بدھ والے دن پہاڑ کا سفر نہ کرنا ورنہ شکست کھا کر آؤ گے۔ اور بعض علاقوں میں

شوال کے مہینے میں نکاح کو معیوب سمجھتے ہیں اور اس کو خالی مہینہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح سے خالی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بعض عورتوں نے ذکر کیا کہ امی جان! لوگ کہتے ہیں کہ شوال کے مہینے میں نکاح ہو تو نباہ نہیں ہوتا۔ فرمایا لوگ غلط کہتے ہیں میرا نکاح بھی شوال کے مہینے میں ہوا ہے اور رخصتی بھی شوال کے مہینے میں ہوئی ہے۔ اس وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی برادری کے لڑکے لڑکیوں کے نکاح شوال کے مہینے میں کرتی تھیں۔ اور جیسے آج کل اپنے آپ کو سنی کہلانے والے لوگ محرم میں نکاح کرنے کو بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ شیعہ تو خیر رہے اپنی جگہ سنی کہلانے والوں کی بات کرتا ہوں۔ یہ لوگ شریعت کی حدود پھلانگنے والے ہیں۔

شرعی طور پر محرم میں نکاح کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ محرم میں نکاح اس لیے نہیں کرتے کہ دس محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور رجب میں بھی نکاح نہیں کرتے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رجب میں شہید ہوئے تھے۔ شوال کے مہینے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اگر ضابطہ یہی ہوتا اور بارہ مہینوں میں اہل بیت کے بارہ آدمی شہید ہوتے تو پھر بارہ مہینوں پر تو ان کا قبضہ ہو جاتا تو نکاح کون سے مہینے میں کرتے۔ لہٰذا یہ نظریہ ہی غلط ہے۔ وہ منحوس دن کافروں کے لیے تھے۔ دنوں میں ذاتی نحوست نہیں ہوتی۔ آگے آرہا ہے وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا "اور ہم نے نجات دی ایمان والوں کو۔" انھی دنوں میں ہود اور ان کے ساتھیوں کو نجات ملی۔ اگر دنوں میں نحوست ہوتی تو یہ بھی نہ بچتے۔ پھر یہ عذاب قوم عاد پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن ہوتا رہا۔ چنانچہ سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ میں ہے سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا "ہوا کو مسلط کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی۔" بدھ والے دن عذاب

شروع ہوا اگلے بدھ تک جاری رہا۔ تو اب سعد کس دن کو کہو گے نحس کس دن کو کہو گے۔ سارے دن ہی منحوس ہو گئے۔ لہٰذا دن ذاتی طور پر کوئی بھی منحوس نہیں ہے۔ یہ نحوست ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے حق میں تھی اور یہ دن ان کے لیے منحوس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تباہ ہوئے اور ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا کچھ بھی نہ بگڑا۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ اور بہ ہر حال ثمود قوم جو تھی پس ہم نے ان کو راستہ بتلایا ان کی راہنمائی کی۔ حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اللہ کے نبی نے ان کی زبان میں ان کی راہنمائی کی فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى پس انھوں نے پسند کیا اندھے پن کو۔ دلوں کے اندھے ہونے کو انھوں نے پسند کیا عَلَى الْهُدٰى ہدایت پر۔ ہدایت کے مقابلے میں انھوں نے گمراہی کو اختیار کیا ہدایت انھوں نے قبول نہ کی ضد پر اڑے رہے، منہ مانگا معجزہ بھی مل گیا جو چٹان انھوں نے خود متعین کی اسی سے اونٹنی نکلی لیکن پھر بھی نہیں مانے فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ۔ ھُون ھا کے ضمہ کے ساتھ ہو تو معنٰی ہوتا ہے ذلت اور ھا کے فتحہ کے ساتھ ہو تو معنٰی ہوتا ہے وقار کے ساتھ چلنا۔ یہاں ضمہ کے ساتھ ہے۔ تو معنٰی ہو گا پس پکڑا ان کو ذلت والے عذاب کی کڑک نے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک بڑی کڑک دار آواز نکالی جس سے زلزلہ آیا۔ ان کے متعلق صیحہ کا لفظ بھی آتا ہے اور رجفہ کا لفظ بھی آتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کو سخت ذلیل عذاب کی کڑک میں کیوں پکڑا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ بہ سبب اس کے جو وہ کماتے تھے۔ ان کے کفر، شرک اور برائی کا صلہ ان کو ملا وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور تھے وہ بچتے رب تعالیٰ کی نافرمانی سے۔ یہ تو دنیا کا عذاب تھا وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ اور جس دن چلائے جائیں

گے، اکٹھے کیے جائیں گے اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف۔ محشر والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت والی جگہ سے جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ [الشعراء:۹۰] ''اور قریب کردی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ اور ظاہر کردیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔'' فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ پس وہ گروہ در گروہ کردیئے جائیں گے۔

اسی پارے میں تم پڑھ چکے ہو وَسِیْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ زُمَرًا ''اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں جہنم کی طرف گروہ در گروہ۔'' یہودیوں کا علیحدہ گروہ، عیسائیوں کا علیحدہ گروہ، ہندوؤں کا علیحدہ گروہ، سکھوں کا علیحدہ گروہ بدھوؤں کا علیحدہ گروہ، اسی طرح مومنوں کے بھی علیحدہ علیحدہ گروہ ہوں گے۔ نفل نمازیں زیادہ پڑھنے والوں کا علیحدہ گروہ ہوگا۔ فرض نمازیں تو سب مومن پڑھتے ہیں۔ مجاہدین کا گروہ علیحدہ ہوگا۔ جنھوں نے کثرت کے ساتھ حج کیے ان کا گروہ علیحدہ ہوگا۔ کثرت سے نفلی روزے رکھنے والوں کا گروہ علیحدہ ہوگا۔ جنھوں نے دین کی تبلیغ کثرت کے ساتھ کی ان کا گروہ علیحدہ ہوگا۔

تو اعداء اللہ گروہ در گروہ تقسیم ہوں گے حَتّٰیٓ اِذَا مَا جَآءُوْھَا یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے قریب پہنچیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی وہاں سے دوزخ نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتلاؤ میرے بندو! میں نے تمھیں عقل دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں پھر تم نے میری توحید کو تسلیم کیوں نہیں کیا؟ میرے پیغمبروں کو تسلیم کیوں نہیں کیا؟ تو یہ کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ''قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔'' ہم نے شرک کیا ہی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ

فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ''دیکھو کیسا جھوٹ بولا انھوں نے اپنی جانوں پر وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ [انعام:۲۴] ''اور گم ہوگئیں ان سے وہ باتیں جو وہ کرتے تھے۔'' مشرک اتنا بے حیا اور ڈھیٹ ہوتا ہے رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہریں لگادیں گے۔

سورۃ یٰسین میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ ''آج ہم مہریں لگادیں گے ان کے مونہوں پر۔'' پھر کیا ہوگا؟ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ گواہی دیں گے ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں وَجُلُوْدُهُمْ ان کے چمڑے بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اس چیز کی وہ خبر دیں گے جو وہ کرتے رہے۔ جس طرح اب میں زبان سے بول رہا ہے اور تم میرے الفاظ سن رہے ہو اس طرح کان، آنکھیں، چمڑے، ہاتھ پاؤں بولیں گے، کہنیاں اور گھٹنے بولیں گے کہ واقعی انہوں نے شرک کیا ہے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ اور وہ مجرم اپنے چمڑوں سے کہیں گے لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا کیوں گواہی دیتے ہو تم ہمارے خلاف قَالُوْٓا وہ اعضاء کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ بلوایا ہے ہم کو اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔ ہمارا کیا بس ہے ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور اسی نے تمھیں پیدا کیا پہلی مرتبہ اور جس جس کو کام میں لگایا، کان سننے کے لیے، آنکھیں دیکھنے کے لیے، ہاتھ پکڑنے کے لیے، زبان بولنے کے لیے، پاؤں چلنے کے لیے، اسی رب نے یہ تصرف فرمایا ہے اور ہر ایک سے بلوا رہا ہے وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی رب کی طرف آج تم لوٹائے گئے ہو۔ یہ سارا نقشہ قیامت والے دن سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور

ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے لے جائے اور آخرت کی شرمندگی سے محفوظ فرمائے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲٦﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۗ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾

ع ۱۷

وَمَا كُنْتُمْ اورنہیں تھے تم تَسْتَتِرُوْنَ چھپ سکتے اَنْ اس بات سے يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ کہ گواہی دیں تمہارے خلاف سَمْعُكُمْ تمہارے کان وَلَآ اَبْصَارُكُمْ اور نہ اس سے کہ گواہی دیں تمہارے خلاف تمہاری آنکھیں وَلَا جُلُوْدُكُمْ اور نہ اس سے کہ گواہی دیں تمہارے خلاف تمہارے چمڑے وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اور لیکن تم نے خیال کیا کہ اَنَّ اللّٰهَ

بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَعْلَمُ نہیں جانتا كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ بہت ساری وہ چیزیں جو تم کرتے ہو وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ اور یہ تمہارا خیال ہے الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ وہ خیال جو تم نے کیا بِرَبِّكُمْ اپنے رب کے بارے میں اَرْدٰىكُمْ اس خیال نے تمھیں ہلاک کر دیا فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ پس ہو گئے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے فَاِنْ يَّصْبِرُوْا پس اگر وہ صبر کریں فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ پس دوزخ کی آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا اور اگر وہ معافی مانگیں فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ پس نہیں ہوں گے وہ کہ ان کو معافی کا موقع دیا جائے وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ اور ہم نے مسلط کر دیے ہیں ان کے لیے ساتھی فَزَيَّنُوْا لَهُمْ پس انھوں نے مزین کیا ان کے لیے مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو کچھ ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ اور لازم ہو چکی ان پر بات فِيْٓ اُمَمٍ ان امتوں میں قَدْ خَلَتْ تحقیق جو گزر چکی ہیں مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات میں سے اور انسانوں میں سے اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ نہ سنو تم اس قرآن کو وَالْغَوْا فِيْهِ اور اس میں شور مچاؤ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ تاکہ تم غالب آ جاؤ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان

لوگوں کو جو کافر ہیں عَذَابًا شَدِیْدًا سخت عذاب وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اور ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے اَسْوَاَ الَّذِیْ بہت برا بدلہ ہے اس چیز کا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ یہ ہے سزا اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی النَّارُ دوزخ کی آگ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ ان کے لیے دوزخ میں ہمیشگی کا گھر ہے جَزَآءًۢ بدلہ ہوگا بِمَا كَانُوْا اس چیز کا کہ تھے بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ہماری آیتوں کا وہ انکار کرتے تھے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ قیامت والے دن انسان کے اپنے اعضاء جب اس کے خلاف گواہی دیں گے تو یہ کہیں گے تم ہمارے چمڑے (جسم کا حصہ) ہوکر ہمارے خلاف کیوں گواہی دیتے ہو؟ تو وہ کہیں گے اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ "بلوایا ہے ہم کو اسی اللہ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔" اور انسان کے اعضاء یہ بھی کہیں گے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اور نہیں تھے تم چھپ سکتے اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ اس بات سے کہ گواہی دیں تمہارے خلاف سَمْعُكُمْ تمہارے کان وَلَآ اَبْصَارُكُمْ اور نہ اس بات سے کہ تمہاری آنکھیں گواہی دیں وَلَا جُلُوْدُكُمْ اور نہ اس بات سے کہ تمہارے چمڑے گواہی دیں۔ یہ تو انسان کے بس میں نہیں ہے کہ گناہ کرتے وقت اعضاء کو اتار کر پھینک دے۔ کان اتار دے، آنکھیں نکال دے، ہاتھ پاؤں الگ کر دے، چمڑا اتار دے پھر گناہ کرے کہ یہ گواہ نہ بن سکیں۔ یہ تو انسان کے بس میں نہیں ہے۔ تو یہ اعضاء کہیں گے کہ تم چھپ نہیں سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے

کان گواہی دیں اور نہ آنکھیں گواہی دیں اور نہ چمڑے گواہی دیں وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اور لیکن تم نے خیال کیا کہ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تمہارے بہت سارے وہ کام جو تم کرتے ہو۔ تم گناہ کے کام لوگوں سے چھپ کر کرتے تھے مگر خدا تعالیٰ سے ذرا شرم نہیں کھاتے تھے حالانکہ اس سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے مگر تم سمجھ رہے تھے کہ یہ برائیاں اللہ تعالیٰ سے بھی پوشیدہ ہیں اور ان کو کوئی نہیں دیکھتا اور نہ کوئی جانتا ہے۔

اگر بندہ یہ سمجھے کہ میرا یہ عمل رب دیکھ رہا ہے تو پھر گناہ کی نوبت ہی نہ آئے۔ ایسا اندھا اور بہرا ہو کر کرتا ہے کہ شاید اس کے رب کو علم نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ تم نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتا تمہارے بہت سے اعمال کو وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اور یہ تمہارا خیال ہے جو خیال تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا اَرْدٰىكُمْ اس خیال نے تمہیں ہلاک کر دیا برے عمل کرتے وقت تم نے یہ خیال کیا کہ تمہارے رب کو تمہارے اعمال کا علم نہیں ہے اور وہ تم سے پوچھے گا نہیں۔ اس خیال نے تمہیں تباہ کر دیا فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ پس ہو گئے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ پس اگر یہ صبر کریں پس دوزخ کے عذاب پر، تو دوزخ ان کا ٹھکانا ہے۔ صبر کرنا پڑے گا وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا اور اگر معافی مانگیں گے فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ پس نہیں ہوں گے وہ کہ ان کو معافی کا موقع دیا جائے۔ عتبیٰ بروزن بشریٰ یہ مصدر ہے عتبیٰ کا معنیٰ ہے الرجوع اِلٰی مَا يَرْضَى اللّٰهُ "اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرنا۔" تو لغوی معنیٰ میں مطلب یہ بنے گا اگر وہ رب کو راضی کرنا چاہیں گے تو نہیں ہوں گے وہ ان میں سے جنھیں رب

تعالیٰ کوراضی کرنے کی اجازت ملے گی۔اب محاورے کے طور پر معنٰی ہوگا کہ اگر وہ توبہ کرنا چاہیں گے تو ان کی معافی قبول نہیں کی جائے گی۔بعض جرم ایسے ہوتے ہیں کہ مجرم معافی مانگ لے اور آئندہ کے لیے اطمینان دلادے تو اس کو معاف کر دیا جاتا ہے لیکن چونکہ کافروں اور مشرکوں پر جنت حرام ہے اور ان کا ہمیشہ کے لیے ٹھکانا دوزخ ہے لہٰذا ان کو معافی مانگنے کا موقع نہیں دیا جائے گا وَقَيَّضْنَا لَهُمْ اور ہم نے مسلط کر دیئے ان کے لیے قُرَنَآءَ ساتھی۔ قرین کی جمع ہے۔ان کے ساتھ ہم نے ساتھی جوڑ دیئے ہیں فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ پس ان ساتھیوں نے ان کے لیے مزین کیا ان گناہوں کو جو ان کے آگے ہیں وَمَا خَلْفَهُمْ اور ان گناہوں کو جو ان کے پیچھے ہیں۔بُرے ساتھی انسانوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور جنات میں سے بھی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب انسان کو اچھا خیال آئے تو یہ فرشتے کے اثر کی وجہ سے ہوتا ہے جو دل کے ایک کونے میں ہے۔تو اس پر الحمدللہ کہے کہ یہ فرشتے کا اِلقاء ہے۔اور اگر دل میں بُرا خیال پیدا ہو تو یہ شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے۔اس وقت بائیں طرف تھوک دو اور اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھو اور اس وسوسے کو دل سے نکالنے کی کوشش کرو۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِىْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ ''شیطان انسان کے جسم میں وہاں تک اثر کرتا ہے جہاں تک خون گردش کرتا ہے۔'' اور خون ناخنوں کے نیچے تک چلتا ہے تو اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ شیطان کا انسان کے بدن میں دخل ہے۔تو وہ ساتھی انسان بھی ہو سکتے ہیں اور جنات بھی۔انسان نظر آتے ہیں اور جنات نظر نہیں آتے۔بُرے ساتھی اچھے سے اچھے انسان کو بھی بگاڑ دیتے ہیں۔

بُرے ساتھی :

تفسیروں میں آتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کے ساتھی بُرے تھے اس کے باپ نوح علیہ السلام نے سمجھایا کہ بیٹے! ان کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔ نرمی کے ساتھ بھی سمجھایا اور گرمی کے ساتھ بھی سمجھایا مگر بدقسمت پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ نصیحت کو قبول نہیں کرتا بلکہ نصیحت اس کو گولی کی طرح لگتی ہے۔ تو بُرے ساتھیوں نے اس کا بیڑا غرق کر دیا۔

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ تمھیں کسی آدمی کے بارے میں یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ بُرا ہے یا اچھا ہے، نیک ہے یا بد ہے بلکہ اس کی سوسائٹی اور جماعت کو دیکھو کیسی ہے اور وہ کس قسم کے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے فَاِنَّ الْمَرْءَ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ "بے شک آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔" جو اس کے ساتھیوں کے خیالات ہوں گے اس کے بھی وہی ہوں گے اور فطری طور پر نیکی کا اثر دیر سے ہوتا ہے اور برائی کا اثر جلدی ہوتا ہے اس لیے کہ نفس امارہ برائی کو چاہتا ہے۔ سیانے لوگوں نے کہا ہے کہ بُرائی کی رفتار گھوڑے کی ہے اور نیکی کی رفتار چیونٹی کی ہے۔ تو اچھی مجلسوں میں بیٹھنے والے پر نیکی کا اثر دیر سے ہوتا ہے اور بُری مجلسوں میں بیٹھنے والے پر برائی کا اثر فوراً ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان پر مسلط کیے ہیں ساتھی جو مزین کرتے ہیں ان کے لیے ان گناہوں کو جو آگے ہیں اور جو پیچھے ہیں۔ وہ سارے گناہوں کو اچھی شکل میں پیش کرتے ہیں کہ ڈاکے میں تھوڑے سے وقت میں بڑی رقم مل جائے گی مزے کرو گے، چوری میں تھوڑا سا وقت لگے گا پھر ہمیشہ عیش کرو گے۔ وہ سب کے سب گناہ مزین کر کے پیش کرتے ہیں وَحَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ اور لازم ہو چکی ان کافروں پر بات فِیْٓ

اُمَمٍ ان امتوں کی طرح قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ جو گزر چکی ہیں ان سے پہلے مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنوں اور انسانوں میں سے۔ آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے زمین پر جنات کی حکمرانی تھی اس کے بعد آدم علیہ السلام تشریف لائے تو خلافت ارضی آدم علیہ السلام کے سپرد کی گئی۔ تو فرمایا کہ جو امتیں ان سے پہلے گزر چکی ہیں جنوں اور انسانوں میں سے جو فیصلہ ان کے بارے میں تھا ان کے بارے میں بھی وہی فیصلہ ہے۔ وہ فیصلہ یہ ہے اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ بے شک وہ نقصان اٹھانے والے تھے یہ بھی نقصان اٹھائیں گے۔ جنوں اور انسانوں میں سے جو بھی رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا خسارے میں رہے گا۔

کافروں کی حق کے خلاف سازش اور طریقہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جگہ چند آدمیوں کو اکٹھے دیکھتے تو وہاں پہنچ کر ان کو تبلیغ شروع کر دیتے گرمی ہو یا سردی ہو، آندھی ہو یا طوفان، رات ہو یا دن۔ ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا مشن پہنچاتے۔ بڑی نرمی کے ساتھ ان کو قرآن سناتے اور سمجھاتے (کفار بھی وہاں پہنچ جاتے اور آوازے کستے)۔ چونکہ ان لوگوں کی مادری زبان عربی تھی مطلب خود بہ خود سمجھ جاتے۔ کچھ لوگوں پر اثر ہوتا وہ آپس میں باتیں کرتے کہ کہتا تو ٹھیک ہے باتیں تو صحیح کرتا ہے۔ مگر جب دھڑے کی طرف دیکھتے، باپ دادے کے عقیدے کی طرف دیکھتے تو قبول کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

جب رؤسائے قریش و کفار نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مجلس میں پہنچ جاتے ہیں اور قرآن سناتے ہیں اور قرآن کا اثر لوگوں پر ہوتا ہے تو پھر انھوں نے یہ مہم شروع کی وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

نہ سنو تم اس قرآن کو وَالْغَوْا فِیْهِ اور شور مچاؤ اس میں لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ تاکہ تم غالب آجاؤ۔ یہ مہم انھوں نے گلیوں میں بازاروں میں، محلوں میں شروع کی کہ قرآن نہیں سننا اور جب یہ قرآن سنائے تو شور مچاؤ کہ کسی کو سمجھ ہی نہ آئے۔ اس پر وہ عرصہ دراز تک عمل کرتے رہے کہ جہاں بھی آنحضرت ﷺ قرآن سنانے کے لیے تشریف لے جاتے تو شور مچانے کے لیے یہ بھی وہاں پہنچ جاتے اور اس کے لیے انھوں نے معقول طریقے پر بندوبست کیا ہوا تھا۔ ایک گروپ تھا جس کی ڈیوٹی تھی کہ جہاں یہ جائے تم وہاں پہنچ کر شور مچاؤ اور جو بڑے تھے ان کا طریقہ مختلف تھا۔ بڑے اجتماعات میں وہ خود پہنچتے تھے مثلاً حج کے دنوں میں لوگ جمع ہوتے تھے اور دور دراز سے آتے تھے۔

مستدرک حاکم اور مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی تبلیغ کے لیے پہنچ جاتے۔ تو انہوں نے باریاں مقرر کی ہوتی تھیں کہ مزدلفہ کے مقام پر ابوجہل تردید کرے گا، منٰی کے مقام پر ابولہب اور عرفات کے میدان میں فلاں تردید کرے گا کہ ان مقامات پر لوگ اکٹھے ہوتے تھے۔ اور طریقۂ واردات ان لوگوں کا یہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ بیان شروع فرماتے تو یہ بھی جا کر بیٹھ جاتے اور دوسرے لوگوں کی طرح سنتے رہتے تھے درمیان میں نہیں بولتے تھے۔

جب بیان ختم ہوتا تو مثلاً ابوجہل کھڑا ہو جاتا اور کہتا ایّھا النّاس اے لوگو میری بات سنو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے (اور ابوالحکم میرا عہدہ اور منصب ہے) ابوالحکم کا معنٰی ہے چیئرمین۔ ابوجہل تو اس کو مسلمان کہتے تھے وہ لوگ تو اس کو ابوالحکم کہتے تھے۔ یہ اس کی کنیت تھی۔ میں عمرو بن ہشام ابوالحکم ہوں۔ یہ شخص میرا بھتیجا ہے صَابِئٌ كَاذِبٌ "یہ صابی ہے اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹا ہے۔" اس کے پھندے میں نہ

آنا۔ ابولہب آپ ﷺ کا سگا چچا تھا۔ جب اس کی باری ہوتی تو آپ ﷺ کی تقریر کے ختم ہونے پر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اَیُّھَا النَّاس اے لوگو میری بات سنو! میرا نام عبدالعزّٰی اور میرے والد کا نام عبدالمطلب تھا۔ عبدالمطلب مشہور شخصیت تھی ان کو مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب جانتے تھے۔ ابولہب کہتا اس شخص نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے پھندے میں نہ آنا یہ صابی اور کاذب ہے۔ اس وقت اہل حق کو صابی کہتے تھے جس طرح آج کل وہابی کہتے ہیں۔

ایک موقع پر ابوجہل نے ریت کی مٹھی بھر کر آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر پھینکی وہ گویا کہ لوگوں کو سبق دے رہا تھا کہ تم بھی اس پر ریت اور پتھر پھینکو۔ تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کی حوصلہ شکنی کے لیے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافروں نے کہا کہ نہ سنو اس قرآن کو اور شور مچاؤ تا کہ تم غالب آجاؤ۔

فرمایا فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا پس ہم ضرور چکھائیں گے ان لوگوں کو جو کافر ہیں عَذَابًا شَدِیْدًا بڑا سخت عذاب۔ لگا لیں یہ جتنا زور لگا سکتے ہیں۔ دیکھو! ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور ہم ان کو ضرور بدلہ دیں گے بہت بُرا بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کرتے ہیں۔ وہ دوزخ کی آگ ہے جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ یہ بدلہ ہے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا النَّارُ آگ کی شکل میں لَھُمْ فِیْھَا دَارُ الْخُلْدِ ان کے لیے دوزخ میں ہیشگی کا گھر ہے۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ بدلہ ہوگا اس چیز کا کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

صرف انکار ہی نہیں کرتے تھے بلکہ کھلا مقابلہ کرتے تھے۔ اس کا بدلہ ان کو ضرور مل

کرر ہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر تو ہے اندھیر نہیں ہے۔ یہ جو چاہیں کرتے پھریں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ ط نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہیں گے وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَرِنَا الَّذَيْنِ دکھا دے ہمیں وہ دو اَضَلّٰنَا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات میں سے اور انسانوں میں نَجْعَلْهُمَا ہم ان کو کچل دیں تَحْتَ اَقْدَامِنَا اپنے پاؤں کے نیچے لِيَكُوْنَا تا کہ ہو جائیں وہ مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ پست لوگوں میں سے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا رَبُّنَا اللّٰهُ پروردگار ہمارا اللہ

ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر وہ ڈٹ گئے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ اترتے ہیں ان پر الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے (اور کہتے ہیں) اَلَّا تَخَافُوْا یہ کہ تم خوف نہ کرو وَلَا تَحْزَنُوْا اور نہ غم کھاؤ وَاَبْشِرُوْا اور خوش ہو جاؤ بِالْجَنَّةِ جنت پر الَّتِيْ وہ جنت كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ ہم تمہارے ساتھی ہیں فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَ فِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں وَلَكُمْ فِيْهَا اور تمہارے لیے اس جنت میں ہو گا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ جو تمہارے جی چاہیں گے وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ اور تمہارے لیے ہوگا اس جنت میں جو تم طلب کرو گے نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ مہمانی ہوگی بخشنے والے مہربان کی طرف سے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا اور کون زیادہ اچھا ہے بات کے لحاظ سے مِّمَّنْ اس شخص سے دَعَآ اِلَى اللّٰهِ جو بلاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کرتا ہے اچھا وَّقَالَ اور کہتا ہے اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ اور نہیں ہے برابر نیکی وَلَا السَّيِّئَةُ اور نہ برائی اِدْفَعْ بِالَّتِيْ اور ٹال دیں آپ ایسے طریقے کے ساتھ هِيَ اَحْسَنُ جو اچھا ہو فَاِذَا الَّذِيْ پس اچانک وہ شخص بَيْنَكَ تیرے درمیان وَ بَيْنَهٗ اور اس کے درمیان عَدَاوَةٌ عداوت ہے كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ گویا کہ وہ دوست ہوگا مخلص وَمَا يُلَقّٰهَآ اور نہیں دی جاتی یہ خصلت اِلَّا الَّذِيْنَ

مگران لوگوں کو صَبَرُوْا جنھوں نے صبر کیا وَمَا يُلَقّٰهَآ اور نہیں دی جاتی یہ خصلت اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ مگراس کو جو بڑے نصیبے والا ہو۔

رابطِ آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ یہ ہے بدلہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا آگ۔ کافروں کو جب دوزخ میں تکلیف ہوگی تو کہیں گے۔ کیا کہیں گے؟ فرمایا وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَرِنَا الَّذَيْنِ دکھادے ہمیں وہ دو اَضَلّٰنَا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ وہ دو کون ہیں؟ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنوں اور انسانوں میں سے۔ کیوں دکھا نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا ہم ان کو کچل دیں اپنے پاؤں کے نیچے۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جس طرح انسان انسان کو گمراہ کرتا ہے اسی طرح جن یعنی شیطان بھی انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ تو مطلب ہوگا کہ جن انسانوں اور جنوں نے ، شیطانوں نے ہمیں بہکایا اور گمراہ کیا وہ ہمیں دکھا۔ ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتے ہیں۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ جن سے مراد ابلیس ہے اور انس سے مراد آدم علیہ السلام کا نافرمان بیٹا قابیل مراد ہے جس نے اپنے بھائی ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کر کے سب سے پہلے برائی دنیا میں پھیلائی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا میں جتنے ناحق قتل ہوتے ہیں وہ سب قابیل کی گردن پر ہیں لِاَنَّهٗ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ ''اس لیے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل ناحق کی بنیاد رکھی۔'' تو جن سے مراد ابلیس اور انس سے مراد قابیل۔ اے پروردگار! ہمیں یہ دونوں دکھا کہ ہم ان کو اپنے قدموں کے نیچے کچل دیں کہ انھوں نے

ہمارا بیڑا غرق کیا ہے لِيَكُونَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ تاکہ ہوجائیں وہ پست لوگوں میں سے۔ ذلیل ہوجائیں۔ مگر ان باتوں کا کیا فائدہ ہوگا؟ ابلیس بھی دوزخ میں ہوگا گمراہ کرنے والے انسان بھی دوزخ میں ہوں گے اور اس طعنہ بازی سے عذاب سے چھٹکارا تو حاصل نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے عقل دی تھی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں۔ ہر زمانے میں حق کی آواز کانوں تک پہنچانے والے بھیجے، اتنے اسباب کے ہوتے ہوئے تم ابلیس اور قابیل کے نقش قدم پر کیوں چلے، کیوں شیطان کے چیلے بنے۔ ان پر غصے کی وجہ سے عذاب نہیں ٹلے گا۔ یہ کافروں کا حشر ہے۔ اب مومنوں کا حال بھی سن لو۔

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے۔ رب کا معنیٰ ہے پالنے والا۔ خوراک، پانی، ہوا کی ضرورت پوری کرنے والا، لباس دینے والا۔ تربیت کے جتنے کام ہیں وہ سارے رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اگر کوئی رب کا مفہوم سمجھ لے تو کبھی شرک نہیں کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تو فرمایا کہ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر ڈٹ گئے اس پر کہ اور کسی کو رب نہیں مانا۔ رب تعالیٰ کی توحید سے پھرے نہیں۔ تو پھر یہ ہوتا ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اترتے ہیں ان مومنوں پر فرشتے موت کے وقت عزرائیل علیہ السلام اور اس کے ساتھی۔ پھر سلام کے بعد کہتے ہیں اَلَّا تَخَافُوْا یہ کہ تم خوف نہ کرو وَ لَا تَحْزَنُوْا اور غم نہ کرنا۔ دنیا کی جدائی کا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اور خوش ہو جاؤ اس جنت پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ پھر مرنے والے کے سامنے جنت کے باغات، محلات، کوٹھیاں، پیش کی جاتی ہیں تاکہ اس کو دنیا کی جدائی کا صدمہ نہ ہو، پریشانی نہ ہو۔ اور فرشتے یہ بھی کہتے ہیں خوف نہ کھا، غم نہ کر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ

ہے اور ہم فرشتے نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہم تمہارے ساتھی اور دوست ہیں دنیا کی زندگی میں۔ تمھیں خوش خبریاں دیں، بشارتیں سنائیں وَفِى الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی ہم تمھارے ساتھی ہیں۔

ایمان والوں کے لیے خوش خبریاں :

احادیث میں آتا ہے کہ مومن کے لیے فرشتے جنت سے کفن اور خوشبوئیں لے کر آتے ہیں اور اس کفن میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں۔ پھر عقیدت کی وجہ سے ہر ایک فرشتہ یہ چاہتا ہے کہ میں اس کو اٹھا کر لے جاؤں۔ پھر جس دروازے سے فرشتوں کو لے جانے کا حکم ہوتا ہے اس دروازے سے لے جاتے ہیں۔ اس سے ملحق دروازے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اس کو اس دروازے سے لے جاؤ۔ نیک روح کا اتنا اعزاز اور اتنی تعظیم ہوتی ہے۔ فرشتے اس کو علیین میں پہنچا دیتے ہیں اور علیین میں ہونے کے باوجود قبر میں اپنے جسم کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہوتا ہے اس کے باقی رشتہ دار، دوست احباب اگر نیک تھے ان کی روحیں بھی وہیں ہوتی ہیں۔ یوں وہ ایک دوسرے سے حال احوال پوچھتے ہیں۔

اگر کوئی بُرا مرا ہے تو اس کے متعلق پوچھتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ بدبخت ہمارے پاس تو نہیں آیا سجین میں ہوگا جو بدبختوں کی ارواح کا مقر ہے۔ روح وہاں ایک دوسرے کو ایسے پہچانتی ہیں جیسے اس وقت ہم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں بھی تیرے ساتھی تھے اور آخرت میں بھی وَلَكُمْ فِيْهَا اور تمہارے لیے اس جنت میں ہوگا مَا تَشْتَهِىٓ اَنْفُسُكُمْ جو کچھ تمہارے جی چاہیں گے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ میں اڑ کر فلاں جگہ پہنچ جاؤں پرندے کی طرح اڑتا ہوا فضا میں نظر آئے گا۔ اگر خیال کرے گا کہ فلاں بٹیر اور تیتر میری خوراک بنے تو اسی وقت وہ

بھنا ہوا پلیٹ میں سامنے ہوگا۔ جس پھل کے بارے میں خواہش کرے گا اس کی شاخ خود بہ خود جھک کے سامنے آ جائے گی۔ درخت پر چڑھ کر پھل اتارنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی جو چاہو گے ملے گا وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ اور تمہارے لیے ہوگا اس جنت میں جو تم طلب کرو گے۔ جو مانگو گے رب تعالیٰ تمھیں دے گا نُزُلًا مہمانی ہوگی مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔ رب تعالیٰ کی مہمانی، رب تعالیٰ کی عظمت اور شان کے مطابق ہوگی۔ جیسے آج کوئی میرا معزز مہمان آ جائے تو میں اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اس کی خدمت کرتا ہوں۔ غریب آدمی کا مہمان ہو تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق خدمت کرتا ہے۔ یہ مہمانی رب غفور و رحیم کی طرف سے ہوگی۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ کافروں نے کہا. لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ نہ سنو تم اس قرآن کو اور شور مچاؤ اس میں تاکہ تم غالب آ جاؤ۔ نہ کوئی قرآن سنے، نہ سمجھے، نہ ایمان لائے۔ ادھر انسان کا مزاج ہے کہ اخلاص کے ساتھ بات کرتا ہے کوئی لالچ، طمع اور دنیاوی مفاد نہیں ہے۔ مفت میں دوسروں کے فائدے کی بات کرتا ہے اور وہ سننے پر آمادہ نہ ہو الٹا شور مچائے تو دکھ ہوتا ہے اور انسان ہمت ہار جاتا ہے۔ انسان کا دل نہیں چاہتا کہ میں اس کو بات سناؤں لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہمت نہیں ہارتے، نہ تبلیغ چھوڑتے ہیں کوئی مانے گا تو اس کی قسمت اچھی ہوگی نہیں مانے گا تو پیغمبروں کو دعوت کا اجر و ثواب ملے گا۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایسے پیغمبر بھی دنیا میں تشریف لائے کہ جنھوں نے ساری زندگی تبلیغ کی ایک آدمی بھی ایمان نہیں لایا وَيَجِيْءُ نَبِيٌّ وَلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ تو کیا ان کی تبلیغ ضائع ہوگئی ہرگز نہیں! ان کو اجر ملے گا، ثواب ملے گا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا اور کون زیادہ اچھا ہے بات کے لحاظ سے مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ اس شخص سے جو دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور صرف دعوت ہی نہیں وَعَمِلَ صَالِحًا اور خود بھی نیک عمل کرتا ہے۔ جو خود عامل ہوتا ہے ایسے داعی کی بات مؤثر ہوتی ہے۔ اور اگر اس کا اپنا عمل اور کردار دعوت کے مطابق نہیں ہے، اس کی شکل وصورت سنت کے مطابق نہین ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے آؤ نورانی سنتوں کی طرف تو دیکھنے والے کہیں گے یہ کیا کہتا ہے اور اس کی اپنی شکل کیا ہے؟ خود اس کا اپنا عمل کیا ہے؟ جن لوگوں کا قول وفعل ایک ہوتا تھا ان کی شکل دیکھ کر لوگ مسلمان ہو جاتے تھے۔ لوگ ان کے عمل اور کردار کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے زبانی دعوت دینے کی کم ضرورت پیش آتی تھی۔

حدیث پاک میں آتا ہے خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ او كما قال صلى الله تعالى عليه وسلم ''اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ ہیں کہ ان کو دیکھتے ہی رب یاد آ جائے۔'' وہ اللہ کے بندے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہتے ہیں۔ ان کو دیکھنے والے کو بھی شوق پیدا ہوتا ہے کہ میں بھی رب تعالیٰ کو یاد کروں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے زیادہ اچھا آدمی کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے اور خود بھی اچھا عمل کرتا ہے۔ اور دعوت کس بات کی وَّقَالَ اور وہ کہتا ہے اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اسلام قبول کرنے والا ہوں۔

ساتھیو! اس وقت کفر کی طرف دعوت دینے والے بڑے منظم طریقے سے ہر ملک میں کام کر رہے ہیں۔

ایک غیر مسلم کے قبول اسلام کا واقعہ :

چھ سات سال پہلے کی بات ہے کہ یہاں ایک جماعت آئی ۔ ان میں ایک آسٹریلیا کا آدمی تھا شام کی نماز میں نے پڑھائی تو ساتھیوں نے کہا کہ اس کا اعلان کریں اس نے کچھ بیان کرنا ہے۔ اس کی زبان تو انگریزی تھی ترجمان کے ذریعے اس نے اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ سنایا۔ تعلیم یافتہ آدمی تھا اپنی حکومت کی طرف سے کئی ممالک میں مختلف عہدوں پر رہ چکا تھا۔ چودہ پندرہ ملکوں کے اس نے نام بتلائے۔ بہر حال اس نے بتلایا کہ مجھے ہندوؤں نے بھی اپنے مذہب کی دعوت دی، سکھوں نے بھی دعوت دی، بدھ مت والے بھی میرے پاس پہنچے اور بھی کئی لوگ میرے پاس آئے لیکن مسلمانوں میں سے میرے پاس اسلام کی دعوت لے کر کوئی نہ آیا۔ میں سوچتا تھا کہ دنیا میں مسلمان بھی رہتے ہیں اسلام بھی ایک مذہب ہے باقی سب لوگ میرے پاس اپنے اپنے مذہب کی دعوت کے لیے آتے ہیں لیکن مسلمان نہیں آئے ۔ کئی سالوں کے بعد میرے پاس چند آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے آئے ہیں۔ انھوں نے مجھے بڑے اچھے پیرائے میں حق کی بات بتلائی، اسلام کے سچا مذہب ہونے پر دلائل دیئے، میں پہلے ہی اسلام کی دعوت کا متمنی تھا میں پہلی مجلس ہی میں مسلمان ہو گیا لیکن میری بیوی ابھی تک کافر ہے، عیسائی ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی بھی کافر ہیں ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس سے اندازہ لگاؤ کہ کافر قومیں کتنی تبلیغ کرتی ہیں اپنے غلط مذہب کی۔ الحمد للہ! یہ فرض کفایہ اس وقت تبلیغی جماعت نے احسن طریقہ سے ادا کیا ہے تمام ملکوں میں پہنچے ہیں۔ یہ دعوت الی اللہ کا کام بہت بلند کام ہے۔ اپنے گلی محلوں میں بھی کرو، اپنے دوستوں،

کو بھی کہو کہ اس کام کے لیے وقت دیں۔ تو فرمایا کہ اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے اور عمل بھی اچھا کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ اور نہیں ہے برابر نیکی وَلَا السَّیِّئَۃُ اور نہ برائی یعنی نیکی اور برائی برابر نہیں ہیں اِدْفَعْ ٹال دے بِالَّتِیْ ایسے طریقے سے یعنی هِیَ اَحْسَنُ جو اچھا ہو۔ برائی کو اچھے طریقے سے ٹال دو لڑنے والے کے ساتھ صلح رکھو۔ گالیوں کا جواب نہ دو، سختی کرنے والے کے ساتھ نرمی کرو فَاِذَا پس جب تم احسن طریقے کے ساتھ ٹالو گے تو الَّذِیْ وہ شخص بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَۃٌ کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان عداوت ہے كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ گویا کہ وہ مخلص دوست ہوگا۔ اگر وہ انسان ہے تو وہ ضرور سوچے گا کہ میں اس کو گالیاں دیتا ہوں اور مجھے کچھ نہیں کہتا۔ میں اس کے ساتھ برائی سے پیش آتا ہوں اور وہ اچھائی کے ساتھ۔ انسان ہے تو وہ ضرور دوست بن جائے گا وَمَا یُلَقّٰهَآ اور نہیں دی جاتی یہ اچھی خصلت۔ برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالنے والی اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں۔ ہر آدمی صبر اور حوصلے سے کام نہیں لیتا وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ اور نہیں دی جاتی یہ خصلت مگر اس کو جو بڑے نصیبے والا ہو۔ جس کا بخت اچھا ہو، کردار اچھا ہو اس کو یہ خصلت ملتی ہے برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالنے والی۔ یہ ہمارے لیے عملی سبق ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ

الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾

وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا

لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ

كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ

رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ هُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ ۩

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا

الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا

لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا

یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ اور اگر چوک لگے آپ کو مِنَ الشَّیْطٰنِ شیطان کی

طرف سے نَزْغٌ چوکا فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ لیں

اِنَّهٗ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہی ہے سننے والا جاننے والا

وَمِنْ اٰیٰتِهِ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے الَّیْلُ رات وَ

النَّهَارُ اور دن وَالشَّمْسُ اور سورج وَالْقَمَرُ اور چاند لَا تَسْجُدُوْا

لِلشَّمْسِ نہ سجدہ کرو سورج کو وَلَا لِلْقَمَرِ اور نہ چاند کو وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ اور

سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو الَّذِیْ وہ اللہ تعالیٰ خَلَقَهُنَّ جس نے ان کو پیدا کیا

ہے اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہو تم خالص اسی کی عبادت کرتے فَاِنِ اسْتَکْبَرُوْا پس اگر یہ لوگ تکبر کریں فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ پس وہ جو آپ کے رب کے پاس ہیں یُسَبِّحُوْنَ لَہٗ وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اس کی بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ رات کو اور دن کو وَھُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ اور وہ تھکتے نہیں وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنَّکَ بے شک آپ تَرَی الْاَرْضَ دیکھتے ہیں زمین کو خَاشِعَۃً دبی ہوئی فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ پس جس وقت ہم اتارتے ہیں اس پر پانی اھْتَزَّتْ حرکت کرتی ہے وَرَبَتْ اور پھولتی ہے اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاھَا بے شک وہ ذات جس نے اس کو زندہ کیا ہے لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ۔ البتہ زندہ کرے گا مردوں کو اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یُلْحِدُوْنَ جو ٹیڑھے چلتے ہیں فِیْٓ اٰیٰتِنَا ہماری آیتوں کے بارے میں لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا وہ مخفی نہیں ہیں ہم پر اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ کیا پس وہ شخص جو ڈالا گیا آگ میں خَیْرٌ بہتر ہے اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یا وہ شخص جو آئے گا امن کی حالت میں یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ قیامت والے دن اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ عمل کرو تم جو چاہو اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ بے شک وہ جو تم عمل کرتے ہو دیکھتا ہے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے یہ بات پڑھی ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جس نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور خود بھی اچھا عمل کیا اور کہا کہ میں فرما بردار ہوں۔'' دعوت الی اللہ کے سلسلے میں بڑی تکلیفیں آتی ہیں۔ مشرک قوم کو دعوت دینے والے پہلے پیغمبر نوح علیہ السلام ہیں۔ ان کو جو تکالیف پہنچائی گئیں آدمی پڑھ کر حیران ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قوم کو دعوت دینے کے لیے کسی مجلس میں داخل ہوتے تو وہ لوگ ان کو دیوانہ اور پاگل کہہ کر دھکے دے کر نکال دیتے تھے مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [سورۃ القمر] کتنے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا گیا اور نیکی کا حکم دینے والوں کو قتل کیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۱ پارہ ۳ میں ہے وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ''اور وہ قتل کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق اور قتل کرتے تھے ان لوگوں کو جو حکم دیتے تھے لوگوں کو انصاف کرنے کا۔'' لوگوں میں سے پھر جاہل قسم کے لوگ عجیب عجیب قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ بعض ایسی بات کر دیتے ہیں جو برداشت سے باہر ہوتی ہے کہ آخر نبی بھی تو انسان ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سبق دیا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ اور اگر چوک لگے آپ کو شیطان کی طرف سے اور اگر ابھارے تجھ کو شیطان ابھارنا کہ یہ جاہل کیا کہتا ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ لیں۔ تو اس کو جواب نہ دیں اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیں۔ بڑے دل گردے اور حوصلے کی بات ہے وہ گالیاں نکالے، بے ہودہ باتیں اور داعی

یہ سمجھ کر جواب نہ دے کہ شیطان مجھے ابھارنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے۔ بڑا مشکل مرحلہ ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ وہ تمہاری باتیں بھی سنتا ہے اور ان کی باتیں بھی سنتا ہے۔ تمہارے کردار کو بھی جانتا ہے اور ان کی کارروائیوں کو بھی جانتا ہے۔ پھر دعوت الی اللہ میں سب سے پہلے ایمان اور عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے سب سے پہلے اپنی قوموں کو یہی دعوت دی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [سورہ ہود] ''اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبود اور کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بھی واضح ہیں۔

دلائل توحید :

آگے اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر دو طرح کی نشانیاں پیش کی ہیں۔ پھر ان دو نشانیوں میں کئی چیزیں آ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن۔ دن اور رات کو سمجھنے کے لیے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے رات اور دن سب کو نظر آتے ہیں وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اس کی قدرت اور توحید کی نشانیوں میں سے ہے سورج اور چاند بھی۔ سورج کی روشنی سے تم فائدہ اٹھاتے ہو اور وہ حجم میں چاند اور زمین سے کئی گنا بڑا ہے۔ اور چاند کی چاندنی سے بھی تم فائدہ اٹھاتے ہو اور عالم اسباب میں سورج کی کرنوں کا اور چاند کی چاندنی کا فصلوں پر اثر ہے، درختوں اور پودوں پر اور باقی سب چیزوں پر اثر ہے۔ انسانی صحت پر بھی اثر ہے۔ ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت پر لگایا ہے۔

فرمایا لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو سجدہ کرو سب مخلوق ہیں وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَهُنَّ اور سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ بے شک سورج میں روشنی اور چمک ہے چاند میں بھی دھیمی روشنی ہے مگر یہ خدائی کی دلیل تو نہیں ہیں۔ ان کے وجود اگرچہ انسان کے وجود سے بڑے ہیں انسان کا وجود ان کے مقابلے میں بہت چھوٹا سا ہے مگر چاند، سورج انسان کے مقابلے میں مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے اختیارات انسان کو دیئے ہیں وہ نہ سورج کو حاصل ہیں اور نہ چاند کو حاصل ہیں۔ سورج کی ایک لائن اور رفتار مقرر ہے چاند کی بھی ایک لائن اور رفتار مقرر ہے کیا مجال ہے کہ وہ اس سے دائیں بائیں ہوسکیں یا ادھر ادھر ہوسکیں یا ان کی رفتار میں کمی بیشی آئے یا اپنی مرضی سے آگے پیچھے ہوسکیں۔ انسان کو تو یہ اختیارات حاصل ہیں۔ اپنی مرضی سے سوئے، اپنی مرضی سے اٹھے، کھڑا ہو یا بیٹھے، تیز چلے یا آہستہ، ادھر جائے یا ادھر نہ جائے۔ تو اتنے وسیع اختیارات والا مجبور کو سجدہ کرے حماقت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ آج بھی مشرک قومیں موجود ہیں اور پہلے بھی تھیں کہ جب سورج چڑھتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ہمارے لیے خیر ہو۔ چاند طلوع ہوتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔

اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ سورج کے طلوع کے وقت اور زوال اور غروب کے وقت نماز نہ پڑھو کہ ان وقتوں میں کافر سورج کو سجدہ اور اس کی عبادت کرتے ہیں لہٰذا ہماری ان کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ اسی طرح سانپ اور شیر کی پوجا کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں، پانی اور درختوں کی پوجا کرنے والے بھی موجود ہیں۔ تو فرمایا کہ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو سجدہ کرو۔ سجدہ کرو اس ذات کو جس نے ان کو پیدا کیا ہے

اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ اگر ہوتم خالص اسی کی عبادت کرتے تو اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو اور نہ کسی کے سامنے جھکو۔

ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی نہیں ہے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی کہ حضرت! لوگ بڑے بڑے چودھریوں کو سجدہ کرتے ہیں ہم آپ کو نہ کریں؟ فرمایا ہماری شریعت میں نہ کسی زندہ کو سجدہ جائز ہے نہ قبر کو جائز ہے۔ فرمایا فَاِنِ اسۡتَكۡبَرُوۡا پس اگر یہ لوگ ان دلائل سے تکبر کریں اور اپنے مالک وخالق کو سجدہ نہ کریں تو فَالَّذِيۡنَ عِنۡدَ رَبِّكَ پس وہ جو آپ کے رب کے پاس ہیں فرشتے يُسَبِّحُوۡنَ لَهٗ وہ تسبیح بیان کرتے ہیں اس کی بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ رات کو بھی اور دن کو بھی وَهُمۡ لَا يَسۡئَمُوۡنَ اور وہ فرشتے تھکتے نہیں تسبیح کرنے سے۔ وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ پیشاب، نہ پاخانہ، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں، نہ ان کو تھکاوٹ ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَحَبُّ الۡكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمۡدِهٖ "محبوب کلام اللہ تعالیٰ کے ہاں سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔" اس میں اللہ تعالیٰ کی سب صفات ہیں۔ ایجابی بھی اور سلبی بھی۔ یہ آیت سجدہ ہے پڑھنے والے پر بھی سجدہ ہے اور سننے والوں پر بھی۔ اس کے لیے تمام وہ شرائط ضروری ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ کپڑے پاک ہوں، بدن پاک ہو، باوضو ہو، چہرہ قبلے کی طرف ہو۔ سورج کے طلوع ہونے کے وقت، زوال کے وقت اور غروب ہونے کے وقت منع ہے۔ باقی تمام اوقات میں سجدۂ تلاوت کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی ادا نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ کیوں کہ واجب کے چھوڑنے سے انسان گناہ

گار ہوتا ہے۔

دوسری دلیل: فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً بے شک آپ دیکھتے ہیں زمین کو دبی ہوئی۔ بارش نہ ہو خشک زمین دبی ہوتی ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ پس جس وقت ہم اتارتے ہیں اس پر پانی۔ بارش نازل ہوتی ہے اهْتَزَّتْ زمین حرکت کرتی ہے وَرَبَتْ اور زمین پھولتی ہے جیسے خمیر ہوتا ہے۔ پھر اس میں سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، درخت اگتے ہیں، چارا پیدا ہوتا ہے، نباتات اور پھل انسانوں کے کام بھی آتے ہیں اور حیوانوں کے بھی۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْيَاهَا بے شک وہ رب جس نے زندہ کیا ہے اس زمین کو لَمُحْيِ الْمَوْتٰى البتہ وہی رب زندہ کرے گا مردوں کو۔ یہ زمین کی حالت تمہارے سامنے اور مشاہدے میں ہے۔ جو رب یہ کر سکتا ہے وہ مردے بھی زندہ کر سکتا ہے اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کی بارش ہوگی اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سب لوگ زمین سے باہر نکل آئیں گے۔ یوں اگیں گے جیسے سبزیاں اگتی ہیں۔ وہ بھی نکلیں گے جن کو پرندے درندے کھا گئے، مچھلیاں کھا گئیں، آگ میں جلا دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے سب کو زندہ کر کے حاضر کر دے گا اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اتنے واضح دلائل سننے کے بعد بھی اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا بے شک وہ لوگ جو ٹیڑھے چلتے ہیں کج روی کرتے ہیں ہماری آیتوں میں۔ اِلْحَاد کا معنیٰ ہے ٹیڑھا چلنا۔ ہر شے ایک طرف چل رہی ہے اور یہ دوسری طرف چلتے ہیں لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا وہ ہم پر مخفی نہیں ہیں۔ ایک کج روی یہ ہے کہ آیات کا انکار کرنا جیسا کہ تم نے کل کے سبق میں پڑھا کہ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِنَا ''کہ وہ

ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔" اور کہتے تھے لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ "اس قرآن کو نہ سنو اور شور کرو اس میں۔" اور ایک کج روی یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات کی غلط تفسیر کرنا۔ اوٹ پٹانگ تفسیریں کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسروں کو شریک کرنا یہ بھی الحاد ہے۔ تو غلط تفسیریں اور تعبیریں کرنے والے بھی ہم سے مخفی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اب فیصلہ تم خود کرلو اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ کیا پس وہ شخص جو ڈالا جائے گا دوزخ میں وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّار [نمل: ۹۰] "اور جو شخص لائے گا برائی پس وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں گے آگ میں۔" سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہوں گی فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْاَقْدَامِ [سورہ رحمٰن] "پیشانی کے بالوں سے اور قدموں سے پکڑ کر فرشتے اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔" کیا یہ آدمی جس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا خَيْرٌ بہتر ہے اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ یا وہ شخص جو آئے گا امن کی حالت میں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا پھر جنت میں جائے گا یہ بہتر ہے۔ ان دونوں میں سے کون بہتر ہے فیصلہ خود کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ عمل کرو تم جو تمہارا جی چاہے۔ یہ امر توبیخ کے لیے ہے کہ ہم نے تمھیں پیغمبروں کے ذریعے نیکی کے راستے بتلائے ہیں اور برے راستوں سے بھی آگاہ کیا ہے۔ اگر تم نیکی کے راستے پر نہیں چلتے تو پھر اپنی مرضی کرو ہم نے تم پر نیکی بدی، حق باطل، اسلام کفر، توحید شرک واضح کر دیا ہے دلائل کے ساتھ۔ اب تمہاری مرضی ہے جو چاہو عمل کرو۔ مگر ایک بات یاد رکھو! اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے اس بات کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ
مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ
مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ
جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ
وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ
يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ کَفَرُوۡا جنھوں نے انکار کیا بِالذِّکۡرِ
قرآن پاک کا لَمَّا جَآءَهُمۡ جس وقت وہ ان کے پاس آگیا وَاِنَّهٗ اور
بے شک وہ قرآن پاک لَکِتٰبٌ البتہ کتاب ہے عَزِیۡزٌ غالب ہے
لَّا یَاۡتِیۡهِ الۡبَاطِلُ نہیں آسکتا اس کے پاس باطل مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ نہ آگے
سے وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ اور نہ اس کے پیچھے سے تَنۡزِیۡلٌ یہ اتاری ہوئی ہے
مِّنۡ حَکِیۡمٍ حکمت والے حَمِیۡدٍ قابل تعریف کی طرف سے مَا یُقَالُ
لَکَ نہیں کہا جاتا آپ کو اِلَّا مگر مَا وہی کچھ قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ

تحقیق جو کہا گیا رسولوں کو مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب لَذُوْ مَغْفِرَةٍ البتہ بخشنے والا ہے وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ اور درد ناک سزا دینے والا بھی ہے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا اور اگر ہم بناتے اس قرآن کو عجمی لَّقَالُوْا البتہ یہ لوگ کہتے لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ کیوں نہیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں اس کی آیتیں ءَاَعْجَمِيٌّ کیا کتاب عجمی وَّعَرَبِيٌّ اور قوم عربی قُلْ آپ فرما دیں هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ قرآن ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے هُدًى ہدایت ہے وَّشِفَآءٌ اور شفا ہے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اور وہ ان کے لیے اندھا پن ہے اُولٰٓئِكَ یہی لوگ ہیں يُنَادَوْنَ کہ ان کو پکارا جاتا ہے مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ دور کی جگہ سے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب فَاخْتُلِفَ فِيْهِ پس اختلاف کیا گیا اس میں وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتی یہ بات سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ جو ہو چکی تیرے رب کی طرف سے لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان وَاِنَّهُمْ اور بے شک یہ لوگ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ البتہ شک میں ہیں اس کی طرف سے مُرِيْبٍ جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے عمل کیا اچھا فَلِنَفْسِهٖ پس اپنے نفس کے لیے ہے وَمَنْ اَسَآءَ اور جس نے برائی

کی فَعَلَيْهَا پس اسی کے نفس پر پڑے گی وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ
اور نہیں ہے آپ کا رب ظلم کرنے والا بندوں پر۔

قرآن کریم کے متعدد نام :

قرآن کریم کے متعدد نام ہیں۔ ایک نام ہے قران۔ اس کا مجرد قَرَءَ يَقْرَءُ ہے۔ اور قران مصدر ہے مفعول کے معنٰی میں۔ مَقْرُوْءٌ یعنی وہ کتاب جو زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ الحمدللہ! قرآن وہ کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ دوسرا نام فرقان ہے۔ یہ بھی مصدر ہے فاعل کے معنٰی میں۔ اَلْفَارِقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ "حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا"۔ تیسرا نام ذکر ہے۔ ذکر کا معنٰی نصیحت والی کتاب۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "اس نصیحت والی کتاب کو ہم نے اتارا ہے اور اس کے نگران اور محافظ بھی ہم ہیں۔" الحمدللہ! قرآن پاک آج تک محفوظ ہے الفاظ کے اعتبار سے بھی اور ترجمہ اور تفسیر کے لحاظ سے بھی۔ تو ذکر قرآن پاک کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ بے شک وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا قرآن پاک کا لَمَّا جَآءَهُمْ جب قرآن پاک ان کے پاس آگیا وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ ذکر یہ قرآن پاک لَكِتٰبٌ البتہ کتاب ہے عَزِيْزٌ بڑی غالب اور قوی۔ یہ ایسی کتاب ہے لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ نہیں آسکتا نہیں ٹھہر سکتا باطل اس کے آگے سے وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ اور نہ اس کے پیچھے۔ میدان جنگ میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ طاقت ور، بہادر دشمن ہو تو سامنے سے حملہ کرتا ہے اور اگر بزدل قسم کا ہو تو پیچھے سے حملہ کرتا ہے۔ یہ کتاب ایسی ہے کہ باطل اس پر نہ آگے سے حملہ کر سکتا ہے نہ پیچھے

... یہ غالب اور قوی کتاب ہے باطل اس پر حملہ آور نہیں ہوسکتا کہ معاذ اللہ تعالیٰ اس کو غلط ثابت کردے یا اس کی کسی بات کی تردید کرسکے یا اس کے مقابلے میں کوئی اور کتاب لا سکے۔ صدیاں گزر گئی ہیں قرآن پاک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ دنیائے کفر نے پورا زور لگایا کہ اس کو مٹا دے اور آج بھی یورپی اقوام کی بہت ساری مشینریاں کام کر رہی ہیں اور بے تحاشا رقم خرچ کر رہی ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم، دینی تعلیم اور دینی مدارس کو ختم کر کے دنیاوی تعلیم بچوں کے لیے لازم کردیں تاکہ کوئی بچہ قرآن پاک کی تعلیم کے لیے مساجد اور مدارس میں نہ جا سکے۔

خیر سے ہماری وزیر اعظم یعنی وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو صاحبہ کے بیانات اخبارات میں آچکے ہیں کہ اس نے دینی مدارس کو ختم کرنے کے لیے امریکہ سے مدد طلب کی ہے کہ میں دینی مدارس کو ختم کرنا چاہتی ہوں میری مدد کی جائے مگر:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بھائی! جس دین کی حفاظت و بقا کا ذمہ رب تعالیٰ نے لیا ہے اس کو کون مٹا سکتا ہے؟ یہ خام خیالیاں اور باطل ارادے ہیں۔ اپنے کفر کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ بے شک دنیا میں باطل لوگ بھی موجود ہیں مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ! حق والے بھی موجود ہیں۔ قرآن پاک پر عمل کرنے والے موجود ہیں۔ قرآن پاک کی تعلیم کے لیے لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں مدارس موجود ہیں کوئی دنیا کی طاقت اس تعلیم کو مٹا نہیں سکتی۔ ہاں صرف اپنا خبث باطن ظاہر کرنا ہے اور کچھ نہیں۔

فرمایا تَنْزِيْلٌ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے مِّنْ حَكِيْمٍ حکمت والے کی

طرف سے حَمِیْدٍ جو قابل تعریف ہے۔ یہ کتاب کسی بندے کی بنائی ہوئی نہیں ہے اس کا اتارنے والا بھی پروردگار اور اس کا محافظ بھی پروردگار ہے۔ اس کی حفاظت کس انداز سے کی کہ اس گئے گزرے دور میں بھی لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں قرآن پاک کے حافظ موجود ہیں۔ انڈونیشیا میں اکثر خاندانوں کا شادی کا معیار ہی حفظ قرآن ہے۔ وہ بچے بچی کی شادی اس وقت کرتے ہیں جب لڑکا لڑکی حافظ قرآن ہوں۔ ہمارے ہاں تو معیار جہیز ہے کہ پہلے ہی فہرست بنا دیتے ہیں کہ ہم نے یہ کچھ لینا ہے۔ اور بنگلہ دیش میں گھروں کے گھر حفاظ قرآن ہیں۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا بچے اور کیا بوڑھے۔ تو ان شاء اللہ العزیز قرآن پاک کو، دینی تعلیم کو، دینی مدارس کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ اس کو جتنا دبانے کی کوشش کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اتنا ہی ابھرے گا۔

آگے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آج یہ لوگ آپ کو دیوانہ، شاعر اور کذاب کہتے ہیں، جادوگر، مسحور کہتے ہیں، کبھی کاہن کہتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھی یہی کچھ کہا گیا ہے۔ فرمایا مَا يُقَالُ لَكَ اے نبی کریم ﷺ! نہیں کہا جاتا آپ کو اِلَّا مَا مگر وہی قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ تحقیق جو کہا گیا رسولوں کو آپ سے پہلے۔ پہلے پیغمبروں کو بھی کافروں نے کذاب کہا اشِر شرارتی بھی کہا، جادوگر اور مسحور اور مفتری بھی کہا۔ تو ان کی باتوں سے آپ گھبرائیں نہیں اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ بے شک آپ کا رب البتہ بخشنے والا ہے وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ۔ عقاب کا معنٰی سزا، الیم کا معنٰی دردناک۔ اور دردناک سزا دینے والا ہے۔ جو قاعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔

وہ قاعدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور

کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان محمدًا عبده ورسوله کا دل سے اقرار کرے اور اپنی سابقہ زندگی سے تائب ہو کر کہ میں پہلے جو کفر شرک اور گناہ کرتا رہا ہوں ان سے توبہ کرتا ہوں۔ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ بخشش فرما دیتے ہیں اور جو کفر و شرک سے باز نہ آئیں اور ضد پر اڑے رہیں، برائی پر مصر ہوں تو ایسوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور برزخ میں بھی۔

قرآن پاک کو عربی زبان میں اتارنے کی حکمت :

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں کیوں نازل فرمایا۔ چونکہ قرآن پاک کے اول مخاطبین عربی تھے اس لیے پیغمبر کی زبان بھی عربی اور جو کتاب ان کی طرف نازل کی گئی وہ بھی عربی میں۔ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ [ابراہیم: ۴] ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کے لیے۔'' اس وقت عرب میں رہنے والی قومیں کیا، یہودی، کیا عیسائی، کیا قریش اور کیا صابئین، سب عربی بولتے تھے۔ اس وقت عرب میں جتنی قومیں تھیں سب عربی بولتے تھے اور کفر شرک کی سب حدیں عبور کر گئے تھے۔ سورہ بینہ پارہ ۳۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ''نہیں ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں باز آنے والے یہاں تک کہ آجائے ان کے پاس واضح دلیل۔'' وہ لوگ کفر و شرک کی اس حد کو پہنچ چکے تھے کہ اگر آج ان کے پاس کامل حکیم نہ آتا اور کامل نسخہ نہ آتا تو ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک جیسا

نسخہ بھیجا اور آنحضرت ﷺ جیسا حکیم بھیجا اور ان کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ اعتراض نہ کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں بناتے۔ عربی کے علاوہ تمام زبانوں کو عجمی کہتے تھے لَّقَالُوْا البتہ یہ لوگ عرب میں رہنے والے کہتے لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ کیوں نہیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں اس کی آیتیں۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی یہ ترکی زبان ہے یا جرمنی کی زبان ہے۔ اگر قرآن عربی میں نہ ہوتا تو پھر یہ بھی کہتے ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ یہ کیا ہوا قرآن عجمی ہے اور قوم عربی ہے۔ اگر ہماری اصلاح کے لیے اترتا تو عربی میں اترتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن عربی میں نازل کیا کہ وہ سمجھ سکیں۔ قوم بھی عربی، پیغمبر بھی عربی، کتاب بھی عربی زبان میں۔ دنیا میں جتنی زبانیں ہیں سب سے زیادہ فصیح اور وسیع عربی ہے چونکہ ہم عربی سے بہت دور ہیں اس لیے اس کی فصاحت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے بہترین زبان میں قرآن اتارا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے بلند ترین شخصیت پر نازل فرمایا۔ قرآن اور صاحب قرآن نے تھوڑے سے عرصے میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان لوگوں کے دل پھیر دیئے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کو دور دراز کے علاقوں تک پہنچایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں آنحضرت ﷺ کی رسالت کے گواہ ہیں قرآن پاک اور احادیث کے گواہ ہیں۔ اگر ان پر اعتماد نہ کیا جائے تو کسی شے پر اعتماد باقی نہیں رہتا۔ اگر گواہ ہی جھوٹے ہو جائیں تو پھر دعویٰ تو ثابت نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن کو جمع کرنا اور رافضیوں کا رفض :

ابن العرجاء رافضیوں کا بڑا تھا اس نے چار ہزار احادیث من گھڑت تیار کیں۔ ان میں اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآن پاک کی بڑی توہین کی ہے۔اس وقت اسلامی حکومت تھی اگرچہ کمزور تھی مگر آج کے مسلمانوں سے بہت بہتر تھی۔ اس کو گرفتار کر کے جب عدالت میں پیش کیا گیا تو اس سے عدالت نے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ تو اس ملحد نے کہا کہ اگر سچی بات پوچھتے ہو تو اس سے میرا مقصد اسلام کو باطل کرنا اور مٹانا ہے اور اسلام اس وقت ہی باطل ہوگا کہ جب اس کے گواہ باطل ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ قرآن کے گواہ ہیں، نبوت کے گواہ ہیں، اسلام کے گواہ ہیں جب گواہ ہی جھوٹے ہو گئے (معاذ اللہ تعالیٰ) تو پھر یہ چیزیں کہاں رہیں گی۔ دیکھو! یہ قرآن پاک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پہلے سارا لکھا ہوا نہیں تھا۔ یمامہ کے مقام پر جنگ میں تین دنوں میں سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے۔لڑائیاں زور شور سے جاری تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ حضرت! اگر اسی طرح حفاظ قرآن شہید ہوتے رہے تو پھر قرآن باقی نہیں رہے گا لہٰذا اس کو کتابی شکل میں لکھنے کا حکم دیں۔ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آمادہ نہ ہوئے پھر شرح صدر ہوا اور قرآن پاک کو کتابی شکل میں مرتب کرایا۔لیکن سورتوں میں کچھ تقدیم و تاخیر تھی۔موجودہ ترتیب سے کوئی سورت آگے تھی کوئی پیچھے تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورت پہلے پڑھتے تھے اور یہ بعد میں پڑھتے تھے۔تو انھوں نے پھر دوبارہ مرتب کیا۔تو یہ موجودہ ترتیب، ترتیب عثمانی ہے۔قرآن کریم کو جمع کیا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کیا اور ترتیب دی حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے۔ اور رافضی کہتے ہیں کہ یہ تینوں بڑے کافر ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) تو پھر قرآن کہاں سے لاؤ گے۔ رافضی کہتے ہیں کہ اصلی قرآن کی سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) آیات تھیں اور جو ہمارے پاس قرآن ہے اس کی آیتیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں۔ اور یہ گھڑنتل (خودساختہ امر) ان کی سب سے بڑی کتاب اصول کافی میں ہے۔ جو ان کی بنیادی کتاب ہے۔ اس میں ہے کہ اصلی قرآن کا ایک حرف بھی اس میں نہیں ہے۔ موجودہ قرآن کو نہیں مانتے۔ اگر تمہارے سامنے کہیں نا کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں تو سمجھ جاؤ کہ یہ تقیہ کر رہے ہیں، تقیہ سے کام لے رہے ہیں۔ تقیہ ان کے دین کا حصہ ہے۔ تقیہ کا معنی ہے کہ جو بات زبان پر ہو وہ دل میں نہ ہو اور جو بات دل میں ہو وہ زبان پر نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ نو حصے دین تقیے میں ہے۔ جب معاذ اللہ تعالیٰ صحابہ کافر ہو گئے اور قرآن دنیا میں ہے نہیں تو پھر اسلام کہاں سے آئے گا؟ ان کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہیں۔ خمینی کی کتاب ''الحکومۃ الاسلامیۃ'' کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے اور بنیادی عقائد میں سے ہے کہ ہمارے بارہ امام تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ بھائی کیا ایمان اس کا نام ہے کہ قرآن کا انکار کیا جائے، صحابہ کی تکفیر کی جائے، غیر نبی کو نبی سے بڑھا دیا جائے؟ اور یہ سب کچھ خمینی کے آنے کے بعد ہوا ہے۔ پہلے ان کو اتنی جرأت نہیں تھی۔ اس خبیث نے ڈالروں کے ذریعے ان کو جرأت دلائی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک رافضی شیطان محمد حسین ڈھکو لکھتا ہے کہ ''ہم بھی مانتے ہیں کہ ابوبکر خلیفہ تھا مگر مسلمان نہیں تھا۔ اس طرح کا خلیفہ تھا جیسے لوگوں نے غلام احمد کو مانا۔ کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک ابوبکر اور غلام احمد قادیانی دونوں برابر ہیں۔'' اور یہ بھی لکھا ہے کہ ''ہم بھی حضرت عائشہ صدیقہ کو ام المومنین مانتے ہیں۔ مگر

وہ خود مومن نہیں تھی۔'' یہ کتابیں پاکستان میں شائع ہو رہی ہیں لیکن اگر کوئی مولوی بے چارہ ان کا حوالہ دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتا ہے۔ وہ دھڑا دھڑ کتابیں لکھیں تو ان کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ آخر کیوں؟ وزیر اعظم شیعہ ہے اس کا خاوند غالی شیعہ ہے زرداری۔ اور وزیر اعظم کے بہت سارے میسر شیعہ ہیں۔ ہنجر وال ٹھوکر نیاز بیگ کے علاقہ میں کارروائی ہوئی تو پولیس بھی عاجز آ گئی۔ ایران والوں نے زرداری کو کہا کہ ہنجر وال میں کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے پورا ساتھ دے کر ان کو بچایا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں بناتے تو یہ لوگ کہتے کیوں نہیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں اس قرآن کی آیتیں۔ کیا عجمی زبان اور لوگ عربی قُلْ آپ فرمادیں هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ قرآن ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں هُدًى نری ہدایت ہے وَّشِفَآءٌ اور شفا ہے وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے اس پر فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ ان کے کانوں میں ڈاٹ ہیں وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اور یہ قرآن ان کے حق میں اندھا پن ہے۔ اندھے کو کیا نظر آئے گا؟ کچھ بھی نہیں۔

''انھے نوں بازار پھیرایا تھاں تھاں دا انہوں سیر کرایا
جاں پچھیا اوں انھے توں آکھے کجھ نظریں نہ آیا''

از مرتب)

فرمایا اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ یہی لوگ ہیں کہ ان کو پکارا جاتا ہے دور کی جگہ سے۔ کسی کو کوئی دور سے پکارے تو وہ سن نہیں سکتا۔ ان کے وجود قریب ہونے کے باوجود دل ان کے دور ہیں یہ نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ اس قرآن میں اختلاف کرتے ہیں کوئی مانتا ہے کوئی نہیں مانتا تو آپ گھبرائیں نہ۔ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے ساتھ بھی یہ ہوا تھا۔ فرمایا وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب فَاخْتُلِفَ فِيهِ پس اس میں اختلاف کیا گیا۔ کچھ نے مانا کچھ نے نہیں مانا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتی ایک بات سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ جو پہلے ہو چکی آپ کے رب کی طرف سے لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو ایک مدت تک زندہ رہنے کا حق دیا ہے کہ وہ اس سے پہلے اسے نہیں مارے گا۔ اگر یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا کہ اس قوم نے فلاں وقت تک زندہ رہنا ہے تو ہم ان کو فوراً سزا دے دیتے وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ اور بے شک یہ لوگ البتہ شک میں ہیں مِّنْهُ مُرِيْبٍ اس کی طرف سے جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ جس نے اچھا عمل کیا اس نے اپنے نفس کے لیے کیا وَمَنْ اَسَآءَ اور جس نے برا کام کیا فَعَلَيْهَا پس اس کے نفس پر پڑے گا۔ نہ رب تعالیٰ کا کوئی نقصان ہوگا نہ پیغمبر کا۔ اور یاد رکھو! وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور نہیں ہے آپ کا رب ذرہ برابر ظلم کرنے والا بندوں پر۔ ہر کوئی اپنے کیے کا پھل پائے گا۔

اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾

اِلَیْهِ اسی کی طرف یُرَدُّ لوٹایا جاتا ہے عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم وَمَا تَخْرُجُ اور نہیں نکلتے مِنْ ثَمَرٰتٍ پھل مِّنْ اَكْمَامِهَا اپنے غلافوں سے وَمَا تَحْمِلُ اور نہیں حاملہ ہوتی مِنْ اُنْثٰى کوئی مادہ وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے اِلَّا بِعِلْمِهٖ مگر وہ اس کے علم میں ہے وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اور جس دن وہ ان کو پکارے گا اَيْنَ شُرَكَآءِيْ کہاں ہیں میرے شریک قَالُوْۤا وہ کہیں گے اٰذَنّٰكَ ہم آپ کو بتلاتے ہیں مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ نہیں ہے ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا وَضَلَّ عَنْهُمْ

اور گم ہو جائیں گے ان سے مَّا وہ كَانُوْا يَدْعُوْنَ جن کو وہ پکارتے تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَظَنُّوْا اور وہ یقین کر لیں گے مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ نہیں ہے ان کے لیے کوئی چھٹکارا لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ نہیں تھکتا انسان مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ بھلائی کی دعا مانگنے سے وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ اور اگر پہنچے اس کو تکلیف فَيَئُوْسٌ پس وہ نا امید ہوتا ہے قَنُوْطٌ نا امیدی کے آثار چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً اور اگر ہم چکھائیں اس کو رحمت مِّنَّا اپنی طرف سے مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ تکلیف کے بعد مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی ہے لَيَقُوْلَنَّ البتہ ضرور کہتا ہے هٰذَا لِيْ یہ میری وجہ سے ہے وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً اور میں نہیں خیال کرتا قیامت قائم ہونے والی ہے وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اور اگر میں لوٹا دیا گیا اِلٰى رَبِّيْٓ اپنے رب کی طرف اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى بے شک میرے لیے اس کے پاس بھلائی ہوگی فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ پس البتہ ہم ضرور خبر دیں گے ان لوگوں کو كَفَرُوْا جو کافر ہیں بِمَا عَمِلُوْا جو انھوں نے عمل کیے ہیں وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ گاڑھا عذاب وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں انسان پر اَعْرَضَ وہ اعراض کرتا ہے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور پہلو تہی کرتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو تکلیف فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ پس لمبی چوڑی دعا والا ہوتا ہے۔

علم غیب خاصۂ خداوندی ہے :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ قیامت کا بھی ہے کہ قیامت حق ہے۔ اس کو تسلیم کیے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں رہ سکتا اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے اور اہم عقیدہ ہے کہ قیامت کے واقع ہونے کا صحیح علم رب تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ احادیث میں صرف اتنا آیا ہے کہ قیامت جمعہ والے دن قائم ہوگی لیکن وہ جمعہ کس سال اور کس مہینے کا ہوگا اور اس کے آنے میں کتنے سال باقی ہیں؟ کتنی تاریخیں باقی ہیں؟ یہ صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی کا ذکر ہے اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ اسی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم۔ قیامت کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا اور نہیں نکلتے پھل اپنے غلافوں سے۔ اَكْمَام كِمٌّ کی جمع ہے، کاف کے کسرے کے ساتھ كِمٌّ کا معنیٰ ہے چھلکا۔ اخروٹ بادام کے اوپر جو چھلکا ہوتا ہے کسی پھل پر موٹا اور کسی پر باریک چھلکا ہوتا ہے۔ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ۔ چاہے انسانوں میں سے ہو یا جنات اور حیوانات میں سے ہو وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے اِلَّا بِعِلْمِهٖ مگر وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ نر ہے یا مادہ ہے، صحیح سالم ہے یا ادھورا ہے۔ حالانکہ خود حاملہ کو علم نہیں ہے کہ اس کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ، ایک ہیں یا دو، کالا ہے یا گورا۔ اٹھائے پھرتی ہے اس کو کوئی علم نہیں ہے وَيَعْلَمُ مَا فِي الارحام [سورہ لقمان] ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔'' علم غیب خاصۂ خداوندی ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا آواز دے گا، کہے گا، مشرکوں کو آواز دے کر فرمائے گا اَيْنَ شُرَكَآءِيْ کہاں ہیں

میرے شریک جن کو تم میری ذات وصفات میں شریک بناتے تھے اور ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ قَالُوْٓا مشرک کہیں گے اٰذَنّٰكَ ہم آپ کو بتلاتے ہیں آپ کے سامنے بیان دیتے ہیں۔کیا بیان دیتے ہیں؟ مَامِنَّامِنْ شَهِيْدٍ نہیں ہے ہم میں سے کوئی اس کا گواہ کہ آپ کا بھی کوئی شریک ہے۔ساری زندگی کفر وشرک کرتے رہے قیامت والے دن رب کی سچی عدالت میں کہیں گے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس بات کی گواہی دینے کے لیے تیار نہیں ہے کہ آپ کا کوئی شریک ہے۔سورۃ الانعام آیت نمبر ۲۳ پارہ ۷ میں ہے کہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ’’قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم نہیں تھے شرک کرنے والے۔‘‘ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ’’دیکھو کیسے جھوٹ بول رہے ہیں اپنی جانوں پر۔‘‘

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ اور گم ہو جائیں گے،غائب ہو جائیں گے وہ جن کو یہ پکارتے تھے اس سے پہلے۔دنیا میں جن کو یہ حاجت روا،مشکل کشا،فریاد رس،دست گیر سمجھ کر پکارتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے ان میں سے کوئی ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا وَظَنُّوْا اور مشرک یقین کر لیں گے مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ۔ محیص ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔اس وقت معنیٰ ہوگا نہیں ہے ان کے لیے چھٹکارے کی جگہ۔اور مصدر بھی بن سکتا ہے۔اس وقت معنیٰ ہوگا نہیں ہے ان کے لیے کوئی چھٹکارا کہ عذاب سے ان کو چھٹکارا مل جائے لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ نہیں تھکتا انسان خیر مانگنے سے۔خیر میں مال،اولاد،عہدے کی ترقی سب داخل ہیں۔انسان مال مانگنے سے،اولاد مانگنے سے،ترقی مانگنے سے نہیں تھکتا۔

رحمت خداوندی اور انسان کی مایوسی :

حدیث میں آتا ہے لَوْکَانَ لِاِبْنِ ادم وادیان من ذَھبٍ لَا بْتَغٰی ثَالِثًا ''اگر ہوں آدم کے بیٹے کے پاس دو میدان سونے کے بھرے ہوئے تو ان پر کفایت نہیں کرے گا ضرور تیسرا تلاش کرے گا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنَ اٰدم اِلَّا التُّرَابُ آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھرے گی۔'' کتنا مال مل جائے، کتنی ترقی ہو جائے مزید کا طالب ہوتا ہے کہتا ہے اور ہو۔ نہیں تھکتا انسان خیر مانگنے سے، مال مانگنے سے اور اولاد اور عزت مانگنے سے، ترقی اور اقتدار مانگنے سے وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ اور اگر اس کو پہنچے تکلیف فَیَئُوْسٌ قَنُوْطٌ۔ یئوس کا معنٰی ہے ناامید ہونا اور قنوط کا معنٰی ہے مایوسی کے اظہار کا چہرے پر ظاہر ہونا۔ جب کوئی آدمی پریشان ہوتا ہے تو دوسرا آدمی اس کے چہرے کو دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ یہ پریشان ہے اسی طرح اگر کسی کو خوشی ہو تو اس کے اثرات بھی چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔ تو معنٰی ہو گا پس وہ ناامید ہوتا ہے اور اس کے ناامید ہونے کے آثار چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا بڑا سخت گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ الله [زمر:۵۳] ''نہ مایوس ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔'' ایمان کے متعلق فرماتے ہیں کہ الایمانُ بَیْنَ الخوف وَالرَّجَآء ''ایمان خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے۔'' رب تعالیٰ کے عذاب کا ڈر بھی ہو اور رحمت سے ناامید بھی نہ ہو۔ ان دونوں چیزوں کے درمیان اعتدال کا راستہ ایمان ہے۔ لیکن خوف سے مراد زبانی خوف نہیں ہے حقیقتاً خدا کا خوف ہو۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں رب تعالیٰ سے بڑا ڈرتا ہوں مگر نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا، حق اور باطل کے درمیان فرق نہیں کرتا، نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق پہچانتا ہے نہ

مخلوق کے اور کہتا ہے کہ میں رب سے ڈرتا ہوں تو اس کا نام تو ڈرنا نہیں ہے۔ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا تو وہ ہے جو رب تعالیٰ کی مخالفت نہ کرے اور اس کے احکام کا پابند ہو کسی ایک حکم کی بھی مخالفت نہ کرے۔ اسی طرح ایک آدمی طمع رکھتا ہے کہ مجھے ہر چیز مل جائے۔ لیکن وہ اسباب کو کام میں نہیں لاتا جب کہ حکم ہے کہ اسباب کو کام میں لاؤ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ لیکن اس کی رحمت کو اسباب کے ساتھ متعلق کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا ہے محنت نہیں کرتا، تجارت نہیں کرتا، ملازمت اختیار نہیں کرتا، زراعت نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ مجھے وافر دولت مل جائے۔ رب تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ بغیر اسباب کے بھی دے سکتا ہے لیکن عادۃ اللہ اس طرح جاری نہیں ہے کچھ کرنا پڑے گا پھر ملے گا۔ رب قادر مطلق ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام ایشیائے کوچک جو آج کل ترکوں کے پاس ہے اس علاقے میں رہتے تھے۔ ان کا واقعہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت بھی عطا فرمائی اور مال اولاد سے بھی نوازا۔ تین لڑکے تھے ان کی شادیاں کیں، تین لڑکیاں تھیں ان کی شادیاں کیں، چھ سات ہزار بھیڑ بکریاں تھیں، تین ہزار اونٹ تھے، پانچ جوڑی بیلوں کی تھی۔ بڑا عجیب منظر تھا۔ معمول یہ تھا کہ کوئی چیز ذبح کرتے تو پڑوسیوں کا بھی خیال کرتے تھے ایک دن بکری ذبح کی کوئی ذہنی پریشانی تھی پڑوسیوں کا بالکل خیال نہ آیا۔ وہ بھی باضمیر تھے مانگا انھوں نے بھی نہیں۔ خیال تھا کہ دیں گے کچھ پکایا بھی نہ، رات بغیر کھانے پینے کے گزاری۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ خود بندہ بکری کا گوشت کھائے اور پڑوسی بھوکا رہے۔ تکلیف طاری کر دی۔ بیٹے بیٹیاں بھی چھین لیں اور مال بھی چھین لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ واپس کر دیا۔ ایک دن نہا رہے تھے

کہ سونے چاندی کی مکڑیوں کی بارش ہوگئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جلدی جلدی کپڑے سمیٹنے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آواز دی اے ایوب علیہ السلام! میں نے تجھے غنی نہیں کر دیا پہلے کپڑے پہن لو پھر اکٹھا کر لینا۔ کہنے لگے لَا غِنَاءَ عَنْ بَرَكَتِكَ "آپ کی برکت سے غنا نہیں ہے۔" جب اے پروردگار! آپ دینے پر آئے ہیں تو میں آپ کی نعمت کی قدر کیوں نہ کروں۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سونے کی مکڑیاں برسا سکتا ہے لیکن عالم اسباب میں اس نے ضابطہ یہی بنایا ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ کرے گا تو بات بنے گی۔ تو فرمایا کہ انسان کو اگر تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہو جاتا ہے ایسا کہ اس کے آثار اس کے چہرے سے نظر آتے ہیں وَلَئِنْ أَذَقْنَٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا اور اگر ہم چکھائیں انسان کو رحمت اپنی طرف سے مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ تکلیف کے بعد مَسَّتْهُ جو اس کو پہنچی ہے۔ مثلاً فقر کے بعد مال مل گیا، بیماری کے بعد صحت مل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي البتہ انسان ضرور کہتا ہے یہ میری وجہ سے ہے میری محنت کا نتیجہ ہے مگر اتنا نہیں سوچتا کہ اصل تو رب تعالیٰ کا فضل و کرم ہے محنت تو بہانہ ہے۔ ان چیزوں کا تعلق محنت کے ساتھ ہوتا تو مزدور آدمی سارا دن خون پسینا ایک کرتا ہے، گرمی کے زمانے میں ٹوکری اٹھاتا ہے، پتھر اٹھاتا ہے، روڑی کوٹتا ہے مگر شام کو اس کو اتنا نہیں ملتا جتنا پنکھے کے نیچے بیٹھنے والے کو ملتا ہے۔ تو یہ سمجھ لینا کہ یہ میری محنت ہے یہ غلط ہے۔

تو ایک سبب ہے اور دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ تو فرمایا کہ اگر ہم اس کو چکھائیں رحمت اپنی طرف سے اس تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی ہے تو ضرور کہتا ہے کہ میری وجہ سے ہے، میری محنت کا نتیجہ ہے۔ اور پھر یہ بھی کہتا ہے وَمَآ أَظُنُّ ٱلسَّاعَةَ قَآئِمَةً اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت قائم ہوگی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت کوئی نہیں ہے۔ اور

اگر بالفرض ہوئی بھی تو وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰی رَبِّیۡۤ اور البتہ اگر میں لوٹا دیا گیا اپنے رب کی طرف۔ اگر قیامت آ بھی گئی تو اِنَّ لِیۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰی بے شک میرے لیے اس رب کے پاس بھلائی ہوگی چونکہ مجھے یہاں سب کچھ ملا ہوا ہے وہاں بھی سب کچھ ملے گا۔ اس نے یہ باطل قیاس کیا کہ دنیا میں رب تعالیٰ نے اس کو مال دیا، اولاد دی، عہدہ دیا، اس سے اس نے یہ سمجھا کہ رب میرے اوپر راضی ہے تو جب رب میرے اوپر راضی ہے تو اگر قیامت آ بھی گئی تو وہاں بھی راضی ہوگا حالانکہ کئی مرتبہ یہ بات تم سن چکے ہو کہ رب تعالیٰ کے راضی اور ناراض ہونے کا معیار دنیا نہیں ہے بلکہ دین اور ایمان ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یُؤۡتِی الدُّنۡیَا مَنۡ یُّحِبُّ وَ مَنۡ لَّا یُحِبُّ "بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس پر راضی نہیں ہوتا وَلَا یُؤۡتِی الدِّیۡنَ اِلَّا مَنۡ یُّحِبُّ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس پر راضی ہوتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے وَلَا یُؤۡتِی الۡاِیۡمَانَ اِلَّا مَنۡ یُّحِبُّ "اور ایمان نہیں دیتا مگر اس کو جس پر راضی ہوتا ہے۔" تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا معیار دنیا نہیں ہے دین اور ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا پس البتہ ہم ضرور خبر دیں گے ان لوگوں کو جو کافر ہیں۔ ان کو ہم بتلائیں گے بِمَا عَمِلُوۡا جو انھوں نے عمل کیے ہیں کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں وَلَنُذِیۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِیۡظٍ اور ہم ان کو ضرور چکھائیں گے گاڑھا عذاب۔ ہم ان کو سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کی عمومی فطرت یہ ہے وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اور جس وقت ہم انعام کرتے ہیں انسان پر اَعۡرَضَ وہ اعراض کرتا ہے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور

پہلو تہی کرتا ہے۔نعمت پر شکرادا کرنے کے بجائے اس نعمت کی ناقدری کرتا ہے۔اس کے برخلاف وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو تکلیف فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ پس لمبی چوڑی دعا مانگنے والا ہوتا ہے۔پھر لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔خوش حالی اور آسودگی میں تو اپنے مالک کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو مشکل کشائی کے لیے لمبے ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ ع۶

قُلْ آپ فرمادیں اَرَءَيْتُمْ بھلا بتلاؤ تم اِنْ كَانَ اگر ہے یہ قرآن کریم مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ پھر تم نے اس کا انکار کردیا مَنْ اَضَلُّ کون زیادہ بہکا ہوا ہے مِمَّنْ اس شخص سے هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ جو اختلاف میں دور جا پڑا ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں فِي الْاٰفَاقِ زمین کے اطراف میں وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ اور ان کی جانوں میں بھی حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے سامنے اَنَّهُ الْحَقُّ بے شک یہ حق ہے اَوَلَمْ يَكْفِ کیا کافی نہیں ہے یہ بات کہ بِرَبِّكَ آپ کا رب اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ بے شک وہ ہر چیز پر گواہ ہے اَلَاۤ خبردار اِنَّهُمْ بے شک وہ فِيْ مِرْيَةٍ شک میں ہیں مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی ملاقات سے اَلَاۤ خبردار اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔

ربط آیات

اس سے پہلے رکوع میں قرآن پاک کے متعلق تھا وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ''اور بے شک یہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ باطل نہ اس کے سامنے کھڑا ہو سکتا ہے نہ سامنے سے حملہ کر سکتا ہے نہ پیچھے سے حملہ کر سکتا ہے۔'' صدیاں گزر گئیں آج تک قرآن پاک میں کوئی خامی نہیں نکال سکا۔ ضدی لوگوں کے سوا باقی جنھوں نے نہیں مانا وہ صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ بھلا بتلاؤ اگر یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ پھر تم نے اس کا انکار کر دیا۔ یہ بتلاؤ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ کون زیادہ بہکا ہوا ہے، کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو اختلاف میں دور جا پڑا ہے۔ قرآن عربی زبان میں بڑی فصیح و بلیغ کتاب ہے۔ کافر اس کے اثر کا انکار نہیں کرتے تھے اس کا اثر مانتے تھے مگر کہتے تھے اثر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سچی کتاب ہے اور اس کا پیش کرنے والا سچا ہے۔ بلکہ کہتے تھے کہ سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ''یہ کھلا جادو ہے۔'' اس کا اثر جادو ہونے کی وجہ سے ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳ پارہ ۱۶ میں ہے اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ''اور کیا تم پھنسے ہو جادو میں اور تم دیکھ رہے ہو۔'' اچھے بھلے بصیرت والے ہو کر جادو میں پھنسے ہو۔ جادو کہہ کر ٹھکرا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں فِي الْاٰفَاقِ۔ آفاق افق کی جمع ہے افق کا معنی ہے کنارہ۔ زمین کے کناروں میں، اطراف میں کبھی کہیں زلزلہ ہوگا، کبھی قحط سالی ہو گی کسی جگہ ہیضہ پھیل جائے گا، کسی جگہ طاعون پھیل جائے گا، کہیں بارش نہیں ہوگی، کہیں

سیلاب آ جائے گا۔مختلف اوقات میں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ انسان اگر صحیح معنٰی میں انسان ہے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ضرور عبرت حاصل کرے گا وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اور خود ان کی اپنی جانوں میں بھی۔گھر کا کوئی فرد بیمار، کبھی کوئی بیمار، کبھی مالی تنگی، کبھی جھگڑا فساد، کبھی کچھ ہوگا کبھی کچھ ہوگا۔ ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ بندوں کو جھنجھوڑتے ہیں کہ سنبھل جاؤ ہوش کے ناخن لو حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے سامنے اَنَّهُ الْحَقُّ بے شک یہ قرآن کریم حق ہے۔قرآن کریم کی حقانیت کے لیے ہم مختلف قسم کی نشانیاں اپنی قدرت کی دکھاتے ہیں۔کبھی کسی جگہ،کبھی کسی جگہ،کبھی بدنی،کبھی مالی،مگر یہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ کیا کافی نہیں ہے یہ بات کہ آپ کا رب اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ کہ بے شک وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ہر چیز رب تعالیٰ کے سامنے ہے۔اللہ تعالیٰ ہر شے کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور باطن کو بھی جانتا ہے۔معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے جس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔فرمایا یہ بھی سن لو اَلَآ خبردار اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ بے شک یہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے۔کہتے ہیں قیامت نہیں آئے گی۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا ہے کافر نے کہا مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ”میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت قائم ہوگی۔“ تو بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتے تھے۔ فرمایا اَلَآ خبردار اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔علم کے لحاظ سے،قدرت کے لحاظ سے،تمام چیزیں اس کے علم اور قدرت میں ہیں۔

نوٹ : ”اس درس میں سورہ شوریٰ کی پہلی پانچ آیات بھی تھیں مگر ہم نے سورۃ کے الگ

ہونے کی وجہ سے الگ لکھ دیا ہے۔ مرتب‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الشوریٰ

(مکمل)

جلد............۱۸

ایاتہا ۵۳ ۴۲ سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی مَکِّیَّۃٌ ۶۲ رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ اسی طرح يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اوران کی طرف جوآپ سے پہلے گزرے ہیں اللّٰهُ اللہ تعالیٰ الْعَزِيْزُ غالب ہے الْحَكِيْمُ حکمت والا ہے لَهٗ اسی کے لیے ہے مَا جوکچھ ہے فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جوکچھ ہے زمین میں وَهُوَ الْعَلِيُّ اور بلند ہے الْعَظِيْمُ عظمت والا ہے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ قریب ہے کہ آسمان يَتَفَطَّرْنَ پھٹ جائیں مِنْ فَوْقِهِنَّ اوپر سے وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ اورفرشتے يُسَبِّحُوْنَ تسبیح بیان کرتے ہیں بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی حمد کی وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اوربخشش طلب کرتے ہیں لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ان کے لیے

جو زمین میں ہیں اَلَآ خبردار اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

وجہ تسمیہ سورت :

اس سورت کا نام شوریٰ ہے اور شوریٰ کا معنٰی ہے مشورہ۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ''ان کا معاملہ آپس میں مشورے سے طے ہوتا ہے۔'' جن چیزوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہو، اجماع امت سے ثابت نہ ہوں تو ایسی چیزوں میں مشورے کا حق مسلمانوں کو قیامت تک حاصل رہے گا۔ کیونکہ بعض آدمی سمجھ دار ہوتے ہیں اور حقیقت کی تہہ کو پہنچ جاتے ہیں اور جو سطحی قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ تو جس وقت مشورہ کرتے ہیں تو کمزور اپنی کمزوری اور خامی کو سامنے رکھتے ہوئے دوسروں کی رائے کو قبول کر لیتے ہیں۔ تو جو فیصلہ مل جل کر کریں گے وہ فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ تو چونکہ اس سورہ میں شوریٰ کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام شوریٰ ہے۔ اکسٹھ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں یہ باسٹھ نمبر پر نازل ہوئی۔ یہ مکی سورۃ ہے۔ اس کے پانچ رکوع اور چون آیات ہیں اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے اس کا بیالیسواں نمبر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے باسٹھ نمبر ہے۔

حم عسق یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ قطع کا معنٰی ہے الگ کرنا۔ لفظ سے ایک حرف الگ کر لیا جائے اختصاراً۔ ح سے مراد حمید ہے، م سے مراد مجید۔ حمید کے معنٰی قابل تعریف۔ مجید کا معنٰی بزرگ۔ اللہ تعالیٰ کا نام حمید بھی ہے مجید بھی ہے۔ ع سے مراد علیم۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے علیم۔ س سے مراد سمیع ہے اللہ تعالیٰ سننے والا بھی ہے۔ ق

سے مراد قادر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ اسی طرح وحی کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی طرف وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اور ان کی طرف بھی وحی بھیجی جو پیغمبر آپ سے پہلے گزرے ہیں۔ وحی کون بھیجتا ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ لفظ اللہ فاعل ہے يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ کا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں وہ سب کے سب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے پہلے تھے۔ سب سے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام تھے دوسرے پیغمبر آدم علیہ السلام کے بیٹے شیث تھے۔ اس کے بعد کتنے ہی پیغمبر تشریف لائے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انھوں نے آکر بشارت سنائی کہ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ [سورہ صف] ''اور میں خوش خبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو آنے والا ہے میرے بعد نام اس کا احمد ہے، ﷺ۔ محمد کے لفظی معنیٰ ہیں تعریف کیا ہوا۔ یہ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ آپ ﷺ کی تعریف رب نے کی، فرشتوں نے کی، انسانوں اور جنات نے کی، اپنوں اور بے گانوں نے کی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جتنی تعریف آپ ﷺ کی ہوئی ہے اتنی کسی اور کی نہیں ہوئی۔ اور احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس کا معنیٰ ہے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آپ ﷺ سے زیادہ بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کسی نے نہیں کی۔ تو پیغمبر جتنے بھی تشریف لائے ہیں سب آپ ﷺ سے پہلے تشریف لائے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا وہ بعد میں آئیں گے لیکن امتی کی حیثیت سے آئیں گے وہ اپنی شریعت کی لوگوں کو دعوت نہیں دیں گے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی دعوت دیں گے اور ان کے آنے سے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑے گی کیوں کہ گنتی وہی رہے گی گنتی نہیں بڑھے گی۔

توفرمایا اسی طرح وحی کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے ہیں اَللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وہ اللہ جو غالب ہے حکمت والا ہے۔

نافع اور ضار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے :

فرمایا لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ اسی اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ آسمان میں چاند، سورج، ستارے ہیں اور بے شمار مخلوق ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، زمین میں پہاڑ ہیں، میدان ہیں، دریا ہیں، انسان اور حیوان ہیں، جنات ہیں، چرند پرند ہیں، حشرات الارض ہیں، اور کتنی مخلوق ہے جس کو رب کے سوا کوئی نہیں جانتا سب کو پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور سب پر تصرف بھی اسی کا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو تصرف کا حق ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن پاک میں اعلان کروایا قُلْ آپ فرمادیں اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا بے شک میں نہیں ہوں مالک تمہارے لیے نفع نقصان کا۔'' اور یہ بھی اعلان کروایا کہ آپ ان کو کہہ دیں لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا [الاعراف:۱۸۸] ''میں نہیں ہوں مالک اپنے لیے نفع نقصان کا۔'' اگر آپ ﷺ نفع کے مالک ہوتے تو آپ ﷺ کو کوئی بھی تکلیف نہ آتی۔

حالانکہ احد کے مقام پر عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کو پتھر مارا آپ ﷺ کے نیچے والے دو دانتوں میں سے دائیں طرف والا دانت شہید ہو گیا اور آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔ خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ عبداللہ بن امیہ کافر نے تلوار ماری خود (لوہے کی

ٹوپی) کٹ گئی آپ ﷺ کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔ اگر آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو یہ معاملہ کبھی نہ پیش آتا لہٰذا نافع اور ضار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے سب کا وہی خالق ، وہی مالک اور وہی متصرف ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ اور وہی بلند اور عظمت والا ہے۔ ذات کے لحاظ سے بڑا اور رتبے کے لحاظ سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑی ذات کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں رتبے اور درجے کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ سے بڑی ذات کوئی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میدان محشر میں لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام اور باقی تمام پیغمبر میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

مقام محمود کو تم یوں سمجھو کہ جیسے جلسوں کے لیے سٹیج ہوتا ہے اور خاص لوگ اس پر ہوتے ہیں عام لوگ نیچے ہوں گے اور انبیائے کرام مقام محمود پر ہوں گے۔ فرمایا میں مقامِ محمود پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گا اور ساری مخلوق کے لیے شفاعت کروں گا کہ حساب کتاب شروع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔

فرمایا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اوپر سے کہ ساتواں گرے چھٹے پر اور چھٹا گرے پانچویں پر اور پانچواں گرے چوتھے پر اور چوتھا گرے تیسرے پر۔ اوپر سے پھٹنا شروع ہوں۔ کیوں؟ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اور فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں ان کے جسم وزنی نہیں ہیں ہمارے جسموں کی طرح مگر اس کثرت سے ہیں کہ اس تکثر کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے۔ آسمانوں میں چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت میں مصروف نہ ہو۔ تو ایک تفسیر تو یہ ہے

کہ فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ آسمان پھٹ جائیں۔ چنانچہ سورۃ مریم پارہ ۱۶ میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ''اور کہا کافروں اور مشرکوں نے کہ بنالیا ہے رحمٰن نے بیٹا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا البتہ تحقیق لائے ہو تم ایک بڑی ناگوار بات تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ''قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں اس سے اور زمین شق ہو جائے اور گر پڑیں پہاڑ گر پڑنا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ''اس وجہ سے کہ پکارتے ہیں یہ لوگ رحمان کے لیے اولاد۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَسُبُّنِيْ اِبْنُ اٰدَمَ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ ''آدم کا بیٹا مجھے گالیاں نکالتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے۔'' گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْ لِيْ وَلَدًا ''میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، کوئی کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں کوئی کہتا ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے ان گندے عقائد سے ناراض ہو کر زمین و آسمان کا نظام ہی درہم برہم کر دے۔ تو فرمایا فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔

مسلم شریف میں روایت ہے اَحَبُّ الكلام اِلَى الله سبحان الله وَبِحَمْدِهٖ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب کلام سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔'' فرشتے اور کیا کرتے ہیں وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اور بخشش طلب کرتے ہیں ان کے لیے جو زمین میں ہیں۔ زمین والوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور یہ بھی تم سورہ مومن میں پڑھ چکے ہو اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ ''جو اٹھا رہے ہیں عرش کو وَمَنْ حَوْلَهٗ اور جو اس کے آس پاس ہیں يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب

کی وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ اورایمان رکھتے ہیں اس پر وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور مومنوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً اے ہمارے رب وسیع ہے ہر چیز پر آپ کی رحمت وَّعِلْمًا اور علم فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا بخش دے ان لوگوں کو جنھوں نے توبہ کی وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ اور تیرے راستے پر چلے وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اور بچا ان کو دوزخ کے عذاب سے رَبَّنَا اے رب ہمارے وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ اور داخل کر ان کو ہمیشگی کے باغوں میں الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ اور ان کو بھی جو نیک ہوں ان کے باپ دادا میں وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور ان کی اولادوں میں سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک آپ ہی غالب ہیں اور حکمت والے ہیں وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ [مومن: ۷ تا ۹] ''اور بچا ان کو برائیوں سے پریشانیوں سے۔''

فرمایا اَلَآ خبردار اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ ۝۷ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۸ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْىِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَىْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۱۰

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ اتَّخَذُوْا جنھوں نے بنائے ہیں مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے اَوْلِيَآءَ کارساز اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ ہی نگرانی کرتا ہے ان کی وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ اور نہیں ہیں آپ ان پر بِوَكِيْلٍ وکیل وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وحی کی ہم نے آپ کی طرف قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا قرآن عربی زبان میں لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى تاکہ آپ ڈرائیں بستیوں کی ماں کو وَمَنْ حَوْلَهَا اور ان کو جو اس کے اردگرد ہیں وَتُنْذِرَ اور تاکہ آپ ڈرائیں يَوْمَ الْجَمْعِ جمع ہونے والے دن سے لَا رَيْبَ فِيْهِ اس میں کوئی شک نہیں ہے فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ ایک فریق جنت میں

ہوگا وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ اور ایک فریق بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَعَلَهُمْ تو کردے ان کو اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ لیکن وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے فِي رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں وَالظّٰلِمُوْنَ اور جو ظالم ہیں مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ نہیں ہوگا ان کے لیے کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ کوئی مددگار اَمِ اتَّخَذُوْا کیا بنا لیے ہیں انھوں نے مِنْ دُوْنِهٖٓ اللہ تعالیٰ سے نیچے اَوْلِيَآءَ کارساز فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ پس اللہ تعالیٰ ہی ہے کارساز وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى اور وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وَمَا اور وہ چیز اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ جس میں تم نے اختلاف کیا ہے مِنْ شَيْءٍ کوئی بھی چیز ہو فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ پس اس کا حکم اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ یہ اللہ تعالیٰ ہی میری پرورش کرنے والا ہے عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسا کیا وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے :

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے جن کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے عقیدہ توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور اپنی صفات اور اپنے افعال میں وحدہ لاشریک لہ ہے کوئی اس کا کسی معنٰی اور کسی حیثیت میں اور کسی اعتبار سے شریک نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے خدائی اختیارات کسی کو دیئے ہیں رتی برابر بھی۔ لیکن مشرک قوموں نے اللہ تعالیٰ کے

پیارے پیغمبروں کو ولیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور ولیوں کو بڑا نیک سمجھتے ہیں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ وہ نیک تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ یہ ہم سے راضی ہوں گے تو پھر رب تعالیٰ کے آگے ہماری درخواستیں پیش کریں گے پھر نبیوں، رسولوں، شہیدوں کے متعلق یہ نظریہ اپنایا کہ وہ حاضر و ناظر بھی ہیں اور عالم الغیب بھی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اختیارات بھی عطا کیے ہیں، یہ ہماری حفاظت اور نگرانی بھی کرتے ہیں۔

یہ جاہل قسم کے لوگ جو گیارھویں دیتے ہیں ان کا بھی یہی نظریہ ہوتا ہے کہ اس سے مال میں برکت ہوگی اور ہمارا مال نقصان سے محفوظ رہے گا۔ اگر گیارھویں نہ دی تو نقصان ہوگا۔ یہی شرکیہ عقائد ہیں۔ بہت کم لوگ ہوں گے جو ایصال ثواب کا لحاظ رکھیں۔ بے شک ایصال ثواب اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر ایک ہی شخصیت کو ثواب پہنچانا اور گیارھویں تاریخ کو پہنچانے کا کیا مقصد ہے؟ یہ بدعت ہے۔ ایصال ثواب ہر وقت اور ہر ایک کے لیے مطلوب ہے۔ یہ جو تعیین ہے ضرور دال میں کالا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اور وہ لوگ جنھوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کارساز، کام بنانے والے، نگران اور محافظ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ ہی نگرانی کرتا ہے ان کی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو نگران اور محافظ بنائے پھرتے ہیں اور جن کو اپنے لیے نگران اور کارساز سمجھتے ہیں ان کا نگران اور محافظ بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ اختیارات سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ آپ ان کو یہ بات سمجھادیں وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر وکیل، ان کے ذمہ دار کہ ان سے ہدایت قبول کروائیں۔ جس طرح وکیل کی ہار جیت موکل کی ہار جیت ہوتی ہے

ایسانہیں ہے۔ پس آپ ان کو حق کھول کر سنا دیں تا کہ ان کو شبہ نہ رہے پھر میں جانوں اور یہ جانیں وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف جس طرح آپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف کی قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا قرآن عربی زبان میں۔ آپ بھی عربی، قوم بھی عربی، کتاب بھی عربی زبان میں۔ قرآن کریم کو کیوں اتارا؟ لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى تا کہ آپ ڈرائیں بستیوں کی ماں کو، سب بستیوں کی اصل بستی کو۔ اُم کے لفظی معنی ماں کے ہیں۔ جس طرح ماں سے اولاد پیدا ہوتی ہے اسی طرح دنیا کی ساری بستیاں مکہ مکرمہ سے پیدا ہوئی ہیں کہ زمین کا پیڑا بنا کر اللہ تعالیٰ نے یہاں رکھا جہاں کعبہ ہے پھر زمین کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ سورۃ النازعات پارہ ۳۰ میں ہے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ''اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔'' تو یہ دنیا میں جتنی بستیاں ہیں ان کا مرکز مکہ مکرمہ ہے۔ مکہ کا معنیٰ ناف، دُھنی۔ بدن کا سنٹر اور درمیان ہوتا ہے۔

ساری دنیا کا وسط کعبۃ اللہ ہے :

مکہ مکرمہ عین دنیا کا نصف ہے۔ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کو ناف کے ذریعے خوراک ملتی ہے اسی طرح روحانی خوراک مکہ مکرمہ کے ذریعے سے ملتی ہے اور قیامت تک ملتی رہے گی۔ اور کعبہ دنیا کے قیام کا ذریعہ ہے قِيٰمًا لِّلنَّاسِ۔ جب تک کعبہ ہے دنیا کا نظام قائم ہے۔ جس وقت کعبۃ اللہ کو شہید کر دیا جائے گا اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک دیں گے قیامت برپا ہو جائے گی۔ تو فرمایا تا کہ آپ ڈرائیں ام القریٰ یعنی مکے والوں کو وَمَنْ حَوْلَهَا اور ان کو جو ارد گرد والے ہیں۔ جو بستیاں مکہ مکرمہ کے ارد گرد ہیں ان کو بھی ڈرائیں رب تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے۔ ساری دنیا ہی ام القریٰ کے ارد گرد ہے۔ آپ کی بعثت ساری کائنات کے لیے ہے۔ چنانچہ آپ براہِ

راست جہاں جہاں تک پہنچ سکتے تھے آپ نے وہاں پہنچ کر تبلیغ کی اور آگے آپ کے تیار کردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی۔ جو بڑے وفادار، جفاکش اور انتہائی مخلص تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروگرام کو مشرق و مغرب کے کونوں تک پہنچایا۔ آج اس گئے گزرے ہوئے زمانے میں بھی الحمد للہ! کوئی ایسا ملک نہیں ہے جہاں کلمہ طیبہ پڑھنے والے لوگ موجود نہ ہوں چاہے تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ تو فرمایا تاکہ آپ ڈرائیں مکہ مکرمہ اور اردگرد کی بستیوں کے لوگوں کو رب کے عذاب سے وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ اور تاکہ آپ ان کو ڈرائیں جمع ہونے والے دن سے۔ وہ قیامت کا دن ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ کوئی شک نہیں ہے اس اجتماع والے دن میں۔

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے قیامت کا عقیدہ۔ قیامت یقیناً آئے گی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس دن جزائے عمل کی منزل آئے گی جس کے نتیجہ میں فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ ایک فریق، ایک گروہ جنت میں ہوگا وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ اور ایک فریق، ایک گروہ دوزخ میں ہوگا، بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔ موحد جنت میں ہوں گے اور مشرک کافر دوزخ میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً تو کردے ان کو ایک گروہ۔ جبراً اطاعت پر مجبور کردے کہ نافرمانی کی طاقت ان سے سلب کر لے مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے کیوں کہ اس طرح تو پھر امتحان ختم ہوگیا۔ امتحان تو اس وقت ہے کہ نیکی بدی کی طاقت دے کر اختیار دیا جائے کہ جس کو چاہے اپنی مرضی سے اختیار کرے اس واسطے فرمایا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [الکہف: ۲۹] "پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔" لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ

الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ [البقرہ:۲۵٦] ''دین میں کوئی جبر نہیں ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔'' تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو جبراً سب کو ایک گروہ بنادے۔ وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ لیکن اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں اور داخل اسے ہی کرتا ہے جو طالب ہوتا ہے وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور ظالموں کے لیے نہیں ہوگا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار یعنی جو لوگ کفر وشرک ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ان کا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ کیا بنائے ہیں انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے کارساز کہ یہ ان کی مشکل کشائی کریں گے اور مشکل میں کام آئیں گے فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ پس اللہ تعالیٰ ہی ہے کارساز اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشائی کرنے والا نہیں ہے، کارساز فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى اور وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے لہٰذا اسی کو کارساز سمجھنا چاہیے اور تمام حاجات میں اسی کو پکارنا چاہیے اور اسی کی توحید پر ایمان لانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ اور وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا ہے کوئی بھی چیز ہے فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ پس اس کا حکم اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹ پارہ نمبر ۵ میں ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ''پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو لوٹاؤ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف۔'' اگر آپس کے اختلافات اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حل کر لیے جائیں تو سرا دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے مگر افسوس کہ ہر آدمی، گروہ اور جماعت اپنی من مانی کرتی ہے جس کا نتیجہ سب کے

سامنے ہے۔تو فرمایا جس چیز میں تم نے اختلاف کیا کوئی بھی چیز ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ یہ اللہ تعالیٰ میری پرورش کرنے والا ہے عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسا کیا وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

فَاطِرُ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ بنانے والا ہے آسمانوں کو وَالْاَرْضِ اور زمین کو جَعَلَ اس نے بنائے لَكُمْ تمہارے لیے مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں میں سے اَزْوَاجًا جوڑے وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اور مویشیوں میں سے بھی اَزْوَاجًا جوڑے يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ بکھیرتا ہے تم کو اس میں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ نہیں ہے اس کے مثل کوئی چیز وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اور وہ

سننے والا دیکھنے والا ہے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہیں چابیاں
آسمانوں کی وَالْاَرْضِ اور زمین کی يَبْسُطُ الرِّزْقَ بڑھاتا ہے رزق
لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے
چاہتا ہے اِنَّهٗ بے شک وہ بِكُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ جانتا ہے
شَرَعَ لَكُمْ مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مِّنَ الدِّيْنِ مَا وہ دین
وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا جس کی تاکید کی نوح علیہ السلام کو وَّالَّذِیْٓ اور وہی اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ جس کی وحی کی ہم نے آپ کی طرف وَمَا اور وہ وَصَّيْنَا بِهٖٓ جس
کی تاکید کی ہم نے اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام
کو اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ کہ قائم کرو تم دین کو وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ اور اس میں
تفرقہ نہ ڈالو كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ بھاری ہے مشرکوں پر مَا وہ چیز
تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ جس چیز کی تم ان کو دعوت دیتے ہو اَللّٰهُ يَجْتَبِیْٓ اِلَيْهِ اللہ
تعالیٰ ہی منتخب کرتا ہے اپنی طرف مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِیْٓ اِلَيْهِ
اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف مَنْ اس کو يُّنِيْبُ جو رجوع کرتا ہے وَمَا
تَفَرَّقُوْٓا اور نہیں تفرقہ ڈالا ان لوگوں نے اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا مگر بعد اس کے
جَآءَهُمُ الْعِلْمُ آگیا ان کے پاس علم بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ سرکشی کرتے ہوئے
اپنے درمیان وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اگر نہ ہوتی ایک بات سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ
جو ہو چکی آپ کے رب کی طرف سے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت مقرر تک

لَّقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اور بے شک وہ لوگ اُوۡرِثُوا الۡكِتٰبَ جن کو وارث بنایا گیا کتاب کا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ان کے بعد لَفِیۡ شَكٍّ مِّنۡهُ البتہ وہ شک میں ہیں اس کی طرف سے مُرِیۡبٍ جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید فرمائی اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِیَآءَ ''کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز، مشکل کشا بنالیا ہے۔'' حالانکہ کارساز تو فقط اللہ تعالیٰ ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی رب جو ہر چیز پر قادر ہے فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وہ بنانے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا اس نے بنائے ہیں تمہارے لیے تمہاری جانوں میں سے جوڑے۔ کسی کو مرد بنا دیا کسی کو عورت بنا دیا وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا اور مویشیوں میں سے بھی جوڑے بنائے، نر مادہ کہ نسل کا سلسلہ قائم رہے یَذۡرَؤُكُمۡ فِیۡهِ بکھیرتا ہے تمھیں زمین میں یا بکھیرتا ہے تمھیں ماں کے رحم میں یا بناوٹ میں تمھیں بکھیرتا ہے۔ کسی کو کوئی شکل وصورت، کسی کو کوئی شکل وصورت عطا کرتا ہے لَیۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ نہیں ہے اس کے مثل کوئی چیز۔ یہاں کاف زائدہ ہے کیونکہ اگر کاف زائدہ نہ ہو تو معنیٰ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔ کیونکہ کاف کا معنیٰ بھی تو مثل ہے۔ تو نفی مثل کے مثل کی ہوگی مثل ثابت ہوگئی۔ تو کاف زائدہ ہے۔ معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بے مثل اور بے مثال ہے نہ اس کی ذات کے مثل کوئی ہے اور نہ اس کے صفات کے مثل کوئی ہے، نہ

ارادے میں اس کے مثل کوئی ہے اور نہ افعال میں اس کے مثل کوئی ہے اور نہ مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی تشبیہ دی جاسکتی ہے، نہ اس کا باپ ہے، نہ ماں ہے، نہ بیوی ہے، نہ اولاد ہے اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سننے والی دیکھنے والی ہے۔ ساری کائنات کی بولیاں سنتا بھی ہے اور ان کے حالات کو دیکھتا بھی ہے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے پاس ہیں چابیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ سارے اختیارات اسی کے پاس ہیں ہر چیز میں تصرف کرنے والا وہی ہے يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ بڑھاتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے وَيَقْدِرُ اور تنگ کرتا ہے رزق جس کا چاہتا ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق رزق تقسیم کرتا ہے کیوں کہ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بے شک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ لہٰذا وہ بہتر سمجھتا ہے کہ کس کو کتنا رزق دینا ہے۔ جب پیدا کرنے والا وہی ہے، رزق دینے والا وہی ہے، تصرف کرنے والا وہی ہے تو دین بھی اسی کا ہے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ دین۔

شریعت اصل (عربی لغت) میں اس گھاٹ کو کہتے ہیں جس پر اتر کر لوگ پانی پیتے ہیں۔ اسی مناسبت سے شریعت کو بھی دین کہا جاتا ہے کہ لوگ اس سے روحانی پیاس بجھاتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کر کے اپنی زندگی کو درست کر لیتے ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر فرمایا مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا جس کی تاکید کی اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اور یہ وہی دین ہے جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی اور یہ وہی دین ہے وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اور جس کی تاکید کی ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سمیت پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے کہ ان سب کو یہی تاکید کی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ کہ وہ دین کو قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ، پیغمبروں کی رسالت کا عقیدہ، قیامت کا حق ہونا ایسے اصول ہیں کہ جن میں کسی بھی نبی کے زمانے میں کوئی اختلاف نہیں رہا اور ان پر ایمان لانا ہر نبی کی امت کے لیے ضروری تھا یہی دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ غرض یہ کہ دین اور ملت ہر دور میں ایک ہی رہے ہیں البتہ ان عقائد کی تفصیلات کو شریعت کہا جاتا ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۸ میں ہے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے جدا جدا شریعت اور راستہ مقرر کیا ہے۔'' یعنی ہر امت کی شریعت مختلف رہی ہے مثلاً پہلی امتوں میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا لیکن بعد میں اس کو حرام قرار دے دیا گیا۔ بعض شریعتوں میں اونٹ کا گوشت اور دودھ ناجائز تھا ہمارے آخری پیغمبر کی شریعت میں جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَآءِ بَنُوْ عَلَّاتٍ دِيْنُنَا وَاحِدٌ'' ہم انبیاء کا گروہ علاتی بھائی ہیں ہمارا دین ایک ہے۔'' علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ہوں۔ مطلب یہ کہ دین اور ملت تو تمام امتوں کی یکساں ہیں مگر ان کی شریعتیں الگ الگ ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم پیغمبروں کو تاکیداً حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو کہ دین کے کسی اصول کو مانو اور کسی کو نہ مانو یا کسی نبی کی نبوت پر ایمان لائے اور کسی کا انکار کردے بلکہ سارے نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ اپنے اپنے زمانے میں برحق تھے اور اب دین اور شریعت صرف حضرت محمد رسول ﷺ کی ہے۔ تو فرمایا دین میں تفرقہ نہ ڈالو کہ اس کا کوئی

اصول مانو اور کوئی نہ مانو۔ ان میں سرفہرست توحید کا اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ بھاری ہے مشرکوں پر بہت زیادہ مَاتَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ جس کی طرف آپ ان کو دعوت دیتے ہیں، بلاتے ہیں۔ توحید کی دعوت ان کو گولی کی طرح لگتی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۶ میں ہے وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا ''اور جب آپ ذکر کرتے ہیں اپنے رب کا قرآن میں اکیلا تو وہ پھر جاتے ہیں اپنی پشتوں پر نفرت کرتے ہوئے۔'' اور کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِھَةَ اِلٰـھًا وَّاحِدًا ''کیا اس نے کر دیا ہے تمام معبودوں کو ایک معبود اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [ص:۵]'' بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ کی توحید مشرکوں پر بھاری ہے جس کی تم ان کو دعوت دیتے ہو۔ فرمایا ہدایت اور گمراہی کا ایک ضابطہ یہ ہے اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ اور اپنی طرف راہ نمائی کرتا ہے اس شخص کی جو رجوع کرتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے ہدایت اس کو دیتا ہے۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۹ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ''اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ان کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں۔'' ہدایت کے طالب کو صحیح راستہ مل جاتا ہے۔ فرمایا وَمَاتَفَرَّقُوْٓا ان گمراہ فرقوں نے تفرقہ نہیں ڈالا ان لوگوں نے اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًام بَیْنَھُمْ مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آ گیا اپنے درمیان سرکشی کرتے ہوئے۔ اہل کتاب کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتابیں آئیں، پیغمبر تشریف لائے، انھوں نے ہدایت کو واضح کیا مگر ان لوگوں نے ضد، عناد اور آپس میں سرکشی کرتے ہوئے دین کے اصولوں میں اختلاف کیا اور فرقے بنا لیے اور مختلف فرقوں

میں تقسیم ہو گئے۔ آخری پیغمبر اور آخری کتاب کا بھی ان کو علم تھا محض ضد، عناد اور سرکشی کی وجہ سے ایمان نہیں لائے اور مخالفت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِن رَّبِّكَ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو ہو چکی آپ کے رب کی طرف سے۔ آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے سے ایک بات طے شدہ نہ ہوتی اِلَىٰٓ اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقرر وقت تک لَّقُضِيَ بَيۡنَهُمۡ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے قطعی فیصلہ کے لیے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے۔ اگر یہ بات طے نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں، مشرکوں اور سرکشی کرنے والوں کا فیصلہ دنیا ہی میں کر دیتا ان کو اسی دنیا میں فوراً سزا دے دیتا۔ مگر اس کا قانون ہے وَاُمۡلِىۡ لَهُمۡ اِنَّ كَيۡدِىۡ مَتِيۡنٌ [القلم: ۴۵] ''اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔''

فرمایا یہ بات بھی سن لیں وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡرِثُوا الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اور بے شک وہ لوگ جن کو وارث بنایا گیا کتاب کا ان کے بعد لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ وہ البتہ تردد انگیز شک میں ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے پہلے گروہوں نے جو تحریفات کیں ان کی تحریفات کو خالص کتاب قرآن کے ساتھ مٹا دیا گیا تو یہ پچھلے شکر گزار ہو کر اس پر ایمان نہ لائے بلکہ شک میں پڑے ہوئے ہیں قرآن کے بارے میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی آخری رسالت کے بارے میں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ

وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾

فَلِذٰلِكَ پس اسی لیے فَادْعُ آپ دعوت دیں وَاسْتَقِمْ اور قائم رہیں آپ كَمَآ اُمِرْتَ جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور نہ پیروی کریں آپ ان کی خواہشات کی وَقُلْ اور آپ کہہ دیں اٰمَنْتُ میں ایمان لایا ہوں بِمَآ اس چیز پر اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ جو نازل کی ہے اللہ تعالیٰ نے کتاب سے وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا ہے لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ کہ میں عدل کروں تمہارے درمیان اَللّٰهُ رَبُّنَا اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے وَرَبُّكُمْ اور تمہارا بھی رب ہے لَنَآ اَعْمَالُنَا ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں لَا حُجَّةَ کوئی جھگڑا نہیں بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ہمارے اور تمہارے درمیان اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا ہم سب کو

وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے وَالَّذِیۡنَ اور وہ لوگ یُحَآجُّوۡنَ جو جھگڑا کرتے ہیں فِی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بعد اس کے کہ جو اسۡتُجِیۡبَ لَہٗ اس کی بات کو قبول کیا گیا ہے حُجَّتُہُمۡ دَاحِضَۃٌ ان کی دلیل کمزور ہے عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ان کے رب کے ہاں وَ عَلَیۡہِمۡ غَضَبٌ اور ان پر غضب ہے وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں گزرا ہے کہ کَبُرَ عَلَی الۡمُشۡرِکِیۡنَ مَا تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَیۡہِ ''بھاری ہے مشرکوں پر وہ چیز یعنی توحید جس کی طرف آپ ان کو دعوت دیتے ہیں۔'' اور اہل کتاب نے بھی ضد عناد کی وجہ سے دین میں تفرقہ پیدا کر رکھا ہے فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ پس اسی وجہ سے آپ ان کو دعوت دیں دین اور توحید کی پوری استقامت کے ساتھ تاکہ انھیں کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ فرمایا وَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ اور آپ قائم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے۔ سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۲ میں ہے فَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ وَ مَنۡ تَابَ مَعَکَ ''پس آپ ڈٹ کر رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو بھی جنھوں نے توبہ کی آپ کے ساتھ۔'' کفر وشرک سے توبہ کرکے آپ کا ساتھ دیا ہے وہ بھی ڈٹ کر رہیں۔

استقامت علی الدین :

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! آپ ﷺ وقت سے پہلے بوڑھے ہو

گئے ہیں تو آپ نے فرمایا شَیَّبَتْنِیْ هُوْدُ وَ اَخَوَاتُهَا ''سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں کے مضامین نے مجھے بوڑھا کر دیا۔'' کہ اس میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ڈٹ کر رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ یاد رکھنا! حق کو قبول کرنا اور پھر اس پر ڈٹ جانا بڑی بات ہے اور آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہیے یہ نہیں کہ آدمی لوٹے کی طرح پھرتا رہے صبح کو کوئی عقیدہ ہو اور شام کو کوئی عقیدہ ہو۔ سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۳۰ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر اس پر ڈٹ گئے تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔'' تو فرمایا قائم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ اور پیروی نہ کریں آپ ان لوگوں کی خواہشات کی۔ مخالفین کی تو خواہش ہے کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دین سے پھیر دیں اور اپنے دین کے ساتھ ملانے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خبردار کر دیا کہ آپ اپنے دین پر قائم رہیں اور ان کی خواہشات کی پروا نہ کریں وَقُلْ اور کہیں اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ میں ایمان لایا اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے کتاب کی صورت میں نازل فرمائی ہے۔ میں وحی الٰہی پر ایمان رکھتا ہوں اس کے خلاف تمہاری باتوں کو تسلیم نہیں کر سکتا اور آپ ﷺ ان سے یہ بھی کہہ دیں وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ عدل قائم ہوگا تو ظلم ختم ہوگا، امن قائم ہوگا بدامنی کی وجہ ہی ناانصافی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے وَاٰتِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ ''ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو۔'' انصاف کا یہی تقاضا ہے۔ آج دنیا میں عدل نہیں ہے۔ چھوٹی عدالتوں سے لے کر بڑی عدالتیں موجود ہیں مگر انصاف نہیں ملتا جب تک عدل قائم نہیں ہوگا دنیا میں

امن قائم نہیں ہوسکتا۔

سورۂ نحل آیت نمبر ۹۰ میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ''بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' اور سورہ انعام آیت نمبر ۱۵۳ میں ہے وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ''اور جس وقت بات کرو تو انصاف کے ساتھ اگرچہ کوئی فریق تمہارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔'' تو فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف قائم کروں۔ فرمایا اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ وہی خالق بھی ہے اور مالک بھی، وہی مشکل کشا اور حاجت روا بھی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی بگڑی بنانے والا ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور اپنے اعمال کے مطابق جزاو سزا ملے گی۔

سورہ مدثر پارہ ۲۹ میں ہے کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ''ہر نفس اپنی کمائی میں گروی ہے۔'' کوئی شخص کسی شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ لَا حُجَّةَ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ کوئی جھگڑا نہیں ہمارے تمہارے درمیان۔ ہمارا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے تمہارا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ہمارے تمہارے درمیان جھگڑے والی بات کون سی رہ جاتی ہے؟ حقیقی فیصلہ قیامت والے دن ہو جائے گا اَللّٰہُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا قیامت والے دن۔ اس دن کسی کے ساتھ کوئی رو رعایت نہیں ہوگی اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا [بقرہ:۱۴۸] ''تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا خواہ قبروں میں ہو یا درندے کھا گئے ہوں یا مچھلیاں کھا گئی ہوں وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ

اور سب نے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ دنیا کے تمام جھگڑوں کی حقیقت وہاں کھل جائے گی۔ فرمایا وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ اور وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ بعد اس کے کہ اس کی بات کو قبول کیا گیا ہے یعنی سمجھ دار لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لا چکے ہیں اس کے باوجود جو لوگ مسلسل انکار کرتے ہیں اور فضول حجت بازی کرتے ہیں حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کی دلیل کمزور ہے ان کے رب کے ہاں۔ دَاحِضَةٌ کا لغوی معنیٰ ہے پھسلنا۔ جیسے کوئی شخص کیچڑ میں پھسل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ جھگڑا اور دلیل پھسلنے والی ہے بالکل کمزور ہے جو ان کے باطل عقیدے کے حق میں پیش کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ لوگ جھوٹے ثابت ہو چکے ہیں وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور ناراضی ہے کیونکہ یہ حق کو ٹھکرا رہے ہیں وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور عذاب سے حفاظت فرمائے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ
وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ
اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾
اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ
يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾
اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ
وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ
وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ
الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے اَنْزَلَ الْكِتٰبَ جس نے
اتاری کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَالْمِيْزَانَ اور ترازو بھی وَمَا
يُدْرِيْكَ اور آپ کو کیا خبر لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ شاید کہ قیامت قریب ہو
يَسْتَعْجِلُ بِهَا جلدی کرتے ہیں اس کے بارے میں الَّذِيْنَ وہ لوگ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِهَا جو ایمان نہیں لاتے اس پر وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان
لاتے ہیں مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وہ ڈرنے والے ہیں اس سے وَيَعْلَمُوْنَ

اور جانتے ہیں اَنَّهَا الْحَقُّ کہ بے شک وہ برحق ہے اَلَآ خبردار اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُمَارُوْنَ جو جھگڑا کرتے ہیں فِي السَّاعَةِ قیامت کے بارے میں لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ البتہ گمراہی میں دور جا پڑے ہیں اَللّٰهُ لَطِيْفٌ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کے ساتھ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَهُوَ الْقَوِيُّ اور وہ قوت والا ہے الْعَزِيْزُ غالب ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ جو شخص چاہتا ہے حَرْثَ الْاٰخِرَةِ آخرت کی کھیتی نَزِدْ لَهٗ ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے فِيْ حَرْثِهٖ اس کی کھیتی میں وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ اور جو شخص چاہتا ہے حَرْثَ الدُّنْيَا دنیا کی کھیتی نُؤْتِهٖ مِنْهَا ہم دیں گے اس کو اس میں سے وَمَا لَهٗ اور نہیں ہوگا اس کے لیے فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں مِنْ نَّصِيْبٍ کوئی حصہ اَمْ لَهُمْ کیا ان کے لیے شُرَكٰٓؤُا کوئی شریک ہیں شَرَعُوْا لَهُمْ جنہوں نے مقرر کیا ہے ان کے لیے مِّنَ الدِّيْنِ دین سے مَا وہ چیز لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ جس کی اجازت نہیں دی اللہ تعالیٰ نے وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ اور اگر نہ ہوتی فیصلے کی بات لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ اور بے شک ظالموں کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہے تَرَى الظّٰلِمِيْنَ دیکھیں گے آپ ظالموں کو مُشْفِقِيْنَ ڈرنے والے ہوں گے مِمَّا اس چیز سے كَسَبُوْا

جو انھوں نے کمائی وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اور وہ واقع ہونے والی ہے ان پر وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے عمل کیے اچھے فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے لَهُمْ ان کے لیے ہوگا مَّا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ یہ ہے فضیلت بڑی۔

ربط آیات :

اس سے پچھلے سبق میں تم نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہاں حساب کتاب ہونا ہے ان احکام کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے اتاری ہے کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ اس کتاب کا سارا پروگرام حق و صداقت پر مبنی ہے اور اس میں کسی قسم کے باطل کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ تم نے حٰم سجدہ کے اندر پڑھا ہے لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ''نہ باطل اس پر آگے سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو مکمل حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے وَالْمِيْزَانَ میزان کو بھی نازل کیا ہے۔

والمیزان کی تفسیر :

میزان سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عطف تفسیری ہے اور وہ کتاب ہی میزان ہے حق اور باطل کے درمیان۔ یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ میزان سے مراد عقل ہے کہ عقل سے انسان کھوٹی کھری بات میں تمیز کرتا ہے۔ تیسرا مطلب یہ بیان

کرتے ہیں کہ میزان سے مراد میزان یعنی ترازو ہے۔ جس طرح تم حسی چیزوں کا ترازو سے موازنہ کرتے ہو اسی طرح قیامت والے دن تمہارے اعمال کا موازنہ کیا جائے گا اور دنیا میں اس کے ذریعے ماپ تول میں انصاف قائم کیا جاتا ہے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

منکرین قیامت مذاق کے طور پر قیامت کے بارے میں پوچھتے تھے مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [سورۃ الملک] "قیامت والا وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم وعدے میں سچے ہو۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ تمہیں کیا خبر شاید کہ قیامت قریب ہو۔ بڑی قیامت تو اپنے وقت پر اجتماعی طور پر سب کے لیے آئے گی اور وہ کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا علم کسی کو نہیں دیا۔ اور چھوٹی قیامت تو انسان کے ہر وقت قریب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ "پس تحقیق جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔" قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

فرمایا یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ جلدی کرتے ہیں قیامت کی وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا جو اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے بے بر ہیں۔ ان کو انجام کا احساس نہیں ہے اس لیے جلدی مانگتے ہیں۔ اس کے برخلاف وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وہ ڈرنے والے ہیں اس سے۔ ان کو ہر وقت فکر رہتی ہے کہ معلوم نہیں آگے کیا صورت حال پیش آئے گی۔ وہ آخرت کی تیاری کرتے ہیں اور کفر و معاصی سے بچتے ہیں وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ اور وہ جانتے ہیں کہ قیامت برحق ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور اس دن ہر آدمی کو اپنے کیے کی جزا سزا ملنی ہے۔ فرمایا اَلَآ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ خبردار بے شک

وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں قیامت کے بارے میں اور کہتے ہیں مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیۡمٌ [سورہ یٰسین] ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔''
هَیۡهَاتَ هَیۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ [مومنون:۳۶] ''بڑی دور کی بات ہے بڑی دور کی بات ہے جس سے تم ڈراتے ہو۔'' کہ ہم دوبارہ زندہ ہوں گے حساب کتاب ہوگا۔ یہ قیامت کے متعلق جھگڑا کرنے والے لَفِیۡ ضَلٰلٍ بَعِیۡدٍ یہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔
اَللّٰهُ لَطِیۡفٌ بِعِبَادِهٖ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی کرنے والا ہے اس لیے فوراً پکڑتا نہیں ہے مہلت دیتا رہتا ہے یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے۔

بعض اوقات نافرمانوں کو بہت زیادہ دیتا ہے اور نیکوں کو تنگی میں رکھتا ہے رزق کی تقسیم اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتی ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کے ساتھ نہیں ہوتا وَهُوَ الۡقَوِیُّ الۡعَزِیۡزُ اور وہ قوت والا اور غالب ہے۔ تمام اختیارات اس کے پاس ہیں مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ جو شخص چاہتا ہے حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ آخرت کی کھیتی کا نَزِدۡ لَهٗ فِیۡ حَرۡثِهٖ ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے اس کی کھیتی میں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کرنے کے بعد عبادت و ریاضت کے ذریعے محنت کرتا ہے وہ ایسی کھیتی پر کام کر رہا ہے کہ جس کا پھل آخرت میں ملے گا۔ نیکی کرنے والے کو ہر نیکی کا کم از کم بدلہ دس گنا ملتا ہے مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا [الانعام:۱۶۱] ''جو شخص لایا ایک نیکی پس اس کے لیے دس گنا اجر ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ چاہے تو لاکھوں کروڑوں گنا بدلہ عطا فرمائے۔

آگے دوسرے گروہ کے متعلق فرمایا وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا اور جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی کھیتی کا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ہم دیں گے اس کو اس میں سے یعنی ضروری نہیں ہے کہ دنیا کے طالب کو اس کی خواہش کے مطابق مل جائے بلکہ ہم اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق کچھ نہ کچھ حصہ اس کو دیں گے مگر ساتھ ہی یہ فرمایا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ اور نہیں ہے اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ۔ اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۸ میں ہے ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ''پھر ہم نے اس کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے۔'' کیوں کہ اس نے آخرت کا ارادہ ہی نہیں کیا اور اس کی ساری کوشش دنیا کے لیے ہے۔

اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ کا فرمان گزر چکا ہے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ ''تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے وہی دین مقرر کیا ہے جو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے مقرر کیا تھا۔'' اب اللہ تعالیٰ اس دین کے منکرین کے لیے فرماتے ہیں اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ کیا ان لوگوں کے لیے کوئی شریک ہیں جنھوں نے کوئی ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ گویا کہ انھوں نے کوئی علیحدہ دین مقرر کر رکھا ہے بنا رکھا ہے۔ انھوں نے کوئی حلال و حرام کے ضابطے بنائے ہیں، معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی کوئی حدیں بیان کی ہیں تو لاؤ پیش کرو جن کو انھوں نے شریک بنایا ہوا ہے۔ انھوں نے کوئی علیحدہ دین نہیں بنایا البتہ مشرکوں نے خود ساختہ رسمیں اور بدعات بنائی ہوئی ہیں جو دین حق کے سراسر خلاف ہیں۔ یہ تمام رسومات قل، تیجا، ساتواں، چالیسواں، عرس، قبروں پر چراغاں کرنا، چادریں چڑھانا، ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں اور دین کے خلاف ایک بغاوت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ اور اگر نہ ہوتی

فیصلے کی ایک بات پہلے سے طے شدہ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے ان باغیوں کو دنیا ہی میں پوری پوری سزا دے دی جاتی۔ وہ طے شدہ بات یہ ہے اِنَّ رَبَّکَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ [سجدہ:۲۵] ''بے شک آپ کا رب وہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت والے دن ان چیزوں کے بارے میں جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔'' تو فرمایا کہ اگر ایک طے شدہ بات نہ ہوتی تو ان لوگوں کا فیصلہ فوراً کر دیا جاتا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ اور بے شک ظلم کرنے والوں کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب ہے۔ فرمایا تَرَى الظّٰلِمِيْنَ دیکھیں گے آپ ظالموں کو مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا ڈرنے والے ہوں گے اپنی کمائی سے۔ جب میدان محشر میں پہنچیں گے اور ان کے کفریہ شرکیہ اعمال ان کے سامنے آئیں گے اور ان کا انجام بھی سامنے نظر آ رہا ہوگا تو خوف زدہ ہوں گے اور حقیقت میں وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ اور وہ ان پر واقع ہونے والا ہوگا ان کی کارروائیوں کا وبال ان پر پڑنے والا ہوگا وہ اس سے بچ نہیں سکیں گے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے۔ عقیدہ توحید والا بنایا، زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں گزری فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس۔ جنتی جو درخواست کریں گے اللہ تعالیٰ پوری فرمائے گا۔

جنت کی نعمتیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک جنتی آدمی عرض کرے گا کہ پروردگار! مجھے کھیتی باڑی کا بڑا شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! جنت کی نعمتوں سے تیرا

پیٹ نہیں بھرا؟ کیا تو ان چیزوں سے راضی نہیں ہوا؟ عرض کرے گا مولا کریم! میں تیری عطا کردہ نعمتوں پر بڑا خوش ہوں مگر کھیتی باڑی میری دلی خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کھیت تیار کیا جائے گا پھر اس میں بیج ڈالا جائے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے فصل اگے گی پھر پک جائے گی پھر کٹ کر اناج کے ڈھیر لگ جائیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس آدمی کی خواہش فوراً پوری فرمادیں گے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھیں جنت تک پہنچا دے اور یہ ہر مومن کی دلی خواہش ہے تو فرمایا وہاں پر سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہو گے اڑتے پھرو گے۔ گھوڑا تمھیں بلا خوف و خطر منزل مقصود تک پہنچائے گا۔ الغرض جنت میں ہر جنتی کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ فرمایا ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ یہ ہے فضیلت بڑی جسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ دوسری جگہ فرمایا فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ [آل عمران: ۱۸۵] ''پس جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس وہ کامیاب ہو گیا۔'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامیاب فرمائے۔

(آمین)

ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِؕ قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰىؕ وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًاؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًاۚ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَؕ وَ یَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَۙ ﴿۲۵﴾ وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۲۶﴾ وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗؕ وَ هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍؕ وَ هُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ع ۳

ذٰلِكَ الَّذِیْ یہ وہ چیز ہے یُبَشِّرُ اللّٰهُ جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ تعالیٰ عِبَادَهُ اپنے بندوں کو الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے قُلْ آپ کہہ دیں لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ

نہیں مانگتا میں تم سے عَلَیۡهِ اَجۡرًا اس پر کوئی معاوضہ اِلَّا الۡمَوَدَّةَ مگر دوستی فِی الۡقُرۡبٰی قرابت داری میں وَمَنۡ یَّقۡتَرِفۡ اور جو کمائے گا حَسَنَةً بھلائی نَّزِدۡ لَهٗ فِیۡهَا ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے اس میں حُسۡنًا خوبی اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوۡرٌ بخشنے والا ہے شَكُوۡرٌ قدردان ہے اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ کیا یہ لوگ کہتے ہیں افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اس نے افتراء باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰهُ پس اگر چاہے اللہ تعالیٰ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِكَ مہر لگا دے آپ کے دل پر وَیَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ اور مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ باطل کو وَیُحِقُّ الۡحَقَّ اور ثابت کرتا ہے حق کو بِكَلِمٰتِهٖ اپنے کلمات کے ساتھ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ بے شک وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو وَهُوَ الَّذِیۡ اور وہ وہی ہے یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ جو قبول کرتا ہے توبہ عَنۡ عِبَادِهٖ اپنے بندوں کی وَیَعۡفُوۡا اور معاف کرتا ہے عَنِ السَّیِّاٰتِ برائیاں وَیَعۡلَمُ اور جانتا ہے مَا تَفۡعَلُوۡنَ جو کچھ تم کرتے ہو وَیَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور قبول کرتا ہے دعائیں ان لوگوں کی جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے وَیَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ اور مزید عطا کرے گا ان کو اپنے فضل سے وَالۡكٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے رزق لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں

کے لیے لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین میں وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ لیکن وہ اتارتا ہے اندازے سے مَّا یَشَآءُ جتنا چاہتا ہے اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے دیکھنے والا ہے وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ اور وہ وہی ہے جو اتارتا ہے بارش کو مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا بعد اس کے کہ وہ ناامید ہو جاتے ہیں وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ اور وہی حمایت کرنے والا ہے قابل تعریف ہے وَمِنْ اٰیٰتِهٖ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں کا پیدا کرنا اور زمین کا پیدا کرنا وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا اور جو بکھیرے ہیں ان دونوں کے درمیان مِنْ دَآبَّةٍ جانور وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب چاہے گا قادر ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل اچھے کیے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِكَ الَّذِیْ یہ ہے وہ چیز یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے اچھے کہ ان کو جنت میں ہر قسم کا آرام نصیب ہوگا اور ان کی ہر

خواہش پوری ہوگی۔

آگے اللہ تعالیٰ نے رسالت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا اے نبی کریم ﷺ! قُلْ آپ کہہ دیں لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا میں نہیں مانگتا اس تبلیغ حق کے سلسلہ میں تم سے کوئی معاوضہ۔ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۰۹ میں ہے وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ "میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا نہیں ہے میرا بدلہ مگر رب العالمین کے ذمہ۔" ہاں! میرا مطالبہ صرف اس قدر ہے اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی مگر دوستی قرابت داری میں کہ میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر تم میری قرابت داری کا تو کچھ لحاظ کرو۔ کسی خاندان سے پھوپھی، کسی سے چچی وغیرہ ہے تم میرے خاندان کے لوگ ہو اور خاندانی لوگ ایک دوسرے کا بڑا لحاظ کرتے ہیں۔ تم اگر میرے پروگرام کو قبول نہیں کرتے تو قرابت داری کا لحاظ کر کے مجھے تکلیف تو نہ پہنچاؤ۔

اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی کی صحیح تفسیر اور محبّ اہل بیت :

شیعہ نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیں میں تم سے اس قرآن کے بیان کرنے پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی مگر یہ کہ تم میرے اہل بیت حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کرو۔ یہ میں تم سے سوال کرتا ہوں یعنی مودۃ فی القربٰی کا معنٰی اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ استدلال عقلاً نقلاً دونوں طرح باطل ہے۔

عقلاً اس لیے باطل ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اس وقت تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے۔ ہجرت کے تیسرے سال کے آخر میں حضرت علی

رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہوا رمضان ۴ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور ۵ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے مکہ مکرمہ میں اس وقت تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وجود ہی نہیں ہے ان کے والدین کا نکاح ہی نہیں ہوا تو ہم کیسے مانیں کہ مودۃ فی القربیٰ کا معنیٰ ہے کہ تم اہل بیت حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کرو۔

اور نقلاً اس لیے باطل ہے کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ آیت اہل بیت سے محبت کے سلسلے میں ہے۔ فرمایا ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا ہاں! اتنی بات ہے کہ تم قرابت داری کا تو کچھ لحاظ کرو مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

تو آیت کریمہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے جو شیعہ نے نکالا ہے۔ باقی رہی محبت اہل بیت کے ساتھ تو اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ محبت، ازواج مطہرات کے ساتھ محبت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت ضروری ہے۔ تو فرمایا تم میری بات مانو یا نہ مانو تمہاری مرضی مگر صلہ رحمی کا دامن تو نہ چھوڑو۔

فرمایا وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اور جو شخص کمائے گا بھلائی ہم زیادہ کریں گے اس کے لیے خوبی یعنی اس کا بدلہ بڑھا دیں گے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، قدردان ہے۔ وہ معمولی سے عمل پر بھی بہت زیادہ اجر دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہیں جوان ہوئے۔ ساری زندگی انھی

لوگوں میں گزری۔ یہ بھی نہیں کہ کچھ عرصہ دور چلے گئے ہوں، ان کی نظروں سے اوجھل رہے ہوں اور غائبانہ کچھ لکھا پڑھا ہو بلکہ پورے چالیس سال ان میں رہے۔ لیکن وہ لوگ پھر بھی شوشے چھوڑنے سے باز نہیں آتے تھے۔ اس مقام پر بھی ان کے ایک شوشے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا یہ کافر کہتے ہیں افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اس پیغمبر نے افتراء باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ یہ کہتا ہے مجھ پر وحی اترتی ہے مجھے نبوت ملی ہے۔ یہ الزام لگاتے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ یہ نہ لکھنا جانتا ہے نہ پڑھنا جانتا ہے اور نہ یہ بددیانت ہے بلکہ سارے آپ ﷺ کو امین مانتے تھے۔ فرمایا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ پس اگر چاہے اللہ تعالیٰ مہر لگا دے آپ ﷺ کے دل پر صبر کی اور واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل پر صبر کی مہر لگائی تھی کہ آپ ﷺ کے منہ پر آپ ﷺ کو سٰحِرٌ كَذَّابٌ کہتے تھے، مسحور اور مجنون بھی کہتے تھے، کاہن بھی کہا اور جو بھی غلیظ زبان استعمال کر سکتے تھے کرتے رہے اور آپ ﷺ خندہ پیشانی سے ان کو ٹالتے تھے۔ ان ساری باتوں کو آپ ﷺ نے سن کر صبر کیا اس لیے کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دل پر صبر کی مہر لگا دی تھی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے یعنی رسالت واپس لے لے، قرآن واپس لے لے۔ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ اور مٹا دے اللہ تعالیٰ باطل کو بغیر کسی نبی کی وساطت کے۔ رب تعالیٰ اس پر قادر ہے وہ چاہے تو اس طرح کر سکتا ہے۔ اس میں صرف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بتلائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۹ میں فرمایا وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ''اور اگر ہم چاہیں تو

لے جائیں اس چیز کو جو وحی کی ہے ہم نے آپ کی طرف پھر نہ پائیں آپ اپنے لیے ہمارے اوپر کوئی دلیل۔'' نہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وحی واپس لی اور نہ قرآن واپس لیا صرف قدرت بتلائی کہ ہم اگر چاہیں تو اس طرح کر سکتے ہیں۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔ تو فرمایا پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مہر لگا دے آپ کے دل پر اور مٹا دے باطل کو اللہ تعالیٰ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اور ثابت کردے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک وہ جاننے والا ہے دلوں کے رازوں کو اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ جو کافر کہتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ مومن کر رہے ہیں اس کو بھی جانتا ہے سب کی حرکات، اقوال اور افعال کو بخوبی جانتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِيْ اور اللہ تعالیٰ وہی ہے يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی۔ آدمی کو ہر وقت اپنے آپ کو گناہ گار سمجھنا چاہیے اور توبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اور یہ بھی تم کئی بار سن چکے ہو کہ توبہ کے لیے بھی شرائط ہیں محض زبانی کلامی توبہ توبہ کرنے سے معافی نہیں مل جاتی۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ذمہ نہ ہو پھر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی دو قسمیں ہیں۔

حقوق اللہ کی اقسام :

- ایک وہ ہیں جن کی قضا ہو سکتی ہے۔
- اور دوسرے وہ ہیں جن کی قضا نہیں ہو سکتی۔

مثلاً: نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ۔ اگر رہ گئی ہیں تو یہ محض توبہ توبہ کہنے سے معاف نہیں ہوں گی۔ ارب کھرب مرتبہ بھی توبہ توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوں گی۔ اکثر پڑھے لکھے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ بالغ ہونے کے بعد جو نمازیں کسی مرد و عورت کے ذمہ ہیں جب تک

ان کی قضا نہیں لوٹائے گا معاف نہیں ہوں گی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور تمام فقہاء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔ ہاں! جن کی قضا نہیں ہے وہ توبہ سے معاف ہو جائیں گی۔ مثلاً: زنا کی قضا نہیں ہے سچے دل سے توبہ کرے گا معاف ہو جائے گا۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر میں کوتاہی کی ہے سچے دل سے توبہ کرے گا معاف ہو جائے گا۔ اور جو بندوں کے حقوق ہیں وہ توبہ سے کسی صورت معاف نہیں ہوتے۔ جب تک حقوق ادا نہ کر دیئے جائیں یا صاحب حقوق معاف کر دیں۔

تو فرمایا وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ اور معاف کرتا ہے برائیاں۔ صغیرہ گناہ وضو کی برکت سے، مسجد کی طرف آنے کی برکت سے، نماز کی برکت سے خود بہ خود معاف ہو جاتے ہیں۔ سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ''بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو۔'' تو صغیرہ گناہ نماز، روزہ، جمعہ، حج، عمرہ کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ کی تفصیل ابھی تم نے سنی ہے وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ رب تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ دعاؤں کو ان لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جنھوں نے عمل کیے اچھے۔ جو ایمان کی حالت میں اچھے عمل کریں گے رب تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ قبول کرے گا مگر قاعدے کے مطابق عمل ہونے چاہییں۔ مثلاً: نماز پوری شرائط کے ساتھ، بدن پاک ہو، کپڑے پاک ہوں، جگہ پاک ہو، وقت ہو، چہرہ قبلے کی طرف ہو، اسی طرح باقی نیکیاں ہیں کہ قاعدے کے مطابق ہوں تو ان لوگوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔

دعا کی قبولیت کی صورتیں :

پھر یہ بھی سمجھ لیں کہ بعض دفعہ آدمی ایک چیز کو اپنے لیے مفید سمجھ کر مانگتا ہے مگر وہ چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے لیے مفید نہیں ہوتی تو رب تعالیٰ اس کو نہیں دیتا۔ تو اس کا نہ دینا ہی دعا کا قبول ہونا ہے۔ بعض دفعہ وہ چیز مفید بھی ہوتی ہے پھر بھی نہیں ملتی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے آنے والی کسی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں۔ یہ بھی دعا کی قبولیت ہے۔ بسا اوقات اس کی دعا کو ذخیرہ کر کے رکھا جاتا ہے قیامت والے دن اس کا بدلہ ملے گا مگر بندہ جلد باز ہے۔ وہ کہتا ہے مجھے میری چیز جلدی ملے۔ بہ ہر حال بندے کو دعا سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے الدعاء مخ العبادہ ”دعا عبادت کا مغز ہے۔“ جیسے ہڈی میں گودا اور مغز ہو تو جان دار میں جان اور قوت ہوتی ہے ورنہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ تو دعا عبادت کا مغز ہے۔

اور ایک حدیث پاک میں آتا ہے لَيْسَ شَيْءٌ اَشْرَفُ عَلَى اللهِ مِنَ الدُّعَاءِ ”اللہ تعالیٰ کے ہاں پکارنے سے زیادہ اشرف کوئی شے نہیں ہے لہٰذا اسی کو پکارو اور اسی سے مانگو وہی دیتا ہے۔“ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اور اللہ تعالیٰ ان کو مزید عطا کرے گا اپنے فضل سے۔ عام حالات میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے اور فی سبیل اللہ کی مد میں سات سو گنا ملتا ہے۔ اس سے زیادہ جس کو چاہے رب تعالیٰ دے دے وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عذاب سے ہر مسلمان مرد عورت کو بچائے اور محفوظ رکھے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے رزق اپنے بندوں کے لیے تو البتہ وہ سرکشی کریں زمین

میں۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ جب انسان غریب ہوتا ہے اس وقت اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑا گہرا ہوتا ہے۔ غربت میں رب قریب ہوتا ہے وہ رب سے مانگتا ہے۔ پھر جب مال آجاتا ہے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور اس کو صبر کے ساتھ نہیں کھاتا۔ مال کو صبر کے ساتھ کھانے اور استعمال کرنے والا ہزار میں سے کوئی ایک ہوگا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مال کے آنے کے بعد تبدیلی آجاتی ہے۔ پہلے جماعت کے ساتھ نماز گئی پھر سرے سے نمازیں ہی گئیں، پھر جمعہ گیا، روزے گئے، پھر تاش جوا کھیلے گا، شرابیں پیے گا، بدمعاشیاں کرے گا۔

میں نے اپنی زندگی میں وہ لوگ دیکھے ہیں جو غربت کے زمانے میں باقاعدہ جماعت میں شریک ہوتے تھے، درس سنتے تھے، باقاعدگی کے ساتھ جمعہ میں آتے تھے۔ بیرون ملک چلے جانے کے بعد روپے آگئے، ہر شے آگئی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سارے بندوں کا رزق کشادہ نہیں کرتا۔ اگر رزق کشادہ کرے اپنے بندوں کا تو البتہ وہ زمین میں سرکشی کرتے ہیں وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ لیکن وہ اتارتا ہے اندازے سے جتنا وہ چاہتا ہے اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار بھی ہے اور دیکھنے والا بھی ہے وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ اور اللہ وہی ہے جو اتارتا ہے بارش کو مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا بعد اس کے کہ لوگ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں۔

دیکھو! آج کل کتنی شدید گرمی ہے (یہ درس گرمی کے موسم میں تھا) لوگ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں کاش کہ آسمان کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے گریبان میں جھانکتے کہ ہم بارش کے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بھی ہیں یا نہیں اور یہ بارشیں جو نہیں ہو رہیں کہیں ہماری شامت اعمال تو نہیں ہے۔ اپنے گناہوں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ فرمایا

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ اوروہ پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ رحمت کی بارش نازل فرمائے ہم اس کی رحمت کے منتظر ہیں وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ اور وہی حمایت کرنے والا ہے، کارساز اور قابل تعریف ہے۔ فرمایا وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں کا پیدا کرنا اور زمین کا پیدا کرنا وَمَا بَثَّ فِيهِمَا اور جو بکھیرے ہیں آسمانوں اور زمین میں مِنْ دَآبَّةٍ جانور۔ انسانوں کی شکلوں کو دیکھو، گھوڑے، بکری کو دیکھو، بلی اور سانپ کو دیکھو، کیڑے مکوڑے، مچھر کو دیکھو۔ ان سب میں اللہ تعالیٰ نے روح ڈالی ہے اور سارے اپنے نفع اور نقصان کو سمجھتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر رب تعالیٰ کی قدرت کا یقین ہو جاتا ہے وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيرٌ اور وہ رب ان کے جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔ قیامت کے دن سب کو جمع کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

وَمَآ اور جو اَصَابَكُمْ پہنچی ہے تم کو مِّنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ پس اس وجہ سے جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے وَيَعْفُوْا اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے عَنْ كَثِيْرٍ بہت ساری غلطیوں سے وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے فِى الْاَرْضِ زمین میں وَمَا لَكُمْ اور نہیں ہے تمہارے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے مِنْ وَّلِيٍّ کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ کوئی مددگار وَمِنْ اٰيٰتِهِ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے الْجَوَارِ کشتیاں فِى الْبَحْرِ سمندر میں كَالْاَعْلَامِ جیسے ٹیلا اِنْ يَّشَاْ اگر وہ چاہے يُسْكِنِ الرِّيْحَ

روک دے ہوا فَيَظْلَلْنَ پس وہ ہو جائیں رَوَاكِدَ ٹھہری ہوئی عَلٰی ظَهْرِهٖ اس کی پشت پر اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر صبر کرنے والے کے لیے شَكُوْرٍ شکر کرنے والے کے لیے اَوْ يُوْبِقْهُنَّ یا ان کو ہلاک کر دے بِمَا كَسَبُوْا ان کی کمائی کی وجہ سے وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ اور معاف کر دیتا ہے بہت سارے وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اور تاکہ جان لیں وہ لوگ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا جو جھگڑا کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ نہیں ہے ان کے لیے چھٹکارا فَمَآ پس جو اُوْتِيْتُمْ تم دیئے گئے ہو مِّنْ شَيْءٍ کوئی چیز فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پس وہ فائدہ ہے دنیا کی زندگی کا وَمَا اور جو عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت بہتر ہے وَّاَبْقٰى اور بہت ہی پائیدار ہے لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يَجْتَنِبُوْنَ جو بچتے ہیں كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ بڑے گناہوں سے وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے وَاِذَا مَا غَضِبُوْا اور جب وہ غصے میں آتے ہیں هُمْ يَغْفِرُوْنَ وہ معاف کر دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پریشانیوں کے بارے میں ایک بات سمجھائی ہے۔ دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کو کوئی مصیبت اور پریشانی نہ آئی ہو۔ چاہے وہ امیر ہے یا غریب ہے مرد ہے یا عورت ہے بوڑھا ہے یا جوان ہے۔ پھر وہ مصیبت اور پریشانی

چاہے مالی ہو یا بیماری کی وجہ سے ہو یا اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ہو یا اولاد کے ستانے کی وجہ سے ہو۔

ایک بہت بڑے لغوی گزرے ہیں حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک بزرگ آدمی نے کہا کہ تمہارے پاس قلم دوات ہے تو لاؤ یا کسی پتے پر ایک شعر لکھ لو۔ یہ میرا شعر ہے:

عِشْ مُوْسِرًا فِی الدُّنْیَا اَوْ مُعْسِرًا

لَابُدَّ فِی الدُّنْیَا مِنْ مِنَ الْھَمِّ

''دنیا میں تم چاہے مال دار ہو کر رہو یا فقیر ہو کر کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور آئے گی۔'' کوئی گھر، کوئی آدمی تکلیف سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس کا سبب اکثر اپنی کوتاہیاں ہوتی ہیں ہمارے گناہ ہوتے ہیں ہم مانیں یا نہ مانیں۔

اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ اور جو پہنچتی ہے تم کو کوئی مصیبت فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ پس اس وجہ سے جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے یہ تمہارے عملی کرتوت کا نتیجہ ہے وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے بہت ساری غلطیاں۔ بہت ساری کوتاہیوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرماتا ہے۔ ہر گناہ پر پکڑے تو تم بچ نہیں سکتے۔ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ پریشانی انسان کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر ایک کی مصیبت گناہوں کے نتیجہ میں ہو ہمارا ایمان ہے کہ پیغمبر صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں لیکن ان کو بڑی پریشانیاں آئیں۔

دنیامیں سب سے زیادہ تکلیفیں انبیاء کو آتیں ہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت یہ بیان فرمائیں اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً " دنیامیں سب سے زیادہ تکلیفیں کن لوگوں کو آئی ہیں؟ قَالَ فرمایا الانبیاء سب سے زیادہ پریشانیاں اور تکالیف انبیاء علیہم السلام کو پیش آئی ہیں ثُمَّ الْاَمْثَل پھران لوگوں کو جو درجے میں ان کے قریب ہیں ثُمَّ الامثل پھران کو جوان کے قریب ہیں یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ جتنا کسی میں دین ہوگا اتنی ہی اس کی آزمائش ہوگی ۔ یہ ترمذی شریف کی صحیح روایت ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ تکلیفیں پیغمبروں کو آئی ہیں۔تو یہ گناہوں کے نتیجہ میں تو نہیں ہیں پیغمبر تو معصوم ہیں پیغمبروں کو تکلیفیں کیوں پیش آئی ہیں؟اس کی ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے نمونہ ہوتے ہیں لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ [الاحزاب:۲۱] " البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے۔" تو پیغمبروں کو تکلیفیں آئیں انھوں نے صبر کیا تم بھی تکلیفوں میں صبر سے کام لو۔

آنحضرت ﷺ پر تکلیفیں آئیں آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا، چہرۂ اقدس زخمی ہوا، آپ ﷺ کا سوتیلا بیٹا شہید ہوا، بیٹے فوت ہوئے، بیٹیاں فوت ہوئیں، دشمنوں نے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں مگر آپ ﷺ نے صبر سے کام لیا۔اگر پیغمبروں نے آرام دہ زندگی بسر کی ہوتی تو وہ نمونہ نہیں بن سکتے تھے۔تو انبیائے کرام علیہم السلام کو تکلیفیں آئیں تاکہ ہمارے لیے نمونہ بنیں کہ ہمیں تکلیفیں آئیں تو ہم ان کی طرح صبر کریں۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کی وجہ سے ان کے درجے بلند فرماتے ہیں۔تو پیغمبروں کو جو تکلیفیں آتی ہیں وہ گناہوں کی وجہ سے نہیں آتیں انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا

دوسرے لوگوں کو عموماً جو تکالیف آتی ہیں وہ اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

تو فرمایا اور جو پہنچتی ہے تم کو کوئی مصیبت پس اس وجہ سے جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور درگزر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بہت سی خطاؤں سے وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے رب تعالیٰ کو زمین میں اپنا حکم نافذ کرنے سے۔ رب تعالیٰ کو فیصلہ نافذ کرنے میں تم عاجز نہیں کر سکتے وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے مِنْ وَّلِيٍّ کوئی حمایتی کہ رب تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے حمایت کرے وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ کوئی مددگار کہ وہ تمھیں رب تعالیٰ کے عذاب سے بچالے۔

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بتلاتے ہیں۔ فرمایا وَمِنْ اٰيٰتِهِ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ۔ جوار جارية کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کشتی۔ تو معنیٰ ہوگا کشتیاں سمندر میں چلتی ہیں كَالْاَعْلَامِ۔ یہ علم کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے ٹیلا۔ سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر آدمی دیکھے تو دور سے کشتیاں ٹیلے نظر آتے ہیں جیسے جیسے قریب آئیں گی تو معلوم ہوتا ہے کشتیاں ہیں۔ تو یہ کشتیاں رب تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہیں اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ اگر رب تعالیٰ چاہے تو روک دے ہوا کو فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ۔ رَوَاكِدَ رَاكِدَةٌ کی جمع ہے ٹھہری ہوئی۔ پس ہو جائیں وہ اس کی پشت پر، سمندر کی سطح پر ٹھہری ہوئیں۔ پرانے زمانے میں بادبانی کشتیاں ہوتی تھیں جو ہوا کے ذریعے چلتی تھیں بڑے بڑے مضبوط ٹاٹ باندھے ہوتے تھے جن کو ہوا لگتی تھی اور اس سے کشتیاں چلتی تھیں۔ پھر موسم کے لحاظ سے علم ہوتا تھا کہ کون سے موسم میں ہوا کا رخ کدھر کا ہوتا ہے؟ اس کے مطابق سفر ہوتا تھا کہ ان دنوں میں مشرق سے

مغرب کی طرف چلے گی اور فلاں دنوں میں مغرب سے مشرق کی طرف چلے گی یا شمال سے جنوب کی طرف چلے گی۔ اب دنیا ترقی کر گئی ہے اب کشتیاں ایندھن کے ذریعے چلتی ہیں، کوئلے، پٹرول اور بجلی کے ذریعے چلتی ہیں۔ تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا کو روک دے اور وہ ٹھہر جائیں سطح سمندر پر اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ہر صبر کرنے والے کے لیے جو تکلیفوں پر صبر کرتا ہے اور شکر کرنے والے کے لیے کہ الحمد للہ! ہم نے اتنا لمبا سفر کیا کشتی سلامتی کے ساتھ ایک کنارے سے دوسرے کنارے لگ گئی۔ فرمایا یہ بھی یاد رکھو اَوْ یُوْبِقْھُنَّ بِمَا کَسَبُوْا یا رب تعالیٰ ان کشتیوں کو ہلاک کر دے ان کی کمائی کی وجہ سے وہ اس پر قادر ہے۔ اس وقت بھی کشتیاں ڈوب جاتی تھیں اور آج کل بھی ڈوب جاتی ہیں۔ باوجود اس قدر ترقی کے رب تعالیٰ ہی کشتیوں کو پار لگاتا ہے اور وہی ڈبوتا ہے۔ یہ سب اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں وَیَعْفُ عَنْ کَثِیْرٍ اور معاف کرتا ہے بہت سی غلطیوں اور کوتاہیوں کو۔ اگر اللہ تعالیٰ خطا اور لغزش پر پکڑے تو پھر بندہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اور جانتا ہے ان لوگوں کو یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا جو جھگڑا کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں مَا لَھُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ نہیں ہے ان کے لیے چھٹکارا۔ محیص اسم ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اور مصدر میمی بھی بن سکتا ہے۔ اگر ظرف کا ترجمہ کریں تو ترجمہ ہوگا چھٹکارے کی جگہ کہ رب تعالیٰ کی پکڑ سے بچنے کے لیے ان کے لیے کوئی چھٹکارے کی جگہ نہیں ہوگی۔

فرمایا فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ پس جو چیز تمھیں دی گئی ہے مال ہو، اولاد ہو، زمین ہو، کارخانے، فیکٹریاں ہوں، سواریاں ہوں، جو کچھ بھی تمھیں دنیا میں ملا ہے

فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پس یہ تھوڑا سا سامان ہے دنیا کی زندگی کا۔ اس بات کو نہ بھولنا۔ کتنا عرصہ تم زندہ رہو گے اور ان نعمتوں کو استعمال کرو گے؟ اس کو فانی سمجھو اور اگلے جہان کی تیاری کرو وَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ اور وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بہت بہتر ہیں وَّاَبْقٰى اور بہت ہی پائیدار ہیں وہ کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں دنیا کی چیزیں دنیا میں ہی رہتی ہیں کسی کو کفن نصیب ہوتا ہے اور کسی کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ تو دنیا کی چیزوں کو عارضی سمجھو اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر اور پائیدار ہے۔ اور وہ ہے کن کے لیے؟ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے۔ یہ بنیادی شرط ہے آخرت کی کامیابی کے لیے۔ آخرت کی کامیابی ان لوگوں کو نصیب ہوگی جو مومن ہیں قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ "تحقیق کامیابی حاصل کی ایمان والوں نے۔" تو آخرت کی کامیابی کی پہلی اور ضروری شرط ایمان ہے۔

دوسری خوبی: وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر وہ توکل کرتے ہیں۔ ان کا اعتماد رب تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ دکھ سکھ، راحت، تکلیف سب رب تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ مسلمان کا پختہ عقیدہ ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ "جو رب تعالیٰ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔" کسی کے کہنے اور کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو فرمایا وہ اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ اور وہ لوگ جو بچتے ہیں كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ بڑے گناہوں سے وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے۔ آدمی بڑے گناہوں سے بچتا رہے تو چھوٹے گناہ نیکی کے کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خود بہ خود معاف کرتا رہتا ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۳۱ میں ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ''اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تمھیں روکا گیا ہے تو ہم معاف کردیں گے تم سے تمہارے چھوٹے گناہ۔''

حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا پھر ماں باپ کی نافرمانی کرنا، شراب پینا، زنا کرنا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا، جھوٹ بولنا، یہ سب بڑے گناہ ہیں۔ ان کے سوا اور بھی بہت سارے گناہ ہیں۔ تو فرمایا وہ لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے وَاِذَامَا غَضِبُوْاهُمْ يَغْفِرُوْنَ اور جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف کردیتے ہیں غصے کو پی جاتے ہیں۔ بدلے کی طاقت رکھنے کے باوجود غصے پر قابو پانا اور درگزر کرلینا بہت بڑی بات ہے۔

وَالَّذِیْنَ

اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳۸ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝۳۹ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ؕ ۝۴۱ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳ ع وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۴

وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ اسْتَجَابُوْا جنھوں نے حکم مانا لِرَبِّهِمْ اپنے رب کا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور انھوں نے قائم کی نماز وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور ان کا معاملہ آپس میں مشورے سے طے ہوتا ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور اس میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ جب پہنچی ہے ان پر زیادتی هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ وہ انتقام لیتے ہیں وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ اور برائی کا

بدلہ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا برائی ہے اس جیسی فَمَنْ عَفَا پس جس نے معاف کر
دیا وَاَصْلَحَ اور اصلاح کی فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پس اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے
ذمے ہے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ بے شک وہ پسند نہیں کرتا ظلم کرنے والوں
کو وَلَمَنِ انْتَصَرَ اور البتہ جس شخص نے انتقام لیا بَعْدَ ظُلْمِهٖ ظلم کیے
جانے کے بعد فَاُولٰٓئِكَ پس یہ لوگ ہیں مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ نہیں ہے
ان پر الزام کا کوئی راستہ اِنَّمَا السَّبِيْلُ پختہ بات ہے الزام کا راستہ عَلَى
الَّذِيْنَ ان لوگوں پر ہے يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر وَ
يَبْغُوْنَ اور سرکشی کرتے ہیں فِي الْاَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق
اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کے لیے عذاب ہے دردناک
وَلَمَنْ اور البتہ وہ شخص صَبَرَ جس نے صبر کیا وَغَفَرَ اور معاف کردیا
اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بے شک یہ البتہ ہمت کے کاموں میں سے ہے
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ نہیں ہے
اس کا کوئی حمایتی مِّنْ بَعْدِهٖ اس کے بعد وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ اور آپ
دیکھیں گے ظالموں کو لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جس وقت وہ دیکھیں گے عذاب کو
يَقُوْلُوْنَ کہیں گے وہ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ کیا ہے پھر جانے کی طرف مِّنْ
سَبِيْلٍ کوئی راستہ۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں تم نے پڑھا فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ پس تمھیں جو چیز بھی دی گئی ہے وہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے بہت بہتر اور پائیدار ہے۔ مگر یہ حاصل کن لوگوں کو ہوں گی؟ ان لوگوں کو حاصل ہوں گی جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں اور بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب طیش میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ ہیں اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ جنھوں نے حکم مانا اپنے رب کا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور انھوں نے قائم کی نماز۔ رب تعالیٰ کے احکام میں ایمان کے بعد سر فہرست نماز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مومن اور کافر میں فرق کرنے والی چیز نماز تھی۔ جو آدمی نماز پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسلمان ہے اور جو نہیں پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔ افسوس کہ ہم لوگوں نے نماز کی اہمیت ہی کو نہیں سمجھا۔ ایک تو نفس امارہ نے ہمیں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور کچھ جہالت نے ہمیں غفلت میں ڈالا ہوا ہے۔ جہالت یہ ہے کہ سن رکھا ہے کہ توبہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ ایسا ہرگز نہیں ہے سارے گناہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ محض توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک ان کی قضا نہیں لوٹائی جائے گی۔

تو فرمایا وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ اور معاملہ ان کا آپس میں مشورے سے طے پاتا ہے یعنی ان کی یہ بھی خوبی ہے کہ وہ اپنے معاملات مشورے سے طے کرتے ہیں۔ معاملات مشورے سے طے کرنے میں تفصیل ہے۔

ایک تو وہ احکام ہیں جو قرآن پاک میں اور حدیث پاک میں آچکے ہیں یا امت

کے اجماع سے ثابت ہیں۔ ان مسائل اور احکامات میں تو مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے حَرَّمَ الرِّبٰوا ''سود حرام ہے۔'' اب کوئی حکومت اس کے متعلق سوچے کہ سود جاری رہنا چاہیے یا نہیں یا اس کی شرح کیا ہونی چاہیے؟ تو یہ سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ سود حرام ہے۔ اسی طرح شراب اور جوئے کے متعلق سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۰ پارہ ۷ میں ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ ''بے شک شراب اور جوا اور بت اور تقسیم کے تیر گندگی ہے۔'' شراب اور جوئے کا حرام ہونا قرآن سے اور احادیث متواترہ سے اور اجماع سے ثابت ہے۔ اب کوئی ان کے متعلق سوچے اور مشورہ کرے کہ جاری رکھیں یا نہ رکھیں، لائسنس دیں یا نہ دیں اس کا قطعاً کوئی مجاز نہیں ہے۔

اسی طرح بے شمار مسائل ہیں جو قرآن کریم سے ثابت ہیں، احادیث سے ثابت ہیں۔ اجماع امت سے ثابت ہیں۔ ان کے متعلق مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جو جدید مسائل ہیں ملکی انتظام کے بارے میں دشمنوں سے لڑنے یا صلح کے متعلق۔ اس کے علاوہ کتنے مسائل ہیں جن کے متعلق قرآن کریم میں حدیث شریف میں تصریح نہیں ہے، امت کے اجماع سے ثابت نہیں ہیں۔ ایسے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں۔ امن وامان کیسے باقی رکھنا ہے؟ کافروں کے ساتھ لڑائی کرنی ہے یا صلح کرنی ہے۔ لڑائی کرنی ہے تو کس موقع پر؟ ان باتوں میں مشورہ قیامت تک رہے گا۔

ان کی اور خوبی یہ ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس چیز میں سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ مال دیا ہے، علم دیا ہے، بدنی قوت دی ہے، عقل دی

ہے۔ اس کے ساتھ لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ ان کی اور خوبی وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ اور وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی زیادتی ہوتی ہے تو وہ انتقام لیتے ہیں۔ دیکھنا بہ ظاہر اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ کے ساتھ تعارض معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ہے وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ اور چوتھے پارے میں ہے کہ فرمایا وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ [آل عمران ۱۳۴] "اور وہ غصے کو دباتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔" اور یہاں فرمایا کہ اگر کوئی ان کے ساتھ زیادتی کرے تو بدلہ لیتے ہیں۔

اس کے متعلق مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دو آسان باتیں بیان فرمائی ہیں۔

❀ ایک یہ کہ دونوں کا محل جدا جدا ہے۔ اگر کوئی کافر مسلمان کے ساتھ زیادتی کرے تو بدلہ لیتے ہیں اور اگر کوئی مسلمان کرے تو معاف کر دیتے ہیں۔ اس کا قرینہ اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ [الفتح:۲۱] "وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں بڑے مہربان ہیں۔"

❀ دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی اور قصور کر کے اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے کہ میرے سے غلطی اور قصور ہوا ہے اڑتا نہیں ہے اور حالات اور قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بے چارے سے اتفاقاً غلطی ہوگئی ہے اور نادم ہے تو اس کو معاف کر دیتے ہیں اور اگر کوئی غلطی کر کے اس پر اکڑتا ہے تو اس سے بدلہ لیتے ہیں۔ کیونکہ اگر بدلہ نہ لیا تو کل کسی اور کے سامنے اکڑے گا، پرسوں کسی اور کے سامنے اکڑے گا یوں اس کی یہ بری عادت پختہ ہو جائے گی تو ایسے سے بدلہ لیتے ہیں۔

جیسے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے فرعون کے باورچی خانے کا افسر اکڑ گیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مکا ٹکا دیا اس کے اکڑنے کی وجہ سے۔ واقعہ پہلے سورۃ القصص میں گزر چکا ہے کہ سخت گرمی کا موسم اور دوپہر کا وقت تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے آبائی مکان سے فرعون کے مکان کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں فرعون کے باورچی خانے کا انچارج افسر جس کا نام قاف تھا ایک بنی اسرائیلی سے الجھ رہا تھا۔ یہ افسر بڑا ظالم اور جابر تھا لوگوں سے بیگار لیتا تھا۔ کبھی لکڑیاں، کبھی دوسرا سامان لوگوں سے اٹھوا کر باورچی خانے پہنچاتا تھا مزدوری نہیں دیتا تھا۔ لوگ فرعون کے ڈر کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔

ایک دن ایک کمزور سا بنی اسرائیلی اس کے قابو آ گیا۔ اس کو اس نے کہا کہ یہ سامان اٹھا کر شاہی باورچی خانے پہنچاؤ۔ اس نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے وجود کو دیکھ کمزور آدمی ہوں یہ لکڑیاں میں اٹھا نہیں سکتا کسی طاقت ور کو بلا لو۔ اور دوسری بات یہ کہ تم مزدوری بھی نہیں دیتے حالانکہ وہاں سے تمھیں مزدوری ملتی ہے۔ افسر نے کہا کہ یہ تو نے ہی لے جانی ہیں۔ یہ بحث و تکرار ہو رہی تھی کہ ادھر سے موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ اس مظلوم نے مدد کے لیے ان کو آواز دی اور کہا حضرت! یہ لکڑیوں کا گٹھا دیکھو اور میرا وجود دیکھو کیا میں اس کو اٹھا سکتا ہوں؟ یہ مجھے کہتا ہے کہ تو نے ہی اٹھانا ہے۔

پھر اس کی روزمرہ کی عادت ہے کہ سرکاری خزانہ سے پیسے لے لیتا ہے اور جیب میں ڈال لیتا ہے اور لوگوں سے بیگار لیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بھئی! یہ سچ کہتا ہے بے چارہ کمزور آدمی ہے سامان زیادہ ہے۔ کہنے لگا کہ تمہارے پیٹ کے لیے تو یہ لکڑیوں کا گٹھا لے جا رہا ہوں۔ آپ بھی تو کھانا وہیں سے کھاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے علم میں نہیں ہے کہ تو اس طرح زیادتیاں کرتا ہے اور ہمیں اس طرح کھانا کھلاتا

ہے۔موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگا کہ یہی اٹھائے گا۔جب موسیٰ علیہ السلام کو اس نے اکڑ دکھائی تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک مکا ٹکایا پس وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

لہٰذا اگر کوئی اکڑے تو بدلہ لو۔نرمی اور عاجزی کا اظہار کرے اور ہو بھی مسلمان تو اس کو چھوڑ دو معاف کر دو تو دونوں کا محل جدا جدا ہے کوئی تعارض نہیں ہے۔

فرمایا وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا اور برائی کا بدلہ برائی ہے اس جیسی۔اگر کسی نے تمھیں ایک مکا مارا ہے تو تمھیں بھی اسی انداز کا ایک مکا مارنے کی اجازت ہے دو نہیں مار سکتے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو گالی نکالی تو ظالم پہلا شخص ہے جس نے ابتداء کی ہے مَا لَمْ تَعْتَدِ الْمَظْلُوْمَ ''جب تک مظلوم تعدی نہ کرے۔'' اگر مظلوم نے دوسری گالی نکال دی تو یہ اس کے کھاتے میں لکھی جائے گی۔اس واسطے مسئلہ یہ ہے کہ اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا ''فتنہ سویا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس پر جو اس کو جگاتا ہے۔'' کوئی بھی قول یا فعل جو فتنے کا باعث ہے از روئے شرع حرام ہے کیونکہ اسلام امن کا مذہب ہے یہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ فَمَنْ عَفَا پس جس نے معاف کر دیا وَاَصْلَحَ اور ظالم نے اپنی اصلاح کر لی فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پس اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔معاف کرنے والے کو اجر اللہ تعالیٰ دے گا اِنَّهٗ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ظلم تو ایک رتی برابر بھی نہیں ہونا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب اس کو پکڑتا ہے تو لَمْ يُفْلِتْهُ اس کو چھوڑتا نہیں ہے۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ اور البتہ جس نے بدلہ لیا بعد اس کے اس پر ظلم ہوا ہے فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ پس یہ لوگ ہیں

نہیں ہے ان پر الزام کا کوئی راستہ ۔ کیوں کہ ان کو بدلہ لینے کا حق تھا اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ بے شک الزام کا راستہ ان لوگوں پر ہے یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ اور سرکشی کرتے ہیں زمین میں بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق ۔ ان پر الزام کا راستہ ہے اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے ۔ یہ عذاب مرنے کے بعد فوراً شروع ہوگا اس میں تاخیر نہیں ہوگی ۔

''الترغیب والترہیب'' حدیث کی کتاب ہے ۔ اس میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے قبر والے کو سزا ہو رہی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے مشاہدے کے طور پر آپ ﷺ کو دکھایا ۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر دعا کی ۔ پوچھا گیا حضرت کیا واقعہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ایک مظلوم کے پاس سے آنکھیں نیچی کر کے گزر گیا اس کی مدد نہیں کی اس پر ظلم ہو رہا تھا اس کی مدد نہیں کی اس لیے اس کو عذاب ہو رہا ہے ۔ آج مدد کرنا تو درکنار ہم تو الٹا شرارت کو بھڑکانے والے ہیں ہلا شیری کرنے والے ہیں (جلتی پر تیل ڈالنے والے ہیں) اور اس پر خوش ہوتے ہیں ۔ کیا چھوٹے ، کیا بڑے ، کیا بیمار کیا تندرست ، سب اس بیماری میں مبتلا ہیں ۔

فرمایا وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا دوسرے کی غلطی کو اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بے شک البتہ یہ ہمت کے کاموں میں سے اور پختہ کاموں میں سے ہے ۔ دوسرے کی زیادتی پر صبر کرنا اور درگزر کرنا ۔ اگر ہم دنیا میں کسی کو معاف کریں گے تو اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے وہ بھی معاف کرے گا ۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک امیر آدمی کی وفات کا وقت آ گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ کوئی نیکی دکھلاؤ جس کی وجہ سے میں تجھے بخش دوں ۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ

مال دار لوگ گناہ زیادہ کرتے ہیں نیکیوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ اس آدمی نے اپنے دائیں بائیں دیکھا آگے پیچھے دیکھا۔ کہنے لگا اے پروردگار! کلمہ کے سوا میرے پاس کوئی نیکی نہیں ہے۔ فرمایا کوئی نیکی لاؤ اس نے کہا اے پروردگار! مجھے یاد ہے کہ میں خود بھی ایسا کرتا تھا اور اپنے ملازموں اور نوکروں کو بھی کہا ہوا تھا کہ کوئی کمزور آدمی آ جائے تو اس کی مدد کرو کوئی ادھار مانگے تو اسے تم دے دو اگر پیسے نہ دے پھر بھی دے دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بندے تو بندہ عاجز ہو کر ایسا کرتا تھا میں تو قادر مطلق ہوں لہٰذا میں نے تیری ساری لغزشیں معاف کر دیں۔

رب چاہے تو ایک نیکی کی وجہ سے معاف کر دے اور اگر پکڑے تو اس کی پکڑ بہت سخت ہے اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ [سورۃ البروج]

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے، گمراہ کر دے فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ نہیں ہے اس کا کوئی حمایتی اس کے بہکانے کے بعد۔ لیکن وہ بہکاتا اُسے ہی ہے جو گمراہی پر راضی ہوتا ہے اور ہدایت کا طالب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى [سورۃ النساء: ۱۱۵] ''ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف کا اس نے رخ کیا۔'' اور اے مخاطب ایک وقت آئے گا وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ اور آپ دیکھیں گے ظالموں کو۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی میدان محشر میں جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی۔ آپ دیکھیں گے ظالموں کو لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جس وقت وہ ظالم دیکھیں گے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ کیا پھر جانے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ دنیا کی طرف لوٹ جانے کا کوئی راستہ ہے کہ ہم دنیا میں جا کر ایمان لائیں اور نیکی کریں، کفر نہ کریں، ظلم نہ کریں مگر دنیا کی طرف آنے کا تو سوال ہی

پیدا نہیں ہوگا۔ اب وقت ہے کرلو جو کچھ کرنا ہے اللہ تعالیٰ سب کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

وَتَرٰىهُمْ اور آپ دیکھیں گے ان کو يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا پیش کیے جائیں گے اس (آگ) پر خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ آنکھیں جھکائے ہوئے ذلت سے دیکھتے ہوں گے مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ چھپی نگاہ سے وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہیں گے وہ لوگ اٰمَنُوْۤا جو ایمان لائے اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ بے شک نقصان اٹھانے والے الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا وہ لوگ ہیں جنھوں نے گھاٹے میں ڈالا اَنْفُسَهُمْ اپنی جانوں کو وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے گھر والوں کو يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن اَلَاۤ خبردار اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بے شک ظالم فِيْ

عَذَابٍ مُّقِیْمٍ دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے وَمَا كَانَ لَهُمْ اور نہیں ہو گا ان کے لیے مِّنْ اَوْلِیَآءَ کوئی کارساز یَّنْصُرُوْنَهُمْ جو ان کی مدد کریں مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ نہیں ہے اس کے لیے کوئی راستہ اِسْتَجِیْبُوْا قبول کرو تم لِرَبِّكُمْ اپنے رب کی بات مِّنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ کہ آئے وہ دن لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ نہیں ہے پھرنا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مَا لَكُمْ نہیں ہوگی تمہارے لیے مِّنْ مَّلْجَاٍ کوئی جائے پناہ یَّوْمَئِذٍ اس دن وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ اور نہیں ہوگا تمہارے لیے کوئی انکار کا موقع فَاِنْ اَعْرَضُوْا پس اگر وہ اعراض کریں فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ پس نہیں بھیجا ہم نے آپ کو عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ان پر نگران بنا کر اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ نہیں ہے آپ کے ذمے مگر پہنچانا وَ اِنَّآ اور بے شک ہم اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ جس وقت ہم چکھاتے ہیں انسان کو مِنَّا رَحْمَةً اپنی طرف سے رحمت فَرِحَ بِهَا تو اترانے لگتا ہے اس کے ساتھ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ اور اگر پہنچتی ہے ان کو کوئی برائی بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ان کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ پس بے شک انسان ناشکرا ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق کے آخر میں تھا کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو دنیا کی واپسی کی خواہش کریں گے۔ واپسی تو نہیں ہوگی مکافات عمل شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ ذلت کی وجہ سے جھکی ہوئی آنکھوں سے دوزخ کے عذاب پر پیش کیے جائیں گے يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ وہ چھپی نگاہ سے دیکھیں گے۔ خفی کا معنیٰ پوشیدہ بھی ہوتا ہے اور ذلیل بھی۔ مطلب یہ ہے کہ اس دن ندامت کی وجہ سے نظریں اوپر نہیں اٹھائیں گے اس لیے ذلت آمیز چھپی (چور) نگاہوں سے دیکھیں گے وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور کہیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بے شک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنے نفسوں کو وَاَهْلِيْهِمْ اور اپنے گھر والوں کو يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن۔

انھوں نے اپنی زندگی کے قیمتی سرمایہ کو ضائع کیا ایمان کے بجائے کفر و شرک اختیار کیا، نیکی کے بجائے گناہ اور بدعات اختیار کیں۔ خود بھی گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے اپنے اہل و عیال کو بھی لے ڈوبے۔ کیوں کہ عام طور پر بیوی بچے اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ پھر آواز آئے گی اَلَآ خبردار اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ بے شک ظالم لوگ دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے جس سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔ فرمایا وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ اور نہیں ہوگا ان کے لیے کوئی کارساز يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو ان کی مدد کریں اللہ تعالیٰ سے نیچے۔ ظالم لوگ اس دن بے یار و مددگار رہ جائیں گے۔ اور یہ بھی یاد رکھو وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ اور جس کو اللہ

تعالیٰ بھکا دے اس کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہیں ہے اس کے لیے ہدایت کا راستہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہدایت اسے دیتے ہیں جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ اگر تم ہدایت لینا چاہتے ہو تو اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ اپنے رب کی بات کو، اس کے حکم کو تسلیم کرو اور اس پر عمل کرو مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ پہلے اس سے کہ آجائے وہ دن جس کے لیے پھرنا نہیں ہے۔ وہ ٹل نہیں سکتا وہ یقیناً آ کر رہے گا لہٰذا اس دن سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور یاد رکھو! مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَئِذٍ نہیں ہوگی تمہارے لیے کوئی جائے پناہ اس دن وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ اور نہ تمہارے لیے انکار کی کوئی گنجائش ہوگی۔ اگر زبان سے انکار کریں گے تو ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ دنیا میں تو لوگ دنیا سے چھپ بھی جاتے ہیں مگر قیامت والے دن تو نہ چھپ سکیں گے اور نہ انکار کر سکیں گے۔ اس دن ہر چیز واضح ہو جائے گی اور تمہارے عقائد اور اعمال کا حساب ہو جائے گا۔

مسئلہ رسالت :

آگے رسالت کا مسئلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ بڑی ہمدردی اور خلوص کے ساتھ ان کو سمجھاتے مگر وہ نہ مانتے الٹا آپ ﷺ کو الٹی سیدھی باتیں کرتے۔ جادوگر، دیوانہ وغیرہ کہتے۔ جس سے آپ ﷺ کو صدمہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم ﷺ! تمہاری پوری خیر خواہی اور تبلیغ کے باوجود فَاِنْ اَعْرَضُوْا پس اگر یہ لوگ اعراض کریں آپ کی بات پر توجہ نہ دیں فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا تو ہم نے نہیں بھیجا آپ کو ان پر نگہبان بنا کر کہ آپ ان سے حق بات منوا کر چھوڑیں۔ آپ ﷺ ان کے انکار کی وجہ سے دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ اپنا کام کرتے جائیں اور ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ

دیں۔ سورۃ الغاشیہ پارہ نمبر ۳۰ میں ہے لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ "آپ ان پر کوئی داروغہ نہیں ہیں کہ انھیں پکڑ کر زبردستی حق کی طرف لے آئیں۔" اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ نہیں ہے آپ کے ذمے مگر پہنچانا۔ سورۃ الرعد آیت نمبر ۴۰ میں ہے فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ "پس بے شک آپ کے ذمہ پہنچانا ہے اور ہمارے ذمے ہے حساب لینا۔" اور سورۃ یونس آیت نمبر ۹۹ میں ہے اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ "کیا پس آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔" بلکہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ [البقرہ:۲۵۶] "تحقیق واضح ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے۔" اب جو شخص اپنے ارادے اور اختیار سے گمراہی کے راستے پر چلے گا تو پھر اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار رہے۔

آگے اللہ تعالیٰ عام انسانوں کی ناشکری کا حال بیان فرماتے ہیں وَ اِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا اور بے شک جس وقت ہم چکھاتے ہیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت۔ اسے مال، اولاد، عزت دیتے ہیں تو خوش ہو جاتا ہے اور پھولے نہیں سماتا اور کہتا ہے کہ میں اس قابل تھا کہ مجھے یہ چیزیں ملیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اور اگر ان کو پہنچے کوئی مصیبت اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے۔ اپنے غلط کرتوت کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہو جائیں فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ تو بے شک انسان ناشکرا ہے۔ تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے یہ ذلت اور رسوائی میرے ہی حصے میں آنی تھی۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عام انسان کی یہ حالت بیان فرمائی ہے کہ مال و دولت، عزت مل جائے تو تکبر کرتا ہے اور مصیبت میں ناشکرا بن جاتا ہے۔ اس کے برخلاف

مومن آدمی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ سکھ چین نصیب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور تکلیف آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر اسے برداشت کرتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے يَهَبُ عطا کرتا ہے لِمَنْ يَّشَاۗءُ جس کے لیے چاہتا ہے اِنَاثًا لڑکیاں وَّيَهَبُ اور عطا کرتا ہے لِمَنْ يَّشَاۗءُ جس کے لیے چاہتا ہے الذُّكُوْرَ لڑکے اَوْ يُزَوِّجُهُمْ یا جوڑے جوڑے دیتا ہے ان کو ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا لڑکے اور لڑکیاں وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا اور کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بے شک وہ جاننے والا ہے قَدِيْرٌ قادر ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اور نہیں ہے شان کسی بشر کی اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے اِلَّا وَحْيًا مگر وحی کے ذریعے اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ یا پردے کے پیچھے

سے اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا یا بھیجے پیغام پہنچانے والے کو فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ پس وہ وحی بھیجے اپنے حکم کے ساتھ مَا يَشَآءُ جو چاہے اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ بے شک وہ بلند اور حکمتوں والا ہے وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ہم نے وحی کی آپ کی طرف رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا روح کی اپنے حکم سے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ آپ نہیں جانتے تھے مَا الْكِتٰبُ کتاب کیا ہے وَلَا الْاِيْمَانُ اور نہ ایمان وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ اور لیکن ہم نے کیا اس کو نُوْرًا نور نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ ہدایت دیتے ہیں ہم اس کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے وَاِنَّكَ اور بے شک آپ لَتَهْدِيْٓ البتہ راہ نمائی کرتے ہیں اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف صِرَاطِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا راستہ الَّذِيْ وہ اللہ لَهٗ اسی کے لیے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے اَلَآ خبردار اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ لوٹتے ہیں سب کام۔

توحید باری تعالیٰ:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں جتنا زور توحید کے مسئلے پر اور اس کے بعد قیامت اور رسالت کے مسئلے پر دیا ہے اتنا زور اور کسی مسئلے پر نہیں دیا۔ کیونکہ توحید ہی پر تمام عبادتوں کا مدار ہے۔ جب تک توحید نہیں ہوگی کوئی عمل، عمل نہیں بنے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار اور مختلف طریقوں کے ساتھ توحید کا ذکر کیا ہے اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور ان میں تصرف بھی اسی کا ہے اس کے سوا نہ کوئی خالق، نہ مالک اور نہ کسی کے پاس کوئی اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خالق، مالک ہے اور متصرف ہے یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ پیدا کرتا ہے جو چیز چاہتا ہے یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکیاں۔ لڑکیاں ہی لڑکیاں دیتا ہے لڑکا نہیں دیتا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لڑکیاں دیں لڑکا نہیں دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لڑکیاں دیں لڑکا نہیں دیا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ اور عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکے، لڑکیاں نہیں دیتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے بیٹی کوئی نہیں تھی۔ نوح علیہ السلام کو بیٹے دیئے بیٹی کوئی نہیں دی۔

بیٹے اور بیٹیاں دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے :

مشاہدے کی بات ہے کہ آج بھی کتنے لوگ ہیں کہ ان کے لڑکے ہیں لڑکیاں نہیں اور لڑکیاں ہیں لڑکے نہیں۔ اس کی مرضی ہے لڑکیاں دے یا لڑکے دے یا جوڑے جوڑے دیتا ہے ان کو لڑکے اور لڑکیاں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو لڑکے بھی دیئے اور لڑکیاں بھی دیں۔ آج بھی اکثریت کے ہاں لڑکے بھی ہیں، لڑکیاں بھی ہیں۔ ایسے بھی ہیں دو لڑکے اکٹھے پیدا ہوتے ہیں، ایسے بھی ہیں دو لڑکیاں اکٹھی پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے بھی ہیں لڑکا لڑکی اکٹھے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہے وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اور کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ۔ نہ لڑکا دے نہ لڑکی دے۔

دنیا میں کتنے مرد عورتیں ایسی موجود ہیں جو سارا زور لگا بیٹھے ہیں، کیا دوائیاں، کیا

ڈاکٹر، کیا حکیم، سب کو دکھا بیٹھے ہیں، دم درود والوں سے دم تعویذ کرا بیٹھے ہیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ جب رب تعالیٰ ہی نے نہیں دینا تو کون دے گا؟ یہاں پر ایک بات سمجھ لیں کہ یہ جو جملہ ہے اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا اس سے شیعہ کے ایک فرقہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد کا مرد کے ساتھ نکاح اور عورت کا عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اس کا ترجمہ اس طرح سے کرتے ہیں ''یا ان کا نکاح کرا دے مردوں سے یا عورتوں سے۔'' لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بھئی! بات تو تخلیق کی ہو رہی ہے، پیدا کرنے کی ہو رہی نکاح کا تو مسئلہ ہی بیان نہیں ہو رہا ہے۔ مگر جب ذہن ٹیڑھا ہو جائے تو آدمی صحیح بات کو بھی ٹیڑھا بنا دیتا ہے۔ یہاں تو مسئلہ خلقت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے جس کو چاہے لڑکیاں اور جس کو چاہے لڑکے عطا کرتا ہے یا جوڑے جوڑے دیتا ہے، لڑکے اور لڑکیاں۔ اور جس کو چاہے بانجھ کر دے۔ اور اگر وہ چاہے تو بانجھ کی اصلاح کر دے بچہ عنایت کر دے۔

جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا نکاح چوبیس پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ ایک سو بیس سال عمر مبارک ہو گئی۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے ان کو تین سو بیس سال (٣٢٠) عمر عطا فرمائی تھی اور بیوی کی عمر ٩٩ سال ہو گئی نہ بچی ہوئی نہ بچہ۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسمے پھل دیکھ کر دعا کی اے پروردگار! مریم علیہا السلام کو بے موسمے پھل دے سکتا ہے تو مجھے بھی اولاد عطا فرما یَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ [مریم: ٦] ''جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔'' میری دینی خدمت کا وارث بنا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور عین نماز میں گفتگو شروع ہوگئی پیغمبر کے نماز میں فرشتے کے ساتھ گفتگو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیوں؟ رب تعالیٰ کی نماز ہے اور پیغام بھی رب تعالیٰ کا فرشتہ دے رہا ہے۔ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لڑکے کی خوش خبری سناتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ کہنے لگے میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا؟ بیوی میری بانجھ ہے اور میں انتہائی بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں۔ فرمایا اسی طرح ہوگا۔ زکریا علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کوئی نشانی بتلا دو جس سے مجھے معلوم ہو جائے کہ میری بیوی باامید ہوگئی ہے۔ فرمایا اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ آپ کلام نہیں کریں گے لوگوں کے ساتھ تین رات تک صحیح سلامت۔'' ذکر کے لیے زبان چلے گی، نماز تسبیح کے لیے زبان چلے گی مگر لوگوں کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکو گے۔ جب گفتگو کرنے سے زبان رک جائے تو سمجھ لینا کہ میری بیوی باامید ہوگئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا۔ وہ جوان ہوا، آنکھوں سے دیکھا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۰ میں ہے وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ''اور ہم نے اچھا کیا اس کے لیے اس کی بیوی کو۔'' یہ جملہ بتلا رہا ہے کہ خرابی بیوی میں تھی ہم نے اس کی بیوی کو ٹھیک کر دیا۔ تو رب تعالیٰ بانجھ کو بھی درست کر سکتا ہے اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ بے شک وہ جاننے والا قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بشر کے ساتھ کلام کرنے کی صورتیں :

فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اور نہیں ہے کسی بشر کی شان۔ کسی بشر کے لائق نہیں ہے اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے بہ راہ راست اِلَّا وَحْیًا مگر وحی کے ذریعے، وحی کی صورت میں۔ اللہ تعالیٰ بشر کے ساتھ

تین صورتوں میں گفتگو کرتا ہے۔ بشر پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر ہو۔ بشر کی شان ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کلام کرے مگر تین صورتیں ہیں اِلَّا وَحْيًا مگر وحی کے ذریعے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ ابو جہل کے سگے بھائی تھے۔ ۸ھ میں مسلمان ہوئے، مخلص مسلمانوں میں سے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا حضرت! كَيْفَ تَاتِيْكَ الْوَحْيُ "آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی وقت تو مجھے فرشتہ نظر نہیں آتا اور دل میں مِثْلُ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ جیسے جانوروں کے گلے میں گھنٹی لگا تار بجتی رہے تو آواز آتی ہے۔ ایسے ہی دل کے اندر وحی آتی ہے۔ اس کو تم یوں سمجھو کہ جیسے تار گھر میں گئے ہوں تو دیکھا سنا ہوگا کہ کھٹ کھٹ کی آواز آتی ہے۔ اس کو ہم تو نہیں سمجھ سکتے لیکن جو اس فن کے ماہر ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ ایسے ہی اس گھنٹی کی طرح آواز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے تھے۔

دوسری صورت: اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ یا پردے کے پیچھے سے جیسے معراج والی رات کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ کہتا ہے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شریک ہیں کہ معراج والی رات اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جو کلام کیا ہے وہ پردے سے پیچھے سے کیا ہے آنکھوں کے ساتھ رب تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء تو معراج والی رات پردے کے پیچھے سے کلام ہوا ہے لیکن آخر میں اللہ تعالیٰ نے پردہ اٹھا کر آپ کو دیدار کرایا ہے۔

یا تم اس طرح سمجھو کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رب تعالیٰ کوہ طور پر ہم کلام ہوتے تھے پردے کے پیچھے سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ

[سورۃ الاعراف] ''اے پروردگار! مجھے اپنا دیدار کرا دے۔'' تو رب تعالیٰ نے فرمایا لَنْ تَرَانِیْ ''آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔'' تو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا دیدار نہیں کرایا۔ ہاں! قیامت والے دن سب دیکھیں گے۔

رویت باری تعالیٰ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! یہ فرمائیں هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ''کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے قیامت والے دن۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح دیکھو گے جس طرح تم سورج اور چاند کو دیکھتے ہو۔ جنت کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت رب تعالیٰ کا دیدار ہے۔ مومن اپنے اپنے اعمال کے مطابق رب تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ بعض کو ہفتے کے بعد زیارت ہوگی، بعض کو مہینے کے بعد زیارت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بعد ان کے حسن میں اضافہ ہوگا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے دیدار کے بعد جب واپس آئیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ تم پہلے سے زیادہ حسین ہو گئے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہم رب تعالیٰ کا دیدار کر کے آئے ہیں۔ جوں جوں دیدار ہوتا رہے گا ان کا حسن بڑھتا رہے گا۔

تیسری صورت: اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا یا بھیجے پیغام پہنچانے والے کو فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ پس اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے اپنے حکم کے ساتھ جو چاہے۔ فرشتہ کبھی تو اصل شکل میں آتا تھا اور کبھی انسانی شکل میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک اس وقت جب آپ غار حرا میں تھے۔ فرمایا جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر تھے اور دوسری مرتبہ معراج والی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ ان دو مواقع کے سوا جب بھی جبریل علیہ السلام آتے تھے کسی انسان کی شکل میں آتے تھے۔ کبھی

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے تھے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک آدمی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات شروع کر دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوابات دیتے رہے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ جبریل آئے ہوں اور مجھے پتا نہ چلا ہو مگر اس دفعہ میں بھی نہیں پہچان سکا۔ میں نے اس کو کوئی دیہاتی ہی سمجھا فَاِنَّہ جِبْرِیْل اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ ''پس بے شک وہ جبریل تھے تمھارے پاس آئے تھے تمھیں دین سکھانے کے لیے۔'' تو اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ گفتگو کرتا ہے ان تین طریقوں کے ساتھ۔ یا تو دل میں القا کرتا ہے یا پس پردہ یا فرشتہ بھیجتا ہے جو وحی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بلند ذات اور حکمتوں والا ہے وَکَذٰلِكَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اور اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف جیسے ہم نے پہلے پیغمبروں کی طرف وحی کی رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا روح کی اپنے حکم سے۔ قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے روح فرمایا ہے۔ جس طرح جان دار چیزوں میں روح کے ساتھ حیات ہے روح نکل جائے تو موت ہے اسی طرح اس قرآن کے ساتھ روحانی زندگی کی حیات ہے۔

فرمایا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ اس سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے وَلَا الْاِیْمَانُ اور نہ ایمان کی تفصیلات کو جانتے تھے۔ اجمالی ایمان تو پیغمبروں کا پیدائشی ہوتا ہے مگر تفصیلات وحی کے ذریعے نازل ہوتی ہیں۔ آج لوگوں کی اکثریت ایمان کی تفصیل کو نہیں جانتی۔ اجمالی ایمان تو ان کا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اٰمَنْتُ

بِاللّٰہِ وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یہ اجمالی ایمان ہے۔اور یہ کافی ہے تفصیلاً معلوم نہ بھی ہو۔تفصیل کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کی تفصیل ، کتابوں کی تفصیل ،رسولوں کی تفصیل ،آخرت کی تفصیل ۔جس طرح اجمالی طور پر مومن میدان محشر کو مانتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا تو اجمالی ایمان ہی شرعاً معتبر ہے۔

تو فرمایا آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے، ایمان کیا ہے یعنی اس کی تفصیلات کیا ہیں؟ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ اور لیکن بنایا ہم نے اس کتاب کو نور ہم ہدایت دیتے ہیں اس کے ذریعے سے جس کو چاہتے ہیں مِنْ عِبَادِنَا اپنے بندوں میں سے۔رب تعالیٰ کے بندے ہی قرآن کو مانیں اور پڑھیں گے دوسروں کو اس سے کیا مطلب؟ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اور بے شک آپ راہ نمائی کرتے ہیں اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے کی طرف آپ کا کام ہے راہ نمائی کرنا ،ہدایت دینا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ’’بے شک اے پیغمبر! آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ چاہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔فرمایا صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہ ہے لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ جس کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ ہے زمین میں سب اسی کا ہے۔اور یاد رکھو! اَلَآ خبردار اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں سب کام۔

وہی مشکل کشا ہے، وہی حاجت روا ہے، وہی فریادرس ہے، وہی دست گیر ہے، وہی خالق ، وہی مالک ، وہی متصرف اور مدبر ہے سارے جہانوں کا۔اس کا نہ کوئی ذات

میں شریک ہے نہ صفات میں کوئی شریک ہے نہ افعال میں کوئی شریک ہے۔ یہ عقیدہ ہر مسلمان کو رکھنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الزخرف

(مکمل)

جلد............۱۸

اٰياتها ۸۹ ۴۳ سورة الزخرف مكية ۶۳ ركوعاتها ۷

بسم الله الرحمن الرحيم ○

حم ۱ والكتب المبين ۲ انا جعلنه قرءنا عربيا لعلكم
تعقلون ۳ وانه في ام الكتب لدينا لعلي حكيم ۴ افنضرب
عنكم الذكر صفحا ان كنتم قوما مسرفين ۵ وكم ارسلنا
من نبي في الاولين ۶ وما ياتيهم من نبي الا كانوا به
يستهزءون ۷ فاهلكنا اشد منهم بطشا ومضى مثل الاولين ۸
ولئن سالتهم من خلق السموت والارض ليقولن خلقهن
العزيز العليم ۹ الذي جعل لكم الارض مهدا وجعل لكم
فيها سبلا لعلكم تهتدون ۱۰ والذي نزل من السماء ماء
بقدر فانشرنا به بلدة ميتا كذلك تخرجون ۱۱ والذي
خلق الازواج كلها وجعل لكم من الفلك والانعام ما
تركبون ۱۲ لتستوا على ظهوره ثم تذكروا نعمة ربكم اذا
استويتم عليه وتقولوا سبحن الذي سخر لنا هذا وما
كنا له مقرنين ۱۳ وانا الى ربنا لمنقلبون ۱۴ وجعلوا له من
عباده جزءا ان الانسان لكفور مبين ۱۵ ع ۷

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ قسم ہے کتاب کی الْمُبِيْنِ جو کھول کر بیان کرنے والی ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ بے شک ہم نے بنایا ہے اس کو قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا عربی زبان میں لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تا کہ تم سمجھ سکو وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لوح محفوظ میں ہے لَدَيْنَا ہمارے پاس لَعَلِيٌّ البتہ وہ بلند ہے حَكِيْمٌ حکمت والا ہے اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ کیا پس ہم پھیر دیں گے تم سے نصیحت صَفْحًا پہلو پھیرتے ہوئے اَنْ كُنْتُمْ اس لیے کہ تم ہو قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ مسرف قوم وَكَمْ اَرْسَلْنَا اور کتنے بھیجے ہم نے مِنْ نَّبِيٍّ پیغمبر فِي الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں میں وَمَا يَاْتِيْهِمْ اور نہیں آیا ان کے پاس مِّنْ نَّبِيٍّ کوئی نبی اِلَّا كَانُوْا بِهٖ مگر تھے اس کے ساتھ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٹھٹھا کرتے فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا پس ہم نے ہلاک کیا ان میں سے سخت گرفت کرنے والوں کو وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ اور گزر چکی مثال پہلے لوگوں کی وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ سوال کریں ان سے مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو لَيَقُوْلُنَّ البتہ ضرور کہیں گے خَلَقَهُنَّ پیدا کیا ہے ان کو الْعَزِيْزُ غالب نے الْعَلِيْمُ جاننے والے نے الَّذِيْ وہ ہے جَعَلَ لَكُمُ جس نے بنایا ہے تمہارے لیے الْاَرْضَ زمین کو مَهْدًا بچھونا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا اور بنائے اس نے تمہارے لیے اس میں سُبُلًا راستے

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ تم راہ نمائی حاصل کرو وَالَّذِیْ نَزَّلَ اور وہ ذات ہے جس نے نازل کیا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ آسمان سے پانی بِقَدَرٍ اندازے کے ساتھ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ پس ہم نے زندہ کیا اس کے ذریعے بَلْدَةً مَّیْتًا مردہ شہر کو كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے وَالَّذِیْ اور وہ ذات خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے سب وَ جَعَلَ لَكُمْ اور بنائی تمہارے لیے مِّنَ الْفُلْكِ کشتیاں وَالْاَنْعَامِ اور مویشی مَا تَرْكَبُوْنَ جن پر تم سوار ہوتے ہو لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ تاکہ تم سیدھے ہو جاؤ ان کی پشتوں پر ثُمَّ تَذْكُرُوْا پھر یاد کرو تم نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اپنے رب کی نعمت کو اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ جب تم سیدھے ہو کر بیٹھو ان پر وَتَقُوْلُوْا اور تم کہو سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کیا ہمارے لیے اس کو وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ اور نہیں تھے ہم اس کو قابو کرنے والے وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف البتہ لوٹنے والے ہیں وَجَعَلُوْا لَهٗ اور بنایا ہے انھوں نے رب کے لیے مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اس کے بندوں میں سے حصہ اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ البتہ ناشکری کرنے والا ہے کھلے طور پر۔

تعارف سورت :

اس سورت کا نام زخرف ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے تیسرے رکوع میں اس کی

حقیقت بیان ہوگی کہ رب تعالیٰ نے سونے کا ذکر کیوں فرمایا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے سات رکوع اور نواسی آیات ہیں۔ اس سے پہلے باسٹھ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ حٰم کے متعلق پہلے بات بیان ہو چکی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخفف نام ہیں۔ ح سے مراد حَمِیْدٌ ہے اور م سے مراد مَجِیْدٌ ہے۔ حمید کا معنیٰ ہے قابل تعریف اور مجید کا معنیٰ ہے بزرگی والا۔ وَالْکِتٰبِ میں واو قسمیہ ہے معنیٰ ہے قسم ہے کتاب کی الْمُبِیْنِ وہ کتاب جو کھول کر بیان کرتی ہے۔ یہ قرآن کریم اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا بے شک ہم نے بنایا ہے اس قرآن کو عربی زبان میں۔ عربی میں کیوں نازل کیا ہے؟ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھ جاؤ اے اہل عرب! کیونکہ آنحضرت ﷺ کی زبان بھی عربی تھی وہاں کے رہنے والے بھی عربی بولتے تھے۔ جو غیر ملکی وہاں رہتے تھے وہ بھی عربی بولتے تھے۔ یہود و نصاریٰ کی قومی زبان تو عبرانی یا رومی یا کوئی اور تھی لیکن بولتے وہ بھی عربی تھے۔ تو فرمایا کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا ہے تاکہ اے عربو! تم سمجھو اور تمہارے ذریعے ساری دنیا قرآن سمجھے وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ اصل کتاب میں ہے۔ اصل کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر فنا ہونے تک تمام چیزیں لوح محفوظ میں درج ہیں۔ لوح کے معنیٰ ہیں تختی اور محفوظ کے معنیٰ حفاظت کی ہوئی۔

دیکھو! یہ قرآن کریم تیس پارہ کا ہمارے سامنے ہے مگر تم نے اشتہار نما ایک صفحے پر بھی لکھا ہوا دیکھا ہوگا۔ اگرچہ اس کو بغیر خردبین کے کوئی نہیں پڑھ سکتا یا حافظ پڑھ لے گا۔ اسی طرح ایک تختی پر سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ فرمایا لَدَیْنَا ہمارے پاس لَعَلِیٌّ البتہ وہ

بلند شان والا ہے۔ حَكِيْمٌ حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں وہ سب برحق ہیں مگر سب سے بلند شان والی کتاب یہ قرآن کریم ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پیغمبر بڑے بلند درجے والے ہیں لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ اور مقام سب سے بلند ہے۔ تو فرمایا یہ کتاب بڑی بلند شان اور حکمت و دانائی والی ہے۔

اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ کے باشندوں کو اور ان کے ذریعے سب کو خطاب فرماتے ہیں اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا کیا پس ہم پھیر دیں گے تم سے نصیحت پہلو پھیرتے ہوئے۔ نصیحت کرتے ہوئے کہ ہم تم سے پہلوتہی کریں گے اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ اس لیے کہ تم مسرف قوم ہو یعنی حد سے گزرنے والی قوم ہو۔ تم مانو یا نہ مانو ہم نصیحت کرنے سے پہلوتہی نہیں کریں گے۔ ہم ضرور بیان کریں گے تاکہ کل کو تم یہ عذر نہ کر سکو کہ مَا جَآءَنَا مِنْ ۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ [المائدہ:۱۹] "نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور نہ کوئی ڈرانے والا۔" لہٰذا ہمیں کیوں سزا دیتے ہو؟ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ "بے شک آیا ہے تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔" اللہ تعالیٰ کا دستور ہے۔ فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [بنی اسرائیل:۱۵] "اور ہم نہیں سزا دیتے یہاں تک کہ ہم بھیج دیں رسول۔" پھر پیغمبر ان کی قومی زبان میں بھیجے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کی زبان اور ہے اور ہماری زبان اور ہے۔ اور زبان کی باریکیوں کو اہل زبان ہی سمجھتے ہیں۔

حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کا سمجھانے کا انداز :

مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہترین اور زبردست مقرر تھے۔

جن لوگوں نے ان کو سنا ہے وہ جانتے ہیں۔اور جنھوں نے نہیں سنا وہ کیا جانیں۔

ایک جگہ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا شاہ جی! آج پنجابی میں تقریر کریں۔آج ہم نے آپ کی تقریر پنجابی زبان میں سنی ہے۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ کوئی پنجابی سمجھتا بھی ہے؟ کہنے لگے ہاں! سمجھتے ہیں۔فرمایا یہ بتاؤ کہ پنجابی میں بے وقوف کو کیا کہتے ہیں؟ ایک نے کہا بے وقوف کہتے ہیں۔فرمایا نہیں۔دوسرے سے پوچھا اس نے کہا للّو کہتے ہیں۔فرمایا نہیں۔ایک نے کہا بے سمجھ کہتے ہیں۔فرمایا نہیں۔ پھر خود فرمایا کہ جھلّا یوڑ کہتے ہیں۔تم تو پنجابی ہو کر بھی پنجابی نہیں جانتے پھر کیوں کہتے ہو کہ میں پنجابی میں تقریر کروں۔تو ہر زبان کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جن کو اس زبان کے ماہر لوگ ہی جانتے ہیں۔

تو فرمایا کیا ہم پہلو تہی کریں گے تمھیں نصیحت کرنے سے اس لیے کہ تم اسراف کرنے والے لوگ ہو وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ اور کتنے بھیجے ہم نے پیغمبر فِي الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں میں وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اور نہیں آیا ان کے پاس کوئی نبی اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ مگر تھے اس کے ساتھ مذاق کرتے۔تمام پیغمبروں کے ساتھ مذاق ہوا ہے۔سورہ ہود آیت نمبر ۳۸ پارہ ۱۲ میں ہے وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ''اور جب بھی گزرتا ان کے پاس سے کوئی گروہ ان کی قوم میں سے تو ٹھٹھا کرتے تھے ان کے ساتھ۔'' کوئی کہتا کہ پہلے یہ اپنے آپ کو نبی کہتا تھا اب ترکھان بن گیا ہے۔کوئی کہتا کہ یہ کشتی کہاں چلائیں گے؟ دوسرا کہتا کہ ہمارے جوہڑ میں چلائیں گے۔تو فرمایا کہ سارے پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا۔

فرمایا فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا پس ہم نے ہلاک کیا ان میں سے سخت

گرفت کرنے والوں کو۔ان کو اپنی جماعت اور قوت پر بڑا گھمنڈ تھا اور بڑے سخت گیر تھے مگر ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخت گیر ہیں وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ اور گزر چکی ہے مثال پہلے لوگوں کی۔نوح علیہ السلام کی قوم، ہود علیہ السلام کی قوم، صالح علیہ السلام کی قوم، لوط علیہ السلام کی قوم، شعیب علیہ السلام کی قوم اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور بے شمار قوموں کے واقعات گزر چکے ہیں۔یہ ضدی لوگ آپ کے ساتھ کیوں الجھتے ہیں؟ کس لیے جھگڑا کرتے ہیں؟ بنیادی باتیں ساری مانتے ہیں شاخوں کے سلسلے میں جھگڑا کرتے ہیں وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور البتہ اگر آپ ان مکہ والوں سے پوچھیں مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو لَيَقُوْلُنَّ تو ضرور کہیں گے خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمینوں کو غالب نے جاننے والے نے۔

مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات کو عزیز بھی مانتے تھے اور علیم بھی مانتے تھے۔آسمانوں اور زمین کا خالق بھی مانتے تھے۔اسی سورت کی آیت نمبر ۸۷ میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ ''اور اگر آپ سوال کریں ان سے کہ کس نے پیدا کیا ہے ان کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو یقیناً کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔''یہ بھی مشرکوں کا عقیدہ تھا کہ ان کو پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔اوظالمو! یہ بھی مانتے ہو کہ تمھیں پیدا کرنے والا اللہ، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا اللہ ہے، بارش وہ نازل کرتا ہے، چاند، سورج، ستاروں کو اس نے پیدا کیا ہے۔جس رب نے یہ سب کچھ کیا ہے وہ تمہارے سر درد کو دور نہیں کر سکتا، پیٹ درد اور گھٹنوں کے درد کو دور نہیں کر سکتا، وہ تمھیں اولاد نہیں دے سکتا؟ اس میں تم اوروں کے محتاج ہو۔قبروں اور ڈھیریوں میں تلاش کرتے پھر رہے ہو، گنبد تلاش کرتے پھرتے

ہو۔ یہ سارے بڑے بڑے کام جو رب کرتا ہے وہ چھوٹے چھوٹے کام نہیں کرسکتا؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا جس نے بنائی ہے تمھارے لیے زمین بچھونا۔ اس پر تم چلتے ہو سوتے ہو۔ اس پر تمہاری بودوباش بھی ہے وَّجَعَلَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا اور بنائے اس نے تمہارے لیے اس میں راستے۔ سُبُلْ سَبِیْل کی جمع ہے۔ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ تا کہ تم راہ نمائی حاصل کرو منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے گلیوں کے راستے، قصبوں کے راستے، شہروں کے راستے۔ راستوں پر چل کر راہی منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ یہ راستے بھی اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور وہ ذات ہے جس نے نازل کیا آسمان سے پانی بِقَدَرٍ ایک اندازے کے ساتھ فَاَنْشَرْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا پس ہم نے زندہ کیا اس کے ذریعے مردہ شہر کو جو بارش نہ ہونے کی وجہ سے مردہ تھا۔

آج سے چند دن پہلے بارش نہ ہونے کی وجہ سے گرمی کی اتنی شدت تھی کہ لوگ توبہ توبہ کر رہے تھے مگر زبانی، عملی توبہ توبہ کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں عملی توبہ کرنے والا ہزار میں سے کوئی ایک نکل آئے تو بڑی بات ہے۔ زبانی توبہ کا کیا فائدہ؟ کیا تم نے رب تعالیٰ کے جو احکام توڑے ہیں ان کو پورا کیا ہے؟ اور کیا آئندہ کے لیے رب تعالیٰ کے احکامات کے پابند ہو گئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر جو مظالم کیے ہیں کیا ان کی تلافی کی ہے؟ محض زبانی توبہ کا کیا فائدہ؟

مثنوی شریف کا ایک واقعہ :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی چلتے چلتے ایک عورت پر نظر پڑ گئی تو اس کو وعظ و نصیحت کی کہ اے بی بی! کیا تم

کلمہ پڑھتی ہو؟اس نے کہاہاں پڑھتی ہوں۔نماز پڑھتی ہو؟اس نے کہانہیں۔وضو کرتی ہو ؟اس نے کہانہیں۔اس سے وعدہ لیا کہ آئندہ وضو بھی کروگی اور نماز بھی پڑھوگی۔وضو اور نماز کا طریقہ بھی بتایا۔تقریباً ایک سال کے بعد اس عنیزہ نامی بی بی! کے علاقے سے گزرے تو اس عورت سے پوچھا کہ کیا وضو کرتی ہو؟اس نے کہاہاں! نماز پڑھتی ہو؟اس نے کہاہاں! پڑھتی ہوں۔وضو کے متعلق یہ بھی کہا کہ وضو آپ نے ایک دفعہ کرادیا تھا اس کے بعد تو میں نے نہیں کیا۔یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری توبہ بی بی عنیزہ کے وضو کی طرح ہے کہ سال گزر گیا اس کا وضو نہیں ٹوٹا۔یہی حال ہماری توبہ کا ہے۔

تو فرمایا پس ہم زندہ کرتے ہیں اس بارش کے ذریعے مردہ شہر کو كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے زمین سے۔قیامت کا اثبات ہے کہ جیسے تمہارے سامنے سبزیاں اگتی ہیں،فصلیں اگتی ہیں ایک وقت آئے گا اسی طرح تم زمین سے نکالے جاؤ گے وَالَّذِیْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا جس نے پیدا فرمائے سب جوڑے۔انسانوں میں جوڑے،حیوانوں میں جوڑے نر مادہ، کیڑے مکوڑوں میں جوڑے۔حتیٰ کہ علم نباتات والوں نے ثابت کیا ہے کہ درختوں میں بھی نر مادہ ہوتے ہیں۔

پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے کہ استاد مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے ساتھ سفر پر جانا ہے۔میں فکر میں پڑ گیا کہ اگر انکار کرتا ہوں تو استاد ہیں اور اگر جاتا ہوں تو زادِراہ کا مسئلہ ہے کہ میرے پاس خرچہ اور کرایہ وغیرہ نہیں تھا۔خیر میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ہندوستان کے ایک ضلع میں ایک بوٹی تھی کہ اگر مرد اس کی طرف

ہاتھ کرتا تو اس کی شاخیں نیچے آجاتیں اور اگر عورت ہاتھ کرتی تو شاخیں اوپر اٹھ جاتیں۔ خدا کی قدرت۔فرمایا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ اور بنائیں اس نے تمہارے لیے کشتیاں وَالْاَنْعَامِ اور مویشی مَا تَرْكَبُوْنَ جن پر تم سوار ہوتے ہو۔عرب میں تیز رفتار سواری اونٹ کی تھی اور سمندری سفر کشتیوں کے ذریعے کرتے تھے لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ تاکہ تم سیدھے ہو جاؤ ان کی پشتوں پر ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ پھر یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ جب تم سیدھے ہو کر بیٹھو ان گھوڑوں پر، اونٹوں پر۔اس وقت پڑھو وَتَقُوْلُوْا اور تم کہو سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کیا اس کو ہمارے لیے اور نہیں تھے ہم اس کو قابو کرنے والے۔گھوڑے کی طاقت دیکھو، اونٹ اور ہاتھی کی طاقت دیکھو کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے ورنہ یہ انسان کے قابو کیسے آسکتے تھے۔

یہ دعا سواری پر سوار ہو کر پڑھنی ہے۔چاہے سائیکل ہو یا کار ہو چاہے جہاز ہو وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔اس تھوڑے سے سفر کے ساتھ آخرت کا سفر بھی یاد رکھو کہ اس تھوڑے سے سفر کے لیے ہم کرایہ خرچہ ساتھ رکھتے ہیں پھر جتنا سفر لمبا ہوتا ہے اتنا زیادہ خرچہ ساتھ لے جاتے ہیں۔ آخرت کا سفر تو بہت لمبا ہے کیا اس کے لیے بھی کرایہ خرچہ ساتھ رکھتے ہو؟ یا اس کے لیے بھی تیاری کرتے ہو؟ اس کا کرایہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہے۔قربانی اور فطرانہ ہے فرائض اور واجبات اس کا کرایہ ہیں۔تو اس سفر کے ساتھ آخرت کے سفر کو بھی یاد کر لو کہ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اور بنایا ہے انھوں نے رب کے لیے اس کے بندوں میں سے حصہ۔اس کی تفصیل آئے گی کہ

عزیر علیہ السلام کو رب کا بیٹا بنایا عیسیٰ علیہ السلام کو رب کا بیٹا بنایا، فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا۔ بیٹا بیٹی جز ہوتے ہیں اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ بے شک انسان البتہ ناشکری کرنے والا ہے کھلے طور پر۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ کے احکام کا صریح انکار کرتا ہے۔

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

اَمِ اتَّخَذَ کیا بنالی ہیں اس نے مِمَّا يَخْلُقُ اس مخلوق سے جو اس نے پیدا کی ہے بَنٰتٍ بیٹیاں وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ اور چنا ہے تم کو بیٹوں کے ساتھ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ اور جس وقت خوش خبری سنائی جاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو بِمَا اس چیز کی ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ جو بیان کرتا ہے

رحمان کے لیے مَثَلًا صفت ظَلَّ وَجْهُهٗ ہو جاتا ہے چہرہ اس کا
مُسْوَدًّا سیاہ وَّهُوَ كَظِيْمٌ اور وہ دل میں گھٹ رہا ہوتا ہے اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا
اور کیا وہ جس کی تربیت کی جاتی ہے فِي الْحِلْيَةِ زیور میں وَهُوَ فِي الْخِصَامِ
اور وہ جھگڑا کرنے میں بھی غَيْرُ مُبِيْنٍ بات کھول کر بیان نہیں کر سکتی
وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ اور بنایا انھوں نے فرشتوں کو الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ
وہ جو رحمٰن کے بندے ہیں اِنَاثًا عورتیں اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ کیا وہ حاضر
تھے ان کی پیدائش کے وقت سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ تاکید لکھی جائے گی ان کی
گواہی وَيُسْئَلُوْنَ اور ان سے پوچھا جائے گا وَقَالُوْا اور انھوں نے کہا
لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ اور اگر چاہے رحمان مَا عَبَدْنٰهُمْ نہ عبادت کریں ہم ان
کی مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کوئی علم اِنْ
هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ نہیں ہیں وہ مگر تخمینے کی باتیں کرتے اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا
کیا ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے فَهُمْ بِهٖ
مُسْتَمْسِكُوْنَ پس وہ اس کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں بَلْ قَالُوْٓا بلکہ
انھوں نے کہا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا بے شک ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو عَلٰٓى
اُمَّةٍ ایک امت پر وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر
مُّهْتَدُوْنَ راہ پانے والے ہیں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے فِيْ قَرْيَةٍ کسی بستی میں مِّنْ

نَّذِيْرٍ کوئی ڈرانے والا اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ مگر کہا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا بے شک ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو عَلٰٓى اُمَّةٍ ایک امت پر وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر ان کی اقتداء کرنے والے ہیں قٰلَ فرمایا پیغمبر نے اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ کیا اگرچہ میں لاؤں تمہارے پاس بِاَهْدٰى زیادہ ہدایت والی چیز مِمَّا اس چیز سے وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ جس پر پایا تم نے اپنے باپ دادا کو قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ بے شک ہم اس چیز کے ساتھ جو تم دے کر بھیجے گئے ہو منکر ہیں فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا فَانْظُرْ پس دیکھ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔

یہود کا باطل نظریہ اور عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ اور نصاریٰ کا باطل نظریہ اور عقیدہ تھا اور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابن الله [توبہ:۳۰]

اور مشرکین عرب اور کچھ لوگ یونان میں بھی تھے اور دیگر ملکوں میں بھی تھے جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ کیا بنالی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق میں سے جو اس نے پیدا کی ہے بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لڑکیاں خاص کی ہیں وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ اور چنا ہے تم کو بیٹوں کے ساتھ۔ تمھیں چنا ہے لڑکوں

کے لیے۔ تمہارے لیے لڑکے اور اپنے لیے لڑکیاں وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ اور جب خوش خبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو بِمَا اس چیز کی ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا جو بیان کرتا ہے رحمان کے لیے صفت ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ وَّھُوَ کَظِیْمٌ اور اس کا دم گھٹنے لگتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

گھر میں بیٹی کا پیدا ہو جانا :

آج بھی دیکھو کہ جس کے گھر لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بڑی خوشی مناتے ہیں لڈو تقسیم کرتے ہیں اور اگر لڑکی پیدا ہو تو بتاتے ہوئے شرماتے ہیں۔ پھر بڑے حوصلے اور عقیدے والے وہ ہوتے ہیں جو لڑکی کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کریں۔ ورنہ کئی لوگ ایسے ہیں کہ لڑکی ہونے پر بیوی کے ساتھ لڑتے ہیں کہ تو نے لڑکی جن دی ہے۔ بھئی! اس میں اس کا کیا دخل ہے؟ اس کے بس میں کیا ہے؟ نہ اس میں کسی مرد کو دخل ہے نہ کسی عورت کو۔ پہلے تم پڑھ چکے ہو سورہ شوریٰ کے آخری رکوع میں یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ''جس کو چاہے بیٹیاں دے جس کو چاہے بیٹے دے اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّ اِنَاثًا اور جس کو چاہے جوڑے دے، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اور جس کو چاہے بانجھ کر دے، کچھ بھی نہ دے۔'' مخلوق میں سے کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ لَہٗ اَوْ لِغَیْرِہٖ ''جس آدمی نے دو لڑکیوں کی پرورش کی اس کی اپنی ہوں یا بیگانی، وہ بچیاں بالغ ہو گئیں اور ان کی شادی کر دی گئی تو وہ لڑکیاں قیامت والے دن دوزخ کی آگ سے رکاوٹ ہوں گی۔'' اس کو دوزخ میں نہیں جانے دیں گی۔

تو فرمایا جب خوش خبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو تو ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ اور اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔

عرب کا ایک مانا ہوا سردار تھا ابوحمزہ اس کی کنیت تھی۔ ہر وقت اس کی مجلس میں دوست احباب بیٹھے رہتے تھے۔ وہ اپنے مقام پر بیٹھا ہوا تھا کہ لونڈی نے آ کر کان میں آہستہ سے کہا کہ سردار جی! تمہارے گھر میں لڑکی ہوئی ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا چہرہ اداس اور سیاہ ہو گیا۔ مجلس سے اٹھ کر کہیں چلا گیا اور پھر گھر واپس نہیں آیا۔ اس کی بیوی نے اس کے بارے میں بہت پُر درد قصیدہ کہا: ؎

مالی حمزۃ لا یاتینا قد کان ان لا تلد جنینا تاللّٰہ

ماذاك بایدینا نحن کزرع نبت ما زرعوا فینا

تم اپنے لیے لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالیاں نکالنا ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَسُبُّنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ ذٰلِكَ ''آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں پہنچتا۔'' گالی کیا دیتا ہے یَدْعُوْالِیْ وَلَدًا ''میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔'' تو رب تعالیٰ کے نہ تو بیٹے ہیں نہ بیٹیاں چہ جائیکہ رب تعالیٰ کی طرف بیٹوں کی نسبت کرنا۔

فرمایا اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ کیا وہ جس کی تربیت کی جاتی ہے زیورات میں وَھُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ اور وہ جھگڑا کرنے میں بھی بات کھول کر بیان نہیں کر سکتی۔ عورتیں عموماً طبعی طور پر زیورات کو پسند کرتی ہیں اور عورتوں میں شرم و حیا کا مادہ بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہوتا ہے اس لیے وہ بعض چیزیں مجلس میں کھل کر بیان نہیں کر

سکتیں ۔ بے حیا عورتوں کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زنا کے سلسلے میں عورت کی گواہی شرعاً مردود ہے چاہے ایک ہو، دو ہوں یا لاکھوں ہوں ۔ اس لیے کہ شرم وحیا والی عورت وہ کارروائی جج کے سامنے کھڑے ہو کر بیان نہیں کر سکتی جیسے بلا جھجک مرد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ کیونکہ جو دیکھا ہوتا ہے وہ بیان کرنا ہوتا ہے۔

قتل کے مسئلے پر گواہ بن سکتی ہے۔ شراب نوشی کے سلسلے میں بن سکتی ہے، چوری ڈاکے کے سلسلے میں گواہ بن سکتی ہے۔ تو فرمایا جس کی تربیت زیورات میں ہوئی ہے اور مجلس میں بات کھل کر بیان نہیں کر سکتی ایسی جنس کو رب تعالیٰ کی اولاد بناتے ہو۔ فرمایا وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ اور بنایا انھوں نے فرشتوں کو الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ وہ جو رحمٰن کے بندے ہیں اِنَاثًا عورتیں بنا دیا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ کیا وہ موجود تھے ان کی پیدائش کے وقت اور دیکھتے تھے کہ فرشتے لڑکیاں ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' اس نور سے جو مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے نہیں۔ جیسے پانی مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، اسی طرح نور بھی مخلوق ہے۔ اس سے پیدا کیے گئے ہیں۔ فرشتے نہ نر ہیں نہ مادہ ہیں نہ انسانی جنسی خواہشات ان میں ہیں، نہ کھانے کی، نہ پینے کی، نہ سونے کی۔ ان کی خوراک ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ وہ ہر وقت رب تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان ظالموں نے فرشتوں کو جو رب تعالیٰ کے بندے ہیں عورتیں بنا دیا ہے۔ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ بتا کید ان کی گواہی لکھی جائے گی وَيُسْئَلُوْنَ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیسے اور کیوں تم نے فرشتوں کو رب تعالیٰ کی

بیٹیاں بنادیا۔

کافروں کا اور شوشہ سنو! وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے لَوْشَآءَ الرَّحْمٰنُ اگر چاہے رحمان مَاعَبَدْنٰھُمْ ہم ان کی عبادت نہ کریں۔ غیر اللہ کی عبادت رب ہم سے کرواتا ہے تو ہم کرتے ہیں۔ کافروں کا شوشہ دیکھو! کہتے ہیں کہ چاند، سورج، ستاروں، جن، فرشتوں غیر اللہ کی عبادت ممنوع ہے تو رب تعالیٰ ہمیں روکتا کیوں نہیں؟

اس مقام پر رب تعالیٰ نے تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ دوسرے مقام پر تفصیل بیان فرمائی ہے۔ فرمایا وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ''اور کہا ان لوگوں نے جنھوں نے شرک کیا لَوْشَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ عبادت کرتے ہم اس کے سوا کسی چیز کی نَحْنُ وَلَآ اٰبَآءُ نَا نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ اور نہ ہم حرام قرار دیتے کسی چیز کو کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اسی طرح کیا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔'' مطلب ان کا یہ ہے کہ ہم اپنی مرضی کے ساتھ کسی چیز کو حرام نہیں ٹھہراتے اور نہ ہم اپنی مرضی سے کسی کی عبادت کرتے ہیں رب ہی کراتا ہے جو ہم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کی تھیں۔

آگے جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو روکا ہے کیسے کہتے ہو نہیں روکا فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ''پس نہیں ہے رسولوں کے ذمے مگر کھول کر بیان کر دینا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے ہر امت میں ایک رسول اور اس سے کہا گیا کہ لوگوں کو کہیں اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ اور بچو کفر و شرک سے۔'' تو پیغمبروں کے ذریعے رب تعالیٰ نے

روکا ہے کہ نہیں روکا؟ اور ایک روکنا اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اندر سے کفر وشرک کرنے کی قوت سلب کر لے اور تمہارے اندر کفر وشرک کرنے کی طاقت ہی نہ ہو۔ پھر تو انسان نہ رہے فرشتے بن گئے کہ فرشتوں میں برائی کی طاقت ہی نہیں ہے۔ انسان میں اللہ تعالیٰ نے نیکی کی قوت بھی رکھی ہے اور بدی کی قوت بھی رکھی ہے پھر اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکہف] ''اپنی مرضی سے جو چاہے ایمان لائے اور اپنی مرضی سے جو چاہے کفر اختیار کرے۔'' تو یہ کس طرح کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہیں روکا۔

تو کہتے ہیں اگر چاہے رحمان تو ہم نہ عبادت کریں ان کی۔ فرمایا مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ نہیں ہے ان کو اس بارے میں کچھ علم اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ نہیں ہیں وہ مگر تخمینے کی باتیں کرتے ہیں (یعنی گمان کے تیر تکے چلا رہے ہیں) اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے مِّنْ قَبْلِهٖ اس قرآن سے پہلے فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ پس وہ اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والے ہیں اور اس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہو کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور اس میں لکھا ہوا ہو کہ فرشتے عورتیں ہیں۔ ہے کوئی ان کے پاس ایسی کتاب؟ بَلْ قَالُوْٓا بلکہ انھوں نے کہا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ بے شک پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک امت پر، ایک راستے پر وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر راہ پانے والے ہیں، ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ ہماری بڑی دلیل یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے۔ اس کو کہتے ہیں تقلید باطل۔ یہ کفر بھی ہے اور شرک بھی ہے اور مذموم بھی ہے۔ اس تقلید کی جتنی تردید کی جائے بجا ہے کہ ایک طرف رب تعالیٰ کا حکم ہے، آنحضرت ﷺ کا

حکم ہے اور اس کے مدمقابل باپ دادا کی تقلید ہے۔

تقلید کن مسائل میں ہے ؟

پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ اہل حق جو تقلید کرتے ہیں حاشاوکلا وہ یہ تقلید نہیں ہے۔ وہ کون سی تقلید کرتے ہیں سمجھ لیں۔ ایسا مسئلہ کہ جس کا حکم قرآن کریم میں نہ ہو، حدیث شریف میں بھی نہ ملے، خلفائے راشدین سے بھی نہ ملے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس مسئلے کی وضاحت نہ فرمائی ہو تو پھر اماموں میں سے کسی ایک کی بات کو مانتے ہیں اس نظریہ کے تحت کہ امام معصوم نہیں ہے۔ امام کو مجتہد سمجھتے ہیں اور مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مقلد، امام کو نبی کی گدی پر بٹھاتے ہیں۔ یہ بڑی سخت غلطی ہے۔ کوئی مقلد امام کو نبی کی گدی پر نہیں بٹھاتا کیونکہ نبی تو معصوم ہے اور کوئی مقلد اپنے امام کو معصوم نہیں سمجھتا۔

اسی لیے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیعہ کافر ہیں کہ وہ اپنے اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں، تحریف قرآن کے قائل ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں۔ تو ایسی تقلید جو حق کے خلاف ہو یہ کافرانہ حرکت ہے اور یہاں اسی کا ذکر ہے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ مگر کہا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ بے شک پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر ان کی اقتداء کرنے والے ہیں۔ تمھارے پیچھے نہیں

چلیں گے قُلْ فرمایا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ کیا اور اگرچہ لاؤں میں تمہارے پاس بِاَهْدٰى زیادہ ہدایت والی چیز مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۚ اس چیز سے جس پر پایا تم نے اپنے باپ دادا کو۔ یعنی اگر دلائل سے ثابت ہو جائے کہ میری بات زیادہ ہدایت والی ہے اس سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا پھر بھی نہیں مانو گے قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ بے شک ہم اس چیز کا جو تم دے کر بھیجے گئے ہو منکر ہیں نہیں مانتے۔ اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟ ان کو تو چاہیے تھا کہتے ٹھیک ہے دلیل سے ثابت کر دو کہ جو چیز تم پیش کرتے ہو وہ زیادہ ہدایت پر مشتمل ہے تو ہم مان لیں گے۔ مگر انھوں نے صاف کہہ دیا کہ جو تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے ان سے انتقام لیا۔ کسی کو پانی میں ڈبویا، کسی پر زلزلہ نازل کیا، کسی پر پتھر برسائے، کسی کو زمین میں دھنسا دیا، طرح طرح کے عذاب قرآن میں مذکور ہیں فَانْظُرْ پس دیکھ اے مخاطب! كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔ اللہ تعالیٰ حق کی تردید سے بچائے اور حق والوں کا ساتھ نصیب فرمائے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾ ع

وَ اِذْ اور جس وقت قَالَ اِبْرٰهِیْمُ کہا ابراہیم علیہ السلام نے لِاَبِیْهِ اپنے باپ کو وَ قَوْمِهٖۤ اور اپنی قوم کو اِنَّنِیْ بَرَآءٌ بے شک میں بے زار ہوں مِّمَّا ان چیزوں سے تَعْبُدُوْنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو اِلَّا الَّذِیْ مگر وہ ذات فَطَرَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا ہے فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ پس بے شک وہی میری راہ نمائی کرتا ہے وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً اور بنایا اس کو ایک کلمہ بَاقِیَةً باقی رہنے والا فِیْ عَقِبِهٖ اپنی اولاد میں لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ

تا کہ وہ لوٹ آئیں بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ بلکہ میں نے فائدہ دیا ان لوگوں کو وَاٰبَآءَهُمْ اور ان کے باپ دادوں کو حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ یہاں تک کہ آ گیا ان کے پاس حق وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ اور رسول کھول کر بیان کرنے والا وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ اور جس وقت آ گیا ان کے پاس حق قَالُوْا کہا انھوں نے هٰذَا سِحْرٌ یہ جادو ہے وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ اور بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ کیا یہ تقسیم کرتے ہیں رَحْمَتَ رَبِّكَ آپ کے رب کی رحمت کو نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ ہم نے تقسیم کی ہے ان کے درمیان روزی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ اور بلند کیا ہم نے ان کے بعض کو فَوْقَ بَعْضٍ بعض پر دَرَجٰتٍ درجوں پر لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا تا کہ بنائیں ان میں سے بعض بعض کو سُخْرِيًّا تابع (خدمت گزار) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ اور آپ کے رب کی رحمت خَيْرٌ بہت بہتر ہے مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ اس چیز سے جس کو یہ اکٹھا کرتے ہیں وَلَوْلَآ اور اگر یہ بات نہ ہوتی اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً کہ ہو جائیں گے لوگ ایک ہی گروہ لَّجَعَلْنَا البتہ ہم بناتے لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ اس کے لیے جو انکار کرتا تھا رحمان کا لِبُيُوْتِهِمْ ان

کے گھروں کے لیے سُقُفًا چھتیں مِّنْ فِضَّةٍ چاندی کی وَّمَعَارِجَ اور سیڑھیاں عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ جن پر وہ چڑھتے ہیں وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا اور ان کے گھروں کے دروازے وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ اور تخت جن پر وہ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں وَزُخْرُفًا اور سونے کی وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ اور نہیں ہیں یہ سب چیزیں لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مگر فائدہ دنیا کی زندگی کا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ اور آخرت آپ کے رب کے ہاں لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

ربط آیات :

کل کے درس اور سبق میں تم نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اور خاص طور پر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی نے مشرکین کو حق کے قبول کرنے کی دعوت دی تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ''بے شک ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو ایک مسلک پر اور بے شک ہم ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔'' آپ ﷺ کے کہنے پر ہم نے اپنے آباؤاجداد کا طریقہ نہیں چھوڑنا۔ پھر مشرکین مکہ کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ تو اپنے عقیدے کی کڑی ان کے ساتھ ملاتے تھے تو اس سے وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا جو ہمارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کان کھول کر سن لو وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اپنے باپ کو جس کا نام آزر تھا جیسا کہ سورۃ

الانعام ساتویں پارے میں ہے اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ ''جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو۔'' اور اپنی قوم کو بھی کہا اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ بے شک میں بے زار ہوں ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے والد اور اپنی قوم کی عقیدے کی وجہ سے مخالفت کی اور تم اپنے باپ دادا کے شرکیہ عقیدے کی ڈگر پر چلتے ہو اور ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تمہارا ان کے ساتھ کیا جوڑ ہے؟ تمہاری باتوں کا کوئی ربط اور جوڑ نہیں ہے۔ فرمایا اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا ہے میں صرف اس کی عبادت کرتا ہوں اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروں گا فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ بے شک وہی میری راہ نمائی کرتا ہے۔ اس نے مجھے نبوت دی، ہدایت دی اس کے بڑے انعامات اور احسانات ہیں میں اسی رب کو مانتا ہوں باقی سب سے بے زار ہوں وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ اور بنایا ابراہیم نے اس کو ایک کلمہ باقی رہنے والا اپنی اولاد میں کہ باپ دادا کی غلط بات نہ ماننا صاف لفظوں میں کہہ دینا ہم بے زار ہیں ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور تم ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور ان کی باتیں ماننے کے لیے تیار نہیں ہو انھوں نے تو باپ دادا کی غلط باتوں کو تسلیم نہیں کیا اور منہ پر ان کی تردید کی۔ اپنے باپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ [مریم: ۴۴] ''اے میرے باپ نہ عبادت کر تو شیطان کی۔'' میرے ابا جی! تم شیطان کی عبادت نہ کرو۔ اور تم کہتے ہو کہ ہم نے اپنے باپ دادا کا راستہ نہیں چھوڑنا۔ تو کوئی جوڑ ہے ابراہیمی کہلانے کا؟ اور کیا (بنایا) اس کو ایک ایسی بات جو باقی رہنے والی تھی ان کی اولاد میں۔ یہ بات اس واسطے چھوڑی ہے لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ لوٹ آئیں کفر و شرک سے جن کی یہ عبادت کرتے ہیں۔ انھوں نے

ان کو کیا دیا ہے بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بلکہ ہم نے فائدہ دیا ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو۔ نہ لات نے دیا، نہ منات نے دیا، نہ عزّٰی نے دیا، نہ اور بتوں نے، نہ چاند، سورج، ستاروں نے، کسی نے ان کو کچھ نہیں دیا، سب فائدہ میں نے دیا ہے حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ یہاں تک کہ آ گیا ان کے پاس حق وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ اور رسول جو کھول کر بیان کرتا ہے حقیقت کو، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔ اور یہ کافر ایسے ظالم ہیں وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ اور جب آ گیا ان کے پاس حق قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا سِحْرٌ یہ جادو ہے وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ اور بے شک ہم اس کے منکر ہیں نہیں مانتے۔ چونکہ عربی تھے قرآن پاک سے متاثر ہوتے تھے مگر کہتے تھے کہ یہ اثر اس کے حق ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جادو ہونے کی وجہ سے ہے۔ چاند کو دو ٹکڑے ہوتے آنکھوں سے دیکھا اور کہا کہ هٰذَا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ''یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔'' معجزے کو جادو کہہ کر ٹال دیا وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر۔

دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہے۔ اس وقت جدے کا وجود نہیں تھا مکہ مکرمہ اور طائف بڑے شہر تھے۔ مکہ مکرمہ میں مالی لحاظ سے اور برادری کے لحاظ سے ولید بن مغیرہ بڑا آدمی تھا اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی بڑا آدمی تھا چودھری اور سردار تھا۔ مکہ میں ولید بن مغیرہ نظر نہیں آیا اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی نظر نہیں آیا۔ ان میں سے کسی ایک پر قرآن کیوں نہیں اتارا گیا۔ اس کا جواب رب تعالیٰ نے دیا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ کیا یہ تقسیم کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو۔ کیا ان کی مرضی کے

مطابق ہم نے نبی بنانا ہے اور وحی اتارنا ہے۔ قرآن ان کی مرضی کے مطابق اتارنا ہے
نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ ہم ہی نے تقسیم کی ہے ان کے درمیان روزی فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا
اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے
تقسیم کیے ہیں تمہارے درمیان اخلاق جیسا کہ اس نے تمہارے درمیان رزق تقسیم کیے
ہیں۔'' تمہارے مزاج اور طبیعتیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں۔ کسی کی نرم اور کسی کی سخت، کسی
کی طبیعت کوئی نہیں بدل سکتا۔ مثلاً ایک آدمی کا مزاج سخت ہے تو اس کا بدلنا اس کے بس
میں نہیں ہے وہ سخت ہی رہے گا۔ مگر وہ اپنی سختی کو کفر کے خلاف استعمال کرے، برائی کے
خلاف استعمال کرے، شیطان کے خلاف استعمال کرے۔ اس سے تم یہ مطالبہ نہ کرو کہ نرم
ہو جا۔ وہ کیسے نرم ہو جائے رب تعالیٰ نے اس کو سخت بنایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج
میں سختی تھی۔ وہ سختی کو نہیں بدل سکتے تھے مگر انھوں نے اس سختی کو حق کے لیے استعمال کیا
اَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ ''عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دین کے معاملہ میں سب
سے زیادہ سخت تھے۔'' تو ان کی سختی حق کے لیے تھی، دین کے لیے تھی، مزاج کسی کا بدلنا
صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفت بیان فرمائی ہے
اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ''وہ کافروں پر سخت آپس میں مہربان
ہیں۔'' شیطان کے مقابلے میں سختی کرو، رب تعالیٰ کے احکام پر سختی کے ساتھ قائم رہو۔

- تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان مزاج خود تقسیم کیے ہیں جیسا کہ اس نے
تمہارے درمیان رزق تقسیم کیے ہیں۔ رزق دیتا بھی وہی ہے اور تقسیم بھی وہی کرتا ہے اور
کوئی نہیں ہے۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ اور ہم نے بلند کیا ان کے بعض کو

بعض پر دَرَجٰتٍ درجات کے اعتبار سے۔ کسی کو شکل عمدہ دی، کسی کو قد، کسی کو مال، کسی کو اولاد، کسی کو ویسے ترقی دی ہے۔ رب تعالیٰ نے سب کو ایک جیسا نہیں بنایا بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔

تسخیر کا معنیٰ :

سُخْرِيًّا تسخیر سے ہے۔ تسخیر کا معنیٰ ہے تابع کرنا بعض کو بعض پر۔ اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے تاکہ بعض بعض کو تابع بنائیں۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو پیسے دیئے ہیں دوسرے کو نہیں دیئے۔ اب یہ کارخانہ بنانا چاہتا ہے تو یہ پیسے لگائے گا دوسرا مزدوری کرے گا۔ خود کام نہیں کر سکتا پیسوں کو چاٹنے سے تو کارخانہ نہیں بن جائے گا، مکان نہیں بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا ہے کہ ایک کو پیسے دیئے ہیں دوسرے کو قوت بدنی دی ہے تاکہ دنیا کا نظام چلتا رہے۔ اگر یہ غریب لوگ دنیا میں نہ ہوں تو نظام چل ہی نہیں سکتا۔ کوئی پانڈی (قلی) بنے گا کوئی مکان بنائے گا، کوئی کارخانہ بنائے گا، کوئی سامان اٹھا کر لائے گا، لے جائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ سُخْرِيًّا مَسْخِرَہ سے ہے تسخیر سے نہیں ہے۔ تو معنیٰ ہوگا کہ ہم نے بعض کو بعض پر بلند کیا ہے درجات میں تاکہ بعض بعض کا مسخرہ کریں، ٹھٹھا کریں۔ جن کے درجات بلند ہیں وہ شرارت کرتے ہیں دوسروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں کہ میں خوب صورت ہوں تو بدصورت ہے، میں بلند قد ہوں تو پست قد ہے، میں موٹا ہوں تو پتلا ہے، میں گورا ہوں تو کالا ہے، میں امیر ہوں تو غریب ہے۔ دنیا میں دونوں باتیں چلتی ہیں تابعداری کرنے والے بھی ہیں اور مذاق اڑانے والے بھی ہیں۔

چھبیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ

قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ''اے ایمان والو! نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم دوسری قوم کے ساتھ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ [الحجرات:۱۱] ''شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔'' اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کے ساتھ ٹھٹھا کریں شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں جن کے ساتھ ٹھٹھا کر رہی ہیں۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے، نیتوں کو دیکھتا ہے دل کس کا اچھا ہے۔ ایک آدمی بڑا خوب صورت ہے اور ہے دوزخ کا ایندھن ابولہب کی طرح۔ بھئی! اس حسن کا کیا فائدہ ہے اس کو؟ اور دوسرا کالے رنگ کا غلام ہے اور ہے جنت کا وارث۔ حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ کی طرح۔ تو یہ کالا رنگ اس سے کتنا اعلیٰ ہے۔

فرمایا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ اور آپ کے رب کی رحمت بہت بہتر ہے مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ اس چیز سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں۔ یہ مال و دولت، سونا چاندی، زمینیں اور کارخانے یہ دنیا کی چیزیں ہیں اس کے مقابلے میں رب تعالیٰ کی رحمت جو مومنوں کو ملے گی وہ بہت بہتر ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں دنیا میں رہ جائیں گی ساتھ ایمان اور اعمال صالح جائیں گے، اخلاق حسنہ ساتھ جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی سنور جائے گی۔ اگلی بات ذرا توجہ کے ساتھ سمجھ لینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں سونے چاندی کی کوئی قدر نہیں ہے اگر ایک بات نہ ہوتی تو ہم یہ سارا سونا چاندی کافروں کو دے دیتے۔ ان کے مکانوں کی چھتیں اور سیڑھیاں سونے چاندی کی ہوتیں اور دروازے سونے کے ہوتے، کرسیاں سونے کی ہوتیں مگر ایک وجہ سے یہ سارا کافروں کو نہیں دیا۔ وہ وجہ کیا ہے؟ اگر یہ سارا کچھ

14

کافروں کو دے دیتے تو نادان لوگ یہ سمجھتے کہ یہ رب کے بڑے پیارے ہیں اور مقبول ہیں کہ کوٹھیاں سونے چاندی کی ہیں، دروازے اور کرسیاں، سونے چاندی کی ہیں اور وہ بھی کافر ہو جاتے۔ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو ہم سارا کچھ کافروں کو دے دیتے کسی مسلمان کو کچھ نہ دیتے۔

قارون کا انجام :

قارون کے واقعے میں تم پڑھ چکے ہو کہ ایک دن وہ بڑے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ اس کے گھوڑے کا زین بھی سونے کا تھا اور لگام بھی۔ آگے پیچھے نوکر تھے۔ کچھ لوگوں کے منہ میں پانی آ گیا۔ کہنے لگے یٰلَیۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ قَارُوۡنُ اِنَّه لَذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ [القصص:۷۹] ''کاش کہ ہمارے لیے بھی وہی کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے بے شک وہ البتہ بڑی خوش قسمتی والا ہے۔'' کچھ اللہ والے بھی پاس تھے انھوں نے کہا اس طرح نہ کہو دیکھنا اس کا حشر کیا ہوتا ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ نے قارون کو اس کی دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا تو کہتے کہ رب تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں اس کی طرح دولت نہیں ملی ورنہ ہم بھی زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ یہ ان لوگوں نے کہا جنھوں نے آرزو کی تھی کہ ہمیں بھی قارون جیسی دولت مل جاتی رب کا شکر ہے کہ ہمیں نہیں ملی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوۡلَاۤ اور اگر نہ ہوتی یہ بات اَنۡ یَّکُوۡنَ النَّاسُ کہ ہو جائیں گے لوگ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ کہ سب کافر ہو جائیں گے لَّجَعَلۡنَا البتہ ہم بناتے لِمَنۡ یَّکۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ ان لوگوں کے لیے جو کفر کرتے ہیں رحمان کا۔ جو رحمان کے احکام کے منکر ہیں لِبُیُوۡتِهِمۡ سُقُفًا ۔ بُیُوۡتٌ بَیۡتٌ کی جمع ہے

بمعنیٰ گھر۔ سُقُفًا سَقْفٌ کی جمع ہے بمعنیٰ چھت۔ان کے گھروں کی چھتیں مِّنْ فِضَّةٍ چاندی سے وَّمَعَارِجَ اس کا مفرد مِعْرَجٌ بھی آتا ہے میم کے کسرے کے ساتھ اور مَعْرَجٌ بھی آتا ہے میم کے فتح کے ساتھ۔ سیڑھی کو کہتے ہیں۔ معارج کا معنیٰ ہوگا سیڑھیاں، سیڑھیاں بھی چاندی کی عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ جن پر وہ چڑھتے ہیں جن کے ذریعے وہ اوپر والی منزل اور چھت پر جاتے ہیں وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا اور ان کے گھروں کے دروازے وَّسُرُرًا سَرِيْرٌ کی جمع ہے کرسیاں۔اور کرسیاں عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ جن پر ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں سب چاندی کے ہوتے وَزُخْرُفًا اور سونے کی بھی ہوتیں۔ یہ سب کچھ ان کو دے دیتے اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ سب کافر ہو جائیں گے۔ غلط نتیجہ اخذ کر کے کہ رب ان پر راضی ہے تب سب کچھ ان کو دے دیا ہے۔ فرمایا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ اور نہیں ہیں یہ سب چیزیں لَمَّا بمعنیٰ اِلَّا ہے مگر مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی کا فائدہ، دنیا کی زندگی کا سامان۔ دنیا کی زندگی کتنی ہوگی؟ دس دن، دس سال، بیس سال، پچاس سال، سو سال آخر موت ہے۔ اور یہ سونا چاندی کافروں کے کام نہیں آئے گا آخرت میں وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ اور آخرت آپ کے رب کے ہاں پرہیز گاروں کے لیے ہے۔ اور اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور دنیا کی زندگی بالکل فانی ہے۔ افسانے اور کہانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ رب تعالیٰ سب کو حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْۤ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع ۱۰

وَمَنْ يَّعْشُ اور جو شخص اعراض کرتا ہے عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے ذکر سے نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا ہم مقرر کرتے ہیں اس کے لیے شیطان کو فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ پس وہ شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے وَاِنَّهُمْ اور بے شک وہ (شیاطین) لَيَصُدُّوْنَهُمْ البتہ وہ روکتے ہیں ان کو عَنِ السَّبِيْلِ سیدھے راستے سے وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ بے شک وہ ہدایت یافتہ ہیں حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا یہاں تک کہ جس وقت وہ آئے گا ہمارے پاس قَالَ کہے گا يٰلَيْتَ اے افسوس بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ

میرے اور تیرے درمیان بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ دو مشرقوں کی دوری ہو فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ پس بہت ہی برا ساتھی ہے وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اور وہ ہرگز نفع نہیں دے گا تم کو آج کے دن اِذْ ظَّلَمْتُمْ جس وقت تم نے ظلم کیا اَنَّكُمْ بے شک تم فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ عذاب میں شریک ہو اَفَاَنْتَ کیا پس آپ تُسْمِعُ الصُّمَّ سنا سکتے ہیں بہروں کو اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ یا آپ ہدایت دے سکتے ہیں اندھوں کو وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ پس اگر ہم لے جائیں آپ کو فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ پس بے شک ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ یا ہم آپ کو دکھا دیں وہ چیز وَعَدْنٰهُمْ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ پس بے شک ہم ان پر قادر ہیں فَاسْتَمْسِكْ پس مضبوطی کے ساتھ پکڑیں بِالَّذِيْ اس چیز کو اُوْحِيَ اِلَيْكَ جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَذِكْرٌ لَّكَ البتہ نصیحت ہے آپ کے لیے وَلِقَوْمِكَ اور آپ کی قوم کے لیے وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ اور عنقریب آپ سے سوال کیا جائے گا وَسْـَٔلْ اور آپ سوال کریں مَنْ اَرْسَلْنَا ان سے جن کو ہم نے بھیجا ہے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْ رُّسُلِنَا اپنے رسولوں میں سے اَجَعَلْنَا کیا ہم نے بنائے ہیں

مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے نیچے اٰلِهَةً معبود يُّعْبَدُوْنَ جن کی عبادت کی جائے۔

انسان کے دل کی مثال مکان کی سی ہے۔ بنے ہوئے مکان میں لوگ رہتے ہوں تو وہ صاف ستھرا ہوتا ہے اور اگر کوئی نہ رہتا ہو تو پھر وہ محض کھنڈر اور کوڑا کرکٹ کا گھر ہوتا ہے اور وہاں کتے بلے ڈیرا لگا لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر انسان کے دل میں رحمان کو نہ بسایا گیا تو پھر شیطان آ بسے گا مکان تو خالی نہیں رہتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ اور جو شخص اعراض کرتا ہے رحمان کے ذکر سے جس کے دل میں رحمان کی یاد نہ ہو نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا ہم اس پر مسلط کر دیتے ہیں شیطان۔ رحمان کی جگہ پھر اس گھر میں شیطان ڈیرے ڈالے گا وہ آ کر بسے گا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ پس وہ شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے ضروری نہیں کہ ابلیس ہو۔ ابلیس ہر بندے کے ساتھ نہیں ہوتا اس کے چیلے چانٹے ہوتے ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ ابلیس نے اپنا تخت سمندر پر ٹکایا ہوا ہے اس تخت پر بیٹھ کر شیطانوں کی ڈیوٹیاں لگاتا ہے۔ رات کی علیحدہ اور دن کی علیحدہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی ڈیوٹیاں ہوتی ہیں کراماً کاتبین کی۔ رات کی ڈیوٹی والے جونہی فجر کی نماز اللہ اکبر! ہوئی چلے گئے اور دن والے آ گئے۔ عصر کی نماز کے وقت دن والے چلے جاتے ہیں رات والے آ جاتے ہیں۔ اسی طرح شتونگڑوں (چھوٹے شیطانوں) کی بھی ڈیوٹیاں ہوتی ہیں تو ابلیس ہر جگہ نہیں ہوتا۔ ہاں! جیسے ملک کا صدر دورے کرتا ہے کبھی کسی جگہ پہنچتا ہے کبھی کسی جگہ ایسے دورے شیطان بھی کرتا ہے۔ جنات کی تعداد انسانوں سے بہت زیادہ ہے ہر جگہ موجود ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے انسان کے دل کے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے ان دو فرشتوں کے علاوہ جو کراماً کاتبین ہیں۔ دل میں اچھا خیال آئے تو وہ فرشتے کا القاء ہوتا ہے اور دل کے بائیں طرف شیطان ہوتا ہے بُرے خیالات اور وسوسے شیطان کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جب بُرے خیالات آئیں تو فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرّجیم پڑھ کر اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ العلی العظیم پڑھ کر بائیں طرف تھوک دو کہ ہم نے تیرا اثر قبول نہیں کیا۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ مِنَ الْاِنْسَانِ یَجْرِیْ مَجْرَی الدَّمِ ''جہاں تک بدن میں خون کا دورہ ہوتا ہے وہاں تک شیطان کا اثر ہوتا ہے۔'' اطباء کہتے ہیں کہ آدمی جب پانی پیتا ہے تو دو منٹ میں اس کا اثر ناخنوں کے نیچے تک پہنچ جاتا ہے۔ خون کا دورہ بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اور جہاں تک خون کا دورہ ہوتا ہے وہاں تک شیطان کا اثر ہوتا ہے۔ تو فرمایا جو رحمان کے ذکر سے اعراض کرتا ہے ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں وہ اس کا ساتھی ہوتا ہے وَاِنَّھُمْ لَیَصُدُّوْنَھُمْ عَنِ السَّبِیْلِ اور بے شک وہ شیاطین البتہ روکتے ہیں ان کو سیدھے راستے سے۔ شیطانوں کا کام ہے غلط راستے پر ڈالنا لیکن اس کے باوجود وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں بے شک وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ بُرے کام کرنے والا بھی اپنے دل کی تسلی کے لیے اس کی کوئی نہ کوئی تاویل اور خوبی بیان کرتا ہے کہ ہم صحیح کر رہے ہیں اور ہدایت پر ہیں اور گمراہی پر قائم رہتے ہیں اور شیطان ان سے غلط کام کرواتا ہے۔ شیطان کا چیلا شیطان کی بات مانتا ہے اس کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے اور اس کے دیئے ہوئے وساوس اور خیالات پر چلتا ہے حَتّٰی اِذَا جَآءَنَا یہاں تک کہ وہ جب ہمارے پاس آئے گا جو رب

تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے اور اس کا ساتھی شیطان بھی سامنے ہوگا۔ اس وقت قَالَ کہے گا ساتھی شیطان کو یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ ہائے افسوس! میرے اور تیرے درمیان دو مشرقوں کی دوری ہوتی۔ جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ہے اتنی دوری ہوتی۔

المشرقین کی تفسیر :

ایک تفسیر کے مطابق مشرقین تغلیباً کہا ہے مراد مشرق اور مغرب ہیں۔ جیسے ایک اب ہے اور ایک اُم ہے۔ باپ کو ماں پر غلبہ دیتے ہوئے ابوین کہتے ہیں۔ چاند کو سورج پر غلبہ دیتے ہوئے قمرین کہتے ہیں۔

اور دوسری تفسیر کے مطابق مشرقین سے مراد دو مشرقیں ہی ہیں ایک مشرق الصّیف اور ایک مشرق الشّتاء گرمیوں کا مشرق اور سردیوں کا مشرق۔ آج کل گرمیوں کے موسم میں جہاں سورج طلوع ہوتا ہے یہاں سے چلتے چلتے سردیوں میں اس کونے سے طلوع ہوگا۔ ان دونوں مشرقوں کے درمیان کروڑوں میل کا فاصلہ ہے۔ تو کہے گا ان کے درمیان جتنی دوری ہے اتنی دوری تیرے اور میرے درمیان ہوتی فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ پس بہت ہی برا ساتھی ہے۔ اس وقت اپنے شیطان ساتھی سے لڑے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنْ یَّنْفَعَکُمُ الْیَوْمَ اور وہ قول تمھیں ہرگز نفع نہیں دے گا آج کے دن۔ اس دن یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ والا قول تمھیں ہرگز نفع نہیں دے گا کیوں؟ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اس لیے کہ تم نے ظلم کیا، شرک کیا۔ اپنے نفس پر ظلم کیا، دوسروں پر ظلم کیا، رب تعالیٰ کے احکام توڑے اَنَّکُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ بے شک تم عذاب میں مشترک ہوگے۔ اے رب تعالیٰ کی یاد سے غافل مرنے والے تم

اورتمہارے ساتھی شیطان عذاب میں شریک ہوگے۔

ملحدین کا اعتراض :

بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انسان تو خاکی ہے اس کو تو دوزخ میں سزا ہو گی جنات تو ناری ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے آگ کے شعلوں سے پیدا کیا ہے تو ناری کو نار سے کیا سزا ہوگی؟ اس کے محققین نے کئی جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ جنات کی تخلیق دنیا کی آگ سے ہوئی ہے جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ تو دنیا کی آگ اس کے مقابلے میں کوئی شے نہیں (بے حقیقت) ہے۔ اِس آگ سے پیدا کیے ہوئے جہنم کی آگ میں جلیں گے اگر یہ بات کسی کو سمجھ نہ آئے یعنی ناریوں کو نار میں جلنے کی سزا اگر ان کو سمجھ نہ آئے تو پھر اس طرح سمجھ لو کہ ناریوں کو جہنم کے طبقہ زمہریر میں پھینکا جائے گا۔ وہ انتہائی ٹھنڈا طبقہ ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ کیا پس آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں۔ پھر بہرے بھی وہ کہ جنھوں نے خود کہا ہو کہ ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ [سورہ حم سجدہ] ''اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں ڈاٹ ہیں۔'' جب یہ حالت ہو تو ہدایت کیسے نصیب ہوگی۔ دوپہر کا وقت ہو مطلع بھی صاف ہو کوئی آدمی باہر سڑک پر کھڑا ہو کر آنکھیں بند کر کے کہے کہ مجھے سورج دکھاؤ۔ بھئی! تو آنکھیں بند کی ہوئی ہیں تجھے سورج کیسے دکھایا جائے؟

؎ آنکھیں اگر ہوں بند تو دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

توجنھوں نے کانوں میں ڈاٹ لگائے ہوئے ہوں آنکھوں کے آگے پردے لٹکائے

ہوئے ہوں کیا آپ ان کو ہدایت دے سکتے ہیں اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ یا آپ اندھوں کو ہدایت دے سکتے ہیں۔ جنھوں نے قصداً آنکھیں بند کی ہوئی ہیں وَمَنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور کیا آپ اس کو ہدایت دے سکتے ہیں جو کھلی گمراہی میں ہے اور اس گمراہی سے نکلنا بھی نہیں چاہتا۔ طلب کے بغیر رب تعالیٰ کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ طلب ہوگی تو دے گا۔

اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ٹونٹی اور نلکے سے پانی تب ہی حاصل کر سکتے ہو کہ برتن کا منہ سیدھا رکھا ہو اور اگر برتن یا گلاس وغیرہ الٹا رکھو گے تو بے شک سارا دن بھی ٹونٹی چلتی رہے گلاس یا لوٹا وغیرہ نہیں بھرے گا۔ یہی حال سمجھو تم کہ جب کسی کے دل میں طلب ہوگی حق کی تو ضرور اس کو ہدایت ملے گی اور اگر دل والا برتن الٹا دے گا تو اس میں کچھ نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فليومن ومن شاء فليكفر [سورۃ الکہف] ''پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' فرمایا فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ اے نبی کریم ﷺ! پس اگر ہم لے جائیں آپ کو دنیا سے آخرت کی طرف تو یہ خیال نہ کرنا یہ بچ جائیں گے فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ پس بے شک ہم ان سے انتقام لیں گے۔ یہ عذاب سے چھوٹ نہیں سکتے اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ یا ہم آپ کو دکھائیں وہ عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ آپ کی موجودگی میں عذاب آئے فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ پس بے شک ہم ان پر قادر ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا بددعا کرنا :

مکے والوں کی نافرمانی اور زیادتیوں کی وجہ سے آپ ﷺ نے بددعا فرمائی اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی کے تھے۔

بارشیں رک گئیں، درخت جھاڑیاں سڑ گئیں، جانور مر گئے۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ اَكَلُوْا الْعِظَامَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجُلُوْدَ ''ہڈیاں پیس پیس کر پھانکتے تھے، مردار اور چمڑے کھاتے تھے۔ ابوسفیان اس وقت کافر تھا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا اے محمد ﷺ! آپ صلہ رحمی کا سبق دیتے ہیں یہ ساری تمہاری برادری ہے دعا کریں ان سے یہ تکلیف رفع ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان! اللہ تعالیٰ کی توحید کو قبول کر لو، کلمہ پڑھ لو، اسلام کو تسلیم کر لو پھر دیکھو رب تعالیٰ کی رحمتیں کیسے نازل ہوتی ہیں۔ کہنے لگا یہ بات نہ کرو ویسے دعا کرو۔

کچھ دن ہوئے ہیں ایک بی بی میرے پاس آئی کہ رشتے میں رکاوٹ ہے کوئی تعویذ دے دو۔ میں نے کہا بیٹی! یہ تعویذ لو اور کہا کہ ہر نماز کے بعد تین دفعہ یا رحیم، یا کریم، یا لطیف پڑھ لیا کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے رشتے میں رکاوٹ کو دور کر دیتے ہیں۔ کہنے لگی کہ اگر نماز پڑھنی ہے تو پھر تعویذ اپنے پاس رکھ لو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے رکھ لیتا ہوں تیرے طرح کی کوئی اور بی بی لے جائے گی۔ تعویذ لے کر نہیں گئی کہ نماز کی تلقین کرتے ہیں۔

تو ابوسفیان نے کہا توحید اور کلمے والی بات کو چھوڑو پہلے ہمارے لیے دعا کرو۔ آپ ﷺ نے دعا کی عذاب ان سے ٹل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر عذاب ان پر مسلط کیا۔ تو فرمایا ہم اس پر قادر ہیں کہ آپ کو دکھا دیں وہ عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ پس آپ مضبوطی کے ساتھ پکڑیں وہ چیز جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی دولتوں میں سے بہت بڑی دولت ہے۔ اس مادی دور میں ہمیں

اس کی قدر نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد قبر میں اس کی قدر و قیمت معلوم ہو گی، میدان محشر میں اس کی قدر معلوم ہو گی۔ پل صراط پر گزرنے کے وقت اس کی قدر معلوم ہوگی۔ تو فرمایا آپ مضبوطی کے ساتھ پکڑیں اس چیز کو جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَذِكْرٌ لَّكَ البتہ آپ کے لیے نصیحت ہے وَلِقَوْمِكَ اور آپ کی قوم کے لیے بھی نصیحت ہے۔ اس کو پڑھنا، سمجھنا، اس کے مطابق عمل کرنا ہی ذریعہ نجات ہے۔ فرمایا سن لو وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ اور عن قریب تم سے سوال کیا جائے گا کہ قرآن کو مانا ہے یا نہیں، پڑھا ہے یا نہیں، سمجھا ہے یا نہیں، اس کے مطابق عمل کیا ہے یا نہیں۔ یہ سوال تم سے ہوں گے اس سے غافل نہ رہنا۔

آگے شرک کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ فرمایا وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا اے نبی کریم ﷺ! آپ پوچھ لیں ان سے جن کو ہم نے بھیجا ہے مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے مِنْ رُّسُلِنَآ اپنے رسولوں کو۔ ان سے پوچھ لیں اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً کیا ہم نے بنائے ہیں رحمان کے نیچے معبود يُّعْبَدُوْنَ جن کی عبادت کی جائے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ سورت واقعۂ معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ معراج والی رات آنحضرت ﷺ کی انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی ہے۔ تو فرمایا آپ پیغمبروں سے پوچھ لیں کہ وہ توحید کے قائل تھے یا نہیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے اور نہ مجھے شک ہے میں نے پہلے دن سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے اور اسی چیز کا سبق میں دنیا کو دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے اس کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

وَلَقَدْ

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۙ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ع ۵ / ۱۱

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بِاٰيٰتِنَآ اپنی نشانیاں دے کر اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف وَمَلَا۟ئِهٖ اور اس کی جماعت کی طرف فَقَالَ پس فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بے شک میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے فَلَمَّا جَآءَهُمْ پس جس وقت وہ لائے موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس بِاٰيٰتِنَآ ہماری نشانیاں اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ اچانک وہ لوگ ان نشانیوں کے ساتھ ہنستے

تھے وَمَا نُرِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اور ہم نہیں دکھاتے تھے ان کو کوئی نشانی اِلَّا هِيَ
اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا مگر وہ بڑی ہوتی تھی پہلی سے وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ اور
ہم نے پکڑا ان کو عذاب میں لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ وہ باز آ جائیں وَ
قَالُوْا اور کہا انھوں نے يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ اے جادوگر ادْعُ لَنَا رَبَّكَ دعا کر
ہمارے لیے اپنے رب سے بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ جو کچھ عہد کیا ہے اس نے
آپ کے ساتھ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ بے شک ہم ہدایت پانے والے ہیں
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ پس جس وقت ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب
اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ اچانک انھوں نے عہد توڑ دیا وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ
اور اعلان کیا فرعون نے اپنی قوم میں قَالَ يٰقَوْمِ کہا اس نے اے میری قوم
اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ کیا نہیں ہے میرے لیے مصر کا ملک وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ
اور یہ نہریں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ چلتی ہیں میرے نیچے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا
پس تم نہیں دیکھتے اَمْ اَنَا خَيْرٌ بلکہ میں بہتر ہوں مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ
اس شخص سے جو حقیر ہے وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ اور قریب نہیں کہ وہ بیان بھی کر سکے
فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر کنگن مِّنْ ذَهَبٍ
سونے کے اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ یا کیوں نہیں آئے اس کے ساتھ فرشتے
مُقْتَرِنِيْنَ جڑے ہوئے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ پس خفیف بنایا اس نے اپنی قوم
کو فَاَطَاعُوْهُ پس انھوں نے اس کی اطاعت کی اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ

بے شک وہ قوم تھی نافرمان فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا پس جس وقت انھوں نے ہمیں غصہ دلایا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ہم نے ان سے انتقام لیا فَاَغْرَقْنٰهُمْ پس ہم نے ان کو غرق کردیا اَجْمَعِيْنَ سب کو فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا پس ہم نے کردیا ان کو گئے گزرے وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ اور مثال دوسروں کے لیے۔

اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ گزر چکا ہے۔اس رکوع میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے۔اگلے رکوع میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آئے گا۔ان واقعات کا آپس میں ربط یہ ہے کہ عرب میں اکثریت مشرکین کی تھی جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ دوسرے نمبر پر یہود کی آبادی تھی خیبر سارا ان کا تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی ان کا کافی زور تھا۔موسیٰ علیہ السلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے تھے مگر موسیٰ علیہ السلام کے فرمودات پر عمل نہیں کرتے تھے۔تیسرے نمبر پر آبادی عیسائیوں کی تھی۔نجران کا علاقہ ان کا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کے دعوے دار تھے مگر عیسیٰ علیہ السلام کی باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کا ذکر کر کے حقیقت واضح فرمائی ہے۔

فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف۔فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام تھا ولید بن مصعب بن ریان۔ بڑا ہوشیار، چالاک اور چال باز آدمی تھا جیسے آج کل کے ہمارے لیڈر ہیں وَمَلَا۟ئِهٖ اور فرعون کی جماعت کی طرف بھیجا۔اس علاقے میں دو خاندان قبطی اور سبطی تھے۔قبطی فرعون کا خاندان تھا اور سبطی بنی اسرائیلی تھے جو مزدور پیشہ لوگ تھے فَقَالَ پس فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بے شک میں رسول ہوں رب العالمین کی

طرف سے۔اس مقام پر اجمال ہے سورۃ الاعراف میں تفصیل ہے قَالَ فرعون نے کہا اِنْ کُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ''اگر تو لایا ہے کوئی نشانی تو لا اس کو اگر تو سچوں میں سے ہے فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو پس اچانک وہ بڑا اژدہا بن گیا۔'' وزیر، مشیر اور سارا عملہ فرعون کا بیٹھا ہوا تھا۔فرعون اپنے بلند تخت کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تاج شاہی پہنے ہوئے بڑے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ۔اژدہا نے جو منہ فرعون کی طرف کیا تو وہ بدحواس ہو کر نیچے گرا اور اوپر کرسی۔ بڑی عجیب کیفیت تھی لیکن فرعون کے خوف کی وجہ سے دربار سے باہر کوئی نہیں گیا کہ فرعون کا لقب ذوالاوتاد تھا، میخوں والا۔سولی پر لٹکا کر بدن میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔تو سارے ڈر گئے کہ اگر بھاگے تو کہے گا کہ مشکل وقت میں تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے میں تمہارا علاج کرتا ہوں۔جب اٹھ کر دوبارہ بیٹھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

میری ایک نشانی اور ہے۔ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکتا تھا۔دلی طور پر فرعون اور ہامان سمجھتے تھے کہ یہ سچی نشانیاں ہیں۔سورہ نمل آیت نمبر ۱۴ پارہ ۱۹ میں ہے وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے۔'' مگر اقتدار اقتدار ہوتا ہے مانے نہیں۔سورہ طٰہٰ میں ہے فرعون کہنے لگا تو آیا ہے ہمارے پاس تاکہ تو نکال دے ہمیں اپنی زمین سے جادو کے زور پر اے موسیٰ ہم بھی لائیں گے تیرے مقابلہ میں اس جیسا جادو۔ہمارے اور اپنے درمیان کوئی وعدہ مقرر کر ہم تیرا مقابلہ کریں گے۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ ''تمہارا وعدہ زینت کا دن ہے۔'' عن قریب عید کا دن آرہا ہے اس دن مقابلہ ہوگا چاشت کے وقت۔ فرعون نے اعلان کیا اور بڑے بڑے جادوگر بلائے۔چھٹی کا دن تھا لوگ فارغ تھے

میدان بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے چند ساتھی تھے غربت کے مارے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے۔ فرعون کے بہتر (۷۲) ہزار جادوگر میدان میں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر ایک نے ایک لاٹھی اور ایک رسی پھینکی، میدان سانپوں کے ساتھ بھر گیا، بعزۃ فرعون کے نعرے لگ رہے تھے۔ موسیٰ نے لاٹھی پھینکی اژدہا بن کے ان کے سارے سانپوں کو نگل گئی۔ پھر موسیٰ نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ دوبارہ لاٹھی بن گئی۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے۔ جادو میں جنس نہیں بدلتی نظر بندی ہوتی ہے۔ سب جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے کہا کہ میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو میں سولی پر لٹکاؤں گا، تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تیرہ آدمی اسی وقت وہیں سولی پر لٹکا دیئے گئے اور یہ بات کہہ کر مجلس ختم کر دی کہ باقیوں کو پھر سولی پر لٹکاؤں گا اب وقت ختم ہو گیا لیکن فرعونیوں میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ پس جس وقت وہ لائے ان کے پاس ہماری نشانیاں اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ اچانک ان کے ساتھ مذاق کرتے تھے وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اور ہم نے نہیں دکھائی ان کو کوئی نشانی اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا مگر وہ بڑی ہوتی تھی پہلی سے۔ مثلاً: عصا مبارک پھینکا اژدہا بن گیا پھر موسیٰ نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ روشن ہو گیا اس کے بعد اور نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ طوفان آیا، مکڑیاں مسلط ہوئیں، مینڈک مسلط ہوئے، کھانے پینے کی چیزیں خون بن جاتی تھیں۔ طرح طرح کے عذاب ان پر آئے مگر وہ اتنے ڈھیٹ تھے کہ مانتے نہیں۔ فرمایا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور پکڑا ہم نے ان کو عذاب میں تاکہ وہ

باز آجائیں وَقَالُوۡا اور کہا انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو یٰۤاَیُّہَ السّٰحِرُ اے جادوگر ادۡعُ لَنَا رَبَّکَ دعا کر ہمارے لیے اپنے رب سے بِمَا عَہِدَ عِنۡدَکَ جو عہد کیا ہے اس نے آپ کے ساتھ، جو وعدہ اس نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳۴ پارہ نمبر ۹ میں ہے لَئِنۡ کَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَنُؤۡمِنَنَّ لَکَ وَ لَنُرۡسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ''اگر دور کر دیا ہم سے عذاب، طوفان ٹڈی دل وغیرہ تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجھ پر اور ضرور بھیج دیں گے تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔'' بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر دیں گے۔ جادوگر کیوں کہا؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک جادوگر ہی بڑا اقتدار ہوتا تھا لہٰذا انھوں نے یہ لفظ بہ طور ادب استعمال کیا۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ضد اور چڑانے کے لیے کہا اے جادوگر! اپنے رب کو پکارو اس وعدے کے ساتھ جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے عذاب کے ٹالنے کا اِنَّنَا لَمُہۡتَدُوۡنَ بے شک ہم راہ راست پر آجائیں گے فَلَمَّا کَشَفۡنَا عَنۡہُمُ الۡعَذَابَ پس جس وقت ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب اِذَا ہُمۡ یَنۡکُثُوۡنَ اچانک انھوں نے عہد توڑ دیا، سب وعدے توڑ دیے وَنَادٰی فِرۡعَوۡنُ فِیۡ قَوۡمِہٖ اور پکارا فرعون نے اپنی قوم کے درمیان قَالَ یٰقَوۡمِ فرعون نے پکار کر کہا اپنی قوم کو اے میری قوم! اَلَیۡسَ لِیۡ مُلۡکُ مِصۡرَ کیا نہیں ہے میرے لیے مصر کا ملک۔ میں یہاں کا بادشاہ نہیں ہوں، میری حکومت نہیں وَہٰذِہِ الۡاَنۡہٰرُ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ اور یہ نہریں میرے محلات کے نیچے سے نہیں گزرتیں اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں ہو۔ ملک میرا، کوٹھیاں میری، فوجیں میری، دولت میرے پاس، پبلک میرے ساتھ، موسیٰ کے پاس کیا ہے؟ دیکھتے نہیں ہو؟ اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ ہٰذَا بلکہ میں اس سے بہتر ہوں الَّذِیۡ ہُوَ مَہِیۡنٌ

اس شخص سے جو حقیر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو حقیر کہتا ہے معاذ اللہ تعالیٰ اور اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہے کہ میرے پاس حکومت ہے، دولت ہے، فوجیں ہیں، لوگ میرے ساتھ ہیں جیسے آج کل کے لیڈر دعوے کرتے ہیں اور ہے بھی حقیقت کہ عوام ان کے ساتھ ہیں اگر عوام ان کا ساتھ نہ دیں تو ایک بھی آگے نہ آئے۔ حق والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔ حق سمجھنے والے، حق کی تائید کرنے والے تھوڑے ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ فرعون کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بیان کیا ہے۔

مشرکین مکہ کا وفد آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہنے لگا کہ ہمارے تمہارے درمیان جو جھگڑا ہے اس کو ختم کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عرب میں سے کسی کو ثالث مان لو وہ جو فیصلہ کرے ہم سارے قبول کر لیں گے یا پھر ووٹنگ کرا لو ہم زیادہ ہیں یا تم زیادہ ہو جو زیادہ ہوں ان کی پیروی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آٹھویں پارے میں ان دونوں شقوں کا رد فرمایا ہے اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا [الانعام: ۱۱۴] ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو فیصلہ کرنے والا تلاش کروں۔'' میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور حکم ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

دوسری صورت کا رد آیت نمبر ۱۱۶ میں فرمایا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ بہکا دیں گے آپ کو راستے سے۔'' اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے متعلق فرمایا فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ [الذاریات: ۳۶] ''پس نہ پایا ہم نے ان میں مسلمانوں کے ایک گھرانے کے سوا۔'' ایک حویلی تھی جس میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو یا تین بیٹیاں تھیں۔ اور

گنے چنے افراد مومنوں کے رہتے تھے۔ بیوی نے بھی ساتھ نہیں دیا باقی ساری آبادی کافروں کی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تبلیغ کی وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ [ہود: ۴۰] ''اور نہیں ایمان لائے ان کے ساتھ مگر تھوڑے لوگ۔'' ساڑھے نوسو سال کے بعد ایمان لانے والوں کی تعداد سو بھی نہیں تھی ۔ کوئی نوّے لکھتا ہے کوئی ترانوے ۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے سب ملا کر۔ باقی سب مشرک تھے۔ نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان نے ساتھ نہیں دیا، بیوی واعلہ نے بھی ساتھ نہیں دیا۔ قلت کثرت کوئی شے نہیں ہے ہمیشہ حق پر قائم رہنا چاہیے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ فلاں پیغمبر اور اس کی قوم آئے حساب کے لیے۔ سب سے پہلے اس امت کا حساب ہوگا اور سب سے پہلے یہ پل صراط سے گزرے گی اور سب سے پہلے یہ امت جنت میں داخل ہوگی۔ فرمایا نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ''ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے آخری امت ہیں اور قیامت والے دن حساب میں پہلی امت ہوں گے۔'' اور جنت میں داخلے کے اعتبار سے بھی ہم پہلے ہیں۔

فرمایا ایسے پیغمبر بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ تین امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ صرف چار امتی ہوں گے ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ دو امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایک امتی ہوگا۔ فرمایا وَيَجِيْءُ نَبِيٌّ وَّلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ ''اور ایک ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھر کے افراد نے بھی ساتھ نہیں دیا۔ اکثریت ہمیشہ دوسرے لوگوں

کی رہی ہے۔

تو فرعون نے کہا بلکہ میں بہتر ہوں اس شخص کی نسبت جو حقیر ہے وَّلَا یَکَادُ یُبِیۡنُ اور قریب نہیں کہ وہ بیان بھی کر سکے۔ کیوں کہ اس کی زبان بھی میری طرح صاف نہیں ہے۔

اس کی حقیقت اس طرح ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بڑا پیار کرتی تھی۔ کسی وقت بیوی کو خوش کرنے کے لیے بادل نخواستہ فرعون بھی اٹھا لیتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ عجیب عجیب حرکتیں کرتے تھے۔ کبھی انگلیاں اس کی ناک میں ڈال دیتے، کبھی آنکھوں میں، کبھی کانوں میں کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتحان لینا :

فرعون نے کہا یہ بچہ بڑا خطرناک ہے۔ بیوی نے کہا انجان بچہ ہے اس کو کیا معلوم؟ کہنے لگا نہیں دوسرے بچے بھی تو ہیں یہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے تجربہ کے لیے ایک پلیٹ میں ہیرے موتی رکھ دیئے اور دوسری میں جلتا ہوا کوئلہ کہ دیکھتے ہیں کہ انگارے کی طرف جاتا ہے یا ہیرے موتیوں کی طرف۔ موسیٰ علیہ السلام ہیرے موتیوں کی طرف جا رہے تھے جبرائیل علیہ السلام آئے اور موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ انگارے کی طرف کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جلدی سے لے کر انگارا زبان پر رکھ لیا۔ ننھی منھی زبان تھی متاثر ہوئی اور لکنت پیدا ہوگئی۔ جب نبوت ملی تو دعا کی رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَ یَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ [سورہ طٰہٰ] ''کہا موسیٰ نے اے پروردگار کشادہ کر دے میرا سینہ اور آسان کر دے میرے لیے میرا معاملہ اور کھول دے گرہ میری زبان سے تاکہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔'' اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اٹھانوے فیصد لکنت ختم ہوگئی مگر دو

فیصد باقی رہی۔اس کے مقابلے میں فرعون کی زبان تندرست تھی۔

تو اس کا تقابل کرتا ہے کہ یہ میرے مقابلے میں بیان بھی نہیں کرسکتا اور میری زبان خوب چلتی ہے فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ پس کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر کنگن سونے کے۔اس زمانے میں بادشاہ سونے کے کنگن پہنتے تھے۔یہ کہتا ہے کہ میں رب کا نائب ہوں رب تعالیٰ کا نائب ہے تو اس کے پاس سونے کے کنگن کیوں نہیں ہیں اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ یا کیوں نہیں آئے اس کے ساتھ فرشتے جڑے ہوئے یعنی لگا تار لائن باندھ کر۔مثال کے طور پر آج وزیر اعلیٰ نے کہیں جانا ہو تو پولیس کو پسو پڑے ہوتے ہیں اور اگر گورنر نے گزرنا ہو تو سڑکیں بند ہو جاتی ہیں جگہ جگہ پولیس والے کھڑے ہوتے ہیں آگے پیچھے باڈی گارڈ ہوتے ہیں اور اگر صدر جائے تو اور مصیبت ہوتی ہے اگر وزیر اعظم جائے تو افسروں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں کہ کسی طرح سے یہ وقت گزاریں۔یہ رب تعالیٰ کا پیغمبر ہے تو اس کے آگے پیچھے فرشتوں کی لائن کیوں نہیں لگی ہوئی۔اقتران کا معنیٰ ہے ملنا تو مُقْتَرِنِیْنَ کا معنیٰ ہوگا ملے ہوئے۔فرشتے آگے پیچھے دائیں بائیں ہوں پتا چلے نبی آرہے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ پس خفیف بنایا اس نے اپنی قوم کو۔فرعون نے قوم کی مت ماردی۔لوگ ظاہری چیزوں کو دیکھتے ہیں وہ ظاہری باتیں کرتا تھا لوگوں کی سمجھ میں جلد آتی تھیں۔عقل ماردی اپنی قوم کی فَاَطَاعُوْهُ پس انھوں نے فرعون کی اطاعت کی۔کیوں کی؟ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ بے شک تھی وہ قوم نافرمان۔اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبر بھیجے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام۔مگر بدبخت قوم دوسری طرف چلی گئی۔فرمایا فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس جب انھوں نے ہمیں غصہ

دلایا ہم نے ان سے انتقام لیا۔فرعون اوراس کی قوم سے فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ. پس ہم نے ان سب کوغرق کر دیا بحرقلزم میں۔موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب بحرقلزم کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لاٹھی ماری، راستے بن گئے، یہ پار ہو گئے۔فرعون نے ہامان کو کہا کہ تم آگے لگو پیچھے فوج اور میں فوج کے پیچھے رہوں گا۔ جب یہ لوگ راستوں پر چلے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی بھی چل پڑا سب وہیں سے سیدھے جہنم رسید ہو گئے۔فرعون نے واویلا کرتے ہوئے کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [یونس: ۹۰] ''میں ایمان لایا ہوں کہ بے شک کوئی معبود نہیں مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تم کہتے ہو اور تحقیق تم اس سے پہلے نافرمانی کرتے رہے فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ ''پس آج کے دن ہم بچا لیں گے تیرے جسم کو تاکہ ہو جائے وہ ان لوگوں کے لیے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی۔'' فرعون کی لاش آج بھی مصر کے عجائب گھر میں موجود ہے۔دنیا جا کر اس کو دیکھتی ہے کہ یہ وہ شخص تھا جو پیغمبر کے مقابلے میں کہتا تھا میں یہ ہوں اور وہ ہوں اور اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ کبھی کبھی اس کی تصویر اخباروں میں بھی آ جاتی ہے۔تو فرمایا جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا پس ہم نے ان کو کر دیا گئے گزرے لوگ جن کا نام ونشان نہیں ہوتا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ اور مثال بنا دیا پچھلوں کے لیے کہ نافرمانوں کا یہ حشر ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

(آمین)

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ ع ۱۲

وَلَمَّا اور جس وقت ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ بیان کی گئی ابن مریم علیہما السلام کی مَثَلًا مثال اِذَا قَوْمُكَ اچانک آپ کی قوم نے مِنْهُ اس مثال سے يَصِدُّوْنَ چلانے لگی وَقَالُوْٓا اور کہا انھوں نے ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ کیا ہمارے الٰہ بہتر ہیں اَمْ هُوَ یا وہ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ نہیں بیان کیا انھوں نے اس کو آپ کے سامنے اِلَّا جَدَلًا مگر جھگڑا کرنے کے لیے بَلْ

هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ بلکہ وہ قوم جھگڑالو ہے اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ نہیں ہے وہ مگر بندہ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ہم نے اس پر انعام کیا وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا اور بنادیا ہم نے اس کو مثال لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کے لیے وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ البتہ ہم بنادیں تمہاری جگہ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ فرشتے زمین میں يَخْلُفُوْنَ وہ خلافت کریں وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام البتہ نشانی ہیں قیامت کی فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا پس تم شک نہ کرو اس کے بارے میں وَاتَّبِعُوْنِ اور میری پیروی کرو هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہ سیدھا راستہ ہے وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اور ہرگز نہ روکے تم کو شیطان اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور جس وقت آئے عیسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیوں کے ساتھ قَالَ فرمایا قَدْ جِئْتُكُمْ تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس بِالْحِكْمَةِ حکمت وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ اور تاکہ میں بیان کروں تمہارے لیے بَعْضَ الَّذِيْ بعض وہ چیزیں تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ جن میں تم اختلاف کرتے ہو فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے فَاعْبُدُوْهُ پس تم عبادت کرو اس کی هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہ سیدھا راستہ ہے فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ پس اختلاف کیا گروہوں نے آپس

میں فَوَيۡلٌ پس خرابی ہے لِّلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا مِنۡ عَذَابِ يَوۡمٍ اَلِيۡمٍ دردناک دن کے عذاب سے هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ نہیں انتظار کرتے یہ اِلَّا السَّاعَةَ مگر قیامت کا اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً یہ کہ آئے ان کے پاس اچانک وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ اور ان کو خبر بھی نہ ہو اَلۡاَخِلَّآءُ دوست يَوۡمَئِذٍ اس دن بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ بعض بعض کے دشمن ہوں گے اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ مگر پرہیز گار۔

ماقبل سے ربط :

کل کے درس میں تم نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پڑھا۔ آج عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ آ رہا ہے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اسراء کا معنیٰ ہے عبد اور ایل کا معنیٰ ہے اللہ۔ تو اسرائیل کا معنی ہوا عبد اللہ۔ حضرت یعقوب کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ ان کی اولاد میں تقریباً چار ہزار پیغمبر آئے ہیں بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی اسماعیل میں تشریف لائے ہیں مگر تمام جہانوں کے لیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش :

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ حضرت مریم علیہا السلام تقریباً سولہ سال کی عمر میں جب غسل خانہ سے غسل کر کے باہر آئیں تو ایک موٹے تازے صحت مند آدمی کو دیکھ کر گھبرا گئیں۔ اس خیال سے کہ اس کی نیت صحیح نہیں ہے قَالَتۡ اِنِّيۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا [مریم:۱۸]'' کہنے لگی

میں پناہ لیتی ہوں رحمان کے ساتھ تجھ سے اگر تو ڈرنے والا ہے۔ ''اگر تو رب سے ڈرتا ہے تو میں رحمٰن کی پناہ لیتی ہوں تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں انسان نہیں ہوں میں فرشتہ ہوں جبرائیل علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں تجھے بیٹے کی خوش خبری سنانے کے لیے میں نے تیرے گریبان میں پھونک مارنی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پھونک مارنے سے حضرت مریم علیہا السلام کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود شروع ہوگیا۔ جب ولادت کا وقت ہوا تو حضرت مریم علیہا السلام پریشان ہوئیں کہ لوگوں کی تسلی کے لیے، لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کیا کروں گی کہ بچہ کہاں سے لائی ہوں۔ لوگوں کا منہ بند کرنا بھی بڑی بات ہے۔ نیک والدین کی بیٹی ہوں پیغمبر کے گھر میں میری تربیت ہوئی ہے:

~ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

ایسے گھرانے کی عورت کو واقعی پریشان ہونا چاہیے تھا۔ تو خیر تنہائی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ رب تعالیٰ نے خوراک کا بھی انتظام کردیا کہ خشک کھجور پر دانے لگا دیے اور پانی کا بھی انتظام ہوگیا کہ چشمہ جاری کردیا۔ کھجوریں کھاؤ اور پانی پیو وَقَرِّیْ عَیْنًا [پارہ:۱۶] ''اور بچے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرو۔'' اور اگر لوگ تمہارے ساتھ گفتگو کریں تو ان سے بات نہ کرنا۔

پہلا یا دوسرا دن تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اٹھا کر لے گئیں تو سارے لوگ پیچھے لگ گئے لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا [پارہ:۱۶] ''البتہ تحقیق لائی ہے تو ایک چیز اوپری۔'' یہ کیا کیا ہے۔ تیرا باپ نیک، تیری ماں نیک، تیرا بھائی نیک، تیرا سارا خاندان نیک۔ یہ طوفان تو کہاں سے لائی ہے؟ کیا مرد، کیا عورتیں، بچے، بوڑھے اکٹھے ہوگئے

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ [پارہ:١٦] ''پس مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو کون ہے، کہاں سے آیا ہے؟ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا [پارہ:١٦] '' وہ کہنے لگے ہم کیسے کلام کریں اس بچے کے ساتھ جو گھوارے میں ہے۔'' اس بچے سے ہم کیا پوچھیں یہ ہمیں کیا بتلائے گا؟ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا [پارہ:١٦] '' بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے اور مجھے نبی بنانے کا وعدہ کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کروں۔'' کیونکہ میرا والد تو ہے نہیں والدہ ہی والدہ ہے۔ لمبی چوڑی تقریر کی۔ تو جو صاف ذہن کے لوگ تھے ان کی تو تسلی ہوگئی۔ مگر ہر زمانے میں گندے ذہن کے لوگ زیادہ ہوتے ہیں۔ نہ ماننے والوں نے نہ مانا۔ یہودی ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں کہ یہ بچہ حلال زادہ نہیں ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا [النساء:١٥٦]

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اور جس وقت بیان کی گئی عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی مثال بطور مثال کے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔ مریم علیہا السلام کو بغیر خاوند کے رب نے بیٹا دیا ہے۔ جب اس کا ذکر آتا ہے اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ اچانک آپ کی قوم اس مثال سے چلانے لگتی ہے۔ يَصِدُّوْنَ کے عربی میں دو معنیٰ کرتے ہیں۔ ایک تصدیہ کا معنیٰ یعنی تالیاں بجانا۔ سورۃ الانفال میں ہے مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ''اور نہیں ہے ان مشرکوں کی نماز بیت اللہ شریف کے پاس مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا۔'' قوالی کرنا۔ یہ ان کی عبادت تھی اور اگر یہ ضَرَبَ کے باب سے آئے تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے آوازے

کسنا، چیخیں مارنا، شور مچانا۔ اور اگر نَصَرَ سے آئے تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے روکنا۔ یہ ضرب سے ہے۔ اس کا معنیٰ ہے چیخیں مارنا، آوازے کسنا اور طعن و تشنیع کرنا۔ وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ کیا ہمارے الٰہ بہتر ہیں اَمْ هُوَ یا وہ۔ کہنے لگے دیکھو! ہمارے الٰہ ہیں لات، منات، عزّیٰ۔ ان کے نسب نامہ میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کہ یہ ہم نے بنائے ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہودیوں سے پوچھو وہ کیا کہتے ہیں اور آپ ہم سے عیسیٰ علیہ السلام کی بزرگی منوانا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا نہیں بیان کیا انھوں نے اس کو آپ کے سامنے مگر جھگڑنے کے لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم کیا کہتے ہو بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ بلکہ یہ قوم جھگڑالو ہے۔ جھگڑنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ نہیں ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام مگر بندہ ہم نے اس پر انعام کیا کہ بغیر باپ کے پیدا کیا اور نبوت دی، کتاب دی اور بہت سارے معجزات دیئے۔ ظاہری اور باطنی انعامات ان پر کیے۔

مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا :

جس وقت مکے والوں نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے تو کئی ساتھی ہجرت کر کے ملک حبشہ چلے گئے۔ حبشہ عیسائیوں کا ملک تھا اس کے بادشاہ کا نام اصحمہ اور لقب نجاشی تھا۔ بڑا نیک دل بادشاہ تھا۔ مشرکوں نے مشورہ کیا کہ جا کر نجاشی کو ملیں اور ان کو واپس لے کر آئیں وہاں آرام سے رہ رہے ہیں۔ چنانچہ مشرکین مکہ کا ایک وفد نجاشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا جس میں عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ بھی تھے۔ یہ اس وقت کافر تھے اور بعد میں دونوں مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہما۔ انھوں نے جا کر نجاشی سے ملاقات کی اور کہا کہ

ہمارے کچھ غلام اور کچھ مقروض لوگ بھاگ کر یہاں آئے ہیں ہم ان کو لے جانا چاہتے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ پہلے غلام بھی تھے بعد میں آزاد کردیئے گئے تھے اور کچھ ان کے مقروض بھی تھے۔نجاشی بڑا سمجھ دار آدمی تھا۔اس نے کہا کہ جب تک میں دوسرے فریق کی بات نہیں سنوں گا فیصلہ نہیں دوں گا۔ایک طرف کی بات سن کر فیصلہ دے دینا انصاف کے خلاف ہے۔چنانچہ مہاجرین کو بلایا گیا۔ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔مہاجرین نے ان کو اپنا متکلم بنایا۔قریش مکہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص جو اس وقت تک رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے اور عبداللہ بن ربیعہ تھے۔یہ بھی بعد میں رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے۔یہ دونوں بڑے ہوشیار چالاک اور ٹیبل ٹاک کے ماہر تھے۔گفتگو شروع ہوئی۔نجاشی نے کہا کہ قریش کی طرف سے جو وفد آیا ہے انھوں نے کل مجھے کہا کہ ہمارے کچھ غلام اور مقروض یہاں بھاگ کر آئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کرو لہٰذا تم اپنا مدعا بیان کرو اور ان کو جواب دو۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک ہمارے بعض ساتھی پہلے غلام تھے مگر اب وہ آزاد ہو چکے ہیں اور بعض نے اگر کسی کا کچھ قرضہ دینا ہے تو وہ کھائیں گے نہیں دے دیں گے اور باقی سارے نہ غلام ہیں نہ مقروض ہیں۔ہم ان کی برادری کے لوگ ہیں اور ان کی ٹکر کے آدمی ہیں یہ کس حیثیت سے ہمیں لینے کے لیے آئے ہیں ہم تو پہلے ہی ان کے مظالم سے تنگ ہو کر یہاں آئے ہیں اس پر عمرو بن العاص نے سمجھا کہ یہ بات تو الٹی پڑ گئی ہے۔تو انھوں نے پینترا بدلا اور کہنے لگے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں ان کو ابن اللہ نہیں مانتے۔کیونکہ نجاشی عیسائی تھا مذہبی طور پر اس کے جذبات بھڑکائے۔نجاشی نے کہا کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ آیات

پڑھیں اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ نہیں ہے وہ مگر بندہ ہم نے اس پر انعام کیا۔ کہنے لگے دیکھو جی! توہین کر گئے بندہ کہہ گئے۔ نجاشی نے زمین سے تنکا اٹھایا اور اس کا سرا آگے سے پکڑ کر کہا کہ تنکے کے سرے جتنی بھی توہین نہیں کی واقعی عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

دیکھو! آج بھی بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کو بندہ نہ کہو اس میں ان کی توہین ہے۔ بھئی! بات یہ ہے کہ جب تک بندہ نہ کہیں کسی کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ نماز میں التحیات بھی پڑھنی ہے اور اس میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بھی ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ عبدہ پہلے اور رسولہ بعد میں ہے۔ اگر بندہ کہنے میں توہین ہوتی معاذ اللہ تعالیٰ تو اللہ تعالیٰ اس کو نماز میں کیوں رکھتا؟ فرمایا نہیں ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام مگر بندہ انعام کیا ہم نے اس پر وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور بنایا ہم نے اس کو مثال بنی اسرائیل کے لیے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ بغیر باپ کے بھی پیدا کر سکتا ہے۔ فرمایا وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ البتہ ہم بنا دیں تمہاری جگہ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ فرشتے زمین میں يَخْلُفُوْنَ وہ خلافت کریں۔ ہم قادر ہیں کہ زمین کی خلافت فرشتوں کو دے دیں مگر ہماری طرف سے طے ہے اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً [سورۃ البقرہ] "خلافت آدم علیہ السلام اور ان کی نسل کے لیے ہے۔" آدم علیہ السلام سے پہلے دو ہزار سال تک جنات حکمرانی کرتے رہے مگر اب اولاد آدم قیامت تک حکمرانی کرے گی وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ البتہ قیامت کی نشانی ہیں فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا پس ہرگز شک نہ کرو تم قیامت کے بارے میں۔

قیامت کی نشانیاں :

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ دنیا میں فتنے فساد عام ہو جائیں گے، کثرت کے ساتھ قتل ہوں گے، چوری، زنا، ڈاکے، بدمعاشی بڑھتی جائے گی قیامت قریب آ جائے گی۔ آج کوئی یہ کہے کہ آنے والا دن پہلے سے بہتر ہوگا یا آنے والے دنوں میں ہم کوئی خوش خبری سنیں گے حاشا وکلا۔ بلکہ جوں جوں دن گزرتے جائیں گے خرابیاں بڑھتی جائیں گی۔ شراب نوشی کا کثرت سے ہونا، مظالم سے دنیا کا بھرا ہوا ہونا قرب قیامت کی نشانیاں ہیں۔ قیامت کی نشانیوں میں امام مہدی علیہ السلام کا آنا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل میں سے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ابوداؤد وغیرہ کی روایات میں ہے لوگ تمام حکمرانوں سے تنگ آ کر دعائیں کریں گے اے پروردگار! ان ظالم حکمرانوں سے ہماری جان چھڑا۔ ہاں! اس سے پہلے بڑی سخت جنگیں ہوں گی اتنی کہ اٹھانوے فیصد لوگ مارے جائیں گے دو فیصد بچیں گے۔ عورتیں ہی عورتیں ہوں گی حَتّٰی یَکُوْنَ لِخَمْسِیْنَ اِمْرَاَۃً الْقَیِّمُ الْوَاحِدُ بخاری شریف کی روایت ہے کہ پچاس پچاس عورتوں کو ایک ایک مرد سنبھالنے والا ہوگا۔ یہ اس کی بیویاں نہیں ہوں گی، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں ہوں گی۔ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا عیسیٰ نازل ہوں گے، دجال کا خروج ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

تو فرمایا تم قیامت کی نشانیوں میں شک نہ کرو وَاتَّبِعُوْنِ اور میری پیروی کرو هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یہ سیدھا راستہ ہے وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ اور ہرگز نہ روکے تم کو شیطان ان چیزوں سے اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن

ہے وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کھلے دلائل لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ برص والے کے بدن پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ ٹھیک ہو جاتا تھا مادرزاد اندھوں کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ بینا ہو جاتے تھے قبر پر کھڑے ہو کر کہتے قُمْ بِإِذْنِ اللهِ وہ زندہ ہو کر باہر آ جاتا تھا۔ چار مردے زندہ ہوئے، مٹی کی چڑیاں بنا کر پھونک مارتے تھے وہ اڑ جاتی تھیں۔ یہ معجزات قرآن میں ہیں حق اور سچ ہیں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

تفسیر فتح البیان میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ترکی اور برطانیہ کا سفیر کسی جگہ کسی مقصد کے لیے اکٹھے ہوئے تو برطانیہ کے سفیر نے جو عیسائی تھا چوٹ لگائی کہ سنا ہے تمہاری ماں پر لوگوں نے تہمت لگائی ہے۔ اشارہ تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کے الزام کا۔ جن کی صفائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دو رکوع نازل کیے اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ تو برطانیہ کے سفیر نے یہ چوٹ کی کہ سنا ہے کہ تمہاری ماں پر تہمت لگی تھی۔ ترکی کا سفیر بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا اس نے کہا جی ہاں! ہماری ماں پر تو صرف تہمت لگی تھی اور کہنے والے کہتے ہیں کہ تمہاری ماں تو بچہ بھی ساتھ لے کر آئی تھی وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا [سورۃ النساء] یہودی اب بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ حرامی تھے اور یہی عقیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔

مرزا قادیانی کا دجل :

کہتا ہے کہ یہ مولوی بڑے بڑے ہیں کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عزت نہیں کرتا۔ میں ان کی عزت کرتا ہوں ان کی ماں کی عزت کرتا ہوں ان کے باپ یوسف نجار کی

عزت کرتا ہوں ان کے چھ بہن بھائیوں کی عزت کرتا ہوں۔ اس ظالم سے کوئی پوچھے کہ ان کا باپ کہاں سے نکل آیا اور چھ بہن بھائی کہاں سے آگئے۔ یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے اور ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ اپنے عقائد کو درست رکھے۔ جب تک عقائد اور نظریات درست نہیں ہوں گے کچھ بھی قبول نہیں ہوگا۔ تو فرمایا شیطان تمھیں نہ روکے وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اور جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیاں لے کر آئے قَالَ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس دانائی کی باتیں وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ اور تاکہ بیان کروں میں تمہارے سامنے بَعْضَ الَّذِي بعض وہ چیزیں تَخْتَلِفُونَ فِيهِ جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ اُس وقت یہودیوں نے شریعت کو ایسے ہی بدل اور بگاڑ دیا تھا جیسے آج کل کے اہل بدعت نے دین کو بدل اور بگاڑ دیا ہے۔ بدعات کو سنت بنا دیا۔

بدعات اور خرافات :

بدعت کے خلاف بات کرو تو ان کے مولوی اور پیر بھڑوں کی طرح پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ یقیناً ان لوگوں نے دین کا نقشہ بگاڑ دیا ہے۔

اعلان ہوا ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی قبر کو اس سال عرق گلاب کے ساتھ غسل دیا جائے گا۔ پہلے دودھ کے ساتھ دھوتے تھے۔ یہ سب خرافات ہیں۔ ان بزرگوں نے جو کچھ کہا ہے اس پر تو عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہیں کہ جن کے ہاتھ پر چالیس ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ ان سے غیر اللہ کی پوجا چھڑا کر انھیں رب تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا۔ چاند، سورج، ستاروں سے ہٹا کر، دریائے جمنا کی پوجا سے ہٹا کر

رب تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا۔ اور آج یہ جاہل ان کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں۔ جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ نے تمام چیزوں کا حکم بتلایا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے جوں جوں قیامت کا وقت قریب آئے گا بدعات کثرت سے ہوں گی ہر سال کوئی نہ کوئی نئی بدعت ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اعلان نبوت فرمایا تو سارے یہودی مخالف ہو گئے کہ یہ ہمارا دین بگاڑنا چاہتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ بیان کروں بعض وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو • فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اور یاد رکھو خرق عادت کے طور پر میرے ہاتھ پر جو عجیب و غریب چیزیں ظاہر ہوتی ہیں ان کی وجہ سے میں رب نہیں بن گیا اور نہ ہی میرا رب بننے کا دعویٰ ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ یاد رکھو! اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ وہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یہ معجزات اسی نے مجھے عطا فرمائے ہیں فَاعْبُدُوْهُ پس اس کی عبادت کرو هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہ سیدھا راستہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو یہ سبق دیا لیکن فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ پس اختلاف کیا گروہوں نے مِنْۢ بَيْنِهِمْ آپس میں۔ وَقَالَتِ النَّصٰرَى مَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ "عیسائیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ یہودیوں نے کہا حلال زادہ نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ مشرکوں نے کہا کہ ہمارے الٰہوں کا تو نسب نامہ ہے اس کا نسب نامہ کہاں ہے لا کر دکھاؤ۔

عیسائیوں کے فرقے :

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ احزاب سے عیسائیوں کے گروہ مراد ہیں۔

عیسائیوں کے ایک گروہ کا نام نسطوریہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔اور ایک گروہ کا نام یعقوبیہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام اور رب تعالیٰ کو آپس میں گڈمڈ مانتے ہیں یہ حلولیہ ہیں تیسرے گروہ کا نام ملکائیہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی کا رکن مانتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ خدا تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ ایک، عیسیٰ علیہ السلام دو اور جبرائیل علیہ السلام تین۔اور بعض جبرائیل علیہ السلام کی جگہ حضرت مریم علیہا السلام کو تیسرا رکن مانتے ہیں کہ یہ تین مل کر نظام دنیا چلا رہے ہیں۔

تو فرمایا پس اختلاف کیا گروہوں نے آپس میں فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو ظالم ہیں مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ دردناک دن کے عذاب سے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں انتظار کرتے یہ اِلَّا السَّاعَةَ مگر قیامت کا۔

یاد رکھنا! آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت سامنے ہے، فرشتے بھی سامنے، جنت دوزخ بھی سامنے آجائے گی مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ'' جو فوت ہو گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔فرمایا اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً یہ کہ قیامت آئے گی ان کے پاس اچانک ان کو پتا بھی نہیں چلے گا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ ۔ اَخِلَّا خلیل کی جمع ہے۔خلیل کا معنیٰ ہے دوست۔اس دن دوست بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ بعض بعض کے دشمن ہوں گے اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ مگر متقیوں کی دوستی برقرار رہے گی۔نیکوں کی دوستی وہاں بھی کام آئے گی اور رب تعالیٰ کی رحمت کا سبب بنے گی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کسی کے گناہوں کا پلا بھاری ہو جائے گا تو رب تعالیٰ اس کو دوزخ میں پھینکنے کا حکم دیں گے۔تو اس کے متقی ساتھی کہیں گے اے پروردگار!

یہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، ہمارے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اس کے گناہ زیادہ ہیں سزا بھگت کر جائے گا۔ یہ کہیں گے اے پروردگار! ہم اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے جب تک ہمارے ساتھی جنت میں نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ تم دوزخ میں داخل ہو کر ان کو لے آؤ جن جن کو تم پہچانتے ہو۔ دوزخ تمہارے لیے باغ و بہار کی طرح ہوگی۔ یہ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے۔ اسی واسطے جماعت کے ساتھ نماز کی بڑی اہمیت ہے اور اجتماعی زندگی بڑی اونچی چیز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اہل علم گناہ گار ساتھی کا بازو پکڑ کر دوزخ سے باہر لے آئے۔ تو فرمایا اس دن دوست بعض بعض کے دشمن ہوں گے مگر متقیوں کی دوستی وہاں بھی برقرار رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متقی بنائے اور ان کی دوستی نصیب فرمائے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا
مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ
تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ
كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾
لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا
هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ
مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

يٰعِبَادِ اے میرے بندو! لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ نہیں خوف تم پر اَلْيَوْمَ
آج کے دن وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اور نہ تم غمگین ہو گے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ
لوگ جو ایمان لائے بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں پر وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ اور تھے
فرماں بردار (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ داخل ہو جاؤ جنت میں
اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تم اور تمہاری بیویاں تُحْبَرُوْنَ تمہاری عزت کی
جائے گی يُطَافُ عَلَيْهِمْ پھیرے جائیں گے ان پر بِصِحَافٍ پیالے
مِّنْ ذَهَبٍ سونے کے وَّاَكْوَابٍ گلاس وَفِيْهَا مَا اور ان میں وہ چیز ہو
گی تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ جس کو چاہیں گے نفس وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ اور لطف

اٹھائیں گی ان سے آنکھیں وَاَنۡتُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ اور تم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہو گے وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡۤ اور یہ ہے وہ جنت اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا جس کا تمھیں وارث بنایا گیا ہے بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ان کاموں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے لَكُمۡ فِیۡهَا تمھارے لیے اس میں ہوں گے فَاكِهَةٌ كَثِیۡرَةٌ پھل بہت زیادہ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ جن کو تم کھاؤ گے اِنَّ الۡمُجۡرِمِیۡنَ بے شک مجرم لوگ فِیۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ جہنم کے عذاب میں خٰلِدُوۡنَ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے لَا یُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے وَهُمۡ فِیۡهِ مُبۡلِسُوۡنَ اور وہ اس میں مایوس ہوں گے وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وَلٰكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِیۡنَ لیکن وہ خود ہی ظلم کرنے والے ہیں وَنَادَوۡا اور وہ پکاریں گے یٰمٰلِكُ اے مالک علیہ السلام لِیَقۡضِ عَلَیۡنَا چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر رَبُّكَ آپ کا رب قَالَ وہ کہے گا اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ بے شک تم رہنے والے ہو لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ البتہ تحقیق لائے ہیں ہم تمھارے پاس بِالۡحَقِّ حق وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لیکن اکثریت تمھاری لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ حق کو پسند نہیں کرتی۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق کے آخر میں تھا کہ قیامت والے دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقیوں کی دوستی وہاں بھی برقرار رہے گی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے متقیوں

کے انعام کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰعِبَادِ اے میرے بندو! لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ نہیں خوف تم پر آج کے دن تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام میں پہنچ چکے ہو اب آئندہ تمھیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ تم ہمیشہ کے لیے امن وسکون میں رہو گے وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اور نہ تم غمگین ہو گے گزشتہ زندگی پر کیوں کہ کفر وشرک اور معاصی سے پاک گزری ہے لہٰذا تمھیں اس زندگی کے اعمال پر کوئی غم نہیں ہوگا۔ فرمایا یہ بشارت ان لوگوں کے لیے ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا جو ایمان لائے ہماری آیتوں پر، ہمارے احکامات پر عمل کیا، توحید ورسالت، قیامت اور تقدیر پر ایمان لائے وَكَانُوْا مُسْلِمِیْنَ اور تھے وہ فرماں بردار اللہ تعالیٰ کے۔ پھر ان سے کہا جائے گا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں۔ اہل ایمان کی قدر دانی ہوگی کہ ان کی بیویوں کو بھی جنت میں ساتھ ملا دیا جائے گا۔

سورۃ مومن میں ہے کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے ایمان والوں کے لیے اس طرح دعائیں کرتے ہیں رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ''اے رب ہمارے اور داخل کر ان کو رہنے کے باغوں میں الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اور ان کو بھی جو نیک ہوں ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کے بیویوں اور اولادوں میں سے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ [آیت:۸] '' بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ تُحْبَرُوْنَ تم سب کی عزت کی جائے گی تمہارا احترام ہوگا۔

جنت کی نعمتیں :

آگے اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو جنتیوں کو ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّأَكْوَابٍ پھیرے جائیں گے ان پر سونے کے پیالے اور آب خورے۔ صحاف کا معنی رکابیاں، پیالے اور اکواب کا معنی گلاس یا آبخورے۔ مطلب یہ ہے کہ جنتیوں کے کھانے کے لیے سونے کے برتن استعمال کیے جائیں گے وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ اور اس جنت میں وہ چیز ہوگی جس کو ان کے نفس چاہیں گے وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ اور لطف اٹھائیں گی جن سے آنکھیں وَأَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ اور تم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوگے وہاں سے کبھی نکالے نہیں جاؤ گے۔

سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال :

مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایران کے سفر کے دوران میں کسی مجوسی سے پانی مانگا تو اس نے چاندی کے آب خورے یا گلاس میں پانی دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پینے سے انکار کر دیا۔ دوبارہ پھر مانگا تو وہ پھر چاندی کے برتن میں پانی لایا۔ کیوں کہ ان کا طریقہ تھا کہ وہ بڑے آدمیوں کو سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں دیتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا وہ برتن پھینک دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لَا تَشْرَبُوْا فِي اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوْا فِي صِحَافِهَا فَإِنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ''اے ایمان والو! سونے چاندی کے برتنوں میں مت کھاؤ پیو کیونکہ یہ دنیا میں کافروں کے لیے اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں۔'' آخرت میں کافران سے محروم رہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے

کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے ایسا شخص پیٹ میں دوزخ کی آگ ڈالتا ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال نہ مردوں کے لیے جائز ہے نہ عورتوں کے لیے۔ جنت میں سونے چاندی کے برتن ہوں گے اور جنت میں ہر جنتی کی ہر خواہش پوری کی جائے گی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اونٹوں کو بہت پسند کرتا ہوں کیا مجھے یہ جانور جنت میں میسر ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تمہاری یہ خواہش پوری ہوگی۔ اسی طرح ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے کھیتی باڑی کا بڑا شوق ہے کیا یہ شوق جنت میں پورا کرسکوں گا؟ فرمایا جونہی کوئی شخص کاشت کاری کی خواہش کا اظہار کرے گا تو اس کے سامنے فوراً زمین تیار کی جائے گی اس میں بیج ڈالے گا، فصل اُگ کر بڑی ہوگی پھر پک کر تیار ہو جائے گی پھر دیکھتے ہی دیکھتے فصل کاٹ کر اناج کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے اور اس طرح تمہاری خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔

آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا اصل چیز جنت کا داخلہ ہے۔ اگر وہ تمھیں حاصل ہو گیا تو پھر تمہاری ہر خواہش پوری ہوگی۔ اگر چاہو گے تو یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہو گے جاسکو گے وہ تمھیں بڑی تیزی کے ساتھ اڑا کر لے جائے گا۔ حتیٰ کہ لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرلو گے مگر نہ کوئی تھکاوٹ ہوگی نہ کسی حادثے کا خطرہ ہوگا اور تم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہو گے۔

فرمایا وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا اور یہی ہے وہ جنت جس کا تمھیں وارث بنایا گیا ہے جو تمھیں وراثت میں دی گئی ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ان اعمال کے

بدلے جو تم نے کیے تھے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے لیکن ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی کامیابی کا ذکر فرمایا ہے وہاں ایمان کی شرط لگائی ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۴ میں ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ''پس جو شخص نیک عمل کرے گا بشرطیکہ وہ ایمان رکھتا ہو پس ناقدری نہیں ہوگی اس کی کوشش کی۔'' اور سورۃ البینہ پارہ ۳۰ میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے اچھے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا بدلہ ہے رہنے کے باغات ہیں۔''

فرمایا اس جنت میں لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ تمھارے لیے بہت سے پھل ہوں گے مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ جن سے تم کھاؤ گے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ] ''نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔'' یہ پھل سدا بہار ہوں گے اور کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ جونہی درخت سے پھل توڑا جائے گا اس جگہ فوراً دوسرا پھل لگ جائے گا۔ جب کوئی جنتی کسی پھل کی خواہش کرے گا درخت جھک کر اس کے قریب آ جائے گا۔ ماننے والوں کو تو یہ انعامات ملیں گے۔ آگے نافرمانوں کے انجام کا ذکر کیا ہے۔

فرمایا اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ بے شک مجرم لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں کفر، شرک، منافقت اور الحاد کو اختیار کیا۔ ان کے لیے سخت عذاب ہوگا لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ جو ان سے ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا بلکہ روز بہ روز بدن بڑھتا رہے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا وَ

هُمْ فِيهِ مُبْلِسُوْنَ اور وہ اس عذاب میں آس توڑ بیٹھیں گے یعنی مایوس ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ سورہ شوریٰ آیت نمبر ۴۴ میں ہے يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ''کہیں گے کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت ہے مگر وہ نکل نہیں سکیں گے۔

فرمایا وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ ہم نے تو دنیا میں ان کی طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں بھیجیں، مبلغ بھیجے، عقل وشعور دیا، ہدایت کے تمام اسباب مہیا کیے مگر انھوں نے کفر وشرک کا راستہ اختیار کیا لہٰذا ہم نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ لیکن یہ خود ہی ظالم اور بے انصاف تھے۔ انھوں نے اپنے ارادے اور اختیار سے غلط راستہ اختیار کیا اور جہنم میں پہنچ گئے۔ عذاب سے تنگ آ کر کیا کریں گے۔ فرمایا وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ اور پکاریں گے دوزخی اے مالک علیہ السلام۔ دوزخ کے داروغے کا نام مالک ہے، علیہ السلام۔ پکاریں گے اے مالک علیہ السلام لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے ہمیں موت دے دے تاکہ ہم عذاب سے چھوٹ جائیں لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰ [سورۃ الاعلیٰ] ''نہ مریں گے وہاں اور نہ جئیں گے وہاں۔'' وہاں تو تکلیف ہی تکلیف ہوگی۔ جنتیوں سے درخواست کریں گے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ''کہ بہا دو ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمھیں روزی دی ہے'' اس میں سے کچھ ہمیں دے دو قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ [الاعراف: ۵۰] ''جنتی کہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں حرام کی ہیں کافروں پر۔'' فرمایا دروغہ دوزخ حضرت مالک علیہ السلام کو کہیں گے اپنے رب سے درخواست کرو کہ ہم پر فیصلہ کر

دے کہ ہمیں مار دے۔ قَالَ وہ کہے گا اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ بے شک تم اسی مقام میں رہنے والے ہو تمہاری درخواست قبول نہیں کی جائے گی نہ تم یہاں سے نکل سکو گے اور نہ ہی تمھیں موت آئے گی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہیں رہنا ہوگا۔ سورہ فاطر آیت نمبر ۳۷ میں ہے وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا "اور وہ دوزخی دوزخ میں چیخیں گے چلائیں گے گدھے کی طرح آوازیں نکالیں گے۔" کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ "اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے ہم اچھے کام کریں گے سوائے ان کے جو کرتے رہے۔" ایک ہزار سال تک رب تعالیٰ کی طرف سے جواب ہی نہیں آئے گا۔ ہزار سال کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ [المومنون:۱۰۸] "ذلیل ہو کر دوزخ میں پڑے رہو اور میرے ساتھ کلام نہ کرو۔"

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ البتہ تحقیق ہم تمہارے پاس سچا دین لائے ہیں جس میں انسانیت کی فلاح کا پروگرام ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ لیکن اکثریت تمہاری حق کو پسند نہیں کرتی۔ اپنا خود ساختہ دین بنایا ہوا ہے۔ اپنی قوم، برادری اور ملکی رسم ورواج پر چلتے ہیں حق کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن جب گرفت آئے گی تو ان کی بات بھی کوئی نہیں سنے گا اور انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہنا ہوگا۔

اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖۗ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَ قِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۷ ۱۳

اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا کیا انھوں نے ٹھہرائی ہے ایک بات فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ پس بے شک ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں اَمْ یَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے ہیں اَنَّا لَا نَسْمَعُ کہ ہم نہیں سنتے سِرَّهُمْ ان کی پوشیدہ بات وَنَجْوٰىهُمْ اور ان کی سرگوشی کو بَلٰى کیوں نہیں وَرُسُلُنَا اور ہمارے بھیجے ہوئے لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ان کے پاس لکھتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ اگر ہو رحمٰن کے لیے اولاد فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ پس میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں سُبْحٰنَ پاک ہے رَبِّ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رب آسمانوں کا اور زمین کا رَبِّ الْعَرْشِ جو رب ہے عرش کا عَمَّا يَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دیں ان کو يَخُوْضُوْا گھسے رہیں وَيَلْعَبُوْا اور کھیلتے رہیں حَتّٰى يُلٰقُوْا یہاں تک کہ ملاقات کریں يَوْمَهُمُ الَّذِىْ اپنے اس دن سے يُوْعَدُوْنَ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وَهُوَ الَّذِىْ اور وہی ذات ہے فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ آسمانوں میں معبود وَّفِى الْاَرْضِ اِلٰهٌ اور زمین میں الٰہ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ اور وہ حکمت والا سب کچھ جاننے والا ہے وَتَبٰرَكَ الَّذِىْ اور بڑی برکت والی ہے وہ ذات لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جس کی بادشاہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ اور نہیں ہیں مالک وہ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے الشَّفَاعَةَ سفارش کے اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ مگر وہ جس نے گواہی دی حق کی وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اور وہ جانتے ہیں وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ اور اگر آپ ان سے سوال کریں مَّنْ خَلَقَهُمْ کس نے پیدا کیا ہے ان کو لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ البتہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ پس یہ کدھر پھرے جاتے ہیں وَقِيْلِهٖ اور قسم ہے رسول کی بات کی يٰرَبِّ کہ اے پروردگار! اِنَّ

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ بے شک یہ لوگ ایسی قوم ہیں لَّا یُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لاتے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ پس آپ ان سے درگزر کریں وَقُلْ سَلٰمٌ اور کہیں سلام فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ پس عن قریب یہ جان لیں گے۔

مشرکین کی تردید :

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا رد فرمایا ہے۔ دنیا میں کافر، مشرک ہمیشہ دین حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ مکے اور عرب کے کافروں اور مشرکوں نے بھی دین حق کو مغلوب کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا ذکر فرمایا ہے اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا کیا انھوں نے ایک بات ٹھہرالی ہے، کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو پھر سن لیں فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ پس بے شک ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں۔ ہم نے بھی پختہ ارادہ کرلیا ہے ان کی ہر تدبیر کو ناکام بنانے کے لیے تل گئے ہیں۔ سورۃ الانفال آیت نمبر ۳۰ میں ہے وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ''اور وہ خفیہ تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خفیہ تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب سے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔'' اسی کی تدبیر غالب آئے گی۔ چنانچہ کافروں کے سارے منصوبے اللہ تعالیٰ نے ناکام بنائے اور وہ اسلام کا راستہ نہ روک سکے۔ قریش مکہ نے دین اسلام کو پھیلنے سے روکنے کے لیے پورا زور لگایا۔ جو آدمی مسلمان ہوتا اس پر تشدد کرتے تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ اس کے رشتہ داروں کو مار مار کر اس شخص کو اپنے پرانے دین میں واپس آنے پر مجبور کرتے۔ اگر کوئی شخص باہر سے مکہ مکرمہ میں آتا تو اس کو کہتے کہ اس نبی کے پاس نہ بیٹھے۔ اور آنحضرت ﷺ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے کہ یہ شخص دیوانہ ہے الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے لہٰذا اس کے قریب نہ جانا۔

اعشیٰ شاعر اور ضماد کاہن کی حضور ﷺ سے ملاقات :

اعشیٰ عرب کا مشہور شاعر تھا جو صَناجۃ العرب یعنی عرب کا باجا کہلاتا تھا۔ جونہی کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف کوئی شعر کہہ دیتا تھا تو وہ فوراً مشہور ہو جاتا تھا اور لوگ اس کی بات پر یقین کر لیتے تھے۔ یہ مکہ مکرمہ آیا اور آنحضرت ﷺ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ابوجہل اور اس کی پارٹی بڑی پریشان ہوئی کہ اگر یہ آدمی محمد ﷺ سے متاثر ہو گیا تو پھر سارا عرب اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے اعشیٰ شاعر کو اناج سے لدے ہوئے سو اونٹ محض اس لیے دیئے کہ یہ حضور ﷺ سے ملاقات نہ کرے۔ چنانچہ یہ شخص اناج لے کر واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں اونٹ سے گرا گردن ٹوٹ گئی اور وہیں مر گیا۔

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کاہن اور دیوانوں کے مشہور معالج تھے۔ ان کو معلوم ہوا مکہ مکرمہ میں ایک نوجوان دیوانہ ہو گیا ہے کیوں کہ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو دیوانہ مشہور کر دیا تھا۔ تو یہ از خود علاج کے لیے مکہ مکرمہ آئے۔ قریش مکہ نے ان کو روکا مگر انھوں نے کہا اگر وہ دیوانہ ہے تو میں معالج ہوں اس کا شافی علاج کروں گا۔ چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے کہ جب حضرت ضماد رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے خطبہ پڑھا اَنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بعد خطبہ سنا تو گرویدہ ہو گیا۔ کہنے لگا لوگ غلط کہتے ہیں کہ یہ شخص مجنون ہے اس کی زبان سے تو اللہ تعالیٰ نے وہ کلام جاری کیا ہے جس کا اثر سمندر کی گہرائیوں تک پہنچتا ہے۔ وہ اسی مجلس میں مسلمان ہو گیا۔

تو قریش مکہ نے حق سے روکنے کی پوری کوشش کی۔ تو فرمایا کیا انھوں نے پختہ

17

بات ٹھہرائی ہے پس بے شک ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں پختہ بات۔ کرلیں یہ جتنی تدبیریں کرسکتے ہیں اَمْ یَحْسَبُوْنَ کیا یہ گمان کرتے ہیں اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ہم نہیں سنتے ان کی خفیہ باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو۔ فرمایا بَلٰى کیوں نہیں ہم ان کے متعلق سب کچھ سنتے اور جانتے ہیں وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی تمام پوشیدہ تدبیروں کو لکھتے ہیں۔ ہمارے کراماً کاتبین ان کی ہر چیز نوٹ کررہے ہیں قیامت والے دن ان کے سامنے ان کا نامۂ اعمال پیش ہوگا اور آخری فیصلہ ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں ان کافروں اور اہل کتاب کو جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا عقیدہ رکھتے ہیں اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ اگر ہو رحمٰن کی کوئی اولاد فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ اِنْ نافیہ ہے اور عابدین کا معنٰی ہے انکار کرنے والے۔ کیوں کہ یہ مادہ اگر باب نصر ینصر سے آئے تو معنٰی ہوتا ہے عبادت کرنا اور اگر سَمِعَ سے آئے تو معنٰی ہوتا ہے انکار کرنا۔ تو معنٰی ہوگا نہیں ہے رحمان کے لیے اولاد، میں انکار کرنے والوں میں سے ہوں۔

دوسری تفسیر: عَبَدَ کو نَصَرَ سے بنایا جائے تو پھر اِن شرطیہ ہے اور شرط کا خارج میں ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ تو معنٰی ہوگا آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر رحمان کا ولد ہوتا تو میں سب سے پہلے عبادت کرتا، اس کی تعظیم و تکریم کرتا مگر نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے اور نہ میں اس کی تعظیم کرنے کے لیے تیار ہوں سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب رَبِّ الْعَرْشِ جو عرش عظیم کا بھی رب ہے وہ پاک اور منزہ ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے عزیر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور کوئی کہتا ہے عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، کوئی کہتا ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب غلط کہتے ہیں فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ [الاعراف: ۱۹۰] ''اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ان سے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔'' فرمایا فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا پس ان کو چھوڑ دیں گھسے رہیں یہ باطل چیزوں میں۔ شرکیہ اور کفریہ عقائد میں یہ پھنسے رہیں وَيَلْعَبُوْا اور کھیل کود میں لگے رہیں حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ یہاں تک کہ یہ ملیں اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، قیامت کا دن۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور اپنے عقیدہ اور عمل کا جواب دیں گے اور انہیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اگر آخرت کی سزا سے بچنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائیں، حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر اور قیامت پر ایمان لائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ اور وہی ذات ہے جو آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی آسمانوں میں معبود ہے اور نہ زمین میں معبود ہے آسمانوں میں فرشتے ہیں، چاند، سورج، ستارے ہیں مگر ان میں کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں، چرند، پرند ہیں، شجر حجر ہیں، مگر کوئی بھی ان میں عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ یہ سب مخلوق ہیں۔ عبادت کے لائق صرف خالق ہے وہ وحدہ لاشریک ہے اس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں ہے وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ اور وہ حکیم بھی ہے اور علیم بھی

ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جس کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ وہاں بھی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم کہ وہ کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ کے سوا قیامت کا وقت کوئی نہیں جانتا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷ میں ہے لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ''نہیں ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے وقت پر مگر وہی۔''

البتہ قیامت کی بعض نشانیوں کا علم اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتایا ہے جن کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ مثلاً: مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو جائے گا، امام مہدی علیہ السلام کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، آسمانوں سے دجال کا ظاہر ہونا، یاجوج ماجوج کی یورش، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، مشرق و مغرب اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنس جانا وغیرہ۔ باقی قیامت کے عین وقوع کا علم کسی کو نہیں ہے۔ تو فرمایا اسی کے پاس ہے قیامت کا علم وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور حساب کتاب ہوگا وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اور نہیں اختیار ہوگا ان کو جن کو یہ اللہ تعالیٰ سے نیچے پکارتے ہیں سفارش کا۔ جن کو مشرک لوگ اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں قیامت والے دن سفارش کر کے چھڑا لیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو سفارش کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ سورۃ الزمر آیت نمبر ۴۴ میں ہے قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ''آپ فرما دیں کہ سفارش تو ساری اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں

ہے۔ ”جس کو وہ اجازت دے گا وہ سفارش کرے گا اور اس کے لیے کرے گا جس کے لیے اجازت دے گا۔ کافر مشرک کو نہ تو سفارش کا اختیار ہوگا اور نہ مشرک کافر کے لیے سفارش ہوگی۔ تو فرمایا اور نہیں مالک وہ جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ سے نیچے، سفارش کا اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ مگر وہ جس نے گواہی دی حق کی۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دی کلمہ توحید کو قبول کیا وَهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ اور وہ جانتے ہیں کہ کن لوگوں کے حق میں سفارش کی جاسکتی ہے۔ کافر مشرک سفارش کا اہل نہیں ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم سفارش کے اہل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ایسے لوگوں کی سفارش کریں گے جن کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہوا ہو گا۔ کسی کافر مشرک یا منافق کے حق میں سفارش نہیں کرسکیں گے۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۹ میں ہے اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوۡلًا ہاں وہ سفارش کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ اجازت دیں گے اور جس کی بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگی۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے سلسلہ میں صفت خالقیت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ مشرک اس بات کے قائل تھے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ سورہ زمر آیت نمبر ۳۸ پارہ ۲۴ میں ہے وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ”اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔“ تو مشرک اللہ تعالیٰ کو زمینوں، آسمانوں، چاند، سورج، ستاروں کا خالق مانتے تھے تو ظالمو! جب خالق، مالک ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ہے حاجت روا، مشکل کشا دوسرے کس طرح بن گئے؟ عبادت

کے لائق دوسرے کس طرح بن گئے؟

فرمایا فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ تو یہ لوگ کدھر پھرے جاتے ہیں یہ کس اندھیرے میں ٹکریں مار رہے ہیں؟ جب خالق اللہ تعالیٰ ہے تو نظام چلانے والا بھی وہی، عبادت کے لائق بھی صرف وہی ہے۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اس شکایت کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے اور خصوصاً آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی ساری عمر تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا اور اس راستے میں ماریں کھائیں، طعنے سنے، ہر طرح کی جسمانی اور ذہنی تکالیف برداشت کیں لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائی۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقِیْلِهٖ اور قسم ہے نبی کی اس بات کی یٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ اے میرے پروردگار! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے میں نے پوری کوشش کی ہے۔ میں نے ان کو مختلف طریقوں سے اور مثالوں سے سمجھایا ہے مگر ان پر ذرہ بھر بھی اثر نہیں ہوا یہ ایمان نہیں لاتے۔

سورۃ الفرقان آیت نمبر ۳۰ میں ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا اللہ تعالیٰ کا رسول قیامت والے دن بارگاہ رب العزت میں شکایت پیش کرے گا کہ اے میرے پروردگار! میری اس قوم نے قرآن پاک کو پس پشت ڈال دیا تھا ان کو تیرے قرآن کا نظام پسند نہ آیا یہ اپنے لیے اِدھر اُدھر سے قانون حاصل کرتے رہے اب آپ ہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ تو فرمایا قسم ہے رسول ﷺ کی بات کی کہ اے میرے پروردگار! بے شک یہ لوگ ایسے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ آگے

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ ان کفار و مشرکین کی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں بلکہ فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ پس درگزر کریں ان سے آپ ان کی حرکتوں سے پریشان نہ ہوں فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ [الرعد:۴۰] ''کیونکہ آپ کے ذمے میرا پیغام پہنچانا ہے اس کے بعد اگر کوئی نہیں مانتا تو پھر حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔'' ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے وَلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ [البقرہ:۱۱۹] ''اور نہیں سوال کیا جائے گا آپ سے دوزخیوں کے بارے میں'' کہ آپ نے ان کو ہدایت دے کر جنت میں کیوں نہیں پہنچایا؟ کیوں کہ یہ آپ کی ذمہ داری ہی نہیں۔ آپ کے ذمہ ہے ہمارا پیغام کھول کر پہنچا دینا۔

تو فرمایا آپ ان سے درگزر کریں، ان سے تعرض کریں وَقُلۡ سَلٰمٌ اور ان کو سلام کہہ کر الگ ہو جائیں۔ اسے سلام متارکت کہتے ہیں۔ جب تم کسی طرح نہیں مانتے تو پھر ہم تمہارے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے بلکہ علیحدگی اختیار کرلیں گے تم اپنا کام کرتے رہو اور ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ مگر ایک بات یاد رکھو! فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ پس عن قریب یہ جان لیں گے۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔ بعض نتائج تو دنیا میں سامنے آجائیں گے اور حتمی فیصلہ آخرت میں ہوگا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الدّخان

(مکمل)

جلد............۱۸

آیاتھا ۵۹ ۴۴ سُوْرَۃُ الدُّخَانِ مَکِّیَّۃٌ ۶۴ رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ﴿۳﴾ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۚ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۙ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۷﴾ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴿۱۰﴾ یَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۙ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۘ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّكُمْ عَآىٕدُوْنَ ۘ﴿۱۵﴾

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ قسم ہے کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے اِنَّآ بے شک ہم نے اَنْزَلْنٰهُ نازل کیا ہے اس کتاب کو فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ برکت والی رات میں اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں فِیْهَا اس رات میں یُفْرَقُ جدا کیا جاتا ہے كُلُّ اَمْرٍ ہر معاملہ حَكِیْمٍ حکمت والا اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا معاملہ ہماری طرف سے

اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ رحمت ہے آپ کے رب کی طرف سے اِنَّهٗ هُوَ بے شک وہی السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ سننے والا جاننے والا ہے رَبِّ السَّمٰوٰتِ رب ہے آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اورزمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ اگر ہو تم یقین کرنے والے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے رَبُّكُمْ وہ تمہارا رب ہے وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ اور رب ہے تمھارے پہلے آباؤ اجداد کا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ بلکہ یہ لوگ شک میں يَّلْعَبُوْنَ کھیل رہے ہیں فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں يَوْمَ اس دن کا تَاْتِي السَّمَآءُ لائے گا آسمان بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ دھواں کھلا يَّغْشَى النَّاسَ ڈھانپ لے گا لوگوں کو هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ یہ عذاب ہے دردناک رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ (کہیں گے) اے ہمارے رب دور کردے ہم سے عذاب کو اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى کیوں کر ہوگا ان کے لیے نصیحت حاصل کرنا وَقَدْ جَآءَهُمْ اور تحقیق آچکا ان کے پاس رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ رسول کھول کر بیان کرنے والا ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ پھر روگردانی کی انھوں نے اس سے وَقَالُوْا اور کہا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ یہ سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ بے شک ہم دور کرنے والے ہیں عذاب کو قَلِيْلًا تھوڑی

مدت تک اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ بے شک تم پھر کفر کی طرف لوٹنے والے ہو۔

تعارف سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الدخان ہے۔ عربی میں دخان کا معنٰی ہے دھواں۔ اسی رکوع میں آیت کریمہ آ رہی ہے جس میں دخان کا لفظ موجود ہے۔ دھویں سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل بھی آ رہی ہے۔ دخان کا لفظ چونکہ موجود ہے اس لیے اس سورت کا نام دخان ہے یعنی وہ سورۃ جس میں دھویں کا ذکر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سے قبل تریسٹھ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس میں تین رکوع اور انسٹھ آیتیں ہیں۔ حٰمٓ کے متعلق بات پہلے گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہے۔ ح سے مراد حمیدٌ ہے اور م سے مراد مجیدٌ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت اور بزرگی سب سے زیادہ ہے وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ واو قسمیہ ہے۔ معنٰی ہو گا قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرتی ہے۔ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اس میں توحید کے مسائل کھول کر بیان کیے گئے ہیں شرک کا کھلے لفظوں میں رد کیا گیا ہے۔ عبادات اور دیگر مسائل کھول کر بیان کیے گئے ہیں۔ بڑی وضاحت کے ساتھ خوب بیان ہوئے ہیں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ بے شک ہم نے اس کو اتارا ہے برکت والی رات میں۔ برکت والی رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ سورۃ القدر میں ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ [پارہ: ۳۰] ''بے شک ہم نے اس کو اتارا ہے لیلۃ القدر میں۔'' اور لیلۃ القدر رمضان المبارک کے مہینے میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ [البقرہ: ۱۸۵]

آسمان دنیا پر ایک مقام ہے بیت العزت اور بیت العظمت بھی اسے کہتے ہیں۔ تو

رمضان المبارک کی آخری راتوں میں لوح محفوظ سے بیت العزت یا بیت العظمت تک سارا قرآن کریم لیلۃ القدر کو نازل کیا گیا۔ پھر بیت العزت اور بیت العظمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر پورے تئیس (۲۳) سال میں نازل ہوا۔ تقریباً چھیاسی (۸۶) سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور باقی مدینہ طیبہ میں کچھ سفر میں کچھ حضر میں اترا۔ جس رات قرآن کریم نازل ہوا ہے اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اتنی برکت والی رات ہے۔

لیلۃ مبارکہ کی تفسیر :

اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کی تفسیر یہی کرتے ہیں کہ اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس رات سے مراد شب برأت لی ہے جو پندرھویں شعبان کی رات ہے۔ اس کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ اس رات کو اللہ تعالیٰ مخلوق کے رزق کا فیصلہ فرماتے ہیں کہ اس سال اس کو اتنا رزق ملے گا اس کو اتنا رزق ملے گا۔ اس سال جس جس نے پیدا ہونا ہے ان کی پیدائش لکھی جاتی ہے اور جس نے مرنا ہوتا ہے اس کی موت درج کی جاتی ہے۔ بڑے رجسٹر سے چھوٹے میں۔ یہ بیمار ہوگا، یہ تندرست ہوگا وغیرہ۔ یہ فیصلے پندرھویں شعبان کو ہوتے ہیں۔ تو دونوں تفسیروں کی تطبیق ہو سکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے نازل ہونے کا فیصلہ پندرھویں شعبان کو فرمایا اور نازل لیلۃ القدر میں کیا۔ کیوں کہ بعض چیزوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے مگر عمل اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ فرمایا اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں نافرمانوں کو دنیا کے عذاب سے بھی اور آخرت کے عذاب سے بھی۔ اس کے لیے ہم نے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں فِيْهَا يُفْرَقُ اس رات میں جدا کیا جاتا ہے بکھیرا جاتا ہے كُلُّ

اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ہر معاملہ حکمت والا تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ فِیۡہَا ''اللہ تعالیٰ کے فرشتے اترتے ہیں لیلۃ القدر کو اور روح بھی۔'' روح سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اور فرشتوں کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اترتے ہیں۔ جہاں کہیں کوئی عبادت میں مصروف ہوتا ہے اس کو سلام کہتے ہیں۔ آناً فاناً دنیا میں گھوم جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بکھیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور سلامتی اترتی ہے ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ طلوع فجر تک۔

فرمایا اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا یہ معاملے ہماری طرف سے ہوتے ہیں۔ ان میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے اِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ بے شک ہم رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہلے پیغمبر گزرے آخر میں تمام پیغمبروں کے امام اور سردار ہم نے بھیجے اور کتاب مبین بھیجی۔ یہ پیغمبروں کو بھیجنا رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ آپ کے رب کی رحمت ہے۔ رب مجبور نہیں۔ اگر وہ کوئی پیغمبر نہ بھیجتا کوئی کتاب نہ نازل کرتا اس کو کوئی نہیں پوچھ سکتا تھا۔ زمین آسمان اور جو کچھ اس نے بنایا ہے اپنی مرضی اور اختیار سے بنایا ہے اس پر کوئی جبر نہیں تھا اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ بے شک وہی ہے سننے والا سب باتوں کو قریب کی ہوں یا دور کی، آہستہ ہوں یا اونچی ہوں۔ اور جانتا ہے سب کے حالات اور نیتوں کو رَبِّ السَّمٰوٰتِ وہ رب ہے آسمانوں کا۔ آسمانوں میں جو مخلوق ہے فرشتے وغیرہ سب کی تربیت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ فرشتوں کے علاوہ بے شمار مخلوق ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے وَالۡاَرۡضِ اور زمین کا رب ہے۔ زمین میں جو مخلوق ہے انسان ہیں، جنات ہیں، حیوانات، کیڑے مکوڑے، ان سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ سمندر میں بے شمار مخلوق ہے ساری مخلوق کو جاننے والا، پیدا کرنے والا

، پالنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا اور کوئی پالنے والا نہیں ہے وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے، فضا ہے، خلا ہے، یہ پرندے جو ہمارے سروں پر کافی، کافی دیر تک پر پھیلا کر اڑتے رہتے ہیں، ان کی الگ دنیا ہے۔ ان سب چیزوں کا رب بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی جان دار چیز ایسی نہیں مگر اس کے رزق کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ''نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ جب ہر چیز کا رب وہی ہے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر وہی اللہ تعالیٰ۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریاد رس، نہ دست گیر، نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے، نہ کوئی پکارنے کے قابل ہے یہ ساری صفتیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں يُحْيِ وَيُمِيْتُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔

جب ماں کے پیٹ میں بچے کی شکل و صورت بن جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس میں روح ڈال دو۔ اس کے بعد بچہ تقریباً پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے پھر دنیا میں آتا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی اس کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس پر موت طاری کرتے ہیں پھر موت کے بعد اس کو قبر کی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ قبر کی زندگی بھی زندگی ہے پھر اس کے بعد قیامت والی زندگی ہے۔ قبر والی زندگی کا ہمیں شعور نہیں ہوسکتا۔ اگر تم کسی مردے کو قبر میں دیکھو تو اس میں زندگی والے آثار تمھیں نظر نہیں آئیں گے مگر ہوتا سب کچھ ہے۔ تکلیف بھی ہوتی ہے اور آرام بھی ہوتا ہے، مزے بھی کرتا ہے اور غمگین بھی ہوتا ہے۔ سزا بھی برداشت کرتا ہے اور رحمتوں سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ تو زندہ کرنے والا بھی وہی ہے اور مارنے والا بھی وہی ہے رَبُّكُمْ

وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ وہ تمہارا بھی رب ہے اور جو تمھارے آباؤ اجداد پہلے گزرے ہیں ان کا بھی رب ہے۔ اگر کوئی آدمی رب کا مفہوم سمجھ لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ شرک کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ رب کا معنٰی ہے پالنے والا۔ تو تربیت کے سلسلے میں جتنی چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب رب تعالیٰ کے پاس ہیں۔ مثلاً: جان دار چیز کو مزاج کے موافق غذا کی ضرورت ہے، ہوا کی ضرورت ہے، پانی کی ضرورت ہے، لباس کی ضرورت ہے، رہائش کے لیے مکان کی ضرورت ہے یہ تمام چیزیں رب تعالیٰ کے پاس ہیں۔ یہ ساری ضروریات پوری کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

سورہ فاطر آیت نمبر ۱۵ پارہ ۲۲ میں ہے يَاَيُّهَا النَّاس اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰه واللّٰه هُوَ الْغَنِيُّ "اے انسانو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور وہ رب غنی ہے، بے نیاز ہے۔" کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے کہ تم اس میں رب تعالیٰ سے بے نیاز رہ سکو۔ رب تعالیٰ اپنی قدرت کے نمونے دکھاتا رہتا ہے مگر کوئی انسان ہو تو اس سے عبرت حاصل کرے۔ دیکھو! چند دن پہلے کتنی شدید گرمی تھی کہ کئی لوگ اس گرمی کے نذر ہو گئے، لوگوں نے اذانیں دینا شروع کر دیں، دعائیں مانگیں، نماز استسقاء پڑھی کہ پروردگار! ہم پر بارش برسا۔ جب رب تعالیٰ نے بارش برسائی تو پھر دعائیں شروع ہو گئیں کہ اب بارش بند کر دے۔ یہ سب رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

وہی سورج کی کرنیں جن میں تمہاری حیات ہے تیز ہو جائیں تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ وہی پانی جو زندگی کا سبب ہے وہی موت کا سبب بن جاتا ہے۔ انسان ان چیزوں پر غور تو تب کرے کہ انسانیت ہو۔ آج اکثر انسان تو حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ فرمایا بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ بلکہ یہ لوگ شک میں کھیل رہے ہیں۔ قرآن پاک

کے متعلق شک ہے، نبی کریم ﷺ کے متعلق شک ہے، قیامت کے بارے میں شک ہے، حالانکہ قرآن محکم ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت حق ہے، قیامت حق ہے ان چیزوں میں کسی شک شبے کی گنجائش نہیں ہے فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ اس دن کا جس دن لائے گا آسمان دھواں کھلا، واضح یَّغْشَی النَّاسَ ڈھانپ لے گا لوگوں کو ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ یہ عذاب ہے دردناک۔

آپ ﷺ کی بد دعا کے نتیجے میں مکے والوں پر قحط کا مسلط ہونا :

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں کہ جب مکہ والوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کیا، توحید کا انکار کیا، قیامت کا انکار کیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے بد دعا فرمائی کہ اے پروردگار! ان پر ایسے سال مسلط فرما جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مسلط فرمائے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سال قحط ہوا۔ بخاری شریف کی روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ سال آئے کہ ہر شے جھلس گئی، پانی کے جو تھوڑے بہت چشمے تھے وہ ختم ہو گئے، جانور مرنے لگے، بندے بھوک میں مبتلا ہوئے، وہ مردار جانور جن کو لوگ پھینک آتے تھے، ان بدبودار جانوروں کو جا کر کھانے لگ جاتے تھے۔ وہ وقت بھی آیا کہ ہڈیاں پیس پیس کر کھاتے تھے، چمڑے کھاتے تھے۔ ابوسفیان آنحضرت ﷺ کے پاس آئے جو ان کے نمائندے تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ کہنے لگے اے محمد ﷺ! آپ کی قوم کتنی تکلیف میں ہے دیکھتے نہیں ہو ان کے لیے دعا کرو یہ تکلیف ان سے دور ہو جائے تو پھر ہم آپ کی بات مانیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا جان! اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہو جاؤ میری رسالت کو مان لو اللہ تعالیٰ عذاب فوراً دور کر دے گا۔ کہنے لگا اس

بات کو چھوڑ دو بس دعا کرو ہمارے لیے۔ یہ جو سات سال ان پر قحط کے مسلط ہوئے ان کے سامنے دھواں ہی دھواں ہوتا تھا۔ اٹھتے تھے بھوک کی وجہ سے سامنے دھواں نظر آتا تھا، گر جاتے تھے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس دھویں سے یہ دھواں مراد لیتے ہیں۔ جو مکے والوں پر چھایا ہوا تھا اور ان پر مسلط تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ دجال ظاہر ہوگا، مہدی علیہ السلام آئیں گے، زمین میں کثرت سے زلزلے آئیں گے، حجاز سے دھواں نکلے گا، کثرت سے سیلاب آئیں گے، خسف بالمشرق، مشرق کا ایک حصہ زمین میں دھنس جائے گا وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبْ، یورپ کے علاقوں میں سے ایک حصہ زمین میں دھنس جائے گا، وَخَسْف بِالْجَزِيْرَةِ العرب، اور عرب کے جزیرے میں بھی ایک علاقہ زمین میں دھنس جائے گا۔

اپنا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ جہاں اس وقت امریکہ کی فوجیں عرب میں بیٹھی ہیں اور بدمعاشی کا اڈا بنا ہوا ہے ممکن ہے یہی زمین دھنسا دی جائے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس دھویں سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو آسمان کی طرف سے آئے گا اور سب کو وہ دھواں نظر آئے گا۔ ان تفسیروں کا آپس میں کوئی تعارض نہیں۔ پہلا دھواں بھی واقع ہوا اور اگلا بھی واقع ہوگا۔

تو فرمایا کہ انتظار کریں اس دن کا جس دن لائے گا آسمان دھواں واضح جو چھا جائے گا لوگوں پر۔ وہ دردناک عذاب ہے اس وقت لوگ دعائیں کریں گے رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اے ہمارے رب دور کر دے ہم سے عذاب اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى کیوں کر ہوگا ان کے لیے

نصیحت حاصل کرنا وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ اور تحقیق آچکا ان کے پاس رسول کھول کر بیان کرنے والا ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ پھر انھوں نے اعراض کیا اس رسول سے، نہ مانا وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ اور کہنے لگے یہ معلم ہے لوگ اس کو سکھاتے ہیں۔ چودھویں پارے میں ہے يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ کہ اس کو ایک انسان سکھاتا ہے، تعلیم دیتا ہے۔ ایک غلام تھا رومی جس کا نام جبر تھا اور بعض نے عائش اور بعض نے یسار لکھا ہے۔ اس بے چارے کا کوئی وارث نہیں تھا۔ جب وہ بیمار ہوتا تھا تو آنحضرت ﷺ اس کی تیمارداری کرتے تھے، اپنی توفیق کے مطابق کھانا وغیرہ دیتے تھے۔ تو مکے والوں نے یہ الزام لگا دیا کہ یہ عیش نامی غلام اس کو تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چودھویں پارے میں اس کا رد فرمایا کہ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ [النحل: ۱۰۲] جس کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ اس کا استاد ہے وہ بے چارہ تو عربی ہی نہیں جانتا اس کی زبان تو عجمی ہے، رومی ہے۔ ٹوٹے پھوٹے عربی کے جملے بولتا تھا۔ اور یہ قرآن تو فصیح و بلیغ عربی میں ہے۔ یہ عجمی اس کو کیسے سکھا سکتا ہے۔ الزام کی کچھ نہ کچھ مناسبت تو ہونی چاہیے۔ مگر شوشے چھوڑنے والے شوشہ چھوڑ دیتے ہیں۔

تو کہنے لگے مُعلَّم ہے، سکھایا ہوا ہے مَّجْنُوْنٌ دیوانہ ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ آنحضرت ﷺ کو لوگوں نے دیوانہ بھی کہا، شاعر اور ساحر بھی کہا، مسحور بھی کہا، کذاب بھی کہا، بہت کچھ کہا اور آپ ﷺ نے صبر کیا۔ فرمایا اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا بے شک ہم کھولنے والے ہیں عذاب کو تھوڑی مدت تک، دور کرنے والے ہیں عذاب کو تھوڑی مدت تک۔ یہ عذاب تو دور ہو جائے گا مگر کوئی اور عذاب نازل ہو جائے گا، عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ بے شک تم اے مشرکو! کفر، شرک کی طرف لوٹنے

والے ہو۔ تم اتنے ضدی ہو کہ کفر و شرک کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں عذاب دینا ہے تم اپنا کام کرو رب اپنا کام کرے گا۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾

يَوْمَ نَبْطِشُ جس دن ہم پکڑیں گے الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى پکڑ بڑی اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمایا ان سے پہلے قَوْمَ فِرْعَوْنَ فرعون کی قوم کو وَجَآءَهُمْ اور آیا ان کے پاس رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ رسول عزت والا اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ یہ کہ حوالے کرو میرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ رسول ہوں امانت دار وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اور یہ کہ نہ سرکشی کرو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ

بے شک میں لایا ہوں تمہارے پاس بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کھلی دلیل وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ اور بے شک میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب کی وَرَبِّكُمْ اور تمہارے رب کی اَنْ تَرْجُمُوْنِ کہ تم مجھے سنگ سار کرو وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے فَاعْتَزِلُوْنِ پس مجھ سے الگ رہو فَدَعَا رَبَّهٗۤ پس پکارا موسیٰ نے اپنے رب کو اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ بے شک یہ قوم مُّجْرِمُوْنَ مجرم ہیں فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَيْلًا پس لے کر چلیں میرے بندوں کو رات کو اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا وَاتْرُكِ الْبَحْرَ اور چھوڑ دے سمندر کو رَهْوًا رکا ہوا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ بے شک وہ ایک لشکر ہے جو غرق کیا جائے گا كَمْ تَرَكُوْا کتنے چھوڑے انھوں نے مِنْ جَنّٰتٍ باغات وَّعُيُوْنٍ اور چشمے وَّزُرُوْعٍ اور کھیتیاں وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور عمدہ مقام وَّنَعْمَةٍ اور خوشی کی چیزیں كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ جن میں وہ آسودہ حال تھے كَذٰلِكَ اسی طرح ہوا وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنا دیا ان چیزوں کا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ دوسری قوم کو فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ پس نہ رویا ان پر آسمان وَالْاَرْضُ اور زمین وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ اور نہ ہوئے وہ مہلت دیئے ہوؤں میں سے۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ مکے والوں پر نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے

سات سال قحط مسلط کیا لیکن انھوں نے کوئی بات تسلیم نہ کی۔ جہاں ان کا پارہ تھا وہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اور دھمکی دی اور فرمایا اس دن کا انتظار کرو یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔

البطشۃ الکبریٰ کی تفسیر :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى کی تفسیر بدر کا واقعہ ہے۔ ہجرت کا دوسرا سال تھا، سترہ رمضان المبارک جمعہ کا دن تھا، کافر مشرک ایک ہزار کی تعداد میں بڑی ٹھاٹ باٹ کے ساتھ اچھلتے کودتے ہوئے، نعرے مارتے، شادیانے بجاتے ہوئے آئے کہ آج مسلمانوں کا صفایا کر دینا ہے، گانے والی عورتیں ساتھ لائے کہ ہماری کامیابی کے گیت گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ ان کو بری طرح شکست ہوئی۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ آنحضرت ﷺ قیادت فرما رہے تھے، آٹھ تلواروں کا ایک ہزار تلوار کے ساتھ مقابلہ تھا۔ تین سو تیرہ کے مقابلے میں ایک ہزار آدمی تھے۔ عالم اسباب میں کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا مگر رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس دن کا انتظار کرو جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ۔ بڑے بڑے ستر کافر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے باقیوں کو بھاگنے کا رستہ نہ ملا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کیا، انھوں نے نہ مانا۔ بدر میں ان کو بڑی بری شکست ہوئی مگر نہ مانا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی تسلی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو پریشان نہ ہوں ایسے منکر اور سرکش پہلے بھی گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ اور البتہ تحقیق ہم نے

آزمایا ان سے پہلے فرعون کی قوم کو وَجَآءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ اور آیا ان کے پاس رسول بڑی عزت والا حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ عقائد کی کتابوں میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے، دوسرا درجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور تیسرا درجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ تو تمام مخلوق میں تیسرے درجے والا پیغمبر ہم نے ان کی طرف بھیجا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ سخت سے سخت کام کی بیگار ان سے لیتا تھا، پیسے نہیں دیتا تھا اور یہی کام اس کے کارندوں کا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں دو مطالبے رکھے۔ ایک فرمایا يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ [الاعراف: ۱۰۴] "اے فرعون بے شک میں بھیجا ہوا ہوں رب العالمین کی طرف سے۔" اور میرے ساتھ میرا بھائی ہارون بھی ہے اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ [طٰہٰ: ۴۷] "بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں آپ کے رب کی طرف سے۔" اس میں توحید کی دعوت بھی ہوگئی اور رسالت کی دعوت بھی آگئی۔

دوسرا مطالبہ تھا کہ تو بنی اسرائیل کو آزاد کر دے میں ان کو ارضِ مقدس شام لے جانا چاہتا ہوں۔ ان کو میرے حوالے کر تاکہ یہ آزادی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ ساتھ غلام قوم کی آزادی کا مطالبہ بھی کیا۔

فرمایا اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ یہ کہ حوالے کر دو میرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار۔ جو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہی پہنچاتا ہوں اپنی طرف سے کمی بیشی نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ اے اللہ کے بندو! جو میں تم سے کہتا ہوں اس کو ادا کرو۔ میں تمھیں رب تعالیٰ کے احکام کی

ادائیگی کا حکم دیتا ہوں کہ توحید مان لو، رسالت قبول کرلو، قیامت کو حق مانو اور جو تمہارے ذمے عبادات ہیں ان کو قبول کرو۔ میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے امانت داری کے ساتھ پہنچاتا ہوں۔ اور اے فرعونیو! وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اور یہ کہ سرکشی نہ کرو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں۔ یعنی نافرمانی نہ کرو اِنِّیْٓ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ بے شک میں لایا ہوں تمہارے پاس کھلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں عطا فرمائی تھیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے ان میں سے ایک لاٹھی کا سانپ بن جانا، گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے تو سورج کی طرح چمکتا تھا۔ یہ نشانیاں دیکھنے کے باجود فرعون، ہامان نے اور ان کی فوج نے موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اپنی اس تبلیغ سے باز آجاؤ ورنہ ہم تمھیں پتھروں سے سنگ سار کریں گے۔

اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اور بے شک میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی اَنْ تَرْجُمُوْنِ اس بات کی کہ تم مجھے رجم کرو۔ رجم کا معنیٰ ہوتا ہے کہ پتھر مار مار کے ختم کر دینا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حکم ہے کہ شادی شدہ مرد اور عورت بدکاری کریں اور شرعی ثبوت ہو جائے کہ چار شرعی گواہ ہوں یا وہ خود اقرار کریں تو ان کی سزا رجم ہے کہ میدان میں کھڑا کر کے سارے لوگ ان کو پتھر مار مار کے ختم کر دیں۔ تو فرمایا میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب کی مدد کے ساتھ اور تمہارے رب کی مدد کے ساتھ۔ اس بات سے کہ تم مجھے رجم کرو وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے فَاعْتَزِلُوْنِ تو مجھ سے کنارہ کشی کرو، الگ ہو جاؤ۔ میں نے تمہارے ساتھ لڑائی جھگڑا تو کرنا نہیں۔ میں نے بات تم کو سمجھا دی ہے اگر یہ بات تمھیں ہضم نہیں ہوتی تو الگ رہو یہ دھمکیاں دینے کا

کیا معنیٰ ہے کہ ہم تمھیں رجم کردیں گے۔ جب فرعون کے ظلم کی حد ہوگئی فَدَعَارَبَّهٗٓ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اپنے رب سے دعا کی اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ بے شک یہ قوم مجرم ہے۔ میں نے ان کو حق کی بات کہی ان کو نشانیاں بھی دکھائیں جو آپ نے میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائیں مگر یہ کوئی بات ماننے کے قریب نہیں آئے۔ الٹا زیادتیاں کیں، ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا پس لے جاؤ میرے بندوں کو رات کو اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ حکم یہ ہوا کہ ان کو یہ پروگرام بتادو کہ تمھیں یہاں سے ہجرت کرنا ہے۔ ارض مقدس شام کے علاقے میں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خفیہ طور پر سارا پروگرام اپنی قوم کو بتادیا کہ فلاں رات کو ہمیں یہاں سے چلے جانا ہے اپنا ضروری سامان تیار کرلو باقی تمہارا انتظام رب تعالیٰ خود کریں گے۔

بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا :

مصر بڑا آباد علاقہ تھا چنانچہ لوگ جب مصر سے چلے ہزاروں کی تعداد میں مرد عورتیں تھیں، بچے بھی ساتھ تھے۔ رات کے پرسکون وقت میں ایک بچہ آواز نکالے تو شور مچ جاتا ہے۔ پھر عورتیں تو ایسی مخلوق ہیں کہ اِن کو سو بار بھی چپ رہنے کا کہو تو یہ چپ نہیں رہ سکتیں وہ غیر اختیاری طور پر بولتی رہتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو ایسا سلایا کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل تو سارے غائب ہو گئے ہیں۔ فرعون کو اطلاع دی اس نے فوراً ایمرجنسی نافذ کردی اور فوج لے کر تعاقب کے لیے چل پڑا۔ اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا تم فوج کے آگے رہو اور جو عوام ساتھ آئے ہیں فوجی تعاون کے لیے وہ فوج کے پیچھے رہیں اور میں تمہارے پیچھے ہوں گا۔ یہ ہوتے کون ہیں مصر سے

جانے والے ان کا یہاں سے جانا ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔ مفت کے مزدور ہمارے ہاتھوں سے نکل کے جارہے ہیں اور بدنامی علیحدہ ہے موسیٰ علیہ السلام بحرِ قلزم پر پہنچے تو رب تعالیٰ کا حکم ہوا کہ پانی پر لاٹھی مارو راستے بن جائیں گے تم بحرِ قلزم کو پار کر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پانی کے بلاک بن گئے۔ اِس طرف کا پانی اِدھر کھڑا ہو گیا اور اُس طرف کا اُدھر کھڑا ہو گیا درمیان میں راستے بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام ساتھیوں کو لے کر بحرم قلزم عبور کر گئے ایک بچہ بھی پیچھے نہ رہا۔ فرعونی جب بحرِ قلزم میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریائے قلزم کو حکم دیا کہ چل پڑو۔ فرعونی سارے کے سارے غرق ہو کر جہنم رسید ہوئے کسی کو یہ بھی علم نہ ہوا کہ کہاں گئے ہیں۔

فرعون نے بڑی واویلا کی۔ کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ ''میں ایمان لاتا ہوں کہ بے شک کوئی الٰہ نہیں ہے سوائے اس کے جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل۔'' میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ''اب تم یہ کہتے ہو اور تحقیق تم نافرمانی کرتے تھے اس سے پہلے اور تھے تم فسادیوں میں سے۔'' ساری زندگی تیری نافرمانی میں گزری ہے فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً [سورۃ یونس: ۹۲] ''پس آج کے دن ہم بچالیں گے تیرے جسم کو تا کہ ہو جائے وہ ان لوگوں کے لیے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی۔'' آج تیرے بدن کو کنارے پر پھینکیں گے تا کہ پچھلوں کے لیے نشانی ہو جائے، عبرت ہو جائے کہ یہ تھا خدائی کا دعوے دار اور انجام یہ ہوا۔ چنانچہ پانی میں ڈوب کر مر گیا۔ پانی اندر جانے کے بعد وہ مشکیزے کی طرح ہو گیا پھر رب تعالیٰ نے اس کے بدن کو کنارے

پر پھینک دیا۔ اب تک اس کی نعش مصر کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ کسی کسی وقت اس کا فوٹو اخبار میں آجاتا ہے آدمی دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ یہ وہ خبیث ہے جو کہتا تھا انا ربکم الاعلی ۔ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو مصیبت میں ڈالا ہوا تھا۔ یہ تھا جس نے بنی اسرائیل کے بارہ ہزار بچے قتل کیے تھے اور ان کے مکان گرائے تھے۔

فرمایا وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اور چھوڑ دے سمندر کو رکا ہوا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ بے شک وہ لشکر ہے جو غرق کیا جائے گا۔ فرمایا كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ کتنے ہی چھوڑے انھوں نے باغات وَّعُيُوْنٍ اور چشمے وَّزُرُوْعٍ اور کھیتیاں چھوڑیں وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور عمدہ مقام۔ کوٹھیاں اور بڑی بڑی بلڈنگیں چھوڑیں جن میں قالین بچھے ہوئے تھے اور بڑے آسائش کے سامان تھے وہ سب چھوڑ گئے وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ اور خوشی کی چیزیں اور نعمتیں جن میں وہ آسودہ حال تھے۔ وہ سب چیزیں پیچھے رہ گئیں اور وہ سیدھے جہنم میں پہنچ گئے كَذٰلِكَ اسی طرح ہوا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو بحرِ قلزم میں غرق کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی وَاَوْرَثْنٰهَا اور ہم نے وارث بنایا ان چیزوں کا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ دوسری قوم کو۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ دوسری قوم سے مراد کون ہیں؟

بنی اسرائیل وادی تیہ میں :

علامہ بغوی رحمہ اللہ بڑے مفسر ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی وادی تیہ میں پہنچے جس کو آج کل کے جغرافیے میں وادی سینائی کہتے ہیں جو چھتیس (۳۶) میل لمبی اور چوبیس (۲۴) میل چوڑی ہے۔ ۱۹۶۷ء میں اس پر یہود نے حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اب کچھ حصہ مصر کو دے دیا ہے اور وہ حصہ جو فوجی اہمیت کا حامل ہے

اور جہاں تیل کے چشمے ہیں وہ سب یہودیوں کے پاس ہے۔ حالانکہ جغرافیے کے لحاظ سے یہ مصر کا حصہ ہے۔ وادی سینائی سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جیسے ہمارے ہاں مری ہے۔ تو علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ بنی اسرائیل جب وادی تیہہ میں پہنچے اور ان کو یقین ہو گیا کہ فرعون تباہ ہو گیا ہے اور اس کی فوجیں بھی تباہ ہو گئی ہیں تو کچھ لوگ ان میں سے واپس مصر چلے گئے۔ اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۵۹ پارہ نمبر ۱۹ میں آتا ہے وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ "اور ہم نے وارث بنایا بنی اسرائیل کو۔" کچھ واپس چلے گئے اور باقی وہیں رہے۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ فوری طور پر بنی اسرائیل وارث نہیں بنے کچھ عرصہ کے بعد بنے۔ فوری طور پر فرعون کے تباہ ہونے کے بعد وہاں کے دوسرے لوگوں نے قبضہ کر لیا۔ بعد میں یہ زمین اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ پس نہ رویا ان پر آسمان اور نہ زمین فرعونیوں کے تباہ ہونے پر۔

زمین و آسمان کا رونا :

اس مقام پر مفسرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کوئی مومن فوت ہوتا ہے تو اس پر آسمان اور زمین روتی ہے۔ زمین کے رونے کی وجہ وہ جگہ ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا، اٹھتا، بیٹھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا بندہ جب فوت ہو جاتا ہے تو آسمان کے دو دروازے بھی روتے ہیں۔ ایک وہ دروازہ جس سے اس کے نیک اعمال اوپر جاتے ہیں۔ اب وہ بند ہو گیا۔ اور دوسرا وہ کہ جس سے اس پر رب کی رحمتیں اور رزق نازل ہوتا تھا۔ تو مومن جب فوت ہوتا ہے زمین بھی روتی

ہے، آسمان بھی روتا ہے۔ اور فرعونیوں کے مرنے پر نہ زمین روئی اور نہ آسمان رویا بلکہ آنحضرت ﷺ نے ایک جنازہ دیکھ کر فرمایا مُسْتَرِيْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ "یہ آرام پانے والا ہے یا اس سے آرام حاصل ہو گیا ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! اس کا کیا معنٰی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ مومن ہے تو دنیا کی مصیبتوں سے اس کی جان چھوٹ گئی جنت کی خوشیوں اور نعمتوں میں چلا گیا تو یہ راحت پانے والا ہے اور اگر یہ برا ہے تو يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ "تو اس سے بندوں نے راحت حاصل کر لی، سڑکوں اور دیواروں نے راحت حاصل کر لی، حیوانوں اور درختوں نے راحت حاصل کر لی۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تو برے آدمی کا مرنا دوسروں کے لیے راحت ہے۔ تو زمین اور آسمان ان پر کیوں روئے گا؟ تو فرمایا نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین روئی وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ اور نہ ہوئے وہ مہلت دیئے ہوئے لوگوں میں سے کہ جب رب تعالیٰ کا عذاب اور گرفت آئی تو ان کو مہلت نہ ملی فوراً اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اگر یہ مکے والے باز نہیں آتے تو انتظار کریں ان کا بھی وہی حشر ہوگا کہ دنیا میں بھی تباہی اور آخرت میں بھی تباہی۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ
الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾
وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ
مَا فِيْهِ بَلٰۗؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِىَ اِلَّا مَوْتَتُنَا
الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَاۗىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾
اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّــعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا
خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ
مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَـيْــــًٔا وَّلَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع ۱۵

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور البتہ تحقیق ہم نے نجات دی بنی اسرائیل
کو مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ایسے عذاب سے جو توہین کرتا تھا مِنْ فِرْعَوْنَ
فرعون کی طرف سے اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا بے شک وہ فرعون سرکش تھا مِّنَ
الْمُسْرِفِيْنَ حد سے گزرنے والا وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے چنا
بنی اسرائیل کو عَلٰي عِلْمٍ علم کی بنیاد پر عَلَي الْعٰلَمِيْنَ جہان والوں پر
وَاٰتَيْنٰهُمْ اور دی ہم نے ان کو مِّنَ الْاٰيٰتِ نشانیاں مَا فِيْهِ جن میں
بَلٰۗؤٌا مُّبِيْنٌ انعام اور احسان تھا کھلا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ بے شک یہ مکے والے

لَیَقُوۡلُوۡنَ البتہ کہتے ہیں اِنۡ ھِیَ نہیں ہے یہ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی مگر ہماری پہلی ہی موت وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِیۡنَ اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے فَاۡتُوۡا پس لے آؤتم بِاٰبَآئِنَآ ہمارے باپ دادوں کو اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اگر ہوتم سچے اَھُمۡ خَیۡرٌ کیا یہ بہتر ہیں اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ یا تبع کی قوم وَّ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ اور وہ جو ان سے پہلے گزرے ہیں اَھۡلَکۡنٰھُمۡ ہم نے ان کو ہلاک کیا اِنَّھُمۡ کَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ بے شک وہ مجرم تھے وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو وَ الۡاَرۡضَ اور زمین کو وَمَا بَیۡنَھُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے لٰعِبِیۡنَ کھیلتے ہوئے مَا خَلَقۡنٰھُمَآ نہیں پیدا کیا ہم نے ان کو اِلَّا بِالۡحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ بے شک فیصلے کا دن مِیۡقَاتُھُمۡ ان کا مقرر وقت ہے اَجۡمَعِیۡنَ سب کا یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی اس دن نہیں کفایت کرے گا کوئی دوست عَنۡ مَّوۡلًی کسی دوست سے شَیۡئًا کچھ بھی وَّلَا ھُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰہُ مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اِنَّہٗ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ بے شک وہ غالب ہے مہربان ہے۔

تذکرۂ بنی اسرائیل :

موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل اور فرعون کا ذکر چلا آرہا ہے۔ ان آیات میں بھی ان کا

ذکر ہے۔فرمایا وَلَقَدۡ نَجَّیۡنَا اور البتہ تحقیق ہم نے نجات دی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ بنی اسرائیل کو مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُہِیۡنِ ایسے عذاب سے جو ان کو اذیت پہنچاتا تھا۔وہ کہاں سے ہوتا تھا؟ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ فرعون کی طرف سے ہوتا تھا۔تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی کہ فرعون اور فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم میں غرق کیا اور بنی اسرائیلیوں کو نجات دے کر وادی تیہ میں پہنچایا اور فرعون کے ظلم سے نجات دی اِنَّہٗ بے شک وہ فرعون کَانَ عَالِیًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ سرکش تھا حد سے بڑھنے والا تھا۔ان لوگوں میں سے تھا جو عدل وانصاف کی حدود پھلانگنے والے تھے۔فرعون بڑا ظالم تھا اس سے زیادہ ظلم کیا ہوگا کہ اپنے اقتدار کی خاطر بارہ ہزار بچے قتل کروائے تاکہ اس کے اقتدار پر کوئی زد نہ پڑے۔مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا دشمن اس کے گھر میں پالا اور اپنی قدرت بتلائی کہ تم کون ہوتے ہو ہمارے فیصلوں کو ٹالنے والے ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

فرمایا وَلَقَدِ اخۡتَرۡنٰہُمۡ اور البتہ تحقیق ہم نے چنا، انتخاب کیا بنی اسرائیل کا عَلٰی عِلۡمٍ علم کی بنیاد پر عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ جہان والوں پر۔اپنے زمانے میں بنی اسرائیل ساری قوموں سے اونچی قوم تھی۔ان میں اللہ تعالیٰ نے چار ہزار پیغمبر بھیجے، تین مشہور کتابیں ان پیغمبروں پر نازل ہوئیں۔تورات موسیٰ علیہ السلام پر، زبور داؤد علیہ السلام پر، انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر۔فرمایا ہم نے ان کا انتخاب کیا علم کی بنیاد پر جہان والوں پر وَاٰتَیۡنٰہُمۡ مِّنَ الۡاٰیٰتِ اور ہم نے دیں ان کو نشانیاں مَا فِیۡہِ بَلٰٓـؤٌا مُّبِیۡنٌ جن میں انعام اور احسان تھا کھلا۔یہ لوگ جب وادی تیہ میں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہاد کا حکم دیا۔کہنے لگے فَاذۡہَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ہٰہُنَا قٰعِدُوۡنَ [مائدہ:۲۴] ''پس آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور جا کر لڑو بے شک ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ارض

مقدس چالیس سال کے لیے ان پر حرام کردی۔ یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ وادی تیہ بڑا کھلا میدان تھا جہاں کوئی درخت بھی نہیں تھا کہ چند آدمی اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بادلوں کے ذریعے سائے کا انتظام کیا۔ جب سورج چڑھتا بادل آجاتے سورج کے غروب ہونے تک گہرے بادلوں کے سائے رہتے۔ اور ان کے کھانے کے لیے من وسلویٰ کا انتظام فرمایا۔ پکی پکائی کھیر اور بھنے ہوئے بٹیر ان کو مل جاتے تھے مگر ان لوگوں نے کہا لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ "ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک کھانے پر۔" ہم کو تو لہسن، پیاز چاہئیں، گندم اور دال چاول چاہئیں۔ پانی کی ضرورت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا پتھر پر لاٹھی مارو۔ وہاں ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ اس کے علاوہ بے شمار نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمائیں۔ تو دیں ہم نے ان کو نعمتیں جن میں انعام واحسان اور آزمائش تھی کھلی۔ یہ واقعات بیان فرما کر پھر اللہ تعالیٰ مکے والوں کو متوجہ کرتے ہیں۔

فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ مکے والے لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى نہیں ہے یہ مگر ہماری پہلی موت جو ہم مرتے ہیں اس موت کے بعد وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ اور دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ بس مر گئے، ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں، چورا چورا ہو گئیں، دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ قیامت ہے ہی نہیں۔ تم کہتے ہو دوبارہ اٹھنا ہے تو پھر اس طرح کرو فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ پس لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو۔ یہ ہمارے آباؤ اجداد کی قبریں ہیں ان کو اٹھا کر ہمیں دکھادو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے کہ مرے ہوئے دوبارہ اٹھتے ہیں تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ واقعی مردے دوبارہ زندہ ہوا کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا وقت مقرر کیا ہوا ہے

کسی کی فرمائش سے تو اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں بدلتا۔

قوم تبع :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ کیا یہ بہتر ہیں مکے والے یا تبع کی قوم بہتر ہے۔ تبع کا لفظ دو مرتبہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ ایک یہ اور دوسرا سورت ق میں۔ یہ کون بزرگ تھے؟ مستدرک حاکم میں روایت ہے آنحضرت نے فرمایا لَا اَدْرِیْ اَتُبَّعٌ نَبِیٌّ اَمْ لَا "میں نہیں جانتا تبع نبی تھے یا نہیں تھے۔" قوم کی اضافت نبی کی طرف ہوتی ہے۔ قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح۔ یہاں پر قوم کی اضافت تبع کی طرف ہوئی ہے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یمن کے علاقہ میں ایک قبیلہ تھا حمیر۔ اس قبیلے کا ایک آدمی تھا اسعد بن مُلیک۔ یہ آدمی پہلے آگ کی پوجا کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دی آگ کی پوجا سے توبہ کر کے خداوند عزیز کی توحید کا قائل ہو گیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے دیئے۔ ایک کا نام کریب اور دوسرے کا نام کرب تھا۔ تفسیروں میں اس کی کنیت ابوکرب بھی آتی ہے اور ابوکریب بھی آتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نو سو سال پہلے گزرا ہے۔ بڑا نیک اور پرہیزگار آدمی تھا اَوَّلُ مَنْ کَسَی الْکَعْبَةَ "یہ پہلا شخص ہے جس نے کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا تھا۔" قوم کو بڑا سمجھایا مگر قوم نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ اس کے لمبے چوڑے قصیدے بھی آتے ہیں۔ پہلی کتابوں کا علم بھی رکھتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا بھی اس کو علم تھا۔

اس کے ایک قصیدے کے ایک شعر کا یہ ترجمہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب کے سچے رسول ہیں۔ اگر میری عمر ان کی عمر تک لمبی کر دی جائے تو میں ان کی خدمت کروں گا۔

شهدت علی احمد انه رَسُوْلُ بارمن الناس

فَلَوْ مُدِتُّ عَلٰی عمری اِلٰی عمره لَکُنْتُ وزیرًا له وَزنًا

اس کا ایک خط عقیدت بھرا آپ ﷺ کے نام ہے۔ اس پیارے خط کے الفاظ بھی تم سن لو۔ یہ خط نقل در نقل ہوتے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس تھا۔ بالآخر یہ خط ان کے پاس پہنچا اور انھوں نے آنحضرت ﷺ کو پہنچایا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن زید تھا۔ ان کے ایمان لانے کا سبب بھی یہی خط تھا تبع کا جس کا نام اسعد بن مُلیک تھا۔ وہ لکھتا ہے:

''حقیر اور ناقص بندے کی طرف سے اِلٰی محمد بن عبد الله نَبِیٌّ محمد ﷺ کی طرف جو عبداللہ کے بیٹے نبی ہیں وَرَسُوْلِه اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں خاتم النبیّین خاتم النبیین ہیں وَرَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کے رسول ہیں ﷺ۔''

یہ اوپر عنوان تھا۔ خط کا مضمون کیا ہے؟ سنیے:

''اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اٰمَنْتُ بِكَ اے نبی کریم ﷺ! میں آپ پر ایمان لا چکا ہوں وَبِکِتَابِكَ الَّذِیْ یُنْزَلُ اِلَیْكَ اور اس کتاب پر بھی ایمان لا چکا ہوں جو آپ کی طرف اتاری جائے گی وَاَنَا عَلٰی دِیْنِكَ وَ مِلَّتِكَ اور میں آپ کے دین اور ملت پر ہوں آپ کے طریقے پر ہوں وَاٰمَنْتُ بِرَبِّكَ اور میں آپ کے رب پر ایمان لایا ہوں وَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ جو ہر شے کا رب ہے اس پر ایمان لایا ہوں وَاٰمَنْتُ بِکُلِّ مَا جَآءَ بِرَبِّكَ اور میں ہر اس شے پر ایمان لایا ہوں جو آپ کے رب کی طرف سے آئی ہے مِنْ شَرَائع الاسلام اسلام کے احکام جب بھی نازل ہوں گے میرا سب پر ایمان

ہے۔حضرت! فَاِنْ اَدْرَكْتُكَ فِيهَا وَ نَعِمْتُ اگر میں نے آپ کا دور پالیا تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی، میرے واسطے بڑی سعادت ہوگی وَاِنْ لَمْ اَدْرِكْكَ اور اگر حضرت! آپ کا زمانہ نہ پاسکا فَاشْفَعْ لِيْ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرنا وَلَا تَنْسَانِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت والے مجھے نہ بھلا دینا فَاِنِّيْ مِنْ اُمَّتِكَ پس میں آپ کی امت کا ایک فرد ہوں الاَوَّلِيْن جو آپ کی امت کے اول افراد ہیں وَبَايَعْتُكَ اور میں نے آپ کی روحانی بیعت کی ہے قَبْلَ مُجِيْئِكَ آپ کے آنے سے پہلے وَاَنَا عَلٰى مِلَّتِكَ اور میں آپ کی ملت پر ہوں وَ مِلَّةَ اَبِيْكَ اِبراهيم اور آپ کے دادا ابراہیم کی ملت پر ہوں۔"

یہ اسعد بن ملیک تبع رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھا تھا ثُمَّ خَتَمَ الْكِتٰبَ پھر اس نے خط پر مہر لگائی اور مہر کے الفاظ یہ ہیں وَ نَقَشَ عَلَيْهِ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ پہلے بھی معاملہ رب کے قبضۂ قدرت میں ہے اور بعد میں بھی معاملہ رب کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

یہ خط ہے اسعد بن ملیک رحمۃ اللہ علیہ کا جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے نوسو سال پہلے لکھا تھا۔ آخر تک بے چارہ کوشش کرتا رہا مگر قوم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بہتر ہیں یا قوم تبع وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور وہ جو ان سے پہلے گزرے ہیں اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ان کو ہلاک کیا۔ کیوں ہلاک کیا؟ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ بے شک وہ مجرم تھے۔ یہ مکے والے بھی مجرم ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور

زمین کو وَمَابَیْنَھُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے لٰعِبِیْنَ کھیلتے ہوئے۔ کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا۔ ان کے بنانے کا کوئی مقصد ہے۔

دیکھو! اسکول، کالج، یونیورسٹی، مدرسہ، جامعہ، دارالعلوم ہوتا ہے۔ ان کے بنانے کا مقصد تعلیم ہوتا ہے۔ یہ زمین آسمان بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ایک نصاب رکھا ہے، ہمیں ایک کورس دیا ہے۔ اس کو پڑھو اور اس پر عمل کرو الدّنیا مزرع الاٰخِرَۃ ''یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔'' جو بروقت کھیتی بوئے گا کٹائی کے وقت اچھی فصل کاٹے گا۔'' شاعر نے کہا ہے:

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

''اے بندے! عمل کے بدلے سے غافل نہ ہو۔ گندم کا بیج ڈالو گے گندم کاٹو گے، جو کا بیج ڈالو گے جو کاٹو گے۔'' آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم بوتے تو کچھ نہیں اور خیال ہمارا یہ ہے کہ ہم ان شاء اللہ فصلیں کاٹیں گے۔ کرتے کچھ نہیں اور خیال ہے کہ ہم جنت کے وارث ہیں۔ ساری کامیابیاں ہمارے لیے ہیں۔ عربی کے ایک شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

دخل الذنوب الی الذنوب و ترتقی
طرق الجنان بھا و فوز العامل
وَ نَسِیْتَ ان اللہ اخرج آدمہ
منھا الی الدنیا بذنبٍ واحدٍ

''اے بندے! میری بات سنو! گناہوں کی بوریوں پر بوریاں (تھیلوں پر تھیلے) بھرتے

جار ہے ہو۔ اتنے بورے (تھیلے) لے کر جنت میں کیسے جاؤ گے؟ اور بھول گئے ہو آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک گناہ کی وجہ سے جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا۔" تم گناہوں کے بورے لے کر جنت میں کیسے جاؤ گے۔ کاش! کہ ہمارے اندر غیرت والا مادہ ہو اور ہم ہر چیز سے عبرت حاصل کریں۔ تو فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ نہیں پیدا کیا ہم نے ان دونوں کو مگر حق کے ساتھ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کھانے پینے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ انھوں نے دنیا میں آنے کا مقصد یہی سمجھا ہے کہ بس کھاؤ، پیو، کماؤ، آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے۔

فرمایا سن لو! اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ بے شک فیصلے کا دن ان کا مقرر وقت ہے اَجْمَعِيْنَ سب کا ایک دن آئے گا توحید اور شرک کا فیصلہ ہوگا، سنت اور بدعت کا فیصلہ ہوگا، ایمان اور کفر کا فیصلہ ہوگا، سچے اور جھوٹے کا فیصلہ ہوگا، نیکیوں اور برائیوں کا فیصلہ ہوگا۔ اس کا وقت مقرر ہے۔ فرمایا کان لگا کر (غور سے) سن لو يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا اس دن نہیں کفایت کرے گا کوئی دوست کسی دوست کی کچھ بھی۔ دنیاوی دوستی قطعاً کوئی فائدہ نہیں دے گی سوائے متقیوں کے۔ اس سے پہلی سورت میں پڑھ چکے ہو اَلاخلاء بعضهم لبعض عدوٌّ الا الْمُتَّقِيْنَ "دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقیوں کی دوستی برقرار رہے گی۔" تو فرمایا نہیں کفایت کرے گا کوئی دوست کسی دوست کی کچھ بھی قیامت والے دن وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ رب تعالیٰ کی رحمت ہوگی ایمان والوں پر، نیک عمل کرنے والوں پر اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ بے شک وہ

غالب ہے اس کو فیصلے سے کوئی روک نہیں سکتا، مہربان ہے۔ اُسی پر رحمت کرے گا جو اہل اور مستحق ہوگا۔ قیامت حق ہے ہر آدمی کو اس کی فکر کرنی چاہیے اور دور بھی نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے اور دوزخ بھی سامنے۔

اِنَّ شَجَرَتَ

الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۷/۱۶

اِنَّ بے شک شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ تھوہڑ کا درخت طَعَامُ الْاَثِیْمِ گناہ گاروں کی خوراک ہے كَالْمُهْلِ جیسے تلچھٹ (پگھلے ہوئے تانبے کی طرح) یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ (جوش مارے گا) جو کھولتا ہے پیٹوں میں كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ جیسے کھولتا ہوا پانی خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَاعْتِلُوْهُ پس گھسیٹو اس کو اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ جہنم کے درمیان تک ثُمَّ صُبُّوْا پھر ڈالو فَوْقَ رَاْسِهٖ اس کے سر پر مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ گرم پانی کا عذاب ذُقْ چکھ لے مزہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ بے شک تو غالب اور عزت والا تھا

اِنَّ هٰذَا بے شک یہ مَا وہ چیز ہے كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ جس کے بارے میں تم شک کرتے تھے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ امن والی جگہ میں ہوں گے فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں وَّعُيُوْنٍ اور چشموں میں يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ پہنیں گے باریک ریشم کا لباس وَّاِسْتَبْرَقٍ اور موٹے ریشم کا لباس مُّتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھیں گے كَذٰلِكَ اسی طرح ہوگا وَزَوَّجْنٰهُمْ اور ہم ان کا نکاح کر دیں گے بِحُوْرٍ عِيْنٍ سفید رنگ کی موٹی موٹی آنکھوں والی عورتوں کے ساتھ يَدْعُوْنَ فِيْهَا طلب کریں گے جنتی ان باغوں میں بِكُلِّ فَاكِهَةٍ ہر قسم کے پھل اٰمِنِيْنَ امن کے ساتھ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا نہیں چکھیں گے ان باغوں میں الْمَوْتَ موت کو اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى مگر وہ پہلی موت وَوَقٰهُمْ اور بچائے گا ان کو اللہ تعالیٰ عَذَابَ الْجَحِيْمِ شعلہ مارنے والی آگ کے عذاب سے فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ یہ مہربانی ہے آپ کے رب کی طرف سے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ ہے وہ کامیابی بڑی فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَسَّرْنٰهُ ہم نے آسان کیا ہے قرآن پاک کو بِلِسَانِكَ آپ کی زبان پر لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ بے شک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع کے آخر میں تھا اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ مِیۡقَاتُھُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ بے شک ان سبّ کے فیصلے کا دن مقرر ہے یعنی قیامت والا دن۔ قیامت برحق ہے ضرور آئے گی سب کا فیصلہ ہوگا۔ اصولی طور پر دو گروہ ہوں گے :

①...... کافر مشرک۔

②...... دوسری طرف مومن موحد۔

پھر ان کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ بُرے لوگوں کے بھی درجے ہیں اور نیکوں کے بھی درجے ہیں۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ دونوں گروہوں کی خوراک کا ذکر فرماتے ہیں۔ مجرموں کی خوراک کیا ہوگی؟ ارشاد ربانی ہے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ بے شک تھوہڑ کا درخت طَعَامُ الۡاَثِیۡمِ گناہ گاروں کی خوراک ہے۔ وہ تھوہڑ کا درخت دنیا میں موجود نہیں ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ وہ اتنا کڑوا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے تو تمام دریا کڑوے ہو جائیں۔ اور اتنا بدبودار ہوگا کہ اگر ایک قطرہ دنیا میں پھینکا جائے تو مشرق سے مغرب تک دنیا اس کی بدبو سے مر جائے گی۔ بھوک کے دردناک عذاب کے وقت اس کے کھانے پر مجبور ہوں گے۔ بغیر بھوک کے اس کو کون کھائے گا۔

تو فرمایا تھوہڑ کا درخت گناہ گاروں کی خوراک ہے کَالۡمُھۡلِ جیسے تیل کے نیچے تلچھٹ ہوتی ہے، گندمند۔ اُس طرح کی اس کی شکل ہوگی نہایت بُری۔ اور مُھل کا معنیٰ پگھلے ہوئے تانبے کا بھی کرتے ہیں۔ جیسے پگھلا ہوا تانبا ہوتا ہے بڑا گرم۔ تو حدت کی شدت کے اظہار کے لیے اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے یَغۡلِیۡ فِی الۡبُطُوۡنِ جوش

مارے گا پٹوں میں، اُبلے گا كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ جیسے گرم پانی کھولتا ہے، ابلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے خُذُوْهُ پکڑو اس مجرم کو فَاعْتِلُوْهُ پس گھسیٹو اس کو اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ جہنم کے درمیان کی طرف۔ جن فرشتوں کی ڈیوٹی لگی ہوگی وہ مجرم کو کنارے سے کھینچ کر جہنم کے درمیان میں لے جائیں گے۔ فرشتوں کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ وہ دوزخ میں ایسے ہوں گے جیسے دفتر میں بیٹھے ہیں۔ دوزخی چیخیں گے۔ سورہ فاطر آیت نمبر ۳۷ پارہ ۲۲ میں ہے وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ''اور وہ دوزخ میں چیخیں ماریں گے، واویلا کریں گے۔'' مگر فرشتے ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ ایک ایک مجرم اتنا روئے گا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کے رخسار پر آنسوؤں کی وجہ سے نالیاں سی بن جائیں گی جیسے پہاڑی علاقوں میں ندیاں بہتی ہیں کہ ان میں کشتی چلاؤ تو چل پڑے گی اور جب آنکھوں سے آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون آئے گا۔

تو فرمایا ان کو جہنم کے درمیان تک گھسیٹ کر پہنچاؤ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ پھر ڈالو اس کے سر پر مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ گرم پانی کا عذاب۔ فرشتے جب گرم پانی سر پر ڈالیں گے تو سارا چمڑا پاؤں تک اتر جائے گا۔ فوراً دوسرا چمڑا پہنا دیا جائے گا۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۵۶ پارہ ۵ میں ہے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا ''جب بھی ان کے چمڑے جل جائیں گے ہم ان کے لیے دوسرے چمڑے تبدیل کر دیں گے۔'' رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کتنی دفعہ چمڑے جلیں گے اور کتنی دفعہ بدلیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے۔ تو فرمایا پھر ڈالو اس کے سر پر گرم پانی کا عذاب۔ کہا جائے گا ذُقْ چکھ اے مجرم! مزہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ بے شک تو دنیا میں غالب اور عزت والا تھا اب مزہ چکھ۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ ابوجہل مجلسوں میں بیٹھ کر کہا کرتا تھا کہ وادیٔ بطحا میں مجھ سے زیادہ عزت والا کون ہے۔ یہ مٹھی بھر مسلمان میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور دنیا میں اس قسم کے بہت متکبر اور سرکش لوگ ہوئے جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقت ور اور سب سے زیادہ عزت والا سمجھتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا چکھو اپنے کیے کا، مزہ تم بڑے غالب اور عزت والے تھے اِنَّ هٰذَا مَا بے شک یہ ایسی چیز ہے كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ جس کے بارے میں تم شک کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کے نبی تمھیں بُرے انجام سے ڈراتے تھے کہ جب مر کر مٹی ہو جائیں گے، ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْم [سورہ یٰسین] ''کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔'' پھر ہم کیسے زندہ ہوں گے۔ تو تم حشر کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے تھے لو آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور سزا کا مزہ چکھ لو۔ مجرموں کی سزا کو بیان کرنے کے بعد اب نیکوں کے انعامات کا ذکر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ بے شک متقی، پرہیزگار جو کفر و شرک سے بچتے رہے اور خدا اور رسول کے احکام پر عمل کرتے رہے وہ امن و چین کے مقام میں ہوں گے۔ وہ مقام کیا ہے؟ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ باغوں میں ہوں گے اور چشموں میں ہوں گے۔ آگے جنتیوں کے لباس کا ذکر ہے۔ فرمایا يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ پہنیں گے باریک ریشم کا لباس اور موٹے ریشم کا لباس۔ کسی کو باریک پسند ہوتا ہے اور کسی کو موٹا کپڑا پسند ہوتا ہے۔ ریشم دنیا میں مردوں کے لیے حرام ہے اور آخرت میں حلال ہوگا مُّتَقٰبِلِيْنَ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھیں گے کوئی جنتی کسی سے روگردانی نہیں کرے گا۔ ہر جنتی کے دل میں دوسرے کی الفت اور محبت ہوگی۔

فرمایا كَذٰلِكَ اسی طرح ہوگا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ اور ہم ان کا نکاح کر دیں گے سفید رنگ کی موٹی موٹی آنکھوں والی عورتوں کے ساتھ۔ حوروں کی خلقت دنیا کی مٹی سے نہیں ہے بلکہ وہ زعفران، کافور، مشک اور عنبر سے پیدا کی گئیں ہیں۔ یہ دنیاوی عورتوں کے علاوہ ہوں گی۔

جنتیوں کے لیے نعمت :

آگے اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کی ایک اور نعمت کا ذکر فرمایا ہے يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ طلب کریں گے جنتی ان باغوں میں ہر قسم کے پھل امن کے ساتھ۔ احادیث میں آتا ہے کہ جونہی کسی جنتی کے دل میں کوئی پھل کھانے کی خواہش پیدا ہوگی اس پھل کا درخت جنتی کے قریب آ کر جھک جائے گا۔ یہ پھل توڑ کر کھائے گا اس جگہ فوراً دوسرا پھل لگ جائے گا۔ پھر امن اور دل جمعی کے ساتھ جو بھی طلب کریں گے، حاصل کرنے میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوگی اور نہ ہی انتظار کرنا پڑے گا۔ پھلوں کے علاوہ کھانے کے لیے پرندوں کا گوشت ہوگا۔ سورۃ واقعہ آیت نمبر ۲۱ میں ہے وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ "اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے۔" دنیا میں ہر طرح کی نعمتوں کے میسر ہونے کے باوجود موت کا ڈر سوار رہتا ہے اور نعمتوں کے زوال کا خطرہ بھی رہتا ہے مگر جنت میں ایسی کوئی فکر نہیں ہوگی جنت کی زندگی بھی دائمی ہوگی اور موت کا بھی خطرہ نہیں ہو گا۔

فرمایا لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ نہیں چکھیں گے ان باغوں میں موت کو اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى مگر وہ پہلی موت جو دنیا میں آ چکی ہے اب دوبارہ موت نہیں آئے گی وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اور بچائے گا ان کو اللہ تعالیٰ شعلہ مارنے والی آگ

کے عذاب سے ۔ اب ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ یہ مہربانی ہے آپ کے رب کی طرف سے کہ دنیا میں اس نے صحیح عقیدہ اور اچھا عمل نصیب کیا کہ جس کے نتیجے میں یہ نعمتیں حاصل ہوئی جو بڑی اور دائمی ہیں ۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا نتیجہ ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ ہے وہ کامیابی بڑی۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۸۵ میں ہے مَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ''جو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس وہ کامیاب ہو گیا۔'' آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر دوزخ سے بچنا چاہتے ہو اور جنت میں جانا چاہتے ہو تو قرآن کریم کو سمجھو اور اس پر عمل کرو اس کے مطابق عقیدہ اور عمل بناؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ پس پختہ بات ہے ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن پاک کو آپ کی زبان پر لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی مادری زبان میں نازل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی زبان بھی عربی، خاندان قریش کی زبان بھی عربی اور قرآن کریم بھی عربی زبان میں نازل کیا تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہماری زبان اور ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی زبان اور ہے ہمیں سمجھ ہی نہیں آرہی ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن عربی زبان میں نازل کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں سمجھ نہیں آیا ۔ اب اگر کوئی نہیں سمجھے گا اور اپنا عقیدہ اور عمل قرآن کے مطابق نہیں بنائے گا تو اللہ تعالیٰ سزا دینے میں حق بجانب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے پیغمبر! فَارْتَقِبْ پس آپ انتظار کریں کیوں کہ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ بے شک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ۔ جو آپ کے مخالف ہیں وہ

آپ کی ناکامی اور شکست کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ اس بات کا انتظار کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق کیا فیصلہ فرماتے ہیں؟ آپ انتظار کریں اور دیکھیں کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الجاثیۃ

(مکمل)

جلد............١٨

آیاتھا ۳۷ ۴۵ سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۵ رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣ وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ
اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝٤ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ
الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٥ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
فَبِاَیِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝٧
يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰی عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٨ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَاِۨ اتَّخَذَهَا هُزُوًا
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٩ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا
كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠
هٰذَا هُدًی وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝١١

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اتاری ہوئی ہے کتاب مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَكِيْمِ جو حکمت والا ہے اِنَّ
فِی السَّمٰوٰتِ بے شک آسمانوں میں وَالْاَرْضِ اور زمین میں لَاٰيٰتٍ

البتہ نشانیاں ہیں لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لیے وَفِيْ خَلْقِكُمْ اور تمہارے پیدا کرنے میں وَمَا يَبُثُّ اور جو بکھیرے ہیں اس نے مِنْ دَآبَّةٍ جانور اٰيٰتٌ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ اور رات کے مختلف ہونے میں وَالنَّهَارِ اور دن کے وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ اور جو نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مِنْ رِّزْقٍ رزق فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے خشک ہو جانے کے بعد وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں اٰيٰتٌ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں نَتْلُوْهَا جن کو ہم پڑھتے ہیں عَلَيْكَ آپ پر بِالْحَقِّ حق کے ساتھ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ پس کس بات پر بَعْدَ اللّٰهِ اللہ کی بات کے بعد وَاٰيٰتِهٖ اور اس کی آیتوں کے بعد يُؤْمِنُوْنَ ایمان لائیں گے وَيْلٌ ہلاکت ہے لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ہر بہتان تراش گناہ گار کے لیے يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ جو سنتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تُتْلٰى عَلَيْهِ جو پڑھی جاتی ہیں اس پر ثُمَّ يُصِرُّ پھر اصرار کرتا ہے مُسْتَكْبِرًا تکبر کرتے ہوئے كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا گویا کہ سنا ہی نہیں ان آیات کو فَبَشِّرْهُ پس اس کو خوش خبری سنا دے بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ درد ناک عذاب کی وَاِذَا عَلِمَ اور جس وقت جانتا ہے مِنْ اٰيٰتِنَا ہماری

آیتوں میں سے شَیْئًا کسی چیز کو اتَّخَذَهَا هُزُوًا بناتا ہے ان کو ٹھٹھا لیا ہوا اُولٰٓئِكَ ایسے لوگ ہیں لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ان کے لیے عذاب ہے رسوا کرنے والا مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ان کے آگے دوزخ ہے وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ اور نہیں کفایت کرے گی ان سے مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا جو انھوں نے کمائی ہے کچھ بھی وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا اور نہ وہ جن کو انھوں نے بنایا ہے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَوْلِيَآءَ کارساز وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے لیے عذاب ہے بڑا هٰذَا هُدًى یہ قرآن سراسر ہدایت ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ لَهُمْ عَذَابٌ ان کے لیے عذاب ہے مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ بڑا سخت دردناک۔

تعارف سورۃ :

اس سورت کا نام جاثیہ ہے۔ اس سورت کے آخر میں آئے گا وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً تو اس لفظ کے ساتھ سورت کا نام جاثیہ ہے۔ اس کی وضاحت اپنے مقام پر آئے گی۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے چونسٹھ (۶۴) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار رکوع اور سینتیس (۳۷) آیتیں ہیں۔ حٰمٓ کے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام کی طرف اشارہ ہے۔ حا سے مراد حَمِيْدٌ ہے اور میم سے مراد مَجِيْدٌ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے۔ کس کی طرف سے اتاری گئی ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے الۡعَزِیۡزِ جو غالب ہے الۡحَکِیۡمِ حکمت والا ہے۔ یہ کتاب کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے نہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے خود بنائی ہے نہ کسی اور نے ان کو بتلائی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔ اس کا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بے شک آسمانوں میں اور زمین میں لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ البتہ نشانیاں ہیں مومنوں کے لیے۔ آسمان کی بلندی کو دیکھو پھر اس بات پر غور کرو کہ اس کے نیچے نہ ستون، نہ دیوار۔ پھر اس پر سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھو یہ ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے اور اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہے۔ پھر زمین کی کشادگی کو دیکھو اس میں پہاڑ، دریا وغیرہ کو دیکھو یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

مومنوں کے لیے فرمایا دور نہ جاؤ وَفِیۡ خَلۡقِکُمۡ اور تمہارے پیدا کرنے میں رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حقیر قطرے سے لوتھڑا بنایا پھر اس کی بوٹی بنائی پھر انسانی شکل تیار کی، آنکھیں بنائیں، ناک کان بنائے، زبان بنائی، ہاتھ پاؤں بنائے، پھر اس میں روح ڈالی۔ اس چھوٹے سے وجود میں دل، جگر، گردے، معدہ بنایا۔ یہ مستقل چھوٹا سا ایک کارخانہ ہے۔ تم اپنی خلقت پر غور کرو۔ تو رب تعالیٰ کی قدرت سمجھ میں آ جائے گی۔ وَمَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اور جو اس نے بکھیرے ہیں جانور۔ جانوروں کی شکلیں دیکھو، اونٹ کو دیکھو، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ کی شکل دیکھو، کتے بلی وغیرہ کی شکلیں دیکھو، سانپ، بچھو کی شکل دیکھو۔ چھوٹی چھوٹی مینڈکیاں دیکھو۔ بے شمار اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جس کو دیکھ کر رب تعالیٰ کی قدرت کا یقین ہو جاتا ہے اٰیٰتٌ نشانیاں ہیں لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ

وَالنَّهَارِ اور رات دن کے مختلف ہونے میں۔رات سیاہ،دن سفید،کبھی رات بڑھ جاتی ہے کبھی دن بڑھ جاتا ہے۔کسی جگہ دن رات چھوٹے چھوٹے ہیں اور کسی جگہ بڑے بڑے ہیں۔جنوبی افریقہ میں ہم نے دیکھا ہے کہ شام کی نماز سوا پانچ بجے پڑھتے ہیں اور فجر چھ بجے پڑھتے ہیں۔دن وہاں بہت لمبا ہوتا ہے۔ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ اور وہ جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے مِنْ رِّزْقٍ رزق۔یہاں رزق سے مراد بارش ہے کیوں کہ بارش رزق کا سبب ہے۔سبب کے اوپر رزق کا اطلاق کیا ہے۔بارشیں نہ ہوں تو فصلیں نہیں اگتیں،نہ درخت اگتے ہیں۔ایسے سمجھو جیسے ہر شے مردہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بارش نازل ہوتی ہے فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو اللہ تعالیٰ نے بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے خشک ہونے کے بعد مرنے کے بعد۔اب زمین سرسبز ہوگئی،درخت اگ آئے،فصلیں اگیں،یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں۔کبھی ہوا مشرق کی طرف سے کبھی مغرب کی طرف سے چلتی ہے،کبھی گرم اور کبھی سرد چلتی ہے۔پھر ہوا عالم اسباب میں زندگی کا ذریعہ ہے۔لیکن اگر یہی ہوا تیز ہو جائے تو پھر بربادی ہے وہی پانی جو انسان کی زندگی کا ذریعہ ہے سیلاب بن جائے تو بہا کے لے جاتا ہے،مکان تباہ ہو جاتے ہیں۔مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

پہلے زمانے میں سورج گرہن لگتا تو لوگ صدقہ و خیرات کرتے تھے،نماز پڑھتے تھے،استغفار کرتے تھے،ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کیا ہو گیا ہے؟ آج طوفان آجائیں ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔مجال ہے کہ کوئی نماز کی طرف آجائے،دین کی طرف آجائے،گناہوں سے توبہ کرلے۔کوئی گرمی سے مرتا ہے،کوئی سردی سے مرتا ہے،کوئی

سیلاب میں مرتا ہے مگر عبرت کوئی نہیں حاصل کرتا۔ معاف رکھنا! ہم بڑے ڈھیٹ ہیں۔

تو فرمایا ہواؤں کے پھیرنے میں اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے، عقل سے کام لیتی ہے تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ جو پڑھی جاتی ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔

یہ قرآن پاک ہے رب تعالیٰ کا کلام ہے، رب تعالیٰ نے اس کو اتارا ہے، اس کی آیات حق ہیں، اس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ صرف اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم پر عمل ہو جائے تو انسان، انسان بن جاتا ہے اور اس کو حقیقی زندگی نصیب ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کے بغیر انسان، انسان نہیں بن سکتا۔ اور صحیح معنیٰ میں انسان بن جائے تو اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ہے [سورۃ البینۃ: پارہ ۳۰] اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بہتر ہے اور اگر انسانیت چھوڑ دے تو اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ [ایضاً] ”تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہے۔“ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ”مویشیوں کی طرح، گدھوں کی طرح ہے، بلکہ ان سے بھی بدتر ہے۔“ فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم پڑھتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰہِ پس کس بات پر اللہ تعالیٰ کی بات کے بعد وَاٰیٰتِہٖ اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے بعد یُؤْمِنُوْنَ ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بات سے زیادہ وزنی کوئی بات ہے؟ زیادہ پکی اور محکم کوئی بات ہے؟ اللہ تعالیٰ کی آیات سے زیادہ محکم کوئی شے ہے؟ اس کے بعد یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

فرمایا وَیْلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ ہلاکت ہے، خرابی ہے ہر بہتان تراش کے لیے اَثِیْمٍ جو گناہ میں ڈوبا ہوا ہے۔

آنحضرت علیہ وآلہ ﷺ کی صداقت اور نبوت کی دلیل :

آنحضرت علیہ وآلہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں جب نبوت کا دعویٰ کیا تو جن لوگوں کے ذہن صاف تھے وہ فوراً ایمان لے آئے۔ عورتوں میں سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اگر تم دیکھو اور سوچو تو ان تینوں کا ایمان ہی آپ علیہ وآلہ ﷺ کی صداقت اور نبوت کی دلیل ہے۔ اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی، معجزات نہ ہوتے، چاند دو ٹکڑے نہ ہوتا، معراج جسمانی نہ ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ ان تینوں کا مسلمان ہونا ہی آپ علیہ وآلہ ﷺ کی صداقت کی بڑی دلیل ہے۔

کیونکہ مرد میں جتنے عیب اور خامیاں ہوتی ہیں ان کو جتنا بیوی جانتی ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ معاذ اللہ تعالیٰ اگر آپ علیہ وآلہ ﷺ میں خوبیاں اور محاسن نہ ہوتے اور کوئی خامی ہوتی تو خدیجہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان نہ لاتیں۔ وہ کہتیں میں جانتی ہوں آپ ﷺ جو ہیں۔ تو ان کا ایمان لانا آپ علیہ وآلہ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔

دوسرے نمبر پر آدمی کا لنگوٹیا یار اس کی خوبیوں اور کمزوریوں کو جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ علیہ وآلہ ﷺ کے لنگوٹیے یار اور دوست ہیں اگر آپ علیہ وآلہ ﷺ میں کمالات نہ ہوتے کوئی کمزوری ہوتی ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان نہ لاتے اور کہتے میں لنگوٹیا یار ہوں سب کچھ جانتا ہوں۔ لیکن یقین جانو! ابوبکر رضی اللہ عنہ جب سامنے آئے اور آپ علیہ وآلہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت اور نبوت عطا فرمائی ہے جہاں دایاں پاؤں تھا وہیں رہا جہاں بایاں پاؤں تھا وہیں رہا اٹھایا نہیں اور کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان آپ علیہ وآلہ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔

تیسرے نمبر پر گھریلو خادم اور نوکر آدمی کی خوبیوں اور کمزوریوں سے واقف ہوتا ہے۔زید بن حارثہ آپ ﷺ کے خادم ہیں۔آپ ﷺ نے ان کو منہ بولا بیٹا بھی بنایا تھا جس کو عربی میں متبنّٰی کہتے ہیں۔جب آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوا اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔نبوت سے پہلے پندرہ سال کا عرصہ گزرا ہے۔یہ پندرہ سال زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔سفر میں بھی اور حضر میں بھی ، گھر میں بھی اور باہر بھی۔اگر آپ ﷺ میں کوئی خامی اور کمزوری ہوتی تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہتے نہیں میں ان کا خادم ہوں میں سب کچھ جانتا ہوں۔لیکن وہ بھی فوراً ایمان لے آئے۔تو ان تینوں بزرگوں کا ایمان میں پہل کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ ذات باکمال تھے اور مخلوق والے عیوب سے پاک تھے۔لیکن اس کے باوجود کافروں نے آپ ﷺ کو مفتری کہا، کذاب کہا، جادوگر کہا، کسی نے مسحور کہا، کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ کہا۔فرمایا ویل ہے بہتان تراش کے لیے۔ویل کا معنیٰ ہلاکت بھی ہے اور ویل جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے وہ اتنا گہرا ہے کہ مجرم جب اس میں پھینکے جائیں گے تو آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے ستر سال کے بعد نیچے پہنچیں گے۔یہ بہتان تراش گناہوں میں ڈوبے ہوؤں کے لیے ہے۔

وہ کیا کرتا ہے یَسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ سنتا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کو تُتْلٰى عَلَيْهِ جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں ثُمَّ يُصِرُّ پھر وہ اصرار کرتا ہے، ضد کرتا ہے، اڑ جاتا ہے مُسْتَكْبِرًا تکبر کرتے ہوئے۔قرآن پاک کو سنتا ہے، سمجھتا نہیں۔پھر اپنے کفر و شرک اور گناہوں پر اصرار کرتا اور اڑا رہتا ہے۔تکبر کرتے ہوئے، حق کو ٹھکراتے ہوئے۔تکبر

کہتے ہیں بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ "حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔"
كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا گویا کہ اس نے آیات سنی ہی نہیں ہیں۔ سنی کو اَن سنی کر دیتا ہے۔ یہ
انسان کی بہت بُری حالت ہے کہ حق سن کر قبول نہ کرے اپنی غلطی پر ڈٹا رہے فَبَشِّرْهُ
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اے نبی کریم ﷺ! ایسے شخص کو خوش خبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔
یہ طنز اور استہزاء ہے عذاب کی خوش خبری نہیں ہوتی۔ پھر عذاب بھی دردناک۔ یہ دین
کے ساتھ مذاق کرتے ہیں، خدائی احکام کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں ان کو دردناک
عذاب کی خوش خبری سنا دیں وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اور جب جانتا ہے ہماری آیات
میں سے کسی چیز کو اتَّخَذَهَا هُزُوًا بناتا ہے اس کو ٹھٹھا کیا ہوا۔ ان کے ساتھ مذاق کرتا
ہے۔ کہتا ہے یہ کیسا قرآن ہے کہ اس میں مکھی اور مکڑی کا ذکر ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ایسے لوگ ہیں ان کے لیے عذاب ہے رسوا کرنے والا، ذلیل کرنے والا مِنْ
وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ۔ وراء کا لفظ دو معنوں کے لیے آتا ہے۔ آگے کے لیے بھی اور پیچھے کے
لیے بھی۔ یہاں آگے کے معنیٰ میں ہے کیونکہ وفات کے بعد آدمی آگے جاتا ہے۔ تو معنیٰ
ہوگا اور ان کے آگے دوزخ ہے وہ قبر میں بھی اور آخرت میں بھی مبتلائے عذاب رہیں
گے وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا اور نہیں کفایت کرے گی ان سے جو انھوں نے
کمائی کی ہے کچھ بھی۔ ان کا مال، اولاد، صدارت، وزارت، ان کو عذاب سے نہیں بچا
سکے گی۔ یار دوست عذاب سے نہیں بچا سکیں گے وَلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ
اور نہ وہ بچا سکیں گے جن کو انھوں نے بنایا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کارساز۔ نہ لات
کام آئے گا، نہ منات وعزّیٰ، نہ ہبل اور نہ اور کوئی وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور ان کے
لیے عذاب ہوگا بڑا هٰذَا هُدًى یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم یہ نری ہدایت ہے

الم ذلك الكتب لا ريب فيه "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لیے۔" ماننے والوں کے لیے ہدایت ہے، دوسروں کے لیے کچھ بھی نہیں ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ اور وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیات کا لَهُمْ عَذَابٌ ان کے لیے عذاب ہے، سزا ہے مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ بڑی سخت دردناک۔ رِجز کا معنی ہے سِيِّئُ الْعَذَاب سخت عذاب، شدید عذاب۔ الیم کا معنی دردناک۔ آج دنیا کی آگ میں کوئی انگلی داخل نہیں کر سکتا اور وہ آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے اور سر سے پاؤں تک سارا عذاب میں مبتلا ہوگا وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا "اور وہ اس میں چیخیں ماریں گے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ [ہود: ۱۰۶] "ان کے لیے گدھے کی آوازیں ہوں گی۔" کوئی ان کی شنید نہیں ہوگی۔ جنھوں نے رب تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا، قرآن سنا نہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے بنائے جنھوں نے قرآن کریم کو سمجھا اور اپنا عقیدہ اور عمل قرآن کے مطابق بنایا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے سَخَّرَ لَكُمْ جس نے مسخر کیا تمہارے لیے الْبَحْرَ سمندر کو لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ تاکہ چلیں کشتیاں اس میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم سے وَ لِتَبْتَغُوْا اور تاکہ تم تلاش کرو مِنْ فَضْلِهٖ اس کے فضل سے وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو وَ سَخَّرَ لَكُمْ اور تابع کیا تمہارے لیے مَّا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَ مَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے جَمِیْعًا مِّنْهُ سب اسی کی طرف سے ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں

ہیں لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ اس قوم کے لیے جو فکر کرتی ہے قُلۡ آپ کہہ دیں لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں یَغۡفِرُوۡا وہ درگزر کریں لِلَّذِیۡنَ ان لوگوں سے لَا یَرۡجُوۡنَ جو نہیں امید رکھتے اَیَّامَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے دنوں کی لِیَجۡزِیَ قَوۡمًۢا تا کہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ اس قوم کو بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ اس چیز کا جو وہ کماتے ہیں مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا جس نے اچھا عمل کیا فَلِنَفۡسِہٖ پس اپنے نفس کے لیے ہوگا وَمَنۡ اَسَآءَ اور جس نے برائی کی فَعَلَیۡہَا پس اس کے نفس پر پڑے گی ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا اور البتہ تحقیق دی ہم نے بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ بنی اسرائیل کو الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ کتاب اور حکم وَالنُّبُوَّۃَ اور نبوت دی وَرَزَقۡنٰہُمۡ اور رزق دیا ان کو مِّنَ الطَّیِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں سے وَفَضَّلۡنٰہُمۡ اور ہم نے ان کو فضیلت دی عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ جہان والوں پر وَاٰتَیۡنٰہُمۡ اور ہم نے دی ان کو بَیِّنٰتٍ واضح چیزیں مِّنَ الۡاَمۡرِ دین کی فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا مگر بعد اس کے جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ کہ آ گیا علم ان کے پاس بَغۡیًۢا بَیۡنَہُمۡ آپس میں سرکشی کرتے ہوئے اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ قیامت کے دن فِیۡمَا ان چیزوں میں کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کے لیے مختلف طریقے اختیار فرمائے ہیں۔ کسی مقام پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرما کر سمجھایا کہ دیکھو! ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھی ناشکری کرو تو کتنی ظلم کی بات ہے۔ اور کسی مقام پر اپنی گرفت اُور عذاب کا ذکر فرمایا کہ دیکھو فلاں فلاں قوم نے نافرمانی کی اپنے رب کے احکام کی خلاف ورزی کی تو ان کو پکڑا، گرفت کی اُسی مقام پر۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں طریقے اختیار فرمائے ہیں۔

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ فرمایا اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ جس نے مسخر کیا، تابع کیا تمہارے لیے سمندر کو لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ تا کہ چلیں کشتیاں اس میں بِاَمْرِهٖ اس کے حکم کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے تابع کیا یعنی تمہارے کام میں لگا دیا تمھیں کشتیاں بنانے کا طریقہ سکھایا اور چلانے کا۔ سمندر میں کشتیاں چلتی ہیں اِدھر کا سامان اُدھر اور اُدھر کا اِدھر لاتے ہو وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اور تا کہ تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو، اللہ تعالیٰ کے رزق کو تلاش کرو وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تا کہ تم شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا۔ کشتی کنارے لگے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ غرق ہونے سے بچ گئے ہیں۔ سامان بیچنے اور خریدنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فائدہ دیا ہے نعمتیں عطا فرمائی ہیں وَسَخَّرَ لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تابع کیا تمہارے لیے مَّا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ چاند، سورج، ستارے تمہارے کام میں لگا دیئے ہیں وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وہ بھی تمہارے تابع کر دیا ہے۔ خود زمین تمہارے تابع کی کہ اس میں کاشت کرو، مکان بناؤ، زمین میں پہاڑ ہیں، درخت ہیں، دریا ہیں، یہ سب تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ رب تعالیٰ کی ان نعمتوں سے تم فائدہ اٹھاتے

ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو جَمِیۡعًا مِّنۡهُ سب اسی کی طرف سے ہیں، اس کی پیدا کردہ چیزیں ہیں۔ اس کے سوا کسی کا ان پر کوئی اختیار نہیں ہے رب تعالیٰ نے ان کو بنایا ہے اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے۔ آسمانوں کی بلندی کو دیکھو، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھو، درخت، پہاڑ، دریا، فصلوں کو دیکھو۔ ہر چیز میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آئے گی۔

کفار مکہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر ظلم :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں تبلیغ شروع کی تو کافروں نے بے حد سختیاں شروع کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمزور ساتھیوں پر۔ جیسے بلال رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوفکیہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا۔ ابوجہل نے ان کو برچھی مار کر شہید کر دیا۔ عورتوں میں اول شہیدہ فی الاسلام ہیں۔ اور مردوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے لڑکے حارث بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ پہلے شہید ہیں۔ کافروں نے مکہ مکرمہ کی ایک گلی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر کر زیادتی کی۔ ان کو پتا چلا تو دوڑ کر آپ کی مدد کے لیے آئے۔ تو کافروں نے کہا کہ پہلے اس تیز آدمی کی خبر لو اور ان کو شہید کر دیا۔ کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہتے تھے سٰحِرٌ کَذَّابٌ ''تو جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے''، معاذ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ ابھی ان کی ساری باتیں برداشت کرنا ہیں۔ نہ گالیوں کا جواب دینا ہے، نہ مار کا جواب دینا ہے۔ ابتدائی دور میں مسلمانوں کو حکم تھا کُفُّوۡۤا اَیۡدِیَکُمۡ ''اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔'' پھر جب اللہ

تعالیٰ نے مسلمانوں کو قوت عطا فرمائی تو حکم دیا کہ اپنا دفاع کرو۔ یہ پہلے کا حکم ہے۔

فرمایا قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا آپ کہہ دیں ان لوگوں کو جو مومن ہیں۔ کیا کہنا ہے يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ وہ درگزر کریں ان لوگوں سے جو امید نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کے دنوں کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کے آنے والے جو دن ہیں ان کی امید نہیں رکھتے۔ تم ان سے درگزر کرو لِيَجْزِيَ قَوْمًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ تاکہ خود اللہ تعالیٰ بدلہ دے اس قوم کو اس چیز کا جو وہ کماتے تھے۔ تم ان کی گرفت نہ کرو، ہاں! حق بیان کرو اور مسئلہ یاد رکھنا! غلط بات کا معقول طریقے سے رد کرنا فرض کفایہ ہے۔ احسن طریقے کے ساتھ حق کی بات کو بیان کرنا، نرمی اور شفقت کے ساتھ۔ وہ گالیاں دیتا ہے تم سنتے رہو، وہ سختی پر اتر آئے تم نرمی کرو۔ لیکن اگر غلط بات کرے تو اس کا جواب دو۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر مسلمانوں میں سے ایک نے رد کر دیا تو سارے گناہ سے بچ گئے اور اگر کسی نے بھی رد نہ کیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ اسی لیے باطل کا رد کرنا بہت ضروری ہے مگر جھگڑا فساد نہیں کرنا۔ احسن طریقے سے جواب دینا ہے جیسے قرآن کریم نے سبق دیا ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ [النحل: ۱۲۵] "اور جھگڑا کریں ان کے ساتھ اس بات کے ساتھ جو بہتر ہو تاکہ مزید بدمزگی نہ ہو۔"

ڈاڑھی کا مسئلہ :

نارمل سکول جو اب کالج بن گیا ہے اس میں میں نے چالیس سال درس دیا ہے۔ اب چلنے پھرنے سے رہ گیا ہوں نہیں جا سکتا۔ کلاسوں کی تعداد کافی ہوتی تھی۔ پرنسپل اور پروفیسر حضرات بھی بیٹھتے تھے۔ ایک دن میں نے ڈاڑھی کا مسئلہ بیان کیا کہ اکثر لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اس کو سنت سمجھتے ہیں۔ ڈاڑھی سنت نہیں واجب ہے اور واجب فرض کی

طرح حکم کی ایک قسم ہے۔ میں نے احادیث کے کچھ حوالے بھی دیئے اور بزرگوں کے اقوال بھی پیش کیے۔ ایک صاحب کھڑے ہو کر جھگڑنے لگے۔ اس نے کہا کہ مولانا صاحب آپ ڈاڑھی پر اتنا زور دیتے ہیں یہ تو فطرت کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ فطرت کے خلاف کیسے ہے؟ تو کہنے لگا کہ اگر فطرت کے مطابق ہوتی تو جب بچہ پیدا ہوتا تو ڈاڑھی کے ساتھ پیدا ہوتا۔ میں نے اس کو اس انداز میں جواب دیا کہ اگر فطرت کا یہ معنیٰ ہے تو پھر آپ اپنے سارے دانت نکال دیں۔ کیوں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے منہ میں دانت نہیں ہوتے یہ تو نے دانت فطرت کے خلاف کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ یہ تو نے کپڑے خلاف فطرت کیوں پہنے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے بدن پر کوئی سوٹ بوٹ نہیں ہوتا ننگے پھرو۔ میں نے کہا کہ تمہارا بولنا بھی فطرت کے خلاف ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو رو، رو کرتا ہے۔ اب تم رُوں رُو کرو تا کہ کوئی نہ سمجھے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ جو تو نے فطرت کا معنیٰ بیان کیا ہے یہ چلنا پھرنا بھی خلاف فطرت ہے، کھانا پینا بھی خلاف فطرت ہے (حضرت تو پھر بُرے کو گھر پہنچا کے آتے تھے۔ بلوچ) اس کو کہتے ہیں جدال بالتی ھی احسن۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے عمل کیا اچھا فَلِنَفْسِهٖ پس اپنے نفس کے لیے کیا ہے وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا اور جس نے برا عمل کیا پس اس کے نفس پر پڑے گا۔ نیکی کا فائدہ اپنے آپ کو ہے، برائی کا نقصان اپنے آپ کو ہوتا ہے ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یہ یقین رکھو کہ قیامت ہے اور دور بھی نہیں ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے، ثواب بھی نظر آئے گا، عذاب بھی نظر آئے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ ’’جومرا تحقیق اس کی قیامت قائم ہوگئی۔‘‘ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ آگے نعمتوں کی ناقدری کرنے والوں کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل کا تعارف :

فرمایا وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور بادشاہی۔ اسرائیل سریانی یا عبرانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنیٰ ہے اللہ کا بندہ۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے۔ ایک یوسف علیہ السلام اور گیارہ اور تھے۔ لڑکی کوئی نہیں تھی۔ ان کی آگے جو نسل چلی وہ بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کتابیں دیں۔ پہلی کتاب تورات موسیٰ علیہ السلام کو ملی۔ موسیٰ علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ موسیٰ بن عمران بن فہر بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام۔ قرآن کریم کے بعد تمام آسمانی کتابوں میں تورات بڑی جامع، مانع کتاب ہے۔ دوسری کتاب زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو دی اور تیسری مشہور کتاب انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی۔

تو فرمایا ہم نے ان کو کتاب دی اور حکم، بادشاہی بھی دی۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ جیسے یوسف علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور وہ بھی تھے جو بادشاہ تھے نبی نہیں تھے جیسے طالوت رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کا ذکر دوسرے پارے کے آخر میں آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کتابیں بھی دیں اور بادشاہی بھی دی وَالنُّبُوَّۃَ اور نبوت دی۔ ان میں نبی بھی ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کم وبیش چار ہزار پیغمبر ان میں آئے ہیں۔ کسی قوم میں ایک نبی

آئے تو اس کا سر بلند ہو جاتا ہے ان میں تو اللہ تعالیٰ نے چار ہزار پیغمبر بھیجے وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور ہم نے ان کو رزق دیا پاکیزہ چیزوں سے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ وادی تیہ میں جس کو آج کل کے جغرافیہ میں وادی سینائی کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی چھتیس (۳۶) میل اور چوڑائی چوبیس (۲۴) میل ہے۔ سطح سمندر سے تقریباً چار پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ جب وادی تیہ میں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ اس وقت شام عراق ایک ہی ہوتا تھا۔ اردن اور لبنان بھی شام کا حصہ تھے، مغربی قوتوں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ایسا ذہن بگاڑ دیا ہے کہ کافروں کے ساتھ تو مل سکتے ہیں آپس میں نہیں مل سکتے۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس کے ساتھ ان کا جوڑ ہو جائے گا، روس کے ساتھ ہو سکتا ہے مگر مسلمانوں کے ساتھ نہیں ملیں گے۔ یہ ساری خباثت یورپ کی ہے جنھوں نے مسلمانوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حملہ کرو اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے گا۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہاں تو بڑے تن آور لوگ ہیں ہم تو ان کے ساتھ نہیں لڑ سکتے آپ جائیں اور آپ کا رب جا کر لڑے ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس ان پر چالیس سال کے لیے حرام کر دی۔ تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں وادی تیہ میں کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے نہ وہاں کوئی بڑا سایہ دار درخت، نہ مکان ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے پینے کے لیے من و سلویٰ کا انتظام کیا اور سائے کے لیے بادل بھیجے، پینے کے لیے بارہ چشمے جاری کر دیئے۔

تو فرمایا ہم نے ان کو رزق دیا پاکیزہ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے ان کو فضیلت دی جہان کے لوگوں پر۔ اس وقت جو قومیں تھیں ان پر ان کو برتری حاصل تھی وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ اور دیں ہم نے ان کو واضح چیزیں۔ دین کے معاملے میں

واضح دلیلیں دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات صادر فرمائے۔ دوسرے پیغمبروں کو معجزات عطا کیے فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے مگر بعد اس کے کہ آگیا ان کے پاس علم۔ یہودی اس وقت بھی بڑے صاحب علم تھے مگر ضدی تھے۔ یہودی دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی ذہانت ہے کہ تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، روس وغیرہ ان کے سامنے مغلوب ہیں۔ بڑے بڑے طاقت ور ملکوں کو انھوں نے پریشان کیا ہوا ہے۔

میں افریقہ کے سفر میں تھا تو وہاں کے لوگوں نے مجھے بتلایا کہ یہاں یہودیوں کے سونے اور تانبے کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ اور یہ بھی بتلایا کہ یہاں یہودیوں نے ایک خفیہ اجتماع کیا ہے مسلمانوں کے خلاف کہ مسلمان روز بہ روز دنیا میں بڑھتے جارہے ہیں اور اسلام اسلام کرتے پھرتے ہیں ان کے متعلق سوچو۔ وہاں انھوں نے کوئی سازش تیار کی پھر معلوم نہیں کیا ہوا۔ انھوں نے ساری دنیا کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان نہیں رہے۔ اگر یہ صحیح معنیٰ میں مسلمان ہوں تو کسی چیز کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [سورۃ آل عمران] ''اور تم بلند ہو غلبہ تمہارا ہوگا بشرطیکہ تم مومن ہو۔''

تو فرمایا پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے مگر اس کے بعد کہ آگیا ان کے پاس علم بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ آپس میں سرکشی کرتے ہوئے۔ حق والوں پر انھوں نے ظلم کیے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بے شک آپ کا رب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ان

چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے رہے۔ حقیقی فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرمائیں گے۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کیا وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ "بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔" اور مختلف قسم کے ان پر عذاب نازل ہوئے لیکن حقیقی فیصلہ قیامت والے دن ہوگا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ پھر ٹھہرایا ہم نے آپ کو عَلٰى شَرِيْعَةٍ ایک شریعت پر مِّنَ الْاَمْرِ دین کے معاملہ میں فَاتَّبِعْهَا پس آپ اس کی پیروی کریں وَلَا تَتَّبِعْ اور آپ نہ پیروی کریں اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی خواہشات کی لَا يَعْلَمُوْنَ جو نہیں جانتے اِنَّهُمْ بے شک وہ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ وہ ہرگز کفایت نہیں کریں گے آپ کو مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی شے کی وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ اور بے شک ظالم بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ بعض بعض کے رفیق ہیں وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ رفیق ہیں متقیوں کے هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ یہ بصیرت کی باتیں ہیں لوگوں کے لیے وَهُدًى اور

ہدایت ہے وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہے لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو یقین کرنے والی ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ جو کماتے ہیں برائیاں اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کہ ہم کر دیں ان کو كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے سَوَآءً برابر ہوگی مَّحْيَاهُمْ ان کی زندگی وَ مَمَاتُهُمْ اور ان کی موت سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں وَخَلَقَ اللّٰهُ اور پیدا کیے اللہ تعالیٰ نے السَّمٰوٰتِ آسمان وَالْاَرْضَ اور زمین بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو بِمَا كَسَبَتْ جو اس نے کمائی کی ہے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اَفَرَءَيْتَ مَنِ کیا پس آپ نے نہیں دیکھا اس شخص کو اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ بنالیا ہے معبود اپنی خواہش کو وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کیا ہے عَلٰى عِلْمٍ علم پر وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ اور مہر لگادی اس کے کانوں پر وَقَلْبِهٖ اور اس کے دل پر وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ اور ڈال دیا اس کی آنکھوں پر غِشٰوَةً پردہ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ پس کون ہدایت دے گا اس کو مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کتابیں دیں، حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور روزی کے لیے پاکیزہ چیزوں کا بندوبست کیا۔ اُس زمانے کے لوگوں پر فضیلت بخشی، کھلی نشانیاں عطا فرمائیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں اختلاف کیا اور فرقہ بندی میں مبتلا ہو گئے اور ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے نبی آخر الزمان کی نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ وہ تو دین پر قائم نہ رہ سکے ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ پھر ٹھہرایا ہم نے آپ کو ایک شریعت پر دین کے معاملہ میں فَاتَّبِعْهَا پس آپ اس کی پیروی کریں اور کفار اور مشرکین اور اہل کتاب کے تعصب اور عناد کی پروا نہ کریں اور ان کی خواہش پر اپنے دین حق کی تبلیغ میں ڈھیلے نہ پڑ جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور آپ نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی جن کو کچھ علم نہیں ہے۔ وہ جاہل اور نادان لوگ ہیں۔ ان کے کہنے میں بالکل نہیں آنا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نبی اس آخری شریعت کا پابند ہے تو پھر امت تو بطریق اولیٰ پابند ہے اور کوئی بھی شخص اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ پھر شریعت کی پابندی میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ اس کو ترقی ملتی ہے، درجات بلند ہوتے ہیں اور آخرت میں نجات حاصل ہوتی ہے۔

تو فرمایا کہ ہم نے آپ کو ایک شریعت پر مقرر کیا ہے آپ اسی کا اتباع کریں اور بے علم لوگوں کی خواہشات پر نہ چلیں کیونکہ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا بے

شک وہ ہرگز کفایت نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کچھ بھی وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی کام نہیں دے سکتے اگر آپ نے ان کی طرف جھکاؤ کر لیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے حامی اور رفیق ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا حامی و ناصر، رفیق اور کارساز ہوتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی حمایت حاصل ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ فرمایا هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ یہ بصیرت کی باتیں ہیں لوگوں کے لیے یعنی توحید کے دلائل، قرآن کریم کی حقانیت اور شریعت کا اتباع لوگوں کے لیے بصیرت ہیں۔ بصیرت دل کی روشنی کو کہتے ہیں وَهُدًى اور ہدایت ہیں انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی راہ نمائی کرتی ہیں وَّرَحْمَةٌ اور رحمت ہیں۔ جو آدمی صحیح عقیدہ اختیار کرے گا اور اچھے عمل کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی۔

سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۶ میں ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ''بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں کے۔'' اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے ہر وقت شامل حال ہوتی ہے۔ فرمایا یہ سب کچھ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اس قوم کے لیے جو یقین کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ کی توحید پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر اور قیامت پر کہ ایک وقت پر ہر چیز نے فنا ہونا ہے اور پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ کیونکہ اگر قیامت قائم نہ ہو تو نیک اور بد کا کوئی امتیاز نہ رہے حالانکہ نیک اور بد برابر نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ کیا گمان کرتے

ہیں وہ لوگ جو کماتے ہیں برائیاں اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ کہ ہم کر دیں گے ان کو کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ان لوگوں کی طرح جو ایمان لائے اور عمل کرتے ہیں اچھے۔ کیا برائیاں کرنے والے لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔ ایک آدمی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تکالیف برداشت کرتا ہے۔ دوسرا آدمی ایمان سے خالی برائیوں میں پڑ کر عیش وعشرت کی زندگی گزارتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ اور فرمایا کہ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ سَوَآءً مَّحۡیَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ کہ ان کی زندگی اور موت بھی برابر ہے۔ فرمایا ہرگز نہیں! سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہے۔ ہرگز برابر نہیں ہو سکتیں۔ اگر نیک اور بد برابر ہو جائیں تو پھر اندھیر نگری بن جائے گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے عقائد اور اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ ایک آدمی کا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتا ہے، حلال حرام کی تمیز کرتا ہے۔ اور دوسرا آدمی ہے کہ اس کا عقیدہ قرآن وسنت کے خلاف اور کفریہ شرکیہ عقیدہ ہے۔ وہ جانوروں کی طرح کھاتا پیتا ہے اور گناہوں میں زندگی گزارتا ہے۔ یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ مومن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جگہ دے گا اور کافر ومشرک جہنم میں سڑے گا یہ دونوں کسی صورت بھی برابر نہیں ہو سکتے، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنی توحید اور قدرت کی دلیل بیان فرماتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ اور پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔ ان کو اپنی خاص حکمت اور مصلحت کے تحت پیدا کیا ہے اور ان کو پیدا کرنے کا کوئی مقصد ہے۔ دنیا میں کوئی چھوٹا سا کمرہ بھی بغیر مقصد کے

نہیں بناتا تو کیا اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور زمینیں بے مقصد بنائی ہیں؟ ہر گز نہیں!

سورت ص آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً ''اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے کار ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ کافروں کا گمان ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ زمین و آسمان کی پیدائش کا کوئی مقصد نہیں ہے۔'' بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کہ اے انسان! تو ان میں رہ کر آخرت کے امتحان کی تیاری کر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی صورت میں نصاب دیا، پیغمبر کو معلم بنا کر بھیجا جس طرح کا عمل کرو گے آگے نتیجہ آنے والا ہے۔

فرمایا وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو اس چیز کا جو اس نے کمائی ہے۔ دنیا میں تو نہ نیک کو پورا نیکی کا بدلہ ملا ہے اور نہ ہر بُرے کو برائی کی صحیح سزا ملی ہے۔ بلکہ کتنے مجرم ہیں جو دنیا میں سزا سے بچ جاتے ہیں مگر وہاں ایسا نہیں ہوگا اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا [سورۃ النباء: پارہ ۳۰] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حتمی فیصلے کا دن مقرر کیا ہے۔'' كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ [المدثر: ۳۸] ''ہر شخص اپنی کمائی میں پھنسا ہوا ہے، اپنے عمل میں گروی ہے۔'' تو فرمایا تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو جو اس نے کمائی کی ہے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، کسی پر زیادتی نہیں کی جائے گی بلکہ پورا پورا بدلہ ملے گا۔ کامیاب وہی ہوں گے جو خواہشات کو چھوڑ کر خدا رسول کے احکام کی پابندی کریں گے۔ اور جو خدا رسول کے مقابلے میں خواہشات کی پیروی کریں گے وہ ناکام ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ کیا پس آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے بنا لیا ہے معبود اپنی خواہش کو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پوری

زندگی کے لیے قرآن پاک کی صورت میں اور سنت کی صورت میں دستور دیا ہے کہ اس کے مطابق زندگی بسر کرے۔ جو آدمی قرآن و سنت کو چھوڑ کر رسومات و بدعات اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے اس نے اپنی خواہشات کو معبود بنالیا ہے معبود وہی ہوتا ہے جس کی مکمل اطاعت کی جائے۔ تو جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور احکام دین کی اطاعت کے بجائے خواہشات کے پیچھے چلتا ہے تو اس نے اپنی خواہش کو معبود بنایا ہوا ہے وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کیا ہے علم پر یعنی وہ جانتا ہے کہ وہ ہدایت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ دیدہ و دانستہ خواہشات کی پیروی کر رہا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کر دیا وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ اور مہر لگا دی اس کے کانوں پر اور اس کے دل پر وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

سورۃ النساء میں یہودیوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی عہد شکنی، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار، انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ان کے دل بند ہو چکے ہیں۔ فرمایا بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ [النساء:۱۵۵] ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مہر لگا دی ان کے کفر کی وجہ سے۔'' زبردستی اللہ تعالیٰ ہدایت کسی کو نہیں دیتے۔ جو طالب ہو اس کو دیتے ہیں۔ تو جب اس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا اور اللہ تعالیٰ کو معبود خالص ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہدایت کے دروازے بند کر دیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ [النساء:۱۱۵] ''ہم پھیر دیتے ہیں جدھر وہ جانا چاہتا ہے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔''

تو فرمایا اور مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے اس کے کانوں پر اور اس کے قلب پر اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ پس کون اس کو ہدایت دے گا اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے بعد اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے بدنصیب آدمی کی حالت میں غور نہیں کرتے کہ ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر خواہشات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی استعداد ہی کو خراب کردے اور ہمیشہ کے لیے رب تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائیں۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾

وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے مَا هِيَ نہیں ہے یہ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا مگر ہماری دنیا کی زندگی نَمُوْتُ وَنَحْيَا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں وَمَا يُهْلِكُنَآ اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں اِلَّا الدَّهْرُ مگر زمانہ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اور نہیں ہے ان کو اس کا کچھ علم اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں بَيِّنٰتٍ صاف صاف مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ نہیں ہوتی

ان کی دلیل اِلَّآ اَنۡ قَالُوا مگر یہ کہ وہ کہتے ہیں ائۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَآ لاؤ ہمارے آباؤ اجداد کو اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اگر ہو تم سچے قُلِ آپ کہہ دیں اللّٰهُ یُحۡیِیۡکُمۡ اللہ تعالیٰ ہی تمھیں زندہ کرتا ہے ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ پھر وہ تم کو موت دیتا ہے ثُمَّ یَجۡمَعُکُمۡ پھر وہ تم کو جمع کرے گا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ قیامت والے دن کی طرف لَا رَیۡبَ فِیۡهِ جس میں کوئی شک نہیں ہے وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ ملک آسمانوں کا وَالۡاَرۡضِ اور زمین کا وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی یَوۡمَئِذٍ اس دن یَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ نقصان اٹھائیں گے باطل پر چلنے والے وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو جَاثِیَةً گھٹنوں کے بل بیٹھنے والا کُلُّ اُمَّةٍ ہر گروہ کو تُدۡعٰۤی اِلٰی کِتٰبِهَا بلایا جائے گا اس کے اعمال نامہ کی طرف اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ اس دن تم کو بدلہ دیا جائے گا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اس چیز کا جو تم کرتے تھے هٰذَا کِتٰبُنَا یہ ہماری کتاب ہے یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ جو بولتی ہے تمہارے اوپر حق کے ساتھ اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ بے شک ہم لکھواتے تھے مَا اس چیز کو کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ جو تم کرتے تھے فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے فَیُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ پس داخل کرے گا ان کو ان کا رب فِیۡ رَحۡمَتِهٖ اپنی

رحمت میں ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ یہی ہے وہ کامیابی کھلی۔

کافروں کے مختلف گروہ تھے۔ بعض قیامت کے قائل تھے وہ کہتے تھے کہ قیامت آئے گی اور بعض قیامت کے قائل نہیں تھے اور کہتے تھے کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے۔ انھی لوگوں کا ذکر ہے وَقَالُوْا اور کہا ان لوگوں نے جو قیامت کے قائل نہیں تھے۔ کہتے تھے قیامت نہیں آئے گی۔ کیا کہا مَاهِيَ نہیں ہے یہ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا مگر ہماری دنیا کی زندگی نَمُوْتُ وَنَحْيَا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ بڑے زوردار الفاظ میں کہتے تھے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ [المومنون: ۳۷] ''اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' اور تعجب کرتے ہوئے کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ [سورۃ ق: ۳] ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اور یہ بھی کہتے تھے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ [سورہ یٰس] ''ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔'' بس یہی دنیا کی زندگی ہے وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ اور ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ۔'' بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جو دہریے قسم کے لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ خود بہ خود چل رہا ہے اس کا چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دہر سے مراد موت ہے۔ چونکہ وہ موت کے تو قائل تھے نَمُوْتُ وَنَحْيَا ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں۔ تو مطلب ہوگا کہ یہی ہم کو ہلاک کرتی ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ دہر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

زمانے کو گالی مت دو :

حدیث پاک میں آتا ہے لَا تَسُبُّوْا الدَّهْرَ فَاِنِّيْ اَنَا الدَّ... ''زمانے کو گالی نہ

دو بُرا نہ کہو میں دہر (زمانہ) ہوں۔'' تم زمانے کو گالی دو گے تو میری طرف آئے گی۔ ہاں! زمانے میں رہنے والے لوگوں کی برائی کی بات کرنا علیحدہ چیز ہے کہ اس زمانے کے لوگ بُرے ہیں۔ مثلاً ہود علیہ السلام کے زمانے میں نافرمان قوم پر جب ہوا مسلط کی گئی تو اس کے متعلق آتا ہے فِيْ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ [حم سجدہ:۱۶] ''منحوس دنوں میں ان پر عذاب آیا۔'' حالانکہ ذاتی طور پر دنوں میں کوئی نحوست نہیں ہے۔ اگر ذاتی طور پر نحوست ہوتی تو ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی کیسے بچتے؟ نحوست تو ان لوگوں کے کفر و شرک کی وجہ سے تھی۔ تو یہ کہنا کہ زمانے کے لوگ خراب ہیں صحیح ہے اور براہِ راست زمانے کو بُرا کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف برائی کی نسبت ہوتی ہے۔

تو کہتے تھے کہ ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اور نہیں ہے ان کو اس کا کچھ علم۔ یہ ویسے صدری نسخے ہیں۔ زمانہ کس کے قبضے میں ہے وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ نہیں ہیں وہ مگر گمان کی باتیں کرتے، اٹکل کی باتیں کرتے ہیں، دلیل کوئی نہیں ہے۔ فرمایا وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ اور جب ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری آیتیں صاف صاف جن میں قیامت کا ذکر ہے تو کیا کہتے ہیں؟ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا نہیں ہوتی ان کی حجت، دلیل مگر یہ کہ وہ کہتے ہیں ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ لے آؤ ہمارے باپ دادا کو جو مر چکے ہیں زندہ کر کے ہمارے سامنے۔ اگر قیامت ہے تو ہم دیکھ لیں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔ آؤ ہمارے ساتھ ہم تمھیں دکھاتے ہیں کہ یہ ہمارے باپ کی قبر ہے، یہ ہمارے دادا کی قبر ہے ان کو زندہ کر کے دکھاؤ تا کہ ہمیں یقین ہو جائے کہ کل قیامت آئے گی اور اگر تم اس طرح نہیں کر سکتے تو ہم قیامت کو کیسے مان لیں؟

اس کے جواب میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو کہہ دیں مارنا اور زندہ کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندہ کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ہی تم کو مارے گا۔ موت وحیات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم تمہارے باپ دادوں کو زندہ کر کے تمہارے سامنے لا کر کھڑا کر دیں۔ زندہ کرنا، مارنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ ہم سے یہ مطالبہ بے جا ہے موت وحیات رب تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے پھر وہی تمھیں مارے گا ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ پھر وہ تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن کی طرف۔ سن لو! لَا رَيْبَ فِيهِ جس قیامت کے دن میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے تم تسلیم کرو یا نہ کرو قیامت آ کر رہے گی وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ویسے ہی شوشے چھوڑتے ہیں اور لوگوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرتے ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہو، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بھی قائل ہو۔ کیونکہ اس بات کا انکار کافر ومشرک نہیں کرتے تھے کہ ان سے جب پوچھا جاتا تھا کہ تمھیں کس نے پیدا کیا ہے تو کہتے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے مَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ''اس سارے نظام کو چلانے والا کون ہے۔'' کہتے اللہ تعالیٰ ہی چلاتا ہے۔ جب تم یہ ساری چیزیں تسلیم کرتے ہو تو قیامت کے انکار کا کیا معنیٰ ہے کہ ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ جو تمھیں مارتا جلاتا ہے وہی دوبارہ بھی زندہ کرے گا۔

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے ہر چیز پر تصرف بھی اسی کا ہے اور ملک بھی اسی کا ہے اسی رب تعالیٰ کا ہم تمھیں حوالہ دیتے ہیں کہ وہی تمھیں جمع کرے گا وَيَوْمَ تَقُومُ

السَّاعَةُ اور جس دن قیامت قائم ہوگی یَوْمَئِذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ اس دن نقصان اٹھائیں گے باطل پر چلنے والے۔ اس دن باطل پرستوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ پھر افسوس کریں گے اور کہیں گے یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ [الزمر:۵۶] ''ہائے افسوس اس چیز پر جو میں نے کوتاہی کی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔'' اور کبھی کہیں گے اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا [الاحزاب:۶۷] ''بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا سیدھے راستے سے۔'' مذہبی پیشواؤں نے ہمیں گمراہ کیا، سیاسی پیشواؤں نے ہمیں گمراہ کیا ان کو سزا دے ڈبل اور ان پر لعنت بھیج۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم سب کو سزا ہوگی ڈبل۔

تو فرمایا اس دن نقصان اٹھائیں گے باطل پر چلنے والے وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ کو کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے ہوں گے جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں۔ یہ حالت بڑے ادب کے ساتھ بیٹھنے کی ہے اور جاثیہ کا معنیٰ مُجْتَمِعَةٌ بھی کرتے ہیں کہ دیکھیں گے آپ ہر گروہ کو اکٹھے۔ یہودیوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے گا، عیسائیوں کو دوسری جگہ اکٹھا کیا جائے گا، ہندوؤں کو تیسری جگہ اکٹھا کیا جائے گا۔ اسی طرح اعمال کے اعتبار سے بھی الگ الگ گروہ ہوں گے۔ زانیوں کا الگ گروہ، چوروں کا الگ گروہ، ڈاکوؤں کا الگ گروہ، جوئے بازوں کا الگ گروہ، دھوکے بازوں کا الگ گروہ۔ سورۃ الزمر آیت نمبر ۷۱ پارہ ۲۴ میں ہے وَسِیْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا ''اور چلائے جائیں گے کافر لوگ جہنم کی طرف گروہ در گروہ۔'' تو فرمایا آپ ان کو دیکھیں گے گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ یا معنیٰ ہوگا آپ ان کو دیکھیں گے

اکٹھے ہوں گے کُلُّ اُمَّةٍ تُدۡعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ہر گروہ کو بلایا جائے گا اس کے اعمال نامہ کی طرف۔ پیدائش سے لے کر وفات تک کا سارا ریکارڈ ساتھ ہوگا عَنِ الۡيَمِيۡنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيۡدٌ [سورۃ ق] ''ایک فرشتہ دائیں بیٹھا ہے اور ایک فرشتہ بائیں بیٹھا ہے۔ 'دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے كِرَامًا كَاتِبِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ [سورہ انفطار: پارہ ۳۰] ''وہ باعزت لکھنے والے ہیں وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' فعل بھی لکھتے ہیں قول بھی لکھتے ہیں۔ آنکھوں کے اشارے تک لکھتے ہیں۔ جس وقت ریکارڈ سامنے آئے گا پھر کہیں گے يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰٮهَا [الکہف: ۴۹] ''افسوس ہمارے لیے کیا ہے اس کتاب کو کہ یہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔'' سب کچھ اس میں درج ہے ہمارے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ چیزیں بھی درج ہوں گی۔ حکم ہوگا اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] ''پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔'' قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اتنی استطاعت عطا فرمائیں گے کہ وہ اپنی کتاب خود پڑھے۔ جب پڑھنا شروع کرے گا۔ چند ورق پڑھے گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے ذرا ٹھہر جا هَلۡ ظَلَمَكَ كَتَبَتِىۡ ''کیا میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی۔'' کہے گا نہیں میں نے جو کچھ کیا ہے وہ لکھا ہے۔ حکم ہوگا آگے پڑھو چند ورق اور پڑھے گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے بتلاؤ میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں میں نے جو کچھ کیا ہے وہی کچھ لکھا ہے۔ تو بندہ اپنے اعمال نامہ کو خود پڑھے گا۔ آج دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کے حافظے کمزور ہیں۔ قیامت والے دن حافظہ قوی کر دیا جائے

گا۔سب کچھ یاد آجائے گا۔

تو فرمایا ہر گروہ کو بلایا جائے گا اس کے اعمال نامہ کی طرف۔ ہر ایک کا رول نمبر ہو گا۔ پھر مومنوں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور دوسروں کو بائیں ہاتھ میں اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ آج کے دن تمھیں بدلہ دیا جائے گا مَا اس چیز کا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ یہ ہماری کتاب ہے جس میں تمھارے اعمال ہیں بولتی ہے تمھارے اوپر حق کے مطابق۔ اس میں نرا (سراسر) حق ہی حق ہے۔ قول، فعل اور اشارے میں کوئی زیادتی نہیں ہے بغیر کسی کمی بیشی کے سب کچھ اس میں موجود ہے اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ بے شک ہم لکھواتے تھے مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس چیز کو جو تم کرتے تھے۔ محکمہ کراماً کاتبین کے فرشتے لکھتے تھے۔ دو کی ڈیوٹی دن کی اور دو کی رات کی ہوتی ہے۔ عصر اور فجر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں۔ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ دائیں طرف بیٹھا ہے اور برائیاں لکھنے والا بائیں طرف مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ [سورہ ق: پارہ ۲۶] ''نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اس کے پاس نگران ہوتا ہے تیار۔'' زبان سے نیکی و بدی کی جو بھی بات نکلی فوراً لکھ لیتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل دیکھو کہ نیکی کی بات زبان سے نکلتی ہے یا کوئی فعل ہوتا ہے تو اس کو وہ فوراً لکھ لیتا ہے اگر بری بات کوئی زبان سے نکلتی ہے اور برائیاں لکھنے والا فرشتہ لکھنے کی تیاری کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ حکم دیتا ہے کہ نہ لکھو لَعَلَّهٗ يَتُوْبُ ''ہوسکتا ہے توبہ کرے۔'' اگر بندہ فوراً توبہ کر لے تو وہ برائی نہیں لکھتا۔ اگر توبہ نہ کرے تو پھر حکم دیتا ہے کہ لکھو کیونکہ دائیں طرف والا فرشتہ افسر ہے بائیں طرف والے کا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تھے تو یہ دعا

پڑھتے تھے سُبحانك اللّٰهم و بحمدك لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك فرمایا کہ مجلس میں اگر کوئی کمی کوتاہی ہے تو اس دعا کی برکت سے وہ غلطیاں اور گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر بندے نے مجلس میں نیکیاں ہی کی ہوں گی تو یہ دعا نیکیوں پر مہر لگ جائے گی۔

تو فرمایا بے شک ہم لکھواتے ہیں وہ چیز جو تم کرتے ہو فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس بہ ہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ پس داخل کرے گا ان کو ان کا رب فِیْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں۔ وہ رحمت کا مقام جنت ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ یہی ہے وہ بڑی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو نصیب فرمائے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾ ع

وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور بہ ہر حال وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا) اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ کیا پس نہیں تھیں میری آیتیں تُتْلٰى عَلَیْكُمْ پڑھی جاتیں تم پر فَاسْتَكْبَرْتُمْ پس تم نے تکبر کیا وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور تھے تم لوگ جرم کرنے والے وَاِذَا قِیْلَ اور جس وقت کہا جاتا ہے اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا اور جو قیامت ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے قُلْتُمْ تم کہتے تھے مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا

ہم نہیں خیال کرتے مگر خیال کرنا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ اور نہیں ہیں ہم
یقین کرنے والے وَبَدَا لَهُمْ اور ظاہر ہو جائیں گی ان کے لیے سَيِّاٰتُ مَا
عَمِلُوْا برائیاں جو وہ کرتے تھے وَحَاقَ بِهِمْ اور گھیر لے گی ان کو مَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ چیز جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے وَقِيْلَ اور کہا
جائے گا الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ آج کے دن ہم نے بھلا دیا تم کو كَمَا نَسِيْتُمْ
جیسا کہ تم نے بھلا دیا تھا لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اس دن کی ملاقات کو وَ
مَاْوٰىكُمُ النَّارُ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں
ہے کوئی تمہاری مدد کرنے والا ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ یہ اس لیے کہ بے شک تم نے
اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا بنالیا تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا کیا ہوا وَّ
غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکے میں ڈالا تم کو دنیا کی زندگی نے فَالْيَوْمَ
پس آج کے دن لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا نہیں نکالے جائیں گے اس دوزخ سے
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان کو معافی کا موقع دیا جائے گا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پس
اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تعریف رَبِّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے آسمانوں کا
وَرَبِّ الْاَرْضِ اور زمین کا رب ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب
ہے وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ اور اسی کے لیے ہے بڑائی فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
آسمانوں میں اور زمین میں وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی ہے غالب حکمت
والا۔

ربط آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تم نے پڑھا کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یہی کامیابی ہے بڑی۔ اب دوسری مد کے لوگوں کا ذکر ہے۔

فرمایا وَاَمَّاالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور بہر حال وہ لوگ جو کافر ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کے، رسالت کے اور قیامت کے اُن سے پوچھا جائے گا اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ کیا پس نہیں تھیں میری آیتیں پڑھی جاتیں تم پر۔ کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مبلغ تمہارے پاس نہیں آئے تھے؟ تمھیں نیکی کا راستہ نہیں بتلایا تھا؟ کافر لوگ جواب دیں گے قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ''تحقیق آیا تھا ہمارے پاس ڈرانے والا فَکَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ [سورۃ الملک] ''پس ہم نے جھٹلا دیا اس کو اور ہم نے کہا اللہ تعالیٰ نے کوئی شے نازل نہیں کی۔'' فرمایا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ ''نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں۔'' فَاسْتَکْبَرْتُمْ پس تم نے تکبر کیا وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور تھے تم مجرم لوگ۔ اب تم اپنے جرم کی سزا ہمیشہ کے لیے بھگتو۔ تم نے تکبر کیا، حق کو ٹھکرایا باطل پر ڈٹے رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا قِیْلَ اور جس وقت کہا جاتا تھا اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وَّالسَّاعَۃُ لَا رَیْبَ فِیْھَا اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے ضرور آئے گی۔ دنیا میں جب تمھیں یہ کہا جاتا تھا رب کا وعدہ سچا ہے قیامت ضرور آئے گی اس میں کوئی شک نہیں ہے قُلْتُمْ تم کہتے تھے مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَۃُ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے۔ قیامت کیا چیز ہوتی ہے۔ تم نے قیامت کا انکار کیا اور کہا

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ''ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو انھوں نے کہا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا ''نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔'' کوئی قیامت نہیں ہے اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا ہم نہیں خیال کرتے مگر وہ خیال کرنا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ اور نہیں ہیں ہم یقین کرنے والے کہ قیامت آئے گی۔

عقیدۂ آخرت:

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے قیامت کا عقیدہ بھی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ اپنی صفات اور افعال میں وحدہ لاشریک لہ ہے اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں تمام کے تمام برحق پیغمبر تھے اور اپنی اپنی قوموں کے لیے پیغمبر تھے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام قوموں کے لیے پیغمبر ہیں۔ اسی طرح قیامت پر ایمان کہ ایک دن ساری کائنات فنا ہو جائے گی پھر دوبارہ زندہ ہو کر میدان محشر میں پیشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا ہے، فرشتوں پر ایمان لانا ہے۔ یہ بنیادی عقائد ہیں ان کو تسلیم کیے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

تو مشرکین مکہ کہتے تھے کہ ہم قیامت پر یقین رکھنے والے نہیں ہیں ہم نہیں مانتے وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا اور ظاہر ہو جائیں گی برائیاں جو وہ کرتے تھے۔ بس مرنے کی دیر ہے قیامت شروع ہو جائے گی۔ مرتے وقت ہی فرشتے نظر آتے ہیں ملک الموت اور اس کے پیچھے تقریباً اٹھارہ فرشتے کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر نیک ہے تو ملک الموت

روح قبض کر کے ان کے حوالے کر دیتا ہے۔ وہ فرشتے خوشبودار جنت کے کفن میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں اور جنت کے ہر دروازے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اس کو اس دروازے سے لے کر جاؤ۔ سات آسمان طے کر کے ہیڈ کوارٹر علیین تک پہنچاتے ہیں نام درج کرانے کے لیے۔ اور اگر بد ہے تو جہنم کے بدبودار ٹاٹ میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ [الاعراف: ۴۰] ''ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔'' اس کو نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ سات زمینوں کے نیچے سجین مقام ہے جو کافروں اور مشرکوں کی روحوں کا ٹھکانا ہے ان کا نام وہاں درج کیا جاتا ہے۔ تو مرنے کے ساتھ ہی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ لیکن مرنے کے بعد افسوس کرنا کام نہیں آئے گا نہ توبہ کا موقع ملے گا اور نہ توبہ قبول ہوگی۔ کیوں کہ ایمان بالغیب کا اعتبار ہے۔ جب سب کچھ سامنے آ گیا تو ایمان بالغیب تو نہ رہا۔

تو فرمایا کہ ظاہر ہو جائیں گی برائیاں جو وہ کرتے تھے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور گھیر لے گی ان کو وہ چیز جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔ آج تو کہتے ہیں کہ عجیب ہے کہ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز آگ میں تھوہر اور ضریع کا درخت بھی ہو گا، سانپ اور بچھو بھی ہوں گے اس میں بندے جل کر مریں گے بھی نہیں اور سانپ بچھو جلیں گے بھی نہیں۔ آج یہ جن چیزوں کا مذاق اڑاتے ہیں وہ ساری چیزیں سامنے آ جائیں گی وَقِيْلَ اور کہا جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَلْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ آج کے دن ہم تم کو بھلا دیں گے۔ رب تعالیٰ تو نسیان سے پاک ہے۔

سورۃ مریم آیت نمبر ۶۴ پارہ ۱۶ میں ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ''اور نہیں ہے آپ کا رب بھولنے والا۔'' یہاں بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ پروانہیں کرے گا كَمَا

نَسِيتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا جیسا کہ تم نے بھلا دیا تھا اس دن کی ملاقات کو۔ جس طرح تم نے اس دن کی پروا نہیں کی رب تعالیٰ اپنی رحمت سے تمھیں بھلا دیں گے وَمَأْوٰىكُمُ النَّارُ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ دوزخ میں جاؤ ہمیشہ کے لیے۔ آج دنیا کی آگ میں کوئی آدمی انگلی نہیں ڈال سکتا اور بخاری شریف اور مسلم شریف کے مطابق جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے اور جہنم کا ایک طبقہ دوسرے طبقے سے پناہ مانگتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس کی حرارت اور تپش نے مجھے جلا دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو سانس لے لے۔ تو یہ جو سخت گرمی ہے یہ جہنم کا ایک سانس ہے اور یہ جو سخت سردی ہوتی ہے یہ بھی جہنم کے ٹھنڈے طبقے کا ایک سانس ہے۔

تو فرمایا تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور نہیں ہے کوئی تمہاری مدد کرنے والا۔ دوزخ میں تمہاری کوئی مدد بھی نہیں کر سکے گا ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا بنایا تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا کیا ہوا۔

کافروں کا قرآنی سورتیں کے ناموں کا مذاق اڑانا:

قرآن کریم کی ایک سورت کا نام بقرہ ہے۔ بقرہ کا معنٰی ہے گائے اور ایک سورت کا نام نساء ہے نساء کا معنٰی ہے عورتیں، ایک کا نام مائدہ ہے۔ مائدہ کا معنٰی ہے دستر خوان۔ ایک کا نام انعام ہے انعام کا معنٰی ہے مویشی۔ ایک کا نام نحل ہے۔ نحل کا معنٰی ہے شہد کی مکھیاں۔ ایک کا نام ہے عنکبوت، عنکبوت کا معنٰی ہے مکڑی۔ تو کافر لوگ آپس میں بیٹھ کر

گپیں مارتے تھے اور اس طرح قرآن کریم کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک کہتا بھائی مجھے گائے کے ساتھ پیار ہے لہٰذا البقرہ مجھے دے دو میں اس کا دودھ پیتا رہوں گا۔ دوسرا کہتا میں کھانے کا بڑا شوقین ہوں مائدہ مجھے دے دو۔ تیسرا کہتا کہ میں عورتوں کا بڑا شوقین ہوں سورۃ النساء میرے حصے میں رہنے دو۔ کوئی کہتا کہ میں جانوروں کا بڑا شوقین ہوں انعام میرے پاس رہنے دو۔ کوئی کہتا مجھے شہد کی مکھیوں کے ساتھ بڑا پیار ہے لہٰذا النحل میری ہے۔ کسی کو کہتے کہ بھئی! تجھے عنکبوت دیں گے۔ تو اس طرح قرآن کریم کا مذاق اڑاتے۔

او ظالمو! رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو باتیں بیان کی ہیں وہ تمھیں سمجھانے کے لیے ہیں تم نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ دوزخ میں تمہارا ٹھکانا اس لیے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مذاق کیا ہے وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور دھوکے میں ڈالا تمھیں دنیا کی زندگی نے۔ تم نے دنیا کو سمجھا آخرت کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ آج دنیا کا حال یہ ہے کہ ہر چیز کو مادی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان مغربی قوتوں نے ذہن ایسا بنا دیا ہے کہ ہر چیز کو مادی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ سارے ایسے نہیں ہیں الحمد للہ! دین پر چلنے والے بھی موجود ہیں لیکن دین پر چلنے والے اور دین کی کوشش کرنے والے نسبتاً بہت کم ہیں مگر موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ "میری امت میں سے ایک گروہ حق پر قائم رہے گا۔" دنیا کی کوئی طاقت ان کو حق سے ہٹا نہیں سکے گی۔، مصیبتیں جھیلیں گے، تکلیفیں برداشت کریں گے حق کو نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن دنیا کی اکثریت گمراہ ہے۔ فرمایا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا پس آج کے دن نہ نکالے جائیں گے اس دوزخ سے وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان کو معافی کا

موقع دیا جائے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مجرم کو کہا جاتا ہے کہ معافی مانگ لو، ضمانت دے دو کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرو گے لیکن قیامت والے دن کافروں کو معافی کا موقع نہیں دیا جائے گا فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے تعریف رَبِّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے آسمانوں کا وَرَبِّ الْاَرْضِ اور زمین کا رب ہے۔ زمین میں جتنی مخلوق ہے تمام کا رب اللہ تعالیٰ ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب ہے۔ انسان کے جہان کا رب، فرشتوں کے جہان کا رب، جنات اور حیوانات کے جہان کا رب۔ سب کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر ہم رب کا ہی مفہوم سمجھ لیں تو شرک کے قریب نہیں جائیں گے۔ رب کا معنیٰ ہے تربیت کرنے والا۔ تربیت کے لیے ہوا کی بھی ضرورت ہے، خوراک کی بھی ضرورت ہے، لباس کی بھی ضرورت ہے، رہائش کی بھی ضرورت ہے۔ یہ تمام ضروریات پوری کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تو رب بھی وہی ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں۔ اس کے سوا نہ کوئی مالک ہے، نہ خالق ہے، نہ کوئی رب ہے۔ اور جو پروردگار ہے وہی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس اور دست گیر ہے۔ جب یہ بات سمجھ آ جائے گی تو شرک قریب نہیں آ سکتا۔ مگر ہم نے تو قرآن کی بنیادی اصطلاحات ہی کو نہیں سمجھا۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ اور اللہ ہی کے لیے ہے بڑائی فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں میں اور زمین میں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑی ذات کوئی نہیں ہے۔ اللہ اکبر کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑا ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ باقی ہر چیز فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی نہ ابتداء، نہ انتہاء، نہ اس کے لیے موت، نہ بیماری، نہ صدمہ، نہ دکھ، نہ تکلیف، وہ ہر کمزوری سے پاک ہے۔ ہم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔

؎ دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں کہ تری پہچان یہی ہے

اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا اس کو اس کی قدرتوں اور نشانیوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، تمام جہان پیدا کیے اور سب کی ضروریات پوری کرنے والا ہے، وہ رب ہے۔ اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کا ہر کام حکمت کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اپنی حکمتوں کو خود سمجھتا ہے ہم تم نہیں سمجھ سکتے۔

الحمدللہ! آج ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بہ مطابق ۴ مارچ ۲۰۱۴ء، پچیسواں پارہ مکمل ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ الاحقاف

(مکمل)

جلد............۱۸

آیاتها ۳۵ ۴۶ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ۶۶ رکوعاتها ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۞ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۞

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَكِيْمِ جو حکمت والا ہے مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَ مَا بَيْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ اور ایک مقرر مدت تک وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر

ہیں عَمَّآ اس چیز سے اُنْذِرُوْا جس چیز سے ان کو ڈرایا گیا مُعْرِضُوْنَ اعراض کرتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ بھلا تم بتلاؤ مَّاتَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے اَرُوْنِیْ دکھاؤ مجھے مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ کیا پیدا کیا ہے انھوں نے زمین سے اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ یا ان کے لیے کوئی شراکت ہے فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں اِیْتُوْنِیْ لاؤ میرے پاس بِكِتٰبٍ کوئی کتاب مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اس سے پہلے اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ یا کوئی نشانی علم کی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے وَمَنْ اَضَلُّ اور کون زیادہ گمراہ ہے مِمَّنْ اس سے یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ جو پکارتا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗ اس کو جو نہیں پہنچ سکتا اس کی پکار کو اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ اور جس وقت جمع کیے جائیں گے لوگ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً ہوں گے وہ ان کے دشمن وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ اور ہوں گے وہ ان کی عبادت کا انکار کرنے والے۔

تعارف سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الاحقاف ہے۔ احقاف جمع ہے حِقْفٌ کی۔ اس کا معنیٰ ہے ریت کا ٹیلا۔ اس سورہ میں قوم عاد کا ذکر ہے جہاں وہ رہتے تھے وہاں ریت کے

بڑے بڑے ٹیلے تھے اس وجہ سے اس کا نام احقاف ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے پینسٹھ (۶۵) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار رکوع اور پینتیس (۳۵) آیات ہیں۔ حٰمٓ کے متعلق کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہے۔ حا سے حمید مراد ہے اور میم سے مجید مراد ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ یہ ہمارے سامنے جو کتاب ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ کتاب اتاری ہوئی ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَكِيْمِ جو حکمت والا ہے۔ الْعَزِيْزِ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کتاب ساری دنیا پر غالب ہوگی کافروں نے، مخالفوں نے بڑی رکاوٹیں کھڑی کی ہیں مگر الحمد للہ! یہ قرآن پھیلتا ہی گیا ہے۔ الْحَكِيْمِ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی باتیں حکمت والی ہیں۔ اس کتاب کا موضوع اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔ آگے توحید کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مثلاً: چاند، سورج، ستارے ہیں، فضا ہے، پہاڑ ہیں، دریا ہیں، درخت، ٹیلے اور فصلیں ہیں اور بے شمار مخلوق ہے جو کچھ بھی ہے اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ ان کو پیدا کیا ہے ان کے پیدا کرنے کا کوئی مقصد ہے بے فائدہ نہیں بنایا وَاَجَلٍ مُّسَمًّى اور ایک مدت مقرر تک۔ ان کی ایک میعاد مقرر ہے۔ اس کے بعد نہ زمین رہے گی اور نہ آسمان۔ کیوں کہ جس مقصد کے لیے ان کو بنایا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ اسکول، کالج، یونیورسٹی کی عمارت بنائی جاتی ہے،

مدارس تعمیر کیے جاتے ہیں تو ان کا مقصد ہوتا ہے کہ ان میں پڑھنے والے پڑھیں گے اور ایک ان کی تعلیم کے لیے نصاب ہوتا ہے اور اس نصاب کو پورا کرنے کے لیے وقت ہوتا ہے کہ یہ نصاب تم نے دو سال میں پورا کرنا ہے یا چار سال میں مثال کے طور پر۔ نصاب مکمل ہونے کے بعد امتحان ہوتا ہے۔ تو یہ عمارتیں بے مقصد نہیں بنائی گئیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بے مقصد نہیں بنایا۔ اس کے لیے دین ایک نصاب ہے، انبیائے کرام علیہم السلام معلم ہیں۔ انھوں نے ہمیں بتایا ہے کہ تم اپنا عقیدہ درست کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو۔ جو کام کرنے کے ہیں وہ بھی بتائے اور جو نہ کرنے کے ہیں وہ بھی بتائے ہیں۔ ہم نے اس نصاب کی تکمیل کرنی ہے۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ امتحان لیا جائے گا۔ جب مقصد پورا ہو جائے گا تو زمین اور آسمان کی عمارت کو ختم کر دیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بے مقصد نہیں بنایا۔

عقل مندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا [آل عمران:۱۹۱] ''اے ہمارے رب! تو نے آسمانوں اور زمین کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔'' مقصد پورا ہو جانے کے بعد ان کو ختم کر دیا جائے گا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ''جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو مثل لپیٹ دینے طومار کے لکھے ہوئے کاغذوں کو۔'' اور زمینوں کے اوپر پہاڑ، ٹیلے برابر کر دیے جائیں گے۔ کوئی نشیب و فراز نہیں ہوگا۔ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے لَا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا ''نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ ٹیلا۔'' مشرق سے لے کر مغرب تک میدان ایسے ہموار ہوگا کہ اگر انڈا مشرق سے لڑھکایا جائے تو مغرب تک کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اور اگر شمال سے

لڑھکایا جائے تو جنوب تک کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔لیکن وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، انکار کیا عَمَّآ اُنْذِرُوْا ان چیزوں سے جن سے ان کو ڈرایا گیا مُعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہیں۔ان کو کفر سے ڈرایا گیا، شرک سے ڈرایا گیا، رب تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرایا گیا کہ باز آجاؤ ورنہ رب تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں بھی آسکتا ہے اور آتا رہا ہے۔اور مرنے کے بعد پھر عذاب الٰہی ہے۔یہ ساری باتیں ان کو کھول کر بتلائی گئیں لیکن وہ اعراض کرتے رہے کوئی بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں قُلْ آپ ان مشرکوں سے کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بھلا تم بتلاؤ مجھے، خبر دو مجھے مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ وہ جن کو تم پکارتے ہو (مشکل کشا، حاجت روا، سمجھ کر) اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے اَرُوْنِيْ دکھاؤ مجھے، بتلاؤ مجھے مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ کیا پیدا کیا ہے انھوں نے زمین سے۔مشرقی حصہ پیدا کیا ہے، مغربی حصہ پیدا کیا ہے، پہاڑ پیدا کیے ہیں، دریا پیدا کیے ہیں، کیا چیز پیدا کی ہے؟

غیر اللہ کو پکارنا :

پکارنے والوں نے فرشتوں کو بھی پکارا یا جبرائیل ، یا میکائیل ، یا اسرافیلُ کہا اور پیغمبروں کو بھی پکارا یا رسول اللہ مدد کہا۔اچھے بھلے سمجھ دار لوگ گمراہ ہیں۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

ہم جو یا رسول اللہ! کا جملہ کہہ کر آپ ﷺ سے مدد مانگتے ہیں تو اے نجدی ، وہابی اس سے تجھے کیا تکلیف ہوتی ہے؟ دیکھنا! اگر یا رسول اللہ! کا جملہ پیار اور محبت کی وجہ سے کہا جائے اور عقیدہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب کا نہ ہو اور نہ اس جملے کے ذریعے آپ ﷺ

سے مدد مانگی جائے تو پھر صحیح ہے۔ اس کو یوں سمجھو کہ جیسے ایک بندے کو راستے پر چلتے چلتے ٹھوکر لگے اور گر جائے اور منہ سے نکلے ہائے بے بے۔ اب بے بے وہاں کھڑی تو نہیں ہے۔ چونکہ ماں کے ساتھ پیار ہوتا ہے اور پیار کی وجہ سے یاد آتی ہے، حاضر وناظر کے نظریے سے کوئی نہیں کہتا۔ لہٰذا یہ صحیح ہے۔ اگر حاضر وناظر سمجھ کر مدد کے لیے کہتا ہے تو پھر صحیح نہیں ہے مدد صرف رب تعالیٰ سے۔ کیونکہ آپ ﷺ بھی رب تعالیٰ کی مدد کے محتاج تھے۔ تو فرمایا آپ ان مشرکوں سے کہیں کہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے بتلاؤ مجھے کیا پیدا کیا ہے انھوں نے زمین سے اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ یا ان کے لیے کوئی شراکت ہے آسمانوں میں یا سات آسمانوں میں سے کسی کا کوئی مشرق کا حصہ بنایا ہو یا مغرب کا یا شمال کا یا جنوب کا کوئی حصہ پیدا کیا ہے۔ محض ڈھکوسلا نہ مارنا اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اس قرآن سے پہلے کی کوئی مستند کتاب ہو اس کتاب سے کوئی حوالہ دو کہ دیکھو! اس میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں چیز پیدا کی ہے، فلاں نے فلاں چیز پیدا کی ہے، فلاں نے فلاں چیز پیدا کی ہے اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ یا کوئی نشانی علم کی۔ دلیل ہمیشہ دو قسم کی ہوتی ہے نقلی، عقلی۔ نقلی کا معنیٰ ہے کتاب سے نقل کی جائے کہ لو جی! یہ دلیل فلاں کتاب کے اتنے نمبر صفحے پر ہے۔ یا عقلی دلیل پیش کی جاتی ہے۔ بغیر دلیل کے تو دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا کوئی دلیل پیش کرو نقلی یا عقلی کہ جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ دار ہے اور وہ بھی حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حصہ دار اور شریک ہی کوئی نہیں ہے تو پھر حاجت روا اور مشکل کشا اور فریاد رس بھی کوئی نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ پر جو مشکل وقت آئے ہیں ان میں مجموعی حیثیت سے سب سے

زیادہ مشکل مقام بدر کا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ تین سو بارہ ساتھی تھے تیرھویں آپ ﷺ تھے۔ جمعرات کی عشاء کی نماز پڑھا کر آپ ﷺ سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمے میں تشریف لے گئے اور نفل نماز شروع کی۔ لمبا قیام، لمبا رکوع اور سجود کیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا انسان کون سی حالت میں رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ لِلرَّبِّ وَ ھُوَ سَاجِدًا " بندہ سب سے زیادہ قریب اپنے رب کے سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔" سب سے زیادہ عاجزی کی حالت سجدے کی ہوتی ہے کہ ہاتھ پاؤں زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہیں گھٹنے، ناک، پیشانی بھی زمین کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اور مسئلہ یاد رکھنا کہ جب تک ناک اور پیشانی دونوں سجدے میں زمین پر نہ لگیں تو سجدہ نہیں ہوتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَمَسَّ اَنْفُ الْاَرْضَ "اس شخص کی نماز نہیں ہوگی جس کا ناک زمین پر نہ لگے۔" ہاں! اگر ناک پر زخم ہے یا پیشانی پر زخم ہے تو پھر بات علیحدہ ہے، مجبوری ہے۔ مجبوری کی حالت کے مسائل الگ ہیں۔ اور سجدے میں بازو زمین سے اونچے ہوں۔ بازو زمین پر پھیلانے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ جیسے کتا یا درندے اپنے بازو پھیلا دیتے ہیں تم اس طرح سجدے میں اپنے بازو نہ پھیلاؤ۔ اور ہاتھ پیٹ اور ران کے ساتھ بھی نہ لگیں اور اتنے باہر بھی نہ نکالو کہ ساتھ والے نمازی کو تکلیف ہو اور وہ تنگ ہو جائے۔

تو آنحضرت ﷺ نے سرخ رنگ کے چمڑے میں داخل ہو کر نفل شروع کیے، سجدے میں گئے، رونا شروع کر دیا اور دعا مانگی اے پروردگار! یہ جو بندے میں ساتھ لے کر آیا ہوں یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے۔ اے پروردگار! اگر ان کو شکست ہوئی تو

قیامت تک تیری توحید کا ذکر کرنے والا اور ماننے والا تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ روتے بھی ہیں اور دعائیں بھی کرتے ہیں۔ اگر اپنے اختیار میں ہوتا تو اپنی مدد خود کر لیتے۔ رب تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر کر مانگنے کا کیا مطلب ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گریہ زاری سنی تو اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے حضرت! بس کرو لَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّكَ ''آپ نے بڑی زاری کی ہے رب تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمے سے باہر تشریف لائے۔ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر تھے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ اور شان والے ہو کر اپنی مدد نہیں کر سکے رب تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلائے ہیں تو اور کون ہے جو حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس ہو سکے، دست گیر ہو سکے۔ پچھلے دنوں ملک عراق میں کئی حکومتوں نے جن میں ہماری حکومت بھی ان کے ساتھ تھی صدام کے خلاف کارروائی کی، بغداد پر بم باری ہوئی تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے کچھ حصہ اور آس پاس کی عمارتوں کو نقصان پہنچا۔ جس پر ان کو معذرت کرنی پڑی کہ پائیلٹ کی غلطی سے ہوا ہے قصداً نہیں ہوا۔ خیر یہ بات تو الگ ہے مگر سوال یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہماری تمہاری اور دنیا کی مدد کرتے ہیں اور وہاں بغداد میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اپنے روضہ اور ماحول کی حفاظت نہیں کر سکے، وہاں دست گیری نہیں کی، اردگرد کی قبروں کو بچاتے، جن کی بے حرمتی ہوئی، عمارتوں کو بچاتے۔ مگر یہ بات سمجھنے والوں کے لیے ہے دوسروں کے لیے نہیں ہے۔ بے شک وہ اپنے مقام پر بہت بلند بزرگ ہیں لیکن وہ خدا تو نہیں ہیں اور نہ ہی خدائی اختیارات ان کے پاس ہیں۔ خدائی اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ان

بزرگوں کی تو ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی توحید کی اشاعت میں گزری ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے "فتوح الغیب" اس میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس کو ضرور پڑھو۔ عربی میں تھی اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے مولانا حکیم محمد صادق نے میرے مشورے سے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

گکھڑ میں لوگوں کو کتابوں کا شوق نہیں ہے بس یہی ہے کہ مولوی صاحب کا درس سن لیں۔ حالانکہ بعض چیزیں کتابوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ میرے پاس اس کے ایک دو نسخے تھے وہ کوئی مولوی لے گیا اور واپس نہیں کیے اور مجھے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ وہ کون مولوی صاحب لے گئے ہیں۔ مگر اس ظالم نے واپس نہیں کیے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی حاجت روائی کرنے والا نہیں۔ تو فرمایا لاؤ کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی نشانی علم کی، باقی ماندہ علم کی بات کہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا انھوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین میں یا ان کے لیے کچھ شراکت ہے آسمانوں میں۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی نقلی یا عقلی دلیل پیش کرو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے۔ اور سن لو وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ اور کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جو پکارتا ہے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے مَنْ اس کو لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ جو نہیں پہنچ سکتا اس کی پکار کو قیامت کے دن تک، نہیں قبول کرنے والا اس کی پکار کو قیامت کے دن تک اور نہ ان کے اختیار میں ہے وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں۔ اب دیکھو! یہاں سے جو کوئی شخص کہتا ہے "یا غوث اعظم دستگیر میری مدد کرو۔" وہ تو اپنی قبر میں، جنت کے مزوں میں ہیں ان کو کیا معلوم کہ مجھے کس نے پکارا ہے اور کہاں سے پکارا ہے؟ کیوں پکارا ہے؟ وہ ہزاروں میل کی مسافت پر ہیں۔ اسی پر قیاس کریں

دوسرے بزرگوں کو۔

سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پایہ بزرگوں میں سے ہیں چالیس ہزار ہندو ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ان کی کتاب ہے ''کشف المحجوب'' پہلے فارسی زبان میں تھی اب اس کا اردو ترجمہ ہوگیا ہے۔اس کو پڑھو۔وہ اپنے شاگرد کو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ رنج بخش ہے۔نہ کوئی خزانہ دیتا ہے اور نہ کوئی دکھ دے سکتا ہے۔اور آج کل تو تاریخ بالکل الٹ ہوگئی ہے۔ان کی جگہ آج کل شرابیوں، منشیات فروشوں اور اغوا کاروں کا اڈا بنی ہوئی ہے۔تو فرمایا اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے نیچے ایسے کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا کو قبول نہیں کرسکتے اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ اور جس وقت لوگ جمع کیے جائیں گے كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً ہوں گے وہ ان کے دشمن جن کو یہ پکارتے ہیں وہ ان پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے کہ ظالمو! تم کیا کرتے رہے ہو ہم نے کب کہا تھا کہ اس طرح کرنا وَكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ اور ہوں گے وہ ان کی عبادت کا انکار کرنے والے۔ وہ عبادت کرنے والوں کی عبادت کا انکار کریں گے کہ ہمیں کیا پتا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ہم نے تمھیں شرک کرنے کا حکم دیا تھا۔ہم نے کب کہا تھا کہ ہمیں پکارنا یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی مستعان نہیں ہے واللہ المستعان ''اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔''

اور ہر نماز میں ہمارا یہ سبق ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد مانگنا مافوق الاسباب شرک ہے اور شرک سے بڑی قبیح چیز کوئی نہیں ہے۔توحید اسلام کا بنیادی

عقیدہ ہے اور قرآن پاک میں جتنا ردشرک و بدعات کا ہے شاید ہی کسی اور چیز کا ہو لیکن لوگ آج جہالت کی وجہ سے شرک و بدعات میں مبتلا ہیں۔ رب تعالیٰ شرک و بدعت سے بچائے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۟ؕ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۟ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۟ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۟ ع

وَاِذَا اور جس وقت تُتْلٰی تلاوت کی جاتی ہیں عَلَیْهِمْ ان پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ صاف صاف قَالَ الَّذِیْنَ کہتے ہیں وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلْحَقِّ حق کے بارے میں لَمَّا جَآءَهُمْ جس وقت آ گیا حق ان کے پاس هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ یہ جادو ہے کھلا اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا یہ کہتے ہیں پیغمبر نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنِ افْتَرَیْتُهٗ اگر بالفرض میں نے اس کو گھڑا ہے فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ پس نہیں مالک تم میرے لیے مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے شَیْـًٔا کچھ بھی هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَا ان چیزوں کو تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ جن میں

تم گھسے رہتے ہو كَفٰى بِهٖ کافی ہے وہ شَهِيْدًا گواہ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اور وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے قُلْ آپ فرمادیں مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ نہیں ہوں میں نیا رسولوں میں سے وَمَآ اَدْرِيْ اور میں نہیں جانتا مَا يُفْعَلُ بِيْ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ وَلَا بِكُمْ اور نہیں جانتا کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ اِنْ اَتَّبِعُ میں نہیں اتباع کرتا اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف وَمَآ اَنَا اور نہیں ہوں میں اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ مگر ڈرانے والا کھول کر قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بھلا بتلاؤ اِنْ كَانَ اگر ہے یہ قرآن مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَكَفَرْتُمْ بِهٖ اور تم اس کا انکار کرتے ہو وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے بنی اسرائیل میں سے عَلٰى مِثْلِهٖ اس جیسی چیز پر فَاٰمَنَ پس وہ ایمان لایا وَاسْتَكْبَرْتُمْ اور تم نے تکبر کیا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو۔

ربط آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تم نے پڑھا کہ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ اور جس وقت اکٹھے کیے جائیں گے لوگ قیامت والے دن۔ تو جن کی عبادت کی گئی ہے یہ عبادت کرنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے انکار کرنے والے ہوں گے۔ تو یہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اس دن رسوا ہوں گے اور آج ان کی حالت یہ

ہے جو غیر اللہ سے مرادیں مانگتے ہیں ان کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس سمجھتے ہیں۔ حق کو سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا اور جس وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں بَیِّنٰتٍ صاف صاف۔ معنیٰ کے لحاظ سے واضح، مطلب کے لحاظ سے واضح۔ صاف آیتیں پیش کی جاتی ہیں قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں لِلْحَقِّ حق کے بارے میں لَمَّا جَآءَهُمْ جب حق ان کے پاس آگیا۔ کہتے ہیں هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ یہ جادو ہے کھلا۔

قرآن کریم عربی میں ہے اور جس ذات پر نازل ہوا وہ بھی عربی اور جن کی طرف نازل ہوا جو اول مخاطب تھے وہ بھی عربی تھے۔ تمام مکے والے عربی تھے اور عربی میں ایسے فصیح و بلیغ کہ ان کے نوعمر بچے اور بچیاں جس طرح عربی بولتے اور سمجھتے تھے ہم لوگ پچاس پچاس سال پڑھ کر بھی اس طرح بول اور سمجھ نہیں سکتے۔ چونکہ ہماری مادری زبان عربی نہیں ہے۔ ان کے ان پڑھ لوگ ایسے شعر کہتے تھے کہ ہم ساٹھ ساٹھ سال پڑھا کر بھی ان جیسے شعر نہیں کہہ سکتے۔ وہ قرآن کریم کو سمجھتے تھے اور اس کے اثر کے بھی قائل تھے اور کہتے تھے کہ اس کا اثر اس لیے ہے کہ یہ کھلا جادو ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کو جادوگر کہتے تھے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ خود بھی جادو کہہ کر ٹھکرا دیتے تھے اور دوسروں کو بھی کہتے اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ [الانبیاء: ۳] "کیا پس تم پھنستے ہو جادو میں اور تم دیکھ رہے ہو۔" صاحب بصیرت ہو، اچھے بھلے سمجھ دار ہو کر تم جادو میں پھنستے ہو۔

تو فرمایا کہ جب حق ان کے پاس آیا تو حق کے منکروں نے کہا یہ جادو ہے کھلا۔ اور سنو! اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا یہ لوگ کہتے ہیں پیغمبر نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے اپنے پاس سے۔ یہ الزام بھی انھوں نے آپ پر لگایا حالانکہ ان کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ

نے کسی سے کوئی چیز نہیں سیکھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ''رسول جو نبی امی ہے۔'' امی کا معنٰی ہے ان پڑھ۔ اور دوسری صفت فرمایا وَلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ [عنکبوت:۴۸] ''اور نہ آپ لکھتے تھے دائیں ہاتھ سے۔'' آپ نہ پڑھنا جانتے تھے نہ لکھنا جانتے تھے۔ یہ سب ان کے علم میں تھا مگر زبان لوگوں کے منہ میں ہے شوشے چھوڑنے سے باز نہیں آتے۔ بعض کہتے تھے اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ''اس کو سکھاتا ہے ایک آدمی۔'' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ [النحل:۱۰۳] ''اس آدمی کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔''

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کا نام یعیش اور بعض عائش بتلاتے ہیں۔ وہ بے چارہ تو اچھی طرح عربی بول بھی نہیں سکتا تھا۔ چونکہ غریب اور پردیسی تھا اور وہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہ تھا۔ بیمار ہو جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تیمار داری کے لیے جاتے تھے اس کو پانی لا دیا اور کوئی اس کی ضرورت کی چیز ہوتی تو لا دیتے۔ اس بے چارے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی سکھائی تھی جو خود صحیح معنٰی میں عربی نہیں بول سکتا تھا؟ تو مخالف کبھی کوئی شوشہ چھوڑ دیتے کبھی کوئی شوشہ چھوڑ دیتے۔ اس مقام پر اس شوشے کا ذکر ہے۔

فرمایا کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم نے خود قرآن کو گھڑ لیا ہے قُلْ آپ کہہ دیں اِنِ افْتَرَیْتُهٗ بالفرض اگر میں نے اس کو گھڑا ہے فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا پس تم مالک نہیں ہو میرے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی۔ اللہ تعالیٰ گرفت سے بچانے کے لیے تم کسی شے کے بھی مالک نہیں ہو اگر میں نے گھڑا ہے تو میں نے جرم

کیا ہے اللہ تعالیٰ مجھے سزا دے گا اور تم مجھے بچا نہیں سکو گے۔ هُوَ اَعۡلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَا تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ان چیزوں کو جن میں تم گھسے ہوئے ہو۔ جن میں تم مصروف رہتے ہو۔ کبھی مجھے شاعر کہتے ہو، کبھی کاہن کہتے ہو، کبھی مسحور اور کبھی جادوگر، کبھی مجنون اور کبھی کذاب، معاذ اللہ تعالیٰ۔ جن باتوں میں تم مصروف ہو رب تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے كَفٰى بِهٖ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ میرے اور تمہارے درمیان۔ اللہ تعالیٰ کی پہلی گواہی تو یہ کتاب ہے جو اس نے مجھ پر نازل فرمائی تم اس کے مثل ایک سورت نہیں لا سکتے۔ پھر چاند کا دو ٹکڑے ہونا اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے۔ تمہارے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کیا جو تم نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا کہ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس کے اوپر تھا۔ یہ پہاڑ مکہ مکرمہ سے مشرق کی طرف ہے اور یہ پہاڑ دنیا میں سب سے پہلے قائم ہوا اور اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے لیے بلایا تھا، آواز دی تھی۔ آج جو حاجی لبیك اللّٰهم لبیك کہتے ہوئے جاتے ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کا جواب ہے۔ اور دوسرا ٹکڑا جبل ابی قُعیقعان پر تھا۔ کافی دیر تک وہ ٹکڑے اس طرح رہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ دیکھنے کے بعد فوراً ایمان لے آتے کیونکہ ان کے مطالبے پر ہوا تھا لیکن قرآن پاک میں تصریح ہے کہ سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ [سورۃ القمر] "کہ یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔" کہہ کر اعراض کر گئے اور ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ اس کے علاوہ اور کئی معجزات ہیں، پتھروں کا سلام کرنا، درختوں کا چل کر آنا۔

مسلم شریف کی روایت ہے بڑا کھلا میدان تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی باپردہ جگہ نہیں تھی میدان کے کناروں پر درخت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو

درختوں کو آنے کا اشارہ فرمایا۔ درخت زمین کو چیرتے ہوئے آئے سب نے آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر نیچے کیں وہ جھک گیا پھر دوسرے کی ٹہنیاں نیچے کیں وہ بھی جھک گیا، پردہ ہو گیا۔ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ان کو اپنی جگہ جانے کا اشارہ فرمایا۔ وہ پھر زمین کو چیرتے ہوئے اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ (ان درختوں کی جگہ اب مسجدیں بنی ہوئی ہیں نشانی کے طور پر۔ میں نے وہ دونوں مسجدیں دیکھی ہیں۔ مرتب)

حضور ﷺ کا معجزہ :

ایک موقع پر پانی کی قلت تھی لوٹے میں تھوڑا سا پانی تھا ستر، اسی آدمی تھے نماز کا وقت ہو گیا کہنے لگے حضرت پانی نہیں ہے بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے لوٹے میں انگلیاں ڈالیں۔ راوی کہتے ہیں ایسے لگتا تھا کہ انگلیوں سے پانی نکل رہا ہے ستر، اسی آدمیوں نے وضو کیا اور خوب سیر ہو کر پیا بھی، پانی پھر بچ گیا۔ یہ بے شمار معجزات اللہ تعالیٰ کی گواہی ہیں۔

تو فرمایا کافی ہے گواہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اور وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے قُلْ آپ فرمادیں مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ نہیں ہوں میں نیا رسولوں میں سے۔ میں پیغمبروں میں سے نیا تو نہیں ہوں بدعت کا معنی ہوتا ہے نو خیز، جدید۔ نئی چیز پر لوگ تعجب کرتے ہیں۔ پہلے سے اس طرح کی چیز ہو تو لوگوں کو تعجب نہیں ہوتا۔

سعودیہ میں جب سب سے پہلے پکی سڑک پر ڈرائیور ٹرک کو لے کر گزرا تو ایک بوڑھا چرواہا تھا اس کے ساتھ بچے بھی تھے۔ ٹرک کو دیکھ کر اس نے بچوں کو کہا ضرِبُوْا اَيُّهَا

الصِّبْيَان ضِرُّوْا جَاءَ الشَّيْطَان ''بچو! بھاگ جاؤ شیطان آ گیا ہے۔'' چونکہ اس نے اس سے پہلے ٹرک کو گزرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا تو تعجب کیا۔ تو بندہ جب کوئی نئی چیز دیکھتا ہے اس پر تعجب کرتا ہے۔

تو فرمایا میں کوئی نیا پیغمبر تو نہیں ہوں مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر گزرے ہیں۔ میں خاتم النبیین ہوں۔ سورۃ الرعد آیت نمبر ۳۸ پارہ ۱۳ میں ہے وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ''اور ہم نے بنائیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد۔'' وہ کھاتے پیتے بھی تھے، تمام لوازمات بشریہ ان کے ساتھ تھے، بیمار بھی ہوتے تھے، تندرست بھی ہوتے تھے۔

آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تھے گھوڑا تیز چلا تو آپ ﷺ گر پڑے۔ گرنے کی وجہ سے آپ ﷺ کا دایاں پہلو زخمی ہوا، کافی خراشیں آئیں، دائیں پاؤں کا ٹخنا بھی نکل گیا۔ آپ ﷺ نے کئی دن تک مسلسل بیٹھ کر نماز پڑھی، کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔

تو فرمایا آپ کہہ دیں میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں کہ تمہیں سمجھ نہ آئے کہ پیغمبر کس کو کہتے ہیں مجھ سے پہلے کئی پیغمبر گزرے ہیں وَمَآ اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ مرنے کے بعد میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ مگر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بعض نے یہ تفسیر کی ہے لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ پیغمبر کو جس دن نبوت ملتی ہے تو پہلے دن ہی اس کو اپنی نجات اور بخشش کا یقین ہوتا ہے۔ اگر پیغمبر اپنی بخشش کو یقینی نہ جانے تو دوسروں کو دعوت دینے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

احمد رضا خان بریلوی نے بڑا ظلم کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو

نبوت ملنے کے انیس (۱۹) سال بعد اپنی بخشش اور مغفرت کا یقین ہوا۔ جب سورت فتح نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ''تاکہ معاف کردے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے جو پہلے ہو چکیں آپ کے لیے لغزشیں اور جو بعد میں ہوں گی۔'' یہ سورت نبوت کے انیسویں سال نازل ہوئی ہے ۶ھ میں حدیبیہ کے سفر میں واپسی پر۔ میں نے اپنی کتاب ''ایضاح الحق'' میں لکھا ہے کہ بڑی عجیب بات ہے کہ اگر کسی اور سے چھوٹی سی بھی غلطی ہو جائے تو تم لوگ چوک میں کھڑے ہو کر احتجاج کرتے ہو کہ توہین کر گیا، توہین ہو گئی۔ اور خان صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی بخشش کا علم انیس سال بعد ہوا۔ یہ کیا کوئی کم توہین ہے؟ کہ انیس سال لوگوں کو دعوت دیں اور خود اپنا علم نہ ہو کہ میرے ساتھ کیا ہونا ہے؟ یقین جانو! جس دن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو نبوت ملتی ہے اسی دن اس کو مغفرت کا یقین ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ معنیٰ کرنا کہ مجھے معلوم نہیں، میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا مرنے کے بعد قطعاً غلط ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق دنیاوی معاملات کے ساتھ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ فتح ہوگی یا شکست ہوگی، مصیبتیں آئیں گی یا راحت ہوگی، بیماریاں ہوں گی یا تندرستی ہوگی، یہ ساری باتیں غیب کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور غیب کا علم رب جانتا ہے میں نہیں جانتا۔

اور اگر آیت کریمہ کا تعلق آخرت کے ساتھ بھی ہو تو پھر معنیٰ ہوگا کہ آخرت کی زندگی جو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے نہ ختم ہونے والی ہے اس کی تفصیلات سے میں واقف نہیں۔ نفس بخشش تو یقینی ہے باقی ابدالآباد زندگی میں رب تعالیٰ کی طرف سے جو نوازشیں ہوں گی ان کی تفصیل کا مجھے علم نہیں ہے۔ تو فرمایا میں نہیں جانتا کیا کیا جائے گا میرے

ساتھ اور میں نہیں جانتا کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ میں نہیں اتباع کرتا مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اور نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا کھول کر رب تعالیٰ کے عذاب سے، رب تعالیٰ کی گرفت سے کہ اگر رب تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور مرنے کے بعد بھی آئے گا قُلْ آپ کہہ دیں اَرَءَیْتُمْ بھلا بتلاؤ تم اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اگر ہے قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَکَفَرْتُمْ بِهٖ اور تم اس کا انکار کرتے ہو وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے بنی اسرائیل میں سے اس کی حقانیت کی۔ وہ عبداللہ بن سلام ہیں۔ جب انھوں نے سنا کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے تشریف لائے ہیں تو فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔

آپ ﷺ اس وقت بیان فرما رہے تھے افشوا السلام ''آپس میں سلام کو پھیلاؤ'' وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ ''غریبوں، کمزوروں کو کھانا کھلاؤ'' وَلَیِّنُوا الْکَلَامَ ''جس وقت کسی کے ساتھ کلام کرو تو نرمی کے ساتھ کرو'' وَصَلُّوْا بِالَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ ''اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھو اور لوگ سوئے ہوئے ہوں۔'' یہ پہلا سبق سنتے ہی وہیں مسلمان ہو گئے۔ کہنے لگے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور جو آیتیں سنا رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ حضرت یہودی آ رہے ہیں میں پردے کے پیچھے چھپ جاتا ہوں ان سے میرے متعلق پوچھیں کہ عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے؟ جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تو کہنے لگے اَفْضَلُنَا وابن افضلنا ہم میں سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے اعلمنا وابن اعلمنا ہم میں سے سب سے بڑا عالم ہے اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا ہم میں سب سے

زیادہ نیک ہے اور سب سے زیادہ نیک کا بیٹا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا اگر عبد اللہ بن سلام مسلمان ہو جائے تو تم مسلمان ہو جاؤ گے کہنے لگے اعاذہ اللہ الا سلام ''اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن سلام نیک بھی اور عالم بھی ہے، پھر نیک اور عالم کا بیٹا بھی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو پھر۔ کہنے لگے وہ بڑا سمجھ دار آدمی ہے اسلام کو قبول نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام سے بچائے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پردے سے باہر آ کر کہنے لگے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ بخاری شریف میں ہے کہنے لگے شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا ''ہم میں سے سب سے بڑا شرارتی ہے اور سب سے بڑے شرارتی کا بیٹا ہے۔'' وہی لوگ ہیں ایک لمحہ میں پھر گئے۔ فرمایا اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے بنی اسرائیل میں سے عَلٰی مِثْلِہٖ اس جیسی چیز پر۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس جیسی کتاب تورات پر کیوں کہ وہ بھی قرآن کے مثل ایک عظیم الشان کتاب ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ تورات میں بھی قرآن کریم کی حقانیت موجود ہے۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مثل کا لفظ زائد ہے اور معنیٰ ہوگا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس کتاب پر شہادت پیش کی لہٰذا تمہارے پاس انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اس نے تو اس کتاب کے حق ہونے کی گواہی دی فَاٰمَنَ پس وہ ایمان لایا وَاسْتَكْبَرْتُمْ اور تم نے تکبر کیا اور انکار کر دیا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو جبراً۔ جو طالب ہوتا ہے ہدایت اسی کو دیتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ
هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝١١ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ
هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَ بُشْرٰى
لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝١٢ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝١٣ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٤ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ
ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ
قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ
وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ
ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝١٥

وَقَالَ الَّذِيْنَ اور کہا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جو کافر ہیں لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے بارے میں اٰمَنُوْا جو مومن ہیں لَوْ كَانَ خَيْرًا اگر ہوتا یہ (ایمان) بہتر مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ نہ سبقت کرتے یہ لوگ ہم سے اس کی طرف وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا اور جس وقت انھوں نے ہدایت حاصل نہ کی بِهٖ اس قرآن سے فَسَيَقُوْلُوْنَ پس وہ بہ تاکید کہیں گے هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ یہ بہتان ہے پرانا وَمِنْ قَبْلِهٖ اور اس سے پہلے كِتٰبُ مُوْسٰٓى موسیٰ علیہ السلام کی

کتاب اِمَامًا راہ نمائی کرنے والی تھی وَّرَحْمَةً اور رحمت تھی وَهٰذَا كِتٰبٌ اور یہ کتاب ہے مُّصَدِّقٌ تصدیق کرنے والی ہے لِّسَانًا عَرَبِيًّا عربی زبان میں ہے لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ تاکہ ڈرائے ان لوگوں کو ظَلَمُوْا جنھوں نے ظلم کیا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ اور خوش خبری ہے نیکی کرنے والوں کے لیے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا رَبُّنَا اللّٰهُ ہمارا پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر ڈٹے رہے فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ پس نہیں خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ ہیں جنت والے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے اس میں جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کرتے رہے وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو بِوَالِدَيْهِ اس کے والدین کے بارے میں اِحْسٰنًا احسان کرنے کا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ اٹھایا اس کو اس کی ماں نے كُرْهًا تکلیف میں وَّوَضَعَتْهُ اور جنا اس کو كُرْهًا تکلیف میں وَحَمْلُهٗ اور اس کا اٹھانا وَفِصٰلُهٗ اور اس کا دودھ چھڑانا ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا تیس ماہ تک ہے حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ یہاں تک کہ جب پہنچا وہ اَشُدَّهٗ اپنی قوت کو وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اور پہنچا چالیس سال تک قَالَ کہا اس نے رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اے میرے رب میری قسمت میں کر دے اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ کہ میں شکر ادا کروں آپ کی نعمتوں کا الَّتِيْٓ وہ نعمتیں

اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ جو آپ نے مجھ پر کی ہیں وَعَلٰی وَالِدَیَّ اور میرے ماں باپ پر بھی کی ہیں وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا اور یہ کہ میں عمل کروں ایسے اچھے تَرۡضٰہُ جن پر آپ راضی ہوں وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ اور درست کر دے میرے لیے میری اولاد کو اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ بے شک میں نے رجوع کیا آپ کی طرف وَاِنِّیۡ اور بے شک میں مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے بنی اسرائیل میں سے یعنی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی تھے وہ قرآن سن کر ایمان لے آئے۔ حالانکہ ان کی زبان عربی نہیں تھی۔ کیونکہ یہودیوں کی اصلی زبان عبرانی تھی۔ تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی۔ ملکی سطح پر عربی بولتے تھے ان کی زبان عربی نہیں تھی اور ایمان لے آئے۔ اور تم عربی ہو کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ تو کافروں نے کہا کہ ہم دین اسلام میں کوئی خیر نہیں پاتے۔ اگر ہم اس میں کوئی خیر سمجھتے تو ہم ایمان لانے میں ان غریب غرباء سے پہل کرتے یہ ہم سے پہلے مسلمان نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ان لوگوں کے بارے میں جو مومن ہیں۔ کیا کہا؟ لَوۡ کَانَ خَیۡرًا اگر ہوتا یہ ایمان بہتر مَّا سَبَقُوۡنَاۤ اِلَیۡهِ تو نہ سبقت کرتے یہ لوگ ہم سے اس کی طرف۔ اگر دین اسلام، ایمان واقعی بہتر ہوتا تو یہ غریب غربا لوگ اس کو اختیار کرنے میں ہم سے سبقت نہ لے جاتے اس کی

طرف بلکہ ہم ان سے پہلے ایمان لے آتے۔ ایمان اگر کوئی اچھی چیز ہوتی تو ہمیں نہیں سمجھ آسکتا تھا ان کو سمجھ آ گیا ہے۔ فرمایا وَاِذْ لَمْ یَھْتَدُوْا بِہٖ اور جس وقت انھوں نے ہدایت حاصل نہ کی اس قرآن سے فَسَیَقُوْلُوْنَ ھٰذَآ اِفْکٌ قَدِیْمٌ پس بہ تاکید یہ تو پرانا بہتان ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ حالانکہ ایمان بہت بڑی دولت ہے لیکن اگر کسی کا ذہن صاف نہ ہو اور اس کی حقیقت کو نہ سمجھے تو جبراً اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان نہیں دیتا۔ ایمان طالب کو ملتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

حدیث پاک کئی دفعہ سن چکے ہو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَ مَنْ لَّا یُحِبُّ ''اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا وَلَا یُعْطِی الْاِیْمَانَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ ''اور ایمان نہیں دیتا مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔'' ضدی کافر تو رب تعالیٰ کے دشمن ہیں لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ [سورۃ الزمر] ''اللہ تعالیٰ راضی نہیں اپنے بندوں کے لیے کفر پر۔'' ان کو ایمان کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے؟ ضد اور تکبر ہو طلب نہ ہو تو جبراً ایمان کہاں سے آئے گا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کُلُّ فِعْلٍ وَ قَوْلٍ لَمْ یَثْبُتْ عَنِ الصَّحَابَۃِ اَنَّہٗ ھُوَ بِدْعَۃٌ ''ہر وہ فعل یا قول جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے۔'' اگر یہ کوئی اچھی چیز ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں ضرور سبقت کرتے کیونکہ لَمْ یَتْرُکُوْا خَصْلَۃً مِّنْ خِصَالِ خَیْرٍ اِلَّا وَقَدْ بَادَرُوْا اِلَیْھَا کوئی اچھی خصلت ایسی نہیں جس کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

سبقت نہ کی ہو۔'' لہٰذا دین میں بعد کی تمام ایجاد کی ہوئی چیزیں چاہے قول ہوں یا فعل ہوں وہ یقیناً بدعت ہیں ۔ کیونکہ خیر اور خوبی والی کوئی خصلت ایسی نہیں ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رہ گئی ہو لہٰذا جو انھوں نے نہیں کیا وہ بدعت ہے۔فرمایا الٹا کافر کہتے ہیں کہ اگر ایمان اچھی چیز ہوتی تو ان غریب غربا کو سمجھ آسکتا تھا ہمیں نہیں آسکتا تھا اور جس وقت انھوں نے قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کی تو ضرور کہیں گے یہ جھوٹ ہے پرانا۔قرآن کریم کو اِفكٌ قديم کہا معاذ اللہ تعالیٰ۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اور اس قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تھی تورات ، راہ نمائی کرنے والی۔ امام کا معنٰی راہ نمائی کرنے والا اور وہ کتاب رحمت تھی۔اب وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ اور یہ جو ہمارے سامنے کتاب ہے تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی۔جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے لِّسَانًا عَرَبِيًّا اس کی زبان عربی ہے کیوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی تھے ،قوم عربی تھی اس لیے قرآن کو ان کی زبان میں اتارا۔کیوں اتارا گیا؟ لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تاکہ ڈرائے ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا ہے۔سب سے بڑا ظلم شرک ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ [لقمان:۱۳] ''بے شک البتہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' یہ بات حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے ساران رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمائی تھی۔

تو فرمایا تاکہ وہ ڈرائے ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ اور خوش خبری ہے نیکی کرنے والوں کے لیے کہ رب تم سے راضی ہے مرنے کے بعد کی نئی زندگی راحت اور آرام کی زندگی ہوگی جنت میں جا کر تم خوشیاں حاصل کرو گے۔

فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب ہمارا پالنے

والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کی ضرورت کی جتنی چیزیں ہیں خوراک، لباس، پانی، ہوا ، سورج وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ہیں تو پھر وہ معبود اور الٰہ کیسے بن سکتے ہیں؟ تو فرمایا وہ لوگ جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ تعالیٰ ہے ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر ڈٹے رہے۔ صرف زبان سے نہیں کہا بلکہ اس پر ڈٹے رہے کہ رب ہمارا اللہ ہے فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ پس نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ آئندہ جو خدشات ہونے والے ہوتے ہیں ان کو عربی میں خوف کہا جاتا ہے جب مومن جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان کو آئندہ کوئی خوف نہیں ہوگا نہ موت کا نہ بیماری کا نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور حزن کہتے ہیں گزشتہ چیز پر افسوس کرنا تو گزشتہ پر غمگین نہیں ہوں گے کیونکہ ایمان لائے اور اعمال اچھے کیے، بُرے کاموں سے بچتے رہے۔ غمگین تو وہ لوگ ہوں گے جو ایمان نہیں لائے۔ وہ کہیں گے لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ [سورۃ الحجر] " کاش ہم مسلمان ہوتے۔" تو فرمایا نہیں خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یہی لوگ ہیں جنت والے، جنت میں داخل ہوں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اس میں۔ کیوں؟ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کرتے رہے۔ ایمان لائے، عمل اچھے کیے، برائیوں سے بچتے رہے، تکلیفیں برداشت کیں اللہ تعالیٰ ان عملوں کا بدلہ ضرور دیں گے۔

والدین کے حقوق :

آگے اللہ تعالیٰ والدین کے متعلق تاکیدی حکم دیتے ہیں۔ فرمایا وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو اس کے والدین کے بارے میں احسان کرنے کا۔ وصیت ایسے حکم کو کہتے ہیں جو بڑا پختہ ہو اسی لیے آدمی مرتے وقت

جو بات کہتا ہے اس کو وصیت کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ نہایت ضروری ہوتی ہے بدلنے والی نہیں ہوتی ہے آخری بات ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے والدین کے بارے میں تاکیدی حکم دیا ہے اے بندے! ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ماں باپ کے متعلق سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳ پارہ ۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے مومن کو حکم دیا ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا "پس نہ کہو ان کو اُف اور نہ ان کو ڈانٹو۔" اُف کا معنٰی ہے ہوں ہاں۔ مثلاً: ماں بلاتی ہے بیٹے کو یا بیٹی کو یا باپ بلاتا ہے۔ بعض علاقوں میں ہاں کہتے ہیں اور بعض علاقوں میں ہوں کہتے ہیں۔ تو آپ ہوں ہاں کہنے کے مجاز نہیں ہیں کیونکہ ان لفظوں میں کھردرا پن ہے ادب نہیں ہے۔ جی کا لفظ بولنا چاہیے۔ یاد رکھنا! یہ قرآن کا حکم ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ "اُف یعنی ہوں ہاں نہیں کہہ سکتا اور ان کو جھڑکنا بھی نہیں۔" فرض کرو ماں باپ سے کوئی نقصان ہو گیا ہے دنیا کا، تو ان کو مت جھڑکو کہ اب دین کا نقصان ہوگا۔ یہ نقصان بہت زیادہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے "ادب المفرد" یہ حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں ہے کہ بیٹی بیٹے کا ماں باپ کے آگے کھڑا ہونا عقوق الوالدین کی مد میں آتا ہے اور باپ کے کندھا کے ساتھ کندھا ملا کر چلنا بھی عقوق الوالدین کی مد میں آتا ہے۔ ہاں! اگر باپ بوڑھا ہے اور اس کو پکڑ کر چلتا ہے تو وہ الگ بات ہے۔ یا باپ خود کسی کام کے لیے آگے بھیجتا ہے تو الگ بات ہے ورنہ باپ کے آگے چل نہیں سکتا۔ اور آج کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے خدا پناہ! بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مغربی دنیا نے دنیائے کفر نے ہماری تہذیب اور کلچر کو بدل کے رکھ دیا ہے۔ ماں باپ کو جھڑکا بلکہ مارا پیٹا جاتا ہے بلکہ وہ جائیداد کی وجہ سے قتل کر دیئے جاتے ہیں، گھر سے باہر نکال دیئے جاتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ ہدایت دے مسلمانوں کو اور ماں باپ کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو فرمایا ہم نے انسان کو تاکیدی حکم دیا ہے والدین کے بارے میں اچھا سلوک کرنے کا حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا اٹھایا اس کو اس کی ماں نے تکلیف میں۔ تکلیف برداشت کر کے پیٹ میں اٹھائے رکھا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا اور جنا اس کو تکلیف میں۔ والدہ اولاد کے لیے تین قسم کی تکلیفیں برداشت کرتی ہے۔

① پیٹ میں اٹھانے کی۔ ② جننے کی۔ ③ پھر دودھ پلانے کی اور اس مدت میں دیکھ بھال کرنے کی۔

اس لیے خدمت کا حق والدہ کا زیادہ ہے بہ نسبت باپ کے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ میں والدین میں سے کس کے ساتھ نیکی کا سلوک کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ماں کے ساتھ۔ اس نے دوبارہ سوال کیا کہ کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ماں کے ساتھ۔ تیسری دفعہ بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ پھر جب چوتھی مرتبہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا باپ کے ساتھ۔ اس لیے ائمہ کرام رحمہم اللہ، محدثین عظام رحمہم اللہ اور فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ باپ کی نسبت ماں کا حق زیادہ ہے۔ گویا خدمت ماں کی زیادہ کرنی چاہیے البتہ ادب و احترام باپ کا زیادہ ہونا چاہیے۔

تو فرمایا اٹھایا اس کو ماں نے پیٹ میں تکلیف کے ساتھ اور جنا تکلیف میں وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا بچے کا اٹھانا پیٹ میں اور اس کا دودھ چھڑانا تمیں ماہ تک ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۳ میں ہے وَالۡوَالِدٰتُ يُرۡضِعۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِ ”اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال لِمَنۡ اَرَادَ اَنۡ يُّتِمَّ

الرَّضَاعَةَ ” یہ اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔ چنانچہ جمہور ائمہ کا مسلک یہی ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال تک ہے۔ اس لحاظ سے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ بنتی ہے۔ اور دودھ پلانے کی مدت چوبیس مہینے ہوئی تو کل مدت تیس مہینے ہوگئی۔ انسان کا بچہ عام طور پر نو ماہ میں پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات چھ، سات اور آٹھ ماہ میں بھی ولادت ہو جاتی ہے۔ تو کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے یعنی چھ ماہ میں پیدا ہونے والا بچہ شرعی طور پر جائز تصور ہوگا اور چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والا بچہ ناجائز تصور ہوگا اور عموماً بچہ نو ماہ میں پیدا ہوتا ہے۔ مگر ایسے بھی واقعات ہیں کہ جن میں مدت حمل بہت زیادہ پائی گئی ہے۔ چین کے مشہور حکیم لاوزے اسّی سال تک ماں کے پیٹ میں رہے۔

تو فرمایا اس کا اٹھانا اور دودھ چھڑانا تیس ماہ تک ہے حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ یہاں تک کہ جب وہ پہنچ گیا اپنی قوت کو، جوانی کو وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اور پہنچا چالیس سال تک۔ جب آدمی اپنی عمر کے چالیس سال پورے کر لیتا ہے اور اس کی ظاہری اور باطنی قوتیں پوری ہو جاتی ہیں اور وہ طاقت ور ہو جاتا ہے تو نیک بخت اور سعادت مند قَالَ کہتا ہے رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اے میرے رب میری قسمت میں کر دے مجھے توفیق دے دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں اَنْعَمْتَ عَلَيَّ جو آپ نے مجھ پر کی ہیں وَعَلٰي وَالِدَيَّ اور میرے والدین پر کی ہیں۔ ظاہری نعمتیں، باطنی نعمتیں، وجود بخشا، عقل و فہم عطا فرمایا، خوراک پانی کا انتظام فرمایا، جسمانی ضروریات پوری فرمائیں اور مجھے اس بات کی بھی توفیق دے وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا اور یہ کہ میں عمل کروں ایسے اچھے تَرْضٰىهُ جن پر آپ راضی ہوں۔ اور سعادت مند آدمی یہ دعا بھی کرتا ہے وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اور درست کر دے

میرے لیے میری اولاد کو۔ میری اولاد کو بھی نیک بنا۔ اپنے لیے بھی دعا کرتا ہے، اپنے والدین کے لیے بھی دعا کرتا ہے اور اولاد کے لیے بھی دعا کرتا ہے۔ اے پروردگار! میری اولاد کو بھی دُرست کر دے۔ یہ وہ لوگ کرتے ہیں جن کا تعلق دین کے ساتھ ہے۔ اور جن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے وہ دنیاوی سارے کام بچوں کے لیے کرتے ہیں ان کا دین کے ساتھ، عقیدے اور اچھے اعمال، نماز، روزہ وغیرہ کا خاطر خواہ خیال نہیں ہوتا لیکن یاد رکھنا! اپنی اولاد کے ایمان کی فکر کرو، دین کی فکر کرو، اپنے سے بھی زیادہ اولاد کی فکر کرو خاتمہ ایمان پر ہو، کلمہ پر ہو۔ بڑا سخت مسئلہ ہے بھولنے والا مسئلہ نہیں ہے۔ ہر آدمی کو فکر ہونی چاہیے کہ میری اولاد کلمہ پر مرے۔ اس کے لیے محنت ہونی چاہیے بغیر محنت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اے پروردگار! اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ بے شک میں نے رجوع کیا آپ کی طرف۔ میں اپنے سارے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں مجھے معافی دے دے وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور بے شک میں مسلمان ہوں میں اقرار کرتا ہوں کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور اسلام پر قائم رکھے اور ماں باپ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے، نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اولاد کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ سارا سبق ہے اس کو یاد رکھو۔

اُولٰٓئِكَ

الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۱۶ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۸ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝۲۰ ع

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ کہ ہم قبول کرتے ہیں ان سے اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وہ بہتر کام جو انھوں نے کیے وَنَتَجَاوَزُ اور درگزر کرتے ہیں عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ ان کی برائیوں سے فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ یہ ہیں جنت والوں میں وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ یہ وعدہ ہے سچا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ جو ان سے کیا جاتا ہے وَالَّذِيْ قَالَ اور وہ شخص جس نے کہا

لِوَالِدَيْهِ اپنے والدین سے اُفٍّ لَّكُمَآ اف ہے تمہارے لیے
اَتَعِدٰنِنِيْٓ کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو اَنْ اُخْرَجَ کہ میں نکالا جاؤں گا
(قبر سے) وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ اور تحقیق گزر چکی ہیں قومیں مِنْ قَبْلِيْ
مجھ سے پہلے وَهُمَا اور وہ دونوں يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ فریاد کرتے ہیں اللہ
تعالیٰ کے سامنے وَيْلَكَ اٰمِنْ افسوس تیرے لیے ایمان لے آ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے فَيَقُوْلُ پس وہ کہتا ہے مَا هٰذَآ اِلَّآ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ نہیں ہیں یہ مگر قصے کہانیاں پہلے لوگوں کی اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ثابت ہو چکی ہے ان پر بات
فِيْٓ اُمَمٍ امتوں میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں
مِّنَ الْجِنِّ جنوں میں سے وَالْاِنْسِ اور انسانوں میں سے اِنَّهُمْ كَانُوْا
خٰسِرِيْنَ بے شک یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ
اور ہر فرقے کے لیے درجات ہیں مِّمَّا عَمِلُوْا ان عمال کی وجہ سے جو انھوں
نے کیے ہیں وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ اور تاکہ پورا پورا بدلہ دے ان کو ان
کے اعمال کا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا وَيَوْمَ يُعْرَضُ
الَّذِيْنَ اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا
عَلَى النَّارِ آگ پر اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ تم نے کھا لیا ہے اپنی پاکیزہ
چیزوں کو فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا اپنی دنیا کی زندگی میں وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا اور تم

نے فائدہ اٹھالیا ہے ان سے فَالْيَوْمَ پس آج کے دن تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ تمھیں بدلہ دیا جائے گا ذلت ناک عذاب کا بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ اس وجہ سے کہ تم تکبر کرتے تھے فِي الْأَرْضِ زمین میں بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے سبق میں سعادت مند کی دعا کا ذکر تھا کہ وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے دے میں شکر ادا کروں آپ کی ان نعمتوں کا جو آپ نے میرے اوپر کیں اور میرے والدین پر کیں اور مجھے توفیق دے کہ میں ایسے اعمال کروں کہ جن سے آپ راضی ہوں اور میری اولاد کی بھی اصلاح فرما بے شک میں آپ کی طرف رجوع کرنے والا ہوں اور میں مسلمان ہوں۔

آگے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا کہ ہم قبول کرتے ہیں ان سے وہ بہتر اعمال جو انھوں نے کیے ہیں وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ اور ہم درگزر کرتے ہیں ان کی برائیوں سے۔ ایسے نیک بندوں کی نیکیاں قبول ہوتی ہیں اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں۔ چھوٹی موٹی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں فِيْ أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ جنت والوں میں شامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے رحمت کے مقام میں داخل فرمائے گا اپنے سچے وعدے کے مطابق وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے سچا جو

ان سے کیا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرے گا اور کفر وشرک اور نفاق سے بچتا رہے گا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور والدین کی خدمت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ضرور جنت میں پہنچائے گا وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اور وہ شخص جس نے کہا اپنے والدین سے اُفٍّ لَّکُمَآ میں بے زار ہوں تم سے۔ اُف کا لفظ بیزاری کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ آدمی والدین سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳ میں ہے فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ ''پس نہ کہو ان دونوں کے لیے اُف۔'' لیکن بد بخت انسان اپنے والدین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے کہ میں مرنے کے بعد دوبارہ قبر سے نکالا جاؤں گا، حساب کتاب ہوگا، جزا سزا ہوگی وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں اور جماعتیں گزر چکی ہیں مگر آج تک کوئی زندہ تو نہیں ہوا لہٰذا میں کیسے تسلیم کرلوں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ یہ بد بخت والدین سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے اور والدین اس کے لیے دعائیں کر رہے ہیں اور سمجھا رہے ہیں۔ فرمایا وَھُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰہَ اور وہ دونوں یعنی والدین فریاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اپنے بیٹے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیکی کی توفیق دے۔

کہتے ہیں وَیْلَکَ اٰمِنْ افسوس ہے اور تیری بربادی ہو ایمان لے آ اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور قیامت کے قائم ہونے پر اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے قیامت قائم ہوگی اور جزا وسزا ہوگی، نیک جنت میں جائیں گے اور بُرے دوزخ میں

جائیں گے۔ مگر اس نصیحت کے جواب میں فَیَقُوْلُ پس وہ بیٹا کہتا ہے مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ نہیں ہیں تمہاری یہ باتیں مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ اَسَاطِیْر اُسْطُوْرَہ کی جمع ہے۔ اُسْطُوْرَہ کا معنی ہے کہانی۔ کہنے لگا یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں میں نہیں مانتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ یہی وہ لوگ ہیں کہ ثابت ہو چکی ہے ان پر بات اللہ تعالیٰ کے عذاب کی۔ کیوں کہ انھوں نے ضد اور عناد سے کام لیا اور ایمان اور قیامت کا انکار کیا والدین کی بے ادبی کی لہٰذا ان پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی اور یہ لوگ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ ان امتوں میں شامل ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنوں اور انسانوں میں سے۔ انھوں نے بھی توحید و رسالت اور قیامت کا انکار کیا اور سزا کے مستحق ہوئے یہ بھی سزا کے مستحق ہوئے اِنَّهُمْ کَانُوْا خٰسِرِیْنَ بے شک یہی لوگ نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے۔ اور نیک بخت وہ ہیں جنھوں نے توحید کو تسلیم کیا، رسالت اور قیامت کا اقرار کیا۔

نیک بخت کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ :

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نیک بخت، سعادت مند کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اظہار نبوت فرمایا تو یہ پہلے ہی دن ایمان لے آئے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی ام رومان بھی ایمان لے آئیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی والدہ ام خیر اور باپ ابوقحافہ بھی بڑی دیر کے بعد ایمان لے آئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کی چار پشتیں صحابی ہیں۔ خود

بھی اور والدین بھی اور بیٹے بھی اور پوتے عتیق بن عبد الرحمٰن بھی۔
اور شقی وہ ہیں جو قبول نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے لوگوں کی صفتیں بیان فرمادی ہیں۔ فرمایا وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا اور ہر ایک فرقے یا ہر ایک شخص کے لیے درجے ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے کیے ہیں۔
امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درجات کا تعلق تو ایمان والوں کے ساتھ ہوتا ہے جو نیک کام کرتے ہیں اور جو لوگ کفر اور معصیت کا راستہ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے درکات ہوتے ہیں۔ درکات کا ذکر اس مقام پر نہیں ہے مگر مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کرنے والے آدمی کے لیے اس کی نیکی کے مطابق درجہ ہے۔ کیونکہ نیکی کبھی اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے کبھی اوسط درجے کی اور کبھی ادنیٰ درجے کی۔ اسی طرح برائی کے بھی درکات ہوتے ہیں کوئی کفر میں بڑا ہوا ہوتا ہے کوئی اس میں کم تر اور کوئی اس سے کم تر ہوتا ہے۔ اور یہ درجات اس وجہ سے ہوتے ہیں وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ اور تاکہ پورا پورا دیا جائے ان کو ان کے اعمال کا بدلہ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی کہ تھوڑے جرم کی زیادہ سزا دی جائے یا نیکیوں سے کم اجر ملے ایسا نہیں ہوگا۔ یہ بدلہ کس دن دیا جائے گا؟ فرمایا وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں آگ پر اور ان سے کہا جائے گا اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا تم نے کھا پی لیا ہے اپنی پاکیزہ چیزوں کو اپنی دنیا کی زندگی میں وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا اور تم نے فائدہ اٹھالیا ہے ان سے۔ تمہاری نیکیوں کا بدلہ بھی تمھیں دنیا میں دے دیا گیا ہے۔ کافر جو نیکی کے کام دنیا میں کرتے ہیں تو ان کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں کثرت مال، شہرت اور نیک نامی کی شکل میں مل جاتا ہے۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہے اچھی صحت کی شکل میں کبھی مال و دولت کی شکل میں اور کبھی اعلیٰ عہدوں کی شکل میں پھر آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بعض اوقات دنیا میں بھی کسی حد تک ان کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے مگر پورا پورا بدلہ آخرت میں ملے گا۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں وسعت پیدا فرما دے یعنی امت خوش حال ہو جائے کہ روم اور فارس والے لوگ لَا یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح کی فراوانی عطا کر رکھی ہے۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتے ہیں مگر دنیا میں فراوانی نہیں ہے لہٰذا آپ ان کے لیے دعا کریں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا تمھیں اس بات میں کچھ تردد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آخرت میں پورا پورا بدلہ دے گا۔ پھر آپ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہ جس دن کافروں کو جہنم رسید کیا جائے گا تو انھیں کہا جائے گا کہ تم نے اپنے اچھے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں مال و دولت اور نیک نامی کی شکل میں لے لیا ہے۔ اب یہاں تمہارے لیے کوئی بدلہ نہیں ہے۔

تو فرمایا، کافروں سے کہا جائے گا کہ تم نے کھا پی لیا ہے پاکیزہ چیزوں کو اپنی دنیا کی زندگی میں اور ان سے فائدہ اٹھا لیا ہے فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ پس آج کے دن تمھیں ذلت ناک عذاب کا بدلہ دیا جائے گا بِمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ

بِغَيْرِ الْحَقِّ اس وجہ سے کہ تم تکبر کرتے تھے زمین میں، دنیا کی زندگی میں ناحق۔ دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے کمزوروں اور غریبوں پر ظلم کرتے تھے جس کا تمھیں حق نہیں تھا اگر اللہ تعالیٰ کسی کو جسمانی طور پر طاقت ور بنا دے مال و دولت سے نواز دے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ دوسروں کو وہ دھکے مارتا پھرے اور زیادتیاں کرے اس کا تو اللہ تعالیٰ نے حق نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا تو حکم ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ''اور نہ چل زمین پر اکڑ کر اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا [بنی اسرائیل : ۳۷] ''تم نہیں پھاڑ سکتے زمین کو اور نہیں پہنچ سکتے پہاڑوں کی بلندی تک۔'' تم بہ ہر حال پانچ چھ فٹ کے انسان ہی رہو گے لہٰذا ناحق غرور و تکبر نہ کرو اور آج تمھیں اس وجہ سے بھی ذلت ناک عذاب دیا جائے گا وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔ تم دنیا میں کفر و شرک، کھیل تماشے اور لہو و لعب میں مصروف رہے اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے پیغمبروں کی رسالت کو تسلیم نہ کیا اور نہ ہی قیامت کو حق مانا لہٰذا آج ذلت ناک عذاب کا مزہ چکھو۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ

اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

وَاذْكُرْ اور آپ ذکر کریں اَخَا عَادٍ قوم عاد کے بھائی کا اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ جب ڈرایا انھوں نے اپنی قوم کو بِالْاَحْقَافِ احقاف میں وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ اور تحقیق گزر چکے تھے ڈرانے والے مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس سے آگے وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے پیچھے اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ بے شک میں خوف کھاتا ہوں تم پر عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن کے عذاب کا قَالُوْٓا کہا انھوں نے اَجِئْتَنَا کیا آپ آئے ہیں ہمارے پاس لِتَاْفِكَنَا تاکہ

آپ ہٹادیں ہمیں عَنْ اٰلِهَتِنَا ہمارے معبودوں سے فَاْتِنَا پس آپ لے آئیں ہم پر بِمَا وہ چیز تَعِدُنَآ جس سے ہمیں ڈراتے ہیں اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہیں آپ سچوں میں سے قَالَ فرمایا اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ بے شک علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَاُبَلِّغُكُمْ اور میں پہنچاتا ہوں تمھیں مَّآ وہ چیز اُرْسِلْتُ بِهٖ جو مجھے پیغام دیا گیا ہے وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ اور لیکن میں دیکھتا ہوں تم قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ لوگ نادانی کرتے ہو فَلَمَّا رَاَوْهُ پس جب دیکھا انھوں نے اس عذاب کو عَارِضًا بادل کی شکل میں مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آرہا تھا قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ یہ بادل ہے مُّمْطِرُنَا جو ہم پر بارش برسائے گا بَلْ بلکہ هُوَ مَا وہ چیز ہے اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ جس کو تم جلدی طلب کرتے تھے رِيْحٌ یہ ہوا ہے فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ اس میں عذاب ہے دردناک تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ یہ ملیامیٹ کرتی ہے ہر چیز کو بِاَمْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم سے فَاَصْبَحُوْا پس صبح کی ان لوگوں نے لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ نہیں دیکھا جاتا ہے سوائے ان کے ٹھکانوں کے كَذٰلِكَ اسی طرح نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوم کو۔

ربط آیات :

پچھلے سبق میں منکر توحید و رسالت اور معاد کا ذکر تھا اب اسی سلسلے میں قوم عاد کا ذکر

فرماتے ہیں کہ انھوں نے انکار کیا تو ان کا کیا انجام ہوا۔ ارشاد ربانی ہے وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اور آپ ذکر کریں عاد قوم کے بھائی کا یعنی حضرت ہود علیہ السلام کا۔ یہ اسی قوم کے ایک فرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے چار سو اسی (۴۸۰) سال قوم کو تبلیغ کی، توحید کی دعوت دی مگر وہ ایمان نہیں لائی اور کفر و شرک ہی میں مبتلا رہے صرف چند لوگ ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ جب ڈرایا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف میں۔ احقاف جمع ہے حقفٌ کی اور حقف کا معنی ہے ریت کا ٹیلا۔ چونکہ اس علاقے میں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے تھے اس لیے اس کو احقاف کہتے ہیں۔ احقاف کا علاقہ بحرین، عمان، حضر موت اور مغربی یمن کے درمیان کا علاقہ ہے۔ آج کل اس کا نام نجران ہے۔ اس علاقے میں حضرت ہود علیہ السلام تشریف لائے۔ عاد بڑے قد و قامت اور ڈیل ڈول کی حامل، صحت مند قوم تھی۔ یہ لوگ اتنے متکبر تھے کہ باقی دنیا کو چیلنج کیا کرتے تھے اور کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ: ۱۵] "ہم سے زیادہ طاقت ور دنیا میں کون ہے۔" تو فرمایا جب ڈرایا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف میں وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ اور تحقیق گزر چکے ڈرانے والے اس سے آگے اور اس کے پیچھے۔ ان سے پہلے بھی ڈرانے والے نبی گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی آئے۔

ہود علیہ السلام کا نسب نامہ اس طرح ہے ہود بن عبداللہ بن رباح بن الخلود بن عاد بن اوس بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ تو ان سے پہلے ان کے دادا حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام مبعوث ہوئے اور ان کے بعد اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت کئی رسول مبعوث ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق

علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام کے علاوہ ہزاروں پیغمبر تشریف لائے۔ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور کفر و شرک سے منع فرمایا اور ان کو کفر، شرک کے بُرے انجام سے ڈرایا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے بھی قوم کو یہی سبق دیا اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ کہ نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ کی۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دست گیر، بگڑیاں بنانے والا نہیں ہے۔ ان کے تم چڑھاوے چڑھاتے ہو اور اپنی حاجتوں میں ان کو پکارتے ہو وہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے اور نہ ہی ان کو خدائی اختیارات حاصل ہیں۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی اور کفر و شرک سے باز نہ آئے تو اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ بے شک میں خوف کھاتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے کہ تم بڑے دن کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ تو فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اللہ تعالیٰ کی گرفت میں نہ آجاؤ۔

اس کے جواب میں قَالُوۡۤا قوم کے لوگوں نے کہا اَجِئۡتَنَا لِتَاۡفِکَنَا عَنۡ اٰلِهَتِنَا اے ہود علیہ السلام! کیا آپ آئے ہیں ہمارے پاس تاکہ آپ ہٹا دیں، پھیر دیں ہمیں ہمارے معبودوں سے۔ صرف ایک خدا کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان تمام معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے آئے ہیں۔ سورہ ہود میں ہے قَالُوۡا یٰهُوۡدُ مَا جِئۡتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحۡنُ بِتَارِکِیۡۤ اٰلِهَتِنَا عَنۡ قَوۡلِکَ وَ مَا نَحۡنُ لَکَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ [ہود: ۵۳] ''قوم نے کہا اے ہود علیہ السلام نہیں لائے آپ ہمارے پاس کوئی کھلی نشانی، واضح دلیل اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو آپ کی بات کی

وجہ سے اور نہیں ہیں ہم آپ پر ایمان لانے والے۔'' الٹا یہ کہا اِنۡ نَّقُوۡلُ اِلَّا اعۡتَرٰىكَ بَعۡضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوۡٓءٍ ''ہم نہیں کہتے مگر تکلیف پہنچائی ہے تمہیں ہمارے خداؤں میں سے بعض نے۔'' آپ پاگلوں والی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) کہ ہمارے خداؤں کی توہین کرتے ہیں ہمارے خداؤں نے آپ کو پاگل بنادیا ہے ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں آپ ہمیں عذاب کی دھمکی دیتے ہیں فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ پس لے آئیں وہ چیز جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں اگر ہیں آپ سچوں میں سے۔ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہم پر عذاب لے آئیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا قَالَ فرمایا اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ بے شک علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ جانتا ہے کہ اس نے تم پر کب عذاب بھیجنا ہے یہ میرا کام نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کی تاریخ سے واقف ہوں۔ میرا کام یہ ہے وَاُبَلِّغُكُمۡ مَّاۤ اُرۡسِلۡتُ بِهٖ اور میں پہنچاتا ہوں تمہیں وہ چیز جو پیغام مجھے دیا گیا ہے۔ میں تمہیں توحید کی دعوت دے رہا ہوں، قیامت سے آگاہ کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا رہا ہوں اور انجام بد سے آگاہ کر رہا ہوں، اپنا فرض منصبی پورا کر رہا ہوں وَلٰـكِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ قَوۡمًا تَجۡهَلُوۡنَ اور لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں تم لوگ نادانی کرتے ہو، حماقت کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو، کفر، شرک پر اڑے ہوئے ہو اور الٹا چیلنج کرتے ہو کہ جو عذاب لانا ہے لے آ۔ یہ کتنی حماقت کی بات ہے کہ اپنے منہ سے عذاب مانگ رہے ہو۔ بالآخر قوم پر عذاب کا وقت آ گیا۔

قوم عاد پر اللہ تعالیٰ کا عذاب :

اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر تین سال تک قحط مسلط کر دیا۔ جب یہ قوم عاد سخت قحط میں

مبتلا ہوگئی تو اس نے ایک وفد دعا کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اس زمانے میں بیت اللہ کی عمارت تو سیلاب کی وجہ سے منہدم ہو چکی تھی مگر پھر بھی لوگ اس جگہ کا طواف کرتے تھے اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے۔ تو ایک وفد مکہ مکرمہ بھیجا اور خود بتوں سے مانگنے لگے کہ قحط دور کر دو۔ بہ ہر حال اِدھر قوم نے دعا کی اُدھر وفد نے بارش کے لیے دعا کی تو بادل کا ایک ٹکڑا ان کی طرف متوجہ ہوا۔ انھوں نے خوشی کے مارے بھنگڑا ڈالا اور کہنے لگے اب بارش ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ پس جب انھوں نے دیکھا عذاب کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آ رہا تھا قَالُوْا کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔ ترمذی شریف میں روایت ہے اس بادل کے ٹکڑے سے بھی آواز آئی:

خُذُوْا رِمَادًا رِمَادًا لَا تَبْقِيْ مِنَ الْاَحَدِ مِنْ عَادٍ

"یہ سیاہی مائل جلا ہوا بادل لے لو یہ قوم عاد میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا۔"

انھوں نے کانوں سے یہ آواز سنی مگر نہیں مانے اس میں سے رب تعالیٰ نے بڑی تیز ہوا چلائی۔ ہوا نے ان کی پانچ پانچ من، چھ چھ من کی لاشوں کو میل میل، دو دو میل دور پھینک دیا۔ ایسے لگتے تھے جیسے کھجوروں کے تنے اکھڑے پڑے ہیں۔ تو فرمایا کہ جب دیکھا انھوں نے عذاب کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آ رہا تھا تو کہنے لگے یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔ مگر اِدھر سے ارشاد ہوا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے کہ لے آؤ وہ چیز جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو رِيْحٌ یہ ہوا ہے تیز و تند فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ اس میں دردناک عذاب ہے

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا جو ملیامیٹ کرتی ہے ہر شے کو اپنے رب کے حکم سے۔ سورۃ الحاقہ میں ہے سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ جو ان پر متواتر سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہی حتیٰ کہ فرمایا فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ [آیت:۸] ''کیا آپ دیکھتے ہیں ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی بچا ہوا۔'' فرمایا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ پس صبح کی انھوں نے ان کے ٹھکانوں کے سوا کچھ نہیں نظر آتا تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کبھی آسمان پر بادل اٹھتے تھے تو آنحضرت ﷺ پریشان ہو جاتے۔ ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ پریشان کیوں ہو جاتے ہیں؟ تو فرمایا عائشہ مجھے ڈر ہے کہ یہ بادل ویسے ہی نہ ہوں جیسے قوم عاد پر آئے تھے اور انھیں تباہ کر دیا تھا۔ اسی لیے جب تیز ہوا چلتی تھی تو آنحضرت ﷺ دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُ خَيْرَهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَ خَيْرَ مَا اَرْسَلْتَ بِهٖ ''اے اللہ میں اس ہوا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اور جو کچھ یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بہتری کا سوال کرتا ہوں وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اَرْسَلْتَ ''اور اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کے شر سے۔''

بہرحال فرمایا قوم عاد کو ہلاک کر دیا گیا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوم کو۔ اللہ تعالیٰ نے عاد قوم کا حال عبرت حاصل کرنے کے لیے بیان کیا ہے کہ اتنے قوی بدن والے نہیں بچ سکے تو اگر تم بھی نافرمانی کرو گے تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے اور نافرمانی سے بچائے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو قدرت دی فِيْمَآ ان چیزوں میں اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ کہ نہیں قدرت دی ہم نے تم کو ان میں وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اور بنائے ہم نے ان کے لیے سَمْعًا کان وَّاَبْصَارًا اور آنکھیں وَّاَفْـِٕدَةً اور دل فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ پس نہ کام آئے ان کے

سَمۡعُهُمۡ ان کے کان وَلَآ اَبۡصَارُهُمۡ اور نہ ان کی آنکھیں وَلَآ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ اور نہ ان کے دل مِّنۡ شَیۡءٍ کچھ بھی اِذۡ كَانُوۡا يَجۡحَدُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا وَحَاقَ بِهِمۡ اور گھیر لیا ان کو مَّا اس چیز نے كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا مَا حَوۡلَـكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰى تمہارے اردگرد کی بستیوں کو وَصَرَّفۡنَا الۡاٰيٰتِ اور پھیر پھیر کر بیان کیں ہم نے آیتیں لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ تاکہ یہ لوٹ آئیں فَلَوۡلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيۡنَ پس کیوں نہ مدد کی ان کی انھوں نے اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ جن کو بنایا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے قُرۡبَانًا تقرب کے لیے اٰلِهَةً معبود بَلۡ ضَلُّوۡا عَنۡهُمۡ بلکہ وہ گم ہوگئے ان سے وَذٰلِكَ اِفۡكُهُمۡ اور یہ ان کا جھوٹ تھا وَمَا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ اور وہ جو افترا کرتے تھے وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَيۡكَ اور جس وقت پھیر دیا ہم نے آپ کی طرف نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ ایک گروہ جنات میں سے يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ سنتے تھے وہ قرآن فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ پس جس وقت وہ جنات حاضر ہوئے تلاوت کے وقت قَالُوۡۤا کہنے لگے اَنۡصِتُوۡا خاموش رہو فَلَمَّا قُضِىَ پس جب وہ ختم کیا گیا وَلَّوۡا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ وہ پھرے اپنی قوم کی طرف مُّنۡذِرِيۡنَ ڈراتے ہوئے قَالُوۡا کہنے لگے يٰقَوۡمَنَاۤ اے ہماری قوم اِنَّا سَمِعۡنَا

کِتٰبًا بے شک ہم نے سنی ایک کتاب اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی جو نازل کی گئی موسیٰ علیہ السلام کے بعد مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ جو تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں یَهْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ راہ نمائی کرتی ہے حق کی وَ اِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور سیدھے راستے کی طرف یٰقَوْمَنَاۤ اے میری قوم اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ بات مانو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کی وَ اٰمِنُوْا بِهٖ اور اس پر ایمان لاؤ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ بخش دے گا تمہارے گناہ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ اور پناہ دے گا تمھیں دردناک عذاب سے وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ اور جو قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات کو فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ پس وہ نہیں عاجز کرنے والا زمین میں وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ اور نہ اس کا کوئی کارساز ہے اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ یہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ماقبل سے ربط :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو توحید سے انکار اور تکبر و غرور کی وجہ تباہ و برباد کیا اور مشرکین مکہ کو یہ بات سمجھائی کہ اگر تم نے بھی قوم عاد کی طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور ہمارے پیغمبر کی رسالت کا انکار کیا اور قیامت کا انکار کیا تو تمہارا انجام بھی ان کی طرح ہوگا۔

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَاۤ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو قدرت دی عاد، ثمود قوم کو ان چیزوں میں اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ نہیں قدرت دی

تم کو ان میں۔ ان کو جیسے وجود دیئے، جسمانی قوت دی، مال و دولت دی، دنیا کی ترقی کے جتنے اسباب دیئے وہ تمھیں نہیں دیئے۔ سورۃ سبا آیت نمبر ۴۵ میں ہے وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ "اور نہیں پہنچے یہ لوگ اس کے عشر عشیر کو بھی جو ہم نے ان کو دیا۔" مشرکین مکہ کس بات پر اکڑتے ہیں ان کو تو سابقہ قوموں کے مقابلے میں دسواں حصہ بھی مال و دولت اور طاقت نہیں دی۔ یہ اس علاقے میں آباد ہیں جہاں زراعت کا سرے سے نام تک نہیں تھا۔

تو فرمایا ہم نے ان کو قدرت دی ان چیزوں میں کہ نہیں قدرت دی ہم نے تم کو ان چیزوں میں وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً اور ہم نے بنائے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل۔ کان سننے کے لیے، آنکھیں دیکھنے کے لیے، دل غور و فکر کرنے کے لیے۔ کانوں کے ساتھ حق کو سنتے، آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھتے، دل کے ذریعے حق کو سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عظیم نعمتیں عطا فرمائیں مگر انھوں نے ان کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ پس نہ کام آئے ان کے ان کے کان اور نہ آنکھیں اور نہ دل کچھ بھی۔ کسی چیز نے ان کو فائدہ نہ دیا۔ یہ لوگ اندھے، بہرے بن گئے حق کو قبول کرنے کے بجائے انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت شروع کر دی اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ وہ اندھے اور بہرے ہو چکے تھے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔ وہ قیامت کا، اللہ تعالیٰ کی گرفت کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو گھیر لیا۔

صرف قوم عاد کی بات نہیں بلکہ اے مکے والو! جس قوم نے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار، رسالت اور قیامت کا انکار، احکام الٰہیہ کا تمسخر اڑایا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا۔ اس سے تم عبرت حاصل کرو۔ اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا بھی ویسا ہی حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا مَا حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰى اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا تمہارے اردگرد کی بستیوں کو۔ قوم ثمود، قوم لوط کو تباہ کیا۔

مکے والے جب شام کے تجارتی سفر پر جاتے تھے ان اجڑی ہوئی بستیوں پر سے گزر کر جاتے تھے۔ ان کی طرف دیکھ کر عبرت حاصل کرو یہ لوگ بھی تمہاری طرح نافرمان تھے لہٰذا ان کو ہم نے ہلاک کیا اور تم ان کے حالات سے واقف ہو۔

فرمایا وَصَرَّفۡنَا الۡاٰيٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ اور ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیات کو، دلائل کو تاکہ یہ لوٹ آئیں ہدایت کی طرف اور کفر، شرک چھوڑ دیں۔ مسئلہ توحید سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقے اختیار کیے۔ یہاں فرمایا فَلَوۡلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيۡنَ پس کیوں نہ مدد کی ان لوگوں کی ان جھوٹے خداؤں نے اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ قُرۡبَانًا اٰلِهَةً جن کو بنایا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے تقرب کے لیے معبود۔ تمام پرانے اور نئے مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بہت سے معبود بنا رکھے تھے جن کے متعلق ان کا عقیدہ تھا مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى [الزمر:۳] "ہم تو ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تقرب دلاتے ہیں۔" ان کی عبادت کر کے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ ان کے سوا اللہ تعالیٰ تک ہماری پہنچ نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی فریاد براہ راست سنتا ہے وہ ساری مخلوق کا رب ہے، مالک، خالق ہے اور وہی سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اس نے خدائی اختیارات

کسی کو نہیں دیئے۔ ہر شے کا رب، مدبر اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاتے ہیں ان کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ جن کو تم پکارتے ہو، سجدے کرتے ہو، حاجتیں مانگتے ہو، مصیبت کے وقت وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تو فرمایا پس کیوں نہ مدد کی ان کی انھوں نے جن کو بنایا انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے تقرب کے لیے الٰہ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ بلکہ وہ تو گم ہو گئے ان سے۔ ان میں سے تو کوئی نظر ہی نہ آیا وہ کیا مدد کرتے۔ فرمایا وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ اور یہ تو ان کا جھوٹ تھا کہ فلاں خدا کا شریک ہے اور فلاں خدا کا شریک ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے عزیر علیہ السلام ہمیں چھڑا لیں گے اور کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دہندہ سمجھتا ہے، کوئی پیروں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھتا ہے کہ یہ ہماری حاجات پوری کرتے ہیں اور ہماری بگڑیاں بناتے ہیں اور پھر قیامت والے دن ہمیں ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

حالانکہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے خواہ وہ انسان ہوں یا جن ہوں یا ملائکہ ہوں، نبی، ولی، سب اسی کے محتاج ہیں یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [الرحمٰن: ۲۹] ''زمین، آسمان کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی سوالی ہے۔'' مافوق الاسباب نہ کوئی پکار کو سنتا ہے اور نہ کوئی مدد کرتا ہے یہ ان کا جھوٹ تھا وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور وہ جو افترا کرتے تھے جو من گھڑت باتیں کرتے تھے اور کرتے ہیں سب جھوٹ کا پلندہ ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو اور اسی کو پکارو، اسی سے مانگو۔ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود، مشکل کشا بنایا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک

کر دیا کوئی ان کو خدائی گرفت سے نہ بچا سکا۔ آج تم اے مکے والو! ان کی عمارتوں کے کھنڈر آنکھوں سے دیکھتے ہو لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرلو۔

تم اشرف المخلوقات ہو کر نافرمانی کرتے ہو۔ اب جنات کا قصہ سن لو۔ ان میں خیر کی استعداد کم ہے لیکن وہ قرآن کو سننے کے ساتھ ہی ایمان لے آئے۔ فرمایا وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اور جس وقت پھیر دیا ہم نے آپ کی طرف ایک گروہ جنات میں سے متوجہ کر دیا آپ کی طرف۔

شانِ نزول :

ان آیات کا شان نزول بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے جنات اور شیاطین اوپر آسمانوں کی طرف آتے جاتے تھے اور فرشتوں کی کچھ نہ کچھ گفتگو سن لیتے تھے۔ جس دن آپ ﷺ کو نبوت ملی اس دن پہرے سخت کر دیئے گئے۔ جنات میں یہ بات پھیلی کہ ہم پہلے اوپر آتے جاتے تھے سنتے تھے اتنی سختی نہیں تھی اب اتنی سختی ہوگئی ہے اس کی وجہ تلاش کرو۔ تو اس سلسلے میں انھوں نے نصیبین کے مقام پر جو جزائر میں ہے اور بعض نے نینوا بھی لکھا ہے جو عراق میں ہے۔ وہاں کانفرنس منعقد کی اور اس پر غور کیا کہ ہم پر پابندی کیوں لگی ہے؟ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں وفود بھیجے۔ ان میں سے ایک وفد عرب کے علاقہ میں تہامہ کے مقام پر گیا ان میں سے پانچ جنوں کے نام ہمیں ملے ہیں۔ ابن درید ہ کے حوالے سے ایک کا نام منشی، دوسرے کا نام ناشی تھا، تیسرے کا نام مناصین، چوتھے کا نام ماضر اور پانچویں کا نام الاحقب تھا۔ ان کو عرب کے علاقے کی طرف بھیجا گیا کہ تم وہاں جا کر تحقیق کرو کہ ہم پر پابندی کیوں لگی ہے؟

آنحضرت ﷺ اس وقت چند ساتھیوں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تبلیغ کے سلسلے میں طائف کے سفر پر تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان بطن نخلہ کے مقام پر آپ ﷺ نے ساتھیوں کو نماز پڑھانا شروع کی۔ اس وقت نہ تو اذان تھی اور نہ پانچ نمازیں فرض تھیں۔ فجر اور عصر کی نمازیں تھیں شام کی نماز فرض نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نماز میں قرآن کریم پڑھ رہے تھے کہ یہ پانچ یا سات یا نو جنات نصیبین کے مقام سے پہنچے، عربی جانتے تھے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہوئے اور آسمانوں پر جانے کی پابندی کی وجہ بھی سمجھ گئے کہ نزول قرآن کی وجہ سے آسمانی راستوں پر سخت پہرے لگا دیئے گئے ہیں۔ اور یہ جنات وہیں ایمان لے آئے۔ نہ آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو دیکھا اور نہ پتا چلا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اٰذَنَتْهُمْ شَجَرَةٌ جب یہ جنات ایمان قبول کر کے چلے گئے تو درخت نے بتلایا کہ اس طرح جنات آئے تھے آپ ﷺ کا قرآن سن کر ایمان لے آئے اور چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے اور اس سے کم اور زیادہ بھی ثابت ہیں مگر ائمہ کو حکم ہے مقتدیوں کا خیال رکھیں کہ مقتدیوں میں بوڑھے بھی ہوں گے، بیمار، کمزور اور مسافر بھی ہوں گے، حاجت مند بھی ہوں گے لہٰذا نماز ہلکی پھلکی پڑھائیں۔

جن صحابی ہو سکتا ہے یا نہیں :

علمائے کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ جن صحابی کہلائیں گے یا نہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ وہ صحابی ہیں اگرچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو نہیں دیکھا مگر انھوں نے تو آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے اور صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں

آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہو اور ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو، وہ صحابی ہے۔ اس کے بعد سورہ جن نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے جنات کی پوری تقریر بیان فرمائی۔ ان جنات نے جب واپس جا کر قوم کو ڈرایا اور ایمان کی دعوت دی تو جو ان میں سے سعادت مند تھے وہ ایمان لے آئے اور جو انسانوں کی طرح ضدی تھے وہ ایمان نہ لائے۔

سورۃ جن آیت نمبر ۱۱ میں ہے وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا "اور بے شک ہم میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اس کے علاوہ یعنی بدکار بھی ہم مختلف راستوں پر بٹے ہوئے ہیں۔" جنات میں مسلمان بھی ہیں، یہودی، عیسائی اور ہندو، سکھ وغیرہ بھی ہیں۔ جتنے فرقے انسانوں میں ہیں اس سے زیادہ جنات میں ہیں۔ انسان میں خیر زیادہ ہے بہ نسبت جن کے۔ چونکہ جنات میں استعداد کم تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنات میں کوئی مستقل پیغمبر نہیں بھیجا ان کو انسانوں کے تابع رکھا۔ ان کی بود و باش بھی انسانوں میں ہے۔ ہر جگہ اور ہر گھر میں رہتے ہیں۔ جس وقت نمازی نماز میں سلام پھیرتا ہے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے تو دائیں بائیں طرف والے نمازیوں کی نیت کرتا ہے۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب انسان جنگل میں اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو سلام کے وقت دائیں بائیں والے فرشتوں کی نیت کرے اور اس کے آس پاس جو مومن جنات ہیں ان کی نیت کرے۔ تو جنات ہر مقام پر موجود ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر ہے۔

فرمایا وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اور جس وقت پھیرا ہم نے ایک گروہ آپ کی طرف جنات کا يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ سنتے تھے وہ قرآن بڑے غور سے فَلَمَّا حَضَرُوْهُ پس جس وقت وہ حاضر ہوئے تلاوت کے وقت قَالُوْٓا کہا انھوں

نے ایک دوسرے کو اَنْصِتُوْا خاموش رہو۔قرآن پاک کے آداب میں سے ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو خاموشی کے ساتھ سنا جائے۔پھر نماز میں ہوں تو سننا فرض اور واجب ہے۔اگر نماز میں کوئی آدمی امام کے ساتھ قرأت کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور نماز سے باہر اگر قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو سننا مستحب ہے خاموشی اختیار کرے۔

اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا گناہ گار ہے کیوں کہ لوگ اپنے کاموں میں لگے ہوتے ہیں یا سوئے ہوتے ہیں یا کوئی تعلیم میں لگا ہوا ہے یا کوئی بیمار ہے تو وہ تو نہیں سن سکتے لہٰذا بلند آواز سے پڑھنے والا یہ گناہ گار ہوگا۔مگر قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی اور شور ہوگا اور ایسے لوگ پیدا ہوں گے قُرَّاء فَسَقَةٌ ''پڑھنے والے نافرمان اور فاسق ہوں گے۔'' قرآن پاک کا ادب یہ ہے کہ ایسی جگہ پڑھو جہاں لوگ توجہ کے ساتھ سنیں، نہیں سنتے تو آہستہ پڑھو۔

یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ اگر ایک آدمی بھی نماز پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے قرآن پڑھنے والا گناہ گار ہوگا لَایَجُوْزُ بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے خاموشی سے پڑھو۔

تو جنات نے ایک دوسرے کو کہا خاموش رہو فَلَمَّا قُضِیَ پس جس وقت قرآن کریم کی تلاوت پوری کر لی گئی وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ وہ پھرے اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے۔یہاں سے واپس جا کر اپنی قوم کو رپورٹ پیش کی قَالُوْا کہنے لگے یٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا بے شک ہم نے سنی ہے ایک

کتاب اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی جو نازل کی گئی موسیٰ علیہ السلام کے بعد۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نام نہیں لیا اس کی وجہ بعض حضرات تو یہ بتاتے ہیں کہ جنات یہودی تھے اس لیے موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نہیں اصل بات یہ ہے کہ مرکزی کتاب تو تورات ہی تھی انجیل کی حیثیت ضمیمے کی تھی جیسے اخبار شائع ہوتا ہے اور بعد میں ضمیمہ شائع کرتے ہیں۔

انجیل رب تعالیٰ کی سچی کتاب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے لیکن ہے تورات کا تتمہ اور ضمیمہ، اصل کتاب تورات ہی ہے۔ اس لیے اس کا حوالہ دیا کہ جو کتاب موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے یہ اس کے بعد نازل ہوئی ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ جو تصدیق کرنے والی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہیں۔

تورات، انجیل، زبور کی تصدیق کرتی ہے اور دیگر آسمانی صحیفوں کی تصدیق کرتی ہے يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ یہ کتاب حق کی راہ نمائی کرتی ہے وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور سیدھے راستے کی راہ نمائی کرتی ہے لہٰذا يٰقَوْمَنَآ اے میری قوم اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ بات مانو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ ہم تو وہیں اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب تمھیں دعوت دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات مان لو وَاٰمِنُوْا بِهٖ اور اس پر ایمان لے آؤ۔ نتیجہ کیا ہوگا يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اب تک جو گناہ تم نے کیے ہیں وہ رب تعالیٰ معاف کر دے گا وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ اور تمھیں پناہ دے گا پروردگار دردناک عذاب سے۔

اور یہ بھی ان کا بیان ہے وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ اور جو قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کی بات کو فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ پس وہ

نہیں ہے عاجز کرنے والا زمین میں اللہ تعالیٰ کو۔ وہ رب تعالیٰ کے فیصلوں کو ٹال نہیں سکتا۔ اور یاد رکھنا! وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اور نہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی کارساز، کوئی ساتھی، کوئی پناہ دینے والا۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے داعی پر ایمان لاؤ تمہاری نجات اسی میں ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات نہیں مانتے اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں۔ یہ جنات کی تقریر ہے جو انھوں نے بطن نخلہ کے مقام پر مسلمان ہونے کے بعد واپس جا کر نصیبین کے مقام پر اپنے جنات کو رپورٹ پیش کی۔

اَوَلَمۡ

يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى‌ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۞ وَيَوۡمَ يُعۡرَضُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَلَى النَّارِؕ اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَـقِّ‌ؕ قَالُوۡا بَلٰى وَرَبِّنَا‌ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ۞ فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلْ لَّهُمۡ‌ؕ كَاَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَ مَا يُوۡعَدُوۡنَۙ لَمۡ يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنۡ نَّهَارٍ‌ؕ بَلٰغٌ‌ۚ فَهَلۡ يُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۞

اَوَلَمۡ يَرَوۡا کیا یہ نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ اور تھکا نہیں ان کو پیدا کرنے کی وجہ سے بِقٰدِرٍ اللہ تعالیٰ قادر ہے عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى اس بات پر کہ وہ زندہ کرے مردوں کو بَلٰٓى کیوں نہیں اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے وَيَوۡمَ يُعۡرَضُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں عَلَى النَّارِ آگ پر اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَـقِّ کیا یہ دوزخ حق نہیں ہے قَالُوۡا وہ کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں وَرَبِّنَا ہمارے رب کی قسم قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ پس چکھو تم عذاب بِمَا كُنۡتُمۡ

تَكْفُرُوْنَ اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ جیسے صبر کیا بڑی ہمت والے پیغمبروں نے وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ اور آپ جلدی نہ کریں ان کے لیے كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ گویا کہ جس دن وہ دیکھیں گے مَا اس عذاب کو يُوْعَدُوْنَ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک ہی گھڑی دن میں بَلٰغٌ یہ پہنچا دینا ہے فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ پس نہیں ہلاک کی جائے گی مگر وہ قوم جو نافرمان ہے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے دو قسم کے آدمیوں کا ذکر تھا۔ ایک وہ جو کہتے ہیں رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ ''اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں شکر ادا کروں ان نعمتوں کا جو آپ نے مجھ پر کیں اور میرے والدین پر کیں آپ کا وعدہ سچا ہے قیامت آئے گی۔'' اور اس کے مدمقابل دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر تھا جنھوں نے کہا اپنے والدین کو کہ تف تمہارے اوپر کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے۔ یعنی بڑی سختی کے ساتھ قیامت کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھانے کے لیے فرماتے ہیں تاکہ اتمام حجت ہو جائے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

فرمایا اَوَلَمْ يَرَوْا کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین۔ اس بات کا انکار کرنے والا تو کافروں، مشرکوں کا ایک فرد بھی نہیں تھا کہ آسمان و زمین اللہ تعالیٰ

نے پیدا نہیں کیے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور نے پیدا کیے ہیں۔ چند دہریوں کے سوا کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے اور یہ دہریے بھی بعد میں پیدا ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ خود بہ خود ہو رہا ہے رب کوئی نہیں ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے ان بڑی عمر والے حضرات کو یاد ہوگا کہ ۱۹۳۷ء یا ۱۹۳۸ میں جب روس پورے عروج پر تھا اور اس نے اپنے باطل نظریات منوانے کے لیے پانچ کروڑ انسانوں کو قتل کیا رب تعالیٰ کے خلاف بغاوت کی کہ رب کوئی شے نہیں ہے اور اپنے ملک سے دو جنازے نکالے ایک خدا کا اور ایک مذہب کا۔ وہ اس طرح کہ چار پائیوں پر علامتی چیزیں رکھیں اوپر پھول ڈالے اور بے شمار مخلوق بھنگڑے ڈالتی ہوئی ساتھ چلی سرحد پر جا کر ان کو لاتیں رسید کیں، ڈنڈے مارے اور پھینک کر واپس آ گئے کہ ہم نے خدا اور مذہب کا جنازہ ملک سے نکال دیا ہے۔ یہاں اب نہ مذہب ہے اور نہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد ہٹلر نے ان پر حملہ کر دیا اور روسیوں کو ایسا ذلیل کیا کہ وہی لیڈر جنھوں نے خدا اور مذہب کا جنازہ نکلوایا تھا انھوں نے اعلان کیا کہ ہر فرقے اور مذہب والا اپنے اپنے انداز میں دعا کرے کہ اس بلا سے ہماری جان چھوٹ جائے۔ جب ہٹلر نے چھتر مارے تو ان کو خدا یاد آیا۔ لیکن مشرکین عرب رب تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے۔

سورۃ الزمر آیت نمبر ۳۸ پارہ ۲۴ میں ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو تو یقیناً کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔'' تو فرمایا کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ اور وہ نہیں تھکا ان کو پیدا کرنے کی وجہ سے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ بِقٰدِرٍ قادر ہے عَلٰی

اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی کہ وہ زندہ کرے مردوں کو۔ جس نے زمین آسمان پیدا کیے ہیں، دریا پہاڑ پیدا کیے ہیں وہ رب مردوں کو پیدا نہیں کرسکتا بَلٰۤی کیوں نہیں وہ قادر ہے اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہندوستان پر جب انگریز قابض ہوا تو اس نے مسلمانوں کے ذہن بگاڑنے کے لیے کئی فتنے کھڑے کیے۔ ایک طرف عیسائیوں نے اپنی تبلیغ شروع کی، مرزا قادیانی سے نبوت کا دعویٰ کروایا۔

دیانند سرسوتی کا قرآن پاک پر اعتراض :

آریہ سماج کے منہ پھٹ لیڈر دیانند سرسوتی کو کھڑا کیا۔ اس نے اسلام کے خلاف کتاب لکھی'' ستھیارتھ پرکاش'' اس کے چودھویں باب میں اس نے قرآن پاک پر اعتراضات کیے ہیں۔ بسم اللہ سے لے کر والناس تک۔ اس آیت کریمہ پر بھی اس نے اعتراض کیا ہے۔ کہتا ہے کہ اے مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارا یہ قرآن سچا ہے تو یہ بتلاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ چوری کرنے اور زنا کرنے پر بھی قادر ہے کیونکہ چوری، زنا بھی تو شے ہیں۔ اگر قادر نہیں ہے تو پھر تمہارا قرآن جھوٹا ہے۔

بانی دار العلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اس سے مناظرے بھی کیے اور کتابیں بھی لکھیں۔ حضرت کی ایک کتاب ہے'' انتصار الاسلام'' اردو میں ہے۔ اس میں اس کے سوالات بھی ہیں اور جوابات بھی ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ چوری تو ہوتی ہے غیر کی ملک میں پنڈت جی! پہلے تم غیر کی ملک ثابت کرو دلیل سے پھر اعتراض کرنا۔ جب ہے ہی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تو اپنی شے میں چوری کا کیا مطلب ہے؟ رہی بات زنا کی تو زنا کے لیے آلات زنا کی ضرورت ہے تم رب تعالیٰ کے لیے اعضاء ثابت کرو دلیل کے ساتھ پھر زنا کی بات کرنا۔ لہٰذا قرآن سچا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو منکر ہیں

قیامت کے ان کو اس دن معلوم ہو جائے گا وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جو کافر ہیں آگ پر۔ محشر والے دن جنت بھی سامنے ہوگی اور دوزخ بھی سامنے ہوگا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ [الشعراء: ۹۰] ''اور قریب کردی جائے گی جنت متقیوں کے وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ '' اور ظاہر کردیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔'' ابھی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حساب کتاب میں ہوں گے کہ جنت بھی سامنے اور دوزخ بھی سامنے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ کیا یہ دوزخ حق نہیں ہے؟ اس وقت قَالُوْا کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں حق ہے وَرَبِّنَا ہمارے رب کی قسم ہے۔ آج تو کہتے ہیں نا مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ قیامت کب آئے گی يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا [النازعات: ۴۲] '' یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی۔'' تو آج تو یہ باتیں کرتے ہیں وہاں سب کچھ مان جائیں گے کیوں کہ ہر شے سامنے نظر آ رہی ہوگی قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ پس چکھو تم عذاب اس لیے کہ تم کفر کرتے تھے دوزخ کا، جنت کا، قیامت کا، اللہ تعالیٰ کی توحید کا، رسالت کا۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا بھی ذکر کیا ہے اور رسالت کا بھی اور قیامت کا بھی۔ اور یہ تینوں اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ ان کو جب آنحضرت ﷺ بیان فرماتے تھے تو کافر آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے اور ستاتے تھے زبانی بھی اور فعلی بھی۔ آپ ﷺ کو دیوانہ کہتے، جادوگر کہتے، مسحور کہتے، شاعر کہتے، کاہن کہتے اور پتھر بھی مارتے تھے، طبعی طور پر انسان کو ان چیزوں سے کوفت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو

خطاب کر کے فرماتے ہیں فَاصْبِرْ پس آپ اے نبی کریم ﷺ! صبر کریں ان کی باتوں پر كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ جیسے صبر کیا بڑی ہمت والے پیغمبروں نے آپ سے پہلے۔ نوح علیہ السلام جب لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے تو لوگ ان کو پاگل کہہ کر دھکے مار کر نکال دیتے تھے وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [سورۃ القمر] "اور کہا انھوں نے یہ دیوانہ ہے اور جھڑک دیا۔" اور حضرت صالح علیہ السلام کو کہا هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ [ایضاً] "یہ بڑا جھوٹا اور شرارتی ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے جب طائف والوں کو توحید کی دعوت دی تو انھوں نے آپ ﷺ کے خلاف بڑی غلط زبان استعمال کی اور پتھروں کی بارش کر دی کہ آپ ﷺ لہو لہان ہو گئے۔ واپسی پر جب آپ ﷺ سد مآرب کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو کھڑاک (کھڑکا) سا محسوس ہوا، دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام سامنے ہیں کہنے لگے کہ یہ میرے ساتھ ملك الجبال ہے اس کی ڈیوٹی پہاڑوں پر ہے۔ اس نے آگے آ کر بڑی عقیدت کے ساتھ سلام کیا۔ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ اس کا نام اسماعیل علیہ السلام تھا عرض کرنے لگا کہ میری ڈیوٹی ان پہاڑوں پر ہے اور طائف میں آپ ﷺ کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس پر رحمان غصے میں ہے اس نے مجھے بھیجا ہے اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان پہاڑوں کو ایسے ملا دوں کہ یہ سب درمیان میں کچلے جائیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں! ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو کسی وقت ہدایت دے دے یا ان کی اولاد در اولاد کو ہدایت دے دے۔ میں صبر کروں گا ان کو کچلنے کا حکم نہیں دیا۔ ان کو میری پہچان نہیں ہے اس لیے انھوں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ طائف والے آپ ﷺ کے ساتھ اتنے غلط طریقے سے پیش آئے کہ رب تعالیٰ ایسی حلیم ذات کو بھی غصہ آ گیا،

فرشتے بھی جذبات میں آگئے مگر آپ ﷺ نے صبر کیا۔

تو فرمایا آپ صبر کریں جیسا کہ ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ اور ان کے لیے جلدی نہ کریں عذاب کے مانگنے میں۔ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب وہ وقت آئے گا ان کی حالت دیکھنے والی ہوگی۔ فرمایا كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ گویا کہ جس دن وہ دیکھیں گے عذاب کو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ قیامت والے دن کافر دوزخ کے عذاب میں جلیں گے وہ یوں محسوس کریں گے لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ کہ نہیں رہے وہ دنیا میں مگر ایک ہی گھڑی دن میں مثلاً: دن کے چوبیس گھنٹے ہیں تو کہیں گے ہم دنیا میں ایک ہی گھنٹہ رہے ہیں۔ واقعی آخرت کی لمبی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی گھنٹہ، منٹ اور سیکنڈ بھی نہیں ہے۔ آج ہم اس زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے اربوں کھربوں سال نہ ختم ہونے والی زندگی نہ رب تعالیٰ کی نعمتیں ختم ہوں گی اور نہ عذاب ختم ہوگا۔ وہ ابد الآباد، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ آج جو دنیا میں عذاب مانگتے ہیں اس دن جہنم کے داروغوں سے کہیں گے دعا کرواپنے پروردگار سے يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ [مومن:۴۹] ''کہ وہ تخفیف کردے ہم سے ایک دن ہی عذاب۔'' وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس نہیں آئے تھے رسول کھلی نشانیاں لے کر اس وقت تو تم نے ان کی بات نہیں مانی، تکبر کیا، غرور کیا اِنَّكُمْ مَّاكِثُونَ [زخرف:۷۷] ''تم رہنے والے ہو اسی مقام میں۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ باتیں کھول کر سمجھائی ہیں۔

فرمایا بَلٰغٌ یہ پہنچادینا ہے۔ ہم نے حق بات تم تک پہنچادی ہے۔ اے مکے والو! اور دوسرے لوگو! کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خبر نہیں ہوئی فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ

الْفٰسِقُوْنَ پس نہیں ہلاک کی جائے گی مگر وہ قوم جو نافرمان ہے۔ جو رب تعالیٰ کے احکام نہیں مانتے وہ ہلاک ہوں گے۔ دنیا میں بھی ہلاکت، قبر میں بھی ہلاکت، آخرت میں بھی ہلاکت۔ آج سمجھ جاؤ ورنہ ساری عمر ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹتے رہو گے۔ سورہ فرقان آیت نمبر ۲۷ پارہ ۱۹ میں ہے وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ ''اور جس دن کاٹیں گے ظالم لوگ اپنے ہاتھوں کو افسوس کی وجہ سے کاش کہ میں فلاں کو ساتھی نہ بناتا پیغمبر کا راستہ اختیار کرتا۔'' آج بڑا قیمتی وقت ہے اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ اپنی بھی اصلاح کرواور اپنی اولاد کی اصلاح کی بھی فکر کرو۔ رب تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

آج بہ روز جمعرات ۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ بہ تاریخ ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء

اٹھارھویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلك

(مولانا) محمد نواز بلوچ۔

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الی جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم وحدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرق ریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جس کی طباعت
کا انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے جملہ حقوق ان کو دیتا ہے ہاں اگر عملی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیئے ہیں واللہ الموفق

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ

۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ

۲۸ / اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ محمد
سورۃ الفتح
سورۃ الحجرات
سورۃ ق
سورۃ الذاریات
سورۃ الطور
سورۃ النجم
سورۃ القمر
سورۃ الرحمٰن
سورۃ الواقعہ
سورۃ الحدید

جلد .... ۱۹ (مکمل)

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ محمد، فتح، حجرات، ق، الذاریات، طور، نجم، قمر، الرحمٰن، واقعہ، حدید، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292-03218741292

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میریٰ طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ محمد	15
02	تعارف سورت	19
03	قرآن کریم میں چار مقامات پر حضور ﷺ کے اسم گرامی کا ذکر	20
04	آنحضرت ﷺ کی ذہانت	23
05	ربط آیات	29
06	ایک سنت کے چھوٹنے کا نقصان	31
07	ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں	32
08	کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت	35
09	ربط آیات	41
10	منافقین کا تذکرہ	43
11	علامات قیامت	45
12	حکم جہاد	49
13	منافقین کے احوال	51
14	نفس مطمئنہ اور نفس خبیثہ	61
15	اہل بدعت کا حضور ﷺ سے ظاہری محبت کرنا	63
16	بشیر نامی منافق کا واقعہ	65
17	احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے صدقات کا باطل ہو جانا	72

18	نصرت خداوندی	75
19	اختتام سورت	79
20	سورۃ الفتح	81
21	تعارف سورت	85
22	واقعہ حدیبیہ	85
23	ربط آیات	96
24	امت محمدیہ کا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دینا	97
25	قرآن کریم کے ترجمے میں احمد رضا خان بریلوی کا ظلم	98
26	درودِ تاج کی حقیقت	103
27	ربط آیات	115
28	حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی	116
29	بیعت رضوان	118
30	رافضیوں کا دھوکا	119
31	دشمن صحیح بات کو بھی غلط بنا کر پروپیگنڈہ کرتا ہے	127
32	حدیث قرطاس کی وضاحت	130
33	مولانا احمد دیدات کا عیسائی پادریوں سے مناظرہ	137
34	معہ کا اولین مصداق	139
35	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے استدلال	143
36	اختتام سورۃ الفتح	144
37	سورۃ الحجرات	145
38	تعارف سورت	148
39	مسئلہ	149

40	قرآن تین علوم کے بغیر سمجھ نہیں آسکتا	150
41	شانِ نزول	150
42	رسول اکرم ﷺ کے آداب	154
43	مسائل اِستیذان	156
44	شانِ نزول	160
45	ضیاء حکومت کی مدارس کے خلاف سازش	161
46	فسق اور عصیان میں فرق	164
47	شانِ نزول	165
48	ربط آیات	170
49	واقعہ	172
50	آنحضرت ﷺ کا مال غنیمت تقسیم کرنا	181
51	اختتام سورۃ الحجرات	188
52	سورۃ ق	189
53	تعارف سورت	193
54	بنی اسرائیل کا ایک واقعہ	197
55	ربط آیات	203
56	اصحاب الرس کا واقعہ	204
57	قوم تبع	206
58	جنت اور جنتیوں کے احوال	219
59	ربط آیات	224
60	منکرین قیامت کے لیے دلائل قدرت	225
61	مستوی علی العرش کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول	226

62	سلام کا معنیٰ اور ایک یہودی کا آپ ﷺ کے پاس آنا	227
63	اختتام سورۃ ق	232
64	سورۃ الذّاریات	233
65	تعارف سورت	236
66	قول مختلف کی تین تفسیریں	241
67	دنیا کے نشے کی مثال	242
68	متقیوں کے امام کا تذکرہ	251
69	پیغمبر علم غیب نہیں جانتے یہ جاہلوں کا عقیدہ ہے	254
70	ربط آیات	259
71	قوم لوط پر چار عذاب	260
72	مسلمان قوم کی اخلاقی گراوٹ	265
73	سردارانِ قریش کی فرمائش اور آنحضرت ﷺ کی استقامت	271
74	اختتام سورۃ الذاریات	276
75	سورۃ الطور	277
76	تعارف سورت	280
77	چار مقامات پر دجال داخل نہیں ہو سکے گا	281
78	کتب مسطور کی تفسیر	281
79	کعبۃ اللہ پر باغیوں کا قبضہ	283
80	سائنس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں نظریہ قرآن اٹل ہے	285
81	لاؤڈ سپیکر اور سائنس دان	286
82	ربط آیات	291
83	فال نکالنے اور نکلوانے کی ممانعت	299

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
84	ضماد کا قبول اسلام	300
85	قرآن پاک کا چیلنج	303
86	ایک تاریخی واقعہ	306
87	عالم الغیب اور انباء الغیب کا فرق	309
88	دارالندوہ میں ایک اہم میٹنگ	311
89	حلال وحرام کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے	314
90	اختتام سورۃ الطور	317
91	سورۃ النجم	319
92	تعارف سورت	322
93	واقعہ تابیر نخل	324
94	معراج کی رات آنحضرت ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات	327
95	مشرکین مکہ کے بتوں کی تفصیل	332
96	لڑکی، لڑکا دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے	337
97	ربط آیات	342
98	مذکورہ آیت کریمہ سے منکرین حدیث کا باطل استدلال	343
99	سات بڑے گناہ	347
100	آنحضرت ﷺ کا ولید بن مغیرہ کو اسلام کی دعوت دینا	351
101	منکرین ایصال ثواب کا رد	355
102	قوم عاد کی ہلاکت	360
103	حضرت نوح علیہ السلام کا انداز تبلیغ	361
104	اختتام سورۃ النجم	366
105	سورۃ القمر	367

نمبر	عنوان	صفحہ
106	وجہ تسمیہ سورت وشان نزول	371
107	شق القمر کا واقعہ تاریخ فرشتہ میں	372
108	آنحضرت ﷺ کے کچھ معجزات	375
109	رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں	377
110	کوئی دن منحوس نہیں	384
111	جدہ شہر کی وجہ تسمیہ	387
112	واقعہ قوم لوط علیہ السلام	392
113	پیغمبر بہ منزلہ باپ کے ہوتا ہے	394
114	واقعہ غزوہ بدر	400
115	اختتام سورۃ القمر	406
116	سورۃ الرحمٰن	407
117	مسئلہ حقوق العباد اور غنیۃ الطالبین کا ایک واقعہ	413
118	آنحضرت ﷺ کا جنات کو تبلیغ کرنا اور مسجد جن	415
119	ذوالعقول مخلوقات	420
120	دیانند سرسوتی کا اعتراض	424
121	دفع تعارض بین الآیتین	425
122	ربط آیات	429
123	قصہ اصحاب الغار	430
124	مودودی صاحب کی تفسیری غلطیاں	435
125	اختتام سورۃ الرحمٰن	443
126	سورۃ الواقعہ	445
127	سورۃ کی وجہ تسمیہ اور قیامت کے متعدد نام	448

نمبر	عنوان	صفحہ
128	سورۃ واقعہ کی فضیلت	449
129	زیارتِ قبور	453
130	اولین اور آخرین کی تفسیر	454
131	مقربین کے لیے انعامات	459
132	اصحاب الیمین کا تذکرہ	461
133	اصحاب الشمال کا تذکرہ	463
134	امت کے تین گروہ	466
135	عقیدہ تثلیث	467
136	خوف خدا	469
137	منکرین قیامت کا شبہ	475
138	ستاروں کی دو قسمیں	483
139	علم کے تین درجے	489
140	اختتام سورۃ الواقعہ	490
141	سورۃ الحدید	491
142	تعارف سورت	494
143	روس کا خدا اور مذہب کا جنازہ نکالنا	496
144	استوی علی العرش کا معنٰی	498
145	ربط آیات	503
146	قبولیتِ اعمال کی تین شرائط	504
147	عہدِ الست	507
148	قرضِ حسنہ	513
149	منافقت کی دو اقسام	515

150	منافق کی چار علامات	516
151	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طبعی محبت کے چند واقعات	522
152	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھریلو حالات کی وجہ سے قسم اٹھانا کی تین وجوہات	526
153	صدقہ کی اہمیت اور مفہوم	528
154	ایک دوسرے پر فخر کرنا	534
155	دنیا دھوکے کا گھر ہے	536
156	مسئلہ تقدیر کی تفصیلی وضاحت	543
157	منکرین حدیث کا مسئلہ تقدیر کا انکار کرنا	544
158	مسئلہ تقدیر بارے میں اہل حق کا نظریہ	545
159	ہر جائز پیشہ پیغمبروں نے اختیار کیا	547
160	لوہے کے منافع	549
161	اسم عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وضاحت	552
162	مرزے کا دجل اور خباثت	554
163	تعلیماتِ عیسیٰ علیہ السلام	555
164	غیر مقلدوں کے گھر کی گواہی	557
165	اختتام سورۃ الحدید	559

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ محمد

(مکمل)

جلد............١٩

آیاتھا ۳۸ ۴۷ سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِیَّۃٌ ۹۵ رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③ فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ سَیَهْدِیْهِمْ وَ یُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ وَ یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور روکا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اللہ تعالیٰ نے ضائع کردیئے ان کے اعمال وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَاٰمَنُوْا اور ایمان لائے بِمَا اس

چیز پر نُزِّلَ جواتاری گئی عَلٰی مُحَمَّدٍ محمد ﷺ پر وَّھُوَالْحَقُّ اور وہ حق ہے مِنْ رَّبِّھِمْ ان کے رب کی طرف سے کَفَّرَ عَنْھُمْ اللہ تعالیٰ مٹادیتا ہے ان سے سَیِّاٰتِھِمْ ان کے گناہ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ اور درست کر دے گا ان کے حال کو ذٰلِكَ یہ اس لیے بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا کہ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ انھوں نے پیروی کی باطل کی وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اتَّبَعُوا الْحَقَّ انھوں نے اتباع کیا حق کا مِنْ رَّبِّھِمْ جو ان کے رب کی طرف سے ہے كَذٰلِكَ اسی طرح یَضْرِبُ اللّٰہُ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے اَمْثَالَھُمْ ان کے حالات فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ پس جب تمہارا مقابلہ ہو ان لوگوں سے كَفَرُوا جو کافر ہیں فَضَرْبَ الرِّقَابِ پس مارنا ہے ان کی گردنوں کا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ یہاں تک کہ جب تم خوب خون ریزی کر چکو فَشُدُّوا الْوَثَاقَ پس باندھ دو تم مضبوطی سے باندھنا فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ پس پھر یا تو احسان کرنا اس کے بعد وَاِمَّا فِدَآءً اور یا فدیہ ہوگا حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا یہاں تک کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار ذٰلِكَ یہ ایسا ہی ہونا چاہیے وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰہُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَانْتَصَرَ مِنْھُمْ البتہ بدلہ لے ان سے وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ لیکن وہ آزماتا ہے تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ قُتِلُوا جو قتل کیے

گئے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ پس ہرگز نہیں ضائع کرے گا ان کے اعمال کو سَيَهْدِيْهِمْ بہ تاکید ان کو ہدایت دے گا وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ اور درست کرے گا ان کے حال کو وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ اور داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں عَرَّفَهَا لَهُمْ جس کی ان کو پہچان کرادی ہے۔

تعارف سورت :

اس سورہ کا نام سورہ محمد ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نام پر اس کا نام رکھا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ترانوے (۹۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار رکوع اور اڑتیں (۳۸) آیات ہیں۔ کل کے سبق میں آپ نے پڑھا اور سنا کہ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ''پس نہیں ہلاک کی جائے گی مگر فاسق قوم۔'' اس سورت میں فاسقوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ کافر کہتے تھے کہ ہم کیوں ہلاک کیے جائیں گے؟ کیا ہم اچھے کام نہیں کرتے؟ اور کرتے بھی تھے۔ بڑے بڑے سردار اور چودھری مسجد حرام میں جھاڑو پھیرتے اور مہمانوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ مسجد حرام کی خدمت کرتے تھے۔ حاجیوں کو اس زمانے میں مفت پانی پلاتے تھے جب کہ پانی کی بڑی قلت تھی۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سولہ راستے انھوں نے بنائے ہوئے تھے اور ہر راستے پر وقفے وقفے سے مٹکے پانی کے رکھے ہوئے تھے کہ حاجیوں کو تکلیف نہ ہو۔ بیوہ عورتوں اور یتیموں کا خیال رکھتے تھے۔ بڑے بڑے اچھے کام کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ ہم اتنے اچھے کام کرتے ہیں پھر بھی ہمیں کچھ نہیں ملے گا اور ہم ہلاک کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وہ لوگ جو کافر ہیں اور روکتے ہیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے اَضَلَّ اَعۡمَالَھُمۡ اللہ تعالیٰ نے ضائع کردیئے ان کے اعمال۔ کفر تمام اعمال کو برباد کرنے والا ہے۔ ان میں دو خرابیاں ہیں۔

- ……ایک کفر،
- ……پھر کفر کے ساتھ دوسروں کو ایمان لانے سے روکنا ہے۔

ان دو خرابیوں نے ان کے اچھے اعمال ضائع کردیئے۔ کفر بڑے بڑے اچھے اعمال کو ضائع کردیتا ہے۔ اور ایمان ایسی چیز ہے کہ رتی برابر بھی اچھا عمل ہو تو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کا بھی اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے۔ لیکن یہ چونکہ کافر ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کردیئے۔

ان کے مقابلے میں وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور محض ایمان ہی نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل بھی اچھے کیے وَاٰمَنُوۡا اور ایمان لائے بِمَا اس چیز پر نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ جو اتاری گئی محمد ﷺ پر۔ ان تمام چیزوں پر ایمان لائے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئیں وَّھُوَ الۡحَقُّ اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے مِنۡ رَّبِّھِمۡ ان کے رب کی طرف سے۔

قرآن کریم میں چار مقامات پر حضور ﷺ کے اسم گرامی کا ذکر :

قرآن کریم میں چار مقامات پر آنحضرت ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے اور ایک جگہ احمد آیا ہے۔ پہلا مقام : چوتھا پارہ سورۃ آل عمران رکوع نمبر ۶ آیت نمبر ۱۴۴ ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۔

دوسرا مقام: پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع نمبر ۲ آیت نمبر ۴۰ ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۔

تیسرا مقام یہی ہے وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ۔

اور چوتھا مقام سورہ فتح آیت نمبر ۲۹ میں ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ ان چار مقامات پر آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے ﷺ۔ اور ایک مقام پر سورہ صف پارہ ۲۸ میں ہے اسمہ احمد ﷺ۔ محمد ﷺ کا معنٰی ہے تعریف کیا ہوا۔ دنیا میں جتنی تعریف آپ ﷺ کی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کے بعد اتنی تعریف کسی کی نہیں ہوئی۔ اپنوں نے بھی کی، غیروں نے بھی کی۔ اور احمد کا معنٰی ہے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جتنی حمد وثنا کی اتنی اور کسی نے نہیں کی۔ تو فرمایا اور ایمان لائے اس چیز پر جو اتاری گئی محمد ﷺ پر اور وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے ان سے ان کے گناہ۔ ایمان اور نیکی کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں از خود معاف کر دیتا ہے وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ اور درست کردے گا ان کو حال کو۔ روز بہ روز دینی لحاظ سے ان کی حالت اچھی سے اچھی کرے گا۔ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور کافروں کے اعمال اکارت کر دیتا ہے اور جو ایمان والے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے دین کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں، اچھے عمل کرتے ہیں ان کی حالت اللہ تعالیٰ روز بہ روز اچھی کرتے جاتے ہیں۔

صغیرہ گناہ جتنے بھی ہوں نیکیوں کی برکت سے خود بخود مٹتے جاتے ہیں۔ مسجد کی طرف ایک قدم اٹھانے سے دس نیکیاں ملتی ہیں ایک صغیرہ گناہ جھڑ جاتا ہے اور ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ وضو کی برکت سے گناہ جھڑ جاتے ہیں، نمازوں کی برکت سے جھڑ جاتے

ہیں، روزوں کی برکت سے، عمرے کی برکت سے جھڑ جاتے ہیں۔ اور جو کبیرہ گناہ ہیں وہ یا تو اللہ تعالیٰ کا حق ہیں یا بندوں کا حق ہیں۔ بندوں کے حقوق کبھی معاف نہیں ہوتے جب تک وہ ادا نہ کر دیئے جائیں یا صاحب حق خود معاف کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اگر ایسے ہیں جن کی قضا ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ تو یہ توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضا نہیں لوٹائی جائے گی۔ جتنے روزے رہ گئے ہیں ان کی قضا لوٹائے، جتنی نمازیں رہ گئی ہیں ان کی قضا لوٹائے۔ اور زکوٰۃ کا باقاعدہ حساب کر کے ادا کرے۔ اور اگر ایسے گناہ ہیں جن کی کوئی قضا نہیں ہے مثلاً: شراب پی لی، زنا کیا تو سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

فرمایا ذٰلِكَ کافروں کے عمل کیوں ضائع ہوئے اور مومنوں کے گناہ کیوں مٹا دیئے جاتے ہیں؟ یہ اس وجہ سے بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ کہ بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں انھوں نے پیروی کی باطل کی۔ اس لیے ان کے اعمال بھی باطل ہوئے وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے انھوں نے اتباع کیا حق کا اپنے رب کی طرف سے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف کر دیتا ہے ان کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ان کی حالت درست کر دیتا ہے كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حالات کہ کافروں کا یہ حال ہوگا اور مومنوں کا یہ حال ہوگا کیونکہ رب تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ چونکہ حق اور باطل کی ٹکر ہمیشہ سے ہوتی رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد کے متعلق کچھ اصول بیان فرمائے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا پس جب تم ملاقات کرو کافروں

کے ساتھ یعنی جب تمہارا مقابلہ ہو کافروں سے میدان جنگ میں فَضَرْبَ الرِّقَابِ پس مارنا ہے کافروں کی گردنوں کا، نرمی نہیں کرنی۔ سورۃ الانفال آیت نمبر ۵۷ پارہ ۱۰ میں ہے فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ ''پس اگر آپ قابو پالیں ان پر لڑائی میں فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ پس ان کو ایسی عبرت ناک سزا دو کہ ان کے پچھلوں کے لیے عبرت بن جائے۔'' تو فرمایا کہ جب کافروں کے ساتھ تمہارا ٹکراؤ ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو ان کے ساتھ نرمی نہ کرو حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ یہاں تک کہ جب تم نے ان کی خوب خون ریزی کر دی اور وہ تمہارے قابو میں آ گئے تو تمہارے پاس جو قیدی ہیں فَشُدُّوا الْوَثَاقَ پس باندھ دو تم مضبوطی سے باندھنا۔ وثاق کا معنیٰ ہے باندھنا اور شَدُّوا کا معنیٰ ہے سختی سے اور ان کا سارا انتظام تمہارے ذمہ ہے۔ انھیں کھلانا پلانا ان کی حفاظت کرنا۔ وہ تمہارے پاس امانت ہیں جب تک ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوتا ان پر جو تم خرچ کرو گے اس کا تمھیں اجر ملے گا۔ قیدی کے ساتھ سختی کرنے کا اسلام قائل نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذہانت :

بدر کے مقام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک جاسوس پکڑ لیا جو جائزہ لینے کے لیے آیا تھا اس سے پوچھ گچھ کی تم کتنے آدمی ہو تمہاری فوج کتنی ہے۔ وہ صحیح بات نہیں بتلاتا تھا تو اس کی خوب پٹائی کی۔ کہنے لگا اب بتاتا ہوں۔ جب چھوڑا تو وہ پھر مکر گیا۔ مارتے تو کہتا بتاتا ہوں چھوڑتے تو مکر جاتا۔ پورا گوریلہ جاسوس تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس لے آؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دلاسا دیا پانی وغیرہ پلایا، اس کا نام پوچھا اور گھر کے افراد پوچھے بڑی نرمی کے ساتھ گفتگو کی اور فرمایا کہ تم روزانہ

کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو کھانے کے لیے۔ اس نے کہا دس اونٹ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ہزار آدمی ہو کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کو کفایت کرتا ہے، اور تھے بھی ہزار آدمی۔ آپ ﷺ نے حکمت عملی سے اس سے بات نکلوالی۔

اُس زمانے میں سو آدمی ایک اونٹ کھا جاتے تھے۔ اِس زمانے میں بھی بعض لوگ کھانے میں مشہور ہیں۔ میں شیخوپورہ گیا تو وہاں کے ساتھیوں نے بتایا کہ برات آنی تھی گوجرانوالا سے۔ نائی کو کھانا پکانے کا کہا ہے تو اس نے پوچھا کہ برات کہاں سے آنی ہے؟ ہم نے بتایا کہ گوجرانوالا سے۔ تو نائی سمجھ دار تھا اس نے کہا ڈیڑھ آدمی کے حساب سے گوشت چاول وغیرہ دو کہ گوجرانوالا کے لوگ زیادہ کھاتے ہیں تاکہ کھانا کم نہ ہو جائے اور عین وقت پر تمھیں پریشانی نہ ہو۔

تو فرمایا جب تم ان کو قیدی بنالو تو پھر حکم یہ ہے فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً پھر یا تو احسان کرنا اس کے بعد یا فدیہ ہوگا۔ تو ایک صورت یہ ہے کہ کافروں پر احسان کردو اور بلا معاوضہ قیدیوں کو رہا کردو اگر تم اس میں خیر کی امید رکھتے ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ معاوضہ لے کر قیدیوں کو رہا کردو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ قیدیوں کا تبادلہ کرلو اپنے قیدی ان سے لے لو اور ان کے قیدی ان کو دے دو۔

اس صورت میں فقہائے احناف کا اختلاف ہے کہ قیدیوں کا تبادلہ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ تبادلہ نہیں کرنا بلکہ بزورِ بازو ان کو رہا کرانا ہے۔ یہ طبقہ بڑا دلیر اور مجاہدوں کا طبقہ ہے جو کہتا ہے قوت استعمال کر کے رہا کراؤ۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے کبھی حالات ایسے ہوتے ہیں کہ کافروں کے پاس قوت زیادہ ہوتی ہے اگر ہمارے قیدی ان کے پاس رہیں گے تو وہ ان سے بیگار لیں گے، ان کے ذہن خراب کریں گے لہٰذا تبادلے

میں اپنے قیدی رہا کرالو۔

اور چوتھی صورت یہ ہے کہ قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنالو۔ پھر امیر لشکر مجاہدین میں ان کو تقسیم کرے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی چیز کسی کو دو تو دائیں ہاتھ سے دو اور لو تو دائیں ہاتھ سے لو۔ پکڑاؤ بھی دائیں ہاتھ سے اور پکڑو بھی دائیں ہاتھ سے۔ مجمع کے اندر امیر لشکر قیدی اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑاتا تھا اور مجاہد اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتا تھا گویا مجمع کے سامنے تعیین ہو جاتی تھی کہ یہ چیز فلاں کی ہے۔ چونکہ دائیں ہاتھ سے دی جاتی اور دائیں ہاتھ سے لی جاتی تھی اس لیے اس کو ملک یمین کہتے تھے۔ پھر لونڈی کے بارے میں تفصیل ہے کہ اگر وہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ میں سے ہو تو مالک اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے اور اگر وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہے اور مسلمان بھی نہیں ہوئی تو ملکیت میں رہے گی مگر اس کے ساتھ ہم بستری جائز نہیں ہے۔

تو فرمایا یا تو احسان کر دو یا فدیہ لے لو حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۔ اَوْزَار وِزْرٌ کی جمع ہے وِزْرٌ کا معنٰی ہے بوجھ، مراد ہتھیار ہے۔ یہاں تک کہ لڑائی رکھ دے اپنے ہتھیار ذٰلِكَ یہ اسی طرح ہونا چاہیے جس طرح ہم نے بتایا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ البتہ بدلہ لے ان سے۔ خود براہ راست انتقام لے سکتا ہے، کسی آفت کے ذریعے ان کو ہلاک کر دے جیسے عاد و ثمود قوم کو تباہ کیا، قوم لوط کو تباہ کیا۔ مگر جنگ کی ایک حکمت یہ ہے کہ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ لیکن اللہ تعالیٰ آزماتا ہے تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ۔ تمہارا امتحان لیتا ہے کہ خون دینے والے مجنوں ہو یا چوری کھانے والے۔ پھر یہ

ہے کہ بعض کو اس نے شہید کا درجہ دینا ہے بعض کو غازی بنانا ہے کچھ تم بھی کرو جنت اتنی سستی اور آسان چیز نہیں ہے۔ تمھیں درجے دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم فرمایا ہے ورنہ وہ تمہارا محتاج نہیں ہے وہ ایک لمحے میں ہر چیز کو تباہ کرسکتا ہے۔

آج سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے جاپان میں صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا اس سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ جاپان حکومت نے اخبار میں بیان دیا تھا کہ حکومت ریلوے لائن اور سڑکوں کو چار سال میں مکمل نہیں کرسکتی۔ حالانکہ اس وقت جاپان صنعت کے اعتبار سے یورپ پر مسلط ہے ان کی رگیں اس نے کمزور کردی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فوراً انتقام لینا چاہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے مگر تم نے بھی کچھ کرنا ہے جنت کو حاصل کرنے کے لیے۔ فرمایا وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جو قتل کیے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں، شہید ہوئے فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ پس ہرگز نہیں ضائع کرے گا اللہ تعالیٰ ان کے اعمال۔ شہید کے ہر عمل کا بدلہ سات سو اور سات سو سے اوپر ہے سَیَهْدِیْهِمْ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا یعنی ہدایت پر قائم رکھے گا وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ اور درست کرے گا ان کے حال کو وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ اور اللہ تعالیٰ ان کو داخل کرے گا جنت میں عَرَّفَهَا لَهُمْ جس کی ان کو پہچان کرادی ہے۔ اگلے رکوع میں جنت کی تعریف آرہی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَ یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۝

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے یَنْصُرْكُمْ وہ تمہاری مدد کرے گا وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور ثابت رکھے گا تمہارے قدموں کو وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا فَتَعْسًا لَّهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اور ضائع کر دیا اس نے ان کے اعمال کو ذٰلِكَ یہ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ناپسند کیا مَاۤ اس چیز کو اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس ضائع کر دیے اللہ تعالیٰ نے ان

کے اعمال اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا کیا پس انھوں نے سیر نہیں کی فِی الْاَرْضِ زمین میں فَیَنْظُرُوْا پس دیکھتے کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا مِنْ قَبْلِھِمْ جو ان سے پہلے گزرے ہیں دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ہلاکت ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان پر وَلِلْکٰفِرِیْنَ اَمْثَالُھَا اور کافروں کے لیے ایسی ہی مثالیں ہیں ذٰلِكَ یہ بِاَنَّ اللّٰہَ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کارساز ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ اور بے شک جو کافر ہیں لَا مَوْلٰی لَھُمْ ان کا کوئی مددگار نہیں ہے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں یَتَمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں وَ یَاْکُلُوْنَ اور کھاتے ہیں کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ جیسے جانور کھاتے ہیں وَالنَّارُ مَثْوًی لَّھُمْ اور دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانا ہے وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اور کتنی ہی بستیاں ھِیَ اَشَدُّ قُوَّۃً وہ زیادہ سخت تھیں قوت میں مِّنْ قَرْیَتِكَ آپ کی بستی سے الَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ جس بستی والوں نے آپ کو نکالا اَھْلَکْنٰھُمْ ہم نے ان کو ہلاک کیا فَلَا نَاصِرَ لَھُمْ پس ان کے لیے کوئی مددگار نہیں اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ کیا پس وہ شخص جو ہے واضح دلیل پر مِّنْ

رَبِّہٖ اپنے رب کی طرف سے کَمَنْ اس کی طرح ہے زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ مزین کر دیا گیا اس کے لیے اس کا بُرا عمل وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ اور انھوں نے پیروی کی خواہشات کی۔

ربط آیات :

پہلی آیات میں کافروں کے ساتھ جہاد کا ذکر تھا کہ جب میدان جنگ میں ان کے ساتھ مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں خوب مارو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔لیکن یہ وعدہ مشروط ہے ایک شرط کے ساتھ۔ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ اگر تم مدد کرو گے اللہ تعالیٰ کی یَنْصُرْکُمْ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔اللہ تعالیٰ کی مدد سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد ہے۔اور دین کی مدد کا مطلب ہے دین پر چلو، دین کو مانو اور قبول کرو۔دین کو قبول کرنا اور دین پر چلنا یہ دین کی مدد ہے تو اگر تم دین پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ اور ثابت رکھے گا تمہارے قدموں کو دشمن کے مقابلے میں۔افراد کی قلت و کثرت کا کوئی سوال نہیں ہے۔اور نہ ہی اسلحہ کے تھوڑے زیادہ ہونے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔بے شک تم تھوڑے ہو اور اسلحہ بھی تمہارے پاس تھوڑا ہے مگر تم دین پر چلنے والے ہو دین پر کاربند ہو تو اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کامیاب ہو گے۔اور جب دین پر چلنے میں کمی آئے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں ہوگی۔اس پر قرآن پاک میں واقعات مذکور ہیں۔

غزوہ احد جو ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں پیش آیا سات سو مسلمانوں کا مقابلہ تین ہزار کافروں کے ساتھ تھا مسلمانوں کی کمان خود آنحضرت ﷺ کر

رہے تھے ۔ قیادت آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی ۔ آپ ﷺ نے پچاس آدمیوں کا دستہ جبل رُماۃ پر کھڑا کیا اور فرمایا کہ تم نے اس مورچے سے نہیں ہلنا۔

لڑائی شروع ہوئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ۔ جبل رماۃ والے ساتھیوں سے غلطی ہوئی کہ گیارہ ساتھیوں کے سوا باقیوں نے مورچا چھوڑ دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے ۔ باقیوں میں کوئی ایسا نہیں تھا جو زخمی نہ ہو کافی نقصان اٹھانا پڑا اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۵ پارہ ۴ میں ہے اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا "کیا جس وقت پہنچی تم کو مصیبت تحقیق پہنچا چکے تھے تم اس سے دگنی قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا تم نے کہا یہ کہاں سے آئی ؟ اے پیغمبر علیہ السلام! قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ وہ تمہارے نفسوں کی طرف سے آئی ہے۔" یہ نقصان تمھیں پیغمبر کی بات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اٹھانا پڑا وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ [آیت:۱۵۲] "اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ چیز دکھائی جسے تم پسند کرتے ہو۔" لیکن تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم پر عمل نہ کیا جس کے نتیجے میں تمھیں نقصان اٹھانا پڑا۔

اور غزوہ حنین میں مسلمان بارہ ہزار تھے اور کافر چار ہزار تھے ۔ کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا کہ آج تو ہم بہت زیادہ ہیں ہمیں شکست نہیں ہوگی ۔ تم نے اپنی کثرت پر تعجب کیا اللہ تعالیٰ کی نصرت نے ساتھ نہ دیا تو تمہاری کثرت کام نہ آئی ۔ سورہ توبہ آیت نمبر ۲۵ پارہ ۱۰ میں ہے اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا "جب تمھیں تمہاری کثرت نے تعجب میں ڈالا پس نہ کفایت کی اس کثرت نے تم سے کچھ بھی وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اور زمین تم پر تنگ ہوگئی باوجود کشادہ ہونے کے

ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ پھر تم پھرے پشت پھیرتے ہوئے۔'' جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے ایک حکم میں بھی کمی آئے گی تو خدا کا وعدہ مدد کا پورا نہیں ہوگا۔

ایک سنت کے چھوٹنے کا نقصان :

تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے قلعہ فسطاط کا محاصرہ کیا۔ مصر کا بادشاہ مقوقس مصر اور اس کے بڑے بڑے جرنیل اور مشیر وزیر بھی قلعہ میں موجود تھے۔ قلعہ بڑا مضبوط تھا دو مہینے گزر گئے فتح نہ ہوا۔ تھک کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ حضرت! آٹھ ہزار فوج میرے پاس ہے ہم نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے مگر فتح نہیں ہو رہا کوئی طریقہ بتلائیں، دعا بھی فرمائیں اور ہو سکے تو مزید فوج بھی بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خط پڑھ کر رونے لگے اور فرمایا قَدْ تَرَکُوْا سُنَّۃً مِّنْ سُنَنِ النَّبِیِّ '' ضرور تم سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت چھوٹ گئی ہے۔'' ورنہ فتح ہونے پر اتنی دیر نہیں لگنی تھی۔ فرمایا دعا بھی کرتا ہوں اور چار ہزار مزید فوج بھی بھیجتا ہوں۔ اب بارہ ہزار فوج ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارہ ہزار مومن ہوں تو قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے کوئی اور وجہ ہو تو ہو۔ وہ چار ہزار فوج چار آدمی تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت خزرجی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ۔ یہ چار آدمی چار ہزار فوج پہنچی۔ تحقیق کی تو معلوم ہوا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسواک کی سنت رہ گئی ہے۔ تو ایک سنت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رہ جانے کی وجہ سے امداد رک گئی۔

تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے دین پر چلو گے تو رب تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں فَتَعْسًا لَّھُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے وَاَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔ وہ چاہے مسجد حرام کی خدمت کریں، حاجیوں کو پانی پلائیں، صدقہ خیرات کریں، یتیموں کی نگہداشت کریں، بیوہ عورتوں کی نگرانی (دیکھ بھال) کریں۔ کتنے ہی اچھے کام کریں لیکن چونکہ ایمان نہیں ہے لہٰذا ان کے اعمال ضائع کر دیئے گئے۔ کیونکہ نیکی کے باقی رہنے کا مدار ایمان پر ہے۔ ایمان ہو تو پھر ذرہ برابر عمل بھی نجات کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

سیٹھی محمد یوسف صاحب مرحوم نے حفظ کے بڑے مدارس قائم کیے۔ وہ کہتے تھے کہ سندھ میں دو تین مقامات پر ہمارے مدارس کا خرچہ ہندو دیتے ہیں۔ میں نے انہیں منع بھی کیا لیکن وہ ہندو کہنے لگے کہ نہیں ہمارے پاس مال ہے تم اپنے مدرس رکھو وہ پڑھائیں، حفاظ تیار کریں، قاری بنائیں پیسے ہم دیں گے۔ کتنی مدت تک وہ مدرسے ہندو چلاتے رہے۔ اب معلوم نہیں کہ کیا صورت حال ہے۔

ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں :

تو کافر بھی نیکیاں کرتے ہیں مگر وہ آخرت میں کام نہیں آئیں گی کیونکہ ایمان نہیں ہے۔ مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو رفاہ عام کے کام جتنے کافر کرتے ہیں مسلمانوں کو اتنی توفیق نہیں ہے۔ پچھلے دنوں میں افریقہ کے سفر پر تھا کئی شہروں میں ساتھی مجھے لے گئے۔ صاف ستھرے شہر، سڑکیں صاف اور کسی سڑک پر پانی کا ایک قطرہ تک نظر نہ آیا۔ اور ہمارے شہروں کا یہ حال ہے کہ نہ کوئی سڑک صحیح ہے نہ گلی صحیح ہے۔ اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کسی راستے پر جائیں اور آپ کو راستے پر پانی کھڑا نہ ملے۔ وہ کافر ہیں اور ہم خیر سے مسلمان ہیں۔ ہم صرف اپنے گھروں کو بھرنا جانتے ہیں اور کسی سے کوئی غرض نہیں

ہے۔تو فرمایا کہ کافروں کے لیے ہلاکت ہے اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ نے اکارت کر دیئے ہیں۔کیوں؟ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ عمل ان کے اس وجہ سے اکارت ہوئے کہ بے شک انھوں نے کَرِهُوْا ناپسند کیا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کو جو رب تعالیٰ نے نازل کی۔قرآن پاک کی آیات۔قرآن پاک کے بارے میں کہتے ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ''اس قرآن کو نہ سنو اور شور مچاؤ۔''اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ ''اور وہ روکتے ہیں منع کرتے ہیں اس سے اور خود بھی دور ہوتے ہیں۔''یوں سمجھو کہ یہ قرآن مشرکوں کے لیے گولی ہے۔حالانکہ یہ اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس کا پڑھنا ثواب،اس کو ہاتھ لگانا ثواب،اس کو دیکھنا ثواب اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ قرآن کریم کا زبانی پڑھنے کا بھی بڑا اجر ہے لیکن سامنے رکھ کر،دیکھ کر پڑھنے کا ثواب اور زیادہ ہے کیونکہ جو زبانی پڑھے گا وہ نہ تو ہاتھ لگا سکے گا اور نہ ہی حروف دیکھ سکے گا۔اور جب قرآن سامنے ہوگا تو ہاتھ بھی لگے گا،حروف بھی نظر آئیں گے۔تو بان سے پڑھنا ثواب،ہاتھ لگانا ثواب،دیکھنا ثواب،مسلمان کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔

تو فرمایا یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے اکارت کر دیئے ان کے اعمال اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ کیا پس انھوں نے سیر نہیں کی زمین میں،چلے پھرے نہیں زمین میں فَيَنْظُرُوْا پس دیکھ لیتے كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کیسا ہوا انجام،کیا حشر ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔مکے والے تاجر پیشہ لوگ تھے۔کبھی یمن جاتے تھے اور کبھی شام جاتے تھے۔راستے میں کہیں لوط علیہ السلام کی تباہ شدہ

بستیاں تھیں اور کہیں شعیب علیہ السلام کی اور کہیں قوم عاد اور قوم ثمود کی بستیاں تھیں اور قوم تبع کی۔ تو کیا یہ ان کے پاس سے نہیں گزرتے، ان کا حال نہیں دیکھتے دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ہلاکت ڈالی اللہ تعالیٰ نے ان پر وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا اور کافروں کے لیے ایسی ہی مثالیں ہیں کہ کبھی غرق ہوں گے، کبھی زلزلے آئیں گے، کبھی سیلاب آئیں گے، کبھی کسی طرح کا عذاب اور کبھی کسی طرح کا عذاب مسلط ہوگا۔

اور مومنوں کی مدد کیوں کرے گا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یہ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کارساز ہے، آقا ہے ایمان والوں کا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ اور بے شک کافروں کا کوئی حقیقی آقا نہیں ہے۔ وہ ملک کے لیے لڑیں گے، پیسوں کے لیے لڑیں گے، ناک (اپنے وقار) کے لیے لڑیں گے اور مومن رب تعالیٰ کے واسطے لڑتے ہیں۔ قتل ہو گئے تو شہید بچ گئے تو غازی اور جنت کے وارث ہیں۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ وہ باغات کبھی اجڑیں گے نہیں، ان کے پتے کبھی خشک نہیں ہوں گے، ان کے میوے کبھی ختم نہیں ہوں گے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ: پارہ ۲۷] ”نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔“ دانہ توڑیں گے فوراً دوسرا لگ جائے گا، کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔ ان باغات میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو داخل کرے گا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جو کافر ہیں يَتَمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں دنیا کے ساز و سامان سے۔ انہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ اور وہ کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں، جانوروں کی طرح۔

جانوروں کے ساتھ کھانے میں تشبیہ ایک تو اس بات میں ہے کہ جیسے جانور کھانے میں حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے اسی طرح یہ بھی حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے۔ پھر یہ کہ جانور بے تحاشا کھاتے ہیں یہ بھی بے تحاشا کھاتے ہیں۔ اور جس طرح جانور کھڑے ہوکر کھاتے ہیں یہ بھی جانوروں کی طرح کھڑے ہوکر کھاتے ہیں۔ جیسے جانوروں کے لیے چارا کھرلیوں میں بھرا جاتا ہے ان کے آگے بھی ویسی کھرلیاں بھری ہوئی ہیں۔ کوئی اِدھر کھاتا ہوا جارہا ہے اور کوئی اُدھر جارہا ہے۔

کھڑے ہوکر کھانے پینے کی ممانعت :

مسئلہ یاد رکھنا! نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔'' سوائے دو قسم کے پانیوں سے۔ ایک آبِ زم زم کہ اس کو کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے قبلہ کی طرف رخ کرکے پھر جہاں بھی تمھیں ملے اور یہ دعا پڑھ کر پیو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ جتنے قطرے بھی تمھیں زم زم کے ملیں کھڑے ہوکر قبلہ رخ ہوکر پیو۔ اور دوسرا وہ پانی جس کے ساتھ تم نے وضو کیا ہے۔ وضو کرنے کے بعد جو پانی کوزے اور لوٹے میں بچا ہے اس کو کھڑے ہوکر پینا بھی مستحب ہے۔ ان دو پانیوں کے سوا بغیر مجبوری کے کھڑے ہوکر پینا منع ہے۔ بلکہ یہاں تک الفاظ آتے ہیں کہ اگر کسی نے کھڑے ہوکر پیا ہے تو فوراً قے کردے فَلْيَسْتَقِئْ کے لفظ مسلم شریف میں ہیں۔

بعض مقامات پر گلاس زنجیر کے ساتھ بندھے ہوتے ہیں اور زنجیر بھی چھوٹی ہوتی ہے بیٹھ کر نہیں پی سکتے تو یہ مجبوری ہے یا نیچے کیچڑ ہے ناپاک جگہ ہے بیٹھتے ہیں تو کپڑے ناپاک ہوتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کھڑے ہوکر پینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ

مجبوری کے احکام علیحدہ ہیں۔ جس طرح کھڑے ہوکر پانی پینے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اسی طرح کھڑے ہوکر کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کھڑے ہوکر پانی پینا کیسا ہے؟ فرمایا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔'' پھر پوچھنے والے نے پوچھا حضرت! یہ بتلائیں کہ کھڑے ہوکر کھانا کیسا ہے؟ تو مسلم شریف کی روایت میں ہے ذٰلِكَ اَشَرُّ ''یہ تو بہت ہی بُرا ہے۔'' اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے ذٰلِكَ اَشَدُّ ''یہ تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

اور مجمع الزوائد میں جو حدیث ہے اس کے الفاظ یہ ہیں نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنِ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ قَائِمًا ''آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ مسلمان کھڑے ہوکر کھائیں یا پئیں۔'' اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت پہلے لوگوں کی نقالی کرے گی ایک ایک چیز اور ایک ایک رسم میں۔ کھڑے ہوکر کھانا غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔

ہمارے ہاں بھی بعض لوگ شادیوں میں کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔ تین چار تقاریب میں جانے کا اتفاق ہوا ہے جہاں کھڑے ہوکر کھانے کا انتظام تھا۔ ایک مقام پر تو انھوں نے مجھے کھلی جگہ پر چادر بچھا کر دے دی اور ایک جگہ پر مجبوراً میرے لیے کرسی لائے۔ سامنے میز رکھا کھڑے ہوکر نہیں کھایا۔ اور ایک جگہ سے میں واپس آ گیا پیچھے بھاگتے رہے، معافیاں مانگتے رہے۔ میں نے کہا بھائی! میں نے کھانا نہیں کھانا۔ تو کھڑے ہوکر کھانا کافروں کی رسم ہے اس سے بچو اور آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کرو۔

اور جانوروں کی طرح کھانے میں ایک تشبیہ اس بات میں بھی ہے کہ جیسے جانور کھا کر غافل ہو جاتا ہے یہ بھی کھا کر غافل ہو جاتے ہیں کھلانے والے کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ اور دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مکے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں تھیں هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ وہ زیادہ سخت تھیں قوت کے لحاظ سے آپ کی بستی سے الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ جس بستی کے رہنے والوں نے آپ کو نکالا ہے۔ بہت سی بستیاں تھیں جن کے رہنے والے زیادہ طاقت ور تھے اس بستی کے رہنے والوں سے جنھوں نے آپ کو نکالا ہے یعنی مکہ مکرمہ والوں سے۔ اصل بات یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والوں نے اتفاق کر لیا آپ ﷺ کے قتل کرنے کا۔ آدمی مقرر ہو گئے، رات مقرر ہو گئی، وقت طے ہو گیا، آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا اور عین نکلنے کے وقت ان پر نیند مسلط کر دی۔ آپ ﷺ دروازہ کھول کر تشریف لے گئے بلکہ سیرت ابن ہشام وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے نکلے۔ بھائی! جسے رب رکھے اسے کون چکھے۔ اصل مقصد تو ان کا آپ ﷺ کو شہید کرنا تھا۔ تو آپ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام آپ ﷺ کے نکلنے کا سبب بنا۔

تو فرمایا جس بستی والوں نے آپ کو نکالا ہے اس سے زیادہ طاقت ور تھیں وہ بستیاں اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ پس ان کے لیے کوئی مددگار نہیں کسی نے ان کی مدد نہ کی۔ مکے والوں کی بھی ہلاکت ایسے ہی ہوئی کہ جو آپ کے قتل کا مشورہ کرنے والے تھے سب کے سب بدر میں مارے گئے۔ فرمایا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا پس وہ شخص جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف

ہے۔ مومن اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہے۔ قرآن پاک سے بڑی کوئی دلیل نہیں ہے اور اسلام سے زیادہ سچا مذہب کوئی نہیں ہے۔ یہ جو واضح دلیل پر ہے کَمَنْ اس شخص کی طرح ہو جائے گا زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ جس کے لیے مزین کر دیا گیا اس کا برا عمل۔ شیطان نے اس کے لیے برا عمل مزین کیا ہے اور وہ برے کاموں میں لگا ہوا ہے، برے عقائد میں ہے۔ کیا جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف سے وہ اور یہ برابر ہوں گے جن کے لیے شیطان نے برے عمل مزین کیے ہیں وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی خواہشات کی۔ یہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں اور وہ اپنے رب کے مطیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے فرماں بردار ہیں جب کہ یہ اپنے نفس کے پیروکار ہیں۔ کیا یہ آپس میں برابر ہو جائیں گے؟ حاشا وکلا نیکی، بدی، ایمان، کفر، توحید اور شرک، سنت و بدعت، حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ تو پھر نتیجہ کیسے برابر ہو سکتا ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ مثال اس جنت کی وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیزگاروں کے ساتھ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ اس میں نہریں ہیں مِّنْ مَّآءٍ ایسے پانی کی غَیْرِ اٰسِنٍ جو بدبودار نہیں ہوگا وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ لَّبَنٍ ایسے دودھ کی لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوگا وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ خَمْرٍ ایسی شراب کی لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ جو لذت دینے والی ہے پینے والوں کو وَ اَنْهٰرٌ اور نہریں ہیں مِّنْ عَسَلٍ

ایسے شہد کی مُّصَفًّى جو صاف کیا ہوا ہے وَلَهُمْ فِيهَا اور ان کے لیے ان بہشتوں میں مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل ہیں وَمَغْفِرَةٌ اور بخشش ہے مِّنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ کیا یہ برابر ہوں گے اس کے جو ہمیشہ رہنے والا ہوگا آگ میں وَسُقُوا مَآءً حَمِيمًا اور پلایا جائے گا ان کو پانی کھولتا ہوا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ پس وہ کاٹ دے گا ان کی آنتوں کو وَمِنْهُمْ مَّنْ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا یہاں تک کہ جب وہ نکلتے ہیں مِنْ عِنْدِكَ آپ کے پاس سے قَالُوْا کہتے ہیں لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ان لوگوں کو جن کو علم دیا گیا ہے مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اس شخص نے ابھی کیا کہا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہی وہ لوگ ہیں طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی اپنی خواہشات کی وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت پائی زَادَهُمْ هُدًى زیادہ کر دیتا ہے ان کے لیے ہدایت وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ اور دیا ان کو تقویٰ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ پس نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر قیامت کا اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً کہ آئے گی ان پر اچانک فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا پس تحقیق آ چکی ہیں اس کی نشانیاں فَاَنّٰى لَهُمْ پس کہاں ہوگا ان کے لیے اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ جب آئے گی ان کے پاس

ان کی نصیحت فَاعْلَمْ پس آپ جان لیں اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بے شک نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ اور بخشش طلب کر اپنی لغزشوں کے لیے وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور ایمان والے مردوں کے لیے وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کے لیے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے مُتَقَلَّبَكُمْ تمہارے پلٹنے کو وَمَثْوٰىكُمْ اور تمہارے ٹھکانے کو۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق کی آخری آیت کریمہ میں تھا کہ جو شخص کھلی دلیل پر ہو اپنے رب کی طرف سے کیا یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس کے لیے بُرے عمل کو مزین کر دیا گیا اور وہ اپنی خواہشات پر چلتے ہیں۔تو پھر ان کی آخرت بھی برابر نہیں ہو سکتی۔قرآن کا اتباع کرنے والے جنت میں جائیں گے اور خواہشات کی پیروی کر کے بُرے عمل کرنے والے دوزخ میں جائیں گے۔تو متقیوں کو جو جنت ملنی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرمائی ہے۔

فرمایا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ اس جنت کی مثال جس کا وعدہ کیا گیا ہے پرہیز گاروں سے۔متقی وہ ہیں جو کفر، شرک اور معاصی سے بچتے ہیں۔ان کے لیے جنت ایسی ہوگی کہ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ اس میں نہریں ہوں گی ایسے پانی کی جو بدبودار نہیں ہوگا کبھی خراب نہیں ہوگا۔اٰسِن ایسے پانی کو کہتے ہیں جو تالاب میں دیر تک رکا رہے اور اس میں تعفن پیدا ہو جائے۔ جنت کا پانی ہر قسم کی بدبو اور تعفن سے پاک

ہوگا۔

جنت کی دوسری نعمت اور صفت: وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ اور نہریں ہیں دودھ کی لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ جس کا مزہ، ذائقہ کبھی تبدیل نہیں ہوگا۔ دنیا کا دودھ کچھ عرصہ پڑا رہے تو خراب ہوکر بدمزہ ہو جاتا ہے مگر جنت کا دودھ کبھی خراب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا ذائقہ تبدیل ہوگا۔ اس کے علاوہ فرمایا وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ اور وہاں شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ دنیا کی شراب تو بد ذائقہ اور پینے والوں کو مدہوش کر دیتی ہے مگر جنت کی شراب ہر نقص سے پاک اور ذائقہ دار ہوگی جس کا دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ نہ اس کے پینے سے نشہ آئے گا اور نہ ہی کوئی اور خرابی پیدا ہوگی۔

اور نعمت: فرمایا وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى اور ایسے شہد کی نہریں ہوں گی جو صاف کیا ہوا ہوگا۔ اس میں موم وغیرہ کوئی شے نہیں ہوگی۔ پھر یہ ساری نہریں آبادی سے دور جنگلات میں نہیں ہوں گی بلکہ ہر جنتی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہوں گی۔ یہ پینے والی چیزوں کا ذکر تھا، کھانے کے لیے بھی ہر چیز وہاں موجود ہوگی۔ فرمایا وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ان کے لیے جنت میں ہر قسم کے پھل ہوں گے۔ جب جنتی کسی پھل کے کھانے کا ارادہ کرے گا اس درخت کی ٹہنی خود بخود جھک کر جنتی کے سامنے آ جائے گی پھر جب وہ پھل توڑ کے کھائے گا فوراً اس جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا یہ تو جنتی کے کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر تھا۔ اس سے بڑی نعمت یہ ہوگی وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور بخشش ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ دنیا میں اچھے لوگوں سے بھی بعض اوقات کوتاہیاں ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ سب کو معاف کر دے گا۔ تو کیا جو شخص ان نعمتوں میں ہوگا

اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے کَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ جو ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے والا ہوگا۔ کافر مشرک کے لیے دائمی دوزخ ہے پھر جب دوزخ میں ان کو پیاس ستائے گی اور پانی مانگیں گے۔ فرمایا وَسُقُوا مَآءً حَمِيمًا اور پلایا جائے گا ان کو پانی کھولتا ہوا۔ جونہی وہ پانی دوزخی کے حلق سے نیچے اترے گا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ پس کاٹ دے گا ان کی آنتوں کو۔ آنتیں کٹ کر نیچے گر پڑیں گی پھر اصل حالت پر آ جائیں گی، پھر پئیں گے پھر آنتیں کٹ جائیں گی اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اور کفر، شرک اور بُرے اعمال سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور دوزخیوں کا حال بیان کر دیا ہے تاکہ لوگ اس میں غور و فکر کر کے اپنے لیے صحیح مقام تلاش کریں۔

منافقین کا تذکرہ :

اس سے پہلے مومنوں اور کھلے کافروں کا ذکر تھا اب منافقوں کا ذکر ہے۔ یہ بھی کافر ہیں بلکہ یہ کھلے کافروں سے زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ ظاہری طور پر یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور دل سے کافر ہوتے ہیں ان سے نقصان کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ فرمایا وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ اور ان مخالفین میں سے بعضے وہ ہیں جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف تاکہ وہ یہ تاثر دیں کہ وہ آپ کی بات کو کان لگا کر سن رہے ہیں حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ یہاں تک کہ جب وہ اُٹھ کر آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں قَالُوْا کہتے ہیں لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ان لوگوں کو جن کو علم دیا گیا۔ صاحب علم لوگوں سے پوچھتے ہیں مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اس شخص نے ابھی کیا کہا ہے۔ محمد ﷺ نے ابھی کیا کہا ہے؟ اس کا ایک مطلب یہ ہے جیسا کہ تفسیر کبیر اور قرطبی وغیرہ میں ہے کہ ہمیں تو کوئی

دلچسپی نہیں تھی ان کی باتوں سے تم ہی بتاؤ اس نے کیا کہا ہے۔ تو اپنی بے رغبتی اور بے شوقی کا اظہار کرتے تھے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ لوگ اس کی باتوں کو سمجھے ہیں یا نہیں اور سمجھنے کے بعد آپ ﷺ کی باتوں سے کیا اثر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان کے اندرونی دشمنوں سے آگاہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ان کی مذمت بیان فرمائی ہے بلکہ منافقوں کے نام سے ایک مستقل سورۃ نازل فرمائی ہے اور ان کے بُرے انجام کو ذکر کیا ہے۔

فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی اچھی بات داخل ہی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے نیکی کی توفیق سلب کرلی ہے۔ کیونکہ وہ راہ راست پر آنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں اور انھوں نے کفر کو پسند کرلیا ہے اور اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور پیروی کی انھوں نے اپنی خواہشات کی۔ وہ اپنی خواہشات پر ہی چلتے ہیں اصل دین کے بجائے کفر، شرک، بدعات، رسومات اور رواج ہی کا اتباع کرتے ہیں اس کے برخلاف وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں اضافہ کردیتا ہے اور گمراہ ہونے سے ان کو بچاتا ہے وَاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ اور اللہ تعالیٰ ان کو تقویٰ عطا فرماتا ہے۔ وہ کفر، شرک اور بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور معمولی گناہوں کے بھی قریب نہیں جاتے۔ وہ دنیا کی آلائشوں سے بچ کر نکل جاتے ہیں۔ ان کو کفر، شرک، بدعات اور گناہوں سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے وہ رسم و رواج کے قریب نہیں جاتے۔ یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔

اور جو لوگ گمراہ ہیں قرآنی پروگرام کا انکار کرتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً پس یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر قیامت کا کہ آجائے ان کے پاس اچانک۔ مطلب یہ ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد دلائل کے ساتھ اس کو قبول نہ کرنا گویا قیامت کا انتظار کرنا ہے تاکہ حق اور باطل کے درمیان عملی فیصلہ ہو جائے۔ تو فرمایا کہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اچانک آجائے اور قیامت اچانک ہی آئے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی لقمہ سالن کے ساتھ لگا کر اٹھائے گا منہ میں ڈالنے کے لیے، منہ میں ڈال نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک آدمی جانور بیچے گا لینے والا پیسے دینے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا اور بیچنے والا پیسے لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے گا وہ دے نہیں سکے گا اور یہ لے نہیں سکے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

علاماتِ قیامت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کو قیامت میں شک ہے فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا پس تحقیق آچکی ہیں اس کی نشانیاں۔ قیامت کی سب سے بڑی نشانی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا آنا ہے۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد تخلیق کائنات کا مقصد پورا ہو چکا اب قیامت ہی باقی ہے۔ قرآن کریم کا نازل ہونا بھی قیامت کی نشانی ہے اور معجزہ شق القمر بھی قیامت کی نشانی ہے جس کو مکے والوں نے آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ [پارہ:۲۷] ''قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیان والی انگلی اکٹھی کر کے فرمایا کَهَاتَيْنِ ''مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے جس طرح یہ دو انگلیاں

اکٹھی ہیں۔" البتہ درمیان والی انگلی شہادت والی انگلی سے ذرا آگے نکلی ہوئی ہے اس طرح میں قیامت سے ذرا آگے آ گیا ہوں میرے پیچھے اب قیامت ہی آنے والی ہے۔ تو قیامت کی بعض نشانیاں تو آ چکی ہیں اور بعض بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہونا باقی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ" جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔" قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے دجال کا ظاہر ہونا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نازل ہونا اور سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ پھر جب یہ نشانیاں ظاہر ہوں گی تو پھر ایمان لانا مفید نہیں ہوگا توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

تو فرمایا تحقیق اس کی نشانیاں آ چکی ہیں فَاَنّٰی لَھُمْ اِذَا جَآءَتْھُمْ ذِکْرٰىھُمْ پس کہاں ہوگا ان کے لیے جب قیامت آ جائے گی ان کے پاس نصیحت کا پکڑنا۔ جب قیامت برپا ہوگئی تو ان کو نصیحت پکڑنے کا موقع کہاں ملے گا؟ اس وقت تو توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنی پروگرام کا ذکر فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے نازل کرنے اور پیغمبر کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے، نہ صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے۔ فرمایا فَاعْلَمْ پس جان لو اور اس حقیقت کو ذہن میں بٹھا لو اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس نہیں ہے، کوئی دست گیر اور بگڑی بنانے والا نہیں ہے۔ خالق، مالک، علیم کل، قادر مطلق، مشکل کشا، حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ آگے فرمایا وَاسْتَغْفِرْ

لِذَنۡۢبِكَ اور بخشش طلب کریں اپنی لغزشوں کی وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی بخشش کا سوال کریں۔

انبیائے کرام علیہم السلام تمام صغیرہ ، کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں یہاں ذنب سے مراد لغزش ہے۔ چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا مرتبہ اور مقام بہت بلند ہوتا ہے اس لیے ان کی معمولی لغزش پر بھی اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں دن میں سو سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے بھی استغفار کرتے تھے۔ فرمایا وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰٮكُمۡ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے پلٹنے کی جگہ کو اور تمہارے ٹھکانے کو۔ مُتَقَلَّبَكُمۡ اور مَثۡوٰٮكُمۡ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ متقلّب سے باپ کی پیٹھ مراد ہے اور مثوی سے ماں کا رحم مراد ہے اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ متقلّب سے مراد ماں کا رحم ہے اور مثوی سے مراد زمین ہے۔ اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ متقلّب سے مراد زمین ہے جس پر تم پھرتے ہو اور مثوی سے مراد قبر ہے جس میں تم جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور کفر، شرک ، بدعات اور رسومات سے حفاظت فرمائے اور بچائے۔ (امین)

وَيَقُولُ الَّذِينَ

اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝۲۱ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۝۲۵

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اور کہتے ہیں وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ کیوں نہیں اتاری گئی کوئی سورت فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ پس جس وقت اتاری جاتی ہے کوئی سورت اٹل وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ اور ذکر کیا جاتا ہے اس میں لڑنے کا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ دیکھتے ہیں آپ ان لوگوں کو فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو مِنَ الْمَوْتِ موت کی فَاَوْلٰى لَهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ان کی اطاعت ہے اور قول معلوم ہے

یعنی دستور کے مطابق ہے فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ پس جب پختہ ہو جائے معاملہ
فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰہَ پس اگر وہ سچ کر دکھائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے لَکَانَ خَیْرًا
لَّھُمْ البتہ ان کے لیے بہتر ہوتا فَھَلْ عَسَیْتُمْ پس تحقیق توقع ہے تم سے
اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اگر تم حاکم بن گئے اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ کہ تم فساد مچاؤ گے
زمین میں وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ اور قطع رحمی کرو گے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ
یہی وہ لوگ ہیں لَعَنَھُمُ اللّٰہُ لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر
فَاَصَمَّھُمْ پس ان کو بہرہ کر دیا وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَھُمْ اور اندھا کر دیا ان
کی آنکھوں کو اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا وہ غور نہیں کرتے قرآن پاک
میں اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں اِنَّ
الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر
مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدَی بعد اس کے کہ واضح ہو گئی ہدایت ان کے سامنے
الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ شیطان نے ان کو فریب کر دیا وَاَمْلٰی لَھُمْ اور مہلت
دی ہے ان کو۔

حکم جہاد :

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس کے نازل ہونے کے وقت تک جہاد کا حکم نہیں تھا۔ جہاد کا حکم بعد میں ملا۔ آنحضرت ﷺ اظہار نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ ان تیرہ سالوں میں کافروں نے ظلم کی انتہاء کی۔ کئی صحابی شہید کر دیئے گئے جیسے حارث بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور دوسروں پر

بڑے ظلم کیے۔اس پر مومن بھی لڑنے کی اجازت مانگتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ''اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو۔'' مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم ہوتا تو عالم الاسباب میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی کافران کو ختم کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو جانتا ہے۔حکمت کے تحت مکہ مکرمہ میں جہاد کا حکم نہیں دیا۔مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے مگر کافروں نے پیچھا پھر بھی نہ چھوڑا۔مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک چراگاہ تھی۔اس میں بیت المال کے اونٹ جو لوگ زکوٰۃ میں دیتے تھے، چر رہے تھے۔کرز بن جابر فہری کافر کا بڑا خاندان تھا، وہ آیا اور نگران چرواہے کو قتل کر کے بیت المال کے اونٹ لے کر چلا گیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے پروردگار! ہمیں بھی جہاد کی اجازت مل جائے کہ کافروں نے یہاں بھی ہمارا تعاقب نہیں چھوڑا۔اللہ تعالیٰ نے جہاد کے متعلق آیتیں نازل فرمائیں اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ [الحج:۳۹] ''اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن کے ساتھ کافر لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر البتہ قدرت رکھتا ہے۔'' اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَۃٌ کیوں نہیں اتاری گئی کوئی سورت جس میں جہاد کا حکم ہو فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ پس جس وقت اتاری گئی سورت محکم اور اٹل وَّذُکِرَ فِیْھَا الْقِتَالُ اور ذکر کیا گیا اس میں لڑنے کا، جہاد کا۔یہ سورۃ حج والی آیت کریمہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا یہ ابتدائی آیت کریمہ ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے جس سے تمھیں جہاد کا حق مل گیا۔جس وقت جہاد کا حکم سنا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ

دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے منافقت کی یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو موت کی کہ آنکھ کھلی رہتی ہے۔ ایسے ہی منافقت کے مرض والے دیکھتے ہیں کہ اب کیا کریں گے جہاد کا حکم آگیا ہے اور ہم نے تو کرنا نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ میں تو منافق تھے نہیں۔ یا تو خالص کافر تھے یا خالص مومن تھے، درمیان والا طبقہ نہیں تھا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو منافقین کا طبقہ پیدا ہوا۔ یہ اصل میں یہودی تھے ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔ نمازیں آپ کے ساتھ پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے، اندر سے شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ بعض ایسے مکار تھے کہ آخر تک انھوں نے اپنے نفاق کا پتا نہیں چلنے دیا۔

منافقین کے احوال :

قرآن پاک کی نزول کے اعتبار سے آخری سورۃ میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [توبہ:۱۰۱] ”مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو منافقت پر ڈٹے ہوئے ہیں اے نبی کریم ﷺ! آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔“ بلکہ بعض اوقات ان کی ظاہری باتوں میں آکر آپ ﷺ نے ان کی امداد بھی کی ان کے ساتھ تعاون بھی کیا۔ چنانچہ ایک غزوہ میں چند منافق بھی شریک تھے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف باتیں کیں، اسلام کے خلاف باتیں کیں۔ سورۃ المنافقون میں ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ”ضرور نکالے گا عزت والا اس میں سے ذلت والوں کو۔“ آنحضرت ﷺ کو اذل (زیادہ ذلیل) سے تعبیر کیا (معاذ اللہ تعالیٰ) کہنے لگے غلطی ہماری ہے کہ ہم نے ان کو مکان

دیئے، چندے دیئے، جس وقت آئے تھے اس وقت ان کو جگہ ہی نہیں دینی چاہیے تھی۔ اس قسم کی بڑی واہی تباہی کی باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نوجوان صحابی تھے۔ انھوں نے ان کی یہ باتیں سنیں۔ پہلے تو خیال ہوا کہ میں خود ان پر ٹوٹ پڑوں ان کو مار دوں یا مارا جاؤں۔ پھر فیصلہ کیا کہ آنحضرت ﷺ خود موجود ہیں مجھے خود کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ ساری رات بے چارے پریشان رہے صبح ہوئی تو ان کی باتیں آپ ﷺ تک پہنچائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو بلایا ان سے پوچھا کہ تم نے یہ باتیں کی ہیں؟ منافقوں نے قسمیں اٹھائیں اور کہا توبہ توبہ ہماری زبانیں نہ جل جائیں اگر یہ باتیں کی ہوں ہمارے تو فرشتوں کو بھی ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ ایسی پختہ قسمیں اٹھائیں کہ آنحضرت ﷺ نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو ٹوکا اور فرمایا خواہ مخواہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔

بخاری شریف میں الفاظ ہیں وَصَدَّقَهُمْ وَ كَذَّبَنِي ''آپ ﷺ نے ان کی تصدیق کی اور مجھے جھٹلایا۔'' کہ ان شریف آدمیوں کے خلاف ایسی باتیں کرتے ہو کہ جن کا کوئی وجود ہی نہیں۔ جب مجلس سے اٹھے تو فرماتے ہیں کہ میرے چچے نے مجھے خوب دبایا اور کہا کہ اب تجھے سچا کون کہے گا آنحضرت ﷺ نے اپنی پاک زبان سے تجھے جھوٹا کہہ دیا ہے نادان ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ فرماتے ہیں کہ میں پریشان خیمے میں جا کر بیٹھ گیا۔ جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں دھنس جاؤں۔ تھوڑی دیر گزری تو آنحضرت ﷺ کا قاصد آیا اور کہا يَا زَيْدَ بن ارقم أَجِبْ رسول اللّٰه ﷺ ''تجھے آنحضرت ﷺ بلا رہے ہیں۔'' فرماتے ہیں کہ میں کانپ گیا کہ مجھے جھوٹا فرمایا ہے اب مجھے درے لگیں گے، کوڑے مارنے ہوں گے۔ مخلص صحابی تھے حاضر ہوئے

آپ ﷺ نے سورہ منافقون پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ زید بن ارقم تم سچے ہو اور منافق جھوٹے ہیں اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَ يَا زَيْد "بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کر دی ہے اے زید! وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ "اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔" مطلب یہ کہ آپ کبھی ان کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے ان کی امداد بھی کر دیتے تھے کہ وہ منافقت ظاہر ہی نہیں ہونے دیتے تھے۔ تو فرمایا دیکھتے ہیں آپ کی طرف جیسے دیکھتا ہے وہ شخص جس پر غشی طاری ہو موت کی فَاَوْلٰى لَهُمْ پس ہلاکت ہے ان کے لیے، ان کے لیے بربادی ہے۔ اَوْلٰى کے معنٰی ہے ہلاکت طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ان کی اطاعت اور ان کی بات ہمیں معلوم ہے۔ زبانی طور پر بڑھ چڑھ کر کہتے ہیں حضرت! آپ حکم فرمائیں ہم عمل کے لیے تیار ہیں اپنا اعتماد دلانے کے لیے باتیں کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان کی اطاعت بھی معلوم ہے اور ان کی باتیں بھی معلوم ہیں ہم سے کون سی چیز چھپی ہوئی ہے۔ ہم جانتے ہیں وہ کیا کچھ کرتے ہیں فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ پس جس وقت پختہ ہو جائے معاملہ جہاد کا۔ جہاد کی بالکل تیاری ہو فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ پس اگر سچ کر دکھائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ البتہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ پہلے بڑی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ جہاد ہوا تو ہم جانیں پیش کریں گے، مال پیش کریں گے، عین موقع پر بہانے بنا کر بھاگ جاتے ہیں۔

سورہ توبہ میں مذکور ہے غزوہ تبوک کا بڑا سفر تھا بڑی گرمی کا موسم تھا، فصلیں پکی ہوئی تھیں، رومیوں کے ساتھ مقابلہ تھا۔ بعض منافقوں نے تو حیلے بہانے بنا کر آپ ﷺ سے اجازت لے لی۔ کسی نے کہا حضرت! میری ماں بہت بیمار ہے، قریب المرگ ہے اگر

میں چلا گیا تو اس کو کون دفنائے گا؟ کسی نے کہا حضرت! میرا خادم بھاگ گیا ہے جبکہ اس کو خود بھگا دیا۔ وہ ہوتا تو جانوروں کو کھولتا، باندھتا، پانی پلاتا، یہ بے زبان جانور بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔ کسی نے کہا حضرت! میرے گھر میں اور کوئی آدمی نہیں ہے کھیتی پکی ہوئی ہے کھجوریں، گندم، جو وغیرہ پکے ہوئے ہیں، سب ضائع ہو جائیں گے۔ حالانکہ متبادل انتظام ہو سکتا تھا مگر بہانے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر اجازت لیتے رہے اور آپ ﷺ اجازت دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ "اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر کرے لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی؟ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ [توبہ:۴۳] یہاں تک کہ واضح ہو جائے آپ کے لیے وہ لوگ جو سچ کہنے والے ہیں اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو۔"

آگے فرمایا کہ اگر انھوں نے جانا ہوتا تو تیاری نہ کرتے، انھوں نے جانا تو تھا نہیں بہانے بنا کر اجازت لے لی۔ اور بعض منافق وہ تھے جنھوں نے اجازت لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ ان کے ذہن میں یہ تھا کہ انھوں نے کون سا بچ کر واپس آنا ہے۔ مگر جب آنحضرت ﷺ بمع ساتھیوں کے صحیح سالم واپس تشریف لے آئے سوائے دو ساتھیوں کے کہ وہ راستے میں فوت ہو گئے باقی ساری فوج جن کی تعداد چالیس ہزار بھی لکھی ہے اور ستر ہزار بھی لکھی ہے سب صحیح سالم واپس آ گئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا کہ اب یہ لوگ معذرت کے لیے آپ ﷺ کے پاس آئیں گے يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ [پارہ:۱۰] "یہ منافق لوگ بہانے کریں گے تمھارے سامنے جب تم واپس لوٹو گے۔" لیکن آپ نے ان کے بہانے تسلیم نہیں کرنے یہ منافق بڑے ہوشیار اور چالاک لوگ تھے۔

تو فرمایا کہ لڑائی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ سچا کر دکھائیں تو البتہ ان کے لیے بہتر ہے فَهَلْ عَسَيْتُمْ ۔ هل کا معنیٰ کرتے ہیں قد کا بمعنیٰ تحقیق ۔ پس تحقیق تم سے یہی توقع ہے اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اگر تم کو حکمرانی مل گئی تو تم سے یہ توقع ہے اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ کہ تم فساد مچاؤ گے زمین میں وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اور قطع رحمی کرو گے ۔ تم سے اسی چیز کی توقع ہے ۔ آج سب کچھ تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو ۔ ماں بیٹی کا اختلاف ہے ، بہن بھائی کا جھگڑا ہے ، اقتدار کی خاطر قطع رحمیاں ہوتی ہیں ۔

عراق کے صدر صدام حسین نے اپنے سالے کو (جو اس کا چچا زاد بھائی بھی تھا) اس لیے برطرف کر دیا کہ وہ اس کو گھورتا تھا ۔ بیٹے بیٹیوں نے اختلاف کیا تو ان کو ایک طرف کر دیا ۔ اب اس سے بڑی قطع رحمی اور کیا ہوگی کہ باپ بیٹے کی نہیں بنتی ، بہن بھائی کی نہیں بنتی ، ماں بیٹی کی نہیں بنتی ۔ ملک میں یہی کچھ ہو رہا ہے کہ جس کے مخالف ہوئے اس کو نکال دیا اور جس سے خوش ہوئے اس کو وزیر بنا دیا ۔ اس سے بڑا فساد دنیا میں کیا ہے ۔

تو فرمایا پس تحقیق تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل گئی تو تم زمین میں فساد مچاؤ گے ۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پس تحقیق اگر تم روگردانی کرو گے ایمان سے یعنی ایمان نہ لائے تو تم سے یہی توقع ہے کہ تم زمین میں فساد مچاؤ گے اور قطع رحمی کرو گے ۔ فساد فی الارض اور قطع رحمی سے بچانے والی چیز صرف ایمان ہے ۔

فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے فَاَصَمَّهُمْ پس ان کو بہرہ کر دیا ہے وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ اور اندھا کر دیا ہے ان

کی آنکھوں کو۔آج دیکھو! مزدور طبقہ رو رہا ہے نہ ان کی کوئی بات سننے کے لیے تیار ہے اور نہ ان کی حالت دیکھنے کے لیے کوئی تیار ہے۔ یہ قابلِ رحم طبقہ ہے۔ ویسے بھی حق کی بات سننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، حق کو دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کان ہیں سنتے نہیں ہیں، آنکھیں ہیں دیکھتے نہیں ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے اور بخاری شریف میں بھی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اَنْ تَرَی الصُّمَّ الْبُکْمَ عمی الْمُلُوْکَ او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام۔ ''کہ تم بہروں، گونگوں اور اندھوں کو بادشاہ دیکھو گے۔'' بہرے، گونگے، اندھے بادشاہ ہوں گے۔آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے جب مشکوٰۃ شریف پڑھ رہے تھے کہ یہ حدیث سامنے آئی تو ہم نے استاذ محترم مولانا عبدالقدیر صاحب سے پوچھا کہ حضرت! اس وقت آنکھوں والے نہیں ہوں گے، سننے والے نہیں ہوں گے، زبان والے نہیں ہوں گے کہ بہرے، گونگے، اندھے بادشاہ بنیں گے؟ تو حضرت استاذ محترم نے فرمایا میاں! (یہ ان کا تکیہ کلام تھا) آنکھیں بھی ہوں گی، کان بھی ہوں گے، زبانیں بھی ہوں گی لیکن حق کی چیزوں کو دیکھیں گے نہیں، مظلوموں کی فریاد نہیں سنیں گے، حق کی بات نہیں کریں گے۔کئی کئی گھنٹے تقریر کریں گے مگر اس میں حق کی بات ایک بھی نہیں ہوگی۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے پس ان کو بہرہ کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا پس وہ غور نہیں کرتے قرآن پاک میں کہ ان کا نفاق دور ہو جائے، ان کی ریاکاری ختم ہو جائے اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ اقفال قفل کی جمع ہے۔قفل کا معنی ہے تالا۔ معنی ہوگا یا ان کے دلوں پر تالے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں ورنہ قرآن کریم پڑھنے اور سمجھنے والا تمام خرابیوں اور بدنامیوں سے بچتا ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدَی بعد اس کے کہ ان کے سامنے ہدایت واضح ہو چکی کہ قرآن پاک ان کے سامنے ہے، آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ان کے سامنے ہے، کھری کھوٹی بات کو سمجھتے ہیں پھر بھی حق کی طرف پشت پھیرتے ہیں۔ کیوں؟ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ شیطان نے ان کو فریب کر دیا ہے۔ ان کی بدکاری کو ان کے لیے مزین کیا ہے۔ شیطان کے چیلے اس کی اطاعت کرتے ہیں وَاَمْلٰی لَھُمْ اور شیطان ان کو مہلت دیتا ہے کہ خیر سلا کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہے۔ یہ سب شیطان کے چیلے ہیں جو قرآن کو نہ سمجھنا چاہتے ہیں نہ ماننا چاہتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ ۙ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا یہ اس وجہ سے کہ کہا انھوں نے لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا ان لوگوں کو جنھوں نے ناپسند کیا مَا اس چیز کو نَزَّلَ اللّٰهُ جس کو نازل کیا اللہ تعالیٰ نے سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ بہ تاکید ہم تمہاری اطاعت کریں گے بعض معاملات میں وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے پوشیدہ مشوروں کو فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ پس کیسے ہوگا جب جان نکالیں گے ان کی فرشتے یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ ماریں گے ان کے چہروں پر وَاَدْبَارَهُمْ اور ان کی پشتوں پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے کہ اتَّبَعُوْا انھوں نے پیروی کی مَآ اس چیز کی اَسْخَطَ اللّٰهَ جو اللہ تعالیٰ کو

ناراض کرتی ہے وَكَرِهُوا رِضْوَانَهٗ اور ناپسند کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے اکارت کر دیا ان کے اعمال کو اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ اَضْغَانَهُمْ ان کے کینوں کو وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں لَاَرَيْنٰكَهُمْ تو البتہ ہم دکھا دیں گے آپ کو وہ لوگ فَلَعَرَفْتَهُمْ پس آپ ان کی شناخت کر لیں بِسِيْمٰهُمْ ان کی نشانیوں سے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ اور البتہ ضرور پہچان لیں گے ان کی گفتگو کے انداز سے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تمہارے اعمال کو وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ہم ضرور امتحان لیں گے تمہارا حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ ٠ تاکہ ہم معلوم کر لیں مجاہدوں کو مِنْكُمْ تم میں سے وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والوں کو وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ اور امتحان لیں گے تمہاری خبروں کا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ اور مخالفت کی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى اور اس کے بعد کہ واضح ہو گئی ان کے سامنے ہدایت لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْــًٔا وہ ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔

کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ بے شک وہ لوگ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر بعد اس کے کہ ہدایت ان کے لیے واضح ہو چکی یہ اس لیے پھرے کہ شیطان نے ان کو فریب دیا کفر، شرک، بداعمالی ان کے لیے مزین کی وَاَمْلٰی لَھُمْ اور ان کو مہلتیں دیتا ہے برائیوں پر۔ یہ شیطان کا تسلط ان پر کیوں ہوا کہ وہ شیطان کے پھندے میں آ گئے، اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے کہا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا ان لوگوں سے جنھوں نے ناپسند کیا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ یعنی جو کھلے کافر تھے یہودی، عیسائی، مشرک، ان کو منافقوں نے کہا۔ کیا کہا سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ بہ تاکید ہم تمھاری اطاعت کریں گے بعض معاملات میں۔ اسلام کے خلاف جو تم کارروائی کرو گے، جہاد سے روکنے کے لیے جو تم کارروائی کرو گے اس میں ہم تمھارا ساتھ دیں گے۔ گویا ان منافقوں کا قارورہ ان کے ساتھ ملا ہوا ہے:

الجنس یَمِیل اِلَی الجنس

"جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔" منافقوں کے دل کھلے کافروں کے ساتھ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کو ناپسند کرتے ہیں۔ فرمایا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے پوشیدہ مشورے کرنے کو۔ جب دین کے خلاف باتیں کرتے تھے تو بڑی آہستہ آہستہ کرتے تھے کہ کوئی سن نہ لے۔ چلو اور کوئی نہیں سنے گا رب تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ اب تو لوگوں سے چھپتے پھرتے ہو کہ سن لیں گے تو ہمیں برا بھلا نہ کہیں۔ ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے منافق بڑے ڈرتے تھے۔ اتنا ڈرتے تھے کہ جس کا کوئی

حساب ہی نہیں ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی آہستہ باتیں کرنے کو اور خفیہ مشوروں کو فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ پس کیسے ہوگا جب جان نکالیں گے ان کی فرشتے يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ ماریں گے ان کے چہروں پر وَاَدْبَارَهُمْ اور ان کی پشتوں پر ماریں گے۔

نفس مطمئنہ اور نفس خبیثہ :

جب آدمی قریب الموت ہوتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ جان نکالنے والے فرشتے اس کے سامنے آجاتے ہیں۔ جان نکالنے والا فرشتہ اس کے قریب آتا ہے اور باقی اٹھارہ فرشتے اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں بُرے آدمی کی جان نکالنے والا فرشتہ کہتا ہے يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ ''اے خبیث روح! تو نے رب تعالیٰ کو ناراض کیا ہے، رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی ہے اب تیرے جانے کا وقت ہے۔'' اس وقت وہ بڑی منتیں کرتا ہے کہ مجھے تھوڑا سا وقت دے دو میں توبہ کرلوں گا لیکن فرشتوں کے نظر آجانے کے بعد ایمان بالغیب نہیں رہتا اور مطلوب ہے ایمان بالغیب۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ اس وقت فرشتے لوہے کے ہتھوڑوں سے اس کے منہ پر مارتے ہیں اور پشت پر مارتے ہیں اس کو مرنے والا ہی جانتا ہے دوسرے نہیں جانتے۔ دوسروں کو نہ فرشتے نظر آتے ہیں اور نہ ان کی کارروائی نظر آتی ہے اور نہ وہ مرنے والے کی تکلیف کو محسوس کر سکتے ہیں۔ بدروح آسانی سے بدن سے نہیں نکلتی فرشتے مار کر، کھینچ کر نکالتے ہیں۔ جیسے لوہے کی گرم سلاخ کو گیلی اون سے نکالا جائے وہ ساتھ اڑے گی بھی اور سی سی کی آواز بھی آئے گی۔ اس طرح سختی کے ساتھ روح باہر نکالتے ہیں۔

اور مومن کی روح کو قبض کرنے کی تشبیہ دی گئی ہے پانی کے مشکیزے سے باہر نکلنے

کی۔ جیسے پانی کے مشکیزے کا منہ کھول دو تو پانی خود بخود باہر نکل جاتا ہے۔ اور روح نکالنے والے فرشتے اس کو بشارت دیتے ہیں اَیَّتُهَا النَّفْسُ الطیبه ''اے پاکیزہ روح! اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے جنت میں تو اپنا مقام دیکھ اور اللہ تعالیٰ کی اُخروی نعمتوں کو دیکھ۔'' پھر اس کو دنیا سے جدائی کا کوئی فکر نہیں ہوتا بخلاف مجرموں کے کہ ان کا بُرا حشر ہوتا ہے۔

تو فرمایا کیسے ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے اور ماریں گے ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے پیروی کی مَآ اس چیز کی اَسْخَطَ اللهَ جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہے۔ وہ کون سی چیز ہے جس سے رب ناراض ہے؟ وہ شرک اور کفر ہے اور بُرے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرک پر راضی نہیں ہے کفر پر راضی نہیں ہے۔ بُرے اعمال، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، جوئے وغیرہ پر راضی نہیں ہے۔ یہ وہ کام کرتے تھے جن پر رب راضی نہیں تھا وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ اور ناپسند کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان کو یہ ناپسند کرتے تھے۔ ایمان، توحید سے، نماز اور روزوں سے، حق سے، سچائی سے رب راضی ہے ان کو یہ پسند نہیں کرتے تھے اور جو رب تعالیٰ کو ناپسند تھیں ان کے پیچھے لگے رہے فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔ وہ جو اچھے کام کرتے تھے مثلاً یتیموں کا خیال رکھتے تھے، بیوہ عورتوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، مہمان نوازی کرتے تھے۔ کیونکہ ایمان نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اچھے اعمال ضائع کر دیئے۔ ایمان کے بغیر اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے عمل کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایمان ہے تو کتے کو پانی پلانا نجات کا ذریعہ بن جائے گا اور اگر ایمان

نہیں تو حاجیوں کو پانی پلانا بھی کسی کام کا نہیں ہے۔

آج تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سعودیہ والوں نے پانی اور دیگر ضروریات کے لیے بڑے انتظامات کیے ہیں۔ اس زمانے میں بڑی دقت تھی۔ بس زم زم کا کنواں تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کو اس نے نہر زبیدہ نکال کر منیٰ تک پہنچائی جس کی لمبائی اسی، نوے میل تھی۔ وہ مختلف چشموں کا پانی اکٹھا کر کے یہاں پہنچاتی تھی۔

تو اس زمانے میں پانی کی بڑی دقت ہوتی تھی۔ لیکن ابوجہل، ابولہب وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے راستوں پر حاجیوں کے لیے سبیلیں لگائی ہوئی تھیں۔ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے سولہ راستے ہوتے تھے تمام راستوں پر سبیلیں لگائی ہوئی تھیں اور سبیلوں کے اوپر چھپر بنائے ہوئے تھے تاکہ پانی گرم نہ ہو۔ یہ سکہ بند کافر اس طرح کرتے تھے مگر کیا فائدہ؟ ایمان کے بغیر ان چیزوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان نیکیوں کا قرآن کریم میں رد فرمایا ہے۔

سورہ توبہ آیت نمبر ۱۹ پارہ ۱۰ میں ہے اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ''کیا بنایا ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر کرنا اس شخص کی طرح جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔'' کعبۃ اللہ کے ساتھ ان کو بڑی عقیدت تھی۔ بڑے بڑے سردار جھاڑو پکڑ کر بیت اللہ کی خود صفائی کرتے تھے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہر شے اکارت ہوگئی۔

اہل بدعت کا حضور ﷺ سے ظاہری محبت کرنا :

جیسے آج کل دیکھو! اہل بدعت حضرات جہالت کا شکار ہو کر ظاہری طور پر پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، دین کے ساتھ، قرآن کریم کے ساتھ، مگر اندر سے شریعت کے خلاف چلتے ہیں۔ تو ظاہری طور پر عقیدت کا کیا فائدہ بھائی عقیدت، محبت وہ ہے جو اندر سے ہو۔ اندر کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کو دل سے قبول کر کے اس پر عمل کرو اس کے خلاف چلنے والے کی عقیدت اور محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں بدعات ہیں اور بدعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ''جس کسی نے ہمارے اس معاملے میں کوئی نئی چیز نکالی وہ مردود ہے۔'' جس نے دین میں کوئی نئی چیز گھڑی وہ مردود ہے اس کا گناہ ہوتا ہے ثواب بالکل نہیں ملتا۔ تو نری عقیدت سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک عقیدت شریعت کے معیار کے مطابق نہ ہو۔

تو فرمایا ان کے اعمال اکارت کر دیئے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے نفاق کی، کیا خیال کرتے ہیں اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ۔ اَضغان ضِغْنٌ کی جمع ہے ضِغْنٌ کا معنی ہے کینہ، بغض۔ معنی ہوگا کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو۔ یہ کیا سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ان کا جو کینہ ہے، اسلام کے خلاف ان کا جو کینہ ہے، مسلمانوں کے خلاف ان کا جو کینہ ہے اس کو رب تعالیٰ ظاہر نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کرے گا کہ وقتاً فوقتاً ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا رہے گا ان کا [illegible] باہر آتا رہے گا۔

بشیر نامی منافق کا واقعہ :

پانچویں پارے میں بشیر نامی منافق کا واقعہ آتا ہے ظاہری طور پر وہ پہلی صف میں بیٹھتا تھا۔ لوگ اس کو بڑا نیک سمجھتے تھے اندر سے منافق تھا۔ اس نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی چوری کی۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کافی بوڑھے تھے منہ میں دانت نہیں تھے اور چل پھر بھی نہیں سکتے تھے گھر والوں نے ان کے لیے میدہ منگوایا تھا کہ نرم سی روٹی کھالیں گے، کھجوریں وغیرہ سخت چیز چبا نہیں سکتے تھے۔ پچھلے کمرے میں میدہ کی بوری بھی پڑی تھی اور تلوار وغیرہ ہتھیار بھی پڑے تھے۔ کچے مکان ہوتے تھے بشیر نے پیچھے سے نقب لگائی، میدے کی بوری بھی لے گیا اور ہتھیار وغیرہ بھی لے گیا۔ اتفاق سے بوری میں سوراخ تھا آٹا گرتا گیا اور نشان چھوڑتا گیا۔ صبح ہوئی تو گھر والے اندر گئے دیکھا تو نہ بوری ہے نہ تلوار نہ ڈھال وغیرہ ہے۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور حقیقت حال سے آگاہ کیا اور فرمایا بیٹے! میں بوڑھا آدمی ہوں چل پھر بھی نہیں سکتا اور منہ میں دانت نہ ہونے کی وجہ سے بات بھی نہیں سمجھا سکتا۔ تم میری طرف سے جا کر میرا مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرو اور بتلاؤ کہ ہمارا گمان بشیر نامی آدمی پر ہے جو ہمارے محلے میں رہتا ہے۔ مجلس میں منافق بھی ہوتے تھے انھوں نے آکر بشیر اور اس کے گھر والوں کو بتایا کہ اس طرح تمہارے خلاف مقدمہ پیش ہو گیا ہے۔ منافقوں نے مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ہو ہم نے بشیر کو بچانا ہے کیونکہ یہ بدنامی کا داغ ساری زندگی نہیں دھلے گا۔

چنانچہ منافقوں نے بشیر کی پوری حمایت کی اور کہا کہ ان سے کہو کہ گواہ پیش کریں۔ ظاہر بات ہے کہ اس وقت گواہ کہاں تھے۔ منافقوں نے قسمیں دیں اور اس کی

پاک دامنی کو بیان کیا اور کہا کہ حضرت! ایک ایسے نیک، صالح، متقی، پرہیزگار آدمی پر بلا وجہ الزام لگا دینا بڑی زیادتی ہے۔ ان کی باتیں سن کر آنحضرت ﷺ کو یقین آ گیا کہ یہ چور نہیں ہے اور دعویٰ دائر کرنے والا غلط کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تجھے شرم آنی چاہیے خواہ مخواہ تو نے ایک نیک، بے گناہ آدمی پر الزام لگا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیات نازل فرمائیں اور حقیقت کو واضح فرمایا کہ یہ واقعتاً چور ہے اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا [النساء:١٠٥] ''اور نہ ہوں آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے۔'' دو رکوع اس سلسلے میں نازل ہوئے کہ یہ منافق بڑے بے ایمان اور جھوٹے ہیں ان کا ظاہر کچھ ہے باطن کچھ ہے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے چوری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ان کے کینے کو ظاہر کرتا رہے گا۔

تو فرمایا کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو وَلَوْ نَشَاءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ اور اگر ہم چاہیں تو البتہ ہم دکھا دیں گے اے نبی کریم ﷺ! آپ کو کہ یہ لوگ منافق ہیں لیکن یہ حکمت کا تقاضا نہیں ہے فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ پس آپ ان کو شناخت کر لیں گے ان کی نشانیوں سے، چہرے بشرے سے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ اور البتہ ضرور پہچان لیں گے ان کو گفتگو کے انداز سے، تجربے سے۔ حقیقی اور تفصیلی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے وہ سورت جو آخر میں نازل ہوئی ہے اس میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ [سورہ توبہ:١٠١] ''اور بعض اہل مدینہ میں سے جو اڑے ہوئے ہیں نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔'' وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ اور

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تمہارے اعمال کو۔ حقیقتاً نیک اور بد، اچھے اور بُرے لوگوں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ہم ضرور امتحان لیں گے تمہارا حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ تاکہ ہم جان لیں یعنی ظاہر کر دیں مجاہدوں کو تم میں سے وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والوں کو۔ جو چیز عمدہ اور اعلیٰ ہوتی ہے اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جنت اتنی قیمتی ہے کہ اس کی قیمت کا کوئی حساب ہی نہیں لگا سکتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے جنت میں ایک چابک کے برابر جگہ کی قیمت کے برابر نہیں ہے۔ اور جنت میں عورتوں کو جو لباس ملے گا باقی لباس تو درکنار دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کے ایک دوپٹے کی قیمت کے برابر نہیں ہے۔ اتنی قیمتی شے مفت میں تو نہیں مل سکتی اور نہ آسانی کے ساتھ مل سکتی ہے اس کے لیے جہاد کرنا پڑے گا اور تکلیفوں پر صبر کرنا پڑے گا۔

ایک ہے جہاد اور ایک ہے قتال۔ جہاد عام ہے۔ اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین کے لیے کوشش کرنا۔ اس کے لیے جو بھی کام کرے گا جہاد ہے۔ اس سلسلے میں مال خرچ کرنا بھی، مجاہدین کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرنا بھی جہاد ہے۔ قتال کہتے ہیں دشمن کے مقابلہ میں جہاد ہو۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے ابن ماجہ شریف کی روایت ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ ترجمہ کے بغیر سیکھنے کا ثواب سو نفل پڑھنے سے زیادہ ہے اور اسی روایت میں ہے کہ ایک آیت ترجمہ کے ساتھ سیکھنے کا ثواب ہزار رکعت سے زیادہ ہے۔ آخر سو رکعات اور ہزار رکعت پڑھنے پر بھی کچھ وقت لگتا ہے۔

تو فرمایا تاکہ ہم ظاہر کر دیں مجاہدوں کو اور صبر کرنے والوں کو وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ

اور تاکہ ہم امتحان لیں تمہاری خبروں کا۔ آسانی سے تمھیں جنت نہیں ملے گی اور سن لو اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَشَآقُّوا الرَّسُوۡلَ اور انھوں نے مخالفت کی رسول ﷺ کی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الۡھُدٰی بعد اس کے کہ واضح ہوگئی ان کے سامنے ہدایت۔ فرمایا سن لو لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا وہ ہرگز نہیں نقصان کر سکتے اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی۔ رب تعالیٰ کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے؟ نقصان تو اپنا ہونا ہے وَسَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَھُمۡ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال اکارت کر دے گا۔ چونکہ ایمان نہیں ہے اس لیے اعمال آخرت میں کام نہیں آئیں گے۔ اعمال کو باقی رکھنے والی شے ایمان ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ
فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ
وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ
وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْــَٔـلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾
اِنْ يَّسْــَٔـلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓاَنْتُمْ
هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ
مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ
وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ اور نہ باطل کرو اپنے اعمال کو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا اللہ تعالیٰ کے راستے سے ثُمَّ مَاتُوْا پھر وہ مر گئے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ کافر تھے فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو فَلَا تَهِنُوْا پس تم سستی نہ کرو وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ اور نہ دعوت دو صلح کی وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اور تم غالب آؤ گے وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے

ساتھ ہے وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اور ہرگز نہیں کمی کرے گا تمہارے اعمال میں اِنَّمَا پختہ بات ہے الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی لَعِبٌ کھیل ہے وَّلَهْوٌ اور تماشا ہے وَاِنْ تُؤْمِنُوْا اور اگر تم ایمان لاؤ وَتَتَّقُوْا اور ڈرتے رہو يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ دے گا تم کو اللہ تعالیٰ تمہارے اجر وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ اور نہیں مانگے گا وہ تم سے تمہارے سارے مال اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا اگر وہ مانگے تم سے سارے مال فَيُحْفِكُمْ پس وہ تنگ کرے تم کو تَبْخَلُوْا تم بخل کرنے لگ جاؤ وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ اور نکالے گا تمہارے اندر کے کھوٹ کو هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ خبردار تم یہ ہو تُدْعَوْنَ تمھیں بلایا جاتا ہے لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاکہ تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں وَمَنْ يَّبْخَلْ اور جو بخل کرے گا فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ اور اللہ تعالیٰ بے پروا ہے وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور تم محتاج ہو وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم اعراض کرو گے يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ بدل دے گا تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ پھر وہ نہیں ہوں گے تم جیسے۔

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین حکم دیئے ہیں ایمان والوں کو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو ماننے کا دعویٰ کیا ہے۔فرمایا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی۔یہ پہلا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ

فرمایا ہے اس پر عمل کرو چاہے وہ کرنے کی چیزیں ہیں یا چھوڑنے کی۔ جن چیزوں کے کرنے کا کہا ہے وہ کرو اور جن چیزوں کے چھوڑنے کا کہا ہے وہ چھوڑ دو۔

دوسرا حکم: وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۸۰ میں ہے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ''جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

اور تیسرا حکم وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ اور نہ باطل کرو، نہ ضائع کرو اپنے اعمال کو۔ ایک آدمی نیک اعمال بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ شرک بھی کرتا ہے تو اس کی ساری نیکیاں اکارت ہوگئیں۔ کیونکہ کفر و شرک کی حالت میں کوئی نیک عمل بھی قبول نہیں ہے۔ ایک آدمی توحید پر قائم تھا نیک اعمال کرتا تھا مگر بعد میں کسی وقت شرک میں مبتلا ہو گیا تو اس کی ساری نیکیاں برباد ہوگئیں۔ اسی طرح جو شخص مرتد ہو جائے گا اس کی ساری نیکیاں بھی برباد ہو جائیں گی۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۷ میں ہے وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ''اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور اس حالت میں وہ مر جائے کہ وہ کافر ہو پس ضائع ہو گئے ان لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔'' ریا اور دکھاوا بھی عمل کو برباد کر دیتا ہے یعنی جس عمل سے رب تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو وہ عمل باطل ہے اس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ نیکی کر کے احسان جتلانا بھی نیکی کو برباد کر دیتا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ کوئی نیکی کی ہے کوئی بھلائی کی ہے تو اس کو نہ جتلائے۔

احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے صدقات کا باطل ہو جانا :

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۶۴ میں ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ''اپنے صدقات کو باطل نہ کرو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔'' مثال کے طور پر کسی آدمی کے ساتھ تم نے آج سے دس سال پہلے یا بیس سال پہلے یا چالیس سال پہلے نیکی کی ہے اب تم اس کو جتلاؤ کہ میں نے تیرے ساتھ نیکی کی تھی۔ وہ نیکی برباد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر تم نے کسی کو صدقہ خیرات دیا ہے پھر تم اس کو اذیت پہنچاؤ کہ میرا کھا کر میرے سامنے باتیں کرتے ہو۔ اس سے تمہارا عمل باطل ہو جائے گا، تمہارا ثواب ضائع ہو جائے گا۔ اگر زبان سے کوئی کلمہ کفر نکل گیا تو اعمال باطل ہو جائیں گے۔ نیکی کرنا بھی مشکل ہے لیکن اس کو محفوظ رکھنا بہت مشکل ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن بعض ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی نیکیوں کے ڈھیر لگے ہوں گے۔ وہ بڑے خوش ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے خیر سلا ہے یہ میری نیکیوں کے انبار لگے ہوئے ہیں اتنے میں اس سے حق لینے والے آ جائیں گے۔ کوئی کہے گا اس نے میرا مال کھایا تھا، کوئی کہے گا اس نے میری عزت پر حملہ کیا تھا، کوئی کہے گا اس نے مجھے گالی دی تھی، کوئی کہے گا اس نے مجھے گھور کر دیکھا تھا مجھے اس سے بدلہ دلوائیں۔ کوئی کہے گا اس نے میری غیبت کی تھی۔ حقوق کے بدلے نیکیاں تقسیم ہو جائیں گی اور ابھی حقوق والے باقی ہوں گے۔ پھر حکم ہو گا کہ باقی حقوق والوں کے گناہ اس کے سر پر رکھ کر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے۔ تو بے شک نیکی کرنا بھی مشکل ہے مگر اس کو اپنے حق میں محفوظ رکھنا اس سے بھی مشکل ہے۔

معاف رکھنا! اور بات اچھی طرح سمجھنا۔ کسی مردے کے لیے ایصال ثواب بڑی اچھی بات ہے اگر قاعدے کے مطابق ہو۔ مگر ایصال ثواب قاعدے کے مطابق ہوتا نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مشترک کھاتے سے خیرات کی جاتی ہے۔ جب کہ تمام فقہائے کرام کا اس مسئلے میں اتفاق ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ایسا مشترک کھاتا کہ جس میں یتیم ہوں کیونکہ وارثوں میں نابالغ بھی ہوتے ہیں۔ تو ایسے مشترک کھاتے سے صدقہ خیرات کرنا حرام ہے۔ ایسے کھاتے سے ہونے والی خیرات کو کھانے والے خنزیر کھاتے ہیں۔

اگر سارے بالغ ہوں مگر کچھ موجود ہوں اور کچھ موجود نہ ہوں جو موجود نہ ہوں ان کی اجازت کے بغیر بھی خیرات جائز نہیں ہے کیونکہ اب وہ مرنے والے کا مال نہیں رہا وہ وارثوں کا ہے۔ پھر دنوں کی تعیین کا بدعت ہونا الگ مسئلہ ہے کہ خیرات تیسرے، ساتویں، دسویں اور چالیسویں کو ہوتی ہے۔ شریعت نے خیرات کے لیے کوئی دن مقرر نہیں کیا۔ پھر اس خیرات کو امیر کھا جاتے ہیں چچے، تائے، بھتیجے، بھانجے، داماد کھا جاتے ہیں۔

بھائی! خیرات تو غریبوں کا حق ہے تمہارا تو حق ہی نہیں ہے تم پیالے بھر بھر کر کس حیثیت سے کھا رہے ہو؟ پھر اس میں ریا اور دکھاوا بھی ہے کہ جب تک دیگ دروازے پر نہ کھڑ کے لوگ مطمئن نہیں ہوتے کہ لوگوں کو پتا چلے کہ خیرات ہو رہی ہے۔ پوشیدہ طریقے سے کوئی صدقہ وخیرات نہیں کرتا کہ لوگ کہیں گے کہ بے بے (ماں) مری ہے تو پچھلوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ تو ریاکاری ہے۔ اس کا ایک تنکے کے برابر ثواب نہیں ہے بلکہ گناہ لازم ہے۔ یہ مسئلہ اچھی طرح پلے باندھ لو۔ ہم ایصال ثواب سے نہیں روکتے اس کے غلط طریقے سے روکتے ہیں۔

پھر ایصال ثواب صرف مال ہی میں بند نہیں ہے۔ مال صدقہ کرو، قرآن کریم پڑھ کر بخشو، نفلی روزے رکھ کر بخشو، سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر پڑھ کر ثواب بخشو۔ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے، الحمدللہ کہنے سے، اللہ اکبر کہنے سے دس دس نیکیاں ملتی ہیں، کسی کی نیت کر کے پڑھو ثواب پہنچ جائے گا اور پڑھنے والے کے اجر میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

نسائی شریف میں روایت ہے کہ جتنا ثواب کسی کو بخشو گے اتنا ثواب تمھیں بھی بدستور ملے گا کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اپنے اعمال باطل نہ کرنے کی مد میں ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیں کہ اگر کسی نے نفلی نماز شروع کر کے توڑ دی تو اس کی قضا لازم ہے۔ کیونکہ نفلی نماز شروع کرنے سے ایک عمل بن گیا ہے اب وہ تمہارے ذمہ لازم ہے۔ اوقات مکروہہ کے سوا تم اس کو پڑھ سکتے ہو۔ کیونکہ اب وہ واجب ہے نفل نہیں ہے۔ نفلی روزہ تم نے شروع کر کے توڑ دیا تو اس روزے کی قضا واجب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا کہ کسی نے اچھا کھانا بطور ہدیہ بھیج دیا اور ہمارے دل میں خیال آیا کہ ہم کھالیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے کہا حضرت! ہم نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا کھانا بڑا عمدہ آیا ہم نے کھالیا، روزہ توڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقْضِيَا يَوْمًا مَكَانَهُ ''اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔'' تو نفلی عبادت شروع کرنے کے بعد اگر توڑ دے تو اس کی قضا لازم ہو جاتی ہے چاہے نماز ہو یا روزہ ہو چاہے طواف ہو۔ عمرہ سنت ہے فرض نہیں ہے لیکن اگر کسی نے عمرے کا احرام باندھنے کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا واجب ہے۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں، جنھوں نے کفر اختیار کیا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور روکا

اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔خود بھی کافر اور دوسروں کو بھی ایمان کی طرف نہیں آنے دیتے
قولاً اور فعلاً روکتے ہیں ثُمَّ مَاتُوْا پھر وہ مر گئے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ
کافر تھے،کفر کی حالت میں موت آگئی فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس ہرگز نہیں بخشے گا ان کو
اللہ تعالیٰ۔جس کا خاتمہ کفر پر ہو گیا اس کی بخشش کا کوئی امکان نہیں ہے۔آگے اللہ تعالیٰ
مجاہدوں کو فرماتے ہیں فَلَا تَهِنُوْا ۔وَهَنَ يَهِنُ کا معنٰی ہے سستی کرنا۔اے مجاہدو!پس
تم جہاد میں سستی نہ کرو وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ اس تَدْعُوْا سے پہلے لا مقدر ہے جیسے
تھنوا پر لا ہے اسی طرح تدعوا پر بھی لا ہے۔معنٰی ہوگا اور نہ تم دعوت دو صلح کی۔
کافروں کو صلح کی دعوت تمہاری طرف سے نہ ہو۔کیونکہ اس میں فی الجملہ تمہاری کمزوری
ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کمزوری کو گوارا نہیں کرتے کہ مسلمان کسی جگہ میں بھی اپنی
کمزوری کا اظہار کریں۔

سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا "اگر وہ
جھک جائیں صلح کی طرف تو آپ بھی جھک جائیں۔" اگر کافر صلح کی پیش کش کریں تو پھر
آپ صلح کرلیں پہل تمہاری طرف سے نہ ہو۔تو فرمایا نہ سستی کرو جہاد میں اور نہ دعوت دو
صلح کی اور یاد رکھو وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اور تم ہی غالب ہو گے۔سورہ آل عمران آیت
نمبر ۱۳۹ میں ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ "اور تم ہی غالب رہو گے اگر
تم ایمان دار ہو۔" وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔اب اللہ تعالیٰ کی مدد
تمہارے ساتھ ہے جب رب تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہو تو کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

نصرتِ خداوندی :

۱۹۶۵ء کی جنگ میں گکھڑ میں سات بم پھینکے گئے جن میں سے ایک بم پھٹا تھا

جس کی وجہ سے ریل گاڑی کے کچھ ڈبے تباہ ہوئے تھے باقی چھ نہیں پھٹے۔ سرگودھا ہوائی اڈے پر دوسو اٹھاسی (۲۸۸) بم پھینکے گئے ان میں سے صرف تین پھٹے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی مدد کی صورتیں ہیں۔ اگر دوسو اٹھاسی (۲۸۸) بم سرگودھا میں پھٹ جاتے تو میرے خیال میں وہاں سے مٹی بھی ختم ہو جاتی انسان تو انسان ہیں۔

یہ چونڈہ تمہارے سامنے ہے۔ چونڈہ کے محاذ پر کھڑاک تڑاک کی وجہ سے ہمارے دروازے ہلتے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں ٹینکوں کی دوسری بڑی جنگ تھی۔ پہلی ہٹلر کے دور میں عالمین کے مقام پر ہوئی۔ دوسری چونڈہ میں ہوئی۔ جہاں کیپٹن ایس، اے زبیری کے پاس صرف سو (۱۰۰) نوجوان مجاہد تھے۔ اس نے مرکز سے رابطہ کیا کہ ہمارے مقابلے میں تین ہزار فوج اور ٹینکوں کی لائن لگی ہوئی ہے اور میرے پاس سو نوجوان اور تین ٹینک ہیں میرے لیے کیا ہدایت ہے؟ مرکز نے جواب دیا کہ نوجوان نہ مروا پیچھے ہٹ جا۔ کیپٹن ایس، اے زبیری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ [البقرہ:۲۴۹] ''بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔'' مرکز سے اجازت مل گئی کہ جاؤ لڑو۔ چوبیس گھنٹے لڑائی ہوئی اس نے لڑائی کا رخ پھیر دیا، ٹینک اڑا دیئے، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو فرمایا وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اور ہرگز کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں۔ وَتَرَ يَتِرُ کا معنی ہے کمی کرنا۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ فَاتَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ ''جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی وہ یوں سمجھے کہ اس کے گھر کے افراد بھی ختم ہو گئے اور اس

کا سارا مال بھی لوٹ لیا گیا۔‘‘ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جس کے گھر کا ایک فرد بھی نہ رہے اور مال بھی نہ رہے تو کتنا بھاری نقصان ہے۔ یہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے۔ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ پختہ بات ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ کھیل وہ ہوتا ہے جس میں لوگ آپس میں لگے ہوئے ہوں۔ لوگ اس کو کر (انجام دے) رہے ہوتے ہیں۔ اور تماشا کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھنا ہے۔ یہ دنیا کھیل ہے کچھ کارخانے والے، کوٹھیوں والے ہیں، کاروں اور جہازوں والے ہیں اور ہم تم تماشائی ہیں وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا اور اگر تم ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ اللہ تعالیٰ تمھیں تمہارا اجر دے گا۔ فرمایا وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ اور نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے سارے مال اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا اگر وہ مانگے تم سے سارا مال فَیُحْفِکُمْ پس وہ تنگ کرے تم کو۔ تمہارے پیچھے پڑ جائے تَبْخَلُوْا تم بخل کرنے لگو۔ زکوٰۃ تم سے چالیسواں حصہ مانگتی ہے، عشر دسواں یا بیسواں حصہ مانگتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرماتے کہ سارے کا سارا مال دو تو تم خود سمجھ لو کہ جو چالیسواں، دسواں اور بیسواں حصہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں اور دیتے ہوئے کڑھتے ہیں انھوں نے سارا مال کہاں دینا تھا۔ رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے اور انتالیس روپے تمہاری جیب میں ہیں۔ دو سو میں سے پانچ روپے لیے ہیں ہزار میں سے پچیس روپے لیے ہیں۔ اگر بارانی زمین ہے تو دسواں حصہ ہے۔ اگر چاہی اور نہری ہے تو بیسواں حصہ ہے۔ اور یاد رکھنا! عشر ہر چیز میں ہے۔ اناج، پھل، سبزی، ٹماٹر، پیاز، تھوم، دھنیا، مرچیں، ہر چیز میں باقاعدہ عشر ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کُلُّ مَا اَخْرَجَتْہُ الْاَرْضُ فَفِیْہِ الْعُشْر

"جو چیز زمین میں پیدا ہوتی ہے اس میں باقاعدہ عشر ہے۔" چاہے اس چیز کا دسواں حصہ دے دو یا اس کی قیمت دے دو۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ تم سے سارا مال نہیں مانگتا اگر سارا مال مانگے تو مبالغہ کرے تمہارے پیچھے پڑ جائے تو تم بخل کرنے لگ جاؤ وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ۔ اضغان ضِغْنٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے کینہ۔ اور اللہ تعالیٰ نکالے گا تمہارے اندر کے کھوٹ کو۔ تمہارے سارے کینے باہر نکل آئیں گے کہ رب نے ہمارے پاس تو کچھ بھی نہ چھوڑا سارا کچھ لے لیا۔ اس وقت تم اس طرح کی باتیں کرتے۔ فرمایا هَآ خبردار اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تم وہ ہو تُدْعَوْنَ تم کو دعوت دی جاتی ہے لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تاکہ تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَمِنْكُمْ پس بعض تم میں سے ایسے ہیں مَّنْ يَّبْخَلُ جو بخل کرتے ہیں۔ سب تو نہیں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ اور جو بخل کرے گا بے شک وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے۔ اس کے بخل کا وبال اسی پر پڑے گا رب تعالیٰ کا کیا بگڑے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ساری کی ساری دنیا اتقٰی قلبِ رَجُلٍ "متقی ہو جائے رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا اضافہ نہیں ہو سکتا اور اگر معاذ اللہ سارے کے سارے کافر ہو جائیں تو رب تعالیٰ کی خدائی میں رتی برابر کمی نہیں ہو سکتی۔"

تو جس نے بخل کیا اس نے اپنے نفس کے لیے کیا وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور تم محتاج ہو۔ رب تعالیٰ تو صمد اور بے نیاز ہے ساری کائنات سے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق

میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کا مقام سب سے بلند ہے مگر آپ ﷺ بھی رب تعالیٰ کے محتاج ہیں، رورو کر رب تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں۔فرمایا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم اعراض کرو گے اطاعت سے پھر جاؤ گے، اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت سے پھر جاؤ گے تو یاد رکھو یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ بدل دے گا تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو۔تمھیں فنا کر کے دوسری قوم کو یہاں آباد کر دے گا اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ پھر وہ نہیں ہوں گے تمہارے جیسے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مستحکم کر دیا۔انھوں نے جان و مال کی قربانیاں پیش کیں اور اپنی وفاداری ثابت کر دی تو ان کی جگہ کسی دوسری قوم کو لانے کی ضرورت نہ پڑی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا فرماں بردار بنائے اور آنحضرت ﷺ کا فرماں بردار بنائے، ایمان پر قائم رکھے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔(امین)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سورۃ الفتح

(مکمل)

جلد............۱۹

آیاتها ۲۹ | ۴۸ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۱ | رکوعاتها ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّ یَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۙ﴿۵﴾ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۶﴾

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ بے شک ہم نے فتح دی آپ کو فَتْحًا مُّبِیْنًا فتح کھلی

لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ تاکہ بخش دے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ

جو پہلے ہو چکی ہیں آپ کی لغزشیں وَ مَا تَاَخَّرَ اور جو بعد میں ہوں گی

وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ اور تاکہ پوری کرے اپنی نعمت کو عَلَیْكَ آپ پر وَ

يَهْدِيَكَ اور چلاتا رہے آپ کو صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا سیدھے راستے پر وَّ
يَنْصُرَكَ اللّٰهُ اور تا کہ مدد کرے اللہ تعالیٰ آپ کی نَصْرًا عَزِيْزًا
زبردست مدد هُوَ الَّذِيْٓ وہ وہی ذات ہے اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ جس نے
اتارا اطمینان فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے دلوں میں لِيَزْدَادُوْٓا
اِيْمَانًا تاکہ وہ زیادہ ہوں ایمان میں مَّعَ اِيْمَانِهِمْ اپنے ایمانوں کے
ساتھ وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ لشکر آسمانوں
کے وَالْاَرْضِ اور زمین کے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے
والا حَكِيْمًا حکمت والا لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ تاکہ وہ داخل کرے ایمان
والے مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کو جَنّٰتٍ ایسے
باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے ان میں وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ اور تاکہ مٹا دے ان
سے سَيِّاٰتِهِمْ ان کی خطائیں وَكَانَ ذٰلِكَ اور ہے یہ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ
تعالیٰ کے نزدیک فَوْزًا عَظِيْمًا کامیابی بڑی وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اور
تاکہ سزا دے منافق مردوں کو وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں کو
وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک مردوں کو وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک عورتوں کو
الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ جو گمان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ظَنَّ السَّوْءِ
بُرا گمان عَلَيْهِمْ ان پر ہے دَآئِرَةُ السَّوْءِ بُری گردش وَغَضِبَ اللّٰهُ

عَلَيْهِمْ اور اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا ہے ان پر وَلَعَنَهُمْ اور ان پر لعنت کی ہے وَاَعَدَّلَهُمْ اور تیار کیا ہے ان کے لیے جَهَنَّمَ دوزخ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

تعارف سورت :

اس سورت کا نام سورۃ فتح ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں فَتْحًا مُّبِيْنًا کے لفظ موجود ہیں۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ایک سودس سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے چار (۴) رکوع اور انتیس (۲۹) آیتیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ مگر قریش مکہ نے آپ ﷺ کا تعاقب نہ چھوڑا۔ ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر پیش آیا رمضان المبارک کے مہینے میں۔ پھر ہجرت کے تیسرے سال شوال میں غزوہ احد پیش آیا اور ۵ ھ ہجری میں غزوہ خندق کا معرکہ پیش آیا۔ یہ تین لڑائیاں براہ راست مکے والوں سے لڑی گئیں۔

واقعہ حدیبیہ :

۶ ھ میں آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ بمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں احرام باندھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کر رہے ہیں، طواف سے فارغ ہونے کے بعد کوئی سر منڈوا رہا ہے اور جس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں وہ بال کٹوا رہا ہے۔ یہ خواب آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے بھی ذکر فرمایا کہ میں نے اس طرح خواب دیکھا ہے۔

خواب کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھیں کہ خواب کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ

اس کی تعبیر فوری طور پر سامنے آجائے۔خواب اور اس کی تعبیر میں عرصہ دراز حائل ہوسکتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں خواب دیکھا اس کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔تو خواب کے لیے ضروری نہیں کہ رات کو دیکھو تو صبح کو اس کی تعبیر سامنے آجائے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے خواب کا ذکر فرمایا۔سب کا خیال ہوا کہ شاید اسی سال عمرہ کرنا ہے۔کیونکہ حج تو ابھی تک فرض نہیں ہوا تھا۔حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمرے کی تیاری کرو اور اپنے دفاع کا سامان بھی ساتھ رکھو کہ مکے والوں سے براہ راست تین جنگیں ہو چکی ہیں۔ہوسکتا ہے وہ مزاحمت کریں تو ہم شکست نہ کھائیں۔اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔اس سفر میں ایک بھی منافق شریک نہیں تھا۔منافقوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ ایک بھی ان کے ساتھ نہ جائے کہ مکے والوں کے ساتھ تین لڑائیاں ہو چکی ہیں اور یہ ان کے گھر جارہے ہیں۔وہ اتنے بے غیرت ہیں کہ ان کو زندہ چھوڑ دیں گے؟

چنانچہ اگلے رکوع میں بات آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ کہ منافقوں نے کہا لَّن يَّنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا ''ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے اللہ کے رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کی طرف کبھی بھی۔'' ہمیں موت کے منہ میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بھی منافق اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں تھا۔

مدینہ طیبہ سے چھ میل دور ایک مقام ہے ذوالحلیفہ ،آج کل اس کو بیئر علی کہتے ہیں۔یہ میقات ہے۔وہاں سے آگے احرام کے بغیر نہیں جاسکتے۔یوں سمجھو جیسے نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ فرض ہے،ہاتھ اٹھانا مستحب ہیں،اگر کسی نے تکبیر نہ کہی تو

نماز نہیں ہوگی۔ اور تکبیر تحریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں پہلے حلال تھیں وہ تکبیر تحریمہ کے بعد حرام ہوگئی ہیں۔ اسی طرح احرام کے بعد وہ کام نہیں کرسکتا جو پہلے کرسکتا تھا۔ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، سر نہیں ڈھانک سکتا۔ موچھیں نہیں کٹوا سکتا، ناخن نہیں تراش سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا۔

تو آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احرام باندھا اور قربانی کے اونٹ ساتھ لیے۔ اگرچہ عمرے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے اور نہ مفرد حج کے لیے۔ قربانی قران اور تمتع والے کے لیے واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی عمرے کے موقع پر اور مفرد حج کے موقع پر کرے تو نُوْرٌ علی نور ہے۔ قران اسے کہتے ہیں کہ حج عمرے کا اکٹھا احرام باندھا جائے۔ اور تمتع کہتے ہیں کہ ایک ہی سال میں پہلے عمرہ کرے پھر حج کرے۔

تو احرام باندھا، قربانی کے جانور ساتھ لیے اور لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے سفر شروع کیا۔ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے، کافروں کو علم ہوا تو ان کو یہ شبہ ہوا کہ ہم پر حملے کے لیے آرہے ہیں چنانچہ انھوں نے لڑائی کی تیاری کرلی۔ مکہ مکرمہ سے چھ میل دور حدیبیہ کا مقام ہے۔ آج کل اس کا نام شمیسہ ہے حدیبیہ کے نام سے کوئی نہیں جانتا۔ اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے اور کچھ حصہ باہر ہے۔ تو جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کافروں نے مزاحمت کی، بڑا طویل قصہ ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے عمرہ نہیں کرنے دینا۔ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ احرام باندھے ہوئے ہیں لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے۔ پھر بھی کہنے لگے کہ ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ تمھیں اس سال عمرہ کرنے دیں آئندہ سال سہی۔ یکے بعد دیگرے ان کے چار نمائندے آئے۔

آنحضرت ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہمیں بھی کوئی نمائندہ بھیجنا چاہیے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے عمر! ان کے آدمی آئے ہیں اور ہمارے ساتھ جذباتی باتیں کر کے چلے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ہمیں بھی کوئی نمائندہ بھیجنا چاہیے کہ وہ جا کر ان کے تجربہ کار اور معاملہ فہم لوگوں کے ساتھ بات کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت! بڑی اچھی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تمھیں نمائندہ بنا کر بھیجوں۔ کہنے لگے حضرت! مجھے نہ بھیجیں کیونکہ آپ کے علم میں ہے کہ میری طبیعت میں حدت ہے، تیزی ہے۔ اگر انھوں نے میرے ساتھ کوئی ایسی بات کی کہ میں برداشت نہ کر سکا تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ آپ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں کہ بڑی ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں۔ جس طرح بھی کوئی بات کرے وہ بڑے ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے مزاج الگ الگ بنائے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مزاج کسی کا بنایا ہے وہ بدل نہیں سکتا۔ ہاں! مصرف بدل جاتا ہے۔ مثلاً صدیوں سے عربوں کا مزاج لڑائی کا تھا تو ان کو یہ نہیں کہا کہ تم لڑو نہ، بلکہ مصرف بدلا کہ پہلے تم اپنی ذات کے لیے لڑتے تھے اب تم خدا اور رسول کے لیے لڑو کافروں کے ساتھ۔ چنانچہ انھوں نے کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور خوب کیا۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں ان کے پاس گئے اور ان کے بڑوں کے ساتھ گفتگو کی۔ ان کے نوجوان جذباتی تھے دیکھ رہے تھے کہ ہمارے یہ بابے (بڑے اور بوڑھے لوگ) بڑی نرم نرم باتیں کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ کعبۃ اللہ میں بند کر دیا اور خبر مشہور کر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قتل کی افواہ نہیں تھی بلکہ قید کرنے کی افواہ تھی اور یہ

روایت زیادہ مضبوط ہے کہ قید کرنے کی افواہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انھوں نے ہمارے سفیر کو قید کرلیا ہے ہم اپنے قیدی کو چھڑائیں گے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے درخت کے نیچے ساتھیوں سے بیعت لی۔ اس کا ذکر آگے آرہا ہے کہ جب ان کا نمائندہ سہیل بن عمرو آیا تو معاملہ طے پا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوب نویس بھی تھے اور زود نویس بھی تھے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تو سہیل بن عمرو نے کہا کہ یہ تمہاری علامت ہے یہ نہ لکھو بلکہ لکھو بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ محمد رسول الله ﷺ - ''یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو نے طے کی ہے۔'' سہیل بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو لڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ محمد بن عبد اللہ لکھو۔ چنانچہ یہ بھی مٹا دیا گیا۔ کافی شرطیں تھیں جن کا ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! میں نے کہا ضرور تھا مگر یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس سال کریں گے۔ فرمایا ان شاء اللہ ضرور کریں گے۔ جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آئندہ سال آکر تم طواف کرو گے اور صرف تین دن یہاں ٹھہرو گے۔ تین دن کے بعد یہاں سے چلے جاؤ گے۔ اس موقع پر واپسی پر راستے میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا بے شک ہم نے آپ کو فتح دی فتح کھلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت! یہ شرائط تو ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ کیا یہ فتح ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! فتح ہے۔ یوں سمجھو کہ یہ فتح کی تمہید تھی۔ یہ ۶ ھ کا واقعہ ہے اور دو سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ اس صلح کے بعد آمد و رفت شروع ہو گئی، نفرت کم ہوئی۔ اسی صلح کے زمانے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح شام مسلمان ہوئے اور اسی صلح کے زمانے میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر مسلمان ہوئے۔ آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا، ایک دوسرے سے متاثر ہوئے۔ تو یہ فتح کی تمہید تھی۔ تو فرمایا بے شک ہم نے آپ کو فتح دی کھلی فتح لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ تاکہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ آپ کی وہ لغزشیں جو پہلے ہو چکی ہیں وَمَا تَأَخَّرَ اور جو بعد میں ہوں گی۔

اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں کبیرہ گناہوں سے بھی اور صغیرہ گناہوں سے بھی۔ رائے کی غلطی پیغمبر سے ہو سکتی ہے اور اس کو عربی میں زلت، لغزش کہتے ہیں۔ اور یہ نہ گناہ صغیرہ ہوتی ہے اور نہ کبیرہ ہوتی ہے۔ جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ ﷺ سے لغزش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ شہد کی حرمت کے متعلق آپ ﷺ کو سورہ تحریم میں تنبیہ فرمائی۔ چونکہ مقام بہت اونچا ہوتا ہے اس لیے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی گرفت ہوتی ہے:

؎ نزدیکاں را بیش بود حیرانی

جتنا کسی کا درجہ اونچا ہوتا ہے اتنی پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ تو لغزشوں کو اللہ تعالیٰ نے ذنب کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی گزشتہ لغزشیں بھی معاف کر دیں اور جو آئندہ ہوں گی وہ بھی معاف کر دے گا وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ اور تاکہ پورا کرے اپنی نعمت کو آپ پر وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا اور تاکہ چلاتا رہے آپ کو سیدھے راستے پر وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا اور تاکہ مدد کرے اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد۔ اللہ

تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی اور صلح حدیبیہ کے دو سال بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور تورات کی پیش گوئی بھی پوری ہوئی کہ آخری پیغمبر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب آئے گا۔ مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب تھا۔ پھر دس ہزار قدسیوں کے ہمراہ فاران کی چوٹیوں سے (جبل نور کا پہلا نام فاران ہے جس پر غار حرا ہے) سے ظاہر ہوگا اور فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا۔

اب جو تورات چھپی ہے اس سے پادریوں نے دس ہزار کا لفظ نکال دیا ہے تاکہ وہ آپ پر صادق نہ آئے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی جو تورات ہے اس میں یہ لفظ موجود ہے۔ میں انگلستان گیا تھا۔ جب میں مانچسٹر پہنچا تو ساتھیوں سے کہا کہ مجھے تورات کا کوئی پرانا نسخہ دکھاؤ۔ ساتھی پرانا نسخہ لائے۔ چونکہ میں انگریزی نہیں جانتا تھا ساتھیوں سے کہا کہ فلاں باب نکال کر یہ آیات پڑھو۔ انھوں نے جب پڑھیں تو ان میں یہ لفظ دس ہزار قدسیوں کا موجود تھا۔ یہودی، عیسائی اپنی کتابوں میں تحریف کرتے رہتے ہیں لفظی بھی اور معنوی بھی۔

تو مکے والوں کے ساتھ جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے بعض نرم تھیں مسلمانوں کے حق میں تھیں اور بعض سخت اور پریشان کن تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی نازل فرمائی۔ فرمایا هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے اطمینان اتارا، تسلی اتاری فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے دلوں میں لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ تاکہ وہ زیادہ ہوں ایمان میں اپنے ایمانوں کے ساتھ۔ تاکہ ان کا ایمان مزید بڑھ جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان میں تو پہلے ہی کامل تھے، تسکین نازل ہونے کے بعد ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے۔ اگر کافروں کی اکثریت ہے تو کوئی بات نہیں لشکر سب رب تعالیٰ کے ہیں وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو جَنّٰتٍ ایسے باغات میں تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان جنتوں میں وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ اور تاکہ مٹادے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں ایمان کی برکت سے، نماز اور وضو کی برکت سے۔ نیکیوں کی برکت سے صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔ بندے نے ایک قدم مسجد کی طرف اٹھایا نماز کے لیے ایک صغیرہ گناہ معاف ہو گیا، ایک درجہ بلند ہو گیا، دس نیکیاں بھی مل گئیں۔ اور اگر کوئی فی سبیل اللہ کے ارادے سے نکلے کہ ہم نے قرآن کا درس سننا ہے کیونکہ دین حاصل کرنا بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ تو ایک قدم پر کم از کم سات سو نیکیاں ہیں۔ آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اگر آنے جانے پر پیسہ خرچ ہوا ہے تو ایک روپے پر کم از کم سات سو روپے کا ثواب ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے زیادہ کرے۔

تو فرمایا مٹادے گا ان سے ان کی خطائیں وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ اور ہے یہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں فَوْزًا عَظِيْمًا بڑی کامیابی۔ آدمی کے گناہ مٹ جائیں، رب تعالیٰ راضی ہو جائے اور جنت میں داخل ہو جائے، بڑی کامیابی ہے وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ اور تاکہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک مردوں کو اور مشرک عورتوں کو الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ

ظَنَّ السَّوْءِ　جوگمان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بُرا گمان کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد نہیں کرے گا یہ سارے ختم ہو جائیں گے ان کا صفایا ہو جائے گا　عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ　انھی پر ہے بُری گردش۔ ان پر گردش پڑے گی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں کا کچھ نقصان نہیں ہوگا　وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ　اور اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے ان پر　وَلَعَنَهُمْ　اور ان پر لعنت کی ہے　وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ　اور ان کے لیے تیار کیا ہے دوزخ۔ اور کیا پوچھتے ہو؟　وَسَآءَتْ مَصِيرًا　اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر مومن مرد اور عورت کو جہنم سے بچائے اور اپنے فضل وکرم سے جنت کا وارث بنائے۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لشکر آسمانوں کے اور زمین کے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِيْزًا غالب حَكِيْمًا حکمت والا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بے شک ہم نے بھیجا آپ کو شَاهِدًا گواہی دینے والا وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا لِّتُؤْمِنُوْا تاکہ تم ایمان لاؤ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَتُعَزِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی مدد کرو وَتُوَقِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی تعظیم کرو وَتُسَبِّحُوْهُ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو بُكْرَةً پہلے پہر وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ

یُبَایِعُوْنَكَ جو بیعت کرتے ہیں آپ سے اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ پختہ بات ہے
وہ بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے یَدُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ
ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے فَمَنْ نَّكَثَ پس جو شخص توڑے گا فَاِنَّمَا
یَنْكُثُ پس بے شک وہ توڑتا ہے عَلٰی نَفْسِهٖ اپنے نفس کے نقصان کے
لیے وَمَنْ اَوْفٰی اور جس نے پورا کیا بِمَا اس چیز کو عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ
جس پر اس نے معاہدہ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ فَسَیُؤْتِیْهِ پس عن قریب
دے گا اس کو اللہ تعالیٰ اَجْرًا عَظِیْمًا اجر بڑا۔ سَیَقُوْلُ عن قریب کہیں گے
لَكَ آپ کے سامنے الْمُخَلَّفُوْنَ جو پیچھے چھوڑ گئے مِنَ الْاَعْرَابِ
دیہاتیوں میں سے شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا مشغول رکھا ہمیں ہمارے مالوں نے
وَاَهْلُوْنَا اور ہمارے گھر کے افراد نے فَاسْتَغْفِرْ لَنَا پس آپ بخشش
طلب کریں ہمارے لیے یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ کہیں گے یہ اپنی زبانوں
سے مَّا وہ بات لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ جو ان کے دلوں میں نہیں ہوگی قُلْ
آپ فرمادیں فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ پس کون مالک ہوگا تمہارے لیے مِّنَ
اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے شَیْئًا کسی چیز کا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اگر
ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ضرر کا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا یا ارادہ کرے
تمہارے لیے نفع کا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بلکہ ہے اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو عمل تم
کرتے ہو خَبِیْرًا خبر رکھنے والا۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت ﷺ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر احرام کی حالت میں تلبیہ پڑھتے ہوئے لبیک اللھم لبیک مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن کافروں نے مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ انھیں اپنی اکثریت کا گھمنڈ تھا اور اس کا وہ رعب ڈالتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اکثریت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے۔ تمہارے آدمی کتنے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں انسان ہیں، جنات ہیں، فرشتے ہیں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ اگر ایک فرشتہ نیچے آ کر پر مارے تو سارے علاقے کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کے متعلق فرمایا ہے وَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [ہود: ۸۲] "اور کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔" تمام تفسیروں میں لکھا ہے جبرائیل علیہ السلام نے اپنے ایک پَر پر ان بستیوں کو اٹھا کر بلندی پر جا کر الٹا کر کے نیچے پھینک دیا۔ تمہاری اکثریت کی کیا حیثیت ہے آسمانوں اور زمینوں کے لشکر صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ غالب رب تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اپنی حکمت کے ساتھ کام کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا بے شک ہم نے بھیجا آپ کو گواہی بنا کر اپنی وحدانیت پر کہ آپ میری وحدانیت کی گواہی دیں۔ یہ مفہوم حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شَاهِدًا لِلّٰهِ بِوَحْدَانِيَّتِه "اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا گواہ بنایا۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کا معنی کرتے ہیں گواہی دینے والا اور گواہی دینے

کی تفسیر خود آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے جو بخاری شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

امت محمدیہ کا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دینا :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن تمام مخلوقات کو اکٹھا کرے گا اور سب حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی جمع کرے گا تو کافروں اور نافرمانوں پر اتمام حجت کے لیے حضرات انبیائے عظام علیہم السلام سے سوال فرمائے گا۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کیا آپ نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے اللہ! میں نے واقعی تبلیغ کی تھی۔ پھر نوح علیہ السلام کی امت سے سوال کیا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ امت انکار کر دے گی کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کرے گا اے نوح! تمہارا کوئی گواہ بھی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میری گواہ حضرت محمد رسول ﷺ کی امت ہے (وہ لوگ یہ اعتراض کریں گے کہ یہ گواہ تو ہمارے زمانے میں موجود نہ تھے لہٰذا یہ گواہ کیسے ہوئے تو امت محمدیہ عَلٰی صاحِبِها الف الف تحیه جواب دے گی کہ ہم نے قرآن کریم پڑھا ہے جس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے انبیائے عظام علیہم السلام نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق یہ فرماتے ہیں کہ مثلاً نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی تو ہم برحق اور سچی گواہی دیتے ہیں۔) جب آپ ﷺ کی امت گواہی دے چکے گی تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی شہادت اور گواہی کی صفائی اور تصدیق کریں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ حق ہے۔ گویا آپ ﷺ کی

حیثیت سرکاری گواہ کی ہوگی۔ سورہ نساء آیت نمبر ۴۱ پارہ ۵ میں ہے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ''پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے ہم ہر امت میں سے گواہی دینے والا اور بلائیں گے آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے والا'' اور سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ''تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو۔'' تو آپ ﷺ اپنی امت کی صفائی پیش کریں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے صحیح دی ہے۔ کیونکہ جو اہم مقدمات ہوتے ہیں ان میں محض گواہی پر فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ تزکیۃ الشھداء گواہوں کی صفائی کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ مثلاً زنا کے چار گواہ ہیں تو قاضی خفیہ طور پر گواہوں کے متعلق تحقیق کرے گا کہ یہ گواہ فاسق و فاجر تو نہیں ہیں۔ ان گواہوں کی اس کے ساتھ لاگت بازی تو نہیں، کوئی دشمنی اور عداوت تو نہیں، یہ نماز روزے کے پابند ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ جب گواہوں کی صفائی ہو جائے گی پھر جج اور قاضی فیصلہ کرے گا۔

اسی طرح چوری کے گواہوں، شراب کے گواہوں، قذف کے گواہوں کا تزکیہ ہوگا پھر فیصلہ ہوگا۔ تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کی گواہی کی صفائی پیش کریں گے۔ اور یہ تفسیر آنحضرت ﷺ نے خود کی ہے کہ میں اپنی امت کے حق میں گواہی دوں گا کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے صحیح ہے۔

قرآن کریم کے ترجمے میں احمد رضا خان بریلوی کا ظلم :

قرآن کریم کے جتنے تراجم ہوئے ہیں عربی میں، فارسی میں، اردو میں اور دیگر زبانوں میں، ان میں سے جتنا ظلم لفظی ترجمہ میں احمد رضا خان بریلوی نے کیا ہے اتنا ظلم

کائنات میں اور کسی نے نہیں کیا۔ وہ شَاهِدًا کا معنیٰ کرتے ہیں بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر۔ شاهد کا ترجمہ حاضر ناظر، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب ایک سادہ مسلمان یہ ترجمہ پڑھے گا تو وہ سمجھے گا کہ آپ کا حاضر و ناظر ہونا قرآن میں موجود ہے۔ تو پھر وہ حاضر و ناظر والا عقیدہ کیوں نہیں بنائے گا۔ میں نے اپنی کتاب تنقید متین اور اتمام البرھان میں اس پر کافی بحث کی ہے۔ میں نے کہا خان صاحب! فقہائے کرام تو حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں چاہے وہ حنفی ہوں، شافعی ہوں، مالکی ہوں یا حنبلی ہوں، وہ کہتے ہیں کہ جو آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر مانے وہ پکا کافر ہے۔ تو کفر قرآن کا ترجمہ کیسے ہو گیا؟ اتنا ظلم قرآن پر کسی نے نہیں کیا جتنا اس نے کیا ہے۔ پھر ان کے ایک شاگرد مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے تفسیر لکھی ہے۔ اس میں جتنی خرافات اور رسومات ہیں ان کو قرآن کی تفسیر بنا دیا ہے۔ تو جب ایک سادہ آدمی اس تفسیر کو پڑھے گا وہ اسی کے مطابق عقیدہ اور عمل بنائے گا اس بے چارے کو حقیقت کا کیا علم۔ احمد رضا خان کے ترجمہ کا نام ہے کنز الایمان یعنی ایمان کا خزانہ۔ اور مفتی نعیم الدین کی تفسیر کا نام ہے خزائن العرفان، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ انھوں نے بڑا ظلم کیا ہے۔

یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ ہوں یا اور کوئی پیغمبر ہو یا ولی، قطب، شہید ہو ان کے متعلق حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا تمام فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ میں نے اپنی کتاب تبرید النواظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک میں حوالے درج کیے ہیں۔ ہماری کسی کے ساتھ ضد نہیں ہے اور نہ شراکت داری ہے، نہ رشتے ناتے کا کوئی جھگڑا ہے بات صرف اتنی ہے کہ جو قرآن کہتا ہے، حدیث کہتی ہے، فقہائے کرام کہتے ہیں وہ صحیح ہے باقی سب غلط ہے۔ تو شاہد کا معنیٰ خود آنحضرت ﷺ نے کیا ہے کہ میں قیامت والے دن اپنی

امت کے حق میں گواہی دوں گا۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور ترجمے کی کیا حیثیت ہے؟

وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا نیک لوگوں کو کہ اللہ تعالیٰ تم پر راضی ہے اور تمہارے لیے جنت ہے وَّنَذِيْرًا اور ڈرانے والا بدکاروں کو، کفر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے جو قبر میں ہوگا، دوزخ میں ہوگا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَتُعَزِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی مدد کرو۔ تعزیر کا لفظی معنٰی ہے اَلْمَنْعُ وَالرَّدُّ "منع کرنا اور روکنا" یہ جو سزاؤں میں حدود و تعزیرات کا لفظ آتا ہے ان کو تعزیر اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ جرائم سے روکتی ہیں تو گویا معاشرے کو پاک کرنے پر مدد کرتی ہیں۔

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ مثلاً میں بیٹھا ہوں اور تمہاری میرے ساتھ عقیدت ہے۔ کوئی شخص مجھ پر حملہ کرنا چاہے تو تم اس کو روکو گے تاکہ میری جان بچ جائے۔ تو یہ تعزیر ہے۔ یہ اس وقت ہوگی جب تم میری مدد کرو گے عالم اسباب میں۔

تو اس کا لازمی ترجمہ ہے مدد کرنا۔ تو معنٰی ہوگا تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد کرو، آپ کا دفاع کرو وَتُوَقِّرُوْهُ اور تاکہ تم اس کی تعظیم کرو، عزت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد ساری کائنات میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کی تعظیم کرنا ایمان کی بنیاد ہے وَتُسَبِّحُوْهُ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا پہلے پہر اور پچھلے پہر سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پڑھو۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے محبوب ہیں سُبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔

پہلے پہر اور پچھلے پہر ان کو پڑھا کرو خاص طور پر قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ الۡغُرُوۡبِ [سورۃ ق:۳۹] ''سورج کے طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے۔'' ویسے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے۔

تو خیر کل بیان ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تو کافروں نے ان کو قید کر لیا۔ آپ ﷺ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اس بات کی کہ ہم اپنے قیدی کو چھڑائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے شہید ہونے کی خبر تھی۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کا بدلہ لیں گے۔ اس کا ذکر ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ بے شک وہ لوگ یُبَایِعُوۡنَکَ جو بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ پختہ بات ہے وہ بیعت کر رہے تھے اللہ تعالیٰ سے۔ یوں سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے تھے۔ کیونکہ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ [النساء:۸۰] ''جس شخص نے اطاعت کی رسول کی پس تحقیق اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔'' یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت، رب تعالیٰ کی نصرت، رب تعالیٰ کی امداد شامل حال ہے فَمَنۡ نَّكَثَ پس جو شخص عہد توڑے گا عہد شکنی کرے گا فَاِنَّمَا یَنۡكُثُ عَلٰی نَفۡسِهٖ پس بے شک وہ توڑتا ہے اپنے نفس کے نقصان کے لیے۔ جو وعدے کی خلاف ورزی کرے گا اس کا وبال اس کے نفس پر پڑے گا وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیۡهُ اللّٰهَ اور جس نے پورا کیا اس چیز کو جس پر اس نے معاہدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ میں میدان سے نہیں بھاگوں گا، پشت نہیں پھیروں گا موت بھی آئی تو قبول کروں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم بیعت کر رہے تھے موت پر اور یہ لفظ بھی ہیں عَلٰی ان لَّا نَفِرَّ کہ ہم میدان سے پشت

نہیں پھیریں گے۔ جو عہد کو پورا کرے گا فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا پس عن قریب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم، بڑا اجر دے گا۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ حدیبیہ کا سفر ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں پیش آیا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس سفر میں ایک منافق بھی شریک نہیں تھا کیونکہ منافقوں نے میٹنگ کر کے ایک دوسرے کو کہا تھا کہ جانے کی غلطی نہ کرنا یہ جھلے (بے وقوف) ہیں تین لڑائیاں ان کے ساتھ ہو چکی ہیں، بدر، احد، خندق۔ اب یہ ان کے گھر جا رہے ہیں وہ اتنے بے غیرت ہیں کہ ان کو زندہ چھوڑ دیں گے؟ موت کے منہ میں نہ جانا انھوں نے کون سا واپس آنا ہے۔ اس واسطے ایک بھی منافق آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں شریک نہیں تھا۔ بعض نے تو پہلے ہی کچھ حیلے بہانے کر کے اجازت لے لی اور بعض نے ضرورت ہی نہ سمجھی کہ انھوں نے کون سا واپس آنا ہے کہ ان کے سامنے حیلے بہانے کریں۔ لیکن ان کی توقع کے خلاف سب صحیح سالم واپس آگئے صرف دو صحابی راستے میں فوت ہو گئے۔ یہ سورۃ حدیبیہ کے سفر سے واپسی میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَيَقُولُ لَكَ عن قریب کہیں گے آپ کے سامنے الْمُخَلَّفُونَ جن کو پیچھے چھوڑا گیا، منافقین مِنَ الْأَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے۔ کیا کہیں گے شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا مشغول رکھا ہمیں ہمارے مالوں نے وَأَهْلُونَا اور ہمارے گھر کے افراد نے۔ حضرت ہم بھی جانے کے لیے تو تیار تھے دل تو بڑا کرتا تھا مگر ہمارے جانور کھولنے والا، باندھنے والا کوئی نہیں تھا۔ دھوپ چھاؤں میں باندھنے والا کوئی نہیں تھا، چارا ڈالنے والا اور پانی پلانے والا کوئی نہیں تھا۔ کسی نے کہا حضرت! میری

بے بے مرنے کے قریب تھی، کسی نے کہا میری بیوی بیمار تھی ہم بالکل تیار تھے بس اچانک یہ حادثہ پیش آ گیا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں یہ پیچھے رہ جانے والے عن قریب آپ کو یہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور جانوروں نے مشغول رکھا، گھر کے افراد نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے نہیں جا سکے فَاسْتَغْفِرْ لَنَا پس آپ بخشش طلب کریں ہمارے لیے۔ ہم مجبور تھے شریک نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا کہیں گے یہ اپنی زبانوں سے وہ بات لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ جو دلوں میں ہے اس کا ذکر آگے آ رہا ہے قُلْ آپ فرما دیں فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا پس کون مالک ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے تمہیں کون بچائے گا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے نقصان کا یا ارادہ کرے تمہارے لیے نفع کا۔ رب تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کون ہے اور اس کے نفع کو روکنے والا کون ہے مجھے بتلاؤ؟ کیونکہ نافع بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ضار بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

درودِ تاج کی حقیقت :

اکثر لوگ درودِ تاج پڑھتے ہیں۔ یہ بناوٹی اور جعلی درود ہے اگرچہ کچھ الفاظ اس کے صحیح ہیں لیکن درمیان میں غلط الفاظ بھی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو دافع البلاء والوباء والقحط والالم کہنا خالص شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر کوئی دافع البلاء نہیں ہے کوئی تکلیفیں ٹالنے والا نہیں ہے۔ درود تاج ہو یا اور جتنے مصنوعی درود ہیں ان کے قریب نہیں جانا چاہیے خواہ ان کے کتنے ہی فضائل لکھے ہوں۔ اسلامی درود شریف اور صحیح درود شریف درود ابراہیمی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اس سے بہتر اور برکت والا کوئی

درود شریف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ایک ایک حرف آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔

تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے نقصان کا ارادہ کرے یا نفع کا ارادہ کرے تو کون مالک ہے اس کو ٹالنے والا بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا بلکہ ہے اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو اس سے خبردار۔ یہ جو تم باتیں کر رہے ہو ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جو بات تھی اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
اِلٰۤى اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّ زُیِّنَ ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ
وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا
لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ
وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۴﴾ سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ
اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ یُرِیْدُوْنَ
اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ
فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵﴾
قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ
شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا
حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾

بَلْ ظَنَنْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ اس بات
کا کہ ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے اللہ کے رسول وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور
ایمان والے اِلٰۤى اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا اپنے اہل کی طرف کبھی بھی وَّ زُیِّنَ ذٰلِكَ
اور مزین کی گئی یہ چیز فِیْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَظَنَنْتُمْ اور تم
نے خیال کیا ظَنَّ السَّوْءِ برا خیال وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا اور ہو تم قوم ہلاک
ہونے والی وَمَنْ اور جو شخص لَّمْ یُؤْمِنْ نہ ایمان لایا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ

پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر فَاِنَّآ پس بے شک ہم نے اَعْتَدْنَا تیار کی ہے لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ وَ لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہی آسمانوں کی وَالْاَرْضِ اور زمین کی يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخش دے گا جس کو چاہے گا وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ غَفُوْرًا بخشنے والا رَّحِيْمًا مہربان سَيَقُوْلُ عنقریب کہیں گے الْمُخَلَّفُوْنَ پیچھے چھوڑے ہوئے اِذَا انْطَلَقْتُمْ جب تم جاؤ گے اِلٰى مَغَانِمَ غنیمتوں کی طرف لِتَاْخُذُوْهَا تاکہ تم ان کو لو ذَرُوْنَا چھوڑ دو ہمیں نَتَّبِعْكُمْ ہم بھی تمہارے پیچھے چلتے ہیں يُرِيْدُوْنَ یہ ارادہ کرتے ہیں اَنْ يُّبَدِّلُوْا کہ بدل دیں كَلٰمَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو قُلْ آپ کہہ دیں لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے كَذٰلِكُمْ اسی طرح قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَسَيَقُوْلُوْنَ پس وہ بہ تاکید کہیں گے بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بلکہ تم حسد کرتے ہو ہمارے ساتھ بَلْ كَانُوْا بلکہ ہیں وہ لَا يَفْقَهُوْنَ نہیں سمجھتے اِلَّا قَلِيْلًا مگر بہت تھوڑا قُلْ آپ کہہ دیں لِّلْمُخَلَّفِيْنَ ان کو جو پیچھے چھوڑے گئے مِنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے سَتُدْعَوْنَ عنقریب تم بلائے جاؤ گے اِلٰى قَوْمٍ ایک قوم کی طرف اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ جو سخت لڑنے

والی ہے تُقَاتِلُوْنَهُمْ تم ان سے لڑو گے اَوْ يُسْلِمُوْنَ یا وہ مسلمان ہو جائیں گے فَاِنْ تُطِيْعُوْا پس اگر تم نے اطاعت کی يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ دے گا تم کو اللہ تعالیٰ اَجْرًا حَسَنًا اچھا اجر وَاِنْ تَتَوَلَّوْا اور اگر تم نے روگردانی کی كَمَا تَوَلَّيْتُمْ جیسا کہ روگردانی کی تم نے مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے يُعَذِّبْكُمْ سزا دے گا تم کو عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک۔

حدیبیہ کا واقعہ پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اس سے پہلے بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ یہ پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب حیلے بہانے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور گھر والوں نے مشغول کر دیا تھا اس واسطے ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکے آپ ہمارے لیے استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ زبانوں سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ یہ پکے منافق ہیں۔ جیسے آج کل کے سیاسی لیڈر کہ ظاہر میں کچھ ہیں اور باطن میں کچھ ہیں، قول کچھ ہے عمل کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ جانے کی جو وجہ یہ بتا رہے ہیں یہ نہیں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ بَلْ ظَنَنْتُمْ بلکہ تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ کہ ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے رسول ﷺ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا اپنے اہل کی طرف کبھی بھی۔ تم نے یہ سمجھا کہ دشمن کے گھر جا رہے ہیں انھوں نے کون سا زندہ واپس آنا ہے لہٰذا اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے وَزُيِّنَ ذٰلِكَ اور مزین کی گئی یہ چیز، یہ بات، یہ نظریہ فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ اور تم نے خیال کیا برا خیال۔ رب تعالیٰ کی قدرت کی طرف تمہاری توجہ نہیں ہوئی کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے کہ ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ تم

نے صرف ایک پہلو کو سامنے رکھا کہ دشمن کے پاس جا رہے ہیں وہ انھیں زندہ نہیں چھوڑے گا وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۔ بُوْرًا بائِر کی جمع ہے۔ بائر کا معنٰی ہے ہلاک ہونے والا۔ معنٰی ہوگا تم ہلاک ہونے والی قوم ہو، دوزخ کا ایندھن بنو گے وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور جو شخص ایمان نہ لایا صحیح معنٰی میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ پس بے شک ہم نے تیار کی ہے کافروں کے لیے سَعِيْرًا بھڑکتی ہوئی آگ۔ دنیا کی آگ انسان برداشت نہیں کر سکتا اس میں پتھر راکھ ہو جاتے ہیں اور لوہے جیسی چیزیں پگھل جاتی ہیں اور جہنم کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت فرمائے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا۔ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کا خالق اور مالک وہ ہے اور حکم بھی اسی کا ہے يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ بخش دے گا جس کو چاہے گا اور بخشے گا اسے جو ایمان لائے گا اور عمل اچھے کرے گا جو گناہوں سے بچا اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ کافر و مشرک کی بخشش نہیں ہے جو خدا اور رسول کا نافرمان ہے وہ دوزخ میں جائے گا۔ وقت ہے توبہ کر لو اللہ تعالیٰ کی بخشش کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان۔

آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ سے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے تو آپ کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور انھوں نے مشرکین کو بھی ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے اور قبیلہ بنو اسد اور قبیلہ بنو غطفان وغیرہ نے بھی خوب تیاری کر لی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ بعض چیزیں محض

افواہ کے درجے میں ہوتی ہیں اور حقیقت کچھ نہیں ہوتی لہٰذا اس افواہ کی تحقیق کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے چند سمجھ دار ساتھیوں سے فرمایا کہ تاجر بن کر، مسافر بن کر، سیاح بن کر خیبر جاؤ وہاں چلو پھرو اور حالات کا جائزہ لو، جاسوسی کرو کہ واقعتاً خیبر کے یہودی مدینہ طیبہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں یا محض افواہ ہے۔ چنانچہ یہ ساتھی گئے حالات کا جائزہ لیا اور واپس آکر رپورٹ پیش کی حضرت! پکی بات ہے کہ وہ حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ وقت کا تو علم نہیں ہے لیکن ارادہ ان کا پختہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم ان کو یہاں آنے کی تکلیف نہیں دیں گے بلکہ ہم خود جا کر ان کی خبر لیں گے۔

خیبر مدینہ طیبہ سے انگریزی میلوں کے حساب سے دو سو میل دور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو ساتھی حدیبیہ کے سفر میں میرے ساتھ تھے وہ تیاری کر لیں۔ منافقوں کو جب علم ہوا کہ یہ خیبر پر حملے کے لیے جا رہے ہیں تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں بھی ان کے ساتھ جانا چاہیے کیونکہ مسلمانوں نے خیبر کو فتح کر لینا ہے۔ اس لیے کہ یہودی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لازمی طور پر مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوگی اور یہودی بڑے امیر لوگ ہیں۔ سونا، چاندی اور قیمتی چیزیں ان کے پاس سے ہیں بڑی غنیمتیں حاصل ہوں گی ہمیں بھی اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ جب تم خیبر کی غنیمتیں لینے کے لیے جاؤ گے تو یہ منافق تمہارے راستے پر کھڑے ہوں گے کہ ہمیں بھی ساتھ لے جاؤ۔

تو اس کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ عن قریب کہیں گے وہ جو پیچھے چھوڑے گئے سفر حدیبیہ سے۔ ان کے نفسوں نے ان کو پیچھے چھوڑا یا دوسروں

نے ان کو پیچھے چھوڑا کہ نہ جانا۔ یہ کہیں گے اِذَا انْطَلَقْتُمْ جب تم جاؤ گے اِلٰی مَغَانِمَ۔ مغانم مغنم کی جمع ہے، غنیمتوں کی طرف لِتَاْخُذُوْهَا تاکہ تم ان کو لو۔ کیا کہیں گے ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ہمیں چھوڑ دو ہم بھی تمہارے پیچھے چلتے ہیں خیبر کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ یہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جائیں گے مگر تم ان کو ساتھ نہ لے جانا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ بدل دیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو۔ رب تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے قُلْ آپ کہہ دیں ان کو لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے كَذٰلِكُمْ اسی طرح قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمہارے ساتھ جائیں گے لیکن ان کو ساتھ نہیں لے جانا۔ تم منافق لوگ صرف مال کے حریص ہو تم جانتے ہو کہ یہود کے پاس مال بڑا ہے۔ اس وقت بھی یہودی تمام ملکوں کی دولت پر قابض ہیں۔ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کو دولت کمانے کے گر معلوم ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی سب ان کے قبضے میں ہیں۔ روس ان کے قبضے میں ہے۔ مالی شعبے تمام ملکوں کے یہودیوں کے قبضے میں ہیں۔ پچھلے دنوں جنوبی افریقہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں بڑے بڑے کارخانے ہیں سونا صاف کرنے کے۔ کسی جگہ سرخ سونے کی فیکٹری ہے، کہیں سفید سونے کی فیکٹری ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ سب یہودیوں کی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کسی مسلمان کی بھی ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ کسی کالے افریقی کی ہے؟ کہنے لگے نہیں سب یہودیوں کی ہیں۔ کچھ فیکٹریاں عیسائی انگریزوں کی بھی ہیں لیکن اکثر یہودیوں کی ہیں۔

تو فرمایا تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گے۔ اسی طرح فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے

اس سے پہلے کہ یہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جائیں گے مگر تم نے ان کو ساتھ نہیں لے جانا فَسَيَقُولُونَ پس وہ بہ تاکید کہیں گے۔ کیا کہیں گے؟ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بلکہ اے مسلمانو! تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو کہ یہ غنیمتیں کیوں لیں۔ تم چاہتے ہو کہ ساری غنیمتیں تم لے لو اور ہمیں کچھ نہ دو۔ فرمایا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا بلکہ ہیں وہ منافق نہیں سمجھتے مگر بہت تھوڑا۔ منافقوں کے ظاہری اور سطحی ذہن ہیں عمیق اور گہرے ذہن نہیں ہیں وہ بات نہیں سمجھتے۔ خود غرض اور مطلب پرست ہیں اس لیے واویلا کرتے ہیں قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ آپ ان کو کہہ دیں جو پیچھے چھوڑے گئے ہیں سفر حدیبیہ سے دیہاتیوں میں سے۔ جواب بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں بھی ساتھ لے جاؤ آپ ان سے کہہ دیں سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ عن قریب تم بلائے جاؤ گے ایسی قوم کی طرف أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ جو سخت لڑنے والی ہوگی تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ تم ان کے ساتھ لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ یہ کون سی قوم ہے جن کے ساتھ لڑنے کے لیے ان کو دعوت دی جائے گی؟ بعض اسے مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہونے والی جنگ پر محمول کرتے ہیں جو یمامہ کے مقام پر ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کمانڈر تھے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ تین دن میں سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے تھے۔

بعض حضرات اسے غزوہ حنین سے تعبیر کرتے ہیں جو ۸ ھ میں ہوازن اور ثقیف کے ساتھ ہوا۔ جس میں ایک دفعہ مسلمان مغلوب ہو گئے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا اور بعض مفسرین رحمہم اللہ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ سے عراقی، ایرانی، کردی اور مصری قومیں مراد لیتے ہیں کہ یہ سب لڑاکا قومیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان

کے خلاف جنگیں ہوئی ہیں۔ مصر کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا اور شام کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور ایران کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ تو فرمایا عنقریب تمھیں بلایا جائے گا ایک سخت لڑاکا قوم کی طرف اور تمہاری بہادری کو دیکھا جائے گا۔ اب تم یہودیوں کا مال دیکھ کر تیار ہو گئے ہو تم ان کے ساتھ لڑو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔

چنانچہ بیشتر ان میں سے اپنے اپنے وقت پر مسلمان ہو گئے فَاِنْ تُطِيْعُوْا پس اگر تم نے اطاعت کی يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا دے گا تمھیں اللہ تعالیٰ اچھا اجر اور اطاعت ہوگی ایمان صحیح قبول کرنے سے وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا کہ تم پہلے جہاد سے پھر گئے مختلف موقعوں پر يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دے گا تم کو اللہ تعالیٰ دردناک۔ وہ تم بھگتو گے۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّأُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

لَيْسَ نہیں ہے عَلَى الْأَعْمٰى اندھے پر حَرَجٌ کوئی حرج وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ اور نہ لنگڑے پر حَرَجٌ کوئی حرج وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ اور نہ مریض پر کوئی حرج وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی يُدْخِلْهُ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جَنّٰتٍ باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو اعراض کرے گا يُعَذِّبْهُ سزا دے گا اس کو

عَذَابًا اَلِیْمًا سزا دردناک لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ البتہ تحقیق راضی ہو گیا ہے اللہ
تعالیٰ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں سے اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ جس وقت وہ
بیعت کر رہے تھے آپ کی تَحْتَ الشَّجَرَۃِ درخت کے نیچے فَعَلِمَ پس
اللہ تعالیٰ کو علم تھا مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اس چیز کا جو ان کے دلوں میں تھی فَاَنْزَلَ
السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے تسلی ان پر وَاَثَابَهُمْ اور بدلہ
دیا ان کو فَتْحًا قَرِیْبًا فتح قریب کا وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً اور بہت سی غنیمتوں کا
یَّاْخُذُوْنَهَا جن کو وہ لیں گے وَکَانَ اللّٰہُ اور ہے اللہ تعالیٰ عَزِیْزًا حَکِیْمًا
غالب حکمت والا وَعَدَکُمُ اللّٰہُ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ
مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً بہت سی غنیمتوں کا تَاْخُذُوْنَهَا جن کو تم لو گے فَعَجَّلَ لَکُمْ
پس جلدی کی ہے اس نے تمہارے لیے هٰذِهٖ یہ وَکَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ اور
روک دیا اس نے لوگوں کے ہاتھوں کو عَنْکُمْ تم سے وَلِتَکُوْنَ اٰیَةً
لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اور تاکہ ہو جائے نشانی مومنوں کے لیے وَیَهْدِیَکُمْ اور تاکہ
چلائے تمھیں صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا سیدھے راستے پر وَّاُخْرٰی اور
دوسری غنیمتیں ہیں لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا جن پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے
قَدْ اَحَاطَ اللّٰہُ بِهَا تحقیق احاطہ کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا وَکَانَ اللّٰہُ اور
ہے اللہ تعالیٰ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ہر چیز پر قادر وَلَوْ قٰتَلَکُمُ الَّذِیْنَ اور
اگر لڑیں گے تمہارے ساتھ وہ لوگ کَفَرُوْا جو کافر ہیں لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ

البتہ پھیریں گے پشتیں ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ پھر نہیں پائیں گے وَلِيًّا کوئی حمایتی وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اللہ تعالیٰ کا دستور وہ ہے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ تحقیق جو گزر چکا ہے اس سے پہلے وَلَنْ تَجِدَ اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دستور میں تَبْدِيْلًا تبدیلی۔

ربط آیات :

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جن لوگوں نے سفر حدیبیہ میں شرکت نہیں کی اور ساتھ ساتھ آئندہ جہاد کی دعوت بھی دی اور شرکت نہ کرنے پر عذاب کی دھمکی بھی دی۔ اب ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں جو مستثنیٰ ہیں اگر وہ شریک نہیں ہوں گے تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ نہیں ہے اندھے پر کوئی حرج وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے۔ جس شخص کی آنکھیں نہیں ہیں وہ معذور ہے۔ وہ جہاد میں شرکت نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیوں کہ اسے نظر ہی کچھ نہیں آتا۔ ایک آدمی لنگڑا ہے، چل نہیں سکتا اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ معذور ہے وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے کہ وہ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا، چل پھر نہیں سکتا چاہے وہ جوان ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ جہاد میں شرکت نہیں کرتا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ تو اندھا بھی مستثنیٰ ہے، لنگڑا بھی مستثنیٰ ہے اور بیمار بھی مستثنیٰ ہے لیکن ہمت والے لوگوں کا معاملہ جدا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی :

چنانچہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے، قریشی تھے جن کے متعلق سورۃ عَبَسَ وَ تَوَلّٰی نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قادسیہ کے مقام پر بہت جنگیں ہوئی ہیں۔ اس جنگ میں انھوں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا کہ حضرت! آپ نابینا ہیں نہ لڑ سکتے ہیں اور نہ لڑائی کا نظارہ کر سکتے ہیں آپ جا کر کیا کریں گے؟ کہنے لگے میں تمھیں نمازیں پڑھاؤں گا، اذان دوں گا، تمہارے لیے دعائیں کروں گا۔ ان کو ساتھ لے گئے۔ صبح کی اذان دی، نماز پڑھائی، ساتھی ناشتے کی تیاری میں تھے اور دشمن بھی ناشتے کی تیاری میں مصروف تھا۔ بیٹھے بیٹھے کہنے لگے کہ دشمن ہم سے کتنا دور ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ کہنے لگے کہ درمیان میں کوئی اونچی نیچی جگہ تو نہیں ہے؟ ساتھیوں نے کہا نہیں بلکہ زمین ہموار ہے۔ فرمانے لگے جھنڈا مجھے پکڑا دو۔ اس زمانے میں جھنڈا جس کے ہاتھ میں ہوتا تھا ساری فوج اس کے پیچھے ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اپنی لنگی اچھی طرح کسی (باندھ لی)، نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دشمن کی طرف دوڑ لگا دی۔ ساتھی پیچھے دوڑے کہ یہ نابینا ہیں زخمی نہ ہو جائیں، مارے نہ جائیں۔ جب انھوں نے ان کے پیچھے دوڑ لگائی کافروں نے سمجھا کہ حملہ ہو گیا ہے وہ بھی ناشتا چھوڑ کر بھاگے۔ یہ ان کے پیچھے اور وہ آگے آگے۔ کافر اگرچہ تعداد میں کافی زیادہ تھے مگر سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ کافی مال غنیمت آیا، بے شمار برتن وغیرہ اور کافی رقبہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ تاریخ والے جب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں تو حیران بھی ہوتے ہیں اور ہنستے بھی ہیں کہ نابینا بابے نے کیا کیا؟ اچانک افراتفری پھیلا دی۔

تو ہمت والے کا معاملہ جدا ہے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لنگڑے تھے اشد العرج بہت زیادہ لنگڑے تھے۔ غزوہ احد سے ایک دن پہلے بیٹوں سے کہا کہ کل میں نے جنگ میں ضرور شرکت کرنی ہے۔ بیٹوں نے کہا ابا جی! ہم صحت مند نوجوان ہیں ہم جہاد کریں گے آپ معذور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے۔ کہنے لگے نہیں مجھے ضرور شرکت کرنا ہے۔ باپ بیٹوں کا جھگڑا شروع ہو گیا۔ باپ بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے۔ بیٹوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ہمارے ابا جی ہیں آپ ان کو جانتے ہیں کہ یہ کافی لنگڑے ہیں اٹھتے ہیں تو یوں گھوم جاتے ہیں صحیح طریقے سے اٹھ بیٹھ نہیں سکتے اور یہ اصرار کر رہے ہیں کہ میں نے صبح جہاد میں ضرور شریک ہونا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لنگڑوں کو معذور قرار دیا ہے۔ پھر آپ کے تینوں بیٹے شرکت کے لیے جا رہے ہیں آپ نہ جائیں۔ آپ کے بیٹوں کا موقف صحیح ہے۔ کہنے لگے حضرت! یہ فرمائیں کہ لنگڑا اگر جہاد کرے تو کیا اس کے لیے جائز نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جائز ہے۔ حضرت! یہ بتلائیں کہ لنگڑے کے لیے جنت نہیں ہے؟ فرمایا، ہے۔ کہنے لگے پھر مجھے کیوں روکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے آپ شریک ہوں۔ تو ہمت کی بات الگ ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اگر یہ لوگ جہاد نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فرمایا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ داخل کرے گا ان کو باغوں میں جاری ہیں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والا جنت میں داخل ہوگا وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ کی

اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دے گا اس کو اللہ تعالیٰ دردناک سزا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام نہ ماننے والے اور اس کے رسول ﷺ کے احکام نہ ماننے والے کو سخت سزا ہوگی۔

پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب اس بیعت کا ذکر ہے۔

بیعتِ رضوان :

ہجرت کا چھٹا سال تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ کیکر کے درخت کے نیچے آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ کسی نے آ کر یہ خبر دی کہ آپ کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہ کو مکے والوں نے شہید کر دیا ہے اور یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ آپ کے سفیر کو کافروں نے قید کر دیا ہے۔ قید ہونے کی خبر بھی پہنچی اور شہید ہونے کی خبر بھی پہنچی۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ سب کے سب اِدھر آ جاؤ اور میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کو رہا کرائے یا بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے۔ بخاری شریف میں دو لفظ آتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بَايَعْنَا عَلَى الْمَوْت ''ہم نے موت پر بیعت کی'' کہ ہم مر جائیں گے آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ اور دوسرے لفظ آتے ہیں عَلٰی اَنْ لَّا نَفِرَّ ''کہ ہم میدان سے بھاگیں گے نہیں۔'' سب نے جب بیعت کر لی تو آنحضرت ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ کھڑا کیا اور فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ کا دایاں ہاتھ ہے۔ فرمایا اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کافروں کی قید میں ہیں اور اس بیعت کا بڑا درجہ ہے۔ اس وقت یہ میرا دایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے رضی اللہ عنہ۔ میں اس کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ بخاری شریف کی روایت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے

ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ غیر حاضر ہوتے ہوئے بھی نمبر لے گئے کہ ہم نے تو اپنے ہاتھوں سے بیعت کی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ کے ذریعے بیعت کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ رَضِيَ اللهُ۔ لام بھی تاکید کا ہے اور قد بھی تاکید کا ہے۔ ڈبل تاکید ہوگئی۔ تو معنٰی ہوگا البتہ تحقیق اللہ راضی ہوگیا ہے۔ ماضی کا صیغہ ہے۔ مضارع کا صیغہ ہوتا تو معنٰی ہوتا اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ نہیں بلکہ راضی ہو گیا ہے عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے۔ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ جس وقت وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی تَحْتَ الشَّجَرَةِ درخت کے نیچے۔ بیعت کرنے والوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگرچہ موجود نہیں تھے مگر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم اس بیعت میں شامل تھے۔ رب تعالیٰ نے ان سب کو مومن کہا۔ جو شخص ان کو مومن نہیں سمجھتا وہ منکر قرآن ہے اور پکا کافر ہے۔

رافضیوں کا دھوکہ

یہ رافضی مختلف بہانوں سے ہمارے سنی بھائیوں کو پھنساتے رہتے ہیں۔ کسی رافضی کو اپنی مسجد میں جگہ نہ دو، اپنے محلے میں جگہ نہ دو اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ دنیاوی معاملات چلتے رہتے ہیں مگر دین کے معاملے میں محتاط رہو۔ دیکھو! کتنے ظلم کی بات ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان کو مومن کہا ہے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں تو اس کے دو جواب دیتے ہیں۔

❀ ...... ایک یہ کہ یہ قرآن اصل نہیں ہے۔ اصل قرآن کا ایک حرف بھی اس میں نہیں ہے۔ اصل قرآن کی سترہ ہزار آیتیں ہیں اور یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے اس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اصل قرآن ستر گز لمبا تھا۔ بھائی! اس کو تو پڑھنے کے لیے اسکوٹر (موٹر بائیک) کی ضرورت پڑے گی۔ یہ ساری باتیں ان کی مستند ترین کتاب اصول کافی میں موجود ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ قرآن اصل نہیں ہے اس کو ہم نہیں مانتے۔

❀ ...... دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بدا ہو گیا کہ جس وقت رب نے ان کو مومن کہا اس وقت مومن تھے رب کو علم نہیں تھا کہ یہ مرتد ہو جائیں گے بعد میں علم ہوا کہ یہ مرتد ہو گئے ہیں، معاذ اللہ تعالیٰ۔ بداء کے عقیدے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ جتنی بداء کے عقیدے سے عبادت قبول ہوتی ہے وہ کسی اور عقیدے کے ساتھ نہیں ہوتی۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ توحید راس الطاعات ہے۔ رافضی کہتے ہیں بدا سب عقائد سے بڑھ کر ہے کہ رب ایک فیصلہ کرتا ہے اس وقت اس کے علم میں نہیں ہوتا بعد میں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ اس نے غلط کیا ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ لہٰذا رافضیوں کے پھندے میں نہ آنا۔ آج کل رافضی اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں۔ ان میں سے کسی کے قریب نہ جانا۔

تو فرمایا البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اللہ تعالیٰ کو علم تھا اس کا جو ان کے دلوں میں تھا اخلاص فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے نازل کی تسلی، تسکین ان پر وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا اور بدلہ دیا ان کو فتح قریب کا۔ فتح قریب سے

مراد خیبر کی فتح ہے۔ صلح حدیبیہ ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوئی اور خیبر فتح ہوا ایک ماہ بعد محرم کے مہینے میں۔ اور اس قریبی فتح اور غنیمت کے علاوہ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً اور بہت سی غنیموں کا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے يَأْخُذُوْنَهَا جن کو تم لو گے۔ وہ مصر کی، شام کی، عراق اور ایران کی غنیمتیں ہیں۔ اگرچہ بہ ظاہر حالات ایسے نہیں ہیں لیکن وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ اس نے وعدہ کیا ہے وہ تم کو دے گا مگر ہے حکمت والا ہر بات اس کی حکمت کے ساتھ ہے تم رب تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھو وَعَدَكُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے تمہارے ساتھ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً بہت سی غنیموں کا تَأْخُذُوْنَهَا جن کو تم لو گے فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ پس اللہ تعالیٰ نے جلدی کی ہے تمہارے لیے یہ غنیمت خیبر کی وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ اور روک دیئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھ تم سے۔ آنحضرت ﷺ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو بعض کافر لوگوں نے کہا کہ تعداد ہماری زیادہ ہے، اسلحہ ہمارے پاس زیادہ ہے، ساری برادریاں ہمارے ساتھ ہیں یہ ہمارے دروازے پر آئے ہوئے ہیں ان کا صفایا کر دو۔ کہنے لگے او بے غیرتو! گھر آئے ہوؤں کو چھوڑتے ہو۔ لیکن بعض نے کہا کہ وہ عمرے کے لیے آئے ہیں، احرام باندھے ہوئے ہیں لڑنے کے لیے نہیں آئے لہٰذا ان سے لڑنا نہیں ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال کر ان کے ہاتھ روک دیئے وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور تاکہ یہ فتح خیبر اور غنیمت، ہو جائے نشانی مومنوں کے لیے۔ خیبر کے جہاد کے لیے پندرہ سو مسلمان گئے اور مقابلے میں تیس (۳۰) ہزار یہودی تھے اور یہودیوں کے پاس قلعے، مکانات، باغات اور بڑا کچھ تھا۔ پندرہ سو اور تیس ہزار کا مقابلہ ہوا۔ پندرہ (۱۵) مسلمان شہید ہوئے، ترانوے (۹۳) یہودی مارے گئے

اور باقیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

تو فرمایا تاکہ یہ نشانی ہو ایمان والوں کے لیے وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا اور تاکہ چلائے تمھیں سیدھے راستے پر۔ یہ خیبر کی غنیمت تو تم نے لے لی وَّأُخْرَىٰ اور دوسری غنیمتیں ہیں لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا جن پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے۔ مصر، شام، ایران، عراق، روم کے علاقے فتح ہوں گے اور غنیمتیں تمہارے ہاتھ آئیں گی قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا تحقیق احاطہ کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے لڑائی نہیں ہونے دی وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور اگر اس موقع پر کافر تمہارے ساتھ لڑتے لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ البتہ پھیر لیتے پشتیں۔ پشت پھیر کر بھاگتے اور ان کو شکست ہوتی اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور مخلص مومن آپ کے ساتھ ہیں۔ رب تعالیٰ کی امداد ان کے ساتھ ہے۔ وہ پشتیں پھیر لیتے ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا پھر نہ پاتے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔ وہ کہتے تھے کہ فلاں فلاں قبیلہ ہماری مدد کرے گا۔ فرمایا کوئی بھی ان کی مدد کے لیے نہ آتا سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ اللہ تعالیٰ کا دستور وہ ہے جو گزر چکا ہے اس سے پہلے۔ وہ یہ ہے إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ مَعَهُ [مومن: ۵۱] "بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان کے ساتھیوں کی۔" وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں تبدیلی۔

رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ [الصّٰفّٰت: ۱۷۳] "اور بے شک ہمارا لشکر البتہ وہی غالب آئے گا۔" غلبہ انھی کو ملے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع

وَهُوَ الَّذِيْ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے كَفَّ اَيْدِيَهُمْ جس نے روکے ان کے ہاتھ عَنْكُمْ تم سے وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ اور تمہارے ہاتھ ان سے بِبَطْنِ مَكَّةَ مکہ مکرمہ کے پیٹ کے اندر مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ بعد اس کے کہ کامیاب کر دیا تم کو عَلَيْهِمْ ان پر وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو بَصِيْرًا دیکھنے والا هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا وَصَدُّوْكُمْ اور روکا تمھیں عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے وَالْهَدْيَ اور ہدی کے

جانوروں کو روکا مَعْكُوفًا جوڑ کے ہوئے ہیں اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ کہ وہ پہنچیں اپنے حلال ہونے کی جگہ کو وَلَوْلَا رِجَالٌ اور اگر نہ ہوتے مرد مُّؤْمِنُوْنَ ایمان والے وَنِسَآءٌ اور عورتیں مُّؤْمِنٰتٌ ایمان والیاں لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ نہیں جانتے تم ان کو اَنْ تَطَئُوْهُمْ کہ تم ان کو کچل دو گے فَتُصِيْبَكُمْ پس پہنچے گی تم کو مِّنْهُمْ ان کی وجہ سے مَّعَرَّةٌ مصیبت بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر لِيُدْخِلَ اللّٰهُ تا کہ داخل کرے اللہ تعالیٰ فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے لَوْ تَزَيَّلُوْا اگر وہ الگ ہوتے لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ البتہ ہم سزا دیتے ان لوگوں کو كَفَرُوْا مِنْهُمْ جو کافر ہیں ان میں سے عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ جب ٹھہرایا ان لوگوں نے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ اپنے دلوں میں غیرت کو حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ جاہلیت کی غیرت فَاَنْزَلَ اللّٰهُ پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے سَكِيْنَتَهٗ اپنی تسلی عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں پر وَاَلْزَمَهُمْ اور لازم کر دیا ان پر كَلِمَةَ التَّقْوٰى پرہیزگاری کا کلمہ وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا اور وہ اس کے زیادہ حق دار تھے وَاَهْلَهَا اور اس کے اہل تھے وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ہر چیز کو جاننے والا۔

صلح حدیبیہ کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جس کو آج

کل شمیسہ کہتے ہیں تو مکے والوں نے روک لیا۔ اس دوران میں یہ واقعہ پیش آیا کہ خالد بن ولید جو اس وقت تک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہوئے تھے، نے دوسو آدمی اکٹھے کر کے ارادہ کیا کہ رات کی تاریکی میں مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگی امور کے بڑے ماہر اور کاری گر تھے فطرتی اور طبعی طور پر۔ چنانچہ انھوں نے حملہ کیا دو صحابی شہید ہوئے باقیوں نے ہمت کر کے ان کے اسّی آدمی گرفتار کر لیے اور باقی بھاگ گئے۔ بعض جو بڑے جذباتی تھے انھوں نے کہا کہ ان کو قتل کر دو اور جو سمجھ دار حوصلے والے تھے انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں ان سے پوچھ کر کارروائی کرنی چاہیے۔ چنانچہ ان گرفتار زدگان کو لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی رائے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی رائے تھی کہ اگر ہم نے ان کو قتل کر دیا تو قتل وقتال کا بازار گرم ہو جائے گا اور جو صلح کی بات چل رہی ہے وہ یہیں رک جائے گی۔ لہٰذا ان کو رہا کر دیا گیا۔ ان کو چھوڑنا تھا کہ صلح کی بات شروع ہو گئی۔ قریش مکہ نے سوچا کہ ہمارے آدمی ان کے ہاتھ آئے ہوئے تھے انھوں نے چھوڑ دیئے حالانکہ ہم نے ان کے دو آدمی بھی شہید کیے پھر بھی انھوں نے درگزر سے کام لیا لہٰذا صلح کی بات کو آگے چلانا چاہیے اس کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِي اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ جس نے روکے ان کے ہاتھ تم سے۔ جو وہ چاہتے تھے ان کا مقصد پورا نہ ہوا۔ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ سب کا صفایا ہو جائے وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ اور تمہارے ہاتھ روکے ان سے۔ ان کے اسّی (۸۰) آدمی جو گرفتار ہوئے تھے تم ان کو قتل کرنا چاہتے

تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ڈالا کہ ان کو قتل نہ کرو بِبَطْنِ مَكَّةَ مکہ کے پیٹ کے اندر۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ گکھڑ شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر اگر کوئی واقعہ ہو تو یہی کہا جاتا ہے کہ گکھڑ کا واقعہ ہے اور حدیبیہ کا تو کچھ حصہ حرم میں شامل ہے لہٰذا یہ کارروائی مکہ مکرمہ کے اندر ہی پیش آئی مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے کامیاب کر دیا تھا ان پر تم کو۔ تم نے ان کو گرفتار کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ بھی روک دیئے اور تمہارے ہاتھ بھی روک دیئے وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا اور ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا۔ اس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں ہے هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر اختیار کیا، کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور انھوں نے روکا تم کو مسجد حرام سے، عمرہ نہیں کرنے دیا حالانکہ تمہارا مقصد عمرہ کرنا تھا۔ بیت اللہ کا طواف، سعی بین الصفا والمروہ، پھر ٹنڈ کرنا، بال کٹوانا۔ کیوں کہ جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہوں وہ اگر انگلی کے ایک پورے کے برابر پیچھے سے سارے بال کٹوا دیں تو احرام سے نکل جائیں گے۔ اور یہ جو عام لوگوں نے تھوڑے تھوڑے بال رکھے ہوئے ہوتے ہیں اگر یہ ٹنڈ نہیں کرائیں گے، سارے سر پر استرا نہیں پھروائیں گے تو احرام سے نہیں نکل سکیں گے۔

تو فرمایا انھوں نے تمھیں مسجد حرام سے روکا وَالْهَدْيَ اور قربانی کے جانوروں کو روکا مَعْكُوْفًا جو رکے ہوئے ہیں اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ اس بات سے کہ وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ کو پہنچیں۔ عمرے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے جس طرح صرف حج کرنے والے کے لیے قربانی ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی کرے تو نور علیٰ نور ہے۔ قربانی متمتع کے لیے ضروری ہے اور قارن کے لیے ضروری ہے۔

متمتع اسے کہتے ہیں جو شوال کا چاند نظر آنے کے بعد عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج بھی کرلے۔ کیونکہ شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد احرام باندھنے کے دن شروع ہو جاتے ہیں۔

اور قارن اسے کہتے ہیں کہ جو حج عمرے کا احرام اکٹھا باندھے۔ پہلے عمرہ کرے گا اور احرام سے نہیں نکلے گا حج کرنے کے بعد احرام سے نکلے گا۔

دشمن صحیح بات کو بھی غلط بنا کر پروپیگنڈہ کرتا ہے

آگے اللہ تعالیٰ لڑائی نہ ہونے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ میں نے لڑائی کیوں نہیں ہونے دی۔ ہر شے کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے لیکن کچھ لنگڑے، نابینا اور بوڑھے، کچھ عورتیں مکہ مکرمہ میں رہ گئی تھیں اور انھوں نے تبلیغ نہیں چھوڑی۔ ان کی تبلیغ سے کافی تعداد میں مرد عورتیں مسلمان ہوئیں اور مدینہ طیبہ والوں کو ان کے ایمان لانے کا علم نہیں تھا کیونکہ ان سالوں میں آمد و رفت نہیں ہوئی کہ تین لڑائیاں ہو چکی تھیں، بدر، احد اور خندق۔ اب اگر لڑائی کی نوبت آتی تو وہ مسلمان، مرد عورتیں تمہارے ہاتھوں سے مارے جاتے پھر افواہیں پھیلتی کہ انھوں نے ہمیں تو مارا اپنوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ کیونکہ دشمن تو اعتراض کرنے کا موقع تلاش کرتا ہے۔

جس طرح یہود بنو نضیر نے کھجور کے درختوں کو آڑ بنایا ہوا تھا کہ مسلمان کھلی جگہ پر تھے اور وہ کھجوروں کے درختوں کے پیچھے تھے اور چھپ کر تیر مارتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ یہ درخت کاٹ دو اور آگ لگا دو تا کہ ان کی یہ ڈھال ختم ہو جائے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا تو یہودیوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ دیکھو جی! کہتے ہیں کہ

ہمارا پیغمبر رحمۃ للعالمین ہے۔ آدمیوں کے ساتھ تو دشمنی ہوتی ہے درختوں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ یہ پھل دار درخت تھے ان کے پھل انسان کھاتے تھے، پرندے کھاتے تھے، لوگ ان کے سائے تلے بیٹھتے تھے۔ تو ان کو موقع مل گیا اعتراض کرنے کا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ [الحشر:۵] ''جو کاٹے ہیں تم نے کھجور کے درخت یا چھوڑا ہے ان کو اپنی جڑوں پر پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تاکہ رسوا کرے اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو۔'' یہ درخت تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاٹے گئے تاکہ ان کا مورچا ختم ہو اور وہ رسوا ہوں۔ مگر انھوں نے تو پروپیگنڈہ کیا۔ تو دشمن پروپیگنڈے سے باز نہیں آتا۔ تو مسلمان تمھارے ہاتھوں سے مارے جاتے اور قریش مکہ تمھارے خلاف پروپیگنڈہ کرتے اور تمھیں بھی تکلیف ہوتی اس لیے میں نے جنگ نہیں ہونے دی۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ اور اگر نہ ہوتے مرد ایمان والے وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ اور عورتیں ایمان والی لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ نہیں جانتے تم ان کو اَنْ تَطَئُوْهُمْ کہ تم ان کو کچل دو گے فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ پس پہنچے گی تم کو ان کی وجہ سے مَّعَرَّةٌ۔ معرّہ کا معنیٰ گناہ بھی ہے اور عیب بھی ہے۔ تم پر عیب لگتا لوگ تمھارے ذمے گناہ لگاتے، تمھارے لیے تکلیف اور مصیبت بنتی بِغَيْرِ عِلْمٍ علم کے بغیر۔ تمھارے تو علم ہی میں نہیں تھا کہ یہ مرد عورتیں مومن ہیں جو تمھارے ہاتھوں سے مارے جاتے اور زخمی ہوتے۔ کافر پروپیگنڈہ کرتے تمھارے عیب نکالتے، تمھارا گناہ شمار کرتے کہ انھوں نے اپنے لوگوں کو مارا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم تمھیں جہاد کا حکم دے دیتے لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں تمھاری

ہجرت کے بعد کہ ان مرد عورتوں کو ایمان کی توفیق دی مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے لَوْ
تَزَيَّلُوا اگر وہ جدا ہوتے وہاں سے نکل جاتے لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ البتہ ہم
سزا دیتے ان کو جو کافر ہیں ان میں سے عَذَابًا اَلِيْمًا سزا دردناک۔ اگر وہاں مومن
نہ ہوتے جن کا تمھیں علم نہیں تھا تو ہم تمھیں حکم دیتے لڑنے کا اور ان کو ایسی سزا دیتے کہ
وہ یاد رکھتے اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ جب ٹھہرایا ان لوگوں نے
جنھوں نے کفر کیا اپنے دلوں میں غیرت کو حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ غیرت جاہلیت کی کہ
ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کرنے سے روکا یہ جاہلوں کی غیرت تھی۔ حالانکہ
دیکھ رہے تھے کہ انھوں نے احرام باندھے ہوئے ہیں اور لبیک اللّٰھم لبیک کی صدائیں
بلند کر رہے ہیں۔ حالانکہ غیرت کا مقام تب ہوتا کہ یہ لڑنے کے لیے گئے ہوتے پھر ان کو
روکتے۔ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آتا ہے اس کو روکنا ناجائز ہے۔ وہ خود بھی
حج عمرہ کرتے تھے، طواف کرتے تھے تو طواف سے روکنے کی غیرت جہالت کی غیرت
تھی۔

❀ دوسرا یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح کی شرائط لکھنے کا حکم دیا کیونکہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ زود نویس بھی تھے اور خوب نویس بھی تھے۔ خط بھی بہت عمدہ تھا اور جلدی
لکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کافروں کے نمائندہ سہیل بن عمرو
جو بعد میں رضی اللہ عنہ ہو گئے تھے، نے کہا کہ ہم یہ نہیں لکھنے دیں گے کیونکہ یہ تمہاری نشانی
ہے، علامت ہے بلکہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو۔ اس پر کافی بحث ہوئی، طرفین سے ساتھی
جذبات میں آئے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ
لکھ دو یہ رب تعالیٰ کا نام ہے۔ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مٹا کر بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ دیا۔

❀ تیسری ان کی جہالت کی غیرت یہ تھی کہ آپ ﷺ نے لفظ لکھوائے هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ محمد رسول الله ”یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ اور قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے۔“ تو سہیل بن عمرو نے کہا رسول اللہ کا لفظ مٹاؤ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو ٹکر کیوں لیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لفظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھ دو کہ میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں اور محمد رسول اللہ بھی ہوں ﷺ۔

اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے جذبات میں تھے۔ کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملتے اور کبھی کسی اور کو ملتے۔ پھر براہ راست آنحضرت ﷺ سے بات کی کہ حضرت! یہ بتلائیں کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا ایسا ہی ہے۔ اچھا حضرت! یہ بتلائیں کہ اگر لڑائی ہو جائے اور ہم میں سے کوئی مارا جائے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا؟ فرمایا جنت میں جائے گا۔ اور کافر مارے جائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے؟ فرمایا دوزخ میں جائیں گے۔ کہنے لگے حضرت! فَلِمَ نَقْبَلُ بَعْضَ الدَّنِيَّةِ فِيْ دِيْنِنَا ”پھر ہم بعض گھٹیا باتیں دین کے بارے میں کیوں قبول کریں؟“

تو خیر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا علی اُمْحُ رسول اللّٰه یہ لفظ مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا واللّٰه لَا اَمْحُ اَبَدًا ”اللہ کی قسم ہے میں کبھی نہیں مٹاؤں گا۔“ پھر آپ ﷺ نے خود مٹایا اور محمد بن عبداللہ لکھوایا۔

حدیثِ قرطاس کی وضاحت :

یہاں پر ایک اہم بات بھی سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ بیمار تھے جمعرات کا دن تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ قلم دوات اور کاغذ لاؤ میں تمہیں لکھوا دوں تاکہ تم بعد میں

جھگڑا نہ کرو۔اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حسبنا کتاب اللہ ”اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے ہم کیوں جھگڑا کریں گے۔ان لفظوں پر رافضی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ قلم مانگا عمر نے مخالفت کی پیغمبر کا حکم نہ ماننے والا کافر ہے۔اس کو واقعہ قرطاس کہتے ہیں اور اس کو بڑا پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنا کہنے سے کافر ٹھہرے کہ انھوں نے کہا حسبنا کتاب اللہ۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیا فتویٰ لگاؤ گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں نہیں مٹاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ عمر! تم قلم دوات لاؤ اور یہاں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر فرمایا اے علی! مٹا دو اور انھوں نے انکار کر دیا۔ یہاں فتویٰ لگاؤ نا۔لگتا ہے کہ نہیں لگتا؟ یہاں تو ڈبل فتویٰ لگنا چاہیے۔لیکن ہمارے ہاں نہ وہاں فتویٰ لگتا ہے اور نہ یہاں لگتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ کا لفظ ہم دل سے تو کیا مٹائیں گے ہم کاغذ سے بھی مٹانے کے لیے تیار نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ آپ تکلیف میں ہیں ہماری طرف سے پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے ہم آپس میں کیوں جھگڑیں گے۔ جبکہ قرآن کریم میں موجود ہے

وَاعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرّقوا [پارہ:۴]

تو فرمایا جب ٹھہرایا ان لوگوں نے جو کافر ہیں اپنے دلوں میں غیرت کو جاہلیت کی غیرت۔احرام کی حالت میں اندر داخل نہ ہونے دیا، بسم اللہ کا انکار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو نہ مانا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ پس اتاری اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی عَلٰی رَسُوْلِہٖ

اپنے رسول ﷺ پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں پر کہ سب مسلمان جذبات میں تھے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اور لازم کر دیا ان پر تقوے کا کلمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کلمہ تقویٰ سے مراد کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے اور مومنوں نے اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کر کے ثابت کر دیا کہ وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا اور وہی اس کے زیادہ حق دار تھے کلمہ تقویٰ کے وَاَهْلَهَا اور اس کے اہل تھے، کلمہ تقویٰ کے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا۔ مشرکوں کی ضد اور عناد بھی اس کے علم میں ہے اور مسلمانوں کے جذبہ اطاعت کو بھی وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ انھوں نے موت کی بیعت کر کے اپنے اس جذبے کا بھرپور انداز میں اظہار کیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

چنانچہ ان کی سب شرائط مان لی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معتدل قسم کے جو کافر تھے انھوں نے اپنوں کو دبایا کہ بھائی دیکھو! غلطی تو ہماری ہے وہ بے چارے تو عمرے کے لیے آئے تھے ہم نے ان کو ناجائز روکا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا جاتا تو کیا ہوتا کہ تم رحمان، رحیم کو نہیں مانتے۔ رسول اللہ کا لفظ ان کے اپنے نمائندے نے لکھنا تھا وہ تو رسول اللہ مانتے تھے تم نے ضد کیوں کی؟ بہرحال ظاہری اور باطنی طور پر یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں تھا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۣ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع ۴ ۱۲

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ البتہ تحقیق سچ کر دکھایا اللہ تعالیٰ نے رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا اپنے رسول کا خواب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لَتَدْخُلُنَّ البتہ ضرور داخل ہو گے تم الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مسجد حرام میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ نے چاہا اٰمِنِيْنَ امن کی حالت میں مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ مونڈنے والے ہوں گے اپنے سروں کو وَمُقَصِّرِيْنَ اور کترانے والے ہوں گے اپنے پٹوں کو لَا تَخَافُوْنَ نہیں خوف کرو گے فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا پس اللہ تعالیٰ کو علم ہے اس چیز کا جس کو تم نہیں جانتے فَجَعَلَ پس ٹھہرائی اللہ تعالیٰ نے مِنْ دُوْنِ

ذٰلِكَ اس سے پہلے فَتْحًا قَرِيبًا فتح قریب کی هُوَ الَّذِيٓ وہ وہی ذات ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ جس نے بھیجا اپنے رسول کو بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ لِيُظْهِرَهٗ تاکہ غالب کردے اس دین کو عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سب دینوں پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دینے والا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ سخت ہیں کافروں پر رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں شفقت کرنے والے ہیں تَرٰىهُمْ رُكَّعًا تم دیکھو گے ان کو رکوع کرنے والے سُجَّدًا سجدہ کرنے والے يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل وَرِضْوَانًا اور رضا سِيْمَاهُمْ ان کی نشانیاں فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں ہیں مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ سجدوں کے نشان سے ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ یہ مثال ان کی فِي التَّوْرٰىةِ تورات میں ہے وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ اور مثال ان کی انجیل میں كَزَرْعٍ جیسے کھیتی اَخْرَجَ شَطْئَهٗ نکالا اس نے اپنا پٹھا فَاٰزَرَهٗ پس اس کو قوی کیا فَاسْتَغْلَظَ پس وہ موٹا ہوگیا فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ پس وہ کھڑا ہوگیا اپنی نال پر يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ تعجب میں ڈالتا ہے کاشت کاروں کو لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تاکہ غیظ و غضب میں ڈالے کفر کرنے والوں کو وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ وعدہ کرلیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے

اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ اور جنھوں نے عمل کیے ان میں سے اچھے۔ مَّغْفِرَةً بخشش کا وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اور بڑے اجر کا۔

اس سے قبل پوری تفصیل کے ساتھ حدیبیہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں آنحضرت ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرے کی ادائیگی کے لیے چل پڑے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو کافروں نے مزاحمت کی اور مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ ظاہری طور پر اس سفر کا سبب ایک خواب تھا جو آنحضرت ﷺ نے دیکھا تھا کہ ہم نے احرام باندھا ہوا ہے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، کچھ ساتھی سر منڈھوا رہے ہیں اور جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہیں وہ بال کتروا رہے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا تو وہ بیت اللہ شریف کی محبت میں بے تاب ہو گئے اور سب نے یہی سمجھا کہ اسی سال عمرہ کرنا ہے۔ حالانکہ خواب کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کی تعبیر فوراً ظاہر ہو جائے۔ خواب اور اس کی تعبیر میں بڑا ابڑا وقفہ بھی ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر موجود ہے انھوں نے یہ خواب بچپن میں دیکھا تھا مگر اس کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے اور حرم میں داخل ہوں گے، طواف کریں گے مگر تعبیر ۷ ھ میں ظاہر ہوئی۔ ۶ ھ میں مشرکین مکہ نے روک لیا اور جو شرائط طے ہوئیں ان میں پہلی شرط ہی یہ تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ ادا کیے بغیر واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال آ کر عمرہ کریں اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کر سکیں گے۔ جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو منافقوں نے طعنہ زنی

شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو خواب آیا ہے اور نبی کا خواب تو سچا ہوتا ہے مگر تم عمرہ نہیں کر سکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ پیغمبر کا خواب بالکل سچا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کر کے دکھایا۔ باقی تعبیر کا فوری طور پر ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوۡلَهُ الرُّءۡيَا بِالۡحَقِّ البتہ تحقیق سچا کر دکھایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ البتہ ضرور داخل ہو گے تم مسجد حرام میں اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اٰمِنِيۡنَ امن کی حالت میں۔ کیونکہ صلح کے بعد طرفین ایک دوسرے سے خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے مُحَلِّقِيۡنَ رُءُوۡسَكُمۡ مونڈنے والے ہوں گے اپنے سروں کو وَمُقَصِّرِيۡنَ اور کترانے والے ہوں گے اپنے بالوں کو۔ جنھوں نے پٹے رکھے ہوئے ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ حج عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد احرام سے نکلنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ ٹنڈ کروائے۔ اگر پٹے رکھے ہوئے ہیں تو ایک پورے کے برابر بال کٹوائے۔ جس طرح نماز سے نکلنے کے لیے سلام ہے کہ اگر سلام نہیں پھیرے گا تو نماز کے اندر ہی سمجھا جائے گا۔ اسی طرح احرام سے نکلنے کے لیے ٹنڈ کرائے گا اگر پٹے ہیں تو ایک پور کے برابر کٹوائے گا پھر احرام سے نکلے گا۔

اور یاد رکھنا! وہاں حنبلی مسلک کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور شافعی مسلک کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ چند بال کاٹ لیے جائیں تو آدمی احرام سے نکل جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ آدمی احرام سے نہیں نکلتا جب تک ٹنڈ نہ کرائے یا بال نہ کتروائے اگر پٹے رکھے ہوئے ہیں۔ باقی انگریزی ''بودے'' کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ ویسے بھی حرام ہے۔ مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ ''جس نے کسی

قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم سے ہوگا۔'' قیامت والے دن اسی قوم سے اٹھایا جائے گا۔

تو فرمایا استرے کے ساتھ سروں کو منڈوانے والے ہوں گے اور بالوں کو کتروانے والے ہوں گے اگر پٹے رکھے ہوئے ہیں لَا تَخَافُوْنَ نہیں خوف کرو گے تم کسی کا فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا پس اللہ تعالیٰ کو علم ہے اس چیز کا جس کو تم نہیں جانتے فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا پس ٹھہرائی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے فتح قریب کی۔ اس سے مراد خیبر کی فتح ہے۔

ہجرت کے ساتویں سال محرم کے مہینے میں یہی پندرہ سو صحابہ کرام آنحضرت کی قیادت میں خیبر گئے۔ تیس ہزار یہودیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی، ترانوے یہودی مارے گئے، پندرہ صحابی شہید ہوئے۔ یہودیوں کی ہمتیں پست ہوگئیں انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا فتحِ قریب کا وعدہ پورا ہوگیا۔ فرمایا هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت کے ساتھ یعنی ہدایت دے کر وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ۔ سچا دین دے کر بھیجا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کردے دین حق کو سب دینوں پر۔ الحمد للہ! آج تک اسلام دلائل و براہین کے اعتبار سے، حجت کے لحاظ سے، سب دینوں پر غالب ہے اور غالب رہے گا۔

مولانا احمد دیدات کا عیسائی پادریوں سے مناظرہ :

آج سے تقریباً تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ یورپ کے پادریوں نے بڑا اودھم مچایا۔ قرآن کریم پر اعتراض، اسلام کے اصولوں پر اعتراض کیے۔ مولانا احمد دیدات جو ڈھابیل سے فارغ اور دیوبند مسلک سے تعلق رکھتے ہیں ان کو انگریزی اور

عیسائیت (کے لٹریچر) پر بھی عبور حاصل ہے۔ یہ یورپ پہنچ گئے وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ ان پادریوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے ہمیں چین نہیں لینے دیتے۔ انھوں نے عیسائی پادریوں سے گفتگو کی مناظرہ طے پا گیا۔ مولانا نے کہا کہ مناظرہ ٹی، وی پر ہوگا۔ پانچ چھ ملکوں کے لوگ کروڑوں کی تعداد میں دیکھیں اور سنیں گے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ جج مقرر کرو جو فیصلہ کریں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا ٹی، وی پر مناظرہ ہوا ساٹھ ستر کروڑ انسانوں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے مناظرہ سنا اور جج حضرات نے فیصلہ دیا کہ احمد دیدات جیت گیا ہے اس کے دلائل کھرے اور وزنی ہیں۔ پھر خدا کی قدرت کہ جج بھی سارے عیسائی تھے۔

آج تو الحمد للہ! ترپن ملک مسلمانوں کے ہیں اگرچہ برائے نام مسلمانوں کا اقتدار ہے کیونکہ امریکہ ان سب پر مسلط ہے بہ شمول عرب ممالک کے۔ مگر برائے نام ہیں تو سہی۔ اور ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ ایک ملک میں بھی (برائے نام ہی سہی) اقتدار مسلمانوں کا نہیں تھا۔ اس دور میں بھی اسلام دلائل کے لحاظ سے غالب رہا ہے۔ اس دور میں محمد پکھتال جرمن مسلمان ہوئے۔ انھوں نے قرآن کریم کا بہت اچھا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ان کے ذریعے اسلام پھیلا۔ اسی طرح ہندوستان میں مولانا عبید اللہ نو مسلم جو پہلے پنڈت تھے، مسلمان ہوئے اور انھوں نے ”تحفۃ الہند“ نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب کو پڑھ کر مولانا عبید اللہ سندھی ۱۰ اسال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ستراہ کے قریب چیانوالی قصبہ جو ضلع سیالکوٹ میں ہے کے رہنے والے تھے۔ اس زمانے میں اسلام قبول کیا اور اسلام کے غلبے کی بات کی اور اسلام کی حقانیت کے دنیا کو دلائل دیئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو سب دینوں پر غالب رکھا ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ قرآن پاک میں چار مقامات میں آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد آیا ہے ﷺ۔ ایک چوتھے پارے میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل [آل عمران: ۱۴۴]

دوسرا بائیسویں پارے میں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خاتم النبيين [الاحزاب: ۴۱] تیسرا مقام اسی پارے میں سورہ محمد آیت نمبر ۲ میں ہے بِمَا نُزِّلَ عَلٰى محمد ﷺ ، اور چوتھا یہ مقام ہے۔

محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تمام رسولوں کے سردار اور امام ہیں۔ خدا کی ساری مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ایمان میں، عمل میں۔

مَعَهٗ کا اولین مصداق :

سارے صحابہ آپ کے ساتھ تھے ایمان میں، عمل میں لیکن مَعَهٗ کا اولین مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو آپ ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی ہیں۔ جب سے اسلام قبول کیا اس وقت سے لے کر آخر تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ سوائے ایک دو سفر کے کوئی سفر ایسا نہیں ہے کہ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ ہوں۔ جہاد کا سفر ہو یا ہجرت کا سفر ہو کہ جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ ہوں۔ پھر ہر اعتبار سے آپ ﷺ کا ساتھ دیا ہے۔ مال و جان، اولاد کے اعتبار سے اور زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی ساتھ دیا ہے کہ اسلام کو قائم رکھا اور کسی قسم کی اس

پر آنچ نہیں آنے دی اور جتنے بھی فتنے اٹھے سب کی سرکوبی کی اور اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر مقام اور ہر محاذ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ سخت ہیں کافروں پر۔ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافروں پر سخت تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وصف میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ دین کے خلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی بات سننا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ اور اس معاملے میں وہ کسی شے کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دن گھر آ کر اپنی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ عنہا جو چچے کی بیٹی اور بڑی سمجھ دار خاتون تھی، کو کہنے لگے کہ میری تلواروں میں سے جو سب سے زیادہ تیز تلوار ہے وہ مجھے دو۔ بیوی نے کہا خیر ہے کہیں جہاد پر جانا ہے؟ اس کے متعلق تو کوئی پیغام نہیں سنا آپ نے تلوار کا کیا کرنا ہے؟ کہنے لگے بیٹی حفصہ کا سر اتارنا ہے۔ بیوی نے گھبرا کر پوچھا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ فرمایا اٰذَتْ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ "میں نے سنا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے۔" بیوی نے تلوار پکڑائی اور کہا کہ تحقیق کر لینا اگر واقعی تکلیف پہنچائی ہے تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ خیر جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری بیویوں کے ساتھ ناراض ہیں کہ انھوں نے زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے کہ میری کون سی خاص آمدنی ہے کہ میں تمھیں زیادہ خرچہ دوں جو کچھ ہے اس پر صبر و شکر کرو۔ اور یاد رکھنا! خاوند کی توفیق سے زیادہ خرچہ طلب کرنا بیوی کے لیے حرام ہے۔ خاوند کے ساتھ سخت کلامی اور تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر میری شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدے

کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے۔ اس لیے اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ نیک عورتیں اپنے ایمان کی بھی حفاظت کریں اور زبان کی بھی۔ یہ زبان انسان کو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں شفقت کرنے والے ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں مہربان تھے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وصف میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے اول مصداق ہیں۔ جس وقت بلوائیوں نے مکان کا محاصرہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے حضرت! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں کیا ہو رہا ہے۔ مسجد نبوی پر ان فاسق اور شرارتی لوگوں کا قبضہ ہے ہمیں نماز پڑھنے کے لیے بھی نہیں جانے دے رہے۔ آپ ہمیں جہاد کا حکم دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کلمہ پڑھنے والوں کی گردنیں کاٹنے کا حکم کیسے دوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کلمہ پڑھنے والے شرارت پر اتر آئیں تو پھر کیا کریں؟ فرمایا ابھی تک تو قتل کی شرارت نہیں ہوئی نہ ہی انھوں نے کسی آدمی کو قتل کیا ہے لہٰذا میں ان کے قتل کا حکم کیسے دوں؟ اِنھوں نے کہا کہ حضرت! اُنھوں نے آپ کو قتل کرنا ہے۔ فرمایا یہ آسان ہے کہ وہ میری گردن کاٹیں لیکن یہ مشکل ہے کہ میں کلمہ پڑھنے والوں کے قتل کا حکم دوں۔ خود شہید ہو گئے مگر یہ حکم نہیں دیا۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا دیکھیں گے آپ ان کو رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے۔ یہ وصف تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں بڑھے ہوئے تھے۔ صفین کے مقام پر عین میدان جنگ میں گھوڑے سے نیچے اترے اور نماز پڑھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جی! تیروں کی بارش ہو رہی ہے آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا تیر اپنا کام کریں علی اپنا کام

کرے گا لَا یُبَالِی اَبُوْكَ عَلَى الْمَوْتِ سَقَطَ اَمْ سَقَطَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ ''تیرے باپ کو کوئی پروانہیں ہے کہ وہ موت پر پڑ جائے یا موت اس پر آپڑے۔'' تیروں کی بارش میں بھی نماز نہیں چھوڑی۔

فرمایا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا تلاش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ سجدوں کے نشان سے۔ان کی پیشانیوں میں محراب پڑے ہوئے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کی پیشانیاں رب تعالیٰ کے سامنے جھکتی ہیں ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ یہ مثال ان کی ہے تورات میں۔تورات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور حلیے بیان کیے گئے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیں گے کافروں پر سخت ہوں گے آپس میں مہربان ہوں گے، رکوع وسجود کرنے والے ہوں گے، ان کی پیشانیوں پر محراب پڑے ہوں گے وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ اوران کی مثال انجیل میں كَزَرْعٍ جیسے کھیتی ہے اَخْرَجَ شَطْئَهٗ اس نے اپنا پٹھا نکالا۔زمین میں جب بیج ڈالتے ہیں تو وہ اگتا ہے اس کو اردو میں پٹھا کہتے ہیں۔وہ ایک ہوتا ہے۔اس کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہٗ گوید

جب وہ زمین سے نکل رہا ہوتا ہے وہ زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے میرا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے۔ فَاٰزَرَهٗ پھر اس کو مضبوط کیا، تقویت پہنچتی ہے فَاسْتَغْلَظَ پھر وہ موٹا ہو جاتا ہے فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ پس وہ کھڑا ہو گیا اپنی نال پر۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ توحید کا بیج ڈالا ابو بکر رضی اللہ عنہ اُگے، پھر عمر رضی اللہ عنہ آکر ملے اور تقویت پہنچائی، پھر عثمان رضی اللہ عنہ

ملے تو اور زیادہ مضبوط ہوا، پھر علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ ملے تو اپنی نال (تنے) پر کھڑا ہو گیا۔ پھر کافر بھی جرأت نہیں کرتے تھے ہاتھ ڈالنے کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ہم اپنے آپ کو قوی سمجھنے لگ گئے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان بزرگوں کی خلافت اور ان کی بزرگی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ تعجب میں ڈالتی ہے کاشت کاروں کو کہ میں نے کیا ڈالا تھا اور اب کیا بنی ہوئی ہے، اب کیسے خوشے لگے ہوئے ہیں ان کے ساتھ دانے اور پھلیاں لگی ہوئی ہیں لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تا کہ غیظ و غضب میں ڈالے کفر کرنے والوں کو ان کے ذریعے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے استدلال :

اس آیت کریمہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے جو آدمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بغض اور غیظ کی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ پکا کافر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والا مسلمان نہیں کافر ہے کیونکہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ یہ کسی عام مولوی کا استدلال نہیں ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے جو چار اماموں میں سے ایک ہیں وَافَقُوْهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ "اور ایک بڑی جماعت نے ان کی تائید کی ہے۔" کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں سے جلتا ہے وہ واقعی کافر ہے۔ یہ رافضی ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے ناموں سے جلتے ہیں۔

پیر جو گوٹھ کے مقام پر مناظرہ ہوا تھا مولانا منظور احمد چنیوٹی اور تاج دین حیدری کے درمیان۔ تاج دین حیدری شیعے کا دعویٰ تھا کہ اصحاب ثلاثہ کافر ہیں اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کا موقف یہ تھا کہ یہ مسلمان ہیں۔ اس سے اندازہ لگاؤ ان کی حقیقت کا۔

یقین جانو! اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ تین کافر ہیں تو پھر دنیا میں پیغمبروں کے بعد کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ پھر شیعوں کے مقابلے میں خارجی آئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ تینوں مسلمان ہیں اور علی بڑا کافر ہے۔ وہ خارجی بھی پاکستان میں موجود ہیں اور کتابوں پر کتابیں شائع کرتے ہیں۔ الحمدللہ! ہم جو اہل حق ہیں اور صحیح معنیٰ میں اہل سنت والجماعت ہیں ہم کوئی تفریق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک یہ تینوں بھی مسلمان ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہیں۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور اپنے آپ کو ان فتنوں سے بچاؤ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ اور جو اچھے عمل کرنے والے ہیں ان میں سے مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا مغفرت کا اور بڑے اجر کا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سورۃ الحجرات

(مکمل)

جلد............۱۹

أیاتھا ۱۸ ۴۹ سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۶ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۱ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۳ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو لَا تُقَدِّمُوْا نہ بڑھو بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِیْعٌ سننے والا ہے عَلِیْمٌ جاننے والا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے لَا تَرْفَعُوْۤا نہ بلند کرو اَصْوَاتَكُمْ اپنی آوازیں فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ نبی ﷺ کی آواز پر وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ اور نہ بولو اونچی آواز

سے اس کے سامنے کَجَهْرِ بَعْضِكُمْ جیسا کہ بلند آواز سے بولنا تمہارا بعض لِبَعْضٍ بعض کے سامنے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ کہ حبط نہ ہو جائیں تمہارے اعمال وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تمھیں شعور بھی نہ ہو اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَغُضُّوْنَ جو پست رکھتے ہیں اَصْوَاتَهُمْ اپنی آوازوں کو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں امْتَحَنَ اللّٰهُ خالص کرلیا ہے اللہ تعالیٰ نے قُلُوْبَهُمْ ان کے دلوں کو لِلتَّقْوٰى تقویٰ کے لیے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اجر ہے بڑا اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يُنَادُوْنَكَ جو پکارتے ہیں آپ کو مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ حجروں کے سامنے سے اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ان کی اکثریت عقل سے خالی ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا اور اگر بے شک وہ صبر کرتے حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ یہاں تک کہ آپ ان کی طرف خود نکل کر آتے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو یہ بہتر ہوتا ان کے لیے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام حجرات ہے۔ اسی رکوع میں حجرات کا لفظ آرہا ہے اس وجہ سے اس کا نام حجرات ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ ایک سو پانچ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور اٹھارہ آیتیں ہیں۔ ان دو رکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے بڑے احکام بیان فرمائے ہیں جو ان شاء اللہ بیان ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُقَدِّمُوْا ۔ یہ باب تفعیل ہے اس کا معنیٰ ہے آگے کرنا۔ جیسا کہ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جو رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے دو تین روزے رکھ لیتے تھے لَا تُقَدِّمُوْا رَمَضَانَ بِیَوْمٍ وَّلَا یَوْمَیْنِ ''نہ رکھو تم رمضان سے پہلے ایک روزہ یا دو روزے۔'' بعض ایسے لوگ تھے جو رمضان المبارک کے مہینے سے پہلے ایک دو روزے رکھ لیتے تھے۔

مسئلہ :

مسئلہ سمجھ لیں کہ اگر کسی آدمی کی عادت ہے ہر مہینے کے آخر میں روزے رکھنے کی تو وہ رکھ سکتا ہے۔ عادت نہیں ہے محض استقبال رمضان کے لیے کوئی رکھتا ہے وہ منع ہے۔ اور کچھ ایسے لوگ تھے جو نماز عید سے پہلے قربانی کر لیتے تھے۔ مثلاً: حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قربانی کے فضائل سنے۔ ان کے پڑوسی انتہائی غریب تھے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر کے پڑوسیوں کو گوشت پہنچا دیا اور گھر والوں سے بھی کہا کہ گوشت پکاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز پڑھا کر واپس آ رہے تھے کہ ایک مکان سے گوشت پکنے کی خوشبو آئی۔ اس وقت چھوٹے چھوٹے کمرے ہوتے تھے آج کل کی کوٹھیوں کا تو اس وقت تصور بھی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیسا گوشت پک رہا ہے؟ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت میری قربانی کا گوشت ہے۔ فرمایا ابھی تو ہم نماز پڑھ کے آئے ہیں قربانی کب ہو گئی؟ انھوں نے کہا کہ حضرت! میں نے نماز سے پہلے ہی کر دی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ ''یہ گوشت ہے قربانی نہیں ہے۔''

مسئلہ یہ ہے کہ جس مقام پر عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نماز سے پہلے قربانی درست نہیں ہے۔ وہ بڑے پریشان ہوئے۔ کہنے لگے حضرت! اب میرے پاس صرف ایک بچہ ہے بکری کا جس کی عمر چھ ماہ سے زاید ہے اس کے سوا میرے پاس گنجائش نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قربانی کر لے وَلَا تُجْزِیْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ ''تیرے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے۔'' تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا کہ نماز عید سے پہلے قربانی نہ کرو۔

تو لَا تُقَدِّمُوْا کے اپنے معنٰی کو سامنے رکھ کر یہ معنٰی کرتے ہیں کہ آگے نہ کرو رمضان سے ایک یا دو روزے اور نہ آگے کرو تم قربانی عید کی نماز سے۔

قرآن تین علوم کے بغیر سمجھ نہیں آسکتا :

اور یاد رکھنا! قرآن کریم کی صحیح سمجھ اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک تین علوم پر عبور نہ ہو۔ صرف نحو کا علم، ادب کا علم اور لغت عرب کا علم۔ یہ تین فن کسی کو حاصل ہو جائیں تو پھر جا کر قرآن کریم کی صحیح سمجھ حاصل ہوتی ہے۔ الحمد للہ! یہاں کتنی بچیاں ہیں جن کو میں نے قاعدے کے مطابق ترجمہ پڑھایا ہے کہ صرف نحو کی کتابیں بھی پڑھائی ہیں، لغت بھی پڑھائی ہے۔ وہ قاعدے کے مطابق ترجمہ جانتی ہیں اور مختلف مقامات پر پڑھا رہی ہیں۔

اب تک جو کچھ بیان ہوا وہ لَا تُقَدِّمُوْا کو اپنے معنٰی میں رکھ کر بیان ہوا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ لَا تُقَدِّمُوْا باب تفعیل ہے لیکن تَفَعُّلُ کے معنٰی میں ہے۔ تو اب معنٰی ہوگا آگے نہ بڑھو، سبقت نہ کرو۔

شان نزول :

اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ بنو تمیم مسلمان ہو گیا لیکن اس

مسئلے میں ان کا آپس میں اختلاف ہوا کہ انتظامی امور سنبھالنے کے لیے اپنا سربراہ کس کو بنائیں، چودھری کس کو بنائیں؟ دو آدمی ان میں بڑے سمجھ دار تھے، اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ اور قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ۔ بعض نے کہا کہ یہ سردار بن جائے اور بعض نے کہا کہ وہ سردار بن جائے۔ فیصلے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا جھگڑا آپ کے سامنے پیش کیا۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار مقرر کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قعقاع بن معبد کو مقرر کرو یہ زیادہ موزوں ہے۔ شیخین کا آپس میں اختلاف ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آوازیں اٹھ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی لیکن پہلے فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے مومنو! ہو تم مومن لَا تُقَدِّمُوْا آگے نہ بڑھو بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی خاموش تھے اور یہ بولنے لگ گئے، یہ ان کی خطا تھی مگر اس خطا سے ایمان سے نہیں نکلے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ اے مومنو آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے۔ اور یاد رکھنا! جھگڑا خوبیاں بیان کرنے سے نہیں ہوتا برائیاں بیان کرنے سے ہوتا ہے۔

تم نے ریڑھی والوں کو دیکھا ہوگا کہ اپنے اپنے سودے کی تعریف کرتے ہیں۔ وہ بھی کہہ رہا ہے انگور میٹھے، یہ بھی کہہ رہا ہے انگور میٹھے۔ کوئی جھگڑا نہیں۔ جھگڑا اس وقت ہوگا کہ یہ کہے کہ میرے میٹھے ہیں اور اس کے کھٹے ہیں۔ میرا مال اچھا ہے اس کا نکما ہے۔ ہر کوئی اپنی نماز کی خوبی بیان کرے تو کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا اس وقت ہوگا ایک آدمی دوسرے کو کہے کہ میری تو نماز ہوئی ہے تیری نہیں ہوئی۔ کیونکہ تو نے رفع یدین نہیں کیا،

امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، پاؤں چوڑے نہیں کیے۔

تو خوبیاں بیان کرنے سے جھگڑا نہیں ہوتا شیخین نے بھی خوبیاں بیان کیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اس میں یہ خوبی، یہ خوبی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اس میں یہ خوبی ہے، یہ خوبی ہے۔ دلوں میں کوئی فتور نہیں تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے گفتگو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور تنبیہ فرمائی کہ اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ اور نہ بلند آواز سے بات کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ جیسا کہ بلند آواز سے بولنا ہے تمہارا بعض کا بعض کے ساتھ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے آواز کو بلند کرنا اعمال کے ضائع کرنے کا ذریعہ ہے، اعمال برباد ہو جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز طبعی طور پر بلند تھی مگر اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد اتنا آہستہ بولتے تھے کہ ان کی بات سمجھنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار پوچھتے تھے کہ عمر! تو نے کیا کہا ہے؟ میں نے تیری بات نہیں سنی۔ دیکھو بڑی عجیب بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہوتے ہوئے آہستہ بات کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن نہیں سکتے۔ اور اہل بدعت کہتے ہیں کہ ہم یہاں جو باتیں کرتے ہیں وہ

آپ سنتے ہیں۔ اگر ہم یہاں سے پکاریں یارسول اللہ مدد! تو آپ ﷺ وہاں سے سنتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ نظریہ بالکل شریعت کے خلاف ہے۔ اور یاد رکھنا! بدعتی آدمی کی نہ نماز قبول ہے، نہ روزہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ زکوٰۃ، کوئی شے قبول نہیں ہے۔ ویسے ہی ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔ توحید وسنت ہوگی تو عبادتیں ٹھکانے لگیں گی۔ شرک وبدعت کے ہوتے ہوئے کوئی عبادت قبول نہیں اور سارے اہل حق آنحضرت ﷺ کے حاضر وناظر ماننے کو کفر کہتے ہیں۔ اور تمام فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ یا بزرگوں کی ارواح کے بارے میں یہ کہے کہ وہ حاضر ہے یہ نظریہ رکھنے والا آدمی پکا کافر ہے۔ اور یہ بریلوی جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ بھئی! جب تم آپ ﷺ کو حاضر وناظر مانتے ہو تو پھر بلند آواز سے کیوں بولتے ہو؟ اگر آپ ﷺ موجود ہیں تو پھر گلے کیوں پھاڑتے ہو؟ اس طرح تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ (اعمال ہیں کہاں جو ضائع ہو جائیں گے۔ کیونکہ بدعتی آدمی کا عمل کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ مرتب) لہذا آپ ﷺ کے متعلق حاضر وناظر کا عقیدہ رکھنے والے نہ تقریریں کریں اور نہ بلند آواز سے نعتیں پڑھیں کہ قرآن کہتا ہے آپ ﷺ کی موجودگی میں آواز بلند کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز فطری طور پر بلند تھی۔ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ڈر کے گھر بیٹھ گئے کہ میرے اعمال ہی ضائع نہ ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ثابت نظر نہیں آرہے کیا وہ بیمار ہیں؟ انھوں نے عرض کیا حضرت وہ تو میرا پڑوسی ہے مگر مجھے اس کی بیماری کا علم نہیں ہے۔ جا کر

معلوم کیا تو انھوں نے بتایا کہ میں اس لیے نہیں آتا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے اعمال نہ ضائع ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ آیت کا مطلب آپ صحیح نہیں سمجھے۔ مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر آواز بلند نہ کرو طبعی طور پر بلند آواز مراد نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَنْتَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ''اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ تو جنتی آدمی ہیں۔''

تو فرمایا اپنی آوازوں کو آنحضرت ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ بے شک وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یہ وہی لوگ ہیں امْتَحَنَ اللّٰهُ۔ امام بخاری ترجمہ کرتے ہیں اَخْلَصَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے خالص کر لیا ہے قُلُوْبَهُمْ ان کے دلوں کو لِلتَّقْوٰی تقویٰ کے لیے۔ جو آپ ﷺ کی موجودگی میں آہستہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو چن لیا ہے تقوے کے لیے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ان کے لیے بخشش ہے اور اجر ہے بڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کر دی ہے اور اجر بہت بڑا ہے۔

اور مسئلہ: عربی کا مشہور مقولہ ہے:

صَاحِبُ الْغَرْضِ مَجْنُوْنٌ

﴿غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔﴾

اس کو اپنی غرض کے ساتھ غرض ہوتی ہے اور کسی کے دکھ سکھ کو نہیں سمجھتا۔

آدابِ رسول اکرم ﷺ :

عام لوگوں کو جب مسائل کی ضرورت ہوتی تھی (مسائل درپیش ہوتے) تو مسجد

نبوی میں آکر دیکھتے کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں تو مسائل دریافت کر لیتے۔ اگر آپ ﷺ مسجد نبوی میں نہ ہوتے تو پوچھتے کہ کون سے حجرے میں ہیں آج کس بیوی کی باری ہے؟ وہاں جا کر دروازے پر کھڑے ہو جاتے۔ ٹاٹ کا پردہ لٹکا ہوتا تھا اور یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ، انتہائی پیار کے ساتھ آواز دیتے۔ یہ مخلص مومنوں کی بات ہے۔ اور دیہاتی لوگ آتے جو آداب سے واقف نہ ہوتے تو وہ بلند آواز سے کہتے یَا مُحَمَّد اُخْرُجْ اِلَیْنَا "اے محمد (ﷺ)! باہر ہمارے پاس آؤ۔" اور منافق بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اس طرح آوازیں دینے سے کہ تمھیں اس طرح بلانے کا حق نہیں ہے۔ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ بے شک وہ لوگ جو پکارتے ہیں آپ کو، بلاتے ہیں آپ کو مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ حجروں کے پیچھے سے، کمروں کے سامنے کھڑے ہو کر۔ وَرَاء کا لفظ اضداد میں سے ہے۔ اس کا معنیٰ سامنے کا بھی ہوتا ہے اور پیچھے کا بھی ہوتا ہے اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اکثریت ان کی عقل سے خالی ہے۔ اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے میں ہوتے اور وحی نازل ہوتی تھی اور وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ اس کی شدت سے سردی کے موسم میں بھی آپ ﷺ کو پسینا آجاتا تھا۔ اب ادھر تو وحی نازل ہو رہی ہے اور یہ دیوانہ باہر آوازیں لگا رہا ہے، یوں وحی میں خلل ہوتا۔

بعض دفعہ آپ ﷺ گھر میں نفلی عبادت میں مشغول ہو جاتے اور کئی کئی پارے پڑھ دیتے تھے۔ تو آپ ﷺ نفل پڑھ رہے ہیں اور یہ دیوانہ باہر سے آوازیں مار رہا ہے، بعض دفعہ آپ ﷺ آرام فرما رہے ہوتے تھے اور بعض دفعہ آپ ﷺ خانگی معاملات میں ہیں اور یہ دیوانہ باہر سے آوازیں لگا رہا ہے جو مناسب نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے

پابندی لگادی کہ آپ ﷺ کے کمروں کے باہر کھڑے ہوکر آوازیں نہ دو۔ فرمایا بے شک وہ لوگ جو پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے سامنے سے اکثریت ان کی عقل سے خالی ہے کہ ان کو اندرونی کیفیت کا علم ہی نہیں ہے کہ آپ کس حال میں ہیں وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا اور اگر بے شک وہ صبر کرتے حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ یہاں تک کہ آپ خود ان کی طرف باہر تشریف لے آتے لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اگر کسی کو آپ ﷺ کے ساتھ کام ہے بیٹھ جائیں، انتظار کریں، مسجد میں چلے جائیں جس وقت آپ ﷺ باہر تشریف لائیں بات کرلیں۔ یہ ان کے حق میں بہتر ہے کہ اس میں نبوت کے آداب کا لحاظ ہے۔ آپ ﷺ شفقت کی نگاہ سے دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔

مسائلِ استیذان :

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو جب تک کہ تم اجازت نہ مانگ لو اور جب تک تم سلام نہ کر لو اُن کے گھر والوں پر، یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ (سورۃ نور: ترجمہ آیت نمبر ۲۷) فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا "پس اگر نہ پاؤ گھر میں کسی کو فَلَا تَدْخُلُوْهَا تو پھر داخل نہ ہو ان میں حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ یہاں تک کہ تم کو اجازت دی جائے وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا اور اگر تم سے کہا جائے واپس لوٹ جاؤ فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ [ایضاً؛ آیت ۲۸] "پس واپس چلے جاؤ یہ بات تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔"

اگر اہل خانہ کہیں کہ اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی تو واپس چلے جاؤ جھگڑا نہ کرو،

تکرار نہ کرو کہ میں بڑی دور سے آیا ہوں، میں یہ ہوں وہ ہوں، میں ایسا ہوں۔ قرآن کریم کا حکم ہے وقت ہوگا ملاقات ہوگی وقت نہیں ہے تو نہیں۔ آخر جس کو تم ملنا چاہتے ہو وہ بھی انسان ہے اس کے بھی مسائل ہیں اس کا بھی خیال کرو۔

میں تمھیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ میں لوگوں کی آمدورفت سے اتنا تنگ آگیا ہوں کہ کچھ بتا نہیں سکتا۔ پھر یہ تعویذ لینے والے تو نہ مجھے دوپہر کو سونے دیتے ہیں اور نہ اطمینان سے نماز پڑھنے دیتے ہیں۔ چونکہ مفت کے تعویذ ہوتے ہیں اس لیے یہ خواتین بھاگتی ہوئی آجاتی ہیں دروازہ کھٹکھٹا کر کہتی ہیں مولوی صاحب کو اٹھاؤ ہم بڑی دور سے آئی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ فیس لگادوں کہ ایک تعویذ پانچ سو روپے میں ملے گا تا کہ میری جان چھوٹ جائے۔ میں بہت تنگ آ گیا ہوں میری عمر دیکھو! میرا بڑھاپا دیکھو! میری بیماریاں دیکھو! صرف اپنا الو سیدھا کرتے ہیں دوسرے کا کوئی خیال نہیں ہے۔ دوسرے کا بھی خیال کرو وہ بھی انسان ہے۔ لوہے اور ربڑ کا تو بنا ہوا نہیں ہے اس کے حالات کا بھی خیال رکھو۔

تو فرمایا اگر یہ صبر کرتے کہ آپ خود باہر تشریف لاتے تو یہ صبر ان کے لیے بہتر ہوتا

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝٦ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝٧ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝٨ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝٩ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝١٠

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اے وہ لوگو آمَنُوا جو ایمان لائے ہو إِنْ جَاءَكُمْ اگر لائے تمہارے پاس فَاسِقٌ کوئی کچا آدمی بِنَبَإٍ کوئی خبر فَتَبَيَّنُوا پس خوب تحقیق کرلو أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا کہ تم مصیبت میں ڈال دو کسی قوم کو بِجَهَالَةٍ جہالت کی وجہ سے فَتُصْبِحُوا پھر ہو جاؤ تم عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ اس کارروائی پر جو تم نے کی ہے نَادِمِينَ پشیمان وَاعْلَمُوا اور جان لو أَنَّ فِيكُمْ بے شک تمہارے اندر رَسُولَ اللَّهِ اللہ کا رسول ہے

لَوْ يُطِيعُكُمْ اگر وہ تمہاری بات مانے فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ بہت سے معاملات میں لَعَنِتُّمْ تو تم مشقت میں پڑ جاؤ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ لیکن اللہ تعالیٰ نے حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ محبوب قرار دیا ہے تمہارے لیے ایمان کو وَزَيَّنَهُ اور اس کو مزین کیا ہے فِي قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں میں وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ اور ناپسند کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کفر وَالْفُسُوقَ اور نافرمانی وَالْعِصْيَانَ اور حکم عدولی أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ یہی لوگ ہیں سیدھے راستے پر چلنے والے فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وَنِعْمَةً اور اس کی نعمت ہے وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے وَإِن طَائِفَتَانِ اور اگر دو گروہ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ایمان والوں میں سے اقْتَتَلُوا آپس میں لڑ پڑیں فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا پس صلح کرا دو ان دونوں کے درمیان فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا پس اگر ان میں سے ایک سرکشی کرے عَلَى الْأُخْرَىٰ دوسرے پر فَقَاتِلُوا پس تم لڑو الَّتِي اس کے ساتھ تَبْغِي جو زیادتی کرتا ہے حَتَّىٰ تَفِيءَ یہاں تک کہ لوٹ آئے إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف فَإِن فَاءَتْ پس اگر وہ لوٹ آئے فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا پس تم صلح کرا دو ان کے درمیان بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ وَأَقْسِطُوا اور انصاف کرو إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ إِنَّمَا

اَلْمُؤْمِنُوْنَ پختہ بات ہے مومن اِخْوَةٌ بھائی بھائی ہیں فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ پس صلح کراؤ اپنے بھائیوں کے درمیان وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

شانِ نزول :

پہلی دو آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ تھا بنو مصطلق۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ یہ خود بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کر رہا ہے اور دوسرے قبائل کو بھی ابھار اور آمادہ کر رہا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ افواہوں پر یقین نہیں کرتے تھے آپ ﷺ نے چند ساتھی تحقیق کے لیے بھیجے کہ آیا یہ خبر صحیح ہے یا غلط ہے۔ چنانچہ وہ ساتھی مسافروں اور تاجروں کے روپ میں گئے اور چند دن اس علاقے میں گزارنے کے بعد آکر رپورٹ پیش کی کہ واقعتاً وہ لوگ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں اور تیاری کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر ہم پہل کر کے خود ان پر حملہ کریں گے۔ سن پانچ ہجری کا آخر تھا اور چھ ہجری کی ابتداء تھی۔ آپ ﷺ نے پانچ سو ساتھیوں کے ہمراہ ان پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہتھیار ڈال دیئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس غزوہ کو غزوہ بنو مصطلق بھی کہتے ہیں کیونکہ اس قبیلے کے ساتھ لڑائی ہوئی اور غزوہ مُریسیع بھی کہتے ہیں کیونکہ اس علاقے کا نام مریسیع تھا۔

مسلمان ہونے کے بعد جانوروں کی زکوٰۃ اور زمین کی پیداوار اور عشر اور باغوں کی پیداوار سے زکوٰۃ حکومت خود وصول کرتی ہے۔ اور سونا چاندی، سامان تجارت اور نقد پیسے کی زکوٰۃ خود مالک ادا کرتا ہے حکومت لینے کی مُجاز نہیں ہے۔

ضیاء حکومت کی مدارس کے خلاف ایک سازش :

ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں یہ قانون پاس ہوا کہ پیسوں کی زکوٰۃ حکومت بینکوں سے کاٹے گی۔ ہم نے بڑا احتجاج کیا، شور مچایا، خط بھی لکھے، ملاقاتیں بھی کیں مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اصل میں اس کے پیچھے بہت بڑی سازش تھی دینی مدارس کو بند کرنے یا کنٹرول کرنے کی۔ ضیاء الحق کے اردگرد جو غلط کار لوگ تھے انھوں نے اس کو مشورہ دیا کہ دینی مدارس زکوٰۃ، صدقات پر چلتے ہیں زکوٰۃ جب حکومت وصول کرے گی تو یہ ختم ہو جائیں گے یا حکومت کے قبضے اور کنٹرول میں آ جائیں گے۔ چنانچہ حکومت نے یکم رمضان سے زکوٰۃ کاٹنا شروع کر دی۔ لیکن ان خبیثوں کی یہ پالیسی ناکام ہوئی۔ الحمدللہ! دینی مدارس چلتے رہے اور چل رہے ہیں۔

ہمارے مدرسہ نصرۃ العلوم میں اس وقت اٹھارہ سو (۱۸۰۰) طلبہ اور طالبات پڑھتے تھے اور ساٹھ افراد پر مشتمل عملہ تھا۔ پنجاب حکومت کا نمائندہ ہمارے پاس آیا پھر مرکزی حکومت کا نمائندہ ہمارے پاس آیا کہ تمہارے مدرسے کا کافی خرچہ ہے دورۂ حدیث تک کے طلبہ ہیں ہم سے چار لاکھ سالانہ لے لیا کرو۔ ہم نے کہا کہ ہم نے ایک پیسہ بھی نہیں لینا۔ مرکز کی طرف سے آنے والوں نے ہمیں ڈرایا دھمکایا بھی کہ حکومت دیتی ہے تم کیوں نہیں لیتے؟ گرفتار ہو سکتے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم نے پہلے بھی جیلیں کاٹی ہیں یہ جیل بھی بھگت لیں گے لیکن تم سے رقم نہیں لیں گے۔ رب تعالیٰ کا کام ہے وہ خود چلائے گا۔ پیسے نہیں لیے رب نظام چلا رہا ہے۔ ہمارے گکھڑ کے ساتھی چودھری ریاض احمد صاحب سے پہلے سال غلطی ہوئی کہ مجھ سے بالا بالا انھوں نے حکومت سے زکوٰۃ لے لی۔ اگلے سال میں ڈٹ گیا کہ نہیں لینی۔ پھر کبھی نہیں لی۔

الحمد للہ! ہمارے ہاں گکھڑ میں مجموعی لحاظ سے اٹھارہ، انیس قاری اور آٹھ،نو استانیاں کام کر رہی ہیں جن کا میں برائے نام سرپرست ہوں۔ بیرونی طلبہ بھی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کام چل رہا ہے۔ پھر ہمارا کوئی سفیر بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی حقیقی مدد اور ظاہری طور پر ساتھیوں کا تعاون ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حکومت کی پالیسی ناکام ہوگئی کہ ہم زکوٰۃ وصول کر لیں گے تو یہ مولوی بھوکے مر جائیں گے اور مدرسے ختم ہو جائیں گے۔ حالانکہ مدرسے پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔

تو خیر جانوروں کی زکوٰۃ، زمین کی پیداوار اور جانوروں اور پھلوں کی زکوٰۃ حکومت وصول کرتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابی مُعَیط رضی اللہ عنہ کو جو نوعمر صحابی اور بڑے حساب دان تھے ان کو سفیر بنا کر قبیلہ بنو مصطلق کی طرف بھیجا زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے۔ یہ بڑے خوش ہوئے کہ مجھے عہدہ ملا ہے اکیلے ہی چل پڑے۔ پہلے خالی الذہن تھے جس وقت بستی کے قریب پہنچے تو خیال آیا کہ میری تو زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ عداوت اور لاگت بازی تھی۔ کہیں مجھے اکیلا دیکھ کر قتل نہ کر دیں۔ ادھر اتفاق ایسا ہوا کہ جب ان لوگوں کو اطلاع ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کا نمائندہ آرہا ہے، تو استقبال کے لیے وہی لوگ باہر نکلے جن کے ساتھ ان کی عداوت تھی۔ یہ اُن کو دیکھ کر واپس بھاگ آئے۔ اُنھوں نے بھی اپنی سواریاں ان کی سواری کے پیچھے دوڑا دیں کہ یہ آئے کیوں اور گئے کیوں؟ تھوڑا سا تعاقب کر کے پھر انھوں نے پیچھا چھوڑ دیا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر کہنے لگے حضرت! قسمت نے ساتھ دیا ورنہ وہ تو مجھے قتل کر دیتے۔ مجھے قتل کرنے کے لیے سارا گاؤں باہر آ گیا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضرت! آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان کے خلاف جہاد کی تیاری کریں یوں لگتا ہے کہ وہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گئے ہیں۔ اِدھر اُن کے خلاف جہاد کی تیاری ہو رہی تھی کہ ان کا نمائندہ وفد آ گیا اور کہا کہ حضرت! معلوم نہیں ہوسکا کہ آپ کا نمائندہ آیا بھی اور واپس بھی بھاگ آیا۔ پتا نہیں چلا کیوں بھاگا۔ ہم تو استقبال کے لیے باہر آئے تھے کہ عزت کے ساتھ ان کو گاؤں لے جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا وہم تھا حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کام آنے والا ضابطہ بیان فرمادیا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں فَاسِقٌ کا ترجمہ کرتے ہیں کچا آدمی۔ اگر لائے تمہارے پاس کوئی کچا آدمی خبر تو اس کی خبر پر یقین نہ کرو فَتَبَیَّنُوْۤا پس خوب تحقیق کرلو۔ کیوں؟ اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ کہ مصیبت میں ڈال دو کسی قوم کو جہالت کی وجہ سے کہ کچے آدمی کی بات پر یقین کر کے کسی قوم پر حملہ کر کے اس کو مصیبت میں ڈال دو اور خود بھی مصیبت میں پڑ جاؤ اور حقیقت کچھ اور ہو فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ پھر ہو جاؤ اس کارروائی پر جو تم نے کی ہے پشیمان۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بندہ اس قاعدے پر عمل کرے تو جھگڑے ہی نہ ہوں۔ نہ گھروں کے، نہ عورتوں کے، نہ بچوں کے، نہ بڑوں کے، نہ چھوٹوں کے، نہ جماعتوں کے۔ اب ہوتا اس طرح ہے کہ کوئی بات پہنچتی ہے تو بغیر تحقیق لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ بات ہی غلط تھی۔ لہٰذا اس قاعدے کو پلے باندھ لو۔

یہ رب تعالیٰ کا ضابطہ تمام لوگوں کے لیے ہے کہ ہر کہہ مکہہ کی بات پر یقین نہ کرو اس کی تحقیق کرلو۔ پھر جو کچھ کرنا ہے کرو وَاعْلَمُوْۤا اور جان لو اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ

بے شک تمہارے اندر اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں۔ مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ اس وقت تشریف فرماتھے، زندہ موجود تھے لَوْ یُطِیْعُکُمْ اگر وہ تمہاری بات مان لیا کریں فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ بہت سے معاملات میں، بہت ساری چیزوں میں لَعَنِتُّمْ تو تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ۔ عَنِتُّمْ کا معنٰی یہ بھی کرتے ہیں کہ تم گناہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بے گناہوں کے خلاف کارروائی کرنا گناہ ہی میں مبتلا ہونا ہے۔ اور عَنَتَ کا معنٰی فساد بھی ہے اور ہلاکت بھی ہے۔ تم فساد میں پڑ جاؤ گے، ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔

تو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا نبی بہت سے معاملات میں تمہاری بات کو مانے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب کر دیا تمہارے لیے ایمان کو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جو اس وقت مخاطب تھے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان کو محبوب قرار دے دیا وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ اور مزین کر دیا اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے دلوں میں وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ اور ناپسند کیا تمہارے لیے کفر کو وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اور نافرمانی اور حکم عدولی کو۔

فسق اور عصیان میں فرق :

فسق اس گناہ کو کہتے ہیں جو سامنے نظر آئے۔ مثلاً: ایک آدمی نے ڈاڑھی صاف کرائی ہوئی ہے یا مٹھی سے کم کی ہوئی ہے۔ کیونکہ جیسے ڈاڑھی کا منڈوانا گناہ اور حرام ہے اسی طرح مٹھی سے کم کرانا بھی گناہ اور حرام ہے۔ مٹھی بھر ڈاڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اس سے زائد اگر کوئی کٹوائے تو جائز ہے نہ کٹوائے تو بڑی اچھی بات ہے۔ یا سر پر انگریزوں کی طرح بال رکھائے۔ تو یہ گناہ نظر آتے ہیں۔ یہ فسق کہلاتے ہیں۔

اور عصیان ایسے گناہ کو کہتے ہیں جو سامنے نظر نہ آئے۔ جیسے جھوٹ ہے، غیبت

ہے، ان کا وجود تو نہیں ہے جو نظر آئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسے گناہ بھی ناپسند کیے ہیں جو نظر نہیں آتے اور ایسے گناہ بھی تمہارے لیے، اپنے پیغمبر کے صحابہ کے لیے ناپسند کیے ہیں جو نظر آتے ہیں۔ کفر و شرک، ہر قسم کا گناہ، ظاہری باطنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ناپسند کیا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ یہی لوگ ہیں راہ راست پر چلنے والے فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وَنِعْمَةً اور اس کی نعمت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ایمان اور نیکی کی توفیق دی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! تیرا فضل و کرم ہے، تیری نوازش ہے کہ تو نے مجھے ایمان اور نیکی کی توفیق دی ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

شانِ نزول :

اگلی دو آیتوں کا شان نزول اس طرح ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی انتہائی شریر قسم کا آدمی تھا۔ شکل و صورت، قد و قامت اس کی ایسی تھی کہ دیکھنے والا آدمی اس کو دیکھ کر مرعوب ہو جاتا تھا۔ اسلام کے خلاف اور آنحضرت ﷺ کے خلاف عداوت میں اس نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق اس خبیث نے ''اذل'' کا لفظ بھی استعمال کیا جو قرآن کریم میں موجود ہے۔ اس کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ حضرت! اس کے گھر جا کر اس کو اسلام کی دعوت دیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس نے ظاہری طور پر کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ گھر دشمن بھی آ جائے تو لوگ حیا کرتے ہیں کہ میرے گھر آ گیا ہے۔ تو حضرت! آپ ﷺ اس کے گھر جا کر دعوت دیں اسلام کی۔ اتمام حجت بھی ہو جائے گی اور شاید اس کی شرارتیں بھی مدہم پڑ جائیں۔ فرمایا

ٹھیک ہے چلتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے گدھے پر سوار ہو کر جس کا نام عُفیر تھا اس کے پاس گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ وہ باہر اپنے ڈیرے میں بیٹھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ گپیں مار رہا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو اس نے اپنی ناک بند کر کے کہا کہ اپنے اس گدھے کو پیچھے کرو کہ مجھے اس کے پسینے کی بدبو آ رہی ہے۔ بدبخت نے آنحضرت ﷺ کو نہ پہچانا کہ یہ کون شخصیت ہیں۔ عُفیر گدھے کے برابر بھی اس کو شعور نہیں تھا۔ اس گدھے کا حال یہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ گدھا بڑا پریشان ہوا۔ کبھی مسجد نبوی کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو جاتا، کبھی ازواج مطہرات کے حجرے کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا، کبھی کسی جگہ، کبھی کسی جگہ کھڑا ہو کر آنحضرت ﷺ کا انتظار کرتا جب عفیر گدھے نے سمجھا کہ آپ ﷺ دنیا میں نہیں رہے تو اس نے ایک اونچے ٹیلے سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کر لی۔ حیوان مکلّف نہیں ہوتا کہ اس پر کوئی قانون لاگو ہو۔ لیکن اس گدھے ابن ابی کو آپ ﷺ کی پہچان نہ ہوئی۔ کہنے لگا اپنے اس گدھے کو پیچھے ہٹاؤ مجھے اس کے پسینے کی بدبو آ رہی ہے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے گدھے کی بو تیرے پسینے سے اچھی ہے۔ تو ابن ابی کے ایک ساتھی نے جواب دیا۔ طرفین سے جملوں کا تبادلہ ہوا یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی، لاٹھیاں، جوتے بھی چلے۔ اس لڑائی میں عبداللہ بن ابی کی برادری کے مسلمان بھی تھے۔ تحقیق حال کے بغیر برادری سسٹم کے تحت وہ بھی لڑائی میں شریک ہو گئے۔ اِدھر بھی مسلمان اُدھر بھی مسلمان شریک ہیں۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

فرمایا وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور اگر دو گروہ ایمان والوں میں سے

اقْتَتَلُوْا آپس میں لڑ پڑیں، جھگڑ پڑیں فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا تو ان دونوں کے درمیان صلح کرادو فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا پس اگر زیادتی کرے ان میں سے ایک گروہ عَلَى الْاُخْرٰى دوسرے پر۔تم سمجھتے ہو کہ یہ گروہ زیادتی کر رہا ہے فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ پس تم لڑو اس گروہ کے ساتھ جو زیادتی کرتا ہے۔سب مل کر اس کے ساتھ لڑو کہ اس کا دماغ درست ہو جائے حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ یہاں تک کہ لوٹ آئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف۔جب تک وہ رب تعالیٰ کے حکم کو تسلیم نہ کرے اس باغی کے ساتھ لڑو فَاِنْ فَآءَتْ پس اگر وہ گروہ لوٹ آئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا تو صلح کرادو ان دونوں کے درمیان بِالْعَدْلِ عدل کے مطابق وَاَقْسِطُوْا اور انصاف کرو، تحقیق کرو کس کی زیادتی ہے، ظالم کون ہے؟ مظلوم کون ہے؟ تحقیق کر کے مظلوم کا ساتھ دو ظالم کے خلاف لڑو اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ۔اسلام آپس کی لڑائی کو پسند نہیں کرتا۔اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو ان کا تماشا نہ دیکھو بلکہ ان کے درمیان صلح کراؤ۔یہاں تک کہ اگر دو بچے بھی آپس میں لڑتے ہوئے نظر آئیں تو ان کا بھی تماشا نہ دیکھو کہ کیسے لڑتے ہیں؟ بلکہ ان کے درمیان صلح کراؤ، لڑائی سے الگ کرادو۔حتیٰ کہ اسلام تو جانوروں کی لڑائی کو بھی گوارا نہیں کرتا۔

جانوروں کو آپس میں لڑانے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔لوگ ریچھ اور کتے کو لڑاتے ہیں، کتے لڑاتے ہیں، بھینسے لڑاتے ہیں، اونٹ لڑاتے ہیں، تیتر بٹیر لڑاتے ہیں۔یہ سب از روئے شریعت حرام ہے۔اور بعض جگہ صرف لڑاتے نہیں بلکہ ساتھ رقمیں بھی رکھتے ہیں یہ بالکل حرام ہے، یہ جوا ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ پختہ بات ہے کہ مومن بھائی بھائی ہیں فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ پس صلح کرادو اپنے بھائیوں کے درمیان کہ صلح ہی معاشرے میں امن وامان کی ضمانت ہے وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی نافرمانی نہ کرو اس کے احکام کی پابندی کرو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ رحم تب ہی ہوگا جب تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کروگے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ٹھٹھا نہ کرے کوئی قوم دوسری قوم سے عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا ممکن ہے کہ وہ خَيْرًا مِّنْهُمْ ان سے بہتر ہوں وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اور نہ برے لقب ڈالو بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ برا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ اور جس نے توبہ نہ کی فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظالم يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اجْتَنِبُوْا بچو تم كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ بہت سے گمانوں سے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بے شک بعض گمان گناہ ہیں وَّلَا تَجَسَّسُوْا اور نہ جاسوسی کرو وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اور نہ غیبت کرے تم میں سے بعض بعض کی اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا کہ کھائے اپنے مردہ بھائی کا گوشت فَكَرِهْتُمُوْهُ پس تم اس کو ناپسند کرتے ہو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا اور بنائے ہم نے تمہارے بڑے قبیلے وَّقَبَآئِلَ اور چھوٹے قبیلے لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم آپس میں جان پہچان رکھو اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے اَتْقٰكُمْ جو تم میں بڑا متقی ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

ربطِ آیات :

ان آیات سے پہلی آیات میں اس چیز کا بیان تھا کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرا دو۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو لڑائی کا سبب بنتی ہیں۔ ان میں سے پہلی چیز کسی کا مذاق اڑانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا

يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم دوسری قوم سے۔ یہاں قوم سے مرد مراد ہیں کیونکہ عورتوں کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مرد مردوں کے ساتھ ٹھٹھا نہ کریں عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں جن کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں وہ ان ٹھٹھا کرنے والوں سے بہتر ہوں۔ مثلاً: یہ گورا ہے وہ کالا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کالے کا درجہ زیادہ ہو۔ اگر کوئی لنگڑا ہے، اندھا ہے، بھینگا ہے، وہ ٹھٹھا کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو لہٰذا ٹھٹھا کسی کے ساتھ نہ کرو اس سے دوسرے کی تذلیل اور تحقیر ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو ذلیل سمجھنا بڑا گناہ ہے۔ اور ٹھٹھا کرنے سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور بسا اوقات نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

آج سے چار دن پہلے کی بات ہے تم نے اخبار میں پڑھا ہو گا کہ ہنگری کے ایک ٹھٹھے باز (مسخرے) نے ایسے تمسخر کیے کہ چھ آدمی موقع پر ہنستے ہنستے مر گئے۔ تو مسخرہ کرنا حرام ہے کسی کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ٹھٹھا کریں۔ کیوں؟ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ممکن ہے یہ ان سے بہتر ہوں۔ جن کے ساتھ ٹھٹھا کرتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سے بہتر ہوں۔

جھگڑے کا دوسرا سبب: وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور نہ عیب لگاؤ اپنی جانوں پر۔ اپنی جانوں سے مراد بھائی، رشتہ دار، عزیز ہیں۔ اب معنیٰ ہو گا ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ۔ کسی کو کانا، اندھا، لنگڑا نہ کہو۔ وہ تمہیں اندھا، کانا، لنگڑا کہے گا، لڑائی ہو گی۔ اگر اندھا ہے تو رب نے اس کو اندھا کیا ہے تم نے تو نہیں کیا۔ لنگڑا، لولا، گورا، کالا، سب رب نے بنایا ہے اس کی مخلوق ہے۔ اس کو طعنے دینے کے بجائے تم خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر یہ عیب نہیں رکھے۔ گورے کالے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

واقعہ: امریکہ میں ایک کالے رنگ کا آدمی تھا۔ پہلے اس نے اپنا نام محمد رکھا پھر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ نبوت کے دعوے کے بعد اس نے کہا آدم علیہ السلام کی اولاد صرف کالے ہیں اور یہ گورے شیطان کی اولاد ہیں۔ اس کا بیٹا تھا محمد دین، بڑا سمجھ دار تھا۔ اس نے کہا کہ میرا والد کافر ہے اور اپنی قوم کی اصلاح کی۔

اس کی دوسری تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اگر تم کسی پر عیب لگاؤ گے کہ تو ایسا ہے تو وہ تمھیں بھی جواب دے گا اور کہے گا تو بھی ایسا ہے۔ تو اب تم اپنے اوپر عیب لگوانے کا خود سبب بنے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ تم اپنے ماں باپ کو گالیاں نہ دو۔ کسی نے پوچھا حضرت! اپنے ماں باپ کو کون گالیاں دیتا ہے؟ فرمایا تم کسی کے ماں باپ کو گالی دو گے وہ تمھاری ماں اور تمھارے باپ کو گالی دے گا تو گویا تو نے اپنے ماں باپ کو خود گالی دی ہے۔ لیکن خدا پناہ! آج تو براہ راست بھی ماں باپ کو گالیاں دینے والے موجود ہیں، مارنے پیٹنے والے موجود ہیں۔ تو کسی پر عیب لگانا یہ دوسرا سبب ہے لڑائی کا۔

تیسرا سبب: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اور نہ ڈالو برے لقب، چڑانے کے لیے۔ مثلاً: تم کسی کو کہو او ٹینڈے، او کدو، او چوہے، او کریلے۔ اس طرح کے القاب بھی لڑائی کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا یہ بُرے لقب کسی کے مت رکھو بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بُرا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد۔ ایمان لانے کے بعد تم مومن بن چکے ہو۔ بُرے القاب ڈالنے کے بعد فاسق ہو جاؤ گے۔ تو کیا مومن ہو جانے کے بعد فاسق بننا پسند کرتے ہو۔ اور جس آدمی کی زبان محتاط نہ ہو وہ شرعی طور پر گواہ بھی نہیں بن سکتا اور محدثین اس کی روایت بھی قبول نہیں کرتے۔ تو فرمایا بُرا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ اور جس نے توبہ نہ کی ایسی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ہیں ظالم۔ ایسا کرنے میں اس نے بندے کا بھی حق ضائع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی ضائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق اس طرح ضائع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ کسی کو ٹینڈا، کدو وغیرہ نہ کہو اور یہ باز نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا۔ اور بندے کا حق ضائع کیا کہ اس کو بُرے القاب سے یاد کیا۔ لہٰذا توبہ دو حقوق سے ہوگی۔

① ایک اللہ تعالیٰ سے مانگے گا کہ اے پروردگار! تو نے مجھے منع کیا تھا لیکن مجھ سے غلطی ہوگئی مجھے معاف کر دے۔

② اور اس آدمی سے بھی معافی مانگو کہ بھائی جی! میں نے غلطی سے یہ الفاظ کہے ہیں مجھے معاف کر دیں۔ جب اس طرح معافی نہیں مانگے گا تو یہ نہیں ہوگی۔ محض توبہ توبہ کہنے کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔

جھگڑے کا چوتھا سبب ہے بدگمانی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ بچو تم بہت سارے گمانوں سے۔ کسی کے بارے میں بدگمانی بھی گناہ ہے اور بدگمانی بھی انسان کو لڑائی تک پہنچا دیتی ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے بھائی کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ ایک آدمی ایک بات کرتا ہے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا مگر دوسرا آدمی اس کو خواہ مخواہ کھینچ کر اپنے اوپر منطبق کرتا ہے یا اپنے عزیزوں پر منطبق کرتا ہے تو یہ حرام ہے۔ ایسی بدگمانی جائز نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے "ظُنُّوا الْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا" "مومنوں کے بارے میں اچھا گمان کرو" کسی نے کوئی بات کی ہے یا کوئی کام کیا ہے تو اس کو اچھے محل پر محمول کرو یہ نہ کہو کہ اس نے یہ بات میری ضد میں کی ہے۔ یہ بدگمانی بعض دفعہ لڑائی تک پہنچا دیتی ہے

اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

لڑائی کا پانچواں سبب کسی کی جاسوسی کرنا ہے: فرمایا وَّلَا تَجَسَّسُوۡا اور جاسوسی نہ کرو کسی کی۔ایک آدمی کمرے میں بیٹھا اپنا کام کر رہا ہے کوئی آدمی اس کی جاسوسی کرے کہ دیکھو یہ کیا کر رہا ہے۔اس کو جب علم ہوگا تو وہ کہے گا تم کون ہوتے ہو ہماری نگرانی کرنے والے؟ تو لڑائی ہوگی۔یا کسی کے گھر کے حالات کی جاسوسی کرنا، یہ بھی اچھی بات نہیں ہے،لڑائی کا سبب ہے۔ہاں! اسلامی حکومت مجرموں کے بارے میں، باغیوں کے بارے میں جاسوس چھوڑے کہ دیکھو کیا کر رہے ہیں تو وہ بات علیحدہ ہے۔

لڑائی کا چھٹا سبب غیبت ہے: فرمایا وَلَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا اور نہ غیبت کرے تم میں سے بعض بعض کی۔غیبت کہتے ہیں کہ کسی کے اندر سچ مچ عیب ہے اور تم اس کو اس کی پیٹھ پیچھے بیان کرتے ہو، یہ غیبت ہے۔اور اگر اس میں عیب نہیں ہے اور تم اس کے ذمے لگاتے ہو تو اس کو بہتان کہتے ہیں۔تو غیبت کہتے ہیں کہ کسی میں واقعی عیب اور خامی ہو اس کو اس کی پشت پیچھے (غیر حاضری میں) بیان کیا جائے۔مثلاً: کوئی چور ہے، زانی ہے، جوئے باز ہے یا اس طرح کا کوئی اور عیب اس میں ہے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا ذکر کرو تو یہ غیبت ہے اور بڑا گناہ ہے۔البتہ بعض مقامات اور حالات میں شریعت نے اجازت دی ہے کہ تم اس کی عدم موجودگی میں اس کے عیب بیان کر سکتے ہو۔ مثلاً: کسی آدمی نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہے، ظلم کیا ہے اور یہ مظلوم مفتی سے مسئلہ پوچھتا ہے کہ فلاں نے یہ بات کی ہے، فلاں نے یہ کام کیا ہے مجھے اس کا حکم بتلائیں میں کیا کروں؟ تو اس موقع پر عیب بیان کرنا جائز ہے۔یا قاضی اور جج کے پاس دادرسی کے لیے جائے اس کے سامنے عیب بیان کرے کہ فلاں آدمی نے میرے ساتھ یہ یہ زیادتی کی

ہے اس کا مداوا کیا جائے۔ تو یہ بھی جائز ہے۔

اگر کوئی آدمی دوسرے آدمی سے مشورہ طلب کرے تو مشورہ دینے والا حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے عیب بیان کرے تو جائز ہے۔ مثلاً: ایک آدمی کہیں رشتہ کرنا چاہتا ہے اور ان کے حالات سے واقف نہیں ہے تم سے مشورہ کرتا ہے اور تم ان کے عیوب ظاہر کرتے ہو کہ وہ اچھے اخلاق کے مالک نہیں ہیں اور ان میں یہ یہ برائیاں ہیں۔ وہ بدعقیدہ لوگ ہیں، بدعتی ہیں، تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہاں ایک آدمی کی خیر خواہی مقصود ہے۔ یہاں پر تمھیں ثواب ملے گا گناہ نہیں ہوگا۔ یا باپ اپنے بیٹے کو سمجھاتا ہے یا دوست اپنے دوست کو سمجھاتا ہے کہ تو جن لوگوں کے ساتھ پھرتا ہے، بیٹھتا ہے وہ جواری اور ناجائز فروش ہیں، بدکردار ہیں، ان کے ساتھ مت بیٹھا کر، تو یہ بھی جائز ہے کہ ان کو ان کے شر سے بچانا ہے۔ ہاں! اگر کوئی شرعی مقصد نہ ہو اور محض دل کی بھڑاس نکالنی ہو اور کسی کے عیب بیان کرے تو یہ بڑا گناہ ہے۔

فرمایا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ کھائے اپنے مردہ بھائی کا گوشت فَکَرِہۡتُمُوۡہُ پس تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے دو آدمیوں کو کسی کی غیبت کرتے ہوئے سن لیا۔ وہ روزے سے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا روزہ ٹوٹ گیا ہے اس کی قضا لوٹانا۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ سچ مچ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دوسرے فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ اس کا اجر و ثواب ختم ہو جاتا ہے۔

بھئی! جب ثواب نہ رہا تو کیا فائدہ؟

تو غیبت کرنے والے کو یوں سمجھو کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ وہ

سامنے ہوتا تو تمھیں دو ہاتھ دکھاتا۔ وہ تو غیب ہے۔ مردے کے ساتھ تشبیہ یہ ہے کہ مردہ کچھ نہیں کر سکتا اور یہ بھی کچھ نہیں کر سکتا کہ غائب ہے۔ غیبت کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس تک بات نہیں پہنچی جس کی غیبت کی گئی ہے تو اب یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اور اگر اس کو علم ہو گیا ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ کہ فلاں نے میری غیبت کی ہے تو پھر اس سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔ اس سے معافی مانگے بغیر معافی نہیں ہوگی کہ اس کا حق مارا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگے گا اور بندے سے بھی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ یہ جتنے گناہ بیان ہوئے ہیں ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو! تم ایک دوسرے کو حقیر کیوں سمجھتے ہو اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى بے شک ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے ایک مرد اور ایک عورت سے۔ مرد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور عورت حضرت حوا علیہا السلام ہیں۔ تمہاری نسل انھی تک پہنچتی ہے۔ تم سب انسان ہو ایک دوسرے پر فخر تو تب کرو کہ کچھ انسان ہوں اور کچھ غیر انسان ہوں۔ جیسے جعلی نبی نے کہا تھا کہ یہ گورے شیطان کی اولاد ہیں اور ہم کالے آدم کی اولاد ہیں۔ جب تم سارے آدم علیہ السلام کی اولاد ہو تو ایک دوسرے پر فخر کرنے کا کیا مطلب ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لَا فَخْرَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ خلق مِنْ تُرَابٍ او كما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام "کسی عربی کو عجمی پر کوئی فخر نہیں ہے نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت

حاصل ہے تم سب آدم کی نسل سے ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔" فضیلت کی وجہ آگے آرہی ہے۔ تو فرمایا ہم نے تمھیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا۔ شَعُوْب شعبٌ کی جمع ہے، بڑا قبیلہ۔ وَّقَبَآىِٕلَ اور قبائل قبیلة کی جمع ہے، چھوٹا قبیلہ۔ معنیٰ ہوگا اور بنائے ہم نے تمہارے بڑے قبیلے اور چھوٹے قبیلے۔ چھوٹے بڑے قبیلوں میں تمھیں تقسیم کیا لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم آپس میں جان پہچان رکھو۔ یہ قبیلے شناخت کے لیے ہیں۔ جیسے قریش بڑا قبیلہ ہے آگے اس کی شاخیں ہیں۔ کوئی بنو عبدشمس ہے کوئی بنونوفل ہے، کوئی بنوفزارہ ہے۔ جس طرح جاٹ ایک خاندان ہے آگے اس کی شاخیں ہیں، کوئی چیمہ ہے، کوئی چٹھہ ہے، کوئی تارڑ ہے۔ دنیا کے معاملات ہیں، شادی بیاہ ہیں، جھگڑے ہیں، مقدمے ہیں، ان میں تفتیش کی ضرورت ہے، شناخت کی ضرورت ہے تو ان نسبتوں سے شناخت ہوگی۔ ویسے تو ایک نام کے کئی آدمی ہوتے ہیں ولدیتیں بھی مل جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے بڑے خاندان بنائے جان پہچان کے لیے۔ اس کے ساتھ فضیلت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فضیلت تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے ہے۔ فرمایا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو تم میں بڑا متقی ہے۔ چاہے وہ کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔

ہندوستان میں ایک بہت بڑے مفتی گزرے ہیں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وہ نائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے سیدوں کو ان کی جوتیاں سیدھی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب مرحوم و مغفور موچی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور یہ دونوں حضرات حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے

ہیں۔ یہ پیشے ہیں، نائی ہو یا موچی ہو اس میں گناہ یا ثواب کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں! نائی اگر ڈاڑھی مونڈ کے اجرت لے گا، بودے (انگریزوں ایسے بال) بنا کر اجرت لے گا تو یہ حرام ہے اگرچہ عیسائی کی ہی ڈاڑھی کیوں نہ مونڈھے۔ ٹھیک ہے وہ عیسائی ہے مگر یہ تو مسلمان ہے۔ قاعدے کے مطابق ٹنڈ کرے، مونچھیں کاٹے، ناخن کاٹے، یہ پیشہ ہے اس میں ثواب ہے گناہ کوئی نہیں ہے۔ گناہ اس وقت ہو گا جب اس میں خرابی آئے گی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔ وہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور تمہارے قول و فعل کی خبر رکھتا ہے۔ معاملہ تمہارا رب تعالیٰ کے ساتھ ہے اس بات کو نہ بھولنا اور رب تعالیٰ کے احکام کو نہ بھولنا۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۶﴾ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۱۴ ۸

قَالَتِ الْاَعْرَابُ　کہا دیہاتیوں نے　اٰمَنَّا　ہم ایمان لائے ہیں
قُلْ　آپ کہہ دیں　لَّمْ تُؤْمِنُوْا　تم ایمان نہیں لائے　وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا　لیکن
تم کہو　اَسْلَمْنَا　ہم مسلمان ہوئے ہیں　وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ　اور ابھی
تک داخل نہیں ہوا ایمان　فِیْ قُلُوْبِكُمْ　تمہارے دلوں میں　وَاِنْ تُطِیْعُوا
اللّٰهَ　اور اگر تم اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ کی　وَرَسُوْلَهٗ　اور اس کے رسول
ﷺ کی　لَا یَلِتْكُمْ　نہیں کمی کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے لیے　مِّنْ اَعْمَالِكُمْ
شَیْــٴًـا　تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی　اِنَّ اللّٰهَ　بے شک اللہ تعالیٰ　غَفُوْرٌ

بخشنے والا ہے رَّحِيْمٌ مہربان ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ پختہ بات ہے مومن وہ ہیں اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا پھر انھوں نے شک نہیں کیا وَجٰهَدُوْا اور جہاد کیا انھوں نے بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے قُلْ آپ کہہ دیں اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ کیا تم بتلاتے ہو اللہ تعالیٰ کو بِدِيْنِكُمْ اپنا دین وَاللّٰهُ يَعْلَمُ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ یہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر اَنْ اَسْلَمُوْا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ نہ احسان جتلاؤ مجھ پر اِسْلَامَكُمْ اپنے اسلام کا بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے تم پر اَنْ هَدٰىكُمْ کہ ہدایت دی تم کو لِلْاِيْمَانِ ایمان کے لیے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ جانتا ہے غَيْبَ السَّمٰوٰتِ غیب آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے بِمَا اس چیز کو تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو۔

آنحضرت ﷺ کا مال غنیمت تقسیم کرنا :

کافروں کے ساتھ جہاد میں فتح ہو جانے کے بعد جو ان کا مال ہاتھ آتا ہے اس کو مال غنیمت کہتے ہیں۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے تھے پانچواں حصہ خمس کہلاتا تھا۔ چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوتے تھے اور خمس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جیسا کہ دسویں پارے کی ابتداء میں مذکور ہے آنحضرت ﷺ کا کنڑول ہوتا تھا۔ اس میں آپ ﷺ اپنی ضروریات کے لیے بھی خرچ کرتے تھے اور اپنے قریبی رشتہ داروں پر بھی اور یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، مسافروں پر بھی خرچ فرماتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کی صواب دید پر ہوتا تھا جس کو جتنا چاہیں دیں۔ اب بھی امیر لشکر کو اس کا حق ہے کہ خمس جہاں چاہے دیانت داری کے ساتھ خرچ کر سکتا ہے۔

۸ھ شوال کے مہینے میں غزوہ حنین پیش آیا تھا جس میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور کافر چار ہزار تھے ابتداء میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور بڑا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ چالیس ہزار بکریاں، چوبیس ہزار اونٹ اور منوں کے حساب سے سونا، چاندی غنیمت میں ملا۔ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے آپ ﷺ نے ان کو کافی، کافی مال دیا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ اقرع بن حابس جو ایک سردار تھے۔ فرمایا اس کو سو اونٹ دے دو۔ عیینہ بن حصن کو فرمایا سو اونٹ دے دو۔ کسی کو سو اور کسی کو پچاس اونٹ دیئے مگر انصار مدینہ کو کچھ نہ ملا۔ انصار مدینہ کے کچھ نوجوانوں نے کہا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اپنی برادری کی محبت غالب آگئی ہے۔ قریش میں کسی کو سو اونٹ اور کسی کو پچاس اور ہمیں کچھ بھی نہیں دیا۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک کافروں کا خون ٹپک رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے انصار مدینہ کو ایک جگہ جمع فرمایا اور فرمایا کہ انصار کے سوا اور کوئی یہاں نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شکایت پہنچی ہے کہ تم نے یہ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر برادری کی محبت غالب آگئی ہے اور کسی کو سو اونٹ اور کسی کو پچاس اونٹ دیئے ہیں۔ کیا واقعی تم نے یہ بات کہی ہے؟ جو سمجھ دار صاحب رائے تھے وہ بولے کہ حضرت! ہم نے تو یہ بات نہیں کہی۔ البتہ چند نوجوانوں نے یہ بات کہی ہے کہ کافروں کی کھوپڑیاں ہم اڑاتے ہیں اور مال ان کو مل گیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری خدمات اور قربانیوں کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ یہ جو کچھ میں نے دیا ہے ان کو خدمت کے صلے میں نہیں دیا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم پکے مومن ہو تمھیں کچھ ملے یا نہ ملے تمہارے ایمان میں کچھ فرق نہیں آئے گا تم مومن ہی رہو گے۔ یہ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں میں نے ان کو تالیف قلب کے لیے دیا ہے تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ دین پر قائم رہیں مرتد نہ ہو جائیں العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کسی شے کے صلے میں نہیں دیا۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے:

اَلْاِنْسَانُ عبد الاحسان

﴿انسان احسان کے نیچے دبا ہوتا ہے۔﴾

محسن کے سامنے آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ انصار مدینہ بتاؤ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ اپنے گھروں میں اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم رب کے رسول کو لے کر جاؤ۔ سب نے کہا حضرت! ہم راضی ہیں۔

ابتداء میں تالیف قلب کے لیے کافروں کو بھی زکوٰۃ دینی جائز تھی کہ مسلمان تھوڑے تھے، کمزور تھے کہ اس طرح کافروں کے دل نرم ہو جائیں گے اور مسلمان ہو

جائیں گے۔اب جمہور اہل اسلام کے ہاں تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اب مسلمان افرادی لحاظ سے تھوڑے نہیں ہیں اور اس وقت جو نئے نئے مسلمان ہوتے تھے ان کو بھی تالیف قلب کے لیے آپ ﷺ پیسے (مال) دے دیتے تھے۔ دیہاتیوں نے سنا کہ جو مسلمان ہوتے ہیں اُن کو انعام ملتا ہے۔تو مدینہ طیبہ سے دور دور کے دیہاتی پچاس میل، سومیل، کوئی دوسومیل کے رہنے والے تھے ان تک جب یہ خبریں پہنچی کہ آپ ﷺ مومنوں کو تحفے دیتے ہیں وہ بھی آگئے اور کہنے لگے ہم بھی مومن ہیں۔ اس کا ذکر ہے۔

فرمایا قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا دیہاتیوں نے کہا، دیہات میں رہنے والوں نے کہا ہم ایمان لائے ہیں ہم بھی مومن ہیں ہمیں بھی کچھ دو۔رب تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا لیکن تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ہم نے اسلام کا اظہار کیا ہے کچھ لینے کے لیے۔رب تعالیٰ سے بہتر کون جانتا ہے اس کو ہر شے کا علم ہے۔قبیلہ بنو اسد، قبیلہ بنو غطفان جو اسلام کے سخت مخالف تھے صرف اونٹ، بکریاں، سونا، چاندی لینے کے لیے انھوں نے یہ ڈرامہ رچایا کہ اٰمَنَّا ہم ایمان لائے ہیں۔آپ فرمادیں تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو کہ ہم نے اسلام کا اظہار کیا ہے وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اور ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا تمہارے دلوں میں۔ایمان والے ایمان کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے۔مومن کا کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔دنیا کی دولت لینے کے لیے ایمان کا اظہار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ایمان سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔پھر یہ ابدالآباد کی دولت ہے۔دائمی زندگی اس دولت کے ساتھ

بنے گی۔ دنیا کی دولت دنیا ہی میں رہ جائے گی۔ جن لوگوں نے حلال یا حرام طریقے سے اربوں کھربوں روپے کمائے، کیا ساتھ لے گئے؟ کسی کو کفن نصیب ہوتا ہے اور کسی کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ انسان کے ساتھ ایمان اور عمل صالح جاتا ہے۔

نیک آدمی قبر میں فرشتوں کے سوال و جواب سے فارغ ہوتا ہے تو ایک انتہائی خوبصورت آدمی اس کے سامنے آجاتا ہے۔ وہ کہتا ہے تم کون ہو؟ کیسے آئے ہو؟ تیرے جیسا خوب صورت آدمی تو میں نے دنیا میں نہیں دیکھا حالانکہ میں دنیا میں بڑا گھوما پھرا ہوں۔ وہ کہتا ہے تم مجھے نہیں پہچانتے اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ ''میں تیرا نیک عمل ہوں۔'' اگر بدکار، بُرا آدمی ہے تو اس کے سامنے کریہہ المنظر، بُری صورت والا آدمی آتا ہے۔ اس کے بدن اور کپڑوں سے بدبو آرہی ہوتی ہے۔ یہ اس کو کہتا ہے او اللہ کے بندے! مجھے پہلے کیا کم تکلیف ہو رہی ہے کہ تو بھی مجھے تکلیف دینے کے لیے آگیا ہے۔ وہ کہتا ہے تو مجھے نہیں پہچانتا میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ تو ایمان بڑی دولت ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

تو فرمایا آپ کہہ دیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ اور اگر تم اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول ﷺ کی دل سے، اخلاص کے ساتھ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا نہیں کمی کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں کچھ بھی بلکہ تمہارے اعمال صالحہ کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کوتاہیوں اور کمزوریوں سے درگزر فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پختہ بات ہے حقیقت میں مومن وہی ہیں جو

ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر۔ دل کی گہرائیوں سے وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی کتابوں، فرشتوں اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور اچھی بُری تقدیر کہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پر صحیح طریقے سے یقین رکھتے ہیں ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا پھر انھوں نے کسی قسم کا شک نہیں کیا۔ اگر دل میں ذرا برابر بھی شک یا تردد آگیا تو ایمان ضائع ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ [توبہ:۴۵] ''وہ شک و تردد ہی میں مبتلا رہتے ہیں۔''

تو فرمایا ایمان والے وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد شک میں نہیں پڑتے وَجٰهَدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور انھوں نے جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ اپنی جانیں لے کر نکلے اور اپنے مال لے کر نکلے اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔

جہاد بھی مومن کا اہم فریضہ ہے سچا ایمان دار کبھی جہاد سے پیچھے نہیں ہٹتا اور منافق آدمی ہمیشہ اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو آدمی اپنی جان اور مال لے کر اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے نکلا ہے وہ مجاہد ہے اور جو اس کے معاون ہیں اس کے گھر کی حفاظت کرنے والے ہیں اس کے مال اور عزت کی حفاظت کرنے والے ہیں اس کے بچوں کی حفاظت کرنے والے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں۔

بخاری شریف میں حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ خَلَفَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا ''جس نے مجاہد غازی کے گھر کی دیانت داری کے ساتھ نگرانی کی وہ بھی مجاہد ہے۔'' جتنا ثواب اُس کو ملے گا اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ تو جہاد کا ایک شعبہ تو وہ ہے کہ تلوار لے

کرمال لے کر نکلا اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑا۔ اسی طرح قلم کے ساتھ بھی جہاد ہے کہ کتابیں رسالے لکھ کر لوگوں کو باطل سے آگاہ کرے اور ان کے ایمان کی حفاظت کرے۔

اور زبان کے ساتھ بھی جہاد ہے۔ وعظ، تقریر کے ذریعے لوگوں کو حق و باطل سے آگاہ کرے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے۔ جو صحیح معنٰی میں ایمان لائے اور پھر ایمان میں شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔ قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں جو آپ کے پاس آئے ہیں اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ کیا تم بتلاتے ہو، خبر دیتے ہو اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی کہ آکر کہتے ہو اٰمَنَّا ہم ایمان لائے ہیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ یہ مجمع میں آکر کہنا کہ ہم مومن ہیں اس کا کیا فائدہ؟ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کہہ کر کہ ہم مومن ہیں يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا یہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ نہ احسان جتلاؤ مجھ پر اپنے اسلام کا۔ مجھ پر احسان نہ رکھو بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے تم پر اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم اپنے دعوے میں سچے کہ ہم مومن ہیں۔ ساری دنیا مسلمان ہو جائے ایک آدمی بھی دنیا میں کافر اور گناہ گار نہ رہے رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور اگر ساری دنیا کافر ہو جائے، العیاذ باللہ، ایک آدمی بھی رب تعالیٰ کا نام لینے والا نہ رہے اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک رتی کی بھی کمی نہیں

ہوتی۔ جو ایمان لائے گا اپنے لیے، جو کفر کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ جس نے نیکی کی اس نے اپنا گھر سنوارا اور جس نے بدی کی اس نے اپنا بیڑا غرق کیا۔

قیامت والے دن ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے سامنے ہوگا اس کے مطابق جزا سزا ہوگی۔ ہاں اتنی بات یاد رکھیں وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ [زمر:۷] ''اور وہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اپنے بندوں سے کفر۔'' اور جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے ان پر راضی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مد میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے ان کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند ملی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

محدثین کرام، فقہائے عظام رحمہم اللہ فرماتے ہیں جب تم کسی پیغمبر کا نام لو تو ساتھ کہو علیہ الصلوٰۃ والسلام ادب کے ساتھ۔ اور صحابی کے نام کے ساتھ کہو رضی اللہ عنہ۔ کسی بزرگ کا نام لو تو کہو رحمہ اللہ تعالیٰ۔ دین میں ادب بڑی چیز ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کا نام بے ادبی سے نہیں لیا۔ لہٰذا نیکوں کا نام ادب کے ساتھ لو۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ تم کو ہدایت دی اگر ہو تم سچے تو اللہ تعالیٰ کا احسان مانو اس کا شکر ادا کرو کہ آپ نے مجھے ایمان کی توفیق دی ہے۔ کئی دفعہ تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس پر راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس پر راضی نہیں ہوتا وَلَا يُعْطِي الْإِيْمَانَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ ''اور ایمان صرف اس کو دیتا ہے جس پر وہ راضی ہوتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ ''دین اللہ تعالیٰ صرف اس کو دیتا ہے جس کے ساتھ اُسے محبت ہوتی ہے۔'' لیکن ایمان اور دین صحیح ہو محض دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔

قادیانی ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم مومن ہیں، منکر حدیث کہتے ہیں ہم

مومن ہیں، بابی کہتے ہیں ہم مومن ہیں، بہائی کہتے ہیں ہم مومن ہیں، رافضیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم مومن ہیں، مشرک کہتے ہیں ہم مومن ہیں حاشا و کلّا ہرگز نہیں۔ مومن وہ ہیں جن کو خدا، رسول مومن کہے۔ صحیح ایمان وہ ہے جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہو۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے منقول ہے، فقہاء اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے۔ باقی سب فراڈ اور دھوکا ہے اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ جو چیزیں مخلوق سے چھپی ہوئی ہیں چاہے وہ آسمانوں میں ہیں یا زمین میں رب تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ عالم الغیب کا یہ معنیٰ نہ سمجھنا کہ رب تعالیٰ سے کوئی شے غائب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے غائب نہیں ہے جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں یا سامنے ہیں وہ سب کو جانتا ہے وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس چیز کو جو تم کرتے ہو۔ تمہارے سارے اعمال اس کے سامنے ہیں اس لیے رب تعالیٰ کو کسی وقت بھی نہ بھولو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ ق

(مکمل)

جلد..........۱۹

تتمہ

ایاتہا ۴۵ | ۵۰ سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ ۳۴ | رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ﴿۱﴾ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ﴿۴﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِیْۤ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ﴿۵﴾ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ﴿۷﴾ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿۸﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ﴿۹﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ قسم ہے قرآن کی جو بزرگ ہے، عزت والا ہے
بَلْ عَجِبُوْٓا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اَنْ اس بات پر جَآءَهُمْ کہ آیا ان
کے پاس مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ڈرانے والا ان میں سے فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ پس
کہا کافروں نے هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ یہ شے ہے عجیب ءَاِذَا مِتْنَا کیا

جس وقت ہم مرجائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہوجائیں گے مٹی ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ یہ لوٹنا ہے دور کا قَدْ عَلِمْنَا تحقیق ہم جانتے ہیں مَا اس چیز کو تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ جو کم کرتی ہے زمین ان میں سے وَعِنْدَنَا اور ہمارے پاس كِتٰبٌ حَفِيْظٌ کتاب ہے حفاظت کرنے والی بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ بلکہ جھٹلایا انھوں نے حق کو لَمَّا جَآءَهُمْ جب آگیا حق ان کے پاس فَهُمْ فِيْۤ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ پس یہ لوگ الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا کیا پس نہیں دیکھا انھوں نے اِلَى السَّمَآءِ آسمان کی طرف فَوْقَهُمْ جو ان کے اوپر ہے كَيْفَ بَنَيْنٰهَا کیسے بنایا ہے اس کو وَزَيَّنّٰهَا اور ہم نے اس کو مزین کیا ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ اور نہیں ہے اس میں کوئی دراڑ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا اور ڈالے ہم نے اس میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا اور ہم نے اگائیں اس میں مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ہر قسم کی تروتازہ چیزیں تَبْصِرَةً بصیرت کے لیے وَّذِكْرٰى اور نصیحت کے لیے لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ہر بندے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے وَنَزَّلْنَا اور نازل کیا ہم نے مِنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے مَآءً پانی مُّبٰرَكًا برکت والا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ پس ہم نے اگائے اس کے ذریعے سے جَنّٰتٍ باغات وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ اور دانے کٹی ہوئی کھیتی کے وَالنَّخْلَ اور کھجوریں پیدا کیں بٰسِقٰتٍ لمبی

لَّهَا طَلْعٌ ان کے لیے خوشے ہیں نَّضِيدٌ تہہ بہ تہہ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ رزق بندوں کے لیے وَأَحْيَيْنَا بِهِ اور ہم نے زندہ کیا اس پانی کے ذریعے بَلْدَةً مَّيْتًا مردہ شہر كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ اسی طرح ہے نکلنا۔

تعارفِ سورت :

اس سورۃ کا نام سورہ ق ہے اور 'ق' کا لفظ پہلی ہی آیت میں موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے تینتیس (۳۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چونتیسواں نمبر ہے نزول کے اعتبار سے۔ اور ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر پچاس ہے۔ اس کے تین رکوع اور پینتالیس آیتیں ہیں۔

قٓ حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں هِيَ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ تعالى "یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔" اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ قٓ ہی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا مخفف ہے۔ تو پھر یہ قدیر کا بھی مخفف ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام قدیر بھی ہے کل شيء قدير۔ اور قادر کا مخفف بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام قادر بھی ہے۔ اور قاہر کا مخفف بھی ہوسکتا ہے۔ قاہر بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ [الانعام:۶۱] یہ تینوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔

وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ واو حرف قسم ہے۔ معنٰی ہوگا قسم ہے قرآن کی جو بزرگ ہے، عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اور صحیفے حق ہیں مگر جو رتبہ اور مقام قرآن کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ جیسے تمام پیغمبر برحق ہیں مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت اور کوئی نہیں ہے۔ یہ مرتبہ اور مقام کسی اور کو حاصل نہیں

ہے۔تو فرمایا قسم ہے بزرگ قرآن کی، کافر ایمان نہ لائے بَلْ عَجِبُوْٓا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا ان میں سے۔آپ ﷺ انسان ہیں، ہاشمی بھی ہیں، قریشی بھی ہیں۔ان کو تعجب ہوا کہ ہم میں سے نبی کیسے بن گیا۔ان کا خیال تھا کہ کوئی فرشتہ نبی بن کر آتا یہ انسان کیسے پیغمبر بن گیا۔ سورۃ القمر آیت نمبر ۲۴ پارہ ۲۷ میں اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ ''کیا ہم اپنے میں سے ایک انسان کا اتباع کریں گے۔'' پھران کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر قرآن کسی انسان ہی پر اتارنا تھا تو پھر کسی بڑے آدمی پر اتارا جاتا اس یتیم پر کیوں اتارا گیا؟ وَقَالُوْا ''اور کہا ان لوگوں نے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [الزخرف:۳۱] ''کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔'' ایک بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور دوسری بستی طائف کی۔جدہ کا اس وقت وجود نہیں تھا۔مکہ مکرمہ میں اترتا تو ولید بن مغیرہ پر اترتا کہ یہ بڑا مال دار اور سردار تھا تیرہ (۱۳) اس کے بیٹے تھے بڑے نوکر چاکر تھے اور تمام لوگ اس کو سلام کرتے تھے۔اور طائف میں اترتا تو عروہ بن مسعود ثقفی پر اترتا کہ یہ بھی بڑا چودھری اور مال دار آدمی تھا۔نبوت کے لیے رب کو یتیم ہی ملا تھا جس کے پاس نہ کوئی کوٹھی، نہ باغ، نہ نوکر چاکر، یہ کیسے نبی بن گیا؟

تو فرمایا بلکہ انھوں نے تعجب کیا اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا ان میں سے فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ پس کہا کافروں نے هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ چیز ہے بڑی عجیب۔پہلے تو اس کا نبی ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ غریب اور یتیم کیسے نبی بن گیا؟ پھر جو باتیں کرتا ہے وہ بھی بڑی عجیب ہیں۔کہتا ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو

گے، حساب کتاب ہوگا ءَاِذَامِتْنَاوَكُنَّاتُرَابًا کیا جس وقت ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ یہ لوٹنا ہے دور کا۔ ہم مر کے خاک ہو جائیں گے، ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی پھر ہم قبروں سے نکالے جائیں گے۔ یہ نکالنا کسی کی سمجھ میں نہیں آتا ہمیں دوبارہ کون اٹھائے گا؟

سورت مومنون آیت نمبر ۳۷ پارہ ۱۸ میں ہے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ''نہیں ہے مگر ہماری صرف دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔'' هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ [ایضاً:۳۶] ''بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' مرنے کے بعد کون اٹھے گا اور اکیسویں پارہ میں، سورۃ السجدہ آیت نمبر ۱۰ میں ہے وَقَالُوْا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ''اور کہا ان لوگوں نے جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے۔'' ہمارے اجزاء مٹی کے اجزاء سے الگ کون کرے گا؟ جب ہم مٹی کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں گے پھر کیا تمیز ہوگی کہ بندے کے اجزاء کون سے ہیں اور زمین کے کون سے ہیں۔ الگ الگ کون کرے گا؟ اس کا جواب دیتے ہیں۔

فرمایا قَدْعَلِمْنَامَاتَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ تحقیق ہم جانتے ہیں اس چیز کو جو کم کرتی ہے زمین ان میں سے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہارے کتنے اجزاء زمین کے ساتھ رل مل گئے ہیں تمہارے اجزاء کون کون سے ہیں اور زمین کے اجزاء کون کون سے ہیں سب ہمارے علم میں ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین نے ان میں سے کتنے کم

کیے ہیں یعنی کتنے مر کے زمین میں دفن ہوئے ہیں۔ کیونکہ عرب بھی مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے۔ تو ہمارے علم میں ہے کہ کتنے مر کے زمین میں دفن کیے گئے ہیں، زمین نے کتنے کم کیے ہیں۔

عرب کے دو قبیلوں عبد مناف اور بنو سہم میں جھگڑا ہوا۔ ایک کہتا تھا کہ ہماری تعداد زیادہ ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ ہماری تعداد زیادہ ہے۔ اس پر ان کے درمیان کافی جھگڑا ہوا۔ سمجھ دار لوگوں نے کہا جھگڑا نہ کرو مردم شماری کرلو، اپنی برادری کے آدمی گن لو۔ جب مردم شماری ہوئی تو بنو سہم کے لوگ تھوڑے نکلے اور عبد مناف زیادہ نکلے۔ اس پر انھوں نے لڈیاں ماریں اور بھنگڑے ڈالنے شروع کیے کہ ہم زیادہ ہیں۔ بنو سہم خاصے پریشان ہوئے کہ ہمارے ووٹ کم نکلے مگر اچھا زمانہ تھا لوگ جعلی ووٹ نہیں ڈالتے تھے۔ آج کے لوگوں سے کافر اچھے تھے آج لوگ ہزاروں، لاکھوں جعلی ووٹ ڈالتے ہیں۔ وزیر اعظم سے لے کر نیچے تک جعلی ووٹ بنواتے ہیں کہ آئندہ الیکشن ہو تو ہمیں شکست نہ ہو۔ اس وقت جعلی ووٹ نہیں بناتے تھے۔

تو بنو سہم خاصے پریشان ہوئے کہ ہمارے ووٹ کم نکلے ہیں۔ کہنے لگے قبریں بھی شمار کرو کہ مردے کن کے زیادہ ہیں؟ جب قبروں کو شمار کیا گیا تو بنو سہم کی زیادہ نکلیں۔ اب ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اب انھوں نے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ''غفلت میں ڈال دیا تم کو کثرت کی طلب نے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔''

تو خیر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ذرہ ذرہ مٹی میں مل جائے، چاہے اس کو مچھلیاں کھا جائیں، جانور کھا جائیں، پرندے کھا جائیں وہ سب کے اجزاء کو اکٹھا کر کے زندہ کھڑا کر

دے گا۔

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ :

بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا نباش (کفن چور) بعد میں اس نے کاروبار کرلیا اور بڑا مال دار ہوگیا اتنا کہ مال اس سے سنبھالا نہیں جاتا تھا۔ موت قریب آئی تو بیٹوں کو بلا کر کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ میں تمہارا کیسا والد ہوں؟ بیٹوں نے کہا آپ ہمارے حق میں بہت اچھے ہیں ہمیں آپ کی طرف سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ کہنے لگا اچھا قسم اٹھاؤ کہ میں جو کام تمہارے ذمے لگاؤں گا اس کو پورا کرو گے۔ قسم لینے کے بعد کہا کہ جب میں مر جاؤں مجھے جلا کر راکھ کر دینا۔ پھر میری راکھ کچھ تو سمندر میں پھینک دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا۔ بھائی ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے کہ باپ نے ہم سے قسمیں لے کر پابند کر دیا۔ برادری کیا کہے گی ،لوگ کیا کہیں گے؟ کیونکہ یہودی مردوں کو جلاتے نہیں تھے دفناتے تھے۔ تو کہنے لگے باپ نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ بہر حال انھوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا جلا کر راکھ کچھ سمندر میں بکھیر دی اور کچھ ہوا میں اڑا دی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیئے گئے تو وہ آدمی تھا جو کھڑا کر دیا گیا۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ جب وہ بندہ بنا کر کھڑا کر دیا گیا تو رب تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شے مخفی نہیں مگر اس کا ایک طریقہ کار ہے۔ اس نے کہا اے پروردگار! تیرے ڈر سے۔ کیونکہ میں نے انسانوں والا کام تو کوئی کیا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ تو اس نے راکھ اور خاک کو بندہ بنا دیا اس کے لیے کیا مشکل ہے؟ اس لیے ملحدوں کے اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ جن کو سکھ

کھتری، بدھو(بدھ مت والے) جلا دیتے ہیں ان کا کیا بنے گا۔ رب تعالیٰ سب کو قیامت والے دن کھڑا کرے گا۔ اور قبر کا عذاب بھی حق ہے وہ بھی ان کو ہوگا۔ رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

• تو فرمایا تحقیق ہم جانتے ہیں اس چیز کو جو زمین کم کرتی ہے ان میں سے وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ اور ہمارے پاس کتاب ہے حفاظت کرنے والی۔ لوح محفوظ میں سب کچھ درج ہے۔ اور یاد رکھنا! لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑ واں حصہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ میں تو درج ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک کے حالات۔ جب کہ رب تعالیٰ کا علم تو اس سے پہلے کا بھی ہے اور بعد کا بھی ہے۔ تو لوح محفوظ تو رب تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ فرمایا بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ بلکہ جھٹلایا انھوں نے حق کو جب حق ان کے پاس آ گیا۔ توحید حق ہے، نبوت حق ہے، قرآن حق ہے، قیامت حق ہے۔ ان سب چیزوں کو انھوں نے جھٹلایا فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ پس وہ لوگ ایک الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں۔ وہ ایسے معاملے میں ہیں جو مضطرب ہے۔ قرآن کریم کے متعلق کبھی کہتے ہیں کہانت ہے، فال نکالنے والوں کے شوشے ہیں، کبھی کہتے ہیں جادو ہے، کبھی کہتے ہیں افتراء ہے۔ پیغمبر کے بارے میں کبھی کہتے ہیں جادوگر ہے، کبھی کہتے ہیں کاہن فال نکالنے والا ہے، کبھی کہتے ہیں اس پر جادو کیا ہوا ہے، کبھی کہتے ہیں مجنون ہے، کبھی کہتے ہیں مفتری ہے قرآن اس نے خود بنایا ہے۔ مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ کسی ایک بات پر قائم رہنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قبر، حشر کے منکرو ذرا غور کرو! اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى

السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کیا پس نہیں دیکھا انھوں نے آسمان کی طرف جو ان کے اوپر ہے۔ ان کے سروں پر جو آسمان ہے وہ ان کو نظر نہیں آتا کَیْفَ بَنَیْنٰهَا کیسے بنایا ہے ہم نے اس کو۔ کتنا بڑا اور کتنا بلند ہے نہ اس کے نیچے کوئی کھنبا، نہ ستون۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھنے کے لیے آسمان کو دیکھو جو تمہارے سروں پر ہے وَزَیَّنّٰهَا اور ہم نے اس کو مزین کیا ستاروں کے ساتھ بِزِیْنَةِ الْكَوَاكِبِ [سورۃ ملک: پارہ:۲۹]

رات کے وقت فضا صاف ہو تو آسمان کا عجیب نقشہ ہوتا ہے اس کو تم مانتے ہو وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ اور نہیں ہے اس آسمان میں کوئی دراڑ، کوئی سوراخ۔ قاعدے کے مطابق دروازے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب مومن آدمی مرتا ہے تو آسمان کے دو دروازے اس کے لیے روتے ہیں۔ ایک وہ دروازہ جس سے رب تعالیٰ کی رحمت اور رزق اس کے لیے اترتا تھا۔ اور دوسرا وہ دروازہ جس سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے تھے۔ اور کافر مرتا ہے تو فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ [دخان:۲۹] "پس نہیں رویا ان پر آسمان اور زمین۔" نہ آسمان کے دروازے روتے ہیں نہ زمین روتی ہے۔" اور مومن کے لیے زمین بھی روتی ہے۔ جس جگہ بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا تھا ، نمازیں پڑھتا تھا، عبادت کرتا تھا وہ روتی ہے کہ میں محروم ہو گئی ہوں۔

تو قاعدے کے مطابق دروازے ہیں دراڑیں اور سوراخ نہیں ہیں۔ اور دیکھا نہیں وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور زمین کو پھیلایا ہم نے۔ کتنی وسیع ہے دنیا میں پھر کر دیکھو وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ - رَوَاسِی راسۃ کی جمع ہے، مضبوط پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اور ڈالے ہم نے، رکھے ہم نے اس زمین میں مضبوط پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ اور اگائیں ہم نے اس میں ہر طرح کی تر و تازہ چیزیں۔ گندم، مکئی، چاول، باجرہ، سبزیاں،

پھل فروٹ، پھول، درخت، پودے، عجیب عجیب شکلیں اور نمونے اللہ تعالیٰ نے بنائے تَبۡصِرَةً بصیرت کے لیے۔ تمہارے دلوں میں قدرت کی نشانیوں کی بصیرت پیدا کر دی ہے وَّذِکۡرٰی اور نصیحت کے لیے لِکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ہر بندے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے وَنَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور نازل کیا ہم نے آسمان کی طرف سے پانی مُّبٰرَکًا برکت والا۔ بڑا صاف ستھرا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ پس اگائے ہم نے اس کے ذریعے سے باغات طرح طرح کے۔ انگوروں کے، کھجوروں کے، آموں کے، اناروں کے اور بے شمار چیزوں کے وَّحَبَّ الۡحَصِیۡدِ اور دانے کٹی ہوئی کھیتی کے۔ بیج بونے کے بعد کھیتی اُگتی ہے پھر دانے لگتے ہیں پھر پکتی ہے پھر کھیتی کاٹتے ہو، دانے الگ کرتے ہو۔ یہ دانے کس نے لگائے ہیں؟ وَالنَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ اور کھجوریں لمبی لمبی جن کی بے شمار قسمیں ہیں۔ سب سے زیادہ کھجوریں خیبر کے علاقے میں ہوتی ہیں۔ دس ہزار کے قریب ان کی قسمیں ہیں۔ بعض کھجوریں ایسی ہیں کہ ان کے دانے گول ہوتے ہیں اور بعض کے لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کی گٹھلی ہوتی ہے اور بعض کی گٹھلی نہیں ہوتی۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے سوادہ بن غزیہ رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے خیبر بھیجا۔ انھوں نے آپ ﷺ کو جنیب نامی کھجور پیش کی جو بڑی لمبی اور موٹی ہوتی ہے اور گٹھلی برائے نام۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَکُلُّ تَمۡرِ خَیۡبَرَ هٰکَذَا "کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں۔" انھوں نے کہا نہیں حضرت ساری ایسی نہیں ہوتیں۔

تو فرمایا ہم نے لمبی لمبی اگائیں لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِیۡدٌ ان ساتھ خوشے ہیں، گچھے ہیں تہہ بہ تہہ۔ دانے پر دانہ چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میں عبدالخیل کے علاقے میں گیا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا مہمان تھا۔ اس علاقے میں کھجوروں کے کافی درخت تھے۔ میں

نے پوچھا کہ کتنی کتنی کھجوریں لگتی ہیں؟ تو ایک آدمی نے بتایا کہ ایک ایک خوشے کے ساتھ دس دس کلو اور پندرہ پندرہ کلو تک بھی ہوتی ہیں۔ یہ تو ڈیرہ اسماعیل خان کی بات ہے اور مدینہ، خیبر، بصرہ اور کوفے کی کھجوروں کی کیا بات ہے؟

تو فرمایا ان کے خوشے تہہ بہ تہہ ہیں رِزْقًا لِّلْعِبَادِ یہ خوراک ہے بندوں کے لیے وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا اور زندہ کیا ہم نے اس پانی کے ذریعے مردہ شہر۔ فرمایا جس طرح ہم نے آسمان بنائے، زمین بچھائی، مضبوط پہاڑ رکھے، مختلف چیزیں اگائیں، بارش نازل کی، لمبی لمبی کھجوریں پیدا کی ہیں كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ اسی طرح ہے نکلنا۔ وقت آنے پر ایک دن تم نے بھی اسی طرح زمین سے اگنا ہے جس رب نے یہ سارے کام کیے ہیں جن کا تم انکار نہیں کر سکتے وہی رب تمھیں قبروں سے نکالے گا۔ جس طرح یہ ساری چیزیں اُگی ہیں اسی طرح تم نے قبروں سے نکلنا ہے۔ یقین جانو! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿١٢﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿١٣﴾ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ أَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾

كَذَّبَتْ جھٹلایا قَبْلَهُمْ ان سے پہلے قَوْمُ نُوحٍ نوح علیہ السلام کی قوم نے وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ اور کنویں والوں نے وَثَمُوْدُ اور قوم ثمود نے وَعَادٌ اور عاد قوم نے وَّفِرْعَوْنُ اور فرعون نے وَإِخْوَانُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کے بھائیوں نے وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ اور جنگل والوں نے وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور تبع کی قوم نے كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ سب نے جھٹلایا پیغمبروں کو فَحَقَّ وَعِيْدِ پس لازم ہوگئی میری وعید أَفَعَيِيْنَا کیا پس ہم تھک گئے ہیں بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ پہلی مخلوق پیدا کر کے بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ بلکہ یہ لوگ اشتباہ

میں پڑے ہوئے ہیں مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ نئی مخلوق کے بارے میں وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو وَنَعْلَمُ اور ہم جانتے ہیں مَا جو تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وسوسہ کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا نفس وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ اور ہم زیادہ قریب ہیں اس کی طرف مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ شہ رگ سے اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ جس وقت لیتے ہیں دو لینے والے عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے قَعِيْدٌ بیٹھا ہوتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ نہیں بولتا وہ کوئی بات اِلَّا لَدَيْهِ مگر اس کے پاس رَقِيْبٌ نگران ہوتا ہے عَتِيْدٌ تیار وَجَآءَتْ اور آئی سَكْرَةُ الْمَوْتِ موت کی غشی بِالْحَقِّ حق کے ساتھ ذٰلِكَ یہ مَا وہ چیز ہے كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ جس سے تو بھاگتا تھا وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ یہ دھمکی کا دن ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ اور آئے گا ہر نفس مَّعَهَا اس کے ساتھ سَآئِقٌ ایک چلانے والا ہوگا وَّشَهِيْدٌ اور ایک گواہ ہوگا۔

ربط آیات :

پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ کافروں نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا، قیامت کا انکار کیا تو آپ ﷺ پریشان تو ہوتے تھے کہ انسان تھے۔ آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ پریشان نہ ہوں صرف مکے والے ہی انکار نہیں کر رہے ان سے پہلی قوموں نے بھی انکار کیا ہے۔

فرمایا كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ جھٹلایا ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی مگر ایمان لانے والوں کی تعداد سو بھی نہیں تھی۔ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ اور کنویں والوں نے جھٹلایا۔

اصحاب الرس کا واقعہ :

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "معالم التنزیل" میں لکھتے ہیں اور دیگر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی لکھا ہے کہ حضر موت عرب میں ایک علاقے کا نام ہے۔آج بھی وہ علاقہ پورا صوبہ ہے۔ اس صوبے میں حاصورآء نامی ایک بڑا شہر تھا۔ اس شہر والوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کافی عرصہ تک تبلیغ کی۔ ایک کالے رنگ کے حبشی غلام کے سوا ایک آدمی بھی مسلمان نہ ہوا، نہ بیوی، اولاد، نہ بھائی، نہ کوئی عزیز رشتہ دار۔ تمام شہر والوں نے مشورہ کیا کہ یہ ہر وقت ہمیں ستاتا رہتا ہے يٰاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ "اے لوگو! کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔" دن رات اسی کی رٹ ہے لہٰذا اس سے جان چھڑاؤ۔ شہر سے ایک دو میل کی مسافت پر ایک بڑا گہرا کنواں تھا جنگل میں۔ ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو اس کنویں میں ڈال کر اوپر بھاری بھرکم چٹان رکھ دی کہ وہ حبشی رسا لٹکا کر نکال نہ سکے۔ وہ حبشی غلام بے چارہ رات کی تاریکی میں جا کر سلام کرتا اور سوراخ سے روٹی نیچے لٹکا دیتا تھا لیکن پتھر کو ہٹا نہیں سکتا تھا۔ ایک دن کہنے لگے حضرت! حکم ہو تو میں بھی کسی کنویں میں چھلانگ لگا دوں؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ میں نے خود چھلانگ نہیں لگائی مجھے تو ظالموں نے ڈالا ہے تم ایسا نہ کرنا خودکشی حرام ہے۔ کئی دنوں کے بعد مرد

عورتیں بھنگڑا ڈالتے ہوئے گئے کہ دیکھیں مر چکا ہوگا۔ چٹان اٹھائی آواز دی كَيْفَ بِكَ يَا حَنْظَلَة "حنظلہ تمہارا کیا حال ہے۔" اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کنویں سے آواز دی يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُه ظالموں نے کہا بڑا سخت جان ہے ابھی تک مرا نہیں اور نہ اپنی رائے چھوڑی ہے۔ پھر ان ظالموں نے ریت، مٹی اور پتھروں سے کنواں بند کر دیا۔ کنویں کو ہموار کرنے کے بعد بھنگڑا ڈالنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کی شکل میں عذاب آیا اس نے سب کو جلا کر بھسم کر دیا۔ یہ وَاَصْحٰبُ الرَّسِّ کا لفظ ایک تو یہاں آیا ہے اور ایک انیسویں پارہ میں سورۃ فرقان میں آیا ہے۔

تو فرمایا کنویں والوں نے بھی جھٹلایا تھا وَثَمُوْدُ اور ثمود قوم نے جھٹلایا صالح علیہ السلام کو وَعَادٌ اور عاد قوم نے جھٹلایا ہود علیہ السلام کو وَفِرْعَوْنُ اور فرعون نے جھٹلایا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو وَاِخْوَانُ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کے بھائیوں نے جھٹلایا لوط علیہ السلام کو۔ بھائی انسان ہونے کی وجہ سے کہا ورنہ تھے وہ کافر وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اور جنگل والوں نے بھی جھٹلایا حضرت شعیب علیہ السلام کو۔ مدین قوم تھی اور مدین شہر کا نام اسی قوم کی وجہ سے ہوا۔ مدین شہر کے چاروں اطراف میلوں میں پھیلا ہوا جنگل تھا۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ شعیب علیہ السلام اس قوم کے ایک فرد تھے۔ عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے۔ تھوڑے سے آدمیوں کے سوا سب نے ان کو جھٹلایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے خلاف بڑی عجیب عجیب حرکتیں کرتے تھے جو بیان کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا بیٹا کوئی نہیں تھا صرف دو بیٹیاں تھیں جو بے چاری بھیڑ بکریاں چراتی تھیں اور انہی پر گزر اوقات ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کے بعد ان کو تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ سخت گرمی

اور حبس تھا کہ ایک ٹکڑا بادل کا ان کو نظر آیا۔ چند آدمی اس کے نیچے گئے ان کو سکھ کا سانس ملا۔ انھوں نے دوسروں کو آوازیں دے کر بلایا کہ یہاں سانس آسانی سے آتا ہے۔ چنانچہ جب وہ سارے لوگ بادل کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بادل سے ان پر آگ برسائی کہ سب کے سب ختم ہو گئے۔

قومِ تبع :

وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور تبع کی قوم نے جھٹلایا۔ پچیسویں پارے میں تم سن چکے ہو کہ تبع حِمْیَرْ قبیلے کا بڑا نیک آدمی تھا۔ اس کا نام اسد بن مُلیک اور کنیت ابو کرب اور ابو کریب بھی لکھ دیتے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اس نے پہلی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے حالات، حلیہ اور کارنامے پڑھے تھے۔ یہ یمن کا بادشاہ تھا بعض لوگوں نے اس کو یثرب یعنی مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا مشورہ بھی دیا مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں میرے محبوب نے ہجرت کر کے آنا ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے نام خط بھی لکھا تھا جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنایا تھا۔ خط میں آپ ﷺ کے القاب لکھنے کے بعد لکھا کہ حضرت! کاش! میں آپ کے پاس ہوتا تو آپ کی خدمت کرتا اور میرے لیے یہ سعادت ہے کہ آپ ﷺ مجھے اپنی امت میں شامل کر لیں۔ میں آپ ﷺ کا امتی ہوں آپ ﷺ پر ایمان لایا ہوں آپ ﷺ کی آمد سے پہلے اور قیامت والے دن میرے حق میں سفارش کرنا۔ بڑا عقیدت مندانہ خط اس نے لکھا۔ یہ خط حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان میں چلا آ رہا تھا اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب بھی یہی خط بنا۔

تاریخ والے لکھتے ہیں کہ وہ خط اتنا مشہور ہوا کہ جو نیک دل یہودی تھے انھوں نے

مدینہ طیبہ آ کر ڈیرے ڈال دیئے کہ وہ پیغمبر آئے گا ہم اس پر ایمان لائیں گے۔ یہ جو یہود تھے بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع۔ ان کے بڑے (آباؤ اجداد) اچھے تھے۔ درمیان میں صدیاں گزر گئیں اور ان کی نسلیں بگڑ گئیں۔ تو یہودی مدینہ طیبہ میں اس خط کی وجہ سے آئے تھے۔

جیسے آج کل انھوں نے اسرائیل میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ ان کا اسرائیل میں اکٹھا ہونا بھی ایک مقصد کے لیے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کی کمان میں یہود کے ساتھ لڑیں گے۔ آج سے تقریباً پچپن سال پہلے کی بات ہے۔ ہم مولانا عبد القدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مشکوٰۃ شریف پڑھتے تھے۔ جس وقت ہم نے یہ حدیثیں پڑھیں تُقَاتِلُوْنَ الْیَھُوْدَ "تم یہود کے ساتھ لڑو گے۔" اور عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے ان کی پہلی لڑائی یہود کے ساتھ ہوگی۔ اس وقت یہود کی تعداد چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ ہم نے استاذ محترم سے پوچھا حضرت! یہ چھ سات ہزار یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی پھبتی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ لڑنا بنتا نہیں۔ پہلوان مقابلے کا ہونا چاہیے۔ طاقت ور پہلوان کے مقابلے میں کمزور پہلوان ہو تو طاقت ور پہلوان اپنی توہین سمجھتا ہے۔ یہ چھ سات ہزار یہودی اور وہ بھی چھپے ہوئے۔ ان کے ساتھ لڑنا کیا پوزیشن ہوگی؟ استاذ محترم نے فرمایا او میاں! یہ ان کا تکیہ کلام تھا۔ میاں! جب چیونٹی مرنے پر آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں۔ جب ان کی تباہی کا وقت قریب ہوگا اس وقت ان کے پاس کافی قوت ہوگی۔ مسلمانوں کو ان کے ساتھ لڑنا پڑے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ان کے ساتھ لڑائی ہوگی۔

اُس وقت ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ لیکن زمانہ گزرتا گیا اور یہودی اسرائیل

میں اکٹھے ہوتے گئے ۔اس وقت اسّی لاکھ کے قریب یہودی ہیں ۔دنیا میں اسلحہ ساز جتنی فیکٹریاں ہیں ان میں یہود کا تیسرا نمبر ہے اور انھوں نے اسلحہ کے انبار لگا رکھے ہیں ۔اس کا توڑ صدام حسین نے کیا تھا مگر وہ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے مارا گیا۔اس کی بے وقوفی یہ تھی کہ اس نے کویت پر حملہ کر دیا اور سارے عرب کو اپنا مخالف کر لیا۔ حالانکہ سارے عرب لوگ اس کے ساتھ تھے۔طارق عزیز عیسائی اس کا وزیر تھا اس کے ذریعے امریکہ نے اس کا ذہن بنایا کہ کویت تو تمہارا ہے۔ پہلے یہ عراق کا حصہ تھا اس پر حملہ کر کے واپس لو۔کئی سال صدام کی ذہن سازی کرتے رہے آخر انسان تھا ان کے بہکاوے میں آ گیا۔ پتھر پر بھی پانی کا قطرہ قطرہ گرتا رہے تو سوراخ کر دیتا ہے۔

امریکہ نے طارق عزیز کے ذریعے اس سے یہ نادانی کروائی اور اس نے کویت پر حملہ کر دیا۔ پھر انتیس حکومتوں نے اس پر حملہ کر دیا جن میں ہماری مہربان حکومت بھی شامل تھی۔ اِس وقت دنیا کا سب سے بڑا غنڈا امریکہ ہے۔پچھلے دنوں امریکہ کو راضی کرنے کے لیے مالاکنڈ کے علماء اور عوام پر مظالم ڈھائے جو شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں۔ امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اور بڑی سازشیں ہو رہی ہیں اور یہ سب بے ایمان کر رہے ہیں۔

تو فرمایا تبع کی قوم نے بھی جھٹلایا كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ ان سب نے جھٹلایا رسولوں کو فَحَقَّ وَعِيدِ پس لازم ہوگئی، ثابت ہوگئی میری دھمکی جو میں نے عذاب کی دی تھی اے دوبارہ اٹھنے کے منکرو! تم کہتے ہو قیامت نہیں آئے گی اَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ کیا پس ہم تھک گئے ہیں پہلی مخلوق پیدا کر کے کہ دوبارہ ہم نہیں بنا سکتے بَلْ هُمْ فِىْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ بلکہ وہ لوگ التباس میں ہیں، اشتباہ میں پڑے ہوئے ہیں،

اضطراب میں ہیں نئی مخلوق کے متعلق، نئی پیدائش کے متعلق کہ رب تعالیٰ نے پہلے بھی پیدا کیا پھر بھی پیدا کرے گا۔ حالانکہ اس کے لیے یہ مشکل نہیں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا نفس۔ اس کے دل میں جو وسوسے پیدا ہوتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور ہم زیادہ قریب ہیں اس کی طرف شہ رگ سے۔ جو دل کی طرف دماغ سے بڑی رگ جاتی ہے جس کے کٹ جانے سے عالم اسباب میں زندگی باقی نہیں رہتی اس کو رگ جاں بھی کہتے ہیں۔ فرمایا ہم اس سے بھی زیادہ قریب ہیں انسان کے اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ جس وقت لیتے ہیں دو لینے والے عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بیٹھا ہوتا ہے۔ ایک انسان کے دائیں کندھے پر اور ایک بائیں کندھے پر بیٹھا ہے ہمیں وہ نظر نہیں آتے اور نہ ان کا احساس ہوتا ہے۔ حالانکہ معمولی سی کوئی شے بھی کندھے پر رکھو تو اس کا احساس ہوتا ہے۔ یہ کراماً کاتبین ہیں، چار فرشتے ہیں۔ دو دن کے اور دو رات کے۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں۔ رات والے فرشتے جب فجر کی نماز کھڑی ہوتی ہے اور امام اللہ اکبر! کہتا ہے، چلے جاتے ہیں اور دن والے فرشتے ان سے چارج لے لیتے ہیں اور جب عصر کی نماز کھڑی ہوتی ہے اور امام کہتا ہے اللہ اکبر! تو دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات والے فرشتے ان سے چارج لے لیتے ہیں۔ ایک مسجد کے ساتھ جتنے لوگ وابستہ ہیں اور جس محلے میں وہ مسجد ہے اس محلے کے جتنے لوگ ہیں سب کے فرشتوں کی ڈیوٹی کی تبدیلی کا تعلق اسی مسجد کے ساتھ ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا ہے۔ جس وقت بات

زبان سے نکلتی ہے وہ فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے۔ یہاں لفظ کا ذکر ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ نہیں بولتا وہ کوئی بات مگر اس کے پاس نگران ہوتا ہے تیار۔ سورہ انفطار میں ہے وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ''اور بے شک تمہارے اوپر البتہ حفاظت کرنے والے مقرر ہیں كِرَامًا كَاتِبِيْنَ وہ باعزت لکھنے والے ہیں يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' تو قول یہاں سے ثابت ہے اور فعل کا لکھنا وہاں سے ثابت ہے۔ جو بھی نیکی اور بدی کا قول و فعل ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور مہربانی دیکھو کہ نیکی کا قول اور فعل تو فوراً لکھ لیتے ہیں لیکن اگر کوئی بری بات منہ سے نکالتا ہے یا بُرا کام کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ حکم دیتا ہے کہ ذرا ٹھہر جا لَعَلَّهٗ يَتُوْبُ اَوْ يَسْتَغْفِرُ ''ممکن ہے توبہ کرلے یا معافی مانگ لے۔'' اگر بندے نے توبہ کرلی تو برائی نہیں لکھی جاتی توبہ لکھی جاتی ہے۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تھے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ پڑھتے تھے تاکہ مجلس میں جو لغزشیں ہوئی ہیں اس کلمے کی برکت سے وہ سب نیکیوں کی شکل میں لکھی جائیں۔

تو فرمایا نہیں بولتا وہ کوئی بات مگر اس کے پاس نگران ہوتا ہے تیار وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور آئی موت کی غشی حق کے ساتھ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ یہ وہ چیز ہے جس سے تم بھاگتے تھے۔ اے بندے! موت سے تو کتنا بھاگے گا بچ نہیں سکتا۔ جب موت کی غشی آئے گی کون بھاگے گا اور کیسے بھاگے گا۔ یہ تو موت ہے انفرادی۔ یاد رکھو! وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور پھونکی جائے گی بگل۔ ایک نفخہ اولیٰ ہے جس سے دنیا فنا ہو جائے گی اور اس کے بعد نفخہ ثانیہ ہوگا جب سارے اٹھ کھڑے ہوں گے ذٰلِكَ يَوْمُ

الْوَعِيْدِ یہ دھمکی کا دن ہے، عذاب کی دھمکی کے پورا ہونے کا دن ہے۔ قیامت کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ اور آئے گا ہر نفس مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ اس کے ساتھ ایک چلانے والا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا۔ ایک فرشتہ اس کو چلائے گا اور ایک گواہ ہوگا۔ اور یہی دو فرشتے آخر تک اس کے ساتھ رہیں گے۔ جنت یا دوزخ میں جانے تک۔ تو قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور جو اس کے منکر ہیں رب نے ان کو دنیا میں بھی تباہ کیا اور وہ آخرت میں بھی تباہ ہوں گے۔

لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَىَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ الَّذِىْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِى الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَىَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِىَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ اِدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾

لَقَدْ البتہ تحقیق كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ تھا تو غفلت میں مِّنْ هٰذَا اس کارروائی سے فَكَشَفْنَا پس ہم نے کھول دیا ہے عَنْكَ تجھ سے غِطَآءَكَ تیرے پردے کو فَبَصَرُكَ پس تیری آنکھ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ آج بہت تیز ہے وَقَالَ قَرِيْنُهٗ اور کہے گا اس کا ساتھی هٰذَا مَا لَدَىَّ عَتِيْدٌ یہ وہ چیز ہے جو میرے پاس تیار ہے اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ پھینکو تم دونوں جہنم میں

كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ہر کافر ضدی کو مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت روکنے والا ہے نیکی سے مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ تجاوز کرنے والا، شک میں ڈالنے والا ہے الَّذِیْ جَعَلَ جس نے بنایا مَعَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ دوسرے کو الٰہ فَاَلْقِيٰهُ پس دونوں پھینکو اس کو فِی الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ سخت عذاب میں قَالَ قَرِيْنُهٗ کہے گا اس کا ساتھی رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار مَآ اَطْغَيْتُهٗ میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا قَالَ رب تعالیٰ فرمائیں گے لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ نہ جھگڑا کرو میرے پاس وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ اور تحقیق میں نے پہلے بھیج دی تھی تمہاری طرف عذاب کی وعید مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ نہیں تبدیل کی جاتی بات میرے سامنے وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور نہیں ہوں میں ظلم کرنے والا بندوں پر يَوْمَ نَقُوْلُ جس دن ہم کہیں گے لِجَهَنَّمَ جہنم کو هَلِ امْتَلَاْتِ کیا تو بھر چکی ہے وَتَقُوْلُ اور وہ کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کیا کچھ اور بھی ہے وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور قریب کر دی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیے غَيْرَ بَعِيْدٍ دور نہیں ہوگی هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ یہ وہ ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے، حفاظت کرنے والا ہے مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ جس نے خوف کیا رحمٰن سے بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے وَجَآءَ

اورلایا بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ دل رجوع کرنے والا ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ یہ دن ہے ہمیشگی کا لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے فِيْهَا اس میں وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ اور ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منکرین توحید و رسالت اور قیامت کے منکرین کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔ اس سورت میں منکرین قیامت کا ذکر ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ''کیا جس وقت ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے تو یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا اور فرمایا وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ''اور صور پھونکا جائے گا'' قیامت قائم ہوگی، یہ دھمکی کا دن ہوگا اور ہر نفس آئے گا اس کے ساتھ چلانے ولا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا البتہ تحقیق تو غفلت میں تھا اس کارروائی سے اے بندے۔ تو کہتا تھا قیامت کوئی نہیں، میدان حشر کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ کی عدالت کوئی نہیں، میزان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جزا و سزا نہیں ہے۔ تو ان سب چیزوں سے غافل تھا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ پس ہم نے کھول دیا ہے تجھ سے تیرے پردے کو۔ تیری آنکھوں سے پردہ دور کر دیا ہے۔ دیکھ! کچھ نظر آرہا ہے یا نہیں؟ رب تعالیٰ کی عدالت قائم ہے یا نہیں؟ مخلوق اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہے یا نہیں؟ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ آج کے دن تیری آنکھ، تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

لوگ جب قبروں سے اٹھ کر ایک دو قدم چلیں گے تو آنکھیں تیز ہو جائیں گی اور اندھوں کو بھی بینائی مل جائے گی اور جو دنیا میں پڑھنا نہیں جانتے تھے وہ بھی پڑھنے والے

بن جائیں گے اور ہر ایک کے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑایا جائے گا اور حکم ہوگا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] "پڑھ اپنی کتاب کافی ہے تیرا نفس آج کے دن تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔" ہر آدمی اپنا پرچہ خود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ "کیا میرے فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے۔" کہے گا نہیں اے پروردگار! جو میں نے کیا تھا وہی لکھا ہوا ہے۔ اچھا اور پڑھ، اور پڑھ۔ اور پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ کہے گا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو ان چیزوں سے غفلت میں تھا آج ہم نے تیری آنکھوں کے پردے اٹھا دیئے ہیں آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے وَقَالَ قَرِيْنُهٗ اور کہے گا اس کا ساتھی۔ ساتھی سے مراد فرشتہ ہے اگر بندے کی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکیوں والا ساتھی بولے گا اور اگر برا ہے تو برائی کا ساتھی بولے گا هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ یہ وہ چیز ہے جو میرے پاس تیار ہے۔

فرشتہ کہے گا میرے پروردگار! اس کا سارا ریکارڈ میرے پاس محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے عدالت کا فیصلہ ہو چکا اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ ڈال دو تم دونوں جہنم میں كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ہر کافر ضدی کو۔ یہ دائیں بائیں والے فرشتے عدالت کے بعد دوزخ کے کنارے لے جا کر دھکا مار کے دوزخ میں پھینک دیں گے ہر کافر ضدی کو مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت روکنے والا ہے نیکی سے۔ لوگوں کو اسلام سے روکتا تھا، اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتا تھا، حق سے روکتا تھا مُعْتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے حد سے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں بھی اور بندوں کے حقوق کے بارے میں بھی۔ زبانی طور پر بھی تجاوز کرتا ہے اور عملی طور پر بھی مُّرِيْبٍ شک میں ڈالنے والا ہے اللہ تعالیٰ

اور رسول کے احکام کے بارے میں، قیامت کے بارے میں، حق کے بارے میں الَّذِیۡ جَعَلَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ جس نے بنایا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو الٰہ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور الٰہ بنایا۔ الٰہ کا معنیٰ معبود بھی ہے، مسجود بھی ہے، حاجت روا، مشکل کشا بھی ہے، فریاد رس بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی معبود ہے، نہ مسجود ہے، نہ حاجت روا اور مشکل کشا ہے، نہ فریاد رس، نہ دست گیر ہے۔ یہ تمام صفتیں صرف رب کی ہیں۔

جس وقت آدمی کلمہ پڑھتا ہے لا الٰہ الا اللہ تو سارے معبودان باطلہ کا رد کر دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود، مشکل کشا نہیں مانتا۔ لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو الٰہ بنا رکھا ہے فَاَلۡقِیٰہُ پس پھینک دو اس کو فِی الۡعَذَابِ الشَّدِیۡدِ سخت عذاب میں۔ فرشتے جب دوزخ میں ڈال کر فارغ ہو جائیں گے تو پھر انسان اور شیطان کی آپس میں چپقلش ہوگی۔ انسان کہے گا شیطان کو کہ تو نے مجھے گمراہ کیا۔ شیطان کہے گا وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ ''اور نہیں تھا میرے لیے تمہارے اوپر کوئی غلبہ، زور اِلَّاۤ اَنۡ دَعَوۡتُکُمۡ فَاسۡتَجَبۡتُمۡ لِیۡ [ابراہیم: ۲۲] مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی تو تم نے میری بات کو قبول کر لیا۔'' نہ مانتے حق والوں کی بات مان لیتے۔ اس نوک جھوک کا ذکر ہے قَالَ قَرِیۡنُہٗ کہے گا اس کا ساتھی شیطان رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار مَاۤ اَطۡغَیۡتُہٗ میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا۔ میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا وَلٰکِنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ یہ مجھ پر غلط ذمہ داری ڈال رہا تھا میں نے اس کو نہیں بہکایا۔ یہ انسان کا مزاج ہے کہ چند ساتھی مل کر کام کریں اور کام صحیح ہو جائے تو ہر آدمی کامیابی کا سہرا اپنے سر پر رکھتا ہے کہ میری وجہ سے ہوا

ہے۔اور اگر خدانخواستہ بگڑ جائے تو ہر آدمی دوسرے پر ڈالتا ہے کہ اس کی وجہ سے خراب ہوا ہے۔تو انسان شیطان پر ڈالے گا اور شیطان انکار کرے گا اور کہے گا لَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْآ اَنْفُسَکُمْ ''پس نہ ملامت کرو مجھ کو اور ملامت کرو اپنی جانوں کو مَآاَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ [ابراہیم:۲۲] ''نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو۔'' نہ میں تمہارے کام آسکتا ہوں اور نہ تم میرے کام آسکتے ہو مجھے ملامت مت کرو۔اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہ جبراً کسی کو گمراہ کر سکے یا برائی کرا سکے وہ تو خواہشات پیدا کرتا ہے وساوس دل میں ڈالتا ہے اگر انسان ڈٹ جائے اور اس کے وساوس کی پروانہ کرے تو وہ کچھ نہیں کر سکتا۔اب دیکھو اتم نے وضو کیا، سنتیں پڑھیں، جماعت میں شریک ہوئے اور اب درس قرآن سن رہے ہو اپنے ارادے سے۔اب شیطان تم پر وساوس ڈالتا رہے اس کا تم پر کیا اثر ہے۔ اور وہ بدبخت جو ابھی تک سوئے ہوئے ہیں سورج چڑھنے کے بعد اٹھیں گے اور آنکھیں ملتے ہوئے دفتروں اور اپنے کاموں پر جائیں گے اور کوئی ہوں گے جو قضا نماز پڑھیں گے۔شیطان نے تو ان کو باندھ کے نہیں رکھا وہ زبردستی نیکی سے نہیں روک سکتا اور نہ گناہ کروا سکتا ہے۔وساوس ڈالتا ہے، بدی کی ترغیب دیتا ہے پھر ہر آدمی پر اثر ڈالنے والا ابلیس نہیں ہے۔ابلیس نے تو اپنا تخت سمندر پر بچھایا ہوا ہے۔وہ سرکاری دورے پر کبھی شام کے بعد، کبھی کسی وقت نکلتا ہے، باقی کام اس کے چیلے کرتے ہیں۔ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ ہے اور ایک شیطان ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دل میں اچھا خیال پیدا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کا القاء ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور نیک کام کرے۔اور اگر دل میں بُرا خیال

آئے تو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ بائیں طرف لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ کر تھوک دے۔ کیونکہ دل کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف شیطان ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان سرف تک بھاگ جاتا ہے۔ سرف مدینہ طیبہ سے دور ایک جگہ کا نام ہے۔ وہ اذان کے الفاظ سے بڑا گھبراتا ہے۔ پھر جب تکبیر شروع ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے۔ ختم ہوتی ہے تو آجاتا ہے۔ جس وقت آدمی نماز شروع کرتا ہے تو وساوس ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ میں نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ تو وساوس ڈالتا ہے جبر نہیں کرسکتا۔

فرمایا کہے گا اس کا ساتھی شیطان میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا لیکن یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا قَالَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ میرے سامنے جھگڑا نہ کرو کہ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالتے ہو وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ اور تحقیق میں نے پہلے بھیج دی تھی تمہاری طرف عذاب کی وعید۔ میں نے تمھیں دھمکی دے دی تھی کہ اگر برائی کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ پیغمبروں نے تمھیں بات سنا دی، صحابہ کرام نے تم تک پہنچا دی اور ہر زمانے میں حق والے حق کی آواز پہنچاتے رہے۔ تم نے انکار کیا نہیں مانا مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ نہیں تبدیل کی جاتی بات میرے سامنے۔ میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی وہی بات ہے جو ہو چکی ہے کہ بُرے، بے ایمان نے دوزخ میں جانا ہے، یہ فیصلہ اٹل ہے۔ اور ایمان والے میری رحمت میں جگہ پائیں گے وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اور نہیں ہوں میں بندوں پر ظلم کرنے والا۔ رب تعالیٰ تو بڑا مہربان اور رحیم ہے، کریم ہے ہر بندے کے لیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک عورت ہانڈی تیار کر رہی تھی اور ہوا بڑی تیز چل رہی تھی۔ اس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا۔ ہوا کی وجہ سے جب شعلہ اس کی طرف آتا تو وہ دوسری طرف ہو جاتی بچے کی وجہ سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جتنا اس عورت کو اپنے بچے سے پیار ہے اور آگ سے بچا رہی ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ پیار ہے او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ انسان دوزخ میں جلے۔ اگر یہ خود ہی دوزخ کا سامان کرے تو اللہ تعالیٰ کا کیا قصور ہے۔ جب دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں پہنچ جائیں گے تو پھر حالات یوں ہوں گے کہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ نَقُوْلُ جس دن ہم کہیں گے لِجَهَنَّمَ دوزخ کو هَلِ امْتَلَأْتِ کیا تو بھر چکی ہے وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ جہنم میں گناہ گار ڈالے جائیں گے اور وہ زیادہ طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ تو وہ کہے گی قطْ قطْ یعنی بس بس! اب میں پُر ہو گئی ہوں پھر مزید مطالبہ نہیں کرے گی۔

جنت اور جنتیوں کے احوال:

یہ تو جہنم کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اب آگے جنت کے متعلق فرماتے ہیں وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور قریب کر دی جائے گی جنت پرہیز گاروں کے لیے غَيْرَ بَعِيْدٍ دور نہیں ہوگی۔ اور کہا جائے گا هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ یہ وہ ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور یاد رکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کو اور اللہ تعالیٰ

کی حدود کی حفاظت کرنے والا ہے۔ سورت توبہ آیت نمبر ۱۱۲ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی صفت بیان فرمائی ہے وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ”کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ جس نے خوف کیا رحمٰن سے بغیر دیکھے۔ رحمان کو نہیں دیکھا مگر ڈرتا ہے اس کی مخالفت سے وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ اور لایا دل رجوع کرنے والا۔ جس کے دل کا رجوع رب تعالیٰ کی طرف ہو۔ جس میں یہ چار صفتیں ہوں گی وہ جنت کا وارث ہے۔

۱ اَوّاب: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا۔

۲ حَفِیْظ: اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والا۔

۳ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ: جو خوف کھاتا ہے رحمان سے بغیر دیکھے۔

۴ قلب مُنِیْب: ایسا دل لے کر آیا جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

ان لوگوں کو کہا جائے گا۔ فرشتے کہیں گے اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ۔ فرشتے بھی سلام کریں گے، حوریں بھی سلام کریں گی، غلمان چھوٹے بچے بھی سلام کریں گے حتیٰ کہ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمٍ ”رب تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام آئے گا۔ وہاں سلامتی ہی سلامتی ہوگی کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا، دکھ، تکلیف، بیماری نہیں ہوگی، کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔ اب تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہم نہیں سمجھ سکتے۔ نہ لاکھوں، نہ اربوں، نہ کھربوں، بلکہ نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ ہمارے دماغ فیل ہو جائیں گے سوچتے سوچتے لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے جنت میں۔ اگر جنتی چاہے گا کہ میں اڑوں تو وہ اڑ کر جائے گا۔ جنت کے کنارے پر پھل لگے ہو

ئے ہوں گے اس کا جی چاہے گا کھانے کو بس ارادہ کرنے کی دیر ہو گی وہ فوراً اس کے قریب آجائے گا قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ''وہ خود جھک جائیں گے۔'' اڑتے پرندے نظر آئیں گے ارادہ کرے گا کھانے کا وہ پلیٹ میں بھنے ہوئے سامنے آجائیں گے۔ جنت میں جو چاہیں گے ملے گا۔ فرمایا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ اور ہمارے ہاں زیادہ سے زیادہ ہے۔ کوئی چیز ختم ہونے والی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کے خزانے بڑے وسیع ہیں وہ ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ نہ اِس جہان میں اور نہ اُس جہان میں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جنتی لوگوں والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِى الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْىٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع ۳ ۱۶ ۱۷

وَكَمْ اور کتنی اَهْلَكْنَا ہلاک کیں ہم نے قَبْلَهُمْ ان سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ جماعتیں هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ وہ زیادہ سخت تھیں ان سے بَطْشًا گرفت میں فَنَقَّبُوْا پس وہ تلاش کرتے رہے فِى الْبِلَادِ شہروں میں هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ کیا ہے کہیں بھاگنے کی جگہ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَذِكْرٰى البتہ نصیحت ہے لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ جس کے لیے دل ہو اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ یا اس نے کان لگائے ہیں وَهُوَ شَهِيْدٌ اور وہ دل سے حاضر ہو وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فِىْ

سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ اور نہیں پہنچی ہمیں کوئی تھکاوٹ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں وَسَبِّحْ اور تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ اور غروب سے پہلے وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو فَسَبِّحْهُ پس آپ اس کی تسبیح بیان کریں وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور سجدوں کے پیچھے بھی وَاسْتَمِعْ اور کان لگا کر سنیں يَوْمَ يُنَادِ جس دن پکارے گا الْمُنَادِ پکارنے والا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ قریب کی جگہ سے يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ جس دن سنیں گے یہ لوگ چیخ کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ یہ دن ہے نکلنے کا اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ بے شک ہم زندہ کرتے ہیں وَنُمِيْتُ اور مارتے ہیں وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ اور ہماری طرف ہی لوٹنا ہے يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ جس دن پھٹے گی زمین عَنْهُمْ سِرَاعًا ان سے بڑی تیزی سے ذٰلِكَ حَشْرٌ یہ اکٹھا کرنا عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ہمارے اوپر آسان ہے نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں بِمَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ اور نہیں ہیں آپ ان پر جبر کرنے والے ۔فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ پس آپ نصیحت کریں قرآن پاک کے ذریعے مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ اس شخص کو جو خوف کرتا ہے میری دھمکی سے۔

ربطِ آیات :

پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جو توحید و رسالت اور قیامت کے منکر تھے۔ان کو دلائل کے ساتھ قیامت کا اثبات سمجھایا۔اب اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو تنبیہ فرماتے ہیں۔ فرمایا وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ۔ قرن کا معنیٰ جماعت بھی ہے اور زمانہ بھی ہے۔اس مقام پر معنیٰ جماعت کا ہے۔اور ہم نے ہلاک کیں ان سے پہلے کتنی جماعتیں۔ نزول قرآن کے وقت جو لوگ موجود تھے ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر دی گئیں تھیں۔موسیٰ علیہ السلام کی قوم،عیسیٰ علیہ السلام کی قوم،صالح علیہ السلام کی قوم،شعیب علیہ السلام کی قوم،لوط علیہ السلام کی قوم اور بے شمار نافرمان قومیں تباہ کر دی گئیں هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا وہ پہلے لوگ زیادہ سخت تھے ان سے گرفت میں۔آج ان کو گھمنڈ ہے اپنی قوت پر،مال،اولاد اور افراد پر۔پہلے والے زیادہ سخت تھے ان سے گرفت میں فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ۔ نَقَّبَ يُنَقِّبُ تَنْقِيْبًا کا معنیٰ ہوتا ہے ڈھونڈنا،تلاش کرنا۔معنیٰ ہوگا پس وہ ڈھونڈتے رہے شہروں میں هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ۔ محیص مصدر میمی بھی بن سکتا ہے اور اسم ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔مصدر ہو تو معنیٰ ہوگا ہے کوئی چھٹکارا۔اور ظرف بنائیں تو معنیٰ ہوگا ہے کوئی چھٹکارے کی جگہ۔جس وقت عذاب کی نشانیاں ظاہر ہوئیں تو لگے بھاگنے کہ موت سے بچنے کا کوئی چھٹکارا یا جگہ ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آجانے کے بعد کون بچ سکتا ہے؟ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى بے شک اس میں جو ہم نے بیان کیا ہے نصیحت ہے مگر کس کے لیے؟ لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ جس کے لیے دل ہو۔مراد یہ کہ دل زندہ ہو مردہ نہ ہو اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ یا اس نے کان لگائے ہیں یعنی اپنے کانوں کو متوجہ کیا بات سننے کے لیے وَهُوَ شَهِيْدٌ اور وہ دل سے حاضر ہو۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی مجلس میں

بیٹھا ہوتا ہے لیکن بیان کرنے والے کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ اس کو علم ہی نہیں ہوتا کہ کیا بیان ہوا ہے۔ظاہر بات ہے جب دھیان نہیں ہوگا، توجہ نہیں ہوگی تو کیا حاصل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے دو قیدیں لگائی ہیں نصیحت حاصل ہونے کے لیے۔ دل زندہ ہو، کان لگا کر توجہ کے ساتھ سنے۔دل حاضر ہو تو فائدہ ہوگا۔

منکرین قیامت کے لیے دلائل قدرت :

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کر کے قیامت کے منکروں کو سمجھایا ہے کہ میرے لیے قیامت کا برپا کرنا کیا مشکل ہے۔فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور البتہ ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں۔جو آسمان ہمارے سروں پر ہے اس کی بلندی اور وسعت کو دیکھو کہ اس کے نیچے نہ کوئی کھمبا، نہ ستون، نہ پلر، ہزار ہا سال گزر گئے ہیں اس کو بنے ہوئے اس میں نہ کوئی خرابی نہ دراڑ۔ہم چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں کچھ عرصے کے بعد خراب ہو جاتی ہیں حالانکہ ان کے نیچے دیواریں اور کتنے ستون ہوتے ہیں۔تو رب تعالیٰ کی قدرت نہیں سمجھتے کہ سات آسمان اس نے سروں پر لٹکا دیئے ہیں زمین سے جتنا فاصلہ پہلے آسمان کا ہے اتنا فاصلہ ہر ہر آسمان کے درمیان ہے۔پہلے سے دوسرے کا، دوسرے سے تیسرے کا، تیسرے سے چوتھے کا، چوتھے سے پانچویں کا اور پانچویں سے چھٹے کا اور چھٹے سے ساتویں کا فاصلہ ہے۔اس کے اوپر عرش ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جسم اور حجم کے اعتبار سے عرش کا وجود بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، قائم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

استوی علی العرش کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام مدینہ، جو بڑے امام اور فقیہ ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ اس پر ایمان لانا واجب ہے وَ کَیْفِیَّتُهٗ مَجْهُوْلَةٌ اور اس کی کیفیت مجہول ہے کہ کیسے بیٹھا ہے۔ کوئی آدمی کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے، کوئی پلنگ پر، کوئی زمین پر، ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ [سورۃ شوریٰ] ''اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمام تشبیہات سے بالاتر ہے وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ اس کے بارے سوال کرنا، خواہ مخواہ کریدنا بدعت ہے۔ یوں کہو کہ عرش پر بیٹھا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اور جس طرح عرش پر ہونا ماننا ہے اور عقیدہ رکھنا ہے اسی طرح یہ بھی عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ بھی ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔'' کل کے سبق میں تم نے پڑھا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ''ہم انسان کے زیادہ قریب ہیں شہ رگ سے۔'' اور اٹھائیسویں پارے میں ہے مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا [سورۃ المجادلہ] ''نہیں ہوتا کوئی مشورہ تین آدمیوں میں مگر وہ چوتھا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں کا مگر چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔'' تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔''

تو فرمایا ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔ چھ دنوں کا وقفہ مراد ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ چاند تھا نہ

سورج تھا۔ اور دنوں کا حساب تو ہوتا ہے اس طرح کہ سورج چڑھ گیا تو دن ہو گیا غروب ہوا تو دن ختم ہو گیا۔ تو چھ دنوں سے دنوں کا وقفہ مراد ہے۔ یہ اس کا ایک طریقہ تھا ورنہ وہ آنِ واحد میں ہر شے کو پیدا کر سکتا ہے اِذَآ اَرَادَ شَيْـئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [سورۃ یٰسین] ''جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' تو ایک قدرت اللہ اور ایک سنۃ اللہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ چھ دنوں کے وقفے میں کیوں پیدا کیا؟ تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مخلوق کو بتانا مقصود ہے کہ قادر مطلق ہونے کے باوجود میرا کام تدریجی ہے اسی طرح تمہارے کام بھی تدریجی، آہستہ آہستہ ہونے چاہئیں وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ اور نہیں پہنچی ہمیں کوئی تھکاوٹ یہ تمام چیزیں بنانے کے باوجود۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے بس یہی باتیں کافی ہیں۔ جو ذات یہ سب کچھ کر سکتی ہے اس کے لیے تمھیں دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

کافر مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مختلف الفاظ بکتے تھے، کبھی کہتے مجنون ہے، کبھی کہتے جھوٹا ہے، کبھی جادوگر اور مسحور کہتے، کبھی مفتری کہتے۔ ان باتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف تو ہوتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی آپ صبر کریں وقت آنے پر یہ سب اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ پس آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں۔ جواب نہ دیں کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کو ویسا ہی کہہ دیا تو فرق تو نہ رہا۔

سلام کا معنٰی اور ایک یہودی کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی اندر آنے کی۔ جب کوئی آدمی آتا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے چلی

جاتی تھیں جو کپڑے کا لٹکا ہوتا تھا۔ ام المومنین پردے کے پیچھے ہوگئیں، یہودی کو اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے کہا اَلسَّامُ عَلَیْکَ درمیان میں لام کھا گیا۔ سام کا معنیٰ ہے موت۔ اور سلام کا معنیٰ ہے سلامتی۔ السلام علیکم کا معنیٰ ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو اور السام علیك کا معنیٰ ہے تجھے اللہ مارے۔ یہاں پر ایک بات سمجھ لیں کہ سلامتی کی دعا اس کو دی جاتی ہے جس کو خطرہ ہو۔ بعض جاہل قسم کے لوگ پیار و محبت سے کہتے ہیں اللہ جی! یہ اللہ جی کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دعائیہ جملہ ہے اور اس کے لیے بولا جاتا ہے جس کو موت کا خطرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو کون سا موت کا خطرہ ہے کہ تم اس کو زندہ ہونے کی دعا دے رہے ہو۔ اس واسطے اَلسَّلَامُ عَلَی اللہ کہنا جائز نہیں ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے لَا تَقُوْلُوْا السَّلَام عَلَی اللہِ فَاِنَّہٗ ھُوَ السَّلَام ''السلام علی اللہ نہ کہو کہ وہ تو خود سلامتی والا ہے۔'' ہاں اماں جی! کہو، ابا جی! کہو، استاد جی! کہو، حافظ جی! کہو، کیونکہ ان کو موت کا خطرہ ہے۔ تو خیر اس یہودی نے کہا السام علیک۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بات کی طرف دھیان رکھتی تھیں۔ انھوں نے سن لیا تو پردے کے پیچھے سے ہی کہا عَلَیْکَ السَّام وَاللَّعْنَۃُ ''تجھ پر موت اور لعنت ہو۔'' یہودی جب بات کر کے چلا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ تو بڑے غصے میں تھی کیا بات تھی؟ کہنے لگیں اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ ''آپ نے سنا نہیں اس نے کیا کہا ہے؟'' فرمایا اَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قُلْتُ لَہٗ ''آپ نے نہیں سنا جو میں نے اس کو کہا ہے؟ اس نے مجھے کہا اَلسَّامُ عَلَیْکَ تجھے موت آئے۔ میں نے کہا عَلَیْکَ تجھے آئے۔ بس جواب ہوگیا۔

تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر کریں ان کی باتوں پر وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔ مسلم شریف میں روایت ہے اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی

اللّٰہِ سبحان اللّٰہ وَ بِحَمْدِہٖ یہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ "دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں ترازو میں بڑے بھاری ہیں، ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور دوسرا سبحان اللہ العظیم۔" فرمایا اپنے رب کی تسبیح کرو قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔ یہ وقت پَو پھٹنے کے بعد کا ہے صبح صادق کے بعد اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے وَمِنَ الَّیْلِ اور رات کو فَسَبِّحْہُ پس آپ تسبیح بیان کریں۔ معراج پر جانے سے پہلے تین نمازیں ہوتی تھیں فجر، عصر اور تہجد۔ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے تہجد فرض تھی۔ اس کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن ثواب کے لحاظ سے نفلی نمازوں میں تہجد کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ تہجد کی نماز دو رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک ہے۔

آپ ﷺ نے دو بھی پڑھی ہیں، چار، چھ، آٹھ اور بارہ بھی پڑھی ہیں۔ عموماً آپ ﷺ آٹھ رکعتیں یا بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ جب آٹھ پڑھتے تھے تو چار چار رکعتیں کر کے پڑھتے تھے فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ "مت پوچھو ان کے حسن اور لمبے ہونے کے بارے میں۔" اور جب بارہ پڑھتے تھے تو دو رکعتیں کر کے پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کبھی بارہ پڑھ لو، کبھی آٹھ پڑھ لو۔ نہیں توفیق تو دو پڑھ لو۔ تہجد پَو پھٹنے کے بعد نہیں ہوتی۔

تو فرمایا تسبیح بیان کر اپنے رب کی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کو تسبیح بیان کر وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور سجدوں کے پیچھے بھی یعنی

نمازوں کے بعد۔ نمازوں کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ، اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر۔ اور آیۃ الکرسی اور استغفار اور جو وظیفے کر سکتے ہو، کرو اور آخرت کی تیاری کرو وَاسْتَمِعْ اور سن لے اے مخاطب! میری بات يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ جس دن پکارے گا پکارنے والا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ قریب کی جگہ سے۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ صخرۂ بیت المقدس، بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہو کر اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے جو ہر ایک کو ایسے محسوس ہوگا کہ میرے پاس سے آواز آرہی ہے۔ چاہے کوئی مشرق میں ہوگا یا مغرب میں یا شمال میں ہوگا یا جنوب میں۔ سب قریب سے سنیں گے يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ جس دن سنیں گے ایک چیخ بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ وہ حق کی آواز ہوگی اور جس وقت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ وہ نکلنے کا دن ہوگا قبروں سے۔ کیونکہ عرب مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے اس لیے خروج فرمایا۔ باقی جو جلا دیا گیا وہ بھی آئے گا، جس کو مچھلیاں ہڑپ کر گئیں وہ بھی آئے گا، پرندے درندے کھا گئے وہ بھی آئے گا۔ سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ قیامت کا انکار کرنے والو سن لو! إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ ہماری قدرت مانتے ہو کہ نہیں؟ اور یاد رکھو وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ اور ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اور ظرف کا صیغہ ہو تو معنٰی ہوگا ہماری طرف ہے لوٹنے کی جگہ۔ کس دن آؤ گے؟ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ جس دن پھٹے گی زمین عَنْهُمْ ان سے سِرَاعًا بڑی تیزی سے۔ بگل بجے گی آناً فاناً اللہ تعالیٰ ہڈیوں کے ساتھ ذرات کو جوڑ کر بندہ بنا کر کھڑا کر دیں گے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جیسے ماں کے پیٹ سے ننگے بدن پیدا ہوئے تھے ایسے ہی ہوں گے۔ پھر کسی کو ایک قدم کے بعد کپڑا ملے گا، کسی کو دو قدموں کے بعد۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

دارمی کی روایت میں آتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا پھر مجھے پہنایا جائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہلے اس لیے پہنایا جائے گا کہ جس وقت ان کو آگ کے بھٹے میں ڈالا گیا تھا جُرِّدَ عَنِ الثِّیَابِ ''ننگا کر کے رسیوں میں جکڑ کر ڈالا گیا تھا۔'' تو فرمایا بڑی تیزی سے نکلیں گے ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ یہ اکٹھا کرنا ہمارے اوپر آسان ہے۔ تم اس کو مشکل سمجھتے ہو اور کہتے ہو ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ ''کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی تو پھر لوٹیں گے یہ لوٹنا دور کی بات ہے۔''

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اکٹھا کرنا ہمارے لیے آسان ہے نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ باتیں کرتے ہیں قیامت کے بارے میں، توحید و رسالت کے بارے میں، آپ کے بارے میں۔ آپ پریشان نہ ہوں آپ کی یہ خواہش ہے کہ یہ ایمان لے آئیں وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان پر جبر کرنے والے تو نہیں ہیں کہ جبراً ان کو مسلمان بنا دیں۔

سورہ یونس آیت نمبر ۹۹ میں ہے اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ''کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں گے۔'' آپ کا کام یہ نہیں ہے۔ آپ کا کام یہ ہے فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ پس آپ نصیحت کریں قرآن پاک کے ذریعے۔ قرآن کے ذریعے آپ ان کو سمجھائیں مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ اس شخص کو جو خوف کرتا

ہے میری دھمکی سے کہ قیامت آئے گی، عذاب آئے گا۔ جس کو یہ خوف ہے اس کو یقیناً فائدہ ہوگا دوسرے کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ کا کام ہے قرآن کے ذریعے تذکیر کرنا، ان کو قرآن سنانا اور سمجھانا۔ باقی ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الذّٰریٰت

(مکمل)

جلد............١٩

آياتها ٦٠ ٥١ سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ٦٧ ركوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿٨﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿٩﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿١١﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٥﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿١٦﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾

وَالذّٰرِيٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں ذَرْوًا اڑانا

فَالْحٰمِلٰتِ پس اٹھاتی ہیں وِقْرًا بوجھ کو فَالْجٰرِيٰتِ پس چلتی ہیں

يُسْرًا آسانی سے فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا پس تقسیم کرتی ہیں معاملے کو اِنَّمَا

تُوْعَدُوْنَ بے شک جس چیز کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جا رہا ہے لَصَادِقٌ

البتہ سچا ہے وَّاِنَّ الدِّيْنَ اور بے شک جزا لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونے والی

ہے وَالسَّمَآءِ قسم ہے آسمان کی ذَاتِ الْحُبُكِ جو راستوں والا ہے
اِنَّكُمْ بے شک تم لَفِيْ قَوْلٍ ایسی بات میں ہو مُّخْتَلِفٍ جو مختلف ہے
يُّؤْفَكُ عَنْهُ پھیرا جاتا ہے اس سے مَنْ اُفِكَ جس کو پھیرا گیا قُتِلَ
الْخَرّٰصُوْنَ ہلاک ہو گئے اٹکل سے باتیں کرنے والے الَّذِيْنَ وہ هُمْ
فِيْ غَمْرَةٍ جو غفلت میں سَاهُوْنَ پڑے ہوئے ہیں يَسْئَلُوْنَ سوال
کرتے ہیں اَيَّانَ کب ہوگا يَوْمُ الدِّيْنِ بدلے کا دن يَوْمَ جس
دن هُمْ عَلَى النَّارِ وہ آگ پر يُفْتَنُوْنَ آزمائے جائیں گے (کہا
جائے گا) ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ چکھو اپنے فتنے کا مزہ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
تَسْتَعْجِلُوْنَ یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے اِنَّ
الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّعُيُوْنٍ
اور چشموں میں اٰخِذِيْنَ لینے والے ہوں گے مَآ وہ نعمتیں اٰتٰهُمْ
رَبُّهُمْ جو دے گا ان کو ان کا رب اِنَّهُمْ كَانُوْا بے شک وہ تھے قَبْلَ ذٰلِكَ
اس سے پہلے مُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا
يَهْجَعُوْنَ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ
اور وہ سحری کے وقت بخشش مانگتے تھے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام ذاریات ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں ذاریات کا لفظ موجود

ہے۔اس سے پہلے چھیاسٹھ سورتیں نازل ہو چکی تھیں ۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔اس کے تین رکوع اور ساٹھ آیات ہیں۔واؤ قسم کا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالذّٰرِیٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں ذَرْوًا اڑانا۔مخلوق کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے سوا کسی کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔مثلاً: اگر کوئی کہے کہ مجھے نبی کی قسم ہے،رسول کی قسم ہے، پیر کی قسم ہے، باپ کی قسم ہے، دودھ پتر کی قسم ہے۔ یہ تمام قسمیں ناجائز ہیں اور شرک ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ ''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔'' یہ قانون مخلوق کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کسی قانون کا پابند نہیں ہے۔اس نے بہت ساری چیزوں کی قسم اٹھائی لیکن قسم شہادت ہے۔ایک قسم ہوتی ہے عظمت کی تو اللہ تعالیٰ سے زیادہ عظمت والی کوئی شے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عظمت کی قسم اٹھائے۔
قسم شہادت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جس چیز کی قسم کھاتا ہے اس کو بطور گواہ کے پیش کرتا ہے جس طرح کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو گواہ بناتا ہے کہ وہ علیم کل اور قادر مطلق ہے وہ جانتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے۔اور اگر میں جھوٹی قسم اٹھا رہا ہوں تو وہ مجھے سزا بھی دے سکتا ہے۔

اس کے برخلاف جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس چیز کو بطور دلیل کے پیش کرتا ہے یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے جن ہواؤں یا دیگر چیزوں کی قسم اٹھائی ہے اس سے قیامت کے قائم ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں۔
تو فرمایا قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں اڑانا۔کپڑا اڑا دیتی ہیں، مٹی اور دیگر

چیزیں اڑا دیتی ہیں فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو اٹھانے والی ہیں بوجھ کو۔ بوجھ سے مراد بادل ہیں۔ بادلوں کو اٹھاتی ہیں کہ ان میں بڑا بوجھ ہوتا ہے فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا پس چلتی ہیں آسانی سے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی کے ساتھ چلنے کا حکم ہوتا ہے فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا پس تقسیم کرتی ہیں معاملے کو رب تعالیٰ کی طرف سے جہاں بادلوں کو پہنچانے کا حکم ہے وہاں پہنچا دیتی ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق یہ سب ہواؤں کی صفات ہیں۔

دوسری تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑاتی ہیں اڑانا۔ پس قسم ہے بادلوں کی جو بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بادلوں میں پانی ہوتا ہے، اولے ہوتے ہیں۔ پس قسم ہے ان کشتیوں کی جو سمندر میں چلتی ہیں آسانی کے ساتھ۔ پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تقسیم کرتے ہیں معاملے کو۔ جو ڈیوٹیاں رب تعالیٰ نے ن کے ذمہ لگائی ہیں ان کو تقسیم کرتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے مقسّمت سے مراد فرشتے ہیں، جٰریٰت سے مراد کشتیاں ہیں اور سے حٰملٰت مراد بادل ہوں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ اس سے مراد وہ ستارے ہیں جو چلتے ہیں۔ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو چلتے ہیں۔ ان کو سیارات کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ جو اپنی جگہ پر ٹکے رہتے ہیں، ان کو ثوابت کہا جاتا ہے یہ حرکت نہیں کرتے۔

سیارات چلتے ہیں۔ پھر کسی کی حرکت مشرق کی طرف، کسی کی مغرب کی طرف، کسی کی شمال کی طرف اور کسی کی جنوب کی طرف۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

فرمایا ان چیزوں کی قسم ہے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ بے شک وہ چیز جس کا

تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے البتہ سچا ہے وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ اور بے شک جزا البتہ واقع ہونے والی ہے۔ بدلے اور حساب کا دن ضرور واقع ہوگا، قیامت ضرور آئے گی، نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملے گا فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ [پارہ:۳۰] ''جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کا کام کیا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کا کام کیا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ نامہ اعمال میں سب کچھ درج ہوگا اور جب مجرم اعمال نامہ دیکھیں گے تو کہیں گے یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا کَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] ''ہائے افسوس ہمارے لیے کیا ہے اس کتاب کو کہ نہیں چھوڑتی یہ کوئی بڑی چیز اور نہ چھوٹی مگر اس کو سنبھال رکھا ہے۔'' اگر کسی نے آنکھ کے ساتھ کسی کو اچھا یا برا اشارہ کیا ہے وہ بھی درج ہوگا۔ اگر کسی کی نقل اتاری ہے ہاتھ کے ساتھ وہ بھی درج ہوگی اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کا بدلہ ملے گا یقینی طور پر۔ مگر مادی دور کے حالات نے ہمارے چھوٹے بڑوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں کہ ہم قیامت کو برائے نام مانتے ہیں۔ وہ لوگ بہت کم ہیں جو صحیح معنیٰ میں قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ محض اتنا کہنے سے تو کچھ نہیں بنے گا کہ قیامت آئے گی، قیامت آئے گی، جب تک اس کا یقین نہ کریں اور اس کی تیاری نہ کریں۔

تو فرمایا بے شک بدلہ البتہ واقع ہونے والا ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۔ حُبُك حِبٰكٌ یا حِبٰكَةٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے راستہ۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے۔ جس طرح زمین پر راستے ہیں کہ ان پر انسان، حیوان وغیرہ چیزیں چلتی ہیں ایسے ہی آسمانوں پر راستے ہیں جن پر فرشتے چلتے ہیں، چاند، سورج، ستارے چلتے ہیں۔ یہ چاند، سورج، ستارے جسم میں انسان سے بہت بڑے ہیں مگر مجبور محض ہیں

جس کام پر اللہ تعالیٰ نے لگا دیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔ مگر اس چھوٹے سے انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑے اختیار دیئے ہیں۔ یہ اپنی مرضی سے بیٹھتا ہے، اٹھتا ہے، چلتا پھرتا ہے۔ پھر اس کو اختیار ہے کہ آہستہ چلے، دوڑ لگائے، آگے جائے، پیچھے جائے، دائیں جا سکتا ہے، بائیں طرف مڑ سکتا ہے۔ لیکن سورج بچارے میں تو اتنی بھی قدرت نہیں ہے کہ راستے سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہو سکے یا رفتار میں کمی بیشی کر سکے۔ جسم ان کے بڑے ہیں، روشنی ان کو رب تعالیٰ نے دی ہے لیکن اختیارات انسان اور جنات کے پاس زیادہ ہیں۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ ان سے روشنی سلب کر لی جائے گی اور چاند، سورج، دونوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بے چاروں کا کیا قصور ہے کہ ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

تو مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو سزا کے طور پر نہیں پھینکا جائے گا بلکہ کافروں، مشرکوں کو بتلانے کے لیے پھینکا جائے گا کہ یہ ہیں جن کی تم پوجا کرتے تھے اپنے معبودوں کا حال دیکھ لو دوزخ میں جل رہے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں چاند، سورج کی پوجا کرنے والے بھی ہیں، پتھروں، درختوں، دریاؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہیں۔ ایک مومن ہے جس کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور نہ کسی کے سامنے جھکنا ہے۔ اس کا پہلا کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ''نہیں ہے کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا، دست گیر، فریاد رس، کوئی حاکم، کوئی قانون بنانے والا مگر اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ رازق ہے، نہ کوئی عالم الغیب ہے، نہ حاضر و ناظر ہے، نہ کوئی مختار کل ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ۔

قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ کی تین تفسیریں :

تو فرمایا قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ بے شک تم ایسی بات میں ہو جو مختلف ہے۔ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ سے کیا مراد ہے؟ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک مراد ہے۔ کوئی اس کو کہانت کہتا ہے، کوئی جادو کہتا ہے، کوئی گھڑا ہوا کہتا ہے۔ تو قرآن کریم کے متعلق مختلف باتیں ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ کوئی آپ ﷺ کے متعلق کہتا ہے کہ یہ کاہن ہے، کوئی مفتری کہتا ہے کہ اس نے قرآن خود بنایا ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ کوئی شاعر کہتا ہے کوئی مجنوں کہتا ہے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ سے مراد قیامت ہے۔ اس کے بارے میں اہل حق مانتے ہیں کہ آئے گی۔ منکرین قیامت کہتے ہیں نہیں آئے گی جیسے تم پہلی (پچھلی) سورت میں پڑھ چکے ہو ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۔ پھر ماننے والوں میں عیسائی کہتے ہیں کہ صرف روحانی ہوگی۔ جیسے سویا ہوا آدمی خواب دیکھتا ہے۔ اور اہل حق کہتے ہیں جسمانی ہوگی اور اسی طرح ہوگی جس طرح قرآن وحدیث میں بتلائی گئی ہے۔ جس طرح آج ہم بیٹھے ہیں قیامت والے دن اس سے بھی زیادہ وزنی قوت کے ساتھ ہوں گے۔ تو ماننے والے مسلمان کہتے ہیں حسی ہوگی اور عیسائی کہتے ہیں صرف معنوی ہوگی۔

فرمایا يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ پھیرا جاتا ہے اس سے جس کو پھیرا گیا۔ جو سیدھے راستے پر چلتا ہے وہ پہنچ جاتا ہے اور جو ٹیڑھے راستے پر چلتا ہے وہ نہیں پہنچے گا قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۔ خرص کہتے ہیں درختوں پر لگے ہوئے پھل کا اندازہ لگانا کہ یہ کتنا

ہے۔ پھلوں کی زکوٰۃ کتنی ہوگی۔ مثلاً کوئی تجربہ کار آدمی باغ میں پھر کر اندازہ لگائے کہ کھجوریں کتنی ہوں گی اب اور خشک ہونے کے بعد کتنی ہوں گی۔ انگور کتنے ہوں گے اور منقی کتنے بنیں گے۔ سوگی (کشمش) کتنی بنے گی۔ خرص کا یہ معنٰی ہے۔ آیت کریمہ کا معنٰی ہوگا ہلاک کیے گئے اٹکل سے باتیں کرنے والے۔ دین کے متعلق اٹکل پچو باتیں کرنے کی کوئی وقعت نہیں۔ یہاں تصدیق کرنے اور ایمان لانے کا حکم ہے اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ وہ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں دنیا کے نشے میں ان کو انجام کا کوئی علم ہی نہیں ہے۔

دنیا کے نشے کی مثال :

اس کو تم اس طرح سے سمجھو کہ جب بندے کا آپریشن کیا جاتا ہے تو اس کو بے ہوش کر دیا جاتا ہے۔ اس کو علم نہیں ہوتا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی ٹانگ کاٹی جاتی ہے، بازو کاٹا جاتا ہے، پیٹ چاک کیا جاتا ہے مگر اس کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ جس وقت نشہ اترتا ہے ہوش میں آتا ہے پھر علم ہوتا ہے کہ میرا بازو کٹ گیا ہے یا ٹانگ کٹ گئی ہے وغیرہ۔ اسی طرح آج دنیا کی دولت کا نشہ ہے، دنیا کی محبت کا نشہ ہے جس کی وجہ سے ہمیں پتا نہیں چل رہا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کا نتیجہ کیا آئے گا اور ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے؟ بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے یہ دنیا کا نشہ اتر جائے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور کیا دھرا سب سامنے آجائے گا۔

تو فرمایا وہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں یَسْئَلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ یہ سوال کرتے ہیں کب ہوگا بدلے کا دن۔ یہ جزا کا دن کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ جس دن وہ آگ کے کنارے کھڑے ہوں گے، آزمائے

جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کھڑے ہوں گے دوزخ نظر آ رہا ہوگا اور انجام بھی نظر آ رہا ہوگا۔ پھر اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اور کہا جائے گا ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ چکھو اپنے فتنے کا مزہ۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فتنے سے مراد شرک ہے۔ شرک سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے۔ سورت بقرہ آیت نمبر ۱۹۱ میں ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ''فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔'' شرک قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ مومن نے اگر جذبات میں آ کر کسی مومن کو قتل کر دیا اور وہ اس قتل کو حلال نہیں سمجھتا تو سزا بھگت کر کسی نہ کسی وقت دوزخ سے نکل آئے گا لیکن شرک کرنے والے کے لیے تو قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ کبھی دوزخ سے نکلے گا۔ لہٰذا شرک کی سزا قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اور بعض فرماتے ہیں کہ فتنے سے مراد عام فتنے بھی ہیں۔ قتل ہو گیا بس ختم۔ اور فتنہ تو چلتا رہتا ہے اور فتنے باز لوگ ہر وقت فتنے میں ڈال کر رکھتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا ''فتنہ سویا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو جو اس کو بیدار کرے۔'' فتنے کی بات کرنا اور فتنے کا کام کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ شریعت کو یہ قطعاً گوارا نہیں ہے۔ آج ساری دنیا فتنوں سے بھری ہوئی ہے۔ کیا شہر، کیا دیہات، قتل، اغوا، چوری، ڈکیتی، نہ گھروں میں سکون ہے، نہ بازاروں میں، نہ بسوں میں، کسی جگہ امن نہیں رہا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ [روم:۴۱] ''ظاہر ہو گیا فساد خشکی اور تری میں اس وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا ہے۔'' اب ہمارے گناہ زیادہ ہو گئے ہیں اس لیے خلا بھی فتنے سے خالی نہیں ہے۔ تو فرمایا اپنے فتنے کا مزا چکھو هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ یہ وہ چیز ہے

جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے کہ کب آئے گا حساب کا دن۔ اب آگیا ہے اس کا مزہ چکھو۔

اب مومنوں کا حال سنو اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ بے شک پرہیز گار لوگ، کفر و شرک سے بچنے والے، گناہوں سے بچنے والے باغوں میں ہوں گے اور چشموں میں ہوں گے۔ باغ ایسے کہ جن کا پھل کبھی ختم نہیں ہوگا اور چشمے ایسے جو کبھی خشک نہیں ہوں گے اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ لینے والے ہوں گے وہ نعمتیں جو دے گا ان کو ان کا رب۔ جن کا کوئی حساب نہیں ہوگا اور ان نعمتوں کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے یہ چیزیں ان کو اس لیے ملیں گی کہ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ بے شک وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ پرہیز گاری کی زندگی بسر کی اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ صلہ دیا۔ اور ان کی یہ بھی صفت ہے کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ ان کی راتیں عبادت میں گزرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے نہ ہو جاؤ کَالْحِمَارِ فِی النَّھَارِ وَ جِیْفَۃٍ فِی اللَّیْلِ ''دن کو گدھے بنے رہو اور رات کو مردے بنے رہو۔'' حاصل ترجمہ چار پائی سے ہی نہ ہلو۔ دن کو بھی نیکی کرو اور رات کو بھی نیکی کرو۔

ایک زمانہ تھا کہ اگر کسی کی ڈاڑھی میں ایک بال سفید آجاتا تو وہ تہجد شروع کر دیتا تھا باقی نمازوں کے تو پہلے ہی پابند ہوتے تھے۔ کہتے تھے جَآءَ کُمُ النذیر ''تمہارے پاس ڈرانے والا آگیا ہے۔'' اب ہمیں آخرت کی تیاری کرنی چاہیے۔ اور اب ہم ایسے پاگل ہیں کہ سارے طوفان ہمارے اوپر سے گزر جائیں ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

نیک بندوں کی تیسری صفت: وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ اور وہ سحری

کے وقت بخشش مانگتے ہیں اپنے رب سے۔احادیث میں آتا ہے کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی توجہ آسمان دنیا کی طرف ہو جاتی ہے۔اور یہ بھی ہے کہ رب اترتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور آواز دیتا ہے هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ لَهٗ ''ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں۔'' ہے کوئی مجھے پکارنے والا کہ میں اس کو قبولیت سے بخشوں جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو پورا کروں، ہے مجھ سے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں۔

تو سحری کا وقت قبولیت کا وقت ہے۔اس وقت دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں، استغفار بھی قبول ہوتا ہے۔تو یہ صفتیں بیان فرمائیں پرہیزگاروں کی۔

وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾

ع ۱۸ | قال فما خطبکم ۲۷

وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ اوران کے مالوں میں حَقٌّ حق ہے لِّلسَّآىٕلِ سوال کرنے والے کے لیے وَالْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے وَفِی الْاَرْضِ اور زمین میں اٰیٰتٌ نشانیاں ہیں لِّلْمُوْقِنِیْنَ یقین کرنے والوں کے لیے وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اور تمہاری جانوں میں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ پس قسم ہے آسمان کے رب کی وَالْاَرْضِ اور زمین کے رب کی اِنَّهٗ لَحَقٌّ بے شک وہ قیامت البتہ حق ہے مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ جیسے تم بے شک تَنْطِقُوْنَ

بولتے ہو هَلْ اَتٰىكَ کیا آئی ہے آپ کے پاس حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی بات الْمُكْرَمِيْنَ جو عزت والے تھے اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ داخل ہوئے ان پر فَقَالُوْا سَلٰمًا پس انھوں نے کہا سلام قَالَ سَلٰمٌ ابراہیم علیہ السلام نے کہا سلام قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں فَرَاغَ پس مائل ہوئے اِلٰٓى اَهْلِهٖ اپنے گھر والوں کی طرف فَجَآءَ پس لائے بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ بچھڑا موٹا تازہ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ پس اس کو قریب کیا ان کے قَالَ فرمایا اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ پس محسوس کیا ان سے خِيْفَةً کچھ خوف قَالُوْا کہنے لگے لَا تَخَفْ نہ کر خوف وَبَشَّرُوْهُ اور خوش خبری سنائی انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ایک علم والے لڑکے کی فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ پس سامنے آگئی بیوی ان کی فِىْ صَرَّةٍ آہستہ آہستہ بات کرتے ہوئے فَصَكَّتْ وَجْهَهَا پس اس نے تھپڑ مارا اپنے چہرے پر وَقَالَتْ اور کہنے لگی عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ بڑھیا ہے بانجھ قَالُوْا وہ کہنے لگے كَذٰلِكِ اسی طرح ہوگا قَالَ رَبُّكِ فرمایا ہے آپ کے رب نے اِنَّهٗ بے شک وہ هُوَ الْحَكِيْمُ وہ حکیم ہے الْعَلِيْمُ جاننے والا ہے۔

قیامت والے دن کامیاب ہونے والوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اب ان کے چند کام بتاتے ہیں۔ فرمایا وَفِىْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ اور ان کے مالوں میں حق ہے لِّلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَالْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے۔ سائل اسے کہتے ہیں کہ محتاج

ہے اور خود سوال کرتا ہے کہ میں ضرورت مند ہوں میری مدد کرو۔

محروم وہ ہے جو حاجت مند ہے مگر باضمیر، خوددار ہے۔ عزت نفس کی خاطر کسی سے سوال نہیں کرتا۔ اسی لیے حکم ہے کہ اپنی زکوٰۃ، صدقات، خیرات نکالتے وقت اپنے عزیز رشتہ دار اور محلے والوں کا خیال رکھو۔ کیونکہ آدمی کو اپنے عزیز رشتہ داروں اور محلے داروں کا علم ہوتا ہے۔ ان کے حالات سے واقف ہوتا ہے۔ لیکن مسئلہ یاد رکھنا! زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، نذر و منت، قسم اور کفارے کا پیسہ اس کو لگے گا جو ضرورت مند ہونے کے ساتھ صحیح العقیدہ ہو اور نماز روزے کا بھی پابند ہو۔ باقی دیتے وقت ڈھنڈورا پیٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ لے بھائی یہ زکوٰۃ کی رقم ہے، یہ فطرانہ ہے، یہ میں تجھے عشر دے رہا ہوں۔ بلکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ان الفاظ کا استعمال اچھی بات نہیں ہے۔ اس کو کہو لے بھائی! یہ تمہاری مدد ہے۔ اور اگر عید کا موقع ہے تو کہہ دو یہ تمہاری عید ہے۔ دل میں نیت زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، جو بھی دے رہا ہے، اس کی کر لے، ثواب برابر ملے گا۔ رب تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی ضرورت مند ہے مگر زکوٰۃ، عشر، صدقے کے نام سے گھبراتا ہے تو اس کی عزت نفس کا خیال رکھو۔ دل میں نیت کر کے ان چیزوں کا نام لیے بغیر دے دو۔ تو سائل وہ ہے جو حاجت مند ہے اور مانگتا ہے اور محروم وہ ہے جو ضرورت مند ہے مگر نہ مانگنے کی وجہ سے محروم رہتا ہے۔

تو فرمایا متقیوں کے مال میں سائل کا بھی حق ہے اور محروم کا بھی حق ہے وَفِي الْأَرْضِ اٰيٰتٌ اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں لِّلْمُوْقِنِيْنَ یقین کرنے والوں کے لیے۔ زمین میں باغات

ہیں، میدان ہیں، درخت ہیں، عجیب عجیب شکلوں والے حیوان ہیں۔ انسانوں کے کئی قسم کے ماڈل اور نمونے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ فرمایا دور جانے کی ضرورت نہیں ہے وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اور تمہاری جانوں میں نشانیاں ہیں۔ کس حقیر قطرے سے اللہ تعالیٰ نے خوب صورت انسان بنایا کہ وہ قطرہ انسان کے بدن سے نکلے تو سارا بدن ناپاک ہو جاتا ہے مَآءٍ مَّهِيْنٍ اس ذلیل پانی سے انسان کا سارا جسم بنایا، ہاتھ بنائے، منہ بنایا، پاؤں بنائے، کان بنائے، سر بنایا، سمجھ دی، عقل دی اور تمہارے جسم میں کتنے کارخانے لگائے؟ اپنے وجود پر غور کرو رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں نظر آئیں گی اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا پس تم دیکھتے نہیں کہ کیا تھے اور کہاں پہنچے ہو؟ رب تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے والو اور قیامت کے منکرو! تمھیں اپنا وجود نظر نہیں آتا وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور وہ چیز بھی وہیں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اناج، پھل، سبزیاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں جو مخلوق کی خوراک بنتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر چیز کا حکم تو آسمان ہی سے آتا ہے تو تمہارے رزق کا مرکز تو آسمان ہے کہ ہر چیز کا فیصلہ اوپر ہی سے ہوتا ہے۔

(مفسرین کرام رحمہم اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں تو کوئی شک وشبہ والی بات نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چند مشاہدے کی باتیں ذکر کرتا ہوں۔ ایک تو خود میرا واقعہ ہے کہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ ایک قصبہ میں بیٹھا تھا ایک ساتھی کے ڈیرے پر کہ بارش شروع ہو گئی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ پانی کے ساتھ ڈڈیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا دیکھو! لگتا ہے اس علاقے میں ڈڈیوں کی کمی ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ نے پوری

کردی۔

ایک دوسرے ساتھی نے بتایا کہ ہم ایک گاؤں میں بیٹھے تھے کہ بارش شروع ہوگئی دیکھا کہ پانی کے ساتھ ساتھ مچھلیوں کی بارش ہورہی ہے۔ غالباً 12 یا 13 مئی 2014ء ایکسپریس اخبار میں خبر آئی کہ سری لنکا میں مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ ''اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔'' محمد نواز بلوچ: مرتب)

تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو تمھیں رزق ملے گا اور جتنا حکم ہوگا اتنا ملے گا۔ کتنے آدمی ایسے ہیں کہ ساری عمر تڑپتے رہتے ہیں لیکن سیر ہو کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اور کئی آدمی ایسے ہیں کہ اپنے دفتروں میں بیٹھے ہیں مگر اپنی دولت شمار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا! دولت کماتے وقت حلال وحرام کا فرق رکھنا ضروری ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے جس کے بدن میں حرام کا، سود کا، ایک ذرہ بھی ہوا فالنار اولی بہ ''دوزخ کی آگ اس کے لیے بہتر ہے۔'' وہ دوزخ میں جائے گا جنت میں جانے کا مستحق نہیں ہے۔ آج تو حال یہ ہے کہ حلال، حرام کی تمیز ہی ختم ہوگئی ہے اور ہمارے حکمران اور لیڈر اس میں سرفہرست ہیں۔ پاکستان کی دولت باہر کے ملکوں میں رکھوائی ہوئی ہے۔ دعا کرو رب تعالیٰ حلال کا دے چاہے تھوڑا دے۔ وہی کام آئے گا اس نے حقیقی زندگی بنے گی۔ حرام کھانے سے خدا خوفی اور نیکی کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ جیسے ناقص چیزیں کھانے سے آدمی کی صحت نہیں بنتی بلکہ بسا اوقات بدہضمی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حرام مال بھی اپنا اثر دکھاتا ہے۔ چونکہ ہمارے جسموں میں حرام کا حصہ زیادہ ہے اس لیے ہمیں دین کی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔

اور قیامت کا حکم بھی آسمان کی طرف سے آنا ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ پس قسم ہے آسمان کے رب کی وَالْاَرْضِ اور زمین کے رب کی اِنَّهٗ لَحَقٌّ بے شک وہ قیامت البتہ حق ہے مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ جیسا کہ بے شک تم بولتے ہو۔ جیسا کہ تم کو اپنے بولنے میں کوئی شک نہیں ہوتا کہ ہم بول رہے ہیں یا نہیں بول رہے۔ اسی طرح سمجھو کہ قیامت کے آنے میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ قیامت یقینی ہے، حق ہے، آئے گی۔

متقیوں کے امام کا تذکرہ :

اوپر ذکر تھا متقیوں کا۔ آگے متقیوں کے امام کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پیدائش سے لے کر آخر تک عجیب وغریب زندگی ہے۔ مشکلات اور پریشانیوں سے عبارت ہے۔ امتحان ہی امتحان ہیں۔ عراق کے ملک میں کوثٰی بروزن طوبٰی چھوٹا سا شہر تھا مگر وہ اس وقت ملک عراق کا دار الخلافہ تھا۔ اس کے قریب چھوٹی سی بستی تھی "اُر" نامی، جہاں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ نمرود بن کنعان بادشاہ تھا جو بڑا اکڑ قسم کا مشرک اور ظالم و جابر حکمران تھا۔ اپنی بات سے پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔ اس شہر میں کئی بت خانے تھے۔ ایک بت خانہ وہ تھا جس میں وہ خود آکر پوجا کرتا تھا۔

تفسیروں میں آتا ہے کہ اس بت خانے میں بہتر (۷۲) بت، ٹکائے اور سجائے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرصہ دراز تک ان کو سمجھایا اور بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ سوائے بیوی محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام جو ان کی چچازاد بہن تھی اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے، لوط بن ہاران بن آزر، اور کوئی بندہ مسلمان نہ ہوا۔ یہ تینوں بزرگ عراق کے علاقے سے ہجرت کر کے شام کے علاقے میں آگئے تو اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو نبوت

عطا فرمائی اور سدوم کے علاقے میں تبلیغ کے لیے بھیج دیا۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بحرمیت، بحرلوط ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دمشق میں رہائش اختیار کی۔ دمشق اور بحرمیت کے درمیان کافی فاصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ کیا پہنچی ہے آپ کے پاس خبر ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے۔ معزز مہمانوں کی خبر کیا آپ کے پاس پہنچی ہے۔ تفسیروں میں تین کا بھی ذکر آتا ہے چھ، دس اور بارہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ حقیقت میں یہ فرشتے تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس عمر رسیدہ لوگوں کی شکل میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اختیار دیا ہے جو شکل وہ چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے، کبھی کسی اور آدمی کی شکل میں آتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنات کو بھی اختیار دیا ہے کہ وہ بھی مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ انسان بن کر سامنے آجائیں، کتا، بلا بن جائیں، سانپ بن جائیں، بھینسا بن جائیں لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حالت پر رکھا ہے۔

جس وقت فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی اور بیوی کی عمر ننانوے سال تھی، ایک کم سو۔ اور اس وقت گھر میں بیوی کے سوا اور کوئی نہیں تھا اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ جس وقت وہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام پر داخل ہوئے فَقَالُوْا سَلٰمًا پس انھوں نے سلام کہا قَالَ سَلٰمٌ ابراہیم علیہ السلام نے سلام کہا یعنی سلام کا جواب دیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے جواب دینا واجب ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو بہتر، اگر صرف السلام علیکم کہے پھر بھی ٹھیک ہے۔ سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ میں آپ کی شناخت نہیں کر سکا میرا آپ سے تعارف نہیں ہے۔ ناواقف مہمان آئے تو آدمی پوچھتا ہے میرا آپ سے تعارف نہیں ہے آپ کہاں سے آئے ہیں اور کیسے آئے ہیں۔ مگر وہ مہمان بولے نہیں خاموش ہو گئے۔ پنجابی میں کہتے ہیں ''دڑ وٹ'' گئے۔

ابراہیم علیہ السلام اٹھے فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ پس مائل ہوئے اپنے گھر والوں کی طرف۔ گھر جھونپڑی کی طرح تھا فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۔ سمین کا معنیٰ ہے پلا ہوا، موٹا تازہ۔ پس لائے بچھڑا موٹا تازہ۔ اور سورہ ہود آیت نمبر ۶۹ میں ہے اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ''کہ لے آئے ایک تلا ہوا بچھڑا۔'' بچھڑے کو ذبح کر کے کھال اتار کر گوشت بنایا اور اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ کچھ مسالا بنا دو مہمانوں کے لیے۔ اس نے بڑے شوق کے ساتھ گوشت بھونا، تیار کیا۔ اس سارے وقت میں مہمان اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ اتنے کام میں کافی وقت لگتا ہے۔ ذبح کرنا، بنانا، پکانا۔ بہت بڑی پرات میں رکھ کر لے آئے فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ پس اس کو قریب کیا، ان کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگ گئے کہ ہمارے ساتھ یہ کیا مذاق ہے ہم کوئی گوشت خور ہیں۔ وہ تو فرشتے تھے، فرشتے کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ ان کی خوراک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہنا پڑا قَالَ فرمایا اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں۔ تم کھاتے کیوں نہیں؟ وہ پھر بھی خاموش رہے بولے نہیں فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً پس محسوس کیا ان سے کچھ خوف۔ ابراہیم علیہ السلام کے دل میں کھٹکا ہوا کہ یہ کھاتے نہیں کہیں میرے دشمن تو

نہیں ہیں۔

اس زمانے میں ڈاکوؤں اور چوروں کا دستور تھا کہ جن گھروں میں چوری، ڈکیتی کرنی ہوتی تھی ان گھروں سے کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے۔ کہتے تھے نمک حرامی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس زمانے کے چور اور ڈاکو بھی بڑے شریف اور بھلے مانس ہوتے تھے۔ آج کل کے تو حکمران بھی بدمعاش ہیں۔ بدمعاشوں کی حکومت اور زور ہے۔

فرشتوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ خوف زدہ ہیں قَالُوْا لَا تَخَفْ کہنے لگے خوف نہ کریں۔ سورہ ہود آیت نمبر ۷۰ میں ہے کہنے لگے آپ خوف نہ کریں اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ "بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف۔" میں جبرائیل ہوں، یہ میکائیل ہے، یہ اسرافیل ہے، علیہ السلام۔ ہم کھانا کھانے والے نہیں ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔

پیغمبر علم غیب نہیں جانتے یہ جاہلوں کا عقیدہ ہے :

دیکھو! فرشتے سامنے ہیں گفتگو ہو رہی ہے، علیک سلیک بھی ہوئی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام کو علم نہیں ہوا کہ یہ انسان ہیں یا فرشتے۔ انسان سمجھ کر ہی بچھڑا بھون تل کر سامنے لا کر رکھا اور آج بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر علم غیب جانتا ہے اور حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ بھئی! موٹی سی بات ہے ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ تو جو کائنات میں دوسرے نمبر کی شخصیت ہیں ان کو علم نہ ہو سکا کہ یہ فرشتے ہیں یا انسان ہیں۔ تو پیغمبر کے لیے علم غیب کیسے مان لیں، حاضر و ناظر ہونا کیسے مان لیں؟ حالانکہ جبرائیل علیہ السلام کئی دفعہ ان کے پاس وحی لے کر آئے مگر ا[illegible]ت حلیہ اور تھا، نہیں پہچان سکے۔ پھر جب نبی عالم الغیب نہیں ہے تو

ولی کس طرح عالم الغیب ہوگیا؟ اوراُن کے بارے میں یہ عقیدہ کہ اولیاء کی نگاہ میں عرش تک کی تمام چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ سب خرافات ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ہاں بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بہت سی چیزیں بتلائی ہیں، معجزے کے طور پر بہت کچھ دیا اور بتلایا ہے اس کا انکار نہیں ہے مگر ہر چیز کا علم نہیں دیا اور نہ غیب کا علم دیا ہے۔ علیم کل، عالم الغیب، حاضر وناظر صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے اور کوئی نہیں ہے۔

تو خیر فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کریں وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ اور انھوں نے خوش خبری سنائی ابراہیم علیہ السلام کو ایک علم والے لڑکے کی۔ سمجھ دار لڑکے کی خوش خبری سنائی۔ اور سورہ ہود آیت نمبر ۷۱ میں ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ”پس ہم نے خوش خبری دی اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔“ نام بھی خود تجویز فرمایا اور بتایا کہ تم بیٹا بھی دیکھو گے اور پوتا بھی دیکھو گے۔“ بیوی پہلے پردے میں تھی کہ انسان ہیں۔ نزدیک کھڑی تھی کہ کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو اشارہ کریں گے لا دوں گی۔ جس وقت علم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں تو سامنے آگئیں کہ فرشتوں سے پردہ نہیں ہے کیونکہ ان سے کوئی خدشہ اور خطرہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ سال تک کے بچوں سے پردہ نہیں ہے اور جو بالکل بوڑھے ہوں کہ اٹھتے ہوئے گر پڑتے ہیں ان سے بھی کوئی پردہ نہیں ہے جیسا کہ سورہ نور میں ہے غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ پس سامنے آگئی بیوی ان کی آہستہ آہستہ بولتے ہوئے۔ جس کو پنجابی میں کہتے ہیں منتر منتر کرنا۔ صَرَّةٍ کا معنیٰ ہے آہستہ آہستہ باتیں کرنا کہ ہم نے کیا سمجھا تھا اور نکلا کیا؟ بچھڑا ذبح کیا، بھونا، تلا، مسالے تیار کیے

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا پس اس نے تھپڑ مارا اپنے چہرے پر۔ عورتوں کی عادت ہے عجیب بات پر تعجب کے اظہار کے لیے پیشانی پر ہاتھ مارتی ہیں وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ اور کہنے لگی بوڑھی بانجھ ہے یہ بچہ جنے گی۔ سورہ ہود آیت نمبر ۷۲ میں ہے: کہنے لگی تعجب ہے میرے لیے ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ''کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔'' میری عمر ننانوے سال ہے اور اس کی ایک سو بیس سال۔ عادتاً اس عمر میں بچے نہیں ہوتے۔ جب فرشتوں کے سامنے یہ بات ہوئی قَالُوْا فرشتے کہنے لگے كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اسی طرح کیا ہے آپ کے رب نے۔ وہ بڑھاپے میں دے گا وہ قادر مطلق ہے۔

جس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، ساری کائنات بنائی، اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔ وہ رب جو حضرت ایوب علیہ السلام کو سات لڑکے، تین لڑکیاں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے دے سکتا ہے۔ اس کے لیے کیا مشکل ہے ایک لمحے میں جو چاہے کر سکتا ہے۔ لہٰذا تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ بے شک وہ حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ باقی قصہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ ع

قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا مہم ہے تمہاری اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے فرشتو قَالُوْٓا انھوں نے کہا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ بے شک ہم بھیجے گئے ہیں اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ مجرم قوم کی طرف لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ تاکہ ہم پھینکیں ان پر حِجَارَةً پتھر مِّنْ طِيْنٍ گارے سے بنے ہوئے مُّسَوَّمَةً نشان لگائے ہوئے عِنْدَ رَبِّكَ آپ کے رب کے ہاں لِلْمُسْرِفِيْنَ حد سے گزرنے والوں کے لیے فَاَخْرَجْنَا

پس ہم نے نکالا مَنْ كَانَ فِيهَا جو تھے اس بستی میں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
مومنوں میں سے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا پس نہیں پایا ہم نے اس بستی میں غَيْرَ
بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ وَتَرَكْنَا فِيهَآ اور
چھوڑی ہم نے اس میں اٰيَةً نشانی لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے
يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ جو ڈرتے ہیں دردناک عذاب سے وَفِيْ مُوْسٰى
اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانی ہے اِذْ اَرْسَلْنٰهُ جس وقت بھیجا ہم نے
ان کو اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کھلی دلیل دے کر
فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ پس اس نے اعراض کیا اپنی قوت کے ساتھ وَقَالَ اور کہا
سٰحِرٌ یہ جادوگر ہے اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) فَاَخَذْنٰهُ
پس پکڑا ہم نے اس کو وَجُنُوْدَهٗ اور اس کے لشکروں کو فَنَبَذْنٰهُمْ پس
پھینک دیا ہم نے ان کو فِي الْيَمِّ دریا میں وَهُوَ مُلِيْمٌ اور وہ غمگین تھا
وَفِيْ عَادٍ اور قوم عاد میں بھی نشانی ہے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ جس وقت بھیجی
ہم نے ان پر الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ہوا جو نامبارک تھی مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ
نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی شے کو اَتَتْ عَلَيْهِ جس پر وہ چلتی تھی اِلَّا جَعَلَتْهُ
مگر کردیتی تھی اس کو كَالرَّمِيْمِ جیسے بوسیدہ ہڈی ہوتی ہے وَفِيْ ثَمُوْدَ
اور ثمود قوم میں بھی نشانی ہے اِذْ قِيْلَ لَهُمْ جس وقت کہا گیا ان لوگوں سے
تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ فائدہ اٹھا لو ایک مدت تک فَعَتَوْا پس انھوں نے سرکشی

کی عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے حکم کے سامنے فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑا ان کو کڑک نے وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اور وہ دیکھ رہے تھے فَمَا اسْتَطَاعُوْا پس نہ طاقت رکھی انھوں نے مِنْ قِيَامٍ کھڑے ہونے کی وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح کی قوم میں نشانی ہے ہم نے ان کو تباہ کیا مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک وہ نافرمان قوم تھی۔

ربط آیات :

کل کے سبق میں تم نے پڑھا اور سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چند معزز مہمان تشریف لائے جن کی خدمت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا بھون تل کر پیش کیا مگر انھوں نے کھانے کے لیے ہاتھ آگے نہ بڑھائے تو پریشان ہوگئے کہ شاید میرے دشمن ہیں۔ اس پر مہمانوں نے کہا کہ ہم تو فرشتے ہیں ہماری غذا روحانی ہے جسمانی نہیں ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو ایک سمجھ دار بچے کی خوش خبری دی اور ساتھ پوتے کی خوش خبری بھی دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ خوش خبری دینے کے لیے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا یہ اچھی خاصی جماعت محض خوش خبری سنانے کے لیے نہیں آئی کوئی اور معاملہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَالَ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَمَا خَطْبُكُمْ پس کیا مہم ہے تمہاری اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ اے بھیجے ہوئے فرشتو! خوش خبری تو ایک فرشتہ بھی آ کر دے سکتا ہے یہ اچھی خاصی جماعت کس مقصد کے لیے آئی ہے، وہ مقصد اور کام کیا ہے؟ قَالُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ انھوں نے کہا، فرشتوں نے کہا بے

شک ہم بھیجے گئے ہیں مجرم قوم کی طرف۔ وہ مجرم قوم لوط علیہ السلام کی قوم تھی جو سدوم کے علاقے میں بستی تھی۔ بستی سدوم اور دمشق کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ تم اس طرح سمجھو کہ ابراہیم علیہ السلام پشاور رہتے تھے اور لوط علیہ السلام لاہور رہتے تھے۔ وہاں کیا کرنا ہے، کیوں بھیجے گئے ہیں؟ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ تاکہ ہم پھینکیں ہم ان پر پتھر گارے سے بنے ہوئے۔ گارے کو پکا کر پتھر بنائے ہوئے تھے جیسے کمہار لوگ برتن پکاتے ہیں مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ نشان لگائے ہوئے آپ کے رب کے ہاں لِلْمُسْرِفِينَ حد سے بڑھنے والوں کے لیے، رب کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے۔ ہر پتھر اس نافرمان پر پڑ کر اسے ہلاک کر دے گا جس پر جس کا نشان لگا ہوا ہوگا۔

سورہ عنکبوت آیت نمبر ۳۲ پارہ ۲۰ میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم اس بستی کو تباہ کرنے کے لیے جا رہے ہو اِنَّ فِيهَا لُوْطًا ''بے شک اس بستی میں لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور میرے بھتیجے ہیں۔ فرشتوں نے کہا ہم خوب جانتے ہیں اس بستی میں رہنے والوں کو لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ''ہم ضرور بچا لیں گے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے۔''

قوم لوط پر چار عذاب :

اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر چار قسم کے عذاب نازل فرمائے اور چاروں کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے۔ ایک عذاب کا ذکر تو یہاں ہے کہ ہم ان پر پتھر پھینکیں گے۔ اور دوسرے عذاب کا ذکر سورۃ القمر پارہ ۲۷ میں فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ ''پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں ایک لمحے میں۔'' وہ سب کے سب اندھے ہو گئے۔ تیسرے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۳ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ ''پس پکڑا ان کو ایک چیخ نے۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آوز نکالی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔اور چوتھے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۷۴ اور سورۃ ہود آیت نمبر ۸۲ میں بھی ہے فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے۔"تو اس قوم پر چار قسم کے عذاب نازل ہوئے۔

فرمایا فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ پس ہم نے نکالا اس سدوم بستی میں سے جو مومن تھے۔حضرت لوط علیہ السلام، ان کی دو یا تین بیٹیاں اور چند ساتھی اور تھے۔ بیوی ایمان نہیں لائی۔لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا کہ کلمہ پڑھ لو اور ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے کہا کہ مجھے تیرے کلمے کی ضرورت نہیں ہے۔بڑا عجیب منظر تھا بیٹیوں نے منت کی، پاؤں پکڑے کہ کلمہ پڑھ لو ہمارے ساتھ چلو۔مگر اس نے کہا کہ میں نے دھڑا نہیں چھوڑنا۔اللہ تعالیٰ بُرے دھڑے سے بچائے۔تباہ ہوگئی دھڑا نہیں چھوڑا۔

فرمایا فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ پس نہ پایا ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ۔ایک بڑی حویلی تھی اس میں کمرے تھے۔ایک کمرے میں لوط علیہ السلام رہتے تھے اور باقی جو دس پندرہ مومن تھے وہ علیحدہ علیحدہ کمروں میں رہتے تھے۔گھر ایک ہی تھا۔تو فرمایا نہ پایا ہم نے اس بستی میں سوائے ایک گھر کے مسلمانوں کے۔ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً اور چھوڑی ہم نے اس بستی میں نشانی لِلَّذِينَ يَخَافُونَ ان لوگوں کے لیے جو خوف کھاتے ہیں الْعَذَابَ الْأَلِيمَ دردناک عذاب سے۔اس بستی کو جب الٹا کر کے پھینک دیا گیا تو وہاں کوئی شے عذاب سے نہ بچی۔آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام بحر میت ہے، آب سیاہ۔اس مٹی کی شکل ہی کچھ اور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ اور لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کے بعد فرمایا وَفِي

مُوۡسٰی اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانی ہے اِذۡ اَرۡسَلۡنٰهُ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ جب بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ کھلی سند اور دلیل دے کر۔ فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا۔ نام اس کا ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ دادا ریان وہ ہے جس نے یوسف علیہ السلام کے لیے تخت خالی کر دیا تھا۔ یوسف علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر حکومت یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی تھی۔ کہنے لگا حضرت ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد بادشاہ رہوں۔ آج کوئی کرسی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ چاہے وہ کتنی ٹوٹی پھوٹی کیوں نہ ہو۔ اس نے بادشاہی چھوڑ دی چھوٹی بات نہیں ہے۔ خدا کی شان اور قدرت کہ دادا کتنا نیک اور نرم اور پوتا کتنا بد اور سخت۔ ایک نے پیغمبر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور دوسرے نے پیغمبر کا مقابلہ کیا۔

جیسے ہماری تاریخ میں مروان بن حکم اپنے زمانے میں بڑا ظالم تھا اس نے بڑی زیادتیاں کی ہیں۔ اس کا بیٹا عبد العزیز قدرے اچھا تھا اور پوتا عمر بن عبد العزیز خلیفہ راشد بنا اور پہلی صدی کا مجدد تھا۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرتیں ہیں۔

تو فرمایا بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلی سند دے کر۔ لاٹھی پھینکتے تھے اژدہا بن جاتی تھی، گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے سورج کی طرح روشن ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کئی نشانیاں تھیں فَتَوَلّٰی بِرُکۡنِهٖ پس اس نے اعراض کیا اپنی قوت کے ساتھ، اپنی فوج کے ساتھ اور حق کی طرف پشت کر لی وَقَالَ اور کہنے لگا سٰحِرٌ یہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے اَوۡ مَجۡنُوۡنٌ یا دیوانہ ہے، پاگل ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) محض انکار ہی نہیں کیا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور دیوانہ بھی کہا۔ یہ یا جادوگر ہے یا پاگل ہے اس کی اطاعت نہ کرنا۔ کبھی موسیٰ علیہ السلام کو دھمکیاں دیتا کہ میں تجھے قید کر دوں گا، میں تجھے سنگسار

کر دوں گا۔ اور عوام کو کہتا خبردار اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو میں تمہارے بچے ذبح کر دوں گا۔ لوگ بے چارے ڈرے ہوئے تھے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بقول حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اس نے بارہ ہزار بچے ذبح کیے تھے اور یہ سارا منظر لوگوں کے سامنے تھا اور فرعون عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ "بڑا سرکش حد سے بڑھنے والا تھا۔" اس کا لقب تھا ذِی الْاَوْتَاد میخوں والا۔ جس کے ساتھ بگڑتا تھا اس کو سولی پر لٹکا کر میخیں ٹھونک دیتا تھا۔ پھر اس کے کارندے بھی بڑے ظالم تھے۔ کسی بے چارے کو جب سولی پر لٹکایا جاتا اور وہ تڑپتا تو یہ تالیاں بجا کر خوش ہوتے کہ کیسے تڑپ رہا ہے۔ ایسے ایسے ظالم بھی دنیا میں گزرے ہیں کہ وہ تڑپتے ہوئے جان دے رہا ہے اور یہ شرابیں پی کر مزے لے رہے ہیں۔

اس وقت بھی یہی حال ہے۔ انسان جب انسانیت کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بھیڑیئے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ تو کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا پاگل ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ پس پکڑا ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو جن پر اس کو گھمنڈ تھا فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ پس پھینکا ہم نے ان کو دریا میں وَهُوَ مُلِیْمٌ اور وہ اس وقت ملامت کرنے والا تھا۔ اپنے آپ میں غمگین تھا۔ اس کے غرق ہونے کا منظر قرآن نے بیان کیا ہے۔ وہ بڑا عجیب منظر تھا۔ جس وقت وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ [یونس:۹۰] "ایمان لایا ہوں میں کہ بے شک نہیں کوئی معبود مگر وہی جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔" تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی آواز آئی آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ "اب تو ایمان لایا ہے اور تحقیق پہلے تم نافرمانی کرتے تھے۔" "او غنڈیا ہن توں

ایمان لے اونا این پہلے تو بدمعاشی کر داسیں تے میرے پیغمبراں دا مقابلہ کر دا سی" فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً "پس آج کے دن ہم بچالیں گے تیرے بدن کوتا کہ ہو جائے وہ ان لوگوں کے لیے نشانی جو تیرے پیچھے ہیں۔" تاکہ دیکھنے والے دیکھ لیں کہ یہ وہ ہے جو کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى [سورۃ النزعت: پارہ ۳۰] "میں تمہارا بڑا رب ہوں۔"

تو فرمایا ہم نے پھینکا ان کو دریا میں اور وہ ملامت کرتا تھا۔ وَفِيْ عَادٍ اور عاد قوم میں بھی رب کی قدرت کی نشانی ہے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ جس وقت چھوڑی ہم نے ان پر ہوا جو نا مبارک تھی۔ عَقِيْم اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جن کی اولاد نہ ہو لوگ اس کو منحوس کہتے ہیں، نامبارک۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی ہوا چھوڑی جو نامبارک تھی اس میں خیر نہیں تھی۔ وہ اتنی تیز تھی کہ اس نے بڑے بڑے قد آور لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ [سورۃ الحاقہ] "گویا کہ کھجور کے تنے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے ہیں۔" ایک فرد بھی نہ بچا۔ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی شے کو اَتَتْ عَلَيْهِ جس پر وہ آتی تھی اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ مگر کر دیتی تھی اس کو جیسے بوسیدہ ہڈی ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد آدمی کی ہڈیاں کچھ عرصہ تک رہتی ہیں مگر اس ہوا کی تاثیر تھی جس پر سے گزری اٹھا کر پھینکا اور ہڈیاں ایسی کر دیں کہ ہاتھ لگاؤ تو ریزہ ریزہ ہو جائیں وَفِيْ ثَمُوْدَ اور قوم ثمود کے واقعہ میں بھی نشانی ہے اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ جس وقت کہا گیا ان لوگوں سے فائدہ اٹھا لو ایک مدت تک۔

اس کی تفصیل سورۃ ہود میں اس طرح ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان تب لائیں گے کہ چٹان سے اونٹنی نکلے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جس چٹان پر انھوں نے

ہاتھ رکھا وہ پھٹی اور اونٹنی باہر آ گئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً "یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک خاص نشانی ہے۔" اس کو چھوڑ دو اس کو نہ چھیڑنا۔ یہ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا۔ مگر ان ظالموں نے اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ اونٹنی نے آسمان کی طرف منہ کر کے بڑبڑانا شروع کر دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب اونٹنی کی آواز سنی، دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے او ظالمو! تم نے یہ کیا حرکت کی ہے؟ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ "فائدہ اٹھالو تم اپنے گھروں میں تین دن تک ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔" کل اٹھو گے تمہارے چہرے زرد ہوں گے، پرسوں اٹھو گے تمہاری شکلیں اور ہوں گی، پھر اٹھو گے تمہارے چہرے سیاہ ہوں گے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی کسی نے توبہ نہیں کی، کوئی ایمان نہیں لایا کیونکہ دلوں پر تالے لگے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کے دل کو سخت کر دیتا ہے تو كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً [سورۃ البقرہ] "وہ پتھر کی طرح ہو جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ سخت۔" چاہے مرد ہو یا عورت۔

مسلمان قوم کی اخلاقی گراوٹ (پستی) :

کل کا واقعہ ہے کہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور باوضو تھا۔ عملے سے قبلے کی سمت پوچھی۔ وہ لڑکیاں تو ہمارے گلے پڑ گئیں۔ کہنے لگیں سفر میں کون سی نماز ہوتی ہے، جہاز میں کون سی نماز ہوتی ہے؟ وہ ہمیں قبلے کی سمت بتانے سے بھی تنگ ہو رہی تھیں۔ حالانکہ وہ لڑکیاں مسلمان کہلانے والی ہیں۔ پھر ایک بیرے کو کاغذ پر لکھ کر دیا کہ ہمیں بتلاؤ قبلے کی سمت کس طرف ہے مگر انھوں نے بحث شروع کر دی۔ ہمیں کسی نے سمت نہیں بتلائی۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس قوم کو بڑی سخت ہو گئی ہے۔ ان

سے تو اخلاق میں انگریز بہت اچھے ہیں۔

پچھلے دنوں میں امریکہ کے سفر پر تھا۔ میرے ساتھ مولوی محمد حنیف صاحب تھے دھاگے والے۔ ہم نے میموں کو کہا کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمھیں پچھلا کمرہ کھول دیتی ہیں وہاں پڑھ لو۔ میں نے مولانا کو کہا کہ اذان کہو۔ انھوں نے اذان دی پھر ہم نے اپنا کپڑا بچھا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب تک ہم نماز پڑھتے رہے وہ میمیں وہیں کھڑی رہیں۔ اور مسلمانوں نے ہمیں اجازت نہ دی حیلے اور حجتیں کرتے رہے۔ یہ حال ہے ہمارا۔

تو فرمایا ان سے جب کہا گیا فائدہ اٹھالو ایک وقت تک فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ پس انھوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم کے سامنے۔ اپنے رب کے احکام کی نافرمانی کی فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ پس پکڑا ان کو ایک کڑک نے۔ صاعقہ کا معنٰی آواز بھی اور عذاب بھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی ساتھ ہی زلزلہ آگیا وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اور وہ دیکھ رہے تھے ایک دوسرے کو فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ پس وہ نہیں طاقت رکھتے تھے کھڑے ہونے کی۔ عذاب آیا وہ گرا، وہ گرا، وہ گرا، اٹھنے کی طاقت ہی نہ رہی وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے۔ انتقام بھی نہیں لے سکتے تھے۔ اپنا حشر ہو گیا انتقام کیا لیں گے وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم میں بھی نشانی ہے ہم نے ان کو تباہ کیا مِّنْ قَبْلُ ان قوموں سے پہلے اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ بے شک وہ نافرمان قوم تھی۔ ہم نے کسی پر ظلم نہیں کیا ہر ایک کو ان کے اعمال کا نتیجہ ملا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا
لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ
خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ
مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۱﴾
كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ
مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ
بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ
یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ
ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَیْلٌ
لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

وَالسَّمَآءَ اور آسمان کو بَنَيْنٰهَا بنایا ہم نے بِاَيْىدٍ ہاتھوں کے
ساتھ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اور بے شک البتہ ہم قدرت رکھنے والے ہیں
وَالْاَرْضَ اور زمین کو فَرَشْنٰهَا بچھایا ہم نے فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ پس
ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور ہر چیز سے خَلَقْنَا
ہم نے پیدا کیے زَوْجَيْنِ جوڑے جوڑے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم
نصیحت حاصل کرو فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ پس تم بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف اِنِّیْ لَكُمْ

بے شک میں تمہارے لیے مِّنْهُ اس کی طرف سے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِلٰهًا اٰخَرَ دوسرا معبود اِنِّيْ لَكُمْ بے شک میں تمہارے لیے مِّنْهُ اس کی طرف سے نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر كَذٰلِكَ اسی طرح مَآ اَتَى الَّذِيْنَ نہیں آیا ان لوگوں کے پاس مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول اِلَّا قَالُوْا مگر انھوں نے کہا سَاحِرٌ یہ جادوگر ہے اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ ہے اَتَوَاصَوْا بِهٖ کیا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں اس بات کی بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ بلکہ وہ قوم ہے سرکش فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ پس نہیں ہے آپ پر کوئی ملامت وَّذَكِّرْ اور آپ نصیحت کریں فَاِنَّ الذِّكْرٰى پس بے شک نصیحت تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ نفع دیتی ہے ایمان والوں کو وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں کو وَالْاِنْسَ اور انسانوں کو اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ میں نہیں ارادہ کرتا ان سے رزق کا وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اور میں نہیں ارادہ کرتا کہ وہ مجھے کھلائیں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ مضبوط طاقت والا ہے فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ پس بے شک ان لوگوں کے لیے ظَلَمُوْا جنھوں نے ظلم کیا ذَنُوْبًا ڈول ہے مِّثْلَ

ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول ہے فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ اس دن جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

سورت کی ابتدا میں منکرین قیامت کا ذکر تھا کہ وہ آپ سے پوچھتے ہیں اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ "قیامت کا دن کب آئے گا۔" وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا یَوْمَ هُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ جس دن وہ آگ پر گرم کیے جائیں گے اس دن آئے گا۔" وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ لوٹنا بڑی دور کی بات ہے۔ اس شبہے کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا اور آسمان کو ہم نے بنایا بِاَیْدٍ اپنے ہاتھوں کے ساتھ۔ اَیْد کا معنیٰ ہاتھ بھی ہے جو ہاتھ رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ کے ہاتھوں کا ذکر ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ [سورۃ الملک] "بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے ملک۔" اور سورت مائدہ آیت نمبر ۶۴ میں ہے بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ "بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ تو کشادہ ہیں۔" یہاں رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں کا ذکر ہے۔ بس ہم یہ کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں ہم تشبیہ نہیں دے سکتے کہ جیسے: یہ میرا ہاتھ ہے اس میں پانچ انگلیاں ہیں چھوٹی بڑی اور ہتھیلی ہے۔ حاشا وکلا کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جا سکتی کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ذات ہے۔ یہی کہیں گے جو ہاتھ رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ اور اَیْد کا معنیٰ قوت بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا اور آسمان کو بنایا ہم نے قوت کے ساتھ وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اور بے شک ہم قدرت رکھنے والے ہیں بڑی

وسیع۔ انسان کے سمجھنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جس رب نے اتنا بڑا وسیع آسمان بنایا ہے جو ہمیں نظر آرہا ہے اور اس کے اوپر چھ آسمان اور ہیں۔ اس کے لیے انسان کا دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے۔

دوسری دلیل: وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا اور زمین کو بچھایا ہم نے فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ پس کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں ہم۔ زمین میں میدان ہیں، پہاڑ ہیں، ٹیلے ہیں، دریا ہیں، کتنی مخلوق اس میں آباد ہے یہ سب کچھ تمھیں نظر آرہا ہے اور اس بات کو تم تسلیم کرتے ہو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بنایا ہے۔ تو کیا وہ اس چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا۔

تیسری دلیل: وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ اور ہر چیز کو ہم نے پیدا کیا جوڑے جوڑے۔ ہر چیز کو رب تعالیٰ نے جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ انسان بھی نر مادہ ہیں، جنات میں بھی نر مادہ ہیں، حیوانات میں بھی نر مادہ ہیں حتیٰ کہ نباتات میں بھی نر مادہ ہیں۔ اور جوڑے جوڑے کا یہ بھی مطلب ہے کہ رات کے مقابلے میں دن بنایا، سیاہ کے مقابلے میں سفید بنایا، آسمان کو بلند بنایا، زمین کو پست بنایا، میٹھے بنائے، کڑوے بنائے۔ جس ذات نے یہ اضداد چیزیں بنائی ہیں وہ تمھیں دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا۔

تو فرمایا ہر چیز کو ہم نے بنایا جوڑے جوڑے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو کہ جس ذات نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہ رب قادر ہے کہ تمھیں دوبارہ بنائے لہٰذا حیل وحجت نہ کرو فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ پس بھاگو تم اللہ تعالیٰ کی طرف کہ اس کے احکام مانو۔ اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے سچ ہے اس پر تم نے چلنا ہے اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ بے شک میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا

ہوں، رب تعالیٰ کے عذاب سے کھول کر۔ لگی لپٹی نہیں رکھتا صاف لفظوں میں واضح کر کے تم کو بتاتا ہوں اگر تم نہیں مانو گے دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ ہے ہی۔ اس لیے رب تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاؤ۔

سردارانِ قریش کی فرمائش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استقامت :

ایک موقع پر کفار کے بڑے بڑے سرداروں نے مشورہ کیا کہ اس کو لالچ دے کر خاموش کراؤ۔ عقبہ ابن ابی معیط نے کہا کہ میں لڑکی دینے کے لیے تیار ہوں اگر وہ اپنے مشن سے باز آجائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ میں اس کے آگے دولت کے ڈھیر لگانے کے لیے تیار ہوں اگر وہ ہماری بات مان جائے۔ عقبہ بن ابی معیط کی جوان سال بڑی خوب صورت لڑکیاں تھیں اور ولید بن مغیرہ مکے کا بڑا مال دار آدمی تھا۔ چنانچہ عقبہ بن ابی معیط نے آکر کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سردار ہوں اور میری لڑکیاں بڑی خوب صورت ہیں اگر آپ لا الٰہ الا اللہ کی رٹ لگانی چھوڑ دیں تو میں آپ کو لڑکی کا رشتہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں سب سے زیادہ امیر آدمی ہوں۔ اگر آپ اپنی تبلیغ چھوڑ دیں تو میں آپ کو اتنا مال دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ مزے سے زندگی گزاریں گے اور آپ کی سات پشتوں کے لیے کافی ہوگا۔ یہ کوئی چھوٹی قربانیاں نہیں تھیں، لڑکی پیش کرنا، مال پیش کرنا۔ سب انتظار میں تھے کہ آپ کیا جواب دیتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اختیار میں تو صرف یہی ہے نا کہ رشتہ پیش کر دو، مال پیش کر سکتے ہو وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ''اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں طاقت ہو اور تم سورج کو لا کر میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دو اور چاند کو اتار کر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو میں پھر بھی اپنے مشن سے باز آنے کے

لیے تیار نہیں ہوں۔''

محققین فرماتے ہیں کہ سورج اور چاند کے لانے کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے دن کا بھی بادشاہ مان لو اور رات کا بھی بادشاہ مان لو میں پھر بھی اپنی بات چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ تمہارے لڑکیوں کے رشتے پیش کرنے اور مال پیش کرنے کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں یہی کہوں گا فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ بھاگو تم اللہ تعالیٰ کی طرف۔ بے شک میں تمہارے لیے خدا کی طرف سے کھول کر ڈرانے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ ورنہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلو گے۔ میں تم سے یہی کہتا ہوں وَ لَاتَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر نہ بناؤ۔ دنیا میں جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کا یہی سبق تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ''اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود اس کے سوا۔ فرمایا اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ بے شک میں تمہارے لیے ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا کھول کر۔ بات کو کھول کر بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی تو بڑے عمدہ پیرائے میں پیش کی۔ پیغمبروں کے وعظ کا اثر ہوتا تھا۔ کافر یہ نہیں کہتے تھے کہ ان کی بات کا اثر نہیں ہے۔ بلکہ وہ ظالم اس اثر کی کڑی جادو کے ساتھ ملاتے تھے۔ یہ جادوگر ہے اس کے جادو کا ہمارے دل دماغ پر اثر ہوتا ہے اور دیوانہ اس وجہ سے کہتے تھے کہ ساری قوم ایک طرف ہے اور یہ ایک طرف ہے۔

ظاہر بات ہے سارا مجمع ایک طرف ہو اور ایک آدمی دوسری طرف ہو تو لوگ اس کو پاگل ہی کہیں گے۔ فرمایا کَذٰلِکَ اسی طرح جس طرح آپ کو کہا ہے مَآ اَتَی الَّذِیْنَ

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ نہیں آیا ان لوگوں کے پاس ان سے پہلے کوئی رسول۔ پہلی قوموں کے پاس جو بھی رسول آیا اِلَّا قَالُوْا مگر انھوں نے کہا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ سورہ ص پارہ ۲۳ میں تم پڑھ چکے ہو کہ مکے کے کافروں نے آپ ﷺ کو سٰحِرٌ كَذَّابٌ کہا۔ ''یہ جادوگر ہے اور جھوٹا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ)۔'' تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اگر یہ آپ ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں جھوٹا کہتے ہیں تو پریشان نہ ہوں آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر بھی تشریف لائے ہیں کافروں نے ان کو جادوگر بھی کہا ہے اور دیوانہ بھی کہا ہے اَتَوَاصَوْا بِهٖ کیا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں اس بات کی۔ کیا پہلوں نے پچھلوں کو وصیت کی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آئے تو اس کو جادوگر کہنا، دیوانہ کہنا۔ فرمایا یہ وصیت نہیں کی بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ بلکہ وہ قوم ہے سرکش۔ جو سرکشی اُن کے مزاج میں تھی وہی سرکشی اِن کے مزاج میں بھی ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ اے نبی کریم ﷺ! پس آپ ان سے اعراض کریں ان کو اس طرح کا جواب نہ دیں۔ کیونکہ اگر آپ بھی جواب میں ان کو جادوگر، دیوانہ کہیں گے تو فرق نہیں رہے گا۔ آپ ان کی باتوں سے اعراض کریں۔

تاریخ گواہ ہے کہ کافروں نے جتنے بھی سخت الفاظ اور بُرے الفاظ آپ ﷺ کے سامنے کہے آپ ﷺ نے کسی کا جواب نہیں دیا۔ یہی مفہوم ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ کا کہ آپ ان سے اعراض کریں اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [سورۃ القلم] ''اور بے شک آپ بڑے خلق پر ہیں۔'' لہٰذا ان کی بے ہودہ باتوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ پس نہیں ہے آپ پر کوئی ملامت۔ آپ اس بات کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے۔ آپ اپنا کام کیے جائیں اور ان کی فضول حرکتوں

کی پروانہ کریں وَّذَكِّرْ اور آپ نصیحت کریں ان کو سمجھاتے رہیں فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ پس بے شک نصیحت نفع دیتی ہے ایمان والوں کو۔ جن کے دلوں میں خیر اور طلب ہے یقیناً اچھی باتیں ان کو فائدہ دیتی ہیں اور جن کے دل اوندھے اور الٹے ہوتے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ تو یہی کہیں گے مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ [ھود: ۹۱] ''نہیں سمجھتے ہم بہت سی وہ باتیں جو آپ کہتے ہیں۔'' حالانکہ شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے اپنے دور میں۔ بڑے فصیح اور بلیغ تھے۔ بڑے عمدہ پیرائے اور انداز میں بات کرتے تھے مگر مخالفوں نے کہہ دیا کہ آپ کی بہت سی باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ پیغمبر کوئی اور بولی تو نہیں بولتا کیسی عجیب بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ [ابراہیم: ۴] ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔'' پیغمبر کی زبان بڑی صاف ہوتی ہے اور وہ قوم کی زبان میں بات کرتا ہے۔ اور وہ پھر بھی نہ سمجھیں تو مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی بات نہیں مانی۔ آج بھی اگر بات نہ مانی ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کی بات سمجھ نہیں آتی کہ میں نے مانی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ نصیحت کرتے رہیں مومنوں کو نصیحت نفع دیتی ہے۔

فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مخلوق کے پیدا کرنے کی غرض بیان فرمائی ہے کہ میں نے ان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ مگر آج کتنے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے۔ کافروں کو تو چھوڑو جو ماننے والے ہیں مسلمان کہلانے والے ہیں ان میں کتنے ہیں عبادت کرنے والے؟

عیاں راچہ بیاں

کھلی چیز کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی کل آبادی پانچ ارب کے قریب ہے۔ ان میں ایک ارب اور تیس کروڑ کے لگ بھگ مسلمان ہیں جو کلمہ پڑھتے ہیں۔ مردم شماری کرنے والوں نے اس میں مرزائیوں کو، ذکریوں کو، شیعوں کو اور تمام باطل فرقوں کو مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔ لیکن جو اپنے آپ کو صحیح مسلمان کہتے ہیں ان میں سے کتنے صحیح عبادت گزار ہیں؟ دیکھو! ابھی تک بعض منحوس سوئے ہوئے ہیں۔ اس وقت اٹھیں گے جب ان کو پیشاب، پاخانہ تنگ کرے گا یا اس وقت اٹھیں گے جب دوکانیں کھولنی ہوں گی یا دفتر جانا ہوگا۔ کیا مرد اور کیا عورتیں۔ لمبی لمبی راتوں میں بھی ان کی نیند پوری نہیں ہوتی۔ زندگی ختم ہو جائے گی مگر ان کی نیند پوری نہیں ہوگی۔ رب تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس آیت کریمہ کو اچھی طرح یاد رکھنا ہے۔

فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ اور نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ سونے اور دوسری چیزوں کے لیے پیدا نہیں کیا۔ فرمایا مَآ أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ میں نہیں ارادہ کرتا ان سے رزق کا۔ میں ان سے اپنے لیے رزق کا مطالبہ نہیں کرتا۔ ساری مخلوق کے رزق کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا [ہود: ٦] "اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی۔" تو فرمایا میں نہیں ارادہ کرتا ان سے روزی کا وَمَآ أُرِيْدُ أَنْ يُّطْعِمُوْنِ اور میں نہیں ارادہ کرتا کہ وہ مجھے کھلائیں۔ میں ان سب چیزوں سے پاک ہوں۔ میں نہ کھاتا

ہوں، نہ پیتا ہوں بلکہ سب کو کھلاتا پلاتا ہوں اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ مضبوط اور ٹھوس طاقت والا ہے۔ رزق کے لیے جھلے نہ ہوئے پھرو (مارے مارے نہ پھرو)۔ بے شک کمانے کا حق ہے مگر اس طریقے سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔ آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا۔ ایک لفظ ہے ذُنُوب ذال کے ضمے کے ساتھ، یہ جمع ہے ذَنْبٌ کی۔ اور ذَنْبٌ کا معنیٰ ہے گناہ۔ اور ذُنُوب کے معنیٰ ہوں گے بہت سارے گناہ۔ اور ایک لفظ ہے ذَنُــوب ذال کے فتح کے ساتھ۔ اس کا معنیٰ ہے ڈول، جو کنویں میں ڈال کر پانی نکالتے ہیں۔ وہ ڈول اگر پانی سے بھرا ہوا نہ ہو تو پانی کے اوپر تیرتا ہے اور اگر بھرا ہوا ہو تو وہ ڈوب جاتا ہے۔ معنیٰ ہوگا بے شک ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا ،ڈول ہے۔ مراد ہے بھرا ہوا ڈول۔ تو اب وہ ڈوبیں گے مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِھِمْ جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول ہے۔ جیسے پہلے لوگوں کے ڈول بھرے گناہوں سے اور وہ ڈوب گئے۔ اور ذنــوب کا معنیٰ حصہ بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا ان ظالموں کے لیے رب تعالیٰ کی گرفت کا حصہ ہے جیسے حصہ تھا پہلے لوگوں کے لیے فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں۔ جلدی سے نہیں مانگنا چاہیے۔ اس دن ظالموں کے لیے کوئی خیر نہیں ہوگی۔ کیوں جلدی کرتے ہیں؟ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا پس ہلاکت ہے، تباہی ہے، خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔ کب ہوگی؟ مِنْ یَّوْمِھِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ اس دن جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ دنیا میں تو تھوڑی بہت سزا اور تنبیہ ہوتی ہے اصل تباہی وعدے والے دن ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سورۃ الطّور

(مکمل)

جلد............۱۹

آیاتھا ۴۹ ۵۲ سُوْرَۃُ الطُّوْرِ مَکِّیَّۃٌ ۷۶ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالطُّوْرِ ﴿١﴾ وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿٢﴾ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿٣﴾ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿٤﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿٥﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿٦﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿٨﴾ یَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿٩﴾ وَّتَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا ﴿١٠﴾ فَوَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿١١﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ ﴿١٢﴾ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿١٣﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ ﴿١٤﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿١٥﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

وَالطُّوْرِ قسم ہے طور کی وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ کشادہ کاغذ میں وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ قسم ہے آباد گھر کی وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ قسم ہے بلند چھت کی وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ قسم ہے سمندر کی جو پانی سے بھرا ہوا ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ بے شک آپ کے رب کا عذاب لَوَاقِعٌ واقع ہونے والا ہے مَّا لَهٗ نہیں ہے اس عذاب کو مِنْ دَافِعٍ کوئی ٹالنے والا یَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا وَّتَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا اور چلیں گے پہاڑ چلنا فَوَیْلٌ

پس ہلاکت ہے یَوْمَئِذٍ اس دن لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کے لیے الَّذِيْنَ هُمْ وہ ہیں فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ جو دنیاوی باتوں میں کھیل رہے ہیں يَوْمَ يُدَعُّوْنَ جس دن ان کو دھکیلا جائے گا اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ کی طرف دَعًّا دھکیلا جانا هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ یہ آگ ہے وہ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے اَفَسِحْرٌ هٰذَآ کیا پس یہ جادو ہے اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ یا تم نہیں دیکھتے اِصْلَوْهَا داخل ہو جاؤ اس میں فَاصْبِرُوْٓا پس تم صبر کرو اَوْلَا تَصْبِرُوْا یا صبر نہ کرو سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ برابر ہے تم پر اِنَّمَا تُجْزَوْنَ پختہ بات ہے تم کو بدلہ دیا جائے گا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس چیز کا جو تم عمل کرتے تھے۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام طور ہے۔ پہلی ہی آیت میں طور کا لفظ موجود ہے۔ اس سورت سے پہلے پچھتر (۷۵) سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چھہترواں نمبر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور انچاس (۴۹) آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالطُّوْرِ ۔ واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے طور کی۔ طور بھی کہتے ہیں اور طور سینین بھی کہتے ہیں والتین والزیتون و طور سینین اور طور سینا بھی کہتے ہیں۔ سورۃ مومنوں آیت نمبر ۲۰ پارہ ۱۸ میں طور سینا کا لفظ آیا ہے۔ یہ وہ مبارک پہاڑ ہے جس پر کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمائی وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ۱۶۴] اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تیسرے نمبر کی

شخصیت ہیں۔ پہلا نمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے دوسرا نمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا تیسرا نمبر ہے۔ طور کی عظمت بھی اسی وجہ سے ہے کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کئی بار اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔

چار مقامات پر دجال داخل نہیں ہو سکے گا :

اور احادیث میں آتا ہے دجال ساری دنیا میں گھومے گا مگر چار مقامات پر نہیں جا سکے گا۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے اس کے منہ پر مار کر بھگا دیں گے داخل نہیں ہونے دیں گے۔ مدینہ منورہ میں بھی داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے اس کو مار کر پیچھے ہٹا دیں گے۔ کوہ طور پر چڑھنے کی کوشش کرے گا مگر چڑھ نہیں سکے گا۔ اور چوتھا مقام بیت المقدس ہے۔ اس میں ایک پہاڑ ہے صہیون ہا پہلے ہے اور یا بعد میں۔ صحافی حضرات صیہون لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ پہاڑ سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے جیسے کوہ مری ہے پاکستان میں۔ صہیون پہاڑ کے اوپر شہر آباد ہے جس کا نام بیت المقدس ہے۔ مفعول کے صیغے کے ساتھ اور ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ اسی بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ ہے جس پر اس وقت یہود کا قبضہ ہے۔ انھوں نے اس کو اپنا دار الخلافہ بنایا ہوا ہے اور اس کو یروشلم بھی کہتے ہیں۔ اس مقام میں بھی دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ داخل ہونے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے داخل نہیں ہونے دیں گے۔ ان چار مقامات پر شیطان لعین کے ناپاک قدم نہیں پہنچیں گے۔

کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ کی تفسیر :

تو فرمایا قسم ہے طور پہاڑ کی جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے رہے وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ اور قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کی ایک تفسیر

یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد تورات ہے۔ کیونکہ پہلے طور کا ذکر ہوا اور طور پر یہی کتاب ملی تھی۔ دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد آسمانی کتاب اور صحیفہ مراد ہے جو بھی ہو۔ چار آسمانی کتابیں تو مشہور ہیں۔ قرآن کریم، تورات، انجیل اور زبور۔ ان کے علاوہ صحیفۂ ابراہیم اور صحیفۂ موسیٰ کا ذکر بھی آتا ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر بھی صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ ان سب کو ماننا ہمارے ایمان میں داخل ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ کل کتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں ان کی تعداد ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس چیز کا پابند نہیں بنایا کہ سب کے نام اور تفصیل معلوم کریں۔ تو دوسری تفسیر یہ ہوئی کہ ہر آسمانی کتاب مراد ہے بہ شمول قرآن کریم۔

اور تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد لوح محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر فنا ہونے تک ہر آدمی کا اور ہر شے کا ریکارڈ موجود ہے۔

اور چوتھی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ کتاب مسطور سے مراد اعمال نامہ ہے کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک ہماری ہر نیکی بدی فرشتے اس میں درج کرتے ہیں جو قیامت والے دن ہر آدمی کی گردن میں لٹکا ہوا ہوگا اور رب تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ "اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے۔" تو کتاب مسطور سے مراد اعمال نامہ ہے جس میں ساری باتیں لکھی ہوئی ہیں فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ کشادہ ورق میں۔ رَق کا لفظی معنیٰ ہے باریک چمڑا۔ پہلے سادہ زمانہ ہوتا تھا اس وقت یہ کاغذ عموماً دستیاب نہیں تھا۔ کبھی ایران اور تبوک سے آتا تھا مگر بہت مہنگا ملتا تھا۔ لوگوں نے جو بات لکھنی ہوتی تھی چوڑے پتوں پر لکھ لیتے

تھے یا چمڑے پر لکھ لیتے تھے۔ اب اس کا لازمی معنیٰ کرتے ہیں کشادہ ورق۔ یہ قرینہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے کہ وہ ایک لمبی چوڑی تختی ہے جس پر سب کچھ لکھا ہوا ہے۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ یہ قرآن جو ہمارے سامنے ہے کتنے اوراق پر لکھا ہوا ہے اور ایک کاغذ پر بھی پورا قرآن لکھا ہوا دیکھا ہوگا۔ مگر اس کو حافظ پڑھ سکتے ہیں یا خُردبین کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ مگر تم نے اپنی زندگی میں ایک کاغذ پر لکھا ہوا دیکھ تو لیا۔ اسی طرح لوح محفوظ میں بھی سب کچھ لکھا ہوا ہے وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ قسم ہے آباد گھر کی۔ بیت المعمور فرشتوں کا کعبہ ہے ساتویں آسمان پر کعبۃ اللہ کے عین برابر ہے۔ فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں اور جس فرشتے نے ایک دفعہ طواف کر لیا پھر عمر بھر اس کو دوبارہ موقع نہیں ملتا۔ بیت المعمور کا طواف کبھی بند نہیں ہوا کعبۃ اللہ کا طواف کبھی بند بھی ہو جاتا ہے۔

کعبۃ اللہ پر باغیوں کا قبضہ :

آج سے چند سال پہلے کی بات ہے جب باغیوں نے کعبۃ اللہ پر قبضہ کیا تو سترہ دن مسلسل نہ اذان ہو سکی، نہ جماعت، نہ طواف ہو سکا۔ ان کے قبضہ کرنے کی وجہ کیا تھی؟ تو میں نے وہاں کے مقامی لوگوں سے دریافت کیا تو مختلف قسم کی باتیں سامنے آئیں۔ ایک یہ بات بتلائی گئی کہ کچھ مذہبی قسم کے لوگ تھے جنھوں نے حکومت کو نوٹس دیا کہ عرب کی سرزمین جہاں سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا ہے یہاں سینما گھر اور ٹی، وی جیسی خرافات جو تم نے شروع کر دی ہیں یہ صحیح نہیں ہیں ان کو ختم کرو۔ حکومت نے اس کا کوئی اثر نہ لیا۔ کیونکہ حکومت وہاں کی ہو یا کسی اور جگہ کی وہ اپنی بے بے امریکہ کے اشارے

کے بغیر نہیں چلتی۔امریکہ جو کہے گا وہ کریں گے۔یہ بے اختیار لوگ ہیں۔تو جب حکومت نے نہ مانا تو انھوں نے بغاوت کردی۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ مذہبی قسم کے فوجی تھے جنھوں نے وقت کے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی کہ موجودہ حکمران اسلام کے مطابق نہیں چل رہے۔عرب میں مکمل اسلامی حکومت ہونی چاہیے جیسا کہ پینتالیس (۴۵) کے قریب مذہبی ذہن رکھنے والے ہمارے فوجی تھے جو کشمیر میں کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن ان کو کچھ نہیں کرنے دیا گیا۔کل کے اخبار میں تھا کہ ان کو جبراً ریٹائر کردیا گیا یہ کہہ کر کہ انھوں نے ڈسپلن کی خلاف ورزی کی ہے۔حالانکہ انھوں نے کوئی بغاوت نہیں کی اور نہ ہی حکومت سے براہ راست ٹکر لینا چاہتے تھے۔وہ کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم برداشت نہ کرنے کی وجہ سے کہ وہاں ہندو، سکھ، مسلمانوں کے ساتھ زیادتیاں کررہے ہیں،عورتوں کے ساتھ زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایک ایک عورت کے ساتھ چالیس چالیس ہندو، سکھ بدمعاشی کرتے ہیں لہٰذا ان کا دفاع کیا جائے۔دین دار صحیح العقیدہ لوگ تھے لیکن حکومت نے ان کو کچھ نہیں کرنے دیا۔جنرل اسلم بیگ کا بیان تم نے کل کے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ان فوجیوں کے ارادوں کی قدر کرنی چاہیے تھی۔تو وہ بھی اس طرح کے مذہبی لوگ تھے جنھوں نے کارروائی کی تھی۔

اور یہ بات بھی کہی گئی کہ کچھ شہزادے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔اقتدار کا نشہ بُرا ہوتا ہے۔ان شہزادوں نے کچھ مذہبی لوگ اپنے ساتھ ملائے انقلاب لانے کے لیے مگر ناکام رہے۔

تو فرمایا قسم ہے آباد گھر کی وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ قسم ہے بلند چھت کی۔مراد آسمان ہے جو ہم سے لاکھوں میل دور ہے وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ قسم ہے سمندر کی جو

پانی سے بھرا ہوا ہے۔ جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ دنیا کے سو حصوں میں سے اکہتر (۷۱) حصوں پر پانی ہے اور انتیس (۲۹) حصے خشک ہیں۔ ان انتیس حصوں پر دنیا کی ساری حکومتیں قائم ہیں۔ تو فرمایا پانی سے بھرے ہوئے سمندر کی قسم ہے۔ ان سب کا جواب ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ نہیں ہے کوئی اس کو ہٹانے والا۔ عذاب اللہ تعالیٰ چاہے دنیا میں بھیجے، چاہے برزخ، قبر میں یا میدان حشر کی سزا ہو یا دوزخ کا عذاب ہو اس کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ يَّوْمَ اس دن واقع ہوگا تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا۔ آج تو زمین بھی ساکن ہے آسمان بھی ساکن ہے۔

سائنس دانوں کے دو طبقے ہیں۔ ایک طبقہ کہتا ہے زمین حرکت کرتی ہے، سورج، چاند اپنی جگہ کھڑے ہیں۔ ایسے پاگل بھی موجود ہیں۔ اور دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ زمین اور آسمان اپنی جگہ کھڑے ہیں اور سورج اور چاند كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ [سورۃ یٰسین] "یہ سب اپنے مدار کے اندر تیر رہے ہیں۔" قرآن کریم سے یہی ثابت ہے كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى [فاطر:۱۳] "ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر مدت تک۔" ہاں اگر کوئی معقول دلیل پیش کرے سورج اور چاند کی حرکت کو تسلیم کرنے کے بعد کہ زمین میں حرکت ہے تو ہم تسلیم کرلیں گے۔ لیکن اگر کوئی معقول دلیل نہ ہو تو ہم قرآن کریم کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ سائنس دانوں کے نظریے بدلتے رہتے ہیں۔

سائنس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں نظریہ قرآن اٹل ہے

طالیس ملطی یونانیوں کا حکیم جو آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے گزرا ہے اس کا نظریہ تھا کہ پانی بسیط ہے، مفرد ہے۔ یہی نظریہ دنیا میں چلتا رہا۔ پھر کیونڈس

(Cavendus) آیااس نے اپنی تحقیق پیش کی اور کہا کہ پانی مرکب ہے اس میں آکسیجن بھی ہے اور ہائیڈروجن بھی ہے۔اب سائنس دانوں نے پہلا نظریہ چھوڑ کر کیونڈس(Cavendus) کانظریہ اپنالیا ہے۔

لاؤڈسپیکراور سائنس دان :

لاؤڈسپیکر کے بارے میں سائنس دانوں کا اختلاف تھا۔ایک گروہ کہتا تھا کہ اصلی آواز ختم ہو جاتی ہے اور یہ اس کے مثل آواز پیدا کرتا ہے۔جیسے گنبد یا پہاڑ کے دامن میں آدمی آواز دیتا ہے تو اصل آواز ختم ہو کر نئی آواز پیدا ہو کر واپس آتی ہے۔تو علماء نے فتویٰ دیا کہ سپیکر پر نماز جائز نہیں ہے۔جیسے گنبد کی آواز آئے اور امام کی اصل آواز سنائی نہ دے تو اس میں امام کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔یہ جزئیہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

پھر سائنس دانوں نے مل کر آپس میں مشاورت کی تحقیق کی تو پچانوے فیصد سائنس دانوں نے فیصلہ دیا کہ اصل آواز ہی ہے اور یہ آلہ اس کو دوچند کر دیتا ہے، اس کو بڑھا دیتا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے فتویٰ دیا تھا کہ سپیکر میں نماز درست نہیں ہے۔پھر جب سائنس دانوں کی رائے بدلی تو حضرت نے پہلے فتویٰ سے رجوع فرمایا اور فتویٰ دیا کہ سپیکر پر نماز درست اور جائز ہے۔تو سائنس بدلتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔

تو فرمایا جس دن حرکت کرے گا آسمان حرکت کرنا وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا اور چلیں گے پہاڑ چلنا۔آج آدمی ان پہاڑوں کی مضبوطی اور بلندی کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔چمن کے علاقے میں ایک پہاڑ ہے سطح سمندر سے نو ہزار فٹ کی بلندی پر۔بس

پھرتی پھراتی چوٹی پر جاتی ہے۔ مجھے بھی ساتھی وہاں لے گئے۔ جب ہم چوٹی پر پہنچے تو میں نے شیشہ کھولا کہ دیکھوں تو سہی۔ بڑی تیز ہوا منہ کو لگی اور ڈرائیور نے کہا شیشہ نہ کھولو۔

تو یہ مضبوط پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو کر پتنگوں کی طرح اڑیں گے۔ تو فرمایا چلیں گے پہاڑ چلنا فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ پس ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ جو ثواب وعقاب کو جھٹلاتے ہیں، جنت و دوزخ کو جھٹلاتے ہیں توحید کو جھٹلاتے ہیں۔ کون ہیں؟ الَّذِيْنَ وہ ہیں هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ جو دنیا کی باتوں میں کھیل رہے ہیں۔ نمازیں جاتی ہیں تو جائیں ٹی، وی دیکھ رہے ہیں نماز کی پرواہ ہی نہیں ہے۔ دنیا تو ویسے ہی کھیل تماشا ہے ہم نے اس کو تماشا در تماشا بنا دیا ہے۔ معلوم ہو جائے گا يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا جس دن ان کو دھکیلا جائے جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جانا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مجرموں کو جن کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی دھکے مار کر دوزخ کے قریب لے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہیں گے هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ یہ ہے وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے دنیا میں۔ کہتے تھے کوئی نہیں اَفَسِحْرٌ هٰذَآ کیا پس یہ جادو ہے اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ یا تم دیکھتے نہیں۔ یہ آگ تم کو نظر نہیں آ رہی۔ کون وہاں انکار کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی زبانی حکم ہوگا اِصْلَوْهَا اے مجرمو! داخل ہو جاؤ اس آگ میں فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا صبر کرو یا صبر نہ کرو دوزخ کے جھیلنے پر، برداشت کرنے پر صبر کرو یا نہ کرو چھٹکارا کوئی نہیں۔

دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، تانبا پگھل جاتا ہے اور دوزخ کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور ایمان اور اعمال درست کرنے کی

توفیق عطا فرمائے۔ تو فرمایا صبر کرو یا نہ کرو سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ تمہارے اوپر برابر ہیں دونوں حالتیں۔ یہ کارروائی تمہارے ساتھ کیوں ہو رہی ہے اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پختہ بات ہے تم کو بدلہ دیا جائے گا اس چیز کا جو تم کرتے تھے۔ ہماری طرف سے کوئی زیادتی نہیں ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّ نَعِيْمٍ اور نعمتوں میں ہوں گے فٰكِهِيْنَ مزے کر رہے ہوں گے بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ان نعمتوں پر جو دی ان کو ان کے رب نے وَوَقٰهُمْ اور بچایا ان کو رَبُّهُمْ ان کے رب نے عَذَابَ الْجَحِيْمِ آگ کے شعلوں کے عذاب سے (ان سے کہا جائے گا) كُلُوْا کھاؤ وَاشْرَبُوْا اور پیو هَنِيْٓـًٔا مزے دار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بہ سبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے مُتَّكِـِٕيْنَ ٹیک لگائے ہوں گے عَلٰى سُرُرٍ کرسیوں پر مَّصْفُوْفَةٍ جو

صف بہ صف بچھی ہوں گی وَزَوَّجْنٰهُمْ اور ہم ملا دیں گے ان کو بِحُوْرٍ
عِيْنٍ موٹی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو
ایمان لائے وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے
بِاِيْمَانٍ ایمان میں اَلْحَقْنَا بِهِمْ ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ذُرِّيَّتَهُمْ
ان کی اولاد کو وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ اور ہم نہیں کمی کریں گے ان کے لیے مِّنْ
عَمَلِهِمْ ان کے عمل سے مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی كُلُّ امْرِئٍ ہر آدمی بِمَا
كَسَبَ جو اس نے کمایا ہے رَهِيْنٌ گروی رکھا ہوا ہے وَاَمْدَدْنٰهُمْ
اور ہم ان کو مدد دیں گے بِفَاكِهَةٍ پھلوں کے ساتھ وَّلَحْمٍ اور گوشت
کے ساتھ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ اس میں سے جو وہ چاہیں گے يَتَنَازَعُوْنَ وہ
دل لگی کر رہے ہوں گے فِيْهَا ان جنتوں میں كَاْسًا پیالے ہوں گے
لَّا لَغْوٌ فِيْهَا نہ بے ہودگی ہوگی اس میں وَلَا تَاْثِيْمٌ اور نہ کوئی گناہ وَ
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ اور پھریں گے ان کے سامنے غِلْمَانٌ لَّهُمْ بچے ان کے
لیے كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ لُؤْلُؤٌ موتی ہیں مَّكْنُوْنٌ پردے میں چھپے
ہوئے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور متوجہ ہوں گے ان میں سے بعض بعض
کی طرف يَّتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے سے پوچھیں گے قَالُوْٓا کہیں گے
اِنَّا كُنَّا بے شک ہم تھے قَبْلُ اس سے پہلے فِيْٓ اَهْلِنَا اپنے اہل خانہ
میں مُشْفِقِيْنَ ڈرنے والے فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا پس احسان کیا اللہ تعالیٰ

نے ہمارے اوپر وَوَقٰنَا اور بچایا ہمیں عَذَابَ السَّمُوْمِ لُو کے عذاب سے اِنَّا كُنَّا بے شک تھے ہم مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے نَدْعُوْهُ اسی کو پکارتے تھے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ بے شک وہ اچھا سلوک کرنے والا ہے الرَّحِيْمُ بے حد مہربان ہے۔

ربط آیات :

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں کی قسمیں اٹھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی، مجرموں کو سزا ہوگی جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اب مومنوں کے متعلق فرمایا کہ قیامت برپا ہونے کے بعد اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ بے شک پرہیز گار باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے فٰكِهِيْنَ مزے اڑا رہے ہوں گے بِمَآ بہ سبب ان نعمتوں کے اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ جو دی ان کو ان کے رب نے۔ تقویٰ کا معنیٰ بچنا۔ سب سے اعلیٰ تقویٰ ہے کفر و شرک سے بچنا۔ آخری درجہ ہے خلاف اولیٰ چیزوں سے بچنا۔ اس کے درمیان بڑے درجے ہیں۔ مثلاً مردوں کا ننگے سر بازاروں میں پھرنا تقویٰ کے خلاف ہے۔ فقہائے کرام ایسے شخص کی گواہی کو قبول نہیں کرتے۔ اگر کوئی روایت بیان کرے تو وہ بھی قبول نہیں ہے۔ اسی طرح بغیر کسی عذر کے لوگوں کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنا بھی تقویٰ کے خلاف ہے۔

تو فرمایا متقی باغوں اور نعمتوں میں مزے اڑا رہے ہوں گے۔ اس چیز کے ساتھ جو ان کے رب نے ان کو دی وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۔ جحیم کا معنیٰ شعلہ مارنے والی آگ۔ معنیٰ ہوگا اور بچایا ان کو ان کے رب نے شعلے مارنے والی آگ کے عذاب سے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کہا جائے گا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور پیو

هَنِيْٓـًٔا مزے دار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بہ سبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمہارے اعمال اچھے تھے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اچھا بدلہ دیا مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ۔ سرر سریر کی جمع ہے۔ سریر کا معنیٰ ہے کرسی۔ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے کرسیوں پر جو صف بہ صف بچھی ہوئی ہوں گی۔ جنت میں کوئی آگے پیچھے نہیں ہوگا۔ جنت بڑی وسیع ہے۔ ایسے انداز میں ہوں گے کہ سب ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ اور ملا دیں گے ہم ان کو موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ۔ کم از کم دو حوریں ملیں گی۔ مرتبے اور مقام کے اعتبار سے زیادہ زیادہ بھی ملیں گی۔ بعض کے لیے بہتر (۷۲) بہتر (۷۲) حوروں کا بھی ذکر آتا ہے۔ دنیا کی بیویاں بھی ساتھ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ مرد کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت عطا کرے گا کسی کو کسی سے کوئی شکوہ نہیں ہوگا کوئی کمی نہیں ہوگی۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان میں اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ اور ہم کمی نہیں کریں گے ان کے لیے ان کے اعمال میں سے کچھ بھی۔

اب بات سمجھیں۔ وہ اس طرح کہ ایک آدمی مومن موحد بڑا نیک پارسا ہے۔ اس کی اولاد ہے، لڑکے ہیں، لڑکیاں ہیں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں ہیں۔ یہ سب ذریت میں شامل ہیں۔ یہ بھی مومن موحد ہیں۔ مومن ہونے کے حوالے سے باباجی کے پیروکار ہیں مگر عمل اتنے نہیں ہیں جتنے باباجی کے ہیں۔ اب باباجی کو تو جنت میں بلند مقام ملے گا اگرچہ جنت میں کوئی چیز ناقص نہیں ہے۔ ہر چیز اور ہر مقام ہی اعلیٰ ہے مگر اس میں

بھی درجے موجود ہیں۔ جیسے ہوائی جہاز میں سفر کیا ہوگا۔ وہ سارا ہی آرام دہ ہوتا ہے مگر اس میں بھی فرسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس ہے۔ اب بابا جی تو تقویٰ، طہارت اور کثرت اعمال کی وجہ سے فرسٹ کلاس میں پہنچ گئے اور اولاد اعمال کی کمی کی وجہ سے تھرڈ کلاس میں ہوگی۔ یہ بزرگ چاہیں گے کہ ہم سب اکٹھے رہیں۔ تو اس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ بابا جی کو تھرڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے۔ مگر یہ صورت نہیں ہوگی کیونکہ ان کے اعمال کا پورا بدلہ نہ ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے تھرڈ کلاس والوں کو سیکنڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے اور بابا جی کو بھی سیکنڈ کلاس میں پہنچا دیا جائے اور سب اکٹھے ہو جائیں۔ یہ بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ بابا جی کے اعمال کے بدلے میں کمی آئے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اولاد در اولاد کو بابا جی کے اعمال کی برکت سے فرسٹ کلاس میں پہنچا دیا جائے۔ یہی صورت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ آئی کہ خاندان میں، گھر میں کسی ایک آدمی کا نیک ہونا صرف اپنے لیے نہیں ہوتا بلکہ سارے خاندان کے لیے ہوتا ہے۔

جیسے قرآن پاک حفظ کرنے والے کو اپنی برادری کے دس آدمیوں کی سفارش کا موقع ملے گا كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ ''ان سب کے لیے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔'' اور جس نے قرآن پاک یاد کیا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کے سر پر رب تعالیٰ ایسا تاج رکھیں گے جو سورج سے بھی زیادہ چمکیلا ہوگا۔ تو گویا حافظ صرف اپنے لیے حفظ نہیں کر رہا بلکہ دوسروں کے لیے بھی کر رہا ہے۔ اس کے حفظ کرنے میں جتنے معاونین ہیں، اساتذہ ہیں، وہ سب ان نعمتوں کے مستحق ہیں۔ اگر کسی نے ایک وقت کا کھانا حافظ کو

دیا ہے وہ بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا (بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ کھلایا ہو۔ بلوچ)

تو فرمایا ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور نہیں کمی کریں گے ان کے اعمال میں سے کسی شے کی كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ہر آدمی اپنی کمائی میں رہن رکھا ہوا ہے، پھنسا ہوا ہے۔ جس نے جو کمایا ہے اس کا بدلہ اس کو ملے گا۔ رہن کا معنیٰ گروی ہے اِنْ كَانَ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَ اِنْ كَانَ شَرًّا فَشَرٌّ ''اگر نیک عمل کیا ہے تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر بُرا عمل کیا ہے تو بُرا بدلہ ملے گا۔'' بعض ایسے بُرے اعمال ہیں جن کو بُرا عمل ہی نہیں سمجھتے۔ مثلاً مسجد سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں میں تھوکنا، پھل کھا کر چھلکا راستے میں پھینک دینا۔ گھروں میں کوڑا کرکٹ کا پڑا رہنا، صفائی نہ کرنا، راستے پر بلغم تھوک دینا، یہ تمام گناہ کے کام ہیں۔

اسلام بڑا پاکیزہ اور صاف ستھرا مذہب ہے اور صفائی کو پسند کرتا ہے۔ نیکیوں کی وجہ سے ایسی برائیاں مٹ جاتی ہیں مگر ان لوگوں کی کہ جن کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو۔ نفلی نمازیں پڑھتے ہوں، نفلی روزے رکھتے ہوں، امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہے يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ [فرقان: ۷۰] ''تبدیل کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں۔'' اگر نیکیوں کا پلہ بھاری نہ ہوا تو پھر کچھ بھی نہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک آدمی کی پچاس نیکیاں ہیں اور پچاس بدیاں ہیں تو جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مقام ہے اعراف۔ وہاں رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت اعراف والے کون ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مَنِ اسْتَوَتْ حَسَنَاتُهٗ وَ سَيِّئَاتُهٗ ''جس کی

نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں ۔ اگر ایک نیکی بڑھ جاتی جنت میں چلا جاتا، ایک بدی بڑھ جاتی جہنم میں چلا جاتا۔ تو فرمایا ہر آدمی اپنی کمائی میں رہن ہے وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ اور ہم ان کو مدد دیں گے پھلوں کے ساتھ وَّلَحۡمٍ اور گوشت کے ساتھ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ جس قسم کا وہ چاہیں گے۔ جنتی جس طرح کا پھل میوہ چاہیں گے وہ ان کو ملے گا يَتَنَازَعُوۡنَ کا لفظی معنٰی تو ہے ایک دوسرے سے چھیننا۔ مگر یہاں مراد ہے دل لگی کرنا۔ وہ دل لگی کر رہے ہوں گے فِيۡهَا جنت میں كَاۡسًا پیالے میں لَّا لَغۡوٌ فِيۡهَا اس میں بے ہودگی بھی نہیں ہوگی وَلَا تَاۡثِيۡمٌ اور گناہ بھی نہیں ہوگا۔ جنتی لوگ آپس میں دل لگی کریں گے اس طرح کہ مثلاً: ایک پانی پینے کے لیے پیالہ ہاتھ میں لے گا دوسرا اس سے لے لے گا۔ اس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا مذاق اور دل لگی ہوگی۔ دل ایسے صاف ہوں گے جیسے شیشہ ہوتا ہے کسی کے دل میں کسی کے خلاف کوئی جذبہ نہیں ہوگا۔

وَيَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ غِلۡمَانٌ لَّهُمۡ اور پھریں گے ان پر سامنے ان کے لیے بچے كَاَنَّهُمۡ لُـؤۡلُـؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ گویا کہ وہ موتی ہیں پردوں میں چھپے ہوئے۔ موتی خود صاف ہوتا ہے اور پردے میں چھپا ہوا ہو تو اور صاف ہوتا ہے اس پر مکھی کا اثر نہیں ہوتا، گرد و غبار نہیں پڑتا۔ یہ اپنے بچے بھی ہو سکتے ہیں جو تھوڑی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ اور وہاں کی مخلوق بھی ہے جیسے حوریں وہاں کی مخلوق ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ کافروں کے وہ بچے جو نابالغ فوت ہوئے ہیں وہ جنتیوں کی خدمت کریں گے وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ اور متوجہ ہوں گے ان کے بعض بعض کی طرف يَّتَسَآءَلُوۡنَ ایک دوسرے سے سوال کریں گے قَالُوۡۤا کہیں گے اِنَّا كُنَّا بے شک تھے ہم قَبۡلُ اس سے پہلے

فِیۡۤ اَھۡلِنَا مُشۡفِقِیۡنَ اپنے اہل میں ڈرنے والے۔ خوف زدہ تھے کہ خدا جانے مرنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا ہوگا، قبر میں کیا ہوگا، میدان حشر میں کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے تو کیا بنے گا؟ ہم بہت خوف زدہ تھے پس ہوا کیا فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر احسان کیا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوۡمِ۔ سموم ایسی گرم ہوا کو کہتے ہیں جو مسامات میں داخل ہو جائے۔ تو معنیٰ ہوگا اس لُو کے عذاب سے بچایا جو مسامات میں داخل ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ مومن دنیا میں بھی رب تعالیٰ کو نہیں بھولتا اور آخرت میں بھی نہیں بھولتا۔ مرتے وقت بھی اس کی زبان پر کلمہ ہوگا۔ جب فرشتے پوچھتے ہیں مَنۡ رَّبُّكَ تو کہتا ہے رَبِّیَ اللّٰہ جب پوچھتے ہیں مَنۡ نَّبِیُّكَ تو کہتا ہے نبی محمد ﷺ جب پوچھتے ہیں مَا دِیۡنُكَ تو کہتا ہے دِینی الاسلام میرا دین اسلام ہے۔ یہ تب ہی کہے گا اگر اسلام پر چلتا رہا اور اگر اسلام کی مخالفت کرتا رہا ہے تو کس منہ سے کہے گا دِینی الاسلام اور اگر آپ ﷺ کی پیروی نہیں کی تو کس منہ سے کہے گا کہ میں آپ ﷺ کا امتی ہوں اور محمد ﷺ میرے پیغمبر ہیں۔ اور کہیں گے اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلُ بے شک ہم تھے اس سے پہلے دنیا میں نَدۡعُوۡہُ اسی کو پکارتے۔ ہم کہتے تھے اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حاجت روا اور مشکل کشا ہے، فریاد رس ہے۔ رب تعالیٰ ہی ہمارا دست گیر ہے ہم اسی کو پکارتے تھے اِنَّہٗ ھُوَ الۡبَرُّ بے شک وہ نیک سلوک کرنے والا ہے۔ بَرّ زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے نیک سلوک کرنے والا اور کسرے کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے نیکی۔ الرَّحِیۡمُ وہ بے حد مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں فَمَآ اَنْتَ پس نہیں ہیں آپ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ اپنے رب کے فضل سے بِكَاهِنٍ فال نکالنے والے وَّلَا مَجْنُوْنٍ اور نہ دیوانے اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا یہ لوگ کہتے ہیں شَاعِرٌ یہ شاعر ہے نَّتَرَبَّصُ بِهٖ ہم انتظار کرتے ہیں اس کے بارے میں رَيْبَ الْمَنُوْنِ زمانے کی گردش کا قُلْ آپ کہہ دیں تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو فَاِنِّيْ مَعَكُمْ پس بے شک میں بھی تمہارے ساتھ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں اَمْ تَاْمُرُهُمْ کیا حکم کرتی ہیں ان کو اَحْلَامُهُمْ ان کی عقلیں بِهٰذَآ ایسی باتوں کا اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ یا

وہ قوم ہے سرکشی کرنے والی اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں تَقَوَّلَهٗ یہ نبی قرآن کو گھڑ لایا ہے بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے فَلْيَاْتُوْا پس چاہیے کہ لائیں وہ بِحَدِيْثٍ کوئی بات مِّثْلِهٖۤ اس جیسی اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ اگر ہیں وہ سچے اَمْ خُلِقُوْا کیا یہ پیدا کیے گئے ہیں مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ بغیر کسی چیز کے اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ یا انھوں نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ کیا ان کے پاس ہیں آپ کے رب کے خزانے اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ یا وہ داروغے لگے ہوئے ہیں اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ جس پر چڑھ کر سنتے ہیں فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ پس چاہیے کہ لائے ان کا سننے والا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کوئی کھلی دلیل اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ کیا رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ اور تمہارے لیے بیٹے ہیں اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ پس وہ اس تاوان کی وجہ سے مُّثْقَلُوْنَ بوجھ کے نیچے ڈالے ہوئے ہیں۔

مشرکین کا ایک ماحول بنا ہوا تھا۔ اس کو چھوڑنا ان کے لیے کافی مشکل تھا۔ جیسے آج کل شادی بیاہ، منگنی اور ماتم کی رسمیں ہیں اکثریت ان کو غلط سمجھتی ہے لیکن ماحول کی وجہ سے نکل نہیں سکتے۔ کہتے ہیں کیا کریں ناک نہیں رہتا، برادری نہیں چھوڑتی، برادری

ناراض ہو جائے گی۔ بس اس ناک اور برادری نے بیڑا غرق کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ کفر و شرک کی رسموں میں مبتلا تھے۔ ان کے سامنے جب توحید و رسالت کا مسئلہ پیش کیا جاتا، قیامت کا مسئلہ پیش کیا جاتا تو ماحول کی وجہ سے ان کو سمجھ نہیں آتا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے متعلق مختلف قسم کے شوشے چھوڑتے تھے۔ ان شوشوں میں سے یہ بھی تھے کہ یہ شاعر ہے، کاہن ہے، دیوانہ ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔

رب تعالیٰ آپ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَذَكِّرْ پس آپ اے نبی کریم ﷺ! نصیحت کریں۔ آپ کا کام نصیحت کرنا ہے پس آپ نصیحت کرتے رہیں فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ پس نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے بِكَاهِنٍ فال نکالنے والے وَّلَا مَجْنُوْنٍ اور نہ دیوانے ہیں۔ ان کے کہنے سے نہ آپ کاہن ہو جائیں گے اور نہ دیوانے ہو جائیں گے۔

فال نکالنے اور نکلوانے کی ممانعت :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص فال نکالنے والے کے پاس گیا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ ''پس تحقیق اس نے انکار کر دیا اس چیز کا جو اتاری گئی ہے محمد ﷺ پر۔'' ایسا شخص آنحضرت ﷺ کی شریعت کی رو سے اسلام سے خارج ہو گیا ہے، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ یہ بیماری مردوں میں بھی ہے لیکن عورتوں میں بہت زیادہ ہے۔ پہلے اپنی چیز کو سنبھالتے نہیں گم ہونے کے بعد فال نکلواتے پھرتے ہیں۔ وہ چیز تو ضائع ہوئی ایمان بھی ضائع کر آئے۔

ترمذی شریف میں حدیث ہے مَنْ اَتٰى كَاهِنًا ''جو آدمی کاہن کے پاس گیا فَصَدَّقَهٗ پھر اس کی تصدیق کی جو اس نے کہا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ پس

اس نے اس شریعت کا انکار کر دیا جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔'' وہ کافر ہے اس شریعت کا۔ بلکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کاہن کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ دل لگی کے طور پر اس کو کہتا ہے کہ فال نکالو تو چالیس دن رات کی نمازوں کا اجر باطل ہو جاتا ہے۔ اگر تصدیق کرتا ہے ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ فال نکالنے والا غیب تو نہیں جانتا غیب کا علم تو صرف پروردگار کے پاس ہے۔

ضماد کا قبول اسلام :

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کے متعلق بڑا مشہور کیا کہ یہ کاہن ہے اور دیوانہ ہے۔ دور، دراز کے علاقوں تک یہ بات پہنچی کہ عبدالمطلب کا پوتا ہے ماں باپ اس کے فوت ہو گئے ہیں، غربت کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا ہے۔ ازدشنؤ قبیلے کا ایک آدمی تھا جس کا نام ضماد تھا۔ وہ پاگلوں اور دیوانوں کا علاج کرتا تھا۔ انسانی ہمدردی کے تحت وہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگا کیا آپ ﷺ نے ازدشنؤ قبیلے کا نام سنا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے سنا ہے۔ کوئی ضماد نامی آدمی بھی سنا ہے جو دیوانوں کو دم کرتا ہے اور رب تعالیٰ شفا دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سنا ہے۔ کہنے لگا وہ فقیر میں ہوں آپ ﷺ کے پاس محض انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں کوئی فیس نہیں لینی میں آپ کو دم کر دوں گا لَعَلَّ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ عَلٰى يَدِى مسلم شریف کی روایت ہے کہ ''شاید اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے دے میرے ہاتھ پر۔'' آنحضرت ﷺ اس کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا دیکھو! ان لوگوں نے کتنا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے کہ دور دراز تک میرے دیوانے ہونے کی تشہیر ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں دیوانہ نہیں ہوں۔ اس نے کہا پھر آپ ﷺ کیا کہتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کو دیوانہ کہتے

ہیں۔آنحضرت ﷺ نے خطبہ پڑھا جو آپ حضرات جمعہ میں سنتے ہیں الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ اس کے بعد سورہ والسماء والطارق پڑھی۔اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔عربی اس کی مادری زبان تھی۔جیسے جیسے آپ ﷺ پڑھتے جاتے تھے وہ روتا جاتا تھا۔کہتا تھا یہ بندوں کا کلام نہیں ہے۔میں خود شاعر ہوں، مقرر ہوں، میں سمجھتا ہوں یہ بندوں کا کلام نہیں ہے۔ضماد آیا تھا تو کافر تھا گیا تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر، صحابی بن کر گیا۔

تو فرمایا آپ اپنے رب کے فضل سے فال نکالنے والے نہیں ہیں اور نہ آپ دیوانے ہیں۔فرمایا اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ۔ ریب کا معنی ہے گردش اور منون کا معنی زمانہ بھی ہے اور موت بھی ہے۔معنی ہوگا ہم انتظار کرتے ہیں اس کے بارے میں زمانے کی گردش کا یا موت کی گردش کا۔دونوں معنی صحیح ہیں کہ مر جائے گا ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا یا زمانے کی گردش کا انتظار کرتے ہیں کہ زمانے کے ساتھ یہ پلٹ جائے اور اس طرح کے حالات نہ رہیں۔تو آپ ﷺ کو شاعر بھی کہتے تھے۔سورہ یٰسین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ''اور نہیں ہم نے سکھائی پیغمبر کو شعر و شاعری اور نہ ہی ان کے لائق تھی۔'' کیوں؟ سورہ شعراء میں آتا ہے وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ [آیت:۲۲۶] ''اور بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔'' ہمارے دور کے بہت بڑے شاعر علامہ اقبال مرحوم ہیں۔ایسے شاعر کہیں صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔وہ خود اقرار کرتے ہیں:

گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

گفتار کیسی تھی اور کردار کیسا تھا؟ اللہ تعالیٰ سب کو معافی دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی شان یہ ہے کہ جو دل میں ہوتا ہے وہ زبان پر ہے۔ اور جو زبان پر ہے وہ عمل میں ہے۔ یہاں دورنگی نہیں ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب:۲۱] ''البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔'' نماز میں، روزے میں، چلنے پھرنے میں، کھانے پینے میں، ہر ہر فعل اور ہر ہر حرکت میں تمہارے لیے مجسم نمونہ ہے۔

تو فرمایا کیا یہ کہتے ہیں شاعر ہے ہم انتظار کر رہے ہیں زمانے کی گردش کا قُلْ آپ کہہ دیں تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ پس بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھیں گے کون کامیاب ہوتا ہے۔ یہ سورت مکی ہے تھوڑے ہی عرصے کے بعد بدر کا معرکہ پیش آیا جس نے کافروں کی کمر توڑ کے رکھ دی۔ ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور جو میدان چھوڑ کر بھاگے وہ شرمندگی کی وجہ سے کئی کئی ماہ اپنے گھروں میں داخل نہیں ہوئے۔ جب گھروں کو گئے تو عورتیں شرم (عار) دلاتی تھیں اور کہتی تھیں اس ذلت سے تو بہتر تھا کہ تم بھی مر جاتے۔ تو فرمایا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ کیا حکم کرتی ہیں ان کو ان کی عقلیں ایسی باتیں کرنے کی۔ کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی کاہن کہتے ہیں، کبھی دیوانہ کہتے ہیں اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ یا یہ قوم سرکشی کرنے والی ہے۔ سرکشی کی بنیاد پر ایسی باتیں ان کے ذہن میں آتی ہیں اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ یا یہ کہتے ہیں کہ یہ نبی قرآن خود گھڑ کے لایا ہے بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ پس چاہیے کہ وہ لائیں کوئی بات قرآن پاک جیسی اِنْ كَانُوْا

صٰدِقِیْنَ اگر ہیں وہ سچے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ان کو تین قسم کے چیلنج کیے ہیں۔

قرآن پاک کا چیلنج :

پہلا چیلنج پندرھویں پارے میں مذکور ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ ''آپ فرمادیں اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہ وہ لائیں اس قرآن کے مثل لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا [سورہ بنی اسرائیل:۸۸] نہیں لاسکیں گے اس کے مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار ہوں۔'' اگر ایک آدمی بقول ان کے قرآن بنا سکتا ہے تو تمام انسان اور جنات مل کر کیوں نہیں بنا سکتے۔اس موقع پر ان کو یہ چیلنج قبول کر کے کہنا چاہیے تھا کہ ہم لے آتے ہیں۔کئی سال اس چیلنج کو گزر گئے چیلنج قبول نہ کر سکے۔پھر اللہ تعالیٰ نے چیلنج میں کچھ چھوٹ (رعایت) دے دی۔فرمایا فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ [ہود:۱۳] ''لاؤ اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئیں۔'' یعنی ایک سو چودہ سورتوں میں سے ایک سو چار سورتیں تمھیں معاف ہیں صرف دس سورتیں بنا لاؤ۔'' پہلے چیلنج میں انسانوں اور جنوں کا ذکر تھا اس میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا لفظ ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جنوں، انسانوں، فرشتوں کو بھی ساتھ ملا لو۔یہ چیلنج قبول کرنے کی بھی کسی نے ہمت نہ کی۔

آخر میں رب تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ [البقرہ:۲۳] ''اور اگر ہو تم شک میں اس چیز کے بارے میں جو ہم نے نازل کی ہے اپنے بندے پر یعنی محمد ﷺ پر پس لاؤ تم ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ تم اپنے مددگاروں

کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر ہو تم سچے۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا ساری کائنات اکٹھی ہو جائے قرآن کریم جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔ قرآن کریم کی سورتوں میں سے تین سورتیں سب سے چھوٹی ہیں۔ سورۃ العصر، سورۃ النصر اور سورۃ الکوثر۔ ان تین آیات والی سورتوں جتنی کوئی چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔ اور ساتھ ہی فرمادیا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ''اور تم ہرگز نہیں لاسکو گے۔'' آج تک صدیاں گزر گئی ہیں کوئی چھوٹی سی سورت نہیں لا سکا اور نہ لا سکے گا قیامت تک۔ لیکن شوشے چھوڑنے سے کوئی باز نہیں آتا۔ جھوٹے سے جھوٹا آدمی بھی خاموش ہو جائے اس کا کبھی تصور بھی نہ کرنا۔ بلکہ جھوٹا زیادہ باتیں کرتا ہے۔ ہار ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ مشہور کہاوت ہے ''کیا پدی، کیا پدی کا شوربا۔''

یہ پدی روڑی (کوڑا کرکٹ کے ڈھیر) پر پھر رہی تھی وہاں دھاگے تھے ان میں اس کے پاؤں پھنس گئے۔ اڑتی ہے پھڑ پھڑا کر گر جاتی ہے۔ کوے نے دیکھا خالہ پھنس ہوئی ہے اس کو چھڑا دوں۔ آکر اس نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ کہنے لگی زمین تول رہی ہوں۔ پدی زمین کو تول رہی ہے۔ اندازہ لگاؤ! خاموش تو پدی بھی نہ رہی۔ تو دنیا میں خاموش کوئی نہیں رہتا۔ باطل سے باطل فرقے والا بھی کبھی خاموش نہیں رہے گا۔ مگر سمجھ دار لوگ باتوں سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔

تو فرمایا پس چاہیے کہ لائیں وہ کوئی بات اس قرآن جیسی اگر وہ سچے ہیں اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ یہاں شی کا لفظ خالق پر بولا گیا ہے۔ کیا وہ پیدا کیے گئے ہیں خالق کے بغیر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا نہیں کیا اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ خود خالق بنتے پھرتے ہیں اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یا انھوں نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے کسی چیز کا۔ نہ

ایمان کا، نہ توحید کا، نہ رسالت کا، نہ قیامت کا۔ الٹا کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [زخرف:۳۱] "کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔" مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی ہے اس پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی بڑا سردار تھا اس پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ قرآن کے لیے یہ یتیم ہی رہ گیا تھا۔ رب کو یہ یتیم ہی ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ کیا ان کے پاس ہیں آپ کے رب کے خزانے کہ وہ جس کو چاہیں نبوت دیں اور جس پر چاہیں قرآن نازل کریں اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ یا وہ داروغے لگے ہوئے ہیں کہ اس طرح کی تنقید کرتے ہیں اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ۔ سُلَّمٌ کا معنیٰ ہے سیڑھی۔ یا ان کے پاس سیڑھی ہے يَسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ جس پر چڑھ کر سنتے ہیں رب تعالیٰ کی باتیں کہ ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ پیغمبر ہیں۔ رب تعالیٰ پیغمبر کو احکام دیتے ہیں وہ مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے کہ ان کے پاس سیڑھی ہے کہ جس پر چڑھ کر خود سنتے ہیں فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ پس چاہیے کہ لائے ان کا سننے والا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ کوئی کھلی دلیل۔ اس بات پر واضح دلیل پیش کرے کہ دیکھو! یہ سیڑھی میرے پاس ہے اس پر چڑھ کر میں عرش تک جاتا ہوں اور رب تعالیٰ کے حکم میں خود سنتا ہوں، فرشتوں کو دیکھتا ہوں۔ محض شوشے چھوڑنے سے کچھ نہیں بنتا۔

پھر بہت سی قومیں تھیں جن میں عرب کے مشرک بھی تھے جو کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اسی لیے پردے میں رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ کیا رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے ہیں۔

کیسی تقسیم ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے پسند کرتے ہیں۔
سورۃ النحل آیت نمبر ۵۸ میں ہے وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ''اور جب خوش خبری دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو بیٹی کی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ اور اس کا دل گھٹنے لگ جاتا ہے۔'' بلکہ بعض ایسے تھے جو گھر سے بھاگ جاتے تھے کہ لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔

ایک تاریخی واقعہ :

تاریخی واقعہ ہے کہ ابوحمزہ ایک چودھری تھا جو بڑا مال دار اور خوب صورت جوان تھا۔ ڈیرا اس کا ہر وقت آباد رہتا تھا، مجلس لگی رہتی تھی۔ لوگوں کو شراب کباب کھلاتا پلاتا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دن مجلس لگی ہوئی تھی کہ لونڈی نے آکر کان میں کہا آپ کے ہاں لڑکی ہوئی ہے۔ جب اس نے یہ سنا تو اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر واپس گھر نہیں آیا۔ اس کی بیوی نے قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

؎ مالی حمزة لَا یَاتِیْنَا غضبانًا ان لا نکدا لینن
تاللہ ما ذاك فی ایدینا نحن کزرع لزارعین
نبتت فیما تزرعونا

''میرے خاوند کو کیا ہوگیا ہے میرا کیا قصور ہے۔ ہمارے اختیار میں کیا ہے؟ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے یا میں نے پیدا کی ہے؟ ہم تو ایسے ہی ہیں جیسے کھیتی ہوتی ہے کھیتی کرنے والوں کے لیے۔ ہم تو وہی کچھ اگائیں گی جو بیج ہمارے اندر ڈالا جائے گا۔''

او ظالمو! اپنے لیے لڑکے پسند کرتے ہو اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں۔ اللہ تعالیٰ

کے پیغمبر کی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ یہ آپ کی بات کیوں نہیں سنتے اور سمجھتے؟ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا کہ ان کو خطرہ ہو کہ ہمارے اوپر بوجھ ڈالے گا ہم سے چندہ مانگے گا کیا اس لیے بھاگتے ہیں؟ فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ پس وہ اس تاوان کی وجہ سے بوجھ کے نیچے ڈالے ہوئے ہیں، بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے محض ضدی لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ ضد سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ حق سمجھنے اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا ؕ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ کیاان کے پاس غیب ہے فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ پس وہ اس کو لکھتے ہیں اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا کیاوہ ارادہ کرتے ہیں تدبیر کا فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا پس وہ لوگ جو کافر ہیں هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ وہی آتے ہیں تدبیر میں اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ کیاان کے لیے کوئی الٰہ ہے غَیْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے عَمَّا ان چیزوں سے یُشْرِكُوْنَ جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا اوراگر یہ دیکھیں کوئی ٹکڑا مِّنَ السَّمَآءِ آسمان کی طرف سے سَاقِطًا گرتا ہوا یَّقُوْلُوْا کہیں گے سَحَابٌ یہ بادل ہے مَّرْكُوْمٌ گہرا فَذَرْهُمْ پس آپ چھوڑ دیں ان کو حَتّٰى یُلٰقُوْا یہاں تک کہ ملیں یَوْمَهُمُ الَّذِیْ

اپنے اس دن سے فِيهِ يُصْعَقُونَ جس میں وہ بے ہوش کر دیئے جائیں گے يَوْمَ جس دن لَا يُغْنِي عَنْهُمْ نہیں کفایت کرے گی كَيْدُهُمْ ان کی تدبیر شَيْئًا کچھ بھی وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی وَإِنَّ لِلَّذِينَ اور بے شک ان لوگوں کے لیے ظَلَمُوا جو ظالم ہیں عَذَابًا عذاب ہے دُونَ ذَٰلِكَ اس سے پہلے وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لیکن اکثر ان کے لَا يَعْلَمُونَ نہیں جانتے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم سے فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا پس بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی حِينَ تَقُومُ جس وقت آپ اٹھتے ہیں وَمِنَ اللَّيْلِ اور رات کو فَسَبِّحْهُ پس اس کی تسبیح بیان کریں وَإِدْبَارَ النُّجُومِ اور ستاروں کے پشت پھیرنے کے بعد تسبیح بیان کریں۔

عالم الغیب اور انباء الغیب کا فرق :

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے عالم الغیب والشہادۃ۔ آسمانوں اور زمینوں کا ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ یہ صفت صرف پروردگار کی ہے۔ سورۃ نحل آیت نمبر ۷۷ میں ہے لِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔'' اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور ایک ہیں غیب کی خبریں۔ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بتلائی ہیں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ سب سے زیادہ خبریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بتلائی

ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ تمام صفات میں تمام مخلوق سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔'' اور سورۃ ہود آیت نمبر ۴۹ میں ہے تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ''یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔''

انبیائے کرام علیہم السلام نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ غائب کی خبریں ہیں غیب نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے سے پہلے کے واقعات بھی بیان فرمائے اور اپنے بعد قیامت تک آنے والے اہم اہم واقعات بیان فرمائے۔ فرمایا یاجوج ماجوج چھوڑے جائیں گے، دجال نکلے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور کا ہوگا، مہدی آئیں گے۔ بے شمار زلزلے آئیں گے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ قبر میں نیک آدمی کے ساتھ کیا ہوتا ہے، بُرے کے ساتھ کیا ہوتا ہے، میدان محشر میں کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، پل صراط سے گزرنا ہے، جنت میں کیا ہوگا، دوزخ میں کیا ہوگا۔ ہمیں تو کسی چیز کا علم نہیں تھا یہ ساری باتیں اجمالی طور پر آپ ﷺ نے ہمیں بتلائی ہیں۔ یہ سب کی سب غیب کی خبریں ہیں جو پیغمبروں ہی نے بتلائی ہیں۔ ان چیزوں میں مخلوق عالم اسباب میں پیغمبر کی محتاج ہے۔ پیغمبر ہی بتلائے گا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ کیا ان کے پاس غیب ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں کیا ان کے پاس غیب ہے فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پس وہ اس کو لکھتے ہیں وہاں سے دیکھ کر کہ پہلے کیا ہوا اور آئندہ کیا ہوگا، قبر، حشر میں کیا ہوگا، جنت، دوزخ کے حالات کیا ہیں۔ یہ چیزیں انھوں نے از خود حاصل کر لی ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ ساری چیزیں پیغمبروں نے بتلائی ہیں اور ان چیزوں میں ہم ان کے محتاج ہیں۔ یہ ضرورت نبوت کی دلیل ہے۔ پیغمبر کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوسکتا کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ رب تعالیٰ کس چیز سے راضی ہے اور کس چیز سے ناراض ہے۔ یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، یہ نیکی ہے، یہ بدی ہے۔ اس جہان کی باتیں، اگلے جہان کی باتیں، یہ سب غیب کی خبریں ہیں اور پیغمبروں نے بتلائی ہیں۔ ان کے پاس کون سا غیب ہے کہ وہاں سے دیکھ کر ان کو ان چیزوں کا علم ہوگیا ہے اَمْ یُرِیْدُوْنَ کَیْدًا کیا یہ ارادہ کرتے ہیں کسی تدبیر کا فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ پس وہ لوگ جو کافر ہیں وہی اپنی تدبیر میں پھنسیں گے۔

دارالندوہ میں ایک اہم میٹنگ :

اس سے مراد وہ تدبیر ہے جو ہجرت سے پہلے انھوں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق دارالندوہ میں کی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا دارا تھا جہاں بیٹھ کر یہ لوگ گپیں مارتے تھے۔ یہ مسجد حرام کے قریب ہی تھا مگر اب وہ مسجد حرام میں شامل ہوگیا ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی توسیع کر لی گئی ہے۔ اس وقت چند خاندان تھے انھوں نے جو بھی بات کرنا ہوتی تھی دارالندوہ میں کرتے تھے۔

چنانچہ ابوجہل، عتبہ، اور ولید وغیرہ نے مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کی تبلیغ روز بہ روز بڑھتی چلی جا رہی ہے، ہم نے ان کو مارا بھی ہے ان کے ساتھی زخمی بھی کیے، شہید بھی کیے، تین سال تک نظر بند بھی کیا لیکن اس کے پروگرام میں کمی نہیں ہوئی۔ ہم نے اب آخری فیصلہ کرنا ہے۔ چنانچہ تمام خاندانوں کے سربراہوں کی میٹنگ بلائی گئی۔ چوکیدار کو سرداروں کے نام لکھ کر دیئے کہ ان کے سوا اندر کوئی نہ آئے۔ جب سارے اکٹھے ہوگئے

ابھی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ ایک بزرگ شخصیت آئی وہ مقامی نہیں تھا۔ چوکیدار نے اندر جا کر بتلایا کہ ایک بزرگ بڑی عمدہ شکل وصورت کا آیا ہے یہاں کا معلوم نہیں ہوتا اندر آنا چاہتا ہے اس کو آنے دوں یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ اس کو پوچھو تم کہاں سے آئے ہو۔ چوکیدار نے پوچھ کر بتلایا کہ وہ نجد سے آیا ہے نجد مکہ مکرمہ سے کافی دور ہے انھوں نے کہا کہ اس کو اندر آنے دو۔ وہ بھی آ کر ممبر کی حیثیت سے بیٹھ گیا۔ یہ آنے والا ابلیس لعین تھا جو بزرگ کی شکل بنا کر آیا تھا۔ ایجنڈے کے مطابق گفتگو شروع ہوئی۔ کہنے لگے کہ ہم سب اپنا پورا زور لگا چکے ہیں لیکن اس کے مشن میں کمی نہیں آئی ہم سب اکتائے ہیں۔ آج ہم نے تم سب کو بلایا ہے کوئی فیصلہ کرنا ہے کہ ہم اس کو کس طرح ختم کر سکتے ہیں۔ ایک آدمی نے اٹھ کر کہا کہ اس کو نظر بند کر دو۔ نہ اُس کو کوئی ملے اور نہ وہ کسی کو۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید کی۔ ابوجہل نے اٹھ کر کہا مشہور مقولہ ہے :

مَنْ جَرَّبَ المجرَّبَ فقد حلت به الندامة

''جو آدمی تجربہ شدہ بات کا تجربہ کرتا ہے وہ شرمندہ ہوتا ہے۔'' ایک بات کا دوبارہ تجربہ نہیں کرنا چاہیے۔ سوا تین سال تک ہم نے ان کو شعب ابی طالب میں قید کیا ہر طرح سے پہرہ دیا رات کو بھی اور دن کو بھی۔ لیکن ان دنوں میں بھی لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت انہی دنوں میں مسلمان ہوئی۔ لہٰذا ایک چیز کا بار بار تجربہ نہیں کرنا چاہیے۔ محرک نے کہا کہ میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں۔

دوسرا اٹھا اس نے کہا اس کو جلاوطن کر دو نہ تم اس کو دیکھو اور نہ وہ تم کو دیکھے۔ ایک دو نے اس کی بھی تائید کی۔ ابوجہل نے کھڑے ہو کر کہا تمہاری تجویز بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ تم جانتے ہو اس کی زبان اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ ''شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہے۔''

تیرہ سال ہم نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے مگر روک نہیں سکے۔ وہ جس علاقے میں بھی جائے گا ہماری طرح کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرے گا وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر جماعت تیار کر لے گا اور تم پر حملہ کر کے تمھیں کچل دے گا اور تمہارے مظالم کا جواب دے گا۔ تو اس تجویز کے محرک نے کہا کہ میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں۔

اب تیسرا اٹھا اس نے کہا پھر ایک ہی صورت باقی بچی ہے کہ اس کو قتل کر دو۔ وہ نجد سے جو بزرگ مہمان آیا تھا اس نے کہا کہ مجھے بھی یہی رائے مناسب لگتی ہے۔ سب نے اس رائے کی تائید کی اور قتل کے لیے آدمی منتخب کر لیے گئے۔ رات بھی مقرر ہو گئی، وقت بھی مقرر ہو گیا۔ ان لوگوں نے جب آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے سب پر نیند مسلط کر دی۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈال کر تشریف لے گئے۔ جس کو رب رکھے اس کو کون چکھے۔ بلکہ تھوڑے سے عرصہ کے بعد یہ سب مشورہ کرنے والے بدر کے میدان میں ذلت کی موت مرے۔ اس کے متعلق رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ ارادہ کرتے ہیں تدبیر کا کہ آنحضرت ﷺ کو شہید کر دیا جائے اور دین اس طرح مٹ جائے۔ پس وہ لوگ جو کافر ہیں وہی آتے ہیں تدبیر میں۔ وہ خود تدبیر کا شکار ہوں گے۔

فرمایا اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے، معبود ہے، نذر و نیاز کے لائق ہے، مشکل کشا اور حاجت روا ہے؟ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں۔

حلال وحرام کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے :

خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی لڑکی جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم جویریہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگے ہاں حضرت! ارادہ تو ہے۔ فرمایا سن لو! لَسْتُ مُحَرِّمًا حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا "میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کر سکتا۔" میں اس کا مجاز نہیں ہوں یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ اس کے ساتھ نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ میری بیٹی کا مزاج اور ہے اور اس کی بیٹی کا مزاج اور ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں اور کوئی نکاح نہیں کیا۔ ان کے بعد متعدد عورتوں سے نکاح کیے۔ اکیس لڑکے اور انیس لڑکیاں ہوئیں۔ حرام، حلال کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے۔ کون اس سے پوچھ سکتا ہے کہ چھوٹا سا بٹیر حلال کیا ہے جو ایک لقمہ بنتا ہے اور اتنا بڑا ہاتھی حرام کیا ہے جس کو پورا قصبہ کھا سکتا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ پاک ہے شریکوں سے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ مشکل کشا ہے، نہ کوئی قانون ساز ہے مگر یہ مشرک اتنے ضدی ہیں وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا اور اگر یہ دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف سے گرتا ہوا۔ اگر ان پر عذاب کا کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف سے گرے اور ان سے کہا جائے کہ یہ عذاب تم پر آرہا ہے تو يَّقُوْلُوْا کہیں گے سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ یہ بادل ہے گہرا۔ اتنے ضدی ہیں کہ ماننے

کے قریب نہیں آتے فَذَرْهُمْ پس آپ چھوڑ دیں ان کو حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ یہاں تک کہ ملاقات کریں اپنے اس دن سے جس دن میں یہ بے ہوش کیے جائیں گے، قیامت کے دن فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ [الزمر:۶۸] ''پس بے ہوش ہو جائے گا جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔'' سب پر بے ہوشی طاری ہوگی سوائے موسیٰ علیہ السلام کے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جب ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے ہوشی سے مستثنیٰ کیا ہے یا طور کے اوپر ان کو جو بے ہوشی ہوئی تھی اس کے بدلے میں بے ہوش نہیں ہوئے۔ فرمایا اس دن کا انتظار کریں يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا جس دن ان کو کفایت نہیں کرے گی ان کی کید ان کو کچھ بھی۔ کتنی بھی تدبیریں کریں وہ وقت نہیں ٹلے گا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ اور بے شک ان لوگوں کے لیے جو ظالم ہیں عذاب ہے اس عذاب سے پہلے۔ کبھی شکست، کبھی قحط سالی، کبھی بیماری، کبھی کسی طرح کا عذاب، کبھی کسی طرح کا عذاب وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی حرکتوں پر، ان کی باتوں پر لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کی خاطر فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا پس بے شک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، ہماری نگرانی میں ہیں یہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی۔ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھیں حِيْنَ تَقُوْمُ جس وقت آپ اٹھتے ہیں۔

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اٹھتے ہیں نیند سے۔ تو اس وقت پڑھیں الحمد للہ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ تبلیغ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو پہلے خطبہ پڑھیں الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ۔ بعض فرماتے ہیں کہ جس وقت مجلس سے اٹھیں تو اس وقت پڑھیں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ میں کہتا ہوں ساری باتیں صحیح ہیں۔ وَمِنَ الَّیْلِ اور رات کو بھی فَسَبِّحْہُ پس تسبیح بیان کریں رب تعالیٰ کی سبحان اللہ وبحمدہ۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ ''اللہ تعالیٰ کو یہ کلام بہت پیارا ہے۔'' اور بخاری شریف میں روایت ہے چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں سبحان اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ واللہ اکبر۔ تیسرے کلمے کا ورد ہر وقت رکھو یا کم از کم دو سو مرتبہ روزانہ پڑھو اور دو سو مرتبہ استغفار پڑھو اور دو سو مرتبہ درود شریف پڑھو۔ اس کے لیے وضو کی بھی شرط نہیں ہے۔ عورتیں جن دنوں میں نماز نہیں پڑھ سکتیں ان دنوں میں بھی پڑھیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ اٹھتے بیٹھتے پڑھو، گھر میں پڑھو، دکان اور دفتر میں پڑھو وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ اور ستاروں کے پشت پھیرنے کے بعد۔ صبح کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے ستارے نظر نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور طلوع آفتاب تک ذکر واذکار میں رہے اس کو مکمل حج وعمرے کا ثواب ملتا ہے بغیر کسی کمی کے۔

مثال کے طور پر نماز باجماعت پڑھ کر درس سنو۔ اس کے مقابلے میں تم چوبیس

گھنٹے عبادت کروتو اس درس کا ثواب زیادہ ہے۔ بعض لوگ درس کے دوران میں تسبیح پھیرتے رہتے ہیں۔ یہ بڑی غلطی اور نادانی کی بات ہے۔ درس بالکل خاموشی کے ساتھ سنو۔ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ تو فرمایا ستاروں کے پشت پھیرنے کے وقت تسبیح کرو۔ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کثرت سے کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

(امین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ النجم

(مکمل)

جلد............۱۹

ایاتها ۶۲ ۵۳ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ ۲۳ رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

وَالنَّجْمِ اورقسم ہے ستارے کی اِذَا هَوٰى جب وہ گرا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ نہیں بہکا تمہارا ساتھی وَمَا غَوٰى اور نہ وہ بے راہ ہوا وَمَا يَنْطِقُ اور نہیں بولتا وہ عَنِ الْهَوٰى اپنی خواہش سے اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ نہیں ہے وہ مگر وحی يُّوْحٰى جو وحی کی جاتی ہے عَلَّمَهٗ تعلیم دی اس کو شَدِيْدُ الْقُوٰى سخت قوتوں والے نے ذُوْ مِرَّةٍ جو طاقت والا ہے فَاسْتَوٰى پس وہ سیدھا ہوا وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى اور وہ بلند کنارے پر تھا

ثُمَّ دَنَا پھر وہ قریب ہوا فَتَدَلّٰى پس اور قریب ہوا فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ پس ہوا اندازہ دو کمانوں کا اَوْ اَدْنٰى یا اس سے بھی زیادہ قریب فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ پس اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف مَآ اَوْحٰى جو وحی کی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ نہیں جھٹلایا دل نے مَا رَاٰى جو کچھ اس نے دیکھا اَفَتُمٰرُوْنَهٗ کیا پس تم اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہو عَلٰى مَا يَرٰى ان چیزوں پر جو اس نے دیکھی ہیں وَلَقَدْ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق پیغمبر نے دیکھا اس کو نَزْلَةً اُخْرٰى ایک اور دفعہ بھی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى سدرۃ المنتہیٰ کے پاس عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اس کے پاس جنت الماویٰ ہے اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ جس وقت ڈھانپ لیا بیری کے درخت کو مَا يَغْشٰى جس چیز نے ڈھانپ لیا مَا زَاغَ الْبَصَرُ نہیں ٹیڑھی ہوئی نگاہ وَمَا طَغٰى اور نہ آگے بڑھی لَقَدْ رَاٰى البتہ تحقیق دیکھی اس نے مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى اپنے رب کی بڑی نشانیاں۔

تعارفِ سورت :

اس سورت کا نام نجم ہے اور نجم کا لفظ پہلی آیت کریمہ ہی میں موجود ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے بائیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا تیئیسواں نمبر ہے۔ اس کے تین رکوع اور باسٹھ آیتیں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قسم اٹھاتے ہیں وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى اور قسم ہے ستارے کی جب وہ گر گیا۔ مراد ہے غروب ہو گیا۔ ہمارے تمہارے لیے قانون یہ ہے کہ ہم غیر اللہ کی

قسم نہیں اٹھا سکتے۔حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ہم نہ ستارے کی قسم اٹھا سکتے ہیں،نہ چاند کی،نہ سورج کی،نہ نبی کی،نہ ولی کی،نہ کعبے کی،جو بھی غیر اللہ ہے اس کی قسم اٹھانا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔یہ قانون مخلوق کے لیے ہے خالق کے لیے نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ پر مخلوق والا قانون لاگو نہیں ہوتا۔ہم کسی چیز کو حلال،حرام نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں حلال اور بے شمار چیزیں حرام کی ہیں۔ہم اپنے بچوں کو نہیں مار سکتے رب تعالیٰ روزانہ ہزاروں کو مارتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔لہٰذا رب تعالیٰ کی ذات کو اپنے اوپر اور اپنے آپ کو رب تعالیٰ کی ذات پر قیاس نہ کرو۔تو فرمایا قسم ہے ستارے کی۔یہ کون سا ستارہ ہے؟ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہکشاں مراد ہے۔یہ اکٹھے ستارے ہوتے ہیں جس کو ثریا کہتے ہیں۔حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں كُلُّ نَجمٍ فِی السَّمَآءِ "آسمان میں جتنے بھی ستارے ہیں سب کی قسم ہے۔"

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں چاند مراد ہے کہ چاند کی روشنی بہ نسبت دوسرے ستاروں کے زیادہ ہوتی ہے۔امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نجم سے زمین کے پودے مراد ہیں۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے ستارے کی جب وہ چلتے چلتے غروب ہو جائے مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ نہیں بہکا تمہارا ساتھی غلطی سے۔ساتھی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وَمَا غَوٰی اور نہ وہ بے راہ ہوا۔دیدہ و دانستہ غلط راستے پر چلنے کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ایک یہ کہ آدمی غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط راستے پر چل پڑے۔دوسرا یہ کہ قصداً غلط راستے پر چلے۔تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کی نفی فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط راستے پر چلے ہیں اور نہ دیدہ و دانستہ طور پر۔جو راستہ رب تعالیٰ

نے متعین کیا ہے اس پر چلے ہیں۔

اس بات کے ساتھ ستارے کی کیا مناسبت ہے کہ رب تعالیٰ نے ستارے کی قسم اٹھا کر یہ بات بیان فرمائی ہے؟ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارہ طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے تک لائن نہیں چھوڑتا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے راستے پر ہیں دائیں بائیں نہیں ہوتے۔ اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ثوابت، جو اپنی جگہ ٹکے رہتے ہیں، اپنی جگہ سے ہلتے نہیں ہیں۔ اور دوسرے سیارات ہیں جو چلتے ہیں اور بے شمار ایسے ستارے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کسی کا راستہ مشرق سے مغرب کی طرف ہے اور کسی کا مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ کسی کا شمال سے جنوب اور کسی کا جنوب سے شمال کی طرف ہے۔ اور ان کی تیز رفتاری ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ لیکن آج تک کسی نے نہیں سنا کہ تارہ، ستارے کے ساتھ ٹکرایا ہو۔ جبکہ ہوائی جہاز اور بحری جہاز ٹکراتے رہتے ہیں، گاڑیاں ٹکراتی ہیں، بندے ٹکراتے ہیں مگر وہ رب تعالیٰ کا نظام ہے۔ تو جس طرح ستارہ اپنی لائن نہیں چھوڑتا اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے راستے سے نہیں ہٹتے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور وہ نہیں بولتا اپنی خواہش سے۔ یعنی جو بات زبان سے نکلتی ہے اس میں خواہش نفسانی کا دخل نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر کبھی اجتہادی غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تنبیہ فرما دیتے ہیں اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ تو رائے میں غلطی لگ سکتی ہے۔

واقعہ تابیر نخل :

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ زراعت پیشہ تھے۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ نر کھجوروں کا بور امادہ

کھجور پر ڈال رہے ہیں۔ اس کو وہ تابیرِ نخل کہتے تھے اور اس سے پھل زیادہ ہوتا تھا۔ کھجوروں میں نر بھی ہوتے ہیں مادہ بھی ہوتے ہیں۔ اور علم نباتات والوں نے ثابت کیا ہے کہ ہر پودے میں نر مادہ ہوتے ہیں۔

تو خیر آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ تو ساتھیوں نے بتلایا کہ تابیرِ نخل کر رہے ہیں۔ نر کھجور کا پھل لے کر مادہ کھجور پر چھڑک دیتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فصل بڑی اچھی ہوتی ہے۔ فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر بھی دے سکتا ہے۔ آپ ﷺ کا حکم تھا انھوں نے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس سال فصلیں بہت کم ہوئیں۔ مثلاً: اگر کسی کی بیس من کھجوریں ہوتی تھیں تو اس کو چار من ملیں۔ آنحضرت ﷺ کو بتلایا کہ حضرت ہم نے آپ ﷺ کے حکم پر تابیرِ نخل چھوڑ دی تھی فصلیں کم ہوئی ہیں۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اُخْطِئُ وَ اُصِیْبُ "میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری رائے غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی ہو سکتی ہے اِذَا اَمَرْتُکُمْ شَیْءٌ مِنْ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْہُ جب میں تمھیں کوئی دین کی بات بتلاؤں تو اس کو ضرور لے لیا کرو کیونکہ وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جب میں تمھیں کوئی دنیا کی بات کہوں تو (انتم اعلم بامور دنیاکم) دنیا کے معاملات تم بہتر سمجھتے ہو۔" یعنی جب میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر آپ ﷺ نے جو رائے دی تھی اس میں کوئی نفس کی خواہش نہیں تھی بلکہ ہمدردی تھی کہ کیا ضرورت ہے اس مشقت کی کہ ایک درخت پر چڑھو، اُترو پھر دوسرے پر چڑھو، اُترو۔

اسی طرح بدر کے قیدیوں کے بارے میں جو آپ ﷺ کی رائے تھی وہ ان کے حق میں مفید تھی اس میں نفس کی خواہش نہیں تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنی خواہش نفسانی

سے نہیں بولتا اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی نہیں ہوتی وہ بات مگر وحی جو وحی کی جاتی ہے عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی تعلیم دی تمہارے اس ساتھی محمد ﷺ کو سخت قوتوں والے نے ذُوْمِرَّةٍ جو بڑی طاقت والا ہے۔ اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قوت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کو الٹنے کا تو انھوں نے ایک پَر پر اٹھا کر الٹ کر پھینک دیں۔ جو بستیاں میلوں پر پھیلی ہوئی تھیں اور جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چھ سو پر عطا فرمائے ہیں۔ تو وہ کتنی طاقت والا ہے؟

تو فرمایا تعلیم دی اس کو سخت قوت والے نے ذُوْمِرَّةٍ جو طاقت والا ہے فَاسْتَوٰی پس وہ سیدھا ہوا وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی اور وہ بلند کنارے پر تھا ثُمَّ دَنَا پھر وہ قریب ہوا فَتَدَلّٰی پس اور قریب ہوا فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ پس اندازہ تھا دو کمانوں کا اَوْ اَدْنٰی یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں ساری زندگی میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ جب کہ آپ ﷺ غارِ حرا میں تھے جو جبل نور پر ہے، جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے سارے کنارے کو گھیرا ہوا تھا۔ دوسری مرتبہ معراج والی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ جتنی دفعہ تشریف لائے ہیں یا تو اندر ہی اندر دل پر گھنٹی کی طرح آواز ہوتی تھی نظر نہیں آتے تھے یا کسی دیہاتی کی شکل میں۔ اکثر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔ دوسرے لوگ بھی دیکھتے تھے اور آپ ﷺ بھی دیکھتے تھے۔

معراج کی رات آنحضرت ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات :

قریب ہونے کو آپ اس تناظر میں سمجھیں کہ زمانہ جاہلیت میں لڑائی کے ہتھیار تیر، کمان، تلوار یا نیزہ ہوتے تھے۔ اگر دشمن دور ہوتا تو تیر سے وار کرتے تھے، دو چار قدم پر ہوتا تو نیزہ استعمال ہوتا اور دست بہ دست لڑائی تلوار سے ہوتی تھی۔ اگر دو آدمی آپس میں دوستی کا حلف لیتے تو دونوں اپنی کمانوں کو برابر رکھ کر جوڑتے تھے کہ میں تمہارا دوست ہوں اور تم میرے دوست ہو۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی لڑا تو میں تمہارے ساتھ ہوں گا اور میرے ساتھ کوئی لڑا تو تم میری طرف سے لڑو گے۔ تو فرمایا جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے اتنے قریب ہوئے جیسے دو کمانوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر اور زیادہ اس سے قریب ہوئے فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى پس اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ کا ایک گروہ یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے جبرائیل علیہ السلام کی طرف جو انھوں نے وحی کی آنحضرت ﷺ کی طرف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا اور انھوں نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا۔ جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا قرب مراد ہے۔ معراج کی رات آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ یہ وحی جبرائیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر تھی۔ آپ ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور تین چیزیں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائیں۔

① ...... پچاس نمازیں جو بعد میں پانچ رہ گئیں۔

②...... سورۃ بقرہ کی آخری آیات اٰمن الرسول سے لے کر آخر تک۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص رات کو یہ آیتیں پڑھے یہ آیات اس کے لیے کافی ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ اگر عادت ہے تہجد کی مگر کسی دن نہیں اٹھ سکا۔ اگر یہ آیتیں پڑھ کر سویا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ تہجد کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور یہ مطلب بھی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو چور، ڈاکو، دشمن اور شیطان سے محفوظ رکھے گا۔

③...... تیسری یہ بشارت ملی کہ تمہاری امت میں سے اس شخص کی مغفرت کر دوں گا جو اس حالت میں مرا کہ اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

تو فرمایا پس وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى نہیں جھٹلایا دل نے اس چیز کو جس کو دیکھا یعنی نہیں غلطی کھائی آنحضرت ﷺ کے دل نے جو کچھ اس نے دیکھا۔ معراج کی رات جو کچھ دیکھا اس میں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ پہلا آسمان، دوسرا آسمان، تیسرا آسمان، چوتھا آسمان، پانچواں، چھٹا، ساتواں آسمان، عرش بھی دیکھا، جنت بھی دیکھی، دوزخ بھی دیکھا، جو کچھ بھی دیکھا صحیح طور پر دیکھا غلطی نہیں کھائی اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى کیا پس تم اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہو ان چیزوں پر جو اس نے دیکھی ہیں۔

جب آنحضرت ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے۔ پوچھا حضرت! اِلْتَمَسْتُكَ عَلٰى فِرَاشِكَ فَلَمْ اَجِدْكَ "حضرت! آپ ﷺ کے دروازے کی کنڈی نہیں لگی ہوئی تھی ویسے دروازہ بند تھا میں نے دروازہ کھول کر چارپائی پر دیکھا تو آپ ﷺ نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معراج پر لے گیا تھا۔ پھر سارا واقعہ سنایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی

قیل وقال کے کہا اٰمَنْتُ وَصَدَّقْتُ ''مشرکین کو جب خبر پہنچی تو ان کے لیے یہ بات بڑی انوکھی اور نرالی تھی۔'' کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے ہم یہاں سے اونٹوں پر چلتے ہیں دو، دو مہینے لگ جاتے ہیں مسجد اقصیٰ پہنچنے میں اور یہ کہتا ہے کہ میں رات کو وہاں بھی گیا پھر آسمانوں پر گیا۔ اوپر جانے والی بات چھوڑ دو ہمیں مسجد اقصیٰ کی چیزوں کے متعلق بتلائے۔ ان لوگوں کے حافظے بڑے تیز ہوتے تھے۔ علامتیں انھوں نے یاد کر رکھی تھیں۔ امتحان لینے کے لیے آ گئے۔ کہنے لگے اے محمد (ﷺ) آپ کہتے ہیں میں مسجد اقصیٰ گیا ہوں ہمیں بتلاؤ کہ مسجد اقصیٰ کے بڑے مینار کتنے ہیں اور چھوٹے مینار کتنے ہیں؟ سنگ یشب کے ستون کتنے ہیں اور سنگ مرمر کے کتنے ہیں، سنگ عقیق کے کتنے ہیں۔ فرمایا وہ نشانیاں پوچھیں جو مجھے یاد نہیں تھیں (اور نہ ہی آپ ﷺ یہ نشانیاں یاد کرنے کے لیے گئے تھے۔ مرتب)

مثلاً: دیکھو! اس مسجد کا سنگ بنیاد میں نے اپنے گنہگار ہاتھوں سے رکھا ہے اور سالہا سال سے میں اس میں آ جا رہا ہوں۔ اگر تم مجھ سے پوچھو کہ اس کی کھڑکیاں کتنی ہیں، روشن دان کتنے ہیں تو میں نہیں بتلا سکتا۔ کیونکہ مسجد میں آنے کا مقصد کھڑکیاں گننا نہیں ہے۔

کافر کہنے لگے ابوبکر کو تو منا سکتا ہے ہمیں منوائے تو بات ہے۔ ان کے لیے تماشا بن گیا۔ دو آ رہے ہیں، چار جا رہے ہیں کہ بتلائیں جی! فلاں چیز کتنی ہے۔ ایک دن کافی اکٹھے ہو کر آئے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ وہ پوچھتے جاتے تھے اور میں بتلاتا جاتا تھا لیکن ان ضدی لوگوں میں سے ایک بھی ایمان نہ لایا۔ بس دعا کرو اللہ تعالیٰ حق کے خلاف کسی میں

ضد نہ رکھے۔ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

تو فرمایا کیا پس جھگڑا کرتے ہو اس کے ساتھ ان چیزوں کے بارے میں جو اس نے دیکھی ہیں وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى اور البتہ تحقیق آنحضرت ﷺ نے دیکھا جبرائیل علیہ السلام کو مرۃ اخرای دوسری مرتبہ اصل شکل میں عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ساتویں آسمان پر بیری کا درخت ہے بہت بڑا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح بڑے بڑے ہیں اور اس کے بیر اتنے موٹے ہیں جیسے ہجر قبیلے کے مٹکے۔اُن کے مٹکے بڑے بڑے ہوتے تھے اور عجیب قسم کے پروانے اور پتنگے اور چڑیاں اس درخت پر آتے جاتے ہیں۔عجیب منظر تھا۔سدرۃ المنتہیٰ ہیڈ کوارٹر ہے۔نیچے اور اوپر والے فرشتوں کا، وہاں جمع ہوتے ہیں۔

فرمایا عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت ہے جو مومنوں کا ٹھکانا ہے اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى جس وقت ڈھانپ لیا بیری کے درخت کو جس چیز نے ڈھانپ لیا، پروانے، پتنگے، چڑیاں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى نہیں ٹیڑھی ہوئی نگاہ اور نہ آگے بڑھی۔نہ دائیں بائیں ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر چیز اچھی طرح، واضح انداز میں دکھائی لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى البتہ تحقیق دیکھی اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں۔آسمان، عرش، کرسی، جنت، دوزخ، بہت کچھ دیکھا۔یہ معراج کے دوسرے حصے کا ذکر ہے۔

اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَ الۡعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰى ﴿۲۱﴾ تِلۡكَ اِذًا قِسۡمَةٌ ضِيۡزٰى ﴿۲۲﴾ اِنۡ هِىَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَالۡاُوۡلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِىۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَرۡضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى ﴿۲۷﴾

اَفَرَءَيۡتُمُ کیا پس تم نے دیکھا ہے اللّٰتَ لات کو وَالۡعُزّٰى اور عزّیٰ کو وَمَنٰوةَ اور منات کو الثَّالِثَةَ جو تیسرا ہے الۡاُخۡرٰى پیچھے ہے اَلَكُمُ الذَّكَرُ کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں وَلَهُ الۡاُنۡثٰى اور اس کے لیے بیٹیاں ہیں تِلۡكَ یہ اِذًا اس وقت قِسۡمَةٌ تقسیم ہے ضِيۡزٰى بھونڈی اِنۡ هِىَ نہیں ہیں یہ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ مگر نام سَمَّيۡتُمُوۡهَا جو تم نے رکھ لیے ہیں اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مِنۡ سُلۡطٰنٍ کوئی دلیل اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ نہیں پیروی کرتے وہ اِلَّا الظَّنَّ مگر گمان کی وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ اور اس چیز کی جو نفس چاہتے ہیں وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ اور

البتہ تحقیق آچکی ان کے پاس مِّنۡ رَّبِّهِمُ ان کے رب کی طرف سے
الۡهُدٰى ہدایت اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰى کیا انسان کے لیے ہے وہ جو چاہے
فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ پس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے آخرت وَالۡاُوۡلٰى اور دنیا وَكَمۡ
مِّنۡ مَّلَكٍ اور کتنے فرشتے ہیں فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں لَا تُغۡنِىۡ
شَفَاعَتُهُمۡ نہیں کفایت کرتی ان کی سفارش شَيۡـًٔا کچھ بھی اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ
مگر بعد اس کے اَنۡ يَّاۡذَنَ اللّٰهُ کہ اجازت دے اللہ تعالیٰ لِمَنۡ يَّشَآءُ
جس کے لیے چاہے وَيَرۡضٰى اور پسند کرے اِنَّ الَّذِيۡنَ بے شک وہ
لوگ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ نہیں ایمان رکھتے آخرت پر لَيُسَمُّوۡنَ
الۡمَلٰٓئِكَةَ البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے تَسۡمِيَةَ الۡاُنۡثٰى عورتوں جیسے
نام۔

مشرکین مکہ کے بتوں کی تفصیل :

اہل مکہ نے تین سو ساٹھ بت کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر نصب کیے ہوئے تھے۔ جن میں ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ بھی تھا، اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ بھی تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا مجسمہ بھی تھا۔ عرب میں رہنے والے سب لوگوں کو جوڑنے کے لیے انھوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہوا تھا کہ یہودی بھی آئیں، عیسائی بھی آئیں۔ ان کے نزدیک ان بتوں میں سب سے بڑا بت ہبل تھا۔ کہتے تھے اَعۡظَمُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُبَلُ ۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کا مجسمہ تھا جس کو بھائی قابیل نے شہید کیا تھا۔ مشرکین جنگوں میں اسی کا نعرہ مارتے تھے اُعۡلُ هُبَلۡ ''ہبل زندہ باد'' ان کا خیال تھا کہ

وہ مظلوم شہید ہوا ہے اس مظلوم شہید کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

دوسرا بڑا بت عزّٰی تھا اور تیسرا منات تھا۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ لات لفظ اللہ کی مونث ہے اور عزّٰی عزیز کی مونث ہے اور منات منّان کی مونث ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لات ایک آدمی کا نام تھا جو طائف کا رہنے والا تھا اور بڑا سخی آدمی تھا یَلُتُّ السَّوِیْقَ لِلْحُجَّاجِ ''حج کے دنوں میں یہ حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا مفت۔'' یہ جب فوت ہوا تو طائف میں اس کی قبر بنائی گئی اور قبر پر میلہ اور عرس شروع کر دیا گیا۔ جیسے آج کل بزرگوں کی قبروں پر عرس اور میلے ہوتے ہیں۔ یہ تمام خرافات ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں جو وصیتیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی اور دعا کی اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے۔'' لوگ یہاں آکر پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں کے جو محافظ بنائے ہیں وہ ایسے خشک مزاج ہیں کہ کسی کو قریب نہیں آنے دیتے۔ میرے خیال میں یہ تکوینی طور پر حفاظت ہے۔ رب تعالیٰ نے انتظام کیا ہے۔ بڑے خشک قسم کے نجدی لوگ ہیں۔ اگر کوئی قریب آئے تو جھڑکا دیتے ہیں کیونکہ عقیدت میں لوگ بڑا کچھ کرتے ہیں چاہے صحیح العقیدہ بھی ہوں۔

تو لات کی قبر انھوں نے طائف میں بنائی ہوئی تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قبر پر میلہ اور عرس بھی کرتے تھے اور اس کا ایک مجسمہ مکے والوں نے بھی نصب کیا ہوا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''بدور بازغہ'' میں فرماتے ہیں کہ وَکَانُوْا یَسْتَغِیْثُوْنَ بِھِنَّ مِنَ الشَّدَائِدِ ''سختیوں اور مصیبتوں میں

ان سے مدد مانگتے تھے۔'' کہتے تھے یَا لَاتَ اَغِثْنِیْ یَا مَنَاتَ اَغِثْنِیْ ''اے لات میری مدد کر۔ اے منات میری مدد کر، اے عزّٰی میری مدد کر۔'' جیسے یہاں کے اہل بدعت کو تم نے دیکھا اور سنا ہوگا سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مدد مانگتے ہیں اور کھل کر کہتے ہیں:

؎ امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
دردین و دنیا شاد کن یاغوث اعظم دست گیر

اگر یہ چیزیں شرک نہیں ہیں تو شرک دنیا میں کس بلا کا نام ہے؟ عزّٰی کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ ۸ ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ جا کر عزّٰی کو ختم کرو (مکہ مکرمہ کے قریب چند میل کے فاصلے پر عزّٰی کا ڈیرا تھا، کچھ مکان اور کچھ درخت تھے۔ ملنگوں نے وہاں ڈیرا لگایا ہوا تھا۔ کوئی مرغا چڑھاوا چڑھا جاتا اور کوئی بکرا چھوڑ جاتا، کوئی دودھ اور ستو دے جاتا۔ یہ چڑھاوے ملنگ کھاتے پیتے تھے۔) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چند ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچے۔ مکان گرا دیئے، درخت اکھیڑ دیئے اور ملنگوں کو بھگا دیا۔ جب واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے عزّٰی کے ساتھ کیا کیا؟ کہنے لگے حضرت! وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ فرمایا تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جاؤ عزّٰی کو ختم کر کے آؤ۔ دوبارہ گئے تو وہاں دیکھا اِمرَءَۃٌ نَاشِزَۃٌ ایک عورت ہے اس نے سر کے بال بکھیرے ہوئے ہیں اور سر پر خاک ڈال رہی ہے اور کہہ رہی ہے عُزّٰی کُفْرَانَکَ ''عزّٰی تیرا تو گھر تباہ کر دیا گیا ہے، تیری ناشکری کی گئی ہے'' واویلا کر رہی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اصل میں وہ ایک پری تھی کبھی ظاہر ہوتی تھی اور کبھی چھپ

جاتی تھی۔ جب واپس آکر بتلایا کہ وہاں ایک عورت تھی سر کے بال اس نے بکھیرے ہوئے تھے اور واویلا کر رہی تھی میں نے اس کا سر قلم کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تِلْكَ الْعُزّٰى وَلَمْ تُعْبَد بعد الیوم "ہاں یہ عزّیٰ تھی آج کے بعد اس کی عبادت نہیں ہو گی۔"

اور منات ایک نیک آدمی تھا۔ اتنا پارسا تھا کہ لوگ اس کی نیکی کی مثالیں بیان کرتے تھے۔ اس کے فوت ہونے کے بعد لوگوں نے اس کا مجسمہ بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ عزّیٰ چند میل کے فاصلے پر تھا، لات بھی قریب تھا اور منات طائف میں۔ جو مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) میل کے فاصلے پر ہے۔ اس لیے اُخریٰ فرمایا کہ جوان سے ہٹا ہوا ہے۔ فرمایا لات، منات، عزّیٰ کے پاس کچھ نہیں ہے، خدائی اختیارات رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیئے۔ نہ پیغمبروں کو دیئے ہیں، نہ ولیوں کو دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے اعلان کروایا قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا [سورۃ جن] "بے شک میں مالک نہیں ہوں تمہارے لیے نفع ونقصان کا۔" اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا "نہیں مالک میں اپنے لیے نفع ونقصان کا۔"

اگر نفع اور نقصان آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتا تو احد کے مقام پر آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید نہ ہوتا، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی نہ ہوتا، یہ تکلیفیں پیش نہ آتیں۔ خدائی اختیارات صرف خدا کے پاس ہیں۔ ضعیف الاعتقاد لوگ سمجھتے ہیں کہ پیروں کے پاس خدائی اختیارات ہیں، ملنگ کو دیکھ کر کہیں گے خدا جانے اس کے پاس کیا ہے۔ بھائی! کسی کے پاس کچھ نہیں ہے۔

پچھلے دنوں گوجرانوالا سے ایک نوجوان نے آکر کہا کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں کیا لو گے؟ میں نے کہا میں لیتا دیتا کچھ نہیں ہوں چند باتیں بتلاؤں گا ان پر عمل کرنا ہے۔ توحید و سنت پر قائم رہنا ہے، شرک و بدعت کے قریب نہیں جانا، نمازیں پڑھنی ہیں۔ قرآن پڑھا ہوا ہے تو اس کی تلاوت کرنی ہے، تیسرے کلمے کا ورد کرنا ہے، استغفار اور درود شریف پڑھنا ہے۔ جائز کام کرنے ہیں، ناجائز سے بچنا ہے۔ حلال طریقے سے روزی بھی کمانی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد آیا اور کہنے لگا میں آپ کا مرید ہوا تھا مگر میرا کوئی کام بھی نہیں ہوا لہٰذا اب میں آپ کا مرید نہیں ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ اگر تو اس لیے مرید ہوا تھا کہ مرید ہونے کے بعد تجھے خزانے مل جائیں گے، تجھے بادشاہی مل جائے گی تو بھئی! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ اگر اس لیے ہوئے تھے تو یہ بالکل باطل بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ہزاروں مرید ہیں جو اللہ اللہ کرنے والے ہیں اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں سب سے پہلے اپنے گھٹنوں کا درد ٹھیک کرتا۔

بھائی! ہمارا تو کام ہے سیدھا راستہ بتلانا۔ نماز پڑھو، روزہ رکھو، اللہ اللہ کرو، آخرت کی فکر کرو، جائز طریقے سے دنیا بھی کماؤ، میں تمھیں بادشاہی تو نہیں دے سکتا۔

تو فرمایا اَفَرَءَیْتُمُ کیا دیکھا ہے تم نے بتلاؤ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی لات اور عزیٰ کو وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ اور منات کو جو تیسرا ہے الْاُخْرٰی جو پیچھے ہٹا ہوا ہے اَلَكُمُ الذَّكَرُ کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں وَلَهُ الْاُنْثٰی اور رب تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۵۷ میں ہے وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ ''اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں۔'' اور کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ او ظالمو! تمہارے لیے لڑکے اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى

یہ تقسیم اس وقت بڑی بھونڈی ہے، ناقص ہے۔ اپنے لیے تو تم لڑکی کا تصور بھی ناجائز سمجھتے ہو۔ تمھیں جب کہا جائے کہ لڑکی ہوئی ہے تو تمہارا منہ کالا ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہو۔ آج بھی کئی لوگ ہیں کہ لڑکی ہو جائے تو کہتے ہیں ہائے ہائے کیا ہو گیا (بلکہ لڑکیاں ہونے کی وجہ سے طلاقیں ہوئی ہیں۔ مرتب)

لڑکی، لڑکا دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے :

بھائی لڑکی، لڑکے کا ہونا بندوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ سورۃ الشوریٰ میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ "پیدا کرتا ہے جو چاہے یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں وَیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا یا جوڑا جوڑا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اور بناتا ہے جس کو چاہے بانجھ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ بے شک وہ سب کچھ جاننے والا، قدرت رکھنے والا ہے۔" جو رب نے دینا ہے وہی ہونا ہے۔ رب تعالیٰ نہ دے تو بے شک ساری عمر ڈاکٹروں کے پاس پھرتے رہیں، حکیموں کے پاس جائیں، تعویذ کرائیں، کالی مرچیں اور اجوائن دم کرا کر کھائیں، کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جب رب تعالیٰ ہی نے نہیں دینا تو پھر کون دے گا؟

(جو لوگ پیروں کے پاس اور درباروں پر جاتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں اور بچہ، بچی ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بابے نے دیا ہے۔ ان کو بھی رب ہی دیتا ہے۔ اس کو آپ یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کیا ہے، ہر شے کا ایک وقت مقرر کیا ہے قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا کل امر مُسْتَقَرٌّ ۔ ہوتا اس طرح ہے

کہ شادی کے بعد جانبین سے یہ خواہش ہوتی ہے کہ امید ہو جائے۔لیکن رب تعالیٰ نے ان کے لیے تین سال بعد، پانچ سال بعد یا دس سال بعد بچی، بچے کا ہونا لکھا ہے۔ایک سال تو انتظار کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگ جاتے ہیں کہ بچی بیمار مل گئی ہے ٹیسٹ اور علاج شروع ہو جاتے ہیں۔ٹیسٹ سارے صحیح آتے ہیں۔تو پھر کہتے ہیں کہ کسی نے بندش کرائی ہے۔تعویذ گنڈے والوں کے پاس جانے لگتے ہیں۔اِدھر وقت گزرتا جارہا ہے اور تقدیر جارہی ہے۔تعویذ دھاگے والے بھی زور لگا کر بس کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندش بہت سخت ہے۔ڈاکٹروں، حکیموں اور عاملوں نے جواب دے دیا۔زندوں کی بس ہوگئی تو مردوں کے پاس چل پڑے۔کبھی کسی دربار پر دھکے کھا رہے ہیں اور کبھی کسی دربار پر دھکے کھا رہے ہیں۔ چلتے چلاتے اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت قریب آگیا اور یہ کسی دربار پر دامن پھیلا کے بیٹھا تھا۔امید ہوگئی، رب نے دے دیا اور اس نے سمجھا کہ بابے نے دیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ سب کو دیتا ہے اور جن کو اس نے نہیں دینا وہ سب درباروں کی خاک چھان مارتے ہیں اور کچھ نہیں حاصل ہوتا اور لاولد دنیا سے چلے جاتے ہیں۔محمد نواز بلوچ، مرتب)

تو فرمایا تمہارے لیے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں اس وقت یہ تقسیم بھونڈی اور ناقص ہے اِنۡ ہِیَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ نہیں ہیں یہ مگر نام سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ جو تم نے رکھ لیے ہیں اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُكُمۡ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِہَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں کوئی دلیل اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی وَ مَا اور اس چیز کی تَہۡوَی الۡاَنۡفُسُ جس کو پسند کرتے ہیں ان کے نفس وَ لَقَدۡ جَآءَہُمۡ مِّنۡ رَّبِّہِمُ الۡہُدٰی اور

البتہ تحقیق آ چکی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت قرآن کریم کی صورت میں۔ یہ قرآن پاک نری ہدایت ہے هُدًى لِّلنَّاسِ ہے۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں جو آدمی قرآن پاک کا لفظی ترجمہ ہی پڑھ لے گا سمجھ کر تشریح چاہے نہ ہو اس کو اسلام سمجھ آجائے گا۔ شرک و بدعت کے قریب نہیں جائے گا لیکن ہم نے تو قرآن صرف تیجے، ساتے کے لیے رکھا ہوا ہے یا قسموں کے لیے رکھا ہوا ہے یا جانوروں کو نیچے سے گزارنے کے لیے رکھا ہوا ہے۔ بھائی قرآن کو پڑھو، سمجھو، اہل خانہ کو پڑھاؤ، سمجھاؤ۔ یہ تمہارا فرض ہے۔ قیامت والے دن سوال ہوگا وَلَا تَلَيْتَ وَلَا دَرَيْتَ "تو نے قرآن نہ پڑھا نہ سمجھا۔" یہ صرف مولویوں اور طالب علموں کے لیے نہیں ہے بلکہ سب کے لیے ہیں۔

تو فرمایا رب تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى کیا انسان کے لیے ہے وہ جو چاہے۔ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے آخرت اور دنیا۔ آخرت بھی اس کی اور دنیا بھی اسی کی۔ دنیا بھی اسی سے طلب کرو اور آخرت بھی اسی سے طلب کرو۔ فرمایا وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا نہیں کفایت کرتی ان کی سفارش کچھ بھی۔ نہیں کام دیتی ان کی سفارش کچھ بھی اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ مگر بعد اس کے کہ اجازت دے اللہ تعالیٰ لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لیے چاہے وَيَرْضٰى اور پسند کرے جس کے لیے راضی ہو۔ وہ لوگ فرشتوں کی پوجا اس لیے کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیاری بیٹیاں ہیں وہ اپنی بیٹیوں کی بات رد نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حکم کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔

فرشتوں کا حال تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جبرائیل کو کوئی حکم دینا چاہتے ہیں تو باقی

فرشتوں کے ہوش وحواس خطا ہو جاتے ہیں۔ دوسروں سے پوچھتے ہیں مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ [سبا:۲۳] ''کیا فرمایا ہے تمہارے رب نے۔'' رب تعالیٰ کی عظمت وکبرائی کی وجہ سے ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ سے جبری طور پر کیا منوا سکتے ہیں۔

تو فرمایا کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ نہیں کام دیتی ان کی سفارش کچھ بھی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے وہ راضی ہو اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى عورتوں جیسے نام کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ بالکل غلط کہتے ہیں آگے اس کی تردید آئے گی۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہے۔ مخلوق نور سے پیدا ہوئے ہیں اور معصوم ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں، نہ سوتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ ہر ہر آدمی کے ساتھ اعمال لکھنے والے فرشتے بھی ہیں اور جان کی حفاظت کرنے والے بھی ہیں۔ پاک کلمات پہنچانے والے اور درود شریف پہنچانے والے علیحدہ ہیں وہ نظر نہیں آتے۔

وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾ فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿۳۰﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ﴿۳۱﴾ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ﴿۳۲﴾ ع

وَمَا لَهُم بِهِ اور نہیں ہے ان کے لیے اس بارے مِنْ عِلْمٍ کچھ علم إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی وَإِنَّ الظَّنَّ اور بے شک گمان لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی فَأَعْرِضْ پس آپ اعراض کریں عَن مَّن تَوَلَّىٰ اس سے جس نے منہ موڑ لیا عَن ذِكْرِنَا ہمارے ذکر سے وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ یہی پہنچ ہے ان کے علم کی إِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب هُوَ أَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَن ضَلَّ اس کو جو گمراہ ہوا عَن سَبِيلِهِ اس کے راستے سے وَهُوَ

اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰی اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جس نے ہدایت پائی وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں وَمَا فِی الۡاَرۡضِ اور جو کچھ ہے زمین میں لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنھوں نے برائی کی اس کا جو انھوں نے عمل کیا وَیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰی اور تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنھوں نے اچھائی کی اچھا بدلہ اَلَّذِیۡنَ اور وہ لوگ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے وَالۡفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے اِلَّا اللَّمَمَ مگر صغیرہ گناہ اِنَّ رَبَّکَ بے شک آپ کا رب وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَۃِ وسیع مغفرت والا ہے ھُوَ اَعۡلَمُ بِکُمۡ وہ خوب جانتا ہے تم کو اِذۡ اَنۡشَاَکُمۡ جس وقت اس نے پیدا کیا تم کو مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے وَاِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّۃٌ اور جس وقت تم بچے تھے فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّھٰتِکُمۡ اپنی ماؤں کے پیٹوں میں فَلَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ پس صفائی نہ پیش کرو اپنی جانوں کی ھُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی وہ خوب جانتا ہے اس کو جو متقی ہے۔

ربطِ آیات :

کل کے درس میں یہ بات گزری تھی کہ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی "البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے عورتوں جیسے نام۔" فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَمَا لَھُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ اور نہیں ہے ان کے لیے اس بارے میں کچھ علم کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، عورتیں

ہیں اس کے متعلق ان کو کوئی علم نہیں ہے۔ اور آپ حضرات کئی دفعہ سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ ''کہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے خاک بھی پیدا کی ہے نور بھی پیدا کیا ہے، آگ بھی پیدا کی ہے، پانی بھی پیدا کیا ہے۔ جو نور مخلوق ہے یہ فرشتوں کا مادہ ہے۔ وہ نور نہیں ہے جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور نہ ہی اس نور سے کوئی شے پیدا ہوئی ہے۔ تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق نور سے پیدا کیا ہے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ [الحجر: ۲۷] ''اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔'' اور یہ کہتے ہیں کہ فرشتے عورتیں ہیں ان کو کچھ بھی علم نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی زبان مبارک سے جو نکلا ہے وہ حق ہے۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں نہ مرد ہیں نہ عورتیں، نہ لڑکے ہیں نہ لڑکیاں ہیں اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی۔ من گھڑت باتیں ان کی چل رہی ہیں وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا اور بے شک گمان کفایت نہیں کرتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی۔ حق کو تو علم کے ساتھ ہی پایا جا سکتا ہے۔ اور کوئی عقیدہ قطعی دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔

مذکورہ آیت کریمہ سے منکرین حدیث کا باطل استدلال:

اس آیت کریمہ سے منکرین حدیث یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ احادیث کی کوئی حیثیت نہیں ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) کیونکہ احادیث ظنی ہیں اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ''اور بے شک ظن کفایت نہیں کرتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی۔'' اس طرح یہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ یاد رکھنا! ساری احادیث ظنی

نہیں ہیں۔ جو احادیث متواتر ہیں وہ اسی طرح قطعی ہیں جس طرح قرآن کریم قطعی ہے۔ متواتر اسے کہتے ہیں کہ جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد نے بیان کیا ہو۔ پھر تابعین اور تبع تابعین نے بھی کثرت کے ساتھ نقل کیا ہو۔ جیسے نماز منقول ہوتی چلی آ رہی ہے، کلمہ نقل ہوتا چلا آ رہا ہے، قرآن کریم نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ تو ان کا یہ کہنا کہ ساری احادیث ظنی ہیں یہ بالکل صریح جھوٹ ہے۔ (مزید سمجھنے اور تفصیل کے لیے حضرت کی کتاب انکار حدیث کے نتائج اور شوق حدیث کا مطالعہ کریں۔ مرتب) تو فرمایا اور بے شک گمان کام نہیں دیتا حق کے مقابلے میں کچھ بھی فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا پس آپ اعراض کریں اس سے جس نے منہ موڑ لیا ہمارے ذکر سے، قرآن سے۔ قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورۃ الحجر] "بے شک ہم نے نازل کیا ذکر کو یعنی نصیحت والی کتاب کو اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" تو فرمایا آپ ان سے اعراض کریں جو قرآن سے اعراض کرتے ہیں، نہیں مانتے وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا۔ یعنی صرف دنیا کو مقصود بنا لیا۔ ورنہ دنیا میں رہ کر دنیا کمانا ناجائز نہیں ہے صرف دنیا کو مقصود بنانا ناجائز ہے کہ نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ، نہ حلال و حرام کی تمیز، یہ بُری چیز ہے۔ باقی یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اسلام پسند نہیں کرتا کہ انسان فارغ رہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو پسند نہیں کرتا جو تندرست ہو کر فارغ رہے، لوفر بنے۔ اس کے ساتھ رب تعالیٰ کی سخت ناراضگی ہے۔ کوئی نہ کوئی کام کرے جو جائز ہو۔ تو فرمایا نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ یہی اس کے علم کا مبلغ ہے، یہی پہنچ ہے اس کے علم کی۔ اس کا علم دنیا ہی تک پہنچتا

ہے آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا میں آنے کا اصل مقصد آخرت کی تیاری کرنا ہے۔ دنیا کمائے جائز طریقے سے اور اس سے بھی آخرت تلاش کرے۔ دنیا کمانا بُری چیز نہیں ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ان کا بھائی بنایا کہ جب تک یہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوتا تم نے ان کو کھلانا پلانا ہے۔ وہ ان کے گھر سے کھاتے پیتے تھے۔ مگر وہ باغیرت تھے تھوڑے دن گزرے تو تجارت شروع کر دی کیونکہ تاجر پیشہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں برکت دی، شادی بھی کر لی اور مرتے وقت چار بیویاں تھیں۔ وراثت کا آٹھواں حصہ جب عورتوں پر تقسیم ہوا تو ایک ایک بیوی کو اسی اسی ہزار درہم ملے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ مرتے وقت ان کی بھی چار بیویاں تھیں۔ چھ کروڑ کی جائیداد چھوڑی۔ ہر ہر بیوی کو اڑتالیس لاکھ روپیہ ملا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا تھا کہ وہ غنی کہلاتے تھے۔ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت یہ نہیں کہتی کہ نہ کماؤ۔ کماؤ مگر جائز طریقے سے۔ خرچ کرو جائز طریقے سے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کو ضائع نہ کرو۔

تو فرمایا ان کا مبلغ علم صرف دنیا تک ہے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ جو گمراہ ہوا اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جس نے ہدایت حاصل کی۔ گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔ فرمایا وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا بھی خالق وہی ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا بھی خالق وہی ہے، مالک وہی ہے، متصرف بھی وہی ہے، حکم بھی اسی کا چلتا ہے، اختیارات بھی سارے اسی کے پاس ہیں۔اس نے خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔پھر ایک وقت آئے گا لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو اَسَآءُوْا جنھوں نے برائی کی بِمَا عَمِلُوْا اس کا جو انھوں نے عمل کیا۔قیامت والے دن ظالم کے سامنے ظلم کے انبار لگے ہوں گے وہ دیکھ کر گھبرائے گا اور واویلا کرے گا، اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ [السجدہ:۱۲] ''پس لوٹا دے ہمیں تاکہ ہم اچھے عمل کریں بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔''لیکن:

اب پچھتائے کیا ہوت

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب تو بدلے کا دن ہے۔اگر کسی نے رتی برابر بھی ظلم کیا ہوگا تو اس کا بدلہ پائے گا۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی کسی جانور کو کند چھری کے ساتھ ذبح کرتا ہے تو یہ بھی ظلم ہے۔ کُند چھری سے ذبح کرنے والا بھی حساب دے گا۔

فرمایا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی اور تاکہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنھوں نے اچھے کام کیے اچھا بدلہ۔جنت سے بہتر بدلہ کیا ہوگا؟ اگر کسی نے رتی برابر بھی نیکی کی ہے اس کا بھی بدلہ ملے گا۔نیک لوگ کون ہیں؟ فرمایا اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ جو لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائی کی باتوں سے۔ کَبٰئِرُ کَبِیْرَہ کی جمع ہے، بڑا گناہ۔ فَوَاحِش فَاحِشَۃٌ کی جمع ہے، بے

حیائی۔ گناہ تو سارے ہی گناہ ہوتے ہیں مگر سات گناہ بہت بڑے ہیں۔

سات بڑے گناہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِجْتَنِبُوْا السبع الموبقات ''بچو تم سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے۔'' ان میں سے پہلا: الاشراك بِالله ''اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔'' اس سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں اور کوئی نہیں ہے۔

دوسرا: عقوق والدین ''ماں باپ کی دل آزاری سے بچو۔'' یہ بھی بڑا گناہ ہے۔ وہ دل آزاری چاہے قولاً ہو یا فعلاً ہو۔ بات ایسی کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو یا کام ایسا کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو۔ یہ بڑا گناہ ہے۔

تیسرا: آکل مال یتیم، ''یتیم کا مال کھانا۔'' جو سارے کھاتے ہیں تیجے پر، ساتویں پر، دسویں پر، چالیسویں پر۔ ناک کو سنبھالتے پھرتے ہیں کہ برادری ناراض نہ ہو۔ رب ناراض ہوتا ہے تو کوئی پروا نہیں ہے۔ تو یتیم کا مال کھانا بڑا گناہ ہے۔

چوتھا: وقذف المحصنات المومنت : ''پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' اسی طرح پاک دامن مردوں پر تہمت لگانا بھی بڑا گناہ ہے۔ اور مسئلہ یاد رکھنا! اگر کسی نے اپنی آنکھوں سے کسی کو زنا کرتے دیکھا ہے تو جب تک اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں بیان نہ کرے۔ اگر تین گواہ، دو گواہ ہیں، ایک گواہ بیان کرے گا تو اسی کوڑے لگیں گے۔ ہاں چار شرعی گواہ ہوں پھر بیان کر سکتا ہے۔ یہ قرآن کا مسئلہ ہے۔ یہ آج کل گواہ تو کوئی نہیں ہوتا محض شہادت کی بنیاد پر کسی پر الزام لگانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔

جادو کرنا بھی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ آج ساری دنیا جادو کے پیچھے لگ گئی

ہے خدا کی پناہ! زیادہ یہ مرض عورتوں میں ہے۔ اور یاد رکھنا! ہر بیماری کی کڑی جادو کے ساتھ ملانا بھی اچھی بات نہیں ہے۔

بڑے گناہوں میں سے شراب پینا اور زنا کرنا ہے۔ اور بڑے گناہوں میں سے التولی یوم الزحف "میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگنا بھی ہے۔" اور بہت سے بڑے گناہ ہیں جن گناہوں پر اللہ تعالیٰ نے حد مقرر کی ہے کوڑوں کی یا رجم کی۔ وہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں۔

اور بے حیائی سے بچتے ہیں۔ آج ان مغربی قوموں نے اتنی بے حیائی پھیلائی ہے کہ مسلمان کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ ہاں! اگر مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان ہوں اور ان چیزوں کے آگے بند باندھ دیں تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ضلع کرک کے لوگوں نے آج تک وہاں سینما نہیں بننے دیا۔ تمھیں یاد ہوگا کہ ہم نے بھی یہاں انیس سال تک سینما نہیں بننے دیا۔ پھر جس وقت یہاں فوجی چھاؤنی بنی تو ہم بے بس ہو گئے۔ ضلع کرک میں صرف دیوبندی مسلک کے لوگ ہیں دوسرا کوئی مسلک وہاں نہیں ہے۔ انھوں نے برائی کا مقابلہ کیا ہے اور ہمارے علاقے میں تو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ذہن بگاڑ دیئے گئے ہیں، ایسی ایسی عجیب باتیں کرتے ہیں کہ ہم جیسے بوڑھوں کو بھی ان کا علم نہیں ہے۔ بندہ سن سن کے حیران ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا وہ بے حیائی سے بچتے ہیں اِلَّا اللَّمَمَ مگر صغیرہ گناہ۔ صغیرہ گناہوں کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا ہے۔ مسجد کی طرف آؤ گے ایک ایک قدم کے بدلے دس دس نیکیاں بھی ملیں گی اور ایک ایک صغیرہ گناہ بھی خود بخود جھڑتا جائے گا۔ وضو سے، نماز سے صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ "بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔" صغیرہ گناہ نیکیوں کی

برکت سے ختم ہو جاتے ہیں۔

فرمایا اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔ اس کی مغفرت اتنی وسیع ہے کہ چاہے تو ساری دنیا کو بخش دے هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ وہ خوب جانتا ہے تم کو اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ جس وقت اس نے پیدا کیا تم کو زمین سے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [آل عمران: ۵۹] ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اس نے فرمایا اس کو ہو جا پس وہ ہو گیا۔'' تم آدم کی اولاد ہو۔ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ۔ اَجِنَّة جمع ہے جنین کی۔ جنین اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ اور جس وقت تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے اس وقت بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اس کا علم ازلی، ابدی ہے۔ جس وقت کوئی چیز موجود نہیں تھی اس وقت بھی وہ ہر چیز کو جانتا تھا فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ پس اپنی صفائیاں مت بیان کرو کہ میں ایسا ہوں رب تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔

دیکھو! لوگ رسمی طور پر الفاظ لکھتے ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض لکھتے ہیں کمترین خلائق خدا کی مخلوق میں سب سے گھٹیا۔ لیکن اگر اس کو کہو کہ تم چوڑے ہو تو لڑ پڑے گا۔ اس کو کہو کہ تم گدھے ہو تو لڑ پڑے گا۔ بھئی! تم نے خود مانا ہے کہ میں کمترین خلائق ہوں اب لڑتے کیوں ہو۔ یہ رسمی باتیں ہوتی ہیں حقیقت تو کسی کی نہیں ہوتی۔ لکھتے ہیں فدوی یعنی قربان۔ لیکن بات کرو تو لڑنے لگ جاتا ہے تو فدوی کیسے ہو گیا؟

تو فرمایا اپنی صفائیاں مت بیان کرو هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کو جو متقی ہے۔ تمھیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ میں متقی بنائے اور ظاہر داری سے بچائے۔

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰیۙ۝۳۳ وَ اَعْطٰى قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰى۝۳۴ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰى۝۳۵ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰىۙ۝۳۶ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤىۙ۝۳۷ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ۝۳۸ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ۝۳۹ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى۪۝۴۰ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰىۙ۝۴۱ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰىۙ۝۴۲ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰىۙ۝۴۳ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْیَاۙ۝۴۴ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰىۙ۝۴۵ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى۪۝۴۶ وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰىۙ۝۴۷ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰىۙ۝۴۸ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰىۙ۝۴۹ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا لْاُوْلٰىۙ۝۵۰

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کیا پس آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو تَوَلّٰی جس نے اعراض کیا وَاَعْطٰی قَلِیْلًا اور اس نے دیا تھوڑا سا وَّاَکْدٰی، اور بہت سخت نکلا اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ کیا اس کے پاس علم غیب ہے فَهُوَ یَرٰی پس وہ اس کو دیکھتا ہے اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ کیا اس کو نہیں پہنچی وہ خبر بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی جو موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں میں ہے وَاِبْرٰهِیْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کی کتابوں میں ہے الَّذِیْ وَفّٰۤی جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ کہ نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا وِّزْرَ اُخْرٰی دوسرے کا بوجھ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے اِلَّا مَا سَعٰی مگر وہ جو اس نے محنت کی وَاَنَّ سَعْیَهٗ اور بے شک اس کی کوشش سَوْفَ

یُرٰی عن قریب اس کو دکھائی جائے گی ثُمَّ یُجْزٰىهُ پھر اس کو بدلہ دیا جائے گا الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى بدلہ پورا وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور بے شک آپ کے رب کی طرف انتہاء ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ اور بے شک وہی ہے جو ہنساتا ہے وَاَبْكٰى اور رُلاتا ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ اور بے شک وہی مارتا ہے وَاَحْيَا اور زندہ کرتا ہے وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ اور بے شک اسی نے پیدا کیا جوڑا الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى نر اور مادہ مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے اِذَا تُمْنٰى جب ٹپکایا جاتا ہے وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى اور بے شک اس کے ذمہ ہے دوسری مرتبہ اٹھانا وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى اور بے شک وہی جس نے غنی کر دیا وَاَقْنٰى اور محتاج بنایا وَاَنَّهٗ هُوَ اور بے شک وہی ہے رَبُّ الشِّعْرٰى شعریٰ کا رب وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عَادَ ا الْاُوْلٰى عادِ اولیٰ کو۔

آنحضرت ﷺ کا ولید بن مغیرہ کو اسلام کی دعوت دینا :

مکہ مکرمہ کا ایک سردار تھا ولید بن مغیرہ۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔ اس کے بڑے ہڑیل (کڑیل) جوان تیرہ بیٹے تھے۔ تیرہ بیٹوں میں سے تین مسلمان ہوئے۔ خالد بن ولید، ولید بن ولید، سعد بن ولید رضی اللہ عنہم۔ درجنوں کے حساب سے اس کے غلام تھے، کئی دکانیں تھیں، بڑا وسیع کاروبار تھا۔ اس لیے اس میں کافی تکبر تھا۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے اس کو تنہائی میں بلا کر سمجھایا کہ آپ اچھے خاصے

سمجھ دار آدمی ہیں رب تعالیٰ نے آپ کو دولت سے نوازا ہے، بیٹے دیئے ہیں، نوکر چاکر دیئے ہیں، سارے لوگ آپ کی عزت کرتے ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور مالک ہے۔ اس بات کو تم بھی مانتے ہو۔ اس رب تعالیٰ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ میری چالیس سالہ زندگی نبوت سے پہلے آپ کے سامنے گزری ہے۔ اس میں مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے تو بتاؤ۔ اس زندگی میں مَیں نے اگر کوئی خلاف واقع بات کی ہے تو بتاؤ؟ اور قرآن پاک کی کچھ آیات پڑھ کر سنائیں۔ ان لوگوں کی زبان عربی تھی، سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو سے اسلام کی طرف کچھ مائل ہوا۔ باتیں اچھی ہوں تو دل کو اپیل کرتی ہیں۔ اس بات کا ابوجہل کو علم ہوا کیونکہ کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ ابوجہل بڑا پریشان ہوا کہ اگر یہ مسلمان ہو گیا تو ظاہر بات ہے اس کے بیٹے بھی مسلمان ہو جائیں گے اور اس کے نوکر چاکر بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اس کا حلقہ احباب بھی وسیع ہے لہٰذا ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

ابوجہل رات کو ولید بن مغیرہ کے گھر پہنچا اپنے چند ساتھی لے کر پریشر اور دباؤ ڈالنے کے لیے۔ کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ ولید بن مغیرہ مسلمان ہونا چاہتا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد (ﷺ) جو باتیں کرتا ہے میرے خیال میں وہ صحیح ہیں۔ اس لیے میرا دل چاہتا ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں۔ اگر میں نے باتیں نہ مانیں تو مجھے ڈر ہے کہ مجھے سزا ہوگی۔ ابوجہل گفتگو کا بڑا ماہر تھا۔ کہنے لگا تیرے جیسے آدمی باپ دادا کا دین چھوڑ دیں، دھڑا چھوڑ دیں تو عورتیں کیا کہیں گی، مرد کیا کہیں گے کہ غدار ہے، بے وفا ہے۔ اس کی باتوں میں نہ آنا، اس کی باتیں نہ مان، لوگ تیری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ رہی بات عذاب سے ڈرنے کی تو آپ مجھے پیسے دے

دیں تیرا عذاب میں برداشت کرلوں گا۔ چونکہ مال دار آدمی تھا اس نے ابوجہل کے حوالے کچھ رقم کردی اور کہا کہ کچھ پھر دے دوں گا کہ یہ میرا عذاب اُٹھالے گا۔

آنحضرت ﷺ انتظار میں تھے کہ ولید بن مغیرہ اپنی کیا رائے قائم کرتا ہے؟ اس نے آکر کہا کہ میں نے آپ کی گفتگو سنی۔ باتیں آپ کی مجھے صحیح معلوم ہوتی ہیں مگر میں دھڑا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اور جو بقیہ رقم ابوجہل کو دینی تھی وہ بھی نہ دی۔ اس کا ذکر ہے اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى کیا پس آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو جس نے منہ پھیرلیا، اعراض کیا، ولید بن مغیرہ نے وَاَعْطٰى قَلِيْلًا اور اس نے دیا تھوڑا سا مال وعدے کے مطابق وَّاَكْدٰى اور بہت سخت نکلا باقی نہ دیا اکدیہ کا معنٰی ہوتا ہے چٹان، سخت پتھر، جس کا توڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کا لازمی معنٰی کرتے ہیں بڑا سخت نکلا اور آگے رک گیا اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے فَهُوَ يَرٰى پس وہ اس کو دیکھتا ہے کہ تیرا بوجھ دوسرا آدمی اٹھالے گا اور قبر، حشر اور دوزخ کے عذاب سے بچ جائے گا اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى کیا اس کو نہیں پہنچی وہ خبر جو موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں میں ہے، صحیفوں میں ہے وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰى اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۲۴ میں ہے وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ''اور اس وقت کو دھیان میں لاؤ جب امتحان لیا ابراہیم علیہ السلام کا اس کے رب نے چند باتوں میں پس انھوں نے ان باتوں کو پورا کردیا۔'' ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ خواب میں اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کردو۔ ابراہیم علیہ السلام نے وہ مطالبہ بھی پورا کردیا۔ ان دو بزرگوں کا نام اس لیے لیا کہ عرب میں اکثریت انھی دو بزرگوں کو

ماننے والوں کی تھی۔ مردم شماری میں پہلا نمبر مشرکوں کا تھا اور دوسرا نمبر یہودیوں کا تھا۔

ان میں کیا خبر ہے؟ اس کی دو شقیں ہیں۔ ایک: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ وازرة نفس کی صفت ہے اور اُخْرٰی بھی نفس کی صفت ہے۔ معنٰی ہوگا کہ نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے نفس کا بوجھ۔ وزر کا معنٰی ہے بوجھ۔ وزیر کا لفظی معنٰی ہے بوجھ اٹھانے والا۔ وزیر اسے کہتے ہیں جو قوم کی خدمت کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ مگر آج کل کے وزیر لوگوں کا مال اٹھا کر لے جاتے ہیں اور کوٹھیاں بنا لیتے ہیں۔ تو کوئی نفس کسی نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور سورہ لقمان آیت نمبر ۳۲ میں ہے لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا ''نہیں کام آئے گا باپ بیٹے کی طرف سے اور نہ بیٹا باپ کی طرف سے کچھ بھی۔'' اس میں عیسائیت اور یہودیت کا بھی رد ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ عیسیٰ علیہ السلام ہو گئے ہیں۔ ہم جو گناہ کرتے ہیں اس کے بدلے میں ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ تم گناہ اور بدمعاشیاں کرو دو ہزار سال بعد اور وہ سولی پر لٹکا دیئے جائیں دو ہزار سال پہلے؟ کوئی عقل کی بات تو کرو۔ اور یہود کہتے ہیں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ [سورہ مائدہ] ''ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں'' پیغمبروں کی اولاد ہیں ہمیں سزا نہیں ہوگی۔ بے شک یہ ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں کی اولاد ہیں مگر رب تعالیٰ نے ضابطہ بتا دیا کہ کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا۔

اور دوسری شق یہ ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے محنت کی وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی اور بے شک اس کی کوشش

عن قریب اس کو دکھائی جائے گی۔

منکرین ایصال ثواب کا رد :

ایک فرقہ ہے جس کی تعداد کراچی میں کافی ہے اور دوسرے علاقوں میں بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ ایصال ثواب درست نہیں ہے اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور اس پر انھوں نے کافی کتابیں اور رسالے بھی لکھے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں۔ یہ ایصال ثواب کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی تو دوسروں کی دعاؤں کا کیا فائدہ ہوگا؟ عوام بڑے سطحی ہوتے ہیں وہ مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ سمجھو کہ اگر دوسرے کی دعا کا فائدہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیوں کیا ہے؟ سورہ نوح میں ہے رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ''اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اس کو بخش دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے۔''

اور سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ''اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔'' اگر دعا کا فائدہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ مہمل طریقے کیوں بیان فرمائے ہیں اور بتلائے ہیں۔ اور سورہ حشر پارہ ۲۸ میں ہے کہ بعد میں آنے والے مومن کہتے ہیں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ''اے ہمارے رب بخش دے ہمیں اور ہمارے

ان بھائیوں کو جو ہم سے سبقت لے گئے ایمان میں۔'' اور جنازے میں دعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا ...... وغیرہ دوسری دعائیں کرتے ہیں۔ اگر ان کا فائدہ نہیں ہے تو شریعت نے یہ مہمل سبق کیوں دیا ہے؟ اگر دوسرے کی دعا نہیں پہنچتی تو جنازہ پڑھنا بھی چھوڑ دو۔ خدا پناہ! کتنا غلط نظریہ ہے۔

اس آیت کریمہ سے ان کا استدلال کرنا بھی غلط ہے۔ بلکہ یہ آیت کریمہ تو ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں ثواب پہنچتا ہے۔ دیکھو! ایک آدمی نے شادی کی اللہ تعالیٰ نے اولاد دی، اس نے اولاد کی تربیت کی، ان کو تعلیم دی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد اولاد دعا کرے گی تو کیا یہ اس کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہے؟ اسی طرح استاد نے شاگردوں پر محنت کی۔ یہ شاگرد استاد کے لیے دعا کریں گے تو استاد کی محنت کا نتیجہ ہوگا کہ اس نے محنت کی، مغز کھپایا، تعلیم دی۔ اس کا اچھا اخلاق تھا، دوست احباب کے ساتھ تعاون کیا، اچھے طریقے سے پیش آیا، غریبوں کی خدمت کی۔ اب وہ دعا کریں گے تو یہ اس کی کوشش کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ سے عدم ایصال ثواب کا استدلال کرنا غلط ہے۔ جائز طریقے سے صدقات، خیرات سب صحیح ہیں اور دعائیں بھی صحیح ہیں۔ البتہ بدعات سے بچو کہ ان سے ثواب نہیں ہوگا بلکہ عذاب نازل ہوگا۔ یہ تیجہ، ساتا، دسواں، چالیسواں سے، برسی سے عذاب لازم ہے ثواب کچھ بھی نہیں ہے۔ ایصال ثواب کے لیے دیگیں کھڑکانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دائیں ہاتھ سے دو بائیں کو علم بھی نہ ہو۔ معاملہ رب تعالیٰ کے ساتھ ہے ڈھنڈورا پیٹنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

یہ مدرسہ چل رہا ہے اس میں بچے بھی پڑھتے ہیں، بچیاں بھی پڑھتی ہیں۔ ان کے

لیے لنگر چل رہا ہے خاموشی کے ساتھ آ کر دے دو۔ جس نیت کے ساتھ دو گے ثواب پہنچ جائے گا۔

تو فرمایا اور یہ کہ نہیں انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی اور اس کی کوشش عن قریب اس کو دکھائی جائے گی ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى پھر اس کو بدلہ دیا جائے گا پورا بدلہ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور بے شک آپ کے رب کی طرف انتہاء ہے۔ اے بندے تو نے رب تعالیٰ کی طرف جانا ہے اس بات کو نہ بھول وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى اور بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور رُلاتا ہے۔ دنیا دے کر ہنساتا ہے، غم دے کر رُلاتا ہے وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا اور بے شک وہی ہے مارتا اور زندہ کرتا۔ زندہ کرنا اور مارنا بھی اسی کا کام ہے وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ اور بے شک اسی نے پیدا کیا جوڑا الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى نر اور مادہ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى نطفے سے جب ٹپکایا جاتا ہے۔ اس پانی کے قطرے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے لڑکا بھی پیدا ہوتا ہے اور لڑکی بھی پیدا ہوتی ہے وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى اور بے شک اسی کے ذمہ ہے دوسری دفعہ اٹھانا اگلے جہان میں وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى اور بے شک وہی ہے جس نے غنی کر دیا اور محتاج بنایا۔ اَقْنٰى کا ایک معنیٰ تو کرتے ہیں فقیر بنایا اور بعض مفسرین کرام اَقْنٰى قِنْيَه سے لیتے ہیں قاف کے کسرے کے ساتھ۔ قِنْيَه کا معنیٰ ہوتا ہے ڈھیر مال۔ تو اس لحاظ سے معنیٰ ہوگا کہ رب نے غنی کر دیا اور ڈھیر مال دیا وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى اور بے شک وہی ہے شعریٰ کا رب۔ یہ قطب ستارے کے پاس ایک ستارہ ہے۔ ریاضی والے اس کو غبور بھی کہتے ہیں اور جوزا بھی کہتے ہیں۔ عرب کے کچھ لوگ شعریٰ ستارے کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شعریٰ ستارے کی پوجا کرتے

ہو اور شعریٰ کے رب کی پوجا نہیں کرتے۔

جس طرح آج کل بعض جاہل قسم کے لوگ کہتے ہیں قطب ستارے کی طرف ٹانگیں نہ کرو۔ بھائی! یہ تمھیں کس نے بتلایا ہے؟ پھر بعض کہتے ہیں کہ فلاں کی قبر کی طرف پاؤں نہ کرو۔ بھائی! بزرگوں کی قبر سے کون سا علاقہ خالی ہے۔ یہ جہالت کی باتیں ہیں۔ فرمایا وَاَنَّهٗۤ اَهۡلَكَ عَادَاۨ الۡاُوۡلٰى اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عادِ اولیٰ کو۔ جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ باقی مجرموں کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

وَثَمُوْدَا۠ فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ
نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ
اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا
نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَ
لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

وَثَمُوْدَا۠ اور ثمود قوم کو ہلاک کیا فَمَآ اَبْقٰى پس کسی کو باقی نہ چھوڑا
وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا مِّنْ قَبْلُ اس سے پہلے اِنَّهُمْ
كَانُوْا بے شک تھے وہ هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى وہ بڑے ظالم اور بڑے
سرکش وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى اور الٹی بستی والوں کو پٹخ دیا فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى
اور ڈھانپ لیا اس کو اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ پس تم
اپنے رب کی کس کس نعمت میں تَتَمَارٰى شک کرو گے هٰذَا نَذِيْرٌ یہ
ڈرانے والا ہے مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى پہلے ڈرانے والوں میں سے
اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ قریب آگئی قریب آنے والی لَيْسَ لَهَا نہیں ہے اس
کے لیے مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا كَاشِفَةٌ کوئی کھولنے والا
اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ کیا پس اس بات سے تَعْجَبُوْنَ تم تعجب کرتے ہو
وَتَضْحَكُوْنَ اور ہنستے ہو وَلَا تَبْكُوْنَ اور روتے نہیں وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ

اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ پس سجدہ کرو تم اللہ تعالیٰ کو وَاعْبُدُوْا اور عبادت کرو اسی کی۔

قوم عاد کی ہلاکت :

کل کے سبق کی آخری آیت میں تھا وَاَنَّہٗ اَھْلَکَ عَادَ اْلاُوْلٰی ''اور بے شک وہی ہے جس نے ہلاک کیا عادِ اولیٰ کو۔'' ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ ان کے علاقے کا نام احقاف تھا جو یمن اور حضر موت، عمان کے درمیان اور نجران کے قریب تھا۔ عرصہ دراز تک ہود علیہ السلام ان کو تبلیغ کرتے رہے لیکن بد بخت قوم نے نبی کی بات نہیں مانی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش روک دی، خشک سالی ہوگئی۔ چشمے بھی خشک ہو گئے، درخت سوکھ گئے، فصلیں پیدا نہ ہوئیں۔ کئی لوگوں نے وہاں سے نقل مکانی کر لی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا میری بات مان لو اللہ تعالیٰ تم پر خوب بارش برسائے گا اور تم پر رحمت بھی نازل کرے گا۔ کہنے لگے ہمیں موت منظور ہے مگر تیری وجہ سے بارش آئے تو ہمیں اس بارش کے ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ کم وبیش تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ بارانی علاقہ ہو اور تین سال تک بارش نہ ہو تو اندازہ لگالو ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔ مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

ایک دن بادل کا ایک ٹکڑا ان کے علاقے کی طرف آیا تو بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا۔ کہنے لگے ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [سورۃ الاحقاف، پارہ:۲۶] ''یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔'' ہم آسودہ حال ہو جائیں گے۔ بادل بالکل ان کے سروں کے قریب آ گیا اور اس سے آواز آئی:

؎ رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

''ان کو راکھ کر دے عاد قوم کے کسی فرد کو نہ چھوڑ۔'' پھر اس بادل سے ایسی تیز ہوا نکلی کہ اس نے ان کو اٹھا اٹھا کر زمین پہ مارا اور ہلاک کر دیا۔

اب ثمود کا ذکر ہے جس کو عاد ثانی کہا جاتا ہے۔ فرمایا وَثَمُوْدَاْ اور ہلاک کیا قوم ثمود کو رب تعالیٰ نے فَمَآ اَبْقٰی پس نہ باقی چھوڑا ان میں سے کسی ایک کو وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اور نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا اس سے پہلے۔ نوح علیہ السلام کا زمانہ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام نوح علیہ السلام سے بعد تشریف لائے ہیں۔ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو تبلیغ کی ہے اور تبلیغ بھی اس انداز سے اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ''میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا [سورۃ نوح، پارہ:۲۹] پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔''

حضرت نوح علیہ السلام کا اندازِ تبلیغ :

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات پڑھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ قوم پر کیسی محنت کی۔ اگر کوئی آدمی کلہاڑی لے کر جنگل کی طرف لکڑیاں کاٹنے کے لیے جا رہا ہے تو حضرت نوح علیہ السلام ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بھائی لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں ہے۔ اگر کوئی کھیتی باڑی کر رہا ہے، ہل چلا رہا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور دعوت دے رہے ہیں یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ اگر شادی کے موقع پر لوگ اکٹھے ہوئے ہیں تو اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے وہاں پہنچ کر دعوت دے رہے ہیں یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

مِّنْ اِلٰـــهٍ غَيْرُهٗ ۔ اگر جنازہ اٹھا کر جا رہے ہیں تو یہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور دعوت دے رہے ہیں یٰـقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ بازار میں کوئی آدمی شے خرید رہا ہے، کوئی بیچ رہا ہے، اس کو سمجھا رہے ہیں۔ جس انداز سے انھوں نے قوم کو سمجھایا ہے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اتنا طویل عرصہ قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا۔ مگر بارھویں پارے میں آتا ہے وَمَـآ اٰمَـنَ مَعَـهٗٓ اِلَّا قَلِيْـلٌ [ہود: ۴۰] ’’پس نہیں ایمان لائے اس کے ساتھ مگر بہت تھوڑے۔‘‘ حتیٰ کہ ایک بیٹا اور بیوی بھی مسلمان نہ ہوئی۔ ایمان لانے والے کسی نے اسّی لکھے ہیں، کسی نے چوراسی لکھے ہیں، کسی نے نوے۔ سو کو نہیں پہنچتے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ حق قبول کرنا کتنا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کشتی تیار کرو۔ جیسے ہمارے ہاں شیشم کی لکڑی بڑی پکی ہوتی ہے، سرحد میں اخروٹ کی اور ہندوستان میں ساگوان کی لکڑی بڑی پکی اور مضبوط ہوتی ہے۔ شام کے علاقے میں گوکھر کی لکڑی ہوتی ہے اس سے کشتی بنائی پچاس (۵۰) فٹ چوڑی اور اکانوے (۹۱) فٹ آٹھ انچ اونچی تھی۔ تین اس کے درجے تھے۔ نیچے والا درجہ سامان کا، درمیان والا جانوروں کا اور اوپر والا انسانوں کا۔ جب اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے سے کہا يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا ۔ يٰبُنَيَّ تصغیر ہے۔ ’’اے میری بچری! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ‘‘ ظالم قوم کے ساتھ نہ رہو۔ بیٹے نے کہا کہ یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ [ہود: ۴۳] ’’میں پناہ پکڑوں گا اس پہاڑ کی، اس کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے بچا لے گا پانی میں ڈوبنے سے۔‘‘ فرمایا بیٹے! لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّيْ ’’نہیں ہے کوئی آج کے دن بچانے والا اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر وہ جس پر رحم کیا اس نے۔‘‘ جو میری کشتی

پر سوار ہوگا وہی بچے گا۔ یہ سیلاب سارے جہان میں آیا تھا۔ سات مہینے سترہ دن ان کی کشتی پانی پر چلتی رہی پھر رب تعالیٰ کے حکم سے بارش رکی اور زمین نے پانی کو جذب کیا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جا رکی۔ آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام ارارات ہے۔ یہ عراق کے صوبہ موصل کے جزیرے میں ہے۔ سترہ ہزار فٹ سے زیادہ اس کی بلندی ہے۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کا ڈھانچا دیکھا ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

تو فرمایا اس سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى بے شک وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔ دونوں اسم تفضیل کے صیغے ہیں۔ اور کس کو تباہ کیا؟ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى اور الٹی بستی والوں کو پٹخ دیا۔ اَهْوٰى کا معنیٰ ہے الٹا کر دینا۔ یہ بستی سدوم کی بات ہے جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔

اصل میں تو لوط علیہ السلام عراق کے رہنے والے تھے ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کا نام فاران بھی لکھا ہے اور ہاران بھی لکھا ہے لاہوری ھا کے ساتھ، ہاران بن آزر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ ان کی بیوی سارہ علیہا السلام جو ان کے چچے کی لڑکی تھی اور بھتیجا لوط علیہ السلام بھی ساتھ تھا۔ ملک شام میں دمشق کے علاقے میں جب پہنچے تو لوط علیہ السلام کو بستی سدوم جو بہت بڑا شہر تھا کی طرف بھیجا گیا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے ان کی وضع قطع، شکل وصورت دیکھ ان کو رشتہ بھی دے دیا لیکن اہلیہ نے کلمہ نہیں پڑھا۔ تین لڑکیاں ہوئیں انھوں نے والد کا ساتھ دیا۔ جب عذاب آنے والا تھا لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں سے فرمایا کہ یہاں سے نکل چلو۔ بیٹیوں نے ماں کی بڑی منت سماجت کی کہ امی! ہمارے ساتھ چلو۔ تو وہ دور سے

ہی ہاتھ ہلا کر کہتی تھی دفع ہو جاؤ میں نے کلمہ نہیں پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر چار قسم کے عذاب نازل ہوئے۔ چاروں کا قرآن پاک میں ذکر ہے فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ ''اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کر دی۔''

دوسرا عذاب: صیحہ کا تھا کہ ڈراونی آواز آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔

تیسرا عذاب: کہ ان پر پتھر برسائے گئے۔

چوتھا عذاب: فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ''پس چھا گیا اس بستی پر وہ عذاب جو چھا گیا۔ آنکھیں چھیننے کے بعد پتھروں کی بارش کر دی گئی، چیخ کے ذریعے کلیجے پھاڑ دیئے گئے۔ پھر اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا گیا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۔ الا اَلْیٌ یا اَلْیٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے نعمت۔ اٰلَآءِ جمع ہے۔ آگے خطاب ہے انسان کو۔ پس اپنے رب کی کون سی نعمتوں کے بارے میں شک کرو گے۔ وجود نعمت ہے اس میں ہاتھ نعمت، پاؤں نعمت، آنکھیں نعمت، کان نعمت، زبان نعمت، دل و دماغ نعمت، جگر گردے نعمت، مال، خوراک، لباس نعمت۔ ہم نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔ فرمایا مکے والو! هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى۔ هٰذَا کا اشارہ آنحضرت ﷺ کی طرف ہے کہ یہ ڈرانے والا ہے رب تعالیٰ کے عذاب سے پہلے ڈرانے والوں میں سے۔ اسی جماعت سے ہے جو پہلے ڈرانے والے تھے۔ نوح علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام۔ اگر تم اِس کی بات نہیں مانو گے تو جو حشر اُن کے مخالفوں کا ہوا تمہارا بھی وہی حشر ہو گا۔

بدر سے پہلے بڑے اچھلتے کودتے تھے۔ بدر کی ذلت ناک شکست کے بعد کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ فرمایا اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ قریب آگئی قریب آنے والی۔ مراد قیامت ہے کہ قیامت کا نام الساعہ بھی ہے، الحاقہ بھی ہے، القارعہ بھی ہے اور ازفہ بھی

ہے۔ یہ سب نام قرآن میں موجود ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے کے لوگ کہتے تھے کہ جب تک نبی آخر الزماں نہیں آئے گا قیامت نہیں آئے گی اور جب تک چاند دو ٹکڑے نہیں ہوگا قیامت نہیں آئے گی۔ اب وہ نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ چند نشانیوں کے سوا قیامت کی نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔ اب تو قیامت ہمارے سر پر کھڑی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں کے بارے میں کہ قتل کثرت کے ساتھ ہوں گے، نہ مارنے والے کو علم ہوگا کہ اس کو کیوں مارا ہے اور نہ مرنے والے کو علم ہوگا کہ مجھے کیوں مارا گیا ہے۔

آج حادثاتی دور ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو آدمی گھر سے جائے اور رات کو خیریت سے واپس آجائے تو اسے دو نفل پڑھنے چاہئیں کہ ربا تیرا شکر ہے میں خیریت سے گھر آگیا ہوں۔

تو فرمایا قریب آگئی ہے قریب آنے والی لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ نہیں ہے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کھولنے والا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷ پارہ ۹ میں ہے لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ "نہیں ظاہر کرے گا اس کو وقت پر مگر وہی۔" اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ کیا پس اس بات سے تم تعجب کرتے ہو کہ قیامت آئے گی وَتَضْحَكُوْنَ اور ہنستے ہو وَلَا تَبْكُوْنَ اور روتے نہیں ہو۔ اگر تمہیں قیامت کی ہولناکیوں کا احساس ہو تو بہت روؤ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۔ سٰمِدُوْنَ کا معنیٰ غافلون کرتے ہیں اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ اور اس کا معنیٰ متکبرون بھی کرتے ہیں کہ تم تکبر کرتے ہو۔ اور منکرون بھی کرتے ہیں کہ تم انکار کرتے ہو۔ سب معانی

صحیح ہیں۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پس تم سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو وَاعْبُدُوْا اور اس کی عبادت کرو۔ یہ آیت کریمہ سجدے والی ہے۔ میں نے پڑھی ہے اور جس جس نے بھی سنی ہے تمام مرد عورتوں پر سجدہ لازم ہے نہ کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ اس کے لیے تمام وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ باوضو ہو، جگہ پاک ہو، کپڑے پاک ہوں۔ سورج کے طلوع اور غروب اور زوال کے وقت نہیں کر سکتے۔ اگر سورج کے طلوع ہونے سے پہلے وقت ہے تو کرلو ورنہ بعد میں کر لینا۔ گھروں میں بھی جا کر کر سکتے ہیں، دفتروں میں بھی کر سکتے ہیں۔ یہاں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ القمر

(مکمل)

جلد............۱۹

ایاتہا ۵۵ ۵۴ سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۳۷ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْہِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِکْمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْھُمْ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّکُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُھُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاَنَّھُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّھْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾ کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَکَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْھَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰہُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ کَانَ کُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَکْنٰھَآ اٰیَۃً فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴿۱۵﴾ فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴿۱۷﴾

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ قریب آ گئی قیامت وَانْشَقَّ اور پھٹ گیا الْقَمَرُ چاند وَاِنْ یَّرَوْا اور اگر دیکھیں یہ لوگ اٰیَۃً کوئی نشانی

يُّعْرِضُوْا اعراض کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْا اور کہتے ہیں سِحْرٌ جادو ہے
مُّسْتَمِرٌّ طاقت ور وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا انھوں نے وَاتَّبَعُوْٓا اور پیروی
کی انھوں نے اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات کی وَكُلُّ اَمْرٍ اور ہر معاملہ
مُّسْتَقِرٌّ ٹھہرا ہوا ہے (اپنے وقت پر) وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور البتہ تحقیق آ چکی
ہیں ان کے پاس مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ خبروں میں سے مَا فِيْهِ وہ جن میں
مُزْدَجَرٌ ڈانٹ ہے حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ حکمت ہے انتہاء کو پہنچنے والی فَمَا
تُغْنِ النُّذُرُ پس نہیں فائدہ دیتے ڈرسنانے والے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس
آپ اعراض کریں ان سے يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ جس دن پکارے گا پکارنے والا
اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ناگوار چیز کی طرف خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی
آنکھیں ان کی يَخْرُجُوْنَ نکلیں گے مِنَ الْاَجْدَاثِ قبروں سے
كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ جَرَادٌ ٹڈیاں ہیں مُّنْتَشِرٌ بکھری ہوئیں
مُّهْطِعِيْنَ تیزی سے چل رہے ہوں گے اِلَى الدَّاعِ پکارنے والے کی
طرف يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ کہیں گے کافر لوگ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ یہ دن
بہت سخت ہے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ جھٹلایا ان سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ نوح علیہ السلام
کی قوم نے فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا پس جھٹلایا انھوں نے ہمارے بندے کو وَ
قَالُوْا اور کہا انھوں نے مَجْنُوْنٌ دیوانہ ہے وَّازْدُجِرَ جھڑکا ہوا ہے
فَدَعَا رَبَّهٗٓ پس پکارا اس نے اپنے رب کو اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ بے شک میں عاجز

ہوں فَانْتَصِرْ پس آپ انتقام لیں فَفَتَحْنَآ پس کھول دیا ہم نے اَبْوَابَ السَّمَآءِ آسمان کے دروازوں کو بِمَآءٍ پانی کے ساتھ مُّنْهَمِرٍ جو زور سے بہنے والا تھا وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ اور چلا دیئے ہم نے زمین میں عُيُوْنًا چشمے فَالْتَقَى الْمَآءُ پس مل گیا پانی عَلٰٓى اَمْرٍ ایک معاملے پر قَدْ قُدِرَ جو طے کر دیا گیا تھا وَحَمَلْنٰهُ اور ہم نے سوار کیا اس کو عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ تختوں والی پر وَّدُسُرٍ اور کیلوں والی پر تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جو چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے جَزَآءً بدلہ تھا لِّمَنْ اس کا كَانَ كُفِرَ جس کی ناقدری کی گئی وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے اس کو اٰيَةً نشانی فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو لِلذِّكْرِ نصیحت کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

وجہ تسمیہ وشان نزول :

اس سورت کا نام سورۃ القمر ہے۔ قمر کا معنٰی ہے چاند۔ قمر کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس کی نسبت سے اس سورت کا نام قمر رکھا ہے۔ اس سورت کا شان نزول اس طرح بتاتے ہیں کہ صنادید قریش کا ٹولا، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، حارث بن ہشام، اسود بن مطلب، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ جو اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے اور ان سب کا مزاج ایک جیسا تھا۔ چاند کی چودھویں تاریخ کی رات کا سماں تھا اکٹھے بیٹھے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو

دیکھا کہ اکیلے بیٹھے ہیں صرف ایک آدمی ان کے ساتھ ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ کہنے لگے آج اس کو ستائیں، تنگ کریں۔ ایسا سوال کریں کہ وہ نہ کر سکے اور پھر اس کا مذاق اڑائیں۔ کسی نے کہا یہ نشانی مانگو، کسی نے کہا یہ نشانی مانگو، کسی نے کہا یہ نشانی مانگو۔ پھر کہنے لگے کہ اس کو کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں چاند دو ٹکڑے کر دیں۔ کیونکہ تیرا رب اس پر قادر ہے۔ چنانچہ ایک ایک ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ کہنے لگے یا محمد (ﷺ)! آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور رب تعالیٰ ہماری دعائیں قبول کرتا ہے۔ لہٰذا اپنے رب سے کہیں کہ چاند کو دو ٹکڑے کر دے کہ اس کے لیے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اگر ایسا ہو جائے تو مان لو گے؟ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ کہنے لگے مان لیں گے۔

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر جو کعبۃ اللہ سے مشرق کی طرف ہے اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر جو بیت اللہ سے مغرب کی طرف ہے۔ سب نے دیکھا ایک دوسرے سے پوچھتے کہ واقعی تجھے بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں۔ وہ کہتا دو ہی نظر آرہے ہیں۔ وہاں سے چند قدم دور جا کے دیکھا پھر بھی دو ٹکڑے نظر آرہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے وعدہ کیا تھا ایمان لانے کا۔ کہنے لگے تیرا جادو بڑا طاقت ور ہے اور ہم کیوں جادو کو مانیں؟

شق القمر کا واقعہ تاریخ فرشتہ میں :

تاریخ کی مشہور کتاب ہے "تاریخ فرشتہ" ملا احمد احمد نگری نے لکھی ہے ہندوستان کے حالات پر۔ فارسی زبان میں تھی اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ پہلے نایاب تھی

ایک نسخہ میرے پاس تھا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی میں تھا۔شاید ایک آدھ کسی اور کے پاس ہو۔اب اس کو اکوڑہ خٹک والوں نے طبع کر دیا ہے۔اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ لکھا ہے کہ بمبئ کے پاس ایک ریاست ہے جس کا نام مالا بار اور ملیبار بھی کہتے ہیں۔ وہاں کے ہندو راجے کھلے میدان میں بیٹھے تھے ان کی رانیاں بھی موجود تھیں اور خدمت گار عملہ بھی موجود تھا کہ انھوں نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔پڑھے لکھے لوگ تھے۔اپنی ڈائری طلب کر کے اس میں تاریخ اور وقت لکھا کہ ہم نے اس رات چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔یہ لوگ تو تحقیق کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ان کی اولاد تحقیق میں لگی رہی یہاں تک کہ ۹۶ھ میں مالک بن دینار اور ان کے چند ساتھی رحمۃ اللہ علیہم تاجروں کی شکل میں ریاست مالا بار میں پہنچے۔اُن راجوں کے ڈیروں پر جانے کا اتفاق ہوا۔وہاں یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ فلاں رات کو چاند دو ٹکڑے ہوا تھا یہ ڈائریوں میں ہمارے بڑوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ لکھا ہے اور ہمیں تاکید بھی کی تھی کہ اس کی تحقیق کرنا کہ کیا قصہ ہوا ہے؟ تو عرب سے آئے ہوئے بول پڑے جن کی تعداد چھ بھی لکھی ہے اور سات بھی لکھی ہے کہ ہمیں معلوم ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اس کے والد صاحب کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہے۔نبوت سے پہلے سارے لوگ اس کو اچھا جانتے تھے نبوت کے بعد مخالف ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر عجیب و غریب کرشمے ظاہر فرمائے۔ان کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے چودھویں رات کے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا اور پھر تمام قصہ سنایا قریش مکہ کے مطالبے کا۔

جب راجوں نے یہ قصہ سنا تو سارے ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔دیکھو! جن

کی قسمت میں ایمان تھا مدینہ منورہ سے ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی مسلمان ہو گئے۔ اور بدقسمت تھے وہ جو قریب ہوتے ہوئے بھی محروم رہے۔

تو فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قریب آگئی قیامت وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور پھٹ گیا چاند، دوٹکڑے ہو گیا وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً اور اگر دیکھیں یہ لوگ کوئی نشانی یُّعْرِضُوْا تو اعراض کرتے ہیں وَیَقُوْلُوْا اور کہتے ہیں سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ مُسْتَمِر اگر مرّہ سے لیں جیسا کہ تم نے پچھلی سورت میں پڑھا ہے ذُوْمِرَّةٍ قوت والا۔ یہ جبرائیل علیہ السلام کی صفت ہے۔ تو معنٰی ہو گا طاقت ور جادو۔

بعض حضرات نے اس کا مجرد مرود سے لیا ہے۔ بولتے ہیں مرور زمانہ، زمانے کا گزرنا۔ تو پھر معنٰی ہو گا ختم ہونے والا جادو۔ یعنی دو تین دن رہے گا پھر ختم ہو جائے گا اور بعضوں نے اِسْتِمْرَار سے لیا ہے۔ دوام کا معنٰی ہو گا کہ یہ جادو مسلسل چلتا آرہا ہے پہلے پیغمبر بھی کرتے آئے ہیں اور یہ بھی کر رہا ہے وَكَذَّبُوْا اور انھوں نے جھٹلا دیا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ اور انھوں نے پیروی کی اپنی خواہشات کی۔ منہ مانگا معجزہ ظاہر ہوا لیکن تسلیم نہ کیا۔ فرمایا وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۔ مُسْتَقِرّ کا لازمی کا معنٰی بھی کرتے ہیں اور متعدی کا معنٰی بھی کرتے ہیں۔ لازمی کا باب بنائیں تو پھر معنٰی ہو گا ہر معاملہ اپنی جگہ ٹکا ہوا ہے۔ یعنی جس چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو وقت مقرر فرمایا ہے وہ چیز اس وقت پر آئے گی۔ اور متعدی کا معنٰی کریں تو پھر معنٰی ہو گا ہر معاملہ ٹکانے والا ہے۔ نیکی کا معاملہ ہوا تو جنت میں ٹکا دے گا۔ بدی کا ہو گا تو دوزخ میں ٹکا دے گا۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور البتہ تحقیق آچکی ہیں ان کے پاس مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ خبروں میں سے مَا وہ فِيْهِ مُزْدَجَرٌ جن میں ڈانٹ ہے، توبیخ ہے، عبرت ہے۔ یعنی

صرف چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی چیزیں یہ دیکھ چکے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے کچھ معجزات :

مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ حَجَرًا ”بے شک میں اس پتھر کی شناخت کر سکتا ہوں کہ جب میں نبوت ملنے سے پہلے اس کے پاس سے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کرتا تھا اور سننے والے سنتے تھے۔“

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ کھلا میدان تھا پردے والی جگہ نہیں تھی۔ اس میدان میں دو طرف درخت تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک درخت کو اشارہ کیا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آ گیا پھر دوسرے درخت کو اشارہ فرمایا تو وہ بھی زمین کو چیرتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ٹہنیوں کو جڑنے کا اشارہ کیا تو وہ جڑ گئیں اور پردہ بن گیا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ان درختوں کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ۔ وہ درخت اپنی جگہ چلے گئے۔

(یہ جگہ بیت اللہ سے مشرق اور شمال کے کونے میں تھوڑے سے فاصلے پر ہے اور دونوں درختوں کی جگہ پر انھوں نے مسجدیں بنا دی ہیں۔ ایک مسجد سڑکوں کے ایک طرف ہے اور دوسری مسجد سڑکوں کے دوسری طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں مسجدیں دیکھنے کا شرف بخشا ہے اور وہاں کے ساتھی بتاتے ہیں کہ یہ درختوں والی جگہ پر بنائی گئیں ہیں۔ مرتب محمد نواز بلوچ)

ایک سفر کی بات ہے کہ پانی تھوڑا تھا ساتھی زیادہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انگلیوں سے ایسے پانی چل رہا تھا جیسے

نہریں چل رہی ہوں۔کوئی ایک معجزہ تو نہیں ہے بے شمار معجزے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ انصارِ مدینہ کے ایک باغ میں تشریف فرما تھے ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں میں نبی ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں فقط کہتا نہیں ہوں بلکہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔کہنے لگا میری تسلی کے لیے کچھ کر دو تاکہ میں بھی مان لوں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا دیکھ کھجور پر خوشے لگے ہوئے ہیں اگر اس کا خوشہ (گچھا) میری گود میں آجائے تو مان لو گے۔کہنے لگا مان لوں گا۔آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا ترمذی شریف کی روایت ہے گچھا آپ ﷺ کی گود میں آگیا۔اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔پھر آپ ﷺ نے اس گچھے کو اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ پر درخت کے ساتھ جڑ گیا۔اور اس طرح کے بے شمار معجزے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے مگر جنھوں نے نہیں ماننا تھا وہ نہیں مانے۔

تو فرمایا البتہ تحقیق آچکی ان کے پاس وہ خبریں جن میں ڈانٹ ہے، زجر ہے، توبیخ ہے، سبق ہے، عبرت ہے حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ حکمت ہے انتہاء کو پہنچنے والی۔یہ قرآن پاک انتہاء کو پہنچنے والی حکمت ہے فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ پس نہیں فائدہ دیتے ڈرسنانے والے۔ نُذُرٌ نَذِیر کی جمع ہے ڈرسنانے والے۔کیونکہ ضدی آدمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال وعظ و تبلیغ کی مگر قوم نے نہیں مانا۔دیگر پیغمبروں نے بھی پیغام رسالت کا حق ادا کیا مگر قوم نے نہیں مانا۔پیغمبر بے چارے کیا کرتے پیغمبروں کا کام تو اتنا ہی ہے کہ وہ حق کو واضح کر دیں۔منوانا تو ان کے فرائض میں داخل نہیں ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ ان سے اعراض کریں۔ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔منہ مانگا معجزہ انھوں نے دیکھ لیا ہے نہیں مانتے تو آپ پریشان نہ

ہوں ان کو اس دن تک کے لیے چھوڑ دیں يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ جس دن پکارے گا پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف۔ اجنبی اور نرالی چیز کی طرف۔ داعی سے مراد اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ جب وہ دوبارہ ایسے بگل میں پھونک ماریں گے (حضرت نے سپیکر میں پھونک مار کر بھی دکھائی) جب وہ دوبارہ پھونک ماریں گے تو مشرق، مغرب، شمال، جنوب والے سب اکٹھے ہو جائیں گے خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ۔ خُشَّعًا خَاشِعَةٌ کی جمع ہے۔ آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ ساری حقیقت تو برزخ میں دیکھ چکے ہوں گے اور یہ بھی علم ہے کہ اب اور پٹائی ہونی ہے تو اپنے اعمال پر شرمندہ ہوں گے يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ۔ اجداث جدث کی جمع ہے۔ جدث کا معنیٰ ہے قبر۔ نکلیں گے قبروں سے كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ۔ جراد جرادۃ کی جمع ہے بمعنیٰ مکڑی ، ٹڈی۔ گویا کہ وہ مکڑیاں ہیں، ٹڈیاں ہیں بکھری ہوئیں۔ جس طرح مکڑیاں بے ہنگم ہوتی ہیں اسی طرح قبروں سے نکلیں گے تو کوئی ترتیب نہیں ہوگی۔ قبر کا ذکر اس لیے فرمایا کہ عرب کے مشرک مردوں کو دفن کرتے تھے جلاتے نہیں تھے۔ یہودی اور عیسائی بھی دفن کرتے تھے۔ لیکن جس کو جلایا گیا یا اس کو درندے، پرندے کھا گئے، مچھلیاں کھا گئیں، بندے کھا گئے، سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آکر کھڑے ہوں گے۔

رب تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں :

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے ایک آدمی بڑا گناہ گار تھا۔ مرتے وقت اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں تمہارا کس طرح کا باپ ہوں؟ بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمارے حق میں بڑے اچھے ہیں۔ کہنے لگا کہ قسم اٹھاؤ میں نے تمہیں ایک کام کہنا ہے وہ کرو گے۔ بیٹوں نے کہا ابا جی! بات بتلاؤ پہلے قسم نہ اٹھوائیں۔ کہنے لگا نہیں پہلے قسم

اٹھاؤ۔ پہلے سب سے قسمیں اٹھوائیں پھر کہا کہ میں جب مرجاؤں تو مجھے جلا کر راکھ کر دینا۔ ہڈیاں جل جائیں تو ان کو پیس لینا۔ میری راکھ میں سے کچھ تو سمندر میں پھینک دینا اور کچھ ہوا میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا اور پانی کو حکم دیا اس کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہوا۔ سارے ذرات کو اکٹھا کر کے بندہ بنا کر کھڑا کر دیا جیسا کہ مرنے سے پہلے تھا۔ رب تعالیٰ کو تو علم تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے مگر ضابطے کے مطابق فرمایا اے بندے! بتا تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ اس نے کہا اے پروردگار! تیرے ڈر کی وجہ سے کی ہے کہ آپ نے مجھے مال دیا، اولاد دی اور بہت کچھ دیا مگر میں نے بندوں والا کوئی کام نہیں کیا۔ میں نے سوچا کہ رب تعالیٰ کے سامنے راکھ ہو کر پیش ہوں شاید کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا جا میں نے تجھے معاف کر دیا۔ یہ خلاصہ ہے بخاری اور مسلم شریف کی روایت کا۔ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

تو فرمایا نکلیں گے قبروں سے گویا کہ ٹڈیاں ہیں بکھری ہوئیں مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ تیزی سے چل رہے ہوں گے مُّسْرِعِيْنَ پکارنے والے کی طرف۔ جس طرف سے بگل کی آواز آرہی ہوگی اس طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ کہیں گے کافر هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ یہ دن بہت سخت ہے، بڑا مشکل ہے۔

قریش مکہ نے منہ مانگا معجزہ دیکھ لیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا پھر بھی نہ مانا تو اس سے آنحضرت ﷺ کو کافی دکھ اور صدمہ ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے چند واقعات بیان فرمائے کہ آپ پریشان نہ ہوں اگر انھوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو پہلے پیغمبروں کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا ہے۔ اس لیے آپ تسلی رکھیں۔ فرمایا كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

جھٹلایا ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا پس جھٹلایا انھوں نے ہمارے بندے نوح علیہ السلام کو وَقَالُوْا اور کہا انھوں نے مَجْنُوْنٌ یہ دیوانہ ہے۔ نوح علیہ السلام کے بارے میں قوم نے کہا کہ یہ پاگل ہے۔ وَّازْدُجِرَ اور جھڑکا ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام جب چند آدمیوں کو اکٹھا بیٹھا ہوا دیکھتے تو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ اکٹھے مل گئے ہیں ان کو حق سناؤں قریب جاتے، بیان شروع کرتے تو وہ ان کو دھکے مار کر باہر نکال دیتے تھے کہ پاگل آ گیا ہے۔ تو آپ علیہ السلام سے پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا ہے اور دیوانہ کہا گیا ہے۔ تو فرمایا، کہا انھوں نے دیوانہ ہے جھڑکا ہوا ہے فَدَعَا رَبَّهٗٓ پس پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے پروردگار! میں مغلوب ہو گیا ہوں، عاجز ہو گیا پس آپ انتقام لیں ان سے۔ ان پر اب میرا بس نہیں چلتا میں حق پہنچا چکا ہوں۔ پھر کیا ہوا؟ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ پس ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے بِمَآءٍ ایسے پانی کے ساتھ مُّنْهَمِرٍ جو زور سے بہنے والا تھا۔ موسلا دھار بارش ان پر برسائی۔ اوپر سے بارش شروع ہوئی وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا اور چلا دیئے ہم نے زمین میں چشمے۔ یہ زمین کا پانی اور آسمان کا پانی فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ پس مل گیا پانی ایک معاملے پر، ایک کام پر قَدْ قُدِرَ جو طے ہو چکا تھا۔ تمام مجرم اس میں غرق کر دیئے گئے وَحَمَلْنٰهُ اور ہم نے سوار کیا نوح علیہ السلام کو عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ۔ الواح لوح کی جمع ہے تختی۔ تختوں والی پر وَّدُسُرٍ۔ دُسُر کا معنٰی ہے میخ۔ میخوں والی پر۔ چونکہ کشتی کی تختیوں کو میخوں سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ وہ کشتی تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے، ہماری حفاظت میں جَزَآءً لِّمَنْ

كَانَ كُفِرَ یہ بدلہ ہوا اس کا جس کی ناشکری کی گئی۔یعنی اللہ تعالیٰ کی انھوں نے ناشکری کی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ڈبودیا۔

اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں یہ بدلہ تھا اس کا جس کی ناقدری کی گئی وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے اس کشتی کو نشانی۔ بخاری شریف کی روایت ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ''اس امت کے پہلے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کشتی کا ڈھانچا دیکھا ہے جبل ارارات پر فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو نصیحت حاصل کرے فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔میرا ڈرانا کیسا ثابت ہوا؟ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کردیا قرآن نصیحت کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔قرآن پاک پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مجھے پڑھو، سمجھو، عمل کرو، رب تعالیٰ کو راضی کرو، آخرت بناؤ، رب تعالیٰ کے عذاب سے بچو۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنزِعُ النَّاسَ
كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَ
لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ ع
فَقَالُوٓا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّآ إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَؤُلْقِيَ
الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ
الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ
وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾
فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾
إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾

كَذَّبَتْ جھٹلایا عَادٌ قوم عاد نے فَكَيْفَ كَانَ پس کیسا تھا
عَذَابِي میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا إِنَّآ أَرْسَلْنَا بے شک بھیجی ہم
نے عَلَيْهِمْ ان پر رِيحًا ہوا صَرْصَرًا تند و تیز فِي يَوْمِ نَحْسٍ
منحوس دن میں مُّسْتَمِرٍّ لگاتار ہوا تَنزِعُ النَّاسَ اکھاڑتی تھی وہ ہوا
لوگوں کو كَأَنَّهُمْ گویا کہ وہ أَعْجَازُ نَخْلٍ کھجور کے تنے ہیں مُّنقَعِرٍ
اکھڑے ہوئے فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي پس کیسا تھا میرا عذاب وَنُذُرِ اور

میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن لِلذِّكْرِ سمجھنے کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا ثمود قوم نے بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کو فَقَالُوْٓا پس کہا انھوں نے اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا کیا ایک بشر جو ہم میں سے ہے اکیلا نَّتَّبِعُهٗٓ ہم اس کی پیروی کریں اِنَّآ اِذًا بے شک ہم اس وقت لَّفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں ہوں گے وَّسُعُرٍ اور پاگل پن میں ہوں گے ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ کیا ڈالا گیا ہے ذکر وحی اس پر مِنْۢ بَيْنِنَا ہمارے درمیان بَلْ هُوَ كَذَّابٌ بلکہ وہ بڑا جھوٹا ہے اَشِرٌ اور بڑا شریر ہے سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا عن قریب وہ جان لیں گے کل مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ کون ہے بڑا جھوٹا بڑا متکبر اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی کو فِتْنَةً لَّهُمْ آزمائش ان کے لیے فَارْتَقِبْهُمْ پس آپ انتظار کریں ان کا وَاصْطَبِرْ اور صبر کریں وَنَبِّئْهُمْ اور خبر دے دیں ان کو اَنَّ الْمَآءَ بے شک پانی قِسْمَةٌۢ تقسیم ہو چکا ہے بَيْنَهُمْ ان کے درمیان كُلُّ شِرْبٍ ہر ایک کو اس کی باری پر مُّحْتَضَرٌ پہنچنا ہے فَنَادَوْا پس بلایا انھوں نے صَاحِبَهُمْ اپنے ساتھی کو فَتَعَاطٰى پس اس نے ہاتھ آگے بڑھایا فَعَقَرَ پس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ پس کیسا تھا میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا اِنَّآ اَرْسَلْنَا

عَلَیۡہِمۡ بے شک بھیجی ہم نے ان پر صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً ایک آواز فَکَانُوۡا پس ہو گئے کَہَشِیۡمِ الۡمُحۡتَظِرِ جیسے روندی ہوئی ہو باڑ وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو لِلذِّکۡرِ نصیحت کے لیے فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

یہ بات تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ مشرکوں نے کہا چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تائید میں چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ سب نے دیکھا مگر ایمان کوئی نہ لایا اور کہا کہ یہ جادو ہے بڑا طاقت ور۔ اس پر آپ ﷺ کو طبعی طور پر صدمہ ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ منہ مانگا معجزہ ملنے کے بعد بھی انھوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے پہلے پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ جو کل بیان ہوا تھا۔ اب ہود علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرماتے ہیں۔

کَذَّبَتۡ عَادٌ جھٹلایا قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو۔ یہ قوم نوح علیہ السلام کے بعد تھی۔ ان کے علاقے کا نام احقاف تھا جو نجران کے قریب تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَکَیۡفَ کَانَ عَذَابِیۡ وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ میں نے ان کو پہلے آگاہ کیا تھا کہ اگر تم اسی طرح منکر رہے تو تم پر میرا عذاب آئے گا۔ آگے اس کی تھوڑی سی تفصیل بتاتے ہیں۔ فرمایا اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ رِیۡحًا بے شک بھیجی ہم نے ان پر ہوا صَرۡصَرًا تند و تیز۔ کم و بیش تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ پھر ایک بادل کا ٹکڑا آیا اس کو دیکھ کر کہنے لگے ھٰذَا عَارِضٌ مُّمۡطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] ''یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔'' فرمایا بَلۡ ھُوَ مَا اسۡتَعۡجَلۡتُمۡ بِہٖ ''نہیں بلکہ وہ چیز ہے جس کو تم جلدی

طلب کرتے تھے رِيۡحٌ فِيۡهَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ''یہ ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔'' جب وہ ان کے سروں کے قریب آیا تو اس سے آواز آئی جو انھوں نے سنی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

''ان کو راکھ اور خاک کردے کسی ایک کو نہ چھوڑنا۔'' یہ لوگ بڑے قدآور اور طاقت ور تھے للکارتے ہوئے کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً [حم سجدہ:۱۵] ''کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور۔'' اور یہ نہ سوچا کہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے وہ زیادہ طاقت ور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز و تند ہوا بھیجی جس نے ان کو پٹخ پٹخ کر مارا۔ فرمایا ہم نے بھیجی ان پر ہوا تند و تیز فِيۡ يَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ منحوس دن میں لگاتار ہوا تَنۡزِعُ النَّاسَ اکھاڑتی تھی وہ لوگوں کو، اٹھا کر پھینکتی تھی كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ مُّنۡقَعِرٍ۔ اعجاز عَجُزٌ کی جمع ہے مڈھ، تنا، کھجور کا درخت۔ منقعر اکھڑے ہوئے۔ گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں اکھڑے ہوئے۔

کوئی دن منحوس نہیں :

بعض لوگوں نے یوم نحس سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دن بھی منحوس ہوتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۱۶ میں ہے فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا صَرۡصَرًا فِيۡۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ ''پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا تند و تیز منحوس دنوں میں۔'' تو یہاں جمع کا لفظ ہے کئی دن۔ وہ کئی دن کتنے تھے؟ اس کا ذکر سورۃ الحاقہ میں ہے سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ''ہوا کو ان پر مسلط کردیا جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل ان پر چلتی رہی۔'' اب اس کا تو مطلب یہ بنے گا کہ ہفتے کے سارے دن ہی منحوس ہیں سعد دن تو ایک بھی نہ رہا۔ پھر اگر دنوں میں ذاتی

نحوست ہوتی تو ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی کس طرح بچتے ؟ ان دنوں میں ان کا تو ایک بال بھی ٹیڑھا نہ ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ دنوں میں ذاتی طور پر نحوست نہیں ہے نحوست ان کے کفر شرک کی وجہ سے تھی، ان کی بداعمالی کی وجہ سے تھی۔ جو بداعمال تھے ان کے حق میں منحوس تھے اور جو اچھے اعمال والے تھے ان کے حق میں سعد تھے کہ ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ دنوں میں کوئی نحس اور سعد نہیں ہے۔ سب رب تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہاں جن دنوں کی آنحضرت ﷺ نے فضیلت بیان فرمائی ہے وہ صحیح ہیں۔ فرمایا جمعہ کا دن سید الایام ہے تمام دنوں کا سردار ہے۔ لیلۃ القدر کی فضیلت ہے، چھوٹی بڑی عید کی فضیلت ہے، عرفہ کے دن کی فضیلت ہے۔ تو ان دنوں کی شریعت نے فضیلت بیان فرمائی ہے ورنہ ذاتی طور پر دنوں میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

تو فرمایا اس ہوا نے اکھاڑ پھینکا لوگوں کو گویا کہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن کو سمجھنے کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

تیسرا واقعہ: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۔ نُذُر ۔۔ نَذِير کی جمع ہے۔ جھٹلایا ثمود قوم نے ڈرانے والوں کو۔ اور سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۴۱ میں ہے كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ " جھٹلایا ثمود قوم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو۔" یہاں بھی جمع کا صیغہ ہے حالانکہ ڈرانے والا ایک ہی تھا حضرت صالح علیہ السلام۔ اس کے جواب میں مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ایک پیغمبر کو جھٹلانا تمام پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ دین سب پیغمبروں کا ایک ہے۔ توحید، رسالت اور قیامت کے مسئلے میں سب پیغمبر متفق ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبروں کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی کی مختلف بیویوں سے اولاد ہے تو ان کی مائیں الگ الگ ہوں گی اور باپ ایک ہی ہوگا۔ اسی طرح پیغمبروں کی شریعتیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور اصول میں سب متفق ہیں۔ تو ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب پیغمبروں کو جھٹلانا ہوا۔

تو فرمایا جھٹلایا ثمود قوم نے ڈرانے والوں کو فَقَالُوْٓا پس کہا انھوں نے اَبَشَرًا مِّنَّا کیا ایک بشر جو ہم میں سے ہے وَاحِدًا اکیلا نَّتَّبِعُهٗٓ ہم اس کی پیروی کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے لے کر آنحضرت ﷺ کے زمانے تک مشرکوں کا یہ نظریہ بھی چلتا رہا ہے کہ پیغمبر بشر نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے پہلے ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ [المومنون: ۳۳] "نہیں ہے یہ مگر ایک انسان تمہارے جیسا کھاتا ہے ان چیزوں میں سے جن سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس میں سے جو تم پیتے ہو۔" یہ کیسے نبی بن گیا؟ اور انھوں نے کیا کہا ایک بشر ہم میں سے ہے اکیلا اس کا ہم اتباع کریں اِنَّآ اِذًا بے شک اس وقت ہم لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ البتہ ہم گمراہی میں ہوں گے اور پاگل پن میں ہوں گے۔ پھر تو ہم پاگل ہوئے نا جو بشر کی بات مان لیں۔ اور کہنے لگے ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا کیا ڈالا گیا ہے ذکر یعنی وحی اس پر ہمارے درمیان۔ اس کو نبوت ملی ہے ہم اللہ تعالیٰ کو نظر نہیں آئے تھے۔ یہی بات مشرکین مکہ نے کہی تھی لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [الزخرف: ۳۱] "کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے۔" دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہے کیونکہ جدہ اس وقت نہیں تھا یہ شہر بعد میں آباد ہوا ہے۔

جدہ شہر کی وجہ تسمیہ :

میں جب حج کرنے کے لیے گیا تو ڈرائیور سے پوچھا جو بڑا خوش طبع قسم کا آدمی تھا کہ جدہ کو جدہ کیوں کہتے ہیں؟ تو کہنے لگا ھِنَا جَدَّتُنَا حَوَّاء "یہاں ہماری دادی حوا علیہا السلام ہیں۔" عربی میں جدۃ دادی کو کہتے ہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ براہِ مہربانی آپ مجھے ان کی قبر دکھا دیں۔ کہنے لگا ٹھیک ہے۔ وہ مجھے ایک قبرستان لے گیا اس نے مجھے ایک قبر دکھائی جو بہت زیادہ لمبی نہیں تھی عام قبروں سے ایک آدھ بالشت لمبی ہوگی۔ کہنے لگا ھٰذَا قَبر جَدَّتُنَا حَوَّا "یہ ہماری دادی حوا علیہا السلام کی قبر ہے۔" اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تاریخی طور پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ (اب وہ قبر بھی مٹا کے برابر کر دی گئی ہے۔ اب کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ مرتب)

مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ بڑا مال دار آدمی تھا جس کے ایک بیٹے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو طائف کا سردار تھا۔ کہنے لگے کہ قرآن ان دو آدمیوں میں سے کسی ایک پر کیوں نہیں اترا؟ رب کو نبوت کے لیے یتیم ہی ملا تھا۔ یہی بات صالح علیہ السلام کی قوم نے کہی کہ کیا ڈالی گئی نصیحت اس پر ہمارے درمیان سے ہماری موجودگی میں بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ۔ كَذَّاب مبالغے کا صیغہ ہے، بڑا جھوٹا۔ اور اَشِر کا معنیٰ متکبر بھی ہے اور شریر کا بھی کرتے ہیں۔ صالح علیہ السلام کو کہنے لگے بلکہ وہ بڑا جھوٹا ہے بڑا متکبر اور بڑا شریر ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا سَيَعْلَمُونَ غَدًا عنقریب کل یہ جان لیں گے مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ کون ہے بڑا جھوٹا، کون ہے بڑا متکبر، کون ہے بڑا اشرارتی۔ ان کو علم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے مطالبے پر چٹان سے اونٹنی نکال دی۔ فرمایا إِنَّا

مُرۡسِلُوا النَّاقَةِ بے شک ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی کو فِتۡنَةً لَّهُمۡ ان کی آزمائش کے لیے فَارۡتَقِبۡهُمۡ پس آپ انتظار کریں ان کا وَاصۡطَبِرۡ اور صبر کریں۔ ڈٹ کر رہیں اپنے مشن میں۔ پانی کا ایک چشمہ تھا پینے کی باری مقرر ہوگئی کہ ایک دن یہ اونٹنی پیئے گی اور ایک دن تمہارے جانور پیئیں گے اس کا ذکر ہے۔

فرمایا وَنَبِّئۡهُمۡ اور آپ ان کو خبر دے دیں اَنَّ الۡمَآءَ قِسۡمَةٌۢ بَيۡنَهُمۡ بے شک پانی تقسیم ہو چکا ہے ان کے درمیان۔ ایک دن اونٹنی کی باری ہوگی اور ایک دن تمہارے جانوروں کی كُلُّ شِرۡبٍ مُّحۡتَضَرٌ ہر ایک کو اس کی باری پر پہنچنا ہے۔ تمہارے جانور اپنی باری پر حاضر ہوں اور اونٹنی اپنی باری پر حاضر ہو۔ وہاں ایک عورت تھی جس کا نام تھا عُنیزہ بنت غنم۔ خاوند اس کا فوت ہوگیا تھا اس کی جوان سالہ لڑکیاں تھیں جانور اس کے بہت زیادہ تھے، بھیڑ بکریاں، گائیں، بھینسیں، اونٹ، جب ان کے جانوروں کے پینے کی باری ہوتی تھی اس کے کچھ جانور پیاسے رہ جاتے تھے کیونکہ زیادہ تھے۔ اس شہر میں نو غنڈے بدمعاش تھے۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۴۸ پارہ ۱۹ میں ہے وَكَانَ فِي الۡمَدِيۡنَةِ تِسۡعَةُ رَهۡطٍ يُّفۡسِدُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ۔ بڑے غنڈے کا نام قیدار بن صالح تھا۔ بعض قِدار بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس عورت نے اس کے ساتھ ساز باز کی اور کہا کہ میری جواں سال لڑکیاں ہیں جو لڑکی تم کہو گے میں تمھیں دے دوں گی شرط یہ ہے کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے میری جان چھڑاؤ۔ کیونکہ اس کی وجہ سے میرے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں۔ قیدار جس کا قد چھوٹا، آنکھیں نیلی اور مجسم شیطان تھا۔ اس نے اپنے یاروں سے مشورہ کیا۔ پہلے تو انھوں نے کہا کہ پہلے صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو ہلاک کریں پھر اونٹنی کو ماریں۔ پھر کہنے لگے نہیں پہلے اونٹنی کا کام تمام

کرتے ہیں۔ چنانچہ قیدار نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اونٹنی نے عجیب قسم کی آواز نکالی، بڑبڑائی۔ حضرت صالح علیہ السلام روتے ہوئے قوم کے پاس پہنچے کہ قوم کی تباہی کا وقت آگیا ہے۔ قوم سے فرمایا دیکھو! آج جمعرات ہے اللہ تعالیٰ تمھیں تین دن کی مزید مہلت دیتا ہے ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ [ہود: ۶۵] کل تم اٹھو گے تو تمہارے چہرے سبز ہوں گے، پرسوں اٹھو گے تو سرخ ہوں گے، چوتھ اٹھو گے تو چہرے سیاہ ہوں گے۔ باز آجاؤ توبہ کرلو اب بھی اللہ تعالیٰ مہربان ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ سخت دل تھے انھوں نے توبہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ پس انھوں نے پکارا اپنے ساتھی کو فَتَعَاطٰى پس اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تلوار لے کر فَعَقَرَ پس اس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ پس کس طرح تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ کیا گزری ان پر؟ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً بے شک بھیجی ہم نے ان پر ایک آواز۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ڈراونی آواز نکالی فَكَانُوْا پس ہو گئے وہ كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ جیسے روندی ہوئی ہو باڑ۔ هَشِیْم کا معنی چورا۔ رب تعالیٰ نے ان کا چورا چورا کردیا جس طرح باڑ کو جانور روند کر چورا چورا کر دیتے ہیں اس طرح چورا چورا کردیا وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کردیا قرآن کو نصیحت کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے قرآن پڑھو، سمجھو اور نصیحت حاصل کرو، عمل کرو۔ رب تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ ع ۲ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ جھٹلایا لوط علیہ السلام کی قوم نے بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کو اِنَّآ اَرْسَلْنَا بے شک ہم نے بھیجے عَلَيْهِمْ ان پر حَاصِبًا سنگریزے اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھرانے والے نَجَّيْنٰهُمْ ہم نے نجات دی ان کو بِسَحَرٍ سحری کے وقت نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا یہ نعمت تھی ہماری طرف سے كَذٰلِكَ نَجْزِيْ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مَنْ شَكَرَ جو شکر ادا کرے وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ اور البتہ تحقیق ڈرایا اس نے ان کو بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے فَتَمَارَوْا پس انھوں نے شک کیا بِالنُّذُرِ ڈرانے والوں کی بات میں وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ اور البتہ تحقیق انھوں نے مطالبہ کیا لوط علیہ السلام سے عَنْ ضَيْفِهٖ ان کے مہمانوں کے بارے میں

فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ پس ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ
پس چکھو تم میرا عذاب وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً اور
البتہ تحقیق صبح سویرے آیا ان پر عَذَابٌ عذاب مُّسْتَقِرٌّ ٹکنے والا
فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ پس چکھو تم میرا عذاب اور میرا ڈرانا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا
الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن نصیحت کے لیے
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ
فِرْعَوْنَ اور البتہ تحقیق آئے فرعونیوں کے پاس النُّذُرُ ڈرانے والے
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا جھٹلایا انھوں نے ہماری نشانیوں کو كُلِّهَا سب کو فَاَخَذْنٰهُمْ
پس ہم نے پکڑا ان کو اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ زبردست قدرت والے کا پکڑنا
اَكُفَّارُكُمْ کیا تمہارے کافر خَيْرٌ بہتر ہیں مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ ان سے
اَمْ لَكُمْ یا تمہارے لیے ہے بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ برأت کتابوں میں۔

تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مکے کے سرداروں نے آنحضرت ﷺ سے منہ مانگا معجزہ طلب کیا کہ اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ تفصیلی روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عند الله "معجزے اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں لیکن اگر رب تعالیٰ میری تصدیق کے لیے ایسا کر دے تو مان لو گے۔" کہنے لگے ہاں! مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا انھوں نے آنکھوں سے دیکھا لیکن یقین جانو! ایک شخص بھی ایمان نہ لایا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہہ کر جھٹلا دیا۔ آنحضرت ﷺ کو طبعی طور پر صدمہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی

کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے۔ نوح علیہ السلام کا، ہود قوم کا ذکر فرمایا پھر ثمود قوم کا کہ انھوں نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا ان کا کیا حشر ہوا۔ اب چوتھے نمبر پر قوم لوط کا ذکر ہے۔

واقعہ قوم لوط علیہ السلام :

فرمایا کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ جھٹلایا قوم لوط نے ڈرانے والوں کو۔ لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے حاران بن آزر کے بیٹے ح حلوے والی۔ بعض لاہوری ھا کے ساتھ بھی لکھ دیتے ہیں اور بعض فاران، ف کے ساتھ بھی لکھ دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے شام کے لیے ہجرت کی تو یہ ساتھ تھے۔ شام دمشق، فلسطین کا علاقہ تو ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہوا کہ ان کو آپ نے تبلیغ کرنی ہے اور شہر سدوم جس کے اردگرد اور بھی بستیاں تھیں یہ لوط علیہ السلام کے حوالے کیا کہ ان کی تبلیغ تمہارے ذمہ ہے۔ لیکن ان لوگوں نے لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ چونکہ ایک پیغمبر کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے اس لیے جمع کا صیغہ لائے۔ فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا بے شک بھیجے ہم نے ان پر سنگریزے اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ مگر لوط علیہ السلام کے گھرانے والے۔

اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ دو کا ذکر یہاں ہے۔ پتھر برسائے جو نشان لگے ہوئے تھے [سورہ ہود] اور دوسرا ان کی آنکھیں مٹا دیں۔ تیسرے عذاب کا ذکر سورۃ الحجر پارہ ۱۴ میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ ''پس پکڑا ان کو چیخ نے۔'' اور چوتھا عذاب فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ''پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے علاقے کو پر پر اٹھا کر الٹا کر کے گرا دیا۔ تو اس کا ذکر ہے کہ پھینکے ہم نے ان پر سنگ ریزے مگر لوط علیہ السلام کے گھر

والوں کو ہم نے بچالیا۔ وہ لوط علیہ السلام کی دو، تین بیٹیاں تھیں اور چند ساتھی اور تھے جو ایک ہی حویلی میں رہتے تھے نَجَّيْنٰهُمْ ہم نے ان کو نجات دی بِسَحَرٍ سحری کے وقت۔ یہ نجات دینا نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا نعمت تھی ہماری طرف سے۔ ہمارا فضل و کرم اور مہربانی تھی جس طرح ہم نے ان کو نجات دی كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس کو جو شکر ادا کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے سچا وعدہ کس کا ہو سکتا ہے؟ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا [سورۃ النساء]

فرمایا وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ اور البتہ تحقیق ڈرایا ان کو لوط علیہ السلام نے بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے، ہماری گرفت سے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجاؤ گے لیکن فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ پس انھوں نے شک کیا ڈرانے والوں کی باتوں میں۔ کہنے لگے ویسے ہی باتیں کرتے ہیں۔

فرشتے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے معزز مہمانوں کی شکل میں بڑی عمر میں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ایک جبرائیل علیہ السلام تھے، ایک میکائیل علیہ السلام تھے، ایک اسرافیل علیہ السلام تھے۔ چھ بھی لکھتے ہیں، دس اور بارہ بھی لکھتے ہیں۔ اور جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو چھوٹی عمروں میں۔ تیرہ سال، چودہ سال، پندرہ سال کی عمر میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کئی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئے اور کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں آتے۔

تو جب یہ فرشتے آئے قوم کو علم ہوا قوم بڑی بدمعاش تھی جنسی خواہشات عورتوں

کے بجائے مردوں سے پوری کرتی تھی۔ دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس آگئے لوط علیہ السلام بڑے پریشان ہوئے۔ فرمایا هٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ [سورہ ہود] ''یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاک ہیں۔'' یعنی میری بیٹیوں کا رشتہ لے لو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔

مستدرک حاکم میں اس کی ایک تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اپنی لڑکیوں کا رشتہ کیا کہ تم میں سے جو سردار ہیں اثر و رسوخ والے آدمی ہیں میں ان کو اپنی بیٹیوں کا رشتہ دیتا ہوں تا کہ وہ اپنی قوم پر دباؤ ڈالیں کہ یہ لوگ میرے مہمانوں کو پریشان نہ کریں۔ بڑی قربانی ہے۔

جب کہ جمہور مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ سے قوم کی بیٹیاں مراد ہیں۔ کیونکہ پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا ہے وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ [سورۃ الاحزاب] ''نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔'' اور ماں فرع ہے باپ کی۔ مائیں تب ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی باپ ہیں۔

پیغمبر بہ منزلہ باپ کے ہوتا ہے:

ایک موقع پر یہودیوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا۔ کہنے لگے تمہارا نبی بھی بڑا عمدہ ہے يُعَلِّمُ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ ''وہ تمہیں ہر شے بتاتا ہے یہاں تک کہ پیشاب پاخانہ کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔'' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بڑے تجربہ کار تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فتح الباری میں کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی اور اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی صحت عطا فرمائی تھی

ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے ساٹھ ستر سال کے ہیں۔ یہودیوں سے کہا ہاں! ہمارے پیغمبر ہمیں پیشاب، پاخانے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ ہمیں فرمایا ہے کہ پیشاب کرتے وقت نہ قبلے کی طرف منہ کرو نہ پشت کرو۔ یہ کون سا بُرا کام ہے؟ انھوں نے ہمیں بتایا ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرو، ہڈی کے ساتھ صفائی نہ کرو۔ اچھی باتیں بتلائی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو کہا کہ حضرت! آج مجھے یہودیوں نے گھیر لیا تھا انھوں نے مجھ سے یہ سوال کیا۔ میں نے یہ جواب دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوالد لِوَلَدِہٖ "میں تمہارے لیے ایسے ہی ہوں جیسے باپ اولاد کے لیے ہوتا ہے۔" تم سب میری اولاد ہو۔ باپ اپنی اولاد کو چھوٹی چھوٹی باتیں بھی سکھاتا ہے۔ مثلاً: بیٹا ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنی ہے دائیں ہاتھ سے نہیں کرنی، جوتا بائیں ہاتھ سے پکڑنا ہے وغیرہ۔

تو خیر لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ [سورہ ہود] "کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں ہے۔" جو میری بات کو سمجھے۔ فرشتے ایک طرف بیٹھے ہیں دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں جب دیکھا کہ لوط علیہ السلام بہت پریشان ہو گئے ہیں تو بول پڑے حضرت! پریشان نہ ہوں میں جبرائیل علیہ السلام ہوں، یہ میکائیل علیہ السلام ہے، یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، ہم تو ان کے لیے عذاب لے کر آئے ہیں بس یہاں سے نکل جاؤ تمہارے نکلنے کے برابر ان کو مہلت ہے۔ پھر دیکھو ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں۔ اس کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْہُ عَنْ ضَیْفِہٖ اور البتہ تحقیق انھوں نے مطالبہ کیا لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کے بارے میں۔ ان کے ساتھ بدکاری کرنے کا فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَھُمْ

پس مٹا دیں ہم نے ان کی آنکھیں، انھیں اندھا کر دیا۔ اب دیکھو کیا دیکھتے ہو فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ پس چکھو تم میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ میرا پیغمبر تمھیں ڈراتا تھا اور تم مانتے نہیں تھے اب اس کا مزہ چکھو وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً اور البتہ تحقیق آ گیا ان پر صبح سویرے ہی عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ عذاب ٹلنے والا۔ ایسا ٹکا کہ ختم نہ ہوا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کے لیے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قرآن پاک سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے یہ صرف مولویوں اور طالب علموں کے لیے نہیں ہے یہ ھدی للناس ہے تمام مردوں اور عورتوں کے لیے ہے۔ جس نے قرآن کریم کو پڑھا اور سمجھا وہ بہت سی برائیوں اور خرابیوں سے بچ جائے گا۔

پانچواں واقعہ: فرمایا وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ اور البتہ تحقیق آئے فرعونیوں کے پاس ڈرانے والے۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ اور روم کے بادشاہ کا نام قیصر اور یمن کے بادشاہ کا نام تبع ہوتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ بڑا شاطر اور چالاک تھا جیسے آج کل کے ہمارے لیڈر ہیں۔ یہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ بڑا ظالم اور جابر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو اس کے پاس بھیجا۔ انھوں نے اس کو اور اس کی قوم کو ڈرایا نو نشانیاں بھی دکھائیں كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا جھٹلا دیا انھوں نے ہماری ساری نشانیوں کو سب معجزے جھٹلا دیے فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے پکڑا ان کو اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ قدرت والے غالب کا پکڑنا۔ وہی فرعون جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا اور جس نے کہا تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ

[القصص:۳۸] ''میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی الٰہ اپنے سوا۔'' جب بحر قلزم کی موجوں نے گھیرا تو کہنے لگا اٰمَنْتُ ''ایمان لایا میں اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ بے شک نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ [یونس:۹۰] جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل۔'' جبرائیل نے فرمایا کہ بڑا عجیب منظر تھا بڑا واویلا کر رہا تھا۔ میں نے کالے قسم کا گارا اٹھا کر فرعون کے منہ میں ٹھونسا کہ کہیں اس پر رب رحم نہ کھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جسم کو کنارے پر پھینک دیا تا کہ لوگوں کے لیے عبرت ہو کہ یہ تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آج بھی اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں محفوظ پڑی ہے۔

تو فرمایا ہم نے ان کو پکڑا قدرت والے غالب کا پکڑنا۔ یہ واقعات ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے مکے کے کافرو! اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ کیا تمہارے کافر بہتر ہیں ان سے مال کے لحاظ سے، تعداد کے لحاظ سے، بادشاہی اور فوج کے لحاظ سے کہ وہ تباہ ہو گئے اور تم بچ جاؤ گے۔ تم باز نہ آئے تو انھی کی طرح تباہ ہو گے اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ۔ زبر زبور کی جمع ہے، صحیفہ، کتاب۔ یا تمہارے لیے برأت لکھی ہوئی ہے صحیفوں میں کہ تم جو چاہو کرتے پھرو تمھیں کوئی نہیں پکڑے گا۔ یہ واقعات بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ پیغمبروں کی تکذیب کا نتیجہ اور انجام کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا ہے تو پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا ہے۔ پریشان نہ ہوں۔

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

أَمْ يَقُولُونَ کیا وہ کہتے ہیں نَحْنُ ہم جَمِيعٌ سب اکٹھے ہیں مُّنتَصِرٌ انتقام لینے والے سَيُهْزَمُ عن قریب شکست دی جائے گی الْجَمْعُ اس مجمع کو وَيُوَلُّونَ اور پھیریں گے الدُّبُرَ پشتوں کو بَلِ السَّاعَةُ بلکہ قیامت مَوْعِدُهُمْ ان کے وعدے کا وقت ہے وَالسَّاعَةُ اور قیامت أَدْهَىٰ بڑی دہشت والی ہے وَأَمَرُّ اور بڑی کڑوی ہے إِنَّ الْمُجْرِمِينَ بے شک مجرم فِي ضَلَالٍ گمراہی میں ہیں وَسُعُرٍ اور جنون میں ہیں يَوْمَ يُسْحَبُونَ جس دن گھسیٹے جائیں گے فِي النَّارِ آگ میں عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ چہروں کے بل ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ چکھو دوزخ کی آگ کا مزہ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ بے شک ہم نے ہر چیز کو خَلَقْنَاهُ

پیدا کیا ہے بِقَدَرٍ اندازے سے وَمَآ اَمْرُنَآ اور نہیں ہے ہمارا حکم اِلَّا وَاحِدَةٌ مگر ایک ہی دفعہ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ آنکھ کے جھپکنے کی طرح وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کی ہیں اَشْيَاعَكُمْ تمہاری جیسی جماعتیں فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا وَكُلُّ شَيْءٍ اور ہر وہ چیز فَعَلُوْهُ جو انھوں نے کی ہے فِي الزُّبُرِ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے وَكُلُّ صَغِيْرٍ اور ہر چھوٹی چیز وَّكَبِيْرٍ اور بڑی چیز مُّسْتَطَرٌ لکھی ہوئی ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں ہوں گے وَّنَهَرٍ اور نہروں میں ہوں گے فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ سچی بیٹھک میں عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ بڑی قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں پہلی نافرمان قوموں کی تباہی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اے مکے والو! کیا تمہارے کافران کافروں سے بہتر ہیں قوت میں، طاقت میں، مال میں، تعداد میں کہ تم جو کچھ کرتے پھرو تم کو کوئی نہیں پوچھے گا یا تمہارے لیے برأت لکھی ہوئی ہے پہلے صحیفوں میں کہ تمہاری گرفت نہیں ہوگی۔ آگے اس کا جواب ہے کہ گرفت ہوگی۔ تو ان کو جب عذاب کی گرفت کی دھمکی دی جاتی تھی تو وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ تھوڑے سے مسلمان ہمیں تکلیف پہنچائیں گے، ہم پر حملہ کریں گے تو ظاہری طور پر تو اس کا کوئی معنیٰ نہیں تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی تعداد بھی تھوڑی تھی، اسلحہ بھی تھوڑا تھا۔ اس کے مقابلے میں کافر ہر لحاظ سے بہت زیادہ تھے تو وہ کہتے تھے۔ فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا یہ

کہتے ہیں نَحْنُ جَمِیْعٌ ہم سب اکٹھے ہیں، زیادہ ہیں مُّنْتَصِرٌ بدلہ لیں گے۔ مکہ مکرمہ میں یا خالص مسلمان تھے یا خالص کافر تھے منافق کوئی نہیں تھا۔ یہ منافقت کا فتنہ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوا ہے کہ وہاں یہودیوں کا غلبہ تھا۔ انھوں نے جب یہ سمجھا کہ ہم ان کے ساتھ ظاہری ٹکر نہیں لے سکتے تو انھوں نے یہ راستہ اختیار کیا کہ ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر اندر سے اپنا کام کرو۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کی اکثریت یہودیوں میں سے تھی۔ مکے کے لوگ بڑے کھرے تھے یا اِدھر یا اُدھر، درمیانہ طبقہ نہیں تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی لیکن جتنے بھی تھے، تھے بڑے پکے۔

تو کافروں نے کہا کہ اگر تم نے ہم پر حملہ کیا تو ہم بدلہ لیں گے کہ ہم زیادہ ہیں، اکٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ عن قریب ان کی جماعت شکست کھا جائے گی وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ اور پھیریں گے پشتوں کو۔ پشتیں پھیر کر بھاگیں گے۔

واقعہ غزوہ بدر :

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ تین سو بارہ ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ سے چلے تیرھویں آپ ﷺ خود تھے۔ عرب کا علاقہ پتھریلا ہے وہاں پتھر ہی پتھر ہیں۔ اس زمانے میں سڑکیں بھی نہیں تھی اور ایسے ساتھی بھی تھے جن کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا۔ وہاں ننگے پاؤں چلنا کوئی کھیل نہیں تھا اور ایسے بھی تھے کہ جن کے سر پر ٹوپی پگڑی نہیں تھی۔ ایسے بھی تھے جن کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ آٹھ تلواریں ، چھ زرہیں، دو گھوڑے، ستر اونٹ ہیں۔ یہ کل اثاثہ ہے۔ مدینہ طیبہ سے بدر پرانے اسّی میل کی مسافت پر تھا۔ آنحضرت ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اونٹنی تھی باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ ایک میل ایک سوار ہوتا۔

کیوں کہ اونٹنی تینوں کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو یہ دونوں بزرگ کہتے حضرت! نَحْنُ نَمْشِيْ عَنْكَ ''ہم آپ کی طرف سے پیدل چلیں گے آپ سوار رہیں۔'' آنحضرت ﷺ فرماتے رب تعالیٰ نے مجھے طاقت دی ہے میں بھی چلوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرے پاؤں پر بھی گرد و غبار پڑے۔ اپنی باری پر سوار ہوں گا اور اپنی باری پر چلوں گا۔ جس وقت بدر کے مقام پر پہنچے تو پانی کے کنوئیں پر کافر قبضہ کر چکے تھے۔ دوسری طرف ریت کا ٹیلا تھا جہاں مسلمانوں کو جگہ ملی۔ شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وسوسہ دور فرمایا کہ بارش نازل فرمائی جس سے ریت جم گئی۔ پانی کا انتظام بھی ہو گیا مسلمانوں نے مشکیں بھر لیں، برتن بھر لیے اور جہاں کافر کھڑے تھے وہاں پر پانی جمع ہو گیا، کیچڑ ہو گئی، ان کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز پڑھا کر سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمے میں تشریف لے گئے اور گڑگڑا کر دعا کی اے پروردگار! یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے جو میں یہاں لے کر آیا ہوں اے پروردگار! اگر یہ ہلاک ہو گئے تو آپ کی خالص توحید کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اے پروردگار! یہ بے سہارا ہیں ان کا سہارا آپ ہیں۔ اے پروردگار! ان کی خوراک کا انتظام فرما یہ بھوکے ہیں، اے پروردگار! ان کی مدد فرما۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر تھے جب انھوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ ﷺ دعا کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور آپ ﷺ پر رقت طاری ہے تو اندر چلے گئے۔ کہنے لگے حضرت! بس کریں لَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ ''آپ ﷺ نے بڑی آہ و زاری کی ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا کو رد نہیں کرے گا۔'' آپ ﷺ خیمہ سے باہر تشریف

لائے۔ بخاری شریف کی روایت ہے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ "عن قریب ان کی جماعت کو شکست ہوگی اور یہ
پشتیں پھیر کر بھاگیں گے۔" مسلمانوں کی فتح کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ
مقابلے میں ایک ہزار آدمی ہے اور ہر ایک کے پاس تلوار، نیزہ، تیر کمان ہے۔ اِدھر تین سو
تیرہ، آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، دو گھوڑے اور ستر اونٹ ہیں۔ ظاہری طور پر کیا مقابلہ ہے؟
صبح ہوئی تو کافروں نے للکارا آؤ جو تم میں سے بہادر ہیں باہر نکلیں بہادر۔ کافروں کی
طرف سے عتبہ، شیبہ، ربیعہ میدان میں آئے کہ یہ اپنے آپ کو بڑا بہادر سمجھتے تھے۔
اس (دوسری) طرف سے انصار مدینہ کے چند نوجوان سامنے آئے۔ عتبہ نے آواز دی تم
کون ہو، کیا نام ہیں۔ انھوں نے بتلایا کہ ہم انصار ہیں یہ ہمارے نام ہیں۔ کہنے لگے تم
واپس چلے جاؤ تم ہماری ٹکر کے آدمی نہیں ہو۔ تمہارے ساتھ لڑنے کو ہم اپنی توہین سمجھتے
ہیں۔ ہمارے بھائیوں قریشیوں کو نکالو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قم یا حمزة، قم یا
علی قم یا ابا عبیدة رضی اللہ عنہم۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ
میدان میں آئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور کافر تینوں مارے گئے۔ اس کے
بعد پھر عام لڑائی شروع ہوئی۔

سورہ انفال میں ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی مدد فرمائی۔
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کی میرے قریب ایک
آدمی گھوڑے پر سوار ہے جس کی ٹوپی، پگڑی اور لباس سفید ہے اور اعلیٰ عمدہ گھوڑا ہے۔
میں نے اس بندے کو نہ پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔ وہ اپنے گھوڑے کو کہہ رہا ہے اَقْدِمْ
هَيْزُوْم "ہیزوم آگے بڑھو۔" وہ جس کافر کو چابک مارتا تھا وہ اسی وقت مر کر نیچے گر جاتا

تھا۔ میں حیران ہوا کہ یہ بندہ کون ہے؟ اسی طرح میں نے ایک اور گھڑ سوار کو بھی دیکھا۔ جنگ کے اختتام پر میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے ذکر کیا۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا حیزوم اس گھوڑے کا نام ہے جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام سوار تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نصرت فرمائی فرشتوں کے ساتھ۔ آج بھی اگر ہم ان کے نقش قدم پر چلیں تو اللہ تعالیٰ ہماری نصرت ضرور فرمائیں گے۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے یعنی دین پر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے اور تمھیں ثابت قدم رکھیں گے۔'' کمی ہوئی ہے تو ہماری طرف سے ہوئی ہے اس لیے ہم رب تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔

کافروں کے تین سرداروں کے سوا باقی سب مارے گئے اور یہ تین بھی اس لیے بچے کہ ان کا مسلمان ہونا رب تعالیٰ کے علم میں تھا۔ ابوسفیان، عکرمہ اور صفوان بن امیہ۔ یہ تینوں ۸ھ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رب تعالیٰ کی حکمت تھی۔

کافر جب مکہ مکرمہ سے چلے تھے تاریخ نے ان کی عجیب منظر کشی کی ہے۔ وہ اپنے ساتھ ضرورت سے زاید اونٹ لے کر چلے، سریلی آواز نور جہاں جیسی، گانے والیاں ساتھ لے کر چلے، شراب کے بھرے ہوئے مٹکے اور بوتلیں ساتھ لے کر چلے کہ فتح ہونے کے بعد آس پاس کے قبیلوں کی دعوت کریں گے، عورتیں ہماری جیت کے گیت گائیں گی،

شراب چلے گی، بھنگڑے ڈالیں گے۔ رب تعالیٰ کی قدرت سے ستر بڑے بڑے مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے، باقیوں کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا کہ کدھر جانا ہے۔ اونٹ مسلمانوں کے لیے غنیمت بنے۔ شراب کی بوتلیں پینا تو نصیب نہ ہوئیں ان غریبوں کے ہاتھ موت کے پیالے بھر بھر کے پیے۔ عورتوں نے گیت گانے کی بجائے تعزیت کے مرثیے پڑھے۔ ہمارا دادا مر گیا، ہمارا نانا مر گیا، ہمارا خاوند مر گیا، ہمارا بھتیجا مر گیا۔ اور جو بھاگ گئے تھے وہ چھ چھ مہینے، سال سال گھروں میں داخل نہیں ہوئے کہ کیا منہ دکھائیں گے۔

تو فرمایا عن قریب اس مجمع کو شکست دی جائے گی اور یہ پشت پھیر کر بھاگیں گے۔ اگلا عذاب: بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى اور قیامت بڑی دہشت والی ہے۔ آج دنیا کی عدالتوں میں کوئی جب پیش ہوتا ہے تو اس کا بدن کانپ جاتا ہے اور وہ تو رب تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور وہاں کسی قسم کا کوئی داؤ نہیں چل سکے گا وَ اَمَرُّ۔ اس کا مادہ ہے مرٌّ اور مرٌّ کا معنٰی ہے کڑوا۔

اَلْحَقُّ مُرٌّ وَلَوْ كَانَ فِيْهِ دُرٌّ

"حق کڑوا ہوتا ہے اگرچہ اس میں موتی ہوں۔" معنٰی ہوگا قیامت بڑی کڑوی ہے اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ بے شک مجرم فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ گمراہی میں ہیں اور جنون میں ہیں۔ حق کی بات ان کو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے متعلق جو ان کے لیے سراپا خیر خواہ ہے کذّاب اور ساحر کے لفظ بولتے ہیں۔

اس کیا حالت ہوگی؟ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ جس دن یہ گھسیٹے جائیں گے فِى النَّارِ آگ میں عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اپنے چہروں کے بل۔ بڑی لمبی لمبی زنجیروں میں جکڑے

ہوئے ہوں گے۔ فرشتے ان کو پکڑ کر الٹے منہ آگ میں ڈالیں گے اور رب تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ۔ سقر کا معنٰی ہے آگ کے شعلے۔ آگ کے شعلوں کا مزہ چکھو۔ دنیا میں تم نے حق کا مقابلہ کیا، پیغمبر کی مخالفت کی، قرآن کو جھٹلایا آج آگ کا مزہ چکھو اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ بے شک ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اندازے کے ساتھ۔ مرد، عورتیں، کالے، گورے، سالم، ناقص، پتلے، موٹے، سب اندازے کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں اور حکمت کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں۔ وہ اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔

فرمایا وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ ای مَرَّةٌ وَاحِدَةٌ اور نہیں ہے ہمارا حکم مگر ایک ہی دفعہ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ آنکھ کے جھپکنے کی طرح یعنی جس طرح تم آنکھ جھپکتے ہو اور پتا نہیں چلتا کہ آنکھ بند کی ہے یا نہیں اسی طرح ہم پلک کے جھپکنے میں قیامت برپا کر دیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آدمی دکان پر بیٹھے ہوں گے دکان دار کپڑا نکال کر دکھائے گا، گاہک لینے کے لیے بھاؤ طے کر رہے ہوں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ فرمایا وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ۔ اشیاع شِيْعَةٌ کی جمع ہے۔ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کی ہیں تمہاری جیسی جماعتیں۔ تمہارے جیسے مجرموں کے گروہ ہم نے پہلے بھی ہلاک کیے ہیں جن کا ذکر تم پہلے پڑھ چکے ہو۔ اگر باز نہیں آؤ گے تو تمہارا بھی انھی جیسا حشر ہوگا فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ یہ قرآن بڑی نصیحت آموز کتاب ہے اس میں بڑی نصیحتیں ہیں اگر دل پتھر ہو جائیں تو اثر قبول نہیں کرتے۔

فرمایا وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ اور ہر وہ چیز جو انھوں نے کی ہے وہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ ہر ایک کے عمل لکھے ہوئے ہیں وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ

مُّسْتَطَرٌ اور ہر چھوٹی چیز اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ اگر کسی نے زبان سے کچھ نہیں بولا اچھائی یا برائی کا آنکھ سے اشارہ کیا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی کو آنکھ سے گھور کر دیکھا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہے۔ قیامت والے دن بندہ جب اپنا نامہ اعمال پڑھے گا تو کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] "کیا ہو گیا ہے میرے اس اعمال نامے کو نہیں چھوڑتا یہ کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اسے سنبھال رکھا ہے۔" لہٰذا قیامت کی تیاری ہر وقت ہونی چاہیے زندگی ایک وہمی چیز ہے اور موت یقینی ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ سورۃ الحجر کی آخری آیت ہے، پارہ ۱۴۔ "اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔" یقین کا معنیٰ موت ہے۔ رب تعالیٰ نے موت کا نام یقین رکھا ہے۔

پہلے مجرموں کا حشر سنا ہے اب متقیوں کے متعلق سن لو۔ فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ بے شک پرہیزگار باغوں میں ہوں گے اور نہروں میں ہوں گے۔ عرب کے علاقے میں سبزے اور پانی کی بڑی قلت تھی اس لیے ان کے سامنے باغ اور نہر کا ذکر انتہائی اہم تھا فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ۔ مقعد کا معنیٰ ہے بیٹھنے کی جگہ۔ صدق کا معنیٰ سچائی۔ معنیٰ ہوگا سچی بیٹھک میں۔ ایسی سچائی کی بیٹھک ہوگی کہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہوگی۔ پھر یہ چیزیں ہوں گی کہاں؟ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین، مومنات کو، مسلمین اور مسلمات کو یہ مقام نصیب فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الرحمٰن

(مکمل)

جلد.........۱۹

آیاتہا ۷۸ ۵۵ سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۷ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝۲۰ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۱ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝۲۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۳ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۲۴ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۵ ع

اَلرَّحْمٰنُ رحمان وہ ہے عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ جس نے تعلیم دی قرآن کی خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان کو عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سکھایا اس کو بولنا

اَلشَّمْسُ سورج وَالْقَمَرُ اور چاند بِحُسْبَانٍ ایک حساب سے چل رہے ہیں وَّالنَّجْمُ ستارے وَالشَّجَرُ اور درخت یَسْجُدٰنِ سجدہ کرتے ہیں وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا اور آسمان کو اس نے بلند کیا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ اور رکھا اس نے ترازو اَلَّا تَطْغَوْا کہ زیادتی نہ کرو فِی الْمِیْزَانِ ترازو میں وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ اور قائم کرو ترازو کو بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ اور نہ کمی کرو تولنے میں وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا اور زمین کو رکھا اس نے لِلْاَنَامِ مخلوق کے لیے فِیْهَا فَاكِهَةٌ اس میں پھل ہیں وَّالنَّخْلُ اور کھجوریں ہیں ذَاتُ الْاَكْمَامِ غلاف چڑھی ہوئی وَالْحَبُّ اور دانے ذُو الْعَصْفِ بھوسے والے وَالرَّیْحَانُ اور خوشبو دار پودے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے خَلَقَ الْاِنْسَانَ پیدا کیا اس نے انسان کو مِنْ صَلْصَالٍ بجنے والی مٹی سے كَالْفَخَّارِ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے وَخَلَقَ الْجَآنَّ اور اس نے پیدا کیا جنوں کو مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ آگ کے شعلے سے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وہ دونوں مشرقوں کا رب ہے وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ اور دونوں مغربوں کا رب ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ چلائے اس نے دو دریا

يَلْتَقِيٰنِ جو آپس میں مل کر چلتے ہیں بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ ان دونوں کے درمیان پردہ ہے لَّا يَبْغِيٰنِ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يَخْرُجُ مِنْهُمَا نکلتے ہیں دونوں دریاؤں سے اللُّؤْلُؤُ موتی وَالْمَرْجَانُ اور مونگے فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وَلَهُ اور اسی کے لیے ہیں الْجَوَارِ کشتیاں الْمُنْشَئٰتُ جو چلتی ہیں فِى الْبَحْرِ سمندر میں كَالْاَعْلَامِ پہاڑوں کی طرح فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

آنحضرت ﷺ کے بڑے معجزوں میں سے ایک چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے جس کا ذکر پہلے سورۃ میں گزر چکا ہے۔ دوسرا بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو قیامت تک محفوظ رہے گا۔ پڑھنے والے پڑھتے رہیں گے اور عمل کرتے رہیں گے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کافروں کو چیلنج کیا کہ تم سارے مل کر ایسی کتاب نہیں لا سکتے۔ دس سورتیں ہی اس جیسی لے آؤ۔ آخر میں فرمایا ایک چھوٹی سی سورۃ ہی لے آؤ اور ساتھ ہی فرما دیا کہ تم نہیں لا سکتے۔ تو قرآن بہت بڑا معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ رحمان نے تعلیم دی قرآن کی۔ پہلے آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی اللہ تعالیٰ نے پھر آپ ﷺ نے تعلیم دی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم دی تابعین کو، انھوں نے تبع تابعین کو رحمۃ اللہ علیہم۔ اور آج

تک اس کی تعلیم دی جارہی ہے اور قیامت تک دی جاتی رہے گی۔

قرآن کریم بہت بڑی نعمت اور دولت ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث تم کئی دفعہ سن چکے ہو خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ ''تم میں سے سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔ قاریوں کو خوش ہونا چاہیے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں پڑھانے کا موقع دیا ہے اور پڑھنے والوں کو خوش ہونا چاہیے کہ تیرا شکر ہے پروردگار! تو نے ہمیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اصل اس کی قدر تو آنکھیں بند ہونے کے بعد ہوگی ابھی تو ڈالروں اور نوٹوں کی قدر نظر آتی ہے۔

تو فرمایا رحمان نے تعلیم دی قرآن کی خَلَقَ الْاِنْسَانَ رحمان نے پیدا کیا انسان کو عَلَّمَہُ الْبَیَانَ سکھایا اس کو بولنا۔ اور بھی تو جانور ہیں مگر بول نہیں سکتے۔ طوطے پر بڑی محنت کرو گے تو دو چار لفظ رٹ لے گا۔ باقی جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی لمبی لمبی زبانیں دی ہیں مگر بولنے کی طاقت نہیں دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں بولنا سکھایا ہے۔ بولنے کی قدر گونگے سے پوچھو اشاروں کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جب نہیں سمجھا سکتے یا نہیں سمجھ سکتے تو وہ بڑے پریشان ہوتے ہیں کہ اس نے ہماری بات کیوں نہیں سمجھی، مکے بناتے ہیں۔

تو فرمایا رحمان نے سکھایا ہے اس کو بولنا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ سورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں۔ ان کی جو رفتار رب تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے مجال ہے کہ اس میں کمی بیشی کر سکیں۔ اپنے حساب سے چلتے ہیں وَّالنَّجْمُ۔ نجم کا معنی ستارے بھی کرتے ہیں اور پودے بھی کرتے ہیں جو زمین میں ہوتے ہیں جن کے تنے نہیں ہوتے وَالشَّجَرُ اور درخت یَسْجُدٰنِ سجدہ کرتے ہیں۔ یہ چیزیں جس

طریقے سے سجدہ کرتی ہیں یا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتی ہیں اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا خود یہ چیزیں جانتی ہیں، ان کا عمل ہے۔ مثال کے طور پر صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے ان چیزوں کا سایہ لمبا ہوتا ہے پھر جوں جوں سورج اوپر چڑھتا ہے ان کا سایہ کم ہوتا جاتا ہے یہی ان کا سجدہ ہے۔ اسی طرح ستارے اور پودے بھی سجدہ کرتے ہیں، درخت سجدہ کرتے ہیں لیکن انسان اور جن مکلف ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں کہ ابھی تک سوئے ہوئے ہیں وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا اور آسمان کو اس نے بلند کیا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اور رکھا اس نے ترازو۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم تو ترازو سے مراد یہی ترازو لیتے ہیں جس سے ہم چیزیں تولتے ہیں لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میزان سے مراد عقل ہے کہ عقل کے ذریعے کھوٹی کھری چیزوں میں انسان تمیز کر سکتا ہے۔ یہ مطلب بھی صحیح ہے۔

فرمایا اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ یہ کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں یعنی تولنے میں۔ اور اگر عقل مراد ہو تو مطلب ہو گا عقل کے ساتھ چیزوں کو تولو اس کی خلاف ورزی نہ کرو جو چیز عقل کے مطابق ہے وہ کرو اور جو چیز عقل کے مطابق نہیں ہے وہ نہ کرو وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ اور قائم رکھو ترازو کو، درست رکھو ترازو کو انصاف کے ساتھ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ اور نہ کمی کرو تولنے میں۔ یہ حقوق العباد کا مسئلہ ہے اور حقوق العباد بڑا سخت مسئلہ ہے۔

مسئلہ حقوق العباد اور غنیۃ الطالبین کا ایک واقعہ :

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی بڑا نیک اور پرہیزگار تھا۔ فوت ہونے کے بعد خواب میں کسی دوست کو ملا۔ اُس نے حال پوچھا کہ کیا بنا۔ اِس نے کہا کہ مجھے سزا تو نہیں ہوئی لیکن فرشتے جنت

میں داخل نہیں ہونے دے رہے۔ کہتے ہیں کہ تو نے پڑوسی سے سوئی مانگی تھی لیکن واپس نہیں کرکے آئے۔ جب تک تیرے وارث سوئی واپس نہیں کریں گے تو جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یہاں کارخانے لوگ کھا جاتے ہیں، مکان اور دکانیں کھا جاتے ہیں پروا ہی نہیں ہے۔ حقوق العباد کو کسی نے سمجھا ہی نہیں ہے خاص طور پر ہمارے اس دور میں۔ یہاں ہر کوئی دوسرے کو کھانے پر لگا ہوا ہے، ناپ تول میں کمی عام ہے۔ دکان دار پیسے کلو کے لے گا لیکن چیز چودہ چھٹانک ہوگی دو چھٹانک گاہک کا حق کھا گیا۔ بھئی! جب تو نے سیر (کلو) کے پیسے لیے ہیں تو پورا کلو دے اس کا حق کیوں مارتا ہے؟

تو فرمایا نہ کمی کرو تولنے میں وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۔ اَنَـام کا معنٰی ہے مخلوق۔ اور زمین کو رکھا اس نے مخلوق کے لیے۔ اس میں انسان بھی رہتے ہیں، جنات اور حیوان بھی رہتے ہیں فِيهَا فَاكِهَةٌ اس میں پھل ہیں مختلف وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۔ اَكْمَام كِمٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے چھلکا۔ کیلے کا چھلکا، اخروٹ کا چھلکا، پستہ، مغز، بادام کا چھلکا اور کھجوریں ہیں غلاف چڑھی ہوئی وَالْحَبُّ ۔ یہ حَبَّةٌ کی جمع ہے جس کا معنٰی ہے دانہ ذُو الْعَصْفِ اور دانے ہیں بھوسے والے۔ رب تعالیٰ نے دانے پیدا کیے ہیں گندم، مکئی، باجرہ، چاول وغیرہ۔ ان کے ساتھ توڑی (بھوسا) بھی ہوتی ہے جو رب تعالیٰ نے جانوروں کی خوراک بنائی ہے اور مغز تمہارے لیے وَالرَّيْحَانُ ۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ ریحان کے تین معنٰی کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ رزق کا معنٰی کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے رزق پیدا کیا ہے۔ لغت کے اعتبار سے یہ معنٰی بھی صحیح ہے۔ ریحان کا معنٰی پتے کا بھی کرتے ہیں یہ جو درختوں کے پتے ہوتے ہیں، جانوروں کی خوراک بھی بنتے ہیں اور انسان بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ریحان کا معنٰی

خوش بودار چیزیں بھی کرتے ہیں جیسے نیاز بو وغیرہ بے شمار پھول ہیں جن کی خوش بو سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی رب تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں رب تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں سے مراد انسان اور جن ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یہ جملہ سورہ رحمٰن میں اکتیس مرتبہ آیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جب یہ آیت کریمہ پڑھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی کے ساتھ سنی۔ آنحضرت ﷺ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا میں نے جب جنات کے سامنے یہ سورۃ پڑھی تھی تو جنات نے جواب میں یہ الفاظ کہے تھے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ وَلَکَ الْحَمْدُ ''اے ہمارے رب ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور تعریف آپ ہی کی ہے۔''

آنحضرت ﷺ کا جنات کو تبلیغ کرنا اور مسجد جن :

ایک موقع پر جنات آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ کہنے لگے حضرت! ہم نے کافی تعداد میں جنات کو اکٹھا کیا ہے آپ ﷺ آکر ان کو تبلیغ کریں۔ یہ دعوت دینے والے مومن جنات تھے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ جب جلسہ گاہ کے قریب پہنچے تو بعض جنات نے آپ ﷺ کے کان مبارک میں کہا کہ حضرت! آپ اکیلے تشریف لائیں ان کو ساتھ نہ لے کر آئیں۔ ہماری شکلیں علیحدہ ہیں، لباس علیحدہ ہے، بود و باش علیحدہ ہے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارد گرد ایک دائرہ کھینچا اور فرمایا تم نے اس کے اندر رہنا ہے جب تک میں نہ آؤں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اندر وہ نہیں آسکتے تھے باہر میں نہیں جا سکتا تھا مگر عجیب عجیب

ان کے نمونے تھے، عجیب عجیب ان کی حرکتیں تھیں۔تو آنحضرت ﷺ نے ان کو تبلیغ کی۔ آپ ﷺ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر کافی جنات مسلمان ہو گئے۔اس جگہ یادگار کے طور پر مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مسجد جن ہے، مکہ مکرمہ میں۔اب وہ شہر کے اندر آ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حج کی توفیق عطا فرمائے تو دیکھنا۔احادیث کے مطابق آنحضرت ﷺ چھ مرتبہ جنات کی کانفرنسوں میں تشریف لے گئے ہیں۔تو جب آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی تو جنات نے کہا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ "ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اے ہمارے پروردگار! اور تعریف تیرے لیے ہی ہے۔" ہمیں بھی یہی کہنا چاہیے جب یہ آیت کریمہ سنیں۔

فرمایا خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ پیدا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بجنے والی مٹی سے كَالْفَخَّارِ جیسے ٹھیکری ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کے چہرے سے مٹی جمع کی پھر اپنی قدرت کے ہاتھوں سے اس کو گوندھا پھر وہ خشک ہو کر بجنے لگی اس سے انسان کو پیدا فرمایا وَخَلَقَ الْجَانَّ اور جنات کو پیدا کیا مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ آگ کے شعلے سے۔انسان خاکی ہے جنات ناری ہیں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پس تم دونوں رب تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔مشرقین سے مراد مشرق الصیف اور مشرق الشتاء ہے۔ گرمیوں میں سورج اس طرف چلا جاتا ہے اور سردیوں میں واپس آ جاتا ہے۔اسی طرح غروب بھی تو گرمیوں کی مشرق اور مغرب مراد ہے اور سردیوں کی مشرق اور مغرب مراد ہے۔اور مشارق کا لفظ بھی آتا ہے تو پھر اس سے مراد روزانہ کا طلوع ہونا ہے۔آج یہاں

سے چڑھا کل وہاں سے چڑھا، درمیان میں کروڑوں میل کا فاصلہ ہوتا ہے لیکن ہم سے چونکہ دور ہے ہم فرق نہیں کر سکتے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ چلائے اس نے دو دریا جو آپس میں مل کر چلتے ہیں بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ ان دونوں کے درمیان پردہ ہے، آڑ ہے لَّا یَبْغِیٰنِ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ بہت سارے علاقے ہیں جہاں دو دریا ایک میٹھا اور دوسرا کڑوا اکٹھے چلتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فوائد عثمانیہ میں لکھتے ہیں چاٹگام سے ارکان تک دو ندیاں چلتی ہیں ایک کا پانی میٹھا اور دوسری کا کڑوا۔ لیکن آپس میں رلتے ملتے نہیں ہیں۔ حالانکہ پانی سیال ہے لیکن رب تعالیٰ کی قدرت ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ نکلتے ہیں دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے۔ دونوں قیمتی چیزیں ہیں لوگ ان کے ہار بھی بناتے ہیں اور دوائیاں بھی بناتے ہیں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وَلَهُ الْجَوَارِ۔ جوار جاریة کی جمع ہے۔ جاریة کا معنیٰ ہے کشتی، جوار کشتیاں۔ اور اسی کے لیے ہیں کشتیاں الْمُنْشَئٰتُ جو چلتی ہیں اسی کے حکم سے فِی الْبَحْرِ سمندر میں کَالْاَعْلَامِ۔ اعلام عَلَمٌ کی جمع ہے پہاڑ، گھاٹی۔ اگر تم نے کبھی سمندر کا سفر کیا ہے تو دور سے کشتیاں گھاٹیاں نظر آتی ہیں جوں جوں قریب آتی ہیں تو تعین ہوتی ہے کہ کشتی ہے، جہاز ہے۔ معنیٰ ہوگا پہاڑوں کی طرح فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

کُلُّ مَنْ

عَلَیْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ یَوْمٍ
هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ
الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا
لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ یُرْسَلُ
عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ﴙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ
وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ
بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ
بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا جو کوئی بھی ہے زمین پر فَانٍ فنا ہونے والا ہے وَ
یَبْقٰی اور باقی رہے گی وَجْهُ رَبِّكَ تیرے رب کی ذات ذُو الْجَلٰلِ
جو عظمت والی ہے وَالْاِكْرَامِ اور عزت والی ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے یَسْئَلُهٗ

سوال کرتا ہے اس سے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ
اور زمین میں ہے كُلَّ يَوْمٍ ہر دن هُوَ فِي شَاْنٍ وہ ایک شان میں ہے
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ
گے سَنَفْرُغُ لَكُمْ عن قریب ہم فارغ ہوں گے تمہارے لیے اَيُّهَ
الثَّقَلٰنِ اے دو بھاری قافلو فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں
اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ اے جنوں کے گروہ
وَالْاِنْسِ اور انسانوں کے گروہ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اگر تم طاقت رکھتے ہو اَنْ
تَنْفُذُوْا نکل جاؤ مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے کناروں سے
وَالْاَرْضِ اور زمین کے کناروں سے فَانْفُذُوْا پس نکل جاؤ لَا تَنْفُذُوْنَ
اِلَّا بِسُلْطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يُرْسَلُ چھوڑے
جائیں گے عَلَيْكُمَا تمہارے اوپر شُوَاظٌ شعلے مِّنْ نَّارٍ آگ کے
وَّنُحَاسٌ اور دھواں فَلَا تَنْتَصِرٰنِ پس تم بدلہ نہیں لے سکو گے فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فَاِذَا
انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ پس جب پھٹ جائے گا آسمان فَكَانَتْ وَرْدَةً پس ہو
جائے گا گلابی كَالدِّهَانِ جیسے تلچھٹ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم
دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن لَّا

يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ نہیں سوال کیا جائے گا اس کے گناہ کے بارے میں اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ پہچانے جائیں گے مجرم بِسِيْمٰهُمْ اپنی نشانیوں سے فَيُؤْخَذُ پس پکڑا جائے گا ان کو بِالنَّوَاصِيْ پیشانیوں سے وَالْاَقْدَامِ اور قدموں سے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ یہ ہے وہ جہنم يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ جس کو جھٹلاتے تھے مجرم يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا چکر لگائیں گے جہنم کے درمیان وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ذوالعقول مخلوقات :

عقل والی مخلوقات تین ہیں۔ پہلے نمبر پر فرشتے ہیں۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل مند بنایا ہے لیکن فرشتے مکلّف نہیں ہیں ان میں نافرمانی کا مادہ نہیں ہے وہ فطری طور پر فرماں بردار ہیں۔ جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اور ان میں نیکی بدی کا مادہ ہے اور نیکی بدی کا انہیں اختیار دیا ہے مگر نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل مند بنایا ہے نیکی بدی کا اس میں مادہ رکھا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ نیکی کرے اور بدی سے باز رہے۔ ان دونوں کو اس سورت میں بار بار خطاب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے۔ زمین پر انسان ہیں، جنات ہیں، حیوانات ہیں، نباتات ہیں، جمادات ہیں، سب ختم ہو جائیں گے۔ ان میں سے کوئی شے باقی نہیں رہے گی وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ۔ وَجْهُ کا معنیٰ ذات بھی ہے اور چہرہ بھی ہے۔ اور باقی رہے گی تیسرے رب کی ذات ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ جو عظمت اور بزرگی والی ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ يَسْئَلُهٗ سوال کرتا ہے رب سے مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ آسمانوں میں فرشتے یا اور جو بھی مخلوق ہے سب کے سب رب سے سوال کرتے ہیں۔ زمین میں انسان ہیں، جنات ہیں اور جتنی مخلوقات ہے سب رب تعالیٰ سے سوال کرتی ہے۔ خوش ہو کر کرے یا ناخوش ہو کر۔

مستدرک حاکم اور مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان کیا کہ فلاں میدان میں کالی مٹی پر ہم نے نماز استسقاء پڑھنی ہے۔ دیکھا تو ایک چیونٹی نے آسمان کی طرف ٹانگیں کی ہوئی ہیں اور دعا کر رہی ہے اے پروردگار! ہم بھی تیری مخلوق ہیں بارش نہ ہونے کی وجہ سے تنگی میں ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساتھیوں سے فرمایا جلدی جلدی گھروں کو پہنچو اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کی دعا قبول کر لی ہے ابھی بارش ہو گی۔

تو سب اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

؎ اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں ذلت نہیں سوال کے بعد

اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ ”جو اللہ تعالیٰ سے نہیں

مانگنا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ گھر کے افراد اپنے سر پرست سے نہ مانگیں اور محلے والوں سے مانگیں تو اس کو غصہ آئے گا کہ میں بڑا ہوں مجھ سے کیوں نہیں مانگتے محلے والوں سے کیوں مانگتے ہیں؟ بیوی خاوند کے بجائے کسی اور کو کہے کہ مجھے جوتا لے دے، مجھے پراندہ لے دے۔ تو اسے غصہ آئے گا کہ میری بیوی ہو کر دوسروں سے مانگتی ہے۔ اور وہ تو رب ہے اسے بھی غضب آتا ہے کہ میری مخلوق ہو کر مجھ سے کیوں نہیں مانگتی؟ تو فرمایا سوال کرتے ہیں اسی رب سے جو ہیں آسمانوں میں اور جو ہیں زمین میں كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ہر دن وہ ایک شان میں ہے۔ کسی کو بادشاہ بناتا ہے کسی کو گدا بناتا ہے، کسی کو پیدا کرتا ہے کسی کو مارتا ہے، کسی کو صحت دیتا ہے کسی کو بیمار کرتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلیل کرتا ہے۔ ہر روز وہ ایک شان میں ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ عنقریب ہم فارغ ہوں گے تمہارے لیے اے دو بھاری قافلو! اے دو بھاری چیزو! امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثقل کا معنیٰ ہوتا ہے بوجھ کہ انسان کا بوجھ بیل، بھینسے، ہاتھی سے زیادہ نہیں ہوتا اس کو بھاری کیوں کہا؟ جنات تو انسان سے بھی ہلکے ہوتے ہیں۔ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان پر جو احکام کا بوجھ ہے اس کی وجہ سے ثقلٰن فرمایا ہے۔

سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷۲ پارہ ۲۲ میں ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ "بے شک ہم نے پیش کی امانت عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین پر وَالْجِبَالِ اور پہاڑوں پر فَاَبَيْنَ پس انھوں نے انکار کیا اَنْ يَّحْمِلْنَهَا کہ اٹھائیں اس کو وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا اور ڈر گئے اس سے وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اور اٹھا لیا اس کو

انسان نے۔ ’’وہ امانت کا بوجھ اور ذمہ داری ان پر ہے اس لیے ان کو ثَقَلٰن فرمایا۔
فارغ ہونے کے متعلق امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کا مقولہ ہے کہ اس کو کوئی کام
نہیں ہوتا تھا اور وہ کہتا تھا سَنفرغُ لَکَ اے اٰخذُکَ ’’میں تجھے غفلت میں پکڑوں گا
حالانکہ وہ اس وقت بھی مصروف نہیں ہے۔‘‘ تو مطلب بنے گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
میں تمھیں اچانک پکڑوں گا۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ سَنَفْرُغُ کا معنٰی ہے سَنَقْصِدُ عن قریب
ہم ارادہ کریں گے تمہارے بارے میں اور رتی رتی کا حساب لیں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ اے جنوں اور انسانوں کی جماعت اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اگر تم طاقت رکھتے ہو
اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ نکل جاؤ تم آسمانوں کے کناروں سے اور
زمین کے کناروں سے فَانْفُذُوْا پس تم نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ تم میری
نافرمانی کر کے میری گرفت سے بچ نہیں سکتے کہ میری بادشاہت تو آسمانوں اور زمینوں
میں ہے، میری سلطنت سے بھاگ کر دکھاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا لَا تَنْفُذُوْنَ
اِلَّا بِسُلْطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ۔ سلطان کا معنٰی غلبہ، سند، دلیل۔ یہ غلبہ
تمہارے پاس موجود نہیں ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

دنیا میں تو لوگ ایک ملک چھوڑ کر دوسرے ملک چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے
گرفت سے بچ جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی سلطنت تو ہر جگہ ہے اس کے سوا کسی کی حکومت
ہے ہی نہیں، جاؤ گے کہاں؟ کس کے آسمان کے نیچے جاؤ گے؟ کس کی زمین پر جاؤ گے؟
نہیں جا سکتے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو

جھٹلاؤ گے يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ چھوڑے جائیں گے تم پر آگ کے شعلے وَّنُحَاسٌ اور دھواں فَلَا تَنْتَصِرٰنِ پس تم بدلہ نہیں لے سکو گے فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دیانند سرسوتی کا اعتراض :

ایک بہت بڑا ہندو پنڈت آریہ سماج کا لیڈر تھا دیانند سرسوتی، بڑا منہ پھٹ آدمی تھا۔ اس کی کتاب ہے "ستیارتھ پرکاش" نایاب ہے مگر میرے پاس موجود ہے۔ اس کا چودھواں باب قرآن پاک پر اعتراضات کے بارے میں ہے۔ اس آیت کریمہ پر بھی اس نے اعتراض کیا ہے۔ نقل کفر کفر نہ باشد، العیاذ باللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ قرآن کا مصنف جاہل ہے، عقل سے محروم ہے اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ نعمت کیا ہے غیر نعمت کیا ہے؟ کہتا ہے تم پر آگ کے شعلے پھینکیں جائیں گے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم انتقام نہیں لے سکو گے۔ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ آگ کے شعلے کون سی نعمت ہے اور دھواں کون سی نعمت ہے؟

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کو انھوں نے تمام اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ قرآن پاک کے جو اردو ترجمے ہیں ان میں بہترین ترجمہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ہے جو انھوں نے پورے چالیس سال میں لکھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہامی ترجمہ ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر قرآن پاک ہندوستان میں نازل ہوتا تو شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں نازل ہوتا۔ ترجمے کے بعد اس پر مختصر سا حاشیہ بھی لکھا ہے۔ بڑا کھرا اور صاف۔ جب فارغ ہوئے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا

شکر ادا کیا اور یہ شعر پڑھا:

روز قیامت ہر کسے در زیر بغل نامہ عمل
من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل

"قیامت والے دن ہر ایک کی بغل میں نامہ اعمال ہوگا میں بھی حاضر ہوں گا اور میری بغل میں قرآن کریم کی تفسیر ہوگی۔"

وہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بڑے اختصار کے ساتھ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی خبر دینا کہ آفت ہے اس سے بچ جاؤ یہ بھی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو آگ کے شعلے پڑیں گے دھواں چھوڑا جائے گا۔ تو یہ خبر دینا بھی نعمت ہے۔

فرمایا فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ پس جب پھٹ جائے گا آسمان فَكَانَتْ وَرْدَةً پس ہو جائے گا گلابی رنگ۔ اب نیلے رنگ کا ہے اس وقت گلابی رنگ میں ہوگا كَالدِّهَانِ جیسے تلچھٹ۔ تیل کے نیچے جو میل کچیل ہوتا ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں۔ اور دھان کا معنیٰ سرخ چمڑے کا بھی کرتے ہیں۔ پھر معنیٰ ہوگا کہ یہ آسمان سرخ رنگ کے چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ یہ ساری چیزیں ہم تمھیں وقت سے پہلے بتلا رہے ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

دفع تعارض بین الآیتین :

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ پس اس دن نہیں پوچھا جائے گا اس کے گناہ کے بارے میں اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن کے بارے میں۔ بہ ظاہر اس آیت کریمہ کا سورہ حجر کی آیت نمبر ۹۲ سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں ہے

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ''پس تیرے رب کی قسم ہے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے۔'' تو ایک میں نفی ہے اور ایک میں اثبات ہے۔

تو مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جہاں نفی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ معلومات حاصل کرنے کے لیے سوال نہیں ہوگا کہ اس نے نیکی کی ہے یا نہیں، بدی کی ہے یا نہیں۔ وہ علیم بذات الصدور ہے اسے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور جہاں اثبات ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ سوال ہوگا کہ میں نے تمھیں فلاں کام سے منع کیا تھا تم نے کیوں کیا؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو منع فرمایا تھا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ''اس درخت کے قریب نہ جانا۔'' جب ان سے لغزش ہوگئی تو فرمایا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ [الاعراف:۲۲] ''کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا اس درخت سے۔'' تو اس طرح کا سوال ہوگا۔ لہٰذا آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ پہچانے جائیں گے مجرم بِسِيْمٰهُمْ اپنی نشانیوں سے۔ وہ نشانیاں کیا ہوں گی؟ چوتھے پارے میں ہے يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ [آل عمران:۱۰۶] ''جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔'' اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور ھوا کے سیاہ ہوں گے۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوع روایت نقل فرماتے ہیں۔

تو فرمایا نشانیوں سے پہچانے جائیں گے فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ پس پکڑا جائے گا اس کو پیشانیوں سے اور قدموں سے۔ جیسے دنبے کو قصائی گراتا ہے ایسے ہی پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں گرایا جائے گا فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ رب تعالیٰ تمھیں ہر وقت آگاہ کر رہا ہے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ یہ ہے وہ جہنم يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ جس کو مجرم جھٹلاتے تھے جس میں تم پہنچ چکے ہو يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ چکر لگائیں گے، پھریں گے دوزخ کے درمیان اور گرم پانی کے درمیان۔ اٰن کا معنیٰ ہے کھولتا ہوا، ابلتا ہوا پانی۔ کبھی گرم پانی میں ہوں گے اور کبھی آگ میں ہوں گے اور کبھی زمہریر جو ٹھنڈا طبقہ ہے اس میں پھینک دیئے جائیں گے۔ روئیں گے، چیخیں گے مگر عذاب سے چھٹکارا نہیں ہوگا۔ اے مجرمو! ہم تمھیں ابھی بتلا رہے ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وَلِمَنْ خَافَ

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝٤٦ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٤٧ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝٤٨
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٤٩ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۝٥٠ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٥١ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝٥٢ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٥٣ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ
وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ۝٥٤ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٥٥ فِیْهِنَّ
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝٥٦ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٥٧ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝٥٨ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٥٩ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝٦٠ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٦١

وَلِمَنْ اوراس شخص کے لیے خَافَ جوڈرا مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے جَنَّتٰنِ دوباغ ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ دوباغ گھنی شاخوں والے ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِیْهِمَا عَیْنٰنِ ان دونوں باغوں میں دوچشمے ہوں گے تَجْرِیٰنِ جاری ہوں گے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

فِيۡهِمَا ان دونوں باغوں میں مِنۡ كُلِّ فَاكِهَةٍ ہر قسم کے پھل ہوں گے زَوۡجٰنِ جوڑے جوڑے فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّكِـِٕيۡنَ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے عَلٰى فُرُشٍ بستروں پر بَطَآٮِٕنُهَا جن کے استر مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ موٹے ریشم کے ہوں گے وَجَنَا الۡجَـنَّتَيۡنِ دَانٍ اور پھل دونوں باغوں کا قریب ہوگا فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيۡهِنَّ ان باغوں میں قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ نہیں ہاتھ لگایا ان کو اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ کسی انسان نے ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے كَاَنَّهُنَّ الۡيَاقُوۡتُ گویا کہ وہ موتی ہیں وَالۡمَرۡجَانُ اور مرجان ہیں فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ نہیں ہے بدلہ نیکی کا اِلَّا الۡاِحۡسَانُ مگر نیکی فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ربط آیات :

اس سے پہلے رکوع میں مجرموں کے بارے میں ذکر تھا کہ انہیں پیشانیوں اور قدموں سے پکڑ کر دوزخ میں پھینکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جس کو تم

جھٹلاتے تھے۔ اب اس کے مدمقابل نیکوں کا ذکر ہے کہ ان کی کیسی عزت ہوگی؟ فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ اور اس شخص کے لیے جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے دو باغ ہوں گے۔ جو شخص یقین رکھتا ہے کہ قیامت آئے گی، اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہوگی اور میں رب کے سامنے کھڑا ہوں گا اور رب تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا۔ ظاہر بات ہے ایسا آدمی جو نیکی کرے گا اور برائی سے بچے گا، زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارے گا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے دو باغ ہوں گے۔ ان باغوں کی وسعت اور فراخی آج ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا خوف جس آدمی کے دل میں ہوتا ہے وہ قدم بڑے احتیاط کے ساتھ رکھتا ہے۔

قصہ اصحاب الغار :

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ تین آدمی سفر میں شریک تھے کہ زور کی بارش ہونے لگی تو ان تینوں نے بارش سے بچنے کے لیے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ بارش کی وجہ سے اوپر سے ایک چٹان گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ چٹان اتنی وزنی تھی کہ یہ اس کو ہلا نہیں سکتے تھے۔ تینوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ عالم الاسباب میں ہماری کوئی مدد نہیں کرسکتا اس وقت رب تعالیٰ ہی نے مدد کرنی ہے۔ لہٰذا تم اپنے نیک اور خالص عملوں کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو شاید رب تعالیٰ قبول کرلے اور اس چٹان کو ہٹا دے۔ کیونکہ اچھے کاموں کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔

تو ان میں سے ایک نے کہا: اے پروردگار! میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور میرے بچے چھوٹے تھے، میں بکریاں چراتا تھا۔ جب ریوڑ واپس لے کر

آتا تو دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر اپنے بچے کو پلاتا۔ ایک دن مجھے درختوں کے پتے لینے کے لیے دور جانا پڑا اور میں اتنی دیر سے واپس آیا کہ ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے حسب دستور دودھ دوہا، والدین کے حصہ کا دودھ لے کر میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ تو وہ دونوں چوں کہ سو چکے تھے میں نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ بغیر ان کے پلائے بچوں سے ابتدا کروں۔ میرے بچے میرے پاس آ کر (بلبلاتے رہے) دودھ مانگتے رہے مگر میں نے کہا کہ پہلے ماں باپ کو پلاؤں گا پھر تمھیں پلاؤں گا۔ میں ساری رات دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا رہا یہاں تک کہ جب وہ سحری کے وقت اٹھے تو میں نے ان کو دودھ پلایا پھر اپنے بچوں کو پلایا۔

اے پروردگار! میں نے یہ عمل، یہ کام صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے۔ اگر میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو اے پروردگار! اس چٹان کو ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وہ چٹان تھوڑی سی ہٹا دی۔

اور دوسرے نے کہا: اے پروردگار! میری چچا زاد بہن بڑی خوب صورت تھی۔ میں اس سے بہت محبت کرتا تھا میں نے اس کو نفس کی خواہش کے لیے بلایا۔ اس نے کہا کہ سو دینار لاؤ پھر بات بنے گی۔ میں نے ایک سال میں ۱۰۰ دینار کمائے۔ ایک روایت میں ایک سو بیس دینار کا بھی ذکر آتا ہے۔ میں نے دینار لا کر اس کو دے دیے اس شرط پر کہ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے اور میری مراد پوری کر دے۔ ہم آمنے سامنے ہو گئے۔ عین برائی کا موقع تھا کہ اس نے کہا اتق اللہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ناحق اس مہر کو مت توڑ یہ تیرے لیے حلال نہیں۔ میں اس سے ہٹ گیا اور دینار بھی واپس نہ لیے اور گناہ

سے باز آ گیا۔ اچھا ہوا کہ تو نے بروقت سمجھا دیا۔ میری توبہ آج کا کوئی درندہ ہوتا تو کبھی معاف نہ کرتا اور کہتا کہ میں نے پورا سال مزدوری کر کے یہ پیسے کمائے ہیں اب عین موقع پر مجھے ٹرخاتی ہے۔ مگر اچھا زمانہ تھا وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا۔ اے پروردگار! تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے میں نے گناہ چھوڑ دیا تھا اگر آپ کے نزدیک میرا یہ عمل قبول ہے تو اس چٹان کو ہٹا دے۔ چنانچہ وہ چٹان تھوڑی سی اور ہٹ گئی لیکن نکلنے کے قابل ابھی راستہ نہ ہو سکا۔

تیسرے نے کہا اے پروردگار! میں نے مزدوری پر مزدور لگائے تھے باقی مزدوروں کو میں نے مزدوری دے دی لیکن ایک مزدور بگڑ گیا کہ مزدوری تھوڑی ہے۔ میں نے کہا جو میں نے تیرے ساتھ طے کیا تھا وہ تجھے دے رہا ہوں۔ کہنے لگا میں نے نہیں لینا اور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کو جو چاول باجرا دینا تھا اپنے خادموں کو کہا کہ اس کو زمین میں کاشت کرو (اس کی مزدوری کو زراعت پر لگا دیا)۔ دو تین سال کی پیداوار سے کافی آمدنی ہوئی۔ میں نے اس سے جانور خریدے۔ کئی سالوں کے بعد وہ آیا اور اپنی مزدوری مانگی کہ میرا حق مجھے دے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ جتنے بیل، بکریاں اور اونٹ وغیرہ ہیں، یہ سب تیرے ہیں لے جا۔ اس نے کہا میرے ساتھ مذاق نہ کرو میری مزدوری تو دو چار سیر چاول، باجرا تھے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ گواہ ہے میں نے تیری مزدوری کو فالتو زمین میں کاشت کیا اس سے جو آمدنی ہوئی اس سے یہ بیل، اونٹ، بکریاں خریدیں۔ یہ سب کچھ تیرا ہے۔ وہ سب کچھ لے گیا۔

اے پروردگار! اگر میں نے یہ آپ کی رضا کے لیے کیا تھا اور میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو اس چٹان کو اور ہٹا دے تا کہ ہم نکل سکیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ

رب تعالیٰ نے چٹان ہٹادی اور وہ سب باہر آ گئے۔آج کا زمانہ ہوتا تو کہتا نہیں لیتا تو نہ لے۔ہم خود استعمال کرلیں گے۔مگر خدا خوفی کا زمانہ تھا اس نے اس کے ساتھ نیکی کی۔ جوں جوں قیامت قریب آئے گی خدا خوفی ختم ہوتی جائے گی اور ایسے حالات پیدا ہوں گے کہ قبر کے پاس سے گزرنے والا آدمی کہے گا کاش کہ میں مر چکا ہوتا اور یہ قبر میری ہوتی۔ان تکلیفوں سے میری جان چھوٹ جاتی۔

تو فرمایا اور اس شخص کے لیے جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے دو باغ ہوں گے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ان باغوں میں جو مکان اور کوٹھیاں ہوں گی ان کی دیواریں، دروازے، کرسیاں، برتن سب کچھ سونے کا ہوگا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ دو باغ گھنی شاخوں والے ہوں گے۔ افنان، فَنَنٌ کی جمع ہے معنٰی ہے شاخ، ٹہنی، اور ذواتا تثنیہ ہے ذات کی۔بڑی ٹہنیوں اور شاخوں والے باغ ہوں گے۔کیونکہ جن درختوں کی ٹہنیاں نہ ہوں ان کی بھی رونق نہیں ہوتی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔باغوں کی رونق پانی سے ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ان دو باغوں میں ہر قسم کے پھل ہوں گے جوڑے جوڑے۔ذائقہ مختلف، رنگ مختلف۔ سفید بھی، سرخ بھی، تازہ بھی، خشک بھی۔آم، کنو وغیرہ تر اور پستہ، مغز، بادام، چلغوزے وغیرہ خشک ہوتے ہیں۔پھر ہر قسم کی دو دو قسمیں ہوں گی۔پھر ان باغوں کی یہ خصوصیت ہوگی کہ نہ ختم ہوں گے نہ ممنوع ہوں گے جس طرح چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ۔

تو فرمایا ہر قسم کے پھل جوڑے جوڑے ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے اپنے بستروں پر بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ۔ بطائن بِطَانَةٌ کی جمع ہے کوٹ کے استر کو کہتے ہیں، اندرونی حصہ۔ اور اِسْتَبْرَق اِسْتَبْرَقَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے موٹا ریشم۔ استران کے موٹے ریشم کے ہوں گے وَجَنَا ۔ جنا کا معنیٰ پھل جو چنا جاتا ہے الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ۔ دان کا معنیٰ قریب دنو سے۔ دنیا کو بھی دنیا اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ قریب ہی ختم ہونے والی ہے۔ اور پھل ان دونوں باغوں کے قریب ہوں گے۔ پھل توڑنے کے لیے اٹھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب دل میں کسی پھل کے کھانے کی خواہش ہوگی وہ رب تعالیٰ کے حکم سے خود بہ خود اس کے قریب آجائے گا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ جنت کیا ہوگی ایک چھوٹی خدائی ہوگی۔ جیسے رب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے ایسے ہی بندہ جو ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرما دیں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ان باغوں میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ نہیں چھوا ان کو کسی انسان نے نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی انسان نے قَبْلَهُمْ ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے ان کو ہاتھ لگایا ان سے پہلے۔ یہ جنت کی حوریں کستوری، عنبر، کافور اور زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ ہر ہر جنتی کو اللہ تعالیٰ دو دو حوریں عطا فرمائے گا اور دنیا کی بیویاں الگ ہوں گی۔ اور یہ دنیا کی بیویاں حوروں کی سردار ہوں گی۔

مودودی صاحب کی تفسیری غلطیاں :

حوریں خاکی مخلوق نہیں ہیں۔ مودودی صاحب تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ ''حوریں کافروں کی، یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کی وہ لڑکیاں ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے مر گئیں۔'' ان کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ اور مودودی صاحب نے اور بھی بڑی غلطیاں کی ہیں۔ حالانکہ احادیث میں آتا ہے کہ حوریں کستوری سے پیدا ہوئی ہیں، کچھ زعفران سے کچھ کافور اور کچھ عنبر سے۔ تو مودودی صاحب کا نظریہ احادیث کے بالکل خلاف ہے۔ جب علماء حق نے تعاقب کیا تو کہنے لگا کہ یہ علماء میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ علمائے حق ویسے ہی نہیں اس کے پیچھے پڑے ہوئے، غلطیاں کی ہیں تو پیچھے پڑے ہیں۔ تو حوریں خاکی مخلوق نہیں ہیں۔

کافروں کی نابالغ اولاد جو فوت ہوئی ہے وہ کدھر جائے گی؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے وہ فرماتے ہیں رب تعالیٰ جہاں چاہے گا بھیج دے گا جنت میں یا دوزخ میں ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ اور وہ بخاری شریف کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کافروں کے نابالغ بچوں کے بارے میں جو فوت ہوگئے ہیں کہاں جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ ''یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انھوں نے بڑے ہو کر کیا کرنا تھا۔'' ایک گروہ کہتا ہے کہ جنت میں جائیں گے اور جنتیوں کے خادم ہوں گے اطفال المشرکین خدمُ اهل الجنة ۔ اور علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ دوزخ میں جائیں گے۔ اس میں علماء کا کافی اختلاف ہے۔ لیکن حوریں کافروں کی لڑکیاں یقیناً نہیں ہیں۔ مودودی صاحب سے جب پوچھا گیا کہ تم کہتے ہو کہ حوریں کافروں کی لڑکیاں ہیں اس پر تم کوئی روایت

پیش کر سکتے ہو جب کہ سلف صالحین کہتے ہیں کہ وہ وہاں کی مخلوق ہے؟ مودودی صاحب نے جواب دیا کہ سلف صالحین کا بھی قیاس ہے اور میرا بھی قیاس ہے۔ (حضرت نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ) مودودی صاحب کا یہ جواب بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سلف صالحین کا قیاس نہیں ہے بلکہ انھوں نے احادیث پیش کی ہیں۔

میرا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے مودودی صاحب کے چند غلط فتوے۔ اس میں مَیں نے پوری تفصیل بیان کی ہے، وہ لے کر پڑھو۔ لیکن افسوس ہے کہ گھر والوں کو پڑھنے کا شوق نہیں ہے۔

الغرض حوریں وہاں کی مخلوق ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ نیچی نگاہ والیاں ہوں گی کا ایک مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ شرم وحیا والیاں ہوں گی۔ اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں پر بند ہوں گی، ان پر نگاہیں ٹکی ہوں گی۔ اِدھر اُدھر نگاہ نہیں اٹھائیں گی كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ گویا کہ وہ موتی اور مونگے ہیں۔ ان کی رنگتیں موتیوں اور مونگوں کی طرح صاف ہوں گی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ نہیں ہے نیکی کا بدلہ مگر نیکی۔ انھوں نے دنیا میں نیکیاں کیں، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، قرآن شریف پڑھا، امر بالمعروف نہی عن المنکر کیا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، صدقہ خیرات کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا اچھا بدلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ یہ خوشیاں سب کو نصیب فرمائے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اے انسانوں اور جنوں کے گروہ!

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۱۴

وَمِنْ دُوْنِهِمَا اور ان دو باغوں کے علاوہ جَنَّتٰنِ دو باغ اور ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُدْهَآمَّتٰنِ وہ دو باغ گہرے سبز ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيْهِمَا ان دو باغوں میں عَيْنٰنِ دو چشمے ہوں گے نَضَّاخَتٰنِ ابلتے ہوئے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ . پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ ان دونوں باغوں میں پھل ہوں گے وَّنَخْلٌ کھجوریں ہوں گی وَّرُمَّانٌ اور انار ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے فِیۡهِنَّ خَیۡرٰتٌ حِسَانٌ ان باغوں میں اچھی خصلت والی خوب صورت عورتیں ہوں گی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے حُوۡرٌ مَّقۡصُوۡرٰتٌ حوریں جو بند ہوں گی فِی الۡخِیَامِ خیموں میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ نہیں ہاتھ لگایا ان کو اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ کسی انسان نے ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّکِئِیۡنَ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے عَلٰی رَفۡرَفٍ گاؤ تکیے پر خُضۡرٍ جو سبز رنگ کے ہوں گے وَّ عَبۡقَرِیٍّ اور قالین ہوں گے حِسَانٍ بہت عمدہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ بڑی برکت والا ہے نام آپ کے رب کا ذِی الۡجَلٰلِ جو بزرگی والا ہے وَ الۡاِکۡرَامِ اور عزت دینے والا ہے۔

پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ عقل مند مخلوقات تین ہیں۔ ایک فرشتے، دوسرے جنات اور تیسرے انسان۔ فرشتے تو معصوم ہیں ان میں نیکی اور بدی کا مادہ نہیں ہے نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ان میں جنسی خواہشات ہیں۔ جنات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا اور زمین کی بادشاہی ان کے حوالے کی۔ انھوں نے وہ کچھ کیا جو کچھ آج انسان کر رہے ہیں۔ اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ سب

کچھ تمہارے سامنے ہے اخبارات میں تم پڑھتے رہتے ہو۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ جنات کی حکومت کا کیا انجام ہوا ہوگا اور انھوں نے کتنا فتنہ وفساد برپا کیا ہوگا۔ کیونکہ ان میں شر کا مادہ انسان سے کہیں زیادہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی آدم علیہ السلام کو دی۔ انھوں نے ایک ہزار سال حکمرانی کی اور ان کی نسل درنسل میں حکمرانی چلتی آئی۔ آدم علیہ السلام کی موجودگی میں ان کے بیٹے قابیل نے ہابیل رحمہ اللہ تعالیٰ کو شہید کردیا۔ تو فتنہ وفساد تو تھا مگر جنات سے کم تھا۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اکتیس (۳۱) مرتبہ خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ رب تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی، آسمان بنایا، پھل میوے، اناج، تمہارے لیے پیدا فرمائے۔ ساتھ ہی جہنم کا نقشہ بھی سامنے رکھا کہ اگر ناشکری کرو گے تو دوزخ میں جلو گے، تھوہر کا درخت کھاؤ گے، زخموں کی پیپ پیو گے، آگ کے شعلے اور دھواں تمھیں اپنی لپیٹ میں لے گا اور جو آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔ان باغوں کی وسعت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان باغوں میں جو محل ہوں گے ان کی دیواریں، چھتیں سونے کی ہوں گی۔ وہاں کرسیاں اور برتن بھی سونے کے ہوں گے۔ اگلی سورت میں آئے گا کہ تین گروہ ہوں گے۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال اور السابقون الاولون اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ مقربین کی اکثریت بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک ہزار ہوگا۔ یہ بڑی تعداد بنتی ہے، جمع کرلو۔ ان شاء اللہ خیر

سلاً ہے۔ اصحاب الیمین جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا ان کا ذکر ہے کہ ان کے لیے کیا ہوگا۔

فرمایا وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ اور ان دو باغوں کے علاوہ اور دو باغ ہیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُدْهَآمَّتٰنِ وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ مُدْهَآمَّتٰنِ کا ترجمہ کرتے ہیں گہرے سبز جیسے سیاہ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ان دو باغوں میں دو چشمے ہوں گے ابلتے ہوئے۔ جوش مار رہے ہوں گے، چشموں سے پانی جوش سے نکل رہا ہوگا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ سورت تلاوت کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی کے ساتھ سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنات نے مجھے اپنی کانفرنس میں بلایا تھا ان کے سامنے میں نے یہ سورۃ پڑھی۔ جب میں نے یہ آیت پڑھی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ تو جنات نے کہا لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعْمَتِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ وَلَكَ الْحَمْدُ "اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور حمد تیرے ہی لیے ہے۔" فرمایا فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ ان دونوں باغوں میں پھل ہوں گے وَّنَخْلٌ کھجوریں ہوں گی وَّرُمَّانٌ اور انار ہوں گے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ کھجوروں کی بے شمار قسمیں ہیں۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ خیبر میں تقریباً دس ہزار قسم کی کھجوریں ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک صحابی نے خیبر کی لمبی لمبی کھجوریں پیش کیں تو آپ نے تعجب سے فرمایا اَکُلُّ تَمرِ خَیبَرَ ھٰکَذَا ''کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہوتی ہیں۔'' کہنے لگا نہیں حضرت! یہ اعلیٰ قسم کی کھجور ہے اس میں گٹھلی برائے نام ہوتی ہے ہم جس کو تحفہ بھیجتے ہیں تو یہ کھجور بھیجتے ہیں۔ باوجود اس کے آنحضرت ﷺ عرب میں پیدا ہوئے مگر اس سے پہلے یہ کھجور نہیں دیکھی تھی۔ اور اناروں کی بھی بے شمار اقسام ہوں گی۔ اور یاد رکھنا! یہ کھجوریں اور انار وہاں نہیں ہیں تم نے یہاں سے ساتھ لے کر جانا ہے۔ یہ ہمارے اعمال ہی وہاں کے باغات ہیں، پھل اور میوے ہیں۔ ایک دفعہ الحمد للہ! پڑھنے سے ایک درخت لگ جاتا ہے، سبحان اللہ! کہا ایک درخت لگ گیا، اللہ اکبر! کہا ایک درخت لگ گیا۔

معراج والی رات آنحضرت ﷺ کی جہاں اور پیغمبروں کے ساتھ ملاقات ہوئی وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اِقراء مِنّی اُمّتَکَ السَّلَامَ ''اے محمد! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہہ دینا علیہ و علی نبینا و علی جمیع الانبیاء الصلوات والتسلیمات اور ان کو میرا یہ پیغام دے دینا کہ جنت کی زمین طَیِّبَۃٌ تربۃٌ بڑی عمدہ اور زرخیز زمین ہے وعذبۃ الماء اور پانی بڑا میٹھا ہے لیکن قیعان سفید میدان ہے۔ اس کے لیے درخت وہاں سے ساتھ لے کر آنے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کریم وہاں حوض کوثر کی شکل میں ہوگا۔ جو اس کو پڑھے گا اس پر عمل کرے گا اس کو حوض کوثر کا پانی پینا نصیب ہوگا۔ اور جس نے نہیں پڑھا اور نہیں سمجھا اسے فرشتے دھکے مار کر دور لے جائیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کچھ لوگ حوض کوثر کی طرف آرہے ہوں گے فرشتے ان کو

دھکے مار کر پیچھے ہٹا رہے ہوں گے۔ میں کہوں گا اُصَیْحَابِی اُصَیْحَابِی میرے امتی معلوم ہوتے ہیں۔ پوچھا گیا حضرت کیسے پہچانو گے؟ فرمایا وضو والی جگہیں چمکیں گی سچوں کی چمک زیادہ ہوگی اور جھوٹوں کی چمک تھوڑی ہوگی میں اس چمک سے پہچان لوں گا فیقول الرب تبارك وتعالی بخاری شریف کی روایت ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ "آپ نہیں جانتے ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں گھڑی تھیں فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا میں فرشتوں کو کہوں گا دفع کرو ان کو میری نگاہوں سے دور کردو۔ اہل بدعت کو حوض کوثر سے پانی پینا نصیب نہیں ہوگا۔

فرمایا فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ - خَيْرَات خِيْرَةٌ کی جمع ہے اور حِسَان حَسِيْنَةٌ کی جمع ہے۔ ان جنتوں میں اچھی خصلت والی خوب صورت عورتیں ہوں گی۔ شکل کے لحاظ سے بھی خوب صورت ہوں گی اور اخلاق کے اعتبار سے بھی خوب صورت ہوں گی۔ خوب صورت بھی ہوں گی اور خوب سیرت بھی ہوں گی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ - خِيَام خَيْمَةٌ کی جمع ہے۔ حوریں جو بند ہوں گی خیموں میں۔

بخاری شریف میں ہے خیمے موتیوں کے ہوں گے۔ موتی اندر سے کھوکھلے ہوں گے اور وہ مکان ساٹھ ساٹھ میل پر پھیلا ہوا ہوگا۔ اور جو کم از کم مکان ہوگا یعنی چھوٹے سے چھوٹا وہ تین فرسخ کا ہوگا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ گویا کہ چھوٹی کوٹھی نو میل کی ہوگی۔ ان میں کمرے ہوں گے اور ہر ہر کمرے میں ہر شے ہوگی۔ کسی شے کو کہیں اٹھا کر لے جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ دنیا والی بیویاں بھی ساتھ ہوں گی اور یہ حوروں کی سردار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو حسن بھی زیادہ دے گا۔ حوریں کہیں گی کہ ہم کستوری، عنبر،

کافور اور زعفران سے پیدا ہوئی ہیں لیکن تم خاکی ہو کر ہم سے درجہ لے گئی ہو؟ یہ کہیں گی کہ ہم نمازیں پڑھتی تھیں، روزے رکھتی تھیں، گرمی، سردی میں وضو کرتی تھیں اس وجہ سے ہمارا درجہ بلند ہوا ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی انسان نے ان سے پہلے وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن نے ہاتھ لگایا ہے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ۔ رفرف رَفْرَفَةٌ کی جمع ہے بمعنٰی گاؤ تکیہ خُضْرٍ خضراء کی جمع ہے جس کا معنٰی ہے سبز۔ معنٰی ہوگا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے سبز رنگ کے تکیوں پر۔

عرب کا علاقہ خشک ہے عربیوں کو سبز رنگ بڑا مرغوب ہے (اس رنگ کو بڑا پسند کرتے ہیں) کیونکہ وہاں ہریالی بہت کم ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس کو بھی سبز رنگ کیا ہے۔ فرمایا وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ اور قالین ہوں گے بہت عمدہ۔ عَبْقَرِيٌّ عَبْقَرِيَّةٌ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے قالین۔ حسان کا معنٰی ہے عمدہ۔ دوسری جگہ سُرُرٍ کا لفظ بھی آتا ہے، آرام دہ کرسیوں پر ہوں گے۔ عَلَى الارائك کا لفظ بھی آتا ہے، آرام دہ کرسیاں۔ جس طرف گھماؤ گھوم جائیں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ بڑی برکت والا ہے نام آپ کے رب کا جو بزرگی والا ہے وَالْاِكْرَامِ اور عزت دینے والا ہے۔ صحیح معنوں میں جو مومن ہوں ان کو عزت دیتا ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ یہ بھی رب تعالیٰ کی صفات ہیں كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ہر روز وہ کسی نہ کسی معاملہ میں ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الواقعہ

(مکمل)

جلد............١٩

آیاتها ۹۶ ۵۶ سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۴۶ رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۸ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۹ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۱۲ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۴ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝۱۶ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝۱۷ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۱۸ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝۱۹

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جس وقت واقع ہوگی واقع ہونے والی لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا نہیں ہے اس کے واقع ہونے میں كَاذِبَةٌ جھوٹ خَافِضَةٌ پست کرنے والی ہے رَّافِعَةٌ بلند کرنے والی ہے اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ جب ہلادی جائے گی زمین رَجًّا ہلایا جانا وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ اور ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے پہاڑ بَسًّا ریزہ ریزہ کردینا فَكَانَتْ پس ہو جائیں گے پہاڑ هَبَآءً گردوغبار مُّنْۢبَثًّا اڑاہوا وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً

اور ہو جاؤ گے تم تین قسم پر فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ اور بائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یہی لوگ مقرب ہیں فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ اور تھوڑے ہوں گے پچھلوں میں سے عَلٰى سُرُرٍ ایسی کرسیوں پر ہوں گے مَّوْضُوْنَةٍ جو سونے کی تاروں سے بنی ہوئی ہوں گی مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے ان کرسیوں پر مُتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ پھریں گے ان پر بچے مُّخَلَّدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے بِاَكْوَابٍ پیالے لے کر وَّاَبَارِيْقَ اور جگ لے کر وَكَاْسٍ اور پیالے مِّنْ مَّعِيْنٍ نتھری ہوئی صاف شراب کے لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا نہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اس سے وَلَا يُنْزِفُوْنَ اور نہ وہ بدحواس ہوں گے۔

سورۃ کی وجہ تسمیہ اور قیامت کے متعدد نام :

اس سورت کا نام سورہ واقعہ ہے۔ لفظ واقعہ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ قیامت کے متعدد نام ہیں۔ ایک نام واقعہ بھی ہے، ایک نام رادفہ ہے، ایک نام الحاقہ

ہے، ایک نام القارعہ ہے۔ اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے اور قیامت میں نیکوں اور بُروں کے ساتھ جو ہونا ہے اس کا ذکر ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جو آدمی اس سورت کو رات کو پڑھے گا اس کے گھر میں فاقہ نہیں آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے مگر مالی حالت انتہائی کمزور تھی۔ اس وقت کے گورنر کو آج کل کے گورنروں پر قیاس نہ کرنا یہ تو سارا صوبہ لوٹ کر کھا جاتے ہیں۔ اُن کو ضرورت کے مطابق وظیفہ ملتا تھا، روزانہ کا آٹا اور دال وغیرہ۔ سال میں دو جوڑے کپڑوں کے ملتے تھے اور جوتا مل جاتا تھا۔ اگر بیمار ہوتے تو علاج کا خرچہ دیا جاتا تھا۔ بیت المال پر ان کا اتنا ہی حق ہوتا تھا۔ رشوت نہیں لیتے تھے اللہ تعالیٰ کے سچے بندے تھے۔ عام لوگوں سے افسروں کی دنیوی حالت کمزور ہوتی تھی۔ وہ اس حالت میں تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے تھے حتی کہ اگر ان کے گھروں میں کوئی مہمان آجاتا تھا تو آپس میں مشورہ کرتے کہ ہم آج تھوڑا تھوڑا کھالیں گے کہ مہمان کا کھانا نکل آئے۔

سورۃ واقعہ کی فضیلت :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی تیمار داری کے لیے گئے۔ دیکھا کافی تکلیف ہے۔ فرمایا پریشان ہو؟ کہنے لگے حضرت اَخَافُ ذُنُوبِی اپنے گناہوں کی پریشانی ہے۔ فرمایا کس چیز کی امید رکھتے ہو؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ فرمایا اگر اجازت دیں تو میں آپ کی مالی امداد کر دوں۔ کہنے لگے حضرت! عوام بڑے سطحی ذہن کے ہوتے ہیں وہ سمجھیں گے کہ انھوں نے گورنری کی کسی مد سے پیسے لیے ہیں اگر میں گورنر نہ ہوتا تو آپ کا ہدیہ قبول کر لیتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کی بچیوں کی خدمت کر دیتا ہوں (حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی لڑکیاں زیادہ تھیں بچہ ایک آدھ تھا) کہ آپ کے بعد بھوک سے نہ مریں۔ کہنے لگے حضرت! ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھوک سے نہیں مریں گی میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بھوکا نہیں رکھے گا۔ اور میں نے اپنی بچیوں کو یہ سبق دیا ہے وہ یہ سورت پڑھتی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے کوئی طبیب لے آؤں؟ کہنے لگے حضرت! طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہوا ہے۔ کوئی پیش کش قبول نہ فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان حق ہے ان لوگوں کے عقائد بڑے پکے تھے، زبانیں صاف ہوتی تھیں ان کا پڑھنا کام آتا تھا۔ آج ہم سارا قرآن پڑھ جائیں تو کچھ اثر نہیں ہوتا اس لیے کہ ہماری زبانیں صاف نہیں ہیں ہماری خوراک صحیح نہیں ہے، عمل صحیح نہیں ہیں۔ دیکھو! ہر چیز کا ایک قاعدہ ہوتا ہے۔ قاعدے کے مطابق استعمال ہو تو نتیجہ سامنے آتا ہے۔ مثلاً: کارتوس ہے۔ اگر اس کو بندوق میں رکھ کر چلاؤ گے تو وہ اپنا اثر دکھائے گا اگر ویسے پھینک دو گے تو نہ پھٹے گا نہ کوئی اثر دکھائے گا۔ تو ہمارے اندر نقص اور کمزوریاں ہیں ورنہ قرآن کا اثر آج بھی وہی ہے۔

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی رات کو سورۃ واقعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو فقر و فاقہ سے محفوظ فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ جس وقت واقع ہوگی واقع ہونے والی یعنی جب قیامت آئے گی لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ نہیں ہے اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ۔ کاذبۃ مصدر بھی آتا ہے اس کا معنیٰ ہے جھوٹ اور کاذبۃ اسم فاعل کا صیغہ بھی ہے۔ تو پھر معنیٰ ہوگا نفس کاذبۃ کوئی نفس جھٹلانے والا نہیں ہے، کوئی نفس اس کی تکذیب نہیں کر سکتا، قیامت حق ہے۔ خَافِضَةٌ وہ قیامت پست کرنے والی

ہے۔ مجرم لوگ جب قبروں سے نکلیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُھم [المعارج:۴۴] "ان کی نگاہیں پست ہوں گی۔" سر شرم کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوں گے یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ [الشوریٰ:۴۵] "دیکھیں گے نیچی نگاہوں سے۔" پھر دوزخ میں داخل ہوں گے۔ تو اس سے زیادہ پستی کیا ہوگی؟ رَّافِعَةٌ وہ قیامت بلند کرنے والی ہے۔ اس دن مومنوں کی گردنیں بلند ہوں گی، بلند نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور جنت کا محل وقوع بھی بلندی پر ہے اور ان کی شان بھی بلند ہوگی۔ یہ کب ہوگا؟ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا جب ہلا دی جائے گی زمین ہلایا جانا۔ جس وقت زمین پر زلزلہ طاری کیا جائے گا ایسا زلزلہ کہ مکان تو مکان رہے وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا اور ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پہاڑ ریزہ ریزہ کیا جانا۔ ہر شے برابر کر دی جائے گی کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا [طٰہٰ:۱۰۷] "نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" مشرق سے مغرب تک زمین کو ایسے ہموار کر دیا جائے گا کہ اگر کوئی مشرق سے انڈا لڑھکائے گا تو مغرب تک چلا جائے گا درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

تو فرمایا یہ پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا پس ہو جائیں گے پہاڑ گرد و غبار اڑایا ہوا۔ یہ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ گرد و غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یہ نفخہ اولیٰ کے وقت ہوگا پھر چالیس سال کے بعد نفخہ ثانیہ ہوگا اسرافیل بگل پھونکیں گے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ [سورۃ یٰسین] "پس پھونکا جائے گا صور میں پس وہ اچانک قبروں سے اٹھ کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑیں گے۔" اس وقت وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً۔ ازواج زوج کی جمع ہے اور زوج کا معنیٰ ہے قسم۔ اور ہو جاؤ گے تم تین قسم پر۔ اصولی طور پر آدمیوں کی تین قسمیں

ہوں گی فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے۔ایک وہ ہوں گے جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔لوگوں کو کہتے پھریں گے هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتٰبِیَهۡ [الحاقہ:۱۹] ''میرا نامۂ اعمال پڑھ لو۔'' آج دنیا کے امتحان میں جو کامیاب ہوجاتا ہے وہ لڈو تقسیم کرتا ہے کہ میں کامیاب ہوگیا ہوں۔حالانکہ آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو آخرت کے امتحان میں کامیاب فرمائے۔

تو فرمایا فَاَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ پس دائیں ہاتھ والے مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے۔ان کی تفصیل آگے آرہی ہے وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ اور بائیں ہاتھ والے مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے۔فرشتے پیچھے سے آکر بڑی بے پروائی سے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پکڑائیں گے۔جب ان کو پرچہ ملے گا تو کہیں گے یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ کِتٰبِیَهۡ [الحاقہ:۲۵] ''کاش کہ میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا یٰلَیۡتَهَا كَانَتِ الۡقَاضِیَةَ کاش کہ میں مر ہی جاتا۔'' مگر وہ تو موت نہیں ہے۔واویلا کریں گے،ٹکریں ماریں گے،کہیں گے اے پروردگار!ہمیں دنیا میں لوٹا دے تاکہ ہم نیک کام کریں۔مگر اس وقت کا چیخنا چلانا کسی کام نہیں آئے گا۔آج اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے آگاہ کر دیا ہے کہ نیکی کا کیا نتیجہ ہے اور بدی کا کیا نتیجہ ہے لہٰذا وقت سے فائدہ اٹھاؤ وقت ضائع نہ کرو۔باقی اگر کوئی نہ سمجھے تو وہ پاگل ہے یا اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں،تندرست ہوں،موت ابھی دور ہے،تو بے وقوف ہے۔موت ہر ایک کے لیے ہے۔بچوں کے لیے بھی ہے،جوانوں اور تندرستوں کے لیے بھی ہے ہر وقت موت کو پیش نظر رکھو۔

زیارتِ قبور :

اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے موت کو کثرت سے یاد کرو۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے لوگوں کو قبرستان جانے سے **منع فرمایا** تھا کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں کفر، شرک کرتے تھے جس طرح آج کل لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ کوئی چراغ جلاتا ہے، کوئی وہاں سے چیزیں اٹھا کر لاتا ہے برکت کے لیے۔ یہی خرافات اُس زمانے میں بھی تھیں تو آپ ﷺ نے قبرستان جانے سے منع فرمادیا تھا۔ جب لوگوں کے ذہن پختہ ہوگئے اور کفر، شرک کو سمجھ گئے، سنت، بدعت کا مفہوم سمجھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ ''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب میں تمھیں اجازت دیتا ہوں قبروں کے پاس جاؤ قبریں دیکھ کر تمھیں موت یاد آئے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ آخرت یاد آئے گی۔ لیکن آج ہمارے دل اتنے سخت ہوگئے ہیں کہ ہم قبرستان میں بیٹھ کر تاش کھیلتے ہیں اور خرافات کرتے ہیں موت یاد نہیں آتی، آخرت یاد نہیں آتی۔ یہ انتہائی خطرناک بات ہے ہمارے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

تو فرمایا بائیں ہاتھ والے کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے۔ اب تیسرا گروہ:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں۔ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تو نیکیوں میں سبقت ہی لے جانے والے ہیں اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مقبول ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی خوبیاں پہلے بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے

جومقرب بندے ہیں فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ جو سابقون الاولون ہیں ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں سے۔ پہلے، پچھلوں سے کیا مراد ہے؟

اوّلین اور آخرین کی تفسیر :

ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ پہلے پیغمبروں کے صحابی مراد ہیں۔ صحابی کا درجہ بہت بلند ہے۔ وہ پہلی امتوں کے زیادہ ہوں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی نسبت تھوڑے ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد ڈیڑھ لاکھ پوری نہیں ہوتی مگر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ڈیڑھ لاکھ نہیں تھے ساری دنیا تھے (پوری دنیا پر حاوی ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے)۔ انھوں نے جہاد کے ذریعے تعلیم اور تبلیغ کے ذریعے لوگوں کے دل پلٹ دیئے یعنی سبب بنے، پلٹنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اسی امت کے پہلے اور پچھلے مراد ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس امت کے پہلے دور کے لوگوں میں سابقین کی تعداد زیادہ ہے اور پچھلے دور کے لوگوں میں کم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں کی تعداد زیادہ ہے بہ نسبت بعد کے دور کے لوگوں کے یعنی ایمان میں، نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تو قیامت تک ہوں گے مگر پہلے دور یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں زیادہ ہیں۔

پہلے لوگوں کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ اشراق سے فارغ ہوکر ناشتہ کرتے پھر دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھتے کہ میری نیکی صحیح ٹھکانے لگ جائے۔ دو تھیلے لے کر نکلتے۔ ایک میں

دینار ہوتے، سونے کا سکہ۔ اور ایک میں درہم ہوتے چاندی کا سکہ۔ اور دعا کرتے کہ اے پروردگار! آج مجھے کوئی زکوٰۃ کا حق دار مل جائے تاکہ میرا یہ فرض ادا ہو جائے۔ محلوں میں پھرتے، گلیوں اور بازاروں میں پھرتے، جس کو کمزور سمجھتے اسے کہتے بھائی جی! یہ میرے پاس زکوٰۃ کی رقم ہے اگر آپ مصرف ہیں تو لے لیں۔ وہ کہتا بھائی جی! میرے کپڑے میلے دیکھ کر مجھے زکوٰۃ کا مصرف نہ سمجھو میں تو خود زکوٰۃ دینے والا ہوں۔

اگر آج کا دور ہوتا تو وہ کہتا بڑی مہربانی زکوٰۃ کا مصرف میں ہی ہوں ساری رقم مجھے ہی دے دو۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ! آج تو زکوٰۃ کی رقم سے گلیاں، نالیاں بنتی ہیں۔ حلال، حرام، جائز، ناجائز کی تمیز ہی ختم ہو گئی ہے۔

تو فرمایا مقربین کی جماعت پہلوں میں زیادہ ہو گی اور پچھلوں میں تھوڑی ہو گی عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ۔ سرر سریر کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے کرسی۔ موضونہ کا معنیٰ ہے سونے کی تاروں سے بنی ہوئی۔ پہلے چار پائیاں بان کی بنی ہوئی ہوتی تھیں اب نائیلون آ گیا ہے۔ وہ سونے کی تاروں سے بُنی ہوئی ہوں گی۔ سونے کی تاروں سے بُنی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے مُتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا ان کرسیوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے مُتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کسی کی کسی کی طرف پشت نہیں ہو گی۔ کیونکہ پیچھے بیٹھنے والا خفت محسوس کرتا ہے وہاں کسی کی خفت نہیں ہو گی يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ۔ ولدان وَلَدٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے بچہ۔ پھریں گے ان پر بچے مُّخَلَّدُوْنَ جو ہمیشہ رہیں گے۔ اپنے جو چھوٹے بچے فوت ہوئے ہیں اور کافروں کے جو نابالغ بچے فوت ہوئے ہیں وہ بھی خدمت کریں گے اور وہاں کی مخلوق بھی ہو گی جیسے حوریں ہیں اسی طرح خوب صورت بچے بھی ہوں گے۔ کوئی اِدھر کو بھاگتا جائے گا کوئی

اُدھر کو بھاگتا جائے گا عجیب منظر ہوگا بِاَکْوَابٍ۔ کوب کی جمع ہے۔ ایسا برتن جس کی دستی نہ ہو، گلاس، پیالہ وغیرہ۔ پیالے، گلاس لے کر پھریں گے وَّاَبَارِیْقَ۔ یہ ابریق کی جمع ہے ایسا برتن جس کے پیچھے دستہ لگا ہوا ہو۔ جیسے جگ ہے، چینک ہے، کپ ہے کہ اس کو دستے سے پکڑ لیتے ہیں۔ تو معنٰی ہوگا اور جگ لے کر پھریں گے وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ اور نتھری ہوئی شراب کے پیالے لے کر پھریں گے۔ خالص شراب ہوگی اس کی دو صفتیں ہوں گی لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا۔ صُدَاع کا معنٰی ہے سر درد۔ اس شراب کے پینے سے سر درد میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ دنیا کی شراب کے متعلق شرابی جانیں کیا حقیقت ہے؟ سنا ہے کہ اس کے پینے سے سر میں معمولی سا درد ہوتا ہے، وہاں نہیں ہوگا۔ امام بخاری صُدَاع کا معنٰی کرتے ہیں وجع البطن، پیٹ درد، مروڑ۔ ممکن ہے دنیا کی شراب پینے سے پیٹ میں درد یا مروڑ ہوتا ہو لیکن وہاں کی شراب سے کوئی درد اور مروڑ نہیں ہوگا وَلَا یُنْزِفُوْنَ اور نہ وہ بدحواس ہوں گے۔ دنیا کی شراب پی کر لوگ بدحواس ہو جاتے ہیں، بکواس کرتے ہیں، گالیاں نکالتے ہیں، لڑتے جھگڑتے ہیں وہاں ایسا کوئی قصہ نہیں ہوگا۔ طاقت ہوگی، لذت اور سرور آئے گا۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ﴿٢٨﴾ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ﴿٢٩﴾ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ﴿٣٠﴾ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ﴿٣١﴾ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾

وَفَاكِهَةٍ اور پھل ہوں گے مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ جو وہ پسند کریں گے
وَلَحْمِ طَيْرٍ اور پرندوں کا گوشت مِّمَّا يَشْتَهُونَ جو وہ چاہیں گے
وَحُورٌ اور حوریں ہوں گی عِينٌ موٹی آنکھوں والیاں كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ
موتیوں کی طرح الْمَكْنُونِ جو پردے میں چھپے ہوئے ہوں جَزَاءً بدلا
ہوگا بِمَا اس چیز کا كَانُوا يَعْمَلُونَ جو وہ عمل کرتے تھے لَا يَسْمَعُونَ
فِيهَا نہیں سنیں گے وہ اس جنت میں لَغْوًا بے ہودہ بات وَلَا تَأْثِيمًا

اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات اِلَّا قِيْلًا مگر یہی قول ہوگا سَلٰمًا سَلٰمًا
سلام سلام کا وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ اور دائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ
کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے فِيْ سِدْرٍ بیریوں میں ہوں گے
مَّخْضُوْدٍ جو کانٹوں سے خالی ہوں گی وَّطَلْحٍ اور کیلے ہوں گے
مَّنْضُوْدٍ تہ بہ تہ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ اور لمبے سائیوں میں ہوں گے وَّ
مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ اور بہائے ہوئے پانی میں وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ اور پھل
ہوں گے بہت سارے لَّا مَقْطُوْعَةٍ نہ وہ ختم ہوں گے وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ
اور نہ روکے جائیں گے وَّفُرُشٍ اور بچھونے ہوں گے مَّرْفُوْعَةٍ
اونچے درجے کے اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے
اِنْشَآءً ایک قسم کا پیدا کرنا فَجَعَلْنٰهُنَّ پس ہم نے بنایا ان کو اَبْكَارًا
کنواریاں عُرُبًا محبت کرنے والیاں اَتْرَابًا ہم عمر لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ
دائیں ہاتھ والوں کے لیے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں
میں سے وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ اور بڑی جماعت ہوگی پچھلوں میں سے
وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ اور بائیں ہاتھ والے مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ کیا ہی بُرے
ہیں بائیں ہاتھ والے فِيْ سَمُوْمٍ گرم آگ کی لو میں ہوں گے وَّ
حَمِيْمٍ اور گرم پانی میں ہوں گے وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ اور دھوئیں کے
سائے میں ہوں گے لَّا بَارِدٍ جو نہ ٹھنڈا ہوگا وَّلَا كَرِيْمٍ اور نہ آرام دہ

ہوگا اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ بے شک تھے یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) مُتۡرَفِيۡنَ آسودہ حال وَكَانُوۡا يُصِرُّوۡنَ اور اصرار کرتے تھے عَلَى الۡحِنۡثِ الۡعَظِيۡمِ بڑے گناہ پر۔

مقربین کے لیے انعامات :

مقربین کے لیے انعامات کا ذکر چلا آرہا ہے۔فرمایا وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوۡنَ اور پھل ہوں گے جو وہ پسند کریں گے۔ان کے من پسند پھل انھیں مہیا کیے جائیں گے اور ان کے حاصل کرنے کے لیے ان کو کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔نہ وہ ختم ہوں گے اور نہ ہی ان کے استعمال سے روکا جائے گا وَلَحۡمِ طَيۡرٍ اور پرندوں کا گوشت ہوگا مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ جو وہ چاہیں گے۔پرندوں کا گوشت، بھیڑ، بکری، اونٹ کی بہ نسبت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔تو سابقین کے لیے پرندوں کا من پسند گوشت بھی ہوگا۔
(دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور دل بہلانے کے لیے کچھ نہ ہو تو زندگی بدمزہ ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

گلگشت میں تب مزہ ہے کہ گل روح بھی ساتھ ہو
بے یار کو کیا ہے باغ و بہار سے

مرتب)

تو دل کی خوشی کا بھی انتظام ہوگا۔فرمایا وَحُوۡرٌ عِيۡنٌ اور حوریں ہوں گی موٹی آنکھوں والیاں جن سے جنت والے اپنا دل بہلائیں گے۔یہ جنت کی مخلوق ہوگی، کستوری، عنبر، کافور اور زعفران سے پیدا کی گئی ہوں گی۔ان کے حسن و جمال کا یہ عالم ہوگا كَاَمۡثَالِ اللُّؤۡلُؤِ الۡمَكۡنُوۡنِ موتیوں کی طرح جو پردوں میں چھپے ہوئے ہوں، گرد و غبار سے

پاک۔ یہ چیزیں ان کو کیوں ملیں گی؟ فرمایا جَزَآءً بدلہ ہوگا بِمَا ان کاموں کا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے۔ چونکہ انھوں نے نیک کاموں میں سبقت کی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بدلہ دیا۔

پھر جنت کی یہ خوبی ہے لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات۔ نہ وہاں کوئی جھگڑا، نہ گالی گلوچ، نہ کوئی دل آزاری کی بات ہوگی وَّلَا تَاْثِيْمًا اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات ہوگی۔ ایک یہ ہے کہ بندہ خود گناہ کرے اور ایک صورت یہ ہے کہ بندہ خود گناہ نہیں کرتا دوسرا اس کو گناہ گار کرتا ہے۔ وہاں یہ بات بھی نہیں ہوگی۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک آدمی خود تو جھوٹ نہیں بولتا لیکن ایسی مجلس میں بیٹھا ہے کہ جہاں جھوٹ بولا جا رہا ہے تو اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے یہ بھی گناہ گار ہے۔ چوں کہ جھوٹ کبیرہ گناہ ہے جھوٹ بولنے والے اس کو گناہ گار کر رہے ہیں۔ جنت میں یہ بات نہیں ہوگی۔

مسئلہ یہ ہے کہ جس مجلس میں گناہ ہو رہا ہو اُسے روکنا چاہیے۔ اگر منع کرنے کی طاقت نہیں ہے تو وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔ اگر بیٹھے رہیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ مثلاً: کسی مجلس میں غیبت ہو رہی ہے تو غیبت کرنے والے کو منع کرو۔ اگر منع کرنے کی ہمت نہیں ہے تو وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے تو اس کو منع کرو اگر اس کو روکنے کی طاقت نہیں ہے تو وہاں سے چلے جاؤ۔ اگر وہاں بیٹھے رہو گے تو گناہ گار ہو جاؤ گے۔ رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جہاں خلافِ شریعت باتیں ہو رہی ہوں تو وہاں نہ بیٹھو فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ "پس نہ بیٹھو تم ان کے ساتھ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ یہاں تک کہ وہ گھس (مشغول) ہو جائیں کسی دوسری بات میں۔"

اگر ان خلاف شرع باتوں کے ہوتے ہوئے تم ان کے ساتھ بیٹھے رہے اِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ [النساء: ۱۴۰] ''بے شک تم اس وقت ان جیسے ہو گے۔'' انھی کی طرح تم بھی گناہ گار سمجھے جاؤ گے۔

اسی آیت کریمہ کے پیش نظر فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ باطل فرقوں کے پروگراموں میں جانا، جلسوں میں جانا، درست نہیں ہے۔ کیونکہ انھوں نے ضرور واہی تباہی باتیں کرنی ہیں تو اِن کے پاس بیٹھنے والا انھی کی طرح گناہ گار ہوگا۔ ہاں! وہ آدمی جا سکتا ہے جو ان کی غلط باتوں کو سمجھ سکتا ہے تاکہ ان کی تردید کی جاسکے۔ کچے آدمیوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ مجبوری کا مسئلہ جدا ہے۔ مثلاً: ایک آدمی کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہے اور گرفتار کرنے والے خلاف شرع باتیں کر رہے ہیں تو اس حالت میں یہ مجبور ہے کیونکہ قید میں ہے۔ اسی طرح اگر بس میں یا ویگن میں یا جہاز میں بیٹھا ہے اور انھوں نے گانے لگائے ہوئے ہیں اور منع کرنے سے بھی باز نہیں آتے تو مجبوری ہے اس لیے وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

تو فرمایا نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا مگر یہی قول ہوگا سلام سلام کا۔ آپس میں ملیں گے سلام کریں گے، حوریں سلام کہیں گی، فرشتے سلام کہیں گے حتی کہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ''سلام کہا جائے گا رب رحیم کی طرف سے کہ اے جنتیو! تمھیں میری طرف سے سلام ہو۔''

أَصْحَابُ الْيَمِينِ کا تذکرہ:

یہاں تک السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ کا ذکر تھا۔ آگے دوسرا گروہ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا

اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ اور دائیں ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے۔ کیا شان ہے ان کی فِیۡ سِدۡرٍ ایسی بیریوں کے درختوں کے سائے میں ہوں گے مَّخۡضُوۡدٍ جو کانٹوں سے خالی ہوں گی۔ ان کے کانٹے اترے ہوئے ہوں گے۔ دنیا کی بیریوں کے کانٹے ہوتے ہیں جنت کی بیریوں میں کانٹا نہیں ہوگا وَّطَلۡحٍ اور کیلے ہوں گے مَّنۡضُوۡدٍ تہہ بہ تہہ۔ پھلوں کے گچھے ہوں گے وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ اور لمبے سائے ہوں گے وہ ان کے نیچے رہیں گے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ اس کا اتنا لمبا سایہ ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا اس کے ایک کونے سے دوڑنا شروع کرے تو سو سال تک دوسرے کونے تک نہیں پہنچ سکے گا وَّمَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ اور بہائے ہوئے پانی میں۔ سرزمین عرب میں سایہ، درخت اور پانی بڑی نعمتوں میں سے ہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ جنتی آدمی کے ہاتھ میں سونے کی لاٹھی ہوگی اس کے ساتھ پانی کو جس طرف اشارہ کرے گا وہ ادھر ہی بہنا شروع کر دے گا وَّفَاکِہَۃٍ کَثِیۡرَۃٍ اور پھل ہوں گے بہت سارے مقدار میں۔ ان کی خصوصیات ہوں گی لَّا مَقۡطُوۡعَۃٍ نہ وہ ختم ہوں گے وَّلَا مَمۡنُوۡعَۃٍ اور نہ وہ روکے جائیں گے۔ دنیا کے پھل موسمی ہیں موسم کے بعد ختم ہو جاتے ہیں جنت کے پھل ختم نہیں ہوں گے۔ جب کوئی دانہ توڑا جائے گا فوراً دوسرا لگ جائے گا۔ اور نہ ممنوع ہوں گے جب چاہو کھاؤ اور جہاں سے چاہو کھاؤ وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَۃٍ اور بچھونے ہوں گے عمدہ اونچے درجے کے اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰہُنَّ بے شک ہم نے حوروں کو پیدا کیا ہے اِنۡشَآءً ایک خاص قسم کا پیدا کرنا۔ کسی کو کستوری سے، کسی کو عنبر سے، کسی کو کافور اور زعفران سے۔ وہ جنت کی مخلوق ہیں فَجَعَلۡنٰہُنَّ

اَبۡكَارًا پس بنایا ہم نے ان کو کنواریاں۔ جب بھی خاوند ان کے پاس آئے گا کنواریاں ہی پائے گا تکلیف کوئی نہیں ہوگی عُرُبًا عروب کی جمع ہے۔ ایسی عورت کو کہتے ہیں جو دل سے خاوند کے ساتھ محبت کرے۔ ظاہری محبت، وقت گزارنے والی نہیں دل سے محبت کرنے والیاں ہوں گی اَتۡرَابًا تِرۡبٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے ہم عمر۔ اس کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حوریں ہم عمر ہوں گی اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں جن کو ملیں گی ان کی ہم عمر ہوں گی لِّاَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ یہ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ بڑی جماعت ہوگی پہلوں میں سے وَثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ اور بڑی جماعت ہوگی پچھلوں میں سے جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ الحمدللہ! یہ پہلوں میں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے اور پچھلے جو قیامت تک آنے والے ہیں ان میں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے۔

اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ کا تذکرہ :

آگے تیسرے طبقے کا ذکر ہے وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ کیا پوچھتے ہو کیا ہوں گے بائیں ہاتھ والے فِيۡ سَمُوۡمٍ گرم آگ کی لو میں ہوں گے جو مسامات میں داخل ہونے والی ہے۔ دنیا کی آگ کی لُو میں لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے اور جہنم کی آگ تو اس سے اُنہتر گنا تیز ہے۔ اس کی تیزی کی کیا حد ہوگی مارنے کے لیے تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى [سورۃ الاعلیٰ: پارہ ۳۰] ''نہ مرے گا اس میں اور نہ زندہ رہے گا۔'' کیونکہ مر گیا تو پھر سزا کون بھگتے گا۔ تو گرم آگ کی لو میں ہوں گے وَّحَمِيۡمٍ اور گرم پانی میں ہوں

گے۔ کبھی تو گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا اور کبھی سر پر ڈالا جائے گا کہ چمڑا سارا اتر جائے گا اور پینے کے لیے دیا جائے گا تو یشوی الوجوہ ہونٹ جل جائیں گے وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ اور دھوئیں کے سائے میں ہوں گے کہ سانس لینا مشکل ہوگا۔ آج دنیا میں بھی دھواں زیادہ ہو تو آدمی وہاں سے بھاگتا ہے کہ سانس نہیں آتا اور وہ تو دوزخ کا دھواں ہوگا بڑا سخت لَّا بَارِدٍ جو نہ ٹھنڈا ہوگا وَّلَا كَرِيْمٍ اور نہ آرام دہ ہوگا کہ عزت ملے۔ یہ کارروائی ان کے ساتھ کیوں ہوگی؟ فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ بے شک تھے وہ لوگ اس سے پہلے آسودہ حال دنیا میں۔ ایمان اور عمل صالح کے بغیر جس نے دنیا میں جتنی آسائش اور آرام میں زندگی گزاری آخرت میں اتنا ہی تنگی میں رہے گا۔ تو فرمایا یہ آسودہ حال تھے وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ۔ حنث کا معنیٰ ہے گناہ اور عظیم کا معنیٰ ہے بڑا۔ اور وہ تھے اصرار کرتے بڑے گناہ پر۔ بڑے گناہ سے مراد شرک ہے۔ شرک گناہوں میں سب سے بڑا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا اَيُّ ذَنْبٍ اَعْظَمُ ''یعنی سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔'' لہٰذا اپنا عقیدہ پختہ رکھو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دست گیر نہ مانو۔ اللہ تعالیٰ کی صفت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں نہیں ہے۔ تو فرمایا یہ بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۥ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۥ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

وَكَانُوْا اور تھے وہ يَقُوْلُوْنَ کہتے اَئِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مر جائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہو جائیں گے مٹی وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ءَاِنَّا کیا بے شک ہم لَمَبْعُوْثُوْنَ البتہ دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی قُلْ آپ کہہ دیں اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ بے شک پہلے وَالْاٰخِرِيْنَ اور پچھلے لَمَجْمُوْعُوْنَ البتہ جمع کیے جائیں گے اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر دن کے وعدے پر ثُمَّ اِنَّكُمْ پھر بے شک تم اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ اے گمراہو الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والو لَاٰكِلُوْنَ البتہ کھانے والے ہو گے مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ

تھوہر کے درخت سے فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا پس بھرنے والے ہوگے اس سے
الْبُطُوْنَ پیٹوں کو فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ پس پینے والے ہوگے اس پر مِنَ
الْحَمِيْمِ گرم پانی فَشٰرِبُوْنَ پس پینے والے ہوگے شُرْبَ الْهِيْمِ
پیاسے اونٹوں کی طرح پینا هٰذَا نُزُلُهُمْ یہ ان کی مہمانی ہوگی يَوْمَ الدِّيْنِ
بدلے والے دن نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے فَلَوْ
لَا تُصَدِّقُوْنَ پس تم کیوں نہیں تصدیق کرتے اَفَرَءَيْتُمْ پس بتلاؤ تم
مَّا تُمْنُوْنَ جو منی تم ٹپکاتے ہو ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ کیا تم اس کو پیدا کرتے
ہو اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں نَحْنُ قَدَّرْنَا ہم نے
مقدر کی ہے بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ تمہارے درمیان موت وَمَا نَحْنُ
بِمَسْبُوْقِيْنَ اور نہیں ہیں ہم عاجز آنے والے عَلٰٓى اَنْ اس بات پر
نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ تبدیل کردیں تمہاری طرح کے وَنُنْشِئَكُمْ اور تمھیں
پیدا کریں فِيْ مَا اس جہان میں لَا تَعْلَمُوْنَ جس کو تم نہیں جانتے۔

امت کے تین گروہ :

اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت والے دن مخلوق کی تین قسموں کا بیان فرمایا۔ ایک وہ جو نیکیوں میں سبقت لے جانے والے۔ دوسرے وہ جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور تیسرے وہ جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پہلے دونوں گروہوں کا ذکر ہو چکا اب تیسرے گروہ کا ذکر جاری ہے جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

ان کے متعلق کل تم نے سنا کہ وہ بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے یعنی شرک سے باز آنے کے لیے تیار نہیں تھے اور کہتے کیا تھے وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اور کہتے تھے اَئِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مرجائیں گے وَكُنَّا تُرَابًا اور ہوجائیں گے مٹی، خاک ہوجائیں گے وَّعِظَامًا اور ہڈیاں ہوجائیں گے ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ کیا بے شک ہم دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے۔ گویا کہ ان کے نزدیک یہ بات بڑی مشکل تھی خاک ہوجانے کے بعد اور ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد دوبارہ انسانوں کا بنانا اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ کیا ہمارے اگلے باپ دادا جو پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے۔

ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مشرکین عرب کا یہ عام ذہن بن چکا تھا اور یہی گفتگو ہوتی تھی اس کا ہر ایک پر اثر پڑتا تھا کیونکہ ماحول کا اثر ہوتا ہے چاہے وہاں ہونے والی گفتگو عقل کے خلاف کیوں نہ ہو۔

عقیدۂ تثلیث :

جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ خدائی نظام تین سے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور بعض حضرت مریم علیہا السلام کی جگہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو شامل کرتے ہیں۔ اس کو وہ تثلیث کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ [سورۃ النساء] ”اور نہ کہو تین خدا باز آجاؤ تین خدا کہنے سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اللہ تعالیٰ ایک ہی معبود ہے۔“ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ تمہاری کتابوں میں واضح طور پر توحید کا ذکر ہے تورات میں، انجیل میں، زبور میں اور تین کا عقیدہ تو توحید کے خلاف ہے تو کہتے ہیں التوحید فی التثلیث والتثلیث فی التوحید ”ایک تین میں ہے اور تین ایک میں ہیں۔“

بھائی! تین ایک ہوتے تو جب سے رب تعالیٰ کی ذات چلی آ رہی ہے جبرائیل علیہ السلام بھی اس وقت سے ساتھ ہوتے، حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت سے ساتھ چلے آتے۔ رب تھا دوسرے دو تین تو نہیں تھے ان کو تو رب تعالیٰ نے بعد میں پیدا کیا پھر یہ رب تعالیٰ میں کیسے گڈمڈ ہو گئے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ جب ان کو پیدا نہیں کیا تھا اس وقت رب تعالیٰ کامل تھا یا ناقص تھا؟ اگر وہ کامل تھا اور یقیناً کامل تھا تو ان کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سا نقص پیدا ہو گیا اور کون سی کمی آ گئی کہ ان کو ساتھ گڈمڈ کرنا پڑ گیا۔ پھر تم کہتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا۔ تو بتلاؤ کہ رب بھی ساتھ مر گیا تھا یا الگ ہو گیا تھا۔ کیا منطق ہے ایک تین اور تین ایک؟ ایک چار ہوتے ہیں؟ پانچ ہوتے ہیں؟ کہتے ہیں نہیں۔ تو پھر ایک تین کیسے ہو گئے؟ تمہاری عقل ماری گئی ہے۔ مگر ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ ان کا ماحول ہے سارے یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اگر ماحول اچھا نہ ہو تو بندہ حق کو حق سمجھتے ہوئے بھی قبول نہیں کرتا۔

ان کا ماحول بنا ہوا تھا کہ جو مر گئے، خاک ہو گئے، ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں وہ دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ بے شک پہلے بھی اور پچھلے لَمَجْمُوْعُوْنَ البتہ جمع کیے جائیں گے اِلٰی مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر دن کے وعدے پر۔ وہ معلوم ہے، قیامت کا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے، میدان محشر برپا ہوگا اس وقت سارے اکٹھے کر دیئے جائیں گے اور سب کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ بعض ملحد قسم کے لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جن کو جلا دیا گیا، جن کو پرندے کھا گئے، درندے کھا گئے، مچھلیاں کھا گئیں، وہ کیسے آئیں گے؟ ان لوگوں کے ڈھکوسلے دیکھو! قرآن و سنت کے مقابلے میں۔ رب

تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

خوفِ خدا :

یہ روایت کئی دفعہ سن چکے ہو جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ ایک گناہ گار بندے نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا کر میری ہڈیوں کو پیس دینا۔ پھر کچھ راکھ کو ہوا اور کچھ کو پانی میں بہا دینا۔ اولاد نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی کو حکم دیا کہ اس کی راکھ، سارے ذرات جمع کر دو۔ قدرت کاملہ سے وہ آدمی اچھا بھلا بندہ بن کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کے ڈر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ تو رب تعالیٰ کے لیے کون سی چیز مشکل ہے۔

تو فرمایا بے شک اگلے پچھلے سب جمع کیے جائیں گے ایک مقرر دن کے وعدے پر ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ پھر بے شک تم اے گمراہو الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والے رب تعالیٰ کی توحید کو، قیامت کو، پیغمبروں کو، اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو، حق کو لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ البتہ کھانے والے ہو تھوہر کے درخت کو عذاب کے طور پر۔ ان پر ایسی بھوک مسلط کی جائے گی کہ وہ اس کے کھانے پر مجبور ہوں گے۔

احادیث میں آتا ہے کہ کہ زانی مرد عورتوں کو پیشاب، پاخانہ اور منی کھلائی جائے گی اور یہ کھانے پر مجبور ہوں گے۔ احادیث اور تفسیروں میں آتا ہے کہ تھوہر کا درخت اتنا کڑوا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ اس سے اس کی کڑواہٹ کا اندازہ لگائیں۔ اور اتنا بدبودار ہوگا کہ اس کا ایک قطرہ دنیا میں پھینک دیا جائے تو مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک سب

جانور مر جائیں گے۔

فرمایا کھانے والے ہوں گے تھوہر کے درخت سے فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ۔ مَلَأَ کا معنی ہے بھرنا۔ پس بھرنے والے ہوں گے اپنے پیٹوں کو اس زقوم کے درخت سے۔ پھر بطور عذاب ان پر اتنی پیاس مسلط کی جائے گی کہ اس کو بجھانے کے لیے فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ پس پینے والے ہوں گے اس پر گرم پانی۔ وہ اس قدر گرم ہوگا کہ ہونٹ جل جائیں گے يَشْوِی الْوُجُوْهَ [سورۃ الکہف] اور وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ [سورۃ المومنون] ''اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔'' نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف تک چلا جائے گا اور اوپر والا پیشانی تک۔ بڑی عجیب شکل ہوگی اور وہ پانی مسلسل پئیں گے۔

سورہ ابراہیم آیت نمبر ۱۷ پارہ ۱۳ میں ہے يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ ''اس کو گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا اور قریب نہیں ہے کہ اس کو حلق سے اتار سکے جو چند قطرے اندر جائیں گے۔'' فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ [محمد:۱۵] ''پس وہ کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو۔'' انتڑیاں ریزہ ریزہ ہو کر پاخانے کے راستے نکل جائیں گی۔ پھر فرشتے رب تعالیٰ کے حکم سے منہ کے راستے سے پیٹ میں ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ بچائے ان عذابوں سے۔ اللہ تعالیٰ نے تو سب کچھ بتا دیا ہے کہ جنت میں یہ کچھ ہوگا اور دوزخ میں یہ کچھ ہوگا، میدان محشر میں یہ کچھ ہوگا آج تم سوچ لو، سمجھ لو۔ اسی لیے قرآن پاک پڑھنا، سمجھنا ضروری ہے۔

تو فرمایا پس پینے والے ہوں گے اس پر کھولتے ہوئے پانی کو فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ هِيْم اَهْيَمْ کی جمع ہے اور اَهْيَم اس اونٹ کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ پیاسا

ہو۔ جانوروں میں اونٹ سے بڑھ کر جفاکش جانور اور کوئی نہیں ہے۔ کئی کئی دن تک بھوک پیاس برداشت کرلیتا ہے اور پیاسا اونٹ جب پانی پر پہنچتا ہے تو پھر پانی پیتے وقت سانس بھی نہیں لیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے پانی پینے کو پیاسے اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح پیاسے اونٹ پانی پیتے ہیں اسی طرح دوزخی بے تحاشا گرم پانی پئیں گے۔

ایک مسئلہ سمجھ لیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ وَ یَشْرَبُ بِشِمَالِہٖ ''بے شک شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔'' اور پانی پیتے وقت تین سانس لو۔ پیالہ، گلاس منہ کے ساتھ لگاؤ، پیو پھر الگ کرلو، پھر پیو پھر الگ کرلو، پھر پیو۔ یہ مستحب اور سنت طریقہ ہے۔ اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو۔ تو فرمایا پس پانی پینے والے ہوں گے پیاسے اونٹوں کی طرح ھٰذَا نُزُلُھُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ یہ ان کی مہمانی ہوگی بدلے والے دن۔ چوں کہ وہ دوبارہ پیدا ہونے کو بڑا عجیب سمجھتے تھے اَ ئِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک ہوجائیں گے اور ہڈیاں ہوجائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص انداز میں سمجھایا ہے۔

فرمایا نَحْنُ خَلَقْنٰکُمْ ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ پس تم کیوں نہیں تصدیق کرتے۔ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے تھے اپنا بھی، آسمانوں اور زمینوں کا بھی، چاند، سورج، ستاروں کا بھی، پہاڑوں اور دریاؤں کا بھی خالق رب تعالیٰ کو مانتے تھے۔ تو جب وہ خالق ہے تو متصرف بھی ہے وہ موت دینے پر بھی قادر ہے اور موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ تم بعث بعد الموت کی تصدیق

کیوں نہیں کرتے؟ اَفَرَءَيۡتُمۡ بتلاؤتم مَّا تُمۡنُوۡنَ جومنی تم ٹپکاتے ہو عورتوں کے رحم میں ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو تم بچہ بناتے ہو اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ یا ہم پیدا کرتے ہیں۔ وہ حقیر ذلیل پانی جو بدن سے شہوت کے ساتھ نکلتا ہے کہ اس کے نکلنے سے سارا بدن پلید ہو جاتا ہے **اور غسل** کے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ یہ بتلاؤ اس پانی کے ٹپکانے سے بچہ تم پیدا کرتے ہو یا ہم **پیدا کرنے** والے ہیں۔ یہ تو روزمرہ کی بات ہے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے اور مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ تو اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل ہے۔ کیوں نہیں مانتے؟ اور سن لو نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَيۡنَكُمُ الۡمَوۡتَ ہم نے مقدر کی ہے تمہارے درمیان موت۔ کوئی بچپن میں مر جاتا ہے، کوئی جوانی میں، کوئی بڑھاپے میں، کوئی بیمار ہو کر، کوئی صحت میں، کوئی حادثے میں مر جاتا ہے یہ ہم نے مقدر کیا ہے۔ اور سن لو وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِيۡنَ اور نہیں ہیں ہم عاجز آنے والے۔ مسبوق پیچھے رہ جانے والے کو کہتے ہیں۔ مثلاً: نماز کھڑی ہوگئی اور امام نے دو رکعت پڑھا دیں اب جو آکر ملے گا وہ مسبوق ہوگا کہ باقی نمازی اس سے آگے نکل گئے ہیں۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مسبوق نہیں ہیں کہ تم ہم سے آگے نکل جاؤ اور ہم پیچھے رہ جائیں۔ ہمارے احکام سے تم آگے نکل جاؤ اور ہم عمل نہ کرا سکیں عَلٰۤى اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَكُمۡ اس بات پر کہ تبدیل کر دیں تمہارے جیسے۔ یعنی تمھیں بندر اور خنزیر بنا دیں۔ بنی اسرائیل کی ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے احکام کی مخالفت کی وجہ سے بندر اور خنزیر بنایا تھا وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ [المائدہ: ۶۰] ''اور بنایا ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر۔'' نوجوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر بنایا۔ تین دن کے بعد سب کو ختم کر دیا گیا اور یاد رکھنا! اس امت میں بھی بندر اور خنزیر بنیں گے۔

بخاری شریف اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت وہ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے؟ فرمایا کلمہ کیا یُصَلُّوْنَ وَیَصُوْمُوْنَ وَیحجّوْنَ ''نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے، روزے بھی رکھتے ہوں گے، حج بھی کرتے ہوں گے لیکن گانے سننے کے شوقین ہوں گے۔'' رات کو گانے سنتے سنتے سوئیں گے صبح کو بندر اور خنزیر بنے ہوئے ہوں گے۔ آج ہمارا حال سب کے سامنے ہے۔ مغربی قوموں نے مسلمانوں کا حلیہ بالکل بگاڑ کے رکھ دیا ہے، عقائد بگاڑ دیئے ہیں، اخلاق بگاڑ دیئے ہیں، مسلمان نہیں رہنے دیا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ تنہا ترکوں نے سارے یورپ کو پانچ سو سال تک آگے لگائے رکھا (محکوم رکھا) حالانکہ ترکوں کی کل تعداد اس وقت دو لاکھ بھی نہیں تھی۔ ان خبیث قوموں نے سوچا کہ مسلمان کو اگر مسلمان رہنے دیا تو یہ ہمارے قابو میں نہیں آئیں گے ان کے عقائد بگاڑ دو، تہذیب اور تمدن بگاڑ دو، اخلاق بگاڑ دو۔ انھوں نے ہمیں آج کچھ کا کچھ کر دیا ہے اور ہم بھی بڑے بے غیرت ہیں کہ ہم نے ان کی ساری حرکتیں قبول کر لی ہیں۔ ہم نے اپنی اصل وضع قطع، تہذیب، تمدن، نشست و برخاست ختم کر کے خود کو کافروں کے رنگ میں رنگ لیا ہے۔

تو فرمایا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تبدیل کر دیں تمہارے جیسے وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور تمھیں پیدا کر دیں اس امت میں جس کو تم نہیں جانتے۔ کہ تمھیں بندر اور خنزیر بنا دیں۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تمھیں ختم کر کے تمہاری جگہ دوسرے لوگ تبدیل کر دیں، تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئیں۔ اور تمھیں ایسی جگہ اٹھائیں کہ جس کو تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے کہ وہ تمھیں دوسرے جہان میں زندہ کر کے اپنے سامنے کھڑا کر دے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق عَلِمْتُمُ تم جانتے ہو النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى پہلی پیدائش کو فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ پس تم کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے اَفَرَءَيْتُمْ بھلا دیکھو مَّا تَحْرُثُوْنَ جس کو تم بوتے ہو ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ کیا تم اس کو اگاتے ہو اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ یا ہم اگانے والے ہیں لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنٰهُ البتہ ہم کر دیں اس کو حُطَامًا چورا چورا فَظَلْتُمْ پس لگ جاؤ تم تَفَكَّهُوْنَ باتیں کرنے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بے شک ہم تاوان کے نیچے آ گئے ہیں بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ بھلا دیکھو وہ پانی الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ جو تم پیتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ کیا تم نے اتارا ہے اس کو مِنَ الْمُزْنِ بادلوں سے اَمْ

نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ یا ہم اتارنے والے ہیں لَوۡنَشَآءُ اگر ہم چاہیں جَعَلۡنٰهُ اُجَاجًا کردیں ہم اس کو نمکین فَلَوۡلَا تَشۡكُرُوۡنَ پس کیوں نہیں تم شکر ادا کرتے اَفَرَءَيۡتُمُ بھلا دیکھو تم النَّارَ الَّتِیۡ وہ آگ تُوۡرُوۡنَ جس کو تم جلاتے ہو ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَآ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِئُوۡنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں نَحۡنُ جَعَلۡنٰهَا ہم نے بنایا اس کو تَذۡكِرَةً نصیحت کے لیے وَّمَتَاعًا اور فائدے کی چیز لِّلۡمُقۡوِیۡنَ مسافروں کے لیے فَسَبِّحۡ پس آپ تسبیح بیان کریں بِاسۡمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام کی الۡعَظِیۡمِ جو بڑا ہے۔

منکرین قیامت کا شبہ :

منکرین قیامت کا یہ شبہ تھا کہ اَئِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ”کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے یا ہمارے اگلے باپ دادا“ اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہ کا رد کیا اور فرمایا ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے ہماری بات کو تم کیوں نہیں مانتے کہ تمھیں دوبارہ بھی پیدا کیا جائے گا۔ اسی سلسلے میں مزید دلائل بیان فرمائے ہیں۔

فرمایا وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَةَ الۡاُوۡلٰی اور البتہ تحقیق تم جانتے ہو پہلی پیدائش کو۔ تم پیدا ہوئے تھے، بچے تھے، پھر جوان ہوئے، پھر بوڑھے ہوئے، یہ وجود تمھیں رب تعالیٰ نے عطا کیا ہے فَلَوۡلَا تَذَكَّرُوۡنَ پس تم کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے۔ وہی رب تمھیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے یا پہلی پیدائش کا تم انکار کرو کہ ہمیں رب تعالیٰ نے

پیدا نہیں کیا۔ حقیر قطرے سے تمھیں کیسا خوب صورت انسان بنایا ہے؟ یہ سب کچھ مانتے ہو دوبارہ پیدا کرنے کو نہیں مانتے ۔ مان لو دوبارہ بھی پیدا ہونا ہے۔ اور دلیل: فرمایا اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ بھلا دیکھو جس کو تم بوتے ہو جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو زمین میں تم دانے بوتے ہو ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ کیا تم اس کو اگاتے ہو اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ یا ہم اگاتے ہیں۔ فصلیں زمین سے کون پیدا کرتا ہے، سبزیاں کون اگاتا ہے، درخت کون پیدا کرتا ہے؟ یہ ساری باتیں تم مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ تو وہ ذات جو پہلی مرتبہ پیدا کرسکتی ہے دوبارہ پیدا نہیں کرسکتی یہ کیوں نہیں مانتے؟ اور سنو! لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا اگر ہم چاہیں تو البتہ کردیں اس کو چورا چورا۔ دانے لگنے سے پہلے پہلے ہم اس کو تباہ کردیں ہم قادر ہیں سب کچھ کرسکتے ہیں فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ پس لگ جاؤ تم باتیں کرنے، تعجب کرنے لگ جاؤ۔ تَفَكُّه کا معنی تعجب کرنا۔ کیا باتیں کروگے کیا تعجب کروگے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بے شک ہم تاوان کے نیچے آگئے ہیں۔ اس سال بیج بھی گیا، محنت بھی گئی، نفع کے بجائے اصل بھی ضائع ہوگیا، نقصان ہوگیا تاوان کے نیچے آگئے۔

(اکثر کسان، آڑھتیوں سے رقم لے کر کاشت کرتے ہیں تو کھیتی تو ہوئی نہ، تاوان کے نیچے آگئے۔ مرتب) اور یہ کہو گے بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ بلکہ ہم محروم ہوگئے ہیں اس فصل سے کوئی شے ہمارے ہاتھ نہ آئی۔ اچھا اور دلیل سنو! اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ بھلا دیکھو وہ پانی جو تم پیتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ ۔ مُزْنٌ مُزْنَةٌ کی جمع ہے اور مُزْنَةٌ کا معنی ہے بادل۔ معنی ہوگا یا تم نے اتارا ہے اس پانی کو بادلوں سے اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ یا ہم اتارنے والے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں تو الحمدللہ! پانی کی فراوانی ہے ان علاقوں میں جاؤ جہاں پانی کی قلت ہے پھر تمھیں احساس ہوگا اور

پانی کی قدر معلوم ہوگی۔

ہم چمن سے قندھار جارہے تھے تقریباً چالیس میل کے علاقے تک ہمیں کوئی پودا بھی نظر نہیں آیا۔ زمین سڑی ہوئی، پتھر سڑے ہوئے۔ نماز کا وقت ہوگیا بعض ساتھیوں نے وضو کرنا تھا تو ڈرائیور نے کہا کہ تقریباً پندرہ میل آگے جاکر تھوڑا سا پانی ملے گا۔ ان علاقوں میں لوگ آج بھی پانی کو ترستے ہیں اور بارش کے پانی پر گزارا کرتے ہیں۔ جانور بھی وہی پیتے ہیں، اسی سے غسل کرتے ہیں خود بھی وہی پیتے ہیں۔ اور پاکستان میں بھی ایسے علاقے موجود ہیں کہ جہاں زمین میں پانی بہت گہرا ہے۔ غریب لوگ نہیں نکال سکتے۔ وہ بارشی پانی پر گزارا کرتے ہیں۔ بارشی پانی کو تالابوں میں جمع کرتے ہیں جانور بھی وہیں سے پیتے ہیں اور انسان بھی۔

تو فرمایا تم نے اتارا ہے بادلوں سے پانی یا ہم اتارنے والے ہیں لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا اگر ہم چاہیں کر دیں اس کو نمکین۔ ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان اور فیصل آباد کے بعض علاقوں میں آج بھی پانی نمکین اور کڑوا ہے۔ وضو کے لیے منہ میں ڈالیں تو کافی دیر تک منہ کڑوا رہتا ہے لوگ مجبوراً استعمال کرتے ہیں۔ اگر اس پانی سے غسل کریں اور سر پر صابن لگائیں تو وہ پانی سر سے صابن نہیں نکالتا۔ ہم پر تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے وافر پانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے پانی بڑی نعمت ہے۔ اور نعمت کی قدر اس وقت ہوتی ہے کہ جب آدمی اس نعمت سے محروم ہو فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ پس کیوں نہیں تم شکر ادا کرتے اے نادانو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا۔ اپنی پیدائش کو دیکھو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو دیکھو پھر اپنی ناشکری پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فصلیں تمہارے لیے پیدا کی ہیں ان کے لیے پانی کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جس نے یہ

سب کچھ تمہارے لیے کیا ہے اس کا شکر بھی ادا کرو تمھیں اپنی پیدائش کا مقصد ہی معلوم نہیں۔ یہ سب کچھ تمھارے لیے پیدا کیا گیا ہے اور تم کس کے لیے پیدا کیے گئے ہو؟ تم نے بھینس رکھی ہوئی ہے تم اس کو چارا ڈالتے ہو، پانی پلاتے ہو، نہلاتے ہو، دھوپ سائے میں باندھتے ہو اگر وہ بگڑ جائے اور دودھ نہ دے پھر تم اس کو ڈنڈے مارتے ہو۔ گائے بھینس کو تم نے پیدا تو نہیں کیا پیدا تو رب تعالیٰ نے کیا ہے اور موت وحیات کا مالک بھی وہی ہے تم صرف مجازی مالک ہو لیکن تمہاری مرضی کے مطابق نہ چلے تو چھتر ول کرتے ہو، ڈنڈے مارتے ہو۔ اے بندے! ذرا سوچ تو سہی رب تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا اور کئی قسم کی نعمتیں تیرے اوپر بہا دیں لیکن تو اس کی نافرمانی کرتا ہے پانچ وقت نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا تو رب تعالیٰ کی بھی لاٹھی ہے یا نہیں؟ وہ مارے گا تو کیا حشر ہوگا؟ سوچو تو سہی آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے سب پتا چل جائے گا۔

اور دلیل: اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ بھلا دیکھو وہ آگ جس کو تم جلاتے ہو ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ عرب میں اور درخت بھی ہوں گے لیکن تین درختوں کا نام تفسیروں میں آتا ہے۔ مدح، کرخ، عفار۔ ان کی سبز ٹہنیاں ایک دوسرے پر رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی تھی اور اس سے وہ لوگ اپنا نظام چلاتے تھے۔ سفر پر جاتے تو سبز ٹہنیاں کپڑوں میں لپیٹ کر رکھ لیتے تھے جہاں ضرورت پڑتی استعمال کرتے، آگ جلاتے۔ تو جس ذات نے سبز ٹہنیوں سے آگ پیدا کی ہے وہ تمھیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟

چنانچہ سورہ یٰسین پارہ ۲۳ میں ہے اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ

''کیا نہیں دیکھا انسان نے کہ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے اس کو ایک حقیر قطرے سے فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ پس اچانک وہ بڑا جھگڑا کرنے والا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا اور ہمارے لیے مثالیں بیان کرتا ہے وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ اور بھول گیا ہے اپنی پیدائش کو قَالَ کہتا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ کون زندہ کرے گا وہ ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی قُلْ آپ فرمادیں يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ وہ زندہ کرے گا ان کو اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ جس نے پیدا کیا ان کو پہلی مرتبہ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر پیدائش کو خوب جانتا ہے الَّذِيْ وہ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا جس نے بنائی تمہارے لیے سبز درخت سے آگ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ پس اچانک تم اس آگ کو جلاتے ہو، سلگاتے ہو۔ ان نادانوں سے پوچھو اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ قادر اس بات پر کہ وہ پیدا کرے ان جیسے بَلٰى کیوں نہیں وہ قادر ہے وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اور وہ بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

تو فرمایا بھلا دیکھو وہ آگ جس کو تم جلاتے ہو کیا تم نے پیدا کیا ہے اس کا درخت یا ہم اس کو پیدا کرنے والے ہیں نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً ہم نے اس درخت کو نصیحت بنایا ہے تمہارے لیے کہ درخت سبز ہیں تو ان سے آگ نکلتی ہے اور اگر خشک ہو جائیں تو نہیں نکلتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تمھیں سمجھ نہیں آتی۔ خدا کی قدرت سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ۔ مقوین کا مادہ قَیٌّ ہے ایسا علاقہ جہاں نہ گھاس ہو نہ پانی۔ مسافروں کو ایسے علاقے بھی طے کرنے پڑتے تھے۔ تو لفظی ترجمہ ہوگا ایسا علاقہ

طے کرنے والے جہاں نہ گھاس ہے نہ پانی ان کے لیے سامان ہے فائدہ اٹھانے کے لیے۔ پھر لازمی ترجمہ کرتے ہیں۔ فائدہ اٹھانے کے لیے ہے مسافروں کے لیے۔ کہ مسافر لوگ وہ سبز ٹہنیاں اپنے پاس رکھ لیتے تھے جہاں ضرورت پڑتی تھی ان کو آپس میں رگڑ کر آگ جلا لیتے تھے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے، بڑی عظمتوں والا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ احب الکلام الی اللہ سبحان اللہ و بحمدہ "اللہ تعالیٰ کو یہ کلام بہت محبوب ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔" یہ بخاری شریف کی آخری روایت ہے۔ دو کلمے ہیں اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بہت ہلکے ہیں ترازو میں بڑے وزنی ہیں جب قیامت والے دن تولے جائیں گے تو بڑے وزنی نکلیں گے۔ اک کلمہ ہے سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِہٖ اور دوسرا کلمہ ہے سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيم۔ ان کو ہر حال میں پڑھ سکتے ہو اٹھتے، بیٹھتے، جاگتے، وضو ہو یا نہ ہو۔ عورتیں ان دنوں میں پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں انھوں نے نماز نہیں پڑھنی ہوتی۔ ان دو کلموں میں اللہ تعالیٰ کی ساری صفات آ جاتی ہیں ایجابی ہوں یا سلبی۔

اور مستدرک حاکم اور مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ ان کو کثرت سے پڑھنے والے کا اللہ تعالیٰ رزق کشادہ کر دیتے ہیں۔ باقی ہم بڑے جلد باز ہیں ہم کہتے ہیں کہ لفظ زبان سے نکلیں اور گندم کی بوری ہمارے سامنے پڑی ہو۔ رب تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھو اور پڑھتے رہو۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ
النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾
فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ
رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنْتُمْ
حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
فَلَوْلَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ
وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ
لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ
الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم اٹھاتا ہوں بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ستاروں کے
گرنے کی وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ اور بے شک البتہ یہ قسم ہے لَّوْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم
جانو عَظِيْمٌ بڑی اِنَّهٗ بے شک یہ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ البتہ قرآن ہے
عزت والا فِيْ كِتٰبٍ ایسی کتاب میں ہے مَّكْنُوْنٍ جو چھپائی ہوئی ہے
لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ نہیں چھوتے اس کو مگر پاک باز لوگ تَنْزِيْلٌ یہ
اتارا ہوا ہے مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کی طرف سے اَفَبِهٰذَا

الْحَدِیْثِ کیا اس بات میں اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ تم سستی کرتے ہو وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اور بناتے ہو تم اپنا نصیب اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو فَلَوْلَآ پس کیوں نہیں اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ جب پہنچتی ہے جان گلے تک وَاَنْتُمْ حِیْنَىٕذٍ اور تم اس وقت تَنْظُرُوْنَ دیکھ رہے ہوتے ہو وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس کے مِنْكُمْ تم سے وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ لیکن تم دیکھ نہیں سکتے فَلَوْلَآ پس کیوں نہیں اِنْ كُنْتُمْ اگر تم غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ بدلہ نہیں دیئے جاؤ گے تَرْجِعُوْنَهَآ کیوں نہیں تم لوٹا لیتے اس کو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ پس اگر ہو وہ مقربین میں سے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ پس اس کے لیے راحت ہے اور روزی ہے وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ اور نعمت کے باغ ہیں وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ اور اگر ہے اصحاب یمین میں سے فَسَلٰمٌ لَّكَ پس سلامتی ہے تیرے لیے مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ دائیں طرف والوں میں سے وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ اور اگر ہے وہ جھٹلانے والوں میں سے الضَّآلِّیْنَ جو بھکے ہوئے ہیں فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ پس مہمانی ہے گرم پانی کی وَّتَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ اور ڈالنا ہے آگ کے شعلوں میں اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ بے شک یہ بات البتہ حق الیقین ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے۔

عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم سے پہلے لا آجائے یا ما آجائے تو وہ زائدہ ہوتا ہے اس کا کوئی معنیٰ نہیں ہوتا۔اب فَلَآ اُقْسِمُ کا معنیٰ ہے پس میں قسم اٹھاتا ہوں۔ لا کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ستاروں کے گرنے کی جگہ کی۔ستارے چلتے چلتے غروب ہو جاتے ہیں۔تو ان چلنے والے ستاروں کے غروب ہونے کی جگہ کی قسم اٹھاتا ہوں وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ اور بے شک یہ البتہ قسم ہے لَّوْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جان لو عَظِيْمٌ بڑی اِنَّهٗ بے شک یہ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ البتہ قرآن ہے عزت والا۔

ستاروں کی دو قسمیں :

ستارے دو قسم کے ہیں۔ایک ثوابت جو اپنی جگہ کھڑے رہتے ہیں اور دوسرے سیارات ہیں جو چلتے ہیں۔ان کی لائن اور رفتار مقرر ہوتی ہے۔نہ تو وہ اپنی لائن سے دائیں بائیں جا سکتے ہیں اور نہ وہ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ رفتار میں کمی بیشی کر لیں۔رب تعالیٰ نے ان کو جس لائن میں چلایا ہے اسی لائن میں وہ چلتے ہیں۔ان ستاروں کی رب تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے جو طلوع سے لے کر غروب تک صحیح اپنی لائن پر چلتے ہیں کہ یہ قرآن عزت والا ہے جس طرح ستارے سیدھے اپنی لائن میں چلتے ہیں اسی طرح یہ قرآن بھی سیدھا راستہ دکھاتا ہے اس میں بھی کوئی بات غلط نہیں ہے۔خود بھی صراط مستقیم ہے اور چلنے والوں کو بھی صراط مستقیم کی راہنمائی کرتا ہے فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ایسی کتاب میں ہے جو چھپائی ہوئی ہے۔پوشیدہ کتاب میں ہے جس کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔تمام آسمانی کتابوں میں اس کا مرتبہ بلند ہے لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ نہیں چھوتے اس کو مگر پاک باز لوگ۔اس کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ لوح محفوظ کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاکیزہ فرشتے۔یہ اس وقت ہے جب کہ "ہ" ضمیر کو کتاب مکنون کی طرف لوٹائیں۔لوح محفوظ کی

جانب پاکیزہ فرشتے ہی جاتے ہیں وہاں اور کوئی نہیں جاسکتا۔

اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ اس قرآن پاک کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاکیزہ لوگ۔ قرآن پاک کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔ زبانی پڑھ سکتے ہیں ہاتھ لگانے کے لیے وضو شرط ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گورنر عمرو بن حزم کو بہت سی ہدایات جاری فرمائیں۔ ان میں یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا وَاَنْتَ طَاهِرٌ ''قرآن کو ہاتھ نہ لگانا مگر اس حال میں کہ تو پاک ہو یعنی باوضو ہو۔'' عورتیں بھی ماہواری کے دنوں میں زبانی نہیں پڑھ سکتیں، درود شریف، تیسرے کلمہ کا ورد کرسکتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرسکتی ہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔

فرمایا تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ کتاب اتاری ہوئی ہے رب العالمین کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے اُسے بیت العزت اور بیت العظمت بھی کہتے ہیں، وہاں اتاری اور پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیئس سال میں نازل فرمائی اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ کیا پس اس بات پر تم سستی کرتے ہو۔ قرآن پاک کے بارے میں تم سستی کرتے ہو۔ اس کے پڑھنے میں، سمجھنے میں سستی نہ کرو، اس پر عقیدہ رکھنے میں سستی نہ کرو، اس کے مطابق عمل کرنے میں سستی نہ کرو۔ قرآن پاک اول تا آخر ہدایت ہے اس کے بارے میں بالکل سستی نہ کرو۔ اور تمہارا حال یہ ہے وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۔ رزق کا معنٰی نصیب، حصہ۔ اور بناتے ہو تم اپنا نصیب، حصہ کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تکذیب کرتے ہو۔

کافر بڑے زور سے کبھی تو کہتے کہ خود بنا کے لایا ہے کبھی کہتے يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ

''سکھاتا ہے اس کو ایک انسان۔'' ایک بے چارہ رومی غلام تھا فسطاس، جبر، یعیش اور بلعام اس کا نام بتاتے ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کے مکان کے قریب رہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ انسانی ہمدردی کے تحت اس کی کوئی ضرورت ہوتی تو اپنی توفیق کے مطابق پوری کر دیتے۔ کافروں نے یہ کڑی ملائی کہ یہ قرآن اس سے سیکھ کر ہمیں آکر سنا دیتا ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ [النحل: ۱۰۳] ''اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔'' بات کرتے وقت آدمی کچھ سوچے تو سہی کہ کوئی جوڑ بھی ہے۔ اس بے چارے کو تو صحیح عربی نہیں آتی ٹوٹے پھوٹے جملے بولتا تھا۔ اس غلام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بے چارہ بیمار تھا اور چراغ اس کے پاس جل رہا تھا۔ ایک آدمی اس کی تیمارداری کے لیے آیا۔ اس نے کہا کہ میں اُٹھ نہیں سکتا اُقْتُلِ السِّرَاجَ ''چراغ کو قتل کر دو۔'' کہنا تو چاہیے تھا اِطْفَاِ السِّرَاجَ ''چراغ کو بجھا دو۔'' اور یہ کہہ رہا ہے چراغ کو قتل کر دو۔ وہ کیا قرآن بنا کے دے گا؟ مگر دنیا شوشے چھوڑنے سے باز نہیں آتی۔

تو فرمایا اور بناتے ہو تم اپنا حصہ کہ تم جھٹلاتے ہو اس قرآن کو۔ اس وقت کو یاد رکھو جب تم پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے تو کتنے بے بس ہوتے ہو۔ فرمایا فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ پس کیوں نہیں جب پہنچتی ہے جان گلے تک اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ مرنے والا تمہارے سامنے مرتا ہے، ہاتھ پاؤں بے حس، ٹانگیں بے حس، تمہارے سامنے مر رہا ہے اور تم دیکھ رہے ہو وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ

اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس کے نسبت تمہارے وَلٰکِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ لیکن تم نہیں دیکھ سکتے ہمیں فَلَوۡلَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ غَیۡرَ مَدِیۡنِیۡنَ پس کیوں نہیں اگر تم بدلہ نہیں دیئے جاؤ گے۔تم کسی کے حکم کے پابند نہیں اور جزا نہیں ملنی تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ کیوں نہیں لوٹا لیتے اس کو۔اس مردے کی روح بدن میں کیوں نہیں لوٹاتے اگر تمہارے بس میں کچھ ہے۔ڈاکٹروں کے اختیار میں ہے، حکیموں کے پاس کوئی اختیار ہے، چھومنتر کرنے والوں کے پاس اگر کوئی اختیار ہے تو مرنے والے کی روح کو واپس بدن میں لوٹا دیں؟

ماں باپ کھڑے ہیں، عزیز رشتہ دار بھی موجود ہیں، آنکھوں سے آنسو بہا رہے ہیں لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔اس کی جان نکل رہی ہے اگر ہمت ہے تو اسے موت کے منہ سے بچا کر دکھاؤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اگر ہو تم سچے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔اگر یہاں تم بے بس ہو تو جب جزا وسزا کی منزل آئے گی اس کو تم کیسے روک سکو گے؟ اور جس طرح تم اس کی روح کو نہیں لوٹا سکتے اور رب تعالیٰ لے جا رہے ہیں تو دوبارہ اٹھنے کا بھی انکار نہ کرو یقیناً وہ رب دوبارہ اٹھائے گا۔نہ تمہارا آنا تمہارے اختیار میں ہے اور نہ جانا تمہارے اختیار میں ہے۔شاعر نے کہا ہے:

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

یہ موت وحیات ہمارے بس میں نہیں ہے۔زندگی اور موت حقیقت ہے جزا، سزا بھی حقیقت ہے۔پھر کیا ہوگا فَاَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ پس ہوا اگر مرنے والا مقربین میں سے، جن کی موت بھی نرالی ہوتی ہے۔احادیث میں آتا ہے ملک الموت آتے ہیں اور اس کے پیچھے اٹھارہ فرشتوں کی صف ہوتی ہے۔ان کے پاس خوشبو والا کفن ہوتا ہے۔

ملک الموت قریب آ کر بڑے ادب کے ساتھ سلام کرتا ہے السلام علیکم۔ مرنے والا ملک الموت اور دوسرے فرشتوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی رِضْوَانٍ مِّنَ اللّٰہِ ''اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طرف نکل'' اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے۔ جنت میں تیرا محل ہے۔ مرتے وقت اس کو بتلا دیا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے۔ اس وقت مومن کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ بلا مجبوری جنازے میں تاخیر نہ کرو۔ کیونکہ اگر نیک ہے تو اس کو جلدی خوشیوں میں پہنچا دو اور اگر دوسری مد کا ہے تو اس بلا سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ اگر مرنے والا برا ہے تو فرشتے نہایت کرخت الفاظ اور تند لہجے میں اس کے ساتھ پیش آتے ہیں، سلام نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی سَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ غَضَبِہٖ یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃِ ''اے خبیث روح نکل خدا کی ناراضگی اور غضب کی طرف۔'' اب تم پر خدا کا قہر ہوگا، رب تجھ سے ناراض ہے اور دوزخ میں یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ وہ بڑی منتیں کرتا ہے۔ کہتا ہے لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ''اے پروردگار! کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے لیکن لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا [سورۃ المنافقون] ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز موخر نہیں کرے گا کسی کی جان سے اس کی موت جب اس کا وعدہ آ گیا'' ایک لمحہ بھی تاخیر نہیں ہوگی۔

تو فرمایا اگر ہو وہ مقربین میں سے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ تو اس کے لیے راحت ہے اور روزی ہے۔ رَوْحٌ کا معنٰی راحت اور ریحان کا معنٰی رزق۔ اور ریحان کے معنٰی خوش بو کے بھی ہیں۔ رزق بھی ہوگا اور خوش بوئیں بھی ہوں گی وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ

اور نعمتوں کے باغ ہیں۔ مقربین ایسے باغوں میں ہوں گے جو نعمتوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ ان کا جسم اگرچہ ہمارے سامنے پڑا ہوتا ہے لیکن جنت کے ساتھ ان کا کنکشن قائم ہو جاتا ہے وہاں کی خوراک اور راحتیں ان کو میسر ہو جاتی ہیں اور یہ سارا کچھ اسی قبر میں ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ ''قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔'' جو ہمیں صرف مٹی کا ڈھیر نظر آتا ہے اس جہاں کے سارے معاملات ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اگر ہم قبر کو کھول کر دیکھیں گے تو ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آئے گا لیکن مومن کے لیے خوشی کی کوئی حد نہیں اور کافر گناہ گار کے لیے غم اور پریشانی کی کوئی حد نہیں ہے۔

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ اور بہر حال اگر ہوا وہ اصحاب یمین میں سے فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ پس سلامتی ہے تیرے لیے دائیں طرف والوں میں سے۔ تم پر سلامتی ہے کہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو۔ فرشتے ان کو سلام کرتے ہیں، غلمان اور حوریں ان کو سلام کہتی ہیں ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہوتی ہے۔ تمہارے لیے سلامتی ہے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کوئی پریشانی نہیں ہوگی وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ اور بہر حال اگر ہے وہ جھٹلانے والوں میں سے جو بہکے ہوئے ہیں، گمراہ ہیں۔ توحید کو جھٹلایا، نبوت کو جھٹلایا، قیامت کو جھٹلایا، رب تعالیٰ کے احکام کو جھٹلایا، قرآن کو جھٹلایا، ان کے لیے کیا ہوگا؟ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ گرم پانی کی مہمانی ہوگی۔ اتنی شدید پیاس لگے گی کہ گرم پانی کے پینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ پانی جب ہونٹوں کو

لگے گا ہونٹوں کو جلا دے گا یَشْوِی الْوُجُوْہ قطرہ قطرہ کر کے اندر جائے گا انتڑیوں کو کاٹ کر پاخانے کے راستے سے نکال دے گا۔ پھر فرشتے انتڑیاں منہ کے راستے ڈالیں گے۔ پھر اس کے ساتھ کیا ہوگا یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ [الحج:۲۰] ''پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ وہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی۔'' سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا کھولتا ہوا سارا چمڑا اتر جائے گا۔ جس طرح تم گرم پانی کے ذریعے مرغیوں کی کھال اتارتے ہو۔

تو فرمایا گرم پانی کی مہمانی ہوگی وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ اور ڈالنا ہے آگ کے شعلوں میں، داخل ہونا ہے آگ کے شعلوں میں۔ آج دنیا کی آگ ہماری برداشت سے باہر ہے اور دوزخ کی آگ تو اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اگر مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک جھونکا ہی کافی ہے لیکن چونکہ سزا دینی ہے لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ''نہ مرے گا نہ جیے گا۔'' اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ بے شک یہ بات جو ہم کر رہے ہیں حق الیقین ہے۔

علم کے تین درجے :

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے تصوف پر جس کا نام ہے ''معارف لدنیہ'' اس میں وہ فرماتے ہیں علم کے تین درجے ہیں علم الیقین، عین الیقین اور تیسرا درجہ ہے حق الیقین۔ تجربہ کار، سچے آدمی کی بات پر یقین کرنا اور ماننا اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ مثلاً: ایک آدمی کہتا ہے کہ آگ جلاتی ہے۔ ابھی اس نے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھا نہیں ہے۔ اس کی بات پر کوئی یقین کرتا ہے تو یہ علم الیقین ہے۔ پھر آنکھوں سے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھ لیا کہ وہ لکڑیوں کو، کپڑوں کو جلا رہی ہے تو یہ عین الیقین ہے۔ اور اگر اس کے بدن کا کوئی حصہ آگ میں گیا اور اس نے جلا دیا تو یہ حق الیقین ہے۔ یہ یقین کی آخری حد

ہے۔

تو فرمایا یہ جو کچھ ہم کہتے ہیں یہ صرف علم الیقین اور عین الیقین ہی نہیں بلکہ حق الیقین ہے۔اس سے اوپر یقین کا کوئی درجہ نہیں ہے۔ یہ قرآن حق الیقین ہے ہم جو کہتے ہیں یہ حق الیقین ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔رب تعالیٰ نے تجھے آگاہ کر دیا ہے لہٰذا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہے۔سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، کثرت سے پڑھتے رہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الحدید

(مکمل)

جلد............١٩

ایاتھا ۲۹ ۵۷ سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ ۹۴ رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶

سَبَّحَ لِلّٰهِ تسبیح بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہ زبردست ہے الْحَكِيْمُ حکمتوں والا ہے لَهٗ اسی کے لیے مُلْكُ السَّمٰوٰتِ ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا يُحْيٖ وہ زندہ کرتا ہے وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

هُوَ الْاَوَّلُ وہ اول ہے وَالْاٰخِرُ اور آخر ہے وَالظَّاهِرُ اور وہ ظاہر ہے وَالْبَاطِنُ اور باطن ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے هُوَ الَّذِيْ وہ وہ ذات ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰى پھر وہ قائم ہوا عَلَى الْعَرْشِ عرش پر يَعْلَمُ جانتا ہے مَا يَلِجُ جو داخل ہوتا ہے فِي الْاَرْضِ زمین میں وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا اور جو چیز نکلتی ہے اس سے وَمَا يَنْزِلُ اور جو اترتی ہے مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا اور جو چڑھتی ہے اس میں وَهُوَ مَعَكُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے اَيْنَ مَا كُنْتُمْ جہاں کہیں بھی تم ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام يُوْلِجُ الَّيْلَ داخل کرتا ہے رات کو فِي النَّهَارِ دن میں وَيُوْلِجُ النَّهَارَ اور داخل کرتا ہے دن کو فِي الَّيْلِ رات میں وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور وہ جانتا ہے دلوں کے راز۔

تعارفِ سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الحدید ہے۔ حدید کا معنٰی لوہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک لوہا بھی ہے۔ دنیا کا کافی نظام لوہے پر موقوف ہے۔ سورت کے آخر میں لوہے کا

ذکر آئے گا۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ترانوے (۹۳) سورتیں نازل ہو چکی تھیں یہ چرانوے (۹۴) نمبر پر نازل ہوئی۔ اس کے چار رکوع اور انتیس آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تسبیح بیان کرتی ہے، پاکیزگی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتوں کے علاوہ بے شمار مخلوق ہے جس کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ چاند، سورج، ستارے ہیں۔ اور جو مخلوق زمین میں ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ درختوں کا ایک ایک پتہ، پانی کا ایک ایک قطرہ، اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ''اور نہیں ہے کوئی شے مگر وہ تسبیح بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ وَلٰـكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ [بنی اسرائیل: ۴۴] ''مگر تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔'' ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے زبان حال سے یا زبان قال سے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

وَهُوَ الْعَزِیْزُ اور وہ غالب ہے، زبردست ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی کو کوئی قوت اور طاقت حاصل نہیں ہے الْحَكِیْمُ حکمت والا ہے۔ اس کی ہر بات حکمت اور دانائی والی ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمان بھی اس نے پیدا کیے ہیں اور زمین بھی اسی نے پیدا کی ہے۔ خالق بھی وہی، مالک بھی وہی، زمین اور آسمانوں میں تصرف بھی اسی کا، تدبیر بھی اس کی۔ خدائی اختیارات میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ موت دینا بھی اس کی صفت ہے اور زندگی دینا بھی اسی کی صفت ہے وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے هُوَ الْاَوَّلُ

وہی اول ہے۔سب سے پہلے وہی ہے جس کی کوئی ابتدانہیں ہے وَالْاٰخِرُ اور آخر ہے جس کی کوئی انتہانہیں ہے۔ نہ اس کی ابتدا اور نہ اس کی انتہا۔ وہ ازلی اور ابدی ہے وَالظَّاهِرُ اور وہ ظاہر ہے اپنی قدرت کی نشانیوں سے۔

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّهٗ اٰیَةٌ
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

''اور ہر شے میں دلیل ہے جو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔''
وَالْبَاطِنُ اور باطن ہے اپنی ذات کے لحاظ سے۔کوئی دوربین لگا کر بھی اسے نہیں دیکھ سکتا۔اپنی ذات کے اعتبار سے باطن ہے دلائل قدرت کے اعتبار سے ظاہر ہے۔

روس کا خدا اور مذہب کا جنازہ نکالنا :

آج سے کوئی ستر (۷۰) اسی (۸۰) سال پہلے کی بات ہے کہ روس نے بڑے زوردار طریقے سے یہ نظریہ پھیلایا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے اور ان کے دین سے دور ہونے اور متنفر ہونے کی وجہ یہ بنی کہ روس کے سربراہ سارنوف نے جو عیسائی مذہب رکھتا تھا اور روسی اصولی طور پر عیسائی ہیں۔سارنوف نے اپنے وزیروں، مشیروں کو بلا کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں روحانیت پھیل جائے۔میرے بیوی بچے، پوتے، نواسے روحانیت کا سبق حاصل کریں اور روحانیت میں کامل بنیں۔اس کے لیے اچھے عمدہ قسم کا ایک مذہبی پیشوا چاہیے جو ان کو تعلیم دے اور ان کی اصلاح کرے۔اس وقت راسکوتیں بڑا پادری تھا اور عمر بھی اس کی اسی سال سے اوپر تھی۔وزیروں، مشیروں نے اُسے پیش کر دیا کہ یہ ان کو تعلیم دے گا، اخلاق کی اصلاح کرے گا، روحانی تربیت کرے گا، بڑا پاکباز اور نیک ہے۔چنانچہ بادشاہ نے بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے،

نواسیاں اس کے حوالے کیں کہ ان کو تعلیم دو، ان کی اصلاح کرو، روحانی تربیت کرو۔ لیکن ہوا یہ کہ اس نے شیطانی حرکتیں شروع کر دیں اور بچیوں کو ہوس کا نشانہ بنایا۔ بادشاہ کو علم ہوا۔ وہ بڑا جذباتی آدمی تھا آخر بادشاہ تھا۔ اس نے کہا کہ جب سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور پادری کا یہ حال ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟ وہ مذہب سے متنفر ہوگیا۔ روسیوں کے مذہب سے بےزار ہونے کا سبب وہ بڑا پادری بنا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بھی منکر ہو گئے۔ پھر وہ وقت آیا کہ روسیوں نے ۳۸-۱۹۳۷ء کی بات ہے کہ اپنے ملک سے دو جنازے باہر نکالے، ایک خدا کا اور دوسرا مذہب کا۔ باقاعدہ دو جنازے تیار کیے گئے، ان پر پھول ڈالے گئے اور ناچتے کودتے، دھمالیں ڈالتے ہوئے سرحد پر لے گئے اور لاتوں سے جنازے والی چارپائی سرحد سے باہر پھینک دی۔ پھر دوسری چارپائی پھینک دی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے میں اس وقت جوان (عالم شباب میں) تھا۔ کہنے لگے ہم نے خدا اور مذہب کو ملک سے نکال دیا ہے۔ پھر جس وقت ہٹلر کی مار پڑی تو روسی لیڈروں نے کہا کہ ہر مذہب والا اپنے اپنے معبد خانے میں خدا کو پکارے کہ رب تعالیٰ ہمیں اس بلا سے نجات دے۔

تو فرمایا وہ سب سے اوّل ہے اور وہی سب سے آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے مراد چھ دنوں کا وقفہ ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ زمین تھی، نہ آسمان تھا کہ دنوں سے یہ دن مراد لیے جائیں، بلکہ چھ دنوں کا وقفہ مراد

ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ایک سیکنڈ میں ہر چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو پھر چھ دنوں کے وقفے میں پیدا کرنے کی حکمت کیا تھی؟ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سبق دیا ہے کہ میں نے قادرِ مطلق ہوتے ہوئے بھی آہستہ آہستہ کام کیا ہے لہٰذا تمہارے کام بھی تدریجاً یعنی آرام آرام سے ہونے چاہئیں ورنہ وہ ایک لمحے میں سب کچھ کر سکتا ہے۔

دو سال کا عرصہ گزرا ہے اس نے جاپان پر صرف سترہ سیکنڈ کا زلزلہ مسلط کیا تھا۔ سترہ سیکنڈ کیا ہوتے ہیں؟ آدمی سترہ سیکنڈ میں ایک بات نہیں کر سکتا۔ اس سے اتنا نقصان ہوا تھا کہ جاپان جیسا صنعتی ملک جو صنعت میں پورے یورپ سے بڑھا ہوا ہے، نے کہا تھا کہ ہماری حکومت یہ نقصان چار سالوں میں پورا نہیں کر سکتی۔

استوی علی العرش کا معنیٰ :

تو فرمایا وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پھر رب تعالیٰ مستوی ہوا عرش پر۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے شاگرد نے پوچھا حضرت استوی علی العرش کا کیا معنیٰ ہے؟ ہمیں سمجھاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کا کیا مفہوم ہے؟ دیکھو! اس وقت ہم صفوں پر بیٹھے ہیں، قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی چارپائی پر بیٹھتا ہے، کوئی منبر پر بیٹھتا ہے، مختلف نشستیں ہیں لوگوں کے بیٹھنے کی تو ہمیں سمجھاؤ رب تعالیٰ عرش پر کیسے قائم ہے؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ ''اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (کیونکہ قرآنِ کریم میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اور سورہ طٰہٰ میں ہے الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی) وَكَيْفِيَّتُهٗ مَجْهُوْلَةٌ اور اس کی کیفیت ہمیں

معلوم نہیں ہے کہ کیسے بیٹھا ہے؟ وَالسَّوالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔" اس کے پیچھے پڑنا بدعت ہے۔ بس اتنا کہہ دو کہ جو اس کی شان کے لائق ہے۔ رب تعالیٰ سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ جس طرح اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بولتا ہے دیکھتا ہے یَدَاهُ مَبْسُوطَتٰنِ [سورۃ المائدہ] "رب تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔" ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ جو اس کی ذات کے لائق ہیں۔ ہم اس سے زیادہ کے مکلف نہیں ہیں۔ تو فرمایا پھر وہ قائم ہوا عرش پر یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے زمین میں۔ مردے زمین میں دفن کیے جاتے ہیں، بیج زمین میں ڈالا جاتا ہے، کیڑے مکوڑے زمین میں داخل ہوتے ہیں، بارش کو زمین جذب کر لیتی ہے۔ غرضکہ جو چیز بھی زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اس کو رب تعالیٰ جانتا ہے وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا اور جو چیز زمین سے نکلتی ہے۔ زمین سے تیل نکلتا ہے، گیس نکلتی ہے فصلیں نکلتی ہیں یعنی اگتی ہیں، درخت نکلتے ہیں، کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

دہریے قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ پچاس سال کے بعد لوگ کیا کھائیں گے، کہاں سے کھائیں گے؟ بھائی تمھیں کیا فکر ہے؟ جس رب نے پیدا کیا ہے وہ انتظام بھی کرے گا۔ مخلوق کم تھی زمین کی پیداوار بھی کم تھی۔ اب مخلوق زیادہ ہوگئی ہے پیداوار بھی بڑھ گئی ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا [ہود:۶، پارہ:۱۲] "اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔"

دیکھو! گیس کے متعلق کوئی سوچ سکتا تھا کہ ایسا ایندھن آئے گا جو سر پر بھی نہیں اٹھانا پڑے گا۔ جلے گا مگر نہ اس کا دھواں ہوگا اور نہ راکھ ہوگی۔ آج سے پچاس سال پہلے

کوئی کہتا تو لوگ اس کو پاگل خانے میں بند کرادیتے کہ یہ کیا کہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو علم ہے کیا چیز زمین سے کب نکالنی ہے۔ ابھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کا اظہار فرمائیں گے جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی زمین اپنے دفینے نکالے گی وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور جو چیز آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے، فرشتے نازل ہوتے ہیں، رب تعالیٰ کی رحمتیں بندوں پر نازل ہوتی ہیں وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا اور جو چیز چڑھتی ہے آسمان میں وہ اس کو بھی جانتا ہے۔ فرشتے اوپر جاتے ہیں، نیک آدمیوں کے اعمال اوپر جاتے ہیں اور جو کچھ بھی اوپر جاتا ہے رب تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ اور صرف یہ نہ سمجھنا کہ وہ عرش پر مستوی ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھنا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

دونوں عقیدے ضروری ہیں۔ عرش پر بھی قائم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور تمہارے ساتھ بھی ہے علم کے لحاظ سے، قدرت کے لحاظ سے، اپنی ذات کے لحاظ سے جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ یہ دونوں باتیں قرآن میں موجود ہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا۔ آسمانوں اور زمین کی شاہی اسی کی ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام۔ ہر چیز پر قبضہ اور اختیار اسی کا ہے۔ سب کچھ رب تعالیٰ ہی کرتا ہے اور کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے، نہ کوئی بادشاہ بنا سکتا ہے، نہ گدا بنا سکتا ہے، نہ کوئی اولاد دے سکتا ہے، نہ کوئی رزق دے سکتا ہے، نہ کوئی صحت دے سکتا ہے اور نہ کوئی بیمار کر سکتا ہے۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کی قدرت کو دیکھو! يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وہ داخل کرتا ہے رات

کو دن میں۔ گرمی کے موسم میں راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں اور دن لمبے ہو جاتے ہیں، رات کا حصہ کاٹ کر دن میں شامل کر دیتا ہے وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اور وہ داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ آج کل راتیں لمبی ہیں سردی کا موسم ہے اور دن چھوٹے ہیں، دن کا حصہ کاٹ کر رات میں شامل کر دیا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے روزمرہ کے انقلابات ہیں۔ سب سمجھتے ہیں اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور وہ جانتا ہے دلوں کے راز۔ صدور صَدْرٌ کی جمع ہے صدر کا معنیٰ ہے سینہ، مراد دل ہے۔ رب تعالیٰ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے۔ لہٰذا اپنے دلوں کو صاف رکھو معاملہ پروردگار کے ساتھ ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ ع ۱۷

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو مِمَّا اس چیز سے جَعَلَكُمْ بنایا تم کو اللہ تعالیٰ نے مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ نائب اس میں فَالَّذِيْنَ پس وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے مِنْكُمْ تم میں سے وَاَنْفَقُوْا اور انھوں نے خرچ کیا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ان کے لیے اجر ہے بڑا وَمَا لَكُمْ اور کیا ہو گیا ہے تم کو لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ نہیں ایمان لاتے تم اللہ تعالیٰ پر وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ حالانکہ رسول تم کو دعوت دے رہا ہے لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اور تحقیق لیا اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد اِنْ

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہوتم ماننے والے هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے
يُنَزِّلُ جو اتارتا ہے عَلٰى عَبْدِهٖٓ اپنے بندے پر اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ واضح
آیتیں لِّيُخْرِجَكُمْ تاکہ نکالے تمھیں مِّنَ الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے
اِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ بِكُمْ
تمہارے ساتھ لَرَءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ مہربان
ہے وَمَا لَكُمْ اور تمھیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تُنْفِقُوْا کہ تم خرچ نہیں کرتے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے
مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میراث آسمانوں کی اور زمین کی لَا يَسْتَوِيْ
مِنْكُمْ نہیں ہیں برابر تم میں سے مَّنْ اَنْفَقَ جنھوں نے خرچ کیا مِنْ
قَبْلِ الْفَتْحِ فتح سے پہلے وَقٰتَلَ اور لڑائی کی اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً
یہ لوگ بہت بڑے ہیں درجے کے لحاظ سے مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے
اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ جنھوں نے خرچ کیا فتح کے بعد وَقٰتَلُوْا اور لڑائی کی
وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اچھائی
کا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خبردار ہے۔

ربط آیات :

اس رکوع کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر تھا اور اس کے دلائل تھے۔ توحید اور اس کے دلائل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اے

لوگو! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر کہ وہی خالق ہے، وہی مالک ہے، وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور مارنے والا ہے اور اس کے رسول پر اور ایمان لانے کے بعد وَاَنۡفِقُوۡا اور خرچ کرو تم مِمَّا جَعَلَكُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِيۡنَ فِيۡهِ اس چیز میں سے کہ اللہ تعالیٰ نے نائب بنایا ہے تم کو اس میں۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ انفاق سے مال کا خرچ کرنا مراد ہے۔ مال کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے برائے نام شرعی طور پر اس نے تم کو نائب بنایا ہے تم رب تعالیٰ کے خلیفہ ہو۔ اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے تمہارے پاس چند دن کے لیے امانت ہے اس مال کو تم خرچ کرو اس سے زکوٰۃ دو، عشر دو، فطرانہ دو، قربانی کرو، صدقہ خیرات کرو، اپنوں پر، دوسروں پر۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم تو یہی تفسیر کرتے ہیں۔ لیکن علامہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر ہیں۔ ان کی تفسیر کا نام بحر المحیط ہے۔ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے چوٹی کے مفسر ہیں ان کی تفسیر کا نام ہے روح المعانی۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں ہر شے مراد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال دیا ہے تو وہ مال خرچ کرے، علم دیا ہے تو علم خرچ کرے، اگر جسمانی قوت دی ہے تو کمزوروں کے لیے وہ خرچ کرے، ہنر اور فن دیا ہے تو وہ خرچ کرے، عقل اور سمجھ دی ہے تو اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ جو بھی نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کو خرچ کرے۔ فرمایا فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ پس وہ لوگ جو ایمان لائے تم میں سے وَاَنۡفَقُوۡا اور انھوں نے خرچ کیا لَهُمۡ اَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

قبولیتِ اعمال کی تین شرائط :

یہ بات تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ نیکیوں کے قبول ہونے کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔

①...... ایمان، کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔

②...... اخلاص۔ ریا، دکھاوے کے طور پر جو نیکی ہوتی ہے اس کا ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے۔ اور......

③...... تیسری شرط اتباع سنت ہے۔ جو نیکی بھی ہو سنت کے مطابق ہو۔ اگر سنت کے مطابق نہیں ہے تو وہ نیکی قبول نہیں ہوگی۔ چاہے وہ شکل وصورت کے اعتبار سے کتنی ہی خوب صورت کیوں نہ ہو۔

کوفے کے شہر میں عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک صوفی قسم کا آدمی وہاں نماز پڑھ رہا ہے۔ اپنے خادم سے فرمایا کہ اس کو جاکر کہو کہ عید والے دن کوئی نفلی نماز نہیں ہے۔ اشراق پڑھنے والا ہے تو عید والے دن اشراق نہ پڑھے، چاشت کا عادی ہے تو عیدگاہ میں نہیں پڑھ سکتا گھر جاکر کہیں چھپ کر پڑھے۔ وہ سخت قسم کا آدمی تھا نماز میں لگا رہا توڑی نہیں۔ حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جاکر اس کا کندھا پکڑ کر فرمایا کہ عید والے دن عیدگاہ میں نماز عید کے سوا کوئی اور نماز منع ہے۔ اس نے کہا کہ کیا میں کوئی گناہ کا کام کر رہا ہوں کہ آپ مجھے روکتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! تم گناہ کا کام کر رہے ہو صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ '' میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزاری ہے نہ آپ نے عیدگاہ میں نماز پڑھی ہے اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ تم گناہ کر رہے ہو یہ نماز پڑھ کر۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مہر لگی ہوئی نہیں تھی اس لیے اس کو گناہ فرمایا، حالانکہ نماز ہے۔

تو عبادات کے قبول ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں:

❀...... ایمان ❀...... اخلاص ❀...... اتباع سنت

ان شرائط کے ساتھ اگر کوئی آدمی نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا اجر عطا فرمائیں گے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ یہ کم از کم ہے زیادہ جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ عطا کریں۔ مثلاً: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو کہا السلام علیکم! تو دس نیکیاں تو اس کی پکی ہیں اور اس کے ساتھ اس کا ایک صغیرہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا اور ایک درجہ بھی بلند ہو جائے گا۔ اور اگر نیکی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے تو ادنی ترین اس کا بدلہ سات سو ہے وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [سورۃ البقرہ] ''اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔'' دینی تعلیم کے لیے جو قدم اٹھائے گا، تبلیغِ دین کے لیے جو قدم اٹھائے گا، کفار کے مقابلے میں جو قدم اٹھائے گا تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ملیں گی اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے زیادہ کر دے۔

تو فرمایا اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں ان کے لیے اجر ہے بڑا وَمَا لَكُمْ اور کیا ہو گیا ہے تم کو لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ نہیں ایمان لاتے تم اللہ تعالیٰ پر وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ حالانکہ رسول ﷺ تم کو دعوت دے رہے ہیں لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ ایمان لاؤ تم اپنے رب پر۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے داعی بھیجے ہیں ان میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اے مکے والو! تمھیں دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کا وہ پیغمبر ہے جو تمام کائنات میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہے اور تمہاری زبان میں تمھیں دعوت دے رہا ہے پھر تمہارے پاس کون سا بہانہ ہے قبول نہ کرنے کا۔ اس نے نبوت سے پہلے عمر کے چالیس سال تمہارے ساتھ گزارے ہیں۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۶ پارہ ۱۱ میں ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ''پس بے شک میں ٹھہرا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔'' کہ کتنی صاف شفاف زندگی

تمہارے اندر گزاری ہے۔ جب آپ ﷺ کسی جگہ سے گزرتے تھے تو لوگ اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ایسا نیک آدمی ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کو صادق کہتے تھے۔ تو سب سے بڑا داعی تمھیں دعوت دے رہا ہے مگر تم اس کی پروا نہیں کرتے وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے لیا ہے تم سے پختہ عہد عالم ارواح میں وادی مُعَرَّۃ النعمان میں جس کو آج کل عرفات کہتے ہیں۔

عہدِ الست :

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہاں کھڑا کر کے پشت کی دائیں طرف اپنا دایاں ہاتھ پھیرا جو اس کی شان کے لائق ہے تو اصحاب الیمین چیونٹیوں کی طرح سامنے آگئے۔ پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا تو اصحاب الشمال چیونٹیوں کی طرح سامنے آگئے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا اے پروردگار! یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے جو قیامت تک آئے گی۔ آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی بدصورت ہے کوئی خوب صورت ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی لمبا ہے، کوئی چھوٹا ہے۔ کہنے لگے اے پروردگار! هَلْ لَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ "اپنے بندوں کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا۔" رب تعالیٰ نے فرمایا اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْكَرَ "میں چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا ہوتا رہے (لہٰذا جو اپنے سے کمزور کو دیکھ کر شکر ادا نہیں کرتا حقیقت میں وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔)

اس عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب کو سمجھ دی اور فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ [سورۃ الاعراف] "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰى سب نے کہا اے پروردگار! آپ ہمارے رب ہیں۔" ہمیں تو یہ عہد یاد نہیں ہے لیکن تفسیروں میں بہت سارے بزرگوں کے نام دیئے ہیں جو کہتے تھے کہ ہمیں وہ عہد یاد ہے۔ چنانچہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عہد یاد ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء میں سے گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ میثاق یاد ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد لیا ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم ماننے والے اس بات کو تو ایمان لاؤ هُوَ الَّذِىْ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ جو اتارتا ہے اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ واضح اور صاف آیتیں۔ بعض نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ کہنے میں توہین ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایسا نہیں ہے عبد ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور جب تک ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کا اقرار نہ کریں ہماری کوئی نماز مکمل نہیں ہوتی، فرض ہو، واجب ہو، سنت مؤکدہ ہو، نفل ہو، اس میں ہم نے پڑھنا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد کہنے میں توہین ہوتی تو رب تعالیٰ ہمیں یہ سبق کبھی نہ دیتا حاشا وکلا۔ یاد رکھنا! عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے لفظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے، تعریف اور توصیف ہے تنقیص نہیں ہے۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جو نازل کرتا ہے اپنے بندے پر واضح اور صاف آیتیں۔ کیوں نازل کرتا ہے؟ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاکہ وہ نکالے تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ کفر، شرک، تکبر، بغض، حسد کے اندھیروں سے نورِ ایمان کی طرف، نورِ توحید، نورِ سنت اور نورِ حق کی طرف وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اسی لیے اس نے تمھیں سمجھانے کے لیے اپنا پیغمبر بھیجا ہے اپنی کتاب بھیجی ہے وَمَا لَكُمْ اور تمھیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا تُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ تم خرچ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سے

کسی مد میں وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی۔کیا یہ جو تمہارے پاس مال ہے، زمین ہے، باغات ہیں، کارخانے اور کوٹھیاں ہیں، سونا چاندی ہے، کیا یہ چیزیں قبر میں تمہارے ساتھ جائیں گی؟ خوش نصیب ہے جس کو کفن نصیب ہو جائے۔مرنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو کفن بھی نصیب نہیں ہوتا، زمین میں دفن ہونا نصیب نہیں ہوتا، درندے، پرندے، مچھلیاں ان کو ہضم کر جاتی ہیں۔لہٰذا رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو رب تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کر کے رب تعالیٰ کو راضی کر لو۔ ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے اس نے یہ چیزیں تمھیں عارضی طور پر عطا فرمائی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر کے رب تعالیٰ کو راضی کر لو۔پھر اس نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو تم کر نہ سکو۔زکوٰۃ صاحب مال پر سال کے بعد چالیس روپے میں سے ایک روپیہ ہے، فطرانہ سال کے بعد نصف صاع ہے۔

آسانی کے لیے یوں سمجھو کہ دو سیر گندم ہے اور زمین کی پیداوار میں سے بارانی ہے تو دسواں حصہ اور اگر چاہی نہری ہے تو بیسواں حصہ ہے نو حصے یا انیس حصے تمہارے پاس ہیں اور جو باقی تمہارے پاس ہے یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا۔تمہارے مرنے کے بعد اگر تمہارے وارث اچھے ہیں وہ کھائیں پئیں گے تمھیں ثواب ملے گا۔اور اگر خدانخواستہ شرابی کبابی ہیں، جواری ہیں، بُرے ہیں تو یاد رکھنا! تمہاری کمائی کھا کر گناہ تمہاری قبر میں پہنچائیں گے۔کمایا تم نے کھایا انھوں نے اور مار قبر میں تمھیں پڑے گی۔

تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ نہیں ہیں برابر تم میں سے جنھوں نے خرچ کیا مال مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ مکہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے وَقٰتَلَ اور لڑائی کی کافروں سے۔ ۸ھ رمضان

المبارک کے مہینے میں مکہ مکرمہ فتح ہوا۔اس سے پہلے مسلمانوں کی پوزیشن کمزور تھی۔ان دنوں میں خرچ کرنا اور لڑنا بڑا کام تھا۔ اور مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد سارے عرب پر جھنڈا لہرادیا گیا، مالی پوزیشن بھی مضبوط ہوگئی اور افرادی قوت بھی۔اب مال خرچ کرنا بھی آسان اور لڑنا بھی آسان ہوگیا۔لہٰذا جو فتح سے پہلے لڑے اور مال خرچ کیا اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً یہ لوگ بہت بڑے ہیں درجے کے لحاظ سے مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا جنھوں نے خرچ کیا فتح مکہ کے بعد اور لڑائی کی کافروں کے ساتھ۔کیونکہ اب آسانی پیدا ہوگئی ہے لیکن وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اچھائی کا۔اجر سب کو ملے گا مگر درجات برابر نہیں ہو سکتے۔مکہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے جنھوں نے مال خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا درجہ بعد والوں سے بہت بلند ہے لیکن بعد میں خرچ کرنے والوں کا بھی درجہ ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خبر رکھتا ہے کہ کون اخلاص کے ساتھ خرچ کرتا ہے اور کون دکھاوے کے لیے۔کون اتباعِ سنت میں خرچ کرتا ہے اور کون خواہش نفسانی کے تحت۔سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗۤ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾ یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ بُشْرٰىکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۲﴾ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَکُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّہٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُہٗ فِیْہِ الرَّحْمَۃُ وَظَاھِرُہٗ مِنْ قِبَلِہِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ یُنَادُوْنَھُمْ اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَۃٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىکُمُ النَّارُ ؕ ھِیَ مَوْلٰىکُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۵﴾

مَنْ ذَاالَّذِیْ کون شخص ہے وہ یُقْرِضُ اللّٰہَ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا اچھا قرض فَیُضٰعِفَہٗ پس وہ اس کو بڑھا دیتا ہے لَہٗ اس کے لیے وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ اور اس کے لیے عمدہ اجر ہوگا یَوْمَ جس دن تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ آپ دیکھیں گے ایمان والے مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایمان والی عورتوں کو یَسْعٰی نُوْرُھُمْ دوڑ رہا ہوگا ان کا نور بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ان کے آگے وَبِاَیْمَانِھِمْ اور ان کے دائیں طرف بُشْرٰىکُمُ الْیَوْمَ خوش خبری ہے تمہارے لیے آج کے دن جَنّٰتٌ باغات

ہیں تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ بہتی ہیں ان باغات کے نیچے نہریں
خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ذٰلِکَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ یہی
ہے وہ بڑی کامیابی یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ جس دن کہیں گے منافق مرد وَ
الۡمُنٰفِقٰتُ اور منافق عورتیں لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو ایمان لائے
انۡظُرُوۡنَا ہماری طرف دیکھو نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ تاکہ ہم بھی روشنی
حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے قِیۡلَ کہا جائے گا ارۡجِعُوۡا لوٹ جاؤ
وَرَآءَکُمۡ اپنے پیچھے فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا پس تلاش کرو روشنی فَضُرِبَ
بَیۡنَهُمۡ پس کھڑی کردی جائے گی ان کے درمیان بِسُوۡرٍ ایک دیوار لَّهٗ
بَابٌ جس کا دروازہ ہوگا بَاطِنُهٗ اس کے اندر کی طرف فِیۡهِ الرَّحۡمَةُ
اس میں رحمت ہوگی وَظَاهِرُهٗ مِنۡ قِبَلِهِ اور اس کے ظاہر کی طرف
الۡعَذَابُ عذاب ہوگا یُنَادُوۡنَهُمۡ یہ ان کو کہیں گے اَلَمۡ نَکُنۡ مَّعَکُمۡ
کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے قَالُوۡا بَلٰی وہ کہیں گے کیوں نہیں
وَلٰکِنَّکُمۡ فَتَنۡتُمۡ لیکن تم نے فتنے میں ڈالا اَنۡفُسَکُمۡ اپنی جانوں کو
وَتَرَبَّصۡتُمۡ اور تم انتظار کرتے رہے وَارۡتَبۡتُمۡ اور تم نے شک کیا
وَغَرَّتۡکُمُ الۡاَمَانِیُّ اور دھوکے میں ڈالا تم کو خواہشات نے حَتّٰی جَآءَ اَمۡرُ
اللّٰهِ یہاں تک کہ آ گیا اللہ تعالیٰ کا حکم وَغَرَّکُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ اور دھوکے
میں ڈالا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے باز نے فَالۡیَوۡمَ پس آج کے

دن لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ نہیں لیا جائے گا تم سے فِدْیَۃٌ کوئی جرمانہ وَّلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور نہ ان لوگوں سے جو کافر ہیں مَاْوٰکُمُ النَّارُ ٹھکانا تمہارا دوزخ ہے ھِیَ مَوْلٰکُمْ یہی دوزخ کی آگ تمہاری ساتھی ہے وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔

قرضِ حسنہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا کون شخص ہے وہ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا۔ آدمی جو صدقہ وخیرات کرتا ہے اور قربانی دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور تشبیہ اس بات میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کو قرض دیتا ہے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ مقروض اس کو اتنی رقم لوٹائے گا۔ اسی طرح یہاں سمجھو کہ جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے اس کا بدلہ تمھیں ضرور ملے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے اللہ تعالیٰ غریب ہو گیا ہے اور اس کو قرضے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ جیسے یہودیوں نے کہا تھا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ [آل عمران: ۱۸۱] ''بے شک اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔'' بلکہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح قرض واپس آنا ہوتا ہے اسی طرح جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھیں ضرور ملے گا بلکہ اچھا بدلہ ملے گا کہ ایک کے بدلے میں دس گنا۔ یہ عام حالات میں ہے اور جو فی سبیل اللہ کی مد میں ہوگا اس کا بدلہ سات سو گنا ہوگا کم از کم۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے بڑھا دے گا۔ پھر یہ بھی سمجھ لیں کہ صدقہ وخیرات کا بدلہ دس گنا ہے اور اگر کوئی کسی کو قرضِ حسنہ دے تو اس کا بدلہ ستر گنا۔ کیونکہ دینے والا اس کی غربت کا خاص خیال رکھتا ہے۔ تو قرضِ حسنہ کا بہت بڑا ثواب ہے۔ لیکن ہمارا زمانہ عجیب ہے کہ

قرض لیتے وقت بڑے پیار محبت سے پیش آئیں گے پیاری پیاری باتیں کریں گے۔ دیتے وقت اکثر تو منکر ہو جاتے ہیں اور کچھ گھور گھور کے دیکھتے ہیں اور کچھ لڑ پڑتے ہیں۔ اچھے لوگ بھی ہیں مگر بہت کم ہیں۔

تو فرمایا کون شخص ہے وہ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ پس اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتا ہے اس کے لیے۔ عام حالات میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا اور فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے گا تو اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو گنا ہے وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ [سورۃ البقرہ] "اور اللہ تعالیٰ بڑھا دے گا جس کے لیے چاہے گا۔" وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ اور اس کے لیے عمدہ اجر ہوگا۔ کس دن ملے گا؟ یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جس دن آپ دیکھیں گے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ دوڑ رہا ہوگا ان کا نور ان کے آگے وَبِاَیْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف بھی۔ مومن جس وقت قبروں سے نکلیں گے تو نورِ ایمان، نورِ اسلام، نورِ توحید جو ان کے دلوں میں ہے اس دن اس کی روشنی ان کے آگے ہوگی اور دائیں طرف بھی ہوگی۔ ایمان کی روشنی آگے ہوگی اور اعمال صالحہ کا نامہ چونکہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس لیے اس کی روشنی دائیں طرف ہوگی۔ وقفے وقفے سے فرشتے کھڑے ہوں گے اور کہیں گے بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ خوش خبری ہے تمہارے لیے آج کے دن۔ وہ خوش خبری کیا ہے جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں۔ اس ہمیشگی کا تو آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی ہے وہ بڑی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو نصیب فرمائے۔

تم نے مومنوں کا حال سن لیا اب منافقوں کا بھی سن لو۔ مومن جا رہے ہوں گے اور ان کے آگے اور دائیں طرف روشنی ہوگی اور منافقوں کے آگے اور دائیں بائیں منافقت کا، کفر کا اندھیرا ہوگا جو آج ان کے دلوں میں ہے اس دن سامنے آجائے گا۔ فرمایا یَوْمَ جس دن یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ کہیں گے منافق مرد وَالْمُنٰفِقٰتُ اور منافق عورتیں لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ کیا کہیں گے؟ انْظُرُوْنَا ہماری طرف دیکھو تاکہ نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ہم بھی روشنی حاصل کر لیں تمہاری روشنی سے ۔تمہاری روشنی سے ہم بھی فائدہ اٹھالیں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ انتظار کرو ہمارا کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ لے لیں اور اس مشکل منزل کو عبور کر لیں۔

منافقت کی دو اقسام :

ایک عقیدے کا منافق ہوتا ہے اور ایک عمل کا منافق ہوتا ہے۔ عقیدے کا منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتا ہے اٰمَنْتُ میں ایمان لایا اور ظاہری اعمال بھی ایمان والوں جیسے کرتا ہے لیکن اس کے دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایسے لوگ تھے جن کو ظاہری طور پر کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ منافق ہیں۔ اذان ہوتے ہی پہلی صف میں آکر بیٹھ جاتے تھے۔ نماز، روزہ، صدقہ و خیرات سب کچھ کرتے تھے۔ اور بعض اتنے پکے منافق تھے کہ باوجود اس کے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند تھے پھر بھی ان کو نہیں پہچانتے تھے۔

سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۰۱ پارہ ۱۱ میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ”اور بعض اہل مدینہ میں سے جوڑتے ہوئے ہیں

نفاق پر آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔'' یعنی ایسے ہوشیار قسم کے لوگ تھے کہ آنحضرت ﷺ جیسی بڑی عقل منداور ذہین ترین شخصیت بھی ان کے نفاق سے آگاہ نہ ہوسکی۔

منافق کی چار علامات :

اور ایک عملی منافق ہوتا ہے۔ دل میں تو اس کے ایمان ہوتا ہے لیکن عمل سے منکر ہوتا ہے عمل نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں منافق کی چار علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ جس میں ایک پائی گئی وہ ایک درجے کا منافق، جس میں دو پائی گئیں وہ دو درجے کا منافق اور جس میں تین پائی گئیں وہ تین درجے کا منافق اور جس میں چاروں پائی گئیں وہ پکا منافق۔

پہلی: اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ ''جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔'' جھوٹ بولنا منافقوں کی پہلی علامت ہے اور جھوٹ کی اتنی بدبو ہے کہ آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو وہ فرشتہ جس کی ڈیوٹی ہونٹ پر ہوتی ہے وہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔ جھوٹ کی برائی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہوسکتا ہے۔ حضرت! مومن بزدل بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں کمزور ایمان کے ساتھ بزدلی جمع ہوسکتی ہے۔ حضرت! مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا کَلَّا وَالَّذِیْ نَفسی بیدہ ''ہرگز نہیں اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے۔'' اگر جھوٹ بولتا ہے تو پھر ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

منافق کی دوسری علامت: اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ ''جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔'' اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ ''جب معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔'' چاہے وہ معاہدہ ذاتی ہو یا قومی یا جماعتی۔ تیسری علامت: وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ''جب اس کے

پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔'' مالی خیانت، علمی خیانت، مشورے کی بھی خیانت ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی سمجھ دار آدمی سے مشورہ لیتا ہے اور وہ اس کو صحیح بات نہیں بتلاتا تو یہ بھی خیانت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمُسْتَشَارُ اَمِیْنٌ ''جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ امین ہے۔ اگر مشورے میں خیانت کرے گا تو مجرم ہوگا۔ مجلس کی باتیں بھی امانت ہوتی ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ مجلس میں جو باتیں ہوتی ہیں دوست احباب کی وہ کسی اور کے سامنے ذکر کرنا بھی خیانت ہے۔

منافق کی چوتھی علامت: اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ''جب جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں نکالتا ہے۔'' آج ہم نے منافقوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے ہم ہر بات پر گالیاں نکالتے ہیں۔ انسان تو کیا حیوانوں کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔ یاد رکھنا! کسی کو گالیاں دینے پر اسی کوڑے سزا ہے۔ اگر کسی نے کہا تیری ماں کی ایسی تیسی، تیری بہن کی ایسی تیسی، تو اس پر اسّی کوڑے سزا ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے توبہ کرنے کے باوجود کوڑے لگیں گے معافی نہیں ہے۔ اور ساری زندگی گواہی بھی قبول نہیں ہوگی لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا [نور: ۴] ''اور نہ قبول کرو ان کی گواہی کبھی بھی۔'' اتنی سخت سزا ہے گالی نکالنے کی مگر ہم تو گالیوں کی تسبیح پڑھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ذکر اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔'' ہماری زندگیاں بالکل خراب ہو چکی ہیں اس لیے ہم میں نیکی کا اثر نہیں ہے۔

تو فرمایا جس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں کو ہماری طرف دیکھو، ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی روشنی حاصل کر لیں تمہاری روشنی سے قِيْلَ کہا جائے گا۔ کہنے والے فرشتے ہوں گے ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ لوٹ جاؤ اپنے پیچھے فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا پس تلاش کرو وہاں سے روشنی۔ وہ بے وقوف یہ سمجھیں گے کہ شاید

یہیں ایک دو قدم پیچھے سے نور ملتا ہے، پیچھے مڑ کر دیکھیں گے حالانکہ رب تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کی طرف لوٹ جاؤ وہاں تلاش کرو کہ یہ نور وہاں سے ملتا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی ہوں گی کہ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ پس کھڑی کر دی جائے گی ان کے درمیان ایک دیوار۔ منافقوں اور مومنوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ مومن آگے نکل جائیں گے اور منافق اس طرف رہ جائیں گے۔ وہ ایسی دیوار ہوگی لَهٗ بَابٌ جس کا دروازہ ہوگا بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ اس کے اندر کی طرف اس میں رحمت ہوگی جدھر مومن ہوں گے وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ اور اس کے ظاہر کی طرف عذاب ہوگا۔ منافق عذاب کی طرف رہ جائیں گے يُنَادُوْنَهُمْ منافق مومنوں کو آواز دیں گے پکاریں گے اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ دنیا میں تمہارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، اکٹھے اٹھتے بیٹھتے تھے قَالُوْا بَلٰى مومن کہیں گے کیوں نہیں۔ ظاہری طور پر تو تم ہمارے ساتھ تھے وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ لیکن تم نے فتنے میں ڈالا اپنی جانوں کو۔ دل تمہارے صاف نہیں تھے۔ تمہارے دلوں میں نفاق تھا وہ آج رکاوٹ ہے وَتَرَبَّصْتُمْ اور تم انتظار کرتے رہے ہمارے بارے میں کہ ان پر کب کوئی مصیبت پڑتی ہے۔

سورۃ التوبہ آیت نمبر ۹۸ پارہ ۱۱ وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ "یہ منافق انتظار کرتے رہتے ہیں تمہارے بارے میں گردشوں کا۔" کہ مسلمانوں پر کوئی گردش آئے کافروں کی طرف سے ان پر حملہ ہو جائے یا کسی اور مصیبت میں پڑ جائیں۔ دنیا میں تم ہمارے خیر خواہ نہیں تھے گردشوں کے منتظر رہتے تھے وَارْتَبْتُمْ اور تم نے شک کیا دین کے بارے میں۔ تمہارے دلوں میں ایمان نہیں تھا۔ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ۔ اَمَانِيُّ

اُمْنِیَۃٌ کی جمع ہے، آرزو اور خواہش کو کہتے ہیں۔ دھوکے میں ڈالا تم کو خواہشات نے، آرزوؤں نے حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ یہاں تک کہ آگیا اللہ تعالیٰ کا حکم۔ موت کا وقت آگیا اور اے منافقو! وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ اور دھوکے میں ڈالا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے باز نے۔ شیطان نے تم کو دھوکے میں رکھا اور تم نے سچا دین قبول نہیں کیا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَۃٌ پس آج کے دن نہیں لیا جائے گا تم سے کوئی جرمانہ۔ قیامت والے دن کوئی جرمانہ دے کر عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔ دنیا میں لوگ جرمانہ دے کر، فدیہ دے کر بھی جان چھڑا لیتے ہیں قیامت والے دن اول تو انسان کے پاس کوئی چیز ہوگی ہی نہیں جو وہ دے کر جان چھڑا سکے۔ فرض کرو وہاں اس کو ساری دنیا کا خزانہ مل جائے، زمین سونے سے بھری ہوئی مل جائے وہ دے کر بھی اپنی جان نہیں چھڑا سکے گا۔

تو فرمایا اس دن نہیں لیا جائے گا تم سے کوئی فدیہ، جرمانہ وَلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور نہ ان لوگوں سے جو کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکر ہیں، رسالت اور قیامت کے منکر ہیں، قرآن کے منکر ہیں، ان سے بھی جرمانہ نہیں لیا جائے گا کہ وہ جرمانہ دے کر چھوٹ جائیں مَاْوٰکُمُ النَّارُ ٹھکانا تمہارا دوزخ کی آگ ہے ھِیَ مَوْلٰکُمْ۔ مَوْلٰی کا معنی رفیق، ساتھی۔ یہی دوزخ کی آگ تمہاری ساتھی ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین اور مومنات کو دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

[آمین]

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝١٦ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝١٧ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝١٨ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖۗ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝١٩ ع ۲

اَلَمْ يَاْنِ کیا نہیں آیا وقت لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ کہ خوف کریں ان کے دل لِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے وَلَا يَكُوْنُوْا اور نہ ہو جائیں كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ پس لمبی ہو گئی ان پر مدت فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ پس سخت ہو گئے دل ان کے وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں اِعْلَمُوْٓا جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُحْيِ الْاَرْضَ زندہ کرتا

ہے زمین کو بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد قَدْ بَيَّنَّا تحقیق ہم نے بیان کیں لَكُمُ الْاٰيٰتِ تمہارے لیے آیتیں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تا کہ تم سمجھو اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ بے شک صدقہ کرنے والے مرد وَالْمُصَّدِّقٰتِ اور صدقہ کرنے والی عورتیں وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ اور جنھوں نے قرض دیا اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا اچھا قرض يُّضٰعَفُ لَهُمْ بڑھا دیا جائے گا ان کے لیے اجر وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور ان کے لیے اجر ہے عمدہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور گواہ اپنے رب کے ہاں لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے وَنُوْرُهُمْ اور ان کی روشنی ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ یہی لوگ ہیں دوزخی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمْ يَاْنِ ۔ اَن کا معنٰی ہوتا ہے تھوڑا سا وقت۔ اور يَاْنِ کا معنٰی ہے وقت کا آنا۔ اور اَلَمْ يَاْنِ کا معنٰی ہے کیا نہیں آیا وقت لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ کہ ان کے دل ڈریں، خوف کریں لِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے قرآن پاک کی شکل وصورت میں۔ اس کے لیے ان کے دل نرم ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں مومنوں کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ [الانفال: ۲] ''جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کو دیکھ کر ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ [البقرہ: ۱۶۵] ''اور جو ایمان دار ہیں وہ زیادہ سخت ہیں محبت میں اللہ تعالیٰ کے لیے۔'' ان کی سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ''تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں زیادہ محبوب نہ ہوں اس کو اس کے والد سے اور اولاد سے اور سارے لوگوں سے۔'' جب تک کہ اس کی محبت میرے ساتھ اس کے ماں باپ سے اولاد سے اور ساری مخلوق سے زیادہ نہ ہو۔ ماں باپ کے ساتھ طبعی محبت ہوتی ہے، اولاد کے ساتھ طبعی محبت ہوتی ہے اس محبت کو جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان نہیں کرے گا مومن نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طبعی محبت کے چند واقعات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جتنی محبت تھی اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام ہند تھا رضی اللہ عنہا۔ احد کے معرکے میں عتبہ بن ابی وقاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھر مارا اس وقت یہ کافر تھا ۸ھ میں مسلمان ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے

والے جو نیچے دانت ہیں ان میں سے بائیں طرف والا دانت شہید ہوا۔ عبداللہ بن قمیہ کافر نے تلوار کا وار کیا جس سے خود (لوہے کی ٹوپی) ٹوٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا خون کے فوارے پھوٹ پڑے، خبر مشہور ہوگئی اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ ''کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔'' یہ خبر بی بی ہند رضی اللہ عنہا تک پہنچی جو بیوی تھیں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی۔ باہر گلی میں آ کر کھڑی ہوگئیں۔ احد کے مقام سے ایک آدمی آیا تو کہنے لگیں مَا فُعِلَ رسول الله ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔'' اس نے کہا بی بی! اس سے پہلے میں تجھے یہ بتاتا ہوں کہ تیرا خاوند شہید ہو گیا ہے، تیرا والد شہید ہو گیا ہے، تیرا بھائی شہید ہو گیا ہے، تیرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ بی بی نے دیوانہ وار پوچھا کہ مجھے یہ بتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہیں مگر خطرے سے باہر ہیں۔ بی بی نے کہا:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

''آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔'' اس واقعہ کو مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے ادیب اور مؤرخ تھے اور شاعر بھی تھے اس طرح پیش کیا ہے:

میں بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہِ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں میرے لیے یہی دولت ہے۔ دیکھو! عورت کے لیے دنیا میں یہی نعمتیں ہیں، والد، بیٹا، بھائی، خاوند۔ لیکن وہ فرماتی ہیں سب قربان ہیں کوئی بات نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ادب المفرد میں نقل کرتے ہیں کہ ایک صحابی ثابت

فائیڈ بخار میں مبتلا تھے۔ یہ بخار اپنی کوئی نہ کوئی نشانی چھوڑ جاتا ہے جسم کی کوئی نہ کوئی چیز متاثر ہوتی ہے۔ آنکھ سے نابینا ہو جائے، ٹانگ خراب ہو جائے، بازو خراب ہو جائے، خوش قسمت ہوتا ہے جو بالکل ٹھیک ہو جائے۔ اس صحابی کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ ان کا ایک دوست سفر پر تھا۔ واپس آیا تو گھر والوں نے بتایا کہ تمہارے دوست کی آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں۔ تیمار داری کے لیے پہنچا، کہنے لگا بڑا صدمہ ہوا جب پتا چلا کہ تمہاری آنکھیں ضائع ہو گئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مجھے کوئی افسوس نہیں ہے اس لیے کہ ان آنکھوں سے آنحضرت ﷺ کو دیکھتا تھا اب آپ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لہٰذا مجھے ان کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ اب مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ ان لوگوں کی محبت آنحضرت ﷺ کے ساتھ طبعی بن چکی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موقع پر گھر آئے بیوی جن کا نام عاتکہ بنت زید تھا رضی اللہ عنہا۔ چچا زاد بہن تھی، سے کہا کہ میری تلواروں میں سے جو سب سے زیادہ تیز ہے نکال کر مجھے دو۔ اس نے کہا کہ جہاد کا موقع تو نہیں ہے خیر ہے کیا کرنی ہے؟ کہنے لگے اپنی بیٹی حفصہ کا سر اتارنا ہے۔ ماں گھبرا گئی کہ حفصہ تو آنحضرت ﷺ کی بیوی ہیں اس سے کیا غلطی ہو گئی ہے کہ باپ سر اتارنے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ پوچھا بات کیا ہے، اس کا قصور کیا ہے؟ کہنے لگے سَمِعْتُ "میں نے سنا ہے قَدْ اٰذَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ اس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ سخت لہجے میں بات کر کے آنحضرت ﷺ کو تکلیف دی ہے اس لیے میں نے اس کا سر اتارنا ہے۔"

یاد رکھنا! کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ بیوی خاوند کے ساتھ تند مزاجی کے ساتھ پیش آئے اور ہم نے اس کو کچھ سمجھا ہی نہیں ہے۔ عورتیں اچھی طرح

سن لیں کہ خاوند کے آگے سخت لہجے میں بولنا بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ اگر کوئی بات کرنی ہے تو معقول انداز سے کرو تند مزاجی سے بولنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

(عورتوں کو اپنی پیدائش کے مقصد کا ہی علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیوں پیدا کیا ہے؟ سورت الاعراف آیت نمبر ۱۸۹ میں ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور بنایا اس سے اس کا جوڑا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا تاکہ سکون لے اس کی طرف۔'' عورت کو اللہ تعالیٰ نے مرد کے سکون کے لیے پیدا کیا ہے لیکن آج عورتیں مردوں کے لیے عذاب بنی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی تخلیق کا مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرتب)

بیوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلوار لا کر دی اور کہنے لگی ایک بات میری بھی سن لیں کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے تحقیق کر لینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے؟ ابا جی! بات یہ ہوئی ہے کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد عورتوں کے حالات بدل گئے، بہتر ہو گئے، گھروں میں چولھے جلنے لگ گئے، کپڑے بھی ملنے لگ گئے اور ہماری حالت ویسی ہے جیسے پہلے تھی۔ ہاتھوں میں اسی طرح سوئی دھاگا ہے پیوند پر پیوند لگا رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہماری حالت بھی بہتر ہونی چاہیے میں بھی ساتھ تھی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں ایک مہینہ تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ مسجد کے اوپر جو چوبارہ تھا اس پر ڈیرا ڈال لیا۔ اب اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ازواج مطہرات کا مطالبہ فی نفسہ غلط نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ناراض کیوں ہوئے، قسم کیوں اٹھائی؟ محققین فرماتے ہیں کہ اس کی تین وجوہات تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھریلو حالات کی وجہ سے قسم اٹھانے کی تین وجوہات:

ایک وجہ یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں کو اچھا زیور، اچھا لباس دیتے اور دیگر ضروریات زندگی اعلیٰ قسم کی مہیا فرمادیتے تو دشمن کہتے کہ انھوں نے تمام تکلیفیں اس لیے اٹھائی تھیں کہ مزے سے رہیں۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تکالیف اٹھائی ہیں وہ بیویوں کی سہولت کے لیے تو نہیں اٹھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے اٹھائی ہیں۔ لیکن ہر آدمی نتیجہ اپنے خیال کے مطابق نکالتا ہے۔ ان بدظنوں نے یہ نتیجہ نکالنا تھا کہ دیکھو آج ان کی بیویاں کتنے مزے میں ہیں ان کی تکلیفیں ٹھکانے لگ گئیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیویوں کا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔

دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات امت کی عورتوں کے لیے نمونہ تھیں۔ اگر ان کا لباس، خوراک عمدہ اور اعلیٰ قسم کی ہوتی، زیورات سے لدی ہوئی ہوتیں تو امت کی وہ عورتیں جن کو عمدہ لباس، اچھی خوراک میسر نہ ہوتی، زیورات نصیب نہ ہوتے وہ کس کی طرف دیکھ کر دل کو تسلی دیتیں۔ آج بھی ایسی عورتیں موجود ہیں جن کو مرضی کا زیور، لباس اور خوراک میسر نہیں ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کو ان کے لیے نمونہ بنایا کیونکہ دوسرے کو دیکھ کر آدمی کو کچھ سہارا ہوتا ہے۔ تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوا تو ٹھنڈے ہو گئے کہ میری بیٹی نے کوئی ایسی گستاخی نہیں کی کہ جس کی وجہ سے اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طبعی محبت تھی اور ساری مخلوق سے بڑھ کر تھی۔ اور ہر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ تو فرمایا کیا نہیں آیا وقت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کہ خوف کریں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے قرآن کی شکل میں وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ جن کو دی گئی کتاب اس سے پہلے۔ یہودیوں کو تورات، عیسائیوں کو انجیل اور داؤد کی امت کو زبور ملی تھی فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ پس لمبی ہو گئی ان پر مدت۔ عمریں ان کی لمبی ہوئیں فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ پس سخت ہو گئے دل ان کے اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْعَدَ الْقُلُوْبِ اِلَی اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ ''بے شک دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور سخت دل ہے۔'' جو دل جتنا سخت ہوگا اتنا ہی رب سے دور ہوگا۔ اور جس دل میں جتنی نرمی ہوگی وہ اتنا رب تعالیٰ کے قریب ہوگا۔ اور پہلے پارے میں ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ ''پھر سخت ہو گئے تمہارے دل اس کے بعد فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً [البقرہ: ۷۴] پس وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ بعض ان سے بھی سخت ہیں۔'' اور حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے دل بھی پتھروں کی طرح ہیں کہ نصیحت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کی شکلیں انسانوں جیسی ہوں گی دل ان کے بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔ سب حیوانوں میں سخت دل بھیڑیا ہے۔ بھائی! اور بھیڑیا کس چیز کا نام ہے؟ ڈاکے ڈالتے ہیں، عورتوں کے کان نوچ لیتے ہیں، قتل کرتے ہیں، گاڑیاں لوٹتے ہیں، بازو کاٹ دیتے ہیں، ظالم گھڑی تک نہیں چھوڑتے۔ پھر منصف بھی ویسے ہی ہیں۔ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ جیسے تم

ہو گے ویسے تمہارے حاکم ہوں گے۔ایک زمانہ تھا عوام نیک تھے،حاکم بھی نیک تھے آج ہم بھی بُرے ہیں ہمارے حاکم بھی بُرے ہیں۔ہم نے خود ان کو سروں پر بٹھایا ہے پھر رونے کا کیا فائدہ؟ کوئی کہتا ہے بجلی مہنگی ہے،کوئی کہتا ہے گیس مہنگی ہے بل زیادہ آ گئے ہیں۔یہ ہمارے ووٹوں سے آ کر ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ووٹ دیتے وقت ہم اندھے ہوتے ہیں۔اس وقت پارٹی سسٹم چلتا ہے،برادری سسٹم چلتا ہے،دوستیاں پالتے ہیں، غنڈے ڈراتے ہیں،دھمکیاں دیتے ہیں،کچھ نوٹ لالچ دیتے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ ''جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تمہارے حاکم ہوں گے۔''صرف حاکم ہی مجرم نہیں ہیں ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔تو فرمایا لمبی ہو گئیں ان کی عمریں اور ان کے دل سخت ہو گئے وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور ان کی اکثریت نافرمان ہے اِعْلَمُوْٓا جان لو اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا بے شک اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد۔بارشیں نہ ہوں تو زمین خشک ہو جاتی ہے کوئی چیز اس میں نہیں اگتی وہ مردہ ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوتی ہے زمین تر ہو جاتی ہے،چیزیں اگتی ہیں وہ زندہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مردہ دلوں پر رب کی وحی کی بارش ہوتی ہے دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تحقیق ہم نے بیان کیں تمہارے لیے آیتیں تاکہ تم سمجھو اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ بے شک صدقہ کرنے والے مرد وَالْمُصَّدِّقٰتِ اور صدقہ کرنے والی عورتیں۔

صدقہ کی اہمیت اور مفہوم :

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ ''بے شک صدقہ ٹالتا

ہے مصیبتوں کو۔'' یعنی صدقے کی برکت سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ اور ایک روایت میں آتا ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ ''بے شک صدقہ بری موت کو ٹال دیتا ہے۔'' رب تعالیٰ اس کو اچھی موت دیتا ہے۔ قرآن وحدیث میں صدقے کی بڑی ترغیب آئی ہے لیکن ہم لوگوں نے صدقے کا مفہوم نہیں سمجھا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ کالی بکری دے دو، کالی سری دے دو بلائیں ٹل جائیں گی۔

یقین جانو! میں کہتا ہوں بے شک یہ بھی صدقہ ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ صدقہ نہیں ہیں لیکن جس کو شریعت صدقہ کہتی ہے یہ وہ نہیں ہے۔ شریعت کی زبان میں صدقہ ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اب اگر کسی بے چارے کو کپڑے کی ضرورت ہے، جوتوں کی ضرورت ہے تم اس کو کالی سری دیتے ہو، پاؤ گوشت دیتے ہو، وہ اس کا کیا کرے گا؟ اس کے بچے پڑھتے ہیں اس کو کتابوں کی ضرورت ہے، وہ بیمار ہے اس کو دوائی کی ضرورت ہے تم نے کالی سری اس کے حوالے کر دی وہ اس کا کیا کرے گا؟ صدقہ نام ہے غریب کی ضرورت پوری کرنے کا۔ اگر اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں اس کو کپڑے لے کر دو، جوتا نہیں ہے جوتا لے کر دو، بیمار ہے علاج کرا دو، اس کے بچوں کو کتابوں کی ضرورت ہے کتابیں لے کر دو۔ بہترین صدقہ نقد پیسا دینا ہے۔ اس کی جو ضرورت ہو گی وہ لے لے گا۔ اور صدقے کا ڈھنڈورا بھی نہیں پیٹنا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے دے بائیں کو پتا نہ چلے۔ آج تو ہم مطمئن ہی نہیں ہوتے جب تک گلی میں دیگیں نہ کھڑکیں اور سارے محلے کو علم نہ ہو۔ بڑا مجاہد آدمی ہے جو ان چیزوں کی پروا نہ کرے اور بدعات سے پرہیز کرے۔ تو فرمایا صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور جنھوں

نے قرض دیا اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا یُّضٰعَفُ لَهُمْ بڑھا دیا جائے گا ان کے لیے۔ ایک کے بدلے دس گنا اجر ملے گا اور فی سبیل اللہ کی مد میں دے گا تو سات سو گنا اجر ملے گا وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ اور ان کے لیے اجر ہے بہت عمدہ۔ دینی مدارس میں جو بیرونی بچے پڑھتے ہیں، بچیاں پڑھتی ہیں ان کے مصارف میں روٹی، کپڑا ہے، کتابیں ہیں، علاج معالجہ ہے۔ ان کے واسطے تم دانے بھیجو، چاول دو، سبزی، گھی، چینی دو، اپنی ہمت کے مطابق جو تمہارے پاس ہو ان کی خدمت کرو یہ تمہارا صدقۂ جاریہ ہے۔ جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اللہ تعالیٰ تمھیں اجر دیتا رہے گا۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِهٖٓ اور اس کے رسولوں پر اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ یہی لوگ ہیں سچے جنھوں نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور **یہی لوگ گواہ** ہیں اپنے رب کے ہاں، سچی گواہی دیں گے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ’’اور اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو اور اللہ تعالیٰ کا رسول تم پر گواہی دے۔‘‘

قیامت والے دن اس آخری امت کے لوگ پہلی امت کے لوگوں پر بطور گواہ پیش ہوں گے اور آنحضرت ﷺ اس آخری امت پر گواہ ہوں گے اور ان کی گواہی پر رب تعالیٰ فیصلے فرمائیں گے۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے وَنُوْرُهُمْ اور ان کی روشنی ہے جس کے ذریعے پل صراط کو عبور کریں گے۔ ان کے برخلاف وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں

کو۔توحید، رسالت، قیامت کو جھٹلایا احکامِ الٰہی کو جھٹلایا، شریعت کو سچا نہیں تسلیم کیا اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ یہی لوگ ہیں دوزخی۔شعلوں والی آگ میں پڑنے والے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۝ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَاؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌۚ۝

اِعْلَمُوْٓا جان لو اَنَّمَا پختہ بات ہے الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی لَعِبٌ کھیل ہے وَّلَهْوٌ اور تماشا ہے وَّزِیْنَةٌ اور زینت ہے وَّتَفَاخُرٌ اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے بَیْنَكُمْ آپس میں وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ اور بہتات ڈھونڈنی ہے مال میں وَالْاَوْلَادِ اور اولاد میں كَمَثَلِ غَیْثٍ جیسے مثال ہے بارش کی اَعْجَبَ الْكُفَّارَ تعجب میں ڈالا ہے جاٹوں کو نَبَاتُهٗ اس کے سبزے نے ثُمَّ یَهِیْجُ پھر وہ خشک ہو جاتا ہے فَتَرٰىهُ پس آپ دیکھتے ہیں اس کو مُصْفَرًّا زرد ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًا پھر وہ ہو جاتا ہے چورا چورا وَفِی الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں عَذَابٌ

شَدِیْدٌ عذاب ہے سخت وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ اور بخشش ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَرِضْوَانٌ اور رضا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ مگر دھوکے کا سامان سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ جلدی کرو بخشش کی طرف مِّنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب کی طرف سے وَجَنَّةٍ اور جنت کی طرف عَرْضُهَا جس کا عرض كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ زمین اور آسمان کے عرض کی طرح ہے اُعِدَّتْ تیار کی گئی ہے لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے مَآ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت فِي الْاَرْضِ زمین میں وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اور نہ تمہارے نفسوں میں اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مگر وہ درج ہے کتاب میں مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِعْلَمُوْٓا جان لو۔ ظاہر بات ہے کہ جس چیز کے بارے میں رب تعالیٰ فرمائیں جان لو تو اس بات کی طرف غور وفکر کرنا چاہیے کہ رب تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔ پھر اَنَّمَا کا لفظ بڑی تاکید کے لیے آتا ہے۔ جس کا معنیٰ ہے پختہ بات ہے اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے۔ جان لو پختہ بات ہے اَلْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ کھیل آدمی خود کھیل رہا ہوتا ہے اور

تماشا کنارے پر کھڑے تماشائی دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں نے اچھا کھیل کھیلا ہے وہ جیت رہا ہے اور فلاں ہار گیا ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے مربع دیئے (اراضی دی)، کسی کو سونا چاندی اور دولت دی، کسی کو کارخانے فیکٹریاں دیں، گاڑیاں دیں اور بڑا کچھ دیا۔ وہ اس میں کھیل رہے ہیں اور ہم تماشائی ہیں دیکھتے ہیں کہ فلاں زمین والا ہے، فلاں فیکٹری والا ہے، فلاں کارخانے والا ہے۔ فرمایا دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے وَّزِيۡنَةٌ اور زینت ہے وَّتَفَاخُرٌۢ بَيۡنَكُمۡ اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے آپس میں۔

ایک دوسرے پر فخر کرنا :

کوئی کہتا ہے میں سید ہوں، کوئی کہتا ہے میں جاٹ ہوں، کوئی کہتا ہے میں مغل ہوں۔ برادریوں کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں، مال و دولت کے لحاظ سے فخر کرتے ہیں، حسن و جمال کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ یہی قصے ہیں ساری دنیا میں۔

یاد رکھنا! کسی کو حقیر نہ سمجھو، کسی کا بنانا اپنے اختیار میں نہیں ہے سب کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے، کسی کو بڑا قد، کسی کو چھوٹا قد، کسی کو گورا، کسی کو کالا، لہٰذا کسی کے ساتھ مذاق نہ کرو۔ کسی کے اختیار میں ہو تو کوئی لنگڑا، لولا، کانا اور اندھا پیدا نہ ہو۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيۡءٍ "اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔" بلکہ اپنے سے چھوٹے قد والے کو دیکھو تو الحمدللہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑا قد دیا ہے۔ نابینے کو دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بینا پیدا فرمایا ہے، لولے لنگڑے کو دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحیح و سالم پیدا فرمایا ہے، رب تعالیٰ نے مکان دیا ہے تو خدا کا شکر ادا کرو۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو

سخت سردی کے موسم میں سڑکوں پر رات گزارتے ہیں۔ تنکے اکٹھے کر کے ان کو جلا کر رات گزارتے ہیں۔ شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکان عطا کیا ہے۔

تو فرمایا دنیا کی زندگی کھیل تماشا اور زینت ہے اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے آپس میں وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ اور بہتات ڈھونڈنی ہے مال میں اور اولاد میں۔ مال و دولت کی کثرت طلب کرنا ہے۔ رب تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا اس زندگی کی مثال کیسی ہے كَمَثَلِ غَيْثٍ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے بارش کی أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ۔ کفار کافر کی جمع ہے۔ کفر کے کئی معانی آتے ہیں۔ ایک معنیٰ ہے چھپانا۔ کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کہ وہ دانے، بیج زمین میں چھپاتا ہے، رب اگاتا ہے۔ تو یہاں کفار سے مراد جاٹ ہیں۔ تعجب میں ڈالا ہے جاٹوں کو اس کے سبزے نے۔ بارش ہونے کے بعد فصلیں ہوتی ہیں، زمین ہری بھری ہو جاتی ہے، جاٹ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے ثُمَّ يَهِيجُ پھر وہ سبزہ خشک ہو جاتا ہے فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا پس آپ دیکھتے ہیں اس کو زرد۔ پھر اس کو کاٹتے ہیں اور گاہتے ہیں ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا پھر وہ ہو جاتا ہے چورا چورا۔

ایک وقت تھا سبزہ تھا جاٹ دیکھ کر اس کو خوش ہوتا تھا۔ لیکن سبزہ ہمیشہ تو نہیں رہتا اپنے وقت پر زرد ہو کر چورا چورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اے انسان تو نے بھی ہمیشہ جوان نہیں رہنا وقت پر بوڑھا ہو جائے گا پھر وقت آئے گا کسی کے سہارے چلے گا پھر اس لاش کو دفن کر دیا جائے گا۔ اگر کفر، شرک کی حالت میں مرا ہے تو جان نکالتے وقت فرشتے منہ پر ہتھوڑے ماریں گے پشت پر ماریں گے يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ اور کہیں گے أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ ''کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارتے تھے اللہ

تعالیٰ کے سوا قَالُوْا وہ کہیں گے ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے۔" یہ ساری گفتگو فرشتوں کی مرنے والے کے ساتھ نزع کے وقت ہوتی ہے۔ ماں باپ، بیٹا، خاوند، بھائی ،عزیز رشتہ دار، ڈاکٹر، پھونکنے والے مولوی سب وہیں کھڑے ہوتے ہیں مگر کوئی نہیں سنتا اور فرشتے جان نکال کر لے جاتے ہیں وَفِی الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں عَذَابٌ شَدِیْدٌ عذاب ہے سخت۔ اور یاد رکھو! وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ اور بخشش ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتا ہے اور قیامت کو حق مانتا ہے وَ رِضْوَانٌ اور رضا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مرتے وقت اس کو فرشتے کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰهِ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةِ "اے پاکیزہ روح نکل آ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طرف۔"

دنیا دھوکے کا گھر ہے:

فرمایا وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔ اس میں الجھ کر نہ رہ جانا۔ انسان دنیا میں آسائش اور آرام کے لیے بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے۔ بڑی بڑی مضبوط عمارتیں تعمیر کرتا ہے مگر وہ نہ تو مصیبت کو ٹال سکتا ہے اور نہ موت سے بھاگ سکتا ہے تو دنیا کا یہ سارا ساز و سامان محض دھوکا محسوس ہوتا ہے۔ اور جب آخرت میں جاتا ہے تو وہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ دنیا کا سامان تو محض دھوکا ہے اس میں الجھ کر نہ رہ جانا۔ مسافر کو سفر میں سہولتیں دیکھ کر اپنا گھر نہیں بھولنا چاہیے۔

مثلاً: کوئی دیہاتی کچے مکان میں رہنے والا یا کوئی پکھی واس (بے گھر) خیمے میں رہنے والا، کچی سڑکوں اور پگڈنڈیوں پر چلنے والا شہر آئے اور بہترین بلڈنگیں دیکھے، عمدہ

عمارتیں اور پکی سڑکیں دیکھے، اسٹیشن اور ائیر پورٹ دیکھے، نہانے دھونے کی سہولتیں دیکھے اور وہیں دل لگا کر بیٹھ جائے اور اپنے کچے مکان کو بھول جائے اور بیوی بچوں کی طرف واپس نہ لوٹے تو وہ بڑا بے غیرت اور کمینہ آدمی ہے کہ یہاں سہولتیں دیکھ کر اپنا سب کچھ بھلا بیٹھا ہے۔ اور پھر یہ چیزیں اس کو مل تھوڑا جاتی ہیں؟ یہ تو دھوکے میں مبتلا ہوگیا ہے یہ نادان ہے اس کو کوئی بھی اچھا نہیں کہے گا۔ اس کو کہیں گے اپنے گھر جاؤ وہاں تمہارے بیوی بچے، عزیز رشتہ دار ہیں۔

اسی طرح یاد رکھو! ہم سب مسافر ہیں دنیا میں۔ اصل گھر آخرت کا ہے مومن کے لیے جنت میں اور مشرک کافر کا دوزخ میں ہے۔ دنیا کی خوش نما چیزیں دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو اور اپنا اصل گھر نہ بھلاؤ۔ اور کہاوت ہے کہ "گھر خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔"

تو فرمایا نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان لہٰذا سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ جلدی کرو اپنے رب کی بخشش کی طرف وَجَنَّةٍ اور جنت کی طرف جلدی کرو، سبقت لے جاؤ، دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اس کی چوڑائی اتنی ہے جیسے آسمان اور زمین کی چوڑائی ہے۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی چوڑائی کتنی ہے اس سے اس کی لمبائی کا اندازہ خود لگالو:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لہٰذا ہر آدمی کو نیکیوں میں دوڑ لگانی چاہیے کہ کوئی دوسرا مجھ سے آگے نہ نکل جائے اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ جنت تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر۔ فرمایا یاد رکھو ذٰلِكَ یہ ایمان فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور دنیا اسے

دیتا ہے جو طالب ہوتا ہے۔ جس خوش نصیب کو یہ دولت اور سعادت حاصل ہوتی ہے اس کو کروڑ ارب دفعہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ نیک بختی کے ظاہری اسباب یہ ہیں کہ آدمی نیکوں کی صحبت اختیار کرے، اچھے لوگوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت دیں گے۔ اگر دور رہے گا تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کالا بلال رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ السلام کی صحبت میں آیا جنت کا وارث بن گیا، ابو جہل، ابولہب قریب نہیں آئے ضد پر اڑے رہے، محروم ہو گئے باوجود رشتہ دار ہونے کے۔ تو اچھی مجلس اثر کرتی ہے لہٰذا دوستوں بُرے کے قریب نہ پھٹکو اور اچھی مجلسوں میں بیٹھا کرو وہ نیکی کا سبب بنیں گی۔ وہ نماز کی طرف جائیں گے تمھیں بھی ساتھ لے جائیں گے، وہ روزہ رکھیں گے انہیں دیکھ کر تمھیں بھی ترغیب ہوگی کہ میں بھی روزہ رکھوں۔

تو فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جو فضل کا طالب ہوتا ہے اس پر فضل کرتا ہے اور ایمان کی دولت سے نوازتا ہے اور ایمان والا سمجھے کہ میں سب سے بڑا مال دار ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر کرے۔ سعادت مند ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا۔ پھر جو ایمان لاتے تھے ان کو بڑی تکلیفیں بھی اٹھانا پڑتی تھیں کیونکہ جو چیز قیمتی ہوتی ہے اس کی قیمت بھی بڑی ہوتی ہے مفت میں نہیں ملتی۔ ایمان کے لیے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور یہ سب کچھ پہلے لکھا ہوا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مگر وہ درج ہے کتاب میں، لوح محفوظ میں۔ ہم تو موروثی مسلمان ہیں، ہمارے باپ دادا مسلمان

تھے ہم مسلمان ہیں، ہمیں اسلام کی کوئی قدر نہیں ہے۔ اسلام کی قدر بلال (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو جس کی ٹانگوں میں رسی ڈال کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا تھا اور کہتے تھے کلمہ چھوڑ دے۔ یہ جواب میں کہتے کلمہ چھوڑ دوں یہ نہیں ہوسکتا۔ اور خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا آقا ابی بن خلف بڑا ظالم جابر آدمی تھا۔ کوئلے سلگا کر ان کی پشت ننگی کر کے ان کو اوپر لٹا دیتا تھا اور ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کلمہ چھوڑ دے تب چھوڑوں گا۔ جسم سے رطوبت نکل کر کوئلوں، انگاروں کو ٹھنڈا کرتی، ان کی پشت پر گڑھے پڑے ہوئے تھے مگر انھوں نے کلمہ نہیں چھوڑا۔

ہمیں کلمہ مفت میں ملا ہے ہم نے کون سی محنت کی ہے اور تکلیف اٹھائی ہے؟ تو فرمایا نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں مگر وہ درج ہے کتاب لوح محفوظ میں مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ھا ضمیر زمین کی طرف لوٹتی ہے۔ تو پھر معنٰی یہ ہوگا کہ پہلے اس سے کہ ہم زمین کو پیدا کریں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ ھا ضمیر اَنْفُسِكُمْ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ پھر معنٰی ہوگا تمہاری جانوں کو پیدا کرنے سے پہلے جو تکلیف تمھیں پہنچنی ہے لکھ دی جاتی ہے کہ فلاں وقت اس بندے کو یہ تکلیف آئے گی۔ وہ تکلیف چاہے دین، ایمان کے سلسلے میں ہو، اچھے کاموں کے سلسلے میں ہو مومن کو جو تکلیف آتی ہے وہ رفع درجات کا ذریعہ بنتی ہے یا گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ جو دار العلوم دیوبند کے مدرس تھے، شیخ الحدیث تھے۔ وہ فرماتے ہیں اَلْحَرُّ وَالْقَرُّ يُكَفِّرَانِ الذُّنُوْبَ ''مومن کو جو گرمی، سردی لگتی ہے اور اس کی وجہ سے جو تکلیف ہوتی ہے اس سے بھی گناہ معاف

ہوتے ہیں۔" اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي
الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۚ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا
بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۙ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ
وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ
الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ
شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ
ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾

مَآ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت فِي الْاَرْضِ
زمین میں وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اور نہ تمہاری جانوں میں اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مگر
وہ درج ہے کتاب میں مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو پیدا
کریں اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ بے شک یہ چیز اللہ تعالیٰ پر آسان ہے
لِّكَيْلَا تَاْسَوْا تاکہ تم غم نہ کھاؤ عَلٰى مَا فَاتَكُمْ اس چیز پر جو تم سے فوت ہو
چکی ہے وَلَا تَفْرَحُوْا اور نہ گھمنڈ کرو بِمَآ اٰتٰىكُمْ اس چیز پر جو اس نے
تمہیں دی ہے وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا كُلَّ مُخْتَالٍ

کسی بھی اترانے والے کو فَخُوۡرِۣ فخر کرنے والے کو الَّذِیۡنَ وہ لوگ یَبۡخَلُوۡنَ جو بخل کرتے ہیں وَیَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بِالۡبُخۡلِ بخل کا وَمَنۡ یَّتَوَلَّ اور جس شخص نے اعراض کیا فَاِنَّ اللّٰہَ پس بے شک اللہ تعالیٰ ھُوَالۡغَنِیُّ وہ بے پرواہ ہے الۡحَمِیۡدُ تعریفوں والا ہے لَقَدۡاَرۡسَلۡنَا البتہ تحقیق بھیجے ہم نے رُسُلَنَا اپنے رسول بِالۡبَیِّنٰتِ واضح دلائل دے کر وَاَنۡزَلۡنَامَعَھُمُ الۡکِتٰبَ اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ کتابیں وَالۡمِیۡزَانَ اور ترازو لِیَقُوۡمَ النَّاسُ تاکہ قائم رکھیں لوگ بِالۡقِسۡطِ انصاف کو وَاَنۡزَلۡنَاالۡحَدِیۡدَ اور اتارا ہم نے لوہا فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ اس میں لڑائی ہے سخت وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور فائدے ہیں لوگوں کے لیے وَلِیَعۡلَمَ اللّٰہُ اور تاکہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ کہ کون مدد کرتا ہے اس کی وَرُسُلَہٗ اور اس کے رسولوں کی بِالۡغَیۡبِ بغیر دیکھے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ قَوِیٌّ قوی ہے عَزِیۡزٌ غالب ہے وَلَقَدۡاَرۡسَلۡنَا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نُوۡحًا نوح علیہ السلام کو وَّاِبۡرٰھِیۡمَ اور ابراہیم علیہ السلام کو وَجَعَلۡنَا اور رکھی ہم نے فِیۡ ذُرِّیَّتِہِمَاالنُّبُوَّۃَ ان دونوں کی اولاد میں نبوت وَالۡکِتٰبَ اور کتاب فَمِنۡھُمۡ مُّھۡتَدٍ پس بعض ان میں سے ہدایت پانے والے ہیں وَکَثِیۡرٌ مِّنۡھُمۡ اور اکثریت ان میں سے فٰسِقُوۡنَ نافرمان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ نہیں پہنچتی کوئی تکلیف فِی الْاَرْضِ زمین میں۔ کسی وقت زلزلہ آجاتا ہے، کسی وقت سیلاب اور کبھی بارش نہ ہونے کی وجہ سے فصلیں نہیں اگتیں۔ بعض علاقوں میں زمین سے لاوے پھٹتے ہیں اور لوگ تباہ ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ دیہات زمین میں دھنس جاتے ہیں وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اور نہ تمہاری جانوں کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے۔ بیماری کی ہو، زخمی ہونے کی ہو، موت کی ہو، دشمن کی طرف سے خطرات ہوں، یہ جتنی بھی تکلیفیں ہیں نہیں پیش آتیں اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مگر وہ درج ہیں کتاب لوح محفوظ میں مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا پہلے اس سے کہ ہم اس کو ظاہر کریں۔ زمین کو پیدا کرنے سے پہلے لکھی ہوئی ہیں۔

یہ تفسیر بھی ہے کہ تمہاری جانوں کو پیدا کرنے سے پہلے لکھی ہوئی ہیں اور یہ تفسیر بھی ہے کہ مصیبت کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ مصیبت لکھی ہوئی ہے اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ بے شک یہ چیز کہ ظاہر ہونے سے پہلے لکھ دینا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

مسئلہ تقدیر کی تفصیلی وضاحت :

مسئلہ تقدیر بھی سمجھ لیں۔ مسئلہ تقدیر حق ہے مشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ اور مسئلہ تقدیر میں مسلمان کہلانے والوں نے انتہائی افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ ایک فرقہ ہے معتزلہ، جو پہلے بھی تھا اور آج بھی موجود ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں اور نماز روزہ بھی ہم سے زیادہ کرتے ہیں مگر تقدیر کے منکر ہیں۔ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہوگا یہ سب کچھ پہلے سے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اب اس کے مطابق ہو رہا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی شے نہیں ہے جو بندے اب کر رہے ہیں وہ فرشتے لکھ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر نیکی بدی سب کچھ پہلے سے لکھے ہوئے ہیں اور

ہم نے وہی کرنے ہیں تو پھر ہمارا اس میں کیا دخل ہے اور ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ پھر نیکی پر ہمیں ثواب کیوں ملتا ہے اور بدی پر سزا کیوں ملتی ہے؟ ہم نے تو لکھا ہوا کیا ہے اس لیے ہم تقدیر کو نہیں مانتے۔ یہ منکرین تقدیر ہیں ان کو قدریہ کہتے ہیں۔ دوسرا فرقہ ہے جبریہ۔ وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ پہلے سے لکھا ہوا ہے اور ہم مجبور ہیں ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے جو لکھا ہوا ہے وہ ہم نے کرنا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ پھر جزا، سزا کیسی ہے، کیوں ہے جب اللہ تعالیٰ نے سب کو مجبور کر دیا ہے نیکی اور بدی کرنے پر؟ تو اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ رب تعالیٰ نے اپنی صفات کے اظہار کے لیے کچھ بندوں کو بدی کے لیے پیدا کیا ہے اور کچھ بندوں کو نیکی کے لیے پیدا کیا ہے۔ رب تعالیٰ کی صفات میں سے قہار بھی، جبار بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ بندوں کو سزا دینے کے لیے پیدا کیا ہے انھوں نے بدی کے کام کرنے ہیں۔ اور وہ غفار اور ستار بھی ہے کچھ بندے اس نے انعام دینے کے لیے پیدا کیے ہیں انھوں نے نیکی کے کام کرنے ہیں۔ جو گناہ کر رہے ہیں وہ پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ انھوں نے گناہ کرنے ہیں ان کو دوزخ میں پھینکے گا اور جو نیکی کر رہے ہیں پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ انھوں نے نیکی کرنی ہے ان کو جنت میں داخل کرے گا تا کہ اس کی صفات کا اظہار ہو۔ یہ جبریہ فرقہ ہے۔

منکرین حدیث کا مسئلہ تقدیر کا انکار کرنا :

اور منکرین حدیث نے بھی تقدیر کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مولویوں نے بنائی ہے عجمی سازش ہے۔ تقدیر کوئی شے ہوتی تو اس کا قرآن میں ذکر ہوتا۔

اس کے متعلق غلام احمد پرویز نے بہت کچھ بکواس کی ہے۔ الحمد للہ! میں نے اپنی کتاب ''انکار حدیث'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا رد کیا ہے۔ میں نے کہا کہ تم

قرآن پڑھو سمجھو تو تمھیں علم ہو کہ قرآن میں کیا ہے؟ تمھیں صرف قرآن کا نام ہی آتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا قرآن پاک میں نہیں ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا [فرقان: ۲] ''اور پیدا کی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پس مقرر کی ہر چیز کی تقدیر۔'' تو تقدیر کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے اور احادیث میں بھی موجود ہے۔ اور ہمارے ایمان میں ہے وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ تقدیر کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نیکیاں ہی کرے اور ایک بھی بدی نہ کرے اور سونے کے پہاڑ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دے تو قبول نہیں ہوں گے جب تک تقدیر کے مسئلے پر ایمان نہیں رکھے گا۔ تو تقدیر کا مسئلہ حق ہے۔

مسئلہ تقدیر بارے میں اہل حق کا نظریہ :

اہل حق کا یہی نظریہ ہے، اس کا انکار کرنا بے دینی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو بندہ تو وہی کرے گا جو لکھا ہوا ہے تو اس کے متعلق متکلمین حضرات فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس نے اپنے علم کی بنا پر سب کچھ لکھ دیا ہے کہ کس بندے نے اپنی مرضی اور اختیار سے کیا کرنا ہے۔ چونکہ وہ تو ازل، ابد کو جانتا ہے اس کو علم تھا کہ فلاں شخص اپنی مرضی اور اختیار سے جو میں نے اس کو دیا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورۃ الکھف] ''پس جو شخص چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فلاں شخص کفر اختیار کرے گا اور فلاں شخص اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لائے گا۔ فلاں نیکی کرے گا اور فلاں بدی کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے سب کچھ لکھ دیا ہے اور اب

سب کچھ اس تحریر کے مطابق ہورہا ہے۔ تو انسان نے اپنی مرضی اور ارادے سے سب کچھ کرنا ہے۔ نیکی اور بدی میں اس کی مشیت اور ارادے کا دخل ہے مجبور محض نہیں ہے۔ تو مسئلہ تقدیر پر ایمان رکھنا ہے۔ کیونکہ جب تک عقیدہ صحیح نہیں ہوگا تو پھر کوئی شے صحیح نہیں ہے۔

فرمایا لِّكَيْلَا تَأْسَوْا تاکہ تم غم نہ کھاؤ، افسوس نہ کرو عَلٰى مَا فَاتَكُمْ اس چیز پر جو تم سے فوت ہوگئی ہے، تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ یہ سمجھو کہ تقدیر میں ایسا ہی تھا وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ اور نہ اتراؤ، گھمنڈ نہ کرو اس چیز پر جو تم کو دی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ میری لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے مجھے ملی ہے۔ بلکہ کہو کہ تقدیر میں میرے لیے تھا اس لیے مجھے مل گئی ہے۔ تقدیر ماننے کا فائدہ بتلایا کہ فوت شدہ پر افسوس نہ کرو اور ملنے پر اتراؤ نہ۔ بعض دفعہ آدمی بڑی محنت کرتا ہے مگر نقصان ہوتا ہے تو اس کو افسوس کرنے کے بجائے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ چیز میری قسمت میں نہیں تھی، نہیں ملی۔ اور بعض دفعہ محنت تھوڑی ہوتی ہے اور مل زیادہ جاتا ہے تو قارون کی طرح یہ نہ کہے اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ [القصص: ۷۸] ''بے شک دی گئی ہے مجھے یہ دولت علم کی بنیاد پر، ہنر کی بنیاد پر۔'' بلکہ یہ کہے کہ تقدیر میں، میری قسمت میں تھا اس لیے مل گیا ہے۔ محنت تو کی ہے لیکن اصل چیز تقدیر ہے۔

تو فرمایا جو چیز تمھیں رب تعالیٰ دے اس پر گھمنڈ نہ کرو وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی بھی اترانے والے کو۔ تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، چاہے چال میں ہو، چاہے گفتگو میں ہو، چاہے مال میں، چاہے نشست و برخاست میں ہو۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلْكِبْرُ رِدَائِىْ ''تکبر میری چادر ہے یعنی میری صفت

ہے جس نے میرے ساتھ کشمکش کی میں اس کو الٹا کر کے دوزخ میں ڈالوں گا۔'' تکبر تو کوئی تب کرے کہ کوئی چیز اس کی ذاتی ہو۔ یہ تو سب کچھ رب تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس نے وجود دیا، صحت دی، مال دیا، اولاد دی، اچھے دوست، ساتھی دیئے، حسن دیا اور جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ کسی نے کہا ہے نا :

حسن والے حسن کا انجام دیکھ
ڈوبتے سورج کو وقت شام دیکھ

تو فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی اترانے والے کو فَخُوْرٍ فخر کرنے والے، شیخی مارنے والے کو۔ اپنی برتری کا اظہار کرتا ہے کہ میں ایسا ہوں، میں ایسا ہوں، میں ایسلے خاندان کا ہوں، میں جاٹ ہوں، خان ہوں تو ترکھان ہے، موچی ہے۔ بھائی یہ تو پیشے ہیں۔ اور کون سا ایسا جائز پیشہ ہے جو پیغمبروں نے اختیار نہیں کیا۔

ہر جائز پیشہ پیغمبروں نے اختیار کیا :

آدم علیہ السلام نے کاشت کاری کی ہے، حضرت ادریس علیہ السلام نے کھڈی پر کپڑا بنا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کشتی بنائی ہے، حضرت زکریا علیہ السلام نے ترکھانوں کا کام کیا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے لوہاروں کا کام کیا ہے، پیغمبروں نے بکریاں چرائی ہیں۔

ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیلو کے دانے جو اس پر پھل لگتا ہے لا کر پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کالے کالے دانے لانے تھے وہ زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔ کہنے لگے حضرت! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں آپ کو تجربہ ہے۔ فرمایا ہاں کُنْتُ اَرْعٰی لِاَھْلِ مَکَّۃَ عَلٰی قَرَارِیْطَ ''میں مکے والوں کی بکریاں ٹکے ٹکے پر

چراتا تھا۔‘‘ اور فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔تو جائز پیشے میں کسی کو حقیر سمجھنا غلط بات ہے۔

طالوت رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام دوسرے پارے میں آیا ہے وہ تین کام کرتے تھے۔ایک تو دباغ تھے، چمڑا رنگنے کا کام کرتے تھے۔دوسرا کام: ساقی تھے۔مشکیزہ بھر بھر کر لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچاتے تھے، ماشکی تھے۔اور تیسرا کام: راعی۔وقت ہوتا تھا تو لوگوں کی بکریاں بھی چراتے تھے۔مزدور پیشہ آدمی کو جو کام مل گیا وہ کرتا ہے۔تو فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا اترانے والوں کو اَلَّذِیۡنَ وہ لوگ یَبۡخَلُوۡنَ جو بخل کرتے ہیں۔بخل کا معنیٰ ہے خرچ کرنے کی جگہ رقم نہ خرچ کرنا۔یا جتنی ضرورت ہے خرچ کرنے کی اس سے کم خرچ کرنا۔بعض آدمی ایسے کنجوس ہوتے ہیں کہ اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کرنے میں کنجوسی کرتے ہیں باوجود گنجائش ہونے کے ان کو ضرورت کی چیزیں نہیں ملتیں۔یہ بھی گناہ کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبادالرحمٰن کی صفت بیان فرمائی ہے اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَکَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا [الفرقان:٦٧] ’’جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ہوتی ہے اس کے درمیان ان کی گزران۔‘‘ نہ اسراف کرتے ہیں نہ ہاتھ کو روکتے ہیں ضرورت کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔تو فرمایا وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں وَیَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخل کا کہ پیسے نہ خرچ کرو وَمَنۡ یَّتَوَلَّ اور جس شخص نے اعراض کیا حق کی باتوں سے فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ پس بے شک اللہ تعالیٰ وہ بے پرواہے تعریفوں والا ہے۔تمہاری عبادتوں کا وہ محتاج نہیں ہے تم نے جو کچھ کرنا ہے اپنے لیے کرنا ہے لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا

رُسُلَنَا البتہ تحقیق بھیجے ہم نے اپنے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ کتابیں، صحیفے نازل کیے، معجزات دیئے وَالْمِيْزَانَ اور ترازو نازل کی۔ بعض اس کا معنٰی کرتے ہیں کہ ترازو کا حکم نازل کیا۔ جیسا کہ سورہ رحمٰن میں ہے وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ "اور قائم رکھو ترازو کو انصاف کے ساتھ۔"

اور یہ بھی تفسیروں میں آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ترازو لا کر حضرت نوح علیہ السلام کے ہاتھ میں پکڑا دی اور فرمایا کہ یہ ترازو رب تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے ان کے ساتھ چیزیں تول کر لوگوں کو دو لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ تاکہ قائم رکھیں لوگ انصاف کو۔ مگر آج لوگوں نے ڈنڈی مارنا پیشہ بنالیا ہے حالانکہ ناپ تول میں کمی بیشی کی وجہ سے مدین قوم تباہ کی گئی کہ وہ کم تولتے تھے اور کم ماپتے تھے کوئی چیز پوری نہیں دیتے تھے۔

لوہے کے منافع :

فرمایا وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ اور اتارا ہم نے لوہا فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ اس میں سخت لڑائی ہے وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں۔ آج ساری دنیا لوہے پر چل رہی ہے۔ تفسیر ابن جریر طبری میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے جو چیزیں ساتھ لے کر آئے تھے ان میں حجر اسود ہے۔ یہ جنت کے ہیروں میں سے ایک ہیرا ہے۔ بڑا روشن اور چمکیلا تھا فرمایا سَوَّدَتْهُ خطايا بني ادم "انسانوں کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا ہے۔" ترمذی شریف کی روایت ہے۔ یوں سمجھو کہ دلوں کی سیاہی اس بے چارے پر پڑ گئی وہ جنت کا ہیرا ہمارے گناہوں سے کالا ہو گیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام حجر اسود جنت سے ساتھ لے کر آئے

تھے اور آئرن وہ لوہا جس پر لوہے کو کوٹتے ہیں اور مِطْرَقَةٌ اور ہتھوڑا اور کلبان سَنِّی جس کے ساتھ پکڑتے ہیں یہ بھی جنت سے ساتھ لے کر آئے تھے۔

تو فرمایا اس میں سخت گرفت ہے، لڑائی ہے اور لوگوں کے منافع بھی ہیں وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اور تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے، یہاں علم ظہور کے معنیٰ میں ہے، کون اللہ تعالیٰ کی مدد کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی وَرُسُلَهٗ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بِالْغَيْبِ بغیر دیکھے۔ نہ رب کو دیکھا ہے نہ جنت دیکھی ہے نہ دوزخ دیکھی ہے لیکن یقین رکھتا ہے کہ یہ سب چیزیں حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین پر چلتے ہیں اور اس کے رسولوں کی سنت کو زندہ کرتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ بے شک اللہ تعالیٰ قوی ہے غالب ہے۔

اوپر ذکر تھا کہ ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے واضح دلائل دے کر۔ آگے بعض پیغمبروں کا ذکر ہے۔ فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر وَّاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ اور رکھی ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت وَالْكِتٰبَ اور کتاب رکھی۔ یہ جتنی آسمانی کتابیں ہیں مثلاً: تورات ہے، زبور ہے، انجیل ہے۔ تورات موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور داؤد علیہ السلام کو ملی اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ پس بعض ان بزرگوں کی اولاد میں ہدایت پانے والے ہیں وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور اکثریت ان کی اولاد میں سے نافرمان ہے۔ اکثریت کی زندگی فسق و فجور میں گزری۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ۣ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

ثُمَّ قَفَّيْنَا پھر پیچھے بھیجے ہم نے عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ ان کے نقش قدم پر بِرُسُلِنَا اپنے کئی رسول وَ قَفَّيْنَا اور بھیجا ہم نے ان کے پیچھے بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم کو علیہ السلام وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ اور دی ہم نے ان کو انجیل وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اور رکھ دی ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں اتَّبَعُوْهُ جنھوں نے اتباع کیا ان کا رَاْفَةً نرمی وَّ رَحْمَةً اور مہربانی وَ رَهْبَانِيَّةَ اور رہبانیت ابْتَدَعُوْهَا جس کو انھوں نے گھڑا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ نہیں لکھی تھی ہم نے ان پر اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لیے فَمَا رَعَوْهَا پس نہ رعایت کی انھوں نے اس کی

حَقَّ رِعَايَتِهَا جیسا کہ حق تھا اس کی رعایت کا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ پس دیا ہم نے ان لوگوں کو اٰمَنُوْا مِنْهُمْ جو ایمان لائے ان میں سے اَجْرَهُمْ ان کا اجر وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ اور بہت سے لوگ ان میں سے فٰسِقُوْنَ نافرمان ہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ اور ایمان لاؤ اس کے رسول محمد ﷺ پر يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ دے گا تم کو دہرا اجر مِنْ رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا اور بنائے گا تمہارے لیے نور تَمْشُوْنَ بِهٖ چلو گے تم اس کے ذریعے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ تاکہ نہ جاننے لگیں اہل کتاب اَلَّا يَقْدِرُوْنَ یہ کہ نہیں وہ قادر عَلٰى شَيْءٍ کسی شے پر مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ اور بے شک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اسم عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی وضاحت :

اس سے پہلے فرمایا کہ ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ اور رکھی ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت۔ اب رب تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا ۔ قفا کا لفظی ترجمہ ہے گردن کا پچھلا حصہ، گدی۔ تو اس کے پیچھے کھڑے ہونے والے کی نگاہ گدی پر پڑتی ہے۔ معنی

ہوگا ثُمَّ پھر بھیجے ہم نے ان کے پیچھے ان کے نقش قدم پر اپنے کئی رسول وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۔لفظ عیسیٰ اصل میں عیسو تھا عبرانی زبان کا لفظ ہے۔عربی میں عیسیٰ ہے علیہ السلام۔اس کا معنیٰ سردار اور مبارک ہے۔اور مریم کا معنیٰ ہے عابدہ،عبادت کرنے والی۔

عورتوں میں ان کو یہ فخر حاصل ہے کہ سارے قرآن میں صرف حضرت مریم علیہا السلام کا نام ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے جوڑے کا ذکر ہے زَوْجُهَا۔نوح علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ نوح،لوط علیہ السلام کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ لوط،فرعون کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ فرعون،عزیز مصر اور اس کی بیوی کا ذکر ہے اِمراۃ العزیز ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے،بیٹیوں کا ذکر ہے قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ [سورۃ الاحزاب] لیکن نام کسی کا نہیں ہے۔عورتوں میں سے نام صرف حضرت مریم علیہا السلام کا ہے۔اور تیس مرتبہ آیا ہے گویا کہ اوسطاً ایک پارے میں ایک مرتبہ آیا ہے۔جہاں بھی ذکر آیا ہے عِيسَى ابن مريم آیا ہے،عیسیٰ بیٹے مریم کے علیہ السلام ۔کیوں کہ یہ بغیر باپ کے پیدا کیے گئے تھے اس واسطے نسبت والدہ کی طرف کی گئی ہے۔ورنہ اکیسواں پارہ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ''پکارو ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے۔'' جب تم نے نسبت کرنی ہے تو باپ کی طرف کرنی ہے۔

آج کئی لوگ مجبوری اور پیار کی وجہ سے کسی کو متبنّیٰ یعنی بیٹا بنا لیتے ہیں،لے پالک جسے کہتے ہیں۔کاغذات میں اس کے اصل باپ کا نام لکھوانا ہے۔جس نے بیٹا یا بیٹی بنائی ہے اگر اپنے نام کی طرف منسوب کرے گا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔کبیرہ گناہوں میں

لیے ایک گناہ یہ ہے کہ اپنے باپ کی نسبت کاٹ کر کسی اور کی طرف نسبت کرنا۔ بلکہ پہلے یہ قرآن کی آیت تھی۔ اب منسوخ التلاوۃ ہے مگر حکم اس کا باقی ہے۔ اور احادیث میں موجود ہے مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ فَقَدْ کَفَرَ ''جس نے باپ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کی وہ پکا کافر ہے۔''

(ایک شخص نے سوال کیا حضرت! بعض لوگ بچے پھینک جاتے ہیں جن کا کچھ علم نہیں ہوتا کس کے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ ان کے متعلق تسلی کرنا چاہیے کہ بچہ کس کا ہے؟ اگر معلوم نہ ہو سکے تو اپنی طرف پھر بھی منسوب نہیں کر سکتے۔ یہ کہیں کہ کسی کا ہے گرا پڑا ملا تھا ہم پال رہے ہیں، تربیت کر رہے ہیں۔ اپنی طرف منسوب کرنا بڑے گناہوں میں سے ہے۔)

مرزے کا دجل اور خباثت :

چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا اس لیے نسبت ماں کی طرف کی گئی باپ ہوتا تو نسبت باپ کی طرف ہوتی۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل اور خباثت بھی سن لو۔ اس نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' کے صفحہ ۱۶ پر پہلے مولویوں کو گالیاں دی ہیں الف سے لے کر ی تک گالیوں کی تختی پوری کی ہے۔ پھر کہتا ہے مولوی مجھے کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم نہیں کرتا حالانکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی بڑی تعظیم کرتا ہوں، ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی تعظیم کرتا ہوں ان کے والد یوسف نجار کی تعظیم کرتا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کے چھ بہن بھائیوں کی تعظیم کرتا ہوں مجھ سے بڑا تعظیم کرنے والا کون ہے۔ او بے ایمان! اور توہین کس چیز کا نام ہے کہ تو نے یوسف نجار کو ان کا باپ بنا دیا اور چھ بہن بھائی بنا دیئے، یہ تعظیم ہے؟

اور اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں لکھتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اور میری آپس میں کیا نسبت جوڑتے ہو عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ او بے ایمان! اس کا نام تعظیم ہے؟ ان کی دادیاں کہاں سے ڈھونڈ لایا ہے؟ باپ ہو تو دادی ہوتی ہے۔ ان باطل فرقوں نے لوگوں کے ذہن بگاڑ دیئے ہیں۔ پھر باطل پر وہ جتنی کوشش کرتے ہیں ہم تم سے اتنی نہیں ہوتی۔ اوروں کی تو بات چھوڑو یہ ہمارے غیر مقلد حضرات باز نہیں آتے۔ فروعی مسائل کو اچھالتے رہتے ہیں۔ رفع یدین کرو جی، امام کے پیچھے فاتحہ پڑھو، آمین بلند آواز سے کہو، چڈے چوڑے کر کے کھڑے ہو بس۔ یہ ان کے مسائل ہیں اور انھی پر اپنی طاقت خرچ کرتے ہیں۔ او اللہ کے بندو! دنیا میں اور بڑے مسائل ہیں اس وقت لوگ کافر ہو رہے ہیں ان کو کفر سے بچاؤ۔ پھر یہ باطل فرقے جتنی تبلیغ کرتے ہیں ہمارے لوگ نہیں کرتے۔ ہمارے لوگ درگزر کرتے ہیں حالانکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔

تعلیماتِ عیسیٰ علیہ السلام :

تو خیر عیسیٰ علیہ السلام کا جب نام آتا ہے تو نسبت ماں کی طرف ہوتی ہے عیسیٰ ابن مریم کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بڑے نرم مزاج تھے اور تعلیم بھی یہی دیتے تھے۔ چنانچہ انجیل متی اور لوقا میں ہے اگر کوئی تجھ سے کوٹ اتار کر لے جائے تو تم کرتا بھی اتار کر دے دو کہ لو بھئی! یہ بھی لے جاؤ۔ اور اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال آگے کر دو کہ اس پر بھی لگا دو۔ یہ ان کا سبق تھا۔ ان کی طبیعت میں اتنی نرمی تھی مگر آج کے عیسائی بھیڑیئے ہیں ان بھیڑیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں کی کھیتی چر لی ہے۔ کیا برطانیہ، کیا امریکہ، کیا فرانس اور دوسرے۔ یہ سب

بدمعاش ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو خراب کر کے رکھ دیا ہے اور ہم ان کے خصیہ بردار ہیں۔ یہ سب ایمان کی کمزوری ہے کہ ہم ان سے متاثر ہیں اور امریکہ، امریکہ، امریکہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور بھیجا ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ اور دی ہم نے ان کو انجیل وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اور ہم نے رکھ دی ان لوگوں کے دلوں میں اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً جنھوں نے ان کی پیروی کی نرمی اور رحمت ان کے دلوں میں رکھ دی وَرَهْبَانِیَّةَ ابْتَدَعُوْهَا اور رہبانیت جس کو انھوں نے گھڑا۔ رہبانیت ترک دنیا کو کہتے ہیں۔ تارک دنیا بنے۔ یہ ترک دنیا کے قصے خود انھوں نے گھڑے مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ نہیں لکھی ہم نے ان پر رہبانیت۔ یہ انھوں نے خود گھڑی۔ کیوں گھڑی؟ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لیے انھوں نے رہبانیت گھڑی لیکن فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا پس نہ رعایت کی انھوں نے اس کی جیسا کہ حق تھا اس کی رعایت کرنے کا۔ رہبانیت کا معنیٰ ہے ترک لذات اور ترک نکاح۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض پیروکاروں نے کاروبار چھوڑا، بیوی بچوں کو چھوڑا اور جنگلوں میں جا کر ڈیرے لگا لیے۔ وہیں کٹیا بنا کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ گوشت، انڈے، مچھلی وغیرہ کا کھانا ترک کر دیا۔ کسی نے بکری رکھ لی اس کا دودھ پی کر گزارا کر لیا، کسی نے جڑی بوٹیاں کھا کر وقت گزار لیا، اچھے کپڑے پہننا ترک کر دیئے۔ اور پھر اس پر سارے قائم بھی نہ رہ سکے کئی برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔ تو یہ رہبانیت انھوں نے خود گھڑی جیسے آج اہل بدعت نے بدعات خود گھڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ہم

نے ان پر نہیں لکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو پیغمبروں کو حکم دیا یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا [مومنون:۵۱] ''اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔'' نہ گوشت حرام ہے، نہ انڈا اور مچھلی حرام ہے۔ اور فرمایا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ [الاعراف:۳۱] ''اختیار کرا پنی زینت ہر نماز کے وقت۔'' صاف ستھر الباس پہن کر مسجدوں میں جاؤ۔ یہ جو مسجدوں میں ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں یہ پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ نماز تو ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہے۔ مسجد میں ایسے لباس کے ساتھ جانا چاہیے جو پہن کر آدمی عزیز رشتہ داروں کے پاس جا سکے، بازار جا سکے۔

غیر مقلدوں کے گھر کی گواہی :

اور ننگے سر نماز پڑھنا گناہ ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس پر اہل حدیث حضرات کے بزرگوں کے فتوے بھی موجود ہیں۔ عورتوں اور مردوں کی نماز کا بھی فرق ہے، فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت ہے۔ یہ سب غیر مقلدین حضرات کے فتاویٰ ہیں۔ اتمام حجت کے لیے میں نے طبع کرائے تھے اگر کسی ساتھی کے پاس نسخہ ہو تو لے کر پڑھ لینا۔ مگر گکھڑ والے اتنے کنجوس ہیں کہ کتاب خریدنے کا نام تک نہیں لیتے۔ میری کتابیں گکھڑ میں طبع ہوئی ہیں لیکن میرے علم میں نہیں ہے کہ انھوں نے کوئی کتاب خریدی ہو۔۔ بھائی! یہ کتابیں تمہارے پڑھنے کے لیے ہیں، تمہارے نفع کے لیے ہیں، تمہارے گھروں میں ہونی چاہئیں۔ پڑھو تو تمھیں علم ہو کہ توحید کیا ہے، سنت کیا ہے۔ نہ تمہارے پاس '' گلدستہ توحید'' ہوگی '' نہ راہ سنت'' ہوگی ناول ہوں گے تمہارے گھر میں۔

تو خیر جس طرح اہل بدعت نے یہ بدعات خود گھڑی ہیں، عرس، میلاد، گیارھویں،

تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، برسی ہے، پھران کو فرض سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہ سب ہندوؤں کی رسمیں ہیں کوئی شریعت کا حکم نہیں ہے۔اسی طرح عیسائیوں نے رہبانیت گھڑی تھی لیکن اس پر قائم نہ رہ سکے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے پاس عورتوں کا آنا جانا ہو گیا تو خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اپنی حلال کی چھوڑیں حرام میں مبتلا ہو گئے۔ حلال کا رزق چھوڑا چوروں، ڈاکوؤں نے چوری کر کے، ڈاکے مار کے جو نذرانے دیئے وہ کھانے شروع کر دیئے۔ یہ کون سی عبادت ہے؟

تو فرمایا رہبانیت انھوں نے خود گھڑی اور اس کی رعایت نہ کر سکے فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ پس دیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان میں سے اَجْرَهُمْ ان کا اجر۔ جو ان میں سے مخلص تھے، مومن تھے ان کو اجر ملے گا وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ اور بہت سے لوگ ان میں سے نافرمان ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا چوں کہ پہلے ذکر نصاریٰ کا آرہا ہے اس لیے معنیٰ کرتے ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو عیسیٰ علیہ السلام پر اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے صحیح معنیٰ میں، اپنی طرف سے باتیں نہ بناؤ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ اور ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ پر یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ دے گا تمھیں اللہ تعالیٰ دہرا اجر۔ ایک اجمالی ایمان کی وجہ سے اور ایک تفصیلی ایمان کی وجہ سے۔ کیوں کہ جو صحیح عیسائی تھے وہ آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اجمالی طور پر آپ ﷺ کو مانتے تھے کیوں کہ ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا ذکر تھا، تورات میں بھی اور انجیل میں بھی۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ پارہ ۹ میں ہے اَلَّذِیْنَ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ”جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔“ اب وہ تشریف لے آئے ہیں ان پر ایمان لے آؤ تو یہ تمہارا

ایمان تفصیلی ہوگا۔ ایمان بھی، اجر بھی ڈبل مِنۡ رَّحۡمَتِهٖ اپنی رحمت سے دُہرا اجر دے گا وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ نُوۡرًا اور بنائے گا تمہارے لیے نور تَمۡشُوۡنَ بِهٖ چلو گے تم اس نورِ ایمان، نورِ توحید کے ذریعے وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ اور اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ نبی ہم نے کیوں بھیجا اور کیوں کہتے ہیں کہ تم اس پر ایمان لاؤ۔ اس لیے بھیجا ہے لِّئَلَّا يَعۡلَمَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ تاکہ نہ جاننے لگیں ، نہ سمجھنے لگیں اہل کتاب اَلَّا يَقۡدِرُوۡنَ عَلٰى شَىۡءٍ اب وہ کسی چیز پر قادر نہیں ہیں مِّنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری طرف تو پیغمبر آیا ہی نہیں ہم کس طرح مانتے؟ اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا اور ان کو ایمان لانے اور تصدیق کرنے پر قدرت ہے ایمان لے آئیں اللہ تعالیٰ کا فضل وہ اب بھی کما سکتے ہیں آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئیں۔

بعض مفسرین نے لِّئَلَّا میں جو لام ہے اس کو زائد قرار دیا ہے اور معنیٰ کرتے ہیں تاکہ جان لیں اہل کتاب کہ وہ نہیں قدرت رکھتے کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ فضل تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جس کو چاہے عطا کرے۔ جس کو چاہے نبوت دے، جس کو چاہے کتاب دے، جس پر چاہے وحی نازل فرمائے، یہ رب تعالیٰ کے پاس ہے ان کے پاس نہیں ہے وَاَنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ اور بے شک فضل سارا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے، بڑی مہربانی والا ہے، بڑی وسعت والا ہے۔

آج بروز جمعرات ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۱۴ء

انیسویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ المجادلۃ

تا

سورۃ المرسلات

(مکمل)

جلد ۲۰

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ المجادلہ تا سورۃ المرسلات، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت----

قیمت ----

طابع و ناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292 - 03218741292

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔(چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔اس اجازت پہ پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ المجادلۃ	19
02	تعارف سورت	23
03	وجہ تسمیہ	23
04	شانِ نزول	23
05	ظہار کس کو کہتے ہیں؟	24
06	احناف اور شوافع میں اختلاف	25
07	ظہار کا حکم	26
08	کفارۂ ظہار	27
09	غلام کا آزاد کرنا	28
10	اسلامی احکام کی حکمت	30
11	اسلامی احکام کی مخالفت کرنے والوں کا انجام	33
12	قیامت کے دن رسوائی	34
13	اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے	35
14	یہود و منافقین کی سرگوشیاں	36
15	یہودیوں اور منافقوں کی خلاف ورزی	37
16	یہود و منافقین کی ایک اور بری حرکت	38
17	عذاب میں تاخیر پر غلط استدلال	38

18	اچھے مشورے کی اجازت اور بُرے مشورے کی ممانعت	42
19	شیطانی مشورے	42
20	مجلس میں بیٹھنے والوں کا حق	43
21	اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم	45
22	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت	45
23	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریافت کردہ مسائل	46
24	مقصد کا حصول	50
25	منافقین کا کردار	51
26	منافقین کی سزا	52
27	مال ودولت کام نہ آئیں گے	53
28	اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹی قسمیں	54
29	شیطانی لشکر کا انجام	55
30	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا غلبہ	57
31	ایمانی غیرت کا تقاضا	58
32	دشمنان اسلام سے دوستی نہ رکھنے والوں کی تعریف	61
33	اختتام سورۃ المجادلہ	63
34	سورۃ الحشر	65
35	تعارف سورت	69
36	یہود کو جلاوطن کرنے کی وجہ	70
37	ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے	72
38	بنونضیر کی جلاوطنی	72
39	حشر چار ہیں	73

نمبر	عنوان	صفحہ
40	یہودیوں کی غیر محسوس انداز میں گرفت	74
41	تقدیری فیصلے	76
42	اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا نتیجہ	76
43	جنگی حکمت عملی	77
44	دشمن کی املاک کو نقصان پہنچانا	77
45	مالِ فیٔ کا حکم	78
46	مالِ فیٔ مجاہدین میں تقسیم نہ کرنے کی وجہ	79
47	مالِ فیٔ کے مصارف	83
48	مال کی تقسیم میں غرباء کا حصہ مقرر کرنے میں حکمت	85
49	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی کی پابندی کا حکم	85
50	مالِ فیٔ کا ساتواں مصرف اور مہاجرین کی تعریف	86
51	ایک اہم فقہی مسئلہ	88
52	مالِ فیٔ کا آٹھواں مصرف اور انصار کی تعریف	90
53	ایثار کا عمومی مظاہرہ	93
54	خصوصی ایثار	94
55	ان صفات کا نتیجہ	95
56	مالِ فیٔ کا نواں مصرف	99
57	مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والوں کی صفات	100
58	منافقین کا کردار	101
59	مسلمانوں کا رعب منافقوں کے دلوں میں	103
60	مخالفینِ اسلام کی کمزوری	104
61	دو مثالیں	105

62	خداخوفی کا زبانی دعویٰ	107
63	ابلیس اور اس کے پیروکار کافروں کا انجام	107
64	ایمان والوں کوتقویٰ کی تلقین	111
65	غد کا معنیٰ	112
66	اللہ تعالیٰ کو بھولنے کا انجام	113
67	کامیاب اور ناکام لوگ برابرنہیں ہیں	113
68	قرآن کریم کی اطاعت کی ترغیب	114
69	مثالیں بیان کرنے کی حکمت	114
70	اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان	115
71	مخلوق کو پیدا کرنے والا اللہ ہے	115
72	سورۃ الممتحنۃ	121
73	وجہ تسمیہ وتعارفِ سورۃ	126
74	شانِ نزول	126
75	ربط آیات	135
76	مشرکہ والدہ سے صلہ رحمی	139
77	شانِ نزول	144
78	سورۃ الصف	151
79	نام وکوائف	155
80	شانِ نزول	156
81	جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت	158
82	بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچانا	159
83	تذکرۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	160

نمبر	عنوان	صفحہ
84	ربط آیات	164
85	غلبہ دین اسلام کا مطلب	165
86	ربط آیات	171
87	نصرتِ خداوندی	173
88	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ	174
89	سورۃ الجمعہ	179
90	ربط آیات	182
91	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کی تعلیم دینا	184
92	بدن کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ	185
93	مفہوم صدقہ	186
94	ماقبل سے ربط	192
95	جنت کا طالب موت سے نہیں ڈرتا	195
96	موت کی تمنا کرنے کی ممانعت	198
97	ربط آیات	201
98	فضیلت جمعہ	202
99	جمعہ کی ابتداء	203
100	جمعہ کی اذان کے بعد کن کاموں کا کرنا جائز ہے اور کن کا نہیں	204
101	شانِ نزول	207
102	سورۃ المنافقون	209
103	وجہ تسمیہ و تعارف سورۃ	213
104	شانِ نزول کا واقعہ	213
105	نفاق کی دو قسمیں	215

106	منافق کی علامتیں	216
107	منافقین کی خباثت	225
108	مال کا فتنہ	227
109	سورۃ التغابن	231
110	وجہ تسمیہ سورۃ	235
111	قبر میں سوال وجواب	235
112	دیانند سرسوتی کا قرآن کریم پر اعتراض	237
113	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت	242
114	ربط آیات	253
115	مال اور اولاد کا فتنہ	255
116	سورۃ الطلاق	261
117	نکاح اور طلاق کے اصول	265
118	طلاق دینے کا طریقہ اور طلاقِ ثلاثہ	266
119	عدت کے مسائل	269
120	جن عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت	275
121	مسئلہ	279
122	ربط آیات	284
123	سات آسمان ہیں ایسے ہی سات زمینیں ہیں	289
124	ایک اشکال اور اس کا جواب	290
125	سورۃ التحریم	293
126	شانِ نزول	297
127	مسئلہ	302

نمبر	عنوان	صفحہ
128	مسئلہ	308
129	ہماری توبہ اور تمیزہ بی بی کا وضو	311
130	منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم	318
131	محض نسبت کام نہیں آئے گی	319
132	سورۃ الملک	327
133	نام وکوائف	331
134	سورۃ الملک کی فضیلت	331
135	استدلال باطل	335
136	ستاروں کی اقسام	337
137	انجام منکرین	339
138	ربط	343
139	دوزخ سے بچنے کے اسباب	343
140	بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہِ تحریمی ہے	346
141	خوفِ خدا کا ذکر	349
142	میدانِ محشر کا منظر	357
143	رب کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا	360
144	سورۃ القلم	363
145	نٓ کے متعلق مفسرین کے اقوال	367
146	حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کا واقعہ	368
147	مشرکین مکہ کا پروپیگنڈہ	370
148	شانِ نزول	372
149	باغ والوں کا واقعہ	378

نمبر	عنوان	صفحہ
150	بڑوں کی نیکی کا چھوٹوں کے کام آنا	380
151	متقین کا تذکرہ	388
152	تقویٰ کا مفہوم بقول اُبی ابن کعب	388
153	کشفِ ساق پنڈلی ننگی ہونے سے کیا مراد ہے؟	391
154	حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ	397
155	نظر کا لگنا حق ہے	402
156	سورۃ الحاقہ	405
157	نام وکوائف سورۃ اور قیامت کے مختلف نام	408
158	قوم ثمود کا ذکر	409
159	قوم عاد کا ذکر	411
160	فرعون کا ذکر	413
161	قوم لوط کا ذکر	414
162	قیامت کبریٰ کا ذکر	419
163	کامیاب گروہ کا ذکر	422
164	ناکام گروہ کا ذکر	424
165	ربط	428
166	انجام مجرمین	428
167	مال داروں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں کا حق ہے	429
168	حقانیت قرآن	430
169	توھمات	432
170	قادیانی دھوکا	434
171	سورۃ المعارج	437

نمبر	عنوان	صفحہ
172	نام وکوائف	441
173	فرشتوں کی تبدیلی کے اوقات	442
174	میدانِ محشر کا منظر نامہ	444
175	تعارض بین الآیتین میں تطبیق بذریعہ مثال	445
176	مال فی نفسہ بری چیز نہیں	448
177	عام انسانوں کی حالت کا بیان	452
178	نمازیوں کے اوصاف	453
179	بہ وقت ضرورت نیک آدمی بھی سوال کر سکتا ہے	454
180	ملک یمین کی تعریف اور قیدیوں کے متعلق فقہی مسئلہ	456
181*	مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا وعدہ وفائی کا جذبہ	458
182	پاکستان میں دو چیزوں کی قدر نہیں	458
183	حفاظت قرآن کی ایک مثال	461
184	دنیا اور آخرت کا معاملہ الگ الگ ہے	463
185	مشارق ومغارب کی تحقیق	464
186	ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب	467
187	سورۃ نوح	469
188	نام وکوائف سورۃ اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر	473
189	حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت	475
190	دلائل قدرت	482
191	قوم نوح کا جواب	484
192	تصویر کی شرعی حیثیت	485
193	مسئلہ ایصالِ ثواب	488

نمبر	عنوان	صفحہ
194	سورۃ الجن	491
195	جنات کا واقعہ	495
196	جنات کی سرکشی	500
197	ربط	503
198	جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی	505
199	حدیث خرافہ کی حقیقت	507
200	ربط بین الآیات	514
201	اسلام کے ابتدائی دور کی صعوبتیں	516
202	علم غیب خاصۂ خداوندی ہے	517
203	اہل بدعت کا غلط استدلال اور اس کے جوابات	518
204	سورۃ المزمل	521
205	نام و کوائف اور چند ہدایات	525
206	چند اہم مسائل	528
207	ذکر اللہ کی اہمیت	529
208	تسلئ رسول	531
209	تسلئ رسول	535
210	نماز تہجد کی فضیلت	538
211	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال	540
212	نماز تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کی وجوہات	540
213	سورۃ المدثر	545
214	نام و کوائف	549
215	اپنی چادر اور شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے	550

216	نفخۂ ثانیہ کا ذکر	552
217	ایک خاص واقعہ	553
218	ربط	560
219	جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں	561
220	انیس فرشتوں کے تقرر کی حکمتیں	562
221	ہر شخص اپنی کمائی میں گروی رکھا ہوا ہے	572
222	دوزخیوں کے جرائم	574
223	سورۃ القیامہ	579
224	نام و کوائف	583
225	نفس کی تین اقسام	583
226	لِیَفْجُرَ اَمَامَه کی تین تفسیریں	585
227	وقوع قیامت کا بیان	586
228	مثنوی شریف کی ایک حکایت	588
229	شانِ نزول	590
230	قیامت کا ذکر	593
231	روزِ قیامت رؤیت باری تعالٰی	594
232	جیسی کرنی ویسی بھرنی	598
233	سورۃ الدھر	601
234	نام و کوائف	605
235	انسان کی حیثیت	605
236	نیکوں کا ذکر	607
237	نیک بندوں کی خوبیوں کا ذکر	608

238	نیک بندوں کے بدلے کا ذکر	614
239	جنتی بچوں کے متعلق مختلف تفسیریں	617
240	نزولِ قرآن	622
241	تلقین صبر	623
242	نمازِ پنجگانہ اور ذکر اللہ کی اہمیت	625
243	منکرین قیامت کو جواب	627
244	سورۃ المرسلت	631
245	نام وکوائف	635
246	مرسلت، عصفت، نشرت، ملقیٰت کی مختلف تفسیریں	635
247	احوال قیامت	638
248	مسئلہ مدت حمل	641
249	ماقبل سے ربط	646
250	اسلام کے بنیادی عقائد	647
251	محشر والے دن لوگوں کو ان کے والد کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا	648
252	علامات قیامت	650
253	مصدقین مکرمین کا ذکر	651
254	بے نمازی کی سزا	653

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ المُجَادِلَةِ

(مکمل)

جلد ۲۰

اٰیاتہا ۲۲ | ۵۸ سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۵ | رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ   بے شک سن لی اللہ تعالیٰ نے   قَوْلَ الَّتِيْ   بات اس عورت کی   تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا   جو جھگڑا کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں   وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ   اور شکوہ کر رہی تھی اللہ تعالیٰ کی طرف   وَاللّٰهُ

اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے
الَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِہِمۡ وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں تم میں سے اپنی عورتوں سے
مَّا ہُنَّ اُمَّہٰتِہِمۡ نہیں ہیں وہ عورتیں ان کی مائیں
اِنۡ اُمَّہٰتُہُمۡ اِلَّا الّٰٓـِٔیۡ وَلَدۡنَہُمۡ نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہ عورتیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے
وَ اِنَّہُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡکَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَ زُوۡرًا اور بے شک وہ البتہ کہتے ہیں بری بات اور جھوٹ
وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے
وَ الَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِہِمۡ اور وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے
ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا پھر وہ پہلی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں اس بات کو توڑ کر جو انھوں نے کہی
فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا تو غلام کو آزاد کرنا ہے اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں
ذٰلِکُمۡ تُوۡعَظُوۡنَ بِہٖ یہی بات ہے کہ تم اس کی نصیحت کیے جاتے ہو
وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی جو تم کرتے ہو خبر رکھنے والا ہے
فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ پس جو شخص نہ پائے
فَصِیَامُ شَہۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ تو روزے رکھنا ہے دو مہینے لگاتار
مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں
فَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ پس جو شخص طاقت نہ رکھے
فَاِطۡعَامُ سِتِّیۡنَ مِسۡکِیۡنًا تو کھانا کھلانا ہے

ساٹھ مسکینوں کو ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یہ حکم اس لیے ہے تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تعارف سورت :

اس سورۃ کا نام سورۃ المجادلہ ہے۔ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو چار سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو پانچواں نمبر ہے اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر اٹھاون ہے۔ اس کے تین رکوع اور بائیس آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام المجادلہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کی پہلی آیت میں ہی تُجَادِلُ کا لفظ موجود ہے۔ اور تُجَادِلُ کا صیغہ مجادلہ سے ہے اس لیے اس سورۃ کا نام المجادلہ رکھا گیا ہے۔ مجادلہ کہتے ہیں اپنی بات منوانے پر اصرار کرنا، آپس میں جھگڑا کرنا۔

شانِ نزول :

زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں دستور تھا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرتا تو وہ بیوی اس کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دی جاتی تھی اور دوبارہ ان کے آپس میں میل ملاپ کی کوئی صورت نہیں ہوتی تھی۔ اسی دور میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے

کسی بات پر ناراض ہوئے اور اس کو کہہ دیا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ ''تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔'' اس دور کے طور طریقہ کے لحاظ سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ کے لیے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے لیے حرام قرار پائی۔ وہ پریشانی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آکر کہنے لگی کہ اوس سے میرے بچے بھی ہیں۔ اگر بچے اس کو دے دوں تو بچے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر اپنے پاس رکھوں تو گزر اوقات کے مناسب اسباب نہ ہونے کی وجہ سے بچے بھوکے رہا کریں گے۔ چونکہ ابھی تک اس بارے میں کوئی نیا اسلامی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دور (اس زمانے کے دستور) کے مطابق ہی اس کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بار بار اپنی تنگ دستی اور بچوں کے ضائع ہو جانے کا ذکر کر کے اصرار کرتی رہی کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوبارہ اس کے ملاپ کی صورت پیدا ہو جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے کوئی اور حکم نہ ملا تو کہنے لگی کہ میں اپنا شکوہ یعنی اپنی مصیبت کا اظہار اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتی ہوں اور اس سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس مصیبت کو دور کرنے کے اسباب مہیا فرما دے۔ وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کا یہی مطلب ہے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس میں ظہار کے متعلق اسلامی حکم بیان کیا گیا۔

ظہار کس کو کہتے ہیں؟

ظہار کا معنیٰ ہے تشبیہ دینا۔ اور اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں اپنی بیوی کو اپنی محرمات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دینا۔ محرمات وہ عورتیں ہوتی ہیں جن کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ماں، بہن، بیٹی، پوتی، خالہ، پھوپھی، بھانجی اور بھتیجی وغیرہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے یا بہن

کی طرح ہے یا بیٹی کی طرح ہے وغیرہ۔ یا ان محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے بیوی کو تشبیہ دے جس عضو کا دیکھنا اس کے لیے حرام ہے۔ مثلاً: پشت اور شرم گاہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔ یا کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی شرم گاہ کی طرح ہے۔ یا ان محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے بیوی کو تشبیہ دے جس کو بول کر پوری ذات مراد لی جاتی ہے جیسے روح اور آدھا حصہ وغیرہ۔ مثلاً: کہے کہ تو میری ماں کی روح کی طرح ہے یا کہے کہ تو میری ماں کے آدھے حصے کی طرح ہے۔ تو ان الفاظ کے استعمال کرنے کی وجہ سے ظہار واقع ہو جاتا ہے بشرطیکہ ان الفاظ کا استعمال بیوی کو اپنے آپ پر حرام کرنے کی نیت سے ہو۔ اگر حرام کرنے کی نیت سے نہ ہو بلکہ شکل و شباہت یا مزاج یا قد کاٹھ یا سلیقہ و شعار کی وجہ سے تشبیہ دی ہو تو ظہار نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے اور اس سے مراد شکل ہو یا اس کا مزاج ہو تو اس سے ظہار نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے تشبیہ دی ہو جس کا دیکھنا اس کے لیے جائز ہو تب بھی ظہار نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تو میری ماں کے سر کی طرح ہے۔ یا اس کے ہاتھ پاؤں کی طرح ہے تو اس سے ظہار نہیں ہوگا۔

احناف اور شوافع میں اختلاف :

احناف کے نزدیک ظہار میں ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو لفظ تشبیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کاف مثلیہ ہو۔ جیسے اَنْتِ عَلَیَّ کَاُمِّیْ یا اَنْتِ عَلَیَّ کظھر اُمِّیْ۔ یا مِثْل کا لفظ ہو جیسے اَنْتِ عَلَیَّ مِثْلُ اُمِّیْ ، اَنْتِ عَلَیَّ مِثْلُ ظَھْرِ اُمِّیْ۔ یا نَحْوُ کا لفظ ہو جیسے اَنْتِ عَلَیَّ نَحْوُ اُمِّیْ ، اَنْتِ عَلَیَّ نَحْوُ ظَھْرِ اُمِّیْ۔

عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں میں ان الفاظ کے ہم معنیٰ کلمہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اُردو میں مانند، طرح اور جیسی وغیرہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تو میری ماں کے مانند ہے۔ تو میری ماں کی طرح ہے۔ تو میری ماں جیسے ہے۔ اور پنجابی میں کہے کہ تو میری ماں ورگی ایں۔ اگر تشبیہ کا لفظ نہ پایا جائے تو احناف کے نزدیک ظہار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ظہار کے اصل مادہ میں تشبیہ کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ جیسے ہم نے اس مادہ میں نیت کا معنی پایا جاتا ہے۔

شوافع حضرات کے نزدیک خواہ تشبیہ کا لفظ پایا جائے یا نہ پایا جائے ہر صورت میں ظہار واقع ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے یا کہے تو میری ماں ہے۔ شوافع حضرات کے نزدیک دونوں صورتوں میں ظہار ہوگا جب کہ احناف کے نزدیک اگر لفظ تشبیہ نہ پایا جائے تو ظہار نہیں ہوگا۔ پھر اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنے اُوپر حرام کرنے کی نیت سے کہا کہ تو میری ماں ہے تو اکثر احناف اس کلام کو لغو اور بے ہودہ قرار دیتے ہیں جب کہ بعض مفتیانِ کرام فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے۔

ظہار کا حکم :

زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں ظہار کا حکم یہ تھا کہ وہ عورت خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دی جاتی تھی۔ مگر اسلام نے ظہار کرنے والوں کو کفارہ ادا کرنے تک بیوی کے پاس جانے سے تو روک دیا مگر ہمیشہ کے لیے حرام قرار نہیں دیا۔ اور فرمایا اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں تو وہ عورتیں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ

ان کی مائیں صرف وہ عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ جاہلیت کے دور میں ایسی ... وماں کی طرح ہی ہمیشہ کے لیے سمجھ لیا جاتا تھا۔

وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۔ اسلام نے اگرچہ ظہار کرنے ...ں کے لیے ان کی عورتوں کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار تو نہیں دیا مگر ایسے الفاظ کو پسند بھی نہیں کیا بلکہ ایسے الفاظ کو بری بات اور جھوٹ سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے بچتے ہی رہنا چاہیے۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ میں مفسرین کرام نے فرمایا کہ اس میں دو چیزیں نمایاں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ظہار صرف مرد ہی کر سکتے ہیں عورتوں کی جانب سے ظہار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اگر عورت اپنے خاوند کو اپنے محارم میں سے کسی سے تشبیہ دیتی ہے مثلاً: اپنے باپ کی طرح کہتی ہے تو یہ ظہار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ظہار صرف مردوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ دوسری چیز یہ نمایاں ہوتی ہے کہ مِنْكُمْ سے مراد صرف مسلمان ہیں۔ تو ظہار صرف مسلمان کا معتبر ہوگا کافر کا ظہار معتبر نہ ہوگا۔ یہ نظریہ احناف کا ہے۔ اور اگر مِنْكُمْ سے مراد اسلامی سلطنت میں رہنے والے مسلمان اور ذمی سب ہیں تو ذمّی کا ظہار بھی معتبر ہوگا اور یہ شوافع حضرات کا نظریہ ہے۔

کفارۂ ظہار :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا اور وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی پہلی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں اس بات کو توڑ کر جو انھوں نے کہی۔ عَوْد کہتے ہیں پہلی حالت کی طرف لوٹنا۔ ظہار کرنے والوں کی پہلی حالت بیوی سے میل ملاپ کی تھی۔ لِمَا قَالُوْا بخاری شریف

کتاب التفسیر میں ہے لِمَاقَالُوْا لِنَقْضِ مَاقَالُوْا اپنی کہی ہوئی بات کو توڑ کر، اس پر نادم ہو کر بیوی کے ساتھ میل ملاپ والی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں تو پہلے کفارہ ادا کریں۔ قرآن کریم نے ظہار کے یکے بعد دیگرے تین کفارے بیان فرمائے ہیں۔

غلام کا آزاد کرنا :

ظہار کے کفارہ میں پہلے نمبر پر حکم دیا ہے فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ کہ غلام آزاد کرے۔ خواہ غلام ہو یا باندی، ظہار کے کفارہ میں یہ آزاد کیے جاسکتے ہیں۔ یہاں رقبہ کے ساتھ مومنہ کی قید نہیں اس لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظہار کے کفارہ میں کافر غلام یا باندھی بھی آزاد کیے جاسکتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس طرح قتل خطاء کے کفارہ میں مومن غلام آزاد کیا جاتا ہے اسی طرح ظہار کے کفارہ میں بھی مومن غلام ہی آزاد کیا جاسکتا ہے کافر کو آزاد کرنا درست نہیں ہے۔ اس کفارہ کے ساتھ قید لگائی مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا کہ یہ کفارہ آپس میں ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔ ایک دوسرے کو چھونا، ہاتھ لگانا۔ اس سے مراد ہم بستری کرنا اور ہم بستری کے دواعی بوس و کنار وغیرہ ہیں۔ یعنی غلام آزاد کرنے سے پہلے ظہار کرنے والے کا اپنی بیوی سے ہم بستری اور بوس و کنار ممنوع ہے۔ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ یہی بات ہے کہ تم اس کی نصیحت کیے جاتے ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی جو تم کرتے ہو خبر رکھنے والا ہے۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ۔ یہاں سے دوسرے نمبر کا کفارہ بیان کیا جارہا ہے کہ جو شخص غلام نہ پائے فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ غلام نہ پانے کا مطلب یہ ہے کہ غلام ملتا ہی نہیں جیسا کہ موجودہ دور میں

غلام نہیں ملتے یا غلام خریدنے کی ہمت نہیں۔ اس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ جب آدمی غلام کو آزاد کرسکتا ہے تو اس کے لیے ظہار کا کفارہ صرف یہی ہوگا، وہ روزے رکھ کر یا مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا نہیں کرسکتا۔ اس کفارہ کے ساتھ بھی مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا کی قید ہے کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو اس وقت تک نہ چھوئیں جب تک کفارہ ادا نہیں کردیا جاتا۔ مُتَتَابِعَيۡنِ کا مطلب ہے لگاتار دو مہینے روزے رکھنا۔ اگر ایک بھی ناغہ درمیان میں کردیا تو روزے نئے سرے سے رکھنے ہوں گے خواہ بیماری وغیرہ کے عذر کی وجہ سے ناغہ کیا ہو۔

فَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ یہاں سے تیسرے نمبر کے کفارہ کا ذکر ہے کہ جو شخص غلام کو آزاد کرنے یا دو مہینے لگاتار روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا فَاِطۡعَامُ سِتِّيۡنَ مِسۡكِيۡنًا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت درمیانے درجہ کا کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہوجاتا ہے۔ اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کھانا کھلایا تو اس سے بھی کفارہ ادا ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی خشک اناج دینا چاہے تو نصف صاع گندم یعنی پونے دو کلو گندم ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو دے۔ اگر گندم کے علاوہ مکئی، باجرہ اور چاول وغیرہ دینا چاہتا ہے تو ایک صاع یعنی ساڑھے تین کلو فی کس ادا کرے یا اس کی قیمت ادا کرے۔

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ ظہار کی وجہ سے عورت خاوند پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوجاتی اور نہ ہی اس وجہ سے طلاق واقع ہوتی ہے بلکہ وہ عورت بدستور خاوند کے نکاح ہی میں رہتی ہے۔ البتہ کفارہ ادا کرنے تک مرد اپنی اس بیوی سے ہم بستری اور ہم بستری کے دواعی بوس و کنار وغیرہ نہیں کرسکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیسرے

نمبر کے کفارہ میں مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا کی قید نہیں ہے اس لیے اگر ظہار کرنے والا مسکینوں کو کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے ہم بستری یا بوس و کنار کر لیتا ہے تو اس کو دوبارہ کفارہ نہیں دینا ہوگا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اس کو دوبارہ کفارہ دینا ہوگا۔

اسلامی احکام کی حکمت :

ذٰلِكَ لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ سے اللہ تعالیٰ نے ظہار کے حکم اور اس کے کفارہ کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ یہ حکم اس لیے ہے تاکہ تم جاہلیت کے دستور کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کرو اور یہی مومن آدمی کی کوشش ہونی چاہیے۔ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ اور یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ جس طرح ملکی حدود ہوتی ہیں یا اپنی ملکیتی زمین کی حدود ہوتی ہیں ان سے تجاوز کرنا ظلم اور زیادتی ہوتی ہے اسی طرح احکام شرعی اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں بندوں کو ان ہی کے دائرے میں رہنا چاہیے۔ ان سے تجاوز کرنا جرم ہوگا وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جو لوگ اسلامی احکام کا انکار کرنے والے ہیں ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دردناک قسم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

❀❀❀❀❀

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌۚ(۵) یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْاؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۠(۶) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْاۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(۷) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ یَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ٘ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُۙ وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُۚ یَصْلَوْنَهَاۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ(۸)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ بے شک وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وہ ذلیل کیے جائیں گے جیسا کہ ذلیل کیے گئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ اور بے شک ہم نے اتاری ہیں واضح آیات

وَ لِلۡكٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ اور کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے
یَوۡمَ یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیۡعًا جس دن اُٹھائے گا ان سب کو اللہ تعالیٰ فَیُنَبِّئُهُمۡ
بِمَا عَمِلُوۡا پھر خبر دے گا اللہ تعالیٰ ان کو ان کاموں کی جو اُنھوں نے کیے
اَحۡصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوۡهُ اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اس کو بھول
گئے ہیں وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اَلَمۡ تَرَ
کیا آپ جانتے نہیں اَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ یَعۡلَمُ مَا فِی
السَّمٰوٰتِ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ
اور جو زمین میں ہیں مَا یَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ نہیں ہوتا مشورہ تین
آدمیوں کا اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے وَ لَا خَمۡسَةٍ
اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ اور نہ ہی پانچ آدمیوں کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے وَ لَاۤ
اَدۡنٰى مِنۡ ذٰلِكَ اور نہ اس سے کم کا وَ لَاۤ اَكۡثَرَ اور نہ زیادہ کا اِلَّا هُوَ
مَعَهُمۡ اَیۡنَ مَا كَانُوۡا مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں
ثُمَّ یُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ پھر وہ قیامت کے دن ان کو خبر دے گا ان
کاموں کی جو انھوں نے کیے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ بے شک اللہ تعالیٰ
ہر چیز کو جاننے والا ہے اَلَمۡ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اِلَى الَّذِیۡنَ
اُن لوگوں کی جانب نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰى جو منع کیے گئے سرگوشی کرنے سے
ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ پھر وہ لوٹتے ہیں اُسی چیز کی طرف جس سے وہ منع

کیے گئے وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول کی نافرمانی کی وَاِذَا جَآءُوْکَ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں حَیَّوْکَ بِمَا لَمْ یُحَیِّکَ بِهِ اللّٰهُ سلام کہتے ہیں آپ کو ایسے الفاظ کے ساتھ کہ نہیں سلام کہا آپ کو اللہ نے ان کے ساتھ وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اور وہ کہتے ہیں اپنے دلوں میں لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ کیوں نہیں عذاب دیتا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے جو ہم کہتے ہیں حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ کافی ہے ان کو جہنم یَصْلَوْنَهَا وہ اس میں داخل ہوں گے فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ پس بری ہے لوٹنے کی جگہ۔

اسلامی احکام کی مخالفت کرنے والوں کا انجام :

اللہ تعالیٰ نے احکام کو حدود اللہ قرار دیا ہے اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سے ان کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وہ ذلیل کیے جائیں گے جیسے ان سے پہلے [illegible] والے ذلیل کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور [illegible] کی ہے۔ دنیاوی جاہ جلال صرف دکھاوا ہے۔ اسی لیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوا تو بڑے بڑے دنیاوی عزت دار ذلیل ہو کر رہ گئے۔ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ اور بے شک ہم نے واضح آیات اتاری ہیں۔ جن آیات میں واضح اور صریح عقائد و احکام کا ذکر ہے وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ اور کافروں کے لیے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے۔

قیامت کے دن رُسوائی :

اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ وہ ذلیل وخوار ہوں گے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن پر دنیا میں بھی عذاب نازل کیا گیا اور وہ آخرت میں بھی عذاب میں ہوں گے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کو دنیا میں عذاب کا سامنا نہیں کرنا پڑا مگر آخرت کے عذاب سے وہ قطعاً نہیں بچ سکیں گے۔ فرمایا یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔ پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک سارے کے سارے دوبارہ اُٹھائے جائیں گے کوئی بھی چھپ نہیں سکے گا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی خبر دے گا جو اُنھوں نے کیے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور ہر شخص کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کے بارے میں بتلائے گا اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو محفوظ کر رکھا ہے حالانکہ خود عمل کرنے والے ان کو بھول چکے ہوں گے۔ قیامت کے دن جو اعمال نامہ دیا جائے گا اس میں ہر ایک نیک اور بُرے عمل کا شمار ہوگا حالانکہ عمل کرنے والے خود ان اعمال کو بھول چکے ہوں گے وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اس لیے کہ ہر چیز اس کے علم میں ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان بھی ہے۔ کوئی بھی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔

اس سے پہلے رکوع میں تھا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ "بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔" پھر آخر میں بیان ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ "اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے حالانکہ وہ خود ان کو بھول گئے ہیں۔" ان میں اللہ تعالیٰ کی صفت سمع، بصر اور وسعت علمی کا

ذکر ہے۔ آگے بھی ان صفات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ وہ مکاری کرتے ہوئے جو آپ کو سلام کی بجائے بددعائیہ کلمات کہتے ہیں ان سب کو جانتا ہے۔ پھر پچھلے رکوع میں ذکر تھا کہ یہ احکام اس لیے اتارے گئے ہیں لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھو۔ اور اس رکوع میں ذکر ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ایمان والوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے :

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اے مخاطب! کیا آپ جانتے نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اَلَمْ تَرَ میں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے یعنی علم۔ اسی لیے مفسرین کرام رحمہم اللہ اَلَمْ تَرَ کا معنیٰ اَلَمْ تَعْلَمْ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اگر مخفی انداز میں مشورہ کیا جائے یا کانوں میں باتیں کی جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اس لیے کہ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا وہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے آسمانوں اور زمین کی باتوں کو اور مخفی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں اور آسمانِ دنیا پر نزول فرمانے وغیرہ جیسی صفات کے ظاہر کو ماننا چاہیے اور کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینی چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے اس کے ظاہر پر ایمان رکھنا چاہیے اور معیت کی کیفیت پر غور و غوض نہیں کرنا چاہیے اور نظریہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے

ساتھ ہے کَمَا یَلِیْقُ بِشَانِهٖ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ فرمایا کہ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ مشورہ کرنے والے تین ہوں تو چوتھا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ اگر مشورہ کرنے والے پانچ ہوں تو چھٹا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ اور نہ ہی ان تین سے کم وَلَآ اَكْثَرَ اور نہ ہی پانچ سے زیادہ مشورہ کرنے والے ہوں اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی مشورہ کرنے والوں کی تعداد جتنی بھی ہو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ اَیْنَ مَا كَانُوْا وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ آسمان و زمین کے جس خطے میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کائنات کی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اللہ تعالیٰ نہ ہو اور اس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہو۔

ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ پھر اپنے اسی علم کی بدولت ان کو قیامت کے دن ان کے اعمال کے بارہ میں بتلائے گا کہ فلاں وقت تم نے یہ کام کیا، فلاں جگہ یہ کیا حالانکہ وہ خود ان اعمال کو بھول چکے ہوں گے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

یہود و منافقین کی سرگوشیاں:

یہود اور منافقین مسلمانوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پریشان کرنے کے لیے آپس میں خفیہ مجلس کرتے اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خفیہ باتیں کرتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں آپس میں سرگوشیاں کرتے۔ ان کی آپس میں خفیہ مجلسوں میں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی سازشیں ہوتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خفیہ باتیں کرنے میں ان کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت ضائع کرنا ہوتا تھا کہ اس وقت میں مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ نہ کرسکیں۔ اوران کا مقصد مسلمانوں کو پریشان کرنا بھی ہوتا تھا کہ وہ پریشان ہوں کہ نہ جانے یہ کس کی شکایت کررہے ہیں اور یہ کہ ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کتنی اہمیت ہے کہ باقی لوگوں کو چھوڑ کر ان سے رازدارانہ انداز میں باتیں کررہے ہیں۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آپس میں سرگوشیاں کرتے، مذاق اُڑاتے، مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کی کوشش کرتے۔ حالانکہ یہ طریق کار آداب مجلس کے بھی خلاف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کا انداز بھی ہے۔ اس لیے ان کو ایسی سرگوشیوں سے منع کردیا گیا۔

اسلام میں مشورہ کی بہت اہمیت ہے اور بوقت ضرورت سرگوشی کی بھی اجازت ہے جیسا کہ آگے اِذَا تَنَاجَیْتُمْ میں سرگوشی کی اجازت کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی فرمائی۔ اسی طرح سرگوشی کے اور واقعات بھی ہیں۔ اس لیے مطلقاً سرگوشی ممنوع نہیں ہے صرف ایسی سرگوشی ممنوع ہے جو نقصان کا باعث ہو۔

یہودیوں اور منافقوں کی خلاف ورزی :

یہودیوں اور منافقوں کو سرگوشیوں سے منع کیا گیا مگر وہ اس کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ یہاں تَرَ میں رؤیت سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ اسی لیے مفسرین کرام نے اس کا معنیٰ اَلَمْ تَنْظُرْ کیا ہے۔

اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی اُن لوگوں کی طرف جو سرگوشی کرنے سے منع کیے

گئے ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ پھر وہ دوبارہ ارتکاب کرتے ہیں اس کا جس سے وہ منع کیے گئے ہیں۔ یعنی منع کرنے کے باوجود وہ سرگوشیاں کرتے پھرتے ہیں وَ يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ ان کی سرگوشیوں میں گناہ کی باتیں ہوتی ہیں اس لیے کہ وہ مسلمانوں اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے پروگرام بناتے تھے یا پھر اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر مشتمل منصوبے بناتے تھے۔

یہود و منافقین کی ایک اور بری حرکت :

یہود و منافقین شر اور فساد والی سرگوشیاں بھی کرتے تھے اور ان کی ایک اور بری حرکت یہ تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر السلام علیکم کی بجائے السام علیکم کہتے۔ جس کا معنیٰ ہے کہ تم پر موت آئے۔ ان کی اس بری حرکت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ اور جب وہ یہود اور منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے الفاظ سے سلام کہتے ہیں جن الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام نہیں کیا۔ وہ آکر السَّامُ عَلَيْكُمْ کہتے تو حضور ﷺ عَلَيْكُمْ کے ساتھ اس کا جواب دیتے اور یہی تعلیم آپ ﷺ نے مسلمانوں کو دی کہ کافروں کے سلام کا جواب عَلَيْكُمْ کے ساتھ دے دیا کرو۔

عذاب میں تاخیر پر غلط استدلال :

اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ وہ ہر مجرم کو اس کے جرم کی سزا فی الفور نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے مگر آخرت کا عذاب اس کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ یہود اور منافقین جب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے الفاظ سے دعا دینے کی بجائے السَّامُ عَلَيْكُمْ کہہ کر بددعا دیتے وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ اور وہ اپنے دلوں میں کہتے لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ہمیں اللہ تعالیٰ ہماری کہی ہوئی بات کی وجہ سے عذاب کیوں نہیں دیتا۔ اگر یہ نبی سچا ہوتا اور اس پر ایمان لانے والے حق پر ہوتے تو ہم پر عذاب نازل ہوتا۔ جب ہم پر عذاب نازل نہیں ہو رہا تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ لوگ سچے اور حق پر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ان کو جہنم کافی ہے۔ یعنی جہنم ایسا عذاب ہے جس کے سامنے دوسرے عذاب معمولی ہیں يَصْلَوْنَهَا یہ مجرم لوگ اس جہنم میں داخل ہوں گے فَبِئْسَ الْمَصِيرُ پس بُری ہے لوٹ کر جانے کی جگہ۔ اس دنیا میں تو کبھی آدمی کو راحت اور سکون بھی مل جاتا ہے مگر جہنم میں ذرا بھر سکون نہیں ملے گا اس لیے دنیا کو چھوڑ کر جہنم میں جائیں گے۔ تو وہ لوٹ کر جانے کی جگہ بہت ہی بُری ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰىؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةًؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا تَنَاجَيْتُمْ جب تم آپس میں سرگوشی کرو فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ تو نہ سرگوشی کرو گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور سرگوشی کرو نیکی کی اور پرہیزگاری کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ کہ اسی کی جانب تم جمع کیے جاؤ گے اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ پختہ بات ہے کہ وہ

سرگوشی شیطان کی جانب سے ہے لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ پریشان کرے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اور وہ نہیں ہے ان کو ذرا بھی نقصان پہنچانے والا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی پر پس چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا قِيْلَ لَكُمْ جب کہا جائے تم سے تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ کشادگی کرو مجلسوں میں فَافْسَحُوْا تو تم کشادگی پیدا کرو يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے وسعت کر دے گا وَاِذَا قِيْلَ اور جب کہا جائے انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا اُٹھ کھڑے ہو تو تم اُٹھ کھڑے ہو يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ بلند کرے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اور اُن لوگوں کو جو علم دیئے گئے مراتب میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ جب تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرو فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً تو آگے بھیجو تم صدقہ اپنی سرگوشی سے پہلے ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ تمھارے لیے بہتر ہے وَاَطْهَرُ اور زیادہ پاکیزہ ہے فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا پس اگر تم نہ پاؤ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اچھے مشورہ کی اجازت اور بُرے مشورہ کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمھیں سرگوشی یا آپس میں مشورہ کرنا ہی ہو تو ایسی سرگوشی اور ایسا مشورہ نہ کرو جس میں گناہ اور زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی پائی جاتی ہو بلکہ ایسی سرگوشی اور مشورہ کرو جس میں نیکی اور تقویٰ ہو۔ تقویٰ کہتے ہیں خدا خوفی کو، پرہیزگاری کو اور احکام شرع کی پابندی کو۔

فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا تَنَاجَیْتُمْ جب تم آپس میں سرگوشی کرو فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ تو نہ سرگوشی کرو گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اور سرگوشی کرو نیکی کی اور پرہیزگاری کی وَاتَّقُوا اللہَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی جانب تم سب جمع کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمھاری ہر حرکت اور ہر عمل کو جانتا ہے اور تم سب اسی کے حضور اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ تم سے تمھارے اعمال کا حساب لے گا۔ اس لیے اس دن کی رسوائی سے بچنے کے لیے ابھی سے اپنی اصلاح کرلو۔

شیطانی مشورے :

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ پختہ بات ہے کہ وہ مشورے شیطان کی جانب سے ہیں۔ النَّجْوٰی پر الف لام عہد کے لیے ہے اور مراد ایسا مشورہ ہے جس میں گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی پائی جاتی ہو۔ اس لیے کہ شیطان ہی شر اور فساد پر ابھارتا ہے لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایسے مشوروں پر شیطان اس لیے اُکساتا ہے تاکہ ایمان والوں کو پریشان کرے وَلَیْسَ بِضَآرِّھِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللہِ شیطان جو حربہ بھی استعمال کر

لے وہ ایمان والوں کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔ سبب اچھا ہو یا بُرا اس میں تاثیر اللہ تعالیٰ ہی ڈالتا ہے۔ گناہ کی سرگوشی کرنا مسلمانوں کو پریشان کرنے کا سبب ہے مگر اس کی وجہ سے مسلمانوں کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو۔ اسی لیے فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی مومنوں کو بھروسا کرنا چاہیے کہ وہ شیطانی اعمال کے شر اور فساد سے ان کو محفوظ رکھے گا اور ان کی مدد کرے گا۔

مجلس میں بیٹھنے والوں کا حق :

مجلس میں بیٹھنے والوں کا حق یہ ہے کہ ایسے انداز کے ساتھ بیٹھیں کہ بعد میں آنے والوں کو بھی بیٹھنے کی جگہ مل جائے۔ ایسے انداز سے نہ بیٹھیں کہ جگہ زیادہ گھیر لیں اور آنے والوں کو جگہ نہ مل سکے۔ یہ عام مجلس کا حکم ہے۔ بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس کا زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ایسے بیٹھ جاتے تھے کہ بعد میں آنے والے کو جگہ نہ ملتی۔ ایک دفعہ بعض بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو کہ بدر کے شرکاء میں سے تھے وہ مجلس میں آئے تو ان کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اور وہ کھڑے رہے۔ تو حکم دیا گیا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں دوسروں کے لیے جگہ بناؤ تو جگہ بنا دیا کرو يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے وسعت کر دے گا۔ اس کی مختلف صورتیں مفسرین کرام رحمہم اللہ نے لکھی ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ جب تم مجلس میں کشادگی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں کو کشادہ کر دے گا۔ ایک دوسرے کی محبت اور قدر اور ایک دوسرے کی بات برداشت

کرنے کی توفیق تمھیں عطا کر دے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مجلس میں دوسروں کے لیے جگہ بنانے کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھارے رزق میں وسعت کر دے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اس عمل کی برکت سے تمھارے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھیں کشادہ جگہ یعنی جنت دے گا۔

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو تم اُٹھ کھڑے ہو۔ اس کا تعلق پہلے جملے کے ساتھ ہی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجلس میں جگہ نہ ہو اور تم سے کہا جائے کہ چلے جاؤ تو تم اس کو اپنی توہین مت سمجھو۔ یا مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی سے کہا جائے کہ یہاں سے اُٹھ جا۔ تو اس کو اپنی توہین نہ سمجھا جائے۔ جیسا کہ عموماً سٹیج پر ایسے لوگ آ کر بیٹھ جاتے ہیں جن کا وہاں بیٹھنے کا حق نہیں ہوتا اور ان کی وجہ سے بلائے گئے مہمانوں کے لیے جگہ نہیں ملتی۔ تو اگر ان لوگوں سے کہا جائے کہ تم مہمانوں کے لیے جگہ خالی کر دو تو اس کو توہین نہیں سمجھنا چاہیے۔

اور اگر اس کا تعلق پہلے جملے کے ساتھ ہی خاص نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح تمھیں مجلس میں کشادگی کا حکم دیا جا رہا ہے اسی طرح تمھیں اس کا حکم بھی دیا جا رہا ہے کہ جب تمھیں نماز کے لیے یا جہاد کے لیے یا کسی نیک مقصد کے لیے اُٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے تو اُٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مجلس ختم ہو جائے تو بے مقصد وہاں نہ بیٹھے رہا کرو بلکہ اُٹھ کر اپنے کام کاج میں لگ جایا کرو۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ایمان والوں کے علاوہ منافقین بھی ہوتے

تھے اس لیے فرمایا کہ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا۔ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اور اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو علم دیئے گئے۔ اہل علم کا مقام اور درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔ دنیا میں ان کو نیک نامی اور آخرت میں جنت کے بلند درجات حاصل ہوں گے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ تمھارا ہر اچھا یا بُرا عمل وہ جانتا ہے اور حساب کے وقت اس کو ظاہر کرے گا اور اس کا بدلہ دے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خلوت یا سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرنے والوں کو روکا بھی گیا مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بدستور وقت کے ضیاع اور مسلمانوں کی پریشانی کا باعث بنتے رہے تو ان کو اس عمل سے روکنے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی اور ان کو حکم دیا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کرنی ہو تو پہلے صدقہ دو۔ یہ صدقہ ادا کرنا واجب تھا۔ صدقہ کی کوئی مقدار بیان نہیں فرمائی تا کہ ہر آدمی اپنی وسعت کے مطابق صدقہ ادا کر سکے۔ اور اس صدقہ کے حکم میں غرباء کے ساتھ خیر خواہی تھی۔ یہ صدقہ کا حکم کچھ عرصہ کے لیے رہا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ بلا مقصد سرگوشی کرنے والے اس سے رک گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ویسے ہی ایسے انداز سے دور رہتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت :

صدقہ ادا کر کے سرگوشی کرنے کی اجازت تھی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کیا اور کسی کو ضرورت ہی محسوس نہ

ہوئی کہ وہ صدقہ ادا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت پر عمل کرنے کا موقع صرف حضرت علی کو ملا۔ انھوں نے اس رخصت پر عمل کرتے ہوئے صدقہ ادا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلوت میں چند مسائل دریافت فرمائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریافت کردہ مسائل :

تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرگوشی کے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس مسائل پوچھے اور ہر مسئلہ سے پہلے ایک درہم صدقہ ادا کیا۔

① پوچھا کہ وفا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا۔

② پوچھا کہ فساد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شرک و کفر فساد ہیں۔

③ پوچھا کہ حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام اور قرآن کریم حق ہیں۔ اور ولایت حق ہے جب تجھے عطا کی جائے۔

④ پوچھا کہ حیلہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حیلہ کو چھوڑ دے۔

⑤ پوچھا کہ مجھ پر کیا لازم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت لازم ہے۔

⑥ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیسے مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دل کی سچائی اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگ۔

⑦ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخرت کی بہتری مانگ۔

⑧ پوچھا کہ اپنی نجات کے لیے کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال رزق کھاؤ اور سچ کی عادت اپناؤ۔

⑨ پوچھا کہ سرور کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سرور جنت ہے۔

⑩ پوچھا کہ راحت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار راحت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی صرف ان ہی مسائل کے پوچھنے کا موقع ملا۔ پھر صدقہ کر کے سرگوشی کی اجازت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اس کی تفصیل تفسیر مظہری وغیرہ میں مذکور ہے۔

فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرگوشی کا ارادہ کرو فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ نہ کچھ صدقہ ادا کرو ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ یہ تمھارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ ادا کرنا تمھارے حق میں بہتر ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بھی ہے۔ اور منافقین کو ان کے عمل سے روکنا بھی ہے اور غرباء کے ساتھ خیر خواہی بھی ہے۔ اور یہ گناہوں سے تمھیں بہت زیادہ صاف ستھرا کرنے کا باعث بھی ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس اگر تم صدقہ نہ پاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی اگر تمھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرگوشی کی ضرورت محسوس ہو اور تمھارے پاس صدقہ ادا کرنے کی کوئی صورت نہ ہو تو صدقہ کیے بغیر بھی سرگوشی کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ
نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ
فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ
وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۠ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا
غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ یَحْلِفُوْنَ
عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ
اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ
تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىٕكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا
فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى
شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ
فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ
الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ءَاَشْفَقْتُمْ کیا تم ڈر گئے ہو اَنْ تُقَدِّمُوْا اس بات سے کہ تم
آگے بھیجو بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات
فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہیں کر سکے وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ اور رجوع
فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ تو تم پابندی کرو نماز کی

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دیتے رہو زکوٰۃ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے دیکھا نہیں اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف تَوَلَّوْا قَوْمًا دوست بنا لیا انھوں نے ایسی قوم کو غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کہ غضب اتارا اللہ تعالیٰ نے ان پر مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ نہیں ہیں وہ لوگ تم میں سے اور نہ ہی وہ ان میں سے ہیں وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ اور وہ قسمیں اُٹھاتے ہیں جھوٹی بات پر وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عَذَابًا شَدِيْدًا سخت عذاب اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بے شک وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ بُرا ہے اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً بنا لیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ پس اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ ہرگز نہیں کام آئیں گے ان کے اَمْوَالُهُمْ ان کے مال وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اور نہ ہی ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں کچھ بھی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اُٹھائے گا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ پھر وہ اس کے سامنے قسمیں اُٹھائیں گے كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ جیسے وہ تمھارے سامنے قسمیں اُٹھاتے ہیں وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ بے شک وہ کسی فائدے پر ہیں اَلَآ خبردار اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ بے شک وہی جھوٹ بولنے والے ہیں اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ غالب آ گیا ہے اُن پر شیطان فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ پھر اس نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ یہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں اَلَآ خبردار اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اُٹھانے والا ہے۔

مقصد کا حصول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ منافقین باز آ جائیں اور مسلمان بھی غیر ضروری سرگوشی سے بچیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ضائع نہ ہو اور مجلس میں موجود دیگر مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ سے محروم نہ رکھا جائے۔ منافقین تو بخل کی وجہ سے رک گئے اور مسلمان بھی اس بات کو سمجھ گئے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے پر صدقہ کا حکم دیا گیا ہے تو سرگوشی کوئی اچھا کام نہیں ہے اس لیے وہ بھی غیر ضروری سرگوشیوں سے باز آ گئے۔ جب مقصد حاصل ہو گیا تو حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور بامقصد سرگوشی کی اجازت دے دی گئی۔ صدقہ کے حکم کی وجہ سے سرگوشیاں تقریباً ختم ہی ہو گئیں تو اس کو تعبیر کیا گیا ءَاَشْفَقْتُمْ کیا تم ڈر گئے ہو اَنْ

تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ اس بات سے کہ تم نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ ادا کرو فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا پس جب تم یہ کام نہیں کر سکے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ دیتے وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع فرمایا اور تم کو معاف کر دیا اور سرگوشی سے پہلے صدقے کے حکم کو منسوخ کر دیا۔ تو ان اعمال کی طرف توجہ دو جو ہمیشہ کے لیے تم پر لازم ہیں فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پس نماز کی پابندی کرو۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستحب وقت میں اس کے آداب و مستحبات کو ملحوظ رکھ کر نماز پڑھی جائے۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ نماز بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ساتھ بندوں کا حق بھی ہے۔ نماز جسمانی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بات مانو اور نبی ﷺ کی بات ماننے کے ساتھ اس کی سنت پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی پر کامیابی کا دارومدار ہے وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔ اس لیے اس کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کر کے ہی زندگی گزارو تا کہ تمھیں دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو جائے۔

منافقین کا کردار :

کچھ لوگوں نے بہ ظاہر کلمہ پڑھ لیا تھا مگر ان کے دل ایمان سے خالی تھے اور وہ اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرواتے۔ حالانکہ ان کا اصلی تعلق کافروں کے ساتھ تھا۔ یہ منافقین کی جماعت بہت خطرناک تھی۔ اسی لیے بار بار ان سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ ان منافقین نے یہودیوں کے ساتھ دوستانہ قائم کر رکھا تھا۔ جب کہ یہودی اسلام اور

مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں ہی مصروف رہتے۔ایسے لوگوں کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا آپ نے دیکھا نہیں اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ان لوگوں کی طرف جنھوں نے ایسی قوم، ایسی جماعت سے دوستانہ قائم کر رکھا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اُن میں خصوصیت کے ساتھ یہود ہیں۔اسی لیے اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد یہود لیے جاتے ہیں۔

مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ یہ منافق لوگ اگرچہ اُنھوں نے بہ ظاہر کلمہ پڑھا ہے اور اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ تم میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی وہ یہود میں سے ہیں۔ وہ بے شک یہودیوں کے ساتھ دوستانہ رکھتے ہیں، ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں مگر پکے یہودی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ ان میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں وَیَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ اور وہ جھوٹی بات پر قسمیں اُٹھاتے ہیں وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

منافقین کی سزا :

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا اس آیت سے منافقین کی سزا بیان کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت قسم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء: ۱۴۵] "بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔" اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بے شک وہ لوگ جو کرتے ہیں وہ بُرا ہے۔ان کا کردار، طرزِ عمل، یہود کے ساتھ دوستانہ اور جھوٹی قسمیں اُٹھانا وغیرہ ہر کام بُرا ہے۔

اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً   اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ وہ اپنی جھوٹی قسموں کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مطمئن کر کے خود کو سزا سے بچا لیتے مگر کئی مقامات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلیت ظاہر فرما دی اور وہ ذلیل و خوار ہوئے جن میں سے ایک واقعہ سورۃ المنافقون میں بھی آ رہا ہے۔

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ   پس وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ منافقین کی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ جہاد سے متعلق عجیب قسم کی افواہیں پھیلاتے، مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کرتے تھے   فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ   پس اُن کے لیے ایسا عذاب ہے جو ذلیل کرنے والا ہے۔ دنیا میں بھی کئی دفعہ ان کی منافقت اور اسلام دشمنی ظاہر ہوئی اور وہ ذلیل ہوئے مگر پھر بھی اپنی ان حرکات سے باز نہ آئے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی رُسوا کرنے والا ہے۔

مال و دولت کام نہ آئیں گے :

دنیا میں اپنے مال اور اولاد کے بل بوتے پر ظلم اور ناانصافی کرتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے تو نہ ان کے مال کام آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد کام آئے گی۔ فرمایا   لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ   ہرگز ان کے کام نہیں آئیں گے ان کے مال اور نہ ہی ان کی اولاد   مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا   اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کی گرفت سے چھڑانے میں یہ ذرا بھی کام نہیں آئیں گے۔ آخرت میں آدمی کو اس کا اچھا عقیدہ اور اچھے اعمال ہی جہنم سے چھڑانے میں کام آئیں گے   اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ   یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کبھی اس

سے نکالے نہیں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹی قسمیں :

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یَوْمَ سے پہلے اُذْکُر محذوف ہے۔اس لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ یاد کریں اس وقت کو جب ان سب کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا۔ اس وقت ان کے حال کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں اور منافقوں کو جھوٹی قسمیں اُٹھانے کی ایسی عادت پڑگئی ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں اُٹھائیں گے۔کبھی کہیں گے وَ اللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ [الانعام: ۲۳] "اللہ کی قسم اے ہمارے رب ہم تو شرک کرنے والے نہیں تھے۔" اور کبھی اپنے اعمال کا انکار کردیں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں بول کر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ ان لوگوں کی فطرت ہی بگڑ گئی کہ وہ جیسے تمھارے سامنے جھوٹی قسمیں اُٹھاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں اُٹھائیں گے۔

فرمایا یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اُٹھائے گا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قسمیں اُٹھائیں گے جیسے وہ تمھارے سامنے قسمیں اُٹھاتے ہیں وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَیْءٍ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ کسی فائدے پر ہیں۔ شَیْءٍ سے مراد اچھا راستہ۔اور وہ خیال کریں گے کہ وہ اچھے راستہ پر ہیں حالانکہ وہ تو اچھے راستے سے بہت دور ہوں گے۔یا شَیْءٍ سے مراد فائدہ ہے۔وہ یہ خیال کریں گے کہ جیسے وہ دنیا میں جھوٹی قسمیں اُٹھا کر فائدہ حاصل کر لیتے تھے اسی طرح یہاں بھی فائدہ حاصل کرلیں گے۔مگر ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔اس لیے فرمایا اَلَاۤ اِنَّهُمْ

ھُمُ الْكٰذِبُوْنَ   خبردار بے شک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ ایسی حالت میں نہ ان کو کچھ فائدہ حاصل ہوگا اور نہ ہی وہ اپنے جھوٹ کو چھپا سکیں گے۔

شیطانی لشکر کا انجام :

جب کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرتا ہے تو شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ دنیا کی چیزیں اور بُرے اعمال اس کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ جب آدمی ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے اور اس سے ہر وہ کام کرواتا ہے جو کرانا چاہتا ہے حتیٰ کہ ان کو جھوٹی قسموں پر بھی آمادہ کر لیتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ   شیطان اُن پر غالب آ گیا ہے   فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ   پھر اس نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی کوئی ہے، اس کے احکام کی بھی کوئی اہمیت ہے۔ آج دنیا میں ہر طرف شیطان کی اطاعت ہی ہو رہی ہے اسی لیے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود دین اور دینی احکام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ جھوٹی قسمیں اُٹھانے والوں اور اللہ تعالیٰ کی یاد بھول جانے والوں کے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ   یہی لوگ شیطان کی جماعت اور اس کا گروہ ہیں۔ پھر ان کے انجام سے آگاہ فرمایا اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ   خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اُٹھانے والا ہے۔ خُسران کا معنیٰ ہے مقصد میں ناکام و نامراد ہونا۔ یہ لوگ بھی ناکام و نامراد ہی ہوں گے بے شک اُنھوں نے دنیا میں کتنے ہی بہ ظاہر اچھے اعمال کیے ہوں۔ دنیا میں اُن کے اعمال رائیگاں ہو جائیں گے اور وہ آخرت کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔

❀❀❀❀❀❀

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْۤا اٰبَآءَہُمْ اَوْ اَبْنَآءَہُمْ اَوْ اِخْوَانَہُمْ اَوْ عَشِیْرَتَہُمْ ؕ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَہُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ؕ وَیُدْخِلُہُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع ۳

اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ یہ لوگ سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں ہوں گے کَتَبَ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ البتہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا آپ نہیں پائیں گے کسی ایسی قوم کو یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ جو ایمان رکھتے ہوں اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کہ وہ دوستانہ رکھیں ان لوگوں سے جنھوں نے

مخالفت کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں اَوْ اَبْنَآءَهُمْ یا ان کے بیٹے ہوں اَوْ اِخْوَانَهُمْ یا ان کے بھائی ہوں اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ یا اُن کے خاندان کے لوگ ہوں اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ یہی لوگ ہیں کہ لکھ دیا ہے اس نے ان کے دلوں میں ایمان وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور طاقت دی ان کو اپنی جانب سے روح کے ساتھ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ اور ان کو داخل کرے گا ایسے باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہو گئے اس سے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کا جو گروہ ہے وہی کامیاب ہونے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا غلبہ :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہوں گے۔ خواہ وہ دنیا میں بہ ظاہر کتنے ہی اعزاز و اکرام والے ہوں كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ یہ غلبہ دلیل کے لحاظ سے تو ہر دور میں رہے گا اور دنیاوی لحاظ سے بھی غلبہ رہے

گا جب کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کرتے رہیں گے اور اس کے نظام کو نافذ کریں گے۔ جب ایمان والے اسلامی شریعت سے غفلت کا مظاہرہ کریں گے، اس کے احکام کی پرواہ نہیں کریں گے تو ان سے غلبہ چھین لیا جائے گا۔ ایسی حالت میں مغلوب مسلمان ہوں گے اسلام ہر حال میں غالب ہی رہے گا۔ پھر غالب اس کو کہا جاتا ہے جس کے سامنے دوسرے بے بس اور عاجز ہوں۔ دنیا و آخرت ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی غالب ہے اور اس کے رسول اپنی نافرمان قوموں کے مقابلے میں غالب رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اور نافرمان قوموں کو ہلاک و برباد کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ بے شک اللہ تعالیٰ طاقت والا غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے دو صفتیں یہاں بیان کی گئی ہیں کہ وہ قوی ہے ساری کائنات اس کے سامنے بے بس اور عاجز ہے۔ اور وہ عزیز ہے، غالب ہے اسی کے ہاتھ میں عزت و ذلت ہے وہی موت و حیات کا مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مار ڈالتا ہے۔ کسی کو اس کے سامنے چون و چرا کرنے کی جرأت نہیں ہے۔

ایمانی غیرت کا تقاضا :

ایمانی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ مومن آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستانہ نہ رکھے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ اسلامی تاریخ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ مومن نے اپنے ایمان کو ترجیح دی اور اسلام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی عبرت ناک سزا دے کر اپنے مذہبی جذبات کا اظہار کیا۔ تفسیر روح المعانی،

قرطبی اور مظہری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس دور میں اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے منہ پر تھپڑ مارا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے معاملہ پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو وہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہود بنی قریظہ کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ جب بنی قریظہ کے خلاف کارروائی کی گئی تو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معاہدہ کیا کہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ سعد کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ ہمارے بارے میں نرم فیصلہ کریں گے۔ جب ان کو فیصلہ کے لیے بلایا گیا تو اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے کے قابل مردوں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں اور عورتوں کو غلام اور لونڈیاں بنالیا جائے۔ اسی فیصلہ کے مطابق یہود بنی قریظہ کو قتل کیا گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔

ایک نابینا صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والی اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اس سے ان کے بچے بھی تھے اور وہ معذور ہونے کی وجہ سے اس کے محتاج بھی تھے۔

بدر کے موقع پر جو قیدی مسلمانوں کے قبضے میں تھے ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہر مسلمان کا قریبی رشتہ دار اس کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اُتارے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سی روایات آتی ہیں کہ جب وہ اسلام، اسلامی اقدار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے یا مسلمانوں کی جماعت کو نقصان پہنچانے والے کو دیکھتے تو درخواست کرتے کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اس کا سر قلم کردیں۔

برصغیر کے انگریزی دور میں ایک غریب مستری گھرانے کے غازی علم الدین شہید نے جب گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، راجپال کو جہنم رسید کیا تو عام مسلمانوں نے اس کے اس اقدام کو عقیدت کی نظر سے دیکھا اور علامہ اقبال مرحوم نے اس کے اس اقدام کو ان الفاظ کے ساتھ سراہا کہ ہم سوچتے ہی رہ گئے اور مستریوں کا لڑکا بازی لے گیا۔

اس طرح کے مذہبی جذبات کے اظہار کی بے شمار مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں۔ جن کو ہر دور میں بنظر تحسین دیکھا گیا اور ایسے جذبات کا اظہار کرنے والوں کے فضائل میں شمار کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ امت مسلمہ کے ہاں ردعمل کے طور پر مذہبی جذبات کا اظہار پسندیدہ عمل ہے۔ موجودہ دور میں بعض خود ساختہ مفکرین اس کو مذہبی جنون اور مذہبی شدت پسندی کا نام دے کر اس کو برا عمل ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کا نظریہ بالکل باطل ہے۔ البتہ یہ بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ جو ایسے جذبات کا اظہار کرتا ہے وہ دنیاوی لحاظ سے آگے اس کے نتائج بھگتنے کے لیے بھی تیار رہے۔ ایسا نہ کرے کہ خود بھاگ جائے اور دوسرے مسلمانوں کو مصیبت میں ڈال دے۔ یا جس نے جرم کیا ہے اس کے ساتھ ایسے افراد کو بھی سزا دے جو اس کے ساتھ جرم میں شریک نہیں ہیں۔ ایسے جذبات کی نہ اسلام اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اس کی حمایت کوئی مسلمان کرسکتا ہے، یہ فساد ہے اور اس کا خاتمہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

دشمنانِ اسلام سے دوستی نہ رکھنے والوں کی تعریف :

اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ دوستی نہ رکھنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کوئی ایسی جماعت آپ کو نہیں ملے گی يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو دوستی رکھتی ہو ایسے لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ خواہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ان کے باپ ہوں یا اولاد ہو یا ان کے بھائی ہوں یا اُن کے خاندان کے افراد ہوں اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ یہی لوگ ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔ یعنی پختہ اور مضبوط کر دیا ہے کہ وہ کسی کی پروا کیے بغیر ایمانی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ یہ ایمان کے ناقص ہونے کی دلیل ہے کہ غیر مسلموں کے طور طریقہ کو اپنایا جائے، اُن کے مفادات کا تحفظ کیا جائے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ مغربی تہذیب کو اپنانا اسلامی اقدار کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر ہندووانہ رسومات کی ادائیگی بھی ایمان میں خلل کی دلیل ہے۔ پختہ ایمان کا تقاضا ہے کہ خلاف اسلام ہر رسم کو چھوڑ دیا جائے۔

وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور اپنی جانب سے روح کے ساتھ ان کو طاقت ور کیا۔ روح سے مراد جبریل علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں اور روح سے مراد ایمانی نور اور حق کی معرفت کا نور بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے ذریعے سے ان کو طاقتور اور مضبوط کر دیا۔

وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اور ایسے باغات میں ان کو داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ   راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ سے۔
جنت کے خوش نما اور ایسے آرام دہ منظر کا ذکر فرمایا جو مخلوق کے دل و دماغ میں آسکتا ہے ورنہ تو جنت میں آرام و سکون کی ایسی چیزیں پیدا کی گئی ہیں جو مخلوق کے دل و دماغ میں آ ہی نہیں سکتیں۔ دنیا کے آرام و سکون کے اسباب تو عارضی ہیں ہر وقت اُن کے چھن جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ چوری، ڈاکے اور ظالمانہ انداز میں قبضہ کر لینے کا خوف بھی رہتا ہے۔ حالات ناموافق ہونے کی وجہ سے جگہ بدلنے کا احتمال بھی ہوتا ہے پھر موت کے باعث تو یقینی طور پر ان اسباب سے محروم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ مگر جنت میں ایسی کوئی صورت نہیں ہو گی بلکہ وہ نعمتیں نہ ختم ہوں گی اور نہ ہی وہاں سے کسی جنتی کو نکالا جائے گا۔
اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ   یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں۔ کافروں بالخصوص یہود کے ساتھ دوستانہ رکھنے والوں کو حِزْبُ الشَّيْطٰنِ شیطان کا گروہ (ٹولا) اور اس کی جماعت کہا گیا۔ اور اس کے برعکس اسلام دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے والوں کو حِزْبُ اللّٰهِ اللہ کا گروہ اور اس کی جماعت کہا گیا ہے اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ   خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل لوگ ہی کامیابی پانے والے ہیں۔

اسلام دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خصوصی انعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو ایمان کی پختگی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے روح کے ساتھ ان کی تائید کرتا ہے ان کو مضبوط اور طاقت ور بناتا ہے۔ ایسے لوگوں کو جنت اور اس کی بہاریں نصیب ہوں گی۔ ایسے لوگ ہمیشہ جنت اور اس کی بہاروں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔ ایسے لوگ اللہ کا گروہ اور اس کی جماعت ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل لوگ ہی فلاح و کامیابی پائیں گے۔

دنیاوی آرام وسکون کے اسباب مل جانے کو فلاح نہیں کہتے بلکہ فلاح کہتے ہیں اپنے اعمال کا اچھا بدلہ مل جانا، اپنے اعمال کی بدولت آرام وسکون مل جانا۔ اعمال کا اچھا بدلہ پانے والے مومن ہی ہوں گے اور آرام وسکون کی جگہ جنت کی صورت میں ایسے ہی لوگوں کو ملے گی۔ اسی لیے ان کو فلاح وکامیابی پانے والے کہا گیا ہے۔

❊❊❊❊❊

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الحشر

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ٢٤ ٥٩ سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ١٠١ رکوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا ؕ وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۴﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىِٕمَةً عَلٰۤی اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۵﴾ وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۶﴾

سَبَّحَ لِلّٰهِ تسبیح کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی مَا فِی السَّمٰوٰتِ وہ چیزیں

جو آسمانوں میں ہیں وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے ھُوَ الَّذِیْٓ وہ وہی ذات ہے اَخْرَجَ الَّذِیْنَ جس نے نکالا ان لوگوں کو کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں مِنْ دِیَارِھِمْ اُن کے گھروں سے لِاَوَّلِ الْحَشْرِ پہلے اجتماع (اکٹھ) کے لیے مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا (اے مسلمانو!) نہیں گمان کرتے تھے تم یہ کہ وہ نکلیں گے وَظَنُّوْٓا اور اُنھوں نے خیال کر رکھا تھا اَنَّھُمْ مَّانِعَتُھُمْ حُصُوْنُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ کہ بے شک وہ لوگ جو ہیں ان کو بچانے والے ہیں اللہ (کے عذاب) سے ان کے قلعے فَاَتٰىھُمُ اللّٰہُ پھر آیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ (کا حکم) مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا جہاں سے اُنھوں نے گمان بھی نہ کیا وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ اور اس نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رُعب یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ وہ برباد کرنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کے ہاتھوں سے فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ پس تم عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو! وَلَوْلَآ اور اگر نہ ہوتی یہ بات اَنْ کَتَبَ اللّٰہُ کہ لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ نے عَلَیْھِمُ الْجَلَآءَ ان پر جلاوطنی لَعَذَّبَھُمْ فِی الدُّنْیَا تو عذاب دیتا ان کو دنیا میں وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

یہ سزا اس لیے ہے کہ بے شک انھوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ اور جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ نہیں کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا یا تم نے اس کو چھوڑا کہ وہ کھڑا ہے اپنی جڑوں پر فَبِاِذْنِ اللّٰهِ پس وہ اللہ کے حکم کے ساتھ ہے وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ اور تاکہ وہ رسوا کرے نافرمانی کرنے والوں کو وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اور جو فئی کا مال دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ پس نہیں دوڑائے تم نے اس پر گھوڑے اور نہ ہی اونٹ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ غلبہ عطا کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تعارف سورت :

اس سورت کا مشہور نام سورۃ الحشر ہے۔ حشر کا معنیٰ ہے جمع ہونا۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں ہے لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (پہلے اجتماع کے لیے) اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ الحشر رکھا گیا۔ اور اس سورت کا دوسرا نام سورۃ بنی نضیر ہے۔ اس سورت میں یہود کے قبائل میں سے بنو نضیر کو جلاوطن کرنے سے متعلق بیان کیا گیا ہے اس لیے اس کو سورۃ بنی نضیر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سورت آنحضرت ﷺ کی مدنی زندگی میں نازل ہوئی۔ اس

سے پہلے سو [۱۰۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں، نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا ایک سو ایک [۱۰۱] نمبر ہے۔ اس کے تین رکوع اور چوبیس آیات ہیں۔

یہود کو جلاوطن کرنے کی وجہ :

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ منورہ میں دیگر قوموں کے علاوہ یہود بھی کافی تعداد میں آباد تھے۔ اور اُن کے قبائل میں بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع مشہور اور مال دار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علاقائی سلامتی کے لیے چاہا کہ تمام قبائل میں ایک معاہدہ طے پا جائے جس کی وجہ سے مدینہ منورہ اور آس پاس کے تمام قبائل ایک دوسرے سے امن پائیں اور بیرونی حملہ آور کے خلاف متحدہ جدوجہد کریں۔ اس مقصد کے لیے ایک تحریری معاہدہ تیار کیا گیا جس کو میثاقِ مدینہ کا نام دیا گیا۔

اس معاہدے میں تحریر تھا کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اپنی مذہبی رسومات ادا کر سکیں گے۔ کوئی فریق کسی دوسرے کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرے گا۔ اگر معاہدے میں شریک کسی فریق پر دیت آن پڑی یا تاوان پڑ جائے تو تمام مل کر اس کو ادا کریں گے۔ اگر کوئی بیرونی حملہ آور معاہدہ میں شریک کسی مذہب والوں کے خلاف چڑھائی کرے گا تو معاہدہ میں شریک تمام فریق بیرونی حملہ آور کا متحد ہو کر مقابلہ کریں گے۔ اور اگر معاہدے میں شریک مذاہب میں سے کوئی کسی وجہ سے دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا تو وہ بیرونی حملہ آور کی مدد بھی نہیں کرے گا۔ اس تحریری معاہدے پر یہود سمیت تمام مذاہب کے سرکردہ حضرات نے دستخط کیے مگر یہود نے اس معاہدے کی

پابندی نہ کی بلکہ مسلسل مسلمانوں کے خلاف شرارتوں میں مصروف رہے۔

جنگِ احد میں جب مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تو یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کے خلاف اپنی جدو جہد تیز کر دی اور کہنے لگے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا تذکرہ تورات میں مذکور ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اُنھوں نے مشرکین مکہ سے بھی روابط قائم کیے۔ بنونضیر قبیلے کا مذہبی اور سیاسی راہنما کعب بن اشرف چالیس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد لے کر مکہ گیا اور ابوسفیان وغیرہ سردارانِ قریش سے ملاقات کی اور ان کو مسلمانوں پر حملہ کرنے پر اُکسایا اور اپنے قبیلے کی طرف سے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ یہ کعب بن اشرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف گستاخانہ باتیں بھی کرتا تھا اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس کے رضاعی بھائی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چند ساتھیوں سے مل کر اس کو قتل کر دیا۔

اسی معاہدہ کے عرصہ میں ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے معاہدے میں شریک بنی عامر قبیلہ کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اُنھوں نے ان کو دشمن کا آدمی سمجھا اور قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عامر قبیلے کو دوسو اُونٹ دیت ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا اور معاہدے میں شریک لوگوں سے مال جمع کرنے کا پروگرام بنایا۔ اسی سلسلے میں بنونضیر قبیلے کے پاس بھی گئے۔ اُنھوں نے بہ ظاہر تو تعاون کا یقین دلایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خفیہ طور پر شہید کرنے کا پروگرام بھی بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جگہ بٹھانے کا ارادہ کیا اور اس سے بالائی منزل پر ایک بھاری پتھر رکھ کر آدمی مقرر کر دیئے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھیں گے تو اُوپر سے پتھر گرا دینا۔ بعد میں ہم کہہ دیں گے کہ پتھر خود ہی گر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی پہلے ہی اطلاع

دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے اس سازش کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے اقرار کیا کہ واقعی ہم نے ایسا پروگرام بنایا تھا۔ یہود کی ان شرارتوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو علاقے سے نکالنے اور جلاوطن کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جس کا ذکر اس سورت کی ابتدا میں ہے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے :

قرآن کریم میں کئی مقامات پر ذکر کیا گیا ہے کہ ہر چیز خواہ وہ جان دار ہو یا بے جان ہو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں بھی فرمایا سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی تسبیح کو جانتا اور سمجھتا ہے مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ ساری کائنات اُسی کے قبضہ اور کنٹرول میں ہے۔ وہی اس کے نظام کو چلاتا ہے اور وہ حکمت والا اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق نظام کو چلاتا ہے کوئی اس کے نظام میں خلل نہیں ڈال سکتا۔

بنونضیر کی جلاوطنی :

جب بنونضیر قبیلہ کے یہودیوں کی شرارتیں اور مکاریاں نمایاں ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو پیغام بھیجا کہ اب تم ہماری ولایت میں نہیں رہ سکتے۔ اس لیے یا تو تم اس علاقہ سے نکل جاؤ یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ اور ان کو دس دن کی مہلت دی کہ اس عرصہ میں غور و فکر کر کے جو فیصلہ کرنا چاہو کر لو۔ منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی نے ان کو لڑائی پر آمادہ کیا اور ان کی مدد کا وعدہ کیا تو وہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے اُن پر حملہ کیا تو وہ قلعہ میں بند ہو گئے اور مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ پھر چند

ہی دنوں کے بعد وہ علاقہ چھوڑنے پر راضی ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشروط طور پر ان کو علاقہ چھوڑنے کی اجازت دے دی۔ شرط یہ تھی کہ تم ہتھیار ساتھ لے کر نہیں جا سکتے وہ یہاں ہی چھوڑ کر جاؤ گے۔ اور اپنے مال و اسباب میں سے جتنا تم ساتھ لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ اُنھوں نے اپنے مکانوں کے دروازے، کھڑکیاں اور چھتوں کی لکڑیاں تک اُتار لیں اور سواریوں پر لاد کر لے گئے۔ اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور کچھ عراق چلے گئے۔ اُنھوں نے جو زمینیں اور باغات چھوڑے تھے ان کا اکثر حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مہاجرین میں تقسیم فرما دیا تا کہ مہاجرین اپنی معیشت کا بوجھ خود اُٹھا لیں اور انصار نے مہاجرین کی کفالت کا جو بوجھ اُٹھایا تھا وہ کم ہو جائے۔ اس مال میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے گھریلو اخراجات کے لیے بھی حصہ مقرر کیا اور انصار میں سے صرف تین آدمیوں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ، سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور زید بن ظہیر رضی اللہ عنہ کو اس میں سے کچھ حصہ دیا اور باقی مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا۔ بنو نضیر میں سے صرف دو آدمی سفیان بن عمیر رضی اللہ عنہ اور سعد بن وہب رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے باقی تمام کو جلاوطن کر دیا گیا۔ جلاوطنی کے وقت اُنھوں نے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں چھوڑی تھیں۔

حشر چار ہیں :

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا هُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِہِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے حشر کے لیے ان کے گھروں سے نکالا۔ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ میں صفت کی اضافت ہے موصوف کی جانب یعنی پہلا حشر۔ حشر کا معنیٰ ہے اجتماع (اکٹھ)۔ یہاں یہودیوں کو جلاوطن کرنے کے لیے مسلمانوں کا اجتماع مراد ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ یہ مراد ہو کہ یہ جلاوطنی انفرادی نہیں تھی بلکہ اس علاقہ کے یہودیوں کا اجتماع تھا جن کو جلاوطن کیا گیا۔ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ میں حشر کی صفت اول لائی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پہلا اجتماع تھا اور اس کے علاوہ اجتماع اور بھی ہیں۔

اس کے بارے میں تفسیروں میں بالخصوص جلالین شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حشر چار ہیں۔ لیکن یہاں پر امام محلی رحمۃ اللہ علیہ سے غلطی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اول الحشر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شام کی طرف بھیجا پھر خیبر کی طرف بھیجا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہلے خیبر بھیجا تھا اور دوسری دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براہِ راست یہود کو شام کی طرف نہیں بھیجا تھا۔

تو پہلا حشر مدینہ سے بنونضیر کی جلاوطنی پر اجتماع، دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خیبر سے یہودیوں کی جلاوطنی پر اجتماع اور تیسرا اقرب قیامت قعر عدن سے آگ اُٹھے گی جو لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کر لے گی۔ اور چوتھا قیامت کے دن کا حشر ہے جس میں ساری مخلوق جمع ہو گی۔ ان تمام حشروں میں یہودیوں کی ذلت و رسوائی ہو گی۔

یہودیوں کی غیر محسوس انداز میں گرفت :

یہود اپنے علاقے میں خوش باش اور آسودہ حال تھے۔ ان کے بارے میں مسلمانوں کو گمان بھی نہ تھا کہ وہ یہاں سے نکل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَاظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا اے مسلمانو! تم نے گمان بھی نہ کیا تھا کہ وہ اس علاقے سے نکل جائیں گے وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ اور وہ یہ خیال کیے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے۔ وہ قلعے مضبوط اُنھوں نے اسی لیے تیار کیے تھے کہ ضرورت کے وقت وہ ان میں پناہ لے لیں گے اور دشمن کے وار

سے محفوظ رہیں گے فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا پس آن لیا ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاں سے اُنھوں نے وہم وگمان بھی نہ کیا تھا۔ ان کی شرارتوں اور مکاریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حالات ایسے پیدا کر دیئے کہ وہاں سے نکلنے کے علاوہ ان کے لیے کوئی چارۂ کار نہ رہا۔

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے مسلمانوں کو کوئی حیثیت ہی نہ دیتے تھے يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ اور وہ برباد کر رہے تھے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور ایمان والوں کے ہاتھوں سے۔ جب اُن کو علاقہ چھوڑنے کا حکم دیا گیا اور اپنے ساز و سامان کو ساتھ لے جانے کی اجازت دی گئی تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کرنے لگ گئے، ان کی چھتیں اُکھاڑ دیں، دروازے اور کھڑکیاں نکال لیں اور ایمان والوں کے ہاتھ سے بھی ان کے گھر برباد ہوئے فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ پس تم عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو! ابصار بصارت سے بھی ہو سکتا ہے اور بصیرت سے بھی۔

اگر بصارت سے ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا اے آنکھوں والو! تم عبرت حاصل کرو۔ اور اگر بصیرت سے ہو تو معنیٰ ہوگا اے عقل والو! عبرت حاصل کرو کہ دنیا کے ظاہری اسباب حاصل ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے والے یہودیوں کا کیا انجام ہوا کہ ان کو صدیوں سے آباد آبائی علاقہ سے کیسے ذلت ورسوائی سے نکال دیا گیا۔

تقدیری فیصلے :

اس کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ فلاں آدمی فلاں وقت میں اور فلاں جگہ میں یہ کام کرے گا۔ اور اپنے اسی ازلی علم کی بدولت اس نے کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے حق میں جلاوطنی ہی لکھی تھی اس لیے ان کو جلاوطن کیا گیا۔ اگر جلاوطنی کا تقدیری فیصلہ نہ ہوتا تو ان کی مکاریوں اور شرارتوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں ہلاک کر دیا جاتا اور ذرا بھی فائدہ حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جاتا۔ اسی بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا اور اگر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان کے لیے جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو ان کو دنیا میں عذاب دیتا۔ ایسا عذاب کہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی آرام وسکون نہ حاصل کر سکتے بلکہ فی الفور ہلاک وتباہ کر دیئے جاتے وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہوگا۔ جہنم میں بے شمار قسم کے عذاب ہوں گے مگر ان میں سب سے زیادہ سخت آگ کا عذاب ہوگا۔ اس لیے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ جب کہ یہ لوگ عذاب کی دیگر اقسام سے بھی سزا دیئے جائیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا نتیجہ :

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ یہود کو ذلت ورسوائی کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکالنا، ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالنا اور ان کا خود اپنے ہاتھوں سے گھروں کو برباد کرنا اور پھر آخرت میں آگ کے عذاب میں ڈالا جانا اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔ فرمایا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ سب سزا اس لیے ہے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کی وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرے گا تو اس کو یہ بات ذہن میں ضرور رکھنی چاہیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

جنگی حکمت عملی :

جب بنونضیر قبیلے کے یہودی مسلمانوں کا سامنے مقابلہ کرنے کے بجائے قلعہ میں بند ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر ان کا محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ تقریباً بائیس دن رہا۔ اس دوران نہ تو یہودی قلعہ سے باہر نکلے اور نہ ہی صلح پر آمادہ ہوئے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے ان کے درختوں کو کاٹنے اور ان کی املاک کو نقصان پہنچانے کا حکم دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یہودی صلح پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے پیش کش کی کہ ہم مسلمانوں کی تمام شرائط ماننے کے لیے تیار ہیں۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو جلاوطن کر دیا۔

دشمن کی املاک کو نقصان پہنچانا :

ہر وہ چیز جس سے دشمن فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا ہو اس چیز کو تباہ کرنا اور نقصان پہنچانا درست ہے۔ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ یہ درخت یہودیوں کے مورچے بھی تھے اور ان کی آمدن سے وہ مسلمانوں کے خلاف طاقت اور قوت بھی حاصل کرتے تھے۔ اس لیے ان درختوں کا کاٹنا بالکل درست تھا۔ مگر یہودیوں نے اور منافقین نے اس پر بے جا اعتراض کیا کہ باغات اور املاک کو نقصان پہنچانا کہاں کا انصاف ہے؟ اس بارے میں بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی تردد پیدا ہوا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ

آیت اتاری مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّيۡنَةٍ نہیں کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت اَوۡ تَرَكۡتُمُوۡهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوۡلِهَا یا تم نے اس کو چھوڑا کہ وہ اپنی جڑوں پر کھڑا ہے فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ تو ساری کارروائی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں یہ بات ڈالی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا وَلِيُخۡزِىَ الۡفٰسِقِيۡنَ اور تا کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ذلیل وخوار کرے۔ عالم اسباب میں جو چیزیں قوت اور عزت واحترام کا ذریعہ ہوں ان کی بربادی ذلت ورسوائی کا باعث بنتی ہے۔

مالِ فئی کا حکم :

اگر اسلامی لشکر کی کافروں کے خلاف لڑائی ہوئی ہو اور لڑائی کی مشقت اُٹھانے کے بعد کافروں کا مال اسلامی لشکر کے ہاتھ لگے تو اس کو مالِ غنیمت کا مال کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الانفال میں گزر چکا ہے۔ اور اگر اسلامی لشکر کو لڑائی کی مشقت نہ اُٹھانی پڑی ہو بلکہ کافر لڑائی لڑے بغیر شکست تسلیم کرلیں ایسی صورت میں اسلامی لشکر کو کافروں کا جو مال ہاتھ لگتا ہے اس کو مالِ فئی کہا جاتا ہے۔ بنونضیر کے یہودیوں نے بھی لڑائی کے بغیر مسلمانوں کی شرائط مان کر صلح کر لی تھی اس لیے اُن سے جو مال حاصل ہوا وہ مالِ فئی تھا۔ ان یہودیوں کی شان وشوکت توڑنے کے لیے بویرہ کے علاقے کے بعض درختوں کو کاٹا گیا اور بہت سے درخت باقی چھوڑ دیئے گئے تا کہ وہ مسلمانوں کے کام آئیں۔ وہ درخت اور ان کی آباد جگہیں جو وہ چھوڑ کر گئے یہ سب مالِ فئی تھا۔ ان کے علاوہ تین سو پینتالیس اونٹ بھی تھے۔ شرط کے مطابق وہ اسلحہ بھی ساتھ نہیں لے جا سکتے تھے، وہ بھی مالِ فئی تھا۔ ایسا مال غنیمت کے مال کی طرح مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ ایسے مال

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اختیار دیا۔ یہ مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملکیت نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کے استعمال میں اختیار دیا گیا تھا۔ اسی اختیار کی وجہ سے اس مال کو اپنے ذاتی اور گھریلو اخراجات کے لیے خرچ فرماتے، محتاجوں کو دیتے اور جو مال بچ جاتا وہ عام مسلمانوں کی بھلائی میں صرف فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائب کی حیثیت سے ایسا مال مسلمان حاکم وقت کے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ اس کی ملکیت نہیں ہوتا۔ اسی لیے ایسے مال میں حاکم وقت کی وراثت نہیں بنتی بلکہ یہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں خرچ کیا جاتا ہے۔

مالِ فئی مجاہدین میں تقسیم نہ کرنے کی وجہ :

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ مالِ فئی مالِ غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کو اس کے حصول میں لڑائی کی مشقت نہیں اُٹھانی پڑتی۔ فرمایا وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اور جو مال اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فئی کے طور پر دلوایا فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ پس نہیں دوڑائے تم نے اس کو حاصل کرنے کے لیے گھوڑے اور نہ ہی اونٹ۔ جب تمھیں لڑائی کی مشقت نہیں اُٹھانی پڑی تو پھر ایسے مال کے تقسیم نہ کیے جانے پر کسی قسم کا اعتراض بھی نہیں ہو سکتا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو مسلط اور غالب کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے۔ جب اس مال کے حصول میں تمھاری کوشش اور مشقت شامل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہی اس مال کے استعمال کا اختیار اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد مسلمان حاکم کو اختیار دیا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اپنی قدرت کاملہ کے

ساتھ ہی کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے مالِ فَیٔ حاصل ہوتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ جو مالِ فَیٔ دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والوں سے فَلِلّٰهِ تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول کے لیے ہے وَلِذِى الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں کے لیے ہے وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کے لیے ہے وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کے لیے ہے وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کے لیے ہے كَیْ لَا يَكُوْنَ تاکہ نہ ہو وہ مال دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ کہ گردش کرتا

رہے تم میں سے مال داروں کے درمیان وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ اور جو
دے تمھیں اللہ تعالیٰ کا رسول فَخُذُوْهُ تو اس کو لے لو وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ
اور وہ چیز جس سے تمھیں منع کردے فَانْتَهُوْا تو اس سے رک جاؤ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ
تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ ہجرت کرنے والے
فقراء کے لیے ہیں الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا وہ لوگ جو نکالے گئے مِنْ دِيَارِهِمْ
وَاَمْوَالِهِمْ اپنے گھروں اور مالوں سے يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ
یہی سچے لوگ ہیں وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ اور وہ لوگ جنھوں نے ٹھکانا بنایا
الدَّارَ یعنی مدینہ کو وَالْاِيْمَانَ اور ایمان کو مِنْ قَبْلِهِمْ ان مہاجرین
کے آنے سے پہلے يُحِبُّوْنَ وہ محبت کرتے ہیں مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ
ان لوگوں سے جو ہجرت کر کے آئے ان کی جانب وَلَا يَجِدُوْنَ اور وہ
نہیں پاتے فِيْ صُدُوْرِهِمْ اپنے سینوں میں حَاجَةً کوئی تنگی
مِّمَّآ اُوْتُوْا اس چیز کی وجہ سے جو وہ دیے گئے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اور وہ ان کو ترجیح دیتے ہیں اپنے آپ پر وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اگرچہ
ہو ان کو فاقے کی حالت وَمَنْ يُّوْقَ اور جو شخص بچا لیا گیا شُحَّ نَفْسِهٖ

اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ ہیں هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

مالِ فئی کے مصارف :

جو مال دشمن سے حاصل ہو اور اس میں لڑائی کی نوبت نہ آئی ہو تو یہ مالِ فئی کہلاتا ہے۔ فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ جو مالِ فئی دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والوں سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ بستیاں مدینہ کے اردگرد جہاں بنو قریظہ اور بنو نضیر رہتے تھے اور خیبر جو مدینہ سے ایک سو اسی کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور فدک جو خیبر سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور عرینہ اور ینبع ہیں۔ جہاں سے مسلمانوں کو لڑائی کے بغیر ہی دشمنوں سے مال حاصل ہوا۔

اس مال کے مصارف میں سے پہلے نمبر پر فرمایا فَلِلّٰهِ کہ وہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کی تین طرح سے تفسیر کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے بارے میں جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ دوسری تفسیر یہ کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کے گھروں، بیت اللہ اور دیگر مساجد پر خرچ کیا جائے۔ اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو مال کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے اس کا ذکر یہاں صرف تبرک کے لیے کیا گیا ہے۔

مالِ فئی کا دوسرا مصرف وَلِلرَّسُوْلِ فرمایا۔ کہ یہ مال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال کو اپنے گھریلو اخراجات اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے اخراجات میں صرف فرماتے، محتاجوں کو دیتے اور باقی مال مجاہدین کی تیاری، خوراک، سواری اور اسلحہ وغیرہ میں خرچ فرماتے تھے۔

اور تیسرا مصرف وَلِذِی الْقُرْبٰى فرمایا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ

دار مراد ہیں۔ جو کہ آل عباس، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل علی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل جعفر، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل عقیل، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آل حارث، حضرت حارث بن عبد المطلب کا خاندان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے علاوہ یہی آل محمد کہلاتے ہیں۔ ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ اس لیے ان کو مالِ فئی سے حصہ دیا گیا تاکہ ان سے تعاون ہو جائے۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ وہ آلِ محمد میں شامل ہیں مگر بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ آلِ محمد میں شامل ہونے کے باوجود ان پر زکوٰۃ لینا حرام نہیں تھا۔ مگر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ان کے لیے بھی زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ لینا حلال نہیں تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی)

اور چوتھا مصرف وَالْیَتٰمٰی فرمایا کہ مالِ فئی کے مستحق یتیم ہیں یعنی وہ بچے جو ابھی تک نابالغ ہیں اور ان کے باپ فوت ہو جائیں۔ اور پانچواں مصرف وَالْمَسٰکِیْنِ فرمایا کہ مالِ فئی کے مستحق مساکین ہیں۔ بعض مفسرین نے فقیر اور مسکین کو ایک ہی قرار دیا ہے کہ جس کے پاس اپنی ضروری حاجات پوری کرنے جتنا مال نہ ہو۔ اور بعض نے کہا کہ فقیر وہ ہوتا ہے لَا مَالَ لَہٗ جس کے پاس مال بالکل نہ ہو۔ اور مسکین وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس تھوڑا بہت مال ہو مگر اس مال سے اس کی ضروری حاجات پوری نہ ہوتی ہوں۔ ضروری حاجات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ مثلاً: خوراک، رہائش اور لباس وغیرہ۔ ان سے مراد آرام اور تعیش کا سامان نہیں ہے جو کہ آج کل معاشرے میں تکلف کے ساتھ اپنے آپ پر بوجھ ڈال لیا گیا ہے۔

اور چھٹا مصرف وَابْنِ السَّبِيْلِ فرمایا۔ کہ اس مال کا مستحق مسافر بھی ہے۔ سفر کے دوران کسی حادثہ کے پیش آجانے یا سفر خرچ چوری ہو جانے یا کسی بھی وجہ سے سفر خرچ ختم ہو جانے کے باعث مسافر تعاون کا مستحق ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس مسافر سے مراد سفر حج میں جانے والا ہے۔ جس کا سفر کے دوران خرچ ختم ہو جائے۔ بعض نے کہا کہ دین کی خاطر سفر کرنے والا مراد ہے جیسے دینی طلب۔ ایسے مسافروں کی مالِ فئی اور زکوٰۃ کے مال سے اعانت کی جاسکتی ہے۔

مال کی تقسیم میں غرباء کا حصہ مقرر کرنے میں حکمت :

نزول قرآن کے وقت معاشرے میں یہ طور طریقہ رائج تھا کہ دولت صاحب حیثیت لوگ ہی سمیٹ لیتے تھے اور غرباء کو محروم رکھا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کے ذریعے سے معاشرے میں پائی جانے والی اس خرابی کو دور کرنے کی تلقین فرمائی اور حکم دیا کہ مال کی تقسیم میں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں وغیرہم کا حصہ اس لیے مقرر کیا گیا کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ تا کہ یہ دولت صرف تمھارے دولت مندوں میں ہی نہ گھومتی رہے بلکہ ان محتاجوں کو بھی اس میں سے حصہ ملتا رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر و نواہی کی پابندی کا حکم :

مالِ فئی کے مصارف بیان کرنے کے بعد وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔ اس کا ذکر مال کی تقسیم کے ساتھ ہے۔ اس لیے اس سے اول درجہ میں مراد یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو دیں جتنا دیں وہ لے لو۔ اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اور جو چیز نہ دیں یا جس کو نہ دیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اس

مال کا اختیار اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا وہ اپنے اختیار سے جو چاہیں کریں۔ پھر اس کے ضمن میں یہ حکم عام بھی ہے کہ صرف مال کی تقسیم میں ہی نہیں بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی حکم دیں اس کی اطاعت کرو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر اور نواہی کی پابندی کرنا امت پر لازم ہے۔

اور فرمایا وَاتَّقُوااللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے۔ بدعات کو اسی لیے شَرُّ الْاُمُوْر تمام کاموں میں برا قرار دیا گیا ہے کہ ان کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق کار اور سنت کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ جب کسی مجرم کو پکڑتا ہے تو سخت سے سخت سزا دیتا ہے اور کوئی بھی مجرم اس سے چھڑا نہیں سکتا۔

مالِ فیٔ کا ساتواں مصرف اور مہاجرین کی تعریف :

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ سے مالِ فیٔ کے مصارف میں سے ساتواں مصرف بیان کیا جارہا ہے کہ فیٔ کا مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو فقراء مہاجرین ہیں۔ پھر فقراءٔ مہاجرین کی تعریف کرتے ہوئے ان کی نمایاں چھ صفات بیان کی گئی ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ ان کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی کہ ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا۔ وہ لوگ اپنے گھروں میں آباد تھے مگر ایمان قبول کر لینے کی وجہ سے مشرکین نے ان کے ساتھ ایسا ظالمانہ انداز اختیار کر لیا کہ ان کو گھر چھوڑنے پڑے وَاَمْوَالِهِمْ ان کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ ان کو ان کے مالوں سے نکال دیا گیا۔ یعنی مالوں سے بے دخل کر دیا گیا حالانکہ وہ مکانات اور بھیڑ بکریوں وغیرہ

اموال کے مالک تھے۔ انھوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا اور ہجرت کر گئے۔

یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ ان کی تیسری صفت بیان کی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے متلاشی ہیں۔ سب مصائب انھوں نے اللہ کا فضل طلب کرتے ہوئے برداشت کیے۔ فضل سے مراد رزق حلال بھی ہے جو خوش حال زندگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنیمت کے مال اور دیگر ذرائع سے رزق حلال نصیب فرمایا۔ اور فضل سے مراد فضیلت حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مصائب کے بدلے میں ان کو فضیلت عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سب سے بڑا درجہ السابقون الاولون من المھاجرین و الانصار کا ہے۔ یعنی وہ حضرات جنھوں نے پہلے پہل ہجرت کی اور وہ حضرات جو ان کے مددگار بنے۔

وَرِضْوَانًا مہاجرین فقراء کی چوتھی صفت بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ ایمان والوں کا ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجالانے میں اصل مقصد یہی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ ان حضرات کے خلوص کی گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اور رضوان کا معنیٰ قرب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا قرب عطا فرمایا کہ ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی تمام امت کے درمیان واسطہ بنا دیا۔ امت کو تمام اعمال کا طریقہ اور احکام حتیٰ کہ قرآن کریم اور نماز بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے واسطے سے ہی ملی۔

وَّ یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ   فقراء مہاجرین کی پانچویں صفت بیان کی گئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ کی مدد کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے نبی کی ذات اقدس اور اس کے لائے ہوئے پروگرام دونوں کی مدد کرتے ہیں۔ حضرات مہاجرین اور انصار نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عملاً بھی ایسی مدد کی کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین اور پروگرام کی بھی ایسے انداز سے مدد کی کہ عالم اسباب میں دین و سنت کی حفاظت و بقا کا ذریعہ یہی لوگ بنے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ   فقراء مہاجرین کی چھٹی صفت بیان فرمائی کہ یہی لوگ سچے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہاں فقراء مہاجرین کو سچے کہا اور پہلے پارہ کے آخری رکوع میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ ایمان قرار دیا اور فرمایا   فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا   [البقرہ: ۱۳۷] ”پس اگر یہ لوگ اسی طرح کا ایمان لائیں گے جس طرح کا ایمان تم لائے ہو تو تب یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔“ ان جیسے قطعی دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام و محدثین عظام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام صحابہ ثقہ اور عادل ہیں۔ ان پر طعن کا کسی کو حق نہیں۔ بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا   مَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْن ”جو میرے صحابہ پر طعن کرے گا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی جانب سے لعنت ہوگی۔“

ایک اہم فقہی مسئلہ :

یہاں ایک اہم فقہی مسئلہ ہے کہ اگر کافر مسلمان کے مال پر زبردستی قابض ہو کر دار

حرب میں لے جائیں یا مسلمان کا مال دار حرب میں ہی ہو اور کافر اس پر قابض ہو جائیں تو کیا کافر اس مال کے مالک بن جاتے ہیں یا نہیں؟ احناف کے نزدیک ایسی صورت میں کافر اس مال کے مالک بن جاتے ہیں۔ جب کہ شوافع حضرات کے نزدیک کافر اس مال کے مالک نہیں بنتے۔ احناف نے اپنے اس موقف پر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ قرآن کریم کی اسی آیت لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ سے بھی احناف نے استدلال کیا ہے کہ اس آیت میں مہاجرین کو فقراء کہا گیا ہے۔ اگر وہ مال جو وہ مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے (اور مکہ اس وقت دار الحرب تھا) اور کافروں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگر اس پر ان کی ملکیت باقی رہتی تو ان کو فقراء نہ کہا جاتا۔ اس لیے کہ فقیر وہ ہوتا ہے جس کی ملکیت میں مال نہ ہو۔ اس آیت کے مفہوم سے واضح ہو گیا کہ اس مال میں مہاجرین کی ملکیت ختم ہو گئی اور کافر اس کے مالک بن گئے۔ اسی لیے مہاجرین کو فقراء کہا گیا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان موجود تھا جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل نے قبضہ کر لیا تھا اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ مکان عقیل نے بیچ دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مکہ میں کہاں ٹھہریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لیے چھوڑا ہی کیا ہے؟ اس لیے ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں قریش کے مختلف قبائل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے مومن ساتھیوں کے ساتھ اور ان کے معاونین کے ساتھ بائیکاٹ کے لیے قسمیں اُٹھا کر معاہدہ کیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سال تک شعب ابی طالب میں انتہائی مشقت کی زندگی گزارنا پڑی۔ خیف بنی کنانہ میں ٹھہرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا

اظہار اور مخالفین کو عبرت دلانا تھا کہ ایک وقت تھا جب مخالفین نے ایسا ظالمانہ معاہدہ کیا تھا اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی ہے اور تمام مخالف مغلوب ہو چکے ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لیے چھوڑا ہی کیا ہے۔ اس روایت کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مکان کی ملکیت کو ختم سمجھ لیا تھا جس کو عقیل نے قبضہ کرنے کے بعد بیچ دیا تھا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس مکان میں اپنی ملکیت کو باقی رکھتے۔ اسی طرح حضرات مہاجرین جو جائیدادیں مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے اور ان پر مشرکین نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ جائیدادیں بھی حضرات مہاجرین کو فتح مکہ کے بعد واپس نہیں کی گئی تھیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ دار حرب میں جو جائیدادیں مسلمان چھوڑ کر جائیں اور ان پر مشرکین قابض ہو جائیں تو وہ جائیدادیں مسلمانوں کی ملکیت سے نکل جاتی ہیں اور کافران کے مالک بن جاتے ہیں اور ان کے تصرفات ان جائیدادوں میں ان کا حق سمجھا جاتا ہے۔

مالِ فئی کا آٹھواں مصرف اور انصار کی تعریف :

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ میں الَّذِيْنَ کا عطف الْمُهٰجِرِيْنَ پر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے مالِ فئی میں انصارِ مدینہ کے فقراء کا بھی حق ہے۔ تو یہاں سے مالِ فئی کا آٹھواں مصرف بیان کیا جا رہا ہے۔ پھر اس کے ساتھ انصارِ مدینہ کی تعریف بھی کی گئی ہے۔

تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ اصل میں ہے تَبَوَّؤُا دار الهجرة و الایمان ۔ الدَّارَ اصل میں دار الهجرة اور وَالْاِيْمَانَ اصل میں دار الایمان تھا۔ دار کے مضاف الیہ

الھجرۃ کوحذف کر کے اس کی جگہ دار پر الف لام لایا گیا اور الایمان کے مضاف دار کوحذف کر دیا گیا۔ اور مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی دار الھجرۃ اور دار الایمان کوٹھکانا بنایا۔ انصارِ مدینہ میں نمایاں طور پر دو قبیلے اوس اور خزرج تھے۔ جن میں بعض یہودی اور بعض عیسائی تھے۔ مگر ان کی اکثریت مشرکین میں سے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈالی۔ اور یہ تقریباً ایک ہزار سال سے مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ مدینہ منورہ کے ان مسلمانوں کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ والوں کی زیادتیوں کا پتا چلا تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ہجرت کر جانے کی دعوت دی اور ہر قسم کی مدد کی یقین دہانی کرائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص اور اسلامی جذبہ کو دنیا والوں کے سامنے اجاگر کرنے کے لیے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کو مدینہ منورہ کی جانب ہی ہجرت کی تلقین فرمائی۔

تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ وَالْاِیْمَانَ میں واو مع کے معنیٰ میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے ایمان کے ساتھ مدینہ کو اپنا ٹھکانا بنایا۔ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ کی تیسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ الایمان کا فعل محذوف ہے۔ اور یہ اصل میں ہے اخلصوا الایمان وہ لوگ جنھوں نے دارِ ہجرت کو ٹھکانا بنایا اور ایمان کو خالص کیا۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ تَبَوَّؤُا کا معنیٰ ہے الزموا۔ یعنی انھوں نے دارِ ہجرت اور ایمان کو لازم پکڑا اور کسی قسم کے لالچ اور خوف کو خاطر میں نہ لائے۔ پانچویں تفسیر یہ ہے تبوؤا المهاجرين والایمان الدار۔ وہ لوگ جنھوں نے مہاجرین اور اسلام کو مدینہ میں ٹھکانا دیا۔ ہر تفسیر کے مطابق انصارِ مدینہ کی فضیلت

نمایاں ہوتی ہے کہ انھوں نے ہجرت کر کے آنے والوں کو بھی جگہ دی اور عالم اسباب میں اسلام کی بقا اور حفاظت کا ذریعہ بھی بنے۔ انصارِ مدینہ کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ مہاجرین اور اسلام کے ایسے معاون بنے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

انصارِ مدینہ کی دوسری صفت بیان فرمائی یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وہ محبت کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ہجرت کر کے آئے ان کے پاس۔ انصارِ مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جس قدر محبت کا مظاہرہ کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا یہ ان ہی کا حصہ تھا۔ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ان کو اپنے مال وجائیداد میں نہ صرف شریک کیا بلکہ ان کے ذمہ کا کام بھی خود کرتے اور ان کو برابر کا حصہ دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارا قائم کیا تو انصارِ مدینہ نے حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر اس بھائی چارے کو نبھایا۔ اور مہاجرین نے بھی اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

انصارِ مدینہ کی تیسری صفت بیان فرمائی وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس کے بارے میں انصار اپنے دلوں میں کوئی تنگی، کوئی خواہش اور کوئی حسد نہیں پاتے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو دیا جائے اور کسی کو نہ دیا جائے تو جس کو نہ دیا جائے وہ اپنے دل میں خلش، حسد اور اس کی طلب کی خواہش پاتا ہے۔ مگر انصارِ مدینہ کے دل ایسے صاف ستھرے اور خلوص سے بھرے ہوئے تھے کہ وہ مہاجرین کو ملنے والی چیزوں کے بارے میں کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ بہت سے واقعات ایسے ہیں جہاں انصارِ مدینہ کو دیا گیا اور مہاجرین کو وقتی مصلحت کے تحت نہ دیا گیا تو انصارِ مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی دیا جائے۔

سورۃ الحشر میں بنونضیر قبیلہ کے یہودیوں کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا اور ان کا جو مال مسلمانوں کو ملا اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصارِ مدینہ کے دو قبیلوں، اوس اور خزرج کے سرداروں حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین کی مالی حالت کمزور ہے اور اب تک زیادہ تر مہاجرین کا گزر اوقات اس مال میں سے ہو رہا ہے جو تم نے ان کو دیا ہے۔ اگر یہ مال مہاجرین کو دے دیا جائے تو ان کی مالی حالت کچھ بہتر ہو جائے گی اور تمھارے اوپر ان کی کفالت کا جو بوجھ ہے وہ بھی کم ہو جائے گا۔ تو دونوں حضرات نے اپنے اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب میں کہا کہ ہم اس تقسیم پر بالکل راضی ہیں اور ہم نے جو مہاجرین کو دے رکھا ہے وہ بھی واپس نہیں لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا اور وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے اس چیز کی وجہ سے جو مہاجرین کو دی گئی۔

انصارِ مدینہ کی چوتھی صفت بیان کی گئی کہ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ تنگی کی حالت میں ہوں۔ انسانی مزاج میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہی مقدم رکھتا ہے مگر انصارِ مدینہ نے اپنی پروا کیے بغیر دوسروں کی حاجات کا خیال رکھا۔

ایثار کا عمومی مظاہرہ :

انصار مدینہ نے عمومی ایثار کا مظاہرہ بھی فرمایا کہ اپنے سکون و آرام پر اور اپنی ضروریات و حاجات پر دوسروں کو ترجیح کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ مہاجرین کو یہ احساس ہونے لگا کہ سارا ثواب تو انصار ہی لے گئے۔ اور اس بات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سامنے کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم انصارِ مدینہ کے حق میں دعائیں کرو گے تو تم بھی اجر وثواب میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ گے۔

خصوصی ایثار :

بخاری شریف کتاب التفسیر وغیرہ میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں مہمان آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں باری باری پیغام بھیجا کہ اگر مہمان کے کھانے کا انتظام ہو سکے تو کر دیں۔ مگر تمام گھروں سے یہی جواب آیا کہ ہمارے ہاں مہمان کے لیے کچھ بھی نہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد اعلان فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے ہاں مہمان کے کھانے کا انتظام ہو سکے تو وہ مہمان کو کھانا کھلا دے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اس مہمان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ بیوی سے پوچھا کہ کھانا ہے؟ تو اس نے کہا کہ تھوڑا سا کھانا ہے جو بہ مشکل ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے کفایت کرے گا۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا نَوِّمِیْ صِبْیَانَكِ "اپنے بچوں کو کسی طرح سُلا دے۔" جب ہم مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا شروع کریں گے تو کسی بہانے چراغ بجھا دینا تا کہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم بھی مہمان کے ساتھ کھا رہے ہیں اور مہمان پیٹ بھر کر کھا لے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ میاں بیوی نے خود بھی اور ان کے بچوں نے بھی رات بھوک کی حالت میں گزاری اور کھانا مہمان کو کھلا دیا۔ جب صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے اس عمل سے بہت خوش ہوا ہے اور اس نے اس پر وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ آیت کا حصہ اُتارا ہے۔ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کا شانِ نزول یہ واقعہ ہے۔

اس طرح کے اور بھی واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پائے جاتے ہیں۔

انصارِ مدینہ کی پانچویں صفت بیان فرمائی کہ وہ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے ہیں وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ۔ شُحَّ کہتے ہیں حرص مع البخل ایسی لالچ جس کے ساتھ بخل بھی ملا ہوا ہو۔ اکیلی لالچ اور اکیلا بخل بہت سی قباحتوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ تو اگر دونوں کا مجموعہ کسی میں پایا جائے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اصول بیان فرمایا کہ جو بھی نفس کے شُحَّ سے بچایا گیا وہ کامیاب ہوگا اور یہ وصف ان میں پایا جا رہا ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔

ان صفات کا نتیجہ :

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی صفات بیان کرنے کے بعد ان صفات کا نتیجہ یہ فرمایا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار کے ساتھ محبت ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ
لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا
غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ
اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا
لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۙ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾
لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ
اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ
جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾
كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ
اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ
وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ ع

وَالَّذِیۡنَ جَآءُوۡ اوران لوگوں کے لیے ہے جو آئے مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ
ان کے بعد یَقُوۡلُوۡنَ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار
اغۡفِرۡ لَنَا تو معاف کردے ہمیں وَلِاِخۡوَانِنَا اور ہمارے اُن بھائیوں کو
الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ جو ہم سے پہلے لا چکے ہیں ایمان وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ
قُلُوۡبِنَا اور نہ کر تو ہمارے دلوں میں غِلًّا کھوٹ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار
اِنَّكَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ بے شک تو ہی نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے
اَلَمۡ تَرَ کیا آپ نے دیکھا نہیں اِلَی الَّذِیۡنَ ان لوگوں کی جانب
نَافَقُوۡا جو منافق ہیں یَقُوۡلُوۡنَ وہ کہتے ہیں لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِیۡنَ
كَفَرُوۡا اپنے اُن بھائیوں سے جنھوں نے کفر کیا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اہل
کتاب میں سے لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ البتہ اگر تم نکالے گئے تو لَنَخۡرُجَنَّ
مَعَكُمۡ البتہ ضرور بہ ضرور ہم نکلیں گے تمھارے ساتھ وَلَا نُطِیۡعُ فِیۡكُمۡ
اَحَدًا اَبَدًا اور نہیں بات مانیں گے ہم تمھارے بارے میں کسی کی کبھی بھی
وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو لَنَنۡصُرَنَّكُمۡ البتہ ضرور بہ
ضرور ہم تمھاری مدد کریں گے وَاللّٰهُ یَشۡهَدُ اور اللہ گواہی دیتا ہے اِنَّهُمۡ
لَكٰذِبُوۡنَ بے شک وہ البتہ جھوٹ بولنے والے ہیں لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا
البتہ اگر وہ نکالے گئے تو لَا یَخۡرُجُوۡنَ مَعَهُمۡ نہیں نکلیں گے وہ ان کے

ساتھ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا اور البتہ اگر ان سے لڑائی کی گئی تو لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ
وہ ان کی مدد نہیں کریں گے وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ اور البتہ اگر اُنھوں نے مدد
کی ان کی تو لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ البتہ وہ ضرور بہ ضرور بھاگ جائیں گے
ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ البتہ تم
زیادہ سخت ہو رَهْبَةً خوف ڈالنے والے فِيْ صُدُوْرِهِمْ اُن کے
دلوں میں مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے
ہے کہ بے شک وہ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے
لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا وہ نہیں لڑ سکتے تمھارے ساتھ سارے جمع ہوکر اِلَّا فِيْ
قُرًى مُّحَصَّنَةٍ مگر ایسی بستیوں میں جو قلعوں کی صورت میں بنائی گئی ہیں
اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ یا دیواروں کے پیچھے سے بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ اُن
کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا آپ ان کو خیال
کرتے ہیں اکٹھے وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى حالانکہ اُن کے دل متفرق ہیں
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک وہ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ
ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان یہود بنونضیر
کی مثال ایسے ہے جیسے مثال اُن لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے قَرِيْبًا
قریب زمانہ میں ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ اُنھوں نے چکھ لیا وبال اپنی
کرتوتوں کا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ ان منافقوں کی مثال ایسے ہے جیسے مثال شیطان کی اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ جب وہ کہتا ہے انسان سے کہ کافر ہو جا فَلَمَّا كَفَرَ پس جب وہ کافر ہو جاتا ہے قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ تو شیطان کہتا ہے بے شک میں تجھ سے لاتعلق ہوں اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ پس ہے ان دونوں کا انجام اَنَّهُمَا فِی النَّارِ کہ بے شک وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے خَالِدَیْنِ فِیْهَا وہ دونوں اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وَذٰلِكَ اور یہ (دوزخ میں ہمیشہ رہنا) جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ بدلہ ہے ظالموں کا۔

مالِ فیئ کا نواں مصرف :

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ میں الَّذِیْنَ کا عطف پہلے مذکور الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ پر ہے اور اس کا عطف الْمُهٰجِرِیْنَ پر ہے۔ تو اس لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ جو مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والوں میں فقراء ہیں فیئ کے مال میں ان کا بھی حق ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ کی تفسیر دو طرح سے کی گئی ہے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ الْمُهٰجِرِیْنَ اور الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا میں ان مہاجرین اور انصار کا ذکر ہے جو پہلے پہل مہاجر اور انصار بنے اور الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ سے مراد وہ مہاجرین اور انصار ہیں جو ان کے بعد مہاجر اور انصار بنے۔ اس تفسیر کے مطابق یہ حضرات بھی مہاجرین اور انصار ہی میں سے ہیں۔

دوسری تفسیر جس کے مطابق جمہور کا نظریہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ

بَعْدِهِمْ سے مراد وہ مومن ہیں جو مہاجرین اور انصار کے بعد آئے اور یہاں سے مہاجرین اور انصار کے علاوہ تیسرے گروہ کا ذکر کیا جارہا ہے۔یعنی جو مہاجرین اور انصار کے بعد قیامت تک آنے والے مومن فقراء ہیں وہ بھی فئی کے مال کے حق دار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جو فتوحات حاصل کیں ان کی زمینیں بیت المال میں شامل فرمائیں صرف مجاہدین میں تقسیم نہیں فرمائیں تاکہ بعد میں آنے والے فقراء مومنین بھی اس سے فائدہ اُٹھاسکیں۔

مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والوں کی صفات :

مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے جن حضرات کو مالِ فئی کا حق دار قرار دیا گیا ہے اُن کی صفات بیان کی گئی ہیں۔پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں معاف کردے۔وہ اپنی کوتاہیوں کی اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں۔اور دوسری صفت یہ بیان فرمائی وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اُن بھائیوں کو بھی معاف کردے جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں۔بعد میں آنے والوں کو ایمان اور دینی احکام پہلے لوگوں بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی سے حاصل ہوتے ہیں۔اس لیے ان کے احسان کے بدلے میں ان کے حق میں بخشش کی دعا کرتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر احسان کیا تو جس پر احسان کیا گیا اس نے کہا جزاك الله خيرا کہ اللہ تجھے اچھا بدلہ دے۔تو اس دعا کرنے کی وجہ سے اس نے احسان کا بدلہ دے دیا۔

اور تیسری صفت بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور نہ ڈال تو ہمارے دلوں میں بغض، کینہ، حسد اور کھوٹ ان لوگوں کے بارے

میں جو ایمان لائے۔ ایک مومن آدمی کا دل دوسرے مومن کے بارے میں حسد وغیرہ سے صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ بالخصوص اپنے اسلاف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تو ذرا برابر بھی میل دل میں نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر کسی کے دل میں ان کے بارے میں بغض اور حسد پایا جاتا ہے تو وہ فیٔ کے مال کا حق دار نہیں ہوگا۔ اسی لیے تفسیر روح المعانی اور تفسیر قرطبی وغیرہ میں وضاحت ہے کہ جو شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں دل میں بغض رکھتے ہیں وہ فیٔ کے مال کے حق دار نہیں ہیں۔ اس لیے کہ حق دار وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان والوں کے بارے میں بغض اور حسد نہ ہو۔ خوارج بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بغض رکھتے ہیں۔ ان کا بھی یہی حکم ہے۔

اور چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنے عقیدہ ونظریہ کا یوں اظہار کرتے ہیں رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اے ہمارے پروردگار! تو ہی نرمی کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ جو شخص بھی تیرے ہاں نرمی اور رحم کے لائق ہو تو اس پر بڑی شفقت اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

منافقین کا کردار :

جب یہود کے قبیلہ بنونضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مدینہ منورہ کے دیگر قبائل کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عہد شکنی کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا اور ان کا محاصرہ کیا تو وہ ایک مضبوط قلعے میں بند ہو گئے اور باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی ہمت اُن میں نہ رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مدینہ منورہ چھوڑنے اور جلاوطنی کی پیش کش کی۔ اس دوران رئیس المنافقین عبد اللہ ابن اُبی نے بنونضیر کو پیغام بھیجا کہ تم کمزوری کا مظاہرہ نہ کرنا اور نہ ہی کوئی شرط قبول کرنا۔ اور ان کو اپنی طرف سے اور

مسلمانوں کے مخالف قبائل بالخصوص قبیلہ بنی غطفان کی جانب سے یقین دہانی کرائی کہ ہم تمھاری ہر ممکن مدد کریں گے۔ اور ان سے کہا کہ اگر مسلمانوں نے تمھیں جلاوطن کیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ مدینہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور اگر تمھاری مسلمانوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تو ہم ہر طرح تمھاری مدد کریں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا سے اسی واقعہ کو بیان کیا جارہا ہے۔ اس سے پہلے رکوع میں بھی بنونضیر کی جلاوطنی اور ان سے حاصل ہونے والے مال کا ذکر تھا۔ اور اس رکوع میں منافقین کی جانب سے بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانے اور جھوٹی تسلیوں کا ذکر ہے۔ منافقین کا کردار ہمیشہ کھلے کافروں سے بھی زیادہ خطرناک رہا ہے۔ یہ ظاہر میں مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوکر کافروں کے طرف دار ہی ہے۔

نَافَقُوْا سے مراد عبداللہ بن اُبَی اور اس کے ساتھی ہیں يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ سے مراد بنونضیر قبیلہ کے یہودی ہیں۔ یہودیوں کو منافقین کا بھائی اس لیے کہا گیا کہ اندر سے وہ ایک ہی تھے۔ دونوں کے دلوں میں کفر اور مسلمانوں کے خلاف بغض بھرا ہوا تھا۔ منافقین نے بنونضیر کو تسلی دیتے ہوئے اور اپنی جانب سے مدد کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہا کہ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ اگر تمھیں مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ مدینہ سے نکل جائیں گے وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا اور تمھارے بارے میں کسی کی کبھی بھی بات نہیں مانیں گے وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اس لیے یہ باتیں وہ دکھاوے

کے لیے کرتے تھے۔ حقیقت میں وہ ایسا کرنے پر تیار نہیں تھے۔ اور اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جانتا ہے اس لیے ان کی حالت کو ظاہر فرما دیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ فرمایا لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ اگر بنونضیر کو مدینہ سے نکال کر جلا وطن کر دیا گیا تو منافقین اپنے گھر بار چھوڑ کر نہیں جائیں گے وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ اور اگر مسلمانوں کی ان سے لڑائی ہوئی تو یہ منافقین بنونضیر کی مدد نہیں کر سکیں گے اور اگر انھوں نے مدد کی کوشش کی تو ٹھہر نہیں سکیں گے بلکہ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ لَا یُنْصَرُوْنَ مجہول کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے جس کا فاعل مذکور نہیں ہوتا۔ جب وہ مدد نہیں کیے جائیں گے تو اس سے واضح ہو گیا کہ کوئی بھی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہی حق اور سچ ثابت ہوا کہ جب بنونضیر کو مدینہ سے نکالا جا رہا تھا اس وقت کوئی منافق ان کی مدد کے لیے نہ آیا۔ بلکہ منافقین اس وقت اپنے گھروں میں چھپے رہے۔

لَاَنْتُمْ میں لام کے ساتھ الف زائد ہے جو لکھنے میں آتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں رسم الخط میں اسی طرح تھا اور لام تاکید کے لیے ہے۔

مسلمانوں کا رعب منافقوں کے دلوں میں:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ تمھارا خوف ان منافقین کے دلوں میں اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے ڈرتے ہیں۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو منافقت نہ کرتے بلکہ سچے مومن ہوتے۔ اور تم سے ڈر کر انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی صف میں شامل کر رکھا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ اور یہی اُن

کی بے سمجھی کی دلیل ہے۔ اگر اُن میں سمجھ بوجھ ہوتی تو ایسا نہ کرتے۔

مخالفینِ اسلام کی کمزوری :

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا سے اللہ تعالیٰ نے مخالفینِ اسلام خواہ وہ منافق ہوں یا کھلے کافر، ان کی کمزوری کو ظاہر فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! یہ سارے اکٹھے ہو کر بھی تمھارے ساتھ نہیں لڑ سکتے اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ مگر ایسی بستیوں میں تمھارا مقابلہ کرتے ہیں جو بستیاں قلعوں کی طرح محفوظ بنائی گئی ہیں اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ یا دیواروں کے پیچھے سے چھپ کر لڑتے ہیں۔ سامنے آ کر لڑنا ان کے بس کی بات نہیں۔ آج بھی مخالفینِ اسلام لڑاکا طیاروں اور میزائلوں کے ساتھ لڑتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ آمنے سامنے لڑنے کی ہمت اُن میں نہیں ہے۔ اس لیے اُنھوں نے یہ مہلک ہتھیار تیار کیے ہیں۔

بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ منافقین اور یہود کے درمیان لڑائیاں بڑی سخت ہیں تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى آپ ان کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ یہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل آپس میں مختلف ہیں۔ یہی حال آج کے دور میں امریکہ، روس، چین، فرانس اور برطانیہ وغیرہ کا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف سب جمع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی آپس کی لڑائیاں اتنی سخت ہیں کہ ایک دوسرے کے وجود کو بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا الکفر ملة واحدة "مسلمانوں کے خلاف تمام کافر ایک ہی جماعت ہیں۔" اس لیے مسلمانوں کو اپنی اجتماعیت قائم کرنے اور قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ منافقوں اور کافروں کا مسلمانوں کے خلاف یہ انداز اس وجہ سے ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ اس

وجہ سے ہے کہ بے شک یہ بے عقل لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایسے لوگوں کو بے عقل فرمایا ہے مگر غافل مسلمان ایسے لوگوں کو بڑے عقل مند ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دنیاوی لحاظ سے عجیب قسم کی اشیاء ایجاد کرنا عقل مندی نہیں بلکہ یہ فن کاری ہے۔ چھوٹے چھوٹے پرندے بھی اپنے گھونسلے بنانے میں اپنی ایسی فن کاری کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اگر ان عجیب اشیاء کی ایجاد کو عقل مندی قرار بھی دیا جائے تو ان پر عقل مندی کا اطلاق ثانوی درجے میں ہوگا اس لیے کہ اصل عقل مندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانا جائے اور حق کے راستے کا اتباع کیا جائے۔

دو مثالیں :

اللہ تعالیٰ نے یہاں دو مثالیں بیان فرمائی۔ ایک یہود ~~بنونضیر کی اور~~ دوسری منافقین کی۔ پہلی مثال میں فرمایا کہ کَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا یہود بنونضیر کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ جنھوں نے اپنی کرتوتوں کی سزا چکھی۔

مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ ان سے مراد بنو قینقاع قبیلہ کے یہودی ہیں۔ جنھوں نے معاہدہ کی غداری کی تو ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اسی طرح بنونضیر نے عہد شکنی کی تو ان کو بھی جلاوطن کر دیا گیا۔ اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جو بڑی تیاری اور ناز ونخرہ کے ساتھ کھیل کود اور شراب کے مٹکے اور گانے والی عورتوں کو لے کر بدر میں شریک ہوئے تھے مگر ان کا انجام قیامت تک کے لیے عبرت کا باعث بن گیا۔ اسی طرح بنونضیر اپنے باغات تجارت اور قبائل سے روابط کی وجہ سے اور منافقین کے اُکسانے کی وجہ سے اترانے لگے اور مسلمانوں کے

خلاف لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ مگر اُن کا انجام ذلت ورسوائی اور جلاوطنی کی صورت میں بعد والوں کے لیے عبرت کا باعث بن گیا۔

دوسری مثال میں منافقین کے کردار کو شیطان کے کردار جیسا قرار دیا گیا کہ منافقین نے بنونضیر کو خوب اُکسایا اور لڑائی پر آمادہ کیا۔ مگر جب لڑائی کی نوبت آئی تو ان کو چھوڑ کر گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے جیسے شیطان کسی آدمی کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور طرح طرح کے انداز اختیار کر کے اس کو کفر پر آمادہ کرتا ہے۔ جب انسان کفر اختیار کر لیتا ہے تو یہ کہہ کر علیحدہ ہو جاتا ہے کہ میں تیری کارروائی سے لاتعلق ہوں۔ میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ فرمایا كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ ان منافقوں کی مثال ایسے ہے جیسے مثال شیطان کی اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ جب وہ کہتا ہے انسان سے کہ کافر ہو جا فَلَمَّا كَفَرَ پس جب وہ کافر ہو جاتا ہے قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ تو شیطان کہتا ہے بے شک میں تجھ سے لاتعلق ہوں اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

اس آیت میں لِلْاِنْسَانِ سے مراد ہر وہ شخص ہوسکتا ہے جو شیطانی جال میں پھنس کر کفر اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس سے مراد خصوصیت کے ساتھ ابوجہل بھی ہوسکتا ہے کہ بدر کے موقع پر میدان میں لڑائی سے پہلے ابلیس بنو کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا اور ابوجہل کو خوب لڑائی پر اُکسایا اور مدد کی یقین دہانی کرائی۔ مگر جب ابلیس نے آسمان سے فرشتے اُترتے دیکھے تو ابوجہل کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا اور کہنے لگا میں تم سے لاتعلق ہوں۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اس واقعہ کے پیش نظر بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں لِلْاِنْسَانِ سے مراد ابوجہل ہے۔ اور بعض نے پہلی

امتوں میں سے ایک نہایت عبادت گزار شخص برصیصا کا ذکر کیا ہے جس کو شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا تھا۔

خداخوفی کازبانی دعویٰ :

کچھ لوگ کفر و شرک اور بداعمالیوں پر اصرار کے باوجود زبان سے کہتے رہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دعویٰ بالکل غلط ہے اس لیے کہ اگر حقیقت میں ان کے دلوں میں خداخوفی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے عقائد و اعمال چھوڑ دیتے۔ صرف زبان سے خداخوفی کا اظہار تو ابلیس بھی کرتا ہے۔ اور قرآن کریم میں دو جگہ مذکور ہے کہ ابلیس نے دعویٰ کیا اِنِّیٓ اَخَافُ اللّٰهَ کہ میں بے شک اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

ابلیس اوراس کے پیروکارکافروں کاانجام :

اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اصل میں کافروں اور مشرکوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ گناہ گار مسلمان اپنی اپنی سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکال لیے جائیں گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور اس کے اُکسانے پر کفر اختیار کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا کہ ان کا انجام یہ ہوگا کہ بے شک وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے کبھی اُن کو وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۔ اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ظالموں کی سزا ہے۔ اور اصل ظالم کافر ہی ہیں اسی لیے اُن کے بارے میں فرمایا گیا وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [البقرہ: ۲۵۴] "اور کافر ہی ظالم ہیں۔" اور شرک کو ظلم

عظیم قرار دیا گیا ہے اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ [لقمان: ۱۳] "بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔" جب جہنم میں ہمیشہ رہنا ظالموں کی سزا ہے تو کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی نکالے نہیں جائیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۹ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۰ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝۲۲ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۲۳ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۴

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ اور چاہیے کہ دیکھے ہر آدمی مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اس چیز کو جو اس نے آگے بھیجی کل کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرتے رہو اللہ سے اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ ان کاموں کی جو تم کرتے ہو وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ تم كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح نَسُوا اللّٰهَ کہ بھلا دیا انھوں نے اللہ کو فَاَنْسٰهُمْ

اَنۡفُسَهُمۡ تو بھلا دیا اس نے ان کو اپنا آپ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ
یہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں لَا يَسۡتَوِىۡۤ نہیں برابر ہو سکتے اَصۡحٰبُ
النَّارِ دوزخ والے وَاَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ اور جنت والے اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ
جنت والے هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ وہی کامیاب ہونے والے ہیں لَوۡ اَنۡزَلۡنَا
اگر ہم اُتارتے هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ اس قرآن کریم کو عَلٰى جَبَلٍ کسی پہاڑ پر
لَّرَاَيۡتَهٗ البتہ آپ دیکھتے اس کو خَاشِعًا جھکنے والا مُّتَصَدِّعًا
ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے خوف سے وَتِلۡكَ
الۡاَمۡثَالُ اور یہ جو مثالیں ہیں نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ ہم ان کو بیان کرتے ہیں
لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ تاکہ وہ غور و فکر کریں هُوَ اللّٰهُ
وہی اللہ ہے الَّذِىۡ وہ ذات لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ نہیں کوئی معبود اس کے
سوا عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کو هُوَ
الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ وہ نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے هُوَ اللّٰهُ وہی
اللہ ہے الَّذِىۡ وہ ذات لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ نہیں کوئی معبود سوائے اس
کے اَلۡمَلِكُ وہ بادشاہ ہے الۡقُدُّوۡسُ وہ پاک ذات ہے
السَّلٰمُ وہ سلامتی والا ہے الۡمُؤۡمِنُ وہ امن دینے والا ہے الۡمُهَيۡمِنُ
وہ محافظ ہے الۡعَزِيۡزُ وہ غالب ہے الۡجَـبَّارُ وہ برائیوں کی اصلاح
کرنے والا ہے الۡمُتَكَبِّرُ وہ بڑائی والا ہے سُبۡحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ

پاک اور منزہ ہے عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ان چیزوں سے جن کو وہ لوگ شریک بناتے ہیں هُوَاللّٰهُ وہ اللہ ہے الْخَالِقُ جو پیدا کرنے والا ہے الْبَارِئُ بنانے والا ہے الْمُصَوِّرُ تصویر بنانے والا ہے لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اس کے لیے نام ہیں بہت ہی اچھے يُسَبِّحُ لَهٗ تسبیح بیان کرتی ہیں اس کی مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں وَهُوَالْعَزِيْزُالْحَكِيْمُ اور وہی بڑی قوت والا حکمت والا ہے۔

ایمان والوں کو تقویٰ کی تلقین :

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور اس کے پیروکاروں کا انجام بیان فرمایا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بھی بیان ہوا کہ ابلیس خود بھی کافر ہے اور لوگوں کو بھی کافر بنانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اور زبان سے اللہ سے ڈرنے کا دعویٰ کرتا ہے مگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اب یہاں ایمان والوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور آخرت کی فکر کرو۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ اور چاہیے کہ دیکھے ہر آدمی اس چیز کو جو اس نے آگے بھیجی کل کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرتے رہو

اس آیت میں دو دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا گیا ہے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ ایک وجہ یہ بیان کی کہ پہلے اتَّقُوا اللّٰهَ سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے احکام کی پابندی کرو۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانی والے اعمال سے بچو۔ اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلی دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے تمام ایمان والوں کو تقوے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو یہ تقویٰ عام ہے۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ میں خطاب خاص لوگوں کو ہے کہ نیک اعمال کی کوشش اور بُرے اعمال سے بچنے کی کوشش تو سارے مسلمان کرتے ہیں تم صغیرہ گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرو۔

اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلی دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے مقصد یہ ہے کہ احکام شرع کی پابندی کرو، نیک اعمال کرو۔ اور دوسرے بُرے اعمال سے بچو۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے مقصد یہ ہے کہ ان اعمال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے شرعی حدود کی پابندی اور خلوص نیت اور للّٰہیت کے ساتھ ان اعمال کو ادا کرو۔

غَد کا معنیٰ :

اگلے دن کو غد کہا جاتا ہے۔ اسی لیے فرض اور واجب روزے کے لیے فجر کے طلوع ہونے سے پہلے رات کو روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ رات کو نیت کی جاتی ہے کہ اس رات کے بعد جو دن طلوع ہونے والا ہے اس دن کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ قیامت کے دن کو غد اس لیے کہا جاتا ہے کہ دنیا کی ساری عمر ایک دن اور اس کے بعد قیامت کا دن آئے گا جو اس دنیا کے دن سے اگلا دن ہوگا۔ اور اگلے دن کی تخصیص کیے بغیر آگے آنے والے وقت کو بھی غد کہا جاتا ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے کہ آگے جو خاص دن آرہا ہے جس میں حساب کتاب ہوگا اس کے بارے میں غور و فکر کرو کہ اس دن

کے لیے تم نے کیا آگے بھیجا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دار کیا کہ یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال اور ان کی کیفیت سے بے خبر ہے بلکہ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو۔ تمھارے اعمال اور اعمال کی کیفیت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کے مطابق تمھیں بدلا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو بھولنے کا انجام :

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ذکر کو بھول جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر ایسی حالت طاری کر دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جاتے ہیں۔ وہ دنیا کی طلب میں ایسے غافل ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنے آرام و سکون اور بروقت کھانے کی سوچ بھی نہیں رہتی۔ وہ اپنی بھلائی سے غافل اور دوسروں کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص اپنے مستقبل یعنی آخرت کے معاملہ میں ان کو ذرا بھی توجہ نہیں رہتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ذکر کو بھول جانے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان والے بندوں سے فرمایا وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ نَسُوا اللّٰهَ اور تم نہ ہو جاؤ اُن لوگوں کی طرح جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلایا فَاَنۡسٰٮهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی ایسی حالت کر دی کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ یہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

کامیاب اور ناکام لوگ برابر نہیں ہیں :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کو جنت میں اور بُرے لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ جنت میں جانے والے اور دوزخ میں جانے والے برابر نہیں ہیں بلکہ جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہوں گے۔ فرمایا لَا يَسۡتَوِىۡۤ نہیں برابر ہو سکتے

اَصۡحٰبُ النَّارِ دوزخ میں جانے والے وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ اور جنت میں جانے والے اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ھُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ جنت میں جانے والے ہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ کہ ان کو دنیا میں کیے گئے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا اور وہ ہمیشہ آرام وسکون سے جنت میں رہیں گے۔

قرآن کریم کی اطاعت کی ترغیب :

قرآن کریم ہی میں کئی مقامات میں فرمایا گیا کہ قرآن کریم تمھاری ہدایت کے لیے اُتارا گیا ہے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور اس آیت کریمہ لَوۡ اَنۡزَلۡنَا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ میں بھی قرآن کریم کی عظمت اور اس کی اطاعت کی ترغیب کو بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا لَوۡ اَنۡزَلۡنَا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ اگر اس قرآن کریم کو ہم کسی پہاڑ پر اُتارتے تو یقیناً وہ اس کی عظمت کو برداشت نہ کرسکتا اور اس کے خوف سے لرز کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی حالت یہ بیان فرمائی کہ قرآن کریم کی تلاوت سن کر تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّھُمۡ [الزمر:۲۳] ”جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اُن کے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔“ مگر جن لوگوں کو قرآن کریم کی عظمت کا خیال نہیں خواہ وہ کافر ہوں یا منافق ان کے دل تو ایسے سخت ہوگئے جیسے وہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوں، قساوتِ قلبی انسان کو تباہ کرنے والے اخلاق میں سے ہے۔

مثالیں بیان کرنے کی حکمت :

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مثالیں بھی بیان فرما کر اپنے بندوں کو سمجھایا ہے۔ یہ مثالیں عبرت کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ اور اس لیے بیان کی گئی ہیں تاکہ لوگ غور وفکر

کریں۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ اور یہ جو مثالیں ہیں نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ان کو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان :

اس سے پہلی آیت لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت کو بیان فرمایا۔ اب اپنی ذات کی عظمت اور شان کو بیان فرمایا کہ قرآن کریم کو اُتارنے والی ذات بہت ہی عظمت اور شان والی ہے۔

مخلوق کو پیدا کرنے والا اللہ ہے :

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ جس ذات نے ساری کائنات کو پیدا کیا وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ اُس ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے۔ یعنی اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تمام تعریفات کے لائق صفات اُس میں پائی جاتی ہیں اور عیب والی ہر صفت سے پاک اور منزہ ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مشہور ننانوے صفاتی نام ہیں۔ ہر نام اس کی صفت کو اُجاگر کرتا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے وہ نام ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں کرتا بلکہ قبول کرتا ہے۔ ان مشہور ننانوے ناموں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے بعض صفاتی نام ذکر کیے گئے ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سِوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عبادت کے لائق ہے اس لیے کہ معبود کی جو صفات ہو سکتی ہیں وہ صرف اسی میں پائی جاتی ہیں کسی اور میں نہیں پائی جاتیں۔ معبود وہ ہو سکتا ہے جو کسی معاملہ میں کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ سب اس کے محتاج ہوں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ وہ غیب اور حاضر سب کو جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لیے مفسرین کریم نے فرمایا کہ عالم الغیب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہیں یعنی عالم ارواح، عالم برزخ اور عالم حشر۔ اور جنت دوزخ میں جو ہو رہا ہے یا ہوگا جو مخلوق پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور وَ الشَّهَادَةِ سے مراد یہ ہے کہ جو مخلوق کے سامنے حاضر ہے۔ یعنی اس دنیا میں پائی جانے والی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور الْغَیْبِ سے مراد دماغ میں سوچ اور دل میں پائے جانے والے خیالات جو مخلوق سے پوشیدہ ہیں۔ اور الشَّهَادَةِ سے مراد مخلوق کے ظاہری افعال و اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ علمائے امت نے فرمایا ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ یہ صفت اسی کے ساتھ مختص ہے۔

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وہ بہت مہربان رحم کرنے والی ذات ہے۔ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اس کی ان صفات کا نتیجہ ہیں۔ دنیا کی نعمتیں اپنی ساری مخلوق کو اور آخرت کی نعمتیں اپنے فرماں بردار ایمان والوں کو عطا کرنے والا ہے۔ اَلْمَلِكُ وہ بادشاہ ہے اور بادشاہی اس کی صفت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر ساری دنیا میری نافرمان ہو جائے ایک بھی میری بات ماننے والا نہ ہو تب بھی میری بادشاہی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اگر ساری مخلوق فرماں بردار ہو جائے ایک بھی نافرمان نہ رہے تب بھی میری بادشاہی میں ایک ذرہ کا اضافہ نہیں ہوتا۔ مخلوق مانے یا نہ مانے وہ اَلْمَلِكُ ہے یہ اس کی صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کی طرح ازلی اور ابدی ہیں۔

اَلْقُدُّوْسُ وہ ذات ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے اَلسَّلٰمُ وہ سلامتی والا ہے۔ خود بھی قائم و دائم ہے اور دوسروں کو قائم و دائم رکھنے والا ہے۔ خود بھی نقائص اور عیوب سے محفوظ ہے اور دوسروں کو بھی سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ وہ امن دینے والا ہے۔ وہی چیز امن پاسکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ امن دے۔ اور مومن کا معنیٰ تصدیق کرنے والا بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایمان والے کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔ اَلْمُهَيْمِنُ کا معنیٰ محافظ اور نگہبان۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا محافظ ہے۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ "آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون تمھاری حفاظت کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی کسی کا محافظ نہیں ہے۔

اَلْعَزِيْزُ وہ غالب ہے۔ کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔ وہ قوت والا ہے اس کی قوت کے سامنے کسی کی قوت کام نہیں دے سکتی۔ وہ کمال قدرتوں والا ہے جس نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی قدرت کے کمالات کو ظاہر فرمایا ہے۔ اَلْجَبَّارُ جبر کا معنیٰ تلافی۔ اللہ تعالیٰ تلافی کرنے والا ہے یعنی لوگوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جبر کا معنیٰ غلبہ پانا۔ اللہ تعالیٰ ہی کا غلبہ اور تسلط ہے ہر چیز پر۔ کوئی چیز اس کے تسلط سے باہر نہیں ہے۔ اَلْمُتَكَبِّرُ وہ بڑائی والا ہے۔ جتنی بڑائی اس کی ہے اتنی بڑائی کسی اور کی نہیں ہوسکتی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ "بڑائی میری چادر ہے۔" یہ بڑائی اسی کی شان کے لائق ہے اسی لیے اس نے مخلوق کو حکم دیا کہ میری بڑائی بیان کریں۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر بت پرستوں نے جو

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا رکھے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں ہر ایک کی شرکت سے پاک اور منزہ ہے۔اس کو کسی شریک کی ضرورت نہیں۔وہ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے وحدہٗ لاشریک ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ وہ اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے۔ الْبَارِئُ وہ بنانے والا ہے۔مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ خالق کا معنٰی ہے مادہ پیدا کرنے والا۔اور باری کا معنٰی ہے مادہ سے مختلف اجناس اور مختلف اشکال کو مخلوقات بنانے والا۔ الْمُصَوِّرُ وہ صورتیں بنانے والا ہے۔اسی نے ہر مخلوق کی صورت بنائی اور ماں کے رحم میں بچے کی صورت وہی بناتا ہے۔اس دنیا میں جان دار چیزوں کی تصویریں بنانا مخلوق کے لیے ناجائز ہیں۔غیر جان دار چیزوں کی تصویریں بنانا جائز ہے۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔اس کے ہر نام میں جو صفت بیان کی گئی ہے ہر صفت میں اس کی کمالِ قدرت کا اظہار ہے۔ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی تسبیح بیان کرتی ہے۔کائنات کی ہر چیز خواہ وہ جان دار ہو یا غیر جان دار، ہر چیز اپنے حال کے مناسب اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے اگرچہ کسی کو اس کی تسبیح سمجھ نہ آئے۔مگر اللہ تعالیٰ اس کی تسبیح کو جانتا ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

اس سورت کی ابتداء بھی اسی سے ہوئی کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت ہے۔اور اس سورت کا اختتام بھی انہی کلمات سے ہو رہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کو یا شام کو سورۃ الحشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار

فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُورۃ المُمۡتَحَنَۃ

(مکمل)

جلد ۲۰

اٰیاتها ۱۳ ۶۰ سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۱ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ
تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ
يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ
كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ
تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ
اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱
اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ
وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝۲ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ
وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۛۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۛۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ
الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا
قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ
مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ
الْمَصِيْرُ ۝۴

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوْا نہ بناؤ عَدُوِّيْ میرے دشمن کو وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ اور اپنے دشمن کو دوست تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بھیجتے ہو تم اُن کی طرف بِالْمَوَدَّةِ دوستی کا پیغام وَقَدْ كَفَرُوْا حالانکہ اُنھوں نے کفر کیا ہے بِمَا اُس چیز کا جَآءَكُمْ جو آئی ہے تمھارے پاس مِّنَ الْحَقِّ حق سے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ نکالا ہے اُنھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وَاِيَّاكُمْ اور تمھیں بھی اَنْ اس وجہ سے تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ کہ تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر رَبِّكُمْ جو رب ہے تمھارا اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ اگر تم نکلے ہو جِهَادًا جہاد کرنے کے لیے فِيْ سَبِيْلِيْ میرے راستے میں وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ پوشیدہ طور پر تم بھیجتے ہو اُن کی طرف بِالْمَوَدَّةِ دوستی کا پیغام وَاَنَا اَعْلَمُ حالانکہ میں جانتا ہوں بِمَآ اُس چیز کو اَخْفَيْتُمْ جس کو تم چھپاتے ہو وَمَآ اور اُس چیز کو اَعْلَنْتُمْ جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَمَنْ يَّفْعَلْهُ اور جو شخص ایسا کام کرے گا مِنْكُمْ تم میں سے فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پس تحقیق وہ بہک گیا سیدھے راستے سے اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ اگر وہ قابو پالیں تم پر يَكُوْنُوْا لَكُمْ ہوں گے وہ تمھارے اَعْدَآءً دشمن وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اور پھیلائیں تمھاری طرف اَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ وَاَلْسِنَتَهُمْ

اور اپنی زبانیں بِالسُّوْٓءِ برائی کے ساتھ وَوَدُّوْا اور وہ چاہتے ہیں
لَوْتَكْفُرُوْنَ کہ تم کافر ہو جاؤ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ ہرگز نہیں نفع
دیں گے تمھیں تمھارے رشتے وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمھاری اولاد يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ فیصلہ کرے گا اللہ تعالیٰ
تمھارے درمیان وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے
ہو دیکھتا ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ تحقیق ہے تمھارے لیے اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
اچھا نمونہ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام میں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اور اُن میں
جو اُن کے ساتھ تھے اِذْ قَالُوْا جب کہا اُنھوں نے لِقَوْمِهِمْ اپنی
قوم سے اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ بے شک ہم بیزار ہیں تم سے وَمِمَّا اور اُن
سے تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا
كَفَرْنَا بِكُمْ ہم منکر ہیں تمھارے وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اور ظاہر ہو گئی
ہمارے اور تمھارے درمیان الْعَدَاوَةُ عداوت وَالْبَغْضَآءُ اور بیر
(دشمنی) اَبَدًا ہمیشہ کے لیے حَتّٰى تُؤْمِنُوْا یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ
بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اللہ تعالیٰ پر جو اکیلا ہے اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ سوائے
ابراہیم علیہ السلام کی ایک بات کے لِاَبِيْهِ جو اُنھوں نے اپنے باپ کے لیے
کہی تھی لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ میں ضرور بخشش طلب کروں گا آپ کے لیے
وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ اور میں نہیں ہوں مالک آپ کے لیے مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا رَبَّنَا عَلَیۡکَ تَوَکَّلۡنَا اے ہمارے رب ہم آپ پر بھروسا کرتے ہیں وَاِلَیۡکَ اَنَبۡنَا اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں وَاِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ اور آپ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔

وجہ تسمیہ وتعارف سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الممتحنہ ہے۔ اس کا مصدر امتحان ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں سے امتحان لینے کا حکم دیا ہے جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔ اس لیے اس کا نام ممتحنہ ہے۔ یعنی وہ سورۃ جس میں امتحان لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر اکیانوے [۹۱] ہے۔ اس سے قبل نوے [۹۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور تیرہ آیتیں ہیں۔ اس سے پہلی سورۃ میں یہود اور منافقین سے لڑائی کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں تمام کافروں سے دوستی کرنا منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمن کو دوست۔

شانِ نزول :

اس سورۃ کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، ابو مرشد غنوی رضی اللہ عنہ اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، چاروں کو فرمایا کہ (مکہ مکرمہ کے راستے پر جاؤ) موضع خاخ کے مقام پر تمھیں ایک عورت ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چاروں گھوڑے دوڑاتے

ہوئے روضہ خاخ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ہمیں ایک عورت ملی۔ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال دے۔وہ کہنے لگی وَاللّٰہِ مَا مَعِیَ مِنْ کِتَابٍ "خدا کی قسم میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔" ہم نے کہا خط نکال دے اِلَّا لَنُجَرِّدَنَّكَ "ورنہ ہم تجھے ننگا کر کے تیری تلاشی لیں گے۔" تو اس نے سر کے بالوں کے جوڑے سے خط نکال دیا۔ہم وہ خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔

اس خط کا مضمون یہ تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے چند مکہ کے مشرکوں کے نام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیاری کا ذکر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔اے حاطب! یہ کیا بات ہے کہ تو نے کافروں کو مخبری کی ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیے (میری بات سن لیں پھر جو چاہے سزا دیں۔) ہوا یہ کہ میں اصل قریشی تو ہوں نہیں اور آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجر ہیں وہ (اصل قریشی ہیں) ان کے عزیز، رشتہ دار وہاں موجود ہیں جن کی وجہ سے ان کے گھر بار، مال محفوظ ہیں۔میں نے چاہا کہ میرا رشتہ ناتا تو ان سے نہیں ہے تو کچھ احسان کر کے اپنا حق اُن پر قائم کر دوں تا کہ وہ اس وجہ سے میرے رشتہ داروں کو نہ ستائیں۔میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ خدانخواستہ میں کافر ہو گیا ہوں یا اسلام سے پھر گیا ہوں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حاطب نے سچ کہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! دَعْ لِیْ لِاَضْرِبَ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ "مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن اُتار دوں۔" اور حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک غلام تھا۔اُس نے کہا حضرت! یہ دوزخی ہے۔اُس کو بھی موقع مل گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا عمر تو جانتا ہے یہ کون ہے؟ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا یہ بدری ہے جنگ بدر میں شریک ہوا تھا۔ اور تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کو جھانک کر فرمایا کہ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ تم جو چاہو عمل کرو شرک کے علاوہ جیسے بھی گناہ ہو جائیں میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں اس واقعہ کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ غلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تو نے اس کو دوزخی کہا ہے وَاللّٰهِ لَا يَدْخُلُهَا اَبَدًا "خدا کی قسم! یہ دوزخ میں کبھی بھی نہیں جائے گا۔" اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمن کو دوست تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ بھیجتے ہو تم اُن کی طرف دوستی کا پیغام کہ مسلمانوں کے راز کی بات ان تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ کسی مسلمان کے لیے ہرگز یہ مناسب نہیں۔ تم ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وَقَدْ كَفَرُوْا اور تحقیق اُنھوں نے کفر کیا ہے بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ اس چیز کا جو آئی ہے تمھارے پاس حق سے۔ دینِ حق کا اُنھوں نے انکار کر دیا ہے، توحید و رسالت کو وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، قیامت کے یہ منکر ہیں۔ اور ان کی یہ کارروائی بھی تمھارے سامنے ہے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ کہ نکالا اُنھوں نے رسول ﷺ کو مکہ مکرمہ سے اور تمھیں بھی۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس منصوبے سے آگاہ فرمایا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اور انھوں نے تمھارے ساتھ اتنی سختیاں کیں کہ تمھیں ہجرت پر مجبور کر دیا۔ اس کے سوا تمھارا کیا جرم تھا کہ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر جو رب ہے تمھارا۔ اس

وجہ سے تمھیں شہر بدر کر دیا۔ یہ تمھارے اتنے سخت دشمن ہیں ایسے لوگوں سے دوستی مت کرو۔

اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کے لیے میرے راستے میں وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِىۡ اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے گھروں سے نکلے ہو تو پھر کافروں کی رضامندی کی فکر تمھیں کیوں ہے کہ ان کی خوشنودی تلاش کرتے ہو تُسِرُّوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ پوشیدہ طور پر تم بھیجتے ہو اُن کی طرف دوستی کا پیغام وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَيۡتُمۡ حالانکہ میں جانتا ہوں اُس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ اور اُس چیز کو جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ سینوں کے رازوں اور ارادوں سے واقف ہے۔ بلکہ جو چیز ابھی تمھارے خیال میں نہیں آئی لانا چاہتے ہو وہ اس سے بھی واقف ہے۔ لہٰذا اس نے راز فاش ہونے سے پہلے اپنے پیغمبر کو اطلاع دے دی۔ اور یاد رکھو! وَمَنۡ يَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ اور جو شخص ایسا کام کرے گا کہ کافروں کو راز بتائے یا اُن سے دوستی کا اظہار کرے گا فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ تحقیق وہ بہک گیا سیدھے راستے سے کہ وہ یہ خیال کرے کہ دوستی کا اظہار کرنے سے کافر اس کی دوستی کی رعایت کریں گے۔ یہ اس کی خطا ہے۔ وہ تو تمھارے ایسے سخت دشمن ہیں کہ اِنۡ يَّثۡقَفُوۡكُمۡ اگر وہ قابو پالیں تم پر يَكُوۡنُوۡا لَكُمۡ اَعۡدَآءً تو وہ تمھارے دشمن ہوں گے تمھارے دوست نہیں بن سکتے بلکہ وہ ہمیشہ تمھارے دشمن ہی رہیں گے۔

وَّيَبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ وَاَلۡسِنَتَهُمۡ بِالسُّوۡٓءِ اور وہ پھیلائیں اور چلائیں تمھارے اوپر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بُرائی کے ساتھ۔ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمھیں

قتل کریں زبانوں سے تم کو لعن طعن کریں، گالی گلوچ کریں۔ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ، یہودی ہو جاؤ، عیسائی ہو جاؤ، مشرک بن جاؤ، کچھ بن جاؤ مگر مسلمان نہ رہو۔ ایسے لوگوں سے کب دوستی کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ اگر قرابت داروں کی وجہ سے تمھاری خواہش ہو کہ کافروں سے دوستی کریں تو سن لو لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ہرگز نہیں نفع دیں گے تمھیں تمھارے رشتے اور نہ تمھاری اولاد یَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن نہ کوئی نفع پہنچا سکے گا اور نہ کوئی نقصان سے بچا سکے گا۔ وہاں ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی۔ سورۂ عبس پارہ ۳۰ میں ہے یَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ہر آدمی کے لیے ان میں سے اس دن حال ہوگا جو بے پروا کر دے گا اس کو دوسروں سے۔" بیوی بچوں کی خاطر اگر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کام کرو گے تو یہ آخرت میں تمھارے کام نہیں آئیں گے۔ وہاں ایمان، نیکی اور صداقت ہی کام آئے گی۔

يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ اس دن اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ تمھارے اچھے بُرے اعمال سامنے رکھ کر جزا سزا دے گا۔ کافروں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں نے رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تحقیق ہے تمھارے لیے عمدہ نمونہ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ابراہیم علیہ السلام میں اور اُن میں نمونہ ہے جو اُن کے ساتھ تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام۔ کہ ان کی ساری قوم، بادشاہ سے لے کرادنیٰ چرواہے تک سب کافر مشرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے بیزاری کا اعلان کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ جب کہا اُنھوں نے اپنی قوم سے اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور اُن سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ بتوں کی، ستاروں کی۔ آگے بے زاری کا بیان ہے۔ فرمایا كَفَرْنَا بِكُمْ ہم منکر ہیں تمھارے۔ تمھارے عقائد کے منکر ہیں اور تمھارے معبودوں کی عبادت کے منکر ہیں۔ یہ تو بیزاری ہے عقیدے کے اعتبار سے اور باعتبار برتاؤ اور معاملات کے فرمایا وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا اور ظاہر ہوگئی ہے ہمارے اور تمھارے درمیان عداوت اور بیر (بغض) ہمیشہ کے لیے۔ اس کو ہم کبھی نہیں چھوڑیں گے تمھارے ساتھ یہ ٹکر جاری رہے گی حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس عقیدے پر آجاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی نہ ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کے ارادے میں کوئی شریک ہے۔ جب تک تم اپنا عقیدہ درست نہیں کرو گے ہماری تمھاری جنگ جاری رہے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں حتیٰ کہ ان کو آگ کے چیخا (الاؤ) میں پھینک دیا گیا مگر اُن کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ باپ نے دھکے مار کر گھر سے نکال دیا مگر اُنھوں نے ایمان پر سودے بازی نہیں کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بناؤ۔ لیکن ایک بات میں نمونہ نہیں بنانا۔ فرمایا اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ

سوائے ابراہیم علیہ السلام کی ایک بات کے جو اُنھوں نے اپنے باپ کے لیے کہی تھی لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ میں ضرور بخشش طلب کروں گا آپ کے لیے اپنے پروردگار سے۔ یہ میری عرضی ہوگی رب تعالیٰ کے سامنے وگرنہ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اور میں نہیں ہوں مالک آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا۔ وہ چاہے تو دعا قبول کرے اور اگر چاہے تو نہ قبول کرے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عداوت کے باوجود ابراہیم علیہ السلام میں شفقت کا مادہ موجود تھا کہ کسی طرح میرا باپ ایمان قبول کرلے۔ اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا دعا مانگنا ایک وعدے کے سبب سے تھا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ "پھر جب آپ پر واضح ہوگیا کہ یہ دشمن خدا ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کردیا۔"

تو فرمایا میں آپ کے لیے بخشش طلب کروں گا اور میں نہیں مالک آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر بھروسا کرتے ہیں وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور آپ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

رَبَّنَا اے ہمارے رب لَاتَجْعَلْنَا نہ بنا ہم کو فِتْنَةً آزمائش لِّلَّذِيْنَ اُن لوگوں کے لیے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا وَاغْفِرْلَنَا اور بخش دے ہم کو رَبَّنَا اے ہمارے رب اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک آپ ہی غالب حکمت والے ہیں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ البتہ تحقیق ہے تمھارے لیے فِيْهِمْ اُن میں اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اچھا نمونہ لِّمَنْ اُس شخص کے لیے كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ جو اُمید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور ڈرتا ہے آخرت کے دن سے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جس نے

اعراض کیا فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ پس بے شک اللہ ہی بے پروا اور
تعریفوں والا ہے عَسَی اللّٰہُ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ
کر دے اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ اور اُن کے درمیان
عَادَیْتُمْ جن سے تمھاری عداوت ہے مِّنْھُمْ اُن میں سے مَّوَدَّۃً
دوستی وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ قدرت رکھنے والا ہے وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ نہیں منع
کرتا اللہ تعالیٰ تم کو عَنِ الَّذِیْنَ اُن لوگوں سے لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ جو تم
سے نہیں لڑے فِی الدِّیْنِ دین کے معاملے میں وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ
اور اُنھوں نے نہیں نکالا تم کو مِّنْ دِیَارِکُمْ تمھارے گھروں سے اَنْ
تَبَرُّوْھُمْ کہ تم اُن سے نیکی کرو وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اور انصاف کرو
اُن کے ساتھ اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ پسند کرتا ہے
انصاف کرنے والوں کو اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ بے شک منع کرتا ہے اللہ تعالیٰ تم
کو عَنِ الَّذِیْنَ اُن لوگوں سے قٰتَلُوْکُمْ جو لڑتے ہیں تم سے فِی
الدِّیْنِ دین کے معاملے میں وَاَخْرَجُوْکُمْ اور نکالا ہے تم کو مِّنْ
دِیَارِکُمْ تمھارے گھروں سے وَظٰھَرُوْا اور اُنھوں نے مدد کی
عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ تمھارے نکالنے پر اَنْ تَوَلَّوْھُمْ کہ تم اُن سے
دوستی کرو وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ اور جو اُن سے دوستی کرے گا فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ

الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ظالم ہیں۔

رابطِ آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیزاری کا ذکر تھا جو اُنھوں نے اپنی قوم اور اُن کے معبودوں سے کی تھی۔ اور اب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے۔فرمایا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے ہمارے رب! نہ بنا ہم کو آزمائش اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کافروں کا تختۂ مشق بن جائیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان ہی پہنچاتے رہیں۔

اور یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اے پروردگار! ان کافروں کو ہم پر غلبہ نہ عطا فرما کہ وہ جس طرح چاہیں ہمیں مصیبت میں مبتلا کریں اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں اور مسلمان باطل پر ہیں کہ اگر مسلمان حق پر ہوتے تو اس طرح ذلت اور خواری نہ ہوتی۔ اور ایسی حالت کو دیکھ کر کافر اس فتنے میں پڑیں کہ وہ حق پر ہیں۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے معنٰی بیان کیے ہیں کہ اے پروردگار! کافروں کو ہم پر ایسا غلبہ نہ دے کہ وہ ہمیں ہمارے دین سے فتنے میں ڈالیں کہ ہم دین سے منحرف ہو جائیں۔ اور اے پروردگار! وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اور بخش دے ہم کو اے ہمارے رب اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک آپ غالب حکمت والے ہیں۔ ہر طرح کی قدرت آپ کو حاصل ہے اور آپ کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ تمھارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ ہے۔ آگے دوبارہ اسی کی تاکید فرمائی اور فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ البتہ تحقیق ہے تمھارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ کافروں کے ساتھ برأت کرنے میں، ان

کے ساتھ تعلقات رکھنے میں۔ مگر لِّمَنْ كَانَ اُس شخص کے لیے ہے يَرْجُوا اللّٰهَ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھتا ہے وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور آخرت کے دن کی نعمتوں کی اُمید رکھتا ہے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو شخص اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ کے احکامات سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ سے فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ پس بے شک اللہ بے پرواہے اس کو کسی کی پروا نہیں ہے۔ روگردانی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں ہوتا اور وہ تعریفوں والا ہے۔

سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۸ پارہ تیرہ میں ہے اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا "اگر تم کفر کرو گے تم اور جو زمین میں ہیں سارے فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواتعریفوں والا ہے۔" کافروں کے ساتھ سختی سے مقاطعہ کا حکم جب نازل ہوا تو طبعی طور پر تو فکر ہوسکتی تھی، رنج ہوسکتا تھا قرابت داروں سے قطع تعلقی کا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بہ طور بشارت کے پیش گوئی فرمادی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً اُمید ہے کہ کردے گا اللہ تعالیٰ تمھارے اور اُن کے درمیان جن سے تمھاری عداوت ہے اُن میں سے دوستی۔ بایں طور کہ وہ کافر مسلمان ہوجائیں۔ سارے نہ تو بعض ہی سہی۔ جب مسلمان ہوجائیں گے تو تمھارے اور اُن کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہوجائیں گے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے بدترین دشمنوں کے دلوں کو پھیر دیا اور وہ ایمان لے آئے۔ فتح مکہ کے دن مشرکین مکہ میں سے کوئی شاذ آدمی ہی رہ گیا ہوگا جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ ابوسفیان کل تک بدترین دشمن تھا مگر آج جان نثار بن چکا ہے۔ اس کی بیوی ہندہ نے اسلام قبول کرلیا تو کہنے لگی یارسول اللہ! آپ کے

خاندان سے زیادہ مجھے کسی خاندان سے دشمنی نہ تھی اور اب خدا کا شکر ہے کہ مجھے تمام جہان میں آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ اور آپ کے خاندان کا عروج مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین چیزوں کی درخواست کی۔ ایک یہ کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں اسلام کے خلاف لڑتا تھا اب اجازت دیں کہ اس سے بڑھ کر کافروں کے ساتھ جہاد کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ مرتدین میں سے سب سے بڑے مرتد ذوالجمار کے خلاف ابوسفیان نے ہی علم جہاد بلند کیا۔ جنگِ یرموک میں دشمن کی تعداد دو لاکھ تھی اس وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اگرچہ بوڑھے ہو چکے تھے اور جہاد میں ایک آنکھ بھی ضائع ہو چکی تھی مگر اس کے باوجود اس معرکہ میں شریک ہوئے۔ خود بھی جہاد کیا اور مجاہدین کو بھی حوصلہ دلاتے تھے۔

دوسری درخواست یہ کی کہ میرے بیٹے کو کاتبِ وحی بنایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی یہ درخواست بھی قبول فرمائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتبینِ وحی میں شامل کیا۔ تیسری درخواست یہ کی کہ مجھے اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں اُن کی وجہ سے مجھے وہی عزت حاصل ہونی چاہیے جو ایسے باپ کو حاصل ہوتی ہے جو اپنی بیٹی کا نکاح خود اپنے ارادے اور اختیار سے کر کے دیتا ہے۔ کیوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ ابوسفیان کی مرضی کے خلاف پہلے ایمان لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آ چکی تھیں۔

تو فرمایا کہ موجودہ حالات میں کافروں سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دیں کہ تمھارے اور اُن کے درمیان محبت پیدا ہو جائے وَاللّٰہُ

قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ ایسا کرنے پر قادر ہے کہ ان کو ایمان کی توفیق دے کر تمھارے دوست بنا دے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ مشرکین سے دوستی کے بارے میں جو تم سے کوتاہی ہوئی اس کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا کیوں کہ وہ تم پر مہربان ہے۔

پہلے عام کافروں کا ذکر تھا کہ ان کے ساتھ دوستی نہیں ہو سکتی۔ اب اُن کافروں کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑتے نہیں ہیں یا جو ذمی بن کر مسلمانوں کے ملک میں رہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ نہیں منع کرتا اللہ تعالیٰ تم کو اُن لوگوں سے نیکی کرنے سے لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ جو تم سے نہیں لڑے دین کے معاملے میں وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اور نہیں نکالا تم کو تمھارے گھروں سے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں منع نہیں کرتا اَنْ تَبَرُّوْهُمْ کہ تم اُن سے نیکی کرو یعنی جن کافروں نے دین اسلام کے بارے میں تمھارے ساتھ قتال نہیں کیا اور نہ تمھیں تمھارے وطن سے نکالا ہے تو ایسے کافروں کے ساتھ نیکی کرنے سے اللہ تعالیٰ تمھیں منع نہیں کرتا وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اور یہ کہ تم ان کے ساتھ انصاف کرو اس سے بھی اللہ تعالیٰ منع نہیں کرتا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ قبیلہ خزاعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں لڑیں گے اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ان کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے لوگوں کے

متعلق فرماتے ہیں کہ ان کی جان و مال اور عزت مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کی طرح محفوظ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس اُصول کے تحت اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کافر کو قتل کرے گا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ ایک مسلمان سے دو کافر مارے گئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو دوسو [۲۰۰] اونٹ دیت دلائی تھی۔

مشرکہ والدہ سے صلہ رحمی :

صلح حدیبیہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزّیٰ مدینہ طیبہ آئیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو فکر ہوئی کہ آیا میں اپنی مشرکہ والدہ کی خدمت کرسکتی ہوں یا نہیں؟ تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے میں ان کو ابھی تک گھر میں بھی داخل نہیں ہونے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک کر سکتی ہو اور اپنے گھر بھی ٹھہرا سکتی ہو۔ اگر وہ نادار ہے تو اس کی مالی امداد بھی کرسکتی ہو۔

تو فرمایا کہ جو کافر تمھارے ساتھ جنگ نہیں کرتے تم ان کے ساتھ نیکی کرسکتے ہو اور ان کے ساتھ انصاف بھی جیسا کہ آپس میں تم ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرتے ہو۔ البتہ حربی کافروں کے ساتھ دوستی کی اجازت نہیں ہے۔ پھر تاکید کرتے ہوئے فرمایا اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ بے شک منع کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ جو لڑتے ہیں تم سے دین کے معاملے میں وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اور نکالا ہے تم کو تمھارے گھروں سے وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اور اُنھوں نے مدد کی تمھارے نکالنے میں جیسا کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے نکالنے پر ایک دوسرے کی مدد کی اَنْ تَوَلَّوْھُمْ کہ تم اُن سے دوستی کرو اس سے اللہ تعالیٰ تمھیں

منع کرتا ہے۔ یہ دشمن خدا، دشمن رسول اور دشمن دین ہیں ان کے ساتھ محبت کیسی اور ان کے ساتھ بھلائی کیسی؟ فرمایا یاد رکھو! وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ اور جو شخص اُن سے دوستی کرے گا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق ٹھہراتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا
جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ
فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ
لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ
وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ
وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْيَسْـَٔلُوْا
مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ
فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ
يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ
وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ
اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ
وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ
الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع ۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو — اِذَا جَآءَكُمُ
جب آئیں تمہارے پاس — الْمُؤْمِنٰتُ — ایمان والی عورتیں — مُهٰجِرٰتٍ

ہجرت کر کے فَامْتَحِنُوْهُنَّ تو اُن کا امتحان لے لو اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ تعالیٰ
خوب جانتا ہے بِاِيْمَانِهِنَّ ان کے ایمان کو فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ پس
اگر تم جان لو اُن کو مُؤْمِنٰتٍ کہ وہ مومن ہیں فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ تو واپس
نہ کرو تم اُن کو اِلَى الْكُفَّارِ کافروں کی طرف لَا هُنَّ نہیں ہیں وہ
عورتیں حِلٌّ لَّهُمْ ان کافروں کے لیے حلال وَلَا هُمْ اور نہ وہ کافر
يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ حلال ہیں اُن کے لیے وَاٰتُوْهُمْ اور ادا کرو تم ان
کافروں کو مَّآ اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے وَلَا جُنَاحَ اور نہیں
ہے کوئی گناہ عَلَيْكُمْ تم پر اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان سے نکاح کرو
اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ جب دے دو تم ان کو اُجُوْرَهُنَّ ان کے حق مہر
وَلَا تُمْسِكُوْا اور نہ روک رکھو بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کافر عورتوں کے ناموس
وَسْئَلُوْا اور مانگ لو مَآ اَنْفَقْتُمْ جو تم نے خرچ کیا ہے وَلْيَسْئَلُوْا
اور وہ کافر مانگ لیں مَآ اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے ذٰلِكُمْ
حُكْمُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فیصلہ کرتا ہے وہ
تمھارے درمیان وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا
حکمت والا ہے وَاِنْ فَاتَكُمْ اور اگر جاتی رہیں تمھارے ہاتھ سے
شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ تمھاری عورتوں میں سے کچھ اِلَى الْكُفَّارِ کافروں
کی طرف فَعَاقَبْتُمْ پس تم گرفت کرو فَاٰتُوا الَّذِيْنَ تو دو اُن لوگوں

کو ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ جن کی بیویاں رہ گئی ہیں مِّثْلَ مَآ اس کی مثل اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے الَّذِیْٓ وہ اللہ تعالیٰ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ جس پر تم ایمان لائے ہو یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! اِذَا جَآءَكَ جب آئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس الْمُؤْمِنٰتُ مومن عورتیں یُبَایِعْنَكَ بیعت کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عَلٰٓى اَنْ ان باتوں پر لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ نہیں شریک کریں گی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شَیْـًٔا کسی شے کو وَّلَا یَسْرِقْنَ اور نہ چوری کریں گی وَلَا یَزْنِیْنَ اور نہ زنا کریں گی وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ اور نہ قتل کریں گی اپنی اولاد کو وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ اور نہ لائیں گی بہتان یَّفْتَرِیْنَهٗ جس کو وہ گھڑیں بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ اپنے ہاتھوں سے وَاَرْجُلِهِنَّ اور اپنے پاؤں سے وَلَا یَعْصِیْنَكَ اور نہ نافرمانی کریں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فِیْ مَعْرُوْفٍ نیکی کے کام میں فَبَایِعْهُنَّ پس آپ ان کو بیعت کرلیں وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اور اُن کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَوَلَّوْا نہ دوستی کرو قَوْمًا ایسی قوم سے غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ جس پر غضب کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قَدْ یَئِسُوْا تحقیق مایوس ہو گئے ہیں وہ

مِنَ الْاٰخِرَةِ آخرت سے كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ جس طرح کہ مایوس ہو گئے کافر قبروالوں سے۔

شانِ نزول :

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اس میں جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی آدمی مکہ مکرمہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ جائے گا تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ اور اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ آئے گا تو قریش مکہ اُسے واپس نہیں کریں گے۔ یہ معاہدہ تو مردوں کے لیے تھا مگر جب کچھ عورتیں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئیں تو ان کے عزیز رشتہ دار ان کو لینے کے لیے آگئے۔ اب یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ ان کو واپس کرنا ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے احکام نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ جب آئیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے فَامْتَحِنُوْهُنَّ تو ان کا امتحان لے لو کہ اصل دین کے لیے آئی ہیں یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے۔ امتحان کا کوئی خاص طریقہ تو قرآن کریم میں بیان نہیں ہوا البتہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے قسم لیتے تھے کہ آیا اصل دین کے لیے آئی ہے یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے۔ اپنے خاوند سے ناراض ہو کر تو نہیں آئی۔ یا کسی مرد سے رغبت کی وجہ سے تو نہیں آئی۔ بس ظاہری طور پر تم امتحان لے لو اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔ اللہ تعالیٰ تو ظاہر و باطن سے واقف ہے پھر تحقیق کرنے کے بعد فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ

پس اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں یعنی تم اس نتیجے پر پہنچو کہ واقعی وہ مومنات ہیں اور انھوں نے محض دین ایمان کی خاطر ہجرت کی ہے فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ تو پھر واپس نہ کرو تم اُن کو کافروں کی طرف۔ کافر خاوندوں کی طرف ان کو واپس نہ کرو۔ کیوں کہ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ نہیں ہیں وہ عورتیں حلال ان کافروں کے لیے وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ اور نہ وہ کافر حلال ہیں اُن عورتوں کے لیے۔ ایمان لانے کے بعد ان عورتوں کا نکاح کافر مردوں کے ساتھ ختم ہو گیا ہے۔ ہاں اگر خاوند بھی مسلمان ہو جائے تو پھر قائم رہے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ پہلا خاوند جو حق مہر ادا کر چکا ہے اس کا کیا بنے گا؟ تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی عورت کافر خاوند کو چھوڑ کر تمھارے پاس آ جائے وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا اور ادا کرو تم ان کافروں کو جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے۔ ان کا دیا ہوا حق مہر ان کو واپس کرو۔ پھر اگر تم ان سے نکاح کرنا چاہو وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور نہیں ہے کوئی گناہ تم پر اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان سے نکاح کرو اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ جب دے دو تم ان کو ان کے حق مہر۔ یعنی جب تم ان کے ساتھ نکاح کرو گے تو تمھیں حق مہر دینا پڑے گا۔

اس کے برعکس اگر کوئی مومنہ عورت مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی جائے یا خاوند مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے تو اس کے متعلق فرمایا وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ عِصَمٌ جمع ہے عِصْمَةٌ کی۔ اس کا معنیٰ ہے گناہوں سے حفاظت۔ مراد ہے ناموس۔ كَوَافِر جمع ہے كَافِرَةٌ کی، کافر عورت۔ معنیٰ ہوگا اور نہ روک رکھو کافر عورتوں کے ناموس یعنی ان کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔ ان کی عصمت کی حفاظت کی تمھیں

ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ مہاجرین کی وہ بیویاں جو مکہ مکرمہ میں حالتِ کفر میں تھیں مسلمانوں نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکے میں رہ گئی تھیں چھوڑ دیا تھا۔ ایک کا نام قرینہ تھا جس نے اس کے بعد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ جو اس وقت رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے۔ اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی والدہ تھی۔

تو فرمایا اور نہ روک رکھو کافر عورتوں کے ناموس وَسْئَلُوْامَآ اَنْفَقْتُمْ اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہے مہر کی صورت میں۔ وہ تم ان کافروں سے طلب کرو۔ اور اگر کسی کافر کی بیوی ایمان لاکر تمھارے پاس آگئی ہے تو اس کا پہلا نکاح خود بہ خود ختم ہو گیا وَلْیَسْئَلُوْامَآ اَنْفَقُوْا اور وہ کافر مانگ لیں تم سے جو انھوں نے خرچ کیا ہے۔ کافروں کا مہر ان کو واپس کردو ذٰلِکُمْ حُکْمُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فیصلہ کرتا ہے وہ تمھارے درمیان وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس کا ہر فیصلہ صحیح ہوتا ہے اور عین حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر تمھاری کوئی بیوی کافروں کے پاس رہ جائے کفر شرک کی وجہ سے اور وہ تمھارا دیا ہوا حق مہر تمھیں واپس نہ کریں تو اس کے متعلق فرمایا وَاِنْ فَاتَکُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ اِلَی الْکُفَّارِ اور اگر جاتی رہیں تمھارے ہاتھ سے تمھاری بیویوں میں سے کچھ کافروں کی طرف۔ یعنی اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی تمھارے ہاتھ سے نکل گئی ہیں، مکہ مکرمہ رہ گئی ہے یا مرتد ہوکر چلی گئی ہیں اور تمھارے حق مہر ان کے پاس رہ گئے ہیں فَعَاقَبْتُمْ پس تم گرفت کرو اس طرح کہ اگر اُدھر سے کوئی عورت مسلمان ہوکر آجائے کہ جس کا خرچہ تم نے کافروں کو دینا ہے تو وہ ان کو نہ دو بلکہ اس کو دو جس کی بیوی رہ گئی تھی اور اس کا حق مہر

اس کو واپس نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ پس دو تم اُن لوگوں کو جن کی بیویاں رہ گئی ہیں مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا اس کی مثل جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے اس بیوی پر جو چلی گئی ہے۔ بعض حضرات یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ گرفت کرو کہ کافروں کے ساتھ جہاد کرو اور وہاں سے حاصل ہونے والے مال سے اس شخص کا خرچہ ادا کرو جو اس نے رہ جانے والی بیوی پر خرچ کیا تھا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ وہ اللہ تعالیٰ کہ جس پر تم ایمان لا چکے ہو۔ اس سے ڈرو اور اس کے قانون پر عمل کرو۔

اس سبق کے شروع میں یہ حکم بیان ہوا تھا کہ جب تمھارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لو کہ انھوں نے ہجرت دین ایمان کے لیے کی ہے یا کسی دنیاوی غرض کے لیے کی ہے۔ جب تمھیں معلوم ہو جائے قرائن سے کہ ہجرت دین کے لیے کی ہے تو ان کو واپس نہ جانے دو اور ان سے بیعت لے لو۔ بیعت کن شرائط پر لینی ہے۔ ان شرائط کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ جب آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مومن عورتیں یُبَایِعْنَكَ بیعت کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عَلٰٓی اَنْ ان شرائط پر لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا نہیں شریک کریں گی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو۔ نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ کسی قسم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کریں گی وَلَا یَسْرِقْنَ اور نہ چوری کریں گی وَلَا یَزْنِیْنَ اور نہ وہ زنا کریں گی وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ اور نہ وہ قتل کریں گی اپنی اولاد

کو۔ زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اس عار کی وجہ سے کہ کوئی میرا داماد بنے گا۔ اور بعض فقر کے ڈر سے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ جس طرح آج کل حکومتوں نے خانہ بندی پر زور لگایا ہوا ہے کہ مخلوق زیادہ ہوگئی تو کھائے گی کہاں سے؟ وسائل کم ہو جائیں گے۔ حالانکہ جوں جوں مخلوق بڑھتی جا رہی ہے اللہ تعالیٰ وسائل بھی بڑھاتا جا رہا ہے۔ جو سہولتیں آج لوگوں کو میسر ہیں جب تھوڑے تھے اس وقت یہ سہولتیں موجود نہ تھیں۔ (استاد محترم مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنے والوں کو روکتے ہیں اور خود آگے جانے کے لیے تیار نہیں۔ بھائی! آنے والوں کو آنے دو تم آگے جاؤ۔ نواز بلوچ)

تو فرمایا کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ اور نہ لائیں گی بہتان جس کو وہ گھڑیں اپنے ہاتھوں سے اور اپنے پاؤں سے۔ عورتوں میں یہ عادت بہت ہے کہ جھٹ پٹ بدگمان ہو کر بہتان لگا دیتی ہیں۔ خاوند پر بہتان لگانا تو ایک ادنیٰ سی بات سمجھتی ہیں۔ لہٰذا اس سے بھی منع کیا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنے خاوند کی اولاد نہ بناؤ۔ افتراء کہتے ہیں عرب میں عورتیں کسی کا بچہ اُٹھا لاتیں اور خاوند سے کہہ دیتیں یہ میرا بچہ ہے تجھ سے یہ ہے۔ وہ بہتان جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنایا گیا ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہی گرتا ہے۔ اور جب دودھ پیتا ہے تو ماں اس کے سامنے ڈال دیتی ہے۔ مراد اس سے دیدہ دانستہ کے معنیٰ ہیں کہ دیدہ دانستہ کسی پر بہتان نہ باندھو۔

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ اور نہ نافرمانی کریں گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیکی کے

کام میں۔شرع میں معروف وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور بندگی قرار دیا گیا ہو۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں امر اور نہی۔ کیوں کہ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہنا خوبی ہے اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنا خوبی ہے۔ مطلب یہ بنے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نیکی کا حکم کریں اس میں نافرمانی نہ کریں اور جس برائی سے منع کریں اس سے باز رہیں۔ جب وہ ان چیزوں کا اقرار کر لیں فَبَايِعْهُنَّ پس آپ ان کو بیعت کر لیں وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ اور اُن کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

شروع سورت میں مطلق کافروں سے دوستی کرنا منع کیا گیا تھا اب آخر میں یہود کے ساتھ تعلق نہ رکھنے کا حکم فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں یہود کثرت سے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَوَلَّوْا نہ دوستی کرو قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ایسی قوم سے جس پر غضب کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہودی ہیں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ "اور وہ لوٹے اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔" یہود میں دغا بازی، فریب اور ہر طرح کی بدکاری عام تھی۔ انتہائی بُرے لوگ تھے۔ تو بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اس مقہور مغضوب قوم سے دوستی نہ رکھو۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ تحقیق وہ مایوس ہو گئے ہیں آخرت سے كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ جس طرح مایوس ہو گئے ہیں کافر قبروں والوں سے۔

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ یہ کفار کی صفت ہے کہ جیسے کافر جو قبروں میں جا چکے ہیں وہ نا اُمید ہو چکے ہیں کہ اب کچھ نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ اب عملی زندگی نہیں ہے۔ اسی طرح یہ یہودی بھی نا اُمید ہو گئے ہیں آخرت اور ثواب سے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عناد رکھنے کی وجہ سے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یہ یہود آخرت سے ایسے نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے کفار اصحابِ قبور کی حیات کے منکر ہیں کہ وہ کہتے ہیں لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ "جو مر گیا اس کو اللہ تعالیٰ ہرگز زندہ نہیں کرے گا۔" تو ایسے لوگوں سے دوستی مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کفر اسلام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورۃ الصّف

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۱۴ ٦١ سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۹ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶

سَبَّحَ پاکی بیان کرتی ہے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ کہ ہے زمین میں وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لِمَ تَقُوْلُوْنَ کیوں کہتے ہو مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

جو کرتے نہیں كَبُرَ بڑی ہے مَقْتًا ازروئے ناراضگی کے عِنْدَ
اللهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں اَنْ تَقُوْلُوْا کہ کہو تم مَالَاتَفْعَلُوْنَ جو نہیں
کرتے اِنَّ اللهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُحِبُّ الَّذِيْنَ محبت کرتا ہے ان
لوگوں سے يُقَاتِلُوْنَ جو لڑتے ہیں فِيْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے میں
صَفًّا صف باندھ کر كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ بُنْيَانٌ دیوار ہیں
مَرْصُوْصٌ سیسہ پلائی ہوئی وَاِذْقَالَ مُوْسٰى اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام
نے لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے يٰقَوْمِ اے میری قوم لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ
کیوں ایذا پہنچاتے ہو وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو اَنِّيْ بے شک
میں رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف فَلَمَّا
زَاغُوْا پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اَزَاغَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ ٹیڑھے کر دیئے
اللہ تعالیٰ نے ان کے دل وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ
ہدایات نہیں دیتا نافرمان قوم کو وَاِذْقَالَ اور جب کہا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
عیسیٰ ابن مریم نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل اِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ
اِلَيْكُمْ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف مُّصَدِّقًا
تصدیق کرنے والا ہوں لِّمَا اس کی بَيْنَ يَدَيَّ جو میرے آگے ہے
مِنَ التَّوْرٰىةِ تورات وَمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا ہوں بِرَسُوْلٍ
ایک رسول کی يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي جو آئے گا میرے بعد اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

اس کا نام احمد ہے فَلَمَّا جَآءَهُم پس جب وہ آئے ان کے پاس بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ قَالُوْا کہا اُنھوں نے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے کھلا۔

نام و کوائف :

اس سورۃ کا نام صف ہے۔ اور صف کا لفظ آیت نمبر ۴ میں موجود ہے جس سے اس سورۃ کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا ایک سونو (۱۰۹) نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو آٹھ (۱۰۸) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور چودہ (۱۴) آیتیں ہیں۔ اس سورۃ کا پچھلی سورت کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پچھلی سورۃ میں تھا کہ کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرو۔ اب فرماتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ لڑنا ہے دوستی نہیں کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَبَّحَ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو مخلوق ہے آسمانوں میں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں۔ اگر فرشتوں کے علاوہ اور کوئی مخلوق ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو مخلوق زمین میں ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ زمین میں انسان ہیں، جن ہیں، حیوانات ہیں، چرند پرند ہیں، دریا اور پہاڑ ہیں، درخت اور پودے ہیں۔ غرض یہ کہ جو کچھ بھی زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ کمزوریوں سے پاک ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴ پارہ ۱۵ میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔" ہر

شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے جو جس کی شان کے لائق ہے۔کوئی زبانِ حال سے اور کوئی زبانِ قال سے وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ہر چیز پر کنٹرول بھی اسی کا ہے اور جس چیز کو جس شکل وصورت میں بنایا ہے وہ اس کی حکمت ہے۔تو جو ذات ایسی شان اور عظمت والی ہے اس کا ہر حکم ماننا ضروری ہے۔اوران احکام میں سے ایک حکم جہاد کا بھی ہے جو اس سورت کا موضوع ہے۔

شانِ نزول .

اس سورت مبارک کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک موقع پر ہم بعض صحابہ بیٹھے تھے اور آپس میں باتیں کررہے تھے کہ کاش ہمیں معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ تاکہ ہم اس پر عمل کرسکیں۔لیکن یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کسی کو نہ بھیج سکے۔کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان باتوں کا علم ہوگیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان آدمیوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یہ بات کہی ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں کی ہے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ساری سورت پڑھ کر سنادی۔اس میں ان کے سوال کا جواب تھا۔کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہاد فرض ہونے سے پہلے کچھ مسلمان کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بتلادے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اس پر عمل کریں۔پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔جب جہاد فرض ہوا تو کچھ لوگوں پر گراں گزرا (طبعی طور پر ایسا

ہونا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ کہو تم وہ جو کرتے نہیں ہو۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ واعظ کو عامل بھی ہونا چاہیے اور اگر خود عامل نہیں ہے وعظ بھی نہ کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کیوں کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے۔ لیکن ان حضرات کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس آیت کریمہ میں اس بات پر اُبھارا گیا ہے کہ جو کہتے ہو خود بھی کرو کہ واعظ کو عامل ہونا چاہیے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر وہ عامل نہیں ہے تو وعظ ہی چھوڑ دے۔ اس کے ذمے دو فریضے ہیں۔

① خود عمل کرنا۔ ② دوسروں سے عمل کرانا، ترغیب دینا۔

اگر ایک فریضہ رہ گیا ہے تو دوسرے کو کیوں چھوڑے؟ صحیح واعظ وہ ہے جو خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے۔ اگر خود عمل نہیں کرے گا تو اس وجہ سے گرفت میں آئے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے معراج والی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک قوم پر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے ہونٹ دوزخ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب بھی کاٹے جاتے صحیح ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے وہ خطیب ہیں جو کہتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

تو خیر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے

نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔ اگلی آیات بھی اسی سے متعلق ہیں کہ تم نے کہا تھا کہ ہمیں اَحبُّ الاعمال معلوم ہو تو اس پر عمل کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ میرے ہاں احب الاعمال جہاد ہے تو اب یہ تمھیں گراں کیوں معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے یُقَاتِلُوْنَ فِیْ [illegible] اللہ تعالیٰ کے راستے میں صَفًّا صف باندھ کر۔ اور اس وقت ان کی حالت یہ ہوتی ہے کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ ایسی دیوار مضبوط ہوتی ہے، مستحکم ہوتی ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے آدمیوں کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ رضامندی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک وہ آدمی جو رات کو نماز کے لیے اُٹھتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو نماز کے لیے صف باندھتے ہیں۔ تیسرے وہ مومنین جو جہاد کے لیے صف باندھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا دو موقعوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک نماز کے موقع پر اور دوسری جہاد کے موقع پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ جنگ میں مجاہدین کی صفیں اور مسجد میں نمازیوں کی صفیں خود سیدھی کرتے تھے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے مجاہدوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں صف باندھ کر گویا کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی ہے کہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح

نہ ہو جانا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جہاد کا حکم دیا تو انھوں نے انکار کر کے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی۔ چنانچہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۲۴ میں ہے قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا "ان لوگوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام! ہم ہرگز نہیں داخل ہوں گے اس ملک میں کبھی بھی جب تک وہ قوم وہاں ہے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے دونوں جا کر لڑو بے شک ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔"

بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچانا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ اے میری قوم کیوں ایذا پہنچاتے ہو مجھے کبھی جہاد سے انکار کرتے ہو۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا دیا کہ ان کو اُدرہ کی بیماری ہے۔ چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار آدمی تھے سخت پردے کی حالت میں غسل کرتے تھے تا کہ کسی شخص کی نگاہ ننگے جسم پر نہ پڑے۔ اس سے مخالفین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ کو اُدرہ کی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس الزام سے بری کرنے کے لیے سبب پیدا کیا کہ ایک دفعہ آپ نے تنہائی میں غسل کرنے کے لیے کپڑے اُتار کر پتھر پر رکھ دیئے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔ آپ اس کے پیچھے دوڑے یہ کہتے ہوئے ثوبی حجر "اُو پتھر! میرے کپڑے دے دو۔" یہاں تک کہ وہ ایسے مقام پر پہنچا کہ جہاں بنی اسرائیل کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ کا جسم بالکل بے داغ ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۶۹ میں ہے فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

قَالُوْا "پس اللہ تعالیٰ نے بری کر دیا موسیٰ علیہ السلام کو اس بات سے جو وہ کہتے تھے۔"

اور قارون نے ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس نے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دے کر تیار کیا۔ چنانچہ ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام مجمع کے سامنے بدکاری کی مذمت کر رہے تھے تو اس فاحشہ عورت نے سرِ عام موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ انھوں نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے۔ اس الزام سے موسیٰ علیہ السلام کو سخت ذہنی اذیت پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اس عورت کو خطاب کیا کہ تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر سچ سچ بیان کر۔ پس وہ عورت رونے لگی اور قارون کی ساری سازش بیان کر دی کہ اس نے مال کے لالچ میں مجھ سے سب کچھ کروایا ہے۔ اور کبھی موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح تکلیف پہنچائی کہ کہنے لگے اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ [الاعراف:۱۳۸] "ہمیں بھی ایسے الٰہ بنا دے جیسے ان کے الٰہ ہیں۔"

تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف۔ معجزات سے تم میری تصدیق کر چکے ہو۔ فرعونیوں کی ہلاکت تم نے آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم میری عزت کرتے، احترام کرتے لیکن تم تکلیف پہنچاتے ہو۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پس جب وہ ٹیڑھے چلے سمجھانے کے باوجود وہ لوگ ٹیڑھے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو جبراً۔ ہدایت طالب کو ملتی ہے۔

تذکرۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام :

آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ان کو بھی قوم سے بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔

فرمایا وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف۔ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی۔ چنانچہ انجیل متی میں موجود ہے فرمایا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اور بارہ رسولوں، شاگردوں اور حواریوں کو حکم دیا تھا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ اور میں تورات کی کسی شے کو منسوخ کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ میں تصدیق کرنے والا ہوں اس کی جو میرے آگے ہے تورات۔ اور دوسرا کام میرا یہ ہے وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ اور میں خوش خبری دینے والا ہوں ایک رسول کی يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ جو آئے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی تبلیغ کے دوران میں یہ دونوں باتیں کیا کرتے تھے۔ اپنی رسالت کا اعلان کرتے اور اپنے بعد آنے والے رسول کی خوش خبری دیتے۔

بخاری شریف اور مسند احمد میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ لِيْ اَسْمَآءً بے شک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد بھی ہو اور احمد بھی ہوں میں ماحی بھی ہوں میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا۔ میرا نام حاشر بھی ہے میرے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور میں عاقب بھی ہوں، سب سے بعد میں آنے والا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے دنیا میں آنے کے ظاہری سبب تین ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور حواریوں کو میرے آنے کی بشارت سنائی تھی۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب نمبر ۱۵ آیت نمبر ۲۰ میں ہے کہ حضرت

یسوع نے فرمایا" اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"

تیسرا ظاہری سبب فرمایا میری والدہ ماجدہ نے میری ولادت سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ ان کے بدن سے ایک روشنی نکلی ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ تو ان میں ایک عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں مذکور ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس جب وہ آخری پیغمبر آئے ان کے پاس کھلی نشانیوں کے ساتھ۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، درختوں کا چل کر آنا قَالُوْا کہنے لگے وہ لوگ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے کھلا۔ ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

⚜⚜⚜⚜⚜

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ ع

وَمَنْ اَظْلَمُ اورکون ہے بڑا ظالم مِمَّنِ اس شخص سے افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ جس نے افترٰی باندھا اللہ تعالیٰ پر الْكَذِبَ جھوٹ کا وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ اوراس کودعوت دی جاتی ہے اسلام کی طرف وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اوراللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو يُرِيْدُوْنَ یہ لوگ چاہتے ہیں لِيُطْفِـُٔوْا کہ بجھادیں نُوْرَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے نورکو بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں سے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اوراللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نورکو وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اوراگرچہ ناپسند کریں کافر هُوَ الَّذِىْۤ اللہ تعالیٰ وہی ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ جس نے بھیجا اپنے رسول کو بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اورسچے دین کے ساتھ لِيُظْهِرَهٗ تاکہ اس کوغالب کردے عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سارے دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اوراگرچہ ناپسند کریں شرک کرنے والے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے سبق کے آخر میں تھا کہ جس پیغمبر کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی جب وہ کھلی نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے تو ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہہ کر انکار کر دیا۔ تو اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جس نے باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افترٰی۔ اس کی آیات کو جادو کہے، اس کے لیے بیٹا تجویز کرے اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے وَھُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ حالانکہ اسے دعوت دی جا رہی ہے اسلام کی طرف اور اُسے یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ یہ سچا دین ہے جو سارے نبیوں کا دین ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی اسی دین پر کاربند تھے۔ توحید، رسالت اور قیامت اُصولِ دین ہیں۔ تمام پیغمبران اُصولوں پر متفق تھے۔ مگر یہ لوگ ضد، عناد، ہٹ دھرمی پر قائم ہیں وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا بے انصاف قوم کو۔ ہدایت اُسے ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ یہ ہدایت کے طالب نہیں بلکہ ہدایت کو مٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مٹا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں سے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کو، اس کی روشنی کو پھیلنے نہ دیں اور اس کو جھٹلا دیں۔ اسلام کو مٹا دیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو قتل کر دیں اور دینِ اسلام کو پھیلنے نہ دیں۔ یہود و نصاریٰ نے اسلام کے مٹانے کے لیے پورا زور لگایا مگر اسلام پھیلتا گیا۔

آج بھی مخالفت میں کوئی کمی نہیں کر رہے۔ عقائد بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعمال برباد کرنے اور اخلاقیات تباہ کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں کتنے فتنے کھڑے کیے۔ منکرین حدیث کا فتنہ، جھوٹی نبوت کا فتنہ، نیچری فتنہ، تعزیہ پرستی اور قبر پرستی کا فتنہ، بدعات اور رسومات کا فتنہ۔ یہ سب اسلام کے خلاف سازشیں ہیں مگر اسلام کی شمع اسی طرح روشن ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو، دین کو، اسلام کو وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اگرچہ پسند نہ کریں کافر۔ مخالفوں کی تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو پورا کر دیا۔ اور آج بھی جتنی چاہیں سازشیں کرتے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ کو دین کا باقی رکھنا منظور ہے کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

غلبہ دین اسلام کا مطلب :

اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ ہدایت کو مکمل کرنے کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ۔ ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے ہیں اس وقت کوئی مذہب اپنی اصل حالت میں موجود نہیں۔ سب دین تحریفات کا شکار ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا۔ اور اس سے مقصود یہ تھا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ غالب کر دے اس سچے دین کو دوسرے تمام دینوں پر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام نازل ہی اس لیے کیا ہے کہ دنیا میں صرف یہی دین قائم رہے اور باقی سب ختم ہو جائیں۔ غلبہ سے مراد سیاسی غلبہ بھی ہے اور دلیل اور برہان کا غلبہ بھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیگر مفسرین میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہہ زیادہ بہتر ہے کہ شرک اہل کتاب اور عرب کے اُمی لوگوں میں پایا جاتا تھا جس کو مغلوب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ عرب کے سارے اُمی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہی مغلوب ہو گئے۔ بعض مشرک مارے گئے اور بعض نے اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا اور جزیرۃ العرب شرک کی نجاست سے پاک ہو گیا۔ نصاریٰ میں سے نجران اور شام کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر کے جزیہ دینا قبول کر لیا اور وہ اس طرح اپنے دین پر رہتے ہوئے اسلام کے ماتحت ہو گئے۔ یہودیوں میں سے بنونضیر، بنوقریظہ، بنوقینقاع اور خیبر والے سب مغلوب ہو گئے۔ بعض نے ٹیکس دینا قبول کیا اور بعض بالکل ہی ختم ہو گئے۔ اس طرح دین حق باقی ادیان پر غالب آ گیا۔

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس توجیہ سے مکمل اتفاق نہیں کرتے۔ بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جس غلبہ دین کی بات کی گئی ہے وہ مکمل طور پر خلفائے راشدین کے زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو قیصر و کسریٰ جیسی سپر طاقتیں دنیا میں موجود تھیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کو مبعوث فرما کر اس تحریک کا آغاز کر دیا جس کے ذریعے یہ دونوں بڑی طاقتیں ختم ہو گئیں اور دین حق کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔

چنانچہ خلفائے راشدین کے زمانے میں روم، روس، افریقہ، جرمنی، شام، مصر وغیرہ قیصر روم کے ماتحت تھے۔ یہ مغلوب ہوئے۔ اور ادھر کسریٰ کے زیر تسلط خراسان، توران، ترکستان وغیرہ اور مجوسی، سب مغلوب ہو گئے۔ اس کے علاوہ تمام

یہودی مشرک ، ہندو، صابی قومیں بھی اسلام کے ماتحت آگئیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسریٰ ختم ہوا تو مجوسیت دم توڑ گئی اور حنیفیت کا دور شروع ہو گیا۔ اور ادھر قیصر کا تسلط مصر، شام اور فلسطین سے ختم ہوا اور اسلام کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔ پھر مسلمانوں میں عملی کمزوری آئی اور یہ پستی کا شکار ہوئے ۔ دلیل و برہان کا غلبہ تو ہمیشہ رہے گا۔ حجت، برہان اور دلیل کے لحاظ سے اسلام سب دینوں پر غالب ہے اور غالب رہے گا۔

آج سے تقریباً تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ یورپ کے پادریوں نے بڑا اُدھم مچایا۔ قرآن کریم پر اعتراض کیے، اسلام کے اُصولوں پر اعتراض کیے۔ مولانا احمد دیدات جوڈھابیل سے فارغ اور مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو انگریزی اور عیسائیت کے لٹریچر پر عبور حاصل ہے۔ یہ یورپ پہنچ گئے۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ ان پادریوں نے ہمارے ناک میں دم کر رکھا ہے ہمیں چین نہیں لینے دیتے۔ اُنھوں نے عیسائی پادریوں سے گفتگو کی۔ مناظرہ طے پا گیا۔ مولانا نے کہا کہ مناظرہ ٹی وی پر ہوگا۔ پانچ چھ ملکوں کے لوگ کروڑوں کی تعداد میں دیکھیں اور سنیں گے۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ جج مقرر کرو جو فیصلہ کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کروڑوں لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے مناظرہ سنا اور جج صاحبان نے فیصلہ دیا کہ احمد دیدات جیت گیا ہے۔ اس کے دلائل کھرے اور وزنی ہیں۔ پھر خدا کی قدرت کہ جج بھی سارے عیسائی تھے۔

آج تو الحمد للہ! ترپین ممالک مسلمانوں کے ہیں۔ اگرچہ برائے نام مسلمانوں کا اقتدار ہے۔ کیوں کہ امریکہ ان سب پر مسلط ہے بشمول عرب ممالک کے۔ مگر برائے نام ہیں تو سہی۔ اور ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ کسی ایک ملک میں بھی مسلمانوں کا اقتدار نہیں تھا۔ اس دور میں بھی اسلام دلائل کے اعتبار سے غالب رہا ہے۔ اس دور میں محمد پکھتال

جرمن مسلمان ہوئے۔ اُنھوں نے قرآن کریم کا بہت اچھا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ان کے ذریعے اسلام پھیلا۔

اسی طرح ہندوستان میں مولانا عبید اللہ نو مسلم جو پہلے پنڈت تھے، مسلمان ہوئے۔ اور اُنھوں نے "تحفۃ الہند" نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب کو پڑھ کر مولانا عبید اللہ سندھی ۱۰ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ستراہ کے قریب چیانوالی قصبہ جو ضلع سیالکوٹ میں ہے کے رہنے والے تھے۔ اس زمانے میں اسلام قبول کیا اور اسلام کے غلبے کی بات کی اور اسلام کی حقانیت کے دلائل دنیا کو دیئے۔

تو فرمایا تاکہ وہ غالب کردے اس دین حق کو سارے دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ پسند نہ کریں شرک کرنے والے۔ چنانچہ مخالفوں کی تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کردیا۔

⚜⚜⚜⚜⚜

یٰۤاَیُّهَا

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَۙ ۝۱۱ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ یُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُۙ ۝۱۲ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَاؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۳ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىٕفَةٌۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ۝۱۴

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو هَلْ اَدُلُّكُمْ کیا میں تمھیں بتلاؤں عَلٰى تِجَارَةٍ ایسی تجارت تُنْجِیْكُمْ جو تمھیں بچا لے مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ دردناک عذاب سے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَ رَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وَ تُجَاهِدُوْنَ اور جہاد کرو فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمْوَالِكُمْ

اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے تمھارے لیے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو
يَغْفِرْ لَكُمْ بخش دے گا تم کو ذُنُوْبَكُمْ تمھارے گناہ وَيُدْخِلْكُمْ
اور داخل کرے گا تم کو جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِيْ بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اس کے نیچے نہریں وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ
گھروں میں فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ رہنے کے باغوں میں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
یہی ہے کامیابی بڑی وَاُخْرٰى اور ایک دوسری چیز بھی تُحِبُّوْنَهَا
جس کو تم پسند کرتے ہو نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَفَتْحٌ
قَرِيْبٌ اور جلدی فتح وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوش خبری سنا دیں
ایمان والوں کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے كُوْنُوْٓا
ہو جاؤ اَنْصَارَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے مددگار كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
جیسا کہ کہا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے لِلْحَوَارِيّٖنَ حواریوں سے مَنْ
اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کون ہے میرا مددگار اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ کہا حواریوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے
مددگار ہیں فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ پس ایمان لایا ایک گروہ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
بنی اسرائیل سے وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ اور کفر کیا ایک گروہ نے فَاَيَّدْنَا
الَّذِيْنَ پس ہم نے تائید کی اُن لوگوں کی اٰمَنُوْا جو ایمان لائے عَلٰى

عَدُوِّهِمْ ان کے دشمنوں پر فَاَصْبَحُوْا پس ہو گئے وہ ظٰهِرِيْنَ غالب آنے والے۔

ربطِ آیات :

اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں تھا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ "اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُن لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں۔" اب بھی جہاد کے متعلق بیان ہے۔ دوسرا ربط یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت کریمہ میں دین کے غلبے کا ذکر تھا اور یہ غلبہ جہاد کے ذریعے ہی حاصل ہونا ہے۔ اس لیے جہاد کی ترغیب دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ کیا میں تمھیں بتلاؤں ایسی تجارت تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ جو تمھیں بچالے دردناک عذاب سے۔ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ لیکن ہم تمھیں ایسی تجارت بتلاتے ہیں جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان نہیں ہے۔ اور یہ عقل مندوں کے ہاں اعلیٰ درجے کی تجارت ہے۔ اور مومن کے لیے سب سے بڑا خسارہ آخرت کا عذاب ہے۔

تو فرمایا یہ تجارت تمھیں آخرت کے عذاب سے نجات دے گی۔ اس کے بدلے میں تم نے کیا دینا ہے؟ فرمایا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر۔ وہ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی ہمسر شریک نہیں ہے وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک کی ساری مخلوق کے لیے پیغمبر بنا کر

بھیجا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اب نجات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں بند ہے وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ۔دین کے غلبے کے لیے کہ یہ بھی عذاب الیم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اِعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد ضروری ہے۔سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۹۳ میں ہے وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ "اور لڑو تم ان کے ساتھ یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے،کفر شرک نہ رہے،ظلم زیادتی نہ رہے اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے۔" تو فرمایا اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت نہ بتلاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے۔وہ سوداگری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یہی چیز تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اللہ تعالیٰ بخش دے گا تم کو تمھارے گناہ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور داخل کرے گا تمھیں ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ گھروں میں داخل کرے گا فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ رہنے کے باغوں میں۔وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ انعامات دائمی ہوں گے ختم نہیں ہوں گے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ سعادت بڑی کامیابی ہے جس خوش بخت کو نصیب ہو جائے۔

فرمایا وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا اور اس آخرت کے پھل کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو۔وہ ہے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ اور جلدی فتح۔اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا میں غنیمتیں عطا فرمائے گا۔مکہ مکرمہ فتح ہو

جائے گا، فارس اور روم فتح ہو جائیں گے۔

نصرتِ خداوندی :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے ہر جگہ کامیابی اور فتح حاصل کی۔ غزوۂ بدر میں صرف تین سو تیرہ جاں نثاروں نے ایک ہزار مسلح لوہا پوش (زرہ پوش) فوج کو ذلت آمیز شکست دی۔ ستر کافر مارے گئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے پاس سامان کیا تھا؟ صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، ستر اونٹ اور دو گھوڑے۔

جنگِ احد میں سات سو مسلمانوں نے تین ہزار کا مقابلہ کیا مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ بعد میں کافروں نے مسلمانوں کو تھوڑا سا نقصان پہنچایا مگر میدان چھوڑ گئے۔ جنگِ خندق میں تین ہزار مسلمانوں نے چوبیس ہزار کفر کی فوجوں کا مقابلہ کیا جو تلاطم خیز سمندر تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت نے کافروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ تقریباً ایک ماہ تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ جاری رکھنے کے بعد بے نیلِ مرام واپس گئے اور ان کے ناپاک ارادے دل ہی میں دفن ہو گئے۔

خیبر کی لڑائی میں پندرہ سولہ سو مجاہدین اسلام نے بیس ہزار یہودیوں سے مقابلہ کیا۔ چند دن کی صبر آزما لڑائی کے بعد خیبر کا سارا علاقہ فتح ہو گیا اور یہود نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس لڑائی میں صرف بیس مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے یہودی جہنم واصل ہوئے۔

جنگِ قادسیہ میں تیس ہزار سے کچھ زائد مسلمانوں نے ایک لاکھ بیس ہزار ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ جنگِ یرموک میں بتیس ہزار

مسلمانوں نے دو لاکھ رومیوں کا مقابلہ کیا۔ اور علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یرموک میں چار لاکھ رومیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا ہے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یرموک میں چھتیس ہزار مسلمانوں نے ساٹھ لاکھ کا مقابلہ کیا ہے۔ ایک لاکھ پانچ ہزار کافر قتل ہوئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے اور مسلمان صرف چار ہزار شہید ہوئے۔

تو فرمایا اور ایک دوسری چیز بھی تمھیں حاصل ہوگی وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح جلدی وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوش خبری سنا دیں ایمان والوں کو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ یاد دلا کر دین کی نصرت کی ترغیب دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ہے اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہ تو خود کائنات کا مددگار ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو بلند کرنے کے لیے ہر حالت میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو۔ اور جان مال، قول فعل سے اس کے لیے کوشش کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو بہ سرو چشم قبول کرو۔ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے کہا لِلْحَوَارِيّٖنَ اپنے حواریوں سے مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ کون ہے میرا مددگار اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو زبانی طور پر سمجھایا کہ تحریفات چھوڑ دو اور اصل دین کو اپناؤ اور عملی طور پر بھی سمجھایا، معجزات بھی دکھائے لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اُنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی پر

اُتر آئے جیسا کہ سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۲ میں ہے فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ "پس جب محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کی طرف سے کفر تو قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہا کون ہے میری مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ کہا حواریوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے مددگار۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو حواری کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حواری حور سے ہے اور حور کے معنیٰ ہیں سفیدی۔ کیوں کہ ان کے دل بڑے صاف تھے۔ جو دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر ہوتا تھا۔ ان میں دورنگی نہیں تھی کہ دل کسی طرف ہو اور زبان کسی طرف ہو۔ اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کہ دل کے بڑے صاف تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چمڑے سفید تھے یعنی سفید فام لوگ تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے کپڑے سفید کرتے تھے اس واسطے ان کو حواری کہا گیا۔ اگرچہ بہت تھوڑے تھے مگر مخلص تھے۔

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہا حواریوں نے ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور مدد کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق دین کی تائید اور نشر و اشاعت کرتے رہے۔ یہ بارہ آدمی تھے۔

① پطرس، ② اندریاس، ③ یعقوب بن زبدی، ④ یوحنا، ⑤ فیلبوس، ⑥ برتھولا،

⑦ تھوما، ⑧ ولامتی، ⑨ یعقوب بن بلقا، ⑩ بہی، ⑪ شمعون کنعانی، ⑫ یہوداہ۔

ان حضرات نے بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ بعض کو قتل بھی کر دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے، فرمایا میرا حواری میرا

پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام ہے۔ جو بڑے بہادر آدمی تھے اور اُنھوں نے اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

تو خیر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے میری کون مدد کرے گا۔ حواریوں نے کہا ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل سے وَكَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ اور کفر کیا ایک گروہ نے۔ پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا یعنی ہدایت کے طریقے پر ہو گئے اور دوسرا گروہ گمراہی کے طریقے پر جم گیا۔ اور وہ یہ یہود ہیں جن پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ پر طرح طرح کے الزام لگائے، بہتان تراشی کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت پر لعنت کمائی فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ پس ہم نے تائید کی، مضبوط کیا، نصرت کی اُن لوگوں کی جو ایمان لائے ان کے دشمنوں پر۔ جنھوں نے انکار کیا عیسیٰ علیہ السلام کا اور بہتان تراشی کی ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مضبوط کیا، ان کی نصرت کی فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ پس ہو گئے وہ غالب آنے والے۔ حجت، دلیل اور برہان کے اعتبار سے ان پر جنھوں نے کفر کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔

اسی طرح اے ایمان والو! تم بھی دین محمدی کے لیے کوشش کرو اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمھاری نصرت فرمائیں گے اور تم غالب آؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ساری دنیا میں غلبہ عطا فرمایا اور عرب و عجم پر مسلمانوں کا قبضہ اور کنٹرول ہو گیا۔ مگر بعد میں جب مسلمان اپنی اپنی اغراض کے پیچھے لگے، حبِ جاہ اور حبِ مال کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ نہ وہ ایمان باقی رہا نہ یقین۔ اعمال خراب ہو گئے تو پستی مقدر بن گئی اور ذلیل و خوار

ہو گئے اور مختلف قوموں کے دست نگر بن گئے۔ اب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو پھر اسلام کو دلیل و برہان کے ساتھ ساتھ سیاسی غلبہ بھی نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتہا ۱۱ | ۶۲ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۰ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے الْمَلِكِ وہ بادشاہ ہے الْقُدُّوْسِ پاک ہے الْعَزِيْزِ زبردست ہے الْحَكِيْمِ حکمت والا ہے هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے بَعَثَ جس نے بھیجا فِي الْاُمِّيّٖنَ ان پڑھوں میں رَسُوْلًا ایک رسول مِّنْهُمْ انہی میں سے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ پڑھتا ہے ان پر اٰيٰتِهٖ اس کی آیتیں وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کو وہ پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُهُمْ اور تعلیم دیتا ہے ان کو الْكِتٰبَ کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی

وَاِنْ كَانُوْا اور بے شک وہ تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ البتہ کھلی گمراہی میں وَّاٰخَرِیْنَ اور دوسروں کے لیے مِنْهُمْ انہی میں سے لَمَّا یَلْحَقُوْا جو ابھی تک نہیں ملے بِهِمْ ان کو وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور وہ زبردست حکمت والا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یُؤْتِیْهِ دیتا ہے وہ فضل مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلی سورت میں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبری سنائی کہ میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ اس سورت میں اسی رسول کا ذکر ہے جس کی خوش خبری عیسیٰ علیہ السلام نے سنائی تھی۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الجمعہ ہے۔ اور یہ آیت نمبر ۸ سے لیا گیا ہے کہ اس میں جمعہ کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو دسواں [۱۱۰] نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو نو [۱۰۹] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی جو کچھ ہیں آسمانوں میں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اگر فرشتوں کے علاوہ اور کوئی مخلوق ہے جس کو ہم نہیں جانتے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ چاہے وہ جان دار ہوں جیسے انسان، حیوان، چرند پرند وغیرہ یا غیر جان دار جیسے

درخت ہیں، پتھر ہیں، پہاڑ ہیں، دریا اور سمندر ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴ میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔" انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ وہ ماں باپ، بیوی بچوں سے پاک ہے، وہ شریکوں سے پاک ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۲ میں ہے وَّسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا "تسبیح بیان کرو اللہ تعالیٰ کی صبح اور شام۔"

اَلْمَلِكِ بادشاہ ہے اَلْقُدُّوْسِ پاک ہے اَلْعَزِیْزِ زبردست ہے اَلْحَکِیْمِ حکمت والا ہے۔ ساری دنیا کا حقیقی بادشاہ ہے۔ وہ نقص اور عیب سے پاک ہے کیوں کہ وہ اپنی ذات وصفات میں کامل ہے۔ وہ کمالِ قدرت کا مالک ہے۔ حکمت والا ہے اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ هُوَ الَّذِیْ وہ وہی ہے بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں سے ایک رسول انھی میں سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عرب سارے ہی اَن پڑھ تھے (الا ماشاء اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انھی میں سے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے رشتہ دار تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا کہ جس میں آپ کے باپ دادا سے پیدائشی قرابت نہ ہو سوائے بنو تغلب کے کہ ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی قسم کی قرابت داری نہ تھی۔ یہ قبیلہ عرب کی سرحد شام سے متصل رہتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھی میں سے تھے، عربی تھے۔

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن ان کو پڑھ کر سناتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول مخاطب چونکہ عرب تھے اور عربی ان کی مادری

زبان تھی اس لیے قرآن کریم کے اکثر مضامین کو وہ محض سننے سے ہی سمجھ جاتے تھے۔ تو فرمایا وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے وَيُزَكِّيهِمْ اور وہ ان کو پاک کرتا ہے شرک سے، کفر سے، بداعتقادیوں سے، بُرے اخلاق سے۔ حقیقتاً تو دلوں کی صفائی رب کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ذریعہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور تعلیم وتربیت سے لوگوں کے دل صاف ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے وظائف کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر اب زنگ اُتارنے کے لیے وظائف کرنے پڑتے ہیں۔ پیر کامل اپنے مریدوں کو اگر کوئی وظیفہ بتائے گا اور وہ توجہ کے ساتھ پڑھے گا تو یقیناً اثر ہوگا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی، سکھاتا ہے ان کو کتاب۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کی تعلیم دینا :

قرآن کریم کی وہ آیات جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف سننے سے نہیں سمجھ سکتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تفسیر کر دیتے تھے کہ اس کا یہ مطلب اور مفہوم ہے۔ مثلاً: پانچواں پارہ سورۃ النساء میں یہ آیت ہے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ "جو شخص بُرے عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔" اس کی سزا پائے گا۔ یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! ہم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے جس سے کوئی نہ کوئی بُرائی نہ ہو۔ معصوم تو صرف پیغمبر ہیں ان کے بغیر کوئی معصوم نہیں ہے۔ لہٰذا چھوٹی بڑی غلطی انسان سے ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ بدلہ قبر، برزخ اور آخرت میں ہوگا کہ جس کے نتیجے میں دوزخ میں جانا پڑے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ يُجْزَ بِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً: بخار ہے، گرمی ہے، سردی ہے، سر درد

ہے، کمر درد ہے، گھٹنے کا درد ہے، پیٹ درد ہے یا کوئی اور تکلیف ہو یہ گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے۔ چلتے چلتے جیب سے رقم گر گئی یہ بھی گناہ کا کفارہ ہو گئی حتّٰی کہ کانٹے کا چبھ جانا اور چیونٹی کا کاٹنا بھی گناہ کا کفارہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم بھی دی۔

اور قرآن کریم کا پڑھانا اور سمجھانا بڑا کام ہے۔ ابن ماجہ جو صحاح ستہ کی کتاب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کی ایک آیت سیکھے گا (بغیر ترجمہ کے) اس کو سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور جو شخص ایک آیت کریمہ ترجمے کے ساتھ سیکھے گا اس کو ہزار نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور یاد رکھنا! قرآن کریم پڑھنا اور اس کا ترجمہ سیکھنا مردوں اور عورتوں سب کے لیے ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی حدیث اور سنت کی۔ حدیث کے الفاظ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں اور معانی بھی سکھائے ہیں۔

بدن کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ :

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے حیران ہوئے اور عرض کیا حضرت! مَنْ يُطِيْقُ ذٰلِكَ کس کو اس کی طاقت ہے کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقے کرے۔ فرمایا تم نے صدقے کا مفہوم روپیہ دینا ہی سمجھا ہے۔ صرف یہ معنٰی نہیں ہے بلکہ ایک دفعہ الحمد للہ! کہا صدقہ ادا ہو گیا، سبحان اللہ! کہا صدقہ ادا ہو گیا، لا الٰہ الا اللہ کہا صدقہ ادا ہو گیا، وعلیکم السلام کہا، صدقہ ادا ہو گیا۔ بلکہ ایک دوسرے کو ملتے وقت خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔ راستے پر اینٹ پتھر پڑا ہوا ہے جو لوگوں کے لیے

تکلیف کا باعث ہے اس کو راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ ناواقف کو راستہ بتا دینا یا اس کو منزل تک پہنچا دینا بھی صدقہ ہے۔ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ایک صدقہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔

اور اگر یہ چاہتے ہو کہ تین سو ساٹھ صدقے ایک ہی مرتبہ کام میں آ جائیں تو وہ بھی ممکن ہے کہ چاشت کی نماز پڑھو۔ چاشت کی دو رکعتیں پڑھو اس میں تین سو ساٹھ صدقے ہیں اور چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جانا بھی ضروری نہیں ہے۔ گھر میں پڑھ لو، دفتر میں پڑھ لو، کارخانے میں پڑھ لو، اپنی زمین میں پڑھ لو، جہاں کہیں بھی ہو پڑھ سکتے ہو۔ اور یہ اکیلے پڑھنی ہے جماعت کے ساتھ نہیں۔ کیوں کہ نفلی نماز کے لیے جماعت کا اہتمام کرنا بڑا گناہ ہے۔ یہ بات تمام فقہائے کرام رحمہم اللہ علیہم نے لکھی ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفلی نماز میں اگر ایک دو آدمی ساتھ مل جائیں تو کراہت نہیں اور اگر تیسرا مل گیا تو کراہتِ تنزیہی ہے اور چوتھا مل گیا تو مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام ہے۔ مردوں کے لیے یہ حکم ہے۔ اور اب عورتوں نے یہ بدعت شروع کی ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کے لیے اہتمام کرتی ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ مسجدوں میں اعلان ہوتے ہیں۔ یہ تمام بدعت ہے اور بدعت کا گناہ تو ہوتا ہے ثواب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ بدعت سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اپنی جگہ تہجد پڑھو، اشراق پڑھو، صلوٰۃ التسبیح پڑھو بڑی سعادت کی بات ہے۔ مگر اس کے لیے اہتمام کرنا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ بدعت سے محفوظ فرمائے۔

مفہومِ صدقہ :

تو خیر صدقے کے متعلق بیان کر رہا تھا کہ صدقہ ضروری نہیں کہ رقم اور جنس کی شکل

میں ہی ہو سکتا ہے بلکہ اللہ اللہ کرنے میں بھی صدقہ ہے۔ اور ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صدقہ کالی سری کا نام ہے کہ کالی سری دینے سے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ غریب کو کپڑے کی ضرورت ہے تم کالی سری اس کی جھولی میں ڈالتے ہو وہ اس کا کیا کرے گا؟ اس کو جوتے کی ضرورت ہے، اس کے بچے پڑھتے ہیں ان کو کتابوں کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورتیں کالی سری تو پوری نہیں کر سکتی۔ لہٰذا جو اس کی ضرورت ہے وہ پوری کرو۔ چاول کی ضرورت ہے اس کو چاول دو، کپڑے کی ضرورت ہے کپڑا لا کر دو۔ بہتر یہ ہے کہ نقد دے دو۔ اس کی جو ضرورت ہے پوری کر لے گا۔

تو فرمایا وہ رسول ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دیتا ہے وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور بے شک وہ تھے اس سے پہلے کھلی گمراہی میں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو عرب کے ننانوے فیصد لوگ کفر و شرک میں مبتلا تھے صحیح العقیدہ کوئی اِکا دُکا آدمی تھا۔ جگہ جگہ بت رکھے ہوئے تھے حتیٰ کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ پوری قوم شرک کی لعنت میں گرفتار تھی۔ اخلاقیات کی بھی یہی صورت حال تھی جو آج کل ہے۔ قتل، اغواء، لوٹ کھسوٹ، بدکاری، بدمعاشی آج کل کی طرح تھی۔ ہم نے امن کا زمانہ دیکھا ہے حقیقت پوچھو تو لوگ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کی حکومت سے انگریز کی حکومت اچھی تھی کہ کم از کم جان تو محفوظ تھی۔ آج کل تو کسی کی جان بھی محفوظ نہیں ہے۔ آج کل یہ لٹیرے ساری دولت کھا گئے ہیں اور عوام رو رہے ہیں۔

تو فرمایا اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ اور دوسروں کے لیے انھی میں سے لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ جو ابھی تک نہیں ملے ان کو وَهُوَ

اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ وَّاٰخَرِيْنَ کا عطف امین پر ہے۔ اور معنیٰ اس طرح ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانے کے اُمی لوگوں کے لیے بھی بھیجے گئے ہیں اور ان کے سوا دوسروں کے لیے بھی جو ابھی پیدا نہیں ہوئے یا پیدا ہوئے ہیں مگر ان کے ساتھ نہیں ملے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت عام ہے۔ موجودہ لوگوں کے لیے بھی اور قیامت تک آنے والوں کے لیے بھی۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ پڑھا لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کون لوگ ہیں یارسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ پھر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو پالیں گے، حاصل کرلیں گے۔ یعنی اگر ایمان دنیا سے اُٹھ کر آسمان پر چلا جائے گا مطلب یہ ہے کہ اس کا لینا مشکل ہوجائے گا تو ابناء فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو حاصل کرلیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آنے والے لوگوں سے مراد غیر عرب ہیں خواہ وہ فارس کے رہنے والے ہوں یا روم کے رہنے والے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سب کے لیے ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کو دعوتِ اسلام کے خط لکھے تھے۔ اس پیش گوئی کے مطابق بالخصوص اہلِ فارس میں سے بڑے بڑے نامور مسلمان پیدا ہوئے جن کی خدماتِ اسلام کا اس امت پر شکر واجب ہے۔ اور یہ بشارت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں پر صادق آتی ہے۔

اور ان کو مِنْهُمْ باعتبار اسلام کے فرمایا۔ کیوں کہ مسلمان سب ایک ہیں اگلے ہوں یا پچھلے۔ مسلمان سارے اُمت واحدہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سب کے

لیے ہے اور قیامت تک آنے والوں کے لیے ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے عجمیوں کو قریش کے ساتھ ملا دیا۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ذٰلِكَ اسم اشارہ سے مراد اسلام ہے۔ یعنی اسلام اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور بعض حضرات نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وحی نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مال دار لوگ بلند اور پائیدار درجے لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیا بات کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ خیرات کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے۔ وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے (کیوں کہ ہمارے پاس مال نہیں ہے تو ہم تو ان کو نہیں پہنچ سکتے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں ایسی چیز بتلاتا ہوں کہ جس کے ذریعے تم ان کو پہنچ جاؤ گے جو تم سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ تو فقراء مہاجرین نے کہا ہاں حضرت! ضرور بتلائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ کچھ مدت کے بعد فقراء مہاجرین پھر آئے اور کہنے لگے حضرت مال داروں کو علم ہو گیا ہے اور اُنھوں نے بھی ہمارے عمل کو

شروع کر دیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں کی حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ جن سے اُٹھوائی گئی تورات ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا پھر انھوں نے نہیں اُٹھایا اس کو كَمَثَلِ الْحِمَارِ (جیسے مثال ہے گدھے کی) اس گدھے کی مثال ہے يَحْمِلُ اَسْفَارًا جو بوجھ اُٹھاتا ہے کتابوں کا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ بُری ہے مثال اس قوم کی كَذَّبُوْا جنھوں نے جھٹلایا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کو قُلْ آپ فرمادیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اے وہ لوگو جو یہودی بنے ہو اِنْ زَعَمْتُمْ اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ اَنَّكُمْ بے

شک تم اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دوست ہو مِنْ دُوْنِ النَّاسِ سب لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ تو تمنا کرو موت کی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ اور یہ نہیں تمنا کریں گے موت کی اَبَدًا کبھی بھی بِمَا بہ سبب اس کے کہ قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو قُلْ آپ فرمادیں اِنَّ بے شک الْمَوْتَ الَّذِيْ وہ موت تَفِرُّوْنَ مِنْهُ بھاگتے ہو جس سے فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ پس بے شک وہ ملنے والی ہے تم سے ثُمَّ تُرَدُّوْنَ پھر تم لوٹائے جاؤ گے اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ عالم الغیب والشہادہ کی طرف فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمھیں بتائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے رہے ہو۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے سبق کے آخر میں تھا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ "اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے فضل کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے اور اس کے رسول کا اتباع کریں گے۔ اور جو لوگ اعراض کریں گے وہ محروم ہو جائیں گے جیسے یہود کہ اُنھوں نے تورات سے اعراض کیا، آخری پیغمبر پر ایمان لانے سے اعراض تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ مثال ان لوگوں کی جن کو تورات اُٹھوائی گئی۔ یعنی اس پر عمل کرنے کا کہا گیا کہ اس کو سمجھو اور اس پر عمل کرو،

اس کا تحفظ کرو ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا پھر انھوں نے نہیں اُٹھایا اس کو یعنی اس پر عمل نہیں کیا، حفاظت کی ذمہ داری کو نہیں نبھایا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا اسفار جمع ہے سِفْرٌ کی سِفر کا معنیٰ ہے بڑی کتاب۔ معنیٰ ہوگا اس گدھے کی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رَحِمَهُ اللهُ فرماتے ہیں کہ یہود پر تورات کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے لیکن اُنھوں نے اس کی تعلیمات و ہدایات کی کچھ پروا نہ کی نہ اس کو محفوظ رکھا اور نہ اس کو دل میں جگہ دی اور نہ اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے بہرہ ور ہوئے۔ بلا شبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے حکمت و ہدایت کا ایک خزانہ تھا۔ مگر جب ان لوگوں نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا تو ان کی مثال اس گدھے کی ہوگئی کہ جس پر علم و حکمت کی پچاس کتابیں لاد دو تو اس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اس کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ میری پیٹھ پر ہیرے موتی لدے ہوئے ہیں یا ٹھیکریاں اور پتھر۔ اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔

فرمایا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ بُری ہے مثال اس قوم کی کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللهِ جنھوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ جنھوں نے اپنے آپ گدھے کی طرح بنایا اس کی مثال بہت بُری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کا مطلب ہے کہ ان پر عمل نہیں کیا۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تو آج مسلمان بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں۔ یہ بھی اپنے عقیدے اور عمل سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو جھٹلاتے ہیں۔ خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق

عقیدہ اور عمل نہ بنانا بھی کتاب وسنت کو جھٹلانا ہے۔ پھر غلط عقائد اور نظریات پر ڈٹ جانا اور ان کے خلاف قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں کرنا۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جو لوگ ضد، ہٹ دھرمی اور ناانصافی پر قائم رہیں انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ ہدایت اُسے ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ یہودیوں نے کتاب اللہ سے اعراض کیا، اس کی تعلیمات اور ہدایات کی پروانہ کی پھر بھی اس کے مدعی تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی اور محبوب ہیں۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۸ میں ہے کہ کہا یہودیوں نے اور نصرانیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ لہٰذا ہم جو چاہیں کرتے پھریں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اے وہ لوگو جو یہودی بنے ہوئے ہو اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ بے شک تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو مِنْ دُوْنِ النَّاسِ سب لوگوں کے سوا جنت کے ہم مستحق ہیں اور جنت ہماری ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ تو تم موت کی آرزو کرو تاکہ مرنے کے بعد عیش وآرام میں پہنچ جاؤ۔ حوریں اور غلمان تمھاری خدمت کریں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے اپنے دعوے میں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، محبوب ہیں۔ ولیوں کے مقام میں پہنچنے کی آرزو کرو، موت کی تمنا کرو تاکہ جلدی جنت میں پہنچو۔ لیکن یہودیوں میں سے کسی نے جرأت نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا اور یہ نہیں تمنا کریں گے موت کی کبھی بھی بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ بہ سبب اس کے کہ جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے۔ اور سورۃ البقرہ آیت نمبر ۹۴ میں

ہے قُلْ "آپ ان سے کہہ دیں اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اگر ہے تمھارے لیے آخرت کا گھر عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً اللہ تعالیٰ کے ہاں خالص تمھارے لیے مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ پس تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ کیوں کہ تمھارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف موت ہی حائل ہے۔ لہٰذا جلدی موت کی تمنا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! ہمیں جلدی موت دے تا کہ ہم جلدی جنت میں چلے جائیں۔ فرمایا وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا اور وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے کبھی بھی بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس وجہ سے کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔" ان کو اپنے کرتوتوں کا علم ہے لہٰذا یہ موت کی تمنا کبھی بھی نہیں کریں گے۔ اور جن لوگوں نے آخرت کی تیاری کی ہوتی ہے وہ ہر وقت موت کے لیے تیار رہتے ہیں انھیں موت کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

جنت کا طالب موت سے نہیں ڈرتا :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور نماز کا وقت ہو گیا باوضو تھے۔ گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور اپنی چادر بچھا کر نماز شروع کر دی۔ ان کے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جی! تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور آپ نے نماز شروع کر دی ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لَا يُبَالِيْ اَبُوْكَ عَلَى الْمَوْتِ سَقَطَ اَمْ سَقَطَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ "بیٹا تیرے باپ کو کوئی پروا نہیں ہے کہ وہ موت پر گرے یا موت اس پر گرے۔" یہ حضرات تو موت کو تلاش کر رہے تھے۔ موت اپنا کام کرے گی اور ہم اپنا کام کریں گے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اس طرح زخمی ہوئے کہ نیزہ بدن کے ایک طرف لگا

اور دوسری طرف نکل گیا۔ اور خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ "کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا ہوں۔" ساتھیو! مجھے مبارک دو۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ فرمایا میں تو موت سے خوش ہو رہا ہوں اَلْآنَ اُلَاقِی الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهٗ "اب میری ملاقات ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور دوسرے ساتھیوں سے۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایران کے محاذ پر ایرانیوں کے خلاف لڑ رہے تھے ایرانیوں کے جرنیل رستم بن فرخ زار نے بڑا دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ میں انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہوئے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ میں تمھیں کہتا ہوں کہ تم واپس اپنے گھروں کو چلے جاؤ اپنے ان جوشیلے نوجوانوں کو نہ مرواؤ۔ کسی کی ماں روئے گی، کسی کی بیوی روئے گی، کسی کے بچے یتیم ہوں گے۔ جاؤ اپنی بھیڑ بکریاں اور اُونٹ جا کر چراؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔ فرمایا یاد رکھو! فَاِنَّ مَعِیَ قَوْمٌ یُّحِبُّوْنَ الْمَوْتَ "بے شک میرے ساتھ ایک ایسی قوم ہے جو موت کو اس طرح پسند کرتی ہے كَمَا تُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ جیسے تم عجمی لوگ شراب کو پسند کرتے ہو۔" یہ موت سے نہیں ڈرتے۔

؎ فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

رستم دھمکی دے کر چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرا جرنیل آیا، بامانِ ارمنی۔ اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا تمھارے پاس کتنے فوجی ہیں؟ فرمایا میرے پاس صرف سات سو فوجی ہیں۔ اس نے کہا میرے پاس تیرہ ہزار سے زائد فوجی ہیں۔ لہٰذا تم موت کے منہ

میں نہ آؤ یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا آوَاعِظٌ اَنْتَ اَمْ مُقَاتِلٌ "تو ہمیں نصیحت کرنے کے لیے آیا ہے یا لڑنے کے لیے" (تبلیغی ہے یا جنگ کرنے والا) کہنے لگا لڑنے کے لیے آیا ہوں۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمھارے لیے پیچھے سے کمک کہاں سے آئے گی؟ کیوں کہ میرے لیے تو پیچھے سے مزید فوج آسکتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَمَّا فِي الْاَرْضِ فَلَا "زمین سے تو ہمارے لیے کمک نہیں آئے گی ہاں آسمان سے مدد آئے گی۔" چنانچہ جنگ ہوئی۔ سات سو نے تیرہ ہزار کو شکست فاش دی۔ کافروں کے ایک ہزار جنگجو مارے گئے اور اِدھر صرف سات مسلمان شہید ہوئے۔

جو جنت کا طالب ہوتا ہے وہ موت سے نہیں ڈرتا۔ اور یہ یہودی کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو۔ ان سے ذرے ذرے کا حساب لے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَوْ اَنَّ الْيَهُوْدَ تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَمَاتُوْا وَيَرَوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ "اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو فوراً مر جاتے اور اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھ لیتے۔"

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۹۶ میں ہے وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ "اور البتہ ضرور پاؤ گے تم ان لوگوں کو زیادہ حریص لوگوں سے زندگی پر۔" لیکن موت سے بچ تو نہیں سکتے۔

قُلْ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دیں اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ پس وہ یقیناً تم سے ملنے والی ہے۔ تم موت سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت سے بھاگنے

والے شخص کی مثال اُس لومڑی کی ہے جس نے زمین کا قرض دینا تھا۔ جب زمین نے اس سے قرضہ مانگا تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی تاکہ کہیں دوسری جگہ چلی جائے جہاں زمین قرض نہ مانگ سکے۔ مگر وہ جہاں بھی جاتی زمین پر ہی ہوتی اور زمین اس سے قرض مانگتی۔ لومڑی بھاگتے بھاگتے تھک ہار کر مر گئی مگر زمین سے باہر نہ نکل سکی اور زمین اُس سے برابر قرض کا مطالبہ کرتی رہی۔

موت کی تمنا کرنے کی ممانعت :

تو موت سے مفر نہیں ہے۔ ہاں! ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ موت سے ڈرنا تو نہیں چاہیے مگر مصیبت سے تنگ آ کر موت کے لیے دعا کرنا صحیح نہیں ہے (یعنی موت کی تمنا نہ کرے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ کوئی تکلیف پہنچ جائے، بیماری آ جائے یا مال ضائع ہو جائے، اولاد باقی نہ رہے تو ایسی پریشانی سے تنگ آ کر موت نہیں مانگنی چاہیے۔ ہاں اگر دین کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر موت کی تمنا کی جا سکتی ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا سکھائی ہے اَللّٰهُمَّ مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا لِّيْ فَاَحْيِنِيْ "اے اللہ! جب تک تو جانتا ہے کہ دنیا کی زندگی میرے لیے بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو پھر موت عطا کر دے۔"

تو فرمایا جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ یقیناً تمھیں ملنے والی ہے۔ فرمایا ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ پھر تم لوٹائے جاؤ گے عالم الغیب والشہادہ کی طرف۔ اور سورۃ الم سجدہ آیت نمبر ۱۱ میں ہے قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ "اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ فرما دیں ملک الموت تمھیں

موت دے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر تم اپنے رب کی طرف
لوٹائے جاؤ گے جزا، سزا کے لیے۔"

فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمھیں بتلائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ جو اعمال تم کرتے
تھے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ نیک و بد اعمال سب اس کے سامنے ہیں۔ سورۃ
مجادلہ پارہ ۲۸ آیت نمبر ۶ میں ہے اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ "اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا ہر فعل
محفوظ کرلیا ہے حالانکہ وہ خود بھول گئے ہیں۔" وہ ہر ایک کو پورا پورا بدلا دے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَۨا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ ع ۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ جب اذان دی جائے نماز کے لیے مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ جمعہ کے دن فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پس دوڑ لگادو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف وَذَرُوا الْبَيْعَ اور چھوڑ دو خرید وفروخت کو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے تمھارے لیے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ پس جب پوری ہو جائے نماز فَانْتَشِرُوْا پس پھیل جاؤ تم فِي الْاَرْضِ زمین میں وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اور تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ کے فضل کو وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو كَثِيْرًا کثرت سے لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاجاؤ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اور جب یہ دیکھتے ہیں تجارت اَوْ لَهْوَۨا یا کھیل کو انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا تو پھیل جاتے

ہیں اس کی طرف وَتَرَکُوْكَ قَآئِمًا اور چھوڑ دیتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا قُلْ آپ فرمادیں مَا عِنْدَ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے خَيْرٌ وہ بہتر ہے مِّنَ اللَّهْوِ کھیل سے وَمِنَ التِّجَارَةِ اور تجارت سے وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے یہودیوں کی مذمت تھی۔ یہودیوں میں ساری خرابیاں پائی جاتی تھیں۔ ان میں ایک خرابی یہ بھی تھی کہ ہفتہ کا دن ان کے لیے عبادت کا دن تھا۔ عبادت کے علاوہ ہر کام ممنوع تھا۔ مگر اُنھوں نے اس کی پابندی نہ کی اور اس کی پاداش میں بندر اور خنزیر بنائے گئے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ تمھارے لیے جمعہ کا دن عبادت کے لیے ہے تم نے اس کی پابندی کرنی ہے۔ یہودیوں کے لیے تو چوبیس گھنٹے عبادت کے لیے تھے لیکن مسلمانوں کے لیے مخصوص وقت اذان جمعہ سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ جب اذان دی جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن۔ اس اذان سے مراد وہ اذان ہے کہ خطیب جب خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر بیٹھتا ہے تو اس کے سامنے کھڑے ہو کر جو اذان دی جاتی ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہی پہلی اذان تھی۔ پھر جب آبادی بڑھ گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے مقام زوراء پر پہلی اذان دینے کا حکم دیا۔ اور دوسری اذان وہی قائم رہی کہ جب خطیب منبر پر بیٹھتا تھا تو اس کے

سامنے دوبارہ دی جاتی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک اسی طرح معمول چلا آرہا ہے۔ اس زمانے میں اصحابِ پیغمبر مہاجرین و انصار کثرت کے ساتھ موجود تھے مگر کسی نے مخالفت نہیں کی کہ یہ کیا نیا کام شروع ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ اذان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے شروع ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں۔ ان کا عمل بھی سنت ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ "تم پر لازم ہے میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور اپنی ڈاڑھوں سے محکم طور پر اس کو قابو میں رکھو" لہٰذا یہ پہلی اذان بھی دوسری اذان کی طرح سنت ہے۔ اور فقہائے کرام فرماتے ہیں اَلْمُعْتَبَرُ هُوَ الْأَذَانُ الْأَوَّلُ "جو پہلی اذان ہے اس کا اعتبار ہے۔"

فضیلتِ جمعہ :

جمعہ کے دن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الایام فرمایا ہے۔ حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور تمام دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے دن کی عظمت عید الفطر اور بقر عید سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس دن کی پانچ باتیں ہیں۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اُتارا، اسی دن آدم علیہ السلام کو وفات دی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اس دن بندہ اللہ تعالیٰ سے حرام چیز کے سوا جو مانگتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور عنایت فرماتے ہیں۔ اور تمام مقرب فرشتے آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا جمعہ کے دن

سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ قیامت جمعہ کے دن آنی ہے۔ یہ روایت ابن ماجہ میں ہے۔

اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم (دنیا میں) بعد میں آئے اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔ اگرچہ اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں بعد میں ملی ہے۔ پھر یہ دن (جمعہ کا) ان پر فرض کیا گیا تھا لیکن اُنھوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے بارے میں ہماری رہنمائی فرمائی (کہ ہم نے اس کو عبادت کے لیے منتخب کرلیا)۔ یہود ونصاریٰ اس میں بھی ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے کل یعنی ہفتہ کو اختیار کیا اور نصاریٰ نے اتوار کو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعے والے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ جمعہ والے دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور تمھارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑ دیا وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے جو کبھی مٹائی نہیں جاتی۔ ہاں اگر کوئی معقول عذر ہو تو الگ بات ہے، پھر ظہر کی نماز پڑھے گا۔ عورتوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ مریضوں اور مسافروں پر بھی فرض نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہو جس میں گلی کوچے بازار ہوں اور اس میں فیصلوں کے لیے قاضی یعنی مجسٹریٹ بیٹھتا ہو۔

جمعہ کی ابتداء :

جمعہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ

تشریف لے گئے تو چند دن محلہ قبا میں ٹھہرے بنی عمرو بن عوف کے ہاں۔ سوموار، منگل، بدھ، جمعرات۔ اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی جمعہ والے دن۔ وہاں سے مدینہ طیبہ کے لیے چل پڑے۔ بنو سالم بن عوف کے علاقہ میں پہنچے تو جمعہ کی فرضیت کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہیں جمعہ پڑھایا اور وہاں مسجد بنا دی گئی جس کا نام مسجد جمعہ ہے۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

تو فرمایا اے ایمان والو! جب اذان دی جائے جمعہ والے دن نماز کے لیے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ پس دوڑ لگا دو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف یعنی فوراً چل پڑو وَذَرُوا الْبَیْعَ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔

اذانِ جمعہ کے بعد کن کاموں کا کرنا جائز ہے اور کن کا نہیں :

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سے صرف خرید و فروخت کا چھوڑنا مقصود نہیں ہے بلکہ جمعہ کی نماز کی تیاری کے لیے تمام کاموں کا چھوڑ دینا مقصود ہے۔ چاہے کوئی شخص کھیتی باڑی کرتا ہے، صنعت و حرفت کا کام کرتا ہے، ملازم ہے، تاجر ہے، دکان دار ہے، ہر کام کو چھوڑ کر مسجد میں آجاؤ اور خطبہ سنو، نماز پڑھو۔ جمعہ کی پہلی اذان ہو جانے کے بعد امام کے سلام پھیرنے تک ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جس کا تعلق جمعہ اور نماز کے ساتھ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جمعہ کی پہلی اذان ہو جانے کے بعد اگر کسی نے پوری شرائط کے ساتھ نکاح پڑھایا، ایجاب و قبول ہوا ہے، گواہ موجود ہیں۔ نکاح نہیں ہوگا۔ اگر دوبارہ نکاح نہ پڑھایا تو ساری زندگی زنا ہوگا۔ (تفصیل کے لیے الاحکام القرآن لابی بکر بن العربی اور الاحکام القرآن للتھانوی دیکھیے۔)

اذان کے بعد غسل کر سکتا ہے۔ کیوں کہ جمعہ کا غسل سنت ہے۔ جمعہ والے دن

غسل کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، حجامت بنوانا، ناخن تراشنا سنت اعمال ہیں۔ ان کی تاکید آئی ہے۔ خطیب اذان کے بعد مطالعہ کر سکتا ہے کہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ ہاں جس کام کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے وہ سب حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور طفیل سے اس امت پر کرم فرمایا کہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہمیں پابند بنایا ہے۔ اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک۔ ورنہ بنی اسرائیل کے لیے تو چوبیس گھنٹے عبادت کے سوا ہر کام ناجائز تھا سورج کے طلوع ہونے سے لے کر اگلے دن طلوع ہونے تک۔ اور جن لوگوں نے خلاف ورزی کی تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور ہمارے لیے تو صرف دو اڑھائی گھنٹے کی پابندی ہے۔ لہٰذا جمعہ والے دن جتنا جلدی ہو سکے مسجد میں آ جانا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص جمعہ والے دن سب سے پہلے آئے گا اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد جو آئے گا اس کو گائے کی قربانی کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو دنبے کی قربانی کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو مرغی کے صدقے کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو انڈے کے صدقے کا ثواب ملے گا۔ پھر امام باہر آ جاتا ہے خطبہ شروع کرتا ہے تو فرشتے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور ذکرِ الٰہی سننے لگ جاتے ہیں۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں نماز فجر کے بعد ہی جمعہ کے لیے جانے والوں سے راستے بھر جاتے تھے۔ ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی جلدی جمعہ کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ تین آدمی پہلے پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے نفس کو ملامت کرنا شروع کر دی اور کہا کہ اے نفس! میں دیکھتا ہوں کہ آج تیرا درجہ

چوتھا ہو گیا ہے۔ لہٰذا جمعہ والے دن جتنا جلدی ہو سکے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے۔ اور اذان ہو جانے کے بعد تو ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کسی مسجد میں اذان جلدی ہو جاتی ہے کسی میں تاخیر سے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس مسجد میں جمعہ پڑھتا ہے اس مسجد کی اذان مراد ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ لگا دو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ خرید و فروخت کو چھوڑنا تمھارے حق میں بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے کہ جمعہ کا نفع باقی رہنے والا ہے اور خرید و فروخت کا نفع فنا ہونے والا ہے۔ فرمایا فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ پھر جب پوری ہو جائے نماز فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ پس تم پھیل جاؤ زمین میں یعنی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جاؤ، اپنی اپنی ڈیوٹی پر چلے جاؤ۔ جو شخص جو کام کرتا ہے اُسے اجازت ہے کہ اب وہ اپنا کام شروع کر سکتا ہے۔ اپنا کام کرو وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔ روزی کو تلاش کرو اور کاموں میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کو نہ بھول جانا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

ذکر کی کوئی حد نہیں ہے۔ جتنا چاہیں اور جس وقت چاہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ ذکر کے لیے وضو بھی شرط نہیں ہے۔ وضو ہو یا نہ ہو، کھڑے کھڑے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، بیٹھے بیٹھے ذکر کرو، لیٹے ہوئے ذکر کرو، دن کو ذکر کرو، رات کو ذکر کرو۔ بہتر ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ درود شریف پڑھو، استغفار کرو۔ ذکر کرنے والا آدمی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ دنیا میں بھی سکون اور آخرت میں بھی

سکون حاصل ہوگا۔فلاح اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی میں ہے۔

شانِ نزول :

اگلی آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اناج کا ایک قافلہ مدینہ طیبہ آ پہنچا (مسجد نبوی کے قریب جب اس طرح کا قافلہ آتا تھا تو دف بجا کر اعلان ہوتا تھا کہ قافلہ آ گیا ہے اناج وغیرہ خرید لو۔ ان دنوں میں اناج کی کمی بھی تھی۔ جب اعلان سنا تو) سب لوگ ادھر چلے گئے۔صرف بارہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہ گئے (جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی تھے) باقی سارے چلے گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر تنبیہ فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا اور جب یہ دیکھتے ہیں تجارت کو یا کھیل کو تو پھیل جاتے ہیں ، منتشر ہو جاتے ہیں اس کی طرف وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا اور چھوڑ دیتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا۔ اس وقت نماز پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں ہوتا تھا عیدین کی طرح۔ بعد میں خطبہ پہلے ہونے لگا اور نماز بعد میں۔ اس وقت چونکہ نماز ہو چکی تھی اور یہ گمان کیا کہ خطبہ چھوڑنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ جمعہ کا خطبہ بھی نماز کی طرح فرض ہے۔ کچھ ان دنوں اناج کی قلت تھی۔ یہ خیال آیا کہ دیر کریں گے تو خرید نہیں سکیں گے۔ ان وجوہ کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لغزش ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر سارے لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے جاتے تو سب پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا اور ایسی آگ بھڑکتی کہ جس میں جل کر سارے راکھ ہو جاتے۔ اس تنبیہ کے بعد پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

حالت یہ تھی کہ اگر کسی کی نکسیر بھی پھوٹ پڑتی تو وہ اجازت لے کر جاتا تھا۔

قُلْ آپ فرمادیں مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے مِّنَ اللَّهْوِ کھیل سے وَمِنَ التِّجَارَةِ اور تجارت سے۔ نمازِ جمعہ اور خطبہ جمعہ سننے سے جو ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے کھیل، تجارت کی کیا حیثیت ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ لہٰذا رزق کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے لیے احکام چھوڑنے کی ضرورت ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُورَۃُ المُنَافِقُون

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۱۱ ۶۳ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ۝۱ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۳ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۴ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق قَالُوْا

تو کہتے ہیں نَشْهَدُ ہم گواہی دیتے ہیں اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ بے شک

آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے

اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ بے شک منافق البتہ جھوٹ بولتے ہیں اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ بنا لیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو جُنَّةً ڈھال فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے اِنَّهُمْ بے شک یہ لوگ سَآءَ بُرا ہے مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کام جو وہ کرتے ہیں ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے کہ وہ اٰمَنُوْا ایمان لائے ثُمَّ كَفَرُوْا پھر اُنھوں نے کفر کیا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ پس مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے وَاِذَا اور جب رَاَيْتَهُمْ آپ ان کو دیکھتے ہیں تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ تعجب میں ڈالتے ہیں آپ کو ان کے وجود وَاِنْ يَّقُوْلُوْا اور اگر وہ بات کریں گے تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ آپ سنیں گے ان کی بات کو كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئی يَحْسَبُوْنَ گمان کرتے ہیں وہ كُلَّ صَيْحَةٍ ہر چیخ کو عَلَيْهِمْ اپنے برخلاف هُمُ الْعَدُوُّ یہی دشمن ہیں فَاحْذَرْهُمْ پس آپ ان سے بچیں قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کدھر اُلٹے پھیرے جا رہے ہیں وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب کہا جاتا ہے ان سے تَعَالَوْا آؤ يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ بخشش طلب کرے تمھارے لیے

رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا رسول لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ تو مٹکاتے ہیں اپنے سروں کو وَرَاَیْتَهُمْ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے ہیں یَصُدُّوْنَ کہ وہ رکتے ہیں وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ برابر ہے ان کے لیے اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا بخشش طلب نہ کریں لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو۔

وجہ تسمیہ وتعارف سورت :

اس سورت کا نام المنافقون ہے۔منافقون کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔اس سورۃ کے دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں۔یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔اس سے پہلے ایک سو تین سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔اس کا نزول کے اعتبار سے ایک سو چار نمبر ہے۔شانِ نزول کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا جو ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں پیش آیا۔جب کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ غزوہ مریسیع کا واقعہ ہے۔جو ہجرت کے پانچویں سال شعبان کے مہینے میں پیش آیا۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق زیادہ صحیح ہے۔

شانِ نزول کا واقعہ :

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ رات کے وقت چند منافق جمع تھے اور اُنھوں نے یہ

خیال کیا کہ ہماری باتیں کوئی نہیں سن رہا۔ اُنھوں نے آپس میں باتیں کیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف، اسلام کے خلاف اور قرآن کے خلاف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کہا کہ دیکھو جی اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ مدینہ پر قبضہ کیا، پھر مکہ پر قبضہ کیا، پھر خیبر پر اور اب رومیوں کے خلاف لڑنا چاہتا ہے۔ پھر کہنے لگے یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم نے ان کو مکان دیئے، خرچہ دیا اور ان کے ساتھ تعاون کیا۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین نے کہا کہ میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اس ذلیل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ سے نکالوں گا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ باتیں سنیں اور اپنے چچا کے سامنے پیش کر دیں۔ چچا نے یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عبداللہ بن اُبی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے یہ باتیں کی ہیں؟ تو اُس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت! وہ زبانیں نہ جل جائیں، وہ ہونٹ نہ فنا ہو جائیں جو ایسی باتیں کریں۔ حضرت! اس کو کہو کہ گواہ پیش کرے۔ قسمیں کھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوب مطمئن کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی قسموں پر اعتبار کیا۔

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کی تصدیق کی اور مجھے جھٹلایا۔ یہاں تک کہ دوسرے صحابہ بھی اور میرے چچا نے بھی مجھے کہا کہ احمق تو نے کیسی بات کی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تجھے جھوٹا کہا ہے اب تجھے سچا کون کہے گا؟ یہاں تک کہ یہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے بلا کر کہا اے زید! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کی ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے ذریعے منافقوں کی برائیوں کو ظاہر کر دیا تاکہ سچے مسلمان ان سے بچ سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق قَالُوْا تو کہتے ہیں نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ شریعت کی زبان میں منافق اُسے کہتے ہیں جو زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل سے تسلیم نہیں کرتا۔

نفاق کی دو قسمیں :

فقہائے کرام، محدثین عظام اور مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق اعتقادی ہے اور دوسرا نفاق عملی ہے۔

اعتقادی منافق وہ ہوتا ہے جو دل سے بالکل تسلیم نہیں کرتا یعنی اس کے دل میں بالکل ایمان نہیں ہوتا۔ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کہتا ہے کہ میں مومن ہوں۔ یہ منافق کافر اور مشرک سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی سزا بھی سب سے زیادہ سخت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء: ۱۴۵] "بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہوں گے۔" جو سب سے زیادہ سزاوار طبقہ ہے۔

دوسرا نفاقِ عملی ہے۔ عملی منافق اُسے کہتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہوتا ہے مگر عمل منافقوں والے کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی نفاق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ جس شخص میں ایک علامت ہوگی وہ ایک درجے کا منافق ہوگا جس میں دو علامتیں ہوں گی وہ دو درجے کا منافق ہوگا جس میں تین علامتیں ہوں گی وہ تین درجوں کا منافق ہوگا اور جس میں چار علامتیں پائی گئیں كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا "وہ پکا منافق ہے۔" ہمیں خالی الذہن ہو کر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ کہیں ان میں سے کوئی

علامت ہمارے اندر تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو بہت بُری بات ہے۔

منافق کی علامتیں :

وہ علامتیں کیا ہیں؟ فرمایا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ "جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔" یہ منافق کی پہلی علامت ہے۔ جھوٹ کسے کہتے ہیں؟ ہر وہ بات جو واقعہ کے خلاف ہو شریعت اُسے جھوٹ کہتی ہے۔ اب ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم نے کبھی زندگی میں جھوٹ تو نہیں بولا۔ اگر بولا ہے تو ہمیں اپنے آپ کو ایک درجے کا منافق سمجھنا چاہیے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بالکل حق اور سچ ہے۔

منافق کی دوسری علامت اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ اور جب معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔ وعدہ اور معاہدہ میں فرق ہے۔ جب کسی سے انفرادی طور پر وعدہ ہو تو وہ وعدہ کہلاتا ہے۔ اور جماعتی شکل میں ہو یا قومی شکل میں ہو یا حکومتی سطح پر کسی سے کوئی بات طے کی جائے تو اس کو معاہدہ کہتے ہیں۔ وعدے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنا یہ بھی منافق کی علامت ہے۔ آج اس وقت دنیا میں جتنی بھی حکومتیں ہیں ساری اس مد میں ہیں الا ماشاء اللہ، کہ ان کا ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور۔ حالانکہ قرآن کریم میں آتا ہے اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا [بنی اسرائیل: ۳۴] وعدے کے بارے میں سوال ہوگا۔ لہٰذا کسی سے وعدہ کرو تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس کو پورا کر بھی سکوں گا کہ نہیں۔ اگر پورا نہیں کر سکتے تو وعدہ کرو ہی نہیں۔

منافق کی تیسری علامت اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ [بخاری، رقم: ۳۴] پھر امانت کی کئی قسمیں ہیں۔ علم بھی امانت

ہے۔اور علمی خیانت یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح بات نہیں بتلاتا غلط بات بتاتا ہے۔مشورہ بھی امانت ہے۔اور مشورے میں خیانت یہ ہے کہ جب کوئی شخص تمھارے سے مشورہ طلب کرتا ہے تو اُسے صحیح رائے دو۔بات بھی امانت ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی مجلس میں اِدھر اُدھر دیکھ کر بات کرے تو سمجھ جاؤ کہ یہ بات اس کی امانت ہے۔اس مجلس کی بات باہر کسی سے نہیں کرنی۔مال بھی امانت ہے اور مالی خیانت یہ ہے کہ اس میں سے کچھ خرچ کرے یا اس کو تبدیل کرے۔

منافق کی چوتھی علامت یہ ہے کہ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے جھگڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔یادرکھنا! آج کے معاشرے میں تو ہم نے منافق کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔کیوں کہ وہ تو جب لڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے اور ہم تو ہنسی مذاق میں بھی گالیاں دیتے ہیں۔جس طرح پہلے نیک لوگوں کی زبان سے سبحان اللہ نکلتا تھا اسی طرح ہماری زبان سے گالیاں نکلتی ہیں۔چھوٹوں کو بڑوں کو یہاں تک کہ گدھوں اور مرغیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی یہ چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔اگر کسی بدبخت میں یہ چاروں علامتیں پائی جاتی ہیں تو وہ پکا منافق ہے۔

کچھ علامتیں منافق کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہیں۔فرمایا وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى [النساء:۱۴۲] جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں۔لہٰذا اگر کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہونے میں سستی کرتا ہے تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں نفاق کی علامت ہے۔اور بھی فرمایا وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا منافق اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ناولوں کے پیچھے پڑے رہیں گے، کھیلوں میں مشغول رہیں گے (آج کل موبائل فون پر لگے رہیں گے) یعنی اور سارے

کام ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ منافق کی موٹی موٹی علامتیں ہیں۔ چار حدیث شریف میں اور دو قرآن کریم میں۔ اور یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھ لو۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے کسی میں یہ علامتیں نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَاجَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک البتہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اتنی بات تو ان کی ٹھیک ہے اور باوجود اس کے وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق البتہ جھوٹے ہیں۔ کیوں کہ ان کی گواہی محض زبانی ہے دل سے منکر ہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مانتے ہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں زبان سے کہہ رہے ہیں ان کے دلوں میں کفر بھرا ہوا ہے اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً بنا لیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال۔ الزام سے بچنے کے لیے قسمیں اُٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔ جیسا کہ سورۂ توبہ آیت نمبر ۷۴ میں ہے یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اُٹھاتے ہیں کہ انھوں نے وہ بات نہیں کہی وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ حالانکہ بہ تحقیق اُنھوں نے کلمہ کفر کہا ہے۔

الزام سے بچنے کے لیے اُنھوں نے قسموں کو ڈھال بنایا ہے فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ پس روکتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے دوسرے لوگوں کو بھی۔ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے۔ نئے مسلمان ہونے والے کو اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بے شک یہ لوگ بُرا ہے وہ جو کام کرتے ہیں۔ منافقت اور جھوٹا ایمان اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنا یہ سب بُرے کام ہیں۔

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا یہ قبیح حرکتیں اور خباثتیں جو ان سے ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ بے شک وہ ایمان لائے ظاہری طور پر یعنی زبان سے ایمان ظاہر کیا ثُمَّ كَفَرُوْا پھر اُنھوں نے کفر کیا۔ دل سے کفر پر اڑے رہے اس وجہ سے فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ پس مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر۔ لہٰذا اب ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوگا کہ ان کے دلوں میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے حق کو نہ ایمان کو اور نہ بھلائی کو۔

چونکہ یہ لوگ آخرت سے بے فکر ہیں اور انجام سے بے خبر ہیں لہٰذا جسم ان کے موٹے تازے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ اور جب آپ ان کو دیکھتے ہیں تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ تعجب میں ڈالتے ہیں آپ ﷺ کو ان کے جسم۔ ظاہری ڈیل ڈول، وضع قطع بالکل ٹھیک ٹھاک ہے دیکھ کر آدمی متاثر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بڑے معزز ہیں مگر اندر سے گندے اور کمینے ہیں وَاِنْ يَّقُوْلُوْا اور اگر وہ بات کریں گے تو تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ آپ سنیں گے ان کی بات کو کہ وہ بات اس انداز سے کرتے ہیں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے لیکن حقیقت سے خالی ہوتی ہے كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جنھیں دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کر دیا گیا ہے کہ وجود میں تو لمبی چوڑی ہیں مگر بے جان ہیں۔

یہی حال منافقوں کا ہے کہ ظاہری طور پر بڑے ڈیل ڈول والے ہیں مگر بالکل بے مغز ہیں جیسے ڈھول کا اندر بالکل خالی ہوتا ہے يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ گمان

کرتے ہیں وہ ہر چیخ کو اپنے برخلاف۔ ایمان اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ لشکر میں اگر کوئی گم شدہ جانور کے لیے آواز دے یا کسی اور وجہ سے آواز دی جاتی ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اُوپر کوئی آفت آنے والی ہے هُمُ الْعَدُوُّ یہی دشمن ہیں فَاحْذَرْهُمْ پس آپ ان سے بچتے رہیں۔ ان کی کسی بات پر اعتماد نہ کریں قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے دین حق سے دور جا رہے ہیں اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کدھر پھیرے جا رہے ہیں ایمان سے۔ دلیل قائم ہونے کے بعد پھر منافقوں کی حماقت دیکھو کہ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تَعَالَوْا آؤ معذرت کرلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی غلطیوں کی يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بخشش طلب کرے تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ سے لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ تو مٹکاتے ہیں اپنے سروں کو کہ ان سے معذرت کریں اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں وَرَاَيْتَهُمْ اور آپ ان کو دیکھتے ہیں يَصُدُّوْنَ رکتے ہیں اعراض کرتے ہیں معذرت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں کہ ہمیں بخشش کی ضرورت نہیں ہے۔ منافقوں کے جو مخلص مومن، قریبی رشتہ دار تھے اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضرت! یہ تو احمق ہیں لیکن اگر آپ ان بدبختوں کے لیے مغفرت مانگیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے اور ایمان کی توفیق عطا فرما دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرما دیا۔

ارشاد ربانی ہے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ برابر ہے ان کے لیے اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ کیا آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا بخشش طلب نہ کریں

لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو۔ کیوں کہ ان میں ہدایت کی طلب نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔ یہ لوگ ضدی ہیں کھوٹے ہیں اور کفر سے باہر نکلنا نہیں چاہتے لہٰذا ان کو ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔

هُمُ الَّذِيْنَ

يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

هُمُ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں يَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں لَا تُنْفِقُوْا نہ خرچ کرو عَلٰى مَنْ ان پر عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ہیں حَتّٰى يَنْفَضُّوْا یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو جائیں وَ لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے خزانے وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ اور لیکن منافق لَا يَفْقَهُوْنَ نہیں سمجھتے يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اگر ہم لوٹے اِلَى الْمَدِيْنَةِ

مدینہ منورہ کی طرف لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا ضرور نکالے گا زور والا اس میں سے الْاَذَلَّ ذلیل کو وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے عزت وَلِرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کے لیے وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور ایمان والوں کے لیے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ اور لیکن منافق لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُلْهِكُمْ نہ غافل کریں تمھیں اَمْوَالُكُمْ تمھارے مال وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمھاری اولاد عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے ایسا کیا فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس یہی لوگ ہیں نقصان اُٹھانے والے وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو مِنْ مَّا اس چیز میں سے رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ یَّاْتِیَ کہ آئے اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم میں سے کسی ایک کو موت فَیَقُوْلَ پس کہے وہ رَبِّ اے میرے رب لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ کیوں نہ مہلت دی آپ نے مجھے اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ تھوڑی سی مدت فَاَصَّدَّقَ پس میں صدقہ کرتا وَاَكُنْ اور ہو جاتا میں مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ نیکوں میں سے وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اور ہرگز نہیں مہلت دے گا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا جب آ جائے گا اس کا وعدہ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے بِمَا ان کاموں کی تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو۔

اوپر سے منافقوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ھُمُ الَّذِیۡنَ یہ وہی لوگ ہیں یَقُوۡلُوۡنَ جو کہتے ہیں لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰی مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ نہ خرچ کرو تم ان پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ہیں حَتّٰی یَنۡفَضُّوۡا یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو جائیں، اِدھر اُدھر بھاگ جائیں۔ تو اس طرح کی باتیں کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کیوں کر بخشے گا۔ غزوہ بنو مصطلق کے سفر میں ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کی پشت پر تھپڑ مار دیا۔ مہاجر نے مدد کے لیے مہاجرین کو آواز دی اور انصاری نے مدد کے لیے انصاریوں کو آواز دی کہ پہنچو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سنیں تو فرمایا کہ یہ تم نے کیا نو مانہ جاہلیت کی باتیں شروع کردی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک مہاجر نے انصاری کو تھپڑ مارا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب تم اس معاملے کو ختم کر دو۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین اور دوسرے منافقوں کو علم ہوا تو کہنے لگے یہ سب تمھاری امداد کا نتیجہ ہے۔ تم نے ان کو ٹھکانا دیا، ان پر مال خرچ کرتے ہو اس لیے تو نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ یہ اب تمھیں مارنے لگ گئے ہیں۔ لہٰذا آئندہ ان پر خرچ کرنا بند کر دو۔ یہ سب اِدھر اُدھر بھاگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا وَ لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں خزانے آسمانوں اور زمین کے وَ لٰکِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَا یَفۡقَهُوۡنَ اور لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق میں دو چیزیں نہیں ہوتیں۔ حسن خلق اور دین کی سمجھ۔ چنانچہ اُنھوں نے یہ سمجھا کہ مال ہمارے پاس ہے اور سدا ہمارے پاس ہی رہنا ہے لہٰذا مہاجرین پر خرچ نہ کرو تا کہ یہ مدینہ سے منتشر ہو جائیں۔ ان کو اتنی سمجھ نہیں تھی کہ خزانے سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ حقیقی مالک وہی ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ اس کے دینے میں بھی امتحان ہے اور نہ دینے میں بھی امتحان ہے اور دے کر واپس لے لینے میں بھی امتحان ہے۔ اگر منافقوں کو اتنی سمجھ ہوتی تو وہ خرچ کرنے میں بخل نہ کرتے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو بڑی تکلیفیں آئی ہیں۔ جسمانی بھی اور مالی بھی۔ فاقے کاٹے۔ مگر پھر وہ وقت آیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں تھے۔ بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔ تو فرمایا کیا منافقوں کو علم نہیں ہے کہ خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

منافقین کی خباثت :

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک خباثت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا یَقُوْلُوْنَ یہ کہتے ہیں لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اگر ہم لوٹے مدینہ کی طرف لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ تو نکال دے گا زور والا اس سے ذلیل کو۔ یہ بات رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے کہی تھی کہ ہم باعزت لوگ ہیں ان ذلیل مہاجروں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ یہ بات ایک صحابی نے سن لی اور جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! آپ مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اُتار دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ "اس کو چھوڑ دو لوگ یہ پروپیگنڈہ نہ کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔" اور یہ چیز اسلام کے راستے میں رکاوٹ بن جائے گی۔

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا بیٹا کہ اس کا نام بھی عبداللہ تھا وہ مخلص مومن تھا۔ اس کو جب اس بات کا علم ہوا کہ میرے باپ نے یہ بات کہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

یہ کہا ہے۔تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر پیش کر دوں جس نے ایسے غلط کلمات کہے ہیں۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو منع کر دیا کہ ایسا نہ کرنا جب تک یہ بد بخت ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔لیکن جب قافلہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو بیٹے نے باپ کے سامنے تلوار سونت لی اور باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا وَاللّٰهِ لَا تَنْقَلِبُ حَتّٰى تُقِرَّ اِنَّكَ ذَلِيْلٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ عَزِيْزٌ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں تجھے اس وقت تک شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تو اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ باعزت ہیں۔جب باپ نے دیکھا کہ بیٹا مجھے چھوڑے گا نہیں تو اس نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ میں ذلیل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعزت ہیں۔

منافقوں نے یہ سمجھا کہ عزت مال کے زیادہ ہونے کا نام اور افراد کے زیادہ ہونے کا نام ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ حقیقی عزت ان چیزوں کا نام نہیں ہے حقیقتاً عزت کس کے لیے ہے۔فرمایا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے عزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن منافق نہیں جانتے اس بات کو۔

اوپر بیان ہوا ہے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو۔اب اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرما رہے ہیں کہ منافقوں، کافروں کو تو اپنے مالوں پر گھمنڈ ہے تمھیں نہیں ہونا چاہیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ نہ غفلت میں ڈالیں تمھیں تمھارے مال اور نہ اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، نماز پڑھنے سے،

حج کرنے سے، زکوٰۃ دینے سے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے، ہمیشہ اللہ اللہ کرنے سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے ذمہ جو فرائض ہیں ان کے ادا کرنے میں یہ چیزیں رکاوٹ نہ بنیں۔ لیکن دیکھا ایسا ہی گیا ہے کہ لوگ جب ان چیزوں میں زیادہ منہمک ہوجاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوجاتے ہیں۔ فرمایا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جو ایسا کرے گا کہ مال اور اولاد کی وجہ سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس یہی لوگ ہیں نقصان اُٹھانے والے۔ کیوں کہ جب آدمی نے دائمی آخرت کو چھوڑ کر فانی دنیا کو اختیار کیا وہ نقصان ہی اُٹھائے گا۔ اور پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۴ میں ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا "اور جس شخص نے اعراض کیا میرے ذکر سے اس کے لیے گزران ہوگا تنگی کا۔" مال و دولت کی فراوانی کے باوجود زندگی میں سکون نہیں ہوگا۔

مال کا فتنہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر امت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے۔ فرمایا میری امت کا فتنہ مال ہے۔ دیکھ لو لوگوں کا جو حال ہے کہ مال و دولت کی طلب میں سرگرداں ہیں حدود شرع کا کوئی لحاظ نہیں، جائز و ناجائز کی کوئی پروا نہیں ہے، حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے اور جائز ناجائز خواہشات میں لگا رہتے ہیں۔ ایسے لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ منافق تو ضرورت مندوں پر خرچ کرنے سے منع کرتے تھے اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے فرما رہے ہیں وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ اور خرچ کرو اس چیز میں سے جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے۔ اکثر حضرات تو فرماتے ہیں کہ چیز سے مراد مال ہے کہ ہم نے جو تمھیں مال دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو، عشر نکالو، فطرانہ ادا کرو اور نفلی

صدقات بھی کرتے رہو۔ بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃ بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ بعض لوگ بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کے مال کے سوا مال خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ رشتے داریاں بھی زکوٰۃ کے ساتھ نبھاتے ہیں۔ مثلاً: ان کے عزیز رشتہ داروں کی شادیاں ہوں تو آ کر پوچھتے ہیں کہ وہاں ہماری زکوٰۃ لگ سکتی ہے۔ بھائی! ٹھیک ہے اگر وہ مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ لگ جائے گی مگر زکوٰۃ کے علاوہ دوسرا مال بھی تو تمھارے پاس موجود ہے وہ کیوں نہیں دیتے۔ زکوٰۃ پر ہی کیوں ٹرخاتے ہو۔ لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چیز سے صرف مال مراد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نعمت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ علم ہے، عقل ہے، بدنی طاقت ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

تو فرمایا خرچ کرو اس چیز میں سے جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ پہلے اس سے کہ آئے تم میں سے کسی ایک کو موت۔ یعنی موت کے آثار ظاہر ہوں فَیَقُوْلَ پس کہے وہ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ اے میرے رب! کیوں نہ مہلت دی آپ نے مجھے تھوڑی سی مدت۔ مجھے تھوڑی سی مزید مدت کے لیے مہلت کیوں نہ دی فَاَصَّدَّقَ پس میں صدقہ کرتا، زکوٰۃ دیتا، خیرات کرتا وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ اور ہو جاتا میں نیکوں میں سے۔ مگر اس وقت مہلت نہیں ملے گی۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۳۴ میں ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ "پس جب آجائے گا ان کا وعدہ تو نہیں پیچھے ہٹیں گے اس سے ایک گھڑی اور نہ آگے ہوں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ صدقہ ایسے وقت میں دے جب تندرست ہو اور مال کی رغبت رکھتا ہو اور محتاج ہونے سے بھی ڈرتا ہو۔ ایسا نہیں کہ

مرنے لگے تو کہے کہ یہ مال فلاں کے واسطے صدقہ ہے۔ حالاں کہ وہ فلاں وارث ہو چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس آدمی کے پاس مال ہے مگر اس نے حج نہیں کیا، زکوٰۃ واجب تھی ادا نہیں کی۔ وہ آدمی مرتے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرے گا ایک آدمی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ دنیا میں لوٹائے جانے کی درخواست تو کافر کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تجھے قرآن سناتا ہوں۔ پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ کہ اس آیت کریمہ میں خطاب ایمان والوں کو ہے لیکن یہ درخواست منظور نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اور ہرگز مہلت نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا جب آجائے گا اس کا وعدہ یعنی جب کسی جان کا دنیا میں رہنے کا وقت جو مقدر تھا پورا ہو گیا پھر اس کو ایک سانس کی بھی مہلت نہیں ملتی وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا۔ ان کاموں کی جو تم کرتے ہو۔ تمھارا ہر فعل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اعمال کے مطابق سزا اور جزا کے مستحق ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ التغابن

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتہا ۱۸ ۶۴ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۸ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مَا وہ مخلوق فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَمَا اور وہ مخلوق فِي الْاَرْضِ جو زمین میں ہے لَهُ الْمُلْكُ اسی کے لیے ہے ملک وَلَهُ الْحَمْدُ اور اُسی کے لیے ہے تعریف وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے هُوَ الَّذِيْ

وہ وہ ذات ہے خَلَقَكُمْ جس نے تم کو پیدا کیا فَمِنْكُمْ پس تم میں سے بعض كَافِرٌ کافر ہیں وَّمِنْكُمْ اور تم میں سے بعض مُّؤْمِنٌ مومن ہیں وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بِمَا اس کارروائی کو تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَ صَوَّرَكُمْ اور تمھیں صورت بخشی فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ پس بہت اچھی صورت عطا کی تم کو وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے يَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا اس چیز کو فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَ الْاَرْضِ اور زمین میں ہے وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے مَا اس چیز کو تُسِرُّوْنَ جس کو تم چھپاتے ہو وَمَا اور اس چیز کو تُعْلِنُوْنَ جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جاننے والا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے راز اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمھارے پاس نَبَؤُا الَّذِيْنَ خبر اُن لوگوں کی كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَذَاقُوْا پس چکھا انھوں نے وَبَالَ اَمْرِهِمْ اپنے معاملے کا وبال وَلَهُمْ اور ان کے لیے ہے عَذَابٌ اَلِيْمٌ درد ناک عذاب ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ یہ اس لیے کہ بے شک شان یہ ہے كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ آتے تھے ان کے پاس رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ

واضح دلائل لے کر فَقَالُوْا پس اُنھوں نے کہا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا کیا بشر رہنمائی کریں گے ہماری فَكَفَرُوْا پس اُنھوں نے انکار کیا وَتَوَلَّوْا اور اعراض کیا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے بھی بے پروائی کی۔ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہے حَمِيْدٌ تعریفوں والا ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ :

اس سورت کا نام تغابن ہے۔ اگلی آیات میں تغابن کا لفظ آئے گا۔ تغابن کا معنیٰ ہے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا۔ ہر آدمی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک مقام بنایا ہے اور دوزخ میں بھی ایک مقام بنایا ہے۔ مومنوں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں اور کافروں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں۔ جو ایمان لائے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو کفر اختیار کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ ان کی جنت دوزخ میں جو سیٹیں خالی ہوئی ہیں وہ ایک دوسرے کو مل جائیں گی۔ جنتی کی جو سیٹ اور گھر دوزخ میں تھا وہ کافر کو مل جائے گا اور کافر کی جو سیٹ اور گھر جنت میں خالی ہوا وہ مومن کو مل جائے گا۔ گویا اس طرح ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے۔

قبر میں سوال وجواب :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ جب انسان کی وفات ہوتی ہے اور اس کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور سوال جواب والے فرشتے آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ "تیرا رب کون ہے؟" مومن ہے تو جواب دیتا ہے رَبِّيَ اللّٰهُ "میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔" مَنْ نَبِيُّكَ "تیرا نبی کون ہے؟" جواب دیتا ہے نَبِيِّ مُحَمَّدٌ ﷺ "میرا نبی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔" مَا دِيْنُكَ "تیرا دین کیا ہے؟" دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ "میرا دین اسلام ہے۔" اور کافر ہے تو جوابات میں ناکام ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے مجھے کسی شے کا علم نہیں ہے۔ یہ فرشتے سوال جواب کر کے چلے جاتے ہیں۔ دوسرے محکمہ کے فرشتے آ جاتے ہیں اور دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھولتے ہیں۔ نیک آدمی دیکھ کر گھبرا جاتا ہے کہ میں نے جوابات تو صحیح دیئے ہیں پھر یہ آگ کے شعلے مجھے کیوں دِکھائے جا رہے ہیں۔ پھر دوزخ کی کھڑکی بند کر کے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے کہ اس کی ہوائیں اور خوشبوئیں اور لذتیں وہ محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں کہ پہلی کھڑکی جو کھولی تھی وہ تجھے یہ بتلانے کے لیے کھولی تھی کہ اگر تو مومن نہ ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا۔ ایمان کی وجہ سے رب تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ اور اگر کافر مشرک ہے تو سوال جواب والے فرشتے اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں اور دوسرے محکمے کے فرشتے آ جاتے ہیں۔ وہ اس کے لیے پہلے جنت کی کھڑکی کھولتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے کہ مزے بن گئے۔ جب وہ اچھی طرح دیکھ لیتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اگر تو ایمان لاتا تو تیری یہ جگہ ہونی تھی مگر اب نہیں ہے۔ وہ کھڑکی بند کر کے دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ تو ہر ایک کے لیے رب تعالیٰ نے جنت میں بھی جگہ بنائی ہے اور دوزخ میں بھی بنائی ہے۔ اب جس جگہ کوئی جانا چاہے چلا جائے۔

اس سورۃ کا نام تغابن ہے۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو سات سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک سو آٹھ [۱۰۸] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور اٹھارہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُسَبِّحُ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مَا فِي

السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں۔ چاند، سورج، ستارے ہیں یا اور مخلوق جس کو ہم نہیں جانتے سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وَمَا فِي الْأَرْضِ اور وہ مخلوق جو زمین میں ہے۔ اوپر نیچے سات زمینیں ہیں۔ ان میں بے شمار مخلوق ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں لَهُ الْمُلْكُ اسی کے لیے ہے ملک۔ سارے ملک کا خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی ہے، سارے ملک میں تصرف بھی اسی کا ہے۔ خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے رتی برابر بھی کسی کو نہیں دیئے وَلَهُ الْحَمْدُ اور اُسی کے لیے ہے تعریف۔ کیوں کہ تعریفوں کے لائق اور تعریفوں کا مستحق صرف وہی ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو چاہے سو کرے اس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

دیانند سرسوتی کا قرآن کریم پر اعتراض :

دنیا میں بڑے منہ پھٹ لوگ گزرے ہیں، اب بھی ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ ان منہ پھٹ لوگوں میں سے ایک آریا سماج کا لیڈر دیانند سرسوتی بھی تھا۔ بڑا موذی قسم کا آدمی تھا۔ اس نے قرآن کریم پر الحمد للہ سے لے کر والناس تک بڑے اعتراض کیے ہیں۔ اس کی کتاب کا نام ہے "ستیارتھ پرکاش"۔ اس کتاب کا چودھواں باب اس نے اس کے لیے وقف کیا ہے۔ اس آیت کریمہ پر وہ اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ تمھارا قرآن کہتا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو پھر تمھارا رب چوری پر بھی قادر ہے، زنا پر بھی قادر ہے۔ کیوں کہ چوری اور زنا بھی تو ایک شے ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اگر قادر نہیں ہے تو پھر یہ آیت غلط ہوئی۔

اب دیکھو! اس نے کیسی خباثت کی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر باطل کی سرکوبی کے لیے حق والے کھڑے کیے ہیں۔ چنانچہ بانیٔ دارالعلوم دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خوب سرکوبی کی ہے۔حضرت کی بہت ساری علمی کتابیں ہیں۔ایک کا نام انتصار الاسلام ہے۔اس میں حضرت نے جواب میں بڑا کچھ لکھا ہے۔میں اختصار کے ساتھ تمھیں سمجھاتا ہوں۔حضرت فرماتے ہیں اے دیانند سرسوتی تم کہتے ہو کہ کیا رب چوری پر قادر ہے؟ چوری ہوتی ہے غیر کی ملک میں۔اگر کوئی اپنی چیز اُٹھالے تو اس کو کوئی چور نہیں کہتا۔تم غیر کی ملک ثابت کرو دلیل کے ساتھ پھر ہم چوری ثابت کر دیں گے۔پہلے تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کائنات کا خالق مالک ثابت کرو، واجب الوجود ثابت کرو پھر ہم کہیں گے کہ ہاں رب نے غیر کی ملک میں چوری کی ہے یا کر سکتا ہے۔اور زنا کے لیے آلات درکار ہیں۔تم پہلے رب تعالیٰ کے لیے مردانہ آلات ثابت کرو پھر ہم اگلی بات کریں گے۔

تو دنیا میں ایسے منہ پھٹ بھی گزرے ہیں جنھوں نے رب تعالیٰ کو بھی معاف نہیں کیا۔تو فرمایا وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وہ وہی ذات ہے جس نے تمھیں پیدا کیا ہے فَمِنْكُمْ كَافِرٌ پھر بعض تم میں سے کافر ہیں وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ اور بعض تم میں سے مومن ہیں۔کافروں کی دنیا میں ہمیشہ اکثریت رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام کے زمانے تک تو كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [البقرہ: ۲۱۳] "سب لوگ ایک ہی دین پر تھے" ایک امت تھے۔سب سے پہلے جس قوم نے کفر و شرک کی اشاعت کی وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔اور عرب کی زمین پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔پہلا شخص جس نے دین کو بگاڑا عمرو بن لُحی بن قمع تھا۔اس خبیث

نے دین میں فتور پیدا کیا۔غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑے۔

جیسے تم نے گوجرانوالا شہر میں گائیں بازاروں میں گھومتی پھرتی دیکھی ہوں گی۔ یہ گائیں جاہل قسم کے لوگوں نے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں۔لوگ ڈر کے مارے ان کو چھیڑتے نہیں۔ چاہے کسی کی ریڑھی سے پھل وغیرہ کھا جائیں۔اس کو عربی میں سائبہ کہتے ہیں جس کا ذکر ساتویں پارے میں ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ [مائدہ:۱۰۳] سائبہ کا معنٰی وہ جانور جو غیر اللہ کے تقرب کے لیے چھوڑ دیا جائے۔رب تعالیٰ نے اس کا کوئی حکم نہیں دیا۔ اَوَّلُ مَنۡ سَيَّبَ السَّوَائِبَ "پہلا وہ آدمی جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور وقف کیا وہ عمرو بن لُحی تھا۔" یہ اخلاق میں اتنا گرا ہوا تھا کہ حاجیوں کے کندھوں پر سے چادریں اُٹھا لیتا تھا۔ وہ اس طرح کہ اس نے لاٹھی کے آگے کنڈی لگائی ہوئی تھی جیسے مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی ہوتی ہے طواف کرتے وقت جس کے کندھے پر اچھی چادر دیکھتا کنڈی کے ساتھ اُڑا لیتا۔ اگر کسی کو پتا چل جاتا تو کہتا اوہو غلطی ہوگئی ہے۔اور اگر کسی کو پتا نہ چلتا تو اپنے تھیلے میں ڈال لیتا جو اس نے اپنے پیچھے لٹکایا ہوا ہوتا تھا۔وہ ظالم عین طواف کے وقت یہ کارروائی کرتا مگر اس کا مذہب بھی دنیا میں چل رہا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر عمرو بن لُحی بن قمع کے دور تک عرب کے سارے لوگ صحیح مذہب پر تھے۔باقی علاقوں میں کفر تھا۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مومن ہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ اور اللہ تعالیٰ اس کارروائی کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔جو عمل تم کر رہے ہو وہ اس کی نگاہ میں ہے۔ہر

چیز اس کی نگاہ میں ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ دنیا میں کوئی چیز بے مقصد اور بے فائدہ نہیں ہے تو کیا خیال ہے تمھارا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بے فائدہ پیدا کیا ہے ہرگز نہیں! اس کے پیدا کرنے والے نے وَصَوَّرَكُمْ تمھیں شکلیں اور صورتیں دی ہیں فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ پس بہت اچھی صورتیں تمھیں عطا کیں وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ صُوَر صُوْرَةٌ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو صورتیں دی ہیں وہ سب سے اچھی ہیں۔ انسان کی شکل کو دیکھو! کتے بلی اور گدھے کی شکل کو دیکھو۔ گھوڑے اور دیگر جانوروں کی شکلوں کو دیکھ لو۔ وہ رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی شکل انسان کو دی ہے احسن تقویم۔ ترکیب اور احسن صورت میں پیدا فرمایا۔ انسان بدصورت سے بدصورت بھی ہو حیوان کے مقابلے میں اس کی ظاہری شکل اچھی ہے۔ اندر کا معاملہ علیحدہ ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ شکلیں ان کی انسانوں جیسی ہوں گی اور دل ان کے بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ یہ جو چور ڈاکو ہیں، عزتیں لوٹنے والے ہیں، قتل کرنے والے ہیں اور جو رشوت کے بغیر کام نہیں کرتے ان کے دل بھیڑیوں سے بھی سخت ہیں۔ ان میں کوئی ترس اور رحم نہیں ہے۔ اخبارات میں تم پڑھتے ہو گے کہ ڈکیتی کے وقت عورتیں منتیں کرتی ہیں قرآن اور خدا کا واسطہ دیتی ہیں مگر ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اُلٹا آگے سے مسخرے کرتے ہیں۔ اور بھیڑیا کس بلا کا نام ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمھیں صورتیں دیں اور اچھی صورتیں دیں اور اسی کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ سب نے لوٹ کر رب تعالیٰ کی طرف جانا ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے اس کو نہ بھولنا۔

پہلے رب تعالیٰ کی صفت خلق کا بیان تھا آگے صفت علم کا بیان ہے۔ فرمایا یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وہ جانتا ہے اس چیز کو جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ اور وہ جانتا ہے اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم آہستہ باتیں کرتے ہو ان کو جانتا ہے وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور اس کو بھی جانتا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو۔ جو تم کھلے بندوں باتیں کرتے ہو ان کو بھی جانتا ہے۔ بلکہ باتوں کی کیا بات ہے؟ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے دلوں کے راز۔ دلوں میں جو نیک اور بد خیال آتے ہیں ان کا خالق بھی وہی ہے اور جاننے والا بھی وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دلوں کی بات کو کوئی نہیں جانتا۔

اس سے پچھلی سورت میں تم سن چکے ہو کہ منافقوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایسی باتیں کی ہیں تو وہ منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہمارے تو فرشتوں کو بھی ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ قسمیں کھا گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابی پر ناراض ہوئے کہ تو نے خواہ مخواہ ان کے ذمے ایسی باتیں لگائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور صحابی کو جھوٹا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نازل فرمائی کہ صحابی نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اور منافق جھوٹے ہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کے راز جانتے ہوتے تو یہ واقعہ کبھی پیش نہ آتا۔ تو وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے۔

فرمایا اَلَمْ یَاْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمھارے پاس نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا خبر ان لوگوں کی جنھوں نے کفر کیا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ تمھارے سے پہلے جو کافر ہوئے

ہیں ان کی خبریں، ان کے حالات تمھارے پاس نہیں آئے؟ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ پس چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال۔ دنیا میں جو سزائیں ان پر نازل ہوئیں ان کی خبریں تمھارے پاس نہیں پہنچیں۔ بہت ساری قوموں کی سزاؤں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کیا، کسی پر پتھر برسائے، کسی پر زلزلہ آیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ یہ تو دنیا میں سزا ملی وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک۔ دنیا کی سزا کے علاوہ عذاب قبر میں ہوگا، حشر میں ہوگا، دوزخ میں ہوگا۔ دنیا میں ان کو کیوں سزائیں ہوئیں اور آخرت میں عذابِ الیم کیوں ہوگا؟ فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ یہ اس لیے کہ بے شک شان یہ ہے کہ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ آئے تھے ان کے پاس ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَقَالُوْٓا پس کہا اُن کافروں نے اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا کیا بشر رہنمائی کریں گے ہماری۔ کافروں کا نظریہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت مطلوب ہوتی تو فرشتوں کو پیغمبر بنا کر ہماری رہنمائی کے لیے بھیجتا۔ یہ بشر ہو کر ہماری رہنمائی کرتے ہیں فَكَفَرُوْا پس اُنھوں نے انکار کیا نبی کی نبوت کا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا۔ ہم تجھے نبی ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت :

تفسیر روح المعانی اور زرقانی اور عالمگیری میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ پوچھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تم کیا کہتے ہو کہ انسانوں میں سے تھے، جنات میں سے تھے، عربی تھے یا عجمی تھے؟ کس مخلوق میں سے تھے؟ فَقَالَ "پس اس نے کہا لَآ اَدْرِيْ میں نہیں جانتا يَكْفُرُ وہ کافر ہے۔" کیوں دین کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ مسلمان کو علم ہونا چاہیے کہ ہمارے پیغمبر

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، بشر ہیں، عربی ہیں۔ وہ کیوں کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ تمام نبی بشر تھے، انسان تھے، آدمی تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کو نبوت اور رسالت کا مقام عطا فرمایا جس سے وہ عام انسانوں سے بلند ترین ہو گئے۔

تو ان لوگوں نے پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا تو کافر ہو گئے کہ ہماری رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بشر بھیجے ہیں۔ تو مسئلہ آپ نے روح المعانی وغیرہ کے حوالے سے سمجھ لیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ بشر تھے یا جن تھے، عربی تھے یا عجمی، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور یہاں تو اُلٹی گنگا ہے کہ نبی کی بشریت کا انکار کرتے ہیں کہ نبی بشر نہیں ہے۔ میں ساری عوام کے بارے میں بدگمانی نہیں کرتا عوام تو سادے ہیں (ان کے) مولوی ان کے غلط ذہن بناتے ہیں۔ عوام کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ کہ یہ عقائد ضروری اور بنیادی ہیں۔ صرف مولوی کے ذمہ تڑپنا نہیں ہے تمھارا بھی فریضہ ہے۔ مولوی نے تو اپنی جگہ تڑپنا ہے تم بھی جتنا قرآن پڑھو گھر جا کر سناؤ اور سمجھاؤ عورتوں کو اور بچوں کو۔

تو فرمایا اُنھوں نے کہا کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے؟ پس اُنھوں نے کفر کیا وَتَوَلَّوا اور اُنھوں نے اعراض کیا، منہ موڑ لیا حق سے۔ توحید کو اُنھوں نے نہ مانا، رسالت کا انکار کر دیا، قیامت کو تسلیم نہیں کیا، وحی کو نہیں مانا کہ وحی کوئی چیز نہیں ہے وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے۔ وہ تو محتاج نہیں ہے۔ محتاج تو مخلوق ہے کہ روٹھ جائے تو دوسرے اس کو منانے کے لیے جاتے ہیں یعنی مان جاؤ تسلیم کر لو۔ رب تعالیٰ تو منکروں کے پیچھے نہیں جاتا ہے وہ مستغنی ہے وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے تعریفوں والا ہے۔

زَعَمَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ

لَّنۡ یُّبۡعَثُوۡا ؕ قُلۡ بَلٰی وَ رَبِّیۡ لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡ ؕ وَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ﴿۷﴾ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ النُّوۡرِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلۡنَا ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۸﴾ یَوۡمَ یَجۡمَعُکُمۡ لِیَوۡمِ الۡجَمۡعِ ذٰلِکَ یَوۡمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ وَ یَعۡمَلۡ صَالِحًا یُّکَفِّرۡ عَنۡہُ سَیِّاٰتِہٖ وَ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۹﴾ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۰﴾ؑ مَاۤ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ یَہۡدِ قَلۡبَہٗ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۳﴾

زَعَمَ الَّذِیۡنَ دعویٰ کرتے ہیں وہ لوگ کَفَرُوۡا جنھوں نے کفر کیا اَنۡ لَّنۡ یُّبۡعَثُوۡا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے قُلۡ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کہہ دیں بَلٰی کیوں نہیں وَ رَبِّیۡ قسم ہے میرے رب کی لَتُبۡعَثُنَّ تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ پھر تمھیں بتلایا جائے گا بِمَا عَمِلۡتُمۡ جو عمل تم نے کیے وَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ

پر وَرَسُوْلِہٖ اوراس کے رسول پر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اوراس نور پر اَنْزَلْنَا جوہم نے نازل کیا وَاللّٰہُ اوراللہ تعالیٰ بِمَا اس چیز سے تَعْمَلُوْنَ جوتم کرتے ہو خَبِیْرٌ خبر رکھنے والا ہے یَوْمَ جس دن یَجْمَعُکُمْ جمع کرے گاتم کو لِیَوْمِ الْجَمْعِ جمع ہونے کے دن ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ یہ دن ہار جیت کا دن ہے وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ اور جوشخص ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَیَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا یُّکَفِّرْ عَنْہُ معاف کردے گا اللہ تعالیٰ اس سے سَیِّاٰتِہٖ اس کی برائیاں وَیُدْخِلْہُ اور داخل کرے گا اس کو جَنّٰتٍ باغوں میں تَجْرِیْ بہتی ہیں مِنْ تَحْتِہَا اس کے نیچے الْاَنْہٰرُ نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ رہیں گے ان میں اَبَدًا ہمیشہ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہ ہے بڑی کامیابی وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَکَذَّبُوْا اور جھٹلایا بِاٰیٰتِنَآ ہماری آیتوں کو اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ہمیشہ رہیں گے اس میں وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بُری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی مَآ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنْ مُّصِیْبَۃٍ کوئی مصیبت اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَمَنْ اور وہ شخص یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ جو ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر یَھْدِ قَلْبَہٗ رہنمائی کرتا ہے اس کے دل کی وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ

ہر چیز کو جاننے والا ہے وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی
وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ
پس اگر تم منہ موڑو گے فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے عَلٰی رَسُوْلِنَا
ہمارے رسول کے ذمہ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ پہنچا دینا ہے کھول کر اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ اللہ وہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے وَعَلَی اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ
ہی پر فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ پس چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے۔

دین کے بنیادی اُصول تین ہیں۔توحید، رسالت اور قیامت۔ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تک توحید کا مسئلہ بیان ہوا اور لَمْ یَاْتِكُمْ سے لے کر وَاللّٰهُ غَنِیٌّ
حَمِیْدٌ تک رسالت کا بیان تھا۔اب قیامت کے مسئلے کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا دعویٰ کرتے ہیں وہ لوگ
جنھوں نے کفر کیا، کیا دعویٰ کرتے ہیں اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا کہ وہ ہرگز نہیں
اُٹھائے جائیں گے۔قریش مکہ بڑے شد و مد کے ساتھ بعث بعد الموت کا انکار
کرتے تھے۔کہتے تھے قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ [یٰسین:۷۸] "کون
زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔" ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ
رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ [پارہ ۲۶، سورۂ ق:۳] "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ
لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اور سورۂ سجدہ آیت نمبر ۱۰ میں ہے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ
ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ "کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش
میں پیدا کیے جائیں گے۔" تو مشرکین مکہ دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے۔

فرمایا قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیں بَلٰی کیوں نہیں دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ قسم ہے میرے رب کی تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ پھر تمھیں بتلایا جائے گا جو عمل تم نے کیے وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ جس نے پہلے پیدا کیا ہے اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے لہٰذا تم اس کی تیاری کرو فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اس کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم سمجھو وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔ مراد قرآن ہے۔ قرآن پر ایمان لاؤ اس میں جو احکام بیان ہوئے ہیں ان پر عمل کرو۔ یہ قیامت تک کے لیے ضابطۂ حیات ہے۔ تو نور سے مراد قرآن پاک ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۴ میں ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا "اور نازل کیا ہم نے تمھاری طرف واضح نور۔"

تو فرمایا اس نور پر ایمان لاؤ اس کے پروگرام کو اپناؤ۔ ایمان اور کفر، توحید اور شرک، حق اور باطل کا فرق معلوم ہو جائے گا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے جو تم کرتے ہو خبر رکھتا ہے۔ تمھارا ہر کام اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔ قیامت والے دن ہر شے تمھارے سامنے آ جائے گی يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ جس دن جمع کرے گا تم کو لِيَوْمِ الْجَمْعِ جمع ہونے کے دن۔ اگلے پچھلے اس دن سارے جمع ہوں گے۔ سورۂ واقعہ پارہ نمبر ۲۷ میں ہے اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ "بے شک پہلے اور پچھلے البتہ سب جمع کیے جائیں گے ایک مقررہ دن کے وعدے پر۔" اور سورۂ ہود آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ

لَهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ "یہ ایک دن ہے جس میں لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہ دن ہے کہ جس میں حاضری ہوگی۔" تو محشر والے دن میدانِ محشر میں سب اگلے پچھلے جمع ہوں گے ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ یہ دن ہار جیت کا دن ہوگا۔ اس دن بعض لوگ ہار جائیں گے اور بعض لوگ جیت جائیں گے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کے لیے ایک مقام جنت میں بنایا ہے اور ایک مقام دوزخ میں بنایا ہے۔ مومنوں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں اور کافروں کے لیے بھی دو دو۔ جو ایمان لائے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو کفر اختیار کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ ان کی جنت اور دوزخ والی سیٹیں جو خالی ہوں گی وہ ایک دوسرے کو مل جائیں گی۔ تو اس طرح وہ ہار جیت کا دن ہوگا۔ مومن جیت جائے گا کافر ہار جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور جو شخص ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَيَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں۔ اس کی کوتاہیوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے گا۔ ایمان اور نیکی سے صغیرہ گناہ ویسے ہی معاف ہوتے رہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو ایک نیک عمل ہے جس کی وجہ سے انسان کی بہت سی کوتاہیاں معاف ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: جب کوئی آدمی وضو کی نیت سے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب منہ دھوتا ہے تو منہ کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے صغائر معاف ہو جاتے ہیں۔ حتّٰی کہ جب پانی کا آخری قطرہ زمین پر گرتا ہے تو انسان تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

سورۂ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ "بے شک

انسان کی نیکیاں اس کی برائیوں کو مٹاتی ہیں۔" مسجد کی طرف آنے سے ایک ایک قدم پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، ایک ایک صغیرہ گناہ جھڑ جاتا ہے اور ایک ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَوَضَّأَ وَضُوْئِ هٰذَا جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اس حال میں کہ وہ دل سے بات نہ کرتا ہو (یعنی خود خیالات نہ لائے) تو اس کے لیے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو پہلے ہو چکے ہیں۔ یہ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے۔

تو فرمایا معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور داخل کرے گا اس کو باغوں میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہیں گے ان میں ہمیشہ کبھی وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے اور نہ ہی وہاں کی نعمتیں کم ہوں گی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے بڑی کامیابی جس کو نصیب ہو جائے کہ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں پہنچ جائے۔ اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں ہے۔

اس کے برعکس فرمایا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانا، اس کے رسولوں کا انکار کیا، قیامت کا انکار وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کیا، معجزات کو جادو کہا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے دوزخ میں۔ کافر مشرک کو کبھی دوزخ سے رہائی نصیب نہیں ہوگی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بہت بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی۔ اس سے بری جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ جہاں نہ

مرنا ہے اور نہ زندگی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ دکھ، تکلیف رب تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آسکتی اور دور کرنے والا بھی وہی ہے۔ تکالیف کو دور کرنے کے لیے شرک میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو جہنمی نہ بناؤ۔ تکلیف آتی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور جاتی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ فرمایا مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ جو ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر رہنمائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کی۔ وہ مصیبت کے وقت پڑھتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون وہ جزع فزع نہیں کرتا۔ اس کو یقین ہوتا ہے کہ دکھ سکھ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں یہ یقین ڈال دیتا ہے کہ جو مصیبت اُسے پہنچی ہے اسے ٹال کوئی نہیں سکتا اور جو نہیں آنی اسے کوئی مسلط نہیں کرسکتا۔ لہٰذا مجھے جو تکلیف پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عین علم اور حکمت کے مطابق ہے۔

اور لفظ يَهْدِ کو يُهْدَ، مجہول بھی پڑھا گیا ہے۔ پھر مطلب ہوگا کہ جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر اس کا دل سکون اور اطمینان پکڑتا ہے۔ اور جو شخص صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اس کا دل ہمیشہ خلفشار میں رہتا ہے اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے ہیں وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ انسان کی ہر حالت اس کے سامنے ہے دکھ کی ہو یا سکھ کی۔

آگے اللہ تعالیٰ نے نجات کا راستہ بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

اس میں تمھاری دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ نجات اور فلاح کا رستہ یہی ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو اور رسول ﷺ کی سنت کو اپناؤ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم اعراض کروگے، منہ موڑوگے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ پس پختہ بات ہے ہمارے رسول کے ذمہ پہنچا دینا ہے کھول کر۔ پیغمبر کی ذمہ داری اتنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک پہنچا دے۔ منوانا پیغمبر کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر کوئی نہیں مانتا تو یہ رسول کی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ ہی پیغمبر سے یہ سوال ہوگا کہ یہ جہنم میں کیوں گئے ہیں؟ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۱۹ میں ہے وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ "اور آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا دوزخیوں کے بارے میں۔" کہ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت دے کر جنت میں کیوں نہیں پہنچایا، کیوں کہ یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں تھا۔ پیغمبر کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دینا ہے جو نہیں مانیں گے رب تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا۔ پیغمبر کی تبلیغ کیا ہے؟ اس میں سرفہرست اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا سبق ہے۔

فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ وہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کے سوا کوئی سد سور، پکار کے لائق نہیں ہے۔ مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دستگیر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ مالک ہے نہ رازق ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے کہ اس کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ ازلی ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لہٰذا بھروسا بھی صرف اسی پر ہونا چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ع

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے ہو اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بے شک تمہاری عورتوں میں سے بعض وَاَوْلَادِكُمْ اور تمہاری اولاد میں سے بعض عَدُوًّا لَّكُمْ تمہارے دشمن ہیں فَاحْذَرُوْهُمْ پس تم ان سے بچتے رہو وَاِنْ تَعْفُوْا اور اگر تم معاف کرو گے وَتَصْفَحُوْا اور درگزر کرو گے وَتَغْفِرُوْا اور بخش دو گے فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ بے شک تمہارے مال وَاَوْلَادُكُمْ اور تمہاری اولاد فِتْنَةٌ آزمائش ہیں وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے مَا اسْتَطَعْتُمْ جس قدر تم طاقت رکھتے ہو وَاسْمَعُوْا اور سنو وَاَطِيْعُوْا اور اطاعت کرو وَاَنْفِقُوْا

اورخرچ کرو خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ یہ تمھارے لیے بہتر ہے وَمَنْ يُّوْقَ

اور جو بچالیا گیا شُحَّ نَفْسِهٖ اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں کامیاب ہونے والے اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ

اگر تم قرض دو گے اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا قرض حسن يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ

وہ دُگنا کرے گا تمھارے لیے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو وَاللّٰهُ

شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ قدر دان اور حوصلے والا ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ

وَالشَّهَادَةِ جاننے والا ہے چھپے ہوئے اور ظاہر کو الْعَزِيْزُ زبردست ہے

الْحَكِيْمُ حکمتوں والا ہے۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آتی۔ تو مصیبت کی وجہ کبھی بیوی بن جاتی ہے اور کبھی مصیبت کا سبب اولاد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ بے شک تمھاری عورتوں میں سے بعض اور تمھاری اولاد میں سے بعض عَدُوًّا لَّكُمْ تمھارے دشمن ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیات حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ مال دار اور کثیر الاولاد تھے۔ جب یہ جہاد پر جانے کا ارادہ کرتے تو ان کے اہل وعیال رونے لگ جاتے کہ ہمیں کس کے حوالے کرتے ہو؟ پس ان کا جی بھر آتا، نرم ہو جاتے اور ٹھہر جاتے۔ بالآخر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

شکایت کی کہ مجھے اہل وعیال کی طرف سے یہ خسارہ ہے اور اس وجہ سے وہ بیوی بچوں پر سختی کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر بتایا کہ تمھاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں پس تم ان سے بچتے رہو۔ ان کو اطاعت خدا اور اطاعت رسول میں رکاوٹ نہ بننے دو اور ان کے شر سے بچتے رہو۔

بسا اوقات آدمی بیوی بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر جاتا ہے۔ خوشی غمی کے موقع پر اکثر لوگ بیوی بچوں کی وجہ سے خدا رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور ناجائز رسومات اور خرافات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نا چاہتے ہوئے بھی ان کی خواہش پر بینڈ باجے منگواتے ہیں، رنڈیاں نچواتے ہیں، بھانڈ بلا کر دولت اُڑاتے ہیں اور بعض اوقات ان کی وجہ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ قرابت داری کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ اور بسا اوقات بیوی بچوں کی وجہ سے والدین کی نافرمان ہو جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بات سمجھائی ہے کہ ان کے شر سے بچو، خدا رسول کی اطاعت نہ چھوڑو۔ اگر تم ان کی وجہ سے خدا رسول کی نافرمانی کرو گے تو یہ سب تمھارے دشمن ہیں اور تمھیں جہنم میں لے جائیں گے تم ان سے پرہیز کرو۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ مکہ مکرمہ میں کچھ لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر دین کی معرفت حاصل کریں، قرآن کریم کی تعلیم حاصل کریں اور ہجرت کا ثواب حاصل کریں۔ لیکن ان کے بیوی بچوں نے ان کو نہ جانے دیا۔ پھر جب یہ حضرات ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ جو ساتھی پہلے ہجرت کر کے آئے تھے اُنھوں نے دین میں بڑی فقاہت حاصل کر لی ہے اور یہ دیر سے آنے کی وجہ سے محروم ہو

گئے۔ تو انھوں نے بیوی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور مومنوں کو آگاہ کیا کہ بعض تمھاری بیویاں اور بعض تمھاری اولاد تمھاری دشمن ہے فَاحْذَرُوْهُمْ ان سے بچتے رہو وَاِنْ تَعْفُوْا اور اگر تم معاف کردو گے وَتَصْفَحُوْا اور درگزر کرو گے وَتَغْفِرُوْا اور بخش دو گے تو فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ کیوں کہ انھوں نے جان بوجھ کر عداوت نہیں کی لہٰذا تم ان سے درگزر کرو اور عفو سے کام لو کیوں کہ اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو اور ان کے شر سے بچتے رہو۔

فرمایا اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ بے شک تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں۔ ان کی وجہ سے بسا اوقات آدمی حرام کمائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حرام کمائی سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا معصیت میں اولاد کی بات نہیں ماننی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن ایک آدمی لایا جائے گا پھر اُسے کہا جائے گا کہ تیری نیکیاں تیرے عیال نے کھالی ہیں یعنی ان کی وجہ سے تباہ ہوگئی ہیں۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں العیال سوس الطّاعاتِ "انسان کے بال بچے اس کے حق میں گھن ہوتے ہیں۔" جس طرح گھن لکڑی یا اناج کو کھا جاتا ہے اسی طرح بیوی بچے بھی نیکیوں کے ضیاع کا سبب بنتے ہیں۔

مال اور اولاد کا فتنہ :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے لہٰذا ہر فتنے سے تو پناہ نہیں مانگی جاسکتی اس لیے دعا اس طرح کیا کرو اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ "اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں گمراہی

میں ڈال دینے والے فتنوں سے۔" حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا آپ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سرخ لباس پہنے ہوئے گرتے پڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف آرہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر سے نیچے اُترے دونوں کو اُٹھایا، پیار کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ میں ان کو گرتے پڑتے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا خطبہ روک کر میں نے ان کو اُٹھالیا ہے۔ اور ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہر اُمت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔ اس کی وجہ سے ہی لوگ بے ایمان ہوتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں، خیانت کرتے ہیں۔ غلط رسومات میں پیسہ خرچ کرتے ہیں شادی بیاہ کے موقع پر بینڈ باجے ڈھول ڈھمکے، چراغاں، جھنڈیاں وغیرہ پر مال خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب حرام ہیں۔

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کندہ قبیلے کے وفد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تمھاری کوئی اولاد بھی ہے۔ میں نے کہا ہاں! اب آتے ہوئے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے کاش کہ اس کے بجائے کوئی درندہ ہی ہوتا میری قوم کی حفاظت کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور انتقال کر جائیں تو اجر ہے۔ پھر فرمایا ہاں ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔

بہر حال مال اولاد کے فتنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔ مال اولاد کا حال بیان کرنے کے بعد

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ہدایت فرمائی ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے بچو۔ کفر، شرک، نفاق کے قریب نہ جاؤ۔ یہاں ایک اشکال ہے اس کو سمجھ لیں۔ اشکال یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم میں طاقت ہے۔ اور سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ "اے ایمان والو ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔" تو بہ ظاہر دونوں آیتوں کا آپس میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ تو بعض مفسرین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے سورۂ آل عمران والی آیت منسوخ ہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ تو صحابہ کرام پر عمل کرنا دشوار گزرا کہ دن رات کے قیام سے ان کے پاؤں سوج گئے، پیشانیاں زخمی ہو گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرما کر تخفیف کی اور یہ آیت نازل فرمائی فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم طاقت رکھتے ہو۔

لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے بلکہ سورۂ آل عمران میں حَقَّ تُقٰتِهٖ کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے کہ ایمان، توحید میں کسی قسم کی کمزوری نہیں آنی چاہیے۔ عقیدے کے معاملے میں اس طرح تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقوے کا حق ہے۔ ایمان اعتقاد کو ہر قسم کی آلائش سے پاک رکھو اور فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے کہ جس قدر تمھارے اندر طاقت ہے اس کے مطابق اعمال کرو۔ مثلاً: اگر تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو اشارے کے ساتھ پڑھ لو۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تمھیں کسی کام

کے کرنے کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کو بجا لاؤ اور جب میں تمھیں کسی بات سے منع کروں تو اس سے بالکل پرہیز کرو۔ یہ روایت بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے۔ تو پہلی آیت کا تعلق عقیدے کے تقوے کے ساتھ ہے۔

فرمایا وَاسۡمَعُوۡا اور سنو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کو۔ کیوں کہ سنو گے تو سمجھو گے اور عمل کرو گے وَاَطِیۡعُوۡا اور اطاعت کرو۔ جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو وَاَنۡفِقُوۡا اور خرچ کرو۔ اور سورۂ منافقون آیت نمبر ۱۰ میں ہے وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰکُمۡ "اور خرچ کرو تم اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو خَیۡرًا لِّاَنۡفُسِکُمۡ یہ بہتر ہے تمھاری جانوں کے لیے کیوں کہ بخل اچھا نہیں ہے۔ پارہ ۲۶ سورۂ محمد کی آخری آیت میں ہے وَمَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِہٖ "اور جو بخل کرے گا بے شک وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے۔" اس کا وبال اسی پر پڑے گا وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ اور جو بچا لیا گیا اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ پس یہی لوگ ہیں کامیاب ہونے والے۔ جو لوگ بخل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں یہ فلاح پانے والے ہیں۔ پھر جو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا بلکہ وہ تمھیں دگنا چگنا ہو کر ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا اگر دو تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن یُّضٰعِفۡہُ لَکُمۡ وہ دُگنا کر کے دے گا تمھیں۔ قرض حسن وہ ہوتا ہے جو کسی ضرورت مند کو بغیر سود اور احسان کے دیا جائے۔ یہ قرضہ قابل واپسی ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی ضرورت پوری کر کے واپس کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے

اس لیے تعبیر کیا ہے کہ یہ تمھیں واپس ملے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے جہاد کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک اُونٹنی بمع سازوسامان کے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تجھے اس کے بدلے میں سات سو اونٹنیاں بمع سازوسامان کے عطا فرمائے گا۔

فرمایا وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو۔ تمھاری غلطیاں معاف کر دے گا وَاللهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ قدر دان اور حوصلے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اطاعت کرنے والوں کی قدر کرتا ہے اور غلطی ہو جائے تو جلد سزا نہیں دیتا بڑے حوصلے والا ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ جاننے والا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو اور جو ظاہر ہیں۔ سورہ یونس آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ "اور نہیں ہے غائب تیرے رب سے مقدار ایک ذرے کی زمین میں اور نہ آسمان میں۔" الْعَزِيزُ زبردست ہے اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا الْحَكِيمُ حکمتوں والا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے اگر جلدی نہ پکڑے تو اس میں حکمت ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ

(مکمل)

جلد ۲۰

اٰیاتہا ١٢ ۔ ٦٥ سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ٩٩ ۔ رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۞ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۚ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۞ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۞

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! (ان سے کہہ دو) اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ جب تم طلاق دے دو عورتوں کو فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ پس تم طلاق دو ان کو عدت میں وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اور شمار کرو عدت وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے رَبَّكُمْ جو تمہارا رب ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ نہ

نکالو تم ان عورتوں کو مِنۡۢ بُیُوۡتِهِنَّ ان کے گھروں سے وَلَا یَخۡرُجۡنَ
اور نہ وہ خود نکلیں اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ مگر یہ کہ وہ کریں بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ
بے حیائی کھلی وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں وَمَنۡ
یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ اور جو تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ کی حدود سے فَقَدۡ ظَلَمَ
نَفۡسَهٗ پس تحقیق اس نے ظلم کیا اپنی جان پر لَا تَدۡرِیۡ نہیں جانتا کوئی
نفس لَعَلَّ اللّٰهَ شاید کہ اللہ تعالیٰ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا پیدا کر
دے اس کے بعد کوئی معاملہ فَاِذَا بَلَغۡنَ پس جس وقت پہنچیں وہ عورتیں
اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ پس روک رکھو تم ان کو
بِمَعۡرُوۡفٍ اچھے طریقے سے اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ یا الگ کر دو تم ان کو
بِمَعۡرُوۡفٍ اچھے طریقے سے وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ اور گواہ بنا لو دو عدل
والے مِّنۡكُمۡ اپنے میں سے وَاَقِیۡمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ اور قائم کرو
گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے ذٰلِكُمۡ یُوۡعَظُ بِهٖ اس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے
مَنۡ اس شخص کو كَانَ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر وَ
الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو شخص ڈرے گا
اللہ تعالیٰ سے یَجۡعَلۡ لَّهٗ بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے مَخۡرَجًا
تنگی سے نکلنے کا راستہ وَّیَرۡزُقۡهُ اور رزق دے گا اس کو مِنۡ حَیۡثُ لَا
یَحۡتَسِبُ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا وَمَنۡ یَّتَوَكَّلۡ عَلَی اللّٰهِ اور

جس نے توکل کیا اللہ تعالیٰ پر فَهُوَ حَسْبُهٗ پس وہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بَالِغُ اَمْرِهٖ پورا کرنے والا ہے اپنے معاملے کو قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ تحقیق کیا ہے اللہ تعالیٰ نے لِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کے لیے قَدْرًا اندازہ۔

نکاح اور طلاق کے اصول :

انسانی زندگی میں جو مسائل پیش آتے رہتے ہیں یا آسکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اُصول بیان فرمائے ہیں۔ کیوں کہ دنیا کا نظام آئین کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ان میں نکاح اور طلاق کے مسائل بھی ہیں۔ وہ بھی رب تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ چوتھے پارے کے آخر اور پانچویں پارے کی ابتدا میں نکاح کے مسائل بیان فرمائے کہ کون سی عورت کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے اور کون سی کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا۔ نکاح کے متعلق اُصول یہ ہے کہ ایجاب وقبول ہو اور کم از کم دو شرعی گواہ ہوں جن کو شریعت مسلمان کے لیے گواہ بناتی ہے۔ دو مسلمان مرد دین دار پرہیز گاروں کے سامنے نکاح ہوگا تو صحیح ہے۔ اگر ایسے گواہ نہ ہوں تو پھر نکاح بالکل نہیں ہوگا۔ دو سے زیادہ گواہ ہوں تو پھر نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے۔

نکاح کے بعد بعض دفعہ میاں بیوی میں ناچاقی بھی ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اس ناچاقی کے حل کے لیے اُصول بیان فرمائے ہیں۔ حتی الوسع ناچاقی اور بدمزگی سے بچنا چاہیے اور صلح صفائی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ عورت کو بھی حوصلہ کرنا چاہیے اور مرد کو بھی۔ کیوں کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ " جائز چیزوں میں مبغوض ترین چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں

طلاق ہے۔" جو چیزیں جائز ہیں ان میں بُری چیز طلاق ہے کیوں کہ انسانیت کا مسئلہ ہے۔ یہ کوئی بھیڑ بکری تو نہیں کہ آج یہاں اور کل وہاں، یہ سوال [illegible] انسانی زندگی کا سوال ہے۔ اس لیے شریعت کہتی ہے کہ تم نکاح سوچ [illegible] اور [illegible] کرو کہ جہاں نباہ ہو سکے۔ کفو کا مسئلہ اسی لیے مستحب ہے کہ برادری ہو۔ کیوں کہ آپس میں ملتے جلتے ہوں گے طور طریقوں سے واقف ہوں گے۔ تو نکاح کے لیے گواہ شرط ہیں۔ لیکن کبھی طلاق کی بھی نوبت آ جاتی ہے اگرچہ بُری چیز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کے اُصول بھی بیان فرمائے ہیں اور مستقل پوری سورۃ طلاق نازل فرمائی۔

طلاق دینے کا طریقہ اور طلاقِ ثلاثہ :

ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ جب تم طلاق دے دو عورتوں کو۔ طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے۔ پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے۔ پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ دو طلاقوں کے بعد رجوع کر سکتا ہے۔ اس دوران سوچنے سمجھنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ ممکن ہیں شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔

کیوں کہ بعض اوقات شرارتی قسم کے لوگ مرد عورت کے حالات بگاڑ دیتے ہیں شکوک وشبہات ڈال کر کہ تیری بیوی اچھی نہیں ہے یہاں کھڑی تھی وہاں بیٹھی تھی۔ وہ جوش میں آ کر سب کچھ کر دیتا ہے۔ تو شریعت نے موقع دیا ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق، دوسرے طہر میں دوسری طلاق، تیسرے طہر میں تیسری طلاق دو تا کہ سوچنے سمجھنے کا موقع ملے۔ لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو تمام فقہاء، ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور امام بخاری

رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی واقع ہو جاتی ہیں۔

اہل حدیث حضرات کے دو فرقے ہیں۔ ایک حافظ ابن حزم کا۔ وہ تین اکٹھی طلاقوں کو تین ہی سمجھتا ہے۔ دوسرا فرقہ جس کی یہاں اکثریت ہے وہ تین کو ایک کہتے ہیں۔ لیکن جب قرآن پاک کے الفاظ بھی صاف ہوں، احادیث بھی واضح ہوں، چاروں امام بھی متفق ہوں، تمام محدثین بھی متفق ہوں اور مسئلہ حلال حرام کا ہو تو اس کو سوچ سمجھ کر اختیار کرنا چاہیے۔ لہٰذا یاد رکھنا! تین طلاقیں حیض میں ہو جاتی ہیں، ایک مجلس میں بھی ہو جاتی ہیں، ایک کلمے کے ساتھ بھی ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔

تو فرمایا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیں جب تم طلاق دو عورتوں کو فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ پس تم طلاق دو ان کو عدت میں۔ یعنی عدت کے مطابق ایک طہر میں ایک طلاق، دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اور شمار کرو عدت کو تاکہ نسب میں گڑبڑ نہ ہو۔ جس کا نطفہ ہے اسی کا رہے۔ اسی نطفے سے جو بچہ پیدا ہونا ہے اس کی تعلیم و تربیت کا سوال ہے، وراثت کے احکام ہیں۔ جس کا بچہ ہوگا اس کے ذمہ تعلیم و تربیت ہے اس کا وہ وارث ہے۔ شریعت بات کو جھگڑے میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ طلاق کی عدت بھی اسی لیے ہے اور وفات کی عدت بھی اسی لیے ہے کہ بچے کی تعیین ہو جائے کہ کس کا ہے، کس سے اس کو وراثت ملے گی، اس کا خرچہ کس کے ذمہ ہوگا، کون اس کا نگران ہوگا۔ تو فرمایا عدت کو شمار کرو۔

دوسرے پارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ [البقرۃ:۲۲۸] "اور حلال نہیں ہے

ان کے لیے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔" تو جو ان کے پیٹ میں ہے اس کو نہ چھپائیں۔ ضروری نہیں کہ مردوں کے سامنے ڈھنڈورا پیٹتی پھریں اپنی والدہ کو بتادیں، خاوند کو بتادیں کہ میرے پیٹ میں بچہ ہے۔ اگر نہیں ہے تو وہ بھی بتادیں۔ اس لیے کہ اس پر عدت موقوف ہے اور عدت کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ عدت کے اندر اگر عورت کے ساتھ کسی نے دیدہ ودانستہ نکاح کیا تو کافر ہو گیا اور اس مجلس میں جو شریک ہوں گے وہ مرتد ہو جائیں گے۔ عدت کے اندر نکاح کا ذکر کرنا بھی حرام ہے۔ یعنی اگر کوئی عورت عدت گزار رہی ہے اور اس دوران میں کوئی اس کو کہتا ہے کہ عدت کے بعد فلاں کے ساتھ یا میرے ساتھ نکاح کرنا۔ یہ لفظ کہنا بھی گناہ ہے۔ دوسرے پارے میں یہ حکم موجود ہے وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ [البقرہ:۲۳۵] "اور نہ ارادہ کرو نکاح کی گرہ باندھنے کا یہاں تک کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے۔" ہاں اشارے کنایہ سے سمجھا سکتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جو تمھارا رب ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ اور نہ نکالو تم ان عورتوں کو ان کے گھروں سے۔ طلاق کے بعد وہ عدت وہیں گزاریں گی۔ عدت کے دنوں کا خرچہ اور سکنیٰ خاوند کے ذمہ ہے۔ اگر یہ نکالے گا گناہ گار ہوگا۔ اگر عورت نکلے گی بغیر کسی شرعی عذر کے تو وہ گناہ گار ہوگی۔ گھر سے مراد وہ گھر ہے جہاں وہ رہتی تھی چاہے وہ تمھارا ذاتی گھر ہو یا کرائے کا ہو یا مانگے کا ہو عدت کے دوران میں تم اس کو وہاں سے نہیں نکال سکتے وَلَا يَخْرُجْنَ اور نہ وہ خود نکلیں۔ ان کو بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ عدت کے دنوں میں باہر جائیں اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ

مُّبَيِّنَةٍ مگر یہ کہ کریں وہ کوئی بے حیائی کھلی یعنی زنا کا ارتکاب کریں یا وہ بعض عورتیں جولڑاکا اور بدزبان ہوتی ہیں اور ہر وقت گھر میں فتنہ ڈال کر رکھتی ہے تو اس کی زبان سے بچنے کے لیے گھر سے نکال دیں اس کی اجازت ہے۔

عدت کے مسائل :

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت جو بڑی سخت اور فحش گو تھی۔ اس کو طلاق ہوگئی۔ طلاق کے بعد وہ پہلے سے زیادہ سخت اور تیز ہوگئی۔ گھر کے افراد کو اس نے پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر ساس نندوں اور گھر کے دیگر افراد نے کہا کہ حضرت! ہم اس کی زبان سے پہلے بھی تنگ تھے اب تو اور تیز ہوگئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اچھا تو تم اس کو وہاں سے نکال دو۔ بخاری شریف میں موجود ہے اور ابوداؤد شریف میں بھی ہے۔ تو اگر بی بی لڑاکو اور بدزبان ہو تو نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ عورت عدت کے دوران میں گھر سے باہر نہیں جا سکتی۔ اگر اس کو کوئی ضرورت کا سودا لا کر دینے والا کوئی نہیں ہے تو پھر اس کو اجازت ہے کہ قریب کی دکان سے اپنے کھانے پینے کی چیزیں لے لے۔ اسی طرح بیمار ہوگئی ہے اور اتنی توفیق نہیں ہے کہ ڈاکٹر کو فیس دے کر گھر بلالیں کیوں کہ ڈاکٹروں کی بڑی فیس ہوتی ہے غریب آدمی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو قریب جو ڈاکٹر یا حکیم ہے اس سے دوائی لے لے۔ رات کسی جگہ نہیں ٹھہر سکتی۔ اور دیہاتی عورتیں جو اپنے جانور خود سنبھالتی ہیں، دودھ دُوہتی ہیں، زمینوں سے ساگ بھی چنتی ہیں۔ تو ایسی عورتیں جو مجبور ہیں اور دوسرا کوئی کرنے والا نہیں ہے اور ان کی زندگی کا اس پر دارومدار ہے تو ان کو بھی اجازت ہے وہ یہ سارے کام کر سکتی

ہیں۔ اگر اس کا باپ فوت ہو گیا ہے، بھائی فوت ہو گیا ہے آخر انسان ہے موت ساتھ ہے۔ تو تھوڑے سے وقت کے لیے جا سکتی ہے۔ لیکن رات کسی جگہ نہیں گزار سکتی۔ یہ عورت کے لیے بڑا سخت مسئلہ ہے۔

تو فرمایا نہ نکالو تم ان کو ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کریں وہ بے حیائی کھلی وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں مقرر کی ہوئی وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ اور جو تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ کی حدوں سے فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ سب کی رب تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہوگی اور رتی رتی کا حساب ہوگا۔ یہ جو فرمایا کہ ان کو عدت کے اندر طلاق دو۔ مثلاً: ایک طہر میں ایک، دوسرے طہر میں دوسری، تیسرے طہر میں تیسری کہ مستحب اور مسنون طریقہ یہی ہے۔ کیوں؟ فرمایا لَا تَدْرِیْ۔ اس کا فاعل نفس ہے۔ نہیں جانتا کوئی نفس لَعَلَّ اللهَ شاید کہ اللہ تعالیٰ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا پیدا کر دے اس کے بعد کوئی معاملہ۔ یعنی اگر کسی شریر عورت اور مرد کے ذہن بھرنے سے یا کسی اور وجہ سے جذبات میں آکر طلاق دے دی۔ اگر وہ ایک طلاق ہوگی تو وہ رجوع کر سکے گا سوچنے کا موقع ملے گا۔ دو طلاقیں ہوں گی تو بھی عدت کے دوران میں موقع ملے گا شریروں کی شرارت سے آگاہ ہو جائے گا کہ عورت بے قصور ہے، رجوع کر سکے گا۔ اور اگر تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو اس کے بعد تو کوئی موقع نہیں ہے۔ لہٰذا جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

صریح لفظوں میں ایک طلاق ہو، دو ہوں یہ رجعی طلاق کہلاتی ہیں۔ طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت کے دوران میاں بیوی آپس میں مل جائیں تو طلاق کا اثر ختم ہو جاتا ہے لیکن گنتی میں آئیں گی۔ اگر ایک طلاق دی ہے تو باقی دو کا اختیار ہوگا۔ اگر دو ہیں تو باقی

ایک کا حق ہوگا۔ اگر کنایہ کے لفظ سے طلاق دیتا ہے مثلاً: کہتا ہے یہاں سے دفع ہو جا یا کہتا ہے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے یا کہتا ہے میں تیری شکل نہیں دیکھنا چاہتا اور طلاق مراد لیتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے طلاق کی نیت کرتا ہے تو اس کو طلاقِ بائن کہتے ہیں۔ اس میں رجوع نہیں کر سکتا دوبارہ نکاح ہوگا چاہے عدت میں ہو یا عدت گزر گئی ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ایک آدھ مرتبہ کہا جائے۔ اگر زیادہ مرتبہ کہے گا تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔ فرمایا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس جس وقت وہ عورتیں جن کو طلاق دی گئی ہے پہنچ جائیں اپنی عدت کو۔ مراد ہے عدت ختم ہونے کے قریب پہنچیں فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس روک رکھو تم ان کو بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے اَوْ فَارِقُوْهُنَّ یا الگ کر دو تم ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور گواہ بنالو دو عدل والے اپنے میں سے۔ یہ گواہ بنانا مستحب ہے شرط نہیں ہے۔ طلاق تنہائی میں بھی ہو سکتی ہے، زبانی بھی ہو سکتی ہے، تحریری بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی آدمی زمین پر لکھ دے، اپنی بیوی کا نام لکھ کر کہ میں نے اس کو طلاق دی ہے تو ہو جائے گی۔ دیوار پر لکھ دے ہو جائے گی بے شک زبان سے کچھ نہ کہے۔ لیکن پانی پر لکھنے سے نہیں ہوگی، ہوا میں لکھنے سے نہیں ہوگی۔ کیوں کہ یہ تحریریں پڑھی نہیں جا سکتیں۔ اگر دل میں طلاق دے وہ نہیں ہوگی۔

بہر حال زبان سے طلاق دے گا تو ہو جائے گی چاہے ٹھٹھے کے طور پر دے۔ ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ مسخرے (ہنسی مذاق) کے ساتھ بھی طلاق ہو جائے گی۔ یعنی دل لگی کے طور پر کہا تجھے طلاق ہے تو وہ ہو گئی۔ بعض جاہل قسم کے لوگ آکر کہتے ہیں کہ اُنھوں نے لڑکی کو طلاق بھیجی ہے ہم نے خط وصول نہیں کیا۔ بھئی! تمھارے نہ وصول کرنے سے کیا بنتا ہے؟ طلاق تو ہو گئی ان باتوں سے طلاق نہیں ٹلتی وصول کرو یا نہ کرو

طلاق ہوگئی۔

توفرمایادوگواہ بنالوعدل والے یہ مستحب ہے وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ اور قائم کرو گواہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذٰلِكُمْ یہ جو مسائل ہیں یُوْعَظُ بِهٖ ان کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو شخص ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا بنادے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے تنگی سے نکلنے کا راستہ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور رزق دے گا اس کو ایسی جگہ سے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ [آل عمران:۱۰۲] جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرے جس طرح ڈرنے کا حق ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے دو وعدے ہیں۔

① یہ کہ تنگی سے نکلنے کے لیے کوئی سبیل پیدا کردے گا یعنی ہر پریشانی سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کردے گا۔

② ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا پس وہ اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہوگا۔ سب قدرتیں اس کے پاس ہیں، سب خزانے اس کے پاس ہیں اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے معاملے کو جو وہ کرنا چاہے اس کو روک کوئی نہیں سکتا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ [سورۃ البروج، پارہ ۳۰] "وہ کر گزرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔" قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا تحقیق مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ۔ زندگی اور موت کا، بیماری اور تندرستی کا۔ جو کسی کو دینا ہے ہر چیز کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اندازے اور مقدار مقرر ہے۔

وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰی ۝ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ۝ ع ١٧

وَالّٰٓـِٔیْ اور وہ عورتیں یَئِسْنَ جو ناامید ہو چکی ہیں مِنَ الْمَحِیْضِ حیض سے مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ تمہاری عورتوں میں سے اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تم کو شک ہو (کہ ان کی عدت کیا ہے) فَعِدَّتُهُنَّ پس ان کی عدت ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ تین مہینے ہے وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ اور وہ جن کو حیض نہیں آیا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور حمل والیاں اَجَلُهُنَّ ان کی عدت اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہ کہ جن (پیدا کر) دیں اپنے حمل کو وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے یَجْعَلْ لَّهٗ

کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا اس کے معاملے میں آسانی
ذٰلِکَ اَمۡرُ اللّٰہِ یہ حکم ہے اللہ تعالیٰ کا اَنۡزَلَہٗۤ اِلَیۡکُمۡ جو اُتارا ہے اس نے تمھاری
طرف وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے یُکَفِّرۡ عَنۡہُ مٹادے گا
اس سے سَیِّاٰتِہٖ اس کی خطائیں وَ یُعۡظِمۡ لَہٗۤ اَجۡرًا اور بڑھائے گا اس کے
لیے اجر اَسۡکِنُوۡہُنَّ ٹھہراؤ تم ان کو مِنۡ حَیۡثُ سَکَنۡتُمۡ جہاں تم خود ٹھہرتے
ہو مِّنۡ وُّجۡدِکُمۡ اپنی طاقت کے مطابق وَ لَا تُضَآرُّوۡہُنَّ اور نہ ضرر دو ان کو
لِتُضَیِّقُوۡا عَلَیۡہِنَّ تاکہ تم تنگی کرو ان پر وَ اِنۡ کُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ اور اگر ہیں وہ
عورتیں حمل والی فَاَنۡفِقُوۡا عَلَیۡہِنَّ پس تم خرچ کرو ان پر حَتّٰی یَضَعۡنَ حَمۡلَہُنَّ
یہاں تک کہ وہ جن دیں اپنے حمل کو فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَکُمۡ پس اگر وہ دودھ پلائیں
(بچے کو) تمھاری خاطر فَاٰتُوۡہُنَّ پس دو تم ان کو اُجُوۡرَہُنَّ ان کا معاوضہ
وَ اۡتَمِرُوۡا بَیۡنَکُمۡ اور آپس میں مشورہ کرو بِمَعۡرُوۡفٍ اچھے طریقے سے وَ اِنۡ
تَعَاسَرۡتُمۡ اور اگر تم تنگی کرو گے فَسَتُرۡضِعُ لَہٗۤ اُخۡرٰی پس پلادے گی اس کو کوئی
دوسری عورت لِیُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَۃٍ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا مِّنۡ سَعَتِہٖ
اپنی وسعت کے مطابق وَ مَنۡ قُدِرَ عَلَیۡہِ رِزۡقُہٗ اور جس پر تنگ کیا گیا ہو اس کا
رزق فَلۡیُنۡفِقۡ پس چاہیے کہ خرچ کرے مِمَّاۤ اٰتٰىہُ اللّٰہُ ۚ اس سے جو اللہ تعالیٰ
نے اس کو دیا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف اِلَّا
مَاۤ اٰتٰىہَا مگر اس چیز سے جو اس کو دی ہے سَیَجۡعَلُ اللّٰہُ عنقریب کرے گا
اللہ تعالیٰ بَعۡدَ عُسۡرٍ تنگی کے بعد یُّسۡرًا آسانی۔

اس سورۃ کا نام سورۃ الطلاق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے کچھ ضروری

اور بنیادی مسائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو چیزیں جائز ہیں ان میں بری چیز طلاق ہے۔ لیکن بعض مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی وجہ سے طلاق دینی پڑتی ہے اس لیے اسلام نے اجازت دی ہے۔ طلاق دیتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ طلاق ان دنوں میں دینی چاہیے جن دنوں میں عورت پاک ہو اور ان دنوں میں عورت کے ساتھ ہمبستری بھی نہ کی ہو۔ مستحب طریقہ یہی ہے۔ لیکن اگر کسی نے حیض کی حالت میں دے دی تو طلاق ہو جائے گی۔ اکٹھی تین طلاقیں دے دیں ہو جائیں گی۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں ہو جائیں گی۔ طلاق کے بعد عورت کے لیے عدت ہے۔ اگر طلاق کے وقت عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ جب بچہ پیدا ہوگا عدت ختم ہو جائے گی۔ اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ تین ماہواریاں گزریں گی تو اس کی عدت ختم ہوگی۔ اگر ماہواری نہیں آتی تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔

جن عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ اور وہ عورتیں جو ناامید ہو چکی ہیں حیض سے۔ زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے ان کو حیض نہیں آتا مِنْ نِّسَآئِکُمْ تمھاری عورتوں میں سے اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمھیں شک ہو کہ ان کی عدت کیا ہے فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ پس ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ اور اگر حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ پس یہی تین عدتیں ہیں۔ رب تعالیٰ نے مطلقہ کا قاعدہ بتلا دیا۔

فرمایا وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ اور وہ جن کو حیض نہیں آیا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ بچی نابالغ ہے کیوں کہ نابالغ بچی کا بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ اگر کسی بچی کا نکاح نابالغی

میں اس کے والد نے کر دیا یا دادا نے کر دیا تو اس بچی کو بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیوں کہ جو شفقت باپ دادا میں ہے وہ اور کسی میں نہیں ہے۔ ہاں اگر دلائل کے ساتھ باپ کا فسق ثابت ہو جائے اور یہ کہ اس نے پیسوں کی خاطر یہ کام کیا ہے تو پھر معاملہ جدا ہے۔ اسی طرح اگر ثابت ہو جائے کہ دادا بے ایمان تھا اس نے پیسوں کی خاطر چھوٹی بچی کسی جگہ پھنسا دی ہے تو پھر مسئلہ جدا ہے۔ باپ دادا کے سوا اگر کوئی اور بچی کا نکاح کر دے تو بچی کو فسخ کا اختیار ہے۔ فسخ کا یہ معنیٰ ہے کہ عدالت میں جائے قاضی کو کہے، مفتی کو کہے، جج کو کہے کہ میرے بھائی نے یا میرے چچا نے یا تائے یا ماموں نے نکاح کر دیا تھا میں اس پر راضی نہیں ہوں تو وہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اب رہا یہ سوال کہ عورت کب بالغ ہوتی ہے؟ اگر بچی صحت مند ہو اور خوراک گرم ہو تو نو دس سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چھ سال کی عمر میں ہوا اور جب رخصتی ہوئی نو سال عمر تھی۔ اگر صحت اور خوراک اچھی نہیں ہے تو پھر گیارھویں سال، بارھویں سال، تیرھویں سال، چودھویں سال بھی بالغ ہو سکتی ہے۔ پندرھواں سال آخری حد ہے۔ اگر کوئی اور علامت عورت میں ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کی لڑکی بالغ شمار ہوگی۔ پہلے علامت ظاہر ہو جائے تو پہلے بالغ ہے اور پندرہ سال کا لڑکا بھی بالغ ہے۔ پہلے علامت ظاہر ہو جائے تو پہلے بالغ ہے۔

تو ابھی بالغ نہیں ہوئیں۔ حیض ابھی تک شروع نہیں ہوا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور جو حمل والی ہیں اَجَلُهُنَّ ان کی عدت اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہ کہ جن دیں وہ اپنے حمل کو۔ بچے کو جنم دیں۔ بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی عدت ختم ہو جائے گی۔ مثلاً: حمل کو ایک ہفتہ گزرا ہے یا دو ہفتے گزرے ہیں اور طلاق کی

نوبت آگئی ہے تو اس عورت کی عدت آٹھ ماہ دو ہفتے ہوگی جب تک بچہ پیدا نہیں ہوگا اس عورت کی عدت ختم نہیں ہوگی۔ یہ قرآن پاک کا حکم ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے مرد و عورت يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے معاملے میں آسانی۔ دین صرف مردوں کے لیے نہیں عورتوں کے لیے بھی ہے۔ دین میں جس طرح مردوں کا حصہ ہے عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ عورتیں آدھی اُمت ہیں۔ عورتیں بھی دین سیکھیں۔ جن گھروں میں دین دار عورتیں ہیں ان گھروں میں دین کا تھوڑا بہت اثر ہوتا ہے۔ ان گھروں میں شادی اور موت کی رسمیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اور جن گھروں میں عورتیں دین سے عاری ہوتی ہیں وہاں بدعتیں اور رسمیں چھلانگیں لگا کر آتی ہیں۔ اس لیے عورتوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ دین سیکھیں۔ الحمد للہ! گکھڑ میں عورتوں کے درس بھی باقاعدہ موجود ہیں جہاں عورتیں پڑھاتی ہیں اور ایک آدھ ہفتے کے بعد عورتوں کا بیان بھی ہوتا ہے۔ عورتوں کو ضروری ضروری مسائل بتائے جاتے ہیں۔ جس گھر میں دین دار عورت ہوگی اس کا اولاد پر بھی اثر پڑے گا۔ عورت وقت پر اُٹھے گی، بچے بھی وقت پر اُٹھیں گے۔ اور جہاں عورت آٹھ بجے اُٹھے گی وہاں بچے دس بجے اُٹھیں گے۔ تو گھروں کی اصلاح میں عورتوں کا بڑا دخل ہے۔

تو فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دے گا ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو عدت کے بارے میں تمھیں بتلایا ہے اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ جو اس نے اُتارا ہے تمھاری طرف وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ مٹا دے گا اس سے اس کی خطائیں۔ اس کی خطائیں معاف کر دے گا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا اور بڑھائے گا اس کے

لیے اجر۔ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دے گا۔ اور جو فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے گا اس کا بدلہ سات سو گناہ ملے گا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [البقرہ: ۲۶۱] "اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔" جس کے لیے چاہے گا اس سے بھی زیادہ دے گا۔

فرمایا اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ ٹھہراؤ تم ان کو جہاں تم خود ٹھہرتے ہو مِّنْ وُّجْدِكُمْ اپنی طاقت کے مطابق۔ یعنی جہاں تم رہتے ہو مطلقہ عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق وہیں رکھو۔ مسئلہ یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا عدت کے دوران خرچہ اور مکان سابق خاوند کے ذمہ ہے۔ جب تک عدت ختم نہیں ہوگی وہ عورت وہیں رہے گی باہر نہیں جاسکتی مگر بہ امر مجبوری۔ شریعت نے مجبوریوں کا لحاظ رکھا ہے۔

مثال کے طور پر میاں بیوی حج پر گئے ہیں خاوند نے وہاں طلاق دے دی یا خاوند وہاں فوت ہو گیا۔ ایسے حالات بہ کثرت پیش آتے ہیں۔ تو اب عورت عرفات، مزدلفہ یا منیٰ میں تو نہیں رہ سکتی اس کو وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ مجبوری کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی۔ اگر عورت لڑاکو اور بدزبان ہے تو جاسکتی ہے یا طلاق مغلظہ ہے اور خاوند بدکار ہے۔ خدشہ ہے کہ طلاق کے بعد بھی چھیڑ خانی کرے گا تو اس صورت میں بھی عورت کو گھر سے جانے کی اجازت ہے۔ غلط کار لوگ بھی موجود ہیں۔ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ باپ نے بیٹی کے ساتھ برائی کی، بھائی نے بہن کے ساتھ، ماموں نے بھانجی کے ساتھ، چچے نے بھتیجی کے ساتھ۔ اکثر اخبارات میں خبریں آتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے بہت نازک زمانہ ہے۔ اس لیے شریعت نے کہا ہے کہ کسی عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اُن محرموں کے ساتھ ٹھہر سکتی ہے جو دین دار ہوں۔ چچا فاسق ہے، ماموں فاسق ہے تو ان کے پاس نہیں ٹھہر سکتی۔ سگا بھائی بدکار ہے

اس کے ساتھ بھی نہیں ٹھہر سکتی۔

تو فرمایا ٹھہراؤ ان کو جہاں تم خود ٹھہرتے ہو اپنی طاقت کے مطابق وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ اور نہ تم ان کو ضرر دو ان کو ایذا نہ پہنچاؤ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ تاکہ تم تنگی کرو ان پر طلاق دینے کے بعد ان پر سختی نہ کرو وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ اور اگر وہ عورتیں حمل والی ہیں فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ پس تم خرچ کرو ان پر۔ جب تک بچہ پیدا نہیں ہوتا تمھیں خرچہ دینا پڑے گا۔ حمل کے زمانے کا خرچ اور رہائش خاوند کے ذمہ ہے حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہاں تک کہ وہ جن دیں اپنے حمل کو۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ عورت نکاح میں ہے اور بچہ پیدا ہوا ہے تو اس بچے کو دودھ پلانا عورت کے فریضہ میں شامل ہے۔ اگر نہیں پلائے گی تو گناہ گار ہوگی۔ کیوں کہ اس عورت کا خرچہ، رہائش وغیرہ خاوند برداشت کرتا ہے۔ اور اگر طلاق کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے اور عدت ختم ہوگئی ہے اب اس کا خرچہ اور رہائش خاوند کے ذمہ نہیں ہے۔ لہٰذا اب وہ اس بچے کا خرچہ لے سکتی ہے۔ دودھ پلانے کے پیسے بھی لے سکتی ہے۔ اپنے ہی بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے وہاں کے ماحول کے مطابق۔ فرمایا فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ پس اگر وہ عورتیں دودھ پلائیں بچے کو تمھاری خاطر فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ پس دو تم ان کو ان کا معاوضہ جو طے کیا ہے وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ اور آپس میں مشورہ کرو عمدہ طریقے سے کہ بچہ تو دونوں کا ہے اس کے لیے کچھ تو کرنا ہے اگر ہر کوئی ضد پر اڑے گا تو بچے کو نقصان ہوگا لہٰذا بچے کا خیال رکھو اور اس کے متعلق ایک دوسرے سے مشورہ کرو عمدہ طریقے سے۔

وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ اور اگر تم تنگی کرو گے کہ کسی سمجھوتے پر نہ پہنچ سکو کہ عورت کہے کہ میں نے اتنی اُجرت لینی ہے جو خاوند کے بس میں نہ ہو یا خاوند کہے کہ میں اتنی اُجرت نہیں دینا چاہتا فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى پس پلا دے گی اس کو کوئی دوسری عورت۔ بچے کو کسی اور عورت کے حوالے کر دو اور اس کے ساتھ معاملہ طے کر لو۔ قرآن کے نزول کے زمانے میں عرب میں عام دستور تھا کہ دوسری عورتیں دودھ پلاتی تھیں اور اُجرت لیتی تھیں۔ ان کے لیے اُجرت جائز تھی۔ بچوں کے سرپرست اُجرت طے کرتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعدیہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے۔ تو اگر آپس میں سمجھوتا نہ ہو سکے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوایا جائے۔ عدت اور رضاعت کے دوران کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق۔ یعنی اگر باپ یا متولی مال دار ہے تو بچے کی ماں کو دودھ پلانے کا خرچہ اپنی وسعت کے مطابق دے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ اور جس پر تنگ کیا گیا ہو اس کا رزق یعنی وہ آدمی غریب ہے فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ پس چاہیے کہ وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے۔ اگر وہ تنگ دست ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق اس سے خرچہ لیا جائے گا اس کو زیادہ دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ بے چارہ بوجھ کے نیچے آ جائے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف مگر اس چیز سے جو اس کو دی ہے۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۸۶ میں ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا "نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔" یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے

مطلقہ اور اس کے بچے کے متعلق یہی اُصول بیان فرمایا ہے کہ آدمی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ نہ بخل کرے اور نہ طاقت سے زیادہ خرچ کرے۔ حالات بدلتے رہتے ہیں سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا عنقریب کرے گا اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی۔ تنگی خوش حالی سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تنگ دستی سے نہ گھبراؤ عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی لے آئے گا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ
عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا
عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا
خُسْرًا ﴿۹﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي
الْاَلْبَابِ ۚۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿۱۰﴾ رَّسُوْلًا
يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ
صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ
مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ ع ۲ / ۱۸

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں (تھیں) عَتَتْ جنھوں نے نافرمانی کی عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم سے وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کے حکم سے فَحَاسَبْنٰهَا پس ہم نے ان سے حساب لیا حِسَابًا شَدِيْدًا سخت حساب وَّعَذَّبْنٰهَا اور ہم نے ان کو سزا دی عَذَابًا نُّكْرًا نرالی سزا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا پس چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا اور تھا ان کے معاملے کا انجام خُسْرًا خسارہ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے

عَذَابًا شَدِيدًا سخت عذاب فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے
يَا أُولِي الْأَلْبَابِ اے عقل مندو! الَّذِينَ آمَنُوا جو ایمان لائے ہو قَدْ أَنْزَلَ
اللّٰهُ تحقیق نازل کیا اللہ تعالیٰ نے إِلَيْكُمْ ذِكْرًا تمھاری طرف ذکر
رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ رسول جو تلاوت کرتا ہے تم پر آيَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ
کی آیتیں مُبَيِّنَاتٍ جو کھول کر بیان کرتی ہیں لِيُخْرِجَ الَّذِينَ تاکہ
نکالے ان لوگوں کو آمَنُوا جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
اور عمل کیے اچھے مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ اندھیروں سے روشنی کی طرف
وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور جو ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ پر وَيَعْمَلْ صَالِحًا اور
عمل کرے گا اچھے يُدْخِلْهُ داخل کرے گا اس کو جَنَّاتٍ باغوں میں
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا
رہیں گے ان جنتوں میں ہمیشہ قَدْ أَحْسَنَ اللّٰهُ لَهُ رِزْقًا تحقیق اچھا کیا اللہ
تعالیٰ نے ان کے لیے رزق اَللّٰهُ الَّذِي اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ
سَبْعَ سَمَاوَاتٍ جس نے پیدا کیے سات آسمان وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور
اتنی ہی زمینیں يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ اترتا ہے حکم ان کے درمیان
لِتَعْلَمُوا تاکہ تم جان لو أَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بے شک اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے وَأَنَّ اللّٰهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے قَدْ أَحَاطَ
احاطہ کر رکھا ہے بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ہر چیز کا علم کے لحاظ سے۔

ربطِ آیات :

ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرے کے بنیادی اُصول بیان فرمائے۔ معاشرت کا معنیٰ ہے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنا۔ نکاح کا مسئلہ، طلاق کا، عدت کا، یہ سب مسائل کافی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔ یہ بھی بتلایا کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے لیکن اگر مجبوری ہو تو پھر دی بھی جاسکتی ہے۔ مجبوری کے تحت شریعت نے اجازت دی ہے۔ بچوں کی پرورش کے متعلق بھی بنیادی چیزیں بیان کیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کا نتیجہ یقیناً سزا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا ان احکام کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں تھیں عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا جنھوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی۔ بستیوں میں رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی، وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کے حکم کی۔ اللہ تعالیٰ نے جو پیغمبران کی طرف بھیجے تھے ان کے احکام کی بھی نافرمانی کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی، حضرت ہود علیہ السلام کی، حضرت صالح علیہ السلام کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، حضرت لوط علیہ السلام کی، حضرت شعیب علیہ السلام کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ان قوموں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ انھوں نے رب تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی، پیغمبروں کے احکام کی مخالفت کی۔

فرمایا فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا پس ہم نے ان بستیوں کا حساب لیا بڑا سخت حساب۔ کسی کو طوفان میں غرق کیا، کسی کو زلزلے میں تباہ کیا، کسی پر آسمان سے پتھر برسائے، کسی کو زمین میں دھنسا دیا، مختلف شکلوں کے عذاب اُن پر مسلط کیے۔ فرمایا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا اور ہم نے ان کو سزا دی نرالی سزا۔ جو عذاب ایک قوم پر آیا

دوسری پر نہیں آیا اور جو دوسری پر آیا تیسری پر نہیں آیا۔ رب تعالیٰ کی قدرت بڑی وسیع ہے۔ اس نے نافرمانوں کو مختلف قسم کے عذابوں کے شکنجوں میں کسا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا پس چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرایا جاتا تھا تو ٹھٹھا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی تو واویلا شروع کر دیا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ [الانبیاء:۴۶] "بے شک ہم ظالم تھے۔" وہ فرعون جو پہلے منہ بھر کر کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى "میں رب اعلیٰ ہوں۔" جب اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم میں ڈبویا اور پانی میں غوطے کھانے لگا تو کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [یونس:۹۰] "میں ایمان لایا ہوں کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرماں برداروں میں سے ہوں۔" رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ "اب یہ کہتے ہو اور تحقیق تم نافرمانی کرتے تھے پہلے۔" اب ایمان لانے کا وقت نہیں اب تو بھگتنے کا وقت ہے۔ تو فرعون نے بڑا اویلا کیا مگر اس کے کام نہ آیا۔

تو فرمایا چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا اور تھا ان کے معاملے کا انجام خسارہ۔ اُنھوں نے نقصان ہی اُٹھایا۔ یہ تو دنیا کا عذاب تھا آگے جو عذاب آنا ہے وہ بھی سن لو۔ فرمایا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب۔ برزخ، قبر کی سزا الگ ہے، قیامت قائم ہونے کے بعد محشر کی سزا الگ ہے، پل صراط سے گزرنے کی سزا الگ ہے، دوزخ کا عذاب الگ ہے۔ یہ سب سزائیں نافرمانوں نے بھگتنی ہیں۔

تم نے ہمارے احکام بھی سنے ہیں اور نافرمانی کا انجام بھی سنا ہے کہ جن قوموں

نے نافرمانی کی ان کا کیا انجام ہوا۔لہٰذا فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کی گرفت سے ڈرو اور بچو یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقل مندو۔ دنیا تو شاید عقل مند اُسے کہے جو زُہرہ ستارے تک پہنچ جائے ، فضا میں اُڑتا پھرے ، کئی مہینے خلا میں رہے ، سمندر کی تہہ میں کئی مہینے گزارے ، مہلک قسم کے ہتھیار تیار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل مندوں کی تفسیر بڑے اختصار کے ساتھ کی ہے۔ فرمایا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقل مند وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں۔یہاں نہایت اجمال کے ساتھ فرمایا اور چوتھے پارے میں تفصیل ہے۔

فرمایا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ اور دن رات کے اختلاف میں لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ البتہ نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔عقل مند کون ہیں؟ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا عقل مند وہ ہیں جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ اور اپنے پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور غور وفکر کرتے ہیں زمین اور آسمان کی پیدائش میں اور کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا اس کو باطل ، بے فائدہ ، بے کار سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ آپ کی ذات پاک ہے بچا ہمیں دوزخ کے عذاب سے رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ اے ہمارے رب بے شک آپ نے جس کو داخل کر دیا دوزخ کی آگ میں فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ پس تحقیق آپ نے اس کو رسوا کر دیا وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی مددگار رَبَّنَآ اے ہمارے رب اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ

لِلْاِیْمَانِ بے شک ہم نے سنا ایک منادی کرنے والے کو (یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) جو منادی کر رہا تھا ایمان کی کہ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ ایمان لے آؤ اپنے رب پر فَاٰمَنَّا پس ہم ایمان لے آئے رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہوں کو وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا اور مٹا دے ہماری برائیاں وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ رَبَّنَا اے ہمارے رب وَاٰتِنَا اور دے ہمیں مَاوَعَدْتَّنَا وہ چیز جس کا آپ نے وعدہ کیا ہے ہمارے ساتھ عَلٰی رُسُلِكَ اپنے رسولوں کی زبانوں پر وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور ہمیں رسوا نہ کرنا قیامت والے دن اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ بے شک آپ وعدے کا خلاف نہیں کرتے۔" [آل عمران، رکوع نمبر ۱۱، آیت ۱۹۰ تا ۱۹۴]

یہ رب تعالیٰ نے عقل مندوں کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ اور یہاں فرمایا عقل مند وہ ہیں جو ایمان لائے۔ فرمایا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا تحقیق اُتارا اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر۔ قرآن پاک کا نام ذکر بھی ہے۔ سورۃ الحجر پارہ ۱۴ آیت ۹ میں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "بے شک ہم نے اُتارا ہے ذکر کو یعنی نصیحت والی کتاب کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

تو یہ کتاب نازل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمھیں پڑھ کر سناتا ہے وہ آیات مُبَیِّنٰتٍ جو کھول کر بیان کرتی ہیں حقیقت کو۔ یہ آیتیں ہم نے کیوں نازل کیں لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تاکہ نکالیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے مِنَ الظُّلُمٰتِ کفر شرک کے اندھیروں سے اِلَی النُّوْرِ ایمان کی روشنی کی طرف۔

جو اس کتاب پر ایمان لائیں گے، پیغمبر پر ایمان لائیں گے وہ کفر شرک کے اندھیروں سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آ جائیں گے وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور جو ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ پر۔ کالا ہو، گورا ہو، عربی ہو، عجمی ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان کی قدر ہے شکل و صورت کی نہیں وَيَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کرے گا اچھے۔ ایمان کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے محض ایمان کافی نہیں ہے۔ ایمان لائے اور عمل اچھے کرے يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ داخل کرے گا اس کو ایسے باغوں میں جاری ہیں ان کے نیچے نہریں۔ عرب کے علاقے میں پانی کی بڑی قلت تھی اور ہرے بھرے درخت بھی بہت کم تھے۔ لہٰذا نہریں اور سبز درخت ان کے لیے بڑی خوشی کی بات تھی۔ اس لیے ان کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ جنت اس جگہ کا نام ہے جہاں باغات ہوں گے، نہریں ہوں گی لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا [ق:۳۵] "ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے اس میں۔" رب تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملے گا۔ نہ جنت دور ہے نہ دوزخ دور ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو داخل کرے گا باغات میں جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہیں گے ان باغوں میں ہمیشہ۔ جو سعادت مند خوش نصیب جنت میں داخل ہو گیا پھر اس کو وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔ بہ خلاف دوزخ کے کہ کچھ مومن گناہ گار دوزخ میں جائیں گے سزا بھگتنے کے بعد وہاں سے نکل آئیں گے۔

فرمایا قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا تحقیق اچھا کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے رزق۔ جنتی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا رزق بنایا ہے جو چاہے گا کھائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک ایک جنتی سو سو آدمی کے برابر کھائے گا۔ پھر بڑی عجیب بات ہے کہ لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتَمَخَّطُوْنَ بخاری شریف کی روایت ہے کہ "نہ

پیشاب کریں گی نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ناک منہ سے بلغم نکلے گی۔" پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! سو آدمیوں کا کھانا آدمی کھالے تو وہ بڑی جگہ خراب کرتا ہے۔ وہ کھانا کہاں جائے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ بدن میں ایسی قوت پیدا کرے گا کہ خوشبودار پسینا نکلے گا جیسے کستوری ہوتی ہے۔ اس پسینے کے ذریعے کھانا ہضم ہو جائے گا اور ڈکار لے گا کھانا ہضم ہو جائے گا۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اچھا رزق بنایا ہے۔

سات آسمان ہیں ایسے ہی سات زمینیں ہیں :

اَللّٰهُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جس نے پیدا کیے سات آسمان وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں۔ قرآن کریم میں سات آسمانوں کا ذکر تو متعدد مقامات پر آیا ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف اسی آیت کریمہ میں ہے۔ یا پھر ایک حدیث آتی ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں مخلوق ہے۔ ہر زمین میں آدم بھی ہے، نوح بھی ہے، ابراہیم بھی ہے علیہم السلام، موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ اس پر لمبی چوڑی بحث۔ ہمارے دو بزرگوں نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔ ایک مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، رب تعالیٰ نے ان کو بڑا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ سینتیس سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ اُنھوں نے کتاب لکھی ہے "دافع الوسواس عن اثر ابن عباس" یہ سات زمینوں والی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ تو اس کے متعلق جو لوگوں کو شکوک و شبہات تھے اس کتاب میں اُنھوں نے ان کی وضاحت فرمائی ہے۔ دوسری کتاب بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "تحذیر الناس"۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ذہین ترین علماء میں سے تھے۔

حضرت نے صرف پچاس سال عمر پائی ہے۔ مگر پچاس سال میں وہ کام کر گئے ہیں کہ الحمد للہ! دنیا کے ختم ہونے تک وہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ یعنی وہ دینی مدارس کے جال بچھا گئے ہیں۔ دیوبند، سہارن پور، مظاہر العلوم اور بہت سارے کہ آج لوگ ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں جن سات زمینوں کا ذکر ہے وہ ایسی نہیں ہیں جیسا کہ ہمارے بعض سائنس دان کہتے ہیں کہ سات براعظم ہیں۔ ایک بِراعظم ایشیا ہے، ایک (شمالی) امریکہ، (ایک جنوبی امریکہ) ہے، ایک افریقہ ہے، ایک آسٹریلیا، (یورپ، انٹارکٹیکا،) وغیرہ ہے۔ بلکہ وہ سات زمینیں اوپر نیچے ہیں۔ اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ہتھیالی تو یہ زمین اور دوسری، تیسری، چوتھی، ساتویں زمین تک کے ٹکڑے اس کی گردن پر رکھے جائیں گے۔ اوپر نیچے زمینیں ہوں گی اور میدانِ محشر میں اُٹھائے ہوئے ہوگا۔ اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ اگر کوئی زنجیر لٹکائے وہ اس زمین کو چھید کر نیچے دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں تک چلی جائے یہ رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔ تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ زمینیں اُوپر نیچے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

بعض ملحد قسم کے لوگ ایک اشکال پیش کرتے ہیں وہ بھی سمجھ لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے دو مرلے زمین چھین لی تو وہ اس چھوٹی سے گردن پر کیسے اُٹھائے گا؟ اگر کسی نے مربع زمین چھین لی، دو مربعے چھین لی تو وہ اس گردن پر کیسے اُٹھائے گا۔ ایسا ہی سوال ایک ملحد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیا تھا کہ حضرت! آپ ہمیں یہ احادیث سناتے

ہیں اگر کوئی شخص اُونٹ چرائے گا تو اس کی گردن پر ہوں گے، بکریاں چرائے گا اس کی گردن پر ہوں گی۔ تو حضرت! اگر ایک آدمی کسی کے دس اُونٹ چرائے تو وہ اپنے کندھے پر کہاں رکھے گا؟ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا احادیث کے ساتھ تمسخر نہ کیا کرو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجرموں کے کندھے اتنے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک کندھے سے گھوڑا چلے، دوسرے کندھے تک تین دن میں پہنچے گا۔ تو جس کا کندھا اتنا چوڑا ہو کہ ایک گھوڑا ایک طرف سے دوسری طرف تک تین دن میں مشکل سے پہنچے گا تو اس پر کتنی چیزیں آجائیں گی۔ ایک ایک مجرم کو بیٹھنے کے لیے اُحد پہاڑ کے برابر جگہ ملے گی۔

تو قرآن پاک میں سات آسمانوں کا ذکر تو متعدد مقامات پر ہے مگر زمینوں کا ذکر صرف اِسی جگہ ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ اترتا ہے حکم ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا۔ آسمانوں اور زمینوں میں رب تعالیٰ کا حکم چلتا ہے لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وَّ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے علم کے لحاظ سے۔ نہ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ اس کے علم سے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَۃ التّحریم

(مکمل)

جلد ۲۰

ایاتھا ۱۲ ۶۶ سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۷ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝۱ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۝۲ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًاۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَاؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۝۳ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَاۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَۚ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۝۵

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لِمَ تُحَرِّمُ آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں مَاۤ وہ چیز اَحَلَّ اللّٰهُ جو حلال کی ہے اللہ تعالیٰ نے لَكَ آپ کے لیے تَبْتَغِیْ آپ چاہتے ہیں مَرْضَاتَ رضا اَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کی وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا

مہربان ہے قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے
تمھارے لیے تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ کھولتا ہے تمھاری قسموں کو وَاللّٰهُ
مَوْلٰىكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمھارا مولیٰ ہے وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ اور وہی
سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اور جب چھپا کر کہی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ اپنی ایک بیوی سے حَدِيْثًا بات
فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ پس جب بتلا دی اس نے وہ بات وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ اور اللہ
تعالیٰ نے ظاہر کر دیا اس بات کو عَلَيْهِ پیغمبر پر عَرَّفَ بَعْضَهٗ اس
نے بتلا دی بعض وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ اور اعراض کیا بعض سے فَلَمَّا
نَبَّاَهَا بِهٖ پس جس وقت خبر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کو اس بات کی
قَالَتْ اس نے کہا مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا کس نے خبر دی ہے آپ کو اس کی
قَالَ فرمایا نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ خبر دی مجھ کو جاننے والے خبردار نے
اِنْ تَتُوْبَآ اگر تم دونوں توبہ کرو اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف فَقَدْ
صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا پس تحقیق مائل ہو چکے ہیں تمھارے دل وَاِنْ تَظٰهَرَا
عَلَيْهِ اور اگر تم چڑھائی کرو گی پیغمبر کے خلاف فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک
اللہ تعالیٰ هُوَ مَوْلٰىهُ وہ آپ کا آقا ہے وَجِبْرِيْلُ اور جبریل علیہ السلام
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور نیک مومن وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے بَعْدَ ذٰلِكَ
ظَهِيْرٌ اس کے بعد امدادی ہیں عَسٰى رَبُّهٗٓ قریب ہے کہ اس کا رب

اِنۡ طَلَّقَكُنَّ اگر وہ طلاق دے دے تم کو اَنۡ يُّبۡدِلَهٗۤ تبدیل کر دے گا

اس کے لیے اَزۡوَاجًا عورتیں خَيۡرًا مِّنۡكُنَّ تم سے بہتر

مُسۡلِمٰتٍ فرمانبردار مُّؤۡمِنٰتٍ ایمان دار قٰنِتٰتٍ اطاعت کرنے

والیاں تٰٓئِبٰتٍ توبہ کرنے والیاں عٰبِدٰتٍ عبادت کرنے والیاں

سٰٓئِحٰتٍ ہجرت کرنے والیاں ثَيِّبٰتٍ بیاہی ہوئیں وَّاَبۡكَارًا اور

کنواریاں۔

شانِ نزول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے والی کل گیارہ بیویاں تھیں۔ دو کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں وفات ہوگئی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں رہ کر وفات پاگئیں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام بیویوں کو رہائش کے لیے چھوٹے چھوٹے کمرے بنا کر دیئے تھے۔ مسجد نبوی کی بائیں طرف (یعنی شرقی جانب) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ وہی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرقد مبارک ہے۔ اسی لائن میں دوسرے کمرے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ عصر کی نماز کے بعد تمام بیویوں سے حال اور ضرورت پوچھتے تھے کہ کسی شے کی ضرورت ہے۔ آخری کمرے کی طرف سے شروع فرماتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں اختتام ہوتا تھا۔ ہر بیوی کے

پاس دو تین منٹ بیٹھتے اور پوچھتے کہ تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے شہد آیا وہ آپ کو پیش کر دیتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھاتے تھے۔ شہد کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ [النحل:۶۹] "اس میں شفا ہے لوگوں کے لیے۔"

جس کے بارے میں رب نے شفا فرمایا ہے یقیناً اس میں شفا ہے۔ جالینوس یونانیوں کا بہت بڑا حکیم گزرا ہے۔ حکیم لوگ معدے کی اصلاح اور دردوں کے لیے جالینوس استعمال کراتے ہیں۔ جالینوس کہتا ہے کہ ٹھنڈی (سرد) بیماریوں کے لیے شہد سے زیادہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ نزلہ زکام، لقوہ، فالج، نمونیہ وغیرہ کے لیے شہد سے بہتر کوئی شے نہیں ہے۔ بعض دفعہ مفرد شہد کام آتا ہے اور بعض دفعہ دواؤں میں ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔

تو خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد سے بہت پیار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا شہد نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیتیں آپ کھاتے، دیر ہو جاتی۔ دوسری بیویوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتے۔ چونکہ عصر اور مغرب کے درمیان وقت تھوڑا ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں مشورہ کیا کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس زیادہ دیر بیٹھتے تھے اور اب بالکل مختصر۔ وجہ کیا ہے؟ تلاش کرو۔ چنانچہ اس بات پر جب اُنھوں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پیش کرتی ہیں اس کے کھانے کی وجہ سے وہاں دیر ہو جاتی ہے اور بعد میں وقت تھوڑا رہ جاتا ہے۔ اُنھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم میں سے کسی کے پاس آئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ مبارک کے قریب ہو کر کہہ

دے کہ حضرت مغافیر کی بو آرہی ہے۔ مغافیر ایک پودے کا نام ہے جس سے گوند نکلتی ہے۔ اس سے قدرے بو آتی ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کو بو سے سخت نفرت تھی تو اس طرح آپ ﷺ شہد کا استعمال چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو اُنھوں نے قریب ہو کر کہہ دیا کہ حضرت! ایسا لگتا ہے کہ آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے۔ آپ ﷺ سمجھ گئے کہ ان کو شہد کھانا ناگوار گزرا ہے۔ آپ ﷺ نے قسم اُٹھالی کہ آئندہ میں شہد استعمال نہیں کروں گا اگر میرے شہد کھانے سے تمھیں تکلیف ہوتی ہے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کسی اور کو نہ بتلانا۔ ان سے غلطی ہوئی کہ اُنھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا دیا۔ چونکہ دونوں کا راز ایک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتلا دیا کہ آپ ﷺ کی بیوی نے راز کی بات آگے بتلا دی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ بھی فرمائی کہ میں نے کہا تھا آگے نہ بتلانا تم نے آگے بتلا دیا ہے۔ وہ کہنے لگیں حضرت! آپ کو کس نے بتلایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے بتلایا ہے جو علیم و خبیر ہے۔ یہ ہے اس سورۃ کا شانِ نزول۔

یہ ہجرت کے دسویں سال کا واقعہ ہے۔ اور نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا ایک سو ساتواں نمبر ہے۔ اس کے بعد صرف سات سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے کئی عقائد ثابت ہوتے ہیں۔

❀ اس سے پہلا عقیدہ تو یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بیویوں کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ کو علم غیب حاصل نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر ان کا عقیدہ ہوتا کہ آپ ﷺ

عالم الغیب ہیں تو کبھی آپس میں مشورہ نہ کرتیں کہ ایسا کہنا اور میں ایسے کہوں گی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا کہ تو نے راز نہیں رکھا آگے بتلا دیا ہے تو وہ یہ نہ پوچھتی کہ آپ کو کس نے بتلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے رب تعالیٰ نے بتلایا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں غائب کا عقیدہ ہوتا تو یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اور حاضر و ناظر کی بھی نفی ہوگئی۔

❀ دوسرا عقیدہ یہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال و حرام کا اختیار نہیں تھا۔ بلکہ حلال کرنا اور حرام کرنا یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد صرف اپنی ذات کے لیے حرام کیا تھا نہ امت کے لیے اور نہ ہی اپنے خاندان کے لیے۔ اور رب تعالیٰ نے اس پر پوری سورت نازل فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ جس چیز کو میں نے آپ کے لیے حلال کیا ہے آپ اس کو کیوں حرام کرتے ہیں؟ فرمایا قسم توڑ و اور شہد کا استعمال کرو۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ اس میں لہسن اور پیاز تھا۔ آج بھی لوگ لہسن اور پیاز کو سلاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! یہ لہسن حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس چیز کو رب تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا مگر اِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَّمْ تُنَاجُوْا میرے پاس فرشتے آتے ہیں میں ان کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں اور ان کو بدبو سے نفرت ہے اس لیے میں نہیں کھاتا۔ یہ حرام نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ علی (رضی اللہ عنہ) ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ یہ مسلمان ہوگئی تھی اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئی تھی۔ باپ تو بدر میں قتل ہو گیا تھا یہ بعد کی بات ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تو جویریہ ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیال (ارادہ تو) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ ابو جہل کی لڑکی تیرے لیے حلال نہیں ہے "لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا" "جس چیز کو رب تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس چیز کو حرام نہیں کر سکتا" لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی اکٹھے نہیں رہ سکتیں۔ کیوں کہ میری بیٹی کا مزاج علیحدہ ہے اور اُس خاندان کا مزاج الگ ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی۔

مزاج کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر میاں بیوی کا مزاج مل جائے تو وہ گھر جنت ہے۔ اور اگر مزاج نہ ملے تو دوزخ ہے۔ میاں بیوی کے لیے بھی اور بچوں کے لیے بھی۔ اسی لیے شریعت نے کفو کا مسئلہ رکھا ہے کہ رشتہ کرتے وقت خاندان اور برادری کا لحاظ رکھو۔ آج لوگ عموماً بعض اور چیزیں دیکھ کر رشتے کر لیتے ہیں۔ پھر بڑی بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا اپنا مزاج، سسرال کا مزاج، لڑکی کا مزاج اور لڑکے کا مزاج دیکھ کے رشتہ کرنا چاہیے۔

تو فرمایا ابو جہل کی بیٹی تمھارے لیے حلال ہے میں حرام نہیں کر سکتا لیکن میری بیٹی کا اس کے ساتھ گزارا نہیں ہو سکے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میری توبہ فاطمہ کی موجودگی میں مَیں کسی اور کے ساتھ کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ چنانچہ جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور کوئی نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ اس کے بعد پھر اور نکاح کیے ہیں۔

تو حلال حرام کرنا بھی رب تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لِمَ تُحَرِّمُ کیوں حرام قرار دیتے ہیں مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَكَ جو چیز حلال کی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے۔ جو چیز شرعاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حلال تھی آپ نے اس کو کیوں حرام قرار دیا ہے تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی رضا۔ دیکھو! کتنے سخت الفاظ ہیں کہ بیویوں کی رضا کے لیے میری حلال چیز کو حرام کر دیا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَكُمْ تحقیق فرض کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ کھولنا تمھاری قسموں کو۔ (تمھاری قسموں کا) توڑنا رب تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ میں فلاں چیز نہیں کھاؤں گا یا وہ میرے لیے حرام ہے۔ تو اس پر قسم کا کفارہ آئے گا۔ اگر کسی حلال چیز کو حرام کہہ دے تو اس کو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ کفارے کا ذکر ساتویں پارے میں موجود ہے۔ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا کپڑے پہنانا ہے یا غلام آزاد کرنا ہے۔ جس آدمی میں ان چیزوں کی ہمت نہ ہو تو وہ تین روزے رکھ لے۔

تو فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا توڑنا وَاللّٰہُ مَوْلٰىكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمھارا آقا ہے وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ اور وہی جاننے والا حکمت والا ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اور جس وقت چھپا کر کہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا اپنی ایک بیوی سے بات۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے اپنی ذات کے لیے شہد حرام کر لیا ہے یہ بات تمھارے تک محدود رہے اور کسی کو نہ بتلانا

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ پس جس وقت بتلادی اس نے وہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے شہد حرام کرلیا ہے وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر کردیا اس بات کو پیغمبر پر کہ آپ کی بیوی حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کے طور پر اس بات کا کچھ حصہ اپنی بیوی پر ظاہر کردیا کہ تم نے شہد والا قصہ آگے چلادیا ہے وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ اور اعراض کیا کچھ حصے سے، اس کو ظاہر نہ کیا۔ پوری بات نہ بتلائی کہ میں نے شہد حرام کیا تھا اور تجھے کہا تھا کہ آگے نہ بتلانا۔ وہ سارا قصہ آگے بیان نہ کیا۔ مثلاً: فرمایا کہ تم نے شہد والا قصہ آگے چلادیا۔ سارا واقعہ اس لیے نہ دُہرایا کہ بی بی زیادہ شرمندہ نہ ہو۔

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ پس جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی بیوی کو اس بات کی کہ تم نے بات آگے بتلادی ہے قَالَتْ وہ کہنے لگی مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا کس نے خبر دی ہے آپ کو اس بات کی کہ میں نے آگے بتلادی ہے قَالَ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ خبر دی مجھ کو جاننے والے خبردار نے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو فرماتے تجھے علم نہیں ہے کہ میں غیب دان ہوں کسی کو مجھے بتلانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر فرمایا مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ اگر تم دونوں توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا پس تحقیق تم دونوں کے دل توبہ کی طرف مائل ہیں۔ غلطی تو تم دونوں نے کی ہے لیکن وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ اور اگر تم چڑھائی کروگی پیغمبر کے خلاف، ضد پر اَڑی رہوگی تو یاد رکھو فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ پس بے شک اللہ تعالیٰ وہ اس کا آقا ہے وَجِبْرِيْلُ اور جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور نیک مومن سب آپ کے ساتھ ہیں وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ اور فرشتے اس کے بعد امدادی ہیں۔ اس لیے غلطی کا اقرار کرو اور توبہ کرو رب سے معافی مانگو عَسٰى رَبُّهٗٓ قریب ہے کہ اس کا رب تبارک وتعالیٰ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر بالفرض وہ تمھیں طلاق دے دے اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ تو وہ اللہ تعالیٰ تبدیل کر دے گا اس کے لیے اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ عورتیں تم سے بہتر۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم ہی ہیں۔ ہوسکتا ہے رب تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں دے دے۔

ان کی خوبیاں کیا ہوں گی؟ مُسْلِمٰتٍ فرماں بردار ہوں گی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کرنے والیاں ہوں گی مُّؤْمِنٰتٍ ایمان لانے والیاں ہوں گی جن چیزوں پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے قٰنِتٰتٍ اطاعت کرنے والیاں ہوں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ عام بیویوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اپنے خاوند کی جائز کاموں میں اطاعت کرنے والی ہوں۔ تٰٓئِبٰتٍ توبہ کرنے والیاں ہوں گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے بَنِيْ اٰدَمَ كُلُّكُمْ خَطَّاءُوْنَ "تم سب اولادِ آدم خطا کار ہو وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔"

عٰبِدٰتٍ عبادت کرنے والیاں ہوں گی سٰٓئِحٰتٍ ہجرت کرنے والیاں ہوں گی۔ سَاحَ يَسِيْحُ سیاحة کا معنی ہے سفر کرنا۔ بعض مفسرین نے سٰٓئِحٰتٍ کا معنی کیا ہے روزے رکھنے والیاں ہوں گی۔ یعنی نفلی روزے کثرت سے رکھیں گی ثَيِّبٰتٍ بیاہی ہوئی ہوں گی۔ یعنی جن کی پہلے شادی ہو چکی ہوگی، بیوہ ہوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جتنی عورتیں آئیں سب بیوہ تھیں۔ کسی کا

خاوند فوت ہو گیا تھا اور کوئی مطلقہ تھی۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے دو خاوند فوت ہو چکے تھے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اُنھوں نے طلاق دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا۔ وَّاَبْكَارًا باکرہ کی جمع ہے۔ اور کنواریاں بھی دے سکتا ہے۔ لہٰذا تم اپنی غلطی پر اصرار نہ کرو رب تعالیٰ سے معافی مانگو۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ ع ۱۹ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو قُوْۤا بچاؤ اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو وَ اَهْلِيْكُمْ اور اپنے گھر والوں کو نَارًا دوزخ کی آگ سے وَّقُوْدُهَا جس کا ایندھن النَّاسُ انسان ہوں گے وَالْحِجَارَةُ اور پتھر ہوں گے عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ اس پر مقرر ہوں گے فرشتے غِلَاظٌ سخت دل والے شِدَادٌ سخت پکڑ والے لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ نہیں نافرمانی کریں گے اللہ تعالیٰ کی مَاۤ اَمَرَهُمْ جو ان کو حکم دے گا وَيَفْعَلُوْنَ اور کرتے ہیں مَا يُؤْمَرُوْنَ جو ان کو حکم دیا جاتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے وہ لوگو جو کافر ہو لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ مت عذر پیش کرو آج کے دن اِنَّمَا تُجْزَوْنَ بے شک تم کو بدلہ دیا جائے گا

مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس چیز کا جو تم کرتے تھے یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ رجوع کرو تم اللہ تعالیٰ کی طرف تَوْبَۃً نَّصُوْحًا رجوع کرنا اخلاص کے ساتھ عَسٰی رَبُّکُمْ قریب ہے کہ تمھارا رب اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ کہ مٹا دے تم سے سَیِّاٰتِکُمْ تمھاری برائیاں وَیُدْخِلَکُمْ اور داخل کرے گا تم کو جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ جس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی ان کا نور دوڑ رہا ہوگا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ان کے آگے وَبِاَیْمَانِھِمْ اور ان کے دائیں طرف یَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے رَبَّنَآ اے ہمارے رب اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا مکمل کر دے ہمارے نور کو وَاغْفِرْ لَنَا اور ہمیں بخش دے اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کیا ہے یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمھیں دو حکم ہیں قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ بچاؤ اپنی جانوں کو نَارًا آگ سے آرہا ہے، دوزخ کی آگ سے وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا اور اپنے گھر والوں کو، اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ ایک حکم یہ کہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ نیک عمل کر کے اور برے عملوں سے بچ کر۔ یہ موٹی موٹی چیزیں ہیں دوزخ سے بچانے والی کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی کرو کہ جو چیزیں دوزخ میں لے جانے کا سبب ہیں قولی ہوں یا فعلی ہوں ان

سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی بچاؤ۔ یہ دو فرض ہیں تمھارے۔ خود کو دوزخ سے بچانا اور جن جن پر تمھارا اثر ہے، بیوی ہے، اولاد ہے، چھوٹے بہن بھائی ہیں، تمھارے شاگرد اور ملازم ہیں، مرید ہیں، ان کو بھی دوزخ کی آگ سے بچانا۔ اگر تم نے اس میں کوئی کوتاہی کی کہ خود تو اچھے عمل کرتے رہے لیکن اہل وعیال کا فکر نہ کیا تو عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

مسئلہ :

مسئلہ سمجھ لیں۔ اگر مرنے والا گھر والوں پر مسئلہ واضح کر کے نہیں گیا کہ آواز کے ساتھ رونا گناہ ہے تو اس کے مرنے کے بعد جب گھر والے روئیں گے تو اس کو عذاب ہوگا۔ بخاری اور مسلم میں روایت ہے اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ "بے شک میت کو عذاب دیا جاتا ہے گھر والوں کو اس پر رونے کی وجہ سے۔" یہ رو رہے ہیں اور اس کی پٹائی ہو رہی ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم آیت نمبر ۳۸ میں ضابطہ بیان فرمایا ہے اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى "کہ نہیں اُٹھائے گا کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔" تو روتے تو گھر والے ہیں۔ بیوی روتی ہے، اولاد روتی ہے بہن بھائی روتے ہیں۔ اس کو کیوں سزا ہوتی ہے ان کی وجہ سے؟

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو سزا اس لیے ہوتی ہے کہ اس نے گھر والوں کو مسئلہ نہیں بتلایا۔ گھر والوں کو سمجھانا اس کا فریضہ تھا کہ گھر والوں کو بتاتا کہ آواز کے ساتھ نہیں رونا۔ تو اس کو سزا اپنے فریضے میں کوتاہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دیکھنا! کسی کے مرنے پر نہ رونا تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے آنسو جاری ہو گئے کوئی گناہ نہیں ہے۔ آواز سے رونا منع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللهِ "حضرت! آپ بھی روتے ہیں؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رونے سے منع فرمایا ہے وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِهٖ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے زبان کے ساتھ رونے سے منع کیا ہے۔" آنکھوں میں آنسوؤں کا آجانا رب تعالیٰ کی رحمت ہے گناہ نہیں ہے، دل میں صدمہ ہو گناہ نہیں ہے، طبیعت پریشان ہو گناہ نہیں ہے۔

تو اگر مرنے والے نے زبان سے رونے سے منع نہیں کیا تو اس کو سزا ہوگی اپنی کوتاہی کی وجہ سے۔ اور جو مسئلہ واضح کر کے گیا ہے اس کو سزا نہیں ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو عورت آواز کے ساتھ روئی، نوحہ کیا، بین کیا اور بغیر توبہ کے مر گئی اس کو گندھک کا کرتہ پہنا کر دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ گندھک کو آگ جلدی پکڑتی ہے۔ تو آواز کے ساتھ رونا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

تو فرمایا اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ جس کا ایندھن انسان ہوں گے اور پتھر ہوں گے۔ وہاں انسان اور پتھر ایسے جلیں گے جیسے خشک لکڑیاں جلتی ہیں عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ غِلَاظ غَلِيْظٌ کی جمع ہے۔ غلیظ عربی میں سخت دل والے کو کہتے ہیں۔ اور شِدَاد شَدِيْدٌ کی جمع ہے۔ شدید اُسے کہتے ہیں جو پکڑ میں سخت ہو۔ تو معنیٰ ہوگا اس پر مقرر ہوں گے فرشتے سخت دل والے اور سخت پکڑ والے لَّا يَعْصُوْنَ اللهَ وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی مَآ اَمَرَهُمْ ان چیزوں میں جن کا وہ ان کو حکم دیتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ جوان کو حکم دیتا ہے وہ پورا کرتے ہیں وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ اور کرتے ہیں جوان کو حکم دیا جاتا ہے رب تعالیٰ کی طرف سے۔

پہلے مومنوں کا ذکر تھا اور اب کافروں کا ذکر ہے۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے وہ لوگو جو کافر ہو لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ مت عذر پیش کرو آج کے دن۔ قیامت والے دن کافر عجیب عجیب عذر پیش کریں گے۔ کبھی کہیں گے رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا [الاحزاب: ۶۷] "اے ہمارے رب بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس اُنھوں نے ہمیں گمراہ کیا سیدھے راستے سے۔ اے رب ہمارے اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ ان کو دگنا عذاب دے۔" ہمارا عذاب بھی ان کو دے۔ اور کبھی کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اے رب ہمارے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" [الانعام: ۲۳]

جو کچھ ہم کرتے رہے ہیں اس کو تو ہم شرک ہی نہیں سمجھتے تھے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے میں نے عقل دی تھی، سمجھ دی تھی، تمھاری طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں مگر تم نے کسی چیز کی پروانہ کی اور خواہشات کے پیچھے دوڑتے رہے۔ تمھاری ان معذرتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہاں نہ توبہ ہے اور نہ ایمان ہے۔ ان تمام چیزوں کا تعلق دنیا کے ساتھ تھا۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بے شک تم کو بدلہ دیا جائے گا اس چیز کا جو تم کرتے تھے دنیا میں۔ یہ دار الجزاء ہے۔ دنیا میں ہی توبہ کر سکتے تھے، ایمان لا سکتے تھے، نیکی کر سکتے تھے، غرغرے سے پہلے نزع کی حالت سے پہلے انسان سچے دل سے توبہ کرے تو قبول ہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ مثلاً: ابھی تم نے حدیث سنی کہ جو عورت آواز سے روئے گی اس کو گندھک کا کرتہ پہنا کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور یہ عورت کی

تخصیص اس لیے ہے کہ ان میں صبر کا مادہ کم ہوتا ہے۔ حکم مرد کے لیے بھی یہی ہے۔ جو مرد آواز سے رویا اور توبہ نہ کی تو مرنے کے بعد گندھک کا کرتہ پہنا کر دوزخ کے حوالے کیا جائے گا۔ زندگی میں توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ حقوق اللہ میں سے جو بھی حق ضائع کیا ہے قاعدے کے مطابق توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اگر کسی کی حق تلفی کی ہے تو توبہ سے معافی نہیں ہوگی جب تک صاحبِ حق کا حق ادا نہیں کرے گا۔

پھر مومنوں کو خطاب ہے۔ فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، توبہ کرو تَوْبَةً نَّصُوْحًا توبہ اخلاص کے ساتھ۔ خالص دل سے توبہ کرو اور خالص دل سے توبہ وہ ہوتی ہے کہ جس گناہ سے توبہ کی ہے پھر وہ گناہ نہ کرے۔ اگر پھر کرتا ہے تو پھر توبہ تو نہ ہوئی۔

ہماری توبہ اور تمیزہ بی بی کا وضو :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کی مثنوی شریف اب تک پڑھی پڑھائی جاتی تھی۔ وہ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بزرگ قحبہ خانہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ ایک عورت بڑی خوب صورت جس کا نام تمیزہ تھا وہاں بیٹھی تھی۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ رب تعالیٰ نے اس کو عمدہ شکل دی ہے یہ دوزخ میں جائے اچھی بات نہیں ہے۔ اس کو سمجھانا چاہیے۔ تو انھوں نے تمیزہ بی بی کو نصیحت کی کہ دیکھو! رب تعالیٰ نے تجھے جسم دیا ہے اچھی صورت دی ہے، صحت دی ہے، رب تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ اس بات کا اس کے دل پر اثر ہوا۔ اس نے توبہ کی۔ اس بزرگ نے اس کو وضو کا طریقہ بتلایا کہ اس طرح سے وضو کرو، پھر نماز پڑھو اور نماز کا طریقہ بھی بتلایا کہ اس طرح سے نماز پڑھو۔ ایک سال کے بعد اُدھر سے گزر ہوا تو خیال آیا کہ تمیزہ کا حال

پوچھوں کہ توبہ پر قائم ہے یا نہیں۔ اس سے پوچھا بی بی! تم نماز پڑھتی ہو؟ اس نے کہا کہ جس دن سے آپ نے شروع کرائی ہے اس دن سے لے کر آج تک میں نے نماز نہیں چھوڑی۔ فرمایا وضو بھی کرتی ہو؟ کہنے لگی وضو تو آپ نے کرادیا تھا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہماری توبہ بھی تمیزہ بی بی کا وضو ہے کہ ایک دفعہ کرلو پھر کچھ بھی ہو نہیں ٹوٹتا۔ اس کا وضو پیشاب پاخانے سے بھی نہ ٹوٹا۔ یہی حال ہے ہماری توبہ کا کہ ہم توبہ کرکے سارے گناہ کرتے رہتے ہیں اور ہماری توبہ نہیں ٹوٹتی۔

تو فرمایا توبہ کرو اخلاص کے ساتھ پھر وہ گناہ نہ ہو عَسٰی رَبُّکُمْ قریب ہے کہ تمھارا رب اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ مٹادے گا تمہاری خطائیں۔ توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھارے وہ گناہ معاف کردے گا جو توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ اور جو حقوق توبہ سے معاف نہیں ہوتے ان کی معافی نہیں ہے مگر ان کے ادا کرنے کے ساتھ۔ جیسے: نماز ہے، روزہ ہے، حقوق العباد ہیں۔ یہ قضا کرنے سے معاف ہوں گے وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ اور داخل کرے گا تمھیں ایسے باغوں میں جاری ہوں گی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے نیچے نہریں۔ کوثر کی نہر، سلسبیل کی نہر، کافور کی اور زنجبیل کی، شہد اور دودھ کی نہر ہوگی، شرابِ طہور کی نہر ہوگی، خالص پانی کی نہر ہوگی۔ عجیب قسم کا نقشہ ہوگا۔ ان نعمتوں اور خوشیوں کا آج ہم تصور بھی نہیں کرسکتے اور نہ ہمارے تصور میں آسکتی ہیں۔

اسی طرح جہنم کا عذاب اور اس کی پریشانیاں بھی ہمارے تصور میں نہیں آسکتیں کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی اور انسان اس میں زندہ رہیں گے۔ اس میں سانپ بھی ہوں گے، بچھو بھی ہوں گے خچر خچر کے برابر۔ تھوہر اور ضریع کے

درخت بھی ہوں گے۔ظاہر بات ہے کہ عقل تونہیں مانتی۔اسی لیے سطحی قسم کے لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں مانتے نہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ ہوتو سب کچھ ماننا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔آخرت کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔دنیا میں دودھ کی نہر چل رہی ہو کوئی نہیں مانتا لیکن وہاں ہمیشہ چلے گی اور دودھ دودھ ہی رہے گا۔نہ دہی بنے گا اور نہ کھٹا ہوگا۔ایک ایک جنتی کو ساٹھ ساٹھ میل کے رقبے میں کوٹھیاں ملیں گی۔یہ باتیں ہم یہاں تونہیں سمجھ سکتے مگر سب کچھ ہوگا۔

فرمایا یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ جس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے اس کے ساتھ رسوا نہیں کرے گا۔جو دوزخ میں ڈالا گیا رسوا ہوگیا۔اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو بھی رسوا نہیں کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مومنین کو بھی رسوا نہیں کریں گے بلکہ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ان کا نور دوڑ رہا ہوگا ان کے آگے۔یہ جس وقت قبروں سے نکلیں گے تو نورِ ایمان،نورِ اسلام،نورِ توحید،نورِ سنت حسی طور پر آگے ہوگا۔جیسے گاڑی کے آگے بتیاں ہوتی ہیں یا جیسے ہمارے سامنے یہ ٹیوبیں جل رہی ہیں وَبِاَیْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔

منافقوں کے لیے نور نہیں ہوگا۔مومن جب چلیں گے تو منافق اندھیرے میں ہوں گے مومنوں کو کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا [الحدید:۱۳] "دیکھو ہماری طرف دھیان کرو تاکہ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے،کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے پس تلاش کرو روشنی۔" وہ بے وقوف سمجھیں گے کہ شاید یہیں میدانِ محشر میں چند قدم پیچھے سے نور ملتا ہے۔مگر پیچھے سے

مراد تو یہ ہوگا کہ دنیا سے ملتا ہے اب یہاں نہیں ملے گا۔ منافق پیچھے مڑ کر دیکھیں گے تو درمیان میں دیوار حائل کر دی جائے گی۔ منافق اندھیرے میں رہ جائیں گے۔

آگے نور اس لیے ہوگا کہ آدمی کو چلنے کے لیے آگے (سامنے) روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دائیں طرف اس لیے ہوگا کہ مومن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے آکر بڑے ادب و احترام سے، پیار محبت سے سلام کریں گے اور دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیں گے۔ اور منافقوں، کافروں اور مشرکوں کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال پکڑائیں گے بڑے بُرے حال کے ساتھ۔ جیسے کوئی ناراضگی کی حالت میں کوئی شے کسی کو پکڑاتا ہے۔ اس وقت وہ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ [الحاقہ: پارہ ۲۹] "کاش کہ میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ اور میں نہیں جانتا میرا حساب کیا ہے؟" وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ "اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا [الفرقان: ۲۷] کہے گا کاش کہ میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔" فلاں کے ساتھ دوستی نہ ہوتی اس نے میرا بیڑا غرق کر دیا لیکن اس وقت اس واویلا کا فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں اور واضح کر دی ہیں تاکہ کل کو کوئی پچھتائے

تو فرمایا ایمان والوں کے سامنے اور دائیں طرف نور دوڑتا ہوگا یَقُوْلُوْنَ کہیں گے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا اے ہمارے رب مکمل کر دے ہمارے نور کو۔ جہاں تک ہم نے جانا ہے وہاں تک ہمارے نور کو مکمل کر دے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ کی عدالت وہاں سے کافی دور ہوگی۔ مشرق، مغرب، شمال، جنوب سے سب آئیں گے وَاغْفِرْ لَنَا

اور ہمیں بخش دے اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اب وقت ہے ایمان کو قوی کرو، اعمالِ صالحہ اپناؤ، گناہوں سے بچو۔ کل معذرت قبول نہیں ہوگی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! جَاهِدِ الْكُفَّارَ آپ جہاد کریں کافروں کے ساتھ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقوں کے ساتھ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان پر سختی کریں وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بہت بُرا ٹھکانا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِيْنَ اُن لوگوں کے لیے كَفَرُوا جو کافر ہیں امْرَاَتَ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی بیوی کی وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ تھیں

دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں فَخَانَتٰهُمَا پس ان دونوں نے خیانت کی فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا پس نہ کام آئے وہ دونوں ان دونوں کے لیے مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی وَّقِیْلَ اور کہا گیا ادْخُلَا النَّارَ داخل ہو جاؤ تم دونوں آگ میں مَعَ الدّٰخِلِیْنَ داخل ہونے والوں کے ساتھ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی کی اِذْ قَالَتْ جس وقت کہا اُس نے رَبِّ ابْنِ لِیْ اے میرے رب بنا میرے لیے عِنْدَكَ اپنے پاس بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ گھر جنت میں وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ اور نجات دے مجھے فرعون سے وَعَمَلِهٖ اور اس کی کارروائی سے وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے وَمَرْیَمَ اور مریم کی مثال بیان کی ابْنَتَ عِمْرٰنَ عمران کی بیٹی الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے حفاظت کی اپنی شرم گاہ کی فَنَفَخْنَا فِیْهِ پس پھونک ماری ہم نے اس کے بدن میں مِنْ رُّوْحِنَا اپنی طرف سے روح وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات کی وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ اور تھی اطاعت کرنے والیوں میں سے۔

منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم :

عقائد ضروریہ میں سے کسی شے کا اگر کوئی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ اور جو زبان سے تو اقرار کرے اور دل سے تسلیم نہ کرے وہ منافق ہے۔ کچھ منافق ایسے تھے کہ نشانیوں سے، علامتوں سے، اور ان کی کارروائیوں سے ان کا نفاق واضح تھا۔ اور ایسے منافق بھی تھے جو منافقت میں بہت سخت تھے۔ ان کی منافقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۰۱ میں ہے لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ "آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔" ان کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہیں تھا۔

اور جن کا نفاق نشانیوں، علامتوں اور کارروائیوں سے ظاہر تھا ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ جہاد کرو اور یہ جہاد زبانی ہے، تلوار کے ساتھ نہیں ہے۔ تلوار کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! ہم کافروں کے ساتھ لڑنے کے لیے دور دراز کا سفر کرتے ہیں تو جن لوگوں کا منافق ہونا معلوم ہے ان کے ساتھ کیوں نہ لڑیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ تلوار کا جہاد نہیں ہے۔ کیوں اگر ہم نے ان کے ساتھ تلوار کا جہاد کیا تو اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُونَ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ "لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔"

یہ لوگ کلمہ بھی پڑھتے ہیں زبانی طور پر، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، بہ ظاہر روزے بھی رکھتے ہیں۔ دوسرے نیکی کے کاموں میں حصہ بھی لیتے ہیں۔ اگر ان کو قتل کیا گیا تو سطحی قسم کے لوگ کہیں گے کہ کلمہ پڑھنے والوں قتل کیا گیا ہے کیوں کہ دنیا میں سمجھ دار لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اکثریت سطحی ذہن رکھنے والوں کی ہوتی ہے۔ تو کافروں کے ساتھ

جہاد تلوار کے ساتھ ہے اور منافقوں کے ساتھ زبان کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ جہاد کریں کافروں کے ساتھ اور منافقوں کے ساتھ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ اور ان پر سختی کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعاً بہت نرم مزاج تھے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ "پس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے آپ ان کے لیے نرم ہیں۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اور اگر آپ سخت مزاج اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج مبارک بہت نرم تھا جس سے منافق غلط فائدہ اُٹھاتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہم غلطی کریں بھی تو کس نے پوچھنا ہے؟ یہ بڑے نرم مزاج ہیں نہیں پوچھتے۔

تو انتظامی اُمور میں نرمی سے بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر غلطی پر سختی نہ کی جائے تو دنیا کا نظام نہیں چلتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان پر سختی کریں وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے۔ اور کیا پوچھتے ہو؟ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان مرد و عورت کو بچائے اور محفوظ رکھے۔

محض نسبت کام نہیں آئے گی :

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی اہم بات سمجھائی ہے کہ نیکوں کے ساتھ نسبت تب کام آئے گی کہ تم بھی نیک ہو۔ تمھارا ایمان اور عمل درست ہو۔ اگر تمھارا ایمان اور عمل درست نہیں ہے تو پھر نیکوں کے ساتھ نسبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ نیک لوگوں کے

ساتھ نسبت ہے اور اپنا ایمان اور عمل بھی صحیح ہے تو پھر سونے پر سہاگا ہے، نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔ مثلاً: ایک آدمی سید ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہے، صحیح العقیدہ ہے، نماز روزے کا پابند ہے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہونے کا شرف اور نسبت نورٌ علٰی نور ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ سید ہے اور عقیدہ خراب ہے، بے نماز ہے، روزہ نہیں رکھتا، بھنگ چرس پیتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھ قسم کے آدمی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور میں بھی اُن پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ان چھ میں سے ایک وہ ہے جو میری اولاد میں سے ہو کر دین کی پابندی نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ کے ہاں بھی ملعون ہے اور میں بھی اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کیوں کہ میری اولاد ہونے کا معنٰی تو یہ تھا کہ یہ میرے دین کی حفاظت کرتا، میرے دین کا محافظ اور چوکیدار ہوتا اور یہ خود چور بن گیا ہے۔ تو چوکیدار ہی چوری کرنے لگ جائے تو اس کا جرم زیادہ شمار ہوتا ہے۔

تو نیکوں کے ساتھ نسبت کے ساتھ ساتھ خود بھی نیک ہے تو یہ نسبت نورٌ علٰی نور ہے۔ اپنا ایمان عمل صحیح نہیں اور محض نیک لوگوں کے ساتھ پر گھمنڈ کرنا کہ میرا باپ بڑا نیک تھا، میرا دادا بڑا نیک تھا، ہم سید ہوتے ہیں۔ تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سنو! ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا اُن لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔ کفر کرتے ہوئے نیک لوگوں کے ساتھ تعلق جوڑتے ہیں۔ اس تعلق سے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ رب تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ نوح علیہ السلام کی بیوی کی جس کا نام واہلہ تھا لاہوری ہا کے ساتھ۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی جس کا نام واعلہ تھا عین کے ساتھ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ یہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں

فَخَانَتٰهُمَا پس ان دونوں نے ان کے ساتھ مذہبی خیانت کی جسمانی نہیں فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا پس نہ کام آئے، نہ کفایت کی اللہ تعالیٰ کے دونوں پیغمبر اپنی بیویوں کے اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی۔ دونوں پیغمبر اپنی بیویوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ کتنی بڑی نسبت تھی؟ پیغمبر کی بیوی ہونا کوئی چھوٹی نسبت تو نہیں ہے۔

تفسیروں میں حضرت نوح علیہ السلام کی دو بیویوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک مومنہ تھی جس کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام اور یافث۔ اس نیک بی بی کا اثر تھا کہ تینوں بیٹے مومن تھے۔ دوسری بیوی کافرہ تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس نام کنعان تھا۔ اس پر ماں کا اثر تھا وہ کافر تھا۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار چیزوں کو سامنے رکھ کر عورت کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے۔ مال کی وجہ سے، حسب نسب کی وجہ سے، حسن کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے۔ لیکن فرمایا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تم دین کو سامنے رکھو۔ قاعدہ کلیہ تو نہیں کہ ماحول بہت بگڑا ہوا ہے۔ لیکن جن گھروں میں دین دار نیک خواتین ہیں ان کی اولاد بہ نسبت دوسروں کے اچھی ہوتی ہے۔ اور جن گھروں میں عورتیں بے دین ہیں ان کی اولاد در اولاد خراب ہوتی ہے الا ماشاء اللہ۔ ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً: اب سردی کا موسم ہے مری کے علاقہ میں برف باری ہو رہی ہے اور سردی ہمیں یہاں لگ رہی ہے۔ اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اپنے ماحول کو صاف ستھرا رکھو غلط ماحول میں ایک لمحہ بھی نہ گزرے۔

تو فرمایا نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ دونوں نے اپنے خاوندوں کے ساتھ مذہبی خیانت کی، پیغمبروں کا عقیدہ نہیں مانا، شرک پر رہیں۔ نوح علیہ السلام کی بیوی کے متعلق تفسیروں میں آتا ہے کہ جس وقت نوح

علیہ السلام تبلیغ کرتے ان کی بیوی پہنچ جاتی اور کہتی میرا خاوند مجنون ہے اس کے قابو میں نہ آنا۔ جب گھر والے اس طرح کی حرکتیں کریں گے تو دوسرے کیا اثر لیں گے۔ عوام تو سطحی ہوتے ہیں معاملہ فہم لوگ تو ہمیشہ کم رہے ہیں۔ تو جب گھر کا فرد کہے گا کہ یہ پاگل ہے تو دوسرے تو اور زیادہ کھل کر کہیں گے مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [القمر:۹] "یہ دیوانہ ہے اس کو جھڑک دیا گیا ہے۔" حضرت نوح علیہ السلام جب کسی مجلس میں جاتے تو بے باک قسم کے لوگ دھکے دے کر باہر نکال دیتے کہ پاگل آگیا ہے۔ پاگل پاگل کہہ کر نکال دیتے تھے۔ اور یہی حالت لوط علیہ السلام کی بیوی کی تھی کہ اپنی برادری کا ساتھ دیا خاوند اور بیٹیوں کا ساتھ نہیں دیا۔

تو اتنی بڑی نسبت بھی کام نہ آئی۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی تو پیغمبر اپنی بیویوں کو نہ بچا سکے وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ اور رب تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا تم دونوں داخل ہو جاؤ دوزخ میں مَعَ الدّٰخِلِيْنَ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ جس طرح دوسرے لوگ داخل ہو رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ محض نسبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آگے دوسری مثال بیان فرمائی کہ تم اچھے ہو تو کامیاب ہو اگرچہ نسبت بُرے کے ساتھ ہو۔ فرمایا وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی کی کہ دیکھو نسبت کتنے بُرے آدمی کے ساتھ تھی کہ وہ خدائی کا دعوے دار تھا۔ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ بلکہ اس کی سرکشی یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے لوگوں کو کہا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ [القصص:۳۸] "میں نہیں جانتا تمھارے لیے کوئی الٰہ اپنے

سوا۔" میرے سوا تمھارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ مگر اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا بڑی نیک خاتون تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب پانی کے تالاب سے نکال کر لایا گیا تو فرعون اور اس کے ساتھیوں نے کہا اس کو قتل کرو۔ لیکن فرعون کی بیوی نے کہا لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا [القصص:۹] "اس کو قتل نہ کرو ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔" اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" بی بی کی نیت صاف تھی رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ایمان کی دولت سے مالا مال فرما دیا۔ کسی سے ایمان حاصل ہو جائے، اصلاح ہو جائے تو بڑی دولت ہے۔ لیکن لوگ تو آج مال کو دولت سمجھتے ہیں۔ آج ہمیں کوئی مال دے دے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی حق کی بات بتا دے تو اس کی اتنی قدر نہیں ہوتی جتنی مال دینے والے کی ہوتی ہے۔

تو اگر آدمی خود صحیح ہے، مومن ہے اور عمل صالح ہیں اور نسبت بُرے آدمی کی طرف ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً: باپ کافر ہے، دادا کافر ہے، مشرک ہے اور یہ خود مومن ہے، نیک ہے تو اُن کی بُرائی کا وبال اس پر نہیں پڑے گا۔ دیکھو! فرعون کی بیوی کی نسبت کتنے بُرے آدمی کے ساتھ ہے اور وہ خود مومنہ تھی۔ تو اس کا اس پر کچھ اثر نہیں پڑا اور نہ اس کا کچھ بگڑا ہے۔ دیکھو! ابوجہل کا بیٹا عکرمہ رضی اللہ عنہ تھا اور باپ ابوجہل اس اُمت کا فرعون تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا باپ عاص بن وائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صف اوّل کے دشمنوں میں سے تھا مگر بیٹا عمرو صحابی اور فاتح مصر ہے۔

فرمایا اِذْ قَالَتْ جس وقت کہا آسیہ بنت مزاحم رحمہا اللہ نے جو فرعون کی بیوی تھی رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اے میرے رب بنا میرے لیے اپنے پاس گھر

جنت میں وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ اور نجات دے مجھ کو فرعون سے اور اس کی کارروائی سے وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے۔ جس وقت اس بی بی کا ایمان ظاہر ہو گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکی ہے تو فرعون نے سختی شروع کر دی کہ میں تو اسلام کو مٹانے کے لیے لٹھ لے کر موسیٰ (علیہ السلام) کے پیچھے پڑا ہوا ہوں اور تم میرے گھر میں اس کا کلمہ پڑھتی ہو۔ حضرت آسیہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا جو تمھاری مرضی ہے کرو، میں کلمہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ فرعون بڑا سخت گیر تھا۔ "ذوالاتاد" اس کا لقب تھا، میخوں والا۔ جب کسی کے ساتھ بگڑتا تھا تو اس کے بدن میں میخیں ٹھونک کر سزا دیتا تھا۔ کہنے لگا کہ میں تیرے بدن میں میخیں ٹھونک کر سزا دوں گا۔ حضرت آسیہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا جو تیرے جی میں آئے کر لے میں کلمہ نہیں چھوڑوں گی۔

چنانچہ ظالم نے اسی طرح کیا کہ اس کو زمین پر لٹا کر ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھکوا کر اس کی چھاتی پر بھاری بھر کم پتھر رکھوا دیا اور ایک ملازم کو کہا کہ تو اس پتھر پر چڑھ کر کھڑا ہو جا۔ ظلم کی بھی انتہا ہے۔ ساری عمر بی بی نے اس کی خدمت کی۔ جو گھر کی خدمت ہوتی ہے اس میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ لیکن اس ظالم نے کلمہ چھڑوانے کے لیے سارے حربے استعمال کیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار بندی (خاتون) نے شہادت قبول کر لی مگر ایمان نہیں چھوڑا، کفر اختیار نہیں کیا۔ تو آدمی اگر خود صحیح ہو تو بُرے کے ساتھ نسبت تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ جس طرح آسیہ کا نسبت نے کچھ نہیں بگاڑا۔

تیسری مثال دی کہ تم خود مومن ہو، نیک ہو اور تمھاری نسبت نہ نیک کے ساتھ ہے اور نہ بد کے ساتھ ہے تو تم کامیاب ہو جیسے: مریم علیہا السلام۔ فرمایا وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ

اور مریم کی مثال جو بیٹی ہے عمران کی الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا جس نے محفوظ رکھا اپنی شرم گاہ کو فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا پس ہم نے پھونکی اس کے بدن میں اپنی طرف سے روح۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود ان کے پیٹ میں شروع ہو گیا۔ ویسے تو نسل کا سلسلہ میاں بیوی کے ملاپ سے چلتا ہے لیکن یہاں یہ بات نہیں تھی۔ بس جبرئیل علیہ السلام کی پھونک ہی سے ان کے پیٹ میں عیسیٰ علیہ السلام کا وجود (بننا) شروع ہو گیا۔

فرمایا وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات کی۔ رب تعالیٰ کے احکام اور فیصلوں کو سچا مانا وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور کیا پوچھتے ہو؟ وَكَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِيۡنَ اور تھی وہ اطاعت کرنے والیوں میں سے۔ جو رب تعالیٰ کے اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں ان میں سے تھی۔

◇◇◇◇◇◇◇◇◇◇

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسير

سُوْرَةُ الْمُلْكِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۳۰ | ۶۷ سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ ۷۷ | رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۶﴾ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۙ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿۸﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿۹﴾

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بابرکت ہے وہ ذات بِيَدِهِ الْمُلْكُ جس کے ہاتھ میں ہے ملک وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے

الَّذِیْ وہ ذات خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو لِیَبْلُوَکُمْ تاکہ وہ تمھارا امتحان لے اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تم میں سے کون اچھا ہے از روئے عمل کے وَھُوَ الْعَزِیْزُ اور وہ غالب ہے الْغَفُوْرُ بخشنے والا ہے الَّذِیْ وہ ذات ہے خَلَقَ جس نے پیدا کیے سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان طِبَاقًا تہہ بہ تہہ مَاتَرٰی آپ نہیں دیکھیں گے فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے پیدا کرنے میں مِنْ تَفٰوُتٍ کوئی فرق فَارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ کیا دیکھتا ہے کوئی سوراخ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ کَرَّتَیْنِ بار بار یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ لوٹے گی تیری طرف نگاہ خَاسِئًا ذلیل ہو کر وَّھُوَ حَسِیْرٌ اور وہ تھکی ہوئی ہوگی وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا اور البتہ تحقیق ہم نے مزین کیا آسمانِ دنیا کو بِمَصَابِیْحَ ستاروں کے ساتھ وَجَعَلْنٰھَا اور ہم نے بنایا ان ستاروں کو رُجُوْمًا مارنے کا ذریعہ لِّلشَّیٰطِیْنِ شیطانوں کو وَاَعْتَدْنَا لَھُمْ اور ہم نے تیار کیا ہے ان کے لیے عَذَابَ السَّعِیْرِ شعلہ مارنے والا عذاب وَلِلَّذِیْنَ اور ان لوگوں کے لیے کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ جو منکر ہیں اپنے رب کے عَذَابُ جَھَنَّمَ جہنم کا عذاب ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور برا ٹھکانا ہے اِذَآ اُلْقُوْا فِیْھَا جس وقت ڈالے جائیں گے دوزخ میں سَمِعُوْا لَھَا

سنیں گے اس کے لیے شَهِيْقًا گدھے کی آواز وَّهِيَ تَفُوْرُ اور وہ جوش مار رہی ہوگی تَكَادُ قریب ہے تَمَيَّزُ پھٹ جائے مِنَ الْغَيْظِ غصے کی وجہ سے كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا جب کبھی ڈالی جائے گی اس میں فَوْجٌ فوج سَاَلَهُمْ سوال کریں گے ان سے خَزَنَتُهَآ جہنم کے داروغے اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ کیا نہیں آیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا قَالُوْا وہ کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ تحقیق آیا ہمارے پاس ڈرانے والا فَكَذَّبْنَا پس ہم نے جھٹلا دیا وَقُلْنَا اور ہم نے کہا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اِنْ اَنْتُمْ نہیں ہو تم اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ مگر بڑی گمراہی میں۔

نام و کوائف :

اس سورۃ کا نام سورۃ الملک ہے۔ ملک کا لفظ پہلی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ اس سے پہلے چھہتر (۷۶) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ستتروا‌ں (۷۷) نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور تیس آیتیں ہیں۔

سورۃ الملک کی فضیلت:

قرآن کریم سارے کا سارا ہی برکت والا، شان والا اور فضیلت والا ہے۔ لیکن بعض سورتوں کو بعض سورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جیسے تمام پیغمبر برحق اور فضیلت والے ہیں۔ اس کے باوجود بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [پارہ:۳]

"یہ سب رسول ہیں فضیلت دی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر۔"

اور سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۵ میں ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا "اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر اور دی ہم نے داوٗد علیہ السلام کو زبور۔" اسی طرح قرآن پاک سارا فضیلت والا ہے لیکن بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت والے دن یہ سورت تمام سورتوں سے زیادہ سفارش کرے گی۔ یہ روایت نسائی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ہے۔ اگر کسی گناہ گار کو دوزخ میں ڈالنے کا فیصلہ کریں گے (جو یہ سورۃ پڑھتا ہوگا) تو یہ سورۃ کہے گی اے پروردگار! میں تیرے کلام کا حصہ ہوں اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی سفارش قبول کرے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر میں مجرم کو فرشتے سزا دینے کے لیے جب پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو یہ سورت پاؤں کی طرف جا کر کھڑی ہو جاتی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو میری تلاوت کرتا تھا۔ تو اس شخص کو عذاب سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ تو یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عذابِ قبر سے نجات دلانے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ بابرکت ہے وہ ذات بِيَدِهِ الْمُلْكُ جس کے ہاتھ میں ہے ملک۔ ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہی مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اس مقام پر مفرد کا لفظ آیا ہے اور سورۃ مائدہ آیت نمبر ٦۴ میں تثنیہ کا لفظ آیا ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ "بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔" ابلیس لعین نے جب آدم کو سجدہ نہ کیا تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا سجدہ کرنے

سے لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ [ص:۷۵] "جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔" اور سورۂ یٰسین آیت نمبر ۷۱ میں ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ "کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے بے شک ہم نے پیدا کیا ہے ان کے لیے جو ہمارے ہاتھوں نے بنایا ہے۔" یہاں جمع کا لفظ آیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں جو اس کی شان کے لائق ہیں۔ ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ ایسے ہیں یا ایسے ہیں۔ مثلاً: ہمارے ہاتھ میں ہتھیلی ہے، انگلیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں سے پاک ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ [شوریٰ:۱۱] "اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔"

بعض حضرات اس سے قبضہ مراد لیتے ہیں اور بِيَدِهِ الْمُلْكُ کا ترجمہ کرتے ہیں اس کے قبضے میں ہے ملک، اس کے اختیار میں ہے ملک۔ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے، خالق ہے، وہی متصرف ہے، کسی دوسرے کو کارخانۂ خداوندی میں ایک رتی کا بھی اختیار نہیں ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ الَّذِيْ وہ ذات ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو۔ کیوں؟ لِيَبْلُوَكُمْ تاکہ وہ تمھارا امتحان لے اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تم میں سے کون اچھا عمل کرنے والا ہے۔ زندگی دے کر موت سر پر کھڑی کر دی کہ زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہے موت کو یاد رکھو اور اچھے اعمال کرو بُرے اعمال سے بچو۔ دیکھو! روزمرہ کا معمول ہے کوئی پیدا ہوتا ہے کوئی مرتا ہے۔ کتنی کثرت کے ساتھ موتیں ہو رہی ہیں۔ دیکھ سن کر بھی ہمارے دل نرم نہیں ہوتے۔ اگر موت نہ ہوتی تو پھر توبہ توبہ انسان انسان نہ ہوتے نہ جانیں کیا بلائیں ہوتیں۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ جو تبع تابعین میں سے ہیں۔فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں اگر کوئی فوت ہو جاتا تو ایک ایک ہفتہ ہمارے حلق سے روٹی پانی نیچے نہیں اُترتا تھا کہ رب جانے اس کے ساتھ قبر میں کیا ہوا ہے؟ اور آج حالت یہ ہے کہ باپ مرجائے ماں مرجائے آخرت کا احساس ہی نہیں ہے۔دفنا کر آ کے گپیں ماریں گے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ دلوں میں کتنا فرق آ گیا ہے۔جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی دل سخت ہوتے جائیں گے۔دلوں میں بغض، کینہ، عداوت، بھر جائے گی۔ باوجود اس کے کہ ہر آدمی جانتا ہے موت سر پر کھڑی ہے اور پکار رہی ہے۔ ؏

غنیمت جان لو اس مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

پھر بھی کوئی پروا نہیں کرتا۔نیکی کرنے والے اور برائی سے بچنے والے کتنے ہیں۔اگر گناہ کرو گے تو وَهُوَ الْعَزِيزُ اور وہ غالب ہے۔اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا الْغَفُورُ بخشنے والا ہے۔ اگر قاعدے کے مطابق اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو بخش دے گا۔ قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ جن کی قضا ہے ان کی قضا لوٹائے اور حقوق العباد ادا کرے۔اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ستایا ہے تو معافی مانگے اللہ تعالیٰ غفورٌ رّحیم ہے معاف کر دے گا۔

فرمایا الَّذِي وہ ذات ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا جس نے پیدا کیے سات آسمان تہہ بہ تہہ۔آسمانِ دنیا ہے اس کے اُوپر دوسرا، پھر تیسرا، پھر چوتھا، پھر پانچواں، پھر چھٹا، پھر ساتواں۔جتنا فاصلہ زمین سے لے کر آسمانِ دنیا تک ہے اتنا ہی فاصلہ پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ ہر آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ

ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ آدمی پانچ سو سال تک چلتا رہے تو جتنا سفر طے کرے گا زمین سے آسمان تک اتنی ہی مسافت ہے۔لیکن فرشتے ایک لمحے میں آجا سکتے ہیں۔

حرم کا رقبہ جو کسی طرف سے تین میل ہے۔تنعیم حرم سے باہر ہے جس کو مسجد عائشہ کہتے ہیں۔یہ کعبۃ اللہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔عرفات حرم سے باہر ہے۔ یہ دس میل کا فاصلہ بنتا ہے۔جعرانہ حرم سے باہر ہے۔ادھر سے حرم تقریباً اٹھارہ انیس میل بنتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم کے علاقے سے نہ تو کوئی خار دار درخت کاٹا جائے اور نہ شکار سے تعرض کیا جائے اور نہ یہاں کا لقطہ اُٹھایا جائے۔ہاں وہ اُٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرے۔اور نہ اس زمین کی گھاس کاٹی جائے گی۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔کہنے لگے یارسول اللہ مگر اِذخر (یہ ایک قسم کی گھاس ہے) وہ تو ایسی چیز ہے جو لوہاروں اور بھٹیاروں کے کام آتی ہے۔(لوہا سونا گلانے کے لیے) اور گھروں کی چھتیں بنانے میں بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِلَّا الْإِذْخَرُ "ہاں اِذخر کاٹی جاسکتی ہے۔"

استدلال باطل :

بعض حضرات نے اس روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ پیغمبر اپنی طرف سے بھی جو چاہے کہہ سکتا ہے۔کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فرمایا إِلَّا الْإِذْخَرَ۔ اس کے جواب میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو وکیلِ احناف ہیں اپنی کتاب "مشکل الآثار" میں فرماتے ہیں کہ إلا الإذخر کا جو استثناء ہے وہ بذریعہ وحی ہوا ہے جبریل علیہ السلام نے آکر بتلایا ہے۔پھر فرماتے ہیں کہ اتنی جلدی وحی کیسے آگئی کہ اِدھر سوال ہوا اور جواب کے لیے وحی آگئی۔فرماتے ہیں کہ وَلَا يُنْكِرُهٗ اِلَّا مُلْحِدٌ اَوْ زِنْدِيْقٌ "اور اس کا

نہیں انکار کرے گا مگر ملحد اور زندیق۔" ملحد اور زندیق ہی کہے گا کہ اتنی جلدی وحی نہیں آ سکتی۔ وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

دیکھو! لیلۃ القدر کے بارے میں آتا ہے کہ اس رات کو جبریل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں اور دوسرے فرشتے بھی۔ اور جہاں جہاں کوئی عبادت کر رہا ہوتا ہے اس کو وہ سلام کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ ایک منٹ گکھڑ اور دوسرے منٹ میں گوجرانوالا، تیسرے میں لاہور اور چوتھے میں ملتان۔ یہ سفران کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ فرشتوں کے لیے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان تہہ بہ تہہ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ آپ نہیں دیکھیں گے رحمان کے پیدا کرنے میں کوئی فرق۔ دیکھو! مسجد کی چھوٹی سی چھت ہے اور مستریوں نے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ بنائی ہے۔ اس کو ہموار کیا ہے۔ مگر پھر بھی اس میں اونچ نیچ کا فرق ہے۔ لیکن آسمان کتنا بڑا ہے مشرق سے لے کر مغرب تک، لیکن اس میں کہیں آپ رتی برابر بھی فرق نہیں دکھا سکتے۔ رائی کے دانے کے برابر بھی آپ کو فرق نظر نہیں آئے گا۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ اے دیکھنے والے آسمان کی طرف هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ کیا دیکھتا ہے کوئی سوراخ، دراڑ۔ قاعدے کے مطابق دروازے تو موجود ہیں باقی کوئی سوراخ، دراڑ تمہیں نظر نہیں آئے گی ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ پھر اُٹھا نگاہ بار بار یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا لوٹے گی آپ کی طرف نگاہ ذلیل ہو کر وَّهُوَ حَسِیْرٌ اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔ سارا دن دیکھتے رہو آسمان میں تمہیں رتی برابر تفاوت اور فرق نظر نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے ایک آسمان ہی کافی ہے کہ اتنا بڑا

آسمان اور نیچے کوئی ستون اور دیوار نہیں ہے۔ یہ چھوٹی سی عمارت کی چھت ہے نیچے ستون اور دیواریں ہیں ان کو نکال دو تو چھت گر جائے گی۔ لیکن آسمان رب تعالیٰ کے حکم اور قدرت سے کھڑا ہے۔ پھر ایک نہیں سات آسمان ہیں۔

ستاروں کی اقسام :

فرمایا وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا اور البتہ تحقیق ہم نے مزین کیا آسمانِ دنیا کو بِمَصَابِيْحَ ستاروں کے ساتھ۔ مَصَابِيْح مِصْبَاحٌ کی جمع ہے اور مصباح کا معنیٰ ہے چراغ، مراد ستارے ہیں کہ یہ اس کے چراغ ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ستارے آسمان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں یا نیچے لٹکے ہوئے ہیں جیسے یہ ہمارے پنکھے لٹکے ہوئے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں قول نقل کیے ہیں کہ علمائے کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ ستارے آسمان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ لٹکے ہوئے ہیں۔ پھر یہ ستارے دو قسم کے ہیں، سیارات، ثوابت۔

ثوابت وہ ہیں جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں حرکت نہیں کرتے۔ اور سیارات وہ ہیں جو چلتے ہیں۔ کوئی مشرق کی طرف اور کوئی مغرب کی طرف چل رہا ہوتا ہے کوئی شمال کی طرف اور کوئی جنوب کی طرف۔ بعض ستارے زمین سے کئی گنا بڑے ہیں اور باوجود تیز حرکت کے آج تک کسی نے نہیں سنا کہ ستارہ ستارے کے ساتھ ٹکرا گیا ہے۔ آج سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ سائنس دانوں نے کہا کہ ایک ستارے کا کچھ حصہ نیچے کو آ رہا ہے۔ تو دنیا بے چاری پریشان ہوگئی اور لوگوں کی نیندیں حرام ہوگئیں کہ نیچے گرا تو ہم مر جائیں گے۔ صرف ایک ستارے کے کچھ حصے کی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ کہیں اور چلا گیا اِدھر نہیں آیا۔ اگر اِدھر آتا تو کوئی نہ کوئی ملک تباہ ہو جاتا۔

تو فرمایا ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ اور ہم نے بنایا ان ستاروں کو مارنے کا ذریعہ شیطانوں کو۔ یہ شیطان اُوپر جا کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ستارے سے ایک شعلہ نکل کر ان پر جا پڑتا ہے ستارہ خود نہیں گرتا۔ اس طرح سمجھو کہ جیسے چراغ جل رہا ہو تو آدمی اس سے تھوڑی سی آگ لے لے تو ستاروں سے چنگاری نکلتی ہے اور شیطانوں پر جا پڑتی ہے۔ اس سے کوئی مر جاتا ہے، کوئی جھلس جاتا ہے، کوئی زخمی ہو جاتا ہے۔

تو فرمایا ہم نے بنایا ستاروں کو مارنے کا ذریعہ شیطانوں کو وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ اور تیار کیا ہم نے ان شیطانوں کے لیے شعلہ مارنے والا عذاب۔

بعض ملحد یہ کہتے ہیں کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں۔ سورۃ الحجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ "اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔" تو دوزخ کی آگ میں ان کو کیا سزا ہوگی؟

تو جواب یہ ہے کہ جس آگ سے ان کو سزا ہونی ہے وہ اس آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور خود آگ میں اتنا تفاوت ہے کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار! اس طبقے کی حرارت نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دی کہ تو ایک سانس لے لے۔ فرمایا یہ جو سخت گرمی ہے یہ جہنم کا سانس ہے۔ اسی طرح زمہریر جہنم کا ٹھنڈا طبقہ ہے۔ اس نے دوسرے ٹھنڈے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار! اس کی ٹھنڈک نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ تو ایک سانس لے لے۔ یہ جو سخت سردی ہوتی ہے یہ جہنم کے اس طبقے کا سانس ہے۔ لہٰذا شیطانوں کو بھی عذاب ہوگا چاہے آگ کا

ہو یا برف کا۔ تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے جو سمجھ نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو محفوظ فرمائے اور بچائے۔

انجامِ منکرین :

فرمایا وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اور ان لوگوں کے لیے جو منکر ہیں اپنے رب کے یعنی اپنے رب کے احکام کے منکر ہیں۔ رب تعالیٰ کی ذات کے تو وہ لوگ قائل تھے۔ رب تعالیٰ کے احکام کا انکار رب تعالیٰ کا انکار ہے۔ ان لوگوں کے لیے عَذَابُ جَهَنَّمَ دوزخ کا عذاب ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بُرا ٹھکانا ہے، اللہ تعالیٰ بچائے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا جس وقت ڈالے جائیں گے دوزخ میں سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا سنیں گے اس کے لیے گدھے کی آواز۔ شھیق گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو بعد میں مدھم سی ہوتی ہے۔ دوزخ جوش مار رہی ہوگی۔ اور زفیر گدھے کی ابتدائی آواز کو کہتے ہیں جو وہ زور سے نکالتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ ہود آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے بد بخت لوگ دوزخ میں ہوں گے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ان کے لیے دوزخ میں گدھے کی آوازیں ہوں گی۔ گدھوں کی آواز کے ساتھ تشبیہ کیوں دی ہے؟ اس لیے دی ہے کہ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [لقمان:۱۹] "سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔" وَّ هِيَ تَفُوْرُ اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ تیز آگ ہو تو جھوں جھوں کی آواز آتی ہے۔ تو جہنم جوش مار رہی ہوگی تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ قریب ہے کہ پھٹ جائے غصے کی وجہ سے۔ اتنی تپش اور حرارت ہوگی کہ اس کی وجہ سے پھٹ جائے۔

بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جہنم کو کافروں پر اتنا غصہ ہوگا کہ اس غصے کی وجہ سے قریب ہے کہ پھٹ جائے كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب کبھی اس میں ڈالی

جائے گی اس میں فوج، گروہ کافروں کا، مشرکوں کا سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ خَزَنَةٌ جمع ہے خَازِنٌ کی۔ خازن پہرے دار اور چوکیدار کو کہتے ہیں۔ معنیٰ ہوگا سوال کریں گے ان سے جہنم کے داروغے۔ وہاں جو پہرے دار فرشتے ہوں گے وہ پوچھیں گے اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ کیا نہیں آیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا جہنم کے عذاب سے۔ آج لشکروں کے لشکر آرہے ہو تمھیں سمجھانے والا کوئی نہیں آیا تھا جس نے تمھیں ڈرایا ہو کہ جس کفر و شرک کے راستے پر تم چل رہے ہو اس کا انجام دوزخ ہے۔

قَالُوْا بَلٰى وہ کہیں گے کیوں نہیں آیا قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ تحقیق آیا ہمارے پاس ڈرانے والا۔ پھر کیا ہوا؟ ہماری بدبختی فَكَذَّبْنَا پس ہم نے جھٹلا دیا وَقُلْنَا اور ہم نے کہا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَىْءٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز تمھارے اُوپر۔ نہ وحی، نہ کتاب، یہ سب تم اپنی طرف سے بنا کر لاتے ہو۔ اور ہم نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ نہیں ہو تم مگر بڑی گمراہی میں۔ تم لوگوں کو پھنساتے ہو اور اپنے ساتھ ملاتے ہو۔ باقی آگے آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا

نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰۗفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ڪ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ کاش کہ ہم سنتے اَوْ نَعْقِلُ یا ہم سمجھتے مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ نہ ہوتے ہم شعلہ مارنے والی آگ والوں میں سے فَاعْتَرَفُوْا پس وہ اقرار کریں گے بِذَنْۢبِهِمْ اپنے گناہوں کا فَسُحْقًا پس دوری ہے لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ دوزخ والوں کے لیے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے لَهُمْ

مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور بہت بڑا اجر ہے
وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اور اگر تم چھپاؤ اپنی بات کو اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ یا ظاہر کرو
اس کو اِنَّهٗ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
دلوں کے راز اَلَا يَعْلَمُ خبردار وہ جانتا ہے مَنْ خَلَقَ جس کو اس
نے پیدا کیا ہے وَهُوَ اللَّطِيْفُ اور وہ باریک بین ہے الْخَبِيْرُ
خبردار هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ جس نے
بنائی تمھارے لیے زمین ذَلُوْلًا تابع فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا پس چلو تم
اس کے اطراف پر وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ اور کھاؤ تم اس کے رزق سے وَاِلَيْهِ
النُّشُوْرُ اور اس کی طرف اُٹھ کر کھڑا ہونا ہے ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ
کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ کہ
تمھیں دھنسا دے الْاَرْضَ زمین میں فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ پس اچانک
وہ حرکت کرنے لگے اَمْ اَمِنْتُمْ کیا تم امن میں ہو مَّنْ فِي السَّمَآءِ
اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ کہ چھوڑے تم پر
حَاصِبًا سنگ ریزے فَسَتَعْلَمُوْنَ پس تم عنقریب جان لو گے
كَيْفَ نَذِيْرِ کیسا ہے میرا ڈرانا وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ اور البتہ تحقیق
جھٹلایا ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے فَكَيْفَ كَانَ
نَكِيْرِ پھر کیسا تھا میرا انکار کرنا اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انھوں نے

اِلَى الطَّيْرِ پرندوں کو فَوْقَهُمْ اپنے اُوپر صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے ہوئے وَّيَقْبِضْنَ اور سمیٹتے بھی ہیں مَا يُمْسِكُهُنَّ نہیں روکتا ان کو اِلَّا الرَّحْمٰنُ مگر رحمٰن اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

ربط :

اس سے پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ " كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب کبھی ڈالا جائے گا دوزخ میں کوئی گروہ تو جہنم کے داروغے ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ کیوں نہیں تحقیق آیا تھا ہمارے پاس ڈرانے والا۔ ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ویسے ہی نبی بن گئے ہو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں۔"

دوزخ سے بچنے کے اسباب :

وَقَالُوْا اور کہیں گے دوزخ میں جلنے والے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ کاش کہ ہم سنتے یا ہم سمجھتے مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ نہ ہوتے ہم شعلہ مارنے والی آگ والوں میں سے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں اور مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں اور بزرگوں نے بھی لکھا ہے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم دوسروں سے اچھی بات سن لیتے اور اس پر عمل کرتے دوزخ سے بچ جاتے۔ اَوْ نَعْقِلُ کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں خود تحقیق ہوتی ہم خود عقل سے کام لیتے تو دوزخ میں نہ جلتے۔ خود تحقیق کرے تو اجتہاد ہے دوسرے سے اچھی بات سن

کراس پر عمل کرے تو تقلید ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوزخ سے بچنے کے دو سبب ہیں۔ ایک تقلید اور دوسرا تحقیق۔ تقلید کا معنٰی ہے خود مسائل کو نہیں جانتا دوسروں سے پوچھ کر عمل کرتا ہے۔ اور اس کا قرآن پاک میں حکم ہے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل: ۴۳] "پس پوچھو تم اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔"

اہل حدیث حضرات کے سب سے بڑے بزرگ گزرے ہیں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی۔ وہ اپنی کتاب "انتصار الحق" میں لکھتے ہیں کہ اگر خود کسی کو علم نہ ہو، تحقیق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد حکم دیتا ہے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ کہ علم والوں سے پوچھو۔ پھر فرماتے ہیں کہ آدمی اس کا مکلف نہیں ہے کہ تمام علماء سے پوچھے۔ ایک سے بھی بات پوچھ کر چلے تو کافی ہے۔ ہم کہتے ہیں اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔ تو مولانا نذیر حسین صاحب فرماتے ہیں کہ سب سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ایک سے پوچھ لے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تقلید شخصی جائز ہے یا ناجائز؟ فرمایا جائز ناجائز پوچھتے ہو یہ تو فرض ہے۔ ایمان تب بچے گا جب تقلید کرے گا۔ یہ جتنے باطل فرقے ہیں ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے کسی پر اعتماد نہیں کیا۔ اگر مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ ہو، خلفائے راشدین سے بھی نہ ملے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نہ ملے تو پھر اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔ پھر چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ بڑی گہری، بڑی وسیع اور فطری فقہ ہے اس لیے ان کی تقلید کرنی چاہیے۔

تو دوزخی کہیں گے کاش ہم سنتے اور دوسروں کی بات سن کر عمل کرتے یا ہم سمجھتے، تحقیق کرتے، عقل سے کام لیتے تو آج ہم دوزخ میں نہ ہوتے فَاعْتَرَفُوا بِذَنْۢبِهِمْ پس وہ اقرار کریں گے اپنے گناہوں کا کہ واقعی ہم نے گناہ کیے ہیں فَسُحْقًا پس دوری ہے رحمت سے لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ دوزخ والوں کے لیے۔

اب ان کے برعکس دوسروں کا بھی سن لیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بے شک وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے۔ رب تعالیٰ کو دیکھا نہیں مگر اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کو خالق، مالک، رازق مانتے ہیں۔ سارے نظام کو چلانے والی ذات سمجھتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اس کے احکام پر عمل نہ کیا تو گرفت میں آئیں گے۔ محض ڈرنے کا دعویٰ کرنے سے کچھ نہیں بنتا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی پیاسا ہو اور سارا دن کہتا رہے کہ پیاس کو پانی بجھاتا ہے اور پانی نہ پیے تو پیاس تو نہیں بجھے گی۔ پیاس تو تب بجھے گی جب پانی پیے گا۔ بھوکا سارا دن کہتا رہے کہ روٹی سے پیٹ بھر جاتا ہے، روٹی سے بھوک ختم ہو جاتی ہے تو بھوک تو ختم نہیں ہوگی۔ بھوک تو روٹی کھانے سے ختم ہوگی۔ اور اسی طرح ایک آدمی بیمار ہے اور سارا دن ورد کرتا رہے کہ رب تعالیٰ نے اس بیماری کا علاج فلاں چیز بتایا ہے۔ جب تک اس چیز کو استعمال نہیں کرے گا شفا نہیں ہوگی۔ اسی طرح زبانی طور پر کہنا کہ میں رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اس کا کوئی معنیٰ ہے جب تک عملی ثبوت نہیں دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے۔

تو فرمایا بے شک وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں بن دیکھے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے رب کی طرف سے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور اجر ہے بہت بڑا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسانو! وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اور اگر تم چھپاؤ اپنی بات کو، آہستہ بات کرو اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ یا ظاہر کرو اس کو، اونچی آواز سے بات کرو اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے راز۔ کوئی آہستہ بولے یا بلند آواز سے سب رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔

بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہِ تحریمی ہے :

خیبر کے سفر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کبھی ٹیلوں پر چڑھتے کبھی نیچے اُترتے اور بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا اَيُّهَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ "اے لوگو! اپنی جانو پر رحم کرو تم اس ذات کو نہیں پکار رہے جو بہری اور غائب ہو تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکار رہے ہو وہ تمھارے ساتھ ہے۔"

اس روایت کی روشنی میں ائمہ اربعہ متفق ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ہاں تعلیم کی خاطر ہو تو الگ بات ہے کہ کسی موقع پر پیر اپنے مریدوں کو جمع کر کے بلند آواز سے ذکر سناتا ہے کہ ان کو ذکر کا طریقہ آجائے تو وہ جائز ہے کیوں کہ تعلیم کا مسئلہ ہے۔ ویسے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے، خاص طور پر مسجدوں میں۔ اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتلائی گئی ہے کہ رفع الاصوات فی المساجد "مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی۔" ہاں یہ مسئلہ یاد رکھنا! اگر آدمی کسی جگہ اکیلا ہے اور اس کے بلند آواز سے ذکر کرنے میں کسی کی نماز میں خلل نہیں آتا، کسی کے مطالعے میں خلل نہیں آتا تو پھر بلند آواز سے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی کی نماز

میں خلل آتا ہو یا کسی کے مطالعہ میں خلل آتا ہو تو پھر بلند آواز سے قرآن پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

احمد رضا خان صاحب جن کو بریلوی اپنا امام مانتے ہیں۔ اس کا بہت بڑا فتاویٰ ہے، فتاویٰ رضویہ۔ اس میں ہے کہ کسی نے پوچھا بلند آواز سے ورد کرنا اور قرآن پڑھنا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں خان صاحب لکھتے ہیں اگر کسی کی نماز میں خلل پیدا ہوتا ہو ایسے موقع پر بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ پڑھنے والا گناہ گار ہے۔ پھر آگے فقہی حوالہ دیتے ہیں۔ پھر کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی اس طرح کرتا ہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ تو فرماتے ہیں کہ اگر طاقت ہے تو ہاتھ سے روکو نہیں تو کم از کم دل سے نفرت کرو۔ لیکن آج کل اُلٹی منطق ہے۔ یہ اہل بدعت سارے کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اور فقہ حنفی پر چلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فقہ حنفی میں شرک و بدعت کی جتنی تردید کی گئی ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہوئی۔ سب سے زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے مخالف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ البحر الرّائق، فتح القدیر، کبیری فقہ کی مستند ترین کتابیں ہیں۔ ان میں ہے قال ابو حنیفة رحمہ اللہ رفع الصوت فی الدّعاء والذّکر بِدعةٌ مُخَالِفٌ لِلامُر فی قوله تعالیٰ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً "بلند آواز سے دعا کرنا اور ذکر کرنا بدعت ہے اور رب تعالیٰ کے حکم کے مخالف ہے۔" رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً "پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستہ۔" تو رب تعالیٰ تو آہستہ کا حکم دیتا ہے اور تم بلند آواز سے کرتے ہو۔

ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ ایک ہے دعا اور ایک ہے توجہ الی الدعا۔ توجہ الی

الدعا کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً: کوئی آدمی کہتا ہے کہ بیماروں کے لیے دعا کرو، مجاہدین کی فتح کے لیے دعا کرو، فلاں فوت ہو گیا ہے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرو۔ یہ اس نے بلند آواز سے کہا ہے لوگوں کی توجہ دلانے کے لیے۔ یہ کہنا جائز ہے۔ اور جب دعا کی باری آئے گی تو آہستہ ہوگی۔

فرمایا اَلَا خبردار یَعْلَمُ رب تعالیٰ جانتا ہے مَنْ خَلَقَ جس کو اس نے پیدا کیا ہے وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور وہ اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سارے نام برکت والے ہیں۔ لفظ اللہ جل جلالہ یہ رب تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ رحمٰن، رحیم، قہار، جبار، ستار، خبیر، لطیف، یہ رب تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ ہر نام میں کوئی نہ کوئی خاصیت ہے۔ جن بزرگوں نے عملیات کی کتابیں لکھی ہیں وہ لکھتے ہیں اگر رشتے میں پریشانی ہو تو یا لطیفُ یا رحیمُ یا کریمُ کا ورد بڑا موثر ہے۔ ان اسماء کا ذکر کرو اللہ تعالیٰ کرم کرے گا۔ مگر ہم لوگ بڑے جلد باز ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری دعا بعد میں ختم ہو اور ہمارا کام پہلے ہو جائے۔ ذکر کرتے رہو اللہ تعالیٰ کرم کرے گا۔ کاروباری پریشانی میں بھی انھی اسماء کا ذکر کرو۔

فرمایا هُوَ الَّذِي وہ وہی ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا جس نے بنائی تمھارے لیے زمین تابع فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا پس چلو تم اس کے اطراف پر۔ مَنَاكِب مَنْكِبٌ کی جمع ہے۔ منکب کا معنیٰ ہے کندھا۔ یہ کندھا ہمارے ایک طرف ہے۔ تو مراد زمین کی اطراف ہیں۔ مشرق کی طرف جاؤ، مغرب کی طرف جاؤ، شمال کی طرف جاؤ، جنوب کی طرف جاؤ، یہ زمین تمھارے تابع ہے۔ اس پر چلو، کھیتی باڑی کرو، مکان بناؤ، پیشاب پاخانہ کرو تمھیں کچھ نہیں کہے گی وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ اور کھاؤ تم اس

کے رزق سے۔ اللہ تعالیٰ نے جو روزی دی ہے اس کو کھاؤ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ اور اسی کی طرف اُٹھ کر کھڑا ہونا ہے۔ اس بات کو بھولنا نہ کہ سب نے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔

خوفِ خدا کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے۔ فرمایا ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ کہ وہ دھنسا دے تم کو زمین میں فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ پس اچانک وہ زمین حرکت کرنے لگے، لرزنے لگے۔ چند دن پہلے کی بات ہے چند سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا پورا منٹ نہیں تھا۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ چند سیکنڈ مزید ہوتا تو بیڑا غرق ہو جاتا۔ رب تعالیٰ نے ہلا کر رکھ دیا ہر چیز کو۔ رب رب ہے۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو لوگ کلمہ پڑھنے لگ جاتے ہیں، توبہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس وقت لوگوں کو کلمہ بھی یاد آجاتا ہے، توبہ بھی یاد آجاتی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت کلمہ اور استغفار کا اعتبار نہیں ہے۔ کلمہ ہر وقت معتبر ہے مگر اصل اللہ تعالیٰ کی یاد تو یہ ہے کہ حالت امن میں پڑھو، عافیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ سر پر چوٹ لگنے کے بعد رب یاد آئے اور کہے یا اللہ! یہ تو مطلب پرست ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تکلیفوں میں اس کے کام ہو جائیں اس کو چاہیے کہ راحت کے دنوں میں رب کو کثرت سے یاد کرے۔

تو فرمایا کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمانوں میں ہے کہ تمھیں دھنسا دے زمین میں اور زمین لرزنے لگے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جس طرح یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے عرش پر مستوی ہے اسی طرح یہ بھی عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے

ساتھ بھی ہے۔سورۃ الحدید آیت نمبر ۴ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ "وہ اللہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔" دونوں باتیں قرآن کریم میں ہیں۔ عرش پر بھی مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور جہاں کہیں تم ہو تمھارے ساتھ بھی ہے۔اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔سورۃ ق پارہ ۲۶ میں ہے وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ "اور ہم زیادہ قریب ہیں ان کے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔"

فرمایا أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ چھوڑے تم پر سنگ ریزے۔حَاصِبٌ کے دو معنیٰ کرتے ہیں۔ایک تند و تیز ہوا کا، جیسے: قوم ہود (علیہ السلام) پر آئی تھی جن کے بڑے بڑے قد تھے۔ ہوا نے ان کو اٹھا کر دور، دور پھینک دیا۔ دوسرا معنیٰ سنگ ریزے، پتھر کا کرتے ہیں۔ جیسے: لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسے فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ پس تم عنقریب جان لو گے کیسا ہے میرا ڈرانا۔جب تم زمین میں دھنس جاؤ گے یا تمھارے اُوپر پتھر برسیں گے پھر تمھیں پتا چلے گا میرا ڈرانا کیسا ہے وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔حق کو جھٹلایا ان لوگوں نے فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ پھر کیسا تھا میرا انکار کرنا۔میرے انکار کرنے کا نتیجہ ان کے سامنے آیا یا نہیں آیا۔

فرمایا أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ کیا نہیں دیکھا اُنھوں نے پرندوں کو فَوْقَهُمْ اپنے اُوپر فضا میں صَافَّاتٍ پر پھیلائے ہوئے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت نہیں دیکھی انھوں نے کہ پرندے کئی کئی گھنٹے فضا میں اُڑتے رہتے ہیں وَيَقْبِضْنَ اور سمیٹتے بھی ہیں پروں کو جب چاہتے ہیں اور زمین پر اُتر آتے ہیں مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ

نہیں روکتا ان کو مگر رحمٰن۔ یہ ہوا کس نے پیدا فرمائی، جانوروں کو پَر کس نے عطا فرمائے، اُڑنے کا طریقہ کس نے بتایا؟ رحمٰن کے سوا کون ہے ان کو ہوا میں روکنے والا؟

مرغی کو دیکھو! اکیس بائیس دن تقریباً انڈوں پر بیٹھتی ہے پھر بچے نکلتے ہیں۔ یہ اس کی فطرت میں کس نے رکھا ہے کہ تو نے اتنے دن انڈوں پر بیٹھنا ہے اور انڈوں کو سینکنا ہے اور ادلنا بدلنا بھی ہے۔ پھر بچہ نکلنے کے بعد خود زمین سے اپنی روزی تلاش کرتا ہے۔ یہ اس کی فطرت میں کس نے رکھا ہے؟ بچہ پیدا ہوتے ہی چھاتی پر پستان تلاش کرتا ہے اور چوستا ہے۔ بھئی! اس کو کس نے پڑھا کر بھیجا ہے کہ تیری خوراک ماں کی چھاتی میں ہے؟ بندہ رب تعالیٰ کی قدرتوں کو سمجھنا چاہے تو:

فِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ :: ”ہر چیز میں اس کی قدرت کی نشانی ہے۔“

فرمایا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ بے شک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔ اس کا علم، اس کی سمع، اس کی بصر، ہر چیز کو محیط ہے۔

اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّـكُمۡ يَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ‌ؕ اِنِ الۡكٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِىۡ غُرُوۡرٍ‌ۚ ۝٢٠ اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ يَرۡزُقُكُمۡ اِنۡ اَمۡسَكَ رِزۡقَهٗ‌ۚ بَلْ لَّجُّوۡا فِىۡ عُتُوٍّ وَّنُفُوۡرٍ ۝٢١ اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا عَلٰى وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰٓى اَمَّنۡ يَّمۡشِىۡ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝٢٢ قُلۡ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ وَجَعَلَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ‌ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ‏ ۝٢٣ قُلۡ هُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ‏ ۝٢٤ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ‏ ۝٢٥ قُلۡ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۖ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ‏ ۝٢٦ فَلَمَّا رَاَوۡهُ زُلۡفَةً سِيۡٓـئَتۡ وُجُوۡهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَقِيۡلَ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَدَّعُوۡنَ‏ ۝٢٧ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَهۡلَـكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنۡ مَّعِىَ اَوۡ رَحِمَنَا ۙ فَمَنۡ يُّجِيۡرُ الۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ‏ ۝٢٨ قُلۡ هُوَ الرَّحۡمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيۡهِ تَوَكَّلۡنَا‌ ۚ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ‏ ۝٢٩ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُكُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ يَّاۡتِيۡكُمۡ بِمَآءٍ مَّعِيۡنٍ ۝٣٠ ع ٢

اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ بھلا وہ کون ہے هُوَ جُنۡدٌ لَّـكُمۡ جو فوج ہے تمہاری يَنۡصُرُكُمۡ مدد کرے تمہاری مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ رحمان سے نیچے اِنِ الۡكٰفِرُوۡنَ نہیں ہیں کافر اِلَّا فِىۡ غُرُوۡرٍ مگر دھوکے میں اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ بھلا وہ کون ہے يَرۡزُقُكُمۡ جو تمہیں روزی

دے گا اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر اللہ تعالیٰ روک لے اپنے رزق کو بَلْ
لَّجُّوْا بلکہ وہ اصرار کرتے ہیں فِيْ عُتُوٍّ سرکشی میں وَّنُفُوْرٍ اور
نفرت میں اَفَمَنْ کیا وہ شخص يَّمْشِيْ جو چلتا ہے مُكِبًّا اوندھا
عَلٰى وَجْهِهٖٓ اپنے چہرے کے بل اَهْدٰٓى زیادہ ہدایت والا ہے
اَمَّنْ یا وہ شخص يَّمْشِيْ جو چلتا ہے سَوِيًّا سیدھا عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر قُلْ آپ فرمادیں هُوَ الَّذِيْٓ وہ وہی
ذات ہے اَنْشَاَكُمْ جس نے پیدا کیا تم کو وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ اور
بنائے تمھارے لیے کان وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل
قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکرادا کرتے ہو قُلْ آپ فرمادیں هُوَ
الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ جس نے بکھیرا تمھیں
زمین میں وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اُسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے
وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کب یہ وعدہ پورا ہوگا
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ فرمادیں اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ
اللّٰهِ پختہ بات ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَاِنَّمَآ اَنَا اور پختہ
بات ہے میں نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر فَلَمَّا رَاَوْهُ
پس جس وقت وہ دیکھیں گے اس کو زُلْفَةً قریب سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ
الَّذِيْنَ بگڑ جائیں گے ان لوگوں کے چہرے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر

کیا وَقِيلَ اور کہا جائے گا هٰذَا الَّذِیْ یہ وہ چیز ہے كُنْتُمْ بِهٖ
تَدَّعُوْنَ جس کو تم طلب کرتے تھے قُلْ آپ فرما دیں اَرَءَيْتُمْ
بتلاؤ تم اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ اگر ہلاک کر دے مجھے اللہ تعالیٰ وَمَنْ مَّعِیَ
اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں اَوْ رَحِمَنَا یا رحم کرے ہم پر فَمَنْ يُّجِيْرُ
الْكٰفِرِيْنَ پس کون پناہ دے گا کافروں کو مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک
عذاب سے قُلْ آپ فرما دیں هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ رحمٰن ہی ہے
اٰمَنَّا بِهٖ ایمان لائے ہیں ہم اس پر وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا اور اسی پر ہم نے
بھروسا کیا ہے فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے مَنْ هُوَ فِیْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے قُلْ آپ فرما دیں
اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ اگر ہو جائے تمھارا پانی غَوْرًا
گہرا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ پس کون لا کر دے گا تمھیں بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ایسا
پانی جو جاری ہو۔

عموماً حکومتوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے دفاع کے لیے فوج رکھتی ہیں۔ اگر کوئی ملک فوج نہیں رکھتا تو وہ محفوظ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ طاقت ور حکومت کمزور حکومت کو کھا جاتی ہے۔ اگر کچھ نہ کچھ فوج ہوگی تو دوسرے کو جھجک ہوگی کہ کوئی مجھے بھی روکنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے کافرو مشرکو! اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمھاری يَنْصُرُكُمْ مدد کرے تمھاری مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے سوا کہ جب تم مصیبت میں پھنس جاؤ، دشمنوں میں گھر جاؤ کون ہے جو تمھاری

مدد کرے گا۔لشکر بن کر کون تمھارا بچاؤ کرے گا،کون تمھارا دفاع کرے گا؟رب تعالیٰ کو چھوڑ دو اس سے نیچے نیچے کی بات کرو۔رب تعالیٰ تو تمھیں ایک لمحے میں تباہ بھی کر سکتا ہے اور آباد بھی کر سکتا ہے۔دوسروں کی بات کرو وہ تمھارا کیا کر سکتے ہیں؟

فرمایا اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ نہیں ہیں کافر مگر دھوکے میں کہ فلاں ہمارے کام آئے گا فلاں ہمیں بچالے گا۔اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی فوجیں لا کر کھڑا نہیں کر سکتا۔دیکھو!(کشمیر میں)ایک منٹ بھی زلزلہ نہیں آیا مگر اس نے دنیا کو اوپر نیچے کر کے رکھ دیا ہے۔اور آج سے تقریباً اڑھائی تین سال پہلے جاپان میں صرف سترہ (۱۷) سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا۔اس سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ حکومتِ جاپان جس نے صنعت میں پورے یورپ کو آگے لگایا ہوا ہے،کہا تھا کہ یہ نقصان ہم چار سال میں بھی پورا نہیں کر سکتے۔بھائی!رب،رب ہے اس کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟

اچھا اور بات بتلاؤ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ بھلا وہ کون ہے جو تمھیں روزی دے گا اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر اللہ تعالیٰ روک لے اپنے رزق کو۔تم تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو پھر رب تعالیٰ کے ساتھ ضد لگائے ہوئے ہو بَلْ لَّجُّوْا بلکہ وہ اصرار کرتے ہیں فِيْ عُتُوٍّ سرکشی میں وَّنُفُوْرٍ اور نفرت میں۔حق سے،توحید سے،اسلام سے،رب تعالیٰ کے احکام سے نفرت میں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مثال کے ساتھ سمجھایا ہے کہ تم خود فیصلہ کرو کہ ایک آدمی قیامت والے دن قبر سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس طرح جائے کہ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر۔سر کے بل چل کر جائے اندھیرے میں اور دوسرا ٹانگوں پر چل کر جائے

روشنی میں نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ [سورۃ التحریم] تو ان دونوں میں سے کون بہتر ہے۔ یقیناً یہی حال ہوگا حشر والے دن مومن اور کافر کا۔ کافر قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف سر کے بل چل کر جائیں گے اندھیرے میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! سر کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا جو رب پاؤں کے بل چلا سکتا ہے وہ سر کے بل بھی چلائے گا۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ان لوگوں کی کھوپڑیاں اُلٹی تھیں۔ دماغ ان کے اُلٹے تھے۔ یہ دنیا میں اُلٹی چال چلتے تھے۔

فرمایا اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا کیا پس وہ شخص جو چلتا ہے اوندھا ہو کر عَلٰى وَجْهِهٖٓ چہرے کے بل اَهْدٰٓى وہ زیادہ ہدایت والا ہے اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا یا وہ جو چلتا ہے سیدھا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر۔ ان میں سے بہتر کون ہے، سہولت والا کون ہے؟ ٹانگوں کے بل چلنے والا یا سر کے بل چلنے والا؟ قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ الَّذِيْٓ وہ وہی ذات ہے اَنْشَاَكُمْ جس نے پیدا کیا تم کو۔ اور (کوئی) خالق ہے جس نے تمھیں پیدا کیا ہو وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ اور بنائے اس نے تمھارے لیے کان، آنکھیں اور دل۔ رب تعالیٰ کے سوا کوئی کان دینے والا ہے؟ آنکھیں دینے والا ہے؟ دل دینے والا ہے؟ پھر ہر چیز مفت دی ہے۔

تین چار دن ہوئے کہ ایک بوڑھی بی بی حاجن نیک سیرت آئی تھی۔ کہنے لگی میں نے آنکھوں کا آپریشن کرایا ہے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے میں اور ابھی پوری روشنی نہیں آئی۔ یہ رب تعالیٰ کا شکر ہے کہ نظر آتا ہے۔ رب تعالیٰ نے مفت دی ہیں بڑے ناشکرے ہو قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکر ادا کرتے ہو رب تعالیٰ کی نعمتوں کا۔

میدانِ محشر کا منظر :

قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ جس نے بکھیرا تمھیں زمین میں۔ کوئی مشرق میں ہے، کوئی مغرب میں ہے، کوئی شمال میں ہے، کوئی جنوب میں ہے وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اُسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ [طٰہٰ:۱۰۸] "اس دن پیچھے لگیں گے پکارنے والے کے اس کے لیے کوئی کجی نہیں ہوگی۔" میدانِ محشر بالکل ہموار ہوگا لَّا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا [ایضاً:۱۰۷] "نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اکٹھی ہوگی۔ کیا جنات کیا انسان، خشکی والے، سمندر والے، عجیب منظر ہوگا۔ سورج ایک میل کی مسافت پر ہوگا۔ گرمی کا کیا عالم ہوگا۔ اس وقت سورج ہم سے کروڑوں میل دور چوتھے آسمان پر ہے۔ جیٹھ ہاڑ کے مہینے میں اس کی تپش برداشت سے باہر ہوتی ہے۔

فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ [المعارج:۴] پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔ لوگ گناہوں کی نسبت سے پسینے میں (ڈوبے) ہوں گے۔ کوئی اپنے پسینے میں ٹخنوں تک، کوئی ناف تک، کوئی حلق تک، کوئی کانوں تک۔ نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی زبانوں پر ہوگا رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ "پروردگار سلامتی فرما، پروردگار سلامتی فرما۔" وہ دن ہوگا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ﴿۳۶﴾ "جس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اپنی والدہ سے اور اپنے باپ سے اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔" [سورۃ عبس، پارہ:۳۰]

آج دنیا میں ایک دوسرے پر جانیں قربان کرتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ

ایک آدمی کی پچاس نیکیاں ہوں گی اور پچاس ہی بُرائیاں ہوں گی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! ایک نیکی لاؤ کہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے اور جنت میں چلے جاؤ۔ پہلے تو وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کیا ہے۔ اپنے لنگوٹیے دوستوں کے پاس جائے گا کہ مجھے ایک نیکی دے دو۔ وہ کہیں گے اِلَیْكَ دفع ہو جا تجھے نیکی دے کر ہم کہاں جائیں گے؟ بھائی کے پاس جائے گا، والد کے پاس جائے گا۔ سب جواب دے دیں گے۔ آخر میں والدہ کے پاس جائے گا۔ کہے گا اَتَعْرِفِیْنَ کیا مجھے پہچانتی ہے میں کون ہوں؟ ماں کہے گی ہاں! میں نے تجھے اپنے پیٹ میں اُٹھایا، مشکل سے جنا، پھر تجھے پالا، تو میرا بیٹا ہے۔ کہے گا امی! مجھے ایک نیکی دے دے۔ ماں کہے گی اِلَیْكَ عَنِّی "میری آنکھوں سے دور ہو جا۔" تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی؟ تو محشر بڑا مشکل مرحلہ ہے اور ہم غفلت میں ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں بکھیرا اور اس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ کافر ٹھٹھے کے طور پر کہتے ہیں مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ کب یہ وعدہ پورا ہوگا، قیامت کب برپا ہوگی؟ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے تو ہمیں بتلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا قُلْ آپ فرما دیں اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس کا صحیح وقت رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اجمالی طور پر سب جانتے ہیں کہ قیامت آئے گی۔ اس طرح سمجھو جیسے ہم سب جانتے ہیں کہ ہم نے مرنا ہے۔ لیکن مرنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا راز ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ع

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

اس میں رب تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ اگر ہر آدمی کو اپنی موت کا علم ہوتا تو نظام دنیا چل ہی نہیں سکتا تھا۔ جس کو پتا ہوتا کہ میں نے آج سے تیس سال بعد مرجانا ہے وہ آج ہی سے سوکھنا شروع ہو جاتا۔ خوشیاں ختم، شادیاں ختم۔

(پھر رب تعالیٰ کی حکمت دیکھو کہ کسی کو علم نہیں ہے کہ میں نے پہلے مرنا ہے یا بیٹے نے۔ آنے کی ترتیب ہے جانے کی کوئی ترتیب نہیں ہے۔ باپ اپنے ہاتھ سے بیٹے اور پوتے کو دفنا رہا ہوتا ہے۔ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو دفنا رہا ہوتا ہے۔ اگر واپسی (موت) بھی آنے والی ترتیب سے ہوتی تو پھر بھی نظام دنیا نہ چلتا کہ بڑے کے مرنے کے بعد چھوٹے کو فکر لاحق ہو جاتی کہ اب میں نے مرنا ہے۔ لہٰذا دنیا سے جانے کی رب نے ترتیب نہیں رکھی۔ نواز بلوچ، مرتب)

تو فرمایا پختہ بات ہے قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اور پختہ بات ہے میں ڈرانے والا ہوں کھول کر کہ اَلسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ [القمر:۴۶] "قیامت بہت بڑی آفت اور کڑوی چیز ہے۔" فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً پس جب دیکھیں گے اس کو قریب آ گئی ہے سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بگڑ جائیں گے ان لوگوں کے چہرے جو کافر ہیں، پریشان ہو جائیں گے۔ آج تو کہتے ہیں کب آئے گی؟ جس وقت آئے گی تو ان کے یہ چہرے نہیں رہیں گے عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ [سورۃ عبس] "چہروں پر غبار چڑھا ہوگا ان پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی۔" اس دن مومنوں کے چہرے بالکل سفید ہوں گے اور کافروں اور اہل بدعت کے چہرے بالکل

سیاہ ہوں گے یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ [آل عمران:۱۰۶] "جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔" اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ ای اھل السنۃ والجماعۃ وَ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ ای اھل البدعۃ والھواء جنھوں نے دین میں بدعتیں گھڑی ہیں ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

تو فرمایا جب دیکھیں گے قیامت کو کہ قریب آگئی ہے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے وَقِیۡلَ اور کہا جائے گا ھٰذَا الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تَدَّعُوۡنَ یہ وہی ہے جس کو تم مانگتے تھے۔ کہتے تھے مَتٰی ھٰذَا الۡوَعۡدُ کب آئے گی یہ قیامت؟ قُلۡ آپ فرما دیں اَرَءَیۡتُمۡ بتلاؤ تم اِنۡ اَھۡلَکَنِیَ اللّٰہُ اگر ہلاک کر دے مجھے اللہ تعالیٰ وَمَنۡ مَّعِیَ اور ان کو بھی جو میرے ساتھ ہیں اَوۡ رَحِمَنَا یا ہم پر رحم فرمائے۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ چھوڑ دے یا ہمیں دنیا سے لے جائے۔ ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جو چاہے کرے۔ اے کافرو! تم بتلاؤ فَمَنۡ یُّجِیۡرُ الۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ پس کون پناہ دے گا کافروں کو دردناک عذاب سے۔ ہمارا معاملہ تو رب تعالیٰ کے ساتھ ہے دنیا میں رکھے یا دنیا سے لے جائے۔ تمھیں رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچائے گا؟

رب کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا :

روایات میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا جب سیلاب آیا تو ایک شادی شدہ لڑکی تھی جس کی عمر سترہ (۱۷) اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔ چاند جیسا خوب صورت بیٹا اس کے پاس تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر کہا بچی اپنی جان پر بھی ترس کھاؤ اور بچے پر

بھی ترس کھاؤ۔ تجھے رب تعالیٰ نے خوب صورت بیٹا عطا فرمایا ہے کلمہ پڑھ لو اور کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ تو بھی بچ جائے گی اور بچہ بھی بچ جائے گا۔ کہنے لگی تمھارے کلمے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی بچ جاؤں گی۔ بچے کو اس نے چھاتی کے ساتھ لگایا ہوا تھا، دودھ پلا رہی تھی پانی آیا تو اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جب پانی چھاتی تک پہنچا تو بچے کو اس نے کندھے پہ بٹھالیا۔ جب پانی کندھے تک ہو گیا تو بچے کو سر پر بٹھالیا۔ جب پانی اور بلند ہوا تو بچے کو اس نے ہاتھوں پر اُٹھالیا۔ پانی اور بلند ہوا تو خود بھی ہلاک ہوئی اور بچہ بھی ہلاک ہو گیا اور اُس کو کوئی خدا کے عذاب سے بچا نہ سکا۔

تو فرمایا کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ قُلْ آپ فرمادیں ان سے هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی رحمٰن ہے وہ ہم پر رحم کرے گا کیوں کہ اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے ہیں اس پر۔ اس کی ذات پر، اس کی صفات پر کہ وہ ذات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے اور صفات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اپنے افعال میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ اپنے ارادے میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا اور اسی پر ہم نے بھروسا کیا ہے۔ اور تم لات، منات، عزّٰی اور دوسروں پر بھروسا کرتے ہو فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔ تم ہو یا ہم ہیں۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر سب کچھ سامنے آجائے گا۔

قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا اگر ہو جائے تمھارا پانی گہرا۔ موجودہ سطح سے نیچے چلا جائے۔ ہمارا علاقہ تو الحمدللہ! پانی والا ہے۔ ہم چمن سے قندھار گئے۔ وہ پس ماندہ علاقہ ہے۔ تقریباً اسی (۸۰) میل کا رقبہ

ہوگا۔ راستے میں نہ پانی، نہ کھیتی، نہ درخت۔ جن کا وضو تھا اُنھوں نے تو نمازیں پڑھ لیں اور جن کا نہیں تھا وہ بڑے پریشان ہوئے۔ تیمم کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گھر گھر پانی، جگہ جگہ پانی اور ہم ناشکرے۔

تو فرمایا اگر تمھارا پانی گہرا ہو جائے فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ پس کون لا کر دے گا تمھیں ایسا پانی جو جاری ہو زمین کی سطح پر۔ تفسیروں میں یہاں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ایک سرکش متکبر عربی تھا۔ جب اس کے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی گئی فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ تو کہنے لگا اَلْفُؤُسُ وَالمعاوِل "کلہاڑیاں اور کدال پانی لا کر دیں گی" کہ ان کے ذریعے سے کنویں کھودتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس کو اسی وقت اندھا کر دیا۔ لفظ منہ سے نکالنے کی دیر تھی اس کی آنکھوں کا پانی ختم کر دیا کہ رب تعالیٰ کے کلام کے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ وہ ساری عمر کے لیے اندھا ہو گیا۔ رب تعالیٰ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔ (اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے جب یہ آیت پڑھی جائے فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ تو اس کے بعد کہنا چاہیے اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ گویا یہ اس آیت کا جواب ہے)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الۡقَلَمِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتہا ۵۲ | ۶۸ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ۲ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶

نٓ وَالْقَلَمِ قسم ہے قلم کی وَمَا اور اس چیز کی يَسْطُرُوْنَ جو وہ لکھتے ہیں مَآ اَنْتَ نہیں ہیں آپ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ اپنے رب کے فضل سے بِمَجْنُوْنٍ دیوانے وَاِنَّ لَكَ اور بے شک آپ کے لیے لَاَجْرًا البتہ اجر ہے غَيْرَ مَمْنُوْنٍ کبھی نہ ختم ہونے والا وَاِنَّكَ اور بے شک آپ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ البتہ بڑے اخلاق پر ہیں فَسَتُبْصِرُ پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے وَيُبْصِرُوْنَ اور وہ بھی دیکھ

لیں گے بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا گیا ہے اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ اس کو جو بھٹک گیا عَنْ سَبِیْلِهٖ اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ پس آپ اطاعت نہ کریں جھٹلانے والوں کی وَدُّوْا وہ لوگ پسند کرتے ہیں لَوْ تُدْهِنُ اگر آپ نرمی کریں فَیُدْهِنُوْنَ پس وہ بھی نرم ہو جائیں وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں كُلَّ حَلَّافٍ کسی بھی قسم کھانے والے کی مَّهِیْنٍ جو ذلیل ہے هَمَّازٍ عیب نکالنے والا ہے مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ کثرت سے چغلیاں لے کر چلتا ہے مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ روکنے والا ہے خیر سے مُعْتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے اَثِیْمٍ گناہ گار ہے عُتُلٍّ بدمزاج ہے بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ اس کے بعد بدنام بھی ہے اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ اس لیے کہ مال والا ہے وَّبَنِیْنَ اور بیٹوں والا ہے اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ جس وقت پڑھی جاتی ہیں اس پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں قَالَ کہتا ہے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں سَنَسِمُهٗ عنقریب ہم داغ لگائیں گے اس کو عَلَى الْخُرْطُوْمِ سونڈ پر۔

نٓ کے متعلق مفسرین کے اقوال :

نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا دوسرا نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور باون (۵۲) آیتیں ہیں۔ نٓ کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بہت سی باتیں فرمائی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات هِيَ مِنْ أَسماءِ الله تعالى "یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔" اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے مخفف ہیں۔ مثلاً: نون سے مراد نور ہے۔ نور بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ نٓ سے مراد نصیر ہے۔ بعض فرماتے ہیں ناصر مراد ہے۔ ناصر بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ نون کے معنیٰ مچھلی کے ہیں۔ سات زمینوں کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کی پشت پر سات زمینیں ٹکی ہوئی ہیں۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نون سے مراد دوات ہے اور قلم سے قلم مراد ہے۔ پھر قلم سے کون سا قلم مراد ہے؟ ایک یہ ہے کہ وہ قلم مراد ہے جس سے لوحِ محفوظ لکھی گئی ہے۔ ابوداؤد شریف میں ہے أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ "سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم ہے۔" تقدیر کا قلم۔ بعض فرماتے ہیں کہ ہر قلم مراد ہے جس سے پہلے زمانے کے لوگ لکھتے رہے اور اب لکھتے ہیں اور آئندہ لکھیں گے۔

تو قسم ہے دوات اور قلم کی وَمَا يَسْطُرُوْنَ اور اس چیز کی جس کو وہ لکھنے والے لکھتے ہیں مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے۔ قلم دوات کا کیا تعلق ہے اس جملے کے ساتھ؟ مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ تعلق یہ ہے کہ اب تک قلم دوات سے جو لکھنے والوں نے لکھا اور آئندہ لکھیں گے وہ

اس بات پر گواہ ہے کہ آپ دیوانے نہیں ۔ تاریخ لکھنے والوں کی تاریخ ، مضمون لکھنے والوں کا مضمون آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو پہنچ ہی نہیں سکتا آپ کس طرح دیوانے ہو سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ کہنے کی کیا وجہ تھی؟ دیوانہ اس وجہ سے کہتے تھے کہ ساری قوم ایک بات کہتی ہے اور ایک بندہ ساری قوم کے خلاف دوسری بات کرتا ہے۔ تو ظاہری طور پر نتیجہ یہی اخذ کرنا چاہیے کہ یہ دیوانہ ہے۔

حضرت ضماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ :

تو انھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون ، مجنون کہہ کر مشہور کیا ہوا تھا۔ اور اتنا پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے پانچ منزلوں کے فاصلے پر ایک قبیلہ رہتا تھا ازدشنوءہ۔ وہاں تک یہ بات پہنچی ۔ اس قبیلہ کا ایک آدمی جس کا نام ضماد تھا وہ پاگلوں کو دم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر شفا دیتا تھا۔ فیس بھی کافی لیتا تھا۔ اس نے سنا کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں کا ایک لڑکا جس کا باپ فوت ہو چکا ہے اور ماں بھی فوت ہو چکی ہے بہن بھائی بھی اس کا کوئی نہیں ہے۔ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ کعبۃ اللہ کے ساتھ سارے عرب کی عقیدت تھی ۔ اس کے متولیوں کے ساتھ بھی عقیدت تھی۔

ضماد انسانی ہمدردی کے تحت مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ میں اس شخص کو ملنا چاہتا ہوں جس کا نام محمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ میں نے سنا ہے کہ اس کو دیوانگی ہے۔ جس کے ساتھ بھی بات کرتا کیا مرد یا عورتیں ، کیا بچے ، کیا بوڑھے ، سبھی کہتے دیوانے کے ساتھ ملاقات کرنی ہے اس کو مل کر کیا کرنا ہے؟ کہتا مجھے بتاؤ تو سہی میں نے اس کے ساتھ ملاقات کرنی ہے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ گفتگو شروع کی۔ کہنے لگا حضرت ! آپ نے قبیلہ ازدشنوءہ کا نام سنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں ! میں نے سنا ہے۔

کہنے لگا شاید آپ نے یہ بھی سنا ہو کہ اس قبیلے کا ایک آدمی پاگلوں کو دم کرتا ہے اور ان کو شفا ہو جاتی ہے۔ وہ عاجز میں ہوں۔ میں نے آپ سے فیس نہیں لینی صرف انسانی ہمدردی کے تحت آپ کے پاس آیا ہوں لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيكَ عَلٰى يَدِیْ ”شاید اللہ تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ سے شفا دے دے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں آپ کے آنے پر بڑا شکر گزار ہوں کہ آپ دور سے انسانی ہمدردی کے تحت آئے ہو اور کہہ رہے ہو کہ فیس بھی نہیں لوں گا اور یہ بھی کہہ رہے ہو کہ شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر آپ کو شفا دے دے۔ یعنی یہ معاملہ تو شفا رب تعالیٰ کے پاس ہے۔ لیکن میں پاگل نہیں ہوں۔ ضماد کہنے لگا لوگ کیوں پاگل کہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی زبانیں ان کے مونہوں میں ہیں لیکن میں پاگل نہیں ہوں۔ کہنے لگا آپ کہتے کیا ہیں؟ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خطبہ پڑھا جو آپ حضرات جمعہ کے موقع پر سنتے ہیں الحمد للہ نحمده و نستعينه و نستغفره یہ خطبہ پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَالسَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ پڑھ کر سنائی۔ چونکہ عربی تھا اور پھر شاعر اور مقرر بھی تھا۔ جوں جوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیات پڑھتے گئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے گئے۔ آخر اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔ کہنے لگا میں شاعر بھی ہوں، ادیب بھی ہوں، مقرر بھی ہوں۔ یہ کلام جو آپ نے سنایا ہے یہ کسی بندے کا کلام نہیں ہے۔ یہ رب ہی کا کلام ہے۔ لہٰذا آپ جو دعوت دیتے ہیں میں قبول کرتا ہوں اور (یہ کہہ کر) مسلمان ہو گیا اور رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

مشرکین مکہ کا پروپیگنڈہ :

تو اندازہ لگاؤ کہ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کتنے دور دور تک پروپیگنڈہ کیا ہوا تھا کہ یہ دیوانہ ہے۔ مستدرکِ حاکم حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے۔ منٰی، مزدلفہ، عرفات کے میدان میں لوگ کافی اکٹھے ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ لوگ اکٹھے ہیں جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ اور اُدھر ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ عرفات میں تم نے تردید کرنی ہے اور منٰی میں مَیں نے تردید کرنی ہے۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریر فرماتے تو ابوجہل خاموشی کے ساتھ سنتا رہتا شور نہیں مچاتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریر ختم کرتے تو یہ اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اَيُّهَا النَّاس اے لوگو! تم نے اس کا بیان سنا۔ ہوسکتا ہے کہ تم اس کے بیان سے متاثر ہوئے ہو۔ میں اس کا چچا لگتا ہوں۔ میں کہتا ہوں یہ صابی ہے، کذّاب ہے، پاگل ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔ منٰی کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریر کی تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا اَيُّهَا النَّاس اے لوگو میری بات سنو! میرا نام عبدالعزّٰی ہے۔ میرے باپ کا نام عبد المطلب ہے۔ یہ میرے چھوٹے بھائی عبداللہ کا لڑکا ہے۔ یہ دیوانہ ہے، صابی ہے، جھوٹا ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔

تو ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اتنا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو قسم اُٹھا کر صفائی دینی پڑی۔ قسم دوات اور قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ اور بے شک آپ کے لیے البتہ اجر ہے کبھی ختم نہ ہونے والا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت نے جتنی

نیکیاں کیں اور کر رہی ہے اور قیامت آنے تک کرتی رہے گی وہ آپ ﷺ کے نامۂ اعمال میں بھی برابر درج ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی، کیوں کہ وہ آپ ﷺ نے بتلائی ہیں۔ نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے، تلاوت قرآن پاک ہے، سلام کہنا ہے۔ غرض کہ جو بھی نیکی کرتے ہیں۔

تو فرمایا بے شک آپ کے لیے البتہ اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور بے شک آپ البتہ بڑے اخلاق پر ہیں۔ ان لوگوں کا پروپیگنڈہ بالکل غلط ہے۔

شیخ الرئیس ابن سینا جو بہت بڑا حکیم گزرا ہے اور لوگ اب اس کی برسیاں مناتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ طبی نقطۂ نظر سے دنیا میں اگر کوئی کامل انسان تھا تو محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ یعنی طبی لحاظ سے جتنی صحت درکار ہوتی ہے کہ جسم میں کوئی کمی اور نقص نہ ہو وہ واحد شخص دنیا میں محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور روحانی مقام تو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں بلند ترین تھا۔

تو فرمایا بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں فَسَتُبْصِرُ پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے وَيُبْصِرُوْنَ اور وہ بھی دیکھ لیں گے بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا گیا ہے۔ کون مجنون ہے عنقریب پتا چل جائے گا۔

قوموں کے لیے چند سال کوئی شے نہیں ہوتے۔ تیئس سال میں عرب کی وہ زمین جو کفر، شرک اور برائیوں سے اٹی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کفر و شرک اور برائیوں سے پاک ہوگئی اور وہ سارے لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے: ع

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔ ۹،۸ سنہ ھ میں سارا عرب من حیث القوم مسلمان ہوگیا۔ وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آتے ہوئے سر جھکا لیتے تھے، آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔

تو فرمایا آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ کون مجنون ہے؟ اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ اس کو ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ جو بھٹک گیا اس کے راستے سے، گمراہ ہوگیا وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔ نہ کوئی گمراہ اس کی نظر سے غائب ہے اور نہ کوئی ہدایت یافتہ اس کی نظر سے اوجھل ہے۔

شانِ نزول :

آگے ایک سکیم کا ذکر ہے۔ جو قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشن سے ہٹانے کے لیے تیار کی تھی۔ مکہ مکرمہ کے بڑے سرداروں میں ایک ولید بن مغیرہ تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر تک اس کا کوئی باپ بننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اٹھارہ سال کے بعد مغیرہ نے کہا کہ یہ میرا نطفہ ہے۔ اس کے تیرہ بیٹے تھے اور کافی نوکر چاکر تھے۔ تیرہ بیٹوں میں سے تین مسلمان ہوئے۔ اسلام کے مشہور جرنیل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ اور ولید بن ولید رضی اللہ عنہ۔ مکہ مکرمہ کے ہر محلے میں اس کی دُکان تھی اور ہر دکان میں ہر طرح کا سامان ہوتا تھا۔ بڑا مال دار آدمی تھا۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور اس کے ساتھ عتبہ بن ابی ربیع تھا۔ عتبہ کی

لڑکیاں بڑی خوب صورت تھیں۔ عتبہ نے کہا کہ اگر آپ اپنا مشن چھوڑ دیں تو میں یہ قربانی دے سکتا ہوں کہ میری خوب صورت جوان لڑکیاں ہیں۔ جس کی طرف آپ اشارہ کریں بغیر حق مہر کے آپ کے نکاح میں دے دوں گا۔ یہ جو کارروائی آپ نے شروع کی ہوئی ہے اس کو چھوڑ دیں۔ گھر گھر میں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ بیٹا باپ کا مخالف ہے، بھائی بھائی کا مخالف ہے، بیوی خاوند کے مخالف ہو گئی ہے۔ گلی محلوں میں یہ سلسلہ چل نکلا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا اگر آپ اس پروگرام سے باز آجائیں تو میں آپ کو اتنا مال دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ کی سات پشتیں کھاتی رہیں تو ان سے ختم نہیں ہوگا۔ مگر آپ اس کارروائی سے باز آجائیں۔ اس موقع پر زیادہ گفتگو کرنے والا ولید بن مغیرہ تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ پس آپ اطاعت نہ کریں جھٹلانے والوں کی حق کو وَدُّوْا وہ پسند کرتے ہیں لَوْ تُدْهِنُ۔ یہ لَوْ مصدریہ ہے اِنْ کے معنیٰ میں۔ وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ اگر آپ نرمی کریں مذہب میں فَيُدْهِنُوْنَ وہ بھی نرمی کریں گے۔ وہ کہتے تھے کہ تم ہمارے لات، منات، عزیٰ کی تعریف کر دیا کرو ہم تمھارے رب کی تعریف کر دیا کریں گے۔ صلح صفائی کے ساتھ اکٹھے رہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرما دیا۔

فرمایا وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں كُلَّ حَلَّافٍ ہر قسم اُٹھانے والے کی۔ یہ ولید بن مغیرہ جب بھی بات کرتا تھا قسم اُٹھاتا تھا۔ حلاف کا معنیٰ ہوتا ہے زیادہ قسمیں اُٹھانے والا۔ مَّهِيْنٍ جو ذلیل ہے لوگوں کی نگاہوں میں۔ لوگ اس کے سامنے تو اس کی قدر کرتے تھے۔ جب بیٹھ کر جاتا تو کہتے یہ وہی ہے جس کا باپ نہیں ملتا تھا هَمَّازٍ عیب نکالنے والا ہے، طعنہ دینے والا ہے۔ کسی کو کہتا تیری آنکھ ایسی ہے، کسی کو کہتا

تیرا بازو ویسا ہے، کسی کو کہتا تیرا پیشہ ایسا ہے۔ کسی کو کچھ کہتا اور کسی کو کچھ کہتا۔ هَمَّازٍ کا معنیٰ ہے طعنہ مارنے والا مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیۡمٍ کثرت سے چغلیاں لے کر چلتا ہے۔ یہاں کی بات وہاں اور وہاں کی بات یہاں پہنچاتا ہے مَّنَّاعٍ لِّلۡخَیۡرِ ۔ خیر سے روکنے والا ہے۔ ایمان سے روکتا ہے، اسلام سے روکتا ہے مُعۡتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے۔ چونکہ مال دار بھی تھا اور تیرہ بیٹے اور نوکر چاکر تھے کوئی اس کے سامنے نہیں کھڑا ہوتا تھا۔ کسی کو مکا مار دیا، کسی کو لاٹھی مار دی۔ اَثِیۡمٍ گناہ گار ہے عُتُلٍّ بدمزاج ہے۔ عُتل کہتے ہیں جو اپنی منوائے اور کسی کی نہ سنے، اُجڈ مزاج بَعۡدَ ذٰلِكَ زَنِیۡمٍ اس کے بعد بدنام بھی ہے۔ اُٹھارہ سال تک اس کے باپ کا علم نہیں تھا۔ اٹھارہ سال کے بعد مغیرہ نے دعویٰ کیا کہ میرا نطفہ ہے۔ اس کی ماں کے ساتھ میں نے بُرائی کی تھی۔ اپنا حال تو یہ ہے اور لوگوں کو طعنے دیتا ہے۔ پیغمبر کو دیوانہ کہتا ہے۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال (جھانک) کر دیکھ۔ لیکن دنیا کے لوگوں کا حال یہ ہے بُرے لوگوں کی ظاہری طور پر بڑی قدر کرتے ہیں (ان کے شر سے بچنے کے لیے۔ مرتب) دل میں ان کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔

فرمایا یہ کارروائیاں اس لیے کرتا ہے اَنۡ کَانَ ذَا مَالٍ کہ مال والا ہے وَّ بَنِیۡنَ اور بیٹوں والا ہے۔ مال اولاد کے بل بوتے پر یہ حرکتیں کرتا ہے اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِ اٰیٰتُنَا جس وقت پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں۔ قرآن اس کو سنایا جاتا ہے قَالَ کہتا ہے اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ۔ اساطیر اسطورہ کی جمع ہے۔ اسطورہ کا معنیٰ ہے کہانی۔ کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ٹھیک ہے قرآن میں واقعات بھی ہیں۔ مگر وہ سبق آموز ہیں، عبرت کے لیے ہیں۔ محض قصے، کہانیاں تو نہیں ہیں۔ کر لے یہ باتیں سَنَسِمُهٗ عَلَی الۡخُرۡطُوۡمِ اصل میں خرطوم ہاتھی کے سونڈ کو کہتے ہیں۔ اس کی

ناک لوٹے کی طرح پھولی ہوئی تھی ہاتھی کی سونڈ کی طرح۔ اور خنزیر کی ناک کو بھی خرطوم کہتے ہیں۔ فرمایا عنقریب ہم داغ لگائیں گے اس کو سونڈ پر۔

اور بدر کے موقع پر ایک انصاری صحابی نے اس کی ناک پر زخم لگایا تھا۔ وہاں سے بچ کر بھاگ گیا۔ واپس مکہ مکرمہ آ کر علاج کراتا رہا مگر وہ زخم ٹھیک نہ ہوا۔ پھر اسی تکلیف میں مر گیا۔

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا
لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ
مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا
مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنِ اغْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِينَ ﴿٢٢﴾
فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ
مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا
لَضَآلُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ
لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾
فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا يٰوَيْلَنَا إِنَّا
كُنَّا طٰغِينَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَا أَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلٰى رَبِّنَا
رٰغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوا
يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾

إِنَّا بے شک ہم نے بَلَوْنٰهُمْ آزمایا ان کو كَمَا بَلَوْنَا
جیسے ہم نے آزمایا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ باغ والوں کو إِذْ أَقْسَمُوا
جب انھوں نے قسم اُٹھائی لَيَصْرِمُنَّهَا البتہ ضرور کاٹیں گے وہ اس باغ
کے پھل کو مُصْبِحِينَ صبح کے وقت وَلَا يَسْتَثْنُونَ اور اُنھوں نے
ان شاء اللہ نہ کہا فَطَافَ عَلَيْهَا پس پھر گیا اس باغ پر طَآئِفٌ
ایک بلا مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے وَهُمْ نَآئِمُونَ

اور وہ سوئے ہوئے تھے فَاَصۡبَحَتۡ كَالصَّرِيۡمِ پس ہو گیا وہ باغ جیسے کٹی
ہوئی کھیتی ہوتی ہے فَتَنَادَوۡا مُصۡبِحِيۡنَ پس اُنھوں نے ایک دوسرے کو
آوازیں دیں صبح کرتے ہوئے اَنِ اغۡدُوۡا کہ سویرے چلو عَلٰى
حَرۡثِكُمۡ اپنی کھیتی پر اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰرِمِيۡنَ اگر ہو تم پھل توڑنے والے
فَانۡطَلَقُوۡا پس وہ چلے وَهُمۡ يَتَخَافَتُوۡنَ اور وہ آہستہ آہستہ باتیں کر
رہے تھے اَنۡ لَّا يَدۡخُلَنَّهَا الۡيَوۡمَ کہ داخل نہ ہو اس باغ میں آج کے دن
عَلَيۡكُمۡ مِّسۡكِيۡنٌ تمھارے اُوپر کوئی مسکین وَّغَدَوۡا اور ہو گئے وہ
عَلٰى حَرۡدٍ منع کرنے پر قٰدِرِيۡنَ قادر فَلَمَّا رَاَوۡهَا پس جس
وقت دیکھا اُنھوں نے باغ کو قَالُوۡۤا کہنے لگے اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ بے
شک ہم راستہ بھولنے والے ہیں بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ بلکہ ہم محروم ہو
گئے ہیں قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ کہا اُن میں سے درمیانے نے اَلَمۡ اَقُلۡ
لَّكُمۡ کیا میں نے نہیں کہا تھا تم کو لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ کیوں نہیں تم تسبیح
بیان کرتے قَالُوۡا وہ کہنے لگے سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ پاک ہے ہمارا رب
اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ بے شک ہم ظالم تھے فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ پس متوجہ ہوا
بعض ان کا عَلٰى بَعۡضٍ بعض پر يَّتَلَاوَمُوۡنَ ایک دوسرے کو
ملامت کرنے لگے قَالُوۡا کہنے لگے يٰوَيۡلَنَاۤ ہائے افسوس ہم پر
اِنَّا كُنَّا طٰغِيۡنَ بے شک ہم ہی سرکشی کرنے والے تھے عَسٰى قریب

ہے رَبُّنَآ ہمارا رب اَنْ یُّبْدِلَنَا کہ بدل دے ہمیں خَیْرًا مِّنْهَآ بہتر اس سے اِنَّآ بے شک ہم اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اسی طرح عذاب ہوتا ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب اَكْبَرُ بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں۔

باغ والوں کا واقعہ :

اس سے پہلی آیات میں تم نے ولید بن مغیرہ کے متعلق سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین میں سے ایک تھا۔ اور بڑا منہ پھٹ اور امیر ترین آدمی تھا۔ اس کے تیرہ بیٹے تھے۔ اور اسی مال اور اولاد کی وجہ سے وہ حد سے بڑھا ہوا تھا۔ ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اے پروردگار! ایسے گھٹیا آدمی کو تو نے مال، اولاد سے کیوں نوازا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ بے شک ہم نے ان مکے والوں کو آزمایا جن میں ولید بن مغیرہ بھی تھا كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جیسے ہم نے آزمایا باغ والوں کو۔ یہ باغ والے کہاں کے رہنے والے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حبشہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں یمن میں رہتے تھے۔ اپنی اپنی تحقیق ہے۔

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک آدمی تھا بڑا نیک پارسا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک باغ عطا فرمایا تھا جس میں ہر قسم کے پھل تھے اور کھیتی بھی تھی۔ اس کا یہ معمول تھا کہ پھل جب اُتارنا ہوتا تھا تو علاقے میں اعلان کرا دیتا تھا کہ فلاں دن میں نے پھل اُتارنا ہے

غرباء، مساکین پہنچ جائیں اور اپنا حق وصول کرلیں۔ پھل کے وہ تین حصے کرتا تھا۔ ایک حصہ گھر کی ضروریات کے لیے رکھ لیتا تھا۔ ایک حصہ باغ کی ضروریات، کھاد، پانی، گوڈی وغیرہ کے لیے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا معمول تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے دیئے تھے لڑکی کوئی نہیں تھی۔ لڑکوں کو بھی ساتھ لے جاتا تھا کہ یہ بھی دیکھیں کہ میں کس طرح تقسیم کرتا ہوں اور میرے بعد یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔ وہ اللہ کا بندہ بیمار ہو گیا اور سمجھا کہ میں اس بیماری سے جانبر نہیں ہو سکوں گا۔ بیٹوں کو وصیت کی اور سمجھایا کہ بیٹو! یہ سب کچھ رب تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور یہ باغ بھی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ ہمارا تو صرف نام ہے حقیقت میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بیٹو! كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ "ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے۔ بیٹو! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ جس طرح میں کرتا ہوں تم نے بھی اسی طرح کرنا ہے۔ پھل اُتارنے کا جب وقت آئے تو غریبوں، مسکینوں کو ان کا حق وہیں دے دینا ہے۔ وہ فوت ہو گیا۔

پھل تیار ہو گیا، کھیتی پک گئی۔ پھل توڑنے کا وقت آیا تو رات کو تینوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کل پھل توڑنا ہے کیا کرنا چاہیے؟ درمیانے نے کہا اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح ہمارا باپ کرتا تھا اور اس نے ہمیں وصیت بھی کی ہے۔ بڑے اور چھوٹے نے کہا کہ ہمارے والد کی عقل، سمجھ ٹھیک نہیں تھی۔ سارا سال محنت کرتا، گرمی سردی برداشت کرتا اور جب پھل تیار ہوتا تھا تو غریبوں اور مسکینوں کو دے دیتا۔ ہم نے ان کو کچھ نہیں دینا۔

درمیانے نے کہا کہ خدا خوفی کرو نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو اور نہ والد صاحب کا

اچھا نام بدلو۔ کیونکہ اُس زمانے میں رب تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا چوتھائی غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرنے کا۔ وہ نیک آدمی چوتھائی کے بجائے تیسرا حصہ نکالتا تھا۔ دوسرے دو بھائیوں نے کہا کہ تو بھی والد صاحب کی طرح بے وقوف ہے۔ کمائیں ہم اور کھائیں دوسرے، یہ کوئی عقل کی بات ہے؟ وہ بے چارہ اکیلا تھا دب گیا۔ اُنھوں نے قسم اُٹھائی کہ رب تعالیٰ کی قسم ہے صبح جا کر ہم نے پھل کاٹنا ہے اور کسی کو ایک دانہ بھی نہیں دینا۔ اور کہنے لگے کہ جاتے وقت بلند آواز سے بات بھی نہیں کرنی کہ کوئی فقیر سن نہ لے اور وہاں آنہ جائے۔ اور اس طرح چلنا ہے کہ پاؤں کی آہٹ بھی کوئی نہ سنے۔ مشورہ کر کے سو گئے۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے آگ کا بگولا بھیجا جس نے سارے باغ کو راکھ کر کے رکھ دیا اور کوئی چیز اس نے نہ چھوڑی۔ صبح اندھیرے منہ باغ کی طرف چلے۔ جب وہاں پہنچے تو باغ نظر نہ آیا۔ نہ درخت، نہ کھیتی وغیرہ۔ پہلے تو کہنے لگے ہم پر نیند غالب ہے ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ہم کسی اور جگہ چلے آئے ہیں۔ پھر جس وقت اچھی طرح غور کیا آس پاس کو دیکھا تو کہنے لگے جگہ تو وہی ہے مگر ہمیں رب تعالیٰ نے محروم کر دیا ہے۔ اب واویلا کرنے لگ گئے کہ ہائے مارے گئے۔ تو درمیانے نے کہا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ نہ کرو اور والد صاحب کی وصیت پر عمل کرو۔ پھر اُنھوں نے رو رو کر آہ وزاری کی، گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے مانگا اور کچھ باپ کی نیکی کام آگئی۔ بڑوں کی نیکی بھی چھوٹوں کے کام آجاتی ہے۔

بڑوں کی نیکی کا چھوٹوں کے کام آنا :

سولھویں پارے کے پہلے رکوع میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام

سفر کرتے ہوئے انطاکیہ شہر پہنچے۔ انطاکیہ شہر آج بھی مصر میں موجود ہے۔ دوپہر کا وقت تھا بھوک لگی ہوئی تھی اور پیسا پاس نہیں تھا۔ سامنے کچھ لوگ آئے۔ ان سے کہا بھوک لگی ہوئی ہے کھانا کھلا دو۔ اُنھوں نے دیکھا کہ قد بت، شکلیں خوب صورت ہیں۔ صحت مند بھی ہیں۔ یہ کیوں سوال کرتے ہیں۔ اُن کا خیال تھا اندھا مانگے، لنگڑا مانگے، لولا مانگے۔ مگر یہ کوئی پیشہ ور سائل تو نہیں تھے۔ اتفاق ہو گیا کہ پیسے پاس نہیں ہیں اور بھوک بھی لگ گئی۔ کیوں کہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے وجود تو نہیں دیئے کہ کھانے کی ضرورت نہ ہو۔ کھانا پیغمبر بھی کھاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا کہ کر کے کھاؤ۔ انھوں نے جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک بڑی دیوار ہے جو گرنے والی ہے۔ خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان تھا۔ خضر اس لیے کہتے تھے کہ جس جگہ بیٹھتے تھے وہ جگہ فوراً سبز ہو جاتی تھی۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور ذوالقرنین جس کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اس کے وزیر اعظم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لمبی عمر عطا فرمائی تھی۔ جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اب بھی زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ دیوار گرنے والی ہے اُنھوں نے اس کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا حضرت! یہ اتنے بے مروت لوگ ہیں جنھوں نے ہمیں مانگنے پر بھی کھانا نہیں کھلایا اور آپ نے مفت میں ان کو دیوار سیدھی کر دی۔ کچھ تھوڑے بہت پیسے لے لیتے کہ ہم روٹی کھا لیتے۔ بعد میں خضر علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی۔ اور اس کے نیچے خزانہ تھا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا "اور ان دونوں کا باپ نیک تھا۔" دیوار گر جاتی خزانہ ننگا (ظاہر) ہو جاتا اور دوسرے لوگ لے جاتے۔ اب جب یہ بڑے

ہوں گے تو نکال لیں گے۔ والد نیک تھا اس کی نیکی بیٹوں کے کام آئی۔

تو باغ والوں نے گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے درخواست کی اور والد کی نیکی بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر باغ عطا فرما دیا۔

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر کشاف میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس باغ کے انگور کا ایک ایک گچھا اتنا بڑا ہوتا تھا کہ اس کا آدھا حصہ خچر کے ایک طرف اور دوسرا آدھا خچر کے دوسری طرف رکھنا پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جتنی چاہے برکت ڈال دے۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اتنا بڑا سنگترہ دیکھا کہ اس کے دو حصے کر کے آدھا اُونٹ کے ایک طرف اور آدھا دوسری طرف رکھنا پڑتا تھا۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ میں نے ترشہتیر کے برابر لمبی دیکھی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو انار کا ایک دانہ اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے خول کے نیچے دس دس آدمی بیٹھ سکیں گے۔ سب کچھ اپنے مقام پر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے کہ ان کو آناً فاناً دوبارہ باغ مل جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ بے شک ہم نے آزمایا ان کو كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جیسے آزمایا ہم نے باغ والوں کو اِذْ اَقْسَمُوْا جب اُنھوں نے قسم اُٹھائی لَيَصْرِمُنَّهَا البتہ ضرور کاٹیں گے وہ اس کو یعنی اس کا پھل اُتاریں گے۔ صرم کا معنیٰ ہے باغ کا پھل اُتارنا۔ مُصْبِحِيْنَ صبح کے وقت۔ رب کی قسم صبح ہم نے باغ کا پھل اُتارنا ہے وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ اور ان شاء اللہ بھی نہ کہا۔ حالانکہ آدمی جب بھی کوئی کام کرنا چاہے تو ان شاء اللہ ضرور کہے۔ کیوں کہ ان شاء اللہ کے بغیر کچھ بھی

نہیں ہے۔

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ یہود نے آپ ﷺ سے تین سوال کیے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کل جواب دوں گا اور زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ کل گزرا، پرسوں گزرا، ہفتہ گزرا تو یہود نے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا کہ خدا جانے اس کا کل کب آئے گا۔ پندرہ دن کے بعد وحی آئی اور وحی کا آغاز اس سے ہوا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ [الکہف: ۲۳، ۲۴] "اور آپ نہ کہیں کسی چیز کے بارے میں کہ میں کرنے والا ہوں اس کو کل مگر یہ کہ اللہ چاہے۔" اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کیا ہو سکتا ہے؟

تو اُنھوں نے ان شاء اللہ! بھی نہ کہا فَطَافَ عَلَیْهَا طَآىِٕفٌ پس پھر گیا اس باغ پر پھرنے والا مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے۔ آسمانی آفت آئی جس نے سارے باغ کو جلا کر راکھ کر دیا وَهُمْ نَآىِٕمُوْنَ اور وہ سوئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا باغ پر فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِیْمِ ۔ صریم کا معنیٰ کٹی ہوئی کھیتی بھی کرتے ہیں اور راکھ بھی کرتے ہیں۔ جیسے لکڑیاں جلنے کے بعد راکھ باقی رہ جاتی ہے۔ اور صریم کا معنیٰ کالی راکھ بھی کرتے ہیں۔ سب معانی صحیح ہیں۔ وہ باغ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہوتی ہے، وہ ایسے ہو گیا جیسے راکھ، وہ باغ ایسے سیاہ ہو گیا جیسے کالی راکھ ہوتی ہے۔ فَتَنَادَوْا پس اُنھوں نے ایک دوسرے کو پکارا مُصْبِحِیْنَ صبح ہو جانے پر۔ صبح صادق ہوئی تو ایک دوسرے کو جگایا اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِكُمْ کہ سویرے سویرے چلو اپنی کھیتی پر اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِیْنَ اگر ہو تم پھل اُتارنے والے فَانْطَلَقُوْا پس وہ چلے وَهُمْ یَتَخَافَتُوْنَ اور وہ آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے

اَنۡ لَّا یَدۡخُلَنَّهَا الۡیَوۡمَ عَلَیۡکُمۡ مِّسۡکِیۡنٌ کہ داخل نہ ہو اس باغ میں آج کے دن تمھارے اُوپر کوئی مسکین۔ آہستہ آہستہ بولو کسی مسکین کو خبر نہ ہو جائے کہ یہ باغ کا پھل اُتارنے کے لیے جارہے ہیں اور وہ بھی پہنچ جائے کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَّ غَدَوۡا عَلٰی حَرۡدٍ قٰدِرِیۡنَ اور ہو گئے وہ غریبوں کو روکنے پر قادر اپنے خیال کے مطابق فَلَمَّا رَاَوۡهَا پس جس وقت اُنھوں نے وہ باغ دیکھا قَالُوۡۤا کہنے لگے اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ بے شک ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ہمارے باغ کے تو درخت تھے، بڑی رونق تھی یہ ہموار زمین ہے ہم غلط جگہ آگئے ہیں۔ پھر جب آنکھیں کھولیں اِدھر اُدھر کے ماحول کو دیکھا تو کہنے لگے بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں۔ جگہ وہی ہے لیکن ہماری نافرمانی کی وجہ سے سارا (باغ) ختم ہو گیا۔

قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ کہا اُن میں سے درمیانے نے اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا اے بھائیو! لَوۡ لَا تُسَبِّحُوۡنَ کیوں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان نہیں کرتے کہ اس نے ہم پر احسان کیا ہے ہمیں اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ اور باپ کی وصیت کے مطابق غریبوں کو ان کا حق دینا چاہیے۔ اور تم نے تو ان شاء اللہ بھی نہ کہا اور اپنے آپ کو پھل کاٹنے پر قادر سمجھا۔ اب تم نے ناشکری کا نتیجہ دیکھ لیا ہے۔ اس وقت قَالُوۡا کہنے لگے سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ پاک ہے ہمارا رب اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ بے شک ہم ظالم تھے۔ آدمی جب اپنے گناہوں کا اقرار کر کے سچے دل سے توبہ کرتا ہے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کُلُّکُمۡ خَطَّاءُوۡنَ وَ خَیۡرُ الۡخَطَّائِیۡنَ التَّوَّابُوۡنَ "تم سب کے سب خطا کار ہو اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے

ہیں۔" تو اُنھوں نے کہا کہ بے شک ہم ظالم تھے فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ پس متوجہ ہوا بعض ان کا بعض پر یَّتَلَاوَمُوْنَ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ایک نے کہا کہ تو نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ دوسرے نے کہا تو نے کیا تھا اور میں نے تیری تائید کی تھی۔ عموماً لوگوں کی عادت ہے کہ کام ٹھیک ہو جائے تو ہر آدمی اپنی طرف نسبت کرتا ہے اور اس کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری وجہ سے ہوا ہے۔ اور اگر کام بگڑ جائے، خراب ہو جائے تو دوسرے پر ڈالتا ہے کہ اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ پھر قَالُوْا کہنے لگے یٰوَیْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ہائے افسوس ہم پر بے شک ہم سرکشی کرنے والے تھے۔ خدا کی نافرمانی کی، والد صاحب کا اچھا طریقہ چھوڑا عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا اُمید ہے کہ ہمارا رب بدل دے ہمیں خَيْرًا مِّنْهَآ اس سے بہتر اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ اپنا جرم مانتے ہیں، اپنی سرکشی کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مال والو! مال پر گھمنڈ نہ کرو كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اسی طرح مال پر عذاب آتا ہے۔ یہ تو دنیا کا عذاب ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے جس کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دنیا کی آگ میں لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے اور جہنم کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہے۔ اگر مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى "نہ مرے گا اس میں اور نہ زندہ رہے گا۔" لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں دنیا کی ناپائیداری کو اور عارضی ہونے کو سمجھ لیں۔ آخرت کو سامنے رکھیں۔ دنیا راستہ ہے منزل نہیں ہے۔ اس کو منزل نہ سمجھ لو۔ منزل تمھاری آخرت ہے۔

****

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآىٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَ قَدْ كَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِیْ وَ مَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾

اِنَّ بے شک لِلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کے لیے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغ ہیں اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کیا پس ہم کر دیں گے فرماں برداروں کو كَالْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کی طرح مَا لَكُمْ تمھیں کیا ہو گیا ہے كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ تم کیسے فیصلے کرتے ہو اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ اس میں تم پڑھتے ہو اِنَّ لَكُمْ بے شک تمھارے لیے ہے فِیْهِ اس میں لَمَا البتہ وہ چیز تَخَیَّرُوْنَ جو تم پسند کرتے

ہو اَمۡ لَكُمۡ اَيۡمَانٌ کیا تمہارے لیے قسمیں ہیں عَلَيۡنَا ہمارے
ذمے بَالِغَةٌ جو پہنچنے والی ہیں اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک
اِنَّ لَكُمۡ کہ تمہارے لیے ہے لَمَا البتہ وہ چیز تَحۡكُمُوۡنَ جو تم
فیصلہ کرتے ہو سَلۡهُمۡ آپ پوچھیں ان سے اَيُّهُمۡ کون اُن میں
سے ہے بِذٰلِكَ زَعِيۡمٌ اس کا ذمہ دار اَمۡ لَهُمۡ شُرَكَآءُ کیا ان کے
لیے شریک ہیں فَلۡيَاۡتُوۡا پس چاہیے کہ لے آئیں وہ بِشُرَكَآئِهِمۡ
اپنے شریکوں کو اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ اگر ہیں وہ سچے يَوۡمَ يُكۡشَفُ عَنۡ
سَاقٍ جس دن کھولی جائے گی پنڈلی وَّيُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ اور بلائے
جائیں گے یہ سجدے کی طرف فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ پس وہ طاقت نہیں رکھیں
گے خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ جھکی ہوئی ہوں گی آنکھیں ان کی تَرۡهَقُهُمۡ
ذِلَّةٌ چھا جائے گی ان پر ذلت وَقَدۡ كَانُوۡا اور تحقیق تھے يُدۡعَوۡنَ اِلَى
السُّجُوۡدِ بلائے جاتے سجدے کی طرف وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ اور وہ سالم
تھے فَذَرۡنِىۡ پس چھوڑ دیں مجھے وَمَنۡ اور اس کو يُّكَذِّبُ جو
جھٹلاتا ہے بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اس بات کو سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ بہ تاکید ہم
ان کو درجہ بہ درجہ چڑھائیں گے مِّنۡ حَيۡثُ جہاں سے لَا يَعۡلَمُوۡنَ
ان کو علم نہیں ہوگا وَاُمۡلِىۡ لَهُمۡ اور میں مہلت دیتا ہوں ان کو اِنَّ كَيۡدِىۡ
مَتِيۡنٌ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

متقین کا تذکرہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ بے شک پرہیز گاروں کے لیے عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ان کے رب کے ہاں جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ نعمتوں کے باغ ہیں۔ متقین تقویٰ سے ہے۔ تقویٰ کا معنیٰ ہے بچنا، پرہیز کرنا۔ تقویٰ کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے کہ انسان کفر وشرک سے بچے۔ پھر گناہِ کبیرہ سے بچے پھر صغیرہ سے بچنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچے۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، حکم عدولی سے بچتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمتوں کے باغ ہیں۔

تقویٰ کا مفہوم بقول اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تقویٰ کا مفہوم بیان کرو۔ مجلس میں کافی لوگ بیٹھے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ تقویٰ کا مفہوم سمجھ لیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت! آپ کبھی ایسے علاقے سے گزرے ہیں جہاں خاردار جھاڑیاں ہوں؟ فرمایا ہاں! گزرا ہوں۔ حضرت کیسے؟ فرمایا اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر گزرتا ہوں کہ کانٹوں کے ساتھ اُلجھ نہ جائیں۔ کہنے لگے حضرت! یہی تقویٰ ہے۔ اس دنیا میں گناہوں کے بہت سے کانٹے ہیں۔ مومن کا کام ہے کہ اپنے دامن کو سنبھال کر نکل جائے تاکہ کوئی کانٹا اس کو نہ چبھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے ٹھیک کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی بنائے۔ آج کل متقی بننا بہت مشکل کام ہے۔ محنت کرنا پڑے گی۔ نفس امّارہ پر قابو پانا پڑے گا۔ شیطان لعین کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ مگر

اتنا مشکل بھی نہیں ہے کہ انسان تقویٰ حاصل نہ کر سکے۔ نیت کر لے تو حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر آخرت کو سامنے رکھے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ میرے سامنے آنے والا ہے۔ ہر آدمی کو اپنی آخرت کی زندگی بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور یہ عہد کرے کہ کل جو مجھ سے گناہ ہوئے تھے وہ آج میں نے نہیں کرنے۔ ان شاء اللہ نہیں ہوں گے۔ اور نیت کرے کہ کل جو نیکیاں مجھ سے رہ گئی تھیں آج میں نہیں چھوڑوں گا۔ آدمی عزم اور نیت پختہ کر لے تو کر سکتا ہے۔

تو فرمایا بے شک متقیوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمتوں کے باغ ہیں۔ مشرک کہتے تھے یہ مسلمان بھوکے مر رہے ہیں آگے جا کر بھی بھوکے مریں گے۔ رب تعالیٰ ان سے راضی ہوتا تو ان کو مال و دولت دیتا۔ مال و دولت تو ہمارے پاس ہے۔ یہ ان کا غلط قیاس تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضی کا معیار مال و دولت نہیں ہے بلکہ دین ہے، ایمان ہے۔ دنیا ملنے سے رب تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو! بکریاں چرا کر کھانا کھاتے ہیں۔ قرآن پاک میں موجود ہے دس سال خدمت کی۔ مقابلے میں سگا چچازاد بھائی قارون ہے۔ اس کے پاس اتنی دولت تھی کہ اس کے خزانے کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ دادا دونوں کا ایک ہے۔ اگر مال کی وجہ سے خدا کا قرب ہوتا تو قارون کا درجہ زیادہ ہوتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام کا معاذ اللہ (درجہ) کم ہوتا۔

تو کافروں کا یہ خیال غلط تھا کہ جس کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اس پر اللہ راضی ہوتا ہے اور یہاں مال دیا تو آگے بھی دے گا۔ اور مسلمان یہاں مالی طور پر کمزور ہیں تو آگے بھی نہیں ملے گا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا مومنوں کے لیے رب کے ہاں نعمتوں کے

باغ ہیں۔کل قیامت والے دن ان کی یہ حالت نہیں ہوگی۔ اور کافر،مشرک آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہوں گے۔ایسا نہیں ہوگا کہ آخرت میں مومنوں کو نعمتیں ملیں اور مشرکوں اور مجرموں کو بھی۔

فرمایا اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ كَالۡمُجۡرِمِیۡنَ کیا پس ہم کر دیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح۔ فرماں بردار اور نافرمان برابر ہوں گے یہ تمھارا خیال غلط ہے مَا لَكُمۡ تمھیں کیا ہوگیا ہے كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ کیسے فیصلے کرتے ہو کہ مسلم کافر برابر ہو جائیں،موحد مشرک برابر ہو جائیں،بدعتی اور سنی برابر ہو جائیں،حق باطل ایک ہو جائے۔یہ کیسے فیصلے کرتے ہو؟ اَمۡ لَكُمۡ كِتٰبٌ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے فِيۡهِ تَدۡرُسُوۡنَ اس میں تم پڑھتے ہو اِنَّ لَكُمۡ کہ تمھارے لیے فِيۡهِ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے لَمَا تَخَيَّرُوۡنَ البتہ تمھارے لیے وہ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ عقل کی بات کرو کسی کتاب کا حوالہ دو کہ جو تم پسند کرو گے تمھیں ملتا رہے گا۔

اَمۡ لَكُمۡ اَيۡمَانٌ عَلَيۡنَا بَالِغَةٌ یا تمھارے لیے قسمیں ہیں ہمارے ذمے اور وہ قسمیں اتنی پکی ہیں کہ پہنچنے والی ہیں اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک۔اور ان قسموں کے ذریعے یہ معلوم ہو کہ اِنَّ لَكُمۡ بے شک تمھارے لیے ہے لَمَا تَحۡكُمُوۡنَ جو تم فیصلہ کرتے ہو۔جو تم چاہو گے تمھیں ملے گا اگر کوئی کتاب ہے تو لاؤ۔ نافرمان اور فرماں بردار برابر نہیں ہو سکتے،حق اور باطل برابر نہیں ہو سکتے۔ اگر تمھارے پاس کوئی کتاب ہے کوئی دلیل ہے تو پیش کرو کہ جو فیصلہ تم کرو گے وہی تمھیں ملے گا۔ سَلۡهُمۡ آپ ان سے پوچھیں اَيُّهُمۡ بِذٰلِكَ زَعِيۡمٌ کون ان میں سے ہے ذمہ دار اس کا۔ان باتوں کا ذمہ دار ان میں سے کون ہے؟ اَمۡ لَهُمۡ شُرَكَآءُ کیا ان

کے لیے شریک ہیں۔ کسی نے لات کو، کسی نے منات کو، کسی نے عزّیٰ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا تھا لیکن ان کو خالق و مالک نہیں مانتے تھے۔ خالق مالک صرف رب تعالیٰ کو مانتے تھے۔ ان کے متعلق کہتے تھے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ [یونس:۱۸] "یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔" اور سورۂ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى "نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔" اللہ تعالیٰ کے قریب کریں گے۔ جب ان کو سفارشی مان لیا تو ان کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر بھی ماننا پڑے گا۔ یہی عقیدہ کفر کا ستون ہے۔ قرآن پاک نے صاف لفظوں میں کہا ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ [النمل:۶۵] "آپ فرما دیں نہیں جانتا جو بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے۔"

تو فرمایا کیا ان کے لیے شریک ہیں فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ پس چاہیے کہ لے آئیں وہ اپنے شریکوں کو میدان میں اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ اگر ہیں یہ سچے کہ پتا چلے ان شریکوں میں کیا قوت اور طاقت ہے اور وہ کیا کر سکتے ہیں؟

کشفِ ساق یعنی پنڈلی ننگی ہونے سے کیا مراد ہے؟

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ جس دن کھولی جائے گی، ننگی کی جائے گی پنڈلی وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ اور بلائے جائیں گے سجدے کی طرف فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پس وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ کشفِ ساق، پنڈلی ننگی ہونے سے کیا مراد ہے؟ یہاں مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ایک یہ کہ اس سے مراد شدت ہے کہ آدمی جب بھاگتا ہے تو پنڈلی ننگی کر کے

بھاگتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت والے دن تختی ظاہر ہوگی ان کو کہا جائے گا آؤ سجدہ کرو۔ تو وہ سجدہ نہیں کرسکیں گے۔ یعنی جنھوں نے دنیا میں اخلاص کے ساتھ سجدہ نہیں کیا ان کی کمر تختے کی طرح ہوجائے گی جھک نہیں سکیں گے۔ بہ خلاف ان لوگوں کے جو اخلاص کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے اور گردنیں ان کی جھکتی رہیں، سجدے کرتے رہے۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ سجدہ کریں گے۔ کافر اور منافق سجدہ نہیں کرسکیں گے۔

اور ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ کشفِ ساق سے مراد اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص صفت ہے جس کی حقیقت کو ہم نہیں جانتے۔ جس طرح دوسری متشابہات آیتیں ہیں۔ مثلاً: سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۴ میں ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ "اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔" اب ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو مخلوق کے ہاتھوں کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے حاشا وکلا۔ ہاں! یہ کہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سنتا ہے مگر ہماری طرح کان نہیں ہیں۔ دیکھتا ہے مگر ہماری طرح آنکھیں نہیں ہیں، جو اس کی شان کے لائق ہیں۔

اللہ تعالیٰ متکلم ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ۱۶۴] "اور کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنا۔" ہم ہونٹوں، دانتوں اور تالو کے بغیر نہیں بول سکتے۔ لیکن رب تعالیٰ کے نہ ہونٹ ہیں، نہ دانت ہیں، نہ تالو ہے۔ لیکن وہ متکلم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے مگر ہم اس کی کیفیت کو نہیں جانتے جو اس کی شان کے لائق ہے اس طرح مستوی ہے۔

تو ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص صفت ہے جس کو وہ ظاہر فرمائیں گے اور بلایا جائے گا کہ آؤ سجدہ کرو! تو کافر، مشرک، منافق سجدہ نہیں کرسکیں

گے۔ ان کی کمریں تختے کی طرح ہو جائیں گی سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی آنکھیں ان کی۔ آدمی شرمندہ ہو جائے تو عموماً آنکھیں اُٹھانے کے قابل نہیں رہتا۔ سب سے زیادہ شرمندگی قیامت والے دن ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت والے دن کی شرمندگی سے بچائے۔ تو آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہوں گی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ چھا جائے گی ان پر ذلت۔ خود اپنے آپ کو بھی ذلیل سمجھیں گے، اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے، فرشتوں کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے اور دیگر لوگوں کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ اور تحقیق تھے بلائے جاتے سجدے کی طرف دنیا میں، پانچ وقت اذان کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی تھی وَهُمْ سٰلِمُوْنَ اور وہ صحیح سالم ہوتے تھے، تندرست ہوتے تھے۔ ان کو دعوت دی جاتی تھی کہ آؤ نماز پڑھو! کہتے تھے تم جاؤ پڑھو۔ دیکھنا! آج کل ڈاکٹر، حکیم کہتے ہیں کہ سجدہ کرنے سے ریڑھ کی ہڈی کو تقویت پہنچتی ہے۔ ریڑھ کی ہڈی کی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے پیغمبر نے آج سے چودہ سو سال پہلے چٹائی پر بیٹھ کر بتلایا ہے کہ نماز میں تمھاری صحت ہے۔

تو فرمایا ان کو بلایا جاتا تھا سجدے کی طرف اور وہ صحیح سالم تھے اس وقت سجدہ نہیں کرتے تھے فَذَرْنِيْ پس اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ چھوڑ دیں مجھے وَمَنْ اور اس کو يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جو جھٹلاتا ہے اس بات کو۔ میری باتوں کو جو جھٹلاتا ہے میں اس سے خود نمٹ لوں گا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ بہ تاکید ہم اس کو درجہ بہ درجہ چڑھائیں گے مِّنْ حَيْثُ جہاں سے لَا يَعْلَمُوْنَ ان کو علم بھی نہیں ہوگا۔ استدراج آہستہ آہستہ چڑھانے کو کہتے ہیں۔ نافرمانیاں کرتے ہوئے مال مل رہا ہے، اولاد مل رہی

ہے، عہدہ مل رہا ہے، ترقی مل رہی ہے۔ اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ شکنجے میں کسا جا رہا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ یہ کتنا عرصہ کھا پی لیں گے اور مزے اُڑا لیں گے مرنے کی دیر ہے نتیجہ سامنے آ جائے گا۔ انسان کو قبر اور آخرت کی زندگی کبھی نہیں بھولنی چاہیے۔ دنیا کی زندگی تو سفر ہے منزل آخرت ہے۔ اگر کوئی آدمی راستے ہی میں دل لگا کر بیٹھ جائے کہ میں نے یہاں ہی رہنا ہے تو بڑا نادان ہے۔ سفر کو سفر سمجھو اور منزل کو منزل سمجھو۔

فرمایا وَاُمْلِیْ لَھُمْ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں کر لیں جو کرنا ہے اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ جب میں پکڑوں گا کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔ آنا سب نے میرے پاس ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں اَجْرًا معاوضے کا فَهُمْ پس وہ مِّنْ مَّغْرَمٍ تاوان کی وجہ سے مُّثْقَلُوْنَ بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ کیا ان کے پاس غیب ہے فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پس وہ لکھتے ہیں فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کے لیے وَلَا تَكُنْ اور نہ ہوں آپ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ مچھلی والے کی طرح اِذْ نَادٰى جب پکارا اس نے وَهُوَ مَكْظُوْمٌ اور وہ غم میں گھٹ رہے تھے لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ اگر نہ پالیتی اُس کو نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی نعمت لَنُبِذَ البتہ پھینک دیا جاتا بِالْعَرَآءِ دریا کے کنارے وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اور وہ مذمت کیا ہوا ہوتا فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ پس چن لیا اس کو اس

کے رب نے فَجَعَلَهٗ پس کیا اس کو مِنَ الصّٰلِحِيْنَ نیکوں میں سے وَاِنْ اور بے شک يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قریب ہے کہ وہ لوگ جو کافر ہیں لَيُزْلِقُوْنَكَ البتہ پھسلا دیں آپ کو بِاَبْصَارِهِمْ اپنی آنکھوں سے لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ جب سنا انھوں نے نصیحت کو وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ بے شک یہ البتہ دیوانہ ہے وَمَا هُوَ اِلَّا اور نہیں ہے یہ قرآن مگر ذِكْرٌ نصیحت لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے لیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں تبلیغ شروع کی، توحید کا مسئلہ بیان کیا، رسالت کو بیان کیا، قیامت کا مسئلہ سمجھایا، شرک کی تردید کی تو اُن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شدت کے ساتھ مخالفت کی اور انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا۔ اس تبلیغ کے سلسلے میں کوئی تنخواہ مانگتے ہیں فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ کہ وہ اس تاوان کی وجہ سے بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں اور شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ پیغمبر اپنی تبلیغ کا کسی سے معاوضہ نہیں مانگتے۔ سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۲۳ میں ہے قُلْ "آپ ان سے کہہ دیں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا میں نہیں مانگتا اس پر تم سے کوئی معاوضہ۔" میرا اجر مجھے میرا اللہ دے گا۔ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ کیا ان کے پاس غیب ہے پس وہ لکھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لیے جائز ہے اور کیا چیز ان کے لیے ناجائز ہے۔ گزشتہ پیغمبروں کے واقعات کیا ہیں اور ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں خود جانتے ہیں۔

حلال حرام کی باتیں پیغمبر بتلائے گا تو سمجھ آئیں گی۔ جنت دوزخ کی حقیقت پیغمبر بتلائے گا تو سمجھ آئے گی۔ پہلے پیغمبروں کے واقعات اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بتلائے گا تو علم میں آئیں گے۔ کیا ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے؟ جب ان سب باتوں میں پیغمبر کی ضرورت ہے اور پیغمبر بغیر کسی معاوضے کے ان کو سمجھا رہا ہے تو پھر یہ ضد کیوں کرتے ہیں؟ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم کے لیے۔ ان کی باتوں سے متاثر نہ ہوں یہ مختلف باتیں کرتے رہیں گے آپ ذہن صاف رکھیں اور صبر کریں۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ :

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اور نہ ہو جائیں آپ مچھلی والے کی طرح۔ اس سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ قرآن پاک میں مستقل سورۃ ہے سورۃ یونس گیارھویں پارے میں۔ اور قرآن پاک میں متعدد مقامات پر یونس علیہ السلام کا نام آیا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

عراق کے صوبہ موصل میں ایک شہر تھا جس کا نام نینوا تھا۔ اس وقت اس شہر کی آبادی لاکھ سے زیادہ تھی۔ سورۂ صافات آیت نمبر ۱۴۷ میں ہے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ "اور بھیجا ہم نے اس کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف۔" ترمذی شریف کی روایت میں ہے ایک لاکھ تیس ہزار کی آبادی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا شہر اور اس کے اردگرد دیہاتوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے شادی کی اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے دیئے۔ کافی عرصہ تبلیغ کی لیکن ان لوگوں نے حق کو قبول نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ انھوں نے حق کو قبول نہ کیا تو ان پر عذاب آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دِنوں کی تعیین نہیں کی گئی تھی کہ کتنے دنوں کے بعد عذاب آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ اتنا عرصہ گزر گیا ہے مجھے تمھارے سامنے حق بیان کرتے اور سناتے ہوئے لیکن تم حق کو قبول کرنے اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اب تمھارے اُوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بیان کرنے کے بعد خیال فرمایا کہ اب ان پر عذاب آنا ہے لہٰذا میں گھر والوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی جانے کا حکم نہیں ملا تھا۔ یہ ان کی ذاتی رائے تھی۔

پھر آگے تفسیروں میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے بیوی اور دونوں بچوں کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔ ایک کی عمر نو دس سال تھی اور دوسرے کی سات آٹھ سال تھی۔ اس واسطے چل پڑے کہ ان پر تو عذاب آنا ہے ہم عذاب والی قوم میں کیوں رہیں۔ اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے تعیین فرمائی تھی۔ قوم کو کہا تھا کہ تین یا چار دنوں میں تم پر عذاب آئے گا۔ پھر سوچا کہ اللہ تعالیٰ میری اس تعیین کا پابند تو نہیں ہے کہ ان دنوں میں عذاب لائے۔ ہوسکتا ہے ان دنوں میں عذاب نہ آئے اور لوگ مجھے شرمندہ کریں لہٰذا میں نکل جاتا ہوں۔

بیوی بچوں کو ساتھ لیا اور تھوڑا سا سامانِ سفر باندھا اور چل پڑے۔ کچھ سفر طے کیا۔ دیکھا بہت سارے لوگوں کا ایک قافلہ آرہا ہے۔ اس میں معزز لوگ بھی ہیں۔ قریب آئے تو اُنھوں نے یونس علیہ السلام کو کہا تم کون ہو، کہاں جارہے ہو؟ یونس علیہ السلام نے فرمایا میں یونس بن متّٰی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ میرے ساتھ میری بیوی اور میرے بچے

ہیں۔ اُنھوں نے بیوی کا بازو پکڑا اور چھین کر لے گئے۔ فرمایا میری منکوحہ بیوی ہے۔ مگر اُنھوں نے کوئی بات نہ سنی۔ اندازہ لگاؤ کتنی تکلیف اور صدمے کی بات ہے۔ آگے گئے تو ایک نہر تھی اس کو عبور کر کے آگے جانا تھا۔ یہ ذہن بنایا کہ پہلے ایک بچے کو دوسری طرف پہنچاتا ہوں پھر دوسرے کو لے جاؤں گا۔ ایک بچے کو کندھے پر بٹھا کر لے جارہے ہیں نہر کے درمیان تک پہنچے تھے کہ دیکھا جو بچہ کنارے پر بٹھا کر آئے تھے اس کو بھیڑیا اُٹھا کر جارہا ہے۔ اس پریشانی میں جو کندھے پر تھا وہ بھی گر پڑا۔ نہر تیز تھی وہ اس میں بہہ گیا۔ بڑی پریشانی کی حالت میں باہر نکلے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات تھا۔ جب کہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں دریائے دجلہ تھا۔ وہاں پہنچے تو کشتی تیار تھی۔ اس میں سوار ہو گئے۔ کشتی تھوڑی سی چلنے کے بعد ڈگمگانے لگی جیسے غرق ہوتی ہے۔ ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آئے تو کشتی ڈگمگانے لگ جاتی ہے۔ بتلاؤ کہ تم میں سے کون غلام بھاگ کر آیا ہے؟ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ وہ غلام میں ہوں اپنے آقا کی اجازت کے بغیر آ گیا ہوں۔ ان کی شکل وضع قطع سے ان کو یقین نہ آیا کہ یہ غلام ہے۔ اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ کشتی میں سواریاں زیادہ تھیں۔ ڈوبنے کا خطرہ تھا۔ ایک کو نیچے اُتارنے سے دوسروں کی جان بچ سکتی تھی۔ قرعہ اندازی کی گئی۔ سورت صافات آیت نمبر ۱۴۱ میں ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ "پھر قرعہ ڈلوایا اور ہو گیا الزام کھایا ہوا۔" کشتی والوں نے پکڑ کر دریا میں ڈال دیا فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ "پس لقمہ بنالیا اس کو مچھلی نے۔" بہت بڑی مچھلی تھی اس نے ان کو نگل لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یہ تیری خوراک نہیں ہے۔ تیرا پیٹ اس کے لیے قید خانہ ہے۔ کتنا عرصہ مچھلی کے پیٹ

میں رہے۔ تفسیروں میں تین دن، آٹھ دن اور بیس دن بھی لکھے ہیں۔

مچھلی کے پیٹ میں فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [الانبیاء:۸۷] "پس پکارا اُنھوں نے نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا تیری ذات پاک ہے بے شک میں ہی ہوں قصورواروں میں سے۔" مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دریا کی گہرائی کا اندھیرا، رات کی تاریکی۔ ان اندھیروں میں اُنھوں نے کہا اے پروردگار! تیرے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس نہیں ہے۔ مجھ سے لغزش ہوئی ہے کہ آپ کے حکم کے بغیر آ گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ "ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ اس کو غم سے نجات دی وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔"

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ دَعْوَةُ ذِی النُّوْن "پریشان آدمی وہ دعا کرے جو مچھلی کے پیٹ والے پیغمبر نے کی تھی۔" مچھلی کو حکم ہوا۔ اس نے دریا کے کنارے اُگل دیا۔ وہاں سائے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ [صافات:۱۴۶] "اور اُگایا ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت۔" اس کے چوڑے چوڑے پتے تھے۔ ان پتوں کے سائے کے نیچے رہے۔

ایک ہرنی کا بچہ گم ہو گیا تھا۔ وہ دیوانہ وار اپنے بچے کو تلاش کرتی پھرتی تھی۔ قریب آئی تو پتے ہلے (پتوں کی حرکت ہوئی)۔ اس نے سمجھا کہ میرا بچہ یہاں ہے۔ قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے لیٹے لیٹے اس کا دودھ پیا۔ بدن میں تھوڑی سی قوت آ گئی۔ کچھ تازہ آب وہوا ملی تو اُٹھ کر چل پڑے۔ آگے دیکھا ایک قافلہ

آرہا ہے۔اُن کے پاس بچہ تھا۔ دیکھ کر خوش ہو گئے کہ چلو ایک بچہ تو مل گیا ہے۔ اُنھوں نے بتایا کہ یہ بچہ نہر میں بہہ رہا تھا ہم نے اس کو پکڑ لیا۔ ہم وارثوں کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔فرمایا یہ میرا لختِ جگر ہے۔ اور ایک بیٹا اور تھا جس کو بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا تھا۔ اُنھوں نے بتلایا کہ فلاں جگہ ایک چرواہا ہے اس نے کہا ہے کہ میں نے بھیڑیئے سے ایک بچہ چھینا ہے۔تھوڑا سا زخمی تھا میں نے اس کی مرہم پٹی بھی کی ہے۔ اب وہ ٹھیک ہے۔ اگر تمھیں کوئی وارث ملے تو میرے پاس بھیج دینا۔ حضرت یونس علیہ السلام وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ بچہ بھی مل گیا۔ خوشی سے لے کر چل پڑے۔ آگے گئے تو وہ لوگ جنھوں نے بیوی چھینی تھی وہ بیوی لے کر کھڑے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے۔ اُنھوں نے کہا لو جی! اپنی بیوی سنبھالو ہم تو فرشتے ہیں۔ ہمیں رب تعالیٰ کا حکم تھا ہم نے اس کو پورا کیا۔

اُدھر قوم پر جب کچھ نشانیاں عذاب کی ظاہر ہوئیں تو من حیث القوم اُنھوں نے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر روئے، اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ سورۂ یونس آیت نمبر ۹۸ میں ہے اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ "یونس علیہ السلام کی قوم کو ایمان لانے نے نفع پہنچایا۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کی قوم نے توبہ کر لی ہے جاؤ ان کو تبلیغ کرو۔ جب اُنھوں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک لاکھ تیس ہزار کی ساری آبادی ان پر ایمان لے آئی۔ یہ خلاصہ ہے اس کا جو کچھ تفسیر خازن، معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔

تو فرمایا نہ ہو جائیں آپ مچھلی والے کی طرح کہ اپنی رائے پر چلیں اِذْ نَادٰى جب پکارا اس نے اپنے رب کو وَهُوَ مَكْظُوْمٌ اور وہ غم میں گھٹ رہے تھے۔ ان کا

سانس رکا ہوا تھا مچھلی کے پیٹ میں لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اگر نہ پالیتی اُس کو نعمت اس کے رب کی۔ رب تعالیٰ کا فضل ساتھ نہ دیتا لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ البتہ پھینک دیا جاتا دریا کے کنارے وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اور وہ مذمت کیا ہوا ہوتا۔ نہ وہاں کسی سائے کا انتظام ہوتا اور نہ ہرنی آکر دودھ پلاتی۔ مگر رب تعالیٰ نے وہاں سائے کا بھی انتظام کر دیا اور دودھ پلانے کے لیے ہرنی کو بھی بھیج دیا فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ پس چن لیا اس کو اس کے رب نے اور لغزش معاف کر دی فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ پس کر دیا اس کو نیکوں میں سے۔ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کر بتلایا کہ قوم کی سخت باتوں سے متاثر نہ ہوں۔ جلد بازی نہیں کرنی اور اپنے رب کے حکم پر ڈٹا رہنا ہے۔

نظر کا لگنا حق ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور بے شک قریب ہے وہ لوگ جو کافر ہیں لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ البتہ پھسلا دیں آپ کو حق سے اپنی آنکھوں سے۔ پھسلانے کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ نظر لگا دیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلْعَيْنُ حَقٌّ "نظر کا لگنا حق ہے۔" نظر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو خوبی دی ہے، مال دیا ہے، صحت دی ہے، حسن دیا ہے اور دیکھنے والا خوبی پر تعجب کرتا ہے کہ اتنی صحت ہے، اتنا خوب صورت ہے، اتنا مال دار ہے۔ رب تعالیٰ اس میں فوراً عیب پیدا کر دیتا ہے کہ میں دے بھی سکتا ہوں اور لے بھی سکتا ہوں۔ یہ چیزیں بندوں کے اختیار میں نہیں ہیں۔ "عمل الیوم واللیل" ابن سنّی کی حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر سے بچنے کے لیے یہ دعا ہے:

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

یعنی اگر تم کسی کو دیکھو اور تمھارے ذہن میں تعجب پیدا ہو تو یہ دعا پڑھ لو اللہ تعالیٰ نظر لگنے سے بچائے گا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ کافر لوگ تجھے نظر لگا کر روک دیں گے۔

اور دوسری تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ جا رہے ہوتے تھے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے کہ یہ جا رہا ہے۔ تو اس طرح آدمی خفت محسوس کرتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

تو فرمایا بے شک قریب ہے کہ وہ لوگ جو کافر ہیں وہ پھسلا دیں آپ کو حق سے اپنی آنکھوں سے لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ ۔ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورۃ الحجر] جب سنتے ہیں یہ قرآن کو تو عجیب عجیب اشارے کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ بے شک یہ دیوانہ ہے۔ یہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتے تھے۔ فرمایا وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ حالانکہ نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت جہان والوں کے لیے۔ ایسی کتاب دنیا میں اور کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے اس کتاب کی قدر نہیں کی۔ نہ پڑھا، نہ سمجھا، نہ اس کے مطابق زندگی گزاری۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الۡحَاقَّۃ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتها ۵۲ ۝ ٦٩ سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ ۷۸ ۝ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَآقَّةُ ۝۱ مَا الْحَآقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝۸ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝۹ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝۱۰ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۝۱۱ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝۱۲

اَلْحَآقَّةُ حق ہونے والی گھڑی مَا الْحَآقَّةُ وہ کیا ہے حق ہونے والی گھڑی وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ اور آپ کو کس نے بتایا وہ کیا ہے حق ہونے والی گھڑی كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا قوم ثمود نے وَعَادٌ اور عاد قوم نے بِالْقَارِعَةِ کھٹکھٹانے والی چیز کو فَاَمَّا ثَمُوْدُ پس بہرحال قوم ثمود فَاُهْلِكُوْا پس وہ ہلاک کیے گئے بِالطَّاغِيَةِ زلزلے میں وَاَمَّا عَادٌ اور بہرحال قوم عاد فَاُهْلِكُوْا پس وہ ہلاک کیے گئے

بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ تند و تیز ہوا کے ساتھ عَاتِيَةٍ جو حد سے نکل رہی تھی
سَخَّرَهَا اللہ تعالیٰ نے مسلط کر دیا اس ہوا کو عَلَيۡهِمۡ اُن پر سَبۡعَ
لَيَالٍ سات راتیں وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ اور آٹھ دن حُسُوۡمًا لگاتار
فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا پس آپ دیکھیں گے قوم کو اس میں صَرۡعٰى پچھاڑی
ہوئی كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ گویا کہ وہ کھجوروں کے تنے ہیں
اُکھڑے ہوئے فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ پس کیا آپ دیکھتے ہیں ان میں سے کسی
کو مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ بچا ہوا وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ اور آیا فرعون وَمَنۡ قَبۡلَهٗ
اور وہ جو اس سے پہلے تھے وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ اور اُلٹ جانے والی بستیوں
والے بِالۡخَاطِئَةِ خطا کرتے ہوئے فَعَصَوۡا پس اُنھوں نے نافرمانی
کی رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ اپنے رب کے رسول کی فَاَخَذَهُمۡ پس پکڑا ان
کو رب نے اَخۡذَةً رَّابِيَةً پکڑنا بڑا سخت اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ بے شک
ہم نے جب پانی چڑھ گیا حَمَلۡنٰكُمۡ سوار کیا تم کو فِى الۡجَارِيَةِ کشتی
میں لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تاکہ بنائیں ہم اس کو تمھارے لیے تَذۡكِرَةً
نصیحت وَّتَعِيَهَاۤ اور تاکہ یاد رکھیں اس کو اُذُنٌ کان وَّاعِيَةٌ
یاد رکھنے والے۔

نام و کوائف سورۃ اور قیامت کے مختلف نام :

اس سورت کا نام الحاقہ ہے یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے

ستتر [۷۷] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ (نزول کے اعتبار سے اس کا اٹھتر واں نمبر ہے۔) اس سورۃ کے دو رکوع اور باون آیتیں ہیں۔ قیامت کے بہت سارے نام ہیں۔ ایک نام قیامت ہے، ایک نام واقعہ ہے، ایک نام آزفہ ہے، اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ [سورۃ النجم]، ایک نام قارعہ ہے، ایک نام حاقہ ہے، ایک نام آخرہ بھی ہے۔ تو قیامت کے بہت سارے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْحَآقَّةُ وہ وقت، وہ گھڑی جو حق ہونے والی ہے۔ یعنی قیامت کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے مَاالْحَآقَّةُ کیا ہے وہ حق ہونے والی گھڑی وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاالْحَآقَّةُ اور آپ کو کس نے بتایا کیا ہے وہ حق ہونے والی چیز۔ قیامت کب حق ہوگی؟ اس کا ذکر تیرھویں آیت کریمہ میں آرہا ہے "فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ" جب بگل پھونکا جائے گا اس وقت قیامت برپا ہوگی۔

درمیان میں اللہ تعالیٰ نے دنیوی حاقوں کا ذکر فرمایا ہے کہ چھوٹی چھوٹی قیامتیں تو دنیا میں برپا ہو چکی ہیں۔ قیامتِ صغریٰ لوگوں نے بھگتی ہے۔ تو جو قیامتِ صغریٰ لاسکتا ہے وہ قیامتِ کبریٰ بھی لائے گا۔

قومِ ثمود کا ذکر :

فرمایا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا قوم ثمود نے۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ یہ حجر کے علاقے میں رہتے تھے۔ حجر کا علاقہ خیبر اور تبوک کے درمیان میں ہے۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر اپنے مکان بنائے تھے۔ وہ مکان آج بھی موجود ہیں مگر ان میں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔ چٹانوں کو تراش تراش کر اُنھوں نے مکان اس لیے بنائے تھے کہ اینٹ

گارے والے مکان زلزلے سے گر جاتے ہیں۔ ایک ہی چٹان ہے اس میں مختلف کمرے ہیں کس طرح گریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کی، رسالت پیش کی، قیامت کا مسئلہ سمجھایا اور بتایا کہ عمریں ضائع نہ کرو چٹانوں کو تراشنے میں۔ دو دو سو سال، تین تین سو سال لگ جاتے ہیں تمھیں مکان بنانے میں۔ اس بے کار کام کو چھوڑو۔ ضرورت کے لیے مکان بناؤ اور آخرت کی فکر کرو۔ قوم نے کہا کہ ہم تمھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگر آپ واقعی سچ مچ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں اس سے اُونٹنی نکلے تو ہم مان جائیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا معجزے، نشانیاں رب تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں پیغمبروں کا اس میں دخل نہیں ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر یہ معجزہ صادر فرمادے تو تم مان لوگے؟ کہنے لگے ہاں! مان لیں گے۔ دن مقرر ہوا، وقت مقرر ہوا۔ وہ سب لوگ، کیا مرد، کیا عورتیں، بوڑھے، جوان اکٹھے ہوگئے۔ ان لوگوں کے ذہن میں تھا کیا پتھروں سے بھی کبھی اونٹنیاں نکلی ہیں؟ آج ہم نے اس کو شرمندہ کرنا ہے۔ جب ان لوگوں نے ایک چٹان پر ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے دعا کی سچ مچ اس چٹان سے اُونٹنی نکل آئی۔ لیکن ان میں سے کوئی آدمی ایمان نہ لایا۔ حالانکہ ان لوگوں نے منہ مانگا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر ان لوگوں پر دو قسم کا عذاب آیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ جھٹلایا قومِ ثمود نے اور قومِ عاد نے کھٹکھٹانے والی کو یعنی قیامت کو فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ پس بہر حال قومِ ثمود ہلاک کی گئی طاغیہ کے ساتھ۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ طاغیہ کے دو معنٰی کرتے

ہیں۔ ایک معنیٰ آواز کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ڈراونی آواز نکالی جس سے وہ جہاں جہاں تھے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ دوسرا معنیٰ طاغیہ کا زلزلہ کرتے ہیں کہ ان پر زلزلہ آیا جس زلزلے سے بچنے کے لیے اُنھوں نے چٹانوں میں مکان بنائے تھے۔ زلزلے کی وجہ سے ساری قوم تباہ ہوگئی کوئی نظر نہ آیا۔

قومِ عاد کا ذکر :

اور عاد قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ ان کا علاقہ احقاف تھا۔ یہ یمن، نجران، عمان اور حضرموت کے درمیان کا علاقہ ہے۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کو رُبع ثانی بھی کہتے ہیں اور دھماء بھی کہتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے کافی عرصہ تک ان کو تبلیغ کی مگر ان لوگوں نے حق کو قبول نہ کیا۔ ہود علیہ السلام نے ان کو ڈرایا کہ اگر تم حق کو قبول نہیں کرو گے تو بارشیں رک جائیں گی اور تم پر قحط سالی مسلط ہو جائے گی لیکن ان لوگوں نے کوئی پروانہ کی۔ چنانچہ وہ وقت آیا کہ بارش رک گئی اور تین سال تک ایک قطرہ بارش بھی نہ پڑی۔ بارانی علاقہ تھا نہریں نہیں تھیں۔ کنویں کا پانی بھی گہرا ہوگیا، چشمے خشک ہو گئے، جانور بھوکے پیاسے مرنے لگے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، کفر و شرک چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش ہوگی اور قحط سالی دور ہو جائے گی۔ کہنے لگے اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے تو ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ مرجانا ہمیں منظور ہے۔ تین سال کے بعد ایک دن ان کو بادل کا ٹکڑا نظر آیا۔ کہنے لگے هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] "یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا" اور ہمارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ جب وہ سروں کے قریب آیا تو اس میں سے آواز آئی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

"ان کو راکھ کر کے رکھ دے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑنا۔"

یہ آواز ان لوگوں نے اپنے کانوں سے سنی۔ پھر اتنی تیز ہوا چلی کہ اس نے ان کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا اور بہرحال عاد قوم ہلاک کی گئی بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ تند و تیز ہوا کے ساتھ عَاتِيَةٍ جو حد سے نکل رہی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنیٰ نقل فرماتے ہیں کہ وہ ہوا، ہوا پر کنٹرول کرنے والے فرشتوں کے کنٹرول سے بھی نکل رہی تھی۔ اتنی تیز تھی۔ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ نے مسلط کیا اس ہوا کو اُن پر سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ سات راتیں اور آٹھ دن حُسُوْمًا حَاسِمٌ کی جمع ہے جیسے شُهُود شَاهِدٌ کی جمع ہے۔ حُسُوْمًا کا معنیٰ ہے لگاتار فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا۔ ریح کا لفظ عربی زبان میں مؤنث ہوتا ہے۔ تو اگر ھا ضمیر کو ریح کی طرف لوٹائیں تو معنیٰ ہوگا پس دیکھا آپ نے قوم کو اس ہوا کی وجہ سے صَرْعٰى پچھاڑی ہوئی۔ صَرْعٰى جمع ہے صَرِيْعٌ کی۔

اور اگر ھا ضمیر ان کے علاقے کی طرف لوٹائی جائے تو پھر معنیٰ ہوگا اے مخاطب! تم دیکھ لوگے قوم کو اس علاقے میں پچھاڑی ہوئی كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔ اَعْجَاز عَجْزٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے تنا (مُڈ) نَخْلٍ نَخْلَةٌ کی جمع ہے۔ نخل کا معنیٰ ہے کھجوریں۔ معنیٰ ہوگا گویا کہ وہ کھجوروں کے تنے ہیں اُکھڑے ہوئے۔ بڑے بڑے قد آور لوگ تھے۔ فرمایا فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ باقیہ صفت ہے نَفْسٌ کی۔ معنیٰ ہوگا پس کیا آپ دیکھتے ہیں ان میں سے کسی نفس کو بچا ہوا۔ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے

بعد آباد ہوئی تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

فرعون کا ذکر :

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ اور آیا فرعون۔ مصر کا جو بادشاہ ہوتا تھا اس کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل ملک کے سربراہ کو صدر کہتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا وہ بڑا نیک آدمی تھا۔ اس کا نام ریان بن ولید تھا۔ اس کے نیک ہونے کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ جب اس کو علم ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی ہے تو بغیر کسی قیل وقال کے اُن پر ایمان لے آیا۔ اور ایمان لانے کے بعد اُس نے کہا کہ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد بادشاہ رہوں۔ میں یہ بادشاہی بھی آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ آج چپڑاسی کرسی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے مگر اس نے مصر کی بادشاہی یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی۔ یوسف علیہ السلام نے یہ بات بھی فرمائی کہ آپ حکومت اپنے پاس رکھیں میں آپ کی راہنمائی کرتا رہوں گا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد آپ پر حکومت کروں۔ اس کے بیٹے کا نام تھا مصعب۔ اور مصعب کا بیٹا تھا ولید۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون تھا (یعنی موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا یہ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا پوتا تھا۔ ولید بن مصعب بن ریان۔ مرتب)۔

یہ بڑا ہوشیار، چالاک، ظالم اور جابر تھا۔ یوں سمجھو کہ ہمارے زمانے کے حکمران طبقے کا ایک فرد تھا۔ اس نے لوگوں کو اُلو بنایا ہوا تھا عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ [دخان: ۳۱] "مغرور اور حد سے بڑھنے والا تھا۔" اس کو نجومیوں نے بتلایا کہ دو تین سالوں میں بنی اسرائیلیوں کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کی تباہی کا سبب بنے گا۔ اس نے بنی

اسرائیلیوں کے بچے ذبح کرانے شروع کر دیئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس نے بارہ ہزار بچے ذبح کروائے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ اُس نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر کروائی۔

قومِ لوط کا ذکر :

تو فرمایا آیا فرعون وَمَنْ قَبْلَهٗ اور جو فرعون سے پہلے تھے وَالْمُؤْتَفِكٰتُ اور ان بستیوں والے جو اُلٹ دی گئیں بِالْخَاطِئَةِ خطا کرتے ہوئے۔ اُلٹ جانے والی بستیوں سے حضرت لوط علیہ السلام کا علاقہ مراد ہے۔ شہر سدوم اور اس کے اردگرد آبادیاں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے عرصہ دراز تک ان کو تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کی، نبوت و رسالت کا مفہوم سمجھایا، قیامت کا مسئلہ ان کو بتلایا۔ لیکن اُنھوں نے کوئی بات نہ مانی اور مردوں کے ساتھ بُرے کام کرنے لگ گئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ یہ ایسی بُرائی ہے کہ مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ [الاعراف: ۸۰] "تم سے پہلے کسی نے نہیں کی جہان والوں میں سے۔" لہٰذا اس سے باز آجاؤ۔ لیکن ان کے ذہن اتنے خراب ہو چکے تھے کہ اُلٹا کہنے لگے اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ [الاعراف: ۸۲] "نکالو ان کو اپنی بستی سے بے شک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں۔" اُلٹی گنگا۔ بدمعاشوں کا دور ہوتا ہے تو نیک لوگوں پر سختی آجاتی ہے۔

پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنی دو بیٹیوں کو اور جو دو چار تمھارے ساتھ مومن ہیں ان کو لے کر یہاں سے چلے جائیں اس قوم پر عذاب آنے والے ہیں۔ جب یہ حضرات علاقے سے نکل گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے

پر مارا اور ان بستیوں کو اُلٹ کر رکھ دیا۔ سورۂ ہود آیت نمبر ۸۲ میں ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "ہم نے کر دیا ان کو تہہ و بالا۔"

اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ سب سے پہلے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کی فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ [سورۃ القمر] "پس مٹا دیں ہم نے ان کی آنکھیں۔" پھر ان کے سروں پر پتھر برسائے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ [ہود: ۸۲] "اور ہم نے برسائے ان پر پتھر کھنگر کے۔" پھر جبرئیل علیہ السلام نے ڈراؤنی آواز نکالی جس سے ان کے دل پھٹ گئے۔ پھر ان بستیوں کو اُلٹ کر پھینک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ پس اُنھوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسولوں کی، ان کو جھٹلایا فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً پس پکڑا ان کو رب نے پکڑنا سخت۔

اور ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم بھی گزری ہے۔ اُنھوں نے بھی حق کو جھٹلایا اور حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی تیار کی۔ فرمایا کلمہ پڑھ کر میرے ساتھ سوار ہو جاؤ بچ جاؤ گے۔ کہنے لگے ہمیں نہ تیرے کلمے کی ضرورت ہے اور نہ تیری کشتی کی ضرورت ہے۔ اور تو اور بیٹے کنعان نے کہا سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ [ہود: ۴۳] "میں پناہ پکڑوں گا اس پہاڑ کی طرف وہ مجھے بچالے گا پانی سے۔" جب پانی آیا تو کوئی شخص زندہ نہ رہا سوائے ان کے جو کشتی میں سوار تھے۔ اس کا ذکر ہے۔

فرمایا اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ بے شک ہم نے جب پانی چڑھ گیا سوار کیا تم کو کشتی میں نوح علیہ السلام کی، اس میں مومنوں کو سوار کیا لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً

تا کہ بنائیں ہم اس کو تمھارے لیے نصیحت۔

بخاری شریف میں روایت ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اس کشتی کو اس اُمت کے ابتدائی لوگوں نے دیکھا ہے۔ وہ کشتی جودی پہاڑ پر رکی تھی۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ [ہود: ۴۴] اور تورات اور تاریخ میں اس پہاڑ کا نام اراراۃ ہے۔ یہ پہاڑ عراق کے صوبہ موصل میں اب بھی موجود ہے۔ سطح سمندر سے سترہ [۱۷] ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔

تو فرمایا تا کہ بنائیں اس کو تمھارے لیے نصیحت وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ اور تا کہ یاد رکھیں اس کو کان یاد رکھنے والے۔ کہ مجرموں کا یہ حشر ہوا۔ یہاں تک قیامت صغریٰ کا ذکر تھا۔ آگے کبریٰ کا ذکر آئے گا۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ﴿۱۴﴾ فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَہِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاہِیَۃٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَکُ عَلٰٓی اَرْجَآئِہَا ؕ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَہُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ ﴿۱۷﴾ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَۃٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ۙ فَیَقُوْلُ ہَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَہْ ﴿۲۰﴾ فَہُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُہَا دَانِیَۃٌ ﴿۲۳﴾ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ہَنِیْٓـــًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِشِمَالِہٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَہْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَہْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَہَا کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ ﴿۲۸﴾ ہَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَہْ ﴿۲۹﴾

فَاِذَا نُفِخَ پس جب پھونکا جائے گا فِی الصُّوْرِ بگل نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ پھونکا جانا ایک ہی دفعہ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ اور اُٹھالی جائے گی زمین وَالْجِبَالُ اور پہاڑ فَدُکَّتَا پس کوٹ دیا جائے گا دونوں کو دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ایک ہی دفعہ کوٹا جانا فَیَوْمَئِذٍ پس اُس دن وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ واقع ہوگی واقع ہونے والی وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ اور پھٹ جائے گا آسمان فَہِیَ پس وہ یَوْمَئِذٍ اُس دن وَّاہِیَۃٌ کمزور ہوگا

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہوں گے وَيَحْمِلُ
عَرْشَ رَبِّكَ اور اُٹھائیں گے آپ کے رب کے عرش کو فَوْقَهُمْ اپنے
اُوپر يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اُس دن آٹھ فرشتے يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ ۔ اُس
دن تم پیش کیے جاؤ گے لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ نہیں مخفی رہے گی تم سے
کوئی مخفی بات فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ پس بہر حال وہ جس کو دیا گیا اُس کا
پرچہ بِيَمِيْنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں فَيَقُوْلُ پس وہ کہے گا
هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ پڑھو میرے خط کو اِنِّيْ ظَنَنْتُ بے شک مجھے یقین
تھا اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ بے شک میں ملنے والا ہوں اپنے حساب کو فَهُوَ
فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا فِيْ جَنَّةٍ جنت میں
ہوگا عَالِيَةٍ جو بلند جگہ ہوگی قُطُوْفُهَا اس [illegible] دَانِيَةٌ
لٹکے ہوئے ہوں گے كُلُوْا کھاؤ وَاشْرَبُوْا اور پیو هَنِيْٓـئًۢا
مزے دار بِمَآ اَسْلَفْتُمْ بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے آگے بھیجے ہیں
فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ گزرے ہوئے دنوں میں وَاَمَّا مَنْ اور بہر حال وہ
شخص اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ بِشِمَالِهٖ اس کے
بائیں ہاتھ میں فَيَقُوْلُ پس وہ کہے گا يٰلَيْتَنِيْ کاش مجھے لَمْ
اُوْتَ كِتٰبِيَهْ نہ دیا جاتا میرا اعمال نامہ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ اور میں
نہ جانتا میرا حساب کیا ہے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ اے کاش کہ ہو جائے

موت فیصلہ کرنے والی مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ نہ کام آیا میرے میرا مال هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ہلاک ہوگئی میری بادشاہت۔

قیامتِ کبریٰ کا ذکر :

سورت کی ابتداء قیامت کے ذکر سے ہوئی تھی۔ درمیان میں قیامتِ صغریٰ کا ذکر تھا۔ اب قیامتِ کبریٰ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ پس جب پھونکا جائے گا بگل نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ پھونکا جانا ایک ہی دفعہ۔ اللہ تعالیٰ کے ان گنت اور بے شمار فرشتے ہیں۔ ان میں سے چار بڑی شان اور رتبے والے ہیں۔ پہلے جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پیغمبروں پر لاتے تھے۔ یہ تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ دوسرے فرشتے حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بارش کا نظام ان کے سپرد کیا ہے۔ تیسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بگل پکڑایا ہوا ہے کہ جس وقت میرا حکم ہو تم بگل پھونک دینا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کبڑے ہو کر کھڑے ہیں۔ ایک کان اُنھوں نے اُٹھایا ہوا ہے اور دوسرا پست ہے۔ اور منتظر ہیں کہ مجھے کب حکم ملتا ہے بگل پھونکنے کا۔ چوتھے عزائیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جان نکالنے کا محکمہ ان کے سپرد کیا ہوا ہے۔

تو جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے فوراً قیامت برپا ہو جائے گی وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ اور اُٹھالی جائے گی زمین۔ آج زمین میں بلندی اور پستی ہے۔ گڑھے ہیں، پہاڑ ہیں، قیامت آئے گی تو ہر شے برابر کر دی جائے گی۔ یہ مضبوط پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑتے پھریں گے۔ اور ایسے ہموار ہوگی کہ اگر کوئی مشرق سے مغرب کی طرف انڈہ لڑھکائے تو اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر

۱۰۶-۱۰۷ میں ہے فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا "پس کردے گا اس کو ہموار زمین لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ [سورۃ التکویر، پارہ: ۳۰] "اور جب سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی۔" پانی پٹرول کی طرح جلے گا۔

تو فرمایا اُٹھادی جائے گی زمین وَالْجِبَالُ اور پہاڑ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً پس کوٹ دیا جائے گا دونوں کو زمین اور پہاڑوں کو ایک ہی دفعہ کوٹنا۔ فرمایا جس وقت یہ ہوگا فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ پس اُس دن واقع ہوگی واقع ہونے والی۔ قیامت کا نام واقعہ بھی ہے۔ اُس دن قیامت قائم ہوگی وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ اور پھٹ جائے گا آسمان فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ پس وہ اُس دن کمزور ہوگا۔ ہزارہا سال گزر چکے ہیں آسمان اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ جب قیامت قائم ہوگی تو پھٹیں گے۔ ساتواں گرے گا چھٹے پر چھٹا گرے گا پانچویں پر اور پانچواں چوتھے پر اور چوتھا تیسرے پر اور تیسرا دوسرے پر اور دوسرا پہلے پر۔ چونکہ دنیا کا نظام لپیٹنا ہوگا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو جیسے لپیٹا جاتا ہے بستہ کتابوں پر۔" جیسے پڑھنے والے جب پڑھائی سے فارغ ہوتے ہیں تو اپنے بستے میں سب کتابیں لپیٹ دیتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ زمین آسمان کو لپیٹ کر رکھ دیں گے۔

تو فرمایا اس دن آسمان کمزور ہوگا وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا۔ اَرْجَاءٌ رجاء کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کنارہ۔ معنیٰ ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ آج آسمان میں بقدر چار انگشت بھی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی

حمد وثنا میں مصروف نہ ہو۔ فرشتوں کی حمد وثنا ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔ اس کلمے کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ بہت محبوب ہے۔ یہ فرشتوں کی تسبیح ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کلمے کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

جس وقت آسمان پھٹے گا تو فرشتے آسمان کے کناروں پر چلے جائیں گے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اور اُٹھائیں گے آپ کے رب کے عرش کو اپنے اُوپر اُس دن آٹھ فرشتے۔ ثَمٰنِيَةٌ کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ ثَمَانِيَةُ نفوس آٹھ فرشتے ہوں گے۔ اور ایک مطلب ثمانية صفوف بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی اللہ تعالیٰ کے عرش کو اُٹھانے والی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ میں سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں۔ یوں سمجھو کہ ضلع گوجرانوالا کے برابر تھا لوط علیہ السلام کی قوم کا علاقہ۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے سارے علاقے کو ایک پَر پر اُٹھا کر اُلٹا کر دیا۔ تو رب تعالیٰ نے فرشتوں کو بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ تو آٹھ صفوں کی بھی تفسیر کی گئی ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں عرش کو اُٹھانے والی ہوں گی۔ باقی ایک صف میں کتنے فرشتے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ آٹھ نفوس، آٹھ افراد، آٹھ فرشتے عرش الٰہی کو اُٹھا رہے ہوں گے يَوْمَئِذٍ اُس دن تُعْرَضُوْنَ تم پیش کیے جاؤ گے رب کے سامنے لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ نہیں مخفی رہے گی تم سے کوئی مخفی بات۔ کوئی بات مخفی نہیں رہے گی ہر شے سامنے آجائے گی۔ اور یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ کوئی نفس مخفی نہیں رہے

گا۔ آج تو چور، ڈاکو، فاسق، قاتل چھپ جاتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں چلے گئے، دوسرے ملکوں میں چلے گئے، چھپ گئے۔ لیکن جس دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی کوئی نفس بھی نہیں چھپ سکے گا۔ پھر کیا ہوگا؟

کامیاب گروہ کا تذکرہ :

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ پس بہرحال وہ آدمی جس کو پرچہ، اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا جس میں قول، فعل ہر شے درج ہوگی فَیَقُوْلُ پس وہ کہے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ پڑھو میرے خط کو، میرے اعمال نامے کو۔

دیکھو دنیا کے امتحان آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اتنے بھی نہیں جتنا کھیل ہوتا ہے۔ لیکن اس دنیا کے امتحان میں جب بچے پاس ہوتے ہیں تو لڈیاں مارتے ہیں، لڈو بانٹتے ہیں کہ میں پاس ہوگیا ہوں۔ استاد ماں باپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ تمھارا بچہ پاس ہوگیا ہے۔ ماں باپ استادوں کو مبارک دیتے ہیں۔ اصل امتحان پاس ہونے والا تو آخرت کا امتحان ہے۔ وہاں جو پاس ہوگا بڑا خوش ہوگا اور جو، جو اس کے سامنے آئے گا اس کو کہے گا پڑھو یہ میرا پرچہ اِنِّیْ ظَنَنْتُ بے شک میں نے یقین کیا تھا دنیا میں کہ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ بے شک میں ملنے والا ہوں اپنے حساب کو۔ مجھے دنیا میں یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن حساب کا آنے والا ہے اس لیے میں آخرت کی تیاری کرتا رہا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے دائیں ہاتھ میں پرچہ مل گیا ہے اور میں کامیاب ہوگیا ہوں فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ جنت کے عیش و آرام اور خوشیوں کا آج ہم دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت کی ایک ہاتھ جگہ دنیا و مافیہا کی قیمت سے زیادہ ہے۔ اور حوروں کا لباس تو درکنار ان کے

دوپٹے کی قیمت دنیاومافیھا نہیں بن سکتی۔

توفرمایا پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ جنت میں ہوگا جو بلند جگہ ہوگی۔ مرتبے کے لحاظ سے بھی بلند اور محلِ وقوع کے اعتبار سے بھی بلند ہوگی قُطُوْفُهَا قُطوف قَطْفٌ کی جمع ہے وہ پھل جو پکنے کے بعد اُتارا جائے دَانِيَةٌ قریب ہوں گے۔ جنت کی خصوصیت یہ ہے کہ درخت کی چوٹی پر پھل لگا ہوا ہے اور جنتی کا ارادہ ہوا اس کو کھانے کا۔ ارادہ کرتے ہی وہ پھل خود بہ خود جھک کر سامنے آجائے گا اُٹھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اگر کوئی لیٹا ہوا ہے اُٹھ کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ جنت کیا ہوگی؟ ایک چھوٹی خدائی ہوگی۔ جیسے رب تعالیٰ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [یٰسین:] "اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتے ہیں تو کہتے ہیں ہوجا پس وہ ہوجاتا ہے۔" اسی طرح جنتی بھی جو چاہے گا اللہ تعالیٰ فوراً کر دیں گے۔ اگر کوئی آدمی اُڑنے کا ارادہ کرے گا وہ فوراً اُڑ پڑے گا۔ پرندے بڑی بلندی پر اُڑتے ہوں گے یہ ارادہ کرے گا کہ فلاں پرندہ میری خوراک بن جائے۔ ارادہ کرتے ہی وہ بھُنا ہوا سامنے ہوگا۔

بخاری شریف میں روایت ہے ایک آدمی نے کہا حضرت مجھے کاشت کاری کا بڑا شوق ہے۔ مجھے وہاں کاشت کاری کی اجازت ملے گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھائی! وہاں کاشت کاری کی ضرورت کیا ہوگی سب چیزیں مفت ملیں گی۔ کہنے لگا حضرت! میں ویسے پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا ہاں! اگر کوئی خواہش کرے گا تو اس کو اجازت مل جائے گی۔ اور جوں ہی دانے پھینکے گا ساتھ ہی اُگ جائیں گے اور کھڑے کھڑے کھیتی

پک کر کٹ کر سامنے ڈھیر لگ جائیں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! تیرا پیٹ نہیں بھرتا۔

تو فرمایا اس کے پھل لٹکے ہوئے ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کُلُوْا کھاؤ جنت کے میوے وَاشْرَبُوْا اور پیو جنت کی نہروں کا پانی۔ دودھ، شراب، شہد، جو چاہو پیو هَنِيْٓـًٔا مزے دار طریقے سے بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے آگے بھیجے ہیں گزرے ہوئے دنوں میں۔ یہ ان کا صلہ ہے۔ اور جس نے عمل ہی نہیں کیا یا بُرے عمل کیے تو وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔ اگر عقیدہ صحیح ہے تو پھر سزا بھگت کے جنت میں جائیں گے۔ یہ تو اصحاب الیمین کا حال بیان ہوا۔ اب دوسروں کا بھی سن لو۔

ناکام گروہ کا تذکرہ :

فرمایا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ اور بہر حال وہ شخص جس کو دیا گیا اعمال نامہ بِشِمَالِهٖ اس کے بائیں ہاتھ میں۔ فرشتے پیچھے سے آکر اس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں پکڑائیں گے۔ وہ اس کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے فَيَقُوْلُ پس وہ کہے گا يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ کاش مجھے یہ پرچہ نہ ہی دیا جاتا وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ اے کاش کہ ہو جائے موت فیصلہ کرنے والی۔ موت مجھے آکر ختم کر دے۔ لیکن وہاں تو لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى "نہ مرے گا نہ جیے گا۔" اگر وہاں مارنا مقصود ہو تو جہنم کی آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے۔ سانپ کا ایک ڈنک ہی کافی ہے۔ بچھو کا ایک ڈنک ہی کافی ہے۔ لیکن مارنا مقصود نہیں ہے سزا دینا مقصود ہے۔

تو کہے گا کاش کہ موت فیصلہ کردے اور میری زندگی ختم کردے مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ نہ کفایت کی میری میرے مال نے۔ میرا مال میرے کام نہیں آیا جو میں دنیا میں کماتا رہا هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ہلاک ہوگئی میری بادشاہت، میری سرداری، میری چودھراہٹ بھی ختم ہوگئی۔ دنیا میں میرے بڑے نوکر چاکر تھے آج میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ دن ہوگا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۝۳۴ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ۝۳۵ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ۝ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔" ایک دوسرے سے چھپتے پھریں گے کہ کوئی نیکی کا سوال نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سارے نتیجے سے قرآن پاک میں آگاہ کردیا ہے اور بتادیا ہے کہ اب تمھاری مرضی ہے کہ دوزخ کی طرف جاتے ہو یا جنت کی طرف۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔

[امین]

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝٣٠ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝٣١ ثُمَّ فِيْ
سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝٣٢ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝٣٣ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝٣٤ فَلَيْسَ
لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝٣٥ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝٣٦
لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۝٣٧ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝٣٨ وَمَا
لَا تُبْصِرُوْنَ ۝٣٩ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝٤٠ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ
قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝٤١ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝٤٢
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٤٣ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ
الْاَقَاوِيْلِ ۝٤٤ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝٤٥ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝٤٦
فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝٤٧ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ
لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٤٨ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝٤٩ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝٥٠ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝٥١ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝٥٢

خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَغُلُّوْهُ پس اس کے گلے میں طوق ڈالو
ثُمَّ الْجَحِيْمَ پھر آگ کے شعلوں میں صَلُّوْهُ داخل کردو اس کو ثُمَّ
فِيْ سِلْسِلَةٍ پھر زنجیروں میں ذَرْعُهَا جن کی پیمائش سَبْعُوْنَ
ذِرَاعًا ستر گز لمبی ہے فَاسْلُكُوْهُ پس جکڑ دو اس کو اِنَّهٗ كَانَ لَا
يُؤْمِنُ بے شک یہ نہیں ایمان لاتا تھا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر الْعَظِيْمِ
جو بڑی ذات ہے وَلَا يَحُضُّ اور نہیں آمادہ کرتا تھا عَلٰى طَعَامِ

الْمِسْكِيْنِ مسکین کے کھانا کھلانے پر فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ پس نہیں ہے
اس کے لیے آج کے دن هٰهُنَا یہاں پر حَمِيْمٌ کوئی دوست
وَّلَا طَعَامٌ اور نہ خوراک ہے اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ مگر غسلین لَّا
يَاْكُلُهٗ نہیں کھائیں گے اس کو اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ مگر خطا کار فَلَآ
اُقْسِمُ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں بِمَا ان چیزوں کی تُبْصِرُوْنَ
جن کو تم دیکھتے ہو وَمَا اور ان چیزوں کی لَا تُبْصِرُوْنَ جن کو تم نہیں
دیکھتے اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن کریم لَقَوْلُ رَسُوْلٍ البتہ قول ہے
رسول کا كَرِيْمٍ جو عزت والا ہے وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہیں
ہے یہ شاعر کا قول قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ بہت کم تم ایمان لاتے ہو وَلَا
بِقَوْلِ كَاهِنٍ اور نہ یہ کاھن کا قول ہے قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم
نصیحت حاصل کرتے ہو تَنْزِيْلٌ اُتارا ہوا ہے مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ
رب العالمین کی طرف سے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور اگر کوئی بات ہمارے
ذمہ لگا دے بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ بعض باتیں لَاَخَذْنَا مِنْهُ البتہ ہم
پکڑتے اس کو بِالْيَمِيْنِ قوت کے ساتھ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ پھر البتہ ہم
کاٹ دیتے اس کی الْوَتِيْنَ شہ رگ فَمَا مِنْكُمْ پس نہ ہوتا تم میں
سے مِّنْ اَحَدٍ کوئی بھی عَنْهُ حٰجِزِيْنَ اس سے روکنے والے
وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ اور بے شک یہ قرآن کریم البتہ نصیحت ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ

پرہیزگاروں کے لیے وَاِنَّا اور بے شک ہم لَنَعْلَمُ البتہ جانتے ہیں اَنَّ مِنْكُمْ بے شک تم میں سے مُّكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والے ہیں وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ اور بے شک یہ قرآن البتہ حسرت ہوگا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَحَقُّ الْيَقِيْنِ البتہ حق الیقین ہے فَسَبِّحْ پس آپ پاکیزگی بیان کریں بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ اپنے رب کے نام کے ساتھ جو بڑا ہے۔

ربط :

کل کے سبق میں تم نے دو گروہوں کا ذکر سنا کہ وہ جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ بڑے خوش ہوں گے اور جو ملے گا اُسے کہیں گے هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ "پڑھو یہ میرا اعمال نامہ۔" اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا۔ وہ افسوس کریں گے اور کہیں گے يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ "ہائے افسوس کاش کہ مجھے یہ اعمال نامہ نہ ملتا موت مجھے پہلے ہی ختم کر دیتی میرے مال نے بھی مجھے فائدہ نہیں دیا اور میری چودھراہٹ بھی ختم ہوگئی۔"

انجام مجرمین :

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَغُلُّوْهُ پس اس کے گلے میں طوق ڈال دو ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ پھر آگ کے شعلوں میں داخل کر دو اس کو ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ پھر زنجیروں میں ذَرْعُهَا جن کی پیائش، لمبائی سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ستر ہاتھ ہے (ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے) ان زنجیروں میں فَاسْلُكُوْهُ

جکڑ دو اس کو۔ دوزخ میں خوشی سے کون جائے گا۔ فرشتے رب تعالیٰ کے حکم سے گلے میں طوق، پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیروں میں جکڑ کر کھینچ کر دوزخ میں پھینکیں گے۔ کیوں؟ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو بڑی ذات ہے ایمان نہیں لاتا تھا۔ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید مانی، نہ پیغمبر کی رسالت مانی، نہ آخرت کو تسلیم کیا، نہ فرشتوں کو مانا، نہ حلال حرام کے قانون کو تسلیم کیا۔ الغرض اس نے رب تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانا۔ اور دوسرا جرم یہ کہ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اور نہیں آمادہ کرتا تھا اپنے نفس کو مسکین کے کھانا کھلانے پر۔ اور اگر خود غریب تھا تو دوسروں کو بھی ترغیب نہیں دیتا تھا غریب کو کھانا کھلانے کی کہ یہ غریب ہے اس کا خیال رکھنا۔

مال داروں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں کا حق ہے :

یاد رکھنا! مال داروں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں کا حق ہے۔ اتنا نہ سمجھو کہ زکوٰۃ دے دی، عُشر دے دیا، فطرانہ دے دیا، قربانی کی کھال دے دی اور فارغ ہو گئے۔ بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ "بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔" ہر آدمی اپنی برادری کے بندوں کی غربت کو جانتا ہے، اپنے محلے کے لوگوں کی پوزیشن کو جانتا ہے۔ از خود ان کی امداد کریں ان کو مانگنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہ مال داروں کا فریضہ ہے۔ قیامت والے دن اس کی باز پرس ہوگی کہ میں نے تجھے مال دیا تھا اس پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا غریبوں کے حقوق کیوں نہیں ادا کیے۔ لہٰذا اپنی اپنی حیثیت کے مطابق غریبوں اور ناداروں کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔

تو فرمایا اس کا پہلا جرم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور احکام پر ایمان

نہیں لایا۔ دوسرا جرم یہ کہ مسکینوں کی خوراک پر اپنے نفس کو آمادہ نہیں کیا اور نہ دوسرے لوگوں کو ترغیب دی فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ نہیں ہے اس کے لیے آج کے دن کوئی مخلص دوست۔ کوئی اس کا ساتھ دینے کے لیے وہاں تیار نہیں ہوگا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ کسی کا کسی نے کیا ساتھ دینا ہے۔ اور دوسری بات: وَّلَا طَعَامٌ اور نہ اس کے لیے خوراک ہے اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ غسلین کا ایک معنٰی تھوہر کا درخت کرتے ہیں۔ یہ بڑا زہریلا اور کڑوا ہوتا ہے۔ کوئی بھی جانور اس کے قریب نہیں جاتا۔ پھر دوزخ کی غسلین تو دوزخ کی غسلین ہوگی کہ اس کا ایک قطرہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ بدبوانتی کہ حدیث پاک میں آتا ہے مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک اس کے ایک قطرے کی بدبو سے کوئی جان دار چیز زندہ نہ رہے۔

اور غسلین کا دوسرا معنٰی یہ کرتے ہیں کہ زخموں کے اندر پیپ پیدا ہو جاتی ہے اور ڈاکٹران زخموں کو پانی سے دھوتے ہیں۔ تو وہ پانی جس سے زخموں کو دھویا گیا ہے جس میں پیپ بھی آئی ہے اور خون بھی آیا ہے یہ پانی ان کی خوراک ہوگی۔ لَّا يَأْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ نہیں کھائیں گے اس کو مگر وہ لوگ جو خطا کار ہیں۔ گناہ گاروں کی خوراک ہو گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ان کو پیشاب، پاخانہ کھلایا جائے گا۔ جن کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا ان کا یہ حال ہوگا۔

حقانیتِ قرآن :

آگے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی حقانیت بیان فرماتے ہیں فَلَآ اُقْسِمُ۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم ہو یا حرف قسم ہو اس سے پہلے ما کا لفظ آئے یا لا کا لفظ آئے تو وہ زایدہ ہوتا ہے اس کا معنٰی نہیں ہوتا۔ لکھنے پڑھنے میں آتا ہے معنٰی نہیں ہوتا۔ فرمایا

فَلَآ اُقۡسِمُ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو۔ زمین کو دیکھتے ہو، آسمان کو دیکھتے ہو، پہاڑوں کو دیکھتے ہو، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھتے ہو وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے۔ فرشتوں کو نہیں دیکھتے، جن ہمیں نظر نہیں آتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جنات اور فرشتے ہم سے زیادہ ہیں۔ زمین کی تہہ میں بے شمار چیزیں ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں۔ پہاڑوں کے غاروں میں جو چیزیں ہیں وہ ہمیں نظر نہیں آتی۔ دور ہیں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں جو چیزیں تمھیں نظر آتی ہیں میں ان کی قسم اُٹھاتا ہوں اور جو چیزیں تمھیں نظر نہیں آتیں ان کی قسم اُٹھاتا ہوں۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قسم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی جائز نہیں ہے؟ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے مَنۡ اَقۡسَمَ بِغَيۡرِ اللّٰهِ فَقَدۡ اَشۡرَكَ بِاللّٰهِ "جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائی تو اس نے شرک کیا۔" لہٰذا بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ کہ قسم دو قسم پر ہے۔ ایک کسی شے کی عظمت کی قسم اُٹھائی جاتی ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائی جاتی ہے اس کی تعظیم کے لیے کہ اگر میں غلط بیانی کروں گا تو اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ یہ قسم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی اُٹھائے گا تو شرک کرے گا۔ اور ایک قسم ہوتی ہے گواہی کے لیے کہ جس چیز کی قسم اُٹھا رہا ہوں اس کو گواہ بنا رہا ہوں۔ اپنی بات پر بہ طور گواہ کے پیش کر رہا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسم اُٹھائی ہے ان کو گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہے۔ اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۲۳ میں ہے لَا يُسۡـَٔلُ عَمَّا يَفۡعَلُ وَهُمۡ يُسۡـَٔلُوۡنَ "نہیں پوچھا جا سکتا

اس سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے پوچھا جائے گا۔" تو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم اُٹھا کران کو بہ طور گواہ کے پیش کیا ہے کہ یہ ساری چیزیں میری بات کی گواہی دیتی ہیں۔ میں قسم اُٹھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے اِنَّہٗ بے شک یہ قرآن کریم لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ کہا ہوا ہے ایسے رسول کا جو عزت والا ہے وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہیں ہے یہ شاعر کا قول قَلِیْلًا بہت کم مَّا تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان لاتے ہو وَلَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ اور نہ فال نکالنے والے کا قول ہے۔ کہا ہوا پیغمبر کا ہے یعنی اس کی زبان سے جاری ہوا ہے۔ انھوں نے اپنی طرف سے نہیں بنایا تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اُتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے۔ بعض جاہل کہتے تھے اَئِنَّا لَتَارِکُوْا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ [صافات:۳۶] "کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔" اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ یہ شاعر کا قول نہیں ہے اور یہ کاھن یعنی فال نکالنے والے کی بات بھی نہیں ہے۔ وہ بھی جھوٹی سچی باتیں بتا کر لوگوں پر اپنا سکہ جماتے ہیں۔ پیغمبر کی ہر بات حق ہوتی ہے۔

اور کئی دفعہ تم یہ روایت سن چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ اَتٰی کَاھِنًا "جو آدمی فال نکالنے والے کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ پس تحقیق اس نے انکار کر دیا اس چیز کا جو نازل کی گئی ہے محمد ﷺ پر۔" اور اگر اس کی باتوں کی تصدیق نہیں کی ویسے دل لگی کے لیے گیا تو اس کی چالیس دن رات کی عبادت کا اجر ضائع ہو گیا۔

توھمات :

آج کل عام لوگ وہم میں مبتلا ہیں۔ تھوڑی بیماری لمبی ہو گئی تو کہتے ہیں مجھ پر کسی

نے وار کر دیا ہے۔ اور ان کاہنوں نے ان کے دماغ خراب کیے ہوئے ہیں۔ جو بچہ ابھی پیدا ہوا اس کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ اس پر کسی نے وار کر دیا ہے۔ اللہ کے بندو! طبعی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ آخر اس زمانے میں کون سا آدمی سو فیصد تندرست ہے۔ تو کیا سب پر وار ہو گیا ہے؟ کوئی آدمی ذہنی لحاظ سے خوش حال نہیں ہے۔ کوئی گھر ایسا نہیں ہے جو پریشان نہ ہو۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کوئی پریشانی بتا دیتا ہے اور کوئی کسی کے سامنے اپنی پریشانی کا ذکر نہیں کرتا۔ تو کیا ساری دنیا پر جادو کیا ہوا ہے؟ اعمال ہمارے صحیح نہیں، خوراکیں ہماری صحیح نہیں ہیں۔ ساری کھادیں ہمارے گھٹنوں میں ہیں۔ پھر عموماً عورتوں میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے۔ اپنی چیز کی حفاظت کرنی نہیں، زیور اُتار کر رکھ دیا، گھڑی رکھ دی، کسی نے اُٹھالی، پھر شک کرتی ہیں کہ فلاں نے اُٹھائی ہے، فلاں نے اُٹھائی ہے۔ پھر فال نکالتی پھرتی ہیں۔

یاد رکھو! اپنی چیزوں کی پوری حفاظت کرو۔ میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ اپنی جوتیوں کی حفاظت کرو۔ طبرانی شریف میں روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِجْعَلْ نَعْلَيْكَ تَحْتَ عَيْنَيْكَ "اپنے جوتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔" لوگ اپنے جوتوں کی حفاظت نہیں کرتے۔ چور اُٹھا کے لے جاتے ہیں تو گناہ بھی ہوا حفاظت نہ کرنے کا اور نقصان بھی ہوا۔

تو فرمایا نہ یہ قرآن کریم شاعر کا قول ہے اور نہ کاہن کا قول ہے قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور اگر وہ لگا دیتے ہمارے ذمے بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ کچھ باتیں۔ اقاویل اقوال کی جمع ہے اور اقوال

قول کی جمع ہے۔تو اقاویل جمع الجمع ہے یعنی جمع کی جمع ہے۔رب تعالیٰ نے یہ بات کہی ہے کہ اگر پیغمبر ہمارے ذمہ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر لگا دیتا کہ یہ بات رب تعالیٰ نے کہی ہے اور رب تعالیٰ نے کہی نہ ہوتی لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔یمین کے معنیٰ قوت کے بھی ہوتے ہیں۔البتہ ہم پکڑتے اس کو قوت کے ساتھ۔اور قوت کے ساتھ پکڑ کر ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ پھر ہم کاٹ دیتے اس کی شہ رگ۔یمین کا معنیٰ دایاں ہاتھ بھی ہوتا ہے۔عموماً جس وقت جلاد کسی کا سر اُڑاتا ہے تو اپنے دائیں ہاتھ سے مجرم کی گردن پر تلوار چلاتا ہے۔اگر پیغمبر نے ہمارے ذمہ ایسی بات لگائی ہوتی جو ہم نے نہیں کہی تو ہم اس کی جان نکال دیتے۔

قادیانی دھوکہ :

قادیانی لوگوں کو اس آیت کریمہ کے ذریعے دھوکا دیتے ہیں۔کہتے ہیں کہ دیکھو! مرزا صاحب اگر جھوٹے ہوتے تو جس وقت اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا رب نے ہلاک کیوں نہ کیا؟ اس سلسلے میں مولانا حبیب اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے۔اس میں اُنھوں نے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے پہلے صریح لفظوں میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔کبھی کہتا تھا میں مہدی ہوں، کبھی کہتا تھا میں مسیح موعود ہوں، کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہتا تھا۔دجل وفریب سے کام لیتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو چھ سال بعد ہیضے میں مبتلا ہوا اور بیت الخلاء میں مر گیا۔اس مسئلہ پر" عشرہ کاملہ" عمدہ کتاب ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔اگر نبی ہوتا تو اس کی قبر ٹٹی خانے میں ہونی چاہیے تھی۔اس سے زیادہ اور

کیا ذلت کی بات ہے کہ بیٹھے سے ٹٹی خانے میں مرا۔ کسی آدمی نے سوال کیا کہ سنا ہے کہ پاخانہ اس کے منہ کے راستے سے آتا رہا۔ حضرت نے جواب دیا بہت کچھ لکھا ہے۔
فرمایا فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ پس نہ ہوتا تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا کہ اے پروردگار! اس کی شہ رگ کیوں کاٹتے ہو۔ فرمایا وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ اور بے شک یہ قرآن پاک نصیحت ہے لِّلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کے لیے وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اور بے شک البتہ ہم جانتے ہیں اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ بے شک تم میں سے قرآن کو جھٹلانے والے ہیں۔ لیکن یاد رکھو وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ اور بے شک یہ قرآن کریم حسرت ہوگی کافروں پر، انکار کرنے والوں پر۔ قیامت والے دن اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹیں گے کہ ہائے ہم نے کیوں نہ مانا قرآن پاک مان لیتے اس پر عمل کرتے اس کے مطابق عقیدہ بناتے تو آج عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔ اور فرمایا وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ اور بے شک یہ حق الیقین ہے۔ قرآن پاک پکی اور سچی کتاب ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بیان کی گئی ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کریں جو بڑا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کثرت سے پڑھو۔ قیامت والے دن اس کا بہت زیادہ وزن ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں وزن میں بڑے بھاری ہیں
سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الۡمَعَارِجِ

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتہا ۴۴ ۷۰ سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ۷۹ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌۙ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِؕ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍۚ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاۙ ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًاؕ ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِۙ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِۙ ﴿۹﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًاۚۖ ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِۙ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِۙ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُـْٔوِيْهِۙ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًاۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِۙ ﴿۱۴﴾ كَلَّاؕ اِنَّهَا لَظٰىۙ ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰىۚۖ ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰىۙ ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾

سَاَلَ سَآئِلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ایسا عذاب جو واقع ہونے والا ہے لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ نہیں اس کو کوئی ٹالنے والا مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذِى الْمَعَارِجِ سیڑھیوں والا ہے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ چڑھتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ اور روح القدس اِلَيْهِ اس کی طرف فِىْ يَوْمٍ ایک دن میں

كَانَ مِقْدَارُهٗ ہے جس کی مقدار خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ پچاس ہزار سال
فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں صَبْرًا جَمِيْلًا صبر کرنا اچھا اِنَّهُمْ
يَرَوْنَهٗ بے شک وہ دیکھتے ہیں اس کو بَعِيْدًا دور وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا
اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب يَوْمَ جس دن تَكُوْنُ السَّمَآءُ ہو
جائے گا آسمان كَالْمُهْلِ تلچھٹ کی طرح وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو
جائیں گے پہاڑ كَالْعِهْنِ دھنی ہوئی روئی کی طرح وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ
اور نہیں پوچھے گا کوئی مخلص دوست حَمِيْمًا کسی مخلص دوست کو
يُّبَصَّرُوْنَهُمْ دکھائے جائیں گے ان کو وہ دوست يَوَدُّ الْمُجْرِمُ پسند
کرے گا مجرم لَوْ يَفْتَدِيْ اس بات کو کہ وہ فدیہ دے دے مِنْ
عَذَابِ يَوْمِئِذٍ اس دن کے عذاب سے بِبَنِيْهِ اپنے بیٹوں کو
وَصَاحِبَتِهٖ اور بیوی کو وَاَخِيْهِ اور اپنے بھائیوں کو وَفَصِيْلَتِهِ
اور اپنے قبیلے کو الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ جو اس کو پناہ دیتا تھا وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
اور ان کو جو زمین میں ہیں سارے ثُمَّ يُنْجِيْهِ پھر اپنے آپ کو نجات
دلائے كَلَّا ہرگز نہیں ہوگا اِنَّهَا لَظٰى بے شک وہ آگ بھڑکتی ہے
نَزَّاعَةً کھینچنے والی ہے لِّلشَّوٰى کلیجے کو تَدْعُوْا وہ آگ بلائے
گی مَنْ اَدْبَرَ جنھوں نے پیٹھ پھیری وَتَوَلّٰى اور روگردانی کی
وَجَمَعَ اور جس نے مال جمع کیا فَاَوْعٰى اور سمیٹ سمیٹ کر رکھا۔

نام وکوائف:

اس سورت کا نام معارج ہے۔ تیسری آیت کریمہ میں معارج کا لفظ موجود ہے جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ معارج مِعْرَجٌ کی جمع ہے۔ یہ آلہ کا صیغہ ہے۔ جس کا معنٰی ہے اُوپر چڑھنے کا آلہ۔ اور اس کا مفرد مَعْرَجٌ بھی آتا ہے۔ یہ ظرف کا صیغہ ہے، چڑھنے کی جگہ۔ سیڑھیوں کے ذریعے آدمی مکان پر چڑھتا ہے۔ تو اس صورت میں معنٰی ہوگا سیڑھیاں۔

مکہ مکرمہ میں بعض کافر بڑے منہ پھٹ اور بے لحاظ تھے۔ جیسے: ابو جہل، ابولہب، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث۔ نضر بن حارث مال دار آدمی تھا۔ جس کے پاس پیسے ہوں دنیا اس کی خواہ مخواہ عزت کرتی ہے، سلوٹ مارتی ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت مخالفین میں سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ان میں سے کوئی نہ کوئی ہر وقت بیٹھا رہتا تھا کہ دیکھیں یہ کیا کہتا ہے۔ نضر بن حارث آپ کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو کہ اگر ہم ایمان نہ لائیں اور آپ کی تصدیق نہ کریں تو ہمارے اُوپر عذاب آئے گا۔ وہ عذاب کہاں چھپا رکھا ہے۔ وہ عذاب لاؤ نا!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَاَلَ سَآىِٕلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ وہ عذاب جو واقع ہونے والا ہے۔ گرائمر کا مسئلہ ہے سَاَلَ یَسْئَلُ فتح یفتح کا باب ہے۔ اگر اس کا مصدر مَسْئَلَةٌ آئے تو اس کا معنٰی ہے مانگنا۔ اور اگر اس کا مصدر سوال آئے تو اس کا معنٰی ہے پوچھنا، دریافت کرنا۔ پہلے لفظ کا مصدر ہے مسئلہ۔ معنٰی ہے مانگنا۔ سَآىِٕلٌ، ایک مانگنے والے نے مانگا۔ وہ نضر بن حارث تھا۔ کیا مانگا؟ وہ

عذاب جو واقع ہونے والا ہے لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے۔ لام تخصیص کے لیے ہے۔ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ نہیں کوئی اس عذاب کو ٹالنے والا۔ رب تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب آئے گا اس کو کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ وہ مرتے وقت بھی ہوگا، قبر میں بھی ہوگا، حشر میں بھی ہوگا، دوزخ میں بھی ہوگا۔ موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ [لانفال:۵۰] "ان کے مونہوں پر اور پیٹھوں پر ہتھوڑے ماریں گے" اور کہیں گے اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ [الانعام:۹۳] "اپنی جانیں ہمارے حوالے کرو۔" پھر قبر، حشر اور دوزخ میں ہوگا۔

تو فرمایا اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں ہے مِّنَ اللّٰهِ۔ یہ جار مجرور واقع کے متعلق ہے۔ یعنی ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذِي الْمَعَارِجِ جو سیڑھیوں والا ہے۔ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ معارج کا معنیٰ درجوں والا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا جو درجوں والا ہے رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ [مومن:۱۵] "بہت اُونچی شانوں والا ہے۔" یعنی اُونچی شانوں والے کی طرف سے عذاب آئے گا۔ تو مِعْرَجٌ کی جمع ہو تو چڑھنے کے آلے اور مَعْرَجٌ کی جمع ہو تو چڑھنے کی جگہ۔ آسمانوں کو معارج کہتے ہیں کہ یہ فرشتوں کی سیڑھیاں ہیں۔ جیسے ہم مکان پر چڑھتے ہیں تو سیڑھیاں ہوتی ہیں۔ یہ آسمان اُوپر جانے کے لیے سیڑھیاں ہیں۔

فرشتوں کی تبدیلی کے اوقات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ چڑھتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ اور روح القدس بھی اس کی طرف۔ کراماً کاتبین فرشتوں کی ڈیوٹیاں دو وقت تبدیل ہوتی ہیں، صبح کے وقت اور عصر کے وقت۔ مثلاً: آج صبح کی نماز جب شروع ہوئی تو اس مسجد

کے ساتھ جتنے لوگ وابستہ ہیں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان، ان تمام کے رات والے فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوگئی اور دن والے آگئے اور چارج سنبھال لیا۔ رات والے فرشتے آسمانوں کو طے کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے۔ رب تعالیٰ سوال کرتے ہیں کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ "تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟" رب تعالیٰ کو تو سب معلوم ہے مگر فرشتوں کی زبانی اپنے بندوں کی تعریف سننا چاہتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار! جب ہم گئے تھے اس وقت عصر کی نماز میں مصروف تھے اور اب جب ہم آئے ہیں تو صبح کی نماز میں مصروف تھے۔ فرشتوں کے آنے جانے میں کوئی وقت نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی قوت دی ہے کہ ایک لمحے میں آجا سکتے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حرم کی کسی شے کو کاٹنے کی اجازت نہیں ہے، حرام ہے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! اِذخر گھاس حرم میں ہے۔ یہ ہمارے گھروں میں بھی کام آتا ہے، قبروں میں بھی کام آتا ہے، ساروں اور لوہاروں کے بھی کام آتا ہے۔ اس کو لینے کے لیے اگر ہم ایک مٹھی گھاس لینے کے لیے حرم سے باہر جائیں گے تو سارا دن صرف ہو جائے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِلَّا الْاِذْخِر ہاں! اِذخر گھاس کی تمھیں اجازت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ استثناء بذریعہ وحی فرمایا۔

تو اب سوال یہ ہے کہ ایک سیکنڈ میں وحی آگئی، جبرئیل علیہ السلام پہنچ گئے؟ اس کا جواب امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں جو بہت بڑے عالم اور وکیلِ احناف ہیں۔ ان کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جو فنِ رجال کے استاد اور ماہر ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام طحاوی اتنے بڑے عالم تھے کہ لَمْ یَخْلُفْ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ "اپنے جیسا ذہین آدمی اُنھوں نے اپنے

بعد نہیں چھوڑا۔" تو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَلَا یُنْکِرُہٗ اِلَّا مُلْحِدٌ اَوْ زِنْدِیْقٌ "اور نہیں انکار کرتا اتنی جلدی وحی آنے کا مگر ملحد اور زندیق۔" وحی کے لانے میں کیا دیر لگ سکتی ہے۔ تو فرمایا چڑھتے ہیں فرشتے اور روح القدس جبرئیل علیہ السلام اس کی طرف فِیْ یَوْمٍ حقیقتاً وہ عذاب اس دن میں واقع ہوگا کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ہے مقدار اس کی پچاس ہزار سال۔

میدانِ محشر کا منظر نامہ :

میدانِ محشر ہوگا، اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی، سورج میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا۔ آج سائنس دان کہتے ہیں کہ سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے۔ لیکن اس کی تپش کو ہم جیٹھ، ہاڑ، ساون میں برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا پھر اس کی گرمی کا کیا حال ہوگا؟ لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو ناف تک، کسی کو حلق تک ہوگا۔ اور نفسی نفسی پکاریں گے۔ بڑا افراتفری کا عالم ہوگا۔

آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے اور آپ سے آگے نسلِ انسانی چلی ہے۔ آپ رب تعالیٰ سے درخواست کریں کہ حساب جلدی شروع ہو جائے تاکہ اس پہلی مصیبت سے تو جان چھوٹے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے لَسْتُ ھُنَاكَ میرے اندر ہمت نہیں ہے کہ میں رب تعالیٰ کے سامنے جاؤں۔ مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ میں نے گندم کا دانہ کھا لیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ بھی معذرت کریں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ تو نے مشرک بیٹے

کے لیے سوال کیوں کیا تھا تو کیا کروں گا؟

مختلف پیغمبروں سے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی کے پاس جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقامِ محمود پر تشریف لے جائیں گے اور رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ رب تعالیٰ مجھے ایسے کلمات القاء فرمائیں گے کہ لَمْ تَحْضُرْنِي الان "اب وہ کلمات مجھے نہیں بتلائے گئے۔" ان کلمات کے ساتھ میں رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کروں گا۔ پھر رب تعالیٰ فرمائیں گے اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّد ﷺ! "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا سر اُٹھاؤ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ آپ سفارش کریں قبول ہوگی۔" اس کا نام شفاعتِ کبریٰ ہے۔ یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حق اور خصوصیت ہے۔

تو خیر پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔ یہاں پچاس ہزار سال کے دن کا ذکر ہے اور سورۃ سجدہ آیت نمبر ۵ میں ہے ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ "پھر چڑھتا ہے اس کی طرف ایک دن میں جس کی مقدار ہزار سال کے برابر ہوتی ہے جیسے تم شمار کرتے ہو۔" اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کے لیے ایک فرض نماز کے وقت کے برابر ہوگا۔ مثلاً: ظہر کی نماز کے چار فرض ہیں۔ چار پانچ منٹ میں ادا ہو جاتے ہیں۔

تعارض بین الآیتین میں تطبیق بذریعہ مثال:

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس طرح تطبیق دیتے ہیں۔ میں آپ کو مثال سے سمجھاتا ہوں۔ سردیوں کی راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ گیارہ گھنٹے کی رات ہوتی ہے۔ ایک آدمی صحت مند، تندرست ہے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا اور صبح صادق تک سویا رہا۔ یہ اُٹھ کر کہے گا

کہ میں ابھی سویا ہوں اور ابھی اٹھ گیا۔اس کے لیے رات چھوٹی سی ہوگی۔رات گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔اور ایسا آدمی جس کی طبیعت خراب ہے کبھی نیند آتی ہے اور کبھی آنکھ کھل جاتی ہے۔اس کے لیے رات لمبی ہوگی۔حالانکہ رات وہی ہے۔اور ایک وہ آدمی ہے جس کے جوڑ جوڑ میں درد ہے، بال بال میں درد ہے۔سر سے پاؤں تک درد میں گھرا ہوا ہے۔ایک منٹ کے لیے آرام نہیں ہے۔اس کے لیے تو رات صدیوں کے برابر ہوگی۔رات ایک ہی ہے۔

اسی طرح سمجھو کہ جو کافر گر ہیں، لوگوں کو کافر بنانے والے ہیں۔ان کے لیے دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔اور جو فقط کافر ہیں کافر ساز نہیں ہیں چونکہ ان کا جرم کم ہے ان کے لیے دن ہزار سال کے برابر ہوگا۔اور مومنوں کے لیے صلوٰۃ مکتوبہ، فرض نماز کے برابر ہوگا۔جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لیے ایسا ہوگا جیسے ایک وقت کی فرض نماز۔

تو فرمایا اس دن عذاب واقع ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں کافروں کی باتوں پر صَبْرًا جَمِيْلًا صبر کرنا اچھا اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا بے شک وہ دیکھتے ہیں اس عذاب کو دور وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب۔کس دن ہوگا؟ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ جس دن ہو جائے گا آسمان تلچھٹ کی طرح۔تیل کے نیچے جو گندمند ہوتا ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں۔اور مھل کا معنیٰ پگھلے ہوئے تانبے کا بھی کرتے ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔اس کی رنگت تبدیل ہو جائے گی۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ كَالْعِهْنِ دُھنی ہوئی روئی کی

طرح۔ عِھْن رنگ برنگی روئی کو کہتے ہیں۔اس لیے کہ قرآن پاک میں موجود ہے کہ کچھ پہاڑ سفید ہیں، کچھ سیاہ ہیں، کچھ سرخ ہیں۔تو جب یہ اُڑیں گے تو ان کے ریشے رنگ برنگے ہوں گے۔ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا۔ حمیم کا معنیٰ مخلص ساتھی۔اور نہیں پوچھے گا کوئی مخلص دوست کسی مخلص دوست کو۔ ہر آدمی کو اپنی فکر لگی ہوئی ہوگی يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ [سورۃ عبس] "اُس دن ایک حالت ہوگی جو اس کو کافی ہوگی۔" جس کو اپنی فکر ہو وہ دوسروں کو کب پوچھتا ہے يُبَصَّرُوْنَهُمْ دکھائے جائیں گے ان کو وہ دوست۔جس طرح اس وقت ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اس طرح وہاں دوست ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

اُس دن يَوَدُّ الْمُجْرِمُ پسند کرے گا مجرم لَوْ اس بات کو يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ کہ وہ فدیہ دے دے اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے بِبَنِيْهِ اپنے بیٹوں کو وَصَاحِبَتِهٖ اور بیوی کو وَاَخِيْهِ اور اپنے بھائی کو وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ اور اپنی برادری، اپنا قبیلہ جو اس کو پناہ دیتا تھا وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور ان کو جو زمین میں ہیں سارے۔اس دن مجرم اس بات کو پسند کرے گا کہ میری جگہ عذاب میں بیٹے سڑیں، بیوی سڑے، کنبہ قبیلہ سڑے، ساری دنیا سڑے۔ماں باپ، دادا دادی، سب اس میں آگئے کہ سب میرے بدلے میں دوزخ میں چلے جائیں اور میں بچ جاؤں ان سب کو دے کر ثُمَّ يُنْجِيْهِ پھر وہ اپنے آپ کو نجات دلائے، بچالے۔

فرمایا كَلَّا ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔اندازہ لگاؤ! آج لوگ ماں باپ کے لیے جان دیتے ہیں، اولاد کے لیے مرتے ہیں، بھائیوں کے لیے جان دے دیتے ہیں۔بیوی کے لیے سب کچھ کرتے ہیں۔اس وقت کہے گا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ان سب کو

میرے عوض دوزخ میں ڈال دیا جائے اور مجھے بچا لیا جائے۔ کتنا مشکل وقت ہوگا؟ کاش! کہ ہمیں سمجھ آ جائے۔ لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں یہ سودا ہرگز نہیں ہوگا۔ سورۃ لقمان آیت نمبر ۳۲ میں ہے لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْـًٔا "نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرے گا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔" جو کسی نے کیا ہے اس کی گردن پر ہوگا۔

اِنَّهَا لَظٰی بے شک وہ آگ بھڑکتی ہوئی ہے۔ آج دنیا کی آگ ہمارے سامنے ہے۔ اس میں لوہا پگھل جاتا ہے، بعض پتھر جل کر چونا بن جاتے ہیں۔ اور وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی کھینچنے والی ہے کلیجے کو۔ جلد کو جلا کر کلیجے تک پہنچے گی تَدْعُوْا وہ آگ بلائے گی مَنْ اَدْبَرَ اس کو جس نے پیٹھ پھیری ایمان کی طرف۔ اُو کافرو اور منافقو! جلدی آؤ۔ وَتَوَلّٰی اور اس کو بلائے گی جس نے اعراض کیا، روگردانی کی اللہ تعالیٰ کے احکامات سے۔ جس طرح اس وقت میں بول رہا ہوں اور تم سن رہے ہو اسی طرح بولے گی اور کہے گی ایمان کی طرف پشت کرنے والو جلدی آؤ۔ اعمال سے روگردانی کرنے والو جلدی آؤ۔ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی اور جس نے مال جمع کیا اور سمیٹ سمیٹ کر رکھا اس کو بلائے گی کہ تو نے مال کے حقوق ادا نہیں کیے۔

مال فی نفسہٖ بری چیز نہیں:

دیکھنا! مال فی نفسہٖ بری چیز نہیں ہے۔ اگر مال فی نفسہٖ برا ہوتا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، حج فرض نہ ہوتا، قربانی لازم نہ ہوتی، فطرانہ لازم نہ ہوتا۔ کہ ان تمام عبادتوں کا تعلق مال کے ساتھ ہے۔ مال کے ذریعے ہی یہ عبادتیں ادا ہوتی ہیں۔ وہ مال برا ہے جو حلال

طریقے سے نہ کمایا گیا ہو اور نہ جائز جگہ پر خرچ کیا گیا ہو۔ جس کے حقوق ادا نہ کیے گئے ہوں۔ قرآن پاک نے اس مال کی مذمت کی ہے جس میں حلال وحرام کی تمیز نہ ہو، حق ادا نہ کرے۔ قارون کی طرح اس پر بیٹھ جائے۔ جیسے سانپ دولت پر بیٹھتا ہے۔ حلال مال آدمی اس لیے کماتا ہے کہ میرے والدین کھائیں گے، بیوی بچے، اولاد کھائے گی، مہمان کھائیں گے۔ نیک اور اچھی جگہوں پر خرچ کروں گا۔ اس کی مذمت نہیں ہے۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ ع

إِنَّ الْإِنسَانَ بے شک انسان خُلِقَ پیدا کیا گیا ہے هَلُوعًا تھوڑے حوصلے والا إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جس وقت پہنچتی ہے اس کو تکلیف جَزُوعًا گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو خیر بخیل بن کر بیٹھ جاتا ہے إِلَّا الْمُصَلِّينَ مگر نمازی الَّذِينَ وہ لوگ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں وَالَّذِينَ اور وہ لوگ فِي أَمْوَالِهِمْ جن کے مالوں میں

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ حق ہے مقرر لِّلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَ الْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یُصَدِّقُوْنَ جو تصدیق کرتے ہیں بِیَوْمِ الدِّیْنِ بدلے کے دن کی وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کے عذاب سے مُّشْفِقُوْنَ ڈرتے ہیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ بے شک ان کے رب کا عذاب غَیْرُ مَاْمُوْنٍ بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ سوائے اپنی بیویوں کے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ (لونڈیاں) فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ بے شک وہ ملامت نہیں کیے جائیں گے فَمَنِ ابْتَغٰى پس جس نے تلاش کی وَرَآءَ ذٰلِكَ اس کے علاوہ کوئی صورت فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ پس یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ جو اپنی امانتوں کی وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد کی رٰعُوْنَ رعایت کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ جو اپنی شہادتوں پر قَآىِٕمُوْنَ قائم رہتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ جو اپنی نمازوں کی یُحَافِظُوْنَ حفاظت کرتے ہیں اُولٰٓىِٕكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ یہ لوگ باغوں میں ہوں گے جن کی عزت کی جائے گی۔

عام انسانوں کی حالت کا بیان :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عام انسانوں کی حالت بیان فرمائی ہے۔ارشادِ ربانی ہے
اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان خُلِقَ هَلُوْعًا پیدا کیا گیا ہے تھوڑے حوصلے والا، تنگ دل، بے صبرا۔آگے اس کی وضاحت ہے کہ کیسے بے صبری کرتا ہے؟ فرمایا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جب پہنچتی ہے اس کو کوئی تکلیف جَزُوْعًا گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے۔ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ کرنے لگ جاتا ہے۔صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔یہ بُری حالت ہے۔ہاں! جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دکھ تکلیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔وہ صبر کا دامن نہیں چھوڑتے۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی دکھ مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔کبھی مالی پریشانی آجاتی ہے،کبھی بدنی،کبھی خاندانی پریشانی اور کبھی گھریلو پریشانی آجاتی ہے۔یہ تکلیفیں اور پریشانیاں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔شرط یہ ہے کہ بندہ اللہ والا ہو۔

تو فرمایا جس وقت پہنچتی ہے انسان کو تکلیف تو جزع فزع کرتا ہے (روتا پیٹتا ہے، بائے ہائے، وائے وائے کرتا ہے۔) وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو خیر بخیل بن کر بیٹھ جاتا ہے۔جب اس کے پاس مال آجاتا ہے اس کو روک لیتا ہے۔نہ زکوٰۃ دیتا ہے، نہ عشر نکالتا ہے، نہ قربانی دیتا ہے، نہ فطرانہ، نہ عزیز رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتا ہے، نہ یتیموں مسکینوں کا خیال کرتا ہے۔اکثر انسانوں کا یہی حال ہے اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ مگر وہ جو نمازی ہیں وہ ایسے نہیں ہیں۔یعنی سارے انسان بُرے نہیں ہیں اکثریت بُروں کی ہے۔آگے اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

نمازیوں کے اوصاف :

فرمایا اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر مداومت کرتے ہیں، پابندی کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جمعہ کی نماز پڑھ لی، عید کی نماز پڑھ لی۔ وہ نمازوں پر اس طرح قائم ہیں کہ دنیاوی کام بگڑتے ہیں تو بگڑ جائیں، نقصان ہوتا ہے تو ہو جائے مگر وہ نماز وقت پر پڑھتے ہیں۔

دوسری صفت: وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ اور وہ لوگ ہیں جن کے مالوں میں حق مقرر ہے، معلوم ہے۔ کہ زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینی ہے، عشر دسواں حصہ دینا ہے اور بارانی زمین ہے، نہری اور چاہی ہے تو بیسواں حصہ دینا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں۔ اگر ان مسائل کو کوئی شخص نہیں جانتا تو وہ گناہ گار ہے۔ کیوں کہ دین کے جو ضروری مسائل ہیں ان میں کوئی معذور نہیں ہے۔ ہاں! اگر باریک مسائل جو کبھی کبھی پیش آتے ہیں ان کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اگر علاقے میں کوئی ایک بھی ایسا عالم ہے جو باریک اور دقیق مسائل ضرورت کے وقت حل کر سکتا ہے تو سارے علاقے والے گناہ سے بچ گئے۔ اور اگر علاقے میں، محلے میں، قصبے میں، ایک بھی ایسا عالم نہیں ہے تو پھر سارے علاقے والے گناہ گار ہیں۔ اور ضروریاتِ دین کے مسائل میں کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ نہ مرد، نہ عورت، جو عاقل بالغ ہو۔ ضروری مسائل میں ایمان ہے کہ ایمان عقیدہ کسے کہتے ہیں۔ نماز کے مسائل، روزے کے مسائل، قربانی کے مسائل، زکوٰۃ کے مسائل، نکاح اور طلاق کے مسائل، حلال و حرام کے مسائل، ان کو اگر کوئی آدمی نہیں جانتا تو وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا گرفت ہوگی۔ ضروریاتِ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پہ فرض ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں علم دو قسم پر ہے۔

❀ ۔۔۔فرض عین اور ❀ ۔۔۔فرض کفایہ۔

فرض عین یعنی ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ "علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے۔" اس میں اگر کوتاہی کرے گا تو مجرم ہوگا۔ اور دوسرا فرض کفایہ ہے۔ مکمل عالم ہونا، پورے دین پر عبور ہونا کہ باریک مسائل جاننے والا علاقے میں عالم ہونا ضروری ہے۔

تو فرمایا ان کے مالوں میں حق معلوم ہے لِلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَالْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے۔ سائل سے مراد ایسا آدمی ہے کہ اس پر کوئی مصیبت آگئی ہے کوئی حادثہ پیش آگیا ہے تو وہ صاحب حیثیت سے سوال کرتا ہے کہ مجھے یہ حادثہ پیش آ گیا ہے میری مدد کرو۔ پیشہ ور مانگنے والا مراد نہیں ہے۔ جس کا جدی پشتی پیشہ ہی مانگنا ہے۔ اس کو دینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے وہ پیشہ ور اور وقتی ضرورت مند کو سمجھ سکتا ہے۔ تو سائل سے مراد ایسا ضرورت مند جو ضرورت کے لیے سوال کرتا ہے۔ اور ضرورت نیک لوگوں کو پیش آجاتی ہے۔

بہ وقتِ ضرورت نیک آدمی بھی سوال کرسکتا ہے :

سولھویں پارے کے پہلے رکوع میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام انطاکیہ شہر جو مصر میں ہے، دوپہر کے وقت پہنچے۔ دونوں کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ کھانے کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں تھی اور نہ پیسے پاس تھے کہ خرید کر کھا لیتے۔ وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا تو ان لوگوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ معذور مانگے، لنگڑا لولا مانگے۔ یہ دونوں صحت مند، موٹے تازے آدمی ہیں یہ کیوں مانگتے ہیں؟ ایک ایسا صحت مند کہ مکا مارے تو آدمی کو ڈھیر کر دے۔ اور دوسرا گرتی ہوئی

دیوار کو ہاتھوں سے سیدھا کر دے۔ بہر حال ان لوگوں نے ان کو کھانا نہ دیا۔ تو معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت نیک آدمی بھی مانگ سکتا ہے۔

اور محروم اُسے کہتے ہیں کہ ضرورت کے باوجود کسی سے نہ مانگے۔ بڑا باضمیر اور خوددار ہے۔ تو یہ سوال نہ کرنے کی وجہ سے محروم رہتا ہے۔ لہٰذا محلے داروں کا فریضہ ہے کہ محلے میں رہنے والوں کا خیال رکھیں۔ اور جو خوددار ضرورت مند ہے خود جا کر اس کو ایسے طریقے سے دیں کہ کسی دوسرے کو علم نہ ہو۔

تو فرمایا ان کے مالوں میں حق ہے معلوم مانگنے والے اور محروم کے لیے وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور وہ لوگ ہیں جو تصدیق کرتے ہیں قیامت کے دن کی، بدلے کے دن کی۔ دین کا معنیٰ بدلہ بھی ہے، جزا بھی ہے۔ اور دین کا معنیٰ حساب بھی ہے۔ تو وہ حساب والے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔ جس دن حساب ہونا ہے، ادلہ بدلہ ہونا ہے۔ اس حد تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اللہ تعالیٰ بے سینگ والی بکری کو سینگ عطا فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تو اس سے بدلہ لے لے۔ حالانکہ حیوان مکلف نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنا عدل و انصاف بتلائیں گے۔

آگ سے بچنے والے اور کون لوگ ہیں؟ فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ رب دنیا میں بھی عذاب دے سکتا ہے، قبر میں بھی، حشر میں بھی اور دوزخ میں بھی۔ وہ ہر وقت رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے والی چیز نہیں ہے۔ اس سے

بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

آگ کے شعلوں سے بچنے والے اور کون لوگ ہیں؟ فرمایا وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اور وہ لوگ ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوزخ میں لے جانے والی زیادہ تر دو چیزیں ہیں۔ ایک زبان اور ایک شرم گاہ۔ حدیث کے درس میں تم حدیث سن چکے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے، ایک زبان اور ایک شرم گاہ کی کہ میں ان کو قابو میں رکھوں گا ناجائز جگہ استعمال نہیں کروں، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ اس کو جنت لے کر دوں گا۔ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی بیویوں پر اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ یا اُن پر جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ۔

ملکِ یمین کی تعریف اور قیدیوں کے متعلق فقہی مسئلہ :

ملکِ یمین کسے کہتے ہیں؟ جہاد میں اللہ تعالیٰ غلبہ عطا فرمائیں تو کافروں کے مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان، جو قید ہو کر آئیں گے۔ ان سے متعلق شرعی اور فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ یا تو قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لو کہ تمھارے جو قیدی ان کے پاس ہیں وہ لے لو اور یہ ان کو دے دو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بلا معاوضہ احسان کرتے ہوئے ان کو رہا کر دو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ تم ان سے فدیہ، جرمانہ لے کر چھوڑ دو۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ تم ان کو غلام بنا لو۔ تو غلام بنانے کے بعد سپہ سالار ان کو مجاہدین میں تقسیم کرے گا تو دائیں ہاتھ سے پکڑائے گا اور لینے والا دائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔ اس واسطے اس کو ملکِ یمین کہتے ہیں۔ ملک یمین کا معنیٰ دائیں ہاتھ کی ملک۔ تو فرمایا یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں

ہاتھ یعنی لونڈیاں ہیں فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ پس بے شک وہ ملامت نہیں کیے جائیں گے۔ یعنی بیویوں کے ساتھ شہوت پوری کریں یا لونڈیوں کے ساتھ تو ان پر کوئی ملامت نہیں ہے فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ پس جس نے تلاش کی اس کے سوا کوئی صورت فَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ پس یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ حدود اللہ کو پھلانگنے والے ہیں۔

دوزخ سے بچنے والوں کی اور صفت: وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کی اور اپنے عہدوں کی رعایت کرتے ہیں۔ امانات جمع کا صیغہ ہے۔ علم کی امانت بھی ہے کہ جو صحیح علم ہے اس کو بیان کرے اس میں سے ذرہ بھی نہ چھپائے اور نہ ہیرا پھیری کرے، نہ کسی کی رعایت کرے۔ بلا خوف صحیح بات بیان کرے۔ مال بھی امانت ہے۔ اگر کسی نے کسی کے پاس رکھا ہے۔ مشورہ بھی امانت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے المستشار امین "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔" جو اس کی سمجھ میں آئے صحیح بات بتائے آگے نتیجے کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔ کیوں کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی دیانت دار ہے اسے رائے دیتا ہے لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہے۔ تو وہ نتیجے کا ذمہ دار نہیں ہے۔ تو مشورہ بھی امانت ہے اور اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ "مجلس میں باتیں ہوتی ہیں وہ بھی امانت ہوتی ہیں۔" بعض دفعہ مجلس میں کوئی خاص بات ہوتی ہے عوام کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہوتا۔ اس بات کے باہر نکلنے سے غلط اثر ہوتا ہے اور لوگ اس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تو ایسی بات کو مجلس سے باہر بیان کرنا بھی خیانت ہے۔

تو چونکہ امانتوں کی کئی قسمیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے جمع کے صیغے کے ساتھ

بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت کرتے ہیں۔ عہد معاہدے کی رعایت بھی ضروری ہے۔ پہلے تو حتی الوسع کسی کے ساتھ وعدہ نہ کرو کیوں کہ وعدہ نبھانا مشکل ہوتا ہے۔ جب وعدہ کرو تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس کو پورا کر سکتا ہوں یا نہیں۔ دفع الوقتی نہ کرو کہ وقت ٹالو پھر دیکھا جائے گا۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ وعدہ خلافی منافقوں کی نشانی ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا وعدہ وفائی کا جذبہ :

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ پہنچنے کا وعدہ کیا۔ اس وقت ضعیف اور کمزور بھی تھے۔ سوئے اتفاق کہ گاڑی لیٹ ہوگئی۔ آگے جانے کے لیے تانگا وغیرہ کوئی سواری نہ ملی منزل تک پہنچنے کے لیے تو دوڑنا شروع کر دیا کہ ساتھی منتظر ہوں گے۔ جو ساتھ تھے انھوں نے کہا حضرت! کمزور آدمی ہو دوڑتے دوڑتے بے ہوش ہو کر گر جاؤ گے۔ فرمایا میں نے وعدہ کیا تھا کہ فلاں وقت پہنچوں گا سوئے اتفاق کہ گاڑی لیٹ ہوگئی۔ اگر قیامت والے دن رب تعالیٰ نے کہا کہ تم دوڑ کر پہنچ سکتے تھے تو پھر میں کیا جواب دوں گا؟ اگر دوڑتے دوڑتے بے ہوش ہو کر گر گیا تو آگے میرے بس کی بات نہیں میں قیامت والے دن کہہ سکوں گا اے پروردگار! جتنا مجھ سے ہو سکتا تھا اتنا میں نے کیا۔ لیکن آج لوگوں کو نہ وعدے کا پاس اور نہ وقت کی قدر ہے۔

پاکستان میں دو چیزوں کی قدر نہیں :

دو سال قبل کی بات ہے میری آنکھوں میں موتیا اُتر رہا تھا۔ چیک کرانے کے لیے ساتھی مجھے کراچی لے گئے جناح ہسپتال میں۔ آنکھوں کے شعبے کا انچارج ڈاکٹر بڑا نیک اور صالح آدمی تھا۔ اس کا نام صالح میمن تھا۔ مجھے رات کو اس کی کوٹھی پر لے گئے۔ اس

نے کہا کل جمعہ کی چھٹی ہے لیکن میں ضرور مولانا کو چیک کروں گا۔ان کو تم کل ہسپتال لے آنا۔ساتھی مجھے گاڑی میں ہسپتال لے گئے ۔ہسپتال کافی دور تھا۔ڈاکٹر پہنچے ہوئے تھے۔اُنھوں نے اپنا کمرا کھولا،آنکھوں کا معائنہ کیا۔میں نے ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے چھٹی والے دن اپنا قیمتی وقت ہمیں دیا ہے۔اُس نے میری کچھ کتابیں پڑھی ہوئی تھیں ۔کہنے لگا حضرت! میرے لیے بڑی سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ مجھے آپ کی خدمت کا موقع ملا ہے۔لیکن پاکستان میں دو چیزوں کی قدر نہیں ہے۔ایک ضمیر کی اور ایک وعدے کی۔بات اُس نے بڑی صحیح کہی۔پاکستان میں ضمیر ہے اور نہ وقت کی قدر ہے۔وعدہ کرو تو اس کا لحاظ کرو۔اگر دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کی تو گناہ گار ہو گے اور منافقوں کی صف میں شامل ہو جاؤ گے۔

تو فرمایا وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی رعایت کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ ہیں هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔اول تو آج سچی گواہی دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا اور اگر کوئی تیار ہو جائے تو اس کو راستے ہی سے اُٹھا لیا جاتا ہے۔ہاں جو بڑے جگرے اور طاقت والا ہو تو گواہی دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور وہ لوگ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔دوزخ کی آگ سے بچنے والوں کا ذکر نماز سے شروع کیا تھا اور نماز پر ختم کیا۔فرمایا اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ یہ لوگ باغوں میں ہوں گے جن کی عزت کی جائے گی۔یعنی جن لوگوں میں یہ خوبیاں ہوں گی وہ جنت کے وارث ہیں۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓي اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ ع ۲

فَمَالِ پس کیا ہو گیا ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو كَفَرُوْا جو کافر ہیں قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے عِزِيْنَ گروہ در گروہ اَيَطْمَعُ کیا اُمید رکھتا ہے كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی اُن میں سے اَنْ يُّدْخَلَ کہ داخل کیا جائے گا اس کو جَنَّةَ نَعِيْمٍ نعمتوں کے باغوں میں كَلَّا ہرگز نہیں اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے ان کو مِّمَّا اس چیز سے يَعْلَمُوْنَ جس کو جانتے ہیں فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم کھاتا ہوں بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ

مشرقوں کے رب کی وَالْمَغْرِبِ اور مغربوں کے رب کی اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ
بے شک ہم البتہ قادر ہیں عَلٰٓى اَنْ اس بات پر نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ
کہ بدل دیں وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اور نہیں ہیں ہم عاجز فَذَرْهُمْ
پس آپ چھوڑ دیں ان کو يَخُوْضُوْا بے ہودہ باتوں میں گھسے رہیں
وَيَلْعَبُوْا اور کھیل میں لگے رہیں حَتّٰى يُلٰقُوْا یہاں تک کہ وہ ملیں
يَوْمَهُمُ اپنے اس دن سے الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ جس دن کا اُن سے وعدہ
کیا جا رہا ہے يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ جس دن نکلیں گے مِنَ الْاَجْدَاثِ
قبروں سے سِرَاعًا بڑی تیزی سے كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ اِلٰى
نُصُبٍ اپنے نشانوں کی طرف يُّوْفِضُوْنَ دوڑے جا رہے ہیں
خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی نگاہیں ان کی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ
چھائی ہوگی ان پر ذلت ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ یہ وہ دن ہے كَانُوْا
يُوْعَدُوْنَ جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔

حفاظتِ قرآن کی ایک مثال :

اس اُمتِ مرحومہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن پاک کی بڑی حفاظت کی ہے۔ الفاظ کی حفاظت کی، رسم الخط کی حفاظت کی، ترجمہ کی حفاظت کی، تفسیر کی حفاظت کی۔ قرآن میں کئی مقام ایسے ہیں جہاں لام جارہ الَّذِيْنَ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جیسے: لِلَّذِيْنَ۔ اور یہاں دیکھو الَّذِيْنَ کے ساتھ جڑا ہوا نہیں ہے۔ فَمَالِ یہاں فا کے بعد ما حرفِ استفہام ہے، اس کے بعد لام جارہ ہے، آگے الَّذِيْنَ الگ ہے۔ یہ لفظ مال نہیں

ہے جس کی جمع اموال ہے۔ بلکہ ما استفہامیہ ہے اور لام جارہ ہے۔ اُس وقت سے لے کر اب تک اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ ہم اس کو ساتھ جوڑ کر لکھنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس امت نے اتنی حفاظت کی ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جس طرح ترتیب دی تھی اس میں زیر زبر کا بھی فرق نہیں کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رسم الخط والا قرآن مسقط کی حکومت نے طبع کرایا ہے۔ ایک نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ تو فَمَا حرفِ استفہام ہے اور لام جارہ ہے فَمَالِ الَّذِيْنَ معنیٰ ہوگا کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو کَفَرُوْا جو کافر ہیں قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرنا ہوتا تھا کافر لوگ دائیں طرف سے بھی دوڑتے ہوئے آتے اور بائیں طرف سے بھی۔ جو ناواقف ہوتے تھے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ یہ کہتا کیا ہے؟ اور جو واقف ہوتے تھے شریر قسم کے لوگ، وہ اس لیے آتے تھے کہ ہمیں اس کے بیان سے اعتراض کرنے کے لیے کوئی مواد مل جائے۔

تو فرمایا کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو جو کافر دوڑتے ہوئے آتے ہیں آپ کی طرف عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے عِزِيْنَ گروہ در گروہ۔ عِزِيْنَ عِزَّة کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گروہ، ٹولا۔ جمہور مفسرین کرام رحمہم اللہ یہی تفسیر کرتے ہیں۔ اور حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے چوٹی کے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر بھی صحیح ہے لیکن اس کی یہ تفسیر بھی ہے کہ جس وقت آپ انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرماتے تو بڑے شوق کے ساتھ سنتے تھے۔ آدم علیہ السلام کا قصہ، نوح علیہ السلام کا قصہ، ابراہیم علیہ السلام کا قصہ۔ لیکن جب توحید کا مسئلہ بیان فرماتے، شرک کی تردید کرتے، قیامت کا مسئلہ بیان فرماتے تو اُٹھ کر بھاگ جاتے تھے۔ کیوں کہ ان کو

ان مسئلوں سے سخت نفرت تھی۔

تو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ اس طرح ہوگا کہ کیا ہوگیا ہے ان کافروں کو کہ آپ کے پاس آتے ہیں پھر دائیں بائیں بھاگتے ہیں گروہ در گروہ۔ مشرکینِ مکہ اوّلاً تو قیامت، حشر نشر کے قائل نہیں تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ فرض کرو اگر قیامت آگئی، حشر نشر ہوگیا تو ہمیں وہاں بھی خیر ہی ملے گی۔ مسلمانوں سے جنت میں بھی ہم نمبر لے جائیں گے۔ سورۃ الکہف آیت نمبر ۳۶ میں ایک کافر کی بات اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہے: وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً "اور میں نہیں گمان کرتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا اور اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو پاؤں گا میں بہتر اس سے وہاں پلٹنے کی جگہ۔" یہاں ہمیں رب تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے۔ مال اولاد وہاں بھی دے گا۔

دنیا اور آخرت کا معاملہ الگ الگ ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ کیا اُمید رکھتا ہے ہر آدمی اُن میں سے اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ کہ داخل کیا جائے گا اس کو نعمتوں کے باغوں میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّا ہرگز نہیں! یہ ان کا قیاس باطل ہے کہ یہاں ہمیں سب کچھ ملا ہے تو وہاں بھی ملے گا۔ دنیا کا ضابطہ الگ ہے اور آخرت کا معاملہ الگ ہے۔ دنیا میں دولت ان کو بھی ملتی ہے جو رب تعالیٰ کے باغی ہیں اور ان کو بھی ملتی ہے جو رب تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ مگر ایمان، دین صرف پیاروں کو ملتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اگر مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل ہوتی تو قارون سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ قرآن پاک میں

یہ بات موجود ہے۔ مگر اس کو تو اللہ تعالیٰ نے بمع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا۔ پھر تمہارے منطق کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ تعالیٰ نقل کفر کفر نہ باشد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو اللہ تعالیٰ بڑا ناراض تھا کہ دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے سے کمرے میں چراغ نہیں ہوتا تھا۔ نمازِ تہجد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا اور ایک مٹی کا پیالہ ہوتا تھا۔ یہ کل سامان تھا۔ لہٰذا مال و دولت کا ہونا اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ دین، ایمان اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔

تو فرمایا کیا طمع کرتا ہے ان میں سے ہر آدمی کہ اس کو داخل کیا جائے گا نعمتوں کے باغوں میں۔ فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے مِّمَّا اس چیز سے يَعْلَمُوْنَ جس کو وہ جانتے ہیں۔ حقیر نطفے اور قطرے سے پیدا کیا ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کی خلقت بڑی عجیب ہے۔ حقیر قطرے کو دیکھو پھر اچھے بھلے انسان کو دیکھو کیا جوڑ ہے۔ وہ قطرہ خارج میں ہو تو انسان اس سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بنا ہوا انسان پیارا لگتا ہے اور اس کا انکار بھی کوئی نہیں کر سکتا کیوں کہ روزمرہ انسان پیدا ہو رہے ہیں۔

مشارق و مغارب کی تحقیق :

تو فرمایا ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اُس چیز سے جس کو یہ جانتے ہیں فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں مشرقوں کے رب کی اور مغربوں

کے رب کی۔ قرآن کریم میں تین طرح کے لفظ موجود ہیں۔ مفرد لفظ بھی آیا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ [سورۃ المزمل] اور تثنیہ کے ساتھ بھی آیا ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ [سورۃ الرحمٰن] اور یہاں جمع کے ساتھ آیا ہے۔

جہاں تثنیہ کے ساتھ آیا ہے وہاں گرمیوں کی مشرق اور سردیوں کی مشرق مراد ہے، گرمیوں کی مغرب اور سردیوں کی مغرب مراد ہے۔ دسمبر کے مہینے میں سورج وہاں سے چڑھتا ہے (اشارے کے ساتھ سمجھایا) اور چلتے چلتے ماہِ جون میں وہاں جا پہنچتا ہے۔ اسی طرح اس کے مقابلے میں گرمیوں کی مغرب اور سردیوں کے مغرب ہے۔ اور جہاں جمع کا صیغہ ہے وہاں ہر دن کا مشرق مراد ہے اور ہر دن کا مغرب مراد ہے۔ روزانہ سورج نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور نئی جگہ پر غروب ہوتا ہے۔ سورج چونکہ ہم سے کروڑوں میل دور ہے اس لیے سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ مثلاً آج سورج گکھڑ سے طلوع ہوا، کل راہوالی سے، پرسوں لوہیانوالہ سے، چوتھ گوجرانوالا طلوع کرے گا۔ درمیان میں فاصلہ ہے۔ اسی طرح سورج روزانہ الگ الگ جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور الگ الگ جگہ سے غروب ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

تو فرمایا میں قسم اُٹھاتا ہوں مشرقوں کے رب کی اور مغربوں کے رب کی اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ بے شک ہم البتہ قادر ہیں عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ اس بات پر کہ بدل دیں ہم اس سے بہتر یعنی ان کو ختم کر کے نئی مخلوق لائیں جو ان سے بہتر ہو۔ فرشتوں جیسی معصوم مخلوق لے آئیں ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ لیکن رب تعالیٰ نے مکلف مخلوق کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [الکہف:۲۹] "پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، اپنی مرضی سے" کیوں کہ امتحان اسی میں ہے

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [سورة الملک] "تاکہ آزمائے تمھیں کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔" تو فرمایا کہ ہم قادر ہیں اس بات کو کہ تبدیل کر دیں ان سے بہتر وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اور ہم عاجز نہیں ہیں۔ مسبوق پیچھے رہ جانے والے کو کہتے ہیں۔ نماز میں مسبوق اُسے کہتے ہیں کہ جس کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں۔ امام آگے نکل گیا اور یہ پیچھے رہ گیا۔ اور مُدرک اُسے کہتے ہیں جو اوّل سے آخر تک جماعت میں شریک ہو۔ اسی طرح دوڑ میں جو پیچھے رہ جاتا ہے وہ مسبوق کہلاتا ہے، کمزور ہوتا ہے۔ اور جو آگے نکل جاتا ہے وہ طاقتور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا معنیٰ کرتے ہیں کہ عاجز نہیں ہیں فَذَرْهُمْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! پس آپ ان کو چھوڑ دیں يَخُوْضُوْا بے ہودہ باتوں میں گھسے رہیں، بُرائیوں میں مشغول رہیں وَيَلْعَبُوْا اور کھیل تماشے میں لگے رہیں۔ جو کرتے ہیں کرنے دیں حَتّٰى يُلٰقُوْا یہاں تک کہ وہ ملیں يَوْمَهُمُ الَّذِىْ يُوْعَدُوْنَ اپنے اس دن سے جس دن کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے، قیامت کے دن کا۔ قیامت والے دن ان کو رب کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ کس دن؟ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا۔ اجداث جَدَثٌ کی جمع ہے۔ جدث کا معنیٰ ہے قبر۔ اور سِرَاعًا سَرِيْعٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے تیز دوڑنا۔ معنیٰ ہوگا جس دن قبروں سے نکلیں گے بڑی تیزی سے دوڑتے ہوں گے كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ گویا کہ وہ اپنے نشانوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ نُصُب نِصَاب کی جمع ہے۔ جس طرح كُتُب كِتَاب کی جمع ہے۔ اور نصب بت کو بھی کہتے ہیں۔ بت پرست لوگ بتوں کی طرف دوڑ کے جاتے تھے اور پہلے ہاتھ لگانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور جو پہلے ہاتھ لگا

لیتا تھا تو کہتے تھے یہ بخشا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی نگاہیں ان کی۔ قریش مکہ اور یہود و نصاریٰ مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے۔ ان کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ جب نکلیں گے قبروں سے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جن کو قبروں میں دفن نہیں کیا جاتا ان کی پیشی نہیں ہوگی۔

ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب :

جس طرح بعض ملحد اعتراض کرتے ہیں کہ جن مردوں کو جلا دیا جاتا ہے ان کی قبریں کہاں ہیں؟ یا جن کو مچھلیاں کھا جاتی ہیں، درندے کھا جاتے ہیں، پرندے کھا جاتے ہیں وہ کہاں سے نکلیں گے؟ یہ ان کے ڈھکوسلے ہیں۔ ان کے اجزائے بدن جہاں بھی ہیں وہی ان کی قبریں ہیں اور وہیں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی۔ (یہ آدمی کفن چور تھا۔ کفن چوری کر کے اپنے گھر کا سلسلہ چلاتا تھا۔ پھر محنت مزدوری شروع کر دی اور بڑی دولت کمائی۔ بڑا مال دار ہوگیا۔) جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ کو خوب پیس کر ہوا میں اُڑا دینا۔ بہ خدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو نہیں دی۔

جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے ساتھ یہی کارروائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیا

گیا تو فرمایا یہ کارروائی تو نے کیوں کی؟ اس نے کہا تیرے ڈر سے اے میرے پروردگار! سو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اُس نے کہا کہ میری راکھ کا آدھا حصہ خشکی میں اور آدھا دریا میں بکھیر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رب تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ مردے جہاں بھی ہوں گے وہاں سے رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ساتھ نکلیں گے۔

تو فرمایا ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ جب آدمی شرمندہ ہوتا ہے تو فطری طور پر اپنی نگاہیں پست کر لیتا ہے۔ تو ان پر ذلت طاری ہوگی ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ یہ وہ دن ہے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ قیامت آئے گی نیکی بدی کا بدلہ ملے گا۔ اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَۃ نُوح

(مکمل)

جلد ۲۰

اٰیاتھا ۲۸ ۷۱ سُوْرَۃُ نُوْحٍ مَّکِّیَّۃٌ ۷۱ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ
اَنْ یَّاْتِیَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۱ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۲
اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِ ۝۳ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ
وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ
لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَہَارًا ۝۵
فَلَمْ یَزِدْہُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُہُمْ لِتَغْفِرَ لَہُمْ
جَعَلُوْٓا اَصَابِعَہُمْ فِیْٓ اٰذَانِہِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَہُمْ وَاَصَرُّوْا
وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُہُمْ جِہَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّیْٓ
اَعْلَنْتُ لَہُمْ وَاَسْرَرْتُ لَہُمْ اِسْرَارًا ۝۹ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ
اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّیُمْدِدْکُمْ
بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْہٰرًا ۝۱۲
مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا ۝۱۳ وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴

اِنَّآ بے شک ہم نے اَرْسَلْنَا نُوْحًا رسول بنا کر بھیجا نوح علیہ السلام
کو اِلٰی قَوْمِہٖٓ اس کی قوم کی طرف اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ کہ آپ
ڈرائیں اپنی قوم کو مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ یَّاْتِیَہُمْ کہ آئے ان

کے پاس عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے
یٰقَوْمِ اے میری قوم اِنِّیْ بے شک میں لَکُمْ تمھیں نَذِیْرٌ
مُّبِیْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ کہ عبادت کرو تم اللہ
تعالیٰ کی وَاتَّقُوْہُ اور ڈرو اس سے وَاَطِیْعُوْنِ اور اطاعت کرو میری
یَغْفِرْ لَکُمْ بخش دے گا وہ تمھیں مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ تمھارے گناہ
وَیُؤَخِّرْکُمْ اور وہ تمھیں مہلت دے گا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی مدت مقرر
تک اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر وقت اِذَا جَآءَ جب آ
جاتا ہے لَا یُؤَخَّرُ موخر نہیں کیا جاتا لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کاش کہ تم
جان لو قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیْ
بے شک میں نے دَعَوْتُ قَوْمِیْ دعوت دی اپنی قوم کو لَیْلًا رات کو
وَّنَہَارًا اور دن کو فَلَمْ یَزِدْھُمْ دُعَآءِیْۤ پس نہیں زیادہ کیا ان کے لیے
میرے بلانے نے اِلَّا فِرَارًا مگر بھاگنا وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُھُمْ اور
بے شک میں نے جب بھی ان کو دعوت دی لِتَغْفِرَ لَھُمْ تاکہ آپ ان کو
بخش دیں جَعَلُوْۤا اَصَابِعَھُمْ فِیْۤ اٰذَانِھِمْ تو کرلیں انھوں نے اپنی
انگلیاں اپنے کانوں میں وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَھُمْ اور لپیٹ لیے انھوں نے
اپنے کپڑے وَاَصَرُّوْا اور انھوں نے اصرار کیا وَاسْتَکْبَرُوا اور
انھوں نے تکبر کیا اسْتِکْبَارًا تکبر کرنا ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُھُمْ پھر بے شک

میں نے ان کو دعوت دی جِهَارًا کھلے طور پر ثُمَّ پھر اِنِّیۡ
اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ بے شک میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی وَاَسۡرَرۡتُ
لَهُمۡ اِسۡرَارًا اور پوشیدہ طور پر سمجھایا ان کو آہستہ سے سمجھانا فَقُلۡتُ
پس میں نے کہا اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ معافی مانگو اپنے رب سے اِنَّهٗ كَانَ
غَفَّارًا بے شک وہ بخشنے والا ہے یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ بھیجے گا آسمان کی
طرف سے عَلَيۡكُمۡ تم پر مِّدۡرَارًا لگاتار بارش وَّيُمۡدِدۡكُمۡ
اور مدد کرے گا تمھاری بِاَمۡوَالٍ مالوں کے ساتھ وَّبَنِيۡنَ اور بیٹوں
کے ساتھ وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ اور بنائے گا تمھارے لیے باغات
وَّيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا اور بنائے گا تمھارے لیے نہریں مَا لَكُمۡ تمھیں
کیا ہو گیا ہے لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰهِ نہیں اُمید رکھتے اللہ تعالیٰ سے وَقَارًا
عزت کی وَقَدۡ خَلَقَكُمۡ اور تحقیق اس نے پیدا کیا تم کو اَطۡوَارًا
طرح طرح سے۔

نام وکوائف سورۃ اور نوح علیہ السلام کا ذکر :

اس سورۃ کا نام سورۂ نوح ہے۔ اس سورہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ نوح رکھا گیا۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ستر [۷۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا اکہترواں [۷۱] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور اٹھائیس آیات ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر، شان اور رتبے والے پیغمبروں میں سے ہیں۔ ان کا نام عبد الغفار بن لمک تھا۔ قوم کی حالت پر نوحہ

کرتے کرتے نوح لقب پڑ گیا اور نوح کے لفظ سے ہی مشہور ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام کی قوم تک کفر، شرک نہیں تھا اور گناہ تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل رحمہ اللہ کو قتل کیا مگر کفر، شرک نہیں تھا۔ شرک حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے شروع ہوا۔ نوح علیہ السلام نے ان کو بڑا سمجھایا مگر ان بدبختوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات کو قبول نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا بے شک بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر اِلٰی قَوۡمِهٖۤ ان کی قوم کی طرف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ان کی نبوت عام نہیں تھی قومی پیغمبر تھے۔ اپنی اپنی قوموں کے لیے مبعوث ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جتنے لوگ تھے وہ سارے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھے۔ ان کے بعد جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ اپنی اپنی قوموں کے لیے یا ایک آدھ دوسری قوم کی طرف آئے۔ تمام دنیا کے پیغمبر، تمام قوموں کے پیغمبر، گوروں، کالوں کے لیے پیغمبر، عربیوں اور عجمیوں کے لیے پیغمبر صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے قُلۡ "آپ اعلان کر دیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡكُمۡ جَمِیۡعَا بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔"

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک بھیجا ہم نے رسول بنا کر نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ کہ آپ ڈرائیں اپنی قوم کو مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَهُمۡ پہلے اس سے کہ آئے ان کے پاس عَذَابٌ اَلِیۡمٌ دردناک عذاب۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تبلیغ شروع کر دی اور قَالَ فرمایا یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اے میری قوم! بے شک میں تمھارے لیے ڈرانے والا ہوں کھول کر رب تعالیٰ کے عذاب سے اور ایسے انداز سے بیان کرتا ہوں کہ اچھی طرح سمجھ سکو۔

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ پیغمبر قوم کی زبان میں بھیجتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ [ابراہیم: ۴] "اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی پیغمبر مگر اس کی قوم کی زبان میں۔" کیوں کہ پیغمبر کی زبان اور ہو اور قوم کی زبان اور ہو تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہماری بولی اور ہے پیغمبر کی بولی اور ہے۔ ہمیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کرتے ہوئے ہر پیغمبر کو اس زبان میں بھیجا جو قوم کی زبان تھی۔ اور پیغمبر ان کو بنایا جن کی زبان بڑی صاف تھی۔ پھر خاندانی لحاظ سے، شرافت کے لحاظ سے بڑے اعلیٰ تھے، اشرافِ قوم میں سے تھے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تم کمی ہو، تم ایسی قوم سے ہو۔ پیغمبر اخلاق میں اعلیٰ، کردار میں اعلیٰ۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے اوصاف عطا فرمائے تھے کہ نبوت سے پہلے بھی برائی کے نزدیک نہیں جاتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ کل تک تو تم خود یہ کرتے رہے ہو اور آج ہمیں روکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت پاکیزہ اور عمدہ اخلاق عطا فرمائے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت:

تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یہ تمام پیغمبروں کا پہلا سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے وَاتَّقُوْهُ اور ڈرو اسی سے۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرو، اس کے عذاب سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اَطِيْعُوْنِ اصل میں اطیعونی تھا۔ یا تخفیفاً گر گئی ہے۔ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ بخش

دے گا اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ۔ ایمان کی برکت سے تمھارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

نمبر ۲ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى اور وہ تمھیں مہلت دے گا مدت مقرر تک۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمھاری میعاد مقرر کی ہے اس وقت تک تمھیں خیر و عافیت کے ساتھ رکھے گا۔ مگر یاد رکھنا! إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت جس وقت آئے گا مؤخر نہیں ہوگا۔ موت کا وقت ٹل نہیں سکتا لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ کاش کہ تم جان لو میری بات کو کہ میں تمھاری بھلائی کی بات کر رہا ہوں کہ میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کی گرفت سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال سمجھایا۔ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ جس انداز سے انھوں نے سمجھایا۔ لوگوں کی کئی پشتیں بدل گئیں مگر سورۂ ہود آیت نمبر ۴۰ میں ہے وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ "نہیں ایمان لائے اس کے ساتھ مگر بہت تھوڑے۔" مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں کی کل تعداد سو بھی نہیں تھی۔ نوے کا ذکر بھی آتا ہے، ترانوے اور پچانوے کا ذکر بھی آتا ہے۔ سو کا ذکر نہیں ہے پھر عجیب بات یہ ہے کہ خود بیوی اور ایک بیٹا ایمان نہیں لایا۔

جب سینکڑوں سال کی محنت کے باوجود قوم راہِ راست پر نہ آئی تو شکایت کے طور پر قَالَ نوح علیہ السلام نے کہا رَبِّ۔ یہ لفظ جب بھی آئے گا اصل میں ہوتا ہے يَا رَبِّي! شروع میں یا ندا کی اُڑ گئی اور آخر میں یا متکلم کی اُڑ گئی۔ معنیٰ ہوگا اے میرے رب! إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا بے شک میں نے دعوت دی اپنی قوم کو ہر رات اور ہر دن۔ ایسا نہیں کہ کسی دن دعوت دی اور کسی دن نہ دی۔ کسی رات دعوت دی اور کسی رات دعوت

نہ دی۔ میں نے ان کو ہر رات، ہر دن دعوت دی فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاءِيَ اِلَّا فِرَارًا پس نہیں زیادہ کیا ان کے لیے میری دعوت نے مگر بھاگنا۔ جوں جوں میں ان کو دعوت دیتا تھا یہ بھاگتے تھے اور صرف بھاگتے ہی نہیں تھے وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ اور بے شک میں نے ان کو جب بھی دعوت دی، توحید کی طرف بلایا، شرک سے روکا لِتَغْفِرَ لَهُمْ تا کہ آپ ان کو بخش دیں تو جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ کرلیں انھوں نے اپنی انگلیاں فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں۔ جب میں دعوت دینا شروع کرتا تو یہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے تھے کہ لفظ ہمیں سننے نہ پڑیں۔ نفرت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ساری انگلیاں تو کانوں میں نہیں آتیں پوروں کو مبالغۃً انگلیاں کہا وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ اور لپیٹ لیے اُنھوں نے اپنے کپڑے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کانوں میں انگلیاں دے لیتے اور اپنے اوپر کپڑے لے لیتے کہ میری شکل ان کو نظر نہ آئے۔ پیغمبر کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اتنی نفرت تھی اپنے محسن سے۔ وَاَصَرُّوْا اور انھوں نے اصرار کیا، ڈٹ گئے، کفر، شرک پر۔ کہتے تھے ہم تیری بات نہیں مانتے وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا اور تکبر کرتے تھے تکبر کرنا۔ تکبر کا معنیٰ ہے بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ "حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو گھٹیا سمجھنا۔" رب تعالیٰ نے چار بُرائیاں ان کی بیان فرمائی ہیں جن کا حضرت نوح علیہ السلام نے شکوہ کیا۔

- ❀ ۱۔ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے۔
- ❀ ۲۔ اپنے اُوپر کپڑے لپیٹ لیتے تھے۔
- ❀ ۳۔ اصرار کرتے تھے۔
- ❀ ۴۔ بڑا تکبر کرتے تھے، حق کو ٹھکرا دیتے تھے۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُھُمْ جِھَارًا پھر میں نے ان کو دعوت دی کھلے طور پر، علی الاعلان۔ ہر طریقہ اختیار کیا۔ گلیوں میں لوگ جا رہے ہوتے تو ان کے پیچھے پیچھے جاتے اور سمجھاتے۔ بازار جا کر سمجھاتے۔ کوئی جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جا رہا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ جاتے اور سمجھاتے۔ کوئی ہل چلا رہا ہے یہ ساتھ ساتھ چلتے اور سمجھاتے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ "اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمھارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔" ان کی یہ کارروائیاں دیکھ کر لوگ کہتے یہ پاگل ہے، نہ غمی دیکھتا ہے نہ خوشی دیکھتا ہے نہ لوگوں کے کاروبار کا خیال کرتا ہے بس اپنی بات کی رٹ لگائی ہوئی ہے، وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝ [سورۃ القمر: پارہ ۲۷] "اور کہا انھوں نے دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔" دو چار آدمی بیٹھے ہوتے نوح علیہ السلام جاتے تو پاگل کہہ کر دھکے دے کر نکال دیتے۔ کیا عجیب منظر ہوتا ہوگا؟

فرمایا ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَھُمْ پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی کہ کان کھول کر سن لو۔ منادی کرا کر گلیوں محلوں میں ان کو دعوت دی وَاَسْرَرْتُ لَھُمْ اِسْرَارًا اور میں نے ان کو آہستہ آہستہ بھی سمجھایا آہستہ آہستہ سمجھانا۔ یعنی دعوت کے جتنے طریقے تھے وہ سارے اختیار کیے۔ دن کو دعوت دی، رات کو دعوت دی، بازاروں میں، گلیوں میں ان کو سمجھایا، مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر ان کو سمجھایا، علی الاعلان سمجھایا، مخفی طور پر سمجھایا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ پس میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو۔ کفر، شرک سے باز آجاؤ، غیر اللہ کی پوجا چھوڑ دو، نافرمانیاں چھوڑ دو اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا بے شک وہ بخشنے والا ہے یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا بھیجے گا آسمان کی طرف سے تمھارے اُوپر لگاتار بارش۔ مِدْرَارًا کا معنیٰ ہے موسلا دھار بارش۔ ان پر کچھ

عرصہ کے لیے بارش بھی رک گئی تھی اس لیے فرمایا تم رب تعالیٰ سے معافی مانگو اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا۔ اور کیا کرے گا؟ وَّيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِينَ اور مدد کرے گا تمھاری مالوں کے ساتھ اور بیٹوں کے ساتھ۔ یعنی مزید مال بھی دے گا اور اولاد بھی دے گا وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ اور بنائے گا تمھارے لیے باغات۔ ظاہر بات ہے زمین زرخیز ہو، بارشیں نازل ہوں، پھول بوٹے اُگیں گے، کھیتیاں لہلہائیں گی وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا اور بنائے گا تمھارے لیے نہریں مَا لَكُمْ تمھیں کیا ہو گیا ہے لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا نہیں اُمید رکھتے تم اللہ تعالیٰ سے عزت کی۔ اپنے لیے تم اللہ تعالیٰ سے عزت اور وقار نہیں چاہتے۔ سورۃ منافقون پارہ ۲۸ میں ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ "عزت تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے۔" اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت، فرشتوں کے ہاں عزت، کائنات کے ہاں عزت۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اللہ تعالیٰ سے عزت حاصل نہیں کرتے وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا۔ اطوار طَور کی جمع ہے۔ اور تحقیق اس نے تمھیں پیدا کیا طرح طرح سے، مختلف انداز سے۔ کوئی کالا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی لمبے قد کا ہے، کوئی پست قد کا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ ابتداءً تمھیں نطفے سے خون کا لوتھڑا بنایا، پھر بوٹیاں بنائیں، پھر ہڈیاں بنائیں، پھر ان پر گوشت چڑھایا۔ کچھ عرصہ ماں کے پیٹ میں بے جان رہے پھر جان ڈالی پھر پیدا کر کے دنیا میں لایا۔ بچے تھے، پھر جوان ہوئے، پھر بوڑھے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھو! اس کی رحمتوں کو دیکھو! باقی ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اَلَمْ

تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ
فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ع
قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَ
وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ
اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَ
نَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾
مِمَّا خَطِيْٓــٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ
لَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ
لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا
تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نے نہیں دیکھا کَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ کیسے پیدا کیا
اللہ تعالیٰ نے سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمانوں کو طِبَاقًا تہہ بہ تہہ
وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ اور بنایا چاند کو ان میں نُوْرًا نور وَّجَعَلَ

الشَّمۡسَ سِرَاجًا اور بنایا سورج کو چراغ وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ اور اللہ تعالیٰ
نے اُگایا تمھیں مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے نَبَاتًا اُگانا ثُمَّ
يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا پھر وہ تمھیں لوٹائے گا زمین میں وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا
اور نکالے گا تمھیں نکالنا وَاللّٰهُ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ اور بنائی تمھارے لیے
زمین بِسَاطًا بچھونا لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا تاکہ چلو تم اس زمین میں
سُبُلًا فِجَاجًا کشادہ راستوں پر قَالَ نُوۡحٌ کہا نوح علیہ السلام نے
رَّبِّ اے میرے رب اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ بے شک انھوں نے میری
نافرمانی کی ہے وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ اور پیروی کی (ان لوگوں نے) ان کی لَّمۡ
يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ نہیں زیادہ کیا اس کے مال نے اور اس کی اولاد نے (ان
کے لیے) اِلَّا خَسَارًا مگر نقصان وَمَكَرُوۡا اور انھوں نے
تدبیریں کیں مَكۡرًا كُبَّارًا بڑی بڑی تدبیریں وَقَالُوۡا اور انھوں
نے کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ ہرگز نہ چھوڑنا اپنے الٰہوں کو وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا
اور ہرگز نہ چھوڑنا ودّ کو وَّلَا سُوَاعًا اور نہ سواع کو وَّلَا يَغُوۡثَ اور نہ
یغوث کو وَيَعُوۡقَ اور نہ یعوق کو وَنَسۡرًا اور نہ نسر کو وَقَدۡ اَضَلُّوۡا
كَثِيۡرًا اور تحقیق انھوں نے گمراہ کیا بہتوں کو وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا
اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر گمراہی مِمَّا خَطِيۡٓــٰٔتِهِمۡ اپنی خطاؤں کی وجہ
سے اُغۡرِقُوۡا غرق کیے گئے فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا پس داخل کیے گئے آگ

میں فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ پس نہ پایا انھوں نے اپنے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَنْصَارًا مددگار وَقَالَ نُوْحٌ اور کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ اے میرے رب لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ نہ چھوڑیں آپ زمین پر مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کافروں میں سے دَيَّارًا کسی ایک کو اِنَّكَ بے شک آپ اِنْ تَذَرْهُمْ اگر چھوڑ دیں ان کو يُضِلُّوْا عِبَادَكَ گمراہ کریں گے آپ کے بندوں کو وَلَا يَلِدُوْٓا اور نہیں جنیں گے اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا مگر نافرمان ناشکروں کو رَبِّ اے میرے رب اغْفِرْ لِيْ بخش دے مجھے وَلِوَالِدَيَّ اور میرے ماں باپ کو وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ اور اس کو جو میرے گھر میں داخل ہو مُؤْمِنًا مومن ہو کر وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو بخش دے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے اِلَّا تَبَارًا مگر بربادی۔

دلائل قدرت :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑے پیار اور محبت کے انداز میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور قدرتوں کا ذکر کیا۔

اسی سلسلے میں فرمایا اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نے نہیں دیکھا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کیسے پیدا کیے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو طِبَاقًا تہہ بہ تہہ۔ اگرچہ ہمیں ایک آسمان نظر آتا ہے لیکن اس کو دیکھ کر دوسروں کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ میرے رب کا فرمان حق اور صحیح ہے کہ اس کے اُوپر چھ آسمان اور ہیں۔ اس آسمان کی طرف دیکھو کتنا

بڑا اور بلند ہے مگر اس کے نیچے نہ کھمبا ہے نہ ستون ہے نہ کوئی دیوار ہے۔ صاف اتنا کہ اس میں دراڑ تک نہیں ہے۔ جیسا بنایا تھا آج تک ویسا ہی ہے وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا اور بنایا چاند کو ان میں نور وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور بنایا سورج کو چراغ۔ وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا اور اللہ تعالیٰ نے اُگایا تمھیں زمین سے اُگانا۔ مٹی سے تمھیں پیدا کیا۔ آدم کے متعلق فرمایا خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ [آل عمران: ۵۹] "اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹی سے پیدا کیا" اور تم سب آدم کی اولاد ہو۔ تو تم بھی مٹی سے پیدا ہوئے ہو۔ اور اب بھی وہ تمھیں مٹی سے پیدا کر رہا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو کچھ تم کھاتے ہو فصلیں، اناج، پھل، سبزیاں سب زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تم کھاتے ہو تو خون پیدا ہوتا ہے اور خون سے مادۂ تولید پیدا ہوتا ہے۔ تو آج بھی تم مٹی ہی سے پیدا ہو رہے ہو ثُمَّ يُعِيدُكُمۡ فِيهَا پھر وہ تمھیں زمین میں لوٹائے گا۔ مرنے کے بعد زمین ہی میں دفن ہونا ہے وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا اور نکالے گا تم کو زمین سے نکالنا۔ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو سب قبروں سے نکل آئیں گے۔ پھر دیکھو اور غور کرو وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا اور بنایا اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا۔ فرش بنا دیا تم اس پر چلتے ہو، سوتے ہو، اُٹھتے بیٹھتے ہو، کھیلتے کودتے ہو لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا۔ فِجَاجًا فَجٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کشادہ راستہ۔ معنیٰ ہوگا تاکہ چلو تم زمین میں کشادہ راستوں پر۔ کشادہ راستہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ مخلوق زیادہ ہو اور راستہ تنگ ہو تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

تو نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر کے سمجھایا اور قدرتوں کا ذکر کر کے سمجھایا مگر قوم کو کوئی چیز سمجھ نہ آئی اور اپنے کفر، شرک پر ڈٹی رہی۔ تو پھر قَالَ نُوۡحٌ

کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری نافرمانی کی ہے، میری بات نہیں مانی وَاتَّبَعُوْا اور پیروی کی مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ان کی کہ نہ زیادہ کیا اس کے لیے اس کے مال نے اور اس کی اولاد نے مگر نقصان۔ انھوں نے مال داروں کی بات مانی، سرداروں کے پیچھے لگے جن کو مال، اولاد نے نقصان کے سوا کچھ نہ دیا۔ مال و دولت کے گھمنڈ میں آخرت برباد کر لی اور ہمیشہ کے خسارے میں پڑ گئے وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا اور انھوں نے تدبیریں کیں بڑی تدبیریں حق کو مٹانے کے لیے۔ نوح علیہ السلام کو مارا پیٹا، گالیاں دیں، گھسیٹا، مجلس سے دھکے دے کر باہر نکال دیتے۔ جھوٹا کہا، شرارتی کہا، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے نوح علیہ السلام کے خلاف استعمال نہ کیا ہو۔

قومِ نوح کا جواب :

وَقَالُوْا اور کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ ہرگز نہ چھوڑنا اپنے الٰہوں کو۔ وہ الٰہ کون ہیں؟ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا اور ہرگز نہ چھوڑنا ود کو وَّلَا سُوَاعًا اور نہ سواع کو چھوڑنا وَّلَا يَغُوْثَ اور نہ یغوث کو چھوڑنا وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا اور یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ پانچ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، نوح علیہ السلام کی قوم میں نیک آدمی تھے یہ ان کے نام ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ وَد حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار حضرت ادریس علیہ السلام کے نیک بیٹے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ انھوں نے اپنی قوم کی اصلاح کی۔ دنیا سے

رخصت ہو گئے۔ بیٹوں نے باپ کی جگہ لی، لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے رہے۔ آخر انسان تھے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وہ بھی یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے فوت ہونے سے لوگوں میں اُداسی چھا گئی۔ ان کی مجالس میں جانے سے جو روحانی خوراک ملتی تھی وہ اب نہیں ملتی۔ ایمان یقین کی گفتگو ہوتی تھی، سکون ملتا تھا اب اس سے محروم ہو گئے۔

بڑے پریشان بیٹھے تھے کہ دیکھا ایک بزرگ صورت آدمی آرہا ہے۔ وہ بھی آکر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا کیا بات ہے تم بڑے اُداس اور پریشان لگ رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہماری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پانچ بزرگ تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ وہ دنیا میں تھے تو ہمیں روحانی خوراک ملتی تھی۔ بڑا اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ نیک عمل کی توفیق ہوتی تھی بُرے کاموں سے بچتے تھے۔ ان کی مجلسیں ہمیں یاد آتی ہیں، ان کی باتیں یاد آتی ہیں لیکن وہ ہمیں نہیں ملتے اس لیے ہم پریشان ہیں۔ اس آنے والے بزرگ نے کہا تمھاری پریشانی بڑی ہے۔ اور تمھیں پریشان ہونا چاہیے تھا۔ اور تمھارا صدمہ واقعی بڑا ہے۔ جس طرح جسم کو غذا نہ ملے تو کمزور ہو جاتا ہے روح کو غذا نہ ملے تو وہ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ وہ تو اب واپس نہیں آئیں گے تم اس طرح کرو کہ ان کے مجسمے بنالو، بت بنالو اور یادگار کے طور پر گھروں میں بھی رکھو، عبادت خانوں میں بھی رکھو۔ ان کی شکلیں دیکھ کر کچھ نہ کچھ تو تسلی ہو گی۔

تصویر کی شرعی حیثیت :

اُس زمانے میں تصویریں بنانا حرام نہیں تھا۔ یہ ہماری شریعت میں جان دار چیز کی تصویر بنانا حرام ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ

الْقِيمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ "لوگوں میں سے سخت ترین عذاب قیامت والے دن تصویر بنانے والوں کو ہوگا،فوٹو بنانے والوں کو ہوگا۔" رب تعالیٰ فرمائیں گے ان میں جان ڈالو، روح ڈالو پھر تمھاری خلاصی ہوگی۔ ظاہر بات ہے کہ روح ڈالنا کس کے اختیار میں ہے لہٰذا دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ ہاں مجبوری کی حالت کا شریعت لحاظ کرتی ہے۔ مثلاً: ہماری جیبوں میں نوٹ ہیں۔ کسی کی جیب میں زیادہ اور کسی کی جیب میں کم۔ اور ان پر جناح صاحب کی تصویر ہے۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر اپنی تصویر لگانی پڑتی ہے۔ یہ جائز نہ سمجھو اس کو ناجائز سمجھنا ہے۔ بہ امر مجبوری لگاتے ہیں۔ یہ ظالم قانون ہم سے یہ کام کرواتا ہے اور ہم کرتے ہیں۔ یاد رکھنا! جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناجائز قرار دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو جائز قرار نہیں دے سکتی۔ مگر ہمیں اس کا گناہ نہیں ہے کیوں کہ ہم بالکل مجبور ہیں۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی بھوک کی وجہ سے مر رہا ہو تو اس کو خنزیر کھانے کی اجازت ہے، مردار کھانے کی اجازت ہے۔ بلکہ اگر نہ کھانے کی وجہ سے مر گیا تو گناہ گار مرے گا۔ تو جس طرح مضطر و مجبور کے لیے حرام کھانے کی اجازت ہے اسی طرح ہم مجبور ہیں۔ اس کو کوئی جائز نہ سمجھے حاشا وکلا۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس گھر میں جان دار کی تصویر ہو اللہ تعالیٰ کے رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ مگر آج تو مصیبت یہ ہے کہ ماچس ہو تو اس پر تصویر، صابن ہو تو اس پر تصویر، چائے کی ڈبی لو اس پر تصویر۔ باطل قوتوں نے لوگوں کے ایسے ذہن خراب کر دیئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی اہمیت ہی ختم ہوگئی ہے۔

تو خیر اس زمانے میں تصویر بنانا جائز تھا۔ تو اس بزرگ نما آدمی نے جو اصل میں ابلیس تھا کہا کہ تم ان کے مجسمے بنالو۔ یہ تو نہ کہہ سکا کہ تم ان کو سجدہ کرو، ان سے حاجتیں

مانگو۔ کیوں کہ وہ لوگ پختہ ذہن کے تھے۔ مگر اس نے ایک بنیاد ڈال دی۔ ان لوگوں نے گھروں میں ان کے مجسمے بنا کر رکھ لیے، عبادت خانوں میں مجسمے بنا کر رکھ لیے۔ یہ لوگ دنیا سے چلے گئے نئی نسل آ گئی۔ نئی نسل کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ تمھارے بڑے ان کی پوجا کرتے تھے ان سے حاجتیں مانگتے تھے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اللہ تعالیٰ ان کی موڑتا نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا کوئی کسی کے آگے جھک رہا ہے کوئی کسی کے آگے جھک رہا ہے، کوئی کسی کو سجدہ کر رہا ہے، کوئی کسی کے آگے رکوع میں ہے۔ اصل میں یہ پانچ بزرگوں کے مجسمے تھے محض پتھر نہیں تھے۔

تو فرمایا کہ انھوں نے کہا وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا اور تحقیق انھوں نے گمراہ کیا بہت سارے لوگوں کو۔ وہ میری طرف نہیں آئیں گے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر گمراہی۔ سورۂ ہود میں ہے وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ "اور وحی نازل کی گئی نوح کی طرف اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ [آیت: ۳۶] بے شک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔"

تو نوح علیہ السلام نے کہا پروردگار! ان کو اور گمراہ کر دے مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے۔ سیلاب میں غرق ہونے کے ساتھ ہی فَاُدْخِلُوْا نَارًا پس داخل کیے گئے آگ میں۔ مرنے کے بعد ہی سزا شروع ہو جاتی ہے فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا پس نہ پایا انھوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی مددگار۔ نہ وَد نے مدد کی، نہ سواع، یغوث، یعوق اور نسر نے مدد کی۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت ہو تو کوئی مدد کر بھی کیا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کس کے پاس اختیار ہے؟

رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کون حاجت روا ہے؟ کون مشکل کشا ہے؟ کون فریاد رس ہے؟ کون دست گیر ہے؟ کوئی نہیں۔

وَقَالَ نُوحٌ اور کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا اے پروردگار! نہ چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو۔ دَیَّارًا کا معنیٰ داخل دار۔ کوئی گھر میں بسنے والا کافر نہ چھوڑ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ بے شک آپ اگر ان کو چھوڑ دیں گے يُضِلُّوا عِبَادَكَ گمراہ کریں گے آپ کے بندوں کو وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اور نہیں جنیں گے مگر نافرمان ناشکرے۔ فاجر، کافر ہی جنیں گے۔ کیوں کہ آپ فرما چکے ہیں لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ "کہ ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔" جن کی تعداد پوری سو [۱۰۰] بھی نہیں تھی۔

رَّبِّ اے میرے رب اغْفِرْ لِي بخش دے مجھے وَلِوَالِدَيَّ اور میرے ماں باپ کو بھی بخش دے وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا اور اس کو بھی جو میرے گھر میں داخل ہو اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ بیوی اور ایک بیٹا نافرمان تھے۔ وَلِلْمُؤْمِنِينَ اور عام مومن مردوں کو جو قیامت تک پیدا ہوں گے ان کو بھی بخش دے وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو بھی بخش دے جو قیامت تک پیدا ہوں گی۔

مسئلہ ایصالِ ثواب :

ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو پہلے محدود تھا اور اب کافی پھیل گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی کی دعا کسی کے لیے مفید نہیں ہے۔ ایصالِ ثواب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جو کسی نے نیکی، بُرائی خود کی ہے اس کا اس کو پھل ملے گا۔ اس پر انھوں نے رسالے لکھے ہیں۔

اخبارات میں مضمون چھپتے ہیں۔لوگوں سے زکوٰۃ لے کر رسالے طبع کرتے ہیں اور لوگوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔

اور اہل حق اس بات کے قائل ہیں کہ ایصالِ ثواب بھی حق ہے اور دعا بھی دوسروں کو فائدہ دیتی ہے۔اہل حق کی ایک دلیل یہ ہے اگر مومن مردوں اور عورتوں کو دعا فائدہ نہیں دیتی تو نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے ایسا بے کار اور مہمل کام کیوں کیا؟ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی قرآن کریم میں موجود ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ [ابراہیم:۴۱] ”اے پروردگار بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔“

میں کہتا ہوں جو لوگ کہتے ہیں کہ دعا کا کسی کو فائدہ نہیں ہوتا تو ان بے ایمانوں کا جنازہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔کیوں کہ جنازے میں دعا دوسرے کرتے ہیں۔سامنے میت پڑی ہوتی ہے اور جنازہ پڑھنے والے کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا آخر تک۔دعائے مغفرت میں جنازہ بھی شامل ہے۔تو اگر دعا کا فائدہ نہیں ہے تو ان کا جنازہ نہیں ہونا چاہیے۔(اور یہ وصیت کر کے مریں کہ ہمارا جنازہ نہ پڑھانا گڑھا کھود کر قبر میں ڈال کر آجانا۔مرتب)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو مر چکے ہیں وہ تمھاری دعاؤں کے منتظر ہوتے ہیں۔جس طرح عید کے موقع پر بہن بھائی قیمتی تحفوں کے منتظر ہوتے ہیں اور ملنے پر خوش ہوتے ہیں کہ فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے۔تو مرے ہوؤں کے لیے صدقہ کرو، خیرات کرو، جب چاہو کرو اور جس وقت چاہو کرو۔لیکن دنوں کی تعیین نہ کرو کہ یہ بدعت ہے کہ تیسرے دن کرنا ہے، ساتویں دن کرنا ہے، دسویں دن کرنا ہے۔دنوں کی تعیین کرو گے تو

گناہ ہوگا ثواب کچھ نہیں ہ۔

تو حضرت نوح نے دعا فرمائی کہ اے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہو اس کو بخش دے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر ہلاکت، بربادی۔ان کافروں کا بیڑہ غرق کر دے۔انھوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ الجِنّ

(مکمل)

جلد ۲۰

ایاتھا ۲۸ ۷۲ سُوْرَۃُ الْجِنِّ مَکِّیَّۃٌ ۴۰ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾

قُلْ آپ کہہ دیں اُوْحِیَ اِلَیَّ وحی کی گئی ہے میری طرف اَنَّهُ اسْتَمَعَ کہ بے شک شان یہ ہے کہ سنا نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ایک گروہ نے جنوں میں سے فَقَالُوْٓا پس کہا انھوں نے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا بے شک ہم نے سنا قرآن عَجَبًا عجیب یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ راہنمائی

کرتا ہے بھلائی کی طرف فَاٰمَنَّا بِهٖ پس ہم ایمان لائے اس پر وَلَنْ
نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اور ہم ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ
اَحَدًا کسی کو وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے کہ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا
بلند ہے شان ہمارے رب کی مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً نہیں بنائی اس نے اپنے
لیے بیوی وَّلَا وَلَدًا اور نہ اولاد وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا کہا کرتا تھا ہم میں سے بے وقوف عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا
اللہ تعالیٰ پر زیادتی کی بات وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور بے شک ہم گمان کرتے تھے
اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان وَالْجِنُّ اور جن
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے کہ
كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ کچھ مرد انسانوں میں سے يَعُوْذُوْنَ پناہ
پکڑتے تھے بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ جنات میں سے کچھ مردوں کی
فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا پس زیادہ کی انھوں نے ان کے لیے سرکشی وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا
اور بے شک انھوں نے خیال کیا كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسا کہ تم نے خیال کیا
اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کہ ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ کسی کو وَّاَنَّا لَمَسْنَا
السَّمَآءَ اور بے شک ہم نے چھوا آسمان کو (قصد کیا) فَوَجَدْنٰهَا پس
پایا ہم نے اس کو مُلِئَتْ حَرَسًا بھرا گیا (ہے) پہریداروں کے ساتھ
شَدِيْدًا سخت پہرے دار وَّشُهُبًا اور شہابوں سے وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ

مِنۡهَا اور بے شک ہم بیٹھتے تھے آسمان میں مَقَاعِدَ بیٹھنے کی جگہوں
میں لِلسَّمۡعِ سننے کے لیے فَمَنۡ یَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ پس جو سنے گا اب
یَجِدۡ لَهٗ پائے گا اپنے لیے شِهَابًا ٹوٹ جانے والا ستارا رَّصَدًا
تیار وَّاَنَّا لَا نَدۡرِیۡۤ اور بے شک ہم نہیں جانتے اَشَرٌّ اُرِیۡدَ کیا
شر کا ارادہ کیا گیا ہے بِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ان کے بارے میں جو زمین میں
ہیں اَمۡ اَرَادَ بِهِمۡ یا ارادہ کیا ہے ان کے بارے میں رَبُّهُمۡ ان
کے رب نے رَشَدًا بھلائی کا۔

جنات کا واقعہ :

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمان پر جاتے تھے ان پر کوئی خاص پابندی نہیں تھی۔فرشتوں کی گفتگو سنتے تھے۔فرشتے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے کہ آج فلاں شخص کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہے، فلاں کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے۔تو جنات سن کر فال نکالنے والوں کو بتاتے۔ وہ ایک سچ کے ساتھ ننانوے جھوٹ بھی چلا لیتے۔فرشتوں سے سنی ہوئی بات صحیح ہوتی تھی۔لوگ یقین کرتے تھے کہ فلاں جو بات کہی تھی صحیح نکلی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک کا نزول شروع ہوا تو فرشتوں کے سخت پہرے لگا دیئے گئے۔ جنات کا اُوپر جانا مشکل ہو گیا۔اب جو جن اُوپر جاتا تھا آگے سے شہاب پڑتے تھے۔کئی ہلاک ہو جاتے، کئی بھاگ جاتے۔ ساری دنیا کے جنات پریشان ہو گئے کہ ہمارے اُوپر اتنی سخت پابندی کیوں لگی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

الجزائر میں ایک مقام ہے نصیبین۔ وہاں جنات کی عالمی کانفرنس ہوئی جس میں

مشرق مغرب کے، شمال جنوب کے، عرب وعجم کے جنات اکٹھے ہوئے۔ اُنھوں نے یہ ایجنڈا پیش کیا کہ پہلے ہم پر آسمان کی طرف جانے پر پابندی نہیں تھی۔ اب پابندی لگ گئی ہے اس کے متعلق غور کرو، سوچو کہ ہمارے اُوپر یہ پابندی کیوں لگی ہے؟ چنانچہ جنات نے فیصلہ کیا کہ تحقیق کے لیے اطرافِ عالم میں وفود بھیجو۔ چنانچہ اُنھوں نے مشرق، مغرب، شمال، جنوب، کی طرف وفد بھیج دیئے۔ ایک وفد جزیرہ عرب کی طرف بھی بھیج دیا۔ اس وفد میں پانچ جنات کا ذکر بھی آتا ہے اور نو کا ذکر بھی آتا ہے۔ ابن درید رحمۃ اللہ علیہ مشہور مؤرخ ہیں۔ اُنھوں نے پانچ کے نام بھی بتلائے ہیں کہ ایک کا نام ناشی تھا، ایک کا نام مناصیل تھا، ایک کا نام ماضر تھا، ایک کا نام ضواد اور ایک کا نام احطب تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب صحابی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لا رہے تھے طائف اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک مقام ہے بخاری شریف میں اس کا نام بطن نخلہ آتا ہے۔ جب آپ بطن نخلہ کے مقام پر پہنچے تو فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اگرچہ اُس وقت پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں لیکن فجر اور عصر کی نماز باقاعدہ جماعت کے ساتھ ہوتی رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز شروع کرائی۔ قرأت بلند آواز سے فرمائی۔ یہ جنات کا وفد وہاں پہنچا تو انھوں نے قرآن کریم سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر۔ جنات نے جب قرآن کریم سنا تو ان کو بات سمجھ آ گئی کہ ہمارے اُوپر پابندی نزول وحی کی وجہ سے لگی ہے کہ اس پر کسی قسم کا حرف نہ آئے۔ وحی کے تحفظ میں کوئی شک نہ کر سکے۔ یہ جنات وہیں مسلمان ہو گئے کیوں کہ ان کی زبان عربی تھی ایک ایک لفظ سمجھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو

نہیں دیکھا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس وقت حضرت زید بن حارثہ اور حضرت بلال تھے رضی اللہ عنہما۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کیے بغیر ہی وہ جنات واپس چلے گئے۔کیوں کہ نمائندے تھے اُنھوں نے جاکر رپورٹ پیش کرنی تھی۔وہ جب چلے گئے تو بخاری شریف کی روایت ہے آذَنَتْهُ بِهِمُ الشَّجَرَة ایک درخت نے بول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ حضرت یہاں چند جنات آئے تھے انھوں نے قرآن پاک سنا اور یہیں مسلمان ہو گئے اور وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ [الاحقاف:۲۹] "وہ پلٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔" اپنی قوم کو رب کے عذاب سے ڈرانے کا عہد کر کے گئے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درخت نے اطلاع دی کہ جنات آئے تھے اور مسلمان ہو کر چلے گئے ہیں۔اور یہ ارادہ لے کر گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے بلا سکتا ہے۔مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابھی تک اس پتھر کو جانتا ہوں کہ جب میں اس پتھر کے پاس سے گزرتا تو مجھے سلام کہتا تھا۔

اس سورت کا نام سورۃ جن ہے۔نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چالیسواں نمبر ہے۔اس کے دو رکوع اور اٹھائیس [۲۸] آیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرما دیں اُوْحِیَ اِلَیَّ وحی کی گئی ہے میری طرف اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ کہ بے شک شان یہ ہے کہ سنا ہے ایک جماعت نے جنوں میں سے۔ نفر کا لفظ عربی زبان میں دس سے کم پر بولا جاتا ہے۔یعنی دس نہیں تھے۔نو کا ذکر بھی آتا ہے، سات اور پانچ کا ذکر بھی آتا ہے۔پانچ کے نام میں نے ابن دُرید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بتائے ہیں۔ فَقَالُوْا پس اُنھوں نے کہا سننے کے

ساتھ ہی اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا بے شک ہم نے سنا قرآن عجیب یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ
راہنمائی کرتا ہے بھلائی کی طرف، نیکی کی طرف فَاٰمَنَّا بِهٖ پس ہم ایمان لائے اس پر
سنتے ہی۔ یہ معلوم نہیں کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کون سی سورۃ پڑھی تھی لیکن وہ جنات
بڑے سمجھ دار تھے۔ اُنھوں نے حقیقت سمجھ لی۔ سب سے پہلی بات اُنھوں نے یہ کہی
وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا اور ہم ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ کسی
کو۔ اسلام کا پہلا سبق ہی یہی ہے لا الٰہ الا اللہ، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مشکل
کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی دست گیر نہیں۔

تو اُنھوں نے کہا کہ ہم ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ کسی کو
وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا، جد کے معنیٰ شان کے ہیں۔ اور بے شک شان یہ ہے کہ بلند ہے
شان ہمارے رب کی۔ ہمارے رب کا درجہ بہت بلند ہے مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا
نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے بیوی اور نہ اولاد۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ جیسی کوئی سورۃ پڑھی جس میں ذکر تھا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے اور نہ
اولاد ہے۔ یہودی کہتے ہیں عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ مشرکین مکہ کہتے تھے
فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور عیسائی کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور
مریم علیہا السلام کے بیٹے بھی مانتے ہیں۔ اگلی بات کھل کر نہیں کرتے کہ پھر حضرت مریم علیہا السلام
کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کیا نسبت ہوگی؟ مگر جب یہ دو باتیں مان لیں تو تیسری تو خود بہ خود
ظاہر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی ہے اور نہ ہی اس کی شان کے لائق ہے۔ نہ اس کی
ماں ہے، نہ باپ ہے، نہ بیٹی ہے، نہ بیٹا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ سوتا ہے، نہ وہ تھکتا
ہے، نہ اس کی ابتدا ہے، نہ انتہاء ہے، وہ ازلی، ابدی ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور

ساری دنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا اور بے شک شان یہ ہے کہ کہا کرتا تھا ہم میں سے بے وقوف عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا اللہ تعالیٰ پر زیادتی کی بات۔ مثلاً: کوئی کہتا عزیر (علیہ السلام) رب تعالیٰ کا بیٹا ہے، کوئی بے وقوف کہتا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، کوئی کہتا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بے وقوفوں کی باتیں ہیں۔ یہ جنات کا بیان ہے۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اور بے شک ہم گمان کرتے تھے اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان اور جن عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولیں گے لیکن اب پتا چلا کہ سارے بے وقوف تھے اور جھوٹ بولتے رہے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اب حقیقت کھل گئی کہ اللہ تعالیٰ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ لوگ جو کچھ کہتے ہیں سب جھوٹ ہے۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ اور بے شک کچھ مرد انسانوں میں سے يَعُوْذُوْنَ پناہ پکڑتے تھے بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ کچھ مردوں کی جنات میں سے فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا پس زیادہ کی انھوں نے ان کے لیے سرکشی۔ انسان جنات سے پناہ پکڑتے تو انھوں نے جنات کی سرکشی کو بڑھا دیا کہ انسان ہم سے ڈرتے ہیں ہمارے نام پر چیزیں ڈالتے ہیں ہمارے نام کی نذریں مانتے ہیں۔ لہٰذا ان میں اور اکڑ پیدا ہو گئی (تکبر پیدا ہو گیا)۔

جنات کی سرکشی :

طائف مکہ مکرمہ سے تقریباً پچھتر [۷۵] میل دور ہے۔ مکہ مکرمہ سے لوگ طائف جاتے تھے کبھی کسی راستے سے اور کبھی کسی راستے سے۔ ایک راستے میں ایک جگہ آتی تھی جس کا نام وَج تھا۔ یہ دشوار گزار پہاڑی تھی۔ وہاں جنات کا ڈیرا تھا۔ لوگ وہاں سے گزرتے تھے۔ ایک موقع پر قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا کہ ایک جن نے ایک آدمی کا کپڑا پھاڑ دیا۔ اس نے سنا ہوا تھا کہ یہاں جنات رہتے ہیں۔ وہ بڑا گھبرایا کہ میں قابو آ گیا اس نے دُہائی دینی شروع کر دی کہ میں یہاں جنات کا جو سردار ہے اس کو واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے کچھ نہ کہو یہ کھجوریں، یہ مکھن، یہ ستو، میں یہاں چھوڑتا ہوں، یہ کھاؤ پیو، مجھے کچھ نہ کہو۔ جنات نے کہا بڑا سستا سودا ہے۔ لوگوں نے یہاں سے گزرنا ہی ہوتا ہے تھوڑا سا چھیڑو تو بہت کچھ مل جاتا ہے۔ پھر رسم پڑ گئی کہ جو بھی وہاں سے گزرتا کھانے پینے کی چیزیں وہاں چھوڑ جاتا۔ کوئی مکھن، کوئی گھی، کوئی کھجوریں، کوئی ستو، کوئی دودھ۔ جنات سرکش ہو گئے کہ لوگ ہم سے ڈرتے ہیں۔ یہ پجاری بھی گمراہ اور وہ بھی گمراہ۔

تو فرمایا کچھ مرد انسانوں میں سے پناہ پکڑتے ہیں جنات کی پس بڑھا دیا انھوں نے ان کی سرکشی کو وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا اور بے شک انھوں نے خیال کیا۔ انسانوں نے خیال کیا كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسا کہ اے جنات! تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بھیجے گا کسی کو نبی بنا کر۔ اب پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نبی بھیجتا ہے۔ ہمارا نظریہ بھی غلط تھا اور انسانوں کا نظریہ بھی غلط تھا۔

اور مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ بے شک انسانوں نے بھی خیال کیا اور اے جنات تم نے بھی خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد کسی کو نہیں اُٹھائے گا۔ بعث

بعد الموت نہیں ہوگی۔ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ اور بے شک ہم نے ارادہ کیا آسمان کی طرف جانے کا۔ جنات کے لیے کوئی پابندی نہیں تھی۔ وہ آسمانوں کی طرف آتے جاتے تھے۔ قرآن پاک کا نزول شروع ہوا تو پابندی لگ گئی۔ اس کا حوالہ دیتے ہیں کہ بے شک ہم نے قصد کیا آسمان کی طرف جانے کا فَوَجَدْنٰهَا پس پایا ہم نے آسمان کو مُلِئَتْ حَرَسًا۔ حَرَسًا حَارِسٌ کی جمع ہے۔ حارس کا معنٰی ہے پہرے دار۔ معنٰی ہوگا بھرا ہوا پہرے داروں سے۔ جگہ جگہ چوکیدار ہیں شَدِيْدًا سخت پہرا۔ سیکورٹی والے کسی کو آگے نہیں گزرنے دیتے بغیر چالاکی کے وَّشُهُبًا۔ شُهُبًا شِهَاب کی جمع ہے، شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔ اُوپر سے ہم پر ستارے پڑتے ہیں کوئی مر جاتا ہے، کوئی جھلس جاتا ہے، کوئی زخمی ہو جاتا ہے، پہلے اتنی سزائیں نہیں تھیں وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ اور بے شک ہم بیٹھتے تھے مِنْهَا آسمان کی طرف فضا میں مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ بیٹھنے کی جگہوں میں سننے کے لیے فرشتوں کی باتیں لیکن فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پس جو سنے گا اب فرشتوں کی باتیں يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا وہ پائے گا اپنے لیے ٹوٹ جانے والا ستارا بالکل تیار۔ جس وقت بات سننے کے لیے اُوپر جائے گا اس پر ستارہ پھینک دیا جائے گا۔

وہ جنات کہنے لگے وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اور بے شک ہم نہیں جانتے اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے ان کے بارے میں جو زمین میں ہیں اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا یا ارادہ کیا ہے ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر مبعوث فرمایا ہے اور قرآن کا نزول شروع ہو گیا ہے۔ نتیجہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ لوگ ان کی بات مان کر بھلائی پائیں گے یا انکار کر کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ہمیں نتیجے کا علم نہیں ہے کہ انھوں نے ماننا ہے یا انکار کرنا ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ﴿۱۷﴾ وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ؕ﴿۱۹﴾ ع

وَّاَنَّامِنَّا اور بے شک ہم میں الصّٰلِحُوْنَ نیک بھی ہیں وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور ہم میں اس کے علاوہ بھی ہیں كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ہم مختلف راستوں میں بٹے ہوئے تھے وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اور بے شک ہم نے یقین کرلیا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ اس بات کا کہ ہم عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور ہم ہرگز نہیں عاجز کر سکتے اللہ تعالیٰ کو بھاگ کر وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اور بے شک جس وقت ہم نے سنی ہدایت اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ پس جو ایمان لائے گا اپنے رب پر فَلَا یَخَافُ بَخْسًا پس وہ نہیں خوف

کرے گا کمی کا وَّلَا رَهَقًا اور نہ زیادتی کا وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ اور ہم میں بے انصاف بھی فَمَنْ اَسْلَمَ پس جو مسلمان ہو گیا فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا پس اُنھوں نے کوشش کی بھلائی حاصل کرنے کی وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ اور بہرحال جو بے انصاف ہیں فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا پس وہ ہوں گے جہنم کے لیے ایندھن وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا اور اگر یہ لوگ قائم رہیں عَلَى الطَّرِيْقَةِ سیدھے راستے پر لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا تو ہم پلائیں ان کو وافر پانی لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ تاکہ ہم آزمائیں ان کو پانی میں وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص اعراض کرے گا اپنے رب کے ذکر سے يَسْلُكْهُ چلائے گا اس کو اللہ تعالیٰ عَذَابًا صَعَدًا ایسے عذاب میں جو چڑھتا ہوگا وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ جس وقت کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کا بندہ يَدْعُوْهُ پکارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قریب تھا کہ یہ لوگ ہجوم کر کے اس کے قریب اکٹھے ہو جائیں۔

ربط :

اُوپر سے جنات کا بیان چلا آ رہا ہے جو قرآن سن کر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو

ڈرانے کے لیے واپس چلے گئے تھے۔ یہ وہی جنات کا گروہ تھا جو اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف آیا تھا کہ ہم پر پابندی کی وجہ کیا ہے کہ اب ہم آسمانوں کی طرف نہیں جاسکتے۔

ان جنات نے یہ بھی کہا وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ اور بے شک ہم میں نیک بھی ہیں وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور ہم میں اس کے علاوہ بھی ہیں۔ جنات بھی عقل مند اور مکلف مخلوق ہے۔ یعنی شریعت کے پابند ہیں۔ جس طرح انسانوں میں نیک اور بد ہیں اسی طرح جنات میں بھی نیک ہیں اور دوسری مد کے بھی ہیں۔ کہنے لگے كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا۔ طَرَائِق طَرِيْقَةٌ کی جمع ہے، اور قِدَدَ قِدَّةٌ کی جمع ہے۔ طریقہ کا معنیٰ راستہ ہے۔ اور قِدَّةٌ کا معنیٰ ہے پھٹا ہوا۔ راستے پھٹے ہوئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مختلف ہیں۔ معنیٰ ہوگا ہم مختلف راستوں میں بٹے ہوئے تھے۔ کوئی یہودی، کوئی عیسائی، کوئی ہندو، کوئی سکھ۔ جس طرح انسانوں میں مختلف مذاہب ہیں جنات میں بھی مختلف مذاہب ہیں۔ عقیدے کے لحاظ سے پھٹے ہوئے ہیں۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور بے شک ہم نے یقین کرلیا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ اس بات کا کہ ہم عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو زمین میں۔ رب تعالیٰ کے فیصلے کو ٹالنے کی ہمارے اندر قوت نہیں ہے۔ رب تعالیٰ جو فیصلہ نافذ کرنا چاہیں وہ ہو کر رہتا ہے وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور ہم ہرگز نہیں عاجز کر سکتے اللہ تعالیٰ کو بھاگ کر۔ یہ بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ دیکھو! لوگ جرم کر کے دوسرے ملکوں میں بھاگ جاتے ہیں جہاں اس حکومت کا اثر ورسوخ نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ کے ملک سے بھاگ کر کوئی کہاں جائے گا۔ سورۂ رحمٰن پارہ ۲۷ میں ہے "اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم طاقت رکھتے ہو

اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کہ نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے فَانۡفُذُوۡا تو نکل جاؤ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر دلیل کے ساتھ۔" رب تعالیٰ کی زمین چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ آسمان کو کراس کر کے کیسے جا سکتے ہو اور کہاں جا سکتے ہو؟

تو جنات نے کہا اور نہ ہم بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہیں وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعۡنَا الۡهُدٰۤى اور بے شک جس وقت ہم نے ہدایت سنی اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر کہ یہ سراسر ہدایت ہے الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ "یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔" ہم کہتے ہیں فَمَنۡ يُّؤۡمِنۡ بِرَبِّهٖ پس جو ایمان لائے گا اپنے رب پر فَلَا يَخَافُ بَخۡسًا پس وہ نہیں خوف کرے گا کمی کا، نقصان کا وَّلَا رَهَقًا اور نہ زیادتی کا خوف کرے گا۔ کمی کا مطلب یہ ہے کہ نیکی میں جتنے نمبر بنتے ہیں اس میں کم کیے جائیں ایسا نہیں ہوگا۔ یا برائی کے جتنے نمبر بنتے ہیں اس سے زیادہ کر دیئے جائیں ایسا بھی نہیں ہوگا۔ قاعدے کے مطابق نیکی کا پورا بدلہ ملے گا اور بدی میں زیادتی نہیں کی جائے گی فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۚ [سورۃ الزلزال: پارہ ۳۰] "ذرہ برابر جو نیکی کرے گا دیکھ لے گا اور ذرہ برابر جو بدی کرے گا دیکھ لے گا۔"

جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی :

اور جنات نے یہ بھی کہا وَّاَنَّا مِنَّا الۡمُسۡلِمُوۡنَ اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں وَمِنَّا الۡقٰسِطُوۡنَ اور ہم میں بے انصاف بھی ہیں جو رب تعالیٰ کا حق دوسروں کو دیتے ہیں، شرک کرتے ہیں اور اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ۝ [سورۃ لقمان]

"بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔" رب تعالیٰ کی توحید میں کسی کو شریک کرنا بڑا ظلم اور نا انصافی ہے۔ تو جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ہیں۔

مؤطا امام مالک میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں اپنے دفتر میں تشریف فرما تھے۔ ایک خوب صورت نوجوان عورت سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نگاہیں نیچی کر لیں۔ اس عورت نے کہا کہ شریعت میں کوئی شرم نہیں ہے میری طرف دھیان کر کے میری بات سنو! میرے آگے پیچھے کچھ نہیں ہے۔ میرے والدین فوت ہو چکے ہیں میرا خاوند معلوم نہیں کہا چلا گیا ہے؟ میری شکل وصورت اور جوانی کو دیکھو۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں کہیں گناہ میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ اور میرے کھانے پینے کا بھی انتظام کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منشی کو حکم دیا کہ اس عورت کا نام پتا درج کر کے با قاعدہ بیت المال سے وظیفہ جاری کر دو۔ اور اس عورت سے فرمایا کہ چار سال چار مہینے دس دن کی مدت پوری ہونے دو پھر تمھارا نکاح ہوگا، انتظار کرو۔ کیوں کہ مفقود الخبر جس کا علم نہ ہو کہ مردہ ہے یا زندہ ہے اس کا چار سال چار مہینے دس دن انتظار کر کے پھر عورت نکاح کر سکتی ہے۔ چنانچہ چار سال چار مہینے دس دن کا عرصہ گزرنے کے بعد اس عورت کا نکاح کر دیا گیا۔

نکاح کے کچھ عرصہ بعد پہلا خاوند بھی آ دھمکا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کی بیوی کسی اور کے نکاح میں ہے تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں جا پہنچا اور شور مچایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی! تمھاری بیوی خوب صورت، جوان، صحت مند تھی۔ اس نے آ کر کھری بات کہی کہ میں گناہ میں مبتلا ہو جاؤں گی میرا کچھ کرو۔ ہم نے تیرا انتظار

کرنے کے بعد اس کا نکاح کر دیا۔ اس آدمی نے کہا حضرت! میری بھی بات سنو۔ مجھے جنات اُٹھا کر لے گئے تھے۔ میں اتنے سال جنات کی قید میں رہا ہوں۔ وہ جنات کافر تھے۔ وہاں مسلمان جنات بھی تھے۔ مجھے انھوں نے نمازیں پڑھتے دیکھا تو مجھ سے حال پوچھا۔ انھوں نے میری حمایت کی۔ مسلمان جنات میری حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے جہاد کیا۔ مسلمان اور کافر جنات کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ انھوں نے مجھے رہا کر دیا اور میں گھر پہنچ گیا۔ میں تو مجبور تھا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں اگر پہلا خاوند آ جائے تو وہ عورت پہلے خاوند کی ہوگی۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ پانی نہ ملے تو تیمم کرنا ہے۔ تیمم کرنے والے کو جب پانی نظر آ جائے گا تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ لیکن وہ عورت کچھ عرصہ دوسرے خاوند کے پاس رہی ہے لہٰذا عدت گزارنا پڑے گی۔ اور اس اثنا میں جو اولاد ہوئی ہے وہ ثابت النسب ہوگی۔ عدت کے بعد پہلے خاوند کے پاس چلی جائے گی۔

حدیثِ خرافہ کی حقیقت :

خرافات کا لفظ مشہور ہے۔ عام طور پر بولتے ہیں یہ خرافات ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ حدیث خرافہ ہے۔ یعنی خرافات کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا أَتَدْرِيْنَ مَا الخرافة "کیا تو جانتی ہے خرافہ کیا ہے؟" کہنے لگیں حضرت! بڑوں سے سنا ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے اُسے حدیثِ خرافہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خرافة اِسْمُ رَجُلٍ "خرافہ ایک آدمی کا نام ہے۔" اس کو جنات قید کر کے لے گئے تھے۔ وہ کافی عرصہ جنات میں رہا پھر جنات نے اس کو رہا کر دیا۔ وہ جنات کی عجیب وغریب باتیں لوگوں کو سناتا تھا جو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی

تھیں (حضرت نے ہنستے ہوئے فرمایا) پھر جو بات لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تھی اس کو حدیثِ خرافہ کہہ دیتے تھے۔ اسی سے خرافات کا لفظ ہے۔

تو جنات میں مسلم بھی ہیں، کافر بھی ہیں، نیک بھی ہیں، بد بھی ہیں۔ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۔ تحرّی کا معنیٰ ہوتا ہے کوشش کرنا۔ پس جو مسلمان ہو گیا پس اُنھوں نے کوشش کی بھلائی حاصل کرنے کی وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ اور بہر حال جو بے انصاف ہیں فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا پس وہ ہوں گے جہنم کے لیے ایندھن۔

بعض سطحی قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ انسانوں کا دوزخ میں جلنا تو سمجھ میں آتا ہے کہ خاکی مخلوق ہے اور جنات تو ناری مخلوق ہے نار کو نار میں کیا تکلیف ہوگی، آگ کو آگ میں کیا تکلیف ہوگی؟ لیکن وہ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ بخاری مسلم کی روایت میں ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار اس طبقے کی حرارت اور تپش سے میں تکلیف میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طبقے کو ایک سانس لینے کی اجازت دی۔ اسی طرح جو جہنم کا سرد طبقہ ہے اس نے بھی دوسرے طبقے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ایک سانس لینے کی اجازت دی۔ یہ جو گرمیوں میں سخت گرمی ہوتی ہے یہ جہنم کے گرم طبقے کا سانس ہے۔ اور سردیوں میں جو سخت سردی ہوتی ہے یہ جہنم کے سرد طبقے کا سانس ہے۔ تو جہنم کی آگ کا اتنا فرق ہے کہ ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی۔ اور جنات دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے اُنہتر گنا تیز ہے۔ تو ان کو کیوں تکلیف نہیں ہوگی۔ پھر اگر کسی کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ آگ کو آگ سے تکلیف ہوگی تو وہ یہ سمجھ لے کہ زمہریر بھی جہنم کا ایک طبقہ ہے۔ یہ ٹھنڈا طبقہ ہے۔ ان کو جہنم کے زمہریر طبقہ میں پھینکا جائے تو وہ بھی جہنم کا حصہ ہے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا کا عطف ہے اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ پر۔ بات کو سمجھنا قاری حضرات کے لیے کہہ رہا ہوں۔ اس کا مفہوم اس طرح بنے گا قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ آپ کہہ دیں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک سنا ایک جماعت نے جنوں میں سے اور آپ کہہ دیں میری طرف وحی کی گئی ہے اس بات کی اور اگر یہ لوگ قائم رہیں عَلَی الطَّرِیْقَةِ حق کے راستے پر لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا تو ہم پلائیں گے ان کو وافر پانی۔ یعنی میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر یہ سیدھے راستے پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بارش کے ذریعے وافر پانی پلائیں گے لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ تاکہ ہم آزمائیں ان کو، ان کا امتحان لیں پانی کے ذریعے۔ فِیْهِ کی 'ہ' ضمیر پانی کی طرف جا رہی ہے کہ بارش ہونے کے بعد کون اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص اعراض کرے گا اپنے رب کے ذکر سے۔ ذکر سے قرآن کریم بھی مراد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر:۹] "بے شک ہم نے ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" اور ذکر سے مراد نماز بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی مراد ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے قرآن سے، نماز سے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرے گا یَسْلُکْهُ عَذَابًا صَعَدًا چلائے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسے عذاب میں جو چڑھتا ہوگا۔ یعنی روز بہ روز اس کا عذاب بڑھتا جائے گا کم نہیں ہوگا۔ سورہ نبا پارہ ۳۰ میں ہے فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا "پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمھارے لیے مگر عذاب۔" جنتیوں کے لیے لذتیں اور خوشیاں بڑھتی جائیں گی اور دوزخیوں کے لیے عذاب۔

اگلی آیت کا عطف بھی اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ پر ہے کہ آپ فرما دیں کہ میری

طرف وحی آئی ہے وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَلَاتَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا پس نہ پکارو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریادرس ہے۔ اور یہاں حالات یہ ہیں کہ بڑا زور لگا کر مسجد کے سپیکر پر کہتے ہیں: ؎

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

قرآن کا حکم دیکھو اور لوگوں کا عمل دیکھو! کتنے بڑے ظلم کی بات ہے۔ فرمایا وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ اور بے شک شان یہ ہے کہ جس وقت کھڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا بندہ۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر نام آئے ہیں۔ ان میں ایک عبداللہ بھی ہے۔ عبداللہ کا معنیٰ ہے اللہ کا بندہ۔ صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے بندے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جس وقت کھڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا بندہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَدْعُوْهُ پکارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قریب تھا کہ یہ لوگ ہجوم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب اکٹھے ہو جائیں۔

لِبَدًا لِبْدَةٌ کی جمع ہے۔ اصل میں گدھے، خچر، گھوڑے کی زین کے نیچے جو نرم سا کپڑا رکھا جاتا ہے کہ جانور کو زین کی رگڑ نہ لگے جس کو تم تار و اور نمدہ کہتے ہو۔ اس کی اُوپر نیچے تہیں ہوتی ہیں۔ عربی میں اس کو لِبْدَةٌ کہتے ہیں۔ وہ کپڑا چونکہ اُوپر نیچے تہوں والا ہوتا ہے اس لیے اس کو یہاں ہجوم کے معنیٰ میں لیتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو کافر لوگ آپ کو اذیت پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جاتے۔ طعن و تشنیع کرنے کے لیے اکٹھے ہو جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعظ و نصیحت بے

اثر ہو جائے۔تو اللہ تعالیٰ کی توحید بنیادی سبق ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر قائم رکھے۔

[امین]

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ﳔ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًاۙ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًاۙ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا﴿۲۸﴾ ع ۲ ۹ ۱۲

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے
اَدْعُوْا رَبِّیْ میں اپنے رب کو پکارتا ہوں وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اور میں نہیں
شریک ٹھہراتا اس کے ساتھ اَحَدًا کسی کو قُلْ آپ کہہ دیں
اِنِّیْ بے شک میں لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ نہیں ہوں مالک تمھارے لیے
ضَرًّا نقصان کا وَّلَا رَشَدًا اور نہ نفع کا قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ
لَنْ یُّجِیْرَنِیْ بے شک مجھے ہرگز نہیں پناہ دے گا مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی
پکڑ سے اَحَدٌ کوئی بھی وَّلَنْ اَجِدَ اور میں ہرگز نہیں پاؤں گا
مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے مُلْتَحَدًا جائے پناہ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ

مگر میں مالک ہوں اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے کا وَرِسٰلٰتِهٖ اور اس کے احکام پہنچانے کا وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ پس بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہیں گے اس میں حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا یہاں تک کہ جب دیکھیں گے مَا اس چیز کو يُوْعَدُوْنَ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے فَسَيَعْلَمُوْنَ پس عنقریب جان لیں گے مَنْ اَضْعَفُ اس کو جو زیادہ کمزور ہے نَاصِرًا مددگار کے لحاظ سے وَّ اَقَلُّ عَدَدًا۔ اور زیادہ کم ہے گنتی کے لحاظ سے قُلْ آپ فرمادیں اِنْ اَدْرِیْٓ میں نہیں جانتا اَقَرِيْبٌ کیا قریب ہے مَّا وہ چیز تُوْعَدُوْنَ جس چیز کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا یا بنائے گا اس کے لیے میرا رب کوئی میعاد عٰلِمُ الْغَيْبِ وہ عالم الغیب ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ پس نہیں اطلاع دیتا وہ اپنے غیب پر اَحَدًا کسی کو اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جس پر راضی ہو پیغمبروں میں سے فَاِنَّهٗ پس بے شک وہ يَسْلُكُ چلاتا ہے مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ اس کے آگے وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے پیچھے رَصَدًا پہریدار لِّيَعْلَمَ تا کہ وہ ظاہر کر دے اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا کہ تحقیق انھوں نے پہنچا دیئے ہیں رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے احکامات وَاَحَاطَ اور

اس نے احاطہ کیا ہوا ہے بِمَا اس چیز کا لَدَیْهِمْ جو ان کے آگے ہیں وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ اور اس نے گن رکھی ہے ہر چیز عَدَدًا گنتی کے لحاظ سے۔

ربط بین الآیات :

پہلے رکوع میں جنات کا ذکر تھا کہ جنات میں مومن بھی ہیں، کافر بھی ہیں، اچھے بھی ہیں، بُرے بھی ہیں۔ اور جتنے احکامات انسانوں کے لیے ہیں بعینہٖ اتنے ہی جنات کے لیے ہیں۔ توحید، رسالت، قیامت، سب مسائل میں وہ پابند ہیں انسانوں کی طرح۔

جنات کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم ﷺ! قُلْ آپ فرما دیں ان سب جنات کو بھی اور انسانوں کو بھی اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ پختہ اور یقینی بات ہے میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں وہی میرا حاجت روا ہے، مشکل کشا ہے، دست گیر اور فریادرس ہے وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا اور میں نہیں شریک کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں، نہ اس کے کاموں میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کے ارادے اور چاہنے میں کوئی شریک ہے۔ وہ ہر اعتبار سے وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور دوسرا اعلان یہ بھی کر دیں قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا بے شک میں نہیں ہوں مالک تمھارے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا۔ ضار بھی اللہ تعالیٰ ہے اور نافع بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ میرے اختیار میں نہ تمھارا نفع ہے اور نہ نقصان ہے۔ اس سے تم خود اندازہ لگالو کہ اور کوئی کس طرح نفع نقصان کا مالک ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر کسی کا رتبہ اور مقام نہیں ہے۔ تمام مخلوقات میں سب سے بلند رتبے کی شخصیت سے

اعلان کروایا جا رہا ہے کہ میں تمھارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ تو شہید، ولی کیسے مالک ہو جائیں گے۔ اور قرآن پاک میں دو جگہ نویں پارے میں اور گیارھویں پارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلان کروایا قُلْ "آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا [یونس:۴۹] میں مالک نہیں ہوں اپنے نفس کے لیے نقصان اور نفع کا۔" کتنے کھرے لفظوں میں اعلان کروایا ہے۔ اور فرمایا یہ اعلان کر دیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ بے شک مجھے ہرگز نہیں پناہ دے گا اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اَحَدٌ کوئی بھی۔ اگر معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ مجھے پکڑنا چاہے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ یہ جملہ فرضیہ شرطیہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔ جیسا کہ سورۃ زمر آیت نمبر ۶۵ پارہ ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ "اگر آپ نے شرک کیا تو ضائع ہو جائے گا آپ کا عمل۔" اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پیغمبر شرک کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں! بلکہ یہ جملہ فرضیہ ہے۔ یا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ [زخرف:۸۱] "آپ فرما دیں اگر ہو رحمان کے لیے اولاد تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔" اس کو جملہ فرضیہ کہتے ہیں۔

آپ کہہ دیں ہرگز نہیں پناہ دے گا مجھے کوئی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اگر بالفرض والمحال اللہ تعالیٰ مجھے پکڑنا چاہے وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور ہرگز نہیں پاتا میں اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی جائے پناہ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ مگر میں مالک ہوں اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے کا اس کی قدرت اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہے وَرِسٰلٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کا مجھے اختیار ہے۔ یہ انسان کے بس میں ہے نیکی کا حکم دینا، برائی سے

روکنا۔ باقی میں تمھارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ پس بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہیں گے اس جہنم میں ہمیشہ۔ کافر، مشرک، مرتد کے لیے، رب تعالیٰ کے باغی کے لیے کسی وقت بھی دوزخ سے چھٹکارا نہیں ہے۔ اگر ایمان، عقیدہ صحیح ہے اعمال میں کمی ہے، گناہ گار ہے کسی نہ کسی وقت دوزخ سے رہا ہو کر جنت میں چلا جائے گا۔

فرمایا حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ قیامت آئے گی اور تم عذاب میں گرفتار ہو گے یا قیامت سے پہلے بھی تم پر عذاب آ سکتا ہے۔ مختلف قوموں پر عذاب آئے ہیں۔ تو فرمایا جب دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے فَسَيَعْلَمُوْنَ پس بہ تاکید وہ جان لیں گے مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا کون زیادہ کمزور ہے از روئے مددگار کے وَّاَقَلُّ عَدَدًا اور کون زیادہ کم ہے گنتی کے لحاظ سے۔ کافر مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ آپ جو سب کو غلط کار (گمراہ) کہتے ہیں آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں، کتنی گنتی ہے ان کی؟ اس میں تو کوئی شک نہیں تھا کہ ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے۔ پہلے تین چار سالوں میں مرد عورتیں ملا کر چالیس سے نہیں بڑھے۔ لیکن تھے ایسے پختہ لوگ کہ ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں مگر کلمہ نہیں چھوڑا۔

اسلام کے ابتدائی دور کی صعوبتیں :

وہ وقت بھی آیا کہ مشرکوں نے دار الندوہ میں مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ اَنْ لَّا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ "کہ ان کے ساتھ نہ رشتہ ناتا کرنا ہے اور نہ

خرید وفروخت کرنی ہے۔"اس وقت جدہ کا وجود نہیں تھا اور طائف مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) میل دور تھا۔قریب کوئی شہر نہیں تھا کہ جہاں سے جا کر ضروریات کی چیزیں خرید لیتے۔مکہ مکرمہ میں جب مسلمانوں کے بچے دکانوں پر سودا خریدنے کے لیے جاتے تو دکان دار کہتے بھاگ جاؤ تمھارے لیے کوئی سودا نہیں ہے۔نہ عورتوں کو اور نہ مردوں کو سودا ملتا تھا۔دودھ پیتے بچے دودھ سے محروم، بیمار کو کوئی شے نہیں ملتی تھی۔حالت یہاں تک پہنچی کہ بھوک کی وجہ سے اُٹھتے تو گر پڑتے تھے۔رشتہ داروں کو کچھ رحم آتا اور وہ سودا خرید کر چھپ چھپا کر دے جاتے تھے۔پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا [سورۃ النصر: پارہ ۳۰]

تو ابتدائی دور میں مسلمان تھوڑے تھے اور کافر کہتے تھے تم کتنے ہو؟ فرمایا آج تو تم مسلمانوں کو کمزور سمجھتے ہو اس دن پتا چل جائے گا کہ کمزور کون ہے اور عدد کے لحاظ سے کم کون ہے؟ پھر کہتے تھے جس عذاب سے تم ڈراتے ہو وہ کب آئے گا؟ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کا جواب دیا۔فرمایا قُلْ آپ فرمادیں ان سے اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ میں نہیں جانتا کیا قریب ہے وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا یا بنائے گا اس کے لیے میرا رب کوئی میعاد۔

علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے :

عٰلِمُ الْغَیْبِ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔وہ بہتر جانتا ہے کہ وہ وعدہ قریب ہے یا اس کے لیے اس نے کوئی میعاد مقرر فرمائی ہے فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا پس وہ اطلاع نہیں دیتا اپنے غیب پر کسی کو اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جس پر راضی ہو رسولوں میں سے ان کو غیب کی خبریں بتلاتا ہے۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ پارہ ۳ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ "یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" غیب کلی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو بتلاتا ہے پھر نزول وحی پورے اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا پس بے شک وہ چلاتا ہے اس کے آگے اور اس کے پیچھے چوکیدار۔ وحی کی حفاظت کے لیے آگے پیچھے سخت پہرے ہوتے ہیں تاکہ جنات اور شیاطین کوئی دخل اندازی نہ کر سکیں۔

اہلِ بدعت کا غلط استدلال اور اس کے جوابات :

آپ حضرات نے آیتِ کریمہ کا سرسری مفہوم سمجھ لیا ہے۔ اہل بدعت کی بھی سن لیں کہ وہ اس آیت کریمہ سے کیا استدلال کرتے ہیں۔ وہ اس کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عٰلِمُ الْغَيْبِ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا وہ اپنے غیب کی اطلاع نہیں دیتا کسی کو اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جس پر راضی ہو جائے رسولوں میں سے اس کو سارا غیب بتلا دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تو ایسی ہے کہ رب تعالیٰ ان سے راضی ہیں اس کا انکار کون کر سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سارا غیب ان کو بتلا دیا ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا صرف دو تین باتیں تمھارے سامنے رکھنی ہیں۔

❀ قرآن کریم میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ سورۃ جن چالیسویں نمبر پر نازل ہوئی۔ ایک سو چودہ [۱۱۴] سورتوں میں سے چالیس سورتیں نکالو تو باقی چوہتر [۷۴] سورتیں بچتی ہیں جو اس سورت کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ سورتیں جو بعد

میں نازل ہوئی ہیں وہ غیب ہیں یا نہیں؟ اگر سارا غیب آپ کو عطا کر دیا گیا تھا تو جو تیرہ سورتیں بعد میں کیوں نازل ہوئیں؟ کیا یہ غیب سے نہیں تھیں؟ لہٰذا اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا غیب عطا کر دیا گیا تھا غلط ہے۔

❀ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتِ کریمہ میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ قریب ہے وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی میعاد مقرر کی ہے۔ یعنی عذاب یا قیامت کا مجھے علم نہیں ہے۔ اور اگلی آیت میں ہے کہ سب کچھ بتلا دیا ہے۔ پھر تو دونوں کا تعارض ہوتا ہے۔ اُوپر اعلان کروایا جاتا ہے کہ مجھے علم نہیں ہے اور آگے سب کچھ بتلا دیا۔ کیا یہ قرآن کا مطلب ہے؟

❀ تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو سب کچھ بتلا دیا گیا ہے تو پھر اس کے بعد نفی والی آیتیں کیوں نازل ہوئی ہیں؟ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کلی کی نفی کی گئی ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۴ پارہ ۶ میں ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ "اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے بیان نہیں کیے۔" یہ عطائی علم کی نفی ہو رہی ہے کہ ہم نے آپ کو نہیں بتلائے۔ اور یہ سورت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ تو پھر کیسے مان لیں کہ سورۃ جن کی آیت کریمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی ثابت ہو گیا۔ پھر قرآن کریم کی آخری سورتوں میں سے بڑی سورت سورۃ التوبہ ہے، سورۃ البراۃ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ "مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ہیں جو منافقت پر اڑے ہوئے ہیں اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو

نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔"

❀ اور سورۃ منافقوں میں تم پڑھ چکے ہو کہ منافقوں نے آپس میں باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ ایسی باتیں کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقوں کو بلا کر پوچھا تو کہنے لگے توبہ توبہ ہمیں تو ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو جھڑکا کہ آپ نے کیوں جھوٹ بولا ہے؟ اس پر سورۃ منافقون نازل ہوئی اور آپ کو اطلاع دی گئی کہ منافقوں نے یہ باتیں کی تھیں۔ منافق صفائی دینے میں جھوٹے ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو حضرت زید کو کیوں جھڑکتے اور پھر یہ سورت کیوں نازل ہوتی؟ اللہ تعالیٰ قرآن کی سمجھ عطا فرمائے۔

جتنی غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ کو منظور تھیں وہ آپ کو عطا فرمائیں سارا غیب نہیں ملا۔ غیب خاصۂ خداوندی ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔"

تو فرمایا: چلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے آگے اور پیچھے پہرے دار۔ وحی فرشتوں کے پہرے میں اُترتی ہے لِيَعْلَمَ تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ کہ تحقیق انھوں نے پہنچا دیئے ہیں اپنے رب کے احکامات وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے احاطہ کیا ہوا ہے قدرت کے لحاظ سے جو ان کے پاس ہے وَاَحْصٰى اور گن رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَدَدًا از روئے گنتی کے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی محیط ہے اور علم بھی محیط ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ اس کے علم سے کوئی چیز خارج ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سُورَۃِ المزّمّل

(مکمل)

جلد ۲۰

اٰیاتہا ۲۰ ۷۳ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَکِّیَّۃٌ ۳ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۲ نِّصْفَہٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ۝۳ اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝۴ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝۵ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ۝۶ اِنَّ لَکَ فِی النَّہَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝۷ وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۝۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ۝۹ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اہْجُرْہُمْ ہَجْرًا جَمِیْلًا ۝۱۰ وَ ذَرْنِیْ وَ الْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ وَ مَہِّلْہُمْ قَلِیْلًا ۝۱۱ اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْکَالًا وَّ جَحِیْمًا ۝۱۲ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝۱۳ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ کَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّہِیْلًا ۝۱۴

یٰاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ اے کمبل اوڑھنے والے قُمِ آپ کھڑے ہوں الَّیْلَ رات کو اِلَّا قَلِیْلًا مگر تھوڑا حصہ نِّصْفَہٗۤ آدھی رات اَوِ انْقُصْ مِنْہُ یا اس سے کچھ کم کر دیں قَلِیْلًا تھوڑا سا اَوْ زِدْ عَلَیْہِ یا نصف سے کچھ زیادہ کر دیں وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں قرآن تَرْتِیْلًا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ بے شک

ہم عنقریب ڈال رہے ہیں آپ پر قَوْلًا ثَقِيْلًا ایک بات بھاری اِنَّ
نَاشِئَةَ الَّيْلِ بے شک رات کا اُٹھنا هِيَ اَشَدُّ وَطْاً یہ زیادہ سخت ہے
روندنے (کچلنے) کے اعتبار سے وَّاَقْوَمُ قِيْلًا اور زیادہ درست ہے
بات کرنے کے اعتبار سے اِنَّ لَكَ بے شک آپ کے لیے فِي النَّهَارِ
دن میں سَبْحًا طَوِيْلًا شغل ہے لمبا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور ذکر
کریں آپ اپنے رب کے نام کا وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ اور یکسو ہو جائیں اس کی
طرف تَبْتِيْلًا یکسو ہو جانا رَبُّ الْمَشْرِقِ وہ مشرق کا رب ہے وَ
الْمَغْرِبِ اور مغرب کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی
فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا پس آپ بنائیں اس کو کارساز وَاصْبِرْ اور صبر کریں
عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں وَاهْجُرْهُمْ اور چھوڑ
دیں ان کو هَجْرًا جَمِيْلًا چھوڑنا عمدگی کے ساتھ وَذَرْنِيْ اور آپ
چھوڑ دیں مجھے وَالْمُكَذِّبِيْنَ اور جھٹلانے والوں کو اُولِي النَّعْمَةِ جو
نعمت والے ہیں وَمَهِّلْهُمْ اور مہلت دیں ان کو قَلِيْلًا تھوڑی سی
اِنَّ لَدَيْنَآ بے شک ہمارے پاس اَنْكَالًا بیڑیاں ہیں وَّجَحِيْمًا
اور شعلے مارنے والی آگ ہے وَّطَعَامًا اور خوراک ہے ذَا غُصَّةٍ
حلق میں اٹکنے والی وَّعَذَابًا اَلِيْمًا اور عذاب ہے دردناک يَوْمَ
تَرْجُفُ الْاَرْضُ جس دن کانپے گی زمین وَالْجِبَالُ اور پہاڑ کانپنے

لگیں گے وَكَانَتِ الْجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ كَثِيبًا مَّهِيلًا
ریت کے ٹیلے پھسلنے والے۔

نام وکوائفِ سورۃ اور چند ہدایات :

اس سورت کا نام سورۃ المزمل ہے۔ مزّمّل کا لفظ اصل میں مُتَزَمِّلٌ تھا۔ تا کو زا کیا پھر زا کا زا میں ادغام کیا مُزَّمِّلٌ ہو گیا۔ مزّمّل کا معنیٰ ہے کمبل یا چادر اوڑھنے والا۔ کپڑا باریک ہو یا موٹا ہو کپڑا اوڑھنے والے کو عربی میں مزّمّل کہتے ہیں۔ یہ سورۃ تیسرے نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے سورۃ العلق اور سورۃ القلم نازل ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمبل اوڑھ کر گھر آرام فرما رہے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے کمبل اوڑھنے والے آپ نے سونا نہیں قُمِ الَّيْلَ قیام کریں رات کو، رات کو جاگیں اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑا حصہ رات کا آرام کریں۔ مثلاً: رات کے تین حصے کر لیں۔ دو حصے قیام کریں، تہجد کی نماز پڑھیں، قرآن کریم پڑھیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، تیسرا حصہ آرام کریں۔ تو فرمایا اے کمبل اوڑھنے والے! قیام کریں رات کو مگر تھوڑا حصہ رات کا نِّصْفَهٗٓ نصف رات قیام کریں اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا یا اس نصف سے کچھ کم کر دیں تھوڑا سا اَوْزِدْ عَلَيْهِ یا نصف پر زیادہ کر دیں۔ دیکھو! یہاں تین صورتیں ہو گئیں۔ ایک ہے نصف رات قیام کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نصف سے کم کر دیں تیسرا حصہ قیام کریں یہ آپ کی صواب دید پر ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دو حصے قیام کریں اور ایک حصہ آرام کریں یہ آپ کی صواب دید پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی آدھی رات قیام کرتے، کبھی دو حصے اور کبھی تیسرا حصہ قیام کرتے تھے۔ سورۃ مزمل کا جب پہلا رکوع نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی قیام فرض تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

پر بھی رات کا قیام فرض تھا۔ ایک سال تک یہ فرضیت رہی۔ مسلم شریف، نسائی شریف اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ ایک سال بعد یہ فرضیت منسوخ کر دی گئی۔ منسوخ ہونے کی وجہ اگلے رکوع میں آئے گی۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات کا تیسرا حصہ قیام کرتے تھے، کبھی دو حصے رات کے قیام کرتے تھے اور تیسرا حصہ آرام کرتے تھے، کبھی نصف رات قیام کرتے تھے اور نصف رات آرام کرتے تھے۔ اب تہجد فرض نہیں ہے مگر نوافل میں زیادہ درجہ تہجد کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ ہوتی ہے بندوں پر سحری کے وقت۔ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آواز دیتا ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ لَهٗ "ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اس کو بخش دوں اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقُهٗ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا میں اس کو رزق دے دوں، ہے کوئی صحت طلب کرنے والا میں اس کو صحت دے دوں۔" اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے دروازے پر بلا کر نہ دے۔ مگر لینے کا کوئی ڈھنگ اور طریقہ ہونا چاہیے۔ استحقاق کی ہم میں شرائط نہیں ہیں۔ مگر اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔

تو پہلا رات کا قیام ہوا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ ایک تو اس لیے کہ قرآن کا ادب اس میں ہے اور دوسرا یہ کہ جب آپ آرام آرام سے پڑھیں گے تو سننے والوں کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ کیوں کہ وہ عربی بولنے والے لوگ ہیں خود بہ خود سمجھتے جائیں گے۔ بہت کم ایسے مقامات ہوتے تھے جہاں آپ کو سمجھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اگر آپ تیزی کے ساتھ پڑھیں گے تو کسی کو سمجھ آئے گا کسی کو سمجھ نہیں آئے گا۔ جیسے ہمارے علاقے کے بعض حافظ قرآن اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ

یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ نہیں آتا۔ حالانکہ اصل مقصد تو سمجھنا ہے کہ سال میں ایک مرتبہ مکمل قرآن تراویح میں سنایا جائے کہ یہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہے اور سارے لوگ ایک مرتبہ سن بھی لیں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ جس مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہے اگر وہاں رمضان المبارک میں قرآن کریم نہ سنایا جائے تو ترکِ سنت کا وبال سارے محلے والوں پر پڑے گا۔ کیوں کہ یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

تو فرمایا آپ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ بے شک ہم عنقریب ڈال رہے ہیں آپ پر قَوْلًا ثَقِیْلًا ایک بھاری بات، توحید کی نشر و اشاعت۔ اور یہ مشرکوں کے لیے بھاری ہے۔ سورۃ صافات آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ یَسْتَكْبِرُوْنَ "بے شک یہ لوگ کہ جب ان سے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کرتے ہیں" اچھلتے کودتے ہیں، اس سے ان کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ پھر کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [سورۃ ص: ۵] "کیا کر دیا ہے اس نے سارے معبودوں کو ایک معبود بے شک یہ عجیب چیز ہے۔" کہ سارے معبودوں کا انکار کر کے ایک معبود منوانا چاہتا ہے۔ سب سے بھاری چیز مشرکوں کے لیے توحید ہے جو ہم پیش کریں گے تاکہ آپ ان کو سمجھائیں۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ بے شک رات کو اُٹھنا، جاگنا هِیَ اَشَدُّ وَطْاً یہ زیادہ سخت ہے روندنے کے اعتبار سے۔ میٹھی نیند کو چھوڑ کر تہجد کے لیے اُٹھنا آسان بات نہیں ہے۔ خاص کر آج کل کے موسم میں کہ چھوٹی چھوٹی راتیں ہیں نیند بھی پوری نہیں ہوتی۔ مگر جن

سندوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ اُٹھتے ہیں۔ وطی کا معنٰی کچلنا ہے وَاَقْوَمُ قِیْلًا اور زیادہ درست ہے بات کرنے کے اعتبار سے کہ رات کو اطمینان ہوتا ہے۔ قرآن پڑھیں گے تو خود بھی پوری توجہ سے سنیں گے اور دوسرے بھی سنیں گے اور سمجھیں گے۔

چند اہم مسائل :

یہ مسئلہ میں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں اور ضروری مسئلہ ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز کے الفاظ اگر اس کے کان نہ سنیں تو نماز بالکل نہیں ہوتی، بشرطیکہ بہرہ نہ ہو۔ یعنی اس انداز سے پڑھے کہ اس کے اپنے کان سن لیں۔ فقہائے کرام کا یہ مفتیٰ بہ قول ہے۔ صحیح اور محقق قول یہی ہے۔ اگر اپنے کان نہیں سنتے تو اللہ اکبر سے لے کر السلام علیکم تک محض حرف ہی درست کیے ہیں نماز بالکل نہیں ہوگی۔ اُس زمانے میں نہ گاڑیاں تھیں، نہ جہاز تھے، نہ سڑکیں تھیں، اطمینان ہی اطمینان ہوتا تھا۔ آج بھی وہ پہاڑی علاقے جہاں سڑکیں نہیں ہین وہاں شور نہیں ہے بڑا سکون ہے۔

ایک مسئلہ اور بھی سمجھ لیں کہ نفلی نماز میں جماعت کے ساتھ اگر امام کے ساتھ ایک آدمی شریک ہو جائے تو جائز ہے۔ دو آدمی ساتھ مل جائیں تو بلا کراہت جائز ہے۔ تین آدمی ساتھ مل جائیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ مکروہ تنزیہی کا مطلب ہے کہ ہو جائے گی لیکن اچھی بات نہیں ہے۔ اور نفلی جماعت میں چار یا چار سے زیادہ مل جائیں تو پھر مکروہ تحریمی ہے، حرام ہے۔ کیوں کہ شریعت نفلی نماز کو اتنی اہمیت نہیں دیتی جتنا فرائض اور سنت مؤکدہ کو اہمیت دیتی ہے۔

بعض قاری حضرات رمضان المبارک میں شبینہ پڑھتے ہیں۔ اگر تراویح کی کچھ رکعتیں چھوڑ دی ہیں اور ان میں قرآن پڑھتے ہیں تو پھر صحیح ہے۔ کیوں کہ تراویح سنتِ

مؤکدہ ہے اس کی جماعت صحیح ہے بلا قیل وقال کے۔اور اگر تراویح کی نماز پڑھ چکے ہیں اور نفلوں میں شبینہ کرتے ہیں تو امام کے ساتھ تین آدمی ہیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ چار یا چار سے زیادہ ملیں گے تو مکروہ تحریمی ہے، گناہ ہوگا ثواب بالکل نہیں ملے گا۔

تو ایک یہ ہے کہ رات کو بات صحیح نکلے گی۔اور وطی کے معنیٰ موافقت بھی ہے کہ رات کو جو بات دل میں ہوگی زبان اس کے ساتھ موافقت کرے گی کیوں کہ سکون ہوگا۔

فرمایا اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِيۡلًا بے شک آپ کے لیے دن میں شغل ہے لمبا۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے دن میں تبلیغ بھی کرنی ہے، دور دراز سے آنے والے مہمانوں کے ساتھ ملاقات بھی کرنی ہے۔دن میں اتنا وقت نہیں مل سکتا کہ آپ نفلی نماز میں مشغول ہوں یا قرآن کریم زیادہ پڑھیں یا ذکر میں زیادہ مشغول ہوں۔دن میں شغل طویل ہے۔کوئی آرہا ہے،کوئی جارہا ہے۔

ذکراللہ کی اہمیت :

وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ اور ذکر کریں اپنے رب کے نام کا۔مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنی ہے۔سورۃ النحل آیت نمبر ۹۸ پارہ ۱۴ میں ہے فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ "پس جب آپ قرآن پڑھیں تو پناہ مانگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان مردود سے۔" اعوذ باللہ کے بعد بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھو۔کیوں کہ نیکی کا جو کام بسم اللہ کے بغیر پڑھا جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔

تو فرمایا یاد کر اپنے رب کے نام کو۔ذکر میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے، تیسرے کلمے کا ذکر ہے، درود شریف ہے، استغفار ہے اور سب سے بڑا ذکر قرآن شریف ہے۔جتنے ورد

وظائف ہیں وہ قرآن کریم کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ جتنا ہو سکے قرآن کریم پڑھو۔ اور پہلے سن چکے ہو کہ ایک آیت ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا ثواب ہزار نفل پڑھنے سے زیادہ ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا اراد اللہُ تعالیٰ بِعَبْدِہٖ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کام میں لگا دیتے ہیں۔" پوچھا گیا حضرت! کس کام میں لگا دیتے ہیں؟ فرمایا نیکی کے کاموں میں رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ روز بہ روز نیکی کا جذبہ بڑھتا جاتا ہے۔ جب ایسی حالت ہو جائے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔

وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا اور یکسو ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے ہمیں تمھیں سمجھایا گیا ہے کہ لات، منات، عزّیٰ الٰہ نہیں ہیں۔ الٰہ صرف رب ہی ہے۔ رب تعالیٰ کے کام رب تعالیٰ ہی کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وہ مشرق کا رب ہے اور مغرب کا رب ہے۔ ساری کائنات کا رب وہی ہے۔ اور سبق کے طور پر یہ بات یاد رکھو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں ہے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا کہ جس کو سجدہ کیا جائے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے نہ مشکل کشا ہے نہ کوئی فریاد رس ہے نہ کوئی دستگیر۔ اس کے سوا نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا پس آپ بنائیں اس کو کارساز۔

قرآن کریم کے جتنے تراجم ہیں ان میں بہترین ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ آج سے تین سو سال پہلے کا ہے۔ اس کے اردو کے بعض الفاظ آج کل کے اردو والے نہیں سمجھتے۔ مثلاً: اُنھوں نے اَللّٰہُ الصَّمَدُ کا ترجمہ کیا ہے "نرادھار ہے۔" پُرانے اُردو دان تو اس کا معنیٰ سمجھتے ہیں نئے اُردو دان نہیں سمجھتے۔ نرادھار کا معنیٰ ہے

بے نیاز۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ترجمہ کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کا آسان ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ شیخ الہند اور تفسیر عثمانی کے نام سے مشہور ہے۔ تو شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ وَكِيلًا کا معنیٰ کرتے ہیں کارساز، کام بنانے والا۔ کام بنانے والا صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز نہیں ہے۔

تسلیٔ رسول :

کافر، مشرک آپ کے خلاف بڑی باتیں کرتے ہیں۔ مجنون کہتے ہیں، ساحر کہتے ہیں، مسحور کہتے ہیں، مفتری اور کذاب کہتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ، جو ان کے منہ میں آتا ہے کہتے ہیں وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اور اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور چھوڑ دیں ان کو چھوڑنا عمدگی کے ساتھ۔ یعنی ان کی کسی بات کا جواب نہ دیں۔ کیوں کہ اگر آپ بھی جواب دینا شروع کر دیں گے تو ان میں اور آپ میں فرق نہیں رہے گا۔ وہ جو کہتے ہیں کہنے دو وَذَرْنِيْ اور چھوڑ دے مجھے وَالْمُكَذِّبِيْنَ اور جھٹلانے والوں کو۔ جو قرآن کو جھٹلاتے ہیں، توحید و رسالت کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کو جھٹلاتے ہیں، حق کو جھٹلاتے ہیں اُولِي النَّعْمَةِ نعمت والے ہیں، دولت والے ہیں اور وہ دولت بھی ہم نے ان کو دی ہے وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا اور مہلت دے ان کو تھوڑی سی۔ کتنا عرصہ کھائیں گے، پئیں گے، آرام اور نعمتوں میں رہیں گے؟ آنا تو ہماری طرف ہے اِنَّ لَدَيْنَآ بے شک ہمارے پاس اَنْكَالًا۔ اَنْكَال نِكْلٌ کی جمع ہے۔ یہ اگر ہاتھوں میں ڈالی جائیں تو ہتھکڑیاں ہیں اور پاؤں میں ڈالی جائیں تو بیڑیاں ہیں۔ تو معنیٰ ہوگا ہمارے پاس ہتھکڑیاں بھی ہیں اور بیڑیاں بھی ہیں۔ اور سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ میں ہے فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا

"ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے فَاسْلُكُوْهُ اس میں جکڑ دو۔"

تو فرمایا بے شک ہمارے پاس ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں وَّجَحِيْمًا اور شعلے مارنے والی آگ ہے۔ جحیم اس آگ کو کہتے ہیں جو خوب شعلہ مارے وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ اور ہمارے پاس ایسی خوراک ہے جو گلے میں اٹکنے والی ہے۔ اگر حلق میں اٹک جائے تو آنکھیں باہر آجاتی ہیں۔ آدمی موت وحیات کی کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوزخ میں جب لوگ بھوک کے غلبے کی وجہ سے مجبور ہوں گے تو ضریع خاردار جھاڑی، غسلین پیپ اور خون ملا ہوا پانی، ان کو دیا جائے گا تو وہ ان کے گلے میں اٹک جائے گا۔ کھانسی کرتے رہیں گے، تڑپتے رہیں گے نہ نیچے اُترے گا اور نہ باہر نکلے گا وَّعَذَابًا اَلِيْمًا اور ہمارے پاس دردناک عذاب ہے۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ یہ ہوگا کب؟ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ جس دن کانپے گی زمین۔ زمین کا کانپنا دو دفعہ ہوگا۔ ایک نفخہ اولیٰ کے وقت جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دنیا کو فنا کرنے کے لیے صور پھونکیں گے۔ سورۃ الحج پارہ ۱۷ میں ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ دوسرا زلزلہ چالیس سال بعد ہوگا جب زندہ کرنے کے لیے دوبارہ صور پھونکیں گے۔ زمین پر زلزلہ طاری ہوگا زمین پھٹے گی اور مردے باہر نکل آئیں گے وَالْجِبَالُ اور پہاڑ کانپیں گے۔ یہ مضبوط پہاڑ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا۔ کثیب کا معنیٰ ہے ریت کا ٹیلا۔ اور ہو جائیں گے پہاڑ ریت کے ٹیلے مَّهِيْلًا پھسلنے والے (بھربھرے)۔ ان کو توڑنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ ریت ہو کر خود ہی پھسلتے جائیں گے۔ جس طرح ہوا میں خاک اُڑتی ہے اسی طرح یہ اُڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔

-•>>>•<<<•-

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۥ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ
فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا
وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ
شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِۦ ۚ كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِۦ
تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿١٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ
أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهُۥ وَثُلُثَهُۥ وَطَآئِفَةٌ
مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن
تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْءَانِ ۚ عَلِمَ
أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ
يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَءَاخَرُونَ يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا الزَّكَوٰةَ
وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ
خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا
اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ بے شک ہم نے بھیجا إِلَيْكُمْ تمھاری طرف
رَسُولًا ایک رسول شَاهِدًا عَلَيْكُمْ گواہی دینے والا ہے تم پر كَمَآ
أَرْسَلْنَآ جیسا کہ بھیجا ہم نے إِلَىٰ فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف رَسُولًا

رسول فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی
فَاَخَذْنٰهُ پس ہم نے پکڑا اس کو اَخْذًا وَّبِيْلًا پکڑنا سخت فَكَيْفَ
تَتَّقُوْنَ پس تم کیسے بچو گے اِنْ كَفَرْتُمْ اگر کفر کرو گے تم يَوْمًا
اُس دن سے يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ جو کر دے گا بچوں کو شِيْبًا بوڑھا
السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ آسمان پھٹ جائے گا اس دن كَانَ وَعْدُهٗ ہے وعدہ
اس کا مَفْعُوْلًا پورا ہو کر رہنا اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ بے شک یہ آیات
نصیحت ہیں فَمَنْ شَآءَ پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ بنا لے
اپنے رب کی طرف سَبِيْلًا راستہ اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب
يَعْلَمُ جانتا ہے اَنَّكَ تَقُوْمُ بے شک آپ کھڑے ہوتے ہیں
اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ تھوڑا رات کی دو تہائی سے وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی
رات وَثُلُثَهٗ اور کبھی رات کا تیسرا حصہ وَطَآئِفَةٌ اور ایک گروہ
بھی مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں وَاللّٰهُ
يُقَدِّرُ الَّيْلَ اور اللہ تعالیٰ ہی اندازہ لگاتے ہیں رات کا وَالنَّهَارَ اور دن
کا عَلِمَ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ کہ تم اس کو پورا نہ کر
سکو گے فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا تم پر فَاقْرَءُوْا
پس پڑھو تم مَا وہ تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ جو آسان ہو قرآن عَلِمَ
اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ کہ بہ تاکید ہوں گے تم میں

مَّرْضٰی بیمار وَاٰخَرُوْنَ اور کچھ دوسرے یَضْرِبُوْنَ جو چلیں گے فِی الْاَرْضِ زمین میں یَبْتَغُوْنَ جو تلاش کریں گے مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا فضل وَاٰخَرُوْنَ اور کچھ دوسرے یُقَاتِلُوْنَ جو لڑیں گے فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَاقْرَءُوْا مَا پس پڑھو تم وہ تَیَسَّرَ مِنْهُ جو آسان ہو قرآن پاک میں سے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور دو زکوٰۃ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ اور قرض دو اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا قرض اچھا وَمَا تُقَدِّمُوْا اور جو آگے بھیجو گے لِاَنْفُسِكُمْ اپنی جانوں کے لیے مِّنْ خَیْرٍ بھلائی تَجِدُوْهُ پاؤ گے تم اس کو عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں هُوَ خَیْرًا وہ بہتر ہے وَّاَعْظَمَ اَجْرًا اور بڑا ہے اجر دینے کے اعتبار سے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور معافی مانگو تم اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

تسلیٔ رسول :

مشرکینِ مکہ شرک میں بڑے سخت تھے یہ تسلیم کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شریف النفس ہیں، نجیب الطرفین ہیں، ماں باپ کی طرف سے حسب نسب والے ہیں، سچے ہیں، امین ہیں۔ ظاہری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر بھی کرتے تھے۔ ساری خوبیاں تسلیم کرنے کے باوجود آپ جو مسائل بیان کرتے تھے ان کا انکار کرتے تھے۔ توحید، قیامت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا سختی سے انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا اے مکے والو! اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا بے شک ہم نے بھیجا تمھاری طرف ایک رسول شَاهِدًا عَلَيْكُمْ گواہی دینے والا ہے تم پر۔ سورۃ البقرہ پارہ ۲ میں ہے لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا "تاکہ ہوجاؤ تم لوگوں پر گواہ اور ہوجائے رسول تم پر گواہ۔" یہ اُمت پہلی اُمتوں پر گواہ ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی صفائی دیں گے کہ میری اُمت نے گواہی صحیح دی ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ آپ نے تبلیغ کی ہے؟ وہ عرض کریں گے کی ہے۔ ان کی قوم سے پوچھیں گے کہ تمھیں نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کب آئے ہیں اور کب تبلیغ کی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام کی پوزیشن مدعی کی ہوگی اور قوم کی مدعی علیہ کی۔ اور گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور قسم منکر پر آتی ہے۔

جب قوم انکار کرے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ "آپ کے دعویٰ پر گواہ کون ہے؟" حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے میرے گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ چنانچہ اُمت گواہی دے گی نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے۔ وہ لوگ انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ان کی گواہی نامنظور ہے کہ یہ موقع کے گواہ نہیں ہیں۔ یہ ہم سے ہزاروں سال بعد میں آئے ہیں۔ انھوں نے نوح علیہ السلام کو کب دیکھا ہے تبلیغ کرتے ہوئے۔ رب تعالیٰ اس امت سے فرمائیں گے سنتے ہو! دوسرا فریق کیا کہتا ہے۔

یہ امت کہے گی اے پروردگار! بے شک ہم سنتے ہیں مگر ہم سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں ہم نے آپ کے قرآن میں پڑھا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [الاعراف:۵۹] "اور آپ کے پیغمبر نے بھی ہمیں

بتایا ہے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔" اگر آپ کی کتاب سچی ہے، آپ کا پیغمبر سچا ہے اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہم بھی سچے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ میری اُمت نے جو گواہی دی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

تو فرمایا بے شک بھیجا ہم نے تمھاری طرف رسول گواہی دینے والا تم پر کَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا جیسا کہ بھیجا ہم نے فرعون کی طرف رسول موسیٰ علیہ السلام۔ فرعون بھی بڑا دولت مند، ظالم، جابر اور ڈکٹیٹر تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی فَکَذَّبَ وَعَصٰی ﴿۲۱﴾ [سورۃ النازعات: پارہ ۳۰] "پس اُنھوں نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔" پھر ہم نے اس کا کیا حشر کیا۔ اسی طرح یاد رکھو اگر تم بھی نافرمانی کروگے تو تمھارا حشر بھی بُرا ہوگا۔

فرمایا فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی، موسیٰ علیہ السلام کی فَاَخَذۡنٰہُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا پس ہم نے پکڑا اس کو پکڑنا سخت۔ وبیل کا معنیٰ ہے شدید۔ یعنی سخت گرفت میں لیا۔ فرعون کو موسیٰ کے سامنے غرق کیا اور اس کی لاش کو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ پس تم عبرت حاصل کرو تمھاری دولت سے فرعون کی سلطنت زیادہ تھی اور اس کو بھی اپنے ملک پر بڑا غرور تھا۔ پھر اس کا کیا انجام ہوا۔ پھر فرعون کے رسول سے تمھارا رسول اشرف ہے۔ خاتم النبیین ہے، امام النبیین ہے اگر تم نافرمانی کروگے بدرجۂ اولیٰ اخذ وبیل میں پکڑے جاؤ گے۔ یہ تو دنیا کی بات ہے جو چند روزہ زندگی ہے فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ پس تم کیسے بچوگے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اِنۡ کَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا اگر تم کفر کروگے اُس دن سے یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبَا جو کر دے گا بچوں کو بوڑھا۔ شیبا شیب کی جمع ہے۔ اصل میں مضموم تھا یا کی مناسبت

سے کسرہ دیا گیا۔ وہ دن اتنا ہیبت والا اور ہولناک ہوگا کہ اس کا خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یہ فرض کے طور پر فرمایا کہ اگر بچے بھی ہوں گے تو غم کے مارے بوڑھے ہو جائیں گے۔ اَلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ آسمان پھٹ جائے گا اس دن پہلے نفخے میں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہنا۔ رب کا وعدہ طے شدہ ہے اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ بے شک یہ آیات نصیحت ہیں اور خیر خواہی ہیں۔ ان میں ہر طرح کی ہدایات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمھیں سمجھا رہا ہے کہ آخرت میں تم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہو فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا پس جو شخص چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف راستہ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، نافرمانی سے بچے اور رب تعالیٰ کی رضا کا راستہ اختیار کرے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے رات کو قیام کا حکم دیا اور تہجد کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایک سال تک فرض رہی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سورۃ کے پہلے رکوع اور دوسرے رکوع کے درمیان بارہ مہینے کا وقفہ ہے۔ دوسرا رکوع نازل ہوا تو فرضیت ختم کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بھی۔ اور استحباب باقی رہا۔ تمام نفلی نمازوں میں تہجد کا درجہ بہت زیادہ ہے۔

نمازِ تہجد کی فضیلت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ بے شک آپ کا رب جانتا ہے اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ بے شک آپ کھڑے ہوتے ہیں تھوڑا رات کی دو تہائی سے

وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی رات وَثُلُثَهٗ اور کبھی رات کا تیسرا حصہ۔ اور صرف آپ ﷺ ہی قیام نہیں کرتے بلکہ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ایک گروہ بھی ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی دو تہائی، کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات قیام کرتے تھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تہجد کی نماز میں اتنا لمبا قیام کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے اور یہی حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فکر میں ساری ساری رات جاگتے رہتے تھے کہ کہیں دو تہائی یا نصف یا تہائی کے قیام سے محروم نہ رہ جائیں۔ کیوں کہ اس وقت گھڑیاں ہوتی نہیں تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور اللہ تعالیٰ ہی اندازہ لگاتے ہیں رات کا اور دن کا۔ وہ حقیقتاً رات اور دن کی مقدار کو جانتا ہے اور تم نے تو سوچنا ہے اور اجتہاد کرنا ہے اس میں غلطی لگ سکتی ہے۔ گھڑیاں تو اس وقت ہوتی نہیں تھیں۔

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے۔ اتنا لمبا عرصہ قیام ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ بعد میں اس کی وجوہات بھی بیان فرمادیں کہ جن کی وجہ سے یہ کام مشکل ہے۔ لہٰذا فرمایا فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا تم پر، مہربانی فرمائی اور قیام میں تخفیف کر دی گئی۔ اور فرضیت منسوخ کر دی فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پس پڑھو تم وہ جو آسان ہو قرآن سے۔ مراد اس قرآن پڑھنے سے تہجد پڑھنا ہے کہ اس میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی ہے اب جس قدر آسان ہو بطور مستحب کے پڑھ لیا کرو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال :

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں مطلق قرأت فرض ہے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو قرآن کریم سے آسان ہو پڑھ لو۔ یہ مطلق نماز کی بات ہے۔ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔" یعنی جب امام قرأت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ توجہ کے ساتھ سنیں اور خود خاموش رہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈالنے چاہئیں۔ [مؤطا امام محمد: ص ۹۸]

اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں چنگاری ڈال دوں۔ [جزاء القراۃ: صفحہ ۱۱] (مزید تفصیل کے لیے حضرت کی کتاب احسن الکلام کا مطالعہ کریں۔ مرتب)

تو فرمایا پس پڑھو تم قرآن سے جو آسان ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کی وجوہ بیان فرمائی ہیں۔

نمازِ تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کی وجوہات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بہ تاکید ہوں گے تم میں بیمار۔ اگر تہجد فرض ہو تو بیمار آدمی تو بڑی مشقت میں مبتلا ہو گا کیوں کہ بیماری تو آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور عَلِمَ کے بعد جو اَنْ ہے یہ ناصبہ نہیں

ہے بلکہ مخففہ من المثقلہ ہے۔

تہجد کے منسوخ ہونے کی دوسری وجہ۔فرمایا وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ اور کچھ دوسرے جو چلیں گے زمین میں یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ جو تلاش کریں گے اللہ تعالیٰ کا فضل۔تجارت کے لیے سفر کرنا،علم کے لیے سفر کرنا ہے۔اگر تہجد فرض ہو تو مسافر مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے تخفیف پیدا کردی۔

تیسری وجہ: وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور کچھ دوسرے جو لڑیں گے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔اس وقت تو جہاد فرض نہیں ہوا تھا مگر بتادیا گیا کہ جہاد بھی پیش آنے والا ہے۔تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے،قتال کے لیے نکلیں گے تہجد کا پڑھنا ان کے لیے مشکل امر ہوگا اس لیے تخفیف کردی گئی۔اسلام ایک انقلابی دین ہے اس میں جہاد فرض ہے۔اس لیے کہ اس کے بغیر عقائد کی درستی اور امن وامان قائم نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ "اور لڑو تم ان کے ساتھ یہاں تک کہ شرک نہ رہے۔" اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلْجِھَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ "جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔" اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس قوم پر ذلت مسلط کردیتے ہیں۔

تو خیر اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی،جنھوں نے روزی کی تلاش کے لیے سفر کرنا ہے اور علم کے لیے سفر کرنا ہے اور مجاہد بھی ہوں گے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑنا ہے۔تو ان کے لیے شب بیداری پر عمل کرنا مشکل ہوگا اس لیے تخفیف فرمادی اور فرمایا فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ پس پڑھ لو تم جو آسان ہو قرآن

سے۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں فرض نماز اہتمام کے ساتھ پڑھتے رہو۔ فرمایا وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو ہر حالت میں یہ معاف نہیں ہے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کرو زکوٰۃ۔ جو آدمی صاحبِ نصاب ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ مالی فریضہ ہے۔ سونے چاندی میں سے چالیسواں حصہ ہے۔ پانچ اُونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ میں دینی ہے۔ تیس گائے بھینس ہیں تو گائے یا بھینس کا ایک سال کا بچہ دینا ہے۔ بھیڑ بکریاں ہیں تو چالیس میں ایک بکری دینی ہے۔

نماز اور زکوٰۃ کے حکم کے بعد فرمایا وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور قرض دو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض۔ پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ کرنا ہی قرض حسنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے اس لیے تعبیر کیا کہ جس طرح تم کسی کو قرض دو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ استعمال کے بعد واپس دے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو خرچ کیا جائے گا اس کا بدلہ ضرور ملے گا بلکہ کئی گنا زیادہ ملے گا۔

[illegible] آیت نمبر ۲۴۵ میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً "کون ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھا قرض پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے دُگنا کر دے گا کئی گنا۔" اور یاد رکھو! تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ فرمایا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ اور جو آگے بھیجو گے اپنی جانوں کے لیے بھلائی تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ پاؤ گے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں هُوَ خَيْرًا وہ بہتر ہے۔ خَيْرًا مفعول ثانی ہے تَجِدُوْهُ کا اور هُوَ تاکید ہے یا بدل ہے۔ اور بعض نے رفع کے ساتھ مبتدا خبر بھی بنایا ہے وَّاَعْظَمَ اَجْرًا اور بڑا ہے اجر دینے کے اعتبار

ہے۔ایک کے بدلے کم از کم دس دیتا ہے اور فی سبیل اللہ کی مد میں کم از کم ایک بدلے میں سات سو دیتا ہے۔فرمایا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور معافی مانگو تم اللہ تعالیٰ سے۔کیوں کہ انسان جو بھی نیکی کرتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی خامی رہ جاتی ہے لہٰذا استغفار کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کوتاہیاں معاف کر دے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَۃُ المُدَّثِّر

(مکمل)

جلد ۲۰

ایاتها ۵۶ | ۷۴ سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ ۴ | رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ؕ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؕ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚ﴿۲۹﴾

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اے کپڑا اوڑھنے والے قُمْ آپ کھڑے ہوں فَاَنْذِرْ پس لوگوں کو ڈرائیں وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھیں وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ اور بت پرستی سے دور رہیں وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ اور

کسی پر احسان نہ کر کہ تم اس سے زیادہ حاصل کرو وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور
اپنے رب کے لیے پس صبر کریں فَاِذَا نُقِرَ پس جس وقت بجائی جائے گی
فِي النَّاقُوْرِ بجنے والی فَذٰلِكَ پس وہ دن يَوْمَئِذٍ اس دن
يَوْمٌ عَسِيْرٌ سخت دن ہوگا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ کافروں کے
لیے آسان نہیں ہوگا ذَرْنِيْ چھوڑ دے مجھے وَمَنْ اور اس کو
خَلَقْتُ وَحِيْدًا جس کو میں نے پیدا کیا اکیلا وَّجَعَلْتُ لَهٗ اور بنایا ہے میں
نے اس کے لیے مَالًا مَّمْدُوْدًا مال لمبا چوڑا وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا اور
بیٹے حاضر وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا اور تیار کیا میں نے اس کے لیے تیار کرنا
ثُمَّ يَطْمَعُ پھر وہ طمع کرتا ہے اَنْ اَزِيْدَ کہ میں زیادہ دوں گا كَلَّا
ہرگز نہیں اِنَّهٗ كَانَ بے شک ہے وہ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ہماری آیتوں کے
ساتھ عناد رکھتا سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا عنقریب میں اس کو چڑھاؤں گا پہاڑی
پر اِنَّهٗ فَكَّرَ بے شک اس نے فکر کیا وَقَدَّرَ اور اندازہ لگایا
فَقُتِلَ پس یہ تباہ کر دیا جائے كَيْفَ قَدَّرَ کیسا اندازہ لگایا ثُمَّ قُتِلَ
پھر تباہ کر دیا جائے كَيْفَ قَدَّرَ کیسا اندازہ لگایا اس نے ثُمَّ نَظَرَ
پھر اس نے دیکھا ثُمَّ عَبَسَ پھر اس نے منہ بنایا وَبَسَرَ اور بہت
زیادہ منہ چڑھایا ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری وَاسْتَكْبَرَ
تکبر کیا فَقَالَ پس اس نے کہا اِنْ هٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا

سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آرہا ہے اِنۡ ھٰذَآ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ مگر آدمی کی بات سَاُصۡلِیۡهِ سَقَرَ عنقریب میں اس کو داخل کروں گا سقر میں وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ سقر کیا ہے لَا تُبۡقِیۡ نہ باقی رکھتی ہے وَلَا تَذَرُ اور نہ چھوڑتی ہے لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ وہ جھلس دینے والی ہے چمڑوں کو۔

نام وکوائف :

اس سورۃ کا نام سورۃ المدثر ہے۔ مُدَّثِّر اصل میں مُتَدَثِّر تھا۔عربی گرائمر کے لحاظ سے تا کو دال کیا پھر دال کا دال میں ادغام کیا تو مُدَّثِّرْ ہوگیا۔اس کا معنیٰ ہے کپڑا اوڑھنے والا۔ کپڑا گرم ہو یا سرد یا کمبل ہو، جس طرح کا بھی ہو۔نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا چوتھا نمبر ہے۔اس سے پہلے تین سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے چوہترواں [۷۴] نمبر ہے۔اس کے دو رکوع اور چھپن آیات ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمبل اوڑھے ہوئے سو رہے تھے، آرام فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام نازل ہوا یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ اے کپڑا اوڑھ کر سونے والے آپ کا کام سونا نہیں سوئے ہوؤں کو جگانا ہے قُمۡ آپ کھڑے ہوں فَاَنۡذِرۡ پس آپ ڈرائیں لوگوں کو خواب غفلت سے ان کو بیدار کریں وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ كَبِيۡرًا وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ كَثِيۡرًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے پڑھتے تھے۔عرب کے مشرک جب صبح کو اُٹھتے تھے تو کوئی لات کو پکارتا تھا، کوئی عزّیٰ کو، کوئی منات کو پکارتا تھا، کوئی کسی کو، کوئی کسی کو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اٹھنے کی بھی دعا بتلائی اور سونے کی بھی۔ اُٹھنے کی دعا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں نیند کے بعد بیدار کیا اور ایک وقت آئے گا اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوں گے۔" سوتے وقت کی دعا ہے اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا "اے اللہ! آپ کے نام کے ساتھ ہی سوتا ہوں اور آپ کے نام کے ساتھ ہی اُٹھوں گا۔"

اپنی چادر اور شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے :

تو فرمایا آپ اپنے رب کے نام کی بڑائی بیان کریں وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھیں۔ اس کا ایک معنیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ کپڑے زمین پر گھسیٹتے ہوئے نہ پھریں۔ جیسے آج کل بعض نادان قسم کے لوگ اپنی چادر، شلوار زمین پر گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اس کا اُس وقت بھی رواج تھا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سُبُلِ الْاِزَارِ فِی النَّارِ "لنگی چادر ٹخنوں سے نیچے ہوگی تو بندہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تکبر کی نیت سے ایسا کرے تو حرام ہے اور تکبر کی نیت سے نہ کرے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ ان لوگوں کو اس روایت سے دھوکا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ [بخاری، رقم: ۳۶۶۵] "جس شخص نے اپنا کپڑا زمین پر تکبر کرتے ہوئے لٹکایا۔" یہ حدیث صحیح ہے۔ اس روایت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سمجھا کہ اگر تکبر کی نیت سے کرے تو پھر حرام ہے۔ اگر تکبر کی نیت سے نہ کرے تو پھر مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ تکبر

کی نیت کرے یا نہ کرے۔ کیوں کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا فَاِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ [ابوداود، رقم: ۴۰۸۴] "کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مردوں کے لیے تکبر ہے۔" اور نماز میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ جا کر وضو بھی کر اور نماز بھی پڑھ۔ اس نے کہا حضرت! میں نے وضو کے ساتھ آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ فرمایا نہیں تمھاری نماز نہیں ہوئی۔ حضرت! مجھے غلطی بتلا دیں۔ فرمایا اَسْبَلْتَ اِزَارَكَ "تمھاری چادر ٹخنوں سے نیچے تھی۔" لہٰذا تیرا وضو بھی نہیں اور نماز بھی نہیں ہے۔ یہ ابوداؤد کی صحیح روایت ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ تقویٰ کا لباس اختیار کرو۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ "اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔" ایک ظاہری لباس ہے اور ایک تقوے کا لباس ہے۔

تو رب تعالیٰ تقوے کے لباس کے متعلق فرماتے ہیں۔ تقوے کا لباس اختیار کرو وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۔ رُجْزَ کا معنیٰ ہے بت پرستی۔ پس آپ بت پرستی سے دور رہیں۔ جیسے پہلے آپ اس کے قریب نہیں گئے اب بھی قریب نہ جائیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ کہ آپ پہلے بت پرستی کرتے تھے اور اب حکم ہو رہا ہے کہ چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیغمبر پیدائشی طور پر ہی مومن اور موحد ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ شہر کے قریب ایک جگہ تھی بلطہ۔ اب وہ شہر میں آ گئی ہے۔ وہاں لوگ بھنڈارہ [چڑھاوا] کرتے تھے۔ انھوں نے گوشت آپ ﷺ کو بھیج دیا کہ آپ قریب محلے میں رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ گوشت واپس بھیج دیا اور فرمایا غیر اللہ کے نام پر

ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت میں لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

تو فرمایا جیسے آپ پہلے ان کے قریب نہیں گئے آئندہ بھی نہیں جانا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا جا رہا ہے کہ بت پرستی کو چھوڑے رکھیں۔

وَلَا تَمْنُنْ اور کسی پر احسان نہ کر تَسْتَكْثِرُ کہ تم اس سے زیادہ حاصل کرو۔ مطلب یہ ہے کہ تم کسی کو دس روپے کا تحفہ اس نیت سے بھیجو کہ وہ لازماً مجھے پندرہ روپے کا بھیجے گا۔ یہ مذموم ہے۔ اگر کسی کو تحفہ بھیجو تو اس ارادے سے بھیجو کہ نیک آدمی ہے، ساتھی ہے اس کا حق ادا ہو جائے گا۔ لینے کی نیت نہ کرو۔

یہ شادیوں کے موقع پر جو نیوتہ بعض علاقوں میں نیوندرہ کہتے ہیں یہ بالکل حرام ہے۔ وہ لوگ کاپیوں پر باقاعدہ نام، رقم درج کرتے ہیں۔ اور اپنی شادی کے موقع پر اگر رقم تھوڑی واپس آئے تو لڑتے ہیں کہ ہم نے اتنے دیئے تھے تم اتنے ہی واپس دے رہے ہو۔ تو یہ بالکل حرام ہے۔ ہاں! کسی کے لڑکے لڑکی کی شادی کے موقع پر امداد کرنا چاہتے ہو کیوں کہ ایسے موقع پر خرچے کافی ہوتے ہیں امداد کر دو لینے کی نیت نہ کرو تو ٹھیک ہے۔

تو فرمایا کسی پر احسان نہ کرو کہ تم اس سے زیادہ وصول کرو وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور اپنے رب کے لیے پس آپ صبر کریں۔ بڑی تکلیفیں آئیں گی دین کے سلسلے میں۔

نفخۂ ثانیہ کا ذکر :

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ پس جس وقت بجائی جائے گی بجنے والی (حضرت نے سپیکر کو بجا کر دکھایا کہ یہ نقر ہے۔) یہ جو میں کھڑکاتا ہوں وہ بجنے والی چیز بگل ہے، صور

ہے، جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے ساری دنیا فنا ہو جائے گی۔ دوسری دفعہ پھونکیں گے ساری دنیا اُٹھ کھڑی ہو گی۔

تو نقر کے لفظی معنیٰ ہے بجانا، پھونکنا۔ اور ناقور کا معنیٰ ہے بجنے والی۔ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ پس وہ دن بڑا سخت دن ہو گا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ کافروں کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ وہ دن فی نفسہٖ بڑا سخت ہوگا۔ پچاس ہزار سال کا لمبا دن اور ایسا ہولناک دن ہوگا کہ ماں بچے کو دودھ پلانے سے غافل ہو جائے گی۔ ڈر کی وجہ سے حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ اس کی شدت سے لوگ بے ہوشی کی حالت میں ہوں گے۔ سورۃ الحج آیت نمبر ۲ پارہ ۱۷ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى "اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشے کی حالت میں حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔" تو فرمایا وہ دن بڑا سخت ہوگا کافروں کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ اگلی آیات میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔

ایک خاص واقعہ :

وہ قصہ اس طرح ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بڑا رئیس آدمی تھا۔ ولید بن مغیرہ اس کا نام تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف مِنْ سیوف اللہ کا والد تھا۔ مکہ مکرمہ میں اس سے بڑا مال دار کوئی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیرہ بیٹے دیئے تھے۔ خود اس کی صحت ایسی تھی کہ بیٹوں میں بیٹھا ہوتا تو یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ ان کا بھائی ہے یا باپ ہے۔ اور نوکر چاکر بھی کافی تھے۔ مختلف محلوں میں مختلف جنس کی دکانیں تھیں۔ کسی محلے میں منیاری کی، کسی محلے میں کریانے کی، کسی میں کپڑے کی۔ بڑا وسیع کاروبار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اس کے تیرہ بیٹے ہیں اور نوکر چاکر بھی کافی

ہیں اور لوگوں کی آمد و رفت بھی اس کے پاس کافی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے تو ہو سکتا ہے اس کی وجہ سے اس کے بیٹے صحیح ہو جائیں اور نوکر چاکر اور اس کے دوست احباب بھی ہدایت قبول کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند ساتھیوں کے ہمراہ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ ولید بن مغیرہ تھا اور چند آدمی اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی زیادہ رش نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ اس کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اس کو دعوت دی۔ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بڑا تھا۔ آپ نے فرمایا چچا جان! آپ اچھے بھلے سمجھ دار آدمی ہیں۔ دیکھو! رب تعالیٰ نے آپ کو دولت سے نوازا ہے اور جوان سال صحت مند بیٹے عطا فرمائے ہیں۔ نوکر چاکر ہیں، بڑی عزت عطا فرمائی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ عزت دنیا میں بھی برقرار رہے اور اگلے جہان میں بھی عزت پائیں تو میرا کلمہ پڑھ لیں۔ اگلے جہان میں اس سے زیادہ عزت ہوگی۔ کیوں کہ آپ کی اولاد زیادہ ہے اس کی نیکیاں بھی آپ کو ملیں گی۔

شریعت نے اولاد کی کثرت کی ترغیب اسی لیے دی ہے کہ اولاد زیادہ ہوگی۔ جتنی وہ نیکیاں کرے گی ان نیکیوں کا جتنا اجر انہیں ملے گا اتنا ماں باپ کو بھی ملے گا۔ وہ نیت کریں یا نہ کریں۔ اس لیے کہ ان کی اولاد ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ اولاد اس لیے طلب کرتے تھے کہ وہ نیکیاں کرے گی ان کی نیکیوں کا ثواب ہمیں بھی ملے گا۔ اور آج کل لوگ اولاد اس لیے مانگتے ہیں کہ جب ہم بوڑھے ہوں گے تو ہمیں کما کر کھلائیں گے۔ پھر کھاتے جوتے ہیں۔ مار پڑتی ہے خوب بنا کر۔ کیوں کہ ہماری نیت ہی بُری اور فاسد ہوتی ہے۔ اس کا پھل بھی تو کچھ ملنا ہے۔ اچھا درخت ہو تو اچھا پھل ملے گا۔ بُرے درخت کے ساتھ بُرا پھل لگے گا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قرآن سنایا اور دعوت دی تو اس نے کہا اچھا میں سوچ کر بتاؤں گا۔ چند دن کی مہلت دے دیں پھر میں اپنا فیصلہ تمھیں سناؤں گا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا سنایا؟ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ کہنے لگا میں نے غور و فکر کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ قرآن جادو ہے جو نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا چھوڑ دے مجھے اور اس کو جس کو میں نے پیدا کیا ہے اکیلا۔ جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو اکیلا تھا، نہ ساتھ بیٹے تھے نہ بیٹیاں تھیں نہ نوکر چاکر تھے۔ خالق بھی میں اکیلا ہوں اور یہ بھی اکیلا پیدا ہوا تھا وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا اور بنایا ہے میں نے اس کے لیے مال لمبا چوڑا وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا۔ شهود شاهد کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے حاضر بیٹے۔ اس کے پاس حاضر رہتے تھے۔ معنیٰ ہوگا اور بیٹے حاضر ہونے والے مجلس میں۔ کیوں کہ آمدنی بہت تھی ان کو باہر جا کر کمانے کی ضرورت نہیں تھی۔ تیرہ بیٹے تھے ان تیرہ میں سے تین کو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ باقی سارے باپ کی طرح کفر پر مرے۔ وہ تین یہ ہیں: ایک خالد بن ولید مشہور جرنیل رضی اللہ عنہ جو سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللہ تھے۔ دوسرے ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ اور تیسرے ولید بن ولید رضی اللہ عنہ۔ آخری دو جب مسلمان ہوئے تو باپ نے بڑی سختی کی اور بھائیوں نے بھی ان کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال دیں، بھوکا پیاسا رکھا، بڑی تکلیفیں دیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافی عرصہ تک فجر کی نماز میں ان کی رہائی کے لیے قنوت نازلہ پڑھتے رہے اَللّٰهُمَّ اَنْجِ وَلِیْدَ بْنَ ولید و عباس بن ربیعه و هشام بن سلمة وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

"پروردگار! ان کو ظالموں سے نجات عطا فرما۔ ان پر اتنے مظالم کیے گئے کہ ان کے لیے نمازوں میں دعائیں ہوتی تھیں۔" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۸ھ سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوت تھی ابتدائی دور والا ڈر نہیں تھا۔

تو فرمایا بنایا میں نے اس کے لیے مال بڑا لمبا چوڑا اور بیٹے حاضر رہنے والے وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا اور تیار کیا میں نے اس کے لیے تیار کرنا۔ دنیا سامان، کاروبار، دکانیں، تجارت آگے مزید کمانے کے لیے ثُمَّ يَطْمَعُ پھر وہ طمع کرتا ہے اَنْ اَزِيْدَ کہ میں اس کو زیادہ دوں گا۔ مال ایسی چیز ہے کہ اس سے لالچی کی آنکھ نہیں بھرتی كَلَّا ہرگز نہیں ہوگا ایسا کہ اب میں اس کے لیے نعمتوں کو بڑھاؤں گا۔ پھر اس کو مال اور اولاد میں خسارہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا بے شک وہ ہماری آیتوں کے ساتھ عناد رکھتا ہے، دشمنی کرتا ہے سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا۔ صعود دوزخ میں ایک پہاڑی ہے دشوار گزار۔ مجرم آگ میں جلتا جائے گا اور اس پر چڑھتا جائے گا۔ جس وقت چوٹی پر پہنچے گا فرشتوں کو حکم ہوگا اس کو پکڑ کر نیچے گرا دو۔ پھر حکم ہوگا اُوپر چڑھ۔ معنیٰ ہوگا عنقریب میں اس کو چڑھاؤں گا پہاڑی پر۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ روز بہ روز عذاب بڑھتا جائے گا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا [سورۃ النبا: پارہ ۳۰] "پس چکھو تم عذاب کا مزہ پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمھارے لیے مگر عذاب۔" کافروں کے لیے عذاب روز بہ روز بڑھتا جائے گا۔ جس طرح مومنوں کے لیے خوشیاں بڑھتی جائیں گی۔

فرمایا اِنَّهٗ فَكَّرَ بے شک اس نے فکر کیا وَقَدَّرَ اور اندازہ لگایا قرآن

پاک کے بارے میں فیصلے کا فَقُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ پس تباہ کر دیا جائے کیسا اندازہ لگایا ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ پھر تباہ کیا جائے کیسا اندازہ لگایا اس نے ثُمَّ نَظَرَ پھر اس نے دیکھا کہ فیصلہ سننے کے لیے مکے کے لوگ آ گئے ہیں کہ آج ولید بن مغیرہ نے قرآن پاک کے بارے میں اپنی رائے دینی ہے۔ کافی بڑا مجمع تھا۔ اس نے نظر جمائی کہ کون کون لوگ آئے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما تھے ثُمَّ عَبَسَ پھر اس نے منہ بنایا جیسے کوئی آدمی ناراض ہو تو بناتا ہے وَبَسَرَ اور زیادہ منہ بنایا۔ خوب بُرا منہ بنایا ناراضگی سے ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وَاسْتَکْبَرَ اور اس نے تکبر کیا حق کو قبول کرنے سے اور فیصلہ سنایا فَقَالَ پس اس نے کہا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ نہیں ہے یہ قرآن مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ یہ اس نے فیصلہ سنایا کہ پہلے بھی جادو ہوتے تھے یہ بھی جادو ہے اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ نہیں ہے یہ قرآن مگر آدمی کی بات۔ بشر کا بنایا ہوا قول ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے خود گھڑ کر لایا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ میں اس کو داخل کروں گا سقر میں۔ دوزخ کے طبقوں میں سے ایک سقر ہے جس میں متکبرین جلیں گے وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سَقَرُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ سقر کیا ہے لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ نہ باقی رکھتی ہے کسی فرد کو، مجرموں کے افراد میں سے کسی فرد کو چھوڑے گی نہیں۔ وَلَا تَذَرُ کا معنیٰ ہے کہ کسی آدمی کے اعضاء میں سے کسی عضو کو نہیں چھوڑے گی سب کو عذاب ہوگا لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ اور وہ جھلس دینے والی ہے چمڑوں کو۔ آگ کے شعلوں سے سارا چمڑا اُتر جائے گا جیسے پانی گرم کر کے مرغوں کی کھال اُتارتے ہیں۔ پھر نئے چمڑے پہنا دیئے جائیں گے۔

سورۃ النساء آیت نمبر ۵۶ میں ہے جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کے لیے دوسری کھالیں تبدیل کر دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔ ایک لمحے میں خدا جانے کتنی مرتبہ چمڑے بدلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آمین!

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ ع ۱۵

عَلَيْهَا مقرر ہیں اس جہنم پر تِسْعَةَ عَشَرَ انیس فرشتے وَمَا جَعَلْنَآ اورنہیں بنائے ہم نے اَصْحٰبَ النَّارِ دوزخ کے نگران اِلَّا مَلٰٓئِكَةً مگر فرشتے وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اورنہیں بنائی ہم نے ان کی تعداد اِلَّا فِتْنَةً مگر آزمائش لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ تا کہ یقین کرلیں وہ لوگ اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اورتا کہ زیادہ کرلیں وہ لوگ اٰمَنُوْٓا جوایمان لائے اِيْمَانًا ایمان کو وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اور نہ شک کریں وہ لوگ اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب وَالْمُؤْمِنُوْنَ اورایمان والے وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ اورتا کہ کہیں وہ لوگ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے وَّالْكٰفِرُوْنَ اور

کھلے کافر مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ کیا ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بِهٰذَا مَثَلًا اس کے ساتھ از روئے مثال کے كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ اور نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکر کو مگر وہی وَمَا هِىَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ اور نہیں ہے یہ مگر نصیحت انسانوں کے لیے۔

ربط :

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے رئیس اعظم ولید بن مغیرہ کو بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی۔ قرآن پاک کی کچھ آیات بھی پڑھ کر سنائیں۔ سننے کے بعد یہ کہہ کر چلا گیا کہ کچھ دنوں کے بعد اپنا فیصلہ سناؤں گا۔ جس دن اس نے فیصلہ سنانے کے لیے آنا تھا لوگ اکٹھے ہو گئے کہ آج ولید بن مغیرہ نے فیصلہ سنانا ہے۔ بڑا عظیم مجمع تھا۔ اس نے نظر ڈال کر مجمع کو دیکھا، منہ بناتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت پھیری اور یہ فیصلہ سنایا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ "نہیں ہے یہ قرآن مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ نہیں ہے یہ مگر انسان کا کلام۔ یہ خدا کا کلام نہیں ہے خود بنا کر لاتا ہے۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ "عنقریب میں اس کو دوزخ میں ڈالوں گا نہ وہ کسی فرد کو چھوڑے گی اور نہ کسی کا عضو چھوڑے گی اور انسانوں کو جھلسا دینے والی ہے۔"

جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں :

اسی دوزخ کے متعلق فرمایا عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ مقرر ہیں اس دوزخ پر انیس فرشتے۔ ان کے انچارج کا نام مالک علیہ السلام ہے۔ اور جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے، علیہ السلام۔ ان فرشتوں کا عہدہ بہت بلند ہے۔ دوزخ کے انچارج کا نام قرآن پاک میں ہے سورۃ زخرف کے اندر۔ اور جنت کے انچارج کا نام قرآن پاک میں نہیں ہے۔ تم پہلے پڑھ اور سن چکے ہو کہ احادیث اور تفاسیر میں آتا ہے کہ دوزخ والے اکٹھے ہو کر دوزخ کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ [زخرف: ۷۷، پارہ: ۲۴] "اے مالک! چاہیے کہ ہم پر فیصلہ کر دے آپ کا رب" ہمیں فنا کر دے ختم کر دے ہم عذاب برداشت نہیں کر سکتے۔ مالک علیہ السلام کہیں گے تمھارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، رب تعالیٰ نے کتابیں نازل نہیں کی تھیں، حق کی آواز پہنچانے والا تمھارے پاس کوئی نہیں آیا تھا؟ قَالُوْا بَلٰی کہیں گے پیغمبر بھی آئے تھے، کتابیں بھی نازل کی تھیں، حق کی بات سنانے والے بھی آئے تھے فَكَذَّبْنَا پس ہم نے ان کو جھٹلا دیا۔ مالک علیہ السلام کہیں گے میں نے کوئی دعا نہیں کرنی، تمھاری طرف سے کوئی اپیل نہیں کرنی خود ہی دعا کرو وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ [مومن: ۵۰، پارہ: ۲۴] "اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر ناکامی میں۔" کافروں کی دعا موت کے لیے بھی قبول نہیں ہوگی۔ تو فرمایا جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ رب تعالیٰ کا انتظام ہے۔ انیس کی حقیقت تو رب تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ بعض حضرات نے حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

انیس فرشتوں کے تقرر کی حکمتیں :

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی زبان میں تفسیر لکھی ہے (اب اس کا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے۔) وہ تفسیر عزیزی میں ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے حروف انیس ہیں اور قرآن کریم شروع ہوتا ہے بسم اللہ سے۔ تو کافروں نے سارا قرآن تو درکنار بسم اللہ کے انیس حروف بھی نہیں مانے۔ تو ایک ایک حرف کے بدلہ میں ایک ایک فرشتہ ہوگا۔ اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں اور دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ تو پانچ نمازوں کے لیے پانچ گھنٹے تصور کر لو اگرچہ نماز پر گھنٹہ نہیں لگتا مگر موٹا تخمینہ ہے۔ تو باقی انیس گھنٹے بچتے ہیں۔ تو ہر ہر گھنٹے کے بدلے ایک ایک فرشتہ وہاں ہوگا جو ان کی سزا کی نگرانی کرے گا۔

شاہ صاحب تیسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ [حجر: ۴۴] "اس کے سات دروازے ہیں۔" یعنی جہنم کے بڑے گیٹ سات ہیں۔ اس کے ایک دروازے پر ایک فرشتہ ہوگا اور باقی چھ دروازوں پر تین تین ہوں گے۔ تو اس طرح تعداد انیس ہوگئی۔ اور ایک وجہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ آدمی کے ذمہ تین چیزیں ہیں۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و عمل بالارکان "زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا اور ارکان پر عمل کرنا" اور کافروں نے تینوں چیزوں کا انکار کیا۔ نہ تصدیق کی، نہ اقرار کیا، نہ عمل کیا۔ جہنم کے چھ طبقے کافروں کے لیے ہیں اور ایک طبقہ گناہ گار مومنوں کے لیے ہے۔ جن کا عقیدہ تو صحیح ہوگا عملی کوتاہی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے اور سزا

بھگتنے کے بعد جنت میں چلے جائیں گے۔ تو اس طبقے پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا اور کافروں، مشرکوں کے چھ طبقوں پر اٹھارہ فرشتے مقرر ہوں گے۔ ہر ہر طبقے پر تین تین۔

مومنوں کو اللہ تعالیٰ سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں بھیج دے گا۔ ایک آدمی دوزخ میں رہ جائے گا۔ وہ دیکھے گا کہ میرے سوا کوئی بھی دوزخ میں نہیں ہے۔ بہت واویلا کرے گا عاجزی اور زاری کرے گا۔ کہے گا اے پروردگار! میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے تیرے گناہ زیادہ تھے۔ کہے گا پروردگار! مجھے دوزخ سے باہر نکال دے مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھے دوزخ سے باہر نکال دوں اور تو کچھ نہیں مانگے گا؟ کہے گا اے پروردگار! وعدہ کرتا ہوں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس کو دوزخ سے نکال دو اور منہ اس کا دوزخ کی طرف رکھو۔ بدنی تکلیف تو ختم ہو جائے گی مگر آگ کے شعلے دیکھنے سے ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ نامعلوم کتنی مدت اس طرح رہے گا۔ پھر کہے گا اے پروردگار! دوزخ کے شعلے دیکھنے سے پریشان ہوں مجھے اجازت دے دیں کہ میں دوزخ کی طرف پشت پھیر لوں کہ مجھے نظر نہ آئے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے بڑا غدار ہے۔ تو نے تو وعدہ کیا تھا میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اب تم نے سوال شروع کر دیا ہے۔ کہے گا پروردگار! جہنم دیکھنے سے تکلیف ہوتی ہے اجازت دے دیں آپ کے خزانے میں کیا کمی آنی ہے مجھے سہولت ہو جائے گی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے وعدہ کرتے ہو اور تو کچھ نہیں مانگو گے؟ کہے گا وعدہ کرتا ہوں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ رب تعالیٰ اجازت دے دیں گے کہ دوزخ کی طرف پشت پھیر لو۔ اب چہرہ جنت کی طرف ہو گیا۔

کچھ عرصہ خاموش رہے گا پھر کہے گا اے پروردگار! مجھے تھوڑا سا جنت کے قریب

کر دے تا کہ میں قریب سے اس کا نظارہ کر سکوں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو نے تو وعدہ کیا تھا کہ میں اور کچھ نہیں مانگوں گا پھر مانگنے لگ گئے ہو۔ کہے گا اے پروردگار! میں عاجز بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر جنت کے قریب کردوں تو اور تو کچھ نہیں مانگے گا۔ کہے گا نہیں مانگوں گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اچھا قریب ہو جاؤ۔ قریب ہو جائے گا تو فرمائیں گے اور تو کچھ نہیں مانگو گے۔ کہے گا کچھ نہیں مانگوں گا۔ کچھ عرصہ وہاں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کتنا عرصہ رہے گا۔ پھر کہے گا اے پروردگار! یہاں تک مجھے پہنچا دیا ہے اب مجھے جنت میں ہی داخل کر دے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے بڑا وعدہ شکن ہے کسی جگہ ٹھہرتا ہی نہیں ہے۔ کہے گا اے پروردگار! میں عاجز مخلوق ہوں آپ خالق ہیں، پروردگار ہیں مجھے جنت میں داخل کر دیں۔ پھر رب تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیں گے اور فرمائیں گے تَمَنَّ آرزو کرو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ جتنی دنیا ہے اس کے مثل اور تجھے دیتا ہوں۔ یہ ادنیٰ ترین جنتی کے بارے میں فرمائیں گے۔

آج ہم جنت کی فراخی اور وسعت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ماں کے پیٹ میں بچے کو کوئی سمجھائے کہ اتنی وسیع زمین ہے اتنا بلند آسمان ہے۔ جب تم پیدا ہو گئے تو دیکھو گے۔ وہ بچہ ماں کے پیٹ میں زمین کی وسعت کو اور آسمان کی بلندی کو نہیں سمجھ سکتا۔ پیدا ہونے کے بعد کچھ سوجھ بوجھ آئے گی آنکھیں کھولے گا پھر سمجھے گا کہ آسمان کتنا بلند ہے، زمین کتنی وسیع ہے؟ اس میں دریا ہیں، پہاڑ ہیں۔ اس جہان کو تم ماں کا پیٹ سمجھو۔ اگلے جہان کی وسعت ہماری سمجھ میں یہاں نہیں آسکتی۔ ہماری سمجھ سے بہت بالاتر ہے۔ ایک کھوکھلے موتی کا گنبد ساٹھ میل میں پھیلا ہوا ہوگا۔ یہاں لاہور ساٹھ میل نہیں ہے۔ یہ ایک بندے کا مکان ہوگا چاہے اس میں کبڈی کھیلے۔

تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ چھ دروازوں پر تین تین فرشتے مقرر ہوں گے اور ایک پر ایک ہوگا۔اس طرح تعداد انیس ہوگی۔

ایک منہ پھٹ کافر تھا اُسید بن کلدہ۔ابوالاسد اس کی کنیت تھی۔ بڑا بے لحاظ آدمی تھا۔جب اس نے سنا کہ انیس فرشتے ہوں گے تو کہنے لگا سترہ کے ساتھ تو میں نمٹ لوں گا دو کو تم سنبھال لینا۔ اتنا وزنی تھا کہ اُونٹ کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا تھا لوگ کھینچ کر چمڑے کو زور لگا کر اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال نہیں سکتے تھے۔چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا وہ کھڑا رہتا تھا۔اس کو اپنی قوت، بہادری اور پہلوانی پر فخر تھا۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہیں وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اور نہیں بنائے ہم نے دوزخ کے نگران اِلَّا مَلٰٓئِكَةً مگر فرشتے۔ ان فرشتوں کو دوزخ میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی وہ آگ میں چلیں پھریں گے نگرانی کریں گے۔تکلیف انسانوں اور جنوں وغیرہ کو ہوگی وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اور نہیں بنائی ہم نے ان کی تعداد اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مگر آزمائش ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔کافر کہتے ہیں کہ اتنی بڑی دوزخ میں صرف انیس فرشتے ہوں گے۔ بھائی! انیس تو انیس ہیں یہاں تو ملک کا ایک صدر سب کو پریشان کر کے رکھ دیتا ہے۔سارے ملک کو آفت میں ڈال دیتا ہے۔اور انیس اور وہ بھی فرشتے۔

فرمایا نہیں بنائی ہم نے یہ تعداد مگر آزمائش کافروں کے لیے لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ تاکہ یقین کرلیں وہ لوگ جن کو دی گئی ہے کتاب۔پہلی کتابوں میں بھی اس کا ذکر تھا کہ انیس فرشتے وہاں کے بڑے انچارج ہوں گے وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا اور تاکہ زیادہ کرلیں وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان کو۔پہلی کتابوں میں بھی انیس

کا ذکر تھا اور قرآن کریم میں بھی انیس کا ذکر ہے جو دوزخ کے بڑے انچارج ہوں گے وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اور نہ شک کریں وہ لوگ اُوْتُوا الْکِتٰبَ جن کو دی گئی ہے کتاب وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے نہ شک کریں ان کو یقین ہے کہ جو رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔

وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ اور تاکہ کہیں وہ لوگ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے منافقت کی وَّالْکٰفِرُوْنَ اور کافر کہیں مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ از روئے مثال کے کہ اتنی وسیع جہنم ہوگی اور اس میں صرف انیس فرشتے نگران ہوں گے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ تو پھر انیس ہیں ملک کا ایک صدر سارے ملک کو آفت میں ڈال دیتا ہے۔ کسی ایک بات پر اڑ جائے تو وہ لوگوں کو سانس نہیں لینے دیتا۔

فرمایا کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور بہکاتا اُسے ہی ہے جو کجی پر راضی ہوتے ہیں۔ سورۃ صف پارہ ۲۸ میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ "جب انھوں نے کجی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔" جب وہ غلط راستے پر چل پڑے اور گمراہی کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہ کر دیا۔ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور چاہتا کس کے لیے ہے؟ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۱۳ پارہ ۲۵ میں ہے وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ "اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے ایمان لانے کا اور کفر اختیار کرنے کا فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ [الکہف: ۲۹] "پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔"

نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی [النساء:۱۱۵] "پھر اس کو پھیر دیتے ہیں جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے۔"
رب تعالیٰ زبردستی نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔ ہدایت اس کو ملے گی جو رجوع کرے گا۔ گمراہی پر اس کو پکا کیا جائے گا جو گمراہی کے راستے کو اختیار کرے گا۔

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو مگر وہی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اَن گنت اور بے شمار فرشتے ہیں۔ ایک ایک آدمی کے ساتھ دن رات میں چوبیس چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔ چار فرشتے کراماً کاتبین ہیں۔ دو دن کے اور دو رات کے۔ اور دس فرشتے محافظ دن کے اور دس رات کے۔ سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۱ پارہ ۱۳ میں ہے لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ "اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی آنے والے ہیں حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو بندے کی حفاظت کرنے کے لیے مقرر ہیں جب تک اس کی حفاظت منظور ہوتی ہے۔ مردوں کے ساتھ، عورتوں کے ساتھ، جنات کے ساتھ۔ پھر حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت کے برابر ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی عبادت کے لیے نہ کھڑا ہو۔ اس کا اندازہ لگاؤ کہ فرشتے کتنے ہوں گے کوئی شمار کرسکتا ہے؟

تو فرمایا آپ کے رب کے لشکروں کو صرف رب ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا وَمَا ھِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ اور نہیں ہے وہ دوزخ مگر نصیحت لوگوں کے لیے۔ اب وقت ہے وہ سمجھ لیں کہ دوزخ کتنا سخت مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین

اور مومنات کو تمام مسلمین اور مسلمات کو سقر سے، دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ آمین

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾
وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَن
شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾
إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾
مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ
نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ
بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ
الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ
حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾
كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن
يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

كَلَّا خبردار وَالْقَمَرِ قسم ہے چاند کی وَالَّيْلِ اور رات کی
إِذْ أَدْبَرَ جب وہ رات پشت پھیر جائے وَالصُّبْحِ اور صبح کی قسم إِذَا
أَسْفَرَ جب وہ روشن ہو جائے إِنَّهَا بے شک وہ لَإِحْدَى الْكُبَرِ
البتہ بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ڈرانے والی ہے
انسانوں کو لِمَن شَاءَ مِنكُمْ اس کے لیے جو چاہتا ہے تم میں سے أَن

يَتَقَدَّمَ کہ آگے بڑھے اَوْ يَتَاَخَّرَ یا پیچھے ہٹے كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس

بِمَا كَسَبَتْ جو اس نے کمایا ہے اس کے بدلے میں رَهِيْنَةٌ گروی

رکھا ہوا ہے اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ مگر دائیں ہاتھ والے فِيْ جَنّٰتٍ

جنتوں میں ہوں گے يَتَسَآءَلُوْنَ پوچھیں گے عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ

مجرموں سے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ کون سی چیز تمھیں لائی ہے دوزخ میں

قَالُوْا وہ کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ اور نہیں تھے ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے وَكُنَّا

اور ہم تھے نَخُوْضُ شغل کرتے مَعَ الْخَآئِضِيْنَ شغل کرنے

والوں کے ساتھ وَكُنَّا نُكَذِّبُ اور ہم جھٹلاتے تھے بِيَوْمِ الدِّيْنِ

بدلے کے دن کو حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ یہاں تک کہ آئی ہمارے اوپر موت

فَمَا تَنْفَعُهُمْ پس نہیں نفع دے گی ان کو شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ سفارش

کرنے والوں کی سفارش فَمَا لَهُمْ پس ان کو کیا ہو گیا ہے عَنِ

التَّذْكِرَةِ نصیحت سے مُعْرِضِيْنَ اعراض کرتے ہیں كَاَنَّهُمْ

گویا کہ وہ حُمُرٌ گدھے ہیں مُّسْتَنْفِرَةٌ بھاگتے ہیں فَرَّتْ

مِنْ قَسْوَرَةٍ بھاگتے ہیں شیر سے بَلْ يُرِيْدُ بلکہ ارادہ کرتا ہے كُلُّ

امْرِئٍ مِّنْهُمْ ان میں سے ہر آدمی اَنْ يُّؤْتٰى کہ دیئے جائیں اس کو

صُحُفًا صحیفے مُّنَشَّرَةً بکھرے ہوئے كَلَّا خبردار بَلْ لَّا

یَخَافُوْنَ بلکہ وہ نہیں ڈرتے اَلْاٰخِرَۃَ آخرت سے کَلَّآ خبردار اِنَّہٗ بے شک یہ قرآن تَذْکِرَۃٌ نصیحت ہے فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ پس جو شخص چاہتا ہے اس سے نصیحت قبول کر لے وَمَا یَذْکُرُوْنَ اور وہ نصیحت حاصل نہیں کر سکتے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وہی ہے اہل تقویٰ وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ اور وہی ہے اہل اس کا کہ اس سے بخشش مانگی جائے۔

• کل اور پرسوں کے سبق میں تم نے سَقَرْ کا لفظ پڑھا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ "اے مخاطب! تجھے کس نے بتلایا سقر کیا چیز ہے۔" سقر جہنم کا ایک طبقہ ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَلَّا۔ یہ حرفِ تنبیہ ہے اس کا معنیٰ ہے خبردار، آگاہ ہو جاؤ وَالْقَمَرِ۔ واو قسمیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے چاند کی وَالَّیْلِ اور قسم ہے رات کی اِذْ اَدْبَرَ جب وہ پشت پھیر جائے، چلی جائے وَالصُّبْحِ اور قسم ہے صبح کی اِذَآ اَسْفَرَ جب وہ روشن ہو جائے۔ چاند کی قسم ہے جب اُتر جائے، رات کی قسم ہے جب ختم ہو جائے، صبح کی قسم ہے جب روشن ہو جائے اِنَّھَا کی ضمیر سقر کی طرف لوٹ رہی ہے کہ بے شک وہ سقر لَاِحْدَی الْکُبَرِ۔ کُبَرْ جمع ہے کُبْرٰی کی۔ بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ جس طرح ایک بڑی چیز ہے۔

چاند کی بڑائی، بلندی اور روشنی کو سارے سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ اور جس طرح رات ایک بڑی چیز ہے۔ رات کی تاریکی کو سارے سمجھتے ہیں۔ اور صبح کا روشن ہونا بھی بڑی چیز ہے۔ دن چڑھتا ہے سب اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور سارے سمجھتے ہیں کہ اب دن ہے۔ ان چیزوں کی قسم اُٹھا کر رب تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک وہ سقر بڑی

چیزوں میں سے ایک ہے نَذِیۡرًا لِّلۡبَشَرِ وہ سقر ڈراتی ہے انسانوں کو۔ ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بروقت اطلاع دی ہے کہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو سقر میں جاؤ گے۔ ہم نے تمھیں بتلا دیا ہے اب تمھاری مرضی ہے لِمَنۡ شَآءَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّتَقَدَّمَ اس کے لیے جو چاہتا ہے تم میں سے آگے بڑھے اَوۡ یَتَاَخَّرَ یا پیچھے ہٹے۔ یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم نے تمھیں خیر اور شر سے آگاہ کر دیا ہے اب تمھاری مرضی ہے خیر کی طرف، ایمان اور ہدایت کی طرف، جنت کی طرف، نیکی کی طرف، آگے بڑھتے ہو یا پیچھے ہٹتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اتنا اختیار دیا ہے۔ نیکی کرو یا بدی، کر سکتے ہو۔

ہر شخص اپنی کمائی میں گروی رکھا ہوا ہے :

کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ رَہِیۡنَۃٌ ہر نفس اپنی کمائی میں گروی رکھا ہوا ہے۔ اگر نیک ہے تو نیکی کے سلسلے میں اور اگر بد ہے تو اس کو بروں کے ٹولے میں شامل کیا جائے گا۔ جس نے جو کیا وہ اس کے سامنے آئے گا۔ آج دنیا میں ہم بہت سارے کام کر کے بھول جاتے ہیں قیامت والے دن سارے یاد آ جائیں گے یَوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا ۚۖ وَّ مَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ ۚ [آل عمران: ۳۰] "جس دن حاضر پائے گا اپنے سامنے ہر نفس جو کچھ اس نے عمل کیا ہے نیکی سے اور جو اس نے برائی کی ہے ہر چیز سامنے ہو گی" اور رب تعالیٰ فرمائیں گے اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] "آج اپنی کتاب، پرچہ، اعمال نامہ، خود پڑھ آج کے دن تیرا نفس کافی ہے تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔" دنیا میں کوئی پڑھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے محشر میں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ادراک و شعور عطا فرمائے گا۔ اور ہر آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ جب دو تین صفحے پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ھَلۡ ظَلَمَکَ کَتَبَتِیۡ

"بتلاؤ کیا میرے فرشتوں نے زیادتی کی ہے۔" کوئی نیکی تو نے کی ہے اور انھوں نے نہ لکھی ہو یا کوئی بُرائی تم نے نہیں کی اور انھوں نے لکھ دی ہو۔ کہے گا نہیں پروردگار! جو کچھ میں نے کہا اور کیا ہے وہی لکھا ہے۔ پھر چند صفحے اور پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ سوال کریں گے اے بندے! بتا تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں ہوئی۔ بندہ اقرار کرے گا کہ نہیں کوئی زیادتی نہیں ہوئی یہ میری ہی کمائی ہے۔ اور ساتھ کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] "کیا ہے اس کتاب کو اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی سب لکھی ہوئی ہے، ہر شے کو اس نے سنبھال رکھا ہے۔

تو فرمایا ہر آدمی اپنی کمائی کے بدلے میں رہن رکھا ہوا ہے اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ مگر دائیں ہاتھ والے جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ نہیں پکڑے جائیں گے نہ ان کو ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی، نہ بیڑیاں اور نہ طوق گلوں میں۔ باقیوں کو گرفتار کیا جائے گا اور زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔ اصحاب الیمین محفوظ رہیں گے فِيْ جَنّٰتٍ وہ جنتوں میں ہوں گے يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ پوچھیں گے مجرموں سے۔ جنت کا محل وقوع اُوپر ہے اور جہنم کا محل وقوع نیچے ہے۔ جنت والے دوزخ والوں کے ساتھ گفتگو کر سکیں گے اور دوزخ والے جنت والوں سے گفتگو کر سکیں گے۔ دوزخی جنتیوں کو میوے، پھل کھاتے دیکھیں گے تو کہیں گے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ "بہادو ہمارے اُوپر تھوڑا سا پانی یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں روزی دی ہے قَالُوْٓا جنتی کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ [الاعراف:۵۰] بے شک اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔" ہم دینے کے مُجاز نہیں ہیں۔

دوزخیوں کے جرائم :

توجنتی مجرموں سے پوچھیں گے مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ کون سی چیز تمھیں لائی ہے دوزخ میں تمھارا کیا جرم تھا؟ قَالُوْا وہ مجرم کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

پہلا جرم یہ بتائیں گے کہ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ نماز کتنی اہم چیز ہے۔کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے قیامت والے دن سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہی ہوگا اوّل ما يحاسب العبدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلٰوة "پہلی وہ چیز جس کا بندے سے حساب ہوگا قیامت والے دن وہ نماز ہوگی۔" پہلا پرچہ ہی نماز کا ہوگا۔تو مجرم کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

دوسرا جرم: وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔صاحبِ حیثیت آدمی کے فریضہ میں یہ بات شامل ہے کہ از خود معلوم کرے عزیز رشتہ داروں میں،محلہ داروں میں،اپنے دیہات اور شہر میں کون ضرورت مند ہے،غریب ہے،مسکین ہے،تلاش کر کے ان کو زکوٰۃ دے،عشر دے۔اگر مستحق ہیں تو فطرانہ،زکوٰۃ، عشر کے مال کے علاوہ میں بھی ان کا حق ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ فِيْ الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ "زکوٰۃ،عشر،فطرانہ کے علاوہ بھی مال میں دوسروں کا حق ہے۔" تو کہیں گے کہ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

اور تیسرا جرم یہ بتلائیں گے کہ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ اور ہم تھے شغل کرتے شغل کرنے والوں کے ساتھ۔جوا کھیلتے تھے،تاش کھیلتے تھے،لڈو کھیلتے تھے۔اور کیا کیا کھیلیں ہیں ہمیں تو ان کے نام بھی نہیں آتے۔یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔اگر رب

تعالیٰ نے تمھیں فراغت دی ہے، وقت دیا ہے تو اس کو کھیل تماشوں میں کیوں ضائع کرتے ہو۔ اللہ اللہ کرو۔ وقت کو قیمتی بناؤ۔ مومن کا وقت بڑا قیمتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ حُسْنِ الْإِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ اگر تم کسی مسلمان کی خوبی دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو لایعنی کاموں میں تو نہیں لگا ہوا۔ دین کے جتنے کام ہیں وہ مقصود ہیں۔ اور دنیا کے جتنے جائز کام ہیں وہ مفید ہیں اور وہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ اور ایسے کام جو نہ دین کے ہیں اور نہ دنیا کے ہیں نہ کسی کاروبار میں کام آئیں وہ گناہ ہیں۔

چوتھا جرم یہ بتلائیں گے وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور ہم جھٹلاتے تھے بدلے کے دن کو۔ کافر تو حساب کتاب کے دن کے منکر ہیں اور آج کل کے مسلمان برائے نام مانتے ہیں اس لیے کہ تیاری نہیں کرتے۔ یہ کیا ماننا ہوا جب تیاری نہیں کرنی۔ ایک آدمی سارا دن یہ کہتا رہے کہ روٹی بھوک کو ختم کرتی ہے، روٹی کے ساتھ بھوک ختم ہو جاتی ہے اور روٹی کھائے نہ تو کیا بھوک ختم ہو جائے گی۔ پیاسا آدمی سارا دن ورد کرتا رہے کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے، پانی کے ساتھ پیاس بجھ جاتی ہے اور پانی پیے نہ تو کیا اس طرح پیاس بجھ جائے گی۔ اگر کوئی آدمی زبان سے قیامت کو مانتا ہے اور اس کے لیے تیاری نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ اس نے قیامت کو نہیں مانا۔

تو مجرم کہیں گے ہم بدلے کے دن کی تکذیب کرتے رہے حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ یہاں تک کہ ہم پر یقین آ گیا۔ موت کا ایک نام یقین بھی ہے۔ سورۃ الحجر کی آخری آیت کریمہ ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ "اے مخاطب اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تیرے پاس موت آ جائے۔" زندگی تو وہی ہے۔ اب ہے لمحے کے بعد نہیں ہے۔ صبح ہے شام کو نہیں ہے۔ آج ہے کل نہیں ہے۔ اور موت یقینی ہے۔

فرمایا فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ پس نہیں نفع دے گی ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش۔ سفارش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی سفارش کریں گے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سفارش کریں گے، شہید سفارش کریں گے، علماء بھی سفارش کریں گے، حافظ بھی سفارش کریں گے، عامۃ المومنین بھی سفارش کریں گے، چھوٹے بچے بھی سفارش کریں گے لیکن کافروں، مشرکوں کے لیے کوئی سفارش مفید نہیں ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ گیارھویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى [توبہ: ۱۱۳] "نہیں لائق نبی کے اور نہ ان لوگوں کے لیے جو مومن ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ وہ ان کے قربت دار ہی کیوں نہ ہوں۔"

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز میں سفارش کہ کہ اس کے بدن پر اپنا لعاب مبارک ملا، اپنا کرتہ مبارک بہ طور کفن اس کو پہنایا پھر جنازہ بھی پڑھایا۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [توبہ: ۸۰] "آپ ان کے لیے ستر [۷۰] مرتبہ بھی استغفار کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔"

تو فرمایا ان کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے گی۔ یہ سب کچھ سننے کے باوجود فَمَا لَهُمْ ان کو کیا ہو گیا ہے عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ اس نصیحت والی کتاب سے اعراض کرتے ہیں۔ تذکرہ سے مراد قرآن پاک ہے۔ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ۔ حُمُرٌ حِمَارٌ کی جمع ہے۔ حمار کا معنٰی ہے گدھا۔ گویا کہ یہ گدھے ہیں مُّسْتَنْفِرَةٌ بھاگنے والے

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ بھاگتے ہیں شیر سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسورہ کا معنیٰ کرتے ہیں اَسَدٌ، شیر۔ مطلب یہ بنے گا کہ جیسے جنگلی گدھوں کے کان میں شیر کی آواز پڑے تو وہ بھاگتے ہیں یہ بھی قرآن کریم سے اسی طرح بھاگتے ہیں۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس کا معنیٰ کرتے ہیں رُمَاۃ، تیر انداز۔ جنگلی گدھے چر رہے ہوں اور انہیں محسوس ہو کہ شکاری آگئے ہیں تو شکاریوں کی آہٹ سن کر گدھے بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ قرآن پاک سے بھاگتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قَسْوَرَة کا معنیٰ کرتے ہیں عُصبة الرِّجال، آدمیوں کی جماعت۔ جنگل میں شکاری اکیلے اکیلے نہیں جاتے کیوں کہ جنگل میں موذی جانور بھی ہوتے ہیں اس لیے وہ گروپ کی شکل میں جاتے ہیں۔ تو جب جنگلی گدھے شکاریوں کے گروپ کو دیکھتے ہیں تو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھاگتے ہیں گویا کہ یہ جنگلی گدھے ہیں۔

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ بلکہ ارادہ کرتا ہے، چاہتا ہے ہر آدمی ان میں سے اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً کہ دیئے جائیں اُن کو صحیفے بکھرے ہوئے۔ قیامت والے دن کیا ملنے ہیں آج ہی ان کو پرچے مل جائیں کھلے ہوئے۔ جب ان کو محشر کے دن سے ڈرایا جاتا تھا تو کہتے تھے کل جو پرچے دینے ہیں آج ہی دے دو۔ مذاق اُڑاتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ [ص: ۱۶، پارہ: ۲۳] "کہتے ہیں اے ہمارے رب جلدی کر دے ہمارے لیے ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے۔"

فرمایا كَلَّا خبردار بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ بلکہ وہ نہیں ڈرتے آخرت سے۔ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اس لیے گناہوں پر جری ہیں كَلَّآ خبردار اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن تَذْكِرَةٌ نصیحت ہے۔ یہ نری (سراسر) نصیحت کی کتاب ہے فَمَنْ

شَآءَ ذَكَرَهٗ پس جو شخص چاہے اس سے نصیحت قبول کرے۔ مرضی ہے جبر نہیں ہے۔ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اور نہیں یہ لوگ نصیحت حاصل کر سکتے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے متعلق کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ "پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔" بندہ ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت آئے گی۔ بندہ نہ مجبور ہے اور نہ مکمل طور پر خود مختار ہے۔ نیکی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق دے دیں گے، بدی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بدی کی توفیق دے دیں گے۔ خود زبردستی نصیحت حاصل نہیں کر سکتا۔ رب چاہے گا تو نصیحت حاصل کر سکے گا اور رب اسی کے بارے میں چاہتا ہے جو ہدایت کی طرف آئے۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى اللہ تعالیٰ اس بات کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ اور اللہ تعالیٰ اہل اور مستحق ہے اس بات کا کہ اس سے بخشش مانگی جائے۔ اے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کر دے وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ [آل عمران: ۱۳۵] "اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون معاف کر سکتا ہے۔" قرآن پاک کا یہ سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے معافی مانگو۔ رب تعالیٰ ہمیں اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ القِيَامَةِ

(مکمل)

جلد ۲۰

اٰیاتها ۴۰ ۷۵ سُوْرَۃُ الْقِیٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۱ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۝۱ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ۝۴ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ۝۶ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝۱۴ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝۱۵ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝۱۶ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ۝۱۹

لَآ اُقْسِمُ میں قسم اُٹھاتا ہوں بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن کی
وَلَآ اُقْسِمُ اور میں قسم اُٹھاتا ہوں بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اس نفس کی جو
ملامت کرنے والا ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان
اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو بَلٰی
کیوں نہیں قٰدِرِیْنَ ہم قادر ہیں عَلٰٓی اَنْ اس بات پر

نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ کہ ہم برابر کردیں اس کے پور پور بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ
بلکہ ارادہ کرتا ہے انسان لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ تاکہ نافرمانی کرے اس کے
سامنے یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ سوال کرتا ہے کب ہوگا قیامت کا دن
فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پس جب چندھیا جائیں گی آنکھیں وَخَسَفَ الْقَمَرُ
اور بے نور ہو جائے گا چاند وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اکٹھے کردیئے
جائیں گے سورج اور چاند یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان یَوْمَئِذٍ
اس دن اَیْنَ الْمَفَرُّ کہاں ہے بھاگنا كَلَّا خبردار لَا وَزَرَ
کوئی جائے پناہ نہیں ہے اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ آپ کے رب
کی طرف ہے اس دن ٹھہرنے کی جگہ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ خبردار کیا جائے گا
انسان کو یَوْمَئِذٍ اس دن بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ جو اس نے آگے بھیجا ہے
اور جو پیچھے چھوڑا ہے بَلِ الْاِنْسَانُ بلکہ انسان عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ
اپنے نفس پر بصیرت والا ہوگا وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ اور اگرچہ پیش کرے
حیلے بہانے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ نہ حرکت دیں اس قرآن پاک کے
ساتھ اپنی زبان کو لِتَعْجَلَ بِهٖ تاکہ آپ جلدی کریں اس کے بارے میں
اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا وَقُرْاٰنَهٗ
اور اس کا پڑھانا فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پس جب ہم پڑھیں اس کو (یعنی ہمارا فرشتہ)
فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پس آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا

بَیَانَہٗ ‌ پھر ہمارے ذمے ہے اس کا بیان کرنا۔

نام و کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ القیامہ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں قیامہ کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے تیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا اکتیسواں نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور چالیس آیتیں ہیں۔ چونکہ اس کا نام قیامت ہے اس لیے اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے، قیامت کے حالات ہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ ہر زبان کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں، ضابطے ہوتے ہیں۔ عربی کا ضابطہ ہے کہ قسم ہو یا لفظ قسم ہو اس سے پہلے لا کا لفظ آ جائے یا ما کا لفظ آ جائے تو یہ زایدہ ہوتے ہیں۔ ان کا معنیٰ نہیں ہوتا۔ لَآ اُقْسِمُ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ میں قسم نہیں اٹھاتا۔ [illegible] (یہ زایدہ ہے)۔ اور لَآ اُقْسِمُ کا معنیٰ ہوگا میں قسم اُٹھاتا ہوں بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن کی۔ اسی لیے بغیر اُستاذ کے کوئی قرآن نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی اُستاد کے بغیر کوئی حدیث سمجھ سکتا ہے۔ محض ترجمے سے بات نہیں بنتی۔ اسی واسطے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ کسی حدیث کا ترجمہ بغیر تشریح کے ہو تو اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ بعض حدیثیں منسوخ ہیں۔ ہاں! ثقہ عالم نے تشریح کی ہوگی تو وہ بتا دے گا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ عام آدمی تو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ منسوخ حدیث پر عمل کرتا رہے گا۔

نفس کی تین اقسام :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ میں قسم اُٹھاتا ہوں قیامت کے دن کی وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ اور قسم اُٹھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ قرآن پاک میں تین طرح کے نفوس کا ذکر آیا ہے۔

❀ ایک نفس اَمّارہ ہے جس کا ذکر تیرھویں پارے کی پہلی آیت کریمہ میں ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ نفس امارہ ہر وقت بُرائی کا حکم دیتا ہے، بُرائی پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ سب سے بُرا نفس ہے۔

❀ دوسرا لَوّامہ ہے۔ اس سے گناہ ہو جائے تو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ تو نے بُرا کام کیا ہے۔ کیوں کہ یہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہے۔ اور جو گناہ کو گناہ سمجھے اس کو کسی نہ کسی وقت توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اگر گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھے گا تو توبہ کیوں کرے گا۔ تو نفس لَوّامہ اُسے کہتے ہیں جو گناہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو ملامت کرے۔

❀ تیسرا نفس مُطمئِنّہ ہے۔ جس کا ذکر تیسویں پارے میں آتا ہے یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ اللہ تعالیٰ نے جو عقائد بیان فرمائے ہیں ان پر اس کا یقین بھی ہے اور اطمینان بھی ہے اور جو اعمال، اخلاق اور معاملات بتائے ہیں سب پر مطمئن ہے۔ اس کو ان کے متعلق کوئی شک اور تردد نہیں ہے۔ یہ نفس مُطمئِنّہ سب سے اچھا ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے نفس لوّامہ کی قسم اُٹھائی ہے۔ جوابِ قسم محذوف ہے لَتُبْعَثُنَّ۔ جملہ یوں بنے گا کہ میں قسم اُٹھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم اُٹھاتا ہوں نفس لوامہ کی تم ضرور کھڑے کیے جاؤ گے قیامت والے دن۔ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان۔ کافر انسان، نافرمان انسان کیا خیال کرتا ہے اَلَّنْ نَّجْمَعَ

عِظَامَہٗ کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو۔ کافر یہ کہتے تھے کہ قیامت نہیں آئے گی۔

ایک موقع پر ابوجہل کہیں سے پرانی کھوپڑی اُٹھا کر لایا۔ مجمع موجود تھا آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آکر کہنے لگا ذرا اس کو ہاتھ لگاؤ۔ ہاتھ لگانے سے وہ ریزہ ریزہ ہونا شروع ہوگئی۔ قہقہہ لگا کر کہنے لگا مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ [سورۃ یٰسین] "ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔" مشرکین مکہ کا نظریہ تھا کہ ان میں دوبارہ جان نہیں آسکتی۔

تو فرمایا کیا خیال کرتا ہے انسان کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو بَلٰی کیوں نہیں جمع کریں گے قٰدِرِیْنَ ہم قادر ہیں عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ اس بات پر کہ ہم برابر کردیں اس کے پور پور کو۔ بَنَانَ جمع ہے بَنَانَۃٌ کی۔ انگلیوں کی پوروں کو کہتے ہیں۔ چھوٹی چیز کا بنانا بہ نسبت بڑی چیز کے مشکل ہوتا ہے۔ تو فرمایا ہم قادر ہیں کہ اس کی پوروں کو برابر کردیں۔ درست کردیں اس کے پورے پورے کو بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ بلکہ ارادہ کرتا ہے انسانِ کافر لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ تاکہ نافرمانی کرے اس کے سامنے۔

لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ کی تین تفسیریں :

مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس کی تین تفسیریں کی ہیں۔

☆ ایک یہ کہ یفجر کا معنیٰ جھوٹ بھی آتا ہے۔ تو اس معنیٰ کے اعتبار سے مطلب یہ بنے گا کہ بلکہ انسان ارادہ کرتا ہے کہ جھٹلا دے آگے آنے والی کو یعنی قیامت کو۔ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ اے لِیُکَذِّبَ اَمَامَهٗ۔

☆ دوسری تفسیر یہ کہ فجور کا معنیٰ نافرمانی کرنا۔ اور ہ ضمیر راجع ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ معنیٰ بنے گا بلکہ ارادہ کرتا ہے انسان کہ نافرمانی کرے اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ کہ میں گناہ ہی کرتا جاؤں۔ نافرمان انسان گناہ میں بڑھتا رہتا ہے۔

☆ تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ بلکہ انسان ارادہ کرتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں نافرمانی کرتا رہے۔ جب کہ ضمیر انسان کی طرف لوٹائی جائے کہ انسان کے آگے جو باقی زندگی ہے اس میں نافرمانی کرتا رہے۔ یہ فاسق فاجر انسان کی علامت ہے۔ اور مومن کی علامت یہ ہے کہ اس کا ہر آنے والا دن پہلے سے اچھا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آج اگر کسی نیکی میں کوتاہی ہوئی ہے تو کل نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کل گزشتہ میں مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو آج نہیں ہونا چاہیے۔ روز بہ روز اس کی نیکی میں ترقی ہوتی ہے اور نافرمان روز بہ روز برے منصوبے بناتا ہے اور اس کا ذہن بدی کی طرف جاتا ہے۔

وقوعِ قیامت کا بیان :

يَسْئَلُ وہ پوچھتا ہے اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ کب ہوگا قیامت کا دن۔ استہزاء کرتا ہے کہ تم نے قیامت کب برپا کرنی ہے بتلاؤ توسہی۔ فرمایا فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پس جب چندھیا جائیں گی آنکھیں۔ بَرِقَ کا معنیٰ حیران رہ جانا، آنکھ کا کھلی کی کھلی رہ جانا۔ جب قیامت قائم ہوگی، پہاڑ اُڑیں گے، زمین ہموار ہو جائے گی، آسمان کو سمیٹ دیا جائے گا، ستارے گر پڑیں گے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر انسان حیران ہو جائے گا اور جب انسان حیران ہوتا ہے تو آنکھیں بند نہیں ہوتیں دیکھتا رہ جاتا ہے وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ چاند گرہن ہو جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے۔ سورج کو گرہن لگ جائے تو دن رات بن جاتا ہے۔ تو چاند سے روشنی سلب کر لی جائے گی

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اکٹھے کر دیئے جائیں گے سورج اور چاند بے نوری کی حالت میں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہوگا لیکن مشرق سے طلوع نہیں ہوگا۔ لوگ حیران ہوں گے کہ مطلع صاف ہے کوئی بادل، دُھند وغیرہ نہیں ہے اور سورج کے چڑھنے کی کوئی نشانی نظر نہیں آرہی۔ اسی حالت میں سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ چاند بھی وہیں ہوگا۔ دونوں اکٹھے ہو جائیں گے۔ آدھے آسمان تک آنے کے بعد پھر روٹین (معمول) کے مطابق چل پڑے گا اور جس دن سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اسی دن دابۃ الارض نکلے گا۔ سورۃ النمل آیت نمبر ۸۲ پارہ ۲۰ میں ہے اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ "نکالیں گے ہم ان کے لیے جانور زمین سے۔" بیل کی شکل کا ایک جانور زمین سے نکلے گا لوگوں سے گفتگو کرے گا۔

معالم التنزیل وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ صفا پہاڑی کی چٹان پھٹے گی۔ اس سے بیل کی شکل کا ایک جانور نکلے گا اور گفتگو کرے گا۔ اور لوگ اس کی گفتگو سنیں گے، سمجھیں گے اور اس کی باتوں پر یقین کریں گے اور مانیں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ انسان حیوانیت کی صفت پر پہنچ گئے ہیں۔ شکلیں اگرچہ انسانوں والی ہیں کہ یہ انسانوں کی باتیں نہ مانتے تھے اور نہ یقین کرتے تھے اور اب حیوان کی باتیں مان کر یقین کر رہے ہیں۔

اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ

"جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔"

اپنی جنس کی بات جلدی قبول کرتی ہے۔

مثنوی شریف کی ایک حکایت :

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اکابر میں سے گزرے ہیں۔ اُنھوں نے مثنوی شریف میں حکایات اور مثالوں کے ذریعے لوگوں کی بڑی اصلاح کی ہے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک کاشت کار نے دانے خشک کرنے کے لیے مکان کی چھت پر ڈال دیئے۔ کبھی بیوی جا کر ان میں پاؤں مار کر ہلاتی اور کبھی خود جاتا۔ بیوی اُوپر گئی اور اس کے پاس شیر خوار بچہ تھا۔ وہ گھسٹتے گھسٹتے پرنالے کے قریب چلا گیا۔ پرنالا تو پانی کے لیے ہوتا ہے۔ وہ کتنا وزن برداشت کر سکتا ہے۔ خطرہ ہوا کہ اگر بچہ پرنالے میں آگے چلا گیا تو پرنالا گر جائے گا اور بچہ زمین پر گرے گا۔ اس کو بلاتے ہیں تو وہ آگے گھسٹتا ہے۔ بیوی نے خاوند کو آواز دی کہ بچہ گیا کہ پرنالے پر چلا گیا ہے۔ اگر تھوڑا سا آگے ہوا تو گر جائے گا۔ کسی سمجھ دار نے ان سے کہا کہ اس عمر کا بچہ لا کر سامنے بٹھا دو۔ یہ بچہ اس کو دیکھ کر واپس آجائے گا۔ وہ اس عمر کا بچہ لائے اور اس کے سامنے لا کر بٹھایا تو وہ بچہ پرنالے سے نکل کر اس بچے کے پاس آگیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

زاں بود جنس بشر پیغمبراں

"اسی لیے پیغمبر بشر ہوتے ہیں کہ جنس جنس سے فائدہ اُٹھاتی ہے۔" جنس کو جنس کے ساتھ پیار ہوتا ہے۔

تو اس وقت انسان حیوان صفت ہو جائیں گے۔ اور جس دن سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور دابۃ الارض خروج کرے گا اس دن توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی ایمان لائے گا تو وہ معتبر نہیں ہوگا اور جو نیکی پہلے نہیں کی اب نیکی کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ یہ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ (سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۸

دیکھیں۔مرتب) سورج مغرب سے طلوع ہو کر نصف النہار تک آئے گا۔ پھر حکم ہوگا معمول کے مطابق چل اور اپنی لیٹ نکال لے۔اس کے بعد ایک سو بیس سال تک دنیا رہے گی۔پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک دیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

تو فرمایا جمع کر دیا جائے گا سورج اور چاند کو یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان یَوْمَىِٕذٍ اس دن اَیْنَ الْمَفَرُّ ۔مفر مصدر میمی ہے۔اس کا معنیٰ ہے بھاگنا۔معنیٰ ہوگا کہاں ہے بھاگنا۔ جب تکلیفیں سامنے آئیں گی تو کہیں گے کہاں بھاگیں؟ كَلَّا خبردار لَا وَزَرَ کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔نہ کوئی ماویٰ نہ کوئی ملجا۔اے انسان! کوئی چھٹکارے کی جگہ نہیں ہوگی اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ اِۨلْمُسْتَقَرُّ آپ کے رب کی طرف ہے مستقر۔بعض اس کو ظرف کا صیغہ بناتے ہیں۔اس وقت معنیٰ ہوگا ٹھہرنے کی جگہ۔اور بعض مصدر کا معنیٰ کرتے ہیں۔پھر معنیٰ ہوگا ٹھہرنا یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ خبردار کیا جائے گا انسان کو بتایا جائے گا یَوْمَىِٕذٍ اس دن بِمَا قَدَّمَ جو اس نے آگے بھیجا ہے وَ اَخَّرَ اور جو اس نے پیچھے چھوڑا ہے۔ پیچھے نیک اولاد چھوڑی ہے، مسجد مدرسہ بنایا ہے، نیک کام کیے ہیں تو ان سے اس کو فائدہ پہنچے گا۔ بُری اولاد چھوڑی ہے، سینما بنایا ہے، شراب خانہ کھولا ہے تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔ ہر شے کا بدلہ ہوگا۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ بلکہ انسان اپنے نفس پر بصیرت والا ہوگا، اپنے اعمال سے باخبر ہوگا وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ۔مَعَاذِیْرَ مَعْذِرَةٌ کی جمع ہے۔معنیٰ ہوگا اور اگرچہ پیش کرے عذر، حیلے بہانے۔کبھی کہے گا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا [سورۃ المومنون] "اے ہمارے پروردگار! ہم پر بدبختی غالب آگئی ہمیں معاف کر دے۔" اور کبھی کہیں گے رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا [الاحزاب:۶۷، پارہ:۲۲] "اے ہمارے

پروردگار! ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بروں کی انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا سیدھے راستے سے رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ اے ہمارے پروردگار ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر لعنت بھیج بہت بڑی۔" اور کبھی کچھ کہیں گے اور کبھی کچھ کہیں گے لیکن معلوم سب کچھ ہوگا کہ میں کیا کر کے آیا ہوں۔

شانِ نزول :

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم قیامت والے دن ہڈیوں کو جمع کریں گے اسی طرح ہم نے دنیا میں قرآن کو جمع کیا ہے۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے۔ وہ پڑھتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پڑھتے جاتے تھے کہ کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ اپنی یاد کے لیے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ اور یہ قرآن پاک کے آداب کے خلاف ہے کہ قرآن کریم پڑھا جائے اور سننے والا ساتھ پڑھے۔ اسی لیے قرآن پاک میں رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [الاعراف: ۲۰۴] "اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ہی نماز ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آہستہ آہستہ ساتھ ساتھ زبان کو حرکت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ نہ حرکت دیں قرآن پاک کے ساتھ اپنی زبان کو لِتَعْجَلَ بِهٖ تاکہ آپ جلدی کریں اس کے بارے میں، ایسا نہ کریں اِنَّ عَلَيْنَا

جَمْعَهٗ بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا وَقُرْاٰنَهٗ اور اس کا پڑھا دینا۔ یعنی جب جبرئیل علیہ السلام پڑھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے میں جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمے ہے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پس جس وقت ہم اس کو پڑھ لیں یعنی ہمارا فرشتہ پڑھ لے فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پس آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی۔ ساتھ ساتھ نہیں پڑھنا۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خاموشی کے ساتھ سنتے تھے زبان کو حرکت نہیں دیتے تھے۔

تو فرمایا جب ہم پڑھ چکیں تو پھر آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ پھر ہمارے ذمے ہے قرآن کا بیان کرنا۔ اس کا جمع کرنا بھی ہمارے ذمے، اس کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمے، اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمے۔ آپ اس کی پیروی کریں ساتھ ساتھ پڑھنا قرآن کے آداب کے خلاف ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾

كَلَّا خبردار بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کی زندگی کو وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور چھوڑتے ہو آخرت کو وُجُوْهٌ کچھ چہرے يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اس دن تروتازہ ہوں گے اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے وَوُجُوْهٌ اور کئی چہرے يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ اُس دن اُداس ہوں گے تَظُنُّ یقین کریں گے اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا کارروائی کی جائے گی ان کے ساتھ فَاقِرَةٌ کمر توڑ كَلَّا خبردار اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ جب روح پہنچ جاتی ہے ہنسلی کی ہڈی تک وَقِيْلَ اور کہا جاتا ہے مَنْ کون ہے رَاقٍ دم کرنے والا

وَّظَنَّ اور وہ یقین کر لیتا ہے اَنَّهُ الْفِرَاقُ کہ بے شک جدائی کا وقت ہے وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اور چمٹ جاتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ آپ کے رب کی طرف اُس دن چلنا ہے فَلَا صَدَّقَ پس نہ تصدیق کی اس نے وَلَا صَلّٰى اور نہ نماز پڑھی وَلٰكِنْ كَذَّبَ لیکن اس نے جھٹلایا وَتَوَلّٰى اور اعراض کیا ثُمَّ ذَهَبَ پھر چلا اِلٰى اَهْلِهٖ اپنے گھر والوں کی طرف يَتَمَطّٰى اکڑتا ہوا اَوْلٰى لَكَ ہلاکت ہے تیرے لیے فَاَوْلٰى پھر ہلاکت ہے ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ پھر ہلاکت ہے تیرے لیے فَاَوْلٰى پھر ہلاکت ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان اَنْ يُّتْرَكَ کہ اس کو چھوڑ دیا جائے گا سُدًى بے کار اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً کیا نہیں تھا نطفہ مِّنْ مَّنِيٍّ منی کا يُّمْنٰى جو رحم میں ٹپکایا جاتا ہے ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً پھر تھا خون کا لوتھڑا فَخَلَقَ پس اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا فَسَوّٰى پس درست کیا فَجَعَلَ مِنْهُ پس بنائے اس سے الزَّوْجَيْنِ جوڑے الذَّكَرَ مذکر وَالْاُنْثٰى اور مونث اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ کیا نہیں ہے وہ پروردگار قادر عَلٰى اَنْ اس بات پر يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى کہ زندہ کرے مردوں کو۔

قیامت کا ذکر :

اس سورت کی ابتدا میں بھی قیامت کا ذکر تھا۔ اب بھی اسی کا ذکر ہے۔ لفظ کَلَّا

قرآن کریم میں کبھی تو تنبیہ کے لیے آتا ہے، خبردار! اور اس مقام پر تنبیہ کے لیے ہے۔ اور کبھی ہرگز نہیں! کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اور کبھی حقًّا کے معنیٰ میں آتا ہے، پکی بات ہے۔ اس مقام پر تنبیہ کے لیے آیا ہے۔ كَلَّا خبردار۔ اور بعض مفسرین حقًّا کا معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ سچی بات ہے بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم محبت کرتے ہو دنیا کی زندگی سے۔ عاجلہ، بہت جلد ختم ہونے والی کو تم پسند کرتے ہو وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور چھوڑتے ہو آخرت کو۔ آج جتنی محنت دنیا کے لیے ہے اس کا دسواں حصہ بھی آخرت کے لیے نہیں ہے۔ جو قیامت حشر کے منکر ہیں ان کی بات نہیں کر رہا، ان کو چھوڑ دیں۔ جو قیامت کو تسلیم کرتے ہیں وہ آخرت کے لیے کتنا کام کر رہے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ جو شے بڑی واضح ہو اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چوبیس گھنٹوں میں دنیا کے لیے کتنا کام کرتے ہیں اور آخرت کے لیے کرتے ہیں؟ الا ماشاء اللہ! کوئی ہزار میں سے ایک دو آدمی نکل آئیں تو کوئی بعید نہیں ہے۔

روزِ قیامت رویتِ باری تعالیٰ :۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کو اور چھوڑتے ہو آخرت کو وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کچھ چہرے قیامت والے دن تروتازہ ہوں گے، ہشاش بشاش ہوں گے۔ ان کے چہروں پر بڑی رونق ہوگی اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ اہل حق کا عقیدہ ہے کہ قیامت والے دن میدانِ محشر میں، جنت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ اور احادیث میں آتا ہے کہ مومن جب دیدار کرنے کے بعد گھروں کو واپس لوٹیں گے تو گھر والے کہیں گے جب تم گئے تھے تو اتنے خوب صورت نہیں تھے جتنے اب خوب صورت ہو۔ وہ کہیں گے

کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا ہے اس کی برکت سے ہمارا حسن بڑھ گیا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! یہ ارشاد فرمائیں هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ "کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے قیامت والے دن؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ "تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح سورج اور چاند کو دیکھتے ہو۔" چودھویں رات کا چاند ہو، دھند اور بادل بھی نہ ہو تو چاند نظر آتا ہے کہ نہیں۔ دوپہر کا وقت ہو سورج سر پر ہو، دھند، بادل بھی نہ ہو تو سورج نظر آتا ہے کہ نہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! نظر آتا ہے۔ فرمایا سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ "اسی طرح تم ضرور دیکھو گے اپنے رب کو۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تو رب تعالیٰ کا دیدار قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اور اس پر امتِ مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے سب طبقات کا۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، مقلد، غیر مقلد۔ سب اس پر متفق ہیں کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

ایک فرقہ ہے معتزلہ۔ وہ منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ رب کا دیدار نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔ کافی دیر گفتگو ہوتی رہی۔ موسیٰ علیہ السلام نے آرزو کی دیدار کی اور کہا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ "اے پروردگار! دِکھا تو مجھ کو تاکہ میں دیکھوں آپ کی طرف۔" قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ [الاعراف: ۱۴۳] اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا مجھے۔" میں اپنی تجلی اس پہاڑ پر ڈالوں گا اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر ٹکا رہا تو فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ "پھر آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہاتھ کی جو چھوٹی انگلی ہے عربی میں اس کو خنصر کہتے

ہیں، اس کے نصف پور کے برابر اپنے نور کی تجلی پہاڑ پر ڈالی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جس وقت ہوش آیا تو کہا پروردگار! تیری ذات پاک ہے میں نے بے جا سوال کیا تُبْتُ اِلَیْکَ "میں توبہ کرتا ہوں آپ کے سامنے۔"

معتزلہ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دیدار نہیں ہوا تو اور کس کو ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا باطل ہے۔ کیوں کہ دنیا کے احکام اور ہیں اور آخرت کے احکام اور ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ دنیا کا ہے۔ آخرت میں دیدار ہوگا۔ یہ قرآن پاک کی آیات تمھارے سامنے ہیں ان میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کتنے چہرے اُس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ اور اُوپر سے ذکر بھی قیامت کا چلا آرہا ہے۔ تو یہ دیکھنا قیامت والے دن کا ہے اور نفی دنیا میں دیکھنے کی ہے۔ آخرت کی باتیں تو ہمیں دنیا میں سمجھ نہیں آسکتیں۔ بھلا یہ کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جنت میں درخت طوبیٰ ہے اتنا بڑا کہ بندہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر ایک کنارے سے چلے سو سال تک دوسرے کنارے تک نہ پہنچ سکے گا۔ دنیا میں کوئی ایسا درخت ہے؟ دنیا میں دودھ کی نہر کہیں ملتی ہے؟ جنت میں دودھ کی نہریں بھی ہوں گی۔ جنت میں چاہے کتنا بلند درخت ہو بندہ خیال کرے گا کہ اس کی چوٹی پر جو پھل ہے وہ میں نے کھانا ہے۔ آناً فاناً وہ ٹہنی جھک کر اس کے سامنے آجائے گی۔

اور کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے اُنہتر گنا تیز بھی ہو اور اس میں سانپ بچھو بھی ہوں، درخت بھی ہوں۔ بھئی! دنیا میں نہ جنت کی باتیں سمجھ آسکتی ہیں نہ دوزخ کی۔ بس ماننا ہے۔

تو موسیٰ علیہ السلام والی آیات سے آخرت کے دیدار کی نفی کرنا کمزور بات ہے۔

خصوصاً جب دیدار والی آیات بھی موجود ہوں اور احادیث بھی موجود ہوں اور اجماع امت بھی ہو تو پھر انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ دنیا کے معاملات اور ہیں اور آخرت کے معاملات اور ہیں۔

فرمایا وَوُجُوْهٌ اور کچھ چہرے یَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ اُس دن اُداس ہوں گے، پریشان ہوں گے، بُری شکلیں بنی ہوں گی تَظُنُّ وہ یقین کرلیں گے اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ کہ ان کے ساتھ کمرتوڑ کارروائی کی جائے گی۔ فِقَارُ الظَّهْر ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اور ریڑھ کی ہڈی کے ہر ہر مہرے کو فِقْرَة کہتے ہیں اور سب کو فِقار کہتے ہیں۔ اور ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو آدمی بے کار ہو جاتا ہے۔ ساری ہڈی تو درکنار ایک مہرے میں بھی گڑبڑ ہو جائے تو آدمی کام کا نہیں رہتا۔

تو مجرموں کو یقین ہو جائے گا کہ ان کے ساتھ کمرتوڑ کارروائی کی جائے گی کَلَّآ خبردار اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ۔ تَرَاقِي تَرْقُوَةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ ہنسلی کی ہڈی (حضرت نے اشارہ کرکے بتلایا کہ) جب جان پاؤں کی طرف سے نکلتے نکلتے ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جاتی ہے۔ گھر والے بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں، ڈاکٹر حکیم بھی وَقِيْلَ اور کہا جاتا ہے مَنْ کون ہے رَاقٍ دم کرنے والا جو اس کو دم کرے اور اس کی جان نہ نکلے۔ ڈاکٹر، حکیم تو ناکام ہو چکے ہیں کوئی دم جھاڑ کرنے والا ہی اسے بچالے۔ مگر کون بچا سکتا ہے؟ یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ جان نکلنے کے وقت مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے گھر والے برداشت نہیں کر سکتے تو دعا کرو اس کا سانس آسانی سے نکل جائے، رب اس کا سانس آسانی سے نکال دے۔ اس کے لیے زندگی کی دعا کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور موت کے لیے دعا کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔

تو فرمایا کہا جاتا ہے، ہے کوئی دم کرنے والا وَّظَنَّ اور مرنے والا یقین کر لیتا ہے اَنَّهُ الْفِرَاقُ کہ بے شک جدائی کا وقت ہے وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اور چمٹ جاتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ۔ بعض آدمیوں کی جان بڑی سختی کے ساتھ نکلتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ جڑ جاتی ہے اور وہ اکڑا پڑا ہوتا ہے۔ اے بندے کیا کرتے ہو اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ آپ کے رب کی طرف اس دن جانا ہے۔ ساق یسوق کا معنیٰ ہے چلنا اور مساق مصدر ہے۔ آج چلنا ہے۔ فَلَا صَدَّقَ پس نہ اس نے تصدیق کی توحید کی، رسالت کی، قیامت کی، قرآن کی، حق کو تسلیم نہیں کیا وَلَا صَلّٰى اور نہ نماز پڑھی وَلٰكِنْ كَذَّبَ لیکن اس نے حق کو جھٹلایا وَتَوَلّٰى اور نیک کاموں سے اعراض کیا، پشت پھیری ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ پھر چلا اپنے گھر والوں کی طرف يَتَمَطّٰى اکڑتا ہوا اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ہلاکت ہے تیرے لیے پھر ہلاکت ہے ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى پھر ہلاکت ہے تیرے لیے پس ہلاکت ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی :

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ ابوجہل تھا۔ بعض کے نزدیک عقبہ بن ابی معیط تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ولید بن مغیرہ تھا۔ بعض نے عاص بن وائل کا نام لیا ہے۔ یہ جس وقت غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملتے تھے تو کسی کی پٹائی کر دیتے، کسی کو گالیاں دیتے، کسی کو طعنے دیتے۔ پھر گھر جا کر بڑکیں مارتے کہ آج میں فلاں کی مرمت کر آیا ہوں، آج میں یہ کر آیا ہوں، آج میں یہ کر آیا ہوں۔ اے نافرمان انسان! آج مظلوموں، کمزوروں پر ظلم و زیادتی کرنے والے کل تجھے پتا چلے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ یہ ساری باتیں تیرے سامنے آئیں گی۔ سورۂ زلزال میں ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ

مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٨﴾ "پس جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بھی بُرائی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔"

محشر والے دن ایسی چیزیں سامنے آئیں گی کہ بندہ کہے گا میں تو ان کو گناہ ہی نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً: مسجد سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں پر تھوک دینا بڑا گناہ ہے۔ بلکہ عام راستے پر جہاں سے لوگ گزرتے ہیں وہاں بلغم پھینک دینا (بھی گناہ ہے) کہ لوگوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے، ذہنی تکلیف پہنچتی ہے۔ کیلا کھا کر چھلکے راستے پر پھینک دینا۔ ہم ان چیزوں کو عیب نہیں سمجھتے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ سب چیزیں عیب ہیں۔ گھر کی صفائی نہیں کرتے جالے لگے ہوئے ہیں صاف نہیں کرتے۔ آج ہماری مسجدوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کہنے کے قابل نہیں ہے۔

تو یہ لوگ غریبوں پر ظلم کر کے اکڑتے ہوئے گھر جاتے تھے۔ پھر فرمایا ہلاکت ہے تیرے لیے پھر ہلاکت ہے پھر ہلاکت ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى کیا خیال کرتا ہے انسان کہ اس کو بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔ آج دیکھو دنیا میں فارغ اور بے کار آدمی سب سے بُرا ہے۔ تو کیا رب تعالیٰ نے تمھیں پیدا کر کے یونہی بیکار چھوڑ دیا ہے تمھارے ذمے کچھ اعمال نہیں ہیں؟ بھائی! تمھارے ذمے کچھ چیزیں کرنے کی ہیں اور کچھ چیزیں نہ کرنے کی ہیں۔ سُدًى کا معنیٰ مہمل، بے کار، فارغ۔ اے انسان! تجھے یاد نہیں اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ کیا نہیں تھا نطفہ منی سے يُّمْنٰى جو ٹپکایا گیا ماں کے رحم میں ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً پھر تھا خون کا لوتھڑا۔ پھر اس کے بعد بوٹی بنی۔ پھر اس میں رب نے ہڈیاں پیدا کیں، ڈھانچا تیار کیا پھر اس پر گوشت چڑھایا فَخَلَقَ فَسَوّٰى پس اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا پس درست کر دیا اور اس میں روح ڈالی، اچھا

بھلا تندرست بندہ پیدا کر دیا فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ پس بنائے اس حقیر قطرے سے جوڑے الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ مذکر اور مونث۔ نر اور مادہ پیدا کیے۔ اے قیامت، حشر کے منکر أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ کیا نہیں ہے وہ پروردگار قادر عَلَىٰ أَنْ اس بات پر يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ کہ زندہ کرے مُردوں کو قیامت والے دن۔ جو حقیر قطرے سے اچھا بھلا انسان پیدا کر سکتا ہے، مرد اور عورت بنا سکتا ہے۔ وہ دوبارہ پیدا کرے گا انکار کس چیز کا کرتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب یہ آیت کریمہ پڑھتے تو ساتھ ہی پڑھتے تھے بَلَىٰ هُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "کیوں نہیں وہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" لیکن اگر یہ آیت نماز میں آئے تو پھر نہیں پڑھنی۔ نماز میں خاموشی مطلوب ہے۔ تو کیا رب تعالیٰ قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں! وہ قادر ہے ہر چیز پر۔ لہٰذا یقین رکھو کہ قیامت آئے گی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی تیاری کرو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَۃُ الإنسَان

(مکمل)

جلد ۲۰

آیاتھا ۳۱ ۷۶ سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَکِّیَّۃٌ ۹۸ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْــٴًـا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﳓ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۝۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝۶ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝۷ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝۹ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝۱۰ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۝۱۱

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ تحقیق آیا ہے انسان پر حِیْنٌ ایک وقت مِّنَ الدَّهْرِ زمانے میں سے لَمْ یَكُنْ شَیْــٴًـا نہیں تھا وہ شے مَّذْكُوْرًا قابلِ ذکر اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے اَمْشَاجٍ جو ملا ہوا ہے نَّبْتَلِیْهِ ہم اس کو پلٹتے رہے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم نے اس کو بنایا سَمِیْعًا سننے والا بَصِیْرًا

دیکھنے والا اِنَّا هَدَيْنٰهُ بے شک ہم نے اس کی راہنمائی کی السَّبِيْلَ
راستے کی اِمَّا شَاكِرًا یا تو شکر ادا کرے گا وَّاِمَّا كَفُوْرًا اور یا ناشکری
کرے گا اِنَّآ اَعْتَدْنَا بے شک ہم نے تیار کی ہیں لِلْكٰفِرِيْنَ
کافروں کے لیے سَلٰسِلَاۡ زنجیریں وَاَغْلٰلًا اور طوق
وَّسَعِيْرًا اور شعلہ مارنے والی آگ اِنَّ الْاَبْرَارَ بے شک نیک لوگ
يَشْرَبُوْنَ پئیں گے مِنْ كَاْسٍ ایسے پیالے سے كَانَ مِزَاجُهَا
كَافُوْرًا جس کی ملاوٹ ہوگی کافور سے عَيْنًا وہ ایک چشمہ ہے
يَّشْرَبُ بِهَا پئیں گے اس سے عِبَادُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے بندے
يُفَجِّرُوْنَهَا اس کو چلائیں گے تَفْجِيْرًا چلانا يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وہ
پورا کرتے ہیں نذروں کو وَيَخَافُوْنَ اور ڈرتے ہیں يَوْمًا اُس دن
سے كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے وَيُطْعِمُوْنَ
الطَّعَامَ اور کھلاتے ہیں کھانا عَلٰى حُبِّهٖ اُس کی محبت پر مِسْكِيْنًا
مسکین کو وَّيَتِيْمًا اور یتیم کو وَّاَسِيْرًا اور قیدی کو (اور کہتے ہیں)
اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ بے شک ہم کھلاتے ہیں تم کو لِوَجْهِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا
کے لیے لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ نہیں ارادہ کرتے ہم تم سے جَزَآءً بدلے
کا وَّلَا شُكُوْرًا اور نہ شکریے کا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا بے شک ہم
ڈرتے ہیں اپنے رب سے يَوْمًا اُس دن سے عَبُوْسًا جو ترش رو

ہوگا قَمْطَرِیْرًا بہت زیادہ ترش رو فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ پس بچالیا اللہ تعالیٰ نے ان کو شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ اس دن کے شر سے وَلَقّٰهُمْ اور دے گا ان کو نَضْرَةً تروتازگی وَّسُرُوْرًا اور خوشی۔

نام وکوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الدھر ہے۔ پہلی ہی آیتِ کریمہ میں الدھر کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ دھر کا لفظی معنیٰ ہے زمانہ۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ستانوے [۹۷] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ اٹھانوے [۹۸] نمبر پر نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور اکتیس [۳۱] آیتیں ہیں۔ هَلْ کا لفظ کبھی استفہام کے لیے آتا ہے جس کا معنیٰ ہے کیا۔ اور کبھی تحقیق کے معنیٰ میں آتا ہے قَدْ کا معنیٰ دیتا ہے۔ تمام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ کا اتفاق ہے کہ اس مقام پر تحقیق کے معنیٰ میں ہے جو قَدْ کا معنیٰ ہے جب کہ ماضی پر داخل ہو۔

انسان کی حیثیت :

هَلْ اَتٰی تحقیق آیا ہے عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر حِیْنٌ ایک وقت مِّنَ الدَّهْرِ زمانے میں سے لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا نہیں تھا وہ شے قابلِ ذکر۔ پیدائش سے پہلے انسان کا کیا وجود تھا؟ اس کا کیا نام تھا؟ معدوم تھا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھا۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے اَمْشَاجٍ مَشِیْج کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے ملا جلا۔ مرد اور عورت کا نطفہ رحم میں یہ دونوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ عرصہ تو اسی شکل

میں رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کا لوتھڑا بناتا ہے۔ پھر اس لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیتا ہے پھر اس کی ہڈیاں بنا دیتا ہے پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتا ہے۔ اب انسانی ڈھانچا بن گیا مرد کا یا عورت کا جو رب تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ پھر رب تعالیٰ اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ روح داخل ہونے کے بعد کم وبیش پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ کیا تھا، کیا بن گیا۔

تو فرمایا بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ملے جلے ہوئے نطفے سے نَّبْتَلِيْهِ ہم اس کو پلٹتے رہتے ہیں۔ پھر نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر ہڈیاں، پھر اس پر گوشت چڑھانا، پھر اس میں روح ڈالتے ہیں اور وہ ماں کے پیٹ میں نقل وحرکت کرتا ہے فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا پس بنا دیا اس کو ہم نے سننے والا دیکھنے والا۔ سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے وجود سے زیادہ کوئی شے عجیب نہیں ہے۔ کیا تھا اور کیا بن گیا۔ مگر چونکہ روزمرہ بچے ہوتے ہیں اور جو چیز یا عادت روزمرہ ہو اس میں تعجب نہیں رہتا۔ ورنہ کیا قطرۂ حقیر اور کیا اچھا بھلا انسان۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ بے شک ہم نے اس کی راہنمائی کی راستے کی۔ حق کا راستہ بتلایا، عقل، سمجھ دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں۔ آخری کتاب قرآن کریم ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بعد اب قیامت تک دنیا کے کسی خطے میں نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کو باقی رکھنا، قرآن کو باقی رکھنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اسلام آج تک اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل "میری امت کے علماء وہ ڈیوٹی دیں گے جو انبیائے بنی اسرائیل دیتے تھے۔" اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کی ڈیوٹی دی۔ اب چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے اس لیے پیغمبرانہ ڈیوٹی علماء دیں گے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر، حق کی تائید، باطل کی تردید، یہ علماء کا شیوہ ہے۔

تو فرمایا ہم نے اس کی راہنمائی کی راستے کی اِمَّا شَاکِرًا یا تو شکر ادا کرے گا وَّاِمَّا کَفُوْرًا اور یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا اختیار دیا ہے کہ ایمان لائے یا کفر اختیار کرے۔ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے یا ناشکری کرے، نافرمانی کرے۔ اگر نافرمانی کرے گا تو اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاْ ۔ سَلٰسِلَ سِلْسِلَۃٌ کی جمع ہے۔ سِلْسِلَۃ کا معنیٰ ہے زنجیر۔ معنیٰ ہوگا بے شک ہم نے تیار کی ہیں کافروں کے لیئے زنجیریں۔ زنجیریں پاؤں میں ڈالی جائیں تو ان کو بیڑیاں کہتے ہیں جو سنگلیں مجرموں کو ڈالتے ہیں۔ ہاتھوں میں ڈالی جائیں تو ان کو ہتھکڑیاں کہتے ہیں وَاَغْلٰلًا۔ اغلال غُلٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے طوق، جو گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ مجرم کو فرشتوں نے پکڑا ہوگا، ہاتھ پاؤں جکڑے ہوں گے، گلے میں طوق پڑا ہوگا اور دوزخ میں جلتا رہے گا وَّسَعِیْرًا اور شعلہ مارنے والی آگ تیار کر رکھی ہے جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، پتھر راکھ ہو جاتا ہے۔ اُس آگ کا کیا حساب ہوگا۔ یہ تو مجرموں کا ذکر تھا آگے نیکوں کا بھی سن لو۔

نیکوں کا ذکر :

فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ۔ اَبْرار کا مفرد بَرٌّ بھی آتا ہے اور بَارٌّ بھی آتا ہے۔

اس کا معنی ہے نیکوکار۔ معنیٰ ہوگا بے شک نیک لوگ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ پییں گے پیالے سے بھرا ہوا پیالہ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا جس کی ملاوٹ کافور سے ہوگی عَیْنًا وہ چشمہ ہے یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ پییں گے اس سے اللہ تعالیٰ کے بندے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اس کافور کے چشمے کا پانی پییں گے۔ اور جو عام جنتی ہوں گے ان کو جو پانی پلایا جائے گا یا شراب پلائی جائے گی اس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ جیسے شربتوں میں بعض عرق کیوڑہ ڈال دیتے ہیں۔ اس سے شربت کا ذائقہ عجیب قسم کا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہوں گے وہ کافور چشمے کا پانی پییں گے یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا وہ اس کو چلائیں گے چلانا۔ جہاں ان کا دل کرے گا اس کو بہا کر وہاں لے جائیں گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ سونے کی لاٹھی ان کے ہاتھ میں ہوگی پانی کے بند موتیوں کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جہاں کوئی پانی کو لے جانا چاہے گا لاٹھی سے اشارہ کرتا جائے گا خود ہی موتیوں کے بند اور کنارے بنتے جائیں گے اور ساتھ ساتھ پانی چلتا جائے گا۔ اور جنت کا پانی سطح زمین پر ہوگا دنیاوی نہروں کی طرح زمین کے اندر نہیں ہوگا۔ دودھ کی نہریں ہوں گی، شہد کی نہریں ہوں گی، میٹھے پانی کی نہریں ہوں گی۔

نیک بندوں کی خوبیوں کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی کچھ خوبیاں بتائی ہیں۔ فرمایا یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ پوری کرتے ہیں وہ نذریں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نذر اچھی چیز نہیں ہے لیکن اگر کسی نے مانی ہے اور اس کا کام ہو گیا ہے تو اب اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ نذر اچھی چیز کیوں نہیں ہے؟ ایک تو اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودا کرنا ہے کہ رب میرا یہ کام کرے تو میں یہ کام کروں گا۔ مثلاً: کہتا ہے کہ پروردگار اس کو شفا دے دے میں

دیگ پکا کر غریبوں کو کھلاؤں گا۔ مقدمے میں بری ہو گیا تو اتنی چیز آپ کے راستے میں دوں گا۔ تو بہ ظاہر یہ ایک سودا ہے۔ اس لیے شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے لَا يَأْتِي نَذْرٌ ابْنُ اٰدَمَ بِشَيْءٍ "نذر ابن آدم کے لیے کچھ نہیں لاتی۔" نذر کے ذریعے بندے کا کام نہیں بنتا کرنے والا رب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے دیگ دی ہے، بکرا دیا ہے تب میرا کام ہوا ہے۔ اس لیے شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔

نذر اور منت کے مال میں سے والدین، اولاد نہیں کھا سکتے، سید نہیں کھا سکتا، صاحبِ حیثیت اور ان کے بچے نہیں کھا سکتے، کافر نہیں کھا سکتا۔ حتیٰ کہ نذر ماننے والا نمک بھی نہیں چکھ سکتا۔ ہاں چکھ کر تھوک دے۔ ایک بڑی بے احتیاطی یہ ہوتی ہے کہ محلے کے بچوں کو اکٹھا کر کے کھلا دیتے ہیں۔ اس طرح نذر پوری نہیں ہوتی۔ نذر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ تو فرمایا وہ پورا کرتے ہیں نذر کو وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا اور ڈرتے ہیں اُس دن سے كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا جس کی بُرائی پھیلی ہوئی ہے، بکھری ہوئی ہے۔ دیکھو! آج کل گرمی کا موسم ہے۔ بعض علاقوں میں گرمی زیادہ ہے بعض میں کم ہے اور بعض علاقوں میں سردی ہے۔ اسی طرح سردی کے زمانے میں بعض علاقوں میں سردی زیادہ ہوتی ہے بعض میں کم ہوتی ہے۔ سب علاقوں میں برابر نہیں ہے۔ لیکن اُس دن کی تکلیف سارے جسم میں برابر ہوگی۔ کوئی جگہ کوئی کونہ خالی نہیں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کے بندے اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی پھیلی ہوئی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی تیسری خوبی: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ اور کھلاتے ہیں کھانا اُس کی محبت پر۔ کس کی محبت پر؟ بعض حضرات فرماتے ہیں ہٖ ضمیر لفظ اللہ کی

طرف جا رہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت پر کھانا کھلاتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ ہٖ ضمیر طعام کی طرف لوٹ رہی ہے۔ پھر معنیٰ ہوگا کھانا کھلاتے ہیں کھانے کی محبت پر یعنی کھانے کے ساتھ محبت کے باوجود دوسروں کو کھلاتے ہیں۔ کن کو کھلاتے ہیں؟ مِسْكِيْنًا مسکین کو۔ مسکین اُسے کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ بھی لگتی ہے، عشر بھی لگتا ہے، فطرانہ بھی لگتا ہے، قسم کا کفارہ اور نذر، منت کا مال بھی لگتا ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ جس کے گھر میں ضرورت سے زاید سامان اتنا ہے کہ اگر اس کی قیمت لگائی جائے تو ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جائے تو وہ مسکین نہیں ہے۔ زاید سامان سے مراد وہ سامان ہے کہ جو عموماً استعمال میں نہیں آتا کبھی کبھی آتا ہے۔ مہمان آ جائے تو وہ چاہے برتن ہیں، پلیٹیں ہیں، چارپائیاں ہیں، لحاف اور رضائیاں ہیں۔ اگر اتنی مالیت کا زاید سامان کسی کے گھر میں پڑا ہے تو وہ زکوٰۃ، عشر، فطرانہ وغیرہ نہیں لے سکتا۔ بعض دفعہ لوگ یتیم بچوں کو زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔ حالانکہ ترکے میں سے ان کے حصے میں اتنا مال آجاتا ہے کہ مسکین نہیں رہتے۔ اسی طرح بچیوں کی شادیوں کے موقع پر جہیز میں چیزیں دے دیتے ہیں۔ مگر اس کی تفصیل سن لو۔ بالغ لڑکی کو تم جہیز میں زکوٰۃ دے سکتے ہو بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں زکوٰۃ دے رہا ہوں۔ لیکن مسئلہ نہ بھولنا اگر تم نے کسی لڑکی کو اتنی چیز دے دی کہ اس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے بعد جو دوسرے اور تیسرے نمبر پر دے گا اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ وہ صاحبِ نصاب بن گئی ہے۔ محض یتیم اور بیوہ سمجھ کر نہ دے دینا۔ اگر اس طرح کرو گے تو ذمہ تمھارے سر سے نہیں اُترے گا۔

وَّيَتِيْمًا اور یتیم کو کھلاتے ہیں جس کا باپ دادا نہ رہے اور ہو بھی نابالغ وَّاَسِيْرًا

اور قیدی کو کھلاتے ہیں چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، مجرم ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ وہ اس حالت میں بے بس ہے، ثواب ملے گا۔ اور کھانا کھلانے والے کہتے ہیں اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ بے شک ہم تم کو کھلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً نہیں ارادہ کرتے ہم تم سے کسی بدلے کا وَّلَا شُکُوۡرًا اور نہ شکریے کا اِنَّا نَخَافُ بے شک ہم ڈرتے ہیں مِنۡ رَّبِّنَا اپنے رب سے یَوۡمًا اُس دن عَبُوۡسًا جو ترش رو ہوگا۔ دن کو آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس وقت آدمی غصے میں ہوتا ہے اس کا چہرہ بگڑا ہوا ہوتا ہے، ماڈل اور نمونہ بنا ہوتا ہے قَمۡطَرِیۡرًا۔ قمطریر کا معنیٰ بہت زیادہ بگڑا ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کی وجہ سے ان پر مہربان ہوگا فَوَقٰہُمُ اللّٰہُ پس بچا لیا اللہ تعالیٰ نے ان کو شَرَّ ذٰلِکَ الۡیَوۡمِ اس دن کی تکلیف سے اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں انھوں نے زندگی گزاری وَلَقّٰہُمۡ نَضۡرَۃً وَّسُرُوۡرًا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ کرتے ہیں نَضۡرَۃً فِی الۡوَجۡہِ وَسُرُوۡرًا فِی الۡقَلۡبِ اور دے گا ان کو اللہ تعالیٰ تر و تازگی چہروں میں اور خوشی دل میں۔ ان کے چہرے ہشاش بشاش اور بارونق ہوں گے۔ دیکھنے والا بڑا خوش ہوگا اور ان کے دلوں میں خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوزخ سے بچا لیا۔

مجرم اُس دن نہایت تکلیف میں ہوں گے۔ ہتھکڑیاں لگی ہوں گی، بیڑیاں پہنی ہوں گی، گلوں میں طوق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[امین]

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾
مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ
عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠
مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا
زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ
مُّخَلَّدُوْنَۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ
رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ
اِسْتَبْرَقٌ٘ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا
طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع

وَجَزٰىهُمْ اور بدلہ دے گا ان کو بِمَا صَبَرُوْا اس لیے کہ انھوں
نے صبر کیا جَنَّةً جنت کا وَّحَرِيْرًا اور ریشمی لباس مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا
ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے جنت میں عَلَى الْاَرَآئِكِ کرسیوں پر
لَا يَرَوْنَ فِيْهَا نہیں دیکھیں گے جنت میں شَمْسًا سورج کو وَّلَا
زَمْهَرِيْرًا اور نہ ٹھنڈک کو وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ اور جھکے ہوئے ہوں گے
ان پر ظِلٰلُهَا سائے اُن کے وَذُلِّلَتْ اور پست کر دیے جائیں
گے قُطُوْفُهَا جنت کے پھل تَذْلِيْلًا پست کر دیے جانا
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ اور پھیرے جائیں گے ان کے سامنے بِاٰنِيَةٍ برتن

مِّنْ فِضَّةٍ چاندی کے وَّاَكْوَابٍ اور گلاس كَانَتْ قَوَارِيْرَاْ ہوں
گے وہ شیشے کے قَوَارِيْرَاْ مِنْ فِضَّةٍ اور شیشہ چاندی کا ہوگا قَدَّرُوْهَا
تَقْدِيْرًا اندازہ لگائیں اس کا وہ اندازہ لگانا وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا اور پلائے
جائیں گے ان جنتوں میں كَاْسًا ایسے پیالے كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا
جن میں ملاوٹ ہوگی زنجبیل کی عَيْنًا وہ چشمہ ہے فِيْهَا جنت میں
تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا جس کا نام رکھا گیا سلسبیل وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ اور
پھریں گے ان کے پاس وِلْدَانٌ بچے مُّخَلَّدُوْنَ ہمیشہ رکھے ہوئے
اِذَا رَاَيْتَهُمْ جب دیکھے گا تو ان کو حَسِبْتَهُمْ تو خیال کرے گا ان کو
لُؤْلُؤًا موتی مَّنْثُوْرًا بکھرے ہوئے وَاِذَا رَاَيْتَ اور جب
دیکھے تو ثَمَّ رَاَيْتَ وہاں دیکھے گا نَعِيْمًا نعمتیں وَّمُلْكًا كَبِيْرًا
اور ملک بہت بڑا عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ ان پر کپڑے باریک ریشم کے
خُضْرٌ سبز رنگ کے وَّاِسْتَبْرَقٌ اور موٹے ریشم کے وَّحُلُّوْا
اَسَاوِرَ اور پہنائے جائیں گے ان کو کنگن مِنْ فِضَّةٍ چاندی کے
وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ اور پلائے گا ان کو ان کا رب شَرَابًا طَهُوْرًا شراب
طہور سے اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ بے شک ہے یہ تمھارے لیے جَزَآءً
بدلہ وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا اور تمھاری محنت کی قدر کی گئی ہے۔

نیک بندوں کے بدلے کا ذکر :

اس سے پہلے سبق میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خوبیوں کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو پورا کرتے ہیں نذر کو اور اس دن کی بُرائی سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی بکھری ہوئی ہے۔ اور کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو، یتیم کو، قیدی کو۔ اب ان کے بدلے کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا اور بدلہ دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا۔ حق کہنے پر جو تکلیفیں آئیں۔ کس چیز کا بدلہ دے گا؟ جَنَّةً جنت کا بدلہ دے گا ان کے صبر کے بدلے میں وَّحَرِيْرًا اور ریشمی لباس دے گا۔ دنیا میں مردوں کے لیے ریشمی لباس حرام ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک میں سونے کا ٹکڑا پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لیا اور اس طرح ہاتھ آگے بڑھائے اور فرمایا دیکھتے ہو میرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اور بائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! ایک ہاتھ میں ریشمی کپڑا ہے اور دوسرے ہاتھ میں سونا لگتا ہے۔ فرمایا واقعی ایسا ہے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ وَاَحَلَّ هُمَا عَلٰى اُنَاثِ اُمَّتِيْ "اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں میری اُمت کے مردوں کے لیے حرام فرمائی ہیں اور میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال فرمائی ہیں۔" لیکن ریشم سے مراد وہ ریشم ہے جو کیڑے سے بنتا ہے۔ اصلی ریشم مصنوعی ریشم نہیں۔ مصنوعی ریشم مرد بھی پہن سکتے ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا جنت کا اور ریشمی لباس کا مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۔ اَرَآئِكَ اَرِيْكَةٌ کی جمع ہے۔ اریکہ کا معنیٰ ہے آرام دہ کرسی۔ تو معنیٰ

ہوگا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے جنت میں آرام دہ کرسیوں پر۔ اور جس طرف کا ارادہ کریں گے کرسی اُسی طرف گھوم جائے گی گھمانے اور پھیرنے کی بھی تکلیف نہیں ہوگی لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا نہیں دیکھیں گے جنت میں سورج کو وَّلَا زَمْهَرِيْرًا اور نہ ٹھنڈک کو۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کی دو تفسیریں کرتے ہیں: ایک یہ کہ وہاں سورج اور چاند بالکل نہیں ہوگا روشنی ہوگی۔ جیسے: سورج کے طلوع سے پہلے ہوتی ہے۔ یہ حضرات ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں سورج بھی ہوگا، چاند بھی ہوگا لیکن سورج کی گرمی اور تپش نہیں ہوگی۔ یہ حضرات استدلال کرتے ہیں وَّلَا زَمْهَرِيْرًا سے کہ جنت میں ٹھنڈک نہیں ہوگی۔ تو ٹھنڈک کا تقابل گرمی سے ہوتا ہے۔ انتہائی گرمی سے بھی آدمی اُکتا جاتا ہے اور انتہائی سردی سے بھی آدمی اکتا جاتا ہے۔ تو جنت میں نہ گرمی ہوگی اور نہ ٹھنڈک ہوگی۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ اور جھکے ہوئے ہوں گے ان پر ظِلٰلُهَا سائے جنت کے درختوں کے۔ ایک ایک درخت کا سایہ اتنا لمبا ہوگا کہ گھوڑا سو سال تک دوڑتا رہے تو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس درخت کا نام طوبیٰ ہے۔ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا۔ قُطُوْف جمع ہے قَطْفٌ کی۔ قَطف اُس پھل کو کہتے ہیں جو بالکل پکا ہوا ہو۔ معنیٰ ہوگا اور پست کر دیئے جائیں گے، نیچے کر دیئے جائیں گے ان پر جنت کے پھل قریب کر دیئے جانا۔ اگر کوئی بیٹھا ہے تو پھل کھانے کے لیے کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور کھڑا ہے تو درخت پر چڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر لیٹا ہوا ہے تو اُٹھ کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خود بہ خود ٹہنیاں جھک کر سامنے آجائیں گی۔ اور جب یہ دانہ توڑے گا فوراً وہاں اس سے اچھا اور بڑا دانہ لگ جائے گا لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّ

لَا مَمْنُوْعَةٍ﴿۳۳﴾ [سورۃ الواقعہ] " نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔"
کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ دنیا میں کسی کے باغ سے بغیر اجازت کے پھل توڑو تو خوب
مرمت ہوتی ہے۔ پھر دنیا میں موسم میں پھل ہوتا ہے موسم کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ جنت
کے پھل دائمی ہیں ہر وقت موجود ہوں گے۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ۔ اٰنِيَةٌ اِنَاءٌ کی جمع ہے۔ اناء کے معنیٰ ہیں برتن۔ اور
پھیرے جائیں گے جنتیوں کے سامنے برتن مِّنْ فِضَّةٍ چاندی کے۔ اس مقام پر
چاندی کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر سونے کا ذکر ہے وَّاَكْوَابٍ۔ اَكْوَاب كُوْبٌ
کی جمع ہے۔ کوب ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو جیسے پیالہ ہوتا ہے یا گلاس
ہے۔ اور قرآن کریم میں اَبَارِيْقَ کا لفظ بھی آیا ہے ابریق کا لفظ بھی آیا ہے۔ ابریق
اباریق ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کے پیچھے دستہ لگا ہوا ہو۔ جیسے: جگ ہے، چینک
ہے۔ تو جنت میں ہر طرح کے برتن ہوں گے دستوں والے بھی اور بغیر دستوں کے بھی
گلاس پیالے ہوں گے كَانَتْ قَوَارِيْرَا۟ ہوں گے شیشے کے۔ قَوَارِيْر قَارُوْرَةٌ کی
جمع ہے۔ قارورۃ کا معنیٰ ہے شیشہ۔ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ شیشہ چاندی کا ہوگا۔
مادہ و میٹریل چاندی کا ہوگا اور صفائی میں شیشے کی طرح ہوگی۔ دنیا میں کوئی علاقہ ایسا نہیں
ہے کہ چاندی کا برتن ہو اور اندر کی چیزیں باہر سے نظر آئیں۔ لیکن جنت کے چاندی کے
برتنوں کی صفائی ایسی ہوگی کہ اندر کی چیزیں باہر بالکل صاف نظر آئیں گی قَدَّرُوْهَا
تَقْدِيْرًا اندازہ لگائیں وہ اس کا اندازہ لگانا یعنی اندازے سے بھریں گے۔ حوریں اور
بچے ان برتنوں میں جو لائیں گے ایسے اندازے سے ڈال کر لائیں گے جتنی کسی کو بھوک
پیاس ہوگی۔ نہ پانی زیادہ ہوگا نہ کم۔ پلانے والوں کو ایسا تجربہ ہوگا کہ وہ ان کی خواہش

کے مطابق پوراپورالائیں گے۔

وَیُسْقَوْنَ فِیْهَا اور وہ پلائے جائیں گے جنت میں کَاْسًا کَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًا ایسے پیالے جن میں ملاوٹ ہوگی زنجبیل کی۔ کَاْسًا عربی میں بھرے ہوئے پیالے کو کہتے ہیں۔ خالی پیالے کو زجاجہ کہتے ہیں۔ زنجبیل سُنڈھ کو کہتے ہیں۔ یہ ہاضم ہوتی ہے۔ لیکن جنت کی زنجبیل عَیْنًا فِیْهَا وہ چشمہ ہے جنت میں تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا اس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے۔ اس چشمے کا نام سلسبیل ہے۔ جنتی کھانے کے بعد زنجبیل اور سلسبیل کا تھوڑا سا پانی پئیں گے کھانا ہضم ہو جائے گا۔ حالانکہ ایک ایک جنتی سو سو آدمی کے برابر کھائے گا۔ پھر بڑی عجیب بات یہ ہے کہ لَا یَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ "نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ۔" بخاری شریف کی روایت ہے۔ اور نہ ناک سے بلغم آئے گا۔ پوچھا گیا حضرت! اتنا کھانا کھائیں گے جائے گا کہاں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنتیوں کے بدن سے پسینا نکلے گا جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ اس پسینے کے ساتھ کھانا بھی ہضم ہو جائے گا۔ جنتی کو ڈکار آئے گا اس کی خوشبو بھی کستوری جیسی ہوگی۔ ڈکار کے ساتھ کھانا ہضم ہو جائے گا۔

جنتی بچوں کے متعلق مختلف تفسیریں :

وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اور پھریں گے ان کے پاس بچے ہمیشہ رکھے ہوئے۔ وہ بچے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بچے کون ہوں گے؟ اس کے متعلق تین تفسیریں مفسرین سے منقول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ جنت کی مخلوق ہیں۔ جیسے: حوریں جنت کی مخلوق ہیں۔ مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں یہ غلطی کی ہے کہ اس نے کہا ہے جنت کی حوریں کافروں کی نابالغ لڑکیاں ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ اُنھوں نے سورۃ

صف کی تفسیر میں لکھا پہلے ایڈیشن میں۔علماء نے مودودی کا تعاقب بلا وجہ نہیں کیا اس نے بڑی غلطیاں کی ہیں۔ میرا رسالہ ہے"مودودی صاحب کے چند غلط فتوے۔"اس میں مَیں نے باحوالہ ذکر کیا ہے کہ حوریں خا کی مخلوق نہیں ہیں۔احادیث میں آتا ہے وہ کافور، زعفران اور عنبر سے پیدا کی گئیں ہیں، کستوری سے پیدا کی گئی ہیں۔

پھر کسی نے مودودی صاحب سے سوال کیا کہ سلف صالحین تو کہتے ہیں کہ وہ جنت کی مخلوق ہے۔تو"ایشیا"رسالہ نکلتا تھا۔اس میں مودودی صاحب کا بیان چھپا تھا کہ سلف کا بھی ایک قیاس تھا اور میرا بھی ایک قیاس ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔سلف صالحین کا قیاس نہیں ہے اُنھوں نے احادیث کے مطابق لکھا ہے۔اور یہ سب صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے مقابلے میں کمر ٹھونک کے کھڑا ہے۔

لہٰذا یاد رکھنا! حوریں خاکی مخلوق نہیں ہیں۔وہ کستوری، عنبر، زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔اسی طرح وہاں جو بچے ہوں گے وہ بھی وہاں کی مخلوق ہیں حوروں کی طرح۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اپنے جو بچے چھوٹی عمر میں فوت ہوئے ہیں مثال کے طور پر میرے تین بچے فوت ہوئے ہیں۔اسی طرح دوسروں کے بھی فوت ہوئے ہیں۔یہ وہاں خدمت پر ہوں گے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت! مشرکوں کے جو چھوٹے بچے مرتے ہیں ان کا کیا بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَدَمَةُ اَهْلِ الْجَنَّةِ "یہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔" کیوں کہ مکلف نہیں ہوتے اور غیر مکلف کو رب تعالیٰ سزا نہیں دیتے۔

تو فرمایا پھریں گے ان کے پاس بچے جو ہمیشہ رہیں گے اِذَا رَاَیْتَهُمْ جب

دیکھے تو اے مخاطب ان کو حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا تو خیال کرے گا ان کے بارے میں موتی بکھرے ہوئے۔ کوئی اِدھر بھاگا جا رہا ہے، کوئی اُدھر بھاگا جا رہا ہے وَاِذَا رَاَيْتَ اور جب دیکھے گا تو ثَمَّ رَاَيْتَ وہاں جنت میں دیکھے گا نَعِيْمًا نعمتیں ہی نعمتیں وَّمُلْكًا كَبِيْرًا اور ملک بہت بڑا۔ ایک ایک آدمی کو دنیا کے برابر رقبہ ملے گا۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بندہ کیا کرے گا مگر حق ہے۔ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ۔ سُنْدُس سُنْدَسَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے باریک ریشم۔ ان پر کپڑے ہوں گے باریک ریشم کے خُضْرٌ، خَضْرَاء کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے سبز رنگ کا باریک ریشم۔ سبز رنگ کے ریشمی کپڑے ہوں گے وَّاِسْتَبْرَقٌ اِسْتَبْرَقَةٌ کی جمع ہے، گاڑھا ریشم موٹا۔ اور موٹے ریشم کے کپڑے ہوں گے۔ انسانوں کے مزاج مختلف ہیں۔ مثلاً: گرمی کے زمانے میں بعض لوگ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور بعض گرمی میں بھی موٹے کپڑے پہنتے ہیں کہ لو نہ لگے۔ وہاں بھی مزاج کے مطابق جو باریک ریشم پہننا چاہیں گے وہ باریک پہنیں گے اور جو موٹا ریشم پہننا چاہیں گے وہ موٹا پہنیں گے۔ سبز اس لیے فرمایا کہ عرب کا علاقہ خشک تھا وہ سبزہ دیکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے۔ ورنہ جو چاہیں گے ملے گا لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ "جنتیوں کے لیے جنت میں ہوگا جو وہ چاہیں گے۔"

وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ۔ اَسَاوِرَ اُسْورة کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کنگن۔ مِنْ فِضَّةٍ اور پہنائے جائیں گے ان کو کنگن چاندی کے۔ اور سورۃ فاطر آیت نمبر ۳۳ میں سونے کا ذکر ہے يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ "سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اس میں۔" اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! لوہا مرد کے لیے پہننا مکروہ ہے حرام نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں لوہے کا چین دیکھا تو فرمایا
حلیۃ اَھْلِ النَّار "یہ تو جہنمیوں کو ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی نہ پہنو۔" چین چمڑے کا
ہو تو کوئی ڈر نہیں، ریکسین کا ہو تو اس کا بھی کوئی ڈر نہیں۔

تو فرمایا پہنائے جائیں گے ان کو کنگن چاندی کے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ اور
پلائے گا ان کو ان کا رب شَرَابًا طَهُوْرًا ایک پانی جو پاکیزہ ہوگا یا ایسی چیزیں پلائے
گا جو پاکیزہ ہوں گی۔ وہاں کی شراب میں دنیا کی شراب کی طرح خباثت نہیں ہوگی کہ
آدمی کی عقل اُڑ جائے اور بدحواس ہو کر بکواس کرتا پھرے۔ لذت ہوگی، بدنی قوت
ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً بے شک ہے یہ تمھارے لیے
بدلہ۔ اے نیکیاں کرنے والو یہ تمھارا بدلہ ہے وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا اور تمھاری
محنت کی قدر کی گئی ہے جو تم نے دین کے لیے کی ہے، آخرت کے لیے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ
سب کو نصیب فرمائے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيلًا ۝۲۳ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝۲۴ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۲۵ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝۲۶ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝۲۷ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝۲۸ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝۲۹ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۳۰ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۱ ع

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا بے شک ہم نے اُتارا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ آپ پر قرآن تَنْزِيْلًا تھوڑا تھوڑا کر کے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم کے لیے وَلَا تُطِعْ اور نہ اطاعت کریں مِنْهُمْ ان میں سے اٰثِمًا کسی گنہگار کی اَوْ كَفُوْرًا یا ناشکرے کی وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور ذکر کر اپنے رب کے نام کا بُكْرَةً پہلے پہر وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو فَاسْجُدْ لَهٗ سجدہ کریں اس کے سامنے وَسَبِّحْهُ اور تسبیح بیان کر اس کی لَيْلًا طَوِيْلًا لمبی رات اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ لوگ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ پسند کرتے ہیں ختم ہونے والی زندگی کو وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑتے ہیں وَرَآءَهُمْ

اپنے آگے یَوۡمًا ثَقِیۡلًا اس دن کو جو بھاری ہے نَحۡنُ خَلَقۡنٰھُمۡ
ہم نے ہی پیدا کیا ہے ان کو وَشَدَدۡنَآ اور مضبوط کیے ہم نے اَسۡرَھُمۡ
ان کے جوڑ وَاِذَا شِئۡنَا اور جس وقت ہم چاہیں گے بَدَّلۡنَآ اَمۡثَالَھُمۡ
ہم بدل دیں گے ان جیسے تَبۡدِیۡلًا بدل دینا اِنَّ ھٰذِهٖ تَذۡکِرَۃٌ بے شک
یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنۡ شَآءَ پس جو چاہے اتَّخَذَ بنالے اِلٰی
رَبِّهٖ سَبِیۡلًا اپنے رب کی طرف راستہ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اور تم نہیں چاہ
سکتے اِلَّآ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ
تعالیٰ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ہے جاننے والا حکمت والا یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ
داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے فِیۡ رَحۡمَتِهٖ اپنی رحمت میں وَالظّٰلِمِیۡنَ
اَعَدَّ لَھُمۡ اور ظالموں کے لیے تیار کر رکھا ہے اس نے عَذَابًا اَلِیۡمًا
عذاب دردناک۔

اس سورت کی ابتدا میں تھا کہ ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا اور سمیعًا بصیرا بنایا۔ اور سیدھے راستے کی راہنمائی کی۔ اب اس کی مرضی ہے کہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکری کرے۔ سیدھے راستے کی راہنمائی کس طرح کی ہے؟ اب اس کا ذکر ہے۔

نزولِ قرآن :

فرمایا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ بے شک ہم نے نازل کیا آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے تَنۡزِیۡلًا تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔ نَزَّلَ یُنَزِّلُ باب تفعیل

ہے۔اس کا معنیٰ ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا۔اور باب افعال ہو اَنۡزَلَ یُنۡزِلُ تو اس کا معنیٰ ہے اکٹھا اُتارنا۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝ [سورۃ القدر، پارہ ۳۰] "بے شک ہم نے اس کو اکٹھا اتارا لیلۃ القدر میں۔" آسمانِ دنیا پر ایک مقام ہے بیت العزت، اور بیت العظمت بھی اُسے کہتے ہیں۔لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر بیت العزت یا بیت العظمت کے مقام پر سارے کا سارا قرآن لیلۃ القدر کی رات کو اکٹھا اُتارا گیا۔پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر تیئس سالوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا گیا۔تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اترتا رہا اور دس سال مدینہ طیبہ میں۔سب سے پہلے اقراء کی پہلی پانچ آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔سب سے آخری آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ [المائدہ:۳] ہجرت کے دسویں سال نویں ذوالحجہ کو عرفات کے مقام پر جمعہ والے دن عصر کے وقت نازل ہوئی۔اس کے بعد قرآن کریم کا ایک حرف بھی نازل نہیں ہوا۔

تو ہدایت کا انتظام اس طرح کیا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا کہ پہلے پر عمل کر لیں۔پھر اور نازل کیا پھر اس پر عمل کر لیں۔پھر اور نازل کیا کیوں کہ دفعۃً یعنی ایک ہی دفعہ سارے احکام نازل کر دیئے جاتے تو آزاد قسم کے لوگ کہتے کہ ہم سے عمل نہیں ہو سکتا۔مکی سورتوں میں ذہن سازی کی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاؤ جیسے وہ چاہتا ہے۔ رسالت پر ایمان لاؤ، قیامت پر ایمان لاؤ، آخرت پر ایمان لاؤ، قرآن پر ایمان لاؤ۔ جب ذہن پختہ ہو گیا پھر کوئی حکم ان کے لیے ماننا مشکل نہ رہا۔

تلقین صبر :

تو فرمایا بے شک ہم نے قرآن نازل کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم پر وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا اور نہ اطاعت کریں ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی۔

مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے دو آدمی تھے۔ ایک کا نام ولید بن مغیرہ تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح شام کے والد۔ مکہ مکرمہ میں اس سے زیادہ مال دار آدمی کوئی نہیں تھا۔ اور دوسرا عتبہ بن ربیعہ تھا۔ یہ بدر میں قتل ہوا تھا۔ یہ مالی لحاظ سے اتنا طاقتور نہیں تھا لیکن اس کی لڑکیاں بڑی خوب صورت تھیں۔ ان دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم جا کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کش کرتے ہیں اور اس کو جا کر سمجھاتے ہیں کہ آپ کی وجہ سے اس علاقے میں بہت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ باپ بیٹے کا مخالف ہے، بھائی بھائی کا مخالف ہے، خاوند بیوی کے درمیان جھگڑا ہے۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے پیش کش کرتے ہیں۔ چنانچہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور گفتگو کی۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آپ نے جو تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اس کو چھوڑ دیں میں آپ کو اتنا مال دوں گا کہ آپ کی کئی نسلوں سے ختم نہیں ہوگا۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ آپ کے علم میں ہے کہ میری جوان سال خوب صورت لڑکیاں ہیں۔ آپ جس لڑکی کی طرف اشارہ کریں گے میں بغیر حق مہر کے آپ کے نکاح میں دے دوں گا مگر لا الہ الا اللہ کی رٹ چھوڑ دو۔ ظاہری طور پر تو اس کی بڑی قربانی تھی کہ قریش خاندان کا مانا ہوا آدمی خود بہ خود لڑکی کا رشتہ پیش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمھاری پیش کش کی قدر کرتا ہوں تمھاری بڑی قربانی ہے مگر میں تبلیغ مال کے لیے تو نہیں کرتا۔ اور میرا وعظ و نصیحت لڑکیاں حاصل کرنے کے لیے تو نہیں ہے۔ میں رب تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اس کا حکم ہے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آخری دم تک یہ کام کرتا رہوں گا۔ کوئی طاقت، کوئی لالچ، کوئی طمع مجھے

اس سے روک نہیں سکتا۔

نمازِ پنجگانہ اور ذکر اللہ کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ اطاعت کریں ان میں سے کسی گناہ گار کی اور نہ ناشکری کرنے والے کی۔ان کو بھی سنا دیا، سمجھا دیا یہ ہمارا پیغمبر تمھاری اطاعت بالکل نہیں کرے گا لڑکیاں اپنے پاس رکھو اور اپنا مال سنبھال کر رکھو۔فرمایا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور آپ ذکر کریں اپنے رب کے نام کا بُكْرَةً پہلے پہر وَّاَصِيْلًا اور پچھلے پہر وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو۔بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں بُكْرَةً پہلے پہر کو کہتے ہیں۔اس میں فجر کی نماز آگئی۔اور وَّاَصِيْلًا پچھلے پہر کو کہتے ہیں۔اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں آگئیں۔اور مِنَ الَّيْلِ رات کے وقت میں مغرب اور عشاء آگئیں۔ فَاسْجُدْ لَهٗ پس آپ سجدہ کریں رب تعالیٰ کے سامنے ان اوقات میں وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا اور تسبیح بیان کریں رب کی لمبی رات میں۔سورۃ ق آیت نمبر ۳۹ میں ہے وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ "اور تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد کی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔"فجر کے وقت کی تسبیح کا بڑا اثر ہے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کی تسبیح کا بڑا اثر ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے افضل الکلام سبحان اللہ و بحمدہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل کلام ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔"یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔اور بخاری شریف کی آخری روایت ہے كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثقیلتان فِي الميزان "دو کلمے اللہ تعالیٰ کو

بڑے محبوب ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں ترازو میں بڑے وزنی ہیں۔" قیامت والے دن ان کو نیکیوں میں تولا جائے گا تو ان کا وزن پہاڑوں سے بھی زیادہ ہوگا۔ وہ دو کلمے یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اور لا الٰہ الا اللہ کے وزن کا اندازہ اس سے لگائیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی اے پروردگار! مجھے کوئی ایسا ذکر بتلائیں کہ میں اس سے آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰمُوْسٰی قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "اے موسیٰ لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔" موسیٰ علیہ السلام نے کہا پروردگار! یہ کلمہ تو ساری دنیا پڑھتی ہے میں ایسا ذکر چاہتا ہوں جو میری ذات کے ساتھ خاص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر سات آسمان اور سات آسمانوں کی مخلوق، ساتھ سورج چاند بھی اور سات زمینیں اور سات زمینوں کی مخلوق، پہاڑ، دریا وغیرہ سارے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے لَمَالَتْ "تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔" یعنی اس کا وزن زیادہ ہوگا۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے افضل الذّکر لا الٰہ الا اللہ "تمام اذکار میں بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔" اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ "مرتے وقت جس کو یہ کلمات نصیب ہو گئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ لوگ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ پسند کرتے ہیں جلدی ختم ہونے والی کو یعنی دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ دنیا کو دنیا بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ دنیا کا معنیٰ ہے قریب، قریب ختم ہونے والے۔ اور عاجلہ بھی کہتے ہیں، جلد ختم ہونے والی۔ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ اور چھوڑتے ہیں اپنے آگے يَوْمًا ثَقِيْلًا ایسے دن کو

جو بھاری ہے۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ سورۃ الحج آیت نمبر ۱-۲ میں ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ "بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ جس دن تم دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی عَمَّآ اَرْضَعَتْ جس کو وہ دودھ پلاتی ہے وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا اور گرا دے گی ہر حمل والی اپنا حمل وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشے کی حالت میں وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيْدٌ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔" وہ دن اتنا سخت ہے۔ اور قیامت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں قیامت نہیں آئے گی۔

منکرین قیامت کو جواب :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھو نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ اور مضبوط کیے ہم نے ان کے جوڑ۔ انگلیوں کے جوڑ دیکھو، کہنیوں کا بند دیکھو، کندھوں اور گھٹنوں کے جوڑ دیکھو کتنے مضبوط ہیں۔ جس رب نے تمھارے یہ بند جوڑ مضبوط بنائے ہیں وہی تمھیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ یا تم اپنی خلقت سے انکار کرو کہ ہم پیدا نہیں ہوئے اور کہو کہ ہمارے بدن میں جوڑ نہیں ہیں۔ اگر انسان کے بدن میں جوڑ بند نہ ہوں تو انسان اُٹھ بیٹھ لیٹ نہ سکے، تختے کا تختہ بنا رہے۔

فرمایا وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ اور جب ہم چاہیں گے بدل دیں گے ان جیسوں کو تَبْدِيْلًا بدل دینا۔ ہم ان کو پیدا کر سکتے ہیں، جوڑ بند مضبوط کر سکتے ہیں تو قیامت والے دن ان کو بدل کر نہیں لا سکتے۔ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے؟ ہمارے لیے کون سی چیز مشکل ہے۔ فرمایا اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ بے شک یہ سورۃ، یہ آیات نصیحت ہیں۔

یہ تمھیں دعوتِ فکر دیتی ہیں۔غور کرو آخرت کو نہ بھولو، قبر کو نہ بھولو، موت کو نہ بھولو۔قیامت کا دن بہت بھاری ہے دنیا کے ساتھ اس طرح نہ چمٹے رہو کہ دنیا ہی دنیا ہے۔جائز طریقے سے دنیا کماؤ مگر حدود میں رہ کر۔رب تعالیٰ کو نہ بھولو، نماز کی پابندی کرو، روزے رکھو، حق باطل کی پہچان کرو، حلال حرام کا فرق کرو۔بے شک یہ سورۃ ، یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنْ شَآءَ پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا بنالے اپنے رب کی طرف راستہ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ "بے شک ہم نے اس کو راستے کی راہنمائی کر دی ہے قرآن پاک کے ذریعے۔"اب جس کا جی چاہے راہِ حق پر چلے۔چلنا اس کا کام ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم نہیں چاہ سکتے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ رب چاہے۔بندہ اپنے فعل میں کلیۃً مختار نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے بندے کو ارادہ کا اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ "پس جو چاہے ایمان لائے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔" قوت ، طاقت رب تعالیٰ کے پاس ہے۔جس وقت بندہ ایمان کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دے دیتے ہیں۔اگر کفر کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو کفر کی طرف چلا دیں گے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ [النساء:۱۱۵] "پھیر دیں گے ہم اس کو اس طرف جس طرف کا وہ رخ کرے گا۔"اور سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۹ پارہ ۲۱ میں ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا "اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف۔" تو انسان جو ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دیتے ہیں۔

تو فرمایا تم نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ ہے جاننے والا حکمت والا یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ داخل کرتا ہے جس

کو چاہتا ہے فِیۡ رَحۡمَتِہٖ اپنی رحمت میں یعنی اس کو راہِ حق کی ہدایت دے دیتا ہے یَهۡدِیۡۤ اِلَیۡهِ مَنۡ یُّنِیۡبُ ﴿۱۳﴾ [سورۃ شوریٰ، پارہ ۲۵] "ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔" اور جو اپنے کفر پر، شرک پر اَڑا رہے رب تعالیٰ اس سے مستغنی ہے۔ ضرورت مخلوق کو ہے رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ بے پرواہ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اگر ساری کائنات نیک ہو جائے ایک بھی بد نہ ہو۔ رب تعالیٰ کی شان میں رتی برابر اضافہ نہیں ہوتا۔ اور خدانخواستہ ساری کائنات کافر ہو جائے تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی برابر بھی کمی نہ ہوگی۔ یہ تمھارے اعمال تمھارے لیے ہیں جو کرو گے تمھارے سامنے آئے گا فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ﴿۷﴾ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴿۸﴾ "جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا دیکھ لے گا۔"

وَالظّٰلِمِیۡنَ اور جو ظالم ہیں اَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا تیار کیا ہے ان کے لیے عذاب دردناک۔ آخرت کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ جب کہ دنیا کی آگ کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قرآن کی برکت سے، اسلام کی برکت سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے تمام مومنین، مومنات کو، مسلمین مسلمات کو، دوزخ کے عذاب سے بچائے اور جنت میں جگہ دے۔ [آمین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ المُرسَلات

(مکمل)

جلد ۲۰

رکوعاتها ۲ ﴿۷۷ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ۳۳﴾ اٰیاتها ۵۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝۱ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝۲ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝۳
فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝۴ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶ اِنَّمَا
تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹
وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝۱۰ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝۱۱ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝۱۲
لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝۱۳ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝۱۴ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۵ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ
الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۷ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۸ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۹ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۲۰ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ
قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۲۱ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۲۲ فَقَدَرْنَا ۚ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝۲۳
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۴ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝۲۵
اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝۲۶ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ
مَّآءً فُرَاتًا ۝۲۷ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۸ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى
مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۹

وَالْمُرْسَلٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو چھوڑی جاتی ہیں عُرْفًا
لگاتار فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ

چلنا وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور اڑا دیتی ہیں اڑا دینا فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پس تقسیم کرتی ہیں تقسیم کرنا فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا پس ڈال دیتی ہیں ذکر کو عُذْرًا عذر کے لیے اَوْ نُذْرًا یا ڈرانے کے لیے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ بے شک وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا جا رہا ہے لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونے والی ہے فَاِذَا النُّجُوْمُ پس جس وقت ستارے طُمِسَتْ بے نور کر دیئے جائیں گے وَاِذَا السَّمَآءُ اور جس وقت آسمان فُرِجَتْ پھٹ جائے گا وَاِذَا الْجِبَالُ اور جس وقت پہاڑ نُسِفَتْ اڑا دیئے جائیں گے وَاِذَا الرُّسُلُ اور جس وقت رسولوں کے لیے اُقِّتَتْ وقت مقرر کیا جائے گا لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ کس دن کے لیے ان کو مہلت دی گئی ہے لِیَوْمِ الْفَصْلِ فیصلے کے دن کے لیے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ کیا ہم نے ہلاک نہیں کیا پہلوں کو ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ پھر ہم نے پیچھے لگائے ان کے دوسرے كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ اسی طرح ہم کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ کیا ہم نے تمھیں پیدا نہیں کیا بے قدرے پانی سے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم نے اس کو

کیا فِیۡ قَرَارٍ ایک جگہ میں مَّکِیۡنٍ جو ٹھہرنے کی تھی اِلٰی قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ایک مقرر مدت تک فَقَدَرۡنَا پس ہم نے اس کا اندازہ لگایا فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ کیا پس ہم خوب اندازہ کرنے والے ہیں وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ کِفَاتًا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی اَحۡیَآءً زندوں کو وَّاَمۡوَاتًا اور مردوں کو وَّجَعَلۡنَا فِیۡهَا اور بنائے ہم نے اس زمین میں رَوَاسِیَ مضبوط پہاڑ شٰمِخٰتٍ اونچے اونچے وَّاَسۡقَیۡنٰکُمۡ اور پلایا ہم نے تم کو مَّآءً فُرَاتًا پانی خوش گوار وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اِنۡطَلِقُوۡۤا چلو تم اِلٰی مَا کُنۡتُمۡ بِهٖ تُکَذِّبُوۡنَ اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے ہو۔

نام وکوائف :

اس سورت کا نام سورۃ المرسلات ہے۔ پہلی ہی آیتِ کریمہ میں المرسلات کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اس سے پہلے بتیس سورتیں [۳۲] نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا تینتیسواں [۳۳] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور پچاس آیتیں ہیں۔ ان آیات کی کئی تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ہواؤں کی صفات ہیں۔

مرسلٰت، عٰصفٰت، نٰشرٰت، مُلقیٰت کی مختلف تفسیریں :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَالۡمُرۡسَلٰتِ ان ہواؤں کی قسم جو چھوڑی جاتی ہیں

عُرۡفًا لگا تار۔عرف عربی لغت میں گھوڑے کے ان بالوں کو کہتے ہیں جو گردن پر ایک لائن میں ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ لگا تار اور مسلسل ہوتے ہیں اس لیے معنیٰ کرتے ہیں ان ہواؤں کی قسم جو چھوڑی جاتی ہیں لگا تار مسلسل فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ چلنا۔مشاہدے کی بات ہے کہ ہوائیں تیزی کے ساتھ بھی چلتی ہیں وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا اور اڑا دیتی ہیں اڑا دینا۔گرد وغبار کو اُڑاتی ہیں، کپڑوں کو اُڑا کر لے جاتی ہیں، کاغذوں کو اُڑا دیتی ہیں فَالۡفٰرِقٰتِ پس تقسیم کرتی ہیں ہوائیں بادلوں کو فَرۡقًا تقسیم کرنا۔رب تعالیٰ کے حکم سے بادل کے ٹکڑے کو اِدھر لے جاتی ہیں، کسی کو اُدھر لے جاتی ہیں فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا پس وہ ہوائیں ڈالتی ہیں ذکر کو۔یہ جو میں آواز نکال رہا ہوں اس کو تمھارے کانوں تک پہنچنے کے عالم اسباب میں ہوا ہی ذریعہ ہے۔ اگر یہ ہوا نہ ہو تو آواز نہیں پہنچتی۔رب تعالیٰ نے نظام بنایا ہے وہ ذکر کو کانوں تک پہنچاتی ہے۔اس تفسیر کی رو سے یہ سب ہواؤں کی صفات ہیں۔کیوں؟ عُذۡرًا عذر کے لیے اَوۡ نُذۡرًا یا ڈرانے کے لیے۔عذر کا مطلب یہ ہے کہ کل قیامت کو محشر والے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پروردگار! میں بے خبر رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام پیغمبروں کے ذریعے لوگوں تک پہنچائے۔سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۵ میں ہے لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ "تاکہ نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت کہ ہم بے خبری میں مارے گئے۔"اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۵ میں ہے وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا "اور ہم نہیں سزا دیتے یہاں تک کہ ہم بھیج دیں رسول۔" تاکہ ان پر حجت تام ہو جائے اور کسی قسم کا بہانہ نہ کر سکیں۔

آگے جوابِ قسم ہے اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ بے شک وہ چیز جس کا تمھارے

ساتھ وعدہ کیا جا رہا ہے البتہ واقع ہونے والی ہے یعنی قیامت ضرور واقع ہونے والی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مجاہدین کی جماعتیں مراد ہیں۔ قسم ہے ان مجاہدینِ اسلام کی جماعتوں کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار۔ ایک لشکر گیا، پھر دوسرا گیا، پھر تیسرا گیا محاذ پر دشمن کے مقابلے میں۔ وہ جماعتیں بڑی تیزی کے ساتھ جاتی ہیں وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور حق کی بات کو بکھیرتی ہیں۔ چونکہ مجاہدین اسلام جہاں پہنچتے ہیں وہاں تبلیغ بھی ہوتی ہے، دین کی نشر و اشاعت بھی ہوتی ہے فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پس وہ جماعتیں تقسیم کرتی ہیں تقسیم کرنا اس طرح کہ جب حملہ کرتے ہیں کافروں کو تتر بتر کر دیتی ہیں فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر پیش کرتے ہیں۔ نعرہ تکبیر بھی، حق بھی، اسلام بھی۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مبلغینِ اسلام کی جماعتیں مراد ہیں۔ اس زمانے میں تبلیغ کے لیے مختلف علاقوں میں جماعتیں جاتی تھیں لگاتار۔ کوئی اِس طرف کو، کوئی اُس طرف کو۔ وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں۔ دین کو پھیلاتی جاتی ہیں۔ جہاں پہنچتے دین کی، توحید کی دعوت دیتے، دین کی نشر و اشاعت کرتے فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا توحید اور شرک میں فرق کرتے، حق اور باطل کا فرق بیان کرتے، سنت اور بدعت کا فرق سمجھاتے۔ اے لوگو! یہ کام اچھے ہیں اور یہ کام برے ہیں۔ کچھ نہیں چھپاتے تھے صاف بتلاتے تھے فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا وہ جماعتیں لوگوں کے سامنے ذکر پیش کرتی ہیں کہ اللہ کے دین کو قبول کرو عُذْرًا عذر کی خاطر کہ اپنی طرف سے اتمامِ حجت ہو جائے اَوْ نُذْرًا یا اللہ تعالیٰ کا بندہ ڈرے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وَالْمُرْسَلٰتِ سے ہوائیں مراد ہیں کہ قسم ہے

ہواؤں کی لگاتار چھوڑی جاتی ہیں فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ چلنا۔ اور النّٰشِرٰتِ سے بادل مراد ہیں۔ قسم ہے ان بادلوں کی جو رب تعالیٰ کی رحمت کی بارش کو بکھیرتے ہیں فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا سے مراد قرآن کریم کی آیات مراد ہیں کہ قسم ہے قرآن کریم کی آیات کی جو تقسیم کرتی ہیں حق اور باطل کے درمیان تقسیم کرنا فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا سے مراد فرشتے ہیں۔ جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں عذر کی خاطر یا ڈرانے کے لیے بے شک وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے قیامت وہ ضرور آئے گی۔ قیامت دور نہیں ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیٰمَتُہٗ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت قائم ہوگئی۔ کل کائنات کی قیامت کب قائم ہوگی؟

احوالِ قیامت :

فرمایا فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ پس جس وقت ستارے بے نور کر دیے جائیں گے اس کی روشنی مٹا دی جائے گی۔ آج ستارے ہمیں بڑے روشن نظر آتے ہیں ایک وقت آئے گا ان میں روشنی نہیں رہے گی کالے پتھر کی طرح نظر آئیں گے وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ اور جس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے درمیان سے پھٹ کر کنارے پر چلا یا جائے گا لپیٹ دیا جائے گا جیسے سائبان کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو۔" جیسے بستے میں کتابیں لپٹی ہوئی ہوتی ہیں اس طرح ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ اور جس وقت پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے جیسے دھنی ہوئی روئی اُڑتی ہے وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ "اور ہو

جائیں گے پہاڑ رنگین دھنی ہوئی روئی کی طرح۔" [سورۃ القارعہ، پارہ ۳۰]

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ۔ اُقِّتَتْ اصل میں وُقِّتَتْ تھا۔ واو کو ہمزہ کے ساتھ بدل دیا۔ معنیٰ ہوگا اور جس وقت رسولوں کے لیے وقت مقرر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو وقت بتلایا جائے گا۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ بارہ بجے نوح علیہ السلام کی قوم آئے، ایک بجے ہود علیہ السلام کی قوم آئے، اڑھائی بجے صالح علیہ السلام کی قوم آئے، تین بجے لوط علیہ السلام کی قوم آئے۔ جس طرح عدالتوں میں وقت دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو اور ان کی اُمتوں کو وقت بتلایا جائے گا کہ فلاں وقت تمھارا فیصلہ ہے۔ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ کس دن کے لیے ان کو مہلت دی گئی ہے لِيَوْمِ الْفَصْلِ فیصلے کے دن کے لیے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔ نہ پوچھو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ ویل کا لفظی معنیٰ ہلاکت، بربادی، خرابی، تباہی ہے اور ویل جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ وہ اتنا گہرا ہے کہ جب مجرموں کو اس میں ڈالا جائے گا آگ کے شعلوں میں جلتے جلتے ستر سال کے بعد نیچے فرش تک پہنچیں گے۔

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً "اچانک ایک دھماکے کی آواز آئی۔" جیسے کوئی مکان گرا ہے۔ اُٹھنے لگے کہ معلوم کریں کیا ہوا ہے؟ کوئی مکان گرا ہے، کوئی دیوار گری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی نہ اُٹھے اور فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا! "کیا تم جانتے ہو کہ یہ آواز کس چیز کی تھی؟" کہنے لگے حضرت یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی کا

مکان گرا ہے یا کوئی دیوار گری ہے۔ فرمایا نہیں! نہ مکان گرا ہے نہ کوئی دیوار گری ہے بلکہ یہ جہنم کے ایک طبقے میں پتھر پھینکا گیا تھا جو ستر سال کے بعد نیچے جا لگا ہے یہ اس کی آواز تھی۔

تو ویل جہنم کے ایک طبقے کا بھی نام ہے۔ فرمایا ہماری قدرت کو نہیں مانتے، دیکھتے نہیں ہو [illegible] کیا ہم نے ہلاک نہیں کیا پہلوں کو۔ نوح علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی، ہود علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی، صالح علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ پھر ہم نے پیچھے لگائے ان کے دوسرے۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا، لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا، فرعونیوں کو ہلاک کیا، تم نے ہماری قدرت نہیں دیکھی كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ اسی طرح ہم کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ۔ قریش مکہ اور دنیا کے دوسرے کافروں، مجرموں کے ساتھ بھی ہم اسی طرح کریں گے۔ ہم قادرِ مطلق ہیں جو چاہیں کریں وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کو جھٹلاتے ہیں۔

اے قیامت کے منکرو! تم منہ پھیر کر کہتے ہو مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ "ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔" هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ "بڑی دور کی بات ہے جس سے تم ڈرائے جاتے ہو۔" کہ دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے حساب کتاب ہوگا تم رب کی قدرت کا انکار کرتے ہو اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ کیا ہم نے تمھیں پیدا نہیں کیا بے قدرے پانی سے۔ منی کا قطرہ کہ جب وہ شہوت کے ساتھ نکلتا ہے تو سارا بدن ناپاک ہو جاتا ہے۔ کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے۔ اس حقیر قطرے سے ہم نے تم کو پیدا نہیں کیا، انکار کر سکتے ہو؟ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ پس کیا ہم نے اُسے

ایسی جگہ میں جو ٹھہرنے کی تھی ۔ ماں کے رحم میں ہم نے اس نطفے کو ٹھہرایا۔

احادیث میں آتا ہے کہ چالیس دن تک نطفہ نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس ملے جلے نطفے کو لوتھڑا بنا دیتا ہے پھر خون کے لوتھڑے کی بوٹی بن جاتی ہے پھر بوٹی کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہڈیوں میں تبدیل کر دیتا ہے فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا [سورۃ المومنون] "پس ہم ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔" جب پورا ڈھانچا تیار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیج کر اس میں روح پھونک دیتے ہیں۔ تقریباً پانچ ماہ تک بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے۔ کوئی ہوا آنے کی جگہ نہیں سانس لینے کی جگہ نہیں۔ ماں کے پیٹ میں الٹا پلٹتا رہتا ہے۔ موٹا تازہ ہوتا ہے۔ ان سارے ادوار سے گزارنے والا کون ہے؟ وہ ذات جو تمھیں حقیر قطرے سے پیدا کر سکتی ہے وہ تمھیں دوبارہ پیدا نہیں کر سکتی؟ پھر کیسے تم منہ بھر کر کہتے ہو کہ ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔

مسئلہ مدتِ حمل :

تو فرمایا پس کیا ہم نے اس کو ایسی جگہ میں جو ٹھہرنے کی ہے، ٹکنے والی ہے اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مدتِ مقرر تک۔ بعض بچے سات ماہ کے ہوتے ہیں، بعض آٹھ ماہ کے ہوتے ہیں، اکثر نو ماہ کے ہوتے ہیں اور بعض دس ماہ ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ امام ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں۔ وہ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے۔ جب پیدا ہوئے تو دانت بھی اُگ چکے تھے۔ پیدا ہوتے ہی ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنا شروع کر دیا۔ ماں باپ نے نام ہی ضحاک رکھ دیا، ہنسنے والا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض بچے چار سال تک ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔ ادنیٰ مدت چھ ماہ ہے۔ یعنی شادی کے چھ ماہ بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ حلال ہوگا۔

فرمایا فَقَدَرْنَا پس ہم نے اس کا اندازہ لگایا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ کیا پس ہم خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ہم سے بہتر اندازہ کون لگا سکتا ہے وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو ہماری قدرت کو جھٹلاتے ہیں اے قدرت کے منکرو غور کرو اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا زندوں کو اور مردوں کو۔زندوں کو بھی سمیٹتی ہے اور مردوں کو بھی سمیٹتی ہے، اکٹھا کرتی ہے۔جس ذات نے یہ زمین بنائی ہے وہ تمھیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتی وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ۔رَوَاسِیَ رَاسِیَةٌ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے مضبوط پہاڑ۔اور بنائے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ شٰمِخٰتٍ۔شٰمِخٰتٌ شَامِخَةٌ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے بلند، بلند پہاڑ بنائے۔بڑے بڑے بلند پہاڑ ہیں۔ہمالیہ جیسے پہاڑ جس کی بلندی انتیس ہزار فٹ ہے۔جس ذات نے اتنے اتنے بلند پہاڑ بنائے ہیں وہ تمھارے چھوٹے سے وجود کو نہیں بنا سکتی، کیسے تم قیامت کا انکار کرتے ہو؟

وَّاَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا اور پلایا ہم نے تم کو پانی خوش گوار جو حلق سے آسانی سے گزر جاتا ہے۔ہمارے اُوپر تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میٹھا پانی وافر مقدار میں میسر ہے۔بعض علاقے ایسے ہیں کہ وہاں پانی کڑوا ہے۔آج سے تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے رمک کے علاقے میں مَیں نے اشراق کی نماز کے لیے وضو کیا۔پانی اتنا کڑوا تھا کہ ڈیرہ اسماعیل خان تک میرا منہ کڑوا رہا۔ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ چلو تم اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔حق کو جھٹلانے والو، قیامت کو جھٹلانے والے مجرمو! یہ تمھارے سامنے دوزخ ہے اس میں تم نے داخل

ہونا ہے۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ وقت آنے والا ہے۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝۳۰ لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ۝۳۱ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝۳۲ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝۳۳ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۳۴ هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝۳۵ وَ لَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ۝۳۶ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۳۷ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِیْنَ ۝۳۸ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ فَكِیْدُوْنِ ۝۳۹ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۴۰ ع اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ ۝۴۱ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ۝۴۲ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝۴۴ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۴۵ كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝۴۶ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۴۷ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ۝۴۸ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۴۹ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۰ ع ٢ ٢٢

اِنْطَلِقُوْۤا چلو اِلٰى ظِلٍّ ایک سائے کی طرف ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ جس کی تین شاخیں ہیں لَّا ظَلِیْلٍ نہ وہ سایہ کرنے والی ہیں وَّ لَا یُغْنِیْ اور نہ وہ کفایت کرنے والی ہیں مِنَ اللَّهَبِ آگ کے شعلوں سے اِنَّهَا بے شک وہ دوزخ تَرْمِیْ پھینکے گی بِشَرَرٍ چنگاریاں كَالْقَصْرِ محل جیسی كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ گویا کہ وہ اُونٹ ہیں زرد رنگ کے وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اُس دن

جھٹلانے والوں کے لیے هٰذَا يَوْمُ یہ وہ دن ہے لَا يَنْطِقُوْنَ
جس دن وہ بولیں گے نہیں وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ اور نہ ان کو اجازت دی جائے
گی فَيَعْتَذِرُوْنَ کہ پس وہ عذر کر سکیں وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ
خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہ فیصلے کا
دن ہے جَمَعْنٰكُمْ ہم نے جمع کیا ہے تم کو وَالْاَوَّلِيْنَ اور پہلوں کو
فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ پس اگر ہے تمھارے پاس کوئی تدبیر فَكِيْدُوْنِ تو
مجھ پر چلا لو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں
کے لیے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیز گار فِيْ ظِلٰلٍ سایوں میں
ہوں گے وَّعُيُوْنٍ اور چشموں میں ہوں گے وَّفَوَاكِهَ اور پھلوں
میں ہوں گے مِمَّا يَشْتَهُوْنَ جو وہ چاہیں گے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور
پیو هَنِيْٓـئًا خوش گوار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے کہ تم اچھے کام
کرتے تھے اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ
دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس
دن جھٹلانے والوں کے لیے كُلُوْا کھاؤ وَتَمَتَّعُوْا اور فائدہ اُٹھاؤ
قَلِيْلًا تھوڑے دنوں میں اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ بے شک تم مجرم ہو
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمُ اور جب ان سے کہا جاتا ہے ارْكَعُوْا رکوع کرو

لَا یَرْکَعُوْنَ وہ رکوع نہیں کرتے وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ پس کس بات پر اس کے بعد یُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائیں گے۔

ماقبل سے ربط :

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا جو قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ ﴿ق: ۳، پارہ:۲۶﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اس استبعاد کو دور کیا کہ تم اس کو دور نہ سمجھو اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ "کیا ہم نے تمھیں بے قدرے حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔" جو ذات اس حقیر قطرے سے پیدا کر سکتی ہے وہ دوبارہ نہیں پیدا کر سکتی؟ پھر اپنے قادرِ مطلق ہونے پر دلیلیں دیں کہ جس نے زمین زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی بنائی ہے اور اس میں مضبوط پہاڑ بنائے بلند اور تمھیں خوش گوار پانی پلایا اس کے لیے تمھیں دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

فرمایا قیامت یقیناً آئے گی اور قیامت والے دن رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ "چلو تم اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔" اور کہتے تھے کہ دوزخ کوئی چیز نہیں ہے۔ اب سامنے دیکھو ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑے ہوں گے۔ وہاں سے جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مجرموں کو اِنْطَلِقُوْٓا چلو تم اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ تین شاخوں والے سائے کی طرف۔ شُعَبٌ شُعْبَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے شاخ۔ اس سائے کی تین شاخیں ہوں گی۔ ایک اِدھر کو جائے گی، ایک اُدھر کو جائے گی، ایک

تیسری طرف جائے گی۔ پھر وہ سایہ ایسا ہوگا لَا ظَلِیْلٍ نہ وہ سایہ کرنے والا ہے یعنی وہ سایہ کام نہیں آئے گا۔ وہ راحت بخش سایہ نہیں ہوگا وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ اور نہ وہ کفایت کرے گا آگ کے شعلوں سے۔ دنیا میں جو سائے ہیں وہ کم از کم گرمی اور تپش سے حفاظت کرتے ہیں۔ چاہے درخت کا ہو، سائبان کا ہو، چھت کا ہو لیکن اس سائے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور اس کی تین شاخیں کیوں ہوں گی؟ اس کی مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مختلف تفسیریں کی ہیں۔

اسلام کے بنیادی عقائد :

ایک یہ کہ اسلام میں بنیادی عقیدے تین ہیں۔ باقی تمام ان کی طرف لوٹتے ہیں۔ مسئلہ توحید، مسئلہ رسالت اور مسئلہ قیامت۔ ان تینوں عقائد کے کافر منکر تھے۔ اسی طرح اس دھوئیں کی شاخیں بھی تین ہوں گی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ایمان نام ہے تصدیق بالقلب والاقرار بِاللِّسان وَالْعَمَلُ بِالْاَرْکَانِ "دل سے تصدیق کرنا، زبان سے اقرار کرنا، ارکان (اسلام) پر عمل کرنا" عملی طور پر اس کا ثبوت دینا۔ کافروں نے نہ دل سے تصدیق کی نہ زبان سے اقرار کیا اور نہ عمل کیا۔ تینوں چیزوں کی مخالفت کی۔ اس لیے سائے کی تین شاخیں ہوں گی۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے اعمال تین قوتوں پر مشتمل ہیں۔ قوتِ وہمیہ، قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانیہ۔ انسان کے تمام اعمال انھی تین قوتوں میں سے کسی نہ کسی سے نکلتے ہیں۔ دھوئیں کی تین شاخوں سے یہی تین قوتیں مراد ہیں۔ ہر قوت سے نکلے ہوئے فعل کا بدلہ اس کے مطابق دیا جائے گا۔

اِنَّھَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ ۔ شَرَر شَرَارَۃٌ کی جمع ہے اور شَرَرَۃٌ کی جمع بھی لکھی ہے۔اس کا معنیٰ ہے چنگاری۔ وہ دوزخ پھینکے گی چنگاریاں۔لکڑیوں کو آگ لگی ہوئی ہو تو اس سے چنگاری اُڑتی ہے۔ وہ جو چنگاریاں اُڑیں گی کَالْقَصْرِ محل جیسی ہوں گی، کوٹھیوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی۔ وہ پھٹ کر نیچے گریں گی تو وہ اُونٹ کی طرح ہوں گی کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ گویا کہ وہ اُونٹ ہیں زرد رنگ کے۔ وہ چنگاریاں جو محلوں کی طرح ہوں گی جب وہ اُوپر جا کر پھٹیں گی اور ان کے حصے ہوں گے تو وہ ایک ایک اُونٹ کی طرح ہوں گی وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ جنھوں نے توحید کو جھٹلایا، رسالت اور قیامت کو جھٹلایا ان کے لیے بربادی ہوگی ھٰذَا یَوۡمُ لَا یَنۡطِقُوۡنَ یہ وہ دن ہے جس دن وہ بولیں گے نہیں۔ وہاں کوئی بات نہیں کر سکے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف روانہ ہوں گے فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا ھَمۡسًا "پس تو نہیں سنے گا مگر کھس کھس کی آواز۔" [طٰہٰ:۱۰۸] یعنی پاؤں کی آہٹ کی آواز آئے گی۔ اور سورۃ مریم آیت نمبر ۹۸ میں ہے اَوۡ تَسۡمَعُ لَھُمۡ رِکۡزًا ۔ رکزا کا معنیٰ ہے کان کے ساتھ منہ لگا کر بات کرنا۔" یا سنے گا تو ان کے لیے ہلکی سی آواز۔"

محشر والے دن لوگوں کو ان کے والد کے نام سے بلایا جائے گا :

پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی عدالت میں بلوائے گا اور حکم دے گا بتلاؤ تم کیا کیا کر کے آئے ہو۔ پھر ہر ایک کے سامنے ان کا اعمال نامہ رکھا جائے گا یُدۡعَی النَّاسُ بِاٰبَآئِھِمۡ "محشر والے دن لوگوں کو ان کے والد کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا۔"

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ ماؤں کے ناموں کے ساتھ بلایا جائے گا یہ غلط ہے، ضعیف حدیث ہے۔[عیسائی وغیرہ میں اکثریت چونکہ حرامیوں کی ہے۔ یورپ میں

بچیاں شادی سے پہلے کئی بچے جن چکی ہوتی ہیں اس لیے اُنھوں نے اس بات کو شہرت دی ہے۔ مرتب] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے یُدْعَى النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاٰبَائِهِمْ "بلائے جائیں گے لوگ قیامت والے دن اپنے باپوں کے نام کے ساتھ۔" حلالی ہے یا حرامی ہے جس کا نطفہ ہے اس کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا۔

جب بندہ پیش ہو جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ "اپنا اعمال نامہ خود پڑھ۔" دنیا میں کوئی پڑھا ہوا ہے یا اَن پڑھ ہے وہاں اللہ تعالیٰ سب کو پڑھنے کی توفیق دے گا۔ دنیا میں جو نابینا ہیں وہاں اللہ تعالیٰ ان کو بینا کر دے گا۔ اور جو بولے، بہرے ہیں وہ کانوں سے سنیں گے۔ دنیا کی سب بیماریاں رب ختم کر دے گا۔ کسی قسم کا عذر نہیں ہوگا۔ اعمال نامے میں ہر شے درج ہوگی۔ اگر کسی وقت کوئی ہنسا ہے تو لکھا ہوا ہوگا کہ فلاں وقت ہنسا تھا اور رویا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہوگا۔ کھایا ہے، پیا ہے، لیٹا ہے لکھا ہوا ہوگا۔ یہ نیکی کی ہے یہ بدی کی ہے سب کچھ اعمال نامے میں درج ہوگا۔ بندہ حیران ہو کر کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] "کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو گن رکھا ہے۔" جب اللہ تعالیٰ بلائیں گے تو سب خاموش ہو کر کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ فرشتے بھی لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ "نہیں بات کر سکیں گے مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔" جس کو اللہ تعالیٰ بولنے کی اجازت دے گا وہی بولے گا وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کر سکیں۔ معذرت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ سورہ قیامہ میں تم پڑھ چکے ہو وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ "اگرچہ وہ کتنے ہی حیلے بہانے کرے۔" از خود تو عذر پیش کرے گا کبھی کہے گا ہمارے پاس کوئی پیغمبر

نہیں آیا، کبھی کہے گا ہمیں ہمارے لیڈروں اور مولویوں نے گمراہ کیا، کبھی کہیں گے ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی۔ لیکن کوئی عذر سنا نہیں جائے گا۔ اجازت نہیں دی جائے گی کوئی ایسا عذر پیش کرنے کی جو قبول ہو سکے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اُس دن ان لوگوں کے لیے جو جھٹلانے والے ہیں حق کو هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہ فیصلے کا دن ہے جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ہم نے جمع کیا ہے تم کو اور پہلوں کو۔ پہلے پچھلے سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جمع ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ پس اگر ہے تمھارے پاس کوئی تدبیر میرے عذاب سے بچنے کی تو فَكِيْدُوْنِ تو مجھ پر تدبیر چلا لو۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے خلاف مقدمات بنتے ہیں وہ عدالت میں پیش ہوتا ہے اور اپنی صفائی پیش کرتا ہے کہ میرے اُوپر ظلم ہو رہا ہے۔ پھر اس سے اُوپر والی عدالت میں جاتا ہے پھر اس سے اُوپر والی عدالت میں جاتا ہے۔ دنیا کی عدالت میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کر دکھاتے ہیں۔ مشاہدے کی بات ہے۔

علاماتِ قیامت :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ضُعْفُ الْحُكْمِ "عدالتوں کے فیصلے کمزور ہوں گے" وَبَيْعُ الْحُكْمِ "اور فیصلے پیسوں کے ساتھ ہوں گے۔" دونوں باتیں پائی جا رہی ہیں۔ ہائی کورٹ تو الگ رہا سپریم کورٹ کے فیصلے خود حکومت نہیں مانتی۔ اس سے زیادہ کمزوری کیا ہوگی۔ وَبَيْعُ الْحُكْمِ "اور فیصلے بکیں گے۔" جو زیادہ بولی دے گا اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں کوئی داؤ نہیں چلے گا۔

تو فرمایا تمھارے پاس کوئی تدبیر ہے تو مجھ پر چلالو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ اب مجرمین اور مکذبین کے مقابلے میں مصدقین اور مکرَمین کا حال بھی سنو!

مصدقین مکرَمین کا ذکر :

فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار۔ مُتَّقِيْ کا مجرد ہے تَقْوٰی۔ تَقْوٰی کا معنٰی ہے بچنا۔ سب سے پہلے شرک اور کفر سے بچنا ہے، پھر حرام سے بچنا ہے، گناہوں اور نافرمانیوں سے بچنا ہے، پھر خلافِ اولیٰ چیز سے بچنا ہے۔ تو یہ متقی کہاں ہوں گے فِيْ ظِلٰلٍ جنت کے درختوں کے سائے میں ہوں گے۔ ایک ایک درخت کا سایہ اتنا وسیع ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا سو سال تک اس کو طے نہیں کر سکے گا وَّعُيُوْنٍ اور چشموں میں ہوں گے۔ سلسبیل کا چشمہ، کافور کا چشمہ، کوثر کا چشمہ، زنجبیل کا چشمہ۔ ان کے پانی کا آج ہم دنیا میں تصور نہیں کر سکتے۔

وَّفَوَاكِهَ - فَوَاكِهَ فَاكِهَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے پھل۔ اور پھلوں میں ہوں گے مِمَّا يَشْتَهُوْنَ جو وہ چاہیں گے۔ جس قسم کا پھل چاہیں گے اور جب چاہیں گے اور جس جگہ چاہیں گے ملے گا۔ اور یہ بات کئی دفعہ سن چکے ہو کہ جنت کے پھلوں کی خصوصیت یہ ہے کہ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ [سورۃ الواقعہ، پارہ ۲۷] "نہ ختم ہوں گے اور نہ روکے جائیں گے۔" دانہ توڑیں گے دیکھتے ہی دیکھتے دوسرا لگ جائے گا۔ اور نہ رکاوٹ ہوگی کہ یہ پھل ابھی نہیں توڑنا یا یہاں سے نہیں توڑنا۔ بیٹھے بیٹھے نیت کرے گا کہ میں نے یہ پھل کھانا ہے۔ ٹہنی خود بخود جھک کر سامنے آجائے گی۔

تو فرمایا متقی سایوں میں ہوں گے، چشموں میں ہوں گے، میووں میں ہوں

گے جس قسم کے وہ چاہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا کھاؤ اور پیو ھَنِیۡٓــًٔا خوش گوار، مزے دار بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اس وجہ سے کہ تم اچھے کام کرتے تھے۔ ان نیک کاموں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں دی ہیں اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ یہ انعامات متقیوں کے لیے ہیں۔ مکذبین کا بُرا حال ہوگا۔

فرمایا وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے کُلُوۡا وَتَمَتَّعُوۡا کھالو اور فائدہ اُٹھاؤ قَلِیۡلًا تھوڑا سا۔ دنیا میں کتنا عرصہ کھالو گے؟ دس سال، بیس سال، پچاس سال، سو سال، ہزار سال کھالو گے۔ آخر یہ زندگی ختم ہونے والی ہے۔ دیکھو! ابلیس لعین ہزاروں سال سے زندہ ہے لیکن مرنا اس نے بھی ہے۔ دنیا کی زندگی محدود ہے۔ اگلے جہان کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ سب بوڑھے وہاں جوان ہوں گے۔ سب کی عمر تیس سال کے قریب ہوگی۔ کسی قسم کی وہاں بیماری نہیں ہوگی۔ وہ بچے کہ ماں کے پیٹ میں ان میں جان ڈالی گئی مگر مردہ پیدا ہوئے۔ ان کو بھی وہاں زندگی ملے گی۔ وہ خود چلیں پھریں گے، بھاگیں گے۔ کوئی کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ مجرم محروم نہیں کیا جائے گا۔ مجرمو! کھالو اور تھوڑا سا فائدہ اُٹھالو اِنَّکُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ بے شک تم مجرم ہو وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ نہ توحید کو مانا، نہ رسالت کو تسلیم کیا اور نہ آخرت کو مانا، نہ قرآن کو مانا وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمُ ارۡکَعُوۡا اور جب ان سے کہا جاتا ہے رکوع کرو یعنی نماز پڑھو تو لَا یَرۡکَعُوۡنَ رکوع نہیں کرتے یعنی نماز نہیں پڑھتے۔ عقیدے کے درست ہونے کے بعد تمام اعمال میں سب سے اہم نماز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کسی عمل کے

چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے۔ جو نماز پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے یہ مسلمان ہے۔ اور نہیں پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔

بے نمازی کی سزا :

جو آدمی نماز نہ پڑھے اس کی کیا سزا ہے؟ فقہائے کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت ایک نماز چھوڑ دے تو اس کی کیا سزا ہے؟ چار مشہور امام ہیں جن کی فقہ کو لوگوں نے قبول کیا ہے۔ ان میں سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سزا قتل ہے۔ کیوں کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔ ایک دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازیں نہیں، صرف ایک نماز جس نے جان بوجھ کر چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں اگر وہ نماز کا انکار نہیں کرتا تو کافر تو نہیں ہوا مگر وہ مجرم ہے تعزیراً اس کی سزا قتل ہے کہ اس نے نماز کیوں چھوڑی ہے۔ چار اماموں میں سے تین امام یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جس نے ایک نماز بغیر عذر کے چھوڑ دی اس کی سزا قتل ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو قید کر دو۔ جب تک سچے دل سے توبہ نہ کرے اور آئندہ کے لیے تسلی نہ دے ضمانت نہ دے اس وقت تک قید رکھو۔ جب تسلی دے، ضمانت دے کہ میں آئندہ کوئی نماز نہیں چھوڑوں گا تو پھر اس کو رہا کر دو۔ ورنہ جیل خانے ہی میں مرے۔

یہ حکمران طبقہ اسلام کیوں نہیں نافذ ہونے دیتا۔ اس لیے کہ سب بے نمازوں کا ٹولا ہے۔ ایک ایک دن میں دس دس دفعہ سر اتاریں جائیں گے۔ یہ اسلام کس طرح نافذ کر سکتے ہیں۔ اور عام آدمیوں کا حشر یہ ہے کہ دیکھو! سورج طلوع ہونے والا ہے لیکن ابھی تک دنیا سوئی ہوئی ہے اور کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔ خاک مسلمان ہیں۔ ایک نماز

کے چھوڑنے والے کے بارے میں تین امام کہتے ہیں اس کی سزا قتل ہے۔ اور چوتھا کہتا ہے عمر قید ہے۔ اس کو زمین پر چلنے پھرنے نہ دو تاکہ اس کی نحوست راستوں پر نہ پڑے، لوگوں پر نہ پڑے۔

تو فرمایا جب ان سے کہا جاتا ہے نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَبِاَیِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ پس کس بات پر اس قرآن کے بعد وہ ایمان لائیں گے۔ قرآن پاک سے زیادہ صحیح اور قطعی اور محکم چیز اور کوئی ہے کہ جس پر یہ ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب، سچی کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اور دعوت دیتی ہے ایمان کی، رسالت کی، نیکی کی، نماز پڑھنے کی۔ اب اگر یہ اس پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ یہاں جو کچھ پڑھتے ہو اپنے گھر بھی جا کر سنا دیا کرو۔ تمھارا بھی فریضہ ادا ہو جائے گا۔

آج ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ بروز سوموار بہ مطابق ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء انتیسواں پارہ مکمل ہوا۔

والحمد للہ علی ذلک ثم الحمد للہ نشکر اللہ تعالیٰ علی نعمائہ الکاملۃ والآلئہ الشاملہ

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھ جیسے نکمے بندے کو اپنی کتاب کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اپنے شیخ مکرم امام اہل سنت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے درجات کی بلندی کی دعا کرتا ہوں جنھوں نے اس بندۂ ناچیز پر اعتماد کیا۔ اور اس سلسلے میں جو فروگزاشت ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے اور میرے حق میں اور ناشرین و (کمپوزر) کے حق میں صدقہ جاریہ فرمائے اور اپنے قرب کا ذریعہ

بنائے ۔اور ارضی ،سماوی ،دنیاوی اور اُخروی تمام آفات و بلیات سے محفوظ فرمائے اور مزید خدماتِ دینیہ کی توفیق عطا فرمائے ۔اٰمین یارب العالمین!

محمد نواز بلوچ

مہتمم مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ،گوجرانوالا۔

عظیم خوشخبری

خطباء، علماء، واعظین اور مبلغین کے لیے

تفسیر ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن 21 جلدوں میں مکمل کرنے
کے بعد مرتب موصوف مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ کی ایک اور علمی کاوش

خطباتِ امام اہلِ سنت
کی چودہ خطبات پر مشتمل پہلی جلد مکمل تیار ہو چکی ہے۔ جلد آ رہی ہے۔
عوام و خواص کے لیے یکساں مفید

ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

* ناشر *

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الیٰ جمیع اولادی و احبابی و تلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرقریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
کا انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بچے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدیئے ہیں واللہ الموفق

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ

۴ / صفر ۱۴۲۳ھ

۲۸ / اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ النبأ

تا

سورۃ الناس

(مکمل)

جلد ۲۱

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ النبا تا سورۃ الناس، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت----

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292 - 03218741292

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہوکر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
01	سورۃ النبا	17
02	وجہ تسمیہ اور کوائف	21
03	تصور قیامت	22
04	دلائل قدرت	24
05	سورۃ النازعات	41
06	نام، کوائف اور موضوع	45
07	واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام	50
08	اثبات قیامت	·54
09	سورۃ عبس	61
10	نام اور کوائف	64
11	شانِ نزول	65
12	ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے	67
13	حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی ذہانت بھری چال	69
14	ربط آیات	74
15	زیتون کی خوبیاں	76
16	عرب چاول اور اخروٹ سے آشنا نہ تھے	77
17	میدان محشر میں لوگوں کا حشر	79

18	سورۃ التکویر	83
19	نام وکوائف	86
20	موضوعِ سورت	86
21	نفخہ اولی کی نشانیاں	87
22	نفخہ ثانیہ کی سات نشانیاں	89
23	ستاروں کی تفصیل	95
24	حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات	96
25	حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ	97
26	سورۃ الانفطار	103
27	نام اور کوائف	107
28	دائیں اور بائیں کندھوں پر بیٹھنے والے فرشتے	110
29	سورۃ المطففین	115
30	نام اور کوائف	119
31	حقوق العباد اور غنیۃ الطالبین کے دو واقعات	120
32	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کاروباری معاملات میں احتیاط کا ایک واقعہ	121
33	ارواح کا اجسام کے تعلق	130
34	جنت کی شراب	132
35	سورۃ الانشقاق	137
36	نام وکوائف	141
37	اختلاف شفق	146
38	سورۃ البروج	151
39	نام اور کوائف	155

40	اصحاب الاخدود کا واقعہ	157
41	سورۃ الطارق	163
42	نام اور کوائف	166
43	طارق کیا ہے اور النجم الثاقب کی مختلف تفسیریں	166
44	حافظ کی مراد	167
45	مقرب بندوں کے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے جائیں گے	170
46	حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ	171
47	سورۃ الاعلیٰ	175
48	نام اور کوائف	179
49	ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے شعور و ادراک رکھا ہے، ایک واقعہ	180
50	معجزہ شق القمر	183
51	فلاح پانے والوں کا تذکرہ	185
52	سورۃ الغاشیہ	187
53	نام اور کوائف	191
54	دیانند سرسوتی کا اعتراض اور دیوبندی عالم کا بصیرت افروز جواب	196
55	سورۃ الفجر	199
56	نام اور کوائف	202
57	والفجر کی تفسیریں	203
58	قوم عاد	205
59	سورۃ البلد	221
60	نام اور کوائف	225
61	شانِ نزول	227

62	سورۃ الشمس	233
63	نام اور کوائف	236
64	شرعی دائرے میں رہ کر ریاضتیں کرنا جائز ہے	241
65	قوم ثمود کا واقعہ	241
66	سورۃ الیل	245
67	نام اور کوائف	249
68	الاتقیٰ کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں	254
69	سورۃ الضحیٰ	257
70	نام اور کوائف	260
71	شان نزول	260
72	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت	263
73	سورۃ الانشراح	269
74	نام اور کوائف	271
75	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت اہل عرب کی حالت	272
76	حسی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چار مرتبہ شق صدر ہوا	275
77	فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا ثبوت	279
78	سورۃ التین	281
79	نام اور کوائف	284
80	انجیر کے فوائد	284
81	زیتون کے فوائد	285
82	چار مقامات پر دجال نہیں جا سکے گا	286
83	سورۃ العلق	293

84	نام اور کوائف	297
85	شانِ نزول	297
86	سورۃ القدر	307
87	شانِ نزول	310
88	لیلۃ القدر کی تلاش	312
89	منکرین حدیث کا رد	314
90	سورۃ البینہ	319
91	نام اور کوائف	323
92	رب نے پیچیدہ بیماریوں کے لیے ماہر حکیم اعلیٰ دوا کے ساتھ بھیجا	323
93	دم تعویذ پر اُجرت لینا جائز ہے، ایک واقعہ	325
94	سورۃ الزلزال	331
95	نام اور کوائف	334
96	سورۃ الزلزال کی فضیلت	335
97	قربِ قیامت زمین اپنے دفینے اُگل دے گی	336
98	دورۂ افریقہ اور یہود کے کارخانے	337
99	سورۃ العادیات	341
100	نام اور کوائف	344
101	قرآن پاک کی قسم اُٹھانا کیسا ہے؟	345
102	حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لکنود کا معنیٰ	348
103	نمازِ ادائے شکر کا سب سے عمدہ طریقہ	349
104	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مراسلہ	349

105	سورۃ القاریۃ	353
106	نام اور کوائف	356
107	بقول ابن العربی آخری انسان کی پیدائش چین میں	357
108	اعمال کا تلناحق ہے اور معتزلہ کا رد	358
109	بغیر حساب و کتاب جنت میں جانے والے خوش نصیب	360
110	ایک نیکی سب بدیوں پر بھاری	361
111	سورۃ التکاثر	365
112	نام اور کوائف	368
113	شانِ نزول	370
114	علم کے تین درجات	373
115	سورۃ العصر	377
116	نام اور کوائف	379
117	عصر کی مختلف تفسیریں	380
118	کتاب الروح کا ایک عبرت [illegible]	381
119	باطل فرقے	383
120	عمرو بن العاص اور مسیلمہ کذاب کا مکالمہ	385
121	سورۃ الھمزۃ	387
122	نام اور کوائف	390
123	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر طائف	390
124	ھمزہ اور لمزہ کی تفسیر	392
125	سورۃ الفیل	399
126	نام اور کوائف	401

127	اصحاب فیل کا واقعہ	404
128	اصحاب فیل اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں	405
129	اصحاب فیل کی ناکامی	407
130	سورۃ قریش	411
131	نام اور کوائف	413
132	اچھے اور برے مال کا فرق	415
133	لفظ قریش کی وجہ تسمیہ	416
134	پنڈت کا اعتراض اور اس کا جواب	419
135	مسئلہ	419
136	سورۃ الماعون	423
137	نام اور کوائف	425
138	عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت کی برکات	428
139	یتیم کا مال اور تیجے، ساتویں کی بدعت	428
140	منافق کی نماز	431
141	سورۃ الکوثر	435
142	نام اور کوائف	437
143	شانِ نزول	438
144	اہل بدعت حوض کوثر سے محروم رہیں گے	442
145	منکرین قربانی کے اعتراضات اور جواب	444
146	سورۃ الکافرون	447
147	نام اور کوائف	449
148	شانِ نزول	450

نمبر	عنوان	صفحہ
149	سورۃ النصر	459
150	نام اور کوائف	461
151	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ	462
152	فتح مکہ	464
153	سورۃ اللہب	471
154	نام اور کوائف	473
155	شانِ نزول	474
156	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں	474
157	صفا پہاڑی کا وعظ	475
158	ابولہب کی بیوی ام جمیل	477
159	دوموذی انسان	478
160	ابولہب کی عبرت ناک ہلاکت	479
161	ام جمیلہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت	480
162	سورۃ الاخلاص	483
163	نام اور کوائف	485
164	شانِ نزول	485
165	سورۃ الاخلاص ثلث قرآن	486
166	بعض چیزوں کا بہ طور انعام بعض لوگوں کے ساتھ خاص ہونا	487
167	سورۃ کافرون کی فضیلت	490
168	امیری، غریبی رب کے راضی اور ناراض ہونے کی دلیل نہیں	492
169	سورۃ الفلق	495
170	نام اور کوائف	497

نمبر	عنوان	صفحہ
171	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے اور بعد میں مدینہ والوں کے حالات	498
172	نبی القبلتین	501
173	یہود کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور اور سورۃ کا شان نزول	504
174	ماقبل سے ربط	506
175	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر	507
176	حسد، غیظ اور وسوسہ	510
177	سورۃ الناس	513
178	دعائے ختم القرآن	517
179	قرآن بہ طور سلطانی گواہ	518
180		
181		
182		
183		
184		
185		
186		

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ النَّبَأ

(مکمل)

جلد ۲۱

اٰیاتها ۴۰ ۷۸ سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ ۸۰ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝۱۸ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝۱۹ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝۲۰ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝۲۱ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝۲۲ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝۲۳ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝۲۴

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ کس چیز کے بارے میں یہ لوگ سوال کرتے ہیں

عَنِ النَّبَاِ بڑی خبر کے بارے میں۔ الَّذِيْ وہ خبر هُمْ فِيْهِ

مُخْتَلِفُوْنَ کہ یہ اس میں اختلاف کرنے والے ہیں كَلَّا خبردار

سَيَعْلَمُوْنَ عن قریب یہ جان لیں گے ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَيَعْلَمُوْنَ

عن قریب یہ جان لیں گے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو مِهٰدًا بچھونا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور پہاڑوں کو میخیں وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور پیدا کیا ہم نے تم کو جوڑے وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ اور ہم نے بنایا تمہاری نیند کو سُبَاتًا آرام کا ذریعہ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ اور بنایا ہم نے رات کو لِبَاسًا لباس وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ اور بنایا ہم نے دن کو مَعَاشًا ذریعہ معاش وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ اور بنائے ہم نے تمھارے اوپر سَبْعًا شِدَادًا سات آسمان سخت (مضبوط) وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا اور بنایا ہم نے چراغ وَّهَّاجًا روشن وَّاَنْزَلْنَا اور نازل کیا ہم نے مِنَ الْمُعْصِرٰتِ نچوڑنے والے بادلوں سے مَآءً ثَجَّاجًا پانی زور سے بہنے والا لِّنُخْرِجَ بِهٖ تاکہ ہم نکالیں اس کے ذریعے حَبًّا دانے وَّنَبَاتًا اور سبزہ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا اور گھنے باغ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ بے شک فیصلے کا دن كَانَ مِيْقَاتًا ایک وقت مقرر ہے يَّوْمَ يُنْفَخُ جس دن پھونکا جائے گا فِي الصُّوْرِ بگل فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا پس آؤ گے تم فوج درفوج وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ اور کھول دیے جائیں گے آسمان فَكَانَتْ اَبْوَابًا پس ہو جائیں گے دروازے ہی دروازے وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلا دیے جائیں گے پہاڑ فَكَانَتْ سَرَابًا پس ہو جائیں گے چمکتی ہوئی ریت اِنَّ جَهَنَّمَ بے شک جہنم كَانَتْ مِرْصَادًا گھات میں لگی ہوئی ہے لِّلطّٰغِيْنَ

سرکشوں کے لیے مَاٰبًا ٹھکانا ہے لّٰبِثِيۡنَ فِيۡهَآ ٹھہریں گے اس دوزخ میں اَحۡقَابًا زمانہ ہائے زمانہ لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا نہیں چکھیں گے اس میں بَرۡدًا وَّلَا شَرَابًا کوئی ٹھنڈک اور نہ پانی۔

وجہ تسمیہ اور کوائف:

اس سورت کا نام نبا ہے اور نبا کا معنیٰ ہے خبر۔ اور لفظ نبی کا مادہ بھی نبا ہے۔ نبی کا لفظ اسی سے لیا گیا ہے۔ نبی کا معنیٰ ہے خبر دینے والا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خبر دیتا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس سے پہلے اُناسی «۷۹» سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا اسی «۸۰» نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور چالیس آیتیں ہیں۔

عَمَّ اصل میں عَمَّا تھا۔ یعنی آخر میں الف بھی تھا مگر اس کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا۔ عَمَّ کا معنیٰ ہے کس چیز کے بارے میں يَتَسَآءَلُوۡنَ یہ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِيۡمِ بڑی خبر کے بارے میں۔ اس خبر کے بارے میں جو بڑی ہے الَّذِىۡ هُمۡ فِيۡهِ مُخۡتَلِفُوۡنَ وہ خبر جس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ نبا عظیم کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بہت کچھ کہا ہے دو چیزیں مشہور ہیں وہ میں بیان کر دیتا ہوں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ نبا عظیم سے مراد قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خبر دینے والی ہے۔ اس قرآن کریم کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے جادو ہے، کوئی کہتا ہے گھڑ کے لایا ہے، کوئی کہتا ہے اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ "پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔" کوئی کہتا ہے جادو ہے، کوئی کہتا ہے کہانت ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ جو ان کے دل

میں آتا ہے، دماغ میں آتا ہے، کہتے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ نَبَا سے مراد قیامت ہے۔ اور یہی تفسیر بہتر ہے کیونکہ آگے ذکر بھی قیامت کا ہے کہ کس چیز کے بارے میں یہ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ بڑی خبر کے بارے میں یعنی قیامت کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ وہ خبر جس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ مشرکین مکہ قیامت کا انکار کرتے تھے اور بڑے شدومد کے ساتھ انکار کرتے تھے۔

تصورِ قیامت :

یہودی اور عیسائی قیامت کے قائل ہیں مگر اس کی جو تفسیر کرتے ہیں اس سے انکار ہی لازم آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قیامت ایسے ہی ہے جیسے ہم خواب دیکھتے ہیں۔ جسم اور جسم کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ کچھ نہیں ہوگا بس جس طرح ہم خواب میں خوشی دیکھتے ہیں یا غمی دیکھتے ہیں بس یہی کچھ ہوگا اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو یہ قیامت کا انکار ہی ہے۔ اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی کہتا ہے میں نے ملک کے صدر کو دیکھا ہے اور اس کی تصویر اس طرح کھینچتا ہے کہ اس کی چار ٹانگیں تھیں، لمبے لمبے اس کے دانت تھے، پیٹھ اس کی چوڑی تھی (اوپر چار پائی بچھا سکتے ہیں۔) اور آگے ایک لمبی سونڈ تھی جو اس نے نیچے لٹکائی ہوئی تھی۔ اب ظاہر بات ہے کہ یہ صدر کی تصویر نہیں یہ تو ہاتھی کی تصویر ہے جو اس نے کھینچ کر بنائی ہے۔ صدر کو تو اس نے نہیں دیکھا یہ تو صدر کے دیکھنے کا انکار ہے۔ تو جس طرح قیامت کی حقیقت عیسائی بیان کرتے ہیں وہ قیامت کا انکار ہی ہے۔

اہل حق قیامت کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا اظہار فرماتے ہیں کہ قیامت اور سارا معاملہ اس

خاکی جسم اور روح کے ساتھ ہوگا۔ رب تعالیٰ انہی خاکی جسموں کو قیامت والے دن اٹھائیں گے اور خوشیاں، غمیاں انہی کے ساتھ ہوں گی۔

تو فرمایا یہ کس چیز کے بارے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں، بڑی خبر کے بارے میں، وہ خبر جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں کَلَّا خبردار سَيَعْلَمُوْنَ عن قریب یہ جان لیں گے ثُمَّ کَلَّا پھر خبردار سَيَعْلَمُوْنَ عن قریب یہ جان لیں گے۔ چونکہ وہ لوگ زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿صٰفّٰت:۱۶﴾ "کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟" اور کبھی کہتے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿ق:۳، پارہ:۲۶﴾ "کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" ان کا وہم تھا کہ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ انسان کس طرح بنے گا؟ کبھی کہتے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿یٰسین:۷۸﴾ "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟" بوسیدہ ہڈیوں میں کون جان ڈالے گا؟ کبھی کہتے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿السجدہ:۱۰﴾ "کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں، زمین میں خلط ملط ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے؟" مٹی سے علیحدہ کر کے ان وجودوں میں جان ڈالی جائے گی؟ گویا ان کے نزدیک یہ بڑا مشکل کام تھا (ان کے دماغوں پر سوء معرفت کا پردہ تھا، اللہ تعالیٰ کی پہچان نہیں تھی۔ مرتب)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر کے فرمایا اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا "بے شک فیصلے کا دن ایک وقت مقرر ہے۔"

دلائل قدرت :

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرماتے ہیں۔فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا۔جس زمین پر تمھاری بود و باش ہے جس پر تم رہتے ہو اس کو ہم نے نہیں بنایا؟ اس کا کون انکار کرسکتا ہے؟ کیوں کہ اس کو تو مشرکین مکہ بھی مانتے تھے۔جب ان سے پوچھا جاتا کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو کہتے اللہ تعالیٰ نے ۔ چنانچہ سورۂ زمر آیت نمبر ۳۸ میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ "اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو تو یقیناً کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔"

تو فرمایا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور پہاڑوں کو میخیں۔ اوتاد وَتَدٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے میخ۔اللہ تعالیٰ نے زمین کو جب پیدا فرمایا تو زمین میں اضطراب تھا حرکت تھی تو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے مضبوط پہاڑ بطور میخوں کے زمین میں گاڑ دیئے تاکہ زمین کا توازن درست ہو جائے۔ اور دور نہ جاؤ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور ہم نے پیدا کیا تمھیں جوڑا جوڑا۔مرد بھی پیدا کیے،عورتیں بھی پیدا کیں وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور بنایا ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا ذریعہ۔نیند بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے نیند نہ آئے تو صحت خراب ہو جاتی ہے۔ایسے بیمار لوگ بھی ہیں جو نیند کے لیے گولیاں کھاتے ہیں۔نیند سے بدن اعتدال پر آجاتا ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔تو یہ نیند کس نے بنائی ہے؟

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا اور بنایا ہم نے رات کو لباس۔جس طرح لباس سے ستر اور پردہ ہوتا ہے اسی طرح رات بھی پردہ ہے وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور بنایا ہم نے

دن کو ذریعہ معاش، روزی کمانے کا ذریعہ بنایا ہے۔زمین ہم نے بنائی، پہاڑ ہم نے بنائے، تمھیں ہم نے پیدا کیا، رات ہم نے بنائی، نیند ہم نے بنائی، دن ہم نے بنایا۔اور سنو! وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ شِدَاد شَدِيْدَةٌ کی جمع ہے اور بنائے ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان مضبوط۔جب سے آسمان بنائے گئے ہیں آج تک ان میں کسی قسم کی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔آج کل حکومتیں عمارتوں کی تعمیر کا ٹھیکہ دیتی ہیں اور ساتھ ساتھ مرمت کا بھی ٹھیکہ دیتی ہیں مگر آسمان کو دیکھو ہزار ہا سال گزر چکے ہیں دراڑ تک نہیں آئی۔پھر نہ نیچے کوئی دیوار ہے نہ ستون ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑے ہیں۔

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور بنایا ہم نے چراغ روشن۔سورج کی روشنی سے کون انکار کرسکتا ہے؟ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا اور نازل کیا ہم نے نچوڑنے والے بادلوں سے پانی زور سے بہنے والا۔بادل جو قطروں کو نچوڑتے ہیں ان سے زور کی بارش ہم نے برسائی ہے۔بادل کس نے بنائے، ان میں بارش کس نے پیدا کی، بادلوں کو پانی سے کس نے بھرا؟ اور بارش کیوں برسائی؟ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا تاکہ ہم نکالیں اس کے ذریعے دانے اور سبزہ۔وہ علاقے جن میں نہریں اور ٹیوب ویل ہیں بارش نہ ہو تو ان پر بھی زد پڑتی ہے اور جو بارانی علاقے ہیں کہ جہاں فصلیں صرف بارش سے ہوتی ہیں وہ بے چارے تو اجڑ (بنجر ہو) جاتے ہیں (اور ان کی زبان باہر نکل آتی ہے) تو بارش کے ذریعے دانے اور سبزیاں کون اُگاتا ہے، ان کا خالق کون ہے؟

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا اور گھنے باغ۔اَلْفَافًا لفیف کی جمع ہے اور لفیف کا معنی ہے گھنا۔ایسے باغ کہ ٹہنیوں پر ٹہنیاں جڑی ہوئی ہیں یہ باغ کس نے پیدا کیے ہیں؟

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائی ہیں کیا تم ان کا انکار کرسکتے

ہو؟ وہ قادر مطلق ہے جس نے یہ سب کام کیے جو تمہارے سامنے ہیں اور تم مانتے ہو اس کے لیے قیامت کا قائم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ پروردگار جو دانوں کو مٹی میں ملا کر اُگا دیتا ہے۔ کیسے خوب صورت پودے کھڑے کر دیتا ہے، وہی تمہیں ریزہ ریزہ کر کے مٹی میں ملانے کے بعد دوبارہ کھڑا کرے گا۔

فرمایا اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا بے شک فیصلے والے دن کا ایک وقت مقرر ہے۔ جس دن حق و باطل کا فیصلہ ہونا ہے اس کا وقت مقرر ہے وہ آ کر رہے گا۔ دنیا میں بھی مقدمے چلتے ہیں، فیصلے ہوتے ہیں مگر بسا اوقات سچا جھوٹا اور جھوٹا سچا ہو جاتا ہے، بے گناہ پھنس جاتے ہیں اور مجرم بری ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کوئی دھوکا، فراڈ اور داؤ نہیں چل سکے گا حق کا فیصلہ ہوگا۔ کب ہوگا؟ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ جس دن پھونکا جائے گا صور میں، بگل پھونکی جائے گی۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہے صور پھونکنے کی اور وہ رکوع کی حالت میں صور منہ پر رکھ کر انتظار میں کھڑا ہے کہ کب مجھے حکم ملے اور میں بگل بجا دوں۔ تو جس دن بگل پھونکی جائے گی فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا پس آؤ گے تم فوج در فوج۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک۔ ابلیس، جو ناری مخلوق میں پہلا ہے اس سے لے کر آخری جن تک، تمام حیوانات، چرند، پرند، حشرات الارض جمع ہوں گے۔ کیا نقشہ ہوگا شہروں کی اکٹھی آبادی کو سامنے رکھ کر اندازہ لگا لو۔ جماعت در جماعت آئیں گے۔

یہ آسمان جو تمہیں نظر آ رہا ہے وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا اور کھول دیئے جائیں گے آسمان پس ہو جائیں گے دروازے ہی دروازے۔ اس کو اس طرح

سمجھو کہ مکان سے دروازے نکال دیئے جائیں تو باقی خالی خانے اور سوراخ ہی سوراخ نظر آئیں گے پھٹنے سے پہلے یہ کیفیت ہوگی۔ پھر ساتوں آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح کتابوں پر بستہ لپیٹا جاتا ہے۔

سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ "جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو جیسا کہ لپیٹا جاتا ہے بستہ کتابوں پر۔" یا اس طرح سمجھو کہ سائبان کو ضرورت کے وقت سر پر لٹکا دیا جاتا ہے ضرورت پوری ہونے کے بعد اس کو لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے وَّسُیِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلا دیئے جائیں گے پہاڑ فَکَانَتْ سَرَابًا۔ اصل میں سراب کہتے ہیں ریتلے علاقوں میں دوپہر کے وقت جو گرمی نکلتی ہے یوں لگتا ہے ریت سے شعلے نکل رہے ہیں۔ تو معنٰی کرتے ہیں چمکتی ہوئی ریت اور باریک غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اور سورۃ القارعۃ پارہ ۳۰ میں ہے وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ "اور ہو جائیں گے پہاڑ رنگین دھنی ہوئی اون کی طرح۔" اور زمین کی سطح بالکل ہموار ہو جائے گی لَّا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿طٰہٰ: ۱۰۷، پارہ: ۱۶﴾ "نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا" فرض کرو کوئی آدمی مشرق سے چل کر مغرب میں پہنچنا چاہے تو درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ کوئی نابینا شمال سے جنوب میں پہنچنا چاہے تو راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

اور یاد رکھو! اِنَّ جَهَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا۔ مرصاد کا معنٰی ہے گھات۔ جہاں بیٹھ کر لوگ دشمن پر حملہ کرتے ہیں یا شیر، چیتے کے شکار کے لیے کسی محفوظ جگہ پر چھپ کر بیٹھنا۔ تو وہ جگہ جہاں وہ شکار کے لیے بیٹھتے ہیں اس کو گھات کہتے ہیں اور عربی میں

مِرصاد کہتے ہیں۔تو جس طرح وہ چھپ کر بیٹھے ہوتے ہیں شکار کرنے کے لیے یا دشمن پروار کرنے کے لیے اسی طرح جہنم تمھارے گھات میں ہے، انتظار میں ہے مگر سب کے لیے نہیں بلکہ لِّلطَّاغِیْنَ مَاٰبًا سرکشوں کے لئے ٹھکانا ہے لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا۔ اَحقاب حُقُبٌ کی جمع ہے۔حُقُب کا معنیٰ ہے دَهْرًا طَوِیْلًا لمبا زمانہ۔تو معنیٰ ہوگا ٹھہریں گے اس دوزخ میں زمانہ ہائے زمانہ۔ جنت دوزخ کی زندگی کتنی لمبی ہوگی؟ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔اور ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور دروغہ جہنم سے کہیں گے دعا کرو اپنے رب سے یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿المومن:۴۹﴾ "ہلکا کر دے وہ ہم سے ایک دن ہی عذاب۔" کچھ سکون ہو جائے گا۔جس طرح مزدور اور ملازم چھٹی والے دن خوش ہوتے ہیں کہ آج سوئیں گے، آرام کریں گے۔اسی طرح جہنمی کہیں گے کہ ایک دن عذاب میں تخفیف ہو جائے ہمیں سکون مل جائے مگر لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا نہیں چکھیں گے دوزخ میں ٹھنڈک اور نہ پانی۔ٹھنڈا پانی نہیں ملے گا گرم پانی ملے گا جس کے متعلق آگے بیان ہوگا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾
اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ
حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾
فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ ع اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾
لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ
خِطَابًا ﴿۳۷﴾ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا
مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ
شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا یَّوْمَ
یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا نہیں چکھیں گے دوزخ میں بَرْدًا کوئی ٹھنڈک وَّلَا شَرَابًا اور نہ پانی اِلَّا حَمِیْمًا مگر گرم پانی وَّغَسَّاقًا اور پیپ جَزَآءً وِّفَاقًا بدلہ ہوگا پورا پورا (ان کے اعمال کے موافق) اِنَّهُمْ كَانُوْا بے شک وہ تھے لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا نہیں امید رکھتے حساب کی وَّكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كِذَّابًا اور جھٹلایا انھوں نے ہماری آیتوں کو زور سے جھٹلانا وَكُلَّ شَیْءٍ اور ہر چیز کو اَحْصَیْنٰهُ شمار کر رکھا ہے ہم نے

كِتٰبًا کتاب میں فَذُوْقُوْا پس چکھوتم فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ پس ہم نہیں
زیادہ کریں گے تمھارے لیے اِلَّا عَذَابًا مگر عذاب اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ
بے شک پرہیز گاروں کے لیے مَفَازًا کامیابی ہے حَدَآئِقَ
باغات ہوں گے وَاَعْنَابًا اورانگور وَّكَوَاعِبَ اورنوجوان عورتیں
اَتْرَابًا ہم عمر وَّكَاْسًا اور پیالے ہوں گے دِهَاقًا بھرے ہوئے لَا
يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا نہیں سنیں گے اس میں لَغْوًا کوئی بے ہودہ بات وَّلَا
كِذّٰبًا اور نہ جھٹلانا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ بدلہ ہوگا آپ کے رب کی طرف سے
عَطَآءً دیا ہوا حِسَابًا حساب سے رَّبِّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے
آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں
کے درمیان میں ہے الرَّحْمٰنِ نہایت رحم کرنے والا ہے لَا يَمْلِكُوْنَ
نہیں مالک ہوں گے مِنْهُ اس کی طرف سے خِطَابًا بات کرنے کے
يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ جس دن کھڑا ہوگا روح الامین وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے
صَفًّا قطار در قطار لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ نہیں کلام کرسکیں گے اِلَّا مَنْ
مگر وہ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ جس کو اجازت دے گا رحمان وَقَالَ صَوَابًا
اور کہے گا بات ٹھیک ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ یہ دن برحق ہے فَمَنْ شَآءَ
پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ بنالے اپنے رب کی طرف مَاٰبًا ٹھکانا
اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ بے شک ہم نے تمھیں ڈرایا ہے عَذَابًا قَرِيْبًا قریبی

عذاب سے یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ جس دن دیکھے گا آدمی مَاقَدَّمَتْ یَدٰہُ جو آگے بھیجا ہے اس کے ہاتھوں نے وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ اور کہے گا کافر یٰلَیْتَنِیْ کاش کہ میں کُنْتُ تُرٰبًا ہوتا مٹی۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے قائم ہونے کے دلائل بیان فرمائے ہیں کہ جس ذات نے زمین پیدا کی، آسمان پیدا کیے، پہاڑ پیدا کیے، تمھارے جوڑے پیدا کیے، نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا، رات کو لباس بنایا، دن بنایا روزی کمانے کے لیے، بادلوں سے بارش برسائی، زمین سے دانے اُگائے، گھنے باغات پیدا کیے۔ جو رب یہ سارے کام کر سکتا ہے اس کے لیے قیامت قائم کرنا کیا مشکل ہے۔ وہ قیامت قائم کرے گا۔ پھر ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔ جہنم سرکشوں کی تاک میں ہے اور وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔ وہ قرن ہائے قرن دوزخ میں رہیں گے لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْھَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا نہیں چکھیں گے وہ دوزخ میں ٹھنڈک اور نہ پانی اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا مگر گرم پانی اور پیپ۔

دنیا میں گرمی کے موسم میں لوگ ٹھنڈی بوتلیں پی کر، شربت، جوس پی کر کلیجے کو ٹھنڈا کرتے ہیں لیکن دوزخیوں کو گرم پانی ملے گا ایسا کہ یَشْوِی الْوُجُوْہَ ﴿سورۃ الکہف﴾ "چہروں کو جلا دے گا۔" یَّتَجَرَّعُہٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُہٗ ﴿ابراہیم: ۱۷﴾ "گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا۔" اور قریب نہیں ہوگا کہ حلق سے اتار سکے۔ چند قطرے بھی اندر چلے گئے تو فَقَطَّعَ اَمْعَآءَھُمْ ﴿سورۃ محمد: ۱۵﴾ "پس کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو۔" آنتوں کو ریزہ ریزہ کر کے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ جس طرح جمال گوٹہ اندر سے سب کچھ نکال دیتا ہے۔

اورسورت حج آیت نمبر ۱۹-۲۰ میں ہے "اور بہایا جائے گا ان کے سروں پر گرم پانی یُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ جوان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی جلائی جائیں گی۔" سارا چمڑا اُدھڑ کر پاؤں سے اتر جائے گا۔کوئی ایک قسم کا عذاب نہیں ہے۔اور زخموں سے بہنے والی پیپ ہوگی۔اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ وہ پانی جس سے پیپ اور خون دھویا گیا ہو(پیپ اور خون آلود پانی) وہ پلایا جائے گا۔آج ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے کراہت ہوتی ہے۔یہ ان کو پینے کے لیے دیا جائے گا۔

جَزَآءً وِّفَاقًا بدلہ ہوگا پورا پورا ان کے اعمال کا جو انھوں نے کیے ہیں۔یہ بدلا ان کو کیوں ملے گا؟ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ حِسَابًا بے شک وہ امید نہیں رکھتے تھے حساب کی۔کہتے تھے کوئی قیامت نہیں کوئی حساب نہیں،کوئی میدان محشر نہیں،کوئی جنت دوزخ نہیں ہے وَّكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا اور جھٹلایا انھوں نے ہماری آیتوں کو زور سے جھٹلانا۔ کَذِبَ کا معنیٰ ہے جھوٹ اور کِذَّاب کا معنیٰ ہوتا ہے زوردار طریقے سے جھٹلانا۔مثلاً:کسی نے کہا یہ قرآن جادو ہے،کسی نے کہا خود گھڑ کے لایا ہے،کسی نے کہا اساطیر الاولین پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا نہیں ہے۔کہہ لو جو کچھ کہنا ہے اور کرلو جو کچھ کرنا ہے وَكُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ كِتٰبًا اور ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے ہم نے کتاب میں۔ہر چیز کا ہم نے احاطہ کیا ہوا ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔جب سے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر اس کے فنا ہونے تک کی ہر چیز لوح محفوظ میں درج ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کتاب سے مراد ہر آدمی کا اعمال نامہ ہے۔ اس نے جو کیا ہے وہ اس میں درج ہے۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ﴿بنی اسرائیل: ۱۴﴾ "پڑھ اپنا اعمال نامہ۔" ہر آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ چاہے پڑھا ہوا ہے یا اَن پڑھ ہے۔ اَن پڑھ کو اللہ تعالیٰ پڑھنے کی قوت عطا فرمائیں گے۔ خود پڑھے گا اور تعجب کرے گا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ﴿الکہف: ۴۹﴾ "کیا ہے اس کتاب کو، میرے اعمال نامے کو نہیں چھوڑتا کوئی چھوٹی بات اور نہ کوئی بڑی بات مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔"

سب کچھ اس میں درج ہے۔ آج دنیا میں انسان کئی نیکی، بدی کے کام کر کے بھول جاتا ہے۔ وہاں دماغ اتنا مضبوط اور قوی کر دیا جائے گا کہ ہر چیز اس کے ذہن میں آجائے گی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ہم کہیں گے فَذُوْقُوْا پس چکھو تم اے مجرمو! فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمھارے لیے مگر عذاب۔ روز بہ روز عذاب کا اضافہ ہوگا۔ مثلاً: آج اگر چار درجے کا ہے تو کل پانچ درجے کا ہوگا اور پرسوں چھ درجے کا ہوگا۔ جس طرح مومنوں کی خوشیوں میں اضافہ ہوگا کہ آج کے پھل کی اور لذت، کل کے پھل کی اور لذت اور پچھلے دن والے کی زیادہ لذت ہوگی۔ مقدار اور تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔ کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوگا۔ قیامت قائم ہونے کے بعد نافرمانوں اور سرکشوں کا یہ نتیجہ ہوگا۔ اب ان کے مدمقابل پرہیز گاروں کا حال سنو!

فرمایا اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا بے شک پرہیز گاروں کے لیے کامیابی ہے۔ متقین کا مادہ تقویٰ ہے اور تقویٰ کا معنی ہے بچنا۔ بہترین تقویٰ کفر و شرک سے بچنا ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ہے۔ پھر اس چیز سے بچنا ہے جس سے شریعت نے

بچنے کا حکم دیا ہے۔ تو ایسے لوگ جو کفر، شرک سے لے کر کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں ان کے لیے کامیابی ہے۔ پھر مَفَازًا مصدر میمی بھی بن سکتا ہے جس کا معنٰی ہے کامیابی اور اسم ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے جس کا معنٰی ہے کامیابی کی جگہ۔ دونوں معنٰی صحیح ہیں۔

فرمایا حَدَآئِقَ - یہ حدیقۃٌ کی جمع ہے۔ حدیقہ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کے اردگرد دیوار ہو۔ چاہے اینٹوں کی ہو، پتھروں کی ہو، مٹی کی ہو یا درختوں کی ہو۔ اور ایسا باغ جس کے اردگرد دیوار نہ ہو اسے عربی میں روضہ کہتے ہیں۔ تو پرہیز گاروں کے لیے باغ ہوں گے جن کی حد بندی ہوگی وَاَعْنَابًا اور انگور ہوں گے۔ اَعْنَاب عِنَبٌ کی جمع ہے اور عِنَبٌ کا معنٰی ہے انگور۔ دنیا کے انگور جنت کے انگوروں کے مقابلے کچھ حیثیت نہیں رکھتے وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا اور نوجوان عورتیں ہم عمر۔ وَّكَوَاعِبَ یہ كَاعِبٌ کی جمع ہے اور كَاعِب اس عورت کو کہتے ہیں جو اب جوان ہوئی ہے یعنی اس کے پستان ابھر آئے ہوں، اُٹھتی جوانی۔ اور اَتْرَاب تِرْبٌ کی جمع ہے۔ تِرْبٌ کا معنٰی ہے ہم عمر۔ یعنی وہ حوریں نوخیز اور ہم عمر ہوں گی۔ یعنی جنتی مردوں اور حوروں کی عمریں برابر ہوں گی۔

اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ وہ عورتیں آپس میں ہم عمر ہوں گی اور جنتیوں پر بڑھاپا نہیں آئے گا، شباب رہے گا۔ تیس سال کے لگ بھگ عمریں رہیں گی۔ کہتے ہیں کہ طبی اعتبار سے تیس سال کی عمر میں قوت بدنی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ اور آدمی جب چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو قوت، عقل اور دماغ مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد قوت بدنی آہستہ آہستہ گھٹنی شروع ہو جاتی ہے (جتنی چاہے طاقت کی چیزیں

استعمال کرے اور سونے ہیرے کے کشتے کھائے۔ مرتب)

توفرمایا نوجوان ہم عمر عورتیں ہوں گی وَّكَاْسًا دِهَاقًا اور پیالے ہوں گے بھرے ہوئے، دودھ کے، شراب کے، شہد کے، خالص پانی کے اور جنت کے چشموں کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ کافور، زنجبیل، سلسبیل اور کوثر کے چشمے۔ ان ذائقوں سے آدمی کو لطف و سرور آئے گا اور پینے کے بعد طبیعت میں اتنی خوشی ہو گی کہ دنیا میں کسی شے کے کھانے سے طبیعت اتنی خوش نہیں ہوتی۔ فرمایا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا نہیں سنیں گے جنت میں لَغْوًا کوئی بے ہودہ بات۔ جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، دل آزاری کی کوئی بات نہیں ہو گی وَّلَا كِذّٰبًا اور نہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی بات ہو گی۔

دنیا میں لوگ ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں جیسے سیاسی لوگ ایک دوسرے کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔ ایک کہتا ہے وہ جھوٹا ہے، وہ (دوسرا) کہتا ہے یہ جھوٹا ہے۔ ہم کہتے ہیں سب سچ کہتے ہیں۔ کیونکہ ہیں تو سارے ہی جھوٹے۔ لیکن جنت میں کوئی کسی کو نہیں جھٹلائے گا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ بدلہ ہو گا آپ کے رب کی طرف سے عَطَآءً حِسَابًا دیا ہوا حساب سے۔ یہاں حساب کا معنیٰ کافی ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے جنتیوں کو جو بدلہ ملے گا وہ کافی ہو گا رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے۔ فضا اور خلا ہے اور اس میں جو کچھ ہے اس کا بھی رب ہے۔

رب کا معنیٰ ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا الرَّحْمٰنِ اور رحمان ہے بہت رحم کرنے والا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رحمان اسے کہتے ہیں جو بن مانگے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں

جو مانگنے پر دے۔ دیکھو! کتنی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے عطا فرمائی ہیں۔ وجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے دیئے، زبان، آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں، اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے عطا فرمائے۔ کیوں کہ اس وقت انسان کو کوئی شد بدھ نہیں تھی۔ تو یہ ساری چیزیں بن مانگے عطا فرمائیں۔ پھر جب شد بدھ حاصل ہوئی تو انسان نے اپنی ضروریات مانگنی شروع کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ انسان کے حق میں جو چیز بہتر سمجھتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

تو فرمایا وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ رحمان ہے۔ اور یاد رکھو! لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا نہیں مالک ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات کرنے کے، گفتگو کرنے کے۔ محشر میں اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہو گی، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہوں گے جو اس کے لائق ہو گی۔ مخلوق بالکل خاموش ہو گی کوئی بات نہیں کر سکے گا يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں کیوں کہ روح القدس جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے اور روح الامین بھی ان کا لقب ہے اور تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ یہ جبرئیل علیہ السلام بھی کھڑے ہوں گے وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا اور باقی فرشتے بھی صف بہ صف کھڑے ہوں گے۔

انسان الگ کھڑے ہوں گے، جنات الگ کھڑے ہوں گے، حیوان الگ کھڑے ہوں گے، عجیب منظر ہو گا ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کی پڑی ہو گی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے تیری نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں ایک نیکی تلاش کر کے لا تاکہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ تو وہ بڑی چاہ کے ساتھ اپنے لنگوٹیے یار کے

پاس جائے گا کہ بھائی مجھے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے، دے دے۔ وہ کہے گا اِلیكَ عَنّی "میرے سے پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گا۔" پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا، پھر باپ کے پاس جائے گا، سب جواب دے دیں گے۔ آخر میں اپنی ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا اَتَعْرِفُنِیْ "کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟" کہے گی ہاں تو میرا وہی بیٹا ہے جس کو میں نے پیٹ میں اٹھایا اور جنا اور پرورش کی۔ کہے گا امی! پھر بات یہ ہے کہ مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے ایک نیکی مجھے دے دے تا کہ میرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ وہ کہے گی اِلیكَ عَنّی "پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی؟"

سورۃ عبس پارہ ۳۰ میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔" ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی۔

تو فرمایا جس دن کھڑے ہوں گے روح یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے قطار در قطار لَا یَتَكَلَّمُوْنَ نہیں کلام کر سکیں گے اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر وہ جس کو اجازت دے گا رحمان۔ جس کو رحمان بولنے کی اجازت دے گا وہ بول سکے گا وَقَالَ صَوَابًا اور کہے گا بات درست۔ آج دنیا میں ایسے ہوشیار قسم کے لوگ بھی ہیں جو دوسرے کو جھوٹ بول کر مطمئن کر دیتے ہیں مگر وہاں یہ داؤ نہیں چلے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہو گی وہ علیم بذات الصدور ہے، دلوں کے راز جانتا ہے۔ فرمایا ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ یہ دن برحق ہے، سچا ہے، انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تو

جب یہ حق ہے تو فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا پس جو شخص چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف ٹھکانا۔ آج موقع ہے جو کر سکتے ہو کر لو آنکھیں بند ہونے کے بعد کچھ نہیں کر سکو گے۔ اگر کچھ نہ کیا، کفر شرک سے باز نہ آئے تو پھر کیا ہوگا؟ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ "اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿فرقان: ۲۷﴾ کاش میں بنا لیتا اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ راستہ۔" مگر اس وقت چیخنا چلانا کس کام کا۔

تو فرمایا پس جو شخص چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف ٹھکانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا بے شک ہم نے تمھیں ڈرایا ہے قریبی عذاب سے یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ جس دن دیکھے گا آدمی مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ جو آگے بھیجا ہے اس کے ہاتھوں نے۔ نیکی اور بدی جو بھی کی ہے سب سامنے ہوگی وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ اور کہے گا کافر یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا کاش کہ میں ہوتا مٹی۔ بات توجہ سے سنیں! قیامت والے دن حساب تو جانوروں کا بھی ہونا ہے لیکن حساب کتاب کے بعد جانوروں کو اللہ تعالیٰ خاک بنا دیں گے سوائے تیرہ جانوروں کے کہ وہ جنت میں جائیں گے۔

ایک ان میں سے اصحاب الکہف کا کتا ہے، اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا ھدھد ہے، باقیوں کے نام بھی تفسیروں میں لکھے ہیں۔ باقی سب جانور خاک کر دیئے جائیں گے۔ تو جس وقت جانوروں کو خاک کر دیا جائے گا تو کافر کہے گا کہ کاش میں بھی مٹی ہو جاتا کیوں کہ سامنے نظر آ رہی ہوگی وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿الشعراء: ۹۱﴾ ایک تفسیر یہ ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ کافر سے کافر اعظم مراد ہے، اور کافر اعظم ابلیس لعین

ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا اور اس نے انکار کر دیا تھا۔
رب تعالیٰ نے فرمایا مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ "کس چیز نے روکا تجھے کہ تو
نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اس موقع پر ابلیس نے کہا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ
میں اس سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿الاعراف: ۱۲﴾ آپ
نے مجھے پیدا کیا آگ سے اور اس کو پیدا کیا مٹی سے۔" میں خاکی کو سجدہ کیوں کروں؟
لیکن اس دن ابلیس یہ کہے گا کہ میں بھی مٹی ہوتا کہ آج خاکیوں کو کیسے عہدے مل رہے
ہیں کاش! کہ میں بھی مٹی ہوتا اور درجے پاتا۔ تو کافر سے مراد کافر اعظم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ النّٰازِعَات

(مکمل)

جلد ۲۱

أياتها ۴٦ ۷۹ سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ ۸۱ ركوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝۷ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝۸ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝۱۰ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۱۵ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۶ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۱۷ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ۝۱۸ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝۱۹ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝۲۰ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝۲۲ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝۲۴ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝۲۵ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۲۶ ع

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان کھینچ لاتے ہیں بدن میں ڈوب کر وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو گرہ کھول دیتے ہیں کھول دینا وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے ہیں تیرنا

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو سبقت لے جاتے ہیں سبقت لے جانا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ جس دن کانپے گی کانپنے والی تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ اس کے پیچھے لگے گی پیچھے لگنے والی قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ کچھ دل اس دن کانپ رہے ہوں گے اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ کیا بے شک ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں بوسیدہ قَالُوْا یہ کہتے ہیں تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہ لوٹ آنا تو نقصان دہ ہوگا فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پس پختہ بات ہے وہ جھڑک ہوگی ایک ہی فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پس اچانک وہ میدان میں ہوں گے هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی کیا پہنچی ہے آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی بات اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ جب پکارا اس کو اس کے رب نے بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى پاکیزہ میدان میں جس کا نام طویٰ ہے اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ جاؤ فرعون کی طرف اِنَّهٗ طَغٰی بے شک اس نے سرکشی کی ہے فَقُلْ پس آپ کہیں هَلْ لَّكَ کیا تجھے رغبت ہے اِلٰۤی اَنْ تَزَكّٰی اس بات کی طرف کہ تو پاک ہو جائے وَاَهْدِیَكَ اور میں تیری راہ نمائی کروں اِلٰی رَبِّكَ تیرے رب کی طرف فَتَخْشٰی پس تیرے اندر

خوف پیدا ہو جائے فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى پس دکھائی موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بڑی نشانی فَكَذَّبَ وَعَصٰى پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری يَسْعٰى دوڑا فَحَشَرَ پس اس نے اکٹھا کیا لوگوں کو فَنَادٰى پس اس نے پکارا فَقَالَ پس کہنے لگا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمھارا اعلیٰ رب ہوں فَاَخَذَهُ اللّٰهُ پس پکڑا اس کو اللہ تعالیٰ نے نَكَالَ الْاٰخِرَةِ آخرت کی سزا میں وَالْاُوْلٰى اور دنیا کی سزا میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً بے شک اس میں البتہ عبرت ہے لِّمَنْ يَّخْشٰى اس کے لیے جو ڈرا۔

نام، کوائف اور موضوع :

اس سورت کا نام نازعات ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں یہ لفظ موجود ہے، اسی سے لیا گیا ہے۔ اس سورت کے دو رکوع اور چھیالیس «۴۶» آیتیں ہیں۔ اس سے پہلے اسی «۸۰» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ پچھلی سورت کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کو ثابت کیا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا سے لے کر فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا تک کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فرشتے مراد ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسمیں اٹھائی ہیں کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان کھینچ لاتے ہیں بدن میں ڈوب کر، غوطہ لگا کر۔ فرشتوں کے لیے جان کے اندر جانا آنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ فرشتوں کے لیے تو دیواروں کی بھی

کوئی حیثیت نہیں ہے۔ فرشتوں کے لیے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔ ہم مرنے والے کو دفن کر کے منوں کے حساب سے اس کے اوپر مٹی ڈال دیتے ہیں اور فرشتے حساب کتاب کے لیے اندر پہنچ جاتے ہیں۔ حالانکہ نہ کوئی دروازہ ہے، نہ کھڑکی ہے، نہ کوئی سوراخ ہے۔ تو فرشتوں کے لیے یہ چیزیں کوئی شے نہیں ہیں یعنی بے حیثیت ہیں۔

سورت النساء آیت نمبر ۷۸ میں ہے اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ "تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پالے گی اگرچہ تم مستحکم اور مضبوط قلعوں میں ہو۔" بعض بچے جان پڑنے کے بعد ماں کے پیٹ ہی میں فوت ہو جاتے ہیں۔ فرشتے پیٹ میں ہوتے ہوئے جان نکال لیتے ہیں، پیٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو گرہ کھول دیتے ہیں گرہ کھول دینا۔ فرشتے مومنوں کی جان اس طرح آسانی سے نکال لیتے ہیں جس طرح کوئی گرہ آرام سے کھول لی جاتی ہے روح کو نکلنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے ہیں تیرنا فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو سبقت لے جاتے ہیں رب تعالیٰ کے حکم میں سبقت لے جانا فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی۔ جو کام اللہ تعالیٰ ان کے سپرد کرتا ہے اس کی تدبیر کرتے ہیں۔ اس تفسیر کی رو سے یہ ساری صفات فرشتوں کی ہیں اور جواب قسم محذوف ہے اور وہ ہے لَتُبۡعَثُنَّ البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم اُٹھا کر فرمایا ہے تم ضرور اٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ مجاہدین کی صفتیں ہیں۔ معنٰی ہوگا قسم ہے مجاہدین کی ان جماعتوں کی جو کھینچ لاتے ہیں اپنے قیدیوں کو دشمنوں کی فوجوں میں گھس کر لڑائی کے دوران میں۔ مجاہدین کے ساتھی بھی گرفتار ہوتے ہیں تو یہ اپنے ساتھیوں کو دشمنوں میں گھس کر کھینچ لاتے ہیں وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اور قسم ہے ان مجاہدین کی جو قیدیوں کی گرہ کھول دیتے ہیں۔ کسی کو ہتھ کڑی لگی ہوئی ہے، کسی کو بیڑی لگی ہوئی ہے، کسی کو رسی سے باندھا ہوا ہے، یہ ساری گرہیں کھول کر ساتھیوں کو نکال لاتے ہیں وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور ان کو لے کر اپنے مورچوں کی طرف تیرتے ہوئے جاتے ہیں فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا اور قسم ہے ان مجاہدین کی جو ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا اور قسم ہے ان مجاہدین کی جماعتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں کام کی۔ حسن تدبیر سے جہاد کرتے ہیں، مورچے سنبھالتے ہیں، دفاع بھی کرتے ہیں، کافروں سے لڑتے بھی ہیں۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ علماء مراد ہیں کہ علماء کی جماعتیں علم کی گہرائی میں ڈوب کر نکات نکالتی ہیں۔ (نکتہ آفرینی کرتی ہیں) علماء لوگوں کے شکوک وشبہات کی گرہوں کو کھولتے ہیں اور تیرتے ہیں علمی میدان میں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں اور حسن تدبیر سے دین پہنچاتے ہیں۔

چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے واعظین مراد ہیں کہ پہلے زمانے میں علماء خود جا کر وعظ ونصیحت کرتے تھے۔ آج کل اس کا سمجھنا مشکل نہیں یوں سمجھ لو کہ معنٰی ہے کہ جس طرح یہ تبلیغی جماعتیں آدمیوں کو کھینچ کر لاتی ہیں محلوں سے، دفتروں اور دکانوں سے، مسجدوں میں داخل کرتے ہیں اور ان کے حیلوں بہانوں کی گرہیں کھول کر کہ کوئی کہتا ہے میری دکان ہے، کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے، ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں۔ یعنی

ایک دوسرے سے بڑھ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اور وہ جماعتیں حسن تدبیر سے کام کو چلاتی ہیں۔ جواب قسم ہے تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے قیامت ضرور آئے گی۔ کس دن آئے گی؟ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ "جس دن کانپے گی کانپنے والی۔ یہ پہلا نفخہ ہوگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب صور پھونکیں گے تو ساری دنیا کانپے گی جیسے ریل گاڑی جب لائن پر سے گزرتی ہے تو آس پاس کی چیزیں کانپتی ہیں، زمین ہلتی ہے۔ ہوائی جہاز جب نزدیک ہو تو مکان کانپتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں بندوں کی ایجاد ہیں۔ اور نفخہ اسرافیل تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے وہ جب پھونکیں گے تو ساری دنیا کانپے گی تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ ان کے پیچھے لگے گی پیچھے لگنے والی۔ چالیس سال کے بعد اسرافیل علیہ السلام پھر صور پھونکیں گے اور ساری دنیا اُٹھ کھڑی ہوگی۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق پہلے اور دوسرے نفخے کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا قُلُوۡبٌ يَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ "کچھ دل اس دن کانپ رہے ہوں گے، خوف زدہ ہوں گے۔ یہ وہ ہوں گے جو مجرم، نافرمان اور رب تعالیٰ کے باغی ہوں گے۔ مومنوں کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا يَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ﴿الانبیاء:۱۰۳﴾ "نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی گھبراہٹ اور ملیں گے ان سے فرشتے۔" صرف رب تعالیٰ کی جلالت کی گھبراہٹ ہوگی، مجرموں کی گھبراہٹ نہیں ہوگی اَبۡصَارُهَا خَاشِعَةٌ "آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی شرمندگی کی وجہ سے کہ ہم انکار کرتے رہے قیامت کا، میدانِ محشر کا، پل صراط کا، تو جب یہ سب کچھ سامنے آجائے گا تو شرمندہ ہو جائیں گے اور جب آدمی شرمندہ ہوتا ہے تو آنکھیں جھکا لیتا ہے۔

اور آج يَقُوْلُوْنَ یہ کافر لوگ کہتے ہیں ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ کیا ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف جس میں ہمارا روح اور جسم اکٹھے ہیں اور ہم چلتے پھرتے ہیں۔ مر کے جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، ہڈیاں ہو جائیں گے پھر ہم موجودہ حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں بوسیدہ۔ اگر ان کو ہاتھ لگاؤ تو چورا چورا ہو جاتی ہیں قَالُوْا کہتے ہیں تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہ لوٹ کر آنا تو نقصان دہ ہوگا۔ یہ استہزاء کرتے تھے کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے خاک میں رل مل جائیں گے پھر ہم موجودہ حالت میں انسان بنا دیئے جائیں گے پھر تو بڑا نقصان ہوگا۔ یہ مذاق اڑاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پس بے شک وہ جھڑک ہوگی ایک ہی۔ حضرت اسرافیل جب بگل پھونکیں گے سارے انسان جہاں بھی ہوں گے میدان میں آجائیں گے۔ چاہے درندوں نے کھائے ہیں یا مچھلیوں نے ہڑپ کیے ہیں یا پرندوں نے نوچے ہیں، کوئی ایک بھی غیر حاضر نہیں رہے گا فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پس اچانک وہ میدان میں ہوں گے۔ سَهَرَ کا معنٰی ہے میدان۔

قریش مکہ کی اس ضد پر کہ ہم نے دوبارہ نہیں اٹھنا کوئی قیامت نہیں ہے اور توحید کے انکار کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا افسوس ہوتا تھا، بڑا صدمہ ہوتا تھا اور طبعی طور پر ہونا بھی چاہیے تھا کہ اپنی قوم کو اپنی زبان میں سمجھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی فصاحت اور بلاغت عطا فرمائی تھی۔ جو فرماتے تھے سارے سمجھ جاتے تھے۔ پیغمبر کی پاک زبان ہو، قوم کی بولی میں سمجھائے، پھر معاوضے کا مطالبہ بھی کوئی نہ ہو اور یہ کہیں کہ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ "میری مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔" پھر بھی

نہ مانیں تو کس قدر افسوس ہوتا ہے۔ پھر فائدہ بھی ان کا اور الٹا کہیں کہ جادوگر ہے، جھوٹا ہے۔ کاہن اور مفتری کہیں تو طبعی طور پر ان باتوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ اگر آج یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں پہلے موسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی ہے۔ یہ سلسلہ پہلے سے چلا آ رہا ہے۔

واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام :

فرمایا هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى کیا پہنچی ہے آپ کے پاس خبر موسیٰ علیہ السلام کی اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ جس وقت پکارا موسیٰ علیہ السلام کو اس کے رب نے بِالْوَادِ میدان میں الْمُقَدَّسِ جو پاکیزہ ہے طُوًى اس کا نام طویٰ ہے۔ طور پہاڑ کے دامن میں جو وادی ہے اس کا نام طویٰ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس آ رہے تھے آپ کے ساتھ اہلیہ محترمہ حضرت صفورا علیہا السلام اور بعض روایتوں میں ہے کہ خادم بھی ساتھ تھا۔ رات کا وقت تھا، سردی کا موسم تھا، راستہ بھول گئے۔ ادھر اُدھر دیکھا کہ ایک طرف آگ نظر آئی تو فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿طٰہٰ: ۱۰﴾ "پس کہا اپنے گھر والوں کو تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے تاکہ میں لاؤں تمھارے پاس اس میں سے کوئی شعلہ سلگا کر یا پاؤں میں آگ پر کوئی راہ بتانے والا۔" وہاں ایک درخت تھا بعض کہتے ہیں کہ عناب کا درخت تھا۔

بعض کہتے ہیں آکاس بیل جو کیکر وغیرہ درختوں پر پیلے رنگ کی چڑھی ہوتی ہے۔ عربی میں اس کو علیق کہتے ہیں۔ اس میں روشنی تھی جیسے ٹیوب جل رہی ہو۔ وہ ظاہری

آگ نہ تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور تھا۔ وہاں جس وقت پہنچے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِنِّیۤ اَنَا رَبُّكَ "میں آپ کا رب ہوں" میں تجھے نبوت دوں گا۔ اسی مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی اور عصا مبارک والا معجزہ اور ید بیضا والا معجزہ بھی ملا۔

اور فرمایا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى جاؤ فرعون کی طرف بے شک اس نے سرکشی کی ہے فَقُلْ پس آپ کہیں هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى کیا تجھے رغبت ہے اس بات کی طرف کہ تو پاک ہو جائے شرک سے، کفر سے، ظلم و جبر سے اے ظالم! تیرے حکم سے بارہ ہزار بچے اس لیے قتل ہوئے کہ تیرا اقتدار خطرے میں ہے وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ اور میں تیری راہ نمائی کروں تیرے رب کی طرف فَتَخْشٰى پس تیرے اندر خوف پیدا ہو جائے کہ تو نہ بندوں کا حق مارے اور نہ اللہ تعالیٰ کا۔

چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدہا بن گیا فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى پس دکھائی اس کو بڑی نشانی فَكَذَّبَ وَعَصٰى پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری يَسْعٰى دوڑا، کوشش کی جادوگروں کو لانے کی فَحَشَرَ پس اس نے جمع کیا جادوگروں کو فَنَادٰى پس اس نے پکارا یعنی میدان میں آ کر للکارا فَقَالَ پس کہا لوگوں سے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں فَاَخَذَهُ اللّٰهُ پس پکڑا اس کو اللہ تعالیٰ نے نَكَالَ الْاٰخِرَةِ آخرت کی سزا میں وَالْاُوْلٰى اور دنیا کی سزا میں کہ بحر قلزم میں ڈبویا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً بے شک اس میں عبرت ہے کہ سرکشی کرنے والوں کا کیا انجام ہے لِّمَنْ يَّخْشٰى اس کے لیے جو ڈرا۔ ڈرنے والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔

ءَاَنْتُمْ

اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۝۲۷ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝۲۸ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝۲۹ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝۳۰ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۝۳۱ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝۳۲ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ۝۳۳ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝۳۴ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝۳۵ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝۳۶ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝۳۷ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۳۸ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝۳۹ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝۴۰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝۴۱ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝۴۲ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝۴۴ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝۴۵ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝۴۶ ع۲

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہو پیدائش میں اَمِ السَّمَآءُ یا آسمان بَنٰىهَا کہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس کو رَفَعَ سَمْكَهَا بلند کی اللہ تعالیٰ نے اس کی چھت فَسَوّٰىهَا پس اس کو ہموار کیا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا اور تاریک بنایا اس کی رات کو وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا اور نکالا اس کی روشنی کو وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اور زمین کو اس کے بعد پھیلا دیا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا نکالا زمین سے اس کا پانی وَمَرْعٰىهَا اور چارا وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا مَتَاعًا لَّكُمْ یہ تمھارے فائدے کے لیے

ہے وَلِاَنۡعَامِكُمۡ اور تمھارے مویشیوں کے لیے فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الۡكُبۡرٰى پس جب آئے گا بڑا حادثہ يَوۡمَ يَتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ جس دن یاد کرے گا انسان مَا سَعٰى جو اس نے کوشش کی ہے وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ اور ظاہر کر دی جائے گی شعلہ مارنے والی آگ لِمَنۡ يَّرٰى اس کے لیے جو دیکھے فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى بہر حال وہ شخص جس نے سرکشی کی وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا اور ترجیح دی دنیا کی زندگی کو فَاِنَّ الۡجَحِيۡمَ هِىَ الۡمَاۡوٰى پس بے شک شعلہ مارنے والی آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے وَاَمَّا مَنۡ خَافَ اور بہر حال جو ڈرا مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى اور روکا اپنے نفس کو خواہشات سے فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ یہ لوگ پوچھتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے میں اَيَّانَ مُرۡسٰٮهَا کب ہوگا اس کا قائم کرنا فِيۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِكۡرٰٮهَا تجھے کیا ضرورت ہے قیامت کے ذکر کے بارے میں اِلٰى رَبِّكَ مُنۡتَهٰٮهَا آپ کے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ يَّخۡشٰٮهَا پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں اس شخص کو جو قیامت سے خوف کھاتا ہے كَاَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَهَا گویا کہ وہ جس دن دیکھیں گے قیامت کو لَمۡ يَلۡبَثُوۡۤا کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں اِلَّا عَشِيَّةً اَوۡ ضُحٰٮهَا مگر دن کا پچھلا پہر یا پہلا پہر۔

اثباتِ قیامت :

اس سے پہلے رکوع میں بھی قیامت کا اثبات تھا۔ اس رکوع میں بھی قیامت کا اثبات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے قیامت کے منکرو! ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہو خلقت اور پیدائش میں اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا یا آسمان کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا ہے۔ کیا تمھارا چھوٹا سا وجود بنانا مشکل ہے یا آسمان کا اتنا بڑا وجود بنانا مشکل ہے؟ پھر ایک آسمان نہیں سات آسمان ہیں جن کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے رَفَعَ سَمْكَهَا بلند کی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی چھت۔ نیچے نہ کوئی کھمبا، نہ ستون، نہ کوئی دیوار، اس رب کے لیے تمھاری پیدائش کیا مشکل ہے فَسَوّٰىهَا پس اس کو ہموار کیا۔ ایسا لیول، برابر کہ اس میں رتی برابر کوئی کمی نہیں ہے۔ آج مستری اپنا پورا زور لگا کر مکان بناتے ہیں، چھتیں ڈالتے ہیں پھر بھی تھوڑا بہت فرق رہ جاتا ہے لیکن رب تعالیٰ کے بنائے ہوئے آسمان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسری دلیل: وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا اور تاریک کیا اس کی رات کو۔ رب تعالیٰ نے رات کو پیدا کیا اور تاریک بنایا اس کے لیے تمھارا دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟

تیسری دلیل: وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا اور نکالا اس کی روشنی کو۔ دن پیدا کیا، دن بنانا مشکل ہے، رات بنانا مشکل ہے، آسمان بنانا مشکل ہے یا تمھارا دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟

اور دلیل: وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اور زمین کو اس کے بعد پھیلا دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین کا مادہ بنا کر پیڑا بنا کر رکھ دیا پھر سات آسمان بنائے اس کے بعد زمین کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ جس طرح پہلے آٹے کا پیڑا بنایا جاتا ہے پھر اس کی پھیلا کر

روٹی بنائی جاتی ہے۔ تو رب تعالیٰ نے زمین کا پیڑا بنا کر مکہ مکرمہ کے مقام پر رکھ دیا پھر شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً، اس کو بچھا دیا۔ تو یہ مشکل ہے یا تمھارا دوبارہ بنانا مشکل ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

اور دلیل سنو! اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا اللہ تعالیٰ نے زمین سے پانی نکالا۔ اسی پانی سے مخلوق پیدا فرمائی، کیا حیوانات، کیا نباتات۔ عالم اسباب میں ان کی بود و باش اس کے ساتھ ہے۔ تو یہ پانی کس نے پیدا کیا؟ وَمَرْعٰهَا اور چارا زمین میں پیدا کیا۔ یہ جانوروں کے لیے چارا زمین سے کس نے نکالا، تمھارے لیے سبزیاں کس نے پیدا فرمائیں؟ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا، جما دیا۔ زمین کو پیدا کیا تو زمین حرکت کرنے لگی تو اس میں رب تعالیٰ نے پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں تاکہ حرکت نہ کرے۔ اگر زمین حرکت کرتی رہتی تو لوگ نہ مکان بنا سکتے اور نہ آرام کے ساتھ رہ سکتے۔ آج معمولی سا زلزلہ آتا ہے تو لوگ گھروں سے باہر بھاگ جاتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے رات کو پیدا کیا، دن کو پیدا کیا، آسمان پیدا کیا، زمین پیدا کی، زمین سے پانی نکالا اور چارہ نکالا، پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ یہ تمھارے فائدے کے لیے ہے اور تمھارے مویشیوں کے لیے۔ اور یہ ساری چیزیں تم مانتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم رب تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتے تو پھر یہی رب تمھیں دوبارہ پیدا کرے گا فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى پس جب آئے گا بڑا حادثہ۔

قیامت کوئی معمولی چیز نہیں ہے بڑی دہشت والی چیز ہے۔ پہلے نفخہ اولیٰ ہوگا حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے تو ساری کائنات فنا ہو جائے

گی یہاں تک کہ فرشتے بھی نہیں رہیں گے۔ جان نکالنے والوں کا انچارج فرشتہ بھی نہیں رہے گا کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ﴿العنکبوت: ۵۷﴾ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ یَبۡقٰی وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ ﴿۲۷﴾ ﴿سورۃ الرحمان: پارہ، ۲۷﴾ "جو کچھ بھی زمین پر ہے سب نے فنا ہو جانا ہے باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔" حی و قیوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے باقی ہر شے کے لیے موت ہے۔ چاہے اروں سال کوئی زندہ رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تقریباً دو ہزار سال ہو گئے ہیں آسمانوں پر زندہ ہیں قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے، یہود و نصاریٰ کا صفایا کریں گے، دجال لعین کو قتل کریں گے، چالیس سال حکمرانی کریں گے ثُمَّ یَمُوۡتُ وَ یُصَلِّیۡ عَلَیۡهِ الۡمُسۡلِمُوۡنَ "پھر وہ فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔" شیطان کی عمر بڑی لمبی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ ان میں سب سے پہلے ابلیس لعین کو پیدا کیا اور ابھی تک وہ زندہ ہے۔ اس نے رب تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی کہ قبروں سے اٹھنے تک اَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿الاعراف: ۱۴﴾ گویا کہ وہ موت سے بچنا چاہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے مہلت ہے اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿الحجر: ۳۸﴾ جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام فنا کے لیے بگل پھونکیں گے اس وقت تک تجھے مہلت ہے تو موت سے نہیں بچ سکتا۔ تو ابلیس پر بھی موت آئے گی۔

یَوۡمَ یَتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰی جس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی

ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ حافظہ اتنا تیز کر دیں گے کہ ہر چیز یاد آجائے گی ۔ یَوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا "جس دن پائے گا ہر نفس جو اس نے عمل کیا نیکی کا سامنے۔" ﴿آل عمران:۳۰﴾ نیکی، بدی سب سامنے آجائے گی۔ تو فرمایا اس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی ہے وَبُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِمَنۡ یَّرٰی اور ظاہر کر دی جائے گی شعلہ مارنے والی آگ اس کے لیے جو دیکھے۔ جحیم کا معنیٰ ہے بھڑکنے والی آگ، شعلہ مارنے والی آگ۔

اللہ تعالیٰ اپنی عدالت میں تشریف فرما ہوں گے جو ان کی شان کے لائق ہے۔ نیک و بد ساری مخلوق موجود ہوگی اور دوزخ ان کو نظر آئے گی۔ اور سورت تکویر میں ہے وَاِذَا الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ "اور جب جنت کو قریب کر دیا جائے گا۔" ابھی جنت، دوزخ میں کوئی داخل نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کھڑے ہوں گے۔ پھر کیا ہوگا؟ فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی بہر حال وہ شخص جس نے سرکشی کی۔ پیغمبروں کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو نہ مانا، حق بیان کرنے والوں کی مخالفت کی وَاٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا اور ترجیح دی دنیا کی زندگی کو آخرت پر کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا اور آخرت کو بھلا دیا۔

ایک ہے دنیا میں رہ کر دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے لیے جائز طریقے سے دولت کمانا۔ اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ ہاں! اس بات کی نفی کرتا ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لے اور حلال و حرام کی تمیز نہ کرے، جائز و ناجائز کی پروا نہ کرے، حق و باطل میں فرق نہ کرے۔ جیسا کہ آج کل اکثر یہی طریقہ چل رہا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ حرام سے بچنا بڑا مشکل ہوگا اور کچھ نہ ہوا تو حرام کا دھواں ہی ناک میں پہنچے گا۔

دیکھو! جو لوگ اپنی رقم محض حفاظت کے لیے بینکوں میں رکھتے ہیں اور سود نہیں لیتے مگر بنک والے تو اس مال کے ساتھ سودی کاروبار کرتے ہیں۔ ان کی رقم کو بینک میں تو بند کر کے نہیں رکھ دیتے (تو سودی کاروبار میں تعاون تو ہو گیا۔) لہٰذا مسئلہ سمجھ لو۔ اگر بینک سے سود ملے تو لے لو بینک میں نہ چھوڑو۔ ثواب کی نیت کے بغیر کسی غریب کو دے دو ورنہ بینک والے بابو کھا جائیں گے، ان کا حق نہیں ہے۔

بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ سود کی رقم لے کر سڑک بنوا دیتے ہیں، بعض گلی بنا دیتے ہیں، بعض بیت الخلا بنا دیتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کیوں کہ ان چیزوں کو غریب بھی استعمال کرتے ہیں اور امیر بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس رقم کے امیر مستحق نہیں ہیں۔

تو فرمایا اور ترجیح دی دنیاوی زندگی کو فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی پس بے شک شعلہ مارنے والی آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اور بہر حال جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے کہ رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں مَیں کھڑا ہوں گا اور رب تعالیٰ مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گا؟ یہ خوف اس کے دل میں ہے وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی اور روکا اپنے نفس کو اُن خواہشات سے جو خلاف شرع ہیں۔ اور جو طبعی خواہشات ہیں ان پر شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ کھانے پینے کی خواہش ہے، سونے کی خواہش ہے، جنسی جائز خواہشات ہیں جو خلاف شرع نہ ہوں۔ تو جس نے خلاف شرع خواہشات سے اپنے آپ کو روکا فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

مشرکین مکہ کو جب بُرے انجام سے ڈرایا جاتا تھا کہ قیامت برپا ہوگی، نیکی اور

بدی کا حساب ہوگا تو پھر پوچھتے تھے قیامت کب آئے گی؟ فرمایا یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا یہ لوگ پوچھتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے میں کب ہوگا اس کا قائم کرنا کب لانی ہے قیامت؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں، فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۔ آپ کو کیا ضرورت ہے قیامت کے ذکر کے بارے میں۔ قیامت کا علم صرف رب تعالیٰ جانتا ہے اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا آپ کے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء۔ قیامت کا جو صحیح وقت ہے اس کو رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ رب تعالیٰ کے پاس راز ہے۔

احادیث میں اتنا آتا ہے کہ جمعہ کا دن ہوگا، دس محرم کی تاریخ ہوگی۔ لیکن وہ جمعہ کس سال کا ہوگا، کس مہینے کا ہوگا، کون سی صدی کا ہوگا؟ اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور جس روایت میں دس محرم کا ذکر ہے وہ نہایت ہی کمزور روایت ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ صحیح روایت اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا، جمعہ کے دن جنت میں داخل کیا، جمعہ والے دن جنت سے نکالا اور جمعہ والے دن ہی قیامت قائم ہوگی۔

فرمایا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰهَا پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں اس شخص کو جو قیامت سے ڈرتا ہے۔ قیامت کا علم آپ کے بس میں نہیں ہے آپ کا کام صرف ڈرانا ہے۔ آج تو یہ قیامت کا وقت پوچھتے ہیں مگر جب وہ برپا ہو جائے گی كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا گویا کہ وہ جس دن دیکھیں گے قیامت کو تو ایسے محسوس کریں گے لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں مگر پچھلا پہر یا پہلا پہر۔ یعنی ایسے محسوس کریں گے کہ ہم دنیا میں تھوڑا عرصہ رہے ہیں۔ کوئی کہے گا سَاعَةً مِّنَ

النَّهَارِ ایک گھنٹہ رہے ہیں دنیا میں۔کوئی ایک دن کہے گا۔مختلف تعبیریں ہوں گی مگر اتنی بات قطعی اور یقینی ہے کہ آخرت کی طویل زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے۔ یہ سب تعبیریں قلت پر دال ہوں گی۔لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو نتیجہ سامنے آجائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ عَبَسَ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۴۲ ۸۰ سُورَۃ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ ۲۴ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝۲ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ۝۳ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۶ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۷ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝۱۸ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝۱۹ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝۲۰ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝۲۱ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝۲۲

عَبَسَ تیوری چڑھائی وَتَوَلّٰى اور اعراض کیا اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى اس واسطے کہ آیا ان کے پاس نابینا وَمَا يُدْرِيْكَ اور آپ کو کس نے بتلایا لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى شاید کہ وہ پاک ہوجائے اَوْ يَذَّكَّرُ یا وہ نصیحت حاصل کرے فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى پس اس کو نفع دیتی نصیحت اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى بہر حال جس شخص نے بے پروائی اختیار کی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى پس آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى حالانکہ آپ کے

ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى اور بہرحال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس وَهُوَ يَخْشٰى اور وہ ڈرتا بھی ہے فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى پس آپ اس سے غفلت برتتے ہیں كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ خبردار یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ پس جو شخص چاہے اس نصیحت کو قبول کرے فِيْ صُحُفٍ صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے مُّكَرَّمَةٍ جو عزت والے ہیں مَّرْفُوْعَةٍ بلند ہیں مُّطَهَّرَةٍ پاک ہیں بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں كِرَامٍ جو بڑے بزرگ بَرَرَةٍ شریف ہیں (نیک ہیں) قُتِلَ الْاِنْسَانُ مارا جائے انسان مَآ اَكْفَرَهٗ کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا ہے مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کس چیز سے اس کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے خَلَقَهٗ پیدا کیا اس کو فَقَدَّرَهٗ پھر اندازہ رکھا اس کا ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ پھر راستہ آسان کیا اس کے لیے ثُمَّ اَمَاتَهٗ پھر اس کو موت دی فَاَقْبَرَهٗ پھر اس کو قبر میں ڈال دیا ثُمَّ اِذَا شَآءَ پھر جب چاہے گا اَنْشَرَهٗ اٹھا دے گا اس کو۔

نام اور کوائف :

اس سورۃ کا نام ہے سورت عبس۔ اس سورت کا پہلا لفظ ہی عبس ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے تیئس ﴿۲۳﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔

نزول کے اعتبار سے اس کا چوبیسواں نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور بیالیس ۴۲ آیتیں ہیں۔ یہ پہلی سورت ہے جس کا ایک رکوع ہے۔ اس کے بعد جتنی سورتیں ہیں، ایک رکوع والی ہیں۔

ایک تو عمومی تبلیغ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر، غریب، اعلیٰ، ادنیٰ، سب کو کرتے تھے۔ ایک خصوصی تبلیغ تھی کہ سرداروں اور بڑے لوگوں کو جا کر سمجھاتے تھے، توحید ورسالت کی دعوت دیتے تھے کہ یہ مسلمان ہو جائیں، ان کی اولاد مسلمان ہو جائے، ان کے دوست احباب مسلمان ہو جائیں۔ ان کی وجہ سے اور بہت سے لوگوں کو بھی اسلام لانے کی توفیق ہو جائے گی۔ مگر وہ لوگ بات کو قبول نہ کرتے تھے۔ کوئی تو ایسے بے رُخی کرتا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تو اُٹھ کر چلا جاتا کہ مجھے کام ہے، کوئی منہ پھٹ ہوتا، کہتا یہاں کیا لینے آئے ہو؟ بعضے بڑے بڑے شریف بھی ہوتے تھے جو کہتے کہ دیکھو! ہم آپ کا کلمہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ہمارے پاس اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ الغرض جیسے جیسے جس کا مزاج ہوتا تھا اسی طرح کا برتاؤ کرتا تھا۔

شانِ نزول :

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دن تقریباً سارے سردار اکٹھے ہو کر آ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چھیڑ خانی کے واسطے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند صحابی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتا تھا یہ قابو نہیں آتے تھے آج یہ خود آ گئے ہیں میں اپنا فریضہ ادا کرتا ہوں ان کے سامنے اسلام پیش کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی توجہ اور اخلاص کے ساتھ ان کے سامنے توحید پیش کی، رسالت پیش کی، قیامت کا مسئلہ پیش کیا، قرآن پاک کی حقانیت سمجھائی۔ گفتگو کے

دوران میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ گفتگو ہو رہی تھی وہ سنتے رہے۔ درمیان میں وقفہ ہوا نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات فرمائی نہ اُنھوں نے کوئی سوال کیا۔ انھوں نے سمجھا کہ بات ختم ہو گئی ہے، نابینا تھے اندازہ نہ لگا سکے اور اپنا سوال شروع کر دیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر ناراضی کی وجہ سے شکن (بَل) پڑ گئے۔ عَبَسَ کا معنیٰ ہے پیشانی پر بَل پڑ جانا اور چہرے کا کچھ اُداس ہو جانا کہ ابھی میری گفتگو ان سے ہو رہی ہے اور اس نے درمیان میں اپنی بات شروع کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کچھ کہا نہیں لیکن ان کے سوال کو پسند نہ کیا، ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

سرداروں کے ساتھ گفتگو دوبارہ شروع ہو گئی۔ اب عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگایا کہ میری غلطی ہے میں درمیان میں بول پڑا۔ اپنی جگہ شرمندہ ہو کر اُٹھ کر چلے گئے۔ یہ جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سورت نازل ہوئی۔

فرمایا عَبَسَ اس کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ معنیٰ ہوگا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیوری چڑھائی، ترش روئی کا اظہار کیا وَتَوَلّٰٓى اور اعراض کیا اَنْ اس واسطے کہ جَآءَهُ الْاَعْمٰى آیا ان کے پاس نابینا وَمَا يُدْرِيْكَ اور آپ کو کس نے بتلایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى شاید کہ وہ نابینا پاک ہو جائے، صفائی حاصل کرتا۔ مسلمان تو وہ پہلے ہی تھا آپ اس کے سوال کا جواب دیتے اس کو پاکیزگی حاصل ہوتی اَوْ يَذَّكَّرُ یا وہ نصیحت حاصل کرے۔ آپ اس کے سوال کا جواب دے دیتے اس کو نصیحت حاصل ہوتی فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى پس نفع دیتی اس کو

نصیحت۔ خود بھی عمل کرتے دوسرے لوگوں کو بھی بتلاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اَمَّامَنِ اسْتَغْنٰی بہرحال جس شخص نے بے پروائی اختیار کی اسلام سے فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی پس آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں آئے چھیڑ خانی اور شرارت کے لیے آئے ہیں، ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى حالانکہ آپ کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے۔ ان کا ایمان لانا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے :

ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۵٦ میں ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ "بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے اس کو جس سے آپ کو محبت ہو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔"

اگر ہدایت پیغمبروں کے اختیار میں ہوتی تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے قابیل کو نافرمان نہ ہونے دیتے، حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان کو ہدایت دے دیتے جس نے ساری زندگی اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ متھا لگا کے رکھا آخر دم تک ایمان نہیں لایا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی بیوی واعلہ کو ہدایت دے دیتے، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو ہدایت دے دیتے جو آخر تک مخالف ہی رہی ہے۔ بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا بیٹیوں نے بھی کہا اماں جی! ابا جی کا کلمہ پڑھ لو۔ بیٹیوں کو گھورتی تھی کہ میرے سامنے کلمے کا نام نہ لو۔ ہدایت اگر پیغمبر کے اختیار میں ہوتی تو جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر کو ہدایت دے دیتے۔ اگر بس میں ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی لحاظ سے اپنے مہربان چچا عبد مناف ابو طالب کو ہدایت دے دیتے۔

ایک روایت کے مطابق آٹھ سال کی عمر مبارک میں ان کی تحویل میں گئے۔ ایک تاریخی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بارہ سال تھی۔ تو بارہ سال سے لے کر پچاس سال کی عمر مبارک تک اس چچے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، لوگوں کا مقابلہ کیا، لوگوں سے ناراض ہوئے اور بہت کچھ ہوا مگر کلمہ نہیں پڑھا۔ اقرار کرنے کے باوجود کہ آپ جو کہتے ہیں صحیح ہے۔ ایک موقع پر کہا:

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ محمد مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا

"تحقیق میں جانتا ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین دنیا کے تمام ادیان سے اچھا ہے۔" مگر میں نے دھڑا نہیں چھوڑنا، تو ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

فرمایا کہ آپ کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے۔ یہ سردار لوگ نہیں سنورتے تو نہ سنوریں ان کا سنورنا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ آپ کے ذمے ہے پہنچا دینا یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴿المائدہ: ۶۷﴾ "اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پہنچا دیں وہ چیز جو نازل کی گئی آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے۔" جو احکام رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں وہ پہنچا دیں پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی اور بہرحال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس وَهُوَ یَخْشٰی اور وہ ڈرتا بھی ہے اللہ تعالیٰ سے فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی پس آپ اس سے غفلت برتتے ہیں۔ یہ نابینا بے چارہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں دی اور وہ سردار جو بے پرواہیں محض چھیڑ خانی کے لیے آئے ہیں نہ اسلام قبول کرنے کے لیے آئے ہیں اور نہ ہی انھوں نے

اسلام قبول کرنا ہے آپ اُن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ صحابہ جو مجلس میں تھے ان سے فرمایا کہ فوراً نابینے کو تلاش کر کے لاؤ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد ان کے پاس پہنچے تو وہ پریشان ہو گئے کہ میں نے غلطی کی تھی کہ گفتگو کے دوران میں خواہ مخواہ اپنی بات شروع کر دی شاید آپ مجھے سزا دیں۔

بہر حال بے چارہ کانپتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چادر ہوتی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کندھے پر رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا کہ اس پر بیٹھو۔ کہنے لگا حضرت! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر پر کس طرح بیٹھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں تو نے میری چادر پر بیٹھنا ہے۔ حکم تھا، بیٹھ گئے۔ سردار اس وقت چلے گئے تھے ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت کریمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم کو سنائی اور فرمایا کہ تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ڈانٹا ہے گو میری نیت غلط نہ تھی۔ میرا خیال تھا کہ یہ لوگ میرے قابو نہیں آتے تھے آج خود آگئے ہیں تو میں ان کو دین اچھی طرح سمجھا دوں۔ تیری بے قدری مقصود نہیں تھی آپ تو پھر بھی پوچھ لیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دفعہ اپنی عدم موجودگی میں ان کو مدینہ طیبہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے گئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی ذہانت بھری چال :

قادسیہ کی لڑائی جو بڑی سخت اور مشہور جنگ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی

ہے۔ یہ کہنے لگے کہ میں نے بھی آپ کے ساتھ جانا ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت! آپ حافظ قرآن ہیں اور قرآن میں موجود ہے لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ نابینا اگر جہاد نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، وہ معذور ہے۔ کہنے لگے ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے چھوٹ دی ہے مگر میرے جانے میں گناہ بھی تو نہیں ہے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ کریں گے کیا؟ فرمایا اور کچھ نہیں تو میں اذانیں دوں گا تمھیں نمازیں پڑھاؤں گا۔

ایک دن صبح سویرے نماز سے فارغ ہوئے جنگ کی تیاری ہو رہی تھی۔ کہنے لگے دشمن ہم سے کتنا دور ہے؟ ساتھیوں نے بتلایا کہ ایک فرلانگ یا دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے، مثال کے طور پر۔ کہنے لگے درمیان میں زمین ہموار ہے یا اونچ نیچ ہے؟ ساتھیوں نے بتلایا کہ ہموار ہے۔ کہنے لگے جھنڈا مجھے دو۔ اس وقت جھنڈا امیر لشکر کے پاس ہوتا تھا۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت! آپ جھنڈے کا کیا کریں گے؟ کہنے لگے جھنڈے کو ہاتھ لگانا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ جھنڈا ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا گیا۔ جھنڈا لے کر دشمن کی طرف دوڑ لگا دی۔ ساتھی پریشان ہوئے کہ بزرگ صحابی ہیں، نابینا ہیں، وہ اِن کو شہید کر دیں گے۔ ان کی جان بچانے کے لیے ساتھی ان کے پیچھے دوڑے۔ دشمن کھانے پینے میں مصروف تھے اُنھوں نے سمجھا کہ حملہ ہو گیا ہے، وہ اسلحہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان کا علاقہ بھی صحابہ کے قبضے میں آ گیا اور اسلحہ بھی۔ بعد میں ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ نے یہ عجیب کام کیا ہے۔ کہنے لگے میرا بھی یہی مقصد تھا کہ ان کے ناشتے کا وقت ہے بے خبر ہیں جب ان کی طرف دوڑوں گا چونکہ میں نابینا ہوں میرے ساتھی میری مدد کے لیے آئیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ ان کا علاقہ بھی تمھارے قبضے میں آ گیا اور اسلحہ بھی۔

یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
بہر حال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس اور وہ ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے آپ اس سے غفلت
برتتے ہیں كَلَّآ خبردار! اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ خبردار یہ قرآن پاک کی آیات نصیحت
ہیں فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ پس جو شخص چاہے اس نصیحت کو قبول کرے۔ہم جبر نہیں
کرتے رب تعالیٰ ہدایت اسے دیتا ہے جو ہدایت کو قبول کرے۔اس نے اختیار دیا ہے
فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴿الکہف:۲۹﴾ "پس جس کا جی چاہے ایمان
قبول کرے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرنے اپنی مرضی سے، کوئی جبر نہیں
ہے۔"

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ عزت والے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے۔صحف
صحیفة کی جمع ہے، اس کا معنیٰ ہے کاپی۔لوح محفوظ میں قرآن کریم کی سورتوں کی الگ
الگ کاپیاں ہیں مَّرْفُوْعَةٍ جو بلند ہیں۔یعنی بلند مقام میں ہیں مُّطَهَّرَةٍ پاک
ہیں۔وہ صحیفے بڑے پاکیزہ ہیں جن میں قرآن کریم ہے بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ۔ سَفَرَة
سَافِرٌ کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے لکھنے والا۔لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔وہ کون
ہیں كِرَامٍ بَرَرَةٍ۔ کرام کریم کی جمع ہے۔معنیٰ ہے بزرگ۔اور بَرَرَه بَارٌّ
کی جمع ہے۔اس کا معنیٰ ہے نیک صالح۔اس کے لکھنے والے بڑے بزرگ، نیک اور
صالح ہیں قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مارا جائے انسان کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا
ہے۔

کافر انسان کی بات ہو رہی ہے کہ کافر انسان غارت ہو جائے اس کو علم نہیں ہے
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کس چیز سے اس کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے۔تجھے اگر شرم آئے تو ہم بتا

دیتے ہیں مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے پیدا کیا ہے۔اے انسان! تو رب تعالیٰ کے ساتھ متکا (ضد) لگاتا ہے اور اپنی اصل کو نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ پس پیدا کیا اس کو پھر اندازہ رکھا اس کا کہ کتنے فٹ لمبا ہوگا، کتنا موٹا ہوگا، کالا ہوگا، گورا ہوگا، ذہین ہوگا، غبی ہوگا۔ ساری تقدیریں رب تعالیٰ نے فرمائی ہیں ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ پھر راستہ آسان کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے۔ ماں کے پیٹ سے اچھا خاصا تنومند بچہ کس طرح باہر نکلتا ہے؟ یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے۔ پھر بود و باش کے راستے کس نے آسان کیے؟ رب تعالیٰ نے کیے ثُمَّ اَمَاتَهٗ پھر اس کو رب تعالیٰ نے موت دی فَاَقْبَرَهٗ پھر اس کو قبر میں ڈال دیا۔ یعنی حکم دیا کہ اس کو قبر میں ڈال دو۔

جس سرزمین پر قرآن نازل ہوا ہے ان علاقوں میں مردوں کو دفن کرتے تھے۔ مشرکین بھی اور یہودی اور عیسائی بھی، جلاتے نہیں تھے۔ تو ان کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ پھر جب چاہے گا اس کو اٹھا دے گا اور وہ رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا۔

كَلَّا لَمَّا
يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا
الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾
وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً
وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَ
بَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ
يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ
يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ ع

كَلَّا خبردار لَمَّا يَقْضِ ابھی تک پورا نہیں کیا (انسان نے) مَآ
اَمَرَهٗ وہ جس کا اس کو حکم دیا فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ پس چاہیے کہ دیکھے انسان
اِلٰى طَعَامِهٖ اپنے کھانے کی طرف اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا بے شک
ہم نے برسایا پانی کو برسانا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر پھاڑا ہم نے زمین
کو پھاڑنا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا پھر اُگایا ہم نے اس میں اناج وَّعِنَبًا
اور انگور وَّقَضْبًا اور ترکاریاں وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون وَّنَخْلًا
اور کھجوریں وَّحَدَآئِقَ اور باغات غُلْبًا گھنے وَّفَاكِهَةً اور

پھل وَّاَبًّا اور چارا مَّتَاعًا لَّكُمْ تمھارے فائدے کے لیے وَ لِاَنْعَامِكُمْ اور تمھارے مویشیوں کے لیے فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ پس جب آئے گی چیخ (کانوں کو پھوڑنے والی) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ جس دن بھاگے گا آدمی مِنْ اَخِيْهِ اپنے بھائی سے وَاُمِّهٖ اور اپنی ماں سے وَاَبِيْهِ اور اپنے باپ سے وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی سے وَبَنِيْهِ اور اپنی اولاد سے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی کے لیے ان میں سے يَوْمَئِذٍ اُس دن شَاْنٌ حال ہوگا يُّغْنِيْهِ جو بے پروا کر دے گا اس کو (دوسروں سے) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ کچھ چہرے اس دن مُّسْفِرَةٌ روشن ہوں گے ضَاحِكَةٌ ہنسنے والے مُّسْتَبْشِرَةٌ خوشیاں منانے والے وَوُجُوْهٌ اور کچھ چہرے يَّوْمَئِذٍ اس دن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ان پر گرد و غبار ہوگا تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چھا جائے گی ان کے چہروں پر تارکول (سیاہی) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یہی لوگ ہیں کفر کرنے والے فسق و فجور کرنے والے۔

ربط آیات:

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا قُتِلَ الْاِنْسَانُ مارا جائے انسان مَآ اَكْفَرَهٗ کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا ہے۔ کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا، حقیر نطفے سے پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ ٹھہرایا، پھر ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے لیے راستہ آسان فرمایا، پھر اس کو موت دی اور حکم دیا اس کو قبر میں ڈالنے کا، پھر

قبر سے اُٹھائے گا اور اس سے دنیاوی زندگی کا حساب کتاب لیا جائے گا۔

مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے ذمے جو کام لگایا تھا وہ اس نے ابھی تک نہیں کیا۔ کَلَّا ۔ یہ لفظ قرآن کریم میں تین معانی میں استعمال ہوا ہے۔

❶..... ایک حقًّا کے معنیٰ میں، یعنی پکی بات ہے۔

❷..... دوسرا ہرگز نہیں کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

❸..... تیسرا خبردار کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

تینوں معنیٰ صحیح ہیں۔ کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ پکی بات ہے، ہرگز نہیں، خبردار! ابھی تک پورا نہیں کیا انسان نے وہ جس کا اس کو حکم دیا۔ رب تعالیٰ نے انسان کو جو حکم دیا مجموعی طور پر انسان نے اس کو پورا نہیں کیا۔ اور یہ مشاہدے کی بات ہے کہ انسان نے وہ بات پوری نہیں کی جس کا اس کو حکم دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسان! میری نعمتوں کو دیکھ اور ان سے میری قدرت کو سمجھ کہ جو نعمتیں رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور کوئی پیدا کر سکتا ہے؟ جس ذات نے یہ سب کچھ کیا ہے وہی قیامت قائم کر کے حساب کتاب بھی لے گا۔

فرمایا فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖٓ پس چاہیے کہ دیکھے انسان اپنے کھانے کی طرف کہ کتنی قوتیں اس کے تیار کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ وہ قوتیں کس نے پیدا کی ہیں۔ کھانے کے تیار کرنے میں رب تعالیٰ کی قدرت دیکھ۔ فرمایا اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا بے شک برسایا ہم نے پانی آسمان کی طرف سے برسانا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر ہم نے پھاڑا زمین کو پھاڑنا۔ ہم اگر نہ پھاڑتے تو اتنا نرم و نازک پودا زمین سے باہر کس طرح آسکتا تھا۔ یہ بارش برسانے والا کون ہے؟ زمین کو پھاڑ کر فصلیں

اُگانے والا کون ہے؟ انگوری سے لے کر پھل تک پہنچانے والا کون ہے؟ جب زمین سے نکلتا ہے تو اکیلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی دے رہا ہوتا ہے۔ ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ میرا پیدا کرنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

فرمایا ہم نے پانی برسایا پھر زمین کو پھاڑا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا پھر اُگایا ہم نے اس میں اناج، دانے اُگائے، فصلیں اُگائیں وَّعِنَبًا اور انگور اُگائے وَّقَضْبًا اور ترکاریاں اُگائیں۔ ساگ، پالک، مولی، گاجر، آلو، گوبھی وغیرہ رب تعالیٰ کے سوا کون اُگانے والا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے پیدا کی ہیں

زیتون کی خوبیاں :

وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسے ہم خوراک کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ مالش اور چراغ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ وہ گھی جو جانوروں سے حاصل ہوتا ہے طبی اعتبار سے زیتون اس سے زیادہ فائدے مند ہے۔ گائے، بھینس کا گھی ان لوگوں کے لیے تو مفید ہے جو بدن سے مشقت کا کام لیتے ہیں۔ اور جو لوگ بدنی مشقت کا کام نہیں کرتے ان کے اعصاب کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیتا ہے۔ اعصاب میں ایسا مواد پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر ضعف آ جاتا ہے۔ اور زیتون کے تیل میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی رکھی ہے کہ اعصاب کے اندر جو نالیاں ہیں ان کو صاف رکھتا ہے۔ جیسے اصل سرمہ آنکھوں کے پیچھے جو نالیاں ہیں اور دماغ کے ساتھ

ملتی ہیں ان کو صاف رکھتا ہے۔ خصوصاً اثمد سرمہ۔ ورنہ نالیوں میں سوداوی، بلغمی، مواد جمع ہو جاتا ہے جو بینائی پر اثر انداز ہوتا ہے اور روشنی کی ٹیوبیں ختم ہو جاتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُوا الْبَصَرَ "اثمد سرمے کا استعمال کرو وہ آنکھوں کی بینائی کو بڑھاتا ہے۔" اثمد سرمہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور جدہ سے ملتا ہے۔ (یہ ڈلی کی شکل میں لینا چاہیے اور خود پیسنا چاہیے وہاں سے جو پسا ہوا ملتا ہے اس میں اکثر ملاوٹ ہوتی ہے۔ مرتب) ہر مقام میں آج کل دھوکا بازی ہے اور یہ مسلمانوں کا شیوہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔

وہ مذہب جس میں نری صداقت اور دیانت تھی آج اس مذہب کے ماننے والے برائیوں کے ٹھیکے دار بن گئے ہیں۔ یہ جن چیزوں کو مٹانے کے لیے آئے تھے آج ان چیزوں کی آبیاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے!

عرب چاول اور اخروٹ سے آشنا نہ تھے :

فرمایا وَّنَخْلًا اور کھجوریں پیدا کیں۔ کھجوریں عرب کی خوراک تھیں۔ آج تو ذرائع پیدا ہو گئے ہیں اور ہر چیز وہاں پہنچنے لگ گئی ہے ورنہ ایک وقت تھا کہ چاول وغیرہ جو چیزیں ہم استعمال کرتے ہیں ان کو وہ پہچانتے بھی نہیں تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جب مصر فتح کیا تو وہاں سے چاولوں کی بوریاں ملیں تو انھوں نے ان کو استعمال نہ کیا کہ نہ معلوم یہ کیا چیز ہے۔ جانوروں کی خوراک ہے یا دشمنوں نے ہمارے لیے زہر ڈال رکھا ہے۔

پھر کہنے لگے ایسا کرو کہ ان کو گھوڑوں کے آگے ڈالو دیکھو! کیا اثر کرتے ہیں؟ کوئی مرتا ہے یا نہیں۔ ایک دن چاول ڈالے، دوسرے دن چاول ڈالے، گھوڑے پہلے سے

زیادہ موٹے تازے ہو گئے۔ پھر وہاں کے مقامی لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ ہماری خوراکوں میں سے بہترین خوراک ہے اور پکانے کا طریقہ بتایا۔

ترکی کے علاقے میں دو اخروٹ ملے، گول مول۔ بالکل علم نہ تھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ وہاں کے چرواہوں نے ایک دانہ توڑ کر دکھایا، اس میں سے گری نکال کر دکھائی۔ جب عرب مجاہدوں نے اخروٹ توڑ کر مغز نکال کر کھایا تو کہنے لگے سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَرزاق بِالْاَحْجَار "پاک ہے وہ ذات جس نے پتھروں میں روزی پیدا کی ہے۔" تو ان کو چاولوں کا علم نہ تھا، اخروٹ کا علم نہ تھا، کھجور ستو وغیرہ ان کی خوراک تھی۔

فرمایا وَّحَدَآئِقَ ۔ یہ حدیقۃٌ کی جمع ہے اور حدیقۃٌ کا معنیٰ ہے باغ۔ مگر ایسا باغ کہ جس کے ارد گرد دیوار ہو۔ پتھروں کی ہو چاہے اینٹوں کی ہو، مٹی کی ہو یا درختوں کی ہو۔ معنیٰ ہوگا اور باغات پیدا کیے غُلْبًا گھنے۔ غُلْبًا غَلْبٰی کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے وہ عورت جس کی گردن موٹی ہو۔ اور ظاہر بات ہے کہ جس کی گردن موٹی ہو گی اس کی رگیں نظر نہیں آئیں گی۔ تو مراد ہے ایسے باغ جن کی ٹہنیاں ٹہنیوں میں گھسی ہوئی ہوں کوئی تمیز نہ ہو کہ یہ کس درخت کی ٹہنی ہے اور یہ کس درخت کی ٹہنی ہے؟ معنیٰ ہوگا گھنے باغ وَّفَاکِهَةً اور پھل۔ رب تعالیٰ نے پیدا کیے وَّاَبًّا اور چارا پیدا کیا ہے مَّتَاعًا لَّكُمْ فائدہ ہے تمھارے لیے وَلِاَنْعَامِكُمْ اور تمھارے جانوروں کے لیے فائدہ ہے۔ یاد رکھو! جس رب نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہی قیامت قائم کرے گا اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

فرمایا فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ پس جس وقت آئے گی چیخ جو کانوں کے پردے پھاڑ دے گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جس وقت صور پھونکیں گے اس کو دور والے بھی ایسے

ہی سنیں گے جیسے قریب والے سنیں گے۔ایسی سخت آواز ہوگی کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے۔آج بھی تیز آواز سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔بعض دفعہ بجلی کی کڑک کی وجہ سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔اطباء لکھتے ہیں کہ جس وقت بجلی چمکے اس کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ہوسکتا ہے بجلی کی طرف دیکھنے کی وجہ سے تمھاری آنکھوں کی بینائی ختم ہو جائے۔

میدانِ محشر میں لوگوں کا حشر :

وہ ایسا دن ہوگا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے وَاُمِّهٖ اور اپنی ماں سے بھاگے گا وَاَبِيْهِ اور اپنے باپ سے بھاگے گا وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی سے بھاگے گا وَبَنِيْهِ اور اپنی اولاد سے دوڑے گا۔

روایت تم پہلے سن چکے ہو کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔نیکیوں کا پلہ بھاری ہو تو جنت میں چلے جائیں اور بدیوں کا پلہ بھاری ہو تو دوزخ میں۔اب ایک آدمی کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں۔مثلاً: نیکیاں بھی پچاس ہیں اور بدیاں بھی پچاس ہیں۔رب تعالیٰ اس آدمی سے فرمائیں گے کہ ایک نیکی تلاش کر کے لا تا کہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی میں آسانی کے ساتھ تلاش کرلوں گا۔اپنے بھائی کے پاس جائے گا۔جو دنیا میں اس کا دست و باز و تھا۔کہے گا بھائی جان! میرے پاس ایک نیکی کی کمی ہے مجھے ایک نیکی دے دو۔وہ کہے گا یہ بات نہ کرنا۔پریشان ہو کر دوست کے پاس جائے گا جس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا، کھاتا پیتا تھا۔کہے گا یار! ایک نیکی کی کمی ہے مجھے دے دو تا کہ میری نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے۔وہ بھی انکار کر دے گا۔پھر خاوند ہے تو بیوی کے پاس جائے گا، بیوی ہے تو خاوند کے پاس جائے

گی۔ وہ بھی انکار کر دے گا۔ پھر والد کے پاس جائے گا وہ بھی کہے گا جا اپنا کام کر میں تجھے نیکی دے کر خود کہاں جاؤں گا۔ آخر میں ماں کے پاس جائے گا۔ کہے گا اَتَعْرِفُنِیْ "کیا مجھے پہچانتی ہے۔" وہ کہے گی ہاں! تجھے پہچانتی ہوں تو میرا بیٹا ہے۔ میں نے تجھے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں اُٹھایا، پھر تجھے جنا، پھر تجھے دودھ پلایا، پھر تجھے پالا کہ تو چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ کہے گا امی! مجھے ایک نیکی دے دو تا کہ میرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ ماں کہے گی پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی۔

میدان محشر میں ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہو گی۔ آج دنیا میں بے شمار مثالیں ہیں کہ بھائی بھائی کے لیے جان دے دیتا ہے، ماں کے لیے جان دے دیتا ہے، بیوی کی عزت بچانے کے لیے جان دے دیتا ہے، یاروں دوستوں کے لیے جان دے دیتا ہے لیکن وہاں ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔ بڑا مشکل دن ہو گا لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی کے لیے ان میں سے يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ اُس دن حال ہو گا يُّغْنِيْهِ جو بے پروا کر دے گا اس کو دوسروں سے۔ ہر ایک کو اپنی جان کی مصیبت پڑی ہو گی کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں کر سکے گا۔ نہ ماں، نہ باپ، نہ بیوی، نہ اولاد، نہ کوئی دوست عزیز، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿النجم: ۳۸﴾ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

آج دنیا میں یاری دوستی نبھانے کے لیے قتل تک کے بوجھ اُٹھا لیتے ہیں یار کی جان بچانے کے لیے۔ وہاں کوئی کسی کا نہیں ہو گا وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ یہ مومن ہوں گے نیک عمل کرنے والے جنھوں نے توحید وسنت پر چل کر رب تعالیٰ کو راضی کیا اور بدعات اور خرافات سے بچے ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

ہنسنے والے خوشیاں منانے والے ہوں گے وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ اور کچھ چہرے اس دن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ان پر گردوغبار ہوگا تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چھا جائے گی ان کے چہروں پر تارکول۔ یہ جو سڑکوں پر لُک ڈالی جاتی ہے وہ ان کے چہروں پر ملی جائے گی۔ یہ علامت ہوگی مشرکوں اور بدعتیوں کی۔ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ "اس دن کئی چہرے سیاہ ہوں گے اور کئی چہرے سفید ہوں گے۔" ﴿آل عمران:۱۰۶﴾

اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے سیاہ ہوں گے۔ یہ معنیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۔ کفرۃٌ کافر کی جمع ہے اور فجرۃٌ فاجر کی جمع ہے۔ یہی لوگ ہیں کفر کرنے والے، فسق و فجور کرنے والے۔ عقیدے کے لحاظ سے کافر ہوں گے، عمل کے لحاظ سے فاجر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے نہ کرے۔ پہلوں میں سے کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ التَّكْوِيْر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۲۹ | ۸۱ سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ ۷ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝۱۴

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ جس وقت سورج کو لپیٹ دیا جائے گا وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ اور جس وقت ستارے گر پڑیں گے وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اور جس وقت پہاڑ چلائے جائیں گے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور جس وقت (دس ماہ کی) گابھن اُونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور جس وقت وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور جس وقت سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جس وقت جانوں کو جوڑ دیا جائے گا وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جس وقت زندہ درگور کی گئی بچی سے سوال کیا جائے گا بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

کس گناہ کے بدلے وہ قتل کی گئی ﴿وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾ اور جس وقت صحیفے کھول دیئے جائیں گے ﴿وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ﴾ اور جس وقت آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا ﴿وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ﴾ اور جس وقت دوزخ کو بھڑکا دیا جائے گا ﴿وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ﴾ اور جس وقت جنت کو قریب کر دیا جائے گا ﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ﴾ جان لے گا ہر نفس جو اس نے حاضر کیا ہے۔

نام وکوائف:

اس سورت کا نام تکویر ہے۔ اس کی پہلی آیت کریمہ میں کُوِّرَتْ کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام تکویر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کا ایک رکوع اور انتیس ۲۹ آیتیں ہیں۔ تکویر کا لفظی معنیٰ ہے کسی چیز کو غلاف میں لپیٹ دینا۔ ایک وقت آئے گا اللہ تبارک وتعالیٰ سورج کی روشنی کو سلب کر لیں گے۔ جیسے کسی چیز کو غلاف میں لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے اسی طرح سورج کو تہہ کر کے رکھ دیا جائے گا۔

آج سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے۔ سائنس دان کہتے ہیں چوتھے آسمان پر ہے۔ اور اس کی روشنی اور تپش بالکل ظاہر ہے۔ ظاہر چیز کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی۔

موضوع سورت:

اس سورت میں قیامت کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ کچھ نفخہ اولیٰ سے پہلے کی ہیں اور کچھ نفخہ ثانیہ کے بعد کی ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب بگل پھونکیں گے دنیا کی تباہی و

بربادی کے لیے، اس کو نفخہ اولیٰ کہتے ہیں۔ یعنی پہلی دفعہ کی پھونک۔ پھر چالیس سال کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے، اس کو نفخہ ثانیہ کہتے ہیں۔

نفخہ اولیٰ کی نشانیاں :

یہ پہلے نفخے کی نشانی ہے اِذَاالشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ جس وقت سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، سورج کی روشنی ختم کردی جائے گی۔

دوسری علامت: وَ اِذَاالنُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ اور جس وقت ستارے گر پڑیں گے تو کیا حال ہوگا کہ ایک ایک ستارہ زمین سے بڑا ہے۔

آج سے دو تین سال پہلے کی بات ہے کہ سائنس دانوں نے شوشہ چھوڑا تھا ممکن ہے صحیح ہو کہ ایک ستارے کا تھوڑا سا حصہ الگ ہو کر گرنے والا ہے۔ اس کی وجہ سے سارے لوگوں کی نیندیں اُڑ گئی تھیں۔ امریکہ والے کہہ رہے تھے کہ ہم پر گرا تو ہم مر جائیں گے، برطانیہ والوں نے کہا کہ ہم پر گرا تو ہم تباہ ہو جائیں گے، فرانس، چین والے سب پریشان تھے۔ پھر سارے سائنس دانوں نے اتفاق کیا کہ وہ ان کی طرف نہیں آئے گا دوسری طرف جائے گا۔ (پاکستانیوں کو کوئی فکر نہیں تھی۔ کیوں کہ یہ حالات کے پہلے ہی مارے ہوئے ہیں۔ مرتب)

تو ایک ستارہ بھی زمین پر گر جائے تو زمین میں کچھ بھی نہ رہے۔ تو فرمایا جب ستارے گر پڑیں گے آسمان سے نیچے زمین پر۔ نجوم نجم کی جمع ہے اور نجم کا معنیٰ ہے ستارہ۔

تیسری علامت: وَ اِذَاالۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ۔ جِبَال جَبَلٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے پہاڑ۔ اور جس وقت یہ پہاڑ چلائے جائیں گے۔ یہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر

گرد وغبار ہو جائیں گے۔ یہ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ کوہ ہمالیہ جیسے جو دنیا کا سب سے بلند پہاڑ ہے ریزہ ریزہ ہو کر گرد وغبار کی طرح اڑیں گے وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ - عِشار عُشَرَاءُ کی جمع ہے۔ عُشَرَاء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دس ماہ کی گابھن (حاملہ) ہو۔ جب اونٹنی کو گابھن ہوئے دس ماہ ہو جائیں تو اس کی بڑی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ کیوں کہ اب بچے کی پیدائش کا وقت ہوتا ہے۔ اونٹنی اگر کھڑے کھڑے بچہ دے دے تو بچے کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور اگر بیٹھ کر دے تو بچے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے اونٹنی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ لیکن جب قیامت برپا ہوگی تو ایسی افراتفری ہوگی کہ اس کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ معنیٰ ہوگا اور جس وقت گابھن اُونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

دیکھو! ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی دو لڑائیاں تمھارے سامنے ہیں کہ جب انڈیا نے حملہ کیا تو بارڈر کے لوگوں نے دوڑ کر اپنی جانیں بچائیں۔ مال، ڈنگر کی کسی کو فکر نہیں تھی کہ ان کا کیا کرنا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار جانور ہندو، سکھ، ڈوگر، مرہٹے لے گئے۔ آدمی خود امن میں ہو تو جانوروں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ اگر اپنی جان مصیبت میں ہو تو جانوروں کو کون پوچھتا ہے؟ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور جس وقت وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ بھیڑیے، شیر، چیتے، ہرن وغیرہ اس افراتفری میں ڈر کے مارے دوڑ کر شہروں کی طرف جمع ہو جائیں گے اور ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ کوئی کسی کو نہیں چھیڑے گا وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور جس وقت سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی جس طرح آج پیٹرول کو آگ لگتی ہے اس طرح سمندروں کو آگ لگ جائے گی اور وہ جل سڑ جائیں گے۔

جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ دنیا کے سو حصوں میں سے اکہتر (۷۱) حصوں پر پانی ہے اور انتیس (۲۹) حصوں پر دنیا کی بادشاہی ہے۔ یہ جو انتیس حصے خشک ہیں ان میں امریکہ، برطانیہ، افریقہ، چین، جاپان، انڈیا، پاکستان وغیرہ دنیا کے سارے ممالک ہیں۔ باقی حصوں پر پانی ہے۔ تو بحر محیط کو آگ لگ جائے گی پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں رہے گا۔ یہ نشانیاں نفخہ اولیٰ کی ہیں۔ اس کے بعد سات نشانیاں نفخہ ثانیہ کی ہیں۔

نفخہ ثانیہ کی سات نشانیاں :

دوسری دفعہ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے تو وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جس وقت جانوں کو جوڑ دیا جائے گا۔ یہودیوں کو یہودیوں کے ساتھ، عیسائیوں کو عیسائیوں کے ساتھ، ہندوؤں کو ہندوؤں کے ساتھ، سکھوں کو سکھوں کے ساتھ، مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ، نافرمانوں کو نافرمانوں کے ساتھ اور فرماں برداروں کو فرماں برداروں کے ساتھ۔ یہ ان کی اُصولی قسمیں ہوں گی۔ اصحاب الیمین وہ خوش نصیب جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اصحاب الشمال وہ بدقسمت جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور ایک طبقہ ہوگا السابقون السابقون کا جو نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑا جائے گا۔ جس طرح اس وقت ہماری روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اور ہم نقل وحرکت کرتے ہیں اور ہماری نقل وحرکت کو دوسرے بھی دیکھتے ہیں۔ مرنے کے بعد روح کو جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے لیکن الگ کرنے کے باوجود روح اور جسم کا آپس میں تعلق ہوتا ہے۔ وہ تعلق دوسروں کو

محسوس نہیں ہوتا۔ قبر میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس سے مرنے والے کو ادراک وشعور حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی ادراک وشعور کی وجہ سے فرشتوں کے سوالوں کو سمجھتا اور جواب دیتا ہے مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَبِيُّكَ مَادِيْنُكَ یہ جواب دے گا "میرا رب اللہ ہے، میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، میرا دین اسلام ہے۔"

سوالات میں کامیابی کے بعد جنت کی خوشبوؤں کا احساس ہوگا اور بُرے کو عذاب محسوس ہوگا۔ لیکن یہ زندگی دوسروں کو محسوس نہیں ہوتی۔ علم کلام والے کہتے ہیں کہ ایسے سمجھو جیسے سکتے کا مریض ہوتا ہے۔ سکتے کا مریض نہ سانس لیتا ہے اور نہ ہی اس کی نبض چلتی ہے۔ حالانکہ روح جسم کے اندر ہوتی ہے۔ ایسے ہی قبر میں، برزخ میں، روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق کی بنا پر مرنے والا راحت وآرام محسوس کرتا ہے لیکن ہمارے شعور میں نہیں آسکتا۔ عالم برزخ کی زندگی غیر شعوری ہے۔ اگر کسی کی قبر کو اکھیڑا جائے اور اس کی باڈی صحیح سالم پڑی ہو تو اس کی نقل وحرکت ہمیں نظر نہیں آئے گی۔ لیکن قیامت والے دن روح کو جسم کے ساتھ اس طرح جوڑا جائے گا کہ اس کی نقل وحرکت کو دوسرے بھی سمجھیں گے۔

تو فرمایا جس وقت جانوں کو جوڑا جائے گا نیکوں کو نیکوں کے ساتھ اور بدوں کو بدوں کے ساتھ۔ ہر ایک طبقے کے لوگوں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے گا وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جس وقت زندہ درگور کی ہوئی بچی سے سوال کیا جائے گا۔ عرب کے کچھ خاندانوں میں یہ رسم بد تھی کہ لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ دفن کر دیتے تھے، مارتے نہیں تھے۔ کہتے تھے مارنے سے گناہ ہوتا ہے۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ قبر میں کتنی دیر زندہ رہے گی؟ تازہ ہوا نہ ملے تو پانچ، دس منٹ کے بعد مر جائے گی۔ ایسا وہ اس واسطے کرتے تھے کہ اس کی شادی

کا انتظام کرنا پڑے گا، اس کا خرچہ ہمیں اٹھانا پڑے گا۔ اس لیے یہ حرکت کرتے تھے۔

تو فرمایا جس وقت زندہ درگور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ کس گناہ کے بدلے وہ قتل کی گئی۔ تیرا کیا گناہ تھا؟ مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ بچی، بچے سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو شریعت ان کو سزا نہیں دیتی، گناہ گار تصور نہیں کرتی کہ معصوم ہیں، غیر مکلف ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ صحت اور آب و ہوا کے ماحول کی بنا پر کوئی جلدی بالغ ہو جاتا ہے اور کوئی دیر سے ہوتا ہے۔ جلدی بلوغت کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ فلمیں دیکھنے والے ہو سکتا ہے دس بارہ سال میں بالغ ہو جائیں اور پہاڑی لوگ ہو سکتا ہے پندرہ سال میں بھی بالغ نہ ہوں۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ پندرہ سال کا لڑکا لڑکی ہر صورت بالغ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ چودہ (۱۴) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، بارہ (۱۲) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، ہو سکتا ہے۔

حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ بڑے چوٹی کے محدث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک بچی اکیس (۲۱) سال کی عمر میں دادی بن گئی۔ دس سال کی عمر میں بالغ ہوئی، نکاح ہو گیا، بچہ پیدا ہوا، بالغ ہوتے ہی نکاح کر دیا۔ اکیس (۲۱) سال کی عمر میں دادی بن گئی۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ چوبیس (۲۴) سال کا آدمی دادا ہو سکتا ہے۔ اس زمانے میں لوگ بالغ ہوتے ہی بچی، بچے کی شادی کر دیتے تھے۔ آج کل دیر کرتے ہیں اسی لیے بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں۔ رب تعالیٰ نے انسان کا ایک مزاج اور طبیعت بنائی

ہے۔ بچیوں کی شادی دیر سے ہو تو طبی نقطہ نظر سے عورت کے رحم میں جو خاص قسم کی ٹیوبیں ہوتی ہیں وہ سڑ جاتی ہیں اور اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ پھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ بروقت شادی ہو جائے تو پھر نظام قدرت ہے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا خاص انتظام رکھا ہے۔

فرمایا وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔ صحف صحیفةٌ کی جمع ہے۔ صحیفہ کا معنیٰ ہوتا ہے کاپی، کتاب، نامہ عمل۔ معنیٰ ہوگا اور جس وقت صحیفے کھول دیئے جائیں گے۔ میرا میرے سامنے آجائے گا، آپ کا آپ کے سامنے آجائے گا۔ ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے سامنے ہوگا۔ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جس وقت آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا، کھال اتار دی جائے گی۔ آج جو آسمان ہمیں نیلگوں نظر آتا ہے، سبز سبز نظر آتا ہے ایک وقت آئے گا فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿سورۃ الرحمن﴾ "پس ہو جائے گا سرخ چمڑے کی طرح یا جیسے تلچھٹ ہوتی ہے۔"

وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ اور جس وقت دوزخ کی آگ بھڑکا دی جائے گی۔ میدان محشر میں دوزخ کی آگ کے شعلے نظر آرہے ہوں گے۔ دیکھ کر بندے توبہ توبہ کریں گے مگر اس وقت توبہ توبہ کرنے کا کیا فائدہ؟ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور جس وقت جنت کو قریب کر دیا جائے گا۔ میدان محشر ہی میں جنت کی خوشبوؤں کو، راحتوں کو، جنت کے باغوں کو آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ہر ایک کی قلبی خواہش ہوگی کہ میں جلدی سے اس میں داخل ہو جاؤں۔ جس وقت یہ نشانیاں واضح ہو جائیں گی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ جان لے گا ہر نفس جو اس نے حاضر کیا ہے۔ جس نے جو نیکی بدی کی ہے سامنے آجائے گی۔ رتی برابر بھی کسی چیز کا خفا نہیں رہے گا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم اٹھاتا ہوں بِالْخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانے والے (ستاروں) کی الْجَوَارِ تیزی سے چلنے والے کی الْكُنَّسِ چھپ جانے والوں کی وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ اور قسم ہے رات کی جب وہ آنے لگے وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ بے شک یہ قرآن عزت والے قاصد کا قول ہے ذِيْ قُوَّةٍ بڑی طاقت والا ہے عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ عرش والے کے پاس عزت پانے والا ہے مُّطَاعٍ اس کی اطاعت کی جاتی ہے ثَمَّ اَمِيْنٍ وہاں بڑا امین ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور تمھارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق انھوں نے دیکھا ہے اس کو

بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ روشن کنارے پر وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ اور نہیں ہے وہ غیب کی بات پر بخل کرنے والا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ اور نہیں ہے یہ قول شیطان رجیم کا فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ پھر تم کدھر جارہے ہو اِنْ هُوَ اِلَّا نہیں ہے یہ قرآن مگر ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ نصیحت تمام جہانوں کے لیے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ اس کے لیے جو چاہے تم میں کہ وہ قائم رہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم نہیں چاہتے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی شے کے متعلق دعویٰ کرتا ہے تو اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے گا تو دعوی ثابت ہوگا۔ اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے تو پھر مدعا علیہ جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے قسم دے گا کہ مدعی نے میرے خلاف جھوٹا دعوی کیا ہے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ تو گویا قسم گواہی کا بدلہ ہے، اس کے قائم مقام ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سی چیزوں کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ یعنی ان چیزوں کو بطور گواہ کے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہے، کسی چیز کا پابند نہیں ہے۔ وہ جس چیز کی چاہے قسم اٹھا سکتا ہے۔ ہم مکلف ہیں، پابند ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بغیر کسی چیز کی قسم نہیں اُٹھا سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ "جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی اس نے شرک کیا۔" کعبہ کی قسم اُٹھانا، نبی کی قسم اُٹھانا، پیغمبر کی قسم، پتر کی قسم، ماں کی قسم، باپ کی قسم، بیٹے کی قسم کسی بزرگ کی قسم اُٹھانا، یہ سب شرک کی قسمیں ہیں۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی قسم نہ اُٹھاؤ۔ ہم قانون کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ قانون بنانے والا ہے اور

نافذ کرنے والا ہے اس پر کسی قسم کا کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جس چیز کی چاہے قسم اٹھا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عربی کا یہ ضابطہ بھی سمجھ لیں کہ قسم ہو یا حرف قسم ہو اور اس پر حرف لا داخل ہو تو وہ زائدہ ہوتا ہے اس کا کوئی معنیٰ نہیں ہوتا۔ لہٰذا فَلَآ اُقْسِمُ کا معنیٰ ہوگا میں قسم اٹھاتا ہوں۔ اگر لَآ کا معنیٰ کریں تو معنیٰ ہوگا میں قسم نہیں اٹھاتا۔ تو ضابطے کے مطابق لَآ کا ترجمہ نہیں ہوگا۔ معنیٰ ہوگا میں قسم اُٹھاتا ہوں بِالْخُنَّسِ۔ خُنَّس خَنْسَاءُ کی جمع ہے (اور خُنَّس اَخْنَس کی جمع بھی آتی ہے)۔ اس کا معنیٰ ہے پیچھے ہونا۔ اور کُنَّس کَنْسَاءُ کی جمع ہے (اور اَکْنَس کی جمع بھی آتی ہے) اس کا معنیٰ ہے چھپ جانا۔

ستاروں کی تفصیل :

ستارے دو قسم کے ہیں۔ ثوابت: جو اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اور سیارات: حرکت والے، چلنے والے۔ کوئی مغرب کی طرف چلتا ہے، کوئی مشرق کی طرف چلتا ہے، کوئی شمال کی طرف چلتا ہے، کوئی جنوب کی طرف چلتا ہے۔ جو ستارے اپنی جگہ قائم رہتے ہیں انہی سے متعلق ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿النحل:١٦﴾ "اور ستاروں کے ذریعے یہ لوگ راہ پاتے ہیں۔" ان ستاروں کے ذریعے لوگ راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ سمندری اور صحرائی سفر ستاروں کو دیکھ کر کرتے تھے کہ ہم اس طرف سے آئے ہیں اور اس طرف کو جانا ہے۔ اس جگہ چلنے والے ستاروں کا ذکر ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نام تو نہیں لیا مگر صفت ان کی بیان فرمائی ہے۔ یہ پانچ سیارے ہیں۔

❀ ۱..... زحل، ❀ ۲..... مشتری، ❀ ۳..... مریخ،

❀ ۴..... زہرہ، ❀ ۵..... عُطارد۔

ان کو ریاضی والے خَمْسَہ مُتَحَیِّرَہ کہتے ہیں۔یعنی پانچ حیران کن سیارے۔یہ بڑی تیزی کے ساتھ چلتے ہیں۔چلتے چلتے رب تعالیٰ کے حکم سے واپس ہو جاتے ہیں پھر چھپ جاتے ہیں،نظر نہیں آتے۔ان آیتوں میں ان پانچ ستاروں کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں میں قسم اُٹھاتا ہوں بِالْخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانے والے ستاروں کی الْجَوَارِ تیزی سے چلنے والے ہیں الْكُنَّسِ چھپ جانے والوں کی۔بڑی رفتار کے ساتھ چلتے ہیں پھر واپس آجاتے ہیں پھر چھپ جاتے ہیں، غائب ہو جاتے ہیں۔یہ بڑا عجیب نظام ہے جو عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ان ستاروں کی قسم اُٹھا کر اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ جیسے ان ستاروں کی حقیقت تم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اسی طرح یہ قرآن پاک حق اور سچ ہے لیکن تم اس کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ستاروں کو نہ سمجھنے کے باوجود مانتے ہو اسی طرح قرآن کریم کو بھی مانو۔

وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ اور قسم ہے رات کی جب وہ آنے لگے۔ عَسْعَسَ اضداد میں سے ہے۔اس کا معنیٰ آنے کا بھی ہے اور جانے کا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے رات بھی ایک بہت بڑی نشانی ہے وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے یعنی روشن ہو جائے۔یہ رات اور دن رب تعالیٰ کی قدرت کی ایسی نشانیاں ہیں کہ جن کو ہر آدمی سمجھتا اور دیکھتا ہے۔ان کو سمجھانے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ رات اس کو کہتے ہیں اور دن اس کو کہتے ہیں۔ان کی قسم اُٹھا کر فرمایا:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ بے شک یہ قرآن بولا ہوا ہے بڑی عزت والے

قاصد کا۔ رسول کریم سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ کہ ان کے ذریعے یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچایا ہے۔

پہلے پڑھ چکے ہو وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿الشعراء: ۱۹۲﴾ "اور بے شک یہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے۔" جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں، معزز ہیں، وہ لے کر آئے ہیں ذِيْ قُوَّةٍ بڑی طاقت والا ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوط کی بستیوں کو اُٹھا کر پھینکنے کا حکم دیا تو پورے کا پورا علاقہ ایسے سمجھو جیسے لاہور سے وزیر آباد تک کا علاقہ ہے۔ اتنا بڑا علاقہ۔ پَر مارا جیسے کسی یا بیلچہ مارو تو زمین میں چلا جاتا ہے۔ اس طرح پَر مارا اور زمین کو پَر پر اُٹھا کر بندی پر لے جا کر اُلٹا کر کے پھینک دیا۔ تو رب تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بڑی قوت دی ہے عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ عرش والے کے ہاں بڑی عزت والے ہیں۔ تمام فرشتوں کے سردار اور امام ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں مُطَاعٍ اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ تمام فرشتے اس کے مطیع ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم دیتے ہیں تمام فرشتے بلا قیل وقال اس کو بجا لاتے ہیں ثَمَّ اَمِيْنٍ وہاں بڑا امین ہے۔ روح الامین، روح القدس، یہ جبرئیل علیہ السلام کے لقب ہیں۔

مشرک، کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چند آدمی تھے باقی ساری قوم ایک طرف تھی۔ پھر یہ لفظ اتنا مشہور کیا ہوا تھا کہ بچے بچے کی زبان پر تھا کہ یہ دیوانہ ہے۔ اور دور دراز تک پھیلا یا ہوا تھا۔

حضرت ضماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور تمھارا ساتھی دیوانہ نہیں

ہے۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ازدشنوءہ قبیلے کا ایک آدمی تھا جس کا نام ضماد تھا۔ یہ پاگلوں کا دم کے ذریعے علاج کرتا تھا اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا تھا۔ یہ ازدشنوءہ بستی سے چل کر مکہ مکرمہ پہنچا۔ پتا پوچھتے پوچھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ کہنے لگا حضرت! آپ نے سنا ہوگا کہ ازدشنوءہ قبیلے کا ایک آدمی دیوانوں کو دم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! سنا ہے۔ کہنے لگا وہ عاجز میں ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں کا بیٹا پاگل ہو گیا ہے۔ میں انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں میں نے آپ سے کچھ نہیں لینا اگرچہ فیس میری کافی زیادہ ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے یہ بات سنی تو مسکرائے اور فرمایا کہ میں آپ کی تشریف آوری کی قدر کرتا ہوں، آپ نے بڑی تکلیف اُٹھائی ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاگل نہیں ہوں۔ کہنے لگا لوگ کیوں کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی زبانوں پر تو میرا کنٹرول نہیں ہے۔ کہنے لگا آپ کیا کہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ والا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد سورہ والسماء والطارق پڑھی۔ وہ چونکہ عربی تھا اور شاعر اور خطیب بھی تھا۔ وہ عربی زبان کی خوبیوں کو جانتا تھا۔ ہم چونکہ عربی زبان سے واقف نہیں ہے اس لیے اس کی خوبیوں کا علم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے جاتے تھے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ طارق پڑھ لی تو کہنے لگا یہ مخلوق میں سے کسی کا کلام نہیں ہے، یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے۔ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر واپس چلا گیا۔

مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سگا چچا تھا۔ ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ ایک دن

تردید کے لیے میں نے اس کے ساتھ رہنا ہے اور ایک دن تو نے ساتھ رہنا ہے۔ اسلام میں حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے۔ لیکن لوگ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق حج کرتے تھے۔ عرفات، منیٰ میں بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ ابوجہل نے کہا کہ یہ جب عرفات میں تقریر کرے گا تو میں تردید کروں گا اور جب منیٰ میں کرے گا تو تو نے تردید کرنی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ لوگ اکٹھے ہیں اور لوگوں کو توحید و رسالت کا مسئلہ، قیامت کا مسئلہ سمجھاتے۔ لوگ بڑے اطمینان سے سنتے۔ ابوجہل بھی بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سنتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ختم ہوتا تو یہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا لوگو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے۔ بڑا مشہور آدمی تھا کیوں کہ مکہ مکرمہ کا ابوالحکم تھا ،چیئر مین۔ یہ جس کی تقریر تم نے سنی ہے یہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ پاگل ہے اس کی بات نہ ماننا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنی تقریر کرتے تھے یہ دو جملوں میں اس پر پانی پھیر دیتا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں تقریر کرتے مسجد خیف کے پاس۔ جب بیان ختم ہوتا تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اَيُّهَا النَّاس لوگو میری بات سنو! اس کا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ عبداللہ میرا چھوٹا بھائی تھا۔ میں اس کا تایا ہوں۔ یہ صابی ہے، کاذب ہے، پاگل ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا (معاذ اللہ تعالیٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھنٹہ دو گھنٹہ بیان فرماتے یہ اُٹھ کر اس پر پانی پھیر دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور نہیں ہے تمھارا ساتھی دیوانہ وَلَقَدْ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق اس نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ہے اس رسول کریم کو یعنی جبرئیل علیہ السلام کو بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ روشن کنارے پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام

کو اصل شکل میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ زمین پر لَهٗ سِتُّمائَةِ اَجْنِحَةٍ "اس کے چھ سو پَر تھے۔" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کی ذمہ داری ڈالی گئی جبل نور پر مکہ مکرمہ میں۔ اور دوسری مرتبہ معراج کی رات عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۔ اس کے علاوہ جتنی دفعہ بھی جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں کبھی دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں اور کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں، کبھی کسی کی شکل میں۔ اس کا حوالہ اللہ تعالیٰ دیتے ہیں کہ تمھارے ساتھی نے اس رسول کریم کو دیکھا ہے۔ وَمَا هُوَ اور نہیں ہے وہ تمھارا ساتھی عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ غیب کی بات پر بخل کرنے والا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی غیب کی خبر معلوم ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ظاہر کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتے تھے بلکہ ٹھیک ٹھیک دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔ دوزخ کیا ہے؟ میدان محشر کیا ہے؟ فرشتے کیا ہیں؟ پل صراط کیا ہے؟ سارا قرآن کریم غیب سے آیا ہے۔ یہ تمام غیب کی خبریں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بخل نہیں کیا۔

اہل بدعت اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارا غیب جانتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں بخل نہیں کرتے تھے۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ اس لیے کہ یہ سورت ساتویں نمبر پر نازل ہوئی ہے اس کے بعد ایک سو سات سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ اگر آپ کو سارا غیب معلوم ہو گیا تھا تو ایک سو سات سورتوں کے بعد میں نازل ہونے کا کیا معنیٰ ہے۔ اگر اس غیب سے سارا غیب مراد ہے تو پھر یہ آیت کریمہ قرآن کی آخری آیت ہونی چاہیے تھی۔ اس کے بعد قرآن کا کوئی حصہ نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ اس کے بعد بڑی بڑی سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ تو یہاں غیب کی خبریں مراد ہیں۔

فرمایا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اور نہیں ہے یہ کہا ہوا شیطان مردود کا۔

چند دن وحی نہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی ابولہب کی بیوی جس کا نام عوراء اور کنیت اُم جمیل تھی اور ابوسفیان کی سگی بہن تھی۔ یہ خاندان طبعی طور پر سخت، کرخت مزاج والا تھا۔ آ کر کہنے لگی قَدْ تَرَكَكَ شَيْطَانُكَ "تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے جو وحی لے کر تیرے پاس آتا تھا۔" یعنی جبریل علیہ السلام (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ شیطان مردود کا قول نہیں ہے فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ پھر تم کدھر جا رہے ہو اِنْ هُوَ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ اس کے لیے کہ جو چاہے کہ وہ قائم رہے۔ جو مانے نصیحت اس کے لیے ہے۔ جو نہیں مانتا اس کے لیے کیا ہے۔ دیکھو! کھانا اللہ تعالیٰ نے بھوک ختم کرنے کے لیے بنایا ہے، پانی پیاس بجھانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ مگر بھوک پیاس اسی کی بجھے گی جو کھائے گا، پیئے گا۔ ویسے اگر زبانی طور پر سارا دن کہتا رہے کھانے سے پیٹ بھر جاتا ہے، پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے، تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ استعمال کرے گا تو فائدہ ہوگا۔ یہ کتاب نصیحت ہے مگر اس کے لیے جو چاہے گا وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جو رب ہے تمام جہانوں کا۔ تم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے جب تک رب تعالیٰ نہ کرے۔ بندے کو ایمان لانے کا، کفر اختیار کرنے کا، نیکی بدی کرنے کا اختیار اور قدرت ہے۔ مگر یہ قدرت تو رب نے دی ہے اس کے استعمال کرنے میں تم مختار ہو۔

مثال کے طور پر دیکھو! یہ ٹیوبیں ہیں، بلب ہیں، پنکھے ہیں، ہم بٹن دبا کر چلا سکتے ہیں مگر کب؟ جب کہ بجلی ہو۔ اگر بجلی پیچھے سے بند ہو جائے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ بندے کو اتنا ہی اختیار ہے۔ اگر پیچھے سے رب تعالیٰ کی طرف سے بجلی بند ہو جائے تو پھر کوئی کچھ

بھی نہیں کرسکتا۔ تم نہیں چاہ سکتے مگر جو رب چاہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

تفسیر

سُورَةُ الانفطار

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۱۹ ۸۲ سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَکِّیَّۃٌ ۸۲ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ﴿۶﴾ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ﴿۱۱﴾ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۱۵﴾ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىِٕبِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۸﴾ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ یَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جس وقت آسمان پھٹ جائے گا وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ اور جس وقت ستارے انْتَثَرَتْ بکھر جائیں گے وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جس وقت سمندر چلائے جائیں گے وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ اور جس وقت قبریں اکھیڑ دی جائیں گی عَلِمَتْ نَفْسٌ جان لے گا ہر نفس مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے

چھوڑا ہے یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اے انسان مَا غَرَّكَ کس چیز نے تجھے دھوکا دیا بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ رب کریم کے بارے میں الَّذِیْ خَلَقَكَ وہ جس نے تجھے پیدا کیا فَسَوّٰىكَ پھر تجھے درست کیا فَعَدَلَكَ پھر تجھے برابر کیا فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ جس صورت میں چاہا رَكَّبَكَ تجھے جوڑ دیا كَلَّا خبردار بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ بلکہ تم جھٹلاتے ہو بدلے کے دن کو وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ اور بے شک تمھارے اوپر البتہ نگران ہیں كِرَامًا كَاتِبِیْنَ وہ بڑے شریف لکھنے والے ہیں یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو اِنَّ الْاَبْرَارَ بے شک نیک لوگ لَفِیْ نَعِیْمٍ البتہ نعمتوں میں ہوں گے وَ اِنَّ الْفُجَّارَ اور بے شک نافرمان لَفِیْ جَحِیْمٍ شعلے مارنے والی آگ میں ہوں گے یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ داخل ہوں گے اس میں بدلے والے دن وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىٕبِیْنَ اور نہیں ہوں گے وہ اس سے غیر حاضر وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا یَوْمُ الدِّیْنِ کیا ہے بدلے کا دن ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ پھر آپ کو کس نے بتلایا مَا یَوْمُ الدِّیْنِ کیا ہے بدلے کا دن یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ جس دن مالک نہیں ہوگا کوئی نفس لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا کسی نفس کے لیے کسی شے کا وَ الْاَمْرُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ اور حکم اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الانفطار ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں انفطرت کا لفظ موجود ہے، اس سے لیا گیا ہے۔ اکیاسی سورتیں «۸۱» اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا بیاسیواں نمبر «۸۲» ہے۔ اس کا ایک رکوع اور انیس «۱۹» آیتیں ہیں۔

قرآن کریم میں جن مسائل پر زیادہ زور دیا گیا ہے ان میں توحید کا مسئلہ ہے، رسالت کا مسئلہ ہے اور قیامت کا مسئلہ ہے۔ اور توحید کا مسئلہ اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتا جب تک شرک کا علم نہ ہو۔ اس لیے شرک کی بھی بڑی سختی کے ساتھ تردید کی ہے۔ مشرکین مکہ قیامت کی بڑے زور دار الفاظ میں تردید کرتے تھے۔ اس لیے زور دار الفاظ میں قیامت کا اثبات کیا گیا ہے کئی سورتوں میں۔ کسی کا نام الحاقہ ہے، کسی کا نام القارعہ ہے۔ یہ سب قیامت کے متعلق ہیں۔ مکہ مکرمہ میں جتنی سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں انھی مسائل پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ جس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔ پھٹنے کے بعد اکٹھا ہو جائے گا۔ جس طرح سائبان کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد آسمان کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح بستے میں کتابوں کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ﴿الانبیاء: ۱۰۴﴾ "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو مثل لپیٹ دینے طومار کے کتابوں کو۔" ساتوں آسمانوں میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ اور جس وقت ستارے بکھر جائیں گے۔ کواکب کوکبٌ کی جمع ہے اور کوکب کا معنیٰ ہے

ستارہ۔ جس وقت یہ ستارے بکھر کر زمین پر گر جائیں گے۔ آسمان کو جب حرکت دی جائے گی تو ستارے اپنی جگہ چھوڑ کر بکھر جائیں گے انکَدَرَتْ زمین پر گر جائیں گے۔ وَاِذَاالْبِحَارُ فُجِّرَتْ۔ بحار بحر کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے سمندر۔ اور جس وقت سمندر چلائے جائیں گے۔ سات سمندر (بحرًا واحدًا) ایک سمندر ہو جائیں گے۔ یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوگا۔ پھر نفخۂ ثانیہ کے بعد کیا ہوگا وَاِذَاالْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ اور جس وقت قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوبارہ بگل پھونکیں گے تو سب قبروں سے نکل آئیں گے۔ جن کو جلایا گیا یا پرندے، درندے کھا گئے، سب آ جائیں گے۔ یہ قبر کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ عرب کے باشندے مشرکین، یہودی، عیسائی، مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ قبروں والے تو آ جائیں گے اور باقیوں کو چھٹی مل جائے گی۔ بلکہ سب آئیں گے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ جان لے گا ہر نفس جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑا ہے۔ آگے سے مراد وہ نیکیاں جو اس نے زندگی میں کی ہیں وہ آخرت میں جمع ہو گئیں۔ اور پیچھے چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ جاریہ کا کوئی کام کر گیا۔ مسجد بنوائی، دینی مدرسہ بنوایا، یتیم خانہ کھول گیا، نلکا لگا گیا، رفاہِ عام کا کوئی بھی کام کر گیا۔ جب تک یہ چیزیں رہیں گی بدستور اجر اس کو پہنچتا رہے گا۔ نیک اولاد بھی صدقہ جاریہ ہے۔

اسی طرح جس نے برے کام کیے وہ بھی آگے پہنچ چکے ہیں اور جو پیچھے چھوڑے ہیں مثلاً: سینما گھر بنایا ہے، شراب خانہ کھولا ہے، بری اولاد چھوڑی ہے، سب جان لے گا اور اس کا وبال بھگتے گا۔

یَاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اے انسان! مَا غَرَّكَ۔ غَرَّ یَغُرُّ کا معنی ہے دھوکا دینا۔ کس چیز نے تجھے دھوکا دیا ہے بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ اپنے رب کے بارے میں جو کریم ہے، مہربان ہے۔ کیوں دھوکے میں پڑا ہوا ہے، اس کا حق کیوں ادا نہیں کرتا، کیوں غفلت میں پڑا ہوا ہے؟ الَّذِیْ خَلَقَكَ جس نے تجھے پیدا کیا وہ تیرا خالق ہے فَسَوّٰىكَ پس اس نے تجھے درست کیا۔ ساری مخلوق سے تیری شکل وصورت اچھی بنائی اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ میں تجھے پیدا کیا فَعَدَلَكَ پھر اس نے تجھے برابر کیا خاص اعتدال کے ساتھ۔ ایک ٹانگ اتنی ہی رہتی اور دوسری نصف میل جتنی لمبی ہوتی تو بندہ کیسے چلتا؟ ایک بازو اتنا ہی ہوتا اور دوسرا دس فٹ لمبا ہوتا تو کیسی شکل بنتی؟ (ایک کان ہمارا اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کے کان جتنا ہوتا، ایک ہاتھ اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کی ٹانگ جتنا ہوتا، ایک لات اتنی ہی ہوتی اور دوسری گدھے کی ٹانگ کی طرح کر دیتا، ایک آنکھ اتنی ہی ہوتی اور دوسری اتنی بڑی ہوتی جیسے سر ہے۔ لیکن اس نے اعتدال کے ساتھ سب کچھ بنایا ہے۔ اب اگر ہماری آنکھیں رب تعالیٰ ٹخنوں میں لگا دیتا تو پھر جو ہوتا ہمارے ساتھ وہ عیاں ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔ ہر چیز کو رب نے اپنے اپنے مقام پر رکھا۔)

وہ ایسا کر سکتا تھا مگر اس نے ہر چیز برابر لگائی ہے، اعتدال کے ساتھ رکھی ہے۔ جس طرح اس نے بنا دیا ہے اس سے بہتر صورت نہیں ہو سکتی تھی فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مردوں کی شکلیں جدا، عورتوں کی شکلیں جدا۔ کروڑوں انسان دیکھیں ایک کی شکل کا دوسرا ہے ہی نہیں۔ جس ذات کی یہ کاری[illegible] ہیں اس کی نافرمانی کرتے ہو كَلَّا خبردار بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ بلکہ تم [illegible]

ہو بدلے کے دن کو حساب کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ زوردار الفاظ میں کہتے ہو قیامت نہیں آئے گی۔ یقین رکھو! قیامت آئے گی وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ اور بے شک تمہارے اوپر البتہ نگران ہیں، حفاظت کرنے والے ہیں كِرَامًا ۔ کریم کی جمع ہے، بڑے شریف ہیں كَاتِبِيْنَ لکھنے والے يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

دائیں اور بائیں کندھوں پر بیٹھنے والے فرشتے :

سورت ق میں تفصیلاً تم پڑھ چکے ہو عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ "ایک فرشتہ دائیں کندھے پر بیٹھا ہے اور ایک بائیں کندھے پر بیٹھا ہے مگر ہمیں ان کا احساس نہیں ہوتا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ نہیں بولتا انسان کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے وہ فوراً لکھ لیتا ہے۔"

لیکن اس میں تفصیل ہے ... دائیں کندھے والا فرشتہ نیکیاں لکھنے والا ہے اور بائیں کندھے والا برائیاں لکھنے والا ہے۔ اور بائیں کندھے والا فرشتہ دائیں کندھے والے فرشتے کا ماتحت ہے۔ احادیث میں تفصیل اس طرح آتی ہے کہ آدمی جب زبان سے کوئی اچھی بات نکالتا ہے تو دائیں کندھے والا فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے۔ اگر زبان سے بُری بات نکلے تو بائیں کندھے والا لکھنا چاہتا ہے مگر دائیں والا اس کو روک دیتا ہے کہ ہو سکتا ہے توبہ کر لے۔ کچھ دیر تک انتظار کرتا ہے۔ جب توبہ نہیں کرتا تو پھر وہ حکم دیتا ہے کہ اُكْتُبْ "لکھ لو۔"

مجلسوں میں واہی تباہی باتیں ہو جاتی ہیں، لوگوں کی غیبتیں آدمی سنتا رہتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جس وقت مجلس سے کھڑا ہو تو یہ دعا پڑھے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ

جو گناہ مجلس میں ہوئے ہیں وہ معاف ہو جائیں گے۔ اگر مجلس میں صرف نیکیاں ہوئی ہیں تو ان پر مہر لگ جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا امت کی تعلیم کے لیے۔

تو فرمایا جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ سوال یہ ہے کہ انسان جو ارادہ کرتا ہے نیکی، بدی کا، وہ لکھا جاتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق کافی تفصیل ہے۔ علمائے کرام کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نیکی کا ارادہ بھی لکھتے ہیں اور برائی کا ارادہ بھی لکھتے ہیں۔ اس پر پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ علیم بذ[illegible]صدور تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے دلوں کے راز تو رب تعالیٰ جانتا ہے فرشتوں کو دل [illegible] کیسے پتا چلتا ہے۔ انسان جو کرتا ہے وہ فعل ہے۔ فعل کو فرشتہ دیکھتا ہے۔ اور جو بات زبان سے نکلتی ہے وہ قول ہے اس کو فرشتہ سنتا ہے۔ لیکن دل کے ارادے کا اس کو کیسے علم ہوتا ہے؟

اس بات کا علمائے کرام جواب دیتے ہیں کہ بندہ جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو رائحۃٌ طیبۃٌ اچھی خوشبو دل سے باہر نکلتی ہے اور برا ارادہ کرتا ہے تو رائحۃٌ کریھۃٌ بدبو دل سے باہر نکلتی ہے جس سے یہ فرشتے سمجھ جاتے ہیں اور لکھ لیتے ہیں۔ تفصیلی علم تو فرشتوں کو نہیں ہوتا کہ اچھا برا کیا ارادہ کیا؟ بس اجمالی طور پر وہ لکھتے ہیں کہ اس نے برا ارادہ کیا یا اچھا ارادہ کیا ہے۔ قول، فعل کا لکھنا قرآن سے ثابت ہے اور ارادے کا لکھنا روایتوں سے ثابت ہے۔

تو یہ لکھنے والے فرشتے دو دن کے لیے مقرر ہیں اور دو رات کے لیے۔ دن والوں کی ڈیوٹی صبح کی نماز کے وقت شروع ہوتی ہے۔ جب فجر کی نماز شروع ہوئی جس وقت میں نے کہا اللہ اکبر! تو رات والے فرشتوں کی ڈیوٹی ختم ہو گئی اور دن والے آ گئے۔ اس

مسجد کے ساتھ جن لوگوں کا تعلق ہے سارے محلے والوں کی ڈیوٹی بدل گئی۔ پھر جب عصر کا وقت ہوگا امام اللہ اکبر! کہے گا تو دن والے فرشتوں کی ڈیوٹی بدل جائے گی اور رات والے فرشتے چارج سنبھال لیں گے۔ اس محکمے کا نام ہے کراماً کاتبین۔ یہ کسی وقت بھی آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑتے سوائے دو وقتوں کے۔ ایک قضائے حاجت کے وقت اور دوسرا جس وقت خاوند بیوی آپس میں ملتے ہیں۔ لیکن نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ ایسے مقام پر کھڑے ہو جاتے ہیں جہاں سے بندے کے قول وفعل کو دیکھتے رہتے ہیں کہ باتھ روم میں بیٹھا کیا کر رہا ہے؟ گا رہا ہے یا کچھ اور کر رہا ہے۔

یہ تمام زندگی کا ریکارڈ محفوظ ہے اور قیامت والے دن گلے میں لٹکا دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ "یہ اپنا اعمال نامہ پڑھ۔" ایک دو صفحے پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ذرا ٹھہر جا یہ جو تیرا اعمال نامہ لکھا ہے هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ "کیا میرے لکھنے والوں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے۔" کوئی بات اپنی طرف سے تیرے ذمہ لگا دی ہو؟ بندہ کہے گا نہیں پروردگار! جو میں نے کیا ہے وہی درج ہے۔ چند صفحے اور پڑھے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتا بندے فرشتوں نے تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں کی ہے؟ کہے گا نہیں پروردگار! کوئی زیادتی نہیں کی میں نے جو کہا اور کیا ہے وہی درج ہے۔

تو آدمی اپنا نامہ اعمال خود پڑھے گا ہر آدمی کی فائل جدا جدا ہوگی۔ پھر کیا ہوگا؟

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ بے شک نیک لوگ البتہ نعمتوں میں ہوں گے۔ ابرار کا مفرد بَرٌّ بھی آتا ہے اور بَارٌّ بھی آتا ہے۔ آج ہم جنت کی نعمتوں اور خوشیوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے وَاِنَّ الْفُجَّارَ۔ یہ فاجر کی جمع ہے، نافرمان۔ اور بے شک رب تعالیٰ

کے نافرمان، باغی لَفِيْ جَحِيْمٍ البتہ جحیم ہوں گے۔ جحیم کا معنیٰ ہے شعلے مارنے والی آگ۔ وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ آج دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو اس آگ سے بچائے۔ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ داخل ہوں گے اس میں بدلے والے دن۔ جس دن حساب کتاب ہوگا وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ اور وہ نہیں ہوں گے اس آگ سے غیر حاضر۔ مشرک کو ایک دفعہ داخل ہونے کے بعد نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ دنیا میں تو آدمی ایک مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جاتا ہے۔ وہ وہیں رہیں گے۔ البتہ جہنم کے اوپر والے طبقے میں گناہ گار مسلمان ہوں گے۔ اہل توحید جو گناہوں میں مبتلا رہے۔ یہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے اور یہ سارا طبقہ خالی ہو جائے گا۔

فرمایا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ اور اے مخاطب! تجھے کس نے بتلایا کہ بدلے والا دن کیا ہے؟ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ پھر تجھے کس نے بتلایا کہ بدلے والا دن کیا ہے؟ سن لو! يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا وہ دن ہے جس دن نہیں مالک ہوگا کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی شے کا۔ پہلے پڑھ چکے ہو کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں سے بھاگے گا، اپنی بیوی سے بھاگے گا، اپنے باپ سے بھاگے گا، اپنی اولاد سے بھاگے گا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ اور حکم اور معاملہ سارا اس دن اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا۔ آج کہتے ہیں میری حکومت، میری شاہی۔ یہ میری تیری کہنے والوں نے قوم کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہاں کوئی بولے گا بھی نہیں سب حکم اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور وہ نافذ کرے گا اور کوئی ٹال نہیں سکے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الۡمُطَفِّفِیۡنَ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۳۶ ۸۳ سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَکِّیَّۃٌ ۸۶ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۫﴿۲﴾ وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ لِیَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۙ﴿۵﴾ یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۶﴾ کَلَّاۤ اِنَّ کِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِیۡ سِجِّیۡنٍ ؕ﴿۷﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا سِجِّیۡنٌ ؕ﴿۸﴾ کِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ؕ﴿۹﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿ۙ۱۰﴾ الَّذِیۡنَ یُکَذِّبُوۡنَ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿ؕ۱۱﴾ وَ مَا یُکَذِّبُ بِہٖۤ اِلَّا کُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِیۡمٍ ﴿ۙ۱۲﴾ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿ؕ۱۳﴾ کَلَّا بَلۡ ٜ رَانَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ کَلَّاۤ اِنَّہُمۡ عَنۡ رَّبِّہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ﴿ؕ۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّہُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِیۡمِ ﴿ؕ۱۶﴾ ثُمَّ یُقَالُ ہٰذَا الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تُکَذِّبُوۡنَ ﴿ؕ۱۷﴾

وَیۡلٌ بربادی ہے لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ کمی کرنے والوں کے لیے

الَّذِیۡنَ وہ لوگ اِذَا اکۡتَالُوۡا جب ماپ کر لیتے ہیں عَلَی النَّاسِ

لوگوں سے یَسۡتَوۡفُوۡنَ پورا پورا لیتے ہیں وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اور جب ماپ کر

دیتے ہیں ان کو اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یا ان کو تول کر دیتے ہیں یُخۡسِرُوۡنَ

کمی کرتے ہیں اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ کیا یہ یقین نہیں کرتے اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ کہ بے شک وہ کھڑے کیے جائیں گے لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن میں يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ جس دن کھڑے ہوں گے لوگ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے سامنے كَلَّآ پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ بے شک نافرمانوں کا دفتر لَفِيْ سِجِّيْنٍ سجین میں ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ اور آپ کو کس نے بتایا کہ سجین کیا ہے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یہ ایک دفتر ہے لکھا ہوا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے الَّذِيْنَ وہ لوگ يُكَذِّبُوْنَ جو جھٹلاتے ہیں بِيَوْمِ الدِّيْنِ بدلے کے دن کو وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اور نہیں جھٹلاتا اس کو اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ مگر ہر زیادتی کرنے والا اَثِيْمٍ گناہ گار اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں قَالَ کہتا ہے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں كَلَّا پکی بات ہے بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ بلکہ زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں كَلَّآ خبردار اِنَّهُمْ بے شک وہ عَنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب سے يَوْمَئِذٍ اس دن لَّمَحْجُوْبُوْنَ پردے میں رکھے جائیں گے ثُمَّ اِنَّهُمْ پھر بے شک یہ لوگ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ البتہ داخل ہوں گے شعلے مارنے والی آگ میں

ثُمَّ يُقَالُ پھر کہا جائے گا هٰذَا الَّذِيْ یہ ہے وہ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورت المطففین ہے۔پہلی آیت کریمہ ہی میں مطففین کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام رکھا گیا ہے۔ مطففین کا معنیٰ ہے ناپ تول میں کمی کرنے والے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔اس سے پہلے پچاسی ۸۵ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔(یہ چھیاسیویں ۸۶ نمبر پر نازل ہوئی)۔اس کا ایک رکوع اور ۳۶ چھتیس آیتیں ہیں۔

وَيْلٌ - ویل کا لفظی معنیٰ ہے ہلاکت، بربادی، تباہی۔اور ویل جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے۔تو ویل کن لوگوں کے لیے ہے؟ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کمی کرنے والوں کے لیے ہے تول میں اور ناپ میں۔اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرمادی الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ جب ماپ کر لیتے ہیں لوگوں سے يَسْتَوْفُوْنَ پورا پورا لیتے ہیں۔اپنا حق پورا وصول کرنا اچھی بات ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خرابی اگلی بات میں ہے وَاِذَا كَالُوْهُمْ اور جب ماپ کر دیتے ہیں ان کو اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یا ان کو تول کر دیتے ہیں يُخْسِرُوْنَ کمی کرتے ہیں۔اپنا حق پورا لیتے ہیں دوسروں کو پورا حق نہیں دیتے۔

خرید وفروخت کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً: ایک آدمی دکان دار سے کہتا ہے کہ ایک کلو گھی دے دے یا فروٹ دے دے یا دال دے دے، کوئی چیز بھی ہے۔ دکان دار کہتا ہے کہ میں سو روپے کی دوں گا، مثال کے طور پر اور خریدنے والا کہتا ہے ٹھیک

ہے تول دے۔ یہ سودا ہو گیا۔ اگر دکان دار اس میں سے ایک دانے کی بھی کمی کرے گا تو قیامت والے دن اس کو دینا پڑے گا۔ کیوں کہ قیمت اس نے ایک کلو کی لی ہے۔ اس میں جو اس نے کمی کی ہے یہ اس کا حق مارا ہے۔

حقوق العباد اور غنیۃ الطالبین کے دو واقعات :

یاد رکھنا! حقوق العباد کا مسئلہ بڑا سخت ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک بڑے نیک آدمی تھے، فوت ہو گئے۔ اپنے ساتھی کو خواب میں ملے۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا گزری؟ کہنے لگے امتحان میں تو کامیاب ہو گیا ہوں لیکن جنت کے دروازے سے مجھے اندر داخل نہیں ہونے دے رہے۔ فرشتے کہتے ہیں اِسْتَعَرْتَ اِبْرَۃً مِّنَ الْجَارِ فَلَمْ تَرُدَّھَا "تو نے اپنے پڑوسی سے سوئی مانگ کر لی تھی وہ تو نے واپس نہیں کی، آپ کے وارث وہ سوئی واپس کریں گے تو داخل ہونے کی اجازت ہوگی۔" صرف ایک سوئی کی وجہ سے جنت میں داخلے سے محروم ہیں۔ یہاں تو لوگ کارخانے غائب کر جاتے ہیں، مشینیں کھا جاتے ہیں۔

ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک آدمی دعوت کھا کر باہر نکلا تو کسی کے کھیت سے پودا توڑ کر اس سے خلال کیا، دانتوں سے بوٹی نکالی۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جنت میں نہیں داخل ہو سکتا کہ اس نے بغیر اجازت کے تنکا توڑ کر خلال کیا تھا۔ جب تک اس کے وارث اس کا نقصان نہیں بھریں گے۔ معاف رکھنا! یہاں تو قربانی کے بکرے چھترے لوگوں کی فصلیں چرتے ہیں۔ ہم نے حقوق العباد کو کچھ نہیں سمجھا حالانکہ حقوق العباد کا مسئلہ بڑا سخت مسئلہ ہے۔ کسی قسم کی ہیرا پھیری سنگین جرم ہے۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ کی غلہ منڈی میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ مختلف اجناس کے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ گندم، جو، باجرہ وغیرہ۔ آپ ﷺ بڑے خوش ہوئے کہ ہر چیز وافر مقدار میں موجود ہے۔ ایک بڑا ڈھیر دیکھا کہ ماشاء اللہ بڑا ڈھیر ہے۔ جبرئیل تشریف لائے اور کہنے لگے حضرت! اس ڈھیر کو اوپر سے نہ دیکھیں ہاتھ ڈال کر اندر سے دیکھو۔ جب آپ ﷺ نے ہاتھ مبارک اندر ڈالا تو دانے بھیگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندے! یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضرت! اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ "بارش کی وجہ سے بھیگ گئے ہیں۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بارش ہوگئی تھی تو تیرا فرض تھا اس کو خشک کرنا۔ یہ تو دھوکا ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج تو کوئی چیز بھی خالص نہیں ملتی۔ چینی، نمک تک جیسی سستی چیز بھی اگر دیانت دار پیس کر نہ دے تو اس میں بھی ملاوٹ ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ! ہم مسلمان کہلانے والے ہیں۔

یاد رکھنا! گاہک کے ساتھ جو طے کیا ہے وہی اس کو دو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی چیز میں کوئی عیب ہے تو وہ عیب بتلانا ضروری ہے۔ اگر بغیر عیب بتلائے بیچ دی تو اس کی کمائی حلال نہیں ہوگی۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم عیب چھپاتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کاروباری معاملات میں احتیاط کا ایک واقعہ :

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور اس کی کمائی

محدثین، فقہائے کرام، بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور غریبوں، مسکینوں پر خرچ کرتے تھے۔ بہت بڑی دکان تھی۔ کسی کام جانا تھا تو شاگرد کو کہا بیٹا! مجھے کام پیش آ گیا ہے تھانوں کی قیمت سمجھ لے۔ اس کی اتنی قیمت ہے، اس کی اتنی قیمت ہے اور اس کی اتنی قیمت ہے۔ مگر اس میں عیب ہے جب بیچنا ہے تو عیب بتلا کر بیچنا ہے۔ جب واپس تشریف لائے تو شاگرد سے پوچھا کہ کون کون سا تھان بکا ہے، کتنی رقم ملی ہے۔ شاگرد نے بتلایا کہ فلاں فلاں تھان بک گئے ہیں اور وہ گرم تھان جس میں عیب تھا وہ بھی بِک گیا ہے۔ فرمایا گاہک کو عیب بتلایا تھا؟ شاگرد نے کہا کہ مجھے بتلانا یاد نہیں رہا۔ امام صاحب نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون میری کمائی میں خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ فرمایا جنھوں نے خریدا ہے وہ قافلہ کس طرف گیا ہے؟ شاگرد نے بتلایا۔

اصطبل خانے پہنچے جس طرح آج کل یہاں ٹیکسیوں کے اڈے ہیں، بسوں کے اڈے ہیں، اس زمانے میں شہر سے باہر اصطبل ہوتے تھے۔ گھوڑے، گدھے، اونٹ کرایہ پر ملتے تھے۔ اصطبل والے سے کہا بھائی! جو تیرے پاس تیز رفتار گھوڑا ہے وہ مجھے دے۔ گھوڑا لیا اور قافلے والوں کے پاس پہنچ گئے۔ خریدار کا حلیہ پوچھ کر گئے تھے اس کو پہچان لیا۔ اس سے فرمایا کہ آپ نے کوفے کی فلاں دکان سے ایک گرم تھان خریدا ہے؟ اس نے کہا ہاں! خریدا ہے، پیسے دے کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح ہی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اس تھان میں عیب ہے میرے شاگرد کو بتلانا یاد نہیں رہا میں وہ عیب بتلانے کے لیے آیا ہوں۔ تھان ہے اتنے ہی پیسوں کا۔

آج ایسے آدمی کہاں ملیں گے؟ آج کل تو عیب چھپاتے ہیں۔ یقین جانو! ان چیزوں نے ہمیں اسلام کی خوبیوں سے محروم کر دیا ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ حرام کا ایک

لقمہ کھانے سے چالیس دن تک دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور ہمارے تو پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ اگر کسی نے دس روپے کا کرتہ خریدا اس میں ایک روپیہ حرام کا ہے جب تک وہ کرتہ جسم پر رہے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ آج تو ہمارا دور ہی ہیرا پھیری کا ہے۔ یہ بڑے اہم مسئلے ہیں قرآن وحدیث کے، ان کو یاد کرلو۔

تو فرمایا لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ۔ ظن کے معنیٰ یقین کے بھی آتے ہیں اور گمان کے بھی آتے ہیں۔ یہاں یقین کے معنیٰ ہیں۔ کیا وہ یقین نہیں کرتے اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ کہ بے شک وہ کھڑے کیے جائیں گے مرنے کے بعد۔ ان کو یقین نہیں آتا کہ ہم نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اور کھڑے کیے جائیں گے لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ بڑے دن میں جو پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا ﴿سورۃ المزمل﴾ "جو کردے گا بچوں کو بوڑھا۔"

یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ جس دن کھڑے ہوں گے لوگ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کے سامنے۔ اور رب العالمین ایک ایک رتی کا حساب لیں گے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ "پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کا کام کیا ہوگا دیکھ لے گا وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ اور جس نے ذرہ برابر بھی بُرائی کا کام کیا ہوگا دیکھ لے گا۔"

فرمایا كَلَّآ۔ یہاں كلا کا معنیٰ حقًّا ہے، پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ بے شک نافرمانوں کا دفتر سجین میں ہے۔ سجین سات زمینوں کے نیچے ایک جگہ کا نام ہے جو کافروں اور نافرمانوں کی ارواح کا ٹھکانا ہے۔ اگلی آیات میں علیین کا لفظ

آمدہا ہے وہ سات آسمانوں کے اوپر ایک مقام کا نام ہے جو نیک لوگوں کی ارواح کا مقام ہے۔ لیکن سجین اور علیین میں روحوں کے ہونے کے باوجود قبروں میں جسموں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے ایک قسم کی حیات مرنے والے کو حاصل ہوتی ہے۔ اس حیات کی وجہ سے فرشتوں کے سوالوں کو من ربك من نبيك ما دينك سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ پھر راحت و آرام نصیب ہو تو اس کو محسوس کرتا ہے سزا اور تکلیف ہو تو اس کو بھی محسوس کرتا ہے۔ اتنی حیات ہر نیک و بد کو قبر میں قطعی طور پر حاصل ہے۔ اس کا انکار بے دینی اور الحاد ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ اور آپ کو کس نے بتایا کہ سجین کیا ہے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ وہ ایک دفتر ہے جس میں مجرموں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ جس وقت کوئی مرتا ہے تو باقاعدہ وہاں اس کا نام درج ہے کہ آج یہ ہمارے پاس پہنچا ہے۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں بدلے اور حساب کتاب کے دن کو۔ عرب کے مشرکوں کی اکثریت بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتی تھی۔ جب قیامت کا ذکر ہوتا تو کہتے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿المومنون:۳۶﴾ "بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔" اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿ق:۳﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اور کبھی کہتے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿یٰسین:۷۸﴾ "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔"

تو فرمایا وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں بدلے کے دن کو وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ

اَثِيْمٍ اور نہیں جھٹلاتا اس کو مگر ہر زیادتی کرنے والا، تجاوز کرنے والا گناہ گار، جو اپنے رب کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی قیامت کا انکار کرتے ہیں اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں قَالَ کہتا ہے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ اساطیر اُسْطُوْرَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ قصہ، کہانی۔ کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ، حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ، حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ، قارون، فرعون اور ہامان کا قصہ۔ حالانکہ یہ محض قصے نہیں ہیں بلکہ ان میں عبرت اور سبق ہیں۔ نیک لوگوں کے قصے اس لیے بیان کیے ہیں کہ ان کو اپناؤ، ان کے نقش قدم پر چلو۔ اور بُرے لوگوں کے قصے اس لیے بیان کیے ہیں کہ ان کا حشر دیکھ کر، ان کا انجام دیکھ کر بُرے کاموں سے بچو۔ اور کافر یہ کہہ کر بات کو ٹال دیتے تھے کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، قصے ہیں۔

فرمایا كَلَّا پکی بات ہے بَلْ۔ بلکہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں۔ لوہے پر جب زنگ چڑھ جاتا ہے تو اس کی پہلے والی ویلیو (حیثیت) نہیں رہتی، بے کار سا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے اِذَا اَذْنَبَ الْعَبْدُ نُكِتَتْ عَلٰى قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ "جس وقت کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اس کے دل پر ایک دھبا پڑ جاتا ہے، کالا سا نقطہ لگ جاتا ہے۔" دوسرا گناہ کیا دوسرا دھبا پڑ گیا، تیسرا گناہ کیا تیسرا نقطہ لگ گیا، چوتھا گناہ کیا چوتھا دھبا لگ گیا (مرد کا دل تقریباً ایک پاؤ ہوتا ہے عورت کا دل ہلکا ہوتا ہے تقریباً تین چھٹانک ہوتا ہے۔) کالے نقاط سے دل پر غلاف چڑھ جاتا ہے اس کو رَین کہتے ہیں۔ یہ گناہوں کا زنگ ہوتا ہے۔

اس کی علامت یہ ہے کہ جب دل پر زنگ چڑھ جائے تو نیکی کی رغبت ختم ہو جاتی ہے اور انسان گناہ کرنے سے جھجکتا نہیں ہے۔ یہ حالت انتہائی بری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس حالت سے بچائے۔ پھر دیکھو بعض دھبے کچے ہوتے ہیں پانی سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور بعض پانی سے نہیں صابن سے جاتے ہیں اور بعض کے لیے رنگ کاٹ استعمال کرنا پڑتا ہے۔

اسی طرح آپ گناہوں کو سمجھیں کہ صغیرہ گناہ نیکیوں کی برکت سے خود بخود دھل جاتے ہیں۔ نماز کی برکت سے، روزے کی برکت سے، وضو کی برکت سے، مسجد کی طرف آنے کی برکت سے۔ بعض کے لیے صابن درکار ہے کہ حقوق العباد جب تک ادا نہیں کرو گے تو یہ دھبے نہیں اتریں گے۔ اور بعض کے لیے رنگ کاٹ کی ضرورت ہے کہ توبہ استغفار گناہوں کا رنگ کاٹ ہے۔ لیکن محض زبانی توبہ توبہ کرنے سے نہیں۔ مثلاً: چوری کی ہے تو اس میں رب تعالیٰ کا بھی حق توڑا ہے اور بندے کا بھی۔ تو اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے معافی مانگے اور بندے کا حق اس کو دے۔ نہیں دے سکتا تو اس سے معاف کرائے۔ اگر کسی کو گالی دی ہے، کسی سے بدتمیزی کی ہے، کسی کی غیبت کی ہے، تو جب تک اس سے معافی نہیں مانگے گا اس وقت تک کوئی توبہ نہیں ہے۔ تو یہ رنگ کاٹ ہے مگر شرائط کے ساتھ کہ حق ادا کرے۔ محض منہ سے توبہ توبہ کہنا دھوکا ہے۔

تو فرمایا كَلَّآ خبردار! اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ بے شک یہ مجرم لوگ اپنے رب سے اس دن پردے میں رکھے جائیں گے۔ (اب اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رب سے روکے جائیں گے جب کہ دوسری آیات یہ بتلاتی ہیں کہ رب کے سامنے ہوں گے رب ان کو دیکھے گا وہ رب کو دیکھیں گے۔ تو محجوب کا یہ معنیٰ ہے کہ جس

پیار، شفقت، محبت اور رحمت سے مومن دیکھے گے اس شفقت سے یہ محروم ہوں گے۔) رب تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا حجاب ہوگا ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِیۡمِ پھر بے شک وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ جحیم کا معنیٰ ہے شعلے مارنے والی آگ ثُمَّ یُقَالُ پھر کہا جائے گا هٰذَا الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِهٖ تُکَذِّبُوۡنَ یہ ہے وہ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ کہتے تھے قیامت کوئی نہیں ہے، میدان محشر کوئی نہیں ہے۔ آج دیکھ لیا ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا ہی میں ان چیزوں سے آگاہ کر دیا ہے کہ بروقت تیاری کرلو۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ﴿۱۸﴾ وَ

مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآىٕكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِیْ

وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ﴿۲۴﴾ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ

مِسْكٌ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ

تَسْنِیْمٍ ﴿۲۷﴾ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا

كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾

وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ مَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْیَوْمَ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآىٕكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع ۸

كَلَّآ پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ بے شک نیکوں کا دفتر

لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ علّیین میں ہے وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ اور آپ کو

کس نے بتلایا کہ علّیین کیا ہے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ایک دفتر ہے لکھا ہوا

یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ حاضر ہوتے ہیں اس میں مقرب بندے اِنَّ الْاَبْرَارَ

بے شک نیک لوگ لَفِیْ نَعِیْمٍ البتہ نعمتوں میں ہوں گے عَلَى الْاَرَآىٕكِ

آرام دہ کرسیوں پر یَنْظُرُوْنَ دیکھیں گے تَعْرِفُ (اے مخاطب)

تو پہچانے گا فِیْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں پر نَضْرَةَ النَّعِيْمِ نعمتوں کی تروتازگی يُسْقَوْنَ پلائے جائیں گے مِنْ رَّحِيْقٍ خالص شراب مَّخْتُوْمٍ مہر لگی ہوئی خِتٰمُهٗ مِسْكٌ اس کی مہر کستوری کی ہوگی وَفِيْ ذٰلِكَ اور اس میں فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے وَمِزَاجُهٗ اور ملاوٹ اس شراب کی مِنْ تَسْنِيْمٍ تسنیم سے ہوگی عَيْنًا وہ ایک چشمہ ہے يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ پئیں گے اس سے مقرب بندے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ اَجْرَمُوْا جنھوں نے جرم کیا كَانُوْا تھے وہ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہنستے تھے وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ اور جب وہ گزرتے تھے ان کے پاس سے يَتَغَامَزُوْنَ آپس میں اشارے کرتے تھے وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اور جب وہ لوٹتے تھے اِلٰٓى اَهْلِهِمُ اپنے گھر والوں کی طرف انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ لوٹتے تھے دل لگی کرتے ہوئے وَاِذَا رَاَوْهُمْ اور جس وقت وہ دیکھتے تھے ان کو قَالُوْٓا کہتے تھے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ بے شک یہ البتہ گمراہ ہیں وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ اور حالانکہ نہیں بھیجے گئے ان پر حٰفِظِيْنَ نگران فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ پس آج کے دن وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ کافروں پر ہنسیں گے عَلَى الْاَرَآئِكِ کرسیوں پر بیٹھ کر يَنْظُرُوْنَ دیکھ رہے ہوں گے هَلْ

ثُوِّبَ الْكُفَّارُ تحقیق بدلہ دیا جائے گا کافروں کو مَا اس کا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے۔

اس سے پہلے بدوں کے انجام کا ذکر تھا۔ اب نیکوں کے انجام کا ذکر ہے۔ جان نکالنے والے فرشتے الگ ہیں جن کی تعداد اٹھارہ آتی ہے۔ ان سے وصول کر کے آسمانوں کی طرف لے جانے والے فرشتے اور ہیں۔ بدآدمی کی روح کو نکال کر جب پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ "نہیں کھولے جاتے ان کے لیے آسمان کے دروازے۔" پھر فرشتے اس کو ساتویں زمین کے نیچے سجین کے مقام پر جو دفتر ہے وہاں پہنچاتے ہیں۔ اب اس کے مقابلے میں نیک لوگوں کا ذکر ہے۔

فرمایا كَلَّآ یہ حَقًّا کے معنیٰ میں ہے، پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ۔ اَبرار کا مفرد بَارٌّ ہے اور بَرٌّ بھی آتا ہے۔ بے شک نیک لوگوں کا دفتر لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ علّیین میں ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ اور (اے مخاطب) تجھے کس نے بتلایا کہ علّیین کیا ہے؟ كِتٰبٌ دفتر ہے مَّرْقُوْمٌ لکھا ہوا۔ اس میں نیک لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ حاضر ہوتے ہیں اس میں مقرب بندے۔

ارواح کا اجسام کے ساتھ تعلق :

میں نے عرض کیا تھا کہ اگرچہ نیک لوگوں کی ارواح کا مقام علّیون ہے اور بد لوگوں کی ارواح کا مقام سجین ہے لیکن اس کے باوجود قبر میں مردے کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت مرنے کے بعد کھلے گی۔ اس وقت ہم اس کی حقیقت اور کیفیت نہیں سمجھ سکتے مگر احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع و اتفاق

ہے کہ قبر میں جو بدن ہے اس کے ساتھ روح کا اتنا تعلق ہے کہ جس سے جسم میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کے سوالوں کے جواب دیتا ہے۔ نیک آدمی ہوتو اس کے لیے قبر میں راحتیں اور خوشیاں ہوتی ہیں اور بد ہے تو اس کو سزا ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حِفَرِ النِّيْرَانِ "قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔" یہ سوال و جواب روح اور جسم دونوں سے ہوتا ہے۔ اور جزا، سزا بھی روح اور جسم دونوں کو ہوتی ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی مسئلہ ہے اس میں کسی قسم کی قیل وقال کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے وہ غلط کہتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ جسم سے ہوتا ہے وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ جسد مثالی سے ہوتا ہے وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ اسی دنیا والے بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوتا ہے اور اسی بدن کو روح کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حیات اور زندگی حاصل ہوتی ہے۔

فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ بے شک نیک لوگ البتہ نعمتوں میں ہوں گے۔ ان کے جسم بھی نعمتوں میں ہوتے ہیں اور روح بھی عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ - اَرَائِك اَرِيْكَةٌ کی جمع ہے۔ اَرِيْكَه کا معنیٰ ہے آرام دہ کرسی۔ وہ آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے، دیکھ رہے ہوں گے تَعْرِفُ اے مخاطب تو پہچانے گا، دیکھے گا فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں نَضْرَةَ النَّعِيْمِ نعمتوں کی تروتازگی۔ نعمتوں سے ان کو نوازا جائے گا جس کی وجہ سے ان کے چہرے ہشاش بشاش ہوں گے۔ آج بھی خوش حال آدمی کے چہرے پر آثار نمایاں ہوتے ہیں اور بھوکے آدمی کے چہرے پر بھی

آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

جنت کی شراب:

یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۔ رحیق کا معنٰی ہے خالص شراب اور مختوم کا معنٰی ہے مہر لگی ہوئی۔ پلائے جائیں گے خالص شراب مہر لگی ہوئی خِتٰمُهٗ مِسْكٌ مہر اس کی کستوری کی ہوگی۔ آج بھی قیمتی اور اعلیٰ چیزوں پر کمپنی کی مہر لگی ہوتی ہے۔ اس شراب کی صفت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿صٰفّٰت: ۴۷﴾ "نہ اس میں سرگردانی ہوگی نہ پیٹ مروڑ۔" اور نہ اس کی وجہ سے وہ بدمست ہوں گے۔ یہ شرابی لوگ جانتے ہیں کہ پینے کے بعد سر درد ہوتا ہے یا نہیں، پیٹ میں مروڑ اُٹھتا ہے یا نہیں؟ بدحواس ہونا تو سارے جانتے ہیں۔

آخرت کی شراب کا ہم دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں شراب پیے گا ان دَخَلَ الْجَنَّةَ "اگر جنت میں داخل ہو گیا تو جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔" یہ بڑے خسارے کا سودا ہے۔ دنیا میں کوئی کتنا عرصہ پی لے گا؟ دس سال، بیس سال، تیس سال، چالیس سال، پچاس سال؟ اور جنت کی زندگی کا تو حساب ہی کوئی نہیں۔ اس کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شراب طہور سے محروم ہو گیا۔ اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی زنا، شراب میں روز بہ روز اضافہ ہوگا کیوں کہ نیک لوگ کم رہ جائیں گے، مغلوب ہوں گے۔ غنڈوں اور بدمعاشوں، چوروں اور ڈاکوؤں کا غلبہ ہوگا۔ حکومت میں بھی یہی لوگ ہوں گے۔

تو فرمایا مہر اس کی کستوری کی ہوگی۔ آج کستوری سونے سے بھی مہنگی ہے وَفِيْ

ذٰلِکَ اور اس کے لیے فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے وَ مِزَاجُهٗ اور اس شراب کی ملاوٹ مِنْ تَسْنِیْمٍ تسنیم سے ہوگی۔ تسنیم کیا ہے؟ عَیْنًا وہ چشمہ ہے یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ پئیں گے اس چشمے سے مقرب بندے۔ جنت کے چشموں میں سلسبیل کا بھی ذکر آتا ہے، کوثر کا بھی ذکر آتا ہے، کافور کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے صرف وہی پئیں گے۔ دوسروں کو اس کے ساتھ (پانی) ملا کر پلایا جائے گا۔

یہ مومنوں کا ذکر تھا آگے مجرموں کے متعلق فرمایا جو کافر ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا بے شک وہ لوگ جو مجرم ہیں کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ تھے وہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہنستے تھے۔ مومنوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ ٹنڈ کا مذاق اُڑاتے ہیں، ڈاڑھی کا مذاق اُڑاتے ہیں، شلوار ٹخنوں سے اُوپر ہو تو اس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ دنیا میں جوئیں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے بستر ے جوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یاد رکھنا! ان چیزوں سے حق تو نہیں رک سکتا۔ حق پر چلنے والے ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک زندہ رہیں گے۔

تو فرمایا مجرم لوگ ایمان والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ اور جب ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو اشارے کرتے ہیں کہ اس کی ڈاڑھی کو دیکھو، اس کی لنگی کو دیکھو، یہ جنتی جا رہا ہے۔ یہ مشاہدے کی بات ہے۔ وَ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ اور جب مجرم لوگ لوٹتے ہیں اپنے گھر والوں کی طرف انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ لوٹتے ہیں دل لگی کرتے ہوئے، مذاق کرتے ہوئے۔ کہتے ہیں آج میں نے فلاں آدمی کا اس طرح مذاق اڑایا، فلاں کے ساتھ اس طرح استہزاء کیا ہے۔ یعنی گھر کے

افراد کا بھی ذہن بگاڑتے ہیں وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اور جس وقت مجرم لوگ مومنوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ بے شک یہ لوگ گمراہ ہیں۔

کئی صدیوں تک عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر چلتے رہے اور ابراہیم علیہ السلام کا سچا مذہب عرب میں رائج رہا ہے۔ پہلا بد بخت جس نے ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کو بدلا اور بت پرستی شروع کی وہ عمرو بن لُحی تھا۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے اڑھائی سو سال پہلے ہوا ہے۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اس وقت کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت بھی تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت بھی تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کا بت بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کیا، توحید کا سبق دیا، شرک کی جڑیں اکھاڑیں۔

میں باوضو ہوں الحمد للہ! شرک و بدعت کی جتنی تردید فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ مگر آج تیجہ، ساتاں، دسواں، چالیسواں جیسی بدعات کرنے والے اور عرس اور میلاد منانے والے اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں۔ اور توحید و سنت کا پرچار کرنے والوں اور شرک و بدعت کی تردید کرنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں۔

تو فرمایا مجرم مومنوں کو گمراہ کہتے ہیں وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ حالانکہ نہیں بھیجے گئے ان پر نگران۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ مجرم ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ ان کی نگرانی کریں اور ان کو نمبر دیں فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس آج کے دن یعنی قیامت کے دن وہ لوگ جو ایمان لائے مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ کافروں سے ہنسیں

گے۔ یہ دنیا میں کیے جانے والے مذاق کا جواب ہوگا عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ۔ اَرَائِك اَرِيكة کی جمع ہے، آرام دہ کرسی۔ آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ تحقیق بدلہ دیا جائے گا کافروں کو مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ اس کا جو وہ کرتے تھے۔ هَلْ قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ جیسے سورۃ الدھر میں ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ "تحقیق آیا انسان پر ایک وقت زمانے میں سے کہ یہ کچھ بھی نہیں تھا۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاق

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتها ۲۵ ۸۴ سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۸۳ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٢﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ
مُدَّتْ ﴿٣﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿٤﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٥﴾
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿٦﴾ فَاَمَّا مَنْ
اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿٧﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿٨﴾ وَّيَنْقَلِبُ
اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿٩﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ
يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿١١﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿١٣﴾
اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿١٤﴾ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿١٥﴾
فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قُرِئَ
عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٢٥﴾

اِذَا السَّمَآءُ جس وقت آسمان انْشَقَّتْ پھٹ جائے گا وَاَذِنَتْ

لِرَبِّهَا اور وہ اپنے رب کی بات سنے گا وَحُقَّتْ اور ثابت کیا گیا ہے

اس کے لیے یہی وَاِذَاالْاَرْضُ اور جس وقت زمین مُدَّتْ پھیلا دی جائے گی وَاَلْقَتْ مَافِیْهَا اور نکال دے گی جو کچھ اس میں ہے وَتَخَلَّتْ اور خالی ہو جائے گی وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا اور زمین سنے گی اپنے رب کے حکم کو وَحُقَّتْ اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی یٰاَیُّهَاالْاِنْسَانُ اے انسان اِنَّكَ كَادِحٌ بے شک تو تکلیف اُٹھانے والا ہے اِلٰی رَبِّكَ كَدْحًا اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھانا فَمُلٰقِیْهِ پس ملنے والا ہے اس سے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ پس بہر حال جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ بِیَمِیْنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا پس عن قریب اس سے حساب لیا جائے گا آسان حساب وَّیَنْقَلِبُ اور وہ لوٹے گا اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ اور بہر حال وہ شخص جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ پشت کے پیچھے سے فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا پس عن قریب وہ مانگے گا ہلاکت وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا اور داخل ہوگا شعلے مارنے والی آگ میں اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش خوش اِنَّهٗ ظَنَّ بے شک وہ خیال کرتا تھا اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ کہ وہ ہرگز نہیں لوٹایا جائے گا اپنے رب کی طرف بَلٰۤی کیوں نہیں اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا بے شک اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق

کی وَالَّیْلِ اور رات کی وَمَاوَسَقَ اور جو وہ سمیٹتی ہے وَالْقَمَرِ اور قسم اُٹھاتا ہوں چاند کی اِذَااتَّسَقَ جب وہ پورا ہو جائے لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ البتہ تم ضرور چڑھو گے ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر فَمَالَهُمْ پس کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو لَایُؤْمِنُوْنَ یہ ایمان نہیں لاتے وَاِذَاقُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ اور جس وقت پڑھا جاتا ہے قرآن ان کے سامنے لَا یَسْجُدُوْنَ سجدہ نہیں کرتے بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں یُکَذِّبُوْنَ جھٹلاتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَایُوْعُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ پس آپ خوش خبری سنا دیں ان کو دردناک عذاب کی اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمْ اَجْرٌ ان کے لیے اجر ہے غَیْرُ مَمْنُوْنٍ نہ ختم ہونے والا۔

نام و کوائف:

اس سورت کا نام ہے سورۃ الانشقاق۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں اِنْشَقَّتْ کا لفظ موجود ہے جس سے یہ لیا گیا ہے۔ انشقاق مصدر ہے اس کا معنیٰ ہے پھٹ جانا۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے بیاسی ﴿۸۲﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ (یہ تراسیویں ﴿۸۳﴾ نمبر پر نازل ہوئی۔) اس کا ایک رکوع اور پچیس ﴿۲۵﴾ آیات ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَاالسَّمَآءُ انْشَقَّتْ جس وقت آسمان پھٹ

جائے گا۔ آج ہمیں آسمان نیلا نیلا صاف نظر آتا ہے جس میں نہ کوئی سوراخ اور نہ دراڑ ہے مگر ایک وقت آئے گا کہ یہ سرخ رنگ کے چمڑے کی طرح ہو کر پھٹ جائے گا اور پھٹنے کے بعد کنارے کے ساتھ لگ جائے گا۔ آسمان اوپر سے پھٹنے شروع ہوں گے۔ پہلے ساتواں پھر چھٹا پھر پانچواں، آخر میں پہلا۔ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا اور سن لے گا اپنے رب کے حکم کو۔ اذن کا معنٰی ہے کان۔ اور کان سے آدمی سنتا ہے۔ آسمان کے کان نہیں ہیں مگر جیسے کانوں والی مخلوق سنتی ہے ایسے سنے گا اور اپنے رب کی بات مانتے ہوئے پھٹ جائے گا وَحُقَّتْ اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی کہ رب کے حکم کو سنے۔ کانوں سے سننے والی چیزیں بے شمار ہیں لیکن سانپ کے کان نہیں ہوتے مگر اُسے چیزوں کا احساس ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی شان ہے جانوروں میں سونگھنے والی قوت انسانوں سے بہت زیادہ ہے۔ جہاں بھی کھانے پینے کی کوئی چیز ہوگی انسان کو اس کی خوش بو یا بد بو آئے یا نہ آئے حیوانوں کو آجاتی ہے اور وہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ نظام قدرت اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اور جس وقت زمین پھیلا دی جائے گی۔ یہ زمین محشر کے لیے ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی۔ پہاڑ، ٹیلے، عمارتیں وغیرہ سب برابر کر دیئے جائیں گے وَاَلْقَتْ مَافِيْهَا اور نکال دے گی جو کچھ اس میں ہے۔ خزانے، مُردوں کے اجزاء اُگل کر باہر پھینک دے گی وَتَخَلَّتْ اور خالی ہو جائے گی۔ یہ نکالنا نفخۂ اولیٰ سے پہلے بھی ہے اور نفخۂ ثانیہ سے بعد میں بھی ہے۔ نفخۂ اولیٰ سے پہلے کا مطلب مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ زمین میں جو چیزیں ہیں وہ قیامت سے پہلے نکل آئیں گی۔

مثال کے طور پر گیس ہے۔ یہ زمین کے اندر تھی۔ آج سے پچاس سال پہلے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ گیس بھی کوئی چیز ہے لیکن زمین نے اُگل دی۔ اسی طرح سونا، چاندی،

تانبا، لوہا، پٹرول وغیرہ ساری چیزیں زمین نکال دے گی۔ جیسے جیسے مخلوق بڑھتی جائے گی اللہ تعالیٰ اس کی خوراک کا انتظام بڑھاتا جائے گا۔ یہ اقتصادیات والے پاگل بلا وجہ پریشان ہیں۔ کہتے ہیں کہ آج سے پچاس سال بعد اتنی مخلوق ہو جائے گی کہاں سے کھائے گی؟ پاکستان کی آبادی پچپن کروڑ ہو جائے گی کہاں سے کھائے گی، یہ تمھارا رزق کھائے گی۔ بھائی! تمھیں کیا فکر ہے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴿ہود:۶﴾ "اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کی روزی۔"

آج سے پچاس سال پہلے مخلوق تھوڑی تھی اس کے لیے پیداوار کے اسباب بھی تھوڑے تھے۔ آج مخلوق زیادہ ہے اللہ تعالیٰ نے پیداوار بڑھا دی ہے۔ بہت ساری زمینیں جو پہلے زیر کاشت نہیں تھیں اب زیر کاشت ہیں۔ فصلیں بڑھ گئی ہیں۔ لہٰذا تمھیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

اور نفخ ثانیہ کے بعد یہ ہوگا کہ زمین میں جتنے مردے دفن ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب نکال دے گی وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اور زمین سنے گی اپنے رب کے حکم کو اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی کہ اپنے رب کے حکموں کو سنے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کو خطاب فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اے انسان اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا بے شک تو تکلیف اُٹھانے والا ہے اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھانا فَمُلٰقِيْهِ پس اس سے ملنے والا ہے۔ تکلیفوں کے بعد تجھے رب تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔ ظاہر بات ہے دنیا میں نیک لوگ بھی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں (بلکہ دوسروں کی نسبت زیادہ اُٹھاتے ہیں۔) گرمی، سردی میں وضو کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں

ہے۔ نماز پڑھنی اور روزے رکھنے بھی آسان کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کرنا بھی مشکل کام ہے، جہاد کرنا بھی مشکل کام ہے، زکوٰۃ دینی بھی آسان کام نہیں ہے۔ اسی طرح انسان دنیا میں کبھی بیمار، کبھی تندرست، کبھی بھوکا، کبھی سیر، کبھی گرمی، کبھی سردی، کبھی خوف، کبھی کچھ، کبھی کچھ، یہ دنیا کی تکلیفیں ہیں۔ حضرت اصمعی رحمہ اللہ مشہور لغوی ہیں۔ انھوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ عزیزو! میرا ایک شعر لکھ لو:

عِشْ مُوْسِرًا اِنْ شِئْتَ اَوْ مُعْسِرًا
لَا بُدَّ فِیْ الدُّنْیَا مِنَ الْهَمِّ

"تو امیر ہو کر زندگی بسر کر یا غریب ہو کر، راحت میں یا تکلیف میں، دنیا میں پریشانیاں ضرور آئیں گی۔" دنیا میں کوئی آدمی پریشانی سے خالی نہیں ہے۔ یہ جو بڑے بڑے لوگ ہیں فیکٹریوں اور کارخانوں والے۔ ان کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے راحت و آرام میں ہیں حاشا وکلا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم ان کے حالات سنو، ان سے گفتگو کرو تو تمھیں علم ہو کہ یہ تو اتنے پریشان ہیں کہ ان کو نیند بھی نہیں آتی۔ ان کے توطوطے اُڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان سے ہم زیادہ راحت و آرام میں ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مال داروں کے گھر میں رات کو بلی داخل ہو جائے تو ڈر جاتے ہیں کہ ڈاکو تو نہیں آ گئے؟ چوہا حرکت کرے تو سمجھتے ہیں چور آ گیا ہے اور ہم بڑے مزے سے سوتے ہیں۔ ہم سے کسی نے کیا لے کر جانا ہے۔

تو فرمایا اے انسان تو تکلیف اُٹھانے والا ہے اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھاتا پس ملنے والا ہے اس سے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ پس بہر حال جس شخص کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں۔ مومن موحد کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے سامنے سے

آکر بڑے ادب واحترام کے ساتھ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑائیں گے فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا پس عن قریب اس سے حساب لیا جائے گا آسان۔ سرسری حساب ہوگا وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا اور وہ لوٹے گا اپنے اہل والوں کی طرف خوش خوش۔ میدان محشر میں جہاں اس کے گھر کے افراد ہوں گے وہاں بڑا خوش ہوکر جائے گا۔ جیسے دنیا میں جو بچے امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں تو وہ اچھلتے کودتے اور لڈو تقسیم کرتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی کامیابی آخرت کی کامیابی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ اور بہرحال وہ شخص جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ پشت کے پیچھے سے۔

روایات میں آتا ہے فرشتے کافر ومشرک کی، بدکردار کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ لیکن اعمال نامہ تو اس کو پکڑانا ہے۔ تو پشت کی طرف سے آکر اس کو پکڑائیں گے۔ اس کی منحوس شکل سے نفرت کا اظہار ہوگا فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا پس عن قریب وہ مانگیں گے ہلاکت۔ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۝ "کاش کہ میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۝ کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔" ﴿سورۃ الحاقہ: پارہ ۲۹﴾

یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا "کاش کہ میں مٹی ہوتا اور جو تکلیفیں نظر آرہی ہیں نظر نہ آتیں۔"

وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا اور داخل ہوگا جہنم میں، شعلے مارنے والی آگ میں اِنَّهٗ کَانَ فِیْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش خوش۔ دنیا میں وہ اپنے گھر والوں میں بڑا خوش تھا اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ بے شک وہ خیال کرتا تھا کہ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا اپنے رب کی طرف۔ حَارَ یَحُوْرُ کا معنیٰ ہے لوٹنا۔ کئی دفعہ یہ بات سن چکے ہو

کہ قیامت کے منکر بڑے زور دار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتے تھے۔ کہتے تھے
اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿المومنون: ۳۷﴾
"نہیں ہے یہ مگر ہماری صرف دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اس میں اور نہیں ہم دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔" اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ﴿سورۃ ق: ۳﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اور یہ بھی کہتے تھے هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿المومنوں: ۳۶﴾ "بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ قیامت آئے گی۔"

تو فرمایا کہ بے شک وہ خیال کرتا تھا کہ ہرگز اپنے رب کی طرف پلٹ کر نہیں جائے گا بَلٰی کیوں نہیں لوٹے گا؟ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا بے شک اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے۔ اس کی نیکی، بدی سب رب کے سامنے ہے۔ اس کا بدن اس کے اعضاء رب کے سامنے ہیں۔ اس کے لیے لوٹانا کیا مشکل ہے؟ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق کی۔ پہلے بتا چکا ہوں کہ قسم سے پہلے جو "لا" آتا ہے اس کا کوئی معنٰی نہیں ہوتا ہے وہ زائدہ ہوتا ہے۔

اختلافِ شفق :

شفق کے بارے میں اختلاف ہے کہ سرخی مراد ہے یا سفیدی۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کے بعد مغرب کی طرف جو سرخی ہوتی ہے وہ شفق ہے۔ ان کے نزدیک سرخی ختم ہو جانے کے بعد نمازِ مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ ؒ کی تحقیق یہ ہے کہ سرخی کے بعد جو سفیدی ہوتی ہے وہ شفق ہے۔ اس سفیدی کے ختم ہو جانے کے بعد عشاء کا وقت داخل ہوگا۔

توفرمایا میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق کی وَالَّیۡلِ اور قسم اُٹھاتا ہوں رات کی وَمَا اوراس چیز کی وَسَقَ جو وہ سمیٹتی ہے۔ حیوان، انسان، پرندے وغیرہ بے شمار چیزیں ہیں جو رات کو ساکن ہو جاتی ہیں اور دن کو نقل و حرکت کرتی ہیں وَالۡقَمَرِ اور چاند کی قسم اُٹھاتا ہوں اِذَاتَّسَقَ جب وہ پورا ہو جائے۔ تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں رات کا چاند اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ان تین دنوں کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی نے ان تین دنوں کے روزے رکھے گویا اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے۔ کیوں کہ ضابطہ ہے مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا "جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا اجر ملے گا۔" ایک روزہ رکھا تو دس روزوں کا ثواب مل گیا۔ تین رکھے تو تیس دن کا ثواب مل گیا۔ فرمایا ان چیزوں کی قسم لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ البتہ تم ضرور چڑھو گے ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر، (عَنۡ یہاں بَعۡدَ کے معنٰی میں ہے یعنی ایک حالت پر دوسری حالت کے بعد) ایک حالت سے دوسری حالت پر۔

مثلاً: پہلے ماں کے پیٹ میں نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی، پھر انسانی شکل بنی، پھر اس میں جان پڑی، پھر تم بچے ہوئے، پھر جوان ہو گئے، پھر بوڑھے ہو گئے، پھر مر جاؤ گے، پھر قیامت برپا ہو گی۔ اسی طرح دنیا میں کبھی سردی، کبھی گرمی، کبھی بھوک، کبھی پیاس، کبھی بیماری، کبھی تندرستی، بچپن، جوانی، بڑھاپا، یہ مختلف حالات طے کرنے ہیں۔ یہ سب کچھ سمجھ آ رہا ہے فَمَا لَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ایمان نہیں لاتے وَاِذَا قُرِئَ عَلَيۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ لَا يَسۡجُدُوۡنَ اور جس وقت ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا

ہے سجدہ نہیں کرتے رب تعالیٰ کو۔

یہ آیت سجدہ ہے جن مرد عورتوں نے یہ آیت سنی ہے اُن پر سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ پڑھنے والوں پر بھی اور سننے والوں پر بھی۔ اور سجدے کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے شرائط ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک نفل نماز نہیں پڑھ سکتے سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ واجب ہے۔ قضا نماز بھی پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ فرض ہے اور نمازِ جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ فرض کفایہ ہے۔ سجدہ تلاوت کے لیے اللہ اکبر! کہنا ہے ہاتھ نہیں اُٹھانے۔ ایک ہی سجدہ کرنا ہے اور اس میں تسبیحات بھی پڑھنی ہیں اور کم از کم تین مرتبہ پڑھے۔ اور اللہ اکبر کہہ کر اُٹھ جانا ہے سلام نہیں پھیرنا۔ بس یہ سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

تو فرمایا جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے سجدہ نہیں کرتے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں يُكَذِّبُوْنَ وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو، حق کو، قرآن کو، توحید کو، نبوت کو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

وعا کا معنیٰ ہے برتن۔ پہلے زمانے میں لوگ سکے برتنوں میں ڈال دیتے تھے۔ اب اس کا لازمی معنیٰ ہوگا دولت جمع کرنا۔ تو ایسے مجرم جو ایمان نہیں لاتے اور آخرت کو جھٹلاتے ہیں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ پس آپ ان کو خوش خبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔ یہ طنزاً فرمایا ورنہ عذاب کی کیا خوش خبری ہے اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ لوگ عذاب سے بچ جائیں گے جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ان کے لیے اجر ہے نہ ختم ہونے والا۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی،

ہمیشہ ہمیشہ کا راحت و آرام پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کردے۔

[آمین]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُورۃ البُرُوج

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۲۲ ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا
قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا
نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹
اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ
عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ
يُعِيْدُ ۝۱۳ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ
لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۶ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝۱۸
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝۲۰
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲ ع

الْمَوْعُوْدِ اور قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے وَشَاهِدٍ اور قسم ہے حاضر ہونے والے (دن) کی وَّمَشْهُوْدٍ قسم ہے (اس دن کی) جس میں حاضری دی جاتی ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ مارے گئے خندقوں والے النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ایندھن والی آگ تھی اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ جب وہ آگ کے قریب بیٹھے تھے وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ اور وہ اس کارروائی پر جو وہ کر رہے تھے بِالْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے ساتھ شُهُوْدٌ دیکھ رہے تھے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اور انھوں نے نہیں عیب پایا ایمان والوں میں اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ مگر یہ کہ وہ ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَمِيْدِ قابل تعریف ہے الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہی اللہ تعالیٰ کہ اسی کا ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جنھوں نے فتنے میں ڈالا مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا پھر توبہ نہ کی فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ اور ان کے لیے جلانے والی آگ کا عذاب ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لیے باغات ہیں بہتی ہیں

ان کے نیچے نہریں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یہ ہے بڑی کامیابی اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ بے شک آپ کے رب کی پکڑ البتہ (بڑی) سخت ہے اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ بے شک وہی ابتدا میں پیدا کرتا ہے وَيُعِيْدُ اور وہی لوٹائے گا وَهُوَ الْغَفُوْرُ اور وہی بخشنے والا ہے الْوَدُوْدُ اور بڑی محبت کرنے والا ہے ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ عرش کا مالک ہے بڑی بزرگی والا ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کرتا ہے اس چیز کو جس کا وہ ارادہ کرتا ہے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ کیا آئی ہے آپ کے پاس لشکروں کی خبر فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ فرعون اور قوم ثمود کی بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں فِيْ تَكْذِيْبٍ جھٹلانے میں (لگے ہوئے) ہیں وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے سے مُّحِيْطٌ گھیرنے والا ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی بزرگی والا فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ لوح محفوظ میں ہے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ البروج ہے۔ اس کی پہلی آیت کریمہ میں بروج کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ چھبیس ﴿۲۶﴾ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ستائیسواں ﴿۲۷﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور بائیس ﴿۲۲﴾ آیات ہیں۔

بروج برج کی جمع ہے۔ برج کا معنیٰ ہے قلعہ۔ یہ چاند اور سورج کی منزلیں ہیں۔

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ کراچی سے گاڑی چلتی ہے پشاور کے لیے تو وہ سندھ طے کرے گی، صوبہ پنجاب طے کرے گی، پھر سرحد پہنچے گی۔ یا ضلعوں کو لے لو۔ مثلاً: لاہور سے چلی، تھوڑا سا شیخو پورہ عبور کیا، پھر گوجرانوالا، پھر گجرات، پھر جہلم، پھر راول پنڈی پہنچی۔ تو یہ جو راستے والے اسٹیشن ہیں یہ منزلیں سمجھیں۔ اسی طرح آسمان میں منزلیں ہیں جن کو سورج، چاند طے کرتے ہیں۔ ان کو بُرج کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم ہے برجوں والے آسمان کی وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ اور وعدے والے دن کی قسم ہے۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی وَشَاهِدٍ اور حاضر ہونے والے دن کی قسم ہے۔ اس سے جمعہ کا دن مراد ہے جو ہر جگہ خود حاضر ہوتا ہے وَمَشْهُوْدٍ اور اس دن کی قسم ہے جس دن حاضری دی جاتی ہے۔ اس سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ نویں ذوالحجہ کو لوگ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ یہ بڑے اہم دن ہیں۔

آگے جواب قسم ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ خَدٌّ کی جمع ہے۔ اور بعض اس کو مفرد بناتے ہیں اور اس کی جمع اَخَادِيْد ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا مارے گئے کھائیوں والے۔ اور دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا مارے گئے کھائی والے النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ایندھن والی آگ تھی۔ ایسی آگ جس کا ایندھن بہت زیادہ تھا اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۔ قُعُوْدٌ قَاعِد کی جمع ہے۔ قاعد کا معنیٰ بیٹھنے والا۔ جب وہ آگ کے قریب بیٹھے تھے۔ وہ آگ جلانے والے آگ کے پاس بیٹھے تھے۔ وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ اور وہ اس کارروائی پر جو وہ کر رہے تھے بِالْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے ساتھ شُهُوْدٌ دیکھ رہے تھے۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ :

یہ خندقوں والے کون ہیں؟ اس کے متعلق مسلم شریف، جس کا بخاری شریف کے بعد درجہ ہے، اس میں روایت ہے اور ترمذی شریف اور مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ستر (۷۰) سال پہلے کا واقعہ ہے) یمن کا ایک بڑا ظالم و جابر، بے لحاظ بادشاہ تھا۔ اس کا نام یوسف اور لقب ذونواس تھا۔ بڑا کافر، مشرک اور منہ پھٹ آدمی تھا۔ اُس زمانے میں اکثر حکومتوں کے بادشاہ جادوگروں اور نجومیوں کے مشوروں پر چلتے تھے۔ تو یمن کے علاقے میں ایک بڑا جادوگر تھا۔ تاریخ کی کتاب میں اس کا نام سَطِیح لکھا ہے۔ یہ جادوگروں کا امام تھا۔ یہ جب بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اپنے جادو کے کرتب کسی کو سکھادوں۔ لہٰذا مجھے کوئی ذہین بچہ مہیا کرو تاکہ میں جادو کا علم، فن اور جتنے کرتب مجھے آتے ہیں میں اس کو سکھادوں۔

بادشاہ نے اس وقت کے سکول، کالجوں کے پرنسپلوں سے رابطہ کیا کہ ہمیں ایک ذہین بچہ چاہیے۔ انھوں نے ایک بڑا ذہین خوب صورت بچہ جس کا نام عبداللہ بن تامر تھا، یہ اتنا ذہین تھا کہ ہوا سے بات کو اخذ کرلیتا تھا۔ جب کوئی بات شروع کرتا تھا تو یہ اندازہ لگا لیتا تھا کہ اس نے کیا کہنا ہے۔ بادشاہ نے وہ بچہ جادوگر کے حوالے کردیا کہ اس کو اپنا فن سکھادو۔ یہ بچہ روزانہ آنے جانے لگ گیا اور جادوگر سے جادو سیکھنا شروع کردیا۔

راستے میں ایک راہب تھا جو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح مذہب حق پر تھا۔ اصل مقصد تو اس کا تبلیغ تھا مگر ظالم، جابر بادشاہ کی وجہ سے کھل کر تبلیغ نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے مسواکیں، ٹوپیاں، سرمہ جیسی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس بہانے کے ساتھ وہ تبلیغ کرتا

تھا۔ یہ راہب اس بچے کو آتے جاتے دیکھتا تھا۔ ایک دن اس کو بلا کر کہا برخوردار! میں روزانہ تجھے دیکھتا ہوں کہاں آتے جاتے ہو؟ لڑکے نے بتایا کہ ایک بہت بڑا جادوگر ہے مجھے والدین اور حکومت وقت نے اُس سے جادو سیکھنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ میں اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے جاتا ہوں۔ راہب نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کو توحید سنائی اور رسالت اور قیامت کا سبق دیا۔ چونکہ بچے کا ذہن صاف تھا راہب کی باتیں اس کے ذہن میں بیٹھ گئیں اور وہ بچہ مسلمان ہو گیا۔ بادل نخواستہ جادوگر کے پاس بھی جاتا رہا کیوں کہ مجبور تھا مگر زیادہ وقت راہب کے پاس گزارتا تھا۔ کافی دین سیکھ لیا اور پختہ ذہن کا ہو گیا۔

ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ کسی موذی جانور شیر یا اژدہا نے راستہ روک رکھا تھا جس کی وجہ سے لوگوں کا گزرنا محال تھا لوگ پریشان تھے اور اس جانور کو مار نہ سکے۔ اس لڑکے نے بڑا پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو میرے اس پتھر سے یہ موذی جانور ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ اس کے پتھر سے وہ جانور ہلاک ہو گیا اور اس کرامت کی وجہ سے وہ لڑکا بڑا مشہور ہو گیا۔ اس کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور درخواست کی کہ میری آنکھیں ٹھیک کر دو۔ لڑکے نے کہا توبہ توبہ آنکھیں دینا رب کا کام ہے میرا نہیں ہے۔ راہب کے پاس گئے اس نے کہا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں تم بھی دعا کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھیں واپس کر دیں۔ کیوں کہ وہ پہلے بینا تھا بعد میں آنکھیں ضائع ہو گئی تھیں اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، وہ بینا ہو گیا۔ اب اس کا اور زیادہ چرچا ہوا۔

ظالم بادشاہ تک یہ خبر پہنچی تو اس نے تینوں کو طلب کر لیا اور ان کو خاصا ڈرایا دھمکایا کہ میں تمھیں سزا دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا جرم اور قصور کیا ہے؟ ہم صرف رب کی

ذات پر ایمان رکھتے ہیں اور وقت کے نبی پر ایمان لائے ہیں۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ چنانچہ اس نے راہب اور جو اس کی دعا سے بینا ہو گیا تھا دونوں کو قتل کر دیا اور لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو پہاڑ پر لے جاؤ۔ اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو اس کو چھوڑ دینا ورنہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دینا۔ جب اس کو چوٹی سے نیچے گرانے لگے تو رب تعالیٰ کے فرشتوں نے ان سب کو پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ وہ سارے ختم ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم واپس آ گیا۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ لڑکا تو نہیں مرا پبلک کافی مر گئی ہے۔ بادشاہ کو بڑا رنج ہوا اور اس نے حکم دیا کہ لڑکے کو کشتی میں سوار کر کے گہرے پانی میں لے جا کر ڈبو دو۔ اس کو سمندر میں گرا کر کشتی واپس لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے لڑکے عبداللہ کو محفوظ رکھا اور جو ڈبونے کے لیے گئے تھے ان کو فرشتوں نے اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ بچے کو پھر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ لڑکے نے کہا کہ اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو میں خود اس کی تدبیر بتلاتا ہوں۔ مجھے کسی اونچی جگہ پر کھڑا کر کے مجھ پر تیر چلاؤ اور تیر چلاتے وقت تیر چلانے والا زبان سے یہ الفاظ کہے بِاسْمِ اللهِ رَبِّ الْغُلَامِ یعنی اس بچے کے رب کے نام پر تیر چلاتا ہوں۔ چنانچہ بِاسْمِ اللهِ رَبِّ الْغُلَامِ کہہ کر تیر چلایا تو وہ لڑکا شہید ہو گیا۔ یہ لفظ سن کر پبلک نے جب الفاظ سنے اور یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ "اس نوجوان کے رب پر ہم ایمان لے آئے۔" یہ دیکھ کر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا میں تمہارا علاج کرتا ہوں۔ اس نے خندقیں کھدوا کر ان میں آگ جلائی اور ہزاروں کی تعداد میں ایمان والوں کو آگ کے گڑھوں میں پھینک کر زندہ جلا دیا۔ وہ لوگ آگ میں جل گئے مگر کلمہ کسی نے نہ چھوڑا۔

ایک ایمان دار عورت لائی گئی جس کی گود میں بچہ تھا۔ آگ کے شعلوں کو دیکھ کر وہ عورت گھبرائی۔ اس بچے نے بول کر کہا یَا اُمِّیْ اِصْبِرِیْ اِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ "اے ماں! صبر کرنا تم حق پر ہو گھبرانا نہیں۔ اگرچہ بہ ظاہر یہ آگ ہے مگر حقیقت میں یہ جنت ہے۔" بادشاہ نے جب لوگوں کو آگ میں ڈال کر شہید کر دیا تو لوگ تالیاں بجا رہے تھے، بھنگڑے ڈال رہے تھے کہ رب تعالیٰ نے اسی آگ کو پھیلا کر سب کو بھسم کر دیا اور سارے ظالم ختم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اور انھوں نے نہیں عیب پایا ایمان والوں میں اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ مگر یہ کہ وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ جو غالب ہے قابل تعریف ہے۔ بس یہ جرم تھا ان کا کہ وہ اللہ تعالیٰ العزیز الحمید پر ایمان لائے الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہی اللہ تعالیٰ کہ جس کا ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ جنھوں نے فتنے میں مبتلا کیا مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا پھر توبہ نہ کی انھوں نے فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ پس ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ اور ان کے لیے جلانے والی آگ کا عذاب ہے۔ مرنے کے بعد تو جو عذاب ہوگا سو ہوگا دنیا میں بھی اسی آگ نے ان کو جلا کر راکھ کر دیا جو انھوں نے مومنوں کے لیے جلائی تھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لیے باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان

مرد عورت کو نصیب فرمائے اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ظالم چاہے جتنا ظلم کر لے کتنا عرصہ کرے گا؟ یقیناً ایک دن رب تعالیٰ کی پکڑ میں آئے گا پھر اس کی جان نہیں چھوٹے گی اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہی ابتدا میں پیدا کرتا ہے مخلوق کو۔ اَبْدَأَ يُبْدِئُ ابداء پیدا کرنا۔ وَيُعِيْدُ اور وہی لوٹائے گا قیامت والے دن۔ جس نے پہلے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ لوٹائے گا وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ اور وہی بخشنے والا ہے اور بڑی محبت کرنے والا ہے ذُو الْعَرْشِ عرش والا ہے۔

جو غیر جان دار مخلوق ہے اس میں سے عرش سب سے بڑا ہے۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں پر حاوی ہے الْمَجِيْدُ بزرگی والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی عظمت والی ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کرتا ہے اس چیز کو جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ تو تم نے سن لیا کہ ظالموں نے ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بیڑہ غرق کر دیا۔ اور سنو!

فرمایا هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ کیا آئی ہے آپ کے پاس لشکروں کی خبر فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ فرعون کی خبر آئی ہے یا نہیں، قوم ثمود کی خبر آئی ہے یا نہیں؟ فرعونیوں کے ساتھ کیا ہوا؟ قوم ثمود کے ساتھ کیا ہوا؟ جو رب ان قوموں کو سزا دے سکتا ہے وہ آج بھی نافرمانوں کو سزا دے سکتا ہے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ بلکہ کافر لوگ تکذیب میں مبتلا ہیں، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ توحید اور رسالت کو جھٹلاتے ہیں، قرآن اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں، کمر بستہ ہو کر حق کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ اور اللہ تعالیٰ ان کو پیچھے سے گھیرنے والا ہے علم کے لحاظ سے،

قدرت کے لحاظ سے کوئی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے سب اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم اور قدرت میں ہیں۔ فرمایا اس کا انکار نہ کرو بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی بزرگی والا۔ یہ جو قرآن تمھارے سامنے ہے بڑی بزرگی والا ہے۔

آج آسمانی کتابوں میں یہی کتاب ہے الحمد للہ! جو اپنی اصل شکل میں موجود ہے کہ اس میں زیر زبر کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ بے شک تورات، انجیل، زبور برحق تھیں اور آسمانی صحیفے بھی تھے لیکن اس وقت دنیا میں تورات کا ایک نسخہ بھی اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ نہ انجیل اصل شکل میں موجود ہے اور نہ زبور اصلی شکل میں موجود ہے۔ اور خود پادری صاحبان اس چیز کا اقرار کرتے ہیں کہ کوئی بھی اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ صرف قرآن کریم اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ جس طرح لوح محفوظ میں تھا اور جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ادا کیا اسی طرح آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک رہے گا۔

فرمایا فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ لوح محفوظ میں ہے۔ وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے دنیا کے کونے کونے میں پہنچا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسير

سُوْرَةُ الطَّارِقِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۱۷ ۸۶ سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ ۳۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝۱۵ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝۱۶ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۱۷ ع

وَالسَّمَآءِ قسم ہے آسمان کی وَالطَّارِقِ اور رات کو آنے والے کی وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الطَّارِقُ طارق کیا ہے النَّجْمُ الثَّاقِبُ، وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ نہیں ہے کوئی نفس لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ مگر اس پر نگران ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ پس چاہیے کہ دیکھے انسان مِمَّ خُلِقَ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے خُلِقَ پیدا کیا گیا ہے مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ اچھلنے والے پانی سے يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ جو نکلتا ہے پشت اور سینے کے درمیان سے اِنَّهٗ عَلٰى

رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ بے شک وہ اس کو دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے یَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ جس دن امتحان لیا جائے گا رازوں کا فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ پس نہیں ہوگی اس کے لیے کوئی طاقت وَّلَا نَاصِرٍ اور نہ کوئی مددگار ہوگا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ قسم ہے لوٹنے والے آسمان کی وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ اور قسم ہے پھٹنے والی زمین کی اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ بے شک یہ قرآن کریم البتہ فیصلہ کرنے والی بات ہے وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ اور نہیں ہے یہ قرآن ہنسی مذاق کی بات اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا بے شک یہ لوگ تدبیر کرتے ہیں تدبیر کرنا وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں تدبیر کرنا فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ پس آپ مہلت دیں کافروں کو اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام طارق ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں طارق کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے پینتیس «۳۵» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا چھتیسواں «۳۶» نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور سترہ «۱۷» آیتیں ہیں۔

طارق کیا ہے اور النجم الثاقب کی مختلف تفسیریں :

وَالسَّمَآءِ میں واو قسمیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی وَالطَّارِقِ اور قسم ہے رات کو آنے والے کی۔ طارق کا لفظی معنیٰ ہے رات کو آنے والا۔ لیکن یہاں خود تشریح کردی کہ طارق سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور آپ کو کس نے

بتلایا کہ طارق کیا ہے، رات کو آنے والا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں النَّجْمُ الثَّاقِبُ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ النَّجْمُ الثَّاقِبُ سے مراد چاند ہے کہ اس کی روشنی باقی تمام ستاروں سے زیادہ ہوتی ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے زحل ستارہ مراد ہے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ ثریا یعنی کہکشاں مراد ہے۔ ان ستاروں میں اللہ تعالیٰ نے بڑی خاصیات رکھی ہیں۔ ہم سے چونکہ بہت دور ہیں اس لیے ہم ان کی پوری حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ قسم ہے اور آگے جواب قسم ہے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۔ بعض حضرات اِنْ کو نافیہ قرار دیتے ہیں اور لَمَّا، اِلَّا کے معنی میں ہے۔ معنی ہوگا نہیں ہے کوئی نفس مگر اس پر نگران ہے۔

حَافِظٌ کی مراد:

وہ نگران کون ہے؟ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿یوسف:۶۴﴾ "پس اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے بڑا مہربان ہے۔" تو سب سے بڑا محافظ رب العالمین ہے اور ہر وقت نگران ہے۔ یہ بھی صحیح ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ کراماً کاتبین مراد ہیں۔ کہ وہ اعمال کے نگران ہیں۔ سورۃ الانفطار پارہ ۳۰ میں ہے وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ "بے شک تمہارے اوپر البتہ حفاظت کرنے والے مقرر ہیں وہ باعزت لکھنے والے ہیں وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔" جو بات زبان سے نکلتی ہے اس کو لکھ لیتے ہیں اور جو فعل سرزد ہوتا ہے اس کو بھی لکھ لیتے ہیں۔ یہ دو فرشتے دن کے ہوتے ہیں اور دو

رات کے۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ رات والے فجر کی نماز کے لیے امام اللہ اکبر! کہتا ہے تو چلے جاتے ہیں اور دن والے آجاتے ہیں۔ اور عصر کی نماز کے وقت امامِ محلہ کہتا ہے اللہ اکبر! تو دن والے چلے جاتے ہیں اور رات والے آجاتے ہیں۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ حافظ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ جن کا ذکر پارہ ۱۳ سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۱ میں ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ "اس کے لیے آگے پیچھے آنے والے ہیں اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

تفسیر ابن جریر طبری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس فرشتے انسان کے بدن کی دن کو حفاظت کرتے ہیں اور دس رات کو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگرانی منظور ہوتی ہے اور جب اس کی ہلاکت کا وقت ہوتا ہے تو فرشتے الگ ہو جاتے ہیں اور وہی کچھ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کیا ہوتا ہے۔

تو فرمایا ہر نفس پر نگران مقرر ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ پس چاہیے کہ دیکھے انسان، غور کرے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان جب جوانی اور طاقت میں ہوتا ہے مال و دولت والا ہوتا ہے تو بگڑا ہوا ہوتا ہے اور اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ میں کس چیز سے پیدا ہوا ہوں۔ انسان کو اپنی خلقت دیکھنی چاہیے۔ اگر اسے خود شرم آتی ہے بیان نہیں کرسکتا تو ہم بتا دیتے ہیں خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ پیدا کیا گیا ہے اچھلنے والے پانی سے جو اُچھل کر رحم میں پڑتا ہے شہوت کے ساتھ۔ مَآءٍ مَّهِيْنٍ حقیر پانی کہ جب وہ

شہوت کے ساتھ بدن سے نکلتا ہے تو بدن پلید ہو جاتا ہے، کپڑے کو لگے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے۔ اس نجس پانی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ کاش کہ آج انسان اپنی اصلیت کو دیکھتا یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ۔ تَرَائِب تَرِیْبَۃٌ کی جمع ہے کا معنیٰ ہے چھاتی۔ چھاتی ہے تو مفرد مگر اس پر جمع کا لفظ بولا گیا ہے۔ معنیٰ ہو گا جو نکلتا ہے پشت اور سینے کے درمیان سے۔ مرد کا نطفہ کمر سے اور عورت کا چھاتی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور چھاتی دل کے قریب ہوتی ہے اس وجہ سے ماں میں بچوں کے لیے شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ اور کمر چونکہ دل سے ذرا دور ہوتی ہے اس لیے باپ میں شفقت بہ نسبت ماں کے تھوڑی ہوتی ہے۔

فرمایا اے انسان سن لے! جس رب نے تجھے حقیر چیز سے پیدا کیا ہے اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ بے شک وہ رب تعالیٰ انسان کو دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے۔ اگر انسان اپنی اصلیت کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کرنا اور بعث بعد الموت کا اقرار کرنا کوئی مشکل نہیں ہے اور اگر آنکھیں بند کر لے اور ضد سے کام لے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۔ سَرَائِر جمع ہے سَرِیْرَۃٌ کی اور سَرِیْرَۃ کا معنیٰ ہے راز۔ معنیٰ ہو گا جس دن امتحان لیا جائے گا رازوں کا۔ چاہے دل کے راز ہوں یا ایک دوسرے کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں ہوئی ہوں سب کا امتحان ہو گا کہ وہ باتیں جائز تھیں یا ناجائز تھیں۔ چھوٹی بڑی ہر شے سامنے آئے گی اور انسان حیران ہو گا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ﴿الکہف: ۴۹﴾ "کیا ہے اس کتاب کو کہ یہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔" وہ چیزیں جن کو انسان گناہ نہیں سمجھتا تھا ان کا بھی سوال ہو گا۔

مقرب بندوں کے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے جائیں گے :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مومن بندے کو قریب کر کے اس پر پردہ ڈال دیں گے۔ پھر اس سے سوال کریں گے آتَذْكُرُ ذَنْبَ كَذَا "کیا فلاں گناہ تجھے آیا، کیا فلاں گناہ تجھے یاد ہے۔" ان چیزوں کا ذکر فرمائیں گے جن کو بندہ گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً: رب تعالیٰ فرمائیں گے بندے! تجھے یاد ہے مسجد سے نکلتے ہوئے تو نے سیڑھیوں پر تھوکا تھا، تو نے کیلا، آم کھا کر چھلکے راستے پر پھینک دیئے تھے۔ تیرے کمرے میں جالا لگا ہوا تھا تو نے نہیں اُتارا تھا۔ تو نے کمرے کی صفائی نہیں کی تھی۔ ایسی چیزوں کا ذکر ہوگا جن کو انسان گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے ہوش وحواس گم ہو جائیں گے، طوطے اُڑ جائیں گے کہ ان چیزوں کا سوال ہو رہا ہے جن کو میں گناہ ہی نہیں سمجھتا تھا۔ تو رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! چوں کہ تیری نیکیاں زیادہ ہیں لہٰذا میں تجھے ان گناہوں کے بدلے میں اجر دیتا ہوں۔ کیوں کہ توبہ کرنے والے بندوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ساتھ بدل دیتے ہیں فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ "یہی لوگ ہیں کہ تبدیل کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ۔"

جب یہ دیکھے گا تو پھر اپنے گناہ بتانے کے خود ریکارڈ توڑ دے گا۔ کہے گا میں نے یہ گناہ بھی کیا تھا، یہ گناہ بھی کیا تھا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے پہلے بولتا نہیں تھا اب خاموش نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم گناہ شروع کر دو کہ مشکل ہے کہ ہم لوگ اس مد میں آجائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوں گے جن کی بُرائیاں نیکیوں کے ساتھ بدلے گا۔ ہمارے لیے تو اتنی بات ہی بڑی ہے کہ ہمارے گناہ معاف کر دے۔ ہم اس مد کے بندے ہو جائیں ہمارے لیے یہی غنیمت ہے۔

تو فرمایا جب دن رازوں کا امتحان لیا جائے گا فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ پس نہیں ہوگی اس کے لیے کوئی طاقت امتحان کو ٹالنے کی وَّلَا نَاصِرٍ اور نہ کوئی مددگار ہوگا کہ اس کو چھڑا سکے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ قسم ہے لوٹنے والے آسمان کی۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لوٹنے کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ وہ دورہ کرتا ہے یعنی چکر لگاتا ہے۔ اور ذَاتِ الرَّجْعِ کا معنیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ آسمان بار بار بارش برساتا ہے۔ بارش ہوتی ہے، پھر بارش ہوتی ہے، پھر لوٹ کر آیا پھر بارش ہوئی وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اور قسم ہے زمین پھٹنے والی کی۔ پھٹنے کے بعد اس میں درخت اُگتے ہیں، فصلیں اُگتی ہیں، سبزیاں اُگتی ہیں، پودے پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ بے شک یہ قرآن کریم فیصلہ کرنے والی بات ہے۔ قرآن جو کہتا ہے حق کہتا ہے۔ یہی سورت حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب بنی تھی۔ جن کا تعلق قبیلہ بنو ازدشنوءہ سے تھا۔ یہ بڑا مشہور قبیلہ ہے۔ اسی قبیلے کی عورت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوگا جب وہ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ دو بچے پیدا ہوں گے۔ ایک کا نام موسیٰ رکھیں گے اور دوسرے کا نام محمد رکھیں گے۔ موسیٰ تو اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے اور یہ تورات اور موسیٰ علیہ السلام کی تائید کرتے تھے۔ اور محمد اس لیے کہ نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نافذ کریں گے۔

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کا واقعہ :

یہ ضماد دیوانوں کا معالج تھا۔ اس کو علم ہوا کہ مسجد حرام کے متولیوں میں سے کسی کا بچہ جو یتیم ہے دیوانہ ہو گیا ہے۔ تو یہ انسانی ہمدردی کے جذبے کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس پہنچا اور کہنے لگا حضرت! ازدشنوءہ قبیلے کے ضماد نامی آدمی کا نام سنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے سنا ہے۔ کہنے لگا وہ عاجز میں ہوں۔ میں پاگلوں کا علاج کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ میں انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں آپ سے فیس نہیں لینی اگرچہ میری فیس بہت زیادہ ہے۔ اس کی گفتگو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے کہ کافروں نے میرے خلاف کتنا پروپیگنڈا کیا ہوا ہے کہ ان کا قبیلہ مکہ مکرمہ سے چار پانچ دن کی مسافت پر رہتا ہے وہاں تک مشہور ہو گیا ہے کہ یہ دیوانہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دیوانہ نہیں ہوں۔ ضماد نے کہا کہ لوگ کیوں کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کی زبانیں ان کے منہ میں ہیں میرے کنٹرول میں تو نہیں ہیں وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔

کہنے لگا آپ کہتے کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مسنونہ پڑھا جو جمعہ میں آپ حضرات سنتے ہیں اور یہ سورت پڑھی۔ کیوں کہ وہ عربی تھا اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کو سمجھتا تھا جیسے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے جاتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت مکمل کر لی تو کہنے لگا میں معافی چاہتا ہوں میں نے غلط سمجھا تھا مجھے آپ مسلمان کر کے بیعت کر لیں۔ ضماد شکار کرنے کے لیے آیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے جال میں ایسا پھنسا کہ نکل نہ سکا۔ آیا تھا کافر اور گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر۔

تو فرمایا بے شک یہ قرآن فیصلہ کرنے والی بات ہے وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ اور نہیں ہے یہ قرآن ہنسی مذاق کی بات۔ دل لگی کی بات نہیں ہے اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا بے شک یہ لوگ تدبیر کرتے ہیں تدبیر کرنا کہ کسی طرح قرآن کریم کے پروگرام کو مٹا دیں

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ

﴿حم السجدہ:۲۶، پارہ: ۲۴﴾ "اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں نہ سنو اس قرآن کو اور شور وغل مچاؤ اس میں تاکہ تم غالب ہو جاؤ۔"

اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ "اور وہ روکتے ہیں اس قرآن سے اور خود بھی دور ہوتے ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے کے منصوبے بنائے کہ کسی طریقے سے دین ختم ہو جائے وَّاَكِيْدُ كَيْدًا اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں تدبیر کرنا۔ آپ کو بچانے کی اور اسلام کو پھیلانے کی۔ سورت صف پارہ ۲۸ میں ہے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ "اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو، ایمان کو، نورِ توحید کو، نورِ رسالت کو، نورِ نبوت کو، نورِ قرآن کو، اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں۔"

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ پس آپ مہلت دیں کافروں کو اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔ عن قریب ان کو انجام کا پتا چل جائے گا۔ پھر بدر میں ان کی کیا گت بنی؟ پھر 8ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو کیسے ان کی دوڑیں لگیں۔ تاخیر میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے آپ پریشان نہ ہوں یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَةُ الأعلیٰ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۱۹ ۸۷ سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ ۸ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ﴿۷﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۚۖ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ﴿۹﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ؕ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۧ﴿۱۹﴾ ع ۱ ۱۹/۱۴

سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر اِسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اپنے بلند رب کے نام کی الَّذِىْ خَلَقَ وہ جس نے پیدا کیا فَسَوّٰى پھر برابر کیا وَالَّذِىْ قَدَّرَ اور وہ ذات جس نے تقدیر مقرر کی فَهَدٰى پھر راہ نمائی کی وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى اور وہ ذات جس نے چارا نکالا فَجَعَلَهٗ غُثَآءً پھر کر دیا اس کو خشک اَحْوٰى سیاہ سَنُقْرِئُكَ

بتاکید ہم آپ کو پڑھائیں گے فَلَا تَنْسٰٓی پھر آپ نہ بھولیں گے
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ مگر وہ جو رب چاہے اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَھْرَ بے شک وہ
جانتا ہے بلند آواز کو وَمَا یَخْفٰی اور مخفی کو وَنُیَسِّرُكَ اور ہم
آسان کر دیں گے آپ کے لیے لِلْیُسْرٰی آسان چیز کو فَذَكِّرْ
پس آپ نصیحت کریں اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی تحقیق نفع دے گی
نصیحت سَیَذَّكَّرُ عن قریب قبول کرے گا مَنْ یَّخْشٰی جو ڈرتا
ہے وَیَتَجَنَّبُهَا اور کنارہ کش رہے گا اس نصیحت سے الْاَشْقَی جو
بڑا بد بخت ہے الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْكُبْرٰی وہ جو داخل ہوگا
بڑی آگ میں ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا پھر نہ مرے گا اس آگ میں وَلَا
یَحْیٰی اور نہ زندہ رہے گا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی تحقیق کامیاب
ہو گیا جس نے باطن صاف کر لیا وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ اور ذکر کیا اپنے
رب کے نام کا فَصَلّٰی پس نماز پڑھی بَلْ بلکہ تُؤْثِرُوْنَ
الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی
حالانکہ آخرت بہت بہتر ہے اور دیرپا ہے اِنَّ هٰذَا بے شک یہی بات
لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی پہلے صحیفوں میں درج ہے صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ
وَمُوْسٰی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الاعلیٰ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں اعلیٰ کا لفظ موجود ہے اسی سے سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکّہ مکرّمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سات ﴿۷﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا آٹھواں ﴿۸﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور انیس ﴿۱۹﴾ آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے تمام ایمان والوں کو حکم دیتے ہیں سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر اِسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اپنے رب کے نام کی جو بلند شان والا ہے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ "اپنے سجدوں میں پڑھا کرو سبحان ربی الاعلیٰ" اور سورہ واقعہ کی جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ "اس کو تم اپنے رکوع میں کر لو یعنی رکوع میں پڑھا کرو سبحان ربی العظیم" حدیث پاک میں آتا ہے کہ کم از کم تین مرتبہ تسبیح ہونی چاہیے۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے یعنی کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھے۔

امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاستاذ ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ بڑے اونچے درجے کے فقیہ، محدث اور مجاہد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ پانچ یا سات مرتبہ تسبیحات پڑھے۔ کیوں کہ مقتدیوں میں بعض کند ذہن ہوتے ہیں اور بعض بوڑھے ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ امام تین مرتبہ پڑھ کر سر اُٹھا لے اور وہ نہ پڑھ سکیں۔ میرا عمل اُن کے فتویٰ پر ہے۔ میں کم از کم پانچ مرتبہ

پڑھتا ہوں تاکہ مقتدی تین دفعہ آرام سے پڑھ لیں۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا ساری کائنات کو۔ وہ ساری کائنات کا خالق ہے فَسَوّٰی پھر برابر کیا ہر چیز کو، اعتدال کے ساتھ بنایا۔ وہ ایسا بھی کر سکتا تھا کہ ایک ٹانگ اتنی ہی ہوتی اور دوسری اُونٹ کی طرح لمبی ہوتی، ایک ہاتھ اتنا ہی ہوتا اور دوسرا زیبرے کی اگلی ٹانگ کے برابر لمبا ہوتا، ایک کان اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کے کان کے برابر ہوتا، ایک آنکھ اتنی ہی ہوتی اور دوسری بھینس کی آنکھ کے برابر ہوتی۔ وہ ایسا کرنے پر قادر تھا لیکن اس نے ہر چیز کو اعتدال کے ساتھ بنایا وَالَّذِیْ قَدَّرَ اور وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کا اندازہ ٹھہرایا، ہر چیز کی تقدیر مقرر کی فَهَدٰی پھر راہ نمائی کی کہ اس طرح تو نے ماں کی چھاتی سے خوراک چوسنی ہے۔ بچے کو ماں کی چھاتی سے دودھ چوسنا کس نے سکھایا ہے کہ اس طرح چوسے گا تو دودھ نکلے گا جو تیری خوراک بنے گا۔

سورۃ البلد میں ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ "اور بتائی اس کو ہم نے دو گھاٹیاں۔" دایاں پستان اور بائیاں پستان کہ ان میں تیری خوراک ہے۔ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے ادراک و شعور عطا فرمایا ہے۔ چھوٹے بچوں کو تم نے دیکھا ہوگا کہ آنکھ میں خارش ہو تو انگلیاں نہیں مارتے الٹا ہاتھ ملتے ہیں۔ اگر آنکھ میں ناخن ماریں تو آنکھ کا نقصان ہو سکتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے اس کی فطرت میں ڈالا ہے۔

ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے شعور و ادراک رکھا ہے :

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ جو دار العلوم دیوبند کے مہتمم تھے وہ واقعہ سناتے ہیں کہ مجھے راجپوتانہ (علاقے کا نام ہے) جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں

ہندوؤں کا راج تھا بندر مارنے کی ممانعت تھی۔ وہاں بندر بڑا نقصان کرتے تھے برتن اور کپڑے تک اُٹھا کر لے جاتے تھے اور سامنے بیٹھ کر کپڑے کو چیر پھاڑ دیتے تھے۔ روٹیاں اُٹھا کر لے جاتے۔ غصہ بھی آتا مگر بے بس تھے مار بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے سنکھیا خریدا اور آٹے میں ملا کر روٹیاں پکائیں اور چھت پر پھیلا دیں کہ سو پچاس کھا کر مریں گے کچھ تو کمی آئے گی۔ ہم دیکھنے بیٹھ گئے کہ بندر آتے جائیں گے کھاتے جائیں گے اور مرتے جائیں گے اور ہم خوش ہو جائیں گے۔

دو تین بندر آئے دیکھا روٹیاں پھیلی پڑی ہیں۔ اب دیکھ رہے ہیں کھاتے نہیں۔ دیکھتے دیکھتے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد چودہ پندرہ بندر آئے وہ بھی دیکھ کر چلے گئے۔ پھر دس پندرہ منٹ کے بعد پچاس ساٹھ بندروں کی قطار جو بڑے موٹے موٹے چودھری قسم کے تھے، آئے اور روٹیوں کو گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے۔ مگر کھانے کے لیے آگے کوئی نہ بڑھا۔

کچھ دیر بعد ایک بوڑھا بندر آگے بڑھا۔ اس نے روٹی کو توڑ کر سونگھا، دوسرے نے توڑا اور سونگھا، تیسرے نے توڑا اور سونگھا اور کھائے بغیر سارے بھاگ گئے۔ گویا کہ وہ نتیجے پر پہنچ گئے۔ ہم نے سمجھا کہ یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی مگر کوئی بیس منٹ گزرے تو سو دو سو بندروں کی ایک قطار آئی اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک پتوں والی ٹہنی تھی۔ انھوں نے آ کر روٹیوں کے ٹکڑے کیے اور روٹیوں کے ٹکڑے کھاتے اور اوپر سے پتے کھاتے اور دندناتے ہوئے چلے گئے۔ نہ ان میں سے کوئی بے ہوش ہوا اور نہ کوئی مرا۔ وہ جڑی بوٹی زہر کا تریاق تھا۔

تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے شعور رکھا ہے اور زندہ رہنے کا انداز بتلایا ہے وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی اور اللہ وہ ذات جس نے نکالا چارا زمین سے۔ اللہ تعالیٰ نے

جہاں انسانوں کی خوراک کا انتظام کیا ہے وہاں حیوانوں کی خوراک کا بھی انتظام کیا ہے، چارا پیدا کیا ہے فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی پھر کر دیا اس کو خشک سیاہ۔ پہاڑی علاقوں میں برف باری ہوتی ہے تو وہ لوگ دو دو دن گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے نہ جانوروں کو نکال سکتے ہیں۔ وہ لوگ جانوروں کے لیے گھاس کاٹ کر جمع کر لیتے ہیں۔ وہ گھاس خشک ہو کر سیاہ ہو جاتی ہے۔ جو رب جانوروں کا انتظام کرتا ہے وہ انسانوں کا انتظام بدرجہ اولیٰ کرے گا۔ جسمانی خوراک کا بھی اور روحانی خوراک کا بھی۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! بتاکید ہم آپ کو پڑھائیں گے فَلَا تَنْسٰى پس آپ نہیں بھولیں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ یعنی جس حکم کو اللہ تعالیٰ منسوخ کر دیں گے وہ آپ کے ذہن سے نکل جائے گا اور جس کو محفوظ رکھنا ہے وہ نہیں بھولے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد ہو جاتا تھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو فوراً سنا دیتے تھے اور لکھنے والے لکھ لیتے تھے۔ تقریباً اٹھائیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاتبین وحی تھے جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

فرمایا اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے بلند آواز کو وَمَا يَخْفٰى اور اس کو بھی جانتا ہے جو مخفی ہے۔ بلکہ رب تعالیٰ تو دل میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى اور ہم آسان کر دیں گے آپ کے لیے آسان چیز کو۔ اس آسان سے کیا مراد ہے؟ ایک تفسیر یہ ہے کہ شریعت اور دین مراد ہے کہ یہ شریعت آسان ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی پر اتنا بوجھ نہیں ڈالا کہ جس کو وہ اُٹھا نہ سکے۔ یہ مزید آپ کے لیے آسان ہو

جائے گی۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یُسْرٰی سے مراد جنت ہے۔ جنت کو آسان کر دیا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں محنت، مشقت نہیں ہے تمام چیزیں وہاں تیار ملیں گی۔ دنیا میں تو انسان محنت مشقت کرتا ہے اور جنت میں کسی چیز کے لیے مشقت نہیں ہے۔

تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ جنت میں پہچانے والے جو اعمال ہیں وہ ہم آپ کے لیے آسان کر دیں گے۔ نمازیں پڑھنی آسان ہوں گی، روزے رکھنے آسان ہوں گے، جہاد کرنا آسان ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھکاوٹ ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ پوچھنے والے پوچھتے تو فرماتے تھکاوٹ ہوگئی تھی اس کو دور کرنے کے لیے نماز شروع کر دی ہے۔

آج بھی بڑے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ریڑھ کی ہڈی کا علاج ہی نماز ہے۔ رکوع، سجود کرنے سے ریڑھ کی ہڈی کو بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ باطنی طور پر جو ثواب ہے وہ تو ہے نماز ظاہری طور پر بھی صحت کا سبب ہے۔

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں لوگوں کو اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى تحقیق نفع دیتی ہے نصیحت۔ اِنْ یہاں قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ (بعض حضرات اِنْ کو شرطیہ قرار دیتے ہیں اور معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ نصیحت کر اگر نصیحت نفع دے۔) جس آدمی کا دل صاف ہو ضد اور تعصب اس میں نہ ہو اس کے لیے حق کو ماننا کوئی مشکل نہیں ہے۔ اور ضدی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ پیغمبر بھی ضد کا علاج نہیں کر سکے۔

معجزہ شق القمر:

ستائیسویں پارے میں واقعہ گزر چکا ہے کہ چودھویں کا چاند تھا قریش مکہ نے کہا

کہ آپ نبوت کے دعوے دار ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے تو اپنے رب کو کہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری تصدیق کے لیے ایسا کر دے تو مان جاؤ گے؟ کہنے لگے ضرور مانیں گے۔ یہ چوں کہ مشکل کام تھا سارے اس پر متفق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر کعبۃ اللہ سے مشرق کی طرف بیت اللہ کے دروازے کے سامنے جو پہاڑ ہے اس کا نام جبل ابوقبیس ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسی پہاڑ کو زمین میں نصب کیا۔ اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کا اعلان کیا تھا کہ اے مال دار لوگو! حج کے لیے آؤ۔ اسی آواز کے جواب میں حاجی لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے جاتے ہیں۔ جبل ابوقبیس چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ اب حکومت نے اس کے نیچے سرنگیں بنا دی ہیں جن کے ذریعے گاڑیاں منیٰ جاتی ہیں۔

چاند کا دوسرا ٹکڑا کعبۃ اللہ سے مغرب کی طرف جو پہاڑ ہے جس کا نام قیقعان ہے اس پر چلا گیا۔ لیکن قریش مکہ نے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہہ کر حق کو قبول نہیں کیا۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

فرمایا سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى عن قریب قبول کرے گا نصیحت کو جو ڈرتا ہے رب تعالیٰ سے وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى اور کنارہ کش رہے گا نصیحت سے جو بڑا بد بخت ہے۔ بد بخت نامراد انسان نصیحت کو قبول نہیں کرتا۔ وہ بد بخت کہاں جائے گا؟ الَّذِيْ وہ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى داخل ہوگا بڑی آگ میں۔ وہ دوزخ کی آگ ہے جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور دنیا کی آگ لوہے تک کو پگھلا دیتی

ہے۔ تو اس کا کیا حال ہوگا؟ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى پھر نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا۔ اگر اس میں مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک جھونکا ہی کافی ہے لیکن وہاں تو سزا کے لیے ڈالا جائے گا، مرنے کے بعد سزا کون بھگتے گا۔ پھر آگ میں جلنے والے کی کیا زندگی ہے۔ خود آگ میں جلنے والے، جہنم کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام سے کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴿الزخرف: ۷۷﴾ "اے مالک علیہ السلام! چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا رب۔" پروردگار ہم کو مار دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ کہے گا کیا تمھارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، کتابیں نہیں آئی تھیں؟ کہیں گے آئے تھے مگر ہمارے اوپر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی۔ فرشتہ کہے گا بے شک تم رہنے والے ہو اسی مقام پر۔

فلاح پانے والوں کا تذکرہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى تحقیق کامیاب ہو گیا جس نے باطن صاف کر لیا اور ظاہر بھی صاف کر لیا۔ باطن کی صفائی کلمہ طیبہ، ایمان کے ساتھ ہے۔ عقیدے کی درستگی کے ساتھ ہے۔ اور ظاہر کی صفائی غسل اور وضو کے ساتھ ہے وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور ذکر کیا اپنے رب کے نام کا پس اس نے نماز پڑھی۔ یعنی اللہ اکبر! کہہ کر نماز شروع کی۔ پانچ نمازیں اور جمعہ فرض ہے۔ وتر واجب ہیں باقی نفل نمازیں ہیں۔ تو جس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نمازیں پڑھیں وہ کامیاب ہو گیا۔ تمھیں تو اس طرح تزکیہ کرنا چاہیے تھا لیکن حال کیا ہے؟ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو۔ دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہو۔ شریعت کو دوسرا درجہ دیتے ہو۔ وقت ملا تو نماز پڑھ لی دل کیا تو روزہ رکھ لیا، حلال و حرام کی پروا نہیں کرتے۔

جائز طریقے سے دنیا کمانے کی اجازت ہے بلکہ حکم ہے۔ لیکن ناجائز طریقے سے کمانا بُری بات ہے۔ بندے کو چاہیے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دے۔ حلال کو حلال سمجھے اور حرام کو حرام سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو سمجھے اور حقوق العباد کو سمجھے وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور آخرت بہت بہتر ہے اور دیر پا ہے اِنَّ هٰذَا بے شک یہی بات لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى پہلے صحیفوں میں درج ہے۔ وہ کون سے صحیفے ہیں؟ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے ہیں۔ ان میں بھی یہی مسئلہ درج تھا کہ آخرت بہت بہتر ہے اور پائیدار ہے۔ لہٰذا تم آخرت کو دنیا پر ترجیح دو دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

تفسیر

سُورَةُ الغَاشِيَة

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۲۶ ۸۸ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۸ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰى نَارًا حَامِیَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ۝۵ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۝۶ لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ۝۹ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً ۝۱۱ فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ ۝۱۲ فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝۱۳ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝۱۴ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝۱۵ وَّ زَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝۱۶ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ۝۱۷ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ ۝۱۸ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ ۝۱۹ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰ فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝۲۱ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ۝۲۲ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۝۲۳ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝۲۴ اِنَّ اِلَیْنَاۤ اِیَابَهُمْ ۝۲۵ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ۝۲۶

هَلْ تحقیق اَتٰىكَ آچکی ہے آپ کے پاس حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ڈھانپ لینے والی چیز کی بات وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ کچھ چہرے اس دن خَاشِعَةٌ جھکے ہوئے ہوں گے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ محنت کرنے والے

تھکے ہوئے تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً داخل ہوں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں
تُسْقٰی پلایا جائے گا انہیں مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ کھولتے ہوئے چشمے
سے پانی لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا اِلَّا مِنْ
ضَرِیْعٍ مگر کانٹے دار جھاڑی لَّا یُسْمِنُ نہ وہ موٹا کرے گی وَلَا
یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ اور نہ کفایت کرے گا بھوک سے وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ
کچھ چہرے اس دن نَّاعِمَةٌ تروتازہ ہوں گے لِّسَعْیِهَا اپنی کمائی
پر رَاضِیَةٌ راضی ہوں گے فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ اونچی جنت میں داخل
ہوں گے لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا نہیں سنیں گے اس میں لَاغِیَةً کوئی بے
ہودہ بات فِیْهَا عَیْنٌ اس میں چشمے ہوں گے جَارِیَةٌ جاری
فِیْهَا سُرُرٌ اس میں کرسیاں ہوں گی مَّرْفُوْعَةٌ اونچی اونچی وَّاَكْوَابٌ
گلاس ہوں گے مَّوْضُوْعَةٌ مناسب مقام پر رکھے ہوئے وَّنَمَارِقُ
اور گاؤ تکیے مَصْفُوْفَةٌ صف بہ صف رکھے ہوں گے وَّزَرَابِیُّ
اور قالینیں مَبْثُوْثَةٌ بچھی ہوں گی اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ کیا پس وہ
دیکھتے نہیں ہیں اِلَى الْاِبِلِ اونٹوں کی طرف كَیْفَ خُلِقَتْ کیسے
پیدا کیے گئے ہیں وَاِلَى السَّمَآءِ اور آسمان کی طرف كَیْفَ رُفِعَتْ
کیسے بلند کیا گیا ہے وَاِلَى الْجِبَالِ اور پہاڑوں کی طرف كَیْفَ نُصِبَتْ
کیسے نصب کیے گئے ہیں وَاِلَى الْاَرْضِ اور زمین کی طرف

كَيْفَ سُطِحَتْ کیسے بچھائی گئی ہے فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں لَسْتَ

عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ نہیں ہیں آپ ان پر داروغہ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى مگر

جس نے روگردانی کی وَكَفَرَ اور کفر کیا فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ پس

عذاب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ بڑا عذاب اِنَّ

اِلَيْنَآ بے شک ہماری طرف اِيَابَهُمْ ان کا لوٹنا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا

پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے حِسَابَهُمْ ان کا حساب۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الغاشیہ ہے۔ غاشیہ کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ اسی لفظ سے اس سورت کا نام الغاشیہ رکھا گیا ہے۔ یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سڑسٹھ (۶۷) سورتیں نازل ہوچکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور چھبیس آیتیں ہیں۔

جس طرح قیامت کا ایک نام قیامت ہے۔ ایک نام القارعہ ہے، ایک نام الحاقہ ہے، ایک نام واقعہ ہے، ایک نام آزفہ ہے، ایک نام آخرۃ ہے۔ اسی طرح ایک نام غاشیہ بھی ہے۔ یہ سب نام قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

هَلْ اَتٰىكَ ۔ هَلْ یہاں قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ معنیٰ ہوگا تحقیق آچکی تمہارے پاس حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ چھا جانے والی کی بات۔ قیامت سب کا احاطہ کرے گی ایسا نہیں ہے کہ ایک علاقہ میں برپا ہو اور دوسرے علاقہ میں نہ ہو۔ بعض

قوموں پر آئے اور بعض قوموں پر نہ آئے۔ بلکہ وہ سب پر چھا جائے گی۔ تو فرمایا اے نبی کریم ﷺ! تحقیق آچکی ہے آپ کے پاس چھا جانے والی کی بات وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ کچھ چہرے اس دن جھکے ہوئے ہوں گے شرم اور ندامت سے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ محنت کرنے والے تھکے ہوئے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ کافر لوگ دنیا میں بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں، عبادتیں کرتے ہیں، تکلیفیں برداشت کرتے ہیں لیکن جہنم میں جائیں گے کیوں کہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ کیوں کہ ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ اعمال کی قبولیت کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔ پہلی شرط: ایمان ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔

دوسری شرط: اخلاص ہے۔ یعنی نیکی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو ریا اور دکھاوا نہ ہو۔

تیسری شرط: اتباع سنت ہے۔ جو کام کرے سنت کی پیروی میں کرے۔ اگر اپنی طرف سے گھڑے گا گناہ ہوگا ثواب نہیں ملے گا۔ اگر یہ شرائط پائی جائیں گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی محفوظ ہوگی۔ لیکن ایمان کے بغیر کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہندو، سکھ، بدھ مت والے، یہودی، عیسائی اپنے اپنے طرز و طریقے پر عبادتیں کرتے ہیں، ریاضتیں کرتے ہیں، تکلیفیں اُٹھاتے ہیں مگر ان کے یہ سارے اعمال اور تکلیفیں اُٹھانا بے کار ہیں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد وہ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔ لہٰذا ان کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ آخرت میں چلیں گے تو بڑی مشکل سے چلیں گے۔ ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں اور پاؤں

میں بیڑیاں ہوں گی اور دور دراز سے چل کر اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں پہنچیں گے تو محنت اٹھائے ہوئے تھکے ماندے ہوں گے بخلاف مومنوں کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کھلے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسم میں مزید قوت پیدا کر دے گا۔ وہ خوشی خوشی پہنچیں گے۔ کافر تھکے ماندے ہوں گے تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً داخل ہوں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ پلایا جائے گا انہیں کھولتے ہوئے چشمے سے پانی۔ جیسے ہانڈی کے نیچے تیز آگ ہو تو پانی کھولتا ہے اس طرح کا ابلتا ہوا گرم پانی ان کو پلایا جائے گا کہ ہونٹوں کو لگے گا تو يَشْوِي الْوُجُوْهَ ہونٹ جل جائیں گے۔ يَتَجَرَّعُهٗ ﴿سورۃ ابراہیم﴾ "ایک ایک گھونٹ کر کے نیچے اُتاریں گے۔" پیٹ میں پہنچے گا تو انتڑیوں کو ریزہ ریزہ کر کے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ پھر وہ انتڑیاں ان کے منہ میں ڈال کر پیٹ میں پہنچائی جائیں گی اور یہی قصہ ان کے ساتھ ہوتا رہے گا۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ مگر کانٹے دار جھاڑی جو بڑی کڑوی ہوتی ہے جانور اس کو سونگھ کر چھوڑ دیتے ہیں کھاتے نہیں۔ اور شجرۃ الزقوم تھوہر کا درخت بھی دوزخیوں کی خوراک ہے۔ سمجھانے کے لیے ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے ورنہ آخرت کی کوئی شے دنیا میں موجود نہیں ہے لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ نہ وہ موٹا کرے گا جسم کو اور نہ وہ بھوک سے کفایت کرے گا۔ خوراک آدمی اسی لیے کھاتا ہے کہ بھوک ختم ہو جائے اور جسم موٹا اور مضبوط ہو جائے۔ جہنم کی خوراک یہ دونوں کام نہیں کرے گی۔ بھوک کے غلبے کی وجہ سے مجبوراً کھائیں گے۔ یہ تو نافرمانوں کا ذکر تھا اب ان کے مدمقابل فرماں برداروں کا ذکر ہے، نیکوں کا ذکر ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ کچھ چہرے اس دن بڑے تر و تازہ، ہشاش

بشاش ہوں گے، سفید ہوں گے لِّسَعۡيِهَا رَاضِيَةٌ اپنی کوشش پر راضی ہوں گے کہ ایمان لائے، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، حج کیا، زکوٰۃ دی، قربانیاں دیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خوش ہوں گے کہ ہماری محنت ٹھکانے لگ گئی فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ اونچی جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت درجے کے لحاظ سے بھی بلند ہے اور حسی اعتبار سے بھی بلند ہے۔ جنت کا محل وقوع بلند ہے لَّا تَسۡمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات۔ گالی نہیں سنیں گے، جھوٹ نہیں سنیں گے، غیبت نہیں سنیں گے، کسی قسم کی دل آزاری کی بات نہیں سنیں گے۔ جنت دار السلام ہے وہاں امن اور سلامتی ہے فِيهَا عَيۡنٌ جَارِيَةٌ جنت میں چشمے جاری ہوں گے۔ کوثر کا، سلسبیل کا، کافور کا، زنجبیل کا، صاف پانی کا۔ مختلف قسم کے چشمے جاری ہوں گے۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوعَةٌ۔ سُرُر سَرِيۡرٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کرسی۔ جنت میں اونچی کرسیاں ہوں گی ان پر بیٹھے ہوں گے جدھر کا ارادہ کریں گے کرسیاں اُدھر گھوم جائیں گی۔ کرسیاں ارادے کے تابع ہوں گی وَّأَكۡوَابٌ مَّوۡضُوعَةٌ۔ اَكۡوَاب كُوۡبٌ کی جمع ہے۔ ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو۔ گلاس بھی ہو سکتا ہے، پیالہ بھی ہو سکتا ہے۔ گلاس اور پیالے ہوں گے مناسب جگہ پر رکھے ہوئے۔ جب کسی کو پیاس لگے گی پیالہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ہر جگہ موجود ہوں گے

وَّنَمَارِقُ مَصۡفُوفَةٌ۔ نَمَارِقُ نُمۡرُوۡقَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گاؤ تکیہ جس کے ساتھ آدمی ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے۔ معنیٰ ہوگا وہاں تکیے ہوں گے صف بہ صف رکھے ہوئے وَّزَرَابِيُّ مَبۡثُوثَةٌ۔ یہ زَرۡبِيَّةٌ کی جمع ہے۔ زربیہ کا معنیٰ ہے قالین۔ معنیٰ ہوگا قالین بچھے ہوئے ہوں گے۔ کوئی جنتی گاؤ تکیہ لگا کے بیٹھا ہوگا، کوئی کرسی

پر اور کوئی قالین پر بیٹھا ہوگا۔ ہر ایک کے دل کی مراد پوری ہوگی۔

عرب کا علاقہ ریتلا اور پہاڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے علاقے کے لیے اونٹ پیدا فرمایا۔ اونٹ کا پاؤں ریت میں دھنستا نہیں ہے کہ چوڑا ہوتا ہے۔ انسان کا قدم ریت میں دھنس جاتا ہے۔ اونٹ جفاکش جانور ہے اور قدم بھی لمبے لمبے ہوتے ہیں سفر جلدی طے ہوتا ہے۔ وہ لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے دائیں بائیں پہاڑ نظر آتے تھے۔ اوپر آسمان اور نیچے زمین نظر آتی تھی۔

(فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا تھا کہ پہلے ان کی نگاہ اونٹ پر پڑتی تھی۔ اونٹ پر بیٹھنے کے بعد نگاہ اُٹھاتے تو آسمان پر پڑتی۔ آسمان سے نیچے دیکھتے تو نگاہ پہاڑوں پر پڑتی پہاڑوں سے ہٹتی تو زمین پر پڑتی۔ مرتب)

اللہ تعالیٰ نے توجہ دلانے کے لیے فرمایا اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کیا پس وہ نہیں دیکھتے اونٹوں کی طرف کَیۡفَ خُلِقَتۡ کیسے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان کا قد دیکھو، ان کا بدن دیکھو، ٹانگیں دیکھو، گردن دیکھو وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کیسے بلند کیا گیا ہے۔ پہلے سے لے کر ساتویں تک۔ جس کو پہلے آسمان کا یقین ہے وہ باقیوں پر بھی یقین رکھتا ہے۔ دنیا میں منکر بھی موجود ہیں۔

فیثاغورث ایک یونانی حکیم گزرا ہے وہ آسمان کا منکر تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ نیلگوں چیز جو نظر آتی ہے یہ آسمان نہیں ہے بلکہ یہ ہماری حد نظر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے باطل لوگوں کا رد فرمایا ہے کہ ایک آسمان نہیں سات آسمان ہیں۔

فرمایا وَاِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کیسے

نصب کیے گئے ہیں۔ سورت نبا میں گزر چکا ہے وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا "پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے کیل بنایا ہے اور زمین میں ٹھونک دیا ہے۔" وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اور زمین کی طرف نہیں دیکھتے کیسے بچھائی گئی ہے فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔

دیانند سرسوتی کا اعتراض اور دیوبندی عالم کا بصیرت افروز جواب :

انگریز کا زمانہ تھا۔ آریہ سماج کا ایک منہ پھٹ لیڈر تھا دیانند سرسوتی۔ یہ اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف بڑی تقریریں کرتا تھا۔ ایک طرف پادری اسلام کی تردید کرتے تھے اور ایک طرف یہ کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے "ستیارتھ پرکاش" بڑی نایاب کتاب ہے مگر میرے پاس موجود ہے۔ اس کا چودھواں باب اس منحوس نے قرآن کریم پر اعتراضات کے لیے وقف کیا ہے۔ اور الحمد للہ سے لے کر والناس تک اعتراضات کیے ہیں۔ یہاں اس مقام پر بھی اس نے اعتراض کیا ہے۔ کہتا ہے نصیحت کرنے والے کے ساتھ اونٹوں کا کیا ربط ہے، آسمان کا کیا ربط ہے، زمین کا کیا جوڑ؟ کہ ان چیزوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَذَكِّرْ آپ نصیحت کریں۔ کہتا ہے کہ یہ کتاب کسی جاہل بدو نے لکھی ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔

ہمارے اکابر علماء دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے ساتھ دین کی بڑی سمجھ دی تھی۔ قرآن پاک کی روح کو، حدیث پاک کی روح کو اور فقہ اسلامی کی روح کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہمارے بزرگوں میں سے مفتی نعیم احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ منڈی بہاؤالدین میں مسجد کے خطیب تھے۔ پھر فیصل آباد چلے گئے تھے اور پیپلز کالونی کی بڑی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے تھے۔ وہ شاعر مزاج بھی تھے۔

ایک موقع پر انھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا اور میرے مہاجر بھائیو!

زمیں بدلی زماں بدلا مکیں بدلے مکاں بدلا
نہ تو بدلا نہ میں بدلا پھر بدلا تو کیا بدلا

حضرت کے سامنے کسی نے اسی اعتراض کا ذکر کیا کہ دیانند سرسوتی نے یہ اعتراض کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ان چیزوں کا مذکر مبلغ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مبلغ کو جفا کشی میں اونٹ کی طرح ہونا چاہیے، اخلاق میں آسمان کی طرح بلند ہونا چاہیے، اپنے عقیدے اور نظریے میں پہاڑوں کی طرح مضبوط ہونا چاہیے لوٹے کی طرح گھومے نہ۔ اور تواضع ایسی ہو جیسے زمین بچھی ہوئی ہے۔ تو ان چیزوں کا مذکر نصیحت کرنے والے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

فرمایا بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ نہیں ہیں آپ ان پر داروغہ کہ جبراً ان سے منوائیں اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ مگر جس نے اعراض کیا ایمان سے اور رب تعالیٰ کے حکموں کا انکار کیا فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ پس اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا بڑی سزا۔ اور بندو! کان لگا کر سن لو اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ بے شک ہماری طرف ہی ان لوگوں نے لوٹ کر آنا ہے اور کوئی اور جگہ نہیں ہے جہاں جائیں گے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے ان کا حساب۔ ہم ان سے رتی رتی کا حساب لیں گے لہٰذا اب وقت ہے آخرت کی تیاری کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الفجر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۳۰ ۸۹ سُورَةُ الفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۰ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿۵﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿۸﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

وَالْفَجْرِ قسم ہے فجر کی وَلَيَالٍ عَشْرٍ اور قسم ہے دس راتوں کی

وَّالشَّفْعِ اور قسم ہے جفت کی وَالْوَتْرِ اور قسم ہے طاق کی وَالَّيْلِ

اِذَا يَسْرِ اور قسم ہے رات کی جب جانے لگے هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ

تحقیق ان چیزوں میں قسم ہے لِّذِيْ حِجْرٍ عقل والے کے لیے اَلَمْ

تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیا کیا آپ کے

رب نے بِعَادٍ عاد قوم کے ساتھ اِرَمَ جو ارم تھے ذَاتِ الْعِمَادِ

بڑے بڑے ستونوں والے الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ وہ عاد کہ نہیں پیدا کیے ان جیسے شہروں میں وَ ثَمُوْدَ اور نہیں دیکھا ثمود قوم کو الَّذِیْنَ وہ ثمود قوم جَابُوا الصَّخْرَ جنھوں نے تراشا چٹانوں کو بِالْوَادِ وادی میں وَفِرْعَوْنَ اور فرعون کو نہیں دیکھا ذِی الْاَوْتَادِ میخوں والا الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ جنھوں نے سرکشی کی شہروں میں فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ پس بہت زیادہ کیا انھوں نے ان شہروں میں فساد فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ پس پھینکا ان پر آپ کے رب نے سَوْطَ عَذَابٍ عذاب کا کوڑا اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب لَبِالْمِرْصَادِ گھات میں ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ پس بہر حال انسان اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ جب آزماتا ہے اس کو اس کا رب فَاَكْرَمَهٗ پس اس کو عزت دیتا ہے وَنَعَّمَهٗ اور اس کو نعمت دیتا ہے فَیَقُوْلُ تو کہتا ہے رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ میرے رب نے میری عزت کی ہے وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ اور بہر حال جب اس کو آزماتا ہے فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ پس تنگ کر دیتا ہے اس پر اس کا رزق فَیَقُوْلُ تو کہتا ہے رَبِّیْۤ اَهَانَنِ میرے رب نے میری توہین کی ہے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ الفجر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں فجر کا لفظ موجود ہے۔ اسی لفظ سے اس سورت کا نام فجر ماخوذ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے

نو ﴿۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا دسواں نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور تیس ﴿۳۰﴾ آیتیں ہیں۔

وَالْفَجْرِ کی تفسیریں:

وَالْفَجْرِ میں واو قسمیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے فجر کی۔ فجر سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کرام ﷭ اس آیت کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد چھوٹی عید کی فجر ہے۔ چونکہ رمضان شریف کے روزے ختم ہوئے ہیں اور رمضان شریف میں بڑی عبادت کی ہوتی ہے اس کے بعد آنے والی عید کا بڑا مقام ہے۔ عید کی نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے۔ لہٰذا فجر سے مراد چھوٹی عید کی فجر ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فجر سے مراد دسویں ذوالحجہ کی فجر ہے۔ بڑی عید کی فجر مراد ہے۔ دسویں ذوالحجہ کو حاجی قربانی کرتے ہیں اور دوسرے علاقوں میں بھی لوگ قربانی کرتے ہیں۔ یہ دن بھی بڑی برکت والا ہے لہٰذا اس کی فجر مراد ہے۔

تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ نویں ذوالحجہ کی فجر مراد ہے کہ نویں تاریخ کو لوگ عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔ یہ حج کے فرائض اور ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ لہٰذا عرفہ کی فجر مراد ہے۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ ہر فجر مراد ہے کہ یہ نورانی وقت ہوتا ہے لہٰذا اس وقت کی قسم ہے وَلَيَالٍ عَشْرٍ اور قسم ہے دس راتوں کی۔ اس سے کون سی راتیں مراد ہیں؟

ایک تفسیر یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری دس راتیں مراد ہیں جن میں لیلۃ القدر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِلْتَمِسُوْهَا فِیْ عَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "رمضان المبارک کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔"

توان دس راتوں کی بڑی فضیلت ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یکم ذوالحجہ سے لے کر دس ذوالحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ان راتوں میں حج کے احکام ہوتے ہیں، احرام باندھتے ہیں، منیٰ، عرفات، مزدلفہ پہنچتے ہیں۔گویا کہ یہ بڑی برکت والی راتیں ہیں۔

تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ محرم کی ابتدائی دس راتیں مراد ہیں۔کیوں کہ سال کا آغاز ہوتا ہے۔دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی تھی۔

وَّالشَّفۡعِ اور قسم ہے جفت کی وَالۡوَتۡرِ اور قسم ہے طاق کی۔اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جفت، طاق سے نمازیں مراد ہیں کہ فجر، ظہر، عصر، عشاء کی نمازیں جفت ہیں مغرب اور وتر طاق ہیں۔اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ جفت سے مراد مخلوق ہے اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔کیوں کہ مخلوق میں نر بھی ہیں، مادہ بھی ہیں، کالے بھی ہیں، گورے بھی ہیں، بڑے قد کے بھی ہیں، چھوٹے قد کے بھی ہیں۔آسمان بلندی پر ہے اور زمین پستی پر ہے، رات ہے، دن ہے۔یہ سب جفت ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک لہ ہے اس کے مقابلے میں کوئی نہیں ہے۔

وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگتی ہے۔رات تاریک ہوتی ہے۔یہ رب تعالیٰ کی قدرتوں میں سے ایک قدرت ہے۔یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ رات سے معراج والی رات مراد ہے۔ سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا "پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو رات کے وقت۔" وہ رات بھی بڑی برکت والی راتوں میں سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد

اقصیٰ سے پہلا، دوسرا آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا بیداری کی حالت میں سیر کرائی۔ اور اسی رات پانچ نمازوں کا تحفہ بھی دیا۔

هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ یہاں هَلْ قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ تحقیق ان چیزوں میں قسم ہے لِّذِیْ حِجْرٍ عقل مندوں کے لیے۔ جواب قسم محذوف ہے۔ وہ ہے لَتُعَذَّبُنَّ یَا اَهْلَ (کُفَّار) مَکَّةَ "تمھیں ضرور سزا دی جائے گی اے مکے والو!" جو رب ان چیزوں کے قائم کرنے پر قادر ہے وہ تمھیں اُٹھا بھی سکتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ ایک رویت ہوتی ہے آنکھ سے دیکھنا اور ایک رویت ہوتی ہے دل سے دیکھنا۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں رویت قلبی مراد ہے یعنی جاننا۔ تو اَلَمْ تَرَ اَلَمْ تَعْلَمْ کے معنیٰ میں ہے۔ کیا آپ کے علم میں نہیں ہے ہمارے بتلانے کے ساتھ۔ کیوں کہ جب یہ واقعات ہوئے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آنکھوں سے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔

قومِ عاد :

تو فرمایا کیا آپ نے نہیں دیکھا یعنی آپ کے علم میں نہیں ہے کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ کیا کیا آپ کے رب نے عاد قوم کے ساتھ۔ اِرَمَ جو ارم کی نسل سے تھی، عاد بن ارم بن سام بن نوح۔ عاد نوح علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ اس سے آگے اتنی نسل چلی کہ مستقل خاندان بنے۔ یہ بڑے قد آور اور صحت مند تھے ذَاتِ الْعِمَادِ بڑے بڑے ستونوں والے۔ ان کے قد بڑے لمبے تھے اور اپنے قد کے مطابق انھوں نے

مکان بنائے ہوئے تھے۔ مکانوں کے ستون بڑے بڑے ہوتے تھے الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ وہ عاد قوم کہ نہیں پیدا کیے گئے ان جیسے شہروں میں۔ ایسے قد آور اور صحت مند لوگ اللہ تعالیٰ نے شہروں میں پیدا ہی نہیں کیے۔ اور طاقت ور اور مضبوط تنوں والے تھے کہ کسی آدمی کی کھوپڑی پر ہاتھ ڈالتے تھے تو بھیجا نکال دیتے تھے، اس ن پسلیاں توڑ دیتے تھے۔

سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۳۰ میں ہے وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ "اور جب تم ہاتھ ڈالتے ہو کسی پر تو گرفت کرتے ہو ظلم کے ساتھ۔" دوسری قوموں کو للکارتے ہوئے کہتے تھے مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ﴿حم سجدہ: ۱۵﴾ "کون ہے ہم سے زیادہ طاقت والا۔"

ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ یہ احقاف کے علاقے میں رہتے تھے۔ جغرافیہ دان احقاف کے علاقے کی تعیین اس طرح کرتے ہیں کہ ایک طرف نجران اور دوسری طرف عمان ہے۔ تیسری طرف حضر موت اور چوتھی طرف بحرین ہے۔ ان کے درمیان کا جو علاقہ ہے وہ احقاف ہے۔ احقاف حقفٌ کی جمع ہے۔ حقف کا معنیٰ ریت کا ٹیلا ہے۔ اس علاقے میں ریت کے ٹیلے تھے اس لیے اس کو احقاف کہتے ہیں۔

ہود علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے باقی کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ یہ بارانی اور خشک علاقہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح سزا دی کہ بارش روک لی نہری علاقوں اور چشموں والے علاقوں میں بھی بارش نہ ہو تو اثر پڑتا ہے۔ اور بارانی علاقوں میں بارش نہ ہو تو ان لوگوں کا برا حال ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ درخت خشک ہو

گئے، کھیت تباہ ہو گئے، جانور مرنے لگ گئے، پانی کی تنگی کی وجہ سے لوگ دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم پر لگاتار بارش برسائے گا تمھارے حالات سدھر جائیں گے۔ قوم نے کہا کہ اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے ہم تیری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

سورہ احقاف میں ہے کہ ان کو ایک بادل کا ٹکڑا نظر آیا بڑے خوش ہوئے۔ کہنے لگے ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا "یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔" ہمارے حالات سنور جائیں گے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ وہ بادل کا ٹکڑا جب قریب آیا تو اس سے آواز آئی:

رِمَادًا لَا تَذَرُ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

"عاد قوم کو خاک کر دے ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑ۔" یہ آواز انھوں نے اپنے کانوں سے سنی مگر توبہ نہیں کی اور اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آئے۔ پھر ان بادلوں سے تند و تیز ہوا نکلی کہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کہو تو بھی کم ہے۔ ان بڑے بڑے قد والوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک کر مار دیا کَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿سورۃ الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کے پھینک دیئے گئے ہیں۔" اور سورۃ الذاریات آیت نمبر ۴۲ پارہ ۲۷ میں ہے مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ "نہیں چھوڑتی تھی وہ ہوا کسی چیز کو جس پر وہ چلتی تھی مگر کر دیتی تھی اس کو چورا چورا۔"

تو فرمایا کیا آپ نہیں جانتے کیا کیا آپ کے رب نے عاد قوم کے ساتھ جو ارم کی

نسل سے تھے لمبے لمبے ستونوں والے کہ نہیں پیدا کیے ان جیسے شہروں میں وَثَمُوْدَ
اور نہیں دیکھا آپ نے قوم ثمود کو، آپ کے علم میں نہیں ہے الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ
صَخْرَ صَخْرَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے چٹان۔ اور صَخْرَ کا معنیٰ ہے چٹانیں۔ معنیٰ
ہوگا وہ ثمود قوم جنھوں نے تراشا چٹانوں کو بِالْوَادِ وادی القریٰ میں۔ اس علاقے کو حجر
کہتے ہیں۔ یہ خیبر اور تبوک کے درمیان ہے۔ ان لوگوں نے چٹانیں تراش تراش کے
مکان بنائے تھے تاکہ زلزلے کی وجہ سے گریں نہ۔ بڑی بڑی چٹانیں تھیں ان میں پورا
پورا مکان بن جاتا تھا۔ سونے کا کمرہ، مہمان خانہ، باورچی خانہ، ناچ گھر۔ ایک ایک
مکان پر سو سو سال لگ جاتے تھے۔

ہمارے شاگرد فاضل نصرۃ العلوم مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ پرنسپل سے
اجازت لے کر حجر کے علاقے میں گئے۔ قریب پہنچے تو وہاں چرواہے ملے، کچھ بوڑھے،
کچھ جوان۔ اُنھوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اِنھوں نے کہا کہ حجر کے علاقے میں
جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا لَا تَذْهَبُوْا "نہ جاؤ خدا کا عذاب آجائے گا۔" خیر یہ کہتے
ہیں کہ ہم نے وہاں جا کر دیکھا دو سو کے قریب چٹانوں میں کمرے بنے ہوئے تھے مگر
بسنے والا کوئی نہیں تھا۔ قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ نے ایک چیخ مسلط کی جس سے سب کے کلیجے
پھٹ گئے اور ختم ہو گئے مگر صالح علیہ السلام کی بات نہیں مانی۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ۔ اَوْتَاد وَتَدٌ کی جمع ہے۔ وتد کے معنیٰ ہیں میخ۔ معنیٰ
ہوگا فرعون کے ساتھ رب تعالیٰ نے کیا کیا جو میخوں والا تھا۔ یہ اتنا ظالم تھا کہ جب سزا دیتا
تھا تو ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا تھا کہ آدمی ہل نہ سکے۔ لوگوں میں مشہور تھا وہ
بادشاہ جو بدن میں میخیں ٹھونک دیتا ہے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ اس کے خیموں کی میخیں سونے کی ہوتی تھیں الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ پس بہت زیادہ کیا ان شہروں میں انھوں نے فساد۔ قوم عاد نے بھی اور قوم ثمود نے بھی اور ظالم فرعون نے تو اپنا اقتدار بچانے کے لیے بارہ ہزار بچے قتل کرائے اور نوّے ہزار حمل گرائے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس سے خطرہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو فرعون کے گھر پال کر دکھایا۔ فرمایا فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ پس پھینکا ان پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا (تازیانہ عبرت تیرے رب نے ان کو لگایا)۔ کسی پر ہوا مسلط کی، کسی پر زلزلہ، کسی پر چیخ اور فرعونیوں کو رب تعالیٰ نے بحر قلزم میں ڈبو دیا اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ بے شک آپ کا رب گھات میں ہے، نگرانی میں ہے۔ مرصاد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بیٹھ کر آدمی اپنے دشمن کی نگرانی کرتا ہے کہ یہاں سے گزرے گا تو میں حملہ کروں گا۔ تو معنیٰ ہوگا تمھارا رب نگرانی میں لگا ہوا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ پس بہر حال انسان اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ جب آزماتا ہے اس کو اس کا رب فَاَكْرَمَهٗ پس اس کو عزت دیتا ہے وَنَعَّمَهٗ اور اس کو نعمت دیتا ہے۔ مال دیا، اولاد دی، منصب اور عہدہ دیا تو بڑا خوش ہوتا ہے فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ تو کہتا ہے میرے رب نے میری عزت کی ہے۔ وہ مال و دولت کو عزت سمجھتا ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ مال و دولت دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی آزماتا ہے۔

مال و دولت اگر فی نفسہٖ عزت والی چیز ہوتی تو دنیا میں سب سے زیادہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی۔ کیوں کہ مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی شخصیت کوئی نہیں

ہے۔ لیکن بارہا تم سن چکے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا وقت بھی آیا ہے کہ دو دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر چولھا نہیں جلا کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دقل کھجوریں بھی ہمیں سیر ہو کر دو دن نہیں ملیں۔ دقل کھجور بڑی سخت قسم کی ہوتی ہے دانتوں والا اس کو چبا سکتا ہے دوسرا نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمیں مال و دولت سے عزت ملتی ہے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ اور بہرحال جب اس کو آزماتا ہے رب فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ پس تنگ کر دیتا ہے اس پر اس کا رزق فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ تو کہتا ہے میرے رب نے میری توہین کر دی ہے۔ یعنی مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ رزق کی کمی میں ذلت ہے اور فراوانی میں عزت ہے۔ لیکن اس کا یہ نظریہ غلط ہے۔ کیوں کہ مال و دولت کی فراوانی عزت ہوتی تو فرعون و قارون سب سے زیادہ عزت والے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس کا تقویٰ زیادہ ہوگا وہ عزت والا ہوگا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴿سورۃ الحجرات: پارہ ۲۶﴾ "بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

ہاں! کسی کو اگر ایمان اور اچھے اعمال کے ساتھ ساتھ مال و دولت بھی مل جائے تو نورٌ علی نور ہے۔ محض دولت کوئی شے نہیں ہے۔ مومن ہے، حلال طیب طریقے سے کماتا ہے، رب تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، قربانی دیتا ہے، فطرانہ نکالتا ہے، عشر ادا کرتا ہے، حج ادا کرتا ہے، غریبوں کی امداد کرتا ہے تو نورٌ علی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی آزمائش سے محفوظ فرمائے۔

كَلَّا

بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿۳۰﴾ ع ۱

كَلَّا خبردار بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ بلکہ تم عزت نہیں کرتے یتیم کی وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ اور نہیں ابھارتے تم عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ مسکین کے کھانے پر وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ • اور کھاتے ہو تم وراثت اَكْلًا کھا جانا لَّمًّا سمیٹ کر وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ اور محبت کرتے ہو تم مال کے ساتھ حُبًّا جَمًّا بہت زیادہ محبت كَلَّآ خبردار اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ جب کوٹ دیا جائے گا زمین کو دَكًّا دَكًّا کوٹا جانا وَّجَآءَ رَبُّكَ اور آئے گا تیرا رب وَالْمَلَكُ اور فرشتے صَفًّا صَفًّا صف بہ صف وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍ اور لایا جائے گا اس دن

بِجَهَنَّمَ جہنم کو یَوْمَئِذٍ اس دن یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ یاد کرے گا انسان وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور کہاں فائدہ دے گا اس کو یاد کرنا یَقُوْلُ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ ہائے افسوس مجھ پر قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ کچھ آگے بھیجا ہوتا زندگی میں ۔ فَیَوْمَئِذٍ پس اس دن لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ نہیں سزا دے گا رب جیسی سزا کوئی وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ اور نہیں جکڑے گا اس جیسا کوئی جکڑنا یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے اطمینان والے نفس ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ لوٹ آ اپنے رب کی طرف رَاضِیَةً تم اس سے راضی مَّرْضِیَّةً وہ تجھ سے راضی فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ پس داخل ہو جاؤ میرے بندوں میں وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔

اکثر مقامات پر جو کوتاہیاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔ شاذ و نادر ہی کوئی ملک اور کوئی علاقہ ان کوتاہیوں سے خالی ہو۔

فرمایا كَلَّا خبردار! كَلَّا کا معنیٰ خبردار بھی ہے اور حقًّا بھی ہے۔ یعنی پکی بات ہے بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اس کی خبر گیری نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں مال دیا ہے تمھارے عزیزوں، رشتہ داروں میں، محلے والوں میں سے، ملک والوں میں سے کوئی یتیم ہے تو اس کی دیکھ بھال کرنا، نگرانی کرنا، اس کی ضروریات پورا کرنا تمھاری ذمہ داری ہے مگر تم پوری نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ تمھارے رزق میں تنگی کر دیتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ کوئی ذاتی عناد نہیں

ہے۔

دوسرا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ تم یتیم کا حصہ بھی خود کھا جاتے ہو۔ اس کا حصہ دیانت داری کے ساتھ اس کو نہیں دیتے۔ اس کا حق مار لیتے ہو۔ تم یتیم کا خیال نہیں رکھتے۔ دیکھو! بوسنیا، چیچنیا کو ظالموں نے تباہ کیا، خون کی ہولی کھیلی، بچے یتیم ہوئے۔ ان یتیم بچوں کے بارے میں مسلم تنظیموں نے اعلان کیا کہ ان کی کوئی تربیت کرے۔ مسلمان حکومتوں نے صرف شلغموں سے مٹی جھاڑی اور خاص انتظام نہ کیا۔ کافی تعداد میں بچوں کو انگریز لے گیا۔ وہ ان کو انگریز ہی بنائے گا۔ حالانکہ یہ مسلمان حکومتوں کا فریضہ تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں یتیم بچے تھے۔ بعض مدارس نے کچھ انتظام کیا۔ مثلاً: اکوڑہ خٹک میں ہزار بارہ سو بچوں کا انتظام کیا گیا۔ دو چار اور مدرسے ہیں جنھوں نے کچھ بچے لیے۔ اکثر بچوں کو انگریز لے گیا حالانکہ وہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں خبردار! بلکہ تم یتیموں کا خیال نہیں رکھتے، یتیموں کا حق نہیں دیتے۔ ایک کوتاہی یہ ہے۔

دوسری کوتاہی: وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ اور نہیں ابھارتے نہیں ترغیب دیتے تم مسکین کے کھانے پر۔ رب تعالیٰ نے تمھیں مال دیا ہے تو یتیم مسکین کو کھانا کھلاؤ، لباس کا انتظام کرو، اس کی ضروریات پوری کرو اور اگر خود توفیق نہیں ہے تو دوسروں کو آمادہ کرو کہ یہ مسکین ہے اس کا خیال رکھو۔ خیال رکھنے والے ہیں مگر نسبتاً بہت کم ہیں۔ جس طرح ہونا چاہیے تھا اس طرح نہیں ہو رہا۔

تیسری کوتاہی: وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا اور کھا جاتے ہو تم وراثت کو کھا جانا سمیٹ کر۔ اپنا حصہ بھی کھا جاتے ہو اور دوسروں کا حصہ بھی کھا جاتے ہو۔ بہنوں کو

حصہ نہیں دیتے، بیٹیوں کو حصہ نہیں دیتے۔ انگریز کے زمانے میں جو زمینیں تقسیم ہوئی ہیں وہ بالکل غلط ہوئی ہیں۔ متحدہ ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ اور چار پانچ صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اس وقت کے علماء نے وراثت کے متعلق تحریک چلائی کہ شریعت کے مطابق وراثت تقسیم ہونی چاہیے۔ انگریز بڑا چالاک اور نباض تھا۔ اس کو علم تھا کہ نوابوں نے شرعی تقسیم کو قبول نہیں کرنا۔ اس نے سوال نامہ جاری کیا کہ حکومت کے پاس یہ مطالبہ آیا ہے کہ مسلمانوں کی وراثت شریعت کے مطابق تقسیم ہو۔ تم لوگ اپنی رائے دو۔ صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب کے لوگوں نے کہا کہ ہمیں شرعی وراثت کا قاعدہ منظور نہیں ہے۔ بلوچستان، سرحد، بنگلہ دیش نے کہا کہ ہمیں منظور ہے۔

تو اس غلط تقسیم کے تحت جو زمینیں لوگوں کے پاس جدی پشتی آ رہی ہیں وہ بالکل ناجائز ہیں۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً سرخرو نہیں ہوں گے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اس میں ہمارا کیا قصور ہے ہمیں تو اوپر سے وراثت میں ملی ہیں۔ یاد رکھنا! وراثت ایک ایسی چیز ہے جو پوتا پڑپوتا نیچے تک جاتی ہے قیامت تک جس کا حق ہے وہ اسی کا حق ہے۔ اوپر والے مر گئے ان کا جو حق بنتا تھا ان کے پوتے پڑپوتے جو بھی اس وقت موجود ہیں ان کے حوالے کرو ورنہ عند اللہ گرفت ہوگی اور کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حق مقرر کیا ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میراث کھا جاتے ہو سمیٹ کر نہ بہنوں کا حق دیتے ہو نہ پھوپھیوں کا نہ بیٹیوں کا حق دیتے ہو۔

چوتھی کوتاہی: وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا اور تم مال سے محبت کرتے ہو بہت

زیادہ۔ حلال حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ جائز طریقے سے مال آئے تو برا نہیں ہے۔ لیکن حلال حرام کی تمیز کے بغیر آئے گا تو وبال ہے۔ اور آج یہ تمیز بالکل اُٹھ گئی ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے چار کوتاہیاں بیان فرمائی ہیں اور یہ اکثر ملکوں اور علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔

فرمایا کَلَّآ خبردار! اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا جب زمین کو کوٹ دیا جائے گا کوٹ دیا جانا۔ کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ یہ تمام پہاڑ اُٹھا دیئے جائیں گے، گڑھے پُر کر دیئے جائیں گے لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿طٰہٰ: ۱۰۷﴾ "اور نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" زمین میں کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی اور نہ کوئی موڑ ہوگا صَفْصَفًا بالکل ہموار ہوگی۔ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور آئے گا آپ کا رب اور فرشتے صف بہ صف۔ رب تعالیٰ کے آنے کے بارے میں ایک مسلک متقدمین کا ہے اور ایک متاخرین کا ہے۔ تیسری صدی تک کے محدثین اور فقہاء متقدمین کہلاتے ہیں۔ اور تیسری صدی سے بعد کے جو فقہاء اور محدثین ہیں وہ متاخرین کہلاتے ہیں۔

متقدمین کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ آئے گا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اور عدالت کے لیے جلوہ افروز ہوگا۔ ہمیں حقیقت کا علم نہیں ہے۔ مثلاً: قرآن کریم میں ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى "رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔" کیسے ہے؟ ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ میں مصلے پر بیٹھا ہوں آپ حضرات دریوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے، ایسا نہیں ہے۔ جیسے اس کی شان کے لائق ہے بیٹھا ہے۔ اسی طرح آنا جو اس کی شان کے لائق ہوگا۔ ہم اس سے زیادہ نہیں جانتے اور نہ سمجھنے کے پابند ہیں۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیاں ہمارے احاطہ علم سے باہر ہیں۔

اور متاخرین فرماتے ہیں کہ وَّجَآءَ رَبُّكَ سے مراد جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ہے۔ یعنی آپ کے رب کا حکم آئے گا۔ جیسے استوی علی العرش سے مراد حکمرانی لیتے ہیں۔ یعنی عرش پر بیٹھنے کا مطلب ہے کنٹرول کہ کائنات کو پیدا بھی اس نے کیا ہے اور اس پر حکمرانی بھی خود کرتا ہے۔ اس نے اپنے اختیارات میں سے ایک رتی بھی کسی کو نہیں دی۔ سارے رب تعالیٰ کے محتاج ہیں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿فاطر: ۱۵﴾ "اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے۔"

تو یہ حضرات حقیقت پر محمول نہیں کرتے بلکہ نتیجہ اور پھل مراد لیتے ہیں۔ اور یہ بات بھی کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ صرف اتنا ہی نہیں ماننا کہ رب تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماننا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ﴿الحدید: ۴﴾ "اور وہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔" اور سورۃ ق پارہ ۲۶ میں ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ "اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔" یعنی شاہ رگ سے جسے رگِ جان کہتے ہیں۔ جو دماغ سے دل تک پہنچتی ہے۔ اور سورت واقعہ میں ہے وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ "لیکن تم نہیں دیکھتے۔" رب تعالیٰ کی ذات اس جہان میں نظر نہیں آتی۔ ہاں! قدرتوں کے ذریعے پہچانی جاتی ہے۔ زمین دیکھو، سورج چاند ستارے دیکھو، پہاڑ دیکھو، حیوان دیکھو!

وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

"اور ہر شے میں اس کے لیے دلیل ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔"

تو فرمایا آئے گا آپ کا رب جو اس کی شان کے لائق ہے اور فرشتے صف بہ صف
وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ اور لایا جائے گا اس دن جہنم کو۔ ستر ہزار فرشتے جہنم کو کھینچ
کر رب تعالیٰ کے سامنے عدالت میں پیش کریں گے تاکہ سب اس کا منظر دیکھ لیں۔

سورۃ الشعراء آیت نمبر ۹۱ میں ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ "اور ظاہر کر دیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔" اور مومنوں کے سامنے جنت کا نظارہ ہوگا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ "اور قریب کر دیا جائے گا جنت کو پرہیزگاروں کے لیے۔"

يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس دن یاد کرے گا انسان اپنی کوتاہیوں کو وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور کہاں فائدہ دے گا اس کو یاد کرنا۔ اس دن کوتاہیاں، کمیاں یاد آئیں گی لیکن کیا فائدہ؟ ؎

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب ندامت، شرمندگی، پشیمانی ہی پشیمانی ہے۔ يَقُوْلُ کہے گا انسان يٰلَيْتَنِيْ ہائے افسوس مجھ پر قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ کچھ آگے بھیجتا زندگی میں۔ میں اپنی اس زندگی کے لیے کچھ نیکیاں بھیج دیتا۔ اب تو واویلے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سورۃ الفرقان آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ "اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو۔" پھر ان کے پیچھے بھاگے گا جن مذہبی پیشواؤں اور سیاسی لیڈروں نے گمراہ کیا تھا۔ اور کہے گا اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿الاحزاب: ۶۷﴾ "بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس انھوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر

لعنت بھیج بڑی لعنت۔" رب تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تمھیں عقل نہیں دی تھی؟ دنیا میں تمھیں میلا کچیلا نوٹ کوئی پکڑائے توتم اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ کہتے ہو بھائی! اس کو بدل دو۔ اتنی سمجھ تو ہے بندے کو کہ کھوٹا سکہ اور پھٹا ہوا نوٹ لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اور گندے عقیدے اور گندے اعمال دامن میں باندھے ہوئے ہیں، سوچ نہیں سکتے؟ کوئی آدمی قیامت والے دن معذور نہیں ہوگا سوائے پاگلوں کے کیوں کہ مدار عقل پر ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ اس دن نہیں سزا دے گا رب جیسی کوئی سزا۔ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ جس میں جلیں گے اور مارنا مقصود ہوتو اس آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔ "نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا۔" وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ اور نہیں جکڑے گا اس جیسا کوئی جکڑنا۔ ہاتھ پاؤں میں ہتھ کڑیاں اور بیڑیاں ہوں گی اور گلے میں طوق ہوں گے فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے جکڑ دو اس کو۔"

فرمایا يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے اطمینان والے نفس! ارْجِعِيْٓ لوٹ آ اِلٰى رَبِّكِ اپنے رب کی طرف رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ قرآن پاک میں تین قسم کے نفس بیان ہوئے ہیں۔

❶ نفس امّارہ ❷ نفس لوّامہ ❸ اور نفس مطمئنہ

❶ نفس امارہ وہ ہے جو ہر وقت بدی کا حکم دیتا ہے۔ ہر وقت بدی کا خیال رہتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ﴿پارہ ۱۳﴾ "بے شک نفس بہت حکم دیتا ہے برائی کا۔" دن

رات مکر وفریب، جھوٹ ہی میں لگا رہتا ہے۔

۞ نفس لوّامہ وہ ہے جو غلطی ہونے پر ملامت کرتا ہے کہ تو نے بُرا کام کیا ہے۔ بُرائی کو بُرائی سمجھتا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔

۞ نفس مطمئنہ وہ ہے جو نیکیوں میں لگا رہتا ہے بُرائیوں کے قریب نہیں جاتا۔ عقیدہ صحیح، نماز، روزہ اور سب اعمال دین حق کے مطابق ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے نفس مطمئنہ لوٹ آ اپنے رب کی طرف تو رب سے راضی رب تجھ سے راضی

فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ پس داخل ہو جاؤ میرے بندوں میں جو جنت میں ہیں

وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ اور داخل ہو جا میری جنت میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس مطمئنہ عطا فرمائے اور بُرے کاموں سے سب کو بچائے اور محفوظ فرمائے۔

[امین]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سُورۃ البلد

(مکمل)

جلد ۲۱

اٰیاتھا ۲۰ | ۹۰ سُوْرَۃُ الْبَلَدِ مَکِّیَّۃٌ ۳۵ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝۲ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝۴ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ ۝۵ یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ اَحَدٌ ۝۷ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ۝۸ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝۹ وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ۝۱۰ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ ۝۱۱ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ ۝۱۲ فَکُّ رَقَبَۃٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ۝۱۴ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ۝۱۶ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ ۝۱۷ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۝۱۸ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ھُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۝۱۹ عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَۃٌ ۝۲۰

لَآ اُقْسِمُ میں قسم اٹھاتا ہوں بِھٰذَا الْبَلَدِ اس شہر کی وَاَنْتَ اور اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ اترے ہیں اس شہر میں وَوَالِدٍ اور قسم ہے والد کی وَّمَا وَلَدَ اور جو اس نے جنا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو فِیْ کَبَدٍ

مشقت میں اَیَحْسَبُ کیا انسان خیال کرتا ہے اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ
اَحَدٌ کہ ہرگز قادر نہیں ہے اس پر کوئی یَقُوْلُ کہتا ہے اَهْلَكْتُ
مَالًا لُّبَدًا میں نے ہلاک کیا مال ڈھیر اَیَحْسَبُ کیا وہ خیال کرتا ہے
اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ کہ نہیں دیکھا اس کو کسی نے اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ کیا ہم
نے نہیں بنائیں اس کے لیے عَیْنَیْنِ دو آنکھیں وَلِسَانًا اور
زبان وَّشَفَتَیْنِ اور دو ہونٹ نہیں دیئے وَهَدَیْنٰهُ اور ہم نے
راہ نمائی کی اس کی النَّجْدَیْنِ دو راستوں کی فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ
پس نہ چڑھا گھاٹی پر وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا
کہ وہ گھاٹی کیا ہے فَكُّ رَقَبَةٍ گردن کو آزاد کرنا ہے اَوْ اِطْعٰمٌ
یا کھانا کھلانا ہے فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ بھوک والے دن میں
یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ایسے یتیم کو جو قرابت دار ہو اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ
یا مسکین کو جو خاک آلود ہو ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پھر ہو ان لوگوں میں
سے جو ایمان لائے ہیں وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو صبر کی
وصیت کرتے ہیں وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور ایک دوسرے کو رحم کی
وصیت کرتے ہیں اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ
والے وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیتوں کا
انکار کیا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وہ لوگ بائیں ہاتھ والے ہیں عَلَیْهِمْ نَارٌ

مُّؤۡصَدَةٌ ان پر آگ ہوگی بند کی ہوئی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام ہے سورۃ البلد۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں بلد کا لفظ موجود ہے۔ اسی سے سورت کا نام اخذ کیا گیا ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ چونتیس ﴿۳۴﴾ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس کا پینتیسواں ﴿۳۵﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور بیس ﴿۲۰﴾ آیتیں ہیں۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ عربی زبان میں قسم سے پہلے لا آئے تو وہ زایدہ ہوتا ہے اس کا معنیٰ نہیں ہوتا۔ لَآ اُقۡسِمُ کا معنیٰ ہے میں قسم اٹھاتا ہوں۔ لا کا معنیٰ نہیں کریں گے بِهٰذَا الۡبَلَدِ اس شہر کی یعنی مکہ مکرمہ کی جہاں قرآن پاک نازل ہوا ہے وَاَنۡتَ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ اترے ہیں اس شہر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اس شہر میں ہوئی اور ولادت کے بعد ترپین سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہر میں رہے۔ پھر ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ دس سال مدینہ طیبہ میں گزارے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلال کرنے والے ہیں اس شہر کو۔ مکہ مکرمہ میں لڑائی جھگڑا احرام ہے۔ فتنہ فساد، جانور کو مارنا، یہاں تک کہ درخت کاٹنا بھی ممنوع ہے۔ لیکن سنہ ۸ھ میں سورج کے طلوع ہونے سے لے کر عصر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لڑائی حلال کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے یہ شہر حرمت والا ہے یہاں پر لڑائی جائز نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تھوڑی دیر کے واسطے حلال قرار دی ہے۔ اس کے بعد قیامت تک اس شہر میں لڑائی

حلال نہیں ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں، منٰی، عرفات، مزدلفہ میں، جہاں اجتماعات تھے۔ فرمایا سنو! رب تعالیٰ نے میرے لیے لڑنا حلال کیا تھا اس سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں لڑنا حلال نہیں تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے کسی کے لیے لڑنا حلال نہیں ہے اُحِلَّتْ لِیْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ "میرے لیے دن کے ایک حصے میں لڑائی حلال کی گئی۔" یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ اس تفسیر کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ پیش گوئی تھی کہ آج تو آپ مجبور ہو کر اس شہر کو چھوڑ رہے ہیں مگر ایک وقت آئے گا کہ جب آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی جائز ہوگی۔

تو فرمایا آپ اترے ہیں [illegible] وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اور قسم ہے والد کی اور جو اس نے جنا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور مَا وَلَدَ سے ان کی اولاد مراد ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخصیص نہیں ہے۔ کیوں کہ جنات میں بھی والد ہیں، حیوانات میں بھی والد ہیں۔ کائنات میں جو جننے والی مخلوق ہے سب میں والد ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان سب کی قسم اُٹھائی ہے۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائے مگر اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ وہ کسی شہر کی قسم اُٹھائے، کسی جگہ کی قسم اُٹھائے، زیتون اور تین کی قسم اُٹھائے، طور کی قسم اُٹھائے، عصر کی قسم اُٹھائے۔ مخلوق کے لیے قانون بیان کیا ہے کہ مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ "جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی اس نے شرک کیا۔" پیغمبر، کعبہ، دودھ، بیٹا، سب غیر اللہ

ہیں کسی کی بھی قسم جائز نہیں ہے۔ باپ، پیر بھی غیر اللہ ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے مَنْ قَالَ بِاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ "جس نے کہا مجھے لات کی قسم ہے تو وہ فوراً پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ محمد رسول الله" اور مسلمان ہو جائے۔

تو فرمایا قسم ہے والد کی اور جو اس نے جنا۔ جواب قسم ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں۔ انسان کو ہر جگہ مشقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ کبھی بیمار، کبھی تندرست، کبھی بھوکا، کبھی پیاسا، کبھی گرمی، کبھی سردی، کبھی مالی پریشانی، کبھی ذہنی پریشانی، کبھی کوئی تکلیف، کبھی کوئی تکلیف۔ دنیا میں چاہے کوئی امیر ہے یا غریب ہے تکلیف اور صدمہ اُٹھائے گا۔

امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے لغت کے امام گزرے ہیں۔ اُنھوں نے شاگردوں سے کہا کہ میرا ایک شعر لکھ لو: ؏

عِشْ مُوْسِرًا اِنْ شِئْتَ اَوْ مُعْسِرًا
لَا بُدَّ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْهَمِّ

"زندگی گزار مال دار ہو کر یا تنگ دست ہو کر پریشانی ضرور آتی ہے۔"

ہم غریب یہ سمجھتے ہیں کہ مال دار لوگ بڑی عیش و عشرت میں ہیں۔ یقین جانو! امیروں کے حالات سن کر ہم کہتے ہیں کہ شکر ہے ہم غریب ہیں۔ تو فرمایا ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں۔

شانِ نزول :

اگلی آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بڑا چودھری تھا جس کی کنیت ابو الاشد نام اُسید اور والد کا نام کلدہ تھا۔ بڑا اوزنی (زور آور) پہلوان تھا۔ اونٹ کا چمڑا پاؤں

کے نیچے رکھ کے کہتا تھا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے چمڑا کھینچو! آٹھ آٹھ، دس دس آدمی، بیس بیس آدمی مل کر کھینچتے چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا مگر پاؤں کے نیچے سے کھینچ نہیں سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال بھی بہت دیا تھا۔ اس مال کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خرچ کرتا تھا۔ زبان آور پروپیگنڈا کرنے والوں کو بلا کر پیسے دیتا اور مختلف علاقوں اور گلیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈا کراتا (جس آدمی کے بارے میں خطرہ ہوتا کہ یہ مسلمان ہو جائے گا اس کو مال دے کر اسلام قبول کرنے سے روکتا۔) اور پھر وہ اس پر فخر کرتا اور کہتا کہ میں نے اسلام کے مقابلے کے لیے بڑا مال خرچ کیا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَیَحۡسَبُ کیا وہ خیال کرتا ہے اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ اَحَدٌ کہ ہرگز اس پر کوئی قادر نہیں یَقُوۡلُ کہتا ہے اَھۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا میں نے ہلاک کیا، خرچ کیا مال ڈھیر اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ یَرَہٗۤ اَحَدٌ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ نہیں دیکھا اس کو کسی نے۔ پروردگار اس کو دیکھنے والا نہیں ہے کہ کس کس کو خفیہ طور پر مال دے رہا ہے پروپیگنڈے کے لیے۔ اور پھر بیٹھ کر فخر کرتا ہے کہ میں نے اتنا مال خرچ کیا ہے۔ مال تجھے رب نے دیا تھا کسی اچھی جگہ لگاتا۔ اُلٹا تو رب تعالیٰ کے پیغمبر کی مخالفت میں خرچ کر رہا ہے۔

اسی واسطے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿بنی اسرائیل: ۲۷﴾ "بے شک بے جا خرچ کرنے والے لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں۔" شیطانوں کے بھائی اس لیے ہیں کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی، طاقت دی۔ اس وقت اور طاقت سے نیکی کرتا لیکن اس نے وہ طاقت بُرائی میں خرچ کر دی۔ اسی طرح

مال دار کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اچھے کاموں پر خرچ کرتا۔ اس نے بُرے کاموں پر لگا دیا اور دھکے سے شیطان کا بھائی بن گیا۔

فرمایا اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ کیا نہیں بنائیں ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔ آنکھوں کی قدر اندھے سے پوچھو وَلِسَانًا اور زبان نہیں دی کلام کرنے کے لیے۔ اس کی قدر گونگے سے پوچھو کہ دل کی بات بتلانا چاہتا ہے اشاروں کے ساتھ مخاطب نہیں سمجھتا تو پریشان ہو جاتا ہے۔ تجھے رب تعالیٰ نے زبان دی ہے اظہار مافی الضمیر کے لیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے وَّشَفَتَيۡنِ اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ ہونٹوں کے بغیر انسان ابوامی نہیں کہہ سکتا ہے۔ ہونٹوں کے بغیر پانی پیے گا تو نیچے گرے گا (اور ہونٹوں کے بغیر جو شکل بنتی ہے اس کا تصور خود کرلو۔)

اور نعمت: وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ اور ہم نے راہ نمائی کی اس کی دو گھاٹیوں کی، دو راستوں کی۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ خیر اور شر کا راستہ مراد ہے۔ ہم نے عقل دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں۔ ہر دور میں حق کی آواز بلند کرنے والے بھیجے جن کے ذریعے خیر اور شر کا راستہ بتلایا کہ یہ جنت کا راستہ ہے اور یہ دوزخ کا راستہ ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ نجدین سے مراد ماں کے پستان ہیں۔ بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کے پستان چوسنے لگ جاتا ہے۔ یہ اس کو کس نے بتلایا ہے کہ اب تیری غذا یہاں ہے اور اس طرح تو نے حاصل کرنی ہے وہ کس کالج سے پڑھ کر آیا ہے؟ یہ رب تعالیٰ نے اس کی فطرت میں ڈال دیا ہے فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ پس نہ چڑھا وہ گھاٹی پر۔ عقبہ اصل میں ایسے پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر چڑھنا مشکل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

انسان گھاٹی پر نہیں چڑھا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ گھاٹی یہ ہے فَكُّ رَقَبَةٍ گردن کو آزاد کرنا ہے۔ یعنی غلاموں کو آزاد کرنا ہے۔ جس طرح گھاٹی پر چڑھنا مشکل ہے اسی طرح یہ کام کرنا بھی مشکل ہے۔ دشوار گزار گھاٹی پر چڑھتے ہوئے آدمی تنگ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ کام کرتے ہوئے بھی انسان کو گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ یہ کام وہی کرتا ہے جس کو رب تعالیٰ توفیق اور ہمت دے۔ غلام اور لونڈی کو آزاد کرنا بڑی نیکیوں میں سے ہے۔

میرے علم میں نہیں ہے کہ ہمارے دور میں کسی ملک میں شرعی غلام ہو۔ پہلے ہوتے تھے۔ یہ سلسلہ تو آج کل چل رہا ہے کہ زبردستی کسی کو یہاں سے اُٹھا کر سندھ میں بیچ دیا یا دوسری ریاستوں کو بیچ دیا (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔) بدمعاش اور بدقماش قسم کے لوگ یہ کاروبار کرتے ہیں۔ بلکہ آج کل تو مردے بھی بیچتے ہیں۔ رب جانے اُنھوں نے مردوں سے کیا نکالنا ہے۔ یہ مردہ فروشی کا کام بہت سے ملکوں میں ہو رہا ہے۔ ایسا دور آگیا ہے کہ نعشیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یا کھانا کھلانا ہے بھوک والے دن۔ کس کو؟ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ یتیم کو جو قرابت دار ہو۔ ایک یتیم ہونے کی وجہ سے اور دوسرا اپنا قریبی ہونے کی وجہ سے دوہرا ثواب ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت! میں بھی نفلی صدقہ کرتی ہوں تو کیا میں اپنے پہلے خاوند ابوسلمہ کی اولاد کو دے دیا کروں کہ ان کا والد کوئی جائیداد نہیں چھوڑ گیا اور کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے ڈبل ثواب ملے گا۔ ایک صدقے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ قریبی رشتہ دار مستحق ہو تو اس

کو صدقہ دینے سے دس کے بجائے بیس نیکیاں ملتی ہیں اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یا مسکین کو جو خاک آلود ہو، مٹی میں ملا ہوا مسکین یعنی وہ بے چارہ اتنا بھوکا ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا گر پڑتا ہے، مٹی میں ملا ہوا ہے۔

اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی دری چادر وغیرہ نہیں ہے جو اپنے نیچے بچھائے۔ بس وہ مٹی پر لیٹ جاتا ہے ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پھر وہ غلام، لونڈیوں کو آزاد کرنے والا، یتیموں، مسکینوں کو کھانا کھلانے والا ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے۔ کیوں کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں صبر کی تکلیفوں میں۔ ان میں سے ہو کہ بھائی! دین کے معاملے میں تکلیفیں بھی آتی ہیں صبر کرو وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں رحم کی کہ غلاموں پر شفقت کرو، پڑوسیوں کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آؤ بلکہ ساری مخلوق پر شفقت کرو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ والے کہ جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ اور پہلے پڑھ چکے ہو کہ جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ خوشیاں مناتے ہوئے کہے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿الحاقہ:۱۹﴾ "میرا اعمال نامہ پڑھ لو۔"

آگے دوسری مد کے لوگوں کا ذکر ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وہ لوگ بائیں ہاتھ والے ہیں۔ جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ ان کی حالت دیکھی نہیں جا سکے گی عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ان پر آگ جو موندی جائے گی۔ آگ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ باہر کی ہوا تک نہ آئے گی۔ وہاں

سے نکلنے کا کبھی موقع نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کفر وشرک اور بداعمالیوں سے بچائے اور محفوظ رکھے اور ایمان اور اچھے اعمال پر قائم ودائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔

[آمین!]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الشَّمْسِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۱۵ ۹۱ سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ ۲۶ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵ ع ۱۶

وَالشَّمْسِ قسم ہے سورج کی وَضُحٰىهَا اور اس کی روشنی کی وَالْقَمَرِ اور قسم ہے چاند کی اِذَا تَلٰىهَا جس وقت وہ سورج کے پیچھے آتا ہے وَالنَّهَارِ اور قسم ہے دن کی اِذَا جَلّٰىهَا جب وہ سورج کو روشن کر دے وَالَّيْلِ اور قسم ہے رات کی اِذَا يَغْشٰىهَا جب وہ ڈھانپ لیتی ہے وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی وَمَا بَنٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا ہے وَالْاَرْضِ اور قسم ہے زمین کی وَمَا طَحٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اسے پھیلایا ہے وَنَفْسٍ اور قسم ہے نفس کی وَ

مَا سَوّٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اس کو درست کیا فَاَلْهَمَهَا پس الہام کر دیا اس نفس کو فُجُوْرَهَا اس کی بدکاری کا وَتَقْوٰىهَا اور اس کی پرہیزگاری کا قَدْ اَفْلَحَ تحقیق فلاح پا گیا مَنْ زَكّٰىهَا جس نے اس کو پاک کر لیا وَقَدْ خَابَ اور تحقیق نامراد ہوا مَنْ دَسّٰىهَا جس نے اس کو گناہ میں چھپا دیا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا قوم ثمود نے بِطَغْوٰىهَآ اپنی سرکشی کی وجہ سے اِذِ انْۢبَعَثَ جس وقت اُٹھ کھڑا ہوا اَشْقٰىهَا ان میں سے ایک بدبخت فَقَالَ لَهُمْ پس کہا ان کو رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول نے نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کا خیال رکھنا وَسُقْيٰهَا اور اس کے پانی پینے کا فَكَذَّبُوْهُ پس اُنھوں نے جھٹلایا نبی کو فَعَقَرُوْهَا پس کاٹ دیں اونٹنی کی ٹانگیں فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ پس اُلٹ دیا اُن پر رَبُّهُمْ اُن کے رب نے عذاب بِذَنْۢبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہیں ڈرتا وہ اس کے انجام سے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الشمس ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں شمس کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے پچیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چھبیسواں نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور پندرہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سورج بھی بہت بڑی شے ہے۔ اس کے فائدے سے

کوئی شخص بے خبر نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اُٹھائی ہے۔ فرمایا وَ الشَّمۡسِ قسم ہے سورج کی وَضُحٰهَا اور اس کی روشنی کی۔ ایک سورج کا جسم ہے کہ وہ بھی بہت بڑا ہے اور اس کی روشنی اور حرارت ہے۔ رب تعالیٰ نے سورج کی حرارت اور تپش کے ساتھ بہت سے فوائد رکھے ہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کی صحت، فصلوں کی نشوونما، پھلوں کا پکنا وغیرہ۔

وَالۡقَمَرِ اور قسم ہے چاند کی اِذَا تَلٰهَا جب وہ سورج کے پیچھے آتا ہے۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد چاند کی روشنی ہوتی ہے اور وہ اپنی چمک دمک دکھاتا ہے۔ تَلَا يَتۡلُوۡا تِلُوًّا کا معنیٰ ہوتا ہے پیچھے آنا۔ وَالنَّهَارِ اور قسم ہے دن کی۔ اِذَا جَلّٰهَا جب وہ سورج کو روشن کردے۔ روشن تو سورج کرتا ہے جوں جوں دن چڑھتا ہے سورج کی روشنی نمایاں ہوتی جاتی ہے (تو دن کی طرف اسناد مجازی ہے)۔ سورج کی روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے اس سبب سے دن کی طرف نسبت کی ہے۔ وَالَّيۡلِ اور قسم ہے رات کی اِذَا يَغۡشٰهَا جب وہ سورج کو ڈھانپ لیتی ہے۔ جب وہ اس پر چھا جاتی ہے۔ رات جب آتی ہے تو اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونوں میں سے ہے سورج، چاند، دن، رات۔

وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی وَمَا بَنٰهَا اور اس ذات کی جس نے آسمان کو بنایا ہے۔ آسمان کتنا بلند ہے اور نیچے ستون وغیرہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کو سہارا دینے والی ہو۔ بعض حضرات ما کو مصدریہ بناتے ہیں۔ پھر معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی اور اس کو بنانے والے کی کہ صاف اور وسیع ہے وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا اور قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اسے پھیلایا ہے، بچھایا ہے۔

جغرافیہ دان لکھتے ہیں کہ زمین کے سو حصوں میں سے انتیس حصے خشکی کے ہیں اور اکہتر حصوں پر پانی ہے۔ لیکن یہ انتیس حصے آدمی طے کرتے ہوئے تھک جاتا ہے۔ جہازوں میں بھی سفر کرے پھر بھی تھک جاتا ہے۔ اس سے سمندر کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ خود لگالو۔ اور یہ بھی تم پڑھ چکے ہو کہ یہ سمندر اور اس جیسے سات سمندر اور ہوں اور سارے سیاہی بن جائیں اور انسان، فرشتے، جنات تمام کائنات رب تعالیٰ کی تعریف لکھنے لگ جائے۔ یہ آٹھ سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن رب تعالیٰ کی تعریف ختم نہیں ہوگی۔ وہ بڑی عظمتوں والی ذات ہے۔

گزشتہ سال مجھے دوست مجبور کر کے جنوبی افریقہ لے گئے، جوہانسبرگ۔ کہنے لگے ہم آپ کو یہاں کا چڑیا گھر دکھاتے ہیں۔ اس میں ہر طرح کے جانور ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید چند میل کے فاصلے پر ہوگا مگر وہ تو جوہانسبرگ سے نو سو کلومیٹر دور تھا۔ وہ کمرے نہیں تھے بلکہ وہ جنگل تھا جس کی لمبائی تین سو میل اور چوڑائی ایک سو ساٹھ میل تھی۔ جس میں جانور کھلے پھر رہے تھے۔ ہم تو تھک گئے۔ حالانکہ وہاں کی سڑکیں بھی بہت عمدہ تھیں۔ یہ تو دنیا کے ایک کونے کی بات ہے ساری دنیا تو بہت وسیع ہے۔

تو فرمایا قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا ہے، پھیلایا ہے وَنَفْسٍ اور قسم ہے نفس کی وَّمَا سَوّٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اس کو درست کیا ہے۔ جہاں جس چیز کو لگنا چاہیے وہیں لگائی۔ جہاں ہاتھ لگنے چاہئیں تھے وہیں لگائے، جہاں پاؤں لگنے چاہئیں تھے وہیں لگائے، جہاں آنکھیں، ناک اور کان لگنے چاہیے تھے وہیں لگائے بڑے تناسب کے ساتھ۔ جس طرح انسان کو درست کیا اسی طرح

حیوانات کو بھی بڑے خاص طریقے اور اعتدال کے ساتھ پیدا فرمایا۔

فَاَلْهَمَهَا پھر الہام کر دیا اس نفس میں۔ یعنی اس کے دل میں فُجُوْرَهَا اس کی بدکاری کا۔ یہ کام بُرے ہیں وَتَقْوٰىهَا اور پرہیزگاری کا کہ یہ کام اچھے ہیں۔ عقل بھی عطا فرمائی اور پیغمبروں کے ذریعے بھی بتلایا۔ کتابیں نازل کیں، صحیح اور غلط سمجھایا، حق اور باطل کو واضح کیا۔ پھر ہر زمانے میں اہل حق کھڑے کیے جنھوں نے لوگوں تک حق پہنچایا۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں حق کی آواز بلند کرنے والے موجود نہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ "میری امت میں سے ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" اور جو اپنے مفاد کی خاطر ساتھ مل کر الگ ہو جائے گا اس کی علیحدگی سے بھی ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ اور اندر سے ریشہ دوانیاں کریں تحریکیں چلائیں ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ وہ حق پر ڈٹا رہے گا۔ آخری حصہ ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر کافروں سے جہاد کرے گا اور یہ حق کا گروہ قیامت تک رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے اگرچہ وہ حدیث سند کے لحاظ سے کمزور ہے مگر مفہوم صحیح ہے۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ "میری امت کے علمائے حق ایسے ہی ہیں جیسے انبیائے بنی اسرائیل۔" درجے میں نہیں، ڈیوٹی میں ایسے ہیں۔

جیسے موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ان کی تائید اور تورات کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار ہزار پیغمبر بھیجے۔ انھوں نے اس کو زندہ رکھا۔ تو ان کے انبیاء نے تبلیغ کا کام کیا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علماء وہ کام کریں گے۔ آج الحمدللہ! زمین کے کونے کونے تک حق کی آواز پہنچی ہوئی ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں حق کی آواز نہ پہنچی ہو۔ کافروں کے مظالم بہت سخت ہیں لیکن حق حق ہے، اسلام اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مٹائے گا نہیں۔ یہ جواب قسم ہے۔

فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا تحقیق فلاح پا گیا جس نے نفس کو پاک کیا کفر سے، شرک سے، تکبر سے، حسد سے، بغض، کینہ سے، اخلاق ذمیمہ سے۔ ایک عارف باللہ نے کیا خوب بات کہی ہے کہ اس کی مثال سانپ کی ہے۔ سانپ چھوٹا ہو تو اسے جوتے سے بھی مار سکتے ہیں، لاٹھی سے بھی مار سکتے ہیں۔ لیکن اگر اسے چھوڑ دیں گے اور وہ اژدہا بن جائے گا تو سارا گاؤں بھی اس کے پیچھے لگ جائے تو وہ قابو میں نہیں آئے گا۔ نفس امارہ کی اصلاح بہت مشکل ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں سے پوچھا گیا حضرت دنیا میں سب سے مشکل چیز کون سی ہے اور آسان چیز کون سی ہے؟ تو فرمایا سب سے مشکل چیز نفس کی اصلاح ہے اور سب سے آسان چیز دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔ یہ جو آپ حضرات بزرگوں کے قصے کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں نے اتنی ریاضت کی، فلاں نے اتنا مجاہدہ کیا، یہ سب محنتیں نفس کی اصلاح کے لیے کی گئیں۔ لیکن اب یہ سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ لیکن نفس کی اصلاح اہم چیز ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاموں میں سے ایک کام نفس کی اصلاح بھی فرمایا ہے وَيُزَكِّيْهِمْ ﴿سورۃ الجمعہ: پارہ ۲۸﴾ "اور وہ ان کا تزکیہ کرتا ہے۔"

شرعی دائرے میں رہ کر ریاضتیں کرنا جائز ہے :

بعض نادان یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو مجاہدے اور ریاضتیں نہیں کیں لہٰذا یہ ریاضتیں اور مجاہدے بدعت ہیں ۔ یہ کہنا ان کی نادانی ہے۔ بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجاہدے اور ریاضتیں نہیں کیں کیوں کہ ان کے دل کا آئینہ صاف تھا۔ اور آئینہ صاف ہو تو مانجنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان کے بعد دلوں پر زنگ آگیا اور زنگ کو دور کرنے کے لیے صفائی کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کسی خوش نصیب کو، سعادت مند کو دو منٹ بیٹھنے کا بھی موقع مل جاتا تھا تو اس کے نفس کی اتنی صفائی ہو جاتی تھی کہ سو سال کی ریاضت سے بھی اتنی صفائی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ان کو دل صاف کرنے کے لیے ریاضتوں کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اب دلوں میں کدورت اور زنگ کو دور کرنے کے لیے دلوں کی صفائی کے لیے بزرگوں نے شرعی دائرے میں رہ کر روزے بھی رکھے، چلّے بھی کاٹے، بڑا کچھ کیا کہ نفس کی صفائی ہو جائے۔ تو سب سے مشکل چیز نفس کی اصلاح ہے۔ اور سب سے آسان چیز دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔

فرمایا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور تحقیق نامراد ہوا جس نے نفس کو گناہ میں، معاصی میں چھپا دیا۔ دن کو بھی گناہ، رات کو بھی گناہ۔ اُٹھتے گناہ، بیٹھتے گناہ، چلتے پھرتے گناہ کرنے والا نامراد ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکو گے۔ اس پر آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

قومِ ثمود کا واقعہ :

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ جھٹلایا قوم ثمود نے حق کو اپنی سرکشی کی وجہ سے۔ یہ حجر کے علاقے میں رہتے تھے جو خیبر اور تبوک کے درمیان واقع ہے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ

نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ "اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمھارے لیے کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دست گیر رب تعالیٰ کی ذات کے سوا۔" تو لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اُڑایا۔ کیوں کہ ان لوگوں کا عقیدہ اور تھا۔ وہ شرکیہ عقیدہ رکھتے تھے۔ تو جب ایک آدمی کھڑا ہو کر سب کے خلاف بولے تو اس کا مذاق تو اُڑایا جائے گا۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو ہمیں کوئی کرشمہ دکھاؤ اور کرشمہ بھی ہماری مرضی کا۔ جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں اس سے اونٹنی نکل آئے پھر ہم مانیں گے۔ قرآن پاک کی تصریحات میں موجود ہے کہ اُنھوں نے جس چٹان پر ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ نے اُسی چٹان سے اونٹنی نکال دی۔ فرمایا اے میری قوم! هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً "یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمھارے لیے ایک خاص نشانی ہے فَذَرُوْهَا پس اس کو چھوڑو تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور نہ چھونا اس کو بُرائی کے ساتھ پس تمھیں پکڑ لے گا عذاب دردناک۔"

اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ کہنے لگے بڑا مضبوط جادو ہے اور بڑا کاری گر جادوگر ہے۔ جادو کہہ کر ٹال دیا۔

تو فرمایا جھٹلایا قومِ ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا جس وقت اُٹھ کھڑا ہوا ان میں سے ایک بدبخت جس کا نام قدار تھا۔ قد چھوٹا اور گربہ جسم تھا۔ بلی کی طرح آنکھیں تھیں۔ وہاں نو غنڈے تھے یہ ان کا سردار تھا۔ سورۃ نمل آیت نمبر ۴۸ میں ہے وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ "اور

تھے شہر میں نو شخص جو فساد مچاتے تھے زمین میں اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔" اُنھوں نے مشورہ کیا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنی ہیں اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔ پھر صالح علیہ السلام کو اولاد سمیت ذبح کرنا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں جس وقت کھڑا ہوا قوم ثمود کا ایک بڑا بد بخت ترین انسان قدار فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ کے رسول صالح علیہ السلام نے نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کا خیال رکھنا اس کو تکلیف نہیں پہنچانی وَسُقْيٰهَا اور اس کے جو پانی پینے کی باری ہے اس کے مطابق اس کو پانی پینے دینا۔ ایک دن تمھارا ہے اور ایک دن اس کا ہے فَكَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو۔ کہنے لگے آپ کون ہوتے ہیں باری مقرر کرنے والے؟ ہم آپ کی باری نہیں مانتے۔ اس طرح تو ہمارے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں فَعَقَرُوْهَا پس کاٹ دیں اُنھوں نے اونٹنی کی ٹانگیں، قدار بن ثعلب نے۔ اونٹنی بڑبڑائی تو حضرت صالح علیہ السلام روتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ اب قوم پر عذاب آنے والا ہے جو ٹلے گا نہیں فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس اُلٹ دیا اُن پر اُن کے رب نے عذاب بِذَنْۢبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاکت ڈال دی فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا سزا کو سب پر۔ کوئی شخص بھی اس عذاب سے نہ بچ سکا۔ وہ عذاب کیا تھا؟

سورۃ الحجر میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ "پس پکڑا اُن کو خوف ناک آواز نے اس حال میں کہ وہ صبح کے وقت میں تھے۔" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایسی ڈراؤنی آواز نکالی کہ سب کے کلیجے پھٹ گئے۔ رجفہ کا لفظ بھی آیا ہے کہ ایسا زلزلہ آیا کہ ان کے سر دیواروں کے ساتھ ٹکراتے تھے۔ حالانکہ اُنھوں نے چٹانیں تراش کر مکان

بنائے ہوئے تھے کہ زلزلے کی وجہ سے گریں نہ۔ لیکن رب تعالیٰ کے زلزلے سے کون بچائے؟ ایسا زلزلہ آیا کہ کسی کا سر وہاں لگ رہا ہے اور کسی کا یہاں لگ رہا ہے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری سب ختم ہو گئے ایک بھی زندہ نہ بچا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اس کے انجام سے۔ دنیا میں جتنی بھی کوئی مضبوط حکومت ہو جب وہ پبلک کے خلاف کوئی قانون پاس کرتے ہیں تو خوف کرتے ہیں کہ لوگ احتجاج کریں گے، جلوس نکالیں گے، ہڑتال کریں گے۔ لیکن رب تعالیٰ کو کسی قوم کی تباہی پر کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُوْرَۃُ اللَّیْل

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۲۱ ۹۲ سُوْرَۃُ الَّیْلِ مَکِّیَّۃٌ ۹ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝۱ وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰٓی ۝۳ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝۶ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ۝۷ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝۸ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝۹ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ۝۱۰ وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗٓ اِذَا تَرَدّٰی ۝۱۱ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی ۝۱۲ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَالْاُوْلٰی ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی ۝۱۴ لَا یَصْلٰھَآ اِلَّا الْاَشْقَی ۝۱۵ الَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝۱۶ وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی ۝۱۷ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ۝۱۸ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی ۝۱۹ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی ۝۲۰ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۝۲۱ ع ۲۱/۱۷

وَالَّیْلِ قسم ہے رات کی اِذَا یَغْشٰی جب وہ چھا جائے

وَالنَّھَارِ اور قسم ہے دن کی اِذَا تَجَلّٰی جب وہ روشن ہو جائے وَمَا

خَلَقَ الذَّکَرَ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر پیدا کیا وَالْاُنْثٰی

اور مادہ پیدا کیا اِنَّ سَعْیَکُمْ بے شک تمھاری کوشش لَشَتّٰی

البتہ مختلف ہے فَاَمَّا مَنْ پس بہر حال وہ شخص اَعْطٰى جس
نے مال دیا وَاتَّقٰى اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى
اور اس نے تصدیق کی اچھی بات کی فَسَنُيَسِّرُهٗ پس ہم آسان کر دیں
گے اس کے لیے لِلْيُسْرٰى آسان دین وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور
بہر حال وہ شخص جس نے بخل کیا وَاسْتَغْنٰى اور وہ بے پروا رہا وَ
كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور جھٹلایا اس نے اچھی بات کو فَسَنُيَسِّرُهٗ پس
ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے لِلْعُسْرٰى تنگ چیز وَمَا يُغْنِىْ
عَنْهُ مَالُهٗۤ اور نہیں کام آئے گا اس کے اس کا مال اِذَا تَرَدّٰى جب وہ
گرے گا دوزخ میں اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى بے شک ہمارے ذمہ ہے
راہنمائی کرنا وَاِنَّ لَنَا اور بے شک ہمارے لیے ہے لَلْاٰخِرَةَ البتہ
آخرت وَالْاُوْلٰى اور دنیا فَاَنْذَرْتُكُمْ پس میں نے تم کو ڈرا
دیا ہے نَارًا آگ سے تَلَظّٰى جو شعلے مارتی ہے لَا يَصْلٰىهَاۤ
نہیں داخل ہو گا اس آگ میں اِلَّا مگر الْاَشْقَى جو بدبخت ہے
الَّذِىْ كَذَّبَ وہ جس نے جھٹلایا وَتَوَلّٰى اور اعراض کیا
وَسَيُجَنَّبُهَا اور عن قریب بچایا جائے گا اس آگ سے الْاَتْقَى جو بڑا
پرہیزگار ہے الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ جو دیتا ہے اپنا مال يَتَزَكّٰى کہ
نفس کو پاک کرے وَمَا لِاَحَدٍ اور نہیں ہے کسی کا عِنْدَهٗ اس کے ہاں

مِنْ نِّعْمَةٍ کوئی احسان تُجْزٰۤی جس کا بدلہ دیا جائے اِلَّا
مگر ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ چاہتے ہوئے اپنے رب کی رضا الْاَعْلٰى
جو بلند و برتر ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور عن قریب وہ اس سے راضی ہو
جائے گا۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ الیل ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں لیل کا لفظ موجود ہے
جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ ابتدائی سورتوں میں سے ہے اس سے پہلے
آٹھ "۸" سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا نواں "۹" نمبر
ہے۔ اس کا ایک رکوع اور اکیس "۲۱" آیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّيْلِ۔ واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے رات کی اِذَا يَغْشٰى
جب وہ چھا جائے۔ جب رات کا اندھیرا چھا جائے تو تاریکی ہوتی ہے وَالنَّهَارِ اِذَا
تَجَلّٰى اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے۔ دن جب روشن ہوتا ہے تو سفید،
سیاہ رنگ کی ہر چیز نظر آتی ہے۔ رات کی تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا باوجود آنکھ کے صحیح
ہونے کے۔ اور دن کو ہر چیز اپنی اصل شکل میں نظر آتی ہے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ
وَالْاُنْثٰى اور قسم ہے اس ذات کی جس نے پیدا کیا نر کو اور مادہ کو۔ پروردگار نے مرد
پیدا کیے، عورتیں پیدا کیں اور ان کے ذریعے نسل انسانی کو چلایا اور جس وقت تک دنیا
قائم رہے گی یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

فرمایا اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى۔ شَتّٰى شَتِيْتٌ کی جمع ہے جس طرح

مرضٰی مریضٌ کی جمع ہے۔اس کا معنٰی ہے متفرق ہونا۔معنٰی ہوگا بے شک تمھاری کوشش البتہ مختلف ہے۔جیسے دن رات میں فرق ہے، نر مادہ میں فرق ہے، اسی طرح تمھارے عملوں میں بھی فرق ہونا چاہیے۔نیک عمل اور ہے، بدعمل اور ہے، شرک اور ہے، توحید اور ہے، سنت اور بدعت میں فرق ہے۔حق اور ہے، باطل اور ہے، سچ اور ہے، جھوٹ اور ہے۔اللہ تعالیٰ نے دن رات اور نر اور مادہ کے اختلاف کو پیش کر کے عمل کے اختلاف کی طرف راہ نمائی فرمائی ہے کہ عمل بھی مختلف ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی پس بہر حال وہ شخص جس نے دیا مال۔(اس آیت کا اول مصداق مفسرین کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔پھر قیامت تک کے اَعْطٰی وَاتَّقٰی اس میں شامل ہیں۔کیوں کہ شان نزول پر چیز بند نہیں ہوتی۔) زکوٰۃ ادا کی، فطرانہ دیا، عشر دیا۔جو حقوق مالیہ ہیں حقوق اللہ ہیں یا حقوق العباد ہیں، ادا کیے وَاتَّقٰی اور ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی اور اس نے تصدیق کی اچھی بات کی۔کلمہ طیبہ کی، اسلام کی، شریعت کی، قرآن کی، دین حق کی تصدیق کی فَسَنُیَسِّرُهٗ پس ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے لِلْیُسْرٰی آسان دین۔یسریٰ سے مراد شریعت ہے۔شریعت پر چلنا آسان کر دیں گے۔اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا۔

اور یسریٰ سے مراد جنت بھی ہے۔تو معنٰی ہوگا ہم اس کے لیے آسان کر دیں گے جنت تک پہنچنا۔جنت کو یسریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔دنیا میں تو محنت کر کے کھانا ہے، گرمی سردی برداشت کرنی ہے، چور، ڈاکو کا ڈر بھی ہے، عزت پر حملے کا خوف بھی ہے، بیماریاں بھی ہیں۔وہاں ان میں سے کوئی شے نہیں ہے۔

اس کا نام ہی دارالسلام ہے خوش نصیب ہوگا جو جنت میں داخل ہو جائے گا۔ وہ ابدالآباد کی زندگی اور مزے کی جس کو آج ہم نہیں سمجھ سکتے۔ جہاں ہر خواہش پوری ہوگی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا حضرت! جنت میں کاشت کاری کی اجازت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین کاشت کاری کی کیا ضرورت ہوگی سب کچھ تیار مل جائے گا۔ کہنے لگا حضرت! اگر کوئی کرنا چاہے تو پھر۔ فرمایا ہاں! اجازت مل جائے گی کھڑے کھڑے بیج ڈالے گا اس کے سامنے اُگیں گے، بڑھیں گے، پک جائیں گے، کاٹے جائیں گے، ڈھیر لگ جائے گا۔ ایک منٹ میں سارا کچھ ہو جائے گا۔

سورۃ الفرقان میں ہے لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُوْنَ "ان کے لیے جنت میں وہ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔" اگر کوئی کہیں اُڑ کے جانا چاہے گا تو اُسے اُڑنے کی توفیق مل جائے گی۔ اگر کوئی چاہے گا کہ یہ اُڑتا ہوا پرندہ میری خوراک بن جائے تو اُسی وقت بھنا ہوا رکابی میں سامنے پڑا ہوگا۔ جنتی جو چاہیں گے اللہ تعالیٰ اُن کی مرادیں پوری کرے گا۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور بہرحال جس نے بخل کیا اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں۔ جہاں خرچ کرنا تھا نہیں کیا یا جتنی مقدار میں خرچ کرنا تھا نہیں کیا وَاسْتَغْنٰى اور بے پرواہ رہا حق سے وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور جھٹلایا اس نے اچھی بات کو۔ کلمہ توحید کو، اسلام کو، دین کو، حق کو جھٹلایا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى پس ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے تنگ چیز کو۔ (ان آیات کے اولین مصداق مفسرین کے نزدیک ابوجہل، عاص بن وائل، امیہ بن خلف، نضر بن حارث وغیرہ ہیں۔ پھر قیامت تک اس مد کے لوگ اسی میں شامل ہیں کہ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى کے لیے تنگی کو آسان کریں گے۔)

تنگ چیز سے مراد دوزخ ہے۔ اس کو دوزخ والے کام آسان لگیں گے۔ دوزخیوں والے کام کرے گا وہ اس کو دوزخ میں پہنچا دیں گے۔

مثلاً: چوری، ڈاکا کوئی آسان کام تو نہیں ہیں۔ جاگنا ہے، اِدھر اُدھر دیکھنا ہے، لوگوں کا خطرہ، پولیس کا خطرہ۔ ان خطرات کے باوجود ان لوگوں کے لیے یہ کام آسان ہیں رات کو سونا ان کے لیے مشکل ہے چلنا بھاگنا ان کے لیے آسان ہے۔ کیوں کہ انھوں نے حق کی تصدیق نہیں کی۔ وہ اس طرف چل پڑے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ راستہ آسان کر دیا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ﴿سورۃ النساء: ۱۱۵﴾ "ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔" جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے اسی طرف ہم اس کو چلا دیتے ہیں۔ کوئی نیک کام کی طرف چلنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ بُرے کام کی طرف چلنا چاہتا ہے تو اس کی توفیق دے دیتے ہیں۔ یہ دنیا دار التکلیف ہے اور دار العمل ہے۔ جو کوئی اچھا بُرا کرنا چاہے کرتا رہے۔ آخرت دار الجزاء ہے وہاں اس کو کیے کا بدلہ مل جائے گا۔

وَ مَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اور نہیں کفایت کرے گا اس کو اس کا مال۔ اس کے کام نہیں آئے گا اِذَا تَرَدّٰى جب وہ گرے گا دوزخ میں۔ تَرَدّٰى کا معنٰی ہے بلندی سے نیچے گرنا۔ پل صراط دوزخ کے اوپر بچھا ہوا ہے۔ جونہی ایک قدم رکھ کر اُٹھائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑے گا۔ پھر وہیں اس کے ٹکڑے جوڑ کر چنگا بھلا انسان بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ ہوش و حواس ٹھیک ہوں گے تکلیف محسوس کرے گا۔

جہنمی ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴿یونس: ۴۵﴾ "ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔" میدان محشر میں بھی ایک دوسرے کو پہچانیں گے کہ یہ فلاں

صاحب ہے یہ فلاں صاحب ہے۔ جنت میں بھی ایک دوسرے کی شناخت ہو گی اور دوزخ میں بھی ایک دوسرے کی شناخت ہوگی اور ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا بھی کریں گے۔ جن لوگوں نے گمراہ کیا ان کے پیروکاران کے پیچھے پڑ جائیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا اب تم ہمیں اس سزا سے چھڑاؤ۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے تمھارے ساتھ کوئی جبر تو نہیں کیا تم ہماری بات نہ مانتے۔ یہاں تک کہ گمراہوں کا بڑا پیر شیطان ہے۔ یہ لوگ اس کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ تو ہمیں سبز باغ دکھاتا تھا آج ہماری کوئی مدد کر، کوئی نسخہ بتلا کہ جس کے ذریعے ہم دوزخ سے نکل جائیں۔

سورۃ ابراہیم میں ہے ابلیس لعین کہے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ "مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو میرا تم پر کوئی جبر تو نہ تھا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ میں نے تم کو دعوت دی تم نے قبول کر لی، نہ قبول کرتے۔" اور یہ بھی کہے گا اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ "بے شک میں نے انکار کیا اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔" اور میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہو۔ لیڈر ایسا ہونا چاہیے۔ بھائی! اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اس کے ساتھ سوچو غور و فکر کرو حق کو حق کہو، باطل کو باطل کہو۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے تمھیں نہ مال بچائے گا نہ اولاد بچائے گی صرف ایمان عمل صالح، حق کو قبول کرنا دوزخ کے بچانے کے سبب ہیں۔

فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى بے شک ہمارے ذمہ ہے راہنمائی کرنا۔ ہم نے عقل دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، حق کی آواز بلند کرنے والے بھیجے، راہ نمائی کے پورے اسباب مہیا کیے وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى اور بے شک ہمارے لیے ہے البتہ آخرت اور دنیا۔ دنیا کے مالک بھی ہم ہیں اور آخرت کے مالک بھی ہم ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندو! فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی پس میں نے تم کو ڈرا دیا ہے آگ سے جو شعلے مارنے والی ہے لَا یَصۡلٰھَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی نہیں داخل ہوگا اس آگ میں مگر جو بد بخت ہے۔ دوزخ میں بدبخت ہی جائے گا الَّذِیۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی وہ جس نے جھٹلایا حق کو اور اعراض کیا عمل سے وَسَیُجَنَّبُھَا الۡاَتۡقَی اور عن قریب بچایا جائے گا اس بھڑکتی ہوئی آگ سے جو بڑا پرہیز گار ہے الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی جو دیتا ہے اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں کہ پاک کرے اپنے نفس کو بخل سے، غریبوں کے حق سے۔

الۡاَتۡقَی کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں :

تفسیروں میں آتا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے مال دار تھے۔ جن غلاموں اور لونڈیوں کو ایمان کی وجہ سے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا انہیں خرید کر آزاد کرا دیتے تھے۔ حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ یہ قریش کا بڑا آدمی تھا۔ بڑا تلخ مزاج اور بڑا ظالم آدمی تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس نے بڑی تکلیفیں دی ہیں۔ کبھی ان کو دھوپ میں کھڑا کر دیتا اور خود سائے میں سو جاتا اور کہتا خبردار! اگر یہاں سے ادھر اُدھر ہوا۔ کبھی قمیص اتروا کر گرم ریت پر لٹا دیتا۔ یہ بے چارہ غلام تھا سب کچھ برداشت کرتا۔ اگر کبھی قیل و قال کرتا تو اتنا مارتا تھا کہ بے چارہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس بے چارے پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ اس کے پاس گئے کہ اس کو میرے آگے بیچ دے۔ اس نے اتنی قیمت بتلائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو خرید نہ سکیں سن کر ڈر جائیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر

آئے جھاڑ و پھیر کر ساری رقم اکٹھی کر کے دے دی اور آزاد کر دیا۔ بلکہ بعض کتابوں میں آتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کرتے کا بٹن گر گیا تو قمیص کو کانٹے کے ساتھ جوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کانٹے کے ساتھ جوڑا ہے بٹن لگا لیتے۔ تو کہنے لگے حضرت سارے پیسے اکٹھے کر کے بلال کو خریدا ہے بٹن کے پیسے بھی نہیں بچے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ مال خرچ کرتا تھا تزکیہ حاصل کرنے کے لیے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اور نہیں ہے کسی کا اس کے ہاں احسان جس کا بدلہ دیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کسی کا احسان نہیں تھا کہ جس کا وہ بدلہ دے رہے تھے اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى مگر چاہتے ہوئے اپنے رب کی رضا جو بلند و برتر ہے۔ اُنھوں نے بلند رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کیا کہ بلال وغیرہ غلام ایمان لا چکے تھے اس لیے خرید کر آزاد کیا کہ کھل کر عبادت کر سکیں۔ تو رب تعالیٰ کا وعدہ ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔

اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ مال خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس قدر انعام و اکرام فرمائیں گے کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ یہ معنیٰ اس وقت ہوگا جب يَرْضٰى کی ضمیر کا مرجع اتقٰی ہو کہ اتقٰی کو اللہ تعالیٰ اس کے ایثار کا اتنا بدلہ دے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الضُّحٰی

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۱۱ ۹۳ سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ ۱۱ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۪﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ع ۱۸

وَالضُّحٰى (واو قسمیہ ہے معنیٰ ہے) قسم ہے چاشت کے وقت کی وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے وَمَا قَلٰى اور نہ ہی دشمنی کی ہے وَلَلْاٰخِرَةُ اور البتہ آخرت خَيْرٌ لَّكَ بہتر ہے آپ کے لیے مِنَ الْاُوْلٰى دنیا سے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ اور عن قریب آپ کا رب آپ کو دے گا فَتَرْضٰى کہ آپ راضی ہو جائیں گے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا کیا نہیں پایا اس نے آپ کو یتیم فَاٰوٰى پس اس نے ٹھکانا دیا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا اور پایا آپ کو بے خبر فَهَدٰى پس آپ کی راہ نمائی کی وَوَجَدَكَ عَآئِلًا اور پایا آپ کو

مفلس فَاَغْنٰى پس اس نے غنی کر دیا فَاَمَّا الْيَتِيْمَ پس بہر حال یتیم پر فَلَا تَقْهَرْ پس نہ قہر کر وَاَمَّا السَّآئِلَ بہر حال سائل کو فَلَا تَنْهَرْ پس نہ جھڑک وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ اور بہر حال اپنے رب کی نعمت کو فَحَدِّثْ پس بیان کرو۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الضحیٰ ہے۔ضحیٰ کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے اس سے پہلے دس سورتیں نازل ہو چکی تھیں ۔نزول کے اعتبار سے اس کا گیارھواں نمبر ہے۔اس کا ایک رکوع اور گیارہ ۱۱ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس سورت کی شان نزول یہ ہے کہ یہود نے آنحضرت ﷺ سے تین چیزوں کا سوال کیا۔ ایک یہ پوچھا کہ روح کی حقیقت کیا ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ "یہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں روح کے بارے میں کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟" دوسرا سوال تھا کہ اصحاب کہف کون لوگ تھے؟ تیسرا سوال تھا کہ ذوالقرنین کون بزرگ تھے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں کل بتاؤں گا۔ زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اس بات کا تو کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر اللہ تعالیٰ سے بے پرواہوں۔لیکن ظاہری طور پر زبان سے یہ الفاظ نہ کہہ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کہ کل کا دن آیا تو یہودیوں نے آ کر کہا کہ ہمارے

سوالات کا جواب دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وحی نازل نہیں ہوئی۔ ایک دن گزرا، دو دن گزرے، تین دن گزرے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا "پندرہ دن وحی نازل نہ ہوئی۔" یہودیوں نے پروپیگنڈا کیا کہ کل کا وعدہ تھا جواب دوں گا ابھی اس کا کل نہیں آیا؟ اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کر جھگڑے ڈالتے کہ کل نہیں آیا۔ کوئی کہتا اس کا کل قیامت والے دن آئے گا۔ مخالف کو تو بات ملنی چاہیے وہ ان کو مل گئی۔ یہود نے تو اس عنوان کے ساتھ مذاق اُڑایا اور قریش مکہ نے کہا کہ اب اس کا رب ناراض ہو گیا ہے اس لیے وحی نہیں آتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی جس کا نام عورا اور کنیت ام جمیلہ تھی۔ یہ ابولہب کی بیوی اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سگی بہن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھی۔ یہ خاندان قدرتی طور پر سخت مزاج تھا۔ خاندانی اثرات لوگوں میں ہوتے ہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آ کر کہا کہ وہ تیرا شیطان اب تیرے پاس نہیں آتا وہ تیرا پیچھا چھوڑ گیا ہے قَدْ تَرَكَكَ شَيْطَانُكَ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق کہتی تھی وہ تجھے چھوڑ گیا ہے۔ عجیب قسم کا منظر تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

وَالضُّحٰى قسم ہے چاشت کے وقت کی۔ واو قسمیہ ہے وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ یعنی جب اس کا اندھیرا چھا جائے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے وَمَا قَلٰى اور نہ ہی دشمنی کی ہے آپ کے رب نے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ رات بھی ہے دن بھی ہے۔ جیسے رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی کا آنا فطری بات ہے۔ رات کا اندھیرا ہمیشہ نہیں رہتا دن کا

اُجالا اور روشنی بھی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے اعتراضات کے اندھیرے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ وحی کی روشنی بھی آئے گی دن چڑھے گا۔ پندرہ دن کے بعد وحی نازل ہوئی۔ فرمایا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا "اور نہ کہیں آپ کسی شے کے بارے میں کہ میں کرنے والا ہوں اس کو کل اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ۔" ﴿پارہ: ۱۵﴾ ان شاء اللہ کے بغیر کل کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا۔ کوئی کام بھی رب چاہے گا تو ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے روح کے بارے میں بھی اور اصحاب کہف کے بارے میں بھی اور ذوالقرنین کے متعلق بھی بتایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔

وَمَا قَلٰی میں کاف کو حذف کیا گیا ہے۔ اصل میں ہے قَلَاكَ۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی اور البتہ آخرت بہت بہتر ہے آپ کے لیے دنیا سے۔ دنیا عارضی اور فانی شے ہے۔ اب ہے لمحے کے بعد نہیں ہے، آج ہے کل نہیں ہے، صبح ہے شام نہیں ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتماد کرے تو نادان ہے۔ آخرت پائیدار ہے نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ اب تک جو احکام نازل ہوئے ہیں ان کے بعد جو احکام نازل ہوں گے وہ بہت بہتر ہوں گے۔ اس سورت کا گیارھواں نمبر ہے باقی جو ایک سو تین سورتیں نازل ہوں گی وہ بہت بہتر ہوں گی۔ ان میں بہت کچھ ہوگا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی اور عن قریب آپ کا رب آپ کو (وہ کچھ) دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سب سے بلند اور عظیم مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ ختم نبوت کی مہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے درمیان

لگائی۔ جنت میں سب سے عمدہ اور بہترین کوٹھی کا نام وسیلہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی کوٹھی نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیں گے۔ جس کے لیے ہم اذان کے بعد دعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ ۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کچھ عطا فرمائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت :

فرمایا اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی کیا نہیں پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پس آپ کو ٹھکانا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابھی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ وفات پا گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد کو نہیں دیکھا۔ ان کی وفات کے بعد دادا کی تربیت میں تھے چھ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ سے جاتے ہوئے ابوا کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔ کیوں کہ ان کے میکے مدینہ طیبہ میں تھے۔ بنو نجار خاندان میں، خادمہ ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر واپس آئیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا نے کی۔ آٹھ سال کی عمر میں اور بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان نے اٹھاسی "۸۸" سال کی عمر میں وفات پائی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آخری وقت میں دادا جان بڑے پریشان تھے کہ نہ ماں ہے نہ باپ کا سایہ سر پر ہے بھائی بھی نہیں ہے۔ بیٹوں کے مزاج سے اور بہوؤں کے مزاج سے بھی واقف تھے۔ بیٹیاں دوسروں کے گھروں میں تھیں۔ مال و دولت بھی نہیں۔ عالم اسباب میں کوئی سہارا نہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان وفات کے وقت کافی گھبرائے ہوئے تھے۔

لوگوں نے پوچھا کہ آپ کافی پریشان ہیں؟ کہنے لگے اپنے پوتے کے واسطے پریشان ہوں کہ عالم اسباب میں اس کا کوئی آسرا اور سہارا نہیں ہے۔ بیٹوں میں عبد مناف ابو طالب ظاہری لحاظ سے بڑے شریف الطبع تھے اور بہوؤں میں ان کی بیوی فاطمہ بنت اسد بڑی شریف الطبع بی بی تھی۔ جو بعد میں مسلمان ہوگئی تھی رضی اللہ عنہا۔ مگر یہ مالی لحاظ سے سب سے کمزور تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جی نے ان دونوں کو بلایا۔ ایک ہاتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عبد مناف کے ہاتھ میں دیا اور دوسرا ہاتھ اپنی بہو کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اس کا اللہ تعالیٰ نگران اور محافظ ہے۔ اب یہ بچہ تمھارے سپرد ہے۔ عبد المطلب کی باقی بہوئیں سخت مزاج تھیں یہ نرم مزاج تھی۔ آٹھ یا بارہ سالہ کی عمر سے لے کر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچاس سال کی ہوئی۔ نبوت کے دسویں سال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور اسی سال ابو طالب نے بھی وفات پائی۔ تاریخ میں اس کا نام عام الحزن ہے یعنی غم والا سال۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا نہیں پایا آپ کو یتیم پھر رب تعالیٰ نے ٹھکانا دیا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا اور پایا آپ کو بے خبر فَهَدٰى پس آپ کی راہ نمائی کی۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ یہی معنیٰ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شریعت کے احکام سے بے خبر پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی کی۔

سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ میں ہے مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا "آپ نہیں جانتے تھے کیا ہے کتاب اور نہ ایمان لیکن ہم نے بنایا اس کو نور ہدایت۔ دیتے ہیں ہم اس کے ساتھ جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے۔" نہ آپ کتاب جانتے تھے اور نہ ایمان کی تفصیل جانتے تھے۔

نفس ایمان تو پیغمبر کا پیدائشی طور پر ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل سے آپ بے خبر تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ نمائی کی۔

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں لوگوں کی بکریاں چراتے تھے اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ کسی نے پوچھا حضرت! آپ نے بھی چرائی ہیں؟ تو فرمایا کُنْتُ اَرْعٰی لِاَھْلِ مَکَّۃَ عَلٰی قَرَارِیْط "میں ٹکے ٹکے پر کے والوں کی بکریاں چراتا تھا۔" سوئے اتفاق سے ایک دفعہ وہ بکریاں دور چلی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بچے تھے راستہ بھول گئے پہاڑیاں تھیں خیال نہ رہا کدھر جانا ہے؟ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر نہ آئے۔ دوسرا دن اور رات بھی گزر گئی، تیسرا دن اور رات بھی گزر گئی۔ سب کو پریشانی ہوئی۔ پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن میں ڈالا کہ وہ پہاڑ ہمارے دائیں طرف ہوتا ہے اور یہ ہمارے بائیں طرف ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر پہنچا دیا۔

اس زمانے میں انسانوں کی آبادی کم ہوتی تھی جنگلات ہی جنگلات ہوتے تھے بھیڑیئے بکثرت تھے۔ یہ بھی گھر والوں کی پریشانی کا سبب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

اور کمالین وغیرہ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شام کے سفر میں ساتھ لے گئے۔ مکہ میں زمین پتھریلی ہے۔ نہ وہاں باغات، نہ زراعت۔ وہاں کے لوگ گزران کے لیے دو تجارتی سفر کرتے تھے۔ ایک گرمیوں میں اور ایک سردیوں میں۔ گرمیوں میں شام کا سفر اور سردیوں میں یمن کا سفر کرتے تھے اور سال بھر کی روزی

کما لیتے تھے۔ تو شام کے سفر میں ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجارت کا رنگ ڈھنگ جانیں کہ تجارت ایسے کرتے ہیں۔ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور قافلے سے دور ہو گئے۔ شیطان نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور دور لے گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر شیطان کو ایک تھپڑ مارا تو وہ دوڑ گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ مبارک قافلے کی طرف پھیر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قافلے سے گم ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی فرمائی۔

(مرشد مولانا عبد المجید صاحب جامی جو مدینہ طیبہ میں چالیس سال سے مقیم ہیں اور بڑی مدت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبد اللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شجاع آباد ملتان میں رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس جملے کی تشریح اس طرح کرتے تھے کہ وَوَجَدَنَاكَ مُشْتَاقًا لِهَدَايَةٍ فَهَدَيْنَاكَ اِلٰى تَحْصِيْلِهَا "اور پایا ہم نے آپ کو مشتاق ہدایت کے لیے پس ہم نے آپ کی راہنمائی کر دی اس کے حاصل کرنے کی طرف۔" اور دلیل میں سورہ یوسف کی آیت نمبر ۹۵ پیش فرماتے تھے قَالُوْا "یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ بے شک آپ یوسف علیہ السلام کی پرانی محبت میں مبتلا ہیں۔" یہاں ضلال کا ترجمہ محبت ہے۔ از مرتب: محمد نواز بلوچ)

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى اور پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مفلس، ضرورت مند پس غنی کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی جائیداد نہیں تھی۔ چچا ابو طالب نے تربیت کی۔ دنیاوی لحاظ سے ایسا بہتر چچا شاید پیدا ہو۔ لیکن آخرت کے اعتبار سے بدقسمت تھا ایمان

نصیب نہیں ہوا۔ اچھا بھلا سمجھتے ہوئے دھڑے بندی کی وجہ سے محروم رہا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو عورتوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر خدیجۃ الکبریٰ آمادہ ہو جائے تو آپ کے ساتھ نکاح کرا دیا جائے۔ کیوں کہ وہ اس سے قبل یکے بعد دیگرے دو خاوندوں سے بیوہ ہو چکی تھیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی رائے لی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے چچا جان اور چچی جان کہیں گے میں منظور کر لوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا مال دیا تھا۔ وہ تجارت کرتی تھیں۔ عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سبب پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ پس بہر حال یتیم پر پس قہر نہ کر۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ یتیم کے ساتھ زبردستی نہ کرنا۔

سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۵۲ میں ہے وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ "اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے۔" اور سورۃ النساء آیت نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا "بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال زیادتی کے ساتھ کھاتے ہیں بے شک وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔" وہ لقمے نہیں کھا رہے وہ دوزخ کی آگ پیٹ میں ڈال رہے ہیں۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور بہر حال سائل کو نہ جھڑک۔ جو صحیح معنیٰ میں سائل ہے اس کو نہ جھڑکو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ذرا تفصیل ہے کہ اگر کوئی آدمی واقعی پیشہ ور سائل نہیں ہے اور اچانک کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے تو اس کی امداد کرو۔ لیکن اگر کسی نے مانگنے پر کمر باندھ لی ہے۔ مانگنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے اس کو تنبیہ کرو کہ

اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت دی ہے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں کیوں مانگتا ہے؟ خصوصاً چھوٹے بچے اور عورتیں کہ وہ اچھے لوگوں کے پاس بھی جائیں گے اور بُروں کے پاس بھی جائیں گے دن کو بھی جائیں گے اور رات کو بھی جائیں گے۔ ان کے اخلاق خراب ہوں گے، معاشرے میں بُرائی اور خرابی پیدا ہوگی۔ ان کو جھڑک دو کہ تو اچھا بھلا ہے مزدوری کر، محنت کر یہ پیشہ صحیح نہیں ہے بجائے اس کے شریفانہ زندگی بسر کرو۔ مقصد اصلاح ہو تو پھر جھڑکنا صحیح ہے۔ اپنے بخل پر پردہ ڈالنے کے لیے جھڑکتے ہو تو پھر صحیح نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور بہر حال اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار شکر ہے۔ ایک شخص میلے لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے پاس صابن نہیں ہے کہ کپڑے دھو لے۔ تیرے پاس کنگھی نہیں ہے کہ سر کے بالوں میں پھیر لے۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہنے لگا حضرت! میرے پاس اتنے غلام ہیں، اتنے اونٹ ہیں، اتنی بکریاں ہیں۔ میں بہت خوش حال بندہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رب تعالیٰ نے تجھے نعمت دی ہے اس کا اثر تیرے بدن پر نظر آنا چاہیے۔

شرعی دائرے میں رہ کر صاف ستھرا لباس پہننا عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے۔ انسان اپنی حیثیت سے ادنیٰ لباس پہنے بُری بات ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمت کا اظہار قولاً بھی کرو اور فعلاً بھی کرو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الشَّرْحِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۸ ۹۴ سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَکِّیَّۃٌ ۱۲ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۠﴿۸﴾ ع ۱۹

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ کیانہیں ہم نے کھولا آپ کے لیے صَدْرَكَ آپ کا سینہ وَوَضَعْنَا عَنْكَ اورہم نے اُتار دیا آپ سے وِزْرَكَ آپ کا بوجھ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ وہ جس نے بوجھل کردیا تھا ظَهْرَكَ آپ کی کمر کو وَرَفَعْنَا لَكَ اور ہم نے بلند کیا آپ کے لیے ذِكْرَكَ آپ کے ذکر کو فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے فَاِذَا فَرَغْتَ پس جب آپ فارغ ہوں فَانْصَبْ تو محنت کریں وَاِلٰى رَبِّكَ اوراپنے رب کی طرف فَارْغَبْ راغب ہوجائیں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام الم نشرح ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں الم نشرح کا لفظ موجود

ہے۔ جس سے یہ نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا بارھواں نمبر ہے۔ سورۃ ضحیٰ اس سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ آیتیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت اہل عرب کی حالت :

آنحضرت ﷺ جس دور میں مبعوث ہوئے اس وقت لوگوں کے عقائد بہت بُرے تھے۔ اور اخلاقی اعتبار سے اور رسموں کے اعتبار سے ہر طرف بُرائی ہی بُرائی تھی۔ وہ کعبۃ اللہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنایا تھا اُس میں رب تعالیٰ کی عبادت کے بجائے تین سو ساٹھ بتوں کی عبادت ہوتی تھی۔ اور ظلم کی بات یہ ہے کہ خود ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی پوجا بھی ہوتی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ کو بھی عقیدت تھی اور مشرکوں کو بھی عقیدت تھی۔ یہ سب کے مشترک بزرگ تھے۔

نجران کے علاقے میں عیسائی تھے۔ اُنھوں نے شوشہ چھوڑا کہ ہمارے خاص بزرگوں عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا کوئی مجسمہ کعبہ میں نہیں ہے۔ مکے والوں نے ان کو خوش رکھنے کے لیے ان کے بھی بت رکھ دیے۔ یعنی ان تین سو ساٹھ بتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بھی بت تھا اور ان میں ایساف اور نائلہ کا بھی بت تھا۔

ایساف مرد کا نام ہے اور نائلہ عورت کا نام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کے آپس میں ناجائز تعلقات تھے۔ اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے ان کو کوئی جگہ نہ ملی۔ اُس وقت مخلوق بہت کم ہوتی تھی۔ اب تو الحمد للہ! کعبہ ہر وقت آباد رہتا ہے۔ اس وقت

آدمی اتنے نہیں ہوتے تھے۔ شام کے وقت لوگ کھانے پینے کے لیے گئے تو ان کو موقع مل گیا۔ اُنھوں نے کعبۃ اللہ کے اندر بدکاری کی، اللہ تعالیٰ کے گھر کی بے حرمتی کی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو انسانی شکل میں ہی پتھر بنا دیا۔ لوگوں نے عبرت کے لیے ان کے بت بھی نصب کر دیئے۔ کچھ عرصہ تک تو لوگ ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے لیکن بعد والی نسلوں نے ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔ اتنا گند عقیدے کے لحاظ سے تھا کہ وہ گھر جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا وہاں اس کی عبادت نہیں ہوتی تھی اس کی عبادت کے بجائے دوسروں کی عبادت ہوتی تھی۔

قتل وغارت، ڈاکے عام تھے۔ بلکہ اُس زمانے میں شریف آدمی کو رشتہ ملنا مشکل ہوتا تھا۔ جو رشتہ مانگنے کے لیے آتا تھا اس سے پوچھتے تھے کہ تو نے کتنے ڈاکے ڈالے ہیں اور کتنے آدمی قتل کیے ہیں اور کتنے اغوا کیے ہیں اور کتنے مٹکے شراب کے پیے ہیں؟ جو اس میں نمبر لے جاتا اس کو بغیر قیل وقال کے رشتہ مل جاتا۔ اور جس کے متعلق کہا جاتا کہ بڑا شریف آدمی ہے اس نے کوئی ڈاکا نہیں ڈالا، کسی کو قتل اور اغوا نہیں کیا۔ تو کہتے بھاگ جاؤ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ یہ ہماری لڑکی کی کیا حفاظت کرے گا اس کو کیا کھلائے گا؟ کیوں کہ اُن کے ہاں بہادری کا معیار چوری، ڈاکا، قتل اور اغوا ہی تھا۔ اور جو یہ کام نہیں کرتا تھا وہ گھٹیا سمجھا جاتا تھا۔

ایک شاعر بڑی شریف قوم سے تھا جو چوری، ڈاکے، قتل سے گریز کرتی تھی۔ وہ اپنی قوم کی بدخواہی کرتے ہوئے کہتا ہے:

ع كَأَنَّ رَبَّكَ لَمْ يَخْلُقْ بِخَشْيَتِهِ
سواهم مِنْ جَمِيعِ النَّاسِ إِنْسَانًا

"گویا کہ آپ کے رب نے نہیں پیدا کیے اپنے خوف کے لیے سارے انسانوں میں ان کے سوا کوئی انسان۔" یعنی ایسا لگتا ہے کہ رب نے اپنی عبادت کے لیے میری قوم پیدا کر دی ہے نہ چوری، نہ ڈاکا، یہ بھی کوئی آدمی ہیں۔ یوں سمجھو کہ شریف ہونا عیب سمجھا جاتا تھا۔

تو ایسے ماحول میں جہاں عقائد درست نہ ہوں اخلاق خراب ہوں اور خراب ہی خراب ہوں اور ساتھ دینے والا ایک آدمی بھی نہ ہو ایسے موقع پر حق بیان کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ سارے عرب مخالف،، یہودی مخالف، مشرک مخالف، عیسائی مخالف، قریبی رشتہ دار مخالف، دور والے مخالف، اندر والے مخالف، باہر والے مخالف۔ اور پروگرام ایسا ہے جو ہر ایک کو گولی کی طرح لگتا ہے، رب تعالیٰ کی توحید۔

سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۳۵ پارہ ۲۳ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ "بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا لا الٰہ الا اللہ تو تکبر کرتے تھے۔" اور سورۃ ص آیت نمبر ۵ پارہ ۲۳ میں ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ "کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔"

سب معبودوں کا انکار کر کے کہتا ہے ایک ہی مشکل کشا ہے، ایک ہی حاجت روا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ تو ایسے ماحول میں حق بیان کرنا سخت مشکل ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔ اتنا بھاری کام آپ کے سپرد کیا اور ہمت دی کہ شرح صدر ہو گیا کہ ان شاء اللہ یہ کام کرنا ہے اور یہ ہو کر رہے گا۔ نہ توحید کا مسئلہ مشکل نظر آیا، نہ قیامت کا بیان کرنا

اور ان کے جتنے غلط عقائد تھے ان کو احسن طریقے سے رد کیا اور حق کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک ایسا کھولا کہ نہ اس میں کوئی لالچ تھا اور نہ کسی قسم کا کوئی خوف تھا۔

حسی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چار مرتبہ شق صدر ہوا :

یہ شرح صدر تو باطنی طور پر تھا اور ظاہری طور پر بھی شرح صدر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب تقریباً چار سال کی تھی اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ ان کی بیٹی تھی شیماء رضی اللہ عنہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ تھے اور بھیڑ بکریاں چرا رہے تھے۔ گھر سے کچھ فاصلے پر تھے کہ دو آدمی سفید لباس میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لٹا کر چھاتی کو چاک کیا۔ یہ شق صدر ہوا۔ شیماء رضی اللہ عنہا دوڑتی ہوئی گئیں کہ امی جان! امی جان! بھائی کو کوئی مار گیا ہے۔ آدمی آئے ہیں اُنھوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھاتی دیکھی تو معمولی سا نشان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے سے ساتھ لگایا، پیار کیا۔ اس کے بعد پھر پیچھے پیغام کہ تمھارا کوئی دشمن ہے جس نے یہ کارروائی کی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ چاک کیا اور وہ مواد صاف کر دیا کہ جس سے بچوں کا میلان کھیل کود کی طرف ہوتا ہے۔

دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان ہوئے اور جوانی میں جو طبعی خیالات ہوتے ہیں ان سے پاک کر دیا گیا۔

تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا کے سامنے جبلِ نور کی چوٹی پر تھے جس پر آج کل اُنھوں نے چونا لگایا ہوا ہے۔ (آج کل

اس جگہ کھوکھے بنا کر دکانیں بنائی ہوئی ہیں۔ مرتب) سینہ چاک کر کے اس میں کچھ چیزیں رکھ دی گئیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کا بوجھ برداشت کر سکیں۔

چوتھی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرایا گیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام ہانی کے گھر تھے۔ ام ہانی کا گھر حجر اسود سے ایک سو ستر قدم کے فاصلے پر جنوب مشرق کی طرف تھا۔ اب وہ مسجد حرام کے اندر آ گیا ہے۔ اُسی طرف باب ام ہانی بھی ہے۔ دروازے کے اندر اور باہر دونوں طرف لکھا ہوا ہے "باب اُم ہانی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور دوسری طرف حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان میں تھے۔ تین فرشتے آئے ان میں ایک جبرئیل علیہ السلام تھے۔ آپس میں گفتگو کی کہ ہمارا مطلوب جس کو ہم نے لے کر جانا ہے کون ہے؟ دوسرے نے کہا اَوْسَطُهُمْ وَهُوَ خَيْرُهُمْ "ان کے درمیان میں جو ہے اور وہ سب سے بہتر ہے۔" وہ ہمارا مطلوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آہستہ سے اُٹھایا، چھت پھاڑی اور لے گئے۔ چھت پھر مل گئی ایسے کہ جیسے چھت کو کسی نے چھیڑا ہی نہیں۔ اور حطیم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لٹایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ اسے آب زم زم سے دھویا گیا۔ پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں علم و حکمت تھی۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے کو بھر دیا گیا۔

یہ حسی طور پر چار دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق صدر ہوا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ حالانکہ عموماً جتنے آپریشن ہوتے ہیں ان کے بعد آدمی کچھ دن ہل جل نہیں سکتا چاہے آپریشن کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں۔ لیکن رب تعالیٰ کا آپریشن تو رب

تعالیٰ کا آپریشن تھا وہ فوری طور پر صاف ہو جاتا تھا۔

فرمایا وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ اور ہم نے اُتار دیا آپ سے آپ کا بوجھ۔ یعنی جو کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھاری نظر آتا تھا ہم نے آسان کر دیا۔ عالم اسباب میں اس کی یہ صورت بنی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ جیسے مخلص اور جانباز ساتھی عطا فرمائے جو جان پر کھیل کر بھی حق کی آواز بلند کرنے والے تھے۔ باطنی طور پر اللہ تعالیٰ نے اندر قوت عطا فرمائی اور ظاہری طور پر ایسے مخلص ساتھی عطا فرمائے کہ دنیا میں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔

تو فرمایا اور ہم نے اُتارا آپ سے آپ کا بوجھ الَّذِيْ أَنْقَضَ ظَهْرَكَ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پشت کو۔ وزنی چیز آدمی اُٹھائے تو کمر کو تکلیف ہوتی ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے بلند کر دیا آپ کے لیے آپ کے ذکر کو۔ کلمے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اذان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضہ اقدس میں آرام فرما رہے ہیں اور پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بلند ہو رہا ہے، ہر وقت گونج رہا ہے۔ مرتب)

التحیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے چاہے فرض نماز ہو یا واجب ہو، سنت ہو یا نفل ہو، جمعہ ہو یا عید ہو۔ کوئی ایسی نماز نہیں ہے جس میں التحیات اور درود شریف نہ پڑھا جائے۔ اسی طرح خطبہ میں بھی چاہے جمعہ کا ہو یا عید کا ہو یا نکاح کا ہو اس میں باقاعدہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے۔ اور جو مقرر تقریر کرتا ہے سنت کے مطابق اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت بھی ہوتی ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا تھا الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ﴿الاعراف: ۱۵۷﴾ "وہ جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔" تمام کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام۔

فرمایا آپ پریشان نہ ہوں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا پس بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ہمیشہ تکلیف نہیں رہتی تکلیف کے بعد راحت بھی آتی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ عربی گرائمر کا ضابطہ ہے کہ جس لفظ پر الف لام آئے اس کو معرفہ کہتے ہیں اور جس اسم پر الف لام نہ ہو نکرہ ہوتا ہے۔ اَلْعُسْرِ معرفہ ہے اور یسر نکرہ ہے۔ دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ معرفہ دوبارہ آئے تو بھی پہلا ہی ہوتا ہے اور نکرہ دوبارہ آئے تو دوسرا ہوتا ہے۔ اب مطلب یہ بنے گا کہ تنگی ایک ہوگی آسانیاں دو ہوں گی۔ مگر انسان بڑا ناشکرا ہے۔ تنگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور جب راحت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ ظفر مرحوم جو مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ تھا اس کا شعر ہے:

ع ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

عیش میں جو خدا کو بھول جائے اور طیش میں رب کے خوف سے بے نیاز ہو جائے وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا ثبوت :

فرمایا فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ پس جب آپ فارغ ہوں تو محنت کریں۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کا یہ مفہوم بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوں تو دعا کریں۔ احادیث میں جن اوقات میں دعاؤں کے قبول ہونے کا ذکر ہے اُن میں سے ایک بعد الصلوٰۃ المکتوبہ ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے سحری کے وقت میں خاص طور پر دعاؤں میں قبولیت پائی جاتی ہے۔ فرض نماز کے بعد اجتماعی شکل میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا صحیح سنت سے ثابت ہے۔ کچھ غیر مقلد شور مچاتے ہیں لیکن ان کے بزرگوں کے فتوے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے، احادیث سے ثابت ہے۔ اگر کوئی ضد کرے تو اس کا جواب نہیں ہے۔

بعض اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تبلیغ سے فارغ ہو تو دعا کرو۔ تبلیغ دین بہت اونچا مقام ہے۔ پیغمبروں والا کام ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ کسی بھی نیکی اور عبادت کے بعد دعا کرے گا تو قبول ہوگی۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جب جہاد سے فارغ ہوں تو دعا کریں۔ لیکن جہاد تو مکہ مکرمہ میں نہیں ہوا وہ تو مدینہ طیبہ میں فرض ہوا ہے۔ اس لیے پہلی تفسیریں صحیح ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا، سحری کے وقت دعا، تبلیغ کے بعد دعا، نہایت عاجزی اور مشقت سے۔

اور فرمایا وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں یہی سمجھ کر کہ وہی دینے والا ہے، وہی داتا ہے اور کوئی داتا نہیں ہے۔ وہی حاجت روا اور

مشکل کشا ہے، وہی فریادرس ہے، وہی دست گیر ہے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ سورت تو چھوٹی سی ہے لیکن اس میں بہت مضامین ہیں۔ اختصار کے ساتھ آپ نے سنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ التِّیْنِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۸ ۹۵ سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ ۲۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ﴿۲﴾ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۶﴾ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ﴿۷﴾ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ﴿۸﴾ ع

وَالتِّیْنِ قسم ہے انجیر کی وَالزَّیْتُوْنِ اور قسم ہے زیتون کی وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ اور قسم ہے طور سینا کی وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ اور قسم ہے اس امن والے شہر کی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اچھی ترکیب میں ثُمَّ رَدَدْنٰہُ پھر ہم نے لوٹایا اس کو اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ نیچوں سے نیچے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے فَلَھُمْ اَجْرٌ پس ان کے لیے اجر ہے غَیْرُ مَمْنُوْنٍ نہ ختم ہونے والا فَمَا یُکَذِّبُکَ (پس اے انسان) کون سی چیز جھٹلانے پر مجبور کرتی ہے تجھے بَعْدُ یہ سننے کے بعد بِالدِّیْنِ بدلے کے دن کو

اَلَیْسَ اللّٰهُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ سب حاکموں سے اچھا حاکم۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ التین ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں تین کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام ماخوذ ہے۔ اس سے پہلے ستائیس ﴿۲۷﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا اٹھائیسواں ﴿۲۸﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

وَالتِّیْنِ واو قسم کا ہے۔ تین اور زیتون سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ شام کے علاقے میں دو پہاڑ ہیں تین اور زیتون۔ یعنی تین اور زیتون پہاڑوں کے نام ہیں۔ ان دو پہاڑوں کی قسم ہے۔ یہ حضرات قرینہ یہ پیش کرتے ہیں کہ طورِ سینین بھی پہاڑ ہے۔ اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ تو طور بھی جگہ کا نام ہے، بلد امین بھی جگہ کا نام ہے۔ اس مناسبت سے تین سے بھی پہاڑ مراد ہے اور زیتون سے بھی پہاڑ مراد ہے جو جگہ کے نام ہیں۔ لیکن اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تین سے انجیر مراد ہے جو کہ پھل ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت فائدے رکھے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ ایسا پھل ہے کہ جس میں گٹھلی نہیں ہے۔ آم، آلو بخارا، خوبانی وغیرہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ طبی نقطہ نگاہ سے اس میں بہت فائدے ہیں۔

انجیر کے فوائد :

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر اس کے بہت

فائدے لکھے ہیں۔ نمبر ایک بواسیر کا علاج ہے۔ نمبر دو رگوں میں جو فاسد مادے جمع ہو جاتے ہیں انجیر کے ذریعے وہ تحلیل ہو جاتے ہیں۔ بلغمی مادہ جمع ہو جائے تو فالج ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی خارج کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے، جوڑوں کے دردوں کے لیے بطور علاج کے استعمال ہوتا ہے۔ یہ تجربے سے ثابت ہے اور دوسرے دردوں کے لیے بھی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سے فائدے رکھے ہیں تازہ ہو یا خشک۔

بعض دفعہ ہاتھوں اور پاؤں میں ایسا درد ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو جاتے ہیں جس کو گنٹھیا کہتے ہیں۔ اس کے علاج کے لیے حکیم حضرات مستقل طور پر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن آج مصیبت یہ ہے کہ نہ تو لوگوں کے اندر یقین رہا ہے اور نہ اس کی طرف توجہ ہے (ڈاکٹروں کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں۔) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ان سادہ دیسی علاجوں میں بڑا اثر رکھا ہے۔

زیتون کے فوائد :

اور زیتون درخت ہے جس کے پھل سے تیل نکلتا ہے۔ یہ تیل خوراک کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے جانوروں کا گھی جس کو ہم دیسی گھی کہتے ہیں، مفید بھی ہے اور مضر بھی ہے۔ جو لوگ محنت کرتے ہیں، بدن سے کام لیتے ہیں ان کے لیے سونے پر سہاگا ہے۔ اور جو لوگ بدنی کام نہیں کرتے بیٹھے رہتے ہیں ان کے اعصاب کو کمزور کرتا ہے۔ زیتون کے تیل میں رب تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ یہ اعصاب کو تقویت بخشتا ہے۔ معدے میں جو فاسد مادے جمع ہو جاتے ہیں ان کو خارج کرتا ہے۔

(نوٹ: اپنے حکیم اور ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ علاقے علاقے کا بڑا فرق ہوتا ہے اور مزاج کا بھی بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہمارے معدے

زیادہ گرم شے برداشت نہیں کرتے۔مرتب)

اور زیتون دردوں کے لیے مالش کے طور پر مفید ہے۔ ہمارے ہاں چوں کہ رواج نہیں ہے اور مہنگا بھی ہے اور ہم گھی کھانے کے عادی ہیں اس لیے ہمیں اس کا ذائقہ اچھا نہیں لگتا ورنہ دیسی گھی سے یہ بہت اچھا ہے۔

تو فرمایا وَالتِّيۡنِ قسم ہے انجیر کی وَالزَّيۡتُوۡنِ اور قسم ہے زیتون کی وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ اور قسم ہے طورِ سینا کی۔طور وہ پہاڑ ہے جس پر بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے ہم کلام ہوئے۔سینین کے تین معانی مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔

- ..... ایک معنیٰ ہے برکت والا۔
- ..... دوسرا معنیٰ ہے حَسَنٌ خوب صورت۔طور پہاڑ بڑا خوش نما ہے۔
- ..... تیسرا معنیٰ ہے پھلوں والا۔طور پہاڑ پر جو درخت ہیں وہ پھل دار ہیں۔

قرآن کریم میں سینین بھی آیا ہے اور سینا بھی آیا ہے۔دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

چار مقامات پر دجال نہیں جاسکے گا :

دجال لعین جب آئے گا تو ساری دنیا میں گھومے گا۔دنیا کا کوئی حصہ اس کے ناپاک قدموں سے محفوظ نہیں رہے گا مگر چار مقامات پر نہیں جاسکے گا۔مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے فرشتے راستوں پر کھڑے ہوں گے۔وہ اس کا رخ پھیر دیں گے۔

دوسرا مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی انتہائی کوشش کرے گا لیکن فرشتے اس کو

داخل نہیں ہونے دیں گے۔ سڑکوں پر فرشتوں کا سخت پہرہ ہوگا۔ پھر مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا اور کچے قسم کے لوگ جو دجال کے مرید ہوں گے وہ باہر چلے جائیں گے۔ اور پکے قسم کے لوگ حرکت نہیں کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ موت تو ہے ہی ہم مدینہ کیوں چھوڑیں۔

تیسرا مقام بیت المقدس ہے۔ ایک پہاڑ ہے جس کا نام صہیون ہے۔ آج کل صحافی اس کو صیہون لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اصل صہیون ہے بروزن **برزون**۔ یہ پہاڑ سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے جیسے ہمارا کوہ مری ہے۔ اس پہاڑ پر یہ شہر آباد ہے جسے بیت المقدس کہتے ہیں۔ اور بیت المقدس بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس میں مسجد اقصیٰ ہے جس پر اس وقت یہودیوں کا قبضہ ہے۔ ان کا دل چاہے تو مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھنے دیتے ہیں نہ چاہے تو نہیں پڑھنے دیتے۔ لیکن اُس وقت اللہ تعالیٰ ایسے حالات اور اسباب پیدا کرے گا کہ بیت المقدس پر مسلمانوں کا کنٹرول ہوگا اور دجال لعین بیت المقدس شہر میں داخل نہیں ہو سکے گا باوجود کوشش کرنے کے۔

اور چوتھا مقام کوہِ طور ہے کہ اس پر چڑھنے کی کوشش کرے گا لیکن توفیق نہیں ہوگی۔ یہ چار مقامات دجال لعین کے ناپاک قدموں سے محفوظ رہیں گے۔ مجمع الزوائد میں یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ اور قسم ہے اس امن والے شہر کی۔ مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مکہ مکرمہ جاہلیت اور کفر کے زمانے میں بھی امن کا شہر تھا۔ کافر، مشرک لوگ بھی حرم میں نہیں لڑتے تھے۔ اگر کوئی نادان لڑائی کرتا تو کہتے حرم حرم یعنی حرم کا احترام کر یہاں نہ لڑ۔ اس کے اردگرد سے لوگ اُٹھا لیے جاتے تھے وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ

﴿العنکبوت: آیت: ۶۷، پارہ: ۲۱﴾ "اور اُچک لیے جاتے ہیں لوگ ارد گرد سے۔" قتل ہوتے، ڈاکے پڑتے لیکن وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴿آل عمران: ۹۷﴾ "اور جو شخص اس میں داخل ہوگیا وہ امن والا ہوگیا۔" اس کو پورا امن نصیب ہوگا۔ اس میں اختلاف ہے کہ زمین کے ٹکڑوں میں سب سے اعلیٰ ٹکڑا کون سا ہے؟ لیکن یہ اختلاف زمین کے اُس ٹکڑے کے علاوہ ہے جہاں آنحضرت ﷺ مدفون ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی قبر مبارک کا مقام۔ کیوں کہ وہ جگہ عرش سے، لوح سے، قلم سے، بیت اللہ سے، جنت سے بھی افضل ہے۔ کیوں کہ جو ذات وہاں آرام فرما ہے وہ ساری مخلوق سے افضل ہے۔ پھر اس ٹکڑے کے بعد بیت اللہ سب سے افضل ہے۔ اس کا بہت بلند مقام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عزت والی چیزیں جن کو شعائر اللہ کہتے ہیں بہت سی ہیں مگر چار اہم ہیں۔ ایک قرآن کہ اس کا احترام اسلام کی بنیاد ہے۔ دوسرا نبی کا وجود۔ تیسرا نماز اور چوتھا کعبۃ اللہ۔ یہ چار چیزیں شعائر اللہ میں معظم ہیں۔

پہلے چار چیزوں کی قسم تھی اب جواب قسم ہے۔ فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو اچھی ترکیب میں۔ انسان کا بدن دیکھو! اور جانوروں کا بدن دیکھو! انسان کو جیسی قد و قامت اور وضع قطع اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ مخلوق میں اور کسی کو نہیں دی۔ قد دیکھو، ہاتھ پاؤں دیکھو، آنکھیں دیکھو، سوچنے کے لیے دل دیا، سمجھنے کے لیے دماغ دیا، بہت کچھ دیا ہے۔ اچھی ترکیب اور اچھی صورت میں انسان کو پیدا فرمایا۔ ساری کائنات میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ "اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بنی آدم کو۔"

مجموعی لحاظ سے انسانوں کا درجہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہے۔ مجموعی کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تک سارے کے سارے انسان تھے، بشر تھے۔ ان کی وجہ سے اس نوع کا پلہ بھاری ہوگیا۔ باوجود اس کے کہ فرشتے اپنی نوع کے اعتبار سے معصوم ہیں اور انسان اپنی نوع کے اعتبار سے معصوم نہیں ہے۔ معصوم صرف پیغمبر ہیں۔ امام بھی معصوم نہیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے رافضیوں کے کفر کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ اپنے بارہ اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ اور غیر معصوم کو معصوم سمجھنا بھی کفر ہے۔ بے شک اماموں کا اپنی جگہ مرتبہ اور مقام ہے مگر معصوم نہیں ہیں۔

فرمایا ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ پھر ہم نے لوٹایا اس کو نیچوں سے نیچے۔ انسان انسان رہے تو بڑی بلند مخلوق ہے لیکن جب انسانیت کے درجے سے گر جاتا ہے تو شَرُّ الْبَرِیَّةِ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بُرا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل میں آتا ہے کہ کتا کتیا بھی سوار ہوئے، بلا بلی بھی سوار ہوئے، چوہا چوہی بھی سوار ہوئے، خنزیر اور خنزیرنی بھی مگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو جگہ نہ ملی کہ وہ انسانیت سے گر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر فرمایا تھا کہ آپ کے اہل کو بچاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کو غرق ہوتے دیکھ کر کہا رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ﴿ہود: ۴۵﴾ "اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ برحق ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ. "بے شک وہ نہیں ہے آپ کے اہل میں سے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ اس کے کام اچھے نہیں ہیں۔"

پیغمبر کے بیٹے کے عمل اچھے نہیں تھے کشتی میں جگہ نہیں ملی اور کتے اور خنزیر کو جگہ مل گئی۔ انسان اگر انسان ہو تو بہت بلند ہے۔ جب گر جائے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اِنھی انسانوں میں سے منافق ہیں جو جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴿النساء: ۱۴۵﴾ "بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔"

تو فرمایا پھر ہم نے اس کو لوٹا دیا نیچوں سے نیچے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے۔ ان کے درجے بلند ہوں گے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ پس ان کے لیے اجر ہوگا نہ ختم ہونے والا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی جوانی میں، صحت میں نیکیاں زیادہ کرتا تھا مگر بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے نامہ اعمال میں وہ نیکیاں اسی طرح لکھتے جاؤ جس طرح وہ جوانی میں کرتا تھا۔ مثلاً: جوانی میں وہ مسجد میں آتا تھا بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے نہیں آ سکتا تو اس کے آنے جانے کے ہر قدم پر جو نیکیاں لکھی جاتی تھیں اب بھی اسی طرح لکھی جائیں گی اگرچہ اس نے کی نہیں ہیں۔ درس سننے کے لیے آتا تھا تو ہر قدم پر سات، سات سو نیکیاں ملتی تھیں۔ اب بیماری کی وجہ سے نہیں آ سکتا یہ نیکیاں برابر لکھی جائیں گی۔

اس کو اس طرح سمجھو کہ ایک پکا ملازم ہوتا ہے اور ایک کچا ملازم ہوتا ہے۔ کچا ملازم دیہاڑی دار ہوتا ہے۔ آئے گا دیہاڑی ملے گی نہیں آئے گا نہیں ملے گی۔ چھٹی کرے گا تو اس دن کی تنخواہ نہیں ملے گی۔ مگر جو پکا ملازم ہوتا ہے اس کو چھٹی کی بھی تنخواہ ملتی ہے اور

ریٹائر ہونے پر پنشن بھی ملتی ہے۔ کوشش کرو کہ ہم رب تعالیٰ کے پکے ملازم ہو جائیں۔ تو جو پکے ملازم ہیں ان کو بڑھاپے اور بیماری میں بھی پورا اجر و ثواب ملتا ہے اُن اعمال کا جو وہ جوانی اور صحت کے زمانے میں کرتے تھے۔

فرمایا فَمَا يُكَذِّبُكَ پس اے انسان کون سی چیز جھٹلانے پر مجبور کرتی ہے تجھے بَعْدُ یہ سننے کے بعد کہ ہم نے انسان کو اچھی ترکیب میں پیدا کیا ہے بِالدِّيْنِ حساب کے دن کو، بدلے کے دن کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ قیامت نہیں آئے گی۔ جو رب پیدا کر سکتا ہے دوبارہ نہیں لوٹا سکتا؟ کیوں کہتا ہے قیامت نہیں آئے گی اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے اچھا حاکم۔ حق والا، عدل والا، انصاف والا حاکم نہیں ہے؟

اگر قیامت نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا عدل ظاہر نہیں ہوگا۔ کیوں کہ دنیا میں سچے کو جھوٹا بنا دیا جاتا ہے اور جھوٹے کو سچا بنا دیا جاتا ہے۔ تو دنیا میں تو صحیح فیصلہ نہ ہوا۔ اگر آخرت نہ آئے اور عدل و انصاف قائم نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت معاذ اللہ تعالیٰ اندھیر نگری ہے سچ جھوٹ میں فرق نہ ہوا، سچے اور جھوٹے کا پتا نہ چلا، حق و باطل کا علم نہ ہوا، مومن اور کافر کا علم نہ ہوا، موحد اور مشرک کا نتیجہ نہ نکلا، سنی اور بدعتی کا پتا نہ چلا۔ تو عقلی طور پر قیامت کا آنا ضروری ہے۔ تو جو قیامت کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو احکم الحاکمین نہیں مانتے۔

اس آیت کریمہ کو جب پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی پڑھتے تھے بَلٰى نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پڑھتے تھے۔ نماز میں نہیں نماز کے بعد، نماز کے علاوہ جب یہ آیت کریمہ سنو اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ

توکہو بلٰی نحن علیٰ ذلك من الشاھدین کیوں نہیں اور ہم اس پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُورَۃُ العَلَق

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۱۹ | ۹۶ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ ۱ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ﴿۵﴾ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤىۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰىؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰىؕ﴿۸﴾ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰىۙ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰىؕ﴿۱۰﴾ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤىۙ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰىؕ﴿۱۲﴾ اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰىؕ﴿۱۳﴾ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰىؕ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَىٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ﳔ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِۙ﴿۱۵﴾ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍۚ﴿۱۶﴾ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗۙ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَۙ﴿۱۸﴾ كَلَّاؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ۩﴿۱۹﴾

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ آپ پڑھیں اپنے رب کے نام کے ساتھ الَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے اِقْرَاْ آپ پڑھیں وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑے کرم والا ہے الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ سکھایا انسان کو

مَالَمْ يَعْلَمْ وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا كَلَّآ خبردار اِنَّ الْاِنْسَانَ
بے شک انسان لَيَطْغٰى البتہ سرکشی کرتا ہے اَنْ رَّاٰهُ کہ وہ
دیکھتا ہے اپنے آپ کو اسْتَغْنٰى بے پروا اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى
بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے اَرَءَيْتَ الَّذِيْ کیا دیکھا ہے
آپ نے اس شخص کو يَنْهٰى جو منع کرتا ہے عَبْدًا بندے کو اِذَا
صَلّٰى جب وہ نماز پڑھتا ہے اَرَءَيْتَ آپ بتلائیں اِنْ كَانَ
عَلَى الْهُدٰى اگر ہے وہ (نماز پڑھنے والا) ہدایت پر اَوْ اَمَرَ
بِالتَّقْوٰى یا وہ حکم دیتا ہے پرہیزگاری کا اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى
آپ بتلائیں اگر (وہ روکنے والا) جھٹلاتا ہے اور اعراض کرتا ہے اَلَمْ يَعْلَمْ
کیا وہ نہیں جانتا بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے
كَلَّا خبردار لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ اگر یہ باز نہ آیا لَنَسْفَعًا البتہ ہم
گھسیٹیں گے بِالنَّاصِيَةِ پیشانی سے پکڑ کر نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ
خَاطِئَةٍ جو پیشانی جھوٹی اور خطا کار ہے فَلْيَدْعُ پس وہ بلائے
نَادِيَهٗ اپنی مجلس والوں کو سَنَدْعُ ہم بلائیں گے الزَّبَانِيَةَ
پیدل سیاست کرنے والے فرشتوں کو كَلَّا خبردار لَا تُطِعْهُ
آپ اس کی اطاعت نہ کریں وَاسْجُدْ اور سجدہ کرو وَاقْتَرِبْ اور
قریب ہو جاؤ۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ العلق ہے۔ دوسری آیت کریمہ میں علق کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ قرآن پاک کی وہ سورت ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ پوری تو نہیں لیکن اس کی پہلی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ تو نزول کے اعتبار سے اس کا پہلا نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور انیس «۱۹» آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس کا شان نزول اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت ملنے سے پہلے غار حرا میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے تھے۔ یہ غار حرا جبل نور کی چوٹی پر آج بھی اصلی شکل میں موجود ہے۔ پہلی کتابوں میں جبل نور کا نام فاران تھا۔ یہ کافی دشوار گزار پہاڑ ہے۔ اس پر چڑھنا کافی مشکل ہے۔ ہمت والے لوگ چڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجوریں، پانی کی صراحی، ستو اور خشک روٹی جو بھی خوراک اس وقت میسر ہوتی تھی ساتھ لے کر کئی کئی دن اور راتیں وہاں عبادت کیا کرتے تھے۔ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے بھی شرک کے قریب نہیں جاتا۔

اس زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل دین تو اکثریت نے مسخ کر دیا تھا لیکن کچھ خال خال بندے اس دین پر چلنے والے موجود تھے۔ انھی لوگوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملنے سے چند دن پہلے فوت ہو گئے تھے۔ یہ مشرکوں کی سخت تردید کرتے تھے کہ ظالمو! تم نے اللہ تعالیٰ کے گھر میں بت پرستی شروع کی ہوئی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر کیوں نہیں چلتے۔

تو خیر حضرت جبرئیل علیہ السلام جبل نور پر انسانی شکل میں تشریف لائے۔ ان کے

ہاتھ میں ایک ریشمی کپڑا تھا اس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ وہ ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا اور کہا اِقْرَاْ آپ پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے کے ساتھ لگا کر زور سے دبایا اور کہا اِقْرَاْ پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے کے ساتھ لگایا اور کہا اِقْرَاْ پڑھ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، سے لے کر مَا لَمْ يَعْلَمْ تک پہلی وحی نازل ہوئی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ چھوٹے بچے کو قاعدہ پڑھاؤ اور کہو پڑھ بسم اللہ! تو وہ ساتھ پڑھتا ہے۔ جو کہتے جاؤ گے وہ ساتھ پڑھتا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی اور ذہن بھی کامل اور صاف تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ پڑھنے میں کیا دشواری تھی؟ اور فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سمجھا کہ کپڑے پر جو الفاظ لکھے ہوئے ہیں اس کے متعلق مجھے فرما رہے ہیں کہ پڑھو۔ تو فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ بعد میں حقیقت کھلی کہ وہ کپڑا تو جبرئیل اپنی یادداشت کے لیے لائے تھے پڑھانا تو زبانی تھا۔

جس وقت یہ پہلی وحی نازل ہوئی ہے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کو پندرہ سال گزر چکے تھے اور حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم سب پیدا ہو چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبوت والے سال پیدا ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت گھر تشریف لائے تو بڑے

گھبرائے ہوئے تھے۔فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ "مجھے کمبل اوڑھادو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمبل اوڑھایا گیا۔فرمایا مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری جان نکل جائے گی۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بڑے حوصلے والی بیوی تھیں۔کہنے لگیں اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا اس لیے کہ آپ سچ بولتے ہیں، غریبوں کی ہمدردی کرتے ہیں، غریبوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اچھے کام کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چچازاد بھائی تھا ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ۔ پہلے مشرک تھا پھر عیسائی ہو گیا۔لوگوں کو انجیل عربی اور عبرانی زبان میں لکھ کر دیتے تھے اور لکھوائی لے کر اپنا وقت گزارتے تھے۔اُس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے۔حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کے پاس لے گئیں اور کہا کہ اپنے بھتیجے سے سنو! یہ کیا سناتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں تھا میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اقراء، پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔مجھے سینے کے ساتھ لگا کر زور سے دبایا اور کہا کہ پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔تین دفعہ اس نے مجھے سینے کے ساتھ لگا کر دبایا۔پھر وہ پڑھتا گیا میں بھی اس کے ساتھ ساتھ پڑھتا گیا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا ذٰلِكَ النَّامُوْسُ الَّذِیْ "یہ وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں جس وقت لوگ آپ کو یہاں سے نکالیں گے تو میں تمہاری مدد کروں۔" بخاری شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگ یہاں سے نکالیں گے؟ اُس نے کہا ہاں! جو بات

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہنی ہے وہ جس پیغمبر نے بھی کہی ہے اس پر سختی آئی ہے۔ بعض کو قتل کیا گیا اور بعض کو نکالا گیا۔ ورقہ بن نوفل فوت ہوئے تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت! ان کا کیا انجام ہوگا؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ان کو ایسا لباس پہنے ہوئے دیکھا کہ وہ دوزخیوں کا نہیں ہوسکتا وہ جنتیوں کا لباس ہے۔

ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق بھی کی تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سچے پیغمبر ہیں اگر میں اس وقت تک زندہ رہا جب لوگ آپ کو یہاں سے نکالیں گے تو میں پوری قوت کے ساتھ تمھاری مدد کروں گا۔ یہی تصدیق ہے۔ اسی لیے اسماء الرجال والے فرماتے ہیں کہ یہ بھی صحابی ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن ان سے پہلے واضح طور پر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائی تھیں۔ لہٰذا اولیت ان کو حاصل ہے۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ تو اس موقع پر یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

فرمایا اِقْرَأْ پڑھ بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام کے ساتھ الَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان کو مِنْ عَلَقٍ لوتھڑے سے۔ منی کے قطرے کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے خون کا لوتھڑا بنا دیتا ہے پھر وہ سخت ہوکر بوٹی بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے انسانی ڈھانچہ تیار ہو جاتا ہے، ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ پھر چار ماہ بعد اللہ تعالیٰ اس کے بدن میں روح پھونک دیتے ہیں۔ پانچ ماہ بچہ بغیر سانس لیے ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے مرتا نہیں۔ مگر وہی بچہ

پیٹ سے باہر آنے کے بعد ایسی جگہ رکھ دیا جائے جہاں ہوا نہ ہو تو مر جاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کم وبیش پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے جہاں ہوا کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

فرمایا اِقْرَاْ آپ پڑھیں وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑے کرم والا ہے، بڑی مہربانی کرنے والا ہے الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعے۔ قلم کے ذریعے نشر واشاعت ہوتی ہے اور علم پھیلتا ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ سکھایا انسان کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ان چیزوں کی تعلیم دی جن کا اس کو علم ہی نہیں تھا۔ دنیا کا علم حاصل ہوا، آخرت کا بھی علم حاصل ہوا۔ آج انسان زہرہ ستارے تک جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا، اظہارِ نبوت کیا تو سب سے پہلے ابوجہل مقابلے میں آیا۔ یہ بڑا اکھڑ مزاج اور ضدی آدمی تھا۔ یہ مکہ مکرمہ کا ابوالحکم یعنی چیف جسٹس تھا۔ اس نے سمجھا کہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے تو میری سرداری خطرے میں پڑ جائے گی تو مخالفت شروع کر دی كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى میں انسان سے مراد ابوجہل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّآ خبردار! اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان یعنی ابوجہل لَيَطْغٰٓى البتہ سرکشی کرتا ہے، نافرمانی پر تلا ہوا ہے۔ کیوں؟ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے، بے پروا دیکھتا ہے اپنے آپ کو مالی اعتبار سے کہ مکہ مکرمہ میں دوسرے نمبر کا مال دار تھا۔ پہلا نمبر ولید بن مغیرہ کا تھا جو مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ مکہ مکرمہ میں اس سے بڑا کوئی مال دار نہیں تھا۔

فرمایا اے انسان! اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى بے شک تیرے رب کی

طرف لوٹنا ہے۔ قیامت کو نہ بھولنا رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ دنیا میں کتنی دیر زندہ رہو گے؟ کتنا کھالو گے؟ کتنا استعمال کرلو گے؟ کتنا عرصہ سرکشی اور نافرمانی کرو گے؟ ایک دن رب کے پاس جانا ہے اور نتیجہ بھگتنا ہے۔ یقین جانو! جس آدمی کا یہ پختہ عقیدہ ہو کہ رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور مجھ سے پوچھ گچھ ہونی ہے اول تو وہ گناہ ہی نہیں کرے گا۔ اگر بہ مقتضائے بشریت ہو گیا تو اصرار نہیں کرے گا فوراً توبہ کرے گا۔ اور وہ آدمی جو موت، قبر، آخرت سے بے فکر ہے اس کی زندگی، حیوانوں والی ہے، جو چاہے کرتا پھرے آخرت میں رسوا ہوگا۔

فرمایا اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ کیا دیکھا ہے آپ نے اس شخص کو یعنی ابو جہل کو یَنۡهٰی وہ روکتا ہے عَبۡدًا بندے کو یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِذَا صَلّٰی جب وہ نماز پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے وہ منع کرتا تھا۔ پہلی وحی کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کا طریقہ بتلایا کہ اس وقت نفلی نماز تھی فجر، چاشت اور عصر کی۔ یہ تین نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے مسجد حرام میں۔ اُس وقت مسجد حرام کا تھوڑا سا رقبہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبۃ اللہ کے سامنے نماز پڑھتے تو ابو جہل کہتا اگر میں نے تجھے دوبارہ نماز پڑھتے دیکھا تو تیری گردن کچل دوں گا، نعوذ باللہ تعالیٰ۔

چنانچہ ایک دن وہ اس ارادے کے ساتھ آیا کہ جس وقت یہ سجدے میں جائیں گے تو میں ان کی گردن پر چڑھ جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ کر آگے بڑھا مگر فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہوئی تم جلدی واپس لوٹ آئے؟ کہنے لگا مجھے خندق نظر آئی جس میں آگ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ آگے بڑھ کر

مجھے تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔

فرمایا اَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْهُدٰی آپ بتلائیں کہ اگر وہ نماز پڑھنے والا بندہ ہدایت پر ہو اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی یا وہ پرہیز گاری کا حکم کرتا ہو۔ وہ اچھے کام کرتا ہے اس لیے یہ منع کرتا ہے اَرَءَیْتَ کیا دیکھا ہے تو نے اِنْ كَذَّبَ اگر وہ روکنے والا حق کو جھٹلاتا ہے وَتَوَلّٰی اور اعراض کرتا ہے حق سے اَلَمْ یَعْلَمْ کیا وہ نہیں جانتا بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس سرکش کی تمام حرکات کو۔ یہ جو روکنے والا ہے، بدکردار ابوجہل عمرو بن ہشام، اس کو علم نہیں ہے کہ رب تعالیٰ جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہا ہے۔ کب تک یہ روکے گا اور کس کس کو رد کرے گا؟

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ رحمٰن شروع کی ہوئی تھی۔ کافروں نے آکر اتنا مارا کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اس کے چند دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَازِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ "جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس کے بعد ہم طاقت ور سمجھے جاتے تھے۔" پہلے جو لوگ ہم پر سختی کرتے تھے اب سختی نہیں کرتے تھے بلکہ ڈرتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے پہلے مظلوموں پر بڑا ظلم ہوتا تھا، غلاموں پر، لونڈیوں پر۔

فرمایا كَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ خبردار البتہ اگر وہ روکنے والا باز نہ آیا لَنَسْفَعًا البتہ ہم گھسیٹیں گے بِالنَّاصِیَةِ پیشانی سے پکڑ کر یعنی پیشانی کے بالوں کو

پکڑ کر نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ جو پیشانی جھوٹی اور خطا کار ہے۔ یعنی ہمارے فرشتے آئیں گے بالوں سے پکڑ کر اسے کھینچیں گے یہ کون ہوتا ہے ہمارے بندے کو نماز سے روکنے والا۔

ابو جہل یہ بھی کہتا تھا کہ میری مجلس تو آدمیوں سے بھری ہوتی ہے تیرے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ یہ خباب، بلال، اور چند لولے، لنگڑے تیرے ساتھ ہیں۔ جن پر فخر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ پس وہ بلائے اپنی مجلس والوں کو۔ نادی کا معنیٰ مجلس، محفل ۔ جس مجلس اور محفل پر گھمنڈ کرتا ہے بلائے ان کو سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ہم بلائیں گے پیدل سیاست کرنے والے فرشتوں کو۔ زبانیہ (زبنیةٌ کی جمع ہے) دراصل اس عملے کو کہتے ہیں جو سختی کے ساتھ مجرم سے جرم کا اقرار کرائے۔ جیسے پولیس والے کہ مار مار کر جرم کا اقرار کرواتے ہیں۔ بعض بے گناہ بھی اقرار کر لیتے ہیں مار سے بچنے کے لیے۔

تو زبانیہ فرشتوں کا وہ سخت محکمہ ہے جو يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ جان قبض کرتے وقت کافروں کے مونہوں اور پشتوں پر کوڑے برساتے ہیں۔ وہ مرنے والا ہی جانتا ہے دوسرے کو علم نہیں ہوتا۔

تو فرمایا ہم بلائیں گے اپنے پٹائی کرنے والے جتھے کو، سٹاف کو كَلَّا خبردار لَا تُطِعْهُ آپ اس کافر کی اطاعت نہ کریں نماز سے نہ رکیں۔ جتنا آپ کا جی چاہتا ہے ڈٹ کر نماز پڑھیں وَاسْجُدْ اور سجدہ کر اپنے رب کے سامنے وَاقْتَرِبْ اور قرب حاصل کر اپنے رب کا۔ اس کافر کے کہنے میں نہ آنا۔ یہ سجدے کی آیت ہے جو آدمی اس آیت کو پڑھے گا اس پر بھی سجدہ واجب ہے اور جو سنے گا اس پر بھی سجدہ واجب

ہے۔مثلاً: اب میں نے پڑھی ہے اور جن مرد عورتوں نے سنی ہے سب پر سجدہ واجب ہو گیا ہے۔اب تو وقت نہیں ہے سجدہ کرنے کا کیوں کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔تھوڑی دیر بعد سجدہ کرنا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے لیے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، قبلے کی طرف رخ ہونا، نماز کا وقت بھی ہو، سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور غروب ہونے کے وقت اور زوال کے وقت نہیں کر سکتا۔ان تین وقتوں کے سوا جس وقت چاہے کر سکتا ہے۔کیوں کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔عصر کی نماز کے بعد بھی سجدۂ تلاوت کر سکتا ہے۔فجر کی نماز کے بعد بھی کر سکتا ہے۔فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفلی نماز نہیں پڑھ سکتا۔نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے، قضا نماز پڑھ سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَۃُ القَدْرِ

(مکمل)

جلد ۔۔۔ ۲۱

آیاتھا ۵ ۹۷ سُوْرَۃُ الْقَدْرِ مَکِّیَّۃٌ ۲۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾ ع

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے اُتارا اس قرآن پاک کو فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر میں وَمَاۤ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ وہ قدر والی رات کیا ہے لَيْلَةُ الْقَدْرِ وہ قدر والی رات خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ہزار مہینے سے زیادہ بہتر ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اُترتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ فِيْهَا اور روح اس میں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے اذن سے مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ہر معاملے میں سَلٰمٌ سلامتی ہوتی ہے هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ اس رات فجر کے طلوع ہونے تک۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن پاک کو فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر میں۔ لیلۃ القدر میں سارے قرآن پاک کے نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا میں ایک مقام ہے جس کا نام بیت العزت ہے اور اس کو بیت العظمت بھی کہتے ہیں، تک پورا قرآن ایک ہی رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل

فرمایا۔ بیت العزت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر تیئس ﴿۲۳﴾ سال میں نازل ہوا۔

کل کے درس میں تم سن چکے ہو کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اکتالیسویں سال کی پہلی صبح سحری کے وقت سوموار کے دن سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں مَالَمْ یَعْلَمْ تک نازل ہوئیں۔ پھر مکہ مکرمہ میں قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ تقریباً چھیاسی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ باقی قرآن پاک مدینہ طیبہ میں نازل ہوا۔ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں، پانچ سو چالیس رکوع ہیں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس سورت کا شانِ نزول اس طرح تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی کہ میری امت کے اکثر افراد کی عمریں ساٹھ ﴿۶۰﴾ سے ستر ﴿۷۰﴾ سال کے درمیان ہوں گی۔ ستر سے زائد عمر والے کم لوگ ہوں گے۔ یہ سبق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یاد تھا۔

پھر ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد اور عابد کا ذکر کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک مجاہد تھا کہ جس کا معمول تھا کہ رات کو تہجد پڑھتا اور دن کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا اور دوپہر کو تھوڑا سا سوتا تھا، آرام کرتا تھا۔ یہ عمل اس نے چوراسی سال کیا۔ چوراسی سال کے تقریباً ایک ہزار مہینے بنتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات سنی تو پریشان ہو گئے، سب غمگین ہو گئے اور سر جھکا لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا ہے؟ ایک واقعہ سن کر غمگین ہو گئے ہو؟ کہنے لگے حضرت! آپ نے ایک

موقع پر فرمایا تھا کہ میری امت کے اکثر افراد کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ اور آج آپ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے چوراسی سال اس طرح گزارے کہ رات کو تہجد اور دن کو جہاد۔ ہماری تو عمریں ہی چوراسی سال نہیں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ پھر ان میں سے نابالغی کا وقت بھی گزر جاتا ہے۔

نابالغی کے زمانے میں آدمی جو عبادت کرتا ہے اس کا ثواب اس کے والدین کو ملے گا۔ اگر نابالغی میں عبادت نہیں کرتا تو اس پر شرعاً کوئی گرفت نہیں ہے۔ مگر عادت پڑے گی۔ اگر بچپن میں عبادت نہیں کرے گا تو عادت نہیں پڑے گی۔ اس لیے حدیث پاک میں حکم آیا ہے کہ سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس کے ہو جائیں اور نہ پڑھیں تو ان کو مارو۔ اور بالغ ہونے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے آب وہوا، خوراک، ماحول، صحت، ان چیزوں پر موقوف ہے۔ اگر لڑکے لڑکی کے بالغ ہونے کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں لازماً بالغ ہو جائے گا۔ اس سے پہلے تیرہ سال یا چودہ سال کی عمر میں بالغ ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔

تو خیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت ہماری تو عمریں ساٹھ سے ستر کے درمیان رہیں گی ان میں کچھ زمانہ نابالغی کا بھی ہے تو وہ بنی اسرائیل کا مجاہد تو نمبر لے گیا، اس کا درجہ تو بڑھ گیا اس لیے ہم پریشان ہوئے ہیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمھیں ایک رات ایسی دی ہے کہ جو ہزار مہینے یعنی چوراسی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

پھر یہ رات رمضان المبارک کے مہینے میں ہے۔ کیوں کہ دوسرے پارے میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ "رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے جس میں

قرآن نازل کیا گیا۔" لوح محفوظ سے، آسمان دنیا میں، بیت العزت کے مقام پر، رمضان المبارک میں لیلۃ القدر میں۔

لیلۃ القدر کی تلاش :

لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکم رمضان المبارک کو اعتکاف بیٹھ گئے۔ دس راتیں اعتکاف میں گزاریں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا جس رات کی تلاش میں آپ ہیں وہ ان راتوں میں نہیں ہے وہ آئندہ راتوں میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو ساتھی اس رات کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے بیٹھے تھے ان سے فرمایا کہ میرا خیال تھا کہ شاید وہ رات پہلی دس راتوں میں ہو مگر اب جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ آئندہ راتوں میں ہے۔ لہٰذا اب میں نے بیس تاریخ تک اعتکاف بیٹھنا ہے جو تم میں سے ہمت کرے وہ بھی بیٹھے۔

چنانچہ بیس رمضان تک اعتکاف بیٹھے مگر کوئی اشارہ نہ ہوا۔ جب بیسویں رات پوری ہو گئی تو جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا الذی تطلبه اَمَامَكَ "جس رات کی تلاش میں آپ ہیں وہ آگے ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِلْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔" پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید سہولت مل گئی کہ فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "آخری دس راتوں میں جو طاق راتیں ہیں ان میں تلاش کرو۔" اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں۔ ان پانچ راتوں میں لیلۃ القدر ہے۔

امام ابوحنیفہ وَ مَنْ وَّافَقَهٗ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ وہ رات گردش کرتی رہتی

ہے۔ کسی رمضان میں اکیسویں، کسی رمضان میں تیئیسویں، کسی رمضان میں پچیسویں اور کسی رمضان میں ستائیسویں اور کسی رمضان میں انتیسویں کی رات ہوتی ہے۔ اگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق کو تسلیم کر لیا جائے تو بخاری شریف اور مسلم شریف کی تمام روایات منطبق ہو جاتی ہیں کسی کا انکار لازم نہیں آتا۔ کیوں کہ بخاری شریف میں اکیسویں کی روایت بھی آتی ہے، تیئیسویں کی اور پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں کی روایت بھی آتی ہے۔ بہ ظاہر روایات میں تعارض ہے اور ہیں بھی صحیح۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بڑی گہری ہے کہ یہ رات پھرتی رہتی ہے ایک رات میں بند نہیں ہے۔ لہٰذا اکیسویں والی روایت بھی صحیح ہے اور تیئیسویں والی روایت بھی صحیح ہے۔ کسی رمضان المبارک میں اکیسویں والی رات قدر کی ہوتی ہے اور کسی میں تیئیسویں والی ہوتی ہے وغیرہ۔ اس رات کی کوئی علامت نہیں ہے کہ جس سے شناخت ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر کی رات ہے۔

اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ اس رات میں سارے درخت سجدے میں گر جاتے ہیں، سب پانی دودھ بن جاتے ہیں ایسی کوئی علامت شریعت میں نہیں ہے۔ جیسے نماز، روزے کے لیے، حج زکوٰۃ کے لیے کوئی ظاہری علامت نہیں ہے کہ جس سے پتا چل جائے کہ نماز قبول ہوگئی ہے، روزہ قبول ہوگیا ہے، زکوٰۃ قبول ہوگئی ہے، حج قبول ہوگیا ہے۔

یہ جو روایت ہے کہ جس آدمی کا حج قبول ہو جائے تو اس کی کنکریاں جو وہ جمرات کو مارتا ہے غائب ہو جاتی ہیں اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا اس کی کنکریاں وہیں پڑی رہتی ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس کی بڑی سختی کے ساتھ تردید کی

ہے۔ وجدانی کیفیت پیدا ہو جائے تو شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ وجدانی کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کرنے والے کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے، بدن پر لرزہ طاری ہو جائے، قبول ہونے کی کوئی کیفیت پیدا ہو جائے جس کا اس کو احساس ہو تو شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ جیسے مثال کے طور پر میرے گھٹنوں میں درد ہے اس کو میں سمجھتا ہوں تمھیں علم نہیں ہے۔ کسی کو بھوک لگتی ہے تو اس کو بھوک کا احساس ہوتا ہے، جس کو پیاس لگتی ہے اس کو پیاس کا احساس ہوتا ہے دوسرے کو نہیں۔ تو اگر کوئی زیادہ مخلص ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر کوئی ایسی کیفیت طاری کر دے کہ اس کو روشنی نظر آئے وغیرہ تو یہ اس کی حد تک ہو گی۔ ظاہری طور پر لیلۃ القدر کی کوئی نشانی نہیں ہے۔

تو فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن پاک کو فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قدر والی، تعظیم والی رات میں وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ تعظیم والی رات کیا ہے، احترام والی رات کیا ہے؟ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ وہ تعظیم والی رات بہتر ہے ہزار مہینے سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینے کی راتوں سے نہیں فرمایا۔ اگر صرف راتیں مراد ہوتیں تو فرماتے خَيْرٌ مِّنْ لَيَالِىْ اَلْفِ شَهْرٍ مہینے فرمایا تو اس میں دن بھی آتے ہیں اور راتیں بھی آتی ہیں۔ ایک طرف ہزار مہینوں کے دنوں کی عبادت، راتوں کی عبادت اور ایک طرف لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت، یہ ان سے بہتر ہے۔

منکرین حدیث کا رد :

خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ یہ دوسرے پر زیادتی کے لیے آتا ہے، برتری کے لیے آتا ہے۔ تو ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ تھوڑے وقت

کی عبادت زیادہ وقت کی عبادت سے بڑھ سکتی ہے۔ لہٰذا منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ چنانچہ یہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے سے تیسرے حصے کا ثواب مل جائے گا۔ جو آدمی تین مرتبہ پڑھے گا اس کو پورے قرآن کا ثواب مل جائے گا۔

اسی طرح حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اشراق پڑھ کر جائے گا، اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے پندرہ منٹ بعد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو حج وعمرے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔

منکرین حدیث کہتے ہیں یہ کیا ہوا کہ تھوڑی سی دیر میں حج کا ثواب مل گیا، عمرے کا ثواب مل گیا، تھوڑا سا قرآن پڑھا تو سارے قرآن کا ثواب مل گیا۔ یہ تو عقل کے خلاف ہے۔ اس طرح احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اب تم ان کو اس طرح پکڑو کہ بھئی! تم قرآن کو تو مانتے ہو دل سے نہ سہی مگر زبان سے دعویٰ تو کرتے ہو۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ہزار مہینوں کی راتیں بناؤ، دن بناؤ۔ تیس راتیں، تیس دن یا انتیس راتیں، انتیس دن۔ تو ایک رات کی عبادت انتیس ہزار راتوں کی عبادت سے بہتر ہے، انتیس ہزار دنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں بھی نہیں آتی تو کیا قرآن کریم کا انکار کر دیں؟ معاذ اللہ تعالیٰ (رب تعالیٰ نے یہ چیزیں انعام کے طور پر عطا فرمائی ہیں اس میں عقل کا کیا دخل ہے؟ مرتب: محمد نواز بلوچ)

لہٰذا ان لوگوں کی باتوں میں نہ آنا۔ آج کل منکرین حدیث، کتابیں، رسالے

دھڑا دھڑ شائع کر رہے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں۔ کراچی کے بڑے بڑے سیٹھ کچھ گمراہ ہو گئے ہیں وہ ان کو زکوٰۃ وغیرہ دے دیتے ہیں اور یہ کتابیں اور رسالے طبع کرا کے لوگوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ ان رسالوں اور کتابوں میں گمراہی ہوتی ہے۔ ہر آدمی ان کی گمراہی نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً: ڈاکٹر عثمان ہے اب وہ فوت ہو گیا ہے۔ اسی طرح غلام احمد پرویز ہے وغیرہ۔ یہ سلسلہ بڑا چل رہا ہے۔ ان کی کتابیں نہ پڑھنا چاہے مفت مل جائیں۔ کیوں کہ آدمی جب کسی کتاب کو مسلسل پڑھتا ہے تو اس کا اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنا اثر ذہن پر چھوڑتی ہے اچھی ہو یا بُری۔

اہلِ حق کی کتابیں پڑھو اور قرآن و حدیث کو ذہن پر نہ پرکھو۔ ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ جو حدیث بیان ہوئی ہے وہ صحیح ہو (منسوخ نہ ہو۔) حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو آنکھیں بند کر کے قبول کر لو۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ تین دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ مسلم شریف میں موجود ہے، نسائی شریف میں موجود ہے سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ پڑھنے سے نصف قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ دو دفعہ پڑھنے سے مکمل قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھنے سے قرآن پاک کے چوتھائی کا ثواب مل جاتا ہے۔ چار دفعہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ احادیث صحیح ہیں ہم مانتے ہیں۔ عقل مدار نہیں ہے۔

لیلۃ القدر کی ایک رات ہزار مہینوں کے دنوں اور راتوں سے بہتر ہے۔ پھر لیلۃ القدر ہر علاقے کی اپنی معتبر ہے۔ مثلاً اب ہمارے ہاں دن چڑھ رہا ہے امریکہ میں رات آرہی ہے۔ یہ جو اقانیم سبع ہیں اپنے اپنے علاقے کے اعتبار سے معتبر ہوں گے۔ ہمارے حق میں ہماری ہوں گی اور اُن کے حق میں ان کی ہوں گی۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اُترتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ فِيْهَا اور روح اس میں۔
روح سے مراد روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ
جبرئیل علیہ السلام اُترتے ہیں فِيْ كُبْكُبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ "فرشتوں کے جمگھٹے میں۔"
اور جہاں کہیں کوئی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے سلام کرتے ہیں، رحمت بکھیرتے چلے جاتے
ہیں۔آن واحد میں وہ سارے جہان میں گھوم جاتے ہیں۔

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ لیلۃ القدر کو روحیں آتی ہیں یہ نری خرافات ہیں اس کی
کوئی حقیقت نہیں ہے۔نہ جمعرات کو، نہ شب برأت کو، نہ لیلۃ القدر کو روحیں آتی ہیں، نہ
عید کو آتی ہیں۔(اس سلسلے میں قاضی جگنو نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور ہندوستان
میں کوئی بزرگ گزرے ہیں جو بدعتی خیال کے تھے۔تمام رطب و یابس انھوں نے جمع کیا
ہے۔اس میں عجیب عجیب حدیثیں گھڑی ہیں۔ایک یہ بھی ہے اِنَّ فِيْ بَطْنِ الْمُؤْمِنِ
زَاوِيَةٌ لَا يَمْلَؤُهَا اِلَّا الْحَلْوَاءُ "کہ مومن کے پیٹ میں ایک خانہ ہے حلوے کے
بغیر اور کوئی چیز اس کو پر نہیں کرتی۔" اور روحیں آکر حلوا اور کھیر مانگتی ہیں۔حلوے اور کھیر کا
ذکر ضرور اس میں ہے۔بحوالہ: دورۂ تفسیر از شیخ سرفراز خان صفدرؒ)

بخاری شریف کی حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس سعادت مند کو جنت میں داخلہ
مل گیا وہ دنیا میں آنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔جنت کی خوشیاں چھوڑ کر دنیا میں کون آئے گا؟
اور جو مجرم پھنسا ہوا ہے اس کو سیر کے لیے کون چھوڑتا ہے۔دنیا کی حوالات اور جیل سے
نہیں آسکتا دوزخ سے کیسے چھوٹ کر آئے گا؟ ہاں اتنی بات یاد رکھنا! کہ حدیث پاک
میں آتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اپنے مُردوں کو پریشان نہ کرنا۔
تمھارے اعمال کبھی کبھی بڑوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ماں باپ، دادا دادی

کے آگے۔ اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور بُرے ہوں تو وہ بے چارے غمگین ہوتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ ہمیں کوئی آکر کہے کہ تیرے بیٹے نے اچھا کام کیا ہے تو ہم بڑے خوش ہوں گے اور اگر کہیں کہ بُرا کام کیا ہے تو پریشان ہوں گے۔ اس سے زیادہ وہ پریشان ہوں گے کہ وہ عین الیقین کو پہنچ چکے ہیں۔ تو روحیں دنیا میں نہیں آتیں۔ ان کو کبھی کبھی حالات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی فوت ہوتا ہے تو روحیں آپس میں ملتی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے۔ جانے والا بتلاتا ہے کہ فلاں کا یہ حال ہے، فلاں کا یہ حال ہے۔ اور اگر وہ دوسری طرف چلا گیا ہو تو وہ کہتا ہے کہ وہ تو کافی عرصے کا آچکا ہے تمھارے پاس نہیں پہنچا؟ وہ کہتے ہیں نہیں پہنچا۔ پھر وہ دوسری طرف چلا گیا ہے۔

تو فرمایا فرشتے اُترتے ہیں اور روح القدس اُترتے ہیں بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اپنے رب کے اِذن سے مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ سَلٰمٌ هِيَ ہر معاملے میں سلامتی ہوتی ہے، ہر قسم کی سلامتی کا حکم ہوتا ہے اس رات حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ فجر کے طلوع ہونے تک۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس میں کوئی تلاوت کرے، نماز پڑھے، صدقہ خیرات کرے، جو بھی نیکی کرے گا اس رات کا ثواب حاصل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

کلام الملوک ملوک الکلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ البینۃ

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتها ۸ | ۹۸ سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۰ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝۳ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ ع

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ نہیں تھے وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر اختیار کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکین میں سے مُنْفَكِّيْنَ باز آنے والے حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ

یہاں تک کہ آ جائے ان کے پاس واضح دلیل رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (وہ بینہ)
اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہے یَتْلُوْا پڑھتا ہے صُحُفًا مُّطَهَّرَةً
پاکیزہ صحیفے فِيْهَا ان میں لکھی ہوئی ہیں كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کتابیں مضبوط
وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اور نہیں پھوٹ ڈالی اُن لوگوں نے اُوْتُوا الْكِتٰبَ
جن کو دی گئی کتاب اِلَّا مگر مِنْۢ بَعْدِ مَا بعد اس کے جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ آ گئی اُن کے پاس واضح دلیل وَمَآ اُمِرُوْٓا اور نہیں حکم دیا گیا
اُن کو اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصِيْنَ
لَهُ الدِّيْنَ خالص کرنے والے ہوں اس کے لیے دین کو حُنَفَآءَ
یک سو ہونے والے ہیں وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز وَيُؤْتُوا
الزَّكٰوةَ اور ادا کریں زکوٰۃ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور یہی دین
مضبوط ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار
کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے وَالْمُشْرِكِيْنَ اور
مشرکوں میں سے فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ میں ہوں گے خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے اس دوزخ میں اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ یہ لوگ
ساری مخلوق میں سے بدتر ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو
ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ
الْبَرِيَّةِ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں جَزَآؤُهُمْ اُن کا بدلہ

عِنْدَ رَبِّهِمْ اُن کے رب کے ہاں جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں اُن کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ رہیں گے اُن میں اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہو چکا اللہ تعالیٰ اُن سے وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہو چکے اللہ تعالیٰ سے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ یہ اُس شخص کے لیے ہے جو ڈرتا ہے اپنے رب سے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام ہے سورۃ البینہ۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا سواں «۱۰۰» نمبر ہے۔ اس سے پہلے ننانویں «۹۹» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ «۸» آیتیں ہیں۔

رب نے پیچیدہ بیماریوں کے لیے ماہر حکیم اعلیٰ دوا کے ساتھ بھیجا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں ایک سخت شکل کو بیان فرمایا ہے۔ سمجھانے کے لیے میں عرض کرتا ہوں۔ جسمانی بیماریوں میں سے بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ بیمار خود سمجھتا ہے کہ میں بیمار ہوں، مجھے تکلیف ہے۔ اور بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ بیمار کو پتا نہیں چلتا ڈاکٹر اور حکیم بتلاتے ہیں کہ تجھے یہ بیماری ہے۔ اور بعض ایسی پیچیدہ بیماریاں ہوتی ہیں کہ جو ڈاکٹر اور حکیم کی سمجھ میں بھی نہیں آتیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ معمولی بیماری کے لیے معمولی دوا کفایت کرجاتی ہے اور پیچیدہ بیماری کا نہ تو معمولی دوا سے آرام

آتا ہے اور نہ معمولی ڈاکٹر کام آتا ہے۔ ایسی بیماری کے لیے ماہر ڈاکٹر اور ماہر حکیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور تشخیص کے بعد ایسی بیماری کے لیے قیمتی دوا کی ضرورت ہوتی ہے کہ بیماری جڑ سے اُکھڑ جائے۔ عام دوا کفایت نہیں کرتی۔

اسی طرح سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے ہیں اُس وقت مشرکین عرب کی جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہلواتے تھے اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں کفر و شرک کی بیماریاں، بدعات اور رسومات کی بیماریاں اُن میں یوں جڑ پکڑ چکی تھیں کہ (وہ ان کو بیماریاں ہی نہیں سمجھتے تھے۔) معمولی حکیم اور معمولی ڈاکٹر اُن کے لیے کافی نہیں تھا اور نہ ہی معمولی نسخہ سے اُن کو آرام آسکتا تھا۔ یہ بیماریاں اُن کی رگ رگ میں رچی ہوئی تھیں جنھوں نے اُن کے جسموں کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ وہ اُس وقت تک ٹھیک نہیں ہوسکتے تھے جب تک قابل ترین حکیم اور ڈاکٹر اُن کی بیماریوں کی تشخیص کر کے اُن کو قیمتی دوائی نہ کھلاتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنے روحانی ڈاکٹر اور حکیم بھیجے ہیں اُن تمام روحانی معالجوں میں سے سب سے بڑے ماہر معالج اور حکیم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اُن کے علاج کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ اور روحانی علاج کے لیے جتنی دوائیں ہیں ان تمام دواؤں میں سب سے اعلیٰ دوا، سب سے بڑی دوا قرآن کریم ہے۔ جو اِس وقت ہمارے سامنے ہے وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ﴿یونس:۵۷﴾ "اور شفا ہے اس کے لیے جو سینوں میں (روگ) ہیں۔"

باطنی بیماریوں کا واحد علاج قرآن پاک ہے۔ اور ظاہری بیماریوں کے لیے بھی شفا ہے بہ شرطے کہ یقین کامل ہو۔ مگر آج ایک تو ہمارا یقین کمزور ہے، خوراک ہماری

حلال کی نہیں ہے، زبانیں ہماری پاک نہیں ہیں، دل ہمارے پاک نہیں ہیں، دماغ ہمارے پاک نہیں، دانت ہمارے پاک نہیں، اس لیے ہم جب پڑھ کر دم کرتے ہیں تو فائدہ نہیں ہوتا۔ ورنہ قرآن کریم میں آج بھی وہی اثر ہے۔

دم اور تعویذ پر اُجرت لینا جائز ہے، ایک واقعہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس صحابہ ایک مہم پر روانہ فرمائے۔ ان میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ واپس آتے ہوئے ایک گاؤں میں پہنچے، رات گزارنی تھی۔ اُن لوگوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے بتلایا کہ ہم مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں اور مسلمان ہیں۔ کہنے لگے اچھا تم ہمارے گاؤں کو ناپاک کرنے آئے ہو ہم تمھیں نہیں رہنے دیں گے۔ اُنھوں نے قصبے میں نہ رہنے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصبے سے باہر ڈیرا لگا لیا۔ رات گزارنی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ قصبے کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا۔ وہاں جتنے معالج تھے ان کو بلایا مگر فائدہ نہ ہوا۔ مجبوراً اُنھوں نے کہا کہ جن لوگوں کو ہم نے رات یہاں رہنے نہیں دیا تھا اُن کے پاس جاؤ شاید اُن میں کوئی دم والا ہو۔ اِن کے پاس آ کر اُنھوں نے کہا فَهَلْ فِيكُمْ مِّنْ رَاقٍ "کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! لیکن میں تیس بکریاں معاوضہ لوں گا۔ کیوں کہ تیس آدمی تھے۔ خیال ہوا کہ ایک ایک تو مل جائے۔

بخاری شریف کی روایت ہے تیس بکریاں طے ہوئیں۔ انھوں نے جا کر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ ایسے ہو گیا جیسے اس کو تکلیف تھی ہی نہیں۔ تیس موٹی موٹی بکریاں ان سے لے لیں۔ بعض ساتھیوں نے کہا کہ یہیں تقسیم کر لو۔ دوسروں نے کہا نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر دریافت کریں کہ یہ ہمارے لیے جائز بھی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ مدینہ طیبہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بالکل ٹھیک کیا ہے۔

مسئلہ: دم اور تعویذ پر اُجرت لینا بالاتفاق جائز ہے چاہے جتنی مرضی کوئی لے۔ ہاں! ہمارے اکابر نے ہمیں دو سبق دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ امیر کے گھر نہیں جانا فقیر کا دروازہ بہتر ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی سے مانگنا نہیں ہے، نہ اشارہ، نہ کنایہ۔ اپنی خوشی سے کوئی دے دے تو لے لو۔ الحمد للہ! ہم نے اپنے بزرگوں کی نصیحت پر عمل کیا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واقعہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا حصہ بھی نکالو۔ اس میں لالچ وطمع نہیں تھا صرف اُن کا ذہن صاف کرنا تھا کہ اگر اس میں ذرا بھی خرابی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ لیتے۔ کیوں کہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴿المومنون: ۵۱﴾ "اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔" تو خیر قرآن کریم ظاہری بیماریوں کے لیے بھی شفا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا نہیں تھے وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ یہودیوں اور عیسائیوں میں وَالْمُشْرِکِیْنَ اور مشرکوں میں سے۔ قریش عرب جو اپنے آپ کو موحّد سمجھتے تھے مگر تھے مشرک۔ نہیں تھے یہ سارے مُنْفَکِّیْنَ باز آنے والے، اپنی بُرائی سے جدا ہونے والے حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ یہاں تک کہ آئے ان کے پاس واضح دلیل۔ وہ بینہ کیا ہے؟ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول۔ ایسا رسول جو تمام رسولوں کا امام اور ساری

کائنات سے افضل۔تب انھوں نے اپنی عادت کو چھوڑنا تھا۔بیماریاں سخت اور پیچیدہ تھیں ماہر حکیم کی ضرورت تھی۔نسخہ کیا ہے؟ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً پڑھتا ہے پاکیزہ صحیفے۔ایسے مضمون جو بڑے پاکیزہ ہیں۔قرآن پاک کی ہر سورت ایک صحیفہ ہے فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ان میں لکھی ہوئی باتیں بڑی قیمتی ہیں، مضبوط ہیں۔پیغمبر سب سے اعلیٰ اور نسخہ سب سے بہترین۔یہ قرآن جو تمھارے سامنے ہے۔اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لاتے قرآن نازل نہ ہوتا تو یقیناً ان لوگوں نے کفر وشرک سے باز نہیں آنا تھا۔بیماری بڑی تھی علاج کے لیے حکیم بھی بڑا اچاہیے تھا اور نسخہ بھی بہترین درکار تھا۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور نہیں پھوٹ ڈالی اُن لوگوں نے جن کو دی گئی کتاب اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ مگر بعد اس کے کہ آگئی اُن کے پاس واضح دلیل۔رسول اللہ آگیا۔محض اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے تفرقہ ڈالا آخری پیغمبر کے آجانے کے بعد۔یہ پیغمبران کو وہی سبق دیتا ہے جو پہلی کتابوں میں موجود تھا۔تورات،انجیل،زبور رب تعالیٰ کی سچی کتابیں تھیں۔ان تمام کتابوں میں ہدایت تھی، عقیدہ تھا،اخلاقی معاملات تھے،آخری پیغمبر کی نشانیاں تھیں۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ اور نہیں حکم دیا گیا اُن کو مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو۔ان کو صرف رب تعالیٰ کی عبادت کا حکم تھا مگر انھوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا تھا

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ﴿توبہ:۳۱﴾ "بنالیا انھوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب اللہ تعالیٰ کے سوا اور مسیح ابن مریم کو۔" مولویوں اور پیروں کی بات کو آسمانی دلیل کے بغیر صحیح سمجھ لیتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا

شروع کر دی۔

حُنَفَآءَ حنیف کی جمع ہے۔ حنیف کا معنیٰ ہے یک سو ہونے والا۔ تمام غلط راستوں کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر چل پڑے۔ باطل عقائد اور نظریات کو چھوڑ کر صحیح بات کو لینے والا حنیف ہے۔ توحید کے لیے یکسو ہونے والا۔ تو حُنَفَآءَ کا معنیٰ ہوگا یکسو ہونے والے ہیں وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز۔ لیکن ان لوگوں نے کیا کیا؟ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ ﴿مریم:۵۹﴾ "ضائع کر دی انھوں نے نماز اور خواہشات کی پیروی کی۔"

آج مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔ مسلمان کہلانے والوں میں پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ اور کچھ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ توبہ کر لیں گے سب کچھ معاف ہو جائے گا۔ میں کئی مرتبہ یہ مسئلہ سمجھا چکا ہوں کہ نماز، روزہ اور جتنے ارکان اسلام ہیں ایک ارب مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوں گے چاہے کعبۃ اللہ میں جا کر توبہ کرو۔ جب تک ان کی قضا نہیں ہوگی معافی نہیں ہے۔ تمام فقہاء، تمام محدثین کا اتفاقی مسئلہ ہے لہٰذا مغالطے میں نہ آنا۔ اپنے گھروں میں یہ مسئلہ واضح کرو، عورتوں کو بھی سمجھاؤ۔ بالغ ہونے کے بعد جس کے ذمہ نماز ہے وہ آج سے ہی اس کی قضا شروع کر دے۔ نوجوانوں کے لیے تو یہ مسئلہ آسان ہے کہ ابھی ابھی بالغ ہوئے ہیں مصیبت تو بوڑھوں کے لیے ہے۔ ایسے لوگ بھی میرے محلے میں رہتے ہیں جن کو میں نے کبھی سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔ مجھ سے بھی زیادہ عمر کے ہیں۔ ان سے کہو تو کہتے ہیں اچھا جی! فطرت ہی ایسی بن گئی ہے۔

تو بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ نماز توبہ کے ساتھ معاف نہیں ہوتی وَيُؤْتُوا

الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہ بھی ان کو حکم تھا وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور یہی سیدھا دین ہے۔ اس کے بعد فرمایا نافرمانوں کا نتیجہ بھی سن لو! اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا اہل کتاب میں سے، یہود و نصاریٰ میں سے وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں میں سے۔ عرب کے مشرکوں میں یا دنیا کے مشرکوں میں سے، سب کے سب فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ میں ہوں گے۔ پھر جہنم میں جانے کے بعد خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔ بَرِیّہ کا معنیٰ ہے مخلوق۔ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بدتر ہیں۔ کتا، بلی، خنزیر، چوہا وغیرہ جن سے لوگ نفرت کرتے ہیں یہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ چاہے ان کی قد و قامت، شکل و صورت اچھی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بدترین مخلوق ہیں۔

بہ خلاف اس کے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ ان کے لیے بدلہ کیا ہوگا؟ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اُن کا بدلہ اُن کے رب کے ہاں جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں۔ یہ باغ ہمیشہ رہنے والے ہیں کبھی خشک نہ ہوں گے اور نہ ان کے پتے جھڑیں گے، ان کے میوے بھی ختم نہیں ہوں گے لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ "نہ قطع کیے جائیں گے نہ روکے جائیں گے۔" ہمیشہ ہمیشہ ہوں گے تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں اُن باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رہیں گے اُن میں ہمیشہ ہمیشہ۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو بہتر ہوں گے وہ ان باغوں میں رہیں گے۔ جو سعادت مند ایک دفعہ داخل ہو گیا پھر اس کے نکلنے کا وہاں سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ

رَضُوْا عَنْہُ   اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو چکا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکے۔ دنیا میں اخلاقی لحاظ سے سندیں دی جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑی کوئی سند نہیں ہے۔ یہ وعدہ کن لوگوں سے ہے؟ فرمایا   ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ   یہ اُس شخص کے لیے ہے جو ڈرتا ہے اپنے رب سے۔ چاہے گورا ہے، چاہے کالا ہے، عربی ہے، چاہے عجمی ہے، موٹا ہے یا پتلا ہے اور دنیا کے جس حصے میں بھی رہتا ہے رب تعالیٰ کی رضا کا پروانہ اس کو حاصل ہوگا۔ لہٰذا ہر ایک کو اپنی آخرت بہتر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الزلزلۃ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۸ ﴿۹۹ سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۳﴾ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ؕ﴿۵﴾ یَوْمَىٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۠﴿۸﴾ ع

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ جب ہلا دی جائے گی زمین زِلْزَالَهَا اس کا ہلایا جانا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اور نکال دے گی زمین اَثْقَالَهَا اپنے بوجھ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان مَا لَهَا اس کو کیا ہو گیا ہے یَوْمَىٕذٍ اُس دن تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بیان کرے گی زمین اپنی خبریں بِاَنَّ رَبَّكَ اس لیے کہ بے شک تیرے رب نے اَوْحٰى لَهَا اس کو حکم دیا ہے یَوْمَىٕذٍ اُس دن یَّصْدُرُ النَّاسُ لوٹیں گے لوگ اَشْتَاتًا گروہ گروہ ہو کر لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ تا کہ دکھائے جائیں ان کو ان کے اعمال فَمَنْ یَّعْمَلْ پس جس نے عمل کیا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ذرہ برابر خَیْرًا نیکی کا یَّرَهٗ دیکھ لے گا اس کو

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ اور جس نے عمل کیا مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ذرہ برابر شَرًّا برائی کا يَّرَهٗ دیکھ لے گا اُس کو۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الزلزال ہے۔ زلزال کا لفظ پہلی آیت کریمہ ہی میں موجود ہے۔ جس سے یہ نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا اسّی ﴿۸۰﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے اُناسی ﴿۷۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

قرآن کریم میں تین بنیادی عقیدے بیان ہوئے ہیں۔ توحید، رسالت، قیامت۔ تو عقائد کا تیسرا حصہ اس سورت میں ہے۔ سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ عقائد میں سے تیسرا حصہ اس میں ہے۔ لہٰذا اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بہ طور انعام کے قرآن کریم کے تیسرے حصے کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ یعنی جس شخص نے ایک دفعہ سورۃ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ پڑھی اس کو دس پاروں کا ثواب مل گیا۔ دو دفعہ پڑھی تو بیس پاروں کا ثواب مل گیا اور جس نے تین مرتبہ پڑھی اس کو پورے قرآن کا ثواب مل گیا۔

اور سورت قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ پڑھنے سے ربع قرآن یعنی چوتھائی کا ثواب مل جاتا ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کا رد فرمایا ہے۔ اور توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کا مفہوم سمجھ نہ آئے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلشِّرۡكُ اخفی مِنۡ ذَبِيۡبِ النَّمۡلِ "شرک کی بعض اقسام ایسی ہیں کہ اُن کی چال چیونٹی سے مخفی ہے۔" ہر آدمی اُن کو نہیں سمجھ سکتا۔

چنانچہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت! اگر رات میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو ڈاکو مجھے لوٹ لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا شرک نہ کر شرک بُری شے ہے۔ تجھے یہ کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی امداد نہ ہوتی اور عالم اسباب میں یہ تلوار نہ ہوتی تو ڈاکو مجھے لوٹ لیتے۔ تو نے رب تعالیٰ کا نام ہی نہیں لیا۔ تو پہلے شرک کی حقیقت کو سمجھے گا پھر توحید سمجھ آئے گی۔

سورۃ الزلزال کی فضیلت :

سورت اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ کے متعلق فرمایا کہ اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ نصف قرآن کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ یہ سورتیں چھوٹی ہیں مگر ان کا اجر زیادہ ہے۔ یہ سورتیں ہر مسلمان مرد عورت کو یاد کرنی چاہئیں۔ یہ سورت دو مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔

مستدرک حاکم میں روایت ہے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس کہا اُس نے مجھے پڑھائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اس کو ذوات الرٰ اسورتوں میں سے کوئی پڑھا دیں۔ اس نے عرض کیا حضرت! میں بوڑھا ہوں زبان ٹھیک نہیں چلتی، حافظہ بھی کمزور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذوات حٰم میں سے کوئی سورت پڑھا دو۔ اُس نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا پڑھا دو۔ جب وہ پڑھ کے فارغ ہوا تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر زیادتی نہیں کروں گا۔ پھر جب وہ آدمی واپس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی کامیاب ہو گیا، یہ آدمی کامیاب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جب ہلا دی جائے گی زمین اس کا ہلایا جانا۔ جس وقت زمین پر زلزلہ طاری کر دیا جائے گا اس کا زلزلہ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا اور نکال دے گی زمین اپنے بوجھ۔ زلزلہ طاری ہوگا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے۔ ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ دوبارہ پھر بگل پھونکیں گے تو سارے اپنی قبروں میں سے اور جہاں کہیں بھی کوئی ہوگا نکل پڑیں گے۔ زمین پہلے زلزلے سے پہلے اپنے سارے بوجھ نکال دے گی۔

قربِ قیامت زمین اپنے دفینے اُگل دے گی :

مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا زمین اپنے دفینے اور خزانے باہر نکال دے گی۔ سونے کے پہاڑ نکلیں گے، چاندی کے پہاڑ نکلیں گے، پٹرول، ڈیزل، سوئی گیس زمین سے نکل آئیں گی۔ پہلے ان چیزوں کو کون جانتا تھا؟

تو زمین میں جو دفینے ہیں وہ سب نکل آئیں گے۔ محشر والے دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر لگا دیں گے۔ قاتل کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جانتا ہے یہ کیا ہے؟ وہ کہے گا اے پروردگار! یہ سونے کا پہاڑ ہیں، یہ چاندی کا پہاڑ ہے۔ اس کے لیے میں نے آدمیوں کو قتل کیا۔ چور کہے گا اس سونے چاندی کے بدلے میرے ہاتھ کاٹے گئے، قطع رحمی کرنے والا کہے گا اس سونے چاندی کی وجہ سے میں نے قطع رحمی کی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اب اُٹھا لے جتنا اُٹھا سکتا ہے۔ کہے گا اے پروردگار! اب میں نے اس کا کیا کرنا ہے؟ تو زمین اپنے خزانے نکال دے گی۔

مسلم شریف کی روایت ہے دریائے فُرات اپنا رخ بدل لے گا۔ اس کے نیچے

سے سونے کے پہاڑ نکل آئیں گے۔ اس سونے کے لیے لڑائیاں ہوں گی سو میں سے ننانوے قتل ہو جائیں گے ایک زندہ بچے گا۔ ہر ایک کے ذہن میں یہ ہوگا کہ وہ بچنے والا میں ہوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دریائے فرات کے رخ بدلنے سے نیچے سے سونا ظاہر ہوگا، نظر آئے گا۔ اس کے قریب نہ جانا۔ سونا تو لینا ہوگا فائدے کے لیے اور ننانوے نے قتل ہو جانا ہے لینے والا تو ایک خوش قسمت بچے گا۔ اس وقت تو سونے پر قبضہ یہودیوں کا ہے۔

دورۂ افریقہ اور یہود کے سونے کے کارخانے :

گزشتہ سال ساتھی مجھے جنوبی افریقہ لے گئے۔ بہت بڑا ملک ہے، بڑا وسیع رقبہ ہے۔ وہاں سونے کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ ایک کارخانے کے بارے میں ساتھیوں نے بتلایا کہ یہاں سفید سونا صاف کرتے ہیں۔ سرخ سونے سے اس کی قیمت زیادہ ہے۔ اگر سرخ سونا ایک روپے کا ہے تو یہ سوا روپے کا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مزدور کام کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کوئی کارخانہ کسی مسلمان کا بھی ہے؟ کہنے لگے نہیں سارے یہودیوں کے ہیں۔

اور یہ بھی بتلایا کہ ان کارخانوں کے مالکوں کی کچھ عرصہ پہلے میٹنگ ہوئی تھی جس میں اُنھوں نے اتفاق رائے کے ساتھ فیصلہ کیا کہ ان کارخانوں میں اتنا مال ہم نے مسلمانوں کے ذہن بدلنے کے لیے اور ان کو تباہ کرنے کے لیے خرچ کرنا ہے۔ چنانچہ مختلف شہروں میں انھوں نے رہڑھوں کا انتظام کیا کہ اُن پر گانے چلا کے وہ پھرتے رہیں چاہے اُن سے کوئی سودا لے یا نہ لے بس وہ گانے لگا کر بازاروں میں، گلیوں میں، پھرتے رہیں۔ لوگوں کو گانے سنا کر اُن کا ذہن خراب کیا جائے۔ ان رہڑھوں کا سا

خرچہ یہودی دیتے تھے۔ (آج کل وہ یہ سارا کام میڈیا سے لے رہے ہیں۔) اور مسلمانوں کے اخلاق تباہ کر رہے ہیں۔ اور ہم لوگ خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ یہ بہت خبیث قومیں ہیں اور مسلمان غافل ہے اور حق سے ہٹتا جارہا ہے۔

تو فرمایا زمین اپنے بوجھ نکال دے گی وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا اور کہے گا انسان حیرت سے اس کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ سب کچھ اُگل رہی ہے۔ پہلی دفعہ بگل پھونکنے سے ہر شے فنا ہو جائے گی۔ پھر دوسری دفعہ اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تو سارے انسان بن کر نکل آئیں گے۔ چاہے وہ قبروں میں ہیں، چاہے درندے کھا گئے، چاہے مچھلیوں کے پیٹ میں ہیں، چاہے جل کر راکھ بن گئے ہیں۔

آج اسٹیشن پر جاؤ جگہ نہیں ملتی۔ بازاروں میں رش ہے، مارکیٹ میں پاؤں دھرنے کی جگہ نہیں، ہسپتالوں میں آدم ہی آدم ہے۔ اور میدان محشر میں اول تا آخر انسان، حیوان، کیڑے مکوڑے، سارے جمع ہوں گے۔ وہ کتنا بڑا میدان ہوگا؟ اس سے اندازہ لگاؤ وہ کتنا بڑا میدان ہوگا۔ کافروں کے لیے وہ بڑا سخت ہوگا لیکن مومنوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ "نہیں غم میں ڈالے گی اُن کو بڑی گھبراہٹ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ﴿الانبیاء: ۱۰۳﴾ اور ملیں گے ان سے فرشتے، سلام کریں گے۔" تو مومنوں کے لیے اس دن کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ بے ایمانوں، کافروں، منافقوں، بے نمازوں اور روزے خوروں، شرابیوں، زانیوں، بدمعاشوں اور غنڈوں کے لیے سخت ہوگا۔

یَوْمَئِذٍ اُس دن تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا زمین بیان کرے گی اپنی خبریں کہ اے پروردگار! اس مرد نے، اس عورت نے مجھ پر یہ کام کیا تھا۔ جہاں نماز پڑھی، جہاں

قرآن کریم پڑھا، جہاں درود شریف پڑھا، جہاں ذکر کیا، جہاں زنا کیا، جہاں شراب پی، جہاں جو بھی کام کیا ہے اچھا یا برا زمین کا وہ حصہ بول کر بتائے گا اور ایسے بولے گا جیسے ایک آدمی بولتا ہے۔ زمین کیوں بولے گی؟ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا اس لیے کہ آپ کے رب نے اس کو حکم دیا ہے۔ اسی طرح یہ ہاتھ پاؤں آج ہمارے ساتھ نہیں بولتے قیامت والے دن بولیں گے۔ بدن کا ایک ایک عضو بولے گا۔ جلد بولے گی۔

جب اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھیں گے اے بندے! تو نے یہ کام کیا ہے تو وہ انکار کرے گا جھوٹ بولے گا۔ مثلاً: مشرک کہے گا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿الانعام: ۲۳﴾ "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ "دیکھو! کیسا جھوٹ بولا ہے انھوں نے اپنی جانوں پر۔" معلوم ہوا مشرک بڑا ڈھیٹ ہے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے گا۔ پھر ان کی زبانوں پر مہر لگ جائے گی اور ہاتھ پاؤں بولیں گے۔ سورۃ یٰسین آیت نمبر ۶۵ میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔" کیوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اُس دن لوٹیں گے لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت سے اَشْتَاتًا شَتٌّ کی جمع ہے شَتٌّ کا معنیٰ ہے فرقہ، گروہ۔ گروہوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی عدالت سے لوٹیں گے۔ کوئی جنت کی طرف جائے گا اور کوئی دوزخ کی طرف۔ ایک یہودیوں کا گروہ ہوگا، ایک عیسائیوں کا گروہ ہوگا، ایک ہندوؤں کا، ایک سکھوں کا۔ پھر

مزید ان میں تقسیم کہ کوئی چوروں کا، کوئی ڈاکوؤں کا، کوئی قاتلوں کا۔

مسلمانوں میں نمازیوں کا گروہ، حاجیوں کا گروہ، روزے داروں کا گروہ۔ تو الگ الگ گروہوں کی شکل میں لوٹیں گے لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ تاکہ دکھائے جائیں ان کو ان کے اعمال یعنی ان کے اعمال کا نتیجہ ان کو دکھایا جائے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ پس جس نے عمل کیا ذرہ برابر خَيْرًا يَّرَهٗ نیکی کا، اُس کو دیکھ لے گا۔ عربی زبان میں ذرہ کے دو معنیٰ آئے ہیں۔ ایک سرخ رنگ کی جو چھوٹی سی چیونٹی ہوتی ہے اس کو ذرہ کہتے ہیں۔ عربی جس کسی شے کی قلت کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ اس چیونٹی سے بھی چھوٹی ہے۔ دوسرا معنیٰ: ہوا میں جو چھوٹے چھوٹے ذرے اُڑتے ہیں روشنی میں روشن دان سے نظر آتے ہیں ان کو ذرہ کہتے ہیں۔ مراد اس سے مقدار شے ہے۔ تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی قیامت والے دن اس کو دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اور جس نے عمل کیا ذرہ برابر شَرًّا يَّرَهٗ بُرائی کا دیکھ لے گا اُس کو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اِيَّاكِ وَ مُحَقِّرَاتِ الذُّنُوْبِ "یاد رکھنا! کسی گناہ کو ہلکا اور حقیر نہ سمجھنا۔ اس کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے باز پرس ہوگی۔" تو محشر والے دن آدمی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی دیکھ لے گا اور چھوٹی سے چھوٹی بدی بھی دیکھ لے گا۔ یہ بات بندے کو ہر وقت یاد رکھنی چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ العادیات

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۱۱ ۱۰۰ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِیْرٌ ۠﴿۱۱﴾ ع ۱۱ ۲۵

وَالْعٰدِیٰتِ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ضَبْحًا ہانپتے ہوئے فَالْمُوْرِیٰتِ پھر آگ سلگانے والوں کی قَدْحًا ٹاپ مار کر فَالْمُغِیْرٰتِ پھر اُن کی جو غارت ڈالنے والے ہیں صُبْحًا صبح کے وقت فَاَثَرْنَ بِهٖ پھر وہ اُڑاتے ہیں اس میں نَقْعًا گرد و غبار فَوَسَطْنَ بِهٖ پس گھس جاتے ہیں گرد و غبار کے ساتھ جَمْعًا جماعت میں اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ بے شک انسان اپنے رب کا لَكَنُوْدٌ بڑا ہی ناشکرا ہے وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ اس پر البتہ گواہ ہے وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ لِحُبِّ الْخَیْرِ مال کی محبت میں لَشَدِیْدٌ البتہ بہت سخت ہے اَفَلَا یَعْلَمُ کیا پس

انسان نہیں جانتا اِذَا بُعْثِرَ جب کُرید اجائے گا مَا فِی الْقُبُوْرِ اُن کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں وَ حُصِّلَ اور ظاہر کر دیا جائے گا مَا فِی الصُّدُوْرِ جو کچھ سینوں میں ہے اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ بے شک اُن کا رب اُن کے بارے میں یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ اُس دن خبر رکھنے والا ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ العادیات ہے۔ عادیات کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چودھواں «۱۴» نمبر ہے۔ اس سے پہلے تیرہ «۱۳» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور گیارہ «۱۱» آیتیں ہیں۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا میں واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللهِ "جس نے قسم اُٹھائی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی تحقیق اُس نے شرک کیا۔" کعبۃ اللہ کی قسم اُٹھائے، نبی کی قسم اُٹھائے، رسول کی قسم اُٹھائے، پیر کی قسم اُٹھائے، دودھ اور بیٹے کی قسم اُٹھائے، کسی بھی غیر اللہ کی قسم اُٹھائے تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے مَنْ قَالَ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ”جس آدمی نے یہ کہا کہ مجھے لات کی قسم ہے، عزیٰ کی قسم ہے وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔“ کیوں کہ یہ شرک ہے۔

قرآن پاک کی قسم اُٹھانا کیا ہے ؟

قرآن پاک کے بارے میں فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن پاک کی قسم درست ہے یا نہیں؟ ایک تو قرآن پاک کے یہ الفاظ ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔ یہ کلام لفظی کہلاتا ہے۔ ہم لکھتے ہیں، پڑھتے ہیں۔ ایک مضمون ہے جو ان الفاظ کے اندر ہے وہ کلام نفسی کہلاتا ہے جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہ قدیم ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات بھی قدیم ہے اور اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔

علامہ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کی فقہ کی مشہور کتاب ہے ”تبیین الحائق“ اس میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے قرآن پاک کی قسم اُٹھائی تو منعقد ہو جائے گی۔ مثلاً: کوئی کہتا ہے کہ مجھے قرآن پاک کی قسم ہے تو یہ قسم صحیح ہے کیوں کہ کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ غیر اللہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات عین اللہ ہیں۔ لہٰذا رب تعالیٰ کی کسی بھی صفت کی قسم اُٹھائے گا وہ صحیح ہے۔ مثلاً: کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عظمت کی قسم ہے یا اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم ہے، مجھے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی قسم ہے۔ یہ سب قسمیں صحیح ہیں۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور جو قاعدہ مخلوق کے لیے ہے وہ اللہ تعالیٰ پر لاگو نہیں ہوتا۔ کیوں کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ﴿سورۃ الانبیاء: ۲۳﴾ ”نہیں پوچھا جا سکتا اللہ تعالیٰ سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے (یعنی مخلوق سے) سوال کیا جائے گا۔“ اللہ تعالیٰ روزانہ بے شمار مخلوق کو مارتا ہے بچے بھی مرتے ہیں، بڑے بھی مرتے ہیں اس سے کون

پوچھنے والا ہے۔ اور اگر مخلوق میں سے کوئی اپنے بچوں کو مار دے تو وہ مجرم ہے۔ اس لیے کہ مخلوق اور خالق کے احکام جدا جُدا ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اُونٹ ہیں۔ کیوں کہ عرب کی سرزمین پر زیادہ سواری اونٹوں کی ہوتی ہے اور وہ دوڑتے بھی ہیں۔ خصوصاً جہاد کے لیے، حج اور عمرے کے لیے۔ عرفات پہنچتے ہیں، مزدلفہ اور منیٰ پہنچتے ہیں۔ تو اونٹوں کی قسم ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے اونٹ نہیں گھوڑے مراد ہیں۔ کیوں کہ آگے لفظ ہانپنا ہے۔ گھوڑے ہانپتے ہیں اونٹ نہیں ہانپتے۔ ہانپنے کا معنیٰ ہے تیزی کے ساتھ چلنا پھر جلدی جلدی سانس لینا۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو جانور ہانپتے ہیں، ایک گھوڑا اور دوسرا کتا۔ ان کے سوا اور کوئی جانور ہانپتا نہیں ہے۔ لہٰذا یہی تفسیر صحیح ہے یعنی گھوڑے مراد ہیں۔

قسم ہے گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا پھر آگ سلگانے والوں کی ٹاپ مار کر۔ عموماً گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے نعل لگے ہوتے ہیں۔ گھوڑے دوڑیں اور ان کے پاؤں پتھر پر لگیں تو چنگاریاں نکلتی ہیں۔ ان گھوڑوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم اُٹھائی ہے۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا پھر اُن کی جو غارت ڈالنے والے ہیں صبح کے وقت۔ اُس زمانے میں عموماً حملے صبح کے وقت ہوتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن پر صبح کے وقت حملہ کرتے تھے۔ اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دشمن پر حملے کا ارادہ فرماتے تو رات کے آخری حصے کا انتظار فرماتے، صبح صادق کے وقت۔ اگر دوسری طرف سے اذان کی آواز آتی تو

سمجھتے کہ یہ لوگ اہل ایمان ہیں لہٰذا حملہ نہ کرتے۔ اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو حملہ کر دیتے۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر پہنچے تو ساتھیوں سے فرمایا اچھی طرح اور غور سے سنو! اگر اذان کی آواز آئے تو اس محلے پر حملہ نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ غلط فہمی میں کوئی مسلمان مارا جائے۔

تو فرمایا جو حملہ کرنے والے ہیں صبح کے وقت فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا پھر وہ اُڑاتے ہیں اس میں گرد و غبار۔ بعض حضرات بِهٖ کی ضمیر لوٹاتے ہیں صبح کی طرف۔ تو اس وقت معنٰی ہوگا وہ گھوڑے صبح کے وقت گرد و غبار اُڑاتے ہیں۔ رات کو عموماً اوس، شبنم پڑتی ہے اس کی وجہ سے صبح کو گرد و غبار کم اُڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ اتنے تیز دوڑتے ہیں کہ صبح کے وقت وہ گرد و غبار اُڑاتے ہیں۔ اور بعض حضرات ضمیر قَدْحًا کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تو پھر معنٰی ہوگا تیز چلنے کی وجہ سے گرد و غبار اُڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا۔ بِهٖ کی ضمیر لوٹ رہی ہے نَقْعًا کی طرف۔ معنٰی ہوگا پس وہ گھس جاتے ہیں دشمن کی جماعت میں گرد و غبار کے ساتھ۔ ان گھوڑوں کی قسم ہے۔ آگے جوابِ قسم ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ بہ ظاہر گھوڑوں کے دوڑانے اور انسان کے ناشکرے ہونے کا آپس میں ربط نظر نہیں آتا لیکن حقیقت میں بڑا گہرا ربط ہے۔ وہ اس طرح کہ گھوڑے کو بندے نے پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ گھوڑے کے واسطے چارا پانی بھی بندے نے پیدا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ گھوڑا سانس لیتا ہے تو ہوا بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا

فرمائی ہے بندے نے نہیں۔ گھوڑا جس زمین پر چلتا ہے وہ بھی رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے بندے نے نہیں کی۔ بندہ صرف مجازی طور پر مالک ہے کہ اُس نے خریدا ہے یا گھر میں پالا ہے۔ گھاس اس کو کھلاتا ہے، پانی اس کو پلاتا ہے۔ اتنے سے تعلق سے وہ اس کا اتنا فرماں بردار ہے کہ مجاہد اس پر سوار ہو کر جہاد کے لیے جاتا ہے گھوڑا دشمن کی صفوں میں گھس جاتا ہے، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، تلواریں چل رہی ہیں، نیزے مارے جا رہے ہیں، گھوڑا زخمی بھی ہوتا ہے لیکن اپنے مجازی مالک کی نافرمانی نہیں کرتا۔ لیکن انسان اپنے حقیقی مالک کی بے شمار نعمتیں کھانے کے باوجود نافرمان ہے۔ اے انسان! تو نے سوچا ہے۔ کتنا بڑا سبق ہے؟

تو گھوڑے سے بھی گیا گزرا ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے، تیرے لیے خوراک، پانی پیدا کیا ہے، زمین بنائی ہے، ہوا چلائی ہے، سارا کارخانہ کائنات تیری خدمت پر لگایا ہے تو کتنا ناشکرا ہے۔ راحت، آرام میں بھی رب تعالیٰ کے سامنے نہیں جھکتا اور گھوڑا تیروں کی بارش میں بھی تیری فرماں برداری کر رہا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک لَكَنُوْدٌ کا معنیٰ :

عام مفسرین کرام رحمہم اللہ لَكَنُوْدٌ کا معنیٰ مطلق ناشکری کرنے والا کرتے ہیں۔ لیکن حسن بصری رحمہ اللہ جو تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ لَكَنُوْدٌ اس ناشکرے کو کہتے ہیں کہ جس پر رب تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہوں اور وہ ان نعمتوں کا ذکر نہ کرے۔ لیکن جب تکلیفوں میں پھنسے تو تکلیفیں ساری شمار کرے کہ مجھے یہ تکلیف ہے، یہ تکلیف ہے، میں بیمار ہوں، میرا کاروبار صحیح نہیں چل رہا، مجھے مالی نقصان ہوا ہے، دشمن نے میرے ساتھ یہ کیا ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمتوں کا ذکر نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وجود دیا ہے،

مجھے آنکھیں دی ہیں، کان دیئے ہیں، زبان دی ہے، دل، دماغ دیا ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، عزت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اور زیادہ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ ﴿ابراہیم:۷﴾ "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور زیادہ دوں گا۔"

نماز ادائے شکر کا سب سے عمدہ طریقہ :

اور یاد رکھنا شکر کا یہی معنیٰ نہیں ہے کہ اچھا کھانا کھانے کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر کر کہہ دیا الحمدللہ! (ایسا کرنے والے بھی کم ہیں۔ مرتب) حکیم، اطباء کہتے ہیں کہ آدمی جب کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے تو دو منٹ میں وہ ناخنوں کے نیچے تک پہنچ جاتا ہے۔ بھئی! کھانے پینے کا اثر تو سارے بدن میں ناخنوں کے نیچے تک پہنچ گیا اور شکریے میں تو نے دو تولے کی زبان ہلا کر سمجھا کہ شکریہ ادا ہو گیا۔ یقین جانو! سب سے بڑا شکریہ نماز کے ذریعے ہے۔ نماز کے ذریعے جو شکر ادا ہوتا ہے وہ اور کسی عبادت کے ذریعے ادا نہیں ہوتا۔ اور تمام عبادتوں میں سرفہرست نماز ہے۔ قیامت والے دن پہلا پرچہ ہی نماز کا ہے اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ الۡعَبۡدُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ الصَّلٰوةُ "مومن کا پہلا پرچہ حقوق اللہ میں سے نماز کا ہوگا۔" اگر نماز میں پورا اترتا ہے تو ان شاء اللہ باقی کام بھی ٹھیک ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مراسلہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں، اُن کا دور خلافت دس سال ہے، اپنے تمام حکام کو سرکاری طور پر خط لکھا اِنَّ اَهَمَّ اُمُوۡرِكُمۡ عِنۡدِيۡ الصَّلٰوة "بے شک تمھارے تمام کاموں میں سب سے اہم اور ضروری کام میرے نزدیک نماز ہے۔" افسر نماز پڑھتا ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ باقی کام بھی دیانت داری کے ساتھ کرتا ہے، اور جو نماز

نہیں پڑھتا ھُوَ بِمَا سِوٰی اَضْیَعُ "میں سمجھوں گا کہ اس نے باقی کام بھی نہیں کیے۔" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں افسروں کی دیانت داری کا معیار نماز تھا۔

آج کتنے افسر ہیں جو نماز کی پابندی کرنے والے ہیں؟ پھر اگر کوئی نماز کی پابندی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ گھپلے کر کے لوٹ مار کر کے رقم بیرون ملک پہنچا دیتا ہے تو سن لو اور یاد رکھنا! ایک پیسہ بھی اگر کسی کا ناحق لیا ہوگا واپس کرنا پڑے گا۔ اور کس طرح؟ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں تین پیسوں کے بدلے سات سو نمازیں دینی پڑیں گی۔ نمازیں بھی وہ جو قبول ہو چکی ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ اور شامی میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

تو فرمایا بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ اور بے شک وہ اس پر گواہ ہے۔ شریف آدمی تو زبان قال سے کہہ دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکا۔ اگر کوئی زبان قال سے نہیں کہتا تو زبان حال بتا رہی ہے کہ میں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔ بعض حضرات ہٗ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تو پھر معنیٰ ہوگا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ناشکری پر گواہ ہے وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔ مال کا بڑا عاشق ہے۔ مسلمان قوم کی ذلت کا ایک سبب مال کی محبت بھی ہے۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کافر تمھیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے جیسے دستر خوان پر کھانا لگا دیا گیا ہو تو کھانے والوں کو بلایا جاتا ہے آؤ بھائی! کھا لو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! کیا اُس وقت ہم تھوڑے ہوں گے کہ کافر ہمیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا بَلْ اَنْتُمْ كَثِیْرٌ "نہیں تم تھوڑے نہیں

ہو گے بلکہ تم بہت زیادہ ہو گے۔" حضرت جب ہم زیادہ ہوں گے تو پھر لوگ ہمیں کیسے کھائیں گے؟ فرمایا فِيكُمُ الْوَهْنُ "تمھارے اندر وھن ہوگا۔" وھن کا لفظی معنٰی ہے کمزوری، سستی، یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے۔ مطلب نہ سمجھے۔ پوچھا وَمَا الْوَهْنُ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! حضرت وھن کیا ہوتا ہمیں سمجھ نہیں آئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَّةُ الْمُوْتِ "دنیا کی محبت اور موت سے ڈرنا۔" جس وقت یہ دو بیماریاں تمھارے اندر آجائیں گی کافر تمھیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ آج ہماری یہی کیفیت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مستدرک حاکم میں۔ آج سے تیس چالیس سال پہلے پڑھی پر ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی۔ حدیث صحیح سند کے ساتھ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا آلِ عراق پر عجمی لوگ پابندیاں لگائیں گے، دانہ پانی کوئی چیز نہ پہنچے۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ عراق مستقل ملک ہے عجمیوں کو کیا مصیبت پڑی ہے ان پر دانہ پانی بند کرنے کی؟ مگر اب اس وقت عراق پر انتیس حکومتوں نے حملہ کیا ہے اور اُن میں ہماری مہربان حکومت بھی شامل ہے۔ باقاعدہ ہمارے جہاز اور پائلٹ بھی ان میں شامل ہیں۔ اب عراق والوں کو خوراک پہنچانا بھی منع ہے اور دوائیں پہنچانا بھی منع ہے۔

اسی حدیث میں ہے کہ پھر شام پر پابندیاں لگیں گی۔ انھوں نے پوچھا وہ کون کرے گا؟ فرمایا الرّوم۔ وہ عیسائی کریں گے، امریکی کریں گے۔ شامیوں کے دانے پانی کے بند ہونے کا وقت بھی آنے والا ہے۔ عراق میں تو تم چھ سال سے دیکھ رہے ہو کہ بچے بھوکے مر رہے ہیں، دوائیاں بھی نہیں پہنچ رہیں۔ وہ خوددار اور جفاکش لوگ ہیں اس

لیے زندہ ہیں ورنہ ان ظالموں نے زندگی کی کوئی رمق نہیں چھوڑی۔

اَفَلَا یَعۡلَمُ کیا پس نہیں جانتا انسان اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ جب کریدا جائے گا، نکال دیا جائے گا جو قبروں میں ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سارے قبروں سے نکل آئیں گے وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے۔ دل کے جھوٹے سچے راز سب نکل آئیں گے اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ بے شک اُن کا رب اُن کے بارے میں اُس دن خبر رکھنے والا ہوگا۔ یعنی نتیجہ سامنے آجائے گا۔ آج بھی اللہ تعالیٰ خبردار ہے مگر آج کی خبر کا پورا نتیجہ سامنے نہیں آتا۔ اس دن رب کی خبر کا پورا نتیجہ نکلے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الۡقَارِعَۃِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۱۱ ۱۰۱ سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۳۰ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْقَارِعَۃُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَۃُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ﴿۳﴾ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ﴿۴﴾ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ﴿۶﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِیَۃٌ ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَۃٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱ / ۲۶

اَلْقَارِعَۃُ کھٹکھٹا دینے والی مَا الْقَارِعَۃُ کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الْقَارِعَۃُ کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ جس دن ہو جائیں گے لوگ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (رنگ برنگ) دھنی ہوئی روئی کی طرح فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ پس بہرحال وہ جس کے اعمال بھاری ہوں گے فَهُوَ پس وہ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ پسندیدہ عیش میں ہوگا وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ اور بہرحال وہ جس کے اعمال ہلکے ہوں گے فَاُمُّهٗ هَاوِیَۃٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا وَمَآ

اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَاهِيَهْ کیا ہے وہ ہاویہ نَارٌ حَامِيَةٌ آگ ہے بھڑکتی ہوئی۔

نام اور کوائف :

قرآن کریم میں قیامت کے بہت سے نام آئے ہیں۔ قیامت، آخرت، الطامہ، آزفہ، غاشیہ، الحاقہ۔ ان ناموں میں سے ایک قارعہ بھی ہے۔ اس سورت کا نام بھی قارعہ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا تیسواں ﴿۳۰﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے اُنتیس ﴿۲۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھی۔

قَرَع کا معنٰی ہے کھٹکھٹانا۔ کسی چیز کو کسی چیز پر ماریں تو اس سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اُسے کھڑکھڑاہٹ کہتے ہیں۔ قیامت کا نام قارعہ اس لیے ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو ہر چیز آپس میں ٹکرائے گی تو بڑا کھڑاک ہوگا۔ پہاڑ آپس میں ٹکرائیں گے، مکان ٹکرائیں گے، درخت ٹکرائیں گے۔ جیسے آج کل کوئی معمولی سی چیز دوسری کے ساتھ ٹکرائے تو دھماکا ہوتا ہے۔ گاڑی، گاڑی سے ٹکرائے تو کتنا دھماکا ہوتا ہے پہاڑ تو آخر پہاڑ ہیں۔ عجیب قسم کا منظر ہوگا۔

تو فرمایا اَلْقَارِعَةُ کھڑکھڑانے والی مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ کیا ہے کھڑکھڑانے والی؟ ایک دھماکہ تو اس وقت ہوگا جب دنیا فنا ہوگی۔ پہاڑ، پہاڑ سے، درخت، درخت سے، دیوار، دیوار سے، ٹیلے، ٹیلے سے ٹکرائیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ بگل پھونکی جائے گی، ساری کائنات میدانِ محشر میں جمع ہو جائے گی۔ اس وقت کیا حال ہوگا؟ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ جس دن ہو جائیں گے لوگ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ بکھرے

ہوئے پتنگوں کی طرح۔ جیسے پروانے بکھرے ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک سب جمع ہوں گے۔ وہ کتنی بڑی جگہ ہوگی؟

بقول ابن العربی رحمہ اللہ آخری انسان کی پیدائش چین میں:

شیخ اکبر ابن العربی رحمہ اللہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ وہ اپنا کشف بیان فرماتے ہیں کہ مجھے کشف میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ آخری انسان چین میں پیدا ہوگا۔ اس کے بعد کسی انسان کے ہاں پیدائش نہیں ہوگی تیس سال لوگ شادیاں بھی کریں گے لیکن اولاد کسی کے ہاں نہیں ہوگی۔ یہ قیامت سے پہلے قیامت کی ایک نشانی ہوگی۔

تو خیر سارے انسان، جنات، حیوان، فرشتے، مچھلیاں وغیرہ جو بھی مخلوق ہے وہ ساری اکٹھی ہوگی۔ عجیب قسم کا منظر ہوگا۔ بے ہنگم، بے ترتیب، جیسے پروانے ہوتے ہیں یہ کیفیت ہوگی وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح۔ وہ بلند و بالا پہاڑ کہ ان پر چڑھنے سے بعض دفعہ جان چلی جاتی ہے دھنی ہوئی روئی کی طرح اُڑتے پھر رہے ہوں گے فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ پس بہر حال وہ جس کے اعمال کے ترازو بھاری ہوں گے فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ پس وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا، مزے کر رہا ہوگا وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ اور بہر حال وہ جس کے اعمال کے ترازو ہلکے ہوں گے فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اسلامی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ قیامت والے دن نیکی اور بدی کا ترازو میں تلنا حق ہے۔ میدان محشر حق ہے، پل صراط حق ہے، جنت، دوزخ حق ہے، اللہ تعالیٰ کی عدالت کا قائم ہونا حق ہے۔

اعمال کا تلنا حق ہے اور معتزلہ کا رد :

معتزلہ ایک فرقہ ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے۔ اُن میں بڑے بڑے فاضل گزرے ہیں۔ وہ ترازو کا انکار کرتے ہیں کہ اعمال ترازو میں تلیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ میزان کا مطلب ہے عدل وانصاف ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ترازو تسلیم کرلیں، نیکیوں اور بدیوں کا تلنا تسلیم کرلیں تو معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے۔ تولتا تو وہ ہے جس کو علم نہ ہو۔ رب تعالیٰ کے علم میں تو سب کچھ ہے۔ اہل حق کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی جہالت لازم نہیں آتی۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے اپنے علم کے لیے نہیں تولنا بلکہ بندوں کو بتلانا ہے کہ تمھاری نیکیاں اتنی ہیں اور بدیاں اتنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو علیم بالذات الصدور ہے۔ اس پر جہالت لازم نہیں آتی۔ جہالتُ الصَّیَد لازم آتی ہے تول کر بندوں کو دکھانا ہے کہ اپنی نیکیاں اور بدیاں دیکھ لو۔ اس کے مطابق تمھارا نتیجہ بولا جائے گا۔

پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے افعال اور اقوال اعراض کی قسم سے ہیں جواہر نہیں ہیں۔ عرض وہ شے ہوتی ہے جس کا اپنا وجود نہیں ہوتا وہ دوسری شے کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ جیسے سفیدی کپڑے کے ساتھ قائم ہے کپڑے سے الگ قائم نہیں ہوسکتی۔ قول، یہ زبان کے ساتھ قائم ہے، عمل بدن کے ساتھ قائم ہے۔ اس کا علیحدہ وزن کیسے ہوگا؟ اہل حق فرماتے ہیں کہ جو چیزیں اس جہان میں اعراض ہیں وہ اُس جہان میں اجسام ہوں گی، ان کے جسم ہوں گے۔

معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انھوں نے دو پیغام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تک

پہنچائے۔ ایک یہ کہ اِقْرَأْ مِنِّيْ اُمَّتَكَ السَّلَامَ "میری طرف سے اپنی امت کو میرا اسلام دے دینا۔" جواب میں کہہ دو عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اور دوسرا پیغام یہ پہنچانا کہ جنت کی زمین بالکل چٹیل میدان ہے طَيِّبَةُ الْاَرْضِ عَذْبَةُ الْمَاءِ "زرخیز زمین ہے، پانی بہت عمدہ ہے۔ اس کے لیے درخت تم نے دنیا سے لانے ہیں۔" وہ کیا ہیں؟ ایک دفعہ کہو سبحان اللہ! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ پڑھو الحمد للہ! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ کہو اللہ اکبر! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ پڑھو لا الٰہ الا اللہ ایک درخت لگ گیا۔ اس جہان میں ایک کلمے کی دس نیکیاں ملتی ہیں ایک صغیرہ گناہ مٹ جاتا ہے اور ایک درخت جنت میں لگ جاتا ہے۔ انسان جتنی زیادہ تسبیحات اس دنیا میں کرے گا اتنے زیادہ درخت جنت میں لگیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور بخاری شریف کی آخری روایت ہے كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ "اللہ تعالیٰ کو دو کلمے بہت پیارے اور محبوب ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں یاد کرنے میں کوئی وقت نہیں لگتا اور پڑھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ترازو میں بڑے بھاری ہیں۔ قیامت والے دن ان کو تولا جائے گا تو بڑا وزن ہوگا۔ ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ اور دوسرا سبحان اللہ العظیم۔" اِس جہان میں تو یہ قول ہیں اُس جہان میں درخت ہوں گے۔ کیوں کہ اِس جہان کا معاملہ اور ہے اور اُس جہان کا معاملہ اور ہوگا۔

پھر اب تو اعراض بھی تلتے ہیں۔ ڈاکٹر بتا دیتے ہیں کہ اتنے درجے کا بخار ہے، ہوا بھی تلتی ہے تم کہتے ہو اتنے پونڈ ہوا بھر دو۔ لہٰذا اعمال کا تلنا حق ہے اور کئی خوش قسمت ایسے بھی ہوں گے کہ وہ بے حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔

بغیر حساب و کتاب جنت میں جانے والے خوش نصیب :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ پوچھا گیا وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هُمُ الَّذِينَ "وہ وہ لوگ ہوں گے لَا يَسْتَرْقُوْنَ جو دم جھاڑ نہیں کروائیں گے نہ غلط قسم کے تعویذ کرائیں گے نہ غلط قسم کا دم کرائیں گے۔ اور لَا يَكْتَوُوْنَ بلا وجہ بدن میں داغ نہیں لگوائیں گے لَا يَتَطَيَّرُون بدفالی حاصل نہیں کریں گے کہ کوئی عورت گھر آگئی اور یہ قدرتاً بیمار ہو گیا تو کہا کہ فلانی آئی تھی اس نے بیمار کر دیا۔ یہ شرک کی جڑ ہے۔ اور چوتھا فرمایا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب کی ذات پر توکل کرتے ہیں۔" (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) اس روایت سے معلوم ہوا کہ ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔

بڑی خوشی کی بات ہے مگر سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تو بہت زیادہ ہے اس میں سے صرف ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں چلے جائیں تو یہ کوئی خاص فضل تو نہ ہوا۔ یہ تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ روایات صحیح ہیں۔ ان میں ایک روایت ہے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ والی اور دوسری روایت ہے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے۔ اور تیسری روایت ہے عُتبہ سُلمی رضی اللہ عنہ سے۔ سند کے لحاظ سے یہ روایات صحیح ہیں۔ ان

میں آتا ہے کہ یہ جو ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے مَعَ کُلِّ رَجُلٍ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا "ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔" اس کا حساب تم خود کر لینا کہ کتنے بنتے ہیں۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحیح سند کے ساتھ کہ ان میں سے ایک ایک کے ساتھ ستر، ستر ہزار ہوں گے۔ اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے وَثَلٰثُ حِثْیَاتٍ مِنْ حِثْیَاتِ رَبِّیْ "اور رب تعالیٰ کے تین چلو بھی ہوں گے۔ یہ بھی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔" عقیدہ صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑی امید ہے، بڑی گنجائش ہے۔

تو ایسے بھی ہوں گے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کی نیکیوں اور بدیوں کو تولا جائے گا۔

ایک نیکی سب بدیوں پر بھاری :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی ہوگا اس کی نیکیوں کی طرف ایک پرچی ہوگی بِطَاقَۃٌ اور برائیوں کے ننانوے رجسٹر ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے تیری نیکی اور بدی کا وزن ہوگا۔ وہ بندہ عرض کرے گا اے پروردگار! مَا ھٰذِہِ الْبِطَاقَۃُ مَا ھٰذِہِ السِّجِلَّاتُ "اس پرچی کی ننانوے رجسٹروں کے سامنے کیا حیثیت ہے؟" رب تعالیٰ فرمائیں گے میرا قانون ہے نیکی اور بدی کا وزن ہوگا۔ وہ کہے گا پروردگار! مخلوق کے سامنے مزید شرمندہ نہ کریں جو آپ کا قانون ہے وہ میرے سر آنکھوں پر۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے نہیں وزن ہوگا۔

چنانچہ ترازو کے ایک پلڑے میں وہ پرچی رکھی جائے گی اور دوسرے پلڑے

میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے مگر پرچی والا پلڑا بھاری ہوگا۔ وہ کہے گا اے پروردگار! یہ میری کون سی نیکی ہے جو اتنے رجسٹروں پر بھاری ہوگئی ہے؟ تو رب تعالیٰ اسے دکھائیں گے۔ اس میں لکھا ہوا ہوگا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدًا عبده ورسوله ۔ یعنی اس کے پاس صرف عقیدے والی نیکی ہوگی۔ لیکن کسی مغالطے میں نہ آنا کہ چلو بھائی جتنے گناہ کرتے پھریں ایک دفعہ کلمہ شہادت پڑھ لیتے ہیں۔

یاد رکھنا! یہ اُس آدمی کی بات ہے جس کی ساری زندگی کفر شرک میں گزری اور مرنے سے پہلے اس کو صرف اتنا موقع ملا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور مزید کسی نیکی کا موقع نہیں ملا اور فوت ہوگیا۔ لہٰذا کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا کہ اکسیرِ اعظم کا نسخہ مل گیا ہے کلمہ شہادت پڑھ لو یہ سارے گناہوں پر بھاری ہے۔ یہ پیدائشی مسلمانوں کے لیے نہیں ہے کہ برائیاں کریں، بدمعاشیاں کریں اور محض کلمہ شہادت جنازے کے ساتھ پڑھنے سے بیڑا پار ہوجائے گا۔

تو فرمایا بہرحال جس کے موازین ہلکے ہوئے فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اور اُمُّہٗ کا ایک معنیٰ اُمّ دماغ بھی کرتے ہیں۔ سر میں جو مغز ہے آدمی کو جب دوزخ میں پھینکا جائے گا تو الٹا کر کے نیچے گرایا جائے گا، سر کے بل گرایا جائے گا۔ تو سب سے پہلے اس کا دماغ جا کر لگے گا۔ اور دوسرا معنیٰ کرتے ہیں ٹھکانا۔ جیسے چھوٹے بچوں کا ٹھکانا ماں کی گود ہوتی ہے اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ ہاویہ کیا ہے نَارٌ حَامِيَةٌ آگ ہے بھڑکنے والی۔ یہ دنیا کی آگ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اس میں

لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے۔ دوزخ کی آگ اس سے انہتر گنا تیز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمھیں صحیح ایمان، اعتقاد اور عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے محفوظ رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ میزان کے موقع پر اپنے فضل و کرم سے ہمیں کامیاب فرمائے، عذاب قبر سے بچائے اور صحیح سالم پل صراط سے گزار دے اور جنت میں پہنچادے۔

[آمین]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُورَۃُ التَّکَاثُر

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتها ۸ ﴿۱۰۲ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ۱۶﴾ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸ ع

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ غافل کردیا تمھیں کثرت نے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے زیارت کی قبروں کی كَلَّا خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے كَلَّا خبردار لَوْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جان لو عِلْمَ الْيَقِيْنِ یقینی طور پر جاننا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ البتہ ضرور دیکھو گے تم دوزخ کو ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا پھر البتہ تم دیکھو گے اس کو عَيْنَ الْيَقِيْنِ یقین کی آنکھ سے ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ پھر البتہ پوچھا جائے گا تم سے يَوْمَئِذٍ اس دن عَنِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے بارے میں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ التکاثر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں تکاثر کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت سولھویں ﴿۱۶﴾ نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے پندرہ ﴿۱۵﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورت بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی کمزوری کا ذکر فرمایا ہے۔ اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ غافل کر دیا تمھیں رب کی بندگی سے، عبادت سے اور اطاعت سے کثرت نے۔ کوئی کہتا ہے میرے پاس مال زیادہ ہے، کوئی کہتا ہے میرے پاس اولاد زیادہ ہے، کوئی کہتا ہے میری پارٹی بڑی ہے، کوئی کہتا ہے میرے پاس کارخانے زیادہ ہیں۔ یہ کثرت کا اظہار تمھیں لے ڈوبا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا اَخۡشٰی عَلَیۡکُمُ الۡفَقۡرَ "میں تمھارے فقیر ہونے سے نہیں ڈرتا۔" مالی لحاظ سے غریب اور کمزور ہو گے تو تمھارا دین تو قائم رہے گا۔ مجھے خدشہ یہ ہے کہ تُقۡسطُ عَلَیۡکُمُ الدُّنۡیَا "تم پر دنیا پھیلائی جائے گی۔" دولت زیادہ ہوگی تو تم میں سے گمراہ زیادہ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا صحیح فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے بَدَءَ الۡاِسۡلَامُ غَرِیۡبًا وَ سَیَعُوۡدُ اِلَی الۡغُرَبَاءِ فَطُوۡبٰی لِلۡغُرَبَاءِ "اسلام کی ابتدا غریبوں میں ہوئی اور غریبوں میں ہی رہے گا میری طرف سے غریبوں کو مبارک باد ہے۔" آج بھی دین غریبوں میں ہے۔ امیروں میں سو میں سے ایک دو نکلیں گے جو صحیح معنیٰ میں امیر ہیں۔ امیر لوگوں کو دین کے

ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دین کے ساتھ وہی لوگ ہیں جن کو رب تعالیٰ نے غریب رکھا ہے۔ عموماً مال آدمی میں بے راہ روی اور سرکشی پیدا کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ ﴿الشوریٰ: ۲۷﴾

"اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے روزی اپنے بندوں کے لیے تو البتہ سرکشی کریں زمین میں۔"

روز بہ روز یہی فکر ہے کہ اور بڑھے، اور بڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا "اگر ہوں انسان کے لیے دو میدان سونے کے بھرے ہوئے تو سیر نہیں ہوگا تیسرے میدان کی تلاش میں ہوگا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابن ادم اِلَّا التُّرَابُ آدمی کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے۔" کہتا ہے مَالِي مَالِي "میرا مال، میرا مال" اے بندے! تیرا کیا ہے؟ تیرا مال وہی ہے جو تو نے کھالیا، پی لیا، پہن لیا یا اپنے ہاتھ سے دے چکا ہے، خیرات کی ہے۔ باقی تو وارثوں کا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے جس کو اپنے وارثوں کا مال زیادہ عزیز ہو اپنے مال سے۔ کہنے لگے حضرت! ایسا آدمی تو ہم میں سے کوئی نہیں ہے۔ فرمایا تم سارے ہو۔ کیوں کہ جس مال کو تم سنبھالے پھرتے ہو وہ تمھارا نہیں ہے تمھارے عزیزوں کا ہے جس کے لیے تم پاپڑ بیلتے ہو۔ سچ جھوٹ کو خلط ملط کرتے ہو وہ تمھارا نہیں ہے تمھارے وارثوں کا ہے۔ پھر اگر وارث نیک ہیں، کھائیں گے، نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے تو تمھیں بھی ثواب ملے گا اور اگر پسماندگان معاذ اللہ بُرے ہیں، بے نماز، روزے خور، جوا کھیلنے والے، نشہ کرنے والے، تو تمھیں قبر

میں پڑے ہوئے بھی سزا ہوگی کہ یہ تمھارا مال کھا کر بداعمالیاں کررہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قبر تک بندے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو واپس آجاتی ہیں ایک ساتھ رہتی ہے۔ ایک تو عزیز رشتہ دار جنازے کے ساتھ جاتے ہیں، واپس آجاتے ہیں چاہے کتنے قریبی کیوں نہ ہوں ساتھ جانے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ ماں جو کہتی ہے بیٹے میں تجھ پر قربان! وہ بھی ساتھ نہیں جاتی۔ پشتو کی کہاوت ہے کہ ماں کہتی تھی اپنے بیٹے کو:

"زہ پُرتا قربایم"

"میں تجھ پر قربان۔" بیٹے کو تیز بخار چڑھ گیا اور بہ ظاہر مایوسی ہوگئی کہ نہیں بچے گا۔ نیم چاندنی رات تھی اتفاقاً بیل کھل کر اندر داخل ہوا۔ اس نے سمجھا کہ عزرائیل علیہ السلام آگئے ہیں۔ کہنے لگی اے عزائیل علیہ السلام! "دہ جوڑا و نہ جوڑ فرق گواہ مامہ وڑہ۔" بیمار اور تن درست کا فرق کرنا کہیں مجھے نہ لے جانا۔

تو ساتھ کوئی نہیں جاتا۔ دوسرا: مال جاتا ہے۔ مال سے مراد چار پائی، چادر وغیرہ۔ وہ بھی واپس آجاتا ہے۔ تیسری ساتھ جانے والی چیز ایمان اور عمل ہے۔ اس کا ہمیں خیال ہی نہیں ہے۔

شانِ نزول :

تو فرمایا تمھیں غفلت میں ڈال دیا کثرت نے حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے زیارت کی قبروں کی۔ تفسیر کبیر میں واقعہ نقل کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں دو برادریاں تھیں۔ بنو عبد مناف اور بنو سہم۔ یہ آپس میں بیٹھے باتیں کررہے تھے کہ ایک برادری نے کہا ہم زیادہ ہیں۔ دوسروں نے کہا ہم زیادہ ہیں۔ اس پر اختلاف ہوگیا۔ سمجھ

دار آدمیوں نے کہا کہ جھگڑا نہ کرو ایک شہر میں رہنے والے ہو مردم شماری کر لو۔ مردم شماری کی گئی تو بنو عبد مناف کے افراد بڑھ گئے۔ اُنھوں نے نعرے بازی کی، خوشی منائی کہ ہم زیادہ ہیں۔ بنو سہم کو بڑا صدمہ ہوا کہ ہم تھوڑے نکلے۔ بنو سہم نے کہا کہ قبروں کو بھی شمار کرو۔ چنانچہ قبرستان گئے تو بنو سہم کے مردے زیادہ نکلے۔ اُنھوں نے وہاں نعرے بازی کی، خوشی منائی کہ ہم زیادہ ہیں۔ تو فرمایا تمھیں غفلت میں ڈال دیا کثرت نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی یعنی مُردوں کو بھی مردم شماری میں شامل کیا۔

(اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ کثرت کے اظہار نے تمھیں غفلت میں ڈالا حتیٰ کہ تم نے مقابر کی زیارت کی۔ یعنی دنیا میں انھی چیزوں میں مگن رہے اور پھر مر گئے تم اور قبروں تک پہنچ گئے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ خَصْلَتَانِ "آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور دو خصلتیں اس میں جوان رہتی ہیں اَلْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ جوں جوں بڑا ہوتا ہے مال کی حرص بڑھ جاتی ہے اور دوسری عمر کی۔" چاہے جتنی عمر ہو جائے چاہے گا مجھے اور عمر مل جائے۔

شاہ پور کھیالی میں ایک بابا ہوتا تھا ایک سو پانچ سال اس کی عمر تھی۔ بات کرتا تو کہتا تھا کہ جتنی میری عمر گزری ہے معلوم نہیں اتنی اور ہے یا نہیں مگر بات میں سچی کرتا ہوں۔ ایک سو پانچ سال کھا کر بھی وہ سیر نہیں ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! کون سا آدمی اچھا ہے۔ فرمایا مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ "جس کی عمر زیادہ ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں۔" حضرت! اَيُّ النَّاسِ شَرٌّ بُرا آدمی کون سا ہے؟ فرمایا مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَسَاءَ

عَمَلُهٗ "جس کی عمر زیادہ ہو اور اس کے عمل بُرے ہوں۔" ایک وہ زمانہ تھا کہ جب کسی آدمی کی ڈاڑھی میں سفید بال آجاتا تھا یا سر میں ایک بال سفید آجاتا تھا تو اس میں انقلاب پیدا ہو جاتا تھا کہ اب میں گیا کہ نذیر، ڈرانے والی چیز آگئی ہے۔ میری موت قریب ہے۔ (اور اب سارے جسم کے بال بھی سفید ہو جائیں پھر بھی کوئی پروا نہیں ہے۔)اور معاف رکھنا! ہم مکمل سفید ہو جائیں پھر بھی نہیں بدلتے۔ نہ آج ہمارا اچھا ہے اور نہ کل آنے والا اچھا ہو گا۔

فرمایا كَلَّا خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے۔ دنیا کا سارا نشہ اتر جائے گا۔ آج ہم دنیا کے نشے میں ہیں۔ جس طرح بے ہوش کر کے آپریش کرتے ہیں اس وقت پتا نہیں چلتا میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جب نشہ اُترتا ہے اور ہوش آتا ہے تو پھر پتا چلتا ہے کہ میرا بازو کٹ چکا ہے، ٹانگ کٹ چکی ہے، پیٹ چیرا گیا ہے۔ پھر درد بھی ہوتا ہے۔ آج ہم دنیا کے نشے میں ہیں آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے نشہ اُتر جائے گا اور سب کیا دھرا سامنے آجائے گا۔

فرمایا ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ خبردار اگر تم جان لو یقینی طور پر جاننا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ البتہ تم ضرور دیکھو گے دوزخ کو، آگ کے شعلوں کو۔ وہ آگ جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ پھر البتہ تم ضرور دیکھو گے اس کو یقین کی آنکھ سے۔

علم کے تین درجات :

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے تصوف پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "معارف لَدُنِّیَہ" اس میں وہ فرماتے ہیں کہ علم کے تین درجے ہیں، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

علم الیقین اُسے کہتے ہیں کہ سچا آدمی کوئی بات کہے مثلاً ایک آدمی نے کہا کہ آگ جلا دیتی ہے اور آپ نے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھا نہیں لیکن بتانے والے کی سچائی کا آپ کو علم ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ تو یہ علم الیقین ہے۔ کہ جس طرح اس نے کہا ہے ایسا ہی ہے۔

اور عین الیقین یہ ہے کہ آپ آگ کو جلاتے ہوئے دیکھیں کہ وہ چیزیں جلا رہی ہے۔ اور آپ چیزوں کو جلتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ تو یہ علم الیقین ہے۔

اور حق الیقین یہ ہے کہ آپ کے بدن کا کوئی حصہ آگ میں جل جائے۔ پھر اس سے آگے علم کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

فرمایا تمھیں یہ ساری باتیں حق الیقین کے طور پر حاصل ہو جائیں گی کہ رب تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ پھر تم سے البتہ پوچھا جائے گا اُس دن نعمتوں کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ نے وجود دیا، کان دیئے، آنکھیں دیں، دل دیا، ہاتھ پاؤں دیئے، صحت دی۔ ان کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کو کہاں خرچ کیا، ان سے کیا کام لیا؟ سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۶ میں ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا "کان، آنکھ، دل، ان سب چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا۔" اللہ تعالیٰ نے مال دیا، صحت دی، فراغت دی، ان

کے بارے میں سوال ہوگا کہ یہ چیزیں تم نے کہاں استعمال کیں۔ پہلے لوگ اچھے تھے دنیا اُن کی اگرچہ تنگ تھی لیکن آخرت آسان تھی۔ ہم جتنے آرام میں ہیں یقین جانو! آخرت میں اتنے تنگ ہوں گے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جتنی سہولتیں عطا فرمائی ہیں اتنا شکر ادا نہیں کرتے۔ حالانکہ قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

ترمذی شریف کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے پوچھا کہ گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کہنے لگیں کوئی چیز نہیں ہے۔ بھوک نے بے تاب کیا تو مسجد میں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ کہنے لگے حضرت بھوک نے بے تاب کیا تو باہر آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی ہی بھوک نے مجھے گھر سے نکالا ہے۔ فرمایا اچھا چلو! تینوں ہستیاں چل پڑیں۔

حضرت ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے باغ تھا۔ باغ میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ ذرا مال دار تھے۔ ان کی بیوی نے دیکھا تو بڑی خوش ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ خوش آمدید کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوالہیثم کہاں ہیں؟ بیوی نے بتایا کہ پانی لینے کے لیے گئے ہیں ابھی آجاتے ہیں۔ تھوڑی دیرر کے بعد میں وہ آگئے۔ دیکھ کر بڑے حیران اور خوش ہوئے کہ بزرگ ہستیاں میرے گھر آگئی ہیں۔ کھجوروں کا گچھا لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا کہ حضرت! میں بکری ذبح کرتا ہوں کہ آپ کے لیے کھانا تیار کرا کر لاتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِیَّاكَ وَالْحُلُوْبَةَ "دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دودھ والا جانور ذبح نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اس

سے دودھ کی قلت پیدا ہوگی۔ اسی لیے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ دودھ والے جانور کی قربانی مکروہ ہے۔ وہ گئے، بکری ذبح کی، گوشت بنایا اور کھانا تیار کرا کے لے آئے۔ تینوں حضرات نے کھانا کھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت والے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس کا تم نے حق ادا کیا یا نہیں کیا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم سے ضرور پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔ پھر بعض نادان ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ زبان سے الحمدللہ! کہہ دیا بس سارا شکر ادا ہوگیا۔ بھئی! نعمتوں کا فائدہ تو سارا بدن اُٹھائے اور شکریے کے لیے صرف دو تولے کی زبان ہلے۔ شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ نماز میں ہے کہ اس سے سارا جسم خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ جتنا شکر نماز کے ذریعے ادا ہوتا ہے اور کسی چیز سے ادا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو، موت کو نہ بھولو، قبر اور آخرت کی تیاری کرو۔ جنت دوزخ کو سامنے رکھو، پل صراط کو آنکھوں کے سامنے رکھو، میزان کو نہ بھولو اور غفلت میں زندگی نہ گزارو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُورَةُ العَصۡرِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۳ ۱۰۳ سُوْرَۃُ الْعَصْرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۳ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ ع ۲۸

وَالْعَصْرِ قسم ہے عصر کی اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک سارے انسان لَفِیْ خُسْرٍ البتہ گھاٹے میں ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ مگر وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَتَوَاصَوْا اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں بِالْحَقِّ حق پر قائم رہنے کی وَتَوَاصَوْا اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں بِالصَّبْرِ صبر کی۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ العصر ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں عصر کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے بارہ ﴿۱۲﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا تیرھواں ﴿۱۳﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیات ہیں۔

قرآن کریم کی ایک سو چودہ ﴿۱۱۴﴾ سورتیں ہیں۔ ان میں سے تین سورتیں سب

سے مختصر ہیں۔ ایک سورۃ العصر ہے اور دوسری سورۃ الکوثر ہے اور تیسری سورۃ النصر ہے۔ ان کی تین، تین آیتیں ہیں۔ ان تین سورتوں کے سوا قرآن کریم میں کوئی ایسی سورت نہیں ہے جس کی تین آیتیں ہوں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نماز میں کم از کم تین آیتیں پڑھے گا تو نماز صحیح ہوگی۔ یا ایک آیت کریمہ جو بقدر تین آیتوں کے لمبی ہو پڑھنی چاہیے، اکیلا پڑھے یا جماعت کرائے۔ قرآن کریم میں سب سے لمبی آیت کریمہ آیت تداین ہے اِذَاتَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴿البقرہ: ۲۸۲﴾

سورۃ العصر کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے روایات ذکر کی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عموماً یہ معمول تھا کہ جب کوئی مجلس برخاست ہوتی اور گھروں کو جانا چاہتے تو ایک دوسرے کو یہ سورت سنا کر جاتے تھے۔ یعنی اس سورت میں جو مضمون ہے وہ سبق کے طور پر ایک دوسرے کو سناتے تھے کہ بھائی ان چیزوں کو یاد رکھو اور ان کی پابندی کرو۔ یہ سورت پڑھنے کے بعد السلام علیکم کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔

عصر کی مختلف تفسیریں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْعَصْرِ قسم ہے عصر کی۔ عصر کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ عصر سے مراد زمانہ ہے۔ لیکن وہ زمانہ جو پہلے گزر چکا ہے اور دہر اس زمانے کو کہتے ہیں جو گزشتہ اور آئندہ پر حاوی ہو۔ تو عصر سے مراد گزشتہ زمانہ ہے۔ کیوں کہ گزرا ہوا زمانہ بندے نے خود دیکھا ہوتا ہے یا تاریخی واقعات سنے ہوتے ہیں لہٰذا ان حالات کے بارے میں کوئی شک اور تردد نہیں ہوتا۔ اور زمانے ہی میں ایمان، کفر، خیر، شر ہے۔ اور زمانہ ظرف ہے۔ تو معنیٰ ہوگا قسم ہے گزشتہ زمانے کی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ عصر سے عصر کا وقت مراد ہے۔ کیوں کہ عصر کے وقت

کی خاص اہمیت ہے۔ اس وقت فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ عصر کی نماز جب کھڑی ہوتی ہے تو صبح والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات والے فرشتے آجاتے ہیں۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۸ میں ہے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى "تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً عصر کی نماز کی۔"

تیسری تفسیر یہ ہے کہ عصر کی نماز مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ "جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی یوں سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد مر گئے اور مال بھی سارا لوٹ لیا گیا۔" تصور کرو کہ جس کے گھر کے سارے افراد ختم ہو جائیں اور سارا مال بھی کوئی لے جائے تو کتنا صدمہ ہوگا؟ عصر کی نماز کے فوت ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو محدثین کا ایک گروہ کہتا ہے فوت ہونے کا معنیٰ ہے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ ایک تو عذر ہے کہ بیمار ہے، مسافر ہے۔ تو جس شخص نے بغیر کسی عذر کے عصر کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی تو یوں سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد مر گئے اور اس کا سارا مال لوٹ لیا گیا۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ نماز کے فوت ہونے سے مراد ہے نماز کا مستحب وقت فوت کر دیا کہ مستحب وقت میں نماز نہیں پڑھ سکا بغیر کسی مجبوری کے۔ مسافر نہیں، بیمار نہیں ہے اور کوئی خاص وجہ نہیں ہے اور یہ مست ہو کر اپنے کاموں میں لگا رہا اور مستحب وقت میں نماز نہیں پڑھی تو یہ بھی گناہ ہے۔

کتاب الروح کا ایک عبرت ناک واقعہ :

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بڑا نیک

آدمی تھا۔ بیوی بھی نیک۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا وہ بھی نیک تھے۔ اچھے لوگوں کا گھرانا تھا۔ بزرگ فوت ہو گئے اور کچھ دنوں کے بعد نوجوان لڑکی بھی فوت ہو گئی۔ لوگ جب دفنا کے جانے لگے تو اس کی قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ بیٹے نے گھر جا کر تلوار ہاتھ میں لی اور والدہ سے کہا کہ بتا میری بہن میں کیا عیب تھا؟ کیوں کہ اولاد کے عیب ماں باپ ہی جانتے ہیں۔ والدہ سمجھی کہ چند دن پہلے اس کا والد فوت ہوا ہے اور اب بہن فوت ہوگئی ہے بے چارے کا دماغی توازن قائم نہیں رہا اس لیے اس طرح کی باتیں کر رہا ہے۔ والدہ نے سمجھانا شروع کیا کہ بیٹے تیرا باپ تھا، میرا خاوند تھا، تیری بہن تھی میری بیٹی تھی، صدمہ مجھے بھی ہے صدمے کو صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیا جاتا ہے۔ بیٹے نے کہا امی! ایسی بات نہیں ہے سب نے مرنا ہے۔ مجھے یہ بتلاؤ کہ میری ہمشیرہ میں عیب کیا تھا کہ اس کی قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے ہیں؟ ماں نے کہا بیٹے! تیری ہمشیرہ میں کوئی عیب نہیں تھا۔ جب سے وہ جوان ہوئی نہ ہمارے گھر کوئی اجنبی آیا اور نہ ہی میں نے اس کو کسی رشتہ دار کے گھر جانے دیا۔ بس ایک عیب تھا کہ نماز لیٹ پڑھتی تھی مستحب وقت میں نہیں پڑھتی تھی۔

علمائے وقت سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے بتایا کہ اس کا لیٹ نماز پڑھنا گناہ تھا۔ اور جو پڑھتے ہی نہ ہوں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ یہ خود سوچ لیں۔ اور ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا حال ہمیں بتلا دیں اور اگر ہم قبر کے حالات دیکھ لیں تو ہمارے لیے کھانا پینا مشکل ہو جائے اور دنیا کا سارا نظام معطل ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے پردہ ڈالا ہوا ہے۔ تو عصر سے مراد زمانہ بھی ہے، نماز بھی ہے اور مستحب وقت بھی ہے۔

تو فرمایا قسم ہے عصر کی اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ بے شک سارے انسان

البتہ گھاٹے میں ہیں۔ اس گھاٹے سے بچنے والے وہ ہیں جن میں چار خوبیاں ہیں۔ فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے صحیح معنیٰ میں۔ یعنی جس کو قرآن ایمان کہتا ہے، حدیث ایمان کہتی ہے، فقہ اسلامی ایمان کہتی ہے۔ محض دعویٰ ایمان سے کچھ نہیں بنتا اور نہ کوئی فائدہ ہے۔

باطل فرقے:

دور جانے کی ضرورت نہیں ہے پاکستان ہی میں کتنے ہی باطل فرقے ہیں جو ایمان کے دعوے پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم مومن ہیں، مسلمان ہیں۔ حالانکہ نہ وہ از روئے قرآن مومن ہیں، نہ از روئے حدیث مومن ہیں اور نہ فقہ اسلامی کے لحاظ سے مومن ہیں۔ جیسے قادیانی ہیں، منکرین حدیث ہیں، ذکری فرقہ ہے، رافضیوں کو دیکھ لو، سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوؤں کو دیکھ لو۔ اسی طرح کمیونزم والے ہیں، سوشلزم والے ہیں۔ یہ سب اسلام سے خارج ہیں۔ مگر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ پرویزی پکے کافر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

غلام احمد پرویز نت کلاں کا رہنے والا تھا۔ اس نے معارف القرآن تفسیر لکھی ہے چار جلدوں میں۔ وہ کہتا ہے کہ آج تک کوئی شخص پیدا ہی نہیں ہوا جس نے میری طرح قرآن سمجھا ہو۔ ساری زندگی انگریز کے بوٹ صاف کرتا رہا، انگریز کا ملازم تھا، کسی استاد سے قرآن شریف پڑھا نہیں اور دعویٰ کرتا ہے کہ میرے جیسا قرآن کسی نے نہیں سمجھا (بات تو اس کی ٹھیک ہے کہ جس طرح کا اس نے سمجھا ہے اس طرح کا تو کسی نے نہیں سمجھا اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھایا ہے۔ مرتب)

کہتا ہے کہ اگر سائنس یہ ثابت کر دے کہ آدمی اپنے عنصر جسم کے ساتھ چند منٹ

میں چاند تک پہنچ سکتا ہے، آسمان تک پہنچ سکتا ہے میں پھر بھی ہرگز، ہرگز رسول اکرم کے معراج جسمانی کو تسلیم نہیں کروں گا۔ اُس وقت ابھی امریکہ نے خلائی جہاز نہیں چلائے تھے یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب اس نے یہ بات تفسیر میں لکھی۔ یہ بے ایمان قرآن کا سب سے بڑا مفسر بنا بیٹھا ہے۔ یہ لوگ گھروں میں مفت رسالے تقسیم کرتے ہیں۔ ان سے بچو۔ لہٰذا جب تمھارے پاس کوئی کتاب آئے تو پوچھو یہ کتاب کس مسلک کی ہے، کس فرقے کی ہے۔ یہ باطل فرقے کتابیں اور رسالے تقسیم کرتے رہتے ہیں، احتیاط کرو۔ ایمان بچانا بہت ضروری ہے۔ کراچی میں ایک نیا فتنہ ڈاکٹر عثمان کا کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگوں کو مفت کتابیں اور رسالے بھیجتے ہیں ان سے ایمان کو بچاؤ۔

احمد رضا خان نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے جس کا نام ہے کنز الایمان۔ اُردو ترجموں میں اتنا غلط ترجمہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، باوضو ہوں میرے سامنے قرآن شریف ہے، قبر کے کنارے پر ہوں، خدا کو جواب دینا ہے، اتنا غلط ترجمہ کسی نے نہیں کیا۔ شاھد کا لفظ قرآن پاک میں موجود ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ﴿الاحزاب:۴۵﴾ تو شَاهِدًا کا ترجمہ کیا ہے حاضر وناظر۔ حالانکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر مانے وہ کافر ہے۔ اب عام آدمی جو دیکھے گا تو وہ کہے گا حاضر وناظر تو قرآن کا ترجمہ ہے۔ کون کون سے فتنے کی نشان دہی کی جائے۔ کوئی ایک فتنہ ہے۔ اس دور میں ایمان بچانا بہت مشکل ہے۔

دوسری خوبی خسارے سے بچنے کی وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے۔ تیسری خوبی: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں حق پر قائم رہنے کی۔ مثلاً میں آپ کو کہتا ہوں سچے عقیدے کو نہ چھوڑنا، عبادات کو نہ چھوڑنا، حرام

کے قریب نہ جانا اور تمھارے بھی ذمہ یہ فرض ہے کہ جس جس کو ملو اس کو تلقین کرو کہ بھائی! یہ کام کرنے کے ہیں اور یہ کام نہ کرنے کے ہیں۔

خسارے سے بچنے والوں کی چوتھی خوبی: وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں۔ وصیت کا معنٰی ہے تاکیدی حکم کرتے ہیں صبر کا۔ کہ ایمان پر قائم رہنا، حق کی بات پر قائم رہنا۔ حق کہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بڑی بڑی تکلیفیں آتی ہیں ایسے موقع پر صبر سے کام لینا ہے۔

عمرو بن العاص اور مسیلمہ کذاب کا مکالمہ :

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ یمامہ کے علاقے میں گئے جہاں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا خاندان، قبیلہ بنو حنیفہ بڑا جنگجو تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کے ساتھ مقابلہ میں چودہ سو ۱۴۰۰ صحابہ جن میں سات سو ۷۰۰ حافظ قرآن تھے، شہید ہوئے تھے اور بالآخر یہ فی النار ہوا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حالتِ کفر میں اس کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہوا۔ ان دنوں سورۃ العصر نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ مسیلمہ کذاب نے سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا مجھ پر بھی ایک سورت نازل ہوئی ہے یَا وَبَرُ یَا وَبَرُ اِنَّكَ ذُوالْاُذُنَيْنِ وَ الصَّدَرُ وَ سَائِرُكَ تَقَرٌ حَقَرٌ۔ یعنی اس نے سورۃ العصر کی نقل اُتاری۔ وَبَرُ ایک جنگلی جانور ہے بلے کی شکل کا۔ اس کے کان بڑے بڑے ہوتے ہیں اور چھاتی اُبھری ہوئی ہوتی ہے اور باقی بدن اس کا دبلا پتلا ہوتا ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ ہے: "اے جنگلی بلے، اے جنگلی بلے! تیرے کان ہی کان ہیں اور تیرا

سینہ ہی سینہ ہے باقی بدن میں تو کمزور ہے۔"

یہ سنا کے مسیلمہ کذاب نے عمرو بن العاص سے کہا بتلاؤ بات بنی ہے۔یعنی مقابلہ میں سورت ٹھیک ہے۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّكَ تَكْذِبُ "بے شک تو جھوٹ بول رہا ہے یہ اس کا مقابلہ نہیں ہے۔" حالانکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔اگر مسلمان ہوتے تو مسیلمہ کذاب کہتا کہ تو طرف داری کر رہا ہے۔تو یہ چار خوبیاں جس میں ہوں گی وہ کامیاب ہے۔باقی سارے خسارے میں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الھمزۃ

(مکمل)

جلد ۲۱

أیاتھا ۹ ۱۰۴ سُوْرَةُ الْھُمَزَةِ مَكِّیَّةٌ ۳۲ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝۱ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝۴ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹

وَیْلٌ ہلاکت ہے لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ہر اُس شخص کے لیے جو منہ پر عیب بیان کرتا ہے لُّمَزَةِ جو غائبانہ عیب بیان کرتا ہے الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وہ جس نے جمع کیا مال وَّعَدَّدَهٗ اور گنتا رہتا ہے اس کو یَحْسَبُ گمان کرتا ہے وہ اَنَّ مَالَهٗٓ کہ بے شک اس کا مال اَخْلَدَهٗ ہمیشہ رکھے گا اس کو كَلَّا خبردار لَیُنْۢبَذَنَّ البتہ ضرور ڈالا جائے گا اس کو فِی الْحُطَمَةِ چور چور کر دینے والی میں وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الْحُطَمَةُ کیا ہے چور چور کر دینے والی نَارُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے الْمُوْقَدَةُ جلائی ہوئی الَّتِیْ تَطَّلِعُ وہ آگ جو پہنچ جاتی ہے عَلَی الْاَفْـِٕدَةِ دلوں پر اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ بے شک یہ آگ ان پر بند کی ہوئی ہوگی فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ لمبے لمبے ستونوں میں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الھمزہ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں ھمزہ کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اکتیس ﴿۳۱﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا نزول کے اعتبار سے بتیسواں ﴿۳۲﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور نو ﴿۹﴾ آیتیں ہیں۔

مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سارے مخالف تھے۔ لیکن مخالفین میں بعض شریف الطبع تھے کہ مخالفت کے باوجود گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان چیزوں کو پسند کرتے تھے۔ اور بعض مخالفت میں اتنے سخت تھے کہ شرارت سے باز نہیں آتے تھے ہاتھا پائی بھی کرتے اور زبان درازی بھی کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنگ کرنا، غلاموں کو مارنا، لونڈیوں کو مارنا، تنگ کرنا ان کا وتیرہ تھا۔ بعض تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زبان درازی کرتے اور بعض غائبانہ، پشت کے پیچھے کہتے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ اس لیے کیا ہے کہ ماں باپ اس کے سر پر نہیں ہیں۔ اس طرح یہ لوگوں کو قریب کر کے مال اکٹھا کرنا چاہتا ہے۔ کوئی کہتا مال مقصد نہیں ہے، رشتہ لینا مقصد ہے کہ عموماً رشتہ والدین کرتے ہیں یا دادا دادی کرتے ہیں۔ وہ تو ہیں نہیں تو یہ لوگوں کو اپنا گرویدہ کر کے رشتہ لینا چاہتا ہے۔ کسی نے کہا کہ سارے عرب کو اپنے ماتحت کر کے حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ الغرض جو بات کسی کے منہ میں آتی، کرتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر طائف :

تاریخ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے تین بھائی سردار تھے۔ عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی بڑی نرمی کے ساتھ حق ان کے سامنے پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام لے کر آیا ہوں اور قیامت کو حق سمجھو، میری نبوت پر ایمان لاؤ، قرآن پاک کو سچا مانو، سچ بولو، جھوٹ کے قریب نہ جاؤ، ناپ تول میں کمی نہ کرو، کسی عورت کو بُری نگاہ سے نہ دیکھو، چوری نہ کرو، ڈاکا نہ ڈالو، زنا نہ کرو، قتل نہ کرو۔

ایک بھائی نے کہا تیرے پاس فوج کتنی ہے، دولت کتنی ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میرے پاس نہ فوج ہے نہ دولت ہے۔ کہنے لگا رب کو یتیم ہی ملا تھا رسالت کے لیے اور کوئی اچھا آدمی نہیں ملا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دوسرے نے کہا کہ اگر رب نے تجھے نبی بنایا ہے تو کعبہ کا غلاف پھاڑا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبے کی بڑی ناقدری کی ہے تیرے جیسے یتیم اور مسکین کو نبوت دے کر۔ یہ کہہ کر وہ بھی اُٹھ کر چلا گیا۔ تیسرا جانے لگا تو نوجوانوں کو اس نے اشارے سے کہا کہ اس کی پٹائی کرو، حوصلہ شکنی کرو کہ پھر اِدھر نہ آئے۔ تینوں بھائی مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے اور شرارت کا اشارہ کر گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس وقت وہاں سے واپس مڑے تو طائف کے لڑکوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر پتھروں کی بارش کر دی۔ گھٹنوں اور ٹانگوں پر پتھر مارے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک سے اتنا خون بہا کہ جوتے خون سے بھر گئے۔

اور تاریخ میں مکہ مکرمہ کے تین آدمیوں کا نام آتا ہے، ابی بن خلف، ولید بن مغیرہ، اخنس بن شریق۔ یہ بھی بڑے بے لحاظ اور منہ پھٹ آدمی تھے۔ اور ابوجہل بھی انھی منہ پھٹ آدمیوں میں سے تھا۔ ان میں سے ہر ایک آ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے زبان

درازی کرتا رہتا تھا کہ کیا تو سونے کی کوٹھی میں رہتا ہے، تیرے پاس کتنا مال ہے، تیرے کتنے نوکر ہیں، رب تعالیٰ نے تجھے کس چیز کی نبوت دی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَیۡلٌ ہلاکت ہے۔ وَیل کے عربی میں کئی معانی آتے ہیں ہلاکت، بربادی، تباہی۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ وَیل جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ وہ طبقہ اتنا گہرا ہے کہ اوپر سے آدمی کو پھینکا جائے تو آگ کے شعلوں میں جلتا ہوا ستر سال کے بعد نیچے پہنچے گا۔ حال آں کہ آدمی وزنی ہوتا ہے اور وزنی چیز جلدی نیچے جاتی ہے۔ اس طبقے سے باقی طبقے بھی پناہ مانگتے ہیں۔ وہ طبقہ کس کے لیے ہوگا؟

همزه اور لمزه کی تفسیر :

لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ہر اُس شخص کے لیے جو منہ پر عیب بیان کرتا ہے کہ تجھ میں یہ خرابی ہے، یہ خرابی ہے۔ لُّمَزَةٍ جو غائبانہ عیب بیان کرتا ہے کہ فلاں میں یہ عیب ہے، فلاں میں یہ عیب ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ **همزه** اسے کہتے ہیں جو زبان سے عیب بیان کرے اور **لمزه** اسے کہتے ہیں جو ہاتھ کے اشارے سے عیب بتلائے۔ مثلاً: کسی کا قد چھوٹا ہے تو ہاتھ کے اشارے سے کہے کہ وہ اتنا چھوٹا ہے۔ کوئی نابینا ہے تو آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بتائے کہ وہ نابینا ہے۔ کسی کا گونگا ہونا زبان نکال کر بتلائے کہ وہ بول نہیں سکتا۔ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ قد آور تھیں اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد سب سے چھوٹا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کوئی پیغام لے کر آئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسے ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا کہ اس نے پیغام بھیجا ہے۔ اس کے چھوٹے قد والی ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا اے عائشہ! اس طرح کرنا بڑا گناہ ہے چاہے کوئی حاضر ہو یا غائب ہو۔ اس طرح اشارہ کر کے تو نے جو تحقیر کی ہے اگر یہ سمندر میں ملا دی جائے تو اس گناہ کی وجہ سے سمندر کڑوا ہو جائے۔ اگر وہ چھوٹے قد کی ہے تو رب تعالیٰ نے اس کو اتنا قد دیا ہے۔ گویا کہ یہ رب تعالیٰ کی ذات پر اعتراض ہوا۔ اگر بندے کے اختیار میں ہو تو کوئی شخص دنیا میں بونا نہ ہو۔ یہ تو رب تعالیٰ کا کام ہے۔ تو کسی کا عیب بیان کرنا، دل آزاری کرنا بڑا گناہ ہے چاہے موجود ہو یا غائب ہو۔

فرمایا الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وہ جس نے جمع کیا مال۔ مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ سب سے بڑا مال دار تھا۔ تیرہ اس کے بیٹے تھے خود بھی بڑا صحت مند تھا۔ اولاد میں بیٹھا ہوتا تھا تو فرق نہیں ہو سکتا تھا کہ بھائی ہے یا باپ ہے۔ نوکر چاکر بھی کافی تھے۔ وہ بڑا مال جمع کرتا تھا وَّعَدَّدَهٗ اور گنتا رہتا ہے اس کو۔ جب یہ کمرے میں اکیلا ہوتا تھا تو گنتا رہتا تھا کہ میرے مال میں سے کسی بیٹے یا بہو نے کم تو نہیں کر دیا۔ گن گن کر خوش ہوتا تھا یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا، زوال نہیں آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہے میرا مال، میرا مال۔ تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے کھا لیا، پی لیا، پہن لیا، اپنے ہاتھ سے صدقہ خیرات کر دیا۔ باقی مال تو تیرے وارثوں کا ہے اگر نیک ہیں اچھی جگہ میں لگائیں گے تجھے اجر ملے گا۔ برے ہیں، برے جگہ خرچ کریں گے تجھے بھی گناہ ہوگا۔

بخاری شریف کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو قبر تک

تین چیزیں ساتھ جاتی ہیں۔ دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور تیسری چیز ساتھ رہتی ہے۔ رشتہ دار، ماں باپ، اولاد واپس آجاتے ہیں کوئی اس کے ساتھ قبر میں نہیں جاتا۔ اور دوسری چیز مال، چار پائی، چادر وغیرہ بھی واپس آجاتے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ قبر میں مردے کے نیچے چٹائی، روئی وغیرہ ڈالنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ نیچے چٹائی ڈال دیتے ہیں اور بہانہ بناتے ہیں کہ نیچے زمین گیلی تھی، نیچے نمی تھی، سب غلط ہے۔ صرف عمل ساتھ ہوں گے۔ اگر کسی گناہ گار کو بڑے مکان میں دفن کر دو تو اس کی دیواریں آپس میں مل جائیں گی اور اس کی پسلیاں آر پار ہو جائیں گی اور اگر کسی مومن کو تنگ قبر میں دفن کر دو گے تو اس کی قبر ستر، ستر ہاتھ عرضاً، طولاً کشادہ ہو جائے گی۔ قبر کی تنگی اور کشادگی کا تعلق عمل کے ساتھ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حِفَرِ النِّيْرَانِ "قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔" سارا دارومدار ایمان اور عمل پر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ مومنوں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں ان کا نام مبشر بشیر ہے اور کافر، گناہ گاروں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں ان کا نام منکر نکیر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت فرشتے سوال کر لیتے ہیں اس کے بعد اچانک اگر مرنے والا نیک آدمی ہے تو قبر میں ایسا خوب صورت آدمی، عمدہ لباس، خوشبوؤں والا، اس کے پاس آتا ہے۔ وہ بڑا حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دنیا میں بڑا چلا پھرا ہوں ایسا خوب صورت آدمی میں نے نہیں دیکھا، ایسی خوش بو کبھی نہیں سونگھی، ایسا بہترین لباس میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تو کون ہے، کہاں سے آگیا ہے؟ قبر

میں روشنی ہوگی جیسے ٹیوبیں روشن ہوتی ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وہ نماز کی روشنی ہوگی۔ وہ بڑے خاص انداز میں کہے گا اَمَا تَعْرِفُنِیْ "کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے۔" اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ "میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شکل میں تیرا ساتھی بنا کر بھیجا ہے۔" اگر مرنے والا برا آدمی ہے تو کَرِیْهُ الْمَنْظَر بری شکل والا آدمی اس کے سامنے آئے گا ایسی بری شکل کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ایسا بدبودار لباس پہنے ہوگا کہ اس سے دماغ پھٹے گا۔ یہ کہے گا اے اللہ کے بندے! میں پہلے ہی تکلیف میں ہوں تو بدصورت کہاں سے آگیا ہے؟ یہ میرے لیے اور مصیبت ہے۔ وہ بڑے استغناء کے ساتھ کہے گا تو مجھے نہیں جانتا۔ وہ کہے گا میں نے تیرے جیسا بدصورت کبھی زندگی میں نہیں دیکھا۔ وہ جواب میں کہے گا اَنَا عَمَلُكَ السُّوْءَ "میں تیرا برا عمل ہوں۔ میں تیرے گلے کا ہار بن کے رہوں گا۔" تو قبر کی اچھائی، برائی عمل کے ساتھ ہے چٹائیاں بچھانے سے نہیں ہے۔

فرمایا كَلَّا خبردار لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ البتہ ضرور بالضرور اس کو ڈالا جائے گا چور چور کردینے والی میں، توڑ پھوڑ دینے والی میں وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ اور آپ کو کس نے بتایا ہے کہ وہ چور چور کردینے والی کیا ہے، وہ توڑ پھوڑ دینے والی کیا ہے نَارُ اللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے الْمُوْقَدَةُ جو جلائی ہوئی ہے۔ اگر وہاں موت دینا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن مقصد تو سزا دینا ہے۔ وہ آگ ایسی ہوگی کہ سر سے لے کر پاؤں تک ہر چیز کو جلائے گی۔ ظاہر، باطن، دل تک اس کا اثر ہوگا۔ دل ایسے جلے گا جیسے ہاتھ جلتا ہے۔

وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى "نہ

مرے گا اُس میں اور نہ جیے گا۔" صرف آگ ہی نہیں اس کے ساتھ گرم پانی سر پر ڈالا جائے گا جس سے سارا چمڑا اُدھڑ جائے گا۔ پانی پلایا جائے گا انتڑیاں کٹ کے باہر نکل آئیں گی یُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَ الۡجُلُوۡدُ ﴿الحج: ۲۰﴾ "پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ وہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں۔" پہلا چمڑا جل جائے گا نیا پہنایا جائے گا۔ كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا ﴿النساء: ۵۶﴾ "جب بھی اُن کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کے لیے دوسری کھالیں تبدیل کر دیں گے۔" بھڑک اتنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ کہے گا مجھے کھانے کے لیے کچھ ملے کہ میں کھاؤں۔ زقوم، تھوہر، ضریع اور غسلین کھانے کے لیے ملیں گے۔

تھوہڑ اتنا کڑوی ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اُس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ اور اتنا بدبودار کہ اگر اُس کا ایک قطرہ دنیا میں گر جائے تو مشرق سے لے کر مغرب تک سارے اس کی بدبو کی وجہ سے مر جائیں۔ پیاس کا عذاب الگ ہوگا، پینے کے لیے ایسا گرم پانی دیا جائے گا کہ ہونٹ جل جائیں گے وَ هُمۡ فِيۡهَا كٰلِحُوۡنَ ﴿المؤمنون: ۱۰۴﴾ "جہنم میں بدشکل ہو کر رہیں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ اوپر والا ہونٹ ناک کی پھونگری (نوک) کے ساتھ لگ جائے گا اور نیچے والا لٹک کر ناف کے ساتھ لگ جائے گا۔ بڑی بُری شکل ہوگی۔

الَّتِیۡ وہ آگ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـئِدَةِ پہنچ جائے گی دلوں پر۔ وہ ظاہر باطن پر برابر اثر کرے گی اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ بے شک یہ آگ اُن پر بند کی ہوئی ہوگی۔ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں جکڑ کر لاکھ کر دیا جائے گا کہ وہ پہلو نہ بدل سکیں۔ کیوں کہ پہلو بدلنے سے بھی تھوڑا سکون مل جاتا ہے فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۔ عمد عماد

کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے ستون۔ مُمَدَّدَة لمبے۔ لمبے لمبے ستونوں میں رکھا جائے گا کہ حرکت نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام صحیح العقیدہ مسلمان مرد، عورتوں کو دوزخ کے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ [آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الفیل

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۵ ۱۰۵ سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ ۱۹ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نہیں جانتے كَيْفَ فَعَلَ کیسا کیا رَبُّكَ آپ کے رب نے بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ہاتھی والوں کے ساتھ اَلَمْ يَجْعَلْ کیا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے كَيْدَهُمْ اُن کی تدبیر کو فِيْ تَضْلِيْلٍ خسارے میں وَّاَرْسَلَ اور چھوڑے اللہ تعالیٰ نے عَلَيْهِمْ اُن پر طَيْرًا پرندے اَبَابِيْلَ غول درغول تَرْمِيْهِمْ جو مارتے تھے اُن کو بِحِجَارَةٍ پتھر مِّنْ سِجِّيْلٍ کنکر کے فَجَعَلَهُمْ پس کر دیا اُن کو كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ گھاس کی طرح کھایا ہوا۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام ہے سورۃ الفیل۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں فیل کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ فِيْل فِيْلَةٌ کی جمع ہے۔ فِيْلَةٌ کا معنیٰ ہے ہاتھی۔

فِیۡل کا معنٰی ہے بہت سے ہاتھی۔ یعنی وہ سورت جس میں بہت سے ہاتھیوں کا ذکر ہے۔ نزول کے اعتبار اس کا سے انیسواں «۱۹» نمبر ہے اس سے پہلے اٹھارہ «۱۸» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور پانچ آیتیں ہیں۔

عرب کے سارے لوگ ابراہیم علیہ السلام کے معتقد تھے۔ مشرک، یہودی، عیسائی، صابی۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت مسلم تھی اور وہ سب کے ہاں قابل احترام تھے اس لیے ہر فرقہ اپنی کڑی ان کے ساتھ ملاتا تھا اور اپنا تعلق ان کے ساتھ جوڑتا تھا۔ یہودی کہتے تھے ابراہیم علیہ السلام ہمارے طریقے پر تھے، عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام بھی وہی کرتے تھے۔ مشرکین مکہ کا یہ غلط نظریہ تھا کہ ہم ابراہیمی ہیں جو کچھ ہم کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام یہی کچھ کرتے تھے۔ اتنے زوردار الفاظ میں دعویٰ کرتے تھے کہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی تھی۔ اس لیے رب تعالیٰ نے صریح اور صاف لفظوں میں فرمایا مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰـكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ «آل عمران: ۶۷» "ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن ایک طرف ہونے والے موحد مسلمان تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔"

چونکہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی تھی اس نسبت سے لوگ کعبۃ اللہ کی بڑی قدر کرتے تھے لیکن حقیقی روح اُن کے اندر نہیں تھی۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک آدمی سامنے مرا پڑا ہے اس کی آنکھیں نظر آ رہی ہیں ناک، کان، پاؤں جسم کے سارے اعضاء نظر آ رہے ہیں لیکن اندر روح نہیں

ہے۔ اس لیے سارے اعضاء بے حقیقت ہیں۔ وہ جو کام کرتے تھے ان کی محض شکل وصورت ہوتی تھی روح ابراہیمی جو توحید تھی وہ ان میں بالکل نہیں تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق حج صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر جب مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ﴿الحج: ۲۷﴾ "اور اعلان کر دو لوگوں میں حج کا آئیں گے وہ تمھاری طرف پیدل اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر جو چلی آئیں گی دور دراز راستے سے۔"

کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کا نام ہے جبل ابوقبیس۔ یہ پہاڑی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمائی تھی۔ اب حکومت نے اس کے نیچے سے سرنگ نکالی ہے منیٰ کی طرف جانے کے لیے۔ اس جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی تھی۔ جن کی قسمت میں تھا اُنھوں نے عالم ارواح میں لبیک کہا تھا اور اب اسی صدا کا جواب دیتے ہوئے لوگ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے جاتے ہیں۔

تو لوگ بیت اللہ کی بڑی عزت کرتے تھے اور دور دراز سے آتے تھے۔ اور مکہ مکرمہ والوں کی اقتصادی اور معاشی ضرورت بھی پوری ہوتی تھی کہ سامان لاتے تھے، بیچتے تھے، خریدتے تھے۔ کیوں کہ مکہ مکرمہ میں تو کوئی شے پیدا نہیں ہوتی تھی۔ نہ زرعی زمین ہے، نہ وہاں کارخانے ہوتے تھے نہ ہی صنعتی دور تھا۔ لوگ چونکہ اطراف سے مکہ مکرمہ آتے تھے۔ یمن سے بھی آتے تھے۔

واقعہ اصحاب فیل :

یمن ملک حبشہ کا ایک صوبہ تھا اس کے گورنر کا نام تھا ابرہہ بن صباح بن اشرم۔ (یہ عیسائی تھا۔) حج کے دنوں میں جب اُس نے دیکھا کہ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب مکہ مکرمہ جارہے ہیں تو اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں جارہے ہیں، کیا بات ہے؟ تو مقامی لوگوں نے گورنر کو بتلایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک مکان ہے یہ لوگ وہاں جاکر اس کا طواف کرتے ہیں اور وہ مکان ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اُس نے آدمی بھیج کر کعبۃ اللہ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ وہ تو سادہ سا کمرہ تھا اور پر غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اُس نے کہا کہ میں ان لوگوں کو یہاں ہی کعبہ بنا دیتا ہوں وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ اس نے شہر صنعاء (جو یمن کا دارالخلافہ تھا) میں ایک مصنوعی کعبہ بڑا خوب صورت، بڑا بلند بنوایا اور اردگرد لوگوں کی رہائش کے لیے کافی کمرے بنوائے ان میں بستر لگوائے، خوراک کا انتظام کیا۔ جو لوگ پختہ ذہن کے تھے وہ تو اس کے چکمے میں نہ آئے مگر پیٹو قسم کے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ یہاں چارپائی، بستر بھی ملتا ہے، حلوا کھیر بھی ملتی ہے، بڑی سہولتیں ہیں۔ اس قسم کے لوگوں نے اس مصنوعی کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔

کچھ سالوں کے بعد حاجی لوگ مکہ مکرمہ میں کم ہو گئے۔ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی پریشان ہوئے کہ تجارت میں کمی آگئی ہے پہلے جتنا سامان فروخت ہوتا تھا اب اتنا نہیں ہوتا۔ ہماری آمدنی پر زد پڑی ہے۔ اس کے لیے اُنھوں نے تحقیقی کمیٹی بنائی کہ وجہ معلوم

کرو کہ لوگوں میں کمی کیوں آئی ہے؟ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ صنعاء میں ایک مصنوعی کعبہ بنایا گیا ہے جس میں سہولتیں بہت ہیں لوگ وہیں چکر لگا کر اپنا وقت گزار لیتے ہیں۔ قریش کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ باقی مار تو آدمی کھا لیتا ہے مگر پیٹ کی چوٹ بہت سخت لگتی ہے۔ ان کی آمدنی پر زد پڑی تھی وہ کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ قریش مکہ نے قبیلہ بنو خزاعہ کا اور بعض روایات میں ہے کہ بنو کنانہ کا ایک چالاک آدمی بھیجا کہ وہ اس مصنوعی کعبہ کو آگ لگا دے۔ اس نے وہاں جا کر کچھ دن گزارے، کھاتا پیتا رہا، حالات کا جائزہ لیا اور پہلے اس میں غلاظت کی پھر اس کو آگ لگا کر جلا دیا۔ وہ بالکل راکھ ہو گیا۔

اصحابِ فیل اور حضور ﷺ کی ولادت عام الفیل میں:

ابرہہ کو خبر پہنچی تو اس کا پارا چڑھ گیا، غصے میں آ گیا کہ اتنی رقم لگا کر اتنا بلند و خوب صورت کعبہ بنایا تھا معلوم کرو یہ کام کس نے کیا ہے؟ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کارروائی قریش کے ایک آدمی نے کی ہے۔ اس نے کہا کہ انھوں نے ہمارا کعبہ جلا ڈالا ہے ہم نے ان کا کعبہ گرانا ہے۔ فوج کو چلنے کا حکم دے دیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساٹھ ہزار فوج اس نے ساتھ لی اور آٹھ ہاتھی۔ بعض کہتے ہیں کہ بارہ ہاتھی تھے اور بڑے کا نام محمود تھا۔ ہاتھی اس زمانے میں وہ کام کرتے تھے جو آج کل ٹینک کرتے ہیں۔ ابرہہ فوج کی قیادت کرتا ہوا مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے سے قبائل ساتھ ملتے گئے۔ مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلے پر آنحضرت ﷺ کے دادا جی حضرت عبد المطلب کے دو سو اونٹ چر رہے تھے۔ ان پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ اس وقت کعبۃ اللہ کے متولی آنحضرت ﷺ کے دادا جان تھے اور یہ واقعہ صحیح قول کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت والے سال پیش

آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے صرف پچاس دن پہلے۔

ابرہہ جس وقت مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو اپنے مشیروں سے کہا کہ میں مکہ مکرمہ کے بڑے آدمی سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان کعبۃ اللہ کے متولی تھے، بڑے قد وقامت والے اور شکل وصورت بھی بڑی اچھی اور بارعب تھے۔ یہ ابرہہ کے پاس پہنچے۔ ابرہہ نے پوچھا کیا سوال لے کر آئے ہو؟ فرمایا تم نے میرے دوسو اونٹ پکڑے ہیں وہ واپس کر دو۔ ابرہہ نے کہا کہ میں نے تو آپ کی شکل وصورت دیکھ کر سمجھا تھا کہ آپ بڑے سمجھ دار آدمی ہیں مگر بات آپ نے بڑی ہلکی کی ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں تمھارا کعبہ گرانے آیا ہوں۔ تجھے چاہیے تھا کہ میرے ساتھ کعبہ کے بچانے کی بات کرتا تجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔ حضرت عبد المطلب نے کہا میرا خاندان بڑا ہے میں نے اپنے گزارے کے لیے اونٹ رکھے ہوئے ہیں۔ کسی کو بیچا، کسی پر سامان لادا۔ اس طرح اپنا وقت گزارتا ہوں۔ اور کعبے کا مالک بڑا طاقت ور ہے وہ کعبے کی خود حفاظت کرے گا مجھے اس کے لیے منت سماجت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو اور غصہ آیا اور کہنے لگا دیکھوں گا کعبے والا کتنا طاقت ور ہے۔

جس وقت یہ مزدلفہ کے علاقے میں پہنچا۔ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک جگہ ہے اس کا نام وادی مُحَسِّر ہے۔ یہ پانچ سو چالیس «۵۴۰» ہاتھ چوڑی ہے اور اتنی ہی لمبی ہے۔ اس کے اردگرد حکومت سعودیہ نے جنگلا لگایا ہوا ہے۔ وہاں شرطے (پولیس والے) کھڑے ہوتے ہیں اس طرف جانے نہیں دیتے۔ کیوں کہ مزدلفہ کا سارا علاقہ حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ عرفات سے واپسی پر مغرب، عشاء، فجر، مزدلفہ ہی میں پڑھنی ہوتی ہیں اور صبح کی نماز کے بعد اصل مقصد ہے مزدلفہ میں ٹھہرنے کا۔

تو پولیس والے وادی مُحسر کی طرف نہیں جانے دیتے۔ کیوں کہ اس کا حج پر اثر پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا وادی مُحَسِّر "سارا مزدلفہ حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے مگر وادی محسر نہیں۔" اس وادی محسر میں جب ابرہہ کا لشکر پہنچا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ سمندر کی طرف سے پرندے آئے فوج در فوج۔ ہر پرندے کے پاس تین کنکر تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسور کے دانے کے برابر۔ ایک ایک پنجے میں اور ایک چونچ میں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ پتھر حمص یعنی چھوٹے چنے کے برابر تھے۔ وہ مسور کا دانہ سر پر پڑتا تھا آر پار ہو کر نیچے سے نکل کر ہاتھی کو چیرتا ہوا زمین پر گر جاتا تھا اور ان کی تڑپ تڑپ کر جان نکل جاتی تھی۔ ساٹھ ہزار میں سے کوئی واپس گھر نہیں لوٹ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی اس طرح حفاظت فرمائی۔

تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عبد المطلب ابرہہ کے ساتھ گفتگو کر کے جب واپس آئے تو شبابیب مکہ، نوجوانان مکہ بڑے جذبات میں تھے۔ کیوں کہ کعبۃ اللہ کا احترام تو سب کے دل میں تھا۔ حضرت عبد المطلب نے انھیں کہا کہ تم پہاڑوں پر چلے جاؤ شہر میں نہ رہنا۔ اُنھوں نے کہا بابا جی! اپنی فکر نہیں ہے ہم تو کعبۃ اللہ کے بارے میں متفکر ہیں۔ حضرت عبد المطلب نے انھیں کہا کہ تم اپنی فکر کرو، اپنی عورتوں کی فکر کرو، بچوں کی فکر کرو، کعبۃ اللہ کی حفاظت کرنے والا زندہ ہے وہ اس کی حفاظت خود کرے گا۔ چنانچہ وہ جبل نور پر چڑھ گئے۔ کچھ دوسرے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ مکہ خالی ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو اس طرح ختم کیا کہ اُن کی نسل بھی باقی نہ رہی۔

اصحابِ فیل کی ناکامی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَمْ تَرَ کا معنیٰ ہے اَلَمْ تَعْلَمْ۔ کیوں کہ رویت آنکھ

سے بھی ہوتی ہے اور دل سے بھی ہوتی ہے۔ تمام حضرات اَلَمْ تَرَ کا ترجمہ کرتے ہیں اَلَمْ تَعْلَمْ۔ اے محمد رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نہیں جانتے ہمارے بتلانے سے كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیسا کیا آپ کے پروردگار نے بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ہاتھی والوں کے ساتھ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ کیا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے اُن کی تدبیر کو، اُن کے مکر کو، اُن کی شرارت کو فِيْ تَضْلِيْلٍ خسارے میں۔ بڑے ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ تکبرانہ انداز میں ابرہہ کی قیادت میں آزمودہ فوج کے ساتھ آئے کہ ہم ان کے کعبہ کو گرا کر آئیں گے مگر اُن میں سے ایک آدمی بھی بچ کر واپس نہ جا سکا۔

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اور چھوڑے اللہ تعالیٰ نے اُن پر پرندے۔ طیر طائرٌ کی جمع ہے۔ اَبَابِيْلَ کا مفرد اِبُّوْلٌ بھی آتا ہے اِبِّيْلٌ اور اِبَّالٌ بھی آتا ہے۔ جس کا معنیٰ ہوگا گروہ، جماعت۔ تو ابابیل کا معنیٰ ہوگا گروہ در گروہ (جوق در جوق)۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے ورنہ مسور یا چنے کے دانے سے آدمی نہیں مرتا۔ پھر ہاتھی تو ہاتھی ہے۔ مگر رب تعالیٰ نے اُن کو گولی سے بھی تیز کر دیا تھا۔ کئی تڑپ تڑپ کر موقع پر مر گئے اور باقیوں کے جسم میں جدری، چیچک، خسرہ قسم کی بیماری پیدا ہوگئی وہ اس بیماری کی وجہ سے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ابابیلوں کے ذریعے نصرت عطا فرما دے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ بندے میں اخلاص ہو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ ﴿محمد: ۷﴾ "اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے یعنی اس کے دین کی تو وہ تمھاری مدد کرے گا۔" دین کی مدد کا یہ معنیٰ ہے کہ دین پر چلو۔ لیکن جب دین میں کمی آئے گی تو رب تعالیٰ کا وعدہ پورا نہیں ہوگا۔

مصر میں کچھ حضرات سے مسواک چھوٹ گئی تھی جس کی وجہ سے دو مہینے فتح رک گئی

تھی۔ حالانکہ مسواک نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ ہے بلکہ مستحب ہے۔ اور جس نماز کے لیے مسواک کی جائے اِس کا درجہ باقی نمازوں سے ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ اور جہاں فرض چھوڑ دیئے گئے ہوں وہاں رب تعالیٰ کی نصرت کیسے آئے گی۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب بات کہی ہے:

؎ فضائے بدر پیدا کر
فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے
قطار اندر قطار اب بھی

فرمایا تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ جو مارتے تھے اُن کو پتھر کنکر کے۔ کسی کی نوک اس طرف کسی کی نوک اُس طرف فَجَعَلَهُمْ پس کر دیا اُن کو كَعَصْفٍ گھاس کی طرح مَّاْكُوْلٍ کھایا ہوا۔ یعنی گھاس کو جانور کھا کھا کے بچے ہوئے (باقی ماندہ) کو پاؤں کے ساتھ روندتے ہیں اور منہ سے بگاڑتے ہیں۔ روند کر، کچل کر چھوڑا ہوا۔ اسی طرح وہ روندے ہوئے کچلے ہوئے تھے۔ ابرہہ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا اور اپنے گھر کی حفاظت فرمائی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُورۃ قُریش

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتھا ۴ ۱۰۶ سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ مَکِّیَّۃٌ ۲۹ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۚ﴿۲﴾ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۠﴿۴﴾

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو اٖلٰفِهِمْ اُن کا مانوس کر دینا رِحْلَةَ الشِّتَآءِ سردی کے سفر سے وَالصَّیْفِ اور گرمی کے سفر سے فَلْیَعْبُدُوْا پس چاہیے کہ وہ عبادت کریں رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ اس گھر کے رب کی الَّذِیْۤ وہ رب اَطْعَمَهُمْ جس نے ان کو کھانا کھلایا مِّنْ جُوْعٍ بھوک میں وَّاٰمَنَهُمْ اور امن دیا ان کو مِّنْ خَوْفٍ خوف سے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ قریش ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں قریش کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے اٹھائیس سورتیں ﴿۲۸﴾ نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا انتیسواں ﴿۲۹﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور چار آیتیں ہیں۔

سرزمین مکہ مکرمہ میدانی علاقہ نہیں ہے۔ پہاڑ ہی پہاڑ ہیں اور جو زمین ہے وہ ہموار نہیں ہے۔ زیادہ تر زمین بھی پتھریلی ہے۔ وہاں کھیت کاشت نہیں ہو سکتے تھے اور وہ صنعتی دور بھی نہیں تھا۔ اس لیے وہاں کے لوگوں کا ذریعہ معاش و خوراک تجارت تھا۔ اپنی اپنی بساط اور طاقت کے مطابق وہ لوگ تجارت کرتے تھے۔ اس کے لیے وہ عموماً سال میں دو سفر کرتے تھے۔ ایک یمن کا اور ایک شام کا۔ سردیوں میں یمن جاتے تھے کیوں کہ وہ گرم علاقہ تھا اور گرمیوں میں شام جاتے تھے کہ وہ ٹھنڈا علاقہ تھا۔ مکہ مکرمہ سے شام دو ماہ میں پہنچتے تھے۔ وہاں چند دن رہتے، اپنا سامان بیچتے، وہاں سے چیزیں خریدتے اور پھر واپس آتے۔

قریش مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کا انکار کیا تو یہی بات کہی کہ ہم تو سواریوں کو چلاتے ہوئے دو ماہ میں مشکل سے پہنچتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ رات میں یہ سارا سفر کر کے واپس آ گیا۔ آسمانوں والا سفر تو ویسے ہی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ شام کا سفر بھی ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ دو مہینوں کا سفر منٹوں میں ہو گیا۔

یہ لوگ جب سفر پر جاتے تھے تو لوگ کعبۃ اللہ کی وجہ سے ان کا بڑا احترام کرتے تھے کہ یہ لوگ کعبۃ اللہ کے پڑوسی ہیں۔ کیوں کہ کعبۃ اللہ کا احترام صرف عرب والے ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی کرتے تھے۔ لوگ ان کی بڑی خدمت کرتے۔ روٹی مفت، چارپائی مفت، بستر مفت۔ مکہ مکرمہ کی چیزیں برکت والی سمجھ کر مہنگی خریدتے اور اپنی چیزیں سستی دیتے کہ یہ خدام کعبہ ہیں۔ عام قافلے والوں کو حتی الوسع ڈاکو نہیں چھوڑتے تھے لیکن ان کا جب پتا چلتا کہ کعبۃ اللہ کے پاس سے آئے ہیں تو ان کو نہیں چھیڑتے تھے۔ کوئی بد باطن قسم کا ہوتا تو الگ بات تھی۔ لیکن ان لوگوں کو سفر میں اطمینان نصیب

ہوتا تھا۔ اِسی طرح جب یہ لوگ یمن جاتے تو راستے میں لوگ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کھانے مفت، دودھ، مکھن، گھی، جو ان کی بساط میں ہوتا پیش کرتے۔ ان سے چیزیں مہنگی خریدتے اور ان کے آگے سستی بیچتے۔ بل کہ بعض لوگ ان کو چیزیں مفت دے دیتے تھے کہ تم لوگ کعبۃ اللہ کے خادم ہواس لیے ہم نے تم سے پیسے نہیں لینے۔ گویا ان کو کعبۃ اللہ کی برکت سے جسمانی طور پر بھی امن ہوتا اور مالی طور پر بھی۔

اچھے اور بُرے مال کا فرق :

تو ان لوگوں کا فریضہ تھا کہ اس گھر والے کی صحیح معنٰی میں عبادت کرتے کہ اس کے گھر کی برکت سے ہماری اتنی عزت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی پر انعام کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہوتا ہے کہ اے پروردگار! تو نے مجھ پر انعام کیا ہے صحت دی ہے، جوانی دی ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، جائز کاروبار دیا ہے۔ رب تعالیٰ کے انعامات کی قدر کرنی چاہیے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، رب تعالیٰ کے احکامات کے سامنے جھکے۔ لیکن عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ مال آجانے کے بعد لوگ سرکش ہو جاتے ہیں۔

بعض لوگ ہمارے سامنے ہیں کہ غریب ہوتے تھے تو نماز کے لیے پہلی صف میں آکر بیٹھتے تھے، درس سنتے تھے۔ ملک سے باہر گئے، دولت آگئی، نہ نماز رہی، نہ روزہ۔ کبھی جمعہ میں نظر آجاتے ہیں۔ بھائی! ایسی دولت کا کیا فائدہ کہ جس کی وجہ سے انسان نماز سے رہ جائے، دین سے دور ہو جائے۔ ایسی دولت تو لعنت ہے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسی ہی دولت اور اس کے طلب گاروں کے بارے میں آتا اَلدُّنیَا جِیفَةٌ وَ طَالِبُهَا کِلَابٌ "اللہ تعالیٰ سے غافل کر دینے والی دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے

والے کتے ہیں۔" مال فی نفسہٖ بُرا نہیں ہے اگر جائز طریقے سے کمایا جائے اور آخرت سے غفلت کا باعث نہ بنے۔ اگر مال فی نفسہٖ بُرا ہوتا تو اس پر عبادات موقوف نہ ہوتیں۔ حج رکن اسلام ہے اور وہ مال پر موقوف ہے۔ جس کے پاس مال نہیں ہے اس پر حج نہیں ہے۔ قربانی واجب ہے مگر اس پر جس کے پاس مال ہو۔ عشر عبادت ہے لیکن اگر مال نہیں ہے تو عشر کہاں سے دے گا؟ لہٰذا دونوں کے درمیان فرق سمجھ لو۔ اگر مال جائز طریقے سے ہو اور آخرت سے غافل کرنے والا نہ ہو تو یہ جتنا بھی زیادہ ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ایسا مال کہ جس میں حلال وحرام کی تمیز نہ کی گئی ہو اور وہ آخرت سے غافل کر دے، نماز روزے کی پروانہ رہے، یہ مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں۔

قریش مکہ کو کعبۃ اللہ کی وجہ سے امن حاصل تھا، عزت حاصل تھی، رزق ملتا تھا، اُن کو اِس کی قدر دانی کرنی چاہیے تھی لیکن ان ظالموں نے بجائے رب تعالیٰ کی عبادت کے تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا شروع کی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ۔ ایلاف کا معنیٰ ہے مانوس کرنا، محبت ڈالنا۔ معنیٰ ہو گا اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو۔ تجارت کے لیے جہاں بھی جاتے تھے لوگ ان سے محبت کرتے تھے، ان کا ادب واحترام کرتے تھے۔

لفظِ قریش کی وجہ تسمیہ :

قریش کو قریش کیوں کہتے ہیں؟ اہل لغت نے اس کے متعلق بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ قریش کا معنیٰ ہے جمع کرنا۔ یہ لوگ چونکہ تجارت کے ذریعے مال جمع کرتے تھے کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ ہمارے پاس زرعی زمین نہیں ہے، باغات نہیں ہیں، اہل وعیال کا خرچہ جمع کرنا ہے تو تجارت کے ذریعے مال جمع کرتے تھے۔ اس لیے

ان کو قریش کہا جاتا ہے۔

قاموس اللغات، لغت کی مشہور اور مستند کتاب ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ نضر بن کنانہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد میں سے تھے۔ وہ بڑے بہادر تھے۔ ان کو بہادری کی وجہ سے قریش کا لقب ملا تھا۔ قریش اصل میں سمندر میں سب سے بڑی مچھلی کا نام ہے جس پر آج تک کوئی قابو نہیں پا سکا۔ ساری مچھلیاں اس کے منہ میں آ جاتی ہیں۔ جیسے خشکی کے جانوروں میں سب سے زیادہ بہادر شیر سمجھا جاتا ہے اسی طرح سمندری مخلوق میں قریش مچھلی سب سے زیادہ بہادر سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ نضر بن کنانہ بڑا بہادر آدمی تھا اس لیے اس کو قریش کا لقب دیا گیا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور صحیح العقیدہ لوگ تھے۔ قریش کی ایک شاخ تھی قبیلہ بنو خزاعہ۔ اس کا ایک آدمی تھا جس کا نام تھا عمرو بن لُحی بن قمع۔ اس ظالم نے کعبۃ اللہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ رکھ دیا اور اس کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ رکھ دیا کہ ان بزرگوں نے کعبۃ اللہ بنایا تھا۔

یہ بڑا افراڈیا آدمی تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ عمرو بن لُحی نے ایک کنڈی والی لاٹھی رکھی ہوئی تھی اور کمر کے پیچھے تھیلا رکھا ہوا ہوتا تھا۔ لوگ طواف کرتے یہ دیکھتا جس کا کمبل، چادر اچھی ہوتی کنڈی کے ذریعے اس کے کندھے سے اتار لیتا۔ اگر کسی کو علم ہو جاتا تو کہتا غلطی سے لگ گئی ہے۔ لوگ کم ہوتے تھے طواف کرنے والے خال خال ہوتے تھے۔ اب مخلوق بہت زیادہ ہوگئی ہے۔

میں نے پہلا حج بحری جہاز کے ذریعے صرف سولہ سو دس ﴿۱۶۱۰﴾ روپے میں کیا تھا۔ آج اگر کسی کے سامنے یہ بات کریں تو وہ مذاق سمجھتا ہے۔ پھر اس سولہ سو دس روپے

سے کرایہ، خرچہ، کتابیں خریدیں، مصلے، رومال، تسبیحیں اور تبرکات بھی تھے۔ جب میں نے طواف کیا تو کوئی شاذ و نادر ہی طواف ہوگا جس میں میں نے حجر اسود کو بوسہ نہ دیا ہو۔ اور اب مخلوق بہت زیادہ ہوگئی ہے اور پیسے بھی لوگوں کے پاس عام ہو گئے ہیں۔ اب کچھ لوگ تو حج فرض سمجھ کر جاتے ہیں اور کچھ لوگ سیر و سیاحت کے لیے جاتے ہیں۔ اب حجر اسود کا بوسہ لینا آسان کام نہیں ہے۔

تو عمرو بن لُحی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مجسمے رکھ دیئے۔ بعد میں آنے والی نسلوں نے اس میں اضافہ کیا۔ ہابیل رحمہ اللہ کا مجسمہ بھی لگا دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بھی لٹکا دیا۔ اساف اور نائلہ کا مجسمہ بھی لٹکا دیا۔ اساف مرد کا نام ہے اور نائلہ عورت تھی۔ ان کے آپس میں ناجائز تعلقات تھے۔ ان کو اور کوئی جگہ نہ ملی خواہش کی تکمیل کے لیے۔ شام کے بعد کچھ اندھیرا ہوا تو انھوں نے کعبۃ اللہ کے اندر بُرائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا، پتھر بنا دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی توہین کی ہے لوگوں نے عبرت کے لیے ان کے مجسمے وہاں رکھ دیئے کہ رب تعالیٰ کے گھر کی توہین کرنے والے پتھر بن چکے ہیں۔ مرد کی شکل بعینہٖ مرد کی تھی اور عورت کی شکل بعینہٖ عورت کی تھی۔ لوگوں نے ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اس لیے کہ مانوس رکھا قریش کو اٖلٰفِهِمْ اُن کا مانوس کر دینا رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ سردی کے سفر سے اور گرمی کے سفر سے۔ سردی کے موسم میں یمن کا سفر کرتے ہیں اور گرمی کے موسم میں شام کا سفر کرتے ہیں۔ اور ان دو سفروں میں سال بھر کی روزی کما لیتے ہیں۔ ان کے گھر اناج، کپڑوں وغیرہ سے بھرے ہوتے تھے۔ فرمایا فَلْیَعْبُدُوْا پس ان کو چاہیے کہ عبادت کریں

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ اس گھر کے رب کی جس کی برکت اور وسیلے سے ان کو سب کچھ ملتا ہے۔ بتوں کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کریں۔

پنڈت کا اعتراض اور اس کا جواب :

پنڈت دیانند سرسوتی آریا سماج کا ایک منہ پھٹ لیڈر گزرا ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "ستیارتھ پرکاش" اس کا چودھواں باب قرآن پاک پر اعتراضات کے لیے وقف ہے۔ یعنی اس باب میں اس نے بسم اللہ سے لے کر والناس تک قرآن پاک پر اعتراضات کیے ہیں۔ اور اپنے آپ کو محقق کہتا ہے۔ پہلے قرآن پاک کا ترجمہ نقل کرتا ہے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ وغیرہ سے پھر اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ محقق کہتا ہے۔ اور عجیب عجیب حماقتوں کا مظاہرہ کرتا ہے اور اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے۔ اس نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ تم ہمیں کہتے ہو کہ بتوں کی پوجا کرتے ہو۔ تم بھی تو پتھروں کی پوجا کرتے ہو کہ کعبۃ اللہ بھی تو پتھروں کا ڈھیر ہے۔

مسئلہ :

یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ جو لوگ کعبۃ اللہ کے سامنے ہوتے ہیں ان کے لیے عین کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرنا ضروری ہے۔ اگر کعبۃ اللہ سے اِدھر اُدھر چہرہ پھر گیا تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ اور جہاں کعبۃ اللہ نظر نہ آئے تو وہاں سمت کعبہ، جہت کعبہ ہی کافی ہے۔ عین کعبے کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ جو ہماری مسجدیں ہیں یہ تقریباً دو ڈگری کعبۃ اللہ سے ہٹی ہوئی ہیں مگر اس سے نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ پانچ ڈگری تک بھی ہٹی ہوں پھر بھی نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی، وہم نہ کرنا۔

تو پنڈت دیانند سرسوتی کا جواب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی

کتاب " قبلہ نما" میں دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کعبہ ہمارا مسجود لہ نہیں ہے مسجود الیہ ہے۔ ہم کعبہ کی طرف رخ کر کے سجدہ کرتے ہیں کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے، سجدہ تو رب تعالیٰ کو کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے مختصر دور خلافت میں کعبہ کو شہید کر کے گہرائی تک لے گئے تھے نماز اس وقت بھی ہوتی تھی حالانکہ سامنے کوئی عمارت نہیں تھی۔ کئی مہینے مسلسل بغیر کعبۃ اللہ کی عمارت کے نمازیں ہوتی رہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس چاہیے کہ یہ عبادت کریں اس گھر کے رب کی الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ وہ رب جس نے ان کو کھانا کھلایا، خوراک دی بھوک میں کہ وہاں تو کوئی پیداوار نہیں تھی۔ کعبۃ اللہ کی برکت سے تجارت کے ذریعے ان کو خوراک نصیب فرمائی وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ اور جس رب نے ان کو امن دیا خوف سے۔ حرم سے باہر لوگ اطمینان سے سو نہیں سکتے تھے کہ چوری، ڈکیتی، قتل و غارت تھی۔ لیکن حرم کے علاقے میں چور، ڈاکو بھی کوئی حرکت نہیں کرتے تھے۔ آج بھی جو سمجھ دار لوگ ہیں وہ وہاں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرتے۔ اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو سمجھ دار لوگ اُسے کہتے ہیں حرم الحاج "حاجی مت لڑو یہ حرم ہے۔" حرم کے رقبے میں شکار بھی جائز نہیں ہے۔ چڑیا تک کو نہ کوئی مار سکتا ہے نہ پکڑ سکتا ہے۔ درخت بھی نہیں کاٹ سکتا۔ اتنی پابندی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے گھر کی برکت سے تمھارا مال محفوظ، جان محفوظ اور اس کی برکت سے تمھیں روزی میسر ہے۔ اس کے رب کی عبادت کرو۔ لیکن ظالمو! تم نے ہبل کی عبادت شروع کر دی، ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی عبادت شروع کر دی، عیسیٰ علیہ السلام

اوران کی والدہ کی عبادت شروع کر دی ہے اور اپنی آخرت برباد کر رہے ہو۔ ہوش کے ناخن لو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الۡمَاعُوۡن

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۷ ۔ ۱۰۷ سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ ۱۷ ۔ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷ ع

اَرَءَيْتَ کیا آپ نے دیکھا الَّذِيْ اس شخص کو يُكَذِّبُ جو جھٹلاتا ہے بِالدِّيْنِ دین کو فَذٰلِكَ الَّذِيْ پس یہی شخص ہے يَدُعُّ الْيَتِيْمَ جو دھکے دیتا ہے یتیم کو وَلَا يَحُضُّ اور ترغیب نہیں دیتا عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ مسکین کو کھانا کھلانے کی فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ پس ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے الَّذِيْنَ هُمْ جو وہ عَنْ صَلَاتِهِمْ اپنی نمازوں سے سَاهُوْنَ غافل ہیں الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وہ جو ریاکاری کرتے ہیں وَيَمْنَعُوْنَ اور منع کرتے ہیں الْمَاعُوْنَ استعمال کی چیزیں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الماعون ہے۔ آخری آیت کریمہ میں ماعون کا لفظ موجود

ہے۔جس سے اس کا نام رکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے سولہ ﴿۱۶﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔نزول کے اعتبار سے اس کا سترھواں ﴿۱۷﴾ نمبر ہے۔اس کا ایک رکوع اور سات آیتیں ہیں۔

قیامت کے منکر پہلے بھی تھے اور آج بھی بہت سے گمراہ لوگ ہیں جو قیامت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں قیامت کوئی شے نہیں ہے۔اور جو زبانی طور پر قیامت کے قائل ہیں ان کی تیاری کوئی نہیں ہے۔ یہ دنیا کے امتحانات آخرت کے مقابلے میں کھیل کی حیثیت بھی نہیں رکھتے مگر ان کے لیے بڑی تیاری کرتے ہیں اور آخرت میں جو حقیقی اور سچا امتحان ہے اس کے لیے تیاری کرنے والے کتنے ہیں؟ اصل تو تیاری آخرت کے امتحان کی ہونی چاہیے۔

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا مَتَى السَّاعَةَ "حضرت یہ بتلائیں کہ قیامت کب آئے گی؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَاأَعْدَدْتَّ لَهَا "تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟" اس نے سر جھکا کر کہا حضرت! صرف فرض نمازیں پڑھتا ہوں، فرض روزے رکھتا ہوں، نفلی نماز روزے کی توفیق نہیں ہے مگر اتنی بات ہے کہ أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ "اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔" آج ہم میں سے کتنے ہیں فرض نمازوں کی پابندی کرنے والے؟ یا کتنے خوش نصیب ہیں مردوں اور عورتیں میں کہ بالغ ہونے کے بعد ان کے ذمہ کوئی نماز نہ ہو۔ یا جن کی نمازیں رہ گئی ہیں قضا کر کے پوری کر چکے ہوں؟ میرے خیال میں ہزار میں سے کوئی ایک خوش نصیب ہوگا۔تو وہ لوگ بڑے دھڑلے سے قیامت کا انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ کیا آپ نے دیکھا اس آدمی کو یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ جو جھٹلاتا ہے دین کو۔ دین کا معنیٰ قیامت بھی ہے، حساب بھی ہے، ثواب اور بدلہ بھی ہے۔ تو وہ قیامت کو جھٹلاتا ہے، حساب کو جھٹلاتا ہے، نیکی، بدی کے بدلے کو جھٹلاتا ہے۔ یہ کون شخص ہے؟ تفسیروں میں بعض کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ ولید بن ولید اور ولید بن مغیرہ۔ یہ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ یہ بڑا اکثر قسم کا مشرک تھا اور بڑا منہ پھٹ اور بے لحاظ آدمی تھا۔ اور بعض نے عاص بن وائل کا نام بتلایا ہے۔ یہ مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کے والد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل سے ایسا آدمی پیدا فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فاتح شام ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر ہیں۔ والد دونوں کے سخت قسم کے کافر اور مشرک ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قیامت کا ذکر فرماتے تو کہتے لا کہاں رکھی ہے، قیامت کہاں چھپا رکھی ہے؟ کہتے ہو مردے زندہ ہوں گے ہمارے ساتھ قبرستان چلو اور کسی مردے کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی فرمائشی باتوں کو پورا نہیں کیا۔ رب قادر تھا وہ سب مردوں کو زندہ کر سکتا تھا لیکن نہیں کیا۔ اس میں اس کی حکمت تھی۔

فرمایا فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ پس یہی شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو۔ برادری رشتہ داروں میں یتیم ہوتا اس کو حصہ نہیں دیتا تھا دھکے مار کر ان کو ان کے حصے سے پیچھے ہٹا دیتا اور یتیم کا مال کھا جاتا۔ حالانکہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا خیال رکھو۔ برادری کے لوگ خیال رکھیں، محلے والے خیال رکھیں، اہل دیہہ خیال رکھیں۔ جس قوم میں یتیم ہو اور وہ اس کا خیال نہ رکھیں، محلے والے خیال نہ رکھیں، اہل دیہہ خیال نہ رکھیں تو سارے محلے اور دیہات والے لوگ رب تعالیٰ کی لعنت

کے مستحق ہوتے ہیں۔ ایک وقت تھا لوگ خود یتیم کو تلاش کرتے تھے کہ یتیم مسکین کہاں ہے؟ اس زمانے میں بیت المال کی طرف سے انتظام ہوتا تھا۔ غریبوں، مسکینوں کے وظیفے مقرر ہوتے تھے اور مسلمان از خود بھی خیال رکھتے تھے۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت کی برکات :

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں ایسا وقت بھی آیا کہ زکوٰۃ دینے والا رات کو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر دعا کرتا تھا اے پروردگار! کل میں نے زکوٰۃ دینی ہے مجھے کوئی زکوٰۃ کا مستحق مل جائے۔ پھر صبح کی نماز پڑھ کر، ناشتہ کر کے دو تھیلے ہاتھ میں لیتا۔ ایک میں سونے کے دینار اور ایک میں چاندی کے درہم اور مستحق کی تلاش میں نکل پڑتا۔ کسی آدمی کو دیکھا کہ اس کے کپڑے ہلکے ہیں، خستہ حالت ہے۔ اس سے کہتا بھائی! اگر آپ زکوٰۃ کے مستحق ہیں تو میرے پاس زکوٰۃ کی کافی رقم ہے۔ وہ کہتا دہائی خدا کی! میں تو خود زکوٰۃ دینے والا ہوں۔ سارا دن گھومتا زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا۔ شام کو وہ تھیلے لے کر گھر واپس آجاتا تھا۔ (اب کوئی آواز لگا کر دکھائے۔) وہ کیسا عجب دیانت داری کا زمانہ تھا۔ اگر آج کا زمانہ ہوتا تو ہر آدمی کہتا اصل زکوٰۃ کا مصرف اور مستحق میں ہی ہوں۔ ساری مجھے دے دو چاہے میں گلی بناؤں، نالیاں بناؤں یا ان پیسوں سے الیکشن لڑوں۔ یاد رکھنا! جو آدمی زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے اور وہ زکوٰۃ کھاتا ہے، خنزیر کھاتا ہے۔ کئی کئی دن مسلسل تلاش کرتے زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے یہ واقعات ہیں۔

یتیم کا مال اور تیجے، ساتویں کی بدعت :

یاد رکھنا! بڑے گناہوں میں سے ہے یتیم کا مال کھانا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ﴿النساء:۱۰﴾

"بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال زیادتی سے کھاتے ہیں بے شک وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔" معاف رکھنا! شاید کوئی ہم سے بچا ہوگا یتیم کا مال کھانے سے۔ سارے کمر باندھ کر کھاتے ہیں۔ یاد رکھنا! آدمی جب فوت ہوتا ہے اور اس کی روح جسم سے پرواز کر جاتی ہے، سانس بند ہو جاتا ہے تو اس کی وراثت فوراً خود بہ خود وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ وہ کسی چیز کا مالک نہیں رہتا۔ پھر فوت ہونے والوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے وارثوں میں چھوٹے بچے، بچیاں ہوتے ہیں۔ اس مال سے تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسواں ہوتا ہے۔ وہ مال تو یتیموں کا ہے مرنے والے کا تو مال نہیں رہا۔ اور فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ نابالغ لڑکا لڑکی کسی چیز کی اجازت دیں تو ان کی اجازت کو شریعت قبول نہیں کرتی۔ کیوں کہ وہ اجازت دینے کے مُجاز نہیں ہیں۔ تو ان یتیموں کے مال کو کھا رہے ہوتے ہیں وہ حرام کھا رہے ہوتے ہیں۔ چاچا، مامے کھائیں، باپے کھائیں، مولوی اور پیر کھائیں، چودھری اور نمبردار کھائیں، سب نے حرام کھانا ہے۔

سنت، بدعت کا سوال تو بعد میں ہوگا کہ اگر وارثوں میں سے جو بالغ ہیں وہ اپنے حصے میں سے تیجا، ساتا وغیرہ کریں تو یہ دوسری شق ہے، دوسری دفعہ لگے گی کہ دنوں کی تعیین کرنا ایصال ثواب کے لیے بدعت ہے۔ ناک کی خاطر صحیح العقیدہ لوگ بھی چلے جاتے ہیں کہ اگر نہ گیا تو ناراض ہوں گے۔ بھائی! اگر ہمدردی ہے تو جنازے میں پہنچو۔ جنازے کے بعد تعزیت کرنی ہے تو کسی دن پہنچ جاؤ۔ ضرور ہی ان متعین دنوں میں جانا ہے اور تیجے، ساتے میں پہنچوں گے تو ان کو تسلی ہوگی۔ یہ رسمیں لوگوں نے اتنی پختہ کی ہوئی ہیں کہ خدا پناہ!

قاضی محمد شفیع صاحب اللہ تعالیٰ ان کو زندگی بخشے۔ ان کے محلے کی بات ہے رمضان المبارک کے مہینے میں دن دیہاڑے تیجے کا کھانا پکا کر کھلایا گیا۔ کسی دین دار نے کہا بھئی! اگر کھلانا بھی تھا تو افطاری کے بعد کھلا دیتے۔ کہنے لگے شام کے بعد تو تیجا ختم ہو جانا ہے چوتھی تاریخ شروع ہو جائے گی کہ اسلامی تاریخ سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ہی بدل جاتی ہے، وہ بھی چوتھا ہو جائے گا۔ اندازہ لگاؤ! بدعت کے کتنے پکے ہیں؟ رمضان شریف میں دن دیہاڑے کھلایا اور کھانے والوں نے کھایا۔ یہ گکھڑ کی بات ہے کسی اور علاقے کی نہیں ہے۔ تو یاد رکھنا! تیجے، ساتے، دسویں وغیرہ کا بدعت ہونا تو الگ بات ہے لیکن یتیم کے مال میں سے صدقہ خیرات کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ تمام فقہاء حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اس پر متفق ہیں۔ اور اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد جو اولاد ہو گی وہ خود سمجھ لو کہ کیا ہو گی؟

خاص طور پر ان بدعات میں عورتیں بہت پکی ہیں۔ عورتیں امام ہیں اور مرد مقتدی ہیں۔ شادی بیاہ کی رسمیں ہوں، مرنے کی رسمیں ہوں، ختنے کی رسمیں ہوں۔ لہٰذا عورتیں اچھی طرح سمجھ لیں اور ڈٹ جائیں کہ ہم نے یہ رسمیں نہیں ہونے دینی۔ امام پکا ہو جائے تو مقتدی کا بس نہیں چلتا۔ اور ایک سنت کو زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اور ترغیب نہیں دیتا مسکین کو کھانا کھلانے کی۔ کوئی مسکین محلے میں ہے، برادری میں ہے، نہ اپنے نفس کو آمادہ کرتا ہے کہ اس کو کھانا کھلا دے اور اگر خود توفیق نہیں ہے تو دوسروں کو ترغیب بھی نہیں دیتا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے۔ کون سے نمازی؟

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ جو وہ اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ بھولے

ہوئے ہیں۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ والے مشرکین بھی نمازیں پڑھتے تھے اور اُنھی کی مذمت ہے مومنوں کی مذمت نہیں کیوں کہ مکہ میں سارے مومن مخلص تھے منافق ایک بھی نہ تھا۔ ہاں مدینہ میں جا کر منافق ہوئے۔ اور یہ مکی سورۃ ہے۔ تو مصلین سے مشرکین مراد ہیں نہ کہ مومنین۔ قرآن پاک کا شانِ نزول پر بند ہونا یعنی آیت کو شانِ نزول پر منطبق کرنا ضروری نہیں ہے یہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے آج بھی اس سے استدلال کر سکتے ہیں لیکن اُس وقت مذمت اُن کی تھی۔ تفصیل کے لیے گلدستۂ توحید دیکھیے۔)

منافق کی نماز:

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِتَّقُوْا صلٰوۃ المنافق اِتَّقُوْا صلٰوۃ المنافق اِتَّقُوْا صلٰوۃ المنافق "منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔" بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے تین مرتبہ فرمایا۔ سوال کیا گیا حضرت! منافق کی نماز کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب نماز کا مستحب وقت نکل جائے تو اُٹھتا ہے مرغے کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے سجدے پر سجدہ۔ مثلاً: عصر کا وقت ہے سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو یہ اس وقت ٹھونگیں مارتا ہے۔ یہ منافق کی نماز ہے۔ کئی دفعہ یہ مسئلہ میں واضح کر چکا ہوں کہ ارکانِ نماز میں اعتدال، اطمینان واجب ہے۔ ترک واجب سے نماز کامل نہیں ہوتی جب تک سجدہ سہو نہ ہو۔ رکوع میں اتنا اعتدال ہو کہ کمر سیدھی ہو جائے اور کم از کم تین تسبیحات پڑھے اور جب رکوع سے سر اُٹھائے تو بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر سر اُٹھاتے ہی سجدے میں چلا گیا تو نماز نہیں ویسے ہی ٹکریں مار رہا ہے۔

بخاری شریف ، مسلم شریف اور تمام صحاح کی کتابوں میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے ایک شخص آیا جس کا نام خلاد بن رافع تھا۔ اس نے جلدی جلدی نماز پڑھی بغیر رکوع ، سجود کے اعتدال کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وعلیکم السلام ! اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔" پھر اُس نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے پڑھی تھی۔ پھر آکر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا کے نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔" تیسری دفعہ پھر اُس نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح اُس کو آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا کے نماز پڑھ یہ جو تو نے نماز نہیں پڑھی یہ کچھ نماز نہیں ہے۔"

اس نے کہا حضرت! اَبِيْ وَاُمِّيْ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے جو طریقہ آتا تھا میں نے اس کے مطابق پڑھی۔ آپ بتائیں مجھے کیسے پڑھنی چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کا طریقہ بتلایا، پھر نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا رکوع میں جاؤ تو رکوع اطمینان کے ساتھ کرو۔ جس وقت رکوع سے سر اُٹھاؤ تو اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ جس وقت سجدے میں جاؤ تو اطمینان کے ساتھ ناک اور پیشانی زمین کے ساتھ لگا کر سجدہ کرو۔ پھر جب سجدے سے سر اُٹھاؤ تو دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بیٹھو۔ پھر دوسرا سجدہ اطمینان کے ساتھ کرو۔

ہماری جو برائے نام نمازیں ہیں یہ ظاہری شرائط بھی پوری نہیں کرتیں اور جو باطنی شرائط ہیں وہ تو بہت دور کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ "کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس انداز سے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔" تو جو

نمازیں شرائط کے ساتھ نہیں ہیں ایسے نمازیوں کے متعلق فرمایا ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ ویل جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ نمازوں میں کوتاہی کرتے ہیں وہ اس طبقے میں جائیں گے۔ جس سے دوزخ کے باقی طبقے روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتے ہیں۔

الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ وہ جو ریاکاری کرتے ہیں، دکھلاوا کرتے ہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو پڑھ لیتے ہیں اگر نہ دیکھا تو پروا نہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو خوب سنوار کر پڑھتے ہیں۔ پھر یہ نماز رب تعالیٰ کے لیے تو نہ ہوئی جس کو دکھا رہا ہے اس کے لیے ہوئی۔

ایک صحابی نے سوال کیا حضرت! میں نماز پڑھ رہا ہوں رب تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اس دوران میں کوئی آدمی آجاتا ہے اور میرے دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے کہ اچھی بات ہے کہ اس نے مجھے نماز پڑھتے دیکھ لیا ہے۔ حضرت! یہ ریاکاری میں تو داخل نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ ریا نہیں ہے۔ نیکی کرتے ہوئے خوشی محسوس کرنا ایمان کی علامت ہے۔ ریا تو تب ہو کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے شروع کرے۔

فرمایا وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ ماعون کہتے ہیں گھر کی استعمال کی چیزوں کو۔ مثلاً: دیگچی ہے، ہانڈی ہے، چمچہ ہے، پیالیاں ہیں، چائے دانی ہے۔ اگر کوئی یہ چیزیں مانگتا ہے، اس سے منع کرنا نہ دینا بڑی خساست کی بات ہے، گناہ کی بات ہے۔ جب یہ چیزیں واپس مل سکتی ہیں تو منع نہ کرو۔

ہاں! ایسے آدمی سے روکنے کی اجازت ہے جو لے کر واپس نہیں کرتا یا لے کر بے دردی کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ صحیح چیز لے گیا اور توڑ پھوڑ کر واپس کر دی اس سے

روک سکتے ہو۔ اور اس سے کہہ دو کہ بھائی! تم صحیح چیز لے جاتے ہو اور توڑ پھوڑ کر واپس کرتے ہو اس لیے ہم آپ کو نہیں دیں گے۔ یہ نہ کہو کہ گھر میں یہ چیز نہیں ہے۔ جھوٹ مت بولو۔ اور جو دیانت دار ہے اس سے استعمال کی چیزیں نہ روکو۔ تو فرمایا اور منع کرتے ہیں استعمال کی چیزیں۔ رب تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[امین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ الْکَوْثَر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۳ | ۱۰۸ سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۵ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ؕ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ؕ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾ ع

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ بے شک ہم نے آپ کو عطا کی الْکَوْثَرَ کوثر فَصَلِّ لِرَبِّکَ پس آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے وَانْحَرْ اور قربانی کریں اِنَّ شَانِئَکَ بے شک آپ کا دشمن ھُوَ الْاَبْتَرُ ہی ابتر ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الکوثر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں کوثر کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا پندرھواں ﴿۱۵﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے چودہ ﴿۱۴﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیتیں ہیں۔

قرآن پاک کی کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں ہے۔ وہ سورتیں جو تین آیات پر مشتمل ہیں وہ تین ہیں۔ ایک سورۃ العصر، دوسری سورۃ الکوثر اور تیسری سورۃ النصر ہے۔ سب سے بڑی سورت سورۃ البقرہ ہے۔

شانِ نزول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ ایک خاوند سے ایک لڑکا تھا اور دوسرے خاوند سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نکاح کے ایک سال بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، پھر ایک سال بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور جس سال آپ کو نبوت ملی اس سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

بیٹے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تین تھے۔ دو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام عبداللہ تھا رضی اللہ عنہ۔ اس کا لقب طیب بھی تھا اور طاہر بھی تھا۔ تیسرے بیٹے کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی بیٹا بالغ نہیں ہوا۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اس عمر کو پہنچے تھے کہ کوشش کر کے گھوڑے، گدھے پر سوار ہو جاتے تھے۔ تقریباً آٹھ، نو سال عمر تھی۔ اور اس عمر میں فوت ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پہلے فوت ہو چکے تھے۔

جس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو عاص بن وائل نے شور مچایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نرینہ اولاد کوئی نہیں رہی یہ ابتر ہو گیا ہے۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ جو کلمہ سناتا ہے، توحید سناتا ہے وہ کب تک رہے گی؟ جب اپنی نرینہ اولاد نہ ہو تو کام ختم ہو جاتا ہے۔ لڑکیاں دوسروں کے گھروں میں چلی جائیں گی

اور عورت کھل کر تبلیغ بھی نہیں کر سکتی۔ اس کا مشن ختم ہو جائے گا کہ اس کی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ طبعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی تکلیف ہوئی۔ آخر بُری بات آدمی سنے تو تکلیف تو ہوتی ہے۔ آدمی لوہے یا ربڑ کا بنا ہوا تو نہیں ہے۔ انسان آخر انسان ہے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! کوثر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ "جنت میں نہر ہے۔" وہ دنیا کی نہروں کی طرح نہیں ہے کہ یہ زمین کی گہرائی میں چلتی ہیں اور دونوں طرف مٹی کے بند ہوتے ہیں (کنارے ہوتے ہیں۔) وہ نہر جنت کی زمین کی سطح پر چلتی ہے اور کناروں پر موتیوں کے بند ہیں۔ اس نہر کا پانی حوض کوثر میں ہوگا۔ اس حوض کوثر کے متعلق فرمایا وہ اتنا لمبا چوڑا ہے جیسے مکہ مکرمہ سے لے کر اذرحا کے مقام تک۔ آپ لوگ اس طرح سمجھیں کہ یہاں (گوجرانوالا) سے لے کر کراچی تک جتنی مسافت ہے اتنی اس کی لمبائی چوڑائی ہو گی۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا جو ایک دفعہ پی لے گا اس کو حشر کے تمام عرصہ میں پیاس نہیں لگے گی۔ لیکن اگر کوئی بار بار پینا چاہے گا تو وہ پانی فوراً ہضم ہوتا جائے گا۔ یہ حوض کوثر میدان محشر میں ہوگا۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضٌ "ہر نبی کے لیے حوض ہے اس کے امتی اس حوض سے پانی پئیں گے۔" مگر فرمایا سب سے بڑا حوض میرا ہوگا۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت بہت زیادہ ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ ان میں اسی (۸۰) صفیں صرف میری امت کی ہوں گی اور

چالیس صفیں باقی پیغمبروں کی ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دو تہائی جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت ہوگی اور ایک تہائی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام امتیوں کی ہوگی۔ ایسے پیغمبر بھی ہوں گے جن کا ایک امتی ہوگا اور ایسے پیغمبر بھی ہوں گے جن کا کلمہ پڑھنے والے دو ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے تین امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے چار امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے پانچ امتی ہوں گے۔ بخاری شریف کی روایت ہے وَيَجِيءُ نَبِيٌّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ "اور ایسے پیغمبر بھی آئیں گے کہ ایک امتی بھی ساتھ نہ ہوگا۔" یعنی اس نبی کا کلمہ نہ بیوی نے پڑھا، نہ اولاد نے پڑھا نہ کسی بہن بھائی نے پڑھا تنہا پیغمبر میدان میں آئے گا۔ سب سے زیادہ امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "ایسے خاندان کی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہوں، محبت کرنے والی ہوں میں اپنی امت کی کثرت پر قیامت والے دن فخر کروں گا خوش ہوں گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تو یہ فرمان ہے اور ایوب خان کا قانون ہے کہ چار سے زیادہ بچے ہوں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟ بھائی! تو تو چلا گیا اور کھانے والے اب تک کھا رہے ہیں۔ (استاذ محترم حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے تفسیر پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ خاندانی منصوبہ بندی کر کے آنے والوں کو روکتے ہیں۔ بھائی! تم آگے جاؤ آنے والوں کو آنے دو، ان کے لیے جگہ چھوڑو۔ مرتب: نواز بلوچ)

اقتصادیات والے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھ دار سمجھتے ہیں وہ بڑے پریشان ہیں۔ کہتے ہیں کہ اتنے سال گزرنے کے بعد لوگ کہاں رہیں گے، کیا کھائیں گے؟ بھئی!

کھانے پینے کا مسئلہ رب تعالیٰ کے متعلق ہے یا تمھارے متعلق ہے؟ تم نے کھانے کھلانے کا ٹھیکہ کب سے لیا ہے؟ یہ تو رب تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بارھویں پارے میں ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا "اور کوئی نہیں ہے چلنے پھرنے والا زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی۔" تم کیوں فکر کرتے ہو؟ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے لوگ تھوڑے ہوتے تھے پیداوار بھی کم ہوتی تھی۔ زیر کاشت زمین بھی تھوڑی تھی۔ اب لوگ زیادہ ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدوار زیادہ کر دی ہے۔ بڑھتے جائیں گے اللہ تعالیٰ پیداوار بڑھاتے جائیں گے۔ پھر عجیب بات ہے کہ جس چیز کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اس کے لیے تو ہم ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ملک، غیر ملک ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ اور مغفرت کی ذمہ داری رب تعالیٰ نے نہیں لی اس کی فکر ہی کسی کو نہیں ہے۔

اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ کمائی کرنا جائز نہیں ہے۔ بالکل کماؤ، ملک میں غیر ملکوں میں جاؤ مگر اس بات کو مد نظر رکھو کہ ملنا وہی ہے جو قسمت میں ہے۔ لہٰذا جتنا آدمی رزق کے لیے گھومتا ہے اس سے زیادہ مغفرت کے لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بخشش فرما دے اور جس کی مغفرت ہو گئی بس اس کی کیا بات ہے؟

تو حوض کوثر میں نہر کوثر کا پانی ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے کنارے پر جو برتن ہوں گے ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہوگی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر بیٹھا ہوں گا ایک طرف ابوبکر ہوں گے اور دوسری طرف عمر ہوں گے وَصَاحِبَايَ عَلَى الْحَوْضِ "یہ جیسے دنیا میں میرے ساتھی ہیں حوض کوثر پر بھی میرے

ساتھی ہوں گے۔" ان دونوں کا تعلق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا تھا کہ دنیا میں بھی ساتھ رہے، وفات کے بعد بھی ساتھی ہیں اور محشر میں بھی ساتھ ہوں گے، حوض کوثر پر بھی ساتھ ہوں گے۔

اہل بدعت حوض کوثر سے محروم رہیں گے :

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ کچھ لوگ حوض کوثر پر پانی پینے کے لیے آئیں گے فرشتے ان کو دھکے ماریں گے، پیچھے ہٹائیں گے۔ میں کہوں گا یہ میرے ساتھی، میرے امتی معلوم ہوتے ہیں ان کو پیچھے کیوں دھکیلتے ہو؟ فرشتے کہیں گے حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں گھڑی تھیں فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا "میں فرشتوں سے کہوں گا جلدی سے ان کو میری آنکھوں سے پیچھے ہٹا دو۔" تو اہل بدعت جتنے ہیں وہ حوض کے پانی سے محروم ہو جائیں گے۔ بدعت بڑا سنگین جرم ہے۔ جس طرح شرک سخت ترین جرم ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ میری شفاعت میرے ہر گناہ گار امتی کے لیے ہے مَنْ لَمْ یُشْرِكْ بِاللہِ شَیْئًا "جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوگا" اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ حاضر ناظر ہے قطعاً شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب ماننا، مختار کل ماننا قطعاً شرک ہے۔ اور مشرک کے لیے نہ شفاعت ہے اور نہ وہ حوض کوثر کا حق دار ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا سیدھا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ان مسائل کو چھوٹے مسائل نہ سمجھنا۔ بعض نادان قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اختلافات ایسے ہی ہیں جیسے حنفی، مالکی، شافعی اختلافات ہیں۔ حاشا وکلا یہ ایسے اختلافات نہیں ہیں۔ بلکہ یہ بنیادی مسائل ہیں۔ شرک و بدعت کے ہوتے ہوئے نہ نمازیں کام آئیں گی، نہ

روزے، نہ حج، نہ زکوۃ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ہم نے آپ کو کوثر دی یعنی خیرِ کثیر دی۔ شاگردوں میں سے ایک نے کہا حضرت! آپ اس کا معنیٰ خیر کثیر کرتے ہیں اور ہم نے سنا ہے کہ کوثر سے مراد نہر ہے اور حوض کوثر مراد ہے۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ میں نے جو اس کی تفسیر خیر کثیر کی یہ اس کے مخالف نہیں ہے۔ کیوں کہ خیر کثیر جنس ہے حوض کوثر اس کی ایک نوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر کثیر دی، نبوت دی، رسالت دی، قرآن دیا، یہ امت دی، حوض کوثر دیا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ پس آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے تو اس کے شکر کے لیے، اس کی رضا کے لیے نماز پڑھو۔ تمام عبادات میں نماز کا بہت بلند مقام ہے۔ قیامت والے دن پہلا پرچہ ہی نماز کا ہوگا۔ لیکن آج ہم نے نماز کو کچھ نہیں سمجھا۔ نماز ایسی شے ہے کہ اگر کوئی تختہ دار پر لٹکا ہوا ہو، بدن میں میخیں ٹھکی ہوئی ہوں پھر بھی معاف نہیں ہے۔ اشارے کے ساتھ پڑھے۔ اگرچہ بہ ظاہر شرم آتی ہے لیکن دین کا مسئلہ ہے فقہاء کرام نے لکھا ہے اس لیے بیان کرتا ہوں کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچے کی پیدائش ہو رہی ہے بچے کا سر پیٹ سے باہر آ گیا ہے باقی جسم نہیں نکلا اور نماز کا وقت ہو گیا ہے اس حالت میں بھی عورت کو نماز معاف نہیں ہے۔ وہ بچے کا سر ہنڈیا میں کر کے نماز پڑھے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ زمین میں گڑھا کھود کر بچے کا سر اس میں کر کے نماز پڑھے۔ اس وقت جو خون آئے گا بیماری کا ہوگا، نفاس کا نہیں ہوگا۔ اس لیے نماز اس پر فرض ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ نماز کتنی اہم ہے۔

تو فرمایا نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے وَانْحَرْ اور قربانی کریں۔ بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس کا معنیٰ ہے نماز پڑھتے وقت اپنے ہاتھ سینے پر رکھ۔ لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا یَصِحُّ "یہ روایت صحیح نہیں ہے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب نماز پڑھو تو اپنی چھاتی کو قبلے کی طرف ٹھیک کرو۔ لیکن وَانْحَرْ کی صحیح تفسیر وہ ہے جو جمہور نے کی ہے کہ نحر کا معنیٰ قربانی کرنا ہے۔ نحر اونٹ کو کھڑے کر کے قربانی کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ مستحب ہے۔ لٹا کر ذبح کرنا بھی صحیح ہے۔ تو وَانْحَرْ میں قربانی کا حکم ہے۔

منکرین قربانی کے اعتراضات اور جواب:

قربانی کے منکر کہتے ہیں کہ یہ جو عام لوگ قربانیاں کرتے ہیں یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ یہ مولویوں نے کھالیں جمع کرنے کے لیے لوگوں کے ذہن خراب کیے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں قربانی صرف حاجی کو کرنی چاہیے۔ یہ منکرین حدیث کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں بھائی! قربانی ایک ایسی چیز ہے کہ جب سے انسانیت چلی ہے قربانی بھی ساتھ چلی ہے۔ ہابیل قابیل کے جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے قربانی کا حکم ہوا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ﴿المائدہ:۲۷﴾ "جب کہ ان دونوں نے قربانی پیش کی پس ان میں سے ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔" ہابیل علیہ السلام کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ تو قربانی مولویوں نے نہیں بنائی یہ شروع سے چلی آرہی ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یہ نہیں فرمایا کہ حج

کر اور قربانی کر۔ اس وقت تو حج نہیں تھا جب یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ اور حج مدینہ طیبہ میں فرض ہوا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالْمَدِیْنَةِ عَشْرًا یُضَحِّیْ "آنحضرت ﷺ نبوت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں رہے ہر سال قربانی کرتے تھے۔" قربانی نہ حرم کے ساتھ خاص ہے نہ حاجی کے ساتھ خاص ہے۔

فرمایا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے۔ چنانچہ عاص بن وائل کا نام بیٹے کے سامنے آتا تھا تو شرمندہ ہو جاتا تھا اور کہتا تھا اس کا نام نہ لو۔ آنحضرت ﷺ کی باتیں کرو۔ آپ ﷺ کے دشمنوں کا خیال تھا کہ آپ کی نرینہ اولاد نہیں رہی یہ دین بھی نہیں رہے گا لیکن الحمد للہ! آپ ﷺ کے وفادار امتیوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اور جانوں کو تکلیفوں میں ڈال کر آپ ﷺ کے کلمے، آپ ﷺ کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور ان شاء اللہ العزیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک یہ دین، یہ حق باقی رہے گا۔ اس کے بعد کمان وہ خود سنبھال لیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُوۡرَۃُ الکافِرُوۡن

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتھا ۶ ۱۰۹ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾ ع ۲۶

قُلْ اے پیغمبر آپ فرمادیں يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کافرو لَاۤ اَعْبُدُ میں نہیں عبادت کرتا مَا تَعْبُدُوْنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو مَاۤ اَعْبُدُ اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ اور نہ میں عبادت کروں گا مَّا عَبَدْتُّمْ جن کی تم عبادت کر چکے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ اور نہ تم عبادت کرو گے مَاۤ اَعْبُدُ اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمھارے لیے تمھارا دین ہے وَلِيَ دِيْنِ اور میرے لیے میرا دین ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الکفرون ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں کافرون کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے سترہ (۱۷) سورتیں نازل ہو چکی

تھیں۔ اس کا اٹھارھواں ﴿۱۸﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور چھ ﴿۶﴾ آیات ہیں۔

شانِ نزول :

اس سورت کا شان نزول اس طرح تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت مکہ مکرمہ کی آبادی تھوڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں لوگوں میں پہلے دن ہی پہنچ گئی تھیں۔ جن کو پہلے دن پتا نہیں چلا ان کو دوسرے، تیسرے دن پتا چل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ نبوت پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے دارالندوہ میں اجتماع کیا۔ یہ ان کا دارا تھا جس میں مشاورت کے لیے، گپوں کے لیے اکٹھے ہوتے تھے۔ اب وہ مسجد حرام میں شامل ہو چکا ہے۔ قریش مکہ نے مشورہ کیا کہ اس کے دعویٰ نبوت کی وجہ کیا ہے؟ ہر کام کا کوئی مقصد ہوتا ہے، غرض ہوتی ہے۔ آخر اس نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

کسی نے کہا کہ یہ مالی لحاظ سے کمزور ہے اس کا مقصد ہے کہ لوگ میرے قریب آئیں گے میری امداد کریں گے۔ بعض نے کہا کہ یہ بات بھی ممکن ہے لیکن ہماری سمجھ میں دوسری بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خوب صورت جوان ہے، صحت مند ہے جس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے، وہ بیوہ ہے اس کا مقصد ہے کہ مجھے کوئی اچھا رشتہ مل جائے۔ رشتہ حاصل کرنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا ہے۔ کسی نے کوئی رائے دی، کسی نے کوئی رائے دی۔

چنانچہ ایک وفد کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے سنا ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت ورسالت عطا فرمائی ہے۔ حضرت جبرئیل

علیہ السلام فرشتوں کا سردار مجھ پر نازل ہوا ہے اور مجھے قرآن پاک کی یہ سورتیں سکھلائی ہیں اور وعدہ کیا ہے کہ اور بھی قرآن نازل ہوگا۔ میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتا ہوں، قیامت کے مسئلے کی دعوت دیتا ہوں، قرآن پاک کے حق ہونے کی دعوت دیتا ہوں، تمام پیغمبروں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، سچ بولنے، جھوٹ چھوڑنے کا کہتا ہوں، عدل وانصاف کے ساتھ رہنے کا کہتا ہوں، بدامنی پھیلانے سے روکتا ہوں۔

کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جتنا مال آپ چاہتے ہیں ہم آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آدھا مال میرے ذمہ ہے باقی تم سارے مل کر دینا۔ اتنا مال اس کو دے دیں کہ اس کی سات پشتیں ختم نہ کرسکیں۔ عتبہ نے کہا کہ سارے جانتے ہیں کہ میری لڑکیاں شکل وعقل والی ہیں۔ سب لوگ رشتے کے پیغام بھیجتے ہیں لیکن میں نے کسی کے لیے ہاں نہیں کی۔ آپ جس پر ہاتھ رکھیں میں بغیر مہر کے اس کا آپ سے نکاح کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن یہ سلسلہ جو آپ نے شروع کر رکھا ہے اس کو چھوڑ دیں۔ اختلاف بُری چیز ہے یہ گھر گھر میں پھیلے گا، گلی گلی میں پھیلے گا، بازار میں پھیلے گا۔ باپ بیٹے کا جھگڑا ہوگا، میاں بیوی کا جھگڑا ہوگا، بھائی بھائی کا جھگڑا ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے میرے سامنے مال کی پیش کش کی ہے مجھے رب تعالیٰ کی قسم ہے اگر تم مجھے ساری دنیا کا بادشاہ بنادو میں پھر بھی حق کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ مجھے نہ مال کی ضرورت ہے نہ رشتے کی ضرورت ہے۔ رب تعالیٰ نے مجھے نبوت ورسالت دی ہے مجھ سے جتنا ہوسکا میں اس کا حق ادا کروں گا۔ پھر کہنے لگے اس میں کچھ ترمیم کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ پھر کہنے لگے چلو اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں ان کو بُرا

مت کہیں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں گے۔ صلح صفائی سے وقت گزارنا چاہیے جھگڑا اچھی چیز نہیں ہے۔ جب اُنھوں نے یہ پیش کش کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔ خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ سورت نازل ہونی شروع ہوگئی تھی۔

احادیث میں آتا ہے کہ جس وقت وحی نازل ہوتی تھی سخت سردی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی سے پسینا بہتا تھا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے تو بعض نے یہ خیال کیا کہ اس پر ہماری بات کا اثر ہو گیا ہے۔ جس وقت یہ سورت نازل ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جواب میں تاخیر اس لیے کی ہے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی اور یہ سورت مجھ پر نازل ہوئی ہے جو میں تم کو ابھی پڑھ کر سناؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پروقار انداز میں یہ سورت اُن کو سنائی۔

قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیں یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کافرو! لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ میں نہیں عبادت کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ اور نہ تم عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ مشرک رب تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں تھے رب تعالیٰ کو مانتے تھے اور رب تعالیٰ کی عبادت کے بھی قائل تھے مگر اکیلے رب کی عبادت کے قائل نہیں تھے۔ رب تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴿الاعراف: ۷۰﴾ "کیا تو آیا ہے ہمارے پاس اس مقصد کے لیے کہ ہم عبادت کریں اکیلے خدا کی اور چھوڑ دیں ہم ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔" ہم اللہ کی بھی عبادت کریں گے اور دوسروں کی بھی

عبادت کریں گے۔ مشرک رب تعالیٰ کی بھی عبادت کرتا ہے اور ظاہری طور پر مشرک عام کلمہ گو مسلمانوں سے زیادہ رب تعالیٰ کا عقیدت مند ہوتا ہے۔ آٹھویں پارے میں موجود ہے کہ وہ پیداوار میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے اور کہتے تھے هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا "یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اپنے خیال سے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔" دیکھو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنی عقیدت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ پہلے نکالتے تھے اور ان کی یہ عقیدت قرآن سے ثابت ہے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کے حصہ میں کچھ دانے شریکوں کے مل جاتے تو الگ کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے یہ محتاج ہیں۔ اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا تھا اس میں سے کچھ دانے شریکوں کے حصے میں مل جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کوئی بات نہیں رب غنی ہے۔ یہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ تو بہ ظاہر رب تعالیٰ کے ساتھ مشرک کو کتنی عقیدت ہے۔

اور مشرکوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ جن کو ہم پکارتے ہیں ان کو ہم الہ نہیں سمجھتے۔ ہم تو ان کو صرف اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ہماری اس تک پہنچ نہیں ہے یہ ہماری سیڑھیاں ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴿الزمر: ۳﴾ "ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔" اور سورت یونس آیت نمبر ۱۸ میں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ "یہ جن کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں۔" یہ خدا نہیں ہیں خدا کے قریب کرنے والے ہیں۔

پھر مثالیں دیتے کہ بادشاہ یا وزیر اعظم کو ملنا ہو تو براہِ راست آدمی نہیں مل سکتا۔ گورنر، کمشنر، ڈی، سی کے ذریعے ملتا ہے۔ اسی طرح ہم پست ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات بہت

بلند ہے یہ ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿النحل: ۷۴﴾ "پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔" بادشاہ وزیر اعظم کے لیے تو واسطے اس لیے تلاش کیے جاتے ہیں کہ ان کو حالات کا علم نہیں ہوتا ان سے ملاقات کر کے ان کو حالات سے آگاہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو تو ہر شے کا علم ہے اس کو کس شے سے آگاہ کرنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلند ذات ہونے کے باوجود تمھارے ساتھ ہے۔ سورۃ الحدید، آیت ۴ ، پارہ ۲۷ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ "اور وہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔" لہٰذا یہ بادشاہوں والی مثال بیان نہ کرو۔

اور دوسری مثال یہ بیان کرتے ہیں کہ مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے چھلانگ لگا کر تو اوپر نہیں جاسکتا۔ مکان کتنا بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے یہ بابے درمیان میں ہماری سیڑھیاں ہیں۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا میرے پاس آنے کے لیے سیڑھیوں کی ضرورت نہیں ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴿ق: ۱۶﴾ "اور ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔" شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں یہاں کون سی سیڑھی لگانے کی ضرورت ہے۔

تو مشرک رب تعالیٰ کا بڑا عقیدت مند ہوتا ہے لیکن مشرک کو خالص عبادت رب کی نصیب نہیں ہوتی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴿ص: ۵﴾ "کیا اس نے کر دیا ہے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔" یہ کہتا ہے کہ ایک ہی دست گیر ہے، ایک ہی فریاد رس ہے، ایک ہی حاجت روا ہے، ایک ہی مشکل کشا ہے اور کوئی نہیں ہے یہ بات

ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

آج بھی مسجدوں میں یہ شعر پڑھے جاتے ہیں:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین ودنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

ان سے کہو کہ صرف رب سے مانگو تو ان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیں یٰٓاَیُّھَاالْکٰفِرُوْنَ اے کافرو! لَآ اَعْبُدُ میں نہیں عبادت کرتا فی الحال، اس وقت مَا تَعْبُدُوْنَ ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ جنوں کی، فرشتوں کی، انسانوں کی، لات، منات، عزّیٰ۔ میں ان کی عبادت کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوں نہ ہی وہ عبادت کے مستحق ہیں۔ میں تو وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے والا ہوں۔ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی اسی کے لیے، رکوع بھی اسی کے لیے، سجدہ بھی اسی کے لیے۔

بعض قرّاء حضرات دین کی روح سے زیادہ واقف نہیں ہوتے۔ مجمع میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر (جیسے نماز میں ہاتھ باندھتے ہیں) قرأت کرتے ہیں۔ یہ جائز نہیں ہے۔ یہ حالت رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی ہے۔ مخلوق کے سامنے، بندوں کے سامنے یہ جائز نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک پوچھنے والے نے پوچھا حضرت! ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ معانقہ کر سکتا ہے؟ فرمایا کر سکتا ہے۔ حضرت! مصافحہ کر سکتا ہے؟ فرمایا کر سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے المصافحہ بِالیدین "مصافحہ دو ہاتھوں سے ہوتا ہے۔" پھر اس پر حدیث پیش کی ہے۔ پھر پوچھا حضرت! اَیَنْحَنِیْ لَہٗ "کیا ایک آدمی

دوسرے آدمی کو جھک کر مل سکتا ہے؟" فرمایا نہیں اس لیے کہ جھکنے میں رکوع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور رکوع کی حالت صرف رب تعالیٰ کے سامنے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ میں رکوع سجدہ نہیں ہے تا کہ کم فہم لوگ اور بد باطن لوگ یہ نہ سمجھیں کہ مردے کو سجدہ کر رہے ہیں۔ ایک ہے امر مجبوری۔ وہ الگ بات ہے۔ مثلاً: میں بیٹھا ہوا ہوں اگر کوئی آکر مصافحہ کرے گا تو جھکے گا۔ یا کوئی مریض لیٹا ہوا ہے اس کے ساتھ مصافحہ کرنا ہے تو جھکے گا یہ بامر مجبوری ہے کیوں کہ وہ بے چارہ اُٹھ نہیں سکتا۔ مجبوری کے مسائل الگ ہیں۔ مثلاً: عام حالات میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنی ہے مگر جو آدمی کھڑے ہونے پر قادر نہیں ہے تو وہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ لیکن جو آدمی سارا دن بازار گھومتا رہے اور نماز بیٹھ کر پڑھے یہ جائز نہیں ہے۔

دیہاتی عورتیں سودا سلف خریدنے کے لیے آتی ہیں بعض ہمارے گھر بھی آجاتی ہیں مسئلہ پوچھنے کے لیے یا تعویذ لینے کے لیے۔ نماز کا وقت ہوتا ہے تو کہتی ہیں مصلیٰ دے دو ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ بچیاں مصلیٰ دے دیتی ہیں۔ بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ اے بی بی! سارا دن تو نے گکھڑ میں چکر لگایا ہے، بازار گھوم چکی ہے اور نماز بیٹھ کر پڑھتی ہے۔ یہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ بیٹھ کر نماز اس کی ہوتی ہے جو کھڑا ہونے پر قادر نہ ہو۔ ان کی پڑھی ہوئی نمازیں سب ان کی گردن پر قرض ہیں۔ اور عورتیں یہ مسئلے بھی اچھی طرح سمجھ لیں اور یاد رکھیں۔ عورتوں کی آستین کلائی تک ہونی چاہیے۔ اگر کلائی تک نہ ہوئی تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ ناخن پالش کے ساتھ نماز نہیں ہوتی۔ ہونٹوں پر سرخی لگائی ہوئی ہے اور سرخی لیس دار ہے پانی نیچے نہیں جاتا تو بھی نماز نہیں ہوگی۔ یہ معمولی مسائل نہیں ہیں۔

تو فرمایا میں نہیں عبادت کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَآ اَنْتُمْ

عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ اور نہ تم خالص عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اس کے وہ کافر مخاطب ہیں جن کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ بیشتر وہ ہیں جو بدر کے موقع پر مردار ہوئے جیسے ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ اور نہ میں عبادت کروں گا ان کی جن کی تم عبادت کر چکے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ میرے سامنے نہ تم مال پیش کرو اور نہ رشتے پیش کرو اور نہ اس طرح کی صلح کی شرائط پیش کرو لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمہارے لیے تمہارا دین ہے وَلِيَ دِيْنِ۔ اصل میں دِيْنِيْ تھا ی متکلم کو تخفیفاً حذف کر دی گیا۔ اور میرے لیے میرا دین ہے۔ میں اپنا دین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ النَّصْرِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۳ ۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی وَالْفَتْحُ اور مکہ فتح ہو جائے گا وَرَاَيْتَ النَّاسَ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو يَدْخُلُوْنَ داخل ہوتے ہیں فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دین میں اَفْوَاجًا فوج درفوج فَسَبِّحْ پس آپ تسبیح بیان کریں بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کی وَاسْتَغْفِرْهُ اور اس سے استغفار کریں اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ النصر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں نصر کا لفظ موجود ہے۔ اسی سے سورت کا نام اخذ کیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا ایک سو چودھواں ﴿۱۱۴﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو تیرہ ﴿۱۱۳﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیتیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ :

دنیا کے حالات اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہیں۔ایک وہ وقت تھا کہ مکہ مکرمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اور ایک وہ وقت آیا کہ مکہ مکرمہ کی شاہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔قریش مکہ نے دار الندوہ میں جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا کہ ہر ہر خاندان سے ایک ایک آدمی لیا کہ یہ سارے اکٹھے حملہ کریں تاکہ بنو ہاشم ہمارے ساتھ لڑ نہ سکیں۔زیادہ سے زیادہ دیت کا مطالبہ کریں گے تو سب مل کر ادا کر دیں گے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے۔آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کر دیں وہ آپ کے ساتھ جائیں گے اور آپ نے جبل ثور کی چوٹی پر غار ثور میں چھپ جانا ہے۔جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے فوراً یہ لفظ نکلا الصّحبَةُ الصّحبَةُ "حضرت میں بھی ساتھ جاؤں گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں جا کر بیٹھ گئے۔یہ بڑا دشوار گزار پہاڑ ہے۔میں بڑا ہمت والا آدمی تھا مگر اس پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے میں میرے پونے دو گھنٹے لگے تھے (اس وقت سیڑھیاں نہیں بنی تھیں اب تو سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں پھر بھی ہم جیسوں کے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔مرتّب) بہت دشوار گزار اور بلند پہاڑ ہے۔میں نے غار میں دو نفل بھی پڑھے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر گھر سے تشریف لے گئے

تو کافر بڑے پریشان ہوئے کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ پھر جب یہ اعلان سنا کہ ان کو پکڑنے والے کو دوسو اونٹ ملیں گے تو اس لالچ میں اور پاگل ہو گئے۔ دوسو اونٹ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ غارِ ثور میں چھپنے والا راز صرف دو آدمیوں کے پاس تھا۔ ایک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ ان کی ڈیوٹی تھی رات کو غار میں کھانا پہنچانے کی۔ اور دوسرے راز دان عبداللہ بن اُریقط تھے جن سے دس دینار پہ طے ہوا تھا کہ تین دن بعد غیر معروف راستے سے یثرب لے جانا ہے۔ کیوں کہ یہ راستوں کا ماہر آدمی تھا۔

یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا اور ان کافروں میں سے تھا جنھوں نے خیف بنو کنانہ میں قسمیں اُٹھائی تھیں بائیکاٹ کی کہ بنو ہاشم کے ساتھ اس وقت تک بائیکاٹ جاری رکھنا ہے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق بائیکاٹ تھا اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ "نہ ان کے ساتھ رشتہ کرنا ہے اور نہ ان سے خرید فروخت کرنی ہے۔" لیکن یہ بات کا پکا آدمی تھا سب کچھ اس کے علم میں تھا۔ کیوں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے طے کیا تھا کہ تو نے تین دن کے بعد ہمیں فلاں جگہ سے وصول کرنا ہے اور گم نام راستے سے مدینہ طیبہ پہنچانا ہے اس پر تجھے دس دینار ملیں گے۔ اُس وقت دس دینار کا ایک اونٹ آتا تھا۔ پہلے لوگ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ بدر والے راستے سے جاتے تھے مگر وہ لمبا راستہ تھا سعودی حکومت نے آج کل جو سڑک بنائی ہے یہ طریق الھجرۃ ہے۔ اسی راستے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی۔ آج کل بسیں اسی راستے پر جاتی ہیں۔

تو کافر ہونے کے باوجود یہ بڑا دیانت دار آدمی تھا دس دینار پر راضی رہا اور ایک

سونے کے دینار پر لات ماری۔ اسی اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بعد میں ایمان کی دولت نصیب فرمائی اور وہ رضی اللہ عنہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں تشریف لے گئے۔ کافروں نے تلاش شروع کی۔ قبیلہ بنو مخزوم کا ایک بڑا ماہر کھوجی تھا۔ وہ پاؤں کے نشانات کے ذریعے غار ثور کے منہ پر جا پہنچا۔ کہنے لگا یہاں تک کھوج پہنچتا ہے اور کہہ بھی صحیح رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بُن دیا۔ مسند احمد کی روایت میں ہے اور کبوتری نے انڈے دے دیئے۔ لوگوں نے کھوجی سے کہا کہ تیری عقل ماری گئی ہے اگر وہ اندر جاتے تو مکڑی کا جالا اس طرح رہتا؟ الٹا اس پر برس پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جالے سے قلعہ کا کام لیا۔ کافر غار کے منہ پر کھڑے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! اگر یہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے **لا تحزن** آپ پریشان نہ ہوں۔

یہاں پر رافضیوں کی خیانت دیکھو! کہتے ہیں کہ ابو بکر اس لیے بولے تھے کہ ان کو پتا چل جائے کہ ہم اندر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیتے تو ابو بکر بچ جاتے؟ انعام تو دونوں کے لیے مقرر تھا۔ مگر خبیث آدمی کو خباثت ہی سوجھتی ہے۔

فتح مکہ:

تو خیر ایک وہ وقت تھا کہ مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا۔ پھر آٹھ سال کے بعد وہ وقت آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار نفوس قدسیہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے رضی اللہ عنہم۔ اور تورات کی پیش گوئی پوری ہوئی کہ وہ دنیا کا سردار فاران کی چوٹیوں سے دس ہزار نفوس قدسیہ،

پاک باز نفوس کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اب عیسائیوں نے دس ہزار کا لفظ نکال کر اس کی جگہ دس لاکھ کر دیا ہے تاکہ یہ پیش گوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق نہ آئے۔ ۱۹۰۰ء سے پہلے جو انجیل اور کتاب مقدس طبع ہوئی ہے اس میں دس ہزار کا لفظ موجود ہے۔ 1982ء میں مجھے برطانیہ جانے کا اتفاق ہوا۔ مانچسٹر پہنچے تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ تورات کا کوئی پرانا نسخہ تلاش کرو۔ نسخہ مل گیا، وہ انگریزی میں تھا۔ میں نے کہا فلاں باب نکال کر مجھے اس کا ترجمہ سناؤ۔ اس میں دس ہزار کا لفظ موجود تھا۔ میں نے اس صفحے کی اور پہلے صفحے کی فوٹو کاپی کرالی جو میرے پاس موجود ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر صرف پندرہ جانیں ضائع ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نے اس گلی سے گزر کر کعبہ پہنچنا ہے۔ مختلف ساتھیوں کے لیے مختلف گلیاں مقرر فرمائیں کہ اس نے اس گلی سے اور اس نے اس گلی سے کعبہ اللہ پہنچنا ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرنے لگے تو قریشی ضد میں آگئے کہ ہم یہاں سے نہیں گزرنے دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ جو تلوار نہ اُٹھائے اسے کچھ نہیں کہنا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو کچھ نہیں کہنا۔ جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے بھی کچھ نہیں کہنا۔ تلوار اس کے خلاف استعمال کرنی ہے جو تمھارے سامنے تلوار اُٹھائے لہٰذا تم ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ بنو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم اس گلی سے نہیں گزرنے دیں گے دوسرا راستہ اختیار کرو۔ اِنھوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے اسی گلی سے گزرنا ہے۔ پیش قدمی کی تو اُنھوں نے دو صحابی شہید کر دیئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی حملے کا حکم دیا۔ قریش کے تیرہ آدمی مارے گئے۔ بس یہ نقصان ہوا۔

مکہ مکرمہ جب فتح ہوا تو جتنے نامی گرامی آدمی تھے سب بھاگ گئے۔ ان بھاگنے

والوں میں وحشی بن حرب بھی تھا جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ ہبار بن اسود بھی بھاگ گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا برادری میں چچا لگتا تھا۔ جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے جا رہی تھیں تو اس نے روکا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اپنے خاوند کی اجازت سے جا رہی ہوں۔ کہنے لگا کوئی اجازت نہیں ہے۔ اونٹ پر سوار تھیں ٹانگ سے پکڑ کر کھینچ کر نیچے گرا دیا۔ ان کے پیٹ میں بچہ تھا ضائع ہو گیا اور وہ بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری میں فوت ہو گئیں۔ اس ہبار بن اسود نے بھی دوڑ لگا دی۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے بھی دوڑ لگا دی۔ کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھ میں تیس میل کے فاصلے پر سمندر تھا۔ جدہ شہر اس وقت آباد نہیں ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر یہ کشتی میں سوار ہو گیا حبشہ جانے کے لیے۔

اِدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا پہاڑی پر جھنڈا لہرا دیا اور حجون کے مقام پر جھنڈا لہرا دیا جہاں کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بائیکاٹ کے لیے قسمیں کھائی تھیں۔ اور فرمایا مکے والو! اِدھر آؤ میری بات سنو۔ ڈرتے ڈرتے عورتیں، بچے اور بوڑھے آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے ان کے جرم دہرائے اور زیادتیاں بتلائیں جو وہ کرتے رہے تھے کہ تم نے فلاں وقت میرے ساتھ یہ زیادتی کی، فلاں وقت یہ کی۔ تم نے حارث بن خدیجہ کو شہید کیا، فلاں کو شہید کیا۔ جیسے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جرائم بتلاتے جاتے تھے اُن کے حوصلے پست ہوتے جاتے تھے اور کئی نے دوڑ لگا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے مکے والو! تم نے اپنے جرائم سن لیے لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ "نہیں ہے ملامت تم پر آج کے دن" میں نے تم سب کو معاف کر دیا ہے کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔

ہبار بن اسود کے عزیز نے کہا کہ حضرت! ہبار کے لیے معافی ہے؟ فرمایا ہاں! معافی ہے۔ وحشی بن حرب کو بھی معافی ہے؟ فرمایا ہاں! معافی ہے کچھ نہیں کہنا۔ ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے نہ آیا کرے۔ کیوں کہ اس نے بڑی بے دردی سے میرے چچا کو شہید کیا ہے۔ سینہ چاک کر کے کلیجہ نکالا، دل نکالا، ناک، کان کاٹے۔ میرے سامنے نہ آیا کرے مجھے میرا چچا یاد آجاتا ہے۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا۔

عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا آئیں۔ کہنے لگی! حضرت مجھے جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں! ام حکیم ہے۔ اس نے کہا میرا خاوند دوڑ گیا ہے اگر وہ آجائے تو اس کو بھی پناہ مل سکتی ہے؟ فرمایا ہاں! مل جائے گی۔ کہنے لگی وہ بغیر کسی نشانی کے مطمئن نہیں ہوگا کوئی نشانی دے دو۔ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی وہ اُتار کر دے دی۔ وہ لے کر اس کے پیچھے چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ کشتی طوفان کی وجہ سے واپس آگئی۔ عکرمہ نے دیکھا کہ میری بیوی کنارے پر کھڑی ہے کہنے لگا معاملہ بڑا سخت لگتا ہے اُنھوں نے عورتوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ پوچھا ام حکیم کیسے آئی ہو؟ تیرے ساتھ کیا ہوا، اوروں کے ساتھ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس نے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ تجھے بھی معافی مل گئی ہے۔ کہنے لگا دیکھنا کہیں مجھے پھنسا نہ دینا۔ ام حکیم نے پگڑی مبارک سامنے کی اور کہا کہ یہ انھوں نے نشانی دی ہے کہ واقعتاً میں نے معاف کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی وَالۡفَتۡحُ اور مکہ فتح ہو جائے گا وَرَاَيۡتَ النَّاسَ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا داخل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در

فوج۔آپ کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد پورا ہوگیا ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ وَاسْتَغْفِرْهُ اور اس سے استغفار کریں۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پڑھتے تھے سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ یوں ان آیات پر عمل کرتے تھے۔

۹ ہجری میں حج فرض ہوا ہے۔اس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج پر تشریف نہیں لے گئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحُجاج بنا کر بھیجا کہ آپ ان کو لے جا کر حج کرائیں میں نہیں جاسکتا۔کیوں کہ لوگ دور دراز سے کلمہ پڑھنے کے لیے آرہے ہیں مجھے نہیں پائیں گے تو پریشان ہوں گے۔عرب کا بڑا وسیع رقبہ تھا۔اس وقت سعودیہ کا رقبہ بائیس ﴿۲۲﴾ لاکھ مربع کلومیٹر ہے اور آبادی ایک کروڑ اسّی لاکھ ہے۔پاکستان کے رقبہ سے تین گنا زیادہ رقبہ ہے۔پاکستان کی آبادی پندرہ کروڑ ہے۔تو لوگ دور دراز سے آ رہے ہیں پریشان ہوں گے۔اس سال کو تاریخ میں عام الوفود، عام الوفادہ، وفدوں والا سال کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر دس سال تھی۔اڑھائی سال تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت رہی۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی۔اس وقت ان کی عمر تقریباً تیرہ، چودہ (۱۳۔۱۴) سال تھی۔مجلس شوریٰ کے اجلاسوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو بھی بٹھاتے تھے۔حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔انھوں نے اعتراض کیا اے امیر المومنین! آپ اس بچے کو شوریٰ میں بٹھاتے ہیں۔شوریٰ میں بڑی بڑی راز کی باتیں ہوتی ہیں اور یہ بچہ ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر میرا بیٹا بھی آبیٹھے گا، دوسرے

بچے بھی آ بیٹھیں گے۔ شوریٰ پر بچوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عام بچہ نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے یہ کیا ہے؟

پھر ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ والوں سے سوال کیا کہ سورۃ النصر میں گر کی بات کیا ہے مجھے بتاؤ؟ ترجمہ نہیں پوچھ رہا راز اور گر کی بات پوچھ رہا ہوں۔ کسی نے کچھ بتلایا، کسی نے کچھ بتلایا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا بیٹا! تم بتاؤ اس میں گر کی بات کیا ہے؟ فرمایا فِیْھَا اَجَلُ رَسُوْلِ اللہ ﷺ "اس سورت میں اس بات کا اشارہ ہے کہ آپ دنیا سے جانے والے ہیں۔" مکہ فتح ہو جائے گا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد پورا ہو گیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت کی تیاری کریں، تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی اور استغفار کریں۔ فرمایا سمجھ آیا کہ یہ عام بچہ نہیں ہے۔

تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے تسبیح اور استغفار پڑھا کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس سورت کو ایک دفعہ پڑھنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے قرآن کا چوتھائی حصہ پڑھ لیا ہے اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورۃ المسد

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۵ ۱۱۱ سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ ۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں وَّ تَبَّ اور وہ خود بھی ہلاک ہو مَآ اَغْنٰی عَنْهُ نہیں کام آئے گا اس کے مَالُهٗ اس کا مال وَمَا كَسَبَ اور جو اس نے کمایا سَيَصْلٰی نَارًا عنقریب داخل ہوگا آگ میں ذَاتَ لَهَبٍ جو شعلے مارنے والی ہے وَّامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی بھی حَمَّالَةَ الْحَطَبِ جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے فِیْ جِیْدِهَا اس کی گردن میں حَبْلٌ رسی ہے مِّنْ مَّسَدٍ مونج کی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ اللھب ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں لھب کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا چھٹا نمبر ہے۔ اس سے پہلے پانچ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک

رکوع اور پانچ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ سراقہ بن مالک جو قبیلہ بنو کنانہ کا سردار تھا۔ قبیلہ بنو کنانہ عرب کے قبیلوں میں سے بڑا قبیلہ تھا۔ دوسرے قبائل کے ساتھ بھی اس کا گہرا تعلق تھا۔ چلتا پھرتا پرزہ تھا۔ خاصا بااثر آدمی تھا۔ مکے والوں میں سے کسی کے ساتھ اس کا جھگڑا ہوا۔ جھگڑے کے بعد انھوں نے اس کو اپنا دشمن سمجھ لیا اور اس نے مکے والوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا۔ اُس وقت عربوں کا مزاج تھا کہ جب تک دشمن سے انتقام نہ لے لیتے ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ سراقہ بن مالک مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے والا ہے۔

اُس وقت مکہ مکرمہ کی آبادی مختصر تھی۔ وہ خبر سن کر پریشان ہو گئے۔ اُنھی دنوں میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿الشعراء: ۲۱۴﴾ "اور آپ ڈرائیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔" اس وقت یہ بلڈنگیں نہیں تھی۔ صفا پہاڑی دور سے صاف نظر آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر سفید چادر لہرائی۔ یہ سفید چادر لہرانا خطرے کا الارم ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل ملکی جنگ شروع ہو جائے تو خطرے کے الارم بج جاتے ہیں۔ لوگ اکٹھے ہو گئے، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان۔ اُنھوں نے سمجھا کہ شاید سراقہ بن مالک نے حملہ کر دیا ہے۔ بڑا مجمع جمع ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نو چچا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ تمام

بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ نو چچوں میں سے دو کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں۔ ان میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو رب تعالیٰ نے ایمان کی توفیق دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچوں میں سے ایک کا نام عبدالعزّٰی تھا جس کی کنیت ابولہب تھی۔

صفا پہاڑی کا وعظ :

جس وقت لوگ اکٹھے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ جبل ابوقبیس کے پیچھے سے دشمن تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو تم میری بات مان لو گے؟ کہنے لگے مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَطُّ "ہم نے آج تک آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔" یہ تقریباً نبوت کا پانچواں سال تھا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ پینتالیس سال ہو گئے ہیں ہم نے آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔ اور یہ لفظ بھی آتے ہیں مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا "ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ سچ ہی بولتے ہیں۔" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تُفْلِحُوْا "سچے دل سے کلمہ پڑھ لو، محمد رسول اللہ پڑھ لو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" ورنہ معصوم فرشتوں کی فوجیں تمھارے خلاف کارروائی کریں گی۔ سب حیران ہو گئے کہ اس نے ہمیں کس لیے بلایا ہے؟ ابولہب آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ کے قریب کیے جیسے عورتیں لڑتی ہیں تو ہاتھ بڑھاتی ہیں۔ تو اس نے ہاتھ آگے کر کے کہا تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْاَيَّامِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا "ہلاک ہو جائے، ٹوٹ جائے ساری عمر اس لیے ہمیں بلایا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر فرمایا اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔ اے بنو صہر! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ "اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔"

اے بنو ساعدی، اے بنو مخزوم، اے بنو قارہ، اے بنو ہاشم، اے بنو عبد مناف! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔ سب خاندانوں سے کہا کہ اتمام حجت ہوجائے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا۔ اے میری پھوپھی! تو میرے واسطے قابل احترام ہے لیکن اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے۔ اور ایک موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا اے فاطمہ! سَلِيْنِيْ مِنْ مَّالِيْ مَا شِئْتِ "میرے پاس جو مال ہے مانگ میں تجھے دوں گا" لیکن لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا "اللہ تعالیٰ کی گرفت سے میں تجھے نہیں بچاسکوں گا۔" بیٹی ایسا نہ ہو کہ لوگ قیامت والے دن ایمان لے کر آئیں، عمل صالح، اخلاق حسنہ لے کر آئیں اور تو صرف نسبت لے کر آئے کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں۔ صرف نسبت کام نہیں آئے گی۔ قابیل حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا نہیں تھا، کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا نہیں تھا، آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا؟ کیا یہ نسبتیں کام آئیں؟ محض نسبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ نسبت کے ساتھ ساتھ ایمان اور عمل صالح ہوں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتمام حجت کیا۔ صفا پہاڑی کی چٹان پر دین کا نقشہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا ابولہب بڑے غلط انداز سے پیش آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ہلاک ہوجائے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا، یہ سبق سنانا تھا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوجائیں، ٹوٹ جائیں وَّتَبَّ اور وہ خود بھی ہلاک ہو مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ نہیں کام آئے گا اس کے اس کا مال وَمَا كَسَبَ اور جو اس نے کمایا اس کو نہیں بچاسکے گا۔ ابولہب کے بیٹے بھی کافی تھے۔ اس کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے نکاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو

بیٹیاں رقیہ اور ام کلثوم تھیں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں نے کلمہ ظاہر کیا ساس جس کا نام اُرْوٰی بھی بتاتے ہیں اور عوراء بھی بتاتے ہیں بڑی سخت مزاج عورت تھی۔ یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سگی ہمشیرہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی تھی۔ قدرتی طور پر یہ خاندان سخت مزاج تھا۔ خاندانی اثرات قوموں میں ہوتے ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے:

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ

"بیٹے میں باپ کے اثرات ہوتے ہیں۔" حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے، فاروقی تھے۔ ایک موقع پر کسی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو خط لکھا۔ خط کا مضمون پڑھ کر آپ غصے میں آگئے۔ مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں "بے اختیار رگم فاروقیم درحرکت شد۔" میں نے تمھارا خط پڑھا تو میری فاروقی رگ بے اختیار پھڑک اُٹھی۔ کتنی صدیاں اور کتنی نسلیں گزر چکی تھیں مگر خاندانی اثرات اسی طرح موجود تھے۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل :

تو ابولہب کی بیوی جس کی کنیت ام جمیل تھی بڑی سخت عورت تھی۔ پہلے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو روکا کہ کلمہ نہیں پڑھنا۔ مگر وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں تھیں کسی کے دباؤ میں آکر وہ کلمہ کس طرح چھوڑ سکتی تھیں۔ پھر اس نے اپنے لڑکوں کو اُکسایا کہ ان کو مارو، ڈراؤ کہ یہ کلمہ نہ پڑھیں۔ جب یہ تدبیر بھی نہ چلی تو ابولہب کو کہا کہ گلیوں، بازاروں میں لٹھ لے کر کلمہ روکتا پھرتا ہے تجھے اپنے گھر کی خبر نہیں کہ اس کی یہ لڑکیاں تیرے گھر میں کلمہ پڑھتی ہیں۔ ابولہب نے بھی ڈرایا، دھمکایا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا کہ دین حق چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے کوئی اور تکلیف ہے تو بتلاؤ

۔کوئی خدمت میں کمی ہے تو بتلاؤ مگر جہاں تک کلمے کی بات ہے ہمارے بدن کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دو ان شاء اللہ! ہماری بوٹیوں سے بھی کلمے کی صدا آئے گی۔ بیٹوں کو بلا کر کہا کہ بتلاؤ ہمارا ابن کر رہنا ہے یا محمد کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ میرے ساتھ فیصلہ کرو میں تمھارا باپ ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔ کہنے لگا اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو اس کی بیٹیوں کو لے جاؤ، اس کے گھر چھوڑ و اور طلاق دے کر آجاؤ کہ لوگ مجھے طعنے دیتے ہیں کہ گلیوں، بازاروں میں لوگوں کو کلمے سے روکتا پھرتا ہے اور تیرے گھر میں کلمہ پڑھا جا رہا ہے میں اتنا بڑا طعنہ نہیں سن سکتا۔ چنانچہ دونوں بیٹوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے دی۔

دو موذی انسان :

ابو جہل اور ابولہب دونوں بڑے موذی آدمی تھے۔ ان دونوں نے اپنی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ یہ جہاں جا کر بیان کرے سارے کام چھوڑ کر اس کی تردید کرنی ہے۔ مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے۔ کیوں کہ حج کا طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آرہا تھا۔ اگرچہ اس میں خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ منیٰ میں لوگ جمع تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بڑے عمدہ پیرائے میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریر سے فارغ ہوئے تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اَيُّهَا النَّاس اے لوگو! میری بھی سن لو۔ میرا نام عبد العزّیٰ ہے۔ ابولہب اس لیے کہتے تھے کہ بڑا خوب صورت تھا (حسن کے شعلوں والا۔) اس کا چہرہ حسن کے شعلے مارتا تھا۔ کہنے لگا میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں یہ میرا بھتیجا ہے اور صابی ہو گیا ہے اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے۔ اس کے کہنے میں نہ آنا۔ پھر موٹی موٹی ریت اور

کنکریوں کی مٹھی پکڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پھینکی۔ اشارہ تھا کہ اس پر تم سنگ باری کرو۔

ابولہب کی عبرت ناک ہلاکت:

اس نے پوری زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں گزاری اور ذلیل ہو کر مرا۔ اسے طاعون کی بیماری لگی جسے مکے والے عدسہ کہتے تھے۔ جسم پر ایک دانہ نکلتا تھا۔ یہ متعدی بیماری ہوتی ہے۔ اگر طاعون کی بیماری ملک میں ہو جائے تو دوسرے ملک والے اپنے ملک میں ان کے جہاز نہیں آنے دیتے کہ طاعون یہاں نہ لے آئیں۔ تو اس کو زہریلا پھوڑا نکلا۔ گھر والوں کو علم ہوا تو انھوں نے آپس میں اتفاق کیا کہ اس کے قریب نہ جاؤ ورنہ ہم بھی بیمار ہو جائیں گے۔ ایک حبشی غلام سے پوچھا کہ تو جہاں کام کرتا ہے وہاں تجھے کتنی مزدوری ملتی ہے؟ اس نے کہا دس درہم۔ انھوں نے کہا کہ ہم تجھے بیس درہم دیں گے اور کھانا بھی دیں گے ہم کاروباری لوگ ہیں، دکانوں میں رہتے ہیں ہمارے بابا جی بیمار ہیں بس تو نے ان کی تیمارداری کرنی ہے، دوائی دینی ہے، خوراک دینی ہے۔ بس اتنا ہی کام ہے۔

وہ بڑا خوش ہوا کہ مزدوری بھی ڈبل اور رہوں گا بھی سائے میں۔ لیکن جب اس کو پتا چلا کہ اس کو تو طاعون کی بیماری ہے، وہ دودھ دیتے کہ بابے کو پلاؤ وہ غلام دودھ خود پی جاتا اور اس کے قریب نہ جاتا۔ جو پھل فروٹ وہ دیتے وہ بھی کھا کر برتن لا کر دے دیتا کہ بابا جی کھا بیٹھے ہیں۔ دو تین دن گزرے تو آواز نہ آئی۔ غلام سے پوچھا تو اس نے کہا بابا جی آرام کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ مر چکا تھا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ تین دن تک اس کی لاش کے قریب کوئی نہ گیا۔ حبشی غلاموں کو کرائے پر حاصل کیا گیا جو اس کی لاش کو اُٹھا کر لے گئے اور لکڑیوں کے ساتھ دھکیل کر گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر پتھر ڈال دیئے۔

اس طرح اس کو موت آئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَيَصْلٰى نَارًا عنقریب داخل ہوگا ایسی آگ میں ذَاتَ لَهَبٍ جو شعلے مارنے والی ہے وَّامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی بھی حَمَّالَةَ الْحَطَبِ جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے۔ یہ بڑی سخت مزاج اور خسیس عورت تھی۔ باوجود اس کے کہ اس کا گلا سونے سے بھرا ہوا ہوتا تھا جنگل سے جا کر خود لکڑیاں لاتی اور روٹیاں پکاتی تھی۔

ام جمیلہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت:

یہی وہ عورت ہے جو کانٹے لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں بچھاتی تھی۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً سحری کے وقت اُٹھ کر مسجد حرام میں آتے تھے، اندھیرا ہوتا تھا یہ چاہتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کانٹے چبھیں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ سوکھی لکڑیاں کافی مل گئیں۔ ان کا بڑا گٹھا بنایا سر پر رکھ کر لا رہی تھی کہ گٹھا گر گیا اور اس کی رسی گلے میں اٹک گئی جس کی وجہ سے گلا گھٹ کر مر گئی (لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ سامان سر پر رکھ کر اس کی رسی تھوڑی سے نیچے کر کے ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں۔ جب وہ سامان سر سے پیچھے گرے گا تو وہ رسی پھندے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مرتب)

یہ سزا تو اس کو دنیا میں ملی اور آخرت کی سزا الگ ہے۔ اور بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کا معنیٰ کرتے ہیں چغل خور۔ ایک کی بات دوسرے کو بتائی۔ فارسی میں اس کو ہیزم کش کہتے ہیں۔ لکڑیاں اکٹھی کرنے والا، تنکے اکٹھے کرنے والا۔ تنکوں کو اکٹھا کر کے آگ لگائی جائے تو خوب لگتی ہے۔ یہ چغلی کرنے والا بھی آگ لگانے والا ہوتا

ہے۔

یہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی سخت عداوت رکھتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر دانت پیستی تھی کہ میں اس کو کچا کھا جاؤں فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ اس کے گلے میں رسی ہے مِّنْ مَّسَدٍ مونج کی۔ اور قیامت والے دن اس کے گلے میں زنجیر ڈالی جائے گی جس کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ﴿الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے۔" ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں، گلے میں طوق کہ جہنمی نیچے گردن نہیں جھکا سکیں گے۔ اس دن ظالم مشرک کہے گا یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿الفرقان: ۲۷﴾ "کاش کہ میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔" میں اللہ تعالیٰ کے رسول کے راستے پر چلتا۔ مگر اس وقت شرمندگی اور ندامت کسی کام نہیں آئے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے شَرُّ النَّدَامَةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ "قیامت کے دن کی پشیمانی بڑی بُری پشیمانی ہے۔" کہ اس کا علاج کوئی نہیں۔ دنیا میں آدمی اپنی غلطی پر پشیمان ہوتا ہے اس کا کوئی نہ کوئی علاج نکل آتا ہے۔ وہاں کوئی علاج نہیں نکل سکے گا۔

تو فرمایا اس کی گردن میں مونج کی رسی ہے جس میں پھنس کر وہ مری اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ یہ سورۃ اللھب کا مختصر خلاصہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَۃ الإخلاص

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۴ ۱۱۲ سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ ۲۲ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کہہ دیں هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے لَمْ یَلِدْ اس نے نہیں جنا کسی کو وَلَمْ یُوْلَدْ اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ اور نہیں ہے اس کا کُفُوًا اَحَدٌ ہمسر کوئی بھی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الاخلاص ہے۔ یعنی اس میں انتہائی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اقرار ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا بائیسواں ﴿۲۲﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے اکیس ﴿۲۱﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور چار آیتیں ہیں۔

شان نزول :

اس کا شان نزول تفسیروں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں کافروں کے سرداروں کا ایک گروہ حاضر ہوا اور سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤں

کو بُرا کہتے ہو، ان کی عاجزی اور بے کسی بیان کرتے ہو بھلا بتلاؤ تمھارا خدا کیا کیا صفت رکھتا ہے؟ اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور اس سے کیا چیز پیدا ہوئی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام یہ سورت لے کر آئے۔

سورۃ اخلاص ثلث قرآن :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قرآن پاک کا تیسرا حصہ ہے۔ اس کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اصولی طور پر قرآن کریم میں تین عقیدے بیان ہوئے ہیں۔ عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت، عقیدۂ قیامت۔ باقی جتنے عقیدے ہیں وہ ان کی فرع ہیں۔ توحید چونکہ قرآن پاک کا تیسرا حصہ ہے اور اس سورت میں عقیدۂ توحید بیان ہوا ہے۔ تو یہ قرآن کا تیسرا حصہ ہوئی۔

لیکن اکثر اور جمہور فقہائے کرام، محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم اس کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ جو آدمی ایک دفعہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل وکرم سے قرآن پاک کے تیسرے حصے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف میں روایت ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَءَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فِيْ لَيْلَةٍ "کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے اس بات سے کہ ہر رات قرآن پاک کا ایک ثلث پڑھ کر سوئے قَالُوْا وَمَنْ يُّطِيْقُهٗ ذٰلِكَ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کون اس کی طاقت رکھتا ہے کہ روزانہ قرآن پاک کا تیسرا حصہ پڑھ کر سوئے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھو گے تو تمھیں قرآن پاک کے تیسرے حصے کا ثواب ملے گا۔ ساتھیو! ایک منٹ میں تین دفعہ پڑھی جا سکتی ہے۔

ایک موقع پر ساتھی کام کاج کے لیے جا رہے تھے۔ آخر دنیا کے دھندے بھی ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ، میرے قریب ہو جاؤ اَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ "میں تمھیں تہائی قرآن پڑھ کر سناتا ہوں۔" وہ پریشان ہو گئے کہ ضروری کام کے لیے جلدی جانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتے اور تہائی قرآن پر وقت بھی لگتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ فرمایا تم قرآن پاک کا تیسرا حصہ سن چکے ہو، جاؤ۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔

بعض چیزوں کا بہ طور انعام بعض لوگوں کے ساتھ خاص ہونا :

بعض چیزیں انعام کے طور پر ہوتی ہیں اور بعض محنت کا پھل ہوتی ہیں۔ انعام میں محنت کو نہیں دیکھا جاتا۔ آقا خوش ہو کر انعام دینا چاہے تو تھوڑے کام پر زیادہ دے دیتا ہے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے مسجد قبا کا رقبہ وقف کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں جہاں مسجد قبا ہے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ دن قیام فرمایا۔ ان حضرات نے جتنا ممکن تھا خدمت کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان نظر آتے تھے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان نظر آتے ہیں کیا آپ کو مرضی کی چیزیں نہیں مل رہیں؟ حضرت فرمائیں جو کمی ہے ہم اپنی ہمت کے مطابق پوری کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ اجتماعی طور پر نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! یہ میری زمین ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حضرت! جتنا رقبہ آپ فرمائیں میں مسجد کے لیے مختص کر دیتا

ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی قیمت کیا ہے؟ انھوں نے کہا حضرت! میں قیمت نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کافی زمین دی ہے اس کا میں واحد مالک ہوں۔ آپ نشاندہی فرمادیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصل مسجد قبا کے لیے لکیر کھینچی اور حد بندی کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں قیام کے دوران ہی مسجد تعمیر کر دی گئی۔ اس مسجد کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی مِنۡ اَوَّلِ یَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِیۡهِ ﴿التوبہ:۱۰۸﴾ "البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔"

مسجد قبا میں حضرت کلثوم بن ہدم انصاری رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور اس کے ساتھ مزید کوئی اور سورت بھی ملاتے تھے۔ سورۃ اخلاص ضرور پڑھتے تھے۔ مقتدی کافی دن دیکھتے رہے مگر انھوں نے اپنا طریقہ نہ بدلا۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! یہ ایک منفل سورت ہے آپ اسی پر اکتفا کر لیا کریں ساتھ اور سورت ملانے کی کیا ضرورت ہے؟ کہنے لگے تم اگر چاہو تو میں امامت کراؤں گا اگر نہیں چاہتے تو میں امامت نہیں کراؤں گا۔ لیکن اگر میں امامت کراؤں گا تو سورۃ اخلاص ضرور پڑھوں گا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ شکایت پہنچی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو امام مقرر کیا ہے نیک آدمی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن یہ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں اور اس کے ساتھ پھر دوسری سورت ملاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا کہ تمھارے مقتدی یہ شکایت کرتے ہیں۔ کہنے لگے حضرت! فیه صفة الرّحمٰن "اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔" اس لیے

میں اس کو پسند کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیری اس محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جنت واجب کردی ہے۔ مگر یہ یادرکھنا کہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہر امام کو اجازت ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے ساتھ قل ھو اللہ احد پڑھے۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسرے صحابہ اعتراض نہ کرتے۔ کیوں کہ اعتراض والے مقتدی بھی تو صحابہ ہیں۔ پھر اعتراض بھی بڑی عدالت میں لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس۔ بعض چیزیں خصوصی ہوتی ہیں یعنی بعض آدمیوں کے ساتھ خاص ہوتی ہیں۔ وہ قانون نہیں ہوتا کہ ہر آدمی اس طرح کرے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے قربانی کی فضیلت سنی تو قربانی میں جلدی کی کہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کردی۔ چونکہ ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا۔ گھر والوں کو کہا جلدی جلدی مجھے گوشت بھون دو میں نے کھا کر عید کی نماز کے لیے جانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا چلا کہ اس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی ہے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ جہاں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے۔ ہاں دیہات جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں صبح کی نماز کے بعد جب چاہے قربانی کرسکتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ "یہ تیری بکری گوشت کی بکری ہے قربانی نہیں ہوئی۔" وہ بے چارہ رونے لگ گیا۔ عرض کی حضرت! میرے پاس تو یہی بکری تھی۔ نہ میرے پاس اور بکری ہے نہ پیسے ہیں کہ خرید کر اور قربانی کرلوں۔ ہاں میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو وہ کرلے وَلَنْ تُجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ "تیرے بعد کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔" یعنی یہ تیری خصوصیت ہے۔ کوئی اور چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربان نہیں کرسکتا۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تو بعض چیزیں خاص ہوتی ہیں۔ وہ اپنے مورد پر بند رہتی ہیں۔ ان کا عمومی حکم نہیں ہوتا۔ اسی لیے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ محض حدیث دیکھ کر اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک حدیث کا علم نہ ہو، ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو۔ کہ میں جو حدیث پڑھ رہا ہوں منسوخ تو نہیں ہے۔

تو خیر سورۃ اخلاص پڑھنے پر اللہ تعالیٰ دس پاروں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔ اور سات چکر طواف کے پورے کرنے کے بعد جو دو رکعت مقام ابراہیم کے پاس پڑھنے ہوتے ہیں ان میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی رکعت میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔

سورۃ کافرون کی فضیلت :

سورہ کافرون کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ چوتھائی قرآن کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اس کی تفسیر اس طرح ہے کہ قرآن پاک میں اصولی مسئلے یہ ہیں، توحید، رسالت، قیامت اور شرک کا رد۔ جب تک باطل کا رد نہ ہو وہ خلط ملط رہتا ہے۔ قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ میں کفر کا رد ہے، شرک کا رد ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کافر کو کافر کہنا گستاخی نہیں ہے۔ ہاں! اگر کوئی اس کا ورد بنا لے تو وہ علیحدہ بات ہے۔ شیعہ پکے کافر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن گلی محلے میں کافر کافر شیعہ کافر کے ورد کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس سے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں اور فتنہ و

فساد بڑھتا ہے۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے۔ اور جس کا کفر ثابت ہو اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے۔ لہٰذا کافر کو کافر کہنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کا ورد بنانا اور نعرے لگانے کا کوئی فائدہ نہیں، نقصان ہے۔

تو فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ کہہ دیں وہ اللہ ایک ہے اس کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں بھی اکیلا ہے اور صفات میں بھی اکیلا ہے، اور اپنے افعال میں بھی اکیلا ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے۔ صمد اسے کہتے ہیں کہ جس کے سارے محتاج ہوں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ یاد رکھنا! پیر، پیغمبر، ولی، قطب، غوث، شہید، سب اللہ کے محتاج ہیں۔ سورۃ فاطر آیت نمبر ۱۵ میں ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ "اے لوگو تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے۔" شاعر کہتا ہے:

ع دینا ہے تو اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے
کیوں مانگتا پھرے ترا سائل جگہ جگہ

لَمْ يَلِدْ اس نے نہیں جنا کسی کو۔ اس میں یہودیوں کا رد ہے، عیسائیوں کا رد ہے اور مشرکین کا بھی رد ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ "اور کہا یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔" ﴿سورۃ التوبہ: ۳۰﴾ عرب اور بعض دوسرے علاقوں کے مشرک کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ﴿النحل: ۵۷﴾ "اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔"

تو لَمْ يَلِدْ میں اللہ تعالیٰ نے سب کا رد فرما دیا کہ اس نے کسی کو نہیں جنا نہ اس

کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے وَلَمْ يُوْلَدْ اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ وہ کسی سے پیدا بھی نہیں ہوا۔ بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَشْتِمُنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ "ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے وَيُكَذِّبُنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ اور ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو اس کا حق نہیں ہے۔" گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْ اِلَيَّ وَلَدًا "میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ جیسے ہماری تمھاری ثابت النسب اولاد کے بارے میں کوئی کہے کہ یہ تیری نہیں ہے۔ یہ ہمارے حق میں گالی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا گالی ہے۔ لیکن دیکھو! جو اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں، جھٹلاتے ہیں رزق، اولاد اللہ تعالیٰ ان کو بھی دیتا ہے۔ کیوں کہ رزق کا سلسلہ الگ ہے۔ اس کا قانون الگ ہے۔ یہ نیک کو بھی ملتا ہے اور بد کو بھی ملتا ہے۔

امیری، غریبی رب کے راضی اور ناراض ہونے کی دلیل نہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ "بے شک اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اس کو جس سے راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی جس سے راضی نہیں ہوتا۔" دولت کی وجہ سے یہ سمجھنا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیارا بن گیا ہوں حاشا وکلا۔ اگر دولت کی وجہ سے کوئی پیارا ہوتا تو قارون سب سے زیادہ پیارا ہوتا۔ اس کے خزانے اتنے زیادہ تھے کہ کافی بڑی جماعت ان کی چابیوں کو اُٹھاتی تھی۔

اور دولت کا نہ ہونا اگر ناراضگی کی علامت ہے تو العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ پھر

یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ناراض تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں چراغ بھی نہیں ہوتا تھا۔ جو کی روٹی کھاتے تھے وہ بھی سیر ہو کر نہیں۔ دو دن مسلسل گندم کی روٹی نہیں ملتی تھی۔ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے تھے، جوتے کو ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے۔ ساری زندگی میں ایک دو دفعہ گھر میں چراغ جلا ہے۔ نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جنازے کی طرح لیٹی ہوتی تھی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں جاتے تو مجھے ہاتھ لگاتے میں پاؤں سمیٹ لیتی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے۔

تو یاد رکھنا! دولت کا مل جانا اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں دو، دو مہینے ہمارے چولھے میں آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ کسی نے پوچھا پھر کیا کرتے تھے؟ فرمایا انصارِ مدینہ دودھ بھیج دیتے تھے۔ کسی وقت کھجوریں کھا لیتے تھے اور وقت گزار لیتے تھے۔ ایسا غریب آج دنیا میں کوئی پیدا ہوگا؟

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہیں ہے اس کا ہمسر کوئی۔ اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ اپنی ذات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور اپنی صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے۔ یہ مختصر سی سورت ہے مگر اس کی فضیلت بڑی ہے۔ جو شخص اس کو سوتے وقت تین دفعہ پڑھ لے۔ گویا وہ پورا قرآن پڑھ کر سویا ہے۔ لہٰذا اس کا ورد رکھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الفلق

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۵ ۱۱۳ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۰ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع ۲۸

قُلْ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کہہ دیں اَعُوْذُ میں پناہ لیتا ہوں بِرَبِّ الْفَلَقِ صبح کے رب کی مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اس مخلوق کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اور اندھیرے کے شر سے اِذَا وَقَبَ جب وہ چھا جاتا ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اور حسد کرنے والے کے شر سے اِذَا حَسَدَ جب وہ حسد کرتا ہے۔

نام اور کوائف :

یہ جو قرآن ہمارے تمھارے پاس موجود ہیں ان میں بہت بڑی غلطی ہے کہ سورۃ الفلق کو مکیہ لکھا ہے۔ اور اسی طرح سورۃ الناس کو بھی مکیہ لکھا ہے کہ یہ مکے میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہیں، مدنی ہیں۔ قرآن کریم کے صحیح

نسخے بھی موجود ہیں جن میں مدنی لکھا ہوا ہے۔ ان کو مکی لکھنے والی غلطی تاج کمپنی والوں نے کی ہے۔ اس سے ان کو آگاہ بھی کیا گیا ہے مگر انھوں نے اصلاح نہیں کی۔ اور نمبر بھی بیس، اکیس لکھا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ ان کا نمبر بہت بعد کا ہے۔ شان نزول ان کا تھوڑی سی تمہید کے بعد بتاتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے اور بعد میں مدینہ والوں کے حالات:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ کے رہائشیوں کی پوزیشن یہ تھی کہ تین خاندان یہود کے تھے۔ بنو نضیر، بنو قریضہ اور بنو قینقاع۔ مدینہ طیبہ کی منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا۔ دانہ منڈی ہو یا کھجور منڈی یا کپڑے کی تجارت ہو سب پر ان کا قبضہ تھا۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی بھی ان کی تھی۔ تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ جن کے پاس مال ہو، علم ہو، اثر ورسوخ بھی انھی کا ہوتا ہے۔ ان کے مقابلے میں دو خاندان مشرکوں کے تھے، اوس اور خزرج۔ تعداد ان کی بھی کافی تھی۔ مگر یہ لوگ ان پڑھ تھے۔ زیادہ تر ان کا پیشہ زراعت تھا، کھیتی باڑی کرنا، باغات لگانا۔ یہودیوں نے بھی ان سے کافی زمینیں خریدی تھیں۔ باغات تھے اور اوس وخزرج کے لوگ ہی ان کے مزارع ہوتے تھے۔ پھر اوس وخزرج کے لوگ ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے۔

بخاری شریف میں بُعاث کا لفظ آتا ہے۔ یہ ایک قلعے کا نام تھا۔ اس قلعے پر قبضہ کے لیے اوس وخزرج کی لڑائی ہوئی جو ایک سو بیس سال تک چلتی رہی۔ باپ مرتا تو بیٹوں کو وصیت کر جاتا کہ اگر تم نے بُعاث پر قبضے کی کوشش نہ کی تو میں اپنا حق تمھیں معاف نہیں کروں گا۔ ایک لڑائی ان کی داحس تھی جو تریسٹھ سال تک جاری رہی۔ داحس

گھوڑے کا نام تھا۔ گھوڑ دوڑ تھی شرط پر۔ گھوڑے دوڑنے شروع ہوئے تو ایک نے دوسرے کے گھوڑے کے منہ پر تھپڑ مارا کہ اس کا گھوڑا پیچھے رہے۔ کیوں بازی لے جانے والے کو انعام ملنا تھا۔ اس پر لڑائی ہوئی جو تریسٹھ سال تک جاری رہی۔

ایک لڑائی کا نام حرب بسوس ہے۔ یہ کبوتری کے انڈے سے شروع ہوئی۔ ایک آدمی کی زمین میں کیکر کا درخت تھا جس پر گھونسلا بنا کر اس میں کبوتری نے انڈے دیئے۔ دوسرے کی اونٹنی آئی اس نے کیکر کی لونگ کھانے کے لیے درخت کو کھینچا تو انڈے نیچے گر کر ٹوٹ گئے۔ زمین والا دیکھ رہا تھا اس نے اونٹنی مار دی کہ کبوتری نے میرے درخت پر پناہ لی ہوئی تھی اس اونٹنی نے میری پناہ کو خراب کیا ہے۔ اونٹنی والے نے آکر اس کو مار دیا کہ اس نے میری اونٹنی کو کیوں مارا ہے؟ پھر آپس میں لڑائی شروع ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ان کی دشمنیاں ختم ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔ جس کا ذکر سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۳ میں ہے وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ "اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔" اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا "جب کہ تم آپس میں دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی پس ہو گئے تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی۔" اب اکٹھے اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ ایک دوسرے سے رشتے لیتے دیتے ہیں، اکٹھے تبلیغ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں۔

اس سے پہلے یہ آپس میں لڑائیوں کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور یہودیوں کے

دست نگر بن چکے تھے۔ یہودیوں کا ان پر اتنا اثر تھا کہ اپنی بچیوں کا نکاح یہودیوں کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ محلے کے بڑے یہودی سے پوچھتے تھے سردار جی! فلاں جگہ لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہوں اگر تمھاری اجازت ہو تو کر دوں؟ اگر وہ اجازت دیتا تو شادی کر دیتے ورنہ مجال نہ تھی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو حالات ہی بدل گئے۔ یہودی پاس سے گزرتا تو اب اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر کوئی نہ دیکھتا۔ پہلے ان کو اُٹھ کر سلام کرتے تھے۔ اُن کو بڑا دکھ ہوا کہ یہ لوگ تو ہماری اجازت کے بغیر شادی بیاہ نہیں کرتے تھے، ہماری اجازت کے بغیر سفر پر نہیں جاتے تھے۔ حج عمرے پر جاتے تھے تو ہم سے اجازت لے کر جاتے تھے۔ اور اب یہ وقت ہے کہ پاس سے گزرتے ہیں تو ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔

یہودیوں پر دوسری زد یہ پڑی کہ مکے والے تجارت میں بھی بڑے تیز تھے کیوں کہ یہ لوگ نسلاً بعد نسلٍ تاجر پیشہ لوگ تھے اور بڑی دیانت داری کے ساتھ تجارت کرتے تھے اور کھرے لوگ تھے۔ یہودی ڈنڈی مارتے تھے۔ مہاجرین نے جب تجارت شروع کی تو تھوڑے ہی دنوں میں یہودیوں سے آگے نکل گئے۔ لوگ کہنے لگے کہ بھئی! یہ پورا تول کر دیتے ہیں۔ اگر کسی کا روپیہ پیسہ رہ جاتا تو اس کے پیچھے دوڑ کر جاتے کہ بھائی! تمھارے پیسے رہ گئے ہیں لے کر جاؤ۔ یہودیوں کی تجارت بھی ختم اور علمی برتری بھی ختم کہ اب یہودیوں سے مسئلہ بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ بڑے صاحب علم آ گئے ہیں۔

مسجد نبوی کے قریب یہودیوں کے کافی گھر تھے۔ اذان ہوتی تو یہودیوں کے کلیجے پھٹتے۔ جس وقت موذن اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ کہتا تو ان کی

حالت غیر ہو جاتی کہ یہ ہمیں کیا سننا پڑتا ہے۔ مال دار لوگ تھے دوسرے محلوں میں بھی ان کے مکان تھے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ مسجد نبوی کے قریب جو ہمارے مکان ہیں یہ ہم کرائے پر دے دیتے ہیں اور دوسری جگہ چلے جاتے ہیں کہ ہم ان کی اذان نہیں سن سکتے اور نہ ان کو نماز پڑھتے دیکھ سکتے ہیں۔ نہ انھیں اکٹھا بیٹھے دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ مکان خالی کر کے چلے گئے۔

نبی القبلتین :

قبیلہ بنو سلمہ والے اس محلے میں رہتے تھے جہاں مسجد قبلتین ہے۔ جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ظہر کی نماز کی دو رکعت پڑھا چکے تھے اور جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا رخ مبارک مسجد اقصیٰ سے کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دیا۔ تو دوسری دو رکعتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیت اللہ کی طرف چہرہ کر کے پڑھائیں۔ سولہ سترہ مہینے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ حکم اس لیے تھا کہ پہلی کتابوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف نبی القبلتین آئی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نبی القبلتین نہ ہوتے تو ان پر حجت پوری نہ ہوتی۔ وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے۔ کیوں کہ ہم نے اس کی صفت پڑھی ہے نبی القبلتین۔

یہ محلہ مسجد نبوی سے ذرا فاصلے پر تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب قبیلہ بنو سلمہ والوں نے سنا کہ یہودی مسجد نبوی کے پاس والے گھر خالی کر گئے ہیں اور وہ کرایہ پر چڑھتے جا رہے ہیں ہمیں مسجد نبوی میں دور سے آنا پڑتا ہے ہم وہ مکان کرایہ پر لے کر وہاں چلے جائیں۔ پھر کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھے بغیر یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ان کا ایک وفد آیا کہ حضرت ہم بنو سلمہ کے لوگ ہیں

ہمارے گھر مسجد نبوی سے دور ہیں وعظ و نصیحت سننے کے لیے بھی آنا ہوتا ہے، کبھی بارش ہو جاتی ہے، کبھی گرمی سخت ہوتی ہے، ہم نے سنا ہے کہ مسجد نبوی کے قریب کے گھر یہودی خالی کر گئے ہیں اور وہ کرائے پر چڑھ رہے ہیں ہم یہاں قریب نہ آ جائیں کہ قریب سے نماز پڑھ لیا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں اجازت نہیں دیتا دِیَارَکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ دِیَارَکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ دِیَارَکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ "اپنے گھروں میں رہو جتنی دور سے آؤ گے اتنے قدم زیادہ ہوں گے اتنا ثواب زیادہ ہوگا۔" ہر قدم پر دس نیکیاں، ایک گناہ مٹے گا، ایک درجہ بلند ہوگا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی محلہ مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو اور وہاں صرف یہودی ہی یہودی رہیں۔

یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی دشمن تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنے محتاط تھے اس کا اندازہ تم اس بات سے لگاؤ کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے ناامید ہو گئے۔ کہنے لگے اُوْصِیْکُمْ "میں تمھیں وصیت کرتا ہوں" اگر میری وفات ہو جائے اور دفنانے کا وقت رات کا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہرگز ہرگز نہیں بلانا۔ ساتھی بڑے حیران ہوئے کہ کیسی وصیت کر رہے ہیں؟ اس موقع پر تو یہ وصیت ہونا چاہیے تھی کہ میرا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھائیں کہ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ شہر میں جو سب سے بہتر آدمی ہے وہ میرا جنازہ پڑھائے۔

آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کسی نے کہا کہ کلمہ صحیح نہیں ہے منافق ہے، کسی نے کہا نہیں کلمہ تو صحیح ہے اب مرتد ہو گیا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ کسی نے کہا کہ اس کا دماغ صحیح نہیں ہے۔ بیماری کی وجہ سے بدحواس ہو گیا ہے کہ اس طرح کی باتیں کر رہا

ہے۔ انھوں نے سب کی باتیں سنیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے سچے دل سے کلمہ پڑھا ہے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہوں۔ نہ مرتد ہوں، نہ بدحواس ہوا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے محلے میں یہودی زیادہ ہیں میں نے سنا ہے کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کی تاریکی میں شہید کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جنازے میں تشریف لائیں اور ان کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ میرے جنازے کی وجہ سے میرے محبوب کو تکلیف پہنچے۔ "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے حالات صحابہ پر۔ اس میں یہ واقعہ موجود ہے۔

چنانچہ ان کی وفات رات کو ہوئی اور رات ہی کو دفنایا گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا تو فرمایا دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِهٖ "مجھے اس کی قبر بتلاؤ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر بتلائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے فَرَفَعَ یَدَیْهِ وَدَعَا لَهٗ "پس آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس کے لیے دعا کی۔"

اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی چاہیے یا ہاتھ اُٹھائے بغیر کرنی چاہیے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے اور ہمارے بزرگوں میں سے ہیں۔ اُنھوں نے چھوٹی سی کتاب لکھی ہے "نماز حنفی"۔ اس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ہاتھ نہیں اُٹھانے چاہئیں۔ میں نے "راہِ سنت" میں لکھا ہے ہاتھ اُٹھانے چاہئیں۔ مدرسہ خیر المدارس کے جلسے کے موقع پر کمرے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی نے مسئلہ چھیڑ دیا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے لکھا ہے کہ قبروں پر جاؤ تو ہاتھ اُٹھا کر دعا نہ کرو اور راہِ سنت میں لکھا ہے

کہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرو۔ تو ہم کس بات پر عمل کریں؟ مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سے دلیل پوچھیں۔ میں نے کہا میرے پاس دو دلیلیں ہیں۔ ایک یہی دلیل جو مسلم صفحہ ۳۱۳ جلد ا پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَالَهٗ "پس آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور ان کے لیے تین مرتبہ دعا کی۔" دوسری روایت میں نے اِصابہ والی بتلائی۔ "راہِ سنت" میں میں نے ان کے باقاعدہ حوالے دیئے ہیں۔ اس کے بعد پھر مولانا خیر محمد صاحب نے کوئی بات نہیں کی۔

یہود کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی اور سورۃ کا شانِ نزول :

تو خیر میں نے کہا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمن تھے اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے کئی منصوبے بنائے۔ خیبر کے مقام پر زینب نامی یہودیہ نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا کہ اس نے آپ کی دعوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی دعوت رد نہیں کرتے تھے۔ اس دعوت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بشر بن براء رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کھاتے ہی تڑپ کر فوت ہو گئے۔ باقی جن ساتھیوں نے کھایا وہ بیمار رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لقمہ منہ مبارک میں ڈالا مسند دارمی کی روایت میں ہے کہ اس لقمے نے کہا حضرت! نہ کھانا مجھ میں زہر ہے لیکن لعاب اندر چلا گیا۔ وہ اتنا تیز تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا سبب عالم اسباب میں وہی بنا۔

بخاری شریف میں باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! جو زہر مجھے کھلایا گیا تھا اس کا اثر مجھے محسوس ہو رہا ہے میری رگیں کٹ رہی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس دفعہ قسم اُٹھا کر کہہ

سکتا ہوں کہ آپ ﷺ شہید ہیں، شہید ہیں، شہید ہیں۔ کیوں کہ آپ ﷺ کی وفات کا ظاہری سبب وہ زہر تھا جو خیبر میں زینب نامی یہودیہ نے آپ کو دیا تھا۔ اپنے لیے تو آپ ﷺ نے کوئی انتقام نہیں لیا لیکن بشر بن معرور رضی اللہ عنہ اور جو دوسرے ساتھی شہید ہوئے تھے ان کی وجہ سے دار قطنی کتاب میں روایت ہے کہ زینب نامی عورت کو سولی پر لٹکایا گیا تھا۔ یہودیوں نے آپ ﷺ پر جادو بھی کیا لیکن اس کا کچھ اثر آپ ﷺ پر نہ ہوا۔ خیبر کے یہودیوں کے پاس گئے انھوں نے بھی جادو کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔

مدینہ طیبہ میں ایک یہودی تھا لبید بن اعصم۔ یہ جادو کے فن کا امام تھا۔ اس کی فیس زیادہ تھی ہر آدمی اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ خیبر کے یہودیوں نے اس کو آ کر کہا اَنْتَ اَعْلَمُنَا فِی السِّحْرِ "تو ہم سے جادو کو زیادہ جانتا ہے۔" جادو کا استاد ہے جتنی فیس مانگے ہم دینے کے لیے تیار ہیں محمد (ﷺ) کو راستے سے ہٹا دے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ اس نے تین دینار لے کر کارروائی شروع کی۔ اس طرح کہ آنحضرت ﷺ کا اس نے مجسمہ بنایا موم کا۔ اس میں اس نے گیارہ سوئیاں چبھوئیں۔ اور ایک لمبی رسی لے کر اس پر گیارہ گرہیں لگائیں۔ ان گرہوں پر اس نے اور اس کی شاگردات (چیلیوں) نے کچھ پڑھا بھی۔ اس موقع پر یہ آخری دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ یہ سورتیں مدنی ہیں مکی نہیں ہیں۔ باقی ان شاء اللہ العزیز کل بیان ہوگا۔

آیاتها ۵ ۱۱۳ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۰ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع ۳۸

ماقبل سے ربط :

پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ یہود کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سخت عداوت تھی۔ اس عداوت کی وجہ سے کئی دفعہ اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ زہر بھی دیا، اوپر سے پتھر پھینکنے کی کوشش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام شرور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ رکھا۔ مدینہ طیبہ میں ایک بڑا ماہر جادوگر تھا لبید بن اعصم۔ خیبر کے یہودیوں نے آکر اس کو کہا کہ ہم نے اس پر بڑے جادو کیے ہیں لیکن وہ کارگر ثابت نہیں ہوئے۔ تم اس پر وار کرو۔ اور تین دینار اس کو دیئے۔ تین دینار اس زمانے میں بڑی رقم تھی۔ اس نے ہامی بھر لی۔

یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال اور کنگھی کے دندانے حاصل کرنے کے لیے ایک نوعمر بچہ جس کا نام عبدالقدوس تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے بھیجا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرے گا۔ اور اس بچے کو کہا کہ

جب تو کنگھی کرے تو ان کے سر (مبارک) کے جو بال کنگھی میں پھنسیں اُن کو سنبھال لینا اور جو میل کچیل کنگھی میں ہو اس کو بھی سنبھال لینا اور کنگھی کے جو دندانے گریں وہ بھی رکھ لینا۔ بچہ بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے چند دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی اور یہ ساری چیزیں اکٹھی کر کے لبید بن اعصم کو پہنچا دیں۔

اس نے موم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجسمہ بنایا، اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں اور ایک لمبی ڈوری لی۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال جوڑے، میل کچیل ملی اور نر کھجور کا کھابا بھی تھا۔ کچھ ٹسر کے دھاگے تھے۔ اس ڈوری پر اس نے گیارہ گرہیں لگائیں۔ ہر گرہ پر جادو کے کلمات خود بھی پڑھ کر پھونکتا تھا اور شاگردات (چیلیاں) رکھی ہوئی تھیں، وہ بھی پڑھ کر پھونکتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر :

اس جادو کا دینی لحاظ سے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی اثر نہ ہوا، نہ تبلیغ کے سلسلے میں اور نہ نمازوں کے سلسلے میں۔ لیکن دنیاوی معاملات میں ہوا۔ وہ اس طرح کہ کھانا کھایا یاد نہ رہتا کہ کھایا ہے یا نہیں؟ پانی پیا یاد نہ رہتا پیا ہے کہ نہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے پریشان اور مغموم رہنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لاتے تھے تو بڑے ہشاش بشاش اور خوش ہوتے تھے۔ مگر اب آتے تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتے، نماز پڑھتے، اللہ اللہ کرتے مگر چہرے پر پہلے کی طرح خوشی نہ ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزن بھی کچھ کم ہو گیا۔

یہ اثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتنا عرصہ رہا؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ روایت نقل کرتے ہیں کہ چھ ماہ رہا۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں نقل کرتے ہیں کہ ایک سال رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت دعا کی اے پروردگار! مجھے سمجھ نہیں آرہی مجھے کیا ہے؟ میری طبیعت پہلے کی طرح نہیں ہے۔ بار بار دعا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز کے ساتھ متصل سو جاتے تھے کیوں کہ سحری کے وقت اٹھنا ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے تو خواب میں دو آدمی آئے۔ ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف۔ جبرئیل سر علیہ السلام کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی طرف۔ اور آپس میں گفتگو شروع کی۔ پاؤں کی طرف والے نے کہا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ سر کی طرف والے نے جواب دیا کہ اس پر جادو ہوا ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس پر جادو ہوا ہے۔ کس نے کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم یہودی نے۔ کس چیز میں کیا ہے؟ فرمایا کچھ سر کے بال ہیں، کنگھی کے دندانے ہیں، نر کھجور کا گھابا ہے۔ کہاں رکھا ہے؟ بئر ذی اروان میں۔ یہ مدینہ طیبہ سے باہر چند میل کے فاصلے پر ایک غیر آباد کنواں تھا۔ پہلے وہاں آبادی تھی پھر ختم ہو گئی۔ اس کنویں میں ایک پتھر کے نیچے لٹکایا ہوا تھا۔ کنویں کے اندر ایک جانب پتھر ہوتا اس پر پاؤں رکھ کر کنواں صاف کرتے تھے، ڈول نکالتے تھے۔ اس پتھر کو عربی میں رعوفہ کہتے تھے۔ اس پتھر کے نیچے اس نے وہ چیزیں لٹکائی ہوئی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو اُٹھے تو بڑے خوش خوش تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! آج آپ خلاف معمول بڑے خوش خوش ہیں۔ فرمایا مجھے جو بیماری تھی وہ مجھے میرے رب نے بتلا دی ہے۔ مجھ پر جادو ہوا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر وہاں گئے۔ بیرَ ذی اروان کے اوپر کھڑے ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نیچے اُترے اور پتھر کے نیچے سے وہ چیزیں نکالیں۔ یہ دو سورتیں اس موقع پر نازل ہوئیں۔ ان کی گیارہ آیتیں ہیں۔ ایک ایک

آیت کریمہ پڑھتے جاتے تھے اور ایک گرہ کھولتے جاتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اِن چیزوں کو اگر ہم مدینہ طیبہ لے کر گئے تو لوگوں کا ذہن اس طرف منتقل ہوگا کہ ان چیزوں پر جادو کیا جاتا ہے۔ لوگوں میں فتنہ پیدا ہوگا۔ کنواں چونکہ غیر آباد تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چیزیں اسی کنوئیں میں دفن کرا دیں اور فرمایا کہ کنویں کو مٹی سے بھر دو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور ایک ایک گرہ کھولتے تو یوں لگتا تھا کہ بدن سے ایک سوئی نکل گئی ہے، دوسری سوئی نکل گئی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سورتیں پڑھ لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک پرسکون ہوگیا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوتے تھے تو یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور ہاتھ بدن پر مل لیتے تھے۔ جادو سے بچنے کے لیے ان دو سورتوں سے زیادہ مؤثر کوئی علاج نہیں ہے۔ اگر قرآن شریف پڑھنے کے بعد اثر نہ ہو تو سمجھو کہ ہماری زبان میں اثر نہیں ہے، ہماری خوراک میں اثر نہیں ہے، میری نیکی میں کمی ہے، تقوے میں کمی ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں آج بھی وہی اثر ہے جو اس وقت تھا۔ ان سورتوں کے نازل ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعوذ کے لیے اور کئی کلمات پڑھتے تھے۔ آخر میں یہی دو سورتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی پڑھ کر پھونکتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں پناہ لیتا ہوں صبح کے رب کی۔ کیوں کہ بہت ساری چیزیں انسان کو دن میں اذیت اور دکھ پہنچاتی ہیں مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور اس مخلوق کے شر سے جو رب نے پیدا کی

ہے۔ دن چڑھنے کے بعد جو مخلوق شر پہنچاتی ہے میں اس کے شر سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور اندھیرے کے شر سے جب اندھیرا چھا جائے۔ رات کے اندھیرے میں جو چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں میں ان کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔ نَفَّثَات نَفَّاثَةٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے پھونکنے والی۔ تو نَفَّثَات کا معنیٰ ہوگا پھونکنے والیاں۔ عُقَدٌ عُقْدَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گرہ۔ معنیٰ ہوگا اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔ ان عورتوں کے شر سے جنھوں نے لبید بن اعصم کے ساتھ گرہوں میں جادو کے کلمات پھونکے تھے۔ یہ اس کی شاگردات تھیں۔ اے پروردگار! میں ان کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں جب وہ حسد کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد کتنی بُری چیز ہے کہ اس سے بچنے کا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سبق دے رہے ہیں۔

حسد، غبطہ اور وسوسہ :

ابو داؤد میں حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ "بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔" حسد کی ایک شق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی خوبی عطا فرمائی ہے، حسن عطا فرمایا ہے، قد و قامت عطا فرمایا ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، عزت دی ہے۔ اس کو دیکھ کر کوئی شخص کہے کہ اس کو یہ کیوں ملی ہے مجھے کیوں نہیں ملی۔ زبان سے نہیں کہتا دل کے اندر کڑھتا ہے۔ اور دوسری شق یہ ہے کہ مجھے یہ خوبی نہیں ملی اس کے پاس بھی نہ رہے۔ یعنی اس سے نعمت کے زوال کی خواہش کرتا ہے۔ یہ بھی حسد

ہے۔حسد گناہ کبیرہ ہے۔اور ایک ہوتا ہے غبطہ، رشک۔کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی خوبی عطا فرمائی ہے دوسرا آدمی اس کو دیکھ کر کہتا ہے اے پروردگار! جیسے اس کو عطا فرمائی ہے مجھے بھی عطا فرما۔ یہ جائز ہے۔ اور ایک خیال اور وسوسہ ہوتا ہے جو خود بہ خود ذہن میں آتا ہے آدمی خود لاتا نہیں ہے۔اور اس وسوسے کو اچھا بھی نہیں سمجھتا۔ اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ چاہے وہ نماز میں آجائے یا نماز سے باہر آجائے۔ بُرے سے بُرا خیال بھی آجائے تو شریعت اس پر گرفت نہیں کرتی۔

ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! بعض دفعہ ہمیں ایسے بُرے خیالات آتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں مگر ان کو زبان پر نہ لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا خیال آتا ہے؟ کہنے لگے حضرت! مثلاً: یہ خیال آتا ہے کہ ہمیں رب نے پیدا کیا ہے، آسمان، زمین کو رب نے پیدا کیا ہے، چاند، سورج، ستاروں کو رب نے پیدا کیا ہے، رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اس پر ہم بڑے تنگ ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَان "یہ تو ایمان کی واضح علامت ہے۔" ایسے خیال سے نفرت کرنا یہ ایمان کی دلیل ہے۔تو خیالات پر کوئی گرفت نہیں ہے۔عزم اور ارادے پر گرفت ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

[امین]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَةُ النَّاسِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۶ ۱۱۴ سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ ۲۱ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾ ع

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کہہ دیں اَعُوْذُ میں پناہ لیتا ہوں بِرَبِّ النَّاسِ لوگوں کے رب کی مَلِكِ النَّاسِ جو لوگوں کا بادشاہ ہے اِلٰهِ النَّاسِ لوگوں کا معبود ہے مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ وسوسے ڈالنے والے کے شر سے الْخَنَّاسِ جو وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے الَّذِیْ یُوَسْوِسُ جو وسوسے ڈالتا ہے فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ لوگوں کے سینوں میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ جنات میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

قُلْ آپ کہہ دیں اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے رب کی مَلِكِ النَّاسِ جو لوگوں کا بادشاہ ہے اِلٰهِ النَّاسِ لوگوں کا معبود ہے، حاجت روا ہے، مشکل کشا ہے، فریاد رس اور دست گیر ہے۔ کس چیز سے پناہ لیتا ہوں؟ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ وسوسے ڈالنے والے کے شر سے الْخَنَّاسِ جو وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

فرمایا انسان کے دل پر ایک طرف فرشتہ بیٹھا ہوتا ہے اور ایک طرف شیطان بیٹھا ہوتا ہے۔ شیطان سے مراد ابلیس نہیں بلکہ عام شیطان۔ یہ عوام جو کہتے ہیں کہ ابلیس ہر جگہ ہوتا ہے۔ حاشا وکلا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ابلیس نے اپنا تخت سمندر پر بچھایا ہوا ہے۔ رات کو ڈیوٹیاں لگاتا ہے، دن کو ڈیوٹیاں لگاتا ہے گمراہ کرنے کی۔ پھر یہ واپس جاکر جب رپورٹ پیش کرتے ہیں تو بٹھاتا جاتا ہے۔ پھر ایک چھوٹے قد کا شیطان آتا ہے اور کہتا ہے لَمْ اَزَلْ بِهٖ حَتّٰی اَشْرَكَ "میں اس کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ اس کو مشرک بنا کر چھوڑا۔" ابلیس لعین اپنے تخت سے اُٹھ کر اس کو گلے کے ساتھ لگاتا ہے اور کہتا ہے نِعْمَ الْوَلَدُ اَنْتَ "زندہ باد میرا بیٹا تو ہے، تو میرا بہت اچھا بیٹا ہے۔" کیوں کہ شرک کے سوا جتنے گناہ ہیں اس کی سزا خلود فی النار نہیں ہے، دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا اور مشرک نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ابلیس لعین ہر جگہ نہیں ہوتا۔ شیاطین بہت زیادہ ہیں۔ اتنے زیادہ کہ ان کا کوئی حد وحساب ہی نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے ان کی نسل چلی ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ کتنے ہوں گے؟

تو دل کے ایک کنارے پر فرشتہ ہوتا ہے جو اچھی باتوں کا القاء کرتا ہے اگر اچھی بات کا خیال پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ یہ فرشتے کا القاء ہے۔ اگر بُرا خیال آئے تو بائیں طرف تھوک دو کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے۔ اور شیطان اس وقت وسوسہ ڈالتا ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کر دیتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جیسے چوکیدار جاگتا رہے، آواز دیتا رہے تو چوروں کو ہمت نہیں ہوتی اور جب چوکیدار غافل ہو جائے تو چور چوری شروع کر دیتے ہیں تو شیطان ذکر

سے غفلت کے وقت حملہ کرتا ہے۔ پچیسویں پارے میں ہے وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿الزخرف:۳۶﴾ "اور جو شخص اعراض کرتا ہے رحمان کے ذکر سے ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے شیطان پس بے شک وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اگر انسان دل میں رحمان کو جگہ نہیں دے گا تو شیطان آ جائے گا۔" جیسے انسان گھر بنا کر خالی چھوڑ دے تو پھر اس میں بلیاں کتے آ جاتے ہیں اور بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو پھر شیطان کو داخل ہونے کی ہمت نہیں ہوتی۔

فرمایا الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں یعنی دلوں میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ جنات میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ بعض انسان شیطان صفت ہوتے ہیں۔ دوسروں کو گمراہ کرنے کے لیے ان کے دلوں میں شبہات ڈالتے ہیں۔ قرآن کے خلاف، رسالت کے خلاف، قیامت کے خلاف، توحید کے خلاف۔ اور شیطان تو ہیں ہی شیطان۔ اے پروردگار! چاہے جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔ جو بھی غلط خیالات ڈالتے ہیں میں ان سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ تو مجھے ان کے شر سے بچا اور حفاظت فرما۔

اس کے بعد یہ دعا ہے۔

دعائے ختم القرآن :

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِيْ فِيْ قَبْرِيْ اے پروردگار! مجھے مانوس رکھ میری تنہائی کے وقت قبر میں۔ قبر میں میرا کوئی ساتھی بنا دینا اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما قرآن پاک کی برکت کے ساتھ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا اور اے پروردگار! اس کو میرے لیے امام بنا دے، رہنمائی کرنے والا بنا دے وَّنُوْرًا اور نور

بنادے وَّهُدًى اور ہدایت بنادے وَّرَحْمَةً اور رحمت بنادے اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ مَانَسِیْتُ اے پروردگار! مجھے یاد کرادے اس سے وہ چیزیں جو میں بھول چکا ہوں وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَاجَهِلْتُ اور سکھادے مجھے قرآن پاک کی وہ چیزیں جن سے میں جاہل ہوں، بے خبر ہوں وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اور اے پروردگار! میری قسمت میں کردے اس کی تلاوت اٰنَآءَ الَّیْلِ رات کے اوقات میں پڑھتا رہوں وَاٰنَآءَ النَّهَارِ اور دن کے اوقات میں بھی پڑھتا رہوں وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اور بنادے قرآن پاک کو میرے لیے حجت قیامت والے دن اے رب العالمین! ۔اٰمِیْنَ

قرآن بہ طور سلطانی گواہ :

حدیث پاک میں آتا ہے القران حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَیْكَ یہ قرآن پاک تیرے لیے دلیل اور حجت ہوگا۔ سلطانی گواہ ہوگا۔ اگر تو نے اس کو پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا تو قیامت والے دن پروردگار سے کہے گا اے پروردگار! اس کی غلطیوں سے درگزر فرما۔ یا تیرے خلاف حجت و دلیل بن کر آئے گا، گواہ بن کر آئے گا۔ تیرے خلاف گواہ ہوگا کہ اے پروردگار! اس نے تیرے قرآن پر عمل نہیں کیا۔ اس کے مطابق اس نے عقیدہ نہیں بنایا۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رُبَّ تَالِ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُهٗ "بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔" مثلاً: قرآن میں پڑھتا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ اور نماز کی پابندی نہیں کرتا۔ یہی آیت اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ اٰتُوا الزَّكٰوةَ پڑھتا ہے اور زکوۃ نہیں دیتا۔ یہی آیت اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ علی الکٰذبین پڑھتا ہے اور خود جھوٹ بولتا ہے۔ یہی آیت

اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ جب پڑھے گا لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا زنا کے قریب نہ جاؤ۔ پھر اس میں آلودہ ہوگا تو یہی آیت اس پر لعنت بھیجے گی۔

يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ پڑھے گا اور وراثت پر پورا پورا عمل نہیں کرے گا۔ بیٹی، بہن، پھوپھی کا پورا حق نہیں دے گا تو یہی آیت اس پر لعنت بھیجے گی۔ جب پڑھے گا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ اور یتیم کا مال کھائے گا تو یہی آیت کریمہ اس پر لعنت بھیجے گی۔ ابھی وراثت کا مال تقسیم نہیں ہوا اور لوگ اس میں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں، تیجا، ساتواں، دسواں، چالیسواں کرتے ہیں۔ سنت بدعت کا مسئلہ تو علیحدہ ہے۔

پھر اس مال کے وارثوں میں یتیم لڑکا یا لڑکی ہو تو شریعت ان کی اجازت کو بھی معتبر قرار نہیں دیتی۔ ایسے مال کا کھانے والا پیٹ میں خنزیر کا گوشت ڈال رہا ہے۔ یاد رکھنا! یتیم کا مال کھانا قطعاً حرام ہے۔ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور خیر سے تم نے ناک کی خاطر تیجے، ساتے نہیں چھوڑنے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سمجھ عطا فرمائے اور آخرت کی فکر عطا فرمائے۔ امین

آج بہ روز ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ، بہ تاریخ ۷ر مارچ ۲۰۱۵ء
تیسواں پارہ مکمل ہوا۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ